جلد ۴۵ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۷ رجمادی الثانی ۱۳۷۶ھ مطابق ۹ جنوری ۱۹۵۷ء | نمبر (۱)

جلسہ سالانہ کے بعد

یہ پہلا پرچہ ہے جو جلسہ سالانہ کے بعد شائع ہو رہا ہے، اور یہی نئے سال کا سب سے پہلا پرچہ ہے، جلسہ میں جو کچھ ہم نے دیکھا سُنا اس کی کیفیت اسی پرچہ میں دوسری جگہ درج ہے، جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس قوم کے اندر جو حضرت مجدد وقت کے حکم سے اعلائے کلمۃ اللہ کا بلند مقصد لیکر کھڑی ہوئی ہے کس قدر عزم اور جوش پایا جاتا ہے کس قدر قربانی کا جذبہ ان میں موجود ہے کہ دین کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہیں، ایک چھوٹی سی قوم کا سال بھر برابر چندے دیتے رہنا اور پھر سال کے بعد خاص تحریکات میں بھی حصہ لینا اور ہزاروں سے بڑھ کر لاکھوں روپے خدا کی راہ میں نچھاور کر دینا کوئی چھوٹی سی بات نہیں، جلسہ سالانہ ایک سنگِ میل ہے جو ہمیں ایک نئی منزل کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ یہ منزل ایک نئے عزم اور نئے ارادں کی متقاضی ہے، اور ہماری انجمن نے جو فیصلے اس موقعہ پر کئے ہیں، اور آٹھ لاکھ کا بجٹ پاس کر کے جن کاموں کا بیڑا اُٹھایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری قوم کا قدم خدا کے فضل سے اعلائے کلمۃ اللہ کی راہ میں آگے ہی آگے ہے اور آئندہ جلسہ کے موقعہ پر ہم پہلے سے زیادہ خوشگوار نتائج کی امید رکھ سکتے ہیں۔

یہ امر قارئین کرام کے لئے زیادہ مسرت کا موجب ہوگا کہ جلسہ کے موقعہ پر قوم نے اپنے واحد ارگن (پیغام صلح) کو بھی نظر انداز نہیں کیا، اس کی اشاعت کو بڑھانے اور اس کے ذریعہ پیغامِ حق کو زیادہ وسیع حلقوں تک پہنچانے کا خاص اہتمام کیا ہے۔ جنرل کونسل نے اس بات کا فیصلہ کیا ہے اور سب ممبران کونسل نے اس فیصلہ کو لبیک کہا کہ کونسل کا ہر ممبر کم از کم پانچ خریدار مہیا کرے یا پانچ خریداروں کی قیمت دے۔ اس کے علاوہ احمدیہ کانفرنس میں بعض دوستوں نے متعدد پرچے برائے مفت تقسیم دینے کے عزم کا اظہار کیا، ان میں سے مکرم محترم میاں محمد زمان خانصاحب چارسدہ اور خان غلام ربانی خان صاحب کے اسمائے گرامی خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں، جنہوں نے پچیس پچیس پرچوں کی قیمت بحساب چار روپیہ سالانہ اپنی گرہ سے دینے اور ہائی سکولوں اور دیگر مختلف طبقات میں بھجوانے کا اعلان کیا۔
ایسا ہی کاروباری حضرات نے اجرتی اشتہارات دینے کا اقرار کیا۔

ہم ان سب دوستوں اور بزرگوں کے تہ دل سے مشکور ہیں اور امید کرتے ہیں کہ دوسرے مستطیع اصحاب بھی ان کی تقلید کر کے اپنے اس قومی جریدہ کو بہتر سے بہتر بنانے اور حضرت مجدد وقت کے پیغام کو زیادہ وسیع حلقوں تک پہنچانے میں امداد دیں گے۔
ان خوشگوار امیدوں کو لئے ہوئے ہم نئے سال میں نئے عزم و ارادے کے ساتھ قدم رکھتے ہیں واللّٰہ المستعان۔

حضرت مسیح موعودؑ کی یادگار

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تحریک

احباب کرام۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت مسیح موعود مجدد الزمان نے جس مکان میں رحلت فرمائی تھی وہ ایک نہایت قیمتی یادگار ہے۔ اس یادگار کے خریدنے کے لئے اور اس یادگار کا وارث بننے کیلئے اس جماعت کا ہر فرد چھوٹا اور بڑا اسکی اہمیت کو مدِ نظر رکھے اور اپنی اخلاص و عقیدتمندی کا ثبوت دے اور اپنی حیثیت اور اخلاص کے مطابق گرانقدر عطیہ بھیجے، جہاں اُمراء کا نام اس یادگار پر کندہ کیا جائیگا وہاں غرباء کا نام بھی روشن حروف میں لکھا جائیگا۔ اس لئے جماعت کا کوئی فرد حضرت مسیح موعود جیسی عظیم المرتبت شخصیت کی یادگار قائم کرتے وقت پیچھے نہ رہ جائے۔ یاد رکھیے یہ آپکا صدقہ جاریہ ہوگا، اسلئے اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ گنوائیگا۔

صدرالدین ۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۵۶ء

جماعت کی برکات

(۱)

بے نظیر قربانی

ہمارا سالانہ جلسہ گوناگوں برکات کا مجموعہ تھا مردوں کا جلسہ بھی نہایت شاندار اور بارونق تھا۔ جو دلوں کو راحت پہنچانے کا باعث ہوا اور جس میں ان قربانی و اخلاص کے پیکروں نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل پر ایک لاکھ چالیس ہزار روپے جمع کر دیئے۔ اور اگر اس میں پچیس ہزار روپے کی وہ رقم بھی شامل کی جائے جس کا وعدہ محترم شیخ میاں عطاء اللہ صاحب نے جرمن ترجمہ قرآن کی اشاعت کے لئے کر رکھا ہے اور یہ اس رقم کے علاوہ ہے، جو انہوں نے جلسہ کے موقعہ پر بطور چندہ پیش کی، تو اس کو ملا کر چندہ کی رقم ایک لاکھ پینسٹھ ہزار روپیہ تک پہنچ جاتی ہے۔

یہ رقم بڑھتی چلی جائے گی۔ اندازہ ہے کہ دو لاکھ تک پہنچے گی۔ ابھی کراچی کی متمول جماعت کے لئے اس میں حصہ لینا باقی ہے۔ اور جماعت لاہور کے چھ سات بلند پایہ مخلص اصحاب کو بھی بعض مجبوریوں کی وجہ سے اس میں حصہ لینے کا موقعہ نہیں ملا۔ اسی طرح سے آزاد کشمیر و راولپنڈی و پشاور کے بعض دوست بھی اس میں حصہ لیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۲)

قومی اتحاد کا استحکام

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کے اندر قربانی کے علاوہ صلاحیت و اخلاص موجود ہے۔ جس کی وجہ سے باہمی یگانگت و اتحاد زیادہ مضبوط ہو گیا ہے اور جو تھوڑی سی ناراضگی کہیں باقی تھی اس کو میاں نصیر احمد فاروقی صاحب اور میاں ممتاز احمد فاروقی صاحب نے دور کرنے میں قابل قدر نمونہ پیش کیا ہے۔ اس کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ نے چند ماہ سے سعی شروع کر رکھی تھی۔ انہوں نے خود محترم میاں نصیر احمد فاروقی کو اس امر کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی، پھر محترم میاں ممتاز احمد فاروقی سے بھی اس بارہ میں گفتگو کی، محترم میاں ممتاز احمد صاحب اور محترم میاں غلام حیدر دونوں کو اکٹھے بٹھا کر تلقین کی کہ ہمیں کامل یگانگت و اتحاد کی تکمیل کی طرف توجہ دینا ہے پھر ان کے پاس چوہدری امجد خاں صاحب کو اسی غرض کے لئے بھیجا۔ اس کے بعد میاں عطاء اللہ صاحب اور میاں فاروقی احمد صاحب کو بھیجا۔ پھر ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اور چوہدری امجد خاں صاحب کو بھیجا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان دونوں بھائیوں نے اپنے اخلاص اور دانشمندی سے اس امر کی اصلاح کر دی جو جماعت کے لئے نقصان کا موجب تھا، حضرت امیر ایدہ اللہ نے ان دونوں بھائیوں کی تعریف بھرے جلسہ میں کی اور درس میں بھی ان کے متعلق کہا کہ میں ان دونوں عزیزوں کا ممنون ہوں اور ان کے لئے دعا کرتا ہوں، یہ ایک بزرگ باپ کے فرزندان ارجمند ہیں، اور انہوں نے کمال شرافت سے کام لیکر میری تڑپ کو پورا کر دکھایا ہے، اللہ تعالےٰ ان کو اجر عظیم عطا فرمائے یہ وہ اقدام ہے جس کی وجہ سے قوم کے دلوں میں ان کی عظمت بڑھ گئی ہے۔

(۳)

خواتین کا جلسہ

خواتین کے جلسہ میں غیر معمولی طور پر رونق تھی۔ جس میں اپنی ہی جماعت کی عالم، فاضل، خواتین کے نہایت اعلےٰ درجے کے لیکچر ہوئے

اور ان خواتین نے **پندرہ سو روپے** چندہ دیا۔

مردوں کے جلسہ میں بھی اکثر خواتین پس پردہ جمع ہوتی رہیں۔

(۴)

سلسلہ بیعت

چند دنوں سے کئی لوگ جماعت میں داخل ہو رہے ہیں۔

دوران جلسہ میں تین چار دامرد و زن سلسلہ بیعت میں داخل ہوتے رہے، اور سب سے بڑی خوشخبری اس ضمن میں یہ ہے کہ

ڈان کالج لاہور کے پرنسپل سید سلیم محمود شاہ صاحب نے

پہلے ہی دن حضرت امیر ایدہ اللہ کے لیکچر سے متاثر ہو کر بیعت کی۔ یہ لیکچر حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر تھا جس سے پرنسپل صاحب موصوف بے حد متاثر ہوئے۔

پرنسپل صاحب نے دوران گفتگو میں بتایا کہ انہوں نے دو پرائمری سکول، ایک ہائی سکول اور دو کالج قائم کر رکھے ہیں۔ ان میں سے ایک کالج تو ان لڑکوں کے لئے ہے اور دوسرا خواتین کے لئے، ایک کالج کے پرنسپل وہ خود ہیں، اور دوسرے میں ان کی بیگم صاحبہ پرنسپل ہیں۔

پرنسپل صاحب نے اپنے اخلاص کے اظہار کے لئے ۲۶ر دسمبر ۱۹۵۶ء کو حضرت امیر ایدہ اللہ کے اعزاز میں اپنے سکول میں ایک عصرانہ دیا۔ جس میں انکے اپنے چند رفقاء کے علاوہ خانبہادر غلام سبحانی خان صاحب، قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ، ڈاکٹر ... صاحب، اور ایڈیٹر پیغام صلح بھی شریک ہوئے۔

اس پارٹی میں مختلف مسائل پر گفتگو ہوتی رہی جس کی وجہ سے محفل نہایت پرکیف رہی، اس کا یہ اثر بھی مشاہدہ میں آیا کہ پرنسپل صاحب کے چچا زاد بھائی نے بیعت کر لی، یہ نوجوان جن کو بیعت کا شرف حاصل ہوا سید نثار احمد صاحب ہیں اور محکمہ تعلیم میں ملازم ہیں۔ انہوں نے اسلامیات ایم۔اے کا پہلا امتحان پاس کر لیا ہے۔ ابھی ان کا آخری امتحان باقی ہے، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس خوبصورت صالح نوجوان کو کامیاب فرمائے، اور سلسلہ عالیہ میں داخل ہونا ان کے لئے بابرکت ثابت ہو۔

تاریخہائے وفات

سید عبدالجبار شاہ صاحب

حضرت سید عبدالجبار شاہ صاحب کی وفات حسرت آیات سے یوں ہی قلق ہوا ہے۔ اب تو ایک دو ہی ایسے بزرگ باقی رہ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم و مغفور کی نیکیوں کے صدقہ میں ہمیں بھی کامل احمدی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

مرحوم و مغفور کی تاریخہائے وفات چار نکلی ہیں جو پسند اور قابل اشاعت ہوں اپنے مؤقر جریدہ کے کسی کونہ میں جگہ دیدیں۔ شکریہ۔

(۱) نہے ذی شان = سنہ ۱۳۷۶ھ
(۲) مد افتخار = سنہ ۱۳۷۶ھ
(۳) فخر السادات = سنہ ۱۳۷۶ھ
(۴) ماتم مرگ سید = سنہ ۱۳۷۶ھ

خاکسار۔ عبدالرؤف لودھی

قومی اجتماع کے رُوح پرور نظارے

ہمارا جلسہ سالانہ خدا تعالیٰ کے فضل سے جس کامیابی کے ساتھ گذرا ہے، اس پر بے اختیار سجدات شکر بجالانے کو جی چاہتا ہے، وہ رُوح پرور نظارے جو اس موقع پر دیکھنے میں آئے فی الحقیقت دیکھنے ہی سے تعلق رکھتے تھے، یہ کہنا بالکل حق بجانب ہے کہ ہمارا جلسہ ایک نیا ایمان اور نیا جوش دلوں کے اندر پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے، سال بھر کے بعد ایک قوم کا ایک جگہ جمع ہونا اور بھائیوں کی طرح ایک دوسرے سے ملنا اور محض دین کے لئے قربانیاں کرنا اور راتوں کو اٹھ اٹھ کر اللہ تعالیٰ کے آگے آہ وزاری اور دعائیں کرنا ایسی چیزیں ہیں، جو احمدیہ بلڈنگس کے سالانہ اجتماع کے سوائے دوسرے اجتماعات میں نظر نہیں آتیں، دوسری جگہوں پر بڑے بڑے اجتماعات ہوتے ہیں، انہی ایام میں ربوہ میں بھی ایک اجتماع ہوتا ہے جس میں کہا جاتا ہے کہ ساٹھ ستر ہزار آدمی جمع ہوتے لیکن غور کر کے دیکھئے تو للہیت کا وہ جذبہ جو احمدیہ بلڈنگس میں نظر آتا ہے وہاں بھی دکھائی نہیں دیتا۔ شخصیت پرستی، خلیفہ کے ساتھ خاص لگاؤ اور فدائیت کا اظہار اس جلسہ کی خصوصیات میں سے ہے۔ لیکن جماعت احمدیہ لاہور کا جلسہ صحیح اسلامی جمہوریت کا نقشہ پیش کرتا ہے جس میں کوئی پیر پرستی نہیں، کوئی حصول اقتدار یا تفاخر وتکاثر کا خیال نہیں، اس اجتماع میں آنے والے خدائے واحد کے دین کو پھیلانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو قائم کرنے کی تجاویز سوچتے اور دینی باتوں کا وعظ سنتے اور سناتے ہیں، امیر غریب ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہوتے اور بھائیوں کی طرح ملتے ہیں، اور اخوت اسلامی کا صحیح منظر پیش کرتے ہیں۔

اہل ربوہ کی طرف سے ہمیں طعنے دیئے جاتے تھے کہ تمہارا انتظام کوئی نہیں، تم میں سے کچھ لوگ الگ ہو کر اپنا علیحدہ کیمپ قائم کر چکے ہیں اور یہ بدنظمی اور پراگندگی عنقریب تمہیں ہلاک کر دے گی۔ کہنے والوں نے یہ نہ سوچا کہ خود ان کے اندر کس قدر پراگندگی، منافقت اور انتشار پھیلا ہوا ہے، خلیفہ ربوہ پر جسے کان اللّٰہ نزل من السماء کا مصداق سمجھا جاتا ہے کیسے کیسے گندے اور ناپاک الزام لگ جاتے اور بجائے اس کے کہ وہ اپنی صفائی پیش کریں کہ الزام لگانے والوں کو کس طرح مورد عتاب ٹھہرایا جاتا ہے۔ اور مقاطعہ اور اخراج از جماعت کی تعزیر ان پر لگائی جاتی ہیں خدا کا شکر ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور پر بدنظمی اور انتشار کا جو طعنہ دیا جاتا تھا جلسہ سالانہ نے ان کو بے بنیاد ثابت کر دیا، نہ صرف یہی کہ جلسہ میں تمام جماعت شامل تھی، اور وہ لوگ بھی جن کو علیحدہ کیمپ کے افراد سمجھا جاتا تھا، جلسہ میں شریک تھے بلکہ سب نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی تحریک پر دل کھول کر چندے دیئے۔

اس سلسلہ میں ان دو نیک دل ہستیوں کا خاص طور پر ذکر کرنا ہے، جو اپنے تقوے وطہارت، علم وفضل، دنیوی اقتدار اور خاندانی وجاہت کے لحاظ سے جماعت میں خاص عزت کی نظروں سے دیکھے جاتے ہیں، یہ دونوں حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کے صاحبزادگان میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی اور میاں نصیر احمد صاحب فاروقی ہیں ہمیں خوشی ہے کہ ان دونوں بھائیوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی بالمواجہ گفتگو کا اور دوستوں کے ذریعہ بھیجے ہوئے پیغامات کا احترام کرتے ہوئے اتحاد ویگانگت، اور مرکز سے دلی وابستگی کا اظہار کیا، اس سلسلہ میں وہ اصحاب بھی قابل شکریہ ہیں جو حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے ان دونوں بھائیوں کی خدمت میں اتحاد ویگانگت کا پیغام لیکر گئے یعنے چودھری امجد خان صاحب، ڈاکٹر اللہ بخش صاحب۔ اس یگانگت کے پیدا کرنے میں ان کی اخلاص بھری مساعی ہر طرح قابل تحسین ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب دوستوں کو جزائے خیر عطا فرمائے، اتحاد ویگانگت ایک ایسی چیز ہے جو قومی عمارت کی تعمیر میں سیمنٹ کا کام دیتی ہے، قرآن کریم نے اسی لئے

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

کا حکم دیا، اور حضرت مسیح موعود نے ہمیں مل کر کام کرنے کی وصیت فرمائی، خدا کا شکر ہے کہ جماعت احمدیہ میں ایسے مخلص اور نیک دل لوگ موجود ہیں، جو اتحاد ویگانگت کی اہمیت کو سمجھتے اور اپنی ذاتی آراء اور خیالات کو قومی اتحاد پر قربان کر دیتے ہیں، ایسے کئی مواقع پیش آچکے ہیں کہ جب کبھی دشمن نے ہمیں انتشار وپراگندگی کا طعنہ دیا اسی وقت اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان کر دیئے کہ اتحاد ویگانگت کی فضا قوم میں پیدا ہو گئی، حضرت امیر ایدہ اللہ نے فاروقی صاحبان کے اخلاص اور مرکز سے وابستگی کا ذکر اپنی تقاریر میں بھی کیا جس نے قوم کے اندر ایک نئی روح پیدا کر دی، اور سب نے دلی خوشی کا اظہار کیا۔

ایک اور روح پرور نظارہ جو جلسہ میں دیکھنے میں آیا، وہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی پرجوش اور علم ومعرفت سے بھری ہوئی تقاریر تھیں، جنہوں نے جلسہ میں آنے والے غیر از جماعت احباب کے قلوب کو بے حد متاثر کیا، ایسے لوگوں میں سے ایک سید محمود سلیم شاہ صاحب پرنسپل ٹاؤن کالج ہیں جو آپ کی دوسرے دن کی تقریر سننے کے بعد بیعت کئے بغیر نہ رہ سکے اور جلسہ کے بعد اُن کے چچازاد بھائی سید مختار احمد صاحب نے جو اسال ایم اے اسلامیات کا امتحان دینے والے ہیں، اور جو بھی اس تقریر میں موجود تھے، بیعت کر لی، اور بھی کئی اصحاب نے بیعت کر کے سلسلہ میں شمولیت اختیار کی، فالحمد للہ علےٰ ذالک، حضرت امیر ایدہ اللہ کی یہ تقریر الگ پمفلٹ کی صورت میں عنقریب چھپ کر شائع ہو جائے گی، تا غیر از جماعت حلقوں میں کثرت سے تقسیم ہو سکے۔

اسی تقریر میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے اس ہال کو جس میں حضرت مسیح موعود کا وصال ہوا تھا آپ کی یادگار میں ایک ہال کی صورت میں تعمیر کرنے کے لئے چندہ کی تحریک کی، اور فرمایا کہ اس تحریک میں حصہ لینے والوں کے نام اس ہال پر لکھے جائیں گے، آپ سے پہلے محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے بھی قوم کو اس کے فرائض یاد دلاتے ہوئے مالی قربانی کے لئے اپیل کی، اور اپنی طرف سے دو ہزار روپیہ پیش کرنے کا اعلان کیا، ان اپیلوں پر قوم نے سیم وزر کی بارش کر دی اور اس دن اور دوسرے دن کے نقد عطیات اور وعدوں کو ملا کر قریباً ڈیڑھ لاکھ روپیہ جمع ہو گیا، فالحمد للہ علیٰ ذالک، یہ اس امر کا کھلا ثبوت ہے کہ اس چھوٹی سی قوم میں خدا کے دین کے لئے قربانی کا جذبہ حدِ انتہا تک پہنچا ہوا ہے، اسی جذبہ اور انہی قربانیوں کا یہ نتیجہ ہے کہ ہماری مساعی کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے انعامات اس قدر بڑھے ہوئے ہیں کہ لوگوں کو حیرانی ہوتی ہے کہ غیر ممالک میں اسلامی مشنوں کا قیام اس چھوٹی سی قوم سے کس طرح ممکن ہو گیا، یہ نصر واللّٰہ ینصر کم کا نظارہ ہے جس کے لئے جماعت احمدیہ جس قدر سجدات شکر بجالائے کم ہے۔

ان مالی قربانیوں میں محترم شیخ میاں عطاء اللہ صاحب، محترم میاں فاروق احمد صاحب اور خواجہ نذیر احمد صاحب کا بہت بڑا حصہ ہے جنہوں نے انجمن کے مالی خسارہ کو پورا کرنے کے لئے تینتیس تینتیس ہزار روپیہ کی ادائیگی اپنے ذمہ لی اور خواتین نے بھی جن کا جلسہ ہندا کے امسال غیر معمولی طور پر بارونق اور بڑا کامیاب تھا اس میں خاص حصہ لیا۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

جلسہ کا انتظام محترم چودھری عبدالحمید صاحب مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور کے سپرد تھا، جنہوں نے دیگر کارکنوں اور رضا کاروں کی معیت میں دن رات مہمانوں کے آرام اور خاطر مدارات میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا، اللہ تعالیٰ ان سب دوستوں کو جزائے خیر دے۔

غرض یہ جلسہ ہر رنگ میں کامیاب اور جماعت میں نئی روح پیدا کرنے کا موجب ثابت ہوا۔

فالحمد للّٰہ علےٰ ذالک

مولانا مودودی پر مطلق العنانی اور عوامی سرمایہ کے ناجائز استعمال کا الزام

سابق امیر جماعت اسلامی پنجاب سعید ملک جماعت سے مستعفی ہو گئے

لاہور - ۵ر جنوری - جماعت اسلامی پنجاب کے سابق امیر، مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن اور روزنامہ "تسنیم" کے سابق ایڈیٹر مسٹر سعید ملک نے جماعت اسلامی کی رکنیت سے استعفا دے دیا ہے، انہوں نے جماعت اسلامی اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی پر مطلق العنانیت اور عوام کے روپیہ کو بیجا استعمال کرنے کے الزام عائد کئے ہیں

آج لاہور میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے امیر جماعت کے نام وہ خط پڑھ کر سنایا جس میں اُن کے استعفیٰ کی وجوہات بیان کی گئی ہیں، ملک صاحب نے اپنے خط میں کہا ہے کہ جماعتی معاملات کی انجام دہی میں امیر جماعت از روئے دستور و روایات مرکزی شوریٰ کے فیصلوں کا پابند ہے لیکن مولانا مودودی نے ہمیشہ رکزی شوریٰ کے فیصلوں کی خلاف ورزی کی ہے، اور رکان کے احتجاج کے باوجود اپنی اس روش پر قائم رہ کر سطائیت کا مظاہرہ کیا ہے

انہوں نے کشمیر کے مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جلس شوریٰ نے مجاہدین کی مکمل امداد کا فیصلہ دیا تھا۔ لکن امیر جماعت نے اسے ٹھکرا دیا، جس سے جماعت نت ابتلا میں پڑ گئی۔ ملک صاحب نے الزام عائد کیا کہ اہدین کی امداد کے لئے جو رقم جمع کی گئی تھی اسے ان نہیں پہنچایا گیا۔ اور اس کا کچھ پتہ نہیں کہ وہ کہاں گئی؟ ملک حب نے مولانا مودودی پر جماعت کے دستور کی ت ورزی کا الزام لگاتے ہوئے کہا کہ ہر رکن جماعت ام اجلاس میں تنقید اور اعتراض کا پورا حق حاصل ہے ن مولانا مودودی نے نومبر ۱۹۵۵ء میں کراچی میں منعقدہ انہ اجلاس میں ارکان کو تجاویز و شکایات پیش کرنے سے ے کر انہیں اپنے دستوری حق سے محروم کر دیا۔ حالانکہ مودودی حکومت سے تنقید و محاسبے کا جو حق مانگتے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

مسٹر سعید ملک نے اپنے بیان میں یہ بھی کہا ہے کہ ت اسلامی کی مجلس شوریٰ قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے ی تھی، تاہم اس کا یہ فیصلہ تھا کہ قادیانیوں کے خلاف تین میں حصہ نہ لیا جائے اور نہ دستور اسلامی کے ہ کے ساتھ اسے منسلک کیا جائے، لیکن مولانا دی مجلس شوریٰ کی مخالفت کے باوجود ان پارٹیوں سے از خود جا ملے جو قادیانیوں کی مخالفانہ ایجی ٹیشن میں شامل ، حالانکہ مجلس شوریٰ کا نظریہ یہ تھا کہ وہ پارٹیاں قادیانی اقلیت کے مسئلہ کو اپنے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کر رہی ہیں۔

ملک صاحب نے امیر جماعت کے "مطلق العنانی ہتھکنڈوں" کی طویل فہرست پیش کرتے ہوئے کہا کہ اس کی تازہ مثال اس جائزہ کمیٹی کی رپورٹ کا حشر ہے۔ جو ارکان میں عام بڑھتی ہوئی بے چینی کے پیش نظر تشکیل دی گئی تھی۔ کمیٹی کی "ناپسندیدہ رپورٹ" موصول ہونے پر امیر جماعت نے اس کے ارکان پر سازش کا الزام لگایا۔ اور اب اس رپورٹ کے بارے میں شدید اخفا سے کام لیا جا رہا ہے۔

ملک صاحب نے اپنے خط میں کہا ہے، کہ جماعتی لٹریچر میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے، کہ اسلامی تحریک کی کامیابی کے لئے سب سے پہلے عوام میں اسلامی اصولوں کا صحیح شعور پیدا کیا جائے گا۔ لیکن جماعت سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لئے پیش از وقت سیاسی ہنگاموں میں اُلجھ گئی، جس سے اس کے نزدیک اسلامی نظام کے قیام کی حیثیت نعرے سے زیادہ نہیں رہی ہے۔

ملک صاحب نے اپنے طویل خط کے آخر میں لکھا ہے کہ امیر جماعت نے اصلاح حال کے تمام دروازے بند کر دیئے ہیں، میں نے گذشتہ پانچ چھ سال میں ہر طریقے سے یہ کوشش کی ہے کہ وہ دستور کی پابندی کریں اور سیاسی ہنگامہ آرائیوں سے بچکر اسلام کی صحیح خدمت کریں، لیکن میں بری طرح ناکام رہا ہوں، اور امیر جماعت نے میری تمام کوششوں کو ناکام بنانے کے لئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کیا ہے۔ چنانچہ مجبوراً مجھے جماعت سے استعفیٰ دینا پڑ رہا ہے۔

یاد رہے کہ سعید ملک کا شمار جماعت اسلامی کے انتہائی با اثر ارکان میں ہوتا ہے۔ وہ جماعت کے اعلےٰ عہدوں پر فائز رہے ہیں۔

"پیغام صلح":- مسٹر سعید ملک کا یہ بیان ان لوگوں کی آنکھیں کھولنے کا موجب ہوگا جو مولنا مودودی کے بلند بانگ دعاوی سے متاثر ہیں، افسوس ہے کہ مسلمانوں کی ہر وہ جماعت جس میں کسی خاص ہستی کو امارت یا خلافت پر متمکن کیا گیا اسی قسم کی مطلق العنانیت کا شکار ہو کر رہ گئی، یہی حال آج ہم جماعت ربوہ کا دیکھ رہے ہیں، حالانکہ حضرت مجدد وقت نے اپنی جماعت کیلئے ایسا جمہوری نظام تجویز کیا تھا جو اس قسم کے تمام جراثیم سے پاک اور مبرا ہے، یہ نظام آج احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے سوائے اور کہیں نظر نہیں آتا۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر کی صحت

حضرت امیر ایدہ اللہ کی طبیعت اس ہفتہ ناساز رہی آپ نے اپنی صحت کی کیفیت ذیل کے پیغام میں لکھ کر بھیجی ہے:-

"احباب کرام - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اختتام جلسہ پر میرے پھیپھڑوں کو سردی لگ جانے سے مجھے بخار آ گیا تھا، دو دن اسی حالت میں مسجد میں حاضر ہوتا رہا۔ لیکن تیسرے دن بخار بہت تیز ہو گیا۔ کھانسی بڑھ گئی، کھانسی کے ساتھ پھیپھڑوں کے نچلے حصوں میں تکلیف ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی دستگیری سے آج ۱ر جنوری صبح کے وقت پھیپھڑوں کی سوزش دور ہوئی اور کھانسی اور بخار بھی دور ہو گئے۔ فالحمد للہ رب العالمین۔ صدرالدین ۴؍۱

کامیابی اور عطیہ } یہ خبر جماعت میں خوشی کے ساتھ سنی جائیگی کہ محترم چودھری سید احمد صاحب بدوملہی کے صاحبزادگان امان اللہ اور رحمت ناصر ایم اے اور بی کام کے امتحانات میں کامیاب ہوئے ہیں، اس خوشی میں چودھری نے انجمن کو پچاس روپے عطا فرمائے ہیں، فجزاہ اللہ احسن الجزاء

(۲) اس کے ساتھ ہی ایک اور خوشی کی خبر ہے کہ ناصر احمد صاحب ولد ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ ایم بی بی ایس کے امتحان میں کامیاب ہوئے ہیں، اس خوشی میں ڈاکٹر صاحب نے مبلغ دس روپیہ انجمن کو مرحمت فرمائے ہیں۔

عقد نکاح } ۲۷ر دسمبر ۱۹۵۶ء کو چودھری عبدالعزیز صاحب ایلوے گارڈ خانپور کے صاحبزادہ مختار احمد کا نکاح بلقیس اختر بنت چوہدری محمد یوسف صاحب راولپنڈی کے ساتھ پانچ سو روپیہ حق مہر پر مولنا احمد یار صاحب نے پڑھا، اس خوشی میں فریقین نے پانچ پانچ روپیہ حضرت مسیح موعود میموریل فنڈ میں دیئے ہیں جزاہما اللہ دعا ہے اللہ تعالےٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے۔

ولادت } (۱) عبدالحمید صاحب فرزند گرامی محترم شیخ غلام قادر صاحب ریٹائرڈ ٹیلیگراف انسپکٹر (حال کارکن دفتر انجمن) کو اللہ تعالےٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔

(۲) صابر پرویز صاحب کارکن انجمن کے ہاں بھی فرزند نرینہ پیدا ہوا ہے، ہر دو کی خدمت میں مبارکباد۔

مسلم ہائی سکول ۱۰ کو اعزاز

حضرت قائد اعظم علیہ الرحمۃ کے یوم پیدائش پر ہوائے سکاؤٹ ہیڈ کوارٹرز والٹن میں ایک سکاؤٹ ریلے منعقد ہوئی جس میں مسلم ہائی سکول ۱۰ لاہور نے مندرجہ ذیل اعزاز حاصل کئے:-

(۱) مارچ پاسٹ۔ اول رہا

(۲) کیمپ فائر۔ اور (۳) کیمپ کرافٹ میں اول رہا۔

سکاؤٹوں کو فرداً فرداً سرٹیفکیٹ ملنے کے علاوہ سکول کو بھی دو سرٹیفکیٹ مرحمت ہوئے۔ والسلام۔ عبدالمجید۔ ہیڈ ماسٹر

ہستی باری تعالےٰ پر ایمان اور انسانی اعمال کا محاسبہ

احمدی قوم نے ہستی باری تعالےٰ کا ثبوت دکھانا ہے

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۴ر جنوری ۱۹۵۵ء فرمودہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس به نفسه ونحن اقرب اليه من حبل الوريد........
فبصرك اليوم حديد ——————— (ق رکوع ۲)

اسلام کا پیش کردہ تصور الٰہی

انسان کے لئے خدا کی ہستی پر ایمان بہت ضروری چیز ہے اور اس کے لئے اسلام نے خدا کا جو تصور پیش کیا ہے وہ ہمیں کہیں اور نظر نہیں آتا۔ یہ تصور اس قدر خوبصورت ہے کہ جوں جوں انسان اس پر غور کرتا ہے اس کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے، عیسائیت کہتی ہے کہ خدا محبت ہے لیکن عملاً اس کو مجبور اور ظالم وجابر قرار دیا ہے، اسلام نے خدا کو مجسم رحم قرار دیا ہے، اسلام کی غرض یہی ہے کہ انسان خدا کو پہچانے اسی لئے قرآن کریم کی ابتدا اس جملہ سے فرمائی ہے الحمد لله رب العالمين۔ یہ جملہ ایک مسلم دن میں کم از کم بتیس ۳۲ مرتبہ دوہراتا ہے، اس کا مقصد کیا ہے مقصد یہی ہے کہ شروع ہی سے انسان کے قلب پر یہ اثر ہو کہ خدا تعالےٰ تو احمد ہی حمد ہے اور انسان کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو ایسا بنائے کہ اس کے وجود سے اللہ تعالےٰ کی حمد ظاہر ہو۔

صفت رب العالمین کا تصور

پھر اسے رب العالمین فرمایا، یہ بات عام طور پر سب کی سمجھ میں آتی ہے کہ وہ ہمیں پیدا کرتا، ہماری ربوبیت فرماتا، ہماری معیشت کے سامان کرتا اور ہر طرح ترقی دیتا ہے، صفت رب کو ہر ایک انسان محسوس کرتا ہے، کیونکہ اس کا ظہور محسوس ومشہود طور پر اسکے وجود اور اس کے ماحول میں نظر آتا ہے، دوسری صفات کو محسوس کرنا مشکل امر ہے، اسی لئے پہلے جو انسان کو مخاطب کیا وہ دو ہی چیزیں ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ خدا تو احمدی حمد ہے اور اے انسان تو اپنے آپ کو ایسا بنا کہ تیرے وجود سے اس کی حمد ظاہر ہو، اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ ہماری ربوبیت کے سامان کرتا ہے پس ہمیں بھی اپنے آپ کو ایسا بنانا چاہیئے کہ دوسروں کی ربوبیت ہمارے وجود سے ہو۔

ہستی باری تعالیٰ کے متعلق وساوس

یہاں ان آیات میں فرمایا ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس به نفسه۔ یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم خوب جانتے ہیں کہ اس کے نفس میں کیا کیا وساوس پیدا ہوتے ہیں، بھلا موجد ہو اور اپنی ایجاد کی ہر بات سے پورے طور پر واقف نہ ہو، یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالےٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے، اور وہ اس کی خوبیوں اور کمزوریوں اور وساوس سے خوب واقف ہے، وساوس دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو خدا کی ہستی کے متعلق وسوسہ ہوتا ہے کہ خدا ہے یا نہیں، واقعی بڑا مشکل مسئلہ ہے کہ ایک غیب در غیب ہستی پر ایمان لایا جائے، اگرچہ اللہ تعالےٰ نے اس کے لئے اپنی کائنات اور نظام عالم کو ایسا بنایا ہے کہ اس کو دیکھنے سے انسان سمجھ سکتا ہے کہ اس کا کوئی صانع ہونا چاہیئے، لیکن اس کے لئے آنکھ چاہیئے، جس طرح انسان اور چیزوں کو دیکھتا ہے اسی طرح خدا کو بھی دیکھے اور اس پر ایمان لائے۔

روس کا انکار اور خدائی خزانوں کی محتاجی

بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ خدا پر ایمان انسان کو اپاہج بنا دیتا ہے، چنانچہ سوویٹ روس نے اسی بناء پر خدا کی ہستی کا انکار کر دیا، لیکن وہ چیز جس کے بل بوتے پر ہر ایک قوت اسے حاصل ہے اس کے لئے اس قدر محتاج ہے کہ خدا کے پیدا کردہ خزانوں سے امداد لئے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔ سب سے بڑی چیز ایٹم بم ہے جس پر بڑا فخر اور ناز کیا جاتا ہے لیکن اس کے لئے یورینیم کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے حصول کے لئے خدا کے پیدا کردہ خزانوں کو تلاش کرتے پھرتے ہیں، اسی طرح پٹرول اور لوہا وغیرہ کی احتیاج میں ایسی زمینوں کی تلاش ہوتی ہے جن کے اندر خدا نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے۔

نفس انسانی کے وساوس

تو بڑا وسوسہ جو انسان کو ہلاک کر دیتا ہے خدا کی ہستی کے متعلق ہے، دوسرا وسوسہ انسان کے نفس کے متعلق ہے، انسان کا نفس اسے بڑا دھوکا دیتا ہے۔ اور خود اسی کے ہاتھ سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔ یہ چیز بڑی خطرناک ہے، کہ انسان اپنے آپ کو بڑا سمجھے، یہ ایک شیطانی صفت ہے کہ وہ انا خير منه کا دعوےٰ کرے یہ چیز انسان کے لئے اس قدر مضر ہے کہ اسے ہلاک اور ذلیل کر دیتی ہے، جو شخص اپنے آپ کو ایسا خیال کر لیتا ہے، اس سے عجیب عجیب حرکتیں سرزد ہوتی ہیں، صرف اپنی بڑائی ثابت کرنے کے لئے نہایت گرے ہوئے اخلاق اس سے صادر ہوتے ہیں، انسان ایک چیز کے متعلق سمجھتا ہے کہ اس سے میری ذلت ہوگی، اور اپنی بڑائی کے لئے وہ اس سے انکار کرتا ہے لیکن یہی امر اس کی ذلت اور ہلاکت کا موجب ہو جاتا ہے۔

سلوک کی سب سے پہلی منزل

تو نفس کا دھوکہ بہت بڑا ہے، سلوک کی منازل میں سب سے پہلی منزل یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو زیر کرے، ورنہ نفس انسان کو بُرائی کی طرف لے جاتا ہے وما ابرئ نفسى ان النفس لامارة بالسوء تو پہلی منزل جو خدا شناسی کے لئے ضروری ہے وہ نفس کو خودی سے روکنا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے انسان خدا سے منہ موڑتا ہے، تکبر اور خود پسندی میں مبتلا ہو کر انسان خدا کو بھول جاتا ہے، ہمیں تو عاجزی اختیار کرنی چاہیئے۔ انسان کی بڑائی اسی میں ہے، اخلاق اسی سے پیدا ہوتے ہیں کہ عجز اور انکساری اس کے اندر پیدا ہو۔

اللہ تعالےٰ کا قرب

تو فرمایا ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس به نفسه ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم ہی جانتے ہیں کہ کیا کیا وساوس اس کے اندر گذرتے ہیں ونحن اقرب اليه من حبل الوريد یہ عجیب بات ہے کہ ایک تو خدا تعالےٰ نہاں در نہاں ہے اور دوسری طرف فرماتا ہے کہ ہم انسان کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں، فی الواقعہ غور کیا جائے تو انسان اپنی اس مشین پر کوئی دسترس نہیں رکھتا، خدا تعالےٰ ہی اس مشین کو چلا رہا ہے، جن باتوں کو ہم از خود کر لیتے ہیں، وہ بہت چھوٹی اور غیر اہم ہیں، کئی چیزیں انسانی مشین میں ایسی ہیں جن پر ہمارا کوئی اختیار نہیں، اور

بس خدا ہی کا ہاتھ اس میں کام کر رہا ہے۔

اعمالِ انسانی کا ریکارڈ

تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالےٰ ہماری رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہے، اب ایک دوسری چیز پر غور کیجئے، انسان کیوں خدا سے غافل رہتا اور برائی کی طرف جھکتا ہے، وہ یہ سمجھتا ہے کہ مجھے نہ کوئی دیکھنے والا ہے نہ کوئی قدرت مجھ پر رکھتا ہے اور میں جو جی چاہے کرتا رہوں مجھے پوچھنے والا کوئی نہیں، اسی غفلت کو دور کرنے کے لئے فرمایا اذ یتلقی المتلقیٰن عن الیمین وعن الشمال قعید ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید۔ اے غافل انسان تو نہیں جانتا کہ ہم نے تیرے دائیں بائیں نگہبان مقرر کر رکھے ہیں، جو تیری ہر بات نوٹ کرتے جاتے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں خواہ قول کے رنگ میں ہو یا عمل کے کہ یہ نگہبان اس کو محفوظ نہ کر لیتے ہوں، اور ایک وقت آنے گا کہ یہ سب باتیں اس کے سامنے آجائیں گی۔ کیا کوئی شخص جس کو یہ علم ہو کہ ایک قادرِ مطلق ہستی اسے دیکھ رہی ہے اور اس نے یہ انتظام کر رکھا ہے کہ انسان کی ہر حرکت و سکون، ہر قول و فعل اور نیت و ارادہ کو محفوظ کر لیا جائے، کیا وہ اپنے اقوال و اعمال اور اٹھنے بیٹھنے میں محتاط نہ ہوگا، کیا دنیا میں ایک پولس مین کے سامنے کوئی چور چوری کر سکتا ہے، انسان بدی سے بچ نہیں سکتا جب تک اسے یقین نہ ہو کہ میری ہر چیز نوٹ کی جا رہی ہے انسان خدا تعالےٰ کی بہترین صنعت ہے، اس صنعت کو ٹھیک طور پر قائم رکھنا اور اس سے صحیح کام لینا ضروری ہے، اسی لئے اگر ایک طرف بتایا کہ میں تمہارا خالق ہوں تو دوسری طرف فرمایا کہ تمہارے تمام اعمال لکھے جا رہے ہیں یہ اسلئے کہ انسان بُرے رستہ پر لگ کر اس صنعت کو بگاڑ نہ لے۔

موت محاسبہ اعمال کا ثبوت ہے

تیسری چیز جو انسان کو خدا کی طرف متوجہ کر سکتی ہے وہ موت ہے چنانچہ فرمایا وجاءت سکرۃ الموت بالحق ذالک ما کنت منہ تحید موت ایک ایسی چیز ہے جس کا انکار نہیں ہو سکتا، ہر انسان اپنے سامنے ہر روز موت کو مشاہدہ کرتا ہے، موت کا ہونا ہی بتاتا ہے کہ انسان سے اس کے اعمال کی پرسش ہوگی، دنیا اسے اپنے جال میں پھنسا لیتی ہے، موت بتاتی ہے کہ دیکھ اے انسان جس طرح تو دنیا میں اکیلا آیا تھا، اکیلا ہی جائے گا، اور تیرے اعمال کا حساب تجھ سے لیا جائیگا۔

حضرت مجدد وقت نے دلوں میں ایمان قائم کر دیا

خدا کی ہستی کا ثبوت آج جس طرح احمدی قوم نے دیکھا ہے دوسروں نے نہیں دیکھا، خدا تعالےٰ اپنی ہستی کا ثبوت دینے کے لئے ہر صدی کے سر پر مجدد کو بھیجتا ہے تاکہ نسلِ انسانی جو ایمان سے دور چلی جاتی ہے، پھر ایمان اُن کے دلوں میں پیدا کیا جائے آج مسلمان قوم کی کیا حالت ہے، کیا مسلمانوں کی حالت پر نظر ڈالنے سے یہ سمجھ نہیں آتا کہ یہ خدا کی ہستی سے بہت دُور جا پڑے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ خدا کی نہیں طاغوت کی پرستش کر رہے ہیں، یہ بھی خدا کا رحم ہے کہ جب ایمان کمزور ہو جاتا ہے تو اس کو زندہ کرنے کے لئے آسمان سے بارش آجاتی ہے۔ آج بھی مسلمان قوم کو زندہ کرنے کے لئے آسمان سے بارش نازل ہوئی، اور حضرت مجدد وقت نے ایمان باللہ کو ثریا سے اتار کر دنیا کے سامنے ایسی براہین نیرہ کے ساتھ پیش کیا کہ کوئی عقلمند اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

لیکچر جلسہ اعظم مذاہب میں ہستی باری تعالیٰ کا ثبوت

مجھے افسوس ہے کہ حضرت صاحب کے لیکچر جلسہ اعظم مذاہب[1] کی تمہید میں ایک بات لکھنے سے رہ گئی اس کے متعلق دو باتیں خصوصیت سے قابل غور ہیں، ایک تو خدا کی ہستی کا ثبوت اس سے ملتا ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ یہ لیکچر خدا کی تائید سے لکھا گیا ہے، دوسری بات یہ فرمائی ہے کہ خدا نے مجھے بتایا ہے کہ تیرا مضمون سب سے بالا رہے گا، دیکھئے قبل از وقت ایسی بات کہہ دینا، اور اس کا پورا ہو جانا بتاتا ہے کہ فی الواقعہ خدا ہے اور اس شخص کا تعلق خدا کے ساتھ ہے۔ غور کیجئے فیصلہ کرنے والے حضرت صاحب کے جانی دشمن تھے۔ وہ آپ کو اپنے مذہب کا خطرناک دشمن جانتے تھے اور اس بغض و عناد کے باعث جو اُن کو آپ کے ساتھ تھا کہہ سکتے تھے کہ یہ سب سے گھٹیا مضمون ہے لیکن خدا کا ہاتھ کتنا زبردست ہے کہ انہی لوگوں کو اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ یہ مضمون سب سے اعلیٰ درجہ کا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا ہے، اور حضرت مرزا صاحب سے کلام کرتا ہے یہ وہ شخص ہے جس کو سب گرانا چاہتے ہیں اُن کے ہاتھ میں نادر موقعہ ہے کہ اسے گرا دیا جائے لیکن مخالف ہو کر کہتے ہیں کہ یہی مضمون سب سے بالا ہے کیا اس سے بڑھکر خدا کی ہستی اور مرزا غلام احمد علیہ الرحمۃ کی سچائی کا کوئی اور ثبوت ہو سکتا ہے۔

حضرت مجدد وقت کی پیشگوئیاں

پس ہماری ذمہ داری بہت زیادہ ہے، ہم نے خدا کا چہرہ دیکھا ہے، حضرت صاحب کی پیشگوئیاں اس قدر ہیں کہ ہزاروں تک پہنچتی ہیں، اور وہ سب کی سب پوری ہوئی ہیں، اس سے بڑھکر خدا نمائی اور کیا ہوگی ایک عجیب بات جو دوسرے اولیاء و مجددوں میں نظر نہیں آتی یہ ہے کہ آپ کی پیشگوئیاں دنیا پر محیط ہیں، تمام دنیا کے اہم واقعات کا ذکر آپ کی پیشگوئیوں میں پایا جاتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الواقعہ یہ شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہے

ظلّی نبوّت

لوگ ظلّی نبی کے لفظ پر شور کرتے ہیں، حیرت ہے کہ کس عقل کے مالک ہیں، ظل سایہ کو کہتے ہیں ایک ٹوپی ایک چھڑی کا بھی سایہ ہوتا ہے کیا کوئی عقلمند یہ کہہ سکتا ہے کہ اس سایہ کے اندر کوئی حقیقت ہے اور اگر اس ٹوپی اور چھڑی کو اٹھا لیا جائے تو وہ سایہ غائب ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس کا اپنا کوئی وجود نہیں اور اس کی ہستی صرف اصل کا عکس ہے اور وہ اصل کے وجود سے وابستہ ہے۔ پس ظلّی نبوّت تو نبوت کا عکس ہے اس کا اپنا وجود کوئی نہیں، ہاں نبی متبوع سے شدید تعلق کا ضرور اظہار ہے، جن لوگوں نے اس سے نبوت کا مفہوم نکالا ہے ان کی عقل پر رونا آتا ہے، یہ تو نبوت کی نفی کرتی ہے نہ کہ اثبات۔

دو باتیں

بہرحال جس بات کی طرف ہمیں توجہ کرنی چاہیئے وہ یہ ہے کہ ہمیں خدا کی ہستی پر ایمان رکھنا چاہیئے اور ہمارے نفوس وساوس سے مبرا ہو جائیں، آپ کے ذمہ دو باتیں ہیں ایک یہ کہ اسلام پر خود کاربند ہوں اور دوسرے یہ کہ اسے دوسروں تک پہنچائیں، اس کے متعلق کوئی وسوسہ ہمارے دلوں میں نہ ہونا چاہیئے۔

اپنے ایمانوں کو مضبوط کرو اور کام میں لگ جاؤ

مجھے بڑا تعجب ہوتا ہے، جب بعض دوست کہتے ہیں کہ اب دوسرا مجدد آنے والا ہے، یہ خیال ہمیں ہماری ذمہ داری سے سبکدوش نہیں کرتا، ہمارے ذمہ فرض ہے کہ اس کام کو سرانجام دیں، جو ہمارے امام نے ہمارے سپرد کیا ہے، خدا تعالےٰ نے آپ کو بتایا کہ تیرا سلسلہ ضائع نہیں ہوگا اور دنیا کے کناروں تک پہنچ جائے گا، پھر وسوسہ کیوں ہو، جب خدا نے ایک وعدہ کیا تو ہمارے دل اور ہمارے ایمان مضبوط ہونے چاہئیں بلکہ اس سے تو ایک ENERGY (قوّت) پیدا ہونی چاہیے جب انسان کو ایک چیز کے متعلق یقین ہو کہ ایسا ہو کر رہیگا تو اس کام کے کرنے کے لئے ایک قوت اس کے اندر پیدا ہو جاتی ہے، ہمیں چاہیئے کہ باتیں کم کریں اور کام زیادہ میں نہیں سمجھتا کہ آپ کیوں کامیاب نہ ہوں، اول تو ہمیں ایسے اصول دیئے گئے ہیں کہ ہم کبھی کسی کے سامنے شرمندہ نہیں ہو سکتے، دوسرے حضرت مسیح موعود نے اسلام کا جو نقشہ پیش کیا ہے وہ اس قدر خوبصورت اور معقول ہے کہ ہر عقلمند اسے ماننے کے لئے تیار ہے اگر آپ کامل یقین سے اس پر عمل پیرا ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ کامیاب نہ ہوں، خدا تعالیٰ فرماتا ہے واللہ ولی الذین اٰمنوا یخرجھم من الظلمٰت الی النور اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ہر قسم کے اندھیروں، مشکلات اور مصائب سے نجات دیتا ہے پس اگر ہم پختہ ایمان کے ساتھ کام میں لگ جائیں تو تمام مشکلات آسان ہو جائیں [illegible]

---

[1] یہ لیکچر جو اسلامی اصول کی فلاسفی کے نام سے چھپا ہوا ہے، محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے اپنے خرچ سے اس کے بلاک بنوا کر اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ طبع کرا کر شائع کیا ہے، جو دارالکتب اسلامیہ سے بقیمت ایک روپیہ مل سکتا ہے۔ (ایڈیٹر پ ص)

جلسہ سالانہ پر جمع ہونے والے احباب کی خدمت میں پیغام

مولانا محمد یعقوب خان صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان)

مولانا یعقوب خان صاحب کا یہ پیغام ۲۶ دسمبر ۱۹۵۶ء کو جلسہ سالانہ میں پڑھا گیا :-

کیا خوش قسمت ہیں وہ دوست جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس قومی اجتماع میں شمولیت کی توفیق دی ہے۔ اس کی قدر ہم دور افتادگان سے پوچھئے جو اس سالانہ روحانی دعوت سے محروم ہیں۔ ہمارے دل اس وقت حسرت سے بھرے ہوئے ہیں کہ کاش ہم بھی وہاں ہوتے اور خدا اور رسول کی باتوں کو سنتے۔ بہرحال میں اور میرے رفقائے کار روحانی طور پر ان سطور کے ذریعے شامل ہو رہے ہیں۔ ہماری طرف سے سب احباب کو سلام علیکم کے بعد یہ مبارکباد پہنچے کہ آپ کو خدا تعالیٰ نے یہ توفیق اور سعادت دی ہے کہ اپنے اوقات اپنے آرام اور اپنے اموال میں سے کچھ حصہ خدا کے دین کے لئے وقف کریں یہ ایک خوش قسمتی ہے جس کے لئے آپ کو اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔

احمدیہ بلڈنگس کی برکات

آپ کو تعجب ہوگا کہ انگلستان جیسی سرزمین میں بیٹھ کر احمدیہ بلڈنگس جیسی جگہ کو حسرت کی نگاہوں سے دیکھنا کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ کہیں ہمارے دماغ کا فتور تو نہیں۔ بیشک اس ملک کی تہذیب و تمدن کی چمک دمک بے نظیر ہے، آرام و آسائش جو یہاں میسر ہیں، احمدیہ بلڈنگس میں تو اس کا وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا، مگر حقیقت یہ ہے کہ احمدیہ بلڈنگس میں پرالی پر رات بسر کرنے میں جو برکت اور راحت ہے وہ کوئی اور ہی چیز ہے، وہ ایک روحانی لذت ہے، وہ ایک روحانی غذا ہے اور اس کی کو دنیا کی کوئی آسائش یا کشش پورا نہیں کر سکتی۔

شعائر اللہ

احمدیہ بلڈنگس کا اجتماع شعائر اللہ میں سے ہے اس لئے کہ خدا کے مامور نے منشاء الٰہی کے ماتحت اور آسمانی منصوبوں کو رشتے کار لانے کے لئے اس کی بنیاد رکھی اور جو .... اس میں شرکت کرتا ہے، خدائی منشاء کو پورا کرنے میں شریک ہوتا ہے اور اپنے لئے رشد و ہدایت اور نیک پھل کا سامان کرتا ہے، یہ ایک ایسی تجارت ہے جس میں منافع ہی منافع ہے، گھاٹا کوئی نہیں۔ انسانی علم کی بے بضاعتی ان اعلیٰ روحانی اسرار کے سمجھنے سے عموماً قاصر رہتی ہے۔ مگر ایک احمدی کے لئے یہ روحانی حقائق سب سے بڑھ کر اور سب سے مضبوط ٹھوس حقائق ہیں یہ وہ دولت ہے جو مامور وقت کی بدولت انہیں نصیب ہوئی جس نے ان کی دنیاوی زندگی میں جنت کی کیفیت پیدا کر دی۔

احمدیہ تحریک کی حقیقت و اصلیت

احمدیہ تحریک اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی علمبردار تحریک ہے جو لوگ (دشمن یا دوست) اسے چند مسئلے مسائل یا بحث مباحثے یا ہار جیت یا فتوے بازی اور دھڑا بندی کی چیز سمجھتا ہے۔ اس نے اس کی روح کو نہیں سمجھا۔ اس وقت دنیا کو جس چیز کی ضرورت اور تلاش اور پیاس ہے وہ ایک زندہ خدا کی جھلک ہے۔ ۳۵ سال کے بعد اس ملک میں دوبارہ آنے پر مجھے جو کچھ اندازہ ہوا ہے وہ یہی ہے کہ مغربی دنیا کو آگے سے بڑھ کر روحانی جستجو لاحق ہے۔

اسلام مشرق اور مغرب میں

میں سمجھتا ہوں کہ اس لحاظ سے بھی یہ لوگ ہم سے زیادہ خوش نصیب معلوم ہوتے ہیں۔ مشرقی ممالک میں مذہب کتابوں کے انبار یا عقائد و رسومات کے خشک بنڈلوں کا نام ہے۔ یہ لوگ مذہب کی حقیقت اور مغز کی تلاش میں ہیں، اور چونکہ اسلام فطرت کا مذہب ہے اور یہ خدا کا قانون ہے کہ جو اس کے راستہ میں جدوجہد کرتا ہے، وہ اسے اپنا راستہ دکھاتا ہے یہ لوگ اپنی فطرتی روشنی سے اسلام کے بہت قریب آ رہے ہیں۔ اس بارے میں مجھے جو تجربہ یہاں آکر ہوا ہے اس سے میں اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلام مغرب کے لئے ہے۔ مجھے رنج اور افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے اپنے ممالک جیسے دنیوی علوم میں ان لوگوں سے پیچھے رہے ہیں روحانی علوم میں بھی کہیں ان سے پیچھے نہ رہ جائیں۔ مشکل یہ ہے کہ اسلام کے فلسفۂ حیات کو سمجھنے کے لئے جو استعداد چاہیئے یعنی سائنٹیفک ریسرچ کی سپرٹ وہ ہمارے لوگوں میں مفقود ہے۔ وہ رسم و رواج کی عینک سے مذہب کو دیکھ رہے ہیں اور یہ لوگ ایسے قیود سے آزاد ہوتے جاتے ہیں خصوصاً وہ طبقہ جو خیالات کی راہنمائی کرتا ہے۔

مغرب سے طلوع آفتاب

غالباً حدیث نبوی میں ہے کہ آخری زمانہ میں سورج مغرب سے طلوع ہوگا یہ اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ اسلام کی روشنی کو اصلی شکل میں معلوم کرنے اور اخذ کرنے کی استعداد ان لوگوں میں بہ نسبت اہل مشرق کے زیادہ پائی جانے گی حضرت مسیح موعود کے ارشادات سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے۔ فرمایا ہے :-

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

یہاں بھی انسان اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ جہاں تک اسلامی نور کا یعنے اس کی تعلیم کے مغز اور حقیقت کا تعلق ہے اس سے استفادہ کرنے والی مغربی اقوام ہوں گی، اور اہل مشرق کے ہاتھ میں جو کچھ رہ جائے گا وہ استخوان سے بڑھ کر نہیں ہوگا۔ اور واقعات کی رفتار سے بھی اسی کی شہادت ملتی ہے۔ جہاں مشرق نے مامور وقت کے پیغام کو بالعموم ٹھکرا دیا ہے، مغرب میں اسلام کا وہی اور صرف وہی تصور اسلام مقبول ہوتا جا رہا ہے جو احمدیہ تحریک نے پیش کیا ہے۔

اشاعتِ اسلام کا جھنڈا احمدیت کے ہاتھ میں

حضرت مسیح موعود کے ارشاد میں کہ مغرب میں اشاعت اسلام کا کام مجھ سے ہوگا یا اس سے جو مجھ سے ہے یہی حقیقت نظر آتی ہے۔ یہ صرف ایک پیشگوئی نہیں ہے بلکہ اس ٹھوس حقیقت پر مبنی ہے کہ چونکہ احمدیت کے سوا مغربی دل و دماغ کسی اور تصور کو قبول کر ہی نہیں سکتا اس لئے مغرب میں اشاعت اسلام کا جھنڈا صرف احمدیت کے ہاتھ میں رہ سکتا ہے ورکسی مکتبہ خیال کا علمبردار اسلام پر لب کشائی نہیں کر سکتا اور اس کے برعکس احمدی جو اسلام پیش کرتا ہے اسے سن کر ہر ایک انگریز یہی کہتا ہے کہ یہ میرے قلب کی آواز ہے۔

ایک ذہین نوجوان انگریز کی مذہبی جستجو

اپنے چند روزہ قیام میں مجھے بڑی شدت سے اس کا تجربہ ہوا ہے۔ ایک موقع یوں ہوا کہ یہاں کا ایک بہت ذہین نوجوان جس کا نام ....

Christopher Mayhew .... ہے، اور وہ بی بی سی میں رپورٹر کا کام کرتا ہے مشرقی ممالک میں ایک لمبے دورہ پر صرف اس لئے نکلا کہ اپنی مذہبی جستجو کا کسی جگہ کسی مذہب میں اسے جواب مل سکے۔ ہر مذہب کے نمایندوں سے ملا، پاکستان بھی گیا، ہندوستان بھی برما بھی۔ لاہور بھی آیا، احمدیہ بلڈنگس بھی پہنچا تھا۔ مگر بالآخر اسلام کی نمایندگی کے طور پر اس کی ملاقات ٹمپل روڈ پر رہنے والے مولوی محمد علی صاحب مرحوم ایم اے کنٹب سے ہوئی۔ ہر ایک مذہب والے سے اس نے سوالات کئے اور جوابات لئے اور یہ تمام سوالات و جوابات اور ہر ایک مذہب کی تعلیم کا مختصر سا خاکہ اس نے ایک کتاب کی شکل میں مرتب کیا جو بہت دلچسپ ہے اس کا نام ہے :-

Men Seeking God

یعنی "متلاشیان خدا"۔

میں جب اس جگہ پہنچا تو میری نظر اپنے دفتر میں اس کتاب پر پڑی جو اس نے بغرض ریویو بھیجی تھی۔ میں نے بڑی دلچسپی سے اسے پڑھا سب سے زیادہ دلچسپ آخری باب تھا۔ جس میں اس نے سب

[illegible] خیالات پر اپنی طرف سے ریویو لینا، اور یہ سوال اُٹھایا ہے کہ سب اہل مذاہب اس بات پر متفق ہیں کہ ایک ایسی ہستی ضرور ہے جس کے تصور سے انسان کو اطمینان قلب۔ روشنی، شانتی یا نروان حاصل ہوتا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ آیا ان لوگوں کی اپنی قلبی کیفیت ہی ہے یا اس رُوحانی تجربہ کے بالمقابل خارج میں بھی کوئی حقیقت ہے جو قلب انسانی پر اپنا پَرتو ڈالتی ہے۔ اور ساتھ ہی اُس نے یہ امید ظاہر کی کہ اب جبکہ علم نفسیات میں ترقی ہو رہی ہے وہ دن دُور نہیں کہ یہ بنیادی مذہبی مسئلہ بھی علمی تحقیقات کی روشنی میں دیکھا جا سکے۔ مجھے اس کی سچی جستجو سے بڑی دلچسپی پیدا ہوئی اور میں نے ایک خط لکھا جس میں حضرت مسیح موعودؑ کی ایک دلیل جو اس بارے میں ہر ایک دانشمند کے نزدیک ناقابل تردید ہے پیش کی اور ساتھ ہی دوسری شہادت کی طرف توجہ دلائی جو قبولیت دُعا اور اظہار علی الغیب میں ملتی ہے ـــ اس کے جواب میں اُس نے خط بھیجا جس میں لکھا کہ جو بات آپ نے لکھی ہے کچھ کچھ دل کو لگتی معلوم ہوتی ہے اور جب ملاقات کا موقعہ ملے تو مفصّل گفتگو کریں گے۔ میں نے دل میں کہا کہ خدا نے چاہا کسی دن حلقہ بگوش اسلام ہو کر ہی رہے گا۔ اور تیرے جیسے ہی انگریزوں کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے کہا ہے کہ یہ اسلام کے اژدہے ہیں

یہودیوں کے معبد میں

ایک اور موقعہ پر یہودیوں کے معبد میں اسلام پیش کرنے کا موقعہ ملا۔ دوسروں کے علاوہ انکے ربی نے بھی اُٹھ کر کہا کہ جو جو کچھ آپ نے بیان کیا ہے اس کے لفظاً لفظاً سے ہمیں اتفاق ہے اور یہی حضرت موسےٰؑ کی تعلیم ہے۔

موجودہ تہذیب کا نقشہ کتب اسلام میں

حال ہی میں ورلڈ کانگریس آف فیتھس World Congress of Faiths کے اجلاس میں بھی یہی تجربہ ہوا۔ اپنے تعارفی کلمات میں صدر نے اس تاریکی اور بین الاقوامی کھچاؤ پر اظہار مایوسی کیا جو اس وقت پھیلا ہوا ہے۔ میری تقریر کا موضوع ہی یہی تھا میں نے انہیں بتایا کہ اسلام کی کتب میں موجودہ تہذیب کا جو نقشہ کھینچا ہے کہ اونٹ کی سواری کی جگہ مصنوعی قوت سے متحرک سواریاں لے لیں گی، اخبارات کثرت سے پھیلیں گے، دُنیا کے لوگوں کا باہم اختلاط ہوگا، زمین اپنے معدہ سے معدنیات اُگلے گی، اور جن قوموں کے ہاتھ میں یہ تفوّق کے سامان ہوں گے وہ سب دنیا پر چھا جائیں گی۔ مگر ساتھ ہی ایک سخت انذار بھی کیا ہے کہ یہ تمام مصنوعات جہنم کا ایندھن بن جائیں گی اگر یہ تہذیب روحانیت سے خالی رہی۔

جہانِ نو کی پیدائش کی اُمید

میں نے انہیں بتایا کہ ایک پیشگوئی کے مطابق اسی تاریک دور کے بطن سے ایک جہان نو پیدا ہوگا، جو رُوحانی اور انسانی اقدار پر مبنی ہوگا اور اس آنے والے نظارے کو بصیرت نبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوع آفتاب از مغرب سے تعبیر کیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ مایوسی کے بعد ان لوگوں کو اُمید کی ایک کرن نظر آئی اور کئی ایک نے کہا کہ اس رُوحانی آبِ حیات کی اس وقت دنیا کو ضرورت ہے جس کے بغیر انجام بخیر نظر نہیں آتا۔

عیسوی معتقدات میں انقلاب

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا تھا کہ فتح اسلام کا ہلال ہر ایک آنکھ کو نظر نہیں آ سکتا مگر ہلال چڑھ چکا ہے اور میں اسے دیکھ رہا ہوں۔ آج وہ ہلال بڑھ کر قمر بن رہا ہے اور اپنے عقائد اور دلی جذبات کے لحاظ سے عیسائی دنیا اسلام کے نزدیک سے نزدیک تر ہوتی جاتی ہے۔ اندرونی قلبی کیفیات میں جو ہیجان اسلام کی طرف انگشت نمائی کرتے ہیں ان کا ذکر تو میں مشتے از خروارے کر چکا ہوں، ذرا معتقدات میں انقلاب کا بھی ایک کرشمہ دیکھئے۔ حال ہی میں ایک کتاب Call of The Minaret یعنے "مینار پر سے اذان" نامی شائع ہوئی ہے۔ اس کا مصنف مشہور اورینٹلسٹ Orientalist کریگ (Cragg) نامی ہے جو بیروت یونیورسٹی میں فلسفہ کے پروفیسر ہیں اور مشہور عیسائی رسالہ "مُسلم ورلڈ" کے ایڈیٹر ہیں یعنے مشہور عیسائی مشنری زویمر کے جانشین ہیں۔ اس کتاب میں وہ لکھتے ہیں کہ مسلمان ناحق ہم پر تہمت باندھتے ہیں کہ ہم تین خداؤں کو مانتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے یہ ان کی اپنی نافہمی ہے اور تثلیث کی غلط تعبیر کرتا ہے۔ صحیح تعبیر وہ ہے جو خود عیسائی کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہم بیٹے اور رُوح القدس کو ہرگز خدائی میں شریک نہیں سمجھتے اور خدا کو وحدہٗ لاشریک سمجھتے ہیں، خدا باپ اور بیٹا محض خدا اور انسان کا باہم محبت کا رشتہ ظاہر کرنے کے لئے ایک استعارہ ہے نہ کہ حقیقی معنوں میں ابنیت۔ وضاحت کے لئے یہ مثال پیش کرتا ہے کہ ہر ایک طالب علم اپنے کالج یا یونیورسٹی کو Alma Mater کہتا ہے یعنے "ماں"۔ حالانکہ ہر ایک جانتا ہے کہ نہ کالج کا رحم (womb) ہے نہ یونیورسٹی کا۔ یہ محض ایک مجاز اور استعارہ ہے نہ کہ حقیقی معنوں میں ـــ آگے لکھتا ہے کہ اس قسم کا فقرہ کہ "مسیح خدا ہے" بالکل غلط اور عیسائی عقائد کے خلاف ہے۔ ہم جو مانتے ہیں وہ ان الفاظ میں صحیح طور پر ادا ہو سکتا ہے "خدا مسیح میں" بالفاظ دیگر مسیح خدا کا مظہر ہے۔ مزید وضاحت کے لئے لکھتا ہے کہ محمد پیغمبر بھی تھے، شوہر بھی تھے، لیڈر بھی تھے، اسوہ (نمونہ) بھی تھے مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ باوجود ان مختلف حیثیتوں کے وہ ایک ہی ہستی نہ تھے؟ بعینہٖ اسی طرح خدا بیٹا اور خدا رُوح القدس محض خدا کے اوصاف ہیں اور عیسائی اسے بہتانِ عظیم سمجھتے ہیں کہ وہ تین خداؤں کے پرستار ہیں وہ ایسے ہی خدائے وحدہٗ لاشریک کے پرستار ہیں جیسے مُسلمان۔

فتح اسلام کا چاند چڑھ چکا ہے

کیا اب بھی کسی کو شک کی گنجائش باقی ہے کہ جب حضرت امام وقت نے بشارت دی تھی کہ فتح اسلام کا ہلال چڑھ چکا ہے تو ایک حقیقت اور الٰہی تقدیر کا اظہار کیا تھا اور اب وہ چاند روز بروز اتنا بڑا ہوتا جا رہا ہے کہ ایک عامی آدمی بھی اُسے دیکھ سکتا ہے، جب ایک پادری زویمر جیسے مشہور علمبردار عیسائیت کا جانشین ببانگ دُہل اعلان کرتا ہے کہ مسیح خدا نہیں۔ نہ خدا کا بیٹا ہے، (حقیقی معنوں میں) تو کدھر گیا کفارہ جس پر عیسائی کلیسا کی بُنیاد ہے۔ کیا صلیب کے پارہ پارہ ہونے میں اب بھی کوئی شک و شبہ باقی ہے؟ کیا اب بھی کہو گے کہ فتح اسلام کا خواب محض ایک مجذوب کی بڑ تھی۔ کیا اب بھی اس پُراسرار حدیث سے کہ آخری زمانہ میں سورج مغرب سے طلوع ہوگا پردہ اُٹھتا نظر نہیں آتا؟

یہ محض شاعری نہ تھی جب امام وقت نے فرمایا۔

آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج

یہ ایک حقیقت تھی جو آسمان پر لکھی جا چکی ہے۔ اور خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس طلوعِ آفتاب اسلام کو اپنی زندگی کا اوّلین مقصد قرار دیتے ہیں۔

والسلام

خاکسار۔ محمد یعقوب خان

جلسہ سالانہ کی مختصر روئداد

جلسہ خواتین

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا تینتالیسواں سالانہ جلسہ بفضل ایزدی ۲۵ دسمبر ۵۶ء سے شروع ہو کر ۲۷ دسمبر ۱۹۵۶ء کو بخیر و خوبی ختم ہوا، اس سے قبل ۲۴ دسمبر ۵۶ء کو خواتین احمدیہ کا جلسہ مسلم ہائی سکول لاہور کے وسیع پنڈال میں منعقد ہوا، جس میں قوم کے ہر طبقہ کی خواتین، بیگمات اور بچیاں جمع تھیں، اور سب نے اپنے قومی اجتماع کو کامیاب بنانے اور اس کی اغراض و مقاصد کو تکمیل تک پہنچانے میں پورا حصہ لیا، کئی قابل خواتین نے جن میں کئی ایک گریجویٹس بھی تھیں، اور گھروں کی مائیں اور ان کی بچیاں بھی اپنے فاضلانہ مقالات، بلند پایہ تقاریر اور ولولہ انگیز نظموں سے حاضرات کے دلوں کو گرمایا، یہ سب نظمیں اور تقاریر اسلام کی عظمت و معقولیت، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ اور اشاعت اسلام کی ضرورت و اہمیت پر مشتمل تھیں، اسی اہمیت کے پیش نظر سب خواتین نے اپنے حسب استطاعت مالی قربانی میں پورا حصہ لیا۔ اور پندرہ سو روپیہ چندہ جمع ہو گیا جو گذشتہ سالوں کے ریکارڈ سے بہت بڑھ کر ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی جناب سے بہترین جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی قربانیوں کو بہترین ثمرات سے بار آور فرمائے۔

جلسہ سالانہ کا پہلا دن

۲۵ دسمبر ۱۹۵۶ء کو صبح کے دس بجے مسجد احمدیہ بلڈنگس میں مردانہ جلسہ شروع ہوا، قاری محمد بوستان خان صاحب نے اپنے مخصوص دلآویز لہجہ میں قرآن کریم کی تلاوت فرمائی، جس کے بعد مسلم ہائی سکول کے ایک طالب علم نے حضرت مسیح موعود کی ایک نعت پڑھی، اور پھر حضرت مسیح موعود کی کتاب نزول المسیح سے ایک اقتباس پڑھ کر سنایا گیا جس میں یقین و ایمان کو تمام نیکیوں اور پاکبازی کی جڑھ بتایا گیا ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی افتتاحی تقریر

اس کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنی افتتاحی تقریر شروع کی جو قریباً ایک گھنٹہ جاری رہی آپ نے سورۃ فاتحہ پڑھ کر بتایا کہ یہ سورت قرآن کریم کا خلاصہ اور لب لباب ہے، اور اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا بھی ذکر ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ وہ کسی ایک خاص قوم اور نسل، کسی خاص ملک یا خاص رنگ کے لوگوں کا خدا نہیں بلکہ تمام نسل انسانی پر اس کا فضل اور احسانات بلا امتیاز اُترتے ہیں جس طرح عالم جسمانیات میں کائنات کی ہر چیز سے تمام نسل انسانی متمتع ہوتی ہے اسی طرح عالم روحانیات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کی راہیں سب انسانوں کے لئے کھولی گئی ہیں، ان ہدایات کی پیروی کرنے والے انعمت علیہم کے گروہ میں شامل ہوئے، اور جنہوں نے ان ہدایات کو ٹھکرایا یا ان سے متمتع ہونے کے باوجود حد سے بڑھ گئے وہ مغضوب اور ضالین بن گئے، ان دونوں گروہوں کی مثال یہود اور نصاریٰ ہیں، جن میں سے ایک گروہ نے لفظ پرستی کے پیچھے لگ کر شریعت کے مغز اور روح کو چھوڑ دیا اور انبیاء اور مامورین کی تکذیب کر کے غضب الٰہی کے مورد ٹھہرے اور مؤخر الذکر گروہ نے ایک نبی کو خدا بنا کر ضالین کی راہ اختیار کی۔

اسی ضمن میں آپ نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کے لوگ یہود کی راہ اختیار کر کے ۷۲ فرقوں میں منقسم ہو جائیں گے، آپ نے تفرقہ کی راہ اختیار کرنے سے منع کیا اور اتحاد و یگانگت پر بہت زور دیا، کہ یہی کامیابی کی حقیقی راہ ہے۔

ضالین کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فتنہ دجال پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ دجّال سے بہت ڈرایا ہے، یہ فتنہ آج ہمارے سامنے عیسائی اقوام کے دجل و فریب کی صورت میں رونما ہے۔

آپ نے حدیث مجدّد کا ذکر کرتے ہوئے چودہویں صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے کمالات اور خدمات اسلام کا بالتفصیل ذکر فرمایا اور بتایا کہ آپ کو فتنہ مسیحیت کی سرکوبی کے لئے مسیح موعود کے منصب عالیہ پر سرفراز کیا گیا، . . . .

. . . . ، اور آپ نے اس فتنہ کی سرکوبی ایسے دلائل بینہ اور براہین ساطعہ سے کی کہ مسیحی حضرات کو احمدیوں کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ رہی اور انہوں نے یہ سرکلر جاری کر دیا کہ کوئی عیسائی کسی احمدی سے مناظرہ نہ کرے اس کی تفصیل میں آپ نے بعض ایسے واقعات کا ذکر کیا جن میں بڑے بڑے مسیحی پادریوں کو شاگردان مسیح موعودؑ کی تحریرات سے ثابت کیا کہ آپ کا دعوے نبوت کا نہ تھا، مفصل تقریر کسی آئندہ اشاعت میں درج ہو گی۔

مولوی فضل الرحمٰن صاحب قمر ساما نوی

حضرت امیر ایدہ اللہ کے بعد مولوی فضل الرحمٰن صاحب قمر سامانوی نے فتنہ ربوہ کے عنوان سے تقریر کی، جس میں بتایا کہ خلیفہ ربوہ کے ساتھ اختلاف کی بنیاد چار چیزوں پر تھی (۱) ختم نبوت کے بعد اجرائے نبوت کا مسئلہ (۲) مسئلہ کفر و اسلام (۳) غیر از جماعت کے جنازہ کا مسئلہ (۴) مسیح موعود کی دوسرے انبیاء پر فضیلت، آپ نے فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں خلیفہ ربوہ کے بیان سے یہ ثابت کیا کہ اول الذکر چار باتوں میں انہوں نے اپنے عقائد سے رجوع کر کے جماعت احمدیہ لاہور کا موقف اختیار کر لیا اور یہ حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیشگوئی کی صداقت پر دال ہے جس میں انہوں نے بتایا تھا کہ "یا تو قادیانیوں کو ایک علیحدہ دین اور کلمہ بنانا ہو گا اور کل مسلمانوں سے علیحدہ ہونا ہو گا یا **پھر اپنے عقیدہ میں تبدیلی کرنا پڑے گی**"۔ اس پیشگوئی کے دوسرے حصہ کے مطابق آخر کار قادیانیوں کو اپنے عقیدہ میں تبدیلی کرنی پڑی،

مولوی فضل الرحمٰن صاحب کی پوری تقریر علیحدہ چھپ کر بصورت ٹریکٹ شائع ہو چکی ہے۔

میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی

اس کے بعد محترم میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی نے ایک مختصر تقریر میں یہ بتاتے ہوئے کہ سیاستدانوں کا نصب العین حصول دُنیا ہوتا ہے، لیکن انبیاء و مامورین کا نصب العین خدا کا نام بلند کرنا ہوتا ہے یہ واضح کیا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا نصب العین بھی اعلائے کلمۃ اللہ اور خدا کی بادشاہت دنیا میں قائم کرنا تھا، آپ نے اپنی جماعت کو اس راہ پر لگانے سے پہلے ان کے دلوں زندہ خدا پر زندہ ایمان پیدا کیا اور آپ کی جماعت میں وہ رنگ پیدا ہو گیا، جو ایک سچے مسلمان کی صحیح اسلامی زندگی کو پیش کرتا ہے، چنانچہ اقبال مرحوم نے اپنی علیگڑھ کی تقریر میں یہ تسلیم کیا کہ اگر ٹھیٹھ اسلام کو دیکھنا ہو تو وہ قادیان میں نظر آتا ہے

آپ نے بتایا کہ آہستہ آہستہ ہمارے دلوں میں سختی آتی گئی اور عقائد میں بھی غلطی پیدا ہو گئی جس کی وجہ سے جماعت کے دو ٹکڑے ہو گئے، لیکن خدا کا شکر ہے کہ ایک جماعت صحیح عقائد پر قائم رہی، اور حضرت مسیح موعود کے منشاء کے مطابق اعلائے کلمۃ اللہ میں مصروف ہے تاہم اب ہم میں بھی کسل آ رہا ہے ہمیں چاہیئے کہ اپنا محاسبہ کریں اور دیکھیں کہ اپنی ڈیوٹی کو بجا لا رہے ہیں یا نہیں اور اشاعت اسلام کر رہے ہیں یا نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم۔

اسی سلسلہ میں آپ نے حضرت مسیح موعود کے بعض الہامات بیان کئے جن میں ابتلاؤں کے آنے اور جماعتی اتحاد اور یگانگت میں کمی واقع ہو جانے کے اشارات ہیں، لیکن ایسی روکوں اور ابتلاؤں کے دور ہونے کی بھی بشارات موجود ہیں، آخر میں آپ نے فرمایا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ پھر وہی حالات پیدا ہوں جو ابتداء میں تھے تو اعلائے کلمۃ اللہ کے اس کام میں لگ جائیں جو مامور الٰہی نے ہمارے سپرد کیا ہے۔

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

اس اجلاس کا آخری لیکچر محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

نے "مسیح دامن کا شہزادہ" کے عنوان سے دیا، آپ کے لیکچر کی بنا یسعیاہ نبی کی پیشگوئی پر تھی، جس میں امن کا شہزادہ کے آنے کی خبر دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ ابد تک بندوبست کرے گا، آپ نے بتایا کہ حضرت مسیحؑ اس پیشگوئی کے مصداق نہیں ہو سکتے کیونکہ انہوں نے خود اپنے بعد ایک ایسی ہستی کے آنے کی خبر دی ہے جو ہمیشہ کے لئے پوری تعلیم دے گی، یہ پیشگوئی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے پوری ہوئی جن کی تعلیم کامل اور ہمیشہ کے لئے ہے، آپ نے بتایا کہ انجیل میں ہے، کہ شیطان ایک ہزار سال تک جکڑا جائے گا اور اس کے بعد آزاد ہوگا اور یہ یاجوج ماجوج کا زمانہ ہوگا۔ چنانچہ ہم نے دیکھا کہ آنحضرت صلعم کے ایک ہزار سال بعد یاجوج ماجوج کھل کھیلے ہیں اور دنیا میں فتنہ و فساد پیدا ہو گیا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ مذہب کا مقصد دنیا میں امن اور اطمینان پیدا کرنا ہے اور یہ نہیں ہو سکتا جب تک خدا تعالیٰ پر سچا ایمان دلوں میں پیدا نہ ہو، اسی ایمان کو لیکر انبیاء و مامورین آتے رہے، کوئی بین الاقوامی پولیس امن پیدا نہیں کر سکتی جب تک دلوں کے اندر ایمان پیدا نہ ہو، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ زر، زور، حکومت اور اقتدار کے بغیر مذہب کا اثر نہیں ہوتا یہ بالکل غلط ہے، صحابہ کرام کو دیکھئے دکھوں اور مصیبتوں میں انہوں نے ایمان باللہ پیدا کر کے دنیا میں امن قائم کر دیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ آپ حقیقت اسلام دلوں میں قائم کرنے کے لئے آئے تھے، آپ کی جماعت کی بناء پانچ اصولوں پر ہے:

۱۔ ہر کلمہ گو مسلمان ہے

۲۔ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

۳۔ اسلام کی تعلیم ہی زندہ اور افضل ہے، اسلامی تعلیم کی خوبصورتی کو دکھانا اس جماعت کا کام ہے

۴۔ اصلاح مسلمین کا کام

۵۔ جمہوری نظام

آخر میں آپ نے حضرت مسیح موعود کے الہام "لاہور میں ہمارے پاک ممبر ہیں" الخ کی تشریح کرتے ہوئے جماعت کو نصیحت کی کہ چار ہستیاں اس وقت ہم میں ایسی ہیں جن کی بہت قدر کرنی چاہیئے:۔

(۱) حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب۔ ان سے جب کہا گیا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صدر کے اختیارات آپ کے سپرد کئے جائیں تو انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں ہرگز صدر بننے کے لئے تیار نہیں۔

(۲)۔ مولانا یعقوب خاں صاحب جو اس پیرانہ سالی میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے انگلستان تشریف لے گئے ہیں۔

(۳)۔ ڈاکٹر غلام محمد صاحب، جو اپنا قیمتی وقت خرچ کر کے نہایت محنت اور دیانت کے ساتھ صدارت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

(۴)۔ شیخ میاں محمد صاحب ... شیخ عبدالرحمن صاحب مصری، جو دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور محاسب کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

آپ کا لیکچر ہر رنگ میں مفید اور سبق آموز تھا، امید ہے ڈاکٹر صاحب قارئین کرام کے افادہ کے لئے اسے قلمبند کر کے بھیج دیں گے۔

مولانا احمد یار صاحب

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کے لیکچر کے بعد جلسہ تھوڑی دیر کے لئے ملتوی ہوا اور نماز ظہر و عصر ادا کی گئی، جس کے بعد دوسرا اجلاس تین بجے شروع ہوا، اور تلاوت قرآن کریم اور نعت کے بعد مولانا احمد یار صاحب نے "دور حاضر اور حضرت مسیح موعود کی پیشگوئیاں" کے عنوان سے لیکچر دیا، آپ نے مسیح موعود کی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس امت کو کیا غم ہے جس کے اول میں ہوں اور آخر میں مسیح ہے، اس سے ظاہر ہے کہ مسیح موعود کو بہت بڑی عظمت اور رتبہ عطا کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ احادیث میں مسیح موعود کے متعلق جو پیشگوئیاں ہیں، ان کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ وہ صراحت کے ساتھ پوری ہو چکی ہیں، لیکن آج مسیح موعود کو نہ ماننے کے لئے احادیث ہی کا انکار کر دیا گیا ہے، اور حال یہ ہے کہ اسلامی حقائق کو احمدیت نے جس رنگ میں بیان کیا ہے اس کو تسلیم کر لیا گیا ہے، مسیح موعود کا تو انکار ہے، اور مسیح موعود کی دی ہوئی اسلامی روشنی کو اپنا لیا گیا ہے۔

مرزا مظفر بیگ ساطع صاحب

اس کے بعد مرزا مظفر بیگ ساطع صاحب کھڑے ہوئے اور انہوں نے سلسلہ احمدیہ اور حضرت مسیح موعود کی فتوحات کا ذکر کرتے ہوئے اس امر واقعہ کا اظہار کیا کہ آج دنیا کے مختلف ممالک سے احمدی مبلغین کی مانگ آتی رہتی ہے، فجی، ڈچ گائنا، برٹش گائنا، ٹرینیڈاڈ انڈونیشیا، اور دوسرے ممالک سے احمدی مبلغین طلب کئے گئے، ہندوستان میں قبل از تقسیم ملک مختلف جماعتیں آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں احمدی مبلغین سے فائدہ اٹھاتی رہیں، جمعیۃ العلماء ہند، میر غلام بھیک نیرنگ کی انجمن تبلیغ، فتنہ ارتداد کے انسداد اور آریوں سے مناظروں کے لئے احمدی مبلغین کو بلاتے رہے، یہ تمام درخواستیں اور احمدی مبلغین کے کام حضرت مسیح موعود اور سلسلہ احمدیہ کی صداقت کی سندات ہیں،

آپ نے فرمایا کہ مسیح موعود کے دو مشن قرار دیئے گئے ہیں:۔

(۱) کسر صلیب

(۲) قتل خنزیر

ان دونوں مشنوں کو ظاہری معنوں میں پورا کرنے والا کوئی نہیں آ سکتا، اس راز سے حضرت امام نے پردہ اٹھایا اور عملاً کسر صلیب اور قتل خنزیر کر کے دکھا دیا۔

آپ نے فرمایا کہ آج سے کچھ عرصہ پہلے خطبوں اور وعظوں میں مسیح اور مہدی کا انتظار دلایا جاتا تھا۔ لیکن اب کوئی اس کا نام بھی نہیں لیتا، یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ جس نے آنا تھا وہ آچکا، آپ نے فرمایا کہ حدیث مجدد میں تین باتیں لکھی ہیں جو مجدد میں پائی جانی ضروری ہیں:۔

(۱) خدا اسے مبعوث کرے ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ

(۲) صدی کے سر پر مبعوث ہو، علی راس کل مائۃ سنۃ

(۳) تجدید دین کرے۔ من یجدد لھا دینھا۔

حضرت مرزا صاحب میں یہ تینوں خصائص موجود ہیں، آپ کا دعوے منجانب اللہ بعثت کا ہے، صدی کے سر پر آپ مبعوث ہوئے اور تجدید دین کا وہ کام کیا جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

آپ نے فرمایا کہ حضرت مرزا صاحب نے اسلام کے غلبہ کے لئے جو کام کیا اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یاجوج ماجوج بمطابق آیہ قرآنی وھم من کل حدب ینسلون ہر بلندی سے اتر رہے ہیں اور ہم ہر بلندی پر چڑھ رہے ہیں۔ آخر میں آپ نے قوم کو نصیحت کی کہ مسیح موعود کے پرچم کو سنبھالو، صحابہ میں بھی اختلافات ہوئے مگر انہوں نے اسلام کا پرچم نیچے نہ ہونے دیا اور تبلیغ میں لگے رہے، حضرت مسیح موعود نے تبلیغ کی سنت کو پھر زندہ کیا ہے اس کو مرنے نہ دو، ہمت اور جدوجہد سے کام لو، آپ کا مستقبل بہت شاندار ہے، ایک ایک احمدی ایک مقدس نگینہ ہے، ہر ایک سے ہمدردی اور محبت پیدا کرو اپنے بھائیوں کو گلے لگاؤ اور آئندہ سال خدمت دین کا کوئی اہم کام کر کے دکھاؤ۔

انعامی تقاریر کا مقابلہ

مرزا صاحب کے بعد ساڑھے چار بجے آج کا جلسہ ختم ہوا، شام کو مغرب و عشا کی نمازیں جمع کی گئیں اور اس کے بعد احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام کالجوں اور سکولوں کے طلبا کی انعامی تقاریر کا مقابلہ شروع ہوا۔ یہ انعامی تقاریر "حضرت سرور کائنات اور امن عالم" کے موضوع پر تھیں، اس اجلاس کی مفصل کارروائی اسی شیوع میں آئندہ صفحہ پر درج ہے۔

اگلے دو روز کی کارروائی آئندہ شیوع میں درج ہوگی، انشاء اللہ تعالےٰ۔

خط و کتابت کرتے وقت

چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

(مینیجر)

متفرقات

رحمۃ للعالمین اور امن عالم

اس موضوع پر ۲۵ دسمبر ۱۹۵۶ء کو ۶ بجے شام احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ینگ مینز ایسوسی ایشن لاہور کے زیر اہتمام تقاریر کا ایک انعامی مقابلہ ہوا۔ اس اجلاس کی صدارت میاں بشیر احمد صاحب منٹو ایم اے آکسفورڈ نے کی، جو امریکہ میں سات سال تبلیغ اسلام کرنے کے بعد حال ہی میں واپس پاکستان آئے ہیں، اس مقابلہ میں مغربی پاکستان کے متعدد کالجوں نے حصہ لیا۔ تقاریر کا معیار کافی بلند تھا اور حاضرین نے مقرروں کی تقاریر بڑی دلچسپی سے سنیں اور بجا طور پر تالیوں سے ان کی تحسین و حوصلہ افزائی کی۔

پروفیسر سعد اختر صاحب گورنمنٹ کالج، ڈیرہ غازی خان، عبدالحفیظ بٹ صاحب۔ ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول بڈھیمال اور چودھری فتح محمد عزیز صاحب ایڈووکیٹ گجرات نے جج صاحبان کے فرائض ادا کئے۔ مندرجہ ذیل طلباء کو انعامات دیئے گئے:۔

پہلا انعام:۔ سلطان محمد صاحب۔ اسلامیہ کالج۔ کراچی

دوسرا انعام:۔ نذر حسین صاحب۔ اسلامیہ کالج گوجرانوالہ۔

تیسرا انعام:۔ محمد عالم صاحب۔ گورنمنٹ کالج۔ لاہور

آفتاب الدین میموریل شیلڈ متفقہ طور پر گورنمنٹ کالج لاہور کو دی گئی۔ سکولوں کے طلباء میں محمد صدیق کھوکھر طالب علم مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور کو خاص انعام دیا گیا، جیسا کہ اعلان کیا گیا تھا مقررہ انعامات کے علاوہ ہر ایک انعام پانے والے کو چالیس روپے کی کتب پیش کی گئیں جن میں انگریزی ترجمہ قرآن اور سیرت نبوی بزبان انگریزی بھی شامل تھیں۔

رل کر کام کرو

سید تصدق حسین قادری کا حاضرین جلسہ کیلئے پیغام

پیر بغداد کا یہ پیغام افسوس ہے کہ جلسہ سالانہ کے بعد موصول ہوا۔ جو امید ہے دلی توجہ کے ساتھ پڑھا جائے گا۔

بغداد مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۵۶ء

برادر عزیز پروفیسر عنایت علی صاحب

سلام الرحمٰن۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دفعہ ہذا امید ہے عین قومی اجتماع کے موقعہ پر آپ کو ملے گا ملتمس ہوں کہ ان چند الفاظ کو عشاق فرمان پیغمبر علیہ السلام جان نثاران مسیح محمدی مجاہدین فی سبیل اللہ تک پہنچا دیں۔ یہ سطور بستر علالت سے لکھ رہا ہوں:۔

پیارے بھائیو۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

ایں دو فکر دین احمد مغز جان ما گداخت

کثرت اعدائے ملت قلت انصار دیں

ان قدسی الفاظ پر غور کرو جو آج سے پچاس سال قبل عیسٰی ثانی کے قلب کی گہرائیوں سے نکل کر زبان پر آئے وہ نقشہ جو حضورؑ نے اس وقت کھینچا تھا وہ اب بھی ویسے ہی باقی ہے آہ نحن انصار اللہ کی آواز بلند کرنیوالے بعض دوست تو آج "مل کر کام کرو" کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ "ایک ہو جاؤ" سے اغماض کر رہا ہے۔ اے بزرگان ملت آج اس مبارک جلسہ کے موقعہ پر پوری کوشش کرو کہ ہمارے اختلافات مٹ جائیں ہم ایک ہو جائیں اور مل کر کام کریں۔ اتحاد میں جو طاقت ہے جو برکت ہے وہ آپ حضرات سے پوشیدہ نہیں اے اللہ میرے یہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ جو میرے قلب کی عمق سے نکلے ہیں شمع احمدیت کے پروانوں انصار مسیح محمدی کی توجہ پھیرنے کا باعث ہوں، خدا آپ کی خدمات دینیہ کو شرف قبولیت بخشے اور مزید خدمت کی توفیق عطا فرما دے۔

مجھ گنہگار دور افتادہ بھائی کے لئے بھی دعا فرما دیں کہ اللہ تعالےٰ آخری سانس تک اس سے اپنے دین کی خدمت لے اور خاتمہ بالخیر کرے۔ والسلام احباب سے سلام علیکم۔

خاکسار۔ سید تصدق حسین قادری

سید عبدالجبار شاہ صاحب کی وفات پر

تعزیتی پیغام

بغداد ۲۱۔ دسمبر ۱۹۵۶ء

نبلام حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ

من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ۔ پیغام صلح نمبر ۴۶ مجریہ ۲۱ نومبر سے یہ روح فرسا المناک خبر معلوم ہوئی کہ حضرت مسیح محمدی کا جان نثار حواری رجل صادق سید عبدالجبار شاہ صاحب سابق والی سوات راہی ملک بقا ہو کر اپنے معبود حقیقی سے جا ملے

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دو دوحاضوں میں آیات شریفہ ولنبلونکم بشیء من الخوف ...... انا للہ وانا الیہ راجعون کی حقیقت اس کے مقدس وجود میں پنہاں تھی۔ حق و صداقت کے لئے ریاست کو لات مارنا بڑا مشکل کام ہے، اس مرد حق نے بڑی جوانمردی سے اسے سرانجام دیا۔ اس کا وجود مقدس صداقت احمدیت کے لئے روشنی کا منارہ ہے۔ آہ اے فلک کج رفتار تو نے آج بہت ہی نازک وقت میں ہم سے اس مستجاب الدعوات ہستی کو چھین لیا۔

اُف غم سے میرا بیمار دل رو رہا ہے سلسلہ کو اس کے اخلاق اس کے نمونہ اور دعاؤں کی آج بحد ضرورت تھی۔ اے وابستگان سلسلہ احمدیہ اس بیدلوث مجاہد کی زندگی کو اپنے سامنے رکھو اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے قدم آگے بڑھاؤ۔ بستان احمدیت کے اشجار کو اپنے خون سے سینچو۔

اے سید مرحوم تیری روح پرفتوح پر ہزار ہزار رحمتیں نازل ہوں، تو مرا نہیں زندہ ہے اور تیری اس زندگی سے سینکڑوں مردے زندہ ہو کر تیرے نقش قدم پر چل کر تیری روح کی خوشنودی کا باعث ہوں گے۔

میری یہ چند سطور پریشاں اخبار پیغام صلح میں شائع کریں، آن کے فرزندان و دیگر لواحقین کو میری جانب سے تعزیت کا پیغام پہنچا دیں، محترم امیر یہ ہمارا مشترکہ رنج و غم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سبھوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

غمزدہ خاکسار۔ تصدق حسین قادری

اعلانِ بیعت

لائل پور۔ مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۵۶ء

بخدمت جناب حضرت مولانا صدرالدین صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں صدق دل سے اسلام کی خدمت کرنے والی جماعت میں شامل ہوتا ہوں اور دین کو دنیا پر مقدم کرونگا جہاں تک میرے امکان میں ہوگا اشاعت اسلام کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے میں دریغ نہیں کروں گا۔ اس لئے میں جماعت میں شامل ہونے کا اعلان کرتا ہوں اللہ تعالےٰ مجھے استقامت عطا فرمائے۔

آپ میرے لئے دعا فرمائیں۔ والسلام

احقر عبدالمجید خواجہ۔ لائل پور

ضرورت رشتہ

(۱) ایک احمدی انسپکٹر آف سکولز کی ایف اے پاس صاحبزادی کے لئے شریف دیندار اور برسر روزگار احمدی نوجوان کے رشتہ کی ضرورت ہے۔

(۲) ایک لڑکی عمر ۳۰ سال کے لئے جو نرسنگ کے کام میں تجربہ رکھتی ہیں، معقول روزگار رکھنے والے شریف، دیندار رشتہ کی ضرورت ہے۔

درخواستیں معرفت ایڈیٹر پیغام صلح بھیجی جائیں۔

رفتارِ عالم

—— واشنگٹن ۵ جنوری۔ صدر آئزن ہاور نے آج شب امریکی سینٹ اور ایوان نمائندگان کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مشرق وسطےٰ کی فوجی اور اقتصادی امداد کے منصوبے کا اعلان کر دیا۔ آپ نے امریکی کانگریس سے درخواست کی کہ انہیں مشرق وسطےٰ کے ملکوں کی علاقائی سالمیت اور سیاسی آزادی کے تحفظ کے لئے امریکی فوجیں استعمال کرنے کا اختیار دیا جائے یہ فوجیں مشرق وسطےٰ کے کسی ملک کی درخواست پر اس صورت میں استعمال کی جائیں گی جب کہ اس پر بین الاقوامی اشتراکیت کے زیر اثر ملک مسلح حملہ کرے گا۔

صدر آئزن ہاور نے کہا "یہ منصوبہ حکومت امریکہ کو اختیار دے گا کہ وہ مشرق وسطےٰ کی قوموں کو اپنی اقتصادی طاقت بڑھانے میں امداد دے اور اس مقصد کے لئے ان قوموں سے تعاون کرے۔ منصوبہ کے تحت اس قسم کی امداد طلب کرنیوالی ہر قوم یا قوموں کے لئے فوجی امداد و تعاون کا پروگرام شروع کیا جا سکے گا۔

صدر آئزن ہاور نے کہا:- میں پوری نیک نیتی سے اعلان کرتا ہوں کہ اگر روسی حکمران جارحانہ کاروائیوں میں تو پہل نہ کریں تو سوویٹ یونین کو مشرق وسطےٰ یا دنیا کے کسی دوسرے حصہ میں امریکہ سے خائف ہونے کی ضرورت نہیں۔

—— واشنگٹن ۱۰ جنوری۔ صدر آئزن ہاور نے مشرق وسطےٰ کی فوجی اور اقتصادی امداد کا جو منصوبہ پیش کیا ہے۔ برطانیہ آسٹریلیا۔ ایران۔ ترکیہ۔ لنکا، لبنان اور پاکستان کے سرکاری حلقوں نے اس کا خیر مقدم کیا ہے، بھارت روس اور مشرقی یورپ کے ملکوں نے اس منصوبے کی مخالفت کی ہے

—— یہ منصوبہ ایک مسودہ قرارداد کی شکل میں امریکی ایوان نمائندگان کے روبرو پیش کر دیا گیا ہے، جس پر ایوان کی خارجہ امور کی کمیٹی کل سے بحث شروع کرے گی۔

—— نیویارک۔ ۵ جنوری۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ اقوام متحدہ کی حفاظتی کونسل ۱۶ جنوری کو مسئلہ کشمیر پر غور کرے گی۔ یاد رہے پاکستان نے گذشتہ بدھ کے روز صدر حفاظتی کونسل سے باضابطہ طور پر یہ درخواست کی تھی کہ تنازعہ کشمیر پر غور کرنے کے لئے حفاظتی کونسل کا اجلاس جلد بلایا جائے

—— لاہور ۵ جنوری۔ پنجاب یونیورسٹی نے بی اے اور بی ایس سی کے لئے سال میں دو بار امتحانات کا طریق ختم نہیں کیا بلکہ اس پر صرف بعض قیود عاید کی ہیں۔ یونیورسٹی نے حکومت سے قطعی طور پر یہ بھی سفارش کی ہے کہ بی اے اور بی ایس سی کا ڈگری کورس تین سال کا کر دیا جائے۔

—— لاہور۔ ۵ جنوری۔ حکومت مغربی پاکستان کے ایک پریس نوٹ میں کہا گیا کہ بھارت میں غیر جائداد چھوڑ کر آنے والی بیواؤں اور یتیموں کے دعاوی کی تصدیق کو ترجیح دی جا رہی ہے۔ اس لئے ایسے افراد کو چاہیئے کہ وہ فوری طور پر اپنے متعلقہ کلیم افسر سے رابطہ قائم کر کے انہیں اپنے دعاوی کے رجسٹریشن نمبر تاریخ اور دوسری تفاصیل سے آگاہ کریں۔

—— قاہرہ ۶ جنوری۔ مصر کے صدر ناصر نے اعلان کیا ہے کہ جب تک غازہ کے علاقہ پر اسرائیلی فوجیں قابض رہیں گی اس وقت تک فرانسیسی اور برطانوی جہازوں کو نہر سویز سے گذرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

—— پشاور ۶ جنوری۔ کینیڈا کے وزیر صحت مسٹر مارٹن نے آج ڈھاکہ سے پشاور پہنچکر بتایا کہ کینیڈا نے کولمبو منصوبہ کے تحت سب سے زیادہ امداد جس ملک کو دی وہ پاکستان ہے آپ نے کہا کہ یہ امداد کسی شرط کے تحت نہیں دی گئی، اس امداد کا مقصد دوستی مفاہمت اور اخوت کا ماحول قائم کرنا ہے تاکہ امن عالم کی تعمیر میں آسانی ہو۔

—— الجزائر ۶ جنوری۔ الجزائری حریت پسندوں کی شدید ...ت کے بعد فرانسیسی فوجوں نے ظالمانہ کارروائیاں تیز کر دی ہیں۔ ایک اطلاع کے مطابق گذشتہ تین دن کے فسادات میں الجزائر شہر میں ایک سو مسلمان ہلاک ہو چکے ہیں۔

—— کراچی۔ ۶ جنوری۔ صدر شام مسٹر شکری القوتلی اپنی بیگم کے ہمراہ پاکستان کے دس روزہ دورے پر ۷ جنوری کو تیسرے پہر کراچی پہنچے۔ وفاقی دارالحکومت میں معزز مہمان کا پرجوش استقبال کیا گیا، اور پاکستان انٹرنیشنل ایرلائنز کا ایک سپر کانسٹیلیشن طیارہ صدر شام کو لینے جدہ (سعودی عرب) بھیجا گیا۔ صدر کے ہمراہ شام کے وزیر خارجہ مسٹر صالح بیطار اور چیف آف سٹاف میجر جنرل توفیق نظام الدین بھی پاکستان آئے ہیں۔ شامی وفد کراچی میں چار دن قیام کے بعد پشاور لاہور اور ڈھاکہ روانہ ہو جائے گا۔

—— لاہور۔ ۶ جنوری۔ گذشتہ چند سال سے لاہور کے علاقہ میں جرائم کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ایک معتبر اطلاع کے مطابق ۱۹۵۶ء میں تحصیل لاہور میں قتل کی ۴۷ وارداتیں ہوئیں جبکہ ۱۹۵۵ء میں ۵۹۔ اور ۱۹۵۴ء میں ۶۰ افراد قتل کئے گئے تھے۔ لاہور شہر میں بھی قتل کی وارداتوں میں اضافہ ہوا ہے۔ گذشتہ سال (۱۹۵۶ء) میں لاہور شہر میں ۴۹ اشخاص قتل ہوئے جبکہ ۱۹۵۵ء میں قتل ہونے والوں کی تعداد ۲۸ تھی۔

—— نئی دہلی۔ ۸ جنوری۔ پاکستان کے وزیر خارجہ ملک فیروز خاں نون نے کشمیر کے بارے میں جو بیان دیا ہے کشمیر ڈیموکریٹک یونین، محاذ استصواب اور کشمیر پولیٹیکل کانفرنس کے لیڈروں نے انہیں تار...

پیغام صلح ۹ جنوری ۱۹۵۷ء ... شمارہ نمبر ۱

صرف ٹائٹل ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۴۶ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۶ جنوری ۱۹۵۷ء | نمبر ۲

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

حضرت امام الزمان کا بیان

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اپنی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصولِ دین سے برگشتہ ہے۔ یہ اُن حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقوےٰ ہو ایسے افتراء نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنا رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا كِتَابُ اللہ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہٗ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ الا اِنّ لعنۃ اللہ علی الکاذبین والمفترین۔

(ایام الصلح صفحہ ۹۵-۹۶)

میں خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق مسیح موعود ہو کر آیا ہوں

حضرت مسیح موعودؑ کا ارشاد گرامی

غیر المغضوب علیھم کا فقرہ مسلمانوں کے ایک گروہ کی اس حالت کا پتہ دیتا ہے جو وہ مسیح موعود کے مقابل مخالفت اختیار کرے گا۔ اور ایسا ہی الضالین سے مسیح موعود کے زمانہ کا پتہ لگتا ہے کہ اُس وقت صلیبی فتنہ کا زور اپنے انتہائی نقطہ پر پہنچ جائے گا۔ اس وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے جو سلسلہ قائم کیا جائے گا مسیح موعود ہی کا سلسلہ ہو گا۔ اور اسی لئے احادیث میں مسیح موعود کا نام خدا تعالےٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کاسر الصلیب رکھا ہے کیونکہ یہی تو [illegible] کہ ہر ایک مجدد فتن موجودہ کی اصلاح کے لئے آتا ہے۔ اب اس وقت خدا کے لئے سوچو تو کیا معلوم نہ ہو گا کہ صلیبی نجات کی تائید میں قلم اور زبان سے وہ کام لیا گیا ہے کہ اگر صفحات عالم کو ٹٹولا جائے تو باطل پرستی کی تائید میں یہ سرگرمی اور زمانہ میں ثابت نہ ہو گی اور صلیبی فتنہ کے حامیوں کی تحریریں اپنے انتہائی نقطہ پر پہنچ چکی ہیں، اور توحید حقیقی، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عفت، عزت اور حقانیت اور کتاب اللہ کے منجانب اللہ ہونے پر ظلم اور زور سے حملے کئے گئے ہیں، تو کیا خدا تعالیٰ کی غیرت کا تقاضا نہیں ہونا چاہیئے کہ اس کاسر الصلیب کو نازل کرے؟؟ کیا خدا تعالیٰ اپنے وعدہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون کو بھول گیا؟ یقیناً یاد رکھو کہ خدا کے وعدے سچے ہیں، اس نے اپنے وعدے کے موافق دنیا میں ایک نذیر بھیجا ہے۔ دُنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ مگر خدا تعالیٰ اس کو ضرور قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی کو ظاہر کریگا۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں خدا تعالےٰ کے وعدہ کے موافق مسیح موعود ہو کر آیا ہوں۔ چاہو تو قبول کرو چاہو تو رد کرو۔

مگر تمہارے رد کرنے سے کچھ نہ ہو گا۔ خدا تعالےٰ نے جو ارادہ فرمایا ہے وہ ہو کر رہیگا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے پہلے سے براہین میں فرما دیا ہے:

صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا

کے تواں کردن شمار خوبی عبدالجبار

ووکنگ - ۲۹/۱۲/۴۷ ۔ ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح" - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ -

"پیغامِ صلح" کے ۲۰ / نومبر کے پرچہ سے سیّد عبدالجبار شاہ کی اچانک وفات کا معلوم کر کے بہت صدمہ ہوا۔ سب احباب کو نہایت رنج ہوا۔ بادشاہ صاحب مرحوم کا وجود تحریک کے لئے زندگی بھر باعث افتخار اور موجب تقویت رہا۔ اور ان کی موت سے قوم کو ایک اور بہت بڑا نقصان پہنچا ہے۔ سرحد میں ہر طبقہ کے لوگوں کے دلوں میں شاہ صاحب کے لئے بڑی عزت و احترام کے جذبات تھے۔ ذاتی وجاہت اور تمکنت کے علاوہ آپ کی گفتگو نہایت معقول اور پیرایہ نہایت دلآویز ہوتا تھا اور ان سے مل کر ہمیشہ خوشی ہوتی تھی۔ خاندانی شرافت کی وجہ سے شاہ صاحب بڑے وفادار دوست تھے مگر حق کی حمایت میں وہ دوستی کی بھی پروا نہیں کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی محبت اور عقیدت سے دل لبریز تھا، اور اپنی ایمان افروز گفتگو سے دوسروں کے قلوب میں امامِ وقت کی محبت پیدا کرتے تھے۔ گذشتہ جماعتی اختلاف کے دوران میں آپ نے اپنی پوری قوتِ مصالحت اور یگانگت کے حق میں لگائی۔

گذشتہ پیر کے روز یہاں کے سب احباب نے مل کر جنازہ غائبانہ پڑھا۔ اللہ تعالےٰ شاہ صاحب کو اعلےٰ علیین میں جگہ دے۔ یہاں کے تمام احباب (مرد اور خواتین) کی طرف سے شاہ صاحب کے صاحبزادگان کو ہمدردی پہنچا دیں۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ جماعت پر اپنے فضل نازل کرے، اور متواتر کئی برگزیدہ ہستیوں کے اٹھ جانے سے جو خلا پیدا ہوا ہے اسے اپنی جناب سے پُر کرنے کا سامان کرے۔

محمد یعقوب خاں۔ ووکنگ (انگلستان)

حضرت سیّد عبدالجبار شاہ صاحب کی تعزیت میں

مرثیہ: خاں حسن

عبدِ جبّار آں شہِ ملک صوات ❊ سیّدِ والا گہر والا صفات

کرد رحلت سوئے عقبیٰ حسرتا! ❊ حسرتا واحسرتا واحسرتا!

بُود مردِ حق پرست و با خدا ❊ مرتکز در فطرتش صدق و صفا

سیّد السادات رجلِ نامدار ❊ بطل عالی مرتبت عالی وقار

باہمہ اوصافِ نیکو مفتخر ❊ نیکصورت نیکدل نیکو سیرؔ

سالہا با تمکنت با عزّوشاں ❊ حکمرانی کرد بر افغانیاں

بود شاہ عادل و نیکو خصال ❊ حکمرانِ بے عدیل و بے مثال

حامیٔ دیں خادمِ شرع مبیں ❊ کرد نافذ بر ہمہ احکامِ دیں

من چہ گویم وصفِ آں عالی مکاں ❊ خلقے در توصیفِ اُو رطب اللساں

از پئے حق او بزد با خوشدلی ❊ پائے استحقار بر تخت شہی

ترک شاہی کرد و درویشی گزید ❊ ایں چنیں مردِ مسلماں کس ندید

باصحابہ نسبتے اُو را قوی ❊ عابد و زاہد غیور و متقی

مایۂ نازش برائے عارفاں ❊ مظہرِ شانِ ولایت بے گماں

بر جبینش عشقِ یزداں جلوہ گر ❊ در دلش حُبِّ محمد مستتر

از حقائق و ز رموزِ معنوی ❊ حق تعالیٰ داد اُو را آگہی

احمدیت را از و صد افتخار[1] ❊ در رہِ مہدیٔ حق جانش نثار

می تپد در فرقتش قلبِ حزیں ❊ ہر دلے در ہجرِ اُو اندوہ گیں

اے خدا بر تربتش رحمت ببار

نیز ما را دہ شکیب و اصطبار

[1] صد افتخار (۱۳۶۷) یہ تاریخ عزیز عبدالرؤف صاحب لودھی کی نکالی ہوئی ہے جو گذشتہ پرچہ میں چھپ چکی ہے

عیسائی پادریوں کے اسلام پر دل آزار حملے

چند دن ہوئے مسیحی معاصر "المائدہ" نے پاکستانی دستور کی اس دفعہ کا حوالہ دیتے ہوئے جس میں ہر شہری کو کسی بھی مذہب کا اقرار کرنے اور اس کی اشاعت کرنے کا حق دیا گیا ہے، یہ شکایت کی تھی کہ مغربی پاکستان میں اس دفعہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے عیسائیوں کی دلآزاری کی جا رہی ہے، ہم نے اس کا جواب دیتے ہوئے جہاں دلآزاری کی پیش کردہ مثالوں کو موہوم ثابت کیا تھا، وہاں یہ بھی لکھا تھا کہ کسی پاکستانی کے لئے زیبا نہیں کہ کسی بھی غیر مذہب یا قوم کی دلآزاری کر کے باہمی منافرت پیدا کرنے کا موجب ہو۔

ایسا ہمیں یہ معلوم کر کے افسوس ہوا ہے کہ "المائدہ" نے جو الزام مسلمانوں پر لگایا تھا، اس کا ارتکاب نہایت گھنونے رنگ میں عیسائی پادریوں کی طرف سے اسلام کے خلاف ہو رہا ہے، اس وقت ہمارے سامنے سوامی کلیگا نند گیر پنتھی کا ایک مضمون ہے جو مشرقی پاکستان کے ایک روزنامہ پاسبان ۱۹ دسمبر میں شائع ہوا ہے، اس میں ان کتابوں اور ٹریکٹوں کا بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے، جو پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی کی طرف سے اسلام کے خلاف حال ہی میں شائع کئے گئے ہیں، ان میں سب سے زیادہ ناپاک اور دلآزار لٹریچر وہ ہے جو آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے پادری فنڈر اور پادری عماد الدین کی طرف سے شائع ہوا تھا پادری فنڈر کی کتاب میزان الحق میں اسلام اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نہایت ناپاک اور دلآزار حملے کئے گئے ہیں۔ ہمیں امید نہ تھی کہ ایسی دلآزار کتاب کو پھر منصۂ شہود پر آنے کا موقعہ دیا جائے گا، لیکن یہ سننا موجب حیرت ہے کہ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی نے اس کو دوبارہ چھاپ کر ان مندمل شدہ زخموں کو پھر تازہ کرنے کا سامان کیا ہے جو اس کتاب کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے دکھ اور تکلیف کا موجب ہوئے تھے۔ اسی طرح واقعات عمادیہ کے نام سے ایک کتاب شائع کی گئی ہے، جس میں پادری عماد الدین کے ارتداد کا قصہ دہراتے ہوئے اسلام پر دلآزار حملے کئے گئے ہیں، پھر نماز، روزہ، زکوٰۃ، جمعہ اور عیدین وغیرہ پر اشاراتی ٹریکٹ شائع کئے گئے ہیں جو باتصویر ہیں، اور ان میں مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کو عیسائی بنانے کے لئے فرضی مکالمات کے ذریعہ اسلامی عبادات کے نقائص بیان کرتے ہوئے عیسائیت کی فوقیت ثابت کی گئی ہے، اور بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کی باجماعت نماز ریاکاری ہے۔

یہ تمام ٹریکٹ سنہ ۱۹۵۵ء میں چوتھی مرتبہ دس دس ہزار کی تعداد میں شائع کئے گئے ہیں، اور اس کے علاوہ مسلمان مردوں کو عیسائی بنانے کے لئے اسلام میں مسیح، خلاصۂ اسلام، دین اسلام، ینابیع القرآن، الکفارہ المسیح، حقائق قرآن، کلمۃ اللہ، ذبیح اللہ، حضرت محمدؐ اور کتاب مقدس، کلام اللہ (بائبل) از روئے اسلام، روح القدس از روئے قرآن و بائبل اور خاتم النبیین وغیرہ کتابیں کثرت سے شائع کی جا رہی ہیں۔

کون نہیں جانتا کہ یہ تمام لٹریچر جس میں عیسائیت کی تبلیغ سے زیادہ اسلام اور قرآن اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ناپاک اور دلآزار حملے کئے گئے ہیں، مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو صدمہ پہنچانے اور ان کے دلوں کو مجروح کرنے کا موجب ہوگا ...... اور اس طرح عیسائیت اور اسلام کے درمیان تلخی اور نفرت کی خلیج حائل ہو جائے گی، یہ اس وجہ سے نہیں کہ ان حملوں کا جواب مسلمانوں کے پاس موجود نہیں، جواب تو پادری فنڈر اور عماد الدین کو بھی آج سے ساٹھ سال پہلے بھی اس ضیغم اسلام کی طرف سے مل چکا ہوا ہے، جو اس زمانہ میں کسر صلیب کے لئے مبعوث ہوا، کیا پادری صاحبان چاہتے ہیں کہ ان جوابات کو پھر شائع کر کے ان کے گھر کا حال انہیں بتایا جائے؟

تبلیغ ہر مذہبی فرقہ و جماعت کا حق ہے، اور اس بارہ میں پاکستان میں کسی فرقہ و مذہب پر قیود عائد نہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسروں پر ناحق و ناروا حملے کر کے اور مسلمانوں کے جان سے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مورد طعن ٹھہرا کر ان کے دلوں کو مجروح کیا جائے، تبلیغ کے لئے ضروری ہے کہ اپنے مذہب کی خوبیاں اور محاسن بیان کئے جائیں، صرف خوبیاں اور محاسن ہی دوسروں کی کشش کا موجب ہو سکتے ہیں، دوسروں کی برائیاں کرنا، اور ناپاک اور دل آزار حملوں سے دلوں کو مجروح کرنا نہ صرف تبلیغی مقاصد کو ناکام بنانا ہے بلکہ دلوں کے اندر نفرت کا بیج بونا اور یہ ثابت کرنا ہے کہ بیان کرنے والے کے مذہب میں کوئی خوبیاں موجود نہیں جن سے وہ دوسروں کو اپنی طرف کھینچ سکے۔

ہم نہیں چاہتے کہ اس معاملہ کو زیادہ طول دے کر باہمی کشیدگی کو بڑھنے کا موقعہ دیں، اور یہ امید کرتے ہیں، کہ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی اس معاملہ کی اہمیت و نزاکت پر غور کرتے ہوئے ایسے دلآزار لٹریچر کو تلف کر دے گی اور اس کے بجائے مسیحیت کی تائید میں ایسا لٹریچر شائع کرنے کا انتظام کرے گی جو صرف مسیحی خوبیوں اور محاسن پر مشتمل ہو، امید ہے اس بارہ میں معاصر "المائدہ"، معاصر "اخوت" اور دیگر مسیحی جرائد و اخبارات ہماری تائید کر کے پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی کو مجبور کریں گے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف دلآزار لٹریچر کو ہرگز شائع نہ کرے کیونکہ نہ صرف تبلیغ عیسائیت کی راہ میں ایک خطرناک روک ثابت ہوگا بلکہ مسلمانوں میں عیسائیت کے خلاف جوش و اشتعال پیدا کرنے اور باہمی کشیدگی کو بڑھانے کا موجب ہوگا۔

اخبار و افکار (بسلسلہ صفحہ ۲)

حل کریں گے"

جس کے جواب میں صدر شام نے فرمایا:-

"آپ کے مسائل ہمارے مسائل ہیں اور ہم قیام امن کے لئے اپنی جد و جہد جاری رکھیں گے۔"

فی الحقیقت مسلمان تمام انسانیت کی خدمت کے لئے پیدا ہوئے ہیں، اور عالمی امن کو قائم کرنا اسلام کا سب سے بڑا مقصد ہے، لیکن یہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا جب تک دنیا اسلامی اصولوں کو نہ اپنا لے اور توحید الٰہی اور اخوت انسانی کو اپنا مطمح نظر نہ بنا لے، اس کے لئے جہاں اتحاد اسلامی کی ضرورت ہے وہاں اسلامی تعلیم کو تمام دنیا میں پھیلانے کی اشد ضرورت ہے، کاش اس کی طرف بھی عالم اسلام کی توجہ مبذول ہو، اس سلسلہ میں جماعت احمدیہ نے جو کچھ کیا ہے اور جو نتائج اس سے پیدا ہوتے ہیں، وہ ایک ایسی شاہراہ کا پتہ دیتے ہیں، جس پر چلنے سے فتوحات اسلامی اور عالمی امن کا دروازہ کھل سکتا ہے۔

اخبار و افکار

بریلوی اور اہلحدیث

اہلحدیث معاصر "الاعتصام" (۱۱ر جنوری) نے پاکستان کی خارجی اور داخلی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے بریلوی حضرات کی ان آویزشوں کا بالتفصیل تذکرہ کیا ہے جو اہلحدیث اور دیوبندیوں کے خلاف جاری ہیں، وہ لکھتا ہے کہ

"آپ کو یہ سُن کر تعجب ہوگا کہ عقل فروشوں کا یہ گروہ آج کل اہلحدیث کی مساجد پر قبضہ و تسلط کے لئے "جہاد" فرما رہا ہے یہ ایسا گروہ ہے کہ نہ اس کو ملکی حالات کی نزاکت کا احساس ہے نہ بین الاقوامی کوائف کے تقاضے اس کے پیش نگاہ ہیں اس کے نزدیک آج کا سب سے بڑا مسئلہ اور فیصلہ کن سوال یہ ہے کہ اہلحدیث اور دیوبندیوں کو کس طرح بلاد و قصبات سے نکالا جائے اور کن کن تدابیر کو بروئے کار لاکر ان کی مسجدوں کو چھینا جائے ـــــ ان لوگوں کے پرواز تخیل کی نادرگی اور قوت فکر کی بے مائگی ملاحظہ ہو کہ یہ بھی نہیں جانتے کہ ان کی ان حرکات سے ملک بدنام ہوگا، اسلام پر حرف آئے گا دین پسند طبقہ ہدف طعن بنے گا اور خود ان کی اپنی دوں ہمتی اور عقل و دانش کی ناداری لوگوں کے علم و مطالعہ میں آئے گی اور ان کی ان احمقانہ حرکت پر لوگ ہنسیں گے"

اہلحدیث معاصر کے اس بیان سے ہمیں کلی اتفاق ہے اور بریلوی حضرات کی حرکات ہمارے نزدیک نہ صرف ملکی حالات اور وقتی تقاضوں کے پیش نظر ناواجب اور پاکستان کے لئے باعث ذلت ہیں بلکہ اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات سے صریح خلاف ہیں، قرآن تو فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیها اسمه وسعی فی خرابها، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد میں عیسائیوں تک کو عبادت کی اجازت دیں اور ہمارے بریلوی مولوی صاحبان "اہلحدیث" سے محض اس وجہ سے مساجد چھیننے کی کوشش کریں کہ چند غیر اہم فروعی مسائل میں وہ ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں، یہ مسلمانوں کا طریق نہیں۔

اس کے ساتھ ہی ہم معاصر "الاعتصام" سے بھی کہنا چاہتے ہیں کہ جس چیز کا رونا اسے بریلوی حضرات سے ہے، اس سے بڑھ کر رونا جماعت احمدیہ کو اہلحدیث اور دیگر مسلم جماعتوں سے ہے، جو اسے مسلمانوں ہی سے نکال کر غیر مسلم اقلیت میں داخل کرنا چاہتے ہیں، کیا ان کی ان حرکات سے جو ۱۹۵۳ء میں سرزد ہوئیں ملک بدنام نہیں ہوا، اسلام پر حرف نہیں آیا؟ اور دین پسند طبقہ ہدف طعن نہیں ٹھہرا؟ اور ان کی دوں ہمتی اور عقل و دانش کی ناداری پر لوگوں نے ہنسی نہیں اڑائی؛ کاش جو وعظ اپنے مخالف کی حرکات پر وہ انہیں ..... ہو کر رہے ہیں جماعت احمدیہ کے بارہ میں بھی وہی آواز اٹھا کر اپنی عالی ظرفی اور وسیع پسندی کا ثبوت دیں۔

"عہد خلافت" کی خدمات

"الفضل" (۸ر جنوری) میں "مرزا محمود کے ایک سابق مخلص مرید" کے اعتراض مندرجہ روزنامہ "نوائے پاکستان" کا جواب دیتے ہوئے "عہد خلافت ثانیہ" کی "خدمات اسلام" شمار کی گئی ہیں جن میں سے ایک بڑی خدمت یہ بتائی گئی ہے:۔

"جب مارچ ۱۹۱۴ء میں پہلے خلیفہ کا مشیت الٰہی کے مطابق وصال ہو گیا تو صدر انجمن احمدیہ نے کثرت رائے سے اپنے لئے دوسرا امام اور خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد اطال اللہ بقاءہ منتخب کر لیا اور اس کی بیعت کر لی اور یہ عہد کر لیا کہ صدر انجمن احمدیہ کے لئے خلیفہ ثانی کی اطاعت اسی طرح واجب ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اطاعت واجب تھی (دیکھو ریزولیوشن صدر انجمن احمدیہ اپریل ۱۹۱۴ء)

یقیناً یہ عہد خلافت ثانیہ کی بہت بڑی خدمت ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے اس کھلے فرمان کے ہوتے ہوئے کہ میرے بعد ہر ایک امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا صدر انجمن احمدیہ نے یہ عہد کر لیا کہ خلیفہ ثانی کی اطاعت اسی طرح واجب ہے جیسے حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اطاعت واجب تھی"

گویا خلیفہ صاحب کو مسیح موعود علیہ السلام کا مرتبہ دے دیا، اس سے بڑھ کر خدمت اسلام اور کیا ہو سکتی ہے کہ غیر مامور کو مامور کا منصب دے دیا جائے اور جس انجمن کے اجتہاد کو مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بعد کافی .... قرار دیا تھا اسکو ایک غیر مامور کا مطیع بنا دیا جائے اس خدمت اسلام پر سوائے اس کے کیا کہا جائے کہ

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

ایک اور خدمت

اسی مضمون میں "نوائے پاکستان" کے مقالہ نگار کے اس سوال کا کہ صدر انجمن احمدیہ نے قرآن مجید کا مستند ترجمہ شائع کیا ہو تو اطلاع دی جائے یہ جواب دیا گیا ہے کہ:۔

"برصغیر ہند و پاکستان کے لئے تفسیر القرآن (تا سورۃ اعراف) از حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب ترجمۃ القرآن از حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی اور تفسیر القرآن در انگریزی (پہلے پندرہ پارے) قرآن شریف کا ہندی اور گورمکھی ترجمہ از سردار محمد یوسف صاحب مرحوم شائع ہو چکے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تفسیر کبیر رقم فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز میں حقائق و معارف کے دریا بہا دیئے گئے ہیں جن کی نظیر پہلی کسی اردو، عربی یا انگریزی تفسیر میں مل نہیں سکتی"

کیا ہم یہ پوچھ سکتے ہیں کہ تفسیر القرآن مولانا سرور شاہ صاحب ترجمۃ القرآن شیخ یعقوب علی صاحب اور ہندی و گورمکھی ترجمہ از سردار محمد یوسف صاحب صدر انجمن احمدیہ کی شائع کردہ ہیں؟ کیا مولانا سرور شاہ صاحب کی تفسیر القرآن خلافت مآب سے پہلے کی تصنیف کی گئی ہیں یا کیا شیخ یعقوب علی صاحب اور سردار محمد یوسف صاحب کے تراجم ان کے ذاتی شائع کردہ یا بطور ان کے شائع کردہ تراجم کو صدر انجمن احمدیہ کے کارنامے ظاہر کرنا کہاں کی دیانتداری ہے؟ رہی انگریزی تفسیر القرآن اور تفسیر کبیر وہ بھی ابھی تک مکمل نہیں، اور ان کے "حقائق و معارف" کے دریاؤں کا تو کیا کہنا یہ دریا علم و معرفت کو جس طرح بہا کر لے گئے یہاں اس پر تفصیلی تبصرہ کسی دوسری فرصت کو چاہتا ہے۔

دنیائے اسلام کا اتحاد

چند دن سے شام کے صدر شکری القوتلی پاکستان کے دورے پر تشریف لائے ہوئے ہیں، پاکستان نے اپنے اس معزز مہمان کی ان کے جاہ و منصب کے مطابق تواضع داری اور تعظیم و تکریم کرنے اور حق مہمانداری ادا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، اور ہمیں خوشی ہے کہ اسلامی سلطنتوں کے سربراہ یکے بعد دیگرے یہاں آتے اور پاکستان کے ساتھ تعلقات محبت قائم کرتے ہیں، یقیناً اسلامی سلطنتوں کا یہ اتحاد ہی ان کی بقا اور استحکام کا موجب ہو سکتا ہے اور ہمیں امید ہے کہ اس قسم کے دورے اور معاہدات غیروں کے مقابلہ میں ایک بنیان مرصوص کا کام دیں گے، اہالیان کراچی کی طرف سے صدر شام کو سپاسنامہ دیتے ہوئے بالکل سچ کہا گیا ہے کہ

"اسلام خدا کا پیغام ہے اور ہم اسکی تعلیمات کے پیش نظر اپنے اور دنیا کے مسائل حل کرنے کے لئے جدوجہد کرتے رہیں گے، ہم صرف اپنے لئے نہیں بلکہ تمام انسانیت کی خدمت کیلئے پیدا ہوئے ہیں اور ہمیں عالمی امن اور انسانیت کی حتی المقدور خدمت انجام دینی ہوگی"

یہ بھی کہا گیا کہ:۔

"عالم عرب اور دوسرے اسلامی ملکوں کے مسائل اور توقعات و آرزوئیں ایک ہی ہیں اور وہ امن و انصاف کے اسلامی اصولوں کی بناء پر ان (پیش آمدہ) مسائل

(باقی صفحہ ۳ کالم پر)

روحانی نشوونما کیلئے قربانیوں کی ضرورت

جلسہ سالانہ ایک جہاد ہے جس کیلئے مالی قربانی ضروری ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۱ر جنوری ۱۹۵۷ء فرمودہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

قل ان کان اٰباؤکم و ابناؤکم و اخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم و اموال ن اقترفتموھا و تجارۃ تخشون کسادھا و مسٰکن ترضونھا احب الیکم من اللہ و رسولہ و جھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یھدی القوم الفسقین ——— (سورۃ توبہ آیت ۲۴)

مشقت اور کوشش کے بغیر کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی

انسان دنیا میں جد و جہد کے لئے پیدا کیا گیا ہے لقد خلقنا الانسان فی کبد ہم نے انسان کو محنت و مشقت کے لئے پیدا کیا ہے، دوسرا قانون جو قرآن کریم میں انسان کے لئے بیان کیا گیا ہے یہ ہے وان لیس للانسان الا ما سعٰی کوشش اور جد و جہد کے بغیر انسان کو کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی انسان یہ چاہے کہ بغیر کوشش اور جد و جہد کے کچھ حاصل کر لے تو نہیں کر سکتا، وان سعیہ سوف یری پھر ہم دیکھیں گے کہ کوشش کس حد تک کی گئی ہے کیونکہ جب تک کوشش تمام نہ ہو، اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی، ایک طالب علم جب تک پوری محنت نہ کرے کامیاب نہیں ہو سکتا ثم یجزٰہ الجزاء الاوفی ہاں جیسی جیسی کوشش ہو گی اتنی ہی جزا مل جائے گی، یہ تو قانون انسان کے لئے ہے، اس کی روزمرہ کی زندگی کو ہم دیکھتے ہیں کہ انسانی جسم کی نشوونما کے لئے کتنی جد و جہد کرنی پڑتی ہے اس کا کھانا پینا کس قدر مشقت سے حاصل ہوتا ہے، گیہوں کے پیدا کرنے میں کتنے مراحل طے کرنے پڑتے ہیں اور جب وہ پس پسا کر گھر میں آتی ہے تو اس کا پکانا بھی ایک کام ہے اور جب کھانا تیار ہو جائے تو یہ نہیں ہوتا کہ خود بخود منہ میں آ پڑے، اسی طرح پانی باوجودیکہ مفت مل سکتا ہے لیکن یہ نہیں ہوتا کہ لیبلغ فاہ انسان کے منہ تک پہنچ جائے بلکہ ایسا چاہنے والوں کے لئے فرمایا وما دعاء الکافرین الا فی ضلال

مسلمان کی زندگی

اب عام انسانوں سے نکل کر مسلمانوں کی طرف آتے ہیں، ایک مسلمان کی زندگی نہایت کٹھن ہے، یوں تو صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت کی ہے۔ لیکن صراط مستقیم ہی وہ پل صراط ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے، میں نے بارہا غور کیا ہے کہ مسلمان کی زندگی بڑی ہی مشکل ہے، کس قدر حدود اور پابندیاں اس پر لگائی گئی ہیں، مخلوق کے کس قدر حقوق اس پر عائد کئے گئے ہیں، اپنے نفس کی بے جا خواہشات سے بچنے کی کس قدر تاکید ہے، رستہ چلتے آنکھیں نیچی رکھنے کی ہدایت ہے دنیا کے مال و متاع کے متعلق فرمایا لا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منھم اگر تو دیکھے کہ ہم نے ان میں سے کئی قسم کے لوگوں کو چند روزہ سامان دیا ہے کسی کی موٹریں کھڑی ہیں تو تو آنکھیں پھیلا پھیلا کر مت دیکھ، اسی طرح جھوٹ سے، تکبر سے، شرک سے، غیبت، چغلی سے بدظنی سے بچنے کی کس قدر تاکید ہے، ہر ایک قدم پر ایک مسلمان کو کس قدر بچ بچ کر چلنے کا حکم ہے مسلمان ہوتا ہی اسی لئے ہے حنیف مسلم اسے کہتے ہیں، جو خدا کے احکام کی کامل فرمانبرداری کرتا ہے۔

روحانی نشوونما کیلئے قربانی کی ضرورت

تو جہاں جسمانی نشوونما کے لئے یہ حکم ہے کہ دنیا کی مادی چیزوں سے فائدہ اٹھایا جائے، وہاں روحانی نشوونما کا معاملہ اس کے الٹ ہے، روحانیت میں جب تک ان چیزوں کی قربانی نہ کرے اس وقت تک منزل تک نہیں پہنچ سکتا، اسی لئے فرمایا کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں اور دوسرے عزیز رشتہ دار اور وہ اموال جو تم کماتے ہو اور وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور وہ کوٹھیاں اور مکانات جن کو دیکھ کر تم خوش ہوتے ہو، اگر یہ تمام چیزیں خدا اور اس کے رسول سے اور خدا کے رستہ میں جہاد سے تمہیں زیادہ پیاری ہیں تو فتربصوا پھر ٹھہر جاؤ حتی یاتی اللہ بامرہ یہاں تک کہ اللہ کی سزا تم پر آ جائے واللہ لا یھدی القوم الفسقین اللہ تعالیٰ فاسقوں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا دیکھئے ایسے لوگوں کو فاسق قرار دیا ہے، اور تمام دنیوی رشتوں اور مال و متاع کو خدا کے رستہ میں قربان کرنے کا حکم دیا ہے۔

صحابہ کی زندگی

صحابہ کی زندگی پر نظر ڈال کر دیکھئے کہ یہ تمام چیزیں جن کو گن کر بیان کیا گیا ہے انہوں نے خدا کے احکام اور اس کے رستہ میں ان سب کو قربان کر دیا، آپ کو معلوم ہے کہ بدر کی جنگ میں حضرت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک جنگ تھے اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰن جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے کفار کی طرف سے لڑائی میں شریک ہوئے، بعد میں جب وہ مسلمان ہو گئے تو انہوں نے حضرت ابوبکر رض سے کہا کہ جنگ بدر میں آپ بالکل میری زد میں تھے، لیکن باپ ہونے کی وجہ سے آپ پر حملہ نہ کیا، آپ جانتے ہیں حضرت ابوبکر رض نے کیا جواب دیا۔ انہوں نے فرمایا خدا کی قسم اگر تو میری تلوار کی زد میں آ جاتا تو میں تجھے کبھی نہ چھوڑتا، دیکھو خدا اور رسول اور اس کے رستہ میں جہاد ہو رہا ہے، باپ ہے اور وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ میرا بیٹا اور میرا لخت جگر ہے ہم دیکھتے ہیں ذرا سی ہمارے بیٹے کو تکلیف پہنچے تو ہم کیسے بیتاب ہو جاتے ہیں، لیکن صحابہ کی زندگی میں خدا کے رستہ میں جہاد کا کیا ایمان سے عجیب قوت پیدا ہوتی ہے، خدا کے رستہ میں اس سے کوئی چیز حائل نہیں ہوتی، کتنا بڑا ایمان ہے، کتنی بڑی قربانی ہے ہر ایک چیز سے منہ موڑنا ہے کس لئے؟ خدا کی رضا کے لئے۔

ہمارا سالانہ جلسہ

ہمارا سالانہ جلسہ ابھی گذرا ہے، مجھے قادیان میں حضرت صاحب کی زندگی میں بھی جلسہ دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا، اور جب ہم قادیان سے جدا ہو کر لاہور آئے تو اس کے بعد یہاں کے جلسوں کو بھی دیکھتا رہا ہوں، آج میں ان جلسوں اور ہمارے ان جلسوں میں بڑا فرق پاتا ہوں میں ان جلسوں میں کبھی شامیانے میں نہیں بیٹھا، باہر ادھر ادھر کھڑا ہوا دیکھتا رہتا ہوں، ہمارے پہلے جلسوں میں یہاں لوگ جس جوش و خروش سے آتے تھے اور خدا کے رستہ میں قربانی کا جو جذبہ لیکر آتے تھے، وہ اب موجود نہیں ہے، جونہی چندہ کی تحریک ہوتی، اس قدر جوش ہوتا کہ لکھنے والے اور اعلان کرنے والے کو دم لینا نہیں ملتا تھا، لیکن آج کیا منظر ہے آج زبردستی لوگوں کو آواز دینی پڑتی ہے ہاں صاحب آپ کیا دیتے ہیں؟ اور شاید رقم کا خود ہی تعین بھی کرنا پڑتا ہے، یہ اچھا طریق نہیں، آپ آتے تو ہیں خدا کے رستہ میں جہاد کرنے کے لئے، ہمارا جلسہ ایک جہاد ہے، صحابہ سے تو جانیں بھی مانگی گئیں، جو انہوں نے بے دریغ دے دیں اور مال بھی دیئے، آپ سے تو صرف مالی قربانی ہی طلب کی جاتی ہے لیکن کیا ہم مالی قربانی ادا کرتے ہیں؟ گھر سے جہاد پر روانہ ہوتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ہم جہاد کا حق ادا کرتے ہیں؟ یہاں جلسہ میں ذرا کسی کو تکلیف پہنچ جائے، کوئی چیز حسب منشاء نہ ہو تو کس قدر شکایت کرتے ہیں، یہ جہاد نہیں، مسلمان جب جہاد کے لئے نکلتے تھے، تو ان کو مصائب کی ذرہ پرواہ نہ ہوتی تھی بلکہ ان کو ... بخاطر برداشت کرتے اور دل میں لذت محسوس کرتے تھے۔ . . . .

. . . .

جلسہ میں دن کو روزہ اور رات کو عبادت کرنی چاہیئے

آپ کو معلوم ہے جب مسلمان رومیوں کے مقابل لڑ رہے تھے، ایک رات رومیوں کے لشکر کا ایک سپاہی خفیہ طور پر مسلمانوں کے لشکر میں انہیں دیکھنے کے لئے آیا تو اس نے دیکھا کہ مسلمان سپاہی خدا کے آگے کھڑے عبادت میں مصروف ہیں۔ اس نے واپس اپنے لشکر میں جا کر کہا، کہ تم لوگ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے، وہ دن کو جنگجو ہوتے ہیں اور رات کو خدا کے آگے عبادت میں لگے رہتے ہیں، میرے دل میں بسا اوقات خیال آتا ہے کہ کیا ہم بھی اسی جذبہ کو لیکر یہاں آتے ہیں میرا تو یہ خیال ہے، کہ جب جلسہ میں ہم آئیں تو اس سپرٹ کو لیکر آئیں، کہ جلسہ کے ایام میں روزہ رکھیں اور رات کے وقت خدا کے حضور میں کھڑے ہوں، روحانیت میں انسان کبھی ترقی نہیں کر سکتا جب تک یہ جسم اور اس کی خواہشات کم نہ ہوں جس شخص کے سامنے شکم پروری اور تن آسانی ہی رہ جائے وہ اسلام کو نہیں سمجھا، کیونکہ ایک روحانی طاقت جو انسان کو فائز المرام کرتی اور اپنے مقصد میں کامیاب بناتی ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اس رستہ کو اختیار کیا جائے۔

روحانیت کی کمزوری

کیا وجہ ہے کہ وہ جوش ہم میں نظر نہیں آتا، کیوں ہم میں وہ طاقت نہیں رہی، معلوم ہوتا ہے ہم نے دنیوی اسباب پر تکیہ کر لیا ہے اور خدا کا سہارا ترک کر دیا ہے ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ اگر مشیت ایزدی خلاف ہو تو تمام اسباب مہیا ہونے پر بھی کامیاب نہیں ہو سکتے، آپ ایک روحانی جماعت ہیں، اور اس مقصد کو لیکر اٹھے ہیں کہ یہ دنیا جو مادیت کی طرف چلی گئی ہے اسے روحانیت کی طرف لے آئیں، لیکن اگر خود ہمارے اندر ہی روحانیت نہ ہو تو کس طرح ہم اس مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

مسیح کے آنے کا مقصد

مسیح کے آنے کا کیا مقصد ہے وہ غفلت کے اندھیرے جو دنیا پر گرے ہوئے تھے، انہیں خیال تھا کہ مسیح جب آئے گا تو ہمیں بادشاہت دلائے گا یہ لوگ نہیں جانتے کہ خدا کے فرستادہ روحانی بادشاہت دلانے آتے ہیں، دنیا کے بندوں کو اس گند سے نکالنے آتے ہیں، جس میں وہ پھنسے ہوئے ہیں۔

مجدد وقت کی شناخت کیا ہے؟

ہمیں اس بات کا فخر ہے کہ حضرت مجدد وقت کو ہم نے پہچانا لیکن معاف کیجئے گا کہ اگر آپ نے اس غرض کو سامنے نہیں رکھا جس کے لئے حضرت مجدد وقت کو مبعوث کیا گیا تھا، تو آپ نے اسے نہیں پہچانا۔ پہچاننا بیعت کا کارڈ لکھ دینے سے نہیں ہوتا پہچاننا یہ ہے کہ جو کچھ وہ چاہتا ہے اس پر عمل کیا جائے کیا ہم نے دین کے مقابلہ میں رشتہ داریوں اور برادریوں کو ترک کیا ہے؟ کیا ہم نے دنیاداری کے مفاد کی دین کے مقابلہ میں پرواہ نہیں کی؟ یا یہ خیال کیا ہے کہ اگر ہم ایسا کریں گے تو یہ ہو جائے گا اور وہ ہو جائے گا کیا اس مقام تک پہنچنے کے لئے جہاں حضرت مجدد وقت ہمیں لے جانا چاہتے ہیں ہم پورے صدق و ثبات کے ساتھ قدم اٹھانے کے لئے تیار ہیں؟ اگر یہ قوت ہم میں ابھی پیدا نہیں ہوئی تو ہم کتنی بھی تجویزیں کریں جب تک یہ قوت ہم میں نہ آئے گی ہم اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے جہاں خدا کا فرستادہ ہمیں لے جانا چاہتا تھا۔

روحانی زندگی کے لئے زادِ راہ جمع کرو

یہ مت خیال کیجئے کہ قربانی سے ہم کچھ ضائع کر لیں گے، جب انسان خدا کے لئے قربانی کرتا ہے تو خدا اس سے بڑھ چڑھ کر دیتا ہے دنیا کے لئے انسان کتنی جدوجہد کرتا اور خدا اور مخلوق کی حق تلفی کر کے متاع دنیا جمع کرتا ہے لیکن بصد حسرت اسکو یہیں چھوڑ جاتا ہے کاش ہم اس پر غور کریں اور اس عارضی زندگی جس کے لئے ہم اتنی جدوجہد کرتے ہیں کے مقابل سفر آخرت اور دائمی زندگی کے لئے وہ زادِ راہ جمع کریں جو ہمیں وہاں کام آسکے۔

سچی باتیں

پچھلے ہفتہ دوران مطالعہ میں امام شافعی رح کا ایک قول نظر سے گذرا، کہ انسان کے لئے تین امتحان سخت ہیں، ایک اپنی تنگی کے وقت فیاضی، دوسرے تنہائی میں پاس تقویٰ، تیسرے جس ذات سے کوئی خوف یا طمع ہو۔ اس کے سامنے کلمۂ حق کا اظہار — اور دل سے داد اس حکیمانہ مقولہ کی نکلی۔ واقعی حکیم اور سچے فلسفی ہمارے آئمہ فقہ ہی ہوئے ہیں۔ اور اسی سچی حکمت کی جھلک ماضی قریب میں حضرت اشرف تھانویؒ کی ذات میں نظر آچکی ہے، نفسیات بشری کے بڑے ماہر اور شعور ولاشعور کے اصطلاحی گورکھ دھندے میں پڑے بغیر نفس انسانی کے اسرار و خفایا تک کے عالم — ذرا سوچ کر اور اپنے قلب کی حالت ٹٹول کر دیکھئے کہ تینوں باتیں کتنی سچی اور کیسے تجربہ کی ارشاد ہوئی ہیں۔

جب اپنے کو پوری طرح فراغت اور ثروت حاصل ہے، اس وقت تو خیر دوسروں کو دینا لینا آسان رہتا ہے، لیکن جس وقت خود تنگی سے گذر رہی ہو اور اپنے پر فقر یا محض اندیشۂ فقر ہی طاری ہو، ایسے وقت کسی کا کچھ مانگ بیٹھنا طبیعت کو کیسا گراں گذرتا ہے اور دل کو کتنا کھلتا ہے! —

اور یہی حال تنہائی میں پاس تقویٰ کا ہے۔ تحریر میں یا تقریر میں فضائل تقویٰ گنا دینا آسان ہے۔ لیکن امتحان تقویٰ کے وقت اس میں پورا اترنا کتنا دشوار ہوتا ہے، خصوصاً جبکہ نہ اپنی چوری کھل رہی ہو اور نہ تقوے کی شکنی سے اپنے جاہ و مرتبہ میں کوئی خلل آ رہا ہو! —

اور پھر تیسری بات تو اور بھی ظاہر ہے، کلمۂ حق کہہ گذرنا آسان ہے، جب تک اس سے اپنے پر کوئی زد نہ پڑ رہی ہو، لیکن جس امیر یا وزیر کے ہاتھ میں ہو، یا جس کی ناخوشی اپنے کو مالی ضرر یا جسمانی نقصان پہنچا سکتی ہو، اس کے سامنے اس کی مرضی کا لحاظ کئے بغیر بے دھڑک کلمۂ حق کہہ گذرنا صرف مردانِ حق ہی کا کام ہو سکتا ہے —

شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا درجہ فقہاء میں جتنا بلند ہے ظاہر ہی ہے لیکن اس ایک مقولہ نے ان کی حکیمانہ نکتہ سنجی اور بشر کی نفس شناسی کو کتنا واضح کر دیا۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر کی صحت

— حضرت امیرایدہ اللہ کی صحت دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ کی طبیعت بفضلہ تعالیٰ اب اچھی ہو گئی ہے۔ الحمد للہ۔

سانحۂ ارتحال

— گذشتہ اشاعت میں محترم شیخ اللہ بخش صاحب (فرزند اکبر میاں محمد صاحب اٹلپوری) کی اہلیہ محترمہ کے انتقال کی خبر دی جا چکی ہے ہمیں اس صدمہ میں شیخ صاحب ممدوح اور دیگر تمام لواحقین سے دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت نصیب کرے، مرحومہ کا جنازہ گذشتہ جمعہ کو مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں پڑھا گیا بیرونی احباب سے بھی جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

درخواست دعا

ہمارے عزیز بھائی عبدالشکور صاحب (کارکن انجمن) بہت دنوں سے بیمار ہو کر میو ہسپتال میں زیر علاج ہیں، ایسا ہی پروفیسر عنایت علی خان صاحب بھی اگرچہ پہلے سے صحت یاب ہیں تاہم ابھی چلنے پھرنے کے قابل نہیں، دونوں صاحبان کے لئے احباب سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

عطیہ: محترم ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب ریٹائرڈ سول سرجن پشاور نے اپنے صاحبزادہ عبدالوحید خاں صاحب ایم بی بی ایس کے امتحان میں کامیاب ہونے کی خوشی میں مبلغ دس روپے پیغام صلح کو بطور امداد مرحمت فرمائے ہیں، جزاہ اللہ۔ عزیز عبدالوحید خاں کی اس کامیابی کے لئے دلی مبارکباد۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں بہترین ترقیات اور دینی و دنیوی حسنات سے متمتع فرمائے۔

نوٹ:۔ حدیث نمبر کی قیمت افادہ کو وسیع سے وسیع تر کرنے کے لئے صرف ۱۲ روپیہ رکھی گئی ہے۔ "صبح صادق" کا سالانہ چندہ چار روپیہ ہے بھیجکر آپ "حدیث نمبر" بھی حاصل کیجئے۔ طلباء ۱۵ رجنوری ۵۸ء تک زر تعاون بھیجکر مستقل خریدار بننے کے ساتھ ساتھ حدیث نمبر منگوا سکتے ہیں، ڈاک کی بے احتیاطیوں سے بچنے کے لئے حدیث نمبر منگواتے وقت بہ صورت میں ۱۲ روپیہ رجسٹری کے لئے ضرور روانہ فرمائیں۔

پاکستان کے معاونین ذیل کے پتہ پر اپنا چندہ بھیجکر ہمارے پاس منی آرڈر کی رسید بھیجدیں:۔ مولانا محمد ناظم صاحب شیخ الجامعۃ العباسیہ بہاولپور پاکستان۔ خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ:—

دفتر رسالہ صبح صادق مکارم نگر۔ لکھنؤ۔ یو۔ پی۔ بھارت

(سلسلہ اشاعت گذشتہ)

جلسہ سالانہ کی مختصر روئداد

دوسرا دن

دوسرے دن ۲۶ دسمبر ۱۹۵۶ء کی صبح دس بجے خانبہادر غلام ربانی خان صاحب کے زیر صدارت جلسہ شروع ہوا، قاری محمد بوستان خانصاحب نے تلاوت قرآن کریم فرمائی، جس کے بعد پروفیسر غلام محمد خادم صاحب نے حضرت مسیح موعود کی ایک نظم پڑھ کر سنائی۔

میاں بشیر احمد صاحب منٹو

ازاں بعد انجمن دیندار کے ایک مبلغ شاہ نصیر صاحب نے چند منٹ تقریر کی، جس کے بعد محترم میاں بشیر احمد صاحب منٹو نے "امریکہ میں تبلیغ اسلام کے مواقع" پر تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ امریکہ میں تبلیغ کے بہترین مواقع ہیں بشرطیکہ ہم وہاں پیغام محبت لے کر جائیں، اور دلی خلوص کے ساتھ ان کی اصلاح کی کوشش کریں، آپ نے فرمایا کہ اگر اسلام اللہ تعالےٰ کا دین ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ غالب نہ ہو، آپ نے بتایا کہ امریکہ کے لوگ عملی چیز کے طالب ہیں، نری زبانی باتوں اور کتابوں جن کے ساتھ عمل کوئی نہ ہو کوئی فائدہ نہیں، آپ نے فرمایا عملی نمونہ بہت بڑی چیز ہے، عرب تعلیمیافتہ نہ تھے، تاہم انہوں نے دوسری اقوام پر غلبہ پالیا یہ اُن کے ایمان و خلوص کا نتیجہ تھا اور جو اعلےٰ نمونہ انہوں نے پیش کیا اس نے دوسری قوموں کو ان کا گرویدہ بنا لیا، انہوں نے فرمایا کہ آپ کے دل میں جب ایمان کی حرارت پیدا ہو جائے گی تو آپ یہ سوال نہیں کرینگے کہ امریکہ اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہے یا نہیں آپ نے بتایا کہ آج ہر شخص اسلام کی اسی تعبیر کو صحیح اور معقول سمجھتا ہے جو جماعت احمدیہ پیش کرتی ہے۔ اسی ضمن میں آپ نے اسد کی کتاب "دی روڈ ٹو مکہ" کے حوالہ سے ثابت کیا کہ دجال کی جو حقیقت حضرت مسیح موعودؑ نے بیان کی ہے اسی کو سب لوگ اپنا رہے ہیں، آخر میں آپ نے اس بات پر زور دیا کہ ایک ہی بات کو آپ نگاہ رکھیں اور وہ یہ کہ ہمارا کام ہدایت پہنچانا اور اپنے عملی نمونہ اور خلوص و محبت سے انہیں اسلام کا شیدا بنانا ہے۔

ڈاکٹر غلام محمد صاحب

منٹو صاحب کے بعد محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے "احمدی کا مقام اور اس کا فرض" کے عنوان سے ایک درد بھری تقریر کی، آپ نے آیہ کریمہ کنتم خیر امة اخرجت للناس الخ اور وکذالک جعلناکم امة وسطاً لتکونوا شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا پڑھ کر فرمایا کہ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا انسانوں سے کلام نہیں کرتا، مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ ہم سے براہ راست خطاب کر رہا ہے، اور جب ہم نماز پڑھتے اور دعا کرتے ہیں تو ہم خدا سے باتیں کرتے ہیں، یہ مکالمہ الٰہیہ کا ادنےٰ درجہ ہے، اس سے بڑھکر خدا تعالےٰ برگزیدہ انسانوں سے ویسے بھی کلام کرتا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ خدا کی ہستی کا ثبوت یہ ہے کہ اس کا دروازہ کبھی بند نہیں ہو سکتا۔

آپ نے فرمایا کہ ان آیات میں امت محمدیہ کا بڑا بلند مقام قرار دیا ہے، لیکن جتنا بلند مقام ہے اتنی ہی ذمہ داری بھی بڑی ہے، مسلمان قوم اس لئے کھڑی کی گئی ہے کہ دوسروں کے لئے نمونہ بنے، پہلی آیت میں اس کو خیر امة اس بنا پر قرار دیا گیا ہے کہ وہ دوسروں کو نیکی کی تلقین کرے لیکن اگر وہ دوسروں کو وعظ کرے اور اپنا نمونہ اس کے مطابق نہ ہو تو فائدہ کے بجائے نقصان ہوتا ہے اور لوگوں کا ایمان اُٹھ جاتا ہے، دوسری آیت میں اس امت کو دوسروں پر شاہد قرار دیا گیا ہے اور شاہد اسے کہتے ہیں جو اپنے نفس میں توحید اور نیکی کا ثبوت دے۔ آپ نے فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن کے ایک ایک لفظ پر عمل کرتے تھے، لتکونوا شهداء علی الناس بہت بڑی ذمہ داری ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ لوگوں کی ہدایت کا کام تم نے کرنا ہے اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے انہوں نے پہلے اپنے آپ کو درست کیا اور اپنے نمونہ سے لوگوں کو ہدایت دی،

آپ نے فرمایا آج یہ کام ہمارے سپرد کیا گیا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو روحانی آسمان کے سورج تھے، لیکن آپ کی متابعت میں اس امت کے لئے ایسے لوگ بھی مبعوث ہوتے رہتے ہیں جو آپ سے فیض حاصل کر کے دوسروں کو روشنی پہنچاتے اور روحانی آسمان کے چاند بنتے ہیں، یہ لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ دکھانے آتے ہیں۔ ہمیں بھی حضرت امام وقت نے یہ نمونہ دکھایا اور ہم پر ذمہ داری عائد کی کہ اس نمونہ کو دوسروں تک پہنچائیں، لیکن سب سے پہلے ہمیں خود نمونہ بننے کی ضرورت ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس راز کو سمجھا اور قرآن کے ایک ایک لفظ کو عمل کا جامہ پہنایا، لیکن ہماری حالت کیا ہے، اس میں شک نہیں کہ ہماری اس چھوٹی سی قوم نے دین کے لئے جو کام کیا ہے دنیا اس پر حیران ہے لیکن اس پر نگاہ رکھنی چاہئے کہ ہمارا قدم سست نہ ہونے پائے، صحابہ کرام سے مالی اور جانی دونوں قربانیاں مانگی گئیں، ہم میں سے بھی بعض افراد کو جان کی قربانی دینی پڑی، حضرت سید عبداللطیف شہید کی شہادت ہمارے سامنے ہے، ان سے بار بار کہا گیا اور بار بار کہا گیا کہ احمدیت سے انکار کر دیں تو جان بخشی ہی نہیں ہوگی بلکہ دولت اور مرتبہ بڑھ جائے گا، آپ نے ہر دفعہ یہی جواب دیا کہ ..... حق کو پا کر کس طرح انکار کر دوں، یہ فی الواقع صحیح ہے حق جب داخل ہو جاتا ہے تو پھر جان چلی جاتی ہے نہیں نکل سکتا۔

آخر میں آپ نے فرمایا کہ ہمیں مالی قربانی کے لئے چنا گیا ہے، اپنے فرض کو پہچانو، ایسا نہ ہو کہ ہم بخل سے کام لیں، اور ہماری جگہ کوئی اور قوم اس ثواب کو لے جائے، آپ نے فرمایا جلسہ سالانہ ہمارے لئے جہاد میں حصہ لینے کا ایک موقعہ ہے، اس موقعہ سے فائدہ اٹھایئے اور خدا کی راہ میں اپنے مالوں کی قربانی دیجئے کون کہہ سکتا ہے کہ آئندہ جلسہ نصیب ہوگا یا نہیں یہ وہ تجارت ہے جس میں فائدہ ہی فائدہ ہے، نقصان کوئی نہیں۔

تقریر ختم کرنے سے پہلے آپ نے اعلان کیا کہ تحریک کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ اپنا نمونہ پیش کرے، اس لئے میں دو ہزار روپیہ پیش کرتا ہوں۔

فنانس بورڈ کی رپورٹ

ڈاکٹر صاحب کے بعد محترم میاں فاروق احمد صاحب نے انجمن کے فنانس بورڈ کی رپورٹ پڑھکر سنائی جس میں بتایا گیا ہے کہ ممبران بورڈ نے اپنی گرہ سے روپیہ خرچ کر کے اور سفر کی تکالیف برداشت کر کے انجمن کی اراضی کو بہتر سے بہتر اور نفع بخش بنانے کا انتظام کیا۔ اور آئندہ مارچ ۱۹۵۷ء کے بعد تمام اراضی سے بہت بڑے مالی فوائد کی توقع ہے۔

آپ نے آئندہ سال کے بجٹ کو بھی صحیح طور پر متوازن کرنے کے لئے بورڈ کی مساعی کا ذکر کیا، اور انجمن کے خسارہ کو جو تین لاکھ روپیہ تک پہنچتا ہے، پورا کرنے کے لئے اسکو تین حصوں میں تقسیم کیا، ایک حصہ اپنے اور محترم شیخ میاں عطاء اللہ صاحب اور خواجہ نذیر احمد صاحب کے ذمہ لگایا گیا، دوسرا حصہ اراضی انجمن کے ایک حصہ سے پورا کرنے کی تجویز کی، اور تیسرا حصہ قوم سے پورا کرنے کے لئے کہا۔

ایسا ہی انجمن کے مختلف شعبوں پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالتے ہوئے ان کی بہتری کی تجاویز کیں اور اس مکان کو جس میں حضرت مسیح موعودؑ کا وصال ہوا تھا ایک [illegible] کی شکل میں تبدیل کرنے کی تحریک کی، یہ رپورٹ اور انجمن کی سالانہ رپورٹ بھی حسب گذشتہ شائع ہو چکی ہے [illegible]

الجمن سے مل سکتی ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تقریر

اس کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے، آپ نے سورۃ فاتحہ کی نہایت لطیف تفسیر فرماتے ہوئے علم و معرفت کا دریا بہا دیا، آپ نے یہ بتایا کہ العالمین میں انسان، حیوان، نباتات، جمادات، چرند، پرند اور کیڑے مکوڑے اور پھر فضائے آسمانی کے کئی عالم سورج، چاند، ستارے، سیارے وغیرہ شامل ہیں اور یہ ثابت کیا کہ ان سب عالمین کی ربوبیت کرنے والا ہی تمام محامد کا سزاوار ہے، اور اسلام ہی وہ دین ہے، جو اللہ تعالیٰ کا ایسا تصور پیش کرتا ہے جس سے وہ تمام جہانوں کا خدا ثابت ہوتا ہے، اسی ضمن میں اسلام کو عالمگیر مذہب ثابت کرتے ہوئے آخر میں آپ نے مغضوب اور ضالین کی تشریح فرمائی اور مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ وہ امام وقت کا انکار کر کے مغضوب نہ بن جائیں، اسی سلسلہ میں آپ نے فتنۂ تثلیث اور فتنہ دجال کا ذکر کرتے ہوئے ثابت کیا کہ حضرت امام وقت نے اس فتنہ کے سدباب کے لئے ایسے شاندار اصول ہمیں بتائے کہ آج کوئی عیسائی ہمارے سامنے نہیں ٹھہر سکتا، اسی ضمن میں آپ نے حضرت مسیح موعود پر دعوائے نبوت کے الزام کی تردید فرمائی اور آپ کے اپنے اقوال و ارشادات سے ثابت کیا کہ آپ مدعی نبوت نہیں بلکہ خادم اسلام اور مجدد وقت ہیں۔

آخر میں آپ نے مسیح موعود میموریل ہال کے لئے چندہ کی تحریک کی جس پر احباب نے لبیک کہتے ہوئے نقد اور وعدوں کی صورت میں معتدبہ رقوم لکھوائیں۔

یہ تقریر جو علم و معرفت سے بھری ہوئی تھی، نہایت مؤثر ثابت ہوئی اور اسے سن کر حاضرین میں سے بعض اصحاب بیعت کئے بغیر نہ رہ سکے، امید ہے بہت جلد یہ تقریر علیحدہ چھپ کر شائع ہو جائے گی۔

پروفیسر غلام محمد صاحب خادم

حضرت امیر کی تقریر کے بعد اجلاس نماز ظہر و عصر کے لئے ملتوی ہوا، اور پھر تین بجے دوسرا اجلاس شروع ہوا جس میں پروفیسر غلام محمد صاحب خادم گورنمنٹ کالج ڈیرہ غازی خاں نے حضرت مسیح موعود کی صداقت اور جماعت احمدیہ کی خدمات اسلام پر تقریر فرمائی، آپ نے فتنہ دجال اور مادیت اور دہریت کے فتنہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مسیح موعود نے ایسے وقت میں اسلام کی فتح کی پیشگوئی کی، جب ہر طرف سے ہر قسم کی یورش اس پر ہو رہی تھی اور کوئی نہ کہہ سکتا تھا کہ اسلام زندہ رہے گا۔ ایسی حالت میں آپ نے دلائل و براہین سے کسر صلیب کی اور اسلام کی صداقت روز روشن کی طرح ثابت کر دی، دجال اور یاجوج ماجوج کے فتن پر روشنی ڈالی اور ثابت کر دیا کہ اسلام ہی آج وہ امن و تہذیب دنیا کو دے سکتا ہے جس کے لئے دنیا بے تاب ہے۔

مولٰنا یعقوب خان صاحب کا پیغام

پروفیسر صاحب کے بعد مولٰنا یعقوب خان صاحب امام مسجد شاہجہان ووکنگ کا وہ پیغام پڑھ کر سنایا گیا جو گذشتہ اشاعت میں درج ہو چکا ہے اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یورپ بالخصوص انگلستان میں فتوحات اسلامی کے دروازے کھل چکے ہوئے ہیں، اور انشاء اللہ وہ دن آنے والا ہے جب اسلام کا سورج افق مغرب سے طلوع ہو کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو ثابت کرے گا اور حضرت امام وقت کی مجددیت و مسیحیت کا روشن ثبوت نظر آ جائے گا۔

مولانا احمد یار صاحب

اس اجلاس کی آخری تقریر پروگرام کے مطابق محترم شیخ عبدالرحمان صاحب مصری کی تھی، لیکن [illegible] ہونے کی وجہ سے انہوں نے تقریر نہ کی، اور ان کے بجائے مولانا احمد یار صاحب نے حضرت مسیح موعود کی صداقت پر چند باتیں بیان کیں، جس کے بعد آج کا اجلاس ختم ہوا۔

احمدیہ کانفرنس

رات کے سات بجے احمدیہ کانفرنس کا اجلاس ہوا، جس میں سب سے پہلے ہمارے نئے بیعت شدہ بھائی سید سلیم محمود شاہ صاحب پرنسپل ڈان کالج کا تعارف کرایا گیا، جنہوں نے بتایا کہ پاکستان میں مسلمانوں کے عام حالات اور نظریات کو دیکھ کر میں [illegible] ہو گیا تھا کہ اگر مذہب اسی کا نام ہے تو اس سے دہریت بہتر ہے۔ لیکن حضرت مولانا کا لیکچر سن کر اور آپ لوگوں کے خلوص، گرمجوشی اور اخلاق کو دیکھ کر میں بہت متاثر ہوا ہوں، حضرت مولانا کے لیکچر سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت مرزا صاحب کا دعوے نبوت کا نہ تھا، میں یہ بات ہر مسلمان کو پہنچانے کی کوشش کرونگا کہ حضرت مرزا صاحب مجدد ہیں نبی نہیں۔

اس کے بعد مختلف احباب نے جماعت کی ترقی و استحکام کے لئے تجاویز پیش کیں کپتان حمدی شاہ صاحب نے تجویز کی کہ چھوٹے بچے جو جلسہ پر ہماری خدمت کرتے ہیں ان کا شکریہ ادا کیا جائے، مولوی عبدالباقی صاحب بوتی نے تحریک کی کہ پہلے خط و کتابت کے ذریعہ نوجوانوں کے دینی امتحانات ہوا کرتے تھے، ان کو پھر جاری کرنا چاہیئے اور فارغ التحصیل ہونے کی سند دینی چاہیئے۔ غلام قادر صاحب (جھنگ) نے تحریک کی کہ غیر از جماعت لوگوں پر اپنے اعتقادات واضح کرنے کے لئے ٹریکٹ شائع کئے جائیں، اور جو ٹریکٹ موجود ہیں ان کو ساتھ لیجا کر اپنے شہروں میں تقسیم کیا جائے، ڈاکٹر محمود احمد صاحب نے بتایا کہ کیمونسٹ حلقوں میں جماعت کا اسلامی لٹریچر میں نے پہنچایا ہے، وہ اس لٹریچر کو پڑھنے کے بہت حریص ہیں، تو اجر کمال الدین صاحب کی کتابیں سستی شائع کی جائیں، اور قرآن کریم سستی قیمت پر دیا جائے، خانبہادر غلام ربانی خانصاحب نے "اسلام اینڈ دی ورلڈ چانسز" "اسلام ورلڈ ریلیجن آف ہیومینٹی" "اے ڈکشنری آف اسلام" کا انگریزی ڈکشن کثرت سے شائع کرنے کی تحریک کی، سردار عبدالرحیم صاحب چانڈیہ نے تحریک کی کہ احمدیت کی اشاعت کے لئے چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ اور مجدد اعظم لائبریریوں میں رکھوائی جائیں، خلیل الرحمن صاحب (سندھ) نے سندھی زبان میں لٹریچر چھپوانے کی تحریک کی، افضل الٰہی صاحب (ڈسکہ) نے اخبار پیغام صلح کی توسیع اشاعت کی تحریک کی جس پر میاں محمد زمان صاحب چارسدہ نے پچیس پرچے چار روپے سالانہ قیمت پر ہائی سکولوں کے لئے خریدنے کا اعلان کیا ایسا ہی خانبہادر غلام ربانی خان صاحب نے پچیس پرچے مختلف غیر از جماعت اصحاب کے نام جاری کرانے کا ارادہ ظاہر کیا، چانڈیہ صاحب نے دس پرچے جاری کرانے کا اظہار کیا، منظور احمد صاحب نے دس عدد لائف خریدنے کا اقرار کیا، محمد داؤد صاحب بھنڈاری (مانسہرہ) نے مجدد اعظم ہر سہ جلد گورنمنٹ ہائی سکول مانسہرہ کے لئے خریدنے کا ارادہ ظاہر کیا، علام محمد صاحب لاہور نے "الوصیت" شائع کرنے کی تحریک کی، چودھری محمد سعید صاحب بھٹہ نے اسلامی اصول کی فلاسفی سستی چھپوا کر شائع کرنے کی تحریک کی جس پر انہیں بتایا گیا کہ محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے بلاک بنوا کر اس کتاب کو نہایت خوبصورت چھپوایا ہے بھٹہ صاحب نے یہ بھی تجویز کی کہ حضرت مسیح موعود کے اشعار کو قطعات کی صورت میں چھپوایا جائے۔ خانبہادر غلام ربانی خان صاحب نے عرب ممالک کے لئے حضرت مسیح موعود کی عربی کتب شائع کرنے کی تحریک کی اور فرمایا کہ حضرت صاحب کی تمام کتابیں جو چھپوائی جائیں ان کی قیمت لاگت سے دوگنی سے زیادہ نہ ہونی چاہیئے مولوی محمد علی صاحب نے حضرت کی کتب کے اقتباسات ٹریکٹوں کی شکل میں شائع کرنے کی تحریک کی، خواجہ ثناء اللہ صاحب نے حضرت امیر مرحوم کی کتابوں کے سیٹ جو لائبریریوں کے لئے تجویز کئے گئے تھے، لائبریریوں کو بھجوانے پر زور دیا۔

یہ کانفرنس قریباً دو گھنٹے تک جاری رہی اور نہایت خوشگوار ماحول میں ختم ہوئی۔

تیسرے دن

تیسرے دن (۲۸ دسمبر ۱۹۶۰ء کو) سب سے پہلا لیکچر قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ پشاور کا ہوا، یہ لیکچر ایک مقالہ کی صورت میں لکھا ہوا قاضی صاحب نے پڑھا، جس کا ایک حصہ اسی اشاعت میں دوسری جگہ درج ہے،

ان کے بعد محترم چودھری محمد حسن چیمہ صاحب نے "ہم اور اہل ربوہ" کے عنوان سے تقریر فرمائی، محترم چیمہ صاحب پہلے دن تشریف نہ لا سکے تھے، اس لئے ان کا لیکچر جو پروگرام میں پہلے دن مقرر تھا آج ہوا، یہ تقریر انہوں نے قلمبند کر کے بھیجدی ہے، اور انشاءاللہ جلد شائع ہو جائیگی۔

چیمہ صاحب کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ کی اختتامی تقریر ہوئی، جس میں آپ نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر کرتے ہوئے بہت سی قیمتی نصائح کیں، یہ تقریر گذشتہ روز

(باقی صفحہ پر)

موجودہ زمانہ میں تحریکِ احمدیت کی ضرورت

قاضی عبدالرشید صاحب بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ پشاور

ایک سوال

کیا تحریک احمدیت کی زمانۂ موجودہ میں ضرورت ہے؟

یہ سوال نہایت شدّت سے آج کل پیدا ہوا ہے۔ اوراس کی شدّت کی غالب وجہ یہ بھی ہے۔ کہ تو دابستگان تحریک میں سے بعض کے دلوں میں یہ سوال اُٹھ چکا ہے۔ اوراس حقیقت سے آپ انکار نہیں کرسکتے۔ کہ جب تک آپ اس سوال کا جواب اطمنان بخش طریقہ سے دیکر غیر مطمئن قلوب کو مطمئن نہ کریں گے آپ تحریک احمدیت کو نہ صرف ترقی نہیں دے سکتے بلکہ ایک فعال تحریک کی حیثیت سے اسے زندہ بھی نہیں رکھ سکتے۔

ایک معزز "قادیانی" عالم کا طرزِ فکر

سب سے پہلی مرتبہ جس شخص نے مجھ سے یہ سوال کیا تھا۔ وہ جماعت قادیان حال ربوہ کے ایک معزز اور عالم رکن نے قریباً ۲ سال کا عرصہ ہوتا ہے ان الفاظ میں نہایت متانت اور ایمانداری سے کیا تھا۔ کہ قاضی صاحب! حضرت مسیح موعودؑ کی تحریکات کا آخر بنا کیا؟ اس سوال سے سائل کا یہ مفہوم تھا کہ حضرت مرزا صاحب کی تحریک ناکام اور بے نتیجہ ہو کر رہ گئی ہے۔ اوراس کی اب کوئی ضرورت نہیں۔

قادیانی جماعت کے تین اصول

جماعت احمدیہ لاہور کے ممبروں کے لئے قادیانی دوست کا یہ طرزِ فکر ضرور تعجب خیز ہے۔ مگر قادیانی جماعت کے موجودہ نقطۂ نگاہ سے نہایت حقیقت پر مبنی ہے۔

اس نقطۂ نگاہ کو سمجھنے کے لئے قادیانی جماعت کی تاریخ پر ایک نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ ۱۹۱۳-۱۴ء میں جب دونوں جماعتوں میں اختلاف ہوا، اس وقت سے اہلِ قادیان کی جماعتی عمارت کی بنیاد تین اصولوں پر رکھی گئی تھی۔ اولاً:۔ حضرت مرزا صاحب نبی تھے۔ اور ایسے ہی نبی تھے جیسے حضرت داؤدؑ، سلیمانؑ، موسےٰ اور عیسےٰ علیہ السلام نبی تھے۔

دوم:۔ حضرت مرزا صاحب پر جو شخص ایمان نہ لایا ہو۔ خواہ اس نے حضرت مرزا صاحب کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

یہ دوسرا اصول پہلے اصول کا ایک منطقی نتیجہ تھا تیسرا اصول بھی ان پہلے دو اصولوں کا لازمی جزو تھا۔ اور وہ یہ کہ باقی انبیاء کی طرح حضرت مرزا صاحب کا خلیفہ ہونا لازمی ہے۔ جس کی اطاعت ضروری ہے۔ یہ محض ایک خود اختیاری اطاعت نہیں جس کا جوا آپ اپنی گردن سے مسلمان رہتے ہوئے دور کر سکیں۔ بلکہ یہ مذہب کی جانب سے عائد کردہ اطاعت ہے۔ جس کا جوا آپ اپنی گردن سے مسلمان رہتے ہوئے دور نہیں کر سکتے۔

خلافت کا جوڑ

اسی لئے قادیان کی طرف سے یہ لٹریچر پیدا کیا گیا۔ کہ خلیفہ معزول نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ معزول کرنے کی صورت میں لوگوں کے منشاء اور اُن کی رضا کا دخل ماننا پڑتا ہے۔ کہ وہ جس شخص کو اور جب تک چاہیں خلیفہ مانیں اور جب چاہیں اسے معزول کردیں، گویا اس طرح سے خلیفہ کی اطاعت جبری ہونے کی بجائے خود اختیاری بن جاتی ہے اور اس طرح سے تیسرا اصول پہلے دو اصولوں کا نقیض ہو جاتا ہے کیونکہ اگر حضرت مرزا صاحب نبی تھے۔ اور ان کا منکر کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے تو پھر ان کا خلیفہ بھی خدا کا مقرر کردہ ہوگا اور جسے خدا مقرر کرے گا۔ اس کی اطاعت ہی نہ صرف مذھبًا لازم ہو جاتی ہے بلکہ اُس کے معزول کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ خدا کے مقرر کردہ انسان کو باقی فانی انسان کس طرح معزول کر سکتے ہیں؟

حکومت کے خواب

بہرحال ان تین اصولوں کی برکت سے قادیانی احمدی مومنین کی ایک جماعت بن گئی جن کا خلیفہ خلیفۃ المومنین بن گیا اور اس عقیدہ کا منفی پہلو یہ تھا۔ کہ دنیا میں بسنے والے باقی سب لوگ خواہ وہ محمدی تھے یا عیسائی۔ ہندو تھے، یا یہودی نبی برحق اور خلیفۂ برحق کے انکار کی وجہ سے اولٰئك هم الكافرون حقا کے مصداق بن گئے لہٰذا اس سرزمین پر حکومت کے اہل وحقدار قادیان کی نگاہ میں روزگار جماعت مومنین کو ہونا چاہیئے تھا اسی لئے خلیفۃ المومنین قادیان کو حکومت کے خواب آنے لگے اوراس کی تائید میں قرآن کی مندرجہ ذیل آیت میں خدائی وعدہ کو جماعت قادیان نے اپنے خلیفہ کے حق میں پیش کرنا شروع کر دیا:۔

وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصلحت ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم (سورۃ نور) یعنی خدا نے جماعت مومنین قادیان سے یہ وعدہ کیا ہے۔ کہ اس میں بھی اسی طرح نظام خلافت ہو کر حکومت آئے گی۔ جس طرح حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں ہوا۔

حکومت کے لئے جوڑ توڑ

اسی عقیدہ کے لازمی نتیجہ کے طور پر "خلیفۃ المومنین" قادیان نے اپنے آپ کو فضل عمر کا خطاب دیتے ہوئے حکومت حاصل کرنے کے لئے عملی قدم اُٹھانے شروع کئے اور ملکی سیاست میں حصہ لینا شروع کیا۔ اور اسمبلی کے الیکشن میں اپنے امیدوار کھڑے کرنے شروع کر دیئے اور اس مقصد کے لئے جماعت کا بے حساب روپیہ پانی کی طرح صرف کیا۔ اور پھر ڈوگرہ حکومت کے خلاف انگریزی حکومت کے اشارہ پر جو تحریک آزادی کشمیر شروع ہوئی تھی، اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر اس پر بے دریغ روپیہ صرف کیا۔ اور پھر ساتھ ہی اس مقولہ کے تحت کہ "پارغالب شو تا غالب شوی" حکومت انگریزی کا تعاون حاصل کرنے کے لئے اُس کے ساتھ یہ سودا کیا کہ حکومت انگریزی کی سرپرستی حاصل کر کے اُس کے بدلہ میں اُس کے محکمہ Intelligence (خفیہ خبررسانی) کے لئے اپنی جماعت کی مفت خدمات وقف کریں۔

ظاہر ہے کہ حکومت انگریزی کا مفاد مسلمانوں کے خلاف تھا اس لئے حکومت انگریزی نے جماعت قادیان کی خدمات کا بیشتر مفاد مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنا شروع کیا اس سودا بازی اور جوڑ توڑ سے "خلیفۃ المومنین" کے اور ان کی جماعت کے حوصلے اور بڑھ گئے اور بادشاہی کی امیدیں بڑھتی چلی گئیں اور ساتھ ہی ساتھ حضرت خلیفہ صاحب کو بادشاہی کی خوابیں اور الہامی بشارتیں بھی شروع ہوگئیں جس سے جماعت قادیان کے ہر کہ ومہ کا یہ راسخ عقیدہ بن گیا۔ کہ خدا انکو "خلیفۃ المومنین فضل عمر" کے ذریعہ اسلامی حکومت دے گا، چنانچہ اس نیک ساعت کے لئے اپنے آپ کو تیار رکھنے کے لئے دیگر ضروری انتظامات بھی کئے گئے اور فوجی طرز پر انصاراللہ اور خدام الاحمدیہ کی کوریں ترتیب دی گئیں۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب کی صدائے حق

ادھر جماعت احمدیہ لاہور کے پلیٹ فارم سے مولانا محمد علی صاحب علیہ الرحمۃ مسلسل یہ صدا بلند کرتے رہے کہ میاں محمود احمد صاحب اپنے مقصد سے ہٹ گئے ہیں مگر نقارخانہ میں طوطی کی آواز کب سنائی دیتی تھی، ہرچند مولوی محمد علی صاحب کہتے رہے کہ خلیفہ قادیان جماعت کا روپیہ برباد کر رہا ہے۔ اور حضرت کے مشن کی بجائے جو تبلیغ قرآن تھا، جماعت قادیان کی ساری توجہ اور روپیہ سیاسی اغراض پر صرف ہو رہا ہے۔ مگر ساری جماعت قادیان میں کوئی ایک رجل رشید نہ تھا۔ جو خلیفہ صاحب کو کم ازکم حضرت عمر والی بڑھیا کی طرح یہ کلمۂ حق کہہ دیتا۔ کہ تم غلط طرف جا رہے ہو۔

قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ اور تفسیر کا کام

حضرت مرزا صاحب نے قرآن کریم کی تفسیر زبان انگریزی کو اپنا اور اپنی جماعت کا ضروری کام قرار دیا تھا۔ آپ نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تھا جو فی الحقیقت خدا تعالےٰ کی طرف سے اُن کے دل میں ڈالی گئی تھی کہ قرآن کریم کا زبان انگریزی میں ترجمہ اور تفسیر کر کے یورپین ممالک میں پہنچائی جائے اور اس کام کو وہ خود یا صرف وہ جو اُن کی جماعت اور نسل سے ہے کر سکتی ہے، اور دوسرا

[illegible]

جماعت احمدیہ لاہور کا امتیازی نشان

یہ کام خدا کے فضل سے بہ تمام وکمال جماعت احمدیہ لاہور کے ہاتھوں خدا نے سرانجام دیا۔ اور جب بھی جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے اس امتیازی نشان کو اپنی صداقت کے لئے بطور دلیل پیش کیا جاتا رہا۔ تو قادیانی جماعت کے دوست یہ کہہ کر اپنے دلوں کو تسلی دیتے رہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المومنین نے اعلان کیا ہے کہ وہ بھی آیندہ سال تک مکمل تفسیر انگریزی شائع کر دیں گے مگر یہ بات کہتے کہتے ۴۰ سال گذر گئے اور قادیان کو قرآن کریم کی انگریزی مکمل تفسیر شائع کرنے کی توفیق نہ ملی۔ اور اب کوئی دو سال ہوئے ہیں کہ مولوی عبدالمنان صاحب نے ایک کمپنی بنا کر اس کے روپیہ سے انگریزی زبان میں صرف ترجمہ شائع کیا ہے۔ تفسیر کی پھر بھی توفیق نہیں ہوئی۔ اس قدر صاف امتیازی نشان کا جماعت قادیان پر اثر نہ ہونے کا باعث وہ خیال تھا جو ان کے دماغوں اور دلوں پر مستولی تھا۔ کہ خلیفۃ المومنین کے ہاتھ پر خدا تعالے انہیں امروز فردا میں حکومت دے رہا ہے،

قادیان سے ہجرت

اس دَور کے بعد قادیانی جماعت پر ایک اور دَور آیا۔ یعنی ابھی حکومت کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوا تھا کہ ملک تقسیم ہو گیا "خلیفۃ المومنین" کی "دوراندیش نگاہ" یہ نہ بھانپ سکی کہ قادیان شاید تقسیم ملک کے نتیجہ میں ہندوستان چلا جائے۔ بہرحال تقسیم کے بعد جماعت قادیان نے ہجرت کی۔ مگر یہ ہجرت بالکل انوکھی تھی، کہ بجائے سب سے آخر میں آنے کے خلیفہ صاحب سب سے پہلے بھاگ آئے، اور پھر ربوہ میں جماعت کے سامنے جو پہلا خطبہ دیا۔ اس میں قرآن کی اس آیت کی آڑ لے کر قادیان سے اخراج کو جماعت کی نظروں سے چھپایا۔ ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع (اے ہمارے رب میں نے اپنی اولاد میں سے بعض کو ایسے میدان میں بسایا ہے۔ جہاں کھیتی نہیں) یعنی حضرت مرزا صاحب کو ابراہیم اور اپنے آپ کو اسمٰعیل بنایا۔

خلیفہ صاحب کی سیاسی غلطیاں

لوگ کہتے ہیں کہ خلیفۃ المومنین کا اگر معمولی سا بھی دماغ ہوتا تو پہلے تو وہ اپنی جماعت کو انگریزوں کا ایجنٹ بناتے اور کم از کم ۱۵، ۲۰ سال کے بعد کے واقعات پہلے سوچ لیتے کہ خلافت، کانگریس اور مسلم لیگ ایسی سیاسی تحریکات کا ضرور نتیجہ نکلے گا اور انگریزوں کو اس ملک سے ضرور نکلنا پڑے گا۔ اور اس کے بعد اسی مسلمان قوم سے واسطہ پڑے گا۔ مگر "خلیفۃ المومنین" کے سیاسی دماغ کی قابلیت کا اسی بات سے اندازہ کیجئے کہ انہوں نے مسلمانوں کی دشمنی مول لینے میں حد کر دی۔ اس زمانہ میں انگریزوں کے علاوہ ہندو قوم کی بھی مسلمان قوم سے دشمنی آشکارا ہو چکی تھی۔ اور آئے دن ہندو مسلم فسادات ہوا کرتے تھے۔ قادیان کے "خلیفۃ المومنین" صاحب نے مسلمان قوم کے دل زخمی کرنے کے لئے ہندو قوم کے لیڈر جواہر لال نہرو کا عین اس زمانہ میں اپنے والنٹیرز بھیجکر لاہور اسٹیشن پر استقبال کیا، جبکہ مسلمان لیڈر کانگریس سے بائیکاٹ کر چکے تھے۔ اس سیاسی دماغ "خلیفۃ المومنین" کو چاہیئے تھا۔ کہ وہ پاکستان میں ہجرت کرنے سے پہلے ذرا سوچتے کہ وہ کس منہ سے اور کس امید پر اس ملک میں جا رہے ہیں۔ جس کے بسنے والوں کی دشمنی مول لینے میں انہوں نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، لیکن اگر وہ پاکستان میں ہجرت کرنے کی غلطی کر ہی چکے تھے۔ تو انہیں چاہیئے تھا کہ وہ اس سرزمین پر قدم رکھنے کے بعد اپنے سابقہ رویہ میں تبدیلی کر دیتے اور یہ اعلان کر دیتے۔ کہ کلمہ پڑھنے والے سب مسلمان ہیں۔ یا کم از کم خاموشی ہی اختیار کر لیتے۔ مگر انہوں نے مختلف خطبات میں بعض مولویوں کے نام لے لے کر دھمکیاں دیں۔

تحریک ختم نبوت اور فسادات پنجاب

غرضیکہ خلیفۃ المومنین کی ان عام سیاسی چالوں کا جو آخری نتیجہ نکلا وہ تحریک ختم نبوت کے تحت پنجاب کے فسادات ۱۹۵۳ء تھے، جن میں قادیانی جماعت کے کئی آدمیوں کی دکانیں لوٹ لی گئیں۔ صرف ایک راولپنڈی میں ۱۴ دکانوں میں سے ۱۳ دکانیں مکمل طور پر لوٹ لی گئیں۔ اور کئی قادیانی احمدی قتل ہوئے۔ جن کا خون پکار پکار کر کہہ رہا تھا بای ذنب قتلنا۔ کیا ان کے قتل کا بوجھ "خلیفۃ المومنین" پر نہیں ہے؟ لیکن اگر ان قربانیوں کے بعد حضرت "خلیفۃ المومنین" اپنا سابقہ موقف قائم رکھتے اور اپنے اس عقیدہ پر قائم رہتے کہ حضرت مرزا صاحب خدا تعالے کے نبی برحق تھے اور ان کا منکر کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ تو ختم نبوت کی تحریک میں قادیانی احمدیوں کی جانی اور مالی قربانیاں حق بجانب ہو جاتیں، اور آیندہ کے لئے یہ قربانیاں قادیانی دوستوں کے لئے زندگی بخش پیغام اپنے اندر رکھتیں، مگر خلیفۃ المومنین نے ان سب قربانیوں پر خود پانی پھیر دیا۔ اور یہ تسلیم کر لیا کہ یہ حق کی تائید میں قربانیاں نہیں دی گئیں بلکہ ان کے سابقہ غلط عقیدوں نے عذاب الہٰی کو کھینچا ہے، جس نے قادیانی احمدیوں کی جان و مالی و عزت کو بھسم کر دیا۔

اس کے بعد اب کوئی ایک قادیانی احمدی ایسا نہ رہا جو میدان میں حضرت مرزا صاحب کے نام کو پیش کر سکتا۔ خود خلیفہ صاحب نے یہ اعلان کر دیا کہ چونکہ اب انہوں نے حضرت مرزا صاحب کا وہ خط میاں شاہنواز صاحب کے پاس دیکھا ہے، جو اُن کے والد سید حامد علی شاہ صاحب مرحوم کو حضرت مرزا صاحب نے لکھا تھا۔ اور جس کی رُو سے غیر احمدی کا جنازہ جائز ہے۔ یاد رہے کہ یہ وہ خط ہے جو خلیفہ صاحب کو ۱۹۱۷ء میں مل چکا تھا اور انہوں نے "انوار خلافت" میں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ حضرت صاحب کا ایک خط بھی ملا ہے اس پر غور کیا جائے گا۔ مگر افسوس اس خط پر پورے ۳۶ سال کے بعد غور ہوا۔ اور وہ پھر غور بھی اس وقت ہوا جب کہ جماعت قادیان کے کئی بے گناہ آدمیوں کا اتلاف جان ہو چکا تھا۔ اور کئی لوگ بے خانماں ہو کر برباد ہو چکے تھے۔

ہائے اس زُود پشیماں کا پشیماں ہونا

(باقی آیندہ)

روئداد جلسہ سالانہ

(بسلسلہ صفحہ ۸)

کی تقریر کا تتمہ تھی، تقریر کے آخر میں آپ نے پھر مسیح موعود میموریل ہال کے لئے چندہ کی تحریک کی، جس کا جواب احباب نے فراخدلی کے ساتھ دیا، اور بہت سی رقوم نقدا اور وعدوں کی صورت میں پیش کی گئیں۔ کل اور آج کے نقد عطیات اور وعدے ملا کر قریباً ڈیڑھ لاکھ چندہ ہوا، فالحمد للہ علیٰ ذالک اس کے بعد جلسہ دعا پر برخاست ہوا۔

اوّلین خٹک احمدی خاتون

از۔ اکمل اسد آبادی

ہر اس مؤرخ کا جو احمدیت کی تاریخ پر قلم اٹھائے یہ فرض ہے۔ کہ وہ اس عالی مقام خاتون کے تذکرہ سے لاپرواہی نہ برتے کہ جس نے افغانوں کے خٹک قبیلے کی عورت ہونے کی حیثیت سے سب سے پہلے احمدیت کو قبول کیا۔ ہو سکتا ہے کہ دوسری محترم خواتین اس سے قبل احمدیت قبول کر چکی ہوں، مگر اس کی یہ انفرادی خصوصیت کہ اس نے خٹک قبیلے سے بلا واسطہ احمدیت کو قبول کیا اس کو اوّلیت کا شرف بخشتی ہے۔

اس عالی قدر خاتون کا نہ تو باپ اور نہ خاوند کے رشتہ داروں میں سے کوئی احمدی تھا۔ بلکہ سب متعصب اور احمدیت کے شدید مخالف تھے اور زندگی بھر اس کو اذیت دیتے رہے ہیں۔

بیعت

اس خاتون نے اس قافلے کی معیت میں بیعت کی جو سب سے پہلے اس علاقے سے قادیان دارالامان روانہ ہوا۔ اس قافلہ میں بیگم جی (مرحومہ) عظیم گل۔ اور بی بی۔ شیر زمان، شامل تھے۔ ان سب نے حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کر کے احمدیت کو قبول کیا۔

چونکہ اسی سال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس لئے یہ لوگ آپ کی زیارت کا شرف حاصل نہ کر سکے۔ مگر اس خاتون کی والہانہ عقیدت کو دیکھ کر حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اپنے دست مبارک سے بنائے ہوئے رومال میں آنحضور علیہ السلام کی قمیص مبارک عطا فرمائی اور فرمایا

"بادشاہوں کے بیٹے اس کے
کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے اس
کو محفوظ رکھنا"

اس خاتون کا اسم مبارک بیگم جی تھا۔ انکو دربار ریاست ٹیری سے باندہ داؤد شاہ مضافات پر سربراہی کے خاندانی حقوق حاصل تھے۔ اور اسی وجہ سے عوام میں "ککے آدے" کے نام سے مشہور تھی۔ (آدے = ماں)

سرکار انگریزی کی طرف سے "انعام نمک" کی رقم ملتی تھی، اور ڈاک کے گھوڑوں کا انتظام بھی ان ہی کے زیر نگرانی ہوا کرتا تھا۔

احمدیت قبول کرنے سے قبل بیوہ ہو چکی تھیں صرف ایک لڑکی ان سے پیدا ہوئی تھی جو شیر زمان کی رفیقہ حیات بنی۔

استقامت

اس محترم خاتون کے حالات زندگی پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ انہوں نے احمدیت کے لئے مخالفت کو جس صبر و استقلال سے برداشت کیا، وہ احمدی خواتین کے لئے مشعل راہ ہے۔ ان کے گھر پر ڈاکے ڈالے گئے۔ مال مویشی دن دھاڑے لوٹا گیا۔ پھر بھی انہوں نے صبر کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

ملاؤں کے ایماء پر احمدی حضرات کو دربار ٹیری میں لایا گیا۔ بیرونی احباب کو دربار میں اور مقامی احمدی احباب مولوی عبدالستار رح اور حنیف اللہ کو گھروں میں نظر بند کیا گیا۔ اور ان کو "توبہ" پر مجبور کرنے کے لئے "اذیتوں" کا بازار گرم ہوا۔ مولوی عبدالستار صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں لکھا وہاں سے جواب آیا:۔

"صبر کرو۔ خدا پر بھروسہ رکھو فتنہ
خود بخود ختم ہو جائے"

بیرونی احباب میں مولوی احمد گل اور شیر زمان تھے۔ ان حالات میں بیگم جی صاحبہ ہر صبح باندہ داؤد شاہ باوجود ضعیف العمری کے پیادہ پا آتی تھیں۔ اور شام کو تھک کر واپس ہوتیں، آنے کا مقصد یہ تھا کہ احمدیوں سے ہمدردی کا اظہار کیا جائے اور اپنے داماد (شیر زمان) کی لاش حاصل کی جائے۔ آنے جانے کی یہ پریڈ ایک روایت کے مطابق کم و بیش تین ماہ رہی۔

آخر وہ گھڑی بھی آئی جس کی انتظار تھی۔ یعنی وہ شام کہ دربار سے اعلان ہوا کہ کل صبح احمدیوں کو سنگسار کیا جائے گا۔

مگر اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اسی درمیانی رات کو نواب کا چہیتا بیٹا عبدالحکیم خان جو شام کو ہٹا کٹا اور تندرست تھا مر گیا اور صبح کو لاش کی صورت میں بستر سے برآمد ہوا۔

ایک نواب کا ولی عہد قتل ہو، خٹک رسومات کے مطابق اس کا بدلہ لینا فرض عین تھا۔ اگرچہ آج تک اس کے قاتلوں کا پتہ نہیں چل سکا۔ بہرحال احمدیوں کو رہا کیا گیا اور دنیا خٹک ولی عہد کا سوگ منانے لگی (نوٹ:۔ احمدیوں کے "سنگسار" کروانے کے احکام عبدالحکیم خان کے اصرار پر نواب نے جاری کئے تھے)

شعلہ شمع خدائی بھی کہیں بجھتا ہے
اپنا سا منہ لے کر رہ گئے بجھانیوالے

اس بہادر خاتون نے صبح کے وقت اپنے احمدی بھائیوں کی لاشوں کے بجائے انہیں زندہ پا کر خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ دوران نظر بندی میں وہ محصور خاندانوں کے لئے لکڑیوں اور دیگر ضروریات کا مہیا حتی المقدور انتظام کرتی رہی تھیں۔ آخر کار سو سال کی عمر پا کر یہ نیکدل خاتون راہی عالم بقا ہو گئیں۔

فانا للہ وانا الیہ راجعون

سلسلہ احمدیہ میں نئے شامل ہونیوالے اصحاب

مفصلہ ذیل اصحاب بیعت کر کے سلسلہ میں شامل ہوئے ہیں:۔

(۱) سید عبداللہ جان برادر سید بہار شاہ آف گندف۔ تحصیل ہری پور۔
(۲) سید تاج حسین صاحب پسر سید بہار شاہ صاحب گندف
(۳) سید اقبال شاہ صاحب پسر سید عبدالغفور شاہ صاحب گندف
(۴) ماسٹر حبیب اللہ صاحب نسیم۔ مظفر آباد (آزاد کشمیر)
(۵) محمد عثمان خانصاحب ولد سبحان خانصاحب۔ کوئٹہ
(۶) محمد حنیف ولد محمد صدیق۔ کھوکھاپان۔ اسماعیل آباد۔ کالونی ٹکسٹائل مل۔ ملتان۔
(۷) ایم آدم صاحب دیگران۔ ہزارہ
(۸) اللہ دتہ صاحب۔ پھلورہ تحصیل پسرور
(۹) چوہدری غلام رسول صاحب۔ کنڈگلاں۔ سیالکوٹ
(۱۰) چوہدری گھسیٹا۔ مانگہ۔ ضلع سیالکوٹ
(۱۱) محمد حسین صاحب۔ گجرات
(۱۲) شیخ محمد بشیر صاحب۔ وزیر آباد
(۱۳) عبدالغنی صاحب۔ کلاچاراں
(۱۴) حافظ محمد صاحب۔ دربند
(۱۵) عبدالعزیز۔ عبدالحمید پسران سردار کریم بخش صاحب
(۱۶) نور محمد ولد سردار عبدالرحیم چانڈیہ۔ ڈیرہ غازی خاں
(۱۷) محمد امین۔ سیالکوٹ
(۱۸) محمد حسین منیجر الاضیات اوکاڑہ۔

ہفتۂ عالم

—— لاہور-۱۳ر جنوری - آج صوبہ بھر میں پرائیویٹ مسافر بسوں کی ہڑتال شروع ہو گئی، وزیر اشتمالی اور وزیر مواصلات سید عابد حسین نے کہا کہ اگر بسوں اور ٹرکوں کی ہڑتال ختم نہ کی گئی تو حکومت سخت اقدام کرے گی۔

—— واشنگٹن ۱۳ر جنوری - باوثوق ذرائع کی اطلاع کے مطابق امریکہ یوگوسلاویہ کو بہت بڑے پیمانہ پر فوجی امداد دینے کے سوال پر غور کر رہا ہے۔ یونائیٹڈ پریس آف امریکہ کا کہنا ہے کہ ہنگری کے سوال پر روس اور یوگوسلاویہ میں شدید اختلافات کے آثار پیدا ہو گئے ہیں اور اسی لئے امریکہ نے اسے فوجی امداد دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

—— لاہور-۱۳ر جنوری - شام کے صدر سید شکری القوتلی چند روز سے پاکستان آئے ہوئے ہیں، انہوں نے اہل لاہور کے سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ اسلامی دنیا کے اتحاد کو مستحکم کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ اگر اسلامی دنیا میں اتحاد ہو تو ان کے ساتھ کسی قسم کی ناانصافی نہیں کی جا سکے گی۔ آپ نے یقین ظاہر کیا کہ اسلامی ملکوں کو جن مسائل کا سامنا ہے وہ سب انصاف اور مساوات کے اصولوں کی بنیاد پر حل ہو کر رہیں گے۔

—— لندن ۱۳ر جنوری - لبنان کے وزیر خارجہ ڈاکٹر چارلس ملک نے نیویارک جاتے ہوئے لندن میں یہ بتایا ہے کہ تصفیہ سویز کے راستہ میں بہت بڑی رکاوٹیں حائل ہیں۔ ڈاکٹر ملک نے کہا "ابھی یہ بتانا مشکل ہے کہ سمجھوتے کے امکانات کس حد تک روشن ہیں لیکن مدبر صبر سے کام لیں تو ہر رکاوٹ دور ہو سکتی ہے"۔ ڈاکٹر ملک پیر کو وزیر اعظم برطانیہ مسٹر ہیرلڈ میکملن برطانوی وزیر خارجہ، اور آرچ بشپ آف کینٹربری سے ملاقات کر رہے ہیں۔ وہ لندن پہنچنے سے قبل قاہرہ میں صدر ناصر اور پیرس میں حکومت فرانس کے نمائندوں سے بات چیت کر چکے ہیں۔

—— واشنگٹن ۱۳ر جنوری - وزیر خارجہ امریکہ مسٹر ڈلیس نے کہا ہے کہ اگر کمیونسٹ رضاکار مشرق وسطےٰ بھیجے گئے تو امریکہ اسے جارحانہ کارروائی تصوّر کرے گا۔ مسٹر ڈلیس نے یہ بات امریکی ایوانِ نمایندگان کے روبرو مشرق وسطےٰ کے متعلق صدر آئزن ہاور کے منصوبے کی وضاحت کرتے ہوئے کہی، آپ نے کہا کہ مشرق وسطےٰ سے مراد وہ تمام علاقہ ہے جو مغرب میں لیبیا سے لیکر مشرق میں پاکستان اور شمال میں ترکیہ سے لے کر جنوب میں جزیرہ نمائے عرب تک واقع ہے۔

—— واشنگٹن-۱۳ر جنوری - صدر آئزن ہاور آئندہ بدھ کو امریکی کانگریس کے روبرو نئے مالی سال کا بجٹ پیش کریں گے توقع ہے کہ بہتر ارب ڈالر کا یہ بجٹ زمانۂ امن کے لئے امریکہ کا سب سے بڑا بجٹ ہو گا۔ موجودہ بجٹ اس سے ...ارب ڈالر کم ہے۔ باخبر حلقوں کی اطلاع کے مطابق نئے بجٹ میں انفرادی ٹیکسوں میں کسی تخفیف کی سفارش نہیں کی جائے گی۔

—— لندن ۱۳ر جنوری - سر انتھونی ایڈن برطانوی وزیر اعظم مستعفی ہو گئے، ان کی جگہ مسٹر ہیرلڈ میکملن کو وزیر اعظم بنایا گیا ہے۔ آج رات نئی کابینہ کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ مسٹر سلوین لائڈ نئی کابینہ میں بھی وزیر خارجہ رہیں گے۔ وزیر اعظم مسٹر ہیرلڈ میکملن نے اپنے حریف آر، اے، بٹلر کو لارڈ پریوی سیل اور ہوم سیکرٹری بنا دیا ہے۔

نئی حکومت میں مسٹر بٹلر کی جگہ مسٹر تھارنی کرافٹ کو وزیر خزانہ بنا دیا گیا ہے۔ ارل آف ہوم پرستور امور دولت مشترکہ کے وزیر اور مسٹر ایلن لنکس بائڈ وزیر نو آبادیات رہیں گے۔ سر ونسٹن چرچل کے داماد مسٹر ڈنکن سینڈیز کو وزیر دفاع بنا دیا گیا ہے۔ سابق وزیر دفاع انتھنی ہیڈ کو نئی وزارت میں شامل نہیں کیا گیا سر ڈیوڈ ایکلس کو بورڈ آف ٹریڈ کا صدر بنایا گیا ہے سابق کابینہ میں وہ وزیر تعلیم تھے، اب لارڈ ہیلشام کو وزیر تعلیم بنایا گیا ہے۔ لارڈ سالسبری بدستور کونسل (پریوی) کے لارڈ پریزیڈنٹ رہیں گے (بعض اخبارات میں یہ قیاس آرائیاں ہوتی رہی ہیں کہ لارڈ سالسبری کو وزیر خارجہ بنایا جائیگا) وزیر اعظم مسٹر ہیرلڈ میکملن نے ایک غیر سیاسی شخصیت سر پرسی ملز کو وزیر برقیات بنایا ہے، وہ مشہور صنعت کار ہیں۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس ایٹمی دور میں محکمہ برقیات کو بڑی اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔ ملکہ الزبتھ آج رات اپنی دیہاتی رہائش گاہ سے لندن واپس پہنچیں۔ ان کی واپسی کے فوراً بعد وزیر اعظم ہیرلڈ میکملن نے ملکہ سے ملاقات کی اور ان کی خدمت میں ارکان کابینہ کی فہرست پیش کر دی۔

—— ماسکو ۱۳ر جنوری - روس نے خبردار کیا ہے کہ اگر مشرق وسطےٰ کے متعلق صدر آئزن ہاور کا منصوبہ منظور کر لیا گیا تو اس کے خطرناک نتائج برآمد ہوں گے اور ان کی تمام ذمہ داری امریکہ پر عائد ہو گی۔

—— نئی دہلی-۱۲ر جنوری - بھارت نے اس سال اپنے یوم جمہوریہ پر دہلی میں ایک زبردست فوجی مظاہرے کی تیاریاں کی ہیں، بظاہر اس اقدام کا مقصد عوام کے دلوں سے وہ خوف اور دہشت دور کرنا ہے جو پاکستان کی مبینہ فوجی تیاریوں سے بھارتی عوام کے دلوں میں گھر کر گئی ہے۔ بھارت اپنا یوم جمہوریہ ۲۶ر جنوری کو مناتا ہے۔ مجوزہ فوجی مظاہرے کے تحت اس دن تین ہزار فوجی افسر اور جوان پریڈ میں حصہ لیں گے اور بھارتی فضائیہ کے اٹھاون طیارے اڑان کریں گے۔ ان طیاروں میں ۲۸ ویمپائر جیٹ بھی شامل ہیں۔ جو حال ہی میں برطانیہ سے درآمد کئے گئے ہیں۔ متعدد دوسرے غیر ملکی مہمانوں کے علاوہ روس کے وزیر دفاع مارشل ژوکوف بھی بھارتی فوجوں کی پریڈ کا معائنہ کریں گے۔

مرف مانشل ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں، باقی اخبار تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

ایڈیٹر
دوست محمد

نمبر ۳	یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۳ جنوری ۱۹۵۷ء	جلد ۴۶

حضرت مسیح موعودؑ کی یادگار!
قوم کا ہر فرد اسکی تعمیر میں حصہ لے

حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشاد گرامی

حضرت مسیح موعودؑ نے اسلام کی حمایت اور اسلام کی اشاعت کے متعلق نہایت روشن اور ٹھوس خدمات سرانجام دی ہیں۔ وہ ایسی خدمات ہیں جن کا اعتراف تمام اسلامی عالم کو ہے۔ اس اہم کام کے لئے جہاں انہوں نے خود عدیم المثال لٹریچر پیدا کیا وہاں اس کام کو سدا جاری رکھنے کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چل کر ایک جماعت تیار کی جس کے دلوں میں خدا تعالیٰ کی ذات کے متعلق یقین تام پیدا کیا جن کو خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے اور اس کے حضور دعائیں کرنے کا سبق دیا۔ اور جن کو ایثار پیشہ بنایا تاکہ وہ اشاعت اسلام کا کام سنبھالیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس خطرناک یورش کے سیلاب کو بھی روکا جو عیسائی اور آریہ حملہ آوروں نے اسلام کے برخلاف برپا کیا تھا۔ ان کی صفوں کو پامال کیا اور ان کے گھروں میں ماتم کی صفیں بچھ گئیں۔ پھر عیسائی ممالک میں فتح اسلام کے جھنڈے گاڑے جن سے اسلامی دنیا کے قلوب کو فرحت نصیب ہوئی اور ان کو یقین ہوگیا کہ ہمارا اسلام زندہ مذہب ہے اور اپنے اندر ایسی دلربائی رکھتا ہے کہ مغربی ممالک کے روشن خیال لوگ اسکو قبول کرتے جا رہے ہیں ایسی عظیم المرتبت شخصیت کی یادگار تعمیر کرنے کیلئے قوم نے تہیہ کر لیا ہے۔ قوم چاہتی ہے جس جگہ پر اس مردِ خدا کا وصال ہوا تھا وہاں پر ایک شاندار ہال کھڑا کیا جائے اور قوم کی خواہش ہے کہ اس ہال میں ایک وسیع لائبریری قائم کی جائے اور قوم کی تڑپ ہے کہ دینی علوم کے لئے ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے جو جید علماء پیدا کر سکے۔

اِن مقاصد کے حصول کے سلئے میں قوم کے ہر ایک فرد سے اپیل کرتا ہوں کہ اس میں اپنی اپنی استطاعت اور اخلاص کے مطابق حصہ لیں۔ میں یقین جانتا ہوں کہ وہ اموال جو قوم اس کارِ خیر میں صرف کرے گی صدقہ جاریہ کا حکم رکھیں گے۔ اس لئے چاہیئے کہ ہم میں سے کوئی بھی اس ثواب سے محروم نہ رہے۔ اس ضمن میں ان احباب کو بھی تاکید کرتا ہوں جنہوں نے اس یادگار فنڈ میں رقوم دینے کے وعدے کئے ہیں وہ اپنی اپنی رقوم محاسب صاحب کے نام بھیجنے کی طرف توجہ دیں۔ والسلام

صدر الدین
۱۸ جنوری ۱۹۵۷ء

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

★

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پہ ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پہ قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

★

موجودہ زمانہ میں تحریکِ احمدیت کی ضرورت

قاضی عبدالرشید صاحب بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ پشاور

(۲)

خلیفہ صاحب کی تبدیلی عقیدہ

جماعت قادیان کی تاریخ ابھی یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ حضرت خلیفۃ المومنین نے جو نبوت اور خلافت کی عمارت ۱۹۱۴ء سے کھڑی کی تھی۔ سنہ ۱۹۵۳ء میں ابھی اس کا ایک ہی ستون حضرت خلیفہ صاحب کے ہاتھوں گرا تھا جبکہ انہوں نے یہ اعلان کر دیا کہ غیر احمدی مسلمان کا جنازہ احمدی امام کے پیچھے جائز ہے باقیماندہ عمارت جنوری ۱۹۵۴ء میں گر گئی۔ اور خدا کی شان یہ انہدام بھی حضرت خلیفۃ المومنین کے ہاتھوں ہوا۔ انہوں نے فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کے سامنے جماعت احرار کے وکیل مسٹر مینکش صاحب کے سوال پر یہ تسلیم کیا۔ کہ حضرت مرزا صاحب کا منکر نہ کافر ہے اور نہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور پھر جسٹس محمد منیر کے اس سوال پر کہ کیا حضرت مرزا صاحب مومن بہ ہیں۔ یعنی ان پر ایمان لانا لازمی ہے حضرت خلیفہ صاحب نے غیر مبہم اور صاف الفاظ میں یوں جواب دیا "جی نہیں"۔ یہ وہ آخری کیل تھی۔ جو جماعت قادیان کے عقیدہ کے تابوت میں خلیفہ صاحب نے گاڑ دی۔ کاش اگر اس وقت مولانا محمد علی صاحب مرحوم زندہ ہوتے تو قرآن کریم کے ان اعجازی الفاظ میں خدا کا وعدہ اپنے اوپر مجازی رنگ میں پورا ہوتے دیکھتے کہ انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔ ہم خلیفہ صاحب کی اس حق بیانی پر خوش ہیں مگر ہمارے دل میں ان کے حق میں کوئی جذبۂ عزت پیدا نہیں ہوا، کیونکہ یہ حق بیانی ان کے منہ سے جرح کے دوران میں اگلوائی گئی۔ ورنہ اگر وہ دیانتداری سے یہ حق بیان کرنا چاہتے۔ تو خود بخود ہی یہ اعلان کر دیتے۔ کہ انہوں نے اپنے عقیدہ سے رجوع کر لیا ہے۔ جیسا کہ تاریخ اسلام میں مسلمان فقہاء نہایت دیانتداری سے اپنے سابقہ اجتہاد میں غلطی محسوس کرنے پر اعلان کر دیا کرتے تھے۔

قادیانی جماعت کی موجودہ حیثیت

اب قادیانی عقائد کی عمارت کے اس قدر افسوسناک انجام کے بعد قادیانی جماعت میں اب کوئی ایسا تصور قائم نہیں رہا، جس کے بل بوتے پر یہ ایک فعال جماعت کی حیثیت سے زندہ رہ سکے۔ اسی لئے تو اب دو تین سال سے انکی تبلیغ عملاً بند ہو چکی ہے۔ جب حضرت مرزا صاحب مومن بہ نہیں ہیں۔ اور نہ ان کا منکر کافر ہے۔ تو پھر ان کے خلیفہ کی حیثیت سوائے ایک خود ساختہ گدی نشین ہونے کے کیا ہو سکتی ہے۔ یہ سوال اب جماعت قادیان میں اندر ہی اندر پیدا ہو گیا ہے، جماعت قادیان کے عقائد کا یہ اسی قسم کا خوفناک اور عبرتناک انجام ہے جس کے متعلق قرآن کریم میں خدا تعالے فرماتا ہے فما بکت علیہم السمٰوات والارض کہ زمین و آسمان میں اس پر کوئی آنسو بہانے والا نہیں ہے اور سب لوگ خواہ وہ منصف مزاج ہیں یا غیر منصف مزاج اس انجام کو دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں مگر جیسا کہ میں نے شروع میں ذکر کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی جہاں تک قادیانی جماعت کا تعلق ہے یہ سوال پیدا ہو گیا ہے۔ کہ تحریک احمدیت کی اس زمانہ میں ضرورت کیا ہے؟ ظاہر ہے۔ کہ زمانہ کو کسی گدی کی ضرورت نہیں ہے۔ انگریزی حکومت کو جو ہندوستان میں گدیوں کی ضرورت تھی، کہ وہ ایک گدی نشین کو قابو کر کے اس کے تمام مریدوں کو بالواسطہ طور پر قابو کر سکتے تھے۔ مگر انگریزوں کے جانے کے بعد اب ان گدیوں کی وہ ضرورت بھی ختم ہو چکی ہے۔ اسی لئے جماعت قادیان جسے اب اہل ربوہ کہنا چاہیئے کی ایک اور گدی ہو جانے سے موجودہ زمانہ کی کوئی ضرورت پوری نہیں ہوتی۔ کیونکہ گدیوں کی کوئی ضرورت سرے سے رہی ہی نہیں، لہذا قادیانی جماعت کو سامنے رکھتے ہوئے ایک منصف مزاج احمدی اس سوال کا یہی جواب دیگا کہ موجودہ زمانہ میں تحریک احمدیت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

موجودہ زمانہ میں تحریک احمدیت کی ضرورت

لیکن کیا ایک منصف مزاج شخص جماعت احمدیہ لاہور کو سامنے رکھکر بھی یہی کہہ سکتا ہے۔ کہ موجودہ زمانہ میں تحریک احمدیت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آیئے جماعت احمدیہ لاہور کو سامنے رکھ کر ہم اس سوال پر غور کریں، کہ اس زمانہ میں تحریک احمدیت کی کیا ضرورت ہے؟ اس سوال کا جواب دیتے وقت انسانی ذہن میں تین حتمی سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ اولاً یہ کہ اس زمانہ میں اسلام اور مسلمانوں کی کونسی اہم ضرورتیں ہیں دوم ان ضرورتوں کا کیا مداوا ہے؟ سوم کیا جماعت احمدیہ لاہور اس مداوا کے پیش کرنے کی اہل ہے؟ چہارم مسلمانوں کی کسی دیگر جماعت میں بھی یہ اہلیت موجود ہے؟

اخوتِ اسلامی قائم کرنے کی ضرورت

اس امر سے کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا، کہ ملتِ اسلامیہ فرقوں فرقوں میں بٹی ہوئی ہے۔ اور یہ فرقہ بندی ایسی ہے جو اخوت اسلامی کی نقیض ہے کیونکہ اخوت اسلامی اس امر کی متقاضی ہے۔ کہ ایک مسلمان باوجود ہر قسم کے اجتہادی اختلاف کے دوسرے مسلمان کو اپنا بھائی سمجھے۔ جب تک اس اصول کو کہ باوجود اختلافات کے بھی مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں عملی جامہ نہ پہنایا جائے مسلمانوں کی سیاسی مذہبی اور ثقافتی زندگی خطرہ میں ہے مگر اس اصول کو عملی جامہ پہنانے سے قبل مسلمانوں میں ایک ایسے پلیٹ فارم کی ضرورت ہے جہاں سے اس اصول کی تبلیغ قولی اور عملی شکل میں ہو سکے۔

غیر اسلامی نظریات سے مسلمانوں کو بچانے کی ضرورت

پھر مذہب اسلام کے تمام نظریاتی، عباداتی، اور معاملاتی اصولوں کی اہمیت اور فوقیت تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ مسلمانوں کے دلوں میں قائم رکھنے کے لئے ضرورت ہے کہ غیر اسلامی نظریات کے حملوں سے مسلمانوں کے خیالات کو متزلزل ہونے سے بچانے کے لئے ایک ایسا ادارہ ہونا چاہیئے، جو غیر مسلموں میں بھی تبلیغ اسلام کا کام کرے کیونکہ جب تک بیرونی تبلیغ نہ ہوگی اور بیرونی مذاہب و نظریات کے حملوں کا منہ توڑ جواب خود ان کے اپنے وطن میں کسی اسلامی تحریک تبلیغ سے نہ دیا جائے گا۔ صرف اندرونی تبلیغ ملتِ اسلامیہ کی حیثیت کو قائم رکھنے کے لئے کافی نہیں ہو سکتی۔

اتحادِ اسلامی اور تبلیغی جماعت کی ضرورت

قرآن نے اس کا علاج یہ بتایا ہے:۔

یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ .... ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر۔ الخ

(آل عمران آیات ۱۰۲ تا ۱۰۴)

ان آیات میں خدا تعالے نے یہ حکم دیا ہے۔ کہ ملتِ اسلامیہ کا پہلا پروگرام یہ ہونا چاہیئے کہ وہ بحیثیت مجموعی ملت مبلغین ہو، دوسرا اندرونی طور پر اخوت اسلامی کے نظریہ کو ہمیشہ اور ہر حالت میں زندہ رکھا جائے، یعنی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو اپنا بھائی سمجھے۔ تیسرا ایسی فرقہ بندی سے پرہیز کیا جائے جس سے اخوت اسلامی کو نقصان پہنچے، اور چوتھا چونکہ ہر مسلمان تبلیغ کے لئے اہل یا فارغ نہیں ہو سکتا اس لئے ایک ایسی جماعت کا وجود ہمیشہ رہنا چاہیئے۔ جس کا مقصد حیات فرقہ بندی نہ ہو بلکہ تبلیغ اسلام ہو، جس کے پلیٹ فارم سے اندرون اسلام اخوتِ اسلامی کی تبلیغ ہو اور بیرون اسلام تفوق اسلام کی تبلیغ ہو،

اخوتِ اسلامی قائم کرنیوالی تبلیغی جماعت

اب قرآن کریم کی ان آیات کو سامنے رکھنے کے بعد ہر مسلمان کے لئے یہ سوچنا ضروری ہے۔ کہ اس وقت مسلمانوں میں کونسا ایسا فرقہ یا جماعت ہے؛ جس کا وجود اخوت اسلامی کی نقیض نہیں ہے یعنی جس کا مقصد حیات کوئی فرقہ بندی نہیں بلکہ تبلیغ اسلام اور صرف تبلیغ اسلام ہے۔ یعنی جس کے عقاید میں یہ بات داخل ہے۔ کہ ہر کلمہ گو خواہ وہ اس جماعت کے اندر ہے یا باہر مسلمان ہے اور سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور جس نے اسلامی ممالک سے باہر بھی جا کر اور تبلیغی ادارے قائم کر کے اور غیر مسلموں کے مذہبی اور نظریاتی عقائد اور اصول

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

امریکہ میں مذہبی زندگی اور تبلیغِ اسلام کے مواقع

ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم ان روشن خیال مسلمانوں میں سے ہیں جو اسلامی تعلیم کی معقولیت کو سمجھنے اور پہچاننے کے علاوہ اسے صحیح انداز میں پیش کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اسی رنگ میں ان کے مضامین عموماً شائع ہوتے رہتے ہیں جن میں مختلف اسلامی مسائل پر غور و خوض کے علاوہ مسلمانوں کی پست ذہنیت اور زبوں حالی کا بھی نوحہ ہوتا ہے، حال ہی میں ان کا ایک مضمون "امریکہ میں مذہبی زندگی" کے عنوان سے شائع ہوا ہے جس میں ان واقعات و حالات پر تبصرہ کیا گیا ہے جو امریکہ میں اپنے خطباتی دورہ کے دوران میں ان کے دیکھنے میں آئے، چنانچہ وہاں کے مذہبی اداروں کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"میں نے امریکہ میں مذہبی زندگی کے جو ادارے اور ان کے ماتحت خدمتِ خلق کی جو کوششیں دیکھیں وہ ہم جیسے مدعیانِ دین کے لئے قابلِ رشک اور قابلِ تقلید ہیں۔ بعض کلیسا...... عظمت و جمال میں اپنی نظیر نہیں رکھتیں، ہر کلیسا کے ساتھ تعلیمی ادارے وابستہ ہیں، عمارتیں اعلےٰ درجہ کی ہیں۔ سامانِ آرائش و آسائش میں کوئی کمی نہیں معلم، پادری خوش پوش، اعلےٰ تعلیم سے بہرہ ور اور اخلاقی پاکیزگی میں تعلیم حاصل کرنے والوں اور کلیسا کی زندگی سے مستفید ہونے والوں کے لئے اچھی مثال پیش کرتے ہیں، کتب خانے اچھی کتابوں سے بھرپور ہیں، ان تعلیم گاہوں سے جو پادری پیدا ہوتے ہیں وہ دین کی حمایت اور اس کی اشاعت میں زندگیاں وقف کر دیتے ہیں، جب میں ان کا مقابلہ اپنی مسجدوں اور دینی مدرسوں سے کرتا تھا تو حسرت و ارماں سے دل بیٹھ جاتا تھا، اور ہر روز اقبال رح کا یہ شعر وردِ زباں رہتا تھا ؎

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

ہماری اس راکھ میں کچھ شرارے دبے ہوئے ہوں تو ہوں لیکن بظاہر تو ہماری دینی زندگی راکھ کا ایک ڈھیر ہی معلوم ہوتی ہے"

ہمیں ڈاکٹر صاحب کے اس بیان سے کلی اتفاق ہے، کہ عیسائیوں کے مذہبی اداروں میں جو آسائش اور زیب و زینت کے ہر سامان ہیں اور ہر کلیسا کے ساتھ جو تعلیمی ادارے وابستہ ہیں، اسلامی مساجد اور ان کے تعلیمی اداروں کو ان سے کوئی نسبت نہیں، لیکن ظاہری زیب و زینت اور آرام و آسائش کو نظر انداز کرتے ہوئے سب سے بڑھ کر جس چیز کی ضرورت ہے، وہ رُوحِ ایمان اور خلوص و قربانی کا وہ جذبہ ہے، جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں میں پایا جاتا تھا اور وہ مسجدوں کے بوریئے یا ٹاٹ پر بیٹھ کر علم و روحانیت کی روشنی دنیا میں پھیلاتے اور رازی و غزالی، ابنِ رُشد اور محی الدین ابن عربی جیسے انسان پیدا کرتے تھے، آج اس زمانہ میں بھی مرزا غلام احمد نے پنجاب کے ایک گاؤں سے علم و رُوحانیت کی وہ روشنی دُنیا کو پہنچائی ہے جس نے مسلمانوں کی دینی زندگی کی راکھ سے خواجہ کمال الدین، مولانا محمد علی، مولانا صدرالدین اور بیسیوں دیگر ایسے انسان پیدا کر دیئے جنہوں نے نہایت عزت کی حالت میں روح ایمان اور خلوص و قربانی کے جذبات سے بھرپور ہو کر اسلام کا نُور دنیا میں پہنچایا اور پہنچا رہے ہیں، کاش ان قربانیوں کی قدر کی جاتی اور اس نُور سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی جاتی تو مسلمانوں کی دینی زندگی "راکھ کا ڈھیر" معلوم نہ ہوتی۔

آگے چل کر امریکہ کی بعض یونیورسٹیوں کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:-

"بعض یونیورسٹیوں میں دیگر ادیان کے متعلق بھی تعلیم دی جاتی ہے لیکن وہ عیسوی نقطہ نظر سے ہوتی ہے اس لئے اکثر مسائل میں نگاہ غلط انداز ہوتی ہے۔ مجھے اس قسم کی کئی درسگاہوں میں جانے کا اتفاق ہوا اور میں نے ہر جگہ اُن سے یہی کہا کہ اگر اسلام کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرنا چاہتے ہو تو کسی عالمِ دین مسلمان کو بھی اپنے سٹاف میں رکھو، مگر مشکل یہ ہے کہ ان عیسوی اداروں کے لئے ایسے مسلمان کہاں سے ملیں گے جو اپنے دین کے علاوہ مغرب کی تہذیب و تمدن سے بھی کماحقہ آگاہی رکھتے ہوں تاکہ نفیس اور طریقے سے کوئی معقول بات کر سکیں"۔

فی الواقعہ یہ بہت ہی افسوسناک بات ہے کہ اسلام کو معقول پیرایہ میں پیش کرنے والے روشن خیال مسلمان ملنے بہت مشکل ہیں، اور کوئی ہیں بھی تو وہ اسلام کی خاطر خلوص دل سے اپنی زندگیوں کو وقف کرنے کے لئے تیار نہیں، لیکن ہم پھر وہی بات کہیں گے کہ مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں ایک جماعت آپ کے سامنے موجود ہے جس کے افراد نے اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ مغرب میں اسلام کو معقولیت کے ساتھ پیش کرنے کی اہلیت اور سلیقہ رکھتے ہیں، ان سے کیوں فائدہ اُٹھانے کی کوشش نہیں کی جاتی، اور کیوں ان لوگوں پر ڈاکٹر صاحب کی نظر بار بار پڑتی ہے، جو انہیں "راکھ کا ڈھیر" نظر آتے ہیں۔

لیکن اسی مضمون میں ذیل کے فقرات پڑھ کر ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی جن میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:-

"مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے جو تمام دنیا میں تبلیغ کے لئے عیسائیوں کی طرح مشنری بھیجتا ہے لیکن یہاں مسلمانوں کو جب معلوم ہوا کہ یہ فرقہ عام مسلمانوں سے الگ ہو گیا ہے اور اس کے بعض پیرو دوسرے مسلمانوں کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے تو وہ اس فرقہ کے مبلغین سے گھبراتے ہیں اور اپنی مسجدوں اور اپنے بچوں کو ان کے حوالے کرنا نہیں چاہتے۔ اس فرقے کے علاوہ مسلمانوں کے دیگر علماء اور ملّا فرقہ دارانہ مناقشوں میں اُلجھے ہوئے ہیں یا اپنی ذاتی اغراض کے احاطے سے باہر قدم نہیں رکھتے۔ **تمام عالم اسلامی میں سے دس بیس اہل دل بھی ایسے نہیں مل سکتے جو امریکہ میں جا کر اسلام کا کام کر سکیں۔** ملا جدید تعلیم سے عاری ہے اور ہمارے مغرب زدہ تعلیم یافتہ لوگ نہ مسجدوں کی امامت پر آمادہ ہیں، اور نہ تبلیغ و تعلیم کا کام کرنا چاہتے ہیں"۔

ہمیں افسوس ہے کہ ڈاکٹر صاحب جیسا سنجیدہ اور روشن خیال انسان یہ جانتے ہوئے کہ اس تبلیغ اسلام کرنے والے فرقہ میں ایک فریق وہ بھی ہے جو تمام کلمہ گوؤں کو مسلمان سمجھتا اور صحیح اسلامی تعلیم کو دنیا میں پیش کرتا ہے، انہوں نے امریکی مسلمانوں کو یہ نہ سمجھایا کہ یہ فرقہ مسلمانوں سے الگ نہیں اور اس کے ساتھ تعاون کرنا اور ان کی خدمات سے فائدہ اُٹھانا ہی مسلمانوں کے لئے خیر و برکت کا موجب ہوگا، تعجب ہے ایک طرف تو تمام عالم اسلامی میں "دس بیس اہل دل بھی ایسے نہیں مل سکتے جو امریکہ جا کر اسلام کا کام کر سکیں" اور دوسری طرف جو "اہلِ دل" اسلام کا کام امریکہ اور انگلستان میں کر رہے ہیں، جس کے شاندار نتائج بھی آنکھوں کے سامنے آ چکے ہیں انہیں اسلام ہی سے الگ سمجھا جاتا ہے اور ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم جیسے سنجیدہ انسان کی بھی نظر ان کام کرنے والوں پر پڑنے ... کے بجائے اس "عالم اسلامی" کی طرف بار بار جاتی اور مایوس ہو کر واپس آتی ہے جس کو وہ "راکھ کا ڈھیر" سمجھتے ہیں، ہم انکی خدمت میں عرض کریں گے اور وہ خود اس حقیقت سے خوب واقف ہیں جس کو اس شعر میں واضح کیا گیا ہے ؎

کام اس فرقۂ زہاد سے اُٹھا نہ کوئی
کچھ ہوئے تو یہی رندانِ قدح خوار ہوئے

(باقی بر صفحہ ۲ کالم ۲)

اخبارِ احمدیہ

— حضرت امیر اور دیگر بزرگان ملت بحمداللہ بخیر و عافیت ہیں، اور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— محترم پروفیسر عنایت علی خاں صاحب بحمداللہ صحتیاب ہو کر دوبارہ سکرٹری انجمن کے کام پر تشریف لے آئے ہیں، ابھی کچھ نقاہت باقی ہے احباب سے دعائے صحت کاملہ کی استدعا ہے۔

— میاں عبدالشکور صاحب (کارکن انجمن) تا حال ہسپتال میں زیر علاج ہیں، ان کی صحت کے لئے بھی خاص دعاؤں کی درخواست ہے۔

— ڈاکٹر اللہ بخش خان صاحب ڈائرکٹر انیمل ہسبنڈری آزاد کشمیر بحالی صحت اور دنیوی مشکلات سے آزادی کیلئے دعا کی درخواست کرتے ہیں،

مسلم ہائی سکول نمبر ۲ میں کیمپ فائر

۱۸ جنوری کو ریڈ کراس کے ہفتہ کے سلسلہ میں مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور میں کیمپ فائر منعقد کی گئی جس میں مختلف سکولوں اور کالجوں کے طلبا نے مختلف قسم کی کھیلیں اور مزاحیہ ڈرامے کئے، یہ تقریب کئی سالوں سے اس سکول میں ریڈ کراس کی امداد کے لئے منعقد ہوتی ہے جس میں ٹکٹوں کی فروخت سے بیشتر رقوم جمع ہو جاتی ہیں، اس سال بھی قریباً بارہ سو روپیہ جمع ہو گیا، اس تقریب کی صدارت کے لئے سردار عبدالحمید صاحب دستی وزیر تعلیم مغربی پاکستان تشریف لانے والے تھے، لیکن وہ کسی وجہ سے تشریف نہ لا سکے، اور ان کے بجائے جسٹس یعقوب علی صاحب کو صدارت کے فرائض انجام دینے پڑے جنہوں نے اس تقریب کی کامیابی اور مختلف سکولوں اور کالجوں کی شرکت پر خوشی کا اظہار کیا اور انعامات تقسیم کئے، اس تقریب کی کامیابی کے لئے مرزا خلیل الرحمن صاحب ہیڈ ماسٹر مستحق مبارکباد ہیں۔

مسلم ہائی سکول نمبر ۱ کی ایک اور جیت

ہیڈ ماسٹر صاحب مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لکھتے ہیں:۔

"۱۸ جنوری کو مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور میں ریڈ کراس کے سلسلہ میں لاہور کے سکولوں کا کیمپ فائر منعقد ہوا۔ اس میں تقریباً بیس سکولوں نے حصہ لیا۔ انعام جیتنے کے لئے دو کھیلیں دکھانا ضروری تھا۔ سکول نمبر ۱ کو وقت کی قلت کی وجہ سے صرف ایک کھیل پیش کرنے کی اجازت ملی لیکن جج صاحبان یہ دیکھ کر بہت خوش اور حیران ہوئے کہ سکول نمبر ۱ صرف ایک کھیل دکھا کر لاہور کے تمام سکولوں میں دوسرے درجہ پر آیا اور انعام حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔"

سانحۂ ارتحال

یہ خبر افسوس سے سنی جائے گی کہ حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے برادر خورد چوہدری احمد علی صاحب کی زوجہ محترمہ وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ہمیں چوہدری [illegible] صاحب ممدوح اور مرحومہ کے فرزندان چوہدری فضل حق صاحب و چوہدری عبدالحق صاحب اور دیگر پسماندگان سے اس سانحہ میں دلی ہمدردی ہے، اللہ تعالےٰ ان سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت نصیب کرے، احباب سے جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔

ایک اور رکن جماعت کی وفات

جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر نہایت رنج و اندوہ سے سنی جائیگی کہ ہماری جماعت کے ایک قیمتی رکن میر صادق علی صاحب پٹیالوی جو کچھ عرصہ سے بیمار ہو کر گنگا رام ہسپتال میں داخل تھے، ۱۶ جنوری کو وفات پا گئے مرحوم کی لاش اسی دن گوجرانوالہ لے جائی گئی، جہاں ہجرت کے بعد وہ آباد ہو گئے تھے، میر صاحب ممدوح نہایت صالح اور مخلص و متدین احمدی تھے، علمی لحاظ سے وہ بڑے روشن خیال واقع ہوئے تھے، اور پیغام صلح میں سلسلہ کے متعلق اعلےٰ درجہ کے مضامین وقتاً فوقتاً لکھتے رہتے تھے، اللہ تعالےٰ مغفرت فرمائے بڑے نیک اور مخلص انسان تھے، ہمیں ان کے برادران گرامی ڈاکٹر شجاعت علی صاحب پرنسپل جناح میڈیکل کالج، میر سلامت علی صاحب، میر مجتبیٰ ورعلی صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس اور ان کے بیٹوں اور دیگر تمام لواحقین سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے، اللہ تعالےٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے، گذشتہ ۱۸ جنوری کو مسجد احمدیہ بلڈنگس میں بعد از نماز جمعہ مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا، بیرونی احباب سے بھی جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔

بقیہ مقالہ ——— از صفحہ ۳

"اس راکھ کے ڈھیر" میں سے وہی لوگ آج شرارے بن کر چمک رہے ہیں، جن کو اسلام سے الگ سمجھا جاتا ہے، اگر یہ لوگ اسلام سے الگ ہیں اور اسلام وہ ہے جو راکھ کا ڈھیر نظر آ رہا ہے تو ایسے اسلام پر فاتحہ پڑھ دیجئے کہ اس میں سوائے مایوسی کے اور کچھ نہیں،

ڈاکٹر صاحب نے اسی ضمن میں لکھا ہے:۔

"میں نے اپنے لیکچروں کے دوران میں یہ محسوس کیا کہ اگر اسلام کے متعلق صحیح معلومات معقول انداز میں امریکنوں کے سامنے پیش کئے جائیں تو وہ غور سے سنتے اور متاثر ہوتے ہیں"

یہ بالکل صحیح ہے اور یہ وہ بات ہے جس کو اس زمانہ کے امام اور مجدد وقت نے آج سے ساٹھ سال پہلے پنجاب کے ایک گاؤں میں بیٹھے ہوئے محسوس کیا اور اپنے ساتھیوں کو ہدایت کی کہ وہ اسلام کا جھنڈا یورپ اور امریکہ میں لے کر جائیں، جہاں بہت سی سعید روحیں اس روشنی اور نور کی متلاشی ہیں، جو اسلام لے کر آیا ہے، کیا یہ اس شخص کی صداقت کی دلیل نہیں کہ جس بات کو ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم آج خود امریکہ جا کر محسوس کرتے ہیں، وہ اس نے قادیان کے دور افتادہ گاؤں میں بیٹھے ہوئے اس وقت محسوس کی جب رسل و رسائل کے سلسلے بھی اتنے وسیع نہ تھے، جیسے آج ہیں، اس کا یہ احساس فی الحقیقت اس علم پر مبنی تھا جو جناب الٰہی سے اسے دیا گیا، اور احساس ہی نہیں یقین کامل کے ساتھ اس نے بتایا کہ اسلام کا آفتاب مغرب سے طلوع ہونے والا ہے، ہمیں خوشی ہے کہ آج یہ احساس و یقین حقیقت بن کر ہمارے سامنے آ رہا ہے، اور وہ وقت دور نہیں جب اس فرقہ کے ذریعہ سے جسے اسلام سے الگ قرار دیا جا رہا ہے اسلام کا سورج پوری تابانی کے ساتھ افق مغرب سے چمکے گا۔

خطبہ جمعہ ——— از صفحہ

آپ کیا بیان کریں گے، میں نے انہیں کوئی جواب نہ دیا، اور علیحدہ جا کر خدا کی جناب میں گر گیا اور دعا کی کہ خداوندا یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں سچ ہے، ان کا بڑا علم ہے، بڑی حکمت اور فلسفہ یہ لوگ جانتے ہیں لیکن تیرے کلام میں اور تیرے رسولؐ کے کلام میں ان لوگوں کے علوم کے مقابل پر بہت بلندیاں ہیں اور ان میں کشش ہے دلربائی ہے تو ان کے دلوں پر فتح پا سکتا ہے غرض دنیا کہتی رہی کہ تم یورپ میں کامیاب نہیں ہو سکتے لیکن خدا نے اپنے فضل سے ہمیں کامیاب کیا ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء، ان واقعات نے حضرت کا سکہ بٹھا دیا کہ وہ بات جو انہوں نے فرمائی تھی ہمارے سامنے وقوع پذیر ہوئی، کہ اس چھوٹی سی جماعت نے یورپ کے اندر اسلام کے جھنڈے گاڑ دیئے،

حضرت مسیح موعود کی یادگار میں حصہ لو

اب میں ایک بات بڑے زور سے اور بڑے درد سے کہتا ہوں کہ اس باکمال انسان کی یادگار بنانے کا قوم نے ارادہ کر لیا ہے، اس مکان کو جس میں آپ کا وصال ہوا ایک عظیم الشان ہال کی صورت میں تبدیل کرنے کا فیصلہ ہوا ہے، جس کے ساتھ ایک نہایت اعلےٰ لائبریری مہیا کی جائے گی، جہاں علماء بیٹھ کر اس زمانہ کی ضروریات کے لئے کتابیں لکھیں گے، یہ وہ جماعت ہے جس کو علمی جماعت کہا جاتا ہے اس کا تقاضا ہے کہ اس کی شان کے مطابق ایک ایسا علمی ادارہ قائم کیا جائے جس میں جید علماء پیدا ہوں،

قوم نے فیصلہ کیا ہے کہ تمام کے تمام لوگ چھوٹا اور بڑا اس میں حصہ لے اور ان کے نام اس ہال کی دیواروں پہ لکھے جائیں، میں اس ارادہ کو مبارک سمجھتا ہوں اور جو اس میں حصہ لیں ان کو بھی مبارک سمجھتا ہوں، یہ صدقہ جاریہ ہوگا، چاہیئے کہ سب کے سب اس میں حصہ لیں، یہی صورت ہے اس قوم کے زندہ رہنے کی، اور یہی صورت ہے حضرت امام

آخری زمانہ میں آخری نبی کے ظہور کے متعلق

آثارِ قدیمہ کی تازہ شہادت

مولانا محمد یعقوب خانصاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان)

ووکنگ - ۱ر جنوری ۱۹۵۷ء

مکرمی ایڈیٹر صاحب - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل تمام ورلڈ کانگرس آف فیتھس (عالمی کانگرس مذاہب) کے زیر اہتمام ایک یہودی عالم عبرانی ڈاکٹر شان فیلڈ کا ایک ایسے موضوع پر لیکچر ہوا جس نے چند سالوں سے مذہبی دنیا میں ایک خاصہ ہیجان پیدا کیا ہے - پہلے اس موضوع کے پس منظر کے متعلق کچھ واقعات بیان کر دینا چاہتا ہوں جو اس کی اہمیت کو واضح کر دیں گے -

چند قدیم مسودات

۱۹۴۷ء کا واقعہ ہے مملکت یردن ...... (Jordan) میں وادی قمران میں شہر (Jericho) کے قریب جسے عربی میں اریحا کہتے ہیں، دو بدو چرواہے لڑکے صحرا میں ریوڑ چرا رہے تھے - ایک بکری ریوڑ سے الگ ہو کر پاس کے ٹیلے پر چلی گئی - ایک لڑکا اس کے پیچھے گیا - اتفاق سے اس کا پاؤں ایک ایسی جگہ پڑا جو ذرا سا دھنس گیا اور اس نے دیکھا کہ نیچے کوئی غار ہے اس نے دو چار پتھر اندر پھینکے تو کسی چیز کے کھڑکنے کی آواز آئی - وہ بھاگ کر دوسرے ساتھی کو بھی لے آیا، دونوں کسی طرح اندر گئے وہاں ان کو مٹی کے دو گھڑے ملے - وہ خوش ہوئے کہ شاید کوئی پرانے زمانے کا خزانہ مل گیا ہے - ایک کو توڑا تو اندر سے گول گول بنڈل نکلے جن پر کچھ لکھا ہوا تھا - وہ اٹھا کر گھر لے آئے - کسی نے کہا یروشلم میں اس کے کچھ پیسے مل جائیں گے - چنانچہ وہاں جو لے جا کر دکھایا تو معلوم ہوا کہ عبرانی زبان کی عبارت لکھی ہوئی ہے، ایک بنڈل تو ایک مسیحی خانقاہ کے راہب نے خریدا اور دوسرا یروشلم کے عبرانی یونیورسٹی والوں نے خرید لیا - انہیں بھی خیال نہیں تھا کہ کیا چیز ہے - محض ایک زمانہ قدیم کی یادداشت سمجھ کر تھوڑے بہت پیسے ان لڑکوں کو دے دیئے اور بنڈل لے کر رکھ لئے - بعد میں جب ماہرین کی نظر ان پر پڑی تو معلوم ہوا کہ یہ تورات کے بعض حصوں کے مسودات ہیں جن کی عبارت کے بعض حصے موجودہ بائبل کے بعض فقروں سے مشابہت رکھتے ہیں - اس انکشاف کے بعد دوسرا گھڑا بھی لایا گیا اور وسیع پیمانے پر جستجو شروع ہوئی اور بہت سے مسودات اسی طرح غاروں کے اندر سے ملے جو چمڑوں کے ٹکڑوں پر لکھے ہوئے گھڑوں میں محفوظ رکھے گئے تھے - بعض مسودات تانبے اور کانسی (bronze) کے باریک اوراق پر تھے جنہیں گول بنڈل کر کے رکھ دیا گیا تھا - انکشافات کا یہ سلسلہ ۱۹۴۷ء سے لیکر اب تک جاری ہے اور آئے دن کسی نہ کسی اور مسودہ یا مسودے کے ٹکڑے کا اس مدفون خزینہ میں اضافہ ہوتا رہتا ہے -

بحیرۂ مُردار کے مسودات

چونکہ یہ علاقہ جہاں یہ مسودات کے بنڈل پہاڑیوں کے اندر سے نکلے ہیں - بحیرہ مُردار (Dead Sea) کے کنارے واقع ہے جس کا دوسرا نام بحیرہ لوط ہے اس واسطے یہ مسودات بحیرہ مردار کے مسودات (Dead Sea Scrolls) کے نام سے مشہور ہوئے اور ایک مدت سے مذہبی دنیا میں جاذب توجہ بنے ہوئے ہیں اور بڑے سے بڑے ماہرین آثار قدیمہ خورد بینیں لگا کر ان کو پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں اور ان کو کھولنے اور اس طرح جوڑ کر رکھنے کے لئے کہ ٹوٹنے نہ پائیں نہ کوئی حرف مٹنے پائے، بڑے بڑے ماہرین علم کیمیا کی خدمات حاصل کی گئیں ہیں، کئی کتابیں ان پر لکھی گئی ہیں - ایک کتاب جو میں نے دیکھی اسی مقرر شان فیلڈ کی ہے جس کی قیمت ۱۲ شلنگ ہے -

جس لیکچر کی یہاں بڑی دھوم تھی اور جسے میں اور عزیزہ اقبال خاص طور پر سننے کے لئے لندن گئے اور رات کے گیارہ بجے واپس آئے - اسی موضوع پر تھا یعنی "مسودات بحیرۂ مردار" پر - کچھ تو موضوع کی کشش اور کچھ مقرر کی شخصیت (جو مشہور ماہر عبرانیات ہے اور بائیبل (عہد نامہ جدید) کا مترجم بھی ہے) ورلڈ کانگریس آف فیتھس کا ہال کھچا کھچ بھر گیا تھا اشتیاق کا اندازہ اس سے لگائیں کہ ۸۰ سالہ لارڈ پیتھک لارنس جو کسی زمانہ میں لیبر گورنمنٹ میں سیکرٹری آف سٹیٹ فار انڈیا تھا باوجود پیرانہ سالی کے وقت سے بہت پہلے آن کر ایک کرسی سنبھال بیٹھے - ہم اپنے ساتھ ووکنگ سے ...... tape recorder (آلۂ محافظ الصوت) لے گئے تھے تاکہ تقریر کو محفوظ کر لیں - مگر اس میں تھوڑی سی کسر رہ جانے کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے - مقرر نے میجک لالٹین کے ذریعے پہلے ان ریگستانی پہاڑیوں کا منظر دکھایا جو لق و دق بے آب و گیاہ جگہ ہے، اور جہاں اونٹ ادھر ادھر کھڑے دکھائی دیتے ہیں، اس کے بعد یکے بعد دیگرے ان اوراق کی تصاویر دکھائیں جنہیں ماہرین ان کا بغور معائنہ کرتے دکھائے گئے ہیں اور کہیں کہیں سے مقرر نے عبارات کی تشریح کی - مگر اس سے قبل کہ اس لیکچر کے اس حصہ کی طرف توجہ دلاؤں جو ایک مسلمان کے لئے اسلام کی صداقت کا ایک تازہ نشان ہے، کچھ ذکر اس جگہ کا اور ان لوگوں کے متعلق کر دینا مفید ہوگا -

بحیرۂ مُردار کیسے بنا

سب سے پہلے محل وقوع کو لیجئے - جیسے پہلے کہہ چکا ہوں یہ جگہ بحیرۂ مردار کے پاس واقع ہے - بحیرۂ مُردار کوئی چالیس میل لمبا اور آٹھ نو میل (کہیں سے دو تین میل) چوڑا پانی کا خطہ ہے جو قوم لوط پر عذاب الٰہی آنے سے ابھر آیا - معلوم ہوتا ہے کسی زمانے میں یہ بحیرہ ایک پہاڑی علاقہ تھا جہاں لوط کی قوم آباد تھی وہ خاص شہر جس کا ذکر بائبل میں آیا ہے یعنے Sodom (سدوم) ایسی جگہ واقع تھا - عذاب کی شکل عام طور پر یوں بیان کی جاتی ہے کہ کوہ آتش فشاں پھوٹ پڑا - ایک عظیم زلزلہ آیا - زمین تہ و بالا ہوئی - بڑی بڑی چٹانیں ہوا میں اُڑیں ...... وہ بستی اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے تباہ ہوئی اور پہاڑ کی جگہ یہ بحیرہ نکل آیا - اس کی سطح بحیرہ روم کی سطح سے تقریباً ۱۳۰۰ فٹ یعنے تقریباً ایک چوتھائی میل نشیب میں ہے - قرآن شریف میں بھی اس عذاب کا کچھ اس قسم کا نقشہ نظر آتا ہے - فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ (۱۱:۸۲)

یہودیوں کا ایسینی (Essene) فرقہ

جو قوم اس علاقہ میں آکر آباد ہوئی وہ یہودیوں کا ایک خاص فرقہ تھا اور عذاب لوط کے غالباً کئی صدیوں بعد آکر آباد ہوئی، اس فرقہ کا نام Essene (آسینی) تھا - یہ فرقہ اپنے تقوے و طہارت کے اعلیٰ معیار کے لئے مشہور تھا - لذات نفسانی کو گناہ سمجھتے تھے اور سختی کے ساتھ ان سے مجتنب رہتے تھے - جنسی تعلقات سے علیحدگی اور نفس کشی کو بڑی نیکی سمجھتے تھے، بجید پرہیزگارانہ زندگی بسر کرتے تھے - مجاہدات اور ریاضت میں مصروف رہتے تھے - آسمانی صحیفوں کو پڑھتے رہتے تھے - بڑے راستباز اور پابند عہد و پیمان تھے - یہودیوں کا سواد اعظم انکو اپنے معتقدات اور خیالات اور امتیازی پرہیزگاری کی وجہ سے بے دین قسم کے لوگ سمجھتے تھے (معلوم ہوتا ہے احمدیوں کی طرح کوئی فرقہ تھا جو بنی اسرائیل میں پیدا ہوا) - حضرت مسیح کے زمانہ تک ان کا نشان ملتا ہے - چنانچہ کہتے ہیں کہ یوحنا اسی فرقہ سے تعلق رکھتا تھا - چونکہ عامۃ الناس کے جور و ستم کا نشانہ رہتے تھے، اس لئے انہوں نے اپنے معتقدات (جیسے حضرت موسےٰ کی تعلیم کو وہ سمجھتے تھے) کو مخالفین کی دستبرد سے محفوظ کرنے کے لئے یہ طریق اختیار کیا کہ مٹی کے پکے گھڑوں میں اس تعلیم اور عقائد اور پیشگوئیوں کے مسودات بند کر کے غاروں میں دبا دیتے تھے - تاکہ اگر کسی وقت مذہبی تعصب کی وجہ سے وہ خود اور ان کے صحیفے مٹ بھی جاویں تو

(وہ چیز جو انہیں جان سے بھی عزیز تھی یعنے حضرت موسٰے کی صحیح تعلیم کے صحیفے وہ آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ کر جائیں (میں نے سنا ہے واللہ اعلم بالصواب کہ جناب مرزا محمود احمد صاحب نے بھی قادیان سے ہجرت سے پہلے ہی کوئی اسی قسم کا انتظام احمدیہ تعلیم کو محفوظ کرنے کے لئے کیا اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں کے کئی نسخے مختلف مقامات پر زیر زمین محفوظ کر لیے ہیں)

بہرحال یہ فرقہ جو اس مقام پر آباد تھا جہاں سے یہ مسودات دستیاب ہوئے ہیں اس کے وجود کا پتہ ونشان برابر حضرت حضرت مسیحؑ کے زمانے تک ملتا ہے اور اس کے بعد بالکل معدوم ہو جاتا ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کی پیدائش سے کوئی ڈیڑھ دو صد سال قبل یہ قبیلہ اس مقام پر بحیرۂ مردار کے کنارے پر آکر آباد ہوا۔ اور ان پر اسرار غاروں میں یہ پُر اسرار مسودات چھوڑ گئے جو نہایت حیرت انگیز طریق سے آج اس زمانہ میں جو نہایت پُر آشوب زمانہ سمجھا جاتا ہے منکشف ہو رہے ہیں۔

ایک "معلم حق" کے ظہور کی بشارت

کیا یہ سب کچھ محض اتفاق ہے کہ آج سے دو ہزار سال قبل کے نوشتے آج ظاہر ہو رہے ہیں اور ایسی سرزمین میں ظاہر ہو رہے ہیں جو ایک اور جنگ عظیم کی چنگاریاں اپنے آغوش میں لئے ہوئے ہے، ایسی جنگ عظیم جو روحانی اور طاغوتی طاقتوں میں آخری تصادم سمجھی جاتی ہے اور ہر جگہ ہر ملک میں انسانیت اس کے تخیل سے لرزہ براندام ہے؟

خود ان نوشتوں میں بیّن اشارات موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ زمانہ جس کو نوشتوں میں آخری زمانہ کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے نہایت پُرفتن زمانہ ہوگا اور ان فتن سے نپٹنے کے لئے ان میں ایک عظیم الشان پیشگوئی درج ہے جو درحقیقت ان تمام نوشتوں اور اس اہتمام سے ان کے تحفظ کا مقصد وحید معلوم ہوتا ہے۔

(اہم پُر سر مطلب) ان نوشتوں میں ایک عظیم الشان روحانی انسان کے ظہور کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ جسے بالفاظ مقرر ڈاکٹر شان فیلڈ Teacher of Righteousness (معلم حق) کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ لطف یہ ہے کہ ساتھ Second (دوسرا) کا لفظ بھی ہے یعنے Second Teacher of Righteousness (دوسرا معلم حق) کیا یہ قرآن شریف کے الفاظ کما ارسلنا الی فرعون رسولا کی تفسیر نہیں؛ قرآن شریف نبی کریمؐ کے ظہور کو مثیل موسٰے کہتا ہے یعنے جیسے حضرت موسٰے ایک جلیل القدر حامل شریعت نبی انسانیت کی رہنمائی کے لئے مبعوث ہوئے اسی طرح "دوسرا" عظیم الشان صاحب شریعت نبی حضرت نبی کریمؐ ہیں۔ پھر ...... Righteousness (حق) کے لفظ کا قرآن کے جاء الحق کے ساتھ تطابق ملاحظہ ہو۔ ایک یہ کیا بار بار نبی کریمؐ کے پیغام کو "حق" کے نام سے یاد کیا گیا ہے

باقی جتنے نشانات آنے والے موعود کے متعلق ان نوشتوں میں درج ہیں وہ سب اسی نتیجہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں کہ یہ پیشگوئی نبی کریمؐ کے ظہور کے متعلق ہے۔

"معلم حق" کے نشانات

سوالات کے جوابات میں مقرر نے بتایا کہ اس داعی حق موعود کو سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑے گا اور بالآخر ترک وطن پر مجبور کیا جائے گا۔ کیا یہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی عین نشاندہی نہیں؟ یہ بھی لکھا ہے کہ اسے گرفتار کرنے کی اور قتل کرنے کی کوشش کی جائے گی مگر یہ کوشش کامیاب نہیں ہوگی، کیا یہ صاف ان دو نازک مراحل کی طرف اشارہ نہیں جو نبی کریمؐ کی زندگی میں پیش آئے ایک جب کفار نے آپؐ کے گھر کا بعزم قتل محاصرہ کیا اور آپؐ صاف بچکر نکل گئے اور دوم جب آپ حضرت ابوبکرؓ کی معیت میں غار میں پناہ گزین تھے اور دشمن تلوار لئے غار کے عین سر پر پہنچے۔ کیا یہ تینوں واقعات پکار پکار کر یہ گواہی نہیں دے رہے کہ ایک ہی ایسا "معلم حق" حضرت موسٰے کے بعد ہوا ہے جسے اپنے وطن سے ہجرت کرنی پڑی جسے گرفتار کرنے کی سازش کی گئی مگر ناکام ہوئی جسے قتل کرنے کی کوشش کی گئی مگر وہ بھی ناکام ہوئی؛ لارڈ پیتھک لارنس کے سوال کے جواب میں مقرر نے بتایا کہ یہ "معلم حق" کے ظہور کا ذکر کسی گذشتہ واقعہ کا ذکر نہیں بلکہ آنے والے موعود کے متعلق پیشگوئی ہے۔ الغرض ہر ممکن جرح کے بعد اس نتیجہ تک پہنچنے میں کوئی مشکل باقی نہیں رہتی بشرطیکہ ذرا بھی نور بصیرت ہو کہ یہ عظیم الشان بشارت نبی کریمؐ کے ظہور کے متعلق ہے۔

"معلم حق کی جستجو"

کاش مسلمانوں میں بھی کوئی جستجو ہوتی۔ کہ ایسے علمی خزانوں کو دریافت کریں۔ خدا جانے ابھی ان پر اسرار نوشتوں میں اور کتنے نشانات ہوں گے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خوشخبری دے رہے ہیں اور عین ایسے تاریخی موڑ پر ظہور پذیر ہوتے ہیں جب انسانیت تباہی کے کنارے کھڑی کسی آسمانی بچاؤ اور تسلی دہندہ کی تلاش میں پریشان وسرگردان ہے۔ ان نوشتوں میں یقیناً یہی پیغام ہے کہ اگر اس وقت انسانیت کو کوئی چیز بچا سکتی ہے تو وہ وہی "معلم حق" کا پیغام ہے جسے اس آخری زمانہ میں خدا کا آخری نبی لایا۔

معلم حق کے متعلق ہجرت کی نشانی ایسی روشن اور پکی نشانی ہے جیسے کوئی انگلی لگا کر بتا دے کہ یہ فلاں شخص ہے ـــــ تاریخ میں صرف ایک ہی ایسا انسان گذرا ہے جس کی ہجرت نے اتنی تاریخی اہمیت حاصل کی کہ اس سے ایک نئے سنہ کا آغاز ہوا۔

قرآن کریم پر مہر تصدیق

اس انکشاف نے قرآن کریم کے اس اعلان پر بھی ایک تازہ مہر تصدیق ثبت کر دی ہے:۔ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ

مکتوبًا عندھم فی التوراۃ والانجیل۔

(۷:۱۵۶)

دست قدرت نے دو ہزار سال تک غاروں اور گھڑوں کے اندر حضرت موسٰےؑ کی طرف سے ایک اور معلم حق کے ظہور کی بشارت کو محفوظ رکھا تا کہ اس دہریت کے زمانہ میں انسانیت کے لئے روحانی زندگی کی طرف نشاندہی کرے۔

نبی کریم صلعم کا خط عیسائی فرمانروا کو

نبی کریم صلعم خود یہود ونصاریٰ کے سامنے یہ دلیل بطور اتمام حجت پیش فرماتے تھے کہ میری بشارت خود تمہاری مقدس کتابوں میں موجود ہے پھر کیوں نہیں مانتے۔ چنانچہ ایک عیسائی فرمانروا کے وقت کو ایک خط میں لکھا:

"ان اللہ قد قال لکم یا معشر اہل التوراۃ وانکم لتجدون ذالک فی کتابکم محمد رسول اللہ۔ وانی انشدکم باللہ الا اخبرتمونی ھل تجدون فیما انزل اللہ علیکم ان تؤمنوا بمحمد۔ فان کنتم لا تجدون ذالک فی کتابکم فلا اکراہ علیکم۔"

آپ کو اس پیشگوئی پر اس قدر یقین کامل تھا کہ یہود کے ساتھ اسی ایک بات کو مدار فیصلہ قرار دیا اور کہا کہ تمہاری کتاب میں لکھا ہے کہ مجھ پر ایمان لاؤ، خدا کے نام پر شہادت دو کہ کیا تم اس میں یہ لکھا ہوا نہیں پاتے۔ اگر نہیں پاتے تو پھر بے شک میں اسلام قبول کرنے پر زور نہیں دیتا۔"

موجودہ تہذیب کا انجام

آج ایک اور شہادت مل گئی کہ بے شک توراۃ نے آپ ہی کے ظہور کی بشارت دی تھی۔ اور بحیرہ مردار جیسی جگہ سے ملی جہاں کسی زمانہ میں بسنے والی قوم خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے تباہ ہوئی یہاں تک کہ اس زمین کا بھی نام ونشان نہ رہا جس پر وہ آباد تھے۔ یہی انجام اس تہذیب کا ہونیوالا ہے اگر اب بھی وہ خدا کے آخری پیغام اسلام کو قبول نہیں کرتی۔

احمدیہ جماعت کی توجہ کے قابل

میں نے کہا تھا کاش مسلمان ان صحیفوں کے متعلق مزید کوئی جستجو کرنے کا سامان کریں۔ یہ دن ایک اسلامی سلطنت ہے اس کے علاقہ میں یہ بیش بہا خزانہ دستیاب ہوا مگر کس قدر رنج کی بات ہے کہ جو خزانہ خدا نے اسلام کی صداقت کی تصدیق کے لئے منکشف کیا مسلمان اس سے بالکل غافل ہیں اور یہودی اور عیسائی لاکھوں روپے کے خرچ سے اس کے مطالعہ میں مصروف ہیں۔ حضرت مجدد نے تو بابا نانک کے چولے کی تحقیقات کے لئے بھی باقاعدہ ایک کمیٹی مقرر کی جو موقع پر پہنچی آپ خود بھی وہاں گئے اور اصلیت کو بے نقاب کیا۔ یہ بحیرہ مردار کے صحیفے اس سے توجہ کے مستحق نہیں جو ان کی طرف اسلامی دنیا کی طرف سے برتی جا رہی ہے۔ کم از کم احمدیہ جماعت ہی اس طرف توجہ کریں۔

محمد یعقوب خان

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علمی و روحانی کمالات

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت اٰخرین منھم میں

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۸ جنوری ۱۹۵۷ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یسبح للہ مافی السموات ومافی الارض الملک القدوس العزیز الحکیم۔ ھوالذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین۔ واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم وھوالعزیز الحکیم۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم ——— (سورۃ جمعہ)

اللہ تعالےٰ کی تسبیح

خدا تعالےٰ فرماتا ہے اس کائنات کے اندر جس قدر بھی چیزیں ہیں ان میں سے ہر ایک چیز خدا کی تسبیح بیان کرتی ہے، تسبیح کس کو کہتے ہیں؟ اور خدا تعالیٰ کی مخلوقات کا ہر حصہ کس طرح تسبیح کرتا ہے؟ یُسَبِّحُ کے معنے یہ ہیں کہ خدا تعالےٰ کے کمالات اور اس کی ذات اور صفات اس قدر کامل اور مکمل ہے کہ اس کے اندر کوئی کمی نہیں، کوئی عیب نہیں اور کوئی نقص نہیں ہے۔ اسکو کہتے ہیں تسبیح کرنا، خدا تعالےٰ کے کمالات، اس کے احسانات اس قدر ہیں کہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان کے اندر کوئی کمی یا کوئی نقص ہے، اسی کا ذکر اس آیت میں ہے، یہ ہماری زمین اس قدر وسیع ہے کہ اس کے اندر کئی قسم کی مخلوق ہے، اس کے اندر پہاڑ ہیں درخت ہیں، دریا ہیں، سمندر ہیں، چرند ہیں، پرند ہیں، جمادات و نباتات ہیں، ان سب سے خدا تعالےٰ کے کمالات کا اظہار ہوتا ہے، پھر آسمان کی مخلوقات میں سیارے اور ستارے، سورج اور چاند سب سے کے سب خدا تعالےٰ کے کمالات پر شاہد ہیں، پھر آسمان اور زمین کے اندر تعاون ہے۔ باوجودیکہ ان کو قوتِ ارادی حاصل نہیں ہے، نہ ان کا کوئی باہم سمجھوتہ ہے لیکن خدا تعالےٰ کی قدرت سے ان کے اندر ایسا تعاون پایا جاتا ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے، اس سے اللہ تعالےٰ کی قدرت نظر آتی ہے بلکہ اس کے افضال، اس کے فیوض و برکات کے دریا بہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

الملک القدوس العزیز الحکیم

فرمایا یسبح للہ مافی السموات ومافی الارض اس آسمان و زمین کی کسی چیز کو دیکھو تو اس کے اندر اس کے کمالات ہی نظر آئیں گے، ہر صنعت کے اندر صانع کے کمالات پائے جاتے ہیں، خدا تعالےٰ بھی فرماتا ہے کہ میری کائنات کا ایک حصہ میرے کمالات کی دلیل ہے، الملک وہ بادشاہ ہے اور کائنات کا ایک ایک ذرّہ اس کے حکم کے ماتحت کام کرتا ہے، اور وہ اس پر پورا پورا تصرف رکھتا ہے، القدوس، دنیا کے بادشاہوں کے اندر نقص بھی ہوتے ہیں وہ بے جا طور پر اپنی طاقت کا استعمال کر لیتے ہیں، بعض دفعہ ظلم بھی ان سے ہو جاتے ہیں، لیکن خدا تعالےٰ قدوس ہے، دنیا کے بادشاہوں میں جو نقص ممکن طور پر ہو سکتے ہیں، وہ ان سب سے پاک ہے، العزیز وہ اپنے ارادوں پر غالب ہے کوئی اس کے ارادہ کو بدل نہیں سکتا، اس کائنات پر اس کا پورا غلبہ ہے، الحکیم دنیا میں جن لوگوں کو غلبہ حاصل ہوتا ہے ان میں بہت کم ہوتے ہیں، جو حکمت کے ساتھ اس سے کام لیں، خدا تعالےٰ الحکیم ہے اور وہ طاقت اور غلبہ کے ہوتے ہوئے حکمت سے کام لیتا ہے، اور صحیح طریق سے اس کارخانہ کو چلاتا ہے۔

اُمیوں میں اُمی رسول جو علمی آیات پڑھتا ہے

ان صفات کے بادشاہ نے پسند کیا کہ ان پر اپنی مرضی کو ظاہر کرے، اور اپنی رضا کی راہیں انسان کو بتائے، اسی غرض کے پیش نظر فرمایا ھوالذی بعث فی الامیین رسولاً منھم، اسی خدا نے اپنی مرضی دُنیا پر ظاہر کرنے کے لئے امیوں کے اندر ایک رسُول بھیجا، وہ خود بھی اَن پڑھ تھا اور اَن پڑھ لوگوں میں وہ مبعوث ہوا، منھم وہ انہی میں سے تھا، چالیس سال کی زندگی ان میں بسر کر چکا تھا، وہ اس کے حسب و نسب سے خوب واقف ہیں، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ دیانت و امانت اس میں کمال درجہ پر ہے، وہ نہایت اعلےٰ اخلاق کا انسان ہے، ہمیشہ اپنی قوم کی بہبودی چاہتا ہے منھم کا لفظ بتاتا ہے کہ وہ لوگ اس رسُول کی زندگی ہر پہلو سے پوری طرح واقف تھے، غیر ملک کا شخص ہو تو زندگی کا ہر پہلو سامنے نہیں ہوتا، اس کے ساتھ ہی وہ اَن پڑھ بھی ہے، اور قوم بھی اَن پڑھ ہے لیکن کرشمہ الہیٰ دیکھئے کہ اُمی ہونے کے باوجود ان کو علوم بھری آیات پڑھ کر سناتا ہے۔

قرآن کا کمال

وہ ایسی آیات ہیں، کہ آج چودہ سو سال کا لمبا عرصہ گذر جانے کے باوجود ان میں کوئی تغیر نہیں آیا، حالانکہ دوسری آسمانی کتابیں تھوڑے ہی عرصہ کے بعد بدل گئیں، ان کی بولیاں بھی بدل گئیں، لیکن قرآن کا یہ کمال ہے، کہ مسلمان، عیسائی، یہودی اہلِ زبان لغت کی کتابیں لکھنے والے الفاظ کے معانی بیان کرنے میں اس سے استناد پکڑتے ہیں، ایک ایک لفظ کے معنے بیان کر کے اس کے ثبوت میں قرآن کی انظار (؟) پیش کرتے ہیں، ان کی لغت میں قرآن کا بہت بڑا مرتبہ اور مقام ہے، فرمایا یتلوا علیھم ایتہ اُمی ہو کر ان لوگوں کو قرآن کی آیات سکھاتا ہے، اُمی ہو کر تمام دنیا کو حکمت سکھاتا ہے اور انہیں ایک کرنا چاہتا ہے۔

رسول اللہ صلعم کا دوسرا کام تزکیہ نفس

ویزکیھم پہلا کام بھی بڑا مشکل ہے، اُمی اور ایک کتاب لاتے جس میں ساری دنیا کے لئے ہدایت موجود ہو، بڑی مشکل چیز ہے، لیکن اس سے بھی بڑھ کر ایک اور بات بیان کی جو اس سے بھی زیادہ مشکل ہے، فرمایا وہ ان کا تزکیہ بھی کرتا ہے، عرب قوم کے اندر لڑائیاں اور جھگڑے رہتے تھے شیخیاں اور تکبر ان میں پایا جاتا تھا، ایک دوسرے کو مار ڈالنا، ایک دوسرے کو لوٹ لینا ان کا کام تھا، برے اور گندے افعال ان سے سرزد ہوتے تھے، فرمایا ویزکیھم یہ رسول ان کو ہر قسم کے گند سے پاک صاف کرتا ہے، ان کو پاکیزہ زندگی کی ہدایت کرتا ہے، اس نے شرک کے خلاف معقول سے معقول دلائل دے کر انہیں اس سے چھڑایا، ان میں اتفاق و اتحاد پیدا کیا، ایسے اعلےٰ درجہ کے اخلاق ان میں پیدا ہو گئے کہ وہ فرشتہ سیرت بن گئے، اور اس حد تک روحانیت ان کے اندر پیدا ہو گئی کہ وہ اونٹ چرانے والے لوگ خدا سے باتیں کرنے لگ گئے، نہایت اعلےٰ درجہ کی استعدادیں ان میں پیدا ہو گئیں اور دنیا کی بادشاہت ان کے قدموں میں آ گئی، روحانیت میں اس قدر ترقی انہوں نے کی، کہ ایک دن حضرت عمرؓ خطبہ دے رہے تھے، دوران خطبہ میں انہوں نے آواز دی یاسارِیہ الجبل، جب وہ خطبہ دے چکے تو لوگوں نے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب تھا؟ انہوں نے کہا کہ ساریہ جو اسلامی لشکر کا سردار ہے

...علاقہ میں فوج کے ساتھ مصروف تھے، وہ اور اس کی فوج نظر آئی کہ وہ دشمن کی زد میں ہیں، میں نے آواز دی کہ اے ساریہ پہاڑ کی اوٹ میں ہو جاؤ، جب ساریہ جنگ سے واپس آئے تو انہوں نے بتایا کہ حضرت عمرؓ کی آواز سنی ہمیں بچا لیا، غرض یہ لوگ بادشاہ بھی ہو گئے اور روحانیت میں بھی اعلےٰ مقام پر پہنچ گئے۔

تیسرا کام ـــــــ علم و حکمت کی تلقین

ویعلمھم الکتاب والحکمۃ

ایک اور مشکل کام بتایا کہ یہ رسول ان اُمیوں کو کتاب بھی سکھاتا ہے جو تعلیم اللہ تعالیٰ کی کتاب نے دی ہے اس کا فلسفہ بھی بتاتا ہے، یہ فلسفہ حدیث میں ہے قرآن کا فلسفہ اور اس کی تفسیر جو حدیث میں بیان کی گئی ہے، وہی حکمت کی باتیں ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائیں۔

یہ وہ رسول ہے جو خود بھی امی ہے اور امیوں میں مبعوث ہوا اور علوم اور تہذیب کے زیور سے انہیں آراستہ کیا، بادشاہوں کی اور فرشتوں کی استعدادیں اُن میں پیدا ہو گئیں، اور تہذیب و اخلاق اور روحانیت کے بلند مقام پر پہنچ گئے۔

حضرت نبی کریم صلعم کا دائرہ ہدایت

پھر فرمایا و اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور عربوں تک ہی یہ دائرہ ہدایت ختم نہیں ہو جاتا، حضور کی تعلیم سے دوسری قومیں بھی آپ کے فیوض سے متمتع ہوئیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے فی الامیین کے مقابلہ میں اٰخرین منھم رکھ کر بتایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف عربوں ہی کے لئے مبعوث نہیں ہوئے بلکہ آپ کا دائرہ ہدایت عجمیوں تک بھی پہنچتا ہے، وہ افغان ہوں یا ترک یا عراق، چین، مصر، افریقہ، یورپ اور دنیا کے دوسرے ممالک میں جہاں بھی بستے ہوں ہر جگہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اولیاء اللہ پیدا ہوں گے اور ان کی زندگی بتائیگی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض ہمیشہ کے لئے اور سب قوموں کے لئے جاری ہے۔

اٰخرین منھم کے معنے

مفسرین نے لکھا ہے کہ اٰخرین یا تو مجرور ہے جس کا عطف الامیین پر ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ان اُمیوں کے علاوہ اور بھی لوگ ہونگے جو بعد میں آئیں گے، ان کے لئے بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا فیض جاری ہوگا، اور دوسری بات مفسرین نے لکھی ہے کہ اٰخرین منصوب ہے اور اس کا عطف یتلوا علیھم میں ھم کی ضمیر پر ہے جس کا مطلب ہے کہ اور لوگوں کو بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تعلیم دیں گے، اور ان کا تزکیہ حضور کے فیض کے سبب ہی ہوگا اور آپ ہی انکو علم و دانش بھی سکھانے والے ہوں گے۔

مسیح موعودؑ اور اسکی جماعت آخرین منہم میں

حدیثوں میں ہے کہ قیل لما نزلت ھذہ الاٰیۃ قیل من ھم یا رسول اللہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اٰخرین کون ہیں، فوضع یدہ علی سلمان وقال لو کان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجال من ابناء فارس آپ نے سلمان رضی اللہ عنہ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا پر چلا جائے گا تو اس شخص کی قوم میں سے لوگ اٹھیں گے اور ثریا سے ایمان کو اتار کر لے آئیں گے، اور حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اس کی یہی تفسیر کی ہے لیکن انہوں نے کمال بے نفسی سے کام لیا ہے، امام اسکو کہتے ہیں، کس قدر بے نفس انسان ہے، خدا نے کس قدر عرفان اسے بخشا ہے محمد رسول اللہ صلعم کے سامنے اپنے کو ہیچ سمجھتے ہیں انہوں نے کہا ہے کہ اٰخرین منھم میں اس قوم کا تو ذکر کیا ہے لیکن مسیح موعود کا ذکر نہیں کیا جس کے زمانہ میں وہ قوم ہوگی اور جو مسیح موعود سے فیض یاب ہوگی۔ وہ فرماتے ہیں مسیح موعود کا ذکر اس لئے نہیں کیا گیا کہ اصل معلم اور مزکی خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وہ سب کچھ ہیں اور میں کچھ بھی نہیں ہوں، تو اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ ابتدائی زمانہ کے لوگ بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کو دیکھیں گے اور اللہ تعالےٰ کی تسبیح کریں گے، اور آیندہ زمانہ میں بھی وہی رنگ نظر آئیگا یہ کیسی عظیم الشان پیشگوئی ہے، مسلمانوں کو اس پر فخر کرنا چاہیئے تھا، کہ اس زمانہ میں بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض جاری ہیں۔

حضرت مرزا صاحب کا کمال

لیکن حضرت مرزا صاحب کے لئے بھی بڑی مشکلات ہیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو کتاب الہٰی کا فلسفہ بیان کرتے ہیں، کیا آپ کے بروز کے اندر بھی یہ صفات ہیں؟ اس پنجاب کے اندر حضرت مرزا صاحب کے دوست اور دشمن دونوں گواہی دیں گے کہ وہ باخدا انسان تھا، اس کے پاس بیٹھنے والی ایک قوم کی قوم باخدا بن گئی اور قرآن کا علم اور عرفان انہیں حاصل ہو گیا، اَن پڑھ آدمی بھی جو آپ کے پاس آکر بیٹھے قرآن دان بن گئے، یہ گواہی اس پنجاب نے دی، اور اہل پنجاب نے دیکھا کہ اس شخص نے عیسائیوں کو خطرناک شکست دی، ان کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی۔ اور انہوں نے تبلیغ کا کام ختم کر دیا۔

بے نظیر علمی کتابیں

پھر وہ کتابیں جو آپ نے لکھیں، پنجاب اور ہندوستان کے علماء نے اعتراف کیا کہ جو معارف ان میں بیان کئے گئے ہیں جو زور قلم ان میں پایا جاتا ہے اس کی نظیر نظر نہیں آتی۔ ڈاکٹر اقبال نے ایک دفعہ کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کرنے والے تو بہت دیکھے ہیں لیکن قرآن کی مدح کرنے والے حضرت مرزا صاحب ہی دیکھے ہیں۔

میں نے حضرت کی کتابیں انگلستان میں، جرمنی میں، عربوں کو، مصریوں کو دکھائیں، روس اور بخارا اور ترکی کے علماء کے سامنے رکھیں اور اُن سے کہا کہ ان کی عربی کی فصاحت و بلاغت اور جو معارف انکے اندر بیان کئے گئے ہیں ان کے متعلق رائے دیں، مجھے کبھی ایک بھی ایسا شخص نہیں ملا جس نے انکار کیا کہ یہ وہ کتابیں ہیں جن کی فصاحت و بلاغت بھی بےنظیر ہے، اور ان میں وہ معارف بیان کئے گئے ہیں جو دوسری کتابوں اور تفاسیر میں نظر نہیں آتے۔

غلام میں آقا کی صفات

تو جو صفات آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر تھیں ان کے غلام میں بھی وہی رنگ نظر آتا ہے، پنجاب کے ایک گاؤں کے اندر رہتے ہوئے اس نے وہ فصیح و بلیغ عربی لکھی کہ عرب کے رہنے والے بول اٹھے کہ ہم ایسا نہیں لکھ سکتے ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء جو کمالات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے بخشے ان کے ذریعہ ایک قوم کو فرشتہ سیرت اور بادشاہ بنا دیا ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہی تھا کہ اس نے ایک ایسے شخص کو چنا جس کے ذریعہ سے اَن ہونی باتیں ہو گئیں، پھر اٰخرین کے اندر بھی ان صفات کا پیدا ہونا یہ بھی اللہ کا فضل ہے ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام میں بھی اللہ تعالےٰ نے وہ صفات پیدا کر دیں، یہ بھی اللہ تعالےٰ کا فضل ہے لوگوں کو اس کے وجود سے یقین ہو گیا کہ خدا ہے اور وہ اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے، اس کے ذریعہ یورپ میں فتح کے جھنڈے گاڑے گئے۔

یورپ میں تبلیغی مشکلات اور کامیابی

میں جب انگلستان گیا، تو لوگوں نے یہاں بھی اور وہاں بھی کہا کہ تم لوگ یورپ کو مسلمان کرنے کا خیال رکھتے ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے، ان کے علوم، سائنس اور فلسفہ کے سامنے تم کیا بول سکتے ہو، حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کو بھی لوگوں نے کہا کہ یہ جنون ہے، پاگل پن ہے کیا تم ان لوگوں کو مسلمان کرنے کا خیال کرتے ہو جو علوم و فنون میں تم سے بہت بڑھے ہوئے ہیں، میں جرمنی میں جب پہلے دن بریک فاسٹ پر بیٹھا تو ایک ۵۵ سالہ خاتون جو بیوہ تھی اور اس کی ۷۵ سالہ ماں آئیں اور کہا کیا آپ ہمیں مسلمان کرنے آئے ہیں؟ وہ اس پر ہنسیں اور کہا جرمن علوم و فنون کے سامنے

(باقی صفحہ [illegible] پر)

مبشّر اور موعُود اولاد اور علمائے ربوہ

از چوہدری فضل الرحمٰن قمر صاحب سامانوی

واہ رے جوشِ جہالت خوبؔ کھلائے ہیں رنگ
جھوٹ کی تائید میں حملے کریں دیوانہ وار

۱۹ر دسمبر کے پیغام صلح میں علمائے ربوہ کے ایجاد کردہ کلیات کی رُو سے ہم نے اُن سے کچھ مطالبات کئے تھے جن میں اپنے دعوے کے اثبات اور فریق مخالف کے ابطال کے لئے حضرت مسیح موعود و حضرت حکیم الامۃ رضؓ کی تحریرات بھی پیش کی گئی تھیں، دیانتداری کا تقاضہ یہ تھا کہ ہمارے مخاطب ان کا کوئی جواب دیتے مگر معزز ناظرین الفضل مورخہ ۲۳ ر و ۲۵ ر دسمبر میں ربوائی علماء کرام کے دو اداریے اور ایک مضمون پڑھ کر حیران ہوں گے کہ ان ہر سہ مضامین میں ہمارے دلائل کو چھوا تک بھی نہیں۔ حسب عادت علاوت محمودؓ اور محمود دشمنی کی نوحہ خوانی کر کے اس صف ماتم کو تبرا پر ختم کیا گیا ہے اور دلائل حقہ سے ہلاک ہونیوالا طائفہ جو ناپاک حربے استعمال کرتا رہا ہے، ان میں سے ان فاضلوں نے کوئی باقی نہیں چھوڑا، اور حق کے فولادی شکنجہ کی گرفت سے نجات حاصل کرنے کا انہوں نے یہی بہتر ذریعہ سمجھا کہ اصول کو چھوڑ کر ذاتیات میں اُلجھ پڑیں اور دشنام دہی کے ذریعہ غلط مبحث کریں تا کسی طرح اصل بحث سے چھٹکارا ہو جائے یہ ٹھیک ہے کہ جن مذموم صفات سے ہمارے دوست متصف ہیں ہم اُن میں پڑنا نہیں چاہتے، وہ گالیاں دیں الزام لگائیں ہم انشاء اللہ تعالیٰ اصول کو ہاتھ سے چھوڑ کر ان کو رہائی کا موقعہ نہ دیں گے، جیسے کسی نے کہا ہے ؎

تو ہو کے ترش رُو مجھے گالی ہزار دے
یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اُتار دے

صُلبی اور رُوحانی اولاد

افترا پردازی ان لوگوں کا چلتا ہتھیار ہے اور اپنے مخالف کی طرف جھوٹ منسوب کرنے میں نہ ان کو خدا کا خوف مانع ہے اور نہ دنیا کی شرم۔ چنانچہ ہمارے مضمون کے جواب میں پہلے اداریے میں جناب ایڈیٹر صاحب الفضل لکھتے ہیں:-

"ایک عجیب و غریب دلیل جو جناب چیمہ صاحب کی ایجاد ہے اور جس کا اعادہ اب پیغام صلح کے تازہ پرچہ میں چوہدری فضل الرحمٰن قمر صاحب سامانوی نے کیا ہے یہ ہے کہ چونکہ یہ ضروری نہیں کہ اولیاء اللہ کی صلبی اولاد نیک ہو، اس لئے لازمی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد نعوذ باللہ گمراہ ہو ....
خواہ کتنی ہی ڈھٹائی کا اظہار کیوں نہ کرنا پڑے ان بشارات کو کھینچ تان کر روحانی اولاد پر چسپاں کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دینا چاہیئے"

(الفضل ۲۳ر دسمبر ۱۹۵۶ء)

محترم جناب چیمہ صاحب اور خاکسار کے مضامین پڑھنے والے جانتے ہیں کہ جو بات ہماری طرف منسوب کی گئی ہے، وہ سراسر افترا ہے، اصل بات یہ ہے کہ جناب چیمہ صاحب نے نص قرآنی سے یہ ثابت کیا تھا کہ انبیاء و اولیاء کی وارث ان کی روحانی اولاد ہوتی ہے اور صلبی اولاد ان کی وہی وارث ہوگی جو روحانی طور پر خود کو اس کا وارث ثابت کرے گی چونکہ حضرت مسیح موعود کی موجودہ جسمانی اولاد کے عقائد حضور کے عقائد کے خلاف ہیں اس لئے وہ انه ليس من اهلك کی ذیل میں آتی ہے چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ ان دلائل کی تردید کرتے اس کی بجائے یہ افترا کر کے جان چھوڑانے کی کوشش کی کہ یہ چیمہ صاحب کی ایجاد ہے، پھر ہم نے حضرت اقدس کا اپنا فیصلہ بھی پیش کر دیا تھا شاید اس کو انہوں نے اس لئے نہیں مانا کہ وہ "نبی" کا اپنا اجتہاد ہے کوئی وحی نہیں، اس لئے ہم ان پر یہ حجت بھی پوری کئے دیتے ہیں تاکہ اُن کا یہ عذر بھی باقی نہ رہے، وہ اس طرح کہ اس بات سے تو وہ انکار نہیں کر سکتے کہ عملٌ غير صالح ہونے کی وجہ سے ایک بیٹے کو انه ليس من اهلك کا سرٹیفکیٹ ملا اور یہ بھی ان کو ماننا پڑے گا کہ یہ وحی ایک نبی کو اس کے بیٹے کے متعلق ہوئی تھی۔ اگر ہم یہ ثابت کر دیں کہ جو وحی نوح علیہ السلام کو اپنے بیٹے کے متعلق ہوئی وہی وحی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی ہوئی تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ یہ عجیب و غریب دلیل چیمہ صاحب کی ایجاد نہیں، بلکہ اس کا موجد اللہ تعالےٰ اور مؤید حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں چنانچہ تذکرہ صفحہ ۸۵ پر حضرت اقدس کی یہ وحی درج ہے :-

"ولا تخاطبني في الذين ظلموا انهم مغرقون - يا ابراهيم اعرض عن هذا انه عبد غير صالح جس کی دوسری قرأت ہے انه عمل غير صالح"

ہمارے فاضل دوست بتائیں کہ وہ کونسا بیٹا ہے جس کے متعلق اعرض عن هذا کا حکم ہوا ہے اور ... پسر ہے جس کو انه عبد غير صالح کا سرٹیفکیٹ ... الا- جواب دیتے وقت یہ ذہن میں رکھنے گا کہ وہ کوئی ایسا بیٹا ہے جو اپنی نسبت حضرت اقدس کے الہامی نام ... کی طرف دیکر بڑی تحدی کیا کرتا ہے کہ میرے مخالف ... کو نوح کا بیٹا کہتے ہیں میں کہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود کا ... صرف نوح نہ تھا بلکہ ابراہیمؑ بھی تھا، اس لئے وہ ... ابراہیمؑ کا بیٹا کیوں نہیں مان لیتے وحی الٰہی میں اس بیٹے ... اسی تحدی کا جواب دینے کے لئے اللہ تعالےٰ ... حضور کو نوحؑ کی بجائے ابراہیم نام سے یاد کیا ... اور اس میں حضرت کی جماعت کو یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ کہیں ... مسیح موعودؑ کے ابراہیمؑ نام کی وجہ سے تم اس کے بیٹے ... بھی اسمٰعیل نہ سمجھ لینا۔ مسیح موعود بے شک ابراہیمؑ کا بروز ... ہے مگر بیٹے کے متعلق فرمایا کہ انه عبد غير صالح اور عبد کے لفظ میں بھی ایک قسم کی پیشگوئی ... دی یعنی وہ ایسا بیٹا ہوگا جو بظاہر عبد بن کر ہماری محبوبیت کا دعویدار ہوگا مگر لے مثیل ابراہیم کے ماننے والو تم ... کے ظاہر عبودیت اور محبوبیت کے دعاوی سے دھوکہ ... کھا جانا کیونکہ انه عمل غير صالح اب ... کہ آفتاب نصف النہار کی طرح پوری ہونے والی وحی ... بعد کون ہے جو اس دلیل کو "چیمہ صاحب کی ایجاد" بتا کر خدا ... تعالیٰ کی وحی کی تکذیب کرے، اس وحی میں اور بھی کئی لطیف ... اشارے ہیں جو انشاء اللہ حسب ضرورت پیش کئے جا ... رہیں گے، سردست ہم ربوائی علماء کرام سے یہ دریافت ... کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کا وہ کونسا بیٹا ... جو عبودیت اور محبوبیت کے بلند ترین مقام پر پہنچنے کا دعویدار ... ہے اور اس دعوے کے باوجود اسے عبد غیر صالح کہا گیا ... ہے کیا کوئی بزرگ جواب کی زحمت گوارا فرمائیں گے؟

حضرت مسیح موعود کا قطعی فیصلہ

ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کی متعدد تحریرات سے یہ ثابت کیا تھا کہ اولیاء اللہ کی وارث ان کی روحانی اولاد ہوتی ہے اگر ہمارے بزرگ دوستوں کو کچھ سوجھ بوجھ ہوتی تو وہی جواب دے دیتے کہ یہ سب حوالجات تریاق القلوب کے ہیں جو ۱۹۰۱ء سے پہلے کی ... اور ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تمام تحریرات کو مسیح موعود ... منسوخ قرار دے چکے ہیں اس لئے وہ ہم پر حجت نہیں ... اس طرح کم از کم کوئی جواب بن تو جاتا مگر کہتے ہیں کہ جب ... کے بُرے دن آتے ہیں تو اس کی عقل ماری جاتی ہے ... اب شاید ہماری رہنمائی سے وہ یہ فائدہ اُٹھانے کی کوشش ... کریں اس لئے ہم قبل از وقت ہی اُن کے اس جواب میں ... حوالہ پیش کرتے ہیں جس کا جواب انشاء اللہ وہ زندگی ... نہ دے سکیں گے سنئے حضور فرماتے ہیں:-

"ربّ لا تذرني فردا و انت خير الوارثين یعنی خدا کی وحی میں میری

. . . .

. . . .

. . . .

طرف سے یہ دعا تھی کہ اے میرے رب مجھے اکیلا مت چھوڑ اور تجھ سے بہتر کون وارث ہے یعنی اگرچہ میں اس وقت میں اولاد بھی رکھتا ہوں اور والد بھی اور بھائی بھی لیکن **رُوحانی طور پر ابھی اکیلا ہوں** اور تجھ سے ایسے لوگ چاہتا ہوں **جو رُوحانی طور پر میرے وارث ہوں** اور یہ دعا آیندہ امر کے لئے ایک پیشگوئی تھی کہ **خدا تعالیٰ رُوحانی تعلق والوں کی ایک جماعت میرے ساتھ کر دے گا"**

لہ اس تنازع میں قول فیصل کا حکم رکھتا ہے یعنی اولاد دے بے مگر اللہ تعالیٰ اس کو آپ کی وارث نہ سمجھتے ئے یہ دعا تلقین کرتا ہے کہ تجھ سے ایسے لوگ ہوں جو روحانی طور پر میرے وارث ہوں، اگر پہلے مضمون رج شدہ حوالجات کے ساتھ اسے بھی ملا لیا جائے ت طور پر عیاں ہو جائے گا کہ یہ عقیدہ جیسا صاحب رکا ایجاد کردہ نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کا ایجاد کردہ عضرت مسیح موعودؑ کا بیان فرمودہ ہے

مسیح موعودؑ آنحضرت صلعم کے رُوحانی فرزند ہیں

ہمارے فاضل دوستوں کو معلوم ہے کہ مخالفین ملک حضرت اقدس کے دعویٰ مجددیت کا انکار کر رہے کہ آنیوالا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی اولاد میں سے گا، چنانچہ حضرت مسیح موعود نے ایسے مکذبین کو جو جواب ہے ہم وہ بھی درج کر دیتے ہیں جو یہ ہے :-

"جسمانی خیال کے لوگوں نے کبھی اس موعود کو حسنؓ کی اولاد بنایا اور کبھی عباس رضؓ کی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف یہ مقصود تھا کہ وہ فرزندوں کی طرح اس کا وارث ہو گا۔"

(ایک غلطی کا ازالہ)

عبارت میں حضرت مسیح موعودؑ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ باء اللہ کی جسمانی اولاد کو ان کا وارث سمجھنا" جسمانی خیال" لوگوں کا کام ہے، سو ان کو یہ خطاب مبارک ہو اگر ان ی کا کلیہ درست مان لیا جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا ہدی معہود کے مکذبین کے اعتراض کو درست تسلیم کر کے کی صداقت سے بھی انکار کرنا پڑے گا۔ خوف خدا ھنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہی کافی ہو سکتی ہے مگر ہم ہ تو اپنے دوستوں کے لئے اس قدر دلائل پیش کر دیئے کہ اگر بغض و حسد نے بالکل اندھا نہ کر دیا ہو اور "ذاتی مفاد" کے سامنے نہ ہو تو انکار کی گنجائش .... نہیں ہے

صاف دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشان کافی ہے گر دل میں ہو خوف کردگار

نامعقول جواب

مولانا ابوالعطاء صاحب جن کا کام ٹوٹی ہوئی ماردل کو جوڑنے کی ناکام سعی کرنے کے سوا اور کچھ نہیں، اور اسی سبب سے حال ہی میں آپ کو چشم بد دُور "خالدؔ" کا خطاب بھی ملا ہے اور ڈیوٹی سپرد ہوئی ہے "پیغامیوں کی گردن توڑنا" اگرچہ یہ خطاب برعکس نہند نام زنگی کا فور کا مصداق ہے پھر بھی حضرت مولانا جتنے ہیں پھولے نہیں سماتے، حالانکہ اس خطاب کی حقیقت اس قدر ہے جو مدت ہوئی جناب خلیفہ صاحب ایک خطبہ میں بیان فرما چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کسی کو خطاب دینا ایسا نہیں ہوتا جیسا کہ گورنمنٹ کسی بزدل-........ کو خانبہادر کا خطاب دے دیتی ہے، جس کے اندر بہادری کی کوئی بھی صفت نہیں ہوتی، تو جناب مولانا کو بھی "خالدؔ" کا خطاب ان کی بزدلی کا پروپیگنڈا کرنے کے لئے ہی دیا گیا ہے مگر وہ ہیں کہ آجکل ایک کریلا دوسرے نیم چڑھا کے مصداق ہو رہے ہیں، کسی سوال کا جواب بن آئے یا نہ آپ فوراً بول اُٹھتے ہیں کہ "تیلی رے تیلی تیرے سر پہ کولہو" یعنی سوال کا جواب بنے یا نہ بنے مگر سائل کو بوجھ سے ضرور مارنا ہے چنانچہ ایک طرف آپ نے ہمارے دلائل کی صداقت کا لوہا مان کر اپنے عجز کا ان الفاظ میں اقرار کر لیا ہے کہ :-

"ہمیں اہل پیغام سے کسی لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہیں"

(الفضل ۲۵ر دسمبر)

شکست خوردہ ذہنیت کو اس کھلے اعتراف شکست کے بعد بالکل خاموش ہو جانا چاہیئے تھا، مگر وہ پرانے مولویانہ ہتھکنڈہ کو استعمال کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"پیغام صلح کی اشاعت ۱۹ر دسمبر میں اعلان کیا گیا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی اولاد یعنی مولوی عبدالوہاب اور مولوی عبدالمنان صاحبان کوئی معمولی انسان نہیں ہیں بلکہ مبشر اور موعود ہیں"

ہم نے مضمون متذکرہ میں ان کے اس کلیہ کو تار تار کیا تھا کہ انبیاءؑ اولیاء کو جس اولاد کی پیدائش کا قبل از وقت وعدہ دیا جائے وہ غیر صالح نہیں ہو سکتی بلکہ اس کو غیر صالح بتانے والے ہی منافق اور مرتد ہوتے ہیں، علمائے ربوہ کے اس من گھڑت کلیہ کے تحت ہم نے ان سے سوال کیا تھا کہ ان کے عقیدہ کی رُو سے حضرت حکیم الامۃ رح ولی اللہ تھے یا نہیں؛ اگر تھے تو ان کی اپنی اولاد کے متعلق اس کی پیدائش سے قبل کوئی وعدہ دیا گیا تھا؟ اگر ایسا وعدہ تھا تو کیا وہ موعود اولاد اسی کلیہ کی رُو سے منافق ہو سکتی ہے؟ اگر ہو سکتی ہے تو یہ کلیہ غلط ہو گیا اگر وہ اولاد منافق نہیں ہو سکتی تو پھر اسکو غیر صالح بتانے والے خود منافق ہو گئے، اس کے ساتھ ہی یہ بھی سوال کیا تھا کہ ان کے کلیہ کے بموجب پیدا ہونے والی ایک ولی اللہ کی اولاد غیر صالح ہو سکتی ہے تو دوسرے کی کیوں نہیں ہو سکتی اور اگر ایک کی اولاد غیر صالح نہیں ہو سکتی تو دوسرے کی کیونکر ہو سکتی ہے؟ یہ تھا وہ شکنجہ جس کی مضبوط گرفت سے نجات کی کوئی صورت نہ تھی، ہمارے ان سوالات کا جواب یہ دینا چاہیئے تھا کہ حضرت مولانا نورالدین صاحب رحؒ کی اولاد مبشر اور موعود نہیں یا یہ کہ یہ کلیہ صرف حضرت اقدس کی اولاد کے لئے مخصوص ہے یا یہ کہ حضرت مولوی صاحب ولی اللہ نہ تھے، مگر یہ ان کو اب تک مسلم ہے کہ حضرت مولانا صاحب رحؒ ولی اللہ تھے، اور یہ بھی ان کو معلوم ہے کہ آپ کی اولاد ان کے کلیہ کی رُو سے موعود ہے اور یہ بھی وہ جانتے ہیں کہ حضرت مولانا رحؒ نے اس اولاد کے متعلق خدا تعالیٰ کی طرف سے بشارتوں کا تذکرہ بھی فرمایا ہے اب اگر وہ ان باتوں کو تسلیم کر لیں تو ان کی ریت پر کھڑی کی ہوئی عمارت زمین پر گر جائے گی، اس لئے گومگو کی حالت میں بدحواس ہو کر وہ جواب دیا جو اوپر درج کیا گیا ہے، کیا اس عذر گناہ سے بہتر یہ نہ تھا کہ جناب ابوالعطاء صاحب بالکل خاموش رہتے تاکہ ان کی پردہ دری تو نہ ہوتی ؎

گر زباں کو بند رکھتے ہوتی رسوائی نہ یوں
آبرو کیوں بہتی پھرتی مثل پانی آپ کی

دوسرا جواب

جو پہلے سے بھی زیادہ نامعقول ہے یہ ہے :-

"اب حسن اتفاق سے غیر مبائع دوستوں پر یکایک منکشف ہو گیا ہے کہ مولوی عبدالوہاب صاحب اور مولوی عبدالمنان صاحب مبشر اور موعود ہیں تو کیا یہ مناسب نہ ہو گا کہ غیر مبائعین اس موقعہ کو غنیمت جان کر ایک مبشر اور موعود کو امیر مقرر کر لیں"

یہ مضحکہ خیز جواب پڑھکر کہنا پڑتا ہے :-

گر یہی فہم و فراست ہے تو کیا کہنا ہے
گر یہی ذہن و ذکاوت ہے تو کیا کہنا ہے
گر یہی علم و درایت ہے تو کیا کہنا ہے
متحد علم و جہالت ہے تو کیا کہنا ہے

یہ اس قوم کے ایک چوٹی کے عالم کا جواب ہے کل تک جس کا ایک ناخواندہ ممبر بھی ہر اعتراض کا معقول اور مدلل جواب دیا کرتا تھا مگر جب سے پیرپرستی کا طوق گلے کا ہار ہوا ہے اس وقت سے اس جماعت کے "مولوی ننگے ہو گئے" کوئی ان مولوی صاحب سے پوچھے کہ جناب "غیر مبائع دوست" تو خالیوں کے اس خود ساختہ معیار کو ہی غلط سمجھتے ہیں جس کے ابطال کے لئے ہی مضمون متذکرہ لکھا گیا تھا جس کی صداقت کا لوہا مان کر آپ بھی بدحواس ہو گئے بفضلہ تعالیٰ ہمارے مطالبہ نے تو آپ کو مبہوت کر دیا اور کمزور ترین گھر کے تانے بانے کو تار تار کر دیا پس ہو نہ ایک سرتا پا غلط معیار کی بنیاد تنکے کو اکھاڑ کر پھینک چکے ہوں ان کو کسی "مبشر یا موعود" کو امیر بنانے کا

(باقی صلا پر)

موجودہ زمانہ میں تحریک احمدیت کی ضرورت از صفحہ ۲

سے نبرد آزما ہو کر انہیں اُن کے اپنے گھر میں شکست دیتی ہے۔ کیا ایسی جامع اصول والی جماعت سوائے احمدیہ جماعت لاہور کے کوئی اور ہے؟ ہر منصف مزاج یہی کہیگا کہ نہیں۔ مسلمانوں میں جو دوسری جماعتیں ہیں، اُن میں سے بعض کا مقصد سیاسی اقتدار حاصل کرنا ہے، اور اس کے لئے وہ اس نظریہ کی آڑ لیتے ہیں کہ اسلام میں مذہب اور سیاست الگ الگ چیزیں نہیں ہیں۔

مذہب کے نام پر اقتدار چاہنے والی جماعتیں

اس قسم کی جماعتوں نے اسلام کی تاریخ میں قتل و غارت کے دروازے کھولے۔ کیونکہ سیاسی تفوق بغیر قتل و خون ریزی کے ممکن نہیں، آپ خواہ کتنے ہی مذہبی اور اہل کیوں نہ ہوں۔ لیکن دوسرا شخص آسانی سے آپ کے لئے اقتدار کی کرسی کو نہیں چھوڑے گا۔ اس لئے آپ کو مقابلتاً غیر صالح شخص کو کرسی اقتدار سے ہٹانے کے لئے مذہب کے نام پر اُس کے خلاف تلوار اُٹھانی پڑے گی، بالمقابل وہ شخص آپ کو غیر اہل سمجھ کر اور اپنے کو زیادہ اہل سمجھتے ہوئے آپ کے خلاف تلوار اُٹھائے گا۔ اسی لئے تاریخ اسلام میں مسلمانوں نے مذہب کے نام پر ایک دوسرے کو قتل کیا۔ اس لئے ایسی جماعتیں جو سیاست کو مقصد حیات بنائیں اسلام اور مسلمانوں کے لئے ہرگز مفید نہیں ہیں۔

جامع اور عالمگیر تبلیغی پروگرام رکھنے والی جماعت

بعض دیگر جماعتیں ایسی بھی ہیں۔ جو تبلیغ اسلام کے ایک پہلو کو لئے ہوئے ہیں، سوائے جماعت احمدیہ لاہور کے کسی دیگر جماعت کے ہاں ایک جامع اور عالمگیر تبلیغی پروگرام نہیں ہے۔ اس لئے یہ بات طے ہو جانے کے بعد ہر مسلمان کے ذمہ مندرجہ بالا قرآنی آیات کے تحت یہ فرض رہ جاتا ہے۔ کہ وہ سوچے کہ آیا وہ جماعت احمدیہ لاہور جیسی اہم جماعت کے ساتھ مل کر کام کر رہا ہے یا نہیں اور اگر نہیں کر رہا تو پھر کیا اس کی مالی امداد کر کے فرض تبلیغ سے بالواسطہ طور پر سبکدوش ہو رہا ہے یا نہیں۔

جماعت احمدیہ سے خطاب

اس کے بعد میں اس چھوٹی سی جماعت کو مخاطب کر کے اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں دلائل قطعیہ و براہین نیرہ سے یہ امر ثابت ہو گیا ہے۔ کہ آیت ولتکن منکم امۃ کے مصداق آپ لوگ ہیں، یہ خدا کا احسان ہے۔ کہ اُس نے مبلغ اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر آپ کو کھڑا کیا ہے۔ کہیں کسی خاندان سے کہیں کسی گاؤں سے اور کہیں کسی ضلع اور صوبہ اور ملک سے ایک ایک کو چُن کر آپ سب کو اس خدمت کے لئے نوازا ہے۔ خدا تعالے نے اس مبلغ اعظم خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ کے ذمہ جہاں تبلیغ کا کام سپرد کیا وہاں اُن کی حفاظت کا وعدہ بھی فرمایا۔ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس۔ (سورۃ مائدہ ایت ۶۷)

اس لئے خدا کی حفاظت کا وعدہ آپ کے ساتھ بھی ہے۔ حضرت مجدد اعظم نے جس راہ پر آپ کو لگایا وہی فتح و کامرانی کی راہ ہے۔ کدھر گئے وہ عیسائی، کدھر گئے وہ آریہ، سب کے سب ختم ہو گئے مگر آپ زندہ ہیں۔ یہ موت جسمانی نہیں ہم کسی کی جسمانی موت یا مالی نقصان کے متمنی نہیں، آپ کی دلائل کی تلوار نے انہیں مار دیا۔ مسلمانوں میں سے بھی جو ہمیں کافر کہتے تھے۔ اُن کا کیا حشر ہوا۔ کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہو گئے۔ اہل قادیان بھی اپنے ہاتھوں آپ مر گئے میدان آپ کے ہاتھ رہ گیا ہے اس بات پر خوشی مناؤ اور اس بات سے اپنے دلوں کو گرماؤ کہ خدا کی تقدیر میں فتح آپ کے نام پر لکھی ہوئی ہے، ہزاروں رحمتیں ہوں اُن قدوسیوں پر جنہوں نے اپنے مال و جان سے اس درخت کو سینچا ہے، مبارک ہیں وہ جو اب بھی اس کی آبیاری کر رہے ہیں، اور پھر لاکھ لاکھ رحمتیں اُس رُوح پر ہوں جس نے قادیان کی ایک چھوٹی سی بستی سے اُٹھ کر مخالفت کے طوفان میں اس جماعت کے پودہ کا بیج بویا۔ جو آج تناور ہو کر مشرق و مغرب کو اپنا ثمر دے رہا ہے۔

کہو مرزا غلام احمد کی جے

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران "پیغام صلح" میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے ان کے نمبر خریداری اور چندہ جو اُن سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے اس لئے اس بقایا کو شامل کر کے اُن کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے ایسے احباب اگر یکمشت رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے بہ سہولت دے سکیں ادا کر دیں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اُٹھانا پڑے بہرصورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست کو دیکھ لیں کہ آیا اُن میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں ہے۔ اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۵ فروری ۱۹۵۷ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے۔ اگر ۵ فروری ۱۹۵۷ء تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی، تو ۸ فروری ۱۹۵۷ء کو ان کے نام پوری رقم کا وی پی پی روانہ کر دیا جاویگا جس کا چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا، ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اُٹھانا پڑے گا۔ جو اُن کے چندہ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر سرخی کا دائرہ بنا دیا گیا ہے۔

(مینیجر پیغام صلح)

نمبر	رقم	نمبر	رقم
۱	6/-/-	۱۹	6/-/-
۲	6/-/-	۲۱	6/-/-
۱۵	6/-/-	۳۱	6/-/-
۳۶	6/-/-	۲۳۵	24/-/-
۳۸	6/-/-	۲۴۱	6/-/-
۳۹	18/-/-	۲۴۴	6/-/-
۴۰	6/-/-	۲۴۵	6/-/-
۴۱	6/-/-	۲۵۳	6/-/-
۴۶	6/-/-	۲۶۱	48/-/-
۴۸	6/-/-	۲۶۳	12/-/-
۵۵	6/-/-	۲۷۱	36/-/-
۶۳	18/-/-	۲۷۲	24/-/-
۷۲	6/-/-	۲۸۴	6/-/-
۷۵	6/-/-	۲۸۶	36/-/-
۷۷	6/-/-	۲۸۷	6/-/-
۸۵	6/-/-	۲۸۹	12/-/-
۸۷	30/-/-	۲۹۱	6/-/-
۹۳	54/-/-	۲۹۲	18/-/-
		۲۹۵	18/-/-
۱۰۶	18/-/-	۲۹۹	6/-/-
۱۰۸	18/-/-	۳۰۲	6/-/-
۱۱۵	6/-/-	۳۰۵	6/-/-
۱۲۸	6/-/-	۳۰۶	24/-/-
۱۳۱	6/-/-	۳۰۷	6/-/-
۱۳۲	90/-/-	۳۰۹	6/-/-
۱۴۰	16/-/-	۳۱۱	6/-/-
۱۴۲	12/-/-	۳۲۰	12/-/-
۱۴۳	12/-/-	۳۳۲	18/-/-
۱۵۰	6/-/-	۳۳۴	6/-/-
۱۵۵	6/-/-	۳۳۷	6/-/-
۱۵۳	12/-/-	۴۴۰	6/-/-
۱۵۴	6/-/-	۴۷۴	6/-/-
۱۵۹	6/-/-	۴۹۲	6/-/-
۱۶۲	6/-/-	۴۹۴	6/-/-
۱۷۱	6/-/-	۵۹۰	6/-/-
۱۷۳	12/-/-	۶۰۹	4/-/-
۱۷۴	6/-/-	۹۲۰	6/-/-
۱۸۲	36/-/-	۹۳۱	6/-/-
۲۰۲	6/-/-	۹۳۵	6/-/-
۲۰۳	6/-/-	۹۶۲	6/-/-
۲۳۳	6/-/-	۱۰۰۰	6/-/-
۲۳۴	18/-/-	۱۰۰۲	3/-/-

رعایتی

نمبر	رقم	نمبر	رقم
۷۶۸	3/-/-	۷۹۲	6/-/-
۷۷۴	3/-/-	۷۹۴	4/-/-
۷۷۶	3/-/-	۸۰۷	6/-/-
۷۸۵	3/-/-	۸۲۹	29/-/-
۷۸۶	2/-/-	۹۲۸	6/-/-

مبشر اور موعود اولاد اور علمائے ربوہ

(بسلسلہ صفحہ ۱۰)

مشورہ دینا "ٹاوٹی خالد" کے ہی دماغ کا کام ہے البتہ ان لوگوں کے لئے یہ خوشخبری ضرور ہوسکتی ہے جو کسی "موعود اور مبشر" کی قیادت اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتے ہوں اور جن کو "پرانے مبشر" کے "اعصاب خراب" ہونے کی شکایت پیدا ہو رہی ہو اس لئے کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ اسے اوورہال ہونے کے لئے مزلو دے دی جائے اور ایک نوجوان موعود کے سر پر قیادت کا تاج رکھ دیا جائے اس طرح "مبشر اور موعود" بھی ہاتھ سے نہ جائے گا اور خراب اعصاب والے سے بھی نجات مل جائے گی، آم کے آم اور گٹھلیوں کے دام کیا اس ہمدردانہ مشورہ پر عمل کیا جائے گا۔

جماعت احمدیہ لاہور کا نظام

حسب الفرمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام جماعت احمدیہ کے نظام کی بنیاد اسلامی جمہوریت پر ہے اور نہ جمہوریت میں اختلاف رائے بھی ہوتا ہے اور کمزوریاں بھی کسی کارکن کی خامی پر نظام کو ٹوکنے والوں اور اس پر تنقید کرنے والوں کو نہ خلافت راشدہ کے زمانہ میں منافق بتا کر نظام سے علیحدہ کیا گیا اور نہ اب کیا جاتا ہے ہر شخص آزادی اور بے باکی سے اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے، یہ سب کچھ خلفائے راشدہ کے زمانہ میں ہوتا چلا آیا ہے اگر ہماری بات کا یقین نہیں تو حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کا مندرجہ ذیل ارشاد پڑھیئے گا جو اسی قماش کے ایک معترض کے جواب میں لکھا گیا:۔

"اگر میں محمد بن ابوبکر یزید ابن معاویہ، طلحہ زبیر، مغیرہ، رضوان اللہ علیہم کل صحابہ کا ذکر کروں تو آپ شاید جامہ سے باہر ہو جائیں مگر یہ قرآن میں ہے کہ قیامت تک ان کی کچھ رنجیدگیاں تھیں جن کا بیان ونزعنا ما فی صدورھم الآیہ میں موجود ہے۔ . . . .
بلکہ اگر اسباب النزول کی روایتیں آپ کے نزدیک صحیح ہیں تو لاتقدموا بین ید اللہ ورسولہ کی شان نزول پڑھو پھر تمہیں معلوم ہوگا کہ ابوبکر و عمر جیسے لوگوں میں تنازع ہو جاتے تھے علیہم الرضوان"

(الحکم ۲۴ ربود ۱۸۹۹ء)

فاضل معترض کو غور کر کے جواب دینا چاہیئے کہ اگر اکابرین جماعت احمدیہ لاہور میں اختلاف رائے کا ہونا اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے تو حوالہ مندرجہ بالا کی رو سے صحابہ کرام میں جو اختلاف رائے تھا اس کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے؟

علاوہ ازیں ہم یہ عرض کریں گے کہ ؎

تجھے کیوں فکر ہے اے گل دل صد چاک بلبل کی
تو اپنے پیرہن کے چاک تو پہلے رفو کر لے

جس گروہ کے اندر منافقوں کی سوگنا بھرمار ہو، اور یہ منافقت کسی "مصنوعی تقدس" کے ذاتی کردار کی وجہ سے بڑھتی چلی جا رہی ہو، اس کے گروہ کے "اقنوم ثلاثہ" کا جماعت احمدیہ لاہور کے ممبروں کے اختلاف رائے پر بغلیں بجانا نا عاقبت اندیشانہ اقدام ہے، ممبران جماعت احمدیہ لاہور کا دامن اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے تمام الزامات سے پاک ہے جو "محبوبیت" کے مدعی کی ذات پر اس کے اپنے مرید عاید کر رہے ہیں، آپ ان کے مطالبات کا جواب دے کر سرخرو ہو جیئے اور نوٹ کر لیجئے کہ جماعت احمدیہ لاہور کے بزرگوں میں سے کبھی کسی نے تقدس کا جبہ پہن کر مخلوق خدا کو دھوکہ دینے کی کوشش نہیں کی اور نہ اُن میں سے کوئی "انا خیر منہ" کا مدعی ہے اور نہ ہی وہ اپنی شان "لایسئل عما یفعل" سمجھتے ہیں اور نہ ان میں سے کسی کو "کان اللہ نزل من السماء" کا مصداق ہونے کا دعوےٰ ہے اور نہ وہ اپنا منصب پوپ کی مانند سمجھتے ہیں اور نہ جماعت کے عوام ان کو "اربابا من دون اللہ" مانتے ہیں، اس کے باوجود یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ان میں سے کسی پر اگر بڑے سے بڑا اعتراض ہوا تو وہ نظام یا اس کے کسی کارکن کے متعلق ہوا جو جمہوریت میں ہونے چاہئیں، اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان میں کسی کی ذات پر اس قسم کے ناپاک الزامات نہیں لگے جو مندرجہ بالا صفات کے دعویدار کی ذات گرامی پر مخلص مریدوں کی طرف سے حضرت اقدس علیہ الرحمۃ کی زندگی سے آج تک برابر لگتے چلے آ رہے ہیں، اگر اس کا کوئی جواب ہے تو دیجئے کہ کیوں ایسا ہو رہا ہے؟ ہم سے صرف معتقدات کے متعلق علمی اور اصولی بحث کیجئے، ذاتیات کی بحث میں آپ کا شوق پورا کرنے کے لئے قدرت نے آپ میں سے ہی "حقیقت پسند پارٹی" کو کھڑا کر دیا ہے، آپ جن کی طرف رُخ بھی نہیں کرتے اگر آپ اس میدان کے مرد ہیں تو ان کے ساتھ دو دو ہاتھ کیجئے تاکہ آپ کا دم خم معلوم ہو جائے، ورنہ ان چالبازیوں سے حق کو چھپانا اور بیت العنکبوت کو بچانا اب مشکل ہی نظر آتا ہے کیونکہ ؎

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائدار ہوگا

احمدی زمیندار متوجہ ہوں

۱۔ احمدیہ فارم واقع قاضی احمد وجادو جو نو ضلع نوابشاہ کے لئے چند مخلص احمدی مزارعین کی ضرورت ہے، انجمن کی تقریباً ساٹھ مربع اراضی ان مقامات پر ہے پچھلے چند ماہ میں زاید از ایک لاکھ روپیہ کے خرچ سے وہاں ٹریکٹر زمین کی درستی کے لئے اور دو ٹیوب ویل آبپاشی کے لئے مہیا کئے گئے ہیں ٹیوب ویل کے علاوہ نہر کا پانی بھی موجود ہے۔ احمدی کاشتکار ان سہولتوں سے فائدہ اٹھائیں۔ اور انجمن کی آمدنی میں اضافہ کا موجب بن کر ثواب حاصل کریں۔

(۲) ان اراضیات میں جنگل کی صفائی کا کام بڑی سرعت سے جاری ہے۔ بل ڈوزر اس غرض کے لئے استعمال کئے جا رہے ہیں جنگل کی کٹائی کے بعد مُڈھیاں نکالنے کا کام بہت محنت طلب ہے اس کام کے لئے ٹھیکیدار بھی مطلوب ہیں، جو نرخ فی ایکڑ طے کرنے کے بعد اس کام کا ٹھیکہ لے سکتے ہیں۔ اگر کچھ لوگ یومیہ اُجرت پر اس کام کو کرنا چاہیں تو دو روپیہ یومیہ دیئے جائیں گے۔

ضرورت مند پتہ ذیل پر خط و کتابت کر کے فیصلہ کر سکتے ہیں۔

سلطان علی
کاٹن ڈیویلپمنٹ آفیسر
کالونی ٹیکسٹائل ملز۔ اسمٰعیل آباد۔ ضلع ملتان

صرف ٹائیٹل ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں چھپا باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے چھپ کر شائع ہوا۔

ایڈیٹر
دوست محمد

پیغام صلح ۲۳ جنوری ۱۹۵۷ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۳

جلد ۴۶ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۸ جمادی الثانی ۱۳۷۶ھ مطابق ۳۰ جنوری ۱۹۵۷ء | نمبر ۴

حضرت کی یادگار

(مرتضٰی خان حسن)

اِس جانفزا نوید پہ ہو جاں سی میں نثار
اس شہر کو ہے دہر میں حاصل اک امتیاز
بھیجا جسے سلام رسولِ کریمؐ نے
آیا ہے جس کی ذات سے دنیا میں انقلاب
لائے ہیں اُس بزرگ کی یہ یادگار ہے
جس گھر میں اُس مثیلِ مسیحا نے جان دی
شایانِ شان اسکے بنے گی یہ یادگار
ہر جا سے اس مقام پہ سیّاح آئینگے
چھانیں گے ذرّہ ذرّہ وہ اس سرزمین کا
لکھیںگے تذکروں میں کہ وہ ظلِّ مصطفےٰ

لاہور میں بنائیں گے حضرت کی یادگار
واصل بحق اسی میں ہوا تھا وہ پاکباز
منصب دئیے بلند خدائے عظیم نے
ہیبت سے جس کی کفر کا زہرہ ہے آب آب
دُنیا و دیں میں جس کا مسلّم وقار ہے
اب مل رہی ہے اسکو فضیلت بہت بڑی
سب کچھ ہمارا جس کی محبت پہ ہے نثار
باصد خلوص پھول عقیدت کے لائینگے
اک جمگھٹا سا ہوگا لگا زائرین کا
اس قطعۂ زمیں پہ ہوا واصلِ خدا

دریائے معرفت میں یہاں وہ نہائیں گے
اور جھولی موتیوں سے بھری لیکے جائینگے

حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشاد

قوم چاہتی ہے کہ جس جگہ پر اس مردِ خدا (حضرت مسیح موعود) کا وصال ہوا تھا وہاں پر ایک شاندار ہال کھڑا کیا جائے اور قوم کی خواہش ہے کہ اس ہال میں ایک وسیع لائبریری قائم کی جائے اور قوم کی تڑپ ہے کہ دینی علوم کیلئے ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے جو جید علماء پیدا کر سکے۔

اِن مقاصد کے حصول کیلئے میں قوم کے ہر فرد سے ایک اپیل کرتا ہوں کہ اس میں اپنی اپنی استطاعت اور اخلاص کے مطابق حصہ لیں، میں یقین جانتا ہوں کہ وہ اموال جو قوم اس کارِ خیر میں صرف کریگی صدقہ جاریہ کا حکم رکھینگے اس لئے چاہیئے کہ ہم میں سے کوئی بھی اس ثواب سے محروم نہ رہے اس ضمن میں ان اصحاب کو تاکید کرتا ہوں جنہوں نے اس یادگار فنڈ میں رقوم دینے کے وعدے کئے ہیں وہ اپنی رقوم محاسب صاحب کے نام بھیجنے کی طرف توجہ دیں۔ والسلام

صدر الدین ۔ ۲۱ جنوری ۱۹۵۷ء

آہ! صادق علیؒ

(مرتضیٰ خان حسن)

دل بدرد آمد ز ہجر ایں چنیں یکرنگ دوست
لیک راضی ایم بر فعلِ خداوند کریم

محب محترم ماسٹر صادق علی غفراللہ لہٗ کی وفات حسرت آیات کی خبر قارئین کرام "پیغام صلح" کی گذشتہ اشاعت میں پڑھ چکے ہوں گے، جماعت کے قیمتی افراد جو تھوڑے تھوڑے وقفہ پر یکے بعد دیگرے داغ مفارقت دے گئے اُن میں ماسٹر صاحب کے انتقال کا حادثہ کچھ کم اندوہناک نہیں۔ ان پے درپے قومی نقصانات سے وابستگان سلسلہ کے قلوب کی جو کیفیت ہو سکتی ہے وہ ظاہر ہی ہے ؎

دل ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

یہ سچ ہے کہ ہم سب نے مرنا ہے اور خدا کی طرف لوٹ کر جانا ہے، اپنے بھائیوں عزیزوں اور تعلق والوں کی مفارقت طبعاً انسان کو شاق گذرتی ہے، اور ماسٹر صاحب مرحوم سے تو شروع سے ہی میرا گہرا روحانی تعلق تھا۔ پٹیالہ میں ہم دونوں کے بچپن کا ایک بڑا حصہ اکٹھا ہی گذرا۔

جن لوگوں کو ماسٹر صاحب مرحوم سے ملنے، ان سے باتیں کرنے یا قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ مرحوم ایک نہایت مخلص انسان تھے۔ بڑے متقی پرہیزگار، عابد، زاہد اور با اخلاق اور نیک نفس تھے۔ سلسلہ سے ازحد عقیدت اور حضرت مسیح موعودؑ سے بے انتہا محبت تھی۔ جب کبھی ان سے گفتگو کا اتفاق ہوتا وہ اکثر سلسلے یا حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق باتیں کرتے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔، حضرت صاحب کے اشعار پڑھ کر آبدیدہ ہو جاتے۔ وہ احمدیت کے عشاق میں سے تھے۔ نمازیں نہایت خشوع و خضوع سے پڑھتے تھے اور سجدہ میں اکثر دیر تک دعائیں مانگتے رہتے۔ یہ دعائیں صرف اپنی ذات کے لئے نہ تھیں بلکہ ہر حاجتمند کے لئے۔ ہر دوست اور عزیز کے لئے ہوتی تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو رؤیائے صادقہ سے بھی مشرف فرمایا تھا۔ دو بار حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے بھی مشرف اندوز ہوئے۔

جن لوگوں کو "پیغام صلح" میں اُن کے مضامین پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے وہ جانتے ہیں کہ مرحوم صاحب علم اور قابل مضمون نگار تھے۔ خیالات نہایت سلجھے ہوئے زبان نہایت شستہ۔ طرز تحریر نہایت مؤثر اور دلآویز تھی، سلسلہ کی خدمت اور معاونت کو فرض اولین سمجھتے تھے، ماہوار چندوں کے علاوہ ہنگامی تحریکات میں بھی برابر حصہ لیتے تھے۔ زرِ وصیت کئی ماہ تک باقساط ادا کیا۔ انجمن کی کتب خرید کر مفت تقسیم کرتے۔ زبانی تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔ کئی ایک اصحاب اور ان کے عزیز اُن کی تبلیغ سے سلسلہ میں داخل ہوئے احباب جماعت سے مل کر انہیں بہت خوشی ہوتی تھی۔ کشادہ دلی سے مہمان نوازی کرتے۔ دوستوں کے لئے ان کا دسترخوان ہمیشہ وسیع رہا، وہ ایک فیاض مخیّر اور کریم النفس انسان تھے۔ ؎

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

مدت العمر ریاست پٹیالہ میں محکمۂ تعلیم میں ملازم رہے۔ ان کی فرض شناسی، نیک نیتی اور شرافت نفسی کی وجہ سے چھوٹے بڑے، ہندو مسلمان سب ان کی عزت کرتے تھے، ریاست کے بڑے بڑے سکھ سردار اور اہلکاران ان کی خوبیوں کے معترف تھے۔ سررشتۂ تعلیم کے ڈائرکٹر راجا بہادر ایم اے اکثر امور میں اُن سے مشورہ لیتے اور عموماً اُن کے مشورہ کے مطابق عمل کرتے کچھ عرصہ آپ مہاراجہ کے بچوں کے ٹیوٹر بھی رہے۔ اور ایک بڑا کارنامہ ان کا اور ان کے بڑے بھائی مبارک علی صاحب کا یہ ہے کہ انہوں نے والد کے انتقال کے بعد اپنے سب چھوٹے بھائیوں کو اعلےٰ سے اعلےٰ تعلیم دلوائی جس کی وجہ سے وہ خدا کے فضل سے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوئے۔ یہ ایثار کی ایک نہایت قابل قدر مثال ہے۔

ابتداً شیعہ مذہب رکھتے تھے۔ بے تکلفی تو تھی ہی، طالب علمی کے زمانہ میں کبھی کبھی میں ان کے مذہب کے متعلق کچھ نہ کچھ ان کو سنا دیتا۔ برانہ مناتے اور ہنس پڑتے۔ ایک دفعہ ان کے بڑے بھائی مبارک علی نے کہا کہ اصل میں یہ آپ کا بہت ادب کرتے ہیں ورنہ اگر کوئی اور اس طرح کہے تو یہ اسے آڑے ہاتھوں لے۔ مطلب یہ کہ بڑے متشدد شیعہ تھے۔ ملازم ہو کر ریاست پٹیالہ کے ایک قصبہ نوڑ میں گئے۔ وہاں سکول سٹاف میں بعض احمدی بزرگ بھی تھے۔ ان سے ربط ضبط پیدا ہو گیا۔ اور ان کے توسط سے حضرت مسیح موعودؑ کی کتابیں مطالعہ کرنے کا موقعہ ل گیا۔ سلسلہ کے اخبارات بھی پڑھتے رہے، چونکہ طبیعت بھی سلامت رَو تھی اور خدا نے ذہن رسا عطا فرمایا تھا، احمدیت پر دل و جان سے فریفتہ ہو گئے۔ ایک دفعہ نوڑ سے پٹیالہ آئے، دُور سے مجھے دیکھا اور بھاگے بھاگے آئے اور کہنے لگے "مولوی جی! مولوی جی! (والد بزرگوار کی مناسبت سے مجھے شروع سے ہی مولوی جی کہا کرتے تھے) میں احمدی ہو گیا۔ میں نے کہا یہ تو آپ ایسے عقلمند اور ذہین آدمی سے توقع ہی ہے مگر کیا آپ مذاق تو نہیں کر رہے؟ کجا شیعیت اور کجا احمدیت؟ کہنے لگے نہیں نہیں میں احمدی ہو گیا ہوں اگرچہ ابھی بیعت نہیں کی۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد بیعت بھی کر لی، غالباً سنہ ۱۹۱۲-۱۳ء کا واقعہ ہے۔ اختلاف کے وقت ان کا تعلق شروع میں جماعت قادیان سے رہا لیکن سنہ ۱۹۱۶ء میں لاہور کی جماعت سے منسلک ہو گئے۔ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت تھی، اور حضرت مرحوم بھی ان کے اخلاص کی وجہ سے ان کی بہت قدر فرماتے تھے، حضرت والد بزرگوار سے بہت تعلق تھا، پٹیالہ میں بھی اور جب آپ لاہور چلے آئے تو جلسہ کے موقعہ پر جب لاہور آتے تو حضرت والد صاحب مرحوم کے پاس ہی قیام فرماتے، حضرت والد مرحوم بھی ان کی بڑی قدر فرماتے اور محبت کرتے تھے۔

تقسیم ملک پر آپ اور آپ کے بڑے بھائی مبارک علی صاحب پٹیالہ سے ہجرت کر کے گوجرانوالہ میں اقامت پذیر ہوئے، جہاں اس وقت ان کے چھوٹے بھائی میر بختیاور علی صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس تھے۔

عام طور پر صحت بہت اچھی تھی مگر گذشتہ سال سے گلے میں تکلیف پیدا ہو گئی تھی، باوجود علاج کے تکلیف بڑھتی گئی، گلے میں رسولی تھی، کھانے پینے سے بھی معذور تھے۔ بمشکل چند گھونٹ دودھ کے پیتے تھے۔ گنگارام ہسپتال میں تقریباً ڈیڑھ ماہ زیر علاج رہے کچھ فائدہ نہ ہوا روز بروز کمزور ہوتے گئے۔ میں متعدد بار اُن سے ہسپتال میں ملا، بول نہیں سکتے تھے بمشکل دھیمی آواز سے کان میں مختصر سی بات کرتے۔ ایک دفعہ مجھے فرمایا کہ کوئی نماز ایسی نہیں جس میں آپ کے لئے دعا نہیں کرتا، حیرت ہوتی ہے کہ خدا نے ان کو کس قدر عجیب قلب دیا تھا، خود بستر مرگ پر پڑے ہیں اور چند دن کے مہمان مگر دوستوں کا اس قدر خیال ہے کہ ان کے لئے دعاؤں کا سلسلہ جاری ہے، پھر ایک اور بات جو خاص طور پر قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ جب کبھی کوئی عزیز یا دوست ملنے گیا، نہایت خندہ پیشانی سے ملے۔ کبھی کسی گھبراہٹ یا پریشانی کا اظہار نہ کیا۔

(باقی بر صفحہ کالم ۳)

کشمیر کا مسئلہ

کشمیر کی قسمت بھی عجیب ہے سنہ ۱۸۴۶ء میں انگریزوں نے اس ملک کو مہاراجہ گلاب سنگھ کے پاس ۷۵ لاکھ روپیہ میں فروخت کیا، جس کے بعد ڈوگرہ حکومت وہاں قائم ہو کر اور غریب کشمیری مسلمانوں کو قسما قسم کے ظلم و ستم کا تختہ مشق بنایا جاتا رہا، آخری راجہ ہری سنگھ کے عہد میں جب یہ مظالم حد سے بڑھ گئے تو آخر کار مسلمانوں کی رگ حمیت جوش میں آئی اور انہوں نے ان مظالم سے رستگاری کے لئے جدوجہد شروع کی اور اپنے جائز حقوق کا مطالبہ کیا، اس سلسلہ میں انہیں جن مصائب کا سامنا کرنا پڑا، قید و بند کی جن صعوبتوں سے دوچار ہونا اور کئی بار گولیوں کا نشانہ بننا پڑا، وہ ایک طویل داستان ہے جس کو دوہرانا ایک طویل صحبت کا متقاضی ہے یہاں ہمیں صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ ان صعوبتوں اور دکھوں کو برداشت کرتے ہوئے آخر وہ وقت آیا جب برصغیر ہند و پاکستان میں آزادی کا سورج طلوع ہوا، خیال تھا کہ غریب کشمیریوں کو اب ڈوگرہ راج کے ظلم و ستم سے نجات مل جائے گی، لیکن ان میں سے اکثر کو کشت و خون کے دریا میں غسل دیکر سرحد پار کر دیا گیا اور باقی ماندہ لوگوں کو بھارت کے ہندو راج کے سپرد کر کے پہلے سے زیادہ مشکلات و مصائب میں جکڑ دیا گیا، اس جنگ آزادی میں کشمیر کا ایک حصہ تو آزاد ہو گیا جو آزاد کشمیر کے نام سے موسوم ہے۔ لیکن وادی کشمیر اور جموں کا بہت بڑا حصہ ابھی تک نہ صرف بھارت کی سامراجی حکومت سے آزادی حاصل کرنے کے لئے تڑپ رہا ہے۔ مگر بخشی غلام محمد جیسے نام نہاد مسلمانوں نے اپنے اقتدار کی قیمت پر اسے ہمیشہ کے لئے بھارت کے پاس فروخت کرنے کا سامان کر دیا ہے، اور ایک نام نہاد اسمبلی کی طرف سے اسے ہندوستان کا جزو لاینفک قرار دیئے جانے کا اعلان کیا ہے، حالانکہ ہندوستان سلامتی کونسل کی اس قرارداد کو نہ ایک دفعہ بلکہ کئی مرتبہ تسلیم کر چکا ہے کہ ریاست جموں و کشمیر کی قسمت کا فیصلہ وہاں کے باشندوں کی آزادانہ رائے شماری سے ہوگا۔

اس قرارداد پر عملدرآمد کو پہلے تو حکومت ہند حیلوں اور بہانوں سے ٹالتی چلی گئی، اور اب نو سال بعد اس نے اسکو تسلیم کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔ اور کمال ڈھٹائی سے کشمیر کو بخشی غلام محمد کی نام نہاد اسمبلی کی مدد سے ہضم کر جانا چاہا، جس پر پاکستان نے سلامتی کونسل میں اس مقدمہ کو پھر پیش کیا اور اس سے اپنی قراردادوں کو عملی جامہ پہنانے کی درخواست کی اس سلسلہ میں ملک فیروز خان نون وزیر خارجہ پاکستان نے ۱۷ جنوری کو سلامتی کونسل کے سامنے کشمیر کی حیثیت، وہاں کے باشندوں کی مظلومیت اور خواہش آزادی، پاکستان کے ساتھ کشمیر کے مذہبی و ثقافتی اور معاشرتی تعلقات کو واضح کرتے ہوئے بتایا کہ باوجود اس کے کہ ہندوستان حفاظتی کونسل کی قرارداد کو تسلیم کر چکا ہوا ہے۔ مگر اس قرارداد کے مطابق وہاں اب آزادانہ رائے شماری پر آمادہ نہیں اور اس ملک کو جبراً اپنا ایک حصہ قرار دینا چاہتا ہے، اس کے جواب میں ہندوستانی نمائندہ مسٹر کرشنا مینن نے بھی ۲۴ جنوری کو پورے آٹھ گھنٹے تقریر کی لیکن خدا کا شکر ہے کہ سلامتی کونسل پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا اور پانچ بڑے بڑے ملکوں (امریکہ برطانیہ، آسٹریلیا، کولمبیا اور کیوبا) نے ایک مشترکہ قرارداد کے ذریعہ پھر اس فیصلہ پر مہر توثیق ثبت کر دی، جس میں کشمیر کی قسمت کا فیصلہ آزادانہ رائے شماری کے ذریعہ کرانے کی ہدایت کی گئی ہے۔

غیرت اور افسوس کی بات ہے کہ پنڈت نہرو جو دنیا کے ہر ملک کے تنازع میں فرشتۂ امن بن کر جا دھمکتا ہے کشمیر کے معاملہ میں با ایں ہمہ فرزانگی آج سلامتی کونسل کے فیصلہ کو بھی ماننے کے لئے تیار نہیں، دنیا کے تمام ملک (ماسوائے روس اور چین)...... پنڈت نہرو سے اس رویہ پر نالاں ہیں، دنیا کے اخبارات میں ان کے اس طریق عمل کے خلاف سخت ترین مقالات شائع ہو رہے ہیں، لیکن وہ ایک ہی "میں نہ مانوں" کی رٹ لگائے جاتے اور شاید اسی کو اپنی شہرت کا موجب سمجھتے ہیں، کہ دنیا کے اخبارات میں ان کا نام نکل رہا ہے بقول کسے ؏

بدنام بھی ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

بہرحال یہ خوشی کی بات ہے کہ سلامتی کونسل میں پاکستان کو کشمیر کے بارہ میں زبردست فتح حاصل ہوئی ہے اب ضرورت اس بات کی ہے کہ سلامتی کونسل اپنی قرارداد کو عملی جامہ پہنائے اور اپنے زیر نگرانی کشمیر میں آزادانہ رائے شماری کا انتظام کرے، اس ضرورت پر ملک کے ہر حصہ اور ہر طبقہ و فرقہ کی طرف سے زور دیا جا رہا ہے اور ایک دو دن تک سلامتی کونسل کے ایک اور اجلاس میں ملک فیروز خان نون اس مسئلہ کو پھر پیش کرنے والے ہیں، دعا کرنی چاہیئے کہ سلامتی کونسل اپنے اس فیصلہ پر عملدرآمد کیلئے تیار ہو جائے، اور کشمیر کا تنازع امن و امان اور سلامت روی کے ساتھ طے ہو جائے، ورنہ بھارت کے رویہ کے خلاف جو اشتعال پیدا ہو چکا ہے معلوم نہیں وہ کن خطرناک نتائج کا موجب ہو۔

اس سلسلہ میں یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے، کہ جہاں بھارت کے خلاف احتجاج اور سلامتی کونسل پر زور دینے کے لئے ہر قسم کی کوشش اور جدوجہد کی ضرورت ہے وہاں سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ان مساعی کی کامیابی کے لئے تمام مسلمان نہایت عجز و الحاح سے جناب باری میں دست بدعا ہوں، دعا ہی ایک چیز ہے جو مسلمانوں کے لئے ہمیشہ فتح و کامرانی کا موجب ہوئی۔ اور آج بھی یہی ایک چیز کشمیر کے معاملہ میں ہر قسم کی مشکلات کو دور کرنے کا موجب ہوگی، عجز و انکسار جناب الٰہی میں بہت پسند ہے، شوخی اور اپنی کوششوں پر ناز خدا کی ناراضی اور فتح کو شکست میں تبدیل کرنے کا موجب ہو جاتا ہے۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ حنین میں جو مشکلات پیش آئیں اس کی وجہ قرآن کریم کی اس آیت میں بیان کی گئی ہے ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم۔ اس لئے ہر قسم کی شوخی اور اطرا سے الگ ہو کر مسلمانوں کو اس موقعہ پر جناب الٰہی سے استمداد کرنی چاہیئے کہ اس سے بڑھکر فتح و ظفر کا اور کوئی وسیلہ نہیں ❊

یوم احتجاج

۲۶ جنوری کو تمام پاکستان میں ہندوستان کے اس رویہ کے خلاف احتجاج کیا گیا جو ریاست کشمیر کو بلا استصواب رائے عامہ ہضم کرنے کے لئے اس نے اختیار کیا ہے، اس سلسلہ میں تمام ملک میں ہڑتالیں کی گئیں جلسے منعقد کئے گئے، جلوس نکالے گئے، غرض اپنے جذبات کی ترجمانی کے لئے ہر ممکن سعی کی گئی، جو فی الحقیقت نہایت ضروری اور موقعہ و محل کے عین مطابق تھا، لیکن اس سلسلہ میں ایک چیز جو ہمیں بہت ہی ناگوار نظر آئی، وہ جلوسوں کے اندر مسلمان نوجوانوں کا وہ رندانہ طریق ہے جو اسلامی اخلاق کے سراسر خلاف ہے، اپنے مخالف کو گالیاں دینا، اس کی شبیہ بنا کر توہین آمیز حرکات کرنا، اس کے پتلے بنا کر جلانا، اور گندے اور ناپاک آواز سے کستا اور گالیاں دینا اسلامی اخلاق سے کوسوں دور ہے اور ہم حیرت اور افسوس کے ساتھ یہ عرض کریں گے کہ اس موقعہ پر جلوسوں کے اس ناپاک رویہ کو روکنے کی کسی بھی مسلمان لیڈر نے زحمت گوارا نہ کی یہاں تک کہ لاہور.... چھاؤنی کے ایک مولوی صاحب بھی جو کسی مسجد کے امام اور خطیب بھی ہیں، انہی رندانہ اور اوباشانہ حرکات میں شریک تھے اور اس خفیف الحرکتی میں یہاں تک بڑھ گئے کہ نوجوانوں کو ہندوستان کے ڈپٹی ہائی کمشنر کے دفتر کی طرف لیجا کر خود بھی لاٹھی چارج کے شکار ہوئے اور دوسروں کو بھی کرایا، یہ نہایت افسوسناک واقعات ہیں جن کا تدارک ہونا ضروری ہے، اگر ان جلوسوں کے اندر نوجوانوں کو کوئی اچھے دعائیہ کلمات سکھائے جاتے۔ اور وانصرنا علی القوم الکافرین کا ورد ان سے کرایا جاتا تو یہ بہت زیادہ مفید اور رحمت الٰہی

اخبارِ احمدیہ

یادگارِ مسیح موعودؑ

جماعت کے ایک غریب رکن کے اخلاص و ایثار کا نمونہ

بحضور جناب حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

گذارش ہے۔ کہ جناب کی اپیل پر یادگار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے جلسہ سالانہ پر میں نے پچاس روپیہ کا وعدہ کیا تھا۔ اب آپ کی مزید اپیل پر اپنے لڑکے غلام مصطفےٰ کی طرف سے پچاس روپیہ اور دوسرے لڑکے عبدالستار کی طرف سے ۱۰ روپیہ، تیسرے لڑکے عبدالغفور کی طرف ۱۰ روپیہ، اور تینوں پوتوں عبدالرحیم، محمد صدیق، عبدالعزیز کی طرف سے دس دس روپے مزید وعدہ کرتا ہوں۔ انشاء اللہ جلد انجمن کو ادا کر دوں گا۔ تفصیل حسب ذیل ہے:۔

شیخ اللہ بخش ولد چراغدین مرحوم بدوملہی ۵۰ — شیخ غلام مصطفےٰ ولد شیخ اللہ بخش بدوملہی ۵۰
شیخ عبدالستار ولد شیخ اللہ بخش " ۱۰ — شیخ عبدالغفور ولد شیخ اللہ بخش " ۱۰
شیخ عبدالرحیم ولد شیخ غلام مصطفےٰ " ۱۰ — شیخ محمد صدیق ولد شیخ غلام مصطفےٰ " ۱۰
شیخ عبدالعزیز ولد شیخ غلام مصطفےٰ بدوملہی ۱۰ — کل رقم ۔۔۔۔۔۔ ۱۵۰ روپے

(شیخ اللہ بخش بدوملہی)

اظہارِ تشکر

اخویم مکرم ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے۔ کہ اس نے اپنی رحمت سے مجھے دوبارہ زندگی عطا فرمائی ہے۔ اس رحمت میں اللہ تعالیٰ کے وہ سب اسباب شامل ہیں جن کی بدولت مجھے اس خطرناک بیماری سے صحت حاصل ہوئی۔ اس میں نیک شریف ڈاکٹروں اور نرسز کا بھی بہت دخل ہے جنہوں نے نہایت ہمدردی اور محنت سے میرا علاج کیا۔ ان اسباب کے پیدا کرنے میں جماعت کے تمام دوستوں اور بزرگوں کی وہ دعائیں بھی شامل ہیں جنہوں نے میرے واسطے عجیب و غریب اسباب پیدا کر دئیے۔ جماعت کی ان دعاؤں کے اثر کو دیکھ کر حیرت میں ہی جاتا ہوں کہ ان دعاؤں نے کیا کچھ کیا۔ میں ایک عاجز و ناتوان انسان ہوں، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکرگذار ہوں اس کے بعد اپنے معالجوں اور دوستوں کا شکرگذار ہوں، جنہوں نے میرے واسطے دوا اور دعا سے میری مدد کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب دوستوں کو جزائے خیر دے۔ والسلام۔ عنایت علی خاں ۱۵/۱/۵۷

مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور کی تعلیمی سیر

۲۸ دسمبر ۱۹۵۶ء کو رات کے ساڑھے دس بجے مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور کی ایک پارٹی مشتمل بر ہیڈ ماسٹر صاحب، اساتذہ و طلبا عازم سفر ہوئی۔ چونکہ سفر لمبا تھا، اس لئے ایک ٹورسٹ کار جس میں باورچی خانہ اور دیگر لوازمات موجود تھے، پہلے سے ریزرو کرالی گئی تھی، اور ریلوے کے متعلقہ عملہ کو ہمارے پروگرام کے بارہ میں ہدایات جاری ہو چکی تھیں۔

۲۹ تاریخ کو کھیوڑہ میں نمک کی کان، اور کپڑے دھونے کے سوڈا کا کارخانہ دیکھا گیا۔ ۳۰ تاریخ کو رسول کالج۔ ہیڈ ورکس اور بجلی گھر اور ۳۱ تاریخ کو داہوالی میں چینی اور گتا تیار کرنے کے کارخانے دیکھے۔ کھیوڑہ رسول اور داہوالی میں متعلقہ افسروں کا رویہ نہایت ہمدردانہ اور قابل تعریف تھا۔ سفر نہایت معلومات افزا اور پرلطف رہا۔ چوہدری عبدالحمید صاحب سیکنڈ ماسٹر حسن انتظام کے لئے خاص طور پر ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔

برکت علی انچارج ہلسٹی مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور

شکریہ تعزیت

قبلہ ام حضرت بادشاہ صاحب سید عبدالجبار شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات پر جن حضرات نے بذریعہ خطوط و اخبارات گہرے رنج و غم کا اظہار فرمایا ہے۔ اور اس قابل قدر ہستی کے ناقابلِ تلافی نقصان میں ہمارے ساتھ گہری ہمدردی کا ثبوت دیا ہے۔ ہم ان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور ہم ان سب سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ہم پسماندگان کے لئے دعا کریں گے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں بھی خدمت اسلام کی اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا آخری سانس مومن کی حیثیت سے نکلے۔ بالخصوص ان حضرات سے جنہوں نے اخبارات میں ان کے متعلق مضمون شائع فرمائے ہیں درخواست کرتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ خط و کتابت کریں۔

دین کا ادنےٰ خادم۔ سید شاہ شجاع۔ سپرنٹنڈنٹ محکمہ برق ہری پور ہزارہ

درخواست دُعا

مکرم ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

براہ کرم دُعا کے لئے اخبار میں بجملہ صحابہ مسیح موعود علیہ السلام اور اعوان و انصار انجمن اشاعت اسلام احمدیہ سے مندرجہ ذیل گذارش شائع فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں۔

"جب سے مجھے مسئلہ اسمہٗ احمد اور ختم نبوت کے سلسلہ میں ربوہ کی ملازمت سے علیحدہ کر کے میرا اخراج از جماعت و مقاطعہ کا اعلان کیا گیا ہے میرا ذریعہ معاش بند ہے۔ میں نے گذارہ کے لئے "فرشتہ خانہ" جاری کیا ہے۔ مگر وہ بھی کوئی ذریعہ آمد نہیں ہے۔ میرے بچے اعلیٰ تعلیم پا رہے ہیں مگر اب میری بیکاری اور ذریعہ آمد نہ ہونے کے سبب ان کی تعلیم بند ہونے کا بھی خطرہ ہو رہا ہے۔ اس لئے سب احباب سے گذارش ہے، کہ وہ میرے لئے دعا فرماویں۔ کہ اللہ تبارک و تعالےٰ میرے لئے ذرائع آمد کھول دے۔ اور پاکیزہ با فراغت رزق نصیب فرمائے۔ اور میرے بچوں کی تعلیم کی تکمیل کا سامان فرما دے"۔

خاکسار۔ محمد نور الٰہی سابق ٹیچر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ۔ حال فرشتہ خانہ تحصیل بازار چنیوٹ

ولادت

شیخ میاں مقبول احمد صاحب فرزند اکبر جناب شیخ میاں عطاء اللہ صاحب مل اونرز آف ملتان کو اللہ تعالےٰ نے بروز اتوار مورخہ ۲۰/۱/۵۷ اپنے فضل سے پہلا لڑکا عطا کیا ہے، احباب سے درخواست ہے کہ زچہ اور بچہ کی صحت، نیز مولود کی درازی عمر اور خادم دین ہونے کے لئے دعا فرمائیں، اور یہ بھی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ اس کو دین و دنیا کی دونوں نعمتوں سے متمتع فرمائے اور والدین کے لئے قرۃ العین بنائے۔ آمین۔

خاکسار۔ آغا محمد عبدالرحیم سیکرٹری مقبول کمپنی لمیٹڈ لاہور

کیپٹن ہونے کی خوشی میں عطیہ

محترم چوہدری سید احمد صاحب بدوملہی کے صاحبزادہ اختر صاحب فوج میں کیپٹن ہو گئے ہیں اس خوشی میں چوہدری صاحب نے انجمن کو پچیس روپیہ کا عطیہ مرحمت فرمایا ہے جزاہ اللہ احسن الجزاء چوہدری صاحب اور اختر صاحب کو مبارکباد عرض ہے۔

قطعہ تاریخ وفات حسرت آیات حضرت سید عبدالجبار صاحب مرحوم

(از چوہدری سید احمد صاحب عہدہ دار بدوملہی)

عبدِ جبار آہ اے مردِ نامدار ⁂ بادشاہِ عادل و پرہیزگار
سوئے عقبےٰ رحلت کر گئے ⁂ ہم ہوئے ہیں انکے غم میں دلفگار
کیا کروں اوصاف انکے میں بیان ⁂ نیک طینت نیک دل نیکو شعار
انکے چہرے سے عیاں نورِ خدا ⁂ اولیا کی صف میں تھا ان کا شمار
نازِ امت کے لئے ان کا وجود ⁂ ذات انکی مایۂ صد افتخار
اعلیٰ علیین ہو ان کا مقام ⁂ مغفرت انکی کرے پروردگار
ہم نہ بھولیں گے کبھی تجھکو اے مردِ خدا ⁂ یاد تیری تازہ ہے عبدالجبار

۱۳۷۶ھ

جمعہ کا اجتماع قومی اتحاد و یگانگت کا موجب ہے

اٰخرین منھم کے فرائض اور ذمہ داریاں

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۵ جنوری ۱۹۵۷ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یسبح للہ ما فی السمٰوات وما فی الارض الملک القدوس العزیز الحکیم.....

.... واللہ لایھدی القوم الظالمین ———— (سورۃ جمعہ)

جمعہ کی عظمت و اہمیت

لفظ جمعہ کا اصل جمع ہے یعنی اکٹھا کرنا، یہ دن قوم کو اکٹھا کرنے کے لئے تجویز کیا گیا ہے، اس لئے اسکو جمعہ کہا گیا ہے۔ جمعہ کی اہمیت اجتماعی طور پر عبادت الٰہی کرنے میں ہے اس اہمیت کے پیش نظر سورۃ کا نام ...... سورۃ جمعہ رکھا گیا ہے، دن مہینے اور مکان سب ہی خدا کے ہیں وہ مکان و زمان کا مالک ہے لیکن جس زمان اور جس مکان کو چاہے عظمت بخشے،

جمعہ کی غرض

اس سورت سے پیشتر اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو ایک خوشخبری دی ہے نصر من اللہ وفتح قریب وبشر المومنین ایک دن آئے گا کہ خدا مسلمانوں کی مدد کے لئے کھڑا ہو جائے گا اور مغلوب قوم غالب ہو جائیگی، لیکن اس فتح و نصرت کے لئے ضروری ہے کہ مسلمان قوم اکٹھی ہو کر اور ہم آہنگ ہو کر کفر و شرک کا مقابلہ کرے، اس غرض کے حصول کے لئے جمعہ کے دن مسلمانوں کا جمع ہونا تجویز کیا گیا۔ تاکہ مسلمانوں میں اجتماع اور ہم آہنگی کی صورت پیدا ہو، قوم کی عزت ... ہم آہنگی اور اتحاد و اتفاق میں ہے، اپنے جتھہ اور جمعیت کو مضبوط بنانے میں ہے مسلمان کو چاہیئے کہ غیروں کے مقابلہ میں اپنی عزت کو بڑھائے یکجہتی کے بغیر عزت نہیں بڑھتی، اسی لئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، کہ اگر عزت چاہتے ہو تو اکٹھے ہو کر اور مل کر کام کرو ہم کوئی ناجائز جتھا نہیں بنانے بلکہ ایک قوم بنانا چاہتے ہیں وہ قوم جس کے دلوں میں خدا بستا ہو، قربانی کا جذبہ ان کے اندر ہو، دوسروں کی مدد کو وہ کھڑے ہو جائیں، وہ قوم جس کے عمل سے اس کے نتائج نظر آتے ہوں، اس قسم کا اجتماع اور یگانگت اللہ تعالےٰ مسلمانوں میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔

قوم بنانے کی غرض

حضور نبی کریم صلعم نے بھی جمعہ کی اہمیت پر زور دیا ہے فرمایا خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعۃ بہترین دن جس پہ سورج چڑھتا ہے جمعہ کا دن ہے، پس خدا کے حکم کو جو اس سورت کا نام سورۃ جمعہ رکھنے میں مضمر ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو کہ جمعہ مبارک دن ہے سامنے رکھنا چاہیئے، اور اجتماع اور اتفاق کی برکات سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

نبی کریم صلعم کا دائرہ تربیت

ایک اور بات ان آیات میں یہ فرمائی ہے ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم ....الخ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تربیت ایک قوم آئی جو امی اور ان پڑھ تھی اور ہر قسم کی بدیاں اور برائیاں اس میں موجود تھیں اس قوم کو آپ نے علوم و فنون کا گہوارہ بنا دیا، اور وہ فرشتہ سیرت انسان بن گئے، حضور کی تربیت سے انکی استعدادیں اس حد تک پہنچ گئیں کہ وہ بادشاہ بن گئے، پھر فرمایا واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم ایک اور قوم بعد میں آئے گی، جو اخلاق اور سیرت میں پہلوں سے نسبت پیدا کریگی۔

صحابہ کیساتھ نسبت قائم کرنیکی ذمہ داریاں

یہ بہت بڑی ذمہ داری اس قوم پہ ہے، صحابہ کے ساتھ اس نسبت سے فرائض اور ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں، صحابہ سے نسبت پیدا کرنیوالی قوم، دیکھیے کہ صحابہ کی کس قدر قربانیاں تھیں، اللہ اور رسول کے احکام کی انہوں نے کس قدر متابعت کی، کس قدر اعلیٰ اخلاق انہوں نے پیدا کئے مخلوق خدا کے ساتھ کس قدر ہمدردی کا اظہار کیا، علوم میں کس قدر بلند پروازیاں کیں، نسبت یونہی نہیں پیدا ہو جاتی، صحابہ سے نسبت قائم کرنے سے فرائض بڑھ جاتے ہیں، غور کرنا چاہیئے کیا واقعی ہم صحابہ سے نسبت رکھتے ہیں؟ یہ ایک غیرت کا مقام ہے جو اٰخرین منھم کا لفظ پیدا کرتا ہے، قرآن میں ایک جگہ فرمایا ہے لتکونوا شھداء علی الناس تم لوگوں کے لئے نمونہ ہو، ویکون الرسول علیکم شھیداً جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے نمونہ ہیں، اسی طرح تمہارا وجود غیروں کے لئے ایک شہادت اور نمونہ کا کام دے رہا ہے اس میں بھی ایک بڑی ذمہ داری مسلمان قوم پہ عائد کر دی ہے کہ غیروں کے سامنے تمہارا وجود اعلےٰ درجہ کا نمونہ پیش کرے، اعلےٰ اخلاق تم سے صادر ہوں تمہیں دیکھ کر دوسرے بھی ویسا کردار اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اسی طرح فرمایا کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تم بہترین قوم ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کی گئی ہے، فخر کرنے کے لئے بہترین اُمت نہیں بلکہ لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی وجہ سے بہترین امت کہا ہے۔

غیرت کا مقام

تو اٰخرین منھم میں غیرت کا مبق ہے کہ تم نے صحابہ کا نمونہ بننا ہے، ایک عظیم الشان امام تم میں آیا، اس کی صحبت میں بیٹھ کر تقوےٰ کا سبق لیا، اخلاق کا سبق سیکھا، قرآن کا علم حاصل کیا، اور نبی کریم صلعم سے عشق کرنا سیکھا، چاہیئے کہ ساری قوم میں ایک غیرت ہو کہ ہمارے امام نے ہمیں کس مقام پر کھڑا کیا تھا،

یہودیوں کی مثال اور مسلمانوں کو سبق

ایک اور بھی سوال غیرت کا پیدا ہوتا ہے اور وہ بہت سخت ہے، وہ مسلمان قوم کو ہوشیار کرنے والا ہے، اگلی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا کیا حشر ہونے والا ہے فرمایا ہے مثل الذین حملوا التوراۃ کمثل الحمار یحمل اسفاراً۔ یہودیوں کو کتاب دی گئی تھی کہ اس پر عمل کرنا ہوگا، وارث کتاب ہونا کوئی چیز نہیں جب تک اس پر عمل نہ ہو لیکن اس قوم نے ایک تو مال کو جمع کرنا اپنا شعار بنایا اور دوسرے الفاظ پرستی کو دین سمجھ لیا۔ اور ان کی رُوح کو چھوڑ دیا، ان کی مثال کمثل الحمار ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں کوئی شخص کتابوں کا بوجھ اٹھا کر تو عالم فاضل نہیں کہلا سکتا، عالم فاضل وہی ہوگا جو عمل کرے گا، عمل کے بغیر کسی کتاب کا علم حاصل کر لینے کا کوئی فائدہ نہیں۔

سورۃ فاتحہ کو بار بار دوہرانے کی غرض

اسی لئے انعمت علیھم کی دعا سکھائی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا غیر المغضوب علیھم، ہر وہ قوم جس پر انعام ہو جس میں نبی اور مامور آئیں، اگر وہ عمل نہ کرے تو غضب الٰہی کے نیچے آجاتی ہے، اس لئے مسلمان قوم کو ہدایت کی کہ وہ اپنی نمازوں میں ان الفاظ کو بار بار دوہرائیں اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین تاکہ انہیں یاد رہے کہ اگر وہ عمل نہ کریں گے تو غضب الٰہی کے مورد ٹھیریں گے۔

اسی طرح اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم کے بعد یہ کہکر مثل الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفاراً بتا دیا کہ کسی مامور یا نیک لوگوں کے ساتھ نسبت لگا لینا کوئی فائدہ نہیں دے سکتا جب

زکوٰۃ قومی و ملّی ضروریات کو پورا کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے

زکوٰۃ کا روپیہ قومی بیت المال میں جمع کرائیں

اخویم مکرّم معظم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ماہ رجب عموماً زکوٰۃ کا مہینہ سمجھا جاتا ہے، اور عام طور پر مسلمان اس مہینہ میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، یہ مہینہ عنقریب شروع ہو رہا ہے اس لئے میں آپ کو اس ضروری فریضہ کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

اس موقعہ پر یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ جہاں تک قرآن کریم اور سنّت نبویؐ سے پتہ لگتا ہے کوئی شخص اس بات کا مجاز نہیں کہ زکوٰۃ خود بخود جہاں چاہے دے دے بلکہ یہ ضروری ہے کہ زکوٰۃ بیت المال میں جمع ہو، اور بیت المال کے ذریعہ مستحقین کو دی جائے۔ عام طور پر جو یہ دستور ہے کہ زکوٰۃ کے مہینہ میں مانگنے والے گھروں سے نکل پڑتے ہیں اور شہر بشہر زکوٰۃ مانگتے پھرتے ہیں اور دینے والے ان کو زکوٰۃ میں سے دے کر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا ہو گئی، یہ طریق صحیح نہیں، اس سے مسلمانوں میں گداگری اور بیکاری بڑھ رہی ہے۔ زکوٰۃ بھی اس طرح ادا نہیں ہوتی۔ قرونِ اولیٰ میں قرآن کے ارشاد کے مطابق حکومت کی طرف سے ایسے عامل مقرر کئے جاتے تھے جو زکوٰۃ وصول کر کے بیت المال میں جمع کرتے تھے، یہی سنّتِ نبویؐ ہے، یہی خلفائے راشدین کا طریق ہے، اور اسی طریق پر عمل کرنے سے مسلمان قوم کی تمام قومی و ملی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں، اور وہ دنیا و آخرت میں کامیاب و سرخرو ہو سکتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ آپ بھی اپنی زکوٰۃ اپنے قومی ادارہ یا بیت المال میں جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے قائم کر رکھا ہے جمع کرائیں، انجمن تمام ان مصارف اور مدات پر اس روپیہ کو خرچ کرتی ہے جو قرآن کریم نے مقرر کئے ہیں۔

مجھے اس بات کی ضرورت نہیں کہ فریضہ زکوٰۃ کی اہمیت آپ پر واضح کروں، آپ جانتے ہیں کہ زکوٰۃ ان پانچ ارکان اسلام میں سے ہے جن پر دین کی بنا رکھی گئی ہے۔ قرآن کریم میں نماز کے حکم کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی حکم ہے اقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ جس سے صاف ظاہر ہے، کہ نماز کے ذریعہ جو تعلق اللہ تعالےٰ کے ساتھ قائم ہوتا ہے وہ مکمل نہیں ہو سکتا جب تک عام لوگ صدقات خیرات اور صاحب نصاب زکوٰۃ ادا نہ کریں۔

چندہ ماہوار زکوٰۃ نہیں بلکہ جہاد کے حکم میں ہے، اور جہاد اور زکوٰۃ دو الگ الگ رکن ہیں، اور دونوں کی ادائیگی ضروری ہے۔ چندہ ماہوار سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو جاتی اور نہ زکوٰۃ سے چندہ یا جہاد کا رکن ادا ہو جاتا ہے، دونوں اپنی اپنی جگہ پر ضروری ہیں۔

پس میں امید کرتا ہوں کہ آپ اپنے جمع شدہ سرمایہ تجارتی مال، زیورات اور جائداد وغیرہ کا جن پر زکوٰۃ واجب ہو حساب کر کے جو کچھ واجب ہو اسے اپنے قومی بیت المال میں جمع کرا دیں گے کہ اسی میں آپ کی اور آپ کی قوم کی بہبود اور سرخروئی ہے ہاں انجمن کے اس فیصلہ کے مطابق جو حدیث نبویؐ پر مبنی ہے، یہ آپ کو اختیار ہے کہ اپنی زکوٰۃ میں سے ایک چوتھائی یا ایک تہائی رقم اگر چاہیں تو اپنے طور پر کسی مستحق کو دے دیں یا کچھ لٹریچر منگوا کر اسے خود مناسب جگہ پر تقسیم کر دیں لیکن باقی رقم کا بیت المال میں آنا ضروری ہے، امید ہے آپ اس سے دریغ نہ فرمائیں گے اور ایسی تمام رقوم احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام بھجوا کر مجھے بھی اس سے مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔ والسلام

خاکسار مرتضیٰ خاں۔ افسر تحصیل احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۔)

تک ان کے نقش قدم پر نہ چلیں۔

احکام الٰہی کی تکذیب کرنیوالے

بئس مثل القوم الذین کذبوا بآیات اللہ یہ بہت بری مثال ہے اس قوم کی جو احکام الٰہی کی تکذیب کرتے ہیں تکذیب کرنے والے دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک تو وہ ہیں جو کھلم کھلا حق کا انکار کرتے ہیں، اس کو مٹانے کی کوشش کرتے اور حق کے مقابل پر کھڑے ہو کر اس کے ساتھ دشمنی کا اظہار کرتے ہیں، ایک وہ ہیں جو مان کر اور مسلمان ہو کر احکام الٰہی سے لاپرواہی کرتے ہیں اور عمل نہیں کرتے، یہ لوگ اپنے عمل سے آیات اللہ کی تکذیب کرتے ہیں واللہ لایھدی القوم الظالمین، خدا ایسے ظالموں کو کامیاب نہیں کرتا، جو قرآن کو مان کر، رسول کو مان کر، کتاب کو مان کر، ان پر عمل پیرا نہیں ہوتے، کسی چیز کو مان لینا اور اس کے مقاصد کو سامنے نہ رکھنا کذبوا بآیات اللہ میں داخل ہے

مجدّد وقت کے مقصد پر توجہ کرو

یہ تین چار باتیں اس سورت کے متعلق یاد رکھنے کے قابل ہیں، خدا مسلمان قوم کو ہدایت دے، اس کے لین دین میں، معاملات میں دیانت و امانت ہو، اگر ایسا نہ ہو تو دین کا مقصد اور مامور کے آنے کا مقصد فوت ہو گیا، ضروری ہے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت اور حضرت مجدّد وقت کے آنے کے مقصد کی طرف توجہ کریں۔

احمدی زمیندار متوجہ ہوں

۱۔ احمدیہ فارمز واقع قاضی احمد جاموٹ ضلع نواب شاہ کے لئے چند مخلص احمدی مزارعین کی ضرورت ہے انجمن کی تقریباً ساٹھ مربع اراضی ان مقامات پر ہے، پچھلے چند ماہ میں زائد از ایک لاکھ روپیہ کے خرچ سے وہاں ٹریکٹر زمین کی درستی کے لئے اور دو ٹیوب ویل آبپاشی کے لئے مہیا کئے گئے ہیں ٹیوب ویل کے علاوہ نہر کا پانی بھی موجود ہے۔ احمدی کاشتکار ان سہولتوں سے فائدہ اٹھائیں اور انجمن کی آمدنی میں اضافہ کا موجب بن کر ثواب حاصل کریں۔

(۲) ان اراضیات میں جنگل کی صفائی کا کام بڑی سرعت سے جاری ہے بلڈوزر اس غرض کے لئے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ جنگل کی کٹائی کے بعد ڈھیاں نکالنے کا کام بہت محنت طلب ہے اس کام کے لئے ٹھیکیدار بھی مطلوب ہیں، جو نرخ فی ایکڑ طے کرنے کے بعد اس کام کا ٹھیکہ لے سکتے ہیں۔ اگر کچھ لوگ روپیہ اجرت پر اس کام کو کرنا چاہیں تو وہ روپیہ یومیہ دیئے جائیں گے۔ ضرورتمند پتہ ذیل پر خط و کتابت کر سکتے ہیں:-

سلطان علی
کاٹن ڈیویلپمنٹ آفیسر، کالونی ٹیکسٹائل ملز اسمٰعیل آباد
ضلع ملتان

ہم اور اہلِ ربوہ

لیکچر حافظ محمد حسن صاحب چیمہ جو سالانہ اجتماع احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے موقع پر مورخہ ۱۲/۲۶ کو دیا گیا

مرتّب کردہ: عبدالوحید

رب اشرح لی صدری. ویسرلی امری واحلل عقدۃً من لسانی یفقھوا قولی۔ واجعل لی وزیراً من اھلی۔ ھرون اخی اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری کی نسبحک کثیراً ونذکرک کثیراً۔

اے میرے ربّ مجھے انشراحِ صدر فرما۔ میرا سینہ کھول دے۔ میرا قلب وسیع ہو جائے۔ میری قوتِ برداشت بڑھ جائے۔ تاکہ میں سختیوں، زیادتیوں، نکتہ چینیوں، جفاکاریوں، اتہام طرازیوں، الزام تراشیوں، دشنام دہیوں اور جبر و تشدد کی تمام فتنہ انگیزیوں کو برداشت کرنے کے قابل ہو سکوں۔ اور اے خدا جس کام کی اصلاح کا میں نے بیڑا اٹھایا ہے وہ میرے لئے آسان کر دے راستہ کی تمام مشکلات دور ہو جائیں۔ اور منزلِ مقصود تک آسانی سے رسائی ہو جائے۔ اور میری گویائی میں روانی بخش اور ایسی گرہ کشائی کر دے کہ میری بات میرے مخاطب آسانی سے سمجھ سکیں۔ اور میں اپنے مافی الضمیر کو واضح طور پر بیان کر سکوں، اور سمجھا سکوں، اور میری امداد کے لئے میرے دوستوں میں سے بار دگر سے مخلص اور قابل معاون پیدا کر دے اور ایسے معاونوں سے میری قوت کو مضبوطی بخش۔ اور انہیں میرے کام کے بوجھ کو اپنی معاونت کے کندھوں پر اٹھانے کے قابل بنا دے۔ تاکہ ہم تیری تسبیح کے غلغلے دنیا میں بلند کر دیں۔ اور تیرے ذکر سے معمورۂ دنیا پُر کر دیں۔ آمین! ثم آمین!!

نفرت نہیں محبت ہے

حضرات......! سب سے پہلے مجھے اس بھری محفل میں یہ اعلان کرنا ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا کوئی ممبر کسی انسان سے خواہ وہ کس قدر گناہ گار ہو نفرت نہیں کر سکتا۔ ہم سمجھتے ہیں، کہ ہمارا تعلق مذاہب عالم میں سے اُس عظیم الشان مذہب سے ہے، جس کے خدا نے اُس کے صحیفۂ مقدس میں یہ اعلان کیا ہوا ہے "کنتم خیر امۃٍ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ" یعنی یہ امت اس لئے بہترین امت ہے کہ یہ نوعِ انسان کی خیر خواہی اور ہمدردی کے لئے معرضِ وجود میں لائی گئی ہے۔ اور تمام انسانیت کے تزکیہ نفس کا اہم فریضہ اس نے سرانجام دینا ہے اور وہ بجز خالص محبت اور درد کے ہو نہیں سکتا، اس لئے اس جماعت کے بانی نے دنیا کی تمام قوموں کو خدا کا یہ حکم سنایا:۔ "وان من امۃٍ الا خلا فیھا نذیر" یعنی دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں گذری جس میں خدا کی طرف سے کوئی نبی مبعوث نہ ہوا ہو۔ خدا کے اسی اعلان کے تحت اس صدی کے مجدد نے زردشت، کنفیوشس، کرشن ..... اور رام چندر کو فرستادگانِ الٰہیہ میں سے شمار کیا اور یوں بین الاقوامی مذاہب کے اتحاد کی بنیاد رکھ دی۔ دنیا کی کوئی قوم نہ خدا سے منقطع ہے، نہ انوارِ آسمانی سے محروم، اس جماعت کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اس خیر امت کا اصل مقصد یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک خاص مبلغین کی جماعت کے ذریعہ سرانجام پائیگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون" یعنی اے مسلمانو! تم میں ایک جماعت خاص طور پر ایسی موجود ہونی چاہیئے۔ جو صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہم فریضہ انجام دے اور ملّت کی کامرانی انہی کی کوششوں سے وابستہ ہے۔ ہمارا دعوٰے ہے کہ وہ جماعت ہم ہی ہیں۔ پس ہم کسی انسان سے اپنے مقصد کے لحاظ سے اور عقائد کے لحاظ سے نفرت کر ہی نہیں سکتے، اور اسلامی دنیا میں صرف ہماری ہی ایک واحد جماعت ہے، جس نے اعلان کر رکھا ہے کہ کسی کلمہ گو کی تکفیر ایک خطرناک فتنہ انگیزی ہے! کسی اہلِ قبلہ کو اسلام سے بالکل خارج کرنا بالکل اسی طرح ناممکن ہے، جس طرح کسی انسان کو کائنات سے خارج کرنا۔

اہلِ ربوہ مسلمان ہیں

حضرات! ربوہ کے غالیانہ عقائد کے باوجود اور ان کی تکفیر پر تمام فرقوں کے اجتماع کے باوجود ہم نے تمام مفتیانِ عالم کے علی الرغم یہ منادی کر دی ہے۔ کہ یہ لوگ مسلمان ہیں اور ان کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ ہمیں کافروں، گناہگاروں، سرکشوں، فاسقوں اور فاجروں سے بھی ہمدردی ہے اگرچہ ان کے کفر، ارتداد، شرک، فسق و فجور، اثم و عصیان سے سخت نفرت ہے اور ہم ان برائیوں کو مٹانا چاہتے ہیں۔ غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انہیں اپنے قلب کی کیفیت کا عکس دوسروں کے قلب میں نظر آتا ہے۔ سربراہ ربوہ اسلامی دنیا کی وہ پہلی شخصیت ہے جس نے ۴۰ کروڑ مسلمانوں کے قلوب کو یہ کہہ کر مجروح کر رکھا ہے کہ وہ سب کے سب کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، ماسوائے ان چند نفوس کے جو حضرت مرزا صاحب پر ایمان لا چکے ہیں۔ پھر صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ جمہور اسلام کے دلوں کو یوں بھی دکھایا کہ علی الاعلان فتوٰے دے دیا کہ وہ لوگ جنہوں نے حضرت مرزا کا نام بھی نہیں سنا اور جن تک تبلیغ بھی نہیں پہنچی، وہ بھی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اور اس مہم کفر سازی کو یہاں تک ہوا دی اور گھناؤنی بنا دیا۔ کہ اسلامیانِ عالم کے معصوم بچے بھی اب اس قابل نہیں رہے کہ ان کو مسلمان سمجھ کر ان کا جنازہ پڑھا جائے۔ پھر ستم بالائے ستم یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ کے جان نثاروں اور مخلصوں، اور عقیدتمندوں کو منافق کہہ کر حضور کے مشن ہی کو داغدار کر دیا۔ اب ظاہر ہے کہ اس قسم کے اعلانات اور معتقدات دلوں کی زمینوں میں نفرت ہی کے بیج بوتے ہیں، اور اس کی پیداوار سوائے مغائرت اور منافرت کے اور کچھ نہیں ہو سکتی۔ مگر ان تمام چیرہ دستیوں اور ستم رانیوں کے باوجود اہلِ ربوہ کے لئے ہمارے دلوں میں سوائے محبت کے جذبہ کے کوئی اور جذبہ نہیں۔ ہم ان کے متعلق جو کچھ کہتے ہیں اور لکھتے ہیں اس کی غرض سوائے اصلاح کے کچھ نہیں۔ یہ لوگ ہمارے پیارے مسیحا کے ماننے والوں میں سے ہیں اور ان میں کئی صلحاء اور اتقیاء موجود ہیں۔ اور اس کا ہم نے ہمیشہ اپنے مضامین میں اعتراف کیا ہے۔ آہ! یہ لوگ صرف عقائد باطلہ کی وجہ سے سقیم الحال ہو گئے ہیں۔ یہ بیمار ہیں اور ہم نے ان کی بیماری کی تشخیص کر لی ہے، اور بحیثیت معالج ان کے علاج میں مصروف ہیں۔

ہمارا تجزیہ

اہلِ ربوہ کی بیماری کا ہم یوں تجزیہ کرتے ہیں کہ ان لوگوں کے خلیفہ نے پہلی دفعہ دنیا میں یہ عقیدہ تراشا کہ (۱) ختم نبوت کے معنی یہ ہیں۔ کہ آئندہ خدا کسی نبی کو براہ راست مبعوث نہیں کرے گا، بلکہ نبوت سازی کا کام اب نبی کریم صلعم کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ اب نئے نبی حضور کی مہر سے بنا کریں گے اور اس طرح درحقیقت ایک نبی کو تختِ الوہیت پر بٹھا دیا گیا۔ (۲) جب نبوت کی کرسی خالی کرا لی گئی تو حضرت مرزا صاحب کو منصب مجددیت سے اٹھا کر منصب نبوت پر کھڑا کر دیا گیا، اور یوں ایک غیر نبی کو نبوت کا عہدہ دے کر ختم نبوت کے عقیدہ پر ایک کاری ضرب لگا دی گئی۔ جس سے اسلامی صفوں میں زبردست اضطراب و ہیجان پیدا ہوا۔ اور ایسا ہونا چاہیئے تھا۔ ختم نبوت اسلام کا ایک بنیادی عقیدہ ہے، اور خدا اس کے لئے غیرت

رکھتا ہے۔ (۲) مجددیت، کا مقام درحقیقت حضرت ختمیت مآب صلعم کی خلافت کا مقام ہے۔ جب اس مقام کے اصل حقدار کو وہاں سے اٹھا کر مسند نبوت پر بٹھا دیا گیا تو یہ جگہ خالی ہو گئی اور اس جگہ پر قائد ربوہ جسارت آمیز تیزی سے آ کر بیٹھ گیا۔

عقائد کی یہ خود ساختہ تشکیل درحقیقت اپنی خلافت کو مضبوط کرنے کے لئے منصۂ شہود پر لائی گئی۔ اور اصل معاملہ یوں ہوا کہ اہلِ علم بزرگ جنہوں نے حضرت مسیح موعود کی گود میں روحانی پرورش پائی تھی، ان عقائد باطلہ کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔ اور مرزا محمود کے سامنے معترض ہوئے کہ جس خلافت کے تم داعی ہو، وہ تو صرف اصل نبوت کا تتمہ ہے، اور اس قسم کی خلافت صرف نبی کے بعد ہی ظاہر ہو سکتی ہے۔ تو اس نے کہا بہت اچھا یونہی سہی! پھر مرزا غلام احمد صاحب نبی ہی تو ہیں۔ اس پر اعتراض کیا گیا کہ نبی کا نہ ماننا کفر ہے، اور منکرِ نبوت دائرہ اسلام کے اندر نہیں رہ سکتا، تو اس نے کہا یہ بھی ٹھیک ہے۔ جو شخص حضرت مرزا صاحب کو نہیں مانتا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

عقائد ربویہ کے خلاف ہمارا جہاد

حضرات! ان عقائد باطلہ سے ہم نے مسلسل ۴۰ سال سے زائد عرصہ تک جہاد کیا، اور لاکھوں صفحات اس کے ابطال میں لکھ ڈالے، سینکڑوں رسالے اور کتب تصنیف کر ڈالیں۔ بالآخر واقعات عالم نے پلٹا کھایا، دنیا میں سیاسی انقلابات آئے۔ انگریز اس ملک کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے، اور ہندوؤں کے ساتھ مسلمانوں کو بھی آزادی ملی۔ اور پاکستان کی شکل میں ایک آزاد اسلامی سلطنت معرض وجود میں آ گئی۔ سیاسی لوگوں نے احمدیوں کے خلاف میاں محمود احمد کے خاٖبانہ عقائد کی آڑ میں ایک متحدہ محاذ بنایا اور اس کے عقیدہ "تکفیر اہل قبلہ" کو باعثِ شورش بنا لیا اور فسادات پنجاب کی شکل میں ایک خونی ڈرامہ کھیلا۔ جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں فسادات کے بعد ایک تحقیقاتی عدالت قائم کی گئی جس میں مکفرینِ اہلِ قبلہ کے تمام گروہ اپنے اپنے عقاید لیکر حاضر ہوئے، وہاں پہلی دفعہ جماعت اہلِ ربوہ کی طرف سے غیر مبہم الفاظ میں یہ اعلان کیا گیا۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کے انکار سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ اور جب خود اصالتاً خلیفہ صاحب عدالت میں پیش ہوئے، اور ان پر ان کی پہلی تحریروں کے حوالوں سے جرح کی گئی، تو انہوں نے کفر کی وہ تشریح کی جو حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحبؒ نے سنہ ۱۹۴۔ میں یا اس سے قبل ایک معرکۃ آرا پمفلٹ "کفر دون کفر" میں بیان کی تھی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمدؒ کی روح اس وقت ان کی رہنمائی کر رہی تھی۔ اور وہ کتابچہ "کفر دون کفر" کو سامنے رکھ کر جواب دے رہے تھے۔ ان میں دو تین سوالات اور ان کے جوابات جن کو جلال الدین صاحب شمس نے ہمارے مضمون کے جواب میں "الفضل" میں نقل کیا ہے، یوں ہیں:۔

سوال:۔ کیا ایسے لوگ (جو حضرت مرزا صاحب کو نبی یعنی ملہم اور مامور من اللہ نہیں مانتے) کافر ہیں۔

جواب:۔ کافر کے معنی عربی زبان میں نہ ماننے والے کے ہیں۔ پس جو شخص کسی چیز کو نہیں مانتا، اس کے لئے عربی زبان میں کافر کا لفظ ہی استعمال ہو گا پس ایسے شخص کو جب تک وہ یہ کہتا ہے کہ میں فلاں چیز کو نہیں مانتا۔ اس کو اس چیز کا کافر ہی کہا جائے گا۔

سوال:۔ (از وکیل جماعت اسلامی) کیا آپ اب بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ جو آپ نے "آئینہ صداقت" کے پہلے باب کے صفحہ ۳۵ پر ظاہر کیا تھا یعنی یہ کہ تمام وہ مسلمان جنہوں نے حضرت مرزا صاحب کی بیعت نہیں کی خواہ انہوں نے مرزا صاحب کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

جواب:۔ یہ بات خود اس بیان سے ظاہر ہے کہ میں ان لوگوں کو جو میرے ذہن میں ہیں **مسلمان سمجھتا ہوں** پس جب میں کافر کا لفظ استعمال کرتا ہوں تو میرے ذہن میں دوسری قسم کے کافر ہوتے ہیں، **جو ملت سے خارج نہیں**۔ جب میں کہتا ہوں کہ وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں تو میرے ذہن میں وہ نظریہ ہوتا ہے جس کا اظہار کتاب مفردات راغب کے صفحہ ۲۴ پر کیا گیا ہے جہاں اسلام کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں، ایک **دون الایمان**۔ اور ایک **فوق الایمان**۔ دون الایمان میں وہ مسلمان شامل ہیں جن کے اسلام کا درجہ ایمان کم ہے۔ فوق الایمان میں ایسے مسلمانوں کا ذکر ہے، جو ایمان میں اس درجہ ممتاز ہوتے ہیں۔ کہ وہ معمولی ایمان سے بلند ہوتے ہیں اس لئے جب میں نے یہ کہا تھا کہ بعض لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ تو میرے ذہن میں وہ مسلمان تھے جو "فوق الایمان" کی تعریف کے تحت آتے ہیں" اس جواب کے رو سے تو کوئی اہلِ ربوہ بھی کفر کی زد میں آ جائیں گے!

سوال:۔ اگر کوئی شخص مرزا صاحب کے دعوے پر واجبی غور کرنے کے بعد دیانتداری سے اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ آپ کا دعوے غلط تھا تو کیا پھر بھی وہ مسلمان رہے گا۔

جواب:۔ جی ہاں! عام اصطلاح میں وہ پھر بھی مسلمان سمجھا جائے گا۔"

یہ جوابات بڑے واضح ہیں۔ اب ساتھ ساتھ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کا رسالہ "کفر دون کفر" بھی ملاحظہ کر لیجئے، جو میں پڑھ کر سناتا ہوں:۔

"کفر دو قسم کا ہے، ایک تو اصل یعنی ایمانیات کا کفر مثلاً اللہ تعالےٰ کا اور محمد رسول اللہ کا انکار جو انسان کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ اور دوسرا کفر اس کے نیچے کا کفر ہے جو اصل یعنی ایمانیات کا کفر نہیں بلکہ کسی فرع کا کفر ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں کسی ایسے حکم کی جو فرض ہو نافرمانی سرزد ہو جانا مثلاً ترکِ صلوٰۃ وغیرہ مگر یہ کفر دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتا۔"

(صفحہ ۲)

عقائدِ اہلِ ربوہ کی موجودہ کیفیت

اب صورت حال یہ ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کا انکار کفر نہیں رہا۔ اگر ان کے منصب کا انکار کفر نہیں رہا تو لازماً وہ منصب منصب نبوت نہیں، وہ مقام مجددیت ہے۔ جس کو ہم خلافت ہی کہہ سکتے ہیں۔ اگر اس دور کے لئے مرزا صاحب خدا کے مقرر کردہ خلیفہ ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ ایسا ہی ہے تو پھر میاں صاحب کے لئے کوئی اور منصب تجویز کرنا چاہیئے۔ اللہ کا مامور وصیت میں انجمن کو اپنا جانشین بنا گیا ہے۔ میاں صاحب اس انجمن کے کسی عہدہ کے امیدوار ہو سکتے ہیں، اس انجمن کے سربراہ کو امیر کہہ لیجئے۔ صدر کہہ لیجئے یا انہی معنوں تک محدود رکھ کر خلیفہ بھی کہہ لیجئے۔ اب تحریک ربوہ دو محاذوں پر شکست کھا چکی ہے، اور مخالفت اوّل اور دوم صفوں کے ٹوٹ جانے پر اب جنگ تیسرے اور آخری محاذ پر آ کھڑی ہوئی ہے، یہ محاذ بڑا کمزور ہے اور بیت عنکبوت کی سی حیثیت رکھتا ہے۔ ہماری معمولی سی گولہ باری نے اس میں تزلزل پیدا کر دیا ہے جس سے ربوہ کے در و دیوار کانپ اٹھے ہیں۔ اور جو جوابات "الفضل" میں دیئے گئے ہیں۔ اس میں گھبراہٹ پریشانی اور بدحواسی کے مضحکہ خیز نمونے ملتے ہیں۔

خلیفہ صاحب کے خطبے

خود خلیفہ صاحب نے اپنے دو خطبوں میں ہمیں اپنی عنایات کا مورد بنایا ہے، اور نہایت حیرت انگیز پیرایہ میں ہمارا ذکر کیا ہے، ہمارے دلائل اور ٹھوس منطق کا جواب جب کچھ نہ بن پڑا تو یہ کہہ دیا کہ اس شخص کی اپنی جماعت میں حیثیت ہی کیا ہے۔ بلاشبہ ایک ڈکٹیٹر کی نگاہ میں جس کے اردگرد چاپلوس اور خوشامدی حضرات کا ایک جمگھٹا لگا ہے، کسی دوسرے کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے، وہ اپنے سوا کسی دوسرے کو کچھ نہیں سمجھتا۔ ہم تو جمہوری نظام کے پابند ہیں، ہمارے ہاں اخوت و مساوات کا دور دورہ ہے میں مجلس معتمدین کا ممبر ہوں (اس نئے انتخاب میں چیمہ صاحب نائب صدر جماعت بھی منتخب ہو گئے ہیں۔ ....ایڈیٹر) اس کے بعد میاں صاحب نے اپنے باڈی گارڈ کی مالی قربانیوں کا ذکر کیا ہے۔ اور میرے متعلق کچھ نہ جانتے ہوئے بہت کچھ کہا ہے۔ حالانکہ یہ جماعت جانتی ہے کہ میں نے بیک وقت ہزار ہزار روپے نقد چندہ دیا ہے۔ میں یہ تعلّی کے طور پر نہیں کہہ رہا۔ بلکہ جواباً کہنا پڑا ہے۔ ازاں بعد میاں صاحب نے اپنی قربانیوں کا بڑے فخریہ انداز میں ذکر کیا ہے۔ جس میں ہماری جماعت کی بڑی تحقیر کی ہے۔ بالفاظ دیگر وہ اپنی جماعت کو یہ محسوس

کرانا چاہیئے ہیں۔ کہ لاہوری جماعت مالی قربانیوں کے لحاظ سے ربوی جماعت کے مقابلہ میں کچھ نہیں اور وہ کوئی قربانی پیش نہیں کرتی، یہ سب باتیں جھوٹ کی رسیاں اور لاٹھیاں دکھائی دیتی ہیں، جنہیں ربوہ کے جادوگروں نے محض جادو کے زور سے یعنی زورِ بیان سے جاندار دکھانے کی کوشش کی ہے۔ فاذا حبالهم وعصيهم يخيل اليه من سحرهم انها تسعى۔ (ترجمہ) تو ان کی رسیاں اور لاٹھیاں، جادو کے زور سے اُسے ایسا خیال ہوا کہ گویا وہ دوڑ رہی ہیں۔

مگر شاید ربوی حضرات یہ بھول گئے ہیں کہ جب دلائل قاطع اور براہین ساطع کے اژدھا نکلتے ہیں۔ تو وہ ان سب جھوٹ کے چھوٹے چھوٹے سانپوں کو پل کے پل میں نگل جاتے ہیں، اور مکروفریب کی صنعت کاریاں ختم ہو جاتی ہیں۔ اور ساحرین خواہ کہیں سے آئے ہوں کامیاب نہیں ہو سکتے اور خدا فرماتا ہے قلنا لا تخف انك انت الاعلى۔ ان کی سحر انگیزیوں سے مت ڈرو تمہارے عقائد صحیح ہیں اور واقعات بھی تمہاری تائید میں ہیں اس لئے ہراساں ہونے کی ضرورت نہیں۔ والق ما فی یمینك تلقف ما صنعوا ان ما صنعوا كيد ساحر ولا يفلح الساحر حيث اتى۔

ادھر خلیفہ صاحب کی یہ تعلی ہے۔ کہ انکی جماعت بےنظیر قربانیاں کر رہی ہے۔ ادھر عبدالرحمان خادم کا یہ انکشاف ہے۔ کہ ان کی جماعت ہماری جماعت سے ہزار گنا بڑی ہے۔ خادم کا یہ انکشاف ہمارے لئے بڑا حوصلہ افزا اور ان کے لئے بڑا مادۂ فکر مہیا کرتا ہے۔ اگر ان کی جماعت ہماری جماعت سے ہزار گنا بڑی ہے اور ان کی مالی قربانیاں صرف اسی نسبت سے ہوں جس نسبت سے ہماری حقیر اور ناچیز قربانیاں ہیں، تو صورت حال یوں ہوتی چاہیئے کہ ہمارا اس سال کا بجٹ ۸ لاکھ کے قریب ہے اس کے مقابل ہزار گنا جماعت کا بجٹ ۸۰ لاکھ ہونا چاہیئے۔ اگر فی الواقعہ ان کا بجٹ اتنا ہے۔ تو بھی ہم ان کو مبارکباد نہیں دے سکتے کیونکہ یہ قربانیاں صرف اسی نسبت سے ہوں گی جس نسبت سے ہم دے رہے ہیں۔ اور وہ بڑی معمولی ہیں۔ اب اُن کے بجٹ کی اصل کیفیت معلوم کر لینی چاہیئے، میرا خیال ہے کہ ان کا بجٹ ۲۵ لاکھ یا اس کے لگ بھگ ہوگا (اس پہ مجمع میں سے ایک صاحب نے بآواز بلند کہا کہ اگر نذرانوں اور امانتوں وغیرہ کو نکال دیا جائے تو اصلی بجٹ صرف آٹھ لاکھ کے قریب ہی رہتا ہے) یہ ان کی قربانیوں کی حقیقت ہے۔ انہی خطبوں میں میاں صاحب نے مجھ پر یہ الزام لگایا ہے۔ کہ میں نے ان کی جماعت کے نکتہ چینوں کو روپیہ پیش کیا ہے۔ یہ قطعاً جھوٹ ہے۔ میرا مضمون جو پیغام صلح میں چھپا تھا، اس میں میں نے قطعاً نہیں کہا کہ ہم انہیں روپیہ پیش کرتے ہیں۔ میں میاں صاحب کو اور خادم صاحب کو اس بات کا چیلنج کرتا ہوں کہ وہ ثابت کریں کہ میں نے اپنے مضمون میں کسی کو روپیہ پیش کیا ہے۔ میاں صاحب نے یہ جھوٹ میری طرف منسوب کر کے اپنے غیظ و غضب کی ساری بھڑاس نکال لی ہے۔ اس الزام کو "الفضل" کے ایڈیٹر اور شاہد صاحب نے بھی اپنے مضامین میں دہرایا ہے۔ مگر یہ سب جھوٹ ہے۔ میں نے صرف یہی کہا تھا۔ کہ اُن کے علماء اور سرگرم کارکنوں کے لئے جو تبلیغ کے کام کو تحریک ربوہ سے علیحدہ ہونے کے بعد جاری رکھنا چاہتے ہیں ہمارے ہاں عزت کی جگہ ہے اور ہماری سٹیج ان کے لئے حاضر ہے اور ان کے لئے تبلیغ کے مواقع ہیں۔ جو شخص کسی تبلیغی جماعت میں اشاعت اسلام کے جذبہ سے متاثر ہو کر شامل ہوتا ہے تو اسے جہاد بالمال اور جہاد بالنفس کرنا پڑتا ہے، نہ معلوم کہ میاں صاحب نے کیا سوچ کر مجھ پر یہ افترا اور بہتان باندھا۔ اور پھر ایک لمبا چوڑا خطبہ اسی پر داغ دیا ہے۔ اور طنزاً یہ کہا ہے کہ اگر ہمارے ہاں اُن کے لئے روپیہ تنظیم۔ سٹیج وغیرہ ہے تو کیوں ہم انہیں پچاس ہزار یا ایک لاکھ روپیہ جو سال میں چندہ جمع کرتے ہیں نہیں دے دیتے۔ . . . . ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب کے دماغ پر روپیہ اس قدر سوار ہے کہ وہ ہر بات میں انسانوں کو نفرتی اور روپیلی سمتوں کے پابند سمجھتے ہیں۔ اور ان کو روپیہ کے میزان میں تولتے ہیں۔ اخلاق کے بلند اقدار کا اُن کے ہاں کوئی تصور نہیں،

میاں صاحب نے ایک اور غلط الزام مجھ پر لگایا ہے کہ پہلے تو یہ لوگ اپنی خفیہ سازشوں کو تسلیم ہی نہیں کرتے تھے۔ مگر اب انہوں نے اس مضمون میں، اس بات کا اعتراف کر لیا ہے۔ حالانکہ جو الفاظ انہوں نے لکھے ہیں، ان سے بالکل پیوستہ ایک دو سطریں اوپر میرے الفاظ یہ ہیں:-

"ہم پر یہ گھناونا الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ ہم نے محمود کی جماعت میں گھس کر سازشوں کے جال بچھائے ہیں۔ سراسر کذب و افترا ہے۔ اور دیدہ دانستہ خدا کے خوف سے بےپروا ہو کر جماعت کی اجتماعی توجہ کو اپنی استبدادی رنگینیوں سے ہٹانے کے لئے اور اپنے پیروؤں کو ہمارے خلاف بھڑکانے کے لئے یہ جھوٹا پروپیگنڈا کیا گیا ہے۔ کہ ہم خلافت محمود کے خلاف خفیہ منصوبے کر رہے ہیں"

میاں صاحب نے میری پرزور تردید کو تصدیق بنا دیا ہے۔ غور کیجئے یہ کس قدر غیر ذمہ دارانہ طرز نگارش ہے۔ اسی خطبہ میں میاں صاحب نے . . . . . حضرت مولانا محمد علی مرحوم کی ذات گرامی پر ایک رکیک حملہ کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ ہم لوگوں نے ان پر ۱۶۰۰۰ ہزار روپیہ کے غبن کا الزام لگایا تھا۔ حقیقت اس میں صرف اس قدر ہے کہ کچھ حساب میں کسی سے غلطی ہوئی، جس پر انجمن کا ایک اجلاس ہوا۔ اور اس میں حضرت مولانا نے ریکارڈ سے حساب کتاب سمجھا دیا۔ اور اس پر بالاتفاق یہ ریزولیوشن پاس ہوا، کہ حضرت مولانا محمد علی رح کی ذات گرامی اس قسم کے الزامات سے پاک ہے۔ اور ان کی زندگی بےداغ ہے۔ ہمارا ریکارڈ اس پر گواہ ہے۔ حضرت یوسفؑ پر بھی اتہامات لگائے گئے۔ مگر وہ جیل سے اس وقت تک باہر نہ نکلے جب تک ان کی بریت نہ ہوئی۔ مذہبی دنیا کے دو عظیم الشان خلیفان حرم پر بھی ناپاک لوگوں نے اس قسم کے ناپاک الزامات لگائے۔ مگر آسمان سے ان کی بریت کے فیصلے بغیر مبہم الفاظ میں صادر ہوئے۔ مگر میاں صاحب کی ذات پر جتنے بھی لوگوں نے الزام لگائے وہ ہمیشہ تشنۂ جواب رہے۔ اور اب بھی ہیں۔ میاں صاحب بقول

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ!

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ میاں صاحب پر خود ان کے مریدوں کی طرف سے خطرناک الزامات لگائے گئے۔ اور بارہا مطالبہ کیا گیا کہ میاں صاحب اپنی پوزیشن کو صاف کیجئے۔ مباہلہ تک کے لئے چیلنج دیئے گئے . . . . . جن کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ مگر میاں محمود صاحب نے آج تک ان کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میاں صاحب! شیش محل میں بیٹھ کر دوسروں پر کلوخ اندازی کوئی اچھا مشغلہ نہیں۔

اپنے ان خطبوں میں میاں صاحب نے حسب عادت اپنا ایک خواب بھی بیان کیا ہے۔ اور دعوٰی کیا ہے کہ وہ میرے اس مضمون کے شائع ہونے سے پورا ہو گیا ہے۔ میرا بھی کچھ ایسا ہی خیال ہو رہا ہو۔ کہ غالباً اس قسم کا کوئی خواب انہیں ضرور آیا ہوگا۔ مگر اس کے معنے سمجھنے میں انہیں غلطی لگی ہے۔ اور اپنے خوابوں کے متعلق ان کی تفہیم ہمیشہ غلط ہوتی ہے۔ حاضرین کو یاد ہوگا۔ کہ حضرت مولانا نورالدین صاحب کے زمانہ خلافت کے آخری حصہ میں میر محمد اسحاق صاحب نے جو خلیفہ صاحب کے ماموں تھے مسئلہ خلافت کا فتنہ اُٹھایا۔ اور مولانا نورالدین رح کو بڑا پریشان کیا۔ اس وقت میاں صاحب کو ایک خواب آیا تھا وہ انہی کی زبانی سنیئے:-

"میں نے دیکھا کہ ایک مکان ہے۔ . . . . . . میر محمد اسحاق صاحب کے ہاتھ میں دیا سلائی کی ایک ڈبیہ ہے۔ اور وہ اس میں سے ایک دیا سلائی نکال کر اس بھوسہ کو جلانا چاہتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ آخر یہ بھوسہ جلایا تو جائے گا ہی مگر ابھی وقت نہیں . . . . مڑ کر کیا دیکھتا ہوں کہ میر صاحب بے تحاشا دیا سلائیاں جلاتے ہیں . . . . میں اس بات کو دیکھ کر واپس دوڑا کہ ان کو روکوں . . . . . . مگر پیشتر اس کے کہ میں وہاں تک پہنچتا ایک دیا سلائی جل گئی۔ اور انہوں نے بھوسے کو آگ لگا دی"

(آئینہ صداقت ص ۱۲۹)

اس کی یہ تشریح جو مولانا محمد علی صاحب مرحوم کی ہے - وہ یہ ہے :-

"میاں صاحب جو چاہیں اس کی تشریح کریں مطلب صاف ہے کہ فتنہ کی آگ میر محمدؐ اسحاق میاں صاحب کے اپنے ماموں نے جلائی - اور میاں صاحب بھی ان کے ہم خیال تو تھے - مگر آگ ابھی جلانا نہ چاہتے تھے، مگر میر صاحب نہ رکے اور تماشا دیکھ لیا!"

(حقیقت اختلاف ص۳۲)

اسی طرح وہ خواب ہے جو میرے مضمون لکھنے پر میاں صاحب کی پوری ہوئی ہے - وہ یوں ہے :-

"میں نے خواب میں دیکھا کہ خدا تعالیٰ کے ملائکہ ربوہ کے اوپر سارے جو میں وہ آیتیں پڑھ پڑھ کر سنا رہے ہیں جو قرآن شریف میں یہودیوں اور منافقوں کے متعلق آئی ہیں"

میاں صاحب اس کی تاویل کچھ کریں مگر بات تو واضح ہے کہ یہ آیات اہلیانِ ربوہ کو سنائی جارہی ہیں نہ کہ کسی اور کو، دوسرے یہ کہ مدینۃ المسیح لاہور ہے نہ کہ ربوہ - میں نے اپنے مضمون میں اہلِ ربوہ میں یہودیت کے جراثیم کی نشان دہی کی تھی اور میاں صاحب نے خود ربوہ میں منافقین کے وجود کو تسلیم کیا ہوا ہے - پس کچھ یہودی صفت انسان احمدیت کے در پردہ معاندین سے مل کر لاہور کے جو مدینۃ المسیح ہے، پاک ممبروں کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں - اور اور آسمان سے ان دونوں گروہوں کو تنبیہہ کی جارہی ہے کہ اصل تحریک احمدیت کی روح تو لاہور میں ہے، تم ان کی تباہی و بربادی کے جو منصوبے کر رہے ہو، یہ کبھی بارآور نہیں ہوں گے، بالآخر تم خائب و خاسر ہوگے - حضرات!

ان امور سے اضطراب اور پریشانی خیال کی شدت کا پتہ چلتا ہے - جو میری ایک معمولی سی ضرب سے خلافت کا غلط نظریہ رکھنے والے کے دماغ میں پیدا ہوئی - دنیا جانتی ہے کہ میاں صاحب کی خلافت بذریعہ انتخاب عمل میں آئی، وہ الہامی سے موعود پذیر نہیں ہوئی - یعنی خدا نے انہیں براہ راست مقرر نہیں کیا - اقتدار اعلیٰ انتخاب کنندگان کے ہاتھ میں ہے - جو منصب انتخاب سے وجود میں آسکے گا - اس کا والی انتخاب کی راستے سے معزول بھی کیا جاسکتا ہے - مگر خلیفہ صاحب کو ضد ہے کہ انتخاب کے بعد خلیفہ معزول نہیں ہوسکتا - خواہ وہ کتنا ہی بدعمل کیوں نہ ہو

حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم نے ایک پیشگوئی کی تھی کہ قادیانی یا تو اپنے غلط عقائد سے رجوع کریں گے یا وہ اپنے لئے ایک نیا مذہب اور ایک نیا قبلہ تشکیل کر لیں گے - آج ان کی پیشگوئی پوری ہو چکی ہے، اور یہ لوگ اپنے عقائد باطلہ سے آہستہ آہستہ رجوع کرتے چلے آرہے ہیں - میں بھی ببانگ بلند یہ پیشگوئی کرتا ہوں کہ میاں محمود احمد کا پیش کردہ نظریہ خلافت بالبداہت ایک ایسا غلط نظریہ ہے کہ اس کی قوم کا باشعور طبقہ جلد ہی اس سے منحرف ہو جائے گا - اور خلافت کا اصلی، اسلامی اور جمہوری تصور قبول کر لیا جائے گا - اگر ایسا نہ ہوا تو یہ جماعت پاش پاش ہو جائے گی، اور یہ ایک دردناک المیہ ہوگا، جس پر تاسف کے آنسو بہائے جائیں گے، ہمیں چاہیئے کہ اس منظم جماعت کی اصلاح کر کے اسے دنیا کے لئے مفید اور کارآمد بنائیں، ہمیں اس بات کی خوشی ہے - کہ جہاں تحقیقاتی عدالت میں تحریری بیان اور خود اصالتاً میاں صاحب کی زبان سے یہ اعلان جاری ہو چکا ہے - اور بالکل انہی الفاظ میں ہوا ہے جو ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم نے کہے تھے - کہ ہم تکفیر اہلِ قبلہ نہیں کرتے، بلکہ حضرت مرزا صاحب کے نہ ماننے والوں کو بھی مسلمان سمجھتے ہیں، وہاں مجھے اس مسرت کا بھی اظہار کرنا ہے، کہ خلیفہ صاحب کے ایک ہونہار صاحبزادہ نے حال ہی میں "الفضل" مورخہ ۲۱ دسمبر ۱۹۵۶ء میں ایک مضمون لکھا ہے - جس کا عنوان ہے "بعثت مسیح موعود کا مقصد تکمیل دین نہیں بلکہ تکمیل اشاعت دین ہے" اس مضمون میں وہ مندرجہ ذیل الفاظ لکھتے ہیں، "سیدنا حضرت مسیح نے اسی راہ پر چل کر رسول کریم کی اتباع کی برکت سے غیر تشریعی نبوت کے درجے کو حاصل کر لیا، اس نبوت کا مطلب نعوذ باللہ تکمیل قرآن یا تکمیل اسلام نہ تھا بلکہ تجدید دین تھا تاکہ اسلام سے بھٹکے ہوئے راہی کو قرآن کی روشنی میں منزل مقصود تک پہنچایا جائے"۔ گویا حضرت صاحب کی نبوت صرف مقام مجددیت تک محدود ہے -

اب ان دو عقائد کے صاف ہو جانے کے بعد صرف ایک عقیدہ یعنی عقیدہ دربارۂ خلافت باقی رہ گیا ہے

ع یہاں تک تو لگا لائے ہیں ہم رستے پہ زاہد کو
بکہ کھاتا ہوا اب تا درِ مے خانہ آتا ہے

اب یہ عقیدۂ خلافت کا چھوٹا سا محاذ باقی ہے - اس میں ہمارے مبلغین کو توجہ دینی چاہیئے - ربوی جماعت مسیح کی کھوئی ہوئی بھیڑیں ہیں - ان کو مسیح کے گلے میں دوبارہ داخل کرنا ہمارا حق ہے - یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم انہیں ان کے اصلی مقام پر واپس لائیں اب ہماری سنجیدہ جدوجہد صرف اس بات پر صرف ہونی چاہیئے یہ کام نہایت اہم اور مفید ہے، ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں اور بالکل غیر مبہم الفاظ میں یہ اعلان کئے دیتے ہیں کہ ہماری تمام سعیوں اور کاوشوں کے تحت صرف یہی جذبۂ ہمدردی کارفرما ہے - اور غرض کا ایک شدید احساس ہے جس کی وجہ سے ہم نے یہ سلسلہ شروع کر رکھا ہے -

خلیفہ صاحب نے اپنے خطبہ میں جو الفضل میں مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۵۹ء میں طبع ہوا ہے - ہماری سپریم کورٹ کے جسٹس صاحب کی ذات سے متعلق کچھ الفاظ منسوب کئے ہیں جن کو پڑھ کر میں سناٹے میں آگیا - پاکستان کا بچہ بچہ اپنے چیف جسٹس کے لئے بے پناہ محبت اور احترام رکھتا ہے - ان کے متعلق خلیفہ صاحب کے حسب ذیل الفاظ ایک بہت بڑی غیر ذمہ دارانہ جسارت کا پتہ دیتے ہیں وہ الفاظ یہ ہیں :-

"چنانچہ جب گذشتہ فسادات کی انکوائری ہوئی تو گجرات کا ایک وکیل پیغامیوں کی طرف سے پیش ہوا - مسٹر جسٹس منیر نے اسے بڑے جوش سے کہا - کہ تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم احراریوں کے ساتھ کھڑے ہو - اگر تم ان لوگوں کے ساتھ ہو، تو وجہ کیا ہے - کہ جب لوگ ربوہ والوں پر ظلم کر رہے تھے - تم پر بھی کر رہے تھے - اگر یہ لوگ واقع میں تمہارے خیر خواہ تھے - تو مولوی صدر الدین صاحب نے پولیس میں کیوں رپورٹ کی تھی کہ ہمیں حملہ آوروں سے بچاؤ - پھر اگر تم ان لوگوں کے ساتھ تھے - تو یہ تمہارے گھروں پر حملے کیوں کرتے تھے - اور تم کو پولیس میں رپورٹ دینے اور اس سے مدد طلب کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی - اور پھر غصہ سے جہاں ہماری جماعت والے بیٹھے تھے - ان کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے جاؤ اور ان کے ساتھ مل کر بیٹھو"

میں اس واقع کی صداقت میں شبہ کرتا ہوں - ہمارے وکیل صاحب اس کی تصدیق نہیں کرتے - میں سپریم کورٹ کے چیف جسٹس صاحب کی توجہ ان الفاظ کی طرف منعطف کرتا ہوں - اور حکومت کی خدمت میں بھی استدعا کرتا ہوں - کہ عالی جناب چیف جسٹس صاحب کا احترام قائم رکھے - اور اگر خلیفہ صاحب کا بیان کردہ واقع غلط ہے - تو ان سے اس کی بازپرس کرے، اور خلیفہ صاحب کی اشتعال انگیزیوں اور بے جا تعلیوں پر نگرانی رکھے - جس واقع کو خلیفہ صاحب بیان کر رہے ہیں، اس کی شاہد بڑی بڑی مقتدر شخصیتیں ہو سکتی ہیں، صوبہ کے بڑے بڑے جید وکلا عدالت میں موجود تھے - اراکین مجلس عمل - اعیان جماعت اسلامی اور اکابر احرار بھی کمرۂ عدالت میں موجود تھے، حکومت ان سے دریافت کر سکتی ہے -

حضرات! وقت زیادہ ہو گیا ہے لیکن میرے بعض احباب کا مطالبہ ہے کہ میرے ایک گجراتی وکیل بھائی نے میری ذات سے متعلق کچھ باتیں لکھی ہیں ان کی وضاحت کر دی جائے اور میرے ایک عزیز کی یہ بھی خواہش ہے کہ خادم صاحب نے بڑے اور چھوٹے آدمی کے عنوان سے جو کچھ لکھا ہے - اس پر ذرا روشنی ڈالوں .... خادم صاحب نے میری افتادِ طبع پر خامہ فرسائی کی ہے - میں اس کے متعلق صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں ؎

اے دل تو نیز خاطر اینان نگاہ دار
کافر کنند دعوےٰ حب پیمبرم

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے مکذبین اور مکفرین سے صرف اس لئے رواداری برتی ہے کہ وہ بھی حضور نبی کریمؐ سے محبت کا دعوےٰ کرتے ہیں - اگر میں نے کسی وقت خلیفہ صاحب کے کسی مضمون کو سراہا ہے یا و

ان کے نبی کریمؐ سے والہانہ محبت کا اظہار ہوتا ہے اگر کوئی شخص اچھی بات کہے تو ہم اسے اچھا کہتے ہیں اگر کوئی بری بات کہے تو ہم اس بات کو برا کہتے ہیں یہ بھی صحیح ہے کہ خلیفہ صاحب کے ایک خطبہ کو پڑھکر میں نے کہا تھا۔ کہ اگر یہ خطبہ مجھے پہلے مل جاتا۔ تو شاید میرے بیان میں اس قدر شدت نہ ہوتی، میں نے ہرگز اور قطعاً یہ نہیں کہا، کہ میں خلیفہ صاحب کے باطل عقائد کا ذکر نہ کرتا۔ اس وقت سرائے عالمگیر کے ایک ربوی دوست جو خادم صاحب کے ٹرکل بھی تھے موجود تھے خادم صاحب کا یہ مضمون میں نے ان کو دکھایا۔ اور انہوں نے اپنا بیان لکھ کر میرے حوالہ کیا کہ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ صرف یہی ہے جو میں اوپر بیان کر چکا ہوں، یعنی میرے پیرایہ بیان میں اس قدر شدت نہ ہوتی۔ خادم صاحب نے اپنی جماعت کے بڑے آدمیوں کے نام گنوائے ہیں اور کہا ہے کہ یہ دنیا کی عظیم الشان شخصیتیں ہیں ان کی جماعت بقول ان کے ہماری جماعت سے ایک ہزار گنا بڑی ہے۔ اگر وہ ایک ہزار نام لکھتے تو تب مجھ سے ایک رجل عظیم کا نام طلب کر سکتے تھے۔ مگر انہوں نے خلیفہ صاحب کے حاشیہ برداروں کے نام لکھ کر جن کو خوش کرنا تقاضائے مصلحت خاص تھا، ایک ایسی فہرست تیار کی ہے۔ جس سے دنیا روشناس ہوئی ہے، آخر میں خانہ پری کے لئے جب کسی اور آدمی کا نام نہ ملا تو مجبور ہو کر اپنے والد صاحب کا نام ہی لکھدیا۔ اور حضرت ملک برکت علی صاحب لکھ کر لوگوں سے ان کا تعارف کرایا۔ پھر اسی پر بس نہیں کی اپنے بہنوئی صاحب کا نام بھی لکھ مارا ہے۔ اور ان کو حضرت راجہ علی محمد صاحب کہکر پکارا ہے۔ .... حضرت ملک برکت علی صاحب کے تین صاحبزادگان کو .... جماعت خارج کیا جا چکا ہے اور ان میں سے ایک کو مشروط معافی دی گئی ہے۔ یہ صاحب میاں صاحب کے ہم زلف بھی ہیں۔ اور راجہ علی محمد صاحب کے لڑکے نے خود ہی اس سلسلہ سے لاتعلقی کا اعلان کر دیا ہے۔ دراصل خادم صاحب کو حاجی کیپٹن ایاز صاحب نے یہ مضمون لکھنے پر آمادہ کیا۔ جب "الفضل" کے ایڈیٹر نے مختلف اداریوں میں بالاقساط تبصرہ شروع کیا۔ تو انہوں نے اور غیروں نے یہ محسوس کیا کہ جواب کی بجائے میرے اصل مضمون کی اشاعت کی جا رہی ہے تو اس کو یکسر بند کر دیا گیا۔ ابو العطاء صاحب نے اس کی جگہ لی اور حضرت صاحب کی دعاؤں کو بروئے کار لائے مگر اس سے بھی لوگ متاثر نہ ہو سکے تو شمس صاحب میدان میں اُترے۔ انہوں نے اکفار کفر دوں کفر کے مسئلہ کو پیش کر کے قصر خلافت کے دو بنیادی ستونوں کو گرا دیا۔ اہل قلم حضرات کی بے مائگی دیکھ کر لوگ کسی اور مرد میدان کے طالب ہوئے

چنانچہ حاجی احمد ایاز صاحب خادم صاحب کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور کہا چیمہ صاحب کا مضمون ہنوز تشنہ جواب ہے۔ ابھی تک اس کے ہیبت ناک تاثرات زائل نہیں ہو سکے، یہاں تو رعد کی کڑک۔ بادلوں کی سی گرج۔ توپوں کی دھنا دھن اور گولوں کی ہیبت ناک آتشباری کرنے والے مضمون چاہئیں۔ اور وہ آپ کے سوا کوئی نہیں لکھ سکتا۔ اس پر خادم صاحب نے کہا واقعی اب تک چیمہ صاحب کو کچھ جواب نہیں دیا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے ایک طویل مضمون لکھ مارا جس میں بیشتر اتہامات، تعلّیاں الزامات اور مبالغہ آمیزیاں ہیں۔ بعض جگہ تو ان کا قلم ابتذال رکاکت کی آخری حدود کو پھاند کر اخلاق کے تمام اقدار کو توڑ پھوڑ گیا ہے۔ خادم صاحب کوئی مذہبی آدمی نہیں وہ ایک فنکار، شاعر اور پیشہ ور مناظر ہیں، ان کی طبیعت تیز و تند ہے، وہ انتہا پسند مزاج رکھتے ہیں۔ وہ جلد مغضوب الغضب ہو کر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ ان کی وجہ سے ہمارا بار دوم کئی دفعہ میدان رزم بن چکا ہے خود ایاز صاحب کو اس کا تلخ تجربہ ہو چکا ہے۔ اگر دوست درمیان میں نہ آتے تو معلوم نہیں ان کا کیا حشر ہوتا۔ وہ تنہا صدر نشین بزم بھی ہیں ... اور سپہ سالار کارزار رزم بھی۔ بزم میں وہ خوش گو، بذلہ سنج اور لطیفہ گو ہیں، ان کی شاعرانہ ظرافت والشعراء یتبعھم الغاون کی ایک زندہ مثال ہے۔ اور وہ الم تر انھم فی کل واد یھیمون ہ کا ایک نمونہ ہیں۔

[اس مرحلہ پر صدر صاحب نے کہا وقت ختم ہو گیا ہے ....
اور آپ کافی وقت زائد بھی لے چکے ہیں جس پر لیکچر ختم کر دیا گیا۔]

تعزیتی جلسہ

لاہور ۱۷ر جنوری۔ آج اساتذہ و طلباء مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور کا ایک غیر معمولی اجلاس منعقد ہوا جس میں چوہدری عبدالحق صاحب سیکنڈ ماسٹر سکول ہذا کی والدہ محترمہ کی وفات کے بارے میں حسب ذیل تعزیتی ریزولیوشن بالاتفاق منظور کیا گیا۔

"اساتذہ و طلباء مسلم ہائی سکول نمبر ۲ چوہدری عبدالحق صاحب سیکنڈ ماسٹر کی والدہ ماجدہ کی وفات حسرت آیات پر انتہائی غم و اندوہ کا اظہار کرتے ہیں، بلاشبہ بزرگوں کا سایہ برکت و رحمت کا موجب ہوتا ہے۔ چوہدری صاحب کو ان کی وفات سے ناقابل تلافی صدمہ پہنچا ہے ہم سب کو اس صدمہ میں چوہدری صاحب کے ساتھ دلی ہمدردی ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے"۔ فیصلہ کیا گیا کہ (۱) سکول اظہار تعزیت کے طور پر باقی وقت کیلئے بند کر دیا جائے۔
(۲) اس ریزولیوشن کی ایک کاپی چوہدری عبدالحق صاحب کو اور ایک کاپی "پیغام صلح" میں بغرض اشاعت بھیجی جائے۔

خلیل الرحمٰن۔ ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور

آہ! صادق علی

(بسلسلہ صفحہ نمبر ۲)

ڈاکٹر صاحبان اور نرسیں ان کے صبر و استقلال کو دیکھکر عش عش کرتی تھیں، حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو قلب مطمئنہ عطا فرمایا تھا، انہوں نے تسلیم و رضا سے اس مہلک مرض کو برداشت کیا۔ ایک دفعہ مجھے فرمایا کہ مومن مومن کے لئے اس کی زندگی میں بھی دعا کرتا ہے اور اس کے مر جانے کے بعد بھی۔ اور یہ بات تو وہ بار بار مجھے کئی ماہ سے متواتر لکھ رہے تھے کہ عقبیٰ کا بہت فکر لگا رہتا ہے، میرے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہیں۔

۱۶ر جنوری کو طبیعت سخت خراب ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کو اپنے مرنے کے وقت کی آگاہی ہے، تین دفعہ وقت پوچھا جب آخر دفعہ بتلایا گیا کہ دو بجے ہیں، تو ایسا معلوم ہوا کہ اب وہ طیار ہیں۔ چند منٹ تو خاموش رہے۔ دل ہی دل میں کچھ پڑھتے رہے، غسل کے وقت دیکھا گیا کہ شہادت کی انگلی باقی انگلیوں سے علیحدہ اور اونچی تھی، دو بجکر دس منٹ پر کروٹ بدلی اور اس کے ساتھ ہی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، اس طرح سے اس نیک انسان کا خاتمہ بالخیر ہوا، عمر تقریباً اٹھ سال، اللہ تعالےٰ مغفرت فرمائے اور ان کو اعلےٰ علیین میں جگہ دے۔

میری اور ان کی بچپن کی رفاقت تھی۔ میں نے، انہوں نے اور ان کے بڑے بھائی مبارک علی صاحب نے پٹیالہ میں ایک ہی سکول سے میٹرک پاس کیا۔ ہم دونوں نے بچپن میں ہی عہد خلت باندھا اور صد ہزار رحمت اور آفرین ہو اس نیک انسان پر کہ جو عہد بچپن میں باندھا اسے آخری دم تک نہایت خیر و خوبی سے نبایا۔ میرے ہر دکھ اور سکھ میں وہ شریک رہا، قدم قدم پر میری غمخواری اور غمگساری کی، اور ہر موقعہ پر میری مدد کے لئے تیار ہو گیا۔ جب میرا لڑکا رشید ٹی بی سے بیمار ہوا تو ہمدردی کے خطوط کا ایک تانتا باندھ دیا، اور کہا کہ رشید میرا ہی بچہ ہے۔ اس کے علاج میں ہرگز کوتاہی نہ کریں، جو ممکن سے ممکن مدد ہو سکتی ہے میں کروں گا جو کہا تھا وہ کر دکھایا۔ مجھ پر ان کے بڑے احسانات ہیں ایسے شفیق اور ہمدرد بھائی کہاں مل سکتے ہیں، بڑی خوبی یہ کہ وہ دعاؤں کے ساتھ بھی مدد کرتے۔ متواتر دعائیں کرتے رہتے اور کبھی نہ تھکتے۔ ایسے غمگسار اور مخلص بھائی کے جدا ہونے کا از حد رنج ہے مگر خدا کی مشیت کے سامنے سر تسلیم خم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلےٰ سے اعلےٰ مقام عنایت کرے۔ آمین ثم آمین۔

(غمزدہ۔ مرتضیٰ خاں)

رفتارِ عالم

—— لندن ۲۷ر جنوری ۔ مقامی روزنامہ "سنڈے ایکسپریس" نے آج اپنے افتتاحیہ میں اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل ہیمرشول سے دریافت کیا ہے کہ وہ اپنے چہیتے پنڈت نہرو کی طرف سے اقوام متحدہ کے احکام کی علانیہ توہین آمیز خلاف ورزی پر کیوں خاموش ہیں۔

—— لندن ۲۷ر جنوری ۔ ممتاز برطانوی اور امریکی اخبارات نے کشمیر کے بارے میں بھارتی وزیر اعظم پنڈت نہرو کے موقف کی مذمت کی ہے اور انہیں مشورہ دیا ہے کہ وہ کشمیر میں اقوام متحدہ کی زیر نگرانی آزاد رائے شماری کا فیصلہ قبول کرنے میں پس و پیش نہ کریں۔

—— کراچی ۲۷ر جنوری ۔ صدر سکندر مرزا نے صدر آئزن ہاور کا شکریہ ادا کیا ہے کہ انکی حکومت نے حفاظتی کونسل میں قرارداد کشمیر کی حمایت کی ہے۔ صدر امریکہ کے نام ایک تار میں صدر سکندر مرزا نے لکھا ہے کہ حفاظتی کونسل نے ایک چھوٹے ملک کے صحیح اصول کی حمایت میں جو قدم اٹھایا ہے اس کا تمام آزاد دنیا پر مفید اثر پڑے گا۔

—— نیویارک ۲۷ر جنوری ۔ باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ امریکہ مصر سے اسرائیلی فوجوں کے مکمل انخلا کے بارے میں ایک نئی قرارداد جنرل اسمبلی میں پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ یہ قرارداد اگلے ہفتے سیکرٹری جنرل مسٹر ہیمرشول کی رپورٹ سننے کے بعد پیش کی جائے گی اور اسے کئی اور ملکوں کی حمایت حاصل ہوگی۔

—— لندن ۔ ۲۷ر جنوری ۔ برطانوی وزارت خارجہ کے ایک بیان میں کہا گیا ہے کہ مصری اور برطانوی نقصانات کے معاوضے کے دعاوی کے سلسلے میں حکومت برطانیہ دونوں حکومتوں کے درمیان براہ راست بات چیت کی حامی ہے بیان میں مزید بتایا گیا ہے کہ مصر نے جن برطانوی املاک پر قبضہ کر لیا ہے اس کی تفصیل مرتب کرنے کے لئے بھی ایک کمیٹی قائم کر دی گئی ہے تاکہ معاوضے کی ادائیگی کے سوال پر غور کرتے ہوئے فریقین کے مطالبات پیش نظر رکھے جاسکیں۔

—— الجزائر ۔ ۲۷ر جنوری ۔ فرانسیسی حکام نے اعلان کیا ہے کہ آج فرانسیسی فوجوں نے مغربی الجزائر میں حریت پسندوں کے ایک بہت بڑے اڈے کو گھیرے میں لے لیا ہے اور اب اس مقام پر خونریز جنگ ہو رہی ہے۔ اعلان کے مطابق آج صبح سے ۵۰ حریت پسند شہید ہو چکے ہیں۔

—— لاہور ۔ ۲۷ جنوری ۔ مرکزی وزیر اطلاعات سردار امیر اعظم خان نے کہا ہے کہ حکومت بے خانماں لوگوں کے مسئلے کو جس قدر جلد ممکن ہو سکے حل کرنے کی خواہشمند ہے، آپ نے مہاجرین کو مشورہ دیا کہ وہ خود کو پاکستان میں برابر کا شہری تصور کریں اور اس کی ترقی کے لئے مل جل کر کام کریں۔

—— نئی دہلی ۔ ۲۷ر جنوری ۔ کل امرتسر میں ہزاروں سکھوں نے اکالی دفتر کے سامنے مظاہرہ کر کے مطالبہ کیا کہ پارٹی فوری طور پر کانگریس سے مکمل قطع تعلق کا اعلان کر دے۔

—— لاہور ۔ ۲۷ر جنوری ۔ گورنر مغربی پاکستان میاں مشتاق احمد گورمانی نے کہا ہے کہ پاکستان جیسے ملک میں دستکاریاں صرف جمالیاتی ذوق کی تسکین کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ انہیں چھوٹی اور گھریلو صنعتوں کے شعبہ میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔

پاکستان آرٹ کونسل میں روسی دستکاریوں کی نمائش کا افتتاح کرتے ہوئے صوبائی گورنر نے کہا کہ ملک کی اقتصادی ترقی کے موجودہ مرحلے میں یہ شعبہ بڑا اہم ہے، کیونکہ عوام کی اکثریت کے موجودہ معیار زندگی کا اس شعبہ سے گہرا تعلق ہے۔

—— کراچی ۔ ۲۷ر جنوری ۔ خاتون پاکستان محترمہ فاطمہ جناح نے آج یہاں طلبہ کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے نوجوانوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ قومی مسائل کو تنقیدی نقطۂ نظر سے دیکھنے کی عادت ڈالیں اور ان مسائل کو دور اندیشی، نکتہ سنجی اور با اصول طریقے پر حل کرنے کی کوشش کریں، آپ نے کہا "ملک کے نوجوانوں کو اس شدید جذبے اور ٹھوس اخلاق کی ضرورت ہے، جس کی بدولت موجودہ دور کے اخلاقی اور مالی بحران سے کامیابی کے ساتھ گذر سکیں۔

محترمہ فاطمہ جناح نے بے جا اخراجات اور اسراف کی مذمت کی اور کہا کہ کسی ملک کے وقار کا دارومدار ایک محدود طبقے کے عیش و عشرت پر نہیں بلکہ اس ملک کی سماجی زندگی، تعلیم صحت اور اخلاق کے معیار پر ہوتا ہے۔

—— لاہور ۔ ۲۷ر جنوری ۔ پاکستان اور کشمیر کے مختلف رہنماؤں اور سیاسی کارکنوں نے کشمیر کے متعلق اقوام متحدہ کی تازہ ترین قرارداد کا خیر مقدم کرتے ہوئے اپنے بیانات میں حفاظتی کونسل سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اپنی قراردادوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے موثر اقدام کرے بعض بیانات میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر حفاظتی کونسل اس بار بھی تساہل سے کام لے تو کشمیر کو آزاد کرانے کے لئے جہادِ آزادی فوراً شروع کر دیا جائے۔ جموں و کشمیر کے رہنماؤں نے پاکستان کا شکریہ ادا کیا ہے کہ اس نے اہل کشمیر کی جدوجہد آزادی کے سلسلہ میں پوری امداد دی ہے۔

—— جہلم ۔ ۲۷ر جنوری ۔ انتہائی باوثوق ذرائع کی ۔۔۔۔ اطلاع کے مطابق بھارتی پولیس نے شیخ عبداللہ کے بڑے صاحبزادے کی کڑی نگرانی شروع کر دی ہے وہ راجستھان یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہیں۔

—— نئی دہلی ۔ ۲۷ر جنوری ۔ ہندو مہا سبھا کے صدر نے خبردار کیا ہے کہ کشمیر کے متعلق حفاظتی کونسل کی نئی قرارداد سے کشمیر اور بھارت دونوں کے لئے سنگین نتائج برآمد ہوں گے اس سے پاکستان کے حامی اور تخریبی عناصر کی حوصلہ افزائی ہوگی، اور بخشی غلام محمد کے ہاتھ کمزور ہوں گے ۔ صدر مہا سبھا نے کہا کہ پاکستان کی زبردست فوجی کارروائیوں کے پیش نظر اس کی طرف سے کشمیر میں جارحانہ کارروائی ناممکن نہیں ہے اس لئے بھارت کو اس کے مقابلے کی تمام تیاریاں مکمل کر لینی چاہئیں۔

—— واشنگٹن ۲۷ر جنوری ۔ امریکی کانگریس کی امور خارجہ سب کمیٹی نے مشرق وسطیٰ میں اشتراکی جارحیت کے انسداد کے متعلق صدر آئزن ہاور کے منصوبے کی تصدیق کر دی ہے کمیٹی نے مشرق وسطیٰ کے ملکوں کے لئے فوجی اور اقتصادی دونوں طرح کی امداد کی حمایت کی ہے ۔ اب یہ منصوبہ توثیق کے لئے کانگریس کے عام اجلاس میں پیش کیا جائے گا۔

—— لاہور ۔ ۲۷ر جنوری ۔ بھارتی ڈپٹی ہائی کمیشن کے سامنے جو لاٹھی چارج ہوا تھا ۔ ناظم جمعیۃ العلمائے اسلام لاہور مولانا عبدالحکیم قاسمی اور جنرل سیکرٹری جماعت اسلامی مسٹر کوثر نیازی نے اس کی مذمت کی ہے ۔ مولانا قاسمی نے وزیر اعلیٰ ڈاکٹر خان صاحب سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ لاٹھی چارج کے واقعہ کی فوراً تحقیقات کرائیں، مسٹر کوثر نیازی نے کہا کہ لاٹھی چارج بلاوجہ کیا گیا، آپ نے کہا ہے لاہور کے کمیونسٹ پریس نے ہندوستان سے اپنی چھپی ہوئی ہمدردی کو تسکین دینے کے لئے واقعات کو توڑ مروڑ کر شائع کیا ہے۔

حروف ماشل ایور گرین پریس جمیر لینڈ و طابع پریس باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔
ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۴۶ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۵ ر رجب المرجب ۱۳۷۶ھ مطابق ۶ ر فروری ۱۹۵۷ء | نمبر ۵

جرمنی میں تبلیغ اسلام

برلن مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

(رپورٹ ماہ دسمبر ۱۹۵۶ء)

از :- امینہ موسلر :-

۴ ر دسمبر - درس قرآن کے دوران میں امام صاحب نے Burckhardt کی کتاب متعلقہ تصوف میں سے توحید الٰہی اور تخلیق عالم پر لیکچر دیا۔

۶ ر دسمبر - پیلوز پبلک ہائی سکول میں لیکچروں کے سلسلہ میں امام صاحب نے اسلامی ممالک کی ثقافت و سیاست پر لیکچر دیا۔

۷ ر دسمبر - خطبہ جمعہ میں امام صاحب نے توحید باری تعالیٰ پر زور دیا اور قرآن کریم کی وہ آیات پڑھ کر سنائیں جن میں شرک بت پرستی کے خلاف متنبہ کیا گیا ہے۔

۸ ر دسمبر - Herrn Eberhardt کے ساتھ اشتراک مذہب کے سلسلہ میں ایک کانفرنس کی گئی جس میں آئندہ سال میں نشر و اشاعت کا نیا پروگرام بنایا گیا۔

۱۱ ر دسمبر - درس قرآن کے دوران میں کتاب درباره تصوف میں سے لیکچر کا سلسلہ جاری رکھا گیا۔

۱۳ ر دسمبر - پیلوز ہائی سکول کے لیکچروں کے سلسلہ میں ایلیو کے مسٹر عبدالکریم ہماری نے "شام جدید حاضر" کے موضوع پر لیکچر دیا اور اپنے ملک کی اعلیٰ ترقیات کے متعلق اچھی اچھی تصاویر دکھائیں۔

۱۴ ر دسمبر - خطبہ جمعہ میں امام صاحب نے مذہب اسلام کے سرچشموں پر لیکچر دیتے ہوئے قرآن کریم کے متعلق جس کے اوپر اسلام کی تمام عمارت کھڑی ہے، خیالات کا اظہار کیا۔

۱۵ ر دسمبر - شام کے وقت امام صاحب نے نوجوان مسلمان مردوں اور مسجد سے تعلق رکھنے والے بچوں کو مسجد میں جمع کر کے میٹنگ کی، اسلام اور دوسرے مذاہب میں مقابلہ کیا گیا۔

۱۶ ر دسمبر - مسلمان کمیونٹی کے بچے اپنے والدین کے ساتھ مسجد میں آئے، اور مسز امینہ موسلر نے آئندہ سال مذہبی اسباق دینے کے لئے تفصیلات طے کیں۔

۱۸ ر دسمبر - درس قرآن میں تصوف پر لیکچر کا سلسلہ جاری رکھا گیا۔

۲۰ ر دسمبر - پیلوز ہائی سکول میں کیسا بلانکا کے مسٹر عبداللہ نے "مراکش اور اس کے باشندوں" کے متعلق لیکچر دیا اور ملک کے خوبصورت مقامات کے موثر رنگ برنگ کے فوٹو دکھائے۔

۲۱ ر دسمبر - خطبہ جمعہ میں امام صاحب نے اسلامی سرچشموں پر لیکچر دیا اور اس دفعہ حدیث کو موضوع بحث بنایا۔

۲۵ ر دسمبر - درس قرآن کے دوران میں تصوف پر لیکچر کا سلسلہ جاری رکھا گیا۔

۲۸ ر دسمبر - جمعہ میں امام صاحب نے اسلامی سرچشموں پر تیسرا خطبہ دیا، اور آج اجماع اور قیاس کو موضوع بحث بنایا۔

نہایت ضروری گذارش

ان اصحاب جماعت کی خدمت میں جنہوں نے جلسہ سالانہ پر چندہ لکھوایا ہے درخواست ہے کہ وہ اپنے وعدوں کو برائے مہربانی وسط فروری تک ادا فرمائیں ورنہ جس غرض کے لئے اپیل کی گئی تھی فوت ہو جائیگی نیز جلسہ سالانہ پر جو اصحاب شرکت نہیں کر سکے باوجود موجود ہونیکے انہوں نے اپیل میں شرکت نہیں کی وہ اب اس فریضہ قومی کی طرف توجہ فرمائیں

صدر - احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ایک غلطی کی اصلاح

گذشتہ اشاعت (مورخہ ۳۰ ر جنوری) میں محترم چیمہ صاحب کے لیکچر میں صفحہ ۹ کالم ایک نیچے سے ۱۷-۱۸-۱۹ سطر میں یہ الفاظ لکھے گئے ہیں۔ "ہمارا اس سال کا بجٹ ۸ لاکھ کے قریب ہے اس کے مقابل ہزار گنا جماعت کا بجٹ ۸ لاکھ ہونا چاہیئے" ان الفاظ میں "۸ لاکھ" کے بجائے اسی کروڑ ہونا چاہیئے۔ یعنی صحیح فقرہ یہ ہے :-
"ہمارا اس سال کا بجٹ ۸ لاکھ کے قریب ہے اسکے مقابل ہزار گنا جماعت کا بجٹ اسی کروڑ ہونا چاہیئے"
قارئین تصحیح فرمالیں۔

دُعا اور اس کے کمالات

صلاح الدین حزین (بشکریہ "قندیل")

یہ واقعہ ایک دوست کی زبانی عرض کر رہا ہوں، میرا ان کا بچپن کا ساتھ ہے اور ان کے خاندانی حالات سے بخوبی واقف ہوں، نیز ان کی والدہ کی زبانی یہ واقعہ سُن چکا ہوں، اگر صحت کے متعلق اطمینان نہ ہوتا تو اسے افسانہ کے طور پر پیش کرتا۔ سچائی کے یقین کے ساتھ اسے مخصوص عنوان کے تحت پیش کرتا ہوں ——————— "عکاس"

آج سے پیشتر میں نے زندگی میں خلوص دل سے تین بار دُعا مانگی تھی۔ یہ تینوں موقعے میری مختصر زندگی کے نہایت اہم واقعات تھے۔

پہلی بار میں نے اس وقت دعا مانگی جب میں نسرین سے کوئی دو برس چھوٹا تھا۔ یہ امرتسر کا واقعہ ہے۔ ہماری کوٹھی کے ساتھ ایک انگریز افسر کی کوٹھی تھی۔ اس انگریز افسر کا بچہ میرا ہم عمر تھا اور ہم اکثر اکٹھے کھیلا کرتے تھے۔ اس کی چھٹی سالگرہ پر ولایت سے اس کے کسی عزیز نے تحفہ کے طور پر ایک چھوٹی سی خوبصورت موٹر بھیجی تھی، جب ننھا پیٹر اپنی اس خوبصورت گاڑی میں بیٹھ کر اسے سائیکل کی طرح چلاتا ہوا ہمارے ہاں آیا تو میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ میں نے اس سے زیادہ خوبصورت چیز اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔

کچھ دیر ہم دونوں اس موٹر پر سواری کرتے رہے اور پھر پیٹر اپنی گاڑی لے کر چلا گیا ——— دوسرے روز ابّا کو میں نے وہ گاڑی دکھائی اور مچل ہی تو گیا۔ "ابّا، ہم ایسی گاڑی لیں گے" ——— میری للچائی ہوئی نظریں اور میرا اشتیاق ان کی نظروں سے نہ چھپ سکا۔ انہوں نے مجھے پیار سے گود میں اُٹھا کر کہا "بیٹا یہ گاڑی ولایت سے آئی ہے شاید یہاں مل نہ سکے۔ ہم کوشش کریں گے اور ہندوستان میں مل گئی تو ضرور لے دینگے"

ابّا خود لاہور گئے لیکن وہ گاڑی وہاں نہ ملی، مجھے بہلانے کے لئے وہ ایک گاڑی لائے۔ لیکن اس میں نہ تو پیٹر کی گاڑی کی طرح ہارن بجتا تھا نہ لیمپ جلتے تھے۔ اس میں بیٹری نہ تھی ـ مجھے وہ گاڑی پسند نہ آئی اور اسے واپس لاہور بھیجدیا گیا۔ پھر دہلی اور بمبئی اور کلکتے خط لکھے گئے۔ اس دوران میں اس چھوٹی سی عمر میں میں نے جتنی دعائیں مانگیں ہونگی شاید ہی کسی سو برس کے بڈھے نے اپنی تمام عمر میں نہ مانگی ہوں ——— "اللہ میاں ہمیں پیٹر جیسی گاڑی مل جائے" نہ جانے میں نے کتنی بار کہا ہوگا ——— پہلے دہلی سے جواب آیا "ہمارے ہاں نہیں!" ہماری دعائیں اور تیز ہوگئیں۔ پھر بمبئی والوں نے "نہیں" کہا۔ ہم اور بھی گڑگڑانے لگے۔ پھر جب کلکتے سے بھی یہی جواب آیا تو رو دھو کر خاموش ہو گئے ——— جب بھی پیٹر نظر آتا اس کی گاڑی دیکھ کر ہمیں اپنی ناکام دعائیں ستانے لگتیں ——— دوسری بار میں نے اس وقت دعائیں مانگیں جب میں بارہ برس کا تھا۔ میں نے ساتویں درجہ کا امتحان دیا تھا۔ پاس ہونے پر والد صاحب نے چلتی پھرتی تصویروں کی سینما مشین لے دینے کا وعدہ کیا تھا۔ میں اب دُعا اور خدا کو خوب سمجھنے لگا تھا ——— امتحان دینے کے بعد چاچا رحیم اپنے پرانے نوکر کے ساتھ دو تین بار جمعہ کی نماز میں شریک ہوا، ہر بار خود بھی دُعا مانگی اور چاچا رحیم سے کہلوا کر دوسرے نمازیوں سے بھی دُعائیں منگوائیں، روزانہ شام کو والدہ کے ساتھ جانماز پر بیٹھ خود بھی دُعا مانگی اور امی سے بھی منگوائی۔ لیکن نتیجہ نکلنے پر معلوم ہوا کہ میں فیل ہو گیا ہوں۔

تیسری دفعہ جب میں نے دعا مانگی تو میں خاصا بڑا تھا۔ نویں درجے میں پڑھتا تھا۔ چودہ ساڑھے چودہ برس کی عمر تھی۔ میں والدہ اور نسرین کے ساتھ جو اس وقت صرف چند مہینے ہی کی تھی۔ کشمیر میں گرمیاں گزار رہا تھا ——— ایک روز شام کو ہمیں تار ملا، کہ والد صاحب کو جو ذیابیطس کے مریض تھے، کوما ہو گیا ہے۔ اور ان کی حالت خراب ہے آپ ہماری حالت کا اندازہ لگا سکتے ہیں، ہم پر اس وقت کیا گذری ہوگی۔ ہم اسی وقت جالندھر روانہ ہو گئے۔ سارے رستے میں نے دعائیں مانگیں، سری نگر سے جموں تک موٹر میں میرے منہ سے دعا کے بغیر ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ جموں سے جالندھر تک ہر سانس کے ساتھ میں یہی کہتا رہا "اللہ میاں ہم پر رحم کر ہمارے ابّا کو تندرست کر دے"۔ لیکن کلکتہ میل جب جالندھر سٹیشن پر پہنچی تو رحیم کا چہرہ دیکھ کر ہم سمجھ گئے کہ ہماری دُنیا لُٹ چکی ہے۔ جب گھر پہنچے تو کوٹھی کے لان میں والد صاحب مرحوم کا جنازہ دفنانے کے لئے تیار رکھا تھا۔

اس واقعہ کے بعد دُعا کے لئے پھر کبھی میرے ہاتھ نہ اُٹھے۔ مجھے دُعا سے "نفرت" ہو گئی تھی، دعاؤں سے "گھن" آنے لگی تھی ——— والد کے انتقال کے بعد والدہ میری محبت کا واحد مرکز تھی، لیکن انہیں جانماز پر دعا مانگتے دیکھ کر مجھے اُن سے بھی نفرت ہونے لگتی ——— والد مرحوم کے انتقال کو آٹھ نو مہینے گذر چکے تھے۔ ان کے بعد امی ہی میری امیدوں اور آرزوؤں کا سہارا تھیں۔ آج وہ بھی نمونیے کے آخری درجے میں موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھیں۔ ڈاکٹر مایوس ہو چکا تھا۔ سانس اکھڑ چکی تھی۔ دنیا میں میرے لئے کیا باقی رہ گیا تھا۔ ہر طرف گھُپ اندھیرا تھا۔

. . . .

جیسے ہی ڈاکٹر ملک کمرے سے باہر نکلے ان کا چہرہ دیکھتے ہی میں سمجھ گیا کہ اب مریضہ کے لئے دوا سے زیادہ دُعا کی ضرورت ہے۔

میری عمر اُس وقت پندرہ برس کی تھی، اور میری بہن نسرین مشکل سے آٹھ برس کی ہوگی۔ ہم دونوں اپنی بیمار امّی کے کمرے سے باہر سہمے کھڑے تھے۔ ڈاکٹر نے میرے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "شاید بہت بڑے امتحان کا وقت ہے۔ تمہیں اپنے لئے نہیں تو نسرین کے لئے بہادر بننا پڑے گا" ——— ضبط کی انتہائی کوشش کے باوجود میری آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے نسرین بھی مجھے روتا دیکھ کر رو پڑی۔

نسرین کو روتا دیکھ کر میں نے واقعی بہادر بننے کی کوشش کی لیکن ہر ممکن کوشش کے باوجود دل بیٹھا جا رہا تھا میں نے نسرین سے کچھ کہنا چاہا۔ لیکن الفاظ میرے حلق میں اٹک کر رہ گئے۔ ڈاکٹر نے ایک بار پھر تسلّی دیتے ہوئے کہا "بیٹا جب دوائیں بیکار ہو جاتی ہیں تو دعائیں کام آتی ہیں" پھر ہمارے پرانے نوکر رحیم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "رحیم جاؤ شاہ صاحب کو بُلا لاؤ شاید بچوں کو تسلّی دے سکیں"

یہ کہکر ڈاکٹر صاحب نے ایک بار پھر مجھے مخاطب کیا۔ "بیٹا اب میں جاتا ہوں۔ آکسیجن مشین کام کر رہی ہے۔ نسرین کو امّی کے کمرے میں نہ جانے دینا۔ میں رات کو دس بجے پھر آؤں گا"

میں نے آخری سہارا لینا چاہا "ڈاکٹر صاحب! کیا آپ واقعی کچھ نہیں کر سکتے" ——— "ہاں بیٹا میں مجبور ہوں ...... تمہیں کوئی غلط سہارا یا امید نہیں دلانا چاہتا۔ بہادر بنو بیٹے، نسرین کا خیال کرو" ——— ڈاکٹر صاحب میرا آخری سہارا بھی چھین کر چلے گئے

شاہ صاحب کو آتا دیکھ کر میں یہ سوچنے لگا کہ شاہ صاحب مجھے کیا تسلّی دیں گے "دعا مانگو بیٹا اس کی بارگاہ سے کوئی مایوس نہیں لوٹتا" یا پھر ننھی نسرین کے ننھے ننھے ہاتھ اُٹھا کر اس سے کہنے لگے "دُعا مانگو بیٹا معصوم دعائیں ہمیشہ قبول ہوتی ہیں"

شاہ صاحب نے آتے ہی نسرین کو گود میں اُٹھا لیا اور مجھے اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کرتے ہوئے گول کمرے میں چلے گئے۔ میرے قدم خود بخود رُک گئے۔ میں دعا نہیں مانگنا چاہتا تھا۔ مجھے دعا سے بہت نفرت تھی، مجھے خدا پر اعتبار نہ تھا۔ میں دعا کو ایک ڈھونگ سمجھتا تھا۔ امی مجھے جان سے زیادہ عزیز تھیں میں ان کی جان بچانے کے لئے اپنی جان دینے کے لئے تیار تھا لیکن دعا مانگنے کے لئے ہرگز ہرگز تیار نہ تھا۔

ستم ہے کہ مجھے ایک بار پھر دُعا کا مشورہ دیا جا رہا تھا...... شاہ صاحب نسرین سے ڈرائنگ روم میں دعائیں منگوا رہے تھے۔ نسرین کی گلوگرفتہ آواز میرے کانوں میں آ رہی تھی "اللہ میاں میری امّی کو صحت دے .... اسے تندرست کر دے .... اللہ میاں اپنے حبیب پاک کے صدقے میں ہمارا یہ آخری سہارا ہم سے نہ چھین ...... اللہ میاں ہماری سُن لے ...... آمین"

پھر شاہ صاحب نے کہا "بیٹی نسرین اللہ میاں نے

(باقی صفحہ ۳۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

ہفت روزہ پیغام صلح —— لاہور —— ۹ فروری ۱۹۵۷ء

تحریک احمدیت پر ایک نظر

ہفت روزہ اخبار "وحدت" (۶ فروری ۱۹۵۷ء) نے قادیانیوں کی تحریکات پر ایک نظر" کے عنوان سے ایک اداریہ سپرد قلم کیا ہے جس کو پڑھکر ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے اخبار نویس حضرات بھی احمدیت کے متعلق کچھ لکھنے سے پہلے حالات و واقعات کی چھان بین کرنا ضروری نہیں سمجھتے اور سنی سنائی باتوں کی بناء پر جو جی میں آئے لکھتے چلے جاتے ہیں، احمدیت کوئی عہد پارینہ کی تحریک نہیں، اس کو پیدا ہوئے ابھی ساٹھ ہی سال ہوئے ہیں، اس ساٹھ سال کے حالات و واقعات معلوم کرنا اور بانیٔ تحریک کے مسلک کا پتہ لگانا کوئی جان جوکھوں کا کام نہیں، اس تحریک کا ہر واقعہ اس کی کتابوں اور اخبارات میں مرقوم ہے، اس کے ماننے والوں میں جن لوگوں نے ابتدا ہی سے اس کا ساتھ دیا ابھی تک کئی ایک زندہ ہیں، ان سے حقیقت حال معلوم کی جا سکتی ہے، لیکن تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ ان اصل سرچشموں سے علم حاصل کر کے کچھ لکھنے کے بجائے ہر شخص اپنی سنی سنائی باتوں کو ہی علم لدنی سمجھ لیتا اور جس طرح چاہتا ہے لکھتا چلا جاتا ہے، یہی حال معاصر "وحدت" کے اس اداریہ کا ہے شروع ہی کا فقرہ پڑھ لیجئے :۔

"انیسویں صدی کے اواخر میں یہ تحریک مرزا غلام احمد ساکن قادیان کے ذریعہ منصۂ شہود پر نمودار ہو کر اعتزال کی روش پر گامزن ہوئی"

اس کے بعد فرقہ معتزلہ کی تاریخ بیان کرتے ہوئے سر سید احمد خاں کے متعلق لکھا ہے کہ :۔

"انہوں نے معتزلہ کے رنگ میں علم الکلام پیدا کیا"

اور اس طرح تحریک احمدیت یا حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو "معتزلہ کی روش پر" اور سر سید احمد خاں سے متاثر قرار دیا ہے حالانکہ حضرت مرزا صاحب کی کھلی کھلی تحریرات ان دونوں باتوں کی تردید کرتی ہیں آپ کا علم کلام معتزلہ اور سر سید احمد خان کے مسلک سے بالکل الگ ہے، اور آپ نے جابجا سر سید احمد خاں کے مسلک پر نکتہ چینی کی ہے، سر سید احمد خاں کا مسلک یہ تھا کہ اسلامی معتقدات کو موجودہ زمانہ کے سائنس اور فلسفہ کے مطابق دکھانے کی کوشش کی جائے اور جن امور میں ان کا یہ طریق عمل کامیاب نہ ہو، ان کا سرے سے انکار کر دیا جائے، حضرت مرزا صاحب ان کے اس مسلک کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"اسلام کے ایک جدید فرقہ کے سرگروہ سر سید احمد خاں صاحب سی ایس آئی کی بعض تحریرات خصوصاً ان کی تفسیر کے دیکھنے سے کچھ ایسے خیالات ان کے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا ان کو اس بات سے انکار ہے کہ سچ مچ کسی کو مخاطبہ اور مکالمہ الٰہیہ نصیب ہو سکے۔ اور میں اب تک یہی سمجھتا ہوں کہ وہ اس وحی سے منکر ہیں جو بذریعہ جبریل علیہ السلام انبیاء کو ملتی ہے اور الٰہی طاقتوں، غیب گوئی اور دیگر خوارق کو اپنے اندر رکھتی ہے اور خالصاً آسمان سے نازل ہوتی ہے، نہ کہ کوئی فطرتی قوت اگرچہ وہ بظاہر جبرائیل کو بھی مانتے ہیں، مگر ان کا جبرائیل وہ نہیں ہے جس کو بالاتفاق تمیں کروڑ مسلمان دنیا میں مان رہے ہیں، وہ کلام الٰہی کے بھی قائل ہیں مگر اس کلام کے نہیں جو خدا کا نور اور خدائی طاقتیں اپنے وجود میں رکھتا ہے بلکہ صرف ایک ملکۂ فطرت جو انسانی ظرف کے اندازہ پر فیض الٰہی قبول کرتا ہے ۔ نہ وہ وحی جو خدائی سرچشمہ سے نکلی ہے۔ اور تعجب ہے کہ سید صاحب قرآن کریم کو بھی منجانب اللہ مانتے ہیں اور ان کے کاموں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسلام سے محبت بھی رکھتے ہیں اور مسلمانوں کے ہمدرد بھی ہیں، اور اہل اسلام کی ذریت کی دنیوی حالت کے خیر خواہ بھی۔ مگر باوصف اس کے تعجب پر تعجب یہ کہ وہ کیوں بینات قرآن کریم کے برخلاف نہایت مجہول اور منکر رائیں ظاہر کر رہے ہیں اس کا باعث ایک ناگہانی ابتلا معلوم ہوتا ہے جس میں وہ پھنس گئے، اور وہ یہ کہ قبل اس کے کہ وہ قرآن کریم کی تعلیمات میں تدبر کرتے اور اس کے تسلی بخش دلائل سے اطلاع پاتے کسی مخوف وقت میں ان کتابوں کی طرف متوجہ ہو گئے جو اس زمانہ کے یورپ کے فلاسفروں نے جو دہریہ کے قریب قریب ہیں تالیف کی ہیں اور نہ صرف یہی بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے ملحد طبع و نیچریانہ لوگوں کی باتیں بھی سنتے رہے، جن کی طبیعت میں یورپ کے طبعی اور فلسفہ پھنس گیا تھا، سو جیسا کہ یک طرفہ خیالات کے سننے کا نتیجہ ہوا کرتا ہے وہی نتیجہ سر سید صاحب کو بھی بھگتنا پڑا۔ قرآن کریم کے حقائق و معارف سے تو بے خبر تھے ہی اس لئے فلاسفروں کی تقریروں نے کے صاحبانہ اثر نے سید صاحب کے دل پر وہ اثر کیا کہ اگر خدا تعالیٰ کا فضل اور طینت کی پاکیزگی جو اسی کے فضل سے تھی ان کو نہ تھامتی تو معلوم نہیں کہ ان کی یہ سرگردانی اب تک کہاں تک ان کو پہنچاتی۔ سید صاحب کی یہ نیک منشی مدعقیدت قابل تعریف ہے کہ انہوں نے بہرحال قرآن شریف کا دامن نہیں چھوڑا گو سہواً اس کے منشا اور اس کی تعلیم اور اس کی ہدایتوں سے ایسے دور جا پڑے کہ جو تاویلیں قرآن کریم کی نہ خدا تعالیٰ کے علم میں تھیں نہ اس کے رسول کے علم میں نہ صحابہ کے علم میں نہ اولیاء اور قطبوں اور غوثوں اور ابدال کے علم میں اور نہ ان پر دلالت النص نہ اشارۃ النص وہ سید صاحب کو سوجھیں"۔

آگے چل کر وحی الٰہی کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"اور یہ کہنا کہ ہم اس طرح پر وحی کو مان نہیں سکتے کیونکہ وہ عقل انسانی کے مافوق ہے سو اس کا یہی جواب ہے کہ عقل انسانی اگر ایک ثابت شدہ صداقت کو اپنے فہم اور ادراک سے بالاتر سمجھے تو وہ صداقت صرف اس وجہ سے رد کرنے کے لائق نہیں ٹھیرے گی کہ عقل اس کی حقیقت تک نہیں پہنچتی دنیا میں بہتیرے ایسے خواص نباتات وجمادات وحیوانات میں پائے جاتے ہیں، کہ وہ تجارب صحیحہ کے ذریعہ سے ثابت ہیں۔ مگر عقل انسان کی مافوق ہیں یعنی عقل ان کی حقیقت تک پہنچ نہیں سکتی اور ان کی کیفیت بتلا نہیں سکتی پس ایسا ہی وہ وحی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتی اور پاک دلوں تک وہ علوم پہنچاتی ہے جو بشری طاقتوں سے بلند تر ہیں۔ پھر جب کہ یہ حال ہے کہ عقل بجائے خود کوئی چیز نہیں بلکہ ثابت شدہ صداقتوں کے ذریعہ سے قدر و منزلت پیدا کرتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ وحی سماوی ایک ثابت شدہ صداقت ہے جو اپنے اندر اعجازی قوت رکھتی ہے اور علوم غیبیہ پر مشتمل ہوتی ہے اور ہم اس دعوے کے ثابت کرنے کے ذمہ دار ہیں"

اس سلسلہ میں اسلام اور فلسفہ جدیدہ کے مقابلہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :۔

"اس زمانہ میں جو مذہب اور علم کی نہایت سرگرمی سے لڑائی ہو رہی ہے اس کو دیکھ کر اور علم کے مذہب پر حملے مشاہدہ کر کے بیدل نہیں ہونا چاہیئے کہ اب کیا کریں۔ یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں۔ بلکہ اب زمانہ اسلام کی روحانی تلوار کا ہے۔ جیسا کہ وہ پہلے کسی وقت اپنی ظاہری طاقت دکھلا چکا ہے یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں بھی دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہوگا۔ اور اسلام فتح پائے گا۔

حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں کیسے ہی سنئے ہتھیاروں کے ساتھ بڑھ چڑھ کر آویں مگر انجام کار ان کے لئے ہزیمت ہے میں شکر نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام کی اعلیٰ طاقتوں کا مجھے علم دیا گیا ہے جس علم کے رو سے میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفہ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علوم مخالفہ کی جہالتیں ثابت کر دے گا۔ اسلام کی سلطنت کو ان چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں ہے۔ جو فلسفہ اور طبعی کی طرف سے ہو رہی ہیں۔ اس کے اقبال کے دن نزدیک ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ آسمان پر اس کی فتح کے نشان نمودار ہیں۔ یہ اقبال روحانی اور فتح بھی روحانی تا باطل علم کی مخالفانہ طاقتوں کو اس کی الٰہی طاقت ایسا ضعیف کرے کہ کالعدم کر دیوے میں متعجب ہوں کہ آپ نے کس سے اور کہاں سے سن لیا اور کیونکر سمجھ لیا کہ جو باتیں اس زمانہ کے فلسفہ اور سائنس نے پیدا کی ہیں وہ اسلام پر غالب ہیں حضرت خوب یاد رکھو کہ اس فلسفہ کے پاس تو صرف عقلی استدلال کا ایک ادنیٰ سا ہتھیار ہے اور اسلام کے پاس یہ بھی کامل طور پر اور دوسرے کئی آسمانی ہتھیار ہیں پھر اسلام کو اس کے حملہ سے کیا خوف پھر نہ معلوم کہ آپ اس قدر اس فلسفہ سے کیوں ڈرتے ہیں اور کیوں اس کے قدموں کے نیچے گرے جاتے ہیں، اور کیوں قرآنی آیات کو تاویلات کے شکنجہ پر چڑھا رہے ہیں"

کیا یہ تمام بیانات معتزلہ کی روش کا نتیجہ ہیں ؛ کیا سرسید کے عقائد و خیالات کی ان میں کھلے طور پر تردید نہیں کی گئی اور آخر میں اسلام کی فتح اور اقبال کی جو پیشگوئی کی گئی ہے وہ کس اعتزال یا سرسید کے کونسے خیالات کا اثر ہے ؛ یہ پیشگوئی آج خدا کے فضل سے سچی ثابت ہو رہی ہے، جس کا اعتراف معاصر "وحدت" کو بھی ان الفاظ میں کرنا پڑا ہے کہ :۔

"خواجہ کمال الدین نے ...... صرف اسلام پر انگریزی میں بے شمار کتابیں لکھیں جن کو ساری دنیا میں بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی، بالخصوص علی گڑھ کے طبقہ نے خاص طور پر سراہا خواجہ صاحب نے ساری دنیا کا دورہ کیا اور یورپ میں عیسائیوں کے بڑے بڑے مراکز میں پہنچکر لارڈ ہیڈلے اور سائنس دانوں کو مسلمان کیا، لارڈ ہیڈلے جیسے معزز انگریز نے اسلام قبول کیا دہریوں کی سوسائٹیوں میں جاکر خواجہ صاحب نے خدا کے وجود پر لیکچر دیئے، جو طبع ہوکر ساری دنیا میں پھیلے"

یہ خواجہ کمال الدین کون تھے ؛ انہی حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے پیرو، جنہیں آپ "معتزلہ کی روش" اور سرسید احمد خاں کے زیر اثر قرار دیتے ہیں، اگر حضرت مرزا صاحب پر سرسید احمد خاں یا معتزلہ کی روش کا ذرا بھی اثر ہوتا، تو اس دہریت اور مادیت کے زمانہ میں جب سرسید احمد خاں فلسفہ جدیدہ کے آگے اسلامی معتقدات کی تاویلات اور انکار کرتے چلے جا رہے تھے، اسلام کی فتح و اقبال کی پیشگوئی نہ کرتے اور نہ ان کے پیروؤں کو ایسا اسلام یورپ میں لیکر جانے اور دہریت زدہ انگریزوں اور سائنس دانوں کو مسلمان کرنے کی توفیق ---- ملتی، معاصر "وحدت" نے خواجہ صاحب کی ان تبلیغی مساعی کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ :۔

"اس وقت ان کی سرپرستی آغا خاں، رائیٹ آنریبل سید امیر علی اور قائد اعظم محمد علی جناح سید مشیر حسین قدوائی کر رہے تھے"

یہ ایک اور غلط بیانی ہے یا کسی سنی سنائی بات کا نتیجہ، جن لوگوں کا اس فقرہ میں نام لیا گیا ہے اگر وہ خواجہ صاحب کی سرپرستی اس رنگ میں کر سکتے تھے کہ ان کے ذریعہ اسلام کا علم انہیں حاصل ہوا تو کیوں وہ خود اپنی علم کی روشنی سے دوسروں کو منور نہ کر سکے، کیا یہ حقیقت نہیں کہ ان لوگوں کے ذریعہ باوجود دیکہ انہوں نے یورپ میں عمریں گذار دیں ایک بھی متنفس مسلمان نہ ہوا، جب اپنے ہی دل میں ایمان کی روشنی نہ ہو تو دوسروں کو وہ کیا پہنچا سکتا ہے اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ مسلمان تھے، لیکن سرسید ہی کے مسلک کے مسلمان تھے، جن کے نزدیک اسلام کا اس زمانہ کے فلسفہ و سائنس پر غالب آنا مشکل تھا۔

اسی مضمون میں حضرت مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کو بھی نظری طور پر سرسید احمد خاں کا متبع قرار دیا گیا ہے حالانکہ حضرت مولانا کو سرسید کے مسلک سے دور کا بھی تعلق نہ تھا، وہ تو حضرت مرزا صاحب کی پیروی میں ؎

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

کے قائل تھے اور ایسے جزوی اور فروعی معتقدات کو بھی چھوڑ چکے تھے، جن میں حضرت مرزا صاحب کے معتقدات سے اختلاف پایا جاتا تھا، ان کو نظری طور پر سرسید کا پیرو یا متبع قرار دینا ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔

اسی مضمون میں عیسائیوں کے لارڈ بشپ لیفرائے کے ساتھ سرسید کے مقابلہ کا بھی ذکر کیا ہے، معلوم ہوتا ہے ہمارے معزز معاصر کو اس بارہ میں بھی غلط اطلاع ملی ہے اور کسی نے اس مقابلہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا صاحب کے بجائے سرسید کا ذکر آپ کے سامنے کر دیا۔ حقیقت یہ ہے، کہ بشپ لیفرائے کا ایک لیکچر لاہور میں زندہ نبی کے عنوان سے ہوا جس میں عام مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق حضرت مسیح کو زندہ نبی ثابت کرتے ہوئے حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مردہ اور ان کے فیض روحانیت کو ختم قرار دیا اور بتایا کہ مسلمانوں کے اعتقاد کے مطابق مسیح دوبارہ آئے گا اور دنیا کی ہدایت کا موجب ہو گا حضرت مرزا صاحب نے اس لیکچر سے پہلے ہی اس کا جواب لکھکر اپنے ایک مرید مفتی محمد صادق صاحب کو دے دیا کہ وہ بشپ صاحب کے لیکچر کے بعد اس کو پڑھکر سنا دیں، اس جواب میں آپ نے حضرت مسیح کو وفات یافتہ قرار دیتے ہوئے ثابت کیا کہ زندہ نبی صرف حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جن کا فیض روحانیت کبھی ختم نہیں ہوا اور آج بھی ان سے فیضیاب ہو کر میں مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف اور ہدایت عالم کے لئے مامور ہوا ہوں، اس جواب کو سن کر مسلمانوں کی جان میں جان آگئی اور بشپ لیفرائے کو سخت ہزیمت اٹھانی پڑی۔

یہ ہے تحریک احمدیت کی صحیح تصویر جو افسوس ہے معاصر "وحدت" کی نظروں سے اوجھل ہونے کی وجہ سے غلط رنگ میں پیش کی گئی، کیا ہم امید کریں کہ وہ اس کو اپنے کالموں میں درج کر کے ہمیں شکریہ کا موقعہ دیں گے ؛

زکوٰۃ قومی و ملی ضروریات کو پورا کرنیکا ایک اہم ذریعہ ہے

(بسلسلہ صفحہ ۶)

ہوتی پر مبنی ہے، یہ آپ کو اختیار ہے کہ اپنی زکوٰۃ میں سے ایک چوتھائی یا ایک تہائی رقم اگر چاہیں تو اپنے طور پر کسی مستحق کو دے دیں یا کچھ لٹریچر منگوا کر اسے خود مناسب جگہ پر تقسیم کر دیں۔ لیکن باقی رقم کا بیت المال میں آنا ضروری ہے۔ امید ہے آپ اس سے دریغ نہ فرمائیں گے اور اپنی تمام رقوم احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام بھجوا کر اور مجھے بھی اس سے مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔ والسلام

خاکسار۔ مرتضیٰ خاں

افسر تحصیل۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

درخواست دعا مولانا عبدالباقی صاحب بقوری اپنے صاحبزادہ محمد ادریس کی صحت اور دسویں جماعت میں (جس کا امتحان ہونیوالا ہے) کامیابی کے لئے احباب سے دعا کی درخواست ہے۔

چیمہ صاحب کا مضمون چودھری محمد حسن صاحب چیمہ کا ایک ضروری مضمون ملک عبدالرحمن خادم قادیانی کے جواب میں بصورت ٹریکٹ زیر طبع ہے جو امید ہے دو تین دن تک چھپ کر شائع ہو جائے گا۔

حضرت نبی کریم صلعم کی مسجد اور قرآن سے وابستگی

جمعہ سے تغافل کرنا یہود کے نقشِ قدم پر چلنا ہے

خطبہ جمعہ مؤرخہ یکم فروری ۱۹۵۷ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یایھا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع
.... واللہ خیر الرازقین ——— (سورۃ جمعہ)

حضرت نبی کریم صلعم کی مسجد اور قرآن سے وابستگی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم سے جو ساتھ بہت بڑا عشق تھا، اور حضور کو مسجد کے ساتھ بہت بڑی وابستگی تھی، حضور نے دن رات قرآن پڑھا اور اس پر عمل کر کے دکھا دیا اور دعا کرتے تھے اللھم ادعوك ان تجعل القراٰن ربیع قلبی یعنی اے میرے مولا میری دعا ہے کہ تو قرآن کریم کو میرے دل کی بہار بنا دے مسجد کے ساتھ اس قدر وابستگی ہے کہ جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے مسجد میں جا کر نفل پڑھتے، اور فرمایا کہ جو شخص مسجد سے وابستگی رکھتا ہے اور اکثر اوقات مسجد میں آتا ہے گواہ ہو کہ وہ جنتی ہے۔ مسجد میں آنے سے نمازوں کی پابندی سکھائی، اور قوم کو ہدایت فرمائی کہ شوق کے ساتھ مسجد میں آتے رہنا چاہیئے۔ مسجد کے ساتھ مسلمان قوم کے بہت سے امور وابستہ ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لاتے، تو شہر کے اندر داخل ہونے سے پیشتر تین میل کے فاصلہ پر ایک آبادی تھی جس کا نام قبا تھا، وہاں بنی عمرو بن عوف کے ہاں حضور نے ڈیرہ لگایا، اور سب سے پہلے مسجد تعمیر کی، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تعمیر کے کام میں حصہ لیا! اور بڑے شوق اور بڑے جذبہ کے ساتھ مزدوروں کا کام کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین تھا کہ قرآن اور مسجد کے ذریعہ مسلمانوں کو کامیابیاں اور فتوحات حاصل ہوں گی لکھا ہے کہ جب حضور مدینہ تشریف لے گئے اور بادشاہ بھی ہو گئے تو تب بھی قبا کے رہنے والوں کو نہیں بھلایا خود وہاں پیدل یا سوار ہو کر تشریف لے جاتے تھے۔ اس بستی والوں کو کس قدر اس سے لذت آتی ہو گی، اور کتنی خوشی ہو گی کہ یہاں چند دنوں کے لئے قیام فرمایا اور پھر اس جگہ کو اور ہم کو نہیں بھلایا۔

اہلِ مدینہ کی طرف حضرت کا استقبال

حضور کے استقبال کے لئے انصار تو ہر روز آتے تھے، لیکن اس دن جب آپ مدینہ روانہ ہوئے قبا سے مدینہ تک بہت بڑے جلوس کا انتظام کیا گیا، وہ جنگجو قوم تھی، انہوں نے اپنے خاص قومی انداز میں آپ کا استقبال کیا اور تین میل لمبے جلوس کی صورت میں آپ کو مدینہ لایا گیا۔ گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار تھے۔ تلواریں حائل تھیں نیزے ہوا میں چمک رہے تھے۔ تیر و کمان بھی نظر آتے تھے انہوں نے حضور نبی کریم پر اور حضور کے مخالفوں پر ظاہر کیا کہ ہم حضور کی حفاظت کریں گے اور ان پر جانیں قربان کریں گے۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس سے بڑی راحت میسر آئی۔ مدینہ کی گلیوں میں آپ کے آنے سے بڑی چہل پہل تھی، عورتیں چھتوں پر چڑھ گئیں اور استقبالیہ گیت گا رہی تھیں۔

مدینہ میں پہلی نمازِ جمعہ

مدینہ پہنچ کر حضور نے بنی سالم بن عوف کے احاطہ میں جمعہ کی نماز پڑھائی۔ وہاں آپ نے ایک مختصر خطبہ دیا خطبہ ایسا نہیں تھا جس میں کوئی بڑائی اور تکبر کا نشان ہو، آپ نے یہ نہیں کہا کہ ہم مخالفوں کو تباہ کر دیں گے، دشمنوں کے ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے، اور نہ ہی مسلمانوں کے جذبات کو غلط طور پر مشتعل نہیں کیا۔

اسلامی جنگوں کا نصب العین

جب دشمن چڑھ کر آتے اور جنگ کرنا پڑی، تو کسی نے پوچھا یا رسول اللہ کوئی شخص اپنی عزت کے لئے لڑتا ہے، کوئی مال لوٹنے کے لئے لڑتا ہے، ہمارا نصب العین اس بارہ میں کیا ہونا چاہیئے، آپ نے فرمایا لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا، تم اس لئے جنگ کرو کہ اللہ کا نام بلند ہو۔

جنگوں میں لوٹ کھسوٹ کا لالچ نہیں دیا

ایک دفعہ ایک جنگ میں ایک شخص کو تیر لگا لوگوں نے نعرہ لگایا ھنیئاً لك مبارک ہو حضور صلعم نے فرمایا کہ کوئی مبارک نہیں اس شخص نے خیبر کے مال غنیمت سے ایک چادر بلا اجازت لے لی تھی، وہی چادر اس پر آگ بن کر مشتعل ہو گی، آپ نے لوٹ کھسوٹ کا کوئی لالچ دنیا کو نہیں دیا۔

اسلام میں فضیلت تقوے اللہ سے

اپنی قوم کی دوسروں پر فضیلت قرار نہیں دی فرمایا لافضل لعربی علی العجمی ولا لعجمی علی عربی الا بالتقویٰ۔ اہل عرب کو غیر ملکیوں پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ غیر ملکیوں کو عربوں پر فضیلت ہے۔ ہاں تقویٰ اللہ ہی ایک چیز ہے جو انسان کی عزت اور فضیلت کا موجب ہو سکتی ہے خواہ وہ عربی ہو یا عجمی۔

مسجد میں عبادت رضائے الٰہی کا موجب ہے

خدا کی رضا چاہنا اسلام کا اصول الاصول ہے، خدا کی رضا کے لئے مسجد میں آنا اور دل کے اندر پاکیزگی پیدا کرنا ایک سچے مسلمان کا شعار ہونا چاہیئے۔ لمسجد اسس علی التقویٰ من اول یوم احق ان تقوم فیہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقوے پر ہو آپ کی شان کے لائق ہے کہ آپ اس میں عبادت کیا کریں۔ فیہ رجال یحبون ان یتطھروا وہ لوگ اس مسجد میں آتے ہیں جو اپنے آپ کو پاکیزہ بنانا چاہتے ہیں، وہ مسجد میں اس لئے آتے ہیں کہ خدا تعالےٰ ان کے دلوں کو پاک کر دے واللہ یحب المطھرین اللہ اہلِ طہارت اور تزکیہ والوں سے خدا بھی پیار کرتا ہے کیا کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ خدائے قدوس اس قلب کے صحن خانہ میں نزول اجلال فرمائے جس میں بت لگے ہوئے ہوں۔

دوسری مسجد کی تعمیر

قبا کی مسجد کے بعد آنحضرت صلعم نے دوسری مسجد مدینہ میں بنائی، انہی دونوں مساجد کے متعلق لمسجد اسس علی التقویٰ فرمایا ہے۔ ایک مسجد حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے بھی بنائی، اور دعا کی ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم۔ تقبل کا لفظ باب تفعل میں سے ہے، اس میں تکلف کا مفہوم پایا جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اے اللہ ہماری یہ خدمت تو کوئی بڑی نہیں تو اس کو تکلف سے قبول فرما لے، حضرت ابراہیمؑ کے نقشِ قدم پر چل کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مسجدیں تعمیر کیں۔

جمعہ کی اہمیت

اس رکوع کے اندر ایک ذکر کا مقام بھی ہے فرمایا یایھا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع ایمان والو جب نماز جمعہ کے لئے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑتے ہوئے آؤ، اور تمام کاروبار تجارت وغیرہ چھوڑ دو۔ اب ایک کمزور دل منافق طبع انسان بجائے اس کے کہ کاروبار کو بند کر کے دین کو مقدم کرتے ہوئے جمعہ کے لئے حاضر ہو جائے وہ خیال کرتا ہے کہ اس وقت اگر چلا گیا تو تجارت کو نقصان پہنچے گا، ایسے لوگوں کی مثال پہلے ہی دی ہے، مثل الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفاراً یہودیوں کو ایک کتاب تورات دی گئی اس کی غرض یہی تھی کہ اس پر عملدرآمد کیا جائے لیکن انہوں نے خدا کی کتاب کو پسِ پشت پھینک دیا، اس کے الفاظ کو پکڑ کر بیٹھ گئے، اور روح کو چھوڑ دیا۔

آیاتِ اللہ کی عملی تکذیب

بئس مثل القوم الذین کذبوا بآیات اللہ۔ یہ کتاب اللہ کی عملی تکذیب ہے جو بہت بڑی ہے، ایک اور جگہ ایسی عملی تکذیب کا ذکر یوں فرمایا ہے۔ ورفعنا فوقہم الطور بمیثاقہم .... وقلنا لھم لا تعدوا فی السبت دیکھو سبت کا احترام کرو، اور سبت کے اندر مت زیادتی کرو لیکن انہوں نے کیا کیا فرمایا وسئلھم عن القریۃ التی کانت حاضرۃ البحر اذ یعدون فی السبت اذ تاتیھم حیتانھم یوم سبتھم شرعًا ویوم لا یسبتون لا تاتیھم یہودیوں کی ایک بستی تھی جس میں دریا بہتا تھا، مچھلیوں کو بھی جب معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں دن لوگ شکار نہیں کرتے تو وہ پانی کے اوپر آ جاتی ہیں، سبت کے دن لوگ شکار نہ کرنے کے لئے ہو گیا پرنہ جاتے تھے تو اس دن مچھلیاں کثرت سے پانی کے اوپر آ جاتی تھیں، یہ دیکھ کر لوگوں کو طمع پیدا ہوا اور مچھلیوں کے پکڑنے کا کوئی نہ کوئی ڈھنگ بنا لیا، قرآن کریم نے اسی طرف ان آیات میں توجہ دلائی اور انہیں مطعون کیا ہے کہ ایسے حیلوں بہانوں سے احکامِ الٰہی کو پسِ پشت ڈالنا ان کی تکذیب کرنا ہے اس میں مسلمانوں کو متنبہ کرنا مقصود ہے۔

جمعہ کے لئے کاروبار ترک کر دو

تو فرمایا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون، تمہاری بھلائی اس بات میں ہے کہ جب جمعہ کی نماز کے لئے بلایا جائے تو قرآن سننے کے لئے سعی کر کے آؤ۔ سعی سے کیا مراد ہے سعی یہ ہے کہ یہ عزم کرے کہ جو بھی رکاوٹ پیش آئے اسے دور کر کے جمعہ کے لئے جانا ہے۔ اور فرمایا وذروا البیع تمام مشغلے چھوڑ دو بیع کے اندر سب کاروبار آ جاتے ہیں، کیونکہ تجارت سب سے اہم کام ہے، اور بڑی مصروفیت کی چیز ہے، فرمایا اس کو ترک کرو ذکر الٰہی کو اپنے مفاد پر مقدم کرو، قربانی کے بغیر کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی

یاد کر الٰہی
اور خدا کے احکام کی متابعت ہی تمام نیکیوں کی جڑ ہے،

یہود کی لفظ پرستی

یہود نے اس طریق کو چھوڑ دیا تو وہ دائرۂ درگاہ ہوئے ظاہری رسوم کی ادائیگی اور لفظ پرستی میں وہ لگ گئے اور ان کی حقیقت اور روح کو چھوڑ دیا، مسلمانوں کو اس سے متنبہ کیا ہے جہاں ظاہر ارکان کی ادائیگی ضروری ہے وہاں ان کی حقیقت اور روح کو مدنظر رکھنا چاہیئے، مسلمان کو اس سے متنبہ رہنا چاہیئے، اور جمعہ کے اجتماع کی غرض و غایت کو سمجھتے ہوئے ضرور وقت پر پہنچ جانا چاہیئے ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون اگر تم سمجھو تو یہ تمہارے لئے .... بہتر ہے۔ ۳۲

زکوٰۃ قومی و ملی ضروریات کو پورا کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے

زکوٰۃ کا روپیہ قومی بیت المال میں جمع کرائیں

اخوانِ مکرم و معظم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماہ رجب عموماً زکوٰۃ کا مہینہ سمجھا جاتا ہے، اور عام طور پر مسلمان اس مہینہ میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، یہ مہینہ ...... شروع ہو چکا ہے۔ اس لئے میں آپ کو اس ضروری فریضہ کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

اس موقعہ پر یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ جہاں تک قرآن کریم اور سنتِ نبوی سے پتہ لگتا ہے کوئی شخص اس بات کا مجاز نہیں کہ زکوٰۃ خود جس کو چاہے دے دے بلکہ یہ ضروری ہے کہ زکوٰۃ بیت المال میں جمع ہو اور بیت المال کے ذریعہ مستحقین کو دی جائے۔ عام طور پر یہ دستور ہے کہ زکوٰۃ کے مہینہ میں مانگنے والے گھروں سے نکل پڑتے ہیں اور شہر بشہر زکوٰۃ مانگتے پھرتے ہیں، اور دینے والے ان کو زکوٰۃ میں سے دیکر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا ہو گئی، یہ طریق صحیح نہیں، اس سے مسلمانوں میں گداگری اور بے کاری بڑھ رہی ہے۔ زکوٰۃ بھی اس طرح ادا نہیں ہوتی۔ قرونِ اولیٰ میں قرآن کے ارشاد کے مطابق حکومت کی طرف سے ایسے عامل مقرر کئے جاتے تھے جو زکوٰۃ وصول کر کے بیت المال میں جمع کرتے تھے، یہی سنتِ نبوی ہے یہی خلفائے راشدین کا طریق ہے اور اسی طریق پر عمل کرنے سے مسلمان قوم کی تمام قومی و ملی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں، اور وہ دینا و آخرت میں کامیاب و سرخرو ہو سکتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ آپ بھی اپنی زکوٰۃ اپنے قومی ادارہ یا بیت المال میں جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے قائم کر رکھا ہے جمع کرائیں، انجمن تمام ان مصارف اور مدات پر اس روپیہ کو خرچ کرتی ہے جو قرآن کریم نے مقرر کئے ہیں۔

مجھے اس بات کی ضرورت نہیں کہ فریضہ زکوٰۃ کی اہمیت آپ پر واضح کروں، آپ جانتے ہیں کہ زکوٰۃ ان پانچ ارکان اسلام میں سے ہے جن پر دین کی بنا رکھی گئی ہے۔ قرآن کریم میں نماز کے حکم کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی حکم ہے اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ جس سے صاف ظاہر ہے کہ نماز کے ذریعہ جو تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہوتا ہے وہ مکمل نہیں ہو سکتا جب تک عام لوگ صدقات خیرات اور صاحب نصاب زکوٰۃ ادا نہ کریں۔

چندہ ماہوار زکوٰۃ نہیں بلکہ جہاد کے حکم میں ہے، اور جہاد اور زکوٰۃ دو الگ الگ رکن ہیں، اور دونوں کی ادائیگی ضروری ہے۔ چندہ ماہوار سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو جاتی، اور نہ زکوٰۃ سے چندہ یا جہاد کا رکن ادا ہو جاتا ہے۔ دونوں اپنی اپنی جگہ پر ضروری ہیں۔

پس میں امید کرتا ہوں کہ آپ اپنے جمع شدہ سرمایہ تجارتی مال، زیورات اور جائداد وغیرہ کا جن پر زکوٰۃ واجب ہو حساب کر کے جو کچھ واجب ہو اسے اپنے قومی بیت المال میں جمع کرا دیں گے کہ اسی میں آپ کی اور آپ کی قوم کی بہبود اور سرخروئی ہے۔ ان انجمن کے اس فیصلہ کے مطابق جو حدیث

(باقی صفحہ ۴ کالم ۳ کے نیچے)

نمازکے بعد

۴۴

فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ۔ یہودیوں کی طرح نہیں کہ سبت کے دن کوئی کام ہی نہیں کر سکتے۔ اتوار کے دن یورپ میں بالکل تمام کاروبار بند رہتا ہے لیکن اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ سارا دن نماز کے لئے نہیں نہ سارا دن کاروبار بند رکھنے کی ضرورت ہے۔ جب نماز ختم ہو گئی تو جاؤ اپنے کاروبار میں مشغول ہو جاؤ، واذکروا اللہ کثیرًا لعلکم تفلحون کاروبار میں مصروف ہو کر بھی خدا کو یاد رکھو اور کامیابی اسی میں ہے کہ ہر کام میں خدا کو یاد رکھو، خدا تمہارے دلوں میں بستا ہو،

نماز کے لئے وقت پر آؤ

آج پاکستان میں یہ حالت ہے، کہ معاملات میں لین دین میں کاروبار میں کسی کو خدا یاد نہیں، لوگ حیران ہیں کہ پاکستان کیا بنا اخلاق ہی جاتے رہے، اور تو اور نمازوں میں بھی وقت کی پابندی نہیں، خدا تعالیٰ فرماتا ہے وقت پہ نماز کے لئے آؤ، جمعہ کی اذان پر فوراً چلے آؤ، کھانا کھانا ہے تو پہلے کھا لو، اور کوئی کام کرنا ہو تو پہلے کر لو، قل ما عند اللہ خیر من اللھو ومن التجارۃ خدا کے ہاں ...... جو کچھ ہے وہ تمہاری تجارتوں، تمہارے کھیل تماشوں سے بہتر ہے واللہ خیر الرازقین، رزق کی تلاش سے تو خدا کی عبادت کرو، وہ تمہاری کوششوں سے کہیں بڑھ کر رزق دے گا۔

اخبار و افکار

زندگی بنانیوالی کتابیں

ماہنامہ "رضوان" (لکھنؤ) میں ایک اہل علم خاتون کی بچپن کی آپ بیتی :-

"اس زمانہ میں ڈپٹی نذیر احمد صاحب مرحوم کی کتابوں کی بہت قدر تھی ہر گھر میں ان کی کتابیں موجود تھیں، میں نے مراۃ العروس - بنات النعش - توبۃ النصوح - پڑھیں، بنات النعش سے جغرافیہ کا شوق ہوا حساب سیکھنے کا احساس ہوا - چنانچہ تھوڑا بہت سیکھ بھی لیا توبۃ النصوح میں نصوح کے خواب سے بڑی عبرت ہوئی، اور دین کی طلب پیدا ہو گئی، مراۃ العروس میں سے بہت کچھ حاصل ہوا .... اصغری کے حالات پڑھ کر بے اختیار جی چاہا کہ ان ہی جیسی بن جاؤں چنانچہ خانہ داری کا شوق، سینے پرونے، پکانے کی خواہش اور لڑکیوں کو پڑھانے کا جذبہ اسی کتاب کے دیکھنے سے پیدا ہوا چنانچہ کئی لڑکیوں کو پڑھنے کے لئے بٹھا لیا، ہوتے ہوتے پورا مکتب قائم ہو گیا اور کتنی ہی لڑکیاں فارغ ہو کر نکلیں، مجھ کو خود پڑھانے سے فائدہ پہنچا اور جو کچھ خانہ داری کا سلیقہ آیا وہ اسی کتاب کی بدولت، پھر علامہ راشد الخیری کی کتابیں صبح زندگی، شام زندگی، شب زندگی، نوحۂ زندگی، منازل السائرہ دیکھیں ان میں سب سے زیادہ شام زندگی کا مجھ پر اثر ہوا .... آنے والی زندگی میں اس کتاب نے بڑی رہبری کی"

اس میں شک نہیں کہ یہ کتابیں کئی گھروں کی زندگی کو بنانے کا موجب تھیں، افسانہ کے رنگ میں تمام شعبہ ہائے زندگی کے متعلق عملی ہدایات ان میں موجود ہیں، جغرافیہ، حساب، خانہ داری اور اس کے ساتھ ساتھ اُخروی زندگی کے تمام مراحل کا ایسے دلنشین پیرایہ میں ذکر کیا گیا ہے، کہ دل اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، افسوس ہے کہ ایسی کتابوں کو آج لڑکیوں کے تعلیمی نصاب سے خارج کر دیا گیا ہے، اور ان کی جگہ اسی قسم کی اچھی کتابیں اور بہترین افسانے فراہم کرنے کے بجائے ناپاک جنسی افسانوں سے جو لائبریریوں اور دوکانوں سے لڑکیوں کو مل جاتے ہیں، ان کی دنیا و عاقبت خراب کرنے کا سامان فراہم کیا جا رہا ہے، کاش ارباب تعلیم اس صورت حال کو بہتر بنانے کی کوشش کریں -

اخلاقی اقدار کو بلند کرنیکی کوشش

لاہور - ۴ر فروری - آج مغربی پاکستان اسمبلی کے وقفہ سوالات میں وزیر اعلیٰ ڈاکٹر خان صاحب نے بتایا کہ حکومت اغوا اور زنا کو ناقابل ضمانت جرم قرار دینے پر غور کر رہی ہے، اور عوام کے اخلاقی اقدار کو بلند کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے بسٹر بی اے ایم سعید کے سوال کے جواب میں ڈاکٹر خان صاحب نے کہا کہ اخلاقی اقدار کو بلند کرنا کوئی آسان کام نہیں اور یہ مقصد زبردستی حاصل نہیں کیا جا سکتا"

نہایت مبارک عزم ہے، خدا کرے مغربی پاکستان کی حکومت اس عزم کو عمل کی صورت دیکر اخلاقی اقدار کی بلندی کا موجب ہو، اس میں شک نہیں کہ یہ مقصد زبردستی حاصل نہیں کیا جا سکتا، لیکن اگر اخلاقی گراوٹ کے علل و اسباب پر غور کر کے ان اسباب کو دور کرنے کی کوشش کی جائے تو آسانی سے یہ مقصد حاصل ہو جائے گا، ہمارے ہاں سینما کے ناپاک مناظر، گندے جنسی افسانے اور مستورات کی عام بے پردگی اور عریانی اور گھروں سے نکل کر شمع محفل بننا ان اسباب و علل کا ایک بڑا حصہ ہیں، جو اخلاقی اقدار کو گرانے اور اغوا و زنا کی وارداتوں کو ترقی دینے کا موجب ہیں، ان چیزوں کی اصلاح کے لئے جہاں حکومت کی طرف سے ضروری اور مناسب تدابیر کی ضرورت ہے، وہاں ملک کے عمرانی اور مذہبی لیڈروں کے تعاون اور اخلاقی وعظ و نصیحت کی بھی ضرورت ہے، اگر اخلاقی مواعظ کا سلسلہ ملک کے ہر حصہ میں جاری کیا جائے تو ہمیں امید ہے کہ اس سے بہت بڑا فائدہ حاصل ہوگا - بشرطیکہ وعظ کہنے والوں کی عملی زندگی ان اخلاقی اقدار کے مطابق ہو جن کا وہ وعظ کرتے ہوں، اور ان کے دل اخلاص اور خدمت خلق کے جذبہ سے معمور ہوں -

بچوں میں مجرمانہ ذہنیت کی ذمہ داری

نیویارک کی خبر ہے کہ :-

" ایک امریکی عدالت نے قرار دیا ہے کہ نیویارک کے بچوں میں مجرمانہ ذہنیت پیدا کرنے کی ۷۵ فیصدی ذمہ داری ان والدین پر عائد ہوتی ہے جو شراب اور دوسری منشیات کے عادی ہوتے ہیں اور جن کی جسمانی اور ذہنی صحت ٹھیک نہیں ہوتی، جن کے گھریلو تعلقات ناخوشگوار ہوتے ہیں، اور جو بچوں کے مسائل کو نظر انداز کر دیتے ہیں، عدالت نے رائے ظاہر کی ہے کہ نیویارک کے بیس لاکھ خاندانوں میں سے ایک فیصد مجرم بچے پیدا ہوتے ہیں"

یہ نیویارک ہی کا حال نہیں، دنیا کے ہر حصہ میں کم و بیش یہی حالت ہے اور پاکستان میں بھی ایسے ہی حالات ترقی پذیر ہیں، نیویارک کی عدالت کی رائے بالکل صحیح ہے کہ گھروں کے ناخوشگوار حالات اور منشیات کا استعمال بچوں کی ذہنیت کو خراب کرنے کا موجب ہیں۔ اس کی اصلاح سوائے اس کے کہ والدین کی تربیت صحیح طریق پر ہو اور ایسی سوسائٹیاں بنائی جائیں جو گھروں کے ناخوشگوار حالات کو بہتر بنانے اور منشیات کے استعمال کو ترک کرانے کا موجب ہوں، اور کوئی راہ بظاہر نہیں، اصل بات تو یہ ہے کہ ایمان باللہ اور خشیت اللہ آج دلوں سے اٹھ چکی ہے، جس نے ہر قسم کی بے باکی اور بے راہ روی پیدا کر دی ہے - ایمان اور خشیت کو پیدا کرنے کا کوئی سامان ہو جائے تو تمام بیماریاں اور دکھ دور ہو جائیں گے - مجدد وقت کے آنے کی یہی غرض تھی اور اس نے اپنے انفاس طیبہ سے بیشمار دلوں کو ایمان اور خشیت الٰہی سے بھر دیا، جس نے ان کی زندگی کی کایا پلٹ دی، آج بھی اگر حضرت مجدد وقت کے کلمات طیبات سے فائدہ اٹھایا جائے اور عوام میں ان کو پھیلایا جائے تو بہت بڑا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے -

کیا یہ تضاد ہے؟

قادیانی اخبار "الفضل" میں کچھ دنوں سے ڈیچ گیانا میں قادیانی مبلغ کی کامیابیوں کی رپورٹیں شائع ہو رہی ہیں، یہ رپورٹیں کہاں تک صحیح ہیں، اس کا حال تو ڈیچ گیانا سے اطلاع آنے پر ہی معلوم ہو سکتا ہے، جس کے لئے وہاں لکھا جا چکا ہے لیکن ان رپورٹوں میں مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی کا ذکر کرتے ہوئے جو یہ لکھا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے لیکچروں میں تضاد بیانی سے کام لیا، کبھی حضرت مسیح موعود کو صرف مجدد کہا، کبھی ظلی نبی کہا اور کبھی ظلی نبی کی نبوت سے انکار کیا، اس سے محض عوام الناس کو دھوکا دینا مقصود ہے، ظاہر ہے کہ ان تینوں بیانات میں تضاد نہیں، حضرت مسیح موعود کا اصل منصب مجددیت سے بڑھکر نہیں، آپ خود فرماتے ہیں :-

"اور یاد رکھنا چاہیئے کہ مسیح موعود
ہونے کا دعوے ملہم من اللہ
اور مجدد من اللہ کے دعوے
سے کچھ بڑا نہیں"

اس لئے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ آپ مجدد ہیں تو اس سے ظلی نبی ہونے سے انکار نہیں پایا جاتا ہے، کیونکہ وہ مجددیت ہی کا ایک رنگ ہے، جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض نبوت سے مستفیض ہونا پایا جاتا ہے، اور اگر کوئی کہے، کہ آپ نبی نہیں تھے تو یہ بھی صحیح ہے کیونکہ ظلی نبی فی الحقیقت نبی نہیں ہوتا - بلکہ نبوت کا صرف ایک ظل اور پرتو ہے، اس کو تضاد بیانی قرار دینا ڈیچ گیانا کے سادہ لوح لوگوں کو دھوکا دینے کی کوشش کرنا ہے -

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں
منیجر

فقہ جدید کی ضرورت

"جبکہ ممکن ہے کہ بعض نباتات وغیرہ میں زمانہ حال میں کوئی ایسی خاصیت ثابت ہو جائے جو پہلوں پر نہیں کھلی تو کیا یہ ممکن نہیں کہ قرآن کریم کے بعض عجیب حقائق و معارف ایسے بھی کھل جائیں جو پہلوں پر کھل نہیں سکے کیونکہ اس وقت ان کے کھلنے کی ضرورت پیش نہیں آئی"
———————(حمامۃ البشریٰ)

"اگر موجودہ تغیرات کی وجہ سے فقہ حنفی کوئی صحیح فتویٰ نہ دے سکے تو اس صورت میں علماء اس سلسلہ کے اپنے خداداد اجتہاد سے کام لیں"
———————(ریویو بر مباحثہ چکڑالوی و بٹالوی)

حضرت مسیح موعودؑ کے اس قائم کردہ مسلک کی روشنی میں ذیل کا مضمون پڑھیئے جو ماہنامہ ثقافت (جنوری ۱۹۶۵ء) میں مولانا محمد جعفر شاہ ندوی پھلواری کے ...... قلم سے شائع ہوا ہے۔ اگرچہ مضمون نگار کی ہر بات سے ایڈیٹر کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

انسان کچھ متضاد سے عناصر کا مجموعہ ہے۔ وہ جس طرح بیک وقت رُوح بھی ہے اور مادہ بھی اسی طرح بیک آن وہ مجبور بھی ہے اور مختار بھی۔ ذریعہ بھی ہے اور مقصود بھی، صورت بھی اور معنی بھی۔ نیز اس میں نفس امارہ بھی ہے اور نفس لوامہ بھی۔ اور اسی طرح اس میں بیک وقت تغیر بھی ہے اور ثبات بھی۔ اس وقت ذرا اس کی اسی حیثیت پر غور فرمایئے، اس کا جسم ہر آن بدلتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ ایک سال میں انسان کے اندر اتنا تغیر ہو جاتا ہے کہ پچھلے سال کا ایک ذرہ بھی اس میں باقی نہیں رہتا۔ اور سچ پوچھیئے تو ہر آن اس کے جسم میں تغیر ہوتا رہتا ہے جسے تجدد امثال کہتے ہیں۔ لیکن اس مسلسل تغیر کے باوجود اس میں ایک حقیقت ایسی موجود ہے جو تغیر نا آشنا ہے اور وہ اس کی انا (EGO) ہے جو اس کے جسمانی وجود سے بھی پہلے سے موجود ہے اور زندگی بھر بدلتے ہوئے جسم کے ساتھ ساتھ رہتی ہے بلکہ مرنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے، اور اس وقت بھی جب کہ جسم کا کوئی ذرہ موجود نہیں رہتا۔

تغیر و ثبات کا بالکل یہی انداز ان آئین و قوانین میں بھی موجود ہے جن کے مطابق کوئی قوم زندگی بسر کرتی ہے مسلمانان پاکستان بھی ایک قوم ہیں اور ان کی قومیت کی بنیاد دوسری قوموں سے الگ ہے۔ اور یہ قوم جن اصولوں کے مطابق اپنی زندگی بسر کرتی ہے یا کرنا چاہتی ہے یا کرنا چاہیئے وہ بھی دوسری اقوام کے اصولوں سے مختلف ہیں۔ ہماری قومیت کی بنیاد نسل، وطن، رنگ، زبان یا پیشے وغیرہ پر قائم نہیں بلکہ خاص تصورات و نظریات پر مبنی ہے۔ اور اسی طرح ہمارے نظام زندگی کی بنیاد انسانی قوانین نہیں بلکہ آسمانی ہدایت ہے اور اس آسمانی ہدایت کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ تغیر و ثبات کا یکساں لحاظ رکھتی ہے۔ جو آئین صرف ثبات کا لحاظ رکھتا ہو اور تغیر سے بے نیاز ہو جائے وہ ناقص ہے اور اسی طرح وہ قانون بھی نامکمل ہے جو صرف تغیرات کا پرستار ہو اور ثبات کو نظر انداز کر دے۔ آسمانی ہدایت ہی کا دوسرا نام اسلام ہے۔ اور یہ اس لئے کہ ایک کامل و مکمل دستور العمل ہے کہ اس میں ثبات اور تغیر دونوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے دونوں میں لطیف توافق اور محکم تناسب کو برقرار رکھا گیا ہے اسے سمجھنے کے لئے چند باتوں پر غور کرنا ضروری ہے۔

(۱) جب ہم قرآن پاک پر غور کرتے ہیں تو اس میں دو طرح کے احکام نظر آتے ہیں۔ ایک وہ احکام ہیں جن میں تغیر و تبدل کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیونکہ وہ ازلی و ابدی اور مستقل اقدار ہیں، دوسرے وہ احکام ہیں جو عبوری دور سے تعلق رکھتے ہیں اور بجائے خود مقصود نہیں۔ یہ صرف ذریعہ ہوتے ہیں اعلیٰ اقدار کے حصول کا۔ ان کی مثالیں سنیئے۔

ا۔ قرآن نے کئی جگہ لونڈی غلام کے متعلق احکام دیئے ہیں، لیکن ان کا مقصد غلامی کی توثیق نہیں بلکہ ایسا نظام زندگی تعمیر کرنا ہے جس میں غلامی کی رسم ہی ختم ہو جائے۔

ب۔ قرآن نے محتاجوں اور سائلوں کی اعانت پر بار بار ابھارا ہے لیکن اس کی غرض یہ نہیں کہ دنیا میں ہمیشہ بھوکے ننگوں اور محتاجوں کا ایک طبقہ ضرور موجود رہے تاکہ ان کی اعانت و دستگیری کا ثواب حاصل کیا جاتا رہے۔ بلکہ اس کی غرض ہی ایسا معاشی نظام بنانا ہے جس سے محتاجی دور ہو جائے اور کوئی کسی کا دست نگر نہ ہو۔

(ج) قرآن نے متعدد جرائم کے لئے سزائیں بتائی ہیں لیکن اس کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ دنیا میں جرم ہوتے رہیں تاکہ اجرائے حدود کا قرآنی حکم پورا ہوتا رہے بلکہ اس کا اصلی مقصد یہ ہے کہ معاشرے سے جرائم کا خاتمہ ہو جائے اور تعزیر و حدود کا قانون بیکار ہو جائے۔

(د) قرآن نے امیر و مامور کے متعلق بھی احکام دیئے ہیں، لیکن اس کا منتہائے مقصود کسی قانونی و سیاسی استبداد کا نظام حکومت قائم رکھنا نہیں بلکہ وہ ایک ایسا "لاریاست" صالح معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ جس میں کوئی حاکم ہو نہ محکوم۔ بلکہ ہر شخص کسی سیاسی اور روحانی واسطے کے بغیر براہ راست طاعت الٰہی کرتا رہے۔

(ھ) قرآن بار بار قتال و جنگ پر ابھارتا ہے لیکن اس کا اصلی مقصد اس کے بالکل برعکس ہے، یعنی وہ آخر کار ایک ایسا نظام امن قائم کرنا چاہتا ہے کہ جنگ کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے۔

(و) قرآن نے وراثت کے احکام دیئے ہیں لیکن ان سے مقصود جاگیرداری کی توثیق نہیں، بلکہ اسے دوسری تیسری پشت ہی میں ختم کر دینا ہے تاکہ آخر میں صرف جاگیر رہ جائے۔

(ز) قرآن نے طلاق کے متعلق بھی احکام دیئے ہیں، لیکن ان سے مقصود طلاقوں کے رواج کو ختم کرنا ہے نہ کہ اسے رواج دینا۔

ان چند مثالوں سے یہ اندازہ تو ہو گیا ہوگا کہ قرآن کے بہت سے احکام ایسے ہیں جو اپنے اصلی مقصد کے ہم شکل نہیں بلکہ ان کی نقیض معلوم ہوتے ہیں۔ یہ گویا علاج بالمثل کی طرح ایک ناگزیر علت ہے جو مجبوراً اختیار کرنی پڑتی ہے۔ لیکن خود مقصود نہیں ہوتی۔ ایسے احکام کو ہم عبوری احکام کہتے ہیں جو درحقیقت اصلی و ابدی اقدار تک پہنچنے کے لئے ناگزیر زینے ہوتے ہیں، لہٰذا ذرائع و وسائل کو وسائل و ذرائع ہی کی حد تک رکھنا اور دیکھنا چاہیئے اور اصل مقصد کو ان کی خاطر مجروح نہ کرنا چاہیئے۔

اس سلسلے میں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض احکام خاص دور یا مخصوص حالات کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں یا زمان و مکان اور احوال و ظروف کے تقاضوں کے مطابق دیئے جاتے ہیں۔ ایسے احکام بھی عبوری ہوتے ہیں لیکن ان کی رُوح یا اسپرٹ عبوری نہیں بلکہ ازلی و ابدی ہوتی ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ قوانین تو عبوری ہوتے ہیں لیکن ان کا مقصد اپنے اندر ابدیت رکھتا ہے، یہ وقتی اور عبوری احکام گویا ایسی چھوٹی قدریں ہوتی ہیں جو کسی اعلیٰ قدر کے حصول کے لئے اختیار کی جاتی ہیں، پھر وہ اعلیٰ قدر بھی بعض اوقات خود مقصود نہیں ہوتی بلکہ ایک اعلیٰ تر قدر کے لئے وسیلہ ہو جاتی ہے، اقدار کا یہ سلسلہ ارتقاء جاری رہتا ہے تاکہ "قدر الاقدار" یا "حقیقۃ الحقائق" کی طرف بڑھتے رہیں یہ انقطاع نہ پیدا ہو۔ آخری قدر الاقدار اور آخری حقیقت ذات الحق اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا کوئی نصب العین نہیں، اس کی مثال یوں سمجھئے کہ سحری کھانا ثواب ہے لیکن مقصود روزہ ہے پھر خود روزہ بھی اصل مقصود نہیں بلکہ تقویٰ ہے اصل مقصد ہے جس کا تعلق صرف روزے سے نہیں بلکہ پوری زندگی کے اعمال و وظائف سے ہے۔

(۲) اس کے بعد ایک دوسری حقیقت بھی ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ اگر عبوری قانون میں چھوٹی اقدار کو اعلیٰ اقدار کے لئے ترک کر دیا جائے یا اس چھوٹی قدر کی شکل و صورت میں ترمیم یا رد و بدل کر دی جائے تو یہ کوئی غلط اقدام نہ ہوگا بلکہ عین تکمیل مقصد ہوگی، مثلاً ایک جج یا قاضی علیٰ وجہ البصیرت یہ سمجھتا ہو کہ سزا میں تخفیف کے بعد بھی وہی مقصد حاصل ہو جائے گا جو پوری سزا سے حاصل ہوتا ہے تو وہ تخفیف کر سکتا ہے بلکہ ضرورت ہو تو معاف بھی کر سکتا ہے، کیونکہ مقصود سزا نہیں بلکہ اصلاح حال ہے۔ اگر قاضی اس معافی میں غلطی بھی کر جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ سزا دینے میں غلطی کر جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ:-

انک ان تخطئ فی العفو خیر من

ان تخطئ فی العقوبۃ

درگزر میں غلطی کرنا سزا میں غلطی کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔

بلکہ شبہات کے مواقع پر سزاؤں سے بچانے کا حکم حضور کا ارشاد ہے کہ:۔

ادرؤا الحدود عن الشبہات

شبے کے مواقع پر سزاؤں کو ٹال جایا کرو۔

(۳) تیسری ضروری بات کو بھی سمجھ لینا چاہیئے اور وہ یہ ہے کہ ہر حکم یا قانون کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک تو اس کے الفاظ ہوتے ہیں، اور دوسرے اس کی روح یا اسپرٹ ہوتی ہے۔ مقصود لفظی پیروی نہیں ہوتی۔ بلکہ معنویت اور اسپرٹ اصل مقصود ہوتی ہے۔ اگر صورت اور معنی میں ٹکراؤ پیدا ہو جائے تو معنویت کی بقاء کو لفظی پیروی پر ترجیح حاصل ہوگی۔ کوشش تو یہی ہونی چاہیئے کہ لفظ اور اس کی اسپرٹ دونوں ہی باقی رہیں، لیکن اگر اس میں دشواری ہو تو لفظی پیروی پر معنوی پیروی مقدم ہوگی۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ قرآن نے فرمایا ہے:۔

سألقی فی قلوب الذین کفروا الرعب فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منھم کل بنان ......

"ہم اہل کفر کو مرعوب کر دیں گے لہٰذا تم گردنوں کے اوپر ضرب لگاؤ اور ان کے ہر ہر جوڑ بند پر مارو۔"

الفاظ قرآنی کا ترجمہ آپ کے سامنے ہے لیکن فرمائیے کیا آج کی جنگ میں یہ ممکن ہے کہ جب بھی کسی دشمن کا سامنا ہو جائے تو لازماً یا تو اس کی گدّی پر مارا جائے یا جوڑوں پر اور اگر اس اٹامک دور میں اس کی لفظی پابندی نہ کی جاسکے اور یقیناً نہیں کی جاسکتی تو کیا یہ خلاف قرآن ہوگا؟ جواب بالکل واضح ہے اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ اگر دشمن کو جان سے مارنا ہو، تو گردن کے پیچھے گدّی پر ضرب لگاؤ اور زندہ گرفتار کرنا ہو تو بھی جوڑ پر مارو۔ یہ حکم ایک خاص دور کے نقشۂ جنگ کی ترجمانی کرتا ہے، لیکن اس کی روح اس کی لفظی پابندی میں نہیں، اس کی اسپرٹ یہ ہے کہ دشمن کا عمدگی سے مقابلہ کرو۔ ظاہر ہے کہ جنگ کا انداز اور نقشہ ہر دور میں الگ اور ضرورت کے مطابق ہوگا۔

(۴) ایک چوتھی بات بھی ذہن نشین کئے جانے کی مستحق ہے کہ زمانے کی بے رحم رفتار کسی فرد یا قوم کے ساتھ رعایت کا سلوک نہیں کیا کرتی۔ جو اس کے ساتھ نہیں چلے گا اسے زمانہ پلٹ کر نہیں دیکھے گا۔ چلنے والا پیچھے رہ جائے گا۔ اور زمانہ آگے نکل جائے گا اور جو بالکل زمانے کے ساتھ چلے اسے بھی زمانہ لے ڈوبتا ہے۔ ان دونوں قسم کی تباہیوں سے بچنے کی صرف ایک شکل ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان زمانے کی دوڑ میں تو پیچھے نہ رہے۔ لیکن اپنے آپ کو کلیتہً زمانے کے حوالے نہ کر دے، بلکہ اس کی حیثیت ایک ایسے شاہسوار کی ہو جو گھوڑے کی پیٹھ پر جما ہو اور لگام اسکے ہاتھ میں ہو۔ گھوڑے کی پشت سے الگ ہو کر بیٹھ جانے والے گھوڑے کے مارے ہوئے ہوتے ہیں اور ہمیشہ منزل سے دور رہتے ہیں اور گھوڑے کی پشت پر بیٹھ کر اسے بے لگام چھوڑ دینے والے سوار بھی آخرکار آگے کسی غلط راہ پر لگ کر تباہی کی خندق میں جا گرتے ہیں۔ صحیح مسافر وہی ہے جو گھوڑے کی پیٹھ سے نہ اترے مگر لگام اپنے ہاتھ میں رکھے اور عقلی رہنمائی کے مطابق غلط سمتوں سے اس کا رُخ موڑتا رہے۔ یہی مفہوم ہے

"زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ ستیز" کا

زمانہ ہمیشہ آگے سے آگے بڑھتا جائے گا اور ہر دور میں نئے نئے مسائل زندگی پیدا ہوتے جائیں گے۔ جو قوم ان مسائل کو اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق حل نہیں کرے گی وہ زمانے کی دوڑ میں پیچھے رہ کر ختم ہو جائے گی۔ اور جو قوم عقل و دین کو کام میں لائے بغیر اندھا دھند زمانے کے ساتھ دوڑتی جائے گی وہ بھی آخرکار تباہ ہو جائے گی۔ صحیح معنوں میں زندہ قوم وہی ہوگی جو مجتہد ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قوم اپنے دور کے نت نئے مسائل کو سمجھے اور عصری تقاضوں کے مطابق ان کو حل کرے۔ اس وقت ہماری قوم میں یا تو وہ قدامت پرست طبقہ ہے جو اپنی جگہ سے ایک انچ بھی کھسکنا حرام سمجھتا ہے یا پھر دوسرا وہ طبقہ ہے جو اندھا دھند کھسکتے ہی جانے کو ترقی سمجھتا ہے۔ اس کورانہ دوڑ کی ذمہ داری بہت کچھ قدامت پرست طبقے پر عائد ہوتی ہے کیونکہ وہ نئے خطوط پر سوچنا بھی گوارا نہیں کرتا وہ ایک فونٹین پین سے لیکر ہوائی جہاز تک کے تمام نئے ایجادات کو قبول کر چکا ہے لیکن نئے تصورات و نظریات کو اور جدید افکار و خیالات کو سننا بھی گوارا نہیں کرتا۔ وہ اجتہاد کا دروازہ بند کر چکا ہے اس لئے عقل و دین کی روشنی میں رفتار زمانہ کی پشت پر شہسوار بن کر لگام ہاتھ میں لینا ناجائز سمجھتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسائل کا حل نہ پا کر دوسرا طبقہ ردّعمل کے طور پر پیدا ہو گیا جس نے اپنے آپ کو ایسے بے لگام گھوڑے کی پشت پر بٹھا دیا جو کسی منزل مقصود کے بغیر سرپٹ دوڑا جا رہا ہے۔ ارتقاء ایک حقیقت ہے۔ زمانے کا دوسرا نام اگر ارتقاء رکھ دیا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ زندگی آگے بڑھ رہی ہے اور بڑھتی چلی جائے گی، اور ہر دور میں نئے نئے مسئلے سامنے آتے جائیں گے۔ اس فطری ارتقاء کو روکا نہیں جا سکتا۔ اسے روکنے کی کوشش فطرت سے ٹکر لینا ہے۔ روکنا ناممکن ہے۔ لیکن اصلاح بالکل ممکن ہے۔ اور یہی تقاضا ہے دین فطرت کا۔ فقہ کا بھی متفق علیہ مسئلہ ہے کہ تغیّر احوال سے مسائل میں بھی تغیّر ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ جتنا فقہی ہے، اتنا ہی عقلی بھی ہے۔ فرد سے لیکر اجتماع تک کے تقریباً سارے مسائل بدلے جا سکتے ہیں۔ لیکن ایک شرط کے ساتھ، شرط یہ ہے کہ احوال و ظروف اس کی تبدیلی کا تقاضا کرتے ہوں اور تبدیلی کی شکل ایسی ہو جو قانون کی اسپرٹ کو باقی رکھے۔

تمدن کی وسعتیں ہر دور میں نئے نئے مسائل پیدا کیا کرتی ہیں اور ایک وسیع تمدن پر سمٹے ہوئے تمدن کی تمام جزئیات کو منطبق نہیں کیا جا سکتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عہد رسالت کے بہت سے احکام صرف چند سال کے بعد ہی اُن خلفائے راشدین نے بدل دیئے جن سے زیادہ فہم دین یا احترام دین کا دعوٰی کوئی نہیں کر سکتا۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:۔

(۱) عہد رسالت تک شعراء عورت کا نام لے کر تشبیب سے آغاز کلام کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اسے روک دیا۔

(۲) ہجویہ اشعار پڑھے جاتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اسے منع کر دیا۔

(۳) امّ ولد کی خرید و فروخت جائز تھی۔ جناب عمرؓ نے اسے بند کر دیا۔

(۴) ہر قیدی کا فدیہ ایک دینار تھا۔ جناب فاروق نے مختلف ممالک کے لئے مختلف شرحیں مقرر فرما دیں۔

(۵) مفتوحہ زمینیں مجاہدوں میں تقسیم کی جاتی تھیں۔ فاروق اعظم نے اسے ختم کر دیا۔

(۶) بیک مجلس تین طلاقیں رجعی قرار دی جاتی تھیں۔ عمر فاروق نے اسے مغلظہ قرار دیا اور بعد میں اس فیصلے پر شدید ندامت کا بھی اظہار فرمایا۔

یہ تو ان احکام کی مثالیں ہیں جو پہلے عہد نبوت یا دور صدیقی تک کچھ اور تھے اور دور فاروقی میں ان کو تبدیل کر دیا گیا اس سے بڑھ کر یہ کہ بعض منصوصات کو بھی مصالح امت کے پیش نظر تبدیل کر دیا گیا۔ چند مثالیں ان کی بھی سنئے:۔

(۱) مولفۃ القلوب کو از روئے قرآن زکوٰۃ دی جاتی رہی لیکن حضرت عمرؓ کی رائے سے عہد صدیقی میں اسے بند کر دیا گیا۔

(۲)۔ حدیث میں گھوڑوں کی زکوٰۃ کی ممانعت تھی۔ لیکن حضرت عمرؓ نے گھوڑوں پر بھی زکوٰۃ لگا دی۔

(۳)۔ زن کتابیہ سے از روئے قرآن نکاح جائز ہے لیکن حضرت عمرؓ نے اس سے اہل اسلام کو روک دیا اور حضرت علیؓ نے بھی اپنے دور میں یہی کیا۔

(۴) چور کا ہاتھ کاٹنے کے لئے کئی شرائط ایسی ہیں جو پہلے نہ تھیں اور حضرت عمرؓ نے اسے نافذ کیا۔

(۵)۔ خطبہ جمعہ سے پہلے والی اذان حضرت عمرؓ کے دور تک نہ تھی۔ حضرت عثمان نے اسے رائج کیا، اور آج تک رائج ہے۔

(۶)۔ عہد صدیقی تک باجماعت بیس رکعت تراویح پڑھنے کا کوئی اہتمام نہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے جاری کیا اور آج تک جاری ہے۔

(۷)۔ خطبہ جمعہ عیدین کی طرح نماز کے بعد ہوا کرتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اسے امیر معاویہؓ نے قبل از نماز کر دیا اور اب تک اسی پر عمل ہو رہا ہے۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ بعض منصوصات تک میں حک و اضافہ ہوا ہے اور ان منصوص مسنونات میں بعض چیزیں خالص عبادات و مناسک سے تعلق رکھنے والی ہیں۔ اب چند ایسے احکام کی مثالیں بھی سن لیجئے جو پہلے نہ تھے اور

بعد کے کسی دَور میں مصالح امت کے لئے نافذ کئے گئے۔ مثلاً:-

(۱) جلالہ کرنے والوں کے لئے عہد رسالت و عہد صدیقی میں کوئی سزا تجویز نہ کی گئی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس کے لئے رجم (سنگساری) کا اعلان فرما دیا۔

(۲) کاشتہ اجناس کی کوئی تفصیلی شرح خراج نہ تھی حضرت عمرؓ نے یہ مقرر فرمائی۔

(۳) غیر شادی شدہ زانی کے لئے شہر بدری کی سزا نہ تھی جناب عمرؓ نے یہ سزا مقرر فرمائی اور بعد میں واپس بھی لے لی۔

(۴) پہلے عربوں کے غلام نہ ہونے کے لئے کوئی نص نہ تھی، حضرت عمرؓ نے رسم غلامی کو تدریجاً ختم کرنے کے لئے عربوں کے غلام نہ ہونے کا اعلان فرما دیا۔

یہ تمام مثالیں اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے بہت کافی ہیں کہ حالات بدل جانے سے مسائل کی نوعیت بھی بدل جاتی ہے۔ شریعت کے معنی ہیں قانون، اور کوئی قانون ازلی و ابدی نہیں ہوتا، شریعت کی یہ ضرورت تبدیلی بھی خود شریعت میں داخل ہے۔ جو چیز نہیں بدلتی وہ شریعت کی رُوح اور اسپرٹ ہے، جس کا دوسرا نام دین ہے، دین زندگی کے ان بنیادی حقائق و اصول کا نام ہے جو قانون فطرت کی طرح اٹل اور غیر متبدل ہوتے ہیں۔ جن کو موجودہ اصطلاح میں "اقدارِ حیات" بھی کہتے ہیں۔

آپ ذرا غور فرمائیے کہ عہد رسالت کے بعد چند ہی سال کے اندر اندر تو شرعی تبدیلیوں کی ضرورت محسوس ہو گئی، حالانکہ تمدن میں آج جیسی وسعت نہ پیدا ہوئی تھی تو کیا ان تیرہ صدیوں میں آج تک زمانی و مکانی حالات کا کوئی ایسا تقاضا نہ ہوا ہوگا کہ شرعی تبدیلیاں عمل میں لائی جائیں؟ آج زندگی کے بے شمار گوشے ہیں جو اپنے فقہی قانین کا از سر نو جائزہ لینے کا تقاضا کر رہے ہیں۔ اگر ان سے صرف نظر کیا گیا تو پوری شریعت جامد بن کر رہ جائے گی، حالانکہ اسے متحرک ہونا چاہیئے۔

ہاں یہ صحیح ہے کہ شرعی تبدیلیوں کا یہ مطلب نہیں کہ جس کا جی چاہے اور جب جی چاہے اور جس معاملے میں دل چاہے اٹھ کر تبدیلی کر دے۔ اس کے لئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ تبدل و تغیر کی شدید ضرورت ہو، اور دوسری شرط یہ ہے کہ ارباب حل و عقد اس پر ضروری بحث و تمحیص کر کے ایک نتیجے پر پہنچ جائیں اور اسے قانونی شکل دے دیں، ہمارے نزدیک جس طرح یہ غلط ہے کہ اب ہمیشہ کے لئے ہر شخص پر اجتہاد کا دروازہ بند ہے اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ اجتہاد کا دروازہ ہر ایک کے لئے کھلا ہے۔ اپنی اپنی رائے دینے کا ہر شخص کو اختیار ہے لیکن اس کا فیصلہ صرف نمایندہ اصحاب حل و عقد ہی کریں گے اور وہی فیصلہ "شریعت" ہوگا۔ اس فیصلے کو آخری شکل دینے کے بعد کسی کو اپنی رائے پر عمل کرنے کا حق نہیں۔

اس سلسلے میں چند ضروری باتیں بھی ذہن نشین کر لینی چاہئیں۔ اور یہ کہ جس فن کا مسئلہ زیر بحث ہو اسی فن کے ماہرین کو فیصلہ دینے کا حق ہوگا۔ اس کے لئے کسی عربی مدرسے کا فارغ التحصیل ہونا ضروری نہیں، اگر نقشۂ جنگ بنانا ہو تو ہر شخص اپنی رائے دے سکتا ہے لیکن آخری فیصلہ جنگی ماہرین ہی کا ہوگا۔ اگر کوئی عامی ایک معقول رائے دے تو جنگی ماہرین کو وہ رائے قبول کر لینی ہوگی۔ سنت نبوی میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں، غزوۂ بدر کے موقعہ پر حضورؐ نے حباب بن منذر کی رائے کے مطابق ہی فوجی کیمپ کی جگہ متعین فرمائی اور اپنی رائے بدل دی۔ درخت خرما کا جوڑا ملانے کے متعلق حضورؐ نے عوام ہی کی رائے کے مطابق اپنی رائے واپس لے لی۔ ظہار کے جھگڑے میں ایک عامی عورت کی بات کو قرآن نے ترجیح دی۔ خود حضرت عمرؓ نے تعین مہر کے معاملے میں ایک عامی عورت کے استدلال پر اپنی رائے واپس لے لی۔ یہ تمام رائے دینے والے حضرات صاحب وحی تھے نہ کسی مدرسے کے فارغ التحصیل اور نہ ارباب حل و عقد۔ لیکن ان کی بات معقول تھی اس لئے مان لی گئی تاہم فیصلہ ارباب حل و عقد کے ہاتھ میں تھا۔ غرض آزادیٔ رائے ہر شخص کی قائم رہے گی کیونکہ بعض اوقات ایک غیر ماہر فن عامی آدمی کو وہ نکتہ سُوجھ جاتا ہے جو ماہر فن کے دماغ میں بھی نہیں آتا۔ ایسی حالت میں ارباب حل و عقد اس کی رائے پر بحث و تمحیص کرنے کے بعد اسے قبول کر کے نافذ کریں گے اور یہی قانون ہوگا جسے "شریعت" کہتے ہیں۔ یہی مقصد ہے "شاورھم فی الأمر" اور "امرھم شوریٰ بینھم" کا۔ جس کے بعد "واذا عزمت فتوکل علی اللہ" کا درجہ ہے یعنی پہلے باہمی رائے، مشورہ پھر اس کا نفاذ۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی مملکت میں دو یا زیادہ شریعتیں یا قوانین نہیں ہوتے۔ قانون یا شریعت ایک ہی ہوگی جو اعلیٰ و ادنیٰ پر یکساں لاگو ہوگی۔ ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں، کہ اگر پاکستان کو واقعۃً علیٰ منہاج النبوت ایک اسلامی مملکت بنانا ہے تو فیما بین المسلمین شخصی قانون یا پرسنل لا کا کوئی وجود ..... نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ رعایت صرف غیر مسلموں کو دی جا سکتی ہے کہ ملکی قوانین ہمارے اُن کے لئے یکساں ہوں گے اور شخصی (یا دھرمی) رسوم الگ ہوں گے لیکن خود اہل اسلام کے درمیان یہ تفریق بالکل بے معنی اور خلافِ سنت ہے۔

دوسرے یہ کہ اہل اسلام کو کوئی ایسی شریعت بنانے کا اختیار یا اجازت نہیں جو دین یعنی اصل اسلامی اقدار سے متصادم ہوتی ہو۔ مثلاً اسلام انسانیت کو بلند کرنا چاہتا ہے تمام اجتماعی عدل اور خیر چاہتا ہے ارتقا چاہتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان اقدار کو مجروح نہیں ہونے دیا جائے گا۔ بلکہ ان ہی مقاصد کی تکمیل کرنے والی شریعت نافذ کی جائے گی نہ کہ ان کو کمزور کرنے والا قانون۔ شریعت کا رُخ بہر حال اقدارِ اسلامی کی طرف مُڑا ہوا ہونا چاہیئے۔

اس وقت سچ پوچھئے تو اہل پاکستان ایک ایسے عبوری دَور سے گذر رہے ہیں جس میں ان کے لئے کوئی شریعت موجود نہیں۔ گذشتہ ادوار کی شریعتیں ہیں جن پر وہ چل رہے ہیں جن میں باہم شدید اختلافات بھی ہیں۔ ضرورت اس کی ہے کہ گذشتہ فقہ میں جو حصہ ہمارے مقتضیات کے مطابق ہے اسے باقی رکھا جائے، جو حصہ قابل ترمیم ہے اسے بدل دیا جائے اور جن نئے قوانین کی ضرورت ہے ان کا اضافہ کر دیا جائے اس طرح ہماری مملکت پاکستان کی نئی فقہ تیار ہو سکتی ہے،

فقہ جدید کی ضرورت کا احساس تنہا ہمارا احساس نہیں اس سے پہلے ابن تیمیہ نے بھی اسے محسوس کیا تھا۔ پھر ۱۳۱۱ھ میں (جبکہ ندوۃ العلماء کی بنیاد رکھی جا رہی تھی) اس ضرورت پر حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواروی نے ایک طویل لیکچر دیا تھا جس میں نہ فقط فقہ بلکہ تاریخ اور تصوف اور دوسرے علوم کا بھی از سرِ نو جائزہ لینے پر زور دیا تھا، اور اس لیکچر کو سرسید نے اپنے تہذیب الاخلاق میں اپنے ایک نوٹ کے ساتھ شائع کیا تھا۔ اس کے بعد حکیم الامت علامہ اقبال رحؒ نے بھی اپنے چھٹے لیکچر میں اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے۔

یہاں ایک ضروری بات اور بھی ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ مختلف مدارس خیال کی جتنی کتب فقہ ہیں ——— خواہ وہ فقہ حنفی کی ہوں یا فقہ مالکی و شافعی یا فقہ اثنا عشری کی ہوں یا ان کے علاوہ دوسری فقہوں سے تعلق رکھتی ہوں ——— وہ سب "شریعت" کے لئے "خام مواد" کی حیثیت رکھتی ہیں شریعت یا قانون کا مال انہی خام اجناس سے تیار ہوگا۔ یا یوں کہئے کہ مختلف مذاہب فقہ گویا مسودات قانون ہیں جسے بِل (Bill) کہتے ہیں، اور جب ان پر بحث و تمحیص اور حک و اضافہ وغیرہ کے بعد ارباب حل و عقد اسے منظور کر کے پاس کر دیں گے تب وہ قانون (LAW) یا ایکٹ (ACT) ہوگا۔ اور یہی اس مملکت کی شریعت ہوگی۔ ہر اسلامی مملکت اپنے عصری مقتضیات، ملکی ماحول، قومی روایات وغیرہ کے مطابق اپنے لئے ایک مجموعہ قوانین مرتب کر سکتی ہے اس کا مال ان خام ہی مواد سے تیار ہوگا۔ تقنین کے وقت وہ یہ کرے گی کہ:-

(۱) ان خام مواد میں جو حصہ اس کے تقاضوں کے مطابق ہوگا اسے علیٰ حالہٖ باقی رکھے گی۔

(۲) جس حصے میں ترمیم کی ضرورت ہوگی وہاں ترمیم کر دے گی۔

(۳) جو حصہ بے ضرورت ہوگا اسے چھوڑ دے گی۔

(۴) جو چیز ان خام مواد میں نہ ملے گی، اس کا اضافہ (دینی سپرٹ کو باقی رکھتے ہوئے) کر دیگی۔

اس اصول کے مطابق جو آئین بھی کوئی اسلامی مملکت تیار کر کے اسے آخری شکل دے گی اس کا نام شریعت ہوگا۔ مختلف اسلامی ممالک کی شریعتیں باہم مختلف بھی ہو سکتی ہیں، لیکن ان سب کی اسپرٹ اور "دین" بہر حال ایک ہی ہوگا +

(ثقافت)

دُعا اور اس کے کمالات

(بسلسلہ صفحہ ۲)

تمہاری دعا سُن لی۔ آؤ اللہ میاں کا شکریہ ادا کریں"——
نسرین نے ایک بار پھر شاہ صاحب کے ساتھ ساتھ کہنا شروع کیا" اللہ میاں تیرا لاکھ لاکھ شکریہ" اس بار اس کی آواز میں سکون تھا۔ اُمید تھی۔ اعتبار تھا—— انتہائی صدمے میں میرے منہ سے ایک بھرپور طنزیہ قہقہہ نکلا اور پھر میں دوڑ کر کمرے میں گیا اور دیوانہ وار نسرین کے ننھے ننھے ہاتھ جو ابھی تک دعا کے لئے بلند تھے، زبردستی علیحدہ کر دیئے۔ اور روتے ہوئے کہا "پگلی اللہ میاں کبھی نہیں سنتے۔ وہ" بہرے ہیں" گونگے" ہیں" اندھے ہیں"۔ شاہ صاحب کو حیران اور نسرین کو پریشان اور روتا ہوا چھوڑ کر میں کمرے سے روتا ہوا نکل آیا—— تنہائی کی تلاش میں میں کھانے کے کمرے میں جا گھسا تھا۔ ہاتھوں میں منہ چھپائے رو رہا تھا۔ یکایک نسرین کا ننھا ہاتھ مجھے اپنے کندھے پر محسوس ہوا۔ ننھی نسرین کی گلوگیر مگر پُرسکون آواز میرے کانوں میں آئی "مت رو بھیا اللہ میاں نے ہماری سُن لی۔ امّی اچھی ہو جائے گی۔ شاہ صاحب کہتے ہیں وہ کسی کو کبھی مایوس نہیں کرتا" میری گمی ہوئی دیوانگی پھر لوٹ آئی، میں نے نسرین کو پہلے تو ایک چانٹا مارا اور پھر یک لخت اسے گود میں لے کر رونے لگا۔ نہ جانے میرے منہ سے کیوں نکل گیا۔ "ننھی نسرین شاہ صاحب کی باتوں پر نہ جا ورنہ مایوس ہو جاؤ گی، یہ سب ڈھونگ ہے۔ نماز، خدا، دعا"—— ایک بار پھر نسرین نے مچلتے ہوئے کہا۔ "امّی سچ مچ اچھی ہو گئیں بھیا" "اللہ میاں نے ہماری دُعا سُن لی"۔ یہ کہکر نسرین میری گود سے اُتر کر بھاگ گئی۔ میں نہ جانے کیا کیا سوچ رہا تھا کہ یکایک امّی کے کمرے سے کسی بھاری چیز کے گرنے کی آواز آئی۔ میں بھاگ کر کمرے میں گیا۔ آکسیجن کی مشین گر پڑی تھی، اور آکسیجن کی نلکی امّی کے ناک سے باہر نکل آئی تھی—— نرس غسل خانے میں تھی گھبرائی ہوئی باہر آئی۔ امّی کی طرف دیکھا اور مجھے کہا رحیم کو فوراً ڈاکٹر صاحب کو لینے کے لئے بھیجدو۔ میں باہر جانے لگا تو دیوار کے پاس نسرین کو سہمے ہوئے انداز میں کھڑے ہوئے پایا۔ رحیم کو ڈاکٹر صاحب کے لئے بھیج کر میں واپس کمرے میں آیا اور روتی ہوئی نسرین کو گود میں اُٹھا کر کمرے سے باہر لے آیا "یہ کیا کیا تو نے نسرین؟" اب تو آخری امید بھی جاتی رہی۔ یہ سب تیری دعاؤں کا اثر ہے، تو نے دعائیں کیوں مانگیں نسرین" میں نے روتے ہوئے کہا—— ڈاکٹر صاحب کو آتا ہوا دیکھ کر میں نے نسرین کو گود سے اُتارا اور ان کے ساتھ ساتھ امّی کے کمرے میں گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے جلدی جلدی مشین کو پھر درست کیا، نبض دیکھی، سینہ اور پیٹھ پر آلہ لگا کر دیکھا اور ایک عجیب حیرت سے امّی کی طرف دیکھتے رہے تھوڑی دیر بعد جب وہ کمرے سے باہر نکلے، تو میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ دروازے کے باہر ننھی سہمی ہوئی کھڑی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نسرین کو گود میں اُٹھا کر کہنے لگے "یہ تو نے کیا کیا بٹیا" نسرین نے ہکلاتے ہوئے کہا" میں امّی سے کہنے گئی تھی کہ اللہ میاں نے ہماری دعا سُن لی ہے۔ وہ اچھی ہو جائے گی اُس نے جواب نہ دیا تو آنکھیں کھولیں تو میں اور آگے گئی لیکن دھکا لگنے سے وہ مشین گر گئی"۔ ڈاکٹر صاحب کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے ٹپک پڑے اور انہوں نے بھرّائی ہوئی آواز سے کہا" سچ کہتی ہو بیٹا"! جو میری دواؤں سے نہ ہو سکا اسکو تمہاری دعاؤں نے ممکن بنا دیا۔ تمہاری امّی اچھی ہو جائے گی"۔ پھر میری طرف دیکھ کر کہنے لگے" بیٹا معجزہ ہے! معجزہ!! تمہاری امّی کی حالت پہلے سے بہتر ہے۔ اگر صبح تک اسی طرح بہتر ہوتی رہی تو وہ بچ جائے گی" میں حیرت سے کبھی نسرین کا اور کبھی ڈاکٹر صاحب کا چہرہ دیکھتا رہا۔ مجھے ڈاکٹر صاحب کے کہنے پر اعتبار نہیں آ رہا تھا۔ لیکن تین روز بعد امّی اپنے پلنگ پر تکیوں کے سہارے بیٹھی ہوئی تھی۔ چارپائی کے ایک طرف میں، دوسری طرف نسرین کھڑی تھی۔ ایک ہاتھ سے وہ میرے بالوں اور دوسرے ہاتھ سے نسرین کے بالوں سے کھیل رہی تھیں، میری طرف دیکھ کر مسکرائیں اور کہا" میرے ننھے باغی کیا اب بھی باغی ہو۔ دیکھ لیا تم نے۔ خدا نہ بہرہ ہے نہ گونگا ہے نہ اندھا ہے"—— میری آنکھوں سے خوشی کے آنسو ٹپک پڑے اور میرے منہ سے بے اختیار نکلا" اللہ میاں تیرا لاکھ لاکھ شکریہ ہے کہ تو نے ہماری امّی کو ہمیں بخش دیا۔ ننھی نسرین کے مضبوط ایمان نے مجھے وہ سبق دیا ہے جو آج بیس برس گزر جانے پر بھی میں نہیں بھولا۔ اور بڑی سے بڑی مصیبت میں میرے منہ سے لا تقنطوا من رحمت اللہ نکل جاتا ہے ؂

سان فرانسسکو (امریکہ) میں شادی کی ایک تقریب

مکرمی معظمی جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۲۸ر دسمبر کی شام کو جلال الدین محمد اکبر خلف ماسٹر محمد عبد اللہ آف فیجی کا نکاح جناب ڈاکٹر غلام صاحب نے ذکیہ بٹ دختر احمد دین بٹ صاحب ڈسٹرکٹ الیکٹریشن ہاؤس لاہور میں پڑھایا۔ جس میں جماعت کے معزز احباب شریک ہوئے۔ جلال الدین محمد اکبر امریکہ کے ایک کالج کے طالب علم ہیں، انہوں نے ایک مختار نامہ جناب ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں بھیجدیا تھا جس میں انہوں نے ان کو نکاح پڑھانے کا اختیار بکلی دے دیا تھا۔

اس نکاح سے پہلے ماہ نومبر میں کسی ایک پاکستانی شریر نے ماسٹر محمد عبد اللہ کو ایک طویل خط ارسال کیا جس میں لڑکی اور اس کے والدین کے خلاف بہت بکواس لکھی تھی۔ اسی اثنا میں ایک جعلی خط سان فرانسسکو سے جلال الدین محمد اکبر کے دستخط سے اس مضمون کا بھیجا گیا۔ کہ وہ شادی کرنا نہیں چاہتے بلکہ باپ مجبور کر رہا ہے۔ چنانچہ جب اس خط کی اطلاع ماسٹر صاحب کو سان فرانسسکو میں پہنچی تو وہ ..... اسی روز ۲۵۰ میل کا سفر طے کر کے اپنے لڑکے محمد اکبر کے پاس پہنچے۔ وہاں جانے پر انہیں یقین ہو گیا کہ اکبر کی طرف سے خط نہیں گیا بلکہ کسی نے رشتہ بگاڑنے کے لئے یہ کارروائی کی ہے۔ آخر ایک پروفیسر ڈاکٹر رابرٹ روڈن نے اس کی تصدیق کی اور مسٹر بٹ کو تسلی دلائی اور لکھا کہ عزیزہ ذکیہ کی امداد ان کی بیگم صاحبہ کریں گی اور ان کو امریکہ میں کوئی تکلیف نہ ہو گی۔

آخر اس کشمکش میں یکم جنوری کی صبح کو ماسٹر محمد عبد اللہ کو لاہور سے عزیزہ ذکیہ کی روانگی کی خبر ملی۔ اسی روز ماسٹر صاحب نے فیجی روانہ ہونا تھا۔ سب انتظام ہو چکا تھا۔ کوئی دوسرا بوٹ بھی نہیں جانے والا تھا کہ روانگی کو ملتوی کرایا جاتا، آخر وہ تو بادل ناخواستہ فیجی روانہ ہو گئے اور عزیزہ ذکیہ کے استقبال .... کا انتظام اپنے دوسرے لڑکے خالد عبد اللہ کے سپرد کر گئے۔

خالد عبد اللہ عرصہ چار سال سے سان فرانسسکو میں ہے۔ گذشتہ سال ۲۸ر ستمبر کو انہوں نے ایک امریکن لڑکی سے شادی کر لی تھی۔ لڑکی کے والدین عیسیٰ ہیں، اور لڑکی سٹیٹ کالج کی گریجویٹ ہے۔

۱۳ر جنوری کو ذکیہ بٹ بذریعہ ہوائی جہاز سان فرانسسکو پہنچی اور ایک ہفتہ سے زائد خالد اور اس کی بیگم کی مہمان رہی ۱۸ر جنوری کو دعوت ولیمہ کا بندوبست مسلم سوسائٹی کے ہیڈ کوارٹر پر کیا گیا۔ بارش کی کثرت سے مہمان توقع سے کم آئے۔ جزائر فیجی کے طلباء کے علاوہ وائس کونسل پاکستان مسٹر عبد الستار اور ان کی بیگم صاحبہ۔ (باقی کالم ۲ کے نیچے)

(بقیہ کالم نمبر ۳)

مسٹر فرگس میکولی موجودہ انچارج مشن۔ مسز فریمن مسز ینگ اور کئی ایک امریکن دوست موجود تھے۔ چونکہ خالد کام کی وجہ سے دیر سے آئے۔ اس لئے میزبان کے فرائض بیگم خالد عبد اللہ نے کماحقہ انجام دیئے۔

مہمانوں کے گھیرے کے اندر تین تہوں کا بڑا کیک کاٹا گیا۔ بیگم خالد عبد اللہ نے شادی کی اہمیت پر تقریر کی۔ اس کے بعد اس نے مسٹر مکولی انچارج مشن اور مسٹر عبد الستار وائس کونسل کی خدمت میں تقریر کے لئے درخواست کی۔ آخر میں دولہا محمد اکبر کی تقریر ہوئی۔ جس میں اُس نے دُلہن ذکیہ کی تعریف کی۔

دلہن ذکیہ کو یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی۔ کہ یاسمین ستار بیگم عبد الستار وائس کونسل پاکستان کی بیوی ان کی ہم کالج تھیں، اس مجلس میں سردار عبد الرشید جو ماسٹر فقیر اللہ صاحب کے عزیز ہیں بھی موجود تھے سردار عبد الرشید لاہور کے رہنے والے ہیں اور امریکن نیوی سکول میں ایک سال کی مزید ٹریننگ کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ آپ تبلیغی کاموں میں کافی دلچسپی رکھتے ہیں اور ہمارے امریکن مشن کے معاون ہیں۔

اس دعوت میں شمولیت کے لئے دُلہا کے چھوٹے بھائی رحمت اللہ ۱۵۰ میل کا سفر طے کر کے ماڈیسٹو سے پہنچے تھے، اگلے روز جلال الدین محمد اکبر، ذکیہ اکبر اور رحمت اللہ مین لوئی آبسپو ...... *

سرگذشت عالم

—— نئی دہلی - ۳ رفروری - بھارتی وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے کہا ہے کہ بھارت کسی حالت میں بھی اپنی سرزمین پر غیر ملکی فوجوں کو تعینات کرنے کی اجازت نہیں دے گا۔ آپ نے کہا "ہم نے کشمیر کے متعلق کسی بین الاقوامی معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کی ہے اور نہ آئندہ کریں گے" پنڈت نہرو نے الزام عائد کیا کہ پاکستان نے کشمیر میں رائے شماری کی شرائط پوری نہیں کی ہیں۔

—— لاہور - ۳ رفروری - صوبائی حکومت نے لائل پور ڈسٹرکٹ بورڈ کے انتخابات ایک ہفتہ کے لئے ملتوی کر دیئے ہیں۔ سابقہ پروگرام کے مطابق یہ انتخابات کل (بروز پیر) سے شروع ہونے والے تھے۔

—— نیویارک ۳ رفروری - اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے آج دو قرار دادیں منظور کیں، پہلی قرار داد میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ مصر اور اسرائیل کے درمیان ۱۹۴۹ء کے خط متارکہ جنگ پر اقوام متحدہ کی فوج تعینات کی جائے تاکہ دونوں ملکوں میں آئندہ لڑائی کی روک تھام کی جاسکے۔ دوسری قرار داد میں اسرائیل سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنی تمام فوجیں... مصری سرزمین سے واپس بلا لے۔

—— نئی دہلی - ۳ رفروری - بھارتی وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نے دہلی میں پاکستانی ہائی کمشن کے سامنے حالیہ مظاہروں پر اظہار افسوس کیا ہے۔ آج شام ایک جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ ان مظاہروں سے کشمیر کے متعلق بھارت کے مقدمے میں کوئی مدد نہیں ملے گی بلکہ کشمیر کا پیچیدہ مسئلہ ایسے مظاہروں سے اور بھی پیچیدہ ہو جائے گا۔

—— قاہرہ - ۳ فروری - با اختیار ذرائع نے کل بیان بتایا ہے، کہ اب نہر سویز میں صرف ایک ایسی رکاوٹ باقی ہے جسے دور کرنے کے بعد نہر میں دس ہزار ٹن وزنی جہازوں کی آمد و رفت ممکن ہو جائے گی - یہ رکاوٹ ریڈ گرو بیٹ نامی جہاز ہے جو اسماعیلیہ کے قریب ڈوبا ہوا ہے، توقع ہے کہ اقوام متحدہ کا عملہ اس جہاز کو چند دنوں تک نہر سے باہر نکال لیگا۔

—— مظفرآباد - ۳ رفروری - مقبوضہ کشمیر کی پولیٹیکل کانفرنس نے حفاظتی کونسل کے نام ایک یادداشت میں کہا ہے کہ سابق وزیر اعظم شیخ عبداللہ کی برطرفی کے بعد سے اب تک دس ہزار افراد کو رائے شماری کے مطالبہ پر جیلوں میں ٹھونسا جا چکا ہے اور سینکڑوں بے گناہوں کو گولی کا نشانہ بنا دیا گیا ہے۔

—— لندن ۳ رفروری - اخبار ڈیلی ٹیلیگراف نے لکھا ہے کہ امریکی حکومت برطانیہ کے کھلے دشمن شاہ سعود کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی جو کوشش کر رہی ہے اس پر برطانوی عوام کو بڑی تشویش ہے - اخبار نے لکھا ہے۔ واشنگٹن کے معزز مہمان شاہ سعود نے اپنی "سازشوں" سے خلیج فارس میں برطانوی مفادات کو بہت نقصان پہنچایا ہے، اور اب وہ امریکہ سے لڑاکا طیارے ٹینک اور دوسرا اسلحہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں دوسری طرف امریکی حکومت نہر سویز اور مصر کے متعلق اقوام متحدہ میں بھی کوئی حقیقت پسندانہ پالیسی اختیار کرنے پر آمادہ نہیں معلوم ہوتی

—— نئی دہلی - بھارتی وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے کہا ہے کہ روس اور چین میں آزادی تحریر و تقریر بالکل مفقود ہے اور وہاں انتخابات میں اگر کوئی چاہے تو اپنی پسند کے نمایندے منتخب کرنے کا موقع نہیں دیا جاتا۔ یہ ملک جمہوری ہونے کا دعوے ضرور کرتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ جمہوری نہیں ہیں۔ پنڈت نہرو نے بھارت کی کمیونسٹ پارٹی پر الزام عائد کیا کہ وہ ملک کا نظام درہم برہم کرنا چاہتی ہے۔

—— لندن - ۳ رفروری - مارلینفیس سے موصول ہونے والی اطلاعات کے مطابق ابھی تک پاکستانی جہاز راں کمپنی کے لاپتہ جہاز "منوچہر کاوس جی" کا کوئی پتہ نہیں چلا ہے۔ سات ہزار ٹن وزنی یہ جہاز ایسٹ اینڈ ویسٹ سٹیم شپ کمپنی کی ملکیت تھا اور راس امید کے راستے شمالی یورپ جا رہا تھا۔ اس پر عملہ کے اکاون افراد سوار تھے۔ جہاز نے ۲۴ جنوری کو خطرے کا سگنل دیا تھا اور اس کے بعد سے اب تک اس کا کوئی پتہ نہیں چل سکا۔ جہاز پروگرام کے مطابق ۵ رفروری کو کیپ ٹاؤن پہنچنے والا تھا۔ اس وقت پاکستانی اور برطانوی بحریہ کے جہازوں کے علاوہ کئی ہوائی جہاز اسے تلاش کر رہے ہیں۔

—— لاہور - ۳ رفروری - پاکستان آرمی کے کمانڈر انچیف جنرل محمد ایوب خان مشرقی پاکستان کا وسیع دورہ کرنے کے بعد کل شام ڈھاکہ سے بذریعہ طیارہ لاہور پہنچ گئے، ہوائی اڈہ پر آپ کا استقبال کرنے والوں میں جنرل آفیسر کمانڈنگ لاہور ایریا لیفٹیننٹ جنرل اعظم خان، فضائیہ اور دوسرے فوجی افسر شامل تھے پاکستان آرمی کے ڈائرکٹر جنرل میڈیکل سروسز لیفٹیننٹ جنرل فاروقی بھی کمانڈر انچیف کے ہمراہ آئے ہیں، جنرل محمد ایوب خان نے مشرقی پاکستان میں بہت مصروف وقت گذارا۔ آپ نے وہاں متعدد فوجی اسٹیشن دیکھے اور ایٹمی جنگ کی مشقیں دیکھیں۔

—— لندن ۳ فروری - ترکوں اور یونانیوں کے درمیان تصادم روکنے کے لئے برطانوی حکام نے آج تمام قبرص میں کرفیو لگا دیا ہے اور بارہ برس سے ۲۷ برس تک کی عمر کے تمام ترکوں اور یونانیوں کو گھروں سے باہر نکلنے کی ممانعت کر دی ہے۔ یہ کرفیو غیر معینہ مدت کے لئے لگایا گیا ہے۔

—— کراچی ۳ رفروری - باخبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ کل نئی دہلی میں پاکستانی ہائی کمیشن کے ..... دفاتر پر جو حملے کئے گئے ہیں ان کے سلسلے میں پاکستان جلد ہی بھارت سے احتجاج کرے گا۔ جو کہ مظاہرین نے پاکستان کے قومی پرچم کے علاوہ پاکستانی رہنماؤں کے مجسمے بھی جلائے تھے۔ توقع ہے کہ پاکستان کی وزارت خارجہ ان کارروائیوں پر سخت احتجاج کرے گی۔ یاد رہے کل کے مظاہروں میں پاکستانی ہائی کمشنر کے مکان اور دفاتر پر زبردست سنگباری کی گئی تھی اور جب مظاہرین کو لاریوں میں لاکر پاکستانی ہائی کمیشن کے قریب اتارا گیا تو نئی دہلی کی پولیس نے ان لوگوں سے کوئی تعرض نہ کیا۔ خیال ہے کہ پاکستان بھارتی حکام کو یاد دلائے گا کہ اگر ہلڑ بازی اور غارت گری کے ان مظاہروں کا سدباب نہ کیا گیا تو پاکستان میں بھی ایسے واقعات ۱۴

ص ۱۴ کا تو عمل ہو سکتا ہے۔ حالانکہ پاکستانی حکام ایسی کارروائیوں کی حوصلہ افزائی نہیں کرنا چاہتے معلوم ہوا ہے کہ پاکستان دو تین روز تک بھارت کو اپنی احتجاجی یادداشت روانہ کر دے گا۔

—— کراچی - ۳ رفروری - دنیا کے کچھ اور اخبارات نے کشمیر پر بھارت کے غاصبانہ قبضے کی مذمت کی ہے، اور اقوام متحدہ سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ پنڈت نہرو کو اپنے فیصلوں کا احترام کرنے پر مجبور کرے

احمدی زمیندار متوجہ ہوں

۱- احمدیہ فارمز واقع قاضی احمد جادو جو ضلع نواب شاہ کے لئے چند مخلص احمدی مزارعین کی ضرورت ہے۔ انجمن کی تقریبا ساٹھ مربع اراضی ان مقامات پر ہے، پچھلے چند ماہ میں زیادہ از ایک لاکھ روپیہ کے خرچ سے وہاں ٹریکٹر زمین کی درستی کے لئے اور وہ ٹیوب ویل آبپاشی کے لئے مہیا کئے گئے ہیں، ٹیوب ویل کے علاوہ نہری پانی بھی موجود ہے۔ احمدی کاشتکاران ان سہولتوں سے فائدہ اٹھائیں اور انجمن کی آمدنی میں اضافہ کا موجب بن کر ثواب حاصل کریں۔

۲- ان اراضیات میں جنگل کی صفائی کا کام بڑی سرعت سے جاری ہے بلڈوزر اس غرض کے لئے استعمال کئے جا رہے ہیں جنگل کی کٹائی کے بعد ڈھیان نکالنے کا کام بہت محنت طلب ہے۔ اس کام کے لئے ٹھیکیدار بھی مطلوب ہیں، جو نرخ فی ایکڑ طے کرنے کے بعد اس کام کا ٹھیکہ لے سکتے ہیں، اگر کچھ لوگ یومیہ اجرت پر اس کام کو کرنا چاہیں تو وہ دو روپیہ یومیہ دیئے جائیں گے۔

ضرورت مند پتہ ذیل پر خط و کتابت کر سکتے ہیں۔

سلطان علی

کاٹن ڈیولپمنٹ آفیسر کالونی، ٹیکسٹائل ملز اسمٰعیل آباد ضلع ملتان

پیغام صلح ۹ فروری ۱۹۵۷ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸۰ شمارہ نمبر ۵

صرف ٹائمیل ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر پیغام احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

ایڈیٹر- دوست محمد

اشتراکی بہتان

(معاصر "ڈان" کے ایک انگریزی اقتباس کا ترجمہ بشکریہ ناصر احمد صاحب)

واشنگٹن ایجنسی کی وساطت سے خبر ملی ہے کہ روسی حکومت کے زیر نگرانی ایک اشتراکی عالم ایل کلیمو ویک کی کتاب موسومہ **"اسلام اس کے ماخذ اور معاشرتی حقیقت"** شائع ہوئی ہے، جس کا متن ذیل میں درج کیا جاتا ہے:-

"اسلام کے خلاف بنیادی اشتراکی عناد ..... ثبوت تازہ ترین کتاب موسومہ "اسلام اس کے ماخذ اور معاشرتی حقیقت" کی اشاعت سے ملتا ہے جو کہ روسی حکومت کے زیر نگرانی چھاپی گئی ہے، اس میں اشتراکی انسائیکلوپیڈیا کے اس بہتان کو دوہرایا گیا ہے کہ قرآن خلفاء کے زمانے میں تصنیف کیا گیا تھا اور اس میں فرسودہ قصے کہانیوں کو ایک نئے قالب میں ڈھال کر پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے مصنف مسٹر ایل کلیمو ویک ہیں جو روس کے ایک ممتاز مصنف ہونے کے علاوہ اسلام کے بارہ میں مستند عالم سمجھے جاتے ہیں، یہ کتاب **سیاسی اور سائنسی علوم کی اشاعت کی اشتراکی سوسائٹی** کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ مصنف موصوف لکھتا ہے کہ قرآن اور حدیث وسنت سے معاشرے کے ایک طبقہ پر ظلم اور مفتوح لوگوں پر تعدی کرنا مقصود ہے۔ مسلمانوں کے اعتقاد کے مطابق قرآن تالیف نہیں کیا گیا لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ اس کو خلفاء کے احکامات کے تحت تصنیف کیا گیا، اور اس کی تصنیف میں ایک لمبا عرصہ صرف ہوا۔ یہ عقیدہ کہ قرآن خدا کی طرف سے اتارا گیا اور پھر اس لئے اس کا احترام وتقدس، علم سائنس کی ترقی میں مانع ہے۔ لب لباب یہ کہ قرآن بائبل اور دوسری کتب مقدسہ کے قصۂ پارینہ کو ایک نئے قالب میں ڈھال کر ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ مصنف اپنی کتاب کو اس نتیجہ پر ختم کرتا ہے کہ ہر مذہبی خیال کی دفاع خواہ وہ کتنا پیچیدہ ہی کیوں نہ ہو، ہمیشہ ایک دیرپا چیز کی حمایت کرنے کی کوشش ہوتی ہے۔"

اسلام اور اس کی مقدس کتاب قرآن پر اشتراکی بہتان کا اگر تجزیہ کیا جائے تو بآسانی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ بنیادی طور پر ذیل کے چار اعتراضوں کو بنا رکھ کر اس کتاب کو لکھا گیا ہے۔

(۱) مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق قرآن تصنیف نہیں کیا گیا لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ اس کو خلفاء کے احکام کے تحت تصنیف کیا گیا۔

(۲) کتاب مذکور کی تقدیس علم سائنس کی ترقی میں مانع ہے اور ارتقاء کے رستہ میں روک ہے۔

(۳) قرآن اصل میں بائبل اور دوسری کتب مقدسہ کے فرسودہ قصہ کہانیوں کو ایک نئے قالب میں ڈھال کر پیش کرتا ہے۔

(۴) قرآن اور حدیث وسنت سے معاشرے کے ایک طبقہ پر ظلم کرنا اور مفتوح اقوام پر تعدی کرنا مقصود ہے۔

اسلام کے خلاف ان اعتراضات کو بارہا رد کیا گیا ہے اور جید علماء نے اس سلسلہ میں مستند لٹریچر کے انبار لگا دیئے ہیں لیکن پھر بھی روسی عاقل اس پر مجبور ہو گیا کہ پرانے طلباء اور اساتذہ کی یاد دہانی کے لئے ان کو پھر دوہرا دے۔ اب ایک غیر جانبدار محقق کے دل میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ کیا یہ بات اس نتیجہ پر منتج نہیں ہوتی کہ ایل کلیمو ویک جو روس میں اسلام کے متعلق سند مانے جاتے ہیں وہ صحیح اسلامی تاریخ اور عقائد سے کلیۃً بے بہرہ اور ناواقف ہیں یا یہ ایک اشتراکی چال ہے جو سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لئے چالاکی سے بروئے کار لائی جا رہی ہے۔ کیونکہ ہمارے پاس کتاب کا کوئی نسخہ نہیں ہے، اس لئے اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس پر کما حقہٗ تنقید نہیں کی جا سکتی۔

نوٹ:- ان اعتراضات کو آئندہ شمارے میں زیر بحث لایا جائے گا۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے،

—— مجاہد برما ڈاکٹر این اکبر خانصاحب اس پیرانہ سالی میں خدمت دین کا کام جس جوش وخروش سے کر رہے ہیں وہ ہر لحاظ سے قابل رشک ہے۔ اپنے تازہ خط میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ ووکنگ کی مسجد اور مشن کے لئے چندہ کا کام شروع کئے پورے دو مہینے بھی نہیں ہوئے آج تک ماہوار چندہ دینے والوں کی رقم دو سو پچاسی روپے ہے (اور انشاء اللہ میری زندگی تک یہ ماہوار چندہ جاری رہیگا) اور عطیات اس کے علاوہ ہیں۔ ماہوار چندہ دہندگان نے چونکہ یکمشت ایک ایک سال اور چھ چھ مہینوں کا چندہ دے دیا اس لئے کل رقم ۲۸۵ روپے پاکستانی جمع ہیں اور مولانا یعقوب خانصاحب کو اس کی بابت لکھ بھی دیا ہے یہ رقم میرے سالانہ لاہور بھیجنے کی رقم کے علاوہ ہے لاہور بھیجنے کی رقم ایک ہزار روپیہ اوپر ہے۔

پیغام صلح:- ڈاکٹر صاحب کی مساعی جمیلہ ہر طرح قابل قدر اور لائق استحسان ہیں، ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر اور عمر طویل عطا فرمائے اور انکے بعد بھی اس کام کو جاری رکھنے کا سامان فرمائے۔

اخبار احمدیہ

—— چندر کے منگولے ضلع سیالکوٹ سے چوہدری اللہ دتہ صاحب مواحد اطلاع دیتے ہیں کہ:-

"ہماری جماعت کے نہایت ہی مخلص دوست چوہدری امام دین مرحوم سکنہ کوٹلی سیہال تحصیل نارووال بروز سوموار بتاریخ ۲۱ جنوری ۱۹۵۷ء اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم میرے ماموں جان تھے اور بڑے ہی متقی اور پرہیزگار تھے، آپ نے اپنے پیچھے ایک لڑکا چوہدری عبدالرحمٰن جو کہ بال بچہ دار ہے اور چھ لڑکیاں جو کہ وہ بھی شادی شدہ ہیں چھوڑے ہیں۔ خدا کے فضل سے سب اہل خانہ مخلص احمدی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔ کہ مرحوم نے یکصد روپیہ برلن مسجد کے لئے دیا تھا۔ اور لگا رہے گا ہے انجمن کو کچھ نہ کچھ بھیجتے ہی رہتے تھے۔ یعنی چندہ کی باقاعدگی کے علاوہ بھی۔

پیغام صلح:- چوہدری امام دین صاحب کی وفات بہت ہی قابل افسوس سانحہ ہے انا للہ وانا الیہ راجعون ہمیں مرحوم کی اولاد واقارب اور تمام لواحقین سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے اور ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

—— محترم قاضی نذیر احمد صاحب بعارضہ بلڈ پریشر ایک عرصہ سے بیمار ہیں ایک دو روز تو بہت زیادہ تکلیف ہو گئی تھی اب قدرے آرام ہے احباب سے دعائے صحت کاملہ کی درخواست ہے، محترم چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ بھی پندرہ روز سے بلڈ پریشر کی تکلیف میں مبتلا ہیں، چند روز بخار بھی رہا ہے انکی بحالی صحت کے لئے بھی دعا کی درخواست ہے۔

—— **ملتان** سے شیخ محمد یوسف صاحب گرنتی اطلاع دیتے ہیں کہ (۱) ایک عزیز دوست نے حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب کے انگریزی ترجمہ قرآن کی اشاعت کے لئے پانچ سو روپیہ اور بیان القرآن کی اشاعت کے لئے دو سو پچاس روپے مرحمت فرمائے ہیں جزاہ اللہ فی الدارین خیرا یہ سات سو پچاس روپیہ داخل خزانہ انجمن ہو چکے ہیں (۲) مستری محمد حسین صاحب آف موگا کے برادر مستری جان محمد صاحب نے اپنی لڑکی کی شادی پر مبلغ پانچ روپیہ برائے اشاعت اسلام مرحمت فرمائے ہیں، فجزاہ اللہ۔ گرنتی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ بوجہ علالت جب وہ ایک جمعہ میں نہ جا سکے تو تمام جماعت جن میں شیخ میاں فاروق احمد صاحب، میاں محمد سعید صاحب، شیخ رحمت اللہ صاحب سلیم اور مستری محمد حسین صاحب جیسی باوقار ہستیاں شامل تھیں نماز کے بعد عیادت کے لئے غریب خانہ پر تشریف لائے فجزاہم اللہ۔

—— نشتر میڈیکل کالج ملتان سے ایم عنایت اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ میں جلسہ سالانہ سے واپس آتے ہی بیمار ہو گیا تھا۔ نشتر ہسپتال میں داخل ہوں میرے لئے دعا فرمائی جائے۔

—— جھنگ سے محمد حسین صاحب لکھتے ہیں:- میں چند ماہ سے دنیاوی تکالیف میں مبتلا ہوں اور ڈکا میف ہے میرے دل پر شدید اثر رہتا ہے اور طبیعت میں کمزوری پاتا ہوں، احباب سلسلہ احمدیہ خاص کر

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

۹ر دسمبر بروز اتوار۔ الیقظہ ۶ر دسمبر کی اشاعت میں بھی اسلامک ریویو سے نہر سویز سے متعلق ایک مضمون کا ترجمہ شائع ہوا جس کی کاپیاں خرید کر۔ ووکنگ لندن، ربوہ لاہور اور لبصرہ بھجوایا۔ ڈاکٹر عبدالرحمن النزادی یعقوبیہ کو اسلامک ریویو بابت اگست و ستمبر ڈاک سے بھیجا۔ سید ارشاد حسین رضوی کی دکان کے لئے "ہمارے عقائد" بھجوایا۔

۱۰ر دسمبر بروز پیر:۔ محترمی سیکرٹری صاحب لاہور کے نام تین ورق تبلیغی ڈائری مشتمل دو ورقی "پیغام بغداد" اور فیض آباد سے مولوی حبیب احمد صاحب فاروقی کے خط مرقومہ ۱۵ر نومبر کا جواب ہوائی ڈاک سے دیا، جناب برکات احمد صاحب ملحق الصحافی سفارت ہندیہ انقرہ کو پیغام صلح ۲۴-۲۵-۲۶ ڈاک سے بھیجا۔ حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے۔ انہوں نے پیغام صلح ۲۵ سے سلطان محمود صاحب نظامی کا پُر از عبرت مضمون "ضالین و مغضوب علیہم کا اہل توحید پر حملہ" پڑھ کر سنایا۔ کاش مسلمان ایک ہوتے تو ان کی یہ ذلیل ترین حالت نہ ہوتی افسوس تو یہ ہے کہ آج اس عبرتناک حادثہ سے بھی سبق نہیں لیا جا رہا، عرب و اسلامی ممالک ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما ہیں۔ پچھلے جمعہ جامع ازہر میں وزیر اوقاف باقوری نے خطبہ جمعہ میں مسلمانوں کی ایک جماعت کو خارج از اسلام تک قرار دے دیا اور لطف یہ کہ خطبہ براڈکاسٹ ہو کر ساری دنیا میں پھیلا۔ اس کا جواب نہایت ہی متانت سے اذاعہ بغداد نے کل شام دیا یہ دنیا میں "پھٹنے کی باتیں" ہیں اللہ رحم فرمائے۔ صوفی صاحب کو پیغام صلح ۲۵ کوہستان اور صدق جدید کے پرچے دیئے، ان سے مدینہ اور امروز کے پرچے ملے، جناب ڈاکٹر محمد نصیر الدین صاحب کو فرزند ابراہیم کے اتحاد اشاعت ۳۲ اور دکن ٹائمز اور مدینہ بھجوایا۔ شام کو جناب محمد شیر گل صاحب گھر تشریف لائے پندرہ بیس منٹ بیٹھے اُن سے جمعیۃ الپاکستانیہ کے کچھ حالات معلوم ہوئے انہیں براہین احمدیہ کا انگریزی ترجمہ برائے مطالعہ دیا اُن سے یہ بھی کہا کہ پڑھ کر اسے اپنے حلقہ میں دوستوں کو پڑھنے کے لئے دیں۔

۱۱ر دسمبر بروز منگل۔ مفوضیہ انڈونیشیا بغداد ہر ماہ ایک نشرہ بنام انڈونیشیا شائع کرتا ہے۔ مجھے بھی ایک نسخہ آجاتا ہے۔ پرسوں ستمبر و اکتوبر کا اکٹھا ایک نسخہ ملا، اس میں ایک مضمون الازہار فی الاسلام فی انڈونیشیا سنہ ۱۹۵۰ء اس قابل ہے کہ الاکین انجمن کی نظروں سے گذرے لہذا بذریعہ ڈاک لاہور بھجوایا۔ اس سے یہ معلوم ہوگا کہ کس قدر سرعت کے ساتھ مسلمانانِ انڈونیشیا دینی کاموں میں ترقی کر رہے ہیں، ان میں اکثر وہ نوجوان ہیں جو یا تو آغوشِ احمدیت میں آگئے ہیں یا پوری ہمدردی رکھتے ہیں اور دین کا بے پناہ جذبہ اپنے سینوں میں رکھتے ہوئے قدم بڑھاتے چلے جا رہے ہیں۔

۱۲ر دسمبر بروز بدھ۔ مسٹر ایس آلاسا واڈار نائیجیریا کو "اسلام کنٹریبیوشن ٹو سائنس اینڈ سویلیزیشن" ڈاک سے بھجوایا پچھلے جمعہ معلوم ہوا کہ محمد بشیر الحسن خاں صاحب خبیر الغابات والتشجیر موصل سے منتقل ہو کر حلہ آگئے، انہیں آج ڈاک سے پیغام صلح ۳۱ بھجوایا۔ مدینہ بجنور ۱۳ر نومبر کا پرچہ پیش نظر ہے۔ مولانا حسین احمد صاحب مدنی کا خطبہ صدارت کی تیسری قسط کے عنوان مندرجہ ذیل پر غور کر رہا ہوں فرماتے ہیں "اسلام کا مستقبل روشن ہے اسلام کوئی مجسمہ نہیں جس

کی حفاظت کے لئے لاؤ لشکر کی ضرورت

ہو آپ اپنے اندر اسلام سمو لیجئے آپ بھی محفوظ ہو جائیں گے اور اسلام بھی"۔ ان الفاظ پر بار بار غور کرتا ہوں اور پھر ساٹھ سال پیچھے جا کر حضرت امام وقت کی فتح اسلام کے فقرات پر نظر دوڑاتا ہوں کیا الفاظ کے ہیر پھیر کے ساتھ وہی آواز نہیں کیا یہ اسی آواز کی صدائے بازگشت نہیں "اسلام کی حفاظت کے لئے آج تلوار کی ضرورت نہیں" کی یہ وضاحت نہیں؟ کاش مولانا حسین احمد صاحب مدنی اور ان کے ہم خیال علماء مسیح وقت کی آواز بر وقت پر لبیک کہتے تو آج ہندوستان کا نقشہ اور ہی ہوتا، اب بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے مسیح وقت کے دامن سے وابستہ ہو کر اس آواز کو بلند کرو بغیر وابستگی یہ آواز پہلے کی طرح صدا بصحرا ثابت ہو کر بجائے فائدہ کے نقصان پہنچاویگی۔

مولانا مدنی صاحب نے اپنے اسی خطبۂ صدارت فرمودہ سورت میں "پیشوایان مذہب کا احترام" پر بھی روشنی ڈالی معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کوئی اور بولتا ہے میری زبان نہ سمجھو" پر وقت کی نزاکت کو دیکھ کر عمل پیرا ہیں، مامور وقت مسیح زمان نے اس مسئلہ کو بھی اپنی زندگی کے آخری ایام میں مسلمانوں کے سامنے پیش فرمایا تھا اور رسالہ پیغام صلح میں اس کی وضاحت فرمائی تھی جو حضور کے وصال کے بعد طبع ہوا اس وقت علمائے قوم اور زعمائے وطن نے اس اہم ترین مسئلہ پر توجہ دینا تو ایک طرف رہا "مرزا" کا مذاق اڑایا تھا آج چالیس پچاس سال کے بعد وہی آواز اُن علمائے قوم کی زبان سے سنی جا رہی ہے۔ خدا کرے آج بھی یہ اہم ترین مسئلہ طے ہو کر اتحاد بین الاقوامی کا باعث ہو۔ اسی مدینہ کی ۱۳ر نومبر کی اشاعت میں جمعیۃ العلمائے ہند کے اجلاس عام کی اہم تجاویز شائع ہوئی ہیں ان میں "تعلیمات اسلام مختلف زبانوں میں" کی تجویز پسندیدہ ہے، بشرطیکہ اس پر عملی قدم اُٹھایا جائے۔ یہی ایک کام کی چیز ہے، اسلام کے متعلق غیر مسلموں کے دل سے نفرت کو دور کرنے کے ذرائع میں سے ایک اہم ذریعہ ہے اس کے لئے تزکیہ نفس کی ضرورت کے ساتھ سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ امام وقت کی غلامی کا حلقہ گردن میں ڈالا جائے، بغیر اس کے یہ کام ہو نہیں سکتا" ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد" اس پر گواہ ہے، نیز ہماری زندگی میں کئی ایک عظیم الشان تحریکات اس مقدس کام کو لے کر اٹھیں لیکن آندھی کی طرح آئیں اور بگولہ کی طرح مٹ گئیں۔ جمعیۃ العلمائے ہند کو اس فقیر بینوا بغداد کا مشورہ یہ ہے کہ وہ اس بابرکت کام کو ہاتھ میں لینے سے قبل مجدد وقت کے دامن مبارک سے وابستہ ہو جائیں، ورنہ ان اہم تجاویز کا نقشہ مؤرخ یوں قرطاس پر کھینچے گا۔

> پئے مشورت مجلس آراستند
> نشستند و گفتند و برخاستند

جناب مولوی ابوبکر شبلی صاحب سویر سے گھر تشریف لائے آدھ گھنٹہ بیٹھے۔ فرزند اکبر کے ہاتھ ڈاکٹر محمد نصیر الدین صاحب کو مدینہ کے دو پرچے ۱۴ر و ۲۱ر نومبر بھجوائے۔

۱۳ر دسمبر بروز جمعرات:۔ حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے۔ پیغام صلح ۴۵ سے خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ پڑھ کر سنایا سبق آموز خطبہ ہے صوفی صاحب کو اشاعت اسلام سنہ ۱۹۳۵ء (کے بارہ عدد پر مشتمل مجلد) پڑھنے کے لئے دیا۔ سید ارشاد حسین صاحب رضوی کی دکان کے لئے شان مسیح ناصری بھجوایا، سچوانی صاحب لبصرہ سے نقل خط بنام اور محترم محمد یعقوب خان صاحب ووکنگ (ان کے خط کے جواب میں) ملی۔ بحری ڈاک سے لائٹ ۳۲ کے پرچے ملے۔

۱۴ر دسمبر بروز جمعہ:۔ جناب ڈاکٹر الحاج سید درویش محی الدین صاحب حیدرآبادی کو جو مستشفی الحکومت العراقیہ حلہ میں کام کر رہے ہیں رسالہ ملفوظات ڈاک سے بھجوایا۔ مسائیہ الیقظہ میں یہ دل خوش کن خبر شائع ہوئی ہے کہ دار الطباعۃ العربیۃ الارجنۃ نے اسپانی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ شائع کیا اور اس ترجمہ کے چند نسخے وزارت معارف عراق نے خرید کر مختلف ممالک کے سفارت خانوں میں بھجوائے نیز وزیر معارف نے شکریہ کا خط دار الطباعۃ کو لکھا، یہ کام جتنا بھی زیادہ ہو ہماری جماعت کے لئے دل کو خوش کرنے والا ہے۔ تراشہ برائے معلومات لاہور ارسال ہے۔ استاذ علی محمد سرطاوی صاحب کو الحاج لارڈ ہیڈلے الفاروق مرحوم کی تصنیف قیمہ

Affinity between the original Church of Jesus Christ & Islam

(باقی صفحہ ۹ پر)

قوموں اور ملکوں کے تعصبات اور حضرت نبی کریم کی طرف سے اتحادِ عالم کی تعلیم

حضرت مسیح موعود کی یادگار اور علما کا ادارہ قائم کرنیکی ضرورت

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۸ فروری ۱۹۵۷ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

قل اتحاجوننا فی اللہ وھو ربنا و ربکم و لنا اعمالنا و لکم اعمالکم و نحن لہ مخلصون
(البقرہ آیت ۱۳۹)

قوموں اور ملکوں کے تعصبات

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لئے رحمت ہو کر آئے وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین آپ تمام دنیا کے لوگوں میں اتحاد قائم کرنے کے لئے مامور تھے۔ ما ارسلناک الا کافۃ للناس اور جو پیغمبر دنیا کی ساری قوموں کے لئے آئے، اور اس کا مقصد یہ ہو کہ میرے ذریعہ قومیں ایک ہو جائیں گی۔ اس کے سامنے بہت بڑی مشکلات ہیں، طرح طرح کے تعصبات اس کے سامنے ہیں، کہیں رنگ کا تعصب ہے، کہیں مشرق و مغرب کا تعصب ہے، کہیں بولی کا تعصب ہے اور ان میں سب سے بڑی خطرناک اور مشکل بات مذہبی تعصب کی ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مختلف قوموں کے مختلف مذاہب ہیں جو سب ایک دوسرے کو غلط رستہ پر بتاتے ہیں، مشکل یہ ہے کہ خدا ایک ہو، اس کی طرف سے مختلف مذاہب اور ہادی آئیں اور وہ سب ایک دوسرے کے خلاف ہوں تو ہر ایک شخص یہی کہے گا کہ یا تو ہادی خدا کی طرف سے نہیں، یا خدا ہی موجود نہیں، اگر سرچشمہ ایک ہے تو ضروری ہے کہ تمام ہادیان مذاہب کی تعلیم بھی ایک ہی ہو۔

نبی کریم صلعم کی تعلیم

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذہبی تعصب کو مٹانے کے لئے قرآن اور حدیث میں بڑی بحث کی ہے۔ چنانچہ فرمایا وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الٰہ الا انا فاعبدون۔ ہم نے تجھ سے پہلے ایک بھی پیغمبر ایسا نہیں بھیجا جس کو یہ تلقین نہ کی ہو کہ لا الٰہ الا انا میرے سوائے اور کوئی معبود نہیں۔ فاعبدون پس میری ہی عبادت کرو۔

پنڈتوں اور مولویوں کی مداخلت فی الدین

پس رسولوں کی تلقین تو یہی تھی کہ ایک ہی خدا کی عبادت کی جائے، لیکن مولویوں، پنڈتوں اور پروہتوں، پادریوں اور احبار نے اپنے اپنے دین کو بدل کر کچھ کا کچھ بنا دیا، ہر مذہب کے علماء پنڈت، پادری اور پروہت اور حبر اپنی اپنی خواہشات کے مطابق مسائل دین بناتے اور دین کا بڑا حصہ بدل کر رکھ دیتے ہیں۔

رومن کیتھولک کلیسا کا نیا عقیدہ

ابھی ڈیڑھ سال کا عرصہ ہوا ہمارے سامنے ایک واقعہ ہوا موجودہ پوپ ...... Pope Pius XII جو بہت بڑا قابل آدمی ہے، کئی زبانیں جانتا ہے بہت بڑے گھرانے سے ہے، رومن کیتھولک دنیا میں اس کا بہت بڑا احترام ہے اس لئے کہ اس نے ایک بڑے اونچے گھر میں پیدا ہو کر اور بہت بڑا عالم ہو کر دنیا کو چھوڑ دیا اور راہب بن گیا، پوپ کو کیتھولک دنیا نائب خدا مانتی ہے اور اس کا کہنا خدا کا کہنا سمجھتی ہے۔ اس نے تمام بڑے بڑے پادریوں، اور رومن کیتھولک بشپ صاحبان کو اور عوام کو روم میں بلایا اور اتنے بڑے مجمع میں جن کو یقین ہے کہ یہ نائب خدا ہے اور جو لفظ اس کے منہ سے نکلتا ہے وہ خدا کا کلام ہے، اس نے کہا آج میں اعلان کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ کی طرح حضرت مریم بھی آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ پوپ کا یہ کہنا تھا کہ آج رومن کیتھولک دنیا میں ایک بھی شخص نہیں جس کا یہ اعتقاد نہ ہو کہ مریم آسمان پر زندہ موجود ہے۔

مسیح اوّل اور مسیح ثانی کے مذہب کو بدلنے کی کوشش

اور آپ کے سلسلہ میں بھی یہی کیفیت ہوئی ہے ایک شخص قسمیں کھا کر کہتا ہے کہ میرا دعوےٰ نبوت کا نہیں، میں مدعی نبوت کو لعنتی سمجھتا ہوں، وہ دلائل دیتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور کہتا ہے کہ آیت خاتم النبیین کے بعد یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص مسلمان ہو کر نبوت کا دعویٰ کرے، وہ کہتا ہے اگر خدا تعالےٰ صادق الوعد ہے، اور آیت خاتم النبیین میں جو وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرائیل بعد وفات رسول اللہ صلعم ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلعم کے بعد ہرگز نہیں آسکتا، پھر اپنے خلاف کتنا سخت لفظ بولا ہے فرماتے ہیں کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعوےٰ کرتا ہے، قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے، وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلعم کے بعد رسول اور نبی ہوں" کیا ان سب کھلی تصریحات کے ہوتے ہوئے اربابا من دون اللہ کا رنگ ہمارے اس سلسلہ میں پیدا نہیں ہوا، جس طرح حضرت مسیح کو رسالت کے مقام سے اٹھا کر الوہیت کے مقام پر بٹھا دیا گیا، اسی طرح سے آج حضرت مرزا صاحب کو مجددیت کے مقام سے اٹھا کر نبوت کے مقام پر بٹھا دیا گیا۔

حضرت نبی کریم صلعم کی مشکلات

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس قسم کی مشکلات تھیں جن کو دور کرنے کے لئے فرمایا الانبیاء اخوۃ من علات امھاتھم شتی و دینھم واحد انبیا علاتی بھائی ہیں ان کا دین ایک ہے اگرچہ ان کی مائیں مختلف ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یا یھا الرسل ان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ و انا ربکم فاتقون۔ اے رسولو تم ایک ہی امت ہو اور میں تمہارا رب ہوں پس مجھ سے ڈرو فتقطعوا امرھم بینھم زبرا لیکن لوگوں نے اپنے دین کو آپس میں قطع کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر لیا کل حزب بما لدیھم فرحون سب گروہ اس پر جو ان کے پاس ہے خوش ہیں، ہر گروہ کہتا ہے دین ہمارا ہی ہے، باقی سب دوزخی ہیں یہودی کہتے ہیں نجات صرف اسرائیل کے لئے ہے یہوا صرف بنی اسرائیل کا خدا ہے، دوسری قوموں کا خدا نہیں، اس ملک میں ہندوؤں نے ہمارے دیکھا دیکھی شدھی کی رسم ایجاد کی ورنہ ان کے ہاں بھی دوسری قوموں کو راندۂ درگاہ الٰہی سمجھا جاتا ہے اور کسی غیر کو اپنے اندر داخل نہیں کر سکتے۔ ان کا ملک برہما ورتی ہے، برہما ورتی کے رہنے والے ہی خدا کے برگزیدہ ہیں، اور باقی تمام دنیا ملیچھ ہے، اسی طرح یہودی کہتا ہے ہم نے عیسےٰ کو صلیب دے کر ثابت کر دیا کہ وہ معاذ اللہ جھوٹا اور لعنتی تھا، عیسائی کہتا ہے ہاں ٹھیک ہے مسیح ہمارے لئے لعنتی ہوئے اور تین دن کے لئے ہاویہ میں بھی چلے گئے۔ عیسےٰ نے صلیب پا کر ہمارے گناہوں کا کفارہ دے دیا اور جو اس پر ایمان نہیں لاتا وہ جہنمی ہے غرض ہر ایک فرقہ دوسرے فرقوں کو جہنمی قرار دیتا ہے و قالت الیھود لیست النصاریٰ علیٰ شیء یہود کہتے ہیں نصاریٰ کی کوئی حقیقت اور بنیاد نہیں، و قالت النصاریٰ لیست الیھود علیٰ شیء عیسائی کہتے ہیں یہودیوں کی کوئی حقیقت اور کوئی بنیاد نہیں، پھر آپس میں بھی بڑی خطرناک دشمنی ہے اور ایک دوسرے کو خدا سے دور قرار دیتے ہیں۔

مذاہب کے اختلافات پیروؤں کی خواہشات نفس کا نتیجہ ہیں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہے کہ خدا

ایک ہے اس نے سب پیغمبروں کو بھیجا ان سب کی تعلیم ایک ہے، لیکن ان کے پیروؤں نے اپنی اپنی خواہشات کے مطابق دین کو بگاڑ لیا کسی دینی مسئلہ کے متعلق جب خواہش پیدا ہوئی کہ یوں ہونا چاہیئے اور اسے اسی طرح بنایا گیا تو یہی بات دین کے بگاڑ کا موجب ہوگئی، حضرت مرزا صاحب بہت بڑے انسان ہیں، مجدد وقت، مسیح موعود، لیکن جب ماننے والوں کے دلوں میں خواہش پیدا ہوئی تو مجدد سے نبی بنا دیا۔ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے نبی ہیں، ان کو لوگوں نے خدا بنا دیا ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا واذا قیل لھم امنوا بما انزل اللہ قالوا نؤمن بما انزل الینا ویکفرون بما وراءہ وھو الحق مصدقا لما معھم جب ایسے لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ اس پر جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوا تو کہتے ہیں ہم تو اس پر ایمان لاتے ہیں جو ہماری طرف اتارا گیا اور اس کے سوائے جو کچھ نازل ہوا اس کا انکار کر دیتے ہیں حالانکہ وہ حق ہے اور جو کچھ اُن کے پاس ہے اس کی تصدیق کرتا ہے پھر کبھی وہ کہتے ہیں بل نتبع ما الفینا علیہ اٰباءنا ہم تو اسی پر ایمان لاتے ہیں جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا اور آپس میں تلقین کرتے ہیں لا تؤمنوا الا لمن تبع دینکم دیکھو جو تمہارے دین پر چلتا ہے، اس کے سوائے کسی دوسرے پر ایمان نہ لاؤ، صرف اپنے مذہب کے آدمیوں کی بات مانو اور دوسرے کی بات پر کان مت دھرو، اور کبھی ان کا تعصب اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ مامور کا انکار کرتے وقت خود اپنی کتاب کی پیشگوئیوں کو پس پشت ڈال دیتے ہیں ولما جاءھم رسول مصدق لما معھم نبذ فریق من الذین اوتوا الکتٰب کتٰب اللہ وراء ظھورھم کانھم لا یعلمون اور جب ان کے پاس رسول آگیا جو اس چیز (یعنے ان پیشگوئیوں) کی تصدیق کرتا ہے جو ان کے پاس ہے تو وہ جن کو کتاب دی گئی کتاب اللہ (اس کے احکام) کو .... اس طرح پس پشت پھینک دیتے ہیں، گویا انہیں اس کا علم ہی نہیں۔

خدا اور مذہب کے متعلق قوموں کے اختلافات

ان حالات میں جب قوموں اور دینوں کے اندر اس قدر تعصب ہو، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جن کو تمام دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین، جن کو تمام دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس کس قدر مشکل کام ہے، سب سے خطرناک چیز جس کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کرنا پڑا مذہبی تعصب ہے، اس مذہبی تعصب کا ذکر آپ نے بار بار مختلف پیرایوں میں کیا اور اس بات پر زور دیا کہ خدا ایک ہے اس لئے اس کی طرف سے جو رسول آتے رہے وہ ایک ہی تعلیم لیکر آئے یہیں تک نہیں اس خطرناک تعرقہ کا ایک پہلو یہ بھی ہے، جہاں لوگوں نے مذہب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تھے وہاں خدا کے متعلق بھی اسی قسم کا خیال پیدا ہوگیا کہ ہر ایک قوم نے یہی سمجھ لیا کہ خدا صرف ہمارا ہی ہے دوسری قوموں پر اس کا الہام نازل نہیں ہو سکتا، ایک قوم نے سمجھ لیا کہ وہ صرف ہندوؤں ہی کا خدا ہے، بنی اسرائیل سمجھنے لگ گئے کہ صرف وہی خدا کی برگزیدہ قوم ہے، اور یہود اسی کا خدا ہے، اہل مغرب نے سمجھ لیا کہ خدا مغرب والوں ہی کا ہے دوسروں کا نہیں، غرض خدا بھی تقسیم ہونے لگا اور ہر فرقہ اور ہر مذہبی ادارہ اللہ تعالےٰ کو صرف اپنا ہی خدا ماننے لگا اور ہر ایک کا نعرہ یہی تھا نحن ابناء اللہ واحباءہ کہ ہم ہی خدا کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں، وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصارٰی کہنے لگے جنت میں وہی جائے گا جو یہودی ہو، اور نصرانی کہنے لگے صرف نصاریٰ ہی جائیں گے اور اپنی ضد پر جم کر ہر ایک نے یہی تلقین کی کونوا ھودا او نصارٰی تھتدوا یہودی کا ایمان ہے کہ صرف یہودی ہونے میں تمام کامیابی ہے اور نصرانی کا یقین ہے کہ نصرانی ہونے میں نجات ہے

اللہ تعالیٰ تمام دنیا کا خدا ہے

قرآن کریم نے اس کی کھلی تردید کی ہے کہ خدا کسی خاص قوم سے ہی تعلق رکھتا ہے اور دوسروں سے اسے واسطہ نہیں، فرمایا اتحاجوننا فی اللہ وھو ربنا وربکم خدا کے متعلق ہم سے بحث کرتے ہو، خدا تو ہمارا بھی ہے اور تمہارا بھی، خدا مشرق کا بھی ہے اور مغرب کا بھی، خدا ہندو کا بھی ہے اور یہودی کا اور نصرانی کا بھی، غرض وہ ہمارا اور تمہارا سب کا رب ہے، ساری دنیا کو دیکھو، کون سب کی پرورش کرتا ہے الذی جعل الارض فراشا والسماء بناء خدا نے سب کے لئے اس زمین کو فرش بنایا اور آسمان کو چھت بنا دیا وانزل من السماء رزقا لکم پھر اس کو چھت کے اندر سب کے لئے رزق کا سامان پیدا کر دیا، آسمان سے پانی اتارا، اور اس سے غلہ پیدا کیا، روئی پیدا کی، پٹ سن پیدا کی، پھر اس کوٹھے کے اندر جعل الشمس ضیاء ایک لالٹین لگا دی جو سب کو روشنی اور حرارت پہنچاتی ہے اس وسیع پیمانہ پر سب کے لئے ایک ہی جیسا سامان پیدا کر کے بتا دیا کہ تمام مخلوق عیال اللہ ہے جو ایک ہی مکان میں رہتے ہیں، پس جب سب خدا کا کنبہ ہیں اور اس کا فیضان سب پر یکساں ہے تو جھگڑا کیسا، بلکہ یقین کرو ھو ربنا وربکم۔

خدا کا قانون سب کیلئے یکساں ہے

ولنا اعمالنا ولکم اعمالکم۔ باقی اعمال کی بات رہ جاتی ہے، ہر قبیلہ ہر قوم اور ہر فرد اپنے اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے جو جس قسم کے اعمال کرے گا ویسا ہی پھل پائے گا، اگر ایک سکھ بہت محنت کرتا اور اپنے کھیتوں میں دن رات کام کرتا ہے تو وہ یقیناً اچھی فصل کا حقدار ہوگا، اور اگر ایک مسلمان گھر میں بیٹھا ہوا وظیفہ کرتا رہے اور خیال کرے کہ اس سے میری فصل اچھی ہوگی تو وہ اپنے آپ کو دھوکہ دیتا ہے وہ اپنے کھیت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا، ایک ہندو طالب علم اپنی بودی چھت سے باندھ کر راتوں کو محنت کرتا اور پڑھتا رہتا ہے، اور مسلمان کا لڑکا کھیلتا رہتا ہے تو ظاہر ہے کہ ہندو ہی کامیاب ہوگا، مسلمان محض مسلمان ہونے کی وجہ سے کامیاب نہیں ہو سکتا نہ کسی ہندو کا ہندو ہونا اسے کامیاب کر سکتا ہے، یہ اپنی اپنی محنت اور کوشش پر منحصر ہے، ممالک مشرقیہ اور غربیہ کی بولیاں سیکھنے میں کبھی کبھی ہندو اہل زبان سے بڑھ جاتا ہے اور کبھی عیسائی اور کبھی سکھ اور کبھی مسلمان، جو بھی محنت کرتا ہے وہ سبقت لے جاتا ہے اور کسی کی محنت کا پھل اس کی قومیت یا مذہب کی وجہ سے خدا تعالےٰ ضائع نہیں ہونے دیتا، ثابت ہوا لنا اعمالنا ولکم اعمالکم بالکل صحیح ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے خدا کا قانون سب کے لئے یکساں ہے اور خدا سب کا ہے۔

دنیا کو ایک کرنے والا نبی

ایک اور آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے قل اٰمنت بما انزل اللہ من کتاب ان سے کہدیں کہ جو بھی کتاب مشرق یا مغرب میں خدا کی طرف سے نازل ہوئی میں اس پر ایمان لاتا ہوں، یہ ہے وہ شخص جو دنیا کو ایک کر سکتا ہے یہ محض رواداری یا فراخ دلی کا نتیجہ نہیں بلکہ فرمایا کہ مجھے حکم ہے کہ سب کتابوں پر ایمان لاؤں وامرت لاعدل بینکم اور یہ بھی حکم ہے کہ تمہارے درمیان عدل و انصاف کروں، اور وہ عدل یہ ہے اللہ ربنا وربکم اللہ ہی ہمارا رب بھی ہے اور تمہارا بھی رب ہے ولنا اعمالنا ولکم اعمالکم اگر تمہارے اعمال اچھے ہوں تو ضرور ان کو اچھا پھل لگے گا اور اگر ہمارے اعمال خراب ہوں تو ان کا نتیجہ یقیناً خراب ہوگا، لا حجۃ بیننا وبینکم کوئی جھگڑے کی بات باقی نہیں۔ اللہ یجمع بیننا وبینکم خدا ہم کو اور تم کو ایک کر دے گا۔

یورپ میں اسلام کی قبولیت

یہ ہے وہ پیغمبر جو تمام انسانیت کو ایک کرنے کے لئے آیا ہے، اس نے شامیوں کو، زنگیوں کو، یہودیوں اور نصرانیوں کو، کالوں اور گوروں کو ایک کرنے کا سامان کر دیا، اس پیغام کو دنیا میں لے جاؤ کوئی انکار کی جرأت نہیں کرے گا یہ وہ پیغام ہے جس کو یورپ میں جب ہم بیان کرتے ہیں تو وہ اس کو خوشی سے قبول کرتے ہیں، ہماری جماعت نے اس پیغام کو پہنچانا اپنے ذمہ لے رکھا ہے ہمیں تسلی ہے کہ ہمارا دین معقول ہے، یہ فطرت کا مذہب ہے، اس کو کوئی رد نہیں کر سکتا، یہ تسلی اپنے دل میں لئے ہوئے ایک مبلغ وہاں جاتا ہے اور کامیابی کو ہمرکاب پاتا ہے۔

(باقی برصفحہ ۹ کالم ۲)

ووکنگ کے لیل ونہار

مولانا محمد یعقوب خان صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان)

کیمرج میں ایک دن

ووکنگ 57-2-1

مکرمی ایڈیٹر صاحب - السلام علیکم

"پیغامِ صلح" کا تازہ پرچہ جس میں آپ نے ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم صاحب کی "خبر"¹ لی ہے - نظر سے گذرا - خلیفہ صاحب نے امریکہ کے علمی کارناموں اور مذہبی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر مسلمانوں کے جمود اور بے ذوقی کا جو ماتم کیا ہے، وہ بالکل حق بجانب ہے - اہل مغرب کی عظیم الشان درسگاہوں، ان کی بھرپور لائبریریوں، ان کے سر بفلک کلیساؤں کو دیکھ کر کوئی صاحب دل مسلمان اپنے ہم مذہبوں اور ہم وطنوں کے جمود، ان کی بے ذوقی اور ان کی پسماندگی پر چار آنسو بہائے بغیر نہیں رہ سکتا، اور اگر خلیفہ صاحب نے ان کو "راکھ کے ڈھیر" سے تشبیہہ دی تو کوئی مبالغہ قطعاً نہیں کیا - یوں معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کے قلب میں عمل کی چنگاریاں بالکل سرد پڑ گئی ہیں - اور اسلام سے وابستگی کے بلند بانگ دعوے سستی جذباتیت سے بڑھ کر کوئی حقیقت نہیں رکھتے -

آپ کا پرچہ ملنے سے ایک دن قبل مجھے کیمرج کی "مسلم سوسائٹی" کی دعوت پر تقریر کے لئے وہاں جانے کا اتفاق ہوا - جو کچھ میں نے وہاں دیکھا اور سنا اس نے مجھے اس قدر بے قرار کیا کہ اگر میں بالمقابل اپنی درسگاہوں کا نقشہ کھینچوں تو انہیں "راکھ کا ڈھیر" کی بجائے "کوڑے کے ڈھیر" کہنے پر مجبور ہوں گا -

کیمرج میں

میں ۲۸ جنوری چھ بجے شام کو کیمرج پہنچا جو لندن سے تیز رفتار گاڑی سے کوئی ڈیڑھ گھنٹے کا راستہ ہے - سٹیشن پر "مسلم سوسائٹی" کے سکرٹری اور اپنی جماعت بر ملک کے ڈاکٹر اکبر خاں صاحب کے صاحبزادے رشید (متعلم کیمرج) لینے آئے تھے - کیمرج کے اکیس کالجوں میں سے ایک کالج میں مہمانوں کے کمرے میں میرے قیام کا انتظام تھا اور اس کالج کے ڈین کی طرف سے تھا -

ڈین صاحب کی مہمان نوازی

ڈین ایک قسم کا پادری ہوتا ہے کالج کی زندگی میں طلباء کی مذہبی تربیت کا انچارج ہوتا ہے - گرجا میں جو کالج کے احاطہ کے اندر ہوتا ہے، عبادت اور وعظ وہی کرتا ہے طلباء کے اندر رہتا ہے، اور رات دن ان کی نگہداشت کرتا ہے - اس کو علم تھا - کہ میں ووکنگ کا امام ہوں انگریزوں کو مسلمان کرنے آیا ہوں - اور کیمرج بھی اسی لئے آیا ہوں، کہ یہ بتاؤں کہ اسلام ہی سب سے افضل مذہب ہے - لیکچر کا موضوع بھی اسے معلوم تھا - What is Islam? — Its role in modern world.

یعنے "اسلام کی حقیقت اور جہانِ نو میں اس کا مقام" مگر کیا اخلاق ہیں - مسلمان طلباء کو کہدیا کہ آپ کے امام میرے مہمان ہوں گے - ہمیں اسلام کی رواداری پر بڑا فخر ہے اور بے شک ایک زمانہ تھا جب رواداری اسلام ہی کا شعار تھا مگر آج ہماری وہ مایۂ ناز چیز بھی ان لوگوں نے لے لی -

انگریز نوجوانوں کی مذہب سے دلچسپی

لیکچر سوا آٹھ بجے شروع ہونے والا تھا - چند منٹ پہلے ہم ہال میں داخل ہوئے تو کئی انگریز گاؤن پوش انڈر گریجوایٹ کرسیوں پر موجود تھے - تھوڑی دیر میں ہال بھر گیا - ایک گھنٹہ تقریر کے بعد ایک گھنٹہ سے زاید وقت تک سوالات و جوابات ہوتے رہے جو بڑے دلچسپ تھے - مجمع میں انگریز طلباء کے علاوہ مختلف اسلامی ممالک کے طلباء بھی تھے مشہور پروفیسر سٹریٹن بھی تھے جو معمر ہونے کے باوجود دو اڑھائی گھنٹے بیٹھے رہے - انگریز نوجوانوں کی مذہبی دلچسپی اور فراخ دلی سے اپنے مذہب کی تنقید سننا میرے لئے ایک دل خوش نظارہ تھا - انگریز قوم بلا وجہ دنیا پر نہیں چھائی رہی - ان میں بڑی خوبیاں ہیں اور شاید انہی صلاحیتوں کے پیش نظر "سفید پرندوں" کے لئے بھی نظر انتخاب انہی پر پڑی -

ایک نوجوان کی محبت مسیح

ایک نوجوان کی محبت مسیح خاص طور پر قابلِ دید تھی - وہ بڑا سعید الفطرت نوجوان معلوم ہوتا تھا - مور (MOOR) نام ہے - دل میں بڑی مذہبی تڑپ رکھتا ہے میں نے حسب معمول اس پر زور دیا کہ ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ہونا ہی مذہب کی روح ہے، یہ بات اسے سمجھ ہی نہیں آسکتی تھی کہ مسیح کے بغیر ہمارے گناہ کیسے معاف ہو سکتے ہیں - میں نے اسے بہتیرا سمجھایا کہ دیکھو مسیح خود فرماتے ہیں کہ میں شریعت کو منسوخ کرنے نہیں آیا - بلکہ پورا کرنے آیا ہوں اور عمل کو بے ذریعہ نجات قرار دیتے ہیں، مگر بچپن سے دل و دماغ میں جو بات رچ گئی تھی - وہ فطرت ثانیہ بن چکی تھی - میں نے اسے کہا دیکھو ہم بھی اس کے قائل ہیں کہ مسیح خدا کا برگزیدہ نبی تھا اور نجات دہندہ - مگر نجات دہندہ اس رنگ میں کہ عیسائی ان کے نقش قدم پر چلیں اور ان کی طرح حق و صداقت کے لئے ہر تکلیف اُٹھا دیں - مسیح کا صلیب پانا عمل کے لئے ایک نمونہ اور تازیانہ ہونا چاہیئے - اُسے عمل سے گریز کے لئے چور دروازے میں تبدیل کر دینا (جو کفارہ کا لب لباب ہے) مسیح کے انکار کے برابر ہے) مسیح کی سچی محبت تو یہ ہے کہ ان کی پاک اور بلند زندگی کی پیروی کی جائے - ایک طرف مسیح سے محبت کا دعوے اور دوسری طرف ان کے نمونہ زندگی کو ترک کرنے کے لئے کفارہ کے رنگ میں حیلہ تراشنا دونوں متضاد باتیں ہیں - مگر مور کا دل محبت مسیح سے اس قدر معمور تھا کہ اس کے دل و دماغ میں کسی اور بات کے لئے گنجائش تک نہیں تھی - لیکچر ختم ہونے پر جائے قیام تک وہ میرے ساتھ ساتھ چلتا گیا اور راستہ میں گفتگو جاری رہی - اللہ کرے یہ سعید روح وہ سفید پرندہ ثابت ہو جن کی ہمیں تلاش ہے - دس فروری کو میں پھر کیمرج جا رہا ہوں اور توقع ہے کہ وہ بات چیت کے لئے ملنے آئے گا -

نئی نبوت کیوں نہیں؟

ایک دلچسپ سوال ایک اور انگریز نوجوان نے کیا کہنے لگا آپ کہتے ہیں کہ وحی ایک ارتقائی چیز تھی اور وقتی مقامی حالات جیسے جیسے تغیر پذیر ہوتے گئے نئی نبوت کا ظہور ہوتا رہا، اب بھی تو اسلام کے ظہور کے زمانہ سے حالات بدل چکے ہیں - تو پھر کیا اور نبوت ہو سکتی ہے؟ اس نے ہمارے قادیانی دوستوں کے دل کی بات کہی - بہرحال میں نے اسے بتایا کہ چونکہ قرآن کریم کی وحی بدستور محفوظ ہے اور تا دوام محفوظ رہنے کے اسباب میسر ہیں اس لئے کسی اور نبوت کا سوال پیدا نہیں ہوتا - جب صحیفۂ فطرت میں کوئی چیز بلا مصرف نہیں تو ایک مکمل ہدایت نامے کی موجودگی میں نیا ہدایت نامہ ایک بلا ضرورت چیز ہے اور اس لئے نبوت کا دروازہ اب ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا ہے -

مسلمان طلباء کے سوالات

سب سے احمقانہ سوالات مسلمان طلباء نے کئے جو ملاؤں کے پیدا کردہ نقوش کی پیداوار تھے - ایک انگریز نوجوان کے سوال کے جواب میں میں نے بتایا کہ اسلام musalsala کی تعلیم نہیں دیتا یعنے قسمت کا وہ تخیل جو عام طور پر مروج ہو گیا ہے کہ جو کچھ مقدر ہے ہو کر رہے گا ہاتھ پاؤں ہلانے کی ضرورت نہیں یہ سرے کہا یہ اسلامی تعلیم نہیں، اسلام سکھاتا ہے کہ لیس للانسان الا ما سعی - اسلام جد و جہد کو واحد ذریعہ حصول خیر کا بتاتا ہے اس پر

---

¹ "خبر" لینا تو صحیح نہیں، ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم بڑے خوبیوں کے مالک ہیں ان کی ہمارے دل میں بڑی عزت ہے، ان کی بعض باتوں سے اختلاف ضرور کیا گیا تو "خبر" لینے کے مفہوم سے بالاتر ہے (ایڈیٹر پیغام صلح)

بعض مسلمان طلباء نے قرآنی آیات پیش کیں جن میں لکھا ہے کہ خدا جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بخشتا ہے۔

طلباء اور پروفیسروں کا علمی وقار

جس چیز نے مجھے خاص طور پر متاثر کیا وہ منظر ابھی کل آنے والا تھا۔ رات میں نے مہمانوں کے کمرہ میں جو دوسری منزل پر ہے آرام کیا۔ اگلی صبح وہاں سے جس طرف نظر جاتی تھی دیکھا کہ گاؤن پوش طلباء جوق در جوق چلے آ رہے ہیں۔ چاق و چوبند یوں قدم اٹھاتے ہیں گویا ان میں زندگی کی حرارت ایک برقی رو بن کر ان کو متحرک کر رہی ہے، چہروں پر متانت اور اطوار میں ڈسپلن ہے۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے جیسے پروانے شمع علم کی تلاش میں نکل پڑے ہیں۔ ادھر پروفیسر ہیں کہ باقاعدہ سیاہ جبوں اور ٹوپیوں میں ملبوس چلے آ رہے ہیں ساری فضا علم کے غلغلوں سے معمور ہے۔ اور جدھر دیکھو سکون اور وقار (جو ایک علمی مرکز کے شایان شان ہے) کا عالم طاری ہے۔ نہ وہ زندہ باد اور مردہ باد کے نعرے ہیں نہ سٹرائکیں ہیں۔ نہ وہ بے نظمی و بے ضبطی ہے جو ہمارے سکولوں اور کالجوں کے بڑے مرغوب مشغلے ہیں۔

کینیا کا ایک نوجوان

ٹھیک ساڑھے دس بجے حسب وعدہ منصور سیچو تشریف لائے کہ مجھے مختلف کالجوں کی سیر کے لئے لے چلیں۔ یہ نوجوان کینیا (   ) کا بسنے والا ہے خوب انگریزی بولتا ہے۔ قدرت نے ذہن رسا دیا ہے۔ جس پر کیمبرج کی تعلیم و تربیت نے سونے پر سہاگے کا کام کیا ہے

عدالت سے پہلے ججوں کا دعا کرنا

اس کالج کے دروازے سے نکل کر تھوڑے سے فاصلہ پر دیکھا کہ نصف درجن باوقار سیاہ جبہ پوش ایک عالیشان عمارت سے نکل کر سڑک کے پار ایک اس سے بڑھ کر عالیشان عمارت کے اندر جا رہے ہیں۔ ان کے آگے آگے ایک زرق برق وردی میں ملبوس چوبدار ہے۔ میرے دریافت کرنے پر سیچو صاحب نے بتایا کہ یہ یہاں کی عدالت کے جج ہیں۔ یہ ان کا معمول ہے کہ عدالت کی کرسیوں پر بیٹھنے سے قبل یہ گرجا میں جا کر دعا کرتے ہیں کہ خدا ان کو جادۂ انصاف پر چلنے کے لئے روشنی اور توفیق دے۔ میں نے دل میں کہا کاش ہماری اسلامی سلطنت میں خدا کے لئے اس سے دسواں حصہ بھی گنجائش ہوتی جو ان "بے دینوں" کی زندگی میں ہے۔

کنگز کالج

سیچو صاحب مجھے سب سے پہلے کنگز کالج لے گئے کالج کیا ہے ایک نشان عظمت ہے۔ چاروں طرف سربفلک بلڈنگس، خوبصورت عمارتوں کے بلاک ہیں۔ اس چوکور (Quadrangle) کے درمیان ایک وسیع صحن ہے۔ جس میں ہرے بھرے گھاس کے پلاٹ ہیں۔ عین وسط میں ایک بلند سنگ مرمر کا شاہکار ہے۔ جس سے کئی فوارے نکل کر کیاریوں اور پلاٹوں کو سیراب کرتے ہیں۔ اس کالج کا گرجا جو اسی چوکور عمارت کے ایک بازو کے بڑے حصے کو گھیرے ہوئے ہے قابل دید ہے۔ اس کی چھت بہت اونچی ہے اور دیواروں اور چھت پر ماہرین فن نے نقش و نگار کے جو جوہر دکھائے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ مسیحیت کو انسانی قلوب پر کس قدر اقتدار حاصل ہوا۔ کہتے ہیں کہ صرف اس گرجا کی تعمیر پر دس بارہ سال لگے۔ یہ کالج ہنری ہشتم کا قائم کردہ ہے۔ کالج کے ہال میں جو اپنی وسعت اور رفعت میں اپنی جگہ ایک بے نظیر عمارت ہے اور چوکور کے دوسرے بازو پر ہے (جو گرجا کے بالمقابل ہے) ان تمام مشاہیر کی بڑی بڑی رنگین تصاویر دیواروں کے ساتھ ساتھ لگی ہیں جو کسی وقت اس کالج کے طالب علم تھے۔ یہ ہال کھانے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور ہر ایک طالب کے لئے کم از کم رات کا کھانا یہاں کھانا لازمی ہوتا ہے۔ گویا صرف کالج کے ہال میں قدم رکھتے ہی کالج کی ساری روایات طلباء کے دل و دماغ میں رچ جاتی ہیں۔

ٹرینٹی کالج

کنگز کے بعد سیچو صاحب مجھے دوسرے کالج میں لے گئے جو کیمبرج کا نمبر اول کالج سمجھا جاتا ہے، یہ ٹرینٹی (Trinity) کالج ہے۔ یہ بھی اسی چوکور وضع کا ہے اسی طرح عظیم الشان گرجا ہے (گو شان و شوکت میں کنگز کے گرجا تک نہیں پہنچتا) اس گرجا کے دروازے میں نیوٹن اور دوسرے مشاہیر کے سنگ مرمر کے مجسمے ہیں اسی طرح پرشکوہ ہال بھی ہے۔

کالجوں کا ایک سلسلہ

کنگز اور ٹرینٹی کے ساتھ ایک قطار میں کالجوں کا ایک لمبا سلسلہ چلتا ہے۔ ان سب کی پشت پر دریائے کیم (Cam) خراماں خراماں بہتا ہے اور ایک پر کیف قدرتی منظر پیش کرتا ہے۔ ہر ایک کالج نے اس دریا پر ایک اپنا علیحدہ پل بنایا ہوا ہے۔

بیشمار علمی خزانہ

دریا کی دوسری طرف یونیورسٹی کی عظیم الشان لائبریری ہے جو انگلستان کی لائبریریوں میں تیسرے درجہ پر سمجھی جاتی ہے اول نمبر پر برٹش میوزیم، دوم آکسفورڈ کی بوڈلین لائبریری اور تیسرے نمبر پر یہ جو یونیورسٹی لائبریری کہلاتی ہے۔ اس مشترکہ لائبریری کے علاوہ ہر ایک کالج کی اپنی علیحدہ لائبریری ہے۔ بلکہ ہر ایک کالج میں ہر ایک ڈیپارٹمنٹ کی ایک ایک اور علیحدہ لائبریری ہے اس طرح ایک بیشمار علمی خزانہ ہے جو یہاں جمع کیا ہوا ہے۔

لڑکوں اور لڑکیوں کے دو درجن کالج

ان قریب دو درجن کالجوں میں کوئی سات ہزار طالب علم پڑھتے ہیں۔ ان میں سے تین کالج خاص لڑکیوں کے لئے ہیں، اور [illegible] امراء کے قائم کردہ ہیں۔ سلاطین [illegible] نے بھی کروڑوں روپیہ عمارتوں پر لگایا مگر زیادہ تر مردوں پر مقبرے بنائے۔ کاش وہ زندوں کے لئے ایک آدھ دار العلوم ہی بناتے۔

اسلام کی قائم کردہ درسگاہیں

ایک زمانہ تھا کہ اس قسم کی عظیم الشان درسگاہیں اسلام نے قائم کی تھیں جب یورپ کے طلباء سپین کی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے جاتے تھے اور مسلمانوں کی دولت درسگاہوں، لائبریریوں، رصدگاہوں اور تجربہ گاہوں پر خرچ ہوتی تھی۔ میں مانتا ہوں کہ اسلام سادگی کا علمبردار ہے مگر سادگی کو بے عملی کے لئے حیلہ بنانا درست نہیں۔ انفرادی زندگی میں سادگی بے شک ایک اعلیٰ خوبی ہے۔ مگر قومی زندگی میں حرارت حیات کا اظہار اسی طرح ہو سکتا ہے اور ہونا چاہیئے کہ ہمارے قومی ادارے علوم و فنون کے خزانوں سے بھرپور ہوں اور ان میں کام کرنے والوں کے لئے ہر قسم کے سامان اور سہولتیں مہیا ہوں۔

احمدیہ بلڈنگس کا ہال اور لائبریری

جب میں ان لوگوں کے علمی خزانوں، سامانوں، جستجوؤں اور کاوشوں کو دیکھتا ہوں اور احمدیہ بلڈنگس کی تنگ و تاریک گلیوں میں اس چند در چند فٹ جیسے بدبودار کمرے کو یاد کرتا ہوں جس پر ہم نے "لائبریری اور ہال" کا نام چسپاں کیا ہے تو میری گردن خفت سے جھک جاتی ہے۔ بے شک اسلام بذات خود ایک قوت ہے، اور یہ اسی قوت ہی کا کرشمہ ہے کہ باوجود ہماری بے سروسامانی اور کم بضاعتی کے یہاں کے مذہبی رجحانات میں ایک پلٹا پیدا ہو گیا ہے۔ مگر یہ جہان عالم اسباب ہے اور اسلام کو سربلند کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم علوم و فنون کے ساز و سامان سے مسلح ہوں۔

اسلام پر نئی کتابیں

یورپ اور امریکہ میں ہر ماہ کئی نئی کتابیں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق چھپتی رہتی ہیں، اور خود ہمیں اگر اسلام کے متعلق معلومات کی ضرورت پڑتی ہے تو ان لوگوں کی تحقیقات کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ چند ماہ کے قیام میں یہاں کئی ایک ایسی تازہ اور دلچسپ کتابیں نظر سے گذریں جن کا میں شاید نام بھی نہ سنتا اگر یہاں نہ ہوتا اور نہ ہی سننے کی ضرورت محسوس کرتا۔

لندن یونیورسٹی میں تقریر

کیمبرج سے ۲۹ جنوری کو چل کر میں لندن آیا۔ اسی دن ساڑھے چار بجے لندن یونیورسٹی کے شعبۂ تعلیم کے زیر اہتمام ایک فورم (Forum) تھا جس میں ہندو، عیسائی، بدھ، اور اسلامی نمائندوں نے اپنے اپنے مذہب پر تقریریں کرنی تھیں۔ عزیز اقبال بھی میرے ساتھ گئے۔ کوئی ڈیڑھ سو کا مجمع تھا، جو سب کا سب نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں پر مشتمل تھا، جنہوں نے معلمی کو اپنا پیشہ بنایا ہے، تقریروں کے بعد سوالات جوابات کا وقت تھا۔ باقی تین مقررین (خصوصاً دو مذہب والے) سے بہت سے سوالات و جوابات پوچھے گئے مگر اسلام کی تصویر ایسی معقول اور سائنٹیفک تھی کہ اس کے متعلق

کسی نے سوال پوچھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اس تقریب کا انتظام سیالکوٹ کی مس امینہ قریشی نے کیا تھا جو علمی کی اعلیٰ تعلیم کے لئے یہاں آئی ہیں، وہ خوش تھیں کہ اسلام کے تخیل کا یورپ کے قلوب پر اچھا اثر ہو رہا ہے۔ مولانا مودودی کے ایک عقیدتمند نوجوان بھی تھے جو اعلےٰ تعلیم کے لئے یہاں آئے ہیں۔ اُن کے چہرہ سے بھی یہ احساس ٹپک رہا تھا کہ بالآخر ہم "مرتد" بھی اسلام کی خدمت کر رہے ہیں۔

ووکنگ میں ایک تقریب

کیمرج جانے سے ایک دن قبل (۲۷ر جنوری کو) یہاں ووکنگ میں ایک تقریب ہوئی جو ناظرین پیغام صلح کے لئے موجب دلچسپی ہوگی۔ پچھلے دنوں فرمانروائے بھوپال کی صاحبزادی عابدہ سلطان لندن آئی ہوئی تھیں۔ برازیل جا رہی تھیں جہاں بطور سفیر پاکستان ان کا تقرر ہوا ہے۔ ہم نے ازراہ تشکران کو دعوت دی کہ وہ مسجد آکر دیکھیں، جس کو ان کی پڑدادی ہز ہائی نس بیگم شاہجہان نے تعمیر کروایا تھا۔ اس دن مسجد میں معمول سے زیادہ اجتماع ہوا۔ مجمع سے خطاب کرتے ہوئے میں نے کہا کہ گو بھوپال کی ریاست صفحۂ ہستی سے مٹ گئی ہے مگر شاہجہان کا نام چونکہ اس رُوحانی مرکز سے وابستہ ہوگیا ہے زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ اس کی مختصر سی رپورٹ ایک مقامی اخبار میں بمعہ تصویر کے شائع ہوئی ہے جو ارسال ہے۔ شاید ایڈیٹر صاحب اس کا ترجمہ ناظرین تک پہنچانا چاہیں۔[1]

دہریہ طبقہ کی ذہنیت

لندن میں "فری تھنکر" نامی ایک دہریہ ہفتہ وار اخبار ہے، اس کے ایک گذشتہ پرچہ میں ایک صاحب نے لکھا تھا کہ دُعا ایک ہو فریبی ہے اور انگریز بچّوں کی تعلیم میں سکولوں میں اس کا رواج ایک غلط ذہنیت کو نشو ونما دیتا ہے اس لئے اسے بند کرنا چاہیئے۔ میں نے اس اخبار کو لکھا تھا کہ آپ کے نامہ نگار کو یہ تو حق پہنچتا ہے کہ کہے کہ مجھے سمجھ نہیں آتا کہ خدا دُعا کس طرح سنتا اور قبول کرتا ہے، مگر کسی حقیقت سے ان کی اپنی لاعلمی اس کی دلیل نہیں ہوسکتی کہ وہ حقیقت واقعی بے حقیقت ہے۔ میں نے لکھا کہ دعا کا قبول ہونا بعث سے لوگوں کے ذاتی تجربہ سے پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے جن کے اندر روحانی قوتے بیدار ہوتے ہیں۔ میں نے یہ بھی لکھا کہ اگر آپ کے نامہ نگار کو سمجھ نہیں آتی تو اسے میرے پاس ووکنگ بھیجدیں۔ میرے خط کے ساتھ اخبار نے نامہ نگار کا جواب بھی شائع کر دیا ہے۔ نامہ نگار کے جواب سے آپ کے ناظرین کو یہاں کے دہریہ طبقہ کی ذہنیت کا کچھ اندازہ ہوسکیگا۔ لکھتے ہیں:-

"جب مسلمان بھی اس ملک میں کافی لوگوں کو اپنے دام فریب میں لے آویں گے اور اتنی امداد حاصل کر لیں گے کہ عیسائیوں کی طرح

٭ سکول قائم کرکے انگریز بچوں کو گمراہ کرنے لگ جائیں گے تو اس وقت میں ان کی بھی ایسی مخالفت کرنا ضروری سمجھونگا جیسے عیسائیوں کی کر رہا ہوں"

[1] ترجمہ آیندہ اشاعت میں درج ہوگا۔ (ایڈیٹر پ ص)

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۱)

حضرت مسیح موعود کی یادگار اور علماء کا ادارہ قائم کرنے کی ضرورت

ان درخشندہ حالات کے پیش نظر اس جماعت کا فرض ہے کہ ایک ایسا ادارہ قائم کرے جس میں جید علماء پیدا ہوں، وہ قوم جس نے دین کو پھیلانا ہے اسے اس کا سامان کرنا چاہیئے معمولی ادارہ نہ ہونا چاہیئے، قوم کے سامنے حضرت مسیح موعود کی یادگار بنانے کی تجویز ہے اور خیال ہے کہ ایک ہال بنایا جائے گا، جس کے ساتھ اعلےٰ درجہ کی لائبریری ہوگی اور وہاں علماء تیار کئے جائینگے اگر ساری قوم سمجھتی ہے کہ یہ کام ہم نے کرنا ہے اور اس کے بغیر ہم زندہ نہیں رہ سکتے تو ساری قوم کو ایک ہی وقت میں مل کر اس کا انتظام کرنا چاہیئے اور اس کام کے پیش نظر حضرت مسیح موعودؑ کی یادگار قائم کرنے کے لئے جو فنڈ تجویز کیا گیا ہے اس کے فراہم کرنے کے لئے ساری قوم کو سعی کرنی چاہیئے ٭

مکتوب بغداد

(بسلسلہ صفحہ ۴)

اور لائٹ ۳۴ دستی بھجوایا۔ جناب عبدالقادر ڈاہن بغرض استفسار صحت تشریف لائے جزاہ اللہ شام کو جناب ابوبکر شبلی صاحب آئے کوئی آدھا گھنٹہ بیٹھے، ان کی خواہش پر انہیں پیغام صلح ۴۲ کا ایک نسخہ دیا گیا جس میں تبلیغی ڈائری میں موصوف کا ذکر آیا ہے عزیزہ سعیدہ بانو نے .... پیغام صلح ۴۴ سے دو مضامین پڑھ کر سنائے مقالہ افتتاحیہ "لعظ رسول کا تقاضا" نہایت ہی خوب ہے مختصر الفاظ میں کماحقہٗ وضاحت کی ہے۔ اپنوں اور اغیار ہر دو کے لئے سبق آموز ہے۔

۱۵ر دسمبر ۱۹۵۶ء بروز سنیچر:- الحزیم عبدالصمد صاحب برق عباتیہ کو پیغام صلح ۴۵ ڈاک سے بھجوایا جناب سید شوکت علی صاحب انجنیئر مقیم عماس لواالدیوانیہ کو پیغام صلح ۴۸ ڈاک سے بھجوایا۔

جناب مرزا محمد صاحب مقیم الاعظمیہ کو اسلامک ریویو بابت اگست و ستمبر اور مولوی حبیب احمد صاحب فاروقی فیض آباد (یو۔پی) کو رسالہ قیمہ "دو تقریریں"۔ "اس زمانہ کا اسلامی سب سے بڑا جہاد"۔ ڈاک سے بھجوایا۔ کویت سے جناب مرزا محمد خاں صاحب بیگ از احباب ربوہ کا ۱۱ر دسمبر کا لکھا ہوا خط ہوائی ڈاک سے ملا۔ ذات عزیزہ دختر سعیدہ بانو نے پیغام صلح ۴۳ سے قبلہ مرتضیٰ خاں صاحب کا پُر از معرفت مضمون چودھویں صدی کی سب سے بڑی مذہبی تحریک کی دوسری قسط پڑھ کر سنایا۔ رُوح وجد کر اُٹھی۔ صاحبزادہ عبداللطیف شہید نے اپنا گلا کٹوا کر وابستگان سلسلہ کے لئے تحریک احمدیت کو زندہ رکھنے کی ایک بےنظیر مثال قائم کر دی وہ تو سیل اُحیاء کے قدسیان باصفا مجاہدین فی سبیل اللہ کے زمرہ میں شامل ہو گیا اور ہمارے لئے نشان راہ ہے آج بھی یہ الٰہی تحریک عبداللطیفؒ کی ضرورت محسوس کر رہی ہے۔ اس چودھویں صدی کی سب سے بڑی "تحریک احمدیت" کی ترقی اور استحکام کا راز اس کے دامن سے وابستہ ہونے والوں کی فی سبیل اللہ قربانی میں مضمر ہے۔ شہید کربلا اور شہید کابل کی رُوح کو اپنے اندر جذب کرکے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے قدم آگے بڑھانا چاہیئے۔ مولانا مرتضیٰ خاں صاحب کا یہ سلسلہ مضامین خوب ہے "گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را" کی احباب کو ضرورت ہے۔

۱۶ر دسمبر بروز اتوار:- جناب رشید سبحانی صاحب انجنیئر .... کو پیغام صلح ۵۱ ڈاک سے بھیجا۔ بیٹھے بیٹھے خیال آیا کہ ہمارا لٹریچر کویت میں نہیں جا رہا۔ اہل ربوہ کی تو وہاں جماعت تک قائم ہے کسے بھیجوں، کس کے ذریعہ یہ کام ہوسکتا ہے، اس سوچ میں تھا کہ ایک بہت پرانے دوست اشرف محمدی صاحب یاد آگئے موصوف کی فرم بحرین میں تو بہت عرصہ سے قائم ہے اب چند سال ہوئے کویت میں بھی شاخ قائم کی ہے۔ اشرف صاحب موصوف چار پانچ سال قبل اپنے فرزند کے ساتھ بغداد آئے تھے اس وقت دکان پر آکر ملاقات کی تھی ان کے بھائی ڈاکٹر شاکر محمدی صاحب بھی سنہ ۱۹۳۰ء تک بغداد میں رہے پھر لندن چلے گئے وہاں ووکنگ میں عملی حصہ بھی لیتے رہے، ہمارا اسلامک ریویو اشرف برادرس کے نام بحرین اور کویت میں آرہا ہے، فیصلہ کیا کہ ان کے نام پر ہر ہفتہ کچھ نہ کچھ لٹریچر بھیجا جاتا رہے چنانچہ آج رسالہ "نماز اور ترقی کی نئی راہیں" بذریعہ ڈاک ارسال ہے ٭

لندن ہاؤس میں ایک مجلس

کل بروز ہفتہ، ہمارے لندن ہاؤس میں ایک Panel ہوگا، یعنے چند آدمی بیٹھ کر سامعین کے سوالات کے جوابات دیں گے۔ سوالات ان مسائل کے متعلق ہونگے جو اس وقت اسلام اور مسلمانوں کو درپیش ہیں۔ والسلام

خاکسار محمد یعقوب خاں

نیات کا اثر اعمال پر

الاعمال بالنیات

محمد سلطان صاحب نظامی

"والذین صبروا ابتغاء وجہ ربھم واقاموا الصلوۃ وانفقوا مما رزقنٰھم سرا وعلانیۃ ویدرءون بالحسنۃ السیئۃ اولئک لھم عقبی الدار" (الرعد: ۲۲)

اور جو اپنے ربّ کی رضا چاہنے کی (نیت) سے صبر کرتے ہیں۔ اور نماز قائم کرتے ہیں اور اس میں سے جو ہم نے دیا ہے چھپ کر یا ظاہر خرچ کرتے ہیں اور برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں۔ انہی کے لئے (اس) گھر کا اچھا انجام ہے"

اسلام میں جو مقام "نیت" کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے مذہب میں نہیں۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہنا زیادہ بہتر ہوگا کہ اسلام کا دارومدار ہی نیت پر ہے۔ رسول اکرم صلعم نے "انما الاعمال بالنیات" ارشاد فرما کر نیت اور ارادہ کی اہمیت کی اور بھی وضاحت فرما دی ہے۔ جس سے ہر مسلمان پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ کہ ہر عمل کا مدار نیت ہی پر ہے ایمان۔ اخلاص۔ تقویٰ۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ، خیرات اور دیگر ہر قسم کے مذہبی اور سماجی نظام کی بنیاد ہی نیت ہے۔ حضرت عمرؓ بن خطاب سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"اعمال کی جزا و سزا نیت پر ہے۔ ہر انسان کو اس کی نیت کا پھل ملے گا۔ پس جس کسی نے ہجرت صرف خدا اور اس کے رسول کی خوشنودی کے لئے کی اس کی ہجرت واقعی اس کے خدا اور رسول کے لئے ہے۔ اور جس کسی نے ہجرت محض دنیاوی لالچ یا کسی عورت سے شادی کی (نیت) سے کی اس کی ہجرت انہیں کے لئے ہے جن کے لئے اس نے ہجرت کی" (متفق)

اعمال نیت سے پرکھے جاتے ہیں

لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقویٰ منکم (الحج: ۳۷)

"نہ ان کے (قربانی کے) گوشت ہی اللہ کو پہنچتے ہیں اور نہ ہی ان کے خون لیکن اسے صرف تمہارا تقویٰ (حسن نیت) پہنچتا ہے۔

ہر انسان کے اعمال اس کی نیت ہی سے پرکھے جاتے ہیں (مثال کے طور پر یوں سمجھیں کہ ایک مریض کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے۔ ڈاکٹر یہ معلوم کر کے کہ اس مریض کی آنتوں میں پھوڑا وغیرہ ہے۔ نشتر سے اس کا پیٹ چاک کرتا ہے ڈاکٹر کی نیت یہ ہوتی ہے کہ کسی طرح اس موذی مرض اور تکلیف سے مریض کو نجات مل جائے، مگر خدانخواستہ وہ مریض مر جاتا ہے، تو کیا ہم اس ڈاکٹر کو مجرم قرار دے سکتے ہیں ہرگز ہرگز نہیں ــــ کیونکہ ڈاکٹر بچارے کا ارادہ نیک تھا۔ لیکن بصورت دیگر ایک شخص کسی دوسرے بھائی کا پیٹ چاقو سے صرف اس نیت سے چاک کرتا ہے کہ اس کو موت کے گھاٹ اتار دے مگر خوش قسمتی سے وہ زخمی شخص بچ جاتا ہے تو کیا ہم اس شخص کو جس نے قتل کی نیت سے پیٹ چاک کیا ہے بری الذمہ یا بے گناہ ٹھہرا سکتے ہیں ہرگز ہرگز نہیں کیونکہ اس کا ارادہ بد تھا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"جب دو مسلمان باہم تلوار دل سے لڑیں قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہوں گے"

لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم یہ تو قاتل کے متعلق ہوا مگر مقتول کے متعلق کیا خیال ہے۔ آپ صلعم نے فرمایا:۔ "وہ بھی جہنمی ہے کیونکہ اس کا ارادہ بھی قتل ہی تھا"

اللہ تبارک وتعالیٰ بھی کسی حکم کے صادر کرنے سے پہلے نیت کرتا ہے

انما قولنا لشئ اذا اردنٰہ ان نقول لہ کن فیکون ٥ (النحل: ۴۰)

"ہمارا فرمان کسی چیز کے لئے جب ہم ارادہ (نیت) کریں صرف یہی ہوتا ہے کہ ہم کہہ دیں ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے"

پس اس ارشاد ربانی سے اس حقیقت کی وضاحت ہوتی ہے کہ خالق کائنات بھی بغیر ارادہ اور نیت کے کسی کام کا حکم صادر نہیں فرماتا۔ دنیا پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو وہ پیدا ہو گئی۔ اسی طرح چاند، سورج۔ ملائکہ۔ انسان۔ چرند پرند کیڑے مکوڑے غرضیکہ جس مخلوق کے پیدا کرنے کا بھی ارادہ کیا وہ ظہور میں آ گئی۔ چونکہ کائنات ارادہ اور نیت کے ماتحت پیدا ہوئی ہے اس لئے اس کا نظام درہم برہم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کائنات قدرت کے ذرہ ذرہ میں خدائی نیت اور ارادہ کارفرما ہیں اور جس دن خالق کائنات اس نظام عالم کو تباہ و برباد کرنے کی نیت اور ارادہ کرے گا تمام کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے گا اور ذرّہ ذرّہ فنا ہو جائے گا۔

خالق ومخلوق کی نیت کا فرق

انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون ٥ (یٰس: ۸۲)

"اس کا حکم جب وہ کسی چیز کا ارادہ (نیت) کرتا ہے صرف یہی ہوتا ہے کہ اسے کہتا ہے ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے"

خالق کائنات جب کسی چیز کے متعلق ارادہ کرے تو وہ صرف حکم صادر فرماتا ہے کہ ہو جا پس اس حکم کے صادر ہوتے ہی کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس حکم کی تعمیل میں لگ جاتا ہے۔ اور آن کی آن میں رب العالمین کے ارادہ اور نیت کی تکمیل ہو جاتی ہے اور وہ چیز ظہور میں آ جاتی ہے۔ جس کا خالق کائنات نے ارادہ کیا تھا۔

مگر انسان جب کسی چیز کی نیت کرتا ہے تو اس ارادہ کی تکمیل کے لئے اسے سعی اور تگ و دو کرنی پڑتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ انسان کی نیت اور سعی کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:۔

وان لیس للانسان الا ما سعیٰ ٥ (النجم: ۴۰)

"اور یہ کہ انسان کے لئے وہی ہے جو اس نے کوشش کی"۔

حضرت ہاجرہ رضی نے جب حضرت اسمٰعیلؑ کو پیاس کی وجہ سے ایڑیاں رگڑتے دیکھا تو پانی کی تلاش کی نیت کی اور اسی ارادہ کے ماتحت صفا و مروا کے درمیان سعی کی ان تگ و دو میں ادھر ادھر بھاگیں کہ کہیں سے بچے کے لئے پانی مل جائے۔

جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کر لیا کہ حضرت اسمٰعیلؑ کو پانی ملے تو جہاں ذبیح اللہ ایڑیاں رگڑتے تھے وہاں چشمہ بہا دیا پس یہ ہے فرق خالق اور مخلوق کی نیت میں، کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جس کا چیز کا ارادہ کی تکمیل کے لئے سعی اور تگ و دو کرنی پڑتی ہے۔ چنانچہ قیامت کو بھی ہماری تگ و دو ہی کو پیش کر کے ہماری نیت اور اعمال کا فیصلہ کیا جائے گا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یوم یتذکر الانسان ما سعیٰ (النّٰزعٰت: ۳۵)

"جس دن انسان اپنی سعی کو یاد کرے گا"

حضرت ابو ہریرہ رضی سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلعم نے ارشاد فرمایا:۔

"لوگوں کو ان کی نیت کے مطابق اٹھایا جائیگا"

(باقی ــــ باقی)

مسجد ووکنگ کے لئے عطیہ

بالکوٹ چھاؤنی سے محترم بشارت احمد صاحب تقاؔ اطلاع دیتے ہیں کہ ووکنگ مسجد کی مرمت کے لئے شیخ محمد عبداللہ صاحب کی بیگم صاحبہ نے مبلغ یکصد روپیہ چندہ عطا فرمایا ہے فجزاہ اللہ۔

رفتارِ عالم

—— لاہور ۱۰ر فروری - صوبائی دارالحکومت میں پاکستان کے نئے میزانیہ کا ملے جلے جذبات سے خیر مقدم کیا گیا ہے صنعت و تجارت سے متعلقہ حلقوں نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ موجودہ حالات میں اس سے بہتر بجٹ نہیں پیش کیا جا سکتا، البتہ بعض حلقوں نے بجٹ پر اس نقطہ نظر سے تنقید کی ہے کہ اس میں نچلے اور متوسط طبقہ کے لوگوں کو کوئی سہولت مہیا نہیں کی گئی، بعض حلقوں نے یہ اندیشہ ظاہر کیا ہے کہ نئے میزانیہ میں جو نئے ٹیکس عائد کئے گئے ہیں ان سے عوام بھی متاثر ہوں گے اور ضروریات زندگی کے نرخوں میں جو پہلے ہی بہت زیادہ ہیں مزید اضافہ ہو جائے گا۔

—— کراچی ۱۰ر فروری - وزیر خزانہ سید امجد علی نے اخباری نمائندوں سے گفتگو کے دوران میں یہ یقین دلایا کہ حکومت مختلف چیزوں کے نرخ نہیں بڑھنے دے گی، اور نرخوں میں اضافہ کے رجحان کو ناکام بنانے کے لئے فوری اقدام کرے گی، آپ نے نظم و نسق کے اخراجات کم کرنے کی ضرورت پر بھی زور دیا۔

—— کینیا (مشرقی افریقہ) ۱۰ر فروری - مسلم ایسوسی ایشن کے نائب صدر حاجی محمد ابراہیم نے کشمیر کے متعلق بھارتی حکومت کے رویہ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا ہے کہ اب پنڈت نہرو اپنی زندگی کے ایک فیصلہ کن موڑ پر پہنچ گئے ہیں، انہیں وقت کی آواز کو سمجھنا چاہیئے اور کشمیر میں رائے شماری کے متعلق اقوام متحدہ کا فیصلہ مان لینا چاہیئے۔

—— نیویارک ۱۰ر فروری - اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل مسٹر ہیمرشولڈ پیر کی صبح کو اپنی رپورٹ میں بتائیں گے کہ اسرائیل کے متعلق جنرل اسمبلی کی قرارداد کے سلسلہ میں اب تک کیا کارروائی عمل میں لائی گئی ہے، اس قرارداد میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ اسرائیل سرزمین مصر سے اپنی سب فوجیں نکال لے، دوران اثنا اقوام متحدہ کی خاص سیاسی کمیٹی میں فلسطین کے عرب مہاجرین کے سوال پر غور کیا جائے گا۔ مہاجرین کی امدادی ایجنسی کے ڈائرکٹر اس سلسلہ میں کوئی اہم اعلان کریں گے۔ ایک اور اطلاع کے مطابق مصری سرزمین سے انخلا سے اسرائیل کے انکار پر صدر آئزن ہاور نے دو بار اپنے وزیر خارجہ مسٹر ڈلس سے ٹیلیفون پر بات چیت کی، صدر آئزن ہاور ان دنوں جارجیا میں چھٹی منا رہے ہیں، توقع ہے کہ ایک دو دن تک افریشیائی ملک اقوام متحدہ میں یہ مطالبہ کریں گے کہ اسرائیل کے خلاف تعزیرات عائد کر دی جائیں۔

—— اقوام متحدہ نیویارک ۱۰ر فروری - کل رات اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی خاص سیاسی کمیٹی میں الجزائر کے مسئلہ پر طویل بحث ہوئی اور افریشیائی ممالک نے اس جھگڑے کے حل کے لئے جو قرارداد پیش کر رکھی ہے اس پر مختلف ممالک کے نمائندوں نے تقریریں کیں۔

—— لندن ۱۰ر فروری - برطانیہ کی ملکہ الزبتھ اور ان کے شوہر ڈیوک آف ایڈنبرا کے درمیان اختلاف کی جو افواہیں ہیں ان سے ملکہ کو مطلع کر دیا گیا ہے۔ ایسی کوئی اطلاع کسی برطانوی اخبار میں شائع نہیں ہوئی۔ مگر امریکہ اور دوسرے ممالک کے اخباروں میں ان کا خوب چرچا ہے، ملکہ اپنے ملک کے سارے اخبار بالالتزام پڑھتی ہیں۔ بکنگھم محل سے ایسی افواہوں کی تردید بھی کی جا چکی ہے۔ کل ملکہ معمولی بارش کے باوجود جب گھوڑ دوڑ دیکھنے گئیں تو وہ مسکرا رہی تھیں۔

—— کراچی ۱۰ر فروری - بھارت نے کشمیر کے متعلق اقوام متحدہ کے فیصلے تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے اور اس ضمن میں اپنے بین الاقوامی وعدوں سے روگردانی کی ہے۔ دنیا کے تمام اخبارات برابر اس کی مذمت کر رہے ہیں۔

—— کراچی ۱۰ر فروری - انجمن ترقی اُردو پاکستان کے صدر مولوی عبدالحق نے اس امر پر افسوس ظاہر کیا ہے کہ پاکستان کے نئے بجٹ میں اُردو کے لئے کوئی گرانٹ نہیں دی گئی آپ نے اعلان کیا ہے کہ تمام مخالفانہ کوششوں کے باوجود اُردو زندہ رہے گی۔

—— نئی دہلی ۱۰ر فروری - آج جالندھر میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے بھارتی وزیر اعظم نے کہا کہ کشمیر کے مسئلہ پر بات چیت کے لئے دو بنیادی باتیں یہ ہیں:-

(۱) یہ مان لیا جائے کہ ریاست کشمیر ۱۹۴۷ء ہی میں بھارت کا حصہ بن چکی تھی۔

(۲) یہ بات تسلیم کی جائے کہ پاکستان نے کسی اشتعال کے بغیر کشمیر پر حملہ کیا تھا۔

—— عمان ۱۰ر فروری - اُردن کے پانچ باشندوں کو اسرائیل کے لئے جاسوسی کے جرم میں آئندہ ہفتے عمان کے بازاروں میں برسرِ عام پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔

—— لاہور ۱۰ر فروری - آل پاکستان آیورویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس نے اپنے اجلاس میں حکومت پاکستان سے پر زور مطالبہ کیا ہے کہ طبی رجسٹریشن بل کو قومی اسمبلی کے موجودہ اجلاس میں منظور کیا جائے۔ کانفرنس نے رجسٹریشن بل میں تیرہ ترمیموں کا اعادہ کیا ہے اور وزیر صحت حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ ان ترامیم کو رجسٹریشن بل میں شامل کر لیا جائے۔

—— ڈھاکہ ۱۰ر فروری - پاکستان فلسفہ کانگریس کا چوتھا اجلاس ڈھاکہ یونیورسٹی کے زیر اہتمام ۱۵ر فروری کو شروع ہوگا، اجلاس میں مغربی اور مشرقی پاکستان کے ممتاز ماہر فلسفیوں کے علاوہ امریکہ سے ڈاکٹر جان گوبر روس سے مسٹر بیرسٹ نیت اور مسٹر قاسموف۔ کینیڈا سے مسٹر ایڈمز، مصر سے ڈاکٹر حسن حباشی اور بھارت سے پروفیسر کول اور میر ولی الدین شرکت کریں گے۔ کانگریس کی صدارت کے فرائض مسٹر لے کے بروہی انجام دیں گے کانگریس ۱۸ر فروری کو ختم ہو جائے گی۔

احمدی مبلغ متوجہ ہوں

(۱) - احمدیہ فارمز واقعہ قاضی احمد جادو یونز ضلع (نواب شاہ) کے لئے چند مخلص احمدی مزارعین کی ضرورت ہے۔ انجمن کی تقریباً ساڑھے مربع اراضی ان مقامات پر ہے۔ پچھلے چند ماہ میں زائد از ایک لاکھ روپیہ کے خرچ سے وہاں ٹریکٹر زمین کی درستی کے لئے اور دو ٹیوب ویل آبپاشی کے لئے مہیا کئے گئے ہیں ٹیوب ویل کے علاوہ نہر کا پانی بھی موجود ہے احمدی کاشتکاران ان سہولتوں سے فائدہ اٹھائیں اور انجمن کی آمدنی میں اضافہ کا موجب بن کر ثواب حاصل کریں۔

(۲) - ان اراضیات میں جنگل کی صفائی کا کام بڑی سرعت سے جاری ہے۔ بل ڈوزر اس غرض کے لئے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ جنگل کی کٹائی کے بعد مڈھیاں نکالنے کا کام بہت محنت طلب ہے۔ اس کام کے لئے ٹھیکیدار بھی مطلوب ہیں جو نرخ فی ایکڑ طے کرنے کے بعد اس کام کا ٹھیکہ بھی لے سکتے ہیں۔ اگر کچھ لوگ یومیہ اُجرت پر اس کام کو کرنا چاہیں تو دو دو روپیہ یومیہ دیئے جائیں گے۔ ضرورت مند پتہ ذیل پر خط و کتابت کر سکتے ہیں:-

سُلطان علی

کاٹن ڈیویلپمنٹ آفیسر۔ کالونی ٹیکسٹائل لمٹڈ اسماعیل آباد ضلع ملتان

تصحیح

پیغام صلح ۳۰ر جنوری ۱۹۵۷ء میں جو قطعہ تاریخ صفحہ ۲ پر چھپا ہے اس کے دوسرے شعر کے پہلے مصرعہ کو اس طرح پڑھا جائے کہ تو نے عقبیٰ آج رحلت کر گئے۔ اور آخری شعر کے پہلے مصرعہ کو اس طرح:-

ہم نہ بھولیں گے تجھے مردِ خدا

پیغام صلح ۱۳ر فروری ۱۹۵۷ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۶

صرف ٹائیٹل ایدگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں ادر باقی مختار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

جلد ۴۶ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۹ رجب المرجب ۱۳۷۶ھ - مطابق ۲۰ فروری ۱۹۵۷ء | نمبر ۷

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

"حضرت امام الزمان کا بیان"

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اپنی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصولِ دین سے برگشتہ ہے۔ یہ اُن حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقوےٰ ہو ایسے افتراء نہیں کرسکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابُ اللہ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں۔ بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہٗ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہلِ سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے۔

نہایت ضروری گذارش

ان اصحاب جماعت کی خدمت میں جنہوں نے جلسہ سالانہ پر چندہ لکھوایا ہے درخواست ہے کہ وہ اپنے وعدوں کو براہِ مہربانی وسط فروری تک ادا فرمائیں ورنہ جس غرض کے لئے اپیل کی گئی تھی فوت ہو جائے گی

حضرت سید اسد اللہ شاہ صاحب کا انتقال پُرملال

ہم دلی اندوہ اور قلق سے یہ خبر سپردِ قلم کرتے ہیں کہ سلسلہ ہذا کے مشہور و معروف بزرگ حضرت سیّد اسد اللہ شاہ صاحب اپنی زندگی کی اسی منزلیں طے کرکے مورخہ ۱۵ فروری بروز جمعہ اپنے مکان واقعہ قلعہ گوجر سنگھ لاہور میں رہ گرائے عالم جاودانی ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم حضرت مسیح موعود کے پُرانے خدام میں سے تھے، بڑے عابد زاہد شب بیدار، متقی پرہیزگار بزرگ تھے۔ ان کو اللہ تعالےٰ نے شرف الہام سے بھی مشرف فرمایا تھا۔ خدا کے فضل و کرم سے مستجاب الدعوات تھے۔ ان کا اصل وطن لدھیانہ تھا۔ ہجرت کے بعد لاہور میں مقیم ہوگئے تھے۔ وہ مدت العمر صدر قانونگو رہے، ملازمت سے ریٹائر ہوکر کلیتہً عبادت الٰہی کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ دورانِ ملازمت میں بھی زہد و اتقاء میں اپنی مثال آپ تھے۔

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور اور حضرت امیر علیہ الرحمۃ اور جماعت کے دوسرے احباب بھی اُن سے خاص عقیدت رکھتے تھے۔ جنازہ میں احباب لاہور کے علاوہ بیرونی جماعتوں کے بعض احباب بھی شامل تھے۔ وہ ایک بڑے روحانی انسان تھے۔ ان کی وفات سلسلہ کا ایک بہت بڑا قومی نقصان ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دُعا ہے کہ وہ انکو اعلےٰ علیین میں جگہ دے، اور ان کے مدارج کو بلند کرے۔ ہمیں اس صدمہ میں ان کی اہلیہ محترمہ اور دیگر پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے۔

احباب سے استدعا ہے کہ سب جگہ آپ کا جنازہ غائبانہ پڑھا جائے۔

نیز جلسہ سالانہ پر جو اصحاب شرکت نہیں کر سکے یا باوجود موجود ہونے کے انہوں نے اپیل میں شرکت نہیں کی وہ اب اس فریضہ قومی کی طرف توجہ فرمائیں۔

علاقہ کرناٹک میں ہماری جماعت کی تبلیغی سرگرمیاں

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

مجھے نہایت افسوس کے ساتھ یہ لکھنا پڑتا ہے کہ جس طرح سیدنا و امامنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس اور مطہر مشن و بنیاد تبلیغ و اشاعت اسلام کے کام سے علمائے زمانہ بغض اور تعصب کی وجہ سے آنکھیں بند کئے بیٹھے ہیں بالکل اسی طرح قادیانی علمائے کرام احمدیہ جماعت لاہور کے تبلیغ و اشاعت اسلام کے کام سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور جس طرح علمائے زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اور آپ کی جماعت کو برا بھلا کہنا اپنا محبوب شغل بنائے ہوئے ہیں، اسی طرح قادیانی علمائے کرام کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھیوں اور جاں نثاروں کو برا بھلا کہنا ہی سب سے زیادہ مرغوب شغل ہے ــــ کیونکہ لاہوری جماعت دن اور رات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بتائے ہوئے مقدس کام کی سرانجام دہی میں مصروف ہے اور اسی کام میں حضرت مسیح موعودؑ کا ہر ایک ساتھی ترقی کرتے کرتے دین و دنیا میں خوب شہرت حاصل کرتا ہے اور اس شہرت کی وجہ سے قادیانی ان مجاہدین کے خلاف بغض سے آگ بگولا ہو جاتے ہیں اور ہر ایک کو برے ناموں اور خطابات سے یاد کر کے اپنی جماعت کے افراد کے دلوں میں ہمارے خلاف نفرت پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، یہ ان کا دن رات کا شغل ہے جس کی وجہ سے حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ کی ذات پر بھی حملہ کرنے کی انہیں جرأت ہو گئی ہے۔

جب ایسی بڑی بڑی شخصیتیں ان کی نیش زنی سے نہیں بچ سکیں تو احمدیہ انجمن ہبلی علاقہ کرناٹک کے غریب ممبران کو وہ کہاں چھوڑ سکتے ہیں، چنانچہ اخبار بدر مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۵۶ء میں جناب چوہدری مبارک علی صاحب فاضل مبلغ ربوہ مقیم ہبلی "کرناٹک" نے "ہندوستان میں پیغامیوں کا تبلیغی پروپیگنڈا اور اس کی حقیقت" کے عنوان سے اپنے تعصب بھرے الفاظ میں احباب جماعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہبلی کی تبلیغی سرگرمیوں کو غلط ثابت کرنے کی کوشش میں پورا ایک صفحہ سیاہ کیا ہے ــــ جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس اور مطہر کام تبلیغ و اشاعت اسلام سے علمائے زمانہ اپنے تعصب کی وجہ سے آنکھیں بند کر کے آپ کی شان میں گستاخانہ کلام کرتے رہتے ہیں بالکل اسی طرح ہمارے ربوی علمائے کرام بھی محض بغض اور حسد کی وجہ سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے تبلیغی کاموں سے آنکھیں بند کر کے عوام کو مغالطہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہبلی علاقہ کرناٹک ایک چھوٹی سی جماعت ہے جس کی سرگرمیوں کی مختصر داستان حسب ذیل ہے :ــ

ہمارا لٹریچر

۱۹۴۴ء میں حسب فرمان حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ علاقہ کرناٹک کے ہبلی شہر میں جناب خواجہ بشیر احمد صاحب منٹو کے زیر قیادت ایک انجمن قائم کی گئی۔ ڈیڑھ سال بعد جناب منٹو صاحب کو امیر مرحوم نے امریکہ بھیجنے کے لئے واپس بلا لیا اور تقسیم ہند کے بعد اس انجمن کی مالی حالت بھی خراب ہو گئی، تاہم غریب و مفلس ممبران انجمن نے تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے کچھ لٹریچر طبع کرایا جس کی فہرست حسب ذیل ہے :ــ

(۱) دھرم رہسیہ اور آہار رہسیہ، کنڑی زبان میں۔ یعنی نسل انسانی کا مذہب اور اس کی غذا۔

اس علاقہ میں ہندو دھرم میں لنگایت نامی ایک فرقہ ہے، اس فرقے کو گوشت سے بڑی نفرت ہوتی ہے اس کتاب میں ویدوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ انسان کا مذہب صرف اسلام ہی ہے اور اس کی غذا گوشت ہے، یہ کتاب ایک ہزار کی تعداد میں چھپ کر ختم بھی ہو گئی، اور ابھی اس کی بہت مانگ ہے۔

(۲) انوار القرآن کریم۔ پانچ سورتوں کی کنڑی زبان میں تفسیر عربی بلاک میں اور خوبصورت عمدہ کاغذ ۸۰ صفحات پر مکمل ہوئی اور اس علاقہ میں مقبول عام ہو کر ختم بھی ہو چکی ہے۔

(۳) تفسیر القرآن۔ پارہ عم کی ۱۹ سورتوں کی تفسیر، سورتیں عربی بلاک میں خوبصورت، کاغذ عمدہ اور مضبوط جلد ۲۲۰ صفحات پر طبع ہوئی اور مقبول عام ہو چکی ہے۔

(۴) اسلام پرکاش۔ یعنی "ہندوستان میں اسلام کی روشنی"

(۵) "سوادھروادا اسلام" ترجمہ ریلیجن آف اسلام بزبان کنڑی۔

(۶) اسلام اور آریہ سماج

(۷) کتاب النکاح (کنڑی زبان میں)

علاقہ کرناٹک کے دیہات میں بہت سے اَن پڑھ مُلاں ہمارے مبلغ مولوی بُردہ صاحب کی نظروں سے گذرے ہیں جو نکاح پڑھانا نہیں جانتے اور بعض ملاں ایسے بھی ہیں کہ کلمہ طیبہ پڑھ کر نوشہ کے کان میں پھونک کر چاول کے دانے دُلہا اور دلہن پر پھینک دیتے ہیں کہ نکاح ہو گیا، ہمارے مبلغ مولوی محمد بڈھن صاحب بُردُو نے یہ تمام واقعات دیکھ کر ایک نکاح کی کتاب اراکین انجمن ہبلی کی رائے سے طبع کرائی جس کی ۵۰۰ کاپیاں چھپ کر ختم بھی ہو چکی ہیں۔ جلد کے آخری صفحہ پر ہمارے عقائد اور ہمارا کام بھی لکھے گئے ہیں۔

ان سب باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے قادیانی مبلغ صاحب اخبار بدر میں لکھتے ہیں :ــ

"ان بیچاروں کو تو آج تک یہ بھی توفیق نہیں ملی کہ پبلک میں احمدیت کو کھلے طور پر پیش کر سکیں"

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہماری بعض کتب میں سلسلہ احمدیہ کو واضح طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اور عرصہ سات سال سے ایک ماہوار رسالہ "شانتی سندیش" کنڑی زبان میں ایک ہزار کی تعداد میں ہر ماہ شائع ہوتا ہے، جو اس علاقہ میں ایک ہزار مبلغوں کی طرح کام کر رہا ہے، جس میں حسب موقعہ احمدیت پر بھی مضامین درج ہوتے ہیں۔ سنہ ۱۹۵۶ء میں سلسلہ احمدیہ کی تبلیغ بھی بڑے زور سے کی گئی اور تیرہ صدیوں کے مجددین کے نام شائع کر کے چودھویں صدی کے مجدد کی دعوت دی گئی۔ کیا یہ سارا کام صرف آٹھ آنے ماہوار چندہ سے ہوتا ہے، اگر ایسا ہی ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا چاہیئے کہ ہمارے آٹھ آنے چندہ میں بہت ہی برکت اللہ تعالیٰ نے دے رکھی ہے ــــ اس علاقہ میں کئی بڑے بڑے افراد ہو گذرے ہیں جنہوں نے تفسیر چھپوانے کے لئے ہزاروں روپے بٹور کر ایک سورۃ فاتحہ کی تفسیر بھی نہ چھپوائی۔ ہمارے مقابلہ میں قادیانی جماعت بھی ہے جو ہر سال سے ہر سال ایک جلسہ کرتی ہے اور پھر سال بھر خاموشی........

قادیانی مبلغ چاہتے ہیں کہ ہم بھی ایسا ہی کیا کریں چنانچہ لکھا ہے :ــ

"ہبلی میں پیغامیوں کو اپنی ساری تاریخ میں ایک بار بھی تبلیغی یا تربیتی پبلک جلسہ کرنے کی توفیق نہیں ہوئی"

ہم ایک سال میں صرف تین دنوں کا جلسہ کر کے باقی دنوں کو دفتر میں قادیانیوں کی طرح لڑتے جھگڑتے رہنا نہیں چاہتے ہم چاہتے ہیں کہ ایک سال میں ہمارے کئی ایک جلسے ہوں ہمارے مبلغ مولوی محمد بڈھن صاحب بردو کو دیکھئے امسال ماہ ربیع الاوّل میں کم سے کم بیس اسٹیجوں پر تقریر کرنے سعادت حاصل ہوتی ہے) اور ہم باوجود دیگر ملازمت سے مجبور ہیں مگر پھر بھی اس علاقہ کے دیہات میں پہنچ کر تبلیغ و اشاعت اسلام کے کام کو انجام دیتے ہیں۔

سب سے پہلا کام جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بتایا تبلیغ و اشاعت اسلام ہے۔ یہی درحقیقت تبلیغ احمدیت ہے، کیونکہ حضرت مسیح موعود درحقیقت اسی کام کے لئے آئے۔ رہا سلسلہ احمدیہ میں شمولیت کی دعوت دینا سو جو پیاسا ہمارے قریب آتا ہے اسے احمدیت کا پانی بھی پلا دیتے ہیں۔

ہمارے تبلیغی لٹریچر کے اثرات

(۱) ایک عورت جناب بی بی میراں ماں نامی نے ہاگیداڈی تعلقہ ضلع بیجاپور سے ایک خط بنام مولوی

(باقی بر صفحہ ۷ کالم ۱)

خدا تمام قوموں اور تمام ملکوں کا ربّ ہے

شرک سے بدترین اخلاق پیدا ہوتے ہیں

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۵۵ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد و لم یولد و لم یکن لہ کفواً احد (سورۃ اخلاص)

(مرتبہ ماسٹر برکت علی صاحب)

اس سورۃ کا نام سورۃ اخلاص ہے اور اس کا دوسرا نام سورۃ اساس ہے۔ اس کو سورۃ اخلاص اس وجہ سے کہتے ہیں۔ کہ یہ سورت خالصۃً توحید کے بہت سے پہلوؤں پر بحث کرتی ہے۔

اور اساس اس لئے کہ توحید الٰہی ہی دین اسلام کی بنیاد ہے اور اسی بنیاد پر اسلام کی عمارت استوار کی گئی ہے۔

سورۃ فاتحہ اور اخلاص میں تطابق

قرآن کریم نے سورۃ فاتحہ میں توحید الٰہی پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے، جو قرآن کریم کی سب سے پہلی سورۃ ہے۔ اور یہ آخری سورت ہے۔ اس میں بھی توحید پر بہت زور دیا ہے۔ آخری سورت میں نے اس لئے کہا ہے کہ اس کے بعد کی دو سورتیں معوذتین کہلاتی ہیں۔ کیونکہ ان میں دعا اور استغفار سکھایا گیا ہے۔ یہ دونوں سورتیں ہلاکت آفرین راہوں سے پناہ طلب کرنے کا ذریعہ ہیں اسلام نے تعلیم دی ہے کہ ہلاکت آفرین راہوں سے بچنے کے لئے خدا کے حضور پناہ طلب کی جائے۔

نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج جیسے اعلیٰ درجہ کے اعمال کے بعد دماغ میں ایک قسم کا تکبر پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے قرآن کریم کامیابی کے بعد دعا کی تلقین کرتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم کے خاتمہ پر بھی معوذتین کے ذریعہ مسلمانوں کو تلقین کی ہے۔ کہ خدا کے حضور گر جاؤ اور گڑگڑا کر اس سے دعا مانگو اور اس کی پناہ طلب کرو۔ تاکہ تم ہلاکت کی راہوں سے بچ سکو۔ اس لئے اس بناء پر سورۃ اخلاص کو آخری سورۃ کہا جاتا ہے۔ اس سورت میں وہی مضمون دہرایا گیا ہے جس کا ذکر قرآن کریم کی ابتدائی سورت یعنی...... الفاتحہ میں کیا گیا ہے۔ اور یہ قرآن کریم کے کمالات میں سے ہے۔ کہ جس بات سے ابتدا کرتا ہے۔ اسی پر بات کو انتہا پر بھی بیان کرتا ہے۔

توحید کا مفہوم اور اسکے فوائد

میں نے کہا تھا۔ کہ اسلام کی بنیاد توحید پر رکھی گئی ہے۔ اور اسی توحید الٰہی کو منوانے کے لئے خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت زور دیا ہے۔ اور اس پر یقین اور اعتقاد کو پختہ کرنے کے لئے بہت توجہ دلائی ہے۔ کیونکہ توحید الٰہی کے اندر بہت بڑی برکات ہیں، توحید ہی بتلاتی ہے کہ خدا تمام قوموں کا ربّ ہے وہ صرف چین کا ربّ نہیں۔ صرف عرب کا ربّ نہیں وہ ایران، افغانستان، ہندوستان یا پاکستان کا ربّ نہیں، وہ صرف یورپ یا ایشیا کا ربّ نہیں بلکہ وہ تمام قوموں اور ملکوں کا ربّ ہے۔

اور توحید اپنے اندر اخلاقی و روحانی سبق رکھتی ہے، وہ ان تمام کدورتوں کو دور کرتی ہے جو لوگوں کے دلوں میں تعصبات کے رنگ میں پیدا ہوتی ہیں۔ اور خدا کی مخلوقات کے ساتھ محبت کرنا اور ان کے ساتھ ہمدردی کرنا سکھاتی ہے۔ ظاہر ہے توحید الٰہی سینوں کے اندر نور اور صفائی پیدا کرتی ہے۔

خدا کو اس امر کی ضرورت نہیں۔ کہ کوئی اس کی عبادت کرے یا اس کی حمد و ستائش کی جائے۔ کوئی کرشن کو خدا بنائے، عیسیٰ کو خدا بنائے، رامچندر کو خدا بنائے یا شمس و قمر کی پرستش کرے، اس سے اس کی ذات کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچتا۔ وہ کسی کی حمد و ستائش یا مدد سے بے نیاز ہے۔ اس کو کسی کے نماز روزے، حج اور زکوٰۃ کی ضرورت نہیں، حضور نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ اگر ساری دنیا ایک رجل کا قلب ہو کر اپنی ساری عمر اس کی عبادت میں گزار دے تو اس پانی کے برابر بھی اس کی ذات کو فائدہ نہیں پہنچتا جتنا پانی سوئی کے ناکے کو سمندر میں ڈبو دینے سے اس کے ساتھ لگ جاتا ہے۔ ساری دنیا خدا کی ذات کا انکار کر دے تو اسکی ذات میں کچھ فرق نہیں پڑ سکتا۔ اور اگر ساری دنیا اس کی ذات کا اقرار کر لے تو اس کی ذات میں کچھ اضافہ نہیں ہو سکتا۔ ان اللہ غنی عن العالمین وہ تمام کائنات سے بے نیاز ہے۔ اور اس کو کسی کی کچھ احتیاج نہیں بلکہ تمام کائنات اسی کی محتاج ہے۔

شرک کی حقیقت اور اسکے بدترین نتائج

خدا کی ذات کے ساتھ شرک کی تردید وید میں ہے اور نہ انجیل میں اور نہ توریت میں اس پر بحث ہے لیکن قرآن کریم کے صفحوں کے صفحے شرک کی بحث سے بھرے پڑے ہیں [illegible] کہ شرک [illegible] کو بڑا نقصان پہنچتا ہے۔ وقالت النصاریٰ نحن ابناء اللہ۔ عیسائی کا ایمان ہے کہ ہم ہی خدا کی پیاری قوم ہیں اور باقی تمام دنیا کی قومیں دوزخ کا ایندھن ہیں اور یہی اعتقاد یہودیوں کا ہے اور ظاہر ہے اس قسم کا اعتقاد بڑے نقصان کا موجب ہے، اور اس قسم کا اعتقاد جو ایک دوسرے سے نفرت پیدا کرتا ہے اس کا ذکر اس آیۃ شریفہ میں کیا گیا ہے۔ وقالت الیہود لیست النصاریٰ علیٰ شئی الخ یہودی کا اعتقاد ہے کہ نصرانی کے مذہب کے اندر قطعاً کوئی حقیقت نہیں، اور اسی قسم کا اعتقاد نصرانی یہودی کی نسبت رکھتا ہے، ان تمام نقصان دہ اعتقادات کا علاج خدا تعالیٰ کی حقیقی توحید پر ایمان پیدا کرنے سے کیا جا سکتا ہے توحید سے ہر قسم کی وحدت پیدا ہو سکتی ہے، توحید سے بغض و عناد دور کئے جا سکتے ہیں، اور توحید سے ہی محبت و آشتی پیدا کی جا سکتی ہے۔

قرآن کریم توحید کے معنے یہ بتاتا ہے کہ کائنات میں صرف ایک ہی خدا ہے اور وہ تمام کی تمام قوموں کا خالق ہے، اور وہی ان کی ربوبیت کرتا ہے۔ اسے کسی کے ساتھ بغض و عناد نہیں۔ اسے اپنی ساری مخلوق سے یکساں محبت ہے۔ اس نے ہندوؤں کو بھی اچھے سے اچھے دماغ عطا فرمائے ہیں، ان میں بڑے بڑے بیرسٹر، اعلیٰ درجے کے ڈاکٹر اور بلند پایہ انجنیئر پیدا ہوتے ہیں۔ میں نے جرمنی میں دیکھا ہے کہ عیسائی نے یہودی کو اس کے وطن سے نکال دیا۔ اس وطن میں یہودی بڑے عروج پر تھے وہ کروڑپتی تھے۔ ان کے گھر محلات کی مانند تھے، ان میں بڑے بڑے انجنیئر، ڈاکٹر، فلاسفر اور جج موجود تھے اور یہی قرآن کریم کی تعلیم ہے۔ کہ مسلمان، عیسائی، یہودی اور ہندو، سب کا ربّ وہی اکیلا خدا ہے۔ الٰھکم الٰہ واحد۔

ہندو کہتا ہے۔ کہ پرما ہمارا خدا ہے۔ ہماری دھرتی پاک اور پوتر ہے ہمارے علاوہ تمام قومیں ملیچھ ہیں۔ یہ اس لئے کہتا ہے کہ وہ شرک میں مبتلا ہے۔ اس کے اعتقاد نے اس کے دل میں تنگ ظرفی اور اس کے اخلاق میں پستی پیدا کی ہے۔ اسی وجہ سے وہ دوسری قوموں سے اچھا سلوک نہیں کر سکتا۔ ان تمام باتوں کا ذکر قرآن کریم کے ان الفاظ میں آ گیا ہے وقالت الیہود لیست النصاریٰ علیٰ شئی الخ۔ یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی کے مذہب میں کوئی حقیقت نہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی کے مذہب میں کوئی خوبی نہیں ان کے اعتقادات نے دونوں قوموں میں دشمنی اور رقابت کے جذبات پیدا کر رکھے ہیں۔ اگر دنیا میں حقیقی توحید مفقود رہی تو قومیں ہمیشہ ایک دوسری کے ساتھ برسرپیکار رہیں گی۔ ہر ایک دوسرے سے لڑائی کرنے اور ایک دوسرے کو تباہ کرنے کی فکر میں رہیں گی اس

(باقی برصفحہ کالم ...)

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

۱۰ر دسمبر بروز جمعرات۔ حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے دس بجے تک صحبت رہی۔ اس صحبت میں صوفی صاحب موصوف نے مدینہ بجنور ۲۱ر نومبر سے "مرحبا رسول السلام" از محمد عبدالباری صاحب جاوی مدلا اس اور رسول السلام از حافظ عبدالواحد صاحب التمری پڑھکر سنائے دیہ وہی نہرو جی کا قصہ ہے جو ریاض پہنچنے پر اہل ریاض نے نہرو جی کی شان میں نعرے لگائے تھے) سُن کر افسوس بھی ہوا اور خوشی بھی، افسوس اس لئے کہ مسلمان تو اس مسئلہ میں آپس میں دست و گریبان ہو گئے اور خوشی اس لئے کہ بلفظ رسول کی جو وضاحت اپنے وقت میں مامور الٰہی نے آج سے ساٹھ سال بیشتر فرمائی تھی اس کی تصدیق خود علمائے کرام کر رہے ہیں اور اس کے خلاف کہنے والے علماء کی علمیت کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑ رہے ہیں اوّل الذکر مضمون میں مولانا عبدالباری صاحب نے مولوی احتشام الحق صاحب کا جو نقشہ کھینچا ہے اس سے الہام اِنّی مہین من اراد اھانتک پھر یاد آجاتا ہے۔ مولوی ننگے ہو گئے کی تصدیق سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے کاش اب بھی مسلمان مامور وقت کو سمجھیں اور اس کے بتلائے ہوئے راستہ پر گامزن ہو کر وانتم الاعلون ان کنتم مومنین کے مصداق ہوں۔

قبل ظہر مولوی ابوبکر صاحب شبلی تشریف لائے اُن سے دریافت کیا کہ کیا تفسیر پڑھنا شروع کی فرمایا آج صبح قرآن کریم میں ناسخ و منسوخ آیات کے متعلق تفسیر دیکھی مولانا نے بالکل صحیح فرمایا اور دلائل سے ثابت کیا کہ قرآن میں ناسخ و منسوخ نہیں۔ نماز مغرب سے فارغ ہو کر بیٹھا تھا کہ میرا نواسہ عزیزم حسام ڈاک لے کر آیا، بحری ڈاک سے لاہور سے لائٹ ۲۱؍۱۲ اور پیغام صلح ۱۶؍۱۲ کے پرچے ملے۔ حسب عادت پیغام صلح کا پرچہ کھولا سرورق دیکھ کر دل پر سکتہ طاری ہو گیا۔ بڑے حروف آہ سیّد عبدالجبار شاہ صاحب پڑھ سکا۔ باریک عبارت بینائی کی کمی کی وجہ سے پڑھ نہیں سکتا۔ عزیزہ سعیدہ کو بلوایا اس نے تمام خبر پڑھ کر سنائی، اس اول المصدقین مسیح محمدی کی رحلت کی خبر سے دل پر سخت چوٹ آئی۔ جانا تو سبھی کو ہے اور پھر اس عمر میں زندگی کی بہت کم توقع رہتی ہے، لیکن عین وقت ضرورت اس پیرانہ سال بزرگ کا جدا ہو جانا سلسلہ کے لئے ناقابل برداشت صدمہ ہے، اس کے نیک اور مفید مشورے۔ اس کا نیم شبی دعائیں کی جماعت کو آج اشد ضرورت تھی سال رواں ۱۹۶۰ء سلسلہ کے لئے بہت بڑی آزمائش کا سال گذرا۔ اللہ اس آزمائش کو ختم کرے اور ہمارے گناہوں کو بخشے اور ہم سے اپنے دین کی خدمت کا مقدس کام تا قیامت لے۔ اے لاہور کے رہنے والے پاک ممبران" سید مرحوم کی مطہر روح کی خوشنودی کا سبب بنو "ایک ہو جاؤ مل کر کام کرو"۔ یہ اس رجل عظیم کی تمنا تھی وہ اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملا، تمہارے لئے اس کی اعمال حسنہ سے بنی ہوئی زندگی، اس کا ایثار و قربانی رہنمائی کا کام دے گی۔ اللہ تعالیٰ اس مرد حق پرست کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

۱۲ر دسمبر بروز جمعہ۔ قبلہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کے نام وفات حسرت آیات مجاہد سرحد، سید عبدالجبار شاہ صاحب کے سلسلہ میں تعزیت کا خط ہوائی ڈاک سے بھجوایا۔ اخویم عبدالصمد بی حبانیہ کو پیغام صلح ۱۶؍۱۲ ڈاک سے بھیجا۔ جناب عبدالقادر صاحب ڈاہن سویرے بغرض استفسار صحت تشریف لائے۔ ان کے ہاتھ محترمی ڈاکٹر محمد نصیرالدین صاحب کو لائٹ ۲۵؍۱۲ اور صدق جدید کے چار پرچے بھجوائے۔

۲۲ر دسمبر بروز ہفتہ۔ استاذ السید علی محمد مرادی کو لائٹ ۲۱؍۱۲ اور رسالہ کراسٹ ۲۵ اکم "دینی اور رسالہ "حقیقت اسلام" جناب مولوی حبیب الرحمٰن صاحب فاروقی فیض آباد اور مسٹر ایس اولا سالا وا ڈو رنا نجیریا کو رسالہ "فیکلٹس اباؤٹ احمدیہ موومنٹ" اور اخبار دکن ٹائمز ڈاک سے بھجوایا۔

جناب پروفیسر محمد اجمل خان صاحب پرائیویٹ سیکرٹری مولانا ابوالکلام آزاد وزیر تعلیم حکومت ہند کے اشارہ پر کتاب سیرت قرآنیہ لکھ رہے ہیں۔ مدینہ بجنور کے رسول نمبر میں موصوف کا ایک گمراہ کن مضمون شائع ہوا تھا اس پر ۲۰ر دسمبر کے مدینہ کی اشاعت میں مولانا عبدالمغنی صاحب اور مولوی عزیزالرحمٰن صاحب کے تبصرے شائع ہوئے ہیں۔ کل رات بچی سعیدہ بانو سے پڑھوا کر سُنا۔ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ میاں محمد اجمل صاحب فلسفہ فرنگ سے مرعوب اور ہندوستان کی سیکولر حکومت کے حکم کی بجا آوری کے پیش نظر افراط کی ملینہ چوٹیوں پر پہنچ چکے ہیں، خدا ہی راہ راست پر لائے۔ یہ فتنہ عظیم ہندوستان کے مسلمانوں کو کعبہ شریف کی بجائے کاشی کی جانب منہ پھیرنے کا ایک کامیاب حربہ ہے جسے ابوالکلام کے خاص معتمد کے ہاتھوں چلایا جا رہا ہے، تو دوسری طرف مولوی عزیزالرحمٰن صاحب کا مقالہ تفریط کا پتہ دیتا ہے جو مئی زدہ فتنی کے دلدادہ مسلمانوں کو اسلام کے قریب لانے کی بجائے دور لے جانے کا باعث ہے کاش یہ مردود فریق افراط و تفریط سے بچنے کے لئے اور سیرت قرآنیہ کی حقیقت کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے درمیانی جادہ ثواب جو عصر حاضرہ کے امام نے قرآن کریم اور اسوۂ رسول کی روشنی میں اشارہ الٰہی کے ماتحت پیش کیا ہے اختیار کرتے آج بھی اس فتنہ کے قلع قمع کرنے کے لئے اسی طرف رجوع کریں اور امام وقت اور اس کے متبعین کی تحریرات کا مطالعہ کریں۔ تحریک احمدیت ہی اس سرطان کا تیر بہدف علاج ہے۔ جو جو ہے شفاء للناس کو سمجھنے کے لئے کونوا مع الصادقین کی ضرورت ہے، صادق وقت حکیم حاذق کے دامن سے وابستہ ہونے میں ہی کامیابی ہے، اسلام کی فتح کا سہرا اس کے اور اس کے جاں نثار انصار کے سر ہے۔ تمہاری حالت کا نقشہ کسی شاعر نے یوں کھینچا ہے ؎

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمین پر آسمان نے ہم کو دے مارا

یہ میراث اسلاف آج مجاہدین اسلام جماعت احمدیہ کے سپرد اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے، اس کے حاصل کرنے کے لئے امام الزمان کی اس مقدس آواز "بیا بنزد سعید و خادم بود، ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد" پر لبیک کہتے ہوئے اسی کے بتلائے ہوئے راستہ پر گامزن ہو جاؤ۔ سید ارشاد حسین صاحب رضوی کی دکان پر رسالہ "علماء کے فتوے" دستی بھیجا۔

۲۳ر دسمبر بروز اتوار۔ جناب ابوبکر شبلی صاحب گھر آئے پندرہ منٹ گفتگو رہی انہیں پیغام صلح ۲؍۱۲ برائے مطالعہ دیا۔ جس میں محترمی چیمہ صاحب کا معرکۃ الآراء مضمون "فتنہ سیاست" درج ہے۔

۲۴ر دسمبر بروز پیر۔ لبنان کی مشہور عالمہ السیدہ حبیبہ شعبان یکن مترجم کتب اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی اور "ڈاکٹرس ان اسلام" تالیف لطیف امیر مرحوم کی عرصہ سے خیریت نہ معلوم ہو سکی، موصوفہ کا خیال آتے ہی انہیں براہین احمدیہ کا انگریزی ترجمہ ڈاک سے بھجوایا۔ خاتون محمدوحہ کا سلسلہ سے بھی تعلق قائم ہے، اشرف برادرز کویت کو رسالہ فیکلٹس اباؤٹ احمدیہ موومنٹ ڈاک سے بھجوایا محترمی صوفی محمد طیب صاحب حسب معمول گھر تشریف لائے پیغام صلح ۲۶؍۱۲ خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا امیر پڑھکر سنایا۔ آہ دردمندان اسلام کی توقعات کے خلاف آج اس مصیبت عظمیٰ کے موقع پر جو بلائے ناگہانی کی طرح مصر پر آئی ہوئی ہے ممالک عربیہ کو ایک نہ کر سکی، اختلافات کی خلیج وسیع ہی ہوتی جا رہی ہے، مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ اللہ رحم فرمائے، صوفی صاحب سے مدینہ کا پرچہ ملا۔ انہیں رسالہ مرآۃ اختلاف تالیف ڈاکٹر بشارت احمد صاحب، اور پیغام صلح ۲۶؍۱۲ دیا۔ معلوم ہوا ہے کہ اخویم اسماعیل محمود صاحب سخت بیمار ہو گئے ہیں، دو دفعہ ڈاکٹر گھر بلوایا گیا، اللہ تعالیٰ صحت بخشے احباب سلسلہ دعا فرمادیں اخویم محمد شیر گل صاحب رات گھر آئے۔ آدھا گھنٹہ بیٹھے اُن سے لائٹ ۸؍۱۲ سے ایک مضمون کا ترجمہ پڑھوا کر سنا۔ مضمون الاسلام کراچی سے لیا گیا ہے۔

۲۵ر دسمبر بروز منگل۔ رات دختر سعیدہ بانو نے محترمی چیمہ صاحب کا وہ گرانقدر سبق آموز مضمون "فتنہ سیاست" کے عنوان سے جو پیغام صلح ۲؍۱۲ میں شائع ہوا ہے

(باقی بر صفحہ ۶ کالم ۲)

نیّات کا اثر اعمال پر
الاعمال بالنیّات

محمد سلطان صاحب نظامی

(۲)

نیّت ایجاد کی ماں ہے

یہ ایک مشہور ضرب المثل ہے کہ "ضرورت ایجاد کی ماں ہے"۔ لیکن وہ ضرورت کیا ہے؟ وہ ضرورت تو نیّت اور ارادہ ہے۔ اس لئے ہر ایجاد کی ماں دراصل نیت ہے۔

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ جب کسی چیز کو ایجاد کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس کے متعلق صرف حکم صادر فرماتا ہے تو وہ چیز وجود میں آجاتی ہے اور اور انسان اپنے ارادہ اور نیت کی تکمیل میں تگ و دو کرتا ہے۔

چونکہ انسان صفحۂ ہستی پر خلیفۃ اللہ ہے اور صفات الٰہی کا مظہر بھی ہے اس لئے انسان میں بھی ارادہ کا خاصہ رکھا گیا ہے۔ اور اس ارادہ کا پھل اس کی محنت میں مضمر ہے، ہوائی جہاز، دخانی جہاز، آبدوز کشتیاں، ایٹم بم، راکٹ، ٹیلیفون، ریڈیو، بجلی وغیرہ وغیرہ یہ سب ایجادات دراصل اس کی نیت کا پھل ہیں۔

روزمرہ کئی ایک محاورے ہم نیّت اور ارادہ کے متعلق استعمال کرتے ہیں جو دراصل اس حقیقت کی وضاحت ہیں۔ جیسا کہ جیسی نیت ویسی مراد۔ جیسی رُوح ویسے فرشتے جیسا ارادہ ویسا فعل وغیرہ وغیرہ۔

نیّت کا محل قلب ہے

دل ہی وہ ایسا اعلےٰ اور افضل مقام ہے جہاں پہ نیّت اور ارادہ کا ظہور ہوتا ہے۔ کیونکہ دل ہی ایک ایسی گداز جگہ ہے جس میں وحی کو قبول کرنے کی صلاحیت ہے جیسے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وانہ لتنزیل رب العالمین ۝ نزل بہ الروح الامین علےٰ قلبک ۔ (الشعراء ۱۹۳-۱۹۴)

"اور تحقیق وہ جہانوں کے رب کا نازل کردہ ہے اس کو اتارا روح الامین نے تیرے دل پہ"

دل ہی وہ ایسا مقام ہے کہ جب اس میں ارادہ اور نیّت کا ظہور ہوتا ہے تو اس ارادہ کی تکمیل میں (خواہ وہ نیک ہو یا بد) باقی تمام اعضائے انسانی حرکت میں آجاتے ہیں۔ اس لئے جزاو سزا کا مدار بھی نیّت قلب پہ رکھا۔

لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما کسبت قلوبکم (البقرہ ۲۲۵)

"نہیں پکڑے گا اللہ تعالےٰ تمہاری لغو قسموں کے بدلے لیکن پکڑے گا تم کو بسبب اس کے جو تمہارے دلوں نے کسب کمایا"

جس سے ظاہر ہوا کہ مواخذہ بھی دل ہی کے فعل پہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دل ہی فاعل ہے، دل جس فعل کی نیت کرتا ہے وہی عمل میں آتا ہے۔

پھر ارشاد فرمایا:-

ان السمع والبصر والفواد کل اولٰئک کان عنہ مسئولا (بنی اسرائیل ۳۷)

"تحقیق کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال کیا جائے گا"

یہاں سننے اور دیکھنے سے اصل مقصد دل کا دیکھنا سننا اور معرفت قلب ہے، جس سے نیّت اور ارادہ کی صاف وضاحت ہوتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ثواب و عذاب دل ہی کی نیت پر مبنی ہیں۔

پھر نیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

من الذین قالوا اٰمنا بافواھھم ولم تؤمن قلوبھم ج (المائدہ ۴۲)

"ان لوگوں میں سے جو اپنے منہ سے کہتے ہیں ایمان لائے اور نہیں ایمان لائے انکے دل"

پھر فرمایا:-

الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان (النحل ۱۰۷)

"مگر وہ کہ مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو"

مزید فرمایا:-

اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان (المجادلہ ۲۳)

"اور لکھا گیا ان کے دلوں میں ایمان"

پھر ارشاد فرمایا:-

ولما یدخل الایمان فی قلوبھم (الحجرات: ۱۵)

"اور ابھی ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا"

ان ارشادات ربانی سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ علوم کا مرکز دل ہے اور جب علوم کا محل دل ہے تو نیّت کا مرکز بھی دل ہی ہونا چاہیئے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:-

ان فی جسد ابن اٰدم لمضغۃ اذا صلحت صلح بھا سائر البدن واذا فسدت فسد بھا سائر الجسد الا وھی القلب"

"آدمی کے بدن میں گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جب وہ گوشت کا ٹکڑا اصلاح پذیر ہوتا ہے تو باقی بدن بھی اصلاح پذیر ہوتا ہے۔ اور جب اس گوشت کے ٹکڑے میں فساد پیدا ہوتا ہے تو تمام بدن میں فساد پھیل جاتا ہے۔ خبردار وہ گوشت کا ٹکڑا دل ہے"

اس حدیث سے نیت کی اور بھی وضاحت ہو جاتی ہے کہ نیّت قلب ہی میں پیدا ہوتی ہے، اگر نیت نیک ہو تو ہر فعل نیک سرزد ہوگا، لیکن اگر نیت بد ہو تو انسان بدی کا مرتکب ہوگا۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ رب العزت کے حضور یہ دعا کیا کرتے تھے۔ یا مقلب القلوب ثبت قلبی علیٰ دینک یعنی اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ" جس سے آپ کا مطلب یہی تھا کہ میرے ارادہ اور نیت میں خلل واقع نہ ہو۔

ایک دفعہ حضرت اسامہ رضؓ نے ایک غزوہ میں کسی کافر کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن قتل سے پیشتر اس کافر نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ دیا۔ مگر باوجود کلمہ سننے کے اسامہ رضؓ نے اسے قتل کر ڈالا۔ جب اس قتل کی اطلاع حضرت اقدس صلعم کو ہوئی تو آپ نے اسامہ رضؓ سے دریافت فرمایا کہ جب وہ کافر اسلام لے آیا تو انہوں نے اسے خواہ مخواہ قتل کیوں کیا۔ جواب میں اسامہ نے عرض کی کہ اس کافر نے محض تلوار کے خوف اور قتل ہونے سے بچنے کی نیت سے کلمہ پڑھا تھا۔ رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ھلا شققت ...قلبہ یعنی کیا تو نے اس کے دل کو پھاڑ کر دیکھ لیا تھا... جب تو نے اس کے دل (ارادہ) کو نہیں دیکھا تو تو کس طرح جان سکتا ہے کہ اس نے کلمہ محض جان بچانے کی نیت سے پڑھا تھا یا اخلاص سے

نیّت۔ عبادت اور قلب

یرضونکم بافواھھم وتابیٰ قلوبھم واکثرھم الفسقون (التوبہ ۸)

"وہ اپنے مونہوں سے تجھ کو راضی کرتے ہیں اور ان کے دل انکار کرتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں"

اپنی نیت کا اظہار بلند آواز سے کرنے کا مطلب یہی ہے کہ ہم نے اپنی نیت کی تکمیل کر دی، بلکہ اس نیت کی تصدیق قلب سے ہونا از بس ضروری ہے۔

صرف نماز کی نیت کر لینے سے تو نماز قائم نہیں ہو جاتی بلکہ قلب میں سوز و گداز پیدا ہونا چاہیئے جو رگ رگ میں رواں دواں اس حقیقت کی وضاحت کرے کہ وہ اللہ

کرتا ہے اور اسی سے امداد طلب کرتا ہے ہر قسم کے شرک سے مبرّا اور پاک ہو کر خدائے واحد کے حضور سجدہ کرنا اور اسی کو ملجاء و ماویٰ سمجھنا ہی نماز کی نیت کا اظہار ہے۔ زبانی جمع خرچ کسی کام نہیں آتے۔

اسی طرح روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ اور دیگر اعمال صالح کی محض زبانی بیت کر لینا تو اس فرض کی ادائیگی کی تکمیل نہیں بلکہ ہر عبادت کی نیت حضوری قلب سے ہونی چاہیئے، اور اس فریضہ کی ادائیگی میں نہ صرف قلب و دماغ بلکہ بدن انسانی کے ہر عضو کو اس حقیقت کی شہادت دینی چاہیئے کہ

أشهد ان لا اله الا الله

ورنہ نماز ادا کرتے وقت دنیاوی تفکرات کا شکار رہنا روزہ میں گالی گلوچ بکنا اور خرید و فروخت میں بے ایمانی کرنا، زکوٰۃ صدقات میں ریا سے کام لینا۔ حج صرف نام نمود اور سونا چاندی لانے کے لئے کرنا اور حج کے لئے ناجائز طور پر روپیہ فراہم کرنا وغیرہ وہ اعمال ہیں جن کا نتیجہ سوائے رسوائی کے اور کچھ نہیں۔ خداوند تعالیٰ تو ہماری صرف نیت کا جائزہ لیتا ہے۔ ہر عمل صرف اس نیت سے کرنا چاہیئے کہ خوشنودی الٰہی نصیب ہو اور رضائے الٰہی حاصل ہو۔

افمن اتبع رضوان الله كمن
باء بسخط من الله وماوٰه جهنم
وبئس المصير۔ هم درجٰت
عند الله والله بصير بما يعملون

(آل عمران ۱۶۱)

"تو کیا جو شخص اللہ کی رضا کی پیروی کرے وہ اس کی مانند ہو سکتا ہے جو اللہ کی ناراضگی حاصل کرے اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور کیا ہی بری پہنچنے کی جگہ ہے، وہ اللہ کے نزدیک درجے رکھتے ہیں۔ اور اللہ دیکھتا ہے جو وہ کرتے ہیں"

بہترین عمل وہ ہے جس میں نیت رضائے الٰہی حاصل کرنا ہو

سب سے بہتر عمل وہ ہے جو صرف اس نیت سے کیا جائے کہ رضائے الٰہی نصیب ہو۔

غزوہ خیبر میں حضرت علی رضا ایک کافر کی گردن ذوالفقار سے اڑانے ہی والے تھے کہ اس نابکار نے آپ کے چہرہ مبارک پر تھوک دیا، آپ نے قتل کرنے کی بجائے اسے چھوڑ دیا تو اس نے پوچھا کہ انہوں نے اسے قتل کیوں نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے میں تجھے رضائے الٰہی کی نیت سے قتل کرنے والا تھا۔ لیکن جب تم نے میرے منہ پر تھوکا تو میری نیت میں میرا نفس شامل ہو گیا اس لئے میں نہیں چاہتا کہ اپنے نفس کی خاطر تجھے قتل کر دوں"۔ اسی طرح ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ ہر عمل رضائے الٰہی حاصل کرنے کی نیت سے کرے اور اپنی خود غرضی اور نفسانی خواہشات کے ماتحت کسی عمل کا ارتکاب نہ کرے اسی طرح ہر انسان کی دینی و دنیاوی ترقیات کا راز اس کی نیت ہی میں پنہاں ہے۔ مگر انسان اس پر غور نہیں کرتا خدا سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو .....

مکتوب بغداد

(بسلسلہ صفحہ ۲)

ختم کیا یہ مضمون تین روز میں ایک ایک گھنٹہ بچی نے پڑھ کر سنایا چیمہ صاحب محترم کے لئے دل کی گہرائی سے اپیل کر دعا نکلی اللہ تعالیٰ اس مرد میدان حق گو مجاہد کو عمر طویل عطا فرما دے اور اس کے قلم معجز رقم کو اور زور دار بنائے مجھے یقین ہے کہ مضمون ہذا بہت سی سعید روحوں کی ہدایت کا باعث ہوگا ایڈیٹر پیغام صلح مولانا دوست محمد صاحب نے بھی بہت اچھا کیا کہ ایک ہی پرچہ میں سارا مضمون شائع کر دیا۔ چیمہ صاحب کے مضامین اگر یکجائی طور پر کتابی صورت میں زیور طبع سے آراستہ ہو کر پبلک کے سامنے آ جائیں تو اس سے اللہ کی مخلوق کو بہت فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ چیمہ صاحب کے مقالات میں اپنوں کے لئے غفلت دور کرنے اور ایمان کی تازگی کا سامان موجود ہے تو اغیار کی ..... ہدایت کے لئے نشانِ راہ ہے۔

جناب برکات احمد صاحب ملحق الصحافی سفارت ہندیہ انقرہ کو پیغام صلح نمبر ۲۹ - ۲۸ - ۲۷ اور استاذ السید شاکر سمارہ کو لائٹ ۴۲ ڈاک سے بھجوایا۔ آج پچیس ممبر ہے، ایک طرف مسیح کی مزعومہ پیدائش کا دن مسیحی دنیا منا رہی ہے (یہ عقیدہ شمس پرستوں سے مسیحیت میں آ گیا ہے) تو دوسری طرف خدا پرستوں کی ایک چھوٹی سی جماعت مدینۃ المسیح لاہور کے ایک کونہ میں مسیح محمدی کی ہدایات طیبہ کے ماتحت جمع ہو کر معرفت الٰہی کے درس دے رہی ہے اور مسیح ناصری علیہ السلام کی حقیقی تصویر پیش فرما کر عیسائی بھائیوں کو رحمۃ للعالمین کی معرفت آیا ہوا خدا کا پیغام ساری دنیا میں پہنچانے کی تجاویز سوچ رہی ہے، یہی ایک واحد نسخہ انسانیت کو تباہی سے بچانے کا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان مردان حق پرست کی کوششوں کو بار آور کرے اور يدخلون في دين الله افواجا کا اعادہ فرما کر اپنی مخلوق کو في الدنيا والاخرة کے حسنات کی نعماء سے نوازے آمین۔

۲۶ر دسمبر بروز بدھ:۔

جناب محمد شیر انگن صاحب خير الغايات دالتشجير حلہ کو پیغام صلح کا مسیح موعود نمبر ۱۹۵۶ء ڈاک سے بھجوایا ظہر سے پہلے مولوی ابو بکر شبلی تشریف لائے۔ پیغام صلح ۱۲ واپس کیا محترمی چیمہ صاحب کے بلند پایہ مضمون پر گفتگو رہی حاجی عبداللطیف صاحب کے از احباب ربوہ سے مولوی صاحب موصوف کو الفضل کے پرچے ملے تھے کہتے تھے کہ ان میں ایڈیٹر صاحب الفضل سے لے کر محترمی جناب میاں صاحب مکرم تک چیمہ صاحب کے نام کا ورد کر رہے ہیں۔ چلو اچھا ہے، اس طرح پیغامیوں کے خیالات و افکار ناظرین الفضل تک پہنچ رہے ہیں، شاید کوئی سعید روح مستفید ہو جائے۔

جناب سید ارشاد حسین صاحب کی دکان کے لئے رسالہ "حقیقی احمدی اور اس کی امتیازی خصوصیات" دستی بھجوایا۔ بحری ڈاک سے ایک عدد پیغام صلح ۲۲ ملا، فرزند ابراہیم کو انوام ... [illegible] ... طبیعت قدرے بہتر ہے۔

۲۷ر دسمبر بروز جمعرات:۔

محترمی جناب صوفی محمد طیب صاحب حسب معمول گھر تشریف لائے، مدینہ کے دو پرچے ساتھ لیتے آئے ہیں۔ ۲۵ر نومبر کے مدینہ کا مقالہ افتتاحیہ مسئلہ بیانیہ پڑھ کر سنایا، جس میں پاکستان کے خلاف زہر چکانی کی گئی ہے، دراصل حکومت ہند کی سیکولر پالیسی سے مرعوبیت کا یہ ایک مسلم اخبار کی پست ذہنیت کا مظاہرہ ہے۔ نیز صوفی صاحب نے پیغام صلح ۴۸ سے مکتوب ہانگ کانگ سنا کر محظوظ فرمایا۔ صدر محترم مولانا محمد یعقوب خان صاحب کا اشہب رفتار قلم چھوٹے چھوٹے جملوں میں بڑے بڑے حقائق بیان کرتا ہوا چلا جاتا ہے، سبق آموز مکتوب ہے، ہز ایکسی لنسی الحاج محمود بجوریہ سفیر انڈونیشیا مصر کو لائٹ ۲۳ ڈاک سے بھیجا۔ فرزند ابراہیم کے ہاتھ ڈاکٹر محمد نصیر الدین صاحب کو لائٹ ۲۲ اور مدینہ کے پرچے بھجوائے۔ عزیزم مجید سے معلوم ہوا کہ اخویم اسمٰعیل صاحب کی صحت آج بہتر ہے باہر بھی نکلے ہیں الحمد للہ۔ بحری اور ہوائی ڈاک سے پیغام صلح ۲۷ کے دو عدد اور ہانگ کانگ سے اسلامک ریویو ماہ اکتوبر کے دس عدد پرچے ملے۔ رات صحت اچھی نہیں رہی جو اللہ کو منظور۔

۲۸ر دسمبر ۱۹۵۶ء بروز جمعہ:۔

فرزند ابراہیم کے ہاتھ سید صفدر علی صاحب کے ہوٹل کے لئے پرچہ پیغام صلح ۲۶ بھجوایا۔ سید عبدالستار دہلوی برائے ملاقات گھر تشریف لائے جزاہم اللہ۔

۲۹ر دسمبر ۱۹۵۶ء بروز ہفتہ:۔

استاذ علی محمد سرطاوی کو نیوورلڈ آرڈر اور اسلام دی ریلیجن آف ہیومینیٹی کا ڈچ ترجمہ برائے مفت تقسیم اور اسلامک ریویو بابت اکتوبر دستی بھجوایا، اخویم عبدالصمد صاحب حبانیہ کو پیغام صلح ۲۷ ڈاک سے بھیجا۔

ضرورت دعا

محترم خواجہ نذیر احمد صاحب، چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ، میاں عبدالشکور صاحب بٹ ابھی تک بیمار ہیں، ان کے لئے احباب سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

مولنا عبدالحق صاحب ودیارتھی کی اہلیہ محترمہ ایک مدت سے بیمار چلی آ رہی ہیں، ان کے لئے بھی خاص دعاؤں کی ضرورت ہے، امید ہے احباب ان سب کے لئے دعا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

کرناٹک میں تبلیغی سرگرمیاں۔ بقیہ صفحہ ۲

محمد بڈھن صاحب بر دَور کے نام لکھا ہے، اور ساتھ ہی پچیس روپے (25/-) کا منی آرڈر بھی بھیجا ہے خط کا مضمون یہ ہے:

"جناب مولوی صاحب - السلام علیکم۔
واضح ہو کہ میں نے آپ کی انجمن احمدیہ ہبلی کی ساری کتب بغور مطالعہ کی ہیں، اور پیشہ بد سے توبہ کر کے اب صرف اللہ تعالےٰ کے حضور اپنے گناہوں کی معافی کی طلبگار ہو رہی ہوں کیا میرے گناہوں کو اللہ تعالےٰ معاف کر دے گا؟ میں بہت ہی شرمندہ ہوں یہ آپ کی انجمن کی کتب کی طفیل ہے جو کنڑی میں طبع کرا کر آپ نے مجھ جیسی بدکار کی آنکھوں کو کھولا ہے، آپ کا اور آپ کی انجمن کا مجھ پر بہت ہی احسان ہے، اس قسم کے مزید کنڑی لٹریچر کے لئے میری طرف سے 25/- روپیہ کا عطیہ قبول فرمایئے اور میرے لئے دعا کیجئے"

اس کے دو ماہ بعد ایک اور خط مولوی صاحب کے نام آیا جس کا مضمون یہ ہے:-

"جناب مولوی صاحب - اس دفعہ میں نے آپ کی ۱۹ سورتوں کی تفسیر اور فلسفہ نماز کا مطالعہ کیا ہے، اور چند سورتوں کو یاد کر کے میں پنج وقت نماز کی پابند ہو گئی ہوں اور اب دنیادار پاگل کتوں کی طرح مجھ پر بھونک رہے ہیں - اس سے نجات پانے کا ایک طریقہ ہے وہ یہ کہ آپ ایک بار ہمارے گاؤں آیئے اور میرا ایک شخص کے ساتھ نکاح کرا دیجئے اپنی آمد کی اطلاع قبل از وقت دیجئے۔"

(۲) ایک اور واقعہ سنئے:-

ایک شخص ہاشم صاحب پاٹل سکنہ چاند کوٹ تعلقہ باگیواڑی ضلع بیجاپور، ہندو فلسفہ کا خوب علم رکھنے والا مع اپنے ساتھیوں کے پوجا پاٹھ میں غرق ہو کر مرتد ہو گیا تھا، اور اپنی ساری جائداد ہندوؤں کے لئے وقف کر کے ہندوؤں کا دھرم گورو بن گیا یہاں تک کہ اس نے کاشی جا کر وہاں مباحثہ میں ثابت کیا کہ وشنومت افضل ہے اور مرتنجیا سوامی لقب پا کر واپس آیا تھا - اس کی بہت عزت ہوا کرتی تھی، ہندو عورتیں دودھ اور پوریاں اپنے ہاتھوں سے اس کو کھلایا کرتی تھیں - ۱۹۵۴ء میں جب ہماری کتاب (۱) دھرم رہسیہ اور آہار رہسیہ (۲) فلسفہ نماز اور دیگر لٹریچر اس تک پہنچا تو ہاشم پاٹل عرف مرتنجیا سوامی ہماری کتب کا ایک بار مطالعہ کرتے ہی مندر چھوڑ کر گاؤں کے باہر کسی درخت کے سایہ تلے بیٹھ گیا - لوگوں کے پوچھنے پر کہنے لگا کہ میں نے حق پا لیا ہے اور اب صرف اپنے گورو مولوی بر دَور صاحب کے دیدار کا منتظر ہوں - وہ میرے گورو ایک دن اسی راستہ سے آئیں گے، وہ ہر روز دو کیلے پیکر دن بھر اپنے پاس رکھتا تھا اور رات ہوتے ہی کھا جاتا تھا - لوگوں نے پوچھا کہ دو کیلے لے کر دن بھر کس لئے رکھتے ہو، تو اس نے جواب دیا کہ میرے گورو سے جب ملاقات ہوگی وہ اس وقت بھوکے ہوں گے، ان کو کھلاؤں گا -

ایک دن اتفاقاً مولوی بر دَور صاحب اور خواجہ بشیر احمد صاحب منٹو ضلع بیجاپور کا دورہ کرتے ہوئے چاند کوٹ تعلقہ باگیواڑی گئے ہوئے تھے - اس وقت مولوی بر دَور صاحب کو واقعی بھوک بڑے زور سے لگ رہی تھی - ہاشم صاحب پاٹل عرف مرتنجیا سوامی سے ان کی ملاقات ہو گئی - اپنے مرتد ہو کر اور پھر دوبارہ اسلام میں آنے کی ساری کیفیت خواجہ صاحب اور مولوی بر دَور صاحب کو اس نے سنائی اور کہا کہ آہ! اسلام ایسی خوبیوں کا جامع ہے، مجھے یہ معلوم نہ تھا - احمدیہ انجمن ہبلی کا یہ احسان ہے کہ دھرم رہسیہ جیسی کتاب طبع کرا کر مجھے اور میرے ساتھیوں کو راہ راست پر لے آئے - مولوی بر دَور صاحب اور خواجہ صاحب نے اس شخص کو مناسب وعظ و تلقین کیا اور چلے آئے - اس شخص کی خوب مخالفت ہوئی - ۱۹۵۳ء میں پتہ چلا کہ وہ فوت ہو گیا ہے - انا للہ وانا الیہ راجعون*۔

(۳) اس علاقہ کے بعض دیہات ایسے بھی ہیں کہ جہاں مساجد تو ہیں مگر ان میں نماز پڑھنے والے نہیں ہیں، بلکہ بیل بکریاں باندھنے اور بیلوں کا چارہ رکھنے کے کام آتی ہیں - اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ اس نے جس غرض کے لئے ہمیں مجدد وقت کے پاک سلسلہ میں داخل کیا ہے وہ غرض ہمارے ذریعہ پوری ہو رہی ہے - جب کبھی ہم کسی ایسے گاؤں جاتے ہیں تو اللہ تعالےٰ کے بندوں کو نصیحت کر کے جس غرض کے لئے مسجدیں بنائی جاتی ہیں وہ غرض پوری کرا دیتے ہیں - تفصیل کے لئے اخبار پیغام صلح مورخہ ۲۰ اپریل ۱۹۵۶ء صفحہ ۱۰ دیکھئے جس میں سلطان یوسف عادل شاہ کے زمانہ کی ایک چھوٹی سی خوبصورت ایک ہی پتھر کی مسجد کی کیفیت لکھی ہے۔

(۴) ایک اور نو مسلم کی روحانی کیفیت سنئے جس نے اسلام کو جاہلوں کا مذہب سمجھ کر ہندوؤں میں فرقہ لنگایت قبول کر کے گلے میں چاندی کی ڈبیہ باندھ لی تھی، اس شخص کا نام عبدالکریم صاحب باہال ہے ---- اس کا یہ بیان ہے کہ وہ ہماری انجمن احمدیہ ہبلی کا ہی لٹریچر اور کنڑی تفسیر پڑھ کر دوبارہ مسلمان ہو گیا، اور اب خدا کا فضل ہے کہ اس شخص کو اللہ تعالےٰ نے روحانی

---

* مرتنجیا سوامی کی وفات کی خبر خواجہ بشیر احمد صاحب منٹو کو شاید معلوم نہیں۔ اب اخبار سے معلوم ہو جائے گی۔

زندگی عطا فرمائی ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی نصیب ہوئی ہے،

مولوی مبارک علی صاحب اب بتایئے

ہم صرف تین روز کا جلسہ ہر سال اپنی انجمن کے سامنے کر کے باقی دن انجمن میں لڑتے جھگڑتے رہتے تو اس طرح فاحشہ عورتوں کا توبہ کرنا اور نہ اسلام سے بیزار ہو کر جانے والے اللہ کے بندوں کو پھر اسلام میں لانا کیسے ممکن تھا اور مساجد کی آبادی کا کام جو ہم نے کیا کیسے ہو سکتا تھا -

مولوی صاحب ہبلی کے مسلمانوں کو تو پتہ ہے

کہ احمدی کون ہیں اور قادیانی کون ہیں، اطراف کے مسلمانوں کو جا کر دیکھئے ان کو تو اسلام کی بھی خبر نہیں، کیا ان کو اسلام پر قائم کرنا احمدیت نہیں

مولوی چوہدری صاحب کو شاید معلوم نہیں کہ احمدیہ

انجمن ہبلی کی جانب سے ضلع بیجاپور اور ضلع دھارواڑ میں سرودھرم سمیلن یعنے بین الاقوامی کانفرنسوں میں ہمارے مبلغ کو بطور نمائندہ اسلام بلایا گیا اور خدا کے فضل سے اسلام کو فتح حاصل ہوئی۔

قادیانی مبلغ کو یہاں آئے ہوئے پانچ

سال کا عرصہ ہو گیا ہے، وہ سردار کی عیب چینی کی بجائے بہتر ہوگا کہ براہ کرم اپنی پانچ سالہ رپورٹ شائع کریں - ذرا ہم بھی تو دیکھیں کہ آپ نے اس علاقہ کی زبان میں کتنا لٹریچر شائع کیا ہے اور کتنے ہندوؤں کو مسلمان بنایا یا مسلمانوں کو ہندو ہونے سے بچایا ہے۔

خطبہ جمعہ بسلسلہ ۳

لئے قرآن کریم نے نہایت ہی وضاحت کے ساتھ، اور معقول دلائل کے ساتھ توحید الٰہی کی تلقین کی ہے شرک انسان کو انسانیت کے درجے سے گرا دیتا ہے - کیونکہ شرک تنگ ظرفی اور تنگ نظری پیدا کرتا اور دوسروں پر ظلم کرنے کے لئے آمادہ کر دیتا ہے۔

خدا کی طاقتیں اور ربوبیت عامہ

ان وجوہات کی بناء پر قرآن کریم نے یہ تعلیم دی ہے - کہ اس کی ربوبیت عام ہے کسی خاص ملک یا کسی خاص قوم کے ساتھ مختص نہیں - اس کا ذکر الحمد للہ رب العالمین میں کر دیا ہے - کہ وہ خدا جو رب العلمین ہے - اس نے ساری کی ساری قوموں کی جسمانی و اخلاقی ربوبیت کے سامان بہم پہنچا رکھے ہیں، وہ فرماتا ہے کہ ہم خالق بھی ہیں اور محسن بھی، تمام چیزوں کے خزانے ہمارے ہی قبضہ میں ہیں ان من شئی الا عندنا خزائنہ اس ذات واحد نے اپنے کمالات کا نقشہ پہلی سورۃ میں بیان فرمایا ہے اور اس سورۃ میں فرمایا قل ھو اللہ احد اللہ الصمد - اللہ وہ ذات ہے جو واحد اور یگانہ ہے اور اللہ الصمد یعنی اللہ تو وہ ذات ہے جو خود تو کسی چیز کی محتاج نہیں

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران "پیغام صلح" میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے اُن کے نمبر خریداری اور چندہ جو اُن سے اجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے اس لئے اس بقایا کو شامل کر کے اُن کے ذمہ کچھ رقم لگائی گئی ہے، ایسے احباب اگر یکمشت رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اُٹھانا پڑے، بہر صورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست کو دیکھ لیں کہ آیا اُن میں اُن کا خریداری نمبر تو شامل نہیں ہے۔ اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۵ مارچ ۱۹۵۷ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے، اگر ۵ مارچ ۱۹۵۷ء تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی تو ۹ مارچ ۱۹۵۷ء کو اُن کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کر دیا جائے گا جس کا چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اُٹھانا پڑے گا۔ جو ان کے چندہ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار ...... کی جو کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر سرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے۔

(مینیجر پیغام صلح)

۱۹	۶—۰—	۴۹۹	۲۴—۰—
۲۲	۶—۰—	۵۰۶	۶—۰—
۴۷	۶—۰—	۵۱۲	۱۲—۰—
۹۹	۶—۰—	۵۵۵	۶—۰—
۱۵۱	۶—۰—	۵۵۹	۶—۰—
۱۷۵	۶—۰—	۵۶۸	۶—۰—
۲۱۰	۶—۰—	۵۷۱	۶—۰—
۲۱۲	۶—۰—	۵۷۸	۱۲—۰—
۲۲۵	۱۲—۰—	۵۸۸	۶—۰—
۲۹۲	۱۸—۰—	۵۹۰	۶—۰—
۳۱۹	۶—۰—	۵۹۹	۶—۰—
۳۷۷	۶—۰—	۶۱۸	۱۲—۰—
۳۹۹	۶—۰—	۶۱۹	۷—۰—
۴۰۱	۶—۰—	۶۲۱	۶—۰—
۴۳۵	۱۸—۰—	۶۲۹	۶—۰—
۴۴۲	۱۸—۰—	۶۳۰	۶—۰—
۴۴۳	۲۴—۰—	۶۳۶	۶—۰—
۴۴۴	۱۲—۰—	۶۳۸	۶—۰—
۴۴۶	۱۸—۰—	۶۵۱	۶—۰—
۴۵۶	۶—۰—	۶۵۲	۶—۰—
۴۷۷	۲۴—۰—	۶۵۶	۶—۰—

آفتاب الدین دار الشفاء کی

سہ ماہی رپورٹ

معطی صاحبان	عطیہ
شیخ غلام قادر صاحب لاہور	۱۰—۰—۰
محمد لطیف علوی صاحب لاہور	۵—۰—۰
احمد نور حسین صاحب ٹرینیڈاد	۶—۸—۰
مرزا خلیل الرحمٰن صاحب لاہور	۵—۰—۰
مرزا محمد بلاول خان صاحب بہاولپور	۲—۰—۰
مرزا حبیب الرحمٰن صاحب "	۲—۰—۰
مرزا افتخار احمد صاحب "	۲—۰—۰
مرزا عبید الرحمٰن صاحب "	۲—۰—۰
مرزا محمد طارق صاحب "	۲—۰—۰
چوہدری محمد سعید صاحب بھیٹہ سیالکوٹ	۱—۰—۰
سید احسان علی صاحب ڈھاکہ	۲۵—۰—۰
زمرد بیگم صاحبہ وزیر آباد	۱۰—۰—۰
شیخ نثار احمد صاحب وزیر آباد	۳۰—۰—۰
آفتاب عالم خان صاحب لاہور	۱—۸—۰
گلاب علی صاحب لاہور	۴—۰—۰
حبیب احمد صاحب - پیر غنی	۵—۰—۰
غلام حسین صاحب ڈنڈوت	۱—۰—۰
مرزا مسعود بیگ صاحب لاہور	۵—۰—۰
کل میزان -	۱۲۹—۰—۰

نومبر دسمبر ۱۹۵۶ء اور جنوری ۱۹۵۷ء میں استفادہ کرنے والے مریضوں کی تعداد ۴۰۳۰

کنوینر دار الشفاء $\frac{2}{57}$/۱

مسلم ہائی سکول نمبر ۱ کا کار خیر

پچھلے دنوں جب لاہور میں سخت سردی پڑ رہی تھی

۶۷۸	۶—۰—	۹۵۱	۳—۰—
۶۸۲	۶—۰—	۹۵۲	۶—۰—
۶۸۸	۱۲—۰—	۹۸۷	۶—۰—
۶۹۲	۶—۰—	۹۸۸	۶—۰—
۷۰۴	۱۲—۰—	۹۹۹	۶—۰—
۷۱۲	۶—۰—	۱۰۰۳	۶—۰—
۷۱۶	۶—۰—	۱۰۰۴	۶—۰—
۷۲۱	۱۲—۰—	۱۰۰۶	۶—۰—
۷۲۲	۶—۰—	۱۰۰۷	۶—۰—
۷۲۷	۶—۰—	۱۰۱۱	۶—۰—
۷۳۴	۶—۰—	۱۰۱۶	۶—۰—
۹۳۰	۶—۰—	۱۰۱۸	۶—۰—
۹۴۱	۶—۰—		

احمدی زمیندار متوجہ ہوں

۱۔ احمدیہ فارمز واقع قاضی احمد جادو جرنو ضلع نواب شاہ کے لئے چند مخلص احمدی مزارعین کی ضرورت ہے۔ انجمن کی تقریباً ساٹھ مربع اراضی ان مقامات پر ہے۔ پچھلے چند ماہ میں زاید از ایک لاکھ روپیہ کے خرچ سے وہاں ٹریکٹر زمین کی درستی کے لئے اور دو ٹیوب ویل آبپاشی کے لئے مہیا کئے گئے ہیں، ٹیوب ویل کے علاوہ نہر کا پانی بھی موجود ہے۔ احمدی کاشتکاران ان سہولتوں سے فائدہ اُٹھائیں اور انجمن کی آمدنی میں اضافہ کا موجب بن کر ثواب حاصل کریں۔

۲۔ ان اراضیات میں جنگل کی صفائی کا کام بڑی سرعت سے جاری ہے، بل ڈوزر اس غرض کے لئے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ جنگل کی کٹائی کے بعد مڈھیاں نکالنے کا کام بہت محنت طلب ہے اس کام کے لئے ٹھیکیدار بھی مطلوب ہیں، جو نرخ فی ایکڑ طے کرنے کے بعد اس کام کا ٹھیکہ لے سکتے ہیں۔ اگر کچھ لوگ یومیہ اجرت پر اس کام کو کرنا چاہیں تو دو روپیہ یومیہ دیئے جائیں گے۔

ضرورت مند پتہ ذیل پر خط و کتابت کریں:۔

سلطان علی

کاٹن ڈیولپمنٹ آفیسر کالونی ٹیکسٹائل ملز اسمٰعیل آباد۔

ضلع ملتان

مسلم ہائی سکول نمبر ۱ نے اپنے ریڈ کراس فنڈ سے ۴۳ یتیم اور نادار بچوں کو ۔۔۔۔ ۵۷ کے گرم کوٹ خرید کر مفت مہیا کئے۔ اس سلسلہ میں سکول محترم جناب میاں غلام شبیر صاحب کا بھی ممنون احسان ہے جنہوں نے اس فنڈ میں مبلغ پچیس (-/25) روپے کا عطیہ مرحمت فرمایا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

برکت علی انچارج پبلسٹی مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور

پیغام صلح ۲۰ فروری ۱۹۵۷ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۷

صرف ٹائٹل ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس ریکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولانا دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

ایڈیٹر۔ دوست محمد

جلد ۴۶ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۶ رجب المرجب ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۷ فروری ۱۹۵۷ء | نمبر ۸

شہزادی عابدہ سلطانہ مسجد ووکنگ میں!

سابق والیہ بھوپال بیگم شاہجہان کی پڑپوتی اور موجودہ والیٔ بھوپال کی صاحبزادی شہزادی عابدہ سلطانہ سفیر متعینہ برازیل برائے پاکستان اتوار کو مسجد ووکنگ میں تشریف لائیں، جہاں مولانا محمد یعقوب خاں صاحب امام اور ان کے ساتھیوں اور مسلمانانِ ووکنگ نے ان کا پُرجوش خیر مقدم کیا۔ شہزادی صاحبہ نے سب کے ساتھ مل کر مشرقی طرز کا کھانا کھایا۔ آپ برازیل جاتے ہوئے سرکاری طور پر انگلستان تشریف لائی ہیں اور اسی سلسلہ میں اپنی پڑدادی بیگم شاہجہان کی بنائی ہوئی مسجد دیکھنے کے لئے پہلی مرتبہ ووکنگ تشریف فرما ہوئیں۔

شہزادی صاحبہ ان بہت سے والیانِ ملک میں سے ہیں جن کو برصغیر ہند سے برطانیہ کے چلے آنے کے بعد اپنا تخت و تاج چھوڑنا پڑا، اگر آزادی کے بعد تمام ہندوستانی ریاستیں انڈین یونین میں مدغم نہ ہو جاتیں تو شہزادی صاحبہ کسی دن ایک ایسی ریاست (بھوپال) کی حکمران ہوتیں جب

کا رقبہ مملکت برطانیہ کے رقبہ کے برابر ہی اور اپنی رعایا کے لاکھوں افراد کی زندگی اور موت کے اختیارات انہیں حاصل ہوتے۔

اپنی اس ممتاز مہمان کا خیر مقدم کرتے ہوئے امام صاحب نے اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی کہ جہاں ہندوستانی ریاست بھوپال جس پر شہزادی صاحبہ کی پڑدادی بیگم شاہجہان

حکمرانی کرتی رہی ہیں، آج ہندوستان کے نقشہ سے مٹ چکی ہے وہاں بیگم شاہجہان کا نام برطانیہ کی اس سب سے پہلی مسجد کے ساتھ وابستہ ہو کر تمام دنیا میں روشن ہو چکا ہے۔

آپ نے مسجد کو ایک یادگاری نشان قرار دیتے ہوئے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا کہ صرف روحانی اشیا ہی دائمی قدر و قیمت رکھتی ہیں، آپ نے بتایا کہ یہ امر موجودہ مادی تہذیب کے لئے ایک یادداشت ہے کہ اگر موجودہ تباہ کن ہتھیاروں سے وہ بچنا چاہتی ہے تو اسے چاہیئے کہ ان روحانی بنیادوں کی تلاش کرے جو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کے لئے مہیا کیں۔

آپ نے فرمایا کہ یہ ایک خدائی راز ہے کہ یہ مسجد آج سے ۶۶ سال پہلے عین مغربی تہذیب کے قلب میں بنائی گئی، اس کے اندر یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ تمام الہامی مذاہب لازماً ایک ہی تعلیم لے کر آئے ہیں یہ وہ اعلان ہے جو تعلیمات اسلام کے لئے ایک پہچان کی حیثیت رکھتا ہے اور اس میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ تاریخ کے اس نازک ترین مرحلہ پر جب اسلام اور مسیحیت کے مابین دوستانہ تعلقات زمانہ کی اشد ترین ضروریات میں سے سمجھا جا رہا ہے، اسلام کا دوستانہ ہاتھ مسیحی دنیا کی طرف پھیل چکا ہے۔

اس تقریب میں جو لوگ شامل ہوئے ان میں میجر جے ڈبلیو فارمر چیئرمین مسلم سوسائٹی ان گریٹ برٹین، مسز ٹیلر گرانٹ، مس ڈیرہ ٹیلر، مولانا عبد المجید ایڈیٹر اسلامک ریویو، مس امینہ قریشی آف پاکستان ایجوکیشن سروس، ڈاکٹر اے ایم خان آف لندن اور مسز خان کے اسمائے گرامی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

دائیں سے بائیں:- (۱) مولانا محمد یعقوب خاں (امام) (۲) شہزادی عابدہ سلطانہ، (۳) مولوی محمد یحییٰ بٹ

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں
مینیجر

اشارات

مسیحی معاصر "المائدہ" رقمطراز ہے :-

"اگر ہندوستان کے کوئی صاحب پاکستان میں آئیں تو لاہور میں مال روڈ پر واقع وائی ایم سی اے ضرور جائیں، اور ان سے پوچھیں کہ گرجا ہولی ٹرینٹی کہاں ہے؟ جب آپ اس میں جائیں گے تو دیکھیں گے کہ کوئی بھی امیر آدمی، کلیسا کا پاسبان لے ریڈر، یا ایلڈر اس میں داخل ہونے کا گناہ نہیں کرتا، کیونکہ اس میں صرف غریب مسیحی اس لئے عبادت کرتے ہیں کہ یہ خدا کا گھر ہے۔ امیروں کے گرجا یعنی کیتھڈرل والے امیروں کو ایسٹر یا کرسمس پر یہ شبہ ہو جائے کہ غریب لوگ عشاء ربانی لینے کو آجائیں گے تو وہ یہ آرڈر جاری کر دیتے ہیں کہ آج تم ہولی ٹرینٹی گرجا میں جا کر عشائے ربانی لو وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ یہ میلے کچیلے لوگ اگر کیتھڈرل میں عشائے ربانی لے کر نکلیں گے تو ان کے کپڑوں سے میل اور گرد گر جائیگی تو ان کے بعد جب امیروں کے عشائے ربانی لینے کا وقت آئے گا تو وہ پاسبان پر پل پڑیں گے کہ گرجا صاف کیوں نہیں کرایا؟"

لیکن صرف لاہور کے ہولی ٹرینٹی اور کیتھڈرل کا ذکر کیوں؟ دنیا کا کونسا ملک ہے، جہاں مسیحی گرجاؤں کے اندر امیر اور غریب، چھوت اور اچھوت، کالے اور گورے کے امتیازات نہیں؟ انگلستان، فرانس، اٹلی، امریکہ، کسی ملک کا نام لیجئے جہاں ایسے امتیازات روا نہیں رکھے جاتے؟ یہ خصوصیت تو اسلام ہی کو حاصل ہے کہ شاہی مسجد ہو یا کسی محلہ کی کوئی ٹوٹی پھوٹی مسجد، غریب اور امیر، آقا اور غلام سب ہی ایک صف میں شانہ بشانہ کھڑے ہو کر عبادت الٰہی بجا لاتے ہیں۔ بقول اقبال ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز

بلکہ بسا اوقات ایک فقیر کے پاؤں میں بڑے سے بڑے امیر کا سر سجدہ ریز ہوتا ہے، مسلمان برے سہی، لیکن اسلام کی یہ ایک ہی خصوصیت اس کی صداقت و معقولیت اور عالمگیر مذہب ہونے کی زندہ دلیل ہے۔

"اشتراکی انقلاب کا طریق کار اور جماعت اسلامی" کے عنوان سے معاصر "رفتار زمانہ" نے مولانا ابن حسن جاوید بی اے کا ایک دلچسپ مضمون شائع کیا ہے جس میں مارشل سٹالن اور جماعت اسلامی کے امیر مودودی صاحب کی متعدد تحریرات پیش کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ اشتراکیت اور مودودیت ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں اور اگرچہ دونوں کے نام الگ ہیں لیکن طریق کار ایک ہی ہے، ایک حوالہ آپ بھی سن لیجئے۔ سٹالن لینن کے حوالہ سے لکھتا ہے :-

"پہلے اقتدار پر بالجبر قبضہ کر کے ایسے حالات پیدا کرو کہ جس میں پرولتاریہ کو تربیت دے کر انہیں ترقی کی راہ پر گامزن کیا جا سکے، اس کے بعد تم مزدور عوام کی معاشی اور ثقافتی حالت کو بہتر بنانے کے لئے شوق و جوانمردی سے کام کر سکو گے اور مزدوروں ہی میں سے مختلف لیڈر اور نظم و نسق چلانے والے افسر میسر آ سکیں گے۔"

مودودی صاحب فرماتے ہیں :-

"اصلاح خلق کی کوئی سکیم بھی حکومت کے اختیارات پر قبضہ کئے بغیر نہیں چل سکتی جو کوئی حقیقت میں خدا کی زمین سے فتنہ و فساد مٹانا چاہتا ہو اور واقعی یہ چاہتا ہو کہ خلق خدا کی اصلاح ہو تو اس کے لئے محض واعظ اور ناصح بن کر کام کرنا فضول ہے اسے اٹھنا چاہیئے اور غلط اصولوں کی حکومت کا خاتمہ کر کے غلط کار لوگوں کے ہاتھ سے چھین کر صحیح اصول اور صحیح طریقہ کی حکومت قائم کرنی چاہیئے" (خطبات ص ۳۰۱)

اس طریق کار کی کوئی مثال اشتراکیت کے علاوہ کسی اسلامی مصلح کی زندگی میں بھی مل سکتی ہے؟ کیا خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اقتدار حاصل کرنے کے بعد وعظ و تبلیغ اور اصلاح خلق کا کام شروع کیا تھا؟ اور مکی زندگی کے تیرہ سال اور مدینہ میں بھی فتوحات حاصل کرنے سے پہلے کوئی اصلاح خلق آپ نے کی تھی؟ سوائے اس کے کہ اس کو مودودی صاحب کی تمنائے اقتدار اور اشتراکیت کی تقلید کہا جائے اور کیا کہا جا سکتا ہے؟

---

۲۰ فروری کو ربوہ میں یوم مصلح موعود منایا جاتا کہ "الفضل" کا خاص نمبر شائع ہوتا ہے، جس میں قادیانی جماعت کے مزعومہ مصلح موعود کے گن گائے جاتے ہیں اور قصیدے تصنیف کئے جاتے ہیں اگرچہ ساری قادیانی تاریخ میں یوم مسیح موعود کبھی نہیں منایا گیا نہ کبھی کوئی خاص نمبر مسیح موعود کے نام سے شائع ہوا، گویا مسیح موعود کی کوئی حیثیت ہی نہیں اور شاید قادیانی جماعت میں مسیح موعود کا نام چنداں اہمیت بھی نہیں رکھتا، جو کچھ ہے خلافت مآب کی مصلح موعودیت ہی ہے، اگرچہ آج تک ہم یہ نہیں سمجھ سکے، کہ کونسے بڑے فتنہ کی اصلاح کا کام اُن سے صادر ہوا ہے، احباب جماعت احمدیہ بلکہ تمام اسلامی دنیا میں سب سے بڑا فتنہ جو آج پیدا ہوا وہ ختم نبوت پر کاری ضرب ہے جو جناب خلافت مآب ہی کے ہاتھوں لگی اور اجرائے نبوت کا وہ عقیدہ پیدا ہوا جس نے تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر بنا کر رکھدیا، اس عقیدہ کی نسبت سے انہیں مفسد موعود تو کہا جا سکتا ہے مصلح موعود کہلانا سمجھ میں نہیں آیا، اگرچہ فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں وہ اس فساد عظیم سے رجوع کر چکے ہیں، لیکن اس اصلاح کا سہرا بھی اس جماعت کے سر ہے جس نے چالیس برس ان کو سمجھانے بجھانے پر صرف کر دیئے اور آخر اس کے قائد مرحوم (حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کی یہ پیشگوئی سچی نکلی کہ یا تو ان لوگوں کو آئندہ اپنا الگ مذہب بنانا پڑیگا یا اپنے عقیدہ سے رجوع کر کے صحیح اسلامی عقائد کی طرف آنا پڑے گا۔

مشہور احراری لیڈر مولوی محمد علی جالندھری نے بقول روزنامہ کوہستان (۲۶ فروری) سیالکوٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا :-

"اگرچہ حکومت نے ہم پر عائد شدہ
پابندیاں اُٹھالی ہیں لیکن ہم یہی مطالبہ
کرتے رہیں گے کہ مرزائیوں کو اقلیت
قرار دیا جائے۔"

کیا ہی نیک عزم اور کتنا بڑا مقدس کام ہے، ہر کسے را بہر کارے ساختند، مرزائیوں کو اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ غیر مسلم اقلیتوں کو مسلم اکثریت میں شامل کر کے مسلمانوں کی عددی قوت اور روحانی حسمت کو بڑھانے کی کوشش کریں، اور احراری اس لئے پیدا ہوئے ہیں کہ اسلام سے لوگوں کو نکال کر اقلیتوں کو مضبوط کرنے اور ترقی دینے کا اہتمام کریں، بالفاظ دیگر مسلم اکثریت کو اقلیت بنانا اور اقلیتوں کو اکثریت میں تبدیل کرنا یا مسلمانوں کو کافروں میں شامل کر کے ان کی عددی قوت کو بڑھانا احرار کا وہ دلچسپ مشغلہ ہے جس میں بقول مولوی محمد علی وہ رات دن کوشاں رہیں گے، بقول مولنا شبلی ؎

کرتے ہیں شب و روز مسلمانوں کی تکفیر
بیٹھے ہوئے کچھ ہم بھی تو بیکار نہیں ہیں

وزیر اعظم پاکستان مسٹر حسین شہید سہروردی نے ۲۲ فروری کو قومی اسمبلی میں پاکستان کی خارجہ پالیسی کے متعلق ایک تحریک توثیق پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ :-

"بھارت جس بڑے پیمانہ پر اسلحہ جمع کر رہا ہے پاکستان کا سارا بجٹ بھی اس کے لئے کافی نہیں ہو سکتا، اسلئے ضروری ہے کہ ہم اپنے دفاع کیلئے دوست تلاش کریں اور ہم نے ایسا ہی کیا ہے"

مسٹر سہروردی کی یہ پالیسی بہت کارآمد اور بالکل صحیح ہے، پاکستان کے دفاع کیلئے دیگر ممالک سے دوستانہ معاہدات بڑی دانشمندانہ پالیسی ہے اسی قسم کے دفاعی معاہدات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مختلف عرب قبائل سے کئے، لیکن انکے ساتھ آپکا سب سے بڑا ظہیر و ساتھی اللہ تعالیٰ کی امداد اور اسکے دوستانہ برتاؤ پر تھا، حکومت پاکستان کو بھی اسی اسوۂ نبوی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے دیگر ممالک سے دوست تلاش کرنے کے علاوہ خدا تعالیٰ کی دوستی کو بھی تلاش کرنا چاہیئے کہ اس کے بغیر مبادا کوئی دفاعی معاہدات کسی کام نہیں آ سکتے۔

الیاس برنی کی مفتریات

"قادیانی مذہب" کے نام سے حیدرآباد دکن سے ایک کتاب کئی سالوں سے شائع ہو رہی ہے جس کے مصنف الیاس برنی نام ایک صاحب ہیں۔ مصنف تو کہنا صحیح نہیں کیونکہ یہ کوئی تصنیف نہیں ہے، بلکہ بقول شخصے ؎

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا
بھان متی نے کنبہ جوڑا

سلسلہ احمدیہ کی مختلف تحریرات، اخبارات، کتابوں، اور اشتہارات وغیرہ سے اپنے حسب مطلب اقتباسات لے کر اُن کے اوپر ایسی سرخیاں جما دی ہیں، جن سے پڑھنے والوں کے دلوں میں حضرت مسیح موعودؑ اور سلسلہ کے خلاف نفرت و حقارت کے جذبات پیدا ہو جائیں، ہم نے اس کتاب کو شروع سے لے کر آخر تک کئی مرتبہ دیکھا ہے اور حیران ہو ہو گئے ہیں کہ کس حیرت انگیز چالاکی سے عبارات کی کتر بیونت کر کے اُن پر ایسے عنوانات لگا دیئے گئے ہیں جن کا مفہوم پوری عبارات کے کسی طرح مطابق نہیں ...... بالکل ایسے ہی جس طرح کوئی شخص قرآن شریف میں سے لا تقربوا الصلوٰۃ نقل کر کے اس کے اوپر یہ عنوان لکھ دے کہ "نماز کے قریب بھی نہ جاؤ" یا ما من الٰہ الا اللہ میں سے ما من الٰہ نقل کر کے اس کے اوپر یہ عنوان لکھ دے کہ "خدا کوئی نہیں" اور اس قسم کی کتر بیونت کر کے اور عنوانات لگا کر ایک کتاب "قرآن کی تعلیم" کے نام سے شائع کر دے، بعینہٖ یہی کام الیاس برنی نے کیا ہے اور تعجب ہے کہ اس کے پڑھنے والے اصل کتابوں اور پوری عبارات اور ان کے سیاق و سباق سے ناواقف ہوتے ہوئے یہی سمجھتے ہیں کہ جو کچھ اس کتاب میں درج ہے، ہو بہو اصل کی نقل ہے اور کسی کو اتنی توفیق نہیں ہوتی کہ اصل عبارات کو دیکھ کر الیاس برنی کی پیش کردہ مفتریات کی ... حقیقت معلوم کرے۔ بطور مثال اس عبارت کو پڑھیئے جو صفحہ ۲۰۹ پر "بھید کھل گیا" کے عنوان سے درج کی گئی ہے :-

"مگر جب وقت آگیا تو وہ اسرار مجھے سمجھائے گئے تب میں نے معلوم کیا کہ میرے اس دعوے مسیح موعود ہونے میں کوئی نئی بات نہیں ہے، یہ وہی دعوےٰ ہے جو براہین احمدیہ میں بار بار بہ تصریح لکھا گیا ہے۔"

(کشتی نوح ص۴۷ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

اس عبارت کے ابتدائی الفاظ

"مگر جب وقت آگیا تو وہ اسرار مجھے سمجھائے گئے" صاف بتا رہے ہیں کہ یہ اپنے سیاق کی عبارت سے کٹی ہوئی ہے، اور اس کا اصل مفہوم اس وقت تک واضح نہیں ہو سکتا جب تک "مگر" سے پہلے کے فقرات اس کے ساتھ ملائے نہ جائیں۔ ایک ادنیٰ عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ "مگر" کا لفظ اس خیانت کا کھلا اعلان کر رہا ہے جو الیاس برنی نے اس عبارت کو پیش کرنے میں کی ہے اور "وہ اسرار مجھے سمجھائے گئے" کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ کوئی اسرار اس سے پہلے بیان کئے جا چکے ہیں، جن کی طرف "وہ" کا لفظ اشارہ کر رہا ہے، ان کو کیوں نقل نہ کیا گیا؟ کیا اس لئے کہ مرزا غلام احمد کی "مہمل نویسی" ثابت نہ ہو سکے گی یا یوں کہیئے الیاس برنی کے عنوان "بھید کھل گیا" کی لغویت دنیا پر واضح ہو جائے گی؟

آیئے ہم آپ کو مذکورہ بالا فقرات سیاق کی عبارت سے ملا کر دکھائیں کہ "بھید کھل گیا" کا عنوان کہاں تک اس کے لئے موزوں ہو سکتا ہے اور الیاس برنی صاحب جو مفہوم اس عنوان اور اس کٹی ہوئی عبارت سے پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ کہاں تک صحیح ہے۔ کشتی نوح کے صفحہ ۴۶ پر حضرت مسیح موعودؑ قرآن کریم کی سورۃ تحریم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سورت میں

"بعض افراد امت کی نسبت فرمایا ہے کہ وہ مریم صدیقہ سے مشابہت رکھیں گے جس نے پارسائی اختیار کی تب اس کے رحم میں عیسیٰ کی روح پھونکی گئی اور عیسیٰ اس سے پیدا ہوا اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس امت میں ایک شخص ہوگا کہ پہلے مریم کا مرتبہ اسکو ملے گا پھر اس میں عیسیٰ کی روح پھونکی جائے گی تب مریم میں سے عیسیٰ نکل آئے گا یعنے وہ مریمی صفات سے عیسوی صفات کی طرف منتقل ہو جائیگا گویا مریم ہونے کی صفت نے عیسیٰ ہونے کا بچہ دیا اور اس طرح پر وہ ابن مریم کہلائیگا جیسا کہ براہین احمدیہ میں اوّل میرا نام مریم رکھا گیا۔"

اسی سلسلہ میں وہ الہامات نقل کرتے ہوئے جن میں آپ کو پہلے مریم اور پھر عیسیٰ قرار دیا گیا ہے اور وہ سب براہین احمدیہ میں درج ہیں، حالانکہ اسی براہین میں آپ نے حضرت عیسیٰ کے دوبارہ نزول کا بھی ذکر کیا ہے آپ لکھتے ہیں:-

"اے عزیزو غور کرو اور خدا سے ڈرو ہرگز یہ انسان کا فعل نہیں۔ یہ باریک اور دقیق حکمتیں انسان کے فہم اور قیاس سے بالاتر ہیں، اگر براہین احمدیہ کی تالیف کے وقت جس پر ایک زمانہ گذر گیا ہے مجھے اس منصوبہ کا خیال ہوتا تو میں اسی براہین احمدیہ میں یہ کیوں لکھتا کہ عیسیٰ مسیح ابن مریم آسمان سے دوبارہ آئے گا سو چونکہ خدا جانتا تھا کہ اس نکتہ پر علم ہونے سے یہ دلیل ضعیف ہو جائے گی اس لئے گو اس نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ میں میرا نام مریم رکھا پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے دو برس تک صفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی اور پردہ میں نشو و نما پاتا رہا پھر جب اس پر دو برس گذر گئے تو جیسا کہ براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے، مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھیرایا گیا اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں ... بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر پر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۵۵۶ میں درج ہے، مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھیرا اور خدا نے براہین احمدیہ کے وقت میں اس سر خفی کی مجھے خبر نہ دی حالانکہ وہ سب خدا کی وحی جو اس راز پر مشتمل تھی میرے پر نازل ہوئی اور براہین میں درج ہوئی مگر مجھے اس کے معنوں اور ترتیب پر اطلاع نہ دی گئی اسی واسطے میں نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وہ گواہ ہو وہ میرا لکھنا جو الہامی نہ تھا، محض رسمی تھا مخالفوں کے لئے قابل استناد نہیں کیونکہ مجھے خود بخود غیب کا دعوےٰ نہیں جب تک خود خدا تعالیٰ مجھے نہ سمجھائے سو اس وقت تک حکمت الٰہی کا یہی تقاضا تھا کہ براہین احمدیہ کے بعض اسرار میری سمجھ میں نہ آئے **مگر جب وقت آگیا تو وہ اسرار مجھے سمجھائے گئے تب میں نے معلوم کیا کہ میرے اس دعوے مسیح موعود ہونے میں کوئی نئی بات نہیں یہ وہی دعوےٰ ہے جو براہین احمدیہ میں بتصریح لکھا گیا ہے"** (کشتی نوح صفحہ ۴۶-۴۷)

یہ ہے وہ تمام عبارت جس میں سے صرف آخری خط کشیدہ الفاظ نقل کر کے اسے ایسا مہمل بنا دیا گیا ہے، کہ پڑھنے والا سمجھ ہی نہیں سکتا کہ "مگر" سے فقرہ کیوں شروع کیا گیا اور وہ کون سے "اسرار" ہیں جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے

(باقی بر صفحہ کالم ۳)

اخبار و افکار

"یاعلیؓ" کا نعرہ

میجر جنرل سکندر مرزا صدر جمہوریہ پاکستان نے ۷ر فروری ۱۹۵۷ء کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چودہ سو سالہ جشن ولادت کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا:-

"میدان جنگ میں آپ کی بہادری سلمانوں کی تاریخ کا درخشندہ باب ہے آج بھی مسلمان سپاہی جب میدان جنگ میں اترتا ہے تو وہ دشمن کی صفوں پر حملہ کرنے سے پہلے "یاعلیؓ" کا نعرہ ضرور بلند کرتا ہے یہ ایک ایسا نعرہ ہے جس کے زیر اثر خوف اور خطرات ہمت اور بہادری سے بدل جاتے ہیں۔"

حضرت علیؓ کی نیکی و تقوے، علم و فضل اور شجاعت و بہادری میں کوئی کلام نہیں، لیکن میدان جنگ میں نعرۂ تکبیر کے بجائے جو خدا تعالےٰ کی کبریائی اور اس سے استعانت کا نعرہ ہے حضرت علیؓ سے طلب استعانت مشرکانہ جذبات کو دلوں کے اندر پیدا کرنا ہے، اگر نعروں کے ذریعہ سے خوف و خطرات ہمت و بہادری سے بدل سکتے ہیں، تو اللہ اکبر سے بڑھ کر کوئی دوسرا نعرہ ہمت و بہادری پیدا کرنے کا موجب نہیں ہو سکتا، کہ اس سے خدا تعالیٰ کی نصرت آتی اور دلوں کے اندر سکینت اور ہمت پیدا ہوتی ہے، ہمارے سامنے ہر حال میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہونا چاہیئے آپ کی جنگوں میں "یاعلیؓ" کا نعرہ اگر پایا جاتا تو خیر ورنہ جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگوں میں دعائیں کرتے اور نصرت الٰہی کے طالب ہوتے تھے اور تھوڑے ہونے کے باوجود نصرت الٰہی سے انہیں بڑی بڑی فتوحات حاصل ہوتی تھیں، جس طرح صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کی جنگوں میں "یاعلیؓ" کے نعرہ کے بجائے راتوں کو خدا تعالیٰ کے حضور گرنا اور رو رو کر دعائیں کرنا مسلمان سپاہیوں کا شعار تھا، اور یہی ان کی عظیم الشان کامیابیوں اور فتوحات کا موجب ہوا، وہی رنگ اگر پاکستانی افواج میں پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تو "یاعلیؓ" کے نعرے سے بہت بڑھ کر ان میں ہمت و بہادری پیدا کرنے اور نصرت الٰہی کے انجذاب کا موجب ہوگا۔

جہاد کا صحیح مفہوم

بھارتی ہفت روزہ "بیباک" نے جو سہارنپور سے شائع ہوتا ہے اپنی ۷ر فروری کی اشاعت میں "یہ آدھقیاں" کے عنوان سے ایک مقالہ افتتاحیہ میں ۲۶ر جنوری کے یوم کشمیر کے افسوسناک واقعات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

"ہو سکتا ہے کہ ہندوستان پاکستان کے کچھ "حقوق غصب" کر رہا ہو اور آخری چارۂ کار کے طور پر پاکستان کے لئے صرف "جہاد" ہی ضروری رہ گیا ہو پاکستان کے نمایندگان "اسلام" جانتے ہیں کہ جارحانہ جنگ، فساد اور جہاد کے درمیان کیا فرق ہے انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ اسلام ہجوم و اقدام کو پسند نہیں کرتا وہ حسب ضرورت اور بہت سی شرائط کے ساتھ دفاعی جنگ کے لئے حکم کرتا ہے اور اسی کا نام اسلامی اصطلاح میں "جہاد" ہے اس حقیقت سے ہمارے "علماء" پاکستان بھی انکار نہیں کر سکتے تو شرارت انگیزی، فتنہ پردازی، غنڈہ گردی اور "جہاد" میں وہ کیسے ربط و تعلق پیدا کر سکتے ہیں اور ہنگامہ پر کا نام "جہاد" کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟"

یہ سوال بالکل بجا ہے اور ہم اس بات میں معاصر "بیباک" سے بکلی اتفاق رکھتے ہیں کہ ہنگامہ پسندی اور غنڈہ گردی کو جو ۲۶ر جنوری کو عمل میں آئی "جہاد" نہیں کہا جا سکتا، اور اس کی جس قدر بھی مذمت کی جائے تھوڑی ہے، لیکن کشمیر میں بھارتی ... رہی ہے، اس سے انہیں نجات دلانے کے لئے ہر قسم کی آئینی کوششیں اور جد و جہد جو پاکستان کو کرنی پڑے "جہاد" ہی کے ذیل میں داخل ہے خواہ اس کا آخری نتیجہ جنگ ہی کیوں نہ ہو۔

الیاس برنی کی مفتریات

(بسلسلہ صفحہ نمبر ۳)

اور اس پر "بھید کھل گیا" کا عنوان ایسا جما دیا گیا ہے کہ پڑھنے والے کو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا کوئی بھید ہے جس کو برنی صاحب کھولنے لگے ہیں،

یہ ایک ادنےٰ مثال ہے ان مفتریات اور تلبیسات کی جو الیاس برنی کی کتاب "قادیانی مذہب" میں شروع سے آخر تک مندرج ہیں، ہمارا ارادہ ہے کہ ان تلبیسات و مفتریات پر پیغام صلح میں بالاستیعاب روشنی ڈالی جائے سو انشاءاللہ بشرط فرصت ہم آیندہ اشاعتوں اس کام کو شروع کریں گے۔

مسلم ہائی سکول لاہور کا الوداعی جلسہ

۲۲ر فروری کو بروز جمعہ مسلم ہائی سکول نمبر ۱ میں امتحان میٹرک میں بیٹھنے والے طلباء کو نویں جماعت کی طرف سے الوداعی پارٹی دی گئی، جس میں سکول کے اساتذہ اور ہر دو کلاسوں کے طلباء کے علاوہ مقامی جماعت احمدیہ کے بعض دوست اور بزرگ بھی شریک تھے، جن سب کی تواضع چائے اور مٹھائی وغیرہ سے کی گئی اس کے بعد حافظ عبدالقیوم صاحب طالب علم جماعت دہم نے نہایت خوش الحانی کے ساتھ قرآن کا ایک رکوع پڑھ کر سنایا اور پھر خالد اقبال جماعت نہم نے الوداعی ایڈریس دیا جس میں جماعت دہم کے طلباء کی جدائی پر غم و مسرت کے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے آیندہ زندگی میں انہیں سکول کی یاد کو تازہ رکھنے کی نصیحت کی، اس کے جواب میں عبدالرؤف جماعت دہم نے جماعت نہم اور تمام اساتذہ بالخصوص سید ناصر صاحب اور چودھری عبدالحمید صاحب سکنڈ ماسٹر کا شکریہ ادا کیا، اس کے بعد چودھری عبدالحمید صاحب ہیڈ ماسٹر اور مرزا مسعود بیگ صاحب ڈپٹی انسپکٹر آف سکولز لاہور ڈویژن نے جو اس مجلس میں موجود تھے، طلباء کو بہت سی قیمتی نصائح کیں آخر میں محترم شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کی قیادت میں دعا کے بعد یہ پر لطف مجلس برخاست ہوئی، قارئین کرام سے التماس ہے کہ ان سب بچوں کی کامیابی کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

مسلم ہائی سکول نمبر ۱ کی شاندار جیت

گذشتہ ہفتہ وڈ ڈیویژن بابوال ہائی سکاؤٹس تحریک کے

اوفوا بالعقود

جن احباب نے جلسہ سالانہ پر عطیات کا وعدہ فرمایا تھا ان کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ براہ مہربانی ایفائے وعدہ کی طرف جلد توجہ فرمائیں، دفتر کی طرف سے بھی ایسے احباب کی خدمت میں فرداً فرداً خطوط لکھے جا رہے ہیں، جن احباب نے اپنے وعدے پورے کر دیئے ہیں اور رقوم ارسال کر دی ہیں دفتر تحصیل ان کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزا۔ والسلام

مرتضیٰ خان افسر تحصیل

زندہ اور کامیاب نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ کو نعمائے کثیر ملیں اور آپ کے دشمن نامراد رہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۲ فروری ۸۵ء فرمودہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۔ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ (سورۃ الکوثر)

کوثر کا ملنا اور اسکی شکر گذاری

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا ہم نے تمام قسم کی نعمتوں کی کثرت آپ کو عطا کی مثلاً سلطنت کے ضمن میں جس قدر چیزیں آتی ہیں، ملک ہے، لشکر ہے، خزانے ہیں اور اس کے علاوہ بھی کئی قسم کی روحانی اور علمی نعمتیں وہ سب کی سب کثرت سے عطا کی گئیں، اس کی شکر گذاری کے طور پر ان کو حکم دیا فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ جناب الٰہی کی عبادت کر جس نے یہ تمام قسم کے احسانات آپ پر کئے، اس کے احسانات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی جناب میں سر عبودیت جھکاؤ، یہ حکم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بادشاہت ملنے کے بعد جناب الٰہی سے ملا، اور ایک آیت میں یہ حکم ہوا إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا، نصرت الٰہی آگئی اور اس نے فتح کی شکل اختیار کر لی اور لوگ فوج در فوج اور جوق در جوق اسلام کے اندر داخل ہو رہے ہیں، فتحمندی کے اس عظیم الشان نظارے کے پیش نظر آپ کا کام یہ ہے کہ جناب الٰہی میں تسبیح اور استغفار کریں، اس طرح دونوں سورتوں میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح نمایاں اور کامیابی کے بعد توجہ الی اللہ کا ذکر ہے، ایک سورت میں تسبیح اور استغفار کا حکم ہوتا ہے اور دوسری میں ہر قسم کے نعمائے کثیر کے بعد حکم ہوتا ہے کہ اب عبادت الٰہی میں لگ جاؤ اور اونٹ ذبح کر کے ان کا گوشت غربا میں تقسیم کرو۔

فتوحات کے بعد بادشاہوں کا طریق

کیا ایسا کوئی فاتح کسی نے دیکھا ہو فتح حاصل کرنے کے بعد عیش و آرام کو چھوڑ کر عبادت الٰہی میں لگ گیا ہو، اس کے لئے تو محلات ہونے چاہئیں، خدم و حشم ہونا چاہئے، خویش و اقربا کے لئے بڑے بڑے انعامات اور جاگیریں ہونی چاہئیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ بادشاہ ہیں جن کو ہر قسم کے مصائب اور ایذائیں برداشت کرنے کے بعد ایک عظیم الشان سلطنت ملتی ہے، جدھر نظر اٹھاؤ کامیابیاں اور فتوحات اس کے ہم رکاب ہیں، یہ بے نظیر کامیابی کسی انسان کو کم ہی نصیب ہوئی ہوگی۔

نبی کریم صلعم کا طریق

اس شاندار کامیابی کے حصول کے بعد وہ کہہ سکتے تھے کہ اب نمازوں کی ضرورت نہیں، روزہ کی غرض پوری ہو چکی ہے، اگر نفس پرست انسان ہوتا تو کہہ سکتا تھا کہ نماز اور روزہ کی اب حاجت نہیں رہی۔ کیونکہ ان عبادات کی غرض و غایت پوری ہو چکی، ایسے موقعہ پر فلسفہ آ جاتا ہے، نفس کام کرتا ہے، شیطان الہام کرتا ہے کہ سلطنت تو مل ہی گئی ہے، اب بادشاہت کے ہوتے ہوئے نماز روزہ کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن نہیں ہماری سرکار کو حکم ہوتا ہے اب عبادت میں لگ جاؤ، اور اونٹ ذبح کرو۔

ایران اور روم کے بادشاہوں کی شان و شوکت!

اس بادشاہ کے ارد گرد اور بادشاہ بھی ہیں، ایران میں بھی بادشاہ رہتا ہے جو بہت بڑے خدم و حشم کا مالک ہے اور جس کی سلطنت عرب کے مشرقی علاقہ کو اپنے اندر شامل کر چکی ہے، عرب کی سرحدوں کے ساتھ شام میں بھی بادشاہ ہرقل رہتا ہے جو بہت بڑی جاہ و حشم رکھتا ہے، اس کے سفیر بھی آپ کی خدمت میں آتے اور جاتے ہیں، ایران سے سفیر آتے ہیں، اور آپ کے سفیر بھی ان ملکوں میں جاتے ہیں، مقوقس شاہ مصر کے پاس بھی آپ کے خطوط جاتے ہیں۔ غرض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارد گرد کے بادشاہوں کی شان و شوکت کا علم ہے اور ان کی عیش و عشرت کے انتظامات سے مطلع ہیں، اس فضا اور ماحول کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بادشاہت حاصل ہوتی ہے، چاہتے تو آپ بھی وہی جاہ و حشمت اختیار کر لیتے۔

عیش اور مال دنیا سے نبی کریم کا استغنا

مگر آپ کو عیش و آرام کے خواب قطعاً نہیں آتے بلکہ الٹا حکم ہوتا ہے کہ تخت سلطنت حاصل ہونے کے بعد عبادت میں لگ جاؤ اور قربانی دو۔ کوثر کے معنے ہیں الخیر الکثیر والخیر العظیم، یہ خیر کثیر آپ کو غافل نہیں کر سکی، مال اور خزانوں کی پرواہ نہیں، بڑے بڑے اموال آتے ہیں، اور آپ مسجد میں بیٹھ کر سب کو تقسیم کر دیتے اور دامن جھاڑ کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، حنین کی لڑائی میں جو مال غنیمت آیا، اس میں سے سو سو اونٹ ایک ایک آدمی کو دے دیا اور خود خالی ہاتھ گھر چلے گئے، اور قربانی کا موقعہ آیا تو لکھا ہے کہ حجۃ الوداع میں سو اونٹ ذبح کر دیئے۔ ایک یہ الخیر الکثیر ہے جو اتنی بڑی سلطنت کے ہوتے ہوئے استغنا کے رنگ میں آپ کو میسر آئی۔

فتح مکہ کے بعد

اور ایک الخیر الکثیر والخیر العظیم وہ حکمت اور ہدایت ہے جو آپ کے ذریعہ سے دنیا میں پھیلی، اس ہدایت اور حکمت کا نقشہ حدیث میں لکھا ہے فتح مکہ کے دن آپ نے اونٹنی پر بیٹھے ہوئے جناب الٰہی میں سر جھکا دیا اور عرض کی، اے مولا تو نے اپنے بندہ کی نصرت فرمائی اور اپنے عہد کو پورا کیا میری گردن تیرے آگے جھکی ہوئی ہے اور تیرے بار احسان سے اٹھ نہیں سکتی لکھا ہے ساری رات ساری کی ساری فوج تہلیل و تحمید کرتے رہے اور تکبیریں پڑھتے رہے، تمام وادی مسلمانوں کی تسبیح و تہلیل و تحمید سے گونج اٹھی، اس بستی نے حیران ہو کر دیکھا کہ محمد رسول اللہ صلعم نے ملک ہی کو فتح نہیں کیا ایک انقلاب عظیم انسانوں کے اندر پیدا کر دیا ہے کیا یہ وہی ملک ہے جس میں ہر قسم کے فحش کا ارتکاب علانیہ کیا جاتا تھا، خدائے واحد کی جگہ بتوں کی پرستش ہوتی تھی، آج اس جگہ ساری ساری رات خدائے واحد کی تسبیح کی جاتی ہے اور اس کا بادشاہ بھی تسبیح و تہلیل میں لگا ہوا ہے نہ وہاں ڈانس ہوتا ہے نہ شراب و کباب کا دور چلتا ہے کوئی اور ایسا بادشاہ بھی بتاؤ جس نے فتح کے بعد ناچ و رنگ اور شراب و کباب کی محفلیں گرم نہ کی ہوں، بلکہ خدا کی عبادت میں راتیں گذار دی ہوں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح حاصل کرنے کے بعد عشق الٰہی کا جو نمونہ دکھایا اس کی نظیر دنیا کی کسی بادشاہت کسی سلطنت میں نظر نہیں آتی ایک شخص نے حضرت عباس سے کہا کہ تیرے بھتیجے کو ملک عظیم مل گیا، انہوں نے کہا یہ تو نبوت کا کرشمہ ہے سلطنت بھی ملی اور قوم کی قوم کے اندر عبادت الٰہی کا عشق بھی پیدا ہو گیا۔

شجاعت، سخاوت اور فصاحت

شجاعت و سخاوت و فصاحت کے اوصاف کی اہل عرب کی نگاہ میں بہت قدر و منزلت تھی ان میں سے جو شخص ایک صفت سے بھی متصف ہوتا اس کی تعظیم کی جاتی تھی، پھر وہ شخص جس میں تینوں صفات بدرجہ اتم موجود تھیں وہ کس قدر تعظیم و تکریم کے قابل سمجھا گیا۔ عرب میں جو شخص شاہسوار نہ ہوتا، لوگوں کا مال لوٹ کر نہ لاتا، اس کو پگڑی یا وراثت نہ مل سکتی تھی، ایسی فضا میں اگر نبی کریم صلعم کے اندر شجاعت کا جوہر نہ ہوتا تو آپ کو کون

عزت کی نظروں سے دیکھتا، لیکن آپکی شجاعت کا یہ حال ہے کہ آپ خود اور آپ کے اقارب سب کے سب موت پر عاشق تھے، فرمایا لوددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احی ثم اقتل ثم احی ثم اقتل. میری دلی خواہش ہے کہ خدا کے رستہ میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، اس شجاعت کے نظارے ان لوگوں نے جب دیکھے تو حیران ہو گئے۔ فتح مکہ کے بعد سارا ملک عرب آپ کا زیر نگیں ہو گیا اسی کا ذکر ان دو سورتوں میں کیا ہے، ان میں نبی کریم صلعم کی شجاعت کا بھی ذکر ہے، ہر وہ قوم جو عزت و شرف کی مالک ہے اس کے اندر یہ بات ضرور پائی جائے گی، دوسری بات جس کا اس صورت میں ذکر ہے وہ آپ کی سخاوت ہے فرمایا فصل لربك وانحر، یہ اونٹوں کو ذبح کرنا مخلوق خدا کی ہمدردی کے لئے ہے۔ اس میں آپ کی سخاوت کے ایسے ایسے واقعات ملتے ہیں جن کی نظیر نہیں پائی جاتی، اور ایک تیسری بات جو اس صورت میں بیان کی ہے، وہ بے نظیر فصاحت ہے، عربوں میں فصاحت و بلاغت میں بڑے بڑے مقابلے ہوتے تھے۔ ان میں بڑے بڑے فصیح و بلیغ مقرر اور قادر الکلام شاعر تھے، ان کے اشعار اس وقت بھی موجود ہیں، حضور نبی کریم صلعم نے انہیں چیلنج کیا کہ میں امی ہوں لیکن میرے اوپر جو کلام اترتا ہے اس کی فصاحت و بلاغت کا تم مقابلہ نہیں کر سکتے، فرمایا اوتیت جوامع الکلم، مجھے ایسا کلام دیا گیا ہے جس کے اندر چند الفاظ میں بے شمار معانی پائے جاتے ہیں۔ اس چھوٹی سی سورت میں اس کا ثبوت موجود ہے، بڑے بڑے فصیح اللسان لوگوں نے اس سورۃ کی مانند کلام بنانے میں بڑی بڑی طبع آزمائیاں کیں لیکن اس کی مانند کلام نہ بنا سکے اور آخر تنگ آ کر کہنا پڑا ما ھذا قول البشر یعنی انسان سے ایسا نہیں بن سکتا۔

عرب میں عظیم الشان انقلاب

تو اس سورت میں نبی کریم صلعم کی شجاعت کا بھی ذکر ہے، سخاوت کا بھی ذکر ہے اور فصاحت کا بھی ذکر ہے اور یہ دلوں کو اپیل کرنے والی چیز ہے یہ تمام کمالات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھے، اور ایک چوتھی بات جس کا اس سورت میں ذکر ہے، یہ ہے کہ وہ قوم جو دن رات شراب پیتی تھی، اسکو عبادت الٰہی میں لگا دیا، فرمایا فصل لربك، اپنے ربوبیت کرنے والے کی عبادت میں لگ جاؤ، اور وہ لوگ سب کچھ چھوڑ کر عبادت میں منہمک ہو گئے، ساری قوم کو با خدا بنا دیا، عبادت گذار بنا دیا، یہ عظیم الشان انقلاب ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیدا کر دکھایا وانحر، مخلوق خدا کی خدمت میں لگا دیا، دو ہی چیزیں ہیں جو اسلام کا اصل اصول ہیں، خدا کی عظمت دلوں کے اندر قائم کرنا اور مخلوق خدا کی خدمت میں لگ جانا، یہ دونوں باتیں حضور نے مسلمانوں کے اندر ... کمال پیدا کیں،

مخالفین کی ڈینگیں اور قربانیاں

پھر ایک اور بات کا بھی ذکر کیا فرمایا ان شانئك هو الابتر۔ فتح سے پہلے عرب کے اندر نبی کریم صلعم کے سخت ترین دشمن موجود تھے، یہ قوم بتوں پر جان دیتی تھی، ان کا دعویٰ تھا کہ ہم محمد رسول اللہ صلعم کو معاذ اللہ ناکام کر دیں گے، ان میں بڑے بڑے آدمی تھے۔ ابو جہل کو تو سب جانتے ہیں، اس کے علاوہ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن مغیرہ بہت بڑے قومی لیڈر تھے، جن کا خیال تھا کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناکام بنا دیں گے، وہ سب کے سب کہاں گئے، ان کی حمیت، ان کا تکبر، ان کا گھمنڈ کیا ہوئے؟ اس سورت میں جو فرمایا ہے ان شانئك هو الابتر تو اس کے متعلق دو آدمیوں کا نام لیا جاتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے، ایک العاص بن وائل اور دوسرا عقبہ بن ابی معیط تھا۔ ان دونوں کے بڑے بڑے دعوے تھے کہ ہم یہ کریں گے اور ہم وہ کریں گے اور کسی طرح محمد رسول اللہ کو کامیاب نہ ہونے دیں گے، ام یقولون شاعر کہتے تھے میاں شاعر ہی تو ہے اس کی سحر بیانی اور تاثیر اس کی موت کے ساتھ ختم ہو جائے گی نتربص به ریب المنون اس کے مرنے کے بعد دیکھنا کیا ہوتا ہے، زمانہ کی گردش اس سارے سلسلہ کو ختم کر دے گی۔ ان کی اولاد مر جاتی ہے اس لئے ان کا نام مٹ جائے گا، رہے ان کے ساتھی نحن اکثر منهم مالاً و اولاداً، ہم ان سے زیادہ مالدار ہیں ہماری اولاد اور جتھہ بہت زیادہ ہے وما نحن بمعذبین ہم ختم ہونے والے نہیں، یہ چند دنوں میں ختم ہو جائیں گے۔

محمد رسول اللہ زندہ نبی ہیں

ان لوگوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے انا اعطینك الکوثر۔ اِنّا ہم جو طاقت و قدرت کے مالک ہیں تمہیں دنیا جہان کی نعمتیں کثرت کے ساتھ عطا کریں گے۔ ان شانئك هو الابتر یہ دشمن جو ڈینگیں مارتے ہیں ان کا نام و نشان باقی نہ رہیگا اور تیرا نام دنیا میں ہمیشہ کے لئے باقی رہ جائے گا دیکھ لیجئے ان دشمنان اسلام کو آج کوئی جانتا بھی ہے؟ اس کے خلاف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پانچ وقت اذانوں میں بلند ہوتا ہے، کیا دنیا کی کوئی بستی ہے جہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اذانوں میں نہ لیا جاتا ہو؟ چھوٹی سے چھوٹی بستی کے اندر بھی جہاں کوئی مسجد ہے اشهد ان محمد رسول اللہ کی آواز ضرور بلند ہوتی ہے، ہر جگہ اور ہر ملک میں، ہر شہر اور قریہ میں ہر چھوٹے سے چھوٹے گاؤں میں، جہاں کوئی مسلمان آباد ہے، مسجد بنانے کا ایک ولولہ قوم کے اندر رہے مشرق اور مغرب میں، یورپ اور امریکہ میں، جہاں کوئی مسلمان پہنچا اس نے مسجد بنا کر توحید الٰہی کے ساتھ محمد رسول اللہ کا نام بلند کیا، پہاڑوں کی چوٹیوں پر آپ چلے جائیں، آپ دیکھیں گے کہ اگر ایک بھی مسلمان کا مکان وہاں موجود ہے تو وہ جانتا ہے کہ نماز کس طرح پڑھتے ہیں، کس وقت پڑھتے ہیں، روزہ کس طرح رکھا جاتا ہے، اور نماز سے پہلے اذان کیونکر دی جاتی ہے غرض دنیا میں ہر جگہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بلند کیا جاتا ہے، وہ زندہ نبی ہے، اس کو ہر رنگ میں کوثر عطا کیا گیا ہے، آپ کی اتباع سے آپ کی امت میں اولیاء پیدا ہوئے، وہ دشمن جو کہتا تھا فتربص به ریب المنون، اس کا نام مٹ گیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام روشن ہو گیا، وصلی اللہ علیه وآله واصحابه اجمعین۔

جماعت احمدیہ کے دو فریقوں کی تاریخ

بسلسلہ صفحہ ۱۳ کالم نمبر ۲

مجھ پر رقت طاری ہوئی اور میں رو پڑا کہ کس کا مقدور ہے کہ ایسا کر سکے۔

فرمایا اس لشکر سے ایسے ہی آدمی مراد ہیں جو جماعت کو مرتد کرنا چاہتے ہیں اور ان کے عقیدوں کو بگاڑنا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہماری جماعت کے باغ کے درختوں کو کاٹ ڈالیں خدا تعالیٰ انکو اپنی قدرت نمائی کے ساتھ ناکام کرے گا اور ان کی تمام کوششوں کو نیست و نابود کر دے گا۔

فرمایا یہ جو دیکھا گیا کہ ان کا سر کٹا ہوا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ ان کا تمام گھمنڈ ٹوٹ جائے گا اور ان کے کبر و نخوت کو پامال کیا جائے گا۔ اور ہاتھ ایک ہتھیار ہوتا ہے، جس کے ذریعہ سے انسان دشمن کا مقابلہ کرتا ہے، ہاتھ کے کاٹے جانے سے مراد یہ ہے کہ ان کے پاس مقابلہ کا کوئی ذریعہ نہیں رہے گا اور پاؤں سے انسان شکست کھانے کے وقت بھاگنے کا کام لیتا ہے لیکن ان کے پاؤں بھی کٹے ہوئے ہیں جس سے یہ مراد ہے کہ ان کے واسطے کوئی جگہ فرار نہ ہو گی اور یہ جو دیکھا گیا ہے کہ ان کی کھال بھی اتری پڑی ہے، اس سے یہ مراد ہے کہ ان کے تمام پردے فاش ہو جائیں گے اور ان کے عیوب ظاہر ہو جائیں گے۔"

(۵۶۱ - ۵۶۲)

مصلح موعود کی پیشگوئی پر ایک محققانہ نظر

چوہدری فضل الرحمن صاحب قمر سامانوی

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ سے خبر پاکر اپنے بعد اپنی ذریت میں سے ایک عظیم الشان مصلح کی پیشگوئی فرمائی جو جماعت احمدیہ میں مصلح موعود کی پیشگوئی کے نام سے مشہور ہے جماعت احمدیہ لاہور اس کی آمد کا زمانہ وہ تعین کرتی ہے جب حضرت اقدسؑ کا زمانہ انتشار انوار ختم ہوکر دوبارہ دنیا میں گمراہی پھیل جائیگی جسے دور کرنے کے لئے کسی مصلح ربانی کی ضرورت ہوا کرتی ہے اور جماعت ربوہ اس پیشگوئی کا مصداق جناب میاں محمود احمد صاحب کو تسلیم کرتی ہے، دیگر متنازعہ فیہ مسائل مثلاً اجرائے نبوت کفرہ اسلام، غیر احمدی کی نماز جنازہ غیر احمدی سے احمدی لڑکی کا نکاح وغیرہ میں تو ربوائی دوستوں نے تحقیقاتی عدالت کے سامنے اپنے عقائد فاسدہ سے رجوع کرکے جماعت احمدیہ لاہور کے مسلک کو صحیح تسلیم کرلیا، اب صرف مصلح موعود اور خلافت محمودیہ سارا زور صرف کیا جارہا ہے۔ مصلح موعود کی ایک شق "ذریت مبشرہ اور موعود اولاد" میں تو اللہ تعالےٰ نے ان کو ان کے ہاتھ سے ہی ایسا ذلیل کرایا ہے کہ اب اس کا نہ کسی اخبار میں ذکر ہے اور نہ کسی کی زبان پر۔ اسی طرح دوسری شق "اپنی اولاد کے لئے دعائیں کرنا تھی" اس میں بھی ایک ولی اللہ کی دعاؤں کی مورد اولاد کو منافق اور مرتد کہکر تو فیصلہ کردیا اور تیسری شق اولیاء اللہ کی روحانی یا جسمانی وراثت کی تھی اس پر بھی خاموشی کا عالم طاری ہے صرف مصلح موعود کی گردان ہے جسکا ہر ربوائی رٹ رہا ہے، حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو اس مسئلہ کا فیصلہ بھی اسی روز ہوچکا تھا جس روز عدالت کے روبرو اس کے مدعی نے اپنے سابقہ چالیس سالہ عقائد سے توبہ کی تھی کیونکہ مصلح ربانی کا کام دنیا کے عقائد کی اصلاح ہوتا ہے جس کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود عقائد صحیحہ پر قائم ہو اور پھر دوسروں کے عقائد کی اصلاح کرے، جس شخص کے اپنے عقائد درست نہ ہوں وہ دوسروں کی کیا اصلاح کرے گا اور یہ اللہ تعالیٰ پر ایک الزام ہے کہ وہ ایسے شخص کو مصلح بنائے جس کے اپنے عقائد صحیح نہ ہوں کیونکہ ؎

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

پس یہ مسئلہ بھی طے شدہ ہے، ربوائی علماء کو چاہیئے کہ وہ اب دیگر مسائل کی طرح اس کا تذکرہ بھی چھوڑ دیں یہاں شاید کوئی صاحب یہ کہدیں کہ جب انہوں نے اپنے عقائد کی درستی کرلی پھر یہ اعتراض کیسا تو جواباً عرض ہے کہ اس عرصے میں جو لوگ ان کی تبلیغ سے غلط عقائد مان کر دنیا سے چلے گئے ان کے اس گناہ کا بار کس کی گردن پر ہوگا؟ بہرحال اس کی ذمہ داری اس شخص پر ہوسکتی ہے جو ان عقائد باطلہ کا موجد ہو جیسا کہ حضرت اقدسؑ نے فرمایا ؎

گردنوں پر ان کے ہے سب عالم لوگوں کا گناہ\
جن کے وعظوں سے جہاں کے آگیا دل میں غبار

پس ایسا شخص کسی صورت میں بھی مصلح ربانی نہیں ہوسکتا جو چالیس سال متواتر گمراہ کن عقائد کی تبلیغ کرتا رہے اور اگر وہ اپنے عقائد باطلہ سے توبہ کرے تب بھی مصلح وہ جماعت کہلائے گی جس نے چالیس برس ان عقائد باطلہ کے خلاف جہاد کرکے اپنے حریف کو اس بات پر مجبور کردیا ہو کہ وہ ان سے توبہ کرے۔

روحانی مصلح کی شناخت ضروری ہے

اس مسئلہ پر بحث کرنے کی اس لئے ضرورت ہے کہ مصلحین ربانی کی معیت اختیار کرنے کا اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ تعالےٰ کی طرف سے مصلح ہونے کا مدعی ہو تو ہر شخص کا فرض ہے کہ اس کے دعوے کی تحقیقات کرے تاکہ اگر مدعی سچا ہے تو اس کی معیت سے فائدہ اٹھائے اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اسے مان کر گمراہ نہ ہو۔ اسی وجہ سے ہم "مصلح موعود" ہونے کے مدعی کی صداقت کو پرکھنا چاہتے ہیں اگر ہمارے دوست محققانہ جانچ پڑتال کو "عداوت محمود" کہکر شور مچانا شروع کردیں تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ انہیں خود بھی دال میں کچھ کالا نظر آتا ہے ورنہ اس صدی کے سر پر جو مصلح ہمارے سامنے آیا اس نے تو ہمارے مخالفین کو چیلنج کیا کہ آؤ میری خلافت کو منہاج نبوت پر پرکھو جب کوئی میدان میں نہ نکلا تو فرمایا ؎

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہرچند\
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

پس کسی ایسی تحقیق پر اگر کوئی دوست "عداوت محمود" کا شور مچائیں تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ شور مچانے والوں کو خود اس کے دعوے پر یقین نہیں ورنہ وہ ایسا نہ کریں اور اس کے متذبذب ہونے کا واقعاتی رنگ میں یوں خیال ہوتا ہے کہ مارچ ۱۹۱۴ء سے انکو مصلح موعود بنایا جارہا ہے مگر آج تک وہ یہ فیصلہ نہیں کرسکے کہ مدعی کس قسم کے مصلح موعود ہیں، کبھی وہ "پسر موعود" بنتے ہیں اور کبھی "موعود بیٹا" اور کبھی "مصلح موعود" کبھی سبز اشتہار کی پیشگوئی کا مصداق اور کبھی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کا۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ اس دعوے کی ضرورت نہیں اور کبھی دعوے کی ضرورت پیدا ہوجاتی ہے، کبھی یہ پیشگوئی ان پیشگوئیوں میں شامل نہیں کی جاتی جن میں دعوے کی ضرورت ہو اور کبھی ان میں شامل کی جاتی ہے کبھی بالکل انکار ہے، کبھی کھلا اقرار کبھی نوے فیصدی کا دعویٰ اور کبھی سو فیصدی کا، غرضیکہ یہ حالت ان کی اپنی حالت تذبذب پر شاہد ہے جسے چھپانے کے لئے ہر محقق پر "عداوت محمود" کا فتوےٰ صادر کرتے ہیں حالانکہ خدا گواہ ہے کہ ہمیں ان کی ذات سے کوئی عداوت نہیں ہم تمام مصلحین ربانی کے خادم ہیں ان کا احترام ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم کسی جھوٹے دعویدار کو اندھا دھند مان کر صادق مدعیان کی صداقت کو مشتبہ کرکے مورد غضب الٰہی نہ ہو جائیں، اور کسی راستباز کا انکار کرکے اللہ تعالےٰ کے وعید کے نیچے نہ آجائیں اور یہ تحقیق کرنا ہر شخص کا فرض ہے اس کی ادائیگی پر ہمارے دوست ناراض نہ ہوں۔

"مصلح موعود" اور "پسر موعود"

ہم اپنے دوستوں سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ جناب میاں محمود احمد کو "پسر موعود" یا "موعود بیٹا" مانتے ہیں یا وہ "مصلح موعود" مانتے ہیں جو مظہر الحق والعلا کان اللہ نزل من السماء کا مصداق ہوگا، جس کی پیدائش سے قبل اللہ تعالےٰ اس ولی کو بیٹا ہونے کا وعدہ دے اور ہمارے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تینوں موجودہ بیٹے موعود ہیں، بلکہ حضرت مولوی نورالدین صاحب رحمۃ اللہ کے ایک صاحبزادے بھی موعود ہیں، جناب میاں محمود احمد صاحب کے متعلق یہ کبھی ہمارا خیال نہیں ہوا کہ وہ موعود نہیں ہم مانتے ہیں کہ سبز اشتہار کے مطابق حضور نے ان کی پیشگوئی کی جو ان کی پیدائش کے ساتھ پوری ہوگئی اگر اتنی سی بات کے لئے شور مچایا جارہا ہے تو فضول ہے ایسے لڑکوں کو ماننا نہ کسی کے لئے ضروری ہے اور نہ ان کے ماننے کے لئے کوئی دوسرا شخص مکلف ہے اگر پیشگوئی کے موجب پیدا ہونے والے ہر بیٹے پر ایمان لانا ضروری ہے تو پھر حضور کے باقی دو صاحبزادگان کو اس حق سے کیوں محروم رکھا گیا جبکہ وہ بھی موعود ہیں اور پھر مولوی عبدالمنان صاحب کو کیوں منافق اور مرتد بنایا جارہا ہے جبکہ وہ بھی اپنے ولی اللہ باپ کا موعود بیٹا ہیں اگر یہ صحیح ہے کہ کسی ولی اللہ کے پسر موعود پر ایمان لانا ضروری ہے اور اسی وجہ سے جماعت احمدیہ لاہور پر آپ کا عتاب نازل ہوتا ہے تو اس میں آپ لوگ بھی برابر کے مجرم ہیں بقول کسے ؎

آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں\
تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

خود دیکھئے کہ کس طرح اللہ تعالےٰ آپ لوگوں پر آپ کے ہاتھوں حجت ملزمہ قائم کررہا ہے کہ کسی ولی اللہ اور مامور من اللہ کی پیشگوئی کا پورا ہونا اس مامور کی صداقت کا نشان اور اس کے تابعین کے ازدیاد ایمان کا موجب ضرور ہوتا ہے جیسے حضرت اقدسؑ نے طاعون، زلزلہ و بائی امراض کی پیشگوئیاں کیں جو اپنے وقت پر پوری ہوکر حضور کی صداقت کی دلیل بنتی جارہی ہیں اگر

کوئی شخص یہ کہے کہ تم اس وقت تک احمدی نہیں ہو سکتے جب تک ان تمام عذابوں کو اپنے ایمانیات میں داخل نہ کرو، ورنہ تمہارا پہلا ایمان بھی ضائع ہو جائے گا، تو کیا یہ کہنے والا حق پر ہوگا؟ شاید اس کے لئے یہ مثال زیادہ مناسب ہوگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی کہ کسی زمانہ میں ایک ایسی سواری چلے گی جس سے اونٹ بیکار ہو جائیں گے اب ریل کی ایجاد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کو پورا کر دیا جس سے مومنوں کے ایمانوں میں ترقی ہوگئی مگر ریل پر ایمان لانا تو ایمان میں داخل نہیں ہوا ہمارے دوستوں کو یاد ہوگا کہ ایک دفعہ مصلح موعود کے تذکرے میں بھی یہی ریل کی مثال جناب میاں صاحب نے بھی دی تھی پس جب ایسی تمام پیشگوئیوں کے لئے کوئی ایسی شرط نہیں تو کسی "پسر موعود" کے لئے یہ شرط کیوں لگائی جاتی ہے؟ اور اگر "پسر موعود" سے مراد وہ عظیم الشان مصلح ہے جس کی شان الہام میں

مظھر الاوّل والاٰخر مظھر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء بیان کی گئی

ہے جو دنیا میں ایک تبدیلی پیدا کرے گا تو اس

مصلح موعود کے متعلق میاں صاحب کا عقیدہ ۱۹۱۳ء تک

وہی تھا جس پر آج تک جماعت احمدیہ لاہور قائم ہے جو یہ ہے:۔

"خدا تعالیٰ تو خوب جانتا ہے کہ کون اس کا بیٹا ہونے کے لائق ہے اس لئے اگر کسی عظیم الشان لڑکے کی نسبت جو دنیا میں ایک تبدیلی پیدا کرے خبر دی جائے اور اس کو حضرت صاحب کا بیٹا قرار دیا جائے تو کیا حرج ہے ....

ان الہامات سے یہ مراد نہ تھی کہ حضرت اقدسؑ کے لڑکا ہوگا بلکہ یہ مطلب تھا کہ آئندہ زمانہ میں تیری نسل سے پیدا ہوگا جو خدا کے نزدیک گویا تیرا ہی بیٹا ہوگا...

.... پس جب سب نبیوں سے ایسا ہوتا چلا آیا ہے اور انہوں نے آئندہ زمانہ کی خبریں بھی دی ہیں تو اگر حضرت مسیح موعودؑ نے کچھ آئندہ زمانہ کی خبریں دیں اور بتایا کہ میری نسل سے ایک ایسا لڑکا ہوگا جس کی ہیبت اس قدر ہوگی کہ گویا خدا آسمان سے اس کی مدد کے لئے اتر آیا تو کیا ہوا اس سے تو ان کی اور بھی سچائی ثابت ہوگی اور اس وقت کے لوگ اس پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھیں گے اور فائدہ اٹھائیں گے ....

یہ بیٹے کی پیشگوئی تو کسی ایسے لڑکے کی نسبت ہے جو آپ کی نسل سے ہوگا اور بڑی شان کا آدمی ہوگا اور خدا کی نصرت اس کے ساتھ ہوگی اور یہ بھی ثابت کر آیا ہوں کہ حضرت اقدسؑ کے الہامات میں اس قسم کے استعارات نہیں ہیں بلکہ پہلے نبیوں کے کلام میں اور قرآن و حدیث میں بھی ہیں کہ بیٹا کہا جاتا ہے اور مراد نسل میں سے کوئی آدمی ہوتا ہے"۔ ....

دیکھو "صادقوں کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے"

اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی زندگی تک جماعت احمدیہ خصوصاً جناب میاں صاحب کا یہی عقیدہ تھا کہ مصلح موعود حضرت صاحب کی کسی آئندہ نسل سے ہوگا جس پر جماعت احمدیہ لاہور آج تک بدستور قائم ہے مگر میاں صاحب نے اپنی خواہش اقتدار کے تحت خلیفہ بننے کے بعد اس میں تبدیلی پیدا کر لی ہے

کیا ہے مدعی نے فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

مصلح موعود کے متعلق تضاد بیانیاں

آج تک جناب میاں صاحب اور ان کے مرید یہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ وہ کس قسم کے اور کون سے "مصلح موعود" ہیں۔ کسی ایک بات پر قائم رہنا تو ان کی شان کے ہی خلاف ہے، شاید ان کے نزدیک مصلح موعود کی یہی تعریف ہے کہ جو تضاد بیانی میں کمال حاصل کئے ہوئے ہو، ہم حیران ہیں کہ اس قدر متضاد بیانات کے باوجود بھی مرید آپ کو وہ مقام دے رہے ہیں جو آج تک کسی صادق مدعی کو بھی نہیں دیا گیا اب ملاحظہ فرمائیے آپ کی تضاد بیانیاں اور فیصلہ کیجئے کہ کیا ایسا شخص منجانب اللہ ہو سکتا ہے جو کبھی کسی ایک بات پر قائم نہ رہے مصلح موعود کے متعلق ایک بیان تو پہلے درج کیا جا چکا ہے، جب آپ نام نہاد انجمن انصار اللہ کی سازشوں کے طفیل خلیفہ ہو گئے تو گدی کو ہر قسم کے خطرات سے محفوظ کرنے کے لئے ۲۱؍ مارچ ۱۹۱۴ء کو یہ اعلان کیا:۔

"کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے سبز اشتہار میں ایک بیٹے کی پیشگوئی کی تھی کہ اس کا ایک نام محمود اور دوسرا فضل عمر ہوگا، اور تریاق القلوب میں آپ نے اس پیشگوئی کو مجھ پر چسپاں کیا ہے، ...... پس اگر مرزا غلام احمد خدا کی طرف سے تھا تو تمہیں اس شخص کے ماننے میں کیا عذر ہو سکتا ہے جس کی پیدائش سے پہلے اس کا نام عمر رکھا گیا اور میں تمہیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی زندگی میں اس پیشگوئی کا مجھے کوئی علم نہ تھا بلکہ بعد میں ہوا، کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے" ص۹

چونکہ الوصیت میں خود ساختہ گدی کا کوئی ذکر نہ تھا اس لئے کسی وقت بھی اس کے نکل جانے کا خطرہ تھا جسے دور کرنے کے لئے یہ بنیاد رکھدی تاکہ سیدھے سادے لوگ اس وجہ سے پھنسے رہیں مگر ہوشیاری یہ کی کہ اس میں ...... اپنے متعلق سبز اشتہار کا تذکرہ کر کے اس کا مصداق ہونے کا اعلان کیا حالانکہ اس کے اندر دو پیشگوئیاں تھیں یعنی ص۷ پر ایک معمولی لڑکے کی پیدائش کے متعلق خبر تھی اور ص۲۱،۱۷ پر مصلح موعود کی پیشگوئی درج تھی جو پہلے اشتہار ۲۰؍ فروری ۱۸۸۶ء میں کی گئی تھی، لوگوں کو مغالطہ دینے کے لئے اپنے اعلان میں محض سبز اشتہار کا نام لیا جس سے ناظرین نے یہ سمجھا کہ سبز اشتہار میں صرف ایک مصلح موعود کی ہی پیشگوئی درج ہے جس کے مصداق ہونے کا آپ نے اعلان کر دیا۔ اس طرح جماعت کو اس راستہ پر چلا کر خود خاموش ہو گئے۔ اور مریدوں نے آپ کو مصلح موعود بنانے کے لئے مضامین لکھنے شروع کر دیئے حالانکہ اس وقت آپ کو بھی سبز اشتہار کے ص۷ کا مصداق ہونے کا دعویٰ تھا نہ کہ مصلح موعود کی پیشگوئی کے مصداق ہونے کا مگر اس کے باوجود کسی مرید کو ایسے مضامین لکھنے سے منع نہیں کیا گیا اس کا ثبوت کہ اس وقت آپ کو مصلح موعود والی پیشگوئی کا مصداق ہونے کا دعویٰ نہ تھا یہ ہے کہ ۱۹۱۷ء میں کسی کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ:۔

"میں ابھی نہیں کہہ سکتا کہ میں مصلح موعود ہوں کیونکہ خدا نے اس کی مجھے خبر نہیں دی اگر خبر دی گئی تو کسی سوال کی ضرورت نہ ہوگی میں خود دعویٰ کر دوں گا"

(الفضل ۲۲؍ ستمبر ۱۹۱۷ء)

اگر سبز اشتہار میں صرف مصلح موعود کی پیشگوئی تھی تو اس کے مصداق ہونے کا تو آپ نے ۲۱؍ مارچ ۱۹۱۴ء کو دعویٰ کر دیا تھا پھر ۱۹۱۷ء میں یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ:۔

"میں ابھی نہیں کہہ سکتا کہ میں مصلح موعود ہوں"

اس سے تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ ۲۲؍ ستمبر ۱۹۱۷ء تک آپ نے مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہونے کا دعویٰ نہ کیا تھا بلکہ اس پیشگوئی کا مصداق ہونے کا دعویٰ کیا تھا جو سبز اشتہار کے ص۷ پر آپ کی پیدائش کے متعلق کی گئی تھی، دوسری بات اس حوالہ سے یہ بھی ثابت ہوتی ہے کہ ۱۹۱۷ء تک آپ کے نزدیک مصلح موعود کے لئے الہاماً دعویٰ کرنا شرط تھا جو آپ میں نہ پائی جاتی تھی، اس لئے اس کا دعویٰ نہ کیا تھا مگر حیرانی ہے کہ اس کے باوجود بھی آپ نے مریدوں کو منع نہیں کیا کہ جب میرا کوئی دعویٰ مصلح موعود کا نہیں تو تم مجھے کیوں مصلح موعود بناتے ہو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اندرون خانہ آپ کو مصلح موعود بننے کا شوق تھا مگر خود کہتے بھی نہیں اور دوسروں کو منع کرتے بھی نہیں اسی حالت

کے متعلق کسی شاعر نے کہا ہے ؎

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہو
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

اس کے بعد پورے سولہ سال اسی حالت میں گذر گئے یہاں تک کہ ۱۹۳۳ء میں پھر ایک مرید نے یہ سوال کر دیا کہ مصلح موعود کی پیشگوئی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے تو آپ نے اسے بھی یہی جواب دیا۔

"میرے خیال میں یہ باتیں اس پر چھوڑ دینی چاہئیں جو اس پیشگوئی کا مصداق ہو"

(الفضل ۱۹ ستمبر ۱۹۳۳ء)

یعنی اس وقت بھی آپ کو مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہونے کا دعوے نہ تھا مگر مرید برابر آپ کو دعویدار بنا رہے تھے اور یہ ڈیوٹی زیادہ تر تنخواہ دار ایجنٹ ادا کر رہے تھے، ان کے علاوہ ایک تعداد ایسی بھی تھی جو یہ سمجھتے تھے کہ وہ مصلح موعود کیسا جو دعوے نہ کرے یہ خیال گدی کے لئے ایک قسم کا

خطرہ کا الارم

تھا کیونکہ خلافت کی تو بنیاد ہی کوئی نہ تھی صرف مصلح موعود کی پیشگوئی ہی اس کو سہارا دے سکتی تھی جب دعوے نہ کرنے کی وجہ سے اس پر چہ میگوئیاں شروع ہوئیں تو بڑے غور کے بعد ایسے لوگوں کو قابو میں رکھنے کے لئے یہ اعلان کیا:۔

"بعض دشمنوں کی طرف سے ابھی یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ سبز اشتہار والی پیشگوئی میرے متعلق نہیں اور کہ میں تو اس کے اپنے متعلق ہونے سے انکار کرتا ہوں یہ بات قطعاً غلط ہے کہ میں اس کے اپنے متعلق ہونے سے انکار کرتا ہوں میں جس بات کا انکار کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس پیشگوئی کو کسی مامور کے متعلق سمجھا جائے یا یہ سمجھا جائے کہ جس کے متعلق یہ ہے اس کے لئے الہاماً ایسا دعویٰ کرنا لازمی ہے"

(الفضل ۱۲ جنوری ۱۹۳۵ء)

جناب میاں صاحب کا یہ معمول ہے کہ جب کوئی مرید اعتراض کرے تو اسے دشمنوں کی طرف منسوب کر کے گالیاں دینا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ جب حقیقتاً آپ سبز اشتہار کے مبشر کے مصداق تھے تو کسی کو اس سے انکار کی کیا ضرورت تھی یہ تو خود کو ملامت کرنی چاہیئے کہ پہلے ۱۲ مارچ کو اس کے مصداق ہونے کا اعلان کر دیا اور پھر یہ کہدیا کہ اس کے مصداق کو دعوے کی ضرورت نہیں اگر اسے دعوے کی ضرورت نہ تھی تو پھر ۱۹۱۲ء میں یہ دعوے کیوں کیا اور اگر دعوے کر ہی لیا تھا تو پھر اس سے انکار کی کیا وجہ تھی اور پھر یہ کیوں لکھا کہ اس کے مصداق کو دعوے کی ضرورت نہیں؟ یہ تینوں اقوال آپ کے اپنے ہیں، اگر اپنے دشمن ہیں تو آپ خود ہیں

کسی کو دشمنی کی ضرورت ہی کیا ہے بہرحال ہم تو یہ مانتے ہیں کہ آپ سبز اشتہار کے مبشر کے مصداق ہیں جس کے لئے کسی دعوے کی کوئی ضرورت نہیں جس طرح آپ کے دیگر برادران پیشگوئیوں کے مطابق پیدا ہوئے اسی طرح آپ بھی اس پیشگوئی کے مطابق ہوئے جس طرح وہ موعود بیٹے ہیں اسی طرح آپ بھی ہیں نہ ان کے لئے دعوے کی ضرورت نہ آپ کے لئے اور دوسرے لوگ نہ ان کے ماننے کے مکلف نہ آپ کے، پسران موعود ہونے کے لحاظ سے تینوں برابر ہیں، سوال تو یہ ہے کہ جس مصلح نے حضرت مسیح موعود کی برکات کا دوبارہ ظہور ظاہر کرنے کے لئے آنا تھا وہ آپ ہیں یا نہیں جس نے روح القدس کی تائید سے کھڑا ہونا تھا .... وہ آپ ہیں یا نہیں؟ جناب میاں صاحب کے اس بیان سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ سبز اشتہار میں مندرجہ پیشگوئی کے مصداق ہیں۔ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں مندرجہ پیشگوئی کے متعلقہ مصلح موعود کا یہاں بھی کوئی دعوے نہیں، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو اس جلالی خطبہ کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ جواب صاف ہے کہ لوگوں کو بھول بھلیوں میں ڈالنے کے لئے تاکہ وہ یہ سمجھ لیں کہ یہ سب جلالی خطبات مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہونے کی وجہ سے دیئے جا رہے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ ۱۹۱۷ء میں آپ نے اس وجہ سے مصلح موعود ہونے سے انکار کر دیا تھا کہ خدا نے مجھے الہاماً خبر نہیں دی اور خدا نے یہ خبر ۱۹۳۵ء میں بھی نہ دی تھی اسی لئے آپ نے یہ عقیدہ تراشا تھا کہ مصلح موعود کے لئے الہاماً دعوے کی ضرورت نہیں مگر خطبہ میں لفظ مصلح موعود نہیں بلکہ مطلق سبز اشتہار کا مصداق ہونا ہے جس کے لئے واقعی نہ دعوے کی شرط کبھی پہلے تھی نہ اب ہے نہ کبھی ہوگی مگر خود سبز اشتہار کا مصداق بنتے رہے اور مرید ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کا مصداق بناتے رہے اور یہی چکر چلتا گیا یہاں تک ۱۹۳۹ء میں اعلان کیا کہ:۔

"میرے نزدیک مصلح موعود کی پیشگوئی چونکہ مامور کے متعلق نہیں بلکہ غیر مامور کے متعلق ہے اس لئے وہ ان پیشگوئیوں میں داخل ہی نہیں جن میں کسی دعوے کی ضرورت ہو میرا یہ مطلب نہیں کہ یہ پیشگوئی مجھ پر چسپاں نہیں ہوتی بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی پیشگوئی کسی مامور کے متعلق نہ ہو تو اس میں دعوے کی ضرورت نہیں ہوتی"

(الفضل ۱۲ اگست ۱۹۳۹ء)

یعنی ۱۹۳۳ء تک مصلح موعود کی پیشگوئی ان پیشگوئیوں میں شامل تھی جن میں دعوے کی ضرورت ہوتی ہے مگر ۱۹۳۹ء میں وہ اس فہرست سے خارج ہو کر ان پیشگوئیوں کی فہرست میں جا داخل ہوئی جن میں کسی دعوے کی ضرورت نہ ہو، جیسے طاعون زلزلہ وبائی امراض کی پیشگوئیاں جس طرح انکو کسی دعوے کی ضرورت نہیں اسی طرح مصلح موعود کو بھی کسی دعوے کی ضرورت

نہیں، اچھا ذرا یہ تو بتایئے کہ جناب والا نے ۱۹۱۷ء و ۱۹۳۳ء میں جو کچھ ارشاد فرمایا تھا وہ درست تھا یا اس کے خلاف مندرجہ بالا فرمان؟ یا دونوں صحیح ہیں یا دونوں ہی غلط؟ بہرحال اس کے متعلق ہم تو کچھ نہیں کہہ سکتے شاید ناقوس خصوصی کوئی آواز نکالیں، اس لئے اس کو چھوڑ کر ہم آپ کو

نوّے فیصدی مصلح

سے متعارف کرانا چاہتے ہیں آج تک جس قدر مصلحین ربانی آتے رہے ان میں سے کسی کو ایک فیصدی بھی اپنے دعوے کے متعلق شک و شبہ نہیں ہوا مگر آج ہمارے سامنے ایک نئی قسم کے مصلح اور وہ بھی موعود پیش کئے جا رہے ہیں جو خود معترف ہیں کہ میں دس فیصد کم ہوں چنانچہ مباحثہ راولپنڈی کے وقت جناب مولوی ابوالعطاء صاحب کو جو تحریر آپ نے لکھکر دی اس میں لکھا کہ:۔

"میرے نزدیک جس حد تک میں نے اس پیشگوئی کا مطالعہ کیا ہے اس کی نوّے فیصدی باتیں میرے زمانۂ خلافت کے متعلق ہیں"

(الفضل ۳ جولائی ۱۹۳۷ء)

یہ دنیا میں پہلا اور آخری روحانی مصلح ہے جو ماشاءاللہ صرف مصلح نہیں بلکہ موعود بھی ہے مگر خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ نوّے فیصدی مصلح ہے جو آج تک نہ کبھی ہوا اور نہ آئندہ ہوگا مگر اس کے باوجود شان آپ کی وہ ہے جو کسی سو فیصد مصلح کو بھی نصیب نہ ہوئی ہوگی وہ مصلح ہی کیا جو سو فیصد ہو شان مصلحیت تو یہی ہے کہ دس فیصد کمی کے باوجود سو فیصد مصلح بنے اور ڈنکے کی چوٹ بنے بلکہ خدا کو مجبور کر کے بنے۔ ناظرین اس نادر الوجود مصلح کی ندرت پر متعجب نہ ہوں بلکہ ان مخلص، نکتہ رس، دوراندیش اور عقل کے پتلے مجوزہ ونگار مریدوں کی داد دیں جو ایک نوّے فیصد مصلح کو سو فیصد مصلح ثابت کرنے کے لئے لنگر لنگوٹے کس کر میدان مناظرہ میں کود پڑے اسکو کہتے ہیں "پیراں نمے پرند و مریداں مے پرانند"۔ اس عقل و فکر کے مالک آپ کو دوسری جگہ کہیں نہیں ملیں گے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں یہ مرید تو اس وقت آپ کو سو فیصد مصلح بنا رہے تھے جبکہ پیر صاحب ایک فیصد بھی مصلح نہ تھے بلکہ صاف جواب دیتے تھے جب پیر نے نوّے فیصدی ہونے کا دعویٰ کر دیا تو دس فیصد کمی کا پورا کرنا تو ان باکمال مریدوں کے بائیں ہاتھ کا کرتب تھا جو صفر فی صد کو سو فیصدی بنا لیں ان کو نوّے فیصدی کو سو فیصدی بنانا کیا مشکل ہے وہ تو خیر یہ گذری ہے کہ اب تک انہیں ایک سو دس فی صدی بنانے کا خیال پیدا نہیں ہوا ورنہ اس میں بھی کمی نہ گذارتے، یہ وہ شان مصلحیت ہے جس پر ناز کیا جاتا ہے اور جس کی بناء پر اسے نہ ماننے والوں کو وہ ترنج کی چلتی پھرتی تصویریں کہا جاتا ہے اب ربانی دو مستقل ہمیں یہ عرض کرنے کا حق ہے کہ ؎

مغز قرآن مطہر کیا یہی ہے زہر خشک
کیا یہی چوہا ہے نکلا کھود کر یہ کوہسار

(باقی۔ باقی)

جماعت احمدیہ کے موجودہ دو فریقوں کی تاریخ بانیٔ سلسلہ کے الہامات و کشوف میں

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

مامورین الٰہی کو نصرت و تائید غیبی کے بعد سب سے بڑا معجزہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے دیا جاتا ہے وہ علم غیب کا معجزہ ہے۔ علم غیب کا دریافت کرنا انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے فلا یظہر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔ غیب کی اطلاع خدا تعالیٰ کی طرف سے بجز اس کے ماموروں کے دوسروں کو نہیں دی جاتی، اگرچہ یہ صحیح ہے کہ ایک ادنیٰ رنگ میں رؤیا صادقہ اور القاء و الہام کا سلسلہ بلا تمیز مومن و غیر مومن پر عام طور پر نسل انسانی میں ہمیشہ سے جاری ہے لیکن قطعی و حتمی رنگ میں کثرت سے اخبار غیبیہ فرستادگان الٰہی کا ہی خاصہ ہے اس لئے صرف ان مامورین ہی کو سزاوار ہے کہ وہ تحدیاً طور پر اپنے الہام و القاء اور کشوف و رؤیا کو بطور اتمام حجت دوسروں کے لئے پیش کریں۔

علم و سائنس کے اس زمانہ میں چونکہ صفت تکلّم الٰہیہ سے عام طور پر انکار کیا گیا ہے، اس لئے وقت کے تقاضا کے بموجب چودھویں صدی کے مجدد کو علم غیب سے وافر حصہ عطا کیا گیا۔ سینکڑوں پیشگوئیاں حضرت مسیح موعودؑ کے اپنے زمانہ میں سچی نکلیں مگر بہت سے اخبار غیبیہ کا تعلق آپ کی زندگی کے بعد کے واقعات سے ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم نے بھی رسول اللہ صلعم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا واِمّا نرینّك بعض الذی نعدھم او نتوفینّك، جس قدر وعدے وعید ہم نے مخالفین کے متعلق آپ کے ساتھ کئے ہیں بعض تو ان میں سے آپ کی زندگی میں پورے ہوں گے لیکن بعض آپ کی زندگی کے بعد ظاہر ہوں گے۔ اسی الٰہی سنت کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کے کئی الہامات و کشوف کا پورا ہونا آپ کے بعد مقدر تھا چنانچہ آپ کی وفات کے بعد عرصہ جو قریباً نصف صدی کا گذر چکا ہے اس میں کئی اہم واقعات ظہور پذیر ہوئے جن کی خبر آپ کے الہامات میں پہلے سے دی جا چکی تھی۔ بعد الموت پورا ہونے والی پیشگوئیاں صداقت مامور کے بارہ میں زیادہ اہمیت کا درجہ رکھتی ہیں کیونکہ جو امور کسی شخص کی زندگی میں واقع ہو جائیں ان کا قبل از وقت بتلا دینا اس قدر حیرت انگیز بات نہیں جس قدر تعجب انگیز یہ امر ہے کہ کوئی انسان اپنی وفات کے نصف صدی بعد پیش آنے والے واقعات کو بھی صاف صاف بتلا جائے۔ جس قدر علم غیب مامور وقت کو عطا کیا جاتا ہے اس میں ایک حصہ اس کے بعد اس کی اپنی جماعت سے متعلق ہوتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت مسیح موعود کے الہامات و کشوف میں آپ کی زندگی کے بعد جماعت احمدیہ پر آنے والے واقعات کی حقیقت کو بھی بتلا دیا گیا ہے، اس بارہ میں احباب کی توجہ مندرجہ ذیل الہامات و کشوف کی طرف مبذول کرائی جاتی ہے تاکہ ان کے ازدیاد ایمان کا موجب ہو اور انہیں معلوم ہو کہ اس طرح جماعت احمدیہ پر وارد ہونے والے واقعات کی خبر نصف صدی قبل مامور وقت پر بذریعہ الہام خداوندی ظاہر کر دی گئی تھی۔

ان الہامات و کشوف کو کتاب تذکرہ شائع شدہ از قادیان سے نقل کر کے معہ حوالجات صفحات پیش کیا گیا ہے، تاکہ احباب واقعات کی روشنی میں ان کے متعلق اپنے غور و خوض سے جو چاہیں رائے قائم کریں۔ بعض مقامات پر حضرت اقدسؑ کو کوئی قرآن کریم کی آیت بطور پیشگوئی الہام ہوئی تو فٹ نوٹ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ وہ آیت قرآن کریم میں کس موقعہ پر آئی ہے۔

رؤیاء و کشوف کے بارہ میں یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اکثر امور کو تمثیلی پیرایہ میں دکھلایا جاتا ہے، جیسے کہ حضرت یوسف کے ذکر میں آپ کا اپنا خواب، بادشاہ مصر کا خواب اور زندان میں آپ کے دو ساتھیوں کے خواب تمثیل میں پیش آنے والے واقعات کی خبر دے رہے تھے جن کی تعبیر حضرت یوسف نے فرمائی اور پھر اسی تعبیر کی بعد کے واقعات نے تصدیق کر دی۔ پس جب واقعات حقہ کی شہادت کسی بتلائی ہوئی خبر کو سچا ثابت کر دیں تو اس وقت پیشگوئی کے منجانب اللہ ہونے میں کوئی کلام نہیں رہتا۔ اسی اصول کو حضرت اقدسؑ مندرجہ ذیل عبارت میں واضح فرماتے ہیں:۔

> "صاف ظاہر ہے کہ جب پیشگوئی ظہور میں آ جائے اور اپنے ظہور سے اپنے معنی آپ کھول دے اور ان معنوں کو پیشگوئی کے الفاظ کے سامنے رکھ کر بدیہی طور پر معلوم ہو کہ وہی سچے ہیں تو پھر ان میں نکتہ چینی کرنا ایمانداری نہیں۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ ص)

اب ذیل میں ان الہامات و کشوف کو مطالعہ کیجئے جو جماعت کے دونوں فریقوں کے متعلق حضرت اقدسؑ کو ہوئے۔

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا"۔ (صفحہ ۱۰۵)

"خدا دو مسلمان فریق میں سے ایک کا ہو گا پس یہ پھوٹ کا ثمرہ ہے" (صفحہ ۶۶۲)

"کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا کہ انسان کی صورت پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں، ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے، تب میں نے اس شخص کو جو زمین پر تھا مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے مگر وہ چپ رہا، اور اس نے کچھ بھی جواب نہ دیا، تب میں نے دوسرے کی طرف رخ کیا جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا اور اسے مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے، وہ میری اس بات کو سن کر بولا ایک لاکھ نہیں ملیگی مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جائے گا تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگرچہ پانچ ہزار تھوڑے آدمی ہیں پر اگر خدا تعالیٰ چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں اس وقت میں نے یہ آیت پڑھی کہ من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ" صفحہ (۱۸۱)

جماعت لاہور کے متعلق الہامات و کشوف:۔

"مولوی محمد علی صاحب کو رؤیا میں کہا آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے، آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ"

"رؤیا دیکھا کہ میں ایک گھوڑے پر سوار ہوں اور کسی طرف جا رہا ہوں جاتے ہوئے آگے بالکل تاریکی ہو گئی تو میں واپس آ گیا اور میرے ساتھ کچھ عورتیں بھی ہیں۔ واپس آتے ہوئے بھی راستے میں گرد و غبار کے باعث تاریکی ہو گئی اور گھوڑے کی باگ کو میں نے ٹٹول کر ہاتھ میں پکڑا ہے۔ چند قدم چل کر روشنی ہو گئی۔ آگے دیکھا کہ ایک بڑا چبوترہ ہے اس پر اتر پڑا وہاں چند ایک لڑکے ہیں، انہوں نے شور مچا دیا کہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم آ گئے، پھر میں نے دیکھا

(باقی صفحہ ۱۱ کالم اول پر)

جماعت قادیان کے متعلق الہامات و کشوف:۔

"آج بروز یکشنبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے گھر کے مکان میں بیٹھا ہوں اور ایک خربوزہ کی شکل پر کوئی پھل میرے ہاتھ میں ہے اس کو چھیل کر کھانا چاہتا ہوں اتنے میں میں نے محمود احمد کو دیکھا اس کے ساتھ ایک انگریز ہے وہ ہمارے گھر میں داخل ہو گیا پہلے اس جگہ کھڑا ہوا جہاں پانی کے گھڑے رکھے جاتے ہیں، پھر اس چوبارہ کی طرف بڑھا جہاں میں بیٹھ کر کام کرتا ہوں گویا اس کے اندر جا کر تلاشی کرنا چاہتا ہے اس وقت میں نے دیکھا کہ میر ناصر نواب کی شکل پر ایک شخص میرے سامنے کھڑا ہے، اس نے بطور اشارہ کے مجھ کو کہا کہ آپ بھی اس چوبارہ میں جائیں انگریز تلاشی کرے گا، میرے دل میں گذرا کہ اس میں صرف وہ کاغذات پڑے ہیں جو تالیف کتاب کا مسودہ ہیں وہی دیکھے گا اتنے میں آنکھ کھل گئی۔ فرمایا معلوم نہیں اس واقعہ کی کیا تعبیر ہے اس سے پہلے تھوڑے دن ہوئے یہ دیکھا تھا یعنی یہ الہام ہوا تھا کہ

عورت کی چال۔ ایلی ایلی لما سبقتانی۔ بریت

اذ کففت عن بنی اسرائیل

(باقی صفحہ ۱۱ کالم ۲ پر)

ل بموجب ارشاد فرقانی فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔ یعنی یہی وہ لوگ ہیں، جو انبیاء، شہداء و صالحین میں سے مستحق انعام خداوندی ہیں اور یہ رفاقت یا ساتھ ہونا کیسا ہی عمدہ ہے۔

سلسلہ صنہ کالم اول:

کہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم آ رہے ہیں۔ میں نے مصافحہ کیا اور السلام علیکم کہا۔ مولوی صاحب مرحوم نے ایک چیز نکال کر بطور تحفہ مجھے دی اور کہا کہ بشپ جو پادریوں کا افسر ہے وہ بھی اس سے کام چلاتا ہے وہ چیز اس طرح ہے جیسے خرگوش ہوتا ہے بادامی رنگ۔ اس کے آگے ایک بڑی نالی لگی ہے اور نالی کے آگے **قلم** لگا ہوا ہے۔ اس نالی کے اندر ہوا بھر جاتی ہے جس سے وہ قلم بغیر محنت کے آسانی چلنے لگتا ہے **میں نے کہا میں نے تو یہ قلم نہیں** منگوایا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ **مولوی محمد علی صاحب نے منگوایا ہوگا** میں نے کہا **اچھا میں مولوی صاحب کو دیدوں گا**۔ اس کے بعد بیداری ہوگئی، فرمایا **عورتوں سے مراد مکر و رلوگ** ہو سکتے ہیں اور خدا نے قرآن شریف میں امت کے نیک بندوں کو بھی فرعون کی عورت سے تشبیہ دی ہے۔ اور **قلم سے یہ مراد معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مولوی محمد علی صاحب کے دل میں ایسی طاقت پیدا کر دے** کہ وہ مخالفوں کے رد میں اعلیٰ مضامین لکھیں واللہ اعلم بالصواب۔" (صفحہ ۶۲۳)

"کتاب الولی ذوالفقار علی۔ ولی کی کتاب علی کی تلوار کی طرح ہے یعنی مخالف کو نیست و نابود کرنے والی ہے۔ اور جیسے علی کی تلوار نے بڑے بڑے خطرناک معرکوں میں کارہائے نمایاں کر دکھلائے تھے ایسا ہی یہ بھی دکھلائے گی۔ اور یہ بھی ایک پیشگوئی ہے کہ جو کتاب کی تاثیرات عظیمہ و برکات عمیمہ پر دلالت کرتی ہے"

نوٹ:۔ ایک زمانہ ذوالفقار کا تو وہ گذر گیا کہ جب ذوالفقار علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں تھی مگر خدا تعالیٰ پھر ذوالفقار اس امام کو دے دیگا اس طرح پر کہ اس کا چمکنے والا ہاتھ وہ کام کریگا جو پہلے زمانہ میں ذوالفقار کرتی تھی۔ سو وہ ہاتھ ایسا ہوگا کہ گویا وہ ذوالفقار علی کرم اللہ وجہہ ہی ہے جو پھر ظاہر ہوگئی ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ امام **سلطان القلم ہوگا** اور اس کی قلم ذوالفقار کا کام دے گی۔ نعمت اللہ ولی کی یہ پیشگوئی (کہ ید بیضاء کہ با او تابندہ باز با ذوالفقار مے بینم) بعینہ اس عاجز کے اس الہام کا ترجمہ ہے جو اس وقت سے دس برس پہلے براہین احمدیہ میں چھپ چکا ہے اور وہ یہ ہے کہ **کتاب الولی ذوالفقار علی** یعنی کتاب اس ولی کی ذوالفقار علی کی ہے۔ یہ اس عاجز کی طرف اشارہ ہے، اسی بناء پر بارہا اس عاجز کا نام مکاشفات میں غازی رکھا گیا ہے۔ چنانچہ براہین احمدیہ کے بعض دیگر مقامات میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

"**یہ مقام دارالحرب ہے پادریوں کے مقابلہ میں**۔ اس لئے ہم کو چاہیئے کہ ہرگز بیکار نہ بیٹھیں۔ مگر یاد رکھو کہ **ہماری حرب ان کے ہمرنگ ہے**۔ جس قسم کے ہتھیار لیکر وہ میدان میں آئے ہیں **اسی طرح کے ہتھیار** ہم کو لیکر نکلنا چاہیئے اور **وہ ہتھیار ہے قلم**۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام **سلطان القلم** رکھا اور میرے قلم کو ذوالفقار علی فرمایا۔" (۷۲)

"اس جگہ ایک **نہایت روشن کشف** یاد آیا اور وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ نماز مغرب کے بعد **عین بیداری** میں ایک تھوڑی سی غیبت حس سے جو خفیف سے نشہ سے مشابہ تھی ایک عجیب عالم ظاہر ہوا کہ پہلے یک دفعہ چند آدمیوں کے جلد جلد آنے کی آواز آئی جیسے بسرعت چلنے کی حالت میں پاؤں کی جوتی یا موزہ کی آواز آتی ہے پھر اسی وقت پانچ آدمی نہایت وجیہہ اور مقبول اور خوبصورت سامنے آ گئے یعنی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی و حسنین و فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اور ایک نے ان میں سے اور ایسا یاد پڑتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نہایت محبت و شفقت سے مادر مہربان کی طرح اس عاجز کا سر اپنی ران پر رکھ لیا۔

پھر بعد اس کے **ایک کتاب** مجھ کو دی گئی جس کی نسبت یہ بتلایا گیا کہ **یہ تفسیر قرآن ہے جسے علی نے تالیف کیا ہے اور اب علی وہ تفسیر مجھے دیتا ہے، فالحمد للہ علیٰ ذالک۔**" (۲۱-۲۲)

"پھر جہاں تک میرے امکان میں ہے **تالیفات** کے ذریعہ ان **علوم و برکات کو ایشیا و یورپ کے ملکوں میں پھیلاؤں جو خدا تعالیٰ کی پاک روح نے مجھے دیئے ہیں**۔ ——— سو میری صلاح یہ ہے کہ **عمدہ عمدہ تالیفیں** ان ملکوں میں

باقی بر صفحہ ۱۲ کالم اول

سلسلہ صفحہ کالم ۲:

میں نے اپنے اجتہاد سے اس کے یہ معنے سمجھے تھے کہ **کوئی شخص عورتوں کی طرح پوشیدہ مکر کرے گا** جس سے ممکن ہے کہ ہم پر اس کی دھوکہ دہی سے کوئی مقدمہ ہو مگر آخر بریت ہوگی۔ اگر میرے یہ اجتہادی معنی ہیں اور ممکن ہے جو کچھ پہلے دیکھا اور جو میں نے اب دیکھا اس کے کوئی اور معنی ہوں، لیکن ظاہری معنی یہی ہیں **واللہ اعلم بالصواب**۔ اس خواب میں محمود کا دیکھنا اور پھر میر ناصر نواب کا دیکھنا **نیک انجام** پر دلالت کرتا ہے کیونکہ محمود کا لفظ خاتمہ محمود کی طرف اشارہ ہے یعنی **اس ابتلاء کا خاتمہ اچھا ہوگا** اور ناصر نواب کا دیکھنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ ناصر ہوگا اور اپنی نصرت سے ابتلاء سے رہائی دے گا **اور آخر یہ ابتلاء نشان کی صورت میں ہو جائے گا**۔" (۵۴۶-۵۴۷)

"عورت کی چال۔ **ایلی ایلی لما سبقتانی۔ بریت اذکففت عن بنی اسرائیل**۔

فرمایا یہ خیال گذرتا ہے واللہ اعلم کہ کوئی شخص زنانہ طور پر مکر کرے یعنی مردمیدان بن کر کارروائی نہ کرے بلکہ **چھپ کر عورتوں کی طرح** کوئی نقصان پہنچانا چاہے جس کا نتیجہ آخر بریت ہو۔ مگر یہ صرف اجتہادی رائے ہے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اس کے کیا معنی ہیں

ایک مردوں کی چال ہوتی ہے اور **ایک زنانہ چال ہوتی ہے جو گمنام ہو کر کوئی بدی کرتا ہے یا عورت کی طرح چھپ کر** کوئی حملہ کرتا ہے۔ اور آخری فقرہ کے یہ معنی ہیں کہ فرعون کے شر سے ہم نے بنی اسرائیل کو بچا لیا۔" (۵۴۰)

"**ایک امتحان** ہے بعض اس میں پکڑے جائیں گے اور بعض چھوڑ دیئے جائیں گے"

"**انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا** تفہیم یہ ہوئی کہ اے **اہل خانہ** خدا تمہارا **امتحان** کرنا چاہتا ہے تا معلوم **کہ اس کے ارادہ پر ایمان رکھتے ہو یا نہیں**۔ اور تا وہ اہل بیت تمہیں پاک کرے جیسے کہ حق ہے پاک کرنے کا۔ پھر انہی کی **طرف** اشارہ کر کے الہام ہوا

ہے تو بھاری مگر **خدائی امتحان** کو قبول کر۔

پھر الہام ہوا **یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم**۔ اس میں تفہیم یہ ہوئی کہ اے اہل بیت کسی دوسرے کو تکیہ گاہ مت بناؤ۔ وہی خدا تیرا متکفل ہے اور رازق ہے جس نے تجھے پیدا کیا .... پھر الہام ہوا یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم۔ ترجمہ یہ ہے۔ **اے اہل بیت! خدا سے ڈرو اور اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرو** اور نہ کوئی بات منہ سے نکالو۔ وہی خدا ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور پھر میری طرف سے بطور حکایت الہام ہوا:۔ اے میرے **اہل بیت خدا تمہیں شر سے محفوظ رکھے**" (۶۴۷-۶۴۸)

"فرمایا میں اپنی **جماعت** کے لئے اور پھر **قادیان** کے لئے دعا کر رہا تھا تو یہ الہام ہوا:۔

زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں فسحقھم تسحیقا پس پس ڈال ان کو پیس ڈالنا۔" (۶۷۲)

"**فسحقھم تسحیقا**۔ زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں" (۶۰۴)

"**ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا**۔ میری عبادت گاہ میں ان کے چولہے ہیں اور میری پرستش کی جگہ میں ان کے پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں، **عبادت گاہ** سے مراد اس الہام میں زمانہ حال کے اکثر مولویوں کے دل ہیں جو دنیا سے بھرے ہوئے ہیں" (۱۸۱)

"**بلائے دمشق** **بترک بسری**" (۶۶۵)

"دمشق کے لفظ کی حقیقت میرے پر کھولی گئی کہ اس جگہ ایسے قصبہ کا نام دمشق رکھا گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو یزیدی الطبع اور یزید پلید کی عادات و خیالات کے پیرو ہیں ——— غرض مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ دمشق کے لفظ سے دراصل وہ مقام مراد ہے جس میں یہ دمشق والی مشہور خصوصیت پائی جاتی ہے اور خدا تعالیٰ نے مسیح کے

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۲)

بسلسلہ صفحہ ۱۱ کالم اول:

بھیجی جائیں، اگر قوم بدل و جان میری مدد میں مصروف ہو تو میں چاہتا ہوں کہ ایک **تفسیر بھی تیار کر کے اور انگریزی میں ترجمہ** کرا کر ان کے پاس بھیجی جائے میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے رُک نہیں سکتا کہ یہ **میرا کام ہے، دوسرے سے ہرگز ایسا نہ ہوگا جیسے مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے**" (ازالہ اوہام صفحہ ۷۷۳ - ۷۷۳)

"پھر وہ **منصورہ**[۱] مجھے کشف کی حالت میں دکھایا گیا اور کہا گیا کہ **خوشحال ہے خوشحال ہے** مگر خدا تعالےٰ کی حکمت خفیہ نے میری نظر کو اس کے پہچاننے سے قاصر رکھا لیکن امید رکھتا ہوں کہ کسی دوسرے وقت دکھایا جائے"

"۷ر دسمبر ۱۸۹۲ء کو ایک رؤیا دیکھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بن گیا ہوں یعنی خواب میں ایسا معلوم کرتا ہوں کہ وہی ہوں۔ اور خواب کے عجائبات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض اوقات ایک شخص اپنے تئیں دوسرا شخص خیال کر لیتا ہے سو اس وقت میں سمجھتا ہوں کہ میں **علی مرتضیٰ** ہوں اور ایسی صورت واقعہ ہے کہ ایک **گروہ خوارج کا میری خلافت** کا مزاحم ہو رہا ہے یعنی وہ گروہ میری خلافت کے امر کو روکنا چاہتا ہے اور اس میں **فتنہ انداز ہے** تب میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ہیں اور شفقت اور تودد سے مجھے فرماتے ہیں کہ

یا علی دعھم و انصارھم و زراعتھم

یعنی اے علی! اور ان کے مددگاروں اور ان کی کھیتی سے کنارہ کر اور ان کو **چھوڑ دے** اور ان سے منہ پھیر لے اور میں نے پایا کہ **اس فتنہ کے وقت** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو فرماتے ہیں۔ اور **اعراض کے لئے تاکید** کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ **تو ہی حق پر ہے** مگر ان لوگوں سے ترک خطاب بہتر ہے اور کھیتی سے مراد مولویوں کے پیروں کی وہ جماعت ہے جو ان کی تعلیموں سے اثر پذیر ہے جس کی وہ ایک مدت سے آب پاشی کرتے چلے آئے ہیں" (۲۰۷ - ۲۰۸)

"اردت ان استخلف فخلقت ادم" (۶۶)

"ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں"[۲] (۵۳۶)

"**لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں** ان کو اطلاع دی جائے نظیف مٹی کے ہیں وسوسہ نہیں رہے گا مگر مٹی رہنے کی سلسلہ قبول الہامات میں سب سے کچا مولوی تھا، سب مولوی ننگے ہو جائیں گے - انا اللہ ذو المنن - انی مع الرسول اقوم" (۳۷۶)

"**لاہور میں ہمارے پاک محب موجود ہیں**، وسوسہ پڑ گیا ہے پر مٹی نظیف ہے وسوسہ نہیں رہے گا" (۴۰۷)

"**میں تیرے خالص اور دلی محبوں کے گروہ کو بھی بڑھاؤں گا**۔ اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا اور ان میں کثرت بخشوں گا اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے خدا انہیں نہیں بھولے گا اور فراموش نہیں کرے گا اور وہ علی حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پالیں گے" (۱۴۴)

"حسنِ بیان" (۴۷۶)

"اس عاجز پر ایک رؤیا میں یہ ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر و ضلالت میں ہیں آفتاب صداقت

(باقی بر صفحہ ۱۳ کالم اول)

---

[۱] جس کا ذکر ابو داؤد کی حارث والی حدیث میں آتا ہے کہ مسیح موعود کا ایک جرنیل ہوگا۔

[۲] حضرت اقدس کی وفات کے واقعہ نے جو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں واقعہ ہوئی ظاہر کر دیا کہ "مدینۃ المسیح" کونسا مقام ہے جہاں سے اشاعت اور تبلیغ اسلام کے چشمے پھوٹنے والے ہیں۔

(انگریزی ترجمۃ القرآن)

بسلسلہ صفحہ ۱۱ کالم ۲:

اُترنے کی جگہ جو دمشق کو بیان کیا تو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسیح سے مراد وہ اصل مسیح نہیں جس پر انجیل نازل ہوئی بلکہ مسلمانوں میں سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو اپنی روحانی حالت کی رو سے مسیح سے اور نیز امام حسین رضی سے بھی مشابہت رکھتا ہے **کیونکہ دمشق پایہ تخت یزید ہو چکا ہے اور یزیدیوں کا منصوبہ گاہ، جس سے ہزارہا طرح کے ظالمانہ احکام نافذ ہوئے وہ دمشق ہی ہے** — اب پہلے ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے مجھ پر یہ ظاہر فرما دیا ہے کہ یہ **قصبہ قادیان بوجہ اس کے کہ اکثر یزیدی الطبع لوگ اس میں سکونت رکھتے ہیں دمشق سے ایک مناسبت رکھتا ہے** اور اس بارہ میں **قادیان کی نسبت** مجھے یہ بھی الہام ہوا کہ **اخرج منہ الیزیدیون** یعنی اس میں یزیدی لوگ پیدا کئے گئے ہیں" (۱۷۸ - ۱۷۹)

"اس کے بعد ایک اور الہام ہے جس کے اظہار کی اجازت نہیں شاید بعد میں اجازت ہو جائے اس کا پہلا فقرہ ہے **دیکھ میں ایک نہایت چھپی ہوئی بات پیش کرتا ہوں**" (۶۸۶)

"سرّک سرّی، تیرا بھید میرا بھید ہے" (۹۴ - ۹۵)

"**یا نوح**[۱] **اسرّ رؤیاک** - اے نوح اپنے خوابوں کو پوشیدہ رکھ" (۲۸۸)

"لا تقف ما لیس لک بہ علم ولا تخاطبنی[۲] فی الذین ظلموا انھم مغرقون — یا ابراھیم[۳] اعرض عن ھذا انہ عمل غیر صالح[۴]، انما انت مذکر لست علیھم بمسیطر۔

جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑ، اور ان لوگوں کے بارہ میں جو ظالم ہیں میرے ساتھ مخاطبت مت کر وہ غرق کئے جائیں گے۔

اے ابراھیم اس سے کنارہ کر، یہ صالح آدمی نہیں، تو صرف نصیحت دہندہ ہے ان پر داروغہ نہیں۔ یہ چند آیات **جو بطور القا الہام ہوئی ہیں بعض خاص لوگوں کے حق میں ہیں**" (۸۵ - ۸۶)

"وکلا ھالک الا من قعد فی سفینتی" (۶۶۱)

"ولا تکلمنی فی الذین ظلموا انھم مغرقون - وعد علینا حق

ان لوگوں کے بارہ میں میرے ساتھ بات نہ کر جو **ظالم** ہیں یعنی دنیا کو دین پر مقدم کرتے ہیں اور دنیا کے ہموم و غموم میں لگ کر دین کے پہلو سے لاپروا ہیں - میں ان کو **ضرور غرق**

(باقی بر صفحہ ۱۳ کالم ۲)

---

[۱] حضرت نوحؑ کے بارہ میں قرآن کریم میں مختلف مقامات پر ذکر آیا ہے اور چونکہ متعدد آیات حضرت اقدسؑ کو اس تعلق میں الہام ہوئی ہیں، ان کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے - جو جو آیت حضرت اقدس کو الہام ہوئی وہاں متن میں نمبر لگا کر نیچے جس جگہ وہی آیت آئی ہے وہاں وہی نمبر دے دیا گیا ہے :-

فاوحینا الیہ ان اصنع الفلک[۱] باعیننا ووحینا — ولا تخاطبنی فی الذین[۲] ظلموا انھم مغرقون (المؤمنون)

واصنع الفلک باعیننا ووحینا ولا تخاطبنی فی الذین[۲] انھم مغرقون — ونادیٰ نوح ن ابنہ وکان فی معزل یٰبنی ارکب معنا ولا تکن مع الکفرین، قال ساوی الی جبل یعصمنی من الماء قال لا عاصم[۵] الیوم من امر اللہ وقال بینھما الموج فکان من المغرقین۔

ونادیٰ نوح ربہ فقال رب ان ابنی من اھلی وان وعدک الحق وانت احکم الحاکمین۔ قال یٰنوح[۱] انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح فلا تسئلن ما لیس لک[۶] بہ علم انی اعظک ان تکون من الجاھلین (ھود)

یا ابراھیم اعرض عن ھذا انہ قد جاء امر ربک وانھم اٰتیھم عذاب غیر مردود (ھود)

بسلسلہ صلا کالم اوّل

سے مغرور کئے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا اور میں نے دیکھا کہ میں شہر لندن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں، اور اس کے بعد میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے درختوں پر بیٹھے تھے اور ان کے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہوگا۔ سو میں نے اس کی تعبیر یہ کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے۔"

ازالہ اوہام صفحہ (۵۱۵ - ۵۱۶)

"اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے دکن اس گورنمنٹ کے دن بدن توحید کی طرف مائل ہوتے جاتے ہیں اور ان کے دل ان عقائد باطلہ سے نفرت کر گئے ہیں ——— اور میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ اسلام کے انڈے ہیں اور عنقریب ان میں سے بچے پیدا ہوں گے اور ان کے منہ دین الہٰی کی طرف پھیرے جائیں گے۔"

(نور الحق حصہ اوّل صفحہ ۴۴)

جماعت قادیان کے متعلق بسلسلہ صلا کالم ۲

کردں گا اور ناکامی میں مریں گے یہ خدا کا سچا وعدہ ہے جو نہیں ٹلیگا۔

میرے خیال میں یہ الہام ہماری جماعت کے بعض افراد کی نسبت ہے جو دنیا کے ہموم و غموم میں حد سے بڑھ گئے ہیں اور دین کی فکر اور غم سے لاپرواہ ہیں۔ گویا خدا تعالیٰ مجھے ہدایت فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے دعا مت کر۔ ان کی شفاعت مت کر کیونکہ جیسا ان کا دین مر گیا ان کی دنیا بھی مر گئی۔ ظاہر ہے کہ دعا اور شفاعت دوستوں کے لئے ہوتی ہے نہ کہ دشمنوں کے لئے پس اسی قرینہ سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ الہام خاص دوستوں کے لئے ہے اور ایک بڑے عذاب سے ان کو ڈرایا گیا ہے۔ ممکن ہے وہ عذاب دوسروں کے لئے بھی ہو مگر ایسے لوگوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ جو بظاہر اس جماعت میں داخل ہیں مگر ان کی حالت دنیا پرستی کی ہمارے اصول کے خلاف ہے۔" (۵۵۵)

" لا تقف ما لیس لک بہ علم، ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انھم مغرقون، واصنع الفلک باعیننا ووحینا" (۵۸۰)

"ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انھم مغرقون، ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین" (۵۵۶)

——" ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم۔ انہ اوی القریۃ لا عاصم الیوم الا اللہ۔ اصنع الفلک باعیننا ووحینا، انہ معک ومع اھلک۔ انی احافظ کل من فی الدار الا الذین علوا من استکبار (۵۷۴)

تو ان لوگوں کے بارہ میں میری جناب میں شفاعت مت کر جو ظالم ہیں کیونکہ وہ غرق کئے جائیں گے اور یہ لوگ مکر کریں گے اور خدا ان سے مکر کرے گا۔ اور خدا تعالیٰ بہتر مکر کرنے والا ہے۔ ——— جو کچھ قوم پر نازل ہوا خدا اس کو نہیں بدلائے گا جب تک کہ وہ لوگ اپنے دلوں کی حالتیں نہ بدلیں، وہ اس گاؤں کو جو قادیان ہے کسی قدر ابتلاء کے بعد اپنی پناہ میں لے لیگا۔ آج خدا کے سوا کوئی بچانے والا نہیں ——— ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے کشتی بنا وہ قادر خدا تیرے ساتھ اور تیرے لوگوں کے ساتھ ہے۔ میں ہر ایک کو جو تیرے گھر کے اندر ہے بچاؤں گا مگر وہ لوگ جو میرے مقابل پر تکبر سے اپنے تئیں نافرمان اور اونچا رکھتے ہیں یعنی پورے طور پر اطاعت نہیں کرتے" (۴۶۱)

"رات کے تین بجے حضرت اقدس کو الہام ہوا

انی احافظ کل من فی الدار الا الذین علوا باستکبار"*

(باقی صفحہ ہذا کے کالم ۱ پر)

بسلسلہ کالم اوّل صفحہ ہذا

* فرمایا، علو دو قسم کا ہے ایک جائز ہوتا ہے اور دوسرا ناجائز، جائز کی مثال وہ علو ہے جو حضرت موسیٰ میں تھا اور ناجائز کی مثال وہ علو ہے جو فرعون میں تھا، اور فرمایا صبح کی نماز کے بعد یہ الہام ہوا۔

انی اری الملٰئکۃ الشداد

یعنی میں سخت فرشتوں کو دیکھتا ہوں۔ فرمایا خدا کے غضب شدید سے بغیر تقوے و طہارت کے کوئی نہیں بچ سکتا۔ پس سب کو چاہیئے کہ تقوے و طہارت کو اختیار کریں اور اگر کوئی فاسق فاجر دار میں داخل ہو جائے تو اس کا بچ رہنا یقینی کیونکر ہو سکتا ہے؟ ہاں اس میں بھی پھر ایک قسم کی خصوصیت رکھی گئی ہے کیونکہ جو لوگ علو استکبار نہ کریں ان کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لیکن انہ اوی القریۃ میں یہ امر نہیں۔ وہاں انتشار و ہل چل شدید سے بچنے کا وعدہ معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسا امر نہیں کرتا جس سے لوگوں کو جرأت پیدا ہو جائے اور گناہ کی طرف جھکنے لگیں" (۴۰۳ - ۴۰۴)

"اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہوگا اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقوے سے تجھ میں محو ہوگا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہوگا تا وہ قوموں میں فرق کر کے دکھلاوے لیکن وہ جو کامل طور پر پیروی نہیں کرتا وہ تجھ میں سے نہیں اس کے لئے مت دلگیر ہو۔" (۴۰۷ - ۴۰۸)

"خدا تعالیٰ کے کلام میں یہ وعدہ ہے انی احافظ کل من فی الدار یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہے میں اسکو بچاؤں گا۔ اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک و خشت کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں"۔ (۴۰۸)

" فرمایا آج میری زبان پر پھر یہ الہام جاری تھا۔

انی احافظ کل من فی الدار الا الذین علوا من استکبار

میں ان تمام کی جو اس گھر میں ہیں حفاظت کروں گا سوائے ان لوگوں کے جو تکبر سے بڑے بنتے ہیں الا الذین علوا ہمیشہ ساتھ ہی ہوتا ہے خدا معلوم اس کے کیا معنی ہیں۔ اس لئے بھی کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ متنبہ رہیں اور تقویٰ پر قائم رہیں۔" (۴۲۸)

" جب الہام ہوا تو کشفی عالم میں چار پھل مجھ کو دیئے گئے تین ان میں آم کے تھے مگر ایک پھل سبز رنگ بہت بڑا تھا وہ اس جہان کے پھلوں سے مشابہ نہیں ہے وہی مبارک لڑکا ہے کیونکہ کچھ شک نہیں کہ پھلوں سے مراد اولاد ہے۔ اور جبکہ ایک پارسا طبع اہلیہ کی بشارت دی گئی اور ساتھ ہی کشفی طور پر چار پھل دیئے گئے جن میں سے ایک پھل الگ وضع کا ہے تو یہی سمجھا جاتا ہے کہ واللہ اعلم بالصواب" (۱۴۹)

" خدا دو مسلمان فریق میں سے ایک کا ہوگا، پس یہ پھوٹ کا ثمرہ ہے۔ انی مع الافواج اتیک بغتۃ۔ انی مع اللہ الکریم۔ طوفان آیا و بڑی طوفان شر آئی۔" (۶۶۲)

" فری میسن مسلط نہیں کئے جائیں گے کہ اس کو ہلاک کریں"

فری میسن کے متعلق میرے دل میں گذرا کہ جن کے ارادے مخفی ہوں" (۲۸۵)

" مدت کی بات ہے میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ میں ایک گھوڑے پر سوار ہوں اور باغ کی طرف جاتا ہوں اور میں اکیلا ہوں سامنے سے ایک لشکر نکلا جس کا یہ ارادہ ہے کہ ہمارے باغ کو کاٹ دیں، مجھ پر ان کا کوئی خوف طاری نہیں ہوا، میرے دل میں یہ یقین ہے کہ میں اکیلا ان سب کے لئے کافی ہوں۔ وہ لوگ باغ کے اندر چلے گئے اور ان کے پیچھے میں بھی چلا گیا۔ جب اندر گیا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ سب کے سب مرے پڑے ہیں، اور ان کے سر، ہاتھ اور پاؤں کاٹے ہوئے ہیں اور ان کی کھالیں اتری ہوئی ہیں، تب خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا نظارہ دیکھ کر

(باقی برصفحہ ۳ کالم ۱)

ڈچ گی آنا کے قادیانی مبلغ کی جھوٹی رپورٹ

خلیفہ قادیان کو چیلنج

مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع

ربوہ میں سالانہ جلسہ کے موقعہ پر خلیفہ قادیان نے اعلان کیا کہ :-

"سب سے بڑی خوشخبری یہ ہے کہ ڈچ گی آنا سے ہمارے مبلغ نے پہلے اطلاع دی تھی کہ دو سو اشخاص نے بیعت کر لی ہے اب اطلاع ملی ہے کہ اس وقت تک چار سو افراد جماعت میں داخل ہو چکے ہیں۔ الحمد للہ (نعرہ ہائے تکبیر)

راقم الحروف نے حضرت مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی کی خدمت میں ایک خط لکھا اور ایک دوست نے "الفضل" کا وہ پرچہ بھیجا جس میں خلیفہ قادیان کی مندرجہ بالا خبر درج تھی - اس پر مولانا نے قادیانی مبلغین کی آمد کی وجوہات اور اُن کے ہتھکنڈوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ تحریر فرمایا کہ :-

"فاضل رمضان نے الفضل کا پرچہ بھیجا اس میں لکھا ہے ... سو نفوس نے احمدیت (قادیانی عقائد - ناقل) قبول کر لی ہے مدیر "الفضل" اور ان کے نامہ نگار اگر یہ لکھ دیتے کہ "سورینام" کی پوری آبادی احمدی ہو گئی ہے تو انہیں کون روک سکے گا یہاں کل رات جلسہ میں یہ پرچہ سنایا گیا تو لوگوں کو حیرت اور تعجب ہوا کہ قادیانی مبلغ جھوٹ بولنے میں اور اپنے مرکز کو دھوکہ دینے میں کتنے دلیر ہیں، الفضل نے اپنی اس موہوم کامیابی کو خوارق عادت معجزہ قرار دیا ہے ربوہ کی زمین جہاں درخت تو جڑ نہیں پکڑتے مگر کذب ضرور ہے دو کو دو سو اور چار کو چار سو بنا دینا اسی سرزمین کا معجزہ ہو سکتا ہے - خلیفہ قادیان کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہونا چاہیئے تھا اور پوری تحقیق کے بعد چار سو نفوس کے قبول احمدیت کا اعلان کرتے مگر خلافت مآب اپنی سابقہ روایات سے مجبور ہیں - اس موقعہ پر ہمیں ان کا ایک خطبہ یاد آ رہا ہے - ارشاد ہوا تھا کہ تمام مسلمانوں کے فرقے آپس میں ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں - اس پیشاب کی ندی میں ہم نے بھی تھوڑا سا پیشاب کر دیا یعنی حضرت مسیح موعودؑ کے نہ ماننے والوں کو کافر کہدیا تو کونسا غضب ہو گیا؟

خلافت مآب کے مبلغین بھی ان کے نقش قدم پر ہیں، جب ربوہ میں جھوٹی نبوت کے جھوٹے کاروبار کا ایک دریا بہہ رہا ہے تو اس میں جھوٹ کا تھوڑا سا پیشاب کر دینے سے کونسا غضب ہو جائے گا - ہمارا دعویٰ ہے کہ خلیفہ قادیان کے اعلان اور قادیانی مبلغین کی رپورٹ میں ننانوے فیصدی جھوٹ بولا گیا ہے، ہم اپنی پوری ذمہ داری سے خلیفہ قادیان کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ اپنے خوارق عادت معجزہ کی صداقت کا ثبوت پیش کریں - ورنہ دنیا اس نتیجہ پر پہنچے گی کہ ربوہ کے سالانہ جلسہ کے موقعہ جمع شدہ لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے ایک بہت بڑا جھوٹ بولا گیا ہے جو اپنی بلندی کے لحاظ سے منارۃ المسیح کی بلندی پر بھی سبقت لے گیا ہے۔

یخٰدعون اللہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون -

ڈچ گی آنا کے اخبار "حقیقت الاسلام" کا بیان

اسی سلسلہ میں ڈچ گی آنا کے اخبار "حقیقت اسلام" (۳۱ر جنوری) کا حسب ذیل بیان بھی پڑھ لیجئے :-

کیا محمودی مبلغ اپنے خلیفہ ربوہ کو دھوکا تو نہیں دے رہے ہیں۔

۲۳ر دسمبر ۱۹۵۶ء کا روزنامہ الفضل ربوہ رقمطراز ہے کہ :-

"ڈچ گی آنا میں احمدیہ دار التبلیغ کا قیام اعلائے کلمۃ الحق کے سلسلہ میں خوارق عادت کامیابی" کا ...

"۲۰۰ - افراد نے بیعت کر کے سلسلہ حقہ میں شمولیت اختیار کر لی ہے"

یہ ہے محمودی مبلغین کی ۵۷ دن کی محنت کا نتیجہ - لیکن زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے جو "الفضل" ربوہ نے چار جنوری ۱۹۵۷ء میں درج کی ہے کہ :-

"سب سے بڑی خوشخبری یہ ہے کہ ڈچ گی آنا سے ہمارے مبلغ نے پہلے اطلاع دی تھی کہ دو سو اشخاص نے بیعت کر لی ہے - اب اطلاع ملی ہے کہ اس وقت تک چار سو افراد جماعت میں داخل ہو چکے ہیں"

(الفضل ۴ر جنوری ۱۹۵۷ء)

کتنی خوش کن یہ خبر ہے، خلیفہ ربوہ میاں محمود احمد صاحب کے لئے اور کتنے مسرت انگیز لحظوں میں میاں صاحب نے یہ خبر سالانہ جلسہ مورخہ ۲۷ر دسمبر ۱۹۵۶ء پر حاضرین کو سنائی اس وقت خلیفہ صاحب کی مسرت کی کیا کوئی انتہا باقی رہ گئی ہو گی؟ جبکہ تین دن کے اندر دو سو افراد کا جماعت میں داخلہ ہو گیا۔

ان کی جماعت میں چار سو اشخاص کے داخلہ کا اندازہ ۲۷ر جنوری کی میٹنگ سے ظاہر ہے جس میں مسلمانان سرینام کو کثرت سے مدعو کیا گیا تھا جس میں غالباً ستر افراد جن میں غیر از جماعت افراد بھی شریک ہو کر تماشائی ہوئے تھے، عورتوں اور بچوں کی تعداد البتہ کچھ مردوں سے زیادہ تھی - جب کسی وجہ سے سڑک پر فساد ہونے لگا تو دو پکار سننے والوں نے پکارا کہ ہمارے جماعتی اندر آ جائیں، اس وقت ان کی جماعت کی تعداد جو ٹینٹ میں حاضر تھی وہ سو سے زیادہ تعداد نہ تھی - ان کی جماعت کے ایک فرد کی زبانی سنا گیا کہ اصل تعداد سے پچاس ساٹھ کا ہمیشہ زیادہ اعلان کیا جاتا ہے۔

اگر یہ بات سچ ہے کہ ہمیشہ تعداد میں اضافہ کر کے اعلان کیا جاتا ہے تو کیا یہ کذب (جھوٹ) نہیں؟ اور اس جھوٹ کی مثال کیا اس سے کم ہو سکتی ہے؟ کہ اگر ایک ٹینک پانی میں دو چار قطرے پیشاب کے ڈال دیئے جائیں تو یہ پانی قابل استعمال نہیں رہتا۔

اب صاف ظاہر ہو گیا کہ جماعتی تعداد میں اصل سے بڑھا کر اعلان کرنا نہ صرف ہمیں دھوکہ دینا یا چڑانا ہے بلکہ اپنے خلیفہ میاں محمود احمد صاحب کو دھوکہ دینا ہے۔

اس سے بھی بڑھکر تعجب خیز واقعہ ایک اور بھی اسی پرچہ الفضل میں شائع ہوا ہے - جو میاں صاحب نے سالانہ اجلاس میں فرمایا کہ :-

"باوجود اس کے کہ ہمارا کوئی باقاعدہ مبلغ ابھی وہاں (فلپائن) نہیں گیا پھر بھی اس وقت تک اہم طلباء اسلام قبول کر چکے ہیں"

ماشاء اللہ کیسی ہزاروں میل لمبی پھنکنی ہے میاں محمود احمد صاحب کی کہ جس کے ذریعہ ربوہ میں بیٹھے بٹھائے فلپائن میں پھونکیں مار مار کر اہم طلباء کو محمودی بنا لیا۔

الفضل کے اسی پرچہ میں اپنی خبط الحواسی کا ثبوت بھی میاں صاحب نے بہم پہنچا دیا ہے، سالانہ اجلاس میں میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا :-

"انڈونیشیا، افریقہ اور یورپ کے کئی ممالک میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے متعدد مساجد تعمیر ہو چکی ہیں یا ہونے والی ہیں"

"ہو چکی ہیں"، یعنے تعمیری کام مساجد کا مکمل ہو گیا لیکن "ہو چکی ہیں" کے آگے "یا" لکھنے سے "ہونے والی ہیں" صاف ہے کہ ابھی تک کام شروع نہیں ہوا - ہاں اگر "یا" کے آگے "ہو رہی ہیں" لکھنے سے معلوم ہو جاتا کہ زیر تعمیر ہیں لیکن نہ زیر تعمیر ہیں اور نہ تعمیر ہو چکی ہیں، بلکہ اس سے جماعت کو دھوکہ میں ڈالنا ہے یا اپنی خبط الحواسی کا ثبوت بہم پہنچانا ہے - بتلایئے جس جماعت کا قائد دھوکہ دہ ہو اس کے مبلغ اپنے قائد کو دھوکہ دیں تو کونسی تعجب کی بات ہے؟ وہ چار کو دو سو اور ہم کو چار سو بیے مٹکے بنا سکتے ہیں: (حقیقت اسلام ۳۱ر جنوری ۱۹۵۷ء)

پیغام صلح :- اس مضمون کی کتابت ہو چکنے کے بعد ڈچ گی آنا سے جناب یعقوب محمد ایوب کا ایک طویل مضمون موصول ہوا ہے جس میں محمودی مبلغین کی کارستانیوں کی پوری تفصیل درج ہے یہ مضمون ...

(مرتضیٰ خان حسن)

باپ بیٹے کی پہلی مجلس (اسلام اور ایمان)

یہ مکالمہ جناب حسن صاحب نے بچوں کو اسلامی تعلیم دینے کے لئے مختلف مجالس کی شکل میں تصنیف کیا ہے، جس کو ہم احمدی بچوں کے افادہ کے لئے بالاقساط درج اخبار کرتے رہیں گے:۔

رشید:۔ (دس گیارہ سال کا بچہ) ابا جان! آج میں بھی جمعہ میں گیا تھا۔ خطبہ بھی سُنا اور نماز بھی پڑھی"۔

باپ:۔ "شاباش! بہت اچھا کیا۔ ہمیشہ جمعہ پڑھا کرو اور خطبہ بھی غور سے سُنا کرو۔ اس میں بڑی قیمتی نصیحتیں ہوتی ہیں۔ اس سے تمہارے علم میں زیادتی ہوگی۔ تمہاری عادات اور اخلاق پر بڑا اثر پڑے گا۔ اور اس طرح سے تمہاری زندگی سنورتی جائے گی۔ اچھا یہ تو بتاؤ۔ مولوی صاحب نے خطبہ میں کیا بیان کیا تھا؟"

رشید:۔ "ساری باتیں تو مجھے یاد نہیں۔ البتہ اس قدر یاد ہے کہ مولوی صاحب بار بار یہ فرماتے تھے کہ ہم لوگ اسلام پر نہیں چلتے۔ اور ہمارے ایمان کمزور ہیں۔ ابا جان! اسلام کے کیا معنے ہیں؟ اور ایمان کس کو کہتے ہیں۔ اکثر لوگ ایمان کی قسم کھایا کرتے ہیں۔ میں بھی انکی دیکھا دیکھی ایمان کی قسم کھایا کرتا ہوں۔ لیکن ایمان ہے کیا چیز"؟

باپ:۔ "تم نے بہت اچھا سوال کیا ہے! سنو! **اسلام** کے معنے ہیں خدا کے آگے جھکنا۔ خدا کے حکموں کو ماننا اور خدا کے بندوں کے ساتھ صلح و صفائی سے رہنا۔ ان سے نیک سلوک کرنا۔ یہ ہے اسلام۔ اسلام ہمارے مذہب کا نام ہے۔ یہ کیسا پیارا نام ہے۔ اور ہم مسلم ہیں یعنے اسلام کے ماننے والے۔ اور **ایمان** کہتے ہیں دل سے ایک بات کو سچا ماننا اور زبان سے اس کا اقرار کرنا"

رشید:۔ بہت خوب! اب میں سمجھ گیا۔ **اسلام** ہمارے مذہب کا نام ہے۔ اس کے معنے ہیں خدا کا حکم ماننا اور خدا کے بندوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور **ایمان** کے معنے ہیں دل سے ایک بات پر یقین رکھنا، اور زبان سے بھی اس کا اقرار کرنا"۔

باپ:۔ "بالکل ٹھیک! ماشاءاللہ تم بہت جلدی سمجھ گئے۔ اب تمہیں یہ سوال کرنا چاہیئے کہ وہ کونسی باتیں ہیں جن پر ایمان لانا چاہیئے؟"

رشید:۔ "تو میں پوچھنے ہی والا تھا"

باپ:۔ "سنو! سب سے پہلے ہمیں جس بات پر ایمان لانا چاہیئے وہ یہ ہے کہ "خدا ایک ہے" کوئی اس کا شریک نہیں۔ کوئی اس جیسا نہیں کوئی اس کے برابر نہیں"

رشید:۔ "جی ہاں! یہ تو مجھے معلوم ہے کہ خدا ایک ہے۔ اس جیسا کوئی دوسرا نہیں۔ کوئی اس کے برابر نہیں۔ یہ تو امی جان نے بھی مجھے کئی دفعہ بتایا ہے"

باپ:۔ "پھر سنو! خدا ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، یعنے کوئی ساجھی نہیں۔ اس کو ہمارے مذہب میں **توحید** کہتے ہیں۔ تو یہ توحید ہمارے مذہب کی بنیادی اینٹ ہے۔ پس خدا کو ایک مانو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراو۔ اسی کی عبادت کرو۔ اسی سے مرادیں مانگو۔ وہ خدا سب کا خالق یعنے پیدا کرنے والا ہے، سب کا رازق یعنے رزق دینے والا ہے۔ اسی نے زمین اور آسمان بنائے۔ اسی نے چاند سورج ستارے بنائے۔ وہی مینہہ برساتا ہے اور زمین سے درخت، بیل بوٹے اور سبزیاں اُگاتا ہے۔ مزیدار پھل اور رنگا رنگ کے خوبصورت پھول اس نے بنائے وہ جو چاہتا ہے کر سکتا ہے۔ کوئی اس کے حکم کو روک نہیں سکتا۔ وہ سب جگہ حاضر و ناظر ہے۔ اس کی آنکھیں نہیں مگر دیکھتا سب کچھ ہے۔ اس کے کان نہیں مگر سنتا سب کچھ ہے۔ وہ چھپی ہوئی باتوں کو بھی جانتا ہے وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اور ہم سب اس کے محتاج ہیں۔ اس کا کوئی باپ ہے نہ ماں۔ نہ بیٹا نہ بیٹی۔ وہ ان باتوں سے پاک ہے۔ وہ شروع سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں۔ مگر اس کو فنا نہیں۔ ذرہ ذرہ اس کے قبضہ قدرت میں ہے، وہی پیدا کرتا اور وہی مارتا ہے۔ وہ جب کسی چیز کو کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کُن کے کہنے سے وہ چیز ہو جاتی ہے"

رشید:۔ "جی ہاں! یہ تو میں نے اپنی کتاب میں بھی پڑھا ہے ؎

کُن کے کہنے سے کیا عالم بپا
اور جب چاہے اسے کر دے فنا

باپ:۔ "بالکل ٹھیک ہے۔ خدا نے یہ زمین و آسمان، پہاڑ اور دریا کُن کے کہنے سے بنا ڈالے اور اگر وہ چاہے تو ایک آن میں ان کو فنا کر دے۔ وہ بڑی طاقتوں کا مالک ہے۔ کوئی اس کی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ وہ نیکی سے خوش ہوتا ہے اور بدی سے ناراض۔ ہم سب نے مر کر اس کے حضور جانا ہے اور اپنے عملوں کا جواب دینا ہے۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ ہم ایسے کام کریں جن سے وہ خوش ہوتا ہے۔ اور ایسے کاموں سے پرہیز کریں جن سے وہ ناراض ہوتا ہے۔

رشید:۔ ٹھیک ہے ابا جان! مولوی صاحب بھی خطبہ میں یہی فرما رہے تھے کہ ہمیں ان کاموں کے پاس بھی نہیں پھٹکنا چاہیئے جن سے خدا ناراض ہوتا ہے"

باپ:۔ "ہاں! ایسا ہی چاہیئے۔ اس لئے ضروری ہے کہ خدا پر ہمارا ایمان پورا پورا ہو۔ اور ہمارا پختہ ایمان ہو کہ ہم نے خدا کے حضور جانا ہے۔ اور اپنے عملوں کا جواب دینا ہے"

(باقی آئندہ)

اسلام سے نہ بھاگو راہِ ہدیٰ یہی ہے ॥ اے سونے والو جاگو شمس الضحٰے یہی ہے
مجھ کو قسم خدا کی جس نے ہمیں بنایا ॥ اب آسماں کے نیچے دینِ خدا یہی ہے
وہ دلستاں نہاں ہے کس راہ سے اسکو دیکھیں ॥ ان مشکلوں کا یارو مشکل کشا یہی ہے
باطن سیہ ہیں جتنے اس سے ہیں وہ منکر ॥ ورنہ اندھیرے والو دل کا دیا یہی ہے
دنیا کی سب دکانیں ہیں ہم نے دیکھی بھالیں ॥ آخر ہوا یہ ثابت دارالشفا یہی ہے
سب خشک ہو گئے ہیں جتنے تھے باغ پہلے ॥ ہر طرف میں نے دیکھا بستاں ہرا یہی ہے
دنیا میں اس کا ثانی کوئی نہیں ہے شربت
پی لو تم اس کو یارو آبِ بقا یہی ہے (مسیح موعود)

— کراچی - ۲۴ر فروری - پاکستان کے وزیرِ محنت و تعمیرات مسٹر عبدالخالق نے اعلان کیا ہے کہ بھارت کی ہٹ دھرمی کے پیش نظر کشمیر کے بارے میں مسٹر جارنگ کا مشن کامیاب نہیں ہوگا۔ لہٰذا پاکستان کا اگلا قدم یہ ہوگا کہ کشمیر کا مسئلہ اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی میں پیش کر دیا جائے۔

— پشاور - ۲۴ر فروری - خان عبدالقیوم خان ایم ایل اے نے خیبر یونین میں تقریر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ملک کی تمام سیاسی جماعتیں تنازعہ کشمیر کے سلسلہ میں وزیر اعظم سہروردی کے ہر اقدام کی حمایت کریں گی، آپ نے دوسرے ملکوں سے پاکستان کے معاہدات کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان اپنے معتمد دوستوں اور حلیفوں کے بغیر اپنی آزادی برقرار نہیں رکھ سکتا۔ بھارت کے بارے میں آپ نے کہا بھارت کا دعویٰ ہے کہ وہ کسی بلاک میں شامل نہیں لیکن عملاً وہ روسی بلاک میں شامل ہو چکا ہے۔ کشمیر کے بارے میں خان عبدالقیوم خان نے طلباء کو مشورہ دیا کہ وہ کشمیر کو آزاد کرانے کے لئے اپنے خون تک کی قربانی پیش کرنے کے لئے تیار رہیں۔

— کراچی - ۲۴ر فروری - مرکزی وزیرِ محنت مسٹر عبدالخالق نے آج یہاں اعلان کیا ہے کہ حکومت نے ملک میں مزدوروں کے حالات کی تحقیقات اور مناسب اجرتوں کی سفارشات پیش کرنے کے لئے ایک اُجرت بورڈ قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس بورڈ کے صدر وزارت محنت کے جائنٹ سیکرٹری ہوں گے، اور اس میں مزدوروں اور مالکوں کے چار چار نمائندے شامل ہوں گے۔

— قاہرہ ۲۴ر فروری - مصر کے سابق وزیر مملکت کرنل انوار السادات نے نیم سرکاری اخبار الجمہوریہ میں ایک مضمون لکھا ہے جس میں انہوں نے صدر آئزن ہاور کو متنبہ کیا ہے کہ وہ امریکہ کے سب سے بڑے حلیف برطانیہ سے خبردار رہیں" — انوار السادات اس تنقید پر تبصرہ کر رہے تھے جو برطانوی دارالعوام میں آئزن ہاور منصوبہ پر ہو رہی تھی۔ انوار السادات نے لکھا ہے' امریکہ سے روئی اور پٹرولیم حاصل کرنے کے بعد برطانوی پارلیمنٹ نے آئزن ہاور کے خلاف نئی معاندانہ مہم کا آغاز کر دیا ہے۔ ان حالات میں ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم آئزن ہاور کو اس حقیقت سے آگاہ کر دیں کہ ان کے حلیف دنیا پر جنگل کا نیا قانون نافذ کرنے کے لئے اصل واقعات آئزن ہاور کی نظروں سے اوجھل رکھنا چاہتے ہیں۔

— لندن ۲۴ر فروری - دمشق کی اطلاعات کے مطابق وزیر اعظم شام مسٹر صابری العسلی نے اعلان کیا ہے کہ اگر اسرائیل نے غزہ اور خلیج عقبہ کے علاقوں سے اپنی فوجیں نہ ہٹائیں تو عرب اقوام کو طاقت سے کام لینا پڑے گا۔ اسی قسم کا بیان اردن کے وزیر اعظم سلیمان نابلسی نے بھی دیا ہے۔

— لندن ۲۴ر فروری - برطانیہ کے ممتاز اخبار

لندن ٹائمز نے پاکستان میں افراطِ زر کی صورتِ حال پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب تک درآمدات پر سخت کنٹرول نہیں کیا جاتا افراطِ زر کے دباؤ سے بچنا مشکل ہو جائے گا۔ اخبار نے لکھا ہے کہ پاکستان میں افراطِ زر کے دباؤ کی وجہ یہ ہے کہ اسے غیر ملکوں سے بھاری مقدار میں غذائی اجناس درآمد کرنا پڑیں جس سے زرمبادلہ میں قلت پیدا ہو گئی۔ ٹائمز نے رائے ظاہر کی کہ پاکستان خوراک میں خود ہی کفیل ہو کر ہی اپنا ہر مسئلہ حل کر سکتا ہے۔

— کراچی - ۲۴ر فروری - خاتونِ پاکستان محترمہ فاطمہ جناح نے کہا ہے کہ حکومت پاکستان کو مہاجرین کے دعاوی کا بسرعت تمام فیصلہ کرنے کے لئے ٹھوس، واضح اور مضبوط پالیسی اختیار کرنی چاہیئے، ورنہ حکومت اس سلسلے میں ناکام رہے گی اور جائز دعویدار اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے آئینی اقدامات کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔

— نئی دہلی ۲۴ر فروری - بھارتی وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے کہا ہے کہ حفاظتی کونسل کے موجودہ صدر مسٹر جارنگ کے اعلیٰ عہدہ کا احترام کرتے ہوئے میں ان کا خیر مقدم کروں گا۔ اور ان سے بات چیت بھی کروں گا۔ لیکن پنڈت نہرو نے مزید کہا" سردست میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ بات چیت کی بنیاد کیا ہو گی، اور اس سلسلہ میں بھارتی حکومت کیا پالیسی اختیار کرے گی"۔

— کراچی - ۲۴ر فروری - مرکزی وزیر تعلیم، مسٹر ظہیر الدین نے آج یہاں اردو کالج میں "ہفتہ اردو" کا افتتاح کرتے ہوئے کہا ہے کہ اردو میں دنیا کی عظیم ترین زبان بننے کی صلاحیتیں موجود ہیں۔ آپ نے مزید کہا کہ دنیا میں کوئی ایسی قوم زندہ نہیں رہ سکتی جو اپنی مادری زبان میں تعلیم حاصل نہ کرتی ہو، آپ نے یقین دلایا کہ جب تک میں وزیر تعلیم ہوں اس وقت تک اردو کے ساتھ ناانصافی نہ ہو گی۔

— لاہور - ۲۴ر فروری - معلوم ہوا ہے کہ میو ہسپتال لاہور کی نرسوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ایک ماہ (مارچ) کے اندر اندر شلوار اور قمیصوں کی بجائے سکرٹ پہننا شروع کر دیں۔ حکام کا ارادہ ہے کہ میو ہسپتال کے بعد لاہور کے دوسرے ہسپتالوں کی نرسوں کو بھی بلا لحاظ مذہب شلوار اور قمیص کی بجائے سکرٹ پہننے کے لئے کہا جائے۔

— لاہور - ۲۴ر فروری - گورنر مغربی پاکستان میاں مشتاق احمد گورمانی نے آج فورٹریس سٹیڈیم لاہور چھاؤنی میں گھوڑوں اور مویشیوں کی چوتھی سالانہ نمائش کا افتتاح کرتے ہوئے اس خیال کا اظہار کیا کہ ہماری معاشی اور زرعی ترقیات میں مویشی نمایاں پارٹ ادا کرتے ہیں اس لئے ہمیں اچھے مویشیوں کی دولت میں اضافہ کرنے کی غرض سے سائنس کے جدید ترین طریقے استعمال کرنے چاہئیں۔

احمدی زمینداران متوجہ ہوں

۱- احمدیہ فارمز واقع قاضی احمد جاروبو ضلع نوابشاہ کے لئے چند مخلص احمدی مزارعین کی ضرورت ہے۔ انجمن کی تقریباً ساٹھ مربع اراضی ان مقامات پر ہے۔ پچھلے چند ماہ میں زاید از ایک لاکھ روپیہ کے خرچ سے وہاں ٹریکٹرز زمین کی درستی کے لئے اور دو ٹیوب ویل آبپاشی کے لئے مہیا کئے گئے ہیں۔ ٹیوب ویل کے علاوہ نہر کا پانی بھی موجود ہے۔ احمدی کاشتکار ان سہولتوں سے فائدہ اٹھائیں اور انجمن کی آمدنی میں اضافہ کا موجب بن کر ثواب حاصل کریں۔

۲- ان اراضیات میں جنگل کی صفائی کا کام بڑی سرعت سے جاری ہے، بلڈوزر اس غرض کے لئے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ جنگل کی کٹائی کے بعد مڈھیاں نکالنے کا کام بہت محنت طلب ہے۔ اس کام کے لئے ٹھیکیدار بھی مطلوب ہیں جو نرخ فی ایکڑ طے کرنے کے بعد اس کام کا ٹھیکہ لے سکتے ہیں۔ اگر کچھ لوگ یومیہ اجرت پر اس کام کو کرنا چاہیں تو دو روپیہ یومیہ دیئے جائیں گے۔

ضرورت مند پتہ ذیل پر خط و کتابت کریں۔

سلطان علی

کاٹن ڈیولپمنٹ آفیسر کالونی ٹیکسٹائل ملز۔ اسمٰعیل آباد

ضلع ملتان

۲ آپ نے کہا ہماری ضروریات میں جس تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اس کے پیش نظر سنہ ۱۹۶۰ء تک ہمیں گوشت کی موجودہ پیداوار میں ۴۰ فیصد، دودھ کی پیداوار میں ۲۴ فیصد اور انڈوں کی پیداوار میں ۲۲ فیصد اضافہ کرنا ہوگا۔ علاوہ ازیں زرعی پیداوار میں اضافہ کرنے کی غرض سے بھی مویشیوں کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ہمارے

پیغامِ صلح ۲۷ر فروری سنہ ۱۹۵۷ء۔ رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ نمبر ۸

صرف ٹائٹل ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔ ایڈیٹر دوست محمد

اشارات

* زندگی اور موت کی حقیقت
* ایمان بالغیب کی ضرورت
* گذرنے والوں کے خلا کو پُر کرو
* کپتان ڈگلس — بہادر پیلاطوس کا انتقال

زندگی کیا چیز ہے اور موت کی حقیقت کیا ہے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ شاید اس پر اچھی روشنی ڈالتے ہیں:

"میں تو ایک راہی ہوں، جو کسی درخت کے
سایہ میں آرام کرنے کے لئے لیٹ
جائے پھر اُٹھے اور چل پڑے"

بالکل یہی حقیقت زندگی اور موت کی ہے، انسان ایک مسافر کی طرح کسی منزل پر پہنچنے کے لئے راہ نورد ہے، وہ منزل جب آ پہنچتی ہے تو اسے اس دروازہ میں سے گذرنا پڑتا ہے جس کا نام موت ہے، اس کے بعد ایک حیات ثانیہ شروع ہوتی ہے جسکو ابدی زندگی کہاجاتا ہے اور جس میں وہ تحائف کام آتے ہیں جو اس دنیا کی مسافرت میں اپنے ساتھ لے کر چلتا ہے، اچھے اور اعلےٰ تحائف اس کے لئے مسرت وسرور اور زندگی کو بہتر بنانے کا موجب ہوتے ہیں وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ھو خیرا و اعظم اجرا۔ اور جو شخص کچھ بھی ساتھ نہ لایا، یا ردّی اور گندی چیزیں لے کر گیا اس کے لئے وہ زندگی مصیبتوں اور دکھوں سے بھر گئی، یہ تحائف انسان کے اچھے یا بُرے اعمال ہیں جو وہ اس دنیا کی زندگی میں کرتا ہے، اور جن کا اثر اسی دنیا سے شروع ہو جاتا ہے، یہاں بھی اچھے اعمال سے اسے راحت اور سرور حاصل ہوتا ہے، اور بُرے اعمال اس کی زندگی کو خراب کرنے یا کم از کم لوگوں کی نظروں میں اس کی رسوائی اور خود اپنی ضمیر کی ملامت کا موجب ہوتے ہیں، اور موت کے بعد ایسے نمایاں اثرات اُن سے پیدا ہوں گے، جو اس کی ابدی زندگی کو بہتر یا ناگوار بنانے کا موجب ہوں گے۔

ان حقائق کو........ کوئی سمجھے یا نہ سمجھے کم از کم اس قدر بات ہر ذی شعور انسان کی سمجھ میں آسکتی ہے کہ اس دنیا کی زندگی دائمی اور ابدی نہیں، ہمارے سامنے ہمارے کئی عزیز، کئی جانی دوست، کئی خوبرو اور تنومند انسان، بڑے بڑے بادشاہ، حاذق حکیم اور اعلےٰ سے اعلےٰ ڈاکٹر حتٰی کہ پیغمبروں کے سردار اور محبوب الٰہی بھی اس دنیا کا سفر کرکے اسی منزل پر جا پہنچے جہاں ہر انسان کو چار و ناچار جانا پڑتا ہے...
...اس کے بعد اگر بقول ایک دہریہ کے کوئی زندگی نہ بھی ہو، تو بھی ایمان اور عمل صالح والوں کا تو کچھ بگڑتا نہیں اور اگر آئندہ زندگی ہے اور یقیناً ہے تو ان لوگوں کے لئے جو اس پر ایمان نہیں رکھتے نہ اس کے لئے تیاری کرتے ہیں، نقصان ہی نقصان ہے، پھر کیوں نہ ایمان بالغیب رکھتے ہوئے اس کے لئے تیاری کا سامان کیا جائے، کہ اس میں نقصان کوئی نہیں فائدہ ہی فائدہ ہے۔

گذشتہ ایک سال کے عرصہ میں ہمارے دیکھتے دیکھتے کس قدر دوست اور بزرگ ہم میں سے چلے گئے، مولنا عزیز بخش صاحب مولنا آفتاب الدین صاحب، ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب، سید عبدالجبار شاہ صاحب، ماسٹر صادق علی صاحب، سید اسداللہ شاہ صاحب، پروفیسر عنایت علی خاں صاحب، کتنے برگزیدہ اور قابل انسان تھے، جن کی زندگیاں اسلام کی حمایت میں گذریں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عملی نمونہ انہوں نے دکھایا، بڑے بڑے دنیوی مفاد محض دین کی خاطر قربان کر دیئے، اور حضرت مجدد وقت نے ایمان وعمل کی جو چنگاری دلوں کے اندر سلگائی تھی، وہ ان کے وجود میں ایک مشعل بن کر بہتوں کی ہدایت کا موجب ہوئی،

آہ! یہ نیک لوگ اور اس سے پیشتر کئی اور برگزیدہ اور جلیل القدر انسان ایک ایک کرکے ہم میں سے چلے گئے اور چلے جارہے ہیں اور جوں جوں ان کی جگہ خالی ہوتی ہے اس کا پُر ہونا مشکل ہو جاتا ہے، وہ عظیم الشان کام جس کے لئے حضرت مجدد وقت نے ہمیں کھڑا کیا اور جو آج ہماری قومی زندگی کا رُوح و رواں ہے، اس بات کا متقاضی ہے کہ ان لوگوں کی جگہ لینے کے لئے ہمارے نوجوان جن کو خدا نے علمی قابلیت اور ایمانی حرارت عطا کی ہے، آگے بڑھیں اور خدمات دینیہ کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں کہ یہی ان کی دنیوی اور اُخروی زندگی کو بہتر بنانے اور اسلام کی سربلندی کا حقیقی ذریعہ ہے،

کرنل ڈگلس کا نام تاریخ احمدیت میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے، یہ اس نیک دل اور منصف مزاج انگریز کا نام ہے جو ۱۸۹۷ء میں ضلع گورداسپور میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے عہدہ پر فائز تھا اور اس کی عدالت میں ایک بہت بڑے عیسائی پادری ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک نے حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف قتل عمد کا جھوٹا مقدمہ کھڑا کیا تھا، اس مقدمہ میں تمام عیسائی مشنریوں کی طرف سے حضرت مسیح موعودؑ کو سزائے موت دلوانے کی پوری کوشش کی گئی، اور مخالف مسلمان مولوی اور آریہ بھی ان کے ساتھ مل گئے، غور کرنے کی بات ہے کہ ایک طرف وہ شخص ہے (حضرت مرزا صاحب) جو عیسائیت کا سخت ترین دشمن ہے، اور اس کا کام ہی کسر صلیب ہے دوسری طرف عیسائی مشن کا ایک بہت بڑا پادری اور اس کے ساتھ مسلمان اور عیسائی بھی شامل ہیں؟ اور مقدمہ بھی ایک عیسائی کی عدالت میں ہے، لیکن حاکم عدالت کو دیکھئے عیسائی ہونے کے باوجود وہ عدل وانصاف کی زنجیر کو ہاتھ سے نہیں دیتا اور اسے یقین نہیں آتا کہ مرزا صاحب ایسا انسان ایسے قبیح جرم کا مرتکب ہوسکتا ہے اس کا کانشنس اس مقدمہ کی حقیقت واصلیت معلوم کرنے کی...... اسے ہدایت کرتا ہے اور آخر کار وہ اصلیت کو پا لیتا ہے اور اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ جھوٹا مقدمہ ہے جو مرزا صاحب پر بنایا گیا ہے اگر وہ منصف مزاج نہ ہوتا تو اس کا مذہبی تعصب اصلیت معلوم کر لینے کے باوجود بھی عیسائیت کے اس سخت ترین مخالف کو سزا دے کر ہی رہتا، لیکن اس کے ضمیر نے عدل وانصاف سے ہٹنے نہ دیا اور مامور الٰہی کی یہ پیشگوئی کہ آپ کو بری کر دیا جائیگا پوری ہوکر رہی اور کرنل ڈگلس نے صاف طور پر آپ کو بری کر دیا، اسی لئے حضرت مسیح موعود نے انہیں "بہادر پیلاطوس" کا خطاب دیا اور صاف لکھا کہ:-

"اس پیلاطوس نے اس فرض (عدل و
انصاف) کو پورے طور پر ادا کیا اگرچہ
پیلاطوس جو رومی تھا اس فرض کو
اچھے طور پر ادا نہیں کر سکا اور اس
کی بزدلی نے مسیح کو بڑی بڑی
تکالیف کا نشانہ بنایا یہ فرق ہماری
جماعت میں ہمیشہ تذکرہ کے لائق رہے
جب تک دنیا قائم ہے اور جیسے
جیسے یہ جماعت لاکھوں کروڑوں افراد
تک پہنچے گی ویسی ویسی تعریف کے
ساتھ اس نیک دل حاکم کا تذکرہ
رہے گا اور یہ اس کی خوش قسمتی
ہے کہ خدا نے اس کام کے لئے
اسی کو چُنا۔"

(کشتی نوح)

آج یہ سُننا موجب رنج وافسوس ہے کہ یہ بہادر پیلاطوس ۲۵ فروری ۱۹۵۷ء کو ۹۳ سال کی عمر پا کر لندن میں وفات پا گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کرنل ڈگلس کی زندگی احمدیت کا ایک زندہ نشان تھا، اور یہ کہنا خلاف حقیقت نہیں کہ ان کی موت بھی اس نشان کو مٹا نہیں سکتی، جب تک مسیح موعود کا تذکرہ باقی ہے، جب تک سلسلہ احمدیہ دنیا میں قائم ہے کرنل ڈگلس کا نام اور ان کے عدل وانصاف کی یاد بھی دنیا میں باقی رہیگی، ہم جماعت احمدیہ کی طرف سے اس نیک دل اور منصف مزاج انسان کی وفات پر دلی رنج وافسوس کا اظہار کرتے اور کرنل موصوف کے خاندان سے اظہار تعزیت کرتے ہیں۔

خط وکتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں، [illegible]

اسلام کا مستقبل یورپ یا افریقہ میں

ایڈنبرا (انگلستان) سے ایک دوست کا خط ـــ

"جناب ایڈیٹر صاحب - پیغام صلح - احمدیہ بلڈنگس لاہور -

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - اس خط کے ساتھ میں ایک تراشہ بھیج رہا ہوں جو ۱۶ جنوری کے مانچسٹر گارڈین میں چھپا تھا۔[1] اگر آپ بُرا نہ منائیں تو میں اسی تراشے کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

(۱) میرا خیال ہے کہ صدر انجمن احمدیہ اشاعت اسلام کی تبلیغی سرگرمیاں شروع سے لیکر آج تک "یورپ" سے متعلق رہی ہیں۔ اور اس کی خواہش یہی رہی ہے کہ یورپ مسلمان ہو جائے ـــ! یہ نکتۂ نظر آج بھی ویسا ہی ہے جیسا ۱۷-۱۹۱۸ء میں تھا۔ اور آپ میرے ساتھ اتفاق کریں گے کہ دوسری جنگ کے بعد دنیا کا نقشہ بدل چکا ہے - اور نئی دنیا کا نقشہ یورپ میں شاید کم ہی مرتب ہوگا مستقبل کی دنیا افریقہ کے گرد گھومتی ہے اور افریقہ کی تسخیر آنے والی مہذب دنیا کے قیام کے لئے نہایت ضروری ہے۔

(۲) جہاں تک افریقہ کے براعظم کا تعلق ہے، یورپ کا سیاسی اثر و عمل کچھ دنوں کا مہمان ہے۔ افریقی قومیں مستقبل قریب میں آزاد ہو جائیں گی - اور ان کی آزادی سے دنیا کی تاریخ ایک نئی شکل اختیار کرے گی۔

یہ سب کچھ میرے دماغ کی اختراع نہیں ہے۔ بلکہ بدلتے ہوئے حالات کا جائزہ ہے - اور بین الاقوامی صورت حال کو جاننے والے یہی باتیں کرتے ہیں -

اگر یہ سب کچھ درست ہے - اور "نئے افریقہ" کو مستقبل سے جدا نہیں کیا جا سکتا - تو دیکھنا یہ ہے کہ آنے والا دَور ہمیں کیا ذمہ داری دیتا ہے - اور آج کی کوششوں سے ہم کون سے مستقبل کی بنیاد رکھ سکتے ہیں -

منسلکہ تراشے میں بے مذہب افریقیوں کی تعداد آٹھ کروڑ پچاس لاکھ دکھائی گئی ہے - کیا ہم یوں نہیں کر سکتے کہ اپنی تمام تر توجہ افریقہ پر لگا دیں - اور ان آٹھ کروڑ پچاس لاکھ افریقیوں کی کثیر تعداد کو اسلام کی خوشخبری دیں۔ میری رائے میں یہ ایک نہایت ضروری کام ہے، اگر یہ کام ہو جائے تو مسلمانوں کی ثقافتی اور عمرانی تاریخ میں ۸ کروڑ پچاس لاکھ افریقیوں کا مسلمان ہو جانا بھی معجزے سے کم نہ ہوگا - اور عددی رائے شماری میں افریقہ "مسلمان براعظم" کہلانے کا مستحق ہوگا۔

یہ کام ضروری ہے اور یہ ذمہ داری بہت بڑی ہے اور جب میں یہ سطریں لکھ رہا ہوں مجھے یہ الفاظ بخوبی یاد ہیں

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید
و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد

نیاز مند جیلانی کامران

۸ - لارسٹن پارک - ایڈنبرا - ۱۷ جنوری ۱۹۵۷ء"

"پیغام صلح" افریقہ میں مسیحیت کے مقابلہ میں اسلام کی جس رفتار ترقی کا ذکر مانچسٹر گارڈین کے تراشہ ... میں کیا گیا ہے، اور اس کی بناء پر محترم کامران صاحب نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ ایک حد تک بے شک باعث مسرت اور قابل پذیرائی ہے، افریقہ میں اسلام کی ترقی کی خبریں آج ہی نہیں مُدتوں سے آ رہی ہیں، عیسائی مشنریوں کی رپورٹوں میں بڑے تشویشناک پیرایہ میں اس کا اظہار کیا جاتا رہا ہے کہ ان کے وعظ و تبلیغ، سکولوں اور کالجوں کی تعلیمات، اور رفاہ عام کے کاموں سے مسیحیت کے حق میں وہ نتائج برآمد نہیں ہوتے جو اسلام کے حق میں پیدا ہو رہے ہیں، باوجودیکہ اس کے پاس نہ کوئی تبلیغی نظام ہے اور نہ کالجوں اور سکولوں اور ہسپتالوں کی صورت میں رفاہ عامہ کے سامان موجود ہیں، صرف اسلام کا سادہ عقیدہ ہے جو کسی نہ کسی ذریعہ سے ان کے پاس پہنچ جاتا ہے اور ان کی کشش کا موجب ہو جاتا ہے

یہ حالات بے شک بہت مسرت انگیز ہیں اور عیسائی مشنریوں اور مانچسٹر گارڈین کے پیش کردہ ...... اعداد و شمار کی بناء پر یہ کہنا بے جا نہیں، کہ افریقہ میں اسلام کی عددی قوت مسیحی اعداد و شمار کے مقابلہ میں بسرعت بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ لیکن جہاں تک اسلام کے مستقبل کا سوال ہے، اگرچہ افریقہ کو اس سے جدا نہیں کیا جا سکتا لیکن غور کر کے دیکھا جائے تو اس کا حقیقی اور روشن مستقبل یورپ ہی سے وابستہ ہے، اس بارہ میں حضرت مجدد وقت کے ارشادات جو رؤیا و کشوف اور بعض ارشادات نبوی پر مبنی ہیں بالکل واضح ہیں، آپ کا رؤیا میں اپنے آپ کو لندن شہر میں منبر پر دیکھنا اور ایک مدلل تقریر سے صداقت اسلام کو ظاہر کرنا اور بہت سے سفید پرندے پکڑنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ منشا ہے کہ حضرت مجدد وقت اور آپ کی جماعت یورپ میں اسلام لے کر جائے اور ان کے ذریعہ سے وہاں اسلام کا پھیلنا اور انگریزوں کا مسلمان ہونا مقدرات سماوی میں سے ہے، یہی تعبیر آپ نے خود بھی کی ہے۔ اور یہیں تک نہیں آپ نے فرمایا کہ :-

"ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے رُکن اس گورنمنٹ (برطانیہ) کے دن بدن توحید کی طرف مائل ہوتے جاتے ہیں اور ان کے دل ان عقائد باطلہ (مسیحیت وغیرہ) سے نفرت کر گئے ہیں ...... اور میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ اسلام کے انڈے ہیں اور عنقریب ان میں سے اس ملت کے بچے پیدا ہوں گے اور ان کے منہ دین الٰہی کی طرف پھیرے جائیں گے" (نور الحق حصہ اول ص۴۲)

اور اس سے بھی بڑھکر وضاحت آپ کے اس بیان سے ہوتی ہے :-

"اس عاجز پر جو ایک رؤیا میں ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنے رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر و ضلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے منور کئے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا" (ازالہ اوہام ص۵۱۵)

حضرت مجدد وقت کے یہ ارشادات اس حقیقت پر کھلی روشنی ڈالتے ہیں کہ اسلام کا مستقبل اللہ تعالیٰ کی طرف سے یورپ ہی سے وابستہ کیا گیا ہے، رؤیا و کشوف میں آپ کو یہی دکھایا گیا ہے اور واقعات میں بھی ...

... اگرچہ اس وقت یورپ میں اسلام کی رفتار ترقی بہت سُست اور کمزور نظر آتی ہے لیکن اگر ہماری مساعی زیادہ تیز ہوں اور اسلامی لٹریچر زیادہ وسیع پیمانے پر ان میں پھیلایا جائے، اور مخلص مبلغین کی کافی تعداد یورپ اور امریکہ میں چاروں طرف پھیل جائے تو ان ممالک میں اسلام کا بہت گہرا اثر پیدا ہو سکتا ہے، جو نہ صرف عددی قوت ہی کے رنگ میں اسلام کے مستقبل کو شاندار بنا دے گا بلکہ اپنے علم و فضل کی وجہ سے وہ لوگ اسلام کے پورے متبع اور آسمان روحانیت کے ستارے ثابت ہوں گے۔ افریقہ میں تبلیغ اسلام بے شک ضروری ہے اور اگر توفیق ہو تو اس طرف بھی ضرور توجہ کرنی چاہیئے لیکن جہاں تک اسلام کے مستقبل کا تعلق ہے وہ حضرت مجدد وقت کے رؤیا و کشوف اور ہدایات کی روشنی میں یورپ ہی سے وابستہ نظر آتا ہے اور اس سلسلہ میں جس قدر زیادہ کوشش سے کام لیا جائیگا اتنے ہی شاندار نتائج پیدا ہوں گے۔

---

[1] تراشہ کا ترجمہ :- **افریقہ میں اسلام کی ترقی :-**

پیرس ۱۵ جنوری۔ مانسگنور بریسولز .... (Monsignor Bresolles) نے کل جو خط اکیڈمی آف پولیٹیکل اینڈ مارل سائنسز کو لکھا ہے اس میں افریقہ میں اسلام کی بسرعت ترقی کا حال بیان کیا گیا ہے، اس کا اندازہ ہے کہ تمام افریقہ میں مسلمانوں کی تعداد ۱۹۳۱ء اور ۱۹۵۱ء کے درمیان چار کروڑ سے آٹھ کروڑ تک پہنچ چکی ہے (اس میں اغلباً وہ فطری ترقی شامل ہے جو مغرب الاقصیٰ اور مصر کی اصل مسلمان آبادی اور وحشی افریقہ کے قبول اسلام کرنے والوں میں بسرعت ہوئی ہے) اسی مذکورہ بالا مدت میں رومن کیتھولک عیسائیوں کی تعداد ۵۰۰۰۰۰۰ (پچاس لاکھ) سے بڑھ کر ۱۵۰۰۰۰۰۰ (ایک کروڑ پچاس لاکھ) تک پہنچ گئی، فرنچ ویسٹ افریقہ کے سرکاری اعداد و شمار سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۶ء تک اسلام قبول کرنے والوں میں دو لاکھ سالانہ کا اضافہ ہوتا رہا، مانسگنور بریسولز کا اندازہ ہے کہ سیاہ افریقہ کے ۱۳۰۰۰۰۰۰۰ (تیرہ کروڑ) باشندوں میں سے ۲۸۰۰۰۰۰۰ (دو کروڑ اسی لاکھ) اب مسلمان ہیں۔ ۱۳۰۰۰۰۰۰ (ایک کروڑ تیس لاکھ) کیتھولک۔ ۴۰۰۰۰۰۰ (چالیس لاکھ) پراٹسٹنٹ اور ۸۵۰۰۰۰۰۰ (آٹھ کروڑ پچاس لاکھ) تاحال لامذہب ہیں۔

آپ کے خطوط

- یادِ رفتگاں
- سید اسد اللہ شاہ صاحب کی تاریخ وفات
- اخراجات جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء
- تعزیتی قراردادیں

یادِ رفتگاں

ہمارے سلسلہ کے بزرگ احباب آہستہ آہستہ رخصت ہوتے جا رہے ہیں اور ان کی جگہ لینے والا کوئی نہیں نظر آتا۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ اس وقت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگ ہستیوں کے حالات زندگی کو کتابی صورت میں جمع کیا جائے۔ اس سے نہ صرف ان بزرگوں کی خدماتِ دینیہ کا ریکارڈ جمع ہو جائے گا بلکہ ہماری آیندہ آنیوالی نسلوں کو ان بزرگوں کے حالات پڑھکر دینی امور میں دلچسپی پیدا ہوگی اور ان کی تقویتِ ایمان کا باعث ہوگا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی سوانح عمری تو "مجدد اعظم" میں محفوظ ہو گئی۔ حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم کے حالاتِ زندگی "مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین" میں قلمبند ہو چکے ہیں۔ اب میرا ارادہ ہے کہ حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم۔ و والد صاحب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و حضرت سید اسد اللہ شاہ صاحب مرحوم کے حالاتِ زندگی اور خدماتِ دینیہ کے کوائف کو جمع کیا جائے۔ اگر ان بزرگوں کے متعلق کوئی دلچسپ اور مفید واقعات احباب کو معلوم ہوں تو میں ازحد ممنون ہوں گا اگر وہ مجھے ان کو تحریر کر کے میرے پتہ نمبر ۲۹۔ گلبرگ کالونی۔ لاہور پر ارسال فرمائیں۔ یہ بھی بندوبست کیا جائیگا کہ دیگر بزرگان سلسلہ خلاً شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم۔ بابو منظور الٰہی صاحب مرحوم۔ میاں غلام رسول صاحب مرحوم۔ خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم وغیرہم کے حالاتِ زندگی کو بھی جمع کر کے شائع کئے جائیں۔ یہ نیک کام ہے اس میں احباب مدد فرما کر عنداللہ ماجور ہوں"۔ والسلام

خاکسار۔ ممتاز احمد فاروقی۔

سید اسد اللہ شاہ صاحب کی تاریخ وفات

مکرم جناب مولانا صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۲۰ ماہ حال کا پرچہ کیا ملا کہ سرورق دیکھتے ہی آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ حضرت سید اسد اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہم احمدیوں کے لئے بڑی جان کاہ ثابت ہوئی ہے۔ جس پایہ کے وہ زاہد، شب بیدار، متقی، ملہم اور مستجاب الدعوات تھے آج ان کا ہمسر ملنا محال ہے۔ ہم ایسے روحانی انسان کی وفات پر جتنا افسوس کریں کم ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کو اعلےٰ علیین میں جگہ دے آمین!

ایک تاریخ وفات نکلی ہے۔ ہو سکے تو اس کی اشاعت کا موقع دیجئے ممنونِ احسان ہوں گا۔

تاریخ وفات حضرت سید اسد اللہ شاہ صاحب:۔

"شہے متقی و مراد و مرید"

۱۳۷۶ھ

(صوفیا کی اصطلاح میں مراد وہ شخص ہے جس نے جاذبہ الٰہی کے بعد درویشی اور سلوک اختیار کیا ہو اور مرید وہ جو سلوک کے بعد جذب کے مرتبہ کو پہنچا ہو) فقط والسلام

احقر۔ عبدالرؤف لودھی ڈنڈوت ضلع جہلم

اخراجات جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء

مکرمی! پچھلے سال ہمیں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر آٹا -/3/24 روپے فی بوری ملا تھا۔ اور اس سال -/3/35 روپے فی بوری یعنی ڈیوڑھی قیمت پر۔ باقی اشیاء خوردنی کے نرخ بھی تقریباً اسی نسبت سے بڑھے ہوئے تھے۔ اور امسال مہمانوں کی تعداد بھی بقدر ایک صد زیادہ تھی، اندریں حالات جہاں پچھلے سال -/8/6439 روپے خرچ ہوئے تھے، عام اندازہ کے مطابق اس سال کا خرچ تو دس ہزار روپے کے لگ بھگ ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن آپ کو یہ معلوم کر کے مسرت ہوگی۔ کہ ہم بفضلہ تعالیٰ اخراجات کو چھ ہزار روپئے کے اندر رکھنے میں کامیاب ہو گئے۔ فالحمد للہ علےٰ ذالک۔

میں سکول کے بچوں اور دیگر رفقائے کار کا بالعموم لیکن چوہدری عبدالحمید صاحب، جناب محمد لطیف صاحب علوی، سید منور حسین شاہ صاحب، خان شمشیر خاں صاحب اور ماسٹر محمد حسین صاحب کا خاص طور پر شکر گذار ہوں۔ جنہوں نے انتہائی خلوص اور ذمہ داری کے ساتھ اپنے فرائض کو بطریق احسن سرانجام دیتے ہوئے اس قومی خدمت میں میرا ہاتھ بٹایا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

عبدالمجید۔ افسر جلسہ سالانہ و ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور

(تعزیتی قراردادیں ــــ بقیہ کالم ۳)

۴ پروفیسر عنایت علی خاں صاحب کی وفات پر دلی رنج و اندوہ کا اظہار کرتا ہے، پروفیسر صاحب نے دو سال کے عرصہ میں بیماری کے باوجود جنرل سیکرٹری انجمن کا کام جس حسن و خوبی سے سرانجام دیا اور عملہ دفاتر کے ساتھ، تعاون اور حسن سلوک کا برتاؤ کرتے ہوئے جس خوش اسلوبی کے ساتھ کام کو چلایا اس کے لئے تمام عملہ ان کا تہ دل سے ممنون و شکور رہے گا اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور پسماندگان کو

تعزیتی قراردادیں

پروفیسر عنایت علی خاں صاحب کی وفات پر حسب ذیل تعزیتی قراردادیں برائے اشاعت موصول ہوئی ہیں:

مسلم ہائی سکول نمبر ۱ کی قرارداد

آج مورخہ ۲۸ر فروری ۱۹۵۷ء کو زیر صدارت جناب چوہدری عبدالمجید صاحب ہیڈ ماسٹر طلبا و اساتذہ کا ایک غیر معمولی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں باتفاق رائے حسب ذیل قرارداد منظور ہوئی۔

(۱) یہ اجلاس جناب پروفیسر عنایت علی خاں صاحب جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی وفات حسرت آیات پر گہرے اور دلی رنج و غم کے جذبات کا اظہار کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں اعلےٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

(۲) اس قرارداد کی ایک کاپی جناب پروفیسر صاحب کے لواحقین کی خدمت میں ارسال کی جائے۔

(۳) ایک کاپی برائے اشاعت پیغام صلح کو بھی جائے۔

(۴) باقی وقت کے لئے سکول بند کر دیا جائے۔

برکت علی انچارج بیسٹی مسلم ہائی سکول لاہور

مسلم ہائی سکول نمبر ۲ کی قرارداد

آج اساتذہ و طلباء مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور کا ایک غیر معمولی اجلاس زیر صدارت مرزا خلیل الرحمٰن صاحب ہیڈ ماسٹر منعقد ہوا جس میں حسب ذیل ریزولیوشن اتفاق رائے سے منظور کیا گیا:۔

"اساتذہ و طلبہ مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور پروفیسر عنایت علی صاحب کی ناگہانی وفات پر انتہائی غم و اندوہ کا اظہار کرتے ہیں۔ مرحوم بہت بڑے عالم، نہایت متقی، پرہیزگار اور فرشتہ خصلت انسان تھے۔ ان کی ساری زندگی علیگڑھ اور پنجاب میں تعلیمی مشاغل اور دینی خدمات میں بسر ہوئی، آپ انجمن کے جنرل سیکرٹری اور انجمن کے سکولوں کے منیجر بھی تھے ان کی وفات سے قوم کو جو نقصان پہنچا ہے اس کی تلافی ناممکن ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل کی طاقت عطا فرمائے"۔

"فیصلہ کیا گیا کہ اس ریزولیوشن کی ایک نقل دفتر انجمن میں بھیجی جائے اور ایک نقل مرحوم کے بھائی ڈاکٹر محسن علی صاحب کی خدمت میں ارسال کی جائے۔ سکول باقی وقت کے لئے بند کیا گیا۔

محمد اسلم رازی مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور

کارکنان دفتر انجمن کی قرارداد

کارکنان دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اور ووکنگ مسلم مشن کا ایک غیر معمولی اجلاس مولانا مرتضیٰ خاں صاحب کے زیر صدارت دفتر انجمن میں منعقد ہوا، جس میں حسب ذیل قرارداد پاس کی گئی:۔

"کارکنان احمدیہ انجمن اشاعت اسلام و ووکنگ مسلم مشن کا یہ اجلاس اپنے محترم سیکرٹری ۲۴ ...

باقی کالم نمبر ۲ کے (پیچھے)

مصائب و صدمات میں صبر و استقلال اور اسکے بیش بہا نتائج

پروفیسر عنایت علی خانصاحب کی وفات ایک قومی صدمہ ہے

خطبہ جمعہ مورخہ یکم مارچ ۱۹۵۷ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یاایھا الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصابرین .... ان اللہ شاکر علیم ———— (البقرہ رکوع ۱۹)

نبی کریم صلعم میں قوم کی خیر خواہی کا جذبہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عرب کو توحید کی تعلیم دینے اور ان کی عادات کو سنوارنے کا جب ارادہ کیا تو مصیبتوں کو اپنے لئے خرید لیا، عزیز علیہ ما عنتم قوم کی خیر خواہی کا یہ عالم ہے کہ جو بات بھی قوم کے دُکھ کا موجب ہو حضور کو سخت گراں گذرتی ہے، دل کی تڑپ یہ ہے کہ یہ قوم بت پرستی کو چھوڑ کر خدائے واحد کی عبادت میں لگ جائے، یہ قوم جس کے اندر لڑائیاں اور جھگڑے رہتے ہیں، اور ریت کے ذرّوں کی طرح گھر گھر میں انتشار پایا جاتا ہے وحدت اختیار کرلے، اتحاد و اتفاق اس کے اندر پیدا ہو جائے، اس تڑپ کو پورا کرنے کے لئے آپ کے رستہ میں سخت ترین رکاوٹیں اور مصائب ہیں، اس تڑپ کی وجہ سے آپ نے قوم کو مخاطب کیا، اور قوم کی بہبودی کے لئے ہر قسم کے دُکھ اور مصائب برداشت کرنے کے لئے تیار ہو گئے، اپنا ذاتی مفاد کوئی نہیں، صرف قوم کی خیر خواہی کا جذبہ ہے۔

خیر خواہی کے سلسلہ میں دُکھ اور ایذائیں

اس جذبہ کی وجہ سے دن رات قوم نے ستایا ایک شخص نے اسلام قبول کیا تو اس کے گرد چٹائی لپیٹ کر آگ لگا دی، جب اس کے دھوئیں سے پریشان ہو، تو اس کو اسلام سے انکار کرنے کے لئے کہا، اس نے جواب دیا کہ جل مرنا قبول ہے لیکن حق سے منہ نہیں موڑ سکتا۔ سعد بن وقاص ایمان لائے، ماں نے کہا کہ میرے پر حرام ہے کہ تم سے کلام کروں، جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار نہ کرو، کسی کو دو اونٹوں کے ساتھ باندھ کر اور مخالف سمتوں میں دوڑا کر چیر دیا، کسی کو برچھی مار کر اس کی بے حرمتی کی۔

مسلمانوں کو صبر اور دعاؤں کی تلقین

تو آپ کو معلوم تھا کہ قوم کے ارادے کیا ہیں، ان ارادوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے فرمایا یاایھا الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ہمارے ماننے والو! محمد رسول اللہ کا ساتھ دینے والو! تمہیں صبر اور استقامت سے کام لینا پڑے گا، خدا کی جناب میں گرنا پڑے گا، اگر خدا کی نصرت، اس کی حمایت اور دوستی چاہتے ہو، تو صبر اختیار کرو، اور خدا سے مدد مانگو، ان اللہ مع الصابرین۔ خدا تعالےٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، یہ کس قدر زبردست جملہ ہے کہ یقین کرلو کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، فی الحقیقت صبر کرنے والوں کا بہت بڑا درجہ ہے،

جان کی قربانی میں قوم کی زندگی

قرآن کریم میں صبر کا بڑا ذکر آتا ہے، صبر کے کتنے ہی مدارج ہیں، یہاں مسلمانوں کی انتہائی تکلیف کا ذکر کیا ہے ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء عند ربھم، ولکن لاتشعرون خدا کے رستہ میں جانیں دینی پڑیں گی، کسی کو سمجھ آئے یا نہ آئے، قومیں اسی طرح زندہ رہ سکتی ہیں کہ ان کے اندر جانباز لوگ پیدا ہوں، جب موقعہ آئے وہ دشمن کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو جائیں، اور خدا کے رستہ میں جان دینے سے دریغ نہ کریں، صحابہ کے اندر یہ ولولہ پایا جاتا تھا، آج تک یہ ولولہ موجود ہے، اسی کو جہاد کہا جاتا ہے، ایمان مسلمانوں کا یہی ہے کہ جام شہادت پینا بہت بڑی سعادت ہے۔

مصائب کے ذریعہ آزمائش

اس کے بعد فرمایا ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات، کلمہ پڑھنا، مسلمانوں میں داخل ہونا، اور چیز ہے لیکن اس کا ثبوت دینا مشکل ہے، فرمایا کچھ تکلیف کا زمانہ تم پر آئے گا، دشمن کا جرار لشکر تم پر چڑھ آئے گا تمہارا امتحان شروع ہے، کچھ خوف تمہیں لاحق ہوگا ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع کچھ فاقے بھی تم پر آئینگے رسد کم ہو جائے گی، کھانا کم ملے گا، کپڑا میسر نہ آئے گا سونا نہ ملے گا ونقص من الاموال مال بھی برباد ہوں گے، باغات اُجڑ جائیں گے، کھیتیاں تباہ ہو جائینگی والانفس جانیں ضائع ہوں گی، نواسے، دوہتے، پوتے مریں گے، لغت میں ہے بلوتہ اے اختبرتہ میں نے اس کا امتحان لیا کہ آیا وہ شجاع ہے یا نہیں، بزدل ہے یا حوصلہ مند، وہ سخاوت کرتا ہے یا بخیل ہے، اس پر حملہ کیا جائے تو آیا جلدی بھڑک اٹھتا ہے یا تحمل و برداشت سے کام لیتا ہے، قرآن میں کئی مقامات پر ابتلاء کا ذکر آتا ہے هنالك ابتلی المؤمنون - هنالك تبلوا كل نفس ما اسلفت تو ابتلاء کا مطلب ہے کہ اصل حقیقت سامنے آجائے ولنبلونکم ہم تمہاری حقیقت ظاہر کردیں گے، خدا تو عالم الغیب ہے، وہ تو سب کچھ جانتا ہے، آدمی کو خود پتہ نہیں ہوتا کہ میری حقیقت کیا ہے جب اسے کوئی کام دیا جائے، کسی آزمائش میں ڈالا جائے، تو اسے پتہ لگ جاتا ہے کہ وہ اس کی کہاں تک اہلیت رکھتا ہے، یا اکس آزمائش میں اس کی حالت کیا ہوتی ہے، بچپن میں میرا ایک ہمسایہ مہردین نام تھا، بہت بڑے ڈیل ڈول کا آدمی تھا، لحیم شحیم تھا، مجھے قریب ہی جگہ کبڈی دکھانے کے لئے لے گیا، وہاں لڑائی ہوگئی یہ شخص مجھے چھوڑ چھاڑ کر وہاں سے سب سے پہلے ایسا بھاگا کہ پتہ ہی نہ لگا، پھر بھاگتے ہوئے اس نے ایک جوہڑ میں چھلانگ لگا دی اور اس طرح اپنے آپ کو چھپا لیا، اب یہ اتنے قد و قامت کا آدمی، ہمیں کیا معلوم تھا کہ اس کے دل کی حالت یہ ہے اور وہ اتنا بزدل ہے، اسی طرح کسی شخص کو خود اپنی حقیقت کا بھی علم نہیں، ابتلاء اس کی حقیقت کو ظاہر کر دیتا ہے، ہمارے اوپر انفرادی طور پر اور قوم پر امتحان کے وقت واضح ہو جاتا ہے کہ اس کی حقیقت کیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم تمہاری حقیقت کھول دیں گے، تمہیں خوف ہوگا، بھوک ہوگی، مال مویشی ضائع ہوں گے، باغات اور کھیتیاں برباد ہوں گی، جانیں بھی جائیں گی،

صبر کے مدارج

ایسی حالت میں وبشر الصابرین جو لوگ صبر کریں گے ان کے لئے بشارت ہے۔ صبر کے کئی درجات قرآن نے بیان کئے ہیں والصابرین فی البأساء والضراء وحین البأس ایک صبر تنگی اور تکلیف کی حالت میں ہوتا ہے، اور ایک صبر یہ ہے کہ کھانے کو وافر ملتا ہو، سواریاں ہوں، خدم و حشم ہو، تو اس وقت جو امتحان ہوتا ہے وہ بہت مشکل ہے، تنگی کی حالت میں صبر آ جاتا ہے، اور اپنی حالت پر قناعت بھی کرلیتا ہے لیکن سرّاء (فراخی) کی حالت میں جامۂ انسانیت اتار دیتا ہے، تکبر اور نخوت سے کام لیتا ہے، غریب آدمی نظروں میں نہیں جچتا، یہ بڑا سخت امتحان ہے، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من وسع فی دینا ہ ھو مخدوع عن العقل جو امیر کبیر ہو جاتا اس کی عقل دھوکا کھاتی ہے وہ اپنے تئیں کچھ کا کچھ سمجھنے لگتا ہے، خدا کو چھوڑ بیٹھتا ہے اور مخلوق پر ظلم کرتا ہے الا ما شاء اللہ ایک دنیادار صاحب مال کے لئے بہت مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ یہ ثابت کرے کہ وہ اپنے اندر انسانیت رکھتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ نے بھی فرمایا بلینا بالضراء فصبرنا و بلینا بالسراء فلم نصبر، ہمیں تنگیوں اور تکلیفوں سے آزمایا

گیا تو ہم نے صبر سے کام لیا لیکن جب دولت آگئی، مکان اور محلات مل گئے تو صبر کا دامن ہم نے ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ قرآن کریم فرماتا ہے ونبلوکم بالشر والخیر فتنۃ، ہم تمہیں تنگی دے کر بھی اور مال دے کر بھی دونوں طرح آزماتے ہیں۔

نازک ترین لمحات میں نبی کریمؐ کی شجاعت اور حوصلہ مندی

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ دونو صورتیں آئیں، جنگ حنین میں آپ خچر پر سوار تھے، اگر چارجر (تیز رفتار گھوڑا) پر سوار ہوتے، تو خطرہ کے وقت وہاں سے بچکر نکل سکتے تھے، لیکن حالت یہ تھی کہ آپ اکیلے رہ گئے، اور آپ کو خیال بھی نہ آیا کہ وہاں سے بھاگ نکلیں، بلکہ خود ایسی حالت میں آواز دے کر قوم کو جمع کیا یہی حال اُحد میں بھی ہوا، یہ حالات دیکھ کر قوم کو یقین ہو گیا کہ یہ جو کہتا ہے کہ خدا کے رستہ میں جان دے دی جائے، تو یہ صرف منہ کی بات نہیں آپ نے اس پر عمل کرکے دکھایا،

صحابہؓ کرام کا ولولۂ شہادت

یہی حال قوم کا بھی تھا، حضرت خالد جب بیمار ہوئے تو وصال کے وقت فرمایا میرے جسم کی کوئی چپّہ بھر جگہ بھی ایسی نہیں جس پر کوئی زخم نہ ہو، لیکن افسوس ہے میدان جنگ میں شہادت پانے کی بجائے آج ایک جنگلی جانور کی طرح مرتا ہوں، حضرت سعد جب زخمی ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ان کا خیمہ لگوا دیا انہوں نے کہا اے مولا! میں تو ارادہ رکھتا تھا کہ وہ قوم جو تیرے دین اور تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمن ہے ان سے جنگ کرتے ہوئے مروں گا لیکن آج تو جنگ کا بھی موقع نہیں رہا کیونکہ تمام عرب فتح ہو گیا، بعد میں انہوں نے ایران فتح کیا، روم فتح کیا، اب ان کے پاس لاکھوں روپے تھے انہوں نے کہا ایک وقت تھا جب بھوک کا یہ عالم تھا، کہ کوئی چیز کھانے کو نہیں ملتی تھی اور درختوں کے پتّے کھانے پڑتے تھے، اور جب ہم رفع حاجت کے لئے جنگل میں جاتے تو بکریوں کی مینگنیاں ہمارے اندر سے نکلتیں۔

نبی کریم صلعم کی رقت قلب

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت بہادر اور شجاع تھے، لیکن جب لوگوں کے مصائب کو دیکھتے تو آپ کا دل پتلا پڑ جاتا تھا اور دل کی رقت آنکھوں سے بہ نکلتی تھی، حضرت سعد بن معاذ کا انتقال ہوا تو فرمایا اھتز عرش الرحمٰن لموت سعد سعد کی موت سے خدائے رحمٰن کا عرش ہل گیا، بڑے آدمیوں کے لئے چھوٹوں کی تعریف کرنا بہت مشکل ہوتا ہے، آپ کی ان سے کوئی رشتہ داری نہ تھی، اور ان سے ہی کیا خصوصیت ہے سب کے ساتھ آپ کا برتاؤ ایسا ہی تھا۔ حضرت جعفر آپ کے رشتہ دار بھی تھے، ان سے کہا جنگ موتہ میں جاؤ۔ اور زید کو کمان دی اور فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جائے تو جعفر ان کی جگہ لے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، زید شہید ہو گئے تو جعفرؓ نے علم ہاتھ میں لیا، دشمن نے وار کرتے ہوئے آپ کا ہاتھ کاٹ دیا۔ آپ نے دوسرے ہاتھ میں پکڑ لیا، دوسرا ہاتھ بھی کٹ گیا آپ نے دونوں بازوؤں سے پکڑ لیا، پھر بہت زخم لگے اور آپ شہید ہو گئے۔ اسی طرح ایک اور کمانڈر بھی مارا گیا۔ خدا تعالےٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ تین کمانڈر مارے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ ہوا فرمایا آج آل جعفر پر بڑا سخت دن ہے لوگو ان سے ہمدردی کرو، اور خود حضور کی آنکھیں پُرنم تھیں۔ اسی طرح حضرت حمزہ رضؓ کی شہادت پر آپ کو بڑا قلق ہوا، کیونکہ وہ ایک بے نظیر ہو تیل تھے، جب مکہ میں ابوجہل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے کے درپے تھا تو حضرت حمزہ رضؓ نے جا کر اس کے سر پر کمان سے ٹھوکر ماری اور کہا کہ آج سے میں بھی مسلمان ہوں، میں دیکھوں گا کہ تم کس طرح میرے بھتیجے کو دُکھ دیتے ہو، کہتے ہیں ان کی شہادت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی تکبیریں بلند کیں، آپ کی زندگی میں یہ دو باتیں خصوصیت سے نظر آتی ہیں، ایک طرف شجاعت کی انتہا ہے اور دوسری طرف دل ہمدردی اور رقت سے بھرا ہوا ہے، ایک دن صاحبزادی نے کہلا بھیجا کہ میرا بیٹا مر رہا ہے فرمایا میری بیٹی سے کہدو ولتصبر ولتحتسب یعنی صبر کرو اور خدا کی رضا چاہو، اور فرمایا ان للہ ما اخذ وللہ ما اعطی یعنی جس کو خدا لے جائے وہ بھی اسی کا تھا اور جو کچھ وہ عطا کرتا ہے وہ بھی اسی کا ہے پھر تو گئے اور بچے کو گود میں لیا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ایک شخص ساتھ تھا اس نے کہا یا رسول اللہ آپ بھی؟ فرمایا ہاں خدا تعالےٰ نے لوگوں کے دلوں میں رحمت پیدا کی ہے، یہ اسی کا جوش ہے جو آنکھوں کے ذریعہ بہتا ہے، آپ کے فرزند حضرت ابراھیم فوت ہوئے تو فرمایا القلب یحزن والعین تدمع ولا نقول الا ما یرضی بہ اللہ دل غمگین ہے اور آنکھیں اشکبار ہیں، لیکن ہم وہی بات کہتے ہیں جس پر اللہ تعالےٰ راضی ہو، یہ انسانیت ہے کہ دل میں شکایت کوئی نہ ہو، لیکن ہمدردی سے بھرا ہوا ہو،

پروفیسر عنایت علی خاں کا صدمہ

آج ہمیں بھی صدمہ ہے، مرحوم پروفیسر عنایت علی خاں کے خاندان کو بے شک بہت بڑا صدمہ پہنچا ہے لیکن قوم کا بھی ان کی وفات سے بہت نقصان ہوا ہے، ان کی وفات کی خبر سُن کر میں انکے مکان واقعہ بیڈن روڈ پر گیا، ان کی لڑکیاں اور دیگر لواحقین بہت صدمہ زدہ تھے، پروفیسر صاحب کی بڑی عزت اور وقار ان کے دلوں میں ہے، اس شخص میں کنبہ پروری بہت تھی، ان کے عزیزوں میں کوئی خلیل ان کی تعریف کر رہا ہے اور کوئی محمود اور بشارت ان کی خوبیوں پہ نوحہ خواں ہیں اور کوئی لڑکیاں ان کی کنبہ پروری کی باتیں سناتی ہیں ان کو پروفیسر صاحب کی ذات پر بڑا فخر تھا، وہ کہتے تھے ہمارے گھر میں بڑا عالم فاضل انسان تھا، فی الحقیقت یہ وہ انسان تھا جو صرف علم و فضل ہی نہیں رکھتا تھا اس کے دل میں حق پرستی تھی اور وہ بات زبان پر آتی تھی جو اُن کے دل میں ہوتی تھی، بہت خوش خلق بڑے دیانت و امانت رکھنے والے۔ میں تو اس وقت سے انہیں جانتا ہوں جب وہ طالب علم تھے پھر ان کے ساتھ پروفیسر ہونے کے بعد تعلقات رہے، میرے دل میں ان کی محبت کے نقوش بہت گہرے اور دیرینہ ہیں، اس لئے میں بہت صدمہ زدہ ہوں، اللہ تعالےٰ ان کی روح پر فتوح پر رحمت نازل فرمائے۔

صدمات میں صبر کرنیوالوں کو بشارت

اس کا فرمان ہے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون جس کی ملکیت ہم ہیں وہی لے جاتا ہے اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ واولئک ھم المھتدون، ان لوگوں پر اللہ تعالےٰ کے افضال اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور وہی ہدایت یا صحیح راہ پہ گامزن ہیں مصیبتیں دنیا میں ہر ایک پہ آتی ہیں۔ راجوں اور نوابوں پہ بھی مصیبتیں آتی ہیں، ہمارے سامنے یورپ میں بڑے بڑے بادشاہ تخت سے اُتر گئے، اور مصائب کا شکار ہو گئے باقی سب چھوٹے بڑے لوگوں پہ بھی مصیبتیں آتی ہیں، اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے مسلمانوں کو مصائب برداشت کرنے کا طریقہ بتا دیا۔

حضرت ہاجرہ کا صبر و استقلال

پھر صبر کی تلقین کرتے ہوئے اور اس کے نتائج کو ذہن نشین کرنے کے لئے ایک عورت کا ذکر کیا ہے، ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ ہاجرہ پر بھی بڑی سخت مصیبت آئی، جب حضرت ابراھیمؑ وادی مکہ کے لق و دق صحرا میں انہیں چھوڑ کر جانے لگے تو سفر کی تیاری کرتے ہوئے دیکھ کر حضرت ہاجرہ نے پُوچھا الی من تکلنا، ہمیں کس کے سپرد کئے جا رہے ہو، انہوں نے کہا اکلکم الی اللہ اللہ تعالےٰ کے سپرد کرکے جاتا ہوں، اس عورت کو بھی خدا نے بڑی معرفت عطا کی تھی، کہنے لگیں اذاً لا یضیعنا پھر خدا ہمیں ضائع نہیں کرے گا، ان کے جانے کے بعد جب حضرت اسمٰعیلؑ پیاس سے بے حال ہو گئے تو وہ صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پر دوڑتی ہیں، ایک پہاڑی پہ چڑھتی اور دُور تک پانی دیکھتی ہیں، پھر دوسری پہ چڑھتی ہیں ان کے اس اضطراب کو دیکھ کر خدا تعالےٰ نے فرشتہ اُتارا اور اس نے پانی کا چشمہ پیدا کر دیا۔

صبر و استقلال کی قدر دانی

حضرت ہاجرہ کے دوڑنے بھاگنے کو اللہ تعالےٰ نے حج کا رکن بنا دیا فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما حج کے اندر ان پہاڑیوں پہ چڑھنا اور دوڑنا حضرت ہاجرہؓ کی سنت ہے، اور یہ بھی حکم دیا واتخذوا من مقام ابراھیم مصلیٰ، ابراہیم کی قیامگاہ کو نماز کی جگہ بناؤ، تو ایک مرد کے ایثار و قربانی اور ایک عورت کے صبر و استقلال کی اتنی بڑی قدر کرکے دکھا دی کہ ہزارہا سال گذر جانے کے بعد بھی ان کی یاد تازہ اور ان کی تقلید ضروری ہے ان اللہ شاکر علیم، خدا تعالیٰ [illegible] قدر دان ہے وہ انسانوں کے مصائب و شدائد کو جانتا ہے اور انسانوں کی قربانیوں سے واقف ہے اور ان کی قدر دانی کرتا ہے۔ خدا کی یہ صفات انسانوں کو بھی اپنے اندر لینی چاہئیں اور قدر دانی کا سبق سیکھنا چاہیئے۔۔

حضرت سید عبدالجبار شاہ صاحب کے حالاتِ زندگی

میرزا مسعود بیگ صاحب

بادشاہ صاحب مرحوم و مغفور سید عبدالجبار شاہ صاحب ہماری جماعت کے بہت بلند پایہ احباب میں سے تھے ... اس لئے نہیں کہ وہ ایک ملک کے حکمران یا بادشاہ تھے بلکہ اس لئے کہ دنیاوی وجاہت کے علاوہ وہ ایک بہت بڑے عالم اور متقی اور فاضل محقق اور صاحب اخلاق اور عابد و برگزیدہ انسان تھے۔ اس زمانہ میں ایسے مجموعہ اوصاف اور ہمہ صفت موصوف انسان عنقا ہیں اور ان میں سے جو شخص اس دنیا سے اٹھ جاتا ہے اس کی جگہ پُر نہیں ہوتی اور یہ خلا دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ بادشاہ صاحب مرحوم ان لوگوں میں سے تھے جن پر ہماری جماعت بجا طور پر فخر کر سکتی تھی اور ان کی موت ہمارے لئے ایک بہت بڑا صدمہ ہے۔ فانا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحوم کی داستانِ حیات بڑی سبق آموز ہے۔ یہ مسلسل جدوجہد، نشیب و فراز، عسر اور یسر، بیچارگی اور شاہانہ جاہ و جلال، دنیاوی بادشاہت اور روحانی سربلندی کا مرقع ہے۔ مرحوم کی زندگی میں قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا رنگ نظر آتا تھا جو آنے والی نسلوں کے لئے قابلِ تقلید نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی اولاد اور ہم سب اہلِ جماعت کو ان کے اوصافِ حسنہ سے استفادہ کی توفیق بخشے۔

خاندانی حالات اور ابتدائی زندگی

بادشاہ صاحب مرحوم کا وطن ستھانہ تھا جو دریائے سندھ کے مغربی کنارہ پر معزز سادات کا قدیم مسکن ہے۔ حضرت سید احمد بریلوی علیہ الرحمۃ کی شہادت کے بعد جو ۱۸۳۱ء میں بمقام بالاکوٹ ضلع ہزارہ ہوئی بقیہ لشکر والوں اور مجاہدین نے سادات ستھانہ کی زیر پناہ وہیں سکونت اختیار کی اور یہ سکھ سلطنت کی مخالفت کا مرکز قرار پایا۔ ۱۸۴۶ء میں جب ضلع ہزارہ پر برطانوی قبضہ ہوا تو حکومت انگریزی نے اس مرکز مجاہدین کے ساتھ ہی سادات ستھانہ کو بھی وطن چھوڑنا پڑا اور یہ سب لوگ مہابن پہاڑ کی پشت کی طرف ملکا نامی گاؤں میں جا کر آباد ہو گئے۔ اس وقت سادات ستھانہ کا سردار شہزادہ مبارک شاہ تھا جو مجاہدین ہندی کا سرپرست بھی تھا۔ مبارک شاہ کا باپ سید اکبر شاہ ملکِ سوات کا بادشاہ تھا۔ اور مبارک شاہ کا دوسرا بھائی امیر سید عمر شاہ ستھانہ کے مرکز کا حکمران تھا اور یہ بزرگ بادشاہ صاحب مرحوم کا دادا تھا۔ ستھانہ کی املاک کا حقیقی وارث سید عمر شاہ کا بیٹا اور بادشاہ صاحب کا والد سید محمود شاہ تھا لیکن وہ اپنے چچا شہزادہ مبارک شاہ کی زور آوری اور دشمنی کی وجہ سے اپنے حق سے محروم رہے۔ سید محمود شاہ نے سرکار انگریزی کی فوج میں بعہدہ رسالداری ملازمت اختیار کر لی اور ۱۸۵۸ء سے ۱۸۶۲ء تک ہندوستان میں مختلف جگہ فوجی خدمات بجا لاتے رہے۔ ۱۸۶۲ء میں رسالہ ٹوٹ جانے پر یہ قصبہ قصور ضلع لاہور میں پولیس انسپکٹر کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔ ان خدمات کے عوض سید محمود شاہ نے سرکار انگریزی سے ستھانہ کی آبادی اور وراثت کے حقوق طلب کئے اور کمشنر پشاور نے سید محمود شاہ کو ان کے حقوق کی بازیابی پر آمادگی ظاہر کی۔ یہ سلسلہ ابھی چل ہی رہا تھا کہ شہزادہ مبارک شاہ کا بھی اور سید محمود شاہ کا بھی انتقال ہو گیا لیکن ہر دو کے ورثاء میں خاندانی رقابت بدستور رہی۔ چنانچہ بادشاہ صاحب مرحوم کے چچا شبیر حسین اور بھائی سید شاہ رسول صاحب قلعہ ستھانہ پر قبضہ کرنے کے لئے پہنچے تو مبارک شاہ کے بیٹے فیروز شاہ نے زبردست حملہ کر کے ان سب کو قتل کر دیا اور قلعہ کو آگ لگا دی۔ بادشاہ صاحب کے خاندان کے سب افراد قتل ہو گئے اور صرف چوبیس عورتیں زندہ بچ سکیں۔ البتہ ایک دو سال کا معصوم بچہ ایک خادمہ کی ہمت سے جو اسے جنگل میں بھگا کر لے گئی بچ گیا اور یہ بچہ سید عبدالجبار شاہ تھا جو محض قدرت خداوندی سے زندہ سلامت بچ گیا۔

تعلیم و تربیت

یہ خوردسال بچہ جسے خادمہ نے بچایا تھا خاندان کے ایک ہمدرد ملک چمن خان کی پناہ میں چلا گیا اور موضع کیا میں اسی بزرگ کے زیر سایہ طفولیت کا عرصہ بسر کیا۔ نو دس سال کی عمر میں سید عبدالجبار شاہ صاحب صوبجات متحدہ کی طرف چلے گئے اور پھرتے پھراتے بنارس پہنچ گئے۔ ابتدائی زندگی کا یہ دور بہت سی تکلیفوں اور عسر کا دور تھا۔ تعلیم کے شوق نے البتہ ہمت بندھائی اور بنارس میں آپ نے مختلف اہلِ علم اساتذہ سے اکتساب کیا۔ مشہور شاعر ریاض خیرآبادی بادشاہ صاحب مرحوم کے ہم مکتب تھے اور انکے والد سے ہی آپ نے علوم عربیہ کی تحصیل کی، آپ کے دیگر اساتذہ کے نام کبیر احمد اور طفیل احمد تھے۔ طفیل احمد کسی زمانہ میں واجد علی شاہ اودھ کا میر منشی رہ چکا تھا۔

علوم عربی کی تحصیل کے علاوہ بادشاہ صاحب مرحوم نے حدیث اور تفسیر کا علم بھی حاصل کیا اور اس زمانہ کے ایک نہایت بلند پایہ عالم سید نذیر الدین احمد بنارسی سے کسب فیض کیا اور علوم قرآنی اور حدیث اور معقول منقول میں دسترس حاصل کی۔

مراجعتِ وطن اور عروج کی ابتدا

قریب سولہ برس کی عمر میں بادشاہ صاحب مرحوم اپنے وطن واپس آ گئے۔ نواب محمد اکرم خان والیٔ ریاست امب نے جس کے والد نواب جہاں داد خان صاحب سے رشتہ دامادی کا پہلے بھی تعلق تھا، بادشاہ صاحب کو اپنی دامادی میں لے لیا اور ریاست میں وزارت کے عہدہ پہ فائز کیا۔ مرحوم سید عبدالجبار شاہ صاحب نے ریاست امب کی عرصہ دراز تک خدمت کی اور بڑی خوش اسلوبی سے اس کے معاملات کو نبھایا۔ نواب محمد اکرم خان اور ان کے فرزند نواب خان زمان خان کے عہد میں عہدۂ وزارت مرحوم بادشاہ صاحب کے سپرد رہا اور موجودہ نواب محمد فرید خان کے عہد میں آپ اس منصب سے الگ ہو گئے۔ ۱۹۰۷ء میں نواب محمد اکرم خان کی وفات ہوئی اور اس کے بعد بادشاہ صاحب نے اکثر سرحدی اقوام کو ریاست امب کے ماتحت رعیت بنوا دیا۔

گورنمنٹ انگریزی نے ۱۹۰۸ء میں ستھانہ کی سرداری بادشاہ صاحب کو عنایت کر دی جو ان کا پدری ورثہ تھا، اور آپ نے از سرِ نو ستھانہ کو آباد کیا اور اپنی دشمن برادری کو مغلوب کر کے اپنی آبائی جائداد پر متمکن ہو گئے۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے سید عبدالجبار شاہ صاحب والیٔ سوات سید اکبر شاہ کی اولاد میں سے تھے اور انقلاب چرخ گرداں نے بادشاہت سے فقیری اور بیچارگی تک گرایا اور وہاں سے پھر تخت سلطنت تک پہنچایا۔ چنانچہ ۱۹۱۵ء کے شروع سے ۱۹۱۷ء کے آخر تک تین سال تک آپ پھر سوات کے ملک پر حکمران رہے اور اس وقت تخت سے علیحدگی کے اسباب میں سے بڑا سبب سلسلہ احمدیہ سے آپ کی وابستگی تھی جس سے مخالفین نے خوب فائدہ اٹھایا اور عوام کو آپ کے خلاف بھڑکایا۔ بادشاہ صاحب سوات سے ملک بدر تو ہو گئے لیکن ان کی نیکی شرافت اور بلند اخلاقی کے لوگ آج تک مداح ہیں۔

سلسلہ احمدیت میں شمولیت

حضرت بادشاہ صاحب غالباً ۱۹۰۴ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں شامل ہوئے، یہ داستان بھی بڑی عجیب و غریب ہے۔ مرحوم بادشاہ صاحب کی ایک ہمشیرہ جو بڑی عابدہ، زاہدہ اور پارسا خاتون ہیں اور ابھی تک بفضلہ بقیدِ حیات ہیں ملہم ہیں اور رؤیا و کشوف اور مکاشفات کی نعمت سے کثیر حصہ انہیں ملا ہے۔ ان کی زبان پہ ایک غیر مرئی وجود نے جس نے اپنے آپ کو جنات کا سردار ظاہر کیا یہ الفاظ دو مرتبہ کہ امام مہدی کا ظہور ہو چکا ہے اور متلاشیان حق اس کے گرد جمع ہو رہے ہیں اور ہم بھی ان کے منتظر ہیں اس لئے ان کی تلاش کی جائے، تاکہ آپ کے توسل سے ہم بھی ان تک رسائی پائیں اور ایمان لائیں۔ اس وقت حضرت مسیح موعود کے سلسلہ کو خدا کے فضل سے خاصا فروغ حاصل ہو چکا تھا مگر ایک دور افتادہ وطن میں رہنے والے بادشاہ صاحب اور ان کے اعزہ ابھی بے خبر تھے۔ اس

جستجو پر شرح ہوئی تو سب سے اول مولوی محمد یمین صاحب مرحوم داتوی کے ذریعہ سلسلہ کا کچھ لٹریچر بادشاہ صاحب تک پہنچا اور حضرت اقدس کی تحریرات میں جو نور اور روحانی چاشنی ہوتی ہے اس نے فوراً ان متلاشیان حق کو اپنی طرف کھینچ لیا - چنانچہ بادشاہ صاحب مرحوم اور ان کی ہمشیرہ محترمہ نے بذریعہ خط مسیح موعود کی بیعت کر لی، قادیان حاضر ہونے کا دو تین مرتبہ پروگرام بنا مگر آپ حضرت اقدس کی زندگی میں قادیان نہ جا سکے اور حضرت مولانا نور الدین صاحب علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں آپ کی ہمشیرہ اور آپ قادیان تشریف لے گئے اور اس زمانہ کی روایات سلسلہ میں یہ بات موجود ہے کہ جناب سید بادشاہ نے حضرت مولانا نور الدین صاحب کی بیعت کی۔

جماعت میں آپ کا مقام

حضرت بادشاہ صاحب مرحوم کو اللہ تعالےٰ نے جماعت احمدیہ میں بھی ایک بلند مقام عطا فرمایا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام **"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"** سب سے اول آپ پر چسپاں ہوا اور اس کی لفظی تطبیق کے طور پر حضرت اقدس کے پوشیدنی کپڑے بھی آپ کو مرحمت ہوئے - حضرت مولانا نور الدین صاحب کی وفات کے بعد جب جماعت کی دو شاخیں ہوئیں تو آپ جماعت لاہور کے ساتھ وابستہ ہوئے اور تا دم آخر بڑے خلاص اور جوش کے ساتھ خدمات سلسلہ میں منہمک رہے - آپ ایک غیر متعصب اور صلح کل مسلک کے بزرگ تھے اور جماعت قادیان سے اختلاف عقائد کے باوجود آپ دونوں جماعتوں کے باہمی اشتراک اور اتحاد عمل کے خواہاں رہتے، چنانچہ چند بار صلح کی جو کوششیں ہوئیں ان میں بادشاہ صاحب مرحوم پیش پیش رہے۔

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر بالالتزام آپ لاہور تشریف لایا کرتے بلکہ سالہا سال تک جلسہ کی ایک نشست کی صدارت کی عزت بھی آپ کو نصیب ہوتی رہی، اور اپنے کثیر سیاسی مشاغل کے باوجود مہمات دینی سے آپ غافل نہ ہوتے۔

عام اخلاق و عادات

بادشاہ صاحب مرحوم ایک وجیہہ بلند قامت خوبصورت، خوش پوشش، جامہ زیب تن اور خوش اندازی بزرگ تھے، چہرہ ہر وقت متبسم رہتا، ہر ایک دوست کے ساتھ بڑی محبت سے معانقہ فرماتے اور میل جول میں گرمجوشی اور دلی خلوص کا اظہار فرمایا کرتے، آپ کی گفتگو ہمیشہ بڑی دلچسپ اور پر مغز، عالمانہ اور باوقار ہوا کرتی - ان کی مجلس میں گھنٹوں بیٹھنے پر بھی طبیعت سیر نہیں ہوتی تھی - آپ کے بیان میں ایسا جاذب ہوتا تھا کہ اہل مجلس ہمہ تن گوش بن کر آپ کا کلام سنتے، آپ ہر موضوع پر بصیرت افروز اور معلومات افزا گفتگو فرمایا کرتے اور سیاسی انقلابات یا جنگی معرکوں کا ہی ذکر نہ تھا، بلکہ روحانیات، تصوف علم دین، اور اسلام اور سلسلہ کے مسائل پر بالغ نظری سے تبصرہ فرمایا کرتے۔

اس اعلیٰ درجہ کی قوت بیان کے ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالےٰ نے آپ کو زور قلم بھی عطا فرمایا تھا، اور آپ نے ہزاروں صفحات نہایت دلچسپ اور پُر مغز اور محققانہ رنگ میں لکھے ہیں، آپ کی ایک تالیف **"شہادت الثقلین"** پانچ چھ جلدوں میں بصورت مسودہ موجود ہے جس کی طباعت کا آپ ارادہ فرما رہے تھے مگر ابھی تک چھپ نہ سکی۔

گذشتہ جنگ عظیم سے قبل جب ہٹلر نے جرمن قوم اور آریائی نسل کی برتری کا نعرہ بلند کیا تو افغانستان کے حکمران بھی اسی پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر اپنے آپ کو آریائی ظاہر کرنے لگے۔ اس زمانہ میں بادشاہ صاحب مرحوم نے ایک بلند پایہ تحقیقی مقالہ تحریر فرمایا جو بصورت کتاب شائع ہو گیا اور اس میں آپ نے بدلائل قاطعہ قوم افاغنہ کا بنی اسرائیل سے ہونا ثابت کیا - یہ علمی تحقیقات بڑی دلچسپ اور مدلل و مسکت ہے۔

مرحوم کو ذوق شعر سے بھی خاصا شغف تھا - ہزاروں عربی، فارسی اور اردو کے اشعار آپ کو ازبر تھے اور طویل مثنویات زبانی یاد تھیں، مثنوی مولانا روم اور دیگر صوفیا کے کلام سے خاص دلچسپی تھی، آپ نے خود بھی فارسی زبان میں بہت سے اشعار لکھے اور اپنی زندگی کے ابتیاء واقعات کو فارسی زبان میں نظم کیا ہے۔

قرآن مجید صحت الفاظ اور نہایت رقت سے پڑھا کرتے تھے - طبیع نعتیہ ارشاد فرمایا کرتے اور دینی مسائل میں تفقہ کا درجہ رکھتے تھے، احادیث نبوی پر وسیع نظر تھی اور آپ سنت کے پابند تھے - الغرض دنیوی وجاہت اور ریاست کے ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالےٰ نے آپ کو عرفان اور ایمانیات میں بھی بلند مقام عطا فرمایا تھا اور ہر دو نعمتوں سے آپ نے وافر حصہ پایا تھا۔

جن بادشاہوں کی سلطنت چھن جاتی ہے وہ اس دنیا میں سوگوار اور بے لطف زندگی بسر کرتے ہیں، نہ دنیا میں ان کی عزت باقی رہتی ہے اور نہ امور دنیا سے انہیں کوئی دلچسپی ہوتی ہے، وہ محض زندگی کے دن پورے کرتے ہیں مگر سید عبد الجبار شاہ جو دولت ایمان سے مالا مال تھے اور توکل علی اللہ کا خزانہ جن کے پاس تھا بادشاہت چھن جانے کے بعد بھی خوش و خرم اور قانع و شاکر نظر آتے تھے، آخر دم تک آپ نے باعزت اور باوقار زندگی بسر کی ہے اور ما یحتاج کا سامان بھی خدا کے فضل اور پردہ غیب سے ہوتا رہا ریاست امب کی وزارت سے جب آپ علیحدہ ہوئے تو یہ آپ کی پیرانہ سالی کا زمانہ تھا اور اس وقت ذرائع آمد کا مسدود ہو جانا تکلیف دہ تھا مگر اللہ تعالےٰ کے فضل کے اور دروازے کھل گئے اور گورنر صوبہ سرحد سر جارج کننگھم اور سر اکبر حیدری کے توسل سے آپ کو نظام حیدر آباد کی ریاست سے معقول پنشن ملنے لگی۔

آپ کے پس ماندگان

بادشاہ صاحب مرحوم بفضلہ کثیر العیال بزرگ تھے چار بیویوں کے بطن سے آپ کو اللہ تعالےٰ نے نیک، صالح اور خوبرو اولاد عطا فرمائی - آپ کی ایک بی بی ستھانہ میں سے تھی جس کے بطن سے آپ کے فرزند اکبر سید اکبر حسین پیدا ہوئے جو اس وقت ستھانہ میں آبائی جائداد کے منتظم ہیں - آپ کی دوسری بی بی موجودہ نواب امب کی پھوپھی اور نواب محمد اکرم خاں کی صاحبزادی تھیں جن کے بطن سے سید شاہ ابراہیم پی ایس سی جو سرکاری ملازم ہیں اور سید شاہ رسول پیدا ہوئے* اور چوتھی شادی آپ کی ایبٹ آباد کے ایک نواحی گاؤں کے زمیندار سید قابل شاہ کے گھر میں ہوئی اور آپ کا فرزند محمد علی اس شادی کی اولاد ہے۔

اس کے علاوہ آپ کے کئی عزیز بھانجے اور بھتیجے اور تعلقدار بھی آپ کے کنبہ میں شامل تھے، جن سب کے آپ کفیل تھے، اپنے اعزہ و اقرباء سے بیحد حسن سلوک فرمایا کرتے تھے اور اپنے عمزادہ بھائی سید شاہجہان سے تو آپ کو ایسی محبت تھی ایسی جو سگے بھائیوں میں مشکل سے نظر آتی ہے۔ یہ سید شاہجہان مرحوم بھی ایک وجیہہ خوبصورت اور بہادر انسان تھے اور احمدیت کے ایک فدائی تھے

خاص شفقت

راقم سطور کو بہت چھوٹی عمر سے مرحوم بادشاہ صاحب کو دیکھنے اور ان کی شخصیت سے متاثر ہونے کا موقع ملا ہے، وہ جب بھی لاہور میں تشریف لاتے تو ہمیشہ عم مرحوم مغفور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے مہمان ہوتے اور مجھے ان کے پاس بیٹھنے اور انکی باتیں سننے کا موقع ملتا بچپن میں تو یہ احساس بڑا ہی دل خوش کن تھا کہ ایک بادشاہ ہمارا مہمان ہے، بادشاہ صاحب کی محبت اور شفقت سے طبیعت اُن کے ساتھ بہت مانوس ہو گئی اور وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ یہ تعلق بڑھتا گیا اور مرحوم کی پدرانہ محبت اور دلی شفقت میں اضافہ ہوتا گیا - خط و کتابت کے ذریعہ بھی وہ یاد فرمایا کرتے اور وفات سے صرف چند روز قبل بھی ایک عنایت نامہ انہوں نے بھیجا جو بطور تبرک میرے پاس محفوظ ہے، انہوں نے ایک بلبش بہادیتی اور روحانی نعمت اور سعادت میں بھی مجھے شریک فرمایا اور ایسا ورثہ عطا فرمایا جس کے لئے میں ان کا احسانمند اور دعاگو ہوں، **اللھم اغفرلہ وارفع درجاتہ ونور مرقدہ** -

یہ مضمون ابھی تشنہ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی تو کسی فرصت کے وقت بادشاہ صاحب کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے گی، اس وقت علالم العرضتی میں یہ چند سطور لکھنے کا مقصد احباب جماعت کو اس عظیم شخصیت کے مقام کا احساس دلانا اور ان کی بلندی درجات کے لئے دعا کی تحریک کرنا ہے۔

---

* آپ کی تیسری بیوی [illegible] صاحبزادی تھیں جن کے بطن سے [illegible] شاہ [illegible] اور محمد حسین پیدا ہوئے

ڈچ گی آنا میں قادیانیت کی حقیقت

جناب یعقوب محمد ایوب (ڈچ گیانا) کے قلم سے

مکرم معظم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا نوازش نامہ معہ تراشہ اخبار الفضل و ٹریکٹس ملا بہت بہت شکریہ، خدا آپ کو اس کا اجر دے۔ ہماری جماعت کو اس سے بہت فائدہ پہنچا - اور بھی ضروری ٹریکٹس بھیج دیا کریں، ہم بہت ممنون ہوں گے۔

ربوہ سے فی الحال جو خبریں ڈچ گیانا کے متعلق شائع ہوتی رہتی ہیں کہ دو سو اور کبھی چار سو افراد بیعت کر کے سلسلہ قادیانیت میں داخل ہو چکے ہیں اور کہ مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی نے بحث کرنے سے انکار کر دیا ہے اور جمن بخش نے دس ہزار روپیہ کی زمین وقف کی ہے - اس کے متعلق مختصر رپورٹ ارسال خدمت ہے۔ امید ہے کہ اسے پیغام صلح کے کالموں میں جگہ دے کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

مولوی ساقی و رشید احمد صاحبان نے نہ صرف بقول الفضل "خارق عادت" کامیابی حاصل کی ہے بلکہ یہ کہنا بیجا نہیں کہ تبلیغ کے لئے انہوں نے خارق عادت طریق بھی اختیار کر رکھے ہیں، انہوں نے ڈچ گیانا آتے ہی یہ مشہور کیا کہ جماعت ربوہ نہایت ہی دولت مند جماعت ہے اور میں ایک لاکھ روپیہ ساتھ لایا ہوں جو بنک میں جمع ہے، اور دو لاکھ آرہا ہے۔ مجھے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ میرے امام نے مجھے یہاں بھیجا ہے، ہم زمین خریدیں گے، اور مسجدیں تعمیر کریں گے وغیرہ وغیرہ، دولت کے شیدائی تو ہر ملک اور ہر قوم میں اکثر ہوتے ہیں۔ ڈچ گیانا بھی ایسے لوگوں سے محروم نہیں۔ اور کچی مکھیاں مکڑی کے جال میں پھنس ہی جایا کرتی ہیں، کچھ لوگ ان کو سونے کا انڈا دینے والی چڑیا سمجھ کر ان کے ساتھ ہو گئے۔ لیکن بعد میں جب یہاں کے لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ روپیہ وغیرہ آنا سب کچھ غلط اور صرف ڈھول کا پول ہے حتیٰ کہ رشید صاحب کو ان کا وظیفہ ملنا بھی مشکل ہے تو رہے سہے لوگ بھی ان سے ہٹنے لگے - ان میں سے ایک شخص کی حالت نہایت دردناک ہے جس کو ایک سو بیس روپیہ کی پوس نے چالیس روپیہ کے وظیفہ سے بھی محروم کر دیا - اسی طرح اور حضرات بھی جو روپیہ کی ہوس لے کر گئے تھے اب مایوسی کے سوا انہیں کچھ نصیب نہیں۔

رشید احمد صاحب کے ایک دلی دوست نے بتایا کہ جو بھی ان کے پاس محض ملاقات کی غرض سے آتے تھے نہ صرف اس کا نام بلکہ ان کی بیویوں اور دودھ پینے والی بچیوں، بچوں تک کے نام بھی وہ اپنی فہرست میں درج کر لیا کرتے تھے اس طرح تین سو نام ہو گئے ہوں گے۔ میں نے ان کو بتایا کہ میں ایک اور طریق بتا دیتا ہوں جو ان کی کامیابی کو فی الحقیقت "خارق عادت" طریق بنا دے گا اور انہیں لا انتہا فائدہ ہوگا اور رشید صاحب کا مقصد بہت جلد پورا ہو جائے گا ....

...... وہ طریق یہ ہے کہ وہ بے حساب ناموں کی فہرستیں بنا کر اپنے امام کے پاس بھیجدیں اور کہدیں کہ اب تو ایسا روح پرور نظارہ نظر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چار سو نہ چار ہزار بلکہ چار لاکھ سعید روحوں کو آستانہ خلافت جھکا دیا ہے انہوں نے باواز بلند اعلان کیا ہے کہ آج ہم حقیقی محمودی ہیں۔ اگر کوئی سائل سوال کرے کہ ابھی تو ڈچ گیانا میں چار لاکھ کی آبادی ہی نہیں پھر چار لاکھ محمودی کیونکر ہو گئے تو کہدیں کہ بعض تو ماؤں کے پیٹ میں ہیں اور جو ماں کی پیٹ میں نہیں وہ باپ کی پشت میں تو ضرور ہے اور جب یہ پیدا ہوں گے تو یہ سب نہ صرف مسیح موعود کو نبی ہی مانیں گے اور سلسلہ میں بیعت کر کے داخل ہوں گے بلکہ موجودہ امام کو بھی نبوت کے تخت پر بٹھانے میں بے حساب کوشش کریں گے اور میاں صاحب کو بھی پروپیگنڈا کرنے اور چندہ حاصل کرنے کا اچھا موقع مل جائے گا۔

قادیانی جماعت اور اس کی تعداد کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ انہوں نے بڑی جانفشانی کے بعد انگزیکٹو ممبر ۱۲ر نومبر کو انتخاب کئے، ان کے صدر (عبدالجبار صاحب) نے انتخاب کے دو ہفتہ بعد مسیح موعود اور موجودہ امام ربوہ کو یہ فتوےٰ دیا کہ مرزا معاذ اللہ نہایت گندا اور ناپاک شخص گذرا ہے اور اس کا بیٹا محمود احمد تو اس سے بھی سخت برا ہے، اتنے سخت کلمات استعمال کرنے کے باوجود ساقی صاحبان اس کو اپنا صدر ہی تسلیم کرتے رہے، چاہیئے تو یہ تھا کہ اپنی غیرت اور حمیت کا اظہار کرتے ہوئے یک لخت انہیں صدارت سے خارج کر دیتے مگر وہ ایسا کیونکر کرتے اگر وہ ایسا کرتے تو دوسرا صدر ان کو نصیب نہ ہو سکتا تھا اور آخر ایسا ہی ہوا۔ ایک روز میں نے ساقی اور رشید کو پکڑا اور کہا کہ تم لوگوں کو غیرت اور شرم نہیں آتی کہ ایک شخص تمہارے نبی اور امام کو گالی دیتا پھرے اور تمہاری غیرت جنبش میں نہ آئے، میں نے بہت بہت لعنت کی وہ ہمارے سامنے شرمندہ اور مایوس کھڑے تھے، اور ایک لفظ بھی زبان پر نہ لا سکے۔ ایک روز ہمت کر کے انہوں نے اس سے پوچھ ہی لیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قادیانیت کو برا بھلا کہکر چل دیا، اور آج تک ان کو دوسرا صدر نہیں مل سکا۔

عزیز نعمت قادیانی انجمن کے نائب سیکرٹری کے عہدہ پر مقرر کئے گئے تھے۔ اب وہ ان کے غلط عقائد کی وجہ سے استعفیٰ دے چکے ہیں جس کی وجہ سے ان کے حلقہ میں ماتم بپا ہے، ایک اشتہار کے ذریعہ صاحب موصوف نے وجہ استعفیٰ بیان کی ہے جو اخبار حقیقت الاسلام میں بھی شائع ہوا ہے، میں ایک "حقیقت الاسلام" کا پرچہ ہوائی ڈاک سے بھیج رہا ہوں۔

محمد اسلام عبداللہ کی حالت بھی بہت دردناک ہے قادیانی مولویوں نے اسے ڈیڑھ سو روپیہ کا تنخواہ دار مبلغ اور مدرس مقرر کیا تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے اس پر حالت زار کی کیفیت رونما ہوئی، اس کا دعوےٰ ہے کہ وہ رشید صاحب کی اقتداء میں نماز تک بھی نہیں پڑھتا۔ اسلام صاحب قادیانی حضرات سے کچھ معاملہ طے کرنا ہے ورنہ وہ تو آستانہ خلافت کو دور سے سلام کرنے پر آمادہ ہو چکے ہیں، جناب فیض خاں صاحب جو ان کی منتخب شدہ انگزیکٹو کے ممبر تھے، انتخاب کے بعد انہوں نے کبھی بھی ان کے جلسوں میں جانے کی تکلیف گوارا نہیں کی، انہوں نے کہا کہ میں خاتم النبیین کے بعد کسی دوسرے نبی کے آنے کا قائل ہی نہیں ہوں۔

(۲) جمن بخش صاحب کا زمین کا وقف کرنا جس کی دس ہزار روپیہ قیمت بتائی جاتی ہے، اور ربوہ والے اور جناب میاں صاحب اس کو سن کر پھولے نہیں سماتے اس کے متعلق میں صرف یہ عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ اس زمین کے متعلق بڑے بڑے تاریخی راز ہیں، زمین مقروض بھی ہے۔ اور سنا گیا ہے کہ اس زمین کے متعلق مقدمہ بھی ہونے والا ہے - علاوہ اس کے نہ تو وہ زمین دس ہزار روپیہ قیمت کی ہے - اور نہ اس زمین پر باقاعدہ مسجد ہی تعمیر ہو سکتی ہے اس کی ۹ میٹر چوڑائی اور ۸ میٹر لمبائی (9 X [illegible] meters) کچریلی زمین ہے اور موقعہ بھی موزوں نہیں، سرکاری نرخ سے تین سو روپیہ سے اس کی قیمت نہیں۔ بات یہ ہے کہ اس چھوٹی سی اور غیر موزوں زمین کی قیمت دس ہزار روپیہ قرار دیکر رشید احمد صاحب نے اپنی امام صاحب کو بیوقوف بنانا چاہتے ہیں۔

رشید احمد نے تعمیر مسجد کا بہانہ بنا کر ربوہ سے تین ہزار روپیہ کا مطالبہ کیا ہے یہ معلوم کر کے آپ کو ضرور تعجب ہوگا کہ ابھی روپیہ آیا نہیں مگر یہاں حصے تقسیم ہو گئے ہیں۔ خدا معلوم یہ ارمان اور تمنا رشید صاحب اور ان کے دوستوں کی پوری بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ اب تو رشید صاحب یہ غور کر رہے ہیں کہ اس زمین پر مشن ہوس بنایا جائے اور اپنی شادی کی فکر بھی انہیں لاحق ہے۔

(۳) مولانا عبدالحق صاحب سے بحث کا معاملہ

یہ بالکل غلط ہے کہ مولانا نے بحث کرنے سے انکار کیا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ساقی صاحب بحث پر آمادہ ہی نہیں ہوئے۔ ساقی صاحبان اپنی دھوتی لنگوٹی سنت والجماعت کے سامنے یہ الفاظ کہکر وصول کر چکے تھے کہ "اگر میں چاند کو بھی سینوں کے ہاتھ پر دھر دوں تب بھی وہ ہماں ماننے کے لئے تیار نہیں ہونگے" یہ ساقی صاحب کے اپنے الفاظ ہیں جو ۶ مئی کی شب کو پہلی تقریر میں انہوں نے کہے، حیرت میں ڈالنے والی بات ہے کہ ایک مبلغ جو دنیا کو مسیح موعود کی نبوت منوانے نکلا ہے اور وہ ایک معمولی سنت الجماعت سے

کاتب رہا ہو اور پھر جرأت یہ کہ پروپیگنڈا کرے کہ مولانا عبدالحق صاحب نے بحث سے انکار کر دیا ہے۔ بہر حال انہوں نے ہماری انجمن کے ایمان پہ ڈاکہ ڈالنے میں ہی اپنی خیریت سمجھی۔

یہ تو ہر انجمن اور جماعت میں ہوتا ہی ہے کہ کسی نہ کسی وجہ سے کچھ لوگ ناراض ہو جاتے ہیں۔ حبیب صاحب بھی کسی وجہ سے ہماری انجمن سے ناراض تھے (حبیب صاحب ہماری انجمن کے ایک مضبوط فرد اور کٹر احمدی ہیں۔ ۱۹ار فروری کو اس کی لڑکی کی شادی ہے انہوں نے مولانا صاحب سے درخواست کی ہے کہ آپ ہی اس لڑکی کے نکاح کی رسم ادا کریں) ربوہ والوں نے خیال کیا کہ ہلدا انکے ایمان پر ڈاکہ ڈالا جا سکے۔ ہر طرح انہوں نے کوشش کی مگر حبیب صاحب کو وہ اپنے دام میں نہ لا سکے حبیب صاحب کے اس سوال پر کہ آپ لوگ حضرت مرزا صاحب کو کتنے فی صدی نبی مانتے ہو، بہت دیر خاموشی کے بعد کہنے لگے کہ ہم تو صرف ظلی اور بروزی نبی مانتے ہیں۔ حبیب صاحب نے کہا کہ ظلی اور بروزی نبی کا مطلب یہ ہوا کہ ابھی تو آپ صرف ۷۵ پرسنٹ ہی مانتے ہو اور جب تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا، تو باقی ۲۵ پرسنٹ بھی منوانا شروع کر دوگے۔ حبیب صاحب کے اس پیچیدہ سوال پر ساقی صاحبان مبہوت ہو گئے اور بات کو ٹال کر کہنے لگے آپ تو حضرت صاحب کو مجدد مانتے ہو مگر آپ کا مولانا تو حضرت صاحب کو کچھ بھی نہیں مانتے۔ اور اس کو میں نے ایک کتاب پڑھنے کے لئے دی مگر انہوں نے نہ پڑھی، نہ پڑھنے کے دو ہی سبب ہو سکتے ہیں یا تو وہ پڑھنا نہیں جانتے یا وہ پڑھنے سے ڈرتے ہیں اور دو بار تو کہا کہ حضرت صاحب نبی ہیں اور تیسری بار کہا کہ نبی ہی نہیں۔ حبیب صاحب نے کہا کہ یہ بات جو یہاں کہہ رہے ہو مولانا صاحب کے سامنے بھی تم کو کہنی ہوگی، اس نے اقرار تو کر لیا مگر جب ان کو کہا گیا کہ …… مولانا صاحب کے سامنے ثبوت پیش کرنا ہوگا وہ تو گھبرا نے اور حبیب صاحب کو تلاش کر کے کہنے لگے کہ ساری بات تو حضرت صاحب کی نبوت پر ہے۔ تو پھر کیوں نہ نبوت پر بحث ہو جائے، یہ مقابلہ حبیب صاحب کے مکان پر فریقین میں سے دس دس آدمیوں کے درمیان ہونے والا تھا۔ لیکن مولانا عبدالحق صاحب نے کہا کہ اگر ان لوگوں کو حضرت صاحب کی نبوت پر بحث ہی کرنا ہے تو پھر چار دیواری کے اندر کیوں ہو ایسی بحث تو عام پبلک میں ہونی چاہیئے تاکہ ہر ایک سنے اور فائدہ اٹھائے جب اس پر وہ لوگ تیار نہ ہوتے، تب مولانا صاحب نے ایک دوسری تجویز پیش کی کہ ہفتہ وار انجمن ہال میں میری تقریر ہوتی ہے اور رحمن بخش کے ہاں جمعہ کی رات کو ان کی تقریر ہوتی ہے وہ میرے یہاں چلے آئیں یا مجھے اپنی تقریر میں بلا لیں لیکن بار بار توجہ دلانے کے باوجود نہ تو انہوں نے انجمن کے ہال میں آنیکی تکلیف گوارہ کی اور نہ مولانا صاحب کو اپنے ہاں بلانے کی جرأت ہوئی، یہ وہ واقع ہے جس کے متعلق پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ مولانا عبدالحق صاحب نے بحث کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ مولانا صاحب سے بحث کیا کریں گے وہ تو علم کا گہرا سمندر ہے، وہ میرے مقابلہ میں بھی بار بار چیلنج دینے کے باوجود نہیں آسکے۔ واقع یہ ہے کہ جب یہ اعلان ہوا کہ $\frac{10}{59}$ ۲۶ کو ساقی صاحب حضرت صاحب کی نبوت کو …… قرآن حدیث اور حضرت صاحب کی اپنی تحریروں سے ثابت کریں گے، میں اور میرا ایک دوست جناب عنایت اللہ صاحب مین جلسہ کے شروع میں جا پہنچے تو نبوت تو کیا ثابت کرتے تمام تقریر میں جو غالباً ڈیڑھ گھنٹہ کی تھی سوائے گالیوں اور تہمتوں کے اور کچھ بیان نہ کیا گیا۔ مثلاً یہ کہ تفرقہ کی وجہ محض مولانا محمد علی مرحوم کو خلافت نہ ملنا ہے ورنہ اس سے قبل مولانا مرحوم اور خواجہ صاحب مرحوم حضرت صاحب کو نبی مانتے تھے مقدمہ گورداسپور میں حلفیہ بیان بھی دیئے تھے کہ حضرت صاحب نبی ہیں۔ قادیانی جماعت حق پہ ہے اور لاہوری جماعت غلطی پر ہے۔ انجمن اسلامیہ کے لئے اب ایک ہی راستہ باقی ہے کہ ہمارے ساتھ مل جائے یا سنت الجماعت کے ساتھ ہو جائے وغیرہ وغیرہ۔

جلسہ ختم ہونے والا ہی تھا کہ میں نے صدر جلسہ کو بلا کر کہا کہ کیا اجازت مل سکتی ہے کہ میں مقرر صاحب سے سوال کروں۔ کہا نہیں۔ کیونکہ مولوی ساقی صاحب اپنی تقریر کے بعد سوال کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ ان کا پروگرام مقرر ہے، کسی کو کچھ سوال کرنا ہو تو روزانہ ۴ بجے سے ۶ بجے شام کو آکر سوال کر سکتے ہیں۔ میں نے کہا یہ گفتگو جو میرے اور آپ کے درمیان ہوئی ہے اسے محفل میں بیان کر دو، صاحب صدر نے ایسا ہی کیا۔ میں نے اسی وقت محفل کو یہ بتلایا کہ میں تو مولوی صاحب کے چیلنج کے مطابق تصویر کا دوسرا رخ ان کے اور محفل کے سامنے دہرانا چاہتا ہوں تاکہ جلسہ کو جو تصویر کا ایک رخ مولوی صاحب کو دکھا چکے ہیں وہ دوسرا رخ بھی دیکھ لیں۔ صدر نے کہا ہاں آپ کسی دوسرے روز یہاں سے یا کسی دوسری جگہ سے دکھا سکتے ہیں، میں نے کہا اچھا کسی دیگر روز ہی سہی مگر یہیں سے، میں نے صاحب خانہ (رحمن بخش صاحب) سے بھی اجازت طلب کی آپ نے مجھے جلسہ میں مضبوط اجازت دی جس پر صاحب خانہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے میں نے حاضرین کو مطلع کیا کہ آپ لوگ اطمینان رکھیں میں بہت جلد اسی جگہ سے ثابت کروں گا کہ حضرت صاحب نبی نہیں مگر مجدد اور محدث تھے۔ مولانا محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب آپ کے سچے خادم تھے آپ پر نبوت کا دعویٰ محض افتراء اور الزام ہے اور وہ افتراء اور الزام کہ جو محض دشمنوں نے حضرت صاحب کو بدنام کرنے کے لئے اور عوام کے دلوں میں نفرت پیدا کرنے کے لئے لگائے تھے اسکو قادیانی حضرات حقیقت بنا کر مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں مگر مولوی ساقی صاحب اچھی طرح سمجھ گئے کہ ہمارے کیمپ میں یعقوب کو اجازت ملنا اور تقریر کرنا ہمارے لئے موت ہے، اس لئے رحمن بخش صاحب کو جو اپنی زبان پر قائم رہنے کے عادی تھے دغدغہ خلاف بنا دیا۔ کسی نے سچ کہا ہے "تخم تاثیر یا صحبت کا اثر" (باقی آئندہ)

اخبار احمدیہ

—— محترم خواجہ نذیر احمد صاحب تاحال بیمار ہیں، ان کی صحت کے لئے احباب سے دعا کی درخواست ہے۔

—— محترم مرزا مسعود بیگ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ عمر طویل عطا فرمائے اور دینی و دنیوی حسنات سے متمتع فرمائے۔

—— قاضی ظہور اللہ صاحب پسرور کو اللہ تعالیٰ نے پوتا عطا کیا ہے اس خوشی میں انہوں نے مبلغ پانچ روپیہ انجمن کو عطیہ دیا ہے جزاہ اللہ خیراً دعا ہے اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو عمر طویل بخشے اور ہر قسم کی نعماء سے سرفراز فرمائے۔

—— مونگیر (بھارت) میں زرینہ تاج رحمن صاحبہ اور ان کی ہمشیرہ بی اے کا امتحان دے رہی ہیں اور کامیابی کے لئے احباب سے دعا کی مستدعی ہیں یہاں بھی کئی نوجوان امتحانات میں شامل ہو رہے ہیں ان سب کی کامیابی کے لئے دعا فرمائی جائے۔

—— آزاد کشمیر میں شیخ جلال الدین صاحب عرصہ سے بیمار چلے آرہے ہیں وہ احباب سے دعائے صحت کی درخواست کرتے ہیں۔

تعلیم اسلام یا اسلامی اصول کی فلاسفی

حضرت مسیح موعود کا وہ معرکۃ الآراء لیکچر جو ۱۸۹۶ء کے جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں پڑھا گیا، جو زندگی اور بعد الموت کے متعلق پانچ اہم ترین سوالوں کے جواب میں آپ نے دیا، اور جو بیشمار لوگوں کی ہدایت کا موجب ہو چکا ہے، محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے نہایت خوبصورت بلاک بنوا کر اپنے خرچ سے انہیں چھپوایا ہے، کاغذ اعلیٰ لکھائی چھپائی دیدہ زیب، نہایت خوبصورت دو رنگا ٹائیٹل، ان تمام خوبیوں اور کثیر اخراجات کے باوجود قیمت صرف ایک روپیہ فی جلد علاوہ محصول ڈاک، مفت تقسیم کے لئے جو صاحب لینا چاہیں انہیں آٹھ روپیہ میں دس کاپیاں دی جائیں گی محصول ڈاک علاوہ۔ ضرورت ہے کہ اس کتاب کو کثیر تعداد میں خرید کر ایسے حلقوں میں بھیجا جائے جو دین و مذہب اور عالم آخرت کے عذاب و ثواب کے متعلق تشکک و تذبذب میں مبتلا ہوں۔ دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور سے طلب کیجئے۔

باپ بیٹے کی پہلی مجلس
فرشتے اور شیطان

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

باپ۔ "اب آگے سنو! خدا پر ایمان لانے کے ساتھ ہم کو خدا کے فرشتوں پر ایمان لانا چاہیئے۔ فرشتوں کو عربی زبان میں ملائکہ کہتے ہیں

رشید۔ ہاں ابا جان! مجھے پہلے بھی کئی دفعہ خیال آیا کہ میں آپ سے پوچھوں کہ یہ فرشتے کیا چیز ہیں؟ ہماری دادی حضور بعض دفعہ کہا کرتی ہیں کہ میرا بیٹا تو فرشتہ ہے۔ کیا آپ فرشتہ ہیں؟

باپ۔ سنو! میں تمہیں بتاتا ہوں۔ فرشتے نوری ہستیاں ہیں، یہ دن رات خدا کی عبادت میں لگے رہتے ہیں۔ یہ گناہ نہیں کرتے۔ جو حکم ان کو خدا دیتا ہے فوراً ان پر عمل کرتے ہیں۔ ان کو ہماری آنکھ دیکھ نہیں سکتی۔ خدا نے ان کے ذمہ مختلف کام کر رکھے ہیں۔ اور وہ ان کاموں میں لگے رہتے ہیں۔ یہ خدا کی فرمانبردار ہستیاں ہیں۔ بعض اوقات ایک نیک آدمی کو بھی فرشتہ کہدیتے ہیں۔ یہ در اصل فرشتہ نہیں ہوتا۔ انسان ہی ہوتا ہے مگر اسکو اس لئے فرشتہ کہدیتے ہیں کہ وہ نیک اور شریف ہے کسی سے بدی نہیں کرتا اور خدا کے حکموں پر چلتا ہے۔

یاد رکھو فرشتے ہمارے دلوں کے اندر نیک خیال پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً جب تم کسی غریب بھوکے ننگے کو دیکھتے ہو؟ اور تمہارے دل میں خیال آتا ہے کہ تم اس کی مدد کرو۔ اس کو کچھ کھانے کو دو یا کوئی کپڑا پہننے کے لئے دو تو یہ فرشتہ کی تحریک ہے۔۔۔ فرشتہ نے تمہارے دل میں یہ خیال ڈالا ہے اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ یہی در اصل فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب ہے۔ ان فرشتوں میں سے ایک کا نام جبریل ہے۔ ایک کا میکائیل۔ ایک کا عزرائیل اور ایک کا اسرافیل۔ ان کے علاوہ اور بھی فرشتے ہیں"

رشید۔ اور ابا جان! یہ شیطان کیا چیز ہے؟ امّی جان اکثر مجھے کہا کرتی ہیں "پل شیطان کہیں کا!"

باپ۔ "اب ذرا شیطان کا حال بھی سن لو! شیطان وہ ہستی ہے جو خدا کی نافرمانی کرتی ہے۔ فرشتے تو خدا کی فرمانبردار ہستیاں ہیں اور یہ شیطان بدبخت خدا کا نافرمان ہے۔ اس لئے اس کو شیطان مردود۔ . . . . یا شیطان لعین کہتے ہیں یعنے وہ شیطان جس پر خدا کی لعنت ہے۔ شروع میں جب خدا نے آدم کو بنایا تو اس نے فرشتوں کو حکم دیا۔ کہ وہ آدم کو سجدہ کریں یعنے اس کی فرمانبرداری کریں۔ اس کا حکم مانیں انہوں نے فوراً اس کی تعمیل کی۔ مگر جب شیطان کو یہی حکم دیا تو اس نے انکار کر دیا اور بڑے فخر اور تکبر سے کہنے لگا کہ میں تو آگ سے بنا ہوں اور آدم مٹی سے۔ پھر میں اس کے سامنے کیوں جھکوں! اس نے تکبر کیا اور بڑا بنا۔ خدا کے حکموں کی نافرمانی کی۔ اس لئے اس پر خدا کی لعنت ہوئی۔ اور خدا اس سے ناراض ہو گیا۔ ان باتوں کی تہ میں پہنچنا

ابھی تمہارے لئے مشکل ہے۔ جب تم بڑے ہوگے اور زیادہ علم حاصل کر لو گے۔ تو پھر تم کو زیادہ تفصیل سے بتائیں گے۔ یہ شیطان لوگوں کے دل کے اندر برُے برُے خیالات ڈالتا رہتا ہے۔ یہ جو بچوں کے دل میں بیٹھے بٹھائے کوئی شرارت سوجھ جاتی ہے، یہ شیطان کی تحریک ہی ہوتی ہے۔ شیطان برُے برُے کاموں پر آمادہ کرتا رہتا ہے۔ مثلاً یہ کہ کسی لڑکے کی کتاب چرُا لی جائے۔ یا کوئی اور شرارت کی جائے۔ جب اس قسم کا کوئی برُا خیال دل میں آئے تو سمجھ لو کہ یہ شیطان کی تحریک ہے۔ فوراً ایسے خیال کو دل سے نکال دو۔ اور شیطان کا کہنا نہ مانو۔ ورنہ خدا ناراض ہو جائے گا۔ شیطان کی گمراہ کرنے کی کئی راہیں ہیں، کئی طریقوں سے وہ انسان کو برائی پر آمادہ کرتا ہے۔ اس لئے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ کہیں ہم شیطان کے شکنجے میں نہ پھنس جائیں۔ اور خدا سے دعا بھی کرنا چاہیئے کہ وہ ہم کو شیطان کے مکروں سے بچائے۔ یہ نماز روزہ اور قرآن مجید کا پڑھنا اس لئے ضروری ہے کہ انسان شیطان کے مکروں سے محفوظ رہے۔ برُے لڑکے بھی شیطان کے بھائی ہوتے ہیں۔ ان کی صحبت سے بچکر رہنا چاہیئے۔ برُی صحبت میں بیٹھ کر انسان خود برُا ہو جاتا ہے۔ اور ایسی ایسی برُی عادتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ ساری عمر ان سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے برُے آدمیوں اور برُے لڑکوں کی صحبت سے بچنا چاہیئے۔ سچ پوچھو تو یہ بھی شیطان ہی ہیں۔ ان کے ساتھ مل کر انسان خود بھی شیطان بن جاتا ہے۔ بڑے بڑے شریفوں کی اولاد برُی صحبت میں بیٹھ کر اور اپنے قیمتی وقت کو ضائع کرکے تباہ و برباد ہو گئی۔ اگر وہ اچھی صحبت میں بیٹھتے اور اپنے قیمتی اوقات کو مفید کاموں میں لگاتے تو وہی معزز اور فخر قوم بن جاتے ؎

یہی نوجواں پھرتے آزاد جو ہیں
کمینوں کی صحبت میں برباد جو ہیں
شریفوں کی اولاد کہلاتے جو ہیں
مگر ننگِ آباد و اجداد جو ہیں
اگر نقد فرصت نہ یوں مفت کھوتے
یہی فخر آبا و اجداد ہوتے

حضرت نوحؑ ایک بہت بڑے نبی گذرے ہیں۔ ان کا بیٹا برُی صحبت میں بیٹھا اور برُے برُے کام کرنے لگ

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۳)

رفتارِ عالم

لاہور ۔ ۳ر مارچ ۔ وزیر اعظم سید حسین شہید سہروردی نے اعلان کیا ہے کہ کشمیر ہمارا جزو ایمان ہے اور ہم اسے حاصل کر کے رہیں گے ۔ باغ بیرون موچی دروازہ کے ایک عظیم اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے وزیر اعظم پاکستان نے بھارتی وزیر اعظم پنڈت نہرو کے اس موقف کو باطل قرار دیا کہ کشمیر کا مسئلہ محض چند برسر اقتدار ارکان کا پیدا کردہ ہے ۔ انہوں نے کہا کہ یہ مسئلہ سارے پاکستانی عوام کا ہے اور پوری قوم اس کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہے ۔ وزیر اعظم کی تقریر سے قبل جلسہ کے صدر ملک غلام نبی نے انہیں لاہور کے شہریوں کی طرف سے ایک سپاسنامہ پیش کیا جس میں انکی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے یہ یقین دلایا گیا تھا کہ عوام کشمیر کے متعلق ان کے دیرانہ موقف کی حمایت کرتے ہیں اور ہر قربانی پیش کرنے کے لئے تیار ہیں ۔ وزیر اعظم نے جب تقریر شروع کی تو سٹیج پر سے تمام حفاظتی رکاوٹیں ہٹا دی گئیں ۔ سٹیج کے گرد ڈیڑھ سو فٹ کے رقبہ میں رسّوں کا ایک حلقہ بنا دیا گیا اور حاضرین جلسہ اس حلقہ کے باہر بٹھائے گئے تھے ۔

کراچی ۔ ۳ر مارچ ۔ وزیر خارجہ پاکستان ملک فیروز خان نون نے کہا ہے کہ مسئلہ کشمیر کا حل اب زیادہ قریب آ گیا ہے ۔ لیکن اس کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ بھارت سلامتی کونسل کے نمایندہ مسٹر جارنگ سے کتنا تعاون کرتا ہے ۔ آپ آج تیسرے پہر لندن سے واپسی پر ہوائی اڈہ پر اخباری نمایندوں سے بات چیت کر رہے تھے ۔ وزیر خارجہ نے بتایا کہ میری اطلاع کے مطابق مسٹر جارنگ اس مہینے کی گیارہ تاریخ کو ہندوستان اور پاکستان جانے کے لئے سویڈن سے روانہ ہو جائیں گے ۔

کابل ۳ر مارچ ۔ افغانستان کے اخبارات اور کابل ریڈیو نے کشمیر کے چالیس لاکھ لوگوں کے حق خود ارادیت کی حمایت اور بھارت کی ہٹ دھرمی کی مذمت کی ہے ۔ پشتو زبان کے ایک روزنامہ نے اپنی ۲ تاریخ کی اشاعت میں لکھا کہ ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت ہندوستان کشمیر کے عوام کو حق خود ارادیت اس لئے دینا نہیں چاہتی کیونکہ وہ ریاست کے پاکستان کے ساتھ الحاق کی حمایت کرتے ہیں ۔ اخبار نے لکھا ہے مسئلہ کشمیر پر افغانستان کا موقف واضح ہے اور ہم کشمیر کے چالیس لاکھ لوگوں کے حق خود ارادیت کے حامی ہیں ۔

۲۱ر فروری کو ریڈیو کابل سے ایک نشریہ میں کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ بھارت کشمیر کے لوگوں کو حق خود ارادیت دینا نہیں چاہتا ۔ اگر کشمیر کے لوگ بھارت کے ساتھ ہیں تو وہ رائے شماری سے کیوں بچ رہا ہے ؟ اس کے علاوہ بھارت چترال کو بھی اپنا ایک حصہ قرار دے رہا ہے ۔ حالانکہ جغرافیائی اور تاریخی لحاظ سے چترال کشمیر کا حصہ نہیں ہے ۔ ہندوستان کا چترال پر دعوے ہے اور چترال کو بھارت کے نقشہ میں شامل کرنے کی کارروائی پر سرحدی افغانیوں میں غم و غصہ کے جذبات پھیل رہے ہیں بلکہ انہیں خود اپنے علاقہ کے متعلق بھارتی سامراجیت

سے خطرہ پیدا ہو گیا ہے ۔ افغان اب گاندھی کے اس اعلان کی حقیقت کو محسوس کرنے لگے ہیں ، جس میں انہوں نے کہا تھا کہ ہندوستان کی سرحدیں کوہ ہندوکش تک پھیلی ہوئی ہیں ۔

لاہور ۔ ۳ر مارچ ۔ صوبائی اسمبلی میں وحدت مغربی پاکستان کے خلاف جو قرارداد کا نوٹس دیا گیا ہے ۔ ان پر ۷ مارچ کو غور و خوض کیا جائے گا ۔ اس سلسلہ میں معلوم ہوا ہے کہ مسلم لیگ اسمبلی پارٹی کے جن ارکان نے جو نوٹس دے رکھے ہیں وہ انہیں اس روز پیش نہیں کریں گے ، بلکہ یہ لیگی ارکان ایک آزاد رکن ڈاکٹر سعید الدین صالح کی قرارداد کی حمایت کریں گے ، وحدت مغربی پاکستان کے خلاف جو یہاں جو محاذ قائم کیا گیا ہے اسے اور زیادہ مضبوط کیا جا رہا ہے ، مسلم لیگ کے صدر سردار عبدالرب نشتر تا حال اس مسئلہ پر لب کشائی سے احتراز کر رہے ہیں ۔

قاہرہ ۔ ۳ر مارچ ۔ نہر سویز کو صاف کرنے والے بین الاقوامی دستہ کے افسر اعلیٰ جنرل ویلر نے کہا ہے کہ نہر سویز کو صاف کرنے کا کام پروگرام کے مطابق جاری ہے ۔

نئی دہلی ۔ ۳ر مارچ ۔ مقبوضہ کشمیر کی مشہور سیاسی جماعت کشمیر پولیٹیکل پارٹی نے نام نہاد انتخابات کے مکمل بائیکاٹ کا اعلان کر دیا ہے ، اور انتخابات میں حصہ لینے کو ریاست سے غداری قرار دیا ہے ۔ اب مقبوضہ کشمیر کے نام نہاد انتخابات میں بخشی غلام محمد اور ان کے ۱۸ ساتھی کل بلا مقابلہ منتخب ہو جائیں گے ، کیونکہ کسی نے بھی ان کے مقابلے میں کاغذات نامزدگی داخل نہیں کئے ۔ اس طرح سے مقبوضہ کشمیر اسمبلی اسوقت ۷۵ ارکان پر مشتمل ہو گی ، جس میں ایک چوتھائی سے زیادہ ارکان بلا مقابلہ کامیاب ہو گئے ہیں ۔

لاہور ۔ ۳ر مارچ ۔ وزیر اعظم سید حسین شہید سہروردی نے متروکہ املاک سے متعلق مالیت کا اندازہ لگانے کے مجوزہ نئے فارمولے پر عمل درآمد روک دیا ہے ۔ اس سلسلہ میں آج وزیر اعظم نے جن کے پاس بحالیات و مہاجرین کا محکمہ بھی ہے مرکزی محکمہ بحالیات کے حکام کو مطلع کر دیا ہے کہ وہ اس فارمولے پر مزید کارروائی روک دیں ۔ مختلف مہاجر انجمنوں کے ایک وفد نے وزیر اعظم سے ملاقات کی اور انہیں مطلع کیا کہ نئے فارمولے سے مہاجرین میں شدید اضطراب پیدا ہو گیا ہے ، انہوں نے وزیر اعظم کو بتایا کہ اگر اس فارمولے پر عمل کیا گیا تو مہاجرین از سر نو بے گھر ہو جائیں گے ۔

مشی گن ۔ ۳ر مارچ ۔ متعدد ممالک کے تقریباً ایک درجن مقررین نے پاکستان اور بھارت کے درمیان کشمیر کا تنازعہ طے کرانے کے لئے اس تجویز کی پرزور حمایت کی ہے کہ کشمیر میں اقوام متحدہ کی نگرانی میں استصواب رائے کرایا جائے ۔ یہ تقریریں ۱۸ر فروری کو مشی گن یونیورسٹی میں کشمیر کے متعلق ایک مباحثہ کے سلسلہ میں کی گئیں جن میں ارکم امریکی ، جرمنی ، انگلستان کا ، چین ، چیکوسلاواکیہ ، ایران ، مصر ، اسرائیل ، عراق اور پاکستان کے طلباء نے حصہ لیا ۔

باپ بیٹے کی مجلس

(بسلسلہ صفحہ ۱۱ کالم ۲)

آیا ۔ جب خدا کا عذاب طوفان کی شکل میں آیا تو یہ لڑکا بھی خدا کے غضب کے نیچے آ کر غرق آب ہو گیا ۔ اس لئے میں تم کو بار بار کہتا ہوں کہ جو لوگ شیطان کا کہا مان کر بڑے بڑے کام کرتے ہیں ۔ جھوٹ بولتے ہیں ۔ چوری کرتے ہیں ۔ ماں باپ اور استاد کی بے ادبی کرتے ہیں خدا ان سے ناراض ہو جاتا ہے ۔ اور ان کو سزا دیتا ہے ۔

میں نے ابھی تم کو بتایا ہے اسلام ہمارا مذہب ہے ۔ اور اسلام کے معنے ہیں خدا کے حکموں کو ماننا ۔ خدا کے آگے جھکنا ۔ اگر ہم خدا کے حکموں کو نہ مانیں اور اس کے سامنے نہ جھکیں بلکہ شیطان کے حکموں کو مانیں اور اس کے آگے اپنا سر جھکا دیں تو پھر ہم کس منہ سے اپنے آپکو مسلمان کہہ سکتے ہیں ، ہمیں چاہیئے کہ نماز پڑھیں روزہ رکھیں ، زکوٰۃ دیں ، خدا کے بندوں سے نیک سلوک کریں ۔ بھوکوں کو کھانا کھلائیں ۔ ننگوں کو کپڑا پہنائیں ، بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کی امداد کریں ، یہ وہ کام ہیں جن کا خدا نے حکم دیا ہے ۔ اگر ہم ایسے کام کریں گے تو ہم واقعی مسلمان ہوں گے ورنہ تم خود سمجھ لو کہ ہمارا خالی مسلمان ہونے کا دعویٰ کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے نیک عمل نہ کرنا اور محض منہ سے اپنے آپکو مسلمان کہنا کچھ فائدہ نہیں دے سکتا ۔ ہمیں اپنے کاموں سے اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنا چاہیئے ۔

پیغام صلح مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۵۷ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۱۰

مہتمم ایم ۔ گرین پریس ۔ پرنٹر و پبلشر ۔ تعمیمی پریس لاہور میں باہتمام ۔ چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا ۔

(ایڈیٹر دوست محمد)

جلد ۴۶ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۰ شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ ـ مطابق ۱۳ مارچ ۱۹۵۷ء | نمبر ۱۰

"میں اور میری جماعت مسلمان ہے، اور وہ آنحضرت صلعم اور قرآن کریم پر اسی طرح ایمان لاتی ہے، جس طرح ایک سچے مسلمان کو لانا چاہیئے" (کلام امام الزمان)

"میں ابتدا سے بیان کرتا آیا ہوں کہ میں قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ذرا ادھر ادھر ہونا بے ایمانی سمجھتا ہوں۔ میرا عقیدہ یہی ہے کہ جو اس کو ذرا بھی چھوڑے گا وہ جہنمی ہے۔ پھر اس عقیدہ کو میں نے نہ صرف تقریروں میں بلکہ ساٹھ کے قریب اپنی تصنیفات میں بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے اور دن رات مجھے یہی فکر اور خیال رہتا ہے، پھر اگر یہ مخالف خدا سے ڈرتے تو کیا ان کا فرض نہ تھا کہ جو مجھ سے پوچھتے کہ فلاں بات خارج از اسلام ہے اس کی کیا وجہ ہے یا اس کا تم کیا جواب دیتے ہو؟ مگر نہیں ان کی ذرا بھی پروا نہیں کی سنا اور کافر کہدیا۔ میں نہایت تعجب سے ان کی اس حرکت کو دیکھتا ہوں کیونکہ اول تو حیات و وفات مسیح کا مسئلہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جو اسلام میں داخل ہونے کے لئے شرط ہو، یہاں بھی ہندو یا عیسائی مسلمان ہوتے ہیں، مگر بتاؤ کہ ان سے بھی یہ اقرار لیتے ہو؟ بجز اس کے کہ اٰمنتُ باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت۔ جبکہ یہ مسئلہ اسلام کا جزو نہیں۔ پھر مجھ پر وفات مسیح کے اعلان سے اس قدر تشدد کیوں کیا گیا کہ یہ کافر ہیں دجال ہیں ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جاوے ان کے مال لوٹ لیلئے جائز ہیں اور انکی عورتوں کو بغیر نکاح گھر میں رکھ لینا درست ہے۔ ان کو قتل کر دینا ثواب کا کام ہے وغیرہ وغیرہ۔ ایک تو وہ زمانہ تھا یہی مولوی شور مچاتے تھے کہ اگر ۹۹ وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تب بھی کفر کا فتوےٰ نہ دینا چاہیئے۔ اس کو مسلمان ہی کہو۔ مگر اب کیا ہو گیا۔ کہ میں اس سے بھی گیا گذرا ہو گیا ہ کیا میں اور میری جماعت اشهد ان لا الٰہ الا اللہ واشهد ان محمداً عبدہ ورسولہ نہیں پڑھتی۔ کیا میں نمازیں نہیں پڑھتا یا میرے مرید نہیں پڑھتے، کیا ہم رمضان کے روزے نہیں رکھتے؟ اور کیا ہم ان تمام عقائد کے پابند نہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی صورت میں تلقین کئے ہیں میں سچ کہتا ہوں اور خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اور میری جماعت مسلمان ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم پر اسی طرح ایمان لاتی ہے جس طرح پر ایک سچے مسلمان کو لانا چاہیئے۔ میں ایک ذرہ بھی اسلام سے باہر قدم رکھنا ہلاکت کا موجب یقین کرتا ہوں، اور میرا یہی مذہب ہے کہ جس قدر فیوض اور برکات کوئی شخص حاصل کر سکتا ہے اور جس قدر تقرب الی اللہ پا سکتا ہے وہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اطاعت اور کامل محبت سے پا سکتا ہے ورنہ نہیں۔ آپ کے سوا اب کوئی راہ نیکی کی نہیں، ہاں یہ بھی سچ ہے کہ میں ہرگز یقین نہیں کرتا کہ مسیح علیہ السلام اس جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر گئے ہوں اور اب تک زندہ قائم ہوں اس لئے کہ اس کو ماں کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین اور بے حرمتی ہوتی ہے۔ میں ایک لحظہ کے لئے بھی اس ہجو کو گوارا نہیں کر سکتا"۔

(لیکچر لدھیانہ مندرجہ الحکم اکتوبر ۱۹۰۶ء)

اوفوا بالعقود

جن احباب نے جلسہ سالانہ پر عطیات کا وعدہ فرمایا تھا ان کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ براہ مہربانی ایفائے وعدہ کی طرف جلد توجہ فرمائیں، دفتر کی طرف سے بھی ایسے احباب کی خدمت میں فرداً فرداً خطوط لکھے جا رہے ہیں، جن احباب نے اپنے وعدے پورے کر دیئے ہیں اور رقوم ارسال کر دی ہیں دفتر تحصیل ان کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزا۔ والسلام۔

مرتضیٰ خاں افسر تحصیل

بلند مرتبہ شہادت

مولانا یعقوب خان صاحب امام مسجد شاہجہان ووکنگ

ووکنگ ۔ ۴ر مارچ ۵۷ء ۔ مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح ۔ لاہور ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

بالآخر ہمارے نہایت ہی خوش خلق، ملنسار اور ہمدرد دوست پروفیسر عنایت علی خاں بھی مرحومین کی فہرست میں شامل ہو گئے۔ صبح کی ڈاک سے ان کا ۲۵ر فروری کا لکھا ہوا خط ملا ۔ دوسری ڈاک سے "پیغام صلح" نے ان کی وفات کی خبر پہنچائی ۔ دل یقین نہیں کرنا چاہتا تھا مگر اب تو اس قسم کی اچانک اموات کے ہم خوگر ہو گئے ہیں ۔

یہ ایک ہی مختصر جماعت ہے جس نے دیارِ مغرب میں اللہ کا نام بلند کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ اس میں سے یکے بعد دیگرے ایسی قیمتی ہستیوں کا آناً فاناً اُٹھ جانا کسی خاص مصلحت الٰہی کی طرف انگشت نمائی کرتا ہے ۔ اور وہ مصلحت کیا ہو سکتی ہے، سوائے اس کے کہ ہمیں یاد دلایا جائے کہ اگر ہم اسلام کی حیاتِ ثانیہ کے خواہشمند ہیں تو اس کی قیمت یہ ہے کہ خدا کی راہ میں ہم موت کو لبیک کہیں، ہر ایک موت اپنے اندر پیغام حیات لیکر آتی ہے ۔ ہمارے ہر دلعزیز سکرٹری صاحب نے خدا کے راستہ میں جان دی ۔ باوجود ایک قسم کے دائم المریض ہونے کے وہ قومی کاموں میں ہر وقت منہمک رہتے تھے ۔ دل کے شدید حملہ کے بعد پھر اسی مجاہدانہ انداز میں کام میں لگ جاتا اور بالآخر میدان عمل میں جان دے دینا یقیناً وہ بلند رتبہ شہادت ہے جس کے متعلق بشارت الٰہی ہے لاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ۔ بل احیاءٌ ولکن لاتشعرون ۔

مجھے بحیثیت صدر عنایت علی خاں کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ۔ میں نے انہیں ہمیشہ ایک مخلص صاحب دل دوست پایا اور جس قدر باہم اعتماد اور تعاون ہم میں تھا شاید ہی کسی اور پریذیڈنٹ اور سکرٹری میں ہوا ہو ۔ اس کی وجہ پروفیسر صاحب کی اپنی سعید الفطرتی تھی، ہر ایک نیک تحریک کو دل سے لبیک کہنے والا انسان تھا ۔ اور مجھے ایک بھی موقع ایسا یاد نہیں جب ہم میں کسی معاملہ میں اختلاف تک نوبت آئی ہو ۔ اور کہیں خفیف سی غلط فہمی کا احتمال ہوتا تو اپنی خندہ پیشانی سے مشکل سے مشکل عقدہ بھی حل کر لیتے تھے ۔

جس نازک دور میں پروفیسر صاحب کو سکرٹری شپ کی زمام ہاتھ میں لینی پڑی ان کے پیش روؤں میں سے کسی کو بھی اس کے عشر عشیر نزاکت اور پیچیدگیوں کا سامنا نہ کرنا پڑا ۔ مگر جس سعادت مندی اور خوش اسلوبی سے انہوں نے اس بار امانت کو نبھایا وہ میں جانتا ہوں یا ان کا نزدیک ترین رفیق کار تھا ۔ اختلافی خلیج کو کم کرنے اور بچھڑے ہوئے دوستوں کو پھر سے ملانے میں جو حصہ بحیثیت سکرٹری کے پروفیسر صاحب نے لیا وہ بہت کم دوستوں کو علم ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنی ساری قوت جماعت کے اتحاد اور ہم آہنگی کے لئے استعمال کی اور اس وقت بھی جب جذبات مشتعل تھے ان کا مسلک یہی رہا کہ اپنے حسن سلوک سے دوسروں کے دل رام کریں اور جماعت کو تفرقہ سے بچاتے رہیں ۔

ذاتی طور پر بھی پروفیسر صاحب کو مجھ سے دلی محبت کے علاوہ گہرا حسن ظن تھا جس کا میں مستحق نہ تھا محض ان کی اپنی نیکی کا پرتو تھا ۔ مجھے انگلستان بھیجنے کے محرک اور موجب پروفیسر عنایت علی خاں ہی تھے ۔ ایک مدت سے وہ مجھے تحریک کرتے رہے اور بار بار کرتے رہے ۔ میرے مکان واقع ماڈل ٹاؤن اکثر آیا کرتے تھے خصوصاً جب میں بیمار تھا ۔ وہ خود بھی ذیابیطس کے بیمار تھے مگر اکثر اتنی دور چل کر ملنے آتے تھے اور گھنٹوں تبادلہ خیالات ہوتا تھا ۔ جب آتے تھے اپنے ساتھ خوشی کی فضا لیکر آتے تھے ۔ اور کئی دفعہ محض اس غرض کے لئے آئے کہ مجھے ووکنگ آنے پر آمادہ کریں ۔ اور بالآخر جب یہ فیصلہ ہو گیا تو وہ بہت خوش تھے اور سفر کی ضروری تیاریوں کا بوجھ بھی اپنے ہی ذمہ لیا ۔ کراچی میں اپنے عزیز کو تار دیکر سیٹ بُک کروائی، پاسپورٹ کے لئے بھاگ دوڑ خود کرتے رہے الغرض جب تک مجھے لاہور سٹیشن پر گاڑی پر سوار نہ کیا بڑی چھوٹی ہر ایک ضرورت کو خود ہی پورا کرنے میں سرگرم رہے ۔ مجھے وہم تک بھی نہ تھا کہ یہ عزیز دوست جو خون پسینہ ایک کر کے مجھے خدا کی راہ میں ووکنگ بھیج رہا ہے اس قدر جلد ایک ابدی سفر کے لئے اپنا رخت سفر باندھنے والا ہے ۔ اللہ تعالیٰ عنایت علی خان پر اپنی عنایتوں کی بارش کرے ۔

(محمد یعقوب خاں)

اشارات

۱- قیامت میں ہاتھ پاؤں کی گواہی
۲- پردۂ سیمیں کی شہادت
۳- سب سے بڑا عذاب
۴- صداقت قرآن پر سینما کی شہادت

قرآن کریم میں قیامت اور یوم الحساب کے متعلق کئی ایسی باتیں آئی ..... ہیں جو بظاہر انسانی سمجھ سے بالاتر ہیں، لیکن موجودہ زمانہ کی ایجادات نے ایسی باتوں کو بہت حد تک قابل فہم بنا دیا ہے، اسی قسم کی ایک بات یہ فرمائی گئی ہے ۔ یوم تشھد علیھم السنتھم وایدیھم وارجلھم بما کانوا یعملون، یعنے اس دن مجرموں کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور انکے پاؤں انکے خلاف اس کی گواہی دیں گے جو کچھ وہ عمل کرتے تھے، ایسا ہی دوسری جگہ فرمایا ویوم یحشر اعداء اللہ الی النار فھم یوزعون حتیٰ اذا جاءوھا شھد علیھم سمعھم وابصارھم وجلودھم بما کانوا یعملون جس دن اللہ کے دشمن آگ کی طرف چلائے جائیں گے تو وہ جُدا جُدا جماعتوں میں تقسیم کئے جائیں گے، یہاں تک کہ جب اس پر آپہنچیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے جسم ان کے خلاف ان کے عملوں کی گواہی دیں گے ۔ وقالوا لجلودھم لم شھدتم علینا قالوا انطقنا اللہ الذی انطق کل شیء، وہ اپنے جسموں سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی وہ کہیں گے اللہ نے ہمیں بولنے کی قوت دی جس نے ہر چیز کو بولنے کی قوت دی ہے ۔

ہاتھ اور پاؤں اور جسموں کا کلام کرنا آج سے نصف صدی پہلے تک تو شاید انسانی سمجھ سے بالکل ہی بالاتر تھا ۔ لیکن آج جبکہ دنیا کے ہر چھوٹے بڑے شہر میں سیناؤں کے اندر ایکٹروں اور ایکٹرسوں کے ایکٹنگ ان کے جسموں اور ہاتھوں اور پاؤں کی حرکات، اور ان کی زبانوں کی گفتار ..... رات دن دیکھنے اور سننے میں آتی ہے، خواہ وہ ایکٹنگ کئی سال پہلے ہو چکا ہو، اور کوئی ایکٹر یا ایکٹرس مر بھی چکی ہو تو بھی اسکی حرکات محفوظ ہیں، اور جس وقت چاہو جوں کی توں پردہ پر آجاتی ہیں، تو اللہ تعالےٰ کے لئے کیا مشکل ہے کہ وہ انسانوں کے اعمال و کلمات کو قیامت کے دن اسی طرح انکے سامنے لے آئے، اور جو کچھ آج ہم یہاں کر رہے ہیں، جو حرکات ہمارے ہاتھ اور پاؤں اور جسموں سے سرزد ہو رہی ہیں وہ قیامت کے دن بعینہٖ اسی طرح کسی پردہ ..... پر ہمارے سامنے آجائیں ؟

اگر یہ صحیح ہے تو غور کیجئے کہ ہمارے ہاتھ اور پاؤں اور جسم اور زبان کی گواہی ہمارے خلاف اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتی ہے، اور وہ کونسی قوتِ گویائی ہے جو اس سے بڑھکر ہمارے خلاف ہمارے اعمال کی شہادت دے سکے، پھر کیا اس سے زیادہ رسوائی ایک شخص کے لئے ممکن ہے کہ وہ اعمال جو اس نے اس دنیا میں چھپ کر کئے ہوں سکے تو تمام دنیا کے سامنے وہ کرتا ہوا نظر آجائے ؟ دوزخ کا عذاب ..... جو کچھ اور جتنا بھی ہو صحیح ہے لیکن یہ عذاب بھی اس سے کم نہیں کہ ایک انسان کی چھپی ہوئی کرتوتیں بعینہٖ اسی طرح اس کے اور تمام ۔۔ کاش ان کھلے حقائق کو دیکھتے ہوئے انسان اپنے اعمال کی درستی اور ظاہر اور باطن کو سنوارنے اور ایک کرنے کی کوشش کرے، تاکہ قیامت کے دن اس کے ظاہری اور چھپے ہوئے اعمال اس کی رسوائی کا موجب نہ ہوں ۔

سینما کی برائیاں کچھ بھی ہوں، انسانی اعمال و اخلاق پر کیسے بھی بُرے اثرات اس سے پیدا ہوتے ہوں، چوری، ڈاکہ زنی، زناکاری، جیسے قبیح افعال کو اس زمانہ میں جس قدر ترقی ملی ہے اسکی ذمہ داری سینما پر جس قدر ڈالی جائے بالکل صحیح ہے، لیکن ان تمام عیوب کے ہوتے ہوئے قیام قیامت اور اعمال انسانی پر اعضاء اور جسم کی شہادت پر اس کا وجود ایک ایسی دلیل پیش کرتا ہے جو ایک غور کرنے والے انسان کا سر خدائے علیم و خبیر کے آگے

قرآن کریم کے انگریزی تراجم

اس عنوان سے مسیحی معاصر "المائدہ" نے کراچی کے ہفت روزہ انگریزی اخبار "یقین" کا ایک اقتباس نقل کیا ہے جس میں غیر مسلم اور مسلم مترجمین قرآن کے نام اور تاریخ ہائے تراجم کا ذکر کرنے کے بعد حضرت امیر مرحوم مولٰنا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کے متعلق لکھا ہے کہ:-

> "احمدیوں کا ترجمہ قرآن مولوی محمد علی کے قلم سے ہے، جو مرزا غلام احمد قادیانی کے مرید تھے، مرزا غلام احمد کو دنیا کے تمام فاضل علماء نے کافر قرار دیا ہے، اس ترجمہ اور حواشی میں مترجم کے فرقہ کے عقائد پائے جاتے ہیں جس کا بانی قادیان کا متبنی تھا اور اس کے خیالات اہل سنت والجماعت کی تعلیمات و عقائد کے خلاف ہیں، اس وجہ سے یہ ترجمہ بھی غیر مسلم مترجمین کی صف میں شمار ہوتا ہے اور کسی راسخ العقیدہ مسلمان کو اس کے مطالعہ کے لئے پیش نہیں کر سکتے"۔
>
> (یقین ۷ فروری ۱۹۵۷ء ص ۱۵)

یقین کے اس بیان پر رائے زنی کرتے ہوئے معاصر "المائدہ" لکھتا ہے:-

> "اس سے اس بات کا ثبوت مل گیا کہ قرآن کے ان تراجم میں بھی جو مسلم علماء نے کئے ہیں عقائد تک کا اختلاف ہے تو جو متعصب لوگ یہ کہتے ہیں کہ بائبل کے جتنے ترجمے ہیں وہ دراصل اتنی ہی بائبلیں ہیں انہیں یہ ماننا پڑے گا کہ احمدیوں کا ترجمہ قرآن اس دلیل کی بناء پر ایک جدا قرآن ہے، یاد رہے کہ یہ لطور معاذ ممر لکھا گیا ہے ہمارا بیان نہیں"
>
> (المائدہ ۲۸ فروری ۱۹۵۷ء)

معاصر "یقین" کو "المائدہ" کے اس اعتراض پر غور کرنا چاہئے اگر فی الواقعہ حضرت مولٰنا محمد علی صاحب کا ترجمہ اہل سنت والجماعت کی تعلیمات و عقائد کے خلاف ہے، اور اس لئے غیر مسلم تراجم میں اسے شمار کرنا چاہیئے تو اس بات کا کیا جواب ہے کہ تراجم قرآن میں بنیادی اختلافات کا پایا جانا قرآن کا درجہ بائبل کے برابر ہو جاتا ہے۔ اس سے بھی بڑھکر حیرت انگیز بات یہ ہے کہ معاصر "یقین" کے نزدیک وہ خیالات جو اہل سنت والجماعت کی تعلیمات و عقائد کے خلاف ہوں، غیر مسلموں کی فہرست میں شامل ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو اہل حدیث، دیوبندی اور حنبلی، مالکی اور ...... شافعی خیالات اور بالخصوص شیعہ عقائد و تعلیمات کو کیا کہا جائے گا جو یقیناً اہل سنت والجماعت کی تعلیمات و عقائد کے بالکل خلاف ہیں۔

اس کے ساتھ ہی یہ بھی دریافت طلب ہے کہ اہل سنت والجماعت کے وہ کونسے عقائد و تعلیمات ہیں جن سے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے انحراف کیا ہے، اور مولٰنا محمد علی صاحب کے ترجمہ اور حواشی میں حضرت مرزا صاحب کی تقلید کرتے ہوئے ان عقائد و تعلیمات سے اختلاف کیا گیا ہے، کیا وفات مسیح کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کے عقائد کے خلاف ہے جس کے آج بیشتر علمائے اہلسنت قائل ہو چکے ہیں یہاں تک کہ مصر کے علمائے ازہر اور مولانا محمد عبدہ اور سید رشید رضا جیسے جید علماء بھی علی الاعلان مسیح علیہ السلام کو وفات یافتہ مان چکے ہیں، پھر یہ کونسا اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے جس کے ماننے یا نہ ماننے پر کفر و اسلام کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے؟ کیا قیامت کے دن ہم سے پوچھا جائے گا کہ تم مسیح کو وفات یافتہ ماننے تھے یا زندہ؟ ہاں یہ سوال بیشک پوچھا جائے گا کہ عیسائیت کے اس مطالبہ کا کیا جواب تم نے دیا کہ ہمارا مسیح جو تمہارے ہی اعتقاد کے مطابق دو ہزار سال سے زندہ آسمان پر بیٹھا ہے اور امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے دوبارہ اس کا نزول ہوگا، تمہارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جن کو فوت ہوئے چودہ سو سال گذر چکے اور وہ دوبارہ نہیں آ سکتے۔ معاذ اللہ افضل اور خدا کا بیٹا کیوں نہ مانا جائے؟ مرزا صاحب کا قصور سوائے اس کے کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمیت اور عظمت و فضیلت کے پیش نظر قرآن کریم کی کھلی آیات سے یہ ثابت کر دیا کہ مسیح علیہ السلام بھی دوسرے انبیاء کی طرح فوت ہو چکے ہیں اور دوبارہ نہیں آ سکتے، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض روحانی اب بھی کام کر رہا ہے اور آپ ہی کے فیض سے تربیت حاصل کر کے میں اس زمانہ میں مسیح کے قائم مقام ہو کر اصلاح عالم کے لئے آیا ہوں، بجائے اس کے کہ مرزا صاحب کی اس غیرت و حمیت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سچی محبت کو جس نے عیسائیت کے گھر میں صف ماتم بچھا دی اور مسلمانوں کو ارتداد کے گڑھے سے بچا لیا، قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا، ان کے عقائد و تعلیمات کو خلاف اسلام قرار دیکر پرستاران مسیح کو تقویت دی جاتی ہے کہ تمہارا خیال صحیح ہے اور مرزا صاحب نے اہل سنت والجماعت کے عقائد سے انحراف کیا ہے اگر غیرت اسلامی اسی کا نام ہے، اگر اہل سنت والجماعت اسی غیرت و حمیت کے مالک ہیں کہ مسیح کی زندگی برقرار رکھنے کے لئے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو مورد طعن ٹھہرایا جائے تو اس غیرت و حمیت اور ایسے اہل سنت والجماعت کو دور ہی سے سلام ہے۔

اس کے سوائے ہمیں بتایا جائے کہ حضرت مرزا صاحب کا کونسا عقیدہ اہل سنت والجماعت کے عقائد و تعلیمات کے خلاف ہے اور حضرت مولانا محمد علی صاحب کے ترجمہ قرآن میں کونسے ایسے عقائد لکھے گئے ہیں جن کی وجہ سے اسے غیر مسلم تراجم میں شمار کیا جائے؟ کیا معاصر "یقین" کو معلوم نہیں کہ حضرت مولٰنا محمد علی صاحب ہی کا ترجمہ ہے جو بے شمار انسانوں کی ہدایت کا موجب ہوا۔ آج یورپ اور امریکہ میں جا کر پوچھئے کتنے ہی انگریز نو مسلم آپ کو ملیں گے جنہوں نے مولانا محمد علی صاحب کے ترجمہ کو پڑھکر نور ایمان حاصل کیا، مصر اور دیگر ممالک اسلامیہ کے مغرب زدہ فضلا کے دلوں کو ٹٹولئے، کتنے ہی ایسے مسلمان فضلا آپ کو ملیں گے جو قرآن پر دل سے ایمان نہ رکھتے تھے، لیکن مولٰنا محمد علی صاحب کے ترجمہ قرآن کو پڑھکر اس کی عظمت و صداقت کے قائل ہو گئے اور اور تو اور اسی برصغیر ہند و پاکستان میں مولٰنا عبدالماجد دریابادی ایسے کئی مسلمان فضلا ہیں جو تشکک و دہریت کے عمیق گڑھوں میں ٹامک ٹوئیے مار رہے تھے، اور حضرت مولٰنا محمد علی کے ترجمہ قرآن نے ان کو وہ روشنی بخشی کہ ان کے دل نور اسلام سے منور ہو گئے، اس کا اعتراف خود مولٰنا عبدالماجد کو ہے اور وہ کئی بار اس بات کا اعلان کر چکے ہیں، ان کے الفاظ ملاحظہ کیجئے جو حضرت مولٰنا محمد علی صاحب کی وفات کے بعد بھی انہوں نے لکھے:-

> "سن ۱۹۲۰ء میں جب میں انگریزیت کے پھیلائے ہوئے زہر الحاد (ریشنلزم اگناسٹسزم) میں غرق تھا مرحوم (مولٰنا محمد علی صاحب) نے انگریزی ترجمہ قرآن ہی نے میری دستگیری کی، وہ اگر محض اتفاق سے ایک عزیز کے پاس دیکھنے کو نہ مل جاتا تو خدا معلوم کتنی اور مدت تک میں بھٹکتا رہتا، اور میری طرح خدا معلوم اور کتنوں کے حق میں وہ شمع ہدایت ثابت ہوا ہوگا"۔

اگر ایسا راہ ہدایت دکھانے اور نور ایمان پیدا کرنے والا ترجمہ اہل سنت والجماعت کے عقائد و تعلیمات کے خلاف ہے، تو اسے چلنے دیجئے کہ دنیا کو آج اسی نور ایمان کی ضرورت ہے، ان عقائد و تعلیمات کی ضرورت نہیں جو راہ ہدایت دکھانے کے بجائے اسلام سے دور لے جانے والے ہوں۔

مسلم ہائی سکول بدوملہی میں "یومِ والدین"

مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۵۷ء کو مسلم ہائی سکول بدوملہی میں "تقریب یوم والدین" منائی گئی۔ جو خدا کے فضل سے کامیاب رہی۔ اس تقریب میں بدوملہی اور ارد گرد کے تمام دیہات سے اکثر ذی فہم اصحاب اور مڈل اور پرائمری سکولوں کے ہیڈ ماسٹر صاحبان معہ سٹاف تشریف لائے۔

جلسہ میں لاؤڈ سپیکر کا باقاعدہ انتظام تھا اور اسٹیج کے پہلو میں سکول کا بینڈ اپنے پیارے وطن کا قومی ترانہ الاپ رہا تھا۔ اس تقریب میں سکول کی جماعت دہم کو الوداع کہنا سالانہ بزم ادب کا انعقاد اور سالانہ تقسیم انعامات جلسہ کے پروگرام میں شامل تھے۔

جلسہ کی کارروائی ٹھیک بارہ بجے شروع ہوئی۔ چوہدری عبدالحق صاحب ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ کی تحریک پر کرسی صدارت جناب خان فضل الحق خان ایس ڈی او کو پیش کی گئی۔ اور سب سے پہلے قرآن مجید کی تلاوت ہوئی۔ پھر حضرت مسیح موعود کی پُر شوکت نظمیں جن میں نبی کریم اور قرآن مجید کی شان بیان کی گئی ہے۔ ایسے محبت و درد سے پڑھی گئیں کہ پڑھنے والے کو صاحب صدر کی طرف سے مبلغ پانچ روپیہ انعام دیا گیا۔

اس کے بعد زمانہ حاضرہ کے انسان کی تڑپتی ہوئی رگ یعنی Is peace possible without sword ? پر انگریزی زبان میں مباحثہ ہوا۔ جس کا ترجمہ اردو میں پیش کر دیا گیا۔ اس میں چار لڑکوں نے حصہ لیا، دو تو اس سوال کے حق میں تھے اور دو مخالف۔ اس گہرے علمی لیکچر کے بعد سامعین کی ظرافت طبع کے لئے ایک پنجابی مکالمہ (جس میں سکول کی افادیت۔ ریڈیو کی دلچسپی اور ترنم کی حلاوت شامل تھی) پیش کیا گیا، پھر دو بچوں کے مابین پشتو زبان میں ایک دلچسپ مکالمہ ہوا جو بہت ہی پسند کیا گیا۔ ازاں بعد سکول کے ننھے ننھے بچوں نے حاضرین کے سامنے اپنے وطن اور اپنی قوم کی رگ جان یعنی مسئلہ کشمیر کا وہ منظر پیش کیا۔۔ جو ہمارے وزیر خارجہ ملک فیروز خاں نون نے ۱۰ار جنوری کو سلامتی کونسل میں پیش کیا تھا۔ بچوں نے سلامتی کونسل کے اس سیشن کا ہو بہو چربہ اتار کر رکھ دیا۔ اور تمام اس کارروائی پر جو وزیر خارجہ پاکستان سے شروع ہو کر سلامتی کونسل کی پانچ طاقتی قرارداد پر ختم ہوئی، ہر بچے نے اپنا اپنا کردار ایسی عمدگی سے ادا کیا کہ سیاست سے نابلد دیہاتی عنصر نے بھی کشمیر کا موقف پوری طرح سمجھ لیا بڑی اسٹیج پر ہر لڑکا اپنے اپنے ملک کا نمائندہ تھا۔ اور اس کے سامنے اس ملک کا چارٹ آویزاں تھا۔ بچوں کی ادائیگی مسحور کن تھی، سامعین بالکل دم بخود تھے۔ اس تمام کارروائی کو بہت سراہا گیا، اس کے بعد اس بات پر کہ ہماری قومی کشتی کو بھنور سے نکالنے میں ہاتھ بٹانے کی بجائے ہمارے رہبران دین حضرات علماء کرام ذاتی مفاد کی خاطر اپنے مذہبی اقتدار کے بل بوتے پر کس طرح باہم پھوٹ کا بیج بو رہے ہیں۔ عربی زبان میں ایک مکالمہ پیش کیا گیا جس میں ملتان کے ۲۱ مولویوں کی گرفتاری کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا گیا کہ مسلمان کی اصل تعریف کلمہ طیبہ ہے۔ اور (من صلیٰ صلوتنا ....) کی سند سے ہر نمازی اور اہل قبلہ کے اسلام کا اللہ اور اس کا رسول ضامن ہے، اس کے بعد دو بچوں نے اردو زبان میں "سائنس" اور "دولت علم" کے موضوع پر تقاریر کیں جو علمی معلومات پر مشتمل تھیں، اور نہایت عمدگی سے ادا کی گئیں۔ پھر ایک بچے نے انگریزی زبان میں " My ambition in Life " کے عنوان پر ایک لیکچر دیا جس میں اس نے بتایا کہ کس طرح وہ اپنے قائداعظم کے نقش قدم پر چل کر پاکستان کے دونوں حصوں میں یگانگت اتحاد پیدا کر کے اپنے ملک کی ساکھ اور وقار کو دنیا میں بلند کرے گا۔ سب سے آخر پر مکرمی جناب ہیڈ ماسٹر صاحب عبدالحفیظ بٹ نے سکول کی سالانہ رپورٹ پڑھی جس میں ایک گرجتی ہوئی آواز میں سکول کے بانیوں کی ہمتوں اور ارادوں کی تعریف کرتے ہوئے بتایا کہ بعد میں اس سکول کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے علاقہ کی بہبودی کی خاطر کثیر اخراجات سے مضبوط بنیادوں پر کھڑا کر دیا۔ اور اس کی افادیت کے ثبوت میں علاقہ کے ان معززین کی جو اس وقت تمام پاکستان کے ہر حصہ اور ہر شعبہ میں امتیازی حیثیت سے پُر وقار زندگی بسر کر رہے ہیں ایک لمبی فہرست پیش کی اور بتایا کہ سکول کو آج تک خدا کے فضل سے ہر لحاظ اور ہر پہلو سے یعنی تعلیم، کھیل اور نتائج میں علاقہ بھر میں ایک ممتاز حیثیت حاصل رہی ہے۔ جس کی وجہ محض سکول سٹاف کی موزونیت اور ان کے درجہ بتجربہ میں فوقیت اور ..... انتظام و ضبط کی عمدگی ہے۔ اسی سلسلہ میں آپ نے بتایا کہ انجمن عالیہ نے سیلاب ۱۹۵۵ء کی مکمل تباہی کے بعد ایک کثیر و خطیر رقم خرچ کر کے اس سکول کی عمارت کو از سر نو ایک کالج کے شایان شان بنا دیا۔ جس کے ساتھ ایک ایسا شاندار ہال بھی تعمیر کیا جو خدا کے فضل سے پہلے سال ہی محکمہ کی نظروں میں جچ گیا اور اس جگہ امتحان میٹریکولیشن کا سنٹر مقرر کر دیا گیا اور اس طرح اس علاقہ کے طلباء کے لئے امتحان کے سے نازک موقع پر سفر کی صعوبتوں اور خرچ سے ہمیشہ کے لئے نجات کا سامان ہو گیا۔ آپ نے اس رپورٹ میں یہ خوشخبری بھی سنائی کہ اس سکول کو علاقہ کے لئے ایک ماڈل سکول بنا دیا جائے گا، جس میں زمانہ حاضرہ کے تعلیمی ذرائع Audio Visual Aid کا طریقہ تعلیم اختیار کیا جائے گا۔ یعنی تعلیم میں سمعی و بصری امداد کے تمام ذرائع از قسم Cinematograph Projector اور .... Educational Films مہیا کی جاویں گی۔۔۔ میں ہیڈ ماسٹر صاحب کی اس کوشش کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا جو انہوں نے سکول کی عمارت کی تعمیر کے لئے کی۔ انہوں نے اس نستواتر سیلاب زدہ علاقہ سے مبلغ ۱۰|۹|۲۱۲۴ جمع کر کے انجمن کے خزانہ میں جمع کرایا اور سکول کی نیک نامی اور شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔ یہ جلسہ ہیڈ ماسٹر صاحب کی ہر دلعزیزی اور قابلیت کا بین ثبوت ہے۔

تمام حاضرین ہیڈ ماسٹر صاحب کو سکول کے اعلیٰ نتائج، عمدہ عمارت اور ہال کی تعمیر اور اس کے میٹرک کا سنٹر بن جانے، غرضیکہ ہر پہلو سے سکول کی ترقی پہ مبارکباد دے رہے تھے۔

خاکسار۔ حکیم خلیفہ محمد اسلم علوی۔ بدوملہی

بچت فنڈ کی طرف توجہ فرمائیں

متعدد بار احباب کی توجہ "بچت فنڈ" کی طرف مبذول کرائی گئی ہے۔ اور جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان کی خدمت میں خطوط بھی ارسال کئے گئے۔ اس میں شک نہیں کہ ایک آنہ فنڈ کی طرف احباب نے توجہ فرمائی ہے مگر بچت فنڈ کی طرف ابھی مزید توجہ درکار ہے۔

اس لئے مکرر عرض ہے کہ براہ کرم اب بلا مزید توقف اس ضروری فنڈ کی طرف توجہ فرمائیں اور چندہ دینے والے ہر بزرگ اپنے اپنے گھر میں بچت فنڈ کا سلسلہ جاری کر کے ماہوار چندہ کے ہمراہ یہ رقم بھی عطا فرمایا کریں۔

لوکل محصل حکیم عبدالعزیز صاحب کو بھی ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ماہوار چندوں کے ساتھ لاہور کے ہر گھر سے بچت فنڈ وصول کیا کریں، امید ہے کہ احباب انہیں مایوس نہیں کریں گے اور ہر ماہ چندوں کے ہمراہ اپنا بچت فنڈ بھی عنایت کرتے رہیں گے۔ یہ کام کچھ مشکل نہیں تھوڑی سی توجہ درکار ہے۔

اجرامِ فلکی و ارضی کا باہمی تعاون اور اسکی برکات

حضرت مسیح موعودؑ کا عظیم الشان کام

خطبہ جمعہ مورخہ ۸ مارچ ۱۹۵۷ء فرمودہ حضرت امیر مولٰنا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

الرحمٰن علم القراٰن خلق الانسان علمہ البیان الشمس والقمر بحسبان والنجم والشجر یسجدان والسماء رفعھا ووضع المیزان

(سورہ الرحمٰن)

صفت رحمانیت کا تقاضا

اس سورت کا نام الرحمٰن ہے اور اس کا پہلا لفظ جو ایک جملہ کے طور پر ہے الرحمٰن ہے یعنے وہ خدا جو تمام کی تمام انسانیت کو اپنے فیوض اور نعماء سے متمتع فرماتا ہے اس کے نام سے یہ سورت شروع کی جاتی ہے، رحمٰن کی صفت کا تقاضا یہ ہے کہ یہ نہ دیکھے کہ یہ شخص مجھے مانتا ہے یا نہیں، گالی دیتا ہے یا فرمانبردار اور عبادت گذار ہے وہ بغیر امتیاز اپنی برکات سب پر نازل کرتا ہے افسوس ہے کہ جس خدا کو مسلمان مانتا ہے اس کی یہ صفت اس کے اندر بہت کم پائی جاتی ہے، ہر روز دن میں کئی مرتبہ الرحمٰن پڑھتا ہے، اللہ تعالٰے کی رحمانیت سے فائدہ اٹھاتا ہے اور خود اپنے اندر وہ صفت پیدا نہیں کرتا، اللہ تعالٰے ایک کافر پر بھی اپنی تمام نعمتیں نازل کرتا ہے کیونکہ اس کی رحمانیت کا یہی تقاضا ہے

انسان کی جسمانی اور روحانی تربیت کے سامان

اس نے سب انسانوں کے لئے بلا امتیاز اس زمین کو فرش بنایا اور آسمان کو اس دنیا کی چھت بنا دیا۔ پھر اس کوٹھے میں ایک لالٹین لگا دی، جس سے روشنی بھی ملتی ہے اور حرارت بھی، اور ہر قسم کی نعماء اور زیست کے سامان اس سے پیدا ہوتے ہیں یہ کسی ایک قوم کے لئے نہیں ساری انسانیت کے لئے بلا امتیاز سامان کیا گیا ہے۔ لیکن اگر جسمانی سامانوں سے متمتع ہو کر انسان کی روحانی تربیت نہ ہو، اس کے قلب اور اخلاق کی اصلاح نہ ہو تو تمام نعمتوں سے فائدہ اُٹھا کر بھی وہ جانور ہی رہا، اسی تربیت روحانی اور اصلاح قلب کے لئے فرمایا الرحمٰن علم القراٰن، وہ رحمٰن خدا جس نے تمام انسانیت کو بلا امتیاز جسمانی نعماء سے متمتع فرمایا ہے اس نے انسان کی روحانی تربیت کے لئے قرآن کو نازل فرمایا، جس کے سکھانے کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الٰہیات کا پروفیسر بن کر آئے ویعلمھم الکتاب والحکمۃ، اس نے قرآن کریم سے شریعت کے مسائل بھی سکھائے اور حکمت و فلسفہ بھی، یہ کتاب ہمیں بتاتی ہے کہ دنیا میں اس سے پہلے بھی کتابیں اور ہادی آتے رہے، جو خدا کی طرف سے اپنی اپنی قوم کی اصلاح کے لئے آئے اور سب سے آخر میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالٰی نے بھیجا اور اس کی شریعت کو کامل کر کے دنیا کو خوشخبری سنائی کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

قوتِ بیانیہ کی غرض

پھر فرمایا خلق الانسان علمہ البیان

قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنے اور مہذب بن جانے کے بعد ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس تعلیم کو دوسروں تک بھی پہنچائے علمہ البیان خدا نے اس کے اندر قوتِ بیانیہ پیدا کی ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ اس پیغام کو دوسرے لوگوں کے اندر لے جائے اور انہیں اس کی صداقت و معقولیت کا قائل کرے۔

سورج اور چاند کا حساب

پھر فرمایا الشمس والقمر بحسبان،

سورج اور چاند ایک حساب سے چل رہے ہیں، یہ تمہارے سامنے ایک نظارہ ہے جس کو تم کسی طرح نظر انداز نہیں کر سکتے۔ کیونکہ تم اس دنیا سے جہاں سورج اور چاند کام کر رہے ہیں باہر نہیں جا سکتے، سورج کے اندر کوئی قوتِ ارادی نہیں کوئی سمجھ اور تمیز نہیں کہ وہ سوچ و بچار سے اپنا کام سرانجام دے باوجود اس کے کس حساب سے وہ چلتے ہیں، ایک منٹ کی بھی لیٹ نہیں ہوتی، ریل گاڑیاں لیٹ بھی ہو جاتی ہیں اور وقت سے پہلے بھی پہنچ جاتی ہیں، لیکن سورج اور قمر کی کیا مجال ہے کہ ایک سیکنڈ بھی لیٹ ہو جائیں، یا پہلے اپنے مستقر پر پہنچ جائیں، لوگوں نے ان کے حساب کو دیکھ کر سو سو سال کی جنتریاں پہلے سے بنا لی ہیں، اور ان کے حساب میں کوئی فرق نہیں آتا، یہ زمین ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اپنے محور کے گرد گھوم رہی ہے اور سورج کے گرد جس رفتار سے چکر لگا رہی ہے وہ اتنی تیز ہے کہ اس کا ذکر مبالغہ نظر آتا ہے، پھر قمر بھی چلتا ہے اور زمین اور قمر اور سورج کسی اور نظام کے گرد گھومتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ اس فضا کے اندر بغیر کسی سہارے کے وہ معلق ہیں، ہم تو ایک پیسہ یا ایک دونی چونی بھی ہوا میں بغیر سہارے کے کھڑی نہیں کر سکتے لیکن سورج اور چاند اور ستارے بغیر عمد ترونھا (بغیر ان ستونوں کے جو نظر آ سکیں) اس فضا میں قائم ہیں، بحسبان وہ چلتے ہیں اور ٹھیک حساب کے ساتھ بڑی سرعت سے چل رہے ہیں۔

موسموں کا تغیر اور برکات سماوی

جس رفتار اور جس حساب سے وہ چلتے ہیں، اس سے موسم پیدا ہوتے ہیں، اور موسموں سے غلہ جات، پھل پھول اور سبزیاں وغیرہ پیدا ہوتی ہیں، کیا یہ سب کچھ سورج اور چاند کے کسی ارادہ اور سوچ و بچار کا نتیجہ ہے؟

ان برکات کا سرچشمہ ایک مدبر بالارادہ ہستی ہے

ان کے اندر کوئی ارادہ نہیں، کسی اور ہستی کے حکم کے ماتحت یہ سب کچھ ہو رہا ہے، اس قدر پابندی اور سرعت کے ساتھ ان کا چلنا بہت سی برکات کا موجب ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مدبر بالارادہ ہستی ان کے پیچھے کام کر رہی ہے، اور وہی ہستی تمام قدرتوں کی مالک ہے اور احسانات کا سرچشمہ ہے جس نے یہ کائنات چلا رکھی ہے،

زمینی اور سماوی اشیاء کے باہمی تعاون کی برکات

پھر ایک اور بات فرمائی والنجم والشجر یسجدان، سورج کا اثر بہت ہے، بیشمار کام اسکے سپرد ہیں۔ قمر کا کام بھی بہت ہے، وہ لوگ جو سمندر کے کنارے رہتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ قمر کے اثر سے جو "جوار بھاٹا" ہوتا ہے، اس سے کس قدر فوائد تجارتوں اور جہازراني کو پہنچتے ہیں۔ ایسا ہی ایک چھوٹی بوٹی سے لیکر بڑے بڑے درختوں تک جس قدر نباتات اور پھل پھول وغیرہ ہیں سب پر ان کا اثر ہوتا ہے، تمام نباتات کا سورج اور قمر سے تعلق ہے، بے جان سورج اور قمر بھی ہیں اور یہ تمام غلہ جات اور درخت اور بوٹیاں وغیرہ بھی اگرچہ اس لحاظ سے جان رکھتے ہیں کہ وہ پیدا ہوتے اور بڑھتے اور پھولتے ہیں لیکن کوئی فہم و ادراک ان میں نہیں، باوجود اس کے ان کا باہمی تعلق کس قدر برکات کا موجب ہے، یہ بہت بڑے قدرت والے خدا کا کام ہے کہ ایسی بے جان چیزوں کے اندر اس قدر تعاون پیدا کر دیا اور اس سے برکات و نعماء کے چشمے پھوٹ پڑے اور افضال و احسانات کے دریا بہا دیئے، جس طرح ایک غریب آدمی ان چیزوں کا محتاج ہے، اسی طرح بڑے بڑے دولتمند کارخانہ دار بھی اسی سورج اور چاند اور درختوں وغیرہ کے محتاج ہیں، بغیر اس کے ان کے کارخانے نہیں چل سکتے اور نہ ان کو دولت میسر آ سکتی ہے۔

مسلمانوں کو باہمی تعاون کا سبق

تو فرمایا تمہیں علم دیا اور پھر اس علم کو آگے پہنچانے کے لئے قوتِ بیانیہ دی اور پھر سورج اور چاند اور ستاروں کے باہمی تعلق سے ایک بہت بڑا سبق تمہیں دیا کہ باہمی

تعاون کے بغیر کوئی کام دنیا میں نہیں ہو سکتا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم پر بہت بڑا احسان کیا کہ باہمی اتحاد و تعاون کا سبق دے کر اس کی زندگی کو کامیاب بنا دیا۔ اس قوم کو دنیا کے لئے برکت کا باعث بنا دیا یہ سب کچھ اتحاد حقیقی کی وجہ سے میسر آیا۔ اس اتحاد کے بغیر نہ قوت میسر آ سکتی ہے اور نہ ہی عزت۔

قربانی قوم کی زندگی کا موجب ہے

اور ایک دوسرا سبق آپ نے قوم کو یہ پڑھایا کہ جب تک قربانی نہ ہو، قوم زندہ نہیں ہو سکتی، ہر ایک آدمی جہاں ایک دوسرے کا ساتھی ہو وہاں خدا کی راہ میں جان اور مال دینے کا ولولہ رکھتا ہو، صحابہ کی تاریخ بہت روشن ہے کہ مال اور جان دینے کی بے نظیر مثالیں اس کے اندر پائی جاتی ہیں،

یجاھدون فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اولئک اعظم درجۃ عند اللہ، مال اور جان کی قربانی دینے والوں کا اللہ کے نزدیک بہت بڑا درجہ ہے۔

حضرت مرزا صاحب نے کیا کام کیا؟

ابھی کل پرسوں ایک شخص نے سوال کیا تھا کہ حضرت مرزا صاحب نے کیا کام کر کے دکھایا، اس سے پہلے بڑے بڑے امام ہو گذرے ہیں، امام غزالیؒ نے کام کیا، امام رازیؒ نے کام کیا، علامہ زمخشریؒ نے کام کیا، امام ابن تیمیہؒ امام ابن حزمؒ بہت بڑے امام ہوئے ہیں، ان کو قرآن کا بڑا علم دیا گیا، جس سے انہوں نے لوگوں کو فیض پہنچایا حضرت مرزا صاحب نے ان سب لوگوں کی عزت ہمارے دلوں میں پیدا کی، انہوں نے اس جماعت کو قرآن اور حدیث کا عاشق بنا دیا اور دین پر چلنے کا شوق اور قربانی کا ولولہ پیدا کر دیا۔

قوم میں نیکی اور تقویٰ پیدا کیا

وہ لوگ جن کو حضرت کے زمانہ میں قادیان جانے کا اتفاق ہوا ہے، اس بات کی گواہی دیں گے کہ کس قدر قرآن کی محبت نمازوں اور تہجد کا شوق اور دین کے لئے غیرت قادیان کے ہر بچے اور بوڑھے کے اندر پائی جاتی تھی، کس قدر دیانت اور امانت .... ان کے اندر موجود تھی، میں خود گواہی دیتا ہوں کہ ایک چپراسی سے بھی ایک پیسہ کی خیانت سرزد نہ ہوتی تھی، اور ایک باورچی بھی کسی قسم کی خیانت نہ کر سکتا تھا، نہ چپراسی بددیانت تھا نہ باورچی خائن تھا، چہ جائیکہ کسی اور شخص سے کوئی بری حرکت سرزد ہو، میں نے دیکھا کہ دکانوں پر قرآن اور حدیث کا ذکر رہتا تھا، استغفار اور درود شریف اور تہجد پڑھنا لوگوں کا شعار تھا، سکول کے بچے بھی تہجد پڑھتے تھے .....

.... غرض اس وقت فضا ایسی پیدا ہو گئی تھی کہ بچے بھی راتوں کو اٹھ اٹھ کر نماز تہجد پڑھتے تھے، حضرت مرزا صاحب کے فیض روحانیت سے ایسی فضا پیدا ہو گئی کہ ہر متنفس مرد اور عورت قرآن اور نماز کا عاشق بن گیا بڑے بڑے علماء کو میں نے یہ کہتے سنا کہ ہم بھی قرآن پڑھتے رہے ہیں لیکن قرآن کا جو علم حضرت مرزا صاحب سے ہمیں ملا ہے وہ اس سے پہلے نہیں مل سکا، ہم سو جاتے ہیں اور وہ جاگتا ہے اور سوتا نہیں جب تک مخالفین کے اعتراضات کا جواب نہیں دے لیتا، اس فضا کو پیدا کرنا آسان کام نہیں، قوم کے اندر زندگی پیدا کرنا باخدا لوگوں کا کام ہے، آپ نے فرمایا کہ ہم نے کتابیں بھی لکھیں اور مناظرات بھی کئے اور جہاں تک دلائل کا تعلق ہے مخالفین پر ہم نے نمایاں فتح حاصل کی ہے، لیکن اگر اس کے ساتھ ہی قوم میں ہم تقویٰ پیدا نہیں کر سکے تو ہمارا سب کچھ کیا کرایا عبث ہے۔

قوم کی قربانیاں اور بیرونی مشنوں کا قیام

حضرت مرزا صاحب نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چل کر احیاء قوم کیا ان کو باخدا بنا دیا اور ان کے اندر قربانی کا جذبہ پیدا کیا، آپ کی قوم نے انگلستان، جرمنی اور امریکہ میں اسلام کے مشن قائم کئے، ان مشنوں کا یہ اثر ہے کہ تمام اسلامی سلطنتوں کے امراء جو وہاں جاتے ہیں حیران ہوتے ہیں کہ اس چھوٹی سی قوم سے جس کے پاس کوئی بڑا خزانہ اور چھوٹی سے چھوٹی سلطنت نہیں یہ کس طرح ممکن ہوا کہ مغربی ممالک میں ایسے مشن قائم کر سکے، پھر ان مشنوں کا یہ اثر ہے کہ ان ممالک میں جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی جاتی تھیں، آج یورپ کے لوگ مانتے ہیں کہ آپ ایک عظیم الشان انسان تھے، اور جو کامیابی اس عظیم الشان شخص کو ملی وہ تاریخ عالم میں کسی کو میسر نہیں آئی، یہ اتنا بڑا کام حضرت مرزا صاحب کی چھوٹی سی جماعت نے کر دکھایا، یہ احمدیہ بلڈنگس کے رہنے والوں نے کر دکھایا کس طرح پیسہ پیسہ دینے والے غریب آدمیوں کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ یورپ و امریکہ میں محمد رسول اللہ صلعم کے لئے عزت و عظمت کے جذبات پیدا کر دیئے حضرت مرزا صاحب نے وہ کام کر دکھایا جس کی نظیر اس زمانہ میں نہیں ملتی۔ کسی بڑے سے بڑے لیکچرار یا مصنف سے یہ ممکن نہیں کہ وہ دلوں کے اندر محمد رسول اللہ صلعم کی محبت نقش کر دے، خدا کا مامور ہی ایسا کر کے دکھا سکتا ہے اور خدا کی مدد اس کے بغیر نہیں اترتی کہ قوم کے اندر پورا تعاون اور قربانی کا زبردست جذبہ موجود ہو،

احیائے قوم کا عظیم الشان کام

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی ہی قوم بنائی اس سنت کو آپ کے اس خادم نے آج زندہ کر دکھایا یہ احیائے قوم کی سنت ہے، یہ تڑپ بڑے بڑے علماء اپنے سینوں میں لیکر چلے گئے کہ قوم کو زندہ کریں لیکن قوم انہیں میسر نہ آئی، حضرت مرزا صاحب نے ایسی قوم بنائی جس کے اندر عشق ہے کہ دین کو دنیا میں پہنچائیں۔

سورۃ الرحمٰن سے باہمی یگانگت کا سبق سیکھو

پس آپ لوگ اس سورت (الرحمٰن) کو پڑھو اور جس طرح سورج اور چاند اور نباتات کے باہمی تعاون اور اس کی برکات کا اس میں ذکر ہے آپ بھی باہمی یگانگت سے اس عظیم الشان کام کو سرانجام دیں جو آپ کے سپرد کیا گیا ہے یہ بہت بڑا کام ہے جس کو اس زمانہ کے امام نے اس چھوٹی سی جماعت کے سپرد کیا ہے، اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ باہمی اتحاد و محبت سے اس کو زیادہ وسعت کے ساتھ تمام دنیا میں پھیلایا جا سکے۔

اپنے آپ کو مہذب بناؤ اور اشاعت اسلام کا ولولہ کمزور نہ ہونے دو

لیکن اشاعت اسلام سے پہلے ضروری ہے کہ اپنے آپ کو مہذب بناؤ، نمازیں اور روزے ہمیں مہذب بنانے کے لئے ہیں آپ لوگ زیادہ توجہ کریں کہ ہم نے قرآن اور حدیث کے مطابق زندگی بسر کرنی ہے اور اس کے ساتھ وہ ولولہ کمزور نہ ہونے پائے کہ ہم نے دنیا میں اسلام کو پہنچانا ہے اور جس کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں آپ لوگوں کی عزت پیدا ہوتی ہے وہ حیران ہو کر دیکھتے ہیں کہ یہ ایک ایسی قوم پیدا ہوئی ہے جس نے بغیر سلطنت کے وہ کام کر دیا جو ہم سے نہ ہو سکا۔

ایک پُرمسرّت تقریب

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مندرجہ ذیل خبر شائع فرما کر مشکور فرما دیں:-

یہ خبر حلقہ احباب میں بصد خوشی و امتنان سنی جائیگی کہ عزیزم برادرم ڈاکٹر شیخ یوسف احمد صاحب ایم ایس سی پی ایچ ڈی کی منگنی جناب ڈاکٹر شیخ عطاء اللہ صاحب اسسٹنٹ ڈائرکٹر ہیلتھ راولپنڈی کی دختر فرخندہ اختر نسیمہ بیگم صاحبہ بی اے کیساتھ مورخہ ۲۴ فروری کو ایک پُرمسرت اور مبارک تقریب کی صورت میں سرانجام پا گئی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ مبارک رشتہ جانبین کے لئے بیش از بیش باعث خیر و برکت بنائے نیز یہ رشتہ موجب خوشنودی مولا کریم ثابت ہو، ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔ اس پُرمسرت تقریب پر خاکسار کی طرف سے مبلغ پانچ روپے برائے مساکین فنڈ ارسال خدمت ہیں۔ اس رشتہ کے سلسلہ میں مسنون دعائے استخارہ کی گئی تو خاکسار کو دکھلایا گیا کہ گویا مرحوم و مغفور جناب پروفیسر ڈاکٹر ایس ایم عبداللہ صاحب شہید و دکنگ ہمارے گھر تشریف لائے ہیں اور بڑی خوشی اور چہل پہل ہے۔ گویا کہ عزیزہ موصوفہ کا ہمارے گھر میں آنا جناب پروفیسر صاحب مرحوم و مغفور کا آنا ہوگا۔ جناب پروفیسر صاحب مرحوم ہمارے خاندان میں ایک منفرد اور جامع صفات ہستی تھے، زبردست منتظم مگر بیحد شفیق عابد و زاہد درجہ اوّل تھے تو حقوق العباد کا بھی از حد خیال رکھتے تھے۔ کارکن تھے تو انتھک مگر ہر کام انتہائی باقاعدگی سے منظم طور پر سرانجام دیتے تھے، مرنجاں مرنج، نہایت نفیس مگر سادہ طبیعت، بلکہ فرشتہ سیرت بزرگ تھے، عزیزم ڈاکٹر یوسف احمد کیساتھ تو انہیں ایک خاص دلی لگاؤ اور انس پیدا ہو گیا تھا جیسے تو ہم سب کے ساتھ ان کا برتاؤ عجیب اور بیحد محبت بھرا تھا۔ سو تفضلہ مجھے بھی اس مبارک خواب سے یہ تاثر پیدا ہوا کہ یہ مبارک رشتہ ہمارے لئے انشاء اللہ بہت ہی باعث خیر و برکت ہوگا اور دوسری

عبرت کی داستاں ہے سُناتا ہوں جو تمہیں

لیکھرام کے قتل کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا ایک زندہ جاوید نشان!

مُرتضیٰ خاں حسنؔ

چھ مارچ کا دن احمدیت کی تاریخ میں ایک قابل یادگار دن ہے، جب اسلام اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سخت ترین دشمن پنڈت لیکھرام اپنی بدزبانی اور کذب بیانی کی وجہ سے مامور من اللہ مجدد وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے مطابق خدا تعالیٰ کے قہری ہاتھ سے قتل ہوگیا اور اس طرح اسلام اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور مامور من اللہ کی صداقت پر ایک زندہ نشان قائم کر گیا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے جماعت کو وصیت کی ہے کہ جو نشانات آپ کو دیئے گئے ہیں انہیں سجا سجا کر بیان کرتے رہو، تاکہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور صداقت اسلام پر ایمانوں میں تازگی ہوتی ہے، ذیل کی نظم میں **مولانا مرتضیٰ خاں صاحب حسنؔ** نے اسی وصیت پر عمل کرتے ہوئے لیکھرام کے قتل کے نشان پر بالتفصیل روشنی ڈالی ہے، جو امید ہے قارئین کرام کی دلچسپی اور ازدیاد ایمان کا موجب ہوگی:—

عبرت کی داستاں ہے سناتا ہوں جو تمہیں ؞ پُرہیبت اک نشاں ہے بتاتا ہوں جو تمہیں
تھا آریہ کی قوم سے اک شخص لیکھرام ؞ دشنام، طعنہ، طنز و حقارت تھا جس کا کام
دشمن تھا وہ خدا کا خدا کے رسُول کا ؞ تکذیبِ حق تھا مشغلہ اس بوالفضول کا
دیتا تھا گالیاں وہ رسولِ کریم کو ؞ ناراض کر رہا تھا خدائے عظیم کو
اللہ کی جناب میں کرتا تھا شوخیاں ؞ قرآنِ پاک پر وہ اُڑاتا تھا پھبتیاں
مجروح جس سے دل ہو وہ تقریر کرتا تھا ؞ سینہ فگار جس سے ہو تحریر کرتا تھا
میں کیا کہوں کہ کیسی وہ تقصیر کرتا تھا ؞ اللہ کے پیاروں کی تحقیر کرتا تھا
بدخواہ تھا وہ دینِ محمد کا اس قدر ؞ کہتا تھا جھنڈا وید کا گاڑوں گا کعبہ پر
شدھی کا جس نے ڈھونگ رچایا یہی تو تھا ؞ ناحق یہ فتنہ جس نے جگایا یہی تو تھا
مقصد تھا اس کا شدھی سے بے ریب بیگماں ؞ مٹ جائے ملک ہند سے اسلام کا نشاں
کہتا تھا وہ کہ احمدِ مرسل سے ہے بڑا ؞ ہندو مہاشہ نام دیانند جس کا تھا[1]
دل پارہ پارہ ہوگیا ٹکڑے جگر ہوا ؞ ہائے غضب! ہو اس طرح توہینِ مصطفےٰ
وہ افتخارِ مرسلیں سرتاجِ انبیاء ؞ دو نو جہاں کا بادشاہ عالم کا رہنما
ہادی تمام دنیا کا سردارِ انس و جاں ؞ برتر گمان و وہم سے جس کی ہے عزّ و شاں
جس کے لئے بنے یہ زمیں اور آسماں ؞ قربان اس کے نام پہ میری ہزار جاں
اس سا کوئی ہوا ہے نہ ہوگا کبھی کوئی ؞ لوحِ ازل پہ ہے یہ حقیقت لکھی ہوئی

ہندوئے تیرہ دل کہاں شاہِ شہاں کہاں؟
اے صاحبو! زمیں کہاں آسماں کہاں؟

سمجھایا اس کو حضرت مہدی نے بارہا ؞ اور بار بار راہِ ہدیٰ کا پتہ دیا
تبلیغ آپ کرتے رہے اسکو سالہا ؞ لیکن نہ باز آیا وہ گمراہ ایسا تھا
فرمایا تو جو کرتا ہے توہینِ مصطفےٰ ؞ نادان! گر تو سمجھے تو یہ جرم ہے بڑا
ڈر ہے کہ تجھ پہ بھڑکے نہ اللہ کا غضب ؞ معلوم کیا نہیں تجھے انجام بولہب؟
اس کا جواب اس نے تکبر سے یوں دیا ؞ ڈرتا نہیں خدائے محمد سے میں ذرا[2]
طاقت اگر ہے تجھ میں تو کوئی نشاں دکھا ؞ دیکھوں گا کیا بگاڑے گا میرا ترا خدا[3]

[1] دیکھو تکذیب براہین احمدیہ مصنفہ لیکھرام

[2] لیکھرام نے حضرت مسیح موعود کو لکھا "میں آپکی پیشگوئیوں کو واہیات سمجھتا ہوں، میرے حق میں جو چاہو شائع کرو میری طرف سے اجازت ہے اور میں کچھ خوف نہیں کرتا۔" (مجدد اعظم جلد اوّل صفحہ ۲۷۶)

[3] لیکھرام کے الفاظ:— "اچھا آسمانی نشان تو دکھا دیں۔ رب العرش خیر الماکرین سے میری نسبت کوئی آسمانی نشان تو مانگیں تا فیصلہ ہو۔ لیکھرام" (دیکھو استفتا صفحہ ۷ حضرت مسیح موعودؑ)

اس پر جناب باری میں حضرت نے کی دعا ؞ اے کبریا! یہ دشمنِ دیں حد سے بڑھ گیا
تیرے نبی کی کرتا ہے توہین صبح و شام ؞ جز گالیوں کے اس کا نہیں کوئی اور کام
سمجھایا اس کو میں نے محبت سے بارہا ؞ افسوس ہے کہ میری وہ سنتا نہیں ذرا
ظاہر ہے تجھ پہ حال مرا رب دوسرا ؞ پیمانہ میرے صبر کا لبریز ہوگیا

درگاہ میں تری ہے یہی میری التجا
اس دشمنِ رسُول کو کوئی نشاں دکھا

آئی ندا یہ غیب سے اے مرد باصفا ؞ اللہ ذوالجلال نے سن لی تری دُعا
وہ دشمنِ رسول جو ہے اس قدر نڈر ؞ نازل خدا کا اس پہ غضب ہوگا سربسر
رکھتا نہیں اگرچہ کسی سے بھی باک وہ ؞ چھ سال بھی نہ گذریں گے ہوگا ہلاک وہ
اور دن وہ ہوگا عید کے دن سے ملا ہوا ؞ تقدیر میں خدا کی ہے ایسا لکھا ہوا[1]
پھر اس کے بارے حضرت اقدس کو ایک بار ؞ فرمایا حق تعالیٰ نے عجلٌ ..... لہٗ خوار[2]
گذری جو عجل سامری پر اس پہ گذرے گی ؞ نظارہ اس نشان کا اک دنیا دیکھے گی
ہوگا وہ ٹکڑے ٹکڑے پھر اسکو جلائینگے ؞ دریا میں اسکی راکھ کو آخر بہائیں گے

پھر اس کے ساتھ یہ بھی تھا الہام کردگار
اس کے لئے عذاب ہے اور سخت دُکھ کی مار[3]

اللہ نے جو حضرتِ اقدس کو دی خبر ؞ اس کو کیا حضور نے دنیا میں مشتہر
فرمایا پورا ہوگا خدا نے جو ہے کہا ؞ ممکن نہیں کہ اس میں تخلف ہو اک ذرا
ایسا ضرور ہوگا میں کہتا ہوں بار بار ؞ اس امر پر ہے میری صداقت کا انحصار
جھوٹا اگر میں نکلوں تو سولی پہ کھینچیو ؞ گردن مری اڑائیو جو چاہو کیجیو

[1] دیکھو کرامات الصادقین صفحہ ۱۵۴ تاریخ اشاعت ۲۴ اگست ۱۸۹۳ء

[2] الہام کے الفاظ یہ ہیں:۔ عجل جسدٌ لہ خوار لہ نصبٌ وعذاب۔ یعنے لیکھرام ایک گوسالہ ہے بیجان جس میں سے بیہودہ آواز آرہی ہے اس کے لئے دکھ کی مار اور عذاب ہے۔ (اشتہار حضرت مسیح موعود مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء)

[3] یہ الہام لہ نصبٌ و عذاب کی طرف اشارہ ہے۔ جب کہا جائے نصبٌ فلان لفلان تو اس کے معنے ہوں گے کسی شخص نے اس شخص پر جان لینے کے لئے حملہ کیا (لسان العرب صفحہ ۲۵۸) نصب کا لفظ فرما کر اللہ تعالےٰ نے واضح فرما دیا کہ لیکھرام پر ایسا حملہ ہوگا جس سے اس کی جان جائے گی؞

کر لینا تم یقیں کہ بڑوں سے بھی ہوں بڑا ÷ کذاب ہوں کہ کرتا خدا پر ہوں افترا[1]
الہام پر حضور کو ہے کس قدر یقین
اس راز کو سمجھتے ہیں لاریب اہلِ دیں
اللہ نے دکھایا پھر اک کشف آپ کو ÷ پُر ہیبت اک فرشتہ نظر آیا آپ کو
غصے میں پوچھتا تھا کہاں لیکھرام ہے ÷ گستاخیوں سے شام و سحر جسکو کام ہے
فرمایا یہ فرشتہ جو آیا نظر مجھے ÷ بہرِ عدو خدا نے مقرر کیا اسے[2]
پھر اس کے ساتھ ایک قصیدہ بہت بڑا ÷ مدحِ رسولِ پاک میں زیبِ رقم کیا[3]
تا نقش ہو دلوں پہ محبت رسول کی ÷ ظاہر ہو اہلِ دیں پہ عظمت رسول کی
اس میں بھی پھر عدو سے کیا آپ نے خطاب ÷ ہر حرف جس کا زجر تھا ہر لفظ تھا عتاب
فرمایا تیغِ تیزِ محمد سے ڈر ذرا ÷ اک آن میں جو دیتی ہے دشمن کا سر اُڑا[4]
اس پر بھی شوخیوں سے نہ باز آیا وہ غوی ÷ ہر لحظہ اس کی سرکشی بڑھتی چلی گئی
پہلے سے بھی زیادہ وہ گستاخ ہو گیا
اب دیکھنا کہ ہوتا ہے انجام اس کا کیا
کہتے ہیں ایک شخص خدا جانے کون تھا ÷ ہر روز لیکھرام کے پاس آتا جاتا تھا
فربہ بدن پر اپنے وہ کمبل تھا اوڑھتا ÷ ظاہر ہے اپنے ساتھ وہ خنجر بھی رکھتا تھا
شوال کی تھی دوسری شنبے کا دن وہ تھا ÷ یعنے وہ دن تھا عید کے دن سے ملا ہوا[5]
اس روز لیکھرام چوبارے میں بیٹھا تھا ÷ اور سیندھیا سے اپنی وہ فارغ ہوا ہی تھا
انگڑائی لی تو پیٹ بھی باہر نکل پڑا ÷ یہ تھا عجیب موقع جو قاتل کو مل گیا
خنجر کا اس نے وار کیا ایسا تان کر ÷ شق جس سے پیٹ ہو گیا زخمی ہوا جگر
چیخا وہ درد و کرب سے بیحد و بیحساب ÷ دیکھو خدا کا کس طرح نازل ہوا عذاب

[1] حضرت مسیح موعود کے اپنے الفاظ ملاحظہ ہوں :- اب میں اس پیشگوئی کو شائع کر کے تمام مسلمانوں اور آریوں اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر ظاہر کرتا ہوں کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ تک آج کی تاریخ سے یعنے ۲۰ر فروری ۱۸۹۳ء کوئی ایسا عذاب جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت ہو اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو نازل نہ ہو تو سمجھو...... کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور نہ اس کی روح سے یہ میرا نطق ہے - اور اگر میں اس پیشگوئی میں کاذب نکلا تو ہر ایک سزا کے بھگتنے کے لئے تیار ہوں اور اس بات پر راضی ہوں کہ میرے گلے میں رسہ ڈال کر سولی پر کھینچا جائے -

(اشتہار مؤرخہ ۲۰ر فروری ۱۸۹۳ء)

[2] دیکھو آئینہ کمالاتِ اسلام

[3] یعنی وہ عظیم الشان قصیدہ جو اس طرح شروع ہوتا ہے ؎

عجب نوریست در جانِ محمدؐ ÷ عجب لعلیست در کانِ محمدؐ

[4] اس قصیدہ میں لیکھرام کو مخاطب کر کے حضور فرماتے ہیں ؎

الا اے دشمنِ نادان و بے راہ
بترس از تیغِ بُرّانِ محمدؐ

(آئینہ کمالاتِ اسلام)

[5] حضرت کے الہام ...... کے الفاظ یقضٰی امرہٗ فی ستٍ یعنے چھ میں اس کا کام تمام کیا جائے گا عجیب و غریب وسعت اپنے مفہوم کے اندر رکھتے ہیں جہاں اس کے یہ معنے ہیں کہ وہ چھ سال کے اندر مارا جائے گا - وہاں یہ بھی اس میں اشارہ ہے کہ عدد چھ سے یہ واقعہ خاص تعلق رکھے گا - سو ایسا ہی ہوا کہ لیکھرام چھ سال کے اندر مارا گیا اور چھ مارچ ۱۸۹۷ء کو چھٹے گھنٹے میں قاتل کا خنجر اس پر چلا - وہ سنیچر کا دن تھا اور دو تاریخ شوال تھی یعنے عید الفطر کے ساتھ کا دن تھا، اور یہ ٹھیک اس پیشگوئی کے مطابق ہوا جو آپ نے ستعرف یوم العید والعید اقرب میں فرمائی تھی -

چلایا بار بار وہ گوسالے کی طرح ÷ الہام میں خدا نے بتایا تھا جس طرح[1]
جو فیلِ مست پھرتا تھا چنگھاڑتا ہوا ÷ دیکھو ہے آج عاجز و بیکس پڑا ہوا
اب کیا ہوئی وہ تیزی و طراریٔ کلام
اے صاحبانِ ہوش! یہ عبرت کا ہے مقام
شور و فغاں بپا ہوا قاتل کو پکڑ لو ÷ ہے وہ یہیں کہیں اسے جانے نہ دیجیو
پر آنکھ کے جھپکنے ہی غائب وہ ہو گیا ÷ چشمک تھی برق کی یا تبسم شرار کا
حیران ہو رہے تھے کہ موج ہوا تھی کیا؟ ÷ آندھی تھی یا بگولہ کہ آیا چلا گیا
ڈھونڈیں کہاں ہے اس کا ادھر ہے نہ وہ ادھر ÷ اور کوچہ سے گزرتا بھی آیا نہیں نظر
سر کو پٹک رہے تھے کہ آخر کدھر گیا ÷ آیا پروں بغیر ہوا میں وہ اڑ گیا
اے غافلو! نہ پاؤ گے قاتل کا تم نشاں
آیا تھا آسماں سے گیا سوئے آسماں
گھر گھر میں آریوں کے قیامت ہوئی بپا ÷ روتے تھے پیٹتے تھے کہ ہائے یہ کیا ہوا
نازل خدا کا قہر ہوا ہائے ہائے ہائے ÷ لیڈر ہمارا مارا گیا ہائے ہائے ہائے
نادانو! آج تم کو یہ معلوم ہو گیا ÷ یہ ہے سزا جو کرتا ہے توہینِ مصطفےٰ
جلدی سے ہسپتال میں پھر اس کو لے گئے ÷ اور ڈاکٹر نے جلدی سے زخم اس کے سی دیئے
سو سو جتن کئے کہ وہ مرنے سے بچ رہے ÷ لیکن خدا کا مارا ہوا کس طرح بچے
کوشش کے باوجود بھی جاں بر نہ ہو سکا ÷ چند ساعتوں میں راہیٔ ملکِ عدم ہوا
پھر ڈاکٹر نے اس کا کیا پوسٹ مارٹم ÷ گویا کہ ٹکڑے ٹکڑے ہوا اس کا سارا جسم
ارتھی پہ ڈال کر اسے مرگھٹ میں لے گئے ÷ پھر آگ میں تھا ڈالا جلایا گیا اُسے
دریا میں اس کی راکھ کو آخر بہا دیا ÷ جو عجلِ سامری سے ہوا تھا وہی ہوا[2]
القصہ اس طرح ہوا انجام لیکھرام ÷ اور آریہ کی قوم پہ حجت ہوئی تمام

سچا ہوا جو حضرت مرزا نے تھا کہا
ڈنکا بجا جہاں میں محمد کے نام کا

[1] حضرت کے الہام میں خوار کا لفظ آیا تھا اور یہ لفظ لغتِ عرب میں گوسالہ کی آواز کے لئے آتا ہے لیکن جب انسان پر اس لفظ کو استعمال کرتے ہیں تو اس موقعہ پر کرتے ہیں جب کوئی مقتول قتل ہونے کے وقت گوسالہ کی طرح آواز نکالتا ہے، اور کبھی خوار کا لفظ عربی زبان میں اس ہتھیار کی آواز پر بولا جاتا ہے جو چلایا جاتا ہے -

(دیکھو لسان العرب صفحہ ۳۴۵)

[2] لیکھرام کا گوسالہ کا نام رکھنے میں یہ بھی اشارہ تھا کہ جس طرح گوسالہ سامری یہودیوں کی عید کے دن ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا (دیکھو توریت خروج باب ۳۲) لیکھرام بھی شنبہ کے دن جو یہودیوں کی عید کا دن ہے قتل کیا گیا اور جس طرح گوسالہ سامری کو جلا کر اس کی راکھ دریا برد کی گئی اسی طرح لیکھرام کو جلا کر اس کی راکھ دریا برد کر دی گئی ÷

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری

معراج روحانی و جسمانی کے قائلین میں از روئے حقیقت کوئی اختلاف نہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج ایک ایسا واقعہ ہے جس پر باوجود بعض تفاصیل میں اختلاف کے ساری کی ساری امت متفق ہے اس واقعہ کی جو حقیقی عظمت اور حقیقی شان ہے۔ اس پر غور کرنے اور اس سے فائدہ اُٹھانے اور اس کے ذریعہ اپنے ایمانوں کو مضبوط کرنے کی بجائے آجکل مسلمان اس لاطائل بحث میں اُلجھ کر رہ گئے ہیں کہ معراج نبوی جسمانی تھا یا روحانی پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا جاتا کہ تبادلہ خیالات کی حد تک اس کو رہنے دیا جائے بلکہ اسے ایک دوسرے کی تکفیر کا ذریعہ بنا کر امت میں افتراق پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے حالانکہ چاہیئے یہ تھا کہ تقوےٰ اللہ کو مدنظر رکھتے ہوئے محققین کی طرح محض تحقیق حق کی خاطر فریقین کے ان دلائل کو جو وہ اپنے اپنے خیال کی تائید میں پیش کرتے ہیں توجہ سے سُنا جائے اور تعصب کو بالائے طاق رکھکر جیسا کہ حق ہے ٹھنڈے دل سے اُن پر غور کیا جائے اور جو بات حق نظر آئے اسے قبول کر لیا جائے اور اگر ان دلائل سے اطمینان قلب حاصل نہیں ہوتا تو فریقین کو اپنے اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ اس مسئلہ میں اصل بات جس کو اہمیت حاصل ہے اور جسے ہر مسلمان کی توجہ کا مرکز ہونا چاہیئے وہ یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ ہر دو فریق باوجود طریق معراج میں اختلاف رکھنے کے اپنے طریق کو نبی کریم صلعم کی بلندئ شان اور عظمت پر دلیل گردانتے ہیں یا نہیں اگر جسمانی معراج کے قائلین یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس واقعہ سے نبی کریم صلعم کی عظمت اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام پر برتری ثابت ہوتی ہے تو روحانی معراج کے قائلین خواہ وہ اُسے خلاف واقعہ ہی یقین کرتے ہوں اور خواہ وہ ان کے دلائل کو کیسا ہی کمزور سمجھتے ہوں پھر بھی انہیں اپنے ان بھائیوں کو کافر قرار دینے کی کوئی ضرورت نہیں وہ انہیں غلطی خوردہ تو سمجھ سکتے یا کہہ سکتے ہیں لیکن انہیں نشانۂ تکفیر بنانے کی ان کے ہاتھ میں نہ کوئی معقول وجہ ہے اور نہ کوئی شرعی دلیل اسی طرح روحانی معراج کے قائلین کا بھی اگر یہی اعتقاد ہے کہ نبی کریم صلعم کی حقیقی عظمت اور دیگر انبیاء علیہم السلام پر برتری معراج کو روحانی ماننے سے ہی ثابت ہو سکتی ہے تو جسمانی معراج کے قائلین کے پاس بھی ان پر غضبناک ہونے اور ان پر فتوے کفر لگانے کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں کیونکہ اس مسئلہ میں نقطۂ مرکزی تو یہی ہے کہ واقعہ معراج کو رسُول کریم صلعم کی عظمت شان اور تمام مخلوق پر جن میں تمام انبیاء سابقین علیہم السلام بھی شامل ہیں برتری کی دلیل یقین کیا جائے سو دونوں فریق اس پر متفق ہیں روحانی معراج کے قائلین بھی اس پر یقین رکھتے ہیں کہ رسول کریم صلعم نے تمام آسمانوں کی سیر کی ہے تمام انبیاء سے ملاقات کی ہے اور ان کو اپنی امامت میں نماز پڑھائی ہے اور ان سب باتوں کے علاوہ آنحضور صلعم قرب الٰہی کے جس مقام پر پہنچے ہیں فرشتے..... بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتے بشر کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیا جسمانی معراج کے قائلین اس سے بڑھ کر کوئی مقام نبی کریم صلعم کے لئے تجویز کرتے ہیں مگر ان کو روحانی معراج کے قائلین پر اس قدر غصہ آتا ہے کہ وہ آپے سے باہر ہو کر شریعت غراء کی تمام حدود سے تجاوز کر کے ان پر کفر کا فتوے لگانے کی جسارت کر لیتے ہیں اور ایسا فتوے لگاتے ہوئے رسول کریم صلعم کی اس وعید سے بھی نہیں ڈرتے کہ جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کافر کہتا ہے اور کفر اس میں نہیں تو وہ کفر کافر کہنے والے پر لوٹ آتا ہے۔

صحابہ کرام اور دیگر بزرگوں کا ایسے مسائل میں طرز عمل

ایسا فتوے لگانے سے قبل ان لوگوں کو اس بات پر بھی غور کر لینا چاہیئے کہ ان کے اس فتویٰ کی زد کے نیچے کون کون سی بزرگ ہستیاں آتی ہیں کیا ان کو معلوم نہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کا بھی یہی مذہب تھا، کیا صحابہ رضؓ نے کبھی ان کے قول کی تردید کی یا ان پر فتویٰ کفر لگایا، اسی طرح حضرت معاویہ رضؓ نے علانیہ صحابہ رضؓ کے سامنے اپنا یہ اعتقاد ظاہر کیا کہ معراج ایک رؤیا صادقہ تھا جو پورا ہو گیا کیا کسی صحابی نے اُن کے اس قول کی تردید کی حالانکہ صحابہ رضؓ معمولی معمولی باتوں میں ان کے ساتھ اظہار اختلاف کر دیا کرتے تھے اگر اس وقت تردید نہ کی تو کیا بعد میں تردید کی یا ان پر فتوے کفر لگایا اگر آج بھی بعض مسلمان حدیث نبویؐ صحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم کے ماتحت ان بزرگوں کی پیروی میں روحانی معراج پر اعتقاد رکھیں تو وہ کیوں محل اعتراض ٹھیرائے جانے کے مستحق ہو سکتے ہیں، پھر صحابہ رضی اللہ کے علاوہ بعد کے بزرگوں کو اگر دیکھا جائے تو اُن میں سے بھی کئی بزرگ اسی خیال کے قائل نظر آتے ہیں لیکن اُن کے اقوال کو میں بعد میں پیش کروں گا اس جگہ میں صرف ایک بزرگ کے قول کی طرف توجہ دلاتا ہوں جس سے اس امر کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سلف صالحین کا اس قسم کے مسائل میں کیا طریق کار تھا اور اُن پر زبان کھولنے میں کس طرح وہ تقوےٰ کو مدنظر رکھتے تھے۔ چنانچہ ابن کثیر نے اس واقعہ پر بحث کرتے ہوئے ابن اسحاق کے مندرجہ ذیل الفاظ نقل کئے ہیں واللہ اعلم ای ذالک کان قد جاءہ وعاین من اللہ فیہ ما عاین علی ای حالاتہ کان نائما او یقظانا کل ذالک حق وصدق یعنی اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ معراج جسمانی تھا یا روحانی ہاں یہ حقیقت ہے کہ آنحضرت صلعم اللہ تعالےٰ کے پاس گئے اور اس معراج میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے دیکھا جو کچھ دیکھا، خواہ آنجناب صلعم نے نیند کی حالت میں دیکھا یا بیداری کی حالت میں دیکھا بہر حال جو کچھ دیکھا وہ سب حق اور صداقت سے بھرا ہوا ہے۔

معراج نبویؐ کے متعلق میرا ذاتی نظریہ

معراج نبویؐ کے متعلق جن خیالات کا میں اظہار کرنا چاہتا ہوں اس سے قبل اس اختلاف کا ذکر کرنا ضروری تھا جو.... عام طور پر مسلمانوں میں اس کے روحانی یا جسمانی ہونے کے متعلق پایا جاتا ہے، اس جگہ میں یہ بتلا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے خالی بالطبع ہو کر دونوں قسم کے خیالات کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے اور ان کی تائید میں پیش کردہ دلائل پر بھی کما حقہ غور کیا ہے اس مطالعہ اور غور کے بعد میں اس یقینی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ معراج اس جسم عنصری کے ساتھ ہرگز نہیں ہوا بلکہ ایک اعلیٰ درجہ کے نورانی جسم کے ساتھ ہوا ہے جو صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ کو ہی عطا ہو سکتا تھا، کیونکہ یہ نورانی جسم ہر ایک کو اس کی روحانی حالت کی بلندی اور عظمت کے مطابق ہی ملتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ روحانیت اور قرب الٰہی کے جس بلند مقام پر نبی کریم صلعم پہنچے ہوئے تھے اس تک کسی اور بشر کی رسائی ممکن نہیں، اس لئے جو نورانی جسم آنجناب صلعم کو معراج کی رات عطا ہوا وہ بھی مکمل ترین نورانی جسم تھا جس کا تصور بھی دوسرے لوگ نہیں کر سکتے۔ پس اس لحاظ سے کہ آنحضور صلعم معراج کی رات اپنے ساتھ نورانی جسم رکھتے تھے آپ کے معراج کو جسمانی معراج بھی کہہ سکتے ہیں اور اس لحاظ سے کہ اس رات آپ کے ساتھ جسم عنصری نہ تھا آپ کے معراج کو جسمانی معراج نہیں کہہ سکتے۔

معراج کو نورانی جسم کے ساتھ تسلیم کر لینے سے ہی آنحضور صلعم کی حقیقی شان ظاہر ہو سکتی ہے

اس کیساتھ ہی میں اس نتیجہ پر بھی پہنچا ہوں کہ معراج کو نورانی جسم کے ساتھ ماننے سے ہی نبی کریم صلعم کی حقیقی عظمت دلوں میں قائم ہو سکتی ہے اور اسی سے آنحضور صلعم کی برتری بھی دیگر انبیاء علیہم السلام پر ثابت ہو سکتی ہے اور اسی طریق کو تسلیم کرنے سے ہی آنحضور صلعم کا خاتم النبیین ہونا اور اسلام کا آخری دین ہونا اور قرآن کریم کا آخری کتاب اور قیامت تک کے لئے ہدایت نامہ ہونا پایہ ثبوت کو پہنچ سکتا ہے اور اس کے بالمقابل جسم عنصری کے ساتھ معراج کو تسلیم کرنا محض ایک دعوے

ہے جس کو آنحضور صلعم پر ایمان لانے والے تو تسلیم کر سکتے ہیں لیکن مخالفین اسلام کو اس کی صداقت منوانے کے لئے اس کی تائید میں کوئی مسکت دلائل پیش نہیں کئے جا سکتے علاوہ ازیں نفس واقعہ کے متعلق بھی جسم عنصری کے ساتھ معراج کے قائلین قرآن اور احادیث سے... کوئی سند پیش نہیں کر سکتے اور جو کی بھی جاتی ہے وہ اس قدر کمزور ہے کہ وہ سند کہلانے کی بجائے محض ان کا اپنا خیال کہلانے کی مستحق ہے جیسا کہ میں آگے چل کر ثابت کروں گا۔ ہاں اگر معراج کو اعلیٰ درجہ کا نورانی کشف تسلیم کر لیا جائے تو پھر یہ ایسے زبردست اور ناقابل تردید دلائل و براہین کا ذخیرہ اپنے اندر رکھتا ہے کہ متعصب سے متعصب اور معاند سے معاند مخالف کو بھی اس کی حقیقت اور سچائی سے انکار کی گنجائش نہیں رہتی اور اس کے سوا اس کے لئے کوئی چارہ نہیں رہتا کہ وہ آنحضرت صلعم کی عظمت کا دل سے قائل ہو جائے خواہ وہ ظاہر میں اپنے مخصوص دنیاوی مصالح کے مدنظر منکر ہی رہے۔

معراج کے متعلق بعض دیگر اختلافات

پیشتر اس کے کہ میں اپنے نظریہ کی تائید میں دلائل پیش کروں اس امر کو واضح کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ مندرجہ بالا اختلاف کے علاوہ معراج کے بارے میں اور بھی اختلافات ہیں جو اگرچہ موجودہ زمانہ میں زیر بحث نہیں آرہے لیکن سلف صالحین کے لئے موضوع غور بنے رہے اور وہ اختلافات مندرجہ ذیل ہیں۔

اوّل جگہ کا اختلاف بعض روایات میں مکان حطیم بتلایا گیا ہے بعض میں حجرا اور بعض میں آتا ہے **بینا انا عند البیت** اور بعض میں آیا ہے **فرج سقف بیتی وانا بمکۃ** اور بعض میں آیا ہے **اسری بی من شعب ابی طالب وفی بعض الروایات فی بیت ام ھانیؓ۔**

دوم زمانہ میں اختلاف بعض روایات کی رو سے معراج ۱۲ھ بعد نبوت وقوع میں آیا اور بعض میں ہے **کان ذالک قبل الھجرۃ بسنۃ** اور بعض میں اس کا زمانہ **اوائل البعثۃ** بتلایا گیا ہے اور بعض میں **قبل ان یوحی الیہ** بھی آیا ہے۔ اور بعض روایتیں اس کا زمانہ مکہ میں قریش میں اسلام پھیل جانے کا بتلاتی ہیں۔

تیسرا اختلاف یہ کہ معراج ایک دفعہ ہوا ہے یا متعدد مرتبہ۔[*]

چوتھا اختلاف رؤیا اور بیداری کی حالت کے متعلق ہے۔

پانچواں اختلاف مسجد اقصےٰ سے مراد کے متعلق ہے۔

چھٹا اختلاف یہ ہے کہ آنحضور صلعم کو سیدھا بیت المقدس لے جایا گیا یا راستہ میں مدینہ میں بھی ٹھہرے!

[*] ان تمام امور پر میں انشاء اللہ و بتوفیقہٖ آئندہ قسط میں روشنی ڈالوں گا، سردست صرف اتنا بتلا دیتا ہوں کہ میرے نزدیک معراج ایک دفعہ نہیں بلکہ متعدد مرتبہ ہوا ہے، اس لئے روایات میں جو اختلاف نظر آتا ہے وہ درحقیقت کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ یہ روایات الگ الگ مواقع کے متعلق ہیں، اس لئے سب ہی درست ہیں۔

(باقی آئندہ)

ڈچ گیانا میں قادیانیت کی حقیقت

یعقوب محمد ایوب صاحب ڈچ گیانا

(گذشتہ سے پیوستہ)

۳۰ر اکتوبر کی شام کو صدر جمال الدین صاحب الٰہی بخش صاحب اور میں جمن بخش صاحب سے دریافت کرنے گئے تو انہوں نے کہا وعدہ تو میں نے خود کیا تھا مگر ساقی صاحب کی اجازت کے بغیر میں جگہ نہیں دے سکتا، بہت اصرار کے بعد جمن بخش نے کہا کہ میں نے غلطی کی کہ آپ کو وعدہ دے دیا مگر یہ تو نہیں کہا تھا کہ کب جگہ دیں گے۔ ساقی صاحب نے بھی کہا کہ میرا پروگرام دو ماہ کے لئے بن گیا ہے، مجھے فرصت نہیں ہاں فرصت ملنے کے بعد بتاؤں گا کہ کب جگہ مل سکتی ہے، میں نے کہا کہ آپ لوگوں کے بیانات سے معلوم ہو رہا ہے کہ جمن بخش اپنا وعدہ قیامت تک بھی پورا نہیں کر سکتے، اور مرد میدان وہی لوگ ہوتے ہیں جن کے اندر صداقت ہو، جو شخص دروغگوئی اور فریب ہی سے کام لیتا ہے اس میں مقابلہ کی جرأت اور ہمت کہاں آخر مجبوراً ۱۵ر نومبر ۱۹۵۶ء کو انجمن ہال میں موعودہ جلسہ منعقد کیا گیا۔ ساقی صاحب اور رشید احمد صاحب کو بذریعہ خط مدعو کیا گیا تاکہ اگر وہ چاہیں تو میرا جواب سن کر حضرت صاحب کی نبوت اور مولانا محمد علی صاحب مرحوم اور خواجہ صاحب مرحوم پر الزام اور بہتان ثابت کریں۔ خط کا جواب ثاقی صاحب نے یہ دیا کہ ہماری انجمن قائم ہو چکی ہے اب جو بھی خط و کتابت کرنا ہو ہمارے صدر کے ساتھ ہونی چاہیئے۔ (یہ وہی صدر ہیں جن کا ذکر میں اوپر کر آیا ہوں) ساقی صاحب کے اس جواب سے یہی سمجھا گیا کہ اگر اس کے صدر کے نام خط ارسال کیا جائے تو وہ ضرور شریک جلسہ ہوں گے۔ اس لئے ان کے صدر کے نام ایک دوسرا خط لکھا گیا اور صدر جمال الدین صاحب خود ان کے صدر سے جا کر ملے، اور گذارش بھی کی کہ آپ حضرات ضرور بالضرور جلسہ میں شرکت فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں، آپ کو یہ معلوم کر کے نہایت تعجب معلوم ہوگا کہ ساقی صاحب بجائے شریک جلسہ ہونے کے ٹھیک اسی وقت اپنے مکان سے قریباً دس میل دور دیہات میں ایک شخص کے ہاں سالگرہ کا بہانہ بنا کر فرار ہو گئے اور جب تک میری تقریر جاری رہی (رات کے گیارہ بجے تک) وہ اپنے جائے قیام پر آنے کی تکلیف گوارا نہ کر سکے مبادا کہ کوئی اسے جلسہ گاہ میں لے جانے کی کوشش نہ کرے، یہ ان کی قوت اور ہمت ہے۔ مولانا عبدالحق صاحب جو نہ صرف علم کا ایک انمول خزانہ ہے بلکہ بڑے بڑے ماہرین اور عالموں نے ودیارتھی صاحب کا لوہا مانا ہے ساقی صاحب سے بحث کرنے سے وہ کیا ڈریں گے۔ ساقی صاحب کی ہمت اور علم کا ایک اور واقعہ سن لیجئے جس سے اس کی قوت اور بحث کا ٹھیک ٹھیک اندازہ لگا سکتے ہو۔ تین سال قبل وہ جب وہ ڈچ گیانا آئے تھے اور جناب محمد رضا صاحب کے مہمان تھے اس وقت بھی وہ حضرت صاحب کی نبوت کا ڈھونگ رچانا چاہتے تھے، ایک رات کو محمد رضا صاحب کے مکان پر میرے اور ان کے درمیان بات چھڑ گئی غالباً تین بجے رات تک بحث جاری رہی۔ صدر جمال الدین جگو صاحب، محمد رضا صاحب اور ساقی صاحب کے ہم سفر نہال صاحب بھی موجود تھے۔ ان کو حضرت صاحب کی نبوت ثابت کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب تک وہ ڈچ گیانا میں تھے غالباً ۱۵ تقریریں بھی کیں، مگر اس کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ میری موجودگی میں نبوت کے متعلق ایک لفظ بھی زبان پر لا سکے۔

حضرت مولانا صاحب کی تقریر باقاعدہ منگل کی رات کو ہوتی ہے جس میں کثرت سے احمدی و غیر احمدی حصہ لیتے ہیں، دیہاتوں میں بھی ہر ہفتہ ایک یا دو تقریریں ہوتی ہیں۔ خطبہ جمعہ میں مولانا صاحب گویا علم اور حکمت کے موتی بہا دیتے ہیں دور دراز دیہاتوں سے لمبا راستہ طے کر کے محض مولانا صاحب کا خطبہ سننے کے لئے کثرت سے مسلمان شریک نماز ہوتے ہیں۔ ہر ماہ دو بار ریڈیو پر بھی مولانا صاحب تقریر کرتے ہیں برٹش گیانا اور ٹرینیڈاڈ کے مسلم و غیر مسلم بہت محظوظ ہوتے ہیں مولانا صاحب کا خطبہ جمعہ اور تقریریں ٹیپ ہانڈ پر ریکارڈ کی جاتی ہیں، اور یہ کام جناب گمان صاحب کے زیر نگرانی عمل میں آتا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے ٹھیک وقت پر ہمارے اندر مولانا صاحب کو بھیجکر ہماری رہنمائی کی ہے اور آپ کے وجود سے ہماری جماعت کو بہت فائدہ پہنچا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مولانا صاحب کو زیادہ عمر دے اور زیادہ زیادہ خدمت دین کی توفیق عطا کرے۔ آمین

حضرت امیر قوم اور بزرگان سلسلہ کو جماعت کی...

باپ بیٹے کی دوسری مجلس

انبیاء اور کتابوں پر ایمان

باپ:۔ "آؤ بیٹا! رشید! آج تمہیں کچھ اور باتیں بتائیں!"

رشید:۔ "جی میں ابھی حاضر ہوتا ہوں، تھوڑا سا امی جان کا کام کر لوں"
(تھوڑی دیر کے بعد حاضر ہوتا ہے۔ باپ اس سے یوں مخاطب ہوتا ہے:۔)

باپ:۔ "کل رات میں نے تمہیں کیا بتایا تھا"؟

رشید:۔ "کل رات آپ نے مجھے اسلام کے معنے بتائے۔ ایمان کے معنے بتائے اور یہ بھی بتایا کہ جن باتوں پر ہم مسلمانوں کو ایمان لانا چاہیئے ان میں سب سے اوّل **توحید** یا خدا کو ایک ماننا ہے۔ پھر ہمیں خدا کے فرشتوں پر ایمان لانا چاہیئے"

باپ:۔ "بالکل ٹھیک! اس کے بعد جس بات پر ہمیں ایمان لانے کا حکم ہے وہ خدا کے رسولؑ ہیں۔ یاد رکھو کہ خدا جو اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے مختلف زمانوں میں ایسے انسان بھیجتا رہا ہے جو ان کو نیکی کی تعلیم دیں اور ان کو سیدھے رستہ پر چلائیں۔ ایسے انسانوں کو نبیؑ یا رسولؑ یا پیغمبر کہتے ہیں۔ یہ بڑے نیک لوگ ہوتے ہیں۔ ان کو خدا سے بڑا تعلق ہوتا ہے۔ اور ان کے دل میں مخلوقِ خدا کی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔ جب سے دنیا بنی ہے۔ سینکڑوں ہزاروں رسول آئے۔ کوئی قوم ایسی نہیں جس میں کوئی نہ کوئی ہدایت دینے والا یا ڈرانے والا نہیں آیا۔ بڑے بڑے رسولوں کے نام یہ ہیں۔ حضرت آدمؑ۔ حضرت نوحؑ۔ حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسمٰعیلؑ۔ حضرت اسحاقؑ۔ حضرت یعقوبؑ۔ حضرت یوسفؑ۔ حضرت ایوبؑ۔ حضرت ادریسؑ۔ حضرت یونسؑ۔ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت شعیبؑ۔ حضرت صالحؑ۔ حضرت داؤدؑ۔ حضرت سلیمانؑ۔ حضرت زکریاؑ۔ حضرت یحییٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ۔ اور سب سے آخر میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو سب نبیوں کے سردار ہیں۔ اور جن پر نبیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ خدا کا حکم ہے کہ ہم تمام نبیوں پر ایمان لائیں۔ ان کو سچا مانیں اور ان کی عزت کریں۔ پھر ہم کو ان کتابوں پر ایمان لانے کا حکم ہے جو خدا کی طرف سے ان رسولوں پر اترتی رہیں۔ ان کتابوں کے اندر لوگوں کے لئے نصیحتیں ہیں اور ہدایتیں ہیں کہ ان کو فلاں کام کرنا چاہیئے اور فلاں کام نہیں کرنا چاہیئے۔ بڑی بڑی کتابیں جو نبیوں پر اتریں چار ہیں۔ توریت حضرت موسےٰؑ پر اتری۔ زبور حضرت داؤدؑ پر۔ انجیل حضرت عیسےٰؑ پر اور سب سے آخر میں قرآن مجید ہمارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔"

رشید:۔ "ابا جان کیا خدا خود لکھ کر یہ کتابیں آسمان سے بھیجتا ہے؟"

باپ:۔ "نہیں۔ ایک فرشتہ جس کا نام جبرائیلؑ ہے خدا سے علم پا کر ان کے پاس آتا تھا اور ان کو خدا کے حکم بتاتا تھا۔ اس کو خدا کی وحیؔ کہتے ہیں۔ رسولوں پر خدا کی وحیؔ اترتی تھی وہ اس وحی کو یاد کر لیتے بلکہ لکھ لیتے پھر لوگوں تک پہنچاتے اور ان پر عمل کرنے کے لئے ہدایت کرتے۔"

رشید:۔ "اچھا ابا جان میں سمجھ گیا۔ خدا رسولوں پر جبرائیل فرشتہ کے ذریعہ کتابیں اتارتا رہا ہے۔ بڑی بڑی کتابیں چار ہیں، توریت زبور انجیل اور قرآن مجید۔ ان سب پر ہم کو ایمان لانا چاہیئے مگر آپ تو ہمیشہ یہ نصیحت کیا کرتے ہیں کہ قرآن پڑھو قرآن پڑھو اور اس پر عمل کرو۔ توریت زبور انجیل پڑھنے کا کبھی آپ نے حکم نہیں دیا۔ وہ بھی تو خدا کی کتابیں ہیں؟"

باپ:۔ "شاباش۔ تم نے بہت اچھا سوال کیا ہے؟ تمہارے اس سوال کا جواب یہ ہے کہ توریت انجیل زبور خدا کی کتابیں تو بیشک ہیں۔ مگر وہ ایک خاص زمانہ کے لئے تھیں۔ ہمیشہ کے لئے نہیں تھیں۔ پھر ان کتابوں میں لوگوں نے اپنی طرف سے بہت کچھ گھٹا بڑھا دیا ہے۔ یہ اپنی اصلی حالت میں نہیں رہیں۔ خدا نے قرآن مجید بھیجکر جس قدر ہدایت کی باتیں تھیں وہ سب اس کے اندر جمع کر دی ہیں۔ اب کسی دوسری کتاب پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ قرآن مجید خدا کی آخری کتاب ہے۔ اب اسی پر عمل کرنا ضروری ہے۔ پہلی سب کتابیں اب عمل کے قابل نہیں ہیں۔ ان پر ایمان لانے کا صرف یہ مطلب ہے کہ ہم یہ مانیں کہ خدا نے یہ کتابیں اپنے نبیوں پر بھیجی تھیں۔ اور بس۔ پھر یہ بھی یاد رکھو کہ پہلی کتابوں کی تعلیم اس زمانہ کے لوگوں کے حالات کے مطابق تھی۔ ان زمانوں میں ابھی لوگوں کی عقل اس قدر تیز نہ ہوئی تھی۔ اس لئے جو تعلیم ان کو دی گئی وہ ان کی عقل کے مطابق تھی۔ لیکن جوں جوں زمانہ ترقی کرتا چلا گیا اور انسانی عقل زیادہ پختہ اور تیز ہوتی گئی اس کے مطابق ہی اللہ تعالےٰ نے ان کو اپنی تعلیم بھیجی، یعنے کتاب نازل کی۔ اس کو شریعت کہتے ہیں۔ مختلف زمانوں میں زمانہ کی ضروریات اور حالات کے مطابق شریعت آتی رہی یہاں تک کہ وہ زمانہ آ گیا کہ **قرآن مجید جیسی اعلےٰ کتاب ہدایت کے لئے بھیجی گئی** اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے تم دیکھتے ہو کہ بچّہ کو سب سے پہلے ماں کا دودھ پلایا جاتا ہے۔ پھر ذرا بڑا ہوتا ہے تو گائے بھینس کا دودھ دیتے ہیں۔ پھر دلیہ وغیرہ جیسی نرم غذائیں یہاں تک کہ وہ زمانہ آتا ہے کہ نرم غذائیں چھوڑ کر بچّہ سخت سے سخت غذائیں ہضم کرنے کے قابل ہو جاتا ہے اب تم خدا کے فضل سے ہر چیز کھاتے پیتے ہو اور کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ لیکن ننھّے اصغر کو محض دودھ ہی دیا جاتا ہے۔ اسی طرح پہلے جو **وحی** آتی رہی وہ ان لوگوں کے علم اور عقل کے مطابق تھی۔ اب لوگوں کے

(باقی صفحہ ۱۲ کالم ۳ پر)

فتنۂ عالم

—— کراچی ۔ ۱۰ مارچ ۔ وزیر اعظم ڈنمارک مسٹر ہین سین نے کہا ہے کہ اقوام متحدہ کے فیصلوں کی خلاف ورزی کرنے والے ملکوں کا دنیا میں کوئی مستقبل نہیں ہے ۔

وزیر اعظم ڈنمارک نے یہ بات آج شام کراچی میں ایک استقبالی دعوت میں تقریر کرتے ہوئے کہی ۔ آپ بھارت کے سرکاری دورے کے بعد کل شام کراچی پہنچے تھے ۔ یہاں آپ تین دن سرکاری مہمان کی حیثیت سے قیام کریں گے ۔

—— کراچی ۔ ۱۰ مارچ ۔ محکمہ ڈاک و تار کے ادنیٰ ملازمین کی یونین کی مجلس عمل نے ۱۱ مارچ سے تمام ملک میں ہڑتال کرنے کا جو فیصلہ کیا تھا وہ واپس لے لیا ہے ۔ آج صبح مرکزی وزیر مواصلات میاں جعفر شاہ کو اس فیصلے کی اطلاع دی گئی ہے ۔

—— راولپنڈی ۔ ۱۰ مارچ ۔ آج صبح صرافہ بازار راولپنڈی میں ڈاکہ کی ایک بہت بڑی واردات ہوئی ۔ ڈاکو "خان برادرز جیولرز" کی دکان سے ہزاروں روپے کا سامان لے جانے میں کامیاب ہو گئے ۔ ابھی تک کسی گرفتاری کی اطلاع موصول نہیں ہوئی ۔ معلوم ہوا ہے کہ ڈاکو ایک نئی شورلیٹ کار میں پو پھٹنے سے پہلے سوا تین بجے صرافہ بازار پہنچے ۔ ان میں سے ایک شخص نے باہر نکل کر دور کھڑے ہوئے چوکیدار سے کہا کہ "انسپکٹر صاحب" معائنے کو آئے ہیں ۔ تمام چوکیدار حاضر ہو جائیں ، تھوڑی دیر میں تمام چوکیدار کار کے گرد جمع ہو گئے ۔ اس کے فوراً بعد ایک اور شخص پستول ہاتھ میں لئے ہوئے نکلا اور اس نے تمام چوکیداروں کو دھمکا کر ایک دوکان کے تھڑے پر جمع کر دیا ۔ اس کے بعد پانچ ڈاکوؤں نے کار سے اتر کر "خان جیولرز" کی دکان کے قفل توڑے اور اندر داخل ہو کر جو کچھ ان کے ہاتھ لگا سمیٹ لیا ۔ خوش قسمتی سے زیادہ قیمتی سامان اور سونا وغیرہ آہنی تجوریوں میں بند تھا جو ڈاکوؤں کی زبردست کوشش کے باوجود نہیں ٹوٹ سکیں ۔ ڈاکوؤں کے جانے کے بعد پولیس کو اطلاع دی گئی جس نے سرگرمی کے ساتھ مجرموں کا سراغ لگانا شروع کر دیا ہے ۔ کار پر کوئی نمبر پلیٹ نہیں تھی ۔

—— نئی دہلی ۔ ۱۰ مارچ ۔ روسی حکومت نے بھارتی وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کو الیوشن ساخت کے ایک اور طیارے کی پیشکش کی ہے جسے پنڈت جواہر لال نہرو نے شکریہ کے ساتھ قبول کر لیا ہے ۔ یاد رہے کہ گذشتہ دنوں حیدرآباد دکن کے قریب پنڈت نہرو اسی قسم کے ایک روسی طیارے میں سفر کرتے ہوئے حادثہ سے بال بال بچ گئے تھے ، یہ طیارہ بھی روسی حکومت نے انہیں تحفہ کے طور پر پیش کیا تھا ۔ اور پرواز کے دوران اس کے ایک انجن میں آگ لگ گئی تھی لیکن پائلٹ نے اسے بحفاظت زمین پر اتار لیا تھا ۔ دریں اثنا کچھ روسی انجینئر آتشزدگی کی تحقیقات کے لئے بھارت پہنچ گئے ہیں ۔

—— کوئٹہ ۔ ۱۰ مارچ ۔ کوئٹہ میں ارضی طبیعات کی رصدگاہ نے کل شام ساڑھے نو بجے شام ایک تباہ کن زلزلے کا جھٹکا ریکارڈ کیا گیا ، جس کا مرکز کوئٹہ سے پانچ ہزار نو سو میل شمال مشرق میں تھا بعد میں زلزلے کے کئی جھٹکے محسوس کئے گئے اور آخری خبریں آنے تک ایسے ہی جھٹکے محسوس کئے جا رہے تھے ۔ دریں اثنا سان فرانسسکو (مغربی امریکہ) کی ایک اطلاع کے مطابق کل شام جزائر الڈوشن میں زبردست زلزلہ آیا جس سے سمندر میں زبردست طوفان برپا ہو گیا ، یہ جزیرے بحرالکاہل میں واقع ہیں اور ان کی آبادی بہت کم ہے ۔ کیلیفورنیا کی رصدگاہ کے حکام کا کہنا ہے کہ یہ زلزلہ بالکل اسی نوعیت کا تھا جس نے ۱۹۰۶ء میں سان فرانسسکو کو تباہ کر دیا تھا ۔

—— پشاور ۔ ۱۰ مارچ ۔ آج پشاور شہر میں دو بار زلزلے کے جھٹکے محسوس کئے گئے ۔ پہلا جھٹکا صبح کو آٹھ بج کر بیس منٹ پر محسوس ہوا ، یہ جھٹکا شدید نوعیت کا تھا اور دس سیکنڈ تک جاری رہا ۔ دوسرا جھٹکا شام کو سات بجے محسوس ہوا ۔ اس میں اتنی شدت نہیں تھی ۔ کسی جانی یا مالی نقصان کی اطلاع نہیں ملی ۔

—— کوئٹہ ۔ ۱۰ مارچ ۔ ایرانی کونسل جنرل ۔ آقائے افراسیاب نے آج یہاں ایک تقریب میں بتایا ہے کہ طہران یونیورسٹی میں اردو کا علیحدہ شعبہ قائم کر دیا گیا ہے اور ایک پاکستانی پروفیسر کو اس شعبہ کا انچارج بنا دیا گیا ہے ۔ آپ نے کہا اس اقدام کا مقصد یہ ہے کہ ایران میں اردو کو زیادہ سے زیادہ مقبول بنایا جائے ۔

—— لاہور ۔ ۱۰ مارچ ۔ جنوبی وزیرستان سے سولہ وزیری ملکوں نے پیر صاحب زکوڑی شریف کی زیر قیادت گورنر میاں مشتاق احمد گرمانی اور وزیر اعلیٰ ڈاکٹر خان صاحب سے ملاقات کی اور یہ درخواست کی کہ انہیں کشمیری بھائیوں کو آزاد کرانے کے لئے جہاد شروع کرنے کی اجازت دی جائے ، وفد نے حکومت سے یہ درخواست بھی کی کہ قبائلیوں کو تھل ، میانوالی ، اور ڈیرہ اسمٰعیل خان وغیرہ کے شہری اور سرحدی علاقوں میں سرکاری زمینیں الاٹ کی جائیں ، قبائلیوں نے درآمدی اور برآمدی لائسنسوں کے لئے بھی درخواست کی ۔ وفد نے گذارش کی کہ جنوبی وزیرستان کے علاقے میں ٹیوب ویل لگائے جائیں ۔

—— پشاور (ڈاک سے) پشاور ڈسٹرکٹ مسلم لیگ کے صدر خان محمد اکرم خان نے ایک بیان میں ان لوگوں کی شدید مذمت کی ہے ، جو ذاتی جاہ و حشم اور اقتدار کے لئے مغربی پاکستان کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے سازشیں کرنے میں مصروف ہیں ، آپ نے مسلم لیگ ہائی کمان کے ان لیڈروں سے دریافت کیا ہے ، کہ اگر ایک یونٹ کا تصور واقعی ناقص تھا ۔ تو اسے قائم کرنے کے لئے وہ کیوں پیش پیش تھے ۔

—— لاہور ۔ ۱۰ مارچ ۔ نو تشکیل شدہ ون یونٹ فرنٹ کے اراکان نے آج یہ رائے ظاہر کی ہے ، کہ بعض غرض پرست زعما کی طرف سے وحدت پاکستان کے خلاف در پردہ اور برملا جو مہم جاری ہے ۔ وہ نظریہ پاکستان کے خلاف خطرناک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے ۔ اس لئے ہر محب وطن پاکستانی کو اس انتشار انگیز مہم کی مخالفت کرنی چاہیئے ۔

—— لاہور ۔ ۱۰ مارچ ۔ آج دوپہر موچی دروازہ سے باہر لوگوں نے "نیشنل پارٹی" کے جلسہ عام میں بلوچی گاندھی خان اچکزئی کی تقریر سننے سے انکار کر دیا ۔ اور "ون یونٹ" کے حق میں نعرے لگائے ۔ اس پر "نیشنل پارٹی" کے کارکنوں نے جن میں کمیونسٹ ورکر پیش پیش تھے مظاہرین پر حملہ کر دیا ۔

باپ بیٹے کی دوسری مجلس

(بسلسلہ صفحہ ۱۱)

علم و عقل میں بہت ترقی ہو گئی ہے ۔ اس لئے اب کتاب بھی ایسی ہونی چاہیئے جو سب سے اعلیٰ ہو اور ترقی یافتہ لوگوں کے لئے موزوں ہو ۔ یہ کتاب قرآن مجید ہے ۔ اب پہلی کتابیں کام نہیں دے سکتیں ۔ پہلی کتابوں میں تو لوگوں نے اپنی طرف سے باتیں ملا رکھی ہیں ۔ مگر قرآن کے متعلق خدا کا وعدہ ہے کہ یہ ہر طرح سے محفوظ رہے گا ۔ یعنی اپنی اصل حالت پر رہے گا ۔ یہ خدا کی آخری اور کامل کتاب ہے ۔ اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری نبی ہیں ۔ نہ آپ کے بعد کوئی نبی آئے گا اور نہ قرآن مجید کے بعد کوئی اور کتاب آئے گی ۔ اب ہماری ہدایت کے لئے محض قرآن مجید ہی کافی ہے اور اسی پر عمل کرنا چاہیئے ، اسی لئے میں بار بار کہتا ہوں کہ قرآن پڑھو اور اس پر عمل کرو ۔

پیغام صلح مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۵۷ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۵ شمارہ نمبر ۱۰

مرت ٹائمس اینڈ گرین پریس میمبر لین روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا ۔

(ایڈیٹر دوست محمد)

جلد ۴۶ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۷ شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ ۔ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۵۷ء | نمبر ۱۱

ہمارا مذہب اور عقیدہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے، اب کوئی اور کلمہ یا کوئی اور نماز نہیں ہو سکتی۔ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا کرکے دکھایا اور جو کچھ قرآن شریف میں ہے اس کو چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی، جو اس کو چھوڑیگا جہنم میں جاوے گا۔ یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے، کہ اس امت کیلئے مخاطبات اور مکالمات کا دروازہ کھلا ہے اور یہ دروازہ گویا قرآن مجید کی سچائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر ہر وقت تازہ شہادت ہے اور اس کیلئے خدا تعالےٰ نے سورۃ فاتحہ ہی میں دعا سکھائی ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ انعمت علیھم کی راہ کے لئے جو دعا سکھائی تو اس میں انبیاء علیہم السلام کے کمالات کے حصول کا اشارہ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جو کمال دیا گیا ہے وہ معرفت الٰہی ہی کا کمال ہے۔ اور یہ نعمت ان کو مکالمات اور مخاطبات سے ملی تھی اسی کے تم بھی خواہاں رہو۔"

(لیکچر حضرت مسیح موعودؑ بمقام لدھیانہ مورخہ ۴ نومبر ۱۹۰۵ء)

نامہ ووکنگ

کیمبرج میں ایک اور دن

شفیلڈ اور نیوکاسل کا دورہ

{مولانا محمد یعقوب خان صاحب، امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان)}

مکرم ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گذشتہ مکتوب میں میں نے لکھا تھا کہ ۱۰ فروری کو میں پھر کیمبرج جانے والا ہوں۔ جو کیفیت اس تقریب نے میرے دل میں پیدا کی وہ ایک خاص چیز تھی۔ معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اسلام کے حسن و جمال کے پرتو کے لئے از خود یہ سامان پیدا کیا تھا یہ اتوار کا دن تھا اور دعوت کیمبرج کے یونیٹرین چرچ کی طرف سے تھی۔ گیارہ بجے گرجا شروع ہونے والا تھا۔ اور میں نے اس میں بولنا تھا، اس کا مجھے تو بھی علم نہ تھا، سوائے اس کے کہ ان کی سروس (عبادت) میں حصہ لینا ہے۔ ووکنگ سے وقت پر وہاں پہنچنا مشکل تھا اس لئے رات میں نے لندن والے مکان میں گذاری۔ صبح سویرے مولوی عبدالمجید صاحب اپنی کار پر مجھے لورپول سٹریٹ سٹیشن چھوڑ آئے جہاں سے کیمبرج کو گاڑی چلتی تھی۔ دس بجے کے قریب گاڑی کیمبرج پہنچی۔

گرجا کا پروگرام

اس گرجا کے بڑے پادری صاحب جو یونیورسٹی کے ایک کالج میں پروفیسر بھی ہیں سٹیشن پر موجود تھے۔ وہ اپنی کار لائے تھے۔ راستہ میں میں نے اُن سے دریافت بھی کیا کہ کیا کہنا ہے کوئی خاص موضوع بھی ہے یا نہیں۔ وہ کہنے لگے کہ آپ جانتے ہیں کہ ہم جملہ مذاہب عالم میں دوستانہ جذبات پیدا کرتے ہیں جو آپ مناسب سمجھیں کہدیں۔ ان کے مکان پر پہنچے تو مطبوعہ پروگرام کی ایک کاپی انہوں نے مجھے دی جو اسی تقریب کے لئے چھپوایا تھا۔ اس سے بھی مجھے کچھ پتہ نہ چلا اس لئے کہ کئی ایک نعتیہ گانوں اور دعاؤں کے بعد میرے نام کے سامنے جو چیز درج تھی وہ صرف اس قدر تھی کہ امام مسجد ووکنگ کا "سرمن" یعنے وعظ ہوگا۔

حاضرین مجلس

ٹھیک گیارہ بجے پادری صاحب مجھے گرجا کے اندر لے گئے اور اپنے ساتھ پلپٹ پر بٹھا دیا۔ گرجا میں سب کی سب نشستیں پُر تھیں اور بہت سے سامعین سامنے والی گیلری میں بھی بیٹھے تھے۔ سامعین میں (جیسے مجھے بعد میں معلوم ہوا) ہیگ انٹرنیشنل کورٹ کے پریذیڈنٹ لارڈ کیوان بھی تھے۔ ورلڈ کانگرس آف فیتھس کی صدر (جو لارڈ کرزن سابق وائسرائے ہند کی صاحبزادی ہیں) لندن سے شمولیت کے لئے پہنچی تھیں۔ یونیورسٹی کے پروفیسر اور طلباء بھی کثرت سے موجود تھے۔ مسلمان طلباء جنکی دعوت پر میں پہلی مرتبہ کیمبرج گیا تھا خاص طور پر آئے تھے۔ ان میں رنگون کے ڈاکٹر اکبر خان صاحب کے نواسے رشید صاحب بھی تھے۔

لیکچر کا موضوع

کارروائی حسب پروگرام نہایت پُراثر نعتیہ گانوں سے شروع ہوئی اور میں ابھی موضوع کی ہی تلاش میں تھا اور سوائے دعا کے میرے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ اور یہی سب سے موثر نسخہ ثابت ہوا۔ جوں جوں وہ حمد و ثنا گاتے تھے مجھے اپنا راستہ دکھائی دینے لگا۔ اور جب تک میری باری آئی تھی میں پوری طرح ان اسلامی حقائق کے واضح نقوش محسوس کرنے لگا جو مجھے یکے بعد دیگرے نہایت اختصار

نصرت الٰہی کا خاص ہاتھ

جیسے میں شروع میں کہہ چکا ہوں میں نے اس لیکچر کے انتظام میں اور اس سے عہدہ برآء ہونے میں نصرت الٰہی کا خاص ہاتھ دیکھا میں ہر ایک کلمہ گو کو مسلمان بھائی سمجھتا ہوں - یہ اسلام کا سب سے بڑا حسن اور معجزہ تھا کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو ایک عالمگیر اخوت کے رشتہ میں منسلک کیا مگر بایں ہمہ اس دولت سے ان کی اس محرومی پر افسوس آتا ہے جو خدا تعالےٰ کا مامور اس زمانہ کی اصلاح مفاسد کے لئے ساتھ لیکر آیا۔ میں نہیں جانتا کہ یورپ فتح ہوگا یا نہ ہوگا اور مغرب سے طلوع اسلام کی کیا کیفیت اور رفتار ہوگی۔ مگر اتنا تو میں اپنے تجربہ سے کہہ سکتا ہوں کہ اسلام کی خوبصورت اور معقول اور فطرتی تعلیم صحیح طور پر جہاں پیش کی جاتی ہے ان لوگوں کے قلوب کو فتح کئے بغیر نہیں رہتی۔

دو خط

اس وقت دو خطوط میرے سامنے ہیں، ایک ورلڈ کانگریس آف فیتھس کے سیکرٹری کا مولوی عبدالمجید صاحب کے نام ہے جس میں لکھتے ہیں:-

We have been very gratified to hear of the deep impression the Imam has made when he visited Cambridge on Sunday last

(ترجمہ: ہمیں یہ معلوم کرکے بڑی خوشی ہوئی کہ گذشتہ اتوار کو کیمبرج میں امام کے لیکچر کا گہرا اثر ہوا)

دوسرا خط شیفیلڈ یونیورسٹی کی سٹوڈنٹس یونین کے پریذیڈنٹ کا میرے نام ہے جو ابھی موصول ہوا ہے (جس تقریر کا اس میں حوالہ ہے، اس کا ذکر آگے آتا ہے) اس میں وہ لکھتے ہیں:-

To me your speach was very revealing and many have expressed their deep appreciation of the lectures and discussions that took place

(ترجمہ: میرے لئے آپ کی تقریر ایک نیا انکشاف تھا اور کئی ایک نے لیکچروں اور مباحثوں کے متعلق گہری دلچسپی اور پسندیدگی کا اظہار کیا ہے)

مامورِ وقت کا احسان

درحقیقت یہ وہ انکشاف ہے جو مامورِ وقت کی بدولت ظہور میں آیا۔ اس سے بڑھکر ناشکر گذاری اور محرومی کیا ہوگی کہ جب مامور نے اسلام کا خوبصورت چہرہ منشاء الٰہی کے ماتحت ایسا بے نقاب کیا کہ غیروں سے بھی خراج عقیدت حاصل کیا تو اپنوں نے اس کی طرف سے آنکھیں بند کرلیں۔

پروفیسروں سے ملاقات اور گفتگو

لیکچر کے بعد کچھ دیر تک ساتھ کے ہال میں قہوہ کا انتظام رہا جہاں سامعین میں سے کئی ایک سے گفتگو ہوتی رہی۔ اس کے بعد کیمبرج کے ایک معمر پروفیسر سٹرین صاحب جو مشہور سائنسدان ہیں اور علوم اجرام فلکی کے ماہر ہیں مجھے اپنے ساتھ اپنے کالج میں لنچ پر لے گئے۔ جہاں کئی ایک اور پروفیسروں سے ملاقات ہوئی اور بات چیت ہوتی رہی، تین بجے کے قریب رشید صاحب لینے آئے کہ کیمبرج کے مختلف کالجوں کی جو پچھلی دفعہ میں نہ دیکھ سکا تھا سیر کرائیں۔

ایک پرجوش احمدی نوجوان

رشید صاحب بڑے پرجوش احمدی نوجوان ہیں — بہت دیر تک مجھ سے حضرت مسیح موعودؑ، مولانا محمد علی صاحبؒ خواجہ کمال الدین صاحبؒ اور دیگر اکابر سلسلہ کے متعلق معلومات حاصل کرتے رہے۔ ٹیچنگز آف اسلام منگوا کر مفت تقسیم کرتے رہے ہیں۔ چند دن ہوئے ان کے نانا اکبر خاں صاحب کا خط آیا تھا، لکھا ہے کہ رشید نے اپنے والد کو پرزور خط لکھا ہے کہ ووکنگ کی امداد کے لئے رنگون میں روپیہ جمع کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ان کے والد کے دس دوستوں نے پانچ پانچ صد روپیہ کرکے پانچہزار روپے کا انتظام کیا ہے۔

کیمبرج کے تعلیمی مناظر

کیمبرج کے تعلیمی مناظر بجائے خود ایک تعلیم ہیں علمی خزانوں کو جمع کرنے کے لئے جو کچھ ان لوگوں نے کیا ہے وہ حیرت انگیز ہے۔ کس قدر دل کھول کر روپیہ عمارات پر کتب خانوں پر۔ گرجوں پر، تجربہ گاہوں پر، سائنس کے سامانوں پر اور کھیل کے سامانوں پر اور کشتی بانی کے ہنگاموں پر خرچ کیا جاتا ہے درحقیقت اس قوم کی ساری عظمت کا راز ان کے علم میں ہے

کاش ہماری انجمن ہمارے سکولوں کے ہیڈ ماسٹروں کو چند ماہ کے لئے اس ملک میں بھیجدے

تاکہ ان فضاؤں میں جو علمی چرچوں سے معمور ہیں رہ کر اپنے دل و دماغ کو تازہ کرسکیں۔

پروفیسر آربری سے ملاقات

ساڑھے پانچ بجے پروفیسر آربری سے جو علوم عربیہ کے پروفیسر ہیں ملاقات کا وقت مقرر تھا۔ بہت دیر تک مختلف موضوعات پر ان سے گفتگو ہوتی رہی۔ یہ لوگ علم کے پروانے ہیں۔ رات دن علمی تحقیقات میں مصروف رہتے ہیں۔ آربری صاحب ہر چند ماہ میں ایک آدھ نئی کتاب اسلام کے متعلق شائع کرتے رہتے ہیں۔ ابھی ابھی ایک تازہ کتاب "اسلام میں عقل و وحی" جو ان کی تصنیف ہے میرے زیر مطالعہ تھی کہ اوپر سے دوسری بھی پہنچی جو سبعہ معلقات کا عربی ترجمہ اور تشریح ہے اور پروفیسر صاحب نے بتایا کہ آجکل ایک کتاب فارسی لٹریچر کی تاریخ پر انکے زیر تصنیف ہے۔

علمی ریسرچ سنٹر قائم کرنیکی ضرورت

جو کام ازہر کو یا احمدیہ بلڈنگس کو کرنا چاہئے تھا وہ یہ لوگ اپنے رنگ میں کر رہے ہیں۔ یونیورسٹی کی طرف سے انہیں بے شمار سہولتیں مہیا ہیں — اطمینان قلب ہے اور حوصلہ افزائی ہوتی ہے — پاکستان کے ارباب حل و عقد کو اس قسم کے ادارے قائم کرنے کی طرف توجہ کرنی چاہیئے جس میں ریسرچ کا کام ہو اور علوم و فنون کے چشمے بند نہ ہونے پائیں۔ کوئی زمانہ تھا کہ ووکنگ اور احمدیہ بلڈنگس سے آئے دن کوئی نئی کتاب شائع ہوکر جاذب توجہ ہوتی تھی، اسی میں ہماری تحریک کی زندگی اور قوت کا راز تھا۔ ان کے متعلق بھی اب یہی نظر آتا ہے کہ ؎

آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

کردار کے مسلمان

کیمبرج کے علوم و فنون کے غلغلے دیکھ کر مصر کے مشہور مفکر محمد عبدہٗ کے الفاظ یاد آتے ہیں جو سیاحت یورپ سے واپسی پر انہوں نے کہے تھے، فرمایا:-

"میں نے یورپ جاکر لوگ دیکھے جو کردار کے مسلمان تھے گو نام کے مسلمان نہ تھے۔ واپس وطن آیا تو نام کے مسلمان دیکھے مگر کردار کے مسلمان نہیں ہیں"

شیفیلڈ میں مذاہب کانفرنس

۲۴ر فروری کو شیفیلڈ یونیورسٹی کی سٹوڈنٹس یونین کے زیر اہتمام ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ہر ایک مذہب کے نمائندے نے اپنے مذہب کو پیش کرنا تھا۔

میں صبح ووکنگ سے چل کر ساڑھے بارہ بجے وہاں پہنچا۔ سٹیشن پر اے حلیم صاحب جو پاکستان سوسائٹی شیفیلڈ کے پریذیڈنٹ ہیں ایک اور دوست کی معیت میں سٹیشن پر موجود تھے۔ حلیم صاحب ایک قابل اور پرجوش نوجوان ہیں لاہور گورنمنٹ کالج کے گریجوایٹ ہیں۔ لاہور میں ان کے والد محکمہ انہار کے ایڈیشنل چیف انجنیئر ہیں۔ ان کی کار اس قسم کے قومی کاموں کے لئے وقف رہتی ہے۔ چنانچہ وہ مجھے سیدھے یونین ہال میں لے گئے۔

کانفرنس کی پہلی نشست ہو چکی تھی اور اس میں عیسائی اور یہود مذہب کے نمائندوں کی تقریریں ہو چکی تھیں، لنچ کے وقفہ کے لئے کانفرنس برخاست ہو چکی تھی۔ میں طلباء کے ساتھ ان کے ڈائننگ ہال میں لنچ میں شامل ہوا۔

اسلام پر میری تقریر

اڑھائی بجے کانفرنس کا دوسرا اجلاس شروع ہوا۔ پروگرام کے مطابق تقریر ہندو مذہب پر ہونی تھی مگر چونکہ وہ مقرر ابھی نہیں پہنچے تھے اس لئے پریذیڈنٹ نے جو یونیورسٹی کے ہی ایک پروفیسر تھے مجھے اسلام پر تقریر کرنے کے لئے کہا۔ قریب ایک گھنٹہ اسلام کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتا رہا اور دوسرے مذاہب سے مابہ الامتیازات کی طرف توجہ دلاتا رہا۔

(باقی بر صفحہ ۱۱)

بہتانِ عظیم

۱۷ مارچ ۱۹۵۷ء کے "الفضل" میں "جناب مولوی صدرالدین صاحب کا وحی والہام سے انکار" کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا ہے، جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ نے اپنی ایک تقریر میں رسول اللہ صلعم کے بعد وحی والہام کا دروازہ بند قرار دیا ہے، اس بارہ میں سب سے پہلے ۱۴ دسمبر ۱۹۵۶ء کے "الفضل" سے ذیل کا بیان نقل کیا گیا ہے:-

"حال ہی میں معلوم ہوا ہے، مولوی صاحب موصوف ملتان تشریف لے گئے۔ وہاں شیخ فاروق احمد صاحب آف کالونی ٹیکسٹائل ملز نے ان کے اعزاز میں پارٹی دی، اور جماعت مبائعین کے بعض معززین کو بھی اس پارٹی میں بلایا گیا۔ اس موقعہ پر مولوی صدرالدین صاحب نے جن حقائق ومعارف کا اظہار کیا اس میں ایک امر یہ تھا، کہ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد **وحی الہام کا دروازہ بند** قرار دیا۔ اور کہا کہ **جو وحی و الہام کا مدعی ہو میں اسے لعنتی سمجھتا ہوں۔**"

افسوس ہے کہ یہ بیان اس سے پہلے ہماری نظر سے نہیں گذرا ورنہ اسی وقت اس کی تردید کر دی جاتی لیکن معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کو خود بیان کنندہ کے ہاتھ سے اس کی تردید کرانی منظور تھی، چنانچہ اب ۱۷ مارچ کے پرچہ میں اسی بارہ میں چار اصحاب کا حلفیہ بیان درج کیا گیا ہے، جو حسب ذیل ہے:-

"ہم مندرجہ ذیل اشخاص جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں، خدائے بلند و برتر کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ ماہ نومبر ۱۹۵۶ء میں امیر جماعت جناب مولوی صدرالدین صاحب آف لاہور ملتان تشریف لائے تھے۔ ان کی آمد پر مکرم شیخ فاروق احمد صاحب آف کالونی ٹیکسٹائل ملز ملتان نے ان کے اعزاز میں پارٹی دی تھی۔ اور جماعت مبائعین کے بعض معززین کو بھی مدعو کیا تھا۔ ہم بھی اس پارٹی میں شامل تھے، اس موقعہ پر آپ نے تقریر فرمائی تھی، جس میں علاوہ اور باتوں کے یہ بھی بیان کیا گیا تھا (جس کا مفہوم یہ تھا) کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد وحی **نبوت** والہام کا دروازہ بند ہے، نیز کہا تھا۔ کہ جو شخص آنحضرتؐ کے بعد **نبوت کا مدعی** ہو، میں اسکو لعنتی سمجھتا ہوں۔ فقط

العبد (دستخط) (مولوی) محمد دین مربی ملتان
العبد - ملک مظفر علی - رئیس ملتان
العبد - شیخ جمیل احمد رشید آف جمیل بجی برادرز ملتان چھاؤنی
العبد - ڈاکٹر عمر دین ایم بی بی ایس، ڈبلیو پی ایم ایس نشتر ہسپتال ملتان -"

ان دونوں بیانات کے جلی کردہ الفاظ کو پھر پڑھیئے اور غور کیجئے کہ ان میں کس قدر کھلا تضاد پایا جاتا ہے، پہلے بیان میں کہا گیا ہے کہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے

"**وحی والہام کا دروازہ بند قرار دیا اور کہا کہ جو وحی و الہام کا مدعی ہو، میں اسے لعنتی سمجھتا ہوں**"۔

اور دوسرے حلفیہ بیان میں فرمایا گیا ہے کہ حضرت مولانا نے بیان کیا تھا کہ

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد وحی نبوت والہام کا دروازہ بند ہے نیز کہا تھا کہ جو شخص آنحضرتؐ کے بعد **نبوت کا مدعی** ہو، میں اسے لعنتی سمجھتا ہوں"

اب فرمایئے ان دونوں بیانات میں سے کس کو صحیح سمجھا جائے؟ کیونکہ دونوں ایک دوسرے کے متضاد ہیں، مطلق وحی والہام کا دروازہ بند قرار دینا اور مدعی وحی والہام کو لعنتی سمجھنا اور بات ہے اور وحی نبوت کا دروازہ بند قرار دینا اور مدعی نبوت کو لعنتی سمجھنا دوسری بات ہے، دونوں کا مفہوم ایک نہیں، پھر کس کو صحیح سمجھا جائے؟ ہمارے نزدیک حلفیہ بیان ہی کو صحیح سمجھنا چاہیئے بشرطیکہ اس میں سے "الہام" کا لفظ نکال دیا جائے، یعنی مولوی محمد دین مربی ملتان اور ان کے تینوں ساتھیوں کا یہ بیان بالکل صحیح ہے کہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے اپنی تقریر میں یہ فرمایا تھا کہ:-

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد وحی نبوت کا دروازہ بند ہے نیز کہا تھا کہ جو شخص آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا مدعی ہو میں اسکو لعنتی سمجھتا ہوں"

یقیناً حضرت مولانا نے یہی فرمایا تھا، اس بارہ میں اگر یہ چاروں اصحاب حلف نہ بھی اٹھاتے تو بھی ہمیں اس کی تصدیق سے انکار نہ ہوتا، اور نہ حضرت مولانا کو اس سے انکار ہے کیونکہ یہ وہی بیان ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتابوں، تقاریر اور اشتہارات میں بار بار دیا ہے ملاحظہ ہوں الفاظ ذیل:-

"باب نزول جبریل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے"
(ازالہ اوہام ص ۷۶۱)

"وحی نبوت پر تیرہ سو برس سے مہر لگ چکی ہے"
(ازالہ اوہام ص ۵۳۴)

"اب جبریل بعد وفات رسول اللہ صلعم ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے"
(ازالہ اوہام ص ۵۷۷)

"اب وحی رسالت تا قیامت مسدود ہے"
(ازالہ اوہام ص ۶۱۴)

"میں سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے **مدعی نبوت اور رسالت کو کافر اور کاذب جانتا ہوں**" (اعلان مندرجہ مجموعہ اشتہارات ص ۲۳۰)

"ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں"
(مجموعہ اشتہارات حصہ سوم ص ۲۲۴)

اب فرمائیں جناب مولوی محمد دین صاحب مربی ملتان اور اُن کے تینوں مندرجہ بالا ساتھی کہ اگر حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے اپنی تقریر میں اسی بیان کو دہرا دیا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ نہیں کئی کئی بار اپنی کتابوں اور اشتہارات میں دے چکے ہیں تو اس میں کیا قباحت لازم آگئی اور اس کو "وحی والہام سے انکار" کس طرح کہا جا سکتا ہے جس کا عنوان مضمون میں ذکر کیا گیا ہے، اور جس کو ۱۴ دسمبر ۵۶ء کے الفضل میں حضرت مولانا کی طرف منسوب کیا گیا، کیا اسے مولوی قمرالدین صاحب مولوی فاضل ربوہ کا افتراء قرار دیا جائے، جن کی طرف سے یہ مضمون شائع ہوا ہے، یا ایڈیٹر "الفضل" کی بہتان تراشی، جس نے یہ جانتے ہوئے کہ وحی نبوت کا دروازہ بند سمجھنا وحی والہام کا انکار کرنا نہیں، اس مضمون کو شائع کر کے اپنی ناانصافی کا ثبوت دیا ہے حالانکہ اسے خوب معلوم ہے کہ حضرت مولانا آئے دن اپنے خطبات اور تقاریر میں وحی والہام کو ہستی باری تعالیٰ کا ثبوت اور حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا نشان قرار دیتے رہتے ہیں، بطور مثال آپ کے ایک خطبہ (مندرجہ پیغام صلح ۳ اکتوبر ۱۹۵۶ء ص ۵) کے مندرجہ ذیل الفاظ ملاحظہ کیجئے:-

"محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام میں بھی اللہ تعالیٰ نے وہ نشانات پیدا کر دیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے لوگوں کو **اس کے وجود سے یقین ہو گیا کہ خدا ہے اور وہ اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے**"

کیا یہ الفاظ ایڈیٹر صاحب "الفضل" کی نظر سے نہیں گذرے کیا انہیں اس بات کا یقین ہے کہ حضرت مولانا صدرالدین فی الواقعہ وحی والہام کے منکر ہیں، اور ۱۴ دسمبر ۱۹۵۶ء کے الفضل میں

(باقی برصفحہ ۱۱ کالم ۳)

سپاسِ تعزیت (از ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ)

میرے مرحوم بھائی پروفیسر عنایت علی خاں کی وفات کی خبر مجھے ۲/۵ ۔ ۷ ۔ ۲۷ کو ۱/۲ ۷ بجے صبح کو گوجرانوالہ میں پہنچی تھی ۔ اس ہوشربا خبر کے سنتے ہی راقم قریباً دس بجے لاہور پہنچ گیا ، مرحوم کی بچیوں وغیرہ کو میرے پہنچنے سے قبل ہمارے بزرگ دوستوں نے احمدیہ بلڈنگس لاہور سے آکر تسلی دی اور صبر کرنے کی تلقین فرمائی ...... محترم بھائی عبدالغنی بٹ صاحب نے دوسرے دوستوں کے ساتھ ہو کر نہایت محبت اور ہمدردی سے مرحوم کی تجہیز و تکفین کا فریضہ ادا کیا اور پھر میت کو کندھوں پر اُٹھا کر بیڈن روڈ سے احمدیہ بلڈنگس کی مسجد میں نماز جنازہ کے لئے پہنچا دیا گیا ۔ جناب امیر مولانا صدرالدین صاحب کی اقتدا میں تمام جمع شدہ احباب ، اور اسلامیہ کالج لاہور کے پروفیسر صاحبان اور مرحوم کے شاگردوں اور لاہور میں موجود عزیزوں اور ان کے محلہ داروں اور دوستوں ، بالخصوص خان یحییٰ خان صاحب پرسنل اسسٹنٹ ۔ ہائیکورٹ نے پڑھی ۔ جنازہ کے بعد مسٹر فاضل رمضان نے میت کا فوٹو لیا ..... بعد ازاں حضرت امیر بمعہ شیخ غلام قادر صاحب ، مسٹر ناصر احمد اور مرحوم کے عزیزوں نے میت کو ٹرک میں رکھوا کر بڑی حفاظت سے گوجرانوالہ لانے میں اپنی اخوت کا ثبوت آں جماعتوں کے لئے بطور نمونہ پیش کیا ۔ جہاں پر احباب کی تعداد کم ہوا کرتی ہے اور ممبران کو مشکلات پیش آتی ہیں ، گوجرانوالہ میں حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب نے دوبارہ نماز جنازہ کا فریضہ ادا کیا اور پھر لاہور واپس ہو گئے ۔ اسی روز چھ بجے شام اپنے فوت شدہ بزرگوں کے پاس مرحوم کو دفن کیا گیا اللہ تعالیٰ مرحوم پر اپنے فضل و رحمت کی بے حد بارش کرے ۔ آمین ۔

اس صدمہ جانکاہ میں مرحوم کے خاندان ، ہم اور تمام بیرونی رشتہ داران جماعت احمدیہ لاہور اور دوستوں کو جو روحانی تکلیف پہنچی ہے ، وہ ناقابلِ بیان ہے چونکہ لاہور کے اردو اور انگریزی اخبارات نے مرحوم کی وفات کی خبر شائع کرنے میں وسعت قلبی سے کام لیا ، اس لئے مرحوم کی تعزیت کے لئے دور کے مقامات کے دوستوں اور رشتہ داروں کو بہت جلدی تعزیت کا عمدہ موقع مل گیا ، منٹگمری ، ربوہ ، چنیوٹ ، حافظ آباد ڈنگہ ، گجرات ملتان سے احباب اور رشتہ دار بھی آ گئے ۔

حضرت امیر مولوی صدرالدین صاحب ۔ صاحب صدر ڈاکٹر غلام محمد صاحب ، نائب صدر چوہدری محمد حسن چیمہ صاحب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری ، محترم حاجی میاں محمد صاحب لائلپوری ۔ کرنل بشیر حسین صاحب ۔ خانبہادر صاحبان ڈاکٹر سعید احمد و غلام ربانی خاں صاحب ۔ میاں فخرالدین صاحب راولپنڈی ۔ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کراچی ۔ شیخ نثار احمد صاحب رئیس وزیرآباد ، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے مجلس منتظمہ کے معزز ممبران ، مسلم ہائی سکول نمبر ۲ کا سٹاف دفتر انجمن کے کارکنان ، اخبار لائٹ اور پیغام صلح کے ایڈیٹر صاحبان ، اسلامیہ کالج لاہور کے سٹاف اور طلباء نے مرحوم کی تعزیت کے بارے میں جس ہمدردی کا اظہار بذریعہ خطوط ، ریزولیوشنز ، مضامین وغیرہ کیا ہے ۔ ہم مرحوم کے جملہ لواحقین ان سب کا فرداً فرداً جواب نہیں دے سکتے ۔ تعزیت کا سلسلہ گوجرانوالہ ، گجرات اور لاہور میں اب تک جاری ہے ہم لواحقین مرحوم کے پرانے شاگردوں کے وسیع حلقہ کی ہمدردی کے لئے مشکور ہیں ، غرضیکہ ہمارے اس ہم و غم میں جملہ احباب نے اپنی ایمانی قوت سے کام لے کر اپنی وسعت قلبی اور محبت کا ثبوت دیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ ان سب احباب کو جزائے خیر دے ۔ آمین ۔

میاں عبدالشکور صاحب بٹ نے جو اظہار محبت کیا اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دیوے ، اور تندرستی بخشے اور زندگی دیوے ۔

ووکنگ مسجد کے موجودہ امام جناب خان محمد یعقوب خان صاحب اور ان کے نائب مولوی محمد یحییٰ بٹ صاحب نے مرحوم کی محبت کی یاد میں اپنے خطوط گرامی راقم کے نام لکھے ہیں ۔ یقین کریں میں ان کے حق میں روز افزوں دعا کرتا رہتا ہوں ۔ والسلام ۔ (ڈاکٹر حسن علی)

ایک با اخلاق دوست کی جُدائی

محترم مکرم مولٰنا دوست محمد صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

اخبار "پیغام صلح" کے ذریعہ پروفیسر عنایت علی خاں صاحب کی وفات کی خبر پڑھ کر بڑا صدمہ ہوا

اناللہ وانا الیہ راجعون

مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے ۔ بلند خیال ، خوش اخلاق اور بڑے شفیق تھے ۔ دوستوں سے کسی بات میں اختلاف ہو گیا تو حق بات منہ پر کہدی لیکن اس اختلاف کی وجہ سے دوستی میں فرق نہ آنے دیا ۔ میل ملاقات حسب معمول جاری رہی یہ مشکل چیز ہے جسے پروفیسر صاحب مرحوم نے اپنے اندر جمع کر رکھا تھا ۔

مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ مسجد میں کھڑے باتوں باتوں میں کہنے لگے ۔

"میرا تو اصول ہے کہ خدا کے آگے جھکو اور اس کے ہاں گڑگڑاؤ کسی بندہ کے آگے کیا جھکنا اور اس سے کیا ڈرنا"

اس فقرہ کے کہنے پر وہ خود ایک سپاہی آدمی کی طرح چست ہو گئے ۔

جن احباب کو اُن کے ساتھ میل ملاقات کا موقعہ ملا ہے وہ ضرور محسوس کرتے ہوں گے کہ ایک با اخلاق اور معتمد دوست ان سے جدا ہو گیا ۔

اناللہ وانا الیہ راجعون

دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔ والسلام

غمزدہ ۔ محمد یحییٰ بٹ

از ووکنگ (انگلستان)

میاں صاحب سے فسخ بیعت

خلیفہ قادیان میاں محمود احمد صاحب نے چالیس سال تک تکفیر مسلمانان کا عقیدہ اپنے مریدین کی گھٹی میں پلانے کے بعد سنہ ۱۹۵۳ء میں فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں جو یہ بیان دیا کہ "کوئی شخص جو مرزا غلام احمد صاحب پر ایمان نہیں لاتا دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا" اور کہ حضرت مرزا صاحب کا ماننا جزو ایمان نہیں اس لحاظ سے بہت خوش آئند ہے کہ ایک صحیح عقیدہ کی طرف انہوں نے رجوع کیا ہے جس کا اثر ان کی جماعت پر بھی ہوا ، چنانچہ ان کی جماعت کے کئی فہمیدہ اصحاب اس اچانک تبدیلی سے سراسیمہ ہو کر ان سے الگ ہوتے جا رہے ہیں جس کی ایک تازہ مثال ذیل کا خط ہے جو انکے ایک مرید نے انہیں لکھا ہے :-

"بخدمت شریف جناب صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ربوہ ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

نیازمند عرصہ ۲۸ سال سے آپ کی بیعت میں چلا آرہا ہے اس عرصہ میں جناب کی تحریرات کو پڑھ کر میرا یہی عقیدہ رہا ہے کہ تمام وہ لوگ جنہوں نے حضرت مسیح موعود کی بیعت نہیں کی وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں ، لیکن سنہ ۱۹۵۳ء میں فسادات پنجاب کی تحقیقات کے دوران میں عدالت کے اندر جو بیان آپ نے دیا اس سے یہ معلوم کر کے مجھے سخت حیرانی ہوئی ، کہ آپ کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت

(باقی بر صفحہ نمبر ۱۳)

دو بہت بڑے فتنے جو قوموں اور حکومتوں کی تباہی کا موجب ہوئے

علماء اور امرا کی بے راہ روی اور اس کے بد نتائج

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۵ مارچ ۱۹۵۷ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یاایھا الذین اٰمنوا ان کثیراً من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم...... واعلموا ان اللہ مع المتقین

(التوبہ آیات ۳۴ تا ۳۶)

قرآن اور نبی کریم سب قوموں کیلئے

قرآن شریعت میں خدا تعالیٰ کی نسبت یہ امر بار بار بتایا گیا ہے کہ وہ تمام قوموں کی پرورش اور تربیت کرنے والا ہے اور قرآن شریعت میں اس بات کا بھی ذکر ہے ان ھو الا ذکر للعالمین۔ خدا کی تعلیم جو قرآن میں نازل کی گئی ہے اس میں تمام قوموں کی رہنمائی کا سامان کیا گیا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا ہے تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا۔ یہ فرقان اپنے بندہ پر اتارا ہے تاکہ وہ تمام قوموں کے لئے نذیر ہو۔

کیا قوموں کے پیش آمدہ مسائل کا حل قرآن میں ہے؟

ایک محقق عالم پوچھ سکتا ہے کہ یہ بات تو خوش کن ہے، لیکن کیا تمام قوموں کی مشکلات اور ان کے پیش آمدہ مسائل کا حل بھی اس میں موجود ہے؟ دعوے تو اس کا ہے تمام قوموں کو ایک کرنے کا ہے، بیشک اس کا پیغام تمام دنیا کی طرف ہے، لیکن کیا تمام دنیا کی مشکلات کا حل بھی اس نے کیا ہے؟ قوموں کو جن اہم مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اور جو مہمات ان کے سامنے آتی ہیں، جن مشکلات میں سے ان کو گذرنا پڑتا ہے ان کا کوئی حل قرآن نے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کیا ہے تو بیشک یہ دعاوی درست ہیں ورنہ نہیں۔

علما اور امرا کا اثر حکومت اور عوام پر

ان آیات میں دو ایسی باتوں کو بیان کیا گیا ہے جن کو دائمی حقائق کہا جاسکتا ہے کیونکہ ساری دنیا ان دائمی حقائق سے دوچار ہے فرمایا دو قسم کے لوگ دنیا کی ہر قوم میں پائے جاتے ہیں جن کا اثر اپنی اپنی قوم میں سب سے بڑھکر ہے ایک علماء کا گروہ ہے جو بہت بڑا اثر و اقتدار رکھتے ہیں اور دوسرا گروہ امراء کا ہے، وہ بھی اپنے مال و دولت کی وجہ سے لوگوں کو متاثر کرتے ہیں۔ ہر قریہ اور ہر شہر میں اور ہر حکومت میں ایسے امرا پائے جاتے ہیں جو اپنے اثر و رسوخ و اقتدار کی وجہ سے جو چاہتے ہیں وہی ہو جاتا ہے، ان دونوں کا اثر یہاں تک چلتا ہے کہ اپنے اپنے ملک میں اہل حکومت پر بھی اثر ڈالتے ہیں،

علما اپنے علم کے بل بوتے پر اور اس بناء پر کہ انہیں خدا رسیدہ اور پارسا سمجھا جاتا ہے عوام پر اور اہل حکومت پر رعب جماتے ہیں اور یہی اثر اہل ثروت کا نظر آتا ہے اور یہ دونوں گروہ بعض وقت حکومتوں کو پلٹنے کا موجب ہو جاتے ہیں۔ زار روس کی حکومت کو عیسائی علماء ہی نے تباہ کیا، اس قدر اثر زار روس اور اس کی ملکہ پر ان کا تھا کہ جو کچھ چاہتے ان سے کراتے تھے، بڑے بڑے ظلم ان کی وجہ سے صادر ہوتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زار کی حکومت تباہ ہو گئی، ہندو پنڈتوں نے بھی ہندو راجاؤں سے جو چاہا کرایا، اس گروہ کو اللہ تعالیٰ نے اربابا من دون اللہ کا نام دیا ہے کیونکہ وہ اس عقیدہ کو فروغ دیتے ہیں کہ اگر خدا کو خوش کرنا چاہتے ہو، تو علماء اور پیروں اور گدی نشینوں کو خوش کرو، وہی خدا کے مقرب ہیں، جب لوگوں کے دلوں پر ان کا سکہ جم جاتا ہے تو وہ اپنے اس اثر سے کام لے کر ہر قسم کی جائز و ناجائز حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں، یہی حال امراء کا ہے وہ بھی اپنے مال و دولت کے بل بوتے پر حکومت و اقتدار کی گدیوں پر قبضہ جما لیتے ہیں اور ہر قسم کے ناپاک افعال کے مرتکب ہوتے ہیں، یہ چیز حکومتوں اور عوام کے لئے بہت بڑی تکلیف کا موجب ہوتی ہے، گدی نشین عوام کو غلام بناتے ہیں اور امراء بھی عوام سے یہی سلوک کرتے ہیں، ان دونوں گروہوں سے آہستہ آہستہ لوگ نفرت کرنے لگتے ہیں، پھر یہ نفرت پھیلتی ہے، جو بڑھتے بڑھتے ایک آتش فشاں پہاڑ کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور ملکوں اور قوموں کو برباد کرکے رکھ دیتی ہے،

اربابا من دون اللہ

آج ہمارے سامنے مسلمان ممالک میں بہت سی گدیاں اور پیر ہیں جو غلط خیالات اور عقائد لوگوں میں پیدا کرکے اپنا فائدہ حاصل کرتے ہیں اگر ان سے کہا جائے کہ قرآن کی یہ تعلیم نہیں تو کہتے ہیں قرآن تم جانتے ہو یا ہم جو خدا کے مقرب ہیں۔ اٹلی میں ان گدی نشینوں اور علماء کا ایک بہت بڑا نمائندہ بیٹھا ہے، جس کو پوپ کہتے ہیں، اس کی ہر بات کو خدا کی طرف سے سمجھا جاتا ہے، آج کوئی

دو ہزار سال کے بعد اس نے لوگوں کو یقین دلایا ہے کہ حضرت مریم بھی آسمان پر زندہ بیٹھی ہیں، اور سب نے بلا چون و چرا اس پر اٰمنا و صدقنا کہا اس لئے کہ یہ بات خدا کے نمائندہ پوپ کے منہ سے نکلی ہے اس طرح آپ کے مسلمانوں کے اندر بھی کچھ اسی قسم کے خدا کے نمائندے بنے بیٹھے ہیں، ان کے منہ سے کوئی بات نکلے تو کہتے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے، وہ جائز و ناجائز احکام جاری کرتے ہیں اور مریدان پر سر تسلیم خم کر دیتے ہیں، ان کو اربابا من دون اللہ کہا ہے لا یعلمون الکتاب الا امانی، کتاب الٰہی کا علم انہیں کوئی نہیں، اپنی آرزوؤں اور خواہشات کے مطابق فتوے دیتے ہیں۔ قرآن کریم نے اور حضور نبی کریم صلعم نے ان خطرناک بیماریوں کا علاج کیا ہے۔ فرمایا اپنے مشائخ کو اربابا من دون اللہ نہ بناؤ۔ کیونکہ ایسا کرنے سے انسانیت تباہ ہو جاتی ہے، اسی کے پیش نظر حضور نے فرمایا مجھے پہلے عبدہ کہو اور اس کے بعد ورسولہ لیکن حضور کی اس تعلیم اور اس عمل کے باوجود ان کی قوم میں پیر اور گدی نشین پیدا ہو گئے ہیں، جو اپنے خیالات اور فتووں کو خدائی احکام سی اہمیت دیتے ہیں، اسی طرح امراء کا حال ہے۔ امریکہ میں نہایت با اقتدار یہودی قوم ہے جو اپنے مال و دولت کی وجہ سے حکومت پر بڑا اثر رکھتی ہے، امریکہ اور انگلستان میں یہودیوں کا اثر بہت زیادہ ہے، ان کو خوش کرنے کے لئے امریکہ اور انگلستان اسرائیل کو ہر طرح کی مراعات دیتے جاتے ہیں، قرآن کریم نے آج سے چودہ سو سال پیشتر دنیا کو بتایا کہ دو قسم کے لوگ ہیں جن کا اثر اور رسوخ دنیا میں کام کرتا ہے، ایک علماء اور دوسرے امراء، یہ حقیقت آج واقعات کی صورت میں ہمارے سامنے ہے اور ان دونوں گروہوں کی وجہ سے دنیا کو کئی ایک مصائب کا سامنا ہے۔

حاکم وقت اور لیڈر کا صالح ہونا

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں خانہ کعبہ کے اندر ایک عورت تھی جو بالکل نہیں بولتی تھی، آپ

سے اس سے کہا کہ تم کیوں بات نہیں کرتیں، اس طرح چپ رہنے اور کسی کے سوال کا جواب نہ دینے کا کیا مطلب ہے، وہ کہنے لگی تم کون ہو، آپ نے کہا ابوبکر، اس نے کہا من ابوبکر؟ فرمایا ابن ابی قحافہ، اس نے کہا اچھا تم خلیفۃ المسلمین ہو، ایک بات بتاؤ الی ما یستقیم ھذا الامر الصالح جاء اللّٰہ بہ بعد الجاھلیۃ - زمانہ جاہلیت کے بعد جو امن آج پایا جاتا ہے، جس خوشحالی اور امن و امان کی زندگی آج ہم بسر کر رہے ہیں، یہ حال کب تک قائم رہے گا؟ حضرت ابوبکر رض نے فرمایا ما استقامت الائمۃ جب تک آئمہ کی حالت اچھی رہے اس نے کہا کون آئمہ، فرمایا تم جانتی نہیں کہ رؤسا اور شرفا کو آئمہ کہتے ہیں۔ جب تک مسلمانوں کے آئمہ سیدھے رہیں گے انکے مال ذاتی مفاد کے لئے ناجائز طور پر صرف نہ ہونگے بلکہ دین کی خدمت اور مسلمانوں کے کام آئیں گے، اس وقت تک امن کی یہ حالت قائم رہے گی،

پاکستان میں علماء کا فتنہ

آج ساری دنیا میں دیکھ لیجئے وہ لوگ جو دولت مند ہیں، وہی برسر اقتدار ہیں، اور اپنی دولت کے ذریعہ جس طرح چاہتے ہیں اُن کو چلاتے ہیں اور جو علماء اور گدی نشین ہیں وہ اپنے وقار کے لئے دنیا کو بے راہ کرنے اور حکومتوں میں دخل دینے سے دریغ نہیں کرتے، پاکستان میں بھی علماء نے بڑا زور لگایا کہ کسی طرح حکومت کی کرسی انہیں مل جائے، لیکن وہ سیڑھی جو انہوں نے اس مقصد کے لئے اختیار کی وہ بالکل ناکارہ اور ناپاک سیڑھی تھی، اس گورنمنٹ پر ہمارا احسان ہے، کہ علماء کا فتنہ ہماری وجہ سے کامیاب نہ ہو سکا، اگر ہم نہ ہوتے اور ہمارے خلاف طوفان نہ اٹھتا تو علماء حکومت پر غلبہ واقتدار کسی اور رستہ سے پا لیتے، اس رستہ کو اختیار کرکے انہوں نے اپنا ناکارہ ہونا ثابت کر دیا۔

دولت اور علم کی فضیلت اور انکا استعمال

قرآن دولت کمانے کو بُرا نہیں سمجھتا، وہ فرماتا ہے فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللّٰہ جمعہ کی نماز پڑھ کر جاؤ، اور دولت کماؤ، یہ اللہ کا فضل ہے اس کی تلاش کرو، مال کے متعلق قیامًا للناس فرمایا ہے، کوئی سلطنت مال و دولت کے بغیر نہیں چل سکتی، سڑکیں نہیں بن سکتیں، ریلیں نہیں چل سکتیں نہ سکول قائم ہو سکتے ہیں، نہ ہسپتال بن سکتے ہیں۔ اور نبوت کا منشاء پورا کرنے کے لئے اور خدا کی ہدایت کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے مال درکار ہوتا ہے اس لئے خدا تعالےٰ مال و دولت کو بُرا نہیں کہتا۔ ہاں اس کے غلط استعمال سے روکتا ہے، ایسا ہی علم کے حاصل کرنے پر بھی قرآن نے بڑا زور دیا ہے اور حدیثوں میں بھی علم کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے لیکن علماء اگر غلط طریق پر علم کو استعمال کریں اور امراء اپنی دولت کو غلط راہ پر لگائیں تو قوم تباہ ہو جاتی ہے۔ اسی لئے فرمایا ہے ان کثیرًا من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل، بہت سے علماء اور گدی نشین لوگوں کے مال ناجائز طریقوں سے کھاتے ہیں و یصدون عن سبیل اللّٰہ اور اپنے مفاد کے پیش نظر غلط تعلیم دے کر لوگوں کو خدا کی بتائی ہوئی ہدایت سے منحرف کر دیتے ہیں، قوم کی جڑھ کو تباہ کرنے والے یہ لوگ ہیں جو صحیح رستہ لوگوں کو بتانے کے بجائے اپنے مفاد کی خاطر غلط راہ کی طرف لے جاتے ہیں، اور لوگوں کی حریت و آزادی تباہ کرکے ان کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیتے ہیں۔

رسول اللہ صلعم کا کمال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کمال ہے کہ باوجود اس کے کہ آپ خدا سے ہم کلام ہیں، لیکن امور سلطنت میں دوسروں سے مشورہ ضروری سمجھتے ہیں وہ تو کہہ سکتے تھے کہ خدا مجھ سے کلام کرتا ہے مجھے کسی سے مشورہ کی کیا ضرورت ہے، لیکن آپ فرماتے ہیں کہ مجھے حکم ہے شاورھم فی الامر امور سلطنت میں مشورہ کر لیا کرو یہ بہت بڑے دل گردہ کی بات ہے، ایسی حالت میں مشاورت کے معنے تو بہت مشکل ہو گئے جب مشورہ کیا جائے گا تو کچھ لوگ آپ کے خلاف بھی رائے دیں گے، اسی لئے مشورہ ضروری قرار دیا گیا۔

قوم میں حریت کی بنیاد

کتنی بڑی حریت کی بنیاد آپ نے رکھی ہے غلامی کی تمام زنجیریں توڑ کر رکھ دیں، ایک عورت سے آپ نے کہا فلاں مرد سے شادی کر لو، اس نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ خدا کے حکم سے یہ کہتے ہیں؟ فرمایا نہیں، اس نے پوچھا کیا آپ کا حکم ہے؟ فرمایا نہیں میرا مشورہ ہے، اس نے کہا اگر خدا کے حکم کو نہ مانا جائے تو کافر گنہگار، اگر آپ کے حکم کو نہ مانا جائے تو بھی گنہگار، لیکن کیا آپ کا مشورہ نہ مانا جائے تو بھی انسان گنہگار ہو جاتا ہے؟ فرمایا نہیں، تو وہ کہنے لگی میں اس مشورہ کو نہیں مانتی، دیکھئے ایک عورت بھی آزاد ہے اور اپنی مرضی سے اپنا کام کر سکتی ہے بدر کی جنگ کے موقعہ پر آپ نے ایک جگہ لشکر کو حکم دیا کہ یہاں خیمہ زن ہو جاؤ، حباب بن منذر نے پوچھا یا رسول اللہ کیا آپ نے خدا کے حکم سے یہاں ڈیرہ لگانے کا ارشاد فرمایا ہے اھذا من عند اللّٰہ او من عند نفسک۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کے اندر کامل حریت پیدا کی، آپ نے اس کے جواب میں فرمایا من عند نفسی، میں نے یہ حکم اپنے پاس سے دیا ہے، اس نے کہا پھر یہ جگہ ٹھیک نہیں، یہاں سے ڈیرہ اٹھایئے اور ایسی جگہ پر چلئے جہاں پانی ہو، چنانچہ آپ نے کوچ کا حکم دے دیا، یہ ہیں ہمارے پیغمبر صلعم جو حقیقی معنوں میں رحمۃ للعالمین ہیں، اور حضرت ابوبکر رض نے کہا کہ اگر میں ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کر دو، کتنی بڑی آزادی قوم کو بخشی ہے، وہ بھی کہتے ہیں اگر آپ ٹیڑھا چلیں تو ہم آپ کو سیدھا کر دیں گے، اس کو کہتے ہیں آزادی جس میں ..... حکومت، خلیفہ اور مومنین ایک رنگ میں رنگے ہوئے ہیں،

حضرت عمرؓ کا عمل قرآن پر

اسی طرح حضرت عمرؓ کے پاس ایک دفعہ ایک بدو آیا اور اس نے کہا لا تعطینا بالجزل ولا تحکمنا بالعدل تو ہمیں فراخی کے ساتھ مال نہیں دیتا اور نہ عدل و انصاف کرتا ہے، حضرت عمر کو طیش آ گیا، آپ کے چہرہ کو دیکھ کر ایک ساتھی نے کہا خذ العفو وامر بالمعروف واعرض عن الجاھلین عفو سے کام لیجئے اور مناسب اور پسندیدہ طور پر حکم دیجئے اور جاہلوں سے اعراض کیجئے، قرآن کی اس آیت کو سُن کر حضرت عمر رض وہیں ٹھہر گئے، اور آپ کا تمام غصّہ کافور ہو گیا، کہاں ہیں ایسے بادشاہ، جو قرآن کی آیت کو سُن کر سر جھکا دیں، ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرمایا وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا۔ امامت کا مستحق وہ شخص ہوتا ہے جو اپنی بات نہیں منواتا۔ بلکہ خدا کی دی ہوئی ہدایت پر کاربند ہوتا اور اسی پر لوگوں کو چلاتا ہے اور دوسری صفت اس کی یہ ہونی چاہیئے کہ وہ امتحان کے وقت ذلیل نہ ہو اور اس میں استقلال ہو، اس کی بات پختہ ہو اس کو اپنے اعتقادات تبدیل نہ کرنے پڑیں۔

اسی طرح کا ایک واقعہ ہے کہ ایک حاجی نے احرام کی حالت میں ایک ہرن کو مارا حالانکہ قرآن کا حکم ہے کہ لا تقتلوا الصید وانتم حرم جب تم احرام کی حالت میں ہو تو شکار مت کرو اس کا مقصد یہ ہے کہ اس بھیڑ بھاڑ میں شکار کرنے سے ہو سکتا ہے کہ تمہارے نشانہ سے کوئی آدمی مر جائے تو وہ شخص جس نے حالت احرام میں ہرنی کو مارا حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور ان سے فتوےٰ طلب کیا حضرت عمر رض نے فرمایا عبدالرحمن بن عوف کو بلاؤ، جب وہ آئے تو مل کر فتوےٰ دیا کہ اس کے بدلہ میں ایک جانور لیکر قربان کر دیا جائے، یہ فیصلہ سن کر وہ شخص حضرت عمر رض سے کہنے لگا میں تو سمجھتا تھا کہ آپ کو دین آتا ہے۔ لیکن خلیفہ ہو کر آپ دینی مسائل سے بھی واقف نہیں، فرمایا تم نے پڑھا نہیں کہ قرآن میں ہے یا یھا الذین امنوا لا تقتلوا الصید

(باقی بر صفحہ ۱۲)

مصلح موعود کی پیشگوئی پر ایک محققانہ نظر

(چوہدری فضل الرحمٰن قمر صاحب سامانوی)

—(۲)—

اس مضمون کی پہلی قسط ۲۷ر فروری ۱۹۵۷ء کی اشاعت میں درج ہو چکی ہے ——— (ایڈیٹر پ۔ص)

پورے تیس سال اسی حالت میں گذر گئے مگر دونوں حالتوں میں مریدوں کا اصرار یہی تھا کہ آپ ہی مصلح موعود ہیں خواہ دعویٰ کریں یا نہ کریں اس کی ضرورت ہو یا نہ ہو خدا حکم دے یا نہ دے صفر فی صد ہوں یا نوتے پرسنٹ مگر ہیں آپ سو فیصد مصلح اس میں اللہ تعالیٰ کا دخل تو کچھ رہا ہی نہ تھا کیونکہ وہ تو کان اللہ نزل من السماء کے وعدے کے موجب اپنا چارج زمین والے کے حوالے کر چکا تھا، اب اسی کی حکومت تھی اور اسی کا تصرف، اختیارات حاصل ہونے سے پہلے تو یہی اعلان تھا کہ مصلح موعود کسی آئندہ نسل میں آئیگا کیونکہ بیٹے سے مراد کوئی آئندہ نسل کا آدمی ہوتا ہے۔ مگر چارج لینے کے بعد یہ قانون منسوخ ہو گیا اور سینکڑوں سال بیتنے کی بجائے ساڑھے پانچ سال بعد ہی تشریف لے آئے اور روحانی کے بجائے صلبی بیٹے ہی مصلح موعود بن گئے، پھر پارہ سے تھے جو جی میں آیا کیا اعتراض کوئی کر ہی نہ سکتا تھا کیونکہ انچارج ہونے کی وجہ سے لا یسئل عما یفعل شان تھی اس لئے فوراً یہ جلالی اعلان کیا۔

"اگر تم سچے اعتراض تلاش کر کے بھی میری ذات پر کرو گے تو خدا کی تم پر لعنت ہو گی اور تم تباہ ہو جاؤ گے۔"

(الفضل ۲۹ مئی ۱۹۲۶ء)

اس طرح ایک اور قانون بھی منسوخ ہو گیا یعنی پہلے تو جھوٹے پر خدا کی لعنت ہوتی تھی مگر اب جھوٹے کو جھوٹا کہنے والے پر خدا کی لعنت کا قانون بن گیا، پہلے قانون یہ تھا کہ جھوٹے تباہ ہوتے تھے مگر اب جھوٹوں کو جھوٹا کہنے والوں کی تباہی کا بل پاس ہوا، لگے ہاتھوں ایک چوتھا قانون بھی منسوخ کرنے کا اعلان کر دیا وہ یہ کہ پہلے تو غلطی کرنے والے کی غلطی کو غلطی کہا جاتا تھا حتیٰ کہ ماموران الٰہی کی اجتہادی غلطی کو بھی غلطی کہا جا سکتا تھا جس کا وہ خود بھی اقرار کر لیا کرتے تھے مگر اب یہ قانون بن گیا کہ :-

"اگر کوئی یہ کہتا پھرے کہ اس نے فلاں فلاں فیصلہ غلط کیا یا فلاں غلطی کی ہے وہ غلطی ہی ہو پھر بھی خدا اسے پکڑے گا"

(الفضل ۴ر نومبر ۱۹۲۷ء)

سمجھے آپ؟ پہلے غلطی کرنیوالے کو پکڑتا یا اسے تنبیہ کرنا خدا کا کام تھا مگر اب اس کی ڈیوٹی مقرر ہوئی کہ جو بدبخت لاڈلے میاں کی واقعی غلطی کو غلطی کہدے تو خدا مجبور ہے کہ اس غلطی کو غلطی کہنے والے کا قافیہ تنگ کر دے اس لئے کہ اس نے لاڈلے میاں کی غلطی کو غلطی کہا کیوں؟ یہ ٹھیک ہے کہ وہ غلطی تھی مگر جب اس کی شان لا یسئل عما یفعل ہو چکی پھر جس قدر چاہے غلطیاں کرے اسے پوچھنے والا ہے کون جہاں کسی نے پوچھا تو خدا نے جھٹ اسے پکڑا۔ اس طرح جب میدان صاف ہو گیا تو آپ نے فروری ۱۹۴۴ء میں

مصلح موعود ہونیکا دعویٰ

کر دیا اور دعوے بھی الہاماً کیا آج تک اللہ تعالیٰ کا قانون تو یہ تھا کہ ایسا دعویٰ مامور من اللہ ہوا کرتا تھا مگر آپ نے وہ بھی منسوخ کر دیا اور کہا کہ ہم دعوے ضرور کریں گے اور اللہ تعالیٰ کو یہ الہام بھی ضرور کرنا ہو گا کہ مثیلہ وخلیفتہ مگر یہ الہام صرف ہمارے لئے حجت ہو گا، دوسروں کے لئے اس لئے حجت نہ ہو گا کہ ہم غیر مامور ہیں اور غیر مامور کا خواب ماننے کے دوسرے لوگ مکلف نہیں (ملاحظہ ہو الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء) یہ سوال کرنے کا یارا کسی اور کو نہیں کہ حضور والا جب دوسرے لوگ اس کے ماننے کے مکلف نہیں پھر ان کے سامنے یہ دعویٰ پیش کیوں کیا جا رہا ہے؟ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ عالیجاہا! جب یہ پیشگوئی حضور کے فرمان مندرجہ الفضل ۲ر اگست ۱۹۳۹ء کی رُو سے ان پیشگوئیوں میں داخل ہی نہیں تھی جن میں کسی دعویٰ کی ضرورت ہو تو پھر یہ بے ضرورت دعوےٰ کرنے کے لئے آپ کو مجبور کر دیا تھا اور اگر بے ضرورت دعوے کر ہی بیٹھے تھے تو پھر بے ضرورت دعوے ایک لغو چیز ہے جن کو ماننا مومن کی شان سے بعید ہے ہم تو ایسے لغو دعوے کو نہیں مانتے مگر یہ کوئی کہے تب اگر اسے انصاف کی توقع ہو۔ وہ تو جانتا ہے کہ انچارج صاحب کے فرمان کے خلاف ذرہ بھی لب کشائی کی تو خدا نے پکڑ کر لعنت برسانی شروع کر دینی ہے اس لئے ایسی لب کشائی فاذنوا بحرب من اللہ کا چیلنج منظور کرنے کے مترادف ہے، مشاہدہ اس کی تائید کر رہا تھا کیونکہ پہلے معترض مباہلہ والوں کو غریب محمد حسین کا فدیہ دینا پڑا اور دوسرے اسی قسم کے معترض مظلوم مولوی فخرالدین صاحب مرحوم کو تخت گاہ کے بازار کے چوک میں دست بدست پکڑا اور تباہ کیا باقی پُر اسرار طریق سے تباہ ہونے

والوں کا تو ذکر ہی کیا ایسی صورت میں کوئی لب کشائی کی جرأت کس طرح کر سکتا ہے۔ اللہ میاں چارج دے بیٹھے ان کے ہاتھ میں رہا کچھ نہ کہ لے دے کر ایک لاڈلے میاں اسکو ملے تھے اس کو ناراض کرنے کی جرأت وہ کس طرح کر سکتا تھا ایک چپ سادھ کر تنک دیدم دم نکشیدم کا مصداق ہو گئے۔ ادھر لاڈلے میاں نے بھی دیکھا کہ اندھیر میں اندھیر نہ مچانا عقلمندی نہیں اس سے بڑھکر کونسا موقعہ ہو گا جو چاہو اودھم مچا لو پوچھنے والا ہے نہیں اس لئے جس طرح چاہا خدائی قانون پر ہاتھ صاف کیا اور بغیر مامور ہونے کے سو فیصد مصلح موعود بن گئے اور نہ ماننے والوں کے لئے جو جی سے آیا خطاب زبان پر آیا صادر کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

گر یہی دیں ہے جو ہے انکے خصائل سے عیاں
میں تو اک کوڑی کو بھی لیتا نہیں یوں زینہار

غیر مامور مصلح

اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش سے آج تک یہ اپنی سنت کے جدید مصلح بنائے ہیں جو دنیا کے لئے مصلح موعود بھی ہیں بڑے جلال سے دعویٰ بھی کر دیا جو الہام الٰہی سے کیا گیا مگر اس کے باوجود ہیں غیر مامور، ان کا الہام صرف ان کے لئے حجت ہے دوسروں کے لئے نہیں مگر اس کے باوجود بھی ان کو نہ ماننے والے منافق فاسق اور مرتد ہیں، ان کے الہام کو ماننے کے دوسرے لوگ مکلف بھی نہیں اور ہیں بھی ایسے کہ خدا انہیں ضرور پکڑے گا اور اس کی ان پر لعنت ضرور ہو گی اور وہ ان کو تباہ کر کے چھوڑے گا مطلب یہ کہ ان کا الہام صرف ان کے لئے حجت ہے مگر جو دوسرا شخص اس کو حجت نہ سمجھے گا اسے بھی اللہ تعالیٰ پکڑے گا یہ ٹھیک ہے کہ دوسرے لوگ اس غیر مامور کا الہام ماننے کے مکلف نہیں چونکہ وہ مکلف نہیں اس لئے ان پر ان کی ضرور لعنت ہو گی اور وہ تباہ ہو جائیں گے یہ کیوں؟ اس لئے کہ دعویدار مامور نہیں اور غیر مامور مصلح کی یہی شان ہے کہ جن کے لئے اس کا الہام حجت نہ ہو وہ ضرور پکڑے جائیں اور جو ان کے دعوے کو ماننے کے مکلف نہ ہوں ان کو خدا ضرور تباہ کرے اور لعنت برسائے یعنی خدا تعالیٰ معاذ اللہ لاڈلے میاں کے سامنے مجبور ہے اسے ضرور ان پر لعنت کرنا ہو گی جو اسکے دعوے کو ماننے کے مکلف نہیں اور اسے ضرور ان کو پکڑنا اور تباہ کرنا ہو گا جن کے لئے لاڈلے میاں کا الہام حجت نہیں نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات

معزز احباب! اب ذرا غور فرمائیے کہ جناب میاں صاحب ۷ر جولائی ۱۹۳۹ء کے خطبہ میں یہ ارشاد فرماتے ہیں :-

"میرے نزدیک مصلح موعود کی پیشگوئی چونکہ مامور کے متعلق نہیں بلکہ غیر مامور کے

متعلق ہے .... جیسا کوئی پیشگوئی کسی
مامور کے متعلق نہ ہو تو اس میں دعوے کی
ضرورت نہیں ہوتی"
اُن کے مسلمات کی رُو سے مصلح موعود کی پیشگوئی غیر مامور کے متعلق ہے اور جب پیشگوئی کسی غیر مامور کے متعلق ہو تو اس کو دعوے کی ضرورت نہیں ہوتی ان حالات میں

اہل ربوہ پر چند سوالات

پیدا ہوتے ہیں اوّل یہ کہ ۷ر جولائی ۱۹۳۹ء کو جو خطبہ دیا تھا اس میں یہ کہا تھا کہ
"مصلح موعود کی پیشگوئی مامور کے متعلق نہیں
اس لئے
اس میں دعوے کی ضرورت نہیں"
(الفضل ۱۲ر اگست ۱۹۳۹ء)
مگر یکم فروری ۱۹۴۴ء کے خطبہ میں پہلے خطبہ کے خلاف دعوے کر دیا اب ۱۹۳۹ء والے اعلان کو صحیح سمجھا جائے یا ۱۹۴۴ء والے فرمان کو؟ اگر دعوے صحیح ہے تو پھر ۱۹۳۹ء والا اعلان غلط ہے اور اگر یہ اعلان صحیح ہے تو دعوے غلط ہے۔ یہ فیصلہ اہل ربوہ نے کرنا ہے کہ دونوں میں صحیح کونسی بات ہے دونوں تو صحیح نہیں ہو سکتیں کیونکہ ان میں بعد المشرقین ہے بہرحال یہ بتایا جائے کہ دونوں متضاد بیانات پڑھنے والے کیا سمجھیں؟

(۲) بقول مدعی جس دعوے کی ضرورت نہیں وہ دعویٰ اگر کیا جائے تو بے ضرورت ہوگا ایسا بے ضرورت دعویٰ کبھی کسی صادق مدعی نے نہیں کیا ہے؟ اگر کیا ہے تو ثبوت دینا چاہیئے؟

(۳) جس دعوے کی ضرورت نہ ہو اور وہ کر دیا جائے تو کیا اس بے ضرورت دعوے کے ماننے کے دوسرے لوگ مکلف ہو سکتے ہیں؟ اگر ہو سکتے ہیں تو کس طرح؟

(۴) کیا بے ضرورت دعوے کرنیوالا شخص اپنے دعوے میں صادق اور مخاطب اللہ ہو سکتا ہے تو ضرورت کے وقت دعوے کرنے والے اور بے ضرورت آنے والے مدعیان میں مابہ الامتیاز کیا ہے؟

(۵) ۱۹۳۹ء تک مصلح موعود کی پیشگوئی بقول جناب میاں صاحب
"اُن پیشگوئیوں میں داخل ہی نہیں (تھی ۔ ناقل) جن میں کسی دعوے کی ضرورت ہو"
(الفضل ۱۲ر اگست ۱۹۳۹ء)
مگر اسی پیشگوئی کے مصداق نے ۱۹۴۴ء میں دعوے کر دیا تو کیا اس کا یہ دعوے پیشگوئی کے مطابق تھا اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا ان کا مندرجہ بالا اعلان غلط ہے۔

(۶) اگر میاں محمود بالا صحیح ہے تو پھر جب یہ ان پیشگوئیوں میں داخل ہی نہیں تھی جن میں کسی دعوے کی ضرورت ہو تو پھر اس کے مصداق کا دعوے کیونکر صحیح قرار دیا جا سکتا ہے؟

(۷) کیا مصلح موعود کی پیشگوئی کرنے والے نے کسی جگہ یہ فرمایا تھا کہ اس کے مصداق کو دعوے کی ضرورت نہیں یا یہ ایجاد بندہ ہے دونوں صورتوں میں جواب مع ثبوت دینا چاہیئے؟

(۸) ۱۹۴۴ء میں جب اس کے مصداق نے دعوے کیا تھا اس وقت پیشگوئی ان پیشگوئیوں میں داخل ہو گئی تھی، جن کے مصداق کو دعوے کی ضرورت ہوتی ہے یا بدستور سابق اس فہرست سے باہر تھی اگر باہر تھی تو کس کے حکم سے تھی اگر داخل ہوئی تو کس کے حکم سے ہوئی؟

(۹) کسی پیشگوئی کو کسی فہرست میں داخل کرنا یا اس سے خارج کرنا کس کا کام ہے؟ یعنی ایسا کرنے کا کون مجاز ہو سکتا ہے اللہ تعالےٰ یا کوئی مامور یا غیر مامور؟

(۱۰) کیا کوئی غیر مامور، دعوے کرنے کا مجاز ہے اگر ہے تو ثبوت دیجئے؟ اگر نہیں تو ایک غیر مامور نے وہ کام کیوں کیا جس کا وہ مجاز نہیں؟ کیا اس کا یہ فعل عنداللہ جرم نہیں یا ہے؟ اگر ہے تو ایک عنداللہ مجرم کس طرح مخاطب اللہ ہو سکتا ہے؟

(۱۱) ۱۹۳۹ء میں جناب میاں صاحب کا یہ فیصلہ تھا کہ جب پیشگوئی کسی مامور کے متعلق نہ ہو تو اس میں دعوے کی ضرورت نہیں ہوتی اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب دعوے کی ضرورت آ پڑے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ یہ پیشگوئی مامور کے متعلق ہے غیر مامور کے متعلق نہیں کیونکہ بقول میاں صاحب غیر مامور کے متعلق پیشگوئی ہونے کی صورت میں تو اس کے مصداق کو دعوے کی ضرورت ہی نہیں، ان کے دعوے کر دینے کے بعد یہ ثابت ہو گیا کہ یہ پیشگوئی غیر مامور کے متعلق نہ تھی بلکہ مامور کے متعلق ہے جب صورت حال یہ ہو گئی تھی تو پھر آپ نے اس دعوے کے اعلان میں اپنے مامور ہونے سے انکار کیوں کیا؟

(۱۲) جس دعوے کے ماننے کے دوسرے لوگ مکلف نہیں اس دعوے کو لوگوں کے سامنے پیش کیوں کیا گیا اور کیا جا رہا ہے؟

(۱۳) کیا کسی مامور کا خواب، رؤیا یا الہام دوسرے لوگوں پر حجت ہے اگر ہے تو ثبوت دیجئے اور ساتھ ہی جناب میاں صاحب کے اس بیان کے متعلق بھی فیصلہ کیجئے کہ میری یہ خواب صرف میرے لئے حجت ہے دوسروں کے لئے نہیں۔
(الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء)

(۱۴) جس دعوے کے ماننے کے دوسرے لوگ مکلف نہیں کیا اس کا انکار کرنے والوں کو فاسق، منافق، مرتد، دوزخی کہنا جائز ہے، اگر ہے تو ثبوت دیجئے؟

(۱۵) کسی مصلح روحانی کے دنیا میں آنے کا کونسا وقت ہوتا ہے آیا اس وقت اس کی آمد کی ضرورت ہے اگر ہے تو کیا؟

جو صاحب بہ ثبات عقل و نقائمی حواس خمسہ ان سوالات کے جواب دیں گے ان کی خدمت میں بطور شکریہ ہم دس روپیہ فی سوال کل ایک سو پچاس روپیہ انعام پیش کریں گے

میاں صاحب کے مصلح موعود نہ ہونیکا ثبوت

جناب میاں صاحب کے مصلح موعود نہ ہونے کے بارہ میں انکے اپنے بیانات کا تناقض ہی ایک ایسا ثبوت ہے جس کے بعد کسی اور ثبوت کی ضرورت نہیں رہتی۔ جیسا کہ پہلے ثابت کیا جا چکا ہے، ۱۹۰۸ء میں کہا کہ وہ بیٹا حضرت اقدسؑ کی آئندہ نسل میں ہوگا اور خلیفہ بننے کے ایک ہفتہ کے بعد اس کا مصداق بن بیٹھے۔ ۱۹۱۷ء میں پھر مصلح موعود ہونے سے انکار کر دیا۔ اور اس کے لئے الہاماً دعوے کی شرط پیش کی ۱۹۳۳ء میں فرمایا کہ ان باتوں کو اس کے مصداق پر چھوڑ دو ۱۹۳۵ء میں پھر کہا کہ میں اس کا مصداق ہوں اور اس کے مصداق کے لئے الہاماً دعوے لازمی نہیں، یہ شرط صرف مامور کے لئے ہے، ۱۹۳۷ء میں نوے فی صدی مصداق ہونے کا دعوے کیا، ۱۹۳۹ء میں کہا کہ سو فیصد نشانات مجھ پر پورے ہوتے ہیں اور یہ پیشگوئی ان میں داخل نہیں جن میں دعوے کی ضرورت ہو مگر اس کے باوجود فروری ۱۹۴۴ء میں دعوے تو کر دیا مگر مامور ہونے سے انکار رہا، ان حالات میں دیوائی درست بتائیں کہ کیا سمجھا جائے۔ اور اگر ہم سے دریافت کیا جائے تو ہم خود کوئی جواب دینے کی بجائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف رجوع کریں ..... تو اس کے متعلق حضور یہ فیصلہ صادر فرماتے ہیں:-
"جھوٹے کے کلام میں تناقض
ضرور ہوتا ہے"
(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم)
پس حضرت حکم عدل کے فیصلہ کی رُو سے یہ ثابت ہو گیا کہ جس شخص کے کلام میں تناقض ہو وہ اپنے دعوے میں سچا نہیں۔ ورنہ یہ تناقض اگر دیگر معتقدات میں ثابت کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بنتی ہے مگر اس وقت ان کو نظر انداز کر کے صرف مصلح موعود کی پیشگوئی کے متعلق ہی اگر دیکھیں تو وہ ان کی تضاد بیانیوں کا خاصہ مرقع بن جاتا ہے جس کا سرسری نقشہ پہلے پیش کیا جا چکا ہے۔ مگر آیئے ہم آپ کے سامنے ان سے بڑھ کر ایک اور نمونہ پیش کرتے ہیں چنانچہ جس خطبہ میں مصلح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اس میں فرماتے ہیں:-
"لوگوں نے کہا اور بار بار کہا کہ آپ
کی ان پیشگوئیوں کے بارہ میں کیا رائے
ہے مگر میری یہ حالت تھی کہ میں نے سنجیدگی
سے ان پیشگوئیوں کو پڑھنے کی بھی کوشش
(باقی برصفحہ ۱۰)

علاقہ خٹک میں نورِ احمدیت اور اس کا انجام

اکمل اسد آبادی

پندرہ روزہ "اطلاعات سرحد" (موجودہ کاروان) اپنے استقلال ایڈیشن میں لکھتا ہے:۔

"سلاوائہ تک احمدیت اس صوبے میں سیلاب کی طرح بڑھی مگر اس کے بعد اس کی ترقی رُک گئی"

یہ الفاظ میرے نہیں بلکہ ایک سرکاری جریدے کے ہیں ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ جب نورِ احمدیت کا چشمہ مدینۃ المسیح قادیان سے پھوٹ پڑا تو وہ سیلاب کی صورت اختیار کر کے ملک کے طول و عرض میں پھیل گیا۔ یہ سیلاب کیونکر اُمڈ پڑا اس کی تشریح محتاج بیان نہیں مگر یہ بتانا بھی لازم ہے کہ یہ سیلاب جو شمع احمدیت کے پروانوں کے جذبۂ تبلیغ سے اُمڈ آیا، ملک کے کسی ایک حصے تک محدود نہ رہا بلکہ احمدیت کے پروانے مبلغ بن کر صفحۂ دہر پر "تحقیقی اسلام" کی اشاعت کا جذبہ لیکر پھیل گئے۔ اس جذبہ سے سرشار احمدیت کا ایک پروانہ جو کوہاٹ کا باشندہ تھا فرائض نویسی کا پیشہ اختیار کئے ہوئے سابق ریاست ٹیری کی ایک تحصیل میں (جو قصبہ ٹیری سے پانچ میل دور بانڈہ داؤدشاہ کے نام سے موسوم تھی۔ سردار رشید کی وزارت نے نوابوں کی اس آخری نشانی کو بھی ختم کر دیا) اقامت پذیر ہوا۔ شیر زمان ان کی کوششوں سے حلقہ بگوش احمدیت ہوا اور اس طرح سرزمین خٹک میں احمدیت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

انہی دنوں نوابزادہ سلیم خان بغرض تعلیم دہلی روانہ ہوگئے، ان کی اتالیقی میں مولوی عبدالستار صاحب بھی دہلی بھیجے گئے۔ کچھ عرصہ بعد نوابزادہ دہلی سے لاہور آگئے۔ اگرچہ مولوی صاحب دہلی میں ہی نورِ احمدیت سے آگاہ ہو چکے تھے۔ مگر لاہور آنے پر خواجہ صاحب اور دیگر بزرگوں کی صحبت سے سونے پر سہاگے کا کام ہوا۔ ٹیری واپس آنے پر مولوی عبدالستار صاحب، اور احمد گل صاحب مرحوم قادیان تشریف لے گئے اور حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک پر داخل سلسلہ عالیہ ہوئے۔

اس طرح خدا تعالیٰ نے خود اشاعت احمدیت کا انتظام کر دیا۔ عجب خان آف زیدہ، شیر زمان اور مولوی عبدالستار صاحب نے احمدیت کی اشاعت کا عزم صمیم کر کے منظم جدوجہد شروع کر دی، اور اس کے لئے تن من دھن نثار کرنے کا ارادہ کر لیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج یہ علاقہ احمدیت کے لئے خون تک کی قربانی دینے میں کسی خطے سے پیچھے نہیں۔

ایسے ایام میں جبکہ ٹیری کی ریاستی گدی پر عبدالغفور اور عبدالحکیم جیسے متعصب حکمران متمکن تھے "احمدیت" کا علم اُٹھانا صرف حق کے پروانوں کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ خدا بھی کسی کی محنت کو اکارت نہیں جانے دیتا۔ چنانچہ چند سال کے عرصہ میں احمدیت کا وہ پودا جو بانڈہ داؤدشاہ میں لگایا گیا تھا شاخ در شاخ ہو کر سرزمین خٹک میں پھیل گیا، خوانین لاچی میں سے محمد شریف خان خان آف لاچی نے احمدیت قبول کر لی۔ خٹک احمدیوں کا دوسرا طبقہ یا متبعین حسب ذیل افراد پر مشتمل قرار دیا جا سکتا ہے:۔

مولانا یحییٰ دین ساکن یاخی خیل۔ محمد عارف۔ عبدالہادی (ٹیری) شیخ احمد گل (شیخان) خان محمد شریف خان (لاچی) امیر اگل۔ بہرام گل (لاچی) سکندر شاہ درملک مولوی رکن الدین صاحب (ٹیری) عبداللہ خان (ڈم کلے) صوبیدار عبدالحلیم (تنگی خواہ) فیضان ارناطو۔ محمد گل۔ بازگل، قاضی محمد امین (موتی) نوابزادہ عبدالجبار خان تمان شاہ محمد خان خانزادہ عبدالمجید خان (ٹیری) نسیم گل موتی (موتی)

مگر افسوس صد افسوس کہ حضرت خلیفۃ المسیح مولانا نورالدین صاحب کے وصال کے بعد صرف گنتی کے چند خاندان احمدی رہ گئے۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے ذرائع محدود اور اہل دعوہ کی عدم توجہی۔ کاش احمدی جماعتیں ان تلخ حقائق پر چیں بجبیں ہونے کے بجائے اس کا علاج معلوم کرنے کی فکر کریں۔

اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اکثر خاندانوں کے سربراہ کی وفات کے بعد ان کے اہل و عیال کی طرف سے انجمن نے غفلت برتی۔ اور یتیموں کو گود میں لینے والا کوئی نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اب وہ یتیم احمدیت کے نام سے بدکتے ہیں۔ اور اکثر خاندانوں نے دیگر احباب کی حالت اور انجمن کی غفلت سے گوشۂ تنہائی کو اپنایا۔ مشتے از خروارے چند احمدی یتیم بچوں کی فہرست ملاحظہ فرمائیے جن کے والدین کے مرنے کے بعد وہ غیر احمدی رشتہ داروں کے زیر اثر غیر احمدی ہو گئے۔

مولوی عبدالستار صاحب کے لڑکے عبدالحق و نورالحق۔

مولوی حنیف اللہ کے لڑکے محمد یعقوب محمد اسمٰعیل۔

محمد عارف کے لڑکے عبداللہ خان کے پانچ لڑکے صوبیدار عبدالحلیم کا لڑکا امان اللہ وغیرہ۔

ہو سکتا ہے کہ میرے اس تجزیئے سے بعض احباب کو اتفاق نہ ہو۔ اُن سے معذرت خواہ ہوں مگر انصاف کے نام پر اپیل کروں گا کہ فرصت کے اوقات میں اس کا حل ڈھونڈیں۔

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ ۱۹ مارچ کی صبح کو خیبر میل سے ملتان تشریف لے گئے جہاں ایک دو دن کے قیام کے بعد آپ کراچی روانہ ہو جائیں گے۔

محترم آفتاب عالم خان صاحب (لاہور) لکھتے ہیں کہ بندہ چند مشکلات میں مبتلا ہے اور احباب سے درخواست ہے کہ اپنی نیم شبی دعاؤں میں بندہ کے لئے بھی بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہوں کہ جلد مخلصی کی صورت پیدا ہو جائے۔

کرنل بشیر حسین سید کی کار کو حادثہ

لاہور ۱۸ مارچ۔ کل صبح تقریباً پونے گیارہ بجے نوشہرہ اور پشاور کے درمیان پبی کے مقام پر کار کے ایک حادثہ میں آئی ڈی ایم ہلاک ہو گئے۔ صوبائی انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات کرنل بشیر حسین سید اور مغربی پاکستان کے سابق انسپکٹر جنرل پولیس میاں انور علی کی نو سالہ صاحبزادی شاہین اس حادثہ میں زخمی ہوئے۔

پتہ چلا ہے کہ کرنل بشیر حسین سید اپنی ذاتی ہی کار میں نیا اور جا رہے تھے جہاں جیل کی مصنوعات کی نمائش کا افتتاح کرنا تھا۔ کار میں ان کی سمدھن بیگم اکرم حسین سید کیپٹن (جو کہ ان کے بیٹے کی اہلیہ اور میاں انور علی کی صاحبزادی ہیں) اور میاں انور علی کی دوسری صاحبزادی مس شاہین بھی تھیں کار کرنل صاحب کا ڈرائیور چلا رہا تھا۔ کار کی رفتار معمولی تھی۔ چنانچہ کار نے ٹک ... سے ... ۲۵ میل کا راستہ ... میں طے کیا جب کار پبی کے درمیان پہنچی تو ڈرائیور نے اس کی رفتار کم کر دی۔ کیونکہ وہاں جلسہ لگا ہوا تھا۔ اتنے میں نیلے رنگ کی ایک نئی ڈاج کار جسے کوئی غیر ملکی چلا رہا تھا۔ اور جو بڑی تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔ کرنل سید کی کار سے ٹکراتی ہوئی گذر گئی (کرنل صاحب کی کار پر اس ڈاج کار کی رگڑ اور رنگ کا نشان موجود ہے) اس ٹکر کے باعث کرنل سید کی کار کا توازن برقرار نہ رہا۔ اور وہ تین راہگیروں کو کچلتی ہوئی ایک درخت سے ٹکرا گئی، حادثہ میں کرنل صاحب کے سر پر چوٹ آئی اور مس شاہین کی ٹانگ ٹوٹ گئی سب فوراً پشاور کے لیڈی ریڈنگ ہسپتال پہنچایا گیا۔

بعد کی خبر:۔ لاہور ۱۹ مارچ۔ کرنل بشیر حسین صاحب معہ اہل و عیال آج بذریعہ خیبر میل لاہور پہنچ گئے ہیں۔

مصلح موعود کی پیشگوئی پر ایک محققانہ نظر (بسلسلہ صفحہ ۸)

نہیں کی"

"آج دیم فروری ۱۹۴۴ء کو میں نے پہلی
دفعہ وہ تمام پیشگوئیاں منگوا کر اس
نیت سے دیکھیں کہ میں ان پیشگوئیوں
کی حقیقت کو سمجھوں"

(الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء)

اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ اس دن سے قبل کبھی آپ نے مصلح موعود کی پیشگوئیوں کو نہ پڑھا نہ دیکھا بلکہ آج پہلی دفعہ دیکھا اس سے پورے اُنتیس سال قبل آپ نے اپنی کتاب "نشانوں کی روشنی" میں جو مضمون شائع کیا وہ پیشگوئیوں کو پڑھ کر لکھا تھا یا بالکل بچوں کی طرح بغیر پڑھے ہی لکھ دیا تھا۔ پھر اسے چھوڑیئے ہم پوچھتے ہیں کہ خلیفہ بننے کے بعد ۲۱ مارچ ۱۹۱۴ء کو جب سبز اشتہار اور تریاق القلوب کے حوالے سے اس پیشگوئی کے مصداق ہونے کا جو دعویٰ کیا تھا کیا وہ پیشگوئیاں پڑھ کر کیا تھا یا صرف مریدوں کے کہنے سے کر دیا تھا؟ اسے بھی جانے دیجئے عرض یہ ہے کہ ۸ جون ۱۹۴۳ء کو یہ تحریر بنام شیخ مصری صاحب کو لکھ کر دی تھی جس میں حضور نے لکھا تھا کہ

"میرے نزدیک جس حد تک میں نے اس
پیشگوئی کا مطالعہ کیا ہے"

کیا اس کا صاف مطلب اس وقت اس کا مطالعہ کیا تھا یا خالی رعب دینے کے لئے ہی یہ الفاظ لکھ دیئے گئے؟ اسے بھی نظر انداز کر دیجئے ۱۹۳۴ء میں خطبہ جمعہ کے اندر بر سر منبر جیسے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ :-

"اگر مجھ پر تمام علامات چسپاں ہو رہی ہوں اور
جس قدر نشانات مصلح موعود کے متعلق بتائے
گئے ہوں وہ سب مجھ میں پورے ہو رہے
ہوں"

اس وقت اگر اس پیشگوئی کو پڑھا ہی نہ تھا تو بغیر پڑھے کس طرح معلوم ہو گیا تھا کہ مصلح موعود کے متعلق سب نشانات آپ میں پورے ہو رہے اور سب علامات آپ پر چسپاں ہو رہی ہیں بہرحال جب ساری پیشگوئیاں پڑھیں تو سب علامات اور نشانات کا علم ہوا اب بتائیے کیا فرماتے ہیں علمائے ربوہ اور یارو بیچ کہ جس شخص کے اپنے بیانات سے کم از کم چار دفعہ اس پیشگوئی کا پڑھنا ثابت ہو رہا ہو وہ خطبہ جمعہ یا جلسہ کے اندر منبر پر بیٹھ کر یا کھڑا ہو کر یکم فروری ۱۹۴۴ء کو یہ اعلان کرے کہ آج میں نے پہلی دفعہ یہ پیشگوئیاں پڑھی ہیں اس سے پہلے نہیں پڑھیں اس کے اس قول کو کیا کہا جائے اور اس کی اس روش کا کیا نام رکھا جائے کیا اس قدر صریح غلط بیانی کرنے والے شخص کو کوئی معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا آدمی مصلح ربانی مان سکتا ہے؟ وہ تو خود اپنی اصلاح کا محتاج ہے، چہ جائیکہ دنیا کی اصلاح کا کام اس کے سپرد کیا جائے اور دوسرا تو یہ کہ آپ ایسی ہی بس نہیں بلکہ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

آپ قسم کھانے میں بھی بڑے مشاق ہیں جس کی تفصیل ایک احمدی کو لرزہ براندام کر دیتی ہے بیشک یہ ہو سکتا ہے کہ کسی خشک پہاڑی کے خشک پتھر پر کوئی اثر نہ ہو ذرا وہ داستان بھی سن لیجئے ...... جب آپ نے ۲۰ مارچ ۱۹۴۴ء کو سبز اشتہار اور تریاق القلوب کا حوالہ دے کر اس پیشگوئی کے مصداق ہونے کا جلالی اعلان کیا تو اس میں فرمایا کہ :-

"میں تمہیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حضرت
خلیفۃ المسیح کی زندگی میں اس پیشگوئی کا مجھے
کچھ علم نہ تھا بلکہ بعد میں ہوا" کون ہے جو
خدا کے کام کو روک سکے"۔ ص ۹

حضرات یہ قسم ایک طرف ثبوت ہے ۱۹۴۳ء سے پہلے اس پیشگوئی کو پڑھنے کا، اور دوسری طرف ثبوت ہے اس قسم کے غلط ہونے کا وہ اس طرح کہ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ایک ماہوار رسالہ بنام تشحیذ الاذہان جاری کیا تھا جس کے آپ ایڈیٹر تھے اس رسالہ کی جلد ۳ نمبر ۱۰ مورخہ ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ مطابق ۷ اکتوبر ۱۹۰۸ء کے صفحہ ۴۲ پر مندرجہ ذیل عبارت لکھی ہوئی ہے :-

"اس الہام میں اس دوسرے فرزند کا نام
بھی بشیر رکھا ہے چنانچہ فرمایا کہ ایک
دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا یہ وہی بشیر
ہے جس کا دوسرا نام محمود ہے جس
کی نسبت فرمایا وہ اولوالعزم ہو گا اور
حسن و احسان میں تیرا نظیر ہو گا"

۱۹۱۱ء میں یہ قسم کھاتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی زندگی میں مجھے اس پیشگوئی کا علم نہ تھا حالانکہ ان کی زندگی میں ۱۹۰۸ء میں اپنے رسالہ میں وہی پیشگوئی شائع بھی کر چکے ہیں اب یہ عقیدہ کھینچ کر ہوئی دوستوں پر ہی چھوڑتے ہیں کہ یہ قسم کن قسموں میں داخل ہے اور ایسی قسم کھانے والے کے متعلق ان کا کیا فتویٰ ہے ؂

مدار ہے ناصحو تمہیں پر اب اُس کی منصفی کا
ذرا تو کہنا خدا لگی بھی فقط نہ حق پروری کرنا

یہاں ایک اور بات بھی غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی زندگی تک حضور والا نے کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا سنجیدگی سے مطالعہ کیا تھا یا نہیں اگر مطالعہ کیا تھا تو کیا ان میں مصلح موعود کی پیشگوئی بھی پڑھی تھی یا نہیں؟ اگر پڑھی تھی تو پھر یہ قسم کیسی تھی؟ اگر کوئی کہے کہ قسم سچی ہے تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس قسم سے پہلے آپ نے کبھی حضرت مسیح موعود کی کتب کو سنجیدگی سے پڑھا ہی نہیں، اس کا فیصلہ بھی وہ خود ہی کر دیں کہ حق کیا ہے آیا قسم جھوٹی ہے یا کبھی کتابیں ہی نہ پڑھی تھیں جواب سمجھ سوچ کر دینا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ پھر ندامت اٹھانی پڑے خلاصہ مطلب یہ کہ میاں صاحب کے اپنے متضاد بیانات ثبوت ہیں اس بات کا کہ ان کا یہ

بہتانِ عظیم

(بسلسلہ صفحہ ۳)

جو بیان ان کی طرف منسوب کیا گیا، اور ۱۷ مارچ ۱۹۵۷ء کے "الفضل" میں اسکو دوہراتے ہوئے چار معززین جماعت ربوہ ملتان کی حلفیہ شہادت کے خلاف" جناب مولوی صدر الدین صاحب کا وحی و الہام سے انکار" کا عنوان اس پر جمایا گیا، یہ سب صحیح ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً ایڈیٹر صاحب "الفضل" اسکو صحیح قرار نہیں دے سکتے تو حق پرستی کا تقاضا یہ ہے کہ "الفضل" ہی میں اس کی کھلے طور پر تردید کی جائے اور یہ اعلان کر دیا جائے کہ مولانا صدر الدین صاحب نے وحی و الہام سے انکار نہیں کیا اور نہ مدعی وحی و الہام کو لعنتی قرار دیا ہے بلکہ اجرائے وحی نبوت سے انکار کرتے ہوئے آنحضرت صلعم کے بعد کسی نئے یا پرانے مدعی نبوت کو لعنتی قرار دیا ہے اور یہ حضرت مسیح موعود کی تحریرات کے عین مطابق ہے، کیا ایڈیٹر صاحب "الفضل" اس اعلان کو شائع کر کے اپنی حق پرستی کا ثبوت دیں گے؟

آپ کے خطوط

(بسلسلہ صفحہ ۲)

صاحب کے نہ ماننے والے کافر نہیں - بلکہ مسلمان ہیں - اور حضرت صاحب کا ماننا جزو ایمان نہیں ہے اس بیان کو پڑھ کر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جماعت احمدیہ لاہور جو حضرت مولانا محمد علی صاحب کی قیادت میں ۱۹۱۴ء میں قائم ہوئی اور جس کا آپ سے اختلاف اسی بنا پر تھا کہ آپ حضرت صاحب کے نہ ماننے والوں کو کافر سمجھتے تھے اور وہ مسلمان مانتے تھے - اُن کا یہ عقیدہ بالکل صحیح تھا اور آج تک اُن کے ساتھ آپ کا لڑائی جھگڑا اور اختلاف بالکل ناحق اور ناواجب تھا - ایسی حالت میں میرے لئے مناسب یہی ہے، کہ آپ کی بیعت سے الگ ہو کر جماعت احمدیہ لاہور میں شامل ہو جاؤں - چنانچہ میں نے امیر جماعت احمدیہ لاہور سے بیعت کر لی ہے - اب مجھے آپ اپنی جماعت میں شامل نہ سمجھیں - والسلام

محمد صدیق - بقلم خود

لیہ - ڈاکخانہ خاص ضلع مظفرگڑھ مکان لائبریری - کوچہ ۲ معرفت سید منظور حسین صاحب پوسٹمین -

دعوے ہرگز سچا نہیں - فثبت المدعا
فالحمد للہ علی ذالک -

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

تامۂ ووکنگ شیفیلڈ اور نیو کاسل

(بسلسلہ صفحہ ۲)

سوالات وجوابات

لیکچر کے بعد سوالات ہوتے رہے جن کا جواب میں دیتا رہا ۔ ایک ہندو طالب علم نے دریافت کیا کہ مذہب کو سیاست میں ملا کر دینی سٹیٹ قائم کرنا کہاں تک درست ہے، میں نے اسے بتایا کہ مہاتما گاندھی بھی یہی کہا کرتے تھے کہ آزادی سے ہمارا مدعا رام راج قائم کرنا ہے ۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں مذہب کی بنیادی نیکیوں پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت نہ ہو، ایک عیسائی طالب علم کے سوال کے جواب میں میں نے بتایا کہ حضرت مسیح کو صحیح معنوں میں ماننے والے ہم مسلمان لوگ ہیں، ہم مسیح علیہ السلام کے نقش قدم پر چل کر حق و صداقت کے لئے دکھ اٹھانا اور ان کی طرح نیک زندگی بسر کرنا موجب نجات سمجھتے ہیں اس کے برعکس عیسائیوں نے باوجود دعویٔ محبت مسیح کے ان کے نمونہ پر زندگی بسر کرنے سے گریز کا راستہ اختیار کیا ہے اور اس کے لئے کفارہ کا عقیدہ تراشا ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ محض ان کی صلیبی موت پر ایمان لانے سے ان کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور وہ نیک عمل سے بے نیاز ہو جاتے ہیں ۔ کافی دیر تک یہ بحث چلتی رہی ۔

ہندو مذہب کا تصور

میرے بعد ہندو مقرر نے ہندو مذہب کا تصور پیش کیا جو زیادہ تر اسی فلسفیانہ محور کے گرد گھومتا رہا کہ خواہشات سے نجات حاصل کرنے سے ہی انسان آواگون کے چکر سے نکل سکتا ہے ۔ یہ صاحب ڈرہم یونیورسٹی میں سنسکرت کے پروفیسر ہیں ۔ انہوں نے اس خیال کی تردید کی کہ ہندو مشرک اور بت پرست ہیں ۔ انہوں نے بتایا کہ ہندو بھی ایک خدا کو مانتے ہیں ، باقی جس قدر دیویاں یا دیوتا پوجے جاتے ہیں یہ درحقیقت ایک ہی خدا کے مختلف اوصاف کے مظاہر ہیں ۔

یہودیوں اور عیسائیوں میں مابہ النزاع

یہودی مقرر نے جو شیفیلڈ یونیورسٹی میں عبرانی کے پروفیسر ہیں اپنی تقریر میں اس بات پر زور دیا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان مابہ النزاع حضرت مسیح کی شخصیت نہیں ۔ وہ تو ایک یہودی ربی (Rabi) تھے اور دوسرے انبیاء بنی اسرائیل کی طرح یہودیوں کو تورات کی تعلیم کی طرف بلاتے تھے ، یہودیت اور عیسائیت کے راستے پولوس کے وقت سے جدا ہو جاتے ہیں جس نے مسیح کی تعلیم کے خلاف یہ پرچار شروع کیا کہ شریعت لعنت ہے اور یہودیوں پر ایک قسم کا عذاب الہٰی تھا جو وارد کیا گیا تھا

برگزیدہ قوم

میں نے اپنی تقریر میں بتایا تھا کہ اسلام نے "برگزیدہ قوم" کے عقیدہ کا بھی قلع قمع کیا ہے اور یہ تعلیم دی ہے کہ نیک عمل سے ہی انسان خدا کے نزدیک بڑا یا چھوٹا بنتا ہے ۔ یہودی مقرر نے کہا کہ ہم یہودی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہم ہی خدا کی برگزیدہ قوم ہیں اور ہمارے ساتھ ہی خدا کا خاص میثاق ہوا ہے اور ہم نے ہی دنیا میں خدا کا خاص مشن پورا کرنا ہے ۔ اس کی تائید میں یہ دلیل پیش کی کہ ہزارہا سال سے یہودی مظالم کا تختۂ مشق بنے ہوئے ہیں ، مگر کیسی سخت جان قوم ہے کہ ہر ایک مصیبت کا مقابلہ کرتی جاتی ہے ۔ اس کے اندر بھید یہی ہے کہ اس کے ذمے خدا نے یہ کام لگایا ہے کہ دنیا کے لئے جو خدائی منصوبہ بندی ہے اس کو ہم پورا کریں ، اور یہودیوں کا ایمان ہے کہ وہ خدائی وعدہ پورا ہو کر رہے گا ۔

گورونانک کی تعلیم

کانفرنس کے اختتام پر ایک سکھ طالب علم بڑے تپاک سے بغلگیر ہوئے اور کہا کہ جو کچھ آپ نے کہا یہی گورونانک کی تعلیم تھی ۔ حلیم صاحب بھی بڑے خوش تھے ۔

ایک پٹھان طالب علم

ایک پٹھان طالب علم عبدالحمید (جو موضع جار گلے ضلع مردان کے رہنے والے ہیں) ..... بار بار پوچھتے رہے کہ میں کیا خدمت کروں ـــ انگلستان میں آکر بھی اپنی قومی مہمان نوازی کا جذبہ انہیں بے چین کر رہا تھا ، اور بار بار مجھ سے کھانے اور رہائش کے متعلق دریافت کرتے رہے ۔

برف باری

اس اثناء میں برف باری سے شیفیلڈ کی سڑکیں برف سے اٹی پڑی تھیں ..... اور جب حلیم صاحب مجھے ہوٹل میں چھوڑنے گئے جہاں رات کے لئے میرے ٹھہرنے کا انتظام تھا تو انہیں کار چلانے میں برف کی وجہ سے کافی دقت ہوئی ۔

نیوکاسل میں

اگلے دن (۱۴ فروری کو) صبح کی گاڑی سے میں نے نیوکاسل جانا تھا ۔ حلیم صاحب علی الصباح کار لے کر پہنچے اور مجھے ساڑھے آٹھ بجے کی گاڑی پر سوار کر دیا ـــ ساڑھے بارہ بجے گاڑی نیوکاسل پہنچی ۔ مصطفےٰ کمال صاحب بمعہ تین چار دوستوں کے سٹیشن پر موجود تھے ۔ اپنے مکان پر لے گئے تھوڑی دیر میں اُن کے بڑے بھائی نور محمد صاحب بھی کام چھوڑ کر آ گئے اور آنے جانے والوں کا ایک تانتا شروع ہو گیا ۔ ایک صاحب ڈان کاسٹر سے آئے تھے جو نیوکاسل سے تین گھنٹے کے فاصلے پر ہے ۔ یہ جلیبیاں بنانے کے ماہر ہیں تھوڑی دیر میں پلیٹیں بھر بھر کر جلیبیاں ملنے والوں کی تواضع کے لئے آنے لگیں ۔ سب نے مل کر دوپہر کا کھانا کھایا رات کا کھانا بھی وہاں کھایا اور دس بجے تک گفتگو ہوتی رہی ۔

ایامِ رفتہ کی یاد

جس محبت کا مظاہرہ میں نے اس جگہ دیکھا اس نے میرے دل میں ایام رفتہ کی یاد تازہ کی ۔ میرا پروگرام اگلے دن واپسی کا تھا ۔ ان کے اصرار پر میں نے اسے پرسوں پر ملتوی کیا ۔ مگر وہ اصرار بڑھتا گیا ، یہاں تک کہ مجھے چار دن وہاں ٹھہرنا پڑا ، اس دوران میں ہر قسم کے ملکی اور مذہبی مسائل پر گفتگو ہوتی رہی ۔ ۱۷ر کی صبح کو غریب حسین صاحب اپنی کار لائے اور باقی دوستوں کی معیت میں مجھے سٹیشن پہنچایا اور جب تک گاڑی چل نہ پڑی یہ دوست کھڑے رہے ، آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہوں گے کہ آخر یہ احباب کون تھے جن کے دل میں اس قدر محبت اور اخلاص بھرا ہوا تھا ۔ یہ میرے اس زمانہ کے شاگرد تھے یا شاگردوں کے لڑکے جب میں ضلع لائل پور کے ایک دور افتادہ گوشہ میں (چک ۳۳۳ میں) ہیڈ ماسٹر تھا ۔ آجکل یہ نیوکاسل میں کاروبار کرتے ہیں اور خدا کے فضل سے بڑے خوشحال ہیں ۔ اپنے مکان ہیں اپنی کاریں ہیں اور ملکی اور ملی کاموں میں سرگرمی سے حصہ لیتے ہیں ۔

ایک بڑا تبلیغی سوال

بعض نے شادیاں بھی یہیں کی ہیں اور انگریز بیویوں سے بچے ہیں ۔ ان کی اسلامی تربیت بجائے خود ایک اہم تبلیغی سوال بن رہا ہے ۔ اس ملک میں قریب ۲۵۰۰۰ ہزار (پچیس ہزار) پاکستانی ہیں ۔ دوسرے ممالک کے مسلمان ملا کر تعداد کم از کم ایک لاکھ تک پہنچتی ہے ، ان میں سے بہت سے یہاں شادیاں کر لیتے ہیں ، انکی اولاد کو اسلام سے مانوس رکھنا ایک خاص مسئلہ بن گیا ہے میں اس پر غور کرتا رہا اور میں نے شدت سے محسوس کیا کہ اسلامی تعلیمات اور نبی کریمؐ اور صحابہؓ کے حالات پر سادہ انگریزی زبان میں چھوٹی چھوٹی عام فہم کتابوں کی ضرورت ہے ۔ جو یہ نومسلم مائیں پڑھ سکیں اور اپنے بچوں کو پڑھا سکیں ۔ تبلیغ کا یہ پہلو ابھی تک ووکنگ مشن کی نگاہوں سے بالکل اوجھل رہا ہے ۔ اور توجہ زیادہ تر اونچے طبقہ تک محدود رہی ہے ۔ یہ کام کا ایک بڑا وسیع میدان ہے ، اور آئندہ ووکنگ کے کارکنان کو اس کی طرف خاص توجہ دینی چاہیئے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں نیوکاسل نہ جاتا تو میں بھی اس بڑی ضرورت سے قطعی لاعلمی میں رہتا ۔ مجھے معلوم ہوا کہ اگر اس طبقہ کو اسلام کی تعلیم سے اچھی طرح مانوس کیا جائے تو اشاعت اسلام میں یہ اتنا کام کر سکتے ہیں جو کوئی باقاعدہ مشن نہیں کر سکتے ۔ کاروبار کے سلسلہ میں ان لوگوں کا برطانوی عوام سے اُن کے دیہات میں ، انکے گھروں میں ، انکے خانگی معاملات میں جو رابطہ پیدا ہوتا ہے ، وہ ہمارا کبھی نہیں ہو سکتا اور اس طرح اسلام کی تبلیغ اپنے طور پر بہت اچھی طرح کر سکتے ہیں ۔ اور قرون اول میں یہی کاروباری طبقہ ہی اسلام کی اشاعت کا بہت بڑا موجب ہوا ۔

اشاعت اسلام کا حق ادا کرو

اب اس مراسلہ کو بند کرتا ہوں ۔ اس ملک میں تبلیغ و اشاعت کا میدان نہایت وسیع ہے ، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہماری جماعت کو اس کام کے لئے چُن لیا ہے ہمیں اس کا حق ادا کرنے پر (دینسبت اور چھوٹی چھوٹی باتوں کے) زیادہ قوت خرچ کرنی چاہیئے، آگے ہی ہم کتنے ہیں اور جو ہیں ان میں سے ہم ایک ایک کر کے اُٹھتے جاتے ہیں ۔ [illegible]

خطبہ جمعہ بسلسلہ صفحہ ۹

وانتم حرم ومن قتلہ منکم متعمداً فجزاءٌ مثل ما قتل من النعم یحکم بہ ذوا عدل منکم، یعنے جب کوئی حالت احرام میں شکار کرے تو اس کے بدلہ میں اسی طرح کا ایک جانور دے، اس کا فیصلہ کرنے کے لئے دو ججوں کی ایک بنچ بیٹھے، قرآن کریم نے ذوا عدل کا حکم دیا ہے کہ فیصلہ دینے والے دو جج ہوں تو ایک میں ہوں اور دوسرے عبدالرحمٰن بن عوف ہیں یہ ہے قرآن کا دلوں پر تسلط کہ فیصلہ کا طریق بھی وہی اختیار کیا جس کا اس نے حکم دیا ہے، یہ ہیں وہ لوگ جن کے متعلق فرمایا وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا، امام ہونے کا حق اسی کو پہنچتا ہے جو خدا کے احکام کے آگے جھکتا ہے۔

امام وقت کا شریعت پر عمل

ہمارے زمانہ کے امام کا بھی ایک امتحان ہوا رمضان کی ۲۹ر تاریخ تھی، شام کو چاند نظر نہیں آیا حسب معمول لوگوں نے تیسویں تاریخ کا روزہ رکھ لیا، آپ نے فرمایا مجھے الہام ہوا ہے "عید تو آج ہے چاہے کرو یا نہ کرو" اس پر لوگوں نے پوچھا کہ کیا روزہ کھولدیا جائے آپ نے فرمایا کہ شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ اگر چاند کے دیکھنے کی دو شہادتیں مل جائیں تو روزہ نہ رکھا جائے یہ کہیں نہیں لکھا کہ کوئی مجدد یا محدث یا مکلم من اللہ کہدے کہ مجھے الہام ہوا ہے تو بھی روزہ کھول دیا جائے، کتنا بڑا یہ شخص ہے، اگر کوئی نفس پرست انسان ہوتا تو کہتا کہ جب خدا نے الہاماً بتادیا کہ آج عید کا دن ہے تو پھر انسانوں کی گواہی کی کیا حاجت ہے۔ لیکن آپ نے شریعت ہی کو مقدم کیا، اسی سے اس شخص کی عزت بڑھتی ہے یہ شخص اس قابل ہے کہ اس کا ساتھ دیا جائے، اس کی بات مانی جائے، کیونکہ قرآن کو وہ سب چیزوں پر مقدم رکھتا ہے اور لکھتا ہے کہ وہ بات جو قرآن کے خلاف ہے مردود ہے۔

علم اور دولت کے غلط استعمال کا نتیجہ

تو قرآن کا یہ دعوےٰ ہے ولا یاتونک بمثل الا جئناک بالحق واحسن تفسیراً کوئی مشکل سے مشکل مسائل بھی پیش آئیں گے تو ان کا بھی حل ہم نے پہلے سے کر دیا ہے اور یہ دعویٰ واقعات کی رو سے سچا ثابت ہو چکا ہے، جہاں علماء کے متعلق بتایا کہ وہ اپنے علم اور گدی کے بل بوتے پر اپنا اثر و رسوخ قائم کرتے اور اپنے تئیں خدا کا مقام دیتے ہیں اور اس طرح سے قوم کو تباہ کرتے ہیں وہیں امراء کے متعلق فرمایا کہ یہ بھی لوگوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑتے ہیں اور فرمایا والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔ سونا اور چاندی جمع کرنے والے اگر خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو اُن کے لئے سخت عذاب ہے، دنیا میں جہاں ایسے امیر لوگ ہیں جو بڑے بڑے نیکی کے کام کرتے ہیں، ان کے اموال خدا کے رستے میں استعمال ہوتے ہیں وہاں وہ امراء بھی ہیں جن کی دولت ان کی انسانیت کا جامہ اتار دیتی ہے اور ان کو بداخلاق اور متکبر بنا دیتی ہے ایسے لوگ قوم کے لئے نہایت نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں، ان کی عاقبت اچھی نہیں ہوتی یہ لوگ اسی دنیا میں بدنام ہو جاتے ہیں، ایسے بھی علماء اور امراء ہوتے ہیں، جو خدا کے رستے سے روکتے ہیں اور مال کو اس کے رستے میں خرچ نہیں کرتے، ایسے امراء کے متعلق فرمایا یوم یحمیٰ علیھا نار جھنم ان کے مال کو جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا فتکویٰ بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ان کی پیشانیوں پر اس سے داغ لگایا جائے گا دولت سے چہرے پر رونق ہوتی ہے اگر داغ لگ جائے تو ایسی دولت کا کیا فائدہ۔ یہ امیر آدمی بہت کھاتے ہیں ان کے پیٹ پھول جاتے ہیں، اس لئے ان کی پسلیوں پر داغ لگایا جائے گا اور ان کی پشت جو طرح طرح کے لباس فاخرہ پہنتے اور اپنی پیٹھ غرباء کی طرف تکبر سے موڑتے ہیں ان کی اطراف کے ساتھ ان کی پشت کو بھی داغ دار کر دیا جائے گا تاکہ ان کی رسوائی مشتہر ہو جائے ھٰذا ما کنزتم لانفسکم یہ وہ مال ہے جو تم اپنے لئے جمع کرتے تھے۔ فذوقوا ما کنتم تکنزون اس کا مزہ چکھو تاکہ معلوم ہو کہ اپنے لئے مال جمع کرتے رہنا اور خدا کے رستہ میں صرف نہ کرنا، کس قسم کے نتائج پیدا کرتا ہے۔

خدا تعالےٰ نے قرآن میں قوموں کی رہنمائی کے لئے یہ باتیں بیان کی ہیں اگر امراء اور علماء سیدھے رستہ پر چلیں تو یہ قوم کے لئے برکت کا باعث ہے لیکن اگر ذاتی فائدہ اور لوگوں پر اثر و اقتدار کے لئے اپنے علم اور امارت کو کام میں لائیں تو ان کا وجود بہت خطرناک ہے

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران "پیغام صلح" میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے اُن کے نمبر خریداری اور چندہ جو اُن سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے اسلئے اس بقایا کو شامل کر کے اُنکے ذمہ کچھ رقم لگائی گئی ہے، ایسے احباب اگر یکمشت رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندے کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اُٹھانا پڑے، بہرصورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست کو دیکھ لیں کہ آیا ان میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں ہے۔ اگر ہے تو مہربانی فرماکر ۵ر اپریل ۱۹۵۷ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط بذریعہ منی آرڈر بھجوادیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے۔ اگر ۵ر اپریل ۱۹۵۷ء تک اُن کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی تو ۹ر اپریل ۱۹۵۷ء کو انکے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کر دیا جاوے گا جس کا چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اُٹھانا پڑیگا جو اُن کے چندہ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر سرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے۔

(مینیجر پیغام صلح)

نمبر	رقم
۱۲	۶
۲۴	۶
۲۸	۶
۳۱	۶
۳۶	۶
۳۹	۱۸
۵۱	۶
۵۵	۶
۷۵	۶
۱۰۶	۱۲
۱۲۲	۶
۱۴۳	۱۲
۱۷۴	۶
۲۰۰	۱۲
۲۱۹	۶
۲۳۰	۱۸
۲۳۴	۱۸
۲۳۶	۶
۲۳۷	۶
۲۵۳	۶
۲۵۴	۶
۲۸۴	۶
۲۸۷	۶
۲۸۹	۱۲
۲۹۱	۶
۲۹۴	۱۲
۳۰۶	۲۴
۳۲۰	۱۲
۴۲۶	۱۲
۴۷۴	۶
۴۷۹	۶
۶۰۹	۴
۶۲۶	۳
۷۴۳	۶
۹۵۵	۴
۹۸۷	۶
۱۰۱۴	۶
۱۰۱۹	۶
۱۰۲۵	۶
۱۰۲۹	۶
۱۰۳۱	۶
۱۰۴۰	۳
۱۰۴۴	۶

رعایتی

نمبر	رقم
۷۹۴	
۷۹۷	۳
۸۰۳	۴
۸۰۵	۳
۸۰۷	۶
۸۱۱	۴
۸۱۲	۳
۸۱۳	۶
۸۱۴	۶
۸۱۵	۴
۸۲۲	۱۲
۸۲۳	۱۲
۸۲۴	۱۲
۸۲۷	۱۲
۸۳۷	۶
۸۳۹	۳
۸۴۲	۱۲
۸۴۶	۱۶

پیغام صلح مورخہ ۲۰ر مارچ ۱۹۵۷ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۱۱

جلد ۴۶ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۴ شعبان ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۷ مارچ ۱۹۵۷ء | نمبر ۱۲

ہمارا مذہب و عقیدہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔ اب کوئی اور کلمہ یا کوئی نماز نہیں ہو سکتی۔ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا کرکے دکھایا اور جو کچھ قرآن شریف میں ہے اس کو چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی جو اس کو چھوڑے گا وہ جہنم میں جاویگا یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے۔ مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس اُمت کیلئے مخاطبات اور مکالمات کا دروازہ کھلا ہے اور یہ دروازہ گویا قرآن مجید کی سچائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر ہر وقت تازہ شہادت ہے اور اس کیلئے خدا تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ ہی میں دُعا سکھائی ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم انعمت علیھم کی راہ کیلئے جو دُعا سکھائی تو اس میں انبیاء علیہم السلام کے کمالات کے حصول کا اشارہ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جو کمال دیا گیا ہے وہ معرفت الٰہی ہی کا کمال ہے۔ اور یہ نعمت ان کو مکالمات و مخاطبات سے ملی تھی اسی کے تم بھی خواہاں رہو۔"

(لیکچر حضرت مسیح موعودؑ بمقام لدھیانہ مورخہ ۶ نومبر ۱۹۰۵ء)

اٰخرین منھم کا دعویٰ

صحابہؓ جیسے کردار اور قربانیوں کا متقاضی ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۵۷ء فرمودہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ——— (سورہ جمعہ)

محمد رسول اللہ صلعم کی بعثت کی غرض

یہ دو آیات جو میں نے پڑھی ہیں، سورۃ جمعہ کی آیات ہیں، سورۃ جمعہ ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے یسبح للہ مافی السمٰوٰت ومافی الارض الملک القدوس العزیز الحکیم، زمین آسمان میں جو بھی چیزیں ہیں سب کی سب خدا تعالیٰ کی تسبیح کر رہی ہیں، پھر اس کے بعد فرمایا ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین۔ اس غرض کے لئے کہ خدا کی تسبیح زمین اور آسمان پر جاری ہو، خدا تعالیٰ نے ایک نبی مبعوث کیا، ایسی قوم کی طرف اسے بھیجا جو ہر قسم کی برائیوں اور کفر و ضلالت میں پھنسی ہوئی تھی، اس نے خدا کی آیات انہیں سنا کر اور ان کا تزکیہ کرکے اور علم و حکمت کی باتیں سکھا کر انہیں اس قابل بنایا کہ وہ خود بھی خدا تعالےٰ کی تسبیح کریں اور دنیا میں بھی اس کی تسبیح اور پاکیزگی کو پھیلائیں۔

عرب قوم کی حالت اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح

جو لوگ تاریخ سے واقف ہیں اور عرب قوم کی اس حالت سے آگاہ ہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت تھی، وہ جانتے ہیں کہ کس قدر وہ لوگ خدا تعالےٰ سے دور پڑے ہوئے تھے اور کس قدر جہالت اور ضلالت کے گڑھے میں گرے ہوئے تھے، لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس نے ان کا جو تزکیہ کیا اس کی وجہ سے کتنی تسبیح انہوں نے کی اور اسے دنیا میں کہاں تک پھیلایا اور تسبیح کو پھیلانے کے لئے ایسی قربانی کی جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

اٰخرین منھم

اس کے بعد فرمایا کچھ اور لوگ بھی ہیں جو اسے نہیں ملے، ان کا تزکیہ بھی محمد رسول اللہ صلعم فرمائیں گے اور وہ بھی اللہ تعالےٰ کی تسبیح دنیا میں پھیلائیں گے، ان آیات کے متعلق مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ مسیح موعود اور اُن کی جماعت سے تعلق رکھتی ہیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب صحابہ نے پوچھا کہ یہ اٰخرین کون لوگ ہیں تو آپ نے سلمان کے کندھے پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ وہ ان فارسی النسل لوگوں میں سے ...... ہونگے۔ معلوم ہوا کہ یہ اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم وہ لوگ ہیں جو محمد رسول اللہ صلعم کے بروز کا جو اس زمانہ

میں آیا ساتھ دیئے جا سکتے ہیں یہ بہت بڑے فضل کی بات ہے

مسیح موعودؑ کی جماعت میں شمولیت بہت بڑی خوش قسمتی ہے

لیکن یہ بڑا فضل بھی ہے اور بڑا مشکل مقام بھی ہے یعنے جن لوگوں کو صحابہ کرام سے نسبت دی گئی ان کا مقام بہت بڑا ہے اور ان کی قربانیاں بھی صحابہ کی طرح بڑی ہونی چاہئیں، میرے خیال میں یہ خاص خدا کا فضل ہے کہ مسیح موعود کی جماعت میں شامل ہوں، آیت کا اگلا حصہ یہی بتاتا ہے، ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ یہ خدا کا بہت بڑا فضل ہے کہ اس جماعت میں شمولیت کی سعادت انسان کو حاصل ہو۔

ہماری ذمہ داری

لیکن سوال یہ ہے اور یہ بہت مشکل سوال ہے کہ کیا ہم محض اس بات سے ہی خوش ہو جائیں کہ مسیح موعودؑ کی جماعت کو صحابہ سے نسبت حاصل ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ جب تک ہم ان سے فی الواقعہ مناسبت پیدا نہیں کرتے یہ خوشی بیفائدہ ہے۔ ہماری ذمہ داری بہت بڑی ہے دیکھنا یہ ہے کہ آیا ہمارے اعمال اور کردار اس مقام پر ہیں جہاں صحابہ کرام پہنچے ہوئے تھے؟ اس میں کوئی کلام نہیں کہ جب ان لوگوں کو تبلیغ کرنے اور اسے دنیا میں پھیلانے کے لئے کھڑا کیا گیا تو انہوں نے کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا، کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کیا اپنا بھی تزکیہ کیا اور اللہ تعالےٰ کی تبلیغ میں اپنے آپ کو لگا دیا اور دنیا کے کونوں تک اس تبلیغ کو پہنچایا، لیکن ہم نے دیکھنا ہے کہ کیا ہم نے اپنے نفوس کا تزکیہ کیا اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کی تبلیغ کو اس طرح پھیلایا جیسے صحابہ رضوان اللہ علیہم نے اپنے عمل سے دکھایا؟ بہت بڑی ذمہ داری ہم پر آ پڑی ہے، کیا ہم نے اس ذمہ داری کو پورا کیا؟ جب تک کسی انسان کو اس کے فرض کا احساس نہیں ہوتا اس وقت تک اس کی بجا آوری نہیں کر سکتا، اس لئے ہمیں غور کرنا چاہیئے اور اپنے آپ کو ایسا بنانا چاہیئے کہ آخرین میں ہمارا نام لکھا جائے۔

یہود اور مثیل یہود

اس کے بعد بعض اور عجائبات کا ذکر ہے قرآن کریم میں خدا جانے کیا کیا معارف اور دنیا کو پیش آنے والی باتوں کا حل رکھا ہے لیکن جب موقعہ آتے تو وہ باتیں کھلتی ہیں، یہ عجیب ہے کہ اس کے بعد فرمایا ہے مثل الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا۔ اس میں یہودی قوم کا ذکر ہے، اور ساتھ ہی مسیح موعودؑ کی آمد پر مسلمانوں کی حالت کا بھی نقشہ کھینچا ہے۔ اور زبان نبوت سے بھی فرمایا گیا کہ مسیح موعود جب آئے گا تو مسلمان مثیل یہود ہو جائیں گے اور یہودیوں کے متعلق فرمایا کہ ان کو تورات کی امانت دی گئی لیکن انہوں نے اس کو ادا نہ کیا، کیا آج مسلمانوں کی یہی حالت نہیں؟ کیسی زبردست مماثلت حدیث میں بیان کی گئی ہے فرمایا کہ مسلمان قدم بہ قدم اور بالشت بہ بالشت یہود سے مماثلت اختیار کر لیں گے کیا وہ تمام باتیں جو مسلمانوں نے یہودیوں سے پیدا کی ہیں ہمارے سامنے نہیں، وہی الفاظ پرستی، بغض و حسد اور احکام خداوندی سے روگردانی جو یہود کا شیوہ تھا مسلمانوں میں موجود نہیں؟ اور کیا قرآن کی امانت جو ان کو دی گئی تھی، انہوں نے اس کو پس پشت نہیں ڈال دیا اور مغز شریعت اور حقیقت سے دور نہیں ہو گئے؟

مباہلہ کی دعوت

دوسری چیز جس کا بیان ذکر ہے وہ یہ ہے قل یا ایھا الذین ھادوا ان زعمتم انکم اولیاء للہ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صادقین، یہود کی قوم کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سمجھایا لیکن انہوں نے کوئی بات تسلیم نہ کی، آخر مجبور ہو کر انہیں مباہلہ کا چیلنج دیا، یہ قوم دعویدار تھی کہ ہم ہی خدا کی پیاری قوم ہیں، اور ہمیں عذاب نہیں ہوگا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چند انہیں سمجھایا کہ اعمال صالحہ کے بغیر کوئی قوم نجات نہیں پا سکتی، لیکن انہوں نے نہ مانا ایسی حالت میں جب کوئی قوم دلائل کو نہ مانے تو اس کا آخری علاج یہی ہے کہ اسے مباہلہ کی طرف بلایا جائے۔ آج ہمارے سامنے بھی مثیل یہود ہیں کہ جو لوگ مسیح موعودؑ کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں، ان کو ہر قسم کے دلائل دیئے گئے لیکن انہوں نے نہ مانا، ان کو بھی منوانے کا میرے نزدیک ایک ہی طریق ہے کہ ان سے مباہلہ کیا جائے، یقین کیجئے کہ وہ کبھی اس طرف نہیں آئیں گے کیونکہ جانتے ہیں کہ ان کی کرتوتیں کیا ہیں۔

ادنےٰ عذرات پر ترک فرائض

پھر اگلی آیت میں مسلمانوں کی حالت کا نقشہ کھینچا ہے، فرمایا یا ایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون، و اذا راوا تجارۃ او لھوا انفضوا الیھا و ترکوک قائما قل ما عند اللہ خیر من اللھو ومن التجارۃ واللہ خیر الرازقین۔ دیکھئے یہ چیز صحابہ پر تو چسپاں نہیں ہو سکتی، انہوں نے کبھی فرائض کو ترک نہیں کیا، اور نہ خدا کے ذکر سے منہ موڑا یہ آج کے زمانہ کی حالت ہے، کہ ادنےٰ ادنےٰ عذرات کی بناء پر فرائض کو ترک کر دیا جاتا ہے کیا یہ حقیقت نہیں کہ ایک مسلمان آج تجارت اور دنیوی منفعت کے لئے جمعہ ترک کر دیتا ہے، ایک دوست سے میں نے کہا کہ جمعہ پڑھنے آپ نہیں آتے تو انہوں نے جواب دیا کہ اس وقت موٹر بچوں کو لینے جاتی ہے میں تو سن کر کانپ گیا، جمعہ جیسی اہم چیز اس کو بھی ایک ادنےٰ سی بات کے لئے ترک کر دیا، یہ بڑے خطرہ کا مقام ہے خدا تعالےٰ نے اس کی بڑی مذمت کی ہے، ہمیں نہیں چاہیئے کہ ایسے لوگوں کی راہ اختیار کریں جن کی مذمت کی گئی ہے۔

تجارت اور لھو میں مشغولیت

فرمایا واذا راوا تجارۃ او لھوا انفضوا الیھا وترکوک قائما جب کوئی تجارت کا معاملہ ہوتا ہے، کوئی گاہک دیکھتے ہیں یا اور کوئی لغو چیز سامنے ہوتی ہے تو اس کی طرف بھاگتے ہیں اور تجھے کھڑا چھوڑ جاتے ہیں یعنی آپ کے اسوہ حسنہ کی پیروی نہیں کرتے قل ما عند اللہ خیر من اللھو ومن التجارۃ واللہ خیر الرازقین، خدا کے ہاں جو کچھ ہے وہ ایسی لغو چیزوں اور تجارت سے بہتر ہے رزق کا معاملہ تو خدا کے ہاتھ میں ہے اور وہی بہترین رازق ہے۔

حصول معاش اور اللہ تعالیٰ کے فرائض

بات یہ ہے کہ جب تک خدا کی ہستی اور اس کے وعدوں پر سچا ایمان نہ ہو اس وقت تک صحیح راہ پر قدم نہیں اٹھا سکتے، کبھی کہتے ہیں... کہ صاحب کیا کریں مشکلات بہت ہیں، بیوی اور بچے ہیں جن کی پرورش کرنی ہے اور میں اکیلا کمانے والا ہوں، اس عذر پر فرائض کو ترک کر دیتا ہے اگر اس بات پر ایمان ہو کہ رزق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے تو کبھی ایسا عذر پیش نہ کرے، ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین اللہ تعالےٰ ہی بڑی قوت والا اور رزق دینے والا ہے، اس میں شک نہیں کہ حصول معاش کے لئے کوشش کرنا ضروری ہے، لیکن اس کے لئے فرائض کو ترک کر دینا معصیت ہے۔

اپنی اصلاح کرو اور دوسروں کو پہنچاؤ

یہ زمانہ بہت ہی نازک زمانہ ہے اللہ تعالےٰ کا فضل ہی ہو تو آفات سے محفوظ رہ سکتا ہے، مسلمانوں کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم جیسا کلام انہیں دیا لیکن افسوس ہے کہ باوجود اس کے کہ خدا تعالےٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ کیا مسلمانوں نے اس کی حفاظت کا سامان نہ کیا، یہی وجہ ہے کہ آج یہ حالت نظر آ رہی ہے جو کسی طرح فخر کے قابل نہیں، قرآن کریم کا ارشاد ہے ولا تزر وازرۃ وزر اخری ہم اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہیں، اس لئے سب سے پہلے ہمیں اپنی اصلاح کرنی چاہیئے اور پھر اس پیغام کو لے کر دوسروں کے پاس جانا چاہیئے، اگر اپنی اصلاح ہم نے نہ کی تو وہ کام جو ہمارے سپرد کیا گیا ہے پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا۔

ہفت روزہ پیغامِ صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۲۷ مارچ ۱۹۵۷ء

یہ اسلامی جمہوریت!!

۲۳ مارچ کا دن پاکستان کی تاریخ میں اس لحاظ سے خاص اہمیت رکھتا ہے کہ اس دن اس کا اپنا آئین نافذ ہوا اور اسلامی جمہوریت کا نام اسے دے دیا گیا، یہ واقعہ آج سے ایک سال پہلے کا ہے اور آج جبکہ اس کی پہلی برسی نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منائی جا رہی ہے، کوئی اگر معلوم کرنا چاہے کہ کونسا اسلامی رنگ اس کے کس شعبۂ زندگی میں نمایاں ہوا ہے، تو حیرت اور افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ٹھیٹھ اسلامی رنگ تو ایک طرف معمولی انسانی اخلاق بھی عنقا ہی نظر آتے ہیں، بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ بعض غیر اسلامی باتوں کو جو چند سال پہلے شرافت و اخلاق سے بعید سمجھی جاتی تھیں، مغربی جمہوریت کے زیر اثر اس طرح رائج کیا جا رہا ہے کہ گویا وہی حقیقی اسلام ہے، پاکستان کے دونوں (مشرقی اور مغربی) حصوں کو دیکھ لیجئے، ایوانِ حکومت سے لیکر عوامی مجالس تک ہر جگہ پارٹی بازی، ایک دوسرے کو گرانے، ذاتی مفاد اور حصولِ اقتدار کے لئے ملک و ملت کے مفاد کو قربان کرنے، فریق مقابل کو شکست دینے کے لئے اپنے ہی وضع کردہ اصولوں کو توڑنے اور اپنی ہی بنائی ہوئی عمارت کو گرانے اور ایوانِ حکومت کے اندر اربابِ حکومت اور مخالف پارٹیوں کی ہلڑبازی، طعنہ زنی اور گالی گلوچ کے جو نظارے اس ایک سال کے عرصہ میں دیکھنے میں آئے ہیں، ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے کون صحیح الدماغ انسان یہ کہہ سکتا ہے، کہ یہ اسلامی جمہوریت کے صحیح نشانات ہیں، حافظ شیرازیؒ کا یہ شعر کہ ؎

شادم کہ بادِ قیباں دامن کشیدہ رفتم
گو مشتِ خاکِ ما ہم بر باد رفتہ باشد

آج اس اسلامی جمہوریہ کے ان اربابِ اقتدار پر بعینہٖ صادق آتی ہے جو ایوانِ حکومت میں بیٹھ کر ملک و ملت کے مفاد کے مسائل پر غور کرنے اور سوچنے کے بجائے اپنے ذاتی مفاد کے لئے ایک دوسرے کو گرانا اور اپنی پگڑیاں اتروانا ضروری سمجھتے ہیں، جس قوم کے لیڈروں کا یہ حال ہو، جس سلطنت کے اربابِ اقتدار ان "اخلاقِ عالیہ" کے مالک ہوں اس کے عوام جو کچھ بھی کریں تھوڑا ہے، اسی لئے عوامی اخلاق بھی بگڑتے چلے جا رہے ہیں اور عوام کے اندر بھی ملک و ملت کے مفاد کے مقابلہ میں ذاتی مفاد کو مقدم سمجھا جاتا اور اس کے لئے ہر جائز و ناجائز طریق کو اختیار کرنا ضروری خیال کیا جاتا ہے، اور بلیک مارکٹ، سمگلنگ، رشوت ستانی وغیرہ کم ہونے کے بجائے بڑھتی چلی جا رہی ہے۔

اس سے بھی بڑھکر اسی اسلامی جمہوریت کے اندر قومی اخلاق کی بربادی کا ایک اور نیا شعبہ "آرٹ اور ثقافت" کے نام سے قائم کیا گیا ہے، جس کے اندر رقص و سرود اور موسیقی کو ترقی دینے کا سامان کیا جا رہا ہے، اور بڑے بڑے شریف گھرانوں میں بچوں اور بچیوں کو ابتداء ہی سے اس پہلو میں تربیت دینا باعث فخر سمجھا جاتا ہے، آئے دن ایسی مجالس منعقد ہوتی ہیں، جن میں موسیقی اور رقص و سرود کو فروغ دینے کا سامان بہم پہنچایا جاتا ہے اور وہ کام جو آج سے چند سال پہلے اربابِ نشاط کے لئے مخصوص تھا، اور شریف گھرانے اس سے کوسوں دور بھاگتے تھے، آج پاکستان کی اسلامی جمہوریت میں "آرٹ" کے نام سے بڑے بڑے گھرانوں میں قابلِ فخر سمجھا جاتا ہے، ابھی حال ہی میں جشن جمہوریت کے سلسلہ میں ریڈیو پر پورا ایک ہفتہ رات کے سوا آٹھ بجے سے گیارہ بجے تک محفل موسیقی کے ذریعہ سے ان "فنکاروں" کے ساز و سرود کے نمونے پیش کئے گئے جنہیں آج سے چند سال پہلے گھٹیا نظروں سے دیکھا جاتا اور ایسی محفلوں میں شرکت شرفا کے لئے باعث ننگ سمجھی جاتی تھی، کاش اس کے بجائے اس موقعہ پر ایسے درخشندہ نمونے پیش کئے جاتے جن کے اندر اسلامی جمہوریت کا صحیح اور خالص رنگ نظر آتا۔

اسی سلسلہ میں معاصر "قندیل" کے تماشائی کا حسب ذیل بیان بھی پڑھ لیجئے جو اپنے اندر ایک خاص موعظت کا۔۔۔ رنگ رکھتا ہے:۔

"لاہور کے کالجوں کے طلباء نے اپنی ایک متحدہ مجلس قائم کی ہے جس کا نام "دی یونائیٹڈ کالج سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن" (رجسٹرڈ) ہے۔ اس مجلس نے غریب طلباء کی امداد کیلئے ایک محفل رقص و سرود یونیورسٹی ہال میں منعقد کی جس میں ڈاکٹر خان صاحب وزیر اعلیٰ مغربی پاکستان، پیرزادہ عبدالستار صاحب وزیر قانون نے بھی شرکت کی، حاضرین کی تعداد کافی تھی، ہال کا سٹیج جہاں سے علماء و حکماء علمی پیغامات دیا کرتے ہیں آج موسیقاروں، طبلہ نوازوں کے قبضہ میں تھا، ابتداء ہی حاضرین نے جن میں بیشتر طلباء ہی تھے، اپنی بد ذوقی کا ثبوت دینا شروع کر دیا۔۔۔۔۔۔۔

حاضرین کو قابو میں رکھنے کے لئے منتظمین نے دو کمسن بچوں کا رقص کرایا۔ ایک بچہ پانچ برس کا ہوگا اور دوسرا کوئی تین برس کا۔ گراموفون کے ریکارڈ کے ایک گانے کے ساتھ ساتھ یہ بچے رقص کرتے اور اسلامی ثقافت کے مستقبل کا منہ چڑاتے رہے

ان کے بعد اسلامیہ کالج کے ایک نوجوان طالب علم ہندو رقص کا مظاہرہ کرنے تشریف لائے۔ اسلامیہ کالج کا نام اس ہونہار "فنکار" نے خوب روشن کیا۔۔۔ ان کا رقص اگر کبھی حبیبیہ ہال میں کرایا جائے تو ان تمام بزرگوں کی روحیں جنہوں نے اسلامیہ کالج کی تعمیر و ترقی میں حصہ لیا تھا بہت "خوش" ہوں گی۔

مقام مسرت ہے کہ ہمارے ہونہار طلبا تعلیم میں بلند ترین مقام حاصل کر چکے ہیں علم و ادب کے تمام مراحل طے کرنے کے بعد اب وہ فنون لطیفہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، تقدیر امم کو انہوں نے بدل دیا ہے، تیغ و سناں اوّل تھا، لیکن انہوں نے چنگ و رُباب کو اوّل کر دیا ہے۔ اس تیز گامی کا روشن انجام آپ چند ماہ کے بعد دیکھ لیں گے جب امتحانات میں فیل ہونے والوں کی اکثریت ہوگی، اور اس مجلس کے بہت سے اراکین اس اکثریت میں ممتاز مقام حاصل کر چکے ہوں گے۔ ان کے والدین خوشی سے پھولے نہیں سمائیں گے اخبارات ان پر مقالے لکھیں گے اور یونیورسٹی کو قاتل کے خطاب سے نوازیں گے۔"

یہ حالات و واقعات کیا پاکستان کی اسلامی جمہوریت کے لئے سزاوار تحسین قرار دیئے جا سکتے ہیں؟ اس پر آپ خود ہی غور کر لیجئے، خدا جانتا ہے ہمیں اس پر ناز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے یہ چھوٹی سی مملکت ہمیں عنایت کی، ہمیں خوشی ہے کہ اسکو اسلامی جمہوریت کا نام دیا گیا اور جہاں تک اس کے صنعتی معاشی اور زرعی اور فوجی استحکام کا تعلق ہے اس نو دس سال کے عرصہ میں جو پاکستان کو عالم وجود میں آئے ہوئے گذرے ہیں، اس نے ہر پہلو میں شاندار ترقی کی ہے اور دُنیا کے ترقی یافتہ ملکوں میں اچھا خاصہ نام پیدا کر لیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج دوسرے ممالک اس سے فوجی، تجارتی اور اقتصادی معاہدات کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور اس کی خارجہ پالیسی، ملک کے اندر اور باہر خاص احترام کی نظروں سے دیکھی جاتی ہے، یہ سب کچھ ہے جس کو ہم تہ دل سے سراہتے اور لائق استحسان سمجھتے ہیں لیکن اس کے باوجود جہاں تک مذکورہ بالا واقعات کا تعلق ہے ہم دلی رنج و افسوس کے ساتھ یہ کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ "اسلامی جمہوریت" کا نام اس پر صادق نہیں آتا، کاش ہمارے اربابِ اقتدار اس پر غور کر کے اس کو صحیح معنوں میں۔۔۔۔۔ اسلامی جمہوریت بنانے کی

شکریہ تعزیت

قریباً ایک ماہ ہوا مولانا احمد علی صاحب (برادر خورد حضرت امیر مرحوم) کی اہلیہ محترمہ کی وفات کی خبر شائع کی گئی تھی، اس پر مولانا کی خدمت میں بیشمار دوستوں نے تعزیت کے خطوط لکھے ہیں جن کا فرداً فرداً جواب دینا مشکل ہے، مولانا احمد علی صاحب سب دوستوں کا دلی شکریہ ادا کرتے اور دعا کی

علاقہ خٹک میں نورِ احمدیت اور اس کا انجام

اکمل اسد آبادی

(۲)

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے شمع احمدیت کے پروانوں نے احمدیت کی تبلیغ کے لئے ایک منظم پروگرام تیار کیا۔ اور ہر گلی اور ہر کوچے میں احمدیت کا پیغام گونجنے لگا جب نوابزادہ سلیم ٹیری آئے۔ تو وہ ملاؤں کے ہتھکنڈوں میں آ گئے جس سے مولویوں کو احساس ہوا کہ ان کی چودھراہٹ احمدیت کی وجہ سے ختم ہو رہی ہے اس سے وہ برافروختہ ہوئے اور انہوں نے ملائے کرونہ سے جو خٹک ملاؤں کا پیشوا تسلیم کیا جاتا تھا اعانت کی درخواست کی اور اپنے رسوائے عالم ہتھیار سے کام لیا یعنی احمدیت کے خلاف لوگوں کو اشتعال دلایا۔ اور اپنی مطلب برآری کی خاطر غنڈوں کا دامن تھاما جس سے احمدیوں پر ظلم و ستم کا آغاز ہوا۔ جمعہ کی ایک نماز کے بعد (غالباً ۱۹۰۹ء) میں احمدیت کے خلاف فتوئے کفر نواب صاحب کی مسجد سے جاری ہوا اور احمدیوں کی جان و مال کو لوٹنا باعث ثواب ٹھہرایا گیا۔ نواب عبدالغفور خود مسجد میں موجود تھے۔ بینائی سے محروم تھے۔ باوجود وہ ایک جید عالم تھے۔ انہوں نے ملاؤں سے احمدیوں کے ساتھ مباحثہ کرنے کے لئے کہا۔ ملاؤں نے حسب عادت پہلے تو لوگوں کو بھڑکانے کی کوشش کی۔ مگر نواب صاحب کی خواہش کے سامنے کچھ پیش نہ گئی۔ ملاؤں کی طرف سے مفتی ٹیری (دربار مسجد کے پیش امام) اور ملائے کرونہ مقرر ہوئے۔ اور ان کی اعانت کے لئے کئی اور ملاؤں کا ہجوم اکٹھا ہوا۔ احمدیوں کی طرف سے مولوی عبدالستار صاحب، مولوی حنیف اللہ صاحب اور مولوی احمد گل صاحب (مرحومین) نے حصہ لیا۔ دربار میں نوابزادوں کا مجمع تھا۔ وفات مسیح علیہ السلام اور صداقت مسیح موعود علیہ السلام پر تفصیلی بحث ہوئی۔ ملاؤں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ نواب صاحب سے کچھ نہ بنا تو نسلی فرعونیت کے نشے میں چیخ اٹھا "ہم پنجابی کو "نبی" نہیں مان سکتے۔" (نعوذ باللہ)

نواب صاحب حسب قاعدہ ہاتھ دھو کر اندر تشریف لے گئے۔ فدائیان مسیح موعود علیہ السلام دربار سے نکلے تو ملاؤں نے پھر اوچھے ہتھکنڈوں سے کام لیا۔ اور غنڈوں کو آوازیں کسنے کے لئے اکسایا اور فدایانِ مسیح موعود پر پتھروں کی بارش شروع ہو گئی۔ مگر نواب زادہ سلیم کی شخصیت درمیان میں آگئی اور فدایان مسیح موعود کو موت کے پنجے سے عارضی نجات مل گئی۔

سنگساری کے احکام

مباحثہ میں ناکامی کا بدلہ لینے کے لئے غنڈوں کی امداد اور احمدیوں پر پتھروں کی بارش کے باوجود جب ملا لوگ احمدیوں کو زک نہ پہنچا سکے تو انہوں نے نواب زادہ عبدالحکیم کی اعانت حاصل کی۔ نواب زادہ عبدالحکیم ولی عہد اور آنریری مجسٹریٹ تھے۔ ملاؤں نے ان کی اعانت سے احمدیوں کے خلاف سنگسار کرنے کے احکام حاصل کر لئے۔ عوام کا تعلق اور ذریعہ معاش دربار سے تھا۔ اس لئے ملاؤں کا یہ حربہ بظاہر کامیاب نظر آ رہا تھا مگر وہ خدا کو بھول بیٹھے تھے۔ نواب زادہ کا انجام گذشتہ مضمون میں لکھ چکا ہوں لہذا اس کا دوبارہ ذکر کرنا بے کار سمجھتے ہوئے صرف یہ امر واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس وقت نواب ٹیری کو مکمل خود مختاری حاصل تھی۔ اور اس کے فیصلے کے خلاف کسی عدالت میں اپیل کی گنجائش نہ تھی۔ (اگر تھی بھی تو عوام اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے)

احمدیوں کا بائیکاٹ

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ عوام کی اکثریت دربار سے متعلق تھی۔ مگر شریف طبقہ کی ہمدردیاں احمدیوں کے ساتھ تھیں۔ مزدور طبقہ کے بائیکاٹ سے احمدیوں کو ضروریاتِ زندگی ملنی مشکل ہو گئیں حتےٰ کہ لکڑی اور پانی کا ملنا بھی ناممکن ہو گیا۔ لکڑیاں دو احمدی لڑکے میر دتی اور گل رحمان بانڈہ داؤد شاہ سے لایا کرتے تھے۔ اور پانی جب ساری دنیا سو جاتی یعنی رات کے درمیانی حصے میں تاریکی کا سہارا لیکر "توی" سے حاصل کرتے تھے۔ (پانی کا ایک عبرتناک واقعہ حنیف اللہ صاحب کی زندگی کے حالات میں لکھوں گا) احمدیوں کی امداد جن لوگوں نے کی ان میں (مولوی حنیف اللہ صاحب کے علم طب کے شاگرد) منشی رام سندو کا نام بھی احمدی مورخین شکریہ کے اور سنہری حروف سے لکھیں گے۔ جس نے ہر قسم کی دھمکیاں جھڑکیاں اور مصیبتیں سہیں مگر احمدیوں کی امداد سے دریغ نہ کیا۔

ایک لونڈی کا ایثار

مولوی عبدالستار صاحب کے گھر ایک خاتون نے جو نواب صاحب کے گھرانے کی لونڈی تھی۔ پانی کا ایک کوزہ بھر کر پہنچا دیا۔ یہ پانی اس خاتون کے لئے شہادت کا باعث بنا۔

اس خاتون کو سر کے بل کھڑا کر دیا گیا۔ اور اس کے دونوں پاؤں کو فاصلے سے کر اوپر سے چارپائی رکھ دی اور چارپائی اس کے پاؤں کو چیرتی ہوئی نیچے اتری اور اٹک کر رہ گئی اور اس کے منہ سے خون جاری ہو گیا اور اس ظالمانہ طریقہ سے اس کی موت واقع ہوئی۔

بائیکاٹ ختم

عبدالحکیم کی موت کے بعد ملاؤں کو ایک عرصہ کے لئے خاموش رہنا پڑا اور اس طرح یہ بائیکاٹ بری طرح ناکام ہو کر ختم ہو گیا۔

اور دنیا پر ثابت کر دیا کہ دنیا کا ایک خدا ہے۔ جس نے محمد صلعم کے بعد اس کے غلام غلام احمد کو روحانی بیماروں کے لئے مسیح بنا کر بھیجا۔

اور اس کی بنائی ہوئی جماعت کو دنیا کی کوئی طاقت ختم نہیں کر سکتی۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ امید ہے کہ ۲۹ر مارچ کو کراچی سے واپس تشریف لائیں گے۔

سانحۂ ارتحال

جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر نہایت رنج و اندوہ سے سنی جائے گی کہ مکرم مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کی اہلیہ محترمہ جو بہت دنوں سے بیمار چلی آ رہی تھیں ۱۷ر مارچ کو فوت ہو گئیں انا للہ و انا الیہ راجعون۔ جیسا کہ قارئین کرام کو معلوم ہے مولانا عبدالحق صاحب ڈچ گیانا جیسے دور دراز مقام پر تشریف لے گئے ہوئے ہیں ایسی حالت میں یہ صدمہ ان کے لئے اور ان کے تمام خاندان کے لئے بہت زیادہ تکلیف کا موجب ہو گا تاہم مشیت ایزدی کے آگے سر تسلیم خم کرنے اور صبر و استقلال لینے کے سوائے کوئی چارہ نہیں، ہمیں مولنا ممدوح اور ان کے تمام خاندان سے بالخصوص ان کے فرزندان عبدالسلام صاحب و عبدالصمد صاحب اور انکی صاحبزادیوں سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو اعلےٰ علیین میں جگہ دے۔ مرحومہ کو انجمن کے قبرستان واقعہ میانی صاحب میں سپرد خاک کیا گیا، تمام بیرونی جماعتوں سے جنازۂ غائبانہ کی درخواست ہے۔

شادی

(۱) اتوار مورخہ ۲۴ر مارچ کو شیخ میاں نصیر احمد صاحب کی کوٹھی پر ان کی ہمشیرہ طاہرہ اسمٰعیل بنت شیخ میاں محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم مغفور کی شادی کی تقریب مسٹر نثار احمد صاحب لائبریری کے ساتھ دس ہزار روپیہ حق مہر پر عمل میں آئی خطبہ نکاح محترم مولنا عبدالرحمٰن صاحب مصری نے پڑھا، اس تقریب میں لاہور کے تمام بڑے بڑے معززین اور سرکاری عہدہ دار شامل تھے۔

(۲) ہفتہ مورخہ ۲۳ر مارچ کو مرزا خدا بخش صاحب مرحوم کے صاحبزادہ مرزا حمید الرحمٰن کی شادی کی تقریب عمل میں آئی اور دوسرے دن اتوار کو مرزا خلیل الرحمٰن کی طرف سے احباب کو دعوت ولیمہ دی گئی۔

خطاب بہ اہلِ ربوہ

از سید اعجاز غلام محمد صاحب

برادرانِ ملت۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

یہ اس دلی درد اور افسوس کا اظہار ہے جو ہر احمدی کے دل میں چٹکیاں لیتا رہتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الرحمۃ کی جماعت کا کثیر حصہ آپ کے خاندان کی بیجا محبت کے جذبات کی رَو میں بہ کر ایک سیاسی دماغ کی مذہب کی آڑ میں شاطرانہ چالوں سے ایک گدّی قائم کرنے کی سعی میں جادۂ صواب اور اس مسلک سے جس پر اس جماعت کو خدا کے مامور نے قائم کیا تھا کوسوں دُور جا پڑی۔ یہ درد اور بھی شدید ہو جاتا ہے جب یہ نظر آتا ہے کہ احمدی جماعت کو یہ حادثہ اس وقت پیش آیا جبکہ اس سلسلہ کی مخالفت کا قلع قمع ہو چکا تھا اور مخالفین ہر میدان میں شکست کھا چکے تھے اور اس کی قبولیت کے لئے فضا سازگار ہو چکی تھی عین اس وقت میاں محمود احمد صاحب نے مکفر مولوں کی ہمنوائی کر کے ان کے مُردہ جسم میں روح پھونک دی اور اُن کے ہاتھ میں ایک ایسا ہتھیار دے دیا جس سے اگر حضرت مجدد کی جماعت میں سے ایک قلیل گروہ موجود نہ ہوتا اور ان عقائد باطلہ کی تردید نہ کرتا اور آپ کا صحیح مقام دنیا کے سامنے نہ رکھتا تو اس سلسلہ کی اینٹ سے اینٹ بج جاتی۔ ہدایت دینا تو خدا کے اختیار میں ہے۔ فخرِ اولین وآخرین کو خدا نے فرمایا انك لا تهدي من احببت ولكن الله يهدي من يشاء تو میری کیا بساط ہے لیکن وہ درد اور غم مجبور کرتا ہے کہ ان واقعات کی طرف جو آپ کی تاریخ میں دستِ غیب سے رونما ہوئے آپ کی توجہ منعطف کرائی جائے۔ سوچنے والے کے لئے ٹھوس واقعات کی شہادت بہت مؤثر ہوتی ہے لہذا میری استدعا ہے کہ انظر ما قال ولا تنظر الی من قال کے اصول پر اس پر غور فرمائیں شاید خدا تعالیٰ آپ کی آنکھیں کھول دے۔

مسیح موعود کیساتھ مسلمانوں کا سلوک

مسلمانوں کی اپاہج اور دُنیا پر گری ہوئی قوم ارشادِ خداوندی ان الله لا يغير ما بقوم حتى يغيروا ما بانفسهم کے خلاف ایک ایسے مسیح کے آنے کی منتظر تھی جس کی پھونکوں سے کافر ہلاک ہو جائیں اور ان کو ۔۔۔ بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے سلطنت مل جائے۔ اس امید پر وہ گھڑیاں گن رہے تھے اور اس کی آمد کے نشانات کے ظہور پر ان کے علماء بھی ان کی ہمت بندھا رہے تھے کہ بس اب وہ آیا ہی چاہتا ہے۔ لیکن جب صدی کے سر پر حضرت مرزا غلام احمد علیہ الرحمۃ نے مسیح موعود و مہدی معہود ہونے کا دعوےٰ کیا تو بمصداق آیت فلما جاءهم ما عرفوا كفروا به انہوں نے اس کو اپنی توقعات کے خلاف پا کر اس کا انکار کر دیا۔ مجددِ وقت نے ان کو بہتیرا سمجھایا کہ دیکھو میری آمد کے تمام نشانات جو حضور نبی کریم صلعم نے احادیث میں بیان فرمائے ہیں نمودار ہو گئے ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ کسی کے آنے کے تمام نشانات تو ظاہر ہو جائیں مگر وہ موجود نہ ہو۔ بہرحال اس وقت کوئی موجود تو ہونا چاہیئے۔ اور اگر میں نہیں تو کوئی اور دعویدار پیش کرو۔ لیکن انہوں نے باوجود اس معقول دلیل کے نہ مانا اور یہی رٹ لگاتے رہے کہ مسیح ناصری سے متعلق ہے اور وہی دوبارہ دنیا میں آئے گا۔ حالانکہ ان پر واضح کیا گیا کہ رسول کریم صلعم خاتم النبیین ہیں، ہدایت کامل ہو چکی ہے اب آپ کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آسکتا اور اگر آپ کے بعد کوئی نبی آ جائے تو ختمِ نبوت ٹوٹ جائے گی۔ اب جو آئے گا وہ اُمتی ہی ہوگا لیکن انہوں نے ایک نہ سُنی اور بغض وعناد میں اس قدر ترقی کی کہ قرآنی آیت استخلاف کو پس پشت ڈال کر حدیث مجدد سے ہی انکار کر دیا اور اس کو مجوسی عقیدہ قرار دیا۔ انا لله وانا اليه راجعون۔

اپنوں کا سلوک

آپ لوگوں پر خدا کا بڑا رحم ہوا کہ اس نے اپنے فضل سے آپ کو اس کی پہچان کی سعادت نصیب کی آپ نے اپنی آنکھوں سے اس کے انفاسِ طیبہ سے کافر مرتے دیکھے ليظهره على الدين كله کا نظارہ دیکھا۔ اس نے آپ کو ہر قسم کی بت پرستی سے نجات دے کر مقامِ توحید پر قائم کیا اور اعلائے کلمۃ اللہ کے کام پر لگا دیا۔ لیکن بدقسمتی سے سنہ ۱۹۱۴ء کا سال تاریخ احمدیت میں بہت منحوس ثابت ہوا جبکہ اس مامور کی تمام عمارت کو منہدم کر دیا گیا اور ایک غیر مامور کی قیادت میں حضرت مسیح موعود علیہ الرحمۃ کو نعوذ باللہ جھوٹا اور مکفر مولویوں کو سچا قرار دیا گیا۔

مکفر مولویوں کی ہمنوائی

جاؤ مکفر مولویوں کی آپ کی طرف دعوےٰ نبوت منسوب کرنے کی تحریروں کو ایک طرف اور مرزا محمود احمد صاحب کی تحریروں کو دوسری طرف رکھ کر دیکھ لو ان میں سرمو کوئی فرق نہ پاؤ گے۔ کیا حضرت مرزا کی وہ دبھری آواز کہ یہ مجھ پر افترا ہے کہ میں نبوت کا دعوےٰ کرتا ہوں، مجھے نبوت کا دعوےٰ نہیں، میں مدعی نبوت پر لعنت بھیجتا ہوں اور رسول کریم صلعم کے بعد مدعی نبوت کو کافر کاذب اور دجال جانتا ہوں آپ کے کانوں کے پردے سے نہ ٹکرائی؟ مخالفوں نے اگر اس آواز پر کان نہ دھرا تو ایک حد تک ان کا یہ امر سمجھ میں آسکتا ہے لیکن آپ کے لئے کوئی عذر نہیں ہو سکتا۔ وہ بیٹا جس کی بے جا محبت میں آپ عزت نفس عقل وخرد کھو بیٹھے جانتے ہو کہ اس نے اپنے بزرگ باپ کو نبی بنا کر اس کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اس نے اسکو نعوذ باللہ مفتری، معتی، کافر، کاذب اور دجال قرار دیا۔ کیا یہ وہی فرزند ارجمند ہے جو كان الله نزل من السماء کا مصداق ہے خدا کی قسم تم نے بڑا ظلم کیا، وائے حضرت مرزا صاحب کی روح پکار رہی ہے ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با ما ہرچہ کرد آں آشنا کرد

غلبۂ حق

حق وباطل کی جنگ میں ایک ایسا وقت آتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ باطل نے حق کو کچل دیا لیکن خدا جو حق کا حامی ہے اور اس کا وعدہ ہے کہ وہ حق کی نصرت کرے گا اپنے دستِ قدرت سے ایسے حالات پیدا کر دیتا ہے کہ باطل کا تارو پود بکھر جاتا ہے اور حق غالب اور باطل نابود ہو جاتا ہے، آپ غور کریں کہ کیا اس وقت یہ حقیقت سامنے نہیں

تین قابلِ غور باتیں

اس باب میں تین امور کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں جن میں انسانی ہاتھ کا دخل نہیں امید ہے کہ آپ ان پر ٹھنڈے دل سے غور کریں گے۔

(۱) اخراج از قادیان

اپنے حق پر اور ہمارے باطل پر ہونے کی ایک بڑی دلیل جو آپ نے پیش کی یہ تھی کہ مرکز قادیان کا آپ کے ہاتھ میں ہونا آپ کی سچائی پر دلیل ہے۔ اس بودی دلیل پر بڑا زور دیا گیا۔ خدا کی شان ہے کہ مشیت ایزدی سے ایسے واقعات رونما ہوئے کہ قادیان کے حصارِ عافیت سے جہاں آپ جو چاہتے کرتے اور جو منہ میں آتا کہہ دیتے تھے اور کوئی آپ کو پوچھنے والا نہ تھا آپ کو نکلنا پڑا اور جنہوں نے آپ کی اس دلیل کو کہ حق کا مرکز قادیان ہے وہ حق پر ہیں باطل کر دیا۔ قادیان کی مادی ترقی پر بھی بڑا فخر کیا گیا۔ اس کے حشر سے بھی آپ واقف ہیں کیا اس میں خدا کا ہاتھ نظر نہیں آتا کیونکہ جس وقت یہ فریب انگیز دلیل گھڑی گئی اس وقت کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ ہندوستان کی سرزمین ایک ایسا پلٹا کھائے گی کہ مکین قادیان کو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنا پڑے گا۔ یہ تو آپ کی مادی ترقی کا حشر ہوا۔

(۲) قادیان سے پاکستان میں

وردِ پاکستان پر عین اس وقت جبکہ ربوہ میں دنیا کے نقشہ پر آپ نے ایک بستی قائم کی اور نظامِ قادیان کا اس میں نفاذ کیا اور اس پر آپ پھولے نہ سماتے تھے اور اپنے کو ہر طرح محفوظ سمجھنے لگے تھے۔ دستِ غیب سے ایک اور بلا نے آپ کو آلیا۔ فتنۂ ختمِ نبوت ایک

نہیں تھا اور جس غرض سے وہ کھیلا گیا تھا گو اس میں انہیں کامیابی نہ ہوئی لیکن غلط اعتقادات کی جو عمارت آپ نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر تعمیر کی تھی اس کو آپ نے خود اپنے ہاتھوں سے زمین سے ہموار کر دیا۔ اپنے پہلے بیانات دربارہ نبوت کفر اور تحقیقاتی عدالت میں دیئے ہوئے بیانات کو بالمقابل رکھ کر دیکھ لیں کہ آیا آپ نے پہلے بیانات سے رجوع نہیں کیا اور کیا آپ ان عقائد پر نہیں آ رہے جن کے متعلق چالیس سال تک آپ ہم سے برسرِ پیکار رہے؟ آپ نے ہماری آواز پر کان نہ دھرا لیکن خدا کے زبردست ہاتھ نے آپ کی اپنی زبان سے ان کے غلط ہونے کا اقرار کرایا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

(۳) فتنۂ ربوہ

مندرجہ بالا دو حادثات کے بعد خود ربوہ سے ایک طوفان اٹھا جس نے بقول گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے اس ڈھونگ کا راز طشت از بام کر دیا اور اس پیراہن تقدس کا گریبان جس کے سایہ تلے اس تحریک نے نشوونما پائی تھی تار تار کر دیا جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں صرف دنیا طلبی اور اس کے حصول کے لئے ایک گدی بنانے کی آرزو نے یہ سب کچھ کرایا۔ بانئے سلسلہ جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اس کی جدّی جائیداد بھی بسبب خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے کم و بیش ہو گئی وہ اپنے پیچھے کوئی اموال و املاک نہ چھوڑ گئے اور اشاعت اسلام کی تمام تحریکات کا روپیہ انہیں پر صرف کیا لیکن آج اس کے برخلاف اشاعت اسلام کے نام پر تمام تحریکات کی آمدنی سے ذاتی جائیداد بنائی جا رہی ہے۔

حضرت اقدسؑ کے وقت میں بھی اور بعد ازاں بھی وقتاً فوقتاً خلیفہ صاحب قادیان کے چلن کے متعلق آوازیں اٹھتی رہیں لیکن مبائعین بسبب اپنی پاک فطرت اور میاں صاحب کے نام نہاد الہامات و رؤیاء کی بارش کے سیل کے شور و شغب میں اس پر کان نہ دھر سکے اور واقعی ایک شخص کے متعلق جو ہر قدم پر اپنے تقدس کا اظہار کرتا اور فرزند دلبند کے متعلق حضرت اقدس کی تمام پیشگوئیوں کا اپنے آپ کو مصداق گردانتا ہو ایسے الزامات کا باور کرنا مشکل تھا۔ نیز اس کی تعلیموں سے وہ اس قدر مرعوب تھے کہ جب اس نے یہ کہا کہ میرے

پر ایسے اعتراضات کرنیوالا ابھی ہلاک ہو جائیگا

تو ان کے کان پر جوں تک نہ رینگی کہ یہ قول تو تعلیم قرآنی کے خلاف ہے، حالانکہ یہ فقرہ ان کو چوکنا کر سکتا تھا اور اس سے وہ میاں کے کردار کا اندازہ لگا سکتے تھے۔ لیکن برا ہو پیر پرستی کا کہ وہ سب عقلوں کو مار دیتی ہے اور پیر کی ناراضگی کا خوف جسے وہ خدا کی ناراضگی سمجھتے ہیں، ان پر ایسا مستولی ہو جاتا ہے کہ پیر کے اقوال و افعال شنیعہ کی طرف ان کی توجہ ہی نہیں جاتی۔ اس زمانے کے امام نے جو اصلاح امت کے لئے آیا تھا اپنی وصیت میں یہ فقرہ شامل کر کے

"خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین انجمن ہے"

اپنے متبعین کو پیر پرستی و تخلیق گدی کی لعنت سے محفوظ کر دیا تھا اور یہ نور الدین جیسے اسم بامسمّٰی انسان کی موجودگی میں کیا لیکن افسوس کہ برسال تا اس کی وصیت کو پس پشت ڈال کر قوم اسی غلطی میں مبتلا کر دی گئی جس سے اس کو بچانے کے لئے وصیت کی گئی تھی اور اسی پر ہی بس نہ کی گئی بلکہ خلیفۃ المسیح کا لقب اختیار کرنے کے لئے ایک امتی کو نبی بنا کر اس فتنہ کا آغاز کیا گیا جس کی لپیٹ میں آج آپ مبتلا ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آمدم برسرِ مطلب وہ آوازیں جو وقتاً فوقتاً میاں صاحب کے خلاف اٹھیں دبا دی گئیں۔ لیکن اب جو لرزہ خیز پوست کندہ حالات منصۂ شہود پر آئے ہیں ان سے چشم پوشی نہیں ہو سکتی، غور طلب امر یہ ہے کہ ان رازہائے سربستہ سے پردہ اٹھانے والے میاں صاحب کے مریدان باصفا ہیں جنہیں اب وہ منافقین کے خطاب سے ملقب فرما کر دھڑا دھڑ جماعت سے خارج کر رہے ہیں اور دنیا داروں کے تمام طریقے استعمال کر کے اپنے آپ کو بچانے کے لئے ہاتھ پیر مار رہے ہیں۔ ہمیں ان گھناؤنے اتہامات میں جانے کی ضرورت نہیں، ہمارا آپ سے ایک ہی سوال ہے کہ یہ آواز میاں صاحب کے خلاف اٹھی کیوں۔ ایک شریف بے لوث انسان کے خلاف کبھی دنیا ایسی آواز نہیں اٹھاتی چہ جائیکہ ایک ایسے انسان کے خلاف جو ایک جماعت کا امام اور خلیفۃ المسیح کہلاتا ہو ایسی آواز اٹھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دوسرے عام انسانوں کی بجائے اگر ایک مسجد کے امام یا مولوی کے خلاف بدچلنی کی آواز اٹھے تو قلوب نفرت اور غیظ و غضب سے بھر جاتے ہیں کیونکہ لوگ جب ایک طرف ان کی دین کی ٹھیکیداری کو دیکھتے ہیں اور دوسری طرف ان کی کرتوت کو تو دوسروں کے مقابل ان کو بہت زیادہ مجرم گردانتے ہیں، دین کا معاملہ بہت نازک ہے آئمہ حدیث نے اگر کسی راوی کے متعلق اتنا بھی سنا کہ آپ نے کبھی جھوٹ بولا ہے اس کی روایت کو قبول نہیں کیا۔ لہٰذا ہمارے نزدیک میاں صاحب کے بارے میں اس آواز کا اٹھنا ہی ان کے تمام دعاوی کو باطل ٹھہراتا ہے۔

تا نباشد چیزکے مردم نگویند چیزہا

اگر کوئی مخالف یہ الزام لگاتا تو شک کی گنجائش ہو سکتی تھی، لیکن جب متہم کرنے والے وہ لوگ ہوں جنہوں نے اپنی زندگیاں وقف کیں اور اپنا سب کچھ قربان کر کے قادیان یا ربوہ میں ہجرت کی برسوں اس حالت میں گزار دیئے یہ باور نہیں ہو سکتا کہ بغیر حتمی ثبوت اور یقین کے وہ اپنے امام پر جس کے لئے اپنی زندگیاں بھی قربان کرنے کے لئے انہیں دریغ نہ تھا ایسا سنگین الزام لگاتے۔ ان کے حق الیقین کا تو اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس پر میاں صاحب سے مباہلہ کے لئے تیار ہیں۔ ہمارے نزدیک اب میاں صاحب کے لئے مباہلہ کے بغیر کوئی مفر نہیں۔ اور اگر وہ اس میں لیت و لعل کریں گے تو اپنے متعلق شکوک میں اضافہ کریں گے ان کے لئے نادر موقع ہے کہ مباہلہ کا چیلنج قبول کریں کیونکہ اس طرح وہ نہ صرف اپنی پاکبازی ثابت کریں گے بلکہ اپنے تعلق باللہ کا جس کا ان کو بڑا دعویٰ ہے ثبوت بہم پہنچائیں گے لیکن بھی اگر ان پر جھوٹا الزام لگانے والے خدا کی عدالت میں معاملہ کو لے جانے کے لئے تیار ہیں تو انہیں سچا ہو کر خدائی عدالت میں جانے میں کیا عذر ہو سکتا ہے ہم جماعت قادیان کے انصاف پسند اور فہیم طبقہ سے درخواست کریں گے کہ وہ میاں صاحب سے مباہلہ قبول کرنے کا مطالبہ کریں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے ورنہ ان کا اس سے انکار ان کی مجرم ضمیر کا نتیجہ سمجھا جائیگا قرآن پاک نے ولا یتمنونہ ابداً بما قدمت ایدیھم واللہ علیم بالظلمین میں بتایا ہے کہ بد اعمال بسبب اپنی کرتوتوں کے کبھی مباہلہ کو قبول نہیں کرتے کیونکہ یہ ظالم جانتے ہیں کہ ہم انسانوں کو تو دھوکہ دے سکتے ہیں مگر خدائے علیم کو تو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ میاں صاحب کا یہ عذر لنگ بھی کہ وہ کس کس سے مباہلہ کرتے پھریں گے قابل پذیرائی نہیں ایک معصوم انسان اپنی بریت کے لئے اگر ساری دنیا بھی اس سے مباہلہ کرنا چاہے تو وہ کبھی پیچھے نہیں ہٹے گا کیونکہ اسے اپنی معقولیت کا یقین ہے، اور وہ جانتا ہے کہ خدا کی عدالت میں دھاندلی نہیں۔ اس کے مدمقابل ضرور ہلاک ہوں گے۔

میاں صاحب اگر ان مباہلہ کرنے والوں کی للکار کا سدباب کرنا چاہتے ہیں تو ہم ان کو مشورہ دیں گے کہ اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ وہ میدان میں نکلیں اور اگر ایک دفعہ ان کا مدِمقابل ہلاک ہو گیا تو آئندہ کسی کو ان سے مباہلہ کرنے کی جرأت نہ ہوگی ؎

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اس پہ قرباں ہے

جب حضرت اقدس کے زمانہ میں میاں صاحب پر کمیشن مقرر کیا گیا اور کہتے ہیں جرم ثابت تھا مگر اہل کمیشن نے سلسلہ کی بدنامی کے خوف سے اس کا اخفا کیا . . .

. . . .

. . . . . اگر وہ ایمانی جرأت دکھاتے تو آج قوم کے دو ٹکڑے نہ ہوتے اور یہ ان تمام مصائب سے بچ جاتی جن میں میاں صاحب کی بوالعجبیوں نے اسے مبتلا کیا — دین میں مصلحت ایک غلط اصول ہے جس کے عواقب ہمیشہ خطرناک ہوتے ہیں اور بہت مہنگے پڑتے ہیں۔

عقیدے میں تبدیلی

بالآخر جماعت قادیان سے میری گذارش ہے کہ وہ اس بات پر بھی غور کریں کہ میاں صاحب نے ہائیکورٹ کے سامنے اپنے عقیدے میں تبدیلی کی آپ میں سے نہایت جوشیلے اور اونچے مبلغ نے اعتراف کیا ہے کہ عقیدہ میں تبدیلی ہوئی وہ اس کی تاریخ ۱۹۳۵ء بتاتے ہیں۔ بہرحال عقیدے میں تبدیلی تو ہوئی اب غور طلب امر یہ ہے کہ دونوں عقیدے تو درست نہیں ہو

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا شیخ عبد الرحمن صاحب مصری

(۲)

خلاصہ قسط اوّل

قسط اوّل میں میں نے معراج شریف کے متعلق چند اختلافات کا ذکر کر کے ان پر روشنی ڈالنے کا وعدہ کیا تھا سو اس وعدہ کو پورا کرتے ہوئے میں سب سے پہلے اس اختلاف کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہوں جو زیادہ اہم قرار دیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آیا معراج نبوی جسم عنصری کے ساتھ ہوا ہے یا جسم نورانی کے ساتھ۔

میں نے قسط اول میں بتلایا تھا کہ میری تحقیق میں معراج ایک نہایت ہی لطیف اعلیٰ درجہ کا کشف ہے اور کشوف میں جو جسم انسان کے ساتھ ہوتا ہے وہ یہ جسم عنصری نہیں ہوتا بلکہ ایک نورانی جسم ہوتا ہے جس کی نورانیت کا کمال صاحب کشف کے کمالات روحانیہ اور مقام قرب الٰہی کی بلندی کی نسبت سے ہوتا ہے چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات روحانیہ انتہائی نقطہ پر پہنچے ہوئے ہیں جن کے آگے کوئی بشر جا ہی نہیں سکتا اس لئے آنحضور صلعم کا کشف بھی لطافت میں انتہا کو پہنچا ہوا تھا اور اس کشف میں جو نورانی جسم آنجناب صلعم کو ملا اس کی نورانیت کو تصور میں لانا بھی ناممکن ہے۔ معراج نبوی کے کشف ہونے اور اس کے فوائد کے متعلق دلائل میں بعد میں دوں گا۔

جسم عنصری کے ساتھ معراج کے قائلین کے پاس دلائل نہیں محض قیاسات ہیں

سردست میں احباب کرام کے سامنے ان دلائل کو رکھنا چاہتا ہوں جو معراج کو جسم عنصری کے ساتھ وقوع میں آنے کے قائلین پیش کرتے ہیں۔ میں نے قسط اول میں یہ عرض کیا تھا کہ ایسے دوستوں کے پاس نہ تو قرآن شریف کی کوئی سند ہے اور نہ ہی احادیث صحیحہ سے وہ کوئی سند پیش کر سکتے ہیں قرآن کریم سے ایک بھی آیت پیش نہیں کی جا سکتی جس میں صراحت کے ساتھ جسم عنصری کا ذکر ہو اور نہ ہی اس مضمون کی کوئی صحیح حدیث مل سکتی ہے۔

جس قدر بھی دلائل اس دعویٰ کی تائید میں پیش کئے جاتے ہیں ان کی بناء محض قیاس پر ہے اگر دلائل کی بنیاد نص اور صراحت پر رکھنی ہے تو پھر قرآن کریم میں بھی معراج کے متعلق ایک جگہ تو صریح رؤیا کا لفظ موجود ہے اور دوسری جگہ جو کچھ معراج میں دیکھا گیا اس دیکھنے کو فؤاد کی طرف ...... منسوب کیا گیا ہے جو کھلی کھلی دلیل ہے اس بات پر کہ معراج میں جو نظارے رسول کریم صلعم کو دکھلائے گئے ان کے دیکھنے میں جسم عنصری کی آنکھ کا کوئی تعلق نہیں بلکہ انہیں صرف دل کی آنکھ نے دیکھا، اس طرح احادیث میں بھی معراج کے وقوع میں آنے کے وقت جو حالت نبی کریم صلعم کی بیان کی گئی ہے وہ بھی قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیات کے مضمون کی تائید کرتی ہے مثلاً ایک حدیث میں صریح یہ الفاظ موجود ہیں فیما یری قلبہ وتنام عینہ ولا ینام قلبہ یہ الفاظ صریح طور پر ما کذب الفؤاد ما رای کے مضمون کی تائید کر رہے ہیں دوسری میں ہے ثم استیقظ وھو فی المسجد الحرام یہ الفاظ رؤیا کی تائید کر رہے ہیں، تیسری میں اس حالت کو بین النائم والیقظان کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے جو وضاحت سے کشف پر دلالت کر رہے ہیں۔

ان امور کے متعلق تفصیلی بحث انشاءاللہ وتوفیقہ بعد میں کی جائے گی اس وقت میں ان قیاسات کی صحت یا عدم صحت پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں جو معراج کو جسم عنصری کے ساتھ وقوع میں آنے کے متعلق پیش کئے جاتے ہیں۔

محکم کو متشابہ کے ماتحت کرنیکا غلط طریق

لیکن قبل اس کے کہ ان دوستوں کے قیاسات کو زیر بحث لایا جائے اس بات کا ذکر بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ متنازعہ فیہ امور میں صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لئے قرآن کریم نے تو مسلمانوں کو یہ ہدایت دی تھی کہ متشابہات کو محکمات کے ماتحت کیا جائے لیکن اگر یہ دوست اپنے رویہ پر غور کریں گے تو ان کو صاف نظر آجائے گا کہ ان کا عمل قرآن کریم کی مندرجہ بالا ہدایت کے بالکل برعکس ہے یعنی یہ محکمات کو متشابہات کے ماتحت کر رہے ہیں چنانچہ اپنے قیاسات کو جو یقیناً نصوص قرآنیہ و احادیثیہ کے مقابل متشابہات کا درجہ رکھتے ہیں محکمات قرار دے لیا ہے اور ان نصوص کو متشابہات کا درجہ دے کر ان کی تاویل شروع کر دی ہے جیسا کہ قرآن کریم کے صریح لفظ رؤیا کی یہ تاویل کر لی کہ اس آیت میں رؤیا کا لفظ ظاہری آنکھ کے ساتھ دیکھنے پر استعمال ہوا ہے حالانکہ اس کی تائید میں نہ تو کوئی قرآنی سند پیش کی ہے اور نہ ہی لغت سے اس کی تائید میں کوئی دلیل لائی گئی ہے اس امر پر مفصل بحث کرتے ہوئے میں انشاء اللہ بتلاؤں گا کہ قرآن کریم میں لفظ رؤیا جہاں جہاں استعمال ہوا ہے خواب یا کشف کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے پس صاف ظاہر ہے کہ یہ تاویل کرتے وقت پہلے یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ معراج نبوی جسم عنصری کے ساتھ ہوا ہے اور اس کے بعد جب ان کو قرآن شریف میں اس کے متعلق لفظ رؤیا نظر آیا تو بجائے اس کے کہ اپنے مفروضہ کو قرآن کریم کی روشنی میں غلط قرار دے کر اسے درست تسلیم کرتے اُلٹے قرآن کریم کے صریح لفظ کی تاویل کی طرف مائل ہو گئے اسی کا نام محکم کو متشابہات کے ماتحت کرنا ہے حالانکہ آیت میں لفظ رؤیا کی تائید قرآن کریم کی دوسری آیت ما کذب الفؤاد ما رای بھی کر رہی ہے اور وہ احادیث بھی کر رہی ہیں جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔

قیاس اوّل

اس اصل کی طرف توجہ دلانے کے بعد اب میں فرداً فرداً ان قیاسات کے متعلق یہ دکھلانا چاہتا ہوں کہ وہ کس حد تک مضبوط اور درست قرار دیئے جا سکتے ہیں، ان میں سے قیاس اوّل یہ ہے کہ سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی ہی آیت سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من اٰیٰتنا انہ ھو السمیع البصیر میں نبی کریم صلعم کو "عبد" کے لفظ سے پکارا گیا ہے اور "عبد" عبارت ہے جسم اور روح سے پس ثابت ہوا کہ معراج جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہوا اس آیت کا صحیح مفہوم بعد میں بیان کیا جائے گا۔

قرآن کریم میں لفظ "عبد" کا استعمال

آیت مذکورہ بالا میں لفظ "عبد" کو اپنے استدلال کی تائید میں پیش کرنے سے قبل اگر یہ دوست قرآن کریم پر معمولی تدبر سے بھی کام لیتے تو ان پر ان کے قیاس کی غلطی خود بخود واضح ہو جاتی قرآن کریم کی سورۃ الفجر میں صریح طور پر ان فوت شدہ مقربان الٰہی پر لفظ "عبد" کا اطلاق کیا گیا ہے جو جنت میں داخل ہو چکے ہیں اور یہ بات اظہر من الشمس اور سب مسلمانوں کے مسلمات میں سے ہے کہ مرنے کے بعد ان کا جسم عنصری زمین پر سپرد خاک کر دیا جاتا ہے جنت میں صرف ان کی روح لیجائی جاتی ہے بیشک یہ درست ہے کہ جنت میں داخل کردہ روح کے ساتھ بھی جسم ضرور ہوتا ہے مگر وہ دنیا کا جسم عنصری نہیں ہوتا بلکہ ان کے اعمال کے مطابق ایک نورانی جسم ان کو عطا ہوتا ہے جو ان کی ارواح کے ساتھ رہتا ہے اور وہ آیت یہ ہے یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی (الفجر)

آیت مندرجہ بالا کے الفاظ فادخلی فی عبادی پر غور کرو کیا ان الفاظ میں صاف طور پر ان مقربان الٰہی کو "عباد" کے لفظ سے نہیں پکارا گیا جو فوت ہونے کی وجہ سے اپنے اجسام عنصری کو زمین پر ہی چھوڑ گئے اور صرف ان کی ارواح آسمان پر یا جنت میں اپنے مخصوص مقامات پر پہنچائی گئیں۔

کیا یہ آیت کھلے طور پر یہ اعلان نہیں کر رہی کہ انسان پر "عبد" کا استعمال اس وقت بھی درست ہے جبکہ اس کا جسم عنصری اس سے الگ کر دیا جاتا ہے اور وہ محض روح ہی روح رہ جاتا ہے۔ پس اگر نبی کریم صلعم کو سورۃ بنی اسرائیل میں "عبد" کے لفظ سے پکارا گیا ہے تو اس سے ...... لازمی طور پر جسم عنصری کے ساتھ ہونے پر کس طرح استدلال لیا جا سکتا ہے خصوصاً جبکہ رؤیا اور ما کذب الفؤاد ما رای کے صریح الفاظ قرآن کریم میں موجود ہوں پس جبکہ قرآن کریم میں ان مقبولوں کے لئے جنت کے جسم عنصری کا ساتھ نہ ہونا یقینی طور پر مسلم ہے جنھیں

لفظاً آنحضور صلعم کی کشفی حالت کے متعلق استعمال نہیں ہو سکتا جبکہ یہ واقع ہے کہ جس طرح موت کے وقت جسم عنصری روح سے الگ ہو جاتا ہے اسی طرح عام رؤیا اور اعلیٰ ترین کشف میں بھی یہ جسم عنصری روح سے الگ بستر پر یا کسی اور جگہ پر پڑا رہتا ہے اور روح ایک دوسرے جسم کے ساتھ ان جگہوں کی سیر کرتی رہتی ہے جن جگہوں کی سیر کروانا ان کے لئے خدا کی طرف سے مقدر کیا جاتا ہے۔

محض قلب کے لئے لفظ "عبد" کا استعمال

مندرجہ بالا آیت کے علاوہ نبی کریم صلعم کے لئے بھی لفظ "عبد" کے استعمال پر غور بھی صحیح نتیجہ پر پہنچانے میں ممد ہوگا اس لئے اسے بھی یہاں درج کر دیا جاتا ہے۔ قرآن کریم کی سورۃ کہف کی پہلی آیت کے الفاظ یہ ہیں الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب اسی طرح سورۃ البقرہ کے رکوع ۳ میں ہے وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فأتوا بسورۃ من مثلہ

اس بات کو مدنظر رکھا جائے کہ دونوں مذکورہ بالا آیتوں میں نبی کریم صلعم کو "عبد" کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے اب اسی سورہ کے رکوع ۱۲ کی آیت قل من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ پر غور فرمائیں یہ آیت صاف بتلا رہی ہے کہ قرآن کریم کا نزول نبی کریم صلعم کے قلب پر ہوا ہے جسم عنصری کے کسی حصہ کے ساتھ اس نزول کا کوئی تعلق نہیں لیکن دوسری آیات میں نزول قرآن کو "عبد" پر بتلایا گیا ہے پس ان دونوں قسم کی آیتوں کو ملانے سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان کے محض قلب اور روح کے ساتھ جب کسی امر کا تعلق ہو تو اس کو بیان کرتے وقت بھی الہامی طرز کلام یہی ہے کہ اس انسان کو "عبد" کے لفظ سے ہی پکارا جاتا ہے یہ نہیں کہ اس کے قلب یا اس کی روح کو الگ کر کے "قلب یا روح" کے لفظ سے اس کو پکارا جائے پس ثابت ہوا کہ معراج کی حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے سورۃ بنی اسرائیل میں جو نبی کریم صلعم کو "عبد" کے لفظ سے پکارا گیا ہے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ معراج کا تعلق نبی کریم صلعم کی روح اور جسم عنصری دونوں کے ساتھ ہے اگر معراج کا تعلق خالی نبی کریم صلعم کی روح کے ساتھ ہو تب بھی قرآن کریم کے محاورہ کی رو سے آنجناب صلعم کو لفظ "عبد" سے ہی پکارا جانا تھا۔ قرآن کریم میں اس کی اور بھی مثالیں ہیں لیکن سردست انہی دو پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے عاقل را اشارہ کافی است۔

اس استدلال کے ساتھ اگر قرآن کریم کے لفظ رؤیا اور ما کذب الفؤاد ما رای کو بھی ملا لیا جائے تو بات اور بھی واضح ہو جاتی ہے اور یہ متعین ہو جاتا ہے کہ سورۃ بنی اسرائیل میں لفظ "عبد" کا اطلاق ساتھ یہ جسم عنصری نہیں بلکہ نورانی جسم ضرور تھا۔

دوسرا قیاس

دوسرا قیاس جسم عنصری کے ساتھ معراج کے قائلین کا یہ ہے کہ واقعہ معراج کو بطور عظیم الشان واقعہ بیان کیا گیا ہے چنانچہ دلیل اس کی یہ ہے کہ "سبحان الذی" کے الفاظ سے اس کی ابتداء کی گئی ہے۔

واقعہ معراج کی عظمت کا تو کس کو انکار ہے بلکہ جیسا کہ میں آگے چل کر ثابت کروں گا اس کی حقیقی عظمت تو اس کو ایک اعلیٰ درجہ کا کشف قرار دینے میں ہی ہے۔

تعجب ہے کہ اسی سورۃ کے رکوع ۱۰ میں سبحان ربی کے لفظ کا ہی ذکر کر کے صریح لفظوں میں اس امر کی تردید کر دی ہے کہ کوئی بشر اس جسم عنصری کے ساتھ آسمانوں پر جا سکتا ہے چنانچہ جب کفار نے آنحضور صلعم سے یہ کہا کہ تمہاری بات ہرگز نہ مانیں گے جب تک تم ہمیں فلاں فلاں کام کر کے نہ دکھلاؤ ان کاموں میں انہوں نے یہ کام بھی بتایا جو قرآن کریم میں مندرجہ ذیل الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے او ترقی فی السماء ولن نؤمن لرقیک حتی تنزل علینا کتابا نقرؤہ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا ب

ظاہر ہے کہ کفار مکہ نبی کریم صلعم سے جو مطالبہ آسمان پر جانے کے بارے میں کر رہے تھے وہ جسم عنصری کے ساتھ ہی جانے کا تھا اس کے جواب میں اللہ تعالےٰ نے نبی کریم صلعم کی زبان مبارک سے یہی کہلوایا ہے کہ آپ رسول تو بے شک ہیں لیکن بشر رسول ہیں اور بشر رسول ہونے کی حیثیت سے آپ ان کے اس مطالبہ کو پورا نہیں کر سکتے یہ جواب اسی سورۃ کی پہلی آیت کے مفہوم کی بھی وضاحت کر دیتا ہے اور صاف بتلا رہا ہے کہ پہلی آیت میں مذکورہ اسراء جسم عنصری کے ساتھ ہرگز نہیں ہوا ورنہ جواب یہ دیا جاتا کہ اس جسم عنصری کے ساتھ تو میں آسمان پر ہو آیا ہوں کیا تم نے اس کو تسلیم کر لیا ہے جواب آپ کر لیں گے بجائے اس کے جواب یہ دیا جاتا ہے کہ بشر ہونے کی حیثیت سے میں اس مطالبہ کو پورا نہیں کر سکتا جس سے صاف ثابت ہوا کہ کوئی بشر بھی خواہ وہ رسول ہی نہیں بلکہ خاتم النبیین بھی ہو تب بھی وہ اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر نہیں جا سکتا کیونکہ معراج میں آسمانوں پر جانے کا ذکر ہے اس لئے ماننا پڑے گا کہ معراج اس جسم عنصری کے ساتھ ہرگز نہیں ہوا اور لفظ سبحان سے یہ استدلال بالکل کمزور بلکہ غلط استدلال ہے کیونکہ مطالبہ کفار کے جواب میں بھی جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں ان کی ابتداء بھی "سبحان ربی" سے کی گئی ہے جو صاف دلالت کر رہے ہیں کہ بشر کا جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر لے جانا خدا کی صفت سبحانیت کے منافی ہے نہ کہ اس کے مطابق باقی دو قیاسوں پر انشاء اللہ قسط ۳ میں بحث کی جائے گی۔

خطاب بہ اہل ربوہ

(بسلسلہ صفحہ ۱۶)

سکتے ایک ان میں سے ضرور غلط ہو گا۔ مثلاً۔

دوسرا عقیدہ	پہلا عقیدہ
"کوئی شخص جو مرزا غلام احمد صاحب پر ایمان نہیں لاتا وہ دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا۔" بیان تحقیقی عدالت صفحہ ۲۸	"کل مسلمان جو مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا نام بھی نہ سنا ہو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔" (آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

اب ان دونوں عقیدوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ پہلا عقیدہ میاں محمود احمد صاحب کا ہے اور دوسرا عقیدہ حضرت مسیح موعود کا ہے کیونکہ آپ نے فرمایا کہ

"ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔" (تریاق القلوب صفحہ ۱۲۰)

اور اسی عقیدہ پر جماعت لاہور شروع سے قائم ہے میرا مقصد اس موازنہ سے یہ ہے کہ میاں صاحب نے محض اپنی اغراض کے لئے جن کا میں اوپر ذکر کر آیا ہوں جماعت کو ایک غلط عقیدہ پر قائم کیا اور اس میں اس قدر تشدد کیا کہ خدا تعالیٰ پر بھی تقدیم کی۔ یقیناً جس شخص نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا کے ماتحت خدا اس سے مواخذہ نہیں کرے گا۔ مگر میاں صاحب ہیں کہ انہیں خدا کی دی ہوئی رعایت کی بھی پروا نہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ قرآن سے تمسک کرنے والی قوم اس رطب و یابس کو کیسے برداشت کرتی ہے۔ پس ایسا شخص جو جماعت کو قرآن اور حضرت مسیح موعودؑ کے مذہب کے خلاف چلاتا ہے وہ آپ کی جماعت کا امام کیسے ہو سکتا ہے۔ خدارا اس پر غور کریں، یاد رکھیں کہ قیامت کے دن جب اولین و آخرین جمع ہوں گے اور ایک طرف حضرت مسیح موعودؑ اور دوسری طرف میاں محمود احمد اور ان کی جماعت کھڑی ہوگی تو اللہ تعالےٰ حضرت مسیح موعودؑ سے سوال کرے گا کہ ءانت قلت للناس اتخذونی نبیا تو یقیناً حضرت مسیح اپنے مثیل کی طرح یہی جواب دیں گے ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ ——— وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علی کل شیء شھید

خدا جانتا ہے کہ میں نے یہ تحریر اس ظلم کے پیش نظر جو حضرت مسیح موعودؑ اور ان کے متبعین پر کیا گیا پیش کی ہے اور یہ اس غم کا اظہار ہے جو میں اپنے بھائیوں کیلئے محسوس کرتا ہوں اور اس استدعا کے ساتھ کہ اس پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے اس دعا پر ختم کرتا ہوں ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب

مصلح موعودؑ کی پیشگوئی پر ایک محققانہ نظر

چوہدری فضل الرحمن قمر سامانوی

(۳)

مامور ہونے سے انکار کیوں ؟

جناب میاں صاحب کا اپنے بیانوں میں تضاد جو کچھ ثابت کرتا ہے وہ ظاہر ہے انہوں نے تسلیم کر لیا کہ جب پیشگوئی غیر مامور کے متعلق ہو تو اس میں دعوے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی اور مصلح موعود کی پیشگوئی ان کے نزدیک مامور کے متعلق نہیں ہے پھر انہوں نے دعوےٰ کیوں کیا اور اگر دعویٰ کیا تھا تو مامور ہونے سے انکار کیوں کیا ؟ اس کی وضاحت ربوائی دوست تو نہ معلوم کیا کریں مگر ہم نے جہاں تک غور کیا ہے اس کی وجہ صرف یہ معلوم ہوتی ہے کہ خودساختہ خلافت کے بیت العنکبوت کو تو ہوا کے ایک جھونکے سے بروقت ختم ہونے کا خطرہ دامنگیر تھا جس کا اظہار ان الفاظ میں بھی کر دیا تھا کہ :-

" اگر اتنی قربانی کے بعد بھی سلسلہ کی حالت غیر محفوظ ہو یعنی چند لوگوں کے رحم پر ہو جو اگر چاہیں تو خلافت کا انتظام قائم رہے اور اگر نہ چاہیں تو نہ رہے تو یہ کبھی گوارا نہیں کیا جا سکتا اور چونکہ مسئلہ خلافت جماعت کے بنیادی اصول میں شامل نہ ہونے سے جماعت ایسے خطرات میں رہ سکتی ہے جو مبائعین کو غیر مبائعین میں بدل دے اور دس گیارہ دیوے کی جنبش قلم سے قادیان لاہور بن جائے "

(الفضل ۲۰ نومبر ۲۵ء)

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے یہ تھا وہ خطرہ جس کو دور کرنے کے لئے خودساختہ گدی کو مضبوط کرنے کی ضرورت تھی کیونکہ بقول ان کے "مسئلہ خلافت جماعت کے بنیادی اصول" میں شامل نہ تھا الوصیت میں اس کا کوئی وجود نہ تھا جس کی وجہ سے کسی وقت مبائعین غیر مبائعین میں بدل سکتے تھے جس کو دور کرنے کی کوئی صورت نہ تھی سوائے اس کے کہ مصلح موعود کا منصب حاصل کیا جائے مگر اس کے لئے مشکل یہ تھی کہ اس کی کوئی علامت بھی اپنے اندر نہ پاتے تھے حسن اتفاق سے آپ سازش سے خلیفہ دوم بن گئے تھے ادھر مصلح موعود کا ایک نام فضل عمر رکھا گیا تھا محمود آپ کا ذاتی نام تھا ہی پھر تو اللہ دے اور بندہ لے جس طرح پہلے بعض محمد بن عبداللہ ہونے کی وجہ سے مہدی ہونے کے دعویدار بن گئے اسی طرح آپ ان ناموں کا سہارا لیکر مصلح موعود بن گئے مگر اس کی پیشگوئی اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں تھی اس لئے آپ نے ۱۹۴۴ء سے پہلے کبھی اس کے مصداق ہونے کا دعویٰ نہیں کیا صرف سبز اشتہار کا حوالہ دیتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ مصلح موعود کے لئے . . . . دعوے کی ضرورت نہیں مگر دوسری طرف ایک ایسے صاحب بھی موجود تھے جو مصلح موعود ہونے کا دعوےٰ کر چکے تھے، اس لئے بعض مریدوں کو یہ خلش ہوئی اور انہوں نے اس کی طرف توجہ کرنی شروع کی جس پر آپ کو یہ خطرہ دامنگیر ہوا کہ مبادا لوگ آہستہ آہستہ اس جال کی تاروں کو توڑنا شروع کر دیں اس لئے اپنے تمام سابقہ بیانات اور خطبات اور قسموں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ۱۹۴۴ء میں ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کے مصداق ہونے کا دعوےٰ کر دیا مگر مصلح ربانی کی کوئی ایک نشانی بھی اپنے اندر نہ پانے کی وجہ سے ایک طرف اعتراضات کا ڈر اور دوسری طرف خدائی گرفت کا بھی خوف دامنگیر ہوا اس لئے اسی اعلان میں یہ بھی کہدیا کہ میری یہ خواب صرف میرے لئے حجت ہے دوسروں کے لئے نہیں، کیونکہ میں مامور نہیں بلکہ غیر مامور ہوں، اور غیر مامور کی خواب اور اس کے دعوےٰ کو ماننے کے دوسرے لوگ مکلف نہیں اس طرح خدائی گرفت سے بھی بچ گئے اور مصلح موعود بھی بن گئے اور کام ٹھیک ہو گیا اب اگر کوئی کہے کہ آپ مصلح موعود کیسے جب دعویٰ نہیں تو فوراً کہدیا کہ میں تو دعوےٰ کر چکا ہوں اور اگر کسی نے کہا کہ آپ میں وہ علامات تو پائی نہیں جاتیں جو ایک مصلح ربانی کے اندر ہونی چاہئیں تو آپ نے کہدیا کہ یہ علامات تو مامور کے لئے ہوتی ہیں میں تو کہہ چکا ہوں کہ میں مامور نہیں جبکہ میں دعوےٰ والے خطبہ میں اپنے غیر مامور ہونے کے علاوہ یہ بھی کہہ چکا ہوں کہ دوسرے لوگ میرے الہام اور دعوےٰ کو ماننے کے مکلف نہیں تو پھر اعتراض کیسا ؟ یہ تھی وہ شتر مرغ والی چال جو سوچ سمجھ کر چلی گئی تھی مخلص مرید تو دعوےٰ سے پہلے ہی مصلح موعود بنا چکے تھے ان کو تو کسی دعوےٰ کی ضرورت نہ تھی متردد لوگوں کے لئے دعوےٰ کر دیا محققین کے لئے مامور ہونے سے چھٹکارا حاصل کر لیا اور خدائی گرفت سے یہ کہکر نجات حاصل کر لی کہ میری خواب ماننے کے دوسرے لوگ مکلف نہیں، اس طرح ہر قسم کے لوگوں کی زبان بندی تو کر دی مگر اس طریق سے انہوں نے اپنی پوزیشن کو محفوظ کرنے کی بجائے اور مخدوش کر لیا اور اپنے طرز عمل سے ثابت کر دیا کہ ان کو خود اپنے مصلح موعود ہونے کا یقین نہیں بلکہ یہ سب کچھ گدی کی حفاظت کے لئے کیا گیا تھا جس کے لئے اب کوئی خطرہ نہ رہا اگر کوئی صاحب ان کی قسم کو پیش کر کے ان کے یقین کا ثبوت دینا چاہیں تو اس کی حقیقت پہلے بیان کی جا چکی ہے، جب یہ ثابت ہو جائے کہ خلیفہ نے اس سے پہلے خلاف واقعہ قسمیں کھائی تھیں تو پھر آئندہ اس کی قسم پر کس طرح یقین کیا جا سکتا ہے۔

جناب میاں صاحب کس قسم کے مصلح ہیں ؟

یہ ایک سوال ہے جس کا جواب ہر ربوائی دوست کے ذمہ ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

" اولیاء اللہ اور رسول اور نبی جن پر خدا تعالےٰ کا رحم اور فضل ہوتا ہے اور خدا ان کو اپنی طرف کھینچتا ہے وہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو دوسروں کی اصلاح کے لئے مامور نہیں ہوتے " تریاق القلوب ص۱۳۱

" لیکن ان کے بالمقابل ایک دوسری قسم کے ولی ہیں جو رسول یا نبی یا محدث کہلاتے ہیں اور وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک منصب حکومت اور قضا کا لیکر آتے ہیں اور لوگوں کو حکم ہوتا ہے کہ ان کو اپنا امام اور سردار اور پیشوا سمجھ لیں اور جیسا کہ وہ خدا تعالےٰ کی اطاعت کرتے ہیں اس کے بعد خدا تعالیٰ کے ان نائبوں کی اطاعت کریں " (تریاق القلوب ص۱۳۲)

اس ارشاد کی روشنی میں یہ بتانا چاہیئے کہ وہ جناب میاں صاحب کو دونوں قسم کے اولیاء میں سے کس قسم کا ولی سمجھتے ہیں قسم اول کے یا قسم دوم کے اور یہ بھی بتائیں کہ مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ان میں سے کونسی قسم میں داخل ہوگا ؟ اگر وہ پہلی قسم میں داخل ہیں تو ان کے متعلق حضرت اقدس فرماتے ہیں :-

" ان کا کاروبار اپنے نفس تک ہی محدود ہوتا ہے اور ان کا کام صرف یہی ہوتا ہے کہ وہ ہر دم اپنے نفس کو ہی زہد اور تقویٰ اور اخلاص کا صیقل دیتے رہتے ہیں اور حتی الوسع خدا تعالےٰ کی ادق سے ادق رضامندی کی راہوں پر چلنے اور اس کے باریک وصایا کے پابند رہتے ہیں "

(تریاق القلوب ص۱۳۰)

قسم اول میں داخل ہونیکی صورت میں ان کی ڈیوٹی صرف اسی قدر تھی کہ وہ اپنے نفس کی اصلاح میں مشغول رہیں اس صورت میں وہ نہ دعوےٰ کرنے کے مجاز تھے اور نہ یہ ان کے فرائض میں داخل تھا، اس کے باوجود انہوں نے جو دعوےٰ کیا ہے اسے کیا سمجھا جائے ؟ یعنی یہ دعویٰ حدود اللہ سے تجاوز ہے یا نہیں اگر ہے تو اسے کیا سمجھا جائے اگر نہیں تو حضرت صاحب کے فرمان کا کیا مطلب ہے ؟

(۲) اگر وہ دوسری قسم میں داخل ہیں تو پھر اپنے مامور ہونے سے انکار کیوں کیا جب اللہ تعالےٰ نے ان کو حکومت اور قضا کا منصب دیا ہے تو اس سے پہلو تہی

کیا اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کے مترادف نہیں ہے؟

(۳) کیا آج تک اس منصب کے کسی مصلح ربانی نے ایسا کیا ہے کہ الہامًا دعویدار بھی ہو اور مامور ہونے سے انکار بھی ہو کم از کم ایک مثال کسی ایسے مصلح کی دینی چاہیئے؟

(۴) جب وہ اور ان کے مرید کہتے ہیں کہ جو شخص ان کی بیعت نہیں کرتا یا ان پر صحیح اعتراض کرتا ہے یا اُن کی واقعی غلطی کو غلطی کہتا ہے وہ فوراً پکڑا جائے گا اور اس پر اللہ تعالےٰ کی لعنت ہوگی اور وہ تباہ ہو جائے گا۔ اس طرح ان کی شان ماموروں سے بڑھ کر بیان کی جاتی ہے پھر ماموریت سے انکار کا کیا سبب ہے حالانکہ حکومت اور قضا ماموروں سے بڑھکر مانی جاتی ہے اور مامور نہ ہونے کی صورت میں یہ حکومت اور قضا کا منصب ان کو کیونکر مل گیا جو اپنے نہ ماننے والوں کو اس قسم کے خطابات سے یاد کرتے ہیں؟

۵ جب بقول اُن کے وہ فضل عمر ہونے کی وجہ سے حضرت عمرؓ سے افضل یا کم از کم برابر ہونے کے مدعی ہیں اور دوسری طرف حضرت عمرؓ کا محدث ہونا متفق علیہ ہے تو پھر وہ محدث تو ضرور ہوں گے مگر ان کو اس سے انکار ہے جس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ محدث نہیں تو فضل عمر کس طرح ہوئے؟

خلاصہ کلام یہ کہ اگر جناب میاں صاحب اولیاء کی قسم اوّل میں داخل ہیں تو ان کی ساری ولایت ان کے اپنے نفس کے لئے ہے وہ جس قدر چاہیں اس کی اصلاح کریں مگر وہ دوسروں پر اپنے دعوے کو پیش کرنے کے مجاز نہیں، جس کا انہیں خود بھی اقرار ہے اور اگر وہ قسم دوم میں داخل ہیں تو پھر ان کا مامور ہونا شرط ہے اور اگر اس سے انکار کرتے ہیں تو اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کے مرتکب ہوتے ہیں اور پھر قسم دوم میں داخل ہونے کی صورت میں ہر محقق کو انہیں ماموروں والی کسوٹی پر پرکھنے کا حق پہنچتا ہے۔ اگر وہ کہیں کہ اُن کے نزدیک مصلح موعود کا مامور ہونا شرط نہیں تو ہم کہتے ہیں کہ اُن کے نزدیک تو دعوے بھی شرط نہ تھا جب دعوےٰ کر دیا پھر مامور ہونے سے انکار کرنے میں کیا راز ہے خصوصًا اس صورت میں جبکہ شان ماموروں سے زیادہ بیان کی جاتی ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ کی پیشگوئیاں

مکرم جناب میاں بشیر احمد صاحب الفضل کے مصلح موعود نمبر میں لکھتے ہیں:۔

"اس پیشگوئی کا آغاز تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ہی ہو گیا تھا جبکہ آنے والے مسیح کے متعلق یہ الفاظ فرمائے تھے یتزوج و یولد لہ اور پھر اس کے بعد درمیانی زمانہ میں بعض اولیاء اس پیشگوئی کی طرف اشارہ فرماتے رہے مگر اس پیشگوئی کی پوری تفصیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہوئی"۔ (الفضل ۱۹ فروری ۱۹۵۸ء)

یہ سب کچھ صحیح مگر دیکھنا تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا اولیاء نے یہ پیشگوئیاں کسی مصلح کے لئے فرمائی تھیں یا غیر مصلح کے لئے؟ اگر یہ پیشگوئیاں مصلح ربانی کے لئے تھیں تو پھر اسے مامور من اللہ ہونا چاہیئے تھا غیر مامور تو مصلح ربّانی ہو نہیں سکتا کیونکہ سنت اللہ اور حضرت اقدسؑ کی تحریرات سے یہی ثابت ہے اور اگر یہ پیشگوئیاں کسی غیر مامور کے لئے تھیں تو اس میں ایک کی خصوصیت نہیں کیونکہ آنے والے مسیح کے اور بھی بیٹے ہیں اور وہ سب اسی طرح موعود ہیں جس طرح ایک بلکہ ان کے لئے پیشگوئیوں میں ظاہری طور پر زیادہ تعریفی الفاظ موجود ہیں مثلاً جناب میاں بشیر احمد صاحب کے متعلق حضور فرماتے ہیں:۔

"میرا دوسرا لڑکا جس کا نام بشیر احمد ہے اس کے پیدا ہونے کی پیشگوئی آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۲۶۶ پر کی گئی ہے اور پیشگوئی کے الفاظ ہیں یاتی قمر الانبیاء و یتأتی یسر اللہ وجھک و ینیر برھانک سیولد لک الولد و یدنی منک الفضل ان نوری قریب یعنی نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا کام بن جائے گا تیرے لئے ایک لڑکا پیدا کیا جائے گا اور فضل تجھ سے نزدیک کیا جائے گا یعنی خدا کے فضل کا موجب ہوگا"۔

(تذکرہ طبع ثانی حاشیہ صفحہ ۲۱۸)

چونکہ آجکل جماعت ربوہ ظاہری الفاظ پر ہی حصر رکھتی ہے اس لئے یہاں بھی اگر دیکھا جائے تو جناب میاں بشیر احمد صاحب کو قمر الانبیاء کہا گیا ہے جو میاں محمود احمد صاحب کو نہیں کہا گیا۔ فضل اور نور بھی کہا ہے جو مصلح موعود کی علامات ہیں۔ بشیر نام بھی ہے اسی طرح جناب میاں شریف احمد صاحب کے متعلق حضورؑ کے حسب ذیل رؤیا و کشف ہیں:۔

"شریف احمد کو خواب میں دیکھا کہ اس نے پگڑی باندھی ہوئی ہے اور دو آدمی پاس کھڑے ہیں ایک نے شریف احمد کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ بادشاہ آیا دوسرے نے کہا کہ ابھی تو اس نے قاضی بننا ہے فرمایا قاضی حکم کو بھی کہتے ہیں قاضی وہ ہے جو تائید حق کرے اور باطل کو ردّ کرے" فرمایا چند سال ہوئے ایک دفعہ ہم نے عالم کشف میں اس لڑکے شریف احمد کے متعلق کہا تھا کہ اب تو ہماری جگہ بیٹھ اور ہم چلتے ہیں"

(تذکرہ صفحہ ۶۸۶ و ۶۸۷)

دیکھئے میاں شریف احمد صاحب کو بادشاہ، قاضی، حکم، تائید حق اور باطل کو ردّ کرنے والا بلکہ اپنا جانشین فرمایا اور میاں محمود احمد صاحب کے متعلق یہ الفاظ کہیں بھی نہیں آئے اگر ظاہری الفاظ پر ہی مدار ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ جناب میاں محمود احمد صاحب کو ہی یتزوج و یولد لہ کی پیشگوئی کا مصداق مانا جاتا ہے اور دوسروں کو نہیں مانا جاتا حالانکہ موعود ہونے میں تینوں یکساں ہیں اور فضائل بیان کردہ میں باقی دو ان سے افضل اور پھر تینوں مسیح موعودؑ کے پسر ایک ہی والدہ صاحبہ محترمہ کے بطن سے تخصیص کسی کو کوئی نہیں، پیشگوئی کے الفاظ ہیں یتزوج و یولد لہ یعنی وہ شادی کرے گا اور اس کے اولاد ہوگی اب سوال یہ ہے کہ جب وہ دونوں بھائی بھی مسیح موعود کی اولاد ہیں، پھر وہ اس پیشگوئی میں کیوں شامل نہیں؟ جناب میاں صاحب کو ایک علامت ہی ان سے ممتاز کر سکتی تھی جو مامور من اللہ ہونا تھا مگر اس سے وہ خود کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں اب یا تو یہ تسلیم کیا جائے کہ یہ پیشگوئی مامور کے متعلق ہے اس لئے ایک کے لئے خاص ہے اور اگر مامور کے متعلق نہیں تو یہ ماننا پڑے گا کہ مسیح موعودؑ کا ہر موعود بیٹا اس کا مصداق ہے اس صورت میں صرف میاں صاحب کی تخصیص کوئی نہیں ہو سکتی اور اگر غیر مامور ہونے کی وجہ سے دو بھائی اس کے مصداق نہیں ہو سکتے، تو تیسرا بھی نہیں ہو سکتا۔ کوئی مانے یا نہ مگر حقیقت یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی ایک عظیم الشان مامور من اللہ کے لئے ہے غیر مامور کے لئے نہیں کیونکہ سنت اللہ یہی ہے کہ غیر مامور نہ کبھی مصلح ہو کر آیا ہے نہ مصلح ہو سکتا ہے اس پیشگوئی کو غیر مامور پر چسپاں کرنا پیشگوئی کو جھٹلانا اور پیشگوئی کرنے والی مقدس ہستی کے ساتھ تمسخر کرنا ہے نعوذ باللہ من ذالک۔

اسی طرح حضرت نعمت اللہ ولی رحمت اللہ علیہ کی پیشگوئی

پسرش یادگارش بینم

کے متعلق بھی یہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ہر بیٹا اپنے باپ کی یادگار ہوتا ہے پھر اس میں ایک کی کیا خصوصیت ہے؟ اگر صرف مسیح موعودؑ کا بیٹا ہونا ہی اس کی دلیل ہو سکتا ہے کہ وہ اس کی یادگار ہو تو دوسرے بیٹے کیوں یادگار نہیں ہو سکتے جبکہ وہ سب موعود ہیں اگر تینوں یادگار ہیں تو ایک کی خصوصیت نہ رہی اور اگر ایک ہی مخصوص ہے تو کیوں جبکہ دوسرے بیٹوں سے زیادہ اس میں کوئی صفت نہیں، اگر یہ پیشگوئی مسیح موعودؑ کے ایک ہی بیٹے کے متعلق تسلیم کر لی جائے تو اس کے ساتھ ہی یہ ماننا پڑے گا کہ وہ وہی بیٹا ہوگا جو مامور ہونے کی وجہ سے اپنے بزرگ اور مقدس باپ کی یادگار ہوگا ورنہ صرف پسر موعود ہونے کی وجہ سے ایک کو اس پیشگوئی کا مصداق بنانا اور دوسروں کو اس سے محروم رکھنا انصاف و عقل کے خلاف ہے۔ ربوائی جماعت کے دل مانتے ہیں کہ امر واقعہ یہی ہے جو ہم کہتے

باپ بیٹے کی دوسری مجلس

انبیاء اور کتابوں پر ایمان

رشید! "لیکن ابا جان! قرآن مجید تو عربی زبان میں ہے۔ سمجھ تو آتا ہی نہیں کہ اس میں کیا لکھا ہے"۔

باپ۔ "یہی تو مصیبت ہے کہ ہم لوگ اپنے بچوں کو قرآن مجید پڑھا دیتے ہیں، مگر اس کے معنے نہیں بتاتے۔ چھوٹی چھوٹی عمر میں بچے قرآن مجید ختم کر لیتے ہیں لیکن ان کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس میں کیا لکھا ہے خدا ہم کو کیا حکم دیتا ہے اور ہم سے کیا چاہتا ہے۔ پہلے زمانہ کے مسلمان عربی پڑھتے تھے قرآن مجید کا ترجمہ سیکھتے تھے۔ ان کو معلوم تھا کہ قرآن مجید ہم سے کیا چاہتا ہے، اس لئے وہ پکے مسلمان تھے لیکن اب یہ حالت ہے کہ مسلمان بچے کلمہ بھی صحیح پڑھنا نہیں جانتے یہ کس قدر افسوس کی بات ہے مدرسوں میں قرآن مجید پڑھانے کا انتظام ہی نہیں اور اگر ہے تو بہت ناقص۔ بچوں کو خود شوق ہوتا نہیں اور ماں باپ پروا نہیں کرتے۔ قرآن مجید کس طرح آ جائے۔ اس کی بہترین ترکیب یہ ہے کہ ناظرہ پڑھنے کے بعد ہر روز ایک آدھ آیت کا ترجمہ سیکھ لیا جائے۔ تمہاری بڑی آپا سعیدہ کو میں نے تقریباً سارا قرآن مجید پڑھا دیا تھا اس کو تو خود ہی شوق تھا۔ ایک دو عربی کی کتابیں بھی اس نے پڑھ لی تھیں۔ پھر نیچے لکھے ہوئے ترجمہ کو بھی توجہ سے پڑھتی تھی۔ اس طرح سے اس کو سارا قرآن مجید آ گیا بلکہ اب وہ دوسروں کو بھی پڑھاتی ہے۔ انسان اگر ارادہ کرے تو سب کچھ کر سکتا ہے"۔

رشید۔ "ابا جان! آپ مجھے بھی قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا دیں"

باپ۔ بہت خوب! میں تم سے یہی سننا چاہتا تھا۔ خدا تمہیں شوق دے۔ کچھ بھی مشکل نہیں ذرا توجہ کی ضرورت ہے۔ ع ہمت کرے انسان تو کیا کر سکتا۔ یاد رکھو قرآن مجید سیکھے بغیر انسان کو دین کا علم نہیں آ سکتا۔ انسان اگر وقت ضائع نہ کرے تو بہت کچھ حاصل کر سکتا ہے۔ یہ دنیا میں جو بڑے بڑے عالم فاضل گزرے ہیں جانتے ہو یہ کس طرح سے ایسے لائق فائق بن گئے۔ محنت سے مشقت سے۔ وقت نہ ضائع کرنے سے سنو ؎

نہ بونصر تھا نوع میں ہم سے بالا ؛ نہ تھا بوعلی کچھ جہاں سے نرالا
طبیعت کو بچپن سے محنت پہ ڈالا ؛ ہوئے اسلئے صاحب قدر والا

اگر فکر کسب ہنر تم کو بھی ہو
تمہیں پھر اگر نصر اور بوعلی ہو

افسوس ہے کہ بچے وقت ضائع کرتے رہتے ہیں، اور محنت سے جی چراتے ہیں۔ لائق کس طرح بنیں۔ کئی بچے جو اعلیٰ طبیعت لے کر آتے تھے اور بڑے ذہین تھے محض بری صحبت میں بیٹھنے اور کھیل کود میں وقت ضائع کرنے کی وجہ سے کودن کے کودن ہی رہ گئے ورنہ وہ بہت قابل بن جاتے ؎

یہی جو کہ پھرتے ہیں بے علم و جاہل
بہت ان میں ہیں جن کے جوہر ہیں قابل
رذائل میں پنہاں ہیں ان کے فضائل
انہیں ناقصوں میں ہیں پوشیدہ کامل
نہ ہوتے اگر مائل لہو و بازی
ہزاروں انہی میں تھے طوسی و رازی

بیٹا! میں بار بار کہتا ہوں کہ قرآن مجید بہت بڑی نعمت ہے۔ اس سے محروم رہنا بہت بڑی محرومی ہے۔ اس کو حاصل کرنا بہت بڑی خوش قسمتی اور کامیابی ہے۔ تم عام طور پر سنتے رہتے ہو کہ مسلمان قوم گر گئی ہے۔ اس کے اخلاق اچھے نہیں۔ اس کی کیا وجہ؟ یہی کہ مسلمان قرآن نہیں پڑھتے۔ قرآن مجید وہ بابرکت کتاب ہے کہ جو قوم اس پر عمل کرے گی وہ دین میں ہی نہیں بلکہ دنیا میں بھی کامیاب و بامراد ہوگی۔ شاید تمہیں معلوم نہیں کہ عرب جیسی قوم جو ذلت کے گڑھے میں گری ہوئی تھی۔ قرآن پر عمل کرنے کی وجہ سے کیسی معزز اور اعلیٰ قوم بن گئی، ان کی عادتیں اچھی ہو گئیں اور انکے اخلاق اعلیٰ ہو گئے ان کا خدا سے تعلق ہو گیا۔ دنیا میں انہوں نے اس قدر کامیابی حاصل کی کہ بڑی بڑی سلطنتیں اُن کے سامنے ٹھہر نہ سکیں۔ وہ دنیا کے بہت بڑے فاتح بن گئے اور دوسری قوموں کے پیشوا مانے گئے۔ اب اگر یہی مسلمان قرآن مجید پر عمل کریں تو خدا ان کو ایک اعلیٰ قوم بنا دے گا اور ہر طرح کی کامیابی انکو دے گا غرضکہ قرآن مجید ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کی قدر کرنا چاہیئے حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن مجید کی تعریف میں کیا اچھے اشعار کہے ہیں ؎

جمال و حسنِ قرآن نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں غور کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاکِ رحماں ہے
بہارِ جاوداں پیدا ہے اسکی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے
کلامِ پاکِ یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لؤلوئے عماں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے
خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے

ٹیلیفون نمبر ۳۷۳۷

تار کا پتہ تبلیغ لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

جلد ۴۶ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲ رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ - مطابق ۳ اپریل ۱۹۵۷ء | نمبر ۱۳

ہمارا مذہب اور عقیدہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔ اب کوئی اور کلمہ یا کوئی نماز نہیں ہو سکتی۔ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا کر کے دکھایا اور جو کچھ قرآن شریف میں ہے اسکو چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی جو اس کو چھوڑیگا وہ جہنم میں جاوے گا یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس امت کے لئے مخاطبات اور مکالمات کا دروازہ کھلا ہے اور یہ دروازہ گویا قرآن مجید کی سچائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر ہر وقت تازہ شہادت ہے اور اس کے لئے خدا تعالیٰ نے سورہ فاتحہ ہی میں دعا سکھائی ہے۔

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم انعمت علیھم کی راہ کے لئے جو دعا سکھائی تو اس میں انبیاء علیہم السلام کے کمالات کے حصول کا اشارہ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جو کمال دیا گیا ہے وہ معرفت الٰہی ہی کا کمال ہے۔ اور یہ نعمت ان کو مکالمات اور مخاطبات سے ملی تھی، اسی کے تم بھی خواہاں رہو۔"

(لیکچر حضرت مسیح موعود بمقام لدھیانہ مورخہ ۶ نومبر ۱۹۰۵ء)

واعظ کا خود اپنے وعظ پر عمل نہ کرنا کمزوری ایمان کا نتیجہ ہے

مسیح موعود کے بتائے ہوئے اصولوں پر عمل قومی زندگی کا موجب ہو سکتا ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۹ مارچ ۱۹۵۷ء فرمودہ محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یایھا الذین اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون ۔ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون —— (سورہ الصف ع)

ایک نازک مقام

جس جگہ پر میں کھڑا ہوں، وہاں کھڑا ہونا بڑا مشکل کام ہے کیونکہ اگر دوسروں کو کوئی بات کہنے والا خود اس پر عمل نہیں کرتا تو وہ دوہرا مجرم ہے ایک تو وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے دوسرے لوگوں کو وہ ایسی بات کہتا ہے جس کا اسے خود یقین نہیں، کیونکہ اگر اسے یقین ہو تو خود بھی اس پر عمل پیرا ہو، اس لئے یہ بڑا مشکل مقام ہے، میں حتی الوسع یہاں کھڑے ہو کر کچھ بیان کرنے سے پرہیز کرتا ہوں میں ایک تنہائی پسند آدمی ہوں اور علیحدہ ہی رہ کر اپنے آپ کو درست کرنا ضروری سمجھتا ہوں، لیکن چونکہ مجبوراً مجھے یہاں کھڑا ہونا اور لوگوں کو کچھ کہنا پڑتا ہے، اس لئے اپنے بچوں سے بھی میں نے کہا کہ قبل اس کے کہ دوسروں سے کچھ کہوں پہلے تم سے مطالبہ کرتا ہوں کہ جو کچھ میں کہوں اس پر سب سے پہلے تمہیں عمل پیرا ہونا ہوگا، کیونکہ میری پوزیشن بڑی مشکل ہے اگر میں دوسروں کو ایک بات کہوں اور میرے اپنے بچے اس پر عمل پیرا نہ ہوں، تو کہا جا سکتا ہے کہ پہلے اپنے گھر کو تو سدھارو، واقعی یہ بڑا نازک مقام ہے جو لوگ اس کو سمجھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں، مجلس کو گرما دینا اور واہ واہ کہلانا اور تحسین حاصل کرنا کوئی اچھا فعل نہیں، حضرت اقدس نے اس کی مذمت کی ہے یہ اپنے آپ پر بھی ظلم کرنا ہے۔

بے عمل وعظ کچھ اثر نہیں رکھتا

دوسری بات یہ ہے کہ ایسا وعظ کہنا جو عمل سے خالی ہو، اثر نہیں رکھتا، پھر ایسی بات کا کیا فائدہ جو بے اثر ہو، آخر کیوں اللہ تعالےٰ نے فرمایا یایھا الذین اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون دیکھو خدا نے خاص طور پر اس طرف توجہ دلائی ہے کہ جو بات انسان منہ سے نکالے اس پر خود بھی عمل پیرا ہو، ہر ایک شخص کو لازم ہے کہ جب دوسرے کو نصیحت کرے تو پہلے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ لے کہ میں کہاں تک اس پر عامل ہوں، میں حتی الوسع کوشش کرتا ہوں کہ وہ بات کہوں جس پر پہلے خود عمل کروں، کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون خدا تعالےٰ اس سے بہت ناراض ہوتا ہے کہ ایک شخص ایک بات دوسروں سے کہے اور خود اس پر عمل پیرا نہ ہو، ایسی حالت میں بجائے اس کے کہ وعظ سے خدا کو خوش کرے الٹا

اس کی ناراضگی مول لیتا ہے اس لئے اسے بہت محتاط رہنا چاہیئے۔

قوموں کے انحطاط کی وجہ

اگر قوموں اور اداروں کے انحطاط پر غور کیا جائے تو اس کی تہ میں یہی چیز کام کرتی ہوئی نظر آتی ہے، اس میں شک نہیں کہ مرورِ زمانہ بھی اقوام کے انحطاط کا موجب ہوتا ہے لیکن اس کی حقیقی وجہ بے عملی ہی ہوتی ہے پہلے پہل جب ایک تحریک شروع ہوتی ہے تو اس کے اولین دیکھنے والے اس میں شک نہیں کہ اس کے بانی کا نمونہ اور عمل دیکھ کر بہت متاثر ہوتے ہیں، اور جوں جوں زمانہ گزرتا ہے بانی اور اس کے اولین سابقوں کا نمونہ سامنے نہ رہنے کی وجہ سے وہ اثر کم ہوتا جاتا ہے لیکن یہ انحطاط فی الحقیقت اسی بات کا نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ بنیادی اصول جو اس تحریک کے فروغ کا موجب تھے ان کو نظر انداز کر دیا گیا، اگر ان بنیادی چیزوں سے تمسک کیا جائے، تو کوئی وجہ نہیں کہ انحطاط پیدا ہو۔

مسلمانوں کا انحطاط

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون انسان ہوگا جس نے اعلیٰ درجہ کا نمونہ دکھایا ہو اور قرآن کریم سے بڑھ کر کونسی کتاب ہے جس نے ایسی اعلیٰ درجہ کی تعلیم دی ہو، لیکن آج مسلمانوں کی کیا حالت ہے یہی مسلمان تھے جنہوں نے دنیا کی کایا پلٹ دی۔ وہ یہ نتیجہ تھا اس تعلیم پر عمل کا جو قرآن نے دی اور اس نمونہ کی پیروی کا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا اور آج اس تعلیم اور نمونہ کے موجود ہوتے ہوئے خود مسلمانوں کی حالت خراب ہوگئی ہے، اس کی حقیقی وجہ زمانہ کی دوری نہیں بلکہ عمل سے دوری ہے، اگر آج مسلمان قرآن کی تعلیم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ پر عمل پیرا ہوجائیں تو آج بھی ان کی حالت بدل سکتی ہے اور پہلے کی طرح وہ دنیا کی معزز ترین قوم بن سکتے ہیں، اصل چیز جو انحطاط پیدا کرنے کا موجب ہے وہ دراصل نصب العین کو چھوڑ دینا ہے۔

تحریک احمدیت ابتدا میں

لیکن ہمیں تو بتیوا، تحفہ سے

رندِ خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

ہمیں اپنی تحریک کو دیکھنا چاہیئے جس کو ابھی ایک صدی بھی نہیں گذری، جب تک ایک احمدی ان اصولوں پر قائم رہا جو حضرت امام وقت نے سکھائے تھے (اور وہ آپ نے اپنے پاس سے نہیں سکھائے قرآن اور حدیث ہی کے سکھائے ہوئے اصول ہیں جن کو اپنے عملی نمونہ سے آپ نے واضح کیا) اس وقت تک اس قوم کا قدم آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا، اور عام مسلمانوں سے ایک خاص امتیاز انہیں حاصل رہا لیکن آج جو کمزوری اور جمود نظر آرہا ہے وہ ان اصولوں کو چھوڑ دینے کا نتیجہ ہے جو حضرت امام نے سکھائے تھے۔ ایک وقت تھا کہ حضرت صاحب کے زمانہ میں قوم کا ایک ایک فرد ایک خاص جذبہ اور جوش اپنے اندر رکھتا تھا اور وہ کام جس کے متعلق آج بار بار کہنا پڑتا ہے اس وقت بغیر کہے خود بخود ہوتا تھا، میں نے خود دیکھا ہے کہ ایک احمدی جو بازار میں سودا لینے گیا، وہاں اسلام یا سلسلہ احمدیہ کی کوئی بات سن کر تبلیغ میں لگ گیا اور ایسا مشغول ہوا کہ سودا لینا بھی بھول گیا۔

لیکن آج

لیکن آج یہ حالت ہے کہ بار بار کہنے کے باوجود کہ کچھ حرکت پیدا کرو، کوئی اثر نہیں ہوتا، اس کی کیا وجہ ہے، خود اپنے حالات کا اس پہلی حالت سے موازنہ کرو، ایک چیز جس پر انسان کو حق الیقین ہو، کہ اس سے نقصان ہوگا کبھی اس پر عمل نہیں کرتا، آگ میں کوئی شخص ہاتھ نہیں ڈالتا کیونکہ اسے حق الیقین ہے کہ وہ جلا دے گی، آپ زہر نہیں کھاتے کیونکہ آپ کو یقین ہے کہ اس کا نتیجہ ہلاکت ہے، سانپ سے آپ بچتے ہیں کیونکہ جانتے ہیں کہ اس کا کاٹا ہوا زندہ نہیں رہتا، پھر کیا وجہ ہے کہ دینی امور میں جو اس تحریک کی زندگی کا موجب ہیں اس قدر سستی سے کام لیا جاتا ہے، اصل بات یہ ہے کہ ایمان کمزور ہیں، ہمیں ان چیزوں پر ایمان نہیں رہا جو حضرت امام نے ہمیں بتائیں یا کوئی اور وجہ بتائی جائے جو اس کمزوری کا موجب ہو۔

بار بار کہنے کا اثر نہیں

دیکھئے میں بار بار آپ کو اس طرف متوجہ کرتا ہوں کہ جو کام سلسلہ کی ترقی کا حقیقی ذریعہ ہے اس پر خود عمل پیرا ہوں، خدا کے واسطے اس طرف متوجہ ہوں، کسی چیز کی صداقت تبھی ثابت ہوسکتی ہے کہ اس پر عمل کیا جائے لیکن میں تو دیکھتا ہوں کہ بار بار کہنے کے باوجود کوئی اثر نہیں ہوتا، وہ بات جو پر اثر ہو، اس کا اثر اسی وقت زائل نہیں ہوجاتا لیکن یہاں یہ حال ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ جمعہ میں جو چند باتیں کہی جاتی ہیں اس وقت ممکن ہے ان کا کوئی اثر ہو لیکن معاً بعد وہ زائل ہوجاتا ہے، اور بات یاد بھی نہیں رہتی، آپ دیکھتے ہیں کہ جب کوئی غم کی خبر آپ کو سنائی جائے تو معاً آپ کے چہرے پر افسوس کی حالت طاری ہوجاتی ہے اور آپ بہت غمزدہ نظر آتے ہیں، ایسا ہی جب کوئی خوشی کی خبر سنائی جائے تو آپ کے چہرے پر شگفتگی آجاتی ہے اور آپ بہت خوش خوش نظر آتے ہیں، پس یہ لازمی بات ہے کہ جس چیز کا کوئی اثر ہوا ہو تھوڑی دیر کے لئے تو اس کے اثر کا اظہار ہو۔

اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں

میں تو بار بار کہتا ہوں کہ جو ذمہ داری آپ پر ڈالی گئی ہے اس کا احساس اپنے اندر پیدا کریں اگر ذمہ داری کا احساس ہو تو ضرور کچھ نہ کچھ کر کے دکھائیں، کہاں سے وہ الفاظ لائے جائیں، جو دلوں پر اثر ڈالنے والے ہوں، خدارا اس پر غور کرو۔ اس میں شک نہیں کہ انسان بھول بھی جاتا ہے لیکن اگر ایک بات بار بار کہی جائے تو چاہیئے کہ آدمی بیدار ہوجائے، ورنہ مجبوراً کہنا پڑے گا کہ دل ماؤف ہوگئے، کانوں پر پردے پڑ گئے، آنکھوں کی بصارت جاتی رہی، خدا کے واسطے اپنے آپ کو اس حالت تک نہ پہنچاؤ، خدا تعالیٰ بھی انہی لوگوں کی امداد کرتا ہے جو اپنی امداد آپ کرتے ہیں، ان اللّٰہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم خدا تعالیٰ کبھی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے آپ کو نہ بدل لیں، اسی واسطے خدا نے انسان کو بھیجا ہے اور اسے عقل کے زیور سے آراستہ کیا ہے اور اسے کتاب الٰہی کی روشنی سے منور کیا ہے کہ وہ اپنا راستہ خود تلاش کرے، اس کے دل اور دماغ کو سوچنے اور سمجھنے کی طاقت دی اس کے کانوں کو شنوائی کی طاقت عطا فرمائی، اس کی آنکھ کو بینائی بخشی، اور بصارت کے ساتھ بصیرت کی روشنی عطا کی کہ وہ سوچ سمجھ کر اور سن اور دیکھ کر قدم اٹھائے، پس آپ اپنی حالت کو اس حالت تک نہ پہنچائیں، کہ ان چیزوں کو رکھتے ہوئے صحیح راہ کو اختیار نہ کرسکیں۔

نیکی کی تحریک پر فوراً عمل کرو

زندگی کا کوئی پتہ نہیں ایک آن میں کچھ کا کچھ بن جاتا ہے اور ایک اچھا بھلا انسان راہ عدم اختیار کر لیتا ہے، ایک نیک آدمی جو خدمت دین میں حصہ لیتا تھا میں نے اسے پھر توجہ دلائی تو اس نے کہا میرا فلاں کام ہولے تو پھر انشاءاللہ خدمت کردوں گا، رات کو مجھے خیال آیا کہ زندگی کا کیا اعتبار ہے کیا معلوم اس کام کے ختم ہونے سے پہلے ہی موت آجائے، صبح میں اس کے ہاں گیا اور اسے کہا کہ شاید ایسا نہ ہو کہ اس کام کی انتظار میں پھر موقعہ نہ ملے اس واسطے اس میں سوچنے کی کوئی بات نہیں کام تو کرنا ہے، بہتر ہے اس کو پہلے ہی کرلیں، انگریزی کی مثل ہے :-

A work well begun is half done

اس لئے میں کہتا ہوں کہ نیک کام کرنے میں کوئی دیر نہ کرو۔

خدا کا واسطہ

جاؤ اپنے امام کی تحریرات کو پڑھو کیسی تڑپ کا اظہار ان میں پایا جاتا ہے، وہ کیا چیز ہم سے چاہتا تھا، کیا وہ چیز ہم نے اپنے اندر پیدا کی ہے؟ اگر کرلی ہے تو بہت مبارک ہے اور اگر پیدا نہیں کی تو اس کی فکر کرو، میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ یہ وعظ میں آپ کو نہیں کررہا اپنے آپ کو بھی کررہا ہوں

(باقی برصفحہ ۶ کالم ۳)

مجاہدہ کا مہینہ

آج اس ماہ مبارک کی برکات سے متمتع ہونے کا پھر ہمیں موقع ملا ہے، جو ہر سال نسلِ انسانی کی جسمانی اور روحانی تربیت کا عملی سامان مہیا کرتا اور ان مقامات عالی پر اسے پہنچانا چاہتا ہے، جہاں نفس اور رُوح یکجان ہو کر ایک طرف آستانہ الٰہی پر گر کر اس کا قرب حاصل کرتی ہے اور دوسری طرف مخلوق الٰہی کی ہمدردی کا جذبہ پیدا کرتی ہے، یہی وہ شئے ہیں فی الحقیقت اسلامی تعلیم کا نچوڑ ہیں التعظیم لامر اللہ والشفقت علی خلق اللہ رمضان کے مہینہ میں اس کا عملی مظاہرہ ہوتا ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ اس کی عملی تربیت مسلمان کو دی جاتی ہے۔ صبح سے شام تک بھوکے اور پیاسے رکھ کر اس کے نفس کو جہاں یہ سکھایا ... ہے کہ خدا تعالیٰ کے حکم سے حرام تو حرام حلال چیزوں کو بھی اگر ترک کرنا پڑے اور اس کی راہ میں ہر قسم کی جسمانی آسائش و آرام کو چھوڑنا پڑے تو اس سے دریغ نہ کیا جائے وہاں بھوک اور پیاس کی تکلیف اپنے غریب اور مفلس و نادار بھائیوں کی تکلیف کا احساس پیدا کرتی ......
... ہے۔ اسی لئے روزہ دار کے متعلق جہاں حدیث میں یہ فرمایا ہے الصوم لی وانا اجزی بہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دیتا ہوں وہاں روزہ کے ساتھ ذی استطاعت لوگوں کو فدیۃ طعام مسکین کا بھی حکم دیا ہے، اور حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ جُود و سخا میں سب سے بڑھے ہوئے تھے، لیکن رمضان میں آپ کا دست سخاوت بہت زیادہ بڑھ جاتا تھا۔

پھر قیام لیل کا مجاہدہ بھی رمضان کی خصوصیات میں سے ہے اور رمضان ہی کے ذکر میں فرمایا ہے واذا سألك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور دعاؤں کی قبولیت کے لئے ضروری ہے کہ انسان اپنی نفسانی خواہشات سے الگ ہو کر اور دنیوی لذات سے ایک حد تک انقطاع اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کے آگے سربسجود ہو، رمضان کا مہینہ اسی کی تربیت دیتا ہے، اور اس لحاظ سے یہ ایک مجاہدہ کا مہینہ ہے کہ اس میں انسان کو نہ صرف کھانا پینا ترک کرنا پڑتا ہے، نہ صرف خدا تعالیٰ کے رستہ میں مال صرف کرنا پڑتا ہے، بلکہ راتوں کو جناب الٰہی میں کھڑے ہو کر عبودیت کا عملی سبق سیکھنا پڑتا ہے۔

اس مجاہدہ میں احمدی قوم کو خصوصیت سے حصہ لینا اور دوسرے مسلمانوں سے ایک امتیاز اپنے اندر پیدا کرنا ضروری ہے آج دنیا میں احترام رمضان کا ذکر تو بہت ہوتا ہے لیکن وہ حقیقی احترام جو اس ماہ مبارک کا ہونا چاہیئے بہت کم لوگوں کے حصہ میں آتا ہے، خلوص نیت کے ساتھ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے روزہ رکھنا اور ہر قسم کی ناشائستہ باتوں سے پرہیز کرنا اور اس کے ساتھ ہی مالی قربانی بھی کرنا اور راتوں کو جناب الٰہی کے حضور میں کھڑے ہو کر گریہ و زاری کرنا، اپنی احتیاجات کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرتے ہوئے اسلام کی ترقی اور غلبہ کے لئے خصوصیت سے دعائیں کرنا ہر احمدی کا شعار ہونا چاہیئے، اور ہمیں رمضان کو اس طریقہ سے منانا چاہیئے کہ یہ تربیت جو اس مہینہ میں ہم حاصل کریں ہماری زندگی کو یکسر بدل دے اور صرف ایک مہینہ ہی نہیں تمام زندگی پھر ہم اس پر عمل پیرا رہیں،

رمضان کا ذکر قرآن کریم میں جنگ کے مضمون میں آیا ہے، جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جنگوں میں انسان کو بھوک پیاس کی بھی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، شکست و ناکامی سے بچنے کے لئے جناب الٰہی میں بھی گرنا پڑتا ہے، اور ضروریات جنگ کو پورا کرنے کے لئے مال بھی خرچ کرنا پڑتا ہے۔

آج ہم بھی ایک جنگ کی سی حالت میں ہیں، گو یہ تیغ و سنان کی جنگ نہیں لیکن جہاں تک اسلام کو دنیا میں پھیلانے اور اس کے لئے مالی قربانیاں کرنے اور اللہ تعالیٰ سے غلبۂ اسلام کی دعائیں کرنے کا تعلق ہے، یہ ایک ایسی جنگ ہے جو تیغ و سناں کی جنگ سے زیادہ سخت ہے، یہ وہ جہاد ہے جس کے لئے ایک مامورِ الٰہی کو بھیجا گیا اور اس نے قرآن اور قلم کے ذریعہ سے جنگ کر کے جاھدھم بہ جہاداً کبیراً کا عملی نمونہ ہمیں دکھایا، افسوس ہے کہ مسلمان قوم نے اس مامور کی قدر نہ کی اور اس کے ساتھ ہو کر ان برکات سے متمتع نہ ہوئے جو ایک جہاد کرنے والی قوم کے حصہ میں آتے ہیں، منہ سے جہاد جہاد پکارتے اور اس مامور پر الزام لگاتے ہیں کہ اس نے جہاد کو منسوخ کر دیا اور نہیں دیکھتے کہ حقیقی جہاد جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد اکبر قرار دیا ہے، اشاعت و تبلیغ اسلام ہی ہے جس کی طرف اس مامور من اللہ نے بلایا ہے، لیکن نہ تو اس کی ہی توفیق انہیں حاصل ہوئی اور نہ اس جہاد کا ہی نمونہ دکھایا جس کی منسوخی کا الزام حضرت مرزا صاحب پر عائد کیا جاتا ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ جہاد تو ایک طرف، آج تو طبل و رباب اوّل کا نقشہ ان کی عملی زندگیوں میں نظر آتا ہے۔

بہرحال جس جہاد کی طرف ہمیں مسیح موعود نے بلایا ہے، رمضان کا مہینہ اس کی عملی تربیت دینے کے لئے ہے خدا کے دین کو سربلند کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ جسمانی لذات کو ترک کر کے اس کی راہ میں مالی قربانیاں کی جائیں اور اپنی زندگیوں کو خدمت دین کے لئے وقف کر کے اس جہادِ کبیر میں حصہ لیا جائے جس کی طرف مامور من اللہ نے ہمیں بلایا ہے، کہ یہی مجاہدۂ رمضان کا حقیقی منشاء ہے۔

درخواستِ دعا

(۱) میری جماعت کے تمام بزرگوں اور بھائیوں سے التجا ہے، کہ بدرگاہ ربّ العالمین میرے حق میں دعا کریں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ میری سختی معاف فرمائے۔ میرے تینوں بچے بیمار پڑے ہیں۔ خود بھی صحت مند نہیں ہوں، پردیس کا معاملہ ہے بچوں کی ماں بیچاری ان کی تیمارداری کرتے کرتے دن بدن کمزور ہوتی چلی جا رہی ہیں، علاج معالجہ حسب حیثیت جاری ہے دوستوں کے علاوہ احمدی بہنوں سے بھی میری التجا ہے، کہ وہ بھی بعد از نماز میرے حق میں دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ خیراندیش محمد اقبال احمد، پریمیئر فلور ملز لائل پور۔

(۲) ہمارے ایک محترم دوست آفتاب عالم خانصاحب اپنی ملازمت کے سلسلہ میں تشویش اور پریشانی میں مبتلا ہیں اور احباب سے درخواست کرتے ہیں کہ اُن کی پریشانی کے دُور ہونے کے لئے دردِ دل دُعا فرمائی جائے۔

امداد کی درخواست

منگہ وٹہ شرقی تحصیل تونسہ میں ہمارے ایک پرانے احمدی بزرگ منشی محمد بخش صاحب رہتے ہیں، ان کے لڑکے ممتاز احمد صاحب نے بیگم اللہ جوائی ہسپتال لائلپور میں کمپونڈری کی ٹریننگ حاصل کر لی ہے، اور اب اپنے وطن میں ایک چھوٹی سی دکان کھولنا چاہتے ہیں، مگر ناداری کی وجہ سے مجبور ہیں اور چاہتے ہیں کہ کوئی صاحب دکان کھولنے کے لئے مالی امداد دیں، ان کا موجودہ پتہ یہ ہے:۔

ممتاز احمد کمپونڈر۔ بستی فہیم ڈاک خانہ منگلانی تحصیل تونسہ شریف۔ ضلع ڈیرہ غازی خان۔

سرمایہ لگا کر فائدہ حاصل کیجئے

ایک فیکٹری جو کہ چالو حالت میں ہے۔ اور اس کا تیار کردہ مال پاکستان بھر میں بڑا مقبول ہے، روپیہ کی کمی کی وجہ سے پورے طور پر ترقی نہیں کر رہی۔ جو اصحاب اس میں روپیہ لگانا یا حصہ دار بننا چاہیں اس میں حصہ لے کر فائدہ حاصل کر سکتے ہیں چھ فیصد سالانہ منافع دیا جائے گا، روپیہ آپ کا انشاء اللہ محفوظ رہے گا۔

B. B. معرفت ایڈیٹر صاحب پیغام صلح
لاہور

اخبار و افکار

یاجوج ماجوج کی سرگرمیاں

معاصر "صدق جدید" (۸ مارچ ۱۹۵۷ء) رقمطراز ہے :-

"ماسکو کی خبر اسی وسط فروری کی ہے، کہ روسی سائنسدانوں کو اپنے ایک بڑے اہم تجربہ میں حال ہی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ تجربہ یہ کرنا تھا کہ فضائے آسمانی کی بلندیوں کی کائناتی شعاعوں اور دوسری طبعی قوتوں کے کیا کیا اثرات جسم عنصری پر ہوتے ہیں اور بشری زندگی کو خطرہ میں ڈالنے سے قبل ضروری تھا کہ آزمائش حیوانات پر کر لی جائے۔ چنانچہ کتوں کو راکٹ (ہوائی) میں بٹھا کر آسمان کی طرف چھوڑا گیا۔ راکٹ میں بکمر تھا۔ وہ موسمی تغیرات سے محفوظ (Air Conditioned) تھا اور اس میں فوٹو کا کیمرہ اور دوسرے ایسے آلات لگائے گئے تھے کہ ہر حال کا فوٹو اترتا رہے اور کتوں کے درجۂ حرارت شرح حرکت نبض اور رفتار تنفس وغیرہ سب کے نقشے آتے رہیں — ہوائی بلند ہوئی اور زمین سے میل دو میل نہیں پورے ساٹھ میل بلندی پر پہنچی۔ پھر کتے بہ حفاظت تمام پیراشوٹ (چھتری) کے ذریعہ زمین پر آ گئے۔ اس آمد و رفت میں تین گھنٹہ کا وقت صرف ہوا، اور جب کتے آئے تو ہر طرح نارمل پائے گئے۔ کسی قسم کا کوئی برا اثر ان کی صحت۔ اور جسمانی اور دماغی حالت پر نہیں پایا گیا۔ ایک دوسرا تجربہ اور بھی کیا گیا یعنی کتوں کی ایک خاص قسم کی پوشش پہنا دی گئی تھی اور آکسیجن کا ذخیرہ ان کے لئے مہیا کر دیا گیا تھا۔ یہ ہوائی کوئی ۰ ۵ میل اوپر گئی تھی اور یہ سفر ایک گھنٹہ کا رہا تھا۔

کتے بندر اور چوہے پر سائنس کے حیاتیاتی تجربہ میں آگے ہوتے ہیں۔ بہرحال کتوں کے بعد اب انسان کی باری آ جانے میں کچھ دیر نہ سمجھنا چاہیئے۔ عنقریب اب ماہرین سائنس بہ نفس نفیس آسمان تک اڑنے کی کوشش کریں گے۔ تجربہ پر تجربہ کریں گے اور ان کے تجربے کامیاب ہوں گے۔ بہ حفاظت جائیں گے۔ اور صحیح سلامت واپس آئیں گے اور اپنے سائنس کے ان سارے کمالات اور کارناموں کو صرف کریں گے، انسانی ہلاکت و خونریزی میں اور طرح طرح کے نت نئے ایٹم بم بناتے ہیں — یہاں تک کہ وہ وقت آ جائے گا۔ جس کی خبر ایک سچی خبریں دینے والا ساڑھے تیرہ سو سال پہلے دے گیا ہے کہ فیقولون لقد قتلنا من فی الارض فلنقتل من فی السماء (مسلم۔ ابوداؤد، ترمذی) — (یاجوج، ماجوج) پھر کہیں گے کہ زمین والوں کو تو ہم قتل کر چکے۔ اب چلو انہیں بھی قتل کریں، جو آسمان پر ہیں۔

اس سائنس کے حربے سے جب روئے زمین کا ایک ایک ملک مسخر ہو چکے گا تو قدرۃً تلاش مریخ اور مشتری اور زحل اور قمر کی آبادیوں کی ہوگی، کہ انہیں بھی کسی طرح ختم کیا جا سکے!" (صدق جدید)

کہاں ہیں وہ لوگ جو امام وقت کی اس نشاندہی پر چیں بجبیں ہوتے تھے کہ یاجوج ماجوج یورپ کی دو بڑی قومیں (انگریز اور روس) ہیں جو قرآن اور حدیث کی پیشگوئیوں کے مطابق من کل حدب ینسلون تمام بلندیوں پر پہنچنے کا سامان کر چکی ہیں، کیا مولانا عبدالماجد کا مندرجہ بالا بیان امام وقت کے اس اعلان کی (جو آج سے ساٹھ برس پہلے کیا گیا) کھلی تصدیق نہیں؟

اور آپ کی خدمات؟

ہفت روزہ معاصر "الاعتصام" عالم اسلامی اور پاکستان کے موجودہ حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :-

"اس ملک کے بریلوی حضرات کو یہ دعویٰ ہے کہ وہ بھاری اکثریت میں ہیں ہم ان سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں ان کی خدمات کیا ہیں؟ کیا ان کے نزدیک ملک کا سب سے بڑا اور حل طلب مسئلہ یہی نہیں ہے کہ اہل حدیث اور دیوبندیوں کی اپنے خرچ سے تعمیر کی ہوئی مسجدوں پر دھاوے بولے جائیں اور رات کے اندھیرے میں ان سے مسجدیں چھین لی جائیں؟ یاد رہے یہ دور انتہائی اتفاق اور بے حد یکجہتی سے رہنے کا ہے لیکن آپ ہیں کہ ملک میں اختلاف افتراق کی فضا پیدا کر رہے ہیں اور عوام کے دیرینہ تعلقات کے گلے پر جھگڑوں اور نزاع کے آرے چلا رہے ہیں آپ کی عقل کو کیا ہو گیا ہے؟ کیا آپ کی سمجھ و فراست کی پونجی ختم ہو گئی ہے؟ آپ کے مذہبی رہنما کیوں یہ موٹی سی بات نہیں سمجھتے اور کیوں انہوں نے ملک اور اس کے عوام کو باہم لڑانے پر ہاتھ رکھ لیا ہے؟"

بجا ارشاد ہوا: فی الواقعہ بریلوی حضرات کا طریق عمل بہت ہی افسوسناک اور حد درجہ قابل نفرت و مذمت ہے لیکن کیا ہم اپنے معزز معاصر سے یہ دریافت کر سکتے ہیں کہ اس سلسلہ میں آپکی خدمات کیا ہیں؟ آپ نے خود اپنی صفحات میں ۱۹۵۳ء کے واقعات کو یاد دلا کر بتا دیا ہے کہ آپ بھی اسی کشتی کے سوار ہیں جس میں بریلوی حضرات سوار ہیں، اگر آپ کے نزدیک ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت اور "مرزائیوں" کے استیصال کا مطالبہ حق بجانب تھا، تو بریلوی حضرات کو آپ کیونکر ملزم قرار دے سکتے ہیں جو آپ کی طرح عقائد کے اختلاف ہی کی وجہ سے دیوبندیوں اور اہلحدیث کے استیصال پر کمربستہ ہیں، کیا آپ کی "سمجھ اور فراست کی پونجی" ابھی کچھ باقی ہے اور آپ کے مذہبی رہنما اس موٹی سی بات کو سمجھ چکے ہیں کہ "مرزائیت" کا نام لیکر ملک اور اس کے عوام کو باہم لڑانا دانشمندی نہیں؟

یتامیٰ کی پرورش

انجمن حمایت اسلام نے مسلمانوں کی تعلیمی خدمات کے ساتھ ساتھ یتیم بچوں کی پرورش اور تربیت کیلئے ایک یتیم خانہ بھی قائم کر رکھا ہے جس کو "دار الشفقت" کا نام دیا گیا ہے، گذشتہ ہفتہ محترمہ بیگم سکندر مرزا اس دار الشفقت میں تشریف لے گئیں، جہاں انہوں نے انجمن کی خدمات کو سراہتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ:

"یتیم اور نادار بچوں کے لئے دار الاطفال، اور دار الشفقت قائم کرنا بڑا مبارک کام ہے۔ لیکن میں اس سلسلہ میں یہ گذارش کرنا چاہتی ہوں کہ یتیم بچوں کو محض کھانا کپڑا اور تعلیم مہیا کرنا ہی کافی نہیں۔ سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ان کی تربیت ایسے خطوط پر ہو کہ ان میں خودداری اور خود اعتمادی کا جذبہ پیدا ہو اور وہ آگے چل کر ملک کے اچھے اور مفید شہری بن سکیں۔ یتیم بچوں کو آپ یہ احساس نہ ہونے دیں کہ وہ کسی خیراتی ادارے میں پرورش پا رہے ہیں، اس سے ان میں احساس کمتری پیدا ہو گا، اور ان کے کردار پر بھی برا اثر پڑے گا۔"

ہمیں بیگم صاحبہ کے اس ارشاد سے کلی اتفاق ہے فی الواقعہ یتامیٰ کی پرورش اسی نہج پر ہونی چاہیئے کہ انہیں اپنے یتیم ہونے کا احساس تک نہ ہو، لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ انجمن حمایت اسلام کے علاوہ اور بھی کئی ایک یتیم خانے ہیں جو یتیموں سے بھیک منگوانے اور اس طرح اپنے بانیوں اور کارکنوں کے روزگار کا وسیلہ پیدا کرنے کے سوائے کوئی اہمیت نہیں رکھتے، ہم بارہا ان کالموں میں توجہ دلا چکے ہیں کہ ایسے ناپاک اداروں کو بند کر کے حکومت کو یتیموں کی پرورش اور تربیت کا انتظام خود اپنے ہاتھ میں لینا چاہیئے، یا کم از کم انجمن حمایت اسلام کی تحویل میں دیدینا چاہیئے بشرطیکہ اس کے وسائل اس کی اجازت دیں، اس خیال کو بعض وقت قانونی شکل دینے کی بھی تجویزیں ہوئیں لیکن برشتے کار نہ آ سکیں شاید اس وجہ سے کہ ہمارے ارباب اختیار کو اپنی پارٹی بازی سے فرصت نہیں۔

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا عبد الرحمن صاحب مصری

(۳)

تیسرا قیاس

یہ ہے کہ اگر جسم عنصری کے ساتھ ہونے کا اعلان نہ کیا جاتا تو لوگ مرتد کیوں ہوتے۔

اول تو کسی حدیث میں کسی ایک شخص کا بھی نام نہیں دیا گیا جو اس واقعہ کے ذکر کے بعد اسلام کو جھوٹا مذہب سمجھ کر مرتد ہوا ہو، محض خیال ہی خیال ہے کہ بعض لوگ مرتد ہو گئے تھے، اگر ایسا ہوتا تو ضرور ان مرتدین کے نام احادیث میں مذکور ہوتے پھر اس واقعہ کی وجہ سے ویسے بھی مرتد ہونا خلاف عقل ہے کیونکہ اس کے بارے میں سب کے روبرو آنحضور صلعم کی اس طریق پر آزمائش کی گئی کہ آنجناب صلعم سے بیت المقدس کے متعلق بعض تفاصیل دریافت کی گئیں تو آپ نے اسی مقام پر کھڑے کھڑے بالکل درست بتلا دیں پس جب آپ اس آزمائش پر پورے اترے تو پھر کس طرح کوئی مومن اس زبردست ثبوت کو دیکھ کر اسراء کے متعلق آپ کے بیان کو جھٹلا سکتا تھا عقل سلیم کا فتویٰ تو یہی ہے کہ یہ واقعہ ازدیاد ایمان کا موجب ہو سکتا تھا نہ کہ ارتداد کا مسلمانوں کی زبان سے تو اس وقت "اللہ اکبر" کا نعرہ بلند ہونا چاہیئے تھا نہ کہ ارتداد کا اعلان کیونکہ نبی کریم صلعم کا بیان محض دعویٰ کی حد تک ہی نہ رہا تھا بلکہ اپنے ساتھ زبردست واقعاتی ثبوت پیش کر رہا تھا جس کا انکار ہو ہی نہ سکتا تھا۔ تفاصیل جو آنجناب صلعم نے کفار قریش کے سوالات پر بتلائیں ان کے متعلق مسلم ہے کہ وہ آنجناب صلعم کو اسی مقام پر کشفی حالت میں دکھلائی گئی تھیں یہ مزید دلیل ہے اس بات پر کہ پہلی سیر بھی کشفی حالت میں ہی تھی۔

چوتھا قیاس

یہ ہے کہ اگر معراج جسم عنصری کے ساتھ نہ ہوتا تو کفار مکہ تکذیب کیوں کرتے۔ اس قیاس کی غلطی ...... تو اس امر سے واضح ہو جاتی ہے کہ کفار مکہ نے دعویٰ معراج کی صداقت کو پرکھنے کے لئے آنحضور صلعم کی کڑی آزمائش کی اور وہ اس طرح کہ تمام لوگوں کے روبرو آنجناب صلعم سے بیت المقدس کے متعلق بعض ایسی تفاصیل دریافت کی گئیں جن کو وہی شخص بتلا سکتا تھا جس نے انتہائی باریک بینی سے بیت المقدس کو دیکھا ہو اور ایسی گہری نظر سے اس کا مشاہدہ کیا ہو کہ اس کا کوئی جزو اس کی نظر سے باہر نہ رہا ہو۔ ظاہر ہے کہ اس طریق کو اختیار کرنے سے ان کی غرض یہی ہو سکتی تھی کہ تمام لوگوں کے سامنے آنحضور صلعم کو نعوذ باللہ جھوٹا ثابت کیا جائے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آنحضور صلعم بوجہ لاعلمی یقیناً ان تفاصیل کو بتلانے سے عاجز رہیں گے لیکن ان کی امیدوں کے خلاف رسول اکرم صلعم اس امتحان میں کامیاب نکلے یعنی آپ نے ان کی دریافت کردہ تفاصیل پوری صحت کے ساتھ بتلا دیں پس مکذبین کی تکذیب پر جسم عنصری کے ساتھ معراج کے عقیدہ کی بنیاد رکھنے والے غور فرمائیں کہ جب ان مکذبین کی اس امر کے متعلق پوری طرح تسلی کرا دی گئی کہ آنحضور صلعم نے بیت المقدس کو فی الحقیقت دیکھا ہے، حالانکہ یہ سب جانتے تھے کہ آپ مکہ سے باہر نہیں گئے تو پھر تکذیب کی کونسی معقول وجہ ان کے ہاتھ میں رہ گئی تھی یا اس کی صحت کو تسلیم کرنے میں کونسا عذر وہ پیش کر سکتے تھے لیکن واقعہ یہی ہے کہ باوجود آنحضور صلعم کے دعویٰ کی صداقت کے اظہر من الشمس ہو جانے کے یہ مکذبین اپنی تکذیب پر مصر رہے اور ہنسی اور مذاق اڑاتے رہے۔ اس سے صاف نظر آتا ہے کہ تکذیب کا باعث یہ نہیں تھا کہ آنحضور صلعم نے ان کے سامنے یہ ظاہر کیا تھا کہ آپ بیت المقدس یا آسمانوں پر اپنے جسم عنصری کے ساتھ تشریف لے گئے ہیں۔ اس کا اصل باعث اگر تلاش کرنا ہو تو مکذبین رسل کی ذہنی کیفیت کا بغور مطالعہ کرنا چاہیئے جسے قرآن کریم نے متعدد آیات میں پیش کیا ہے۔

چنانچہ حضرت موسٰی کے مکذبین کے متعلق قرآن کریم صاف الفاظ میں فرماتا ہے:۔

فلما جاءتھم ایاتنا مبصرۃ قالوا ھذا سحر مبین و جحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم ظلما و علوا فانظر کیف کان عاقبۃ المفسدین (النمل ع۱)

پس جب ان کے پاس ہمارے بصیرت افروز نشانات آتے ہیں تو یہ صاف کہہ دیتے ہیں کہ یہ کھلا کھلا جادو ہے اور یہ کہہ کر نشانات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے ہیں حالانکہ ان کے دل ان نشانوں کی صداقت پر یقین سے بھرے ہوتے ہیں اس انکار کی وجہ محض ظلم اور سرکشی ہوتی ہے پس بنظر غور دیکھو کہ ایسے مفسدوں کا انجام کیسا خطرناک ہوتا ہے جو محض ظلم اور علو کی بناء پر خدا کے نشانوں کو جھٹلاتے ہیں۔

پھر رسول کریم صلعم کے زمانہ کے مکذبین کے متعلق فرماتا ہے فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکفرین یعنی جب ان مکذبین کے پاس وہ تعلیم آ گئی جس کی سچائی کو انہوں نے پہچان لیا لیکن باوجود پہچان لینے کے بھی اس کو تسلیم کرنے سے منکر ہو گئے پس اس قسم کے منکرین کا حصہ بجز لعنت اور کیا ہو سکتا ہے۔

پھر علماء یہود کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے ولا تلبسوا الحق بالباطل و تکتموا الحق و انتم تعلمون یعنی حق کو باطل کے ساتھ مشتبہ مت کرو اور نہ حق کو چھپاؤ جبکہ تم جانتے ہو کہ یہ حق ہے مندرجہ بالا آیات سے واضح ہے کہ مکذبین باوجود حق کو جاننے اور اس کی سچائی پر دل سے یقین رکھنے کے پھر حق کے انکار پر کمربستہ رہتے ہیں اور یہ سب کچھ از راہ ظلم اور علو اور فساد پھیلانے کی نیت سے کرتے ہیں اور مزید برآں اپنے اس انکار کے لئے بہانے بھی تلاش کرتے رہتے ہیں جن سے وہ حق میں اپنے پاس سے باطل باتیں ملا کر حق کو لوگوں کی نظر میں مشتبہ کر دیں پس اگر کفار مکہ نے بھی واقعہ معراج کے متعلق یہی طریقہ اختیار کیا ہو تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے، نبی کریم صلعم سے تو صرف اتنا ہی ثابت ہے کہ آنحضور صلعم کو مسجد اقصٰی اور آسمانوں کی سیر کرائی گئی جسم عنصری کے ساتھ سیر کرنے کا ذکر کسی صحیح حدیث میں موجود نہیں لیکن مخالفین جو ہر وقت عوام کو نبی کریم صلعم کے خلاف کرنے کی سعی کرتے رہتے تھے انہوں نے آنحضور صلعم کے دعویٰ کو عوام کی نظر میں مضحکہ خیز بنانے کے لئے جسم عنصری کے الفاظ اپنے پاس سے بڑھا دیئے تا عوام اس کو سن کر آپ سے منحرف ہو جائیں اور جس حق کی طرف آنحضور صلعم لوگوں کو بلا رہے تھے وہ ان کی نظر میں مشتبہ ہو جائے گو یہ حیلہ ان کا وقتی طور پر کامیاب ہو گیا لیکن جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے آخر کار حق غالب آیا اور انہیں ناکامی و نامرادی کا ہی منہ دیکھنا پڑا اور آنحضور صلعم کی صداقت کا سکہ ایسا دلوں میں بیٹھا کہ لوگ یقین کرتے ہیں کہ اگر نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ وہ اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمانوں پر گئے ہیں تو آپ کا فرمانا بالکل حق ہے اور آپ کے اس قول کی سچائی میں ذرہ بھر بھی شک نہیں کیا جا سکتا۔

اس بات کا مزید ثبوت کہ ان کی نیت ماننے کی تھی ہی نہیں اور وہ محض از راہ شرارت لوگوں کو منحرف کرنے کے ارادے سے ہی تکذیب کی راہ اختیار کرتے تھے اس واقعہ سے بھی ملتا ہے جو بیت المقدس کے متعلق تفاصیل دریافت کرنے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے اگر نیتات صاف ہوتیں تو یہ واقعہ ایک طرف نہ صرف یہ کہ ان کے تمام شکوک و شبہات دور کرنے کے لئے کافی تھا بلکہ آنحضور صلعم پر ایمان لانے کا بھی موجب ہو سکتا تھا اور دوسری طرف مومنوں کے لئے ازدیاد ایمان کا زبردست ذریعہ تھا اور ایسا ہی ہوا ۔۔۔ کے ایمان میں ۔۔۔ سے ایسی مضبوطی پیدا ہوئی ۔۔۔ صداقت کی ۔۔۔

نے ایسی ایسی اذیتیں برداشت کیں جن کے تصور سے بھی بدن کانپ جاتا ہے اور رؤسائے مکہ ان کو اسلام سے پھیرنے کی پیہم کوشش کے باوجود اپنے اس مذموم ارادہ میں بُری طرح ناکام رہے۔ جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ بعض مسلمان اس واقعہ کی وجہ سے مرتد ہو گئے تھے سخت غلطی کرتے ہیں خود اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابوسفیان کی شہادت احادیث صحیحہ میں موجود ہے جو اس نے ہرقل کے دربار میں دی کہ ایک شخص بھی اسلام میں داخل ہو کر اسلام کو بُرا سمجھ کر اسلام سے منحرف نہیں ہوا حالانکہ اسلام کے خلاف اس وقت جو بغض اس کے دل میں تھا اس کا اظہار اس نے ان الفاظ میں کیا کہ اگر اس شہادت میں میرے لئے جھوٹ ملانے کی گنجائش ہوتی تو میں ضرور ملا دیتا۔

اس کے علاوہ قرآن کریم نے منکرین رسل کی ذہنیت کے متعلق ہمیں بھی کھول کر بتلایا ہے کہ یہ لوگ عوام کو رسولوں سے منحرف کرنے کے لئے ان کی باتوں کو ان کے سامنے توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں چنانچہ ذیل کی آیات میں اُن کے اس مذموم طریق کو وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ فرماتا ہے سمّٰعون للکذب سمّٰعون لقوم اٰخرین لم یاتوک یحرفون الکلم من بعد مواضعہ (المائدہ ع) یعنی یہ لوگ تیری مجلس میں شریک تو ہوتے ہیں لیکن غرض اُن کی شرکت کی یہ ہوتی ہے کہ تیری باتیں سُن کر ان میں جھوٹ ملا کر دوسرے لوگوں تک پہنچائیں تا وہ یہ سمجھ کر کہ یہ لوگ خود اپنے کانوں سے محمد (رسول اللہ صلعم) کے منہ سے یہ باتیں سُن کر آئے ہیں ان کی بیان کردہ باتوں کی سچائی پر ایمان لے آئیں حالانکہ ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ یہ آنحضور صلعم کے پاکیزہ اور مبنی برحقیقت کلمات میں تصرف کر کے اور حقیقت سے انہیں پھیر کر لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہوتے ہیں اگرچہ یہ آیت یہود کے متعلق ہے۔ لیکن کفار مکہ بھی اس قسم کی بددیانتی اور حق پوشی میں ان سے کم نہ تھے چنانچہ ابوسفیان جو رئیس مکہ تھا ہرقل کے دربار میں جو شہادت اس نے دی اس کے متعلق اس نے صاف اقرار کیا کہ اگر ہرقل نے یہ انتظام نہ کیا ہوتا کہ میرے باقی ساتھیوں کو میرے پیچھے کھڑا کر کے انہیں ہدایت کر دی تھی کہ اگر ابوسفیان غلط بیانی سے کام لے تو مجھے فوراً اشارہ کر دینا تو میں ضرور آنحضور صلعم کے خلاف اپنی شہادت میں جھوٹ ملا دیتا لیکن میں اس خوف سے کہ مبادا میرے ساتھی میرے کذب کو ظاہر کر دیں سچی شہادت دینے پر مجبور ہو گیا اس کے علاوہ یہ بھی ثابت ہے کہ اہل مکہ باہر سے آنے والوں کو اپنی کذب بیانی سے بدکانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن کریم میں مندرجہ ذیل واقعہ ان کی اس ذہنیت کو آشکارا کرتا ہے۔ اور وہ یہ کہ قرآن کریم نے متعدد مقامات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بحیثیت نبی تعریف کی ہے کفار مکہ نے عوام کو بھڑکانے اور بہکانے کے لئے ان تعریفی کلمات کو آڑ بنا کر یوں کہنا شروع کر دیا کہ دیکھو یہ شخص (یعنی محمد صلعم) اپنے قومی معبودوں کی تو مذمت کرتا ہے اور نصاریٰ کے معبود کی تعریف میں رطب اللسان ہے حالانکہ وہ خوب جانتے تھے کہ اُن کو معبود بنانے کا جو عقیدہ نصاریٰ نے اختیار کر رکھا ہے قرآن کریم میں اس کی شدید مذمت کی گئی ہے، حضرت عیسیٰ کی جو تعریف کی گئی ہے وہ محض بحیثیت نبی ہونے کے کی گئی ہے نہ بحیثیت الٰہ ہونے کے لیکن باوجود اس علم کے انہوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ کیا ہمارے قومی معبود اچھے ہیں یا نصاریٰ کا معبود عیسیٰ علیہ السلام قرآن کریم نے اُن کے اس فریب دہی کو ان الفاظ میں ذکر کیا ہے

ولما ضرب ابن مریم مثلاً اذا قومك منه يصدون وقالوا ءالهتنا خير ام هو ما ضربوه لك الا جدلا بل هم قوم خصمون ان هو الا عبد انعمنا عليه وجعلناه مثلا لبنى اسرائيل (زخرف ع)

اور جب ابن مریم کو بطور مثال بیان کیا جاتا ہے تو تمہاری قوم یہ کہتے ہوئے اس پر شور مچانا شروع کر دیتی ہے کہ کیا ہمارے معبود اچھے ہیں یا یہ (عیسیٰ) اور یہ قول ان کا محض جھگڑا پیدا کرنے کے لئے ہے (تا حق لوگوں پر مشتبہ ہو جائے) اور یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو خوب جانتے ہیں کہ قرآن کریم کی رُو سے حضرت عیسیٰ محض ایک عبد تھے جن پر ہم نے انعام کیا تھا اور بنی اسرائیل کے لئے انہیں نمونہ بنا کر بھیجا تھا۔

اب ہمارے دوست ایسے لوگوں کی ذہنیت اور مندرجہ بالا واقعہ کو سامنے رکھ کر غور فرمائیں کہ کیا اگر نبی کریم صلعم واقعہ معراج کے متعلق صریح لفظوں میں بھی یہ فرما دیتے کہ حضور کو کشفی حالت میں یہ سیر کرائی گئی ہے تو کیا مکذبین تکذیب کی بجائے تصدیق کی راہ اختیار کرتے یا خاموش ہو کر بیٹھ جاتے ان کے لئے تو یہ نادر موقعہ تھا لوگوں کو بھڑکانے اور بہکانے کے لئے۔ اس غرض کو حاصل کرنے کے لئے انہیں کشف کے ذکر کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی رسول کریم صلعم سے لوگوں کو بدظن کر کے دُور رکھنے کا جو مقصد ہمیشہ ان کے مدنظر رہتا تھا اس کو پورا کرنے کے لئے لوگوں کو اتنا بتلانا ہی کافی تھا کہ دیکھو یہ شخص دعویٰ کرتا ہے کہ ایک رات میں یہ بیت المقدس کی بھی سیر کر آیا ہے اور تمام آسمانوں پر بھی پھر آیا ہے حضرت مسیحؑ کے متعلق تعریفی کلمات سن کر لوگوں کو بہکانے کا جو طریق انہوں نے اختیار کیا وہی طریق انہوں نے واقعہ معراج کو سن کر اختیار کیا۔ پس کفار کی تکذیب کو اس بات پر دلیل قرار دینا کہ معراج شریف جسم عنصری کے ساتھ وقوع میں آیا ہے قطعاً کوئی معقولیت اپنے اندر نہیں رکھتا آئندہ قسط میں انشاء اللہ معراج کے کشفی حالت میں ہونے پر دلائل پیش کئے جائیں گے وما توفیقی الا باللہ۔

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۲)

ہم میں سے ہر ایک کو چاہیئے کہ فکر کریں اور اپنے آپکو سنبھالیں، بعض وقت کسی چیز کو منوانے کے لئے اور کوئی ذریعہ اگر کارگر نہیں ہوتا تو خدا کا واسطہ ڈال کر اپیل کی جاتی ہے، میں بھی خدا کا واسطہ آپ کو دیتا ہوں کہ اس طرف متوجہ ہوں، ہماری تمام مشکلات حل ہو جائیں گی اگر ہم اپنے بنیادی اصولوں پر عمل پیرا ہوں، ہمیں کسی طرح کسی سے مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں، حق کیوں مرعوب ہو، خدا تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ وہ حق کی حمایت کرے گا اور وہ کرتا ہے پھر ہمیں حق بات کے کہنے میں ڈر کیوں ہو۔

چندہ ماہوار اور وصیت

میں نے پہلے بھی جو بات کہی ہے اور اب پھر کہتا ہوں کہ ساری جماعت اس پر عمل پیرا ہو، وہ ہر مالی قربانی (اور اس قربانی میں سب سے پہلی چیز چندہ ماہوار ہے) اس میں باقاعدگی کی عادت ڈالیں، اس سے آپ میں حرکت پیدا ہو گی کہ آپ اپنا چندہ خود ادا کر رہے ہیں، بجائے اس کے کہ محصل جا کر آپ سے وصول کرے، انسان جب کوئی نیک قدم اُٹھاتا ہے تو فرشتے اس کی مدد کرتے ہیں، اس لئے کہا گیا ہے کہ جب کوئی نیک خیال پیدا ہو تو فوراً اس پر عمل کر لے، ورنہ ہو سکتا ہے کہ وہ خیال بھول جائے واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبه، یہ آپ کا نیکی کی طرف پہلا قدم ہوگا، اور میں تو کہوں گا آپ کو وصیتوں کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیئے کیا پتہ ہے کہ کب موت آجائے اگر ایک نیک کام کرنا ہے تو کر دو، اور بہتر یہ ہے کہ ...... وصیت کا پورا ہونا مرنے کے بعد پر نہ چھوڑا جائے، بلکہ اپنی زندگی میں ہی پوری کر دی جائے، ایک نیک کام کے پورا ہو جانے پر راحت ہوتی ہے، جیسے کندھوں سے ایک بوجھ اُتر گیا۔

خدا کے ساتھ سودا کرنیوالے گھاٹے میں نہیں

آخری بات میں یہ کہوں گا کہ خدا کے ساتھ جس نے سودا کیا وہ گھاٹے میں نہیں، کوئی عقلمند انسان نہیں کہہ سکتا کہ خدا کے ساتھ سودا کرنے میں نقصان ہے، خدا کے ساتھ سودا کرنے میں فائدہ ہی فائدہ ہے، ایک کے بدلے دس، بلکہ کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة اور فرمایا عطاء غیر مجذوذ اس کا اجر تو غیر منقطع ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ ان باتوں پر آپ غور کرینگے اور ان پر عمل پیرا ہو کر اپنے دین و دنیا کو سنواریں گے اور اجر عظیم کے مستحق ہوں گے۔

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

۱۴ فروری - بروز جمعرات :

بغداد کے انگریزی اخبار عراق ٹائمز میں - لندن ۱۳ فروری بروز بدھ کی یہ اطلاع بواسطہ مجلہ اسلامک ریویو شائع ہوئی ہے کہ مولانا محمد یعقوب خاں صاحب امام جامع شاہجہان اور ڑسٹی ووکنگ مسلم مشن اور ایڈیٹر سول اینڈ ملٹری گزٹ لندن سے واپس پاکستان جاتے ہوئے مڈل ایسٹ کے کچھ حصہ کا دورہ فرماویں گے - خصوصاً ترکی میں استامبول، شام میں دمشق اور عراق میں بصرہ و بغداد، اس خبر سے مسرت ہوئی فاهلاً و سهلاً و مرحبًا ايها الضيف الكبير -

دوپہر کو جناب ڈاکٹر محمد نصیر الدین صاحب مع جناب اولاد علی صاحب - فرزند ابراہیم کے ہمراہ اپنی موٹر کار میں گھر تشریف لائے - پندرہ منٹ صحبت رہی - موصوف کو لائٹ ۱۲ اور مدینہ کے پرچے دیئے -

قبل مغرب استاذ السید شاکر سمارہ اور استاذ السید محمد اور الحاج شکری چلپی گھر تشریف لائے - ایک آدھ گھنٹہ بیٹھے - استاذ شاکر سمارہ کو لائٹ ۲-۳ دیا - شام کو طبیعت خراب ہوگئی اللہ رحم فرمائے ؁

۱۵ فروری بروز جمعہ :

سید صفدر علی صاحب کے ہوٹل کے لئے رسالہ "المصلح الموعود" اور مدینہ کے پرچے دستی بھجوائے -

جناب عبدالقادر ڈہن صاحب سویرے برائے استفسار صحت گھر تشریف لائے - جزاکم اللہ -

۱۶ فروری بروز ہفتہ :

حضرت آب محمود تجویز سفیر انڈونیشیا برائے مصر کو لائٹ ۲-۳ - مولوی حبیب احمد صاحب فیض آباد کو رسالہ فاتح مسیح ناصری، میسرز محمد اشرف برادرز کویت کو رد تکفیر اہل قبلہ اور مسٹر سالاداؤد نائجیریا کو فتوے علمائے ازہر بروفات مسیح ڈاک سے بھجوایا - ہوائی ڈاک سے ووکنگ سے مولانا محمد یعقوب خاں صاحب، اور برما رنگون سے مجاہد برما اکبر خاں صاحب اور فیض آباد یو پی سے ڈاکٹر حبیب احمد صاحب، اور حیدرآباد دکن سے حکیم عبدالحمید خاں صاحب کے خطوط ملے - حبانیہ سے اخویم عبدالصمد صاحب برق کا خط بھی آیا، بوجہ کمی بصارت خطوط پڑھ نہیں سکا - سویرے اپنی بھتیجی سے پڑھواؤں گا ؁

۱۷ فروری بروز اتوار :

جناب سید شوکت علی صاحب انجنیئر مقیم عباس اور جناب سبحانی صاحب انجنیئر کویت اور جناب محمد اسمٰعیل صاحب انجنیئر حلہ اور جناب ڈاکٹر درویش محی الدین صاحب حلہ اور ڈاکٹر ایاس ہاشمی صاحب کوفہ کو لائٹ کے پرچے، اور جناب ڈکتورہ عقیلہ سلطانہ کربلا کو رسالہ "نماز اور ترقی کی تین ایلیں" ڈاک سے بھجوایا، جناب صوفی محمد طیب صاحب اور جناب عبدالعزیز صاحب قریشی صدر جمعیت الپاکستانیہ بغداد برائے استفسار صحت اور ملاقات گھر تشریف لائے - قریشی صاحب سے جمعیت سے متعلق گفتگو رہی، صوفی صاحب سے کل تمام ملے ہوئے خطوط پڑھوائے تھے ان میں سے دو تین خط بغرض ملاحظہ لاہور بھجواؤں گا - چونکہ آنکھوں کی بینائی بہت کم ہوگئی ہے پڑھا نہیں جاتا، اس لئے ان خطوط سے پسندیدہ اور قابل ذکر اقتباسات مؤقر جریدہ پیغام صلح میں شائع ہوں -

صوفی صاحب محترم کو پیغام صلح ۲-۳ سالانہ رپورٹ اور آزاد نوجوان کے پرچے دیئے - ان سے امروز کراچی کے تازہ پرچے اور مدینہ کے دو عدد پرچے ملے - جناب شبلی صاحب گھر آئے، امروز کراچی سے چند خبریں سنائیں - مدینہ کی بھی ورق گردانی کی - عشاء کے بعد دختر باقر ماں سے پیغام صلح ۳ سے مقالہ افتتاحیہ "امریکہ میں مذہبی زندگی اور تبلیغ اسلام کے مواقع" کے عنوان سے پڑھ کر سنایا، اللہ تعالےٰ محترمی ایڈیٹر صاحب کو جزائے خیر دے اور علم و عرفان سے مزید نوازے - موصوف نے جناب خلیفہ عبدالحکیم صاحب کے دردبھرے مشاہدہ امریکہ کے اظہار خیال پر جو روشنی ڈالی ہے وہ بینظیر ہے - خصوصاً ڈاکٹر صاحب موصوف کے وردِ زبان اقبال کے اس شعر پر

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

ایڈیٹر صاحب کے اس سبق آموز دور رس تبصرہ پر تبصرہ آفتاب کو چراغ دکھانا ہے - لیکن مجھے اس شعر پر یہ خیال آیا کہ متفکر اسلامی شاعر مشرق جسے اسکے متبعین نے جن میں ڈاکٹر صاحب موصوف بھی شامل ہیں، مسلمانوں کو راکھ کا ڈھیر کہکر مایوس ہو گئے وہاں تنظیم اسلام حرکتہ الاحمدیہ مامور الٰہی مسلمانوں کے قلوب کو گرماتا ہوا فرماتا ہے ؎

چو دورِ خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند

راکھ کے ڈھیر میں سے ہی اس نے ایثار و قربانی کے جذبات سے سرشار وہ متوالے پیدا کئے! جن کے ذریعہ ساری دنیا میں پیغام حق پہنچ رہا ہے اور یہ چیز ڈاکٹر صاحب کی دور بین نگاہ سے پوشیدہ نہیں ہوگی، موصوف کی خدمت میں اقبال ہی کا ایک شعر پیش ہے ؎

اے اہلِ نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
جو شئی کی حقیقت کو نہ سمجھے وہ نظر کیا

اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو مردِ خدا مامورِ وقت کی شناخت کی توفیق بخشے ؁

۱۸ فروری بروز پیر :

جناب ظہور احمد صاحب ۲۳ ربالی روڈ لاہور کے خط کا جواب ہوائی ڈاک سے دیا - اخویم عبدالصمد صاحب برق کے خط کا جواب دیا - معالی السید عبدالمجید قصاب ممبر مجلس النواب کو "اسلامک ریویو" مجریہ دسمبر اور مرزا برکت علی قادیانی انجنیئر سیت کو البشریٰ کے تین عدد اور مرزا محمد خاں کویت کو آزاد نوجوان کے پرچے بھجوائے -

عصر کے بعد شبلی صاحب گھر پر تشریف لائے انہیں دو کتابیں عراق کی تاریخ سے متعلق دیں، دوران گفتگو میں سیدنا امیر مرحوم کی علمی قابلیت کا ذکر آیا - عربی دنیا میں حضرت مرحوم کی کتابوں کے خود ادبائے عرب کی اقلام سے تراجم کم بات نہیں -

بحری ڈاک سے لائٹ ۱۲ پیغام صلح ۱۲ ملے مینیجر صاحب لائٹ سے چندوں کی یاددہانی کی پرچیاں الگ ملیں، انہیں جواب دے رہا ہوں - لائٹ کے تین پرچے سالہا سال برائے مفت تقسیم آرہے ہیں انہیں ویسے جاری رہنا چاہیئے -

اخویم عبدالصمد صاحب برق حبانیہ کے خط سے یہ معلوم کرکے بے حد افسوس ہوا کہ کراچی میں اخویم عبدالرحمٰن انصاری فوت ہوگئے انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم نے ۱۹۳۲ء میں بیعت کی تھی - بغداد بصرہ اور حبانیہ میں رہے - پچھلے سال کراچی تشریف لے گئے اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت کرے اور اپنی جوار میں جگہ دے احباب سلسلہ سے نماز جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے، نیز یہ اطلاع پیغام صلح میں بھی شائع کردی جائے

۱۹ فروری بروز منگل :

محترمی ڈاکٹر محمد نصیر الدین صاحب کو فرزند ابراہیم کے ہاتھ لائٹ ۱۲ اسلامک ریویو بابت دسمبر اور مدینہ کے دو پرچے بھجوائے - جناب سید صفدر علی صاحب کو سالانہ رپورٹ کا ایک نسخہ بھجوایا - جناب حبیب احمد صاحب فاروقی ہم مغلپورہ فیض آباد یو پی کو ان کے خط ۱۰ فروری کا جواب دیا - موصوف کے خط سے مترشح ہوا کہ سلسلہ اور بانی سلسلہ کے متعلق ان کے خیالات کی بنیاد مخالفین سلسلہ کی تحریرات پر مبنی ہیں خصوصاً برقی صاحب کی کتب - فاروقی صاحب کو لکھا ہے بغداد سے ارسال کردہ رسالجات کے ملاحظہ کے بعد رائے قائم کریں اور تصویر کے ہر دو رخ دیکھ کر پورے اطمینان کے بعد کسی امر کا فیصلہ کریں، موصوف کا خط برائے ملاحظہ لاہور بھجوا رہا ہوں اس سے زکا رین انجمن مخالفین کے پروپیگنڈا کے اسلوب

دار السلام ہاؤسنگ سوسائٹی واقعہ ملیر میں ایک مسرت انگیز تقریب

حضرت مولانا صدر الدین صاحب کا بصیرت افروز خطبہ

سوسائٹی مذکور کے ممبران نے آباد کاری کی رفتار کو تیز کرنے کے لئے مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۵۷ء کو ایک غیر معمولی جلسہ کا سوسائٹی کی زمین پر ہی انتظام کیا۔ اس جلسہ کی صدارت کے فرائض محترمہ سیدہ ڈاکٹر مبارکہ شاہ صاحبہ پروفیسر میڈیکل ڈاؤ کالج کراچی نے سر انجام دیئے۔ کارروائی جلسہ تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوئی۔ جناب چوہدری امجد خاں صاحب نے جن کی پُر خلوص کوششیں درحقیقت اس سوسائٹی کا وجود عمل میں لانے میں کامیاب ہوئی ہیں۔ مختصراً ان تمام واقعات کا ذکر کیا جو وقتاً فوقتاً اس سوسائٹی کو کامیاب بنانے کے لئے مفید ثابت ہوئیں۔ اس کے بعد حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے ایک نہایت ہی بصیرت افروز خطبہ دیا۔ جو صحیح معنوں میں معارف و حقائق کا گنجینہ تھا۔ حاضرین جلسہ نے اس خطبہ کو غایت درجہ پسند کیا۔ چنانچہ عالیجناب چیف کمشنر صاحب کراچی نے بھی جو اس تقریب میں خاص طور پر مسلم پبلک سکول کا سنگ بنیاد رکھنے کے سلسلہ میں مدعو تھے۔ اپنی تقریر میں حضرت مولانا کی تقریر کی بہت تعریف فرمائی۔ بہرحال یہ پُر مسرت اجتماع دو ڈھائی گھنٹے جاری رہا۔ حاضرین جلسہ کی تعداد کئی سو تھی۔ ان میں اکثریت ایسے بزرگوں کی تھی۔ جن کا تعلق مسلم سوسائٹی کے نہایت اعلیٰ طبقہ کے ساتھ ہے۔ عام طور پر ایسی فضا تھی کہ لوگ برملا کہہ رہے تھے۔ کہ تبلیغ اسلام کا اہم فریضہ ایسے لوگ ہی سر انجام دے سکتے ہیں۔ معزز خواتین کی تعداد بھی جنہوں نے اس جلسہ میں شرکت کی۔ بہت کافی تھی۔

شیخ عبد الحق۔ از کراچی

مجاہد برما کا ایک خط

ہمارے محترم بزرگ ابن اکبر خاں صاحب اس پیرانہ سالی میں خدمت دین کا جو جذبہ اپنے دل میں رکھتے ہیں اور جس بہت و سرگرمی سے اس جذبہ کی تسکین کا سامان بہم پہنچا رہے ہیں ذیل کا مکتوب اس کی نشاندہی کر رہا ہے جو انہوں نے محترم سید تصدق حسین صاحب قادری کی خدمت میں لکھا ہے یہ خط سب کے لئے سبق آموز ہے۔

رنگون برما ۱۹۱ ۔ ۲ ۔ ۵۷ ۱۲

اخوم معظم کرم جناب قادری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کا گرامی نامہ مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۵۶ء مجھے ۲۰ ۔ ۱۲ ۔ ۵۶ کو ملا اور آپ کا نامہ گرامی مورخہ ۳۰ دسمبر ۱۹۵۶ء مجھے ۸ ۔ ۱ ۔ ۵۷ کو ملا ایک مہینہ اور چار روز تک میں آپ کو جواب نہیں دے سکا اس کا سبب یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ میری بائیں آنکھ کی بصارت کوئی پانچ چھ سال سے بالکل ہی کمزور ہو گئی اور داہنی آنکھ کی بصارت سے لکھ پڑھ لیتا تھا مگر اب پانچ چھ مہینوں سے داہنی آنکھ کی بصارت میں بھی کمی ہو رہی ہے۔ آپکو لکھنا تو بہت کچھ ہے مگر مجھ سے لکھا نہیں جاتا۔ داہنی آنکھ کی بصارت کی کمی کے سبب دیر سے دیر سے خطوط لکھ رہا ہوں، انگریزی خطوط کے لئے ایک ٹائپ کرنے والے کو نوکر رکھا ہوا ہے اردو کے خطوط آہستہ آہستہ میں خود لکھتا ہوں۔

میرا نواسہ سلیمان انگلستان پہنچ گیا اور مولانا یعقوب خان صاحب اور مولانا عبد المجید صاحب سے ملاقات بھی ہو گئی۔ آپ یہ سن کر خوش ہوں گے کہ یہ لڑکا اپنے والد کو دوکنگ مسجد کی مرمت کیلئے چندہ وصول کر کے روانہ کرنے کو لکھا ہے اور اس کے والد سے پانچ ہزار روپیہ تک روانہ کرنے کی امید ہے۔ میں نے بھی میری چھوٹی حیثیت کے مطابق دوکنگ مسجد کی مرمت کے لئے دسمبر کے مہینے سے چندہ وصول کرنے کا انتظام کیا خدا کے فضل سے صرف دو ہی مہینوں میں ماہوار دو سو پچانوے روپے (-/-/295) کا انتظام ہو گیا۔ اور انشاء اللہ یہ ماہواری چندہ میری زندگی تک چلے گا۔ بلکہ اس میں اضافہ ہونے کی بھی امید ہے۔ چونکہ اکثر ماہوار چندہ دہندگان نے یکمشت کئی کئی مہینوں کا چندہ دیا ہے اس لئے آج تک دوکنگ مشن کے لئے میرے پاس ایک ہزار آٹھ سو پینتالیس روپے -/R1845 کی رقم جمع ہو گئی ہے۔ میرے چھوٹے داماد بھی اس کام میں بہت مدد دے رہے ہیں۔ میرے بڑے اور چھوٹے دونوں داماد دوکنگ کی مسجد دیکھ چکے اور عیدین کی نمازیں بھی وہاں ادا کر چکے ہیں۔ مجھے خبر ملی ہے کہ میرے چھوٹے داماد ماہوار پانچ سو روپے چندہ وصول کرنے کی امید کرتے ہیں۔ اب میں ہمیشہ کے لئے رنگون آ گیا ہوں، یہ اس لئے کہ میرے دونوں نواسے تعلیم حاصل کرنے کے لئے انگلستان چلے گئے ہیں۔

نوٹ:۔ دوکنگ کا چندہ لاہور کے چندہ کے علاوہ ہے لاہور کیلئے بھی مقامی جماعت وغیرہ کا چندہ ہر سال ایک ہزار روپے سے اوپر ہوتا ہے۔" خاکسار اکبر خان

مکتوب بغداد

(بسلسلہ صفحہ ۸)

کو سمجھ کر جواب میں ان باتوں کو ملحوظ رکھیں گے، جو غلط فہمیوں کے بڑھانے کا موجب ہیں، نیز اس سے یہ اندازہ ہو سکے گا کہ مخالفین کے پروپیگنڈا کا اہل علم طبقہ پر بھی کتنا اور کیسا اثر ہے۔ وابستگان سلسلہ کو اور تیز رفتاری سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

ظہر سے قبل جناب انیس احمد صاحب زبیری ملحق الصحافی سفارت پاکستانیہ اور جناب شبلی صاحب گھر تشریف لائے ایک گھنٹہ دلچسپ گفتگو رہی زبیری صاحب کی خواہش پر چند مفید مشورے دیئے۔ انہوں نے پاکستان سے متعلق عربی لٹریچر دیا۔ شبلی صاحب کی خواہش پر انہیں کتاب الاسلام ونظام العالم۔ رات گھر پر استاذ علی محمد سرتاذی تشریف لائے۔ پون گھنٹہ کے قریب صحبت رہی آپ کو اسلام اور سلسلہ سے بڑی ہمدردی ہے۔ ذکری مولانا محمد علی آپ ہی کی تالیف ہے۔ اسلامک ریویو اور لائٹ سے اکثر مضامین کے عربی ترجمے موصوف کی قلم سے نکل کر اخبارات میں شائع ہو کر مقبول عام ہوئے ہیں۔ استاذ موصوف نے آئیڈیل پرافٹ کا عربی ترجمہ کر کے رکھا ہے۔ طباعت کا اب تک انتظام نہ ہو سکا۔ اس کے لئے کسی دردمند دل کے مالک کی ضرورت ہے۔ یہ کتاب عربی دنیا کے لئے ایک نئی چیز ہو گی۔ خدا کا کام ہے وہ وقت پر کسی کو کھڑا کر ہی دے گا۔ استاذ موصوف کو کتاب جیسس ان ہیون آن ارتھ "بدیۃ دی بوائٹ" کا تازہ پرچہ بھی دیا۔

۲۰ فروری بروز بدھ:

رات میری بھتیجی نے تیغ برّاں باطل شکن جریدہ پیغام صلح سے "تم اور اہل ربوہ" پڑھ کر سنایا۔ فاتح طلسم ربوہ شیر بیشہ احمدیت حضرت چیمہ نے نوک قلم سے "دجل کا سر کر دیا قلم" کا حقیقت آفریں نظارہ دکھا کر کھرا کھوٹا الگ کر دکھایا۔ اس کے صاف و شفاف سینہ میں جو غیرت دین کا دریا جوش مار رہا ہے۔ یہ اسی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ امام مقدس کے ان پاک الفاظ میں میری بھی یہ دعا ہے، شمارا نزد اللہ رتبت و عزت شود پیدا۔ آمین

پیغام صلح مورخہ ۳ اپریل ۱۹۵۷ء۔ رجسٹرڈ ایل ۸۳۶ شمارہ نمبر

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔ ایڈیٹر: دوست محمد

جلد ۴۶ ‖ یوم چہار شنبہ مورخہ ۹ رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۰ اپریل ۱۹۵۷ء ‖ نمبر ۱۴

اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر سچا ایمان تمام کامیابیوں کی جڑ ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۵ اپریل ۱۹۵۷ء فرمودہ محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین ٥ یخٰدعون اللہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون ٥ فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا ولھم عذاب الیم بما کانوا یکذبون ٥ (البقرۃ رکوع ۲)

خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان

قرآن کریم نے دو باتوں پر بڑا زور دیا ہے ایک خدا پر ایمان اور دوسرے آخرت پر ایمان، انسانیت کے بقا اور اس کے نشوونما کے لئے خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لانا ضروری ہے انسان کے لئے خدا تعالیٰ کی کنہ کو سمجھنا تو بڑا ہی مشکل ہے، یہ عاجز ہستی جو محدود قوتیں رکھتی ہے، اس کی سمجھ میں یہ چیز واقعی نہیں آ سکتی، انسان جو خود پیدا ہوا ہے اور ہر روز اردگرد کی چیزوں کو پیدا ہوتے دیکھتا ہے طبعاً یہ خیال اس کے دل میں آتا ہے کہ خدا کہاں سے آ گیا اور کیونکر آ گیا وہ چاہتا ہے کہ اس کی سمجھ میں یہ بات آ جائے کہ خدا تعالیٰ کیسے پیدا ہوا، یہاں آ کر وہ رہ جاتا ہے اور کچھ سمجھ نہیں سکتا، لیکن قرآن کریم نے خدا تعالیٰ کی ہستی پر اس قدر دلائل دیئے ہیں، عقل و نقل سے اس قدر ثبوت مہیا کئے ہیں کہ اگر ان پر غور کیا جائے تو انسان کے لئے اسے مانے بغیر چارہ نہیں رہتا، مجھے تو اس سے بہت لطف آتا ہے لکھا ہے کہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بحث ایک دہریہ کے ساتھ ہوئی، آپ نے اسے نظام عالم، عقل و نقل سے بہت سے دلائل دیئے لیکن وہ نہ مانا آخر کار آپ نے اسے فرمایا کہ تم کہتے ہو کہ خدا نہیں اور میں کہتا ہوں خدا ہے۔ اگر تمہاری بات سچی ہوئی تو نہ تمہیں کوئی پوچھے گا نہ مجھے۔ لیکن اگر میری بات سچی ہوئی، تو پھر تمہارے لئے کوئی ٹھکانا نہیں پس سوچ لو کہ ای الفریقین احق بالامن دونوں میں سے کونسا فریق زیادہ امن میں ہے تم یا ہم؟ دیکھئے کس خوبی سے آپ نے اس کی فطرت کو اپیل کی ہے، انسان کبھی خطرہ مول نہیں لیتا اس لئے امن کا رستہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ پر سچے دل سے ایمان لایا جائے، حضرت مسیح موعودؑ کا ایک چچا زاد بھائی امام دین بھی دہریہ تھا، لیکن جب بیمار ہوا اور مرنے لگا تو کہنے لگا اگر فی الواقعہ خدا موجود ہے تو پھر میں مارا گیا۔

ایمان کیوں ضروری ہے؟

الغرض خدا تعالیٰ پر ایمان ہی انسان کے فائدہ اور امن کی راہ ہے اور یوں بھی فائدہ اسی میں ہے کہ خدا تعالیٰ نیکی کا سرچشمہ ہے، نیکی کی راہ اختیار کرنا، اعلیٰ درجہ کا اخلاق پیدا کرنا، اور دوسروں کے حقوق کی حفاظت تبھی ہو سکتی ہے کہ خدا تعالیٰ پر ایمان لایا جائے، اسی لئے اسلام نے خدا تعالیٰ کا جو تصور قائم کیا ہے اور اس کی جو صفات پیش کی ہیں، وہ کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتیں، بیشک خدا کی ان صفات پر غور کر کے دیکھ لو وہ بلند سے بلند اخلاق کا سرچشمہ ہیں اور ہر صفت انسان کی کمزوری اور نقص کا علاج ہے، اس کے علاوہ خدا تعالیٰ پر ایمان ایسی قوت پیدا کرتا ہے کہ بڑی بڑی مادی طاقتوں پر انسان غالب آ جاتا ہے۔

رزق کے لامحدود خزانے

ایک انسان جو خدا تعالیٰ کو علیٰ کل شئی قدیر مانتا ہے اسے رازق یقین کرتا ہے اس کو کوئی فکر نہیں ہو سکتا کہ رزق کہاں سے آئے گا، لیکن مادی انسان کو فکر ہے کہ دنیا کی آبادی بڑھتی چلی جا رہی ہے اور وسائل رزق محدود ہیں اس لئے اتنا رزق کہاں سے آئے گا کہ تمام بڑھتی ہوئی

ہمارا مذہب اور عقیدہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔ اب کوئی اور کلمہ یا کوئی نماز نہیں ہو سکتی۔ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا کر کے دکھایا اور جو کچھ قرآن شریف میں ہے اسکو چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی، جو اسکو چھوڑیگا وہ جہنم میں جاوے گا یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے، مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس امت کیلئے مخاطبات اور مکالمات کا دروازہ کھلا ہے اور یہ دروازہ گویا قرآن مجید کی سچائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر ہر وقت تازہ شہادت ہے اور اس کے لئے خدا تعالیٰ نے سورہ فاتحہ ہی میں دعا سکھائی ہے، اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ انعمت علیھم کی راہ کیلئے جو دعا سکھائی تو اس میں انبیاء علیہم السلام کے کمالات کے حصول کا اشارہ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جو کمال دیا گیا ہے وہ معرفت الٰہی ہی کا کمال ہے۔ اور یہ نعمت ان کو مکالمات اور مخاطبات سے ملی تھی اسی کے تم بھی خواہاں رہو" (لیکچر حضرت مسیح موعود بمقام لدھیانہ مورخہ ۴ نومبر ۱۹۰۵ء)

آبادی کے لئے مکتفی ہو، اس خیال کے پیش نظر ایسی تجویزیں کی جا رہی ہیں کہ آبادی زیادہ بڑھنے نہ پائے پاکستان میں بھی برتھ کنٹرول کی تجاویز سوچی جا رہی ہیں، یہ سب خدا پر ایمان نہ ہونے کا نتیجہ ہے، ورنہ جہاں تک رزق کا معاملہ ہے قرآن کریم نے صفائی کے ساتھ بتا دیا ہے وان من شیء الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم اس کا مطلب جہاں یہ ہے کہ انسانی ضروریات کے مطابق رزق اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ملتا ہے اور اس کے ہاں رزق کے خزانے لامحدود ہیں، اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ انسان کو جو قوٰی اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں ان سے ایسے وسائل کا وہ پتہ لگا سکتا ہے جن سے کام لیکر وہ زیادہ سے زیادہ رزق پیدا کر سکتا ہے۔ یہ بوٹیاں جو سمندر کے پانی میں تیرتی رہتی ہیں اور آج تک ناکارہ خیال کی جاتی تھیں موجودہ تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ یہ انسانی خوراک کی تمام ضروریات کو پورا کر سکتی ہیں اور اس کے علاوہ جیلی پلاسٹک اور دوسری بیشمار چیزیں اس سے بن سکتی ہیں۔ اسی طرح اور بہت سی چیزیں ہیں جن میں خوراک کے اتنے خزانے ہیں جو کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔

خدا پرستوں کا اثر انسانی اخلاق پر

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف مادیت کے پرستار ہیں جنہوں نے بڑی بڑی ایجادیں کی ہیں۔ لیکن انسان کو نیکی کی راہ پر لانے کے بجائے برے رستوں اور تباہی کے گڑھوں کی طرف لے گئے اور دوسری طرف چند ایک خدا پرست روحانی انسانوں نے انسان کو نیکی، اخلاق اور روحانیت کی کن عظیم الشان بلندیوں پر پہنچا دیا، اسی لئے قرآن کریم نے خدا کی ہستی پر اس لئے بھی زور دیا ہے کہ یہ دنیا میں نیکی اور امن کے وجود کے لئے ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ہی آخرت پر ایمان برائیوں پر ایک بہت بڑی روک ہے .... جس کی وجہ سے انسان برائیوں سے بچ جاتا ہے۔

ایمان کا تعلق دل سے

یہ آیات جو میں نے پڑھی ہیں ایک خاص چیز کی طرف متوجہ کرتی ہیں فرمایا ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الاخرۃ وما ھم بمومنین کہنے کو تو ایک شخص کہہ دیتا ہے کہ میں خدا اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہوں لیکن خدا تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ مومن نہیں، کیونکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ایمان وہ ہے جو گلے سے اتر کر دل میں پیوست ہو جائے۔ لیکن ایسے لوگوں کا ایمان ان کے دلوں میں پیوست نہیں صرف ظاہر طور پر لوگوں کو دکھانے کے لئے ایمان کا اقرار کرتے ہیں، یہ بڑے فکر کا مقام ہے ہمیں چاہیئے کہ ہم دیکھیں کہ ہمارے دلوں میں ایمان ہے یا نہیں، جس کے دل میں ایمان پیوست ہو گیا اسکو اللہ تعالیٰ پر کبھی بدظنی نہیں ہو سکتی، اس کا قدم خدا کی راہ میں سست نہیں پڑ سکتا، وہ خدا کو ہی اپنا سہارا سمجھتا ہے، اسکو یقین ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ اسے کبھی نہیں چھوڑے گا۔ لیکن جو لوگ خدا کو اپنا ملجا و ماویٰ نہیں سمجھتے وہ مومن تو کجا شرک میں مبتلا ہیں ان کے متعلق فرمایا وما یومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون۔

سب سے بڑی بیماری

فرمایا فی قلوبھم مرض ان کے دلوں میں بیماری ہے، سب سے بڑی مرض تو دنیا کی محبت ہے اس سے ایمان ضائع ہو جاتا ہے دنیوی اغراض اور مال کی محبت کے لئے انسان لوگوں کو دھوکہ دیتا، قتل وغارت کرتا اور ناجائز طریقوں سے مال حاصل کرتا ہے، پھر اپنی بڑائی جتانے کے لئے طرح طرح کی نازیبا حرکات کرتا ہے جو بتاتی ہیں کہ اس کا خدا پر ایمان نہیں، اپنا پرسٹیج قائم رکھنے کے لئے کیا کیا حرکات کی جاتی ہیں جھوٹ سے بھی پرہیز نہیں کیا جاتا کیا ایسے شخص کا خدا پر ایمان ہے؟ ہرگز نہیں، یہ مرض ہے جو دلوں کو لگی ہوئی ہے فزادھم اللہ مرضا ان کی مرض بڑھتی چلی جاتی ہے، وہ اپنی بڑائی میں مصروف رہتا ہے اور نہیں جانتا کہ یہ ایک مرض ہے جو بڑھتی چلی جا رہی ہے۔

خدا کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا

یخدعون اللہ والذین اٰمنوا وہ سمجھتا ہے کہ اس کے یہ کہہ دینے سے کہ میں مومن ہوں خدا کو دھوکہ لگ جائے گا، حالانکہ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید جانتا ہے اسکو دھوکہ کیسے لگ سکتا ہے انسان کو دھوکہ لگ سکتا ہے لیکن خدا کو کون دھوکہ دے سکتا ہے وہ تو علیم بذات الصدور ہے لیکن انسان بھی عجیب ہے محض اپنے نفس کی تسلی کے لئے کوئی نہ کوئی حیلہ تلاش کر لیتا ہے وما یخدعون الا انفسھم خدا کو تو دھوکا دے سکتا نہیں۔ اور مومن کی پشت پر بھی خدا ہے اسے دھوکا لگ جائے تو خدا تعالیٰ اس کے برے نتائج سے بچا لیتا ہے لیکن اس دھوکہ دینے والے کو یہ شعور نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ہی دھوکہ دے رہا ہے۔

اپنا محاسبہ کرو

قرآن کریم انسان کے لئے مشعل راہ ہے اس لئے یہ باتیں کھول کر اس نے بیان کی ہیں، اس میں شک نہیں کہ یہاں منافقوں کا ذکر ہے لیکن ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے کہ کہیں منافقوں سے مشابہت تو ہمیں پیدا کر رہے۔

احمدی قوم کی خصوصیت

احمدی قوم کی خصوصیت سے اس پر غور کرنا چاہیئے کہ خدا اور یوم آخرت پر ایمان ان میں کس حد تک پایا جاتا ہے حضرت اقدس نے سب سے بڑا کام یہ کیا کہ خدا پر ایمان پیدا کیا اور ایمان بھی سچا ایمان جو دلوں کے اندر پیوست ہو گیا، وہ لوگ جنہوں نے اس حقیقت کو سمجھ لیا اور ایمان کی روشنی ان کے دلوں میں پیدا ہو گئی، انہوں نے بہت بڑا کام کر کے دکھایا اب اگر کوئی کمزوری ہم میں آ گئی ہے تو یہ خدا پر سے سہارا چھوڑنے کا نتیجہ ہے، جب خدا کو چھوڑ کر انسان دوسرے پر سہارا کرتا ہے تو خدا بھی اسے چھوڑ دیتا ہے۔

خدا پر کامل بھروسہ کامیابی کا موجب ہے

اگر ہم چاہتے ہیں کہ کامیابی حاصل کریں تو چاہیئے کہ خدا پر سچا ایمان دلوں میں پیدا کریں اور میں کہوں گا کہ خدا پر سچا ایمان بڑے بڑے ابتلاؤں کا موجب ہوتا ہے، لیکن ایک سچا مومن مصائب اور ابتلاؤں سے گھبراتا نہیں وہ لوگ جو اس حقیقت کو سامنے رکھ لیتے ہیں کہ خدا ہے اور اس پر کامل بھروسہ رکھنا کامیابی کا موجب ہے وہ کبھی سخت سے سخت مصائب میں نہیں گھبراتے اور آخر کامیابی حاصل کرتے ہیں میں پھر کہوں گا کہ خدا پر سچا ایمان دلوں میں پیدا کریں، جو مقصد لے کر آپ اٹھے ہیں وہ بہت بھاری اور عظیم الشان مقصد ہے اس لئے سچے ایمان کے ساتھ خدا کے حضور دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اس میں کامیاب کرے۔

ضرورت رشتہ

خاکسار کو اپنے بڑے لڑکے کے لئے رشتہ مطلوب ہے۔ لڑکے کی عمر ۲۲ سال ہے ایف اے پاس ہے۔ اس وقت کالونی ٹیکسٹائل ملز اسماعیل آباد میں سپنگ ماسٹر کی ٹریننگ لے رہا ہے، اللہ کے فضل وکرم سے شاندار مستقبل کی توقع ہے، خواہشمند احباب خاکسار سے خط وکتابت کریں۔ ممنون ہوں گا۔

خاکسار :- محمد یوسف گرنینی - نواں شہر ملتان

درخواست دعا

کھلرداہ (کشمیر) سے عبدالحفیظ طالب علم لکھتے ہیں کہ میں اس سال ایف ایس سی کا امتحان دے رہا ہوں جو ۲۱ اپریل سے شروع ہو کر ۲۵ اپریل کو ختم ہوگا تمام بزرگوں اور بھائیوں سے درخواست ہے کہ میری کامیابی کے لئے دعا کریں مجھے بہت شوق ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے جلدی اس قابل بنائے کہ میں زیادہ سے زیادہ

کیا یہ تبدیلیٔ عقیدہ نہیں؟

۱۴ اپریل ۱۹۵۷ء کے "الفضل" میں "منکرین خلافت کا غلط پراپیگنڈا" کے عنوان سے مولوی جلال الدین شمس کا ایک مضمون شائع ہوا ہے، جس میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں میاں محمود احمد صاحب نے غیر احمدیوں کے مسلمان ہونے کے بارہ میں جو بیان دیا ہے وہ ان کے سابقہ عقائد سے مختلف نہیں، اور اس بیان کو میاں صاحب کی تبدیلیٔ عقیدہ پر محمول کرنا "منکرین خلافت کا غلط پراپیگنڈا" ہے چنانچہ پہلے ہی فقرہ میں مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ:-

"یہ ایک بہتان ہے کہ حضرت امام جماعت احمدیہ نے تحقیقاتی عدالت کے روبرو یہ بیان دیا کہ حضرت صاحب کے نہ ماننے والے کافر نہیں بلکہ مسلمان ہیں"

اس کی وضاحت کے لئے شمس صاحب نے میاں صاحب کے عدالتی بیان کا کچھ حصہ نقل کیا ہے جس میں سے ذیل کے فقرات آپ بھی پڑھ لیجئے۔

"کفر دو قسم کا ہوتا ہے ایک وہ جس سے کوئی شخص ملت سے خارج ہو جاتا ہے دوسرا وہ جس سے وہ ملت سے خارج نہیں ہوتا کلمہ طیبہ کا انکار پہلی قسم کا کفر ہے دوسری قسم کا کفر اس سے کم درجہ کی بدعقیدگیوں سے پیدا ہوتا ہے"

"پھر آپ نے وکیل کے سوال کے جواب میں یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت نہ کرنے والوں کے حق میں کافر اور دائرہ اسلام سے خارج کے الفاظ استعمال کئے ہیں، ان کی یہ تشریح فرمائی کہ جب میں کافر کا لفظ استعمال کرتا ہوں تو میرے ذہن میں دوسری قسم کے کافر ہوتے ہیں۔ جن کی میں پہلے ہی وضاحت کر چکا ہوں یعنی وہ جو ملت سے خارج نہیں۔ جب میں کہتا ہوں کہ وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں تو میرے ذہن میں وہ نظریہ ہوتا ہے۔ جس کا اظہار کتاب مفردات راغب کے صفحہ ۲۴۰ پر کیا گیا ہے۔ جہاں اسلام کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک دون الایمان اور دوسرے فوق الایمان، دون الایمان میں وہ مسلمان شامل ہیں جن کے اسلام کا درجہ ایمان سے کم ہے۔ فوق الایمان میں ایسے مسلمانوں کا ذکر ہے۔ جو ایمان میں اس درجہ ممتاز ہوتے ہیں اور وہ معمولی ایمان سے بلند تر ہوتے ہیں۔ اس لئے جب میں نے یہ کہا تھا کہ بعض لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ تو میرے ذہن میں وہ مسلمان تھے۔ جو فوق الایمان کی تعریف کے ماتحت آتے ہیں۔ مشکوٰۃ میں بھی ایک روایت ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص کسی ظالم کی مدد کرتا اور اس کی حمایت کرتا ہے۔ وہ اسلام سے خارج ہے۔ (لیکن باوجود اس کے ایسے شخص کو مسلم ہی کہا جاتا ہے۔ شمس)"

اور آگے چل کر عدالت کے اس سوال پر کہ "کیا مرزا غلام احمد صاحب پر ایمان لانا جزو ایمان ہے؟" خلیفہ صاحب کا یہ جواب نقل کیا گیا ہے:-

"جی نہیں یہاں پر لفظ مومن صرف مرزا غلام احمد صاحب پر ایمان لانے کے مفہوم کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے نہ کہ اسلام کے بنیادی عقیدوں پر ایمان لانے کے مفہوم میں (مراد یہ ہے کہ آپکو ماننا ایسا جزو ایمان نہیں کہ جس کے انکار سے انسان امت محمدیہ سے خارج ہو جائے۔ شمس)"

اس تمام بیان اور شمس صاحب کی تشریح سے کیا یہ امر واضح نہیں ہوتا کہ میاں محمود احمد صاحب نے تحقیقاتی عدالت میں حضرت مسیح موعود کے نہ ماننے والوں کو کافر یعنی خارج از اسلام قرار دینے سے گریز کیا ہے اور یہ اقرار کیا ہے کہ فوق الایمان اور دون الایمان کی تشریحات کے ماتحت گو وہ اعلیٰ درجہ کے مسلمان نہیں مگر دائرۂ اسلام سے خارج نہیں، لیکن ان تمام بیانات کو نقل کرنے کے باوجود شمس صاحب فرماتے ہیں کہ

"منکرین خلافت کا یہ قول کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنے بیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منکر مسلمانوں کو کافر نہیں بلکہ مسلمان کہا ہے" سراسر افترا اور بہتان ہے اور ایسا وہی کہہ سکتا ہے جسے روز جزا و سزا پر ایمان نہ ہو"

کیا آپ کا اس سے یہ مطلب ہے کہ جن لوگوں کو میاں صاحب نے دون الایمان اور فوق الایمان کی تشریحات کے ماتحت کم درجہ کے مسلمان قرار دیا ہے وہ بھی فی الحقیقت مسلمان نہیں بلکہ کافر ہی ہیں، اگر ایسا ہی ہے تو دون الایمان اور فوق الایمان کی تقسیم کی کیا ضرورت تھی سیدھا کیوں نہ کہہ دیا کہ حضرت صاحب کے نہ ماننے والے فی الحقیقت کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، جیسا کہ آئینہ صداقت صفحہ ۳۵ میں انہوں نے کھلے طور پر لکھا کہ:-

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں"۔

آخر اس ایچا پیچی کا کیا مطلب ہے کہ کفر کی دو قسمیں بھی بتائی جاتی ہیں، دون الایمان اور فوق الایمان کی اصطلاحات کا سہارا لیکر دائرہ اسلام سے خارج ہونے کی بھی تشریح کی جاتی ہے اور مسیح موعود کے نہ ماننے والوں کو وہ درجہ دیا جاتا ہے جو حدیث میں ایک ظالم کی مدد کرنے والے کا درجہ قرار دیا گیا ہے لیکن ان سب باتوں کے باوجود شمس صاحب کے نزدیک مسیح موعود کے نہ ماننے والوں کو مسلمان نہیں بلکہ کافر ہی قرار دیا گیا ہے، اور ہم اگر یہ کہیں کہ میاں صاحب نے اس عدالتی بیان میں غیر احمدیوں کو کافر نہیں بلکہ مسلمان قرار دیا ہے تو یہ ہمارا "بہتان" ہے مگر اس کو کیا کیا جائے کہ اس "بہتان" کی تائید آگے چل کر انہوں نے خود ہی کر دی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ کفر و اسلام کی جو تشریح میاں صاحب نے ۱۹۵۳ء میں تحقیقاتی عدالت کے سامنے کی وہی ۱۹۳۵ء میں بھی انہوں نے کی تھی، جس میں انہوں نے فرمایا کہ

"ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کے ایک حد تک پائے جانے کے بعد انسان مسلمان کے نام سے پکارے جانے کا مستحق سمجھا جا سکتا ہے لیکن جب وہ اس مقام سے بھی نیچے گر جاتا ہے تو گو وہ مسلمان کہلا سکتا ہے مگر کامل مسلم اسے نہیں کہا جا سکتا"

شمس صاحب فرماتے ہیں کہ کفر و اسلام کی یہ تشریح جو میاں صاحب نے ۱۹۳۵ء میں کی یکم مئی ۱۹۳۵ء کے "الفضل" میں شائع شدہ موجود ہے۔ بہت اچھا! لیکن اس سے کیا ثابت ہو سکتا ہے یہی نہ کہ منکرین مسیح موعود گو کامل مسلم نہیں مگر مسلمان ضرور ہیں، پھر ہمارا یہ کہنا کہ میاں صاحب نے انہیں کافر نہیں بلکہ مسلمان قرار دیا ہے بہتان کیسے ہو گیا، چلو ہم مان لیتے ہیں کہ میاں صاحب کا یہ عقیدہ ۱۹۳۵ء سے چلا آرہا ہے لیکن اس کو بہتان تو نہیں کہا جا سکتا کہ ان کا ایسا عقیدہ ہے۔

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ آیا ان کا یہ عقیدہ شروع سے چلا آرہا ہے یا اس میں سابقہ عقیدہ سے تبدیلی کی گئی ہے، اگر شروع سے ان کا یہ عقیدہ ہوتا تو وہ اختلاف جو ۱۹۱۴ء میں جماعت احمدیہ میں پیدا ہوا اور جس کی وجہ سے دو جماعتیں بن گئیں کبھی پیدا نہ ہوتا، میاں صاحب آج "کافر" اور "دائرہ اسلام سے خارج" کے الفاظ کی لاکھ تشریحات کریں لیکن ان کی سابقہ تحریرات کو پڑھکر ایک ادنےٰ فہم کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ ان میں انہوں نے مسیح موعود کے نہ ماننے والوں کو مسلمان نہیں بلکہ اصطلاحی الفاظ میں کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا ہے مسلمان کہکر انہیں پکارنا الگ چیز ہے لیکن فی الحقیقت انہیں مسلمان نہیں سمجھا جاتا تھا، یہاں تک کہ انکو لڑکی دینا حرام

(باقی بر صفحہ کالم ۳)

اشارات

قلم

چوہدری محمد حسین صاحب ایم اے ایڈووکیٹ گوجرانوالہ

محققین ربوہ

ربوہ کے عقیدتمندان کا بالعموم اور وہاں کے خالدین ولیدوں کا بالخصوص یہ ادّعا ہے۔ کہ ان کی جماعت دنیا میں بہترین جماعت ہے۔ اور ان کا خلیفہ اس کائنات میں نہ صرف یہ کہ رجلِ عظیم ہے بلکہ مردِ اوّل بھی ہے اسکو بہت بڑے محقّق۔ مفسّر اور فلاسفر کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ خلیفہ صاحب کے بعد آسمان علم و فضیلت کا سب سے زیادہ درخشاں ستارہ سرزمین ربوہ کا وہ متدین عالم ہے جن کو حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری کہا جاتا ہے۔ ہم ان دونوں حضرات کی تحقیقاتوں کا ایک، ایک نمونہ ذیل میں پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین ان کے نئے انکشافات سے لطف اندوز ہوں۔

گذشتہ دنوں میں ٹرنیڈاڈ کے متعلق "الفضل" میں عجیب و غریب خبریں شائع ہوئیں۔ بیان کیا گیا تھا۔ کہ ٹرنیڈاڈ میں پیغامیوں کی کثیر افراد پر مشتمل ایک جماعت ہے۔ اور اب ہمارے مبلغ بھی وہاں پہنچ گئے ہیں، جن کی تگ و دو سے چند دنوں میں دو صد افراد ہماری جماعت میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور لیکچر دیتے دیتے خلیفہ صاحب نے فرمایا ابھی ابھی خبر آئی ہے کہ دو صد نہیں چار صد آدمی ربوی جماعت میں داخل ہو گئے ہیں۔ اسی سلسلہ میں ٹرنیڈاڈ کے ایک پیغامی مبلغ جو وہاں کے مقامی ہیں، اپنی بیوی سے ایک دن یہ مشورہ کر رہے تھے۔ کہ ربوہ کے مبلغ کو زہر دے دیا جائے۔ اس سازش کی گفتگو کو پیغامی مبلغ کی ایک پڑوسن نے سن لیا۔ اس نے اپنی ایک اور پڑوسن سے اس کا ذکر کیا۔ اور چلتے چلتے یہ بات ہمارے مبلغ تک پہنچ گئی۔ اس نے مجھے اس کی خبر دے دی خلیفہ صاحب نے ہزاروں کے مجمع میں اس کا ڈرامائی طور پر انکشاف کر دیا۔ اور پھر اپنے مبلغ کے لئے کھلے اجلاس دعا کی۔ کہ خدایا اسے پیغامی سازشوں سے محفوظ رکھیو۔ یہ خلیفہ خود کو ملّتِ اسلامیہ کے جیّد محققین میں سے شمار کرتا ہے، جو احادیث کے بیان کرنے میں اس قدر محتاط تھے کہ راویوں کی ثقاہت کے متعلق اس قدر تحقیقات کرتے تھے۔ کہ اگر ان کا ایک جھوٹ بھی ثابت ہو جاتا تو ان کی روایت کو ردّ کر دیتے تھے۔ یہاں الزام قتل کا ہے اور راوی سمندر پار کئی ہزار میل دور کی چند غیر معروف اور نامعلوم الاسم عورتیں ہیں۔ اور ایک تنخواہ دار مبلغ کی ایک سماعی روایت پر اس الزام کو بلا تکلف ایک بہت بڑے مجمع میں مشتہر کر دیا گیا۔

دوسرا مولانا ابوالعطا صاحب جالندھری اپنی تحقیقات کا نچوڑ مجلس مشاورت میں یوں بیان کرتے ہیں۔ جو ہم بلا تبصرہ ذیل میں سپرد قلم کرتے ہیں۔ "فرمایا":-

"پھر ابھی حال ہی میں ایک خط ملا ہے۔ جو ایک شخص نے مولوی عبدالمنّان صاحب کو لکھا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

پیارے ماموں صاحب خدا تعالیٰ آپکو عمر دراز دے

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

صبح کا ایک بجنے کو ہے میں ابھی ابھی منہ لپیٹ کر رضائی اوڑھے پڑا تھا۔ کہ خیال آیا کہ ماموں جان نے کوئی خبر اپنے ہاتھ سے نہیں بھیجی، دل یا دماغ دونوں میں سے کسی ایک نے کچھ گلا سا کوہ بھی تجویز کیا۔ پھر معاً خیال آیا کہ آپ بھی تو کہہ سکتے ہیں۔ کہ پھلے مانس تم نے ہماری کیا خبر لی؟ جو ہم یہ دوش دیتے ہو۔ پیارے ماموں! جس بات نے مجھے اس وقت چراغ جلا کر لکھنے کو مجبور کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جناب کو جو صدمہ جماعت کی ناراضگی سے پہنچا ہے۔ وہ غم و غصّہ میں تبدیل ہو کر۔ اللہ نہ کرے کہ آپ کے ایمان کو ضائع کر دے۔ پیارے ماموں اگرچہ ظاہر میں ربوہ سے آپ کی ہجرت بُری نظر آتی ہے، مگر اس سے خوبی جنم لیتی ہے۔ یہ موقعہ آپ کے ایمان کو اُجاگر کرنے کے لئے بڑا ہی مبارک ہو سکتا ہے۔ اگر آپ زیادہ سے زیادہ تبلیغ اسلام اپنے قلم سے کر سکیں اور پیارے ماموں۔ خدا تعالیٰ وہ دن جلد لائے کہ لاہور کے ہر اخبار میں آپ کے ہدایت سے بھرپور ...... مضمون نظر آنے لگیں اور احباب مجبور ہو کر یہ کہہ اٹھیں کہ یہ صاحب احمدی ہیں۔ آپ پھر کمربستہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے گا پیارے ماموں! یہی ایک طریقہ ہے۔ جو آپ کو تمام پریشانیوں سے نجات دلا سکتا ہے، والسلام"۔

آپ نے مزید فرمایا:-

"یہ خط عزیزم عطاء الرحیم صاحب حامد متعلم ایف ایس سی کلاس کو اوائل مارچ ۱۹۵۷ء میں گول بازار کے ایک حصہ میں گرا ہوا ملا تھا۔

اس خط کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ یہ مولوی عبدالمنّان کے نام لکھا گیا ہے اور اس میں انہیں یہ کہا گیا ہے۔ کہ آپ لاہور کے اخبارات میں تبلیغی مضمون لکھتے رہیں تا احمدی لوگ مجبوراً آپ کو احمدی ہی قرار دیں۔ اور اس طریقہ سے آپ پریشانیوں سے نجات پا سکیں، اور اپنے منصوبوں کو بروئے کار لا سکیں۔

"میاں عبداللہ حجام کی ایک شہادت سے ظاہر ہے کہ اس جگہ جہاں یہ خط ملا ہے اس موقعہ پر میاں عبدالمنّان

(باقی بر صفحہ ۱۵)

مقالہ (بسلسلہ صفحہ ۳)

ان کے جنازے پڑھنا جائز سمجھا جاتا تھا، ہندوؤں اور عیسائیوں کے بچوں کی طرح مسلمانوں کے بچوں کے بھی جنازے ناجائز قرار دیئے گئے، کیا یہ تبدیلی عقیدہ نہیں کہ آج تحقیقاتی عدالت میں جا کر یہ بیان دیا جاتا ہے کہ یہ سب کچھ انتقامی طور پر تھا یعنی آج اگر غیر احمدی علما اپنا فتویٰ اٹھا لیں تو میاں صاحب بھی غیر احمدی مسلمانوں کے ساتھ تعلقات مناکحت اور ان کے جنازے پڑھنا جائز قرار دیں گے اور انہوں نے یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ:-

"البتہ اب ہمیں بانیٔ سلسلہ کا ایک فتویٰ ملا ہے جس کے مطابق ممکن ہے کہ غور و خوض کے ساتھ پہلے فتوے میں ترمیم کر دی جائے"

یعنے غیر احمدی علما کا فتویٰ نہ بھی اٹھے تو بھی بانی سلسلہ کے فتوے پر جو میاں صاحب کو اب ملا ہے غور و خوض کے بعد وہ تمام مسلمانوں کے جنازے جائز قرار دیں گے، اس سے ظاہر ہے کہ اب وہ غیر احمدی مسلمانوں کو فی الحقیقت مسلمان اور دائرۂ اسلام کے اندر سمجھتے ہیں، ورنہ کافر کا جنازہ جائز قرار دینے کے لئے غور و خوض کے کیا معنے؟ پھر مولوی شمس صاحب کا یہ لکھنا کہ یہ تبدیلی عقیدہ نہیں اور یہ کہنا کہ یہ "بہتان" ہے کہ تحقیقاتی عدالت میں میاں صاحب نے سابقہ عقائد سے انحراف کرتے ہوئے حضرت صاحب کے نہ ماننے والوں کو کافر نہیں بلکہ مسلمان قرار دیا ہے کہاں تک صحیح ہے اگر یہ بہتان ہے تو اس فیصلہ کو آپ کیا کہیں گے جو تحقیقاتی عدالت نے اپنی رپورٹ میں میاں صاحب کے سابقہ اور موجودہ بیانات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا اور صاف لفظوں میں یہ لکھا کہ ان کا موجودہ بیان سابقہ موقف سے بالکل مختلف ہے، ملاحظہ ہو رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۲۱۲۔ خدا جانتا ہے کہ ہم یہ طعن کے طور پر نہیں کہتے تبدیلی عقیدہ کوئی بری چیز نہیں اگر کسی شخص کو اپنے کسی عقیدہ کی غلطی معلوم ہو جائے اور وہ اسے بدل کر صحیح عقیدہ پر آ جائے تو یہ کوئی بری بات نہیں بلکہ قابل مبارکباد ہے، خدا معلوم ہمارے قادیانی دوست اس سے چڑتے کیوں ہیں؟ اور کیوں صاف لفظوں میں نہیں کہتے کہ فی الواقعہ میاں صاحب نے سابقہ عقیدہ میں تبدیلی کی ہے اور ان کا موجودہ عقیدہ یہی ہے کہ حضرت مسیح موعود کے نہ ماننے کی وجہ سے کوئی شخص کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا، یہی مسیح موعود کا عقیدہ تھا، اور یہی اس مرد خدا کا عقیدہ تھا (اور یہی جماعت احمدیہ لاہور کا عقیدہ ہے) جو میاں صاحب کے ساتھ انکے غلط عقیدہ کی اصلاح کے لئے چالیس سال جہاد کرتا رہا اور آخر اس نے یہ پیشگوئی کی کہ "یا تو قادیانیوں کو ایک علیحدہ دین اور کلمہ بنانا ہوگا اور کٹ کر مسلمانوں سے علیحدہ ہونا ہوگا یا پھر اپنے عقیدہ میں تبدیلی کرنا پڑیگی" (تحریک احمدیت)

الحمدللہ کہ اس پیشگوئی کا دوسرا حصہ پورا ہو چکا ہے اور اب ہم اس دن کے منتظر ہیں جب دونوں جماعتیں مل کر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے جھنڈے کے نیچے کام کریں گی۔

مذہب اسلام

حضرت امیر مرحوم کی معرکہ آرا انگریزی تصنیف ریلیجن آف اسلام کا اُردو ترجمہ

از مولانا مرتضیٰ خاں حسن

تمہید

"ریلیجن آف اسلام" کے Preface یعنے دیباچہ کا ترجمہ "پیغام صلح" مؤرخہ ۱۸ رجولائی ۱۹۵۶ء میں شائع ہو چکا ہے، ذیل میں Introduction (یعنے تمہید) کا ترجمہ ہدیۂ قارئین کرام ہے:-

اس مذہب کا نام "اسلام" ہے نہ کہ محمڈن ازم

مذہب اسلام[1] پر بحث کرتے ہوئے سب سے پہلی بات جس کا سمجھ لینا ضروری ہے یہ ہے کہ اس کا نام محمڈن ازم یا محمدی مذہب نہیں ہے جیسا کہ مغرب میں عام طور پر سمجھا جاتا ہے، بلکہ **اسلام** ہے۔ محمد حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی ہے جن پر اسلامی تعلیمات نازل ہو کر ہم تک پہنچیں۔ اس تطابق کے پیش نظر کہ جس طرح عیسویت۔ بدھ ازم۔ کنفیوشیزم وغیرہ وغیرہ مذاہب عالم ان کے بانیوں کے ناموں سے منسوب ہیں اسی طرح مغربی مصنفین نے اس کو حضرت محمد عربی صلعم کے نام سے منسوب و موسوم کرتے ہوئے محمڈن ازم یا محمدی مذہب کا نام دیا ہے۔ حالانکہ نہ تو خود مسلمانوں نے کبھی یہ لفظ استعمال کیا اور نہ ہی قرآن و حدیث میں اس کی کوئی سند پائی جاتی ہے۔ قرآن مجید نے بصراحت اس کا نام **اسلام**[2] اور اس کے متبعین کا نام .... **مسلم**[1] رکھا ہے بانی کے نام سے اس کو دور کا بھی واسطہ نہیں حتیٰ کہ خود بانی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قرآن مجید میں **مسلم**[2] کر کے پکارا گیا ہے۔ بے شک ہر نبی کو قرآن مجید میں مسلم ہی کہا گیا ہے[3] اس سے یہ ظاہر ہے کہ تمام بنی نوع انسان کے لئے اسلام ہی ایک سچا مذہب ہے۔ اور جتنے انبیاء اور رُسل مبعوث ہوتے رہے وہ سب کے سب مختلف قوموں اور مختلف زمانوں میں اسلام کے ہی مبلغ تھے اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری اور سب سے بڑے اور کامل ترین مبلغ اور معلم اسلام تھے۔

ایک کا پُر حکمت نام

دنیا کے بڑے مذاہب میں اسلام کو یہ امتیاز خصوصی حاصل ہے کہ اس کا نام نہایت پُر حکمت اور پُر معنی ہے۔ اور اس کے نام کے اندر ہی اس کی حقیقت اور اصل رُوح مضمر ہے۔ اسلام کے لغوی معنے صلح کے اندر داخل ہونا ہے[4] اور مسلم وہ ہے جو خدا اور خدا کے بندوں سے صلح کرے۔ خدا سے صلح کا یہ مطلب ہے کہ انسان اس کی رضا کی راہوں پر گامزن ہو اور اس کے منشاء اور احکام کی پوری پوری اطاعت کرے اور

ان دونوں شقوں کو خود قرآن مجید میں اسلام کی اصل حقیقت اور اس کی رُوح ظاہر کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا بلیٰ من اسلم وجهه لله وهو محسن فله اجره عند ربه ولا خوف عليهم ولا هم يحزنون ($\frac{2}{112}$) یعنے جس نے اللہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا (یہ اسلم کے معنے ہیں) اور وہ احسان کرنے والا ہے یعنے بندگانِ خدا سے نیک سلوک کرتا ہے اس کا اجر اس کے رب کے ہاں ہے۔ اور ان کو کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ پس اسلام اساسی طور پر ہی صلح کا مذہب ہے یعنے صلح اس کی اصل رُوح اور اس کی بنیادی اینٹ ہے۔ اور اس کے دو بنیادی اصول یعنے توحید باری تعالےٰ اور اتحاد یعنے نسل انسانی کی عالمگیر اخوت اس حقیقت کا قطعی ثبوت ہیں کہ جو نام اسکو دیا گیا ہے وہ عین صداقت و حق پر مبنی ہے اور وہ اس نام کا حقیقتاً مستحق ہے۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اسلام ان تمام انبیاء و رسل کا مذہب ہے جو مختلف قوموں اور مختلف زمانوں میں آتے رہے لیکن صرف اسی قدر نہیں بلکہ اسلم کا لفظ قوانین الٰہیہ کی اس کامل اطاعت پر خواہ وہ غیر ارادی ہی ہو دلالت کرتا ہے جو ہم ہر ذرّہ کائنات میں مشاہدہ کرتے ہیں اور یہ وسیع مفہوم لفظ کے شرعی استعمال میں بھی قائم رکھا گیا ہے کیونکہ شریعت میں اسلام کے دو مفہوم ہیں ایک تو سادہ طور پر کلمۂ طیبہ لا اله الا الله محمد رسول الله کا اقرار یعنے اس امر کا اقرار کہ اللہ تعالےٰ کے سوائے کوئی اور معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور دوسرا اطاعت لمرضات الله یعنے اللہ تبارک و تعالےٰ کی رضا اور اس کی منشاء کی کامل اتباع جو صرف روحانی تکمیل کے ذریعہ سے ہی حاصل ہو سکتی ہے[1] پس جو شخص اسلام قبول کر لیتا ہے اور وہ محض مبتدی ہے وہ بھی مسلم ہے۔ اور جو رضائے الٰہیہ کی پوری پوری اتباع کرتا اور جمیع احکام خداوندی پر عمل پیرا ہوتا اور خواہشات نفسانیہ حیوانیہ کو خدا کی مرضی کے

---

[1] مذہب کیلئے عربی لفظ دین یا ملت ہے دین کے لغوی معنے اطاعت اور جزا و سزا کے ہیں اور ملت کے معنے ہیں لکھوانا ملت کے لفظ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے جن پر احکام مذہب نازل ہوتے اور دین کے لفظ میں اس شخص کی طرف اشارہ ہے جو اس کی اتباع کرے (مفردات راغب) مذہب کا لفظ قرآن مجید میں استعمال نہیں ہوا۔ یہ ذَهَبَ سے مشتق ہے۔ جس کے معنے ہیں "گیا" اور مذہب کے معنے ہیں طریقہ یا رستہ جو ایک شخص بلحاظ عقائد و اعمال اختیار کرتا ہے۔ یا راستے جو وہ اس کے متعلق رکھتا ہے (لینز عربیک انگلش لیکسی کان) بعض محققین نے تینوں لفظوں میں یوں امتیاز قائم کیا ہے کہ دین کا تعلق خدا سے ہے۔ جو اسکو نازل کرتا ہے اور ملت کا تعلق رسول سے ہے جس پر دین نازل ہوا۔ اور مذہب کا تعلق مجتہد سے ہے جو اسکی تشریح و تفسیر کرتا ہے اردو فارسی میں مذہب کا لفظ وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے

[2] اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا ($\frac{5}{3}$)

---

[1] هو سمّٰكم المسلمين من قبل وفي هذا ($\frac{22}{78}$) اس میں من قبل کے الفاظ پیشگوئیوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور فی هذا قرآن مجید کی طرف۔

[2] وانا اوّل المسلمين ($\frac{6}{163}$)

[3] ووصّٰى بها ابراهيم بنيه ويعقوب يا بنيّ ان الله اصطفٰى .... وانتم مسلمون ($\frac{2}{132}$)

انا انزلنا التورٰة فيها هدًى ......

.... للذين هادوا - ($\frac{5}{44}$)

[4] اسلام کے معنے سلم میں داخل ہونا ہے اور سَلم اور سِلم دونوں کے معنے صلح کے ہیں (مفردات راغب) یہ دونوں لفظ خود قرآن مجید میں صلح کے معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ دیکھو $\frac{2}{208}$ و $\frac{8}{61}$ -

---

[1] شریعت میں اسلام کی دو اقسام ہیں، پہلی قسم تو محض زبان سے سیدھا سادہ اقرار ہے..... خواہ دل میں تبدیلی واقع ہوئی ہو یا نہ .... اور دوسری قسم اس سے بالا تر ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کے دل میں بھی ایمان یعنے اصل تبدیلی پائی جائے اور اس سے اعمال صالحہ صادر ہوں اور جو کچھ خدا کی طرف سے اُن پر وارد ہو اس پر وہ بہر صورت راضی رہے (مفردات راغب) (یعنے مقام تسلیم و رضا پر فائز ہو اور انقطاع اور تبتل الی اللہ کی حالت اس میں پائی جاتی ہو)

(مترجم)

ماتحت کر دیتا ہے وہ بھی مسلم ہے۔

مذاہب عالم میں اسلام کا مقام

اسلام سب بڑے بڑے مذاہب کے آخر میں آیا۔ یعنی ان تمام عظیم الشان تحریکات کے بعد جنہوں نے دنیا میں انقلاب پیدا کیا اور "تعادیر اقوام" کو بدل ڈالا لیکن یہ صرف آخری مذہب ہی نہیں بلکہ یہ ایک ہمہ گیر مذہب ہے۔ جو تمام مذاہب سابقہ کا جامع ہے اور اس کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے تمام متبعین سے منواتا ہے کہ تمام بڑے بڑے مذاہب جو اس سے پہلے گذرے ہیں وہ سب خدا کی طرف سے ہیں۔ یہ اسلام کا ایک اساسی اصول ہے کہ ایک مسلمان کے لئے ان تمام انبیاء پر بھی ایمان لانا ضروری ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مبعوث ہوئے۔ قرآن مجید میں ہے :-

والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک (2/4)

قولوا امنا...... لا نفرق بین احد منھم (2/136) یعنے تم کہو کہ ہم اس پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف اتارا گیا اور اس پر جو ابراہیم، اسمٰعیل، اسحٰق اور یعقوب اور اس کی اولاد کی طرف اتارا گیا اور اس پر جو موسٰی اور عیسٰی کو دیا گیا اور اس پر جو نبیوں کو اپنے اللہ کی طرف سے دیا گیا اور ہم ان میں سے کسی کی تفریق نہیں کرتے۔ امن الرسول ....

.... احد منھم (2/285) یعنے رسول اس پر ایمان لایا جو اس کے اللہ کی طرف سے اس پر اتارا گیا اور مومن (بھی) اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں ہم کسی میں کچھ تفریق نہیں کرتے۔ پس ایک مسلمان صرف حضرت محمد رسول اللہ پر ہی ایمان نہیں لاتا بلکہ تمام دوسرے انبیاء پر بھی ایمان لاتا ہے اور قرآن مجید کی واضح تعلیم کے مطابق تمام قوموں میں انبیاء مبعوث ہوتے رہے۔ چنانچہ فرمایا :-

وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر (35/24) یعنے کوئی قوم ایسی نہیں جس میں کوئی نہ کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو

غرض مسلمان وہ ہے جو تمام رسولوں پر اور تمام کتابوں پر ایمان لائے۔ ایک یہودی صرف انبیائے بنی اسرائیل پر ایمان لاتا ہے ایک عیسائی حضرت عیسٰی پر اور کم درجہ پر انبیائے بنی اسرائیل پر بھی۔ بدھ مت کا پیرو صرف بدھ پر۔ ایک زرتشتی زرتشت پر اور ایک ہندو ہندوستان کے رشیوں منیوں پر اور ایک کانفیوشس محض کنفیوشس پر ایمان لاتا ہے مگر ایک مسلمان ان تمام پر ایمان لاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی دنیا کے سب سے بڑے ہادی اور آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر بھی ایمان لاتا ہے۔ لہٰذا اسلام ایک جامع اور ہمہ گیر مذہب ہے۔ جس میں دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب جمع ہیں اور علیٰ ہذا القیاس اسلام کی مقدس کتاب قرآن مجید کو جملہ صحف سابقہ کی جامع قرار دیا گیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے فیھا کتب قیمۃ (98/3)

اسلام کی ایک ...... نمایاں خصوصیت جو اسکو مذاہب عالم میں ایک خاص امتیاز دیتی ہے یہ ہے کہ دنیا کا آخری اور جامع مذہب ہونے کے علاوہ یہ اللہ تعالےٰ کی منشاء کی پوری پوری عکاسی کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (5/3)

آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارا مذہب پسند کیا۔"

جس طرح قاعدہ ہے کہ ہر قسم کے شعور میں بتدریج پختگی پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح مذہبی شعور بھی انسان میں نسلاً بعد نسل تدریجاً ترقی کرتے ہوئے پایہ تکمیل کو پہنچا اور بالآخر آسمان سے

صداقت عظمٰے

نازل ہو گئی اور خدائے بزرگ و برتر کی وحی اسلام میں اپنے انتہائی عروج اور کمال کو پہنچ گئی یہی وہ **صداقت عظمٰے** تھی جس کی طرف حضرت مسیح علیہ السلام کے الفاظ اشارہ کر رہے ہیں :-

"مجھے تم سے اور بھی باتیں کہنا ہے مگر
تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن
جب وہ یعنے روح حق آئے گا تو
تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا"
(یوحنا 16/12-13)

حاصل کلام اسلام کا بڑا مقصد یہ ہے کہ تمام مذاہب عالم میں اخوت کی بنیادیں استوار کر کے ان میں صلح و امن قائم کرے۔ سابقہ مذاہب میں جو صداقتیں پائی جاتی ہیں ان سب کو ایک جگہ جمع کر دے۔ ان کی غلطیوں کی اصلاح کرے اور احقاق حق اور ابطال باطل کرتے ہوئے سچ کو نکھار کر رکھ دے۔ اور ان صداقتوں کی تبلیغ کرے جو کسی قوم یا معاشرہ کے ابتدائی مراحل ارتقاء میں مختص حالات کی وجہ سے اشاعت پذیر نہ ہو سکیں۔ بالآخر یہ نسل آدم کی روز افزوں روحانی اور اخلاقی مقتضیات کو پورا کرے۔

مذہب کا جدید تصور

اسلام کے ظہور سے مذہب کا جدید مفہوم عالم وجود میں آیا۔ ایک تو یہ کہ مذہب کو Dogma تصور نہ کیا جائے۔ یعنے مذہب ایسے عقیدے کا نام نہیں جو تحکمانہ رنگ میں انسان پر ٹھونس دیا جاتا ہے اور بغیر حجت و دلیل کے اندھا دھند اس کو ماننا لازمی قرار دیا جائے تاکہ انسان ابدی لعنت سے بچ جائے بلکہ یہ ایک سائنس ہے جس کی بنیادیں بنی نوع انسان کے عالمگیر تجارب پر استوار کی گئی ہیں، یہ صحیح نہیں کہ کوئی خاص قوم ہی خدا کی منظور نظر اور اس کے الہام کے لئے مختص ہے۔ اور دوسری اقوام اس کی نعماء سے محروم ہیں۔ بلکہ اس کے برعکس الہام کو ارتقائے نسل انسانی کا ضروری ذریعہ قرار دیا ہے اس لئے ایک ادنےٰ حالت میں یہ نسل آدم کا ایک عالمگیر تجربہ ہے اور اعلےٰ حالت میں یہ انبیاء کی وحی ہے یہ ایک عطیہ ربانی ہے جس سے تمام قومیں بہرہ ور کی گئیں، پھر اس مفہوم کی مزید تقویت کے لئے کہ مذہب سائنٹیفک اصول پر قائم ہے عقائد کو اصول اعمال کے طور پر پیش کیا ہے۔ چنانچہ ایک بھی مذہبی اصول ایسا نہیں کہ جسے انسانی زندگی کے ارفع سے ارفع تر منازل ارتقاء پر فائز کرنے کے لئے اعمال کی اساس نہ بنایا گیا ہو۔

پھر اس باب میں دوسری بات جو قابل غور ہے یہ ہے کہ مذہب محض عالم اخروی کی فلاح و بہبود کا ضامن نہیں اور اس کا دائرہ عمل محض عقبیٰ تک ہی مخصوص و محدود نہیں بلکہ اس کا ابتدائی تعلق انسان کی اسی دنیاوی زندگی سے ہے۔ اور انسان زمین پر بیشک زندگی بسر کر کے اعلیٰ اور ارفع زندگی کا شعور حاصل کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید بڑی شرح و بسط سے ان مضامین اور مسائل پر بحث کرتا ہے جو انسان کی دنیاوی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ قرآن مجید محض عبادات یعنے خداوند تعالیٰ کی پرستش کے طریقوں یا ان ذرائع کے متعلق ہی بحث نہیں کرتا جن سے انسان خدا تعالےٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے، بلکہ نسبتاً زیادہ تفصیل کے ساتھ ہماری ارد گرد کی دنیا کے مسائل پر بحث کرتا ہے۔ مثلاً انسان کے باہمی تعلقات اس کی عمرانی اور سیاسی زندگی۔ مناکحت۔ طلاق۔ ورثہ۔ تقسیم دولت۔ سرمایہ اور محنت کے تعلقات۔ عدالت۔ فوجی تنظیم۔ جنگ و صلح۔ قومی اقتصادیات قرضے اور معاہدات۔ بنی نوع انسان بلکہ بے زبان مخلوق کی خدمت کے قواعد و ضوابط۔ غرباء۔ یتامیٰ۔ بیوگان کی امداد کے قوانین اور دوسرے سینکڑوں مسائل پر روشنی ڈالتا ہے، جن کے صحیح علم اور عمل سے انسان راحت کی زندگی بسر کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید محض انفرادی بہبود کے لئے ہی نہیں بلکہ اجتماعی طور پر ایک معاشرہ۔ ایک قوم بلکہ کل انسانی نسل کے ارتقاء کے لئے قوانین بیان کرتا ہے۔ قرآن مجید صرف افراد کے باہمی تعلقات پر ہی روشنی نہیں ڈالتا بلکہ ان تمام قبائل اور اقوام کے علائق پر کماحقہ روشنی ڈالتا ہے جن میں نسل انسانی بٹی ہوئی ہے۔ اور یہ تمام قواعد و ضوابط اور قوانین اس وقت موثر ہوتے ہیں جب خدائے واحد پر ایمان لایا جائے۔ یہ سچ ہے کہ قرآن مجید انسان کو دوسری زندگی کے لئے تیار کرتا ہے۔ لیکن صرف اس صورت میں جبکہ وہ ان اصولوں کی روشنی میں اپنے قوائے عقلیہ سے کام لینے کے قابل ہو۔

(باقی ہے)

سیّد تصدق حسین صاحب قادری مجاہد بغداد

ہماری جماعت کو اللہ تعالےٰ نے جن نیک دل مجاہدینِ اسلام کی شمولیت سے نوازا ہے، ان میں سے جناب سیّد تصدق حسین صاحب قادری مجاہدِ بغداد، ڈاکٹر این اے خان صاحب مجاہدِ برما اور ڈاکٹر خادم رحمانی صاحب مجاہدِ شیلانگ کے اسمائے گرامی ان کی خدماتِ دینیہ کی وجہ سے خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، ہم نے ان مجاہدین کرام کی خدمت میں درخواست کی تھی کہ وہ اپنے حالاتِ زندگی اور شمولیت سلسلہ کی داستان قلمبند کرکے دیں تاکہ قارئین پیغامِ صلح ان کے مجاہدانہ کارناموں کو پڑھ کر سبق حاصل کر سکیں، ان میں سے اول الذکر دو حضرات نے اپنے حالات لکھ کر بھجوا دیئے ہیں، جن میں سے سب سے پہلے ہم سیّد تصدق حسین صاحب قادری کے حالات ذیل میں ہدیہ قارئین کرتے ہیں: ــــــــــــ

برادرم محترم مولانا دوست محمد صاحب سلمہ الرحمٰن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

آپ کا خط .... ملا۔ میری صحت کے متعلق آپ کی دعاؤں کا شکریہ، آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنی زندگی کے حالات قلمبند کرکے برائے اشاعت "پیغام صلح" بھجواؤں تا آئندہ نسلیں اس سے فائدہ اُٹھائیں۔ محترمی میں کیا اور میری زندگی کیا ایک سرتاپا گنہگار، قابل سزا ہاں لاتقنطوا من رحمۃ اللہ دل کی تسلی کا باعث ہے۔ جاھدوا فی اللہ حق جھادہٖ پر عمل شاید ایک فی صد بھی نہیں ہو سکا۔ مالکِ حقیقی کے رحم وکرم پر دارو مدار ہے بزرگانِ سلسلہ مسیح موعودؑ کے پروانوں کی خدمات جلیلہ کے مقابلہ میں اپنے آپ کے متعلق میرا کچھ لکھنا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے۔ لیکن آپ کے ارشاد کی تعمیل بھی ضروری خیال کرتے ہوئے ذیل میں کچھ واقعات زندگی مختصر نوٹوں کی شکل میں پیش کرتا ہوں۔ بوجہ ضعف اور طویل بیماری تفصیلاً لکھ نہیں سکتا۔

وطن اور پیدائش

۱۔ میری پیدائش ۸ راگست ۱۸۹۶ء کو بھاؤنگر سوراشٹر ضلع بمبئی (ہند) میں ہوئی۔ یہ وہ سال ہے جب لاہور کے جلسہ اعظم مذاہب میں اسلام کی طرف سے حضرت امام وقت کا وہ معرکہ آرا مضمون پڑھا گیا جو تمام مضامین پر فوقیت لے گیا اور آج تک دنیا کے ایمان اور رُوحانیت میں ایک نئی روشنی پیدا کرنے کا موجب ہے۔

۲۔ آباو اجداد کا اصل وطن احمد نگر دکن تھا۔ دادا صاحب مرحوم پیری مُریدی کی گدّی کو اپنے بھائیوں کے سپُرد کرکے ایگت پوری ضلع ناسک کسب حلال کی تلاش میں مقیم ہوئے۔ والد ماجد السیّد قربان علی مرحوم ایگت پوری سے بھاؤنگر آ گئے۔

تعلیم

۳۔ ابتدائی وثانوی۔ اعلےٰ تعلیم کے حصول کا موقع نہ ملا۔ دینی تعلیم گھر میں ہوئی۔ والد ماجد مرحوم اور والدہ ماجدہ مرحومہ السیّدہ فاطمہ ۱۹۱۰ء میں وفات پاگئے۔ اس لئے تعلیم کا سلسلہ .... قائم نہ رہ سکا۔

بچپن میں اسلام کا درد

۴۔ بچپن سے ہی دینی تعلیم کا شوق، اسلام کا درد ٹوٹی پھوٹی شاعری سے لگاؤ تھا غالباً تیرہ چودہ سال کی عمر میں کچھ اشعار کہے تھے جن میں سے دو شعر اب تک یاد ہیں اس سے قلبی کیفیت کا اندازہ لگ سکتا ہے ؎

غافلو کچھ توشۂ عقبےٰ بھی اپنے ساتھ لے لو
جاؤ گے جب قبر میں پھر ہوں نہ ہاں کچھ بھی نہیں
زندگی ہاں اے تصدق کر لے کچھ بھی نیک کام
عاقبت سدھرے گی تیری یہ یہاں کچھ بھی نہیں

لیکن شاعری کا یہ لگاؤ قائم نہ رہ سکا۔

سلسلہ قادریہ میں بیعت

۵۔ ۱۹۱۵ء میں اسلامیہ سکول بھاؤنگر میں مدرس رہا (مدیر مدرسہ مولانا عثمان میاں صاحب مرحوم میرے اُستاد بھی ہوتے تھے۔ بہت عالم فاضل تھے ان کے والدین دھلی سے ہجرت کرکے بھاؤنگر آ گئے تھے، مولانا کو ۱۹۳۱ء میں بغداد سے پیغام احمدیت دیا تو اب سے معلوم ہوا کہ مرحوم سلسلہ سے پوری اچھی طرح واقف تھے امام وقت کو مجدد مانتے تھے حضرت سیّدنا امیر مرحوم اور خواجہ کمال الدین مرحوم کے عاشق تھے، جب مولانا کا انتقال ہوا میں نے لاہور یہ تمام حالات لکھے اور نماز جنازہ کی درخواست کی تھی یہ ذکر اس زمانہ میں پیغام صلح میں آچکا ہے) اسی سال (۱۹۱۰ء میں) السیّد احمد شامی صاحب کے ہاتھ پر سلسلہ قادریہ میں بیعت کی۔

حضرت غوث پاک کے مزار پر نذرانے

۶۔ اپریل ۱۹۱۶ء I.E.F.۲۰ میں ملازم ہو کر بمبئی سے بصرہ اور وہاں سے عمارہ میں ایک سال مقیم رہا ۱۹۱۷ء میں اپریل کی ۲۶ تاریخ کو بغداد آیا اور دوسرے ہی دن حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے مرقد کی زیارت کے لئے تین اور دوستوں کے ساتھ مزار مبارک پر پہنچا راستہ ہی میں دلالوں نے ہمیں آن گھیرا۔ زیارت سے قبل سید سے پیرسید علی حیدر مرحوم کے پاس لے گئے انہوں نے فرمایا کہ پہلے بیعت کرو اور پھر زیارت کو جاؤ۔ غرض کی کہ بیعت پہلے ہی سے پیر صاحب

نے فرمایا بغداد آنے کے بعد سب بیعتیں ختم ہو جاتی ہیں چار و ناچار بیعت کی ہر ایک نے بیس بیس روپیہ نذرانہ رکھا ان پیروں نے یہ گورکھ دھندا نذرانہ وصول کرنے کے لئے کیا ہوا تھا، دلال کو دلالی مل جایا کرتی تھی، جنگ کی وجہ سے روزانہ سینکڑوں روپیہ کی آمد تھی ہزارہا کی تعداد میں روزانہ فوجی سپاہی آفیسر وغیرہ زیارت کو آتے اُن سے اسی طرح نذرانے وصول کئے جاتے بغداد کے طویل قیام کے بعد اصل حقیقت ظاہر ہوئی۔

مشائخین اور درویشوں کی صحبت

۷۔ ۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۱ء تک تحریک خلافت اور کانگریس سے عملی ہمدردی رہی دوسری طرف سلسلہ قادریہ کی وجہ سے اکثر راتیں درگاہ غوث الاعظم قدس سرہ میں گذار دیا کرتا تھا۔ مشائخین و درویشوں کی صحبت رہی ہاں یہ لکھنا بھول گیا کہ ۱۹۱۷ء میں بغداد ہی میں شادی کی اور ۱۹۱۹ء میں تین ماہ کے لئے ایران کا سفر کیا۔

شاہ سلیمان پھلواروی سے بیعت

۸۔ ۱۹۲۱ء میں اپنا الیکٹرک کا کاروبار شروع کیا ۱۹۲۲ء میں حضرت شاہ سلیمان پھلواروی مرحوم اپنے بیٹے مولانا حسین میاں مرحوم و دیگر مریدوں کے ساتھ بغداد آئے تھے شاہ صاحب کے ہاتھ پر پھر بیعت کی۔ اب کچھ سلوک کی منازل طے ہونے لگیں لیکن اطمینان قلب نصیب نہ ہوتا تھا۔ درویشوں کی صحبت برابر قائم رہی۔

ملکانہ راجپوتوں کی شدھی اور الجمعیت

ادھر تحریک خلافت اور کانگریس سے دلچسپی بڑھتی گئی۔ یکایک اخبارات کے ذریعہ ۳۵ ہزار ملکانہ راجپوتوں کے ارتداد کی خبر ملی۔ سوامی شردھانند کا نام جسے بدقسمت مسلمانوں نے دھلی کی جامع مسجد کے منبر پر بٹھا کر تقریر کروائی تھی پیش پیش تھا اسی دشمن اسلام نے مسلم زعمائے کانگریس اور تحریک خلافت کی نبض شناسی کے بعد یہ قدم اُٹھایا تھا، کہ ملکانہ راجپوتوں کو شدھ کیا جائے شردھانند کے اس کوڑے نے کچھ دیر کے لئے مسلمانوں کو بیدار کیا جمعیۃ علمائے ہند کا قیام عمل میں آیا، الجمعیت کا اجرا ہوا (غالباً مودودی صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر مقرر ہوئے) جمعیت علمائے ہند نے اعلان کیا کہ وہ ملکانہ راجپوتوں

میں تبلیغ کے لیے .... مبلغ بھیجنے کا انتظام کر رہے ہیں اور اس کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے خاکسار نے اپنے احباب سے تقریباً چار ہزار روپیہ جمع کر کے بھجوائے نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اس افسوسناک حادثہ کے بعد خاکسار کانگریس کو شک کی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ گاندھی جی کا ذرا نزدیک سے مطالعہ کیا وہ ہندو قوم کے سچے خادم اور زعیم نظر آئے (مسلمان سیاسی زعما میں صرف قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم ہی نے انہیں اچھی طرح پہچانا) گاندھی جی کی کوششوں نے مسلمانوں کو اچھوتوں کے برابر لا کھڑا کیا، آہ یہ قصہ پارینہ بڑا دردناک ہے بہرحال کانگریس سے ہمدردی بالکل جاتی رہی۔ ادھر جمعیت علمائے ہند نے ہزارہا روپیہ اکٹھا کیا مگر تبلیغ کا کام کچھ نہ ہو سکا۔ آریہ اخبارات بڑے فخر سے شدھی کی خبریں شائع کرتے تھے جسے پڑھ پڑھ کر دل کڑھتا تھا۔

شمولیت سلسلہ کے ابتدائی مراحل

۱۰۔ ۱۹۲۵ء، میری زندگی کا اہم سال ہے۔ یہی وہ مبارک سال ہے جب تحریک احمدیت کی صحیح تصویر پہلی بار آنکھوں کے سامنے آئی۔ واقعہ یوں ہوا کہ جناب میاں محمد اسحاق صاحب پراچہ کی ڈیری فارم میں ایک صاحب جناب احمد گل پراچہ جن کا تعلق اس وقت جماعت احمدیہ لاہور سے تھا ملازم ہو کر تشریف لائے۔ تعارف اور دو ایک ملاقاتوں کے بعد احمدیت کا ذکر چھڑ گیا۔ میں نے اس سے قبل مخالفین سلسلہ کا لٹریچر دیکھا ہوا تھا، خصوصاً مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی تالیفات میں اس نافع الناس الہٰی تحریک کو دشمن انسانیت و اسلام نعوذ باللہ شیطانی تحریک سمجھتا تھا اور اسے "احمدیت" کے نام سے پکارنے کی بجائے "مرزائیت" اور "قادیانیت" کے ناموں سے منسوب کرتا رہتا تھا۔ ابتدا میں بھائی احمد گل سے خوب بحث رہی، خدا معاف کرے حضرت اقدس پر شدت سے حملے کرتا تھا۔ مگر احمد گل صاحب نہایت صبر و استقلال سے سوالات کا جواب دیا کرتے تھے، نیز انہوں نے میرے نام "پیغام صلح" جاری کرایا اور سب سے پہلے جو کتاب مجھے پڑھنے کے لئے دی اور میرے لئے منگوائی گئی وہ "حقیقۃ الوحی" تھی۔ آہستہ آہستہ مخالفت میں نرمی پیدا ہونے لگی۔ سوچ بچار کرتا رہا۔ ایک روز رات کو یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ نے وفات مسیح کا قائل کر دیا۔ حیات مسیح کے ماننے والوں کا عقیدہ ہے کہ وہ چوتھے آسمان پہ الآن کما کان بیٹھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو نحن اقرب الیہ من حبل الورید ہے وہ چوتھے آسمان پر تو نہیں بیٹھا وہ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ اور نور السموات والارض ہے وہ ہر جگہ موجود ہے ھو الاول ھو الآخر ھو الظاھر ھو الباطن ہے وہ الرافع ہے یہاں رافعک الیّ سے

مطلب بلندئ مرتبہ ہے نہ کہ رفع جسمانی۔ اس خیال سے تقرب بڑھتا گیا۔ سلسلہ کی کتب زیر مطالعہ رہیں۔ احمد گل صاحب کے ساتھ نماز بھی پڑھنے لگا۔ حضرت اقدس کو مجدد تسلیم کر لیا۔ اسی طرح چار پانچ ماہ گذر گئے ایک روز جمعہ کی نماز کے بعد احمد گل صاحب سے ملاقات ہوئی فرمایا کہ قادری صاحب میں نے آج حضرت میاں محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی کی بیعت کر لی اور آج نماز بھی ان کی جماعت کے ساتھ پڑھی" یہ سنتے ہی مجھے طیش آیا اور میں نے کہا "ھٰذا فراق بینی وبینک" اب معلوم ہوا کہ جماعت لاہور قادیانی جماعت میں داخل ہونے کا دروازہ اور جماعت قادیان بہائی مذہب میں داخل ہونے کا دروازہ ہے" اب پھر اسی پہلی حالت پر آ گیا۔ فرق صرف اتنا ہوا کہ مخالفت میں پہلے کی سی شدت نہ تھی۔ لیکن سلسلہ کے لٹریچر اور "پیغام صلح" کا مطالعہ چھوڑ دیا۔ اس دوران میں خدا ہدایت دے ڈاکٹر سیف الدین کچلو کو انکی "تحریک تنظیم مساجد" کا حال ہفتہ وار "تنظیم" کے ذریعہ سے جس کے ایڈیٹر عبدالمجید قرشی تھے معلوم ہوا۔ پچاس کے قریب بڑے بڑے علماء، سیاسی زعماء، اور مالداروں کے دستخطوں سے اس تحریک کو چلانے کے لئے ساٹھ ہزار روپے کی اپیل شائع ہوئی۔ خیال آیا کہ اسے بھی دیکھ لو۔ تحریک میں حصہ لیا، بغداد کے احباب سے ساڑھے چار ہزار روپیہ بھجوایا۔ اس وقت "تنظیم" میں یہ خبریں چھپتی رہیں، لیکن وائے افسوس یہ پچاس سربرآوردہ اشخاص کی اپیل پہ آٹھ ساڑھے آٹھ ہزار کی رقم اکٹھی ہو کر رہ گئی اور تحریک آگے چل نہ سکی نتیجہ یہ ہوا کہ کچلو صاحب دل برداشتہ ہو کر "سیف الدین" سے "سیف کمیونسٹ" بن گئے اور اب تک بنے ہوئے بھارت ماتا کی گود میں بیٹھے ہیں۔ جمع شدہ رقم پشاور میں نادر خان کو جو بعد میں نادر شاہ بادشاہ افغانستان ہوئے بچہ سقہ کے مقابلہ کے لئے دے دی گئی اور "تنظیم مساجد" ہمیشہ کے لئے دفن کر دی گئی۔ نادر خان کو یہ رقم چند لوگوں نے اپنی مرضی سے دی تھی جس کا ان دوسرے اشخاص کو بے حد صدمہ ہوا جو مجلس مشاورت کے ممبر تھے۔ مجھے مرحوم سید غلام بھیک نیرنگ صدر تبلیغ انبالہ نے خط لکھا کہ آپ کی طرف سے اس میں نصف کے قریب رقم آئی ہوئی ہے آپ وہاں سے آواز بلند کریں میں یہاں اس مقدمہ کی پیروی کروں گا میں چونکہ اس زمانہ میں جماعت احمدیہ لاہور سے وابستہ ہو چکا تھا، مجاہد اکبر محمد منظور الٰہی مرحوم سے دریافت کیا انہوں نے کہا کہ آپ اب اس معاملہ میں حصہ نہ لیں روپیہ کا جو حشر ہونے والا تھا وہ ہو چکا۔

قادیانی جماعت کا مطالعہ

۱۱۔ ۱۹۲۶ء میں جمعیت الاسلامیہ کے صدر مولوی عبداللہ صاحب کسی خاص وجہ سے قادیانی جماعت میں شامل ہو گئے۔ اس کا اثر اور لوگوں پر بھی پڑ رہا تھا۔

جماعت قادیان کی رد میں میرے پاس کوئی معقول لٹریچر نہ تھا، مخالفین سلسلہ کا لٹریچر بوجہ افترا پردازی اور تحریف وغیرہ کے اس قابل نہ تھا کہ اس کام کے لئے اس کا استعمال کیا جائے۔ اب میں نے پیغام صلح کے بند پیکٹ کھولے پڑھنا شروع کیا۔ بزرگان سلسلہ لاہور خصوصاً سیدنا امیر مرحوم کے رسالہ جات اور کتابوں کا مطالعہ۔ حضرت اقدس امام وقت کی کتب کا مطالعہ۔ حضرت میاں صاحب محترم، اور بزرگان جماعت قادیان کی کتب کا مطالعہ کرتا رہا۔ جماعت قادیان سے وابستہ لوگوں سے گفتگو بھی جاری تھی لیکن جماعت لاہور کا کوئی نمائندہ یہاں موجود نہ تھا اس لئے بغرض استفسارات لاہور لکھا۔ اس زمانہ میں امور خارجہ سے متعلق حضرت محمد منظور الٰہی رحمۃ اللہ علیہ خط و کتابت کیا کرتے تھے، انہوں نے تسلی بخش اور تشفی آمیز جوابات سے نوازا۔ "قادیانیت" کی رد میں کافی لٹریچر بھی بھجوایا میں خود بھی پڑھتا رہا اور دوستوں میں بھی تقسیم کرتا رہا۔

منظور الٰہی صاحب مرحوم کی خدمات

اب پھر دل و دماغ نے پلٹا کھایا اور وہ خیال کہ لاہوری جماعت قادیانی جماعت میں داخل ہونے کا دروازہ ہے دور ہو گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب جماعت احمدیہ کے ہر دو فریق کے اکابرین کی تحریرات پڑھ کر اور خدا کے فضل سے حق الیقین ہو گیا کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ برحق ہے اور اس کی صحیح نمائندگی اس وقت جماعت احمدیہ لاہور کر رہی ہے۔ حضرت مولانا امیر مرحوم کی تحریرات کے آئینہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاک و مطہر صاف و شفاف تصویر دیکھی۔ میرے محسن منظور الٰہی مرحوم نے بھی پورا پورا تعاون کیا۔ اس کا وجود جماعت کے استحکام کے لئے بڑا کام کر گیا مختلف ممالک میں جماعتوں کے قیام کا سہرا اسی کے سر ہے۔ بغداد کی جماعت بھی ان میں سے ایک ہے کاش اور دو چار منظور الٰہی جماعت کو خدا دیدے۔

شمولیت سلسلہ

۱۹۲۷ء کے اواخر تک سلسلہ کا لٹریچر مطالعہ کرتا رہا۔ آخر یقین محکم کے بعد مرکز کو بیعت کا کارڈ بھجوا دیا۔ بیعت کے بعد ایک عجیب انقلاب سے دوچار ہونا پڑا۔ دل صداقت سلسلہ حقہ سے لبریز۔ عمل پیہم کا شوق دامنگیر جمعیت الاسلامیہ کی مجلس مشاورت میں اپنی بیعت کا اعلان کیا اور دریافت کیا کہ کیا میں آپ کی جمعیت کا ممبر رہ سکتا ہوں۔ میرے اس اعلان سے میرے چند ایک دوست تو خوش ہوئے جن میں اس وقت کے صدر ڈاکٹر شاکر مجدی (جو ان دنوں لندن میں مقیم اور ووکنگ مسلم مشن سے پوری دلچسپی لیتے ہیں) بھی ہیں مگر خان صاحب و خان بہادر پارٹی کے اکثر احباب کے

والوں پر یہ اعلان سخت شاق گذرا لیکن مجلس مشاورت میں صدر محترم کی تقریر کے بعد اکثریت نے یہ فیصلہ کیا کہ ممبر رہ سکتا ہوں

مصائب و ابتلا

۱۳- بیعت کے بعد مخالف احمدیت روٹھ گئے جن میں خویش و اقربا بھی شامل تھے۔ کئی ایک ذاتی دشمنی پر بھی آمادہ ہو گئے۔ دکان کا کاروبار خراب ہو گیا۔ سخت نقصان ہوا۔ چار سالہ بچہ بالکل اچھا بھلا تندرست نمونیہ میں مبتلا ہو کر چار پانچ روز میں وفات پا گیا۔ اس کی وفات پر میری ہمشیرہ نے جو اس وقت یہاں موجود تھیں کہا کہ بھائی سلسلہ قادریہ کو چھوڑ کر احمدیت میں شامل ہونے کی وجہ سے یہ حادثہ پیش آیا ہے۔ میں نے نہایت صبر سے انہیں جواب دیا کہ ایسا نہیں ہے، یہ ابتلا آت ہیں، احمدیت سارے ان سلسلوں کا نچوڑ ہے جو بزرگانِ دین نے اپنے اپنے زمانہ میں ارشادِ خداوندی کے ماتحت قائم کئے تھے حضرت غوث الاعظم قطب ربانی تو اپنے زمانہ کے مجدد تھے۔

ان ابتلاؤں، کا سلسلہ تقریباً دو سال سے زیادہ عرصہ تک چلا۔ ان مصائب سے سلسلہ کی صداقت کی جڑیں قلب کی گہرائیوں میں مضبوط ہوتی چلی گئیں، اور تسکین قلب حاصل ہوا، ساری دنیا کی خاک چھاننے کے بعد گوہر مقصود حاصل ہوا ؎

سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفان کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

الحمد للہ

سلسلۂ تبلیغ

۱۴- طرز تبلیغ میں محمد منظور الٰہی مرحوم کی تقلید کی۔ بغداد۔ عراق تمام ممالک غربیہ یورپ کے اکثر ممالک افریقہ۔ ایشیا کے اکثر مُدن۔ برصغیر ہندوستان کے اکثر و بیشتر شہر۔ گاؤں و دیہات میں سلسلہ و اسلام کا لٹریچر بذریعہ پوسٹ بھیجتا رہا۔ جہاں خط و کتابت کی ضرورت پڑی اس سے کام لیا غرضکہ حضرت اقدس کے فرمان ؎

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جسکی فطرت نیک ہے وہ آئیگا انجام کار

اللہ کے فضل و کرم سے نتیجہ اچھا ہی نکلا۔ ارسال کردہ لٹریچر کا شکار کراچی میں ابراہیم آدم سچوانی ہے۔ پہلا پمفلٹ ملنے پر فقیر کو بہت بُرا بھلا کہا آخر سر تسلیم خم کر دیا۔ اس کے ایثار اور قربانیوں سے بزرگان سلسلہ واقف ہیں، بیروت میں ڈاکٹر مصطفےٰ خالدی اور جمیعہ شعبان بیروت کی سی اہلِ علم شخصیتیں مل گئیں مصر میں علماء ازہر کے اکثر کبار العلماء کے نظریہ بدل گئے۔ اخبارات اور رسالہ جات میں احمدی علم الکلام نظر آنے لگا۔ قاہرہ۔ بیروت۔ بغداد میں حضرت سیدنا امیر مرحوم کی کئی ایک کتب کے تراجم ہوئے۔ اخبارات میں اکثر مضامین نکلتے رہے۔ یہ سلسلہ اب بھی باوجود پاکستان و مقامی مخالفت کے جاری ہے۔

بغداد میں قیام جماعت اور اس کا ایثار

۱۵- ایک مختصر جماعت قائم ہوئی۔ ان پچھلے چار پانچ سال کو چھوڑ کر دیکھئے یہ جماعت ایثار و قربانی میں ہمیشہ پیش پیش رہی مرکز کی ہر تحریک پر لبیک کہا۔ پیغام صلح کے صفحات میں اس کا تفصیلاً ذکر آتا رہا ہے، مرکز کی دو تین تحریکات تو ایسی ہیں جن میں خصوصاً "سلسلہ تبدیلی" جو ختم کر دی جا رہی تھی لیکن بغداد کی عملی تائید نے اُسے ختم ہونے سے بچا لیا، اس کا ذکر میرے محبوب امیر مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خطبات اور تقاریر میں فرمایا ہے۔

احراری مخالفت کا اثر بغداد میں

۱۶- ۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۵ء اور ۳۶ء تک پنجاب میں احراریوں کی مخالفت کا یہاں بھی اثر پڑا جس میں اراکین جمعیت الاسلامیہ بغداد پیش پیش رہے آریہ بھی ان کے ساتھ ہو گئے کچھ عربوں پر بھی ان کا اثر پڑا ادھر مخالفت کا طوفان زور و شور سے اُٹھا ادھر جمعیت الاسلامیہ کے ہی کئی اراکین جماعت لاہور و قادیان میں شامل ہو گئے سلسلہ کے لٹریچر نے بڑا کام کیا جس میں خاص کر آئینۂ احمدیت مصنفہ مولانا دوست محمد صاحب کو پڑھکر کئی احباب سلسلہ میں شامل ہوئے ۱۹۳۷ء کے اوائل میں مخالفت میں کچھ کمی ہوئی۔

مسلم لیگ کی نمائندگی

۱۷- ۱۹۴۳ء سے مسلم لیگ کے دعایہ کا کام بھی کرتا رہا، اس وقت کا کراچی آفس مسلم لیگ اور جناب عبداللہ ہارون مرحوم اس کام سے واقف تھے۔ نیز مولانا جمال میاں صاحب بھی واقف ہیں مسلم لیگ کے دعایہ کا کام زیادہ تر اخبار۔۔۔ "ڈان" سے لیا گیا۔ ڈان تو اس وقت عالم وجود میں نہیں آیا تھا۔ پاکستان کے مطالبہ کی تجویز کے بعد یہ کام زور پکڑ گیا۔ اس زمانہ میں کانگریس کا یہاں بڑا زبردست پراپیگنڈا تھا۔ مہاراجہ مہندر پرتاب جاپان میں بیٹھ کر اخبار نکالا کرتے تھے وہ ہوائی جہاز سے ساری دنیا میں بھیجا جا رہا تھا۔ یہاں بھی مخصوص جگہوں پر آ کر کانگریس کا پروپیگنڈا ہوتا رہا۔ اس کے علاوہ کتابوں کے ذریعہ سے بھی کام لیا جاتا رہا۔ مسلم لیگ کے متعلق عوام کے اچھے خیالات نہ تھے ان کی غلط فہمیوں کے رفع کرنے کا کام بھی جاری رہا خدا کے فضل سے آخر اس میں بھی کامیابی حاصل ہوئی۔

بغداد میں قیام جمعیت اور تعمیر مسافرخانہ

۱۸- ۱۹۴۵ء میں سخت بیمار ہو گیا زندگی کی امید نہ تھی لیکن خدا کے فضل اور بزرگوں کی دعاؤں سے صحتیاب ہوا اسی سال کے اواخر میں چند دوستوں نے جن میں غیر از جماعت احباب بھی تھے بغداد میں قیام جمعیت کا ارادہ کیا، ساتھ ہی واردوں کی سہولت اور آرام کے لئے ایک مسافرخانہ کی تعمیر کی تجویز ہوئی۔ جمعیت کا قیام عمل میں آیا مسافرخانہ بھی تعمیر ہو گیا متفقہ طور پر خاکسار کو نائب صدر منتخب کیا گیا۔

یوم استقلال میری صدارت میں

۱۹۴۷ء میں ہندوستانی انٹیرم گورنمنٹ (دلی عبوری حکومت) سے تجارتی وفد آیا اس کے ساتھ مولانا جمال میاں بھی تھے۔ اُن سے ملنے کے بعد جمعیت کی طرف سے پاکستان کا زور شور سے پراپیگنڈا شروع کیا گیا ۱۹۴۸ء میں یوم استقلال کے جلسے میں پانصد کے قریب ہر طبقے کے اشخاص شامل ہوئے تھے جو میری صدارت میں منایا گیا ۱۹۴۷ء کے اکتوبر میں عزیزم محمد اقبال شیدائی یورپ، مصر و لبنان اور سوریہ سے ہوتے ہوئے بغداد پہنچے انکے اعزاز میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا اس میں موصوف کی تقریر ہوئی تقریر میں امرتسر کے "مذابح" کا ذکر اس دردناک پیرایہ میں کیا کہ لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اور اکثر خاص و عام لوگوں کی ہمدردی پاکستان کے ساتھ ہو گئی۔ اس کا ذکر انہی ایام میں لوکل اخبارات میں آ چکا ہے۔

جمعیت کا اختتام اور میرا تبلیغی کام

۱۹- ۱۹۴۸ء میں جمعیت کے اراکین میں اختلاف رونما ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جمعیت بند ہو گئی اور عمارت حکومت نے مصادرہ کر لی، یہ افسوسناک قصہ یہیں ختم ہونے کے قابل ہے۔

۲۰- خاکسار حسب استطاعت اپنا تبلیغی کام اپنی دکان پر بیٹھے ہوئے کرتا رہا۔ احباب سلسلہ کی ہمیشہ معاونت رہی۔ خدا انہیں خدمتِ دین اور سلسلہ کی مزید توفیق دے۔

بیماری اور دعاؤں کی ضرورت

۳ رجنوری ۱۹۵۴ء کو یکایک قلب پر سکتہ کا حملہ ہوا، زندگی تھی خدا نے بچا لیا۔ بیماری کے اس حملہ سے چار پانچ روز قبل حضرت مسیح موعود کو خواب میں دیکھا اس کا ذکر انہی ایام میں مولانا احمد یار صاحب کی خدمت میں بذریعہ خط کر دیا تھا۔ بیماری کا اثر اب تک ہے۔ ضعف بہت بڑھ گیا ہے کاروبار کرنے کے قابل نہیں رہا اکثر وقت گھر پر صرف ہوتا ہے ڈاکٹری علاج ہمیشہ جاری ہے زیادہ لکھا پڑھا نہیں جاتا۔ تنفس اور ضعف قلب ہر دو لاحق ہیں دعاؤں کی اشد ضرورت ہے۔ حافظہ پر زور دے کر یہ حالات قلمبند کر رہا ہوں۔ اس میں سے آپ جسے اشاعت کے قابل سمجھیں شائع فرما دیں۔

والسلام

خاکسار۔ تصدق حسین قادری
(بغداد)

حضرت حسانؓ بن ثابت

ایک عربی شعر سے متعلق غلط فہمی کا ازالہ

مرزا مظفر بیگ ساطع صاحب مبلغ اسلام لائلپور

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ حضور سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور شاعر تھے سرکار دو عالم صلعم بڑی رغبت سے اپنے اس نامور شاعر کا کلام سماعت فرماتے اور ارشاد ہوتا کہ حسان کو روح القدس کی تائید حاصل ہے۔ حضرت حسان دشمن اسلام کو آڑے ہاتھوں لیتے اور ان کے تیز و تند کلام کے آگے کوئی نہ ٹھہر سکتا ان کی زبان نے اعدائے اسلام کے خلاف وہی کام کر دکھایا جو کام حضرت علی رضہ و حضرت خالد رضی اللہ عنہما کی تلوار نے کیا۔ وہ فرماتے ہیں ؎

قَلْبٌ ذَكِيٌّ وَعَقْلٌ غَيْرُ ذِيْ رَذَلٍ
وَفِيْ فَمِيْ صَارِمٌ كَالسَّيْفِ مَأْثُوْرُ

خدا نے مجھے ایک ذہین دل اور شریف عقل دی۔ اور میرے منہ میں کاٹنے والی تلوار جیسی پُر تاثیر زبان عطا فرمائی۔

سرکار دو عالم صلعم کے دربار میں بنو تمیم کا ایک وفد حاضر ہوا اور بڑے فخر سے کہا کہ ہمارے خطیب عطارد بن حاجب اور ہمارے شاعر زبرقان بن بدر کے مقابلہ میں اپنا کوئی خطیب اور شاعر کھڑا کریں۔ اگر ہمارے خطیب اور شاعر کو شکست ہوگئی تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ سرکار دو عالم نے جہاں اپنا خطیب ثابت بن قیس کو قرار دیا وہاں اپنی طرف سے شاعر کی حیثیت سے حسان بن ثابت کو ہی کھڑا کیا۔ سرکار دو عالم کے خطیب اور شاعر نے بفضلِ خدا بنو تمیم کے خطیب اور شاعر کو میدان مقابلہ میں پچھاڑ دیا۔

اسی طرح سرکار دو عالم کے حضور حارث بن عوف جو اپنی قوم کا سردار تھا اپنے قبیلہ کی غداری پر معذرت کے لئے حاضر ہوا تو حضرت حسان نے اس کو دیکھتے ہی دو تلخ شعر کہے جن کو سن کر حارث بن عوف گھبرا اٹھا اور سرکار دو عالم سے عرض کیا:۔

"میں اپنی قوم کا تاوان خود ادا کروں گا۔ میں اس شخص کی ہجو سے بچنے کے لئے آپ سے پناہ چاہتا ہوں، یہ وہ شخص ہے جو اپنی زبان کی تلخی اگر سمندر میں ملا دے تو خدا کی قسم سمندر کا سارا پانی کڑوا ہو جائے"

حضور سرور کائنات صلعم کی وفات پر حضرت حسان رضہ نے یہ دردناک شعر پڑھا ؎

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ أُحَاذِرُ

تو میری آنکھ کی پتلی تھا میری آنکھ تجھ پر اندھی ہوگئی۔ اب جو چاہے تیرے بعد مر جائے مجھے تو تیرے مرنے کا ڈر تھا۔

اس دردناک شعر کے متعلق اکثر حضرات کو غلطی لگ گئی ہے کہ یہ شعر حضرت حسان رضہ کا ہے اور یہ غلطی ایک مستقل صورت اختیار کر گئی ہے۔ پچھلے دنوں کراچی کے ایک رسالہ "العلم" میں وہیں کے کالج کے ایک عربی پروفیسر صاحب کا مضمون شائع ہوا۔ ان پروفیسر صاحب نے بھی اپنے مضمون میں لکھ دیا کہ یہ شعر حضرت حسانؓ کا ہے۔ ہمارے سلسلہ کی مشہور کتاب "مجدد اعظم" میں بھی یہی لکھا گیا ہے کہ مندرجہ بالا شعر حضرت حسان رضہ کا ہے۔ مکتبہ احمدیہ مال روڈ لاہور سے شائع ہونے والے رسالہ "روح اسلام" کے تازہ شمارہ میں "مجاہد اعظم" کے عنوان کے تحت جو مضمون شائع ہوا ہے۔ اس میں بھی اسی غلطی کو دوہرایا گیا ہے کہ یہ شعر حضرت حسان رضہ کا ہے۔ غرض اس شعر کے متعلق عام مضمون نگار حضرات کو غلطی لگی ہوئی ہے اور وہ اس شعر کو حضرت حسانؓ سے منسوب کرتے چلے جا رہے ہیں حالانکہ یہ شعر حضرت حسان کا نہیں۔ دراصل یہ شعر ایک عرب عورت کا ہے۔ جس نے اپنے بیٹے کی وفات کے موقعہ پر یہ دردناک شعر اور اس کے ساتھ دوسرا شعر کہا تھا۔ دونوں شعر اس طرح ہیں ؎

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ أُحَاذِرُ

تو میری آنکھ کی پتلی تھا پس میری آنکھ تجھ پر اندھی ہو گئی۔ اب جو چاہے ...... تیرے بعد مر جائے مجھے تو تیرے مرنے کا ڈر تھا۔

لَيْتَ الْمَنَازِلَ وَالدِّيَارَ حَفَائِرٌ وَمَقَابِرُ
إِنِّيْ وَغَيْرِيْ لَا مُحَالَةَ حَيْثُ سِرْتَ نَصَائِرُ

کاش مکان اور گھر گڑھے اور قبریں بن جائیں میں اور دوسرے لوگ وہیں جائیں گے جہاں تو چلا گیا ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضہ نے ان ہی دو شعروں میں سے پہلا دردناک شعر سرکار دو جہاں صلعم کی وفات کے موقعہ پر پڑھ دیا تو غلطی سے یہ شعر آن کے نام سے شہرت پا گیا۔ خاتونِ جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی آنحضرت صلعم کی وفات کے موقعہ پر ایک شعر پڑھا تھا اور وہ شعر یہ تھا ؎

صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ أَنَّهَا
صُبَّتْ عَلَى الْأَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

مجھ پر ایسی مصیبتیں ڈالی گئیں کہ اگر وہ مصیبتیں دنوں پر ڈالی جاتیں تو وہ راتیں بن جاتے۔

لیکن یہ شعر بھی خاتونِ جنت کا اپنا نہیں۔ اسی طرح ایک موقعہ پر حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال سے متاثر ہو کر بے ساختہ یہ دو شعر پڑھ دیئے ؎

وَمُبَرَّءٍ مِنْ كُلِّ غُبَّرِ حَيْضَةٍ
وَفَسَادِ مُرْضِعَةٍ وَدَاءٍ مُغْضِلِ
وَإِذَا نَظَرْتَ إِلَى أَسِرَّةِ وَجْهِهِ
بَرَقَتْ كَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ

آپ ولادت اور رضاعت کی آلودگیوں سے پاک ہیں۔ جب آپ کے درخشاں چہرے پر نظر کرو تو معلوم ہوگا کہ نورانی اور روشن برق جلوہ دے رہی ہے۔

یہ دو شعر بھی حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے نہ تھے بلکہ ابو کبیر ہذلی شاعر کے تھے جو موقعہ اور محل کے لحاظ سے پڑھ دیئے گئے۔ ٹھیک اسی طرح حضرت حسانؓ بن ثابت رضہ نے بھی موقعہ اور محل کے لحاظ سے شعر زیر بحث پڑھ دیا تھا وہ شعر ان کا اپنا نہ تھا جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ وہ شعر ایک عورت کا تھا۔ البتہ ایک نکتہ یہاں قابل غور ہے اور وہ یہ کہ اپنے بیٹے کے مرنے پر اس عورت نے کہنے کو تو یہ کہہ دیا کہ تو میری آنکھ کی پتلی تھا اور اب تیرے مرنے کے بعد میری آنکھ اندھی ہوگئی ہے، خدا جانے وہ عورت اندھی ہوگئی تھی یا یہ صرف شاعرانہ مبالغہ اور اپنے رنج و الم کا انتہائی اظہار تھا لیکن حسان رضہ نے یہ شعر آنحضرت صلعم کی وفات پر چسپاں کیا کہ یہ شعر حقیقت حال بن گیا اور حضرت حسان آخری عمر میں اندھے بھی ہوگئے اور یوں اس شعر کی سچ مچ تصویر بن کر رہ گئے۔ وہ خود فرماتے ہیں ؎

إِنْ يَأْخُذِ اللّٰهُ مِنْ عَيْنَيَّ نُوْرَهُمَا
فَفِيْ لِسَانِيْ وَقَلْبِيْ مِنْهُمَا نُوْرُ

اگرچہ خدا نے میری دونوں آنکھوں سے نور لے لیا لیکن میری زبان اور دل کو اُن کے بجائے اپنے نور سے معمور فرمایا۔

حضرت حسان نے ساٹھ سال زمانہ جاہلیت اور ساٹھ سال زمانۂ اسلام میں گذارا کل عمر ایک سو بیس برس پائی۔ آپ کے والد ثابتؓ۔ دادا منذرؓ اور پردادا حرامؓ نے بھی ایک سو بیس برس کی عمریں پائیں ایک ہی خاندان کے چار بزرگوں کا یکے بعد دیگرے اس طرح ایک سو بیس برس کی عمر پانا حیران کن ہے۔

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

از مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری

(۴)

معراج کے کشف ہونے کے دلائل

اسبات کو ثابت کرنے کے بعد کہ معراج نبوی کو جسم عنصری کے ساتھ ماننے والوں کے قیاسات درست نہیں اب میں ذیل میں اس کے کشف ہونے کے دلائل پیش کرتا ہوں۔

قرآنی دلیل اور رؤیا کی عظمت شان

گذشتہ اقساط میں اس امر کو واضح کیا گیا ہے کہ قرآن کریم نے خود اسی سورۃ یعنی سورۃ بنی اسرائیل کے ع۶ میں ہی اس واقعہ کو رؤیا قرار دیا ہے، جیسا کہ فرماتا ہے وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس یعنی ہم نے نہیں بنایا اس رؤیا کو جو ہم نے تجھے دکھلایا مگر لوگوں کو کندن کرنے کا ذریعہ یعنی یہ رؤیا اپنے اندر تیری صداقت پر ایسے زبردست دلائل رکھتا ہے کہ اگر لوگ اس پر تعصب سے خالی دل سے غور کریں گے تو یہ رؤیا اُن کے دلوں کو پاک کرنے کا ذریعہ بن جائے گا میں حیران ہوں کہ رؤیا کو لوگ معمولی اور ادنےٰ سی چیز کیوں سمجھتے ہیں حالانکہ رؤیا کا اطلاق اگر عام مومنوں بلکہ کافروں کی خوابوں پر ہوتا ہے تو انبیاء علیہم السلام کو بھی لفظی وحی کے علاوہ جو کچھ دکھلایا جاتا ہے اس پر بھی رؤیا کا لفظ ہی بولا جاتا ہے جیسا کہ قرآن کریم نے اگر مصر کے کافر بادشاہ اور دو کافر اور بُت پرست قیدیوں کی خوابوں کے لئے رؤیا کا لفظ ہی استعمال فرمایا ہے دیکھو سورۃ یوسف ع۶ و ع۵۔ تو انبیاء علیہم السلام کی خوابوں پر بھی لفظ رؤیا کا ہی اطلاق کیا ہے جیسا کہ سورۃ صافات ع۳ میں حضرت ابراھیم علیہ السلام کے متعلق آتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں یا بُنیّ انی اریٰ فی المنام انی اذبحک یعنی اے میرے پیارے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں اور پھر جب بیٹے کی رضامندی سے اس کے گلے پر چھری پھیرنے لگے ہیں تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ونادیناہ ان یا ابراھیم قد صدقت الرؤیا یعنی ہم نے آواز دی اسے ابراھیم یقیناً تو نے اپنی رؤیا یعنی خواب کو سچا کر دکھلایا ہے اسی طرح اس نظارہ کو جو حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا سورۃ یوسف ع۱ و ع۱۱ میں رؤیا ہی قرار دیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا اذ قال یوسف لابیہ یا ابت انی رأیت احد عشر کوکباً والشمس والقمر رأیتھم لی ساجدین قال یا بُنیّ لا تقصص رؤیاک علیٰ اخوتک فیکیدوا لک کیداً ان الشیطان للانسان عدو مبین۔ یعنے جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو اپنے لئے سجدہ کرتے دیکھا ہے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اے میرے بیٹے اپنی اس رؤیا کو اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا۔ ورنہ وہ تمہارے خلاف کوئی تدبیر کریں گے یقیناً شیطان انسان کا کھلا کھلا دشمن ہے اس کے بعد حضرت یعقوب اس خواب کی تعبیر بتلاتے ہیں اور پھر ع۱۱ میں حضرت یوسف علیہ السلام خود اپنے اس نظارہ کے متعلق حضرت یعقوب علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں وقال یا ابت ھذا تاویل رؤیای من قبل قد جعلھا ربی حقًا اور کہا حضرت یوسفؑ نے اے میرے باپ یہ حقیقت ہے میرے رؤیا کی جو میں نے پہلے دیکھا تھا بلا ریب میرے ربّ نے میرے اس رؤیا کو سچا کر دکھایا ہے۔

علاوہ ازیں خود نبی کریم صلعم کی دو رؤیا کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے ایک تو یہی جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے اور دوسرے وہ جس کا ذکر سورہ الفتح ع۴ میں بدیں الفاظ موجود ہے لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ آمنین الخ

اب جبکہ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ مطلق رؤیا میں نبی۔ غیر نبی حتیٰ کہ کافر تک بھی شریک ہیں تو لامحالہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ گو دونوں کی رؤیا بھی ثابت ہوتی ہیں لیکن نبی اور غیر نبی کی رؤیاء کی شان میں فرق ضرور ہے درجہ اور شان کے لحاظ سے نبی کی رؤیا لازمًا ارفع و اعلیٰ ہوگی پس رؤیا کے بھی درجات و مراتب ہیں جن کو مدنظر رکھنا ضروری ہے دوسرے یہ کہ جب یہ ثابت ہے کہ وحی کے علاوہ انبیاء علیہم السلام کو رؤیا بھی ہوتی ہے حتیٰ کہ نبیوں کے سردار محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نبوت سے قبل اور بعد از نبوت رؤیا ہوتی رہی ہے تو ماننا پڑے گا کہ رؤیا کوئی معمولی چیز نہیں پس اگر معراج اور اسراء کے متعلق بھی یہ تسلیم کر لیا جائے کہ وہ بھی ایک رؤیا تھی تو اس سے اس کی عظمت وشان میں کوئی فرق نہیں آتا اس جگہ رؤیا الانبیاء وحی کو بھی مدنظر رکھنا چاہیئے جس میں نبیوں کے رؤیا کو وحی کا درجہ دیا گیا ہے۔

رؤیا کے متعلق ایک وضاحت

اسجگہ اس امر کی وضاحت کر دینا بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ یہ ضروری نہیں کہ رؤیا کو دیکھنے والا اپنی رؤیا کو بیان کرتے وقت یہ بھی ضرور کہے کہ میں نے یہ نظارہ رؤیا میں دیکھا ہے صرف اس کے لئے اتنا کہدینا ہی کافی ہے کہ میں نے ایسا دیکھا ہے اگر وہ ایسا امر ہے جس کا دیکھنا بالبداہت ظاہری حواس سے تعلق نہیں رکھتا تو سننے والا خود ہی سمجھ لیتا ہے کہ یہ شخص اپنی رؤیا بیان کر رہا ہے جیسا کہ حضرت یوسفؑ نے اپنی رؤیا بیان کرتے وقت یہ نہیں کہا کہ میں نے رؤیا دیکھی ہے بلکہ مطلق دیکھنے کا ہی ذکر کیا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ان کے الفاظ صاف ہیں وہ فرماتے ہیں انی رأیت احد عشر کوکباً والشمس والقمر رأیتھم لی ساجدین لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام نے اتنی بات سے ہی کہ تارے اور سورج اور چاند اس عالم ظاہر میں کسی انسان کو سجدہ نہیں کیا کرتے یہ سمجھ لیا کہ ان کا بیٹا اپنی رؤیا بیان کر رہا ہے پس اگر آیت اسراء میں رؤیا کا لفظ موجود نہ بھی ہو تب بھی نفس واقعہ ہی اس کے رؤیا ہونے پر دلیل ہے اور لیلًا کا لفظ اس پر صریح قرینہ بھی موجود ہے، پھر جس طرح حضرت یعقوبؑ نے بالصراحت حضرت یوسف کی رؤیا کو رؤیا قرار دیا ٹھیک اسی طرح اللہ تعالےٰ نے بھی دوسری جگہ واقعہ اسراء کو صریح لفظوں میں رؤیا بتلا کر حقیقت پر سے پردہ اُٹھا دیا اور واضح کر دیا کہ حضرت نبی کریم صلعم نے جو کچھ بھی دیکھا ہے اس کا تعلق ظاہری حواس سے قطعًا نہیں کیونکہ رؤیا کا لفظ عربی زبان میں ظاہری آنکھ پر کبھی نہیں بولا جاتا اس کے لئے رؤیۃ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

رؤیا کا اطلاق

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ رؤیا کا اطلاق محض خواب پر ہی نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالےٰ کے جو بھی طرق اپنے کسی بندہ کو کسی امر کے متعلق علم دینے کے ہیں یعنی خواب، کشف، الہام سب پر ہی اس کا اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات اس پر واضح دلیل ہے، یہ بات اظہر من الشمس ہے اور جس کی واقعات بھی تصدیق کرتے ہیں کہ مبشرات میں خواب، کشف الہام۔ سب شامل ہیں جیسا کہ اولیاء کے تجارب

اسی پر شاہد ناطق ہیں۔ لیکن رسول کریم صلعم نے مبشرات کی تشریح میں رؤیائے صالحہ کے الفاظ ہی استعمال فرمائے ہیں جن سے اس تشریح سے رؤیا کے معنی واضح ہو جاتے ہیں۔

احادیث سے واقعہ معراج کے کشف ہونیکا ثبوت

گذشتہ اقساط میں یہ بات واضح کی جا چکی ہے کہ جس طرح قرآن کریم میں واقعہ معراج کے متعلق رؤیا اور ما کذب الفواد ما رائی کے الفاظ صراحت سے وارد ہوئے ہیں اسی طرح احادیث میں بھی صراحت سے فیما یری قلبہ وتنام عینہ ولا ینام قلبہ اور واستیقظ وھو فی المسجد الحرام اور بین النائم والیقظان کے الفاظ وارد ہوئے ہیں جو کھلی کھلی دلیل ہیں واقعہ معراج کے کشف اور رؤیا ہونے پر۔ اب ذیل میں میں ان نظاروں سے جو آنحضور صلعم کو معراج اور اسراء کے وقت دکھلائے گئے ثابت کرتا ہوں کہ ان کا تعلق ظاہری حواس سے ہو ہی نہیں سکتا۔

پہلا نظارہ

ان نظاروں میں سے جو اس واقعہ کے رؤیا ہونے پر بالصراحت دلالت کر رہے ہیں ایک نظارہ یہ ہے کہ آنحضور صلعم فرماتے ہیں کہ میں مکہ میں تھا کہ ایک رات میری چھت کو پھاڑا گیا اس سے جبرئیل نیچے اترے اور میرے سینہ کو پھاڑا پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا پھر وہ سونے کا ایک طشت لایا جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا پھر اسے میرے سینے میں انڈیل دیا، دوسری روایت میں ہے سینہ پھاڑ کر میرا دل نکالا اور اسے زمزم کے پانی سے دھو کر دوبارہ اس کی جگہ پر اسے رکھ دیا۔

اس نظارے میں تین چیزیں قابل غور ہیں، اول جبرئیل کا چھت پھاڑ کر آنا، دوم سینہ پھاڑ کر دل کا نکالنا سوم طشت کا حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا ہونا یہ تینوں امور ایسے ہیں جن کا تعلق عالم ظاہر سے نہیں بلکہ عالم تمثیل سے ہی ہو سکتا ہے، اول جبرئیل کو چھت پھاڑ کر آنے کی کیا ضرورت تھی جبرئیل تو اس سے قبل بھی آنحضور صلعم کے پاس آتا جاتا تھا اور اس کے بعد بھی آتا رہا، کیا وہ ہمیشہ چھت پھاڑ کر آیا کرتا تھا، پھر حدیث میں یہ تو مذکور نہیں کہ اس چھت کو دوبارہ درست کر کے اس کو اس کی اصل حالت پر لایا گیا ہو، اس لئے اگر وہ چھت پھاڑی گئی تھی تو سب کو اسی حالت میں نظر آنی چاہیئے تھی۔ پس اس کا ظاہر میں صحیح سالم رہنا واضح دلیل ہے اس بات پر کہ جو کچھ دیکھا گیا وہ عالم تمثیل سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ عالم ظاہر سے اور عالم تمثیل سے جن امور کا تعلق ہوتا ہے اسکو ظاہری آنکھ نہیں بلکہ باطنی آنکھ دیکھتی ہے اور اس کا تعلق عالم رؤیا اور کشف سے ہے،

دوم دل کا سینہ سے باہر نکال لینا اس کا تعلق بھی عالم تمثیل سے ہی ہو سکتا ہے ورنہ اگر واقعی دل نکال لیا گیا تھا تو آنحضور زندہ کس طرح رہ سکتے تھے پھر اس کو دوبارہ اس جگہ رکھنے کا مشاہدہ اس ظاہری آنکھ سے کس طرح کر سکتے تھے

سوم۔ تیسرا امر تو بالصراحت عالم تمثیل کا ہی ہو سکتا ہے کیونکہ حکمت اور ایمان تو مادی اشیاء نہیں جو کسی طشت میں بھری جا سکیں یہ تو معنوی اشیاء میں سے ہیں جن کا مادی وجود کوئی نہیں اور یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ معنوی اشیاء رؤیا اور کشف میں تو مادی وجود میں ممثل ہو کر نظر آ جاتی ہیں لیکن ظاہری آنکھ انہیں مجسم حالت میں نہیں دیکھ سکتی پس اس نظارے کے یہ تینوں اجزاء واقعہ معراج کے کشف ہونے پر کھلی کھلی دلیل ہیں۔

دوسرا نظارہ

آنحضور صلعم کو یہ دکھلایا گیا کہ آپ کے سامنے دو برتن رکھے گئے۔ ایک شراب کا تھا اور دوسرے میں دودھ تھا اور آپ کو اختیار دیا گیا کہ ان دونوں میں سے جس کو چاہیں پی لیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دودھ کا پیالہ پی لیا اس پر جبرئیل نے کہا آپ نے فطرۃ کو اختیار کیا اگر آپ شراب کا پیالہ پیتے تو آپ بھی گمراہ ہوتے اور آپ کی امت بھی گمراہ ہوتی اب آپ کی امت فطرۃ صحیحہ پر قائم رہے گی، اسی طرح ایک روایت میں پانی کے پیالہ کا بھی ذکر ہے اور اس کے متعلق جبرئیل نے کہا کہ اگر آپ اسے پیتے تو آپ بھی غرق ہوتے اور آپ کی امت بھی غرق ہوتی۔

اب یہ ظاہر ہے کہ اگر ان چیزوں کا تعلق ظاہر سے ہے تو کسی شخص کے ظاہری دودھ پینے سے نہ وہ خود ہدایت یافتہ ہو سکتا ہے اور نہ اس کے ذریعہ کوئی دوسرا شخص ہدایت پا سکتا ہے اسی طرح ظاہری پانی پینے سے نہ خود پینے والا غرق ہوتا ہے نہ اس کے ذریعہ کوئی دوسرا شخص غرق ہوتا ہے اس کا تعلق بھی عالم تمثیل سے ہی ہے اور خود جبرئیل نے تعبیر کر کے بتلا دیا ہے کہ یہ کشف تھا۔

تیسرا نظارہ

عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلعم قال اتیت بالبراق وھو دابۃ ابیض طویل فوق الحمار ودون البغل یضع حافرہ عند منتھی طرفہ قال فرکبت حتی اتیت بیت المقدس قال فربطتہ بالحلقۃ التی یربط بہ الانبیاء یعنی حضرت انس رض سے روایت ہے کہ نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ میرے پاس براق لایا گیا اور وہ ایک سفید رنگ اور لمبے قد کا جانور تھا جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا، جہاں تک نظر کام کر سکتی تھی وہاں اس کا قدم پڑتا تھا میں اس پر سوار ہو گیا یہاں تک کہ میں بیت المقدس پہنچ گیا وہاں پہنچ کر میں نے اسے اس حلقہ سے باندھ دیا جس حلقہ کے ساتھ انبیاء علیہم السلام باندھا کرتے ہیں

اگر اس نظارہ کا تعلق ظاہری عالم کے ساتھ ہے تو وہ حلقہ جس کے ساتھ تمام انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے براق باندھا کرتے تھے اور جس کیساتھ نبی کریم صلعم نے بھی اپنا براق باندھا وہاں موجود ہونا چاہیئے اور سب کو نظر آنا چاہیئے لیکن چونکہ کسی ایسے حلقہ کا کوئی ظاہری وجود نہیں اس لئے ثابت ہوا کہ یہ بھی عالم کشف کا ہی نظارہ تھا اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضور صلعم سے قبل تمام انبیاء کو بھی براق پر سوار کرا کر اگر تمام آسمانوں کی نہیں تو کم از کم بیت المقدس کی ضرور سیر کرائی گئی ہے اور ان کے اسراء یا معراج کے متعلق کوئی بھی نہیں مانتا کہ وہ ان کے اجسام عنصری کے ساتھ وقوع میں آتا رہا ہے پس نبی کریم صلعم کے معراج کو کیوں نیا رنگ دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔

قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق تو صریح آتا ہے وکذالک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین (الانعام ع ۹) یعنی ہم اسی طرح ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی ملکوت دکھلاتے رہے تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔ غور فرمائیں کیا یہ آسمانوں اور زمین کی سیر جسم عنصری کے ساتھ تھی اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیر کو بھی اسی پہ قیاس کر لیا جائے اسے کیوں انوکھی طرز کی سیر قرار دیا جاتا ہے۔

چوتھا نظارہ

ان نظاروں میں سے یہ ہے کہ آنحضور صلعم کو جاتی دفعہ راستہ میں ایک بڑھیا دکھلائی گئی اور جبرئیل نے خود اس کی یہ تعبیر کی کہ بڑھیا سے مراد دنیا ہے اگر واقعہ معراج رؤیا کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا تھا تو تعبیر کا کیا محل تھا۔

پانچواں نظارہ

یہ ہے کہ نبی کریم صلعم فرماتے ہیں انہ رائی اربعۃ انھار نھران ظاھران ونھران باطنان فقلت یا جبرئیل ما ھذہ الانھار فقال اما النھران الباطنان فنھران فی الجنۃ واما الظاھران فالنیل والفرات یعنی نبی کریم صلعم فرماتے ہیں کہ میں نے آسمان پر چار دریا دیکھے دو دریا تو ظاہری تھے اور دو دریا باطنی میں نے جبرئیل سے دریافت کیا یہ دریا کیسے ہیں اس نے جواب دیا باطنی دو دریا تو جنت کے ہیں اور ظاہری دو دریا نیل اور فرات ہیں۔ اب اگر واقعہ معراج کو عالم تمثیل سے متعلق نہ قرار دیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ کسی وقت

دریا سے تیل اور عزات زمین پر سے اُٹھ کر آسمان پہ چلے گئے تھے اگر ایسا ہوا تھا تو زمین پہ کہرام مچ جاتا اور ایسا واقعہ تاریخ کے صفحات کی زینت بنا ہوا ہوتا لیکن تاریخ کا اس علم سے بے خبر ہونا صاف بتلا رہا ہے کہ روئے زمین پر ایسا کوئی واقعہ ہوا ہی نہیں عالم تمثیل میں بیشک ایسا بارہا مشاہدہ میں آتا رہتا ہے کہ ایک چیز اپنی جگہ پہ قائم بھی رہتی ہے اور وہ منتقل ہو کر دوسری جگہ بھی نظر آجاتی ہے۔

چھٹا نظارہ

آسمان کی سیر کا ذکر کرتے ہوئے رسول کریم صلعم فرماتے ہیں ثم عرج بي حتى ظهرت بمستوى اسمع فيه صريف الاقلام یعنی جبرائیل مجھے آسمانوں پر چڑھاتے چلا گیا یہاں تک کہ میں ایسے مقام پر جا پہنچا جہاں میں قلموں کی چڑ چڑ کی آواز سن رہا تھا۔

اب ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ہاں جو امور ریکارڈ ہوتے ہیں وہ ان ظاہری قلموں سے تو نہیں ہوتے کہ ان کی چڑ چڑ کی آواز انسان کو سنائی دے پس یہ بھی عالم تمثیل کا واقعہ ہی ہو سکتا ہے جس کا تعلق کشف کے ساتھ ہے۔

ساتواں نظارہ

وہ ہے جس میں آنحضرت صلعم نے حضرت موسیٰ کو روتے اور حضرت آدم کو روتے اور ہنستے دیکھا اور ظاہر ہے کہ ہنسنے اور رونے کا تعلق جسم عنصری کے ساتھ ہے اور وہاں یہ جسم موجود نہیں پس نبی کریم صلعم کی آنکھ بھی جس نے یہ نظارہ دیکھا ظاہری آنکھ نہیں ہو سکتی پس جیسا کہ وہ رونا اور ہنسنا بھی باطنی عالم سے تعلق رکھتا ہے ویسے ہی اس کو دیکھنے والی آنکھ بھی باطنی آنکھ ہی ہو سکتی ہے۔

آٹھواں نظارہ

آنحضور صلعم کو یہ دکھلایا گیا کہ حضور نے بیت المقدس میں تمام انبیاء کی نماز میں امامت کرائی، اب ظاہر ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام تو اپنے اپنے جسم عنصری اس زمین پہ چھوڑ گئے ہوئے ہیں ان کی ارواح ہی اوپر گئیں ہیں اب جو وہ بیت المقدس میں نبی کریم صلعم کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے آئے تو کونسے اجسام کے ساتھ آئے ظاہر ہے کہ وہ ان نورانی اجسام کے ساتھ ہی آئے جو ان کی ارواح مطہرہ کو مرنے کے بعد ملے بعینہٖ اسی طرح نبی کریم صلعم بھی اسی نورانی جسم کے ساتھ وہاں پہنچے جو عالم کشف میں صاحب کشف کو عطا ہوتا ہے نہ کہ جسم عنصری کے ساتھ۔

نواں نظارہ

آنحضور صلعم نے یہ بتلایا ہے کہ معراج میں جہاں اور آیات آپ کو دکھلائی گئیں وہاں عیسیٰ بھی دکھلائے گئے اور ساتھ ہی دجال بھی دکھلایا گیا، گویا امت کا وہ عظیم الشان مجدد بھی دکھلایا گیا جس نے مسیح کے لقب سے ملقب ہونا تھا اور جس کے ہاتھ پر دجال کا فتنہ فرو ہوگا اور ساتھ ہی وہ سب سے بڑا فتنہ گر بھی دکھلایا گیا جس کے فتنہ سے بڑھ کر از آدم تا قیامت کوئی فتنہ نہیں اور جو دجال کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور ان دونوں کو ان آیات میں سے قرار دیا ہے جن کا ظہور آخری زمانہ میں مقدر ہے۔ اس کی تفصیل بھی بعد کی اقساط میں انشاء اللہ آئیگی اور دجال اور اس کے قاتل مسیح کے متعلق صریح الفاظ حدیث میں وارد ہیں کہ یہ دونوں رؤیا میں دکھلائے گئے جیسا کہ فرمایا اراني الليلة في المنام عند الكعبة الخ - حدیث میں فی المنام کے الفاظ ایسے واضح ہیں کہ کسی شک کی گنجائش باقی رہنے ہی نہیں دیتے۔

مندرجہ بالا نو نظارے ایسے ہیں جن میں سے کسی ایک کا تعلق بھی ظاہری آنکھ سے نہیں ہو سکتا بلکہ ہر ایک کا تعلق باطنی آنکھ سے ہی ہے اور جن میں سے ہر ایک پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ واقعہ معراج کا تعلق عالم کشف سے ہی ہے۔

چند متفرق ثبوت

ان کے علاوہ چند متفرق ثبوت بھی ہیں جن کا بیان ذکر کر دینا بھی خالی از فائدہ نہیں، پہلا ثبوت تو وہی ہے جس کا ذکر میں پہلے بھی کر چکا ہوں کہ جب نبی کریم صلعم کی آزمائش بیت المقدس کے متعلق بعض تفاصیل دریافت کرنے کے ذریعہ کی گئی تو آنحضور صلعم پر حالت کشف طاری ہو گئی اور وہیں کھڑے کھڑے بیت المقدس آنحضور صلعم کے سامنے لایا گیا اور آپ نے دریافت کردہ تمام تفاصیل درست بتلا دیں۔

دوسرا ثبوت یہ ہے کہ دوسری احادیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ جب آپ کسوف کی نماز پڑھ چکے تھے اس سے فارغ ہو کر آپ نے اسماء بنت ابی بکر کو فرمایا ما من شئی کنت لم اره الا وقد رأيته في مقامي هذا حتى الجنة والنار یعنی کوئی چیز ایسی نہیں جسے میں نے پہلے نہیں دیکھا ہوا تھا مگر میں نے اسے اپنے اس مقام میں یعنی نماز پڑھتے پڑھتے دیکھ لیا ہے یہاں تک کہ جنت اور دوزخ بھی دیکھ لئے، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت اور دوزخ آپ نے پہلے نہیں دیکھے ہوئے تھے حالانکہ معراج کی حدیث میں جنت کے دیکھنے کا ذکر موجود ہے بظاہر یہ تضاد نظر آتا ہے لیکن حقیقتاً کوئی تضاد نہیں، اس کی تفصیل .. کسی دوسری قسط میں انشاء اللہ کی جائے گی۔ سر دست میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس قسم کے نظارے جو انسان کو دکھلائے جاتے ہیں وہ عالم کشف میں ہی دکھلائے جاتے ہیں، عالم ظاہر سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ معراج میں بھی جو یہ نظارے آنحضور صلعم کو دکھلائے گئے وہ بھی عالم کشف میں ہی دکھلائے گئے تھے۔

تیسرا ثبوت یہ ہے کہ معراج کی رات نبی کریم صلعم کا اللہ تعالےٰ کو دیکھنا ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ کی زیارت کے متعلق دوسری حدیث میں صراحت سے مذکور ہے کہ یہ ملاقات عالم کشف میں مدینہ میں ہی آسمان پہ نہیں بلکہ اسی زمین پر ہوئی چنانچہ آنجناب صلعم فرماتے ہیں انی قمت من اللیل فصلیت ...... فاذا انا بربی فی احسن صورة ...... فرأیت وضع کفہ بین کتفی حتی وجدت برد انامله بين صدری۔ ظاہر ہے کہ وہ کتف جس پہ اللہ تعالےٰ کا کف پڑا وہ جسم عنصری والا کتف نہ تھا اور نہ وہ صدر جس میں اللہ تعالےٰ کی انگلیوں کی ٹھنڈک محسوس ہوئی وہ جسم عنصری والا صدر تھا نہ خدا کی انگلیاں مادی تھیں اور نہ ہی خدا کا کف مادی تھا یہ سب عالم تمثیل کے ہی نظارے ہو سکتے ہیں جو عالم کشف سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ باقی آئندہ انشاء اللہ وبتوفیقہ

مصلح موعود کی پیشگوئی پر ایک نظر

عبد الغنی صاحب پشاور

۱۔ لوگوں کا عام قاعدہ ہے کہ اپنے ایک موقف میں کمزوری دیکھتے ہیں تو اپنا موقف بدل دیتے ہیں، سوائے انبیاء اور ماموریں کے جن کا موقف ایک مضبوط چٹان کی شکل میں ہوتا ہے جس کو کوئی سیلاب اپنی جگہ سے نہیں ہٹا سکتا۔ حضرت مسیح موعود کے دعوئے مجددیت کے آغاز میں بڑے بڑے علماء کا موضوع بحث حیات مسیح ناصری تھا لیکن جوں جوں وقت گذرتا گیا ... یہ مورچہ گرتے گرتے منہدم ہو گیا اور غیر احمدی علماء کے جدید طبقہ نے دیکھا کہ اس موقف پر وہ نہیں ٹھیر سکتے۔ تو اس کو چھوڑ کر دوسرا موضوع اختیار کر لیا جس طرح ایک شکست خوردہ فوج ایک مورچہ سے پسپا ہو کر اور بھاری اسلحہ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ اڈہ بنا کر مقابلہ کی کوشش کرتی ہو، اسی طرح اب غیر احمدیوں نے حیات مسیح اور نزول مسیح کی بحث کو چھوڑ کر احادیث نبوی کا بھی جن میں مسیح ناصری اور مسیح محمدی کے حلیے تک بیان کئے گئے ہیں انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ حضرت مرزا صاحب کے دعوے مجددیت کو جھٹلانے کے لئے حدیث مجدد کو بھی وضعی قرار دیدیا۔ دلیکن ان کا انکار ہم تب مانیں گے جب پہلے بزرگوں کو جنہوں نے دعویٰ مجددیت کیا (معاذ اللہ) جھوٹا اور کذاب قرار دیں جیسے کہ اُن کے عہد کے لوگوں نے کیا۔

۲۔ اسی طرح ہمارے اہل ربوہ احمدی بھائیوں نے جب تک وہ قادیان میں رہتے تھے یہ موقف اختیار کیا تھا کہ حضرت مرزا صاحب نبی تھے اور ان کا منکر کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے لیکن چالیس سال کے طویل عرصہ تک اس موضوع پر بحث و مباحثہ کرنے کے بعد غیر احمدیوں کی طرح انہوں نے بھی اپنا موقف بدلا اور حضرت صاحب کی دعویٰ نبوت سے انکار کرتے ہوئے یہ اعتراف کر لیا کہ آپ کا منکر دائرہ اسلام سے خارج نہیں۔ جناب میاں محمود احمد صاحب کے اس عدالتی بیان دینے کے بعد کہ حضرت میرزا صاحب ایسے نبی ہیں جن کا منکر کافر اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں جماعت ربوہ کے دوستوں نے یہی کہنا شروع کیا کہ اب تو ہم میں اور آپ میں فرق نہیں، آؤ ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ اور ہم سے مل کر کام کرو، جس کا ہم یہ جواب دیتے تھے کہ آپ لوگوں نے اپنا موقف چھوڑ کر ہمارا موقف اختیار کیا ہے اس لئے آپ ہم سے مل کر کام کریں نہ کہ ہم آپ سے مل کر کام کریں اور اس کے کچھ عرصہ بعد پھر انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ جناب میاں صاحب کا بیان مصلحت پر مبنی تھا۔ اور جب اُن سے پوچھا جاتا کہ انہوں جھوٹ بولا ہے تو کہدیتے نہیں مصلحتاً یہ بیان دیا ہے اور پھر تعجب ہے کہ ان کو مصلح موعود بھی مانتے ہیں۔ دوسرا موقف ان کا یہ تھا کہ چونکہ حضرت میرزا صاحب نبی تھے اس لئے ان کے بعد سلسلہ خلافت ضروری ہے، حالانکہ آیت استخلاف کے ماتحت تو حضرت میرزا صاحب نے رسول اکرمؐ کا خلیفہ ہونے کا دعوےٰ کیا اور کسی غیر مامور خلیفہ کا اس میں ذکر نہیں۔ ہاں چہار خلفائے راشدہ کی خلافت بھی آیت استخلاف کے ماتحت قرار دی اور وہ بھی صرف تمکین دینے کے لئے، جیسے تو میاں محمود احمد صاحب بھی اس کو مانتے ہیں اور اپنی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ:۔

"شرعی کلام جب تک اپنے ابتدائی ایام میں ایک حکومت کے ساتھ متعلق نہ ہو اس کی تعلیم کے عملی حصہ کی تو بیاں پوری طرح ظاہر نہیں ہو سکتیں"

لیکن اب حضرت میرزا صاحب کی نبوت کے متعلق جو موقف بدل دیا تو لازماً اور نتیجۃً خلافت کا مورچہ بھی دفاعی حیثیت کھو بیٹھا اس لئے اب قادیانی احباب میاں محمود احمد صاحب کی خلافت پر اتنا زور نہیں دیتے جتنا کہ اُن کے مصلح موعود ہونے پر زور دیتے ہیں اور چند سالوں سے مصلح موعود تو مانتے ہیں لیکن خلافت ڈٹ سے نہیں مناتے۔

۳۔ اب میں مصلح موعود کی پیشگوئی کے متعلق کچھ عرض کرونگا، یہ تو دونوں جماعتوں کے احمدی احباب کو معلوم ہوگا کہ جناب میاں صاحب اس مسئلہ کے موجد تھے کہ حضرت صاحب اپنی نبوت کو نہیں سمجھے اور اس پر اعتراضات کی بوچھاڑ پڑی تو فرمایا کہ حضرت میرزا صاحب نبوت کی تعریف میں غلطی کرتے رہے اور ایک سال دو سال نہیں بلکہ دعوئے ماموریت سے لے کر سن ۱۹۰۱ء تک تقریباً انیس برس تک انہیں سمجھ نہ آئی اور جب بقول میاں صاحب سمجھ آ گئی تو صرف سات سال زندہ رہے۔ اب مصلح موعود کے متعلق سنیں:۔

۴۔ مصلح موعود کی پیشگوئی کی بنیاد حضرت مسیح موعود کے اشتہار مورخہ ۲۰ ۲/۸۶ پر ہے جس کا خلاصہ بقدر ضرورت مضمون درج ذیل ہے:۔

"تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا ایک ذکی غلام تجھے ملے گا وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل سے ہوگا خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے، اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے وہ نور اللہ ہے مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا وہ صاحب شکوہ و عظمت اور دولت ہوگا وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت اور غیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے وہ سخت ذہین اور فہیم ہوگا اور علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائے گا وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلا کان اللہ نزل من السماء جس کا نزول مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا نور آتا ہے نور۔"

۵۔ ابھی بشیر پیدا نہیں ہوا تھا تو قادیان کے دو رہنے والوں نے خبر اڑا دی کہ وہ شروع فروری ۱۸۸۶ء میں پیدا ہو چکا ہے۔ چنانچہ اس کے جواب میں حضرت صاحب نے ۲۲ ۳/۸۶ کو اشتہار دیا جس کا خلاصہ یہ ہے:۔

"چونکہ اس عاجز نے اشتہار مورخہ ۲۰ ۲/۸۶ پر جس میں ایک پیشگوئی دربارہ تولد ایک فرزند صالح ہے جو بہ صفات مندرجہ اشتہار پیدا ہوگا دو شخص سکنہ قادیان نے .... یہ دروغ بے فروغ برپا کیا کہ ہماری انست میں عرصہ ڈیڑھ ماہ سے صاحب مشتہر کے گھر میں لڑکا پیدا ہو گیا ہے۔"

اس خبر کی تردید حضرت مسیح موعود یوں فرماتے ہیں کہ:۔

"ابھی تک جو ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء ہے ہمارے گھر میں کوئی لڑکا بجز پہلے دو لڑکوں کے جن کی عمر ۲۰۔ اور ۲۲ سال سے زیادہ ہے پیدا نہیں ہوا"۔ (نوٹ:۔ یہ دو لڑکے میرزا سلطان احمد اور فضل احمد پہلی بیوی سے تھے جن کو حضرت صاحب نے عاق کر دیا تھا)

۶۔ ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کو حضرت صاحب نے اشتہار شائع کیا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ ایک لڑکا عنقریب پیدا ہوگا لیکن یہ واضح نہیں ہوا کہ یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا (وہی لڑکا سے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار والا مراد ہے)۔

۷۔ ۷ اگست ۱۸۸۷ء کو پھر اشتہار شائع کیا کہ:۔

"خدا کے فضل سے وہ لڑکا پیدا ہوا ہے جس کے متعلق ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کو اشتہار دیا تھا۔"

۸۔ ۱۵ جولائی ۱۸۸۸ء کو حضرت صاحب نے پھر ایک اشتہار شائع کیا کہ:۔

"سب ضرورتوں کو خدا تعالیٰ نے پورا کر دیا اولاد بھی عطا کی اور ان میں وہ لڑکا

بھی جو دین کا چراغ ہوگا بلکہ ایک اور لڑکا ہونیکا قریب مدت تک وعدہ دیا جس کا نام محمود ہوگا اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا۔

(۹) ... بشیر اول جب ۴ر نومبر ۱۸۸۸ء کو فوت ہوگیا اور مخالفوں نے شور و غوغا برپا کیا تو حضرت نے یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو اشتہار شائع کیا جو سبز کاغذ پر تھا اور سبز اشتہار سے مشہور ہے جس میں انہوں نے یہ جواب دیا کہ ہم نے کب اور کس الہام کو شائع کیا تھا کہ یہ لڑکا۔ جو فوت ہوگیا ہے وہی مصداق ان تعریفوں کا ہے جو اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء میں کی گئی ہیں، اگرچہ اس لڑکے کا نام مبشر اور بشیر اور نور اللہ اور چراغ دین وغیرہ اسماء کا بلحاظ ذاتی روشنی فطرت کے رکھے گئے تھے لیکن ہم نے کسی جگہ قطعی طور پر نہیں لکھا کہ یہ وہی پسر موعود ہے اگر لکھتے بھی تو ایک اجتہادی غلطی ہوسکتی تھی۔

(۱۰) ا۔ آگے چل کر آپ لکھتے ہیں کہ پیشگوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی دپہلے حضرت صاحب ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی ایک لڑکے کے متعلق خیال کرتے تھے۔ جیسا کہ فقرہ نمبر ۵ سے ظاہر ہے۔ اب فرماتے ہیں یہ پیشگوئی دو لڑکوں کے متعلق تھی۔

ب۔ اس عبارت تک کہ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے اور اس کے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔ دیکھو خلاصہ اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء جو فقرہ نمبر ۶ میں دیا گیا ہے۔ اور ۱۵ر جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں آپ اس کو دو لڑکوں پر چسپاں فرماتے ہیں۔

ج۔ سبز اشتہار میں بھی میاں محمود احمد صاحب کے متعلق یہ نہیں لکھا کہ وہ مصلح موعود ہوگا بلکہ لکھا ہے کہ دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا۔ حاشیہ نمبر ۵ اور پھر سبز اشتہار کے حاشیہ نمبر ۶ پر فرماتے ہیں۔ ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار کا پہلا حصہ پسر متوفی بشیر کے متعلق تھا اور مصلح موعود کے متعلق جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت کے ساتھ شروع ہوتی ہے کہ

"اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا"

پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں "فضل" رکھا گیا اور نیز دوسرا نام محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے اور ایک الہام میں اس کا نام "فضل عمر" ظاہر کیا گیا ہے (نوٹ یہ حضرت صاحب کا اجتہاد ہے اور بعد کی تحریروں سے ایک اجتہادی غلطی ثابت ہوتی ہے)

ا۔ تریاق القلوب صفحہ ۔ مطبوعہ سال ۱۹۰۲ء میں تین کو چار کرنے والا مصلح موعود کی نشانی بتاتے ہیں۔ اصل عبارت حسب ذیل ہے:۔

"ہم نے کس اشتہار میں یہ شائع کیا تھا کہ اس بیوی سے پہلے لڑکا ہی ہوگا اور وہ لڑکا وہی بابرکت موعود ہوگا جس کا یکم فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں وعدہ دیا گیا تھا اشتہار مذکور میں تو یہ الفاظ بھی نہیں ہیں کہ وہ بابرکت موعود ضرور پہلا لڑکا ہی ہوگا بلکہ اس کی صفت میں اشتہار مذکور میں یہ لکھا ہے کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ چوتھا لڑکا ہوگا مگر پہلے بشیر کے وقت کوئی تین موجود نہ تھے جن کو وہ چار کرتا ہاں ہم نے اپنے اجتہاد سے ظنی طور پر یہ خیال ضرور کیا تھا کہ شاید یہی لڑکا مبارک موعود ہے۔"

(۱۲)۔ نوٹ۔ تریاق القلوب ۱۹۰۲ء میں چھپ کر شائع ہوئی لیکن اس میں مصلح موعود کی شناخت اور تعین کے لئے تین کو چار کرنے والا فقرہ اہم نشان قرار دیا اور بطور دلیل بتایا کہ بشیر اول کیسے اس کا مصداق ہوسکتا تھا جبکہ وہ اس موجودہ بیوی سے پہلا لڑکا تھا دیکھو فقرہ نمبر ۱۱ اقتباس تریاق القلوب۔

(۱۳)۔ ذیل میں حضرت مسیح موعودؑ کے بیٹوں کے متعلق پیشگوئیوں کی تاریخیں اور ولادت کی تاریخیں ایک نقشہ کی صورت میں پیش کی جاتی ہیں جن سے اس مضمون کو سمجھنے میں آسانی ہوگی:۔

نام	تاریخ پیشگوئی	تاریخ ولادت	تاریخ وفات
بشیر اول	20/2/86	7/8/87	4/11/88
محمود احمد	1/1/88 — 10/7/88	12/1/89	—
بشیر احمد	10/12/92	20/4/93	—
شریف احمد	5/9/94	24/5/95	—
مبارک احمد	21/11/96	14/6/99	—

(۱۴) یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کے سبز اشتہار میں حضرت صاحب نے لکھا کہ ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں ایک نہیں جیسے پہلے خیال کیا گیا تھا بلکہ دو سعید لڑکوں کے متعلق پیشگوئی ہے اور پھر اجتہاداً لکھا کہ موعود لڑکا محمود احمد ہے اور انجام آتھم مطبوعہ ۹۷-۱۸۹۶ء صفحہ ۱۸۳ پر فرماتے ہیں کہ تین بیٹے بموجب بشارت پیدا ہوئے چوتھے کی بشارت دی ہے جو تین کو چار کرے گا یعنی محمود احمد بشیر احمد اور شریف احمد جو زندہ موجود تھے ان میں سے کسی ایک پر تین کو چار کرنے والا نشان چسپاں نہیں کیا۔

(باقی آئندہ)

اشارات بسلسلہ صفحہ ۴

صاحب گزرے تھے اور انہیں ایک شخص ملا تھا" اور مزید فرمایا!

"یاد رہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول کے خاندان سے تعلق رکھنے والے بہت سے لوگ مولوی عبدالمنان وغیرہ کو ناموں کیکر پکارتے رہتے ہیں، یہ خط کسی ایسے ہی شخص کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔"

"بہرحال ان حالات میں جماعت کے لئے ضروری ہے۔ کہ اپنے قطعی اور غیر مبہم فیصلہ سے منصوبہ بازوں کو مایوس کر دے"

مسئلۂ کشمیر

ہم امید کرتے ہیں کہ وقت آگیا ہے کہ مسئلۂ کشمیر کا بھی صحیح حل دریافت کر لیا جائے گا۔ وزیراعظم پاکستان کی حالیہ تقریر جو انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسہ پر کی گئی ہے، ٹھوس حقائق پر مبنی ہے۔ اور انہوں نے نہایت خوبصورتی سے اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں کا تجزیہ کیا ہے۔ اور اس میں ایسی زبان استعمال کی ہے جس کے ماسوا کوئی اور زبان ہندوستان نہیں سمجھتا۔ اگر کسی وقت اس زبان کی تائید عمل سے کی گئی تو یہ مسئلہ حل ہو جائیگا۔ وزیراعظم کے لب و لہجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اپنی قوم پر پورا پورا اعتماد ہے۔ اور یقین رکھتے ہیں کہ اگر عالمی مجلس نے اسے حل نہ کیا تو پاکستانی عوام خود اسے حل کر لیں گے۔ پاکستان کے جذبہ حب الوطنی، ایثار اور شجاعت سے یہ بعید نہیں کہ وہ کشمیر کے متعلق میدان عمل میں اتر آئے اور جو مشکل کئی سالوں سے اس ملک کے باشندگان کو دق کر رہی ہے اسے آن واحد میں دور کر دیا جائے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری قوم کو اتحاد۔ اتفاق۔ جرات اور ہمت بخشے۔

اعتراف حقیقت

قارئین نے اخباروں میں پڑھ لیا ہوگا کہ ایک بڑے امریکن مشن کے پادری نے حال ہی میں دنیا کو یہ خبر سنائی ہے کہ گذشتہ ستر سال کے عرصہ میں دنیا کی اڑھائی کروڑ آبادی از خود حلقہ اسلام میں داخل ہوچکی ہے۔ اس پادری نے عیسائی مشنریوں اور عیسائی تنظیموں کو خبردار کیا ہے کہ یورپ اور امریکہ میں عیسائیت کی تبلیغ کے لئے روپیہ پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے۔ ان کے ہاں تبلیغ اور اشاعت کے بے پایاں اور لامحدود ساز و سامان ذرائع اور وسائل ہیں۔ بالمقابل مسلم اقوام اور مسلم ممالک زوال کے اسفل ترین گڑھے میں گرے ہوئے ہیں وہاں نہ کوئی تبلیغ کا جذبہ ہے نہ اشاعت کا سامان نہ کوئی مبلغ نہ کوئی تبلیغی تنظیم، بایں ہمہ اسلام کی تعلیمات کی ایسی کشش اور اپیل ہے کہ انسانیت خود بخود اس کی طرف کھنچی جا رہی ہے اس نے یہ خبر سنا کر عیسائیوں کے لئے غور و فکر کا ایک سامان مہیا کیا ہے، الحمد للہ کہ یہ وہی زمانہ ہے جس میں مجدد دوران حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کے روحانی تصرفات اور تبلیغی خدمات کا سلسلہ جاری ہے اور سوائے تحریک احمدیت کے دنیا کے کسی اسلامی گوشہ سے اشاعت اسلام اور تبلیغ احکام قرآنی کی کوئی صدا نہیں اُٹھ رہی۔ احمدیوں کو اس تازہ نشان کے ظاہر ہونے پر اپنے خدا کے آستانہ پر آکر سجدۂ شکر بجا لانا چاہیئے اور آئندہ تبلیغی سرگرمیوں کو

ربوی چیلنج کا جواب

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

۲۹ر مارچ کا "الفضل" میرے سامنے ہے۔ اس میں ایک مضمون مولوی جلال الدین شمس کے نام سے چھپا ہے جس میں نام نہاد خلافت ربوہ سے علیحدگی اختیار کرنے والوں کے حسرتناک انجام کی خبر دی گئی ہے۔ پیغام صلح کا اصل پرچہ تو میں نے نہیں دیکھا البتہ یہ مضمون پڑھ کر دل میں ایک تڑپ سی پیدا ہوئی کہ اس چیلنج کو منظور کرکے اس کی حقیقت کو واضح کرنا ضرور چاہیئے۔ جہاں تک مولانا محمد علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے متعلق چیلنج کا سوال ہے۔ اس کا جواب آپ لوگوں کے ذمہ ہے۔ مولوی شمس صاحب نے اپنے مضمون میں صرف ایسے دس آدمیوں کے نام طلب کئے ہیں کہ جو میاں محمود احمد صاحب کے عقائد کی تبدیلی کی بنا پر نام نہاد خلافت ربوہ سے علیحدہ ہوئے۔ اس سلسلہ میں شمس صاحب سے درخواست ہے کہ اگر وہ اس بات کی تسلی کرا دیں کہ جن لوگوں کے نام شائع کئے جائیں گے ان پر خلافت مآب کی طرف سے کوئی عتاب نازل نہ ہوگا تو میں بصد شوق صرف ربوہ سے ہی دس آدمیوں کے نام پیش کر دوں گا ورنہ لاہور میں تو ایسے بیسیوں آدمی موجود ہیں جو کہ نام نہاد مخرجین میں سے نہیں ہوں گے۔ اور سرفہرست شمس صاحب کے کسی قریبی عزیز کا نام پیش کر دوں گا۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے اور ہرگز نہیں کر سکتے تو پھر وہ اعلان کر دیں کہ اگر دس ایسے احمدیوں کے نام پیش کر دیئے جائیں تو وہ مرزا محمود کو چھوڑ دیں گے ایسا اعلان ہونے پر میں فوراً ہی نام شائع کر دوں گا۔ والسلام

عبدالمجید اکبر قادیانی۔ مکان ۵۰ بلاک ڈی
ٹمپل روڈ۔ لاہور

کیمبرج یونیورسٹی میں جمعہ کی نماز

"پیغام صلح" کے قارئین این۔ اکبر خان صاحب برما کے اسم گرامی سے بخوبی واقف ہیں آپ ہماری جماعت کے ایک سرگرم رکن ہیں۔ انہوں نے اب تک کئی ٹریکٹوں کا برمی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ ان دنوں وہ اپنی آنکھوں کی بینائی میں کمی واقع ہونے کے باوجود قرآن کریم کے برمی زبان میں ترجمہ کے کام میں ہمہ تن مشغول ہیں۔ ان کے تازہ ترین خطوط سے معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے شاہجہان مسجد ووکنگ کی مرمت کے لئے کوئی تین ہزار روپیہ چندہ جمع کر لیا ہے اس کے علاوہ انہوں نے ایک خوشخبری بھی دی ہے۔ وہ یہ کہ ان کا پوتا محمد سلیمان رشید جو ان دنوں کیمبرج یونیورسٹی کے ٹرنٹی کالج میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں، بارہ مسلمان لڑکوں کو منظم کرکے ہر جمعہ کو نماز باجماعت ادا کرتے ہیں کیمبرج یونیورسٹی کی چار سو سالہ تاریخ میں نماز جمعہ کی ادائیگی کا یہ پہلا موقع ہے جو سلیمان رشید صاحب کے کمال درجہ کے جوش اور دین اسلام کے لئے بے پناہ جذبہ کا نتیجہ ہے۔ اس جوشیلے نوجوان کا ذکر مولانا یعقوب خان صاحب نے اپنے لندن کے اخبار "افکار" میں کئی دفعہ کیا ہے۔ خدا اس نوجوان کو اسلام کی خدمت کی زیادہ سے زیادہ توفیق دے۔ آمین۔

خاکسار۔ ناصر احمد

اخبارِ احمدیہ!

——حضرت امیر ایدہ اللہ کو کراچی میں بخار اور کھانسی کی تکلیف ہو گئی تھی، بخار تو اتر گیا لیکن کھانسی کا سلسلہ واپسی کے بعد بھی جاری ہے، اسی وجہ سے گذشتہ جمعہ کو آپ خطبہ نہ دے سکے محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے خطبہ دیا اور نماز پڑھائی، احباب سے درخواست ہے کہ حضرت ممدوح کی صحت کاملہ کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں،

عقد نکاح

۵ر اپریل کو محترم ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ کے فرزند عزیز احمد حسن خانصاحب کا نکاح پروفیسر عنایت علی خاں صاحب مرحوم کی صاحبزادی سلیم طاہرہ کے ساتھ دس ہزار روپیہ مہر پر حضرت امیر ایدہ اللہ نے پڑھایا، آپ نے بوجہ بیماری خطبہ نکاح بیٹھکر دیا، ڈاکٹر حسن علی صاحب نے اس خوشی میں ایک سو روپیہ انجمن کو عطا کیا، فجزاہ اللہ خیراً

ہم اس تقریب سعید کے لئے ڈاکٹر صاحب ممدوح اور پروفیسر صاحب مرحوم کی صاحبزادیوں کی خدمت میں دلی مبارکباد عرض کرتے ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے

ایک اور مبارک تقریب نکاح

۲۲ر مارچ ۱۹۵۵ء۔ جناب میاں مولا بخش صاحب ملز اوتر لائل پور کی دو صاحبزادیوں کی شادی خانہ آبادی کی مبارک تقریب ہوئی۔ پروین اختر کا نکاح حفیظ الرحمن صاحب ولد الحاج میاں محمد دین صاحب مرحوم کے ساتھ بعوض دو ہزار روپیہ حق مہر ہوا۔ اور شمیم اختر کا نکاح محمد طیب صاحب ولد شیخ میاں محمد شفیع صاحب کے ساتھ بعوض دو ہزار روپیہ حق مہر ہوا۔ جناب میاں مولا بخش صاحب نے زیورات۔ پارچات اور دیگر سامان خانگی کے علاوہ پچیس پچیس ہزار روپیہ دونوں لڑکیوں کو نقد دیا۔ یہ روپیہ تجارت میں لگا دیا گیا ہے، جس کی آمدنی نکاح کے روز سے ہی ایک ایک سو روپیہ ماہوار کے حساب سے ہر لڑکی کو ملنا شروع ہو جائے گی۔ باپ کی وفات پر شریعت اسلامی کے مطابق ان لڑکیوں کو جائیداد میں سے جو حصہ ملے گا یہ روپیہ اس سے محسوب ہوگا۔ جناب میاں صاحب ممدوح نے انگریزی راج کے زمانہ میں ہی وصیت تملیکنامہ فرما دی تھی کہ لڑکیوں کو حسب شرع محمدی جائیداد سے حصہ دیا جائے۔ یہ میاں صاحب ممدوح کا ایک ایسا اقدام تھا جس کی سعادت اس زمانہ میں بہت کم مسلمانوں کو نصیب ہوئی تھی۔

خطبہ نکاح مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ اسلام نے پڑھا جس کو پوری دلچسپی اور توجہ سے سنا گیا۔ مقامی اخبارات کے دو ایڈیٹر صاحبان بھی شامل تقریب تھے۔ انہوں نے اس خطبہ کی اپنے اپنے اخبار میں بہت تعریف کی۔ (نامہ نگار)

پیغام صلح:۔ ہم محترم میاں مولا بخش صاحب اور جانبین کے تمام افراد کو تہ دل سے مبارکباد عرض کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس تقریب سعید کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے

صدقہ جاریہ

گوجرانوالہ سے محترم ڈاکٹر حسن علی صاحب لکھتے ہیں کہ مندرجہ ذیل صدقہ جاریہ کا اعلان اخبار میں کیا جائے:۔

(۱) ازجانب اہل وعیال ماسٹر صادق علی صاحب مرحوم (بحق ماسٹر صادق علی صاحب مرحوم) دس روپیہ ماہوار

(۲) ازجانب اولاد بحق والدہ مرحومہ و والد مرحوم پروفیسر عنایت علی خان صاحب مرحوم۔ پندرہ روپیہ ماہوار

درخواست دعا

قاضی احمد (سندھ) سے محمد فضل الرحمن صاحب لکھتے ہیں:۔ "میرا ایک عزیز دوست (میاں مظفر) امسال پشاور یونیورسٹی سے انٹر آرٹس کا امتحان دے رہا ہے بزرگان سلسلہ سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ کامیاب فرمائے"

پیغام صلح مورخہ ۱۱ر اپریل ۵۵ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۱۲

صرف ٹائیٹل ایورگرین پریس سرکلر روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔
ایڈیٹر۔ دوست محمد

جلد ۴۶ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۴ اپریل ۵۷ء | نمبر ۱۶

ہمارا مذہب اور عقیدہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔ اب کوئی اور کلمہ یا کوئی نماز نہیں ہو سکتی۔ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا کر کے دکھایا اور جو کچھ قرآن شریف میں ہے اس کو چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی جو اسکو چھوڑے گا وہ جہنم میں جائے گا یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس امت کے لئے مخاطبات اور مکالمات کا دروازہ کھلا ہے اور یہ دروازہ گویا قرآن مجید کی سچائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر ہر وقت تازہ شہادت ہے اور اس کے لئے خدا تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ ہی میں دعا سکھائی ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔ انعمت علیہم۔ کی راہ کے لئے جو دعا سکھائی تو اس میں انبیاء علیہم السلام کے کمالات کے حصول کا اشارہ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جو کمال دیا گیا ہے وہ معرفت الٰہی ہی کا کمال ہے۔ اور یہ نعمت ان کو مکالمات اور مخاطبات سے ملی تھی اسی کے تم بھی خواہاں رہو۔"

(لیکچر حضرت مسیح موعودؑ
بمقام لدھیانہ۔ مؤرخہ
۴ نومبر ۱۹۰۵ء)

مجھے تو چاہیئے بس اک نگاہِ درد نواز

(از جناب مولانا مرتضیٰ خان حسن صاحب)

ترے کرم سے ملی دولتِ وصال مجھے ✽ ملے نہ دولتِ دنیا نہیں ملال مجھے
جہانِ تیرہ منور ہو نورِ ایماں سے ✽ یہی ہے دھن مجھے ہر دم یہی خیال مجھے
جلا کے خاک کیا مجھے سوزشِ غم نے ✽ کیا ہے دردِ جگر نے بہت نڈھال مجھے
فدائے دینِ پیمبر ہوں میں دل و جاں سے ✽ سمجھتا مفتیٔ بے پیر کیوں ہے ضال مجھے
اسی میں ہوتی ہی حاصل اگر تجھے راحت ✽ دیئے جا گالیاں اے خصمِ بدسگال مجھے
جلا رہی ہے دل و جاں کو آتشِ فرقت ✽ رُلا رہی ہے لہو حسرتِ وصال مجھے
ترا ہو آستاں اور میری ہو جبینِ نیاز ✽ تمنا اور نہیں کوئی ذوالجلال مجھے
غریقِ بحرِ ضلالت میں ہو ہی چلا تھا ✽ بچا لیا تیری رحمت نے بال بال مجھے
ترے غضب میں بھی پنہاں ہے رنگِ مہر و وفا ✽ ترا جلال ہی آئینۂ جمال مجھے
مجھے تو چاہیئے بس اک نگاہِ درد نواز ✽ نہ چاہیئے زر و دولت نہ ملک و مال مجھے

کمالِ عشق ہی مجھ کو جناب مرزا سے
نظر نہ آیا کوئی ایسا باکمال مجھے

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

مذہب اسلام

حضرت امیر مرحوم کی معرکہ آرا انگریزی تصنیف ریلیجن آف اسلام کا اردو ترجمہ

از مولانا مرتضیٰ خان حسن صاحب

تمہید

اسلام سب سے بڑی متحد کرنیوالی طاقت ہے

اگر اتحاد انسانی ثقافت کی صحیح اساس ہے (اور ثقافت سے میری مراد کسی خاص قوم یا کسی خاص ملک کی ثقافت نہیں بلکہ بنی نوع انسان کی ثقافت ہے) تو اسلام فی الحقیقت سب سے بڑی طاقت ہے۔ جس کی نظیر نہ دنیا نے دیکھی اور نہ آیندہ اس کا امکان ہے۔ تیرہ سو سال گذرے یہ اسلام ہی تھا جس نے نسل انسانی کو بربریت کے اتھاہ گڑھے میں گرنے سے بچا لیا۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے عین موقعہ پر ایک ایسی ثقافت کی طرف دست تعاون بڑھایا جس کی بنیادیں منہدم ہو چکی تھیں۔ اس نے از سر نو ان بنیادوں کو استوار کیا اور ان پر اخلاقیات اور تہذیب کا ایک قصر تعمیر کر دیا۔ کسی ایک آدھ قوم کے اتحاد کا تخیل نہیں بلکہ مجموعی طور پر تمام نسل انسانی کے اتحاد کا تخیل دنیا میں سب سے پہلی دفعہ اسلام کے ذریعہ ہی معرض وجود میں آیا۔ یہ ایک ایسا زبردست تخیل تھا جس نے اقوام عالم کو جو ابتدا سے دنیا سے ایک دوسرے سے متنفر تھیں اور جن میں جنگ و جدال کا میدان گرم رہتا تھا، شیر و شکر بنا دیا۔ صرف عرب میں صرف اس جزیرہ نما کے برسر پرخاش قبائل میں ہی یہ معجزہ (جیسا کہ ایک انگریز مؤرخ نے لکھا ہے[1]) ظہور میں نہیں آیا (اور یہ ایک ایسا معجزہ تھا کہ اس کی عظمت کے سامنے سب چیزیں ہیچ نظر آتی ہیں) اور اس نے صرف ایک ملک کے قبائل کو ہی جو ہمیشہ آپس میں رستے جھگڑتے رہتے تھے دولت اتحاد سے ہی بہرہ اندوز نہیں کیا بلکہ دنیا کی تمام اقوام میں اخوت کا ایک عظیم الشان سلسلہ قائم کر دیا۔ حتیٰ کہ ان قوموں کو بھی جن میں سوائے نسل آدم ہونے کے اور کوئی وجہ اشتراک نہ پائی جاتی تھی،

[1] اس سے زیادہ پراگندہ قوم ملنی مشکل تھی .... یہاں تک کہ یک لخت ایک معجزہ ظہور میں آ گیا۔ ایک شخص اٹھا اور اپنی شخصیت اور اس دعوے کے ساتھ کہ وہ براہ راست خدا سے ہدایت لایا ہے اس نے ایک ناممکن امر کو کر دکھایا، یعنی اس نے متحارب قبائل کو متحد و متفق بنا دیا“

سلک اتحاد میں منسلک کر دیا۔ اس نے تمام لونی نسلی لسانی اور جغرافیائی بلکہ ثقافتی حدود اور تفریقات کو مٹا کر رکھ دیا۔ اس نے انسان کو انسان سے اس طرح ملایا کہ مشرق بعید کے رہنے والوں کے قلوب میں مغرب بعید کے رہنے والوں کی محبت اور ہم آہنگی کے جذبات موجزن ہو گئے۔ لاریب یہ ایک ناقابل انکار حقیقت کہ اسلام سب سے بڑی طاقت ہی نہیں بلکہ دنیا میں صرف ایک ہی طاقت ہے جس نے انسان کو انسان سے ملانے میں کمال کر دکھایا۔ کیونکہ دوسرے مذاہب تو ایک ہی قوم کے متفرق اجزاء کو متحد کرنے میں کامیاب ہوئے مگر اسلام متعدد اقوام بلکہ تمام بنی آدم کے متخالف اور منتشر اجزاء کو متحد کرنے میں کامیاب ہوا۔ انسان کی گمشدہ ثقافت کو واپس لانے کے لئے اسلام کس قدر زبردست طاقت ثابت ہوا ہے۔ اس کی تصدیق زمانہ حال کے ایک مصنف نے کی ہے جو رقمطراز ہے کہ:-

”پانچویں اور چھٹی صدی میں مہذب دنیا تباہی کے کنارے پر آ گئی۔ وہ انقلاب پیدا کرنے والی تحریکات جن سے دنیا میں تہذیب و تمدن کی داغ بیل پڑی (کیونکہ اتحاد کا احساس اور حکمرانوں کے لئے عزت و احترام کا جذبہ انہی تحریکات کا نتیجہ تھا) اب دنیا سے کالعدم ہو چکی تھیں اور کوئی چیز مناسب اور موزوں طور پر ان کی جگہ لینے والی نظر نہ آتی تھی ——
.... ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تہذیب و تمدن کی وہ عمارت جس کی تعمیر میں چار ہزار برس کا طویل عرصہ صرف ہوا۔ اب منہدم ہونے والی ہے اور نسل انسانی بربریت کی اس حالت مذمومہ کی طرف رجوع کر رہی ہے جس میں ہر فرقہ اور ہر قوم ایک دوسرے کے درپے آزار رہتی تھی۔ اور لاقانونی اور غیر آئینی کا دور دورہ تھا ....
قدیم قبائلی ضوابط اور منشور اب دفتر پارینہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ اور جدید قوانین آئین جو عیسائیت نے پیش کئے اتفاق اتحاد کی روح پیدا کرنے کی بجائے باہمی تفریق اور تباہی کا موجب بن رہے تھے۔ تہذیب کا وہ قومی ہیکل درخت جس کی شاخیں ساری دنیا پر سایہ افگن تھیں اب بے برگ و بار ہو رہا تھا۔

اس کی جڑوں کو گھن لگ گیا تھا اور ہر دم اس کے گرنے کا اندیشہ لاحق تھا —— کیا ایسے حالات میں کوئی انقلاب پیدا کرنے والی تحریک نہ تھی جو نسل انسانی کے اندر پھر سے اتحاد و اتفاق کی روح پھونک دے اور تہذیب کے قصر عظیم کو منہدم ہونے سے بچا لے“

(صفحہ ۲۶۵-۲۶۸)

پھر عرب کا ذکر کرتے ہوئے فاضل مصنف رقمطراز ہے:-

انہی لوگوں کے اندر ایک ایسا شخص پیدا ہوا جس نے مشرق و مغرب کی ساری دنیا کو سلک اتحاد میں منسلک کر دیا“

(صفحہ ۲۶۹)

اسلام دنیا کی سب سے بڑی روحانی طاقت ہے

غرض اسلام نے بنی نوع انسان میں اتحاد کی ایسی اساس قائم کی جو کسی مصلح یا مذہب کے تصور میں بھی نہیں آ سکتی تھی۔ اس نے انسانی اخوت کی ایسی طرح ڈالی جس میں لونی۔ نسلی۔ ملکی۔ لسانی اختلافات بلکہ طبقاتی اور سیاسی امتیازات کا نام و نشان نہ تھا۔ اس نے تمام بنی نوع انسان کے اندر ایسا رابطہ اتحاد پیدا کرنے کی بنیاد رکھی کہ انسانی تخیل اس سے آگے جا نہیں سکتا۔ اسلام انسانوں کے صرف عمرانی اور سیاسی حقوق کو ہی تسلیم نہیں کرتا بلکہ ان کے روحانی حقوق کا بھی محافظ اور حامی ہے:-

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً

(۲/۲۱۳)

”تمام لوگ ایک قوم کا حکم رکھتے ہیں“

اس کا بنیادی اصول ہے۔ اور اسی بنا پر ہر ایک قوم کے متعلق تسلیم کیا گیا ہے کہ اسے الہام الٰہی سے حصہ ملا ہے۔ لیکن یہ امر ملحوظ رہے کہ اس کا صرف یہی ایک کمال نہیں ہے کہ اس نے نسل انسانی میں اخوت کا رشتہ قائم کیا ہے بلکہ ایسا ہی ایک بہت بڑا کمال اس کا وہ لاثانی انقلاب اور تغیر ہے جو اس نے

(باقی بر صفحہ کالم ۱)

کیا یہ عداوت اور بغض ہے؟

جیسا کہ خلیفہ صاحب ربوہ نے مولوی جلال الدین شمس اور ان کے دو ساتھیوں کو خالد بن ولید کا خطاب دیا ہے ربوہ میں پیغام جنگ احد کا نقشہ کھینچ کر گیا ہے اصحاب مسیح موعود کی طرف سے جہاں حق کی ایک آواز اٹھتی ہے، یہ تینوں جنگ احد کے خالد بن ولید بنے جھاڑ کر پیچھے پڑ جاتے اور طعن و تشنیع غلط بیانی، اور غیظ و غضب کے نیزوں سے اس آواز حق کو دبانے اور قلوب کو زخمی کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے، کبھی خلافت مآب کی مدح و ستائش کرتے ہوئے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ:-

"یہ وہ مبارک وجود ہے جس سے ہر منکر خلافت بغض رکھنا نیکی خیال کرتا ہے اور اس پر مکروہ اور حد درجہ گھنونے الزامات لگانے سے دریغ نہیں کرتا"

کبھی حق کی آواز بلند کرنیوالوں کو "منصوبہ بازوں، سازشیں کرنیوالوں اور خفیہ ریشہ دوانیوں کے مرتکب لوگوں" میں شمار کیا جاتا ہے اور ان کی ناکامی و نامرادی کا ڈھنڈورا پیٹ کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کیا جاتا ہے، اس کی غرض صرف یہ ہے کہ مسیح موعود کے ان ساتھیوں کے خلاف جو اس مامور من اللہ کی صحیح تعلیم کو قادیانی جماعت تک پہنچانا چاہتے ہیں، نفرت و حقارت پیدا کر کے حق کی آواز سننے سے انہیں روک دیا جائے، ہم انہیں بتا دینا چاہتے ہیں کہ یہ ہتھکنڈے اب زیادہ دیر تک نہیں چل سکتے، اس سمندر کی تہ میں جو طوفان اٹھ چکا ہے وہ عنقریب باہر آنے والا ہے اور وہ دن دور نہیں جب حق کی آواز ہر قادیانی کے کانوں میں پہنچکر جادۂ صدق و صواب کی طرف انہیں لے آئیگی۔

ہم تمام قادیانی دوستوں کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہمیں خلیفہ محمود کے خلاف کوئی بغض اور عداوت نہیں اور یہ خیال سراسر باطل ہے کہ ان سے بغض رکھنا ہم نیکی خیال کرتے ہیں، آخر کیوں؟ ان کے مقدس باپ کو اپنا مقتدا اور پیشوا سمجھتے ہوئے یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ بیٹے سے ہمیں بغض اور نفرت ہو، جو لوگ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی معیت کی وجہ سے دنیا کی نظروں میں بدنامی اور کفر کا سرٹیفکیٹ حاصل کر چکے ہوں اور ہر قسم کی مخالفتوں اور مشکلات کے باوجود اس پاک انسان کے ساتھ وابستگی کو باعث سعادت سمجھتے ہوں، انہیں مرزا محمود کے ساتھ کیا بغض ہو سکتا ہے سوائے اس کے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں اور واقعات اس پر شاہد ہیں کہ مرزا محمود حضرت مسیح موعود کے عقائد اور مسلک کو چھوڑ کر ایک غلط رستہ پر جا پڑے جس سے انہیں روکنا اور صحیح رستہ کی طرف لانا ہم نے ضروری سمجھا ابتداً ہم نے چاہا کہ ان کے ساتھ رہ کر اور جماعت کے نظام کو برقرار رکھتے ہوئے ان کے خیالات کی اصلاح کی جائے، لیکن شرط یہ تھی کہ وہ اپنی بیعت کو امارت کا لازمی جزو قرار نہ دیں اگر ان کی ذات سے بغض ہوتا تو ان کی امارت کو تسلیم کرنے پر آمادگی کا اظہار کیوں کیا جاتا، لیکن افسوس ہے کہ انہوں نے اس تجویز کو نفرت اور حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا اور قادیان میں ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ وہاں رہ کر حق کی آواز بلند کرنا بلکہ امن کی زندگی بسر کرنا دشوار ہو گیا اور مجبوراً ہمیں اس جگہ کو چھوڑ کر لاہور میں تبلیغ دین کا مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام سے قائم کرنا پڑا اس مرد صادق (حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کو جس نے محض حق کی خاطر (نہ میاں محمود کے ساتھ عداوت یا بغض رکھنے کی وجہ سے) یہ سب کچھ کیا "بھگوڑا" قرار دیا گیا مسیح موعود کے مرکز کو چھوڑنے کا طعنہ دیتے ہوئے یہ اعتراض دیا گیا کہ اگر وہ حق پر ہوتا تو مسیح موعود کے قائم کردہ مرکز کو نہ چھوڑتا، آخر تینتیس سال بعد انہیں خود بھی اس مرکز کو چھوڑنا پڑا اور بعینہٖ انہی حالات کی وجہ سے چھوڑنا پڑا جو حضرت مولانا محمد علی صاحب کے لئے پیدا کئے گئے تھے، مولوی شمس صاحب نے اس کے جواز میں بہت سی خوابیں اور الہامات پیش کئے ہیں، ہمیں ان کو جھٹلانے یا ان پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں، لیکن اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جس طرح حضرت مولانا محمد علی رح اور ان کے ساتھیوں کے لئے قادیان میں رہنا دشوار کر دیا گیا (اور اگر وہ رہ جاتے تو قسما قسم کے فوجداری مقدمات میں اُلجھ کر اسلام کی وہ عظیم الشان خدمات نہ کر سکتے جو لاہور آ کر انہوں نے کیں) بعینہٖ وہی حالات تقسیم ملک کے وقت قادیانی جماعت کو پیش آئے اور خلیفہ صاحب کو مجبوراً مسیح موعود کے قائم کردہ مرکز کو چھوڑنا اور برقع پہن کر وہاں سے بھاگنا پڑا۔

خیر یہ ایک ضمنی بات تھی، ہم بتانا یہ چاہتے ہیں کہ مرزا محمود کی ذات سے بغض و عداوت رکھنے کا جو مکروہ پراپیگنڈا ہمارے خلاف کیا جا رہا ہے، اس کی حقیقت سوائے اس کے کچھ نہیں کہ مسیح موعود کو حقیقی نبی بنانا اور مسلمانوں کی تکفیر کرنا انہوں نے اپنا مسلک قرار دے لیا، جس کے خلاف ہم نے آواز بلند کی اور آج تک کر رہے ہیں، اگر اس کو بغض کہا جا سکتا ہے تو یہ وہ بغض للّٰہ ہے جس کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قابلِ ستائش قرار دیا ہے، اس "بغض" کا وہ خوشگوار نتیجہ آخر کار دنیا نے دیکھا جو فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں میاں محمود احمد صاحب کے بیان میں نظر آتا ہے، ہم نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس مرد حق کی آواز آخر کار موثر ثابت ہوئی جس نے بیالیس سال تک مسئلہ کفر و اسلام اور نبوت مسیح موعودؑ کے متعلق اُن سے جہاد جاری رکھا، یہ ایک نہایت مبارک بات تھی اور ہمیں خوشی تھی کہ میاں صاحب نے صحیح رستہ کی طرف قدم اٹھایا ہے، لیکن قادیانی خالد بن ولیدوں کو ہماری خوشی کب گوارا ہو سکتی تھی انہوں نے اس کو بھی عداوت محمود اور بغض محمود کے نام سے پکارا اور لوگوں میں ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا کہ کہیں خلافت مآب کی اس رجعت کو دیکھ کر جماعت منتشر نہ ہو جائے، کہ اب یہ جاتا ہے کہ خلافت مآب کے عدالتی بیان میں کوئی نئی بات نہیں کہی گئی نہ تبدیلی عقیدہ عمل میں آئی، ان کے یہی عقائد ابتداء سے چلے آتے ہیں، یہ تو محض منکرین خلافت کا "بغض" ہے کہ وہ اس کو تبدیلی عقیدہ قرار دے رہے ہیں، ہم نہیں سمجھتے کہ قادیانی جماعت میں سب کے سب ایسے کودن اور ناسمجھ لوگ شامل ہیں، جو "دائرہ اسلام سے خارج ہیں" اور "دائرہ اسلام سے خارج نہیں" کے فرق کو نہیں سمجھ سکتے، زیادہ وضاحت کیلئے ہم میاں صاحب کے سابقہ اور موجودہ عدالتی بیان کو ایک دوسرے کے مقابل رکھ دیتے ہیں اور ہر عقل سلیم رکھنے والے قادیانی کو دعوت انصاف دیتے ہیں کہ آیا ان دونوں بیانات میں کھلا تضاد ہے یا نہیں:-

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا نام بھی نہ سنا ہو دائرہ اسلام سے خارج ہیں" (آئینہ صداقت ص۳۵)	"کوئی شخص جو مرزا غلام احمد صاحب پر ایمان نہیں لاتا دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا" (تحقیقاتی عدالت میں حضرت امام جماعت احمدیہ کا بیان مطبوعہ دار التجلید لاہور ص۲۸)

فرمائیے ان دونوں بیانات میں کونسی مطابقت پائی جاتی ہے؟ اور اگر ہم یہ کہیں کہ میاں صاحب نے اپنے سابقہ عقیدہ سے رجوع کر کے حق و صداقت کی طرف صحیح قدم اٹھایا ہے، تو اس کو عداوت محمود اور بغض محمود قرار دینا کہاں تک واجب ہے؟ ہاں لفظی معنوں میں یہ عداوت اور بغض بے شک محمود ہے کہ ہم نے حق کے لئے آواز بلند کی اور وہ آخر کار کامیاب ثابت ہوئی، کاش مولوی شمس صاحب اور ان کے ساتھی اس کو سمجھ سکیں، اور خواہ مخواہ شور مچا کر جماعت کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کی کوشش نہ کریں۔

درخواست دعا

ہماری جماعت کے ایک مخلص ممبر محترم آفتاب سلیم صاحب بعض دفتری معاملات کی وجہ سے سخت پریشانی میں مبتلا ہیں، احباب کرام سے استدعا ہے کہ ان کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

تصفیہ کی آسان راہ

خلافت مآب کے دوسرے خالد بن ولید "مولوی ابوالعطا جالندھری نے ۱۶ اپریل کے الفضل میں "پیشگوئی مصلح موعود پر فیصلہ کن بحث کی دعوت" دی ہے اور لکھا ہے کہ :۔

"فریق لاہور کے احباب مانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کے حکم سے مصلح موعود کی پیشگوئی شائع فرمائی اور مصلح موعود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پاک دل مطہر اور عقائد صحیحہ رکھنے والا فرزند ہے۔ نفس پیشگوئی اور مصلح موعود کے شمائل و خصائل میں جماعت احمدیہ ربوہ اور فریق لاہور میں کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف صرف اس بارے میں ہے کہ وہ مصلح موعود کون ہے ؟

ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ہیں اور فریق لاہور کا خیال ہے کہ آپ اس پیشگوئی کے مصداق نہیں بلکہ اس پیشگوئی کا مصداق کسی آئندہ زمانہ میں پیدا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ فیصلہ ہو جائے کہ پیشگوئی مصلح موعود کا کون مصداق ہے تو جماعت احمدیہ اور فریق لاہور کے سارے جھگڑے ختم ہو جانے چاہئیں"

اس کے بعد بعض غیر متعلقہ باتوں کا ذکر کرتے ہوئے اور مباحثہ راولپنڈی کا حوالہ دیتے ہوئے کہ اس میں بھی اس مسئلہ پر بحث کی گئی تھی لکھا ہے کہ :۔

"کوئی ہرج نہیں کہ اب پھر تحریری مناظرہ اس موضوع پر ہو جائے جسے فریقین کی طرف سے من و عن شائع کر دیا جائے"

ہمیں اس دعوت کو قبول کرنے میں کوئی عذر نہ ہوتا اگر میاں محمود احمد صاحب کا دعوئے مصلحیت کسی حقیقت پر مبنی ہوتا اور اُن کے عقائد و اعمال اس بات کی اجازت دیتے کہ اس پر سنجیدگی سے غور کیا جائے ، مولوی ابوالعطا صاحب لکھتے ہیں کہ :۔

"حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے برملا حلفیہ اعلان فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے الہام میں بتایا ہے کہ میں ہی اس پیشگوئی کا مصداق ہوں"

حالانکہ میاں صاحب کا دعویٰ کسی صریح الہام کی بناء پر نہیں بلکہ ایک خواب پر مبنی ہے، جس کی کئی تعبیریں ہوسکتی ہیں اور اس خواب کے متعلق میاں صاحب کا اپنا بیان ہے کہ میری یہ خواب صرف میرے لئے حجت ہے دوسروں کے لئے نہیں کیونکہ میں مامور نہیں بلکہ غیر مامور ہوں **اور غیر مامور کی خواب اور اس کے دعویٰ کو ماننے کے دوسرے لوگ مکلف نہیں ۔**

پس ایسی حالت میں میاں صاحب کی خواب (جس پر دعوئے مصلح موعود کی بنا رکھی گئی ہے) دوسروں پر حجت نہیں اور وہ مامور بھی نہیں ہیں اور نہ انکے دعوے کو ماننے کے دوسرے لوگ مکلف ہیں، تو پھر کسی مناظرہ یا بحث و مباحثہ کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی، جس شخص کی خواب دوسروں پر حجت نہیں اور نہ وہ مامور ہے اور نہ اس کے دعوے کو ماننے کے دوسرے مکلف ہیں، اس کے متعلق بحث اور مناظرات کرنا کہ وہ مصلح موعود ہے یا نہیں تضیع اوقات کے سوائے اور کیا معنے رکھتا ہے ، ویسے اخبارات میں بحث مباحثہ ہوتا ہی رہتا ہے اور بقول مولوی ابوالعطا صاحب مباحثہ راولپنڈی میں بھی یہ مسئلہ زیر بحث آچکا ہے جو فریقین کی طرح پر چھپ کر شائع ہو چکا ہوا ہے ، اس لئے ضرورت نہیں کہ اب پھر کسی خاص مناظرہ کی طرح ڈالی جائے ۔

دوسری بات جو ہمیں اس دعوت کو قبول کرنے میں مانع ہے وہ خلیفہ صاحب کے اعتقادات اور ان کے اعمال ہیں، ہمارے نزدیک اُن کے اعتقادات بانیٔ سلسلہ حضرت مسیح موعود کے اعتقادات کے خلاف رہے ہیں اور یہ انکے دعوئے مصلحیت کی صداقت کے منافی ہے، اب اگر انہوں نے اعتقادات میں تبدیلی کر لی ہو جیسا کہ تحقیقاتی عدالت میں، ان کے بیان سے واضح ہوتا ہے، تو گو یہ اچھا اقدام ہے لیکن جو شخص چالیس سال تک غلط عقائد کی دلدل میں پھنسا رہا ہو، اس کا دعوئے مصلحیت قابل تسلیم نہیں ہو سکتا اور نہ اس پر کسی بحث و مناظرہ کی ضرورت ہے ۔

تیسری بات جو نہایت اہم ہے وہ خلیفہ صاحب کے اعمال کے متعلق انکے مریدوں کے الیسے بیانات ہیں جن کی تردید جب تک شرعی نقطہ نگاہ سے نہ کی جائے انکی پوزیشن ایک غیر جانبدار انسان کے نزدیک مخدوش ہو جاتی ہے، ہم نہیں کہتے کہ وہ بیانات اور الزامات صحیح ہیں یا غلط لیکن ان کی صفائی ضروری ہے اور اس کا طریق جیسا کہ محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے لکھا ہے یہی ہو سکتا ہے کہ وہ الزام دہندگان کی دعوت مباہلہ کو منظور کر لیں اس کا نتیجہ اگر ان کے حق میں ہوا تو نہ صرف الزام دہندگان کے منہ بند ہو جائیں گے ، اور وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچ جائیں گے بلکہ جن غیر جانبدار لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہو چکے ہیں، ان کے نزدیک بھی خلیفہ صاحب کی بریت ثابت ہو جائے گی، لیکن ایسی حالت میں کہ ان کی طرف سے رفع شکوک کا کوئی صحیح طریق اختیار نہیں کیا جاتا ان کے دعوئے مصلح موعود کو زیر بحث لانا بالکل فضول ہے ۔

امید ہے مولوی ابوالعطا صاحب تصفیہ کی اس "آسان راہ" کی طرف خلیفہ صاحب کو لانے کی کوشش کریں گے ۔

عید مبارک

رمضان المبارک کے اختتام میں چند دن باقی رہ گئے ہیں اور آئندہ پیغام کے قارئین کرام کے ہاتھوں میں پہنچنے سے پہلے عید الفطر کی مبارک تقریب ختم ہو چکی ہوگی، اس لئے ہم قارئین کرام کی خدمت میں **عید** کی مبارکباد پہلے سے پیش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ ہماری عید صحیح معنوں میں مبارک ثابت ہو، اور رمضان المبارک کے مجاہدات کی قبولیت عید کے موقعہ پر اسلام اور مسلمانوں کی کامیابی، غلبہ اور فلاح کے دروازے کھول دے ۔

عید کے موقعہ پر جن باتوں کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے وہ ذیل میں عرض کی جاتی ہیں :۔

۱۔ عید کی نماز سے قبل صدقہ فطر ادا کر دینا چاہیئے خواہ غلہ کی شکل میں ہو خواہ نقدی کی شکل میں، جو صدقہ عید کے بعد ادا کیا جائیگا وہ معمولی صدقہ شمار ہوگا اسے صدقہ عید الفطر نہیں کہا جا سکتا۔ حدیث شریف میں ہے کہ صدقہ عید الفطر روزوں کے ایام میں بعض کمزوریوں کے سرزد ہونے کی تلافی کے لئے ہے ، اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ غرباء و مساکین کو اناج مل جاتا ہے جس سے وہ بھی اپنی عید منا سکتے ہیں، گویا ساری قوم کو عید میں شمولیت کا موقعہ مل جاتا ہے اور مساکین محروم نہیں رہتے۔ **صدقہ عید الفطر ہر ایک فرد پر واجب ہے خواہ وہ عید کی صبح کو ہی پیدا ہوا ہو عورتوں اور بچوں، نوکر اور غلام کا صدقہ ان کے شوہروں، والدین اور آقاؤں کے ذمہ ہے جو ان کے رزق کے کفیل ہیں۔ صدقہ فی کس دو سیر گیارہ چھٹانک گیہوں یا اس کے برابر نقد قیمت ہے . . . . تو فی کس بارہ آنے مقرر ہوئے ہیں ۔**

۲۔ چونکہ آجکل اسلام سے بڑھ کر کوئی غریب نہیں اس لئے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ سے احمدی جماعت کے افراد صدقہ عید الفطر کا کل یا اکثر حصہ انجمن کے بیت المال میں بھیج دیتے ہیں۔ پس سب احباب کو اسی پر عمل کرنا چاہیئے کہ نماز عید سے قبل محاسب صاحب کو صدقہ ادا کر دیں ۔

۳۔ صدقہ عید الفطر کے علاوہ حضرت صاحب کے حکم سے ایک روپیہ فی کس **"عید فنڈ"** بھی مقرر ہے۔ آخر عید کے دن بچوں اور عزیزوں کو عیدی اور تحائف دیئے جاتے ہیں اسی طرح اس خوشی کے دن میں اسلام کا بھی کچھ حق ہے لہذا احباب خاص توجہ اس فنڈ کی طرف مبذول فرمائیں اور عید فنڈ کے روپے جمع کر کے انجمن کے بیت المال میں بھیجدیں یہ **حضرت صاحب** کے حکم سے ہے اور ایک مالی جہاد ہے اسے استخفاف کی نظر سے نہ دیکھیں ۔

۴۔ عید کی نماز دو رکعت ہوتی ہے اس میں اذان و تکبیر اقامت کوئی نہیں پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ سے قبل سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ سے قبل پانچ تکبیریں ہیں، ان تکبیروں کے درمیان ہاتھ کھلے چھوڑ دینے چاہئیں قرأت جہری ہوتی ہے ۔

روزہ کا اثر انسانی اخلاق و اعمال پر

اچھے نمونہ اور اعلیٰ اخلاق و اعمال کا اثر دوسرے لوگوں پر پڑتا ہے

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۹ اپریل ۱۹۵۷ء فرمودہ حضرت امیر مولٰنا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یاایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ——— (البقرہ رکوع ۲۳)

قرآن کو سب مسلمان سمجھ سکتے ہیں

اللہ تعالےٰ نے اس رکوع میں جس کی یہ ابتدائی آیت میں نے پڑھی ہے روزہ رکھنے کی تلقین فرمائی ہے اور اس کے کچھ فوائد بیان کئے ہیں، ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ نہیں کہا کہ قرآن کا سمجھنا صرف میرے لئے ہے اس میں شک نہیں کہ وہ انسان جس پر سب سے پہلے قرآن اترا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، اور اسمیں بھی شک نہیں کہ قرآن کریم کو جس وضاحت سے آپ نے سمجھا اور بیان کیا کوئی دوسرا اس طرح نہیں کر سکتا لیکن آپ نے پیروں اور گدی نشینوں کی طرح کبھی یہ نہیں کہا کہ صرف میں ہی قرآن کو بیان کر سکتا ہوں کسی دوسرے کا حق نہیں کہ اس کی تفسیر و تشریح کرے اور اللہ تعالےٰ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ صرف چند آدمی ہی اس کو سمجھ سکتے ہیں کسی دوسرے کو اس کے معانی اور مفہوم سمجھ نہیں آ سکتا، تمام مسلمان قرآن کو سمجھ سکتے ہیں چنانچہ فرمایا ولقد یسرنا القراٰن للذکر فھل من مدکر

نبی کریم صلعم قرآن کو سب سے زیادہ سمجھتے ہیں

لیکن بہترین سمجھنے والا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جن پر یہ فریضہ عاید کیا گیا ہے کہ یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم و یعلمھم الکتٰب والحکمۃ اللہ تعالےٰ کی آیات پڑھکر سنانا اور ان کی تشریح کرنا اور اس پاک کتاب کا سکھانا اس کا کام ہے اور یہی نہیں اس کے اندر جو حکمت رکھی گئی ہے اس کی تلقین کرنا بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا گیا ہے اور ایک اور مشکل فریضہ یہ عاید کیا گیا ہے کہ ویزکیھم اس کلام سے اپنی پاک صحبت سے اپنے انفاس طیبہ سے لوگوں کا تزکیہ کیا جائے۔

اسلام دنیا و آخرت دونوں کو سنوارتا ہے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کے احکام کی بڑی وضاحت فرمائی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس میں سے کچھ آپ کو سناؤں، اسلام دین کو صرف مسجد تک محدود نہیں رکھتا نہ ہی ہمارا دین دنیا سے الگ چیز ہے بلکہ دین اسلام اسلئے آیا کہ ہماری دنیا و عاقبت دونوں سنور جائیں، خدا کا قرب حاصل ہو، خدا کی مخلوق سے اچھا سلوک ہو، ہمارے معاملات درست ہوں یہ ہمارا دین ہے۔

روزہ میں ایمان اور رضائے الٰہی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! من صام رمضان ایمانًا جو شخص رمضان کے روزے رکھے اور اسے یقین ہو کہ یہ خدا کا حکم ہے جو میں بجالاتا ہوں، و احتسابًا اور اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے روزے رکھے ہیں، اس کا دل ایمان سے روشن ہوا اور اس کا ارادہ یہ ہو کہ میں خدا کی رضا حاصل کروں گا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ اس کے گناہ بخش دیئے گئے۔

روزہ کے ذریعہ تزکیہ نفس اور طلب مغفرت

روزہ کا مہینہ انسان کو موقعہ دیتا ہے کہ اپنی تقصیریں معاف کرا لے، ایمان کے ساتھ اگر خدا کا حکم سمجھ کر روزہ رکھے اور اس کے حضور میں اپنی تقصیروں کی معافی کا خواستگار ہو، تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے، آخری منزل سلوک کی حج ہے، حج کے احکام میں استغفار پر بڑا زور دیا ہے کہ وہ کمی جو تعمیل احکام میں رہ گئی ہے یا جو تقصیریں ہم سے سرزد ہوئی ہیں، خدا تعالےٰ اس کو معاف کر دے، اسی طرح روزہ کا مہینہ اگر استغفار میں گذرے اور اس یقین کے ساتھ کہ خدا مجھے دیکھتا ہے اور روزہ کے ذریعہ تزکیہ نفس کرے تو یقینًا اللہ تعالےٰ اپنی بخشش نازل فرمائے گا۔

نماز اور روزہ سے طہارت اور تزکیہ نفس

نماز اور روزہ ہمارے اعمال کو درست کرنے اور ہر قسم کی برائیوں اور میل کچیل سے پاک کرنے کے لئے ہیں، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- ارایتم لو ان نھرًا بباب احدکم یغتسل فیہ کل یوم خمسا ما تقول ذالک یبقی من درنہ قالوا لا یبقی من درنہ شیئا قال فذالک مثل الصلوۃ الخمس یمحو اللہ بہ الخطایا بتاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر نہر ہو اور وہ ہر روز پانچ مرتبہ اس میں نہائے تو کیا اس کے بدن پر کوئی میل باقی رہ جائیگی صحابہ نے عرض کی کوئی میل اس کے بدن پر باقی نہیں رہے گی، فرمایا یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے، کہ اللہ تعالےٰ پانچ وقت نماز پڑھنے سے تمام خطاؤں کو مٹا دیتا ہے، قرآن کریم نے بھی فرمایا ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر نماز طہارت بخشتی ہے اور بدی اور ناپاک باتوں سے بچاتی ہے، اسی طرح روزہ بھی میل کچیل کو دور کرتا اور طہارت اور پاکیزگی بخشتا ہے۔ چنانچہ اس کا مقصد یہ بیان کیا ہے لعلکم تتقون، روزہ سے تقوےٰ حاصل ہوتا ہے اگر اس کو فریضہ سمجھ کر خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے رکھا جائے تو تمام تقصیریں معاف ہو جاتی ہیں، مہینہ بھر اسی مقصد کو سامنے رکھنا چاہیئے۔

روزہ کا مقصد انسان بنانا ہے نہ بھوکا پیاسا رکھنا

لیکن اس کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے، فرمایا کم من صائم لیس لہ من صومہ الا الجوع والعطش کتنے ہی روزہ دار ہیں جن کو روزہ سے بھوک اور پیاس کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا، روزہ کا مقصد محض بھوکا پیاسا رکھنا نہیں وہ مقصد جو اللہ اور رسول نے رکھا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کو انسان بنا دیا جائے۔ انسانیت کا جامہ اسے پہنا دیا جائے، اخلاق عالیہ اس میں پیدا ہوں، اس کے بغیر روزہ نری مشقت ہے۔

جھوٹ بولنے والے کا روزہ

اسی طرح ایک اور بات اسی ضمن میں فرمائی من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ جو شخص روزہ رکھتا ہے اور جھوٹ کو نہیں چھوڑتا و عمل بہ اور کاروبار میں بھی جھوٹ ہی سے کام لیتا ہے خدا کو کیا حاجت ہے کہ اس کو بھوکا مارے یا پیاسا رکھے روزہ رکھتا ہے لیکن جھوٹ بولتا ہے اس کو علم نہیں کہ روزہ ہماری اصلاح کے لئے ہے یہ آدمی سن رکھے کہ خدا کو اس کی کوئی حاجت نہیں کہ بھوکا اور پیاسا رہے یا کھانا پینا چھوڑ دے۔

روزہ کی عظمت

ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے میرا بندہ یدع طعامہ وشرابہ وشھوتہ لی کھانا پینا اور خواہشات میرے لئے چھوڑتا ہے اس لئے میں ہی اس کی جزا اسے دوں گا۔ الصوم لی وانا اجزی بہ روزہ میرے لئے ہے کیونکہ یہ سر ہے جو میرے اور بندے کے درمیان ہے اس لئے میں اس کی جزا اسے دوں گا۔

دین کا اثر دنیوی معاملات پر

میں نے پہلے کہا ہمارا دین مسجد کے لئے نہیں بلکہ ہمارے دنیوی معاملات میں دین کا اثر نظر آنا چاہیئے

معاملات کی درستی، اخلاق کی بلندی، ایک دوسرے سے حسن سلوک جب تک نہ ہو، دین ٹھیک نہیں بیٹھتا فرمایا کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی بھلائی اور خیر خواہی کے لئے پیدا کی گئی ہے، لوگوں کی بھلائی وہی کر سکتا ہے جو اپنے آپ کو درست کر سکے، اپنا تزکیہ اگر ہو تو دوسروں پر بھی اثر پڑتا ہے جب تک اپنا تزکیہ نہ ہو اپنے معاملات درست نہ ہوں روزہ رکھنے اور نماز پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

مسلمانوں کے اخلاق کا اثر

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم نے کیا کیا ان میں سے جو بھی کسی جگہ پہنچا اس نے وہاں کے لوگوں کو متاثر کیا۔ ایک شخص افریقہ میں مال لے کر جاتا ہے وہ کہتے ہیں یہ کس قسم کا آدمی ہے، مال بیچتا ہے اور ایک ذرہ جھوٹ نہیں بولتا، صحیح قیمت بتاتا ہے اور جہاں مال میں کوئی نقص ہو وہ بھی بیان کر دیتا ہے، اس تاجر کو دیکھ کر افریقہ کے لوگ مسلمان ہو گئے یہی حال تمام لوگوں کا تھا، ایک کمانڈر، ایک سپاہی، ایک پیشہ ور اپنے اخلاق، اپنی صداقت اور راستبازی کی وجہ سے لوگوں کی ہدایت کا موجب ہوئے اور ان کے عمل اور اخلاق کو دیکھ کر لوگ مسلمان ہوتے چلے گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پاکیزہ فضا پیدا کر دی جس کے اندر دلربائی اور دلکشی تھی لیکن جو شخص روزہ رکھ کر نیکی اور راستبازی کو اختیار نہ کرے وہ رسول کریم صلعم کی تلقین سے کوسوں دور ہے۔

امام وقت کی جماعت کے متعلق لوگوں کی رائے

اس لئے آپ غور کریں کہ کیا روزہ رکھ کر آپ نے اللہ اور رسول کے مقصد کو پورا کر لیا؟ میں نے اپنے سامنے حضرت امام وقت کی جماعت کے متعلق لوگوں کو بار بار اور اکثر یہ کہتے ہوئے سنا کہ کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب کے ماننے والے کافر ہیں۔ لیکن نمازیں وہ بڑی سنوار کر پڑھتے ہیں، اور صداقت و راستبازی ان کا شیوہ ہے یہ اثر لوگوں کے دلوں پر اس جماعت کا تھا وہ کہتے تھے اس کی کیا وجہ ہے کہ اس جماعت کو نمازیں پڑھنے کا شوق اور قرآن کا عشق ہے، مولوی تو کہتے ہیں کہ یہ لوگ کافر ہیں لیکن یہ لوگ کچہریوں میں جا کر اپنے باپ کے خلاف سچی شہادت دیتے ہیں، معاملات ان کے دوسروں سے اچھے ہیں، یہ جماعت کا نمونہ تھا جس نے بہت سے دلوں کو کھینچا، جب تک نمونہ نہ ہو دوسروں پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔

حضرت امام وقت کی صداقت و راستبازی کا نمونہ

ایک دفعہ ایک سکھ سے کسی نے پوچھا کہاں جاتا ہے؟ اس نے کہا قادیان جاؤں گا۔ سوال کرنے والے نے پوچھا مرزا صاحب کے متعلق کیا رائے ہے اس نے کہا وہ تو بھگت ہے بھگت، ایک دفعہ بڑے مرزا صاحب (حضرت کے والد) کے ساتھ ایک مقدمہ پیش آ گیا، ہم نے اس بھگت کو گواہ لکھا دیا یہ ہمارا ایمان تھا کہ یہ شخص .... جھوٹی گواہی ہرگز نہ دے گا، یہ اپنے مال، اپنی زمین اپنے باپ اور بیٹے کی خاطر جھوٹ نہیں بول سکتا۔ سمن آئے لے لئے، یہ نہیں کیا کہ دو روپے لے جاؤ اور لکھ دو کہ گواہ ملا نہیں۔ تاریخ مقررہ پر جب پیش ہوئے تو وکیل نے پوچھا یہ زمین جس میں کیکر ہیں کس کی ہے، کہا سکھوں کی، بڑے مرزا صاحب کے وکیل نے ان پر جرح کی کہ آپ تو مسیتڑ (مسجد میں رہنے والے) ہیں آپ کو زمین کا علم کیسے ہو سکتا ہے؟ کہا ایک دفعہ اباجی مجھے اس جگہ لے گئے اور انہوں نے کہا کہ یہ کیکر سکھوں کے ہیں، یہ تھی صداقت کہ باپ کے خلاف گواہی دینے سے دریغ نہ کیا۔ اسی طرح یہاں موجیدروازہ میں ایک وکیل صاحب تھے مولوی فضل الدین، وہ بار بار کچہریوں میں بیان کیا کرتے تھے، کہ میں نے بڑے بڑے مولویوں کو عدالتوں میں جھوٹ بولتے دیکھا ہے لیکن مرزا صاحب کو دیکھ کر حیرانی ہوئی، کہ سنگین مقدمات میں بھی جھوٹ کو پاس نہیں آنے دیا ایک دفعہ انہوں نے ایک مضمون لکھ کر کسی پریس کو ڈاک میں بھیجا اور اسی میں ایک خط بھی ڈال دیا۔ مکتوب الیہ نے جو دشمن تھا ڈاکخانہ کو لکھ کر مقدمہ کھڑا کر دیا، مرزا صاحب نے مجھے وکیل کیا، میں نے کہا یہ تو کوئی مقدمہ ہی نہیں آپ کہدیں کہ میں نے اس میں خط نہیں ڈالا۔ مرزا صاحب کہنے لگے لیکن مولوی صاحب اخط تو میرا ہے میں کیسے انکار کر دوں، میں نے پھر ادھر ادھر کی باتیں کر کے کہا کہ حضرت آپ کہہ سکتے ہیں کہ خط میں نے اس پیکٹ میں نہیں رکھا، فرمایا کہ خط تو میرا ہے میں کیسے جھوٹ بول سکتا ہوں، میں نے کہا پھر جرم کا اعتراف کر کے سزا بھگتیں مجھے کا ہے کو وکیل کیا ہے، فرمایا وہ تو چونکہ خدا نے اسباب سے کام لینے کا حکم دیا ہے اس لئے آپ کو وکیل کر لیا، اس کا یہ تو مقصد نہیں کہ آپ ہم سے جھوٹ بلوائیں۔

جماعت کے اندر صداقت کی روح

یہ تھے حضرت مرزا صاحب ہمارے امام، انہوں نے خدا کو صحیح طور پر مانا اور یہی روح اپنی جماعت کے اندر پیدا کی۔ اور اس جماعت کے افراد نے بڑے مشکل موقعوں پر اپنے خلاف سچی گواہیاں دیں، جو غرض قرآن کے آنے کی ہے، اس کو سب سے پہلے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا کیا دین کی غرض یہی ہے کہ نیکی اخلاق دیانت و امانت اور راستبازی پیدا کی جائے اور ایسے شخص کو جس کے اندر یہ چیزیں پائی جائیں دیکھ کر لوگ پہچان لیں کہ یہ فی الواقعہ مسلمان ہے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت اعلیٰ پیمانہ پر اپنی قوم کے اندر ان چیزوں کو پیدا کر دیا اور ایک ادنیٰ پیمانہ پر اس زمانہ کے امام نے بھی یہ کرامت دکھائی، میں اسے کرامت کہوں گا۔ کیونکہ اس زمانہ میں ایک ایسی جماعت پیدا کر دینا جو دین کی صحیح نمائندہ ہو کرامت سے کم نہیں۔

حضرت نبی کریم صلعم کی تعلیم کا اثر

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایک صحابی نے ایک عیسائی بادشاہ کے سامنے کہا، یامرنا بالصلوٰۃ والصدق والعفاف والصلۃ آپ ہمیں نماز، راستبازی اور عفت اور باہم تعلقات یگانگت کی تعلیم دیتے ہیں۔ یہ ایک عیسائی بادشاہ کو کہا کہ یہ محمد رسول اللہ صلعم کی تعلیم ہے اس سے اندازہ لگائیے کہ وہ کیسا انسان ہے، اس نے ہم میں یگانگت پیدا کر دی، ہم بتوں کی پرستش کرتے تھے اب ایک خدا کے سوائے کسی کی عبادت نہیں کرتے حق کی تبلیغ کرتے ہیں اور سچائی اور عفت ہمارا شعار ہے، اس تعلیم کو سن کر یہ عیسائی بادشاہ مسلمان ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے کامیاب انسان ہیں جنہوں نے ایسی قوم پیدا کی، جو نیکی راستبازی اور حسن معاملت کی وجہ سے دوسروں کی بھی ہدایت کا موجب ہوئی۔

ہمارا کیا حال ہے؟

لیکن ہمارا کیا حال ہے، ہمارے اس ملک میں ہندو رہتے تھے، اگر کوئی نیک مسلمان کسی ہندو کا ہمسایہ بن گیا، تو وہ دوسروں کو کہتے تھے، ہمارے محلہ میں ایک مسلمان رہتا ہے، وہ تو ہندو دھرم ہے کسی کی بہو بیٹی کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا، گویا نیک ہونا ہندوؤں کا شیوہ ہے اور مسلمان وہ ہے جو دوسروں کی بہو بیٹیوں پر نظر بد رکھے، یہ کردار پیدا کر کے مسلمان نے اسلام کی بڑی ہتک کی، کہ اس کی وجہ سے اسلام پر نبی کریم صلعم پر بڑا حرف آیا، پھر دوبارہ آپ پر حجت پوری ہوئی کہ ایک امام ہم میں بھیجا جس نے نبی کریم صلعم کی تعلیم پر پھر ہمیں قائم کیا اور اپنے نمونہ سے ہمارا تزکیہ کیا۔ یہ آپ پر ایک اور حجت ہو گئی۔ اگر پھر بھی آپ نیکی اور اصلاح کے رستہ کو چھوڑ دیں تو غور کرو کہ آپ کی وجہ سے اسلام کو نبی کریم صلعم کو اور خدا تعالےٰ کے بھیجے ہوئے امام کو کس درجہ نقصان پہنچ سکتا ہے؟

شکریہ تعزیت

میں ان تمام بزرگوں بھائیوں اور عزیزوں کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میری شفیق والدہ کی بے وقت وفات پر مجھ سے ہمدردی کی اور میرا غم بانٹا۔ جن بزرگوں کے خطوط مجھے ملے۔ ان کا میں تہ دل سے مشکور ہوں، ان کو فرداً فرداً جواب نہ دے سکنے کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ والسلام

غمزدہ عبدالسلام۔ پسر مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی

۴/۲۔ مسلم ٹاؤن۔ لاہور

ربوہ میں تبدیلی عقائد

از قلم چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

ربوہ کا کرشنا مینن

پنڈت نہرو نے یہ اعلان کر کے کہ کشمیر کے معاملے میں اس نے کبھی کشمیریوں کا حق استصواب تسلیم نہیں کیا دنیا کو حیرت میں ڈال رکھا ہے، وہ مرے سے کسی ایسے معاہدے کو تسلیم نہیں کرتا جس کی رُو سے وہ کشمیر میں استصواب کا پابند ہو، حالانکہ واقع یہ ہے کہ وہ گزشتہ دس سال سے حفاظتی کونسل میں حق استصواب کو تسلیم کر کے طریقہ استصواب پر ہی بحث کرتا رہا۔ اب اچانک اس نے اپنا موقف بدل ڈالا ہے اور اس کے وکیل کرشنا مینن نے نہایت ڈھٹائی اور بے حیائی سے حفاظتی کونسل میں مسلسل سات گھنٹے اس امر پر بحث کی کہ کشمیر کا الحاق بھارت سے ہو چکا ہے اور بھارت حکومت نے کبھی استصواب کو طریق فیصلہ مابین فریقین نہیں سمجھا۔ کرشنا مینن کی فصیح البیانی اور بلیغ اللسانی کے باوجود تمام دنیا نے نہرو کو جھوٹا ہی کہا اور اسکے خلاف یہ فتویٰ دیا کہ اس کے ہاں اخلاق کے کوئی اقدار موجود نہیں تمام ہندوستان کی تیس کروڑ ہندو آبادی میں سے کسی ایک فرد بشر کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ ہندوستان کی عزت اور شرافت کے نام پر نہرو کے سامنے احتجاج کرتا کہ تم نے تمام دنیا میں ہندوستان کو کیوں بدنام اور ذلیل کیا ہے ہاں کشمیر کے چند ہندوؤں نے اپنی ایک تنظیم قائم کر رکھی ہے اور وہ شروع ہی سے کشمیر کے حق خود ارادیت کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

بالکل نہرو کی طرح ربوہ کی روحانی فضا میں بھی ایک اسی قسم کا تموج پیدا ہوا ہے اور وہاں بھی ایک کرشنا مینن بشکل مولانا جلال الدین صاحب شمس قلم سے وہ کام لینا چاہتے ہیں جو مینن نے حفاظتی کونسل میں زبان سے لیا تھا انہوں نے حالی ہی میں اپنا ایک مضمون الفضل مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۵۷ء میں بعنوان "منکرین خلافت کا غلط پراپیگنڈا" شائع کرایا ہے۔ اس کا فوری جواب جو نہایت مدلل اور مسکت ہے فاضل مدیر پیغام صلح نے پرچے ۱۱ اپریل کے اشاعت میں دے دیا ہے۔ ہم صرف اس کی مزید لطیف جھلکیں دکھانا چاہتے ہیں۔ نہرو نے گزشتہ دس سال کے کئے ہوئے مواعید پر خط تنسیخ کھینچا ہے اور یہاں گزشتہ چالیس سال سے زائد کے اختیار کئے ہوئے عقائد کو خیرباد کہہ دیا گیا ہے مگر دونوں کو اصرار یہ ہے ان کی پوزیشن میں کوئی تضاد نہیں۔

شمس صاحب کی قلابازیاں

اس مضمون میں شمس صاحب فرماتے ہیں:۔

"یہ ایک بہتان ہے کہ حضرت امام جماعت احمدیہ نے تحقیقاتی عدالت کے روبرو یہ بیان دیا کہ حضرت صاحب کے نہ ماننے والے کافر نہیں بلکہ مسلمان ہیں"

ان الفاظ کو لکھ کر ربوی مینن صاحب نے اس کی تائید کیا دلائل کا ایک انبار لگا دیا ہے، چنانچہ وہ چند عدالت کے سوالات درج کرتے ہیں اور جو خلیفہ صاحب نے جوابات دیئے ہیں وہ بھی رقم کرتے ہیں وہ سوال و جواب بڑے دلچسپ ہیں۔

اُن میں سے چند سوال اور ان کے جواب شمس صاحب کی زبان ہی سے سُن لیجئے:۔

سوال:۔ کیا ایک سچے نبی کا انکار کفر نہیں؟

جواب:۔ "ہاں یہ کفر ہے۔ لیکن کفر دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جس سے کوئی شخص ملت سے خارج ہو جاتا ہے دوسرا وہ جس سے وہ ملت سے خارج نہیں ہوتا۔ کلمہ طیبہ کا انکار پہلی قسم کا کفر ہے، دوسری قسم کا کفر اس سے کم درجہ کی **بدعقیدگیوں** سے پیدا ہوتا ہے"۔

یہاں خلیفہ صاحب نے اس طرح جواب دینے میں اپنی طرف سے یہ کوشش کی تھی کہ حضرت صاحب کے منکرین کو ملت سے خارج نہ کیا جائے اور ان کے انکار کو ایک کم درجے کی **بدعقیدگی** ظاہر کیا جائے اس پر وکیل نے ان کو یاد کرایا کہ آپ تو حضرت مسیح موعود کی بیعت کرنے والوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے رہے ہیں تو اس کی انہوں نے جو تشریح فرمائی اس کو شمس صاحب ان الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں:۔

"جب میں کافر کا لفظ استعمال کرتا ہوں تو میرے ذہن میں دوسری قسم کے کافر ہوتے ہیں جن کی میں پہلے ہی وضاحت کر چکا ہوں یعنی کہ "وہ جو ملت سے خارج نہیں"

جب اصرار کیا گیا کہ دائرہ اسلام سے خارج کے جانیکا کیا مطلب ہے تو شمس صاحب کے الفاظ میں میاں صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

"فوق الایمان میں . . . .
ایسے مسلمانوں کا ذکر ہے جو ایمان میں اس درجہ ممتاز ہوتے ہیں اور وہ معمولی ایمان سے بلند تر ہوتے ہیں اس لئے جب میں نے یہ کہا تھا کہ بعض لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہیں تو میرے ذہن میں وہ مسلمان تھے جو فوق الایمان کی تعریف کے ماتحت آتے ہیں۔ مشکوٰۃ میں بھی ایک روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی ظالم کی مدد کرتا ہے وہ اسلام سے خارج ہے"

یہاں خلیفہ صاحب نے حضرت صاحب کے منکرین کو ایک ایسے مسلمان شخص کا ہم پلہ قرار دیا ہے جو کسی ظالم کی مدد کرتا اور اس کی حمایت کرتا ہے اور گو وہ مسلمان ہے مگر اس کا ایمان کم درجے کا ہے ہماری اس تشریح کو شمس صاحب نے خطوط وحدانی میں یوں لکھا ہے (لیکن باوجود اس کے ایسے شخص کو مسلمان ہی کہا جاتا ہے۔ شمس) اس ساری تشریح سے

شمس صاحب کا مطلب یہ ہے کہ خلیفہ صاحب حضرت مسیح موعود کے نہ ماننے والے کو مسلمان ہی سمجھتے ہیں۔ لیکن اوپر ہم ابھی شمس صاحب کے یہ الفاظ موٹے حروف میں نقل کر چکے ہیں کہ یہ ایک بہتان ہے کہ حضرت امام جماعت احمدیہ نے تحقیقاتی عدالت کے روبرو یہ بیان دیا کہ حضرت صاحب کے نہ ماننے والے کافر نہیں بلکہ مسلمان ہیں۔ ان الفاظ کو پڑھئے اور مزے لے لے کر سر دُھنیئے۔

ایک اور سوال کا شمس صاحب اپنے بیان میں یوں ذکر کرتے ہیں:۔

سوال:۔ "ذکر الٰہی ص۲۲ کو دیکھئے۔

جواب:۔ "میرا تو عقیدہ ہے کہ دنیا میں دو گروہ ہیں۔ ایک مومن دوسرے کافر پس جو حضرت مسیح موعود پر ایمان لانے والے ہیں وہ مومن ہیں اور جو ایمان نہیں لاتے خواہ ان کے ایمان نہ لانے کی کوئی وجہ ہو وہ کافر ہیں"

کیا یہاں لفظ کافر مومن کے مقابل پر استعمال نہیں ہوا؟

جواب:۔ اس عبارت میں مومن سے مراد وہ شخص ہے جو مرزا غلام احمد صاحب پر ایمان لاتا ہے اور کافر سے مراد وہ شخص ہے جو آپ کا انکار کرتا ہے۔

عدالت کا سوال:۔ تو کیا مرزا غلام احمد صاحب پر ایمان لانا جزو ایمان ہے؟

جواب:۔ جی نہیں۔ یہاں پر لفظ مومن صرف مرزا غلام احمد صاحب ایمان لانے کے مفہوم کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ نہ کہ اسلام کے بنیادی عقیدوں پر ایمان لانے کے مفہوم میں (مراد یہ ہے کہ آپ کو ماننا ایسا جزو ایمان نہیں کہ جس کے انکار سے انسان امت محمدیہ سے خارج ہو جائے۔ شمس)

ان تمام تصریحات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تحقیقاتی عدالت میں بیان دیتے وقت اور اس کے بعد ربوی علماء کا یہ عقیدہ ہو چکا ہے کہ حضرت مسیح موعود کا انکار کسی کو اسلام سے خارج نہیں کرتا اور نہ ان کا ماننا جزو ایمان ہے۔ اور ان کے خیال میں ایک کفر تو اصل کفر ہے یعنی ایمانیات کا کفر جو انسان کو حقیقی طور پر اسلام سے خارج کر دیتا ہے اور ایک کفر اسلام کے کسی فرع کا کفر ہے جو انسان کو اسلام سے خارج نہیں کرتا مگر اس کے ایمان کی نفی کمال کر دیتا ہے۔ آؤ اس کے متعلق دیکھیں کہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کیا فرما چکے ہیں۔

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا ارشاد

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک پمفلٹ بعنوان "کفر دون کفر و حقیقت الوحی" لکھا جس کی طبع ثانی ۱۹۴۱ء میں ہوئی۔ اس کے سرورق پر کتاب کے عنوان کے بھی اوپر نہایہ ابن اثیر کے یہ الفاظ درج ہیں الکفر صنفان احدھما الکفر باصل الایمان وھو ضدہ والاخر کفر بفرع من فروع الاسلام فلا یخرج بہ من

اصل الایمان -

ترجمہ:- یعنی کفر دو قسم کا ہے ایک اصل ایمان کا کفر اور وہ ایمان کی ضد ہے اور دوسرا اسلام کے فروع میں سے کسی فرع کا کفر تو اس سے ایمان سے یعنی دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا -

ڈاکٹر صاحب نے پہلی دفعہ یہ پمفلٹ ۱۹۴۱ء سے بہت پہلے شائع کیا اور اس وقت اُسے لکھا جبکہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے تکفیر اہل قبلہ میں خطرناک طریق پر شدت اختیار کر لی ہم اس پمفلٹ کے چند ابتدائی الفاظ نقل کرکے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب قادیانیوں کو راہ راست پر لانے کے لئے کیا موقف اختیار کئے ہوئے تھے -

"کفر دون کفر کا مسئلہ اسلام میں ہمیشہ سے چلا آتا ہے - اور اکابر اہل سنت کا یہی مذہب ہے کہ کفر دون کفر کے معنی ہیں - کفر کے نیچے کفر" - جیسا کہ اس کلمہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کفر کی دو قسمیں ہیں - ایک تو اصل یعنی ایمانیات کا کفر ہے مثلاً اللہ تعالےٰ اور محمد رسول اللہ کا انکار جو انسان کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے اور دوسرا اس کے نیچے وہ کفر ہے - جو اصل یعنی ایمانیات کا کفر نہیں بلکہ کسی فرع کا کفر ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ کسی ایسے حکم کی جو فرض ہو نافرمانی کا مرتکب ہو جانا مثلاً ترک الصلوٰۃ مگر یہ کفر اسلام سے خارج نہیں کرتا اس کو کفر اس لئے کہا گیا کہ چونکہ کسی حکم کی نافرمانی یہ ظاہر کرتی ہے کہ نافرمانی کرنے والے نے حکم کی عزت نہیں کی اور اس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہوئے کہ اس نے عملی طور پر حکم دینے والے کا انکار کیا پس مجازی طور پر کفر کا لفظ اس پر اطلاق پا سکتا ہے اور یہ کفر دون کفر کہلاتا ہے - لیکن یہ کفر اسلام سے خارج نہیں کرتا کیونکہ یہ اصل یعنی ایمانیات کا کفر نہیں - بلکہ فرع یعنی صرف حکم کی نافرمانی ہے - متعدد نافرمانیاں صبح سے شام تک ایک مسلمان سے سرزد ہوتی رہتی ہیں - کبھی نماز ترک کر دیتا ہے کبھی جھوٹ بول دیتا ہے - کبھی کوئی اور نافرمانی کر دیتا ہے - اور اکثر دفعہ سستی یا کمزوری یا غفلت کا نتیجہ ہوتا ہے اگر ایسی باتوں کی بناء پر اسلام سے خارج کرنے لگیں تو پھر شاذ و نادر ہی کوئی مسلمان باقی رہ جائے گا -"

الغرض ڈاکٹر صاحب کا یہ بتیس صفحہ کا پمفلٹ صرف اس ایک نظریہ کی تشریح ہے کہ حضرت صاحب کا انکار اصل کا انکار نہیں بلکہ فرع کا انکار ہے اور اس انکار سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا مگر اس وقت اس پمفلٹ کے مصنف کو سلسلۂ احمدیہ کا بہت بڑا معاند قرار دیا گیا اور اسے بے تحاشہ گالیاں اور دل آزار طعنے دیئے گئے -

حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کا اضطراب

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے محولہ بالا پمفلٹ سے بہت پہلے حضرت مولانا محمد علی صاحب نے خلیفہ صاحب کے شوق تکفیر اہل قبلہ کو روکنے کے لئے ۱۹۲۲ء کے قریب قریب پہلی دفعہ ردِ تکفیر اہل قبلہ کے زیر عنوان ایک معرکہ آرا کتاب ۸۰ صفحات پر مشتمل لکھی اور اس میں نہایت الحاح اور اخلاص سے خلیفہ صاحب کو سمجھایا کہ وہ خدا کے لئے کفر کے مسئلہ کو سمجھیں اور قرآن کریم کی آیات اور مختلف احادیث کے حوالوں اور حضرت صاحب کی عبارتوں سے یہ ثابت کیا کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں آپ نے خلیفہ صاحب کو بار بار سنایا کہ حضرت صاحب نے تریاق القلوب کے صفحہ ۱۳۰ پر لکھا ہے کہ "ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا" اور اس کے نیچے یہ حاشیہ بھی دیا ہے:-

"یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کا انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلےٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا"

یہ باتیں لکھ کر مولانا نے میاں صاحب کو سمجھایا کہ حضرت صاحب کا اس مسئلہ میں اخیر تک ایک ہی عقیدہ رہا ہے چنانچہ حقیقت الوحی جو ان کی زندگی کی آخری کتاب ہے اس میں بھی انہوں نے نہایت شرح و بسط سے کفر و اسلام کے مسئلے پر روشنی ڈالی ہے مولانا نے حقیقت الوحی کے صفحہ ۱۷۹ کی یہ عبارت نقل کی ہے -

"کفر دو قسم کا ہے (۱) اوّل یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا (۲) دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے - اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے پس اس لحاظ سے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے -"

اس پر حضرت مولانا مرحوم نے اپنی طرف سے مزید تشریح یوں کی ہے -

"اب یہاں پہلا کفر تو ایک ہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا جو دائرہ اسلام سے خارج کرنیوالی چیز ہے جس کو ابن اثیر نے ضد ایمان کہا ہے - جو سرے سے اسلام ہی کا انکار ہے - اور دوسرے کفر کی صرف ایک مثال بیان کی ہے - جیسا کہ اس کو "مثلاً" کے لفظ سے شروع کرنے سے صاف معلوم ہوا کہ وہ ایک فرع کا کفر ہے - اور جیسے یہ ایک فرع ہے ویسے ہی اور بھی کئی فروع ہو سکتی ہیں چنانچہ اس کے آخر یہ فرمایا "پس اس لحاظ سے کہ وہ **خدا اور رسول** ..... کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے" جس سے معلوم ہوا کہ وہ خدا اور رسول کو مانتا ہے ان کا منکر نہیں - ہاں خدا اور رسول کے جو بہت سے فرمان ہیں جن میں سے ایک فرمان مسیح موعود کا ماننا ہے اس کو نہیں مانتا پس یہ کفر اصل کا نہیں بلکہ فرع کا ہے - اور جس طرح ابن اثیر نے لکھا ہے کہ یہ فرع کا کفر اصل ایمان سے خارج نہیں کرتا اسی طرح حضرت صاحب نے اسے خدا اور رسول کا ماننے والا اور صرف حکم کا انکار کرنے والا قرار دیا ہے - یہ اسلام کا انکار نہیں نہ دائرہ اسلام سے خارج کرنیوالی چیز ہے - گویا یہ دوسرا کفر اپنے اصطلاحی معنی میں نہیں بلکہ لغوی معنی میں انکار ہے جس کی بہت سی مثالیں احادیث مذکورہ بالا میں پائی جاتی ہیں"

پھر اپنے اس نظریئے کو مزید تقویت دینے کے لئے حضرت مولانا نے نہایت درد دل سے اس مسئلے پر حسب ذیل الفاظ میں روشنی ڈالی -

"بعض وقت نفی سے مراد نفیٔ حقیقت نہیں ہوتی بلکہ نفیٔ کمال ہوتی ہے اور یہ ایک مسلّم امر ہے - مثلاً خود اسی حدیث لا یؤمن احدکم کو لے لو جس میں فرمایا کہ جب تک میں ایک شخص کے نزدیک باپ اور بیٹے اور سب لوگوں سے محبوب نہ ہو جاؤں وہ ایمان نہیں لاتا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ جتنے مسلمان دنیا میں ہیں اگر وہ اس محک پر پورے نہ اتریں تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں بلکہ مراد صرف اس قدر ہے کہ وہ کامل الایمان نہیں کیونکہ کمال ایمان یہ چاہتا ہے کہ دین کو دنیا پر اور رسول خدا کی محبت کو تمام دیگر محبتوں پر غالب کیا جائے ایسا ہی ایک حدیث میں ہے لا یؤمن احدکم حتیٰ یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ تم میں سے کوئی شخص ایمان نہیں لاتا جب تک کہ وہ اس چیز کو اپنے بھائی کے لئے بھی پسند نہ کرے جسے اپنے لئے پسند کرتا ہے - یہاں بھی وہی نفیٔ کمال مراد ہے -"

اس کتاب کی مدلل اور زبردست بحث کے باوجود

خلیفہ صاحب اور علماء جماعت قادیان کا شوق تکفیر کم نہ ہوا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے اس کتاب یعنی **ردِ تکفیر اہلِ قبلہ** کو بار بار شائع کیا ۱۹۵۰ء میں اس کا بار ہشتم ایڈیشن شائع ہوا۔ مگر اس وقت تک خلیفہ صاحب اور ان کی جماعت اس سے متاثر نہ ہوئی بالآخر فسادات پنجاب نے ان کی آنکھیں کھول دیں اور جو عقیدہ اب انہوں نے تحقیقاتی عدالت کے سامنے پیش کیا ہے وہ بالکل وہی ہے جو حضرت مولانا محمد علی صاحب اور حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب گذشتہ چالیس سال سے بیان کرتے آئے ہیں۔ ہم نے ان کے موجودہ عقیدہ کو ان کے اپنے الفاظ میں بیان کر دیا ہے اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے موقف کو بھی واضح طور پہ درج کر دیا ہے۔ اب انصاف پسند اشخاص خود بخود فیصلہ کر لیں کہ کیا اس وقت مولانا محمد علی صاحب اور خلیفہ ربوہ جہاں تک کفر و اسلام کا تعلق ہے ایک ہی سطح پہ کھڑے نظر نہیں آتے۔

شمس صاحب کا نیا شوشہ

اب شمس صاحب کرشنا مینن کی طرح نہایت دیدہ دلیری سے ہم پہ یہ الزام لگ رہے ہیں۔ کہ ہم

"آج کل یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ۱۹۵۳ء میں تحقیقاتی عدالت کے روبرو اپنے پہلے عقیدہ سے رجوع کر لیا"

اب اُن کا یہ کہنا ہے کہ خلیفہ صاحب کا شروع سے ایک ہی عقیدہ رہا ہے۔ اگر واقعہ ایسا ہی ہے تو یہ چالیس برس تک مسلسل اور متواتر دونوں جماعتوں میں کیا چیز ما بہ النزاع رہی ہے اور یہ آئے دن کے مباحثے۔ مجادلے اور مناظرے کس بات پر ہوتے تھے۔ اور یہ اتنا بڑا اختلافی لٹریچر کیوں معرض وجود میں آگیا۔ جو موقف خلیفہ صاحب نے تحقیقاتی عدالت میں اختیار کیا ہے وہ تو وہی ہے جس کی طرف گذشتہ چالیس سال سے ان کو دعوت دی جاتی رہی ہے۔

اب ہم ناظرین کو یہ بتلائیں گے کہ خلیفہ صاحب کا ۱۹۵۳ء سے قبل اس مسئلہ میں۔ کیا موقف تھا۔ ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھیں گے صرف خلیفہ صاحب کی اپنی عبارتیں جو انہوں نے مختلف اوقات میں اپنی کتابوں میں لکھی ہیں۔ ہدیہ ناظرین کریں گے اور جماعت ربوہ سے صرف یہ استدعا کریں گے کہ کچھ لوگ کچھ وقت کے لئے بے وقوف بنائے جا سکتے ہیں اور شاید یہ بھی ہو کہ کچھ لوگ تمام وقت کیلئے بھی بے وقوف بنائے جا سکیں مگر یہ تو نہیں ہوتا ہے کہ ساری جماعت سارے وقت کے لئے بے وقوف بن جائے ذیل کی عبارتیں پڑھو ان پر غور کرو ریوی کرشنا مینوں کے زورِ قلم کی بھی داد دو مگر حقیقت کو نظر انداز نہ کرو۔

خلیفہ صاحب کا کفر و اسلام کے متعلق سابقہ موقف

اپریل ۱۹۱۱ء میں میاں محمود احمد صاحب نے رسالہ تشحیذ الاذہان میں ایک مضمون لکھا جس کا عنوان تھا "مسلمان وہی ہے جو خدا تعالےٰ کے سب ماموروں کو مانے"۔۔۔۔۔۔ اس رسالہ کے صفحہ ۱۳۹ پر وہ تمام مسلمانانِ عالم کو جن کو حضرت مسیح موعود کی تبلیغ بھی نہیں پہنچی کافر قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

"تیسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جن پر تبلیغ نہیں ہوئی اُن کا حساب خدا کے ساتھ ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ تبلیغ ان کو پہنچی ہے یا کہ نہیں چونکہ کسی کے دلی خیالات پر آگاہ نہیں اس لئے چونکہ شریعت کی بنا ظاہر پر ہے ہم ان کو کافر ہی کہیں گے"

اس کے صفحہ ۱۴۱ پر یوں ارشاد ہے:۔

"پس نہ صرف اس کو جو آپ کو کافر تو نہیں کہتا مگر آپ کے دعوے کو نہیں مانتا کافر قرار دیا گیا ہے بلکہ وہ بھی جو آپ کو دل سے سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا ہے۔ لیکن ابھی بیعت میں اسے کچھ توقف ہے کافر قرار دیا گیا ہے۔"

۱۹۱۶ء میں میاں صاحب کی کتاب انوار خلافت طبع ہوئی اس کے صفحہ ۹۰ پر یہ الفاظ درج ہیں:۔

"ہمارا یہ فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں"

کتاب آئینہ صداقت کے صفحہ ۳۵ پر حضرت خلیفہ صاحب یوں رقمطراز ہیں:۔

"یہ تبدیلِ عقیدہ مولوی صاحب تین امور کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ اول یہ کہ میں نے حضرت مسیح موعود کے متعلق یہ خیال پھیلایا ہے کہ آپ فی الواقع نبی ہیں۔ دوم یہ کہ آپ ہی آیت اسمہ احمد کی پیشگوئی مذکورہ قرآن کریم (سورہ صف آیت ۷) کے مصداق ہیں۔ سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو۔ وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں۔"

خلیفہ صاحب پھر یوں گوہر افشانی فرماتے رہے ہیں:۔

"اب ایک اور سوال رہ جاتا ہے کہ غیر احمدی تو حضرت مسیح موعود کے منکر ہوئے اس لئے ان کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہیئے۔ لیکن اگر کسی غیر احمدی کا چھوٹا بچہ مر جائے تو اس کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے۔ وہ تو مسیح موعود کا منکر نہیں میں یہ سوال کرنے والے سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ بات درست ہے تو پھر **ہندوؤں اور عیسائیوں** کے بچوں کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے کتنے لوگ ہیں جو **ان کا جنازہ پڑھتے** ہیں اصل بات یہ ہے کہ جو ماں باپ کا **مذہب**۔۔۔۔۔۔ ہوتا ہے شریعت وہی **مذہب** ان کے بچوں کا قرار دیتی ہے۔ پس غیر احمدی کا بچہ بھی غیر احمدی ہوا۔ اس لئے اس کا جنازہ **بھی نہیں پڑھنا چاہیئے**"

(انوار خلافت صفحہ ۹۳)

اب ایک کسر باقی رہ گئی تھی۔ ایسے بے شمار شریف۔ نیک طینت، پاک باز اور انصاف پسند مسلمان کلمہ گو موجود ہیں۔ جو عیسٰی علیہ السلام کو وفات یافتہ مانتے ہیں حضرت صاحب کو مجدد دوران سمجھتے ہیں ان کے الہامات پر بھی یقین کرتے ہیں۔ مگر یہ ضروری نہیں سمجھتے کہ بیعت کر کے ان کی جماعت میں داخل ہوں اور ایسے بھی ہیں جو صرف یہ غور کر رہے ہیں کہ احمدیوں کی دونوں جماعتوں میں سے کس جماعت میں داخل ہو جائے تو ایسے پاک طینت انسانوں کے متعلق تو قیاس چاہتا ہے کہ خلافت مآب نرمی۔۔۔ اور شفقت اور محبت کا رویہ اختیار کریں گے، مگر نہیں یہ **خلافت برحق اور مصلح موعود ہونے** کا دعویدار ان کے متعلق آسمان کو لرزا دینے والی زمین کو تھرا دینے والی بات کہتے ہیں ذرا نہیں شرماتا اور انگریز کی موجودگی اور مسلمانوں کی بے بسی، اور نارسائی کو انتہائی ذلت اور حقارت کے مقام تک پہنچا دینے کے لئے حسب ذیل بیان اپنی قلم سے لکھ کر تمام دنیا میں شائع کر دیتا ہے۔ **اہلِ ربوہ!** ان الفاظ کو پڑھو۔ اور اپنے خلیفہ کی جرأت اور بے باکی کی داد دو یہ تو اب فسادات پنجاب نے مزاج میں اعتدال اور توازن پیدا کر دیا ہے۔ ورنہ حضور تو یوں آتش فشاں ہیں:۔

"باقی رہا کوئی ایسا شخص جو حضرت مرزا صاحب کو **سچا مانتا ہے لیکن** ابھی اس نے بیعت نہیں کی یا ابھی بیعت کے متعلق غور کر رہا ہے اور اسی حالت

نامہ نگاروں کی ہر بات سے ایڈیٹر کا متفق ہونا ضروری نہیں

میں مرگیا ہے اس کو ممکن ہے کہ خداتعالےٰ کوئی سزا نہ دے لیکن شریعت کا فتوے ظاہری حالات کے مطابق ہوتا ہے۔ اس لئے ہمیں اس کے متعلق بھی یہی کرنا چاہیئے۔ کہ اس کا جنازہ نہ پڑھیں"

مولانا محمد علی صاحب کی پیشگوئی

یہی تھے وہ الفاظ اور ایسے ہی تھے وہ عقائد جن کو دیکھ کر حضرت مولانا مولوی محمد علیؒ صاحب نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ قادیانی قوم یا تو اپنا مذہب بالکل اسلام سے الگ بنا لے گی یا پھر اپنے ان خطرناک اور باطل اور گمراہ کن عقائد سے تائب ہو جائے گی اب جبکہ ان لوگوں نے اپنے غلط عقائد سے رجوع کر لیا ہے تو ان کا کرشنا میتن انہیں مزید ذلیل اور رسوا کرنے کے لئے الفضل میں اس قسم کے مضامین لکھ رہا ہے کہ "منکرین خلافت کا غلط پراپیگنڈا"

خلافت مآب کو مشورہ

ہمارے غیراحمدی علماء نے جب دیکھا کہ احمدیوں کے مقابلہ میں وفات اور حیات مسیح کے مسئلہ میں وہ شکست کھا جاتے ہیں تو انہوں نے اب تمام اپنے متبعین کو حکم دے رکھا ہے کہ اس موضوع پر وہ بحث مباحثہ بند کر دیں۔ چنانچہ ایک مدت سے کسی مولوی نے کبھی حیات مسیح پر بحث نہیں فرمائی۔

مسلم لیگ کے چند رہنماؤں نے حال ہی میں خان عبدالغفار خان کی پارٹی سے وحدت مغربی پاکستان کے متعلق کوئی خفیہ سمجھوتہ کیا ہے۔ اس کے متعلق "نوائے وقت" میں ہر روز نئے نئے اداریئے لکھے جاتے ہیں اور ان سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ کچھ بولیں اور جواب دیں کہ "وحدت" کے متعلق ان کی کیا پالیسی ہے، مگر وہ سکوت مصلحت آمیز اختیار کئے ہوئے ہیں ہمارے خلیفہ صاحب ایسے رموز سیاست کو خوب سمجھتے ہیں۔

کیا وہ اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ اپنے خالد بن ولیدوں کو کنٹرول میں رکھیں اور انہیں ہدایت کریں کہ وہ اس قسم کے غلط اور مضحکہ خیز مضامین نہ لکھا کریں۔ وہ فضل عمر ہونے کے بھی مدعی ہیں حضرت عمرؓ نے تو اپنے خالد بن ولید کو خوب کنٹرول کیا تھا مگر ربوی خالد بن ولید تو خلافت کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑا رہے ہیں۔ خلیفہ صاحب کو چاہیئے کہ وہ اپنے تبدیلیٔ عقائد کے مضمون پر کسی اپنے معتقد کو گفتگو کرنے دیں۔

آہ! بے چارا قادیانی اب کیا کرے۔ اس امت قادیانیہ کی حالت نازک ہے۔ وہ اپنے اس خلیفہ کو کیا کہے۔ خلافت مآب کے عقائد دیکھئے۔ ان کی سابقہ تحریروں کی شدت، غضب اور جوش؟

مؤکد بعذاب حلف کا مطالبہ

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

۱۲ اپریل کا الفضل میرے سامنے ہے جس میں نام نہاد خلیفہ ربوہ کے نام نہاد نامزد خالد بن ولید نے غالباً اسی خوشی میں کہ انہیں بارگاہ خلافت سے خالد بن ولیدی الاٹ ہوئی ہے۔ مکرم ڈاکٹر غلام محمدؐ صاحب کے مضمون پر گوہر افشانی فرمائی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا مضمون میں نے پہلے بھی پڑھا تھا مگر اب پھر غور سے پڑھا اور نامزد خالد بن ولید یعنی مولوی جلال الدین شمس کا تنقیدی جائزہ بھی بغور مطالعہ کیا، اس کے بعد ایک غیر جانبدار ہونے کی حیثیت سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب والے مضمون کی کسی بھی شق کو چھوا تک نہیں بلکہ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کو مرزا محمود پر چسپاں کرنے کی ناپاک سعی کی گئی ہے۔ اس کا جواب تو آپ لوگ ہی دیں گے البتہ میں ضمناً شمس صاحب کی خدمت میں یہ عرض کر دوں گا کہ کسی شخص پر اگر کوئی الزام لگے کہ اس نے چوری کی ہے اور فلاں فلاں موقع کے گواہ ہیں تو اگر وہ چور نہ ہوگا تو اپنی مدافعت میں صرف یہی طریق اختیار کرے گا کہ گواہ جھوٹے ہیں اور میں نے چوری ہرگز نہیں کی اور اس کی دلیل اس طرح پر دے گا کہ میں تو چوری والے دن اس جگہ ہی موجود نہیں تھا وغیرہ وغیرہ لیکن اگر اس کے خلاف چور یہ کہے کہ صاحب مجھے تو آپ یونہی چور کہہ رہے ہیں آپ میرے والد صاحب سے پوچھ لیجئے کہ میں تو بہت ہی شریف آدمی ہوں، یا فلاں افسر نے نیک چلنی کا سرٹیفکیٹ مجھے دیا تھا۔ اس لئے یہ الزام غلط ہے تو یہ ایک مضحکہ خیز بات ہوگی اگر ہم بفرض محال اس اصول کو مان بھی لیں تو پھر جو ارشادات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مولانا محمدؐ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔۔۔ اور ان کی اولاد کے متعلق ہیں ان کا کیا حشر ہوگا

۴۴ کو دیکھئے پھر موجودہ موقف کی انقلابی رجعت کو دیکھئے تو سوائے اس کے وہ کیا کریں کہ جواہر لال اور خلیفہ صاحب کو ایک طرف اور کرشنا مینن اور مولوی جلال الدین شمس کو دوسری طرف ایک ہی سطح پر کھڑا کر کے اقبال کی زبان میں بآواز بلند آسمان کو یوں مخاطب کریں ؎

خداوندا تیرے یہ سادہ لوح بندے کدھر جائیں
کہ سلطانی بھی عیاری ہے، درویشی بھی عیاری

اگر آپ کے خیال میں یقیناً دونوں حضرات نے اپنے عمل سے خدائی وعدوں کو پس پشت ڈال دیا ہے تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ مرزا محمود احمد صاحب نے اپنے عمل سے ان ارشادات کو پس پشت نہ ڈال دیا ہو، یہ تو بالکل پنڈت نہرو کی فلاسفی ہے کہ حیدرآباد کے معاملہ میں رعایا کے حق کو اپناتا ہے اور کشمیر کے معاملہ میں اس کے حکمران کی بات صحیح تسلیم کرتا ہے۔ یعنی جماعت ربوہ کے نزدیک اگر کوئی حلف مولانا محمد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اُن کے حق میں نکلے تو وہ بالکل درست ہے اور اگر کوئی حلف مؤکد بعذاب خلیفہ صاحب کے کسی مخلص مرید کی طرف سے پیش کی جائے تو وہ قابل قبول نہیں۔ ناظرین پیغام صلح کو یاد ہوگا کہ حال میں ایک احمدی قادیانی نوجوان نے مرزا محمود احمد کے بارہ میں نہایت سخت الفاظ میں عذاب کے وعید کے ساتھ حلف اٹھائی ہے کہ وہ ذاتی طور پر مرزا محمود کے غیر شرعی افعال کو جانتا ہے اور وہ اس بات پر ہر وقت مرزا محمود کے بالمقابل حلف مؤکد بعذاب اٹھانے کو تیار ہے۔ شمس صاحب میں آپ سے صرف اس قدر انصاف انسانیت، اخلاق اور شرافت کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ مولوی محمدؐ علی رضؓ صاحب کی قسم جب درست تسلیم کی جا سکتی ہے تو پھر محمد یوسف ناز نے کیا بگاڑا ہے کہ آپ اس کی قسم کی طرف توجہ نہ دیں، خدا کے لئے اس چند روزہ زندگی کی خاطر اپنی عاقبت کا سودا نہ کیجئے اور صاف صاف بات کیجئے خواہ وہ آپ کے باپ بھائی بیٹے یا پیر کے خلاف ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ کیا آپ جناب خلیفہ صاحب کو اس بات پر آمادہ کریں گے کہ وہ حلف مؤکد۔۔۔ بعذاب اٹھانے کی جرأت کریں یاد رکھیں اگر آپ نے انہیں آمادہ کر لیا تو یہ اسلام کی فتح ہوگی احمدیت کی فتح ہوگی اور ہمیشہ کے لئے آپ کو منکرین خلافت کے نار وا الزامات سے نجات مل جائے گی۔ اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی رہ جائیگا۔

والسلام

عبدالمجید اکبر قادیانی مکان نمبر ۵ بلاک ڈی
ٹمپل روڈ لاہور

درخواست دعا

میں چند دن سے بیمار ہوں براہ مہربانی میری صحت کے لئے دعا فرمائی جائے کیونکہ میں چلنے پھرنے سے مجبور ہوں کمزوری درد ہے۔

محمد حسین۔ امام مسجد۔ مسجد میاں غلام رسول صاحب مرحوم۔ مگھیانہ ضلع جھنگ

۷ - پھر ایک اور مشکل مرحلہ یہ ہے کہ میاں محمود احمد صاحب اس مسئلہ کے موجد ہیں کہ حضرت میرزا صاحب نبی ہیں، اور ان کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے یہ عقیدہ دو احمدی فرقوں کے درمیان افتراق اور علیحدگی کا موجب ہوا لیکن چالیس سال کے بعد میاں محمود احمد صاحب نے اپنے اس ایجاد کردہ عقیدہ کی اصلاح کر کے تحقیقاتی عدالت میں یہ بیان دے دیا کہ حضرت میرزا صاحب ایسے نبی ہیں جن کا منکر کافر نہیں، کیا مصلح موعود کی پیشگوئی کا یہ مطلب تھا کہ وہ چالیس سال کے بعد اپنی اصلاح کرے گا؟

مذہب اسلام

دنیا میں پیدا ہو کر اسلام نے اپنے آپ کو ایک ایسی زبردست روحانی طاقت ثابت کیا ہے کہ نسل انسانی اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ حالات دنیا میں جو محیر العقول انقلاب اس نے پیدا کیا وہ اس قدر قلیل عرصہ کے اندر وقوع میں آیا کہ بظاہر عقل انسانی اس کو باور کرنے کے لئے تیار نہیں۔

اس نے تمام گھٹاؤنے توہمات - جہل کی سب تاریکیوں سب بد اخلاقیوں - اور صدیوں کی پرانی قبیح عادات و رسوم کا ربع صدی سے کم عرصہ کے اندر قلع قمع کر دیا۔ یہ امر کہ اس کی روحانی فتوحات تاریخ میں نظیر نہیں رکھتیں ایک ناقابل انکار حقیقت ہے اور اس بے مثال روحانی انقلاب کی وجہ سے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے وقوع میں آیا حضور کو تمام انبیاء اور تمام مذہبی ہستیوں میں سب سے زیادہ کامیاب تسلیم کیا گیا (انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا) (باقی دارد)

ضرورت رشتہ

(۱) خاکسار کو اپنے بڑے لڑکے کیلئے رشتہ مطلوب ہے لڑکے کی عمر ۲۲ سال ہے ایف اے پاس ہے۔ اس وقت گورنمنٹ ٹیکسٹائل ملز اسمٰعیل آباد میں سپننگ ماسٹری کی ٹریننگ لے رہا ہے، اللہ کے فضل و کرم سے شاندار مستقبل کی توقع ہے۔ خواہشمند احباب خاکسار سے خط و کتابت کریں، ممنون ہونگا۔ خاکسار محمد یوسف گرنفتی نواں شہر ملتان

---

۲ - ایک دوست کو جن کی بیوی فوت ہو چکی ہے اور صاحب اولاد ہیں نکاح ثانی کی ضرورت ہے، کوئی بیوہ مطلقہ خاتون جو صاحب اولاد نہ ہوں، رشتہ کی خواہشمند ہوں، تو اپنے حالات و کوائف ذیل کے پتہ پر لکھ کر بھیجدیں:-

ف - معرفت ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے اُن کے نمبر خریداری اور چندہ جو اُن سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے۔ بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے اس بقایا کو شامل کر کے اُن کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اٹھانا پڑے بہرصورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست دیکھ لیں کہ آیا اُن میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں۔ اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۵ رمئی ۱۹۵۷ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے - اگر ۵ رمئی ۱۹۵۷ء تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی تو ۱۰ رمئی ۱۹۵۷ء کو اُن کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کر دیا جائے گا جس کا پھیر دینا ان کا اخلاقی فرض ہوگا۔ ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اٹھانا پڑے گا جو اُن کے چندہ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر سرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے۔ (مینیجر پیغام صلح)

سالم چندہ خریداری

نمبر	رقم	نمبر	رقم
۹۳	۳۶	۷۱۰	۶
۹۹	۶	۷۲۱	۶
۱۶۲	۶	۷۳۹	۶
۱۷۳	۱۲	۷۴۳	۶
۲۲۵	۱۲	۷۴۴	۶
۲۳۰	۱۸	۷۴۵	۶
۲۴۲	۶	۹۳۰	۶
۲۵۵	۶	۹۵۶	۶
۲۹۲	۱۲	۹۵۹	۶
۳۴۴	۶	۹۶۴	۶
۳۷۹	۱۲	۹۸۸	۳
۴۱۷	۶	۱۰۰۶	۶
۴۴۳	۲۴	۱۰۱۷	۶
۵۵۹	۶	۱۰۲۲	۴
۵۹۸	۶	۱۰۳۱	۶
۶۲۱	۶	۱۰۴۱	۶
۶۲۹	۶	۱۰۴۳	۶
۶۳۸	۶	۱۰۴۶	۶
۶۵۳	۶	۱۰۴۸	۶
۷۰۴	۶	۱۰۴۹	۶

سالم چندہ خریداری

نمبر	رقم	نمبر	رقم
۱۰۵۰	۶	۱۰۹۳	۶
۱۰۵۳	۶	۱۰۹۴	۶
۱۰۵۴	۶	۱۰۹۵	۶
۱۰۵۵	۶	۱۰۹۷	۶
۱۰۵۸	۱۶	۱۰۹۸	۶
۱۰۶۰	۶	۲۰۰۲	۶
۱۰۶۱	۶	۲۰۰۳	۶
۱۰۶۲	۶	۲۰۰۴	۶
۱۰۶۵	۶	۲۰۰۵	۶
۱۰۸۰	۶	۲۰۰۶	۶
۱۰۸۸	۶	۲۰۰۷	۶
۱۰۸۹	۶	۲۰۰۸	۶
۱۰۹۱	۶	۲۰۰۹	۶
۱۰۹۲	۶	۱۰۹۹	۶

سہ ماہی

نمبر	رقم	نمبر	رقم
۷۹۰	۴	۸۹۲	۶
۸۲۱	۶	۸۹۳	۶
۸۴۷	۴	۸۹۹	۲۴
۸۵۸	۱۲	۹۰۰	۱۲
۸۶۱	۴	۹۰۲	۴
۸۶۸	۱۲	۹۰۳	۲۰
۸۶۹	۶	۹۱۵	۴
۸۷۳	۱۲	۹۱۷	۱۶
۸۸۱	۶	۹۱۸	۸
۸۸۷	۶	۹۲۰	۴
۸۹۱	۱۶		

پیغام صلح مورخہ ۲۴ اپریل ۱۹۵۷ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۱۶

صرف ٹائیٹل ایورگرین پریس بیمبرلین روڈ لاہور میں چھپا - باقی اخبار تعلیمی پریس بیرون مرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا -

ایڈیٹر - دوست محمد

جلد ۴۶ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ مطابق یکم مئی ۱۹۵۷ء | نمبر ۱۷

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

حضرت امام الزمان کا بیان :-

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اپنی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصولِ دین سے برگشتہ ہے۔ یہ اُن حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقوےٰ ہو ایسے افتراء نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہٗ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہلِ سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ اَلَا اِنَّ لَعْنَۃَ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ وَالْمُفْتَرِیْنَ۔

(ایام الصلح صفحہ ۹۵-۹۶)

قبولیت دُعا کی ضروری شرائط

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

یہ بات بھی بحضور دل سُن لینی چاہیئے کہ قبول دُعا کے لئے بھی چند شرائط ہوتی ہیں۔ اُن میں سے بعض تو دُعا کرنے والے کے متعلق ہوتی ہیں اور بعض دُعا کرانے والے کے متعلق۔ دعا کرانے والے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے خوف اور خشیت کو مدنظر رکھے۔ اور اس کے غناء ذاتی سے ہر وقت ڈرتا رہے۔ اور صلح کاری اور خدا پرستی اپنا شعار بنالے۔ تقویٰ اور راستبازی سے خدا تعالیٰ کو خوش کرے۔ تو ایسی صورت میں دُعا کی قبولیت کے لئے باب استجابت کھولا جاتا ہے۔ اور اگر وہ اللہ تعالےٰ کو ناراض کرتا ہے اور اس سے بگاڑ اور جنگ قائم کرتا ہے تو اُس کی شرارتیں اور غلط کاریاں دعا کی قبولیت کی راہ میں ایک سدّ اور چٹان ہو جاتی ہیں اور استجابت کا دروازہ اُس کے لئے بند ہو جاتا ہے۔ پس ہمارے دوستوں کے لئے لازم ہے کہ وہ ہماری دعاؤں کو ضائع ہونے سے بچاویں اور اُن کی راہ میں کوئی روک نہ ڈالیں جو اُن کی ناشائستہ حرکات سے پیدا ہو سکتی ہے، ان کو چاہیئے کہ وہ تقویٰ کی راہ اختیار کریں کیونکہ تقوےٰ ہی ایک ایسی چیز ہے جس کو شریعت کا خلاصہ کہہ سکتے ہیں) اور اگر شریعت کو مختصر طور پر بیان کرنا چاہیں تو مغز شریعت تقوےٰ ہی ہو سکتا ہے، تقویٰ کے مدارج اور مراتب بہت ہیں لیکن اگر طالب صادق ہو کر ابتدائی مراتب اور مراحل کو استقلال اور خلوص سے طے کرے تو وہ اس راستی اور طلب صدق کی وجہ سے اعلےٰ مدارج کو پالیتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ (پارہ ۶) گویا اللہ تعالےٰ متقیوں کی دُعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ یہ اس کا وعدہ ہے۔ اور اس کے وعدوں میں تخلف نہیں ہوتا۔ جیسے کہ فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ (پارہ ۳) پس جس حال میں تقوےٰ کی شرط قبولیت دُعا کے لئے ایک غیر منفک شرط ہے۔ تو ایک انسان غافل اور بے راہ ہو کر اگر قبولیت دُعا چاہے۔ تو کیا وہ احمق اور نادان نہیں ہے۔ لہٰذا ہماری جماعت کو لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اُن میں سے ہر ایک تقوےٰ کی راہوں پر قدم مارے۔ تاکہ قبولیت دُعا کا سرور اور حظ حاصل کرے اور زیادتی ایمان کا حصہ لے ؂

درخواست دعا۔ ہمارے محترم بھائی آفتاب عالم صاحب بعض دفتری پریشانیوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے

مغرب کے مذہبی مفکر

(۱)

(اقبال احمد صاحب) (ووکنگ انگلستان)

کچھ عرصہ سے میں محسوس کر رہا ہوں کہ ہم عیسائیت کو جس نظر سے دیکھتے ہیں وہ درست نہیں۔ ہماری سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ عیسائیت صرف تثلیث نجات اور اس قسم کے دیگر فلسفی مسائل تک محدود ہے۔ عیسائی دنیا میں بے شمار مفکر پیدا ہوئے ہیں اور روز بروز ان کے نظریات میں تغیر آ رہا ہے اور وہ اپنے عقائد کے موہوم فلسفہ سے ہٹ کر بھی سوچتے ہیں۔ کیا ہم کبھی یہ بھی کوشش کرتے ہیں کہ ہم یہ معلوم کریں کہ عیسائی موجودہ مسائل کا حل کس طرح تلاش کرتے ہیں۔ کیا ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ گرجوں کے باہر عیسائیوں میں منظم تحریکات ہیں جن کے نصب العین انسانیت کی خدمت کے جذبہ سے پُر اور جن کے نظریات یقینی طور پر انسانی ترقی کی راہ میں سنگِ میل ہیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ مغربی اقوام اسلام کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتیں ۱۹۵۵ء میں مجھے اس کام پر لگایا گیا کہ اسلام پر مغربی مصنفین نے جتنی کتابیں لکھی ہیں اُن میں سے اچھے اچھے حوالے اکٹھے کروں۔ مجھے پہلی بار اس بات کا احساس ہوا کہ جس قدر کتابیں اسلام پر انگریزی میں لکھی گئی ہیں اس کے مقابلے میں ہمارے لٹریچر کی حیثیت ایک فیصدی بھی نہیں اور پھر مجھے یہ بھی علم ہوا کہ انگریزی کی نسبت فرانسیسی اور جرمنی میں اس سے کہیں زیادہ کتابیں اسلام پر موجود ہیں، اطالوی زبان میں بھی اسلام پر بڑی قیمتی کتابیں ہیں ابھی حال ہی میں جماعت ربوہ کے امریکی مشن نے ایک اطالوی مصنف کی کتاب کا انگریزی میں ترجمہ شائع کیا ہے، جن احباب کو فرصت ہو وہ اس کتاب کو ضرور پڑھیں، اس سے آپ لوگوں کو اس بات کا احساس ہوگا کہ اٹلی جیسے ملک میں جہاں رومن کیتھولک مذہب کا بہت زور اور نظریات میں بڑی تنگی ہے وہاں بھی لوگ اسلام پر بڑی خوبصورت کتابیں لکھتے ہیں۔ اس کتاب کے انگریزی ترجمہ کا نام ہے:-

An Interpretation of Islam.

گزشتہ ماہ مولانا یعقوب خاں صاحب نے اپنی رپورٹ میں ایک اور عیسائی مصنف کا ذکر کیا تھا۔ ان کا نام ...... Kenneth Cragg ہے۔ یہ ریورنڈ زویمر کے جانشین ہیں۔ ریورنڈ زویمر سے شاید ہماری جماعت کے موجودہ نوجوان واقف نہ ہوں۔ لیکن مجھے علم ہے کہ ان کا نام ہمارے بزرگوں کو اچھی طرح معلوم ہے ...... کیونکہ اس نے اسلام اور رسول اکرمؐ کے خلاف بہت شدت سے لکھا تھا۔ مولانا صدرالدین صاحب اپنے خطبات میں اس کا ذکر کبھی کرتے ہیں۔ ایسے شخص کے جانشین نے اب عیسائیت کو اسلام کا جامہ پہنانے کی کوشش کی ہے اس مصنف کی کتاب A Call of the Minaret پڑھنے کے بعد مجھے خیال آیا کہ کیا عیسائیت کے خلاف ہمارا مناظرانہ رویہ درست ہے؟ چند ہفتے ہوئے مجھے ایک عیسائی سکالر سے گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ "آپ کی رائے اس کتاب کے متعلق کیا ہے"۔ کہنے لگے مجھے اس کتاب پر ریویو کرنے کے لئے کہا گیا تھا لیکن مجھے اس پر تبصرہ کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ میں نے پوچھا کیوں؟ کہنے لگے کہ یہ فکر عیسائیت میں زبردست تغیر ہے اور ایسی کتاب میرے قلم میں نہیں۔

مذہب سے ہٹ کر مغربی دنیا انفرادی۔ سماجی اور بین الاقوامی مسائل پر غور کرتی اور ان کا حل تلاش کرنے کے لئے جستجو کرتی ہے، اگر ہمارا دعویٰ دنیا کو راہ ہدایت دکھانے کا ہے تو ہمیں ان تمام باتوں کا علم ہونا چاہیئے۔ اس علم کی ضرورت کا احساس مجھے کچھ عرصہ سے ہو رہا ہے۔ اسی لئے مولانا دوست محمد صاحب کی کرم نوازی کے طفیل میں نے ارادہ کیا ہے کہ مندرجہ عنوان کے تحت گاہے گاہے مضامین لکھا کروں گا۔ یہاں علم کے سمندر اس قدر وسیع ہیں کہ صرف اسی عنوان پر میں ہر روز ایک مضمون قلمبند کر سکتا ہوں لیکن انسان وقت کا ایسا غلام ہے کہ کتنی ہی دولت خرچ کی جائے ایک سیکنڈ خریدا نہیں جا سکتا بہرحال میں کوشش کروں گا کہ چند لمحے اس کام کے لئے بھی نکالا کروں ان مضامین سے اگر اور کوئی فائدہ نہ ہو تو کم از کم ناظرین کو اس بات کا پتہ لگ جائے گا کہ میں کس قسم کی فکری دنیا میں وقت گذار رہا ہوں۔ اس سلسلہ میں ایک اور بات کا ذکر کر دوں اور وہ یہ ہے کہ صرف انگلستان میں گزشتہ سال بیس ہزار (۲۰۰۰۰) کتابیں چھپی تھیں، اس سے ان لوگوں کی علمی کاوشی کا اندازہ آپ کو ہوگا۔ ابھی امریکہ، فرانس جرمنی اور روس میں کتابوں کی اشاعت کی تعداد میرے پاس نہیں ہے مضامین کے اس سلسلہ کو میں "بلی گراہم" جو امریکہ کے ایک عیسائی پادری ہیں۔ ان کی کتاب Peace with God کے اقتباسات سے شروع کرتا ہوں "بلی گراہم" عیسائی دنیا میں بہت مقبول ہیں۔ انکو سننے کے لئے سامعین ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ ان اقتباسات کا مقصد صرف اس قدر ہے کہ عیسائی مفکرین کے احساسات کو ناظرین کے قریب لایا جائے پادری صاحب لکھتے ہیں:-

"ہائیڈروجن بم کی ایجاد اور کوبلٹ بم کی کے امکانات کی وجہ سے اب ہمیں تصوراتی دنیا میں نہ رہنا چاہیئے۔ اور نہ ہی مشکلات کی حقیقت کو نظر انداز کرنا چاہیئے، ہمیں ان حقائق کا مقابلہ کرنا ہوگا"۔

"مجھے حتمی طور پر یقین ہے کہ ایک عام آدمی ذہنی اور روحانی طور پر خدا کے ساتھ امن کا متلاشی ہے"

"آپ جب پیدا ہوئے تھے تو اس وقت سے آپ نے اس تلاش کی مہم شروع کر دی تھی لیکن اس کا احساس آپ کو کئی سال کے بعد ہوا .... کبھی آپ نے اس کو بھلا دینے کی کوشش کی اور کبھی ... آپ نے اور کاموں کو اس پر توجہ دی .... لیکن آپ کی فطری خواہش آپ پر غالب آئی اور آپ پھر اس تلاش میں منہمک ہو گئے"۔

"کبھی کبھی فرصت کے اوقات میں آپ کے ذہن میں یہ شبہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا دوسرے لوگ بھی میری طرح اس تلاش کی پیاس سے تڑپ رہے ہیں، دوسرے لوگ آپ کو خوش و خرم نظر آتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان پر کوئی بوجھ نہیں۔ بعض آپ کو ایسے ملیں گے جن سے آپ کو گمان ہوگا کہ انہوں نے حیالداری میں تسلی حاصل کر لی ہے۔ کئی آپ کو ایسے نظر آئیں گے جو غیر ممالک میں جا کر شہرت اور دولت حاصل کر لیتے ہیں اور کئی گھر بیٹھے ہی عزت اور آبرو کی زندگی گذارتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر آپ دل میں کہتے ہیں "یہ لوگ اس تلاش میں سرگرداں نہیں ہیں۔ انہوں نے اپنی راہ تلاش کر لی ہے .... اس غلط کا صرف میں ہی شکار ہوں۔ صرف مجھے اپنا راستہ تاریک اور کٹھن نظر آتا ہے"

"لیکن آپ ایسے نہیں ہیں۔ تمام انسانیت اسی تلاش میں سرگرداں ہے۔ ساری انسانیت اس وقت فکری پریشانیوں، اخلاقی بیماریوں اور روحانی خلا کے مسائل کا حل تلاش کر رہی ہے۔ تمام انسانیت پکار پکار کر ہدایت، تسکین اور امن کی دعا کر رہی ہے"۔

"ہمیں بتایا جاتا ہے ہم پریشانیوں کے زمانہ میں رہتے ہیں۔ تاریخدان ہمیں بتاتے ہیں کہ اس سے قبل انسانیت کو ایسے خوفناک اور غیر یقینی دور سے گذرنا نہیں پڑا .... ہم امن کی گفتگو کرتے ہیں لیکن بھیانک جنگ کے بادل ہمارے اوپر منڈلا رہے ہیں، ہم تحفظ کے طریقے ایجاد کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہم غیر محفوظ ہیں ہم ہر تنکے کا سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اس سے قبل کہ ہماری گرفت اس پر پڑے وہ غائب ہو جاتا ہے"۔

"ہم نے سوچا کہ سیاسی آزادی سے ہمیں خوش نصیب ہوگی لیکن اس سے ہماری تسلی نہیں ہوئی"۔ (باقی پر صفحہ ۱)

خلافت! خلافت!! خلافت!!!

پیغامی! پیغامی!! پیغامی!!!

آج کل اہلِ ربوہ کے دل و دماغ پر تزلزل خلافت کا لرزا اور پیغامیت کا ہوّا اس قدر مسلط ہے، کہ رات دن اٹھتے بیٹھتے ہر بات میں خلافت اور پیغامیت ہی کا تذکرہ رہتا ہے، کہیں خلیفہ کے انتخاب کا مسئلہ زیر بحث ہے اور اس کے لئے مجالس بنائی جا رہی ہیں، کہیں "منکرین خلافت" کے "خوفناک انجام" کی پیشگوئیوں سے ان لوگوں کو ڈرانے اور دھمکانے کی کوشش کی جاتی ہے جو خلافت ربوہ سے بیزار ہو کر اپنے خلیفہ اڈے قائم کر رہے ہیں اور اس سارے انتشار کو "پیغامیوں" کا اثر قرار دیا جاتا ہے کبھی "استحکام خلافت کے سلسلہ میں اصلاحی تدابیر" کے عنوان سے "انتخاب کا شرعی طریق" بتایا جاتا ہے، گویا اب تک جو یہ کہا جاتا رہا کہ خلیفہ خدا مقرر کرتا ہے وہ "شرعی طریق" نہ تھا، شرعی طریق انتخاب سے تعلق رکھتا ہے جو استحکام "خلافت" کے لئے ضروری ہے، یہیں تک نہیں، خلافت کے استحکام کے لئے خود خلیفہ صاحب نے بھی اعلان کیا ہے کہ ان کی جلسہ سالانہ کی دو تقریروں "نظام آسمانی کی مخالفت اور اس کا پس منظر" اور "خلافت حقہ اسلامیہ" کا امتحان لیا جائے گا اور ہر جماعت احمدیہ و شاخ مجلس خدام الاحمدیہ اور شاخ مجلس انصار اللہ کو ہدایت کی ہے کہ "جہاں تک ہو سکے زیادہ سے زیادہ افراد کو امتحان میں شریک کرنے کی کوشش کرے" عورتوں کے لئے بھی اس امتحان کا اعلان ہوا ہے نیز "نظارت اصلاح و ارشاد" کی طرف سے یہ اطلاع کیا گیا ہے کہ

"جماعت احمدیہ ۲۷ مئی کو یوم خلافت منایا کرے یہ وہ دن ہے جس میں مولوی نورالدین صاحب رضی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ اول منتخب ہوئے۔ یوم خلافت پر تمام جماعتوں میں جلسے کئے جائیں اور احباب جماعت کے ذہن نشین کرایا جائے کہ خلافت نبوت کا ضروری تتمہ ہے اور اس کا وجود ضروری ہے"

ہم حیران ہیں کہ تینتالیس سال کے لمبے عرصہ کے بعد آج خلافت میں کونسا تزلزل واقع ہو گیا کہ اس کے "استحکام" کی ضرورت پیش آگئی وہ لوگ جو خلافت ربوہ سے گذشتہ سال علیحدہ ہوئے ان کی تو کوئی حقیقت ہی نہیں سمجھی گئی! اور جماعت سے ان کے اخراج اور مقاطعہ کے اعلان بھی بار بار کئے جا چکے ہیں، پھر کونسی نئی آفت آگئی کہ خلافت! خلافت!! خلافت!!! اور اس کے استحکام کا وظیفہ پڑھا جا رہا ہے اور اس کے لئے طرح طرح کے جوڑ توڑ اور تدابیر کی جا رہی ہیں، یہاں تک کہ جس جماعت نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یوم وصال کبھی نہیں منایا کبھی ۲۶ یا ۲۷ مئی کو صداقت مسیح موعودؑ پر اور برکات سلسلہ پر نہ تقریریں کی گئیں اور نہ مضامین لکھے گئے اسے آج یوم مسیح موعود کے بجائے یوم خلافت منانے کیلئے کہا جا رہا ہے۔

اگر غور کر کے دیکھا جائے تو خود خلیفہ صاحب کو خلافت پر ایمان نہیں کیونکہ اُن کا اپنا بیان ہے کہ:۔

"اگر اتنی قربانی کے بعد بھی سلسلہ کی حالت غیر محفوظ ہو یعنے چند لوگوں کے رحم پر ہو جو اگر چاہیں تو خلافت کا انتظام قائم رہے اور اگر نہ چاہیں تو نہ رہے تو یہ کبھی گوارا نہیں کیا جا سکتا اور چونکہ مسئلہ خلافت جماعت کے بنیادی اُصول میں شامل نہ ہونے سے جماعت ایسے خطرات میں رہ سکتی ہے جو مبائعین کو غیر مبائعین میں بدل دے اور دس گیارہ آدمیوں کی جنبشِ قلم سے قادیان لاہور بن جائے"

(الفضل - ۳ر نومبر ۱۹۲۵ء)

دیکھ لیا آپ نے؛ خود خلیفہ صاحب بھی مسئلۂ خلافت کو جماعت کے بنیادی اصول میں شامل نہیں سمجھتے اور اس بارہ میں انہیں یہ خطرہ لاحق ہے کہ کہیں صدر انجمن احمدیہ کے دس گیارہ آدمیوں کی جنبش قلم سے مبائعین' غیر مبائعین میں نہ بدل جائیں' اور قادیان (اور اب ربوہ بھی) لاہور نہ بن جائے، اسی خطرہ کی وجہ سے اب انہوں نے انتخاب خلافت کا کام ایک نئی مجلس کے سپرد کر دیا ہے جس میں دس گیارہ آدمی نہیں بلکہ بہت بھیڑ بھاڑ جمع ہو گی اور اگر ان میں سے کوئی خلافت کے مخالف بھی ہوئے تو کسی نہ کسی کے حق میں "تخت خلافت مبارک" کہنے والے بھی یقیناً ہوں گے، جیسا کہ ۱۹۱۴ء میں خود میاں صاحب کو ایسی ہی بھیڑ بھاڑ نے "تخت خلافت" سپرد کیا تھا، تاہم.... میاں صاحب کو "تختِ خلافت" میں تزلزل پیدا ہونے کا خطرہ اب بھی لاحق ہے اور "غیر مبائعین" "پیغامی" اور "لاہوری" ان کے دل و دماغ پر ایسے مسلط ہوئے ہیں کہ دن بدن یہ خطرہ بڑھتا ہی چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ اب خلافت مآب کی تقاریر اور خطبات میں "پیغامیوں" کا رونا خاص طور پر رویا جاتا اور ان پر لعنتیں برسائی جاتی ہیں، حال ہی میں ان کی ایک تقریر الفضل ۲۴ر اپریل میں شائع ہوئی ہے جو مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع میں ۱۹ر اکتوبر کو انہوں نے کی اس کے جستہ جستہ فقرے پڑھ لیجئے اور داد دیجئے کہ خلیفہ صاحب نے پیغامیوں کو گالیاں دینے میں کس قدر کمال حاصل کیا ہے اور یہ اس حقیقت کا کھلا ثبوت ہے کہ خلافت کا خطرہ اور پیغامیوں کا ہوّا ان کے دل و دماغ پر پورے طور پر مسلط ہو چکا ہے، مولوی عبدالمنان صاحب فرزند حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"انہیں معلوم ہے کہ پیغامی تمہارے باپ کو غاصب کا خطاب دیتے تھے وہ انہیں جماعت کا مال کھانے والا حرام خور قرار دیتے تھے تم یہ کیوں نہیں کہتے کہ میں ان پیغامیوں کو جانتا ہوں یہ میرے باپ کو گالیاں دیتے تھے میں ان کو قطعی اور یقینی طور پر باطل سمجھتا ہوں....... تم اگر واقعی جماعت احمدیہ میں خلافت حقہ کے قائل ہو تو پھر یہ کیوں نہیں لکھتے کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد خلافت کو تسلیم کرتا ہوں اور جو آپ کے بعد خلافت کے قائل نہیں انہیں لعنتی سمجھتا ہوں"

کس قدر جرأت اور دلیری ہے کہ حضرت مولانا نورالدین صاحب کو غاصب اور حرام خور وغیرہ تو ان کی انجمن انصار اللہ اور خدا مغفرت کرے ان کے نانا جان مرحوم قرار دیتے رہے اور آج یہ الزام "پیغامیوں" پر دیا جاتا ہے اور مولوی عبدالمنان کی بریت اسی سے ہو سکتی ہے کہ وہ "پیغامیوں" کو گالیاں دیں اور انہیں لعنتی کہیں، گویا میاں صاحب کی خلافت کا انحصار پیغامیوں کو گالیاں دینے پر ہے، پھر نوجوانوں کو نصیحت کرتے ہیں:۔

"تم ایک بہادر سپاہی کی طرح بنو ایسا سپاہی جو اپنی جان، اپنا مال، اپنی عزت اور اپنے خون کا ہر قطرہ احمدیت اور خلافت کی خاطر قربان کر دے اور کبھی بھی خلافت احمدیہ ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں نہ جانے دے جو پیغامیوں یا احراریوں وغیرہ کے زیر اثر ہوں"

اور مولوی عبدالمنان کے متعلق لکھتے ہیں کہ

"اگر وہ لکھ دیتا کہ پیغامی لوگ میرے باپ کو غاصب منافق اور جماعت کا مال کھانے والا کہتے ہیں، میں انہیں اچھی طرح جانتا ہوں تو پیغامی اس سے ناراض ہو جاتے اور اس نے یہ امیدیں لگائی ہوئی تھیں کہ وہ ان کی مدد سے خلیفہ بن جائے گا"

تعجب ہے، کن کن پیرایوں میں غریب "پیغامیوں" کو بدنام کرنے اور جماعت میں اُن کے خلاف نفرت پھیلانے کی کوشش کی جاتی ہے، بھلا جو لوگ اس سلسلہ خلافت کے قائل ہی نہیں جو میاں صاحب نے چلا رکھا ہے، وہ مولوی عبدالمنان کو کیوں خلیفہ بنانے لگے اور مولوی عبدالمنان کو تو بھی یہ توقع ہی کس طرح ہو سکتی ہے کہ "وہ اُن کی مدد سے خلیفہ بن جائے گا" میاں صاحب جتنا جی چاہے پیغامیوں کو تو بھی گالیاں دیں اور مولوی عبدالمنان صاحب کو بھی اس کے لئے اکسائیں، لیکن خلافت کا خطرہ جو ان کے دل و دماغ پر مسلط ہو چکا ہے، وہ ایک دن حقیقت بن کر رہے گا اور "پیغامی" ہی انشاءاللہ کامیاب ثابت ہوں گے ۹

(بگذشتہ سے پیوستہ)
(بسلسلہ اشاعت مورخہ ۲۴ اپریل)

مذہب اسلام

حضرت امیر مرحوم کی معرکہ آرا انگریزی تصنیف ریلیجن آف اسلام کا اردو ترجمہ

مولانا مرتضیٰ خان حسن صاحب

تمہید

اسلام دنیا کے اہم مسائل کا حل پیش کرتا ہے

اسلام ہر بڑے مفکر کی توجہ کا جاذب ہے محض اس وجہ سے نہیں کہ یہ دنیا کی نہایت زبردست ثقافتی اور سب سے بڑی روحانی طاقت ہے بلکہ اس وجہ سے بھی کہ ان تمام اہم مسائل کا حل پیش کرتا ہے جنہوں نے آجکل بنی نوع انسان کو مشکلات میں ڈال رکھا ہے یادیت جو موجودہ دور میں نسل انسانی کا مطمح نظر ہے کبھی اقوام عالم میں امن و آشتی اور باہمی اتحاد پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اور عیسائیت تو مدت سے وطنی اور نسلی تعصبات کے مٹانے میں ناکام ثابت ہو چکی ہے، اسلام ہی ایک ایسی طاقت ہے جو تمام تفریقات اور امتیازات کو مٹانے میں کامیاب ثابت ہوئی ہے اور اسلام اور صرف اسلام کے ذریعہ ہی زمانہ حاضرہ کا یہ سب سے بڑا مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ اسلام سب سے پہلا اور سب سے پیش پیش بین الاقوامی مذہب ہے اور صرف اسی کے بین الاقوامی نصب العین کو جو اقوام عالم کی مساوات اور نسل انسانی کے اتحاد کا علمبردار ہے سامنے رکھنے سے قومیت کی لعنت جس نے قدیم اور موجودہ دنیا کو مبتلائے آلام بنا رکھا ہے۔ دور ہو سکتی ہے۔ بلکہ کئی ایک ملکوں یا قوموں کے اندر بھی جب تک زمانہ حاضرہ کے دو اہم مسائل یعنے تقسیم دولت اور جنسی تعلقات کا صحیح صحیح حل نہ ملے امن اور صلح کی صورت پیدا نہیں ہو سکتی۔ تقسیم دولت کے معاملہ میں یورپ نے افراط تفریط سے کام لیا ہے۔ ایک طرف سرمایہ داری اور دوسری طرف بالشوزم بالفاظ دیگر ایک طرف یہ رجحان ہے کہ تمام دولت سمٹ کر بڑے بڑے سرمایہ داروں کے ہاتھ میں آجائے، تو دوسری طرف یہ صورت ہے کہ دونوں طبقات یعنے نکمے لوگوں اور محنت شاقہ سے کام کرنے والوں کو ایک ہی سطح پر کھڑا کر دیا گیا ہے۔ اس باب میں صرف اسلام نے ہی صحیح حل پیش کیا ہے۔ یہ کام کرنے والے کو اس کے کام کی نوعیت کے مطابق خواہ تھوڑا ہو یا بہت معاوضہ دیتا ہے نیز امراء کی دولت میں غرباء کا ایک حصہ مقرر کرتا ہے۔ اس طرح سے حقوق دولت کو صحیح معنوں میں قائم کرتے ہوئے اس نے ایک ایسا نظام پیش کیا ہے جس سے دولت چند ہاتھوں میں ہی جمع نہ ہو بلکہ مساوی طور پر منقسم ہو جائے اور اصول زکوٰۃ کے مطابق امراء کی دولت میں سے ایک حصہ غرباء کے لئے مخصوص کر دیا اور متوفی کے اموال میں سے ورثاء کے لئے کم و بیش مساوی حصہ مقرر کر کے دولت کی صحیح تقسیم کا اہتمام کر دیا۔ چنانچہ ایچ آر گب اپنی کتاب "دور اسلام" کے آخر پر رقمطراز ہے:۔

> "مغربی دنیا میں اسلام آج بھی دو متضاد اور انتہا پسند نظریوں کے درمیان توازن برقرار رکھے ہوئے ہے۔ وہ یورپی نیشنلزم کی امن سوزی اور روسی کمیونزم کی جارحیت کا یکساں مخالف ہے اور زندگی کے اقتصادی پہلو میں انہاک کا شکار نہیں ہوا جو زمانہ حال کے یورپ اور زمانہ حال کے روس کی خصوصیت بن چکی ہے"

اسلام کی معاشرتی اخلاقیات کا خلاصہ بڑے احسن طریق پر پروفیسر مےسگنان Ma-ssignon نے یوں پیش کیا ہے:۔

> "اسلام ہر شہری کی ذرعی آمد کے متعلق ایک مساوی نظریہ کا علمبردار ہے۔ جو وہ معاشرہ کے ذرائع کے لئے ادا کرتا ہے زرتبادلہ جس پر کوئی قید یا پابندی نہ ہو۔ بینکوں کا سرمایہ، سرکاری قرضہ جات ضروریات زندگی پر بالواسطہ محصول عائد کرنے کا مخالف ہے لیکن والد اور شوہر کی ذاتی جائیداد اور کاروباری سرمایہ کے حقوق کو تسلیم کرتا ہے۔ یہاں پر اسلام طبقۂ متوسط کی سرمایہ داری اور بالشویکوں کی کمیونزم کے مابین اپنے مخصوص طریق کا حامل ہے"
>
> (صفحہ ۳۲۸-۳۲۹)

علیٰ ہذا القیاس جنسی مسائل کا جو حل اسلام نے پیش کیا ہے وہی ایک حل ہے جو خاندان میں امن و آسائش کا موجب ہو سکتا ہے۔ اسلام نہ تو مرد و عورت میں آزادانہ محبت کی اجازت دیتا ہے اور نہ ہی نکاح کو ایک ایسا تعلق قرار دیتا ہے جو کسی صورت میں منقطع نہ ہو سکے۔ جس کی وجہ سے کئی خاندان دوزخ کا نمونہ بن جاتے ہیں۔ یہ مسائل اور اسی قسم کے سینکڑوں دوسرے مسائل جو انسان کی پریشانی کا موجب بن رہے ہیں۔ حل کر کے اسلام جیسا کہ اس کا نام ظاہر کرتا ہے نسل انسانی میں حقیقی راحت کی روح پھونک سکتا ہے۔

خلاف مذہب تحریک کی غلط فہمیاں

وہ خلاف مذہب تحریک جس نے روس میں جنم لیا۔ مذہب اسلام کی حقیقت کے متعلق غلط فہمی پر مبنی ہے۔ مذہب کے خلاف یوں تو بڑے بڑے اعتراض کئے جاتے ہیں وہ یہ ہیں:۔

اولاً۔ مذہب موجودہ نظام تمدن کے قیام میں ممد و معاون ہے جس سے سرمایہ داری کو فروغ ہوتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس نے غرباء کے عزائم کو پامال کر دیا ہے۔

ثانیاً۔ مذہب توہم پرستی سکھاتا ہے۔ اور اس سے سائنس کی ترقی کے راستے مسدود ہو جاتے ہیں۔

ثالثاً۔ مذہب ضروریات کے لئے کام کرنے کی بجائے دعا کی تعلیم دیتا ہے اور اس طرح سے لوگوں کو نکما بنا دیتا ہے۔

اب جہاں تک اسلام کا سوال ہے حقیقت حال اس کے بالکل برعکس ہے، اسلام دنیا میں غرباء کا حامی اور مددگار بن کر آیا ہے۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ جس قدر اسلام نے غرباء کو بلند مدارج پر پہنچایا ہے اس کی نظیر تاریخ پیش نہیں کر سکتی، اسلام نے لوگوں کو پست ترین حالت سے نکال کر ادج رفعت پر پہنچا دیا اس نے غلاموں کو نہ صرف علم و فضل اور عقل و دانش سے متمتع کر کے ان کو دوسروں کا ہادی بنایا بلکہ ان کو تخت و تاج کا مالک بنا دیا۔ اسلام کا تمدن ایک ایسا مساوات کا نظام پیش کرتا ہے کہ جس کا کسی قوم یا کسی معاشرہ کے اندر تصور بھی نہیں ہو سکتا اسلام نے اس کو مذہب کے بنیادی اصول میں سے قرار دیا ہے کہ امراء کی دولت میں غرباء کا حق ہے اور یہ حق حکومت کے ذریعہ دلوایا جاتا ہے۔ حکومت کا فرض ہے کہ امراء کے جمع شدہ اموال میں سے چالیسواں حصہ جمع کر کے غرباء میں تقسیم کرے۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ مذہب علوم اور سائنس کی ترقی کا مانع ہے۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے اس اعتراض میں بھی صداقت کا شائبہ نہیں پایا جاتا، اسلام نے ایک ایسے ملک کے اندر تعلیم کی داغ بیل ڈالی جہاں کبھی کوئی تعلیمی ادارہ قائم نہ تھا اور جو جہالت اور توہمات کے اتھاہ گڑھے میں گرا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں خود حکومت نے عامۃ الناس کی تعلیم کا انتظام کیا مسلمانوں نے ہر ملک کو جہاں ان کی حکومت قائم ہوئی نور علم سے منور کر دیا۔ اسلامی فتوحات کے ساتھ ہی سب جگہ سکول و کالج اور یونیورسٹیاں قائم ہو گئیں، اور اس میں ذرا مبالغہ نہیں بلکہ یہ حقیقت ہے کہ اسلام ہی تھا جس کی وجہ سے یورپ کی نشاۃ ثانیہ وقوع میں آئی۔

تیسرا اعتراض مذہب کے خلاف یہ ہے کہ یہ لوگوں

مذہب رسومات کا نام نہیں

بلکہ اس حقیقت اور روح کا نام ہے جو مذہب میں پائی جاتی ہے

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۶ اپریل ۱۹۵۷ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من آمن باللہ والیوم الآخر والملٰئکۃ والکتب والنبیین واتی المال علیٰ حبہ ذوی القربیٰ والیتمیٰ والمسٰکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصٰبرین فی الباساء والضراء وحین الباس۔ اولٰئک الذین صدقوا واولٰئک ھم المتقون ——— (البقرہ رکوع ۲۱)

رسومات کا مذہب

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے دو باتوں کا ذکر کیا ہے ایک یہ کہ رسومات کا نام مذہب نہیں، رسومات کی پابندی سے خدا کو خوش نہیں کیا جا سکتا، رسومات دین کی حقیقت نہیں، اسلام کے سوائے تمام مذاہب میں رسومات ہیں اور اکثر مذاہب نے رسومات ہی کو دین سمجھ رکھا ہے، یہاں تو آپ کو عیسائیوں کے اندر رہنے کا اتفاق نہیں ہوا، اس لئے آپ کو معلوم نہیں کہ ان کے اندر کیا کیا رسومات ہیں، لیکن یورپ میں میں نے دیکھا ہے کہ کس طرح وہ لوگ رسومات ہی کو دین سمجھے ہوئے ہیں۔ آج اس بیسویں صدی میں تمام عیسائیوں میں یہ رسم پائی جاتی ہے کہ وہ بچہ جو بپتسمہ سے بغیر فوت ہو جائے وہ جہنم کی سطح پر رہیگا ہے اور اس کو عیسائیوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جا سکتا، اندازہ لگائیے بھلا یہ خدا کا دین ہو سکتا ہے؟ ایک بچہ جس کو شعور کچھ نہیں صرف اس وجہ سے کہ پادری کا ہاتھ اسے نہیں لگا راندۂ الٰہی سمجھا جاتا ہے، میں نے یورپ میں دیکھا ہے کہ بارہ تیرہ سال کے لڑکے لڑکیاں جوق در جوق گرجوں کے سامنے جمع ہوتے ہیں صرف اس لئے کہ ان کے بپتسمہ پانے اور عیسائی مذہب میں داخلہ کی تصدیق پادری صاحب کر دیں، اور انجیل میں لکھا ہے کہ جب یوحنا کے ہاتھ سے مسیح کو بپتسمہ دیا گیا تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے آواز آئی کہ میں تم سے خوش ہوں گویا رضائے الٰہی کے حصول کے لئے اعمال نہیں بپتسمہ درکار ہے اور پچھلے اتوار کو جو ایسٹر سنڈے کہلاتا ہے تمام گرجوں میں یہ وعظ کیا گیا اور کسی ایک گرجا کا وعظ براڈ کاسٹ بھی کیا گیا کہ پولوس مقدس نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسیح کی صلیبی موت پر ایمان نہیں لاتا اور جو شخص اس بات پر ایمان نہیں رکھتا کہ وہ تین دن دوزخ میں رہ کر پھر مُردوں سے جی اٹھا اس کی نجات نہ ہوگی اس کے تمام اعمال بیکار رہیں گے، اس کو کہتے ہیں رسومات کا مذہب، تورات کی ایک پوری کتاب میں رسومات ہی رسومات درج ہیں اور لکھا ہے کہ ان رسومات کو ادا کرنے کا کوئی مجاز نہیں سوائے ہارون اور اس کی اولاد کے، اسی لئے یہودیوں کے مذہب کے اندر مذہبی رسوم کی ادائیگی کے لئے حبر اور اور پادری اور ربی وغیرہ ہیں، جس طرح ہندوؤں کے اندر برہمن مذہبی رسوم کی ادائیگی کے لئے مقرر ہیں۔

اسلام رسومات کا مذہب نہیں

آپ خوش ہوں گے کہ آپ کا پیغمبر جو مذہب لے کر آیا وہ ان رسومات اور پنڈتوں اور پادریوں سے آزاد ہے ہر ایک مسلمان اپنی نماز خود پڑھ سکتا اور دوسروں کو پڑھا سکتا ہے، اسلام میں امامت کوئی ایسا منصب نہیں جو کسی ایک فرقہ یا قوم کے لئے مخصوص ہو۔

تحویل قبلہ کے خلاف پراپیگنڈا

اس آیت میں جو میں نے پڑھی ہے، یہی فرمایا ہے کہ مذہب رسومات کا نام نہیں، اس بات کے کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لے گئے، تو سترہ ماہ تک آپ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے، اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ قوموں کے اتحاد کے لئے اس جگہ کو قبلہ بنایا جائے جو قوموں کے باپ ابراہیمؑ علیہ السلام کا مقام ہے، واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی، حضرت ابراہیم کو چونکہ عرب کے یہودی، عیسائی، مشرکین اور مسلمان تمام بڑی قومیں اپنا بزرگ مانتی ہیں اس لئے ان کے مقام کو قبلہ بنانا اقوام عالم کے اتحاد کا ذریعہ ہو سکتا ہے، اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر جب یہ حکم ہوا تو حضرت نے بیت المقدس کی طرف رُخ کرنے کی بجائے کعبۃ اللہ کی طرف منہ پھیر لیا، اس پر ایک شور برپا ہو گیا، آپ نے "اپنے علماء کو تو دیکھا ہے جو ذرا ذرا سی بات کو مخالفت کا ذریعہ بنا کر اس کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر دیتے ہیں، یہودیوں اور عیسائیوں کے علماء ان سے زیادہ سخت تھے، انہوں نے پروپیگنڈا کیا کہ مسلمانوں کی نماز قبول نہیں ہو سکتی کیونکہ انہوں نے پہلے انبیاء کے قبلہ کو چھوڑ کر مکہ کو اپنا قبلہ بنا لیا ہے، علماء پراپیگنڈا کرنے والے ہوں، تو خواہ مخواہ لوگوں میں مخالفت پڑ جاتی ہے، وہ کہتے تھے کیوں صاحب! سترہ ماہ تک آپ کو یاد نہ تھا اور اب یاد آ گیا کہ کعبہ کی طرف منہ ہونا چاہیئے، اول تم تورات کو اور موسےٰ علیہ السلام کو سچا مانتے ہو اور پھر ان کے قبلہ سے منہ موڑتے ہو؛ یہ بڑا خطرناک پراپیگنڈا تھا، وہ کہتے تھے مسلمانوں کا یہ فعل ہی اس بات کے سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ یہ مذہب باطل ہے۔

مرکز چھوڑنے کے خلاف پراپیگنڈا

ایک پراپیگنڈا اس سے پہلے بھی کیا گیا، جو اس سے بھی زیادہ خطرناک تھا۔ مشرکین نے مکہ سے مسلمانوں کی ہجرت کے خلاف یہ پراپیگنڈا کیا کہ جن لوگوں نے مکہ کو چھوڑ دیا وہ حق پر کیسے ہو سکتے ہیں، ایسے لوگ خدا پرست نہیں دیندار نہیں، دوزخی ہیں؛ ایک دفعہ قادیان سے بھی ایسا پروپیگنڈا کیا گیا کہ جن لوگوں نے قادیان کو چھوڑ کر لاہور کو اپنا مرکز بنا لیا ہے، وہ حق پر نہیں، اسی طرح مکہ والوں نے کہا کہ جس کے ہاتھ میں مکہ نہیں اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

جہاد کا درجہ مجاورت سے بڑھکر ہے

ان کے جواب میں فرمایا اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ والیوم الآخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یستون عند اللہ واللہ لا یھدی القوم الظلمین، بھلا وہ شخص جو خانہ کعبہ کا مجاور ہو، مسجد حرام میں جھاڑو دیتا اور چراغ جلاتا ہو، اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو خدا اور یوم آخر پر ایمان لاتا، اور خدا کے رستہ میں جہاد کرتا ہے؟ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے اور ظالموں کی قوم کو اللہ تعالےٰ ہدایت نہیں دیتا یہ دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں، ایک چھلکے اور پوست کی پرستش کرتا ہے اور دوسرا حقیقت اور روح سے تعلق رکھتا ہے فرمایا الذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ واولٰئک ھم الفائزون، جن لوگوں کو ایمان نصیب ہوا اور انہوں نے اپنے وطن اور عزیز و اقارب کو چھوڑ کر خدا کے رستہ میں ہجرت کی اور جہاد کیا ان کا مرتبہ بہت بڑا ہے اور یہی لوگ کامیاب ہوں گے۔

تحویل قبلہ پر اعتراض کا جواب

اسی طرح مدینہ والوں نے (یعنی مدینہ کے یہودیوں نے) کہا کہ ان مسلمانوں نے انبیاء کے قبلہ بیت المقدس کو ترک کر دیا، سترہ ماہ بیت المقدس کو قبلہ بنانے کے بعد اب قبلہ تبدیل کر لیا ہے، یہ کیسے حق پر رہ سکتے ہیں، ان کا سترہ مہینہ کا عمل ان پر حجت ہے، ان کو جواب دیتے ہوئے فرمایا لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب۔ نیکی یہ تو نہیں کہ عبادت کرتے وقت مشرق کی طرف منہ کر لیا یا مغرب کی طرف، خدا مشرق و مغرب میں ہی نہیں انما

تولوا فثم وجه اللہ جدھر بھی منہ کرلو، خدا ادھر ہی ہے، یہ تو ایک تنظیم کی بات ہے، کہ سب ایک ہی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں اور کعبۃ اللہ ایک اعلیٰ درجہ کا مرکز ہے... جس کو ابو الانبیاء حضرت ابراھیمؑ نے تعمیر کیا ورنہ نماز پڑھنے کو تو مسلمانوں نے گھوڑے اور اونٹ پر بھی نماز پڑھی ہے کیونکہ تو سواری پر جس طرف منہ ہو پڑھی جاسکتی ہیں اور لکھا ہے کہ کشتی میں اس کا رُخ بدل لے تو تم رُخ نہ تبدیل کرو اور یہ بھی لکھا ہے کہ بیمار ہو تو ضروری نہیں، کہ خانہ کعبہ ہی کی طرف منہ کرے جس طرف سہولت سے منہ کر سکے نماز پڑھ لے۔

اصل نیکی ایمان اور عمل صالح ہے

اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب رسومات کی پابندی کا نام مذہب نہیں یہ محض رسم ہے کہ مشرق کی طرف منہ ہو یا مغرب کی طرف اس میں کوئی بڑی نیکی نہیں، ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر دل کے اندر ایمان ہو اور تمام اعضاء ہاتھ پاؤں وغیرہ سے اس ایمان کا اظہار ہو، تو یہی ایمان کا نور سب سے بڑی نیکی ہے یہاں الفاظ کی ترکیب ذرا مشکل ہے، پہلے فرمایا تھا کہ نیکی یہ نہیں اس کے مقابل یہ فرمایا کہ نیکی یہ ہے کہ جو قوم خدا اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور انبیاء اور شریعت کو مانتی ہو اور یقین کرتی ہو کہ جو رستہ انبیاء نے بتایا وہی صحیح ہے۔

قریبیوں اور یتیموں کی پرورش

واٰتی المال علیٰ حبہ ذوی القربیٰ والیتٰمی پھر اس کے اعمال میں ایسا رنگ پایا جاتا ہو کہ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں پر اور یتامیٰ پر خرچ کرے آج عزیزوں اور رشتہ داروں کو کوئی نہیں پوچھتا اور یتامیٰ کی جس طرح پرورش کی جاتی ہے کہ ایک ہی لباس میں ان پلٹنیں بنائی جاتی ہیں، یہ صحیح طریق نہیں، یتیم کا اکرام کرو، اس کے دل سے یہ احساس مٹا دو کہ وہ یتیم ہیں اور دوسرے بچوں سے الگ سلوک اُن سے ہوتا ہے۔

مساکین اور مسافر کی امداد

والمسٰکین جو کام کاج سے عاجز ہوں اور ان کی مدد کرنے والا کوئی نہ ہو، ان کو بھی دیا جائے، وابن السبیل اور مسافر کو بھی، رستہ ہی اس کا ماں باپ ہے اور رستہ ہی اس کا بھائی بہن ہے، وہ فقیر ہو یا بادشاہ اس کی مدد ضروری ہے والسائلین، سوالی کو بھی دینا ضروری ہے۔ وفی الرقاب جن کی گردنیں قرضے میں پھنسی ہوئی ہیں ان کی بھی مدد کی جائے،

نماز اور زکوٰۃ

اور فرمایا واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ اپنے آپ کو مہذب بنانے کے لئے نماز پڑھنا بڑی نیکی کا کام ہے اور قوم کی درستی اور اسکو مرفع الحال بنانے کے لئے زکوٰۃ دینا ضروری ہے، آج کل غریب آدمی جس کے پاس چند بینک کے روپے جمع ہوں وہ تو زکوٰۃ دیتا ہے

لیکن امیر آدمی کو جو لاکھوں اور کروڑوں کا مالک ہے زکوٰۃ دیتا دیکھا ہے... خدا کا حکم تو غریب اور امیر سب کے لئے ہے اگر امیر آدمی زکوٰۃ دینا ضروری سمجھتے تو قوم کی حالت سدھر جاتی، وہ سال بھر زکوٰۃ کا روپیہ خرچ کرتے رہتے ہیں اور انہیں آرام اور سکون رہتا ہے کہ مال خرچ نہیں ہوا، لیکن قرآن نے اقتصادیات پر بڑی بحث کی ہے اس نے امراء کے مال میں غرباء کا حق رکھا ہے اور زکوٰۃ کو بیت المال میں داخل کرنے کی ہدایت کی ہے اور پبلک ٹریژری میں غرباء کا حصہ رکھا ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غریب کو یونہی نہیں چھوڑ دیا اس کو اوپر اٹھانے کا سامان کیا ہے۔

ایفائے عہد اور یورپی اقوام

والموفون بعھدھم اذا عاھدوا عہد کا پکا رہنا صادق العہد ہونا بھی بہت بڑی نیکی کا کام ہے آج کل عہد کی پرواہ نہیں رہی، یورپ والے عہد کی پابندی ضروری نہیں سمجھتے، ان کا عمل ان تکون امۃ ھی اربیٰ من امۃ پر ہے، جہاں انہیں کوئی دوسری قوم اپنے سے طاقتور نظر آئے تو تمام عہد بالائے طاق رکھکر اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں اور اس کمزور قوم پر چھاپہ مار کر اس سے سب کچھ چھین لیا جاتا ہے، مسلمان کو اپنے عہد کی پابندی کی بہت تاکید کی گئی ہے اسے حکم ہے کہ اگر ایک غلام بھی دوسری قوم سے عہد کر آئے تو اس کی بھی پابندی لازمی ہوگی، عہد کی پابندی، وقت کی پابندی، صادق القول ہونا حق پرست ہونا یہ مسلمان کا شیوہ ہونا چاہیئے۔

مصائب اور دُکھوں میں صبر واستقلال

والصابرین فی الباساء والضراء مصائب اور دُکھوں میں... صبر کرنا نیکی کا کام ہے، کوئی غریب ہو یا امیر یا بادشاہ کیوں نہ ہو سب پر مصیبت آتی ہے سب کو دُکھ اٹھانے پڑتے ہیں، اس لئے انہیں پرکھا جاتا ہے کاد الفقر ان یکون کفراً فقر سب کچھ کرا لیتا ہے کفر تک پہنچا دیتا ہے، اگر کوئی نیکی کرتا ہے احکام خداوندی کا فرمانبردار ہے تو اس میں اس کی اپنی بہتری ہے، خدا پر کوئی احسان نہیں نہ خدا کا اس میں فائدہ ہے، فائدہ اپنا ہی ہے، پھر اگر تکلیف اور دُکھ آئے تو شکایت کیسی؟ ایک بیرسٹر نے میرے سامنے اپنے داماد سے کہا کہ تم تو احمق ہو کہ رشوت نہیں لیتے، تمہیں چاہیئے کہ روپیہ پیدا کرو، اور اپنے لڑکوں کو ولایت بھیجو تاکہ ان کی زندگی اچھی بن جائے، تو کبھی طمع کی وجہ سے اور کبھی فقر و فاقہ کی وجہ سے انسان خدا کو چھوڑتا ہے، مسلمان کا کام یہ ہے، والصٰبرین فی الباساء والضراء فقر ہو یا بیماری آجائے اس وقت بھی خدا پر یقین ہو کہ یہ میری بھلائی کے لئے ہے۔

جنگ میں صبر واستقامت

وحین الباس اور جنگ کے موقعہ پر بھی صبر و ہمت سے کام لے اور استقامت کے ساتھ آگے بڑھے اور یہ خیال کر لے کہ میری موت سے میرا دین بچتا ہے، میرا وطن آزاد ہوتا ہے، میری قوم محفوظ ہوتی ہے۔

پس ماندگان کی حفاظت

اور خدا نے تو انتظام کر رکھا ہے کہ جو بچے یتیم رہ جائیں ان کی پرورش کا بندوبست کیا جائے جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من مات وترک مالاً فلورثتہ جو شخص مرجائے اور مال چھوڑ جائے وہ اس کے ورثاء کے لئے ہے ومن مات وترک دیناً او ضیاعاً فالیّ وعلیّ اور جو شخص مرجائے اور قرضہ چھوڑ جائے یا اس کے چھوٹے چھوٹے بچے رہ جائیں وہ میرے پاس آجائیں ان کی ذمہ داری مجھ پر ہے یہ انتظام انسان کو حوصلہ دیتا ہے جب قوم کے اندر یہ حالت ہو تو ہر شخص مرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے لیکن اگر یہ طریق اختیار کیا جائے کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے تو پھر ایسی حالت میں قوم زندہ نہیں رہ سکتی،

خدائی سرٹیفکیٹ

فرمایا اولٰئک الذین صدقوا واولٰئک ھم المتقون وہ لوگ جن میں یہ صفات پائی جاتی ہوں، ہم ان کے حق میں یہ سرٹیفکیٹ دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اعمال سے اپنے دین کو سچ کر دکھایا اور یہی لوگ حقیقتاً متقین ہیں ۞

مذہب اسلام

(بسلسلہ صفحہ ۴)

کو کام کرنے کی بجائے دُعا کی تعلیم دیتا ہے۔

لیکن تاریخ اسلام اس اعتراض کی بھی دھجیاں بکھیرتی ہے، قرآن مجید حصول کامیابی کے لئے محنت شاقہ کی تعلیم ہی نہیں دیتا اور صریح لفظوں میں لیس للانسان الا ما سعیٰ (۵۳ - ۳۹) کا کلیہ ہی قائم نہیں کرتا بلکہ اس نے عربوں ایسی گوشہ گمنامی میں گری ہوئی قوم کو زندگی کے ہر شعبہ میں عظیم الشان فاتح بنا دیا اور یہ عظیم الشان انقلاب صرف ان میں کام کرنے کی خواہش اور محنت شاقہ کی رغبت دلانے سے ہی وقوع میں آیا۔ اس میں کلام نہیں کہ اسلام دُعا کی تعلیم دیتا ہے، مگر دُعا کاہل یا سست بنانے کی بجائے اس کو پہلے سے زیادہ جد و جہد کے قابل بناتی ہے۔ اور خدا کی طرف جو تمام طاقتوں کا منبع اور سرچشمہ ہے رجوع کر کے ناکامیوں اور مایوسیوں کے سامنے سینہ سپر ہو کر اپنا کام مستعدی سے جاری رکھنے کی اہلیت پیدا کرتی ہے۔ اس طرح سے دُعا فی الحقیقت انسان کو نکما نہیں بناتی بلکہ اس کے اندر کام کرنے کی روح پیدا کرتی ہے۔

دینگی کہ یہ قول تو تعلیم قرآنی کے خلاف ہے، حالانکہ یہ فقرہ ان کو چوکنا کر سکتا تھا اور اس سے وہ میاں صاحب کے کردار کا اندازہ لگا سکتے تھے لیکن بُرا ہو پیر پرستی کا کہ وہ سب حسوں کو مار دیتی ہے اور پیر کی ناراضگی کا خوف جسے وہ خدا کی ناراضگی سمجھتے ہیں، ان پر ایسا مستولی ہو جاتا ہے کہ پیر کے اقوال و افعالِ شنیعہ کی طرف ان کی توجہ ہی نہیں جاتی۔ اس زمانے کے امام نے جو اصلاح اُمت کے لئے آیا تھا اپنی وصیت میں یہ فقرہ شامل کر کے کہ

"خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین انجمن ہے"

اپنے متبعین کو پیر پرستی و تخلیق گدّی کی لعنت سے محفوظ کر دیا تھا اور یہ نور الدینؓ جیسے اسم بامسمّی انسان کی موجودگی میں کیا لیکن وائے برحالِ ما اس کی وصیت کو پس پشت ڈال کر قوم اسی غلطی میں مبتلا کر دی گئی جس سے اس کو بچانے کے لئے وصیت کی گئی تھی اور اسی پر ہی بس نہ کی گئی بلکہ خلیفۃ المسیح کا لقب اختیار کرنے کے لئے ایک اُمتی کو نبی بنا کر اس فتنہ کا آغاز کیا گیا جس کی لپیٹ میں آج آپ مبتلا ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آمدم بر سرِ مطلب وہ آوازیں جو وقتاً فوقتاً میاں صاحب کے خلاف اٹھیں دبا دی گئیں لیکن اب جو لرزہ خیز پوست کندہ حالات منصۂ شہود پر آ رہے ہیں ان سے چشم پوشی نہیں ہو سکتی، غور طلب امر یہ ہے کہ ان رازہائے سربستہ سے پردہ اٹھانے والے میاں صاحب کے مریدانِ باصفا ہیں جنہیں اب وہ منافقین کے لقب سے ملقب فرما کر دھڑا دھڑ جماعت سے خارج کر رہے ہیں اور دنیاداروں کے تمام طریقے استعمال کر کے اپنے آپ کو بچانے کیلئے ہاتھ پیر مار رہے ہیں ہمیں ان گھناؤنے واقعات میں جانے کی ضرورت نہیں، ہمارا آپ سے ایک ہی سوال ہے کہ یہ آواز میاں

صاحب کے خلاف اٹھی کیوں؟ ایک شریف بے لوث انسان کے خلاف کبھی دنیا ایسی آواز نہیں اٹھاتی چہ جائیکہ ایک ایسے انسان کے خلاف جو ایک جماعت کا امام اور خلیفۃ المسیح کہلاتا ہو ایسی آواز اٹھے ہم دیکھتے ہیں کہ دوسرے عام انسانوں کی بجائے اگر ایک مسجد کے امام یا مولوی کے خلاف بدچلنی کی آواز اٹھے تو قلوب نفرت اور غیض و غضب سے بھر جاتے ہیں کیونکہ لوگ جب ایک طرف ان کی دینداری کی ٹھیکیداری کو دیکھتے ہیں اور دوسری طرف انکی کرتوت کو تو دوسروں کے مقابل انکو بہت زیادہ مجرم گردانتے ہیں، دین کا معاملہ بہت نازک ہے آئمہ حدیث نے اگر کسی راوی کے متعلق اتنا بھی سنا کہ اس نے کبھی جھوٹ بولا ہے تو اس کی روایت کو قبول نہیں کیا۔ لہٰذا ہمارے نزدیک میاں صاحب کے بارے میں اس آواز کا اٹھنا ہی ان کے تمام دعاوی کو باطل ٹھہراتا ہے ؎

تا نباشد چیزکے مردم نہ گویند چیزہا

اگر کوئی مخالف یہ الزام لگاتا تو شک کی گنجائش ہو سکتی تھی، لیکن جب متہم کرنے والے وہ لوگ ہوں جنہوں نے اپنی زندگیاں وقف کیں اور اپنا سب کچھ قربان کر کے قادیان یا ربوہ میں ہجرت کی برسوں اس حالت میں گزار دیئے تو یہ باور نہیں ہو سکتا کہ بغیر حتمی ثبوت اور یقین کے وہ اپنے امام پر جس کے لئے اپنی زندگیاں بھی قربان کرنے سے انہیں دریغ نہ تھا ایسا سنگین الزام لگاتے۔ ان کے حق الیقین کا تو اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس پر میاں صاحب سے مباہلہ کے لئے تیار ہیں، ہمارے نزدیک اب میاں صاحب کیلئے مباہلہ کے سوا کوئی مفر نہیں۔ اور اگر وہ اس میں لیت و لعل کریں گے تو وہ اپنے متعلق شکوک میں اضافہ کریں گے ان کیلئے نادر موقع ہے کہ مباہلہ کا چیلنج قبول کریں کیونکہ اس طرح وہ نہ صرف اپنی پاکبازی ثابت کریں گے بلکہ اپنے تعلق باللہ کا جس کا ان کو بڑا دعویٰ ہے ثبوت بہم پہنچائیں گے یوں بھی اگر ان پر جھوٹا الزام لگانے والے خدا کی عدالت میں معاملہ کو لے جانے کیلئے تیار ہیں تو انہیں سچا ہو

خطاب بہ اہلِ ربوہ

از

ڈاکٹر غلام محمد

ضمیمہ

اخبار پیغام صلح مورخہ یکم مئی ۱۹۵۷ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۸

باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور سے چھپ کر احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرانِ ملّت

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

یہ اس دلی درد اور افسوس کا اظہار ہے جو ہر احمدی کے دل میں چٹکیاں لیتا رہتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الرحمۃ کی جماعت کا کثیر حصہ آپ کے خاندان کی بے جا محبت کے جذبات کی زد میں یہ کہ ایک سیاسی دماغ کی مذہب کی آڑ میں شاطرانہ چالوں سے ایک گدّی قائم کرنے کی سعی میں جادۂ صواب اور اس مسلک سے جس پر اس جماعت کو خدا کے مامور نے قائم کیا تھا کوسوں دُور جا پڑی۔ یہ درد اور بھی شدید ہو جاتا ہے جب یہ نظر آتا ہے کہ احمدی جماعت کو یہ حادثہ اس وقت پیش آیا جبکہ اس سلسلہ کی مخالفت کا قلع قمع ہو چکا تھا اور مخالفین ہر میدان میں شکست کھا چکے تھے اور اس کی قبولیت کے لئے فضا ساز گار ہو چکی تھی۔ عین اس وقت میاں محمود احمد نے مکفّر مولویوں کی ہمنوائی کر کے ان کے مردہ جسم میں رُوح پھونک دی اور ان کے ہاتھ میں ایک ایسا ہتھیار دے دیا جس سے اگر حضرت مجدد کی جماعت میں سے ایک قلیل گروہ موجود نہ ہوتا اور ان عقائد باطلہ کی تردید نہ کرتا اور آپ کا صحیح مقام دُنیا کے سامنے نہ رکھتا تو اس سلسلہ کی اینٹ سے اینٹ بج جاتی، ہدایت دینا تو خدا کے اختیار میں ہے۔ فخر اوّلین و آخرین کو خدا نے فرمایا انك لا تهدی من احببت ولکن اللّٰه یهدی من یشاء تو میری کیا بساط ہے لیکن وہ درد اور غم مجبور کرتا ہے کہ ان واقعات کی طرف جو آپ کی تاریخ میں دستِ غیب سے رُونما ہوئے آپ کی توجہ منعطف

اب یہ ہر سہ امور خود میاں صاحب سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ ہی ان کا جواب دے سکتے ہیں کوئی دوسرا ان کی جگہ سینہ سپر نہیں ہو سکتا۔ یوں بھی میاں صاحب کی پوزیشن بسبب اُن کے دعاوی کے ایک پبلک بن کی ہے اور ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ ان کے افعال پر تنقید کرے اور ان کو پرکھے اور ان کا فرض ہے کہ وہ اپنی پوزیشن صاف کریں۔

ہم یہ امر بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم نے اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا۔ ہمارے مضمون میں جو کچھ درج ہے اس کے ذمہ دار خود میاں صاحب اور انکے مرید ہیں بالآخر اہل ربوہ سے درخواست ہے کہ وہ احمدیت کی روایات کو قائم رکھیں اور رکیک تاویلات اور تلبیس و دُشنام طرازی سے پرہیز کریں۔ نہ وہ ہتھکنڈے نہ برتیں جو مخالفین سلسلہ نے سلسلہ حقہ کے خلاف استعمال کئے۔ ہمیں حق و باطل میں فیصلہ کرنے کے لئے تمسک بالقرآن اور منہاج نبوّت کو سامنے رکھنا چاہیئے۔ مجھے کسی سے پرخاش نہیں ہر ایک اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے لیکن میں اپنے امام کے لئے غیرت رکھتا ہوں اور جو کوئی آپ کی عزت اور مقام پر ہاتھ ڈالے اس کو معاف نہیں کر سکتا اہل ربوہ پر مجھے یہ بھی گلہ ہے کہ انہوں نے ایک غیر مامور کی متابعت میں خدا اس کے رسُول قرآن اور امام وقت کو پس پشت ڈال دیا اگر وہ سچے ہیں تو یہ ان کے لئے اور انکے امام کیلئے بھی اچھا ہوگا کہ مؤخر الذکر حضرت امام برحق کی طرح خود میدان میں نکلیں اور اپنے دیرینہ جان نثاروں کا چیلنج قبول کریں۔ ورنہ فان لم یستجیبوا لك فاعلم انما یتبعون اھواءھم۔ کا فتویٰ ان پر لگ جائے گا۔

وآخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین

میاں صاحب نے پہلے تو آپ کو لانفرق بین احد من رسلہ میں شامل کر کے آپ کے منکرین کو بلکہ ان لوگوں کو بھی جنہوں نے آپ کا نام بھی نہ سُنا ہو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا .... - - - - - - - -

- - - لیکن تحقیقاتی عدالت میں نہ آپکی وحی کو وحیِ نبوت قرار دیا اور نہ آپ کے منکر کو کافر (حضرت اقدس کے مذہب میں نبی کی وحی وحی نبوت کہلاتی ہے جو بعد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تا قیامت مسدود ہے اور اس کا منکر کافر ہوتا ہے اور اپنی وحی کو آپ نے وحی ولایت کہا ہے اور اپنے منکر کو کافر نہیں قرار دیا اور ان ہر دو امور سے نبوت کی نفی ہوتی ہے)

پھر غیر احمدی کی نماز جنازہ - اس کے ساتھ نکاح اس کی اقتدا میں نماز کے عقائد میں تبدیلی میاں صاحب کو غیر معتبر ثابت کرتے ہیں - جو شخص بنیادی اصولوں میں ایسے متضاد و متعین اعتقاد رکھتا ہو وہ حضرت امام وقت کا رُوحانی نمائندہ نہیں ہو سکتا

۳- میاں محمود احمد صاحب کے کیریکٹر پر ان کے راسخ مریدوں نے نہایت سنگین الزام لگائے اور اس باب میں انہیں مباہلہ کے لئے للکارا ہے - اس سے پہلے بھی اس ضمن میں میاں صاحب کو مباہلے کا چیلنج دیا گیا تھا مگر وہ اسے ٹال گئے - ہم نے انہیں مشورہ دیا ہے کہ پہلو تہی سے ان کے متعلق شکوک بڑھتے جائیں گے - انہیں اس دعوت کو قبول کر کے ہمیشہ کے لئے اس کا سدِ باب کرنا چاہیئے بصورت انکار نہ ان کا تعلق باللہ ثابت ہوگا اور نہ آپکی ان الزاموں سے بریت ہوگی۔

کرائی جائے - سوچنے والے کیلئے ٹھوس واقعات کی شہادت بہت مؤثر ہوتی ہے لہذا میری استدعا ہے کہ انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال کے اصول پر اس پر غور فرمائیں شاید خدا تعالیٰ آپ کی آنکھیں کھول دے۔

مسیح موعودؑ کیساتھ مُسلمانوں کا سلوک

مُسلمانوں کی اپاہج اور دُنیا پر گری ہوئی قوم ارشادِ خداوندی اِن اللّٰہ لا یغیر ما بقوم حتّٰی یغیروا ما بانفسھم کے خلاف ایک ایسے مسیح کے آنے کی منتظر تھی جس کی پھونکوں سے کافر ہلاک ہو جائیں اور ان کو بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے سلطنت مل جائے۔ اس اُمید پر وہ گھڑیاں گن رہے تھے اور اس کی آمد کے نشانات کے ظہور پر ان کے عُلماء بھی ان کی ہمت بندھا رہے تھے کہ بس اب وہ آیا ہی چاہتا ہے۔ لیکن صدی کے سر پر جب حضرت مرزا غلام احمد علیہ الرحمۃ نے مسیح موعود و مہدی معہود ہونے کا دعویٰ کیا تو بمصداق آیت فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ انہوں نے اس کو اپنی توقعات کے خلاف پا کر اس کا انکار کر دیا - مجدد وقت نے ان کو بہتیرا سمجھایا کہ دیکھو میری آمد کے تمام نشانات جو حضور نبی کریم صلعم نے احادیث میں بیان فرمائے ہیں نمودار ہو گئے ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ کسی کے آنے کے نشانات تو ظاہر ہو جائیں اور مگر وہ موجود نہ ہو، بہر حال اس وقت کوئی موجود تو ہونا چاہیئے - اور اگر میں نہیں تو کوئی اور دعویدار پیش کرو لیکن انہوں نے باوجود اس معقول دلیل کے نہ مانا اور یہی رٹ لگاتے رہے کہ یہ مسیح ناصری سے متعلق ہے اور وہی دوبارہ دنیا میں آئیگا۔ حالانکہ ان پر واضح کیا گیا کہ رسُول کریم صلعم خاتم النبیین ہیں، ہدایت کامل ہو چکی ہے اب آپکے بعد کوئی نیا یا پُرانا نبی نہیں آسکتا اور اگر آپ کے بعد کوئی نبی آجائے تو ختم نبوت ٹوٹ

زور دیا گیا - خدا کی شان ہے کہ مشیتِ ایزدی سے ایسے واقعات رونما ہوئے کہ قادیان کے حصارِ عافیت سے جہاں آپ جو چاہتے کرتے اور جو منہ میں آتا کہدیتے تھے اور کوئی آپ کو پوچھنے والا نہ تھا آپ کو نکلنا پڑا اور خدا نے آپکی اس دلیل کو کہ جن کا مرکز قادیان ہے وہ حق پر ہیں باطل کر دیا - قادیان کی مادی ترقی پر بھی بڑا فخر کیا گیا - اس کے حشر سے بھی آپ واقف ہیں کیا اس میں خدا کا ہاتھ نظر نہیں آتا کیونکہ جس وقت یہ فریب انگیز دلیل گھڑی گئی اس وقت کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ ہندوستان کی سرزمین ایک ایسا پلٹا کھائے گی کہ مکین قادیان کو سر پر پاؤں رکھکر بھاگنا پڑے گا - یہ تو آپ کی مادی ترقی کا حشر ہوا -

(۲) قادیان سے پاکستان میں

ورودِ پاکستان پر ربوہ میں اس وقت جبکہ ربوہ میں قادیان کے نقشہ پر آپ نے ایک بستی قائم کی اور نظامِ قادیان کا اس میں نفاذ کیا اور اس پر آپ پھولے نہ سماتے تھے اور اپنے کو ہر طرح محفوظ سمجھتے تھے - دستِ غیب سے ایک اور بلا نے آپ کو آلیا فتنۂ تحفظِ ختم نبوت ایک سیاسی کھیل تھا اور جس غرض سے وہ کھیلا گیا تھا گو اس میں انہیں کامیابی نہ ہوئی لیکن غلط اعتقادات کی جو عمارت آپ نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر تعمیر کی تھی اس کو آپ نے خود اپنے ہاتھوں سے زمین کے ہموار کر دیا - اپنے پہلے بیانات درباره نبوت کفر اور تحقیقاتی عدالت میں دیئے ہوئے بیانات کو بالمقابل رکھ کر دیکھ لیں کہ آیا آپ نے پہلے بیانات سے رجوع نہیں کیا اور کیا آپ ان عقائد پر نہیں آرہے جن کے متعلق چالیس سال تک آپ ہم سے برسرِ پیکار رہے ؟ آپ نے ہماری آواز پر کان نہ دھرا لیکن خدا کے زبردست ہاتھ نے آپ کی اپنی زبان سے

عقیدے میں تبدیلی

بالآخر جماعت قادیان سے میری گذارش ہے کہ وہ اس بات پر بھی غور کریں کہ میاں صاحب نے ہائیکورٹ کے سامنے اپنے عقیدے میں تبدیلی کی آپ میں سے نہایت جوشیلے اور اُونچے مبلغ نے اعتراف کیا ہے کہ عقیدہ میں تبدیلی ہوئی وہ اس کی تاریخ ۱۹۳۵ء بتاتے ہیں - بہر حال عقیدے میں تبدیلی تو ہوئی، اب غور طلب امر یہ ہے کہ دونوں عقیدے تو درست نہیں ہو سکتے ایک ان میں سے ضرور غلط ہو گا - مثلاً :-

پہلا عقیدہ	دوسرا عقیدہ
"کُل مسلمان جو مسیح موعودؑ کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا نام بھی نہ سُنا ہو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔" (آئینۂ صداقت ص۳۵)	"کوئی شخص جو مرزا غلام احمد صاحب پر ایمان نہیں لاتا وہ دائرۂ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا۔" بیان تحقیقی عدالت ص۲۸

اب ان دونوں عقیدوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے - پہلا عقیدہ میاں محمود احمد صاحب کا ہے اور دوسرا عقیدہ حضرت مسیح موعود کا ہے کیونکہ آپ نے فرمایا کہ :-

"ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجّال نہیں ہو سکتا۔" (تریاق القلوب ص۱۲۰)

اور اسی عقیدہ پر جماعتِ لاہور شروع سے قائم ہے میرا مقصد اس موازنہ سے یہ ہے کہ میاں صاحب نے محض اپنی اغراض کے لئے جس کا میں اوپر ذکر کر آیا ہوں جماعت کو ایک غلط عقیدہ پر قائم کیا - اور اس میں اس قدر تشدّد کیا کہ خدا تعالیٰ پر بھی تقدیم کی یقیناً

جائیگی۔اب جو آئیگا وہ اُمتی ہی ہوگا لیکن انہوں نے ایک دشمنی اور بغض و عناد میں اس قدر ترقی کی کہ قرآنی آیت استخلاف پسِ پشت ڈال کر حدیثِ مجدد سے ہی انکار کر دیا۔ اور اس کو مجوسی عقیدہ قرار دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اپنوں کا سلوک

آپ لوگوں پر خدا کا بڑا رحم ہے کہ اس نے اپنے فضل سے آپ کو اسکی پہچان کی سعادت نصیب کی آپنے اپنی آنکھوں سے اس کے انفاسِ طیبہ سے کافر ستے دیکھے لیظھرہ علی الدین کلہ کا نظارہ دیکھا اس نے آپکو ہر قسم کی بت پرستی سے نجات دیکر مقام توحید پر قائم کیا اور اعلائے کلمۃ اللہ کے کام پر لگا دیا لیکن بدقسمتی سے ۱۹۱۴ء کا سال تاریخِ احمدیت میں بہت منحوس ثابت ہوا جبکہ اس مامور کی تمام عمارت کو منہدم کر دیا گیا اور ایک غیر مامور کی قیادت میں حضرت مسیح موعود علیہ الرحمۃ کو نعوذ باللہ جھوٹا اور مکفر مولویوں کو سچا قرار دیا گیا۔

مکفر مولویوں کی ہم نوائی

جا ؤ مکفر مولویوں کی آپ کی طرف دعوئے نبوت منسوب کرنیکی تحریروں کو ایک طرف اور مرزا محمود احمد صاحب کی تحریروں کو دوسری طرف رکھ کر دیکھ لیجئے ان میں سرمو کوئی فرق نہ پاؤ گے کیا حضرت مرزا صاحب کی وہ دھیری آواز کہ یہ مجھ پر افترا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں، مجھے نبوت کا دعویٰ نہیں، میں مدعی نبوت پر لعنت بھیجتا ہوں اور رسول کریم صلعم کے بعد مدعی نبوت کو کافر کاذب اور دجال جانتا ہوں، آپ کے کانوں کے پردے سے نہ ٹکرائی؟ مخالفوں نے اگر اس آواز پر کان نہ دھرا تو ایک حد تک ان کا بہرا پن سمجھ میں آسکتا ہے لیکن آپکے لئے کوئی عذر نہیں ہو سکتا۔ وہ بیٹا جس کی بیجا

محبت میں آپ عزت نفس عقل و خرد کو بیٹھے جاتے ہو کہ اس نے اپنے بزرگ باپ کو نبی بنا کر اس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اس نے اس کو نعوذ باللہ مفتری، لعنتی، کافر کاذب اور دجال قرار دیا۔ کیا یہ وہی فرزند ارجمند ہے جو کان اللہ نزل من السماء کا مصداق ہے؟ خدا کی قسم تم نے بڑا ظلم کیا، واللہ حضرت مرزا صاحب کی روح پکار رہی ہے ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم ٭ کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

غلبۂ حق

حق و باطل کی جنگ میں ایک ایسا وقت آتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ باطل نے حق کو کچل دیا لیکن خدا جو سچائی کا حامی ہے اور اس کا وعدہ ہے کہ وہ حق کی نصرت کرے گا اپنے دستِ قدرت سے ایسے حالات پیدا کر دیتا ہے کہ باطل کا تار و پود بکھر جاتا ہے اور حق غالب اور باطل نابود ہو جاتا ہے، آپ غور کریں کہ کیا اس وقت یہ حقیقت ہمارے سامنے نہیں؟

تین قابلِ غور باتیں

اس باب میں تین امور کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں جن میں انسانی ہاتھ کا دخل نہیں امید ہے آپ ان پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے۔

(۱) اخراج از قادیان

اپنے حق پر اور ہمارے باطل پر ہونے کی ایک بڑی دلیل جو آپنے پیش کی یہ تھی کہ مرکز قادیان کا آپ کے ہاتھ میں ہونا آپ کی سچائی پر دلیل ہے۔ اس بودی دلیل پر بڑا

جس شخص نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا کے ماتحت خدا اس سے مواخذہ نہیں کرے گا۔ مگر میاں صاحب ہیں کہ انہیں خدا کی دی ہوئی رعایت کی بھی پرواہ نہیں، حیرت ہوتی ہے کہ قرآن سے تمسک کرنے والی قوم اس رطب و یابس کو کیسے برداشت کرتی ہے۔ پس ایسا شخص جو جماعت کو قرآن اور حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف چلاتا ہے وہ آپ کی جماعت کا امام کیسے ہو سکتا ہے۔ خدارا اس پر غور کریں، یاد رکھیں کہ قیامت کے دن جب اولین و آخرین جمع ہوں گے اور ایک طرف حضرت مسیح موعود، اور دوسری طرف میاں محمود احمد اور ان کی جماعت کھڑی ہوگی تو اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعودؑ سے سوال کرے گا کہ ءانت قلت للناس اتخذونی نبیا۔ تو یقیناً حضرت مسیح اپنے مثیل کی طرح یہی جواب دیں گے ما قلت لہم الا ما امرتنی بہ ــــ وکنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علی کل شئ شہید۔

خدا جانتا ہے کہ میں نے یہ تحریر اس ظلم کے پیش نظر جو حضرت مسیح موعود اور آپ کے متبعین پر کیا گیا پیش کی ہے اور یہ اس غم کا اظہار ہے جو میں اپنے بھائیوں کے لئے محسوس کرتا ہوں اور اس استدعا کے بعد کہ اس پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے اس دعا پر ختم کرتا ہوں:-

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ
ھدیتنا وھب لنا من لدنک
رحمۃ انک انت الوھاب۔

تتمہ

روزنامہ الفضل کے متعدد پرچوں میں میرے "پیغام صلح" ۲۷ر مارچ ۵۷ء والے مضمون کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے اور ایک بیتِ عنکبوت جس کی تاروں میں وہ بیخبر لوگوں کو الجھانا چاہتے ہیں تیار کیا گیا ہے۔ مریدان میاں صاحب کو اختیار ہے کہ وہ حق نمک ادا کریں یا خوش اعتقادی سے اپنے پیر کی جا و بے جا حمایت کریں ہمیں اس سے نہ غرض ہے اور نہ التفات کی ضرورت۔ البتہ قارئین کرام اور صاحب انصاف اصحاب کی توجہ نفس مضمون کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں جس میں میاں صاحب کے اقوال اور ان کے مریدوں کے بیان کردہ حالات کی بنا پر تین نکات پیش کئے گئے ہیں۔

۱- میاں محمود احمد صاحب امام جماعت ربوہ اپنے آپ کو حضرت اقدس مرزا غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ مجدد "صد چہاردہم" کی پسر موعود سے متعلق تمام پیشگوئیوں کا مصداق سمجھتے ہیں لیکن جو دعویٰ انہوں نے مجددِ وقت کی طرف منسوب کیا ہے اسکی رو سے وہ آپکو نعوذ باللہ مفتری لعنتی کافر کاذب دجال اور اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں (حضرت اقدس نے یہ الفاظ رسول کریم صلعم کے بعد مدعی نبوت کیلئے استعمال کئے ہیں) لہذا وہ پسر موعود نہیں ہو سکتے۔

۲- میاں محمود احمد صاحب نے نبوت و کفر کے مسئلہ میں اپنے اعتقاد میں تبدیلی کی ہے۔ حضرت اقدس نے لفظ نبوت نہایت سادگی سے لغوی معنوں میں صرف کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کے معنوں میں استعمال کیا اور کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہا مگر

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری

(۶)

معراج کے متعلق پانچ بیان کردہ امور

معراج کے متعلق گذشتہ اقساط میں میں نے مندرجہ ذیل پانچ امور پیش کئے ہیں:۔

۱۔ معراج نہ تو متعارف معنی کے لحاظ سے عالم بیداری میں ہوا ہے اور نہ ہی اس مفہوم کے لحاظ سے رؤیا ہے جو عام طور پر اس لفظ سے سمجھا جاتا ہے بلکہ یہ ایک نہایت ہی لطیف کشف تھا جس میں حواس ظاہری کا حواس سے بھی تیز ہوتے ہیں اور جس میں جسم عنصری کی بجائے ایک نورانی جسم صاحب کشف کو عطا کیا جاتا ہے جس کی نورانیت اس کے کمالات روحانیہ کے لحاظ سے ہوتی ہے نبی کریم صلعم کے کمالات روحانیہ چونکہ انتہائی نقطہ تک پہنچے ہوئے تھے اس لئے آنحضور صلعم کا نورانی جسم بھی اپنی نورانیت میں انتہائی کمال تک پہنچا ہوا تھا اور اس نورانی جسم کے حواس بھی معراج کے روحانی نظاروں کو دیکھنے میں ایسا کمال رکھتے تھے کہ اس کے مقابلہ میں ظاہری حواس کو کوئی نسبت ہی نہیں ہو سکتی اور یہی حواس درحقیقت ان نظاروں کے ادراک میں ممد و معاون ہو سکتے ہیں نہ کہ یہ ظاہری حواس اس کے ثبوت میں کافی دلائل پیش کئے جا چکے ہیں جن کے اعادہ کی ضرورت نہیں نیز بوجہ کشف ہونے کے اس کے نظارے تعبیر طلب ہیں سوائے ایک دو نظاروں کے۔

۲۔ معراج ایک مرتبہ نہیں بلکہ متعدد مرتبہ ہوا ہے اور اس کے متفرق اجزاء متفرق اوقات میں دکھلائے گئے ہیں۔

۳۔ معراج کی ابتداء اس وقت سے ہے جب بچپن میں پہلی بار آنحضور صلعم کا صدر شق کیا گیا۔

۴۔ معراج کا تعلق صرف مکی زندگی سے ہی نہیں بلکہ اس کا تعلق مدنی زندگی سے بھی ہے۔

۵۔ معراج میں درحقیقت وہ تمام اہم واقعات بطور پیشگوئی بیان کئے گئے ہیں جو نبی کریم صلعم کے زمانہ سے لیکر قیامت تک خود آنحضرت صلعم اور امت کو پیش آنے والے تھے۔

ایک شخص نے مجھ سے دریافت کیا ہے کہ کیا پہلے علماء میں سے بھی کوئی ان امور میں آپ سے متفق ہے میں ایسے احباب کی تسلی کے لئے ۔۔ ذیل میں علماء سابقین کے اقوال بھی نقل کر دیتا ہوں۔

میرے بیان کردہ پانچ امور کی تائید میں سلف صالحین کے اقوال

حضرت عائشہ رضؓ، حضرت معاویہ رضؓ اور امام حسن بصری کے اقوال تو مشہور ہی ہیں ان کے ساتھ حضرت ابن عباس رضؓ کا یہ قول بھی کسی سے مخفی نہیں کہ آپ نے نبی کریم صلعم کے متعلق فرمایا رأی ربه بقلبه مرتین لیکن ان کے بعد بھی امت میں ایسے بزرگ گذرے ہیں جو اسی بات کے قائل تھے کہ معراج ایک رؤیا ہے چنانچہ فتح الباری جلد ۱۳ صفحہ ۳۶۸ پر تین فرشتوں کا آنحضور صلعم کے پاس آنا مذکور ہے ان میں سے ایک نے کہا هو نائم دوسرے نے کہا ان العین نائمة والقلب یقظان یعنی آنکھ سو رہی ہے دل بیدار ہے جس کے معنی ظاہر ہیں کہ جو کچھ آنجناب صلعم کو دکھلایا گیا ہے وہ آپ نے دل کی آنکھ سے دیکھا چنانچہ صفحہ ۳۶۹ پر جو قول درج ہے وہ اس کی مزید تائید کر رہا ہے وذکر ابو بشر الدولابی بسنده انه صلی الله علیه وسلم رای فی المنام ان بطنه اخرج ثم اعید فذکر ذالک لخدیجة ووقع فی الشفاء ان جبرائیل قال له اغسل قلبه قلب سدید فیه عینان تبصران واذنان تسمعان یعنی نبی کریم صلعم نے خواب میں دیکھا کہ آپ کا پیٹ نکالا گیا ہے اور پھر اپنی جگہ پر رکھ دیا گیا آپ نے اس کا ذکر حضرت خدیجہ رضؓ سے کیا پھر شفاء میں مذکور ہے کہ جبرئیل نے جب آنحضور کا قلب مطہر دھو دیا تو فرمایا اس کا قلب درست ہے اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں یہ روایت حواس باطنی کے وجود اور ان کے کام کرنے پر صریح دلیل ہے اور یہ ثابت کرتی ہے کہ معراج میں جو نظارے بھی آنحضرت صلعم نے دیکھے وہ انہی باطنی آنکھوں سے دیکھے اور جو کچھ سنا وہ انہی باطنی کانوں سے سنا۔

پھر صفحہ ۳۷۰ پر لکھا ہے واختلف فی وقوع الرؤیة للنبی صلعم بعین رأسه او بعین قلبه فی الیقظة او فی المنام یعنی معراج میں نبی کریم صلعم نے جو کچھ دیکھا اس کے متعلق اختلاف ہے کہ آیا آپ نے اس آنکھ سے دیکھا جو سر میں ہوتی ہے یا اس آنکھ سے دیکھا جو دل میں ہوتی ہے یعنی بیداری میں دیکھا یا خواب میں دیکھا پھر اسی صفحہ پر درج ہے واما من اعتبر اول الحدیث بآخره فانه یزول عنه الاشکال فانه مصرح فیهما بانه کان رؤیا لقوله فی اوله وهو نائم وفی آخره استیقظ یعنی جو علماء حدیث کے اول اور اس کے آخر کو ملا کر نتیجہ نکالتے ہیں وہ تو رؤیا کے ہی قائل ہیں کیونکہ اسکے شروع میں صاف مذکور ہے کہ آپ معراج کے وقت سوئے ہوئے تھے اور آخر میں ہے کہ پھر آپ بیدار ہو گئے۔

اس کے بعد رؤیا کی حقیقت یوں بیان کی ہے وبعض الرؤیا مثل یضرب لیتاول علی الوجه الذی یجب ان یصرف الیه معنی التعبیر فی مثله وبعض الرؤیا لا یحتاج الی ذالك بل یاتی کالمشاهدة یعنی بعض رؤیا یا رؤیا کے بعض حصے تو تعبیر طلب ہوتے ہیں اور بعض اسی طرح وقوع میں آتے ہیں جس طرح ان کا مشاہدہ ہوتا ہے چنانچہ مثال کے طور پر رؤیا میں قمیص اور دودھ سے مراد دین اور علم تبلایا گیا ہے۔

مندرجہ بالا اصول کے ماتحت معراج کے نظاروں میں سوائے قافلہ والے نظارے کے باقی سب تعبیر طلب ہیں جیسا کہ آگے چل کر ثابت کیا جائے گا۔

فتح الباری جزو اوّل صفحہ ۳۱۳ پر معراج کے متعلق مندرجہ ذیل مختلف اقوال مذکور ہیں۔

(۱) اسراء اور معراج ایک ہی رات میں ہوئے اور بیداری کی حالت میں ہوئے۔

(۲)۔ دونوں ایک ہی رات میں حالت نوم میں ہوئے

(۳)۔ دو مختلف راتوں میں ہوئے ایک یقظہ میں ایک منام میں۔

(۴)۔ اسراء صرف بیت المقدس تک یقظہ میں اور معراج منام میں یا اسی رات یا کسی دوسری رات میں۔

(نوٹ) یہ تمام حوالے فتح الباری الطبعة الاولی مطبعہ خیریہ کی مطبوعہ کے ہیں۔

پھر الخصائص الکبریٰ صفحہ ۱۸۱ و صفحہ ۱۸۲ میں مذکور ہے کہ ابو شامہ اس طرف گئے ہیں کہ معراج کئی دفعہ وقوع میں آیا ہے، حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ تعدد میں کوئی استبعاد نہیں اور اگر یہ مان لیا جائے کہ پہلے منام یعنے خواب میں ہوا ہے تاکہ یقظہ کے لئے تیار کیا جائے تب بھی بعید نہیں پھر کہتے ہیں قد تکرر الاسراء ۲ بمدینہ میں کئی دفعہ خواب میں واقع ہوا، حافظ ابن حجر کو یہ کیوں کہنا پڑا ہے اس کی وجہ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں۔ یہی ہے کہ معراج کے بعض اجزاء یقیناً ایسے ہیں جن کا مدینہ میں ہی دیکھنا صراحت سے ثابت ہے۔

مندرجہ بالا اقوال سے اس اختلاف کا پتہ چلتا ہے جو علماء کے درمیان معراج کے یقظہ اور منام میں ہونے کے بارے میں چلا آرہا ہے اس سے یہ شخص رؤیا والے عقیدہ کو اختیار کرتا ہے وہ اجماع

(باقی صفحہ ۹ پر)

کو توڑنے والا نہیں کہلا سکتا کیونکہ اس بارے میں اجماع کا وجود ہی نہیں ہے میں نے اگر اسے کشف قرار دیا تو اس کی تائید میں بھی جلیل القدر صحابہ رضہ کے علاوہ امت کے دیگر علماء بھی ہیں۔

معراج کے روح کے ساتھ ہونیکے متعلق سید سلیمان ندوی اور حافظ ابن قیم کے اقوال

اگرچہ بعض علماء کا رحجان طبیعت جسمانی معراج کی طرف ہے۔ لیکن اس کی جو کیفیت وہ بیان کرتے ہیں وہ کشف والی ہی ہے۔ چنانچہ سید سلیمان ندوی صاحب نے اپنی کتاب سیرت النبی جلد سوم میں حضرت عائشہ رضہ کے قول کی تشریح میں جو کچھ فرمایا ہے اور اس کی تائید میں حافظ ابن قیم کا جو قول نقل کیا ہے ان دونوں کا ماحصل یہی ہے کہ وہ معراج کو روح کے ساتھ ہی تسلیم کرتے ہیں اور کشف اسی کو کہتے ہیں ذیل میں ان دونوں بزرگوں کے اقوال ان کے اپنے الفاظ میں نقل کئے جاتے ہیں :۔

"لیکن جو لوگ ان میں آشنائے راز ہیں وہ یہ نہیں کہتے کہ وہ ایک عام قسم کا خواب تھا، جو ہر انسان تقریباً ہر شب کو دیکھتا ہے، بلکہ وہ اس کیفیت پر رؤیا کا اطلاق محض مجازی اور انسانی طریقۂ ادا کے قصور کے باعث کرتے ہیں، انسان روح اور جسم سے مرکب ہے، یہ روح جو جسم سے وابستہ ہے اس کا یہ تعلق محض عارضی ہے اور یہی عارضی تعلق عالم نور سے اس کے حجاب کا باعث ہے جس قدر اس تعلق کا رشتہ ڈھیلا ہوتا جائے گا اسی نسبت سے وہ حجاب اٹھتا جائے گا، انسان جب بیداری میں ہوتا ہے تو حواس ظاہری کی مصروفیت روح کو مشاہدۂ باطن سے باز رکھتی ہے، نیند کی حالت میں کسی قدر اس کو ظاہری مشغولیت سے آزادی ملتی ہے تو اس کو رنگا رنگ کی چیزیں نظر آتی ہیں یہ حالت انسان کی باطنی و روحانی قوی کی ترقی و تنزل پر موقوف ہے ایک دن تو ہر انسان مر جاتا ہے یعنی اس کی روح کا تعلق اس کے جسم سے منقطع ہو جاتا ہے لیکن انسانوں کی ایک صنف ایسی بھی ہے جس کا طائر روح خدا کے فضل و موہبت کے بازوؤں سے پرزور ہو کر اپنے قفس عنصری کو تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ کر عالم ملکوت کی سیر کرتا پھرتا ہے اور پھر اسی قفس عنصری کی طرف رجعت کر جاتا ہے، یہی حالت ہے جس کو وہ اپنی محدود زبان میں مجازاً رؤیائے صادقہ یا رؤیائے نبوت کہتے ہیں اور اسی عالم کو عالم رؤیا کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور ممکن ہے کہ اسی کو قرآن مجید کی آیت وما جعلنا الرؤیا التی اریناك میں رؤیا کہا گیا ہے، یہی وہ دنیا ہے جس میں آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار ہوتا ہے اور اسی کی طرف وحی کی حدیثوں میں اشارہ ہے اور ابن ہشام میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف جو روایت منسوب ہے کہ ... (حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک بستر پر ہی موجود رہا اور معراج صرف روح کے ذریعہ ہوئی) اس کا بھی یہی مطلب ہے۔

حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں اسی حقیقت کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے :۔

قصل ابن اسحاق نے حضرت عائشہ رضہ اور معاویہ رضہ سے یہ نقل کیا ہے کہ ان دونوں نے کہا کہ معراج میں آپ کی روح لے جائی گئی اور آپ کا جسم کھویا نہیں گیا (یعنی وہ اسی دنیا میں اپنی جگہ پر موجود تھا) اور حسن بصری سے بھی اسی قسم کی روایت ہے لیکن یہ جاننا چاہیئے کہ یہ کہنا کہ معراج منام (خواب) تھا اور یہ کہنا کہ بذریعہ روح کے تھی جسم کے ساتھ نہ تھی، ان دونوں میں بڑا فرق ہے، حضرت عائشہ اور معاویہ رضہ نے یہ نہیں کہا کہ وہ منام (خواب) تھا انہوں نے یہی کہا ہے کہ معراج میں آپ کی روح کو لے جایا گیا اور آپ کا جسم کھویا نہیں گیا، ان دونوں میں بڑا فرق یہ ہے کہ سونے والا جو کچھ دیکھتا ہے، کبھی محسوس صورتوں میں جو کچھ معلوم ہے اس کی تمثیلیں اس کے سامنے کی جاتی ہیں، پس وہ دیکھتا ہے کہ گویا وہ آسمان پر چڑھایا گیا یا مکہ اس کو لے جایا گیا اور زمین کے گوشوں میں اس کو پھرایا گیا حالانکہ اس کی روح نہ چڑھی نہ گئی نہ پھری صرف یہ ہوا کہ خواب کے فرشتے نے اس کے لئے ایک تمثیل اس کے سامنے کر دی، اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان پر چڑھایا گیا ان میں دو فرقے ہیں ایک فرقہ کہتا ہے کہ آپ کو معراج روح و بدن دونوں کے ساتھ ہوئی اور دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ صرف روح کے ساتھ ہوئی اور بدن کھویا نہیں گیا (یعنی اس عالم سے) ان لوگوں کا یہ مقصد نہیں کہ وہ خواب تھا بلکہ یہ مقصد ہے کہ خود بذاتہٖ روح کو معراج ہوئی اور وہی درحقیقت اوپر چڑھائی گئی اور اس نے اس طرح کیا جس طرح جسم سے مفارقت کے بعد کرتی ہے اور اس میں اس کی حالت وہی تھی جو مفارقت جسم کے بعد آسمانوں پر ایک ایک آسمان کر کے چڑھنے میں ہوتی ہے، یہاں تک کہ ساتویں آسمان پر جا کر ٹھہر جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جا کر کھڑی ہو جاتی ہے، پھر وہ جو چاہتا ہے اس کی نسبت حکم دیتا ہے پھر زمین پر واپس آ جاتی ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں جو حال ہوا وہ اس سے بھی زیادہ کامل تھا جو روح کو مفارقت جسم کے بعد حاصل ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ درجہ اس سے بڑا ہے جو سونے والے کو خواب میں نظر آتا، لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرق عادات کے مقام میں تھے یہاں تک کہ آپ کا سینہ چاک کیا گیا اور آپ زندہ تھے لیکن آپ کو تکلیف نہیں ہوئی اسی طرح خود روح مبارک بذاتہٖ اوپر چڑھائی گئی بغیر اس کے کہ آپ پر موت طاری کی جائے آپ کے علاوہ اور کسی کی روح کو موت اور مفارقت تن کے بغیر یہ عروج نصیب نہ ہوا، انبیاء کی روحیں جو یہاں ٹھہری تھیں وہ مفارقت جسم کے بعد تھیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک زندگی کی حالت میں وہاں گئی اور واپس آئی اور مفارقت کے بعد انبیاء کی روحوں کے ساتھ رفیق اعلیٰ میں جا کر ٹھہر گئی" (از ص۲۴۳ تا ص۲۴۴)

حافظ ابن قیم صاحب کا یہ کہنا کہ انہوں نے منام نہیں کہا درست نہیں کیونکہ حدیث میں صاف الفاظ ھو نائم اور استیقظ موجود ہیں، بہرحال ان کی تشریح ایسی ہے جو میرے اس قول کی ہی تائید کر رہی ہے کہ جسم عنصری کے ساتھ معراج وقوع میں نہیں آیا بلکہ روح کے ساتھ نورانی جسم تھا۔

شاہ ولی اللہ صاحب کا مذہب

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح اہل دل روحانی علماء میں سے ہیں، جو روحانی رموز کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب جس طرح معراج کو جسمانی سمجھتے تھے اس کی جو تشریح انہوں نے فرمائی ہے وہ بھی میرے قول کی ہی تائید کر رہی ہے کہ جسم عنصری اپنی موجودہ شکل میں روح کے ساتھ نہ تھا سب سے بڑی بات ان کی تشریح میں یہ ہے کہ شاہ صاحب موصوف نے معراج کے ہر واقعہ کی تعبیر کی ہے اور تعبیر کرنا بتلاتا ہے کہ خواہ وہ اس واقعہ کو یقظہ میں ہی تسلیم کریں لیکن وہ یقظہ ان کے نزدیک ویسا ہی ہے جیسا میں نے شروع میں بیان کیا ہے یعنی ایسا لطیف کشف جس میں حواس عام بیداری سے بھی زیادہ تیز ہوتے ہیں اور اسی لئے اس کے نظارے تعبیر طلب ہوتے ہیں سید سلیمان ندوی صاحب محترم شاہ صاحب کے متعلق اپنی کتاب کے صفحہ ۴۴۴ پر فرماتے ہیں :۔

"صوفیہ اور ارباب حال نے معراج کے واقعات کی تشریح اپنے مذاق اور رنگ میں کی ہے، علمائے اسلام میں کم از کم ایک

شخص تو ایسا ہے جو صوفی اور صاحب دل بھی ہے اور محدث اور متکلم بھی یعنی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ صاحب کے متعلق معلوم ہے کہ وہ دیگر اہل باطن کی طرح عالم برزخ اور عالم مثال نام عالم جسد اور عالم روح کے درمیان ایک تیسرے عالم کے قائل ہیں جہاں جسم پر روح کے خواص طاری ہوتے ہیں اور روح اپنی خصوصیت اور مناسبت کے مطابق جسمانی شکل و صورت میں نمایاں ہوتی ہے، شاہ صاحب اس بات کے قائل ہیں کہ معراج بیداری میں اور جسم کے ساتھ ہوئی لیکن یہ عالم برزخ کی سیر تھی جہاں آپ کے جسم پر روحانی خواص طاری کئے گئے اور معانی و واقعات مختلف اشکال و صور میں مشاہدہ کرائے گئے چونکہ ایک بیگانہ کے لئے اس نادیدہ شہرستان کی ہو بہو تشریح اپنی زبان میں مشکل ہے، اس لئے ہم اس ملک کے ایک سیاح کا بیان نقل کر دینا کافی سمجھتے ہیں"

اس کے بعد ص۲۴۵ و ص۲۴۶ پر ان کی ..... مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ سے عربی عبارت نقل کی ہے جس کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے :-

"آپ کو معراج میں مسجد اقصیٰ میں لے جایا گیا پھر سدرۃ المنتہیٰ اور جہاں خدا نے چاہا اور یہ تمام جسم مبارک کے لئے بیداری کی حالت میں ہوا لیکن اس مقام میں جو عالم مثال اور عالم ظاہر کے بیچ میں ہے اور جو دونوں عالموں کے احکام کا جامع ہے، اس لئے جسم پر روح کے احکام ظاہر ہوئے اور روح اور معانی روحیہ اجسام کی شکل میں متمثل ہوئے .... اور اسی لئے ان واقعات میں سے ہر واقعہ کی ایک تعبیر ظاہر ہوئی اور اسی طرح کے واقعات حضرت حزقیل اور موسیٰ وغیرہ علیہم السلام کے لئے ظاہر ہوتے تھے اور اسی طرح اولیائے امت کے لئے بھی ظاہر ہوتے ہیں، کہ خدا کے نزدیک ان کے درجہ کی بلندی مثل اس حالت کے ہوتی ہے جو رؤیا میں ان کو معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم،

اس کے بعد شاہ صاحب نے معراج کے مشاہدات میں سے ایک ایک کی تعبیر کی ہے خود احادیث صحیحہ اور معتبر روایات میں جہاں یہ واقعہ مذکور ہے کہ آپ کے سامنے دودھ اور شراب کے دو پیالے پیش کئے گئے تو آپ نے دودھ کا پیالہ اٹھا لیا اس پر فرشتہ نے کہا کہ آپ نے فطرت کو اختیار کیا، اگر شراب کا پیالہ اٹھاتے تو آپ کی تمام امت گمراہ ہو جاتی اس عالم تمثیل میں گویا فطرت کو دودھ اور ضلالت کو شراب کے رنگ میں مشاہدہ کرایا گیا ہے"

شاہ صاحب کے مندرجہ ذیل الفاظ کو غور سے پڑھا جائے :-

"جسم پر روح کے احکام ظاہر ہوئے اور روح اور معانی روحیہ اجسام کی شکل میں متمثل ہوئے"

کیا یہ الفاظ صاف کثیفت پر دلالت نہیں کرتے۔ جسم کا روح کے احکام کا حامل بن جانا صاف بتلاتا ہے کہ وہ نورانی جسم کے ہی قائل ہیں -

میں نے خوف طوالت سے شاہ صاحب کا تعبیر والا حصہ حذف کر دیا ہے تعبیر پر بحث انشاء اللہ الگ کی جائے گی سردست تو صرف .... اتنا بتلانا مقصود ہے کہ سلف صالحین بھی میرے اس نظریہ کی تائید میں ہیں کہ معراج کے نظارے محض نظارے ہی نہ تھے بلکہ باطنی معانی پر مشتمل تھے جیسا کہ کشوف میں ہوتا ہے اور یہ باطنی معانی پیشگوئیوں پر مشتمل ہیں سید سلیمان صاحب ندوی بھی گو جسمانی معراج کے قائل ہیں لیکن وہ بھی واقعات معراج کی تعبیر کرنے پر ہی مجبور ہوتے ہیں پھر نہ معلوم اسے کشف تسلیم کرنے میں ان کے راستہ میں کونسی روک پیدا ہو گئی تھی اس کے متعلق جو دلائل انہوں نے دیئے ہیں ان کی تردید میں گذشتہ اقساط میں بالوضاحت کر چکا ہوں -

امر دوم کے متعلق مندرجہ بالا حوالوں سے ہی ظاہر ہے کہ علماء میں سے بعض نے معراج کو متعدد مرتبہ تسلیم کیا ہے، امر سوم بھی سب کو مسلم ہے کہ بچپن میں آنحضرت صلعم کا صدر شق کیا گیا پھر اسراء کے وقت بھی صدر شق کیا گیا اور اس میں حکمت اور ایمان بھرا گیا بچپن والے شق کو بعض علماء نے معراج سے خارج کیا ہے، اور بعض نے اسے معراج میں ہی داخل قرار دیا ہے۔

امر چہارم کے متعلق علماء کا نظریہ

معراج کے مدینہ میں ہونے کے متعلق حافظ ابن حجر کا قول میں اوپر نقل کر آیا ہوں، بعض دیگر علماء کے اقوال بھی ملاحظہ فرمالیں، الخصائص الکبریٰ جلد دوم صفحہ ۱۸۰-۱۸۱ پر درج ہے :-

"ذهب كثيرون ان الاسراء وقع مرتين وجمع بذالك بين الاختلاف الواقع في الاحاديث وممن اختار هذا القول ابو نصر القشيري وابن العربي والسهيلي وقال الشيخ عز الدين ابن عبد السلام وقع الاسراء في المنام وفي اليقظة ووقع بمكة وبالمدينة۔

اس قول میں صاف تسلیم کیا گیا ہے کہ معراج مکہ میں بھی ہوا اور مدینہ میں بھی ہوا پھر آگے چل کر الحافظ ابن حجر کا قول :-

"وقد تكرر الاسراء في المنام بالمدينة"

درج کیا ہے یعنی معراج مدینہ میں صرف ایک دفعہ ہی نہیں بلکہ متعدد مرتبہ وقوع میں آیا اور ہوا بھی منام میں۔

امر پنجم کی تائید بھی ان اقوال سے ہو رہی ہے جو میں نے اوپر مکرم شاہ ولی اللہ صاحب رح اور بعض دیگر علماء کے درج کئے ہیں۔ ان کے علاوہ علامہ ابن المنیر نے معراج کے اسرار پر ایک کتاب لکھی ہے جس میں ہر واقعہ کی حکمت بیان کی ہے دیکھو الخصائص الکبریٰ جلد اول ص۱۸۱ -

آئندہ قسط میں ان شاء اللہ معراج کے نظاروں کی تعبیر پر بحث کی جائے گی :

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

مغرب کے مذہبی مفکر

(بسلسلہ صفحہ ۲)

"ہم نے سمجھا کہ کثرت تعلیم اور سیاسی آزادی دونوں سے مسئلہ حل ہو جائے گا .... اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم (امریکن) انسانی تاریخ میں سب سے زیادہ تعلیم یافتہ ہیں۔ ہمارے سکولوں کے بچے اس کائنات کے قوانین کا ارسطو کے زمانہ کے سائنسدانوں سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہمارے سینے خالی ہیں"

"پھر ہم نے سوچا کہ اعلےٰ معیار زندگی سے ہمارا مقصد حاصل ہو جائے گا۔ (چنانچہ ہم نے صنعتی ترقی حاصل کی) ...."

"اب اس کا نتیجہ کیا نکلا۔ اس وقت امریکہ میں سیاسی آزادی کا وہ نمونہ قائم ہے کہ دنیا کے اکثر حصے ابھی اسے حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، دنیا کا سب سے بڑا نظام تعلیم ہمارے ہاں قائم ہے۔ ہمارا طرز رہائش دنیا کے لئے ایک مثال ہے ..... اس کے باوجود کیا ہم خوش ہیں؟ کیا ان تین امور نے ہمیں یہ بتا دیا ہے کہ ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے؟ ..../."

"کہا جاتا ہے کہ بیماری کا علاج موجود ہے۔ پھر ہمیں اپنی بیماری کا علاج جلد تلاش کرنا چاہیئے۔ اس تہذیب کی گھڑیاں تیزی سے گذر رہی ہیں۔ اگر کوئی ایسا راستہ ہے، جو روشنی دکھا سکتا ہے تو اس کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہیئے"۔

.... "یسوع نے ہمیں کہا تھا کہ انسان صرف روٹی کے لئے زندہ نہیں رہے گا۔ ہم نے اس کی تعلیم کو ٹھکرا دیا، ہم نے ہر قسم کی روٹی سے اپنے آپ کو پُر کیا یہاں تک کہ اب ہم بیمار ہو گئے ہیں ...."

"وقت زندگی کی جان ہے۔ کلی تباہی کے ہتھیار ہمارے ہاتھوں میں آ گئے ہیں۔ اب ہم غلط راستوں پر قدم نہیں مار سکتے۔ اب ہم راستہ تلاش کرنے کے لئے تجربہ نہیں کر سکتے، اور نہ ہی اپنے آپ کو بھٹکنے کا موقعہ دے سکتے ہیں۔ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے ....."

"بلاشبہ ہم نے بہت ترقی کی ہے لیکن ہم نے انسانیت کا اصل مسئلہ حل نہیں کیا۔ ہم دنیا کی سب سے اونچی عمارت کھڑی کر سکتے ہیں۔ دنیا کا سب سے تیز رفتار ہوائی جہاز تیار کر سکتے ہیں اور دنیا کا سب سے لمبا پل تیار کر سکتے ہیں، لیکن ابھی تک ہم نے اپنے آپ کو قابو میں رکھنا اور دوسروں کے ساتھ امن اور برابری کے ساتھ رہنا نہیں سیکھا"

(باقی پھر)

مخلوط انتخاب اور چودھری ظفر اللہ خان

کراچی۔ ۲۶ر اپریل۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ ربوہ نے مخلوط انتخاب کی حمایت کرتے ہوئے وزیر خارجہ ملک فیروز خان نون کو یہ تار روانہ کیا ہے :۔ "اخباری رپورٹ کے مطابق مسٹر چندریگر نے ہمارے وزیر اعظم کی تقریر کا جواب دیتے ہوئے بتایا کہ ممتاز احمدی لیڈر چوہدری ظفر اللہ خان نے ایک مرحلہ پر کہا تھا کہ اسلامی آئین جداگانہ انتخابات کی صورت ہی میں قائم ہو سکتا ہے۔ میں فرقہ احمدیہ کے سربراہ ہونے کی حیثیت سے اس دلیل کی مکمل تردید کرتا ہوں تقسیم سے قبل میری اور میرے دوست مرحوم مولانا محمد علی جوہر کی رائے یہ تھی کہ ہندوؤں کی بھاری اکثریت کے پیش نظر ہندوستان میں جداگانہ انتخابات جاری رہنے چاہئیں لیکن لیکن اب صورت حال بالکل بدل چکی ہے۔ اگر اسلامی آئین دانشمندی کے ساتھ منظور کیا جائے تو یہ اسلامی آئین مخلوط انتخابات کی موجودگی میں بھی رہ سکتا ہے چوہدری ظفر اللہ نے **موجودہ حالات سے مکمل لاعلمی کا ثبوت دیتے ہوئے** مذکورہ بیان دیا تھا۔ غالباً انہوں نے ایک مسلم لیگی نمائندہ کی حیثیت سے وہ بیان دیا تھا کیونکہ انہیں احمدیہ فرقہ کی بجائے مسلم لیگ نے منتخب کیا تھا وہ ایک قانون دان کا ذہن رکھتے ہیں اور اپنے ووٹروں کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔"

"پیغام صلح":۔ چوہدری ظفر اللہ خاں کو دربار خلافت کا یہ سرٹیفکیٹ مبارک ہو۔

پروفیسر جامعۃ المبشرین کے متعلق خلیفہ ربوہ کا "ضروری اعلان"

مولانا سیف الرحمٰن صاحب پروفیسر جامعۃ المبشرین ربوہ کے متعلق خلیفہ صاحب ربوہ کی طرف سے ذیل کا اعلان ۲۵ر اپریل کے "الفضل" میں شائع ہوا ہے :۔

"تمام احباب کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ رسالہ فطرت لاہور پر جو رفیق احمد کا نام ترتیب دینے والوں میں لکھا گیا ہے یہ بالکل جھوٹ ہے۔ رفیق احمد میرا بیٹا ہے ابھی تعلیم سے فارغ نہیں ہوا نہ وہ ایڈیٹری کے قابل ہے نہ ترتیب دینے کے قابل۔ ممکن ہے اس وقت کلرک بن سکے وہ بھی ناقص۔ مولوی سیف الرحمٰن صاحب پروفیسر جامعۃ المبشرین نے جو درحقیقت اس رسالہ کے کرتا دھرتا ہیں اس کا نام صرف اس وجہ سے رکھا ہے کہ شاید اس کے نام کی وجہ سے احمدی اس رسالہ کو خرید یں، میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ یہ رسالہ محض دوسرے رسالوں کے چرائے ہوئے مضمونوں پر چلتا ہے، کوئی احمدی ہو کر میں نہ آ سکتے! وہ اس کو نہ خریدے، رسالہ میں قریہ لکھا ہے کہ اسکی کا پیاں بالکل ختم ہو گئی ہیں لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں مولوی سیف الرحمٰن صاحب کاسۂ گدائی لیکر صاحب حیثیت لوگوں کے گھروں میں پھریں گے کہ کچھ مدد کرو تاکہ میں اس رسالہ کا اگلا ایشو نکال سکوں"

"پیغام صلح":۔ اس اعلان کا لب و لہجہ اور خلیفہ صاحب کا غیظ و غضب ظاہر کر رہا ہے کہ اس کی تہ میں صرف رسالہ فطرت ہی کا معاملہ نہیں کوئی اور اہم بات ہے جس کا اظہار خلاف مصلحت سمجھا گیا ہے۔

سانحۂ ارتحال

جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر نہایت رنج و اندوہ سے سنی جائے گی کہ چودھری محمد حسین صاحب نمبردار چک ۷۱ جنوبی جو ہماری جماعت کے ایک پرانے اور مخلص ممبر تھے۔ بقضائے الٰہی فوت ہو گئے ہیں، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ہمیں اس صدمہ میں مرحوم کے بیٹوں اور دیگر پسماندگان کے ساتھ دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔

۲۶ر اپریل کو مرحوم کا جنازۂ غائبانہ لاہور میں نماز جمعہ کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے پڑھایا۔ بیرونی جماعتوں سے بھی جنازۂ غائبانہ کی درخواست ہے۔

سپاس تعزیت

میری خوشدامن صاحبہ بیگم حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کی وفات پر جو احباب تعزیت کی غرض سے میرے ہاں تشریف لائے یا جنہوں نے ہمدردی کے خطوط لکھے ان سب کا نہاں خانۂ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جزاکم اللہ احسن الجزا۔

تمام بزرگوں اور احباب سے درخواست ہے کہ دعا فرمائیں خدا مرحومہ کو جنت الفردوس نصیب کرے اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب کو اس غریب الوطنی میں اس حادثہ کے برداشت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مرزا مظفر بیگ ساطع
طارق آباد۔ لائل پور

مکتوبِ فیجی

ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب

فجی بحر الکاہل کے اُن جزائر میں سے ہے جو آسٹریلیا کے مشرق میں واقع ہیں۔ یہ جزیرہ ان ہندو مسلمان نو آبادکاروں اور ان کی اولاد پر مشتمل ہے جو کسی زمانہ میں محنت مزدوری اور کاروبار کے لئے وہاں جاکر آباد ہو گئے۔ ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب جو آج سے ۲۶ سال پہلے وہاں کے لوگوں کی درخواست پر ہماری انجمن کی طرف سے بطور ٹیچر وہاں بھیجے گئے اور گذشتہ ڈیڑھ سال سانفرانسسکو (امریکہ) میں میاں بشیر احمد صاحب منٹو کی جگہ بطور مبلغ کام کرتے رہے ہیں، آجکل پھر فیجی میں اپنی سابقہ جگہ پر پہنچ چکے ہیں۔ ذیل کا مکتوب انہوں نے فیجی سے لکھا ہے۔ امید ہے وہ آیندہ بھی اس سلسلہ کو جاری رکھکر قارئین پیغام صلح کے اضافہ دلچسپی کا موجب ہوں گے۔ مدیر

بھارت سے ۲ ہندو مشنری

خاکسار کی عدم موجودگی میں بھارت سے دو ہندو مشنری جزائر فیجی میں آئے۔ ایک تو پنڈت سری کرشن تھے۔ جو آریہ سماج کی پچاس سالہ جوبلی میں شریک ہونے اور ڈی اے وی کالج سابابولا۔ صووا کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے یہاں بلائے گئے تھے۔ یہ مشہور معروف آریہ سماجی پنڈت ۱۹۲۹ء میں فجی آریہ سماج کا پرچار کرنے کے لئے آئے تھے اور ان کی آمد سے فیجی کی مذہبی فضا اس قدر مکدر ہو گئی تھی۔ کہ فیجی مسلم لیگ کو ہندوستان سے مسلم مشنری اور مدرس بلانے کی ضرورت پڑ گئی تھی تاکہ وہ آکر اس کا ازالہ کریں۔ بڑی جد و جہد کے بعد مسلم لیگ خاکسار کو ۱۹۳۱ء میں اور مولانا میرزا مظفر بیگ کو ۱۹۳۳ء میں بلانے میں کامیاب ہوئی۔ مولانا صاحب نے ساڑھے تین سال کے عرصہ میں متزلزل انسانوں کے دلوں پر اسلام کا سکہ جما دیا اور اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کے راستہ سے تمام رکاوٹیں دور کر دیں۔

ایک قصہ گو سوامی

پنڈت سری کرشن نے چھ سات مہینے فجی میں قیام کیا ہر ایک ضلع کا دورہ کیا۔ بیسیوں لیکچر دیئے۔ لیکن انہوں نے اس بار اسلام پر کوئی نکتہ چینی نہیں کی۔ اور اسی طرح ان کا دورہ بغیر شکوہ و شکایت کے گذر گیا۔ پنڈت صاحب موصوف کی آمد سے پہلے ایک سوامی نندر و سیجے بمبئی سے تشریف لائے جو پہلے درجہ کے خوش الحان اور قصہ گو تھے۔ اُن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے فلم کرشن سداما میں ایکٹ کیا تھا۔ اور فلم کی ناکامی پر انہوں نے یہ روپ دھارن کیا۔ خیر کچھ بھی فیجی میں آج تک کوئی ایسا مشنری نہیں آیا جس کے پیچھے پبلک دیوانہ ہو گئی ہو، اور زر و مال نچھاور کرنے پر تیار ہو گئی ہو۔ ان سوامی جی نے گانا گا کر، مذہبی رنگ کے قصے کہانیاں سنا کر ہندوؤں کو متوالا کر دیا۔ اور فجی میں مندر بنانے کے لئے چندہ کی تحریک کی جس قدر لوگ زن و مرد بچے بوڑھے، سوامی جی کی مجالس میں شریک ہوتے تھے اس کا دسواں حصہ بھی پنڈت سری کرشن کے لیکچروں میں شامل نہیں ہوئے۔ فیجی کے کئی ایک مالدار ہندو سوامی جی کے مرید اور چیلے بن گئے اور انہوں نے شراب اور ماس ترک کر دیئے۔ کل روپیہ کی تعداد جو سوامی جی کو مندر کے لئے ملا یا اپنی جیب کے لئے بارہ ہزار پونڈ کے قریب بتائی جاتی ہے۔ سنا ہے کہ بھارت سرکار نے یہ روپیہ ضبط کر لیا ہے اور سوامی جی پر بھارت میں مقدمہ چلایا گیا ہے۔

ایک جرنلسٹ کے افسانے

حال ہی میں ایک سناتنی پرچارک بھارت سے آئی ہیں اور وہ اپنے دھرم کا پرچار صووا میں کر رہی ہیں۔ کئی ایک مقام پر اُن کا خیر مقدم کیا گیا ہے۔ خاکسار کو اُن کے کسی لیکچر میں شامل ہونے کا موقعہ نہیں ملا۔ لیکن ایک جرنلسٹ مسٹر مالبویہ کے لیکچر میں شامل ہونے کا موقعہ ملا، جو انہوں نے گذشتہ ہفتہ Conception of Mysticism پر دیا۔ یہ لیکچر انگریزی میں تھا۔ اور پینتالیس منٹ میں ختم ہوا، اس لیکچر میں انہوں نے بتایا کہ ہندوستان ہی ایک ایسا ملک ہے، جس سے ایک مشہور جرنلسٹ نے متاثر ہو کر Believe me or not کا کالم ولایت میں شروع کیا ہندوستان میں ہی آپ کو ایسے ملیں گے۔ جو پیڑ کے ساتھ اُلٹے لٹکے ہوتے ہونگے۔ اور کافی دنوں سے اُن کے پیٹ میں کھانا نہ جاتا ہوگا۔ ہندوستان میں ہی ایسے انسان ملیں گے جو برسوں سے اپنے ہاتھ کھڑے کئے ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کے ہاتھ سوکھ گئے ہیں، انہوں نے دوران تقریر میں بتایا کہ ایک سادھو نے اُن کی ہتھیلی پر خاک رکھی۔ اور پھر اس پر پھونک ماری اور پھر انکو بتایا کہ اسے چکھو۔ تو وہ چینی تھی، ایک سادھو زہر پی گیا، لیکن زہر نے اس پر کوئی اثر نہ کیا۔ انہوں نے بتایا کہ تین یورپین دہریوں نے ہندوستان کا سفر کیا اور وہ ان سادھوؤں سے اس قدر متاثر ہوئے، کہ خدا کے پجاری بن گئے اور انہوں نے کئی ایک کتابیں مذہب کی تائید میں لکھیں۔

کمشنر بھارت کا جواب

مسٹر مالویہ کی تقریر کے خاتمہ پر بھارت سرکار کے کمشنر نے بتایا کہ وہ ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ وہیں تعلیم حاصل کی، اور اُسی مُلک کی نمایندگی یہاں کر رہے ہیں لیکن انہوں نے ایسے صاحب کرامت شخص وہاں نہیں دیکھے اور وہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ کہ ایسی باتوں کا دھرم سے کوئی تعلق ہے۔ ایک شخص نے سوال کیا، کہ اگر ہندوستان میں ایسے یوگی موجود ہیں، تو پھر ڈاکٹر بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ ہسپتالوں کی کیا ضرورت ہے۔ بس یوگی کی پھونک کی ضرورت ہے۔ سب کام ٹھیک ہو سکتا ہے۔ مسٹر مالبویہ نے بتایا کہ ہر ایک شخص یوگی نہیں بن سکتا۔ اور نہ اس قدر تعداد کے یوگی ہندوستان کی کوئی امداد اس میں نہیں کر سکتے۔ سوال و جواب کے سلسلے میں مسٹر مالبویہ نے بتایا کہ ایک بدھ دھرم کا پیرو برما سے اور ایک چین سے مدراس میں آگئے۔ وہ تامل زبان نہیں جانتے تھے۔ لیکن انہوں نے بغیر سیکھے تامل زبان بولنی شروع کر دی۔ مہاتما بدھ ہندو یوگی ازم سے واقف تھے اور اُن کے چیلوں نے اُن کی امداد سے ایسی بولی بولنی شروع کر دی۔ جس کو وہ نہیں جانتے تھے۔ بھارت کے کمشنر صاحب نے بتایا کہ مہاتما بدھ کے زمانہ میں تامل زبان کا وجود بھی نہ تھا۔

مسلمان مبلغین کی ضرورت

بہر حال جو کچھ بھی ہو برادران وطن کی مذہبی دلچسپی اور بیداری ... قابلِ تعریف ہے۔ اُن کے مشنری بھارت سے آکر کسی نہ کسی طرح اُن میں بیداری پیدا کر جاتے ہیں۔ اور کچھ عرصہ تک علمی اور مذہبی پرچار رہتا ہے۔ اسی طرح اگر پاکستان سے فراخ دل مسلم مشنری بیرونی ممالک کا دورہ کیا کریں تو وہ بیرونی ممالک میں بسنے والے مسلمانوں کی بڑی حد تک دستگیری کر سکتے ہیں۔ پاکستان کی ثقافت اسلامیہ کے صدر ڈاکٹر عبد الحکیم سے سان فرانسسکو میں ملاقات ہوئی تھی۔ آپ امریکہ میں دو بار آچکے ہیں اور اُن کے لیکچروں سے پبلک کو اسلام اور پاکستان کے متعلق کافی معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ ضرورت ہے کہ کئی ایک مذہبی سفیر پیدا ہوں جو "سیروا فی الارض" کے حکم کے ماتحت دنیا کی سیاحت کریں۔

ایک شادی کی تقریب

گذشتہ ہفتہ خاکسار کو یہاں سے ۱۵۰ میل کے فاصلے پر ناندی میں الحاج مولوی قادر حسین صاحب کے صاحبزادہ کی شادی میں شمولیت کے لئے جانا پڑا۔ صووا سے بھی اپنی جماعت کے کافی دوستوں کو دعوت تھی۔ براتیوں کی تعداد تین سو سے متجاوز تھی، اور برات گھر سے تین میل کے فاصلہ پر جانی تھی۔ نکاح الحاج مولوی قادر حسین صاحب نے ...

پڑھا۔ اس کے بعد نانڈی مسلم لیگ کے پریزیڈنٹ سے انہوں نے تقریر کی درخواست کی۔ لیکن انہوں نے مختصر تقریر کے بعد اشارہ مسٹر عبدالرحمان ساہوخاں صاحب کی طرف کیا، مسٹر ساہوخاں نے اسلامی نکاح کی افضلیت اور آنحضرت صلعم کے کمالات پر پُر اثر تقریر کی۔ جس کو بہت پسند کیا گیا اور ایک مولوی صاحب نے کھڑے ہو کر خراج تحسین ادا کیا۔ اگلے روز دعوت ولیمہ تھی جو ۱۰ بجے صبح سے ۲ بجے دوپہر تک رہی۔ ۱۰ بجے سے مجلس میلاد شریف شروع ہوئی۔ اس کے بعد مسٹر ساہوخاں اور خاکسار سے تقریر کے لئے درخواست کی گئی۔ خاکسار نے ان کی لوگوں کے حالات

بچھڑے ہیں

جب سے میں یہاں آیا ہوں، میری مصروفیت بہت بڑھ گئی ہے۔ ۱۲ر فروری سے سکول جاری ہے۔ اور اس کے لئے کافی کام کرنا پڑتا ہے۔ پھر امریکہ سے واپس آ کر میں اپنے دوستوں اور مہربانوں کو نہیں بھول گیا۔ ہر ہفتے کی ہوائی ڈاک میں ایک درجن سے زاید خط مجھے بھیجنے پڑتے ہیں۔ جب میں اپنی پچیس سالہ فیجی کی زندگی پر غور کرتا ہوں تو مجھے بہت افسوس ہوتا ہے کہ میں نے نصابی کتب انگریزی کے مطالعہ کو اصلی رنگ میں جاری نہ رکھا۔ اس کی وجہ یہاں کے مقامی حالات اور مشکلات کیوں نہ ہوں۔ لیکن پھر بھی بہت کچھ ہو سکتا تھا۔ یا کم از کم دنیادی رنگ میں امتحان پاس ہو سکتا تھا اور ڈگری حاصل ہو سکتی تھی۔ آج علمی رنگ میں تہیدست ہوں لیکن پھر بھی ... بزرگان سلسلہ کی صحبت میں رہ کر حاصل کیا اور حضرت مولانا عصمت اللہ مرحوم، حضرت مولانا عبدالحق ودیارتھی۔ حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ کے لیکچروں اور حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی رحمہ کے خطبات اور پیغام صلح کے متواتر مطالعہ سے جو کچھ حاصل ہوا اس سے امریکہ اور فیجی میں مجھے بہت مدد ملی۔

پیغام صلح کے بارہ میں

اخبار پیغام صلح سے ہمارے نوجوان کافی فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ میں نے مضمون نویسی پیغام صلح کے مطالعہ سے سیکھی تھی اور پیغام صلح کا عید کی طرح انتظار کیا کرتا تھا۔ ورنہ انگریزی سکولوں میں اُردو کی تعلیم کا معیار بلند نہیں ہوتا۔ جہاں میں نے تعلیم حاصل کی۔

نوجوانانِ جماعت سے درخواست

جماعت کے نوجوانوں سے میری درخواست ہے کہ وہ سلسلہ کے لٹریچر اور اخبارات سے استفادہ حاصل کریں جماعت کے بزرگوں کی صحبت میں بیٹھیں اور ان کے کلام اور عمل سے اپنی عملی زندگی کو اسلامی سانچے میں ڈھالیں پھر ہمیں مبلغین کی کوئی کمی نہیں رہیگی اور جماعت میں سے کئی ایک نوجوان خدمات اسلام کے لئے کھڑے ہو جائیں گے ؛

پیشگوئی مصلح موعود اور ایڈیٹر "الفضل"

(عبدالغنی صاحب پشاوری)

میرے مضمون "مصلح موعود کی پیشگوئی پر ایک نظر" کی پہلی ہی قسط پر مدیر "الفضل" کا ایک مقالہ الفضل مؤرخہ ۱۶ر اپریل میں شائع ہوا ہے مجھے مدیر صاحب سے یہ عرض کرنا ہے کہ برادرم آپ نے عجلت سے کام لیا ہے بہتر ہوتا کہ آپ میرے مضمون کے مکمل شائع ہونے کے بعد تبصرہ کرتے۔ میری تحریر سے کہیں بھی ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت صاحب نے اپنی موقف کیا تھا کہ یہ پیشگوئی ایک لڑکے کے متعلق ہے اور جب بشیر اول فوت ہو گیا تو حضور نے لکھا کہ یہ دو لڑکوں کے متعلق ہے پھر انجام آتھم میں فرمایا کہ خدا نے مجھے بیٹے کے بعد بیٹے کی بشارت دی جن کی تعداد تین تک پہنچ گئی ہے (تذکرہ صفحہ ۱۲۹) پھر فرمایا ۱۸۷۱ء میں خدا تعالےٰ نے مجھے بذریعہ خواب اطلاع دی کہ میری اس بیوی سے چوتھا لڑکا پیدا ہوا ہے اور تین پہلے موجود ہیں اور یہ بھی بتایا کہ پسر چہارم کا عقیقہ بروز دوشنبہ ہو گا (تذکرہ ۱۳۴) حضرت صاحب نے بشیر اول کی وفات کے بعد خیال کیا کہ اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء دو لڑکوں کے متعلق ہے اس لئے انہوں نے یہ خیال کیا کہ وہ پسر صالح جس کا اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء میں ذکر کیا گیا ہے وہ محمود احمد ہے اور بعد میں جیسے کہ اوپر بتایا گیا ہے حضور نے لکھا کہ مجھے چار لڑکوں کا وعدہ دیا گیا اور مبارک احمد تین کو چار کرنے والا قرار دیا گیا اسکی وضاحت میں اپنے سابقہ مضمون میں کر چکا ہوں، آپ لکھتے ہیں کہ حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ اس کے آنے کے ساتھ فضل آئے گا اور یہ شرط میاں محمود احمد صاحب میں پائی جاتی ہے حالانکہ حضرت اقدس کا الہام میاں بشیر احمد صاحب کے متعلق یہ ہے "بنیوں کا چاند آئیگا اور تیرا کام تجھے حاصل ہوگا خدا تیرے منہ کو بشاش کریگا تیرے برہان کو روشن کردے گا اور تجھے ایک لڑکا عطا ہوگا اور فضل تجھ سے قریب کیا جائے گا اور میرا نور نزدیک ہے" (تذکرہ صفحہ ۲۱۵) یہاں الہاماً فضل کو میاں بشیر احمد کے آنے کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے اور میاں محمود احمد صاحب کے متعلق ایسا کوئی الہام نہیں

تین کو چار کرنے والا

یہ کہ تین کو چار کرنیوالا میاں صاحب خود ہیں اور وہ اس طرح کہ میرزا سلطان احمد مرحوم میاں صاحب کے ذریعہ حضرت صاحب کی روحانی اولاد میں شامل ہوئے یہ معمہ تو میاں محمود احمد صاحب پر جو مصلح موعود ہیں نہیں کھلا۔ انہوں نے تین کو چار کرنیوالا اپنے آپ کو اس طرح قرار دیا ہے کہ حضرت صاحب کی دونوں بیویوں کی اولاد سات لڑکوں میں سے وہ ہو سکتے ہیں جن کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں۔ میرزا سلطان احمد۔ میرزا فضل احمد (پہلی بیوی کی اولاد) بشیر اول و محمود احمد۔ بشیر ثانی و شریف احمد اور مبارک احمد (دوسری بیوی سے) اب آپ کے استنباط کو ٹھیک سمجھا جائے یا میاں صاحب کے اجتہاد کو جو خود مصلح موعود ہونے کے مدعی ہیں پھر سوال یہ ہے جب میرزا سلطان احمد صاحب حضرت صاحب کی روحانی اولاد میں شامل ہو گئے اور جسمانی طور پر بھی انکے فرزند تھے تو تین کو چار کرنے والے میرزا سلطان احمد ہوئے یا میاں محمود احمد صاحب ؟ میرزا عزیز احمد پسر میرزا سلطان احمد صاحب نے ۱۹۰۶ء میں حضرت صاحب کی زندگی میں بیعت کر لی تھی تو انہیں کیوں تین کو چار کرنے والا مانا جائے جبکہ حضرت صاحب نے اس بارہ میں اس کے متعلق اپنی رؤیا بیان فرمائی ہے جو بلفظہٖ "الفضل" میں بھی درج ہے۔

خلاصہ

خلاصہ اس سارے مضمون کا یہ ہے کہ حضرت صاحب تین کو چار کرنے والے کے متعلق کوئی تعین آخر تک نہیں کر سکے اور مبارک احمد کے متعلق جو انہوں نے تعین فرمایا تو وہ فوت ہو گیا ۴۴ یا یہ ماننا پڑے گا کہ وہ بعد میں کسی وقت پیدا ہو گا جو صاحب وحی بھی ہو گا جیسا کہ حضرت صاحب کو نومبر ۱۹۰۷ء میں الہام ہوا انا نبشرک بغلام حلیم اسمہ یحییٰ (تذکرہ صفحہ ۳۳۸) اور یہ الہام ناصر احمد کی پیدائش کے بعد ہوا جو ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوئے جس نتیجہ پر ہم پہنچے ہیں اس کا مؤید وہ کشف بھی ہے جو تذکرہ صفحہ ۱۴۲ میں درج ہے کہ حضرت صاحب کو عالم کشف میں چار پھل دیئے گئے تین اس میں آم کے تھے مگر ایک پھل سبز رنگ کا بہت بڑا تھا وہ اس جہان کے پھلوں سے مشابہ نہیں تھا اگرچہ ابھی یہ الہامی بات نہیں مگر میرے دل میں یہ پڑا ہے کہ وہ پھل جو اس جہان کے پھلوں سے نہیں وہی مبارک لڑکا ہے اور یہ بھی انہیں کشفاً بتایا گیا تھا کہ ایک اور نکاح تمہیں کرنا پڑے گا جو وقوع میں نہیں آیا (تذکرہ صفحہ ۱۴۷) لہذا ماننا پڑے گا کہ چوتھا لڑکا جو صاحب وحی بھی ہوگا آئندہ کسی وقت ظاہر ہو گا (واللہ اعلم) وہی تین کو چار کرنے والا ہو گا، اور ان تین سے جو آم کی شکل میں بتائے گئے ہیں ممیز ہو گا :

پیغام صلح مورخہ یکم مئی ۱۹۵۷ء رجسٹرڈ ایل ۴۳۸ شمارہ ۱۷

صرف ٹائٹل پیج ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں۔ باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

جلد ۴۶ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۷ شوال المکرم ۱۳۷۶ھ مطابق ۸ مئی ۱۹۵۷ء | نمبر ۱۸

ہمارا مذہب اور عقیدہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے اب کوئی اور کلمہ یا کوئی نماز نہیں ہو سکتی۔ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا کر کے دکھایا اور جو کچھ قرآن شریف میں ہے اس کو چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی۔ جو اس کو چھوڑے گا وہ جہنم میں جاوے گا۔ یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس امت کے لئے مخاطبات اور مکالمات کا دروازہ کھلا ہے اور یہ دروازہ گویا قرآن مجید کی سچائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر ہر وقت تازہ شہادت ہے اور اس کے لئے خدا تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ ہی میں دعا سکھائی ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ انعمت علیھم کی راہ کے لئے جو دعا سکھائی تو اس میں انبیاء علیہم السلام کے کمالات کے حصول کا اشارہ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جو کمال دیا گیا ہے وہ معرفت الٰہی کا کمال ہے اور یہ نعمت ان کو مکالمات اور مخاطبات سے ملی تھی، اسی کے تم بھی خواہاں رہو۔"

(لیکچر حضرت مسیح موعودؑ بمقام لدھیانہ۔ مؤرخہ ۶ نومبر ۱۹۰۵ء)

عید الفطر کی مبارک تقریب مسجد ووکنگ میں

۲ ہزار افراد کا اجتماع سرزمین انگلستان میں اسلامی برادری کا درخشاں نمونہ

بی بی سی لندن سے اردو میں اس تقریب کا آنکھوں دیکھا حال نشر کیا گیا

۳ مئی کو بی بی سی لندن نے ووکنگ کی عید الفطر کا آنکھوں دیکھا حال نشر کیا جو بعض مزید اطلاعات کے ہمراہ ذیل میں ہدیۂ قارئین کرام ہے۔

۲ مئی ۱۹۵۷ء کو مسجد شاہجہان ووکنگ سے ملحقہ باغ میں ۲ ہزار مسلمانوں نے نماز عید الفطر ادا کی اس غرض کے لئے ایک وسیع شامیانہ نصب کیا گیا تھا جس پر تمام ممالک اسلامیہ کے قومی پرچم لہرائے گئے ان میں بھارتی حکومت کا پرچم بھی شامل تھا جو دو سال قبل بھارت کی سفیر وجے لکشمی نے مسلمانان بھارت کی طرف سے تحفۃً پیش کیا تھا۔ بی بی سی لندن نے مسجد شاہجہان کے نئے امام مولانا محمد یعقوب خاں صاحب کے جو کچھ عرصہ پہلے مغربی پاکستان کے سب سے قدیم ترین روزنامہ سول اینڈ ملٹری گزٹ کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں خطبۂ عید کے ریکارڈ کئے ہوئے ابتدائی فقرات بھی ریڈیو کے سامعین کو سنوائے۔ امام صاحب موصوف نے اپنے مخصوص انداز میں حالات حاضرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے بتایا کہ اسلامی اخوت اور انفرادی زندگی کے اعمال و اذکار میں توازن پیدا کرنا ماہ رمضان اور عید الفطر کی تقریب کے دو اہم مقاصد ہیں اور انہی دونوں مقاصد کو اجتماعی طور پر بروئے کار لانے سے امن عالم کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکے گا۔

انگلستان میں عید کے موقعہ پر دھوپ اور خوشگوار موسم عید کی روایتی خوشیوں کو دوبالا کر دیتا ہے۔ خطبہ کے بعد مشرقی طرز کے پکے ہوئے بوٹے کھانے سے لوگوں کی تواضع کی گئی جو بقول شخصے "سینڈوچوں سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے"

اس ساری تقریب میں لندن کی گھٹی گھٹی فضا سے دور ووکنگ کے پُرسکون و خوشگوار ماحول میں باہمی میل ملاقات اور خوش گپیوں میں مشغول ہوتے ہوئے ہر شخص عجیب قسم کی خوشی مسرت محسوس کر رہا تھا۔

بی بی سی لندن کے نمائندہ کے اس سوال پر کہ آج مسلمان اور غیر مسلم کیوں اس تقریب میں پہلے سے زیادہ شامل ہوتے ہیں امام صاحب نے [illegible] کی دو وجوہات ہیں۔

۱۔ انگلستان میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد

۲۔ جنگ عظیم کے بعد لوگوں کے ذہنوں کا قدرتی طور پر مذہب کی طرف مائل ہونا۔

نمائندے نے محترمہ شریفہ کمال سے بھی انٹرویو کیا جو ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ کے بانی مبانی الحاج حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور کی پوتی ہیں اور آج کل لندن میں قیام پذیر ہیں۔ نمائندے نے اپنے نشریہ بیان میں حضرت خواجہ صاحب مرحوم کے سرزمین انگلستان میں اسلامی اقتدار کے اس بے لوث یادگاری ادارے کی سرگرمیوں کو بہت سراہا اور بتایا کہ حضرت موصوف اور ان کے جانشین جو لاہور (پاکستان)

(باقی [illegible] کالم ۳)

اکلِ حلال اور راستبازی

مستجاب الدعوات ہونے کا ذریعہ ہے

فطرانۂ عید کی تنظیم سے قومی ضروریات پوری کی جا سکتی ہیں

خطبۂ عید الفطر مورخہ ۲ مئی ۱۹۵۷ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یاایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً انی بما تعملون علیم

رسولوں کو حلال طیب کھانے کا حکم

یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ایک خطبہ دیا۔ اس لئے اس آیت کی اہمیت ایک اور رنگ میں بڑھ جاتی ہے آپ نے فرمایا ان اللہ طیب، خدائے قدوس پاک ہے ولا یقبل الا الطیب وہ پاکیزگی کے سوائے کسی چیز کو پسند نہیں کرتا۔ اور فرمایا ان اللہ امر المومنین ما امر بہ المرسلین۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی عزت افزائی کی کہ وہی حکم انہیں دیا جو اپنے مرسلین کو دیا تھا اور وہ یہی حکم ہے یاایھا الرسل کلوا من الطیبات اے میرے رسولو! دنیا کے سامنے اپنا اچھا نمونہ پیش کرو، دنیا کی پاکیزگی کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ حلال طیب روٹی کھاؤ واعملوا صالحاً اور نیک عمل بجالاؤ، انی بما تعملون علیم میں خبر رکھتا ہوں کہ کون اچھے کام کرتا ہے اور کون حلال طیب روٹی کھاتا ہے۔

حرام کھانے سے دعا قبول نہیں ہوتی

اسی طرح مسلمانوں کو بھی مخاطب کر کے فرمایا کلوا من الطیبات ہم حکم دیتے ہیں کہ ستھری اور پاک چیزیں کھاؤ لیکن بدی کے قریب نہ جاؤ، پھر اسی سلسلہ میں ذکر الرجل یطیل السفر، ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا جس نے لمبا سفر کیا اغبر اشعث یقول یارب یارب فانی یستجاب لہ مطعمہ حرام ومشربہ حرام وملبسہ حرام اس کے بال بکھرے ہوئے اور چہرے پر گرد و غبار پڑا ہوا تھا اور وہ پکار پکار کر کہتا تھا اے میرے رب اے میرے رب میری مشکلات کو دور کر فانی یستجاب لہ اس کی دعا کیسے قبول ہو تکلیف میں تو وہ ہے لیکن اس کی دعا قبول نہیں ہو سکتی کیونکہ مطعمہ حرام ومشربہ حرام وملبسہ حرام اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام اس کا لباس حرام، اس حرام کھانے اور پینے کی وجہ سے اس کی دعا قبول نہیں ہو سکتی اور اس کی مصیبت دور نہیں ہو سکتی۔

اکل حلال اور راستبازی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کا رتبہ بلند کرنے کے لئے فرمایا میرے دوستو! خدا نے وہ رتبہ تمہیں دیا ہے جو رسولوں کو دیا گیا، اور اپنا قرب حاصل کرنے کے لئے یہ رستہ بتایا کہ پیٹ کو ناپاک روٹی سے پاک رکھو اور بد دیانتی کے نزدیک نہ جاؤ اور فرمایا دوسرا گر خدا کا قرب حاصل کرنے کا یہ ہے کہ علیکم بالصدق راستی اپنے اوپر لازم کر لو فان الصدق یھدی الی البر اللہ تعالیٰ نے راستبازی کا حکم دیا کیونکہ راستی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور فرمایا ایاکم والکذب جھوٹ کے قریب تک نہ جانا فان الکذب یھدی الی الفجور آپ نے جھوٹ سے منع فرمایا کیونکہ جھوٹ بدی اور فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو دو اصول سکھائے ہیں۔ راستبازی اس کی زبان پر ہو اور حلال روٹی اس کے پیٹ میں ہو اور فرمایا اطب مطعمک وکن مستجاب الدعوات۔

رمضان کی غرض

رمضان کا مہینہ بھی خواہشات سے بچنے کی مشق کراتا ہے کیونکہ خواہشات بدی کی طرف لے جاتی ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حجبت النار بالشھوات، بری خواہشات (جو بظاہر بہت مرغوب اور اچھی لگتی ہیں) کے پیچھے دوزخ ہے وحجبت الجنۃ بالمکارہ، مشقت کا طریق اختیار کرنے سے جنت ملتی ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان میں مشقت کی زندگی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ جس کی غرض یہ بتائی کہ لعلکم تتقون، تمہارا نفس مہذب ہو جائے، تمہارے دلوں میں تقویٰ پیدا ہو، خدا خوفی اور نیک عملی کی زندگی میسر آ جائے تمہیں بدی سے نفرت ہو اور نیکی سے محبت ہو، اور ..... یہی اصل تقویٰ اللہ ہے۔

ناجائز طریق سے لوگوں کا مال نہ کھاؤ

اس تلقین کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل، یعنی خدا کے حکم سے تم ماہ رمضان میں اپنی حلال طیب کمائی بھی ترک کر دیتے ہو اور تم اپنی کمائی غربا پر صرف کرتے ہو، اس مشقت کرنے کے بعد یہ نہ ہو کہ تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریق سے کھا جاؤ۔ حلال طیب کو چھوڑ دینا اور حرام کھا لینا یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقاً من اموال الناس بالاثم۔ پھر تم دوسروں کا مال کھانے کے لئے حکام کو مال دیتے ہو تا کہ مقدمہ کے ذریعے دوسروں کا مال کھاؤ، لوگوں کا مال کھانے کے لئے ڈگری کرا لینے سے کوئی روپیہ حلال نہیں ہو جاتا، اور نہ اس سے روزہ کی غرض پوری ہو سکتی ہے، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سنو لوگو کوئی شخص میرے پاس کوئی مقدمہ لے کر آتا ہے اور وہ اپنی لسانی سے اپنے حق میں فیصلہ کرا لیتا ہے، اگر کسی کے حق میں میں نے ایسا فیصلہ دے دیا جس کا وہ حقدار نہیں، تو یہ اس کے لئے اچھا نہ ہوگا، ایسا شخص اپنا ٹھکانا دوزخ میں بناتا ہے یہ نبی کریم صلعم کا فرمان ہے کہ خود میرا بھی فیصلہ اگر کسی کے حق میں ہو تو میرا فیصلہ حرام کو حلال نہیں بنا سکتا حضور کے اپنے الفاظ یہ ہیں انما انا بشر وتختصمون الی ورب بعضکم الحن بحجتہ فاقضی علی نحو ما اسمع فمن قضیت لہ بحق اخیہ فانما اقضی لہ قطعۃ من النار فلا یاخذہ۔

رمضان میں مشقت اور غریبوں سے سلوک

تیسری بات جو رمضان کے متعلق فرمائی وہ یہ ہے کہ اپنے اوپر مشقت برداشت کرو اپنی کمائی میں سے لوگوں کو دو، اس سارے مہینہ میں مسجدوں میں گھروں میں قرآن خوب غور سے پڑھا گیا، اپنا کھانا بھی غریبوں کو دیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس سے ایثار کا سبق نہ سیکھو تو کوئی فائدہ روزہ کا نہ ہوا۔

فطرانۂ عید

اور فرمایا عید کی نماز میں شامل نہیں ہو سکتے جب تک فطرانہ دیکر اس میں داخل ہونے کا ٹکٹ نہ حاصل کر لو نماز عید سے پہلے ضروری ہے کہ فطرانہ ادا کیا جائے، آپ جانتے ہیں آجکل فطرانہ بارہ آنہ فی کس ہے، اور اس شہر لاہور میں کم و بیش چودہ لاکھ کی آبادی ہے عید کے موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو یاد دلایا اور فرمایا کہ نماز سے پہلے غرباء کے لئے فطرانہ جمع کرو، اس ہمارے لاہور سے دس لاکھ روپے جمع ہو سکتے ہیں، اس رقم سے غرباء کے لئے ٹیکنیکل سکول اور ہسپتال کی تعمیر ہو سکتی ہے آج بھی گورنمنٹ کو اور جو لوگ برسر اقتدار

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۳)

مسلمانوں کے لئے دو عظیم الشان سبق

رسول اللہ صلعم کا غیب دانی سے انکار، غرباء سے تعلقات و مساوات

خطبہ جمعہ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۷ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک ان اتبع الا ما یوحی الی قل ہل یستوی الاعمی والبصیر افلا تتفکرون ۔ وانذر بہ الذین یخافون ان یحشروا الی ربہم لیس لہم من دونہ ولی ولا شفیع لعلہم یتقون ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغدوۃ والعشی یریدون وجہہ ما علیک من حسابہم من شیء وما من حسابک علیہم من شیء فتطردہم فتکون من الظلمین ——— (الانعام رکوع ۵)

حضرت نبی کریم صلعم کا ایک اہم اعلان

ان دو آیتوں میں ایک بہت بڑے انقلاب کا ذکر ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ظہور میں آیا حضور نے فرمایا، میں اس بات کا اشتہار نہیں دیتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں، جس کسی نے بھی میرے پاس آنا ہے وہ سمجھ لے کہ میرے پاس دولت نہیں، میں کسی کو اولاد نہیں دے سکتا، میں کسی کے مویشیوں اور مال و متاع میں تھوڑا سا بھی اضافہ نہیں کر سکتا، خدا نے مجھے ٹھیکہ نہیں دیا کہ جو شخص میرا دامن پکڑ لے اس کو مالا مال کر دوں گا میں اعلان کرتا ہوں کہ میرا اس میں کوئی دعویٰ نہیں، محض خدا کے لئے جس نے ساتھ دینا ہو دے، اگر کوئی اس اعتقاد کو رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں اور محض اسی کی ذات پرستش اور عبودیت کے لائق ہے اس ایمان کے ساتھ کوئی آنا چاہے تو آئے، اور مجھے کوئی خدائی کا ٹھیکیدار سمجھ کر نہ آئے۔

دوسرے مذاہب کے پیشوا

یہ بہت بڑا انقلاب ہے اس سے پیشتر لوگ اپنے پیشواؤں کو خدا مانتے چلے آ رہے تھے، حضرت مسیح کو اب تک لوگ خدا مانتے ہیں۔ ان کی ماں مریم کی عبادت کی جاتی ہے اور رام چندر اور کرشن کو بھی ان سے کم نہیں سمجھا جاتا، ان کی بھی پوجا ہوتی ہے، عیسائیوں میں پوپ کو خدا کے برابر سمجھا جاتا ہے اور اس سے کم درجہ پر جو لوگ ہیں ہندوؤں میں بھی اور عیسائیوں میں بھی ان کو ارباباً من دون اللہ کا درجہ دے دیا گیا ہے۔

مسلمانوں میں غیب دانی کا مرض

لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر اس بات کا اعلان کر دیا کہ لا اقول لکم عندی خزائن اللہ۔ لوگو سن رکھو میں تم سے نہیں کہتا کہ خدا کے خزانے میری تحویل میں ہیں، ولا اعلم الغیب میں یہ بھی نہیں کہتا کہ میں غیب جانتا ہوں، غیب کے جاننے کی لوگ بڑی بڑی کوششیں کرتے ہیں، کوئی شخص ایسی صورت بنا لے کہ گویا وہ غیب کی باتیں جانتا ہے یا اس بات کا دعوےٰ کرے تو لوگ اس کی طرف بہت متوجہ ہوتے ہیں، اس زمانہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے مسلمان بھی اس مرض میں بہت پھنسے ہوئے ہیں۔ کسی ایک پیر یا گدی نشین نے کہا کہ ہم تمہاری قسمت بتا سکتے ہیں بس اسی کے پیچھے ہو لئے اس میں شک نہیں خدا تعالےٰ کبھی کبھی اپنے بندوں کو غیب کی خبریں دیتا بھی ہے لیکن اس کا یہ طریق نہیں کہ جس وقت جس امر کے متعلق چاہا پوچھ لیا۔

حضرت نبی کریم صلعم کا غیب دانی سے انکار

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ پر نہایت سنگین الزام لگا انہوں نے خدا سے کیوں نہ پوچھ لیا کہ اس الزام کی کیا حقیقت ہے ان کو علم تھا کہ خدا کا یہ طریق نہیں، سب سے زیادہ عرفان رکھنے والے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالےٰ اپنی مرضی سے کسی کو کوئی بات بتا دے تو بتا دے ورنہ کسی کی طاقت نہیں کہ جب چاہے اور جو کچھ چاہے خدا سے پوچھ لیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تو علم بھی نہ تھا، انہوں نے کسی لونڈی سے سنا اور غش کھا گئیں، اور آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے میکے چلی گئیں، انہوں نے نہ کہا کہ خدا سے پوچھ لو اسی لئے فرمایا ولا اعلم الغیب میں غیب نہیں جانتا، چاہیے تو اس کے ساتھ ایک چیز ہی لگا دیتے کہ غیب کی باتیں میں جانتا تو نہیں لیکن پوچھ کر بتا سکتا ہوں، ایک دفعہ جہاد میں آپ کی اونٹنی گم ہو گئی تو کسی نے طعن کیا کہ آسمان کی خبریں بتلاتے ہو اور اتنا معلوم نہیں کہ اونٹنی کہاں گم ہو گئی۔ آپ نے فرمایا میں غیب کا علم نہیں رکھتا۔

موجودہ گدی نشینوں کی تعلیم

آج محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گدی پر بیٹھنے والے حضرت کی امت کو اس کے خلاف تعلیم دیتے ہیں کہ ہمارا تعلق خدا سے ہے، ہم اس سے پوچھ سکتے ہیں مجھے ایک شخص نے بتایا کہ ایک آدمی کا طریق تھا کہ لوگ اس سے آکر پوچھتے کہ فلاں معاملہ میں کیا ہو گا، تو وہ تھوڑی دیر سر نیچا کر کے پھر اوپر اٹھاتا اور کہتا کہ مجھے معلوم ہو گیا ہے یہ ہو گا اور وہ ہو گا۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گدی پر بیٹھنے کے دعویدار ہو کر گمراہی پھیلاتے ہیں، رسول اللہ صلعم تو فرماتے ہیں میں غیب نہیں جانتا، اور یہ غیب دانی کے مدعی ہیں۔

فرشتہ ہونے سے حضور کا انکار

پھر فرمایا ولا اقول انی ملک میں یہ بھی نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں، میں بیمار بھی ہوتا ہوں، کھاتا پیتا بھی ہوں، انسانیت کے تمام لوازم مجھ میں ہیں یہ اعلانات ایک انقلاب پیدا کرنے کے لئے تھے، ان اعلانات کے ذریعہ سے نہایت اہم اصلاح کا سر انجام دینا مقصود تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گدی پر بیٹھنے والوں کے لئے کتنا بڑا سبق ہے۔ لیکن حضرت کی امت میں ایسے لوگ بھی ہیں جو ان اعلانات کے ہوتے ہوئے وہی کچھ بننے کے دعویدار ہیں جس سے آپ نے انکار کیا۔

غرباء سے نبی کریم صلعم کے تعلقات

ایک دوسرا اعلان جس نے انقلاب پیدا کیا یہ تھا فرمایا ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغدوۃ والعشی یریدون وجہہ یہ غریب لوگ جو آپ کی مجلس میں بیٹھتے ہیں، امراء کی خاطر ان سے کنارہ کشی نہ کرنا، ان کو مجلس سے اٹھانا نہیں، آپ کے سامنے ایسے حالات تھے، جو عرب میں پائے جاتے تھے، مکہ کے رئیس اس بات سے چڑتے تھے، کہ حضرت کی مجلس میں غریب لوگ آکر بیٹھتے ہیں، وہ کہتے تھے اگر آپ کو خیال ہے کہ آپ کے پاس ہم بھی آکر بیٹھیں، تو ان غریب لوگوں کو اٹھا دیں۔ ان کے ساتھ بیٹھنا ہماری ذلت ہے، مجھے بھی ایک ایسے ہی شخص سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ احمد آباد کے قریب ایک ریاست کا راجہ جبر سنگھ مسلمان ہوا، تو میں بھی وہاں گیا، نماز کا وقت آیا تو میں نے کہا کہ مسجد میں چل کر نماز پڑھیں، وہ مسجد کے دروازہ تک تو میرے ساتھ آئے لیکن مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ اس خیال سے کہ مسجد میں جو لوگ نماز پڑھتے ہیں وہ تو رعایا ہیں، ان کے ساتھ مل کر نماز پڑھنا ہتک ہے۔ مکہ میں بھی ایسے ہی [illegible] رکھتے

والے آدمی تھے، جب حضرت نے غربا کو مجلس سے نہ اُٹھایا تو آپ کے چچا ابوطالب سے شکایت کی کہ اپنے بھتیجے کو تو سمجھایئے ان کو ملک کی روایات کا تو پاس کرنا چاہیئے، اور کچھ نہیں تو اپنے وطن کی روایات کا تو کچھ خیال کریں۔ حضرت نبی کریم صلعم تو غریب پرور تھے، غربا سے آپ کی دوستی تھی، غربا کی پرورش کرنا، غرباء پر مال خرچ کرنا آپ کی فطرت میں تھا۔

غرباء کے متعلق اللہ تعالےٰ کا حکم

غرباء کے حق میں اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ولاتطرد الذین یدعون ربھم بالغدوۃ والعشی یہ غریب لوگ جو رات دن اپنے ربّ کی عبادت کرتے ہیں یریدون وجھہ جن کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے سوائے اور کچھ مطلوب نہیں، ایک طرف ان کی غربت ہے، اور دوسری طرف ان کا اپنے رب کے ساتھ تعلق ہے، ان لوگوں کو دولتمندوں کی خاطر اپنی مجلس سے اُٹھا نہ دینا، اسی لئے حضرت نے بار بار تلقین کی ہے کہ غریبوں کی دستگیری کرو۔ آپ کی مجلس میں جو غریب لوگ ہوتے تھے آپ اُن سے گھل مل کر بیٹھتے تھے، وہ لوگ ان الفاظ میں رپورٹ کرتے ہیں۔ کان.... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقعد معنا ویدنو منا حتی تمس رکبتہ رکبتنا وکان یقول معکم المحیا ومعکم الممات اور ان لوگوں نے اس آیہ کریمہ کے نزول پر کہا ہمارے لئے یہ کافی فخر کی بات ہے کہ یہ آیت ہمارے حق میں اُتری۔ ایک اور جگہ غرباء کے حق میں قرآن کریم میں یہ آیت نازل ہوئی واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغدوۃ والعشی یریدون وجھہ ولا تعد عینٰک عنھم تریدون زینۃ الحیٰوۃ الدنیا آپ ان لوگوں کی مجلس پر قناعت کیجئے جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں اور اس کی رضا کے طالب ہیں، اُن سے اپنی آنکھیں نہ ہٹایئے، ان کے ساتھ ہی مجالست پر قناعت کرنا ہے وہ لوگ جو زینۃ الحیٰوۃ الدنیا کے طالب ہیں وہ آپکی نظروں میں کوئی قیمت نہ رکھیں اور ان کی وجہ سے نظریں نہ ہٹائیں۔

اسلام کی بےنظیر اخوت و مساوات

یہ بہت بڑا انقلاب ہے، اس قسم کی اخوت اسلامی اور مساواتِ انسانی کہیں نہیں ملتی، کبھی کبھی کوئی جرمن یا انگریز جب اسلامی ممالک میں آکر اس اخوت و مساوات کو دیکھتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو غلاموں تک کو اوپر اُٹھایا، اپنے شاہی خاندان کی لڑکی زینب اپنے غلام زید سے بیاہ دی، ایک حبشی غلام بلال کو اپنے گھر کا مہتمم بنایا اور مؤذن کے عہدہ [illegible]

نہ تھا، کیا کبھی کسی قوم نے ایسا کرکے دکھایا؟ بدر کی لڑائی میں پہلی شہادت ایک حبشی غلام مہجع کی ہوئی۔ آپ نے فرمایا سید الشھداء مھجع۔

یہ اخوت و مساوات دنیا کی کسی اور قوم میں نظر نہیں آتی، آج بھی یورپ میں ایک جرنیل کرنیل کی میز پر کوئی سپاہی نہیں بیٹھ سکتا، برہمنوں کے متعلق تو یہ سنا ہوا ہی ہے کہ ان کی سڑکوں پر کوئی دوسری قوم کا شخص چل نہیں سکتا، اگر چلنا بھی ہو تو رات کو جا سکتا ہے۔ دنیا میں غرباء پر بڑا ظلم ہوا ہے۔ آج بھی یورپ میں کالے آدمی کو سفید آدمی کے ہوٹل میں جگہ نہیں مل سکتی اور جنوبی افریقہ کی انگریزی حکومت نے تو کالے آدمیوں کا ناک میں دم کر رکھا ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا پر بڑا احسان کیا ہے کہ کالے اور گورے، غریب اور امیر، غلام اور آقا کی تمیز مٹا دی، آپ نے غرباء کی سچی ہمدردی سکھائی، کتنی بڑی ذلت کی بات ہے کہ ایک شودر اس کنوئیں سے پانی نہیں لے سکتا جس سے دوسرے ہندو پانی بھرتے ہیں، ہندو ڈولیکے مندر میں نہیں جا سکتا، ایک دری کے کنارے پر اگر برہمن ہو اور دوسرے کونے پر شودر آ بیٹھے تو بجلی کی ایسی کرنٹ چلتی ہے کہ شودر کی پلیدی برہمن تک جا پہنچتی ہے، کس قدر خطرناک چیزیں انسانیت کو ذلیل کرنے والی موجود تھیں، اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہم تو امتحان لیتے ہیں کہ ایک بڑا آدمی کس طرح چھوٹے کے ساتھ سلوک کرتا ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کے متعلق لوگ کہتے تھے کہ کیا خدا کو یہی لوگ پسند تھے؟ ان کی عقل اور ذہنیت بتاتی ہے کہ خدا کو ان کے انتخاب میں غلطی لگی ہے اھٰؤلاء من اللہ علیھم بیننا کیا یہی لوگ رہ گئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو چن لیا ہے؟ یہ امیروں کا امتحان تھا، خدا خوب جانتا ہے کہ کون چھوٹا ہے اور کون بڑا، کس کو خدا کی لو لگی ہوئی ہے۔

رضائے الٰہی کی نعمت اخلاص اور قربانی سے ملتی ہے

ہاں امیر آدمی بھی چاہے تو اپنا مال خدا کے رستہ میں خرچ کرکے اس رتبہ کو حاصل کر سکتا ہے، جس طرح جسمانیات میں نعمائے الٰہی سب کے لئے یکساں ہیں، یہ سورج اور ہوا غریبوں کے لئے بھی ویسی ہی عام ہے جیسے امیروں کے لئے، ایک بادشاہ کی میز پر بھی وہی گندم کی روٹی ہوتی ہے جو ایک غریب کو میسر ہے، یہی انڈا بادشاہ کی میز پر ہوتا ہے جو غریب کو اپنی مرغی سے تازہ بتازہ ملتا ہے۔ معلوم ہوا خدا رب العالمین ہے، اس کی نظر میں غریب اور امیر کی تمیز نہیں، ہاں ایک سب سے بڑی نعمت رضائے الٰہی ہے جو دولت سے میسر نہیں آ سکتی، اس کے لئے ایک غریب دل کی ضرورت ہے جو خدا کے آگے جھکا ہوا ہو، ایک غریب آدمی کے اندر اخلاص ہو تو خدا اس کو چاہتا ہے [illegible]

قیام میں سیدنا بلال کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو پسند کیا، رسول اللہ صلعم نے پسند کیا، صحابہؓ نے انہیں پسند کیا۔

دو بہت بڑے سبق

غرض یہ بہت بڑا انقلاب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کیا کہ (۱) آپ غیب نہیں جانتے، نہ آپ کے پاس کوئی خزانے ہیں آپ کی گدی پر بیٹھنے والوں کو چاہیئے کہ لوگوں کو گمراہ نہ کریں کہ ہمارے ذریعہ سے تمہیں اولاد مل سکتی ہے یا غات مل سکتے ہیں، گھوڑیاں بھینسیں اور مویشی مل سکتے ہیں کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کوئی کام نہیں کر سکتا، آپ کو چاہیئے کہ اس چیز کو مدنظر رکھیں اور دوسری بات یہ ہے کہ غریب پروری کو مدنظر رکھیں، یہ بہت ضروری ہے، اپنا مال غرباء پر صرف کرو گے تو اس سے خدا راضی ہوگا اور تمہارے مال میں برکت ڈالے گا۔

اخبار احمدیہ

سانحۂ ارتحال

یہ اندوہناک خبر احباب جماعت کیلئے نہایت تکلیف دہ ہوگی کہ محترم شیخ محمد حسین صاحب امین انجمن کے والد ماجد میاں محمد دین صاحب سیالکوٹی جو ہماری جماعت کے ایک نہایت ہی مخلص ممبر تھے ۸۵ سال کی عمر پاکر ۵ اور ۶ مئی کی درمیانی شب کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں رہگرائے عالم بقا ہوگئے انا للہ وانا الیہ راجعون، میاں صاحب مرحوم نے ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی اور آپ اپنے قول و عمل سے احمدیت کی جیتی جاگتی تصویر تھے، عبادت گذار صاف گو، خوش خلق، ملنسار، مرنجاں مرنج اور راسخ العقیدہ۔ مرحوم کی نمایاں خصوصیات تھیں، آپ چند سالوں سے احمدیہ بلڈنگس میں اپنے اکلوتے بیٹے شیخ محمد حسین صاحب امین انجمن کے پاس قیام پذیر تھے، آنکھوں کے اپریشن کی خرابی کے سبب بینائی جواب دے چکی تھی، پیرانہ سالی اور ضعیفی روز بروز کمزور کرتی چلی جا رہی تھی آخرکار چند روز کی بیماری جان لیوا ثابت ہوئی، اللہ تعالےٰ مرحوم و مغفور کو جنت الفردوس میں اعلیٰ درجے مرحمت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین، احباب جنازہ غائبانہ پڑھکر مرحوم کو ثواب پہنچائیں، ادارہ پیغام صلح اور عملہ دفاتر انجمن اس غم میں شیخ محمد حسین صاحب امین انجمن اور انکی ہمشیرگان اور عزیزان کی خدمت میں اظہار ہمدردی کرتا ہے اور دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

—— کوٹ اُدو سے شیخ محمد عبداللہ صاحب سٹیشن ماسٹر لکھتے ہیں کہ: میرے بچے عزیز عارف عبداللہ نے اس سال ورنیکولر فائنل کا امتحان دیا تھا جس میں ۶۲۰ نمبر حاصل کرکے اپنی تحصیل کے سنٹر میں دوئم رہا اور امید ہے وظیفہ بھی حاصل کر لیگا۔ یہ سب جماعت کی دلی دعاؤں کا نتیجہ ہے اس خوشی میں پانچ روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال کر رہا ہوں۔ میرا تبادلہ اور ترقی بھی ہو نیوالی ہے [illegible]

"خادم صاحب پھر بگڑے"

از قلم الحاج حافظ محمد حسن چیمہ صاحب ایڈووکیٹ گجرات

ہم محسوس کرتے ہیں کہ الفضل نے چند ماہ سے اپنا معیار صحافت بہت پست کر لیا ہے اور ۱۱ اپریل سے لیکر ۲۰ اپریل تک کے شمارے تو جن میں خادم صاحب کے مضامین کی بیمار اقساط طبع ہوئی ہیں گٹر پریس کا بدترین نمونہ ہیں۔ "الفضل" ایک مذہبی اور احمدی کہلانے والی جماعت کا آرگن ہے جو دنیا کی رہبری کی دعویدار اور اپنے آپ کو کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کا مصداق سمجھتی ہے۔ اس کا یہ رویہ قابل تاسف ہے۔ ہم جوابی کارروائی میں وہ بعید از اخلاق ہتھیار استعمال نہیں کریں گے جو "الفضل" کے میدان کے بہادروں نے کئے ہماری انسانیت اور شرافت۔ ہماری اسلامی شریعت اور حاصل کردہ تعلیم از مجدد وقت ہمیں اس بات پر مجبور کرتی ہے۔ کہ ہم والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس ط واللہ یحب المحسنین (اور غصہ دبا لینے والے اور لوگوں سے درگذر کرنے والے۔ اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے) پر عمل پیرا ہوں۔

خدا شاہد ہے۔ کہ آج ہم کسی انتقامی جذبہ کے تحت یہ سطور قلمبند نہیں کر رہے، نہ ہی ہمیں خادم صاحب کے خلاف کوئی غصہ یا کینہ یا عناد ہے۔ ان کے مضمون کی صرف اصولی بحث کے متعلق ہمیں احباب ربوہ سے یہ عرض کرنا ہے کہ وہ ہمارے پمفلٹ کو سامنے رکھ کر اسے پڑھیں اور بعد از موازنہ خود فیصلہ کریں۔ کہ حق کس طرف ہے! آئیے ہم آپ کو بتائیں کہ خادم صاحب نے کس طرح محض تماشائی فتح کے لئے حق و انصاف کو چھوڑ کر کتنی افسوسناک غلط بیانیاں کی ہیں۔ جن کا اندراج کسی دینی پرچہ کے شایان شان نہیں۔ ہم ان امور کو بالترتیب بیان کریں گے۔ اور نرم ترین پیرایہ اختیار کریں گے کیونکہ ہمارا مقصد اصلاح حال ہے نہ کہ مجادلہ و محاربہ۔

ایک اپیل

پیشتر اس کے کہ وہ امور زیر بحث لائے جائیں ہم ربوہ کے معتدل طبقہ سے اپیل کرتے ہیں۔ کہ وہ غور کریں کہ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا، کہ دونوں جماعتیں مل کر کام کریں۔ دونوں کا مشن تبلیغ اسلام ہے اگر دونوں باہمی اخلاص و تعاون سے کام کریں۔ تو کیا یہ بہتر نہیں؟ دونوں جماعتوں کے باہمی اتحاد کے امور اختلافی امور سے نسبتاً زیادہ ہیں تو کیا اتحاد پیدا کرنے کی بجائے اختلاف کی خلیج کو وسیع کرنا احمدیت . . . . کی کوئی خدمت ہے؟

چند نقاط اتحاد

ملاحظہ ہوں امور ذیل جن پر دونوں جماعتوں کا اتحاد ہے

(۱) دونوں جماعتوں کا ایمان ایسے زندہ خدا پر ہے۔ جو اپنے تازہ بتازہ نشانوں سے قدرت نمائی کرتا ہے اور صالح بندوں سے مکالمہ و مخاطبہ جاری رکھتا ہے۔

(۲) دونوں جماعتیں متفق ہیں کہ اعلیٰ روحانی مدارج حاصل کرنے کا واحد ذریعہ نبی عربی صلعم کی اتباع ہے اس کے بغیر کوئی انسان سلوک روحانی کی منازل طے نہیں کر سکتا۔

(۳) دونوں جماعتوں کا عقیدہ ہے کہ دنیوی نجات کے اصول خدا کی آخری الہامی کتاب قرآن مجید میں درج ہیں جس کا ہر حرف واجب العمل ہے اور اس کی کوئی آیہ منسوخ نہیں۔

(۴) دونوں جماعتوں کے نزدیک نفاذ شریعت کا بہترین طریق یہ ہے۔ کہ قرآن کو اصل سرچشمہ قانون مانا جائے اور نبی اکرم صلعم سے منسوب کردہ احادیث میں سے صرف ان کو صحیح تسلیم کیا جائے۔ جو قرآن سے متصادم نہ ہوں۔ نئے پیدا شدہ مسائل کا حل۔ مفکرین اسلام صرف قرآن و حدیث سے مدد لیکر اپنے اجتہاد سے کریں۔

(۵) دونوں کو تسلیم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ اور ان کی وفات کے عقیدہ کی اشاعت میں خاتمۂ مسیحیت مضمر ہے۔ اور آنے والا مسیح امتی ہوگا۔ اور مہدی دوران اور امام وقت بھی وہی ہوگا۔ اور وہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام ہیں۔

(۶) دونوں جماعتوں کے نزدیک احمدیت کی بناء صرف اس حقیقت پر ہے کہ اشاعت اسلام صرف دلائل و براہین سے ہو سکتی ہے۔ نہ کہ تلوار سے بلکہ کبھی بھی اسلام اپنی اشاعت کے لئے تلوار کا مرہون منت نہیں ہوا۔

(۷) دونوں جماعتیں مانتی ہیں۔ کہ اسلام کے زوال کا اصل سبب فریضۂ تبلیغ میں مسلمانوں کی کوتاہی ہے اور اسلام کا غلبہ تحریک اشاعت اسلام سے ہی وابستہ ہے۔ اور اسی لئے دونوں جماعتیں اپنی اپنی بساط کے مطابق اس فریضہ کی ادائیگی میں مصروف ہیں۔

(۸) دونوں کا عقیدہ ہے، کہ دنیا دو بلاکوں میں تقسیم ہو کر [illegible] تہذیبیں پاش پاش ہو جائیں گی۔ اس تخریب پر اسلام کی تعلیم کا کام از سر نو شروع ہوگا۔ دنیا جسے اینگلو امریکن بلاک اور کمیونسٹ بلاک کہکر پکارتی ہے، قرآن نے اسے یاجوج اور ماجوج کے نام سے موسوم کیا ہے، یہ نیا نظریہ صرف تحریک احمدیہ نے پیش کیا۔ اور بانئے سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کا یہ نقطۂ نگاہ احمدیت کا اصل محور ہے۔

(۹)۔ دونوں جماعتیں یہ عقیدہ رکھتی ہیں کہ خدا غیب کی خبریں بذریعہ مکالمہ و مکاشفہ اپنے مخلص بندوں کو دیتا ہے۔ جسے لغوی۔ جزوی۔ مجازی۔ ظلی اور بروزی معنوں میں نبوت کہہ سکتے ہیں مگر اس کے انکار سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج یا ملت اسلامیہ سے باہر نہیں ہوتا۔

غرض اکثر امور و نقاط پر ہمارا اتحاد ہے۔ تو کیا اس قدر اتحاد رکھنے کے باوجود ہمارے لئے مناسب ہے کہ ہم ایک دوسرے کے دست و گریباں ہوں۔ اور ذاتیات پر بحث کر کے معاندین کے لئے سامان تضحیک پیدا کریں؟

ہمارا طرز عمل

فسادات پنجاب کے وقت ہم نے پوری کوشش کی کہ قادیانی احباب کی مدد کی جائے اور جو کچھ ہم سے ہو سکا۔ وہ ہم نے قلمی رنگ میں انکی مدافعت میں کیا۔ ہم نے اس وقت بھی تکفیر اہل قبلہ کے خلاف زبردست احتجاج کیا تھا کہ غیر احمدی علماء مشق کفرسازی سے مسلمانوں میں افتراق و انشقاق پیدا کر رہے ہیں۔ ہماری تحریریں اس بات پر شاہد ہیں۔ کہ مصیبت کے وقت ہم تحریک احمدیہ کے پوری طرح وفادار رہے اور مسیح موعود کے نام لیواؤں کی ہم نے پوری پوری مدد اور مدافعت کی۔

موجودہ "نزاع"

موجودہ نزاع کی ابتداء خود خلیفہ صاحب کی طرف سے ہوئی۔ ایک حقیر سے درویش اللہ رکھے کے معاملہ کو "چائے کی پیالی میں طوفان" کا معاملہ بنا دیا گیا۔ اور ہم پر ناحق اس درویش کے ساتھ سازباز کا الزام لگایا گیا۔ ہمارے قائدین نے غیر مبہم الفاظ میں اعلان کیا۔ کہ ان کا درویش کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ مگر اسے تسلیم نہ کیا گیا اور الٹا ہماری جماعت کی مخالفت زیادہ شدت کے ساتھ کی جانے لگی۔ اس پر مدافعت میں جہاں ہم نے اور فتنہ ہائے دور حاضر پر اظہار خیال کیا۔ ہاں خلیفہ صاحب کے اس پیدا کردہ فتنہ پر بھی بے باکانہ تنقید کی، اس کے جواب میں جس قدر بھی لٹریچر احباب ربوہ نے پیدا کیا وہ سب کا سب قابل افسوس ہے اب ہمارے ربوہی احباب کو یہ [illegible]

نے کیا تھا۔ وہ کسی کے لئے بھی مفید نہیں، ہاں ایک نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اب علماء ربوہ کا یہ فیصلہ نکھر کر سامنے آگیا ہے۔ کہ کفر سے ہماری مراد نفی کمال تھی۔ اور حضرت صاحب کا انکار اسلام کی ایک فرع کا کفر ہے، اصل کا کفر نہیں۔ اور یہ بات جماعت احمدیہ لاہور کے لئے باعث اطمینان و تسکین ہے۔ اب تنازعی مسائل صرف دو رہ گئے ہیں (۱) مسئلہ خلافت اور (۲) "دعویٰ مصلح موعود" اس پر بھی کافی لٹریچر پیدا کیا جا چکا ہے۔ منصف مزاج کے لئے چنداں مشکل نہیں کہ وہ صحیح فیصلہ پر پہنچ سکیں۔ اس لئے اس پر مزید خامہ فرسائی کرنا یا بھی اختلاف کو بڑھانا ہے جو دونوں کے لئے ضرر رساں ہے۔

خادم صاحب کے تبصرہ کی خامیاں اور غلط بیانیاں

اب ہم ذیل میں خادم صاحب کے مضمون کی چند غلط بیانیاں اور خامیاں بیان کرتے ہیں۔ اور ہماری کوشش یہ ہوگی کہ پیرایۂ بیان بالکل نرم ہو۔ کیونکہ ہمارے مدنظر خادم صاحب کی طرح مجادلہ نہیں بلکہ اصلاح احوال ہے۔ امید ہے کہ جس سپرٹ میں ہم اسے لکھ رہے ہیں اسی سپرٹ میں اسے سمجھنے کی کوشش کی جائے گی۔ ہم دیدہ دانستہ اختصار سے کام لیں گے اور فرسودہ اور پائمال مضامین کو نظر انداز کر جائیں گے۔

غلط بیانی نمبر (۱)

مضمون کی ابتداء ہی میں خادم صاحب نے خلاف واقعہ بات لکھدی کہ:۔

"چیمہ صاحب کا یہ مضمون اس قدر تبذل اور شرافت اور اخلاق کی تمام حدود سے اس حد تک متجاوز ہے۔ کہ "پیغام صلح" نے بھی اپنے صفحات کو اس کے گند کا متحمل نہ پا کر ــــ چیمہ صاحب کے اصرار کے باوجود شائع کرنے سے انکار کر دیا"۔

امر واقع یہ ہے۔ کہ ہمارا مضمون چھپن صفحات کے ایک پمفلٹ میں شائع ہوا۔ اگر قسط وار اسے ہفتہ وار اخبار میں شائع کیا جاتا۔ تو پڑھنے والوں کو اس کا کچھ لطف نہ آتا۔ چنانچہ سیکرٹری صاحب نے مجھے اس مضمون کے متعلق چٹھی لکھی، کہ مضمون کی افادیت کو قائم رکھنے کے لئے بہتر ہے کہ اسے علیحدہ شائع کیا جاوے۔ جس کے جواب میں مَیں نے لکھا کہ انجمن جو کچھ مناسب سمجھے کرے۔ . . . .

. . . . انجمن نے اسے اپنے خرچ پر اور اپنے نام پر طبع کرایا۔ اس پمفلٹ کے سرورق پر انجمن کا نام بحیثیت ناشر موجود ہے۔ خادم صاحب کی خدمت عالی میں محض لا تقف ما ليس لك به علم ۔ ان السمع والبصر والفؤاد كل اولئك كان عنه مسئولا سنانا کافی ہے۔

غلط بیانی نمبر (۲)

مضمون کے پہلے کالم میں ہی خادم صاحب فرماتے ہیں :۔

"ہمارے مضمون اور اس کے دلائل کا خود چیمہ صاحب پر کیا اثر ہوا اس کا کسی قدر اندازہ چیمہ صاحب کے زیر جواب ٹریکٹ کے ان الفاظ سے ہو سکتا ہے "اس وقت خادم صاحب کا مضمون ہمارے ہاتھ میں ہے ہم اسے پڑھ کر حیران ہو رہے ہیں کہ اس کا کیا جواب دیں"

یہ الفاظ ہمارے ٹریکٹ کے صفحہ ۶ پر ہیں۔ یہ مضمون درحقیقت صفحہ ۳ سے شروع ہوتا ہے۔ جس کی تیسری سطر میں ہم نے یہ الفاظ لکھے ہیں :۔

"ہم نے اس مضمون کو پڑھکر فیصلہ کیا تھا۔ کہ یہ مضمون اس قابل نہیں کہ اس کا جواب دیا جاوے۔ مگر ہمیں یہ معلوم کر کے سخت حیرانی ہوئی ہے کہ جماعت احمدیہ ربوہ میں اس مضمون کا خاصہ پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے اور ...... اور کہ خود خادم صاحب کو اس پر بڑا فخر و ناز ہے ...."

اس مضمون کے دلائل کو پڑھ کر جو تأثر ہم نے لیا۔ وہ یہ تھا جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا۔ جو الفاظ خادم صاحب نے نقل کئے ہیں۔ وہ مضمون کے ذیلی عنوان "ذاتیات پر بحث" کے نیچے سے شروع ہوتے ہیں۔ ہمارا پورا مقصد ذیل کے الفاظ سے ظاہر ہوگا۔

"ذاتیات پر بحث"

"اس وقت خادم صاحب کا مضمون ہمارے ہاتھ میں ہے اس کو پڑھ کر ہم حیران ہو رہے ہیں، کہ ہم اس کا کیا جواب لکھیں، پہلا صفحہ تقریباً سارے کا سارا ہماری ذات کے متعلق ہے۔ ہمارے سریع التغیر مزاج اور سیلانی طبع کا عجیب طرز پر ذکر کیا گیا ہے۔ کہیں ہمیں انتہا پسند اور کہیں، زود فراموش لکھا گیا ہے۔ اور کہیں دیگر خطابات سے نوازا گیا ہے۔ اس کے جواب میں اپنے مناقب بیان کرنا تو کچھ پسندیدہ مشغلہ نہیں۔ البتہ ہم قارئین سے چند الفاظ میں خادم صاحب کا تعارف کرائے دیتے ہیں تاکہ تصویر کا دوسرا رُخ بھی نمایاں ہو جائے"

ان عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری حیرانی خادم صاحب کے دلائل سے مبہوت ہونے کی وجہ سے نہ تھی۔ بلکہ یہ تھی کہ خادم صاحب نے اصولوں کو چھوڑ کر ذاتیات پر بحث شروع کر دی تھی۔ اب ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ اس پر خادم صاحب کیا حاشیہ آرائی کرتے ہیں :۔

"ہم چیمہ صاحب کو یقین دلاتے ہیں کہ ان کی یہ حیرانی ہرگز غیر طبعی نہیں۔ کیونکہ ارشاد خداوندی ...... فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ ...... دلائل ابراہیمی کی زد میں آنے والے ہر شخص کے لئے مبہوت اور حیران ہونا ضروری ہے"

کیا کوئی دین اسلام پر ایمان رکھنے والا یا کوئی با خدا انسان اس قسم کی غلط بیانی کر سکتا ہے۔ ہماری حیرانی تو خادم صاحب کے دلائل کی بے مائگی پر تھی، ور وہ اسے اپنی قوتِ استدلال کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں گندی سیاست کا گند پھیلانے والے تو شاید اس قسم کے انداز بیان کو جائز سمجھتے ہوں۔ مگر مذہب کا نام لے کر اصلاح عالم کا بیڑا اٹھانے والی جماعت کے کسی فرد کے یہ شایان شان نہیں کہ وہ اس قسم کی غلط بیانی کرے۔ اور نہ ہی یہ زیبا ہے کہ اس قسم کی غلط بیانیوں کو اس جماعت کا آرگن شائع کرے۔ آہ کفر سازی اور شوقِ تکفیر بعض لوگوں کی فطرت میں اس قدر ثبت ہو چکا ہے کہ بے عمل اس شوق کو پورا کرنے سے باز نہیں رہ سکتے اور عمداً ارتکاب گناہ سے نہیں چوکتے !

غلط بیانی نمبر ۳

ہم نے اپنے مضمون میں ذوی دلائل کو واقعی ساحروں کی رسیاں اور اپنے مضبوط موقف کو موسےٰ کا عصا قرار دیا تھا۔ اس پر خادم صاحب کا یہ کہنا ہے کہ :۔

ساحروں کی رسیاں پہلے پھینکی گئیں۔ اور موسےٰ کا عصا بعد میں پھینکا گیا۔ جو ان سب کو کھا گیا" اور یہاں بات بالکل الٹی ہے۔ پہل چیمہ صاحب کی طرف سے ہوئی اور اہل ربوہ نے بعد میں اس پر مضامین لکھے۔

حالانکہ حقیقت یہ نہیں۔ خادم صاحب ضرور بعد میں میدان میں آئے، مگر اس سارے تنازع کی ابتداء ربوہ کی طرف سے ہی ہوئی۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

غلط بیانی نمبر ۴

میں نے خادم صاحب کے متعلق حسب ذیل الفاظ لکھے تھے۔ جو بعینہٖ انہوں نے نقل کئے ہیں :۔

"خادم صاحب ربوہ کے مشہور مناظر ہیں۔ یہ گفتار کے غازی اور "تحریر کے فنکار" ہیں۔ جس طرح ایک وکیل مقدمہ لے کر اپنے نقطۂ نگاہ سے اس کے محاسن بیان کرتا ہے۔ اور اس کے عیوب کو آشکارا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ اسی طرح خادم صاحب نے خلافت کا کیس لیا ہوا ہے اور انہیں ایک پختہ ماہر فن کی طرح دنیا کے سامنے حق و انصاف کی اقدار سے لاپرواہ ہو کر پُر زور انداز بیان سے زیر بحث لاتے رہنا ہی ہے"

میرے ان الفاظ میں خادم صاحب کی صحیح تصویر کھینچی تھی قارئین جانتے ہیں کہ اس سرزمین پاکستان میں ایسے ترقی پسند ادیب بھی موجود ہیں۔ جو گفتار کے بھی غازی ہیں اور تحریر کے بھی فنکار۔ مگر ان کا قلم آئے دن دین کے خلاف اور اس کے اصولوں کے خلاف برسرپیکار رہتا ہے۔ ایسے حضرات مذہبی نقطۂ نگاہ سے بہت خطرناک ہیں۔ ہم نے خادم صاحب کو انہی معنوں میں خراج تحسین ادا کیا تھا۔ مگر وہ اس پر یوں گوہر افشاں ہیں :۔

"چیمہ صاحب کے عطا کردہ القاب"

"اوّل الذکر اقتباس میں چیمہ صاحب نے مجھے "گفتار کے غازی" اور "تحریر کے فنکار" کے القاب سے نوازا ہے جس کے سلئے میں ان کا بیحد شکریہ ادا کرول کم ہے" ان الفاظ سے مترشح ہے کہ خادم صاحب کو نمود و نمائش کی خواہش کتنی زیادہ ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی ہجو کو بھی اپنی تعریف سمجھ رہے ہیں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا اگر خادم صاحب جلی حروف میں یہ الفاظ کتبہ پر کندہ کرا کے اپنے ڈرائنگ روم میں آویزاں کر دیں۔

۵۔ خادم صاحب کا نامناسب رویّہ

مَیں نے اپنے مضمون میں خادم صاحب کا تعارف کراتے ہوئے عرض کیا تھا۔ کہ خادم صاحب بڑے متشدّد مزاج واقع ہوئے ہیں۔ اس کے جواب میں خادم صاحب نے حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ امیر جماعت احمدیہ کی شان میں بلاوجہ گستاخی کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں !؟

" متشدّد اور انتہاپسند مزاج کے متعلق صرف اتنا گوش گذار کرنا ضروری ہے۔ کہ یہ سب صفات بدرجہ اتم آپ کے ممدوح مولوی محمد علی صاحب ایم اے سابق امیر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں پائی جاتی تھیں"۔

حضرت مولانا کا نہ میرے مضمون میں ذکر تھا۔ اور نہ اس نزاع سے انکا کوئی تعلق مگر پھر بھی خادم صاحب نے انہیں خواہ مخواہ اپنی متشدد مزاجی کا شکار بنا دیا۔ درحقیقت ان کی خواہش یہ معلوم ہوتی ہے کہ جواب میں جزاءُ سیئۃٍ سیئۃٌ مثلھا کے مطابق اُن کے خلیفہ کے اعمال اور کردار کا پورا پورا اور واضح نقشہ کھینچ کر رکھ دیا جائے۔ اور عام طور پر قیاس بھی یہی چاہتا ہے کہ اگر کسی کے مُرشد کی توہین کی جائے۔ تو یہ توقع رکھنی چاہیئے کہ اس کا مرشد بھی توہین وتنقید سے بالاتر نہیں سمجھا جائیگا مگر آج ہم عَفَیٰ واَصْلَحَ پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اور فاجرہٗ علے اللّٰہ کے امیدوار بنتے ہیں۔ مجھے افسوس سے یہ امر بھی صفحۂ قرطاس پر ثبت کرنا ہے، کہ خادم صاحب نے اپنی سالانہ جلسہ کی تقریر میں بھی مولانا مرحوم کا اس قدر دلخراش اور اشتعال انگیز پیرائے میں تذکرہ کیا۔ کہ اس تقریر کو پڑھ کر میرا سینہ چاک چاک اور دل فگار ہوگیا۔ اور یہی کیفیت میرے ان تمام دوستوں کی ہوئی جنہوں نے اس کو پڑھا۔ مولانا مرحوم اس دَور کے سب سے بڑے مبلغ اور سب سے زیادہ مفید اور مقبول عالم مفسر اور اسلام کے سب سے بڑے پہلوان تھے۔ ان کی شان میں اس طرح شوخیاں اور گستاخیاں کرنا خدا کو کبھی پسند نہیں ہوسکتا۔ مجھے یقین ہے کہ امیر مرحوم کی اس قدر توہین سے رُوحِ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم از حد مضطرب ہوئی ہوگی۔ اور رُوحِ مسیح موعودؑ کو اپنے جلیل القدر صحابی سے اس ذلت آمیز سلوک پر سخت اذیت پہنچی ہوگی۔ بہرحال

ہماری فریاد صرف خدا سے ہے۔ اور ہم حضرت یعقوب علیہ السلام کی زبان میں اِنَّمَا اَشْکُوْ بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ کی صدائے پُرسوز بحضور کبریا بلند کر کے صبر کرتے ہیں۔ میرے معلومات کے مطابق خود علمائے ربوہ اور ان کے عوام بلکہ خود خلیفہ صاحب حضرت امیر مرحوم کو بحیثیت صحابی مسیح موعود اور جیّد عالم عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور یہ سعادت صرف خادم صاحب کے حصّہ میں ہی آئی ہے۔ کہ ان کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں۔ خدا ان کو نیک ہدایت دے۔

چُوں خدا خواہد کہ پردۂ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

۶۔ ایک اور نامناسب حرکت

میں نے خادم صاحب کے متعلق برسبیل تذکرہ اپنے کسی سابقہ مضمون میں لکھا تھا۔

"...... اور ان کی شاعری یتّبعھم الغاوٗن اور اَلم ترَ انّھم فی کلّ وادٍ یھیمون کا ایک نمونہ ہے"

یہ ہم نے اس لئے لکھا تھا۔ کہ ہم اُن کی شاعری سے واقف تھے۔ بلکہ نوکل بار بھی اس سے واقف ہے۔ اگر ان کے کہے ہوئے اشعار منظر عام پر آجائیں۔ تو یہ امر اُن کے لئے کوئی موجب فخر نہیں ہوگا۔ اس قسم کی شاعری کی بدولت ایک دفعہ قانون نے بھی انہیں انتہائی مصیبت میں ڈال دیا تھا اور وہ ایک ماہ تک قید تنہائی میں رہے تھے۔ اب اُن کا اپنی مدافعت میں یہ لکھنا کہ:۔

" کیا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاعر نہ تھے؟۔ جنہوں نے دربار سید الانبیاء حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم میں کھڑے ہو ہو کر حضور کی تعریف توصیف میں قصائد پڑھے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ صرف دادِ سخن لی بلکہ حضورؐ نے اُن کے لئے یہ دعا فرمائی "اَللّٰھُمَّ اَیِّدِ الحسان بروحِ القدس"
پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:۔
کیا حضرت علی رضؓ شاعر نہ تھے؟......
پھر دُور کیوں جائیں خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عربی اشعار تو آپ پڑھ نہیں سکتے کیا فارسی اُردو بھی نہیں پڑھے؟
دریں حالات آپ کا مجھے شاعر ہونے کا طعنہ دینا کیونکر زیب دیتا ہے"

حضُور! آپ غلط سمجھے شاعر ہونے کا طعنہ آپ کو کسی نے نہیں دیا۔ بلکہ مَیں نے آپ کی اس شاعری کی طرف اشارہ کیا ہے جس سے آپ مجالس یاروں گرماتے رہتے ہیں۔ خدارا اپنی مماثلت میں ان مقدس شعراء کا نام نہ لیجئے جن کا آپ نے اپنے

مضمون میں ذکر کیا ہے۔ کیونکہ یہ بہت بڑی گستاخی ہے اور آپ کا یہ رویّہ نہایت ہی نامناسب ہے۔

غیر متعلق مباحث

آج سے بہت قبل پُرانے زمانے کا ذکر ہے کہ جب کوئی پڑھا لکھا آدمی کسی مولوی سے کوئی بحث کرتا تو بجائے اس کے کہ وہ سائل کے کسی سوال کا مناسب جواب دیں وہ ح اور ح کے اصوات اور ان کے مخرج پر بحث و مباحثہ شروع کر دیتے۔ یا فن کے تلفظ کو زیر تنقید لاتے یا اپنے مخاطب کو صرف و نحو کی اُلجھنوں میں ڈالنے کی کوشش کرتے تھے بعینہٖ اسی طرح خادم صاحب کی حالت ہے۔ وہ جواب لکھنے بیٹھے پمفلٹ کا مگر ہمارے سابقہ مضامین میں سے کچھ عبارات نقل کر کے "چیمہ صاحب کی انشاء پردازی کے نمونے" کا عنوان قائم کر دیا۔ اور بار بار لکھا کہ ہم عربی سے نابلد ہیں۔ حالانکہ ہم نے کبھی بھی اور کہیں بھی عربی کے ادیب ہونے کا دعوٰے نہیں کیا۔ لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ خادم صاحب کا بھی آج تک کسی نے کوئی عربی مضمون نہیں پڑھا یا کوئی عربی تصنیف نہیں دیکھی، ہمیں اعتراف ہے کہ ہم صرف ٹوٹی پھوٹی اُردو میں اپنے مافی الضمیر کا اظہار کر لیتے ہیں اور اپنے اندر صرف اس قدر قوّت بیان رکھتے ہیں کہ دوسروں پر اپنا مُدعا ظاہر کر سکتے ہیں۔ خادم صاحب نے ہمارے تین ادبی گناہ گنوائے ہیں ایک یہ کہ ہم نے حضرت صاحب کے متعلق یہ لکھدیا کہ مسیح ثانی جمال کی دلآویزیاں بکھیرتا رہا" خادم صاحب کہتے ہیں کہ وہ اس محاورہ سے ناآشنا ہیں۔ مگر ہم ببانگِ دہل اعلان کرتے ہیں کہ مسیح ثانی کی دلآویزیاں وہ ناپیدار موتی ہیں جن کی آب و تاب سے دنیا منور ہوگئی۔ اگر ان الفاظ سے کسی کا دل جلتا ہے تو جلا کرے ہمیں کچھ پرواہ نہیں۔ ہم تو انکی دلآویزیاں جابجا بکھری ہوئی پاتے ہیں، دوسری مثال میں خادم صاحب نے ہمارے کسی مضمون کے الفاظ کانٹ چھانٹ کر لکھے ہیں جو یہ ہیں۔ جس کے ناخنِ تدبیر نے .... اصول بیان کر دیئے۔ ضروری ہے کہ ناخنِ تدبیر کے آگے کچھ الفاظ ہوں گے جو دیدہ دانستہ حذف کر دیئے گئے ہیں۔ اور مضمون کا حوالہ بھی نہیں دیا گیا۔ ہماری عادت ہے۔ کہ ہم اپنے پاس اپنے مضامین کا ریکارڈ بھی نہیں رکھتے ہم کوئی پیشہ ور مناظر نہیں کہ ہر وقت مناظرہ کے ساز و سامان سے لیس رہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ جب تک الفاظ مکمل طور پر ہمارے سامنے موجود نہ ہوں اس وقت تک ہم اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ہمیں یقین واثق ہے کہ ہم نے "ناخنِ تدبیر نے اصول بیان کر دیئے" کبھی نہیں لکھا ہوگا۔

ہمارے مضمون کے صفحہ ۲۸ کی آخری سطر میں یہ الفاظ ہیں:۔

"اور موجودہ سریع طور پر بدلنے ہوئے

عقیدہ سے مقابلہ کر کے کسی نتیجہ پر پہنچنے
کی کوشش کریں گے"

وہاں لفظ سریح کو صراحت کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے ذکر بالصراحت کے معنوں میں۔

تیسری مثال یہ دی ہے۔ کہ ہم نے کہیں لکھا ہے کہ باقی دنیا اس سے کہتر ہے" خادم صاحب کو اصرار ہے کہ کہتر کا لفظ چھوٹے اور حقیر کے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا۔ ہم کہتے ہیں کہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں شیطان کے متعلق یہ الفاظ آئے ہیں فاخرج انك من الصٰغرین۔ اسی طرح کچھ اور نمونے خادم صاحب نے ہماری تحریر کے پیش کئے ہیں۔ مثلاً ہمارا ایک عنوان دیا ہے "اہل ربوہ کی خفیف الحرکتیاں" - اس لفظ کو خود خادم صاحب نے استعمال کر کے خوب مزا اٹھایا ہے۔ فرماتے ہیں :-

"اگرچہ حبیبہ صاحب کا حضرت خالد کے قبول
اسلام سے قبل کی زندگی کی طرف اشارہ فرمانا
کج بحثی اور ان کی اپنی لغت میں "خفیف الحرکتی" ہے"

اس سے زیادہ بہتر اور موزوں کوئی لفظ انہیں نہیں ملا۔ اور اسی طرح ایک اعتراض یہ کر دیا ہے کہ "اوسط درجے کا ایک انسان"۔ اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ ایک معتدل انسان جو درمیانی طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس پر وکلاء میں بحث ہوئی اور انہوں نے فیصلہ دیا کہ اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

ہم نے اپنے پمفلٹ میں یہ الفاظ لکھے تھے۔ کہ حضرت خالد ایک ہی جست میں ساری سلوک کی منازل طے کر کے سیف اللہ بن گئے۔ جن کی چمک اور تحارا تنگانی نے دنیا کی حکومتوں کو الٹ پلٹ کر دیا۔ خادم صاحب نے تحارا تنگانی کے لفظ اڑا دیئے۔ اور اعتراض کر دیا۔ کہ گویا ہم نے محض چمک سے حکومتوں کی صفوں کو الٹ دیا۔ ہم اس بحث کو طوالت نہیں دیتے کیونکہ یہ اصل موضوع سے بہت کم متعلق ہے۔ اس کے بعد خادم صاحب نے اس قسط میں بے سرو پا روایتیں نقل کی ہیں، جن کا جواب ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور یوں خادم صاحب کے معرکۃ الآرا مضمون کی پہلی قسط ختم ہوتی ہے۔

خادم صاحب کے دلائل

ہم نے لکھا تھا۔ کہ حقیقت یہ ہے۔ کہ جماعت احمدیہ قادیان کے جمہور نے خلیفہ صاحب کے عقائد باطلہ کو کبھی بھی قبول نہیں کیا یہ صرف نظام کی کشش ہے۔ جس نے انہیں ان کے ساتھ وابستہ کر رکھا ہے۔ خادم صاحب نے ہم سے مطالبہ کیا تھا کہ آپ جماعت احمدیہ کے ایک سو ایسے آدمیوں کی فہرست شائع کر دیں جو خلیفہ صاحب کے ہم عقائد نہ ہوں۔ ہم نے اس کا جواب یہ دیا کہ حال ہی میں جب تحقیقاتی عدالت کے روبرو خلیفہ صاحب نے اپنے سابقہ عقائد سے رجوع کر لیا۔ تو آپ کی ساری جماعت نے ماسوائے چند افراد کے جنہیں آپ منافق کہتے ہیں۔ اس کا خیر مقدم کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ خلیفہ صاحب نے جو کچھ عقائد اب بیان کئے ہیں، وہ درحقیقت ان کے جمہور کے عقائد ہیں۔ یوں ہم نے ایک صد کی بجائے دس لاکھ بقول آپ کے آدمیوں کی فہرست شائع کر دی۔ اس پر خادم صاحب بہت مشتعل ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جواب صرف اسی حالت میں درست ہو سکتا ہے کہ اگر خلیفہ صاحب نے فی الواقعہ اپنے عقائد میں تبدیلی کی ہو۔ تبدیلی عقیدہ کے متعلق ہمارا ایک مستقل مضمون "پیغام صلح" میں عنقریب شائع ہوگا۔ جو ہم نے مولوی جلال الدین شمس کے مضمون کے جواب میں لکھا ہے۔ منصف طبع لوگ اس کو پڑھ کر خود بخود فیصلہ کر لیں گے کہ خلیفہ صاحب نے عقائد تبدیل کئے ہیں یا نہیں اس مضمون کو اس کے ساتھ ملا کر پڑھنا چاہیئے تا کہ حقیقت نکھر کر سامنے آ جائے۔ ہمارے اس مضمون کو اس مضمون کا ایک حصہ سمجھنا چاہیئے۔

دلیل نمبر ۲

میں نے جماعت ربوہ کے اس رجحان کو واضح کیا تھا۔ کہ وہ میاں محمود احمد کے مصلح موعود ہونے پر زور دیتے ہیں۔ مگر ان کے عقائد و اعمال کو اس کسوٹی پر نہیں پرکھنے دیتے جس پر صادقوں کو پرکھا جاتا ہے۔ جماعت کا یہ رجحان اس قدر شدید ہے کہ اس پر ان کے علماء نے لٹریچر کا ایک انبار جمع کر دیا ہے قسط نمبر ۲ میں زیادہ تر خادم صاحب نے خلیفہ صاحب کی ذات پر بحث کی ہے۔ اور مجھ سے ثبوت مانگا ہے کہ میں مندرجہ بالا اپنے موقف کی تائید میں کوئی تائید پیش کروں۔ میں نے اپنی تائید میں ربوہ کی اس فضا کو پیش کیا، جہاں بیٹھ کر آپ جیسے علماء آئے دن میاں صاحب کی شان میں غلو کرتے رہتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ کتب و احادیث سے میاں صاحب کا مقام بھی متعین کرتے رہتے ہیں۔ میرے پاس اب بھی سب سے بڑا یہی ثبوت ہے اور میں اسی کو پیش کر سکتا ہوں یہ تو کسی ریسرچ سکالر Research scholar کا کام ہے کہ وہ ربوہ کی اندرونی حالت کی جزئیات کو معلوم کر کے دنیا میں شائع کرے میرے پاس نہ فرصت ہے اور نہ میں ایسے ذرائع رکھتا ہوں کہ وہاں کے حالات سے دنیا کو آگاہ کر سکوں۔ میں اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ کہ ربوہ میں ڈکٹیٹر شپ کا دور دورہ ہے اور آپ کی جماعت کو میرا ہمیشہ یہی مشورہ ہے کہ وہ آمریت کے اغلال و سلاسل کو توڑ کر رکھ دے۔ باقی کوئی اور بات اس قسط میں قابل جواب نہیں۔

دلیل نمبر ۳

قسط نمبر ۳ میں خادم صاحب نے یہ بحث کی ہے۔ کہ خلیفہ صاحب نے تحقیقاتی عدالت میں کفر و اسلام کی جو تشریح کی تھی، وہی تشریح انہوں نے اپنے خطبہ جمعہ یکم مئی ۱۹۲۵ء کو کی تھی ہم نے اس کے جواب میں لکھا تھا کہ ان کا یہ کہنا کہ خلیفہ صاحب نے ۱۹۵۴ء میں نہیں بلکہ ۱۹۳۵ء میں تبدیلی عقائد کی ہے۔ تو یہ توضیح کی اور بھی مکروہ شکل ہے۔ اور اس سے ہمارے دعویٰ کی کہ میاں صاحب نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی ہے تصدیق ہوتی ہے۔ تبدیلی عقیدہ خواہ ۱۹۳۵ء میں ہوا یا ۱۹۵۴ء میں۔ اس پر خادم صاحب بہت مشتعل ہیں اور کہتے تو ہیں کہ یہی تشریح ۱۹۳۵ء میں کی گئی مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ ۱۹۳۵ء میں تبدیلی عقائد کی گئی ہے۔ بلکہ اصل یہ ہے کہ انہوں نے اپنے پہلے عقائد کو صرف اس خطبہ میں دہرایا ہے۔

خادم صاحب نے ایک اور عنوان قائم کیا ہے۔ "بیان از الفضل یکم مئی ۱۹۳۵ء" اس کے نیچے وہ ذیل کی عبارت نقل کرتے ہیں :-

"ہم میں اور ان غیر احمدیوں میں تو کفر کی تعریف
میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ لوگ کفر
کے معنے یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کا انکار
کرنا۔ حالانکہ ہم یہ معنے نہیں کرتے۔ ہم
تو سمجھتے ہیں کہ اسلام ایک حد تک پائے
جانے کے بعد انسان مسلمان کے نام سے
پکارے جانے کا مستحق سمجھا جا سکتا ہے
لیکن جب وہ اس مقام سے بھی نیچے گر
جاتا ہے تو گو وہ مسلمان کہلا سکتا ہے مگر
کامل مسلم اسے نہیں کہہ سکتے۔ یہ تعریف ہے
جو ہم کفر و اسلام کی کرتے ہیں۔ پھر اس
تعریف کی بناء پر بھی ہم کبھی نہیں کہتے۔ کہ
ایسا مسلمان دائمی جہنمی ہے۔"

ہم نے ہر طرف کوشش کی کہ یکم مئی ۱۹۳۵ء کا پرچہ ہمیں مل جائے مگر ہمیں نہیں ملا۔ ہم اسی حوالہ کو صحیح سمجھ کر خادم صاحب اور ان کے رفقاء سے پوچھتے ہیں کہ یہ جو ۱۹۳۵ء میں کفر و اسلام کی تعریف کی گئی ہے اس کا نشان خلیفہ صاحب کی سابقہ تصانیف میں بھی کہیں ملتا ہے؟ ۱۹۱۴ء سے لیکر ۱۹۳۵ء تک اس مسئلہ پر خلیفہ صاحب نے ہزاروں دفعہ اظہار خیال کیا اگر اس سے قبل انہوں نے کفر و اسلام کی یہ تعریف کی ہوتی۔ تو خادم صاحب اس کا حوالہ ضرور دیتے مگر انہوں نے ایسا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ اب بھی ان کے لئے موقع ہے۔ کہ وہ آیندہ کوئی ایسا حوالہ دیں۔ مگر ہمیں یقین ہے کہ وہ کبھی بھی ایسا نہیں کر سکیں گے۔ سال ۱۹۳۵ء ہی سیاسی نقطہ نگاہ سے ایک اہم سال ہے۔ اس سال آزادی ہند ایکٹ (۱۹۳۵ء) پارلیمنٹ میں پاس ہوا تھا۔ اور انگریز یہاں سے کوچ کر جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ اور احراریوں کی طرف سے قادیانی جماعت کے عقیدہ تکفیر مسلماناں کی بناء پر چودھری ظفر اللہ خاں کے خلاف ایک شور برپا تھا۔

اس کے بعد خادم صاحب نے تحقیقاتی عدالت کے سوال و جواب لکھے ہیں۔ اور اس سے انہوں نے یہ استدلال کیا ہے۔ کہ ان کی پوزیشن وہی ہے۔ جو ۱۹۳۵ء میں تھی۔ مگر ہمیں یہ نہیں بتلاتے ہیں کہ ۱۹۳۵ء سے قبل ان کی کیا پوزیشن تھی؟ اعتراض ۱۹۳۵ء سے قبل زمانہ کے عقائد پر تھا مگر اس کا خادم صاحب کے پاس کوئی جواب نہیں۔

۹- ایک خطرناک فتنہ کا آغاز

ہم محسوس کرتے ہیں کہ خادم صاحب نے ایک فتنے کا دروازہ کھول دیا ہے اب ان کی کوشش یہ ہوگی کہ خلیفہ صاحب کو اس میں پھنسا دیں چنانچہ وہ عبارت سے لکھتے ہیں کہ "آپ (خلیفہ صاحب) نے تحقیقاتی عدالت کے بیان میں یہ فرمایا کہ مسیح موعود کے منکر کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج کہا جا سکتا ہے لیکن ملت اسلامیہ سے خارج نہیں کیا جا سکتا"۔ مجھے ڈر ہے کہ خادم صاحب کا یہ نظریہ ربوی جماعت کا سرکاری مذہب نہ بن جائے حالانکہ تحقیقاتی عدالت کے رُوبرو خلیفہ صاحب نے ایک حدیث کا حوالہ دے کر فرمایا تھا۔ کہ جو مسلمان کسی ظالم کی حمایت کرتا ہے وہ بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ اور اس کے معنے انہوں نے یہ لکھے ہیں۔ کہ وہ کامل مسلمان نہیں۔ خلیفہ صاحب نے کبھی ملت اسلامی سے اخراج اور دائرۂ اسلام سے اخراج میں کوئی تفریق نہیں کی۔ ہاں! اب خادم صاحب پہلے سے ایک تفاوت بیان کر گئے ہیں کہ آئندہ اس فتنہ کے بیج سے کوئی تضاد کی فصل تیار کریں۔ آگے چل کر خادم صاحب نے اور بہت سی بلا تعلق باتیں لکھدی ہیں۔ اور حضرت مولانا محمد علی صاحب کی تبدیلی عقیدہ کا عنوان قائم کیا ہے جس کا جواب پہلے بارہا دفعہ دیا جا چکا ہے، حضرت مولانا .... محمد علی صاحب مرحوم نے حضرت مرزا صاحب کو کبھی بھی ایسی نبوت کا مدعی قرار نہیں دیا جس کے انکار سے کوئی شخص کافر ہو جاتا ہو، اگر انہوں نے کبھی نبی کا لفظ استعمال کیا ہے تو وہ انہی معنوں میں تھا جس میں خود حضرت صاحب نے استعمال کیا ہے۔ یعنی امتی نبی۔ ظلی نبی۔ بروزی نبی اور ناقص نبی، جزوی نبی جو بالفاظ دیگر مقام محدثیت ہے۔

۱۰- ایک اور بے تعلق بات

میں نے کہیں اپنے کسی مضمون میں یہ لکھا تھا۔ کہ خلافت محمودیہ نے ایک بھی بڑا آدمی پیدا نہیں کیا۔ اس کے جواب میں چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ جماعت کے ان بڑے آدمیوں کی فہرست شائع کی جاتی جو خلیفہ صاحب کی مساعی سے جماعت میں داخل ہوئے۔ مگر خادم صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند پرانے عقیدتمندوں کے نام شائع کر دیئے۔ بہرحال یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ کہ اس پر اس قدر طول نویسی کی جاتی۔ اس سلسلہ میں انہوں نے اپنے والد صاحب کا نام بھی لیا تھا جو نئے احمدی نہیں بلکہ حضرت صاحب کے وقت کے احمدی تھے۔ میں نے کبھی ہوئے ادب سے ان کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔ میں ان کی زندگی میں بھی ان کی عزت کیا کرتا تھا اور اب بھی کرتا ہوں اس سے اگر خادم صاحب کو کوئی تکلیف پہنچی ہے تو میں اس کے لئے معافی کا خواستگار ہوں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے بلاوجہ میرے والد صاحب کا ذکر چھیڑ دیا۔ جو غیر متعلق ہونے ...

نہیں۔ میں خادم صاحب کو معذور سمجھتا ہوں کہ میرے والد صاحب حضرت صاحب کے مخالف نہیں تھے۔ وہ احمدیہ بلڈنگز میں جایا کرتے تھے۔ اور حضرت مولانا محمد علی مرحوم اور دیگر واعظین کی تقریریں بھی سنا کرتے تھے اور سالانہ جلسوں میں بھی انہوں نے شمولیت کی اور حضرت مولانا کی اقتداء میں نمازیں بھی پڑھیں، وہ حضرت صاحب کا بہت ادب و احترام سے نام لیا کرتے تھے۔ ہاں! غلو کا شکار ہو کر ربوی عقائد کے قائل نہیں ہو سکے۔

۱۱- ایک رکیک تاویل

خادم صاحب نے "مخرجین کو مالی پیشکش" کا عنوان قسط چہارم میں قائم کیا ہے۔ میں نے اپنے مضمون میں ایک یہ شکایت کی تھی کہ ہم نے جماعت ربوہ کے برگشتہ اصحاب کو کبھی مالی پیشکش نہیں کی مگر خلیفہ صاحب اور ان کے تتبع میں علمائے ربوہ نے بالعموم اور خادم صاحب نے بالخصوص بار بار مجھ پر یہ اتہام لگایا ہے۔ کہ میں نے انہیں مالی پیشکش کی۔ اس کے جواب میں خادم صاحب فرماتے ہیں۔ اور ایک ایسی تاویل بیان کرتے ہیں جس سے ان کی دماغی کیفیت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ میں نے یہ استنباط پیغام صاحب کے مندرجہ ذیل الفاظ سے کیا تھا "ہم ربوہ میں نئی تحریک آزادی کے علمبردار دل کو علی الاعلان یہ تلقین کرتے ہیں۔ کہ وہ اصلاح کے اس کام کو جاری رکھیں ہمارے ہاں ان کے لئے عزت کی جگہ ہے۔ تبلیغ کے لئے مواقع ہیں تقریر کے لئے سٹیج ہے۔ اور تبلیغ کے لئے تنظیم خادم صاحب کا یہ کہنا ہے۔ کہ سٹیج جب تیار ہو گی تو اس پر کچھ نہ کچھ خرچ آئے گا۔ لہذا ثابت ہوا کہ میں نے ان لوگوں کو مالی پیشکش کی ہے۔ اس کا اندازہ کر لیجئے کہ میرے اعتراضات کے جوابات دیتے میں کیا کیا دقتیں پیش آئیں۔ اور انہوں نے کس طرح تاویلات رکیکہ سے کام لیا۔

جسمانی اور روحانی اولاد

اس کے بعد خادم صاحب نے جسمانی اور روحانی اولاد کی بحث کو چھیڑا ہے جس کے متعلق میں نے مسیح موعود کے لٹریچر سے حوالے دے کر ثابت کیا تھا کہ روحانی لوگوں کی اولاد روحانی ہی ہوا کرتی ہے۔ اور جسمانی اولاد اس وقت تک ان کی آل نہیں کہلا سکتی جب تک کہ وہ ان کی روحانی طور پر بھی پیروی نہ کریں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ اس کے خلاف نوعیت کو ثابت کرنے کے لئے خادم صاحب نے صفحات کے صفحات سیاہ کر دیئے۔ مگر اس سے انہوں نے اپنی قوت استدلال کا کچھ اچھا مظاہرہ نہیں کیا۔ حضرت صاحب کا فرمودہ اس پر حرف آخر ہے۔ میں اس پر کچھ مزید اضافہ نہیں کرنا چاہتا۔

۱۲- اختلاف عقیدہ کی اُلجھن

اسلام کے اور نبوت کے مسئلہ میں اختلاف رکھنے والوں کو بھی اپنی بیعت میں شامل کر لیا ہے۔ لہذا انہیں اجازت دی ہے کہ وہ اپنے عقائد پر قائم رہیں۔ اس صورت حالات سے یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ ان کے معتقدین میں ایسے لوگ موجود ہیں جو ساٹھ کروڑ مسلمانوں کی تکفیر نہیں کرتے۔ اس کے برخلاف خود خلیفہ صاحب اور ان کے علماء کی جماعت تمام کلمہ گوؤں کی تکفیر کرتے ہیں اور شریعت کا مسئلہ یہ ہے کہ جو کسی مسلمان کو کافر کہے۔ خود کفر اس پر الٹ کر پڑتا ہے۔ ان حالات میں یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ ایک گروہ علی الاعلان مسلمانوں کی تکفیر کر رہا ہے اور دوسرا گروہ اس تکفیر کو ناجائز خیال کرتا ہے۔ مگر پھر بھی دونوں ایک ہی بیعت میں منسلک ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ لوگ خلیفہ صاحب سے اختلاف رائے بھی رکھتے ہیں اور محض نظام کی کشش کی وجہ سے ان سے وابستہ بھی رہتے ہیں، اس سلسلہ میں خادم صاحب حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ کا نام پڑھکر جامہ میں پھولے نہیں سماتے میں حکیم محمد حسین صاحب مرحوم کو خوب جانتا ہوں وہ حضرت صاحب کو نبی نہیں مانتے تھے، اور کسی کلمہ گو کی تکفیر بھی نہیں کرتے تھے، خادم صاحب نے مجھ پر پیغامی جماعت کے "تنخواہ دار" مبلغ رہ چکنے پر طنز کی ہے، یہ ٹھیک ہے کہ میں نے ایک سال تک احمدیہ انجمن میں مبلغ کی حیثیت سے کام کیا تھا۔ تنخواہ کا لفظ لکھ کر انہوں نے درحقیقت اپنی جماعت کے مبلغین اور علماء کا استخفاف کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان تنخواہ دار مبلغین کو عزت کی نظر سے نہیں دیکھتے۔

اگر حکیم مرہم عیسیٰ ولادت مسیح کے متعلق اختلافات رکھتے تھے تو یہ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کوئی عقیدہ رکھنا اسلام کے بنیادی عقائد میں سے نہیں۔ خادم صاحب اختلاف کی ایک اور مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں ....

.... کہ نواب محمد علی خاں صاحب اپنے شیعی عقائد کو قائم رکھتے ہوئے حضرت صاحب کی جماعت میں شامل ہوئے تھے اس وقت ہمارے سامنے ان کے شیعی عقائد موجود نہیں۔ اگر انہوں نے حضرت صاحب کے سامنے یہ عقائد بیان کئے ہوتے کہ وہ خلفائے ثلاثہ کو فاسق و فاجر سمجھتے ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نبیوں پر بھی فضیلت دیتے ہیں اور صحابہ کی کثیر جماعت کو غاصب سمجھتے ہیں تو حضرت مرزا صاحب کبھی بھی ان کو اپنی بیعت میں نہ لیتے۔ حضرت صاحب سے ان کے کسی مرید نے کبھی بھی اسلام کے بنیادی عقائد میں اختلاف نہیں کیا۔ جزئیات میں اختلاف تو صحابہ کرام میں بھی موجود تھا۔

خادم صاحب نے "حرف آخر" کے عنوان سے ہم پر یہ انکشاف کیا ہے۔ کہ "احرار کے اشتعال انگیز پروپیگنڈا

محبت اور عزت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ یہ بات نظری نہیں بلکہ روزمرہ کے مشاہدہ سے تعلق رکھتی ہے"۔ ہم اس نئے انکشاف پر بہت خوش ہیں کہ خادم صاحب نے یہ ثابت کر دیا کہ عام مسلمان نہایت شریف اور فیاض طبع ہیں۔ ہمارے بھائی جن لوگوں کو کافر کہہ کر پکارتے تھے۔ جن کے بچوں کے جنازوں کو پڑھنا حرام سمجھتے تھے جن سے سلسلہ مناکحت قائم کرنا ممنوع تھا۔ خادم صاحب کا ان کے متعلق یہ انکشاف ان کے لئے بہت بڑا خراج تحسین ہے۔ گو انہوں نے یہ لہجہ قیام پاکستان کے بعد اختیار کیا ہے۔ مگر پھر بھی غنیمت ہے ہزارہا مجمعوں میں قادیانیوں کو اقلیت قرار دیئے جانے کے مطالبے درحقیقت خادم صاحب کی رائے میں یونہی سے افسانے ہیں۔ ورنہ جمہور مسلمانان تو قادیانیوں کے عاشق زار ہیں!!؟

"ہماری استدعا"

اس مضمون کے شروع میں ہم نے واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ کہ دونوں جماعتوں میں منافرت کے بیج بونے کی بجائے محبت و آشتی پیدا کرنی چاہیئے۔ ہم نے "پیغام صلح" کے دس اپریل کے شمارہ میں "اشارات" کے زیر عنوان اور "اعتراف حقیقت" کی ذیلی سرخی کے آخر میں اپنے اس درد دل کا یوں اظہار کیا تھا۔ "کیا مسیح موعود کی دونوں جماعتیں اور ان کے عوام باہمی اتحاد اور اتفاق تعاون اور مواخات کی ضرورت کو محسوس نہیں کریں گے؟ کیا ربوی عقائد کی اصلاح یافتہ صورت حال اب ان دونوں جماعتوں کو قریب تر لانے کا موجب نہ بنے گی؟"

ہم نے اپنے اس پمفلٹ زیر بحث میں بھی "آخری التماس" کے زیر عنوان کچھ معروضات پیش کی تھیں۔ ہم اپنے ان الفاظ کو اس مضمون کے آخر میں دوبارہ دہراتے ہیں۔ شاید کہ کوئی دردمند دل اس سے متاثر ہو سکے۔ ہمارے پیش نظر صرف اپنے بھائیوں کی اصلاح ہے۔ نہ کہ مخاصمت و مجادلت۔ ہمیں نہ ادیب ہونے کا دعویٰ ہے۔ نہ ہم عربی دان ہیں۔ ہاں احمدیت کا درد ضرور رکھتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود کے تمام پیرؤوں کی دنیا اور دین میں کامیابی و کامرانی دیکھنا چاہتے ہیں۔ اب ہم اپنے پمفلٹ کے آخری حصہ کو نقل کر کے اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

آخری التماس

ہم اعلان کرتے ہیں۔ اور ببانگ بلند بار بار اعلان کرتے ہیں۔ کہ ہمارے دلوں میں خلیفہ صاحب اور ان کی جماعت کے لئے سوائے جذبات خیر سگالی اور خیر خواہی کے اور کوئی جذبہ نہیں ہے، ہمیں خوشی ہے کہ انہوں نے اجرائے نبوت کے عقیدہ سے رجوع کر لیا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی معنوں میں خاتم النبیین مان لیا ہے۔ خدا تعالیٰ کو جس طرح اپنی توحید کی غیرت ہے اور ذات باری تعالیٰ شرک کو برداشت نہیں کر سکتی! اسی طرح اللہ جل شانہ کو ختم نبوت کے لئے غیرت ہے۔ اس کے خلاف کوئی عقیدہ کوئی نعرہ کوئی منصوبہ اس زمین پر کامیاب نہیں ہونے دیا جاتا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص مدعی نبوت ہو کر آج تک کامیاب نہیں ہو سکا اور نہ ہی آئندہ ہو سکتا ہے پس جماعت ربوہ کے قائد نے ہوا کا رخ دیکھ لیا ہے۔ اور اس آزاد اسلامی جمہوریہ میں اجرائے نبوت کے فتنہ کو ہمیشہ کے لئے تحقیقاتی عدالت کی فائلوں میں دفن کر دیا ہے۔ اب ربوہ میں بھی نبوت صحیح معنوں میں ختم ہو گئی ہے فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ جہاں نبوت کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ وہاں تکفیر اہل قبلہ کی گمراہ کن اور رسوائے عالم تحریک بھی ختم کر دی گئی ہے۔ اہل قبلہ کی تکفیر کرنے والے کبھی بھی دنیا میں عزت اور شرف حاصل نہیں کر سکتے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستگی ایک ایسا فیض اور اعزاز ہے کہ اس کو داغدار کرنے والا خود بخود ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔ اہل قبلہ کی تکفیر ایک ایسی پُرمعصیت اور نہایت ہی خطرناک جسارت ہے۔ جو آسمان سے بارشیں برسانے والا داتا کبھی معاف نہیں کرتا! اس جسارت کا مرتکب کوئی علامہ دہر ہو یا مفتی دوران۔ خلیفہ وقت ہو یا قاضی شہر وہ یہاں بھی خائب و خاسر رہے گا اور وہاں بھی ذلیل و ناکام ہو گا۔ اللّٰھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا منھم۔ اللّٰھم اخذل من خذل دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجعلنا منھم۔

اچھا ہوا! کہ خلیفہ صاحب نے اب یہ اعلان کر دیا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے دعوے کے انکار سے کوئی شخص ملت اسلامیہ سے خارج نہیں ہوتا اور اس کے ساتھ ہی مسلمانان عالم کے جنازوں اور نمازوں اور باہم رشتہ داریوں کے متعلق بھی اہل ربوہ کے عقائد اصلاح پذیر ہو گئے ہیں۔ ہم ان کو ان اصلاحی تغیرات پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اب رہ گیا ان کا خلافت کے متعلق ایک مخصوص عقیدہ یا اس کے متعلق ہماری گزارش یہ ہے۔ کہ تمام دنیا میں آزادی کی تحریکات جاری ہیں، استبدادی دیو کچل کر رکھ دیئے جا رہے ہیں! ڈکٹیٹرشپ زندگی کے آخری لمحوں پر ہے! ملوکیت زوال پذیر ہے! پیشوائیت قریب المرگ ہے انسان آزاد ہے۔ اس کا دماغ آزاد ہے! احترام آدمیت نہایت تیزی سے قائم ہو رہا ہے۔ جمہور بیدار ہیں۔ لوگ اپنی پسند اور مرضی کے نمائندے انتخاب کرتے ہیں، اور جب تک ان کو مفید اور کارآمد دیکھتے ہیں ان سے کام لیتے ہیں جب ان میں نقص نظر آتا ہے فوراً اقتدار کی مسند سے انہیں ہٹا دیا جاتا ہے، ابھی حال ہی میں سر انتھنی ایڈن سے کیا سلوک ہوا؟ حضرت مسیح موعود کی فراست نے دنیا کے ان آنے والے انقلابات اور تغیرات کو دیکھ لیا تھا۔ اس لئے انہوں نے اپنا تمام نظام کسی واحد شخص کے سپرد کرنے کی بجائے ایک نمائندہ انجمن کے سپرد کر دیا آپ بے وقت راگ گا رہے ہیں! ایک نہایت ناپسندیدہ اور غیر مقبول نظریہ پیش کر رہے ہیں! جو عہدہ انتخاب کے ذریعہ پُر کیا جائے گا۔ وہ عدم اعتماد کے ذریعہ خالی بھی کیا جا سکتا ہے! آپ اپنی اولاد اور جانشینوں کے لئے مشکلات پیدا کر رہے ہیں۔ اور جماعت کو انتشار اور افتراق کی منجدھار میں مبتلائے آلام کر رہے ہیں ابھی آپ کی اس بے ہنگم آواز کا زوردار ردعمل نہیں ہوا۔ اگر آپ اس پر مصر رہے۔ تو ہونا ناگزیر ہے! اگر خود ربوہ کی کثیر آبادی آپ سے متفق نہ رہے۔ تو خلافت کی قبا خود بخود تار تار ہو جائے گی آپ جمہور کو ابتلاء میں نہ ڈالیں۔ جب اس کا صحیح شعور بیدار ہوگا۔ تو زبردست ہیجان پیدا ہو جائے گا!! اور ایک ایسی زوردار اور ہیبت ناک تحریک اٹھے گی۔ کہ استبدادیت اور مطلق العنانیت پاش پاش ہو جائے گی!!! آپ سے کم درجہ کی شخصیت تو چند لمحوں کے لئے بھی یہ استبداد کی فضا قائم نہ رکھ سکے گی۔ اس عقیدہ سے بھی رجوع کر لیجئے۔ آپ کا خلافت کے متعلق نظریہ کی تبدیلی کا اعلان اس زمانہ کی تاریخ کا ایک نہایت ہی خوش کن اور مسرت آمیز واقعہ ہوگا۔ اور انسانیت کی ایک بہت ہی بڑی خدمت ہو گی۔ لوگ آپ کی تعریف میں خوشی کے راگ گائیں گے۔ اور اسلام کا کاروان نہایت سرعت سے ترقی کی منازل طے کرتا ہوا لیظھرہ علی الدین کلہ کا شاندار نظارہ پیش کرے گا۔ وہ دن ایسا ہوگا جب خدا کی بادشاہت زمین پر جلوہ گر ہو جائے گی۔ اور نور خداوندی سے تمام عالم بقعہ نور بن جائے گا۔ وما علینا الا البلاغ۔ ربنا افتح بیننا

حمامۃ البشریٰ نصف قیمت میں — حضرت مسیح موعود کی عربی تصنیف حمامۃ البشریٰ

عرب ممالک میں تقسیم کرنے کے لئے نصف قیمت (ایک روپیہ) میں مل سکتی ہے۔ (مفصل آئندہ)

ضرورت ہے

ایک دوست کو کتاب "رؤسائے پنجاب" مترجمہ سید نوازش علی مطبوعہ نولکشور ۱۹۱۱ء کی ضرورت ہے، یہ کتاب "پنجاب چیفس" بائی مسٹر گریفن کا اردو ترجمہ ہے اگر کسی دوست کے پاس ہو اور وہ دینا چاہیں یا ان کی نظر میں کسی جگہ سے مل سکتی ہو تو اطلاع دیں۔

پتہ:- دار الکتب اسلامیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

درخواست دعا:- منشی بہاؤ الدین سے عبدالرؤف صاحب لکھتے ہیں کہ میرا لڑکا ایف اے کا امتحان دے چکا ہے دو ماہ بعد نتیجہ نکلیگا اس کی کامیابی اور بار روزگاری کے لئے احباب کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔

تبدیلی اور ترقی:- ڈاکٹر عبدالمجید صاحب قریشی اسسٹنٹ سرجن ریلوے ہسپتال سکھر اپریل ۵۷ء سے اسسٹنٹ میڈیکل آفیسر ہو کر سمہ سٹہ میں تبدیل ہو گئے ہیں۔

پروفیسر عنایت علی خاں مرحوم کی خلیفہ صاحب قادیان سے ایک ملاقات

ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ

محترم چوہدری محمد حسن چیمہ صاحب وکیل گجرات نے اپنے مضامین اور لیکچروں میں لکھا ہے اور بیان فرمایا ہے۔ کہ جناب مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ جماعت ربوہ نے فسادات پنجاب کی تحقیقاتی کمیٹی کے ممبران کے رعب میں آکر یا ڈنڈا کے خوف کا خیال اپنے دل میں لاکر اپنے سابقہ عقائد کفر و اسلام غیر احمدیاں میں تبدیلی کی، اس کے برخلاف خلافت ربوہ کے حاشیہ نشین بزرگ اور اخبار الفضل کے خصوصی مضمون نویس اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ انہوں نے ۱۹۳۵ء سے اپنا یہی مسلک اختیار کیا ہوا ہے۔ اس بارہ میں میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ۱۹۳۵ء میں خلیفہ صاحب نے جن خیالات کا اظہار کیا وہ اس ملاقات کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے جو ۱۹۳۱ء میں پروفیسر عنایت علی خاں مرحوم نے اُن سے کی

پروفیسر عنایت علی خاں جو اس راقم کے سب سے چھوٹے بھائی تھے ہمیشہ گرمیوں کی چھٹیوں میں گوجرانوالہ آیا کرتے تھے۔ ۱۹۳۱ء میں رجب میں گوجرانوالہ سٹی برانچ ڈسپنسری کا انچارج تھا تعطیلات کے موقعہ پر جب گوجرانوالہ آئے تو انہوں نے مجھے کہا کہ قادیان جاکر خلیفہ صاحب مرزا محمود احمد صاحب کے ساتھ ملاقات کرنا چاہتا ہوں، چونکہ آپ اُن کے پرانے دوستوں میں سے ہیں آپ دو یوم کی رخصت لیکر ہماری رہنمائی کریں۔ چنانچہ رخصت لے کر میں اور پروفیسر عنایت علی خاں اور عزیز فضل احمد خاں تینوں اکٹھے قادیان گئے۔ جانے سے قبل ہم نے خلیفہ صاحب سے ملاقات کے لئے خاص وقت لے لیا تھا مقررہ وقت پر دفتر خلافت کا ایک آدمی برادر گرامی محمد حسین صاحب کے مکان پر (جو قادیان میں رہتے تھے) ایک آدمی ہماری آمد کے بارہ میں دریافت کرنے کے لئے آیا جس کے جواب میں ہم نے کہلا بھیجا کہ کھانا کھانے اور نماز ظہر سے فراغت کے بعد حاضر خدمت ہوں گے۔

اس روز مولوی عبدالرحیم صاحب ایم اے پرائیویٹ سیکرٹری تھے۔ ہم نے وہاں پہنچکر ان کو اپنی آمد کی رپورٹ کردی اور ہمیں اندر بلا لیا گیا۔ خلیفہ صاحب نے ہم تینوں کے ساتھ بڑی عزت کے ساتھ مصافحہ وغیرہ کیا۔ راقم نے پروفیسر عنایت علی خاں کا تعارف اُن سے کرایا۔ دوسرے نوجوان کے متعلق خلیفہ صاحب نے دریافت کیا تو میں نے بتایا کہ راقم کا بڑا لڑکا فضل احمد خاں علی گڑھ میں بی اے کلاس کا طالب علم ہے۔ اس ابتدائی تعارف کے بعد راقم اور عزیز فضل احمد خاں تو بالکل خاموش بیٹھے رہے۔ پروفیسر صاحب اور خلیفہ صاحب کے مابین چند ذاتی حالات کے ذکر کے بعد حسب ذیل باتیں ہوئیں

پروفیسر صاحب نے دریافت کیا کہ جناب کا کیا منصب ہے؟ جس کا جواب یہ تھا۔ کہ جماعت احمدیہ کے ایک بڑے حصہ نے مجھ کو اپنا امام اور خلیفہ تسلیم کیا ہے اس پر پروفیسر عنایت علی خاں نے کہا، جب ایک قوم کسی کو اپنا سردار یا امام یا خلیفہ تسلیم کرتی ہے تو وہ قابل احترام ٹھہرتا ہے۔ دوسرا سوال یہ تھا۔ جناب بھی حضرت مسیح موعود کی ظلی نبوت کو مانتے ہیں۔ جواب، ہاں۔ ہم بھی حضرت صاحب کی ظلی نبوت کے قائل ہیں۔ تیسرا سوال یہ تھا۔ کہ غیر احمدیوں کے کفر و اسلام کے بارے میں آپ کے کیا عقاید ہیں۔ جواب، قرآن شریف۔ حدیث۔ اقوال بانئے سلسلہ احمدیہ کے مطابق ہو۔ کیونکہ قرآن مجید کی رُو سے جو، شخص اللہ تعالیٰ کی توحید کو مانتا ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت پر ایمان لاتا ہے گویا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے۔ وہ مسلمان ہے۔ آنحضرت صلعم نے بھی ایک سچے مسلمان کی یہی تعریف فرمائی ہے۔ اس کے علاوہ حدیث میں وارد ہے جو قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتا ہے۔ مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتا ہے وہ مسلمان ہے۔ حضرت مسیح موعود نے بھی مسلمان کی یہی تعریف کی ہے اور اپنے نہ ماننے والوں کو پہلے کافر نہیں کہا، اور صاف لکھا ہے کہ ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے، کہ میرے نہ ماننے کی وجہ سے کوئی کافر یا دجال نہیں ہو سکتا ......

..... (تریاق القلوب صنہ ۱۳۰) ہاں اگر کسی نے حضور کی تکفیر یا تکذیب کی تو وہ کفر خود ایسا کہنے والے شخص پر اُلٹ کر پڑتا ہے غرضکہ حضرت صاحب کی کوئی تحریر یا فتویٰ نہیں جس کے رُو سے کسی غیر احمدی کو کافر کہا جائے۔ پھر حضرت امام ابو حنیفہ رح کا مذہب ہے کہ جس شخص میں ۹۹ وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو وہ مسلمان ہے پروفیسر صاحب نے یہ بھی کہا کہ آپ لاہوری احمدی جماعت کو غیر مبائعین اور منکرین خلافت کہتے ہیں وہ ان باتوں سے مزید چڑتے ہیں۔ غیر احمدی لوگوں کو اگر آپ برابر کافر کہتے رہیں گے تو وہ آپ کے سخت دشمن بنتے رہیں گے۔ ہندو۔ عیسائی۔ یہودی۔ مشرک لوگ تو آپ کے نزدیک پہلے ہی سے کافر ہیں۔ اگر آپ نفرت کی نگاہ سے ان سب کو دیکھیں تو آپ کی تبلیغ کو کون سنے گا۔ اگر آپ کہتے ہیں۔ کہ رواداری سے کام ہوتا ہے۔ معمولی رواداری سے بڑھکر ایک اور بڑی شئے ہے جس کا آنحضرت صلعم نے ہمیشہ خیال رکھا تھا، وہ تعلقات عامہ ہیں ....

.... دنیا میں محبت و اتفاق بڑھانے اور دشمنی کو مٹانے کے لئے تعلقات عامہ کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ میرے خیال اور رائے میں ضرورت ہے۔ کہ اقوام عالم میں اسلام کی خوبیوں کو پہنچانے کے لئے تعلقات عامہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ کو بھی مسئلہ کفر و اسلام کے بارے میں اپنے عقائد پر نظر ثانی کی ضرورت پیش آئے گی۔ اللہ تعالیٰ آگاہ ہے۔ کہ خلیفہ محمود احمد صاحب اور پروفیسر عنایت علی خاں کے مابین سلسلہ گفتگو نہایت اخلاص، محبت۔ متانت کے ساتھ ½ ۱ گھنٹہ جاری رہی کہ جس کے خاتمہ پر راقم نے جناب مرزا محمود احمد صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ امید ہے آپ اب کفر کی رسی کو ڈھیلا کردیں گے جس پر وہ ہنس پڑے اور ہم اُن سے رخصت ہوکر باہر چلے آئے۔ اس کے بعد ہی خلیفہ صاحب نے اپنے عقائد درباره تکفیر مسلمین میں تشدد کا طریق چھوڑ کر نرمی کا پہلو اختیار کرنا شروع کردیا جس کا نتیجہ ۱۹۳۵ء میں ظاہر ہوا۔

مسلم ہائی سکول ربوہ کا نتیجہ مڈل سکول امتحان

امسال مسلم ہائی سکول ربوہ کا مڈل سکول امتحان کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۶۲ فیصدی رہا طارق سلطان ۶۶۱ نمبر حاصل کرکے سکول میں اول آیا۔ امید واثق ہے کہ وہ وظیفہ بھی حاصل کرے گا۔ یہ کامیابی احباب سلسلہ کی دعاؤں اور اساتذہ سکول کی دیانتدارانہ محنت کا نتیجہ اور سکول کی شاندار روایات کا آئینہ دار ہے۔

برکت علی ہیلپنٹی انچارج

اسلام انصاف کا علمبردار ہے

منیلا۔ یکم مئی۔ وزیر اعظم سہروردی نے آج منیلا میں حید کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا کہ اسلام نے اپنے پیروکاروں کے لئے جو ضابطۂ حیات پیش کیا ہے وہ روحانی اور دنیوی امور میں ایک شاندار امتزاج کا حامل ہے۔

"پاکستان زندہ باد" کے فلک شگاف نعروں کی گونج میں تقریر جاری رکھتے ہوئے وزیر اعظم نے اعلان کیا کہ اسلام رہبانیت کی اجازت نہیں دیتا، وہ خدا کی ذات پر ایمان، مساوات اور معاشی انصاف کا علمبردار ہے، وزیر اعظم نے کہا پاکستان ایک اسلامی جمہوریہ ہے لیکن وہ تنگ نظر دینی مملکت نہیں ہے۔

ضرورت رشتہ

خاکسار کو اپنے بڑے لڑکے کے لئے رشتہ مطلوب ہے۔ لڑکے کی عمر ۲۱ سال ہے ایف اے پاس ہے۔ اس وقت کالونی ٹیکسٹائل ملز اسمعیل آباد ملتان میں سپننگ ماسٹری کی ٹریننگ لے رہا ہے اللہ کے فضل و کرم سے شاندار مستقبل کی توقع ہے خواہشمند احباب خاکسار سے خط و کتابت کریں ممنون ہوں گا۔ خاکسار محمد یوسف گرمشی [illegible] ملتان

بیٹے کا رسالہ ہے

روزنامہ نوائے وقت لکھتا ہے:-

"الفضل" میں صفحہ اول پر چوکھٹے میں یہ اعلان شائع کیا گیا ہے۔

"تمام احباب کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ رسالہ فطرت لاہور پر جو رفیق احمد کا نام ترتیب دینے والوں میں لکھا گیا ہے، یہ بالکل جھوٹ ہے۔ رفیق احمد میرا بیٹا ہے ابھی تعلیم سے فارغ نہیں ہوا نہ وہ ایڈیٹری کے قابل ہے نہ ترتیب دینے کے قابل ممکن ہے اس وقت کلرک بن سکے وہ بھی ناقص۔ مولوی سیف الرحمٰن صاحب پروفیسر جامعۃ المبشرین نے جو درحقیقت اس رسالہ کے کرتا دھرتا ہیں اس کا نام صرف اس وجہ سے دکھا ہے کہ شاید اس کے نام کی وجہ سے احمدی اس رسالہ کو خرید یں۔ میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ یہ رسالہ محض دوسرے رسالوں سے چرائے ہوئے مضمونوں پر چلتا ہے۔ کوئی احمدی دھوکہ میں نہ آئے اور اس کو نہ خریدے رسالہ میں تو یہ لکھا ہے کہ اس کی کاپیاں بالکل ختم ہو گئی ہیں لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں مولوی سیف الرحمٰن صاحب کا سٹہ گدائی لے کر صاحب حیثیت لوگوں کے گھروں میں پھریں گے کہ کچھ مدد کرو تاکہ میں اس رسالہ کا اگلا ایشو نکال سکوں۔"

خاکسار مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ۲۳ - ۴ - ۵۷

مرزا صاحب نے اس مختصر سے اعلان میں مولوی سیف الرحمٰن پر دروغ گوئی، جعل سازی، گداگری، اور دھوکہ بازی کے الزامات عائد کئے ہیں، اس اعلان سے تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ مولوی صاحب سیف الرحمٰن نہیں تھیف (THIEF) الرحمٰن ہیں۔

"جامعۃ المبشرین" غالباً ربوہ کی کوئی یونیورسٹی ہے جہاں مبلغ تیار ہوتے ہیں، جس یونیورسٹی میں ایسے ایسے بلند اخلاق پروفیسر موجود ہوں جنکے متعلق ایسے ایسے شاندار سرٹیفکیٹ خود امیر جماعت اپنی جماعت کے ترجمان اخبار کے صفحہ اول پر شائع کروائیں۔ اس کے فارغ التحصیل گریجوایٹ قیامت سے کیا کم ہوں گے؟ ؎

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا
کارِ طفلاں تمام خواہد شد

"جامعۃ المبشرین" بھی بہرحال مرزا صاحب ہی کے ماتحت ہوگی، ہم حیران ہیں کہ اگر پروفیسر سیف الرحمٰن میں وہ سب خرابیاں پائی جاتی ہیں جن کا مرزا صاحب نے اپنے اس اعلان میں ذکر کیا ہے تو آپ نے "الفضل" میں "تمام احباب کی اطلاع کے" یہ تحریر چھپوانے کی بجائے پروفیسر

مولوی آفتاب الدین دارالشفاء کی سہ ماہی رپورٹ

معطی صاحبان	عطیہ
منظور احمد قریشی صاحب لاہور	۱—۰—۰
میاں چراغ دین صاحب گوجرانوالہ	۵—۰—۰
محمود احمد ملنگ صاحب پشاور	۶—۰—۰
عبدالصمد جمالی صاحب ڈھاکہ	۳—۰—۰
مولوی احمد سعید صاحب لاہور	۲—۰—۰
چوہدری محمد زکی صاحب ملہی	۵—۰—۰
شیخ محمد آصف صاحب لاہور	۵—۰—۰
ڈاکٹر عبدالمجید قریشی صاحب سمہ سٹہ	۲۵—۰—۰
محمد نذیر صاحب آڑھت مرچنٹ گوجرہ	۵۰—۰—۰
عبدالرؤف صاحب جہلم	۵—۰—۰
مستری محمد ابراہیم صاحب لاہور	۱—۰—۰
محمد ایوب فاروقی صاحب چک ہرکاں	۲—۰—۰
سید تاج نظامی صاحب	۵—۰—۰
معلوم الاسم	۱—۰—۰
احمدی رابنسن ووکنگ	۲۶—۱۲—۰
بیگم صاحبہ میاں غلام شبیر تبسم لاہور	۳۰—۰—۰
میزان	۱۷۲—۰—۰

فروری مارچ اپریل ۱۹۵۷ء میں استفادہ کرنے والے مریضوں کی تعداد ... ۴۳۷۸

کنوینر دارالشفاء ۵۷ / ۵ / ۱

"سیف الرحمٰن کے نام یہ دوسطری خط لکھ کر کیوں نہیں بھیج دیا کہ آپ کو جامعۃ المبشرین کی پروفیسری سے برطرف کیا جاتا ہے؟"

(نوائے وقت ۱۱ مئی ۱۹۵۷ء)

پیغام صلح مورخہ ۸ مئی ۱۹۵۷ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸۷ شمارہ ۱۸

صرف ٹائیٹل الیکٹرک پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں چھپا۔ باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور ... ایڈیٹر ... دوست محمد
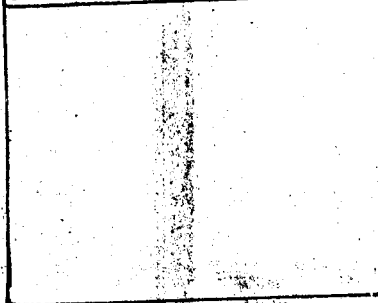
خطبہ عید الفطر

(بسلسلہ از صفحہ ۲)

ہمیں چاہیئے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کر کے دیکھیں تو اس قطرانہ سے عزبا کی حالت سدھر سکتی ہے۔

ایک اہم سبق

غرض ماہ رمضان فی الواقعہ برکات کا حامل ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء اہل زمین پر رحم کرو، تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔ پس اگر ہم آج یہ سبق جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے، ساتھ لے جائیں تو آپ پر آپ کی قوم پر برکات نازل ہوں گی،

ووکنگ میں نمازِ عید الفطر

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

کی ایک خاص تبلیغی جماعت کے رکن ہیں، انہی لوگوں کی کوشش کا نتیجہ ہے جو اس عظیم تقریب کی شکل میں آپ کے سامنے ہے نمائندے نے اس بات کا بھی انکشاف کیا کہ اس دفعہ انگلستان میں بھی دو عیدیں ہوئیں، ان کا کہنا ہے کہ اسلامک سنٹر والوں نے موسمی پیشگوئی کے دفتر کی اطلاع کے باوجود عید یکم مئی کو منائی اور اس طرح دو عیدوں کی ناخوشگوار روایت کا انگلستان میں اعادہ کیا۔ جس کو مسلمانان انگلستان نے بہت ناپسند کیا۔

ووکنگ میں عید الفطر کی یہ عظیم تقریب تحریک احمدیت کے ذریعہ اسلام کے ان بین الاقوامی اصولوں کی تبلیغ کا ایک موثر ذریعہ ہے جس نے عیسائیت کے ناقابل فہم اصولوں کو مغربی مفکرین کے دماغوں سے نکال باہر کیا ہے تبلیغ اسلام کے میدان میں اس عظیم کارنامے پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور مبارکباد کی مستحق ہے۔

اس تقریب سعید میں شمولیت کرنے والوں میں پاکستانی ہائی کمشنر اور ان کی اہلیہ صاحبہ حکومت پاکستان کے انگلستان میں مقیم ملٹری اتاچی اور ان کی اہلیہ صاحبہ اور دیگر ممالک اسلامیہ کے انگلستان میں متعینہ سفراء قابل ذکر ہیں۔

اس رپورٹ کو مندرجہ ذیل اصحاب کے جنہوں نے اس تقریب میں امام صاحب اور کارکنان مسجد ووکنگ کی امداد کی نام لئے بغیر ختم کرنا مناسب نہ ہوگا۔

(۱) مولانا عبدالمجید صاحب ایڈیٹر اسلامک ریویو
(۲) بیگم صاحبہ ڈاکٹر شیخ عبداللہ مرحوم و مغفور۔
(۳) میجر عامر فاروقی۔ صدر مسلم سوسائٹی فار گریٹ برٹین

جلد ۴۶ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۴ شوال المکرم ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۵ مئی ۱۹۵۷ء | نمبر ۱۹

ہمارا مذہب اور عقیدہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے اب کوئی اور کلمہ یا کوئی نماز نہیں ہو سکتی۔ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا کر کے دکھایا اور جو کچھ قرآن شریف میں ہے۔ اس کو چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی۔ جو اس کو چھوڑے گا وہ جہنم میں جاوے گا **یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ** ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس امت کے لئے مخاطبات اور مکالمات کا دروازہ کھلا ہے اور یہ دروازہ گویا قرآن مجید کی سچائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر ہر وقت تازہ شہادت ہے اور اس کے لئے خدا تعالیٰ نے سورہ فاتحہ ہی میں دعا سکھائی ہے **اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم** **انعمت علیھم** ۔ کی راہ کے لئے جو دعا سکھائی تو اس میں انبیاء علیہم السلام کے کمالات کے حصول کا اشارہ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ **انبیاء علیہم السلام** کو جو کمال دیا گیا ہے وہ معرفت الٰہی کا کمال ہے۔ اور یہ نعمت ان کو مکالمات اور مخاطبات سے ملی تھی۔ اسی کے تم بھی خواہاں رہو"

(لیکچر حضرت مسیح موعودؑ)

بمقام لدھیانہ ۔ مورخہ ۶ر نومبر ۱۹۰۵ء

ووکنگ کی شاندار عید

اڑھائی تین ہزار کے مجمع کو نماز عید کے بعد کھانا اور چائے

ایک صدقۂ جاریہ کی تحریک ——— ایک درجن دیگوں کی ضرورت

مولانا محمد یعقوب خان صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

ووکنگ ۔ مؤرخہ ۲-۵-۵۷ ۔ مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ووکنگ مسجد اور مشن کو اللہ تعالیٰ نے جو مقبولیت عام دی ہے اس کا اندازہ اس بین الاقوامی مجمع سے ہوتا ہے جو کل عید کے موقع پر یہاں ہوا ــــ معلوم ہوتا ہے یہ اس صحیح اسلامی عقیدہ کا پھل ہے جس کو اس دور حاضر میں ہماری جماعت نے فروغ دیا ہے اور اپنی تبلیغی مساعی کا سنگ بنیاد بنایا ہے۔ یعنی ہر کلمہ گو کو اسلامی برادری کا مساوی فرد سمجھنا اور اس کو گرمجوشی سے بغلگیر کرنا جو اخوت اسلامی کا منشا اور تقاضا ہے۔

اتنا بڑا مجمع پہلے نہیں دیکھا

ہفتہ اور اتوار کے دن یہاں تعطیل کے دن ہوتے ہیں اور لوگوں کو فراغت ہوتی ہے۔ باقی دن کام کے ہوتے ہیں اور لوگ عموماً فارغ نہیں ہوتے۔ عید چونکہ بدھ کو تھی اس لئے ہمیں توقع نہیں تھی کہ کوئی زیادہ مجمع ہو گا۔ مگر میجر فارمر کا کہنا ہے جو ووکنگ کے انتظامات کے ناظم اعلیٰ تھے، کہ انہوں نے اتنا بڑا مجمع اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔

پنڈال کی وسعت

نمازوں کے لئے جب صف آرائی کی گئی تو معلوم ہوا کہ ہمارا پنڈال باوجود وسعت کے ناکافی تھا۔ مجمع کا کثیر حصہ ابھی باہر ہی کھڑا تھا۔ چنانچہ لمبائی میں دونوں طرف کے پردے گرائے گئے یعنی ہٹا دیئے گئے اور کچھ صفیں مغرب کی طرف اور کچھ ایک صفیں مشرق کی جانب بڑھائی گئیں۔ مجمع کا اندازہ اڑھائی ہزار اور تین ہزار کے درمیان کیا گیا۔

خوشگوار موسم

اس ملک میں سب سے کم اعتماد چیز (انگریزی طرح) اس کا موسم ہے۔ مگر عید کے دن سورج جس تابانی سے نمودار ہوا اور رہا بہت کم ایسا ہوتا ہے اس اچھے موسم نے مجمع کی تعداد اور رونق اور مسرت میں بڑا اضافہ کیا۔

زائرین کی آمد

نماز کے لئے وقت ساڑھے گیارہ بجے کا اعلان کیا گیا تھا۔ زائرین (یہ لفظ اس لحاظ سے کہ لوگ اس مسجد کو ایک زیارت گاہ بھی سمجھتے ہیں) دس ساڑھے دس بجے آنا شروع ہو گئے اور کرسیاں جو مسجد کے وسیع لان میں بچھی تھیں یا پنڈال کے باہر بجانب سرسالار جنگ ہاؤس پڑی تھیں لیکر جوق در جوق اپنے دوستوں کے ساتھ ٹولیاں بنا کر بیٹھ گئے اور دھوپ کی تپش سے ہوا تک

ہیں ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھی جاتی ہے لطف اندوز ہوتے رہے ۔۔۔ جوں جوں وقت گذرتا گیا۔ تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔

اسلامی اخوت کا نظارہ

مرد عورتیں بچے اسلامی اخوت کے نظارہ سے مسرت زدہ نظر آتے تھے ۔ پنڈال کے مغربی ماتھے پر تمام اسلامی ممالک کے جھنڈے لہرا رہے تھے ۔ ہر ایک ملک کا نمائندہ اپنے اپنے جھنڈے کو دیکھ کر لذت محسوس کرتا تھا ۔

اخلاقی گانوں کے ریکارڈ

اقبال صاحب کی بدولت بہت سے ریکارڈ جو قرآن کریم کی تلاوت ، قومی ترانوں اور اخلاقی گانوں پر مشتمل تھے متواتر چل رہے تھے اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ magnifier کے ذریعہ دور دور تک اپنی آواز پہنچاتے تھے ۔

بک سٹال

پنڈال کے اندر جانب شمال اور کچھ حصہ جانب مشرق بھی میزوں کے اوپر بک سٹال تھے جس میں تمام کتب رسائل اسلامک ریویو کے ڈھیر لگائے گئے تھے اور مسٹر ٹرنی اس سال کی فروخت سے کافی خوش نظر آتے تھے ۔

مسٹر ٹرنی ۔۔۔۔۔ ایک مستعد انگریز کارکن

یہ ٹرنی صاحب ہے تو انگریز ۔ مگر اس لحاظ سے بالکل نا انگریز ہے کہ تیس کام کے مٹے بہاج ہی ٹیک کر کرتا ہے ۔ انگریز کا قاعدہ ہے کہ گھڑی کی سوئی ساڑھے پانچ پر پہنچی اور اس نے اپنا قلم وہیں رکھ دیا ۔ اس کے بعد کام سے اس کا کوئی سروکار نہیں ۔ چاہے دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے ۔ مگر یہ ٹرنی صاحب مشن کا جو کام ہے وہ اس کا کام ہے ۔ دفتری کام کے علاوہ اگر صفائی ہونے والی ہے ، تو وہ موجود ہے ۔ فرنیچر ٹھیک ہونے والا ہے تو بھی وہ لگا ہوا ہے ۔ کہیں بجلی ٹھیک ہونے والی ہے یا کیل لگنے والا ہے تو ٹرنی صاحب کی طرف ہی نگاہیں اٹھتی ہیں ۔ عید کے موقع پر تو یہ صاحب بڑے مصروف رہتے ہیں ۔ قبل از عید کے انتظامات میں بہت سا حصہ ان کا ہوتا ہے ۔ اور عید کے دن بک سٹال کے انچارج رہتے ہیں گو حافظہ میری طرح کمزور ہے اور ڈاک ڈالتے وقت انہیں تاکید کرنی پڑتی ہے ۔

چائے نوشی

پنڈال کے باہر جانب شمال میزوں کی ایک لمبی قطار پر چائے کی پیالیاں سجی ہوئی تھیں ۔ جن پر نگرانی دیرینہ مسلم خاتون آلیو کی تھی یہ بڑی کڑی نگرانی کرنے والی ہے ۔ مگر خاطر تواضع میں کمی نہیں آنے دیتی ۔ دوپہر کے کھانے کے بعد ہجوم کا رخ اس طرف تھا اور چائے نوشی کا دور چل رہا تھا ۔

کھانے کا انتظام

سر سالار جنگ ہاؤس (یہ رہائشی مکان کا نام ہے) کے جانب جنوب ایک اور خیمہ لگا تھا ۔ جس کے چار دروازوں سے مہمانوں نے قطار میں جا کر اپنی اپنی پلیٹ ہاتھ میں لے کر کھانا کھا لینا تھا ۔ یہ کام کا سب سے مشکل حصہ ہے اور میجر فارمر کے ذمہ ہوتا ہے ۔

میجر فارمر

یہ صاحب بڑے مخلص مسلمان ہیں ۔ یہ ملک اردن اور گاذا کی صحرا نوردی اس زمانہ میں کر چکے ہیں جب ابھی گلب پاشا کا وہاں قدم نہیں آیا تھا ۔ اور درحقیقت اس مشہور فوج کی داغ بیل بھی جو Arab Legion کے نام سے مشہور ہے میجر فارمر نے رکھی تھی ۔ ایک دن مجھے اپنے گھر دعوت پر بلایا تھا تو اس زمانہ کی تصاویر دیکھنے کا موقع ملا ۔ اور معلوم ہوا کہ ان کی زندگی کا وہ باب بڑی دلچسپیوں سے بھرا ہوا ہے ۔ ووکنگ کے بیرونی حصہ ایک بڑے وسیع رقبہ میں ان کی اپنی کوٹھی ہے اور باوجود میرے سمجھانے کے وہ اس بات پر مصر تھے اور ان کی بیگم صاحبہ کو بھی یہی اصرار تھا کہ انکے مکان کے ایک بالائی کمرہ میں ایک Ghost (بدروح) رہتا ہے جو مقررہ وقت پر رات کو کھڑاک کرتا رہتا ہے ۔

کھانے کا طریق

عید کے دن ان کا سارا وقت ہمارے لئے وقف ہوتا ہے اور فوجی نظام کے ساتھ اتنے مجمع کو کھانا کھلاتے ہیں ۔ کھانے کا طریق بھی ایسا ہے جو یہی لوگ برداشت کر لیتے ہیں ۔ ایک لمبی قطار میں گھنٹہ گھنٹہ کھڑے رہنا پڑتا ہے ۔ اور باری باری سے مقررہ دروازے سے کھانا لے کر ہر ایک کو باہر آنا پڑتا ہے کہ جہاں مرضی ہے بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر کھائے ۔۔۔ نماز ہو چکنے کے بعد اسی پنڈال میں میزوں کی قطاریں سجا دی جاتی ہیں ۔ اور اکثر لوگ وہیں بیٹھ کر کھاتے ہیں ۔

نماز اور خطبہ

ساڑھے گیارہ بج چکے مگر نماز شروع نہ ہو سکی اس لئے کہ پنڈال کو وسیع تر کرنے میں وقت لگا اور جب نماز کے بعد خطبہ ختم ہونے کے وقت میں نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی تو بارہ بج چکے تھے ۔ خطبہ جو بزبان انگریزی تھا ۔ آپ کے ناظرین کرام کے لئے تو اس میں کوئی دلچسپی کی بات نہیں ہوگی اس لئے کہ وہ تو رات دن یہ باتیں سنتے ہیں اور دجال سے خوب واقف ہو چکے ہیں مگر ان لوگوں نے بڑی حیرت سے سنا کہ قرآن کریم میں موجودہ دور کا بڑی تفصیل سے ذکر ہے اور جس سانحہ ہائیڈروجن بمب سے ہر ایک مرد و زن لرزہ براندام ہے ، اس کی طرف بھی بین اشارات موجود ہیں ۔۔۔۔ اس بات کو بھی انہوں نے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا کہ تہذیب حاضر کا تباہی کی طرف جانا اس بے دینی کا نتیجہ ہے جس میں یہ تہذیب پروان چڑھی اور کہ یہ موجودہ آثار تباہی ایک قسم کا عمل جراحی ہے تاکہ مغربی انسانیت کی وہ آنکھ جو روحانی اقدار کی طرف سے بند ہو چکی ہے دوبارہ کھول دی جائے ۔

مصری ڈیڑھ اینٹ

سوائے مصر کے باقی تمام اسلامی ممالک کے لوگ موجود تھے مصری بھائیوں نے یہاں بھی ڈیڑھ اینٹ کی اپنی علیحدہ مسجد بنائی اور بجائے یکم مئی کے عید ۳۰ اپریل کو ہی کر دی حالانکہ حساب کے رو سے ۲۹ اپریل کو غروب چاند کا وقت غروب آفتاب سے بہت پہلے دکھایا ہے اور ۲۹ کو چاند کسی صورت نظر آ سکتا ہی نہیں تھا ۔ لندن میں ۔ ۔ ایک مرکز کا اہتمام اُن کے ہاتھ میں ہے جو اسلامک کلچرل سنٹر کہلاتا ہے وہاں انہوں نے منگل کے روز عید منائی ۔

تمام اسلامی ممالک کے نمائندے ووکنگ میں

باقی تمام اسلامی ممالک کے نمائندے ۔ ترک عراقی ۔ سوڈانی ۔ نائیجیری ۔ ملایائی ۔ انڈونیشین ، ٹیونیشین ۔ الجیرین ۔ پاکستانی ۔ ہندوستانی سب یہاں موجود تھے ۔ ترکی اور عراقی بھائی خاص طور پر پاکستانیوں کو گلے لگ کے ملتے رہے ۔ اگر چیمہ صاحب کے دونوں کرتنا مین اسلامی برادری کا یہ نظارہ دیکھتے تو انہیں اندازہ ہوتا کہ کلمہ توحید ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں کتنی کرامات ہے ۔

ممتاز شخصیتیں

قاعدہ ہے کہ حاضرین میں ممتاز شخصیتوں کا علیحدہ ذکر کیا جاتا ہے ، اتنے بڑے اور متفرق الاقوام مجمع میں ایسی شخصیتوں کا پتہ لگانا مشکل ہی ہوتا ہے مگر چند ایک جو میرے نوٹس میں آئے اُن کے نام یہ ہیں ۔ انڈونیشیا اور سوڈان کے سفیر ۔ ملایا کے ہائی کمشنر ، گانا کے کٹی ایک چیف ۔ جبیب رحمت اللہ صاحب سابق وزیر پاکستان ۔ لفٹنٹ جنرل میک کے ۔ ۔ ۔ (Mc Kay) سابق چیف آف سٹاف پاکستان آرمی اور ان کی بیگم ۔ ریونڈ آرتھر پیکاک ۔ آنریری جنرل سکرٹری اور مسٹر ڈپٹی سیکرٹری ورلڈ کانگرس مذاہب ۔ فلپ ، پرنس ممبر پارلیمنٹ مصنف "تاریخ ترکی" "پاکستانی جنگی جہاز" "ٹیپو سلطان" اور ایک اور (جس کا نام یاد نہیں) کے کمانڈر اور ہمراہ ۔ عاشق حسین صاحب بٹالوی ۔ ازہر صاحب فنانشل ایڈوائزر پاکستان ہائی کمشنر ۔ "نمائندگان ڈان" ۔ "نوائے وقت" ۔ "نیوز کرانیکل" ۔ "ڈیلی ہیرلڈ" "ووکنگ اوپینین" "ووکنگ میل"

پیشگوئی مصلح موعود کے متعلق دعوت مبارزت

۲۴ را پریل کے شیوع میں ہم اس دعوت مبارزت کا جواب شائع کر چکے ہیں، جو ربوہ کے نام نہاد خالد بن ولید ابوالعطاء صاحب جالندھری نے مصلح موعود کی پیشگوئی پر فیصلہ کن دعوت مناظرہ" کے نام سے دی ہے۔ بجائے اس کے کہ مولوی ابوالعطاء صاحب ہمارے اس جواب پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرتے وہ ہمیں فن مناظرہ کی اصطلاحات میں اُلجھانا چاہتے ہیں، ہمارے اس جواب کو کہ میاں محمود احمد صاحب کے عقائد و اعمال اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ ان کے دعوٰے مصلحیت پر سنجیدگی سے غور کیا جائے۔ مولانا نے مصادرہ علی المطلوب قرار دیتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ

"یہی سوال زیر مباحثہ میں طے ہونا ہے کہ
حضرت میرزا محمود احمد صاحب ایدہ اللہ
کا دعوٰے مصلحیت حقیقت پر مبنی ہے
یا نہیں اور آپ کے عقائد و اعمال اس
دعوے کے منافی تو نہیں"

اب انہیں کون سمجھائے، کہ یہ بات تو اسی دن طے ہو گئی تھی، جب فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کے ایک سوال کے جواب میں میاں صاحب نے فرمایا تھا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب پر ایمان لانا جزو ایمان نہیں" اور صریح لفظوں میں اس بات کا بھی اعلان کیا تھا کہ:۔

"کوئی شخص جو مرزا غلام احمد صاحب پر
ایمان نہیں لاتا دائرہ اسلام سے خارج
قرار نہیں دیا جا سکتا۔"

ان کے ان بیانات پر جب عدالت نے انہیں توجہ دلائی کہ:۔

"کیا جب کفر کے لفظ کے استعمال سے
غلط فہمی اور تلخی پیدا ہونے کا احتمال ہے
تو یہ بہتر نہیں ہوگا کہ یا تو اس کے استعمال
کو قطعی طور پر ترک کر دیا جائے یا اسکے
استعمال میں بہت احتیاط برتی جائے؟"

تو اس کے جواب میں میاں صاحب نے فرمایا:۔

"ہم ۱۹۲۲ء سے اس سے اجتناب
کرنے کی کوشش کر رہے ہیں"

دیکھا آپ نے؟ جن صاحب کو مولوی ابوالعطا صاحب مصلح موعود کے منصب پر فائز سمجھ کر ہمیں ان کے عقائد پر بحث کرنے کی دعوت دیتے ہیں وہ تو خود چالیس سال تک غلط عقائد پر قائم رہے اور ایک طویل عرصہ تک ان سے اجتناب کرنے کی کوشش کے باوجود اپنی ناکامی کا اعلان کر رہے ہیں اور آج جن فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں جن عقائد کو اپنانے کا اعلان کرتے ہیں وہ وہی ہیں جن کی طرف لاہوری جماعت انہیں چالیس سال تک دعوت دیتی رہی۔

پس جہاں تک عقائد کا معاملہ ہے وہ ایک طے شدہ امر ہے اور یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ میاں صاحب ایک طویل مدت یہاں تک کہ دعوے مصلح موعود کے بعد بھی غلط عقائد پر قائم رہے اور ۱۹۲۲ء سے لے کر ۱۹۵۳ء تک ان عقائد کو چھوڑنے کی کوشش کے باوجود انہیں چھوڑ نہ سکے کیا اس کے بعد بھی عقائد کے معاملہ میں کسی نئی بحث کی حاجت باقی ہے؟

مولوی ابوالعطاء صاحب فرماتے ہیں:۔

"اگر غیر احمدی اسی طرح کہیں کہ ہمیں حضرت
مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے پر غور
کرنے یا بحث کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ
ان کے عقائد اور ان کے اعمال ہمارے
نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن
مجید کے خلاف ہیں اور یہ ان کے دعوٰی
مسیح موعود کی صداقت کے منافی ہے،
بتلائیے غیر مبائع دوست اس کا کیا
جواب دیں گے"

ان فقرات میں مولوی ابوالعطا صاحب نے قیاس مع الفارق سے کام لے کر جو مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے اس پر اُن کی ضمیر انہیں ضرور ملامت کرے گی حضرت مسیح موعود کے جن عقائد کو غیر احمدی قرآن و حدیث کے خلاف قرار دے کر اُن کے دعوے مسیح موعود کی صداقت کے منافی ٹھیراتے ہیں، وہ وہی تو ہیں جنہیں میاں محمود احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کر رکھا ہے یعنے دعوے نبوت اور مسلمانوں کی تکفیر۔ ورنہ جہاں تک وفات مسیح اور دیگر مسائل سلسلہ کا تعلق ہے انہیں دعوے مسیحیت کے منافی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بلکہ وہ اس دعوے کے مؤید ہیں۔

رہا اعمال کا معاملہ! ہم نے لکھا تھا کہ

"خلیفہ صاحب کے اعمال کے متعلق
ان کے مریدوں کے ایسے بیانات
ہیں جن کی تردید جب تک شرعی
نقطہ نگاہ سے نہ کی جائے انکی پوزیشن
ایک غیر جانبدار انسان کے نزدیک
مخدوش ہو جاتی ہے"

اس کے جواب میں مولوی ابوالعطاء صاحب نے حسب معمول انبیاء اور صلحاء کو بھی دھر گھسیٹا ہے، اور جیسا کہ مندرجہ بالا فقرات سے ظاہر ہے حضرت مسیح موعود کے اعمال پر بھی انگلی اُٹھانے سے دریغ نہیں کیا، ہم مولوی ابوالعطا صاحب سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ جہاں تک حضرت مسیح موعود کا تعلق ہے انہوں نے اپنے پیارے مقتدا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید میں اپنی پاکیزہ زندگی کو اپنی صداقت کا گواہ ٹھہرایا اور آپ کے معاصرین میں کوئی رازدار دوست، کوئی دشمن کوئی مکفر اور معاند ایسا پیدا نہ ہوا جس نے آپ کی زندگی اور اخلاق عالیہ کے کسی بھی ادنےٰ سے ادنےٰ پہلو پر بھی حرف رکھا ہو، یہاں تک کہ آپ کے ہم وطن آریہ اور سکھ جن کو آپ سے شدید مخالفت تھی، آپ کی پاکبازی کے معترف اور آپ کے چال چلن کی تعریف میں رطب اللسان تھے، لیکن میاں صاحب کے مخالف تو چھوڑ دیجئے مریدین جو جو کچھ اُن کے متعلق کہہ رہے ہیں اس کو لکھتے ہوئے شرم و حیا مانع ہے، ہماری دلی تمنا ہے کہ میاں صاحب بھی (اگر وہ فی الواقعہ مامور ہیں تو) اپنے مخالفین اور الزام دینے والے مریدین کو للکار کر کہیں کہ لقد لبثت فیکم عمراً افلا تعقلون کیا وہ ایسا کہنے کی جرأت کر سکتے ہیں؟ اگر نہیں اور نہ وہ الزام دہندگان کی دعوت مباہلہ کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں، تو آپ ہی بتائیے کہ ان کے دعوے مصلحیت پر غور کرنے کے لئے کوئی کیونکر آمادہ ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ ایک تیسری بات ہم نے یہ بھی کہی تھی جس کو مولوی ابوالعطاء صاحب یونہی پی گئے کہ جس خواب کی بناء پر میاں صاحب نے مصلح موعود ہونے کا دعوے کیا ہے اس کے متعلق ان کا اپنا ارشاد ہے کہ:۔

"میری یہ خواب صرف میرے لئے
حجت ہے دوسروں کے لئے نہیں کیونکہ
میں مامور نہیں بلکہ غیر مامور ہوں اور غیر
مامور کی خواب اور اس کے دعوے کو
ماننے کے دوسرے لوگ مکلف نہیں"

پس ایسی حالت میں کہ میاں صاحب غیر مامور ہیں اور ان کے خواب اور دعوے کو ماننے کے دوسرے لوگ مکلف نہیں، مولوی ابوالعطاء صاحب کی دعوت مناظرہ پر غور کرنے کا کیا فائدہ؟ یہ تو پیران نمے پرند مریداں مے پرانند والی بات ہے کہ پیر صاحب تو دوسروں کو اپنے دعوے کے ماننے کے مکلف نہیں ٹھیراتے اور مرید خواہ مخواہ دعوت مناظرہ دے کر میدان مبارزت گرم کرنا چاہتے ہیں۔

احمدی جماعت اور اسکے عہدیداران کے فرائض اور ذمہ داریاں

"نہایت عاجزی اور انکساری اور خواہشات سے بالاتر ہو کر دین کی خدمت کرنی چاہیئے"

خطبہ جمعہ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۷ء فرمودہ محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یاایھا الذین امنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض ——— (التوبہ رکوع ۶)

مسلمان کی مشکل زندگی

اسلام دنیا میں اس لئے آیا کہ انسان کو وہ راستہ بتائے جس پر عمل کر وہ اس مقصد کو حاصل کرے جس کے لئے اس دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ اس لئے جو کتاب اللہ تعالیٰ نے اس کی رہبری کے لئے بھیجی ہے اس میں نیکی کے تمام راستے اور انسان کے تمام وساوس اور دوسری مشکلات کو بڑی وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔ ایک مسلمان کی زندگی بڑی مشکل زندگی ہے۔ مسلمان بننا آسان نہیں، وہ چند باتیں جن پر اسلام کی بنا ہے۔ اور کہا گیا ہے بنی الاسلام علیٰ خمس وہ کیا ہیں اوّل خدا پر ایمان، یہ تو بطور جڑ کے ہے۔ ایمان ہی پر سب دارومدار ہے۔ اس کے بعد چار چیزیں مسلمان سے طلب کی گئی ہیں دو تو اُن میں سے حق اللہ اور حقوق العباد سے تعلق رکھتی ہیں، اور دو کا تعلق اس کے اپنے نفس سے ہے، پہلی چیز نماز ہے جو خدا کا حق ہے اور انسان کا فرض ہے کہ وہ اس حق کو ادا کرے، وہ خدا جو رات دن ہم پر اس قدر رحم اور مہربانی کرتا ہے جس کی کوئی انتہا نہیں اور ہماری جسمانی اور روحانی پرورش کے لئے دونوں قسم کے کھانے مہیا کرتا ہے کیا وہ اس کا مستحق نہیں کہ اس کی عبادت کی جائے۔ وہ ہستی جو ہماری سب سے بڑی محسن ہے اس کے آگے جھکنا، اس کی جناب میں سر عبودیت رکھنا انسان کا فطرتی تقاضا ہے۔ حضرت اقدس نے اسی لئے فرمایا کہ نماز خدا کا حق سمجھ کر ادا کرو۔

ارکان اسلام میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا سبق

میں عرض کر رہا تھا کہ مسلمان کی زندگی بڑی مشکل زندگی ہے، یہی نمازوں کو لے لیجئے پانچ وقت ... خداتعالیٰ کے دربار میں حاضر ہونے کا مطالبہ ہے علی الصبح جب نیند کا وقت ہوتا ہے، بستر کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہو جاؤ، پھر دوپہر کو آرام کا وقت ہوتا ہے، اس وقت بھی اس کی جناب میں حاضری کا حکم ہے، تیسرے پہر کاروبار کی مصروفیت کے باوجود سر عبودیت اُس کے آگے جھکانا ضروری ہے، شام کو تھکاماندہ کام سے فارغ ہوتا ہے، اس وقت پھر اس کے آگے جھکو، اور عشاء کے وقت کہ لوگ اپنی تفریحات میں مشغول ہوتے ہیں ایک مسلمان کے لئے پھر جناب الٰہی میں حاضر ہو کر نماز ادا کرنا ضروری ہے، اور پھر نمازوں کی ادائیگی کے کچھ شرائط بھی ہیں، وضو، صفائی باجماعت نماز ادا کرنا وغیرہ، چونکہ انسان کی پیدائش کی غرض یہی ہے کہ وہ خدا کو پائے، اس لئے نماز پر بڑا زور دیا اور حکم دیا کہ پانچ وقت بار بار اس کی طرف لوٹ کر آؤ۔ یہ تو ہے حق اللہ، دوسری چیز زکوٰۃ ہے جو حق العباد سے تعلق رکھتی ہے۔ تاکہ خداتعالیٰ کی مخلوق کا حق ادا کر سکے، اور اپنے مال کو دوسروں کی بہبودی اور آسائش پر صرف کر سکے۔

دوسرے دو ارکان اسلام روزہ و حج۔ کا تعلق انسان کی ذات سے ہے۔ روزہ تو ایمان بالغیب۔ اصلاح نفس اور اپنی زندگی کو ہر قسم کی مصائب کی برداشت کے لئے تیار کرتا ہے اور حج وہ آخری منزل ہے جس میں کہ ہر ایک چیز سے منہ موڑ کر دیوانہ وار خدا کے آستانہ پر گرتا ہے۔ اور اس کی رضا کے لئے سفلی زندگی سے بالاتر ہو جاتا ہے، ان تمام چیزوں پر یکجائی نگاہ ڈال کر دیکھئے، واقعی ایک مسلمان کی زندگی بڑی مشکل نظر آتی ہے اور اس کو بڑی قربانی درکار ہے۔

صحابہ کرام کا ایمان اور ان کی قربانیاں

اسلام جب دنیا میں آیا اس وقت بہت نامساعد حالات سے اسے دوچار ہونا پڑا، جس قوم سے اسے واسطہ پڑا وہ دنیا کی سب سے اجڈ اور بداخلاق قوم تھی۔ لیکن ان تمام مشکلات میں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آئیں، حق آخر غالب آیا، اس وقت جن لوگوں نے اس حق کا ساتھ دیا انہوں نے اسلامی تعلیم کی روح کو سمجھا، اور چونکہ انہیں اس کی حقانیت کے متعلق حق الیقین ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ صحیح معنوں میں اس پر عمل پیرا ہوئے بہت بڑی قربانی اُن سے مانگی گئی۔ جائیداد چیزیں تو انسان قربان کر بھی دیتا ہے، مگر جان کی قربانی دینا بہت مشکل ہے۔ اپنی جان بچانے کے لئے وہ ہر ایک چیز نثار کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کا مال، اس کی جائیداد، حتیٰ کہ اس کے بیوی بچے چلے جائیں۔ لیکن اس کی جان بچ جائے لیکن صحابہ کرام سے جان ہی کی قربانی طلب کی گئی اور انہوں نے بڑی خوشی سے یہ قربانی دی، تاریخ اسلام کو اُٹھا کر پڑھیئے، آپ کو ایسی کئی ہستیاں نظر آئیں گی جنہوں نے دوڑ دوڑ کر راہ خدا میں اپنی جانیں قربان کیں، ایک صحابی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ کھجوریں کھا رہے تھے جب خدا کے رستہ میں جہاد کا حکم ہوا تو انہوں نے کھجوریں وہیں پھینک دیں اور کہا کہ اب جنت ہی کی کھجوریں کھائیں گے، اور میدان جنگ میں جا کر شہید ہو گئے۔ یہ کس چیز کا نتیجہ ہے، اس ایمان کا جو ان کے دلوں میں راسخ ہو چکا تھا، جب تک ایمان نہ ہو انسان کوئی قدم نیکی کی طرف نہیں اُٹھا سکتا۔

مسلمانوں سے قربانی کا مطالبہ

یہ آیات جو میں نے پڑھی ہیں سورہ توبہ کی آیات ہیں، اس میں مسلمانوں سے قربانی طلب کی گئی ہے، فرمایا یاایھا الذین امنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض اے ایمان کا دعوےٰ رکھنے والو تمہیں کیا ہو گیا کہ ایک طرف ایمان کا دعوےٰ کرتے ہو اور دوسری طرف تمہارا عمل ہے جو اس دعوےٰ ایمان کے مطابق نہیں۔ جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو زمین تمہیں کھینچ لیتی ہے اور تم بوجھل ہو کر اس کی طرف جھک جاتے ہو، ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الاخرۃ، آخرت کے مقابلہ میں تم دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے حالانکہ اصل زندگی تو آخرت کی تھی، اس کے لئے جو رستہ پیش کیا گیا اس کو چھوڑ کر دنیا نے تم کو کھینچ لیا، یاد رکھو فما متاع الحیوۃ الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل یہ دنیا جس کے لئے تم اتنے مرتے ہو آخرت میں اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

یرموک کی مہم

انسان کا قاعدہ ہے کہ جب کسی کام کو دل نہ چاہے تو طرح طرح کے حیلے اور بہانے بناتا ہے یرموک سے خبر آئی کہ وہاں دشمن فوج کشی کرنے والا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کشی کا حکم دیا۔ اب لوگوں نے بہانے بنانے شروع کئے کسی نے کہا گرمی بہت ہے، اس گرمی میں جانا اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے، کوئی کہنے لگا سفر بہت لمبا ہے کسی نے کہا ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں، یہ تمام چیزیں نفس کا دھوکہ ہیں، وہ لوگ جن کو خدا پر ایمان ہوتا ہے وہ پہلے

بہانے نہیں کرتے، ایسے لوگ تھوڑے سے تھے، بیشتر حصہ تمام کاموں کو چھوڑ کر اور ہر قسم کی مشکلات کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکل کھڑا ہوا۔

مالی قربانی کا مطالبہ اور ہمارے عذرات

آج آپ سے جان کی قربانی تو طلب نہیں کی جاتی، صرف مال کی قربانی یا اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے گھر سے نکلنے کی قربانی مانگی گئی ہے آپ خود غور کریں کہ کیا آپ اس پر پورے اترے ہیں، مالی قربانی کے لئے جب کہا جاتا ہے تو کیا عذر نہیں کئے جاتے حالات بدل چکے ہیں، اخراجات بڑھ گئے ہیں، بچوں کی تعلیم پر بہت روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے، اسی قسم کے بیسیوں عذر ہیں جو سننے میں آتے ہیں۔ وہ لوگ بھول جاتے ہیں کہ ایک خدا بھی ہے جس کا وعدہ ہے من یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضعفہ لہ اس پر ایمان ہو تو تب ہی بات بنتی ہے۔

وقف زندگی کے معنے

اسی طرح جب کسی کو باہر نکلنے کے لئے کہا جاتا ہے تو طرح طرح کے بہانے کئے جاتے ہیں، بیوی بچے بیمار ہیں ان کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں جس شخص نے خدا کے واسطے زندگی وقف کی اس کو ان باتوں کی پرواہ نہ ہونی چاہیئے۔ میں تو وقف کے یہی معنے سمجھتا ہوں کہ باقی تمام چیزیں اس کے سامنے ہیچ ہوں، اور جب آواز آئے کہ نکلو تو نکل کھڑا ہو۔

خواجہ کمال الدین ــــــ مبلغ کا بہترین نمونہ

اس جماعت میں ایک شخص تھا جس کا نمونہ میں سمجھتا ہوں ایک مبلغ کا بہترین نمونہ ہے، وہ تھا خواجہ کمال الدین بڑا کامیاب وکیل تھا، اور اس کے آگے دنیا کی ترقی کے راستے کھلے ہوئے تھے۔ لیکن اس نے اپنی زندگی ایسے حالات میں خدا اور خدا کے دین کے لئے وقف کر دی جب بہت ہی ناساعد حالات تھے، اس کی بیوی فوت ہو جاتی ہے اور چھوٹے چھوٹے بچے پیچھے رہ جاتے ہیں، اس وقت کوئی بچہ اس قابل نہ تھا کہ کچھ کما سکے یا گھر یلو ضروریات کا سامان بہم پہنچا سکے، ایسی حالت میں وہ اپنی کامیاب پریکٹس چھوڑ کر خدمت دین کے لئے انگلستان چلے گئے۔ اور وہاں جا کر اکیلا بے یار و مددگار قدم قدم پر مشکلات کے پہاڑ موجود، مگر اس نے نہایت مردانگی کے ساتھ تمام مشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے کام کیا۔ انہیں معلوم ہوا ایک مسجد یہاں ہے جو مقفل پڑی ہے۔ اس نے کوشش کر کے مسجد کھلوائی، اور وہیں اپنا کام شروع کر دیا۔ جب انسان کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا سامان بھی بہم پہنچا دیتا ہے، پھر انہوں نے وہاں مشن قائم کیا، انگریزی رسالہ جاری کیا۔ اکیلا شخص آپ ہی چندوں کے لئے کوشش کرتا ہے، آپ ہی لیکچر دیتا، آپ ہی رسالہ کے لئے مضمون لکھتا، آپ اسے چھپواتا، پیکٹ باندھتا

پتے لکھتا اور پھر اپنی پیٹھ پر لاد کر ڈاک خانہ لے جاتا، اور ان سب کاموں کے ساتھ اپنا کھانا بھی تو دہی پکاتا، شلجم ابال کر کھا لیتا یا اور اسی قسم کی چیزیں پکا لیتا۔ الغرض اس نے اپنی تمام کوشش اور طاقت اسی خدمت دین کے کام میں صرف کر دی نتیجہ کیا ہوا؟ اسے شکر آنے لگی، یہ قاعدہ کی بات ہے کہ ایک شخص جو دماغی کام کرتا اور محنت شاقہ سے کام لیتا ہے اسے شکر کا مرض لگ جاتا ہے اور یہ مرض ایسا ہے کہ اوپر کا ڈھانچ رہ جاتا ہے اور اندر سے کھوکھلا ہو جاتا ہے ایسی بیماری میں مجبوراً اسے واپس آنا پڑا، بدقسمتی سے اس کے ساتھ ایک اور خطرناک مرض لگ گئی، ذیابیطس کے ساتھ سل کا مرض بھی عائد ہو گیا، پھیپھڑے خراب ہو گئے لیکن ایسی حالت میں چلتے ہو وہ کیا کرتا تھا۔ میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا اور میں اس بیماری میں ان کے پاس ہی رہا ہوں، ایسی حالت میں خود تو لکھ نہیں سکتا تھا۔ لیکن بستر پر پڑے ہوئے کوئی نہ کوئی کتاب لکھواتا رہتا، وہ آرام کرنا نہیں جانتا، کوئی حیلہ بہانہ اسے نہیں آتا کہ میں بیمار ہوں، سل ہو گئی ہے، ایسی حالت میں کام نہ کروں۔ وہ جسمانی مرض کو مرض ہی نہ سمجھتا تھا اور کام میں لگا رہتا تھا۔ آخر وہ سین بھی یاد ہے کہ جب ان کے پھیپھڑے میں شریان پھٹنے سے خون جاری ہوا۔ اس وقت رات کے دو بجے تھے، آپ کی ریش مبارک اور قمیص سرخ خون سے تر تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک مجاہد فی سبیل اللہ جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گیا ہے۔ ان کا اس سلسلہ کی تاریخ میں ایک بے مثال کارنامہ یہ ہے کہ زندگی میں وہ قوت لایموت لیتا تھا اور آخرت کے توشہ کے لئے اپنے اہل و عیال کو خدا کے سپرد کر کے اپنی تمام جائداد فی سبیل اللہ دے گیا۔ اس کو دین کے لئے زندگی وقف کرنا کہتے ہیں۔

خدمت دین سے اعراض وقف زندگی کے منافی ہے

آپ نے بھی اسی مقصد کو سامنے رکھا ہوا ہے کہ اسلام کو دنیا میں پہنچائیں گے اور اس کے لئے ہر ایک قربانی کریں گے، کیا قربانی اسی کا نام ہے کہ منہ سے کہدیا کہ میں زندگی وقف کرتا ہوں اور جب خدمت دین کی غرض سے نکلنے کے لئے کہا جائے تو حیلے بہانے کئے جائیں، سابقہ خدمات کا ڈنکہ بجا کر بیٹھا رہے۔ یہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں اس کو زندگی وقف کرنے کی نفی سمجھتا ہوں، میں تو اس کو زندگی وقف کرنا سمجھتا ہوں کہ وہ جس نے اپنے آپ کو وقف کیا ہے وہ جب باہر نکلنے کا سوال آئے تو کوئی چیز اس کے رستہ میں حائل نہ ہو اور وہ فوراً نکل کھڑا ہو، جس کا ایمان تو پہلے بھی موجود تھا مجدد وقت نے ہم کو حقیقی ایمان عطا فرمایا، اس کی روشنی میں کوئی چیز رستہ میں حائل نہ ہونی چاہیئے، اسی ایمان کی روشنی میں ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ جو شخص خدا کے رستہ میں نکلتا ہے خدا ضرور اس کا متکفل

ہو جاتا ہے آخر روحانی اور مادی دنیا میں فرق کیا ہے ایک مادی انسان اسباب پر بھروسہ کرتا ہے لیکن روحانی انسان اسباب کے پیدا کرنیوالے کو سامنے رکھتا ہے۔

احمدی قوم میں ذمہ داری کا احساس

دیکھو میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ احمدی قوم کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہونا چاہیئے، یہ احساس آج کم ہو گیا ہے لوگ شاید اس کو برا سمجھتے ہوں کہ غلطی کا اعتراف کیا جائے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوئی فرد یا قوم اس وقت تک زندہ رہتی ہے جب تک اس کو اپنی غلطیوں پر نظر اور ان کا احساس ہو۔ جب یہ احساس مر جائے تو قوم زندہ نہیں رہ سکتی،

ایک سخت وعید

انہی آیات میں آگے ایک بڑا وعید ہے فرمایا الا تنفروا یعذبکم عذاباً الیما منہ سے تو تم نے کہدیا کہ زندگی وقف کرتا ہوں اور جب نکلنے کے لئے کہا گیا تو حیلے اور بہانے بنا کر بیٹھ رہے خدا فرماتا ہے کہ اگر تم نہیں نکلو گے تو تمہارے لئے دردناک عذاب ہے ویستبدل قوماً غیرکم، ایسے ناویج ایسے کم ہمت اور دنیا پر گرے ہوئے لوگوں کی خدا کو ضرورت نہیں۔ تمہارا جو یہ خیال ہے کہ ہم نہ ہوں گے تو یہ ہو جائے گا یہ باطل خیال ہے، ہم تمہاری جگہ اور قوم لے آئیں گے، ولا تضروہ شیئاً تم اللہ کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکو گے۔

ہمارا فرض

یہ وعید بہت سخت ہے۔ ہمیں اپنے حالات پر غور کرنا چاہیئے ہم نے دنیا میں اپنا فرض ادا کرنا ہے اسلام کی خدمت کرنا اور اس کو دنیا میں پہنچانا ہے اپنے غلطی خوردہ بھائیوں کی اصلاح کرنی ہے اس کے لئے کوئی چیز ہمارے رستہ میں حائل نہ ہونی چاہیئے، ہاتھ پاؤں اور محنت اور جدوجہد کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا روٹی بھی جب پک کر آتی ہے تو جب تک ہاتھ سے لقمہ توڑ کر منہ میں نہ ڈالا جائے خود بخود منہ میں نہیں آ جاتا ان الذین یدعون من دونہ لا یستجیبون لہم بشیء الا کباسط کفیہ الی الماء لیبلغ فاہ وما ہو ببالغہ وما دعاء الکفرین الا فی ضلال۔ جو لوگ ہاتھ پاؤں نہیں ہلاتے اور چاہتے ہیں کہ ہر چیز ان کو حاصل ہو جائے ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے کہ وہ اس کے منہ میں آ جائے لیکن وہ نہیں آتا، وہ یاد رکھیں کہ خدا کے قانون کا انکار کرنے والوں کی پکار ضائع ہی جاتی ہے۔

ہر عہدہ دار کو اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہیئے

خدا کا قانون تو یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں ہلانے سے کامیابی ہوتی ہے، خدا کا قانون اٹل ہے، کوئی شخص چاہے

لا خدا کا قانون تبدیل کرنے تو وہ خود نا کام اور تباہ ہو جائے گا۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ ہم پر بڑی ذمہ داریاں ہیں۔ آپ میں سے ہر ایک شخص کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہونا چاہیئے اور جو شخص جس عہدہ پر بھی ہے اسے اس عہدہ کی ذمہ داری کو سمجھنا چاہیئے، جتنا کوئی شخص اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اتنی ہی اس کی ذمہ داری بھی بڑی ہے ایک عہدہ پر فائز ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ عہدہ دار ایک اور مخلوق بن گیا اور دوسروں پر اسے تفوق حاصل ہو گیا اور لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون کا مصداق ہو گیا۔ بلکہ اسے احساس ہونا چاہیئے کہ اس نے بڑی ذمہ داری اپنے کاندھوں پر لی ہے اس نے اپنے وجود سے ایک مثال قائم کرنی ہے جو دوسروں کے لئے اصلاح نفس اور خدمت دین کے لئے ایک نمونہ ہو۔ ہمارا سلسلہ دنیاوی سلسلہ نہیں۔ اس میں نمود اور حکومت کا کوئی شائبہ نہ ہونا چاہیئے اور نہایت عاجزی اور انکساری اور تمام خواہشات سے بالاتر ہو کر دین کی خدمت کرنی چاہیئے۔ ہاں بے شک جہاں اصول کا سوال ہو، یا سلسلہ کو نقصان کا اندیشہ ہو وہاں ہرگز نرمی نہ برتنی چاہیئے۔

امام وقت نے ہمارے لئے ایک لائحہ عمل تجویز کیا ہے۔ اس سے ہماری نظر ادھر ادھر نہ ہو کیونکہ کامیابی کا یہی راستہ ہے۔ پس ہر شخص اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھے کہ وہ ان پر عمل پیرا ہے یا نہیں میرا کام آپ سے بار بار درخواست کرنا ہے، ہم نے یہاں بیٹھے نہیں رہنا آخر خدا کے حضور پیش ہونا ہے وہاں بڑا سخت محاسبہ ہو گا۔

ناصران دین کے ساتھ امداد الٰہی

فرمایا الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا اگر تم محمد رسول اللہ صلعم کی امداد نہ کرو گے تو اسے کیا پروا ہے۔ اس کی امداد کرنے والا خدا تعالےٰ ہے، جس نے اس وقت اس کی امداد کی جب دشمنوں نے اس کو گھر سے باہر نکال دیا، اس کو تم سے کسی امداد کی ضرورت نہیں۔ وہ تو پکار کر کہتا ہے ما اسئلکم علیہ من اجر میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ امداد اگر تم نے کرنی ہے تو وہ خدا کے دین کی امداد ہے، اس سے آگے غار ثور کے واقعہ کا ذکر کیا ہے، قرآن عجیب کتاب ہے اس نے واقعات سے واضح کر دیا ہے کہ جو خدا کے دین کی نصرت کے لئے اٹھتا ہے خدا اسکی نصرت فرماتا ہے، فرمایا ہم نے محمد رسول اللہ کی اس وقت مدد کی . . . . . . جب کفار نے نکال دیا اس وقت غار ثور میں دشمنوں سے چھپ کر بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ دشمن سر پر آ پہنچا اگر وہ ذرا نظر نیچی کر کے دیکھے تو ہم اسے نظر آ جائیں، ایسی حالت میں محمد رسول اللہ صلعم کا ایمان دیکھئے، کوئی اور ہو تو اس کا دم ہی نکل جائے لیکن فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا۔ باوجودیکہ ظاہری اسباب مخالف ہیں۔ لیکن آپ کہتے ہیں خدا ہمارے ساتھ ہے اور فی الواقعہ دشمن کو حکم نہیں کہ نظر نیچی کر کے دیکھے یہ خدائی تصرفات ہیں جو ہمیشہ دین کی مدد کرنے والوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔

ہماری سابقہ حالت اور دعا کی ضرورت

اس ایمان کے ساتھ اٹھو، اسباب خدا پیدا کردیگا میں نے متعدد دفعہ کہا ہے کہ ہماری قوم نادار تھی، کوئی اس کی بنیاد نہ تھی، ایک خدا پر ایمان تھا، دل میں خدمت دین کی تڑپ تھی، اب تو ہمارے جلسوں میں غیر لوگ کم ہی آتے ہیں اس وقت مسجد کے باہر کا حصہ غیراز جماعت لوگوں سے بھرا ہوا ہوتا تھا اور وہ یہ دیکھ کر حیران ہو جاتے تھے کہ دو تین سو آدمی اور چندہ کیا ہے دو تین لاکھ، ہمارے سامنے انجمن حمایت اسلام تھی اس کا چندہ اس وقت دو تین ہزار سے نہیں بڑھتا تھا۔ باوجودیکہ تمام مسلمانوں کی انجمن تھی اب بھی خدا کے لئے اپنی روایت کو قائم رکھو اور قدم پیچھے نہ ہٹاؤ،

ایک چیز اور بھی ہے جس کی طرف متوجہ کرتا ہوں، کہ اس خالق ارض و سماء کو جو اس نظام کا قیم اس کا فرمانروا اس کا بادشاہ ہے۔ . . حضور گڑگڑا کر الحاح سے دعا کریں کہ وہ اس سلسلہ حقہ کے قیام اور استحکام کا سامان پیدا کر دے۔

درخواست دعا

فائدآباد سے ایک دوست بعض مشکلات اور پریشانیوں میں گھرے ہوئے ہونے کی وجہ سے احباب سے دعا کے خواستگار ہیں امید ہے احباب ان کے لئے . . .

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ گذشتہ جمعرات (۹ رمئی) کو سابق صوبہ سرحد کے دورہ پر تشریف لے گئے، دو چار روز تک واپسی کی امید ہے آپ کی غیر حاضری میں نماز جمعہ محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے پڑھائی۔

—— گذشتہ اتوار (۱۲ رمئی کو) محترم خانبہادر غلام ربانی خاں صاحب انجمن کی مجلس منتظمہ میں شرکت کے لئے لاہور تشریف لائے اور اسی شام مانسہرہ واپس چلے گئے۔

—— اتوار مورخہ ۱۲ رمئی کو پروفیسر عنایت علی خانصاحب مرحوم کی صاحبزادی طاہرہ سلیم کے رخصتانہ کی تقریب سعید عمل میں آئی۔ جس میں احباب جماعت کے علاوہ بہت سے غیر از جماعت معززین بھی مدعو تھے، محترمہ موصوفہ کا نکاح قبل ازیں ۲۸ راپریل کو حضرت امیر ایدہ اللہ نے محترم ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ کے فرزند احمد حسن خاں صاحب کے ساتھ پڑھا تھا، اور ڈاکٹر صاحب نے اس خوشی میں مبلغ ایک سو روپیہ انجمن کو مرحمت فرمایا تھا رخصتانہ کے موقعہ پر برات کی جو گوجرانوالہ سے آئی تھی) اور دیگر حاضرین کی تواضع پر تکلف دعوت طعام سے کی گئی، ہم اس کے لئے ڈاکٹر حسن علی اور پروفیسر صاحب مرحوم کی بڑی صاحبزادی محترمہ زہرہ نعیم اور دیگر لواحقین کو مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے۔

—— موضع چھ کسی ضلع ملتان سے راجہ عبد المجید صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ:۔

"مورخہ ۲۱-۳-۵۷ کو عزیزہ رفعت سلطانہ دختر شریفاں بیگم کا نکاح بعوض ۲۰۰۰ روپے مہر ڈاکٹر احسان الحق صاحب ایم بی بی ایس چک ۶۵/W.B تحصیل وہاڑی ضلع ملتان کے ساتھ موضع چھ کسی میں ہوا اللہ تعالیٰ جانبین میں مبارک کرے۔

سانحۂ ارتحال

عبد الکریم صاحب چپراسی انجمن، کے والد صاحب ضلع ہزارہ میں حرکت قلب بند ہو جانے سے فوت ہو گئے انا للہ و انا الیہ راجعون ہمیں اس صدمہ میں عبد الکریم صاحب اور دیگر تمام لواحقین سے دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت نصیب کرے احباب سے جنازہ . . .

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

محترم شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری

(۷)

بزرگانِ سلف کے اقوال کا خلاصہ

گذشتہ قسط میں میں نے بتلایا تھا کہ وہ بزرگ جو جسمانی معراج کے قائل ہیں وہ بھی اس جسم کی جو کیفیت بیان کرتے ہیں جو معراج میں حضور پُرنور صلعم کے ساتھ تھا وہ اس جسم عنصری کی کیفیت نہیں جو اس سفلی عالم میں آنحضور صلعم کے ساتھ رہا۔ مثلاً حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہی ہے کہ آنحضرت صلعم کی صرف رُوح مبارک کو ہی آسمانوں پر لے جایا گیا جسم آنحضور صلعم کا زمین پر ہی رہا لیکن آنحضور صلعم کی رُوح مبارک کو ایک نوع کا تعلق جسم کے ساتھ رہا اور یہ تعلق ان کے نزدیک موت کے بعد بھی قائم رہتا ہے اسے وہ نبی کریم صلعم کی خصوصیات میں شمار کرتے ہیں کہ زندگی کی حالت میں بھی آنحضور صلعم کی رُوح مبارک جسم سے علیحدہ ہو کر آسمانوں کی سیر کر آئی اور ان جگہوں میں پہنچ گئی جہاں دیگر انبیاء علیہم السلام کی صرف روحیں بعد موت مقیم ہیں وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلعم کے سوا اور کسی نبی کو یہ فضیلت عطا نہیں کی گئی کہ زندگی میں ان کی ارواح کو ان کے اجسام سے الگ کرکے آسمانوں پر پہنچایا گیا ہو یہ خصوصیت صرف نبی کریم صلعم کو ہی عطا کی گئی ہے کہ دنیاوی زندگی میں بھی آپ کی رُوح کو آپ کے جسم سے الگ کرکے آسمانوں پر پہنچا دیا گیا۔

قارئین کرام خود ہی غور کر لیں کہ جسمانی معراج کو تسلیم کرکے کس قدر تکلفات اور تاویلات رکیکہ سے انہیں کام لینا پڑا ہے ورنہ بات بالکل صاف تھی جس کو ہر شخص جانتا ہے کہ عالم رؤیا میں رُوح کے ساتھ جسم ضرور ہوتا ہے اور وہ ہر صاحب رؤیا کی قلبی اور روحانی حالت کے مناسب حال ہوتا ہے جس طرح نبی کریم صلعم کی رؤیا اپنی شان میں دیگر لوگوں کی صرف نہیں بلکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی رؤیا کے مقابل بھی نرالی کیفیت رکھتی ہے اسی طرح جو جسم عالم رؤیا میں آنحضور صلعم کو عطا ہوا وہ بھی نرالی شان ہی اپنے اندر رکھتا تھا حافظ صاحب محترم کی اس بات سے بھی مجھے اختلاف ہے کہ آسمانوں میں انبیاء سابقین کی صرف ارواح ہی مقیم ہیں ان کے ساتھ جسم کوئی نہیں، حالانکہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ مرنے کے بعد رُوح کو ایسا جسم عطا ہوتا ہے جو مرنے والے کے اعمال سے تیار ہوتا ہے۔

اسی طرح شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رح

نے بھی جسم کی جو کیفیت بیان کی ہے اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ عوام کی طرح جسم عنصری کے ساتھ معراج کے قائل نہیں، چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں تظھر

علی الجسد احکام الروح وتمثل الروح والمعانی الروحیۃ اجساداً ولذالک بان لکل واقعۃ من تلک الوقائع تعبیر

یعنی جسم پر رُوح کے احکام ظاہر ہوتے اور رُوح اور معانی رُوحیہ اجساد کی شکل میں متمثل ہوتے اسی لئے معراج کے واقعات میں سے ہر ایک واقعہ کی تعبیر ہے اس کے آگے وہ فرماتے ہیں:

وکذالک لاولیاء الامۃ لیکون علو درجاتھم عند اللہ کما لھم فی الرؤیا واللہ اعلم

یعنی اسی قسم کا معاملہ امت کے اولیاء کے ساتھ بھی ہوتا ہے تاکہ عالم رؤیا میں جو ان کی حالت ہوتی ہے، اسی کے مطابق اللہ تعالےٰ کے ہاں ان کے درجات کی بلندی ہو۔

اب ظاہر ہے کہ اس جسم عنصری پر تو رُوح کے احکام وارد نہیں ہوسکتے کیونکہ یہ جسم عنصری رُوح نہیں بن سکتا عالم رؤیا میں یا موت کے بعد بھی جو جسم عطا ہوتا ہے وہی شاہ صاحب مکرم کی بیان کردہ کیفیت کا حامل ہوسکتا ہے۔ شاہ صاحب مکرم نے بے شک یقظہ کا لفظ استعمال کیا ہے لیکن یقظہ کی بھی جو کیفیت بیان کی ہے وہ بھی کشف پر ہی چسپاں ہوتی ہے۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علماء ظاہری و علماء باطنی میں سے جن احباب نے بھی معراج پر محققانہ نظر ڈالی ہے وہ اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں جس کا اظہار میں نے شروع مضمون میں کیا ہے اور وہ یہ کہ معراج میں یہ جسم عنصری ساتھ نہ تھا بلکہ ایک نورانی جسم تھا جو نبی کریم صلعم کے کمالات کے لحاظ سے اپنے نورانی ہونے میں انتہائی کمال کو پہنچا ہوا تھا جس کی بصیرت اتنی تیز تھی کہ تمام معانی کو وہ پوری طرح دیکھ سکتی تھی، اور نہ ملکوت السمٰوٰت والارض میں جس قدر راز ہائے سربستہ ہیں جن کا علم حاصل کرنا انسان کے لئے ضروری اور مقدر دکھا گیا ہے ان تک یہ بصیرت مکمل طور پر رسائی حاصل کر سکتی تھی اور اس نے کر لی۔

گذشتہ اقساط میں یہ بھی واضح کیا جا چکا ہے کہ معراج میں جو نظارے آنحضرت صلعم کو دکھلائے گئے ان کا دامن قیامت تک پھیلا ہوا ہے اور وہ ان تمام اہم واقعات کو اپنے اندر لئے ہوئے ہیں جو امت کو پیش آنے والے تھے۔ اس قسط میں اللہ تعالےٰ کی توفیق سے اس کا ثبوت احادیث سے پیش کیا جا رہا ہے۔ بعد ازاں ان کی حقیقت پر سے پردہ اٹھایا جائیگا اور بتلایا جائے گا کہ کس طرح ان واقعات نے جو پیشگوئیوں کا رنگ اپنے اندر رکھتے تھے پورا ہو کر معراج کی عظمت اور نبی کریم صلعم کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

احادیث سے ثبوت

الخصائص الکبریٰ کی جلد اوّل کے صفحہ ۱۷۴ پر حضرت ابوہریرہ کی روایت سے ایک لمبی حدیث درج ہے اس میں علاوہ اور امور کے ان خاص انعامات کا بھی ذکر ہے جو اللہ تعالےٰ نے خصوصیت کے ساتھ نبی کریم صلعم پر کئے جس کا ترجمہ یہ ہے فرمایا "اے رسول (صلعم) میں نے تجھے اپنا خلیل اور حبیب بنایا اور تجھے تمام لوگوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا (خاتم النبیین ہونے کی طرف صریح اشارہ ہے) تیرے سینہ کو کھول دیا اور تیرے بوجھ کو ہلکا کر دیا۔ اور تیرے ذکر کو بلند کیا (کتنی زبردست پیشگوئی ہے اور کس شان سے پوری ہوئی) میرا ذکر نہیں کیا جائے گا مگر تیرا ذکر بھی ساتھ ہوگا (یہ پیشگوئی بھی کس شان سے پوری ہوئی ہے) تیری امت بہترین امت قرار دی گئی ہے جو لوگوں کے فائدہ کے لئے نکالی گئی ہے اور تیری امت اعلیٰ درجہ کی امت بنائی گئی ہے اور تیری امت کو ہی میں نے اولین و آخرین قرار دیا ہے (یہ الفاظ بھی نبی کریم صلعم کے آخری نبی ہونے اور امت محمدیہ کے آخری امت ہونے پر کھلی کھلی دلیل ہیں) تیری امت میں سے ایسے لوگ بھی پیدا کئے ہیں جن کے دل ان کی اناجیل ہیں میں نے تجھے سبعاً من المثانی عطا کی ہے جو پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی۔ میں نے تجھے خواتیم سورۃ البقرہ عطا کیں ہیں جو اس خزانہ سے دیئے گئے ہیں جو عرش کے نیچے ہے جو اور کسی نبی کو نہیں دی گئی تجھے کوثر عطا کی گئی ہے تجھے آٹھ حصے عطا کئے گئے ہیں (۱) الاسلام (۲) الھجرۃ (۳) الجہاد (معراج کو صرف مکہ تک ہی محدود کرنے والے غور کریں کہ مکہ میں تو مشہور مفہوم کے لحاظ سے جہاد کا نام و نشان بھی نہ تھا) (۴) الصلوٰۃ (۵) الصدقہ (۶) صوم رمضان (۷) امر بالمعروف ونہی عن المنکر (۸) آپ کو میں نے فاتح اور خاتم بنایا ہے پھر نبی کریم صلعم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ فضیلت دی ہے کہ مجھے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا..... تمام دنیا کے لئے بشیر و نذیر بنایا میرے دشمن کے دل میں میرا رعب ڈال دیا۔ یہاں تک کہ اگر میں ایک مہینہ کی مسافت پر ہوں تو وہ مجھ سے مرعوب ہو جاتا ہے غنائم میرے لئے حلال کی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں کی گئیں میرے لئے ساری زمین مسجد اور طہور بنائی گئی (ساری

زمین مسجد بنائے جانے کے الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں یہ الفاظ صریح پیشگوئی پر مشتمل ہیں کہ ساری دنیا میں مسجدیں تعمیر کرائی جائیں گی جن میں اللہ تعالے کا نام بلند کیا جائے گا اور خالص ایک خدا کی پرستش ہو گی اور زمین کے ہر کونہ میں حضور پُر نور کے انفاس طیبہ کے ذریعہ طہارت اور پاکیزگی کی ہوا چل پڑیگی فواتح الکلم اور خواتم الکلم اور جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں (گویا بالفاظ دیگر کامل شریعت عطا کی گئی ہے جس کا مقابلہ کوئی کتاب نہیں کرسکیگی) اور میری تمام امت مجھ پر پیش کی گئی اُن کے تابع بھی اور اُن کے متبوع بھی اور جو کچھ ان کو پیش آنے والا ہے اس میں سے کوئی چیز بھی مجھ پر مخفی نہیں رہی یہ الفاظ کسی تشریح کے محتاج نہیں کس وضاحت سے بتلایا گیا ہے کہ امت پر جو گذرنے والا ہے وہ تمام کا تمام معراج میں آپ پر منکشف کر دیا گیا جیسا کہ آیت اسرا کی تشریح میں انشاء اللہ بتلاؤں گا قرآن کریم بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے صرف اشارہ ہی نہیں بلکہ حدیث کے بیان کی پوری پوری تصدیق کر رہا ہے۔ حدیث کے الفاظ تابع اور متبوع کا آپ پر پیش کیا جانا صاف بتلا رہے ہیں کہ دنیاوی متبوع یا دینی متبوع دونوں آپ پر پیش کئے گئے ہیں دنیاوی متبوع جو حکمران طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اُن کے اچھے اور بُرے سب ہی آپ کو دکھلائے گئے ہیں جس سے لازم آتا ہے کہ ان کے زمانہ میں مسلمانوں کی اچھی اور بُری حالت کا نقشہ بھی آنحضور صلعم کے سامنے ضرور پیش کیا گیا ہے یعنی مسلمانوں کے عروج و زوال کی دونوں حالتوں سے آپ کو آگاہ کیا گیا اسی طرح متبوعین کا دوسرا طبقہ جو دینی اور روحانی حالت کی اصلاح کے لئے مامور ہوتا ہے وہ بھی آپ کو دکھلایا گیا اور ظاہر ہے کہ اس طبقہ میں تمام مجددین اور اولیاء امت اور مصلحین ربانی شامل ہیں جو وقتاً فوقتاً امت کی اصلاح کا بیڑا اٹھاتے رہے ہیں جب اس گروہ کا آپ پر پیش کیا جانا ثابت ہے تو اس کے صاف معنی ہیں کہ وہ تمام فسادات بھی آپ کے سامنے لائے گئے جو وقتاً فوقتاً امت میں رونما ہونے والے تھے اور قیامت تک ہوتے رہیں گے اور ان سیفی اور قلمی حملوں کا بھی پورا علم آپ کو دیا گیا جو دشمنانِ اسلام کی طرف سے وقتاً فوقتاً اسلام پر ہونے والے تھے غرضیکہ امت کی ہر حالت کا نقشہ آپ کو دکھلایا گیا اور چھوٹوں اور بڑوں اور محکوم اور حاکم اور مرید اور مرشد سب کے سب ہی آپ کے سامنے لائے گئے۔ یہاں تک کہ اس عظیم الشان اور بے مثال فتنہ کا نظارہ بھی آپ کو دکھلایا گیا جو دجالی فتنہ اور یاجوج ماجوج کے فتنہ کے نام سے موسوم ہے اور امت کا وہ عظیم الشان مصلح بھی آپ کے سامنے پیش کیا گیا جس کے ہاتھ پر دجالی طلسم کا پاش پاش ہونا مقدر کیا گیا ہے اس کے متعلق حدیث میں سابقہ اقساط میں بھی درج کر چکا ہوں اور آگے بھی اس کا مختصراً ذکر آتا ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ امت کے وہ افراد بھی حضور صلعم کو دکھلائے گئے جو کامل الایمان ہوں گے اور جن کے ایمان ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک ہوں گے اور وہ مومن بھی جن کے اعمال اچھے اور بُرے دونوں قسم کے اعمال پر مشتمل ہوں گے۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۷۲ پر ہے کہ آنحضور صلعم کو مجاہدین فی سبیل اللہ کی حالت۔ نماز میں سستی کرنے والوں کی حالت زکوٰۃ نہ دینے والوں کی حالت (ان الفاظ سے بھی معراج کے بعض حصوں کا مدنی ہونا واضح ہوتا ہے کیونکہ زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی ہے) امانت میں خیانت کرنے والوں کی حالت۔ اپنی بیویوں کو چھوڑ کر دوسری عورتوں کے پاس جانے والوں کی حالت ڈاکوؤں کی حالت ان خطیبوں کی حالت جو لوگوں کو نصیحت تو کرتے ہیں لیکن خود عمل نہیں کرتے یا امت میں اپنے خطبوں کے ذریعہ فتنہ پیدا کرتے ہیں حرام کھانے والوں کی حالت، سُود خوروں کی حالت یتامےٰ کے اموال کھانے والوں کی حالت، غرضیکہ ہر قسم کی نیکی کرنے والوں اور ہر قسم کی بدی کرنے والوں کی حالت اور ان کے انجام سے آپ کو آگاہ کیا گیا۔

یاجوج ماجوج کی طرف بعثت

دجالی فتنہ اور یاجوج ماجوج کے فتنہ نے چونکہ اُمت پر گہرا اثر ڈالنا تھا اس لئے ان دونوں فتنوں کا زیادہ وضاحت سے ذکر ہے۔ چنانچہ اسی کتاب کے صفحہ ۱۶۱ پر درج ہے عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثنی اللہ لیلۃ أسری بی الی یاجوج وماجوج فدعوتھم الی دین اللہ وعبادتہ فابوا ان یجیبونی فھم فی النار مع من عصی من ولد آدم وولد ابلیس یعنے ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ جس رات واقعہ اسراء پیش آیا اسی رات خدا تعالے نے مجھے یاجوج ماجوج کی طرف مبعوث کیا... میں نے ان کو اللہ کے دین اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دی لیکن انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پس وہ دیگر نافرمانوں کے ساتھ دوزخ میں ہیں (نبی کریم صلعم کا یاجوج ماجوج کو اسلام اور توحید کی طرف دعوت دینا خاص اہمیت رکھتا ہے یہ ظاہر ہے کہ یاجوج ماجوج کا زور قرآنی پیشگوئیوں کے مطابق آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ نبی کریم صلعم آخری زمانہ میں تو موجود نہیں ہوں گے لیکن حدیث کہتی ہے کہ نبی کریم صلعم انہیں دعوت الی الحق دیں گے اس سے ظاہر ہے کہ یہ کام امت کے ایسے شخص سے سر انجام پائے گا جو نبی کریم سے کامل مشابہت رکھتا ہوگا اور امتی ہونے کا مفہوم مکمل طور پر اس کے وجود میں پایا جائے گا اور وہ آیت استخلاف اور آیت آخرین منھم لما یلحقوا بھم کے ماتحت حقیقی معنی میں آنحضور صلعم کا کامل خلیفہ اور کامل بروز ہوگا تبھی تو آنحضور صلعم نے اس کی دعوت الی الحق کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اور اس حقیقت سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ یہ آخری زمانہ ہے اور قرآنی الفاظ وھم من کل حدب ینسلون کے ماتحت یاجوج ماجوج کا اثر و رسوخ پورے زوروں پر ہے اور انہوں نے خدا پرستی کی بجائے مادہ پرستی کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے اور اس غرض کو حاصل کرنے کے لئے پانی کی طرح روپیہ بہا دیا ہے اور ان کی سیاسی قوت انتہائی کمال تک پہنچ گئی ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ ان کے اس زور کو امت میں سے اگر کسی شخص نے توڑا ہے تو وہ وہی شخص ہے جس کا نام نامی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہے (خدا تعالے کی بے شمار برکتیں اس کی رُوح پر نازل ہوں) اور جو احادیث صحیحہ میں مسیح موعود اور مہدی معہود کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے۔ اور یہی شخص ہے جس نے نڈر ہو کر کھلے طور پر اس قوم کو دین اللہ اور خالص ایک خدا کی عبادت کی طرف دعوت دی ہے اور اسلام کے دامن کے ساتھ وابستہ ہونے کی طرف انہیں بلایا ہے اور اب تک اس کی جماعت اس فریضہ کو ادا کرنے میں مصروف ہے اور حدیث کے الفاظ کے مطابق ابھی تک اس قوم کا بیشتر حصہ نافرمانی کے نتیجہ میں مختلف قسم کی تلخیوں کی آگ میں اسی طرح جھلس رہا ہے جس طرح کہ نافرمان لوگ ہمیشہ سے جھلستے چلے آتے ہیں۔

سب انبیاء کا آنحضور صلعم کی اقتداء میں نماز پڑھنا

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۵۹ پر ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام جو دنیا میں مبعوث ہوئے ہیں اُن سب نے آنحضور صلعم کی اقتداء میں نماز ادا کی جس کے معنی یہ ہیں کہ ساری دنیا کے انبیاء علیہم السلام جن کی تعداد ایک لاکھ ۲۴ ہزار بتلائی جاتی ہے خواہ ان کا ذکر قرآن و حدیث میں صراحت کے ساتھ آیا ہے یا نہیں آیا ان تمام انبیاء کی امتوں کے آپ سردار ہیں اور ان سب امتوں پر واجب ہے کہ وہ آپ پر ایمان لائیں ورنہ وہ الٰہی برکات سے محروم رہیں گے چنانچہ واقعات اس قول کی صداقت پر شاہد ناطق ہیں کہ ہر قوم کے وہی افراد نعماء الٰہی سے متمتع ہوتے ہیں جو اسلام میں داخل ہو کر رسالت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دامن کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں باقی اس وقت تک ان روحانی برکات سے محروم چلے آ رہے ہیں۔

(باقی دارد)

مولوی شمس صاحب کی شگوفہ کاریوں اور موشگافیوں کا تجزیہ

ملک عزیز الرحمان صاحب

الفاظ کے پیچوں میں اُلجھتے نہیں دانا
غواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گہر سے

ایک مصنوعی فتنہ

جولائی ۱۹۵۶ء میں میاں محمود احمد صاحب نے بعض اغراض مشؤمہ کے حصول کے لئے اپنی روایتی حکمت عملی کے مطابق ایک فتنہ ساخت فرمایا۔ بعض افراد پر یہ الزام لگایا کہ وہ ساز باز کر رہے ہیں اور انکو ٹھکانے لگا کر حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی اولاد کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں۔ اپنے اشتعال انگیز خطبوں سے اس مصنوعی فتنہ کو فروغ دیا۔ حضرت خلیفہ اوّل کے دونوں بیٹوں کو جماعت سے خارج کیا۔ اُن کے خلاف مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان کی جماعتوں سے قرار دادیں پاس کرائیں اور اُن کو الفضل میں شائع کیا۔ تاکہ ساری جماعت اُن کو سلسلہ احمدیہ کا دشمن اور معاندین سلسلہ کا دوست سمجھیں۔ ان پر یہ بھی الزام لگایا کہ وہ اہل پیغام سے مل کر خلیفہ صاحب کو معزول کرنے کے درپے ہیں۔ اسی ضمن میں بعض نوجوانوں کو بھی جو وقف زندگی سے سیر ہو کر خلیفہ سے اجازت لے کر ربوہ چھوڑ آئے تھے اور اپنے اپنے دھندوں میں مصروف تھے۔ اس الزام میں لپیٹ لیا اور اُن کے اخراج کا اعلان کیا۔ اُن کے والدین سے اُن کو عاق کرانے کے منصوبے بنائے۔ الغرض ساری جماعت کو ایک خلفشار میں مبتلا کر دیا۔

حضرت مولانا نورالدینؓ کے متعلق نازیبا کلمات

چونکہ میاں صاحب موصوف کی اپنی نظریں اپنے بیٹے مرزا ناصر احمد صاحب پر لگی ہوئی تھیں اور اس کی جانشینی کے لئے رستہ ہموار کر رہے تھے۔ اس لئے ہر اس فرد کو جو ان کو مشکوک نظر آیا مورد عتاب بنایا۔ حتیٰ کہ ایک موقعہ پر حضرت خلیفہ اوّل کے خلاف نازیبا کلمات بھی کہہ دیئے کہ وہ اپنی اولاد کی غلط کاریوں کی بدولت خدا کے سامنے شرمندہ اور سرنگوں ہو کر جائیں گے۔ جس طرح حضرت ابوبکر اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کی وجہ سے خدا کے حضور شرمندہ اور منفعل ہوں گے۔ گویا الزامات کا دامن چودہ سو سال تک پھیل گیا۔

میاں بشیر احمد صاحب پر الزام

ایک مرحلے پر خلیفہ صاحب کے منجھلے بھائی میاں بشیر احمد صاحب بھی ہدف ملامت بن گئے۔ ان پر یہ الزام تھا کہ انہوں نے میاں عبدالوہاب کی سازشوں کی پردہ پوشی کی ہے۔ میاں بشیر احمد صاحب کے خلاف بھی خلیفہ صاحب کی کئی ایک تحریریں "الفضل" کے صفحہ اوّل پر طبع ہو کر شائع ہوئیں۔

میاں بشیر احمد صاحب کا غالیانہ مضمون

میاں بشیر احمد صاحب نے فوراً ایک مضمون لکھ دیا جس میں اس بات پر زور دیا کہ میاں محمود احمد صاحب اپنے مقام اور قرب الٰہی کی وجہ سے حضرت خلیفہ اوّل سے افضل ہیں اور قرآنی آیت فضلنا بعضھم علیٰ بعض کو اپنے دعوے کے اثبات میں پیش کر دیا۔ گویا (نعوذ باللہ) یہ آیت خلیفہ صاحب کی فضیلت کے لئے اُن کے منجھلے بھائی کے قلب پر نازل ہوئی تھی۔ اس تقابل میں جاسے قادیانیوں کے دل زخمی ہوئے۔ چونکہ وہ اپنے خلیفہ صاحب کی شطحیات سے مانوس ہو چکے تھے اور غلو میں راسخ ہو گئے تھے۔ وہ لب بستہ رہے۔

حضرت مولانا نورالدین اور انکے خاندان پر لعنتوں کی بوچھاڑ

زخم خوردہ احمدی عوام کی مصلحت اندیشانہ خاموشی سے شہ پا کر خلیفہ صاحب نے ۱۹۵۶ء کے سالانہ جلسہ پر مولوی نورالدین صاحب کے متعلق نازیبا کلمات کہنے سے گریز نہ کیا۔ ۱۹۱۴ء میں اور اس سے پہلے اپنے قتل کا ایک غیر مطبوعہ افسانہ کہہ سنایا۔ جس میں بین السطور حضرت مولوی صاحب پر زبان طعن دراز کی۔ حضرت مولوی صاحب کی اہلیہ یعنی خوشدامن کو ملاحیاں سنائیں۔ اُن کے دونوں بیٹوں پر لعنتیں بھیجیں اور جلسہ کے سامعین کو شامل کر لیا۔ لوگ حیران تھے کہ ان کے خلیفہ صاحب یکایک اپنے مرشد، اپنے استاد اور اپنے بلند مقام خسر یعنی حضرت مولوی صاحب کے خلاف کیوں ہو گئے۔ اس طرز عمل سے جماعت کی بوڑھی نسل یقیناً دل برداشتہ ہو کر ربوہ سے گھروں کو لوٹی ... حالانکہ یہی وہ لوگ تھے جو جماعت کی ریڑھ کی ہڈی تھے۔

"اہل پیغام" کا صلح جویانہ رویّہ

پہلے پہل اہل پیغام جو اختلافات کے باوجود ہمیشہ اس بات کے خواہاں رہے کہ کسی احسن طریق سے مغائرت ختم ہو اور دونوں جماعتیں مل کر حضرت مسیح موعود کے مشن کے لئے بنیان مرصوص ہو کر کام کریں ربوہ کے اس تشکیلی فتنے کو صرف نظر کرتے رہے۔ جب لزوم و پیکار کی آگ مقدس ہستیوں کے دامن کو جا لگی اور حضرت مسیح موعود کے مشن کی اساس خطرے میں پڑتی نظر آئی تو پیغام صلح میں صلح جویانہ انداز میں کچھ مقالے شائع ہوئے۔ اس صلح جوئی پر بھی ارباب ربوہ بڑے برہم ہوئے اور اپنے انداز میں اہل پیغام کو اپنے پیدا کردہ ابتلاؤں کا محرک قرار دیا۔

ڈاکٹر غلام محمد صاحب کا اہل ربوہ سے خطاب

وکمتہ دلا ئم کے خوف کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے ایک مقالہ بعنوان "اہل ربوہ سے خطاب" پیغام صلح میں شائع کیا۔ اس کے مخاطب "پاک دل" تھے۔ نہایت دلسوزی سے اُن کو نصیحت عزیزانہ" سے مخاطب کیا گیا تھا۔ مقصد صرف اتنا تھا" اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے"

ڈاکٹر صاحب نے ارباب ربوہ کو بعض حوالے اور حالات یاد کراتے ہوئے دعوت فکر دی اُن سے استدعا کی کہ وہ اس پر ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ اُن کے خلیفہ صاحب اسی اطاعت و عبودیت کے مستحق ہیں جس کا خراج وہ اُن سے وصول کر رہے ہیں۔

"پاکئ داماں کی حکایت"

مضمون کے دوران میں صرف ایک جگہ خلیفہ صاحب کی "پاکئ داماں کی حکایت" کی طرف اُچٹتا ہوا اشارہ کیا اور خلیفہ صاحب سے محض مصالحانہ انداز میں کہا کہ وہ اپنی شخصیت کے متنازعہ فیہ پہلوؤں پر اعتراضوں کا جواب دیں اور مباہلہ کے ذریعہ خدا سے فیصلہ طلب کریں۔ کیونکہ ان کا مسلسل اعراض اعتراضات کا موجب ہو رہا ہے۔ اور چونکہ وہ اپنے آپ کو مصلح موعود کہلوانے کے مدعی ہیں، وہ اپنی سیرت کے مسئلے کو طے کر لیں۔ ڈاکٹر صاحب کے مضمون میں کوئی لفظ تیغ نہ تھا۔ چونکہ خلیفہ صاحب اپنے متعلق بڑے حساس ہیں اور اپنی جماعت کو اپنی سیرت کی طرف متوجہ ہونے سے روکتے ہیں، ان کو دعوت فیصلہ بھی بڑی ناگوار گذری۔

شمس صاحب کا جواب

ڈاکٹر صاحب کے مضمون کا نکلنا تھا کہ الفضل میں مولوی جلال الدین شمس نے قسطوار مضمون لکھنے شروع کر دیئے۔ یہ ان کے فرسودہ علم الکلام کے مطابق بالکل اُلجھے ہوئے تھے۔ کہیں سے اینٹ اور کہیں سے روڑا لیکر ایک نظر فریب عمارت کھڑی کر دی۔ ڈاکٹر صاحب کے مضمون کے سوز و گداز کو طعن و تشنیع سمجھ کر سب [illegible] آ گئے۔ ارباب ربوہ کا یہ

دیرینہ اسلوب ہے کہ وہ مذاکرہ کو مباحثہ۔ مباحثہ کو مناقشہ اور مناقشہ کو مشاتمہ بنا لیتے ہیں۔ تاکہ اصل مفہوم نظروں سے اوجھل ہو جائے۔ اور قارئین کی نگاہیں خلیفہ صاحب کے دامن سے ہٹ کر دوسرے غیر ضروری پہلوؤں میں اُلجھ جائیں۔ ڈاکٹر صاحب اپنے ناقد کا مضمون پڑھ کر بے اختیار کہہ اُٹھے ہوں گے:-

کم نظر بے تابیٔ جانم ندید
آشکارم دید پنہانم ندید

ڈاکٹر صاحب قادیانی علم الکلام کے اسرار و رموز سے پوری طرح آشنا نہیں۔ اُن کو علم نہیں کہ قادیانی قلمکاروں کی خشونت کلام اور جارحانہ اقدام کا مقابلہ علاج بالمثل کے اصولوں سے ہو تو کامیاب ہو سکتا ہے۔

خلیفہ صاحب کی جائداد کا معاملہ

ڈاکٹر صاحب نے اپنے مضمون میں ایک جگہ لطیف چٹکی لی۔ اور خلیفہ صاحب کی جائیداد کا ذکر کیا جو جماعت کے چندوں سے بنی ہے۔ اس سے انہوں نے امامت کے تقاضوں سے غفلت کی طرف تیکھا اشارہ کیا۔ مولوی شمس صاحب نے جو علمی اعتراضوں کا قلمی جواب دینے کے خوگر ہیں۔ فوراً جواب میں لکھ دیا:-

"اشاعت اسلام کے نام پر تمام تحریکات کی آمدنی سے ذاتی جائیداد بنائی جا رہی ہے۔ ساری جماعت لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہنے کے سوائے اور کیا جواب دے سکتی ہے"

یہ لکھ کر بزعم خود سمجھ لیا کہ اعتراض کا جواب ہو گیا اور لعنت کا دھارا خلیفہ صاحب سے ہٹ کر جائداد سازی کے ملعون فعل کی نشاندہی کرنے والے کی طرف ہو گیا راقم الحروف تو اپنے ذاتی علم کی بناء پر محض توضیح مرام مولوی صاحب سے یہ کہنے کی اجازت چاہتا ہے کہ وہ منشی فتح دین صاحب سے دریافت فرمائیں کہ خلیفہ صاحب کب سے کتنی رقم انجمن کے خزانہ سے بطور قرضہ وصول فرما رہے ہیں۔ کیا خلافت مآب نے اس کی واپسی کو درخور اعتنا سمجھا ہے۔ کیا مولوی صاحب کو معلوم ہے کہ خلیفہ صاحب کے بھائیوں کے نام انجمن کا کتنا قرضہ نکلتا ہے کیا اس کی ادائیگی کی نوبت کبھی آئے گی؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ خلیفہ صاحب کے ایک مرحوم بہنوئی کے ذمے لاکھ روپے کی رقم ہنوز واجب الادا ہے؟

اب ذرا جائیداد کا تجزیہ ملاحظہ ہو۔ مرزا بشیر احمد صاحب نے الفضل مورخہ ۲ر جولائی ۱۹۱۴ء میں حضرت مسیح موعود کو مخاطب کر کے لکھا:-

"تو رئیس ابن رئیس۔ گاؤں کا حصہ دار، زمینوں کا وارث، باغ کا مالک۔ ایک خاص متمول خاندان کا ممبر۔ دس ہزار روپے کی ذاتی جائیداد کا متصرف تھا"

ربع صدی کے بعد یعنی ۱۱ر جولائی ۱۹۳۹ء کے الفضل میں خلافت مآب تحریر فرماتے ہیں:-

"چند سال ہوئے مجھے ایک مکان کی تعمیر کے لئے روپیہ کی ضرورت پیش آئی میں نے اندازہ کرایا تو مکان کے لئے اور اس وقت کی بعض ضروریات کے لئے دس ہزار روپیہ درکار تھے۔ میں نے خیال کیا کہ جائیداد کا کوئی حصہ بیچ دوں یا کسی دوست سے قرض لوں"

پھر ۹ر اپریل ۱۹۲۷ء کے الفضل میں خلافت مآب کا اعلان ہوتا ہے:-

"میرے پاس نقد روپیہ نہیں"

ان تحریروں سے عیاں ہے کہ خلافت مآب کی مالی حالت بڑی...... سقیم ہوتی جا رہی تھی۔ حضرت مسیح موعود کے ورثے سے جو حصہ ملا وہ کسی صورت میں ۲۵۰۰ روپے سے زیادہ نہیں ہو سکتا تھا۔ چونکہ نظر بظاہر اپنا کوئی دھندا نہ تھا۔ املاک میں انحطاط کا عمل جاری تھا۔ اب مولوی شمس صاحب اس کیفیت کو ذہن میں رکھیں اور پھر خلافت مآب کی درجن سے زیادہ کوٹھیوں۔ کاروں زرعی زمینوں، کے حدود اربعہ کو بھی خیال شریف میں لائیں۔ پھر وہ دعاوی بھی سامنے لائیں جو خلافت مآب نے کلیم کمشنر کے سامنے پیش کئے ہیں اگر معاملہ کے سارے پہلو ذہن میں مستحضر ہو جائیں تو مولوی صاحب مذکور کو علم ہو جائے گا کہ ان کی لعنت کا رخ کس طرف ہے!

خلافت مآب کی خلوتی زندگی

خلافت مآب کی خلوتی زندگی کا ذکر کرتے ہوئے مولوی صاحب نے فوراً حضرت مسیح موعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو میاں محمود احمد صاحب کے ساتھ بریکٹ کر کے اپنی دینی حس کے فقدان کا مظاہرہ فرما دیا۔ اس ضمن میں مولوی صاحب کی تحریر شطحیات بن کر رہ گئی ہیں حضرت مسیح موعود لوگوں کے ایمان کی تازگی کے لئے اپنی سیرت کے معاملے میں اپنے نقادوں سے ہر طرح نبرد آزما ہونے کے لئے ہمیشہ طیار رہتے تھے۔ لیکن کسی معترض کو جرات نہ ہوئی کہ تقویٰ و طہارت کے معاملے میں اُن سے مقابلے کی جرأت کر سکے۔ کیا میاں محمود احمد صاحب نے اپنے چال چلن کے معاملے میں کبھی معمولی سی جرأت سے بھی کام لیا ہے انہوں نے تو ۱۹۴۱ء کے جلسہ سالانہ کی تقریر میں کہہ دیا تھا۔ کہ مباہلہ جماعت کے عفیف ہونے یا نہ ہونے پر ہونا چاہیئے۔ امام کے لئے عفیف ہونا ضروری نہیں

حضرت عائشہ کی مثال

حضرت عائشہ کا ذکر کر کے مولوی صاحب نے تاریخ اسلام پر ظلم کیا ہے اس کا مفاد محض غلط مبحث ہے حضرت ام المومنین کے لئے آسمان سے برأت سورہ نور کی صورت میں نازل ہوئی۔ ادھر خلافت مآب اپنی برأت کے لئے پریس برانچ کے دروازے پر ہی دستک دے دے کر .... تھک گئے ہیں۔

تغلیط الزامات کے لئے عدالت میں جائیں

چونکہ خلافت مآب کی سیرت کا معاملہ انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی ہے اور اس سے ہزارہا لوگوں کے ایمان کا سوال وابستہ ہے۔ اس لئے ان پر لازم ہے کہ وہ قصر خلافت سے باہر جھانکیں اور اپنی سیرت پر اعتراضات کا مقابلہ کریں اور اسی طریق سے کریں جس طریق کو قرآن کریم نے مقرر کیا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ الزام لگانا بھی ایک جرم ہے۔ اور اس جرم کی سزا ضروری ہے۔ اس سزا کو عائد کرنا بھی تو خلافت مآب کا فرض ہے۔ تقریباً نصف صدی سے محرمان راز ہی بڑے وثوق سے سیرت کو محل نظر بتاتے ہیں۔ اس کے لئے مؤکد بعذاب قسمیں شائع کرتے ہیں۔ مباہلے کے لئے للکارتے ہیں۔ مگر خلیفہ صاحب ہیں کہ اپنے فرار اور گریز کو چھپانے کے لئے انبیاء کو درمیان میں لے آتے ہیں تاکہ حملے کا رخ ان کی طرف سے ہٹ جائے۔ ان پر فرض ہے کہ وہ موجودہ عدالتوں میں معاملہ کو لے جائیں۔ اور الزامات کی تغلیط کی پوری پوری سعی کریں۔ تاکہ ان کا دامن بھی صاف ہو جائے اور الزامات کا سلسلہ بند ہو جائے۔ یہ کوئی منطقی مسئلہ نہیں۔ یہ معاملہ ہے شواہد و قرائن کا۔ فوراً طے ہو سکتا ہے۔

آزاد جماعتی عدالت قائم کریں

اگر عدالتوں سے گریز ہے۔ تو خود اپنی جماعت میں اپنی برأت کے لئے ایک ایسی عدالت قائم کریں جو ہو جو اُن کے اثر سے آزاد ہو۔ اس میں فاروقی سنت پر عمل کرتے ہوئے فریق ثانی کی حیثیت سے پیش ہوں تاکہ حق و باطل میں تمیز ہو سکے۔ اور کم از کم ان کی سیرت سے جو ابتلا اور بحران پیدا ہو کر حضرت مسیح موعود کے مشن کے فروغ میں روک بنے ہوئے ہیں وہ تو دُور ہو جائیں۔ لوگ اطمینان کا سانس لے سکیں اور کہہ سکیں کہ اُن کے امام کی خلوتیں اجالوں سے خائف نہیں ہیں۔ بلکہ ہر احتساب کی حریف ہو سکتی ہیں۔

جماعت سے استخارہ کی اپیل کریں

ایک اور طریق بھی ہے وہ یہ ہے کہ وہ جماعت سے اپیل کریں کہ وہ ان کے چال چلن کے متعلق خدا سے روشنی طلب کریں۔ وہ استخارہ کریں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ان پر اُن کے امام کی سیرت کے عقدے وا کر دے لیکن مجھے پورا یقین ہے کہ وہ اس سے بھی گریز کریں گے کیونکہ انہوں نے الفضل مورخہ ۲۵ر فروری ۱۹۱۵ء میں خود اعلان کیا تھا:-

"لوگ مجھ پر حملے کرتے ہیں میں نے کب اپنے آپ کو پاک کہا ہے"

امریکہ کی مذہبی سرگرمیوں پر ایک سرسری نظر

ماسٹر محمد عبداللہ صاحب فیجی

یہ مضمون فجی براڈکاسٹنگ سٹیشن سے نشر کیا گیا:

ہر قوم میں نبی

انسان نے جب سے جنم لیا ہے۔ یا جب سے کائنات قائم ہے۔ خدا کی ذات کو منوانے۔ انسان کی اخلاقی حالت کو ٹھیک حالت میں رکھنے کے لئے مذہب کی ضرورت محسوس کی گئی ہے۔ اس حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے دنیا کے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلعم پر اللہ تعالیٰ نے یہ انکشاف فرمایا ولکل قوم ھاد۔ ہر ایک قوم کے لئے ہدایت دینے والا گذرا ہے۔ پھر فرمایا۔ قرآن میں ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ یعنی کوئی قوم ایسی نہیں گذری جس کے اندر خدا سے ڈرانے والا نہ آیا ہو۔ جس طرح بنی نوع انسان کونے کونے میں پھیل گئی ...

. . . .

اسی طرح بزرگوں کے نام اور مذاہب بھی اطراف عالم میں پھیل گئے اور ان کے پیروکاروں نے اُن کے مذہب کی تبلیغ کرنا اور ان کے نام کو زندہ رکھنے کی کوشش کرنا اپنا فرض قرار دیا۔

نئی دُنیا کی دنیوی ترقیات

جب آج سے چار سو برس پہلے ایک نئی دنیا کا پتہ یورپ کے سیاح کولمبس نے دیا۔ اور پھر ایک سو سال کے اندر کچھ آبادی ہوئی تو یورپ کے لوگوں کو اس ملک میں آباد ہو جانے کا خیال پیدا ہوا۔ ان لوگوں نے اپنی محنت اور مشقت سے اس ملک کو دنیا کے مشہور ملکوں کی صف میں کھڑا کر دیا۔ علم کی ترقی کے ساتھ سائنس اور انجنیئرنگ نے کمال حاصل کیا۔ آسمان سے باتیں کرنیوالی عمارتیں تعمیر کرائیں۔ بارش کے پانی کو کنٹرول کر کے ان علاقوں کو گلشن و گلزار میں تبدیل کر دیا۔ جہاں سالانہ بارش دس انچ سے زیادہ نہ ہوتی تھی۔ دُنیا کی سب سے اونچی اور سب سے لمبی پُلوں کے ذریعہ سے دو ایسے شہروں کو ملا دیا جن کو سمندر کا ایک حصہ جُدا کر رہا تھا۔ امریکہ جا کر آپ ایسے شہر بھی دیکھیں گے جن کی عمر دس برس سے زیادہ نہیں۔ لیکن اُن کی رونق، ان کی سڑکوں کی بناوٹ۔ اُنکے خوبصورت اور عالی شان مکان دیکھ کر آپ یہ خیال کریں گے کہ یہ شہر پچاس برس سے زیادہ عرصہ سے آباد ہے۔

نئی دنیا کی مذہبی سرگرمیاں

جہاں ان لوگوں نے دنیاوی کاموں میں کمال پیدا کیا۔ وہاں وہ اپنے مذہب سے بھی غافل نہیں ہوئے۔ ان عالیشان عمارتوں میں آپ ہر ایک شہر میں بہت سے گرجا گھر اور عبادت گاہیں بھی پائیں گے جو خوبصورتی اور شان و شوکت کے لحاظ سے دنیا کی مشہور عبادت گاہوں کی فہرست میں شمار کی جاتی ہیں۔ ایک ایک گرجے پر لاکھوں ڈالر خرچ کئے گئے ہیں، گرجا گھروں کے علاوہ یہودیوں کی عبادتگاہیں ہیں، بدھ دھرم اور رام کرشن مشن کے مندر مسلمانوں کی مسجدیں۔ اور سکھوں کے گردوارے دیکھنے کے قابل ہیں۔

امریکن مشنریوں کی قربانیاں

امریکن مشنریوں کی قربانیوں کا نقشہ دیکھنا ہو تو کیلے فورنیا کے مشہور پرانے مشنوں میں جایئے۔ جو آجکل ایک میوزیم یا عجائب گھر کے طور پر ہیں۔ اور ان کی پُرانی چیزوں کو دیکھنے کے لئے ہر روز سینکڑوں آدمی جاتے ہیں۔ ان مشنوں میں امریکہ کے پہلے مشنری ریورنڈ جونیپرو۔ کے کام اور ان کی قربانیوں کو دکھایا گیا ہے۔ ریورنڈ جُونیپرو کے رہنے کا چھوٹا کمرہ۔ اس میں موٹی رسی سے بُنی ہوئی کھاٹ۔ چٹائی۔ اور رُوئیں کا کمبل۔ کچن کے پرانے طرز کا سامان۔ کھیتی کے ہتھیار۔ کتابوں کے چھاپنے کے دستی پریس۔ اور ان کے ہاتھ کے لکھے چھپے ہوئے اشتہار اور ٹریکٹ۔ گرجا گھر کے پُرانے قیمتی [illegible] ان کے ساتھیوں کے رہنے کے کمرے۔ ڈائننگ روم کی سادگی اور عبادتگاہ وغیرہ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے۔ کہ ان مشنریوں نے کس قدر مشکلات اُٹھا کر مشن کا کام کیا۔ اور عیسائی مذہب کی وہاں کی پُرانی اقوام میں تبلیغ کی۔ اس موقعہ پر قومی کاموں کے کرنے والے مسلمانوں سے درخواست کروں گا کہ وہ حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر بزرگان اسلام کی سوانح حیات کا مطالعہ کریں۔ تو اُن کو معلوم ہو گا کہ انہوں نے بھی اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لئے کس قدر تکالیف اُٹھائیں۔

امریکی عبادت گاہوں کی خوبی

امریکن عبادت گاہوں میں خوبی یہ ہے، کہ عبادت کے لئے ایک بڑا ہال ہے۔ اس کے علاوہ اس کی نچلی منزل یا Basement میں ایک ہال ہے۔ جہاں عام دعوت ہوتی ہے۔ ہفتہ میں ایک شام کو ڈنر کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ اور چرچ کے ممبر ایک ڈالر دے کر کھانا حاصل کر سکتے ہیں۔ سب مل کر کھانا کھاتے ہیں۔ گانے گائے جاتے ہیں۔ لیکچر ہوتے ہیں، لطیفے بیان کئے جاتے ہیں۔ اس طرح یہ پُر رونق مجلس دو گھنٹے تک قائم رہتی ہے۔ اگر ایک سو ممبر جمع ہوتے ہیں۔ تو خرچ کاٹ کر چالیس پچاس ڈالر کی بچت آسانی سے ہو جاتی ہے۔ اگر قومی اور مذہبی فنڈ کو فائدہ پہنچانے اور قومی برادری اور جوش پیدا کرنے کے لئے اس سکیم پر عمل کیا جائے تو بہت فائدہ ہو گا۔

بچوں کی مذہبی تعلیم

عبادتگاہوں کے ساتھ کئی ایک بڑے کمرے ہیں۔ جہاں بچوں کو مذہبی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ بچے سکول کے بعد ہفتہ میں دو تین بار ایک دو گھنٹے کے لئے آ جاتے ہیں۔ اُن کو مذہبی گانے سکھائے جاتے ہیں۔ بائبل کی تعلیم دی جاتی ہے۔ فلم دکھائے جاتے ہیں۔ جو مشنری پراپیگنڈے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان کی جسمانی ترقی کے لئے کھیلوں کا بندوبست کیا جاتا ہے، آخر پر ... ان کی کیک بسکٹ، دودھ اور پھلوں سے تواضع کی جاتی ہے۔ کھانے پینے کی چیزیں چرچ کے مالدار ممبروں سے یا بڑی بڑی فرموں سے مفت حاصل ہو جاتی ہیں۔ ہمیں بھی سوچنا چاہئے کہ ہم نے اپنے بچوں کی مذہبی تعلیم کے لئے فیجی میں کیا بندوبست کیا ہے۔ اور اس کے لئے ہم نے کیا قربانی کی ہے۔ ہم اپنے بچوں کی دنیاوی تعلیم کے لئے روپیہ خرچ کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ لیکن بچوں کی مذہبی تعلیم کا ہمارے سامنے کوئی پروگرام نہیں ہے۔

مذہبی جماعتوں کی یُونیورسٹیاں

امریکہ میں تعلیم کا کنٹرول گورنمنٹ کے ہاتھ میں ہے۔ اور گورنمنٹ نے پرائمری سے لے کر یونیورسٹی تک مفت تعلیم دینے کی ذمہ داری لی ہوئی ہے۔ لیکن پھر بھی مذہبی جماعتوں نے قربانیاں کر کے اپنے اپنے سکول۔ کالج اور یونیورسٹیاں قائم کی ہوئی ہیں:

کیتھولک مشن کی یونیورسٹی "یُونیورسٹی آف سان فرانسسکو" امریکہ کی مشہور یونیورسٹیوں میں سے ہے اس کے اخراجات پورے کرنے کے لئے مالدار لوگ لاکھوں ڈالروں سے سالانہ امداد کرتے ہیں۔ امریکہ میں یہ خوبی ہے کہ مالدار لوگ خیرات کرتے وقت یہ خیال نہیں کرتے کہ وہ اپنے اپنے چرچ کی امداد کر رہے ہیں۔ یا دوسرے کی۔ اُن کی نظر بہت وسیع ہے۔ اور خیرات میں تنگدلی سے کام نہیں لیتے۔ مالداروں کی امداد کے علاوہ اس یونیورسٹی کا خرچ فیس سے پورا کیا جاتا ہے۔ فیس امریکن ۔۔۔

ووکنگ شاندار عید

(بسلسلہ صفحہ نمبر ۲)

"ووکنگ ریویو" - پرنس سامی (یہ ٹرلی کے انقلاب کے وقت وزیر اعظم کے صاحبزادے ہیں) - کرنل بلینہ ہیوٹ (صدر برٹش مسلم سوسائٹی) غیاث الدین صاحب سابق ہوم سیکرٹری پنجاب ...... بی بی سی (B.B.C) نے اپنی پوری گاڑی مع سامان ریکارڈنگ بھیجی تھی، اور سارے خطبہ کا ریکارڈنگ کیا۔

فطرانہ اور دیگر عطیات

نماز شروع ہونے سے پہلے فطرانہ جمع کیا گیا۔ والنٹیئر جستے لیکر صفوں میں پھرتے رہے۔ فطرانہ کی رقم پہلے سالوں کی نسبت بہت زیادہ جمع ہوئی - اسی سلسلہ میں یہ ذکر کر دینا موجب دلچسپی ہوگا کہ عید سے بہت پہلے ہماری اپیل پر ایک صد پونڈ کا عطیہ ہز ہائی نس آغا خان نے بھیجا تھا - برما کے ڈاکٹر ابن خاں صاحب اور ان کے داماد رشید صاحب (جو حکومت برما میں وزیر ہیں) کی طرف سے سات صد پونڈ سے کچھ اوپر رقم مرمت مسجد کے لئے ابھی وصول ہوئی ہے۔

کارکنوں کی دوڑ دھوپ

اہالیان مسجد اور لندن ہاؤس نے بڑی دوڑ دھوپ کی اور اس تقریب کے متعلق ضروریات بہم پہنچانے اور انتظامات کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا - اڑھائی تین ہزار آدمیوں کو کھانا کھلانا آسان کام نہیں - اور ساری تقریب کا سب سے مشکل حصہ یہی ہوتا ہے - اس میں میجر فارمر اور ان کے کاروباری مینیجر مسٹر ایلن (Allen) (یہ بھی مسلمان ہو گئے ہیں) کے علاوہ جن کو محنت شاقہ سے کام کرنا پڑا ہے - قریب کے ایک سکنڈری سکول میں پڑھنے والی ایرانی اور اور ہندوستانی مسلمان لڑکیاں ہیں - کھانا برتانے کا کام انہی آٹھ دس لڑکیوں نے سرانجام دیا -

ایک درجن دیگوں کی ضرورت

سب سے بڑی دقت یہ ہے کہ پلاؤ اور قورمہ پکانے کے لئے یہاں برتن نہیں ملتے - جو لمبوترے برتن یہاں ملتے ہیں وہ ہمارے ملک کی ایک دیگ میں چار پانچ آسانی سے آجاتے ہیں۔ اگر کسی مخیر دوست کو صدقہ جاریہ کی یہ صورت پسند خاطر ہو تو ایک درجن دیگیں ہمیں پہنچادیں - ان کا نام ان دیگوں پر کندہ کر دیا جائے گا - جہاز سے آجانا کوئی مشکل نہیں - اس کی ضرورت اس لئے ہے کہ اب جوں جوں سال گذرتے جاتے ہیں ووکنگ کی عیدیں ایک قومی میلہ کی شکل اختیار کرتی جاتی ہیں اور بعید نہیں کہ آیندہ دس سال میں تعداد چار پانچ ہزار تک پہنچ جائے - اس لئے انتظامات کی وسعت ساتھ ساتھ ہونی چاہیئے۔

مہمانوں کا شکریہ

باوجود ان مشکلات کے کھانا لینے والوں اور دینے والوں نے بڑے صبر سے کام کیا۔ مہمانوں کے تو ہم خاص طور پر ممنون ہیں کہ بڑی دیر تک قطاروں میں کھڑے ہونے کی زحمت گوارا کرکے ہمارے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ ووکنگ کی تاریخ میں اس طرح ایک اور خوشنما سنگ میل کا اضافہ ہوا۔ والسلام

خاکسار - محمد یعقوب خان

امریکہ کی مذہبی سرگرمیاں

(بسلسلہ صفحہ ۱۱)

بدیشی طلبا سے ۵۰۰ ڈالر سالانہ لی جاتی ہے۔ ینتھلک چرچ پرانے زمانے کی فن کاریگری کی یاد دلاتے ہیں اُن کے گرجوں کی اندرونی نمائش اور پینٹنگ ..... Paintings دیکھنے کے قابل ہے۔

سٹینفورڈ یونیورسٹی

پراٹسٹنٹ چرچ کی مشہور یونیورسٹی ... Polo Alto پلواٹو میں ہے - جو سانفرانسسکو سے ۲۵ میل کے فاصلے پہ ہے - اس یونیورسٹی کا نام "سٹینفورڈ یونیورسٹی" ہے - جو پانچ چھ میل کے رقبے میں ہے - اس میں فیس ۸۰۰ ڈالر سالانہ ہے اور یہ یونیورسٹی دنیا کی مشہور یونیورسٹیوں میں شمار ہوتی ہے - یونیورسٹی ٹاؤن میں جس کی آبادی چالیس ہزار کے قریب ہے - شراب فروخت کرنے اور نائٹ کلب کھولنے کی ممانعت ہے - اس یونیورسٹی کا ایک مشہور میڈیکل کالج ہے - اور اس کا ہسپتال سان فرانسسکو میں ہے۔

نصرت ٹائیٹل ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

ایڈیٹر - دوست محمد

پیغام صلح مورخہ ۱۵ رمئی ۱۹۵۷ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۔۔

جلد ۴۶ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۱ شوال المکرم ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۲ مئی ۱۹۵۷ء | نمبر ۲۰

کلام الامام علیہ السلام

ازیں بود کہ چو سالِ صدی تمام شود ❊ برآید آنکہ بدیں نائبِ خدا باشد

رسید مژدہ ز غیبم کہ من ہماں مردم ❊ کہ او مجددِ ایں دین و رہنما باشد

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ❊ ندائے فتحِ نمایاں بنامِ ما باشد

عجب مدار اگر خلق سوئے ما بدوند ❊ کہ ہر کجا کہ غنی مے بود گدا باشد

گلے کہ روئے خزاں را گہے نخواہد دید ❊ بباغِ ماست اگر قسمتِ رسا باشد

منم مسیح بیانگِ بلند مے گویم ❊ منم خلیفۂ شاہے کہ بر سما باشد

مقدر است کہ روزے بریں ادیم زمیں

ہزار ہا دل و جاں بر رہم فدا باشد

گلستانِ محمدؐ میں صبا کی آمد آمد ہے

مرتضےٰ خان حسن

حریمِ قدس میں شمعِ ہدیٰ کی آمد آمد ہے
گلستانِ محمدؐ میں صبا کی آمد آمد ہے

کِھلیں گے پھول ہر جانب عنادل چہچہائیں گے
چمن میں اب بہارِ جانفزا کی آمد آمد ہے

گھٹائیں رحمتوں کی چھا رہی ہیں آسمانوں پر
زمیں پر بارشِ لطفِ خدا کی آمد آمد ہے

زمانے کے حوادث سے زبوں حالت تھی ملت کی
مگر اب غیب سے فضلِ خدا کی آمد آمد ہے

گِھری تھی سخت گردابِ بلا میں کشتیٔ اُمت
خُدا کے رحم سے اب ناخدا کی آمد آمد ہے

گئی ظلمت جہاں سے اب خُدا کا نور چمکے گا
فلک پر اب مہِ فرخ لقا کی آمد آمد ہے

جہاں میں دَور دَورہ ہوگا اب یُمن و سعادت کا
بفضلِ ایزدی ظلِّ ہُما کی آمد آمد ہے

بس اب سب مشکلیں آسان ہو جائیں گی اُمت کی
زمانے میں شہِ مشکلکشا کی آمد آمد ہے

طلسمِ زورِ مرحب ٹوٹ جائیگا بس اک پل میں
علیؓ مُرتضیٰ شیرِ خدا کی آمد آمد ہے

خوشی کے شادیانے بج رہے ہیں آسمانوں پر
زمیں پر نائبِ خیرالوریٰ کی آمد آمد ہے

کھلا دروازہ رحمت کا مبارک ہو مسلمانو!
مبارک ہو! امامِ اولیاء کی آمد آمد ہے

بڑی مدت سے دُنیا منتظر تھی جس کی آمد کی
اُسی محبوبِ ربِّ دوسرا کی آمد آمد ہے

رسُولِ پاک نے سلمانؓ سے وعدہ کیا جس کا
اُسی مردِ مجاہد باخدا کی آمد آمد ہے

نوشتوں میں بصد عظمت امامُکم جو آیا ہے
اُسی موعودِ احمدؐ مجتبیٰ کی آمد آمد ہے

فلک پر چاند اور سُورج گواہی جسکی دیتے ہیں
اُسی مہدی شہِ مُلکِ ہدیٰ کی آمد آمد ہے

رسُول اللہؐ نے کعبہ میں دیکھا جس مسیحا کو
خدا شاہد اسی مردِ خدا کی آمد آمد ہے

عدوانِ محمدؐ کیوں نہ ہوں لرزہ براندام اب
بروزِ مصطفیٰؐ صلِّ علیٰ کی آمد آمد ہے

سنبھل جانا ذرا اے دشمنانِ دیں سنبھل جانا
کہ میدانِ غزا میں میرزا کی آمد آمد ہے

صدائے قُم باذن اللہ سے مُردے جئیں گے اب
زمانے میں مسیحِ باصفا کی آمد آمد ہے

نذرِ عقیدت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کا وصال ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہوا تھا، احمدیہ بلڈنگس لاہور وہ مقدس مقام ہے جہاں اس مامور ربانی نے راہ حق میں جہاد کرتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہا،

"پیغامِ صلح" اس تاریخ کو ہر سال اس برگزیدہ الٰہی کی یاد میں ایک خاص نمبر کے ذریعے نذرِ عقیدت پیش کرتا رہا ہے گذشتہ سالوں میں کئی ضخیم و حجیم نمبر اس سلسلہ میں شائع ہوتے رہے، ارادہ تھا کہ امسال بھی اسی شان کا پرچہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جائے لیکن بعض ناگزیر وجوہ کی بناء پر یہ آرزو پوری نہ ہو سکی، تاہم یہ چند صفحات بطور تبرک پیش کئے جاتے ہیں۔ گر قبول افتد زہے عزّ و شرف۔ ان چند صفحات میں حضرت مسیح موعود کے تجدیدی کارناموں پر ایک سیر حاصل مضمون ادارہ کی طرف سے پیش کیا گیا یہ مضمون اپنی نوعیت اور وسعت کے لحاظ سے ابھی نامکمل ہے، کئی باتیں ہیں جو بوجہ عدم گنجائش حذف کرنی پڑیں اور مضمون تشنۂ تکمیل رہ گیا ہے، توفیق الٰہی رفیق حال ہوئی تو پھر کسی موقعہ پر اس کو مکمل کر دیا جائے گا اگر کوئی صاحب استطاعت دوست اس کو کتابی صورت میں شائع کر سکیں تو بہتوں کی ہدایت کا موجب ہوگا۔

ایک ضروری اور اہم مضمون حضرت امیر مرحوم (مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے ارشاد فرمودہ خطبہ سے لیا گیا ہے جس میں حق کی اس سب سے بڑی تجلی کا ذکر کرتے ہوئے جو حضرت نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے ظہور میں آئی اور جس کی وجہ سے آپ کا وجود انبیاء میں ایسا ہے جیسا ستاروں میں آفتاب، یہ بتایا گیا ہے، کہ ہمارے اس زمانہ میں بھی حق کی ایک عظیم الشان تجلی حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے وجود سے پیدا ہوئی جو اولیاء و محدثین میں وہی شان رکھتی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان دوسرے انبیاء میں ہے، حضرت مرحوم و مغفور نے اسی ضمن میں ان کئی ایک روکوں کا ذکر کرتے ہوئے جو حضرت مسیح موعود کے رستہ میں تھیں تفصیل کے ساتھ بتایا ہے کہ ان کو آپ نے کس طرح صاف کیا اور آپ کے وجود سے کیا کیا انقلابات ظہور پذیر ہوئے یہ مضمون بھی اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک خاص خصوصیت رکھتا ہے اور غیر از جماعت طبقوں میں سلسلہ احمدیہ کے متعلق بہت سی غلط فہمیوں کو دور کرنے کا موجب ہو سکتا ہے۔

ایک نہایت اہم مضمون محترم شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے "مقام مسیح موعود و شان مہدی معہود" کے عنوان سے لکھا ہے، جس میں اس بات کو واضح کرتے ہوئے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ساتھ خلفائے راشدین اور کامل مومنین کی اتباع بھی ضروری ہے، مسیح و مہدی کی حیثیت اور شان کو واضح کیا گیا ہے، یہ ایک خاص نوعیت کا عالمانہ مضمون ہے، جو امید ہے قارئین کے لئے ازدیاد ایمان کا موجب ہوگا۔

محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے خطبہ جمعہ میں اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ جماعت احمدیہ کا مقصد بے نفسی اور للہیت کے ساتھ تبلیغ دین کے کام کو سرانجام دینا ہے، انہوں نے نفس کی غلامی سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کے مقام کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی نصیحت کی ہے کہ یہی فی الحقیقت جنت کی راہ ہے

اسی اشاعت میں محترم چیمہ صاحب کا ایک مضمون مخلوط انتخابات اور جماعت احمدیہ کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے، جس میں مودودی صاحب کے اس اضطراب کا نقشہ نہایت خوبصورتی سے کھینچا گیا ہے، جو مخلوط انتخاب کی صورت میں جماعت احمدیہ کی تکفیر کا مسئلہ برحل ہو جانے سے انہیں پیدا ہوا ہے، چیمہ صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں مودودی صاحب کے جوش و اشتعال کا تجزیہ کرتے ہوئے ان کی شاطرانہ چالوں کو جس طرح واشگاف کیا ہے

وہ انہی کا حصہ ہے اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

آخر میں ہم اس مکرم و محترم ہستی کا دلی شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتے جن کی ولولہ انگیز نظمیں ہمیشہ پیغام صلح کے صفحات کو مزین کرتی رہتی ہیں اور اس پرچہ میں بھی ان کی دو نادر نظمیں حضرت امام وقت کی شان میں پیش کی جا رہی ہیں، مولانا مرتضیٰ خان حسن کا وجود ہماری جماعت کے اہلِ قلم حضرات میں نہ صرف اس وجہ سے قابل قدر ہے کہ آپ ایک کہنہ مشق ادیب ہیں اور اسلام اور مسائل سلسلہ پر ان کے مقالات جو آئے دن پیغام صلح میں شائع ہوتے رہتے ہیں ایک نمایاں حیثیت رکھتے ہیں بلکہ ان کا شاعرانہ کلام اور ولولہ انگیز فارسی اور اردو نظمیں جس جذب و کشش کا موجب ہوتی ہیں وہ قارئین پیغام صلح سے پوشیدہ نہیں، آپ کی طبیعت کچھ عرصہ سے ناساز ہے باوجود اس کے نہ صرف یہ دو نظمیں اسی حالت میں انہوں نے لکھ کر دی ہیں بلکہ اور بھی بعض نظمیں اور مقالات لکھے ہیں جو وقتاً فوقتاً پیش ہوتے رہیں گے اس کے علاوہ مستقل تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی انہوں نے شروع کر رکھا ہے، اور ناسازی طبع کی حالت میں چارپائی پر بیٹھے ہوئے بھی یہ مشغلہ جاری ہے، کاش ان شاہپاروں اور ان کے منظوم کلام کے مجموعہ کی اشاعت کی کوئی صورت پیدا ہو سکے تو یہ ہماری تبلیغی سرگرمیوں کا ایک اہم جزو ثابت ہوگی جس سے کئی نفوس ہدایت یاب ہوں گے، احباب کرام سے درخواست ہے کہ سلسلہ کے اس قیمتی وجود کی صحت و سلامتی کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

ان چند الفاظ کے ساتھ ہم حضرت امام وقت مجدد زمان مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یاد میں یہ چند اوراق بطور ہدیہ محقرہ پیش کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے پڑھنے والوں کو نور بصیرت عطا کرے اور وہ اس امام برحق کی شناخت سے اس سعادت عظمیٰ کو حاصل کر سکیں جو ان کا ساتھ دینے والوں کے حصہ میں آئی ہے۔

اس پرچہ کی چند زائد کاپیاں چھپوائی گئی ہیں جو غیر از جماعت حلقوں میں تقسیم کرنے کے لئے ہمارے دوست چار آنہ کے ٹکٹ بھیجکر منگوا سکتے ہیں۔

ماہوار بلیٹن "دی پیس" کا اجرا

حق و صداقت کی اشاعت انسانیت کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ یہ فخر آج خصوصیت سے جماعت احمدیہ کو حاصل ہے۔ اس جماعت نے بنی نوع انسان کے سامنے حقیقی اور فطرتی لائحہ عمل رکھا ہے جس کا مقصد دنیا کے سامنے اسلام کا صحیح اور حقیقی تصور پیش کرنا ہے۔ اس مقصد کے حصول میں اس جماعت کی کامیابی کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ اس نے اشاعت و تبلیغ کا کام بڑے وسیع پیمانہ پر جاری کر رکھا ہے۔ اس جماعت کے تبلیغی لٹریچر کی نوعیت اور اشاعت و تقسیم کا معیار بہت بلند ہے اور تبلیغ کے رستے روز افزوں کھلتے جا رہے ہیں جن کی طرف عملی قدم بڑھانا ضروری سمجھا جاتا ہے اسی سلسلہ میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ بنگالی زبان میں ایک مذہبی اور تبلیغی جریدہ کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی تاکہ بنگلہ زبان جاننے والوں کو خدمتِ اسلام کے اس اہم کام سے آگاہ کیا جا سکے جو جماعت احمدیہ سرانجام دے رہی ہے اور اسلام کا وہ روشن چہرہ انہیں دکھایا جا سکے جو حضرت مجدد وقت اور آپکی جماعت نے پیش کر کے سینکڑوں قلوب کو نور ایمان سے بھر دیا، خدا کا شکر ہے کہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے "دی پیس" The Peace کے نام سے ایک ماہوار جریدہ گذشتہ دو ماہ سے ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام نکلنے لگا ہے۔ اس کی تدوین و ترتیب جماعت کے ایک مستعد بنگالی نوجوان محترم محمد عبدالستار صاحب کے ذمہ ہے، موصوف کچھ عرصہ سے دینی تعلیم کیلئے بنگال سے تشریف لائے ہوئے ہیں، جریدہ کی طباعت و اشاعت کے مصارف فی الحال ایسوسی ایشن نے اپنے ذمہ لے رکھے ہیں۔

"دی پیس" کے دو مستقل مضمون قرآن کریم کا بنگالی ترجمہ اور تفسیری نوٹ اور سیرت خیر البشر مصنفہ حضرت مولٰنا مولوی محمد علی صاحب امیر مرحوم کا بنگالی ترجمہ ہیں اس کے علاوہ ضرورت وقت کے تحت اسلامی تعلیم و تبلیغ کے موضوع پر مختلف مضامین کی اشاعت بھی ایسوسی ایشن کے مدنظر ہے امید ہے کہ [illegible]

جلسۂ یومِ وصال

۲۶ مئی کو بروز اتوار بوقت آٹھ بجے صبح مسجد احمدیہ بلڈنگس میں بتقریب یوم وصال مسیح موعود ایک جلسہ منعقد ہوگا، جس میں متعدد بزرگان ملت تقاریر کریں گے

حضرت مجدد وقت کے تجدیدی کارنامے

ادارہ پیغام صلح

اسلام آج سے ساٹھ سال پہلے

حضرت مرزا غلام احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے منصب مجددیت پر فائز ہو کر اسلام کی کیا خدمات سرانجام دیں؟ دین اسلام کی تجدید کس رنگ میں کی؟ اور کونسے وہ امور ہیں جن کی بناء پر یہ تسلیم کیا جا سکتا ہو کہ وہ فی الواقعہ اس عظیم الشان منصب پر فائز اور اس کے اہل تھے جو مجددیت کے نام سے امت محمدیہ میں تیرہ سو سال سے چلا آتا ہے۔

اس سوال کا جواب دینے سے پہلے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اس زمانہ کے حالات کو دیکھا جائے جب حضرت مسیح موعود علم مجددیت لے کر کھڑے ہوئے کیونکہ جب تک کسی امر کا پس منظر سامنے نہ آئے اس کی حقیقت اور اہمیت پورے طور پر واضح نہیں ہو سکتی۔ ہمیں اس زمانہ کی سیاسی و معاشرتی یا اخلاقی حالت پر نظر ڈالنے کی ضرورت نہیں، ہمیں صرف یہ دیکھنا ہے کہ مذہب جو تمام اخلاق کا سرچشمہ اور دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود کا حقیقی ذریعہ ہے اس وقت کس حالت کو پہنچا ہوا تھا اور اسلام کی حیثیت مذہبی دنیا میں کیا تھی اور آج کیا ہے؟ اس سلسلہ میں جب آج سے ساٹھ سال پہلے کی تاریخ کے صفحات کو الٹ کر دیکھا جائے، تو ہمیں نظر آتا ہے کہ .... مذہبی دنیا اس وقت جنگ و جدال کا ایک اکھاڑہ بنی ہوئی تھی، ایک طرف یورپ میں فلسفہ دہریت و الحاد کا جال پھیلا رہا تھا، اور مذہبی دنیا اس سے مرعوب ہو کر اپنے اصولوں کی کتر بیونت میں مشغول تھی، تاکہ کسی طرح مذہب کا نام ہی باقی رہ جائے خواہ اس کا ڈھانچہ دہریت و الحاد ہی کا پیکر ہو۔ ہندو مذہب میں آریہ سماج نے روح و مادہ کی ازلیت کا عقیدہ پیدا کر کے فلسفہ یورپ سے اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی برہمو سماج، دیو سماج اور کیا کیا سماج پیدا ہوئے جنہوں نے مذہب اور الہام کے خدا کی طرف سے آنے بلکہ خدا کی ہستی کا بھی انکار کر دیا اور پھر بھی ہندو کے ہندو رہے، مسلمانوں میں سر سید احمد خاں نے (خدا ان کے نیک کاموں کی ان کو جزائے خیر دے) اسلام کو نیچریت کا لباس پہنا کر فلسفہ یورپ کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے، و علٰی ھذا القیاس۔ ایک طرف فلسفہ و مذہب کی یہ جنگ اور دوسری طرف مذاہب کا یہ باہمی جنگ و جدال اور ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش دنیائے انسانیت کو مذہب سے بیزار اور متنفر کرنے کا موجب تھی، اگر یہ جنگ و جدال اسی حد تک محدود رہتا کہ ہر مذہب کا حامی صرف اپنے ہی مذہبی اصولوں کی معقولیت اور تفوق پر زور دیتا اور دوسروں پر حملہ آور نہ ہوتا تو شاید یہ جنگ عقل سلیم رکھنے والوں کو کسی اچھے نتیجہ کی طرف لے جاتی، لیکن ہر مذہب نے اپنی بہتری اسی میں سمجھی کہ دوسروں کو برا بھلا کہا جائے، دوسروں کی عیب چینی کی جائے۔ اور ان کی بری سے بری تصویر کھینچ کر لوگوں کو متنفر کیا جائے۔

اس جنگ و جدال میں اسلام سب سے بڑھ کر دوسروں کے حملوں کا آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اسلام کی جو گھنونی تصویر خود مسلمانوں کی کوتاہ علمی سے بن چکی تھی، اس کی وجہ سے فلسفہ و سائنس بھی نہایت دلیری کے ساتھ اس پر حملہ آور تھے اور دوسرے مذاہب بھی اس کو سب سے بڑھ کر تمسخر و استہزا کا محل ... بنا رہے تھے، اور کوئی نہ کہہ سکتا تھا کہ اسلام اس دوطرفہ جنگ سے کسی طرح بھی عہدہ برآ ہو سکتا ہے، اسے کوئی دن کا مہمان سمجھا جاتا تھا اور خود مسلمان، مسلمان کہلاتے ہوئے اس سے متنفر اور دہریت و الحاد کے شکار ہو چکے تھے، الّا ماشاء اللہ یا آریہ سماج اور عیسائیت انہیں اپنے آغوش میں لئے چلی جا رہی تھی،

اس حالت کا نقشہ خود حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام میں نہایت وضاحت کے ساتھ کھینچا ہے آپ علماء کے زمانہ کے پست اور مردہ خیالات کا ذکر کرتے ہوئے جو وہ اسلامی حقائق کے متعلق رکھتے ہیں اور ان کفرناموں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو حقائق عالیہ اور معارف دقیقہ کے بیان کرنے کی وجہ سے آپ پر دیئے گئے لکھتے ہیں:۔

"ادھر تو اندرونی طور پر یہ آفت ہے جس کا میں نے مجمل طور پر ذکر کیا ہے اور مخالف قوموں کا کیا حال بیان کیا جائے کہ وہ اعتراضات و شبہات سے ایسے لدے ہوئے ہیں کہ جیسے ایک درخت کسی پھل سے لدا ہوا ہوتا ہے، ان کے کینے ہمارے زمانہ میں بہت بڑھ گئے ہیں، اور ہر ایک نے اپنی طاقت اور استعداد کے موافق اسلام پر اعتراض کرنے شروع کئے ہیں اگر ہمارے مخالفوں میں سے کوئی شخص علم طبعی میں دخل رکھتا ہو تو وہ اس طبیعاتی طرز سے اعتراض کرتا ہے اور یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اسلام علم طبعی کی ثابت شدہ صداقتوں کے مخالف بیان کرتا ہے اور اگر کوئی مخالف طبابت اور ڈاکٹری میں کچھ حصہ رکھتا ہے تو وہ انہی تحقیقاتوں کو سراسر دھوکہ دہی کی راہ سے اسلام پر اعتراض کرنے کے لئے پیش کرتا ہے اور اس بات پر زور دیتا ہے کہ گویا اسلام ان تجارب مشہودہ محسوسہ کے مخالف بیان کر رہا ہے جو نئی تحقیقاتوں کے ذریعہ سے کامل طور پر ثابت ہو چکے ہیں اسی طرح حال کے علم ہیئت پر جس کو کچھ نظر ہے وہ اسی راہ سے اسلام پر اپنے اعتراضات وارد کر رہا ہے، غرض جہاں تک میں نے دریافت کیا ہے تین ہزار کے قریب اعتراضات قرآن کریم کی تعلیم اور ہمارے سید و مولیٰ کی نسبت کوتہ بینوں نے کئے ہیں"

ان اعتراضات کا نتیجہ کیا تھا؟ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، مسلمانوں کے دلوں سے اسلام پر سے ایمان اٹھ گیا۔ اور انہوں نے یقین کر لیا کہ یہ مذہب موجودہ زمانہ کی علمی روشنی کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا، رسمی طور پر مسلمان کہلاتے تھے لیکن دلوں سے نور ایمان اٹھ چکا تھا، اور خدا کی ہستی اور اسلام کی صداقت ایک امر موہوم نظر آتا تھا۔ مسلمانوں کی اس بگڑی ہوئی حالت اور ان کے اخلاق و اعمال کا ذکر کرتے ہوئے مولانا حالی نے اسلام کا جو نقشہ اپنی مسدس میں کھینچا ہے وہ ذیل کے اشعار سے واضح ہے ؎

مگر دین حق کا بوسیدہ ایوان
تنزل میں مدت سے ہیں جسکے ارکان
زمانہ میں ہے جو کوئی دن کا مہمان
نہ پائیں گے ڈھونڈے سے جسے پھر مسلماں
عزیزوں نے اس سے توجہ ہٹالی
عمارت کلاس کی ہے اللہ والی

فلسفہ و سائنس کے اعتراضات کا مقابلہ

یہ وہ حالت تھی جب حضرت مسیح موعودؑ دعوئے مجددیت لیکر کھڑے ہوئے، ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ آپ نے اس حالت کو سدھارنے، فلسفہ و سائنس کا مقابلہ کرنے اور غیر مذاہب کے اعتراضات کا جواب دینے اور ان کے باطل اعتقادات کا قلع قمع کرتے ہوئے اسلام کی صحیح اور روشن تصویر کو آشکارا کرنے اور مسلمانوں کے دلوں کے اندر نور ایمان پیدا کرنے میں کہاں تک کامیابی حاصل کی کہا جاتا ہے کہ دوسرے لوگ بھی اس حالت کا مقابلہ کرنے میں کوشاں تھے یہ صحیح ہے کہ بعض لوگوں نے اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے اسلام کی حمایت میں کتابیں اور مضامین لکھے، لیکن جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں وہ اسلامی عقائد کو فلسفہ و سائنس کے قالب میں ڈھال کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ موجودہ سائنس و فلسفہ کے مخالف نہیں بلکہ اس کے اصولوں سے بکلی مطابقت رکھتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کا مسلک اس سے بالکل مختلف تھا وہ

جانتے تھے کہ فلسفہ و سائنس کے اصول ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں، انسانی عقلوں کا اختلاف اور زمانہ کی نئی نئی دریافتیں ثابت کرتی رہتی ہیں کہ ایک فلسفی کا پیمانہ علم خواہ کتنا بڑا ہو لیکن اس عقل کُل کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا جو دنیا کی پیدائش کا موجب اور اس کے رازوں سے پوری طرح واقف ہے، مذہبی صداقتوں کو جو اس رازدان حقیقی کی طرف سے الہام کی گئی ہیں کسی طرح غلط قرار نہیں دیا جا سکتا اور نہ ان کو توڑ مروڑ کر فلسفہ و سائنس کے مطابق کرنا جائز ہے، بلکہ اگر کوئی مذہبی صداقت زمانہ کی دستبرد سے محفوظ ہے، تو غور کرنے پر نظر آجائیگا کہ جو حقیقت اس کے اندر پنہاں ہے، فلسفہ و سائنس اس سے عاری ہے اور اسے آخر کار مذہب ہی کے آگے جھکنا پڑے گا، حضرت مرزا صاحب نے اسلام کو اسی نقطہ نظر سے موجودہ علمی دنیا کے سامنے پیش کیا اور صاف کہا کہ:-

"اس زمانہ میں جو مذہب اور علم کی نہایت سرگرمی سے لڑائی ہو رہی ہے اس کو دیکھ کر اور علم کے مذہب پر حملے مشاہدہ کرکے بیدل نہیں ہونا چاہیئے کہ اب کیا کریں یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ اب زمانہ اسلام کی روحانی تلوار کا ہے جیسا کہ وہ پہلے کسی وقت اپنی ظاہری طاقت دکھلا چکا ہے"

اس کے ساتھ ہی آپ نے نہایت واضح لفظوں میں یہ خوشخبری دنیا کو سنائی کہ:-

"یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں بھی دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہوگا اور اسلام فتح پائیگا حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں کیسے ہی نئے نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ کر آویں مگر انجام کار ان کے لئے ہزیمت ہے، میں شکر نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام کی اعلیٰ طاقتوں کا مجھے علم دیا گیا ہے جس علم کی رو سے میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفہ جدیدہ کے حملہ سے اپنے آپکو بچائے گا بلکہ حال کے علوم مخالفہ کو جہالتیں ثابت کر دیگا اسلام کی سلطنت کو ان چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں ہے جو فلسفہ اور طبعی کی طرف سے ہو رہی ہیں اس کے اقبال کے دن نزدیک ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ آسمان پر اس کی فتح کے نشان نمودار ہیں یہ اقبال روحانی ہے اور فتح بھی روحانی"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۵۴-۲۵۵)

اور پھر سرسید احمد خاں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:-

"میں متعجب ہوں کہ آپ نے کس سے اور کہاں سے سن لیا اور کیونکر سمجھ لیا کہ جو باتیں اس زمانہ کے فلسفہ اور سائنس نے پیدا کی ہیں وہ اسلام پر غالب ہیں، حضرت خوب یاد رکھو کہ اس فلسفہ کے پاس تو صرف عقلی دلائل کا ایک ادھورا سا ہتھیار ہے اور اسلام کے پاس یہ بھی کامل طور پر اور دوسرے کئی آسمانی ہتھیار ہیں پھر اسلام کو اس کے حملہ سے کیا خوف، پھر نہ معلوم کہ آپ اس فلسفہ سے کیوں ڈرتے ہیں اور کیوں اس کے قدموں کے نیچے گرے جاتے ہیں" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۵۵)

یہ وہ ایمان تھا جو اس تاریکی اور ظلمت کے زمانہ میں حضرت مرزا صاحب کے دل میں موجزن تھا۔ اسی ایمان کو انہوں نے دنیا کے سامنے پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

"خدا تعالیٰ کا قرآن شریف میں یہ وعدہ ہے کہ جو شخص ایمانی طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت مان لیوے تو اگر وہ مجاہدات کے ذریعہ ان کی حقیقت کو دریافت کرنا چاہے وہ اس پر بذریعہ کشف اور الہام کھولے جائیں گے اور اس کے ایمان کو عرفان کے درجہ تک پہنچایا جائے گا اور اس وعدہ کا صدق ہمیشہ راستبازوں پر جو مجاہدات سے خدا تعالیٰ کو ڈھونڈتے ہیں ظاہر ہو جاتا ہے غرض جو بات مومنوں کی معمولی سمجھ سے بالاتر ہے اس کے دریافت کرنے کی یہ راہ نہیں ہے کہ وہ فرقہ ضالہ فلاسفروں کے دست نگر ہوں اور گم گشتہ سے راہ پوچھیں بلکہ ان کے لئے صدق اور صبر سے عرفان کا مرتبہ عطا کیا جاتا ہے جس مرتبہ پر پہنچکر تمام عقدے حل ہو جاتے ہیں"

سب سے پہلا تجدیدی کارنامہ

چنانچہ اس مرد خدا کو اس کے صدق اور صبر کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے عرفان کا ایسا مرتبہ عطا فرمایا کہ اسلام کی صداقت اور معقولیت کے بارہ میں تمام عقدے اس پر حل ہو گئے اور اس نے ان حل شدہ عقدوں کو دنیا کے سامنے اس طرح پیش کیا کہ اسلام کا ایک منور چہرہ دنیا کے سامنے آ گیا اور اس کے پاس بیٹھنے والوں کا ایمان بھی عرفان سے بدل گیا، آپ کی سب سے پہلی کتاب براہین احمدیہ کو پڑھیئے، کس تحدّی کے ساتھ مخالفین اسلام کو چیلنج کیا ہے، کس جرأت کے ساتھ اسلام کی صداقت اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں وہ دلائل پیش کئے ہیں جن کو پڑھ کر کوئی شخص اسلام کی معقولیت کا قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، ان دلائل کو توڑنے کے لئے آپ نے جو انعام مقرر کیا مخالفین اسلام میں سے کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ آپ کی دی ہوئی رعایت کے مطابق ان کے دسویں حصہ ہی کو توڑ کر انعام حاصل کر سکتا

یہ وہ عظیم الشان نشان ہے جس کو آپ کی شان مجددیت کا ایک روشن کارنامہ کہا جائے تو صحیح ہے۔

حضرت مرزا صاحب کے اس ایمان افروز اقدام کا یہ نتیجہ ہے کہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ وہ مایوسی جو اسلام کے متعلق چودھویں صدی کے آغاز میں نظر آتی تھی، آج مبدل بہ ایمان ہو چکی ہے، فلسفہ و سائنس سے وہ مرعوبیت جو آج سے آٹھ سال پہلے متکلمین اسلام میں پائی جاتی تھی، آج باقی نہیں رہی اور اسلام کی معقولیت کی دنیا قائل ہو چکی ہے، یہ وہ سب سے بڑا تجدیدی کارنامہ ہے جو حضرت مرزا صاحب نے سرانجام دیا۔

احمدیت ـــ زمانہ حال کی ایک ہی تحریک تجدید

پوچھا جائے گا کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے علم کلام کی وجہ سے یہ حالت پیدا ہوئی؟ اس کے جواب میں ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ تحریک احمدیت کے سوا اور کونسی دوسری تحریک تھی جس نے گذشتہ نصف صدی میں اسلام کی صداقت معقولیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت پر انگریزی اُردو اور دیگر زبانوں میں لٹریچر شائع کیا، کونسی تحریک ہے جس نے اس تحدّی کے ساتھ اسلام کو دنیا میں پیش کیا جیسا کہ حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت سے ظہور میں آیا ہے؟ کونسی دوسری تحریک ہے جس نے اس مایوسی کو جو اسلام کے متعلق خود مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہو چکی تھی دور کرکے نور ایمان دلوں کے اندر پیدا کر دیا؟ اور یہ نور ایمان یہاں تک چمکا کہ حضرت مرزا صاحب کے ماننے والوں نے اسلام کا جھنڈا یورپ و امریکہ کی مادہ پرست زمین میں جا گاڑا، ہاں احمدیت کے سوائے کونسی ایسی تحریک ہے جس نے قرآن کریم کے تراجم اور بلند پایہ اسلامی لٹریچر دنیا میں شائع کیا جس کو پڑھ کر فضلائے مغرب اسلام کی صداقت معقولیت کے بہت حد تک قائل ہو گئے اور ہوتے جا رہے ہیں۔ اگر اور کوئی تحریک دنیا میں ایسی پیدا نہیں ہوئی، اور یہ صرف حضرت مرزا صاحب کا کارنامہ ہے کہ آپ نے ایسی جماعت پیدا کر دی جو باقاعدگی کے ساتھ اس کام کو کر رہی ہے تو اس کو حضرت مرزا صاحب کی مجددیت کا اقرار قرار نہ دیا جائے تو مولانا عبدالماجد دریا بادی کے ان الفاظ کو پڑھ لیجئے:-

"سنہ ۱۹۳۰ء میں جب میں انگریزیت کے پھیلائے ہوئے الحاد (ریشنلزم اور ایگناسٹزم) میں غرق تھا مرحوم (مولانا محمد علی) کے انگریزی ترجمہ قرآن ہی نے دستگیری کی وہ اگر اتفاق سے ایک عزیز کے پاس دیکھنے کو نہ مل جاتا تو خدا معلوم کتنی اور مدت تک میں بھٹکتا رہتا اور میری ہی طرح خدا معلوم اور کتنوں کے حق میں وہ شمع ہدایت ثابت ہوا ہوگا"

کیا اس سے بڑھکر کسی اور شہادت کی ضرورت ہے؟

حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انگریزی ترجمہ قرآن کس کے انفاس قدسیہ کا اثر ہے کیا اسی شخص کے علم کلام (بہیں ملکہ) نوید اسلام کا پرتو نہیں جس نے فرمایا :۔

"پھر میں جہاں تک ممکن ہے تالیفات کے ذریعہ سے ان علوم اور برکات کو ایشیا اور یورپ کے ملکوں میں پھیلاؤں جو خدا تعالےٰ کی پاک روح نے مجھے دی ہیں ..... سو میری صلاح ہے کہ بجائے ان اشتہاروں کے عمدہ عمدہ تالیفیں ان ملکوں میں بھیجی جائیں اگر قوم بدل وجان میری مدد میں مصروف ہو تو میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے پاس بھیجی جائے میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسا مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے"

(ازالہ اوہام صـــ ۷۷۳)

پس مولنا عبدالماجد یا دوسرے لوگوں کا یہ کہنا کہ مولنا محمد علی مرحوم کے ترجمہ قرآن نے انہیں دہریت و الحاد سے نکالا اور دوبارہ ایمان پیدا کیا، فی الحقیقت حضرت مرزا صاحب کے حق میں ایک بہت بڑی شہادت اور ان کی مجددیت کا کھلا اعتراف ہے۔

عیسائی مذہب کا مقابلہ

یہ تو حضرت مرزا صاحب کی مجددیت کا صرف ایک پہلو ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے تجدیدی کارنامے ان عظیم الشان کاموں پر مشتمل ہیں جو غیر مذاہب کے مقابلہ میں آپ سے ظہور میں آئے، ہم یہاں عیسائیت کا بالخصوص ذکر کرنا چاہتے ہیں، جو آج سے ساٹھ سال پہلے نہایت شدت کے ساتھ اسلام پر حملہ آور تھی اور مسلمانوں کو یہ کہہ کر مرتد کرتی چلی جا رہی تھی کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو تم بھی مانتے ہو کہ دو ہزار سال سے تمام حاجات انسانی کھانے پینے وغیرہ سے مستغنی ہو کر آسمان پر بیٹھے ہیں اور آخری زمانہ میں اصلاح عالم کے لئے دوبارہ نازل ہوں گے، ایسی صفات کا مالک نبی یا انسان کیسے ہو سکتا ہے، نبیوں اور رسولوں کے متعلق تو قرآن کہتا ہے ما جعلناھم جسداً لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین ہم نے ان کے جسم ایسے نہیں بنائے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں یا ان پر تغیر وارد نہ ہوتا ہو، تو جو شخص دو ہزار سال سے نہ کھانا کھاتا ہے اور نہ اس کے جسم پر تغیر وارد ہوتا ہے وہ انسان رسول کیسے ہو سکتا ہے وہ تو خدا کا بیٹا ہے اسی لئے اس میں خدائی صفات پائی جاتی ہیں اور وہی اصلاح عالم کے لئے دوبارہ نازل بھی ہوگا اور محمد رسول اللہ صلعم کی امت میں سے (نعوذ باللہ) کسی کو یہ توفیق نہ ہوگی کہ وہ اصلاح عالم کر سکے۔ پس وہ دنیا کا نجات دہندہ نہیں تو اور کون ہے؟

بظاہر یہ نہایت معقول سوال ہے اور ان مسلمانوں سے جو ..... حضرت عیسٰی کی حیات کے قائل، اور ان کے دوبارہ نزول پر ایمان رکھتے تھے اس کا کوئی جواب بن نہ آیا۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ بعض بڑے بڑے عالم اور فاضل اور کئی ایک عالی نسب مسلمان مرتد ہوتے چلے گئے اور اسلام پر وہ وقت آ گیا کہ اس کی زندگی اور موت کا سوال پیدا ہو گیا۔ ایسے نازک وقت میں وہ شیر خدا جس کو فتنۂ مسیحیت کے سدباب کے لئے مجدد ہونے کے ساتھ عیسٰی ابن مریم ہونے کا بھی نام دیا گیا جیسا کہ اس نے خود فرمایا ؎

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

وہ اٹھا اور عیسائیت کو للکار کر متنبہ کیا کہ وہ مسیح جس کو تم خدا یا خدا کا بیٹا مانتے ہو، دو ہزار سال ہوئے اسی زمین پر فوت ہو چکا ہے اور اب دوبارہ دنیا میں نہیں آ سکتا اب دنیا میں زندہ نبی ایک ہی ہے اور وہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ ہی کے غلام اس دنیا کی اصلاح کا کام تیرہ سو سال سے کرتے چلے آئے اور قیامت تک کرتے رہیں گے، اور اس زمانہ میں میں اس منصب پر سرفراز کیا گیا ہوں، کہ دنیا کو راہ راست پر لاؤں اور تثلیث اور مادہ پرستی کے بتوں سے چھڑا کر خدائے واحد کے آستانہ پر جھکاؤں۔ اس آواز کا سننا تھا کہ عیسائیت کے گھر میں ماتم پڑ گیا، عیسائی معتقدات کی عمارت دھڑام سے زمین پر آ گری، اور انہوں نے ہر چند ہاتھ پاؤں مارے، بحث و مناظرات کے میدان گرم کئے اور سب طرف سے ہار کر اقدام قتل کے جھوٹے مقدمے کھڑے کر کے اس شیر خدا کو پست اور ذلیل کرنا چاہا لیکن اس کی آواز حق کے سامنے ان کی کوئی پیش نہ گئی اور جب انہوں نے دیکھا کہ احمدیت کے نام لیواؤں کے سامنے ان کا جادو نہیں چل سکتا، اور وہ مسلمان جو پہلے اُن کے داؤں میں آ جاتے تھے اب احمدیت کی پناہ ڈھونڈھ لیتے ہیں تو انہوں نے سرکلر شائع کر دیا کہ کوئی عیسائی مرزا صاحب یا ان کے کسی مرید سے کبھی بحث نہ کرے کہ اس کا سننے والوں پر اُلٹا اثر پڑتا ہے اور ان کا جادو نہیں چل سکتا لیکن اس کے باوجود حضرت مرزا صاحب کے اس اعلان نے کہ مسیح فوت ہو چکا ہے اور اب دوبارہ نہیں آ سکتا انکی تبلیغی سرگرمیاں کو سرد کر دیا اور مسلمانوں کا ارتداد ختم ہو گیا۔ آج دیکھ لیجئے بڑے بڑے عیسائی مشنوں ان کے سکولوں اور کالجوں اور ہسپتالوں کے باوجود جہاں مسلمانوں ہی کے بچے تعلیم پاتے اور عیسائیت کا وعظ دن رات سنتے ہیں، ان کا کوئی اثر دلوں پر نہیں، اور شاید ہی کوئی پڑھا لکھا اور سمجھدار مسلمان ہو جو مذہب کی وجہ سے اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت کی آغوش میں چلا جائے، مسیحی فلسفہ ایسا ماند پڑ چکا ہے اور کوئی دانشمند بلکہ عامی مسلمان بھی اس کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں، یہ کس چیز کا اثر ہے، یہ حضرت مرزا صاحب کا وہ عظیم الشان کارنامہ ہے جو تاریخ مجددیت میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ حدیث میں مسیح موعود کا کام کسر صلیب قرار دیا گیا ہے، اس سے بڑھ کر کسر صلیب اور کیا ہوگی، کہ عیسائیت جو فاتح بن کر مسلمانوں کے گھروں میں داخل ہو رہی تھی اب شکست خوردہ ہو کر اپنے ہی گرجاؤں میں جا چھپی۔

آریہ سماج کا مقابلہ

حضرت مرزا صاحب کی مجددیت کا تیسرا عظیم الشان کارنامہ قتل خنزیر سے تعلق رکھتا ہے جو وہ بھی حدیث میں مسیح موعود ہی کا کام بتایا گیا ہے، یہ کام آپ نے آریہ سماج کے مقابلہ میں سر انجام دیا، نہ صرف اس رنگ میں کہ لیکھرام جیسا دریدہ دہن دشمن اسلام حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی کے مطابق ہلاک ہوا بلکہ ان ناپاک آریہ سماجی عقاید کا بھی آپ نے قلع قمع کیا جو روح و مادہ کی ازلیت اور تناسخ کے چکر کی صورت میں پیش کئے جاتے تھے اور جن سے توحید الٰہی اور خدا تعالےٰ کے قادر مطلق ہونے پر خطرناک زد پڑتی تھی، گنجائش نہیں کہ ان دلائل کو بالوضاحت پیش کیا جائے، جو حضرت مرزا صاحب نے اس بارہ میں دیئے صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ آپ نے روشن دلائل سے اس بات کو واضح کیا کہ اگر روح و مادہ بھی خدا تعالیٰ کی طرح ازلی و ابدی ہیں تو اس سے توحید الٰہی باقی نہ رہی بلکہ تین خدا ہو گئے، اور اگر پیدائش عالم کے سلسلہ میں بقول آریہ سماج اللہ تعالےٰ کا سوائے اس کے اور کوئی دخل نہیں کہ وہ ان دونوں (روح و مادہ) کو جوڑ جاڑ کر انسان حیوان یا کوئی اور مخلوق بنا دیتا ہے تو ظاہر ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا قادر مطلق ہونا ثابت نہیں ہوتا، بلکہ ایک بڑھئی یا کسی بڑے انجینیر سے زیادہ اس کی حیثیت نہ رہی برخلاف اس کے اسلام جس خدا کو پیش کرتا ہے وہ روح اور مادہ کا بھی خالق ہے، وہ نیست سے ہست کرنے والا ہے اور روح و مادہ کی پیدائش اور فنا پر بھی اس کا ویسا ہی تسلط ہے جیسا کہ وہ ان کو جوڑ کر اس دنیا کو بنانے کی قدرت رکھتا ہے، آپ نے بتایا کہ تناسخ کا عقیدہ بھی روح و مادہ کی ازلیت کے باطل عقیدہ کا نتیجہ ہے اور اس میں نہ صرف انسانیت کی توہین ہے کہ انسانی روح اشرف المخلوقات کے جسد سے نکل کر کتوں بلّوں اور دوسری ناپاک مخلوقات میں حلول کرتی رہتی ہے اور کبھی نجات حاصل نہیں کر سکتی، بلکہ خدا تعالےٰ بھی ایک مجبور محض ہستی نظر آتا ہے جو روح و مادہ کو جوڑنے کے بعد بیٹھا ہوا تماشا دیکھ رہا ہے اور نہ انسانی گناہ کو معاف کر سکتا ہے اور نہ آواگون کے چکر سے نجات

دلا سکتا ہے۔ برخلاف اس کے اسلام نے جس خدا کو پیش کیا ہے، وہ ایک ایسا قادر مطلق خدا ہے جو انسانی افعال و اعمال کی جزا و سزا دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے اور اس کی نیکیوں کے مقابلہ میں چھوٹی چھوٹی تقصیروں کو معاف بھی کر دیتا اور اسے ہمیشہ کی زندگی عطا کرتا ہے۔

حضرت مرزا صاحب نے ان حقائق کی تائید میں جو دلائل پیش کئے انہوں نے آریہ سماج تار و پود کو بکھیر کر رکھ دیا لیکن ان کے پاس گالیوں کے سوائے اور کوئی جواب نہ تھا۔ ستیارتھ پرکاش اور کلیات آریہ مسافر ان گالیوں کا مجموعہ ہے جو اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان بدزبان اور متعصب لوگوں نے دیں اور جن کا یہ نتیجہ ہوا کہ بانی آریہ سماج سوامی دیانند بھی زہر خورانی سے ہلاک ہو گیا اور اس کا شاگرد رشید آریہ مسافر لیکھرام بھی دن دہاڑے کسی قاہر فرشتہ کے ہاتھوں قتل ہو گیا جس کی اطلاع خود لیکھرام کی خواہش پر حضرت مرزا صاحب نے پہلے سے دے رکھی تھی، یہی قتل خنزیر ہے جو حدیث میں مسیح موعود کے ذمہ لگایا گیا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اپنی آنکھوں سے اس کو دیکھتے ہوئے اس بات کو پسند نہ کیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے پورا ہونے کا اعتراف کریں بلکہ الٹا حضرت مرزا صاحب پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے آریہ سماج کو چھیڑا جس کی وجہ سے آریوں نے اسلام کو گالیاں دیں۔ کس قدر بے غیرتی ہے، ستیارتھ پرکاش وغیرہ تو حضرت مرزا صاحب سے پہلے شائع ہو چکی تھیں، ان کے جواب میں حضرت مرزا صاحب نے جو کام کر کے دکھایا وہ ان کے منصب مجددیت و مسیحیت کے عین مطابق ہے اور یہ ایک اور عظیم الشان تجدیدی کارنامہ ہے جو چودھویں صدی کے اس مجدد سے ظہور میں آیا۔ آنے والا مؤرخ جب ان کے ان کارناموں کو دیکھے گا اور مسلمانوں کی مخالفت پر بھی نظر ڈالے گا تو محو حیرت رہ جائے گا ... کہ دین کے اس سچے غمگسار اور خادم اسلام کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔

ہستی باری تعالیٰ پر ایمان

یہ تو بیرونی دشمنوں کے مقابلہ میں آپ کے تجدیدی کارنامے ہیں۔ اندرونی طور پر آپ نے تجدید دین کے جو کام سرانجام دیئے ان کی تفصیل بہت زیادہ ہے، مختصراً چند ایک کا ذکر یہاں پر کیا جاتا ہے:۔

سب سے پہلا کام جس کا ذکر پہلے بھی کیا جا چکا ہے وہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان ہے جو دلوں سے اٹھ چکا تھا۔ اور آپ نے دوبارہ پیدا کر دیا۔ آپ نے اس بات پر بڑا زور دیا کہ اللہ تعالیٰ کو اگر دیکھنا ہو تو میرے پاس آؤ میں تمہیں ایک زندہ اور قادر مطلق خدا دکھاؤں گا جو آج بھی اپنے نیک اور پاک بندوں سے ویسے ہی کلام کرتا ہے جیسے پہلے کیا کرتا تھا، بے شک شریعت اور نبوت ختم ہو چکی ہے لیکن خدا تعالیٰ اب بھی بولتا ہے اور اپنے برگزیدہ بندوں کی تائید کرتا اور انہیں آئندہ کی خبریں دیتا ہے، اس بارہ میں آپ نے ہستی باری تعالیٰ پر سینکڑوں نشانات پیش کئے۔ آپ نے بتایا کہ نظام عالم کو دیکھ کر تو کوئی شخص محض اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ اس کائنات کا کوئی خالق ہونا چاہیئے۔ الہام الٰہی ہی ایک چیز ہے جو بتاتا ہے کہ فی الواقعہ وہ خالق موجود ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے جو الہامات پیش کئے وہ فی الواقعہ ہستی باری تعالیٰ کا زندہ ثبوت ہیں اور ان سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے فی الواقعہ خلعت مکالمہ مخاطبہ سے سرفراز کر کے مجددیت کے اعلیٰ مقام پر کھڑا کیا ہے آپ کی تحریرات میں اللہ تعالیٰ پر جو یقین و ایمان پایا جاتا ہے ان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ظاہری آنکھوں سے خدا تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں۔ مثال کے طور پر ذیل کے چند فقرات کو پڑھیئے اور غور کیجئے کہ کیا یہ ایک ایسے دل سے نکل سکتے ہیں جس کے اندر نور ایمان پورے جوش کے ساتھ ٹھاٹھیں نہ مار رہا ہو فرماتے ہیں:۔

"میں نے سونے کی ایک کان نکالی ہے
اور مجھے جواہرات کے معدن پر اطلاع
ہوئی ہے اور مجھے خوش قسمتی سے ایک
چمکتا ہوا بے بہا ہیرا اس کان سے ملا ہے
اور اس کی قدر و قیمت یہ ہے کہ میں اپنے
تمام بنی نوع بھائیوں میں تقسیم کر دوں تو سب
کے سب اس شخص سے زیادہ دولتمند
ہو جائیں گے جس کے پاس آج دنیا میں
سب سے زیادہ سونا اور چاندی ہے
وہ ہیرا کیا ہے؟ **سچا خدا** اور اس کو
حاصل کرنا یہ ہے کہ اس کو پہچاننا اور سچا
ایمان اس پر لانا اور سچی محبت کے
ساتھ اس سے تعلق پیدا کرنا اور سچی
برکات اس سے پانا پس اس قدر
دولت پا کر سخت ظلم ہے کہ میں بنی نوع
کو اس سے محروم رکھوں"

(اربعین ۱)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:۔

"کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک
پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک
چیز پر قادر ہے، ہمارا بہشت ہمارا خدا
ہے ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا
میں ہیں کیونکہ ہم نے **اسکو دیکھا ہے**
اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی یہ دولت
لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے
ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ
تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو
اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب
کرے گا یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا
میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دل
میں بٹھا دوں کس دف سے میں بازاروں میں
منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ
سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا
سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں"

(کشتی نوح)

یہی وہ نور ایمان ہے جو آپ نے اپنے پیروؤں میں پیدا کیا اور جس کو لیکر وہ دنیا کی اصلاح کے لئے نکل کھڑے ہوئے کیا یہ آپ کی مجددیت کا ایک روشن اور عظیم الشان کارنامہ نہیں؟

ختم نبوت ——— زندہ نبی زندہ کتاب

ایک اور بہت بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ ایمان دلوں میں پیدا کر دیا، کہ اول الذکر ایک زندہ کتاب ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نبی ہیں جن کی تعلیمات کی پیروی سے انسان خدا تعالیٰ کو پا سکتا ہے، آپ نے اس بات پر بڑا زور دیا کہ قرآن کریم کے بعد اب قیامت تک اور کسی نئی کتاب کی حاجت نہیں نہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے یا پرانے نبی کے آنے کی ضرورت ہے آپ نے بتایا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اگر دوبارہ دنیا میں آ جائیں تو ختم نبوت کی مہر ٹوٹ جائے گی اور یہ ثابت ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اب کام نہیں کرتی، اسی لئے امت محمدیہ میں سے کسی مصلح کے پیدا ہونے کے بجائے باہر سے ایک نبی کو اصلاح امت کے لئے لایا گیا، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ کے انفاس قدسیہ سے فیض یافتہ آج بھی پیدا ہوتے اور اصلاح امت بلکہ دنیا جہان کی اصلاح کا کام کر سکتے ہیں جیسا کہ خود آپ کا وجود اس پر شاہد ہے، افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اس حقیقت پر غور کرنے اور اس بات کو سمجھنے کے بجائے کہ آپ کا دعوئے مسیحیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پر دال ہے، الٹا آپ پر توہین رسول اور ختم نبوت کو توڑنے کا الزام لگا دیا .... حالانکہ غور کر کے دیکھا جائے تو آپ کا وجود ختم نبوت کا سب سے بڑا محافظ اور عظمت رسول کا سب سے بڑا اشاعہ ہے، آپ کی مندرجہ ذیل تحریر کو پڑھیئے اور غور کیجئے کہ ختم نبوت کے حامی حضرت مرزا صاحب ہیں یا وہ لوگ جو مسیح کی دوبارہ آمد کے قائل ہوتے ہوئے تحفظ ختم نبوت کا ڈھونگ رچائے بیٹھے ہیں، آپ فرماتے ہیں:۔

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الانبیاء
ہونا بھی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی
موت کو ہی چاہتا ہے کیونکہ آپ کے
بعد اگر کوئی دوسرا نبی آ جائے تو آپ
خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے اور نہ سلسلہ

وحی نبوت کا منقطع ہونا متصور ہو سکتا ہے اگر فرض بھی کر لیں کہ حضرت عیسٰے امتی ہو کر آئیں گے تو شان نبوت اُن سے منقطع نہیں ہو گی گو امتیوں کی طرح وہ شریعت اسلام کی پابندی بھی کریں مگر یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اس وقت وہ خدا تعالٰے کے علم میں نبی نہیں ہوں گے اور اگر خدا تعالٰے کے علم میں وہ نبی ہوں گے تو وہی اعتراض لازم آیا کہ خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبی دنیا میں آگیا . . . .

. . . .

. . . . . اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا استخفاف اور نص صریح قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں، لیکن ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث لانبی بعدی میں بھی نفی عام ہے۔ پس یہ کسقدر جراءت دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے، اور بعد اس کے جو وحی نبوت منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جائے کیونکہ جس کی شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہو گی"

(ایام الصلح)

غرض صاف و صریح تحریر کے ہوتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب ختم نبوت کے حامی نہ تھے، بلکہ یہ کہنا صحیح ہے کہ آپ ہی نے ختم نبوت کو اس کے اصلی اور صحیح معنوں میں قائم کیا اور اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی عظمت کا سکہ دلوں پر جمایا جو آپ کی مجددیت کا ایک نہایت درخشاں کارنامہ ہے۔

مسئلہ جہاد

حضرت مرزا صاحب کی مجددیت کا ایک اور کارنامہ مسئلہ جہاد کی صحیح تعبیر ہے جہاد کے وہ معنے جو عام طور پر مسلمانوں کے دماغوں میں جاگزین چلے آرہے تھے کہ کفار کو بلا امتیاز قتل کرنے کا نام جہاد ہے آپ نے اس کی تردید کی اور بتایا کہ جہاد بالسیف اسی صورت میں جائز ہو سکتا ہے جب دشمنان اسلام کی طرف سے اسلام کو مٹانے کے لئے تلوار اُٹھائی جائے، فقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا آپ نے یہ بھی بتایا کہ تلوار کا جہاد عارضی اور وقتی ہے، اصلی اور مستقل جہاد یہ ہے کہ قرآن کے ذریعہ تعلیم اسلام کو دنیا میں پھیلایا جائے، یہ بہت بڑا جہاد ہے جس کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد اکبر قرار دیا ہے۔ چنانچہ ایک جنگ سے واپس آتے ہوئے آپ نے فرمایا رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر ہم جہاد اصغر سے (جو تلوار کا جہاد تھا) جہاد اکبر کی طرف (جو قرآن کا جہاد ہے) لوٹ آئے ہیں حضرت مرزا صاحب نے اسی جہاد اکبر کی تعلیم دی اور اسی میں آپ کی جماعت آج تک مصروف ہے۔

افسوس ہے کہ اس موٹی بات کو صحیح طور پر سمجھنے کے بجائے مسلمانوں نے شور مچا دیا کہ مرزا صاحب نے جہاد کو منسوخ کر دیا ہے۔ حالانکہ اس زمانہ میں جب انگریزی سلطنت میں ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل تھی کسی بھی مولوی مُلا بلکہ بڑے بڑے عالمان دین کو جرأت نہ ہوئی، نہ ہی جہاد کا فتوٰے دینے کی ہمت آج تک کسی کو پڑی، بلکہ اس کے خلاف کئی مولویوں نے مرزا صاحب کے ساتھ مخالفت کرتے ہوئے بھی اندر ہی اندر مخالفت جہاد کے فتوے لکھے، مولوی محمد حسین بٹالوی نے انگریزوں کی خوشامد میں ایک خفیہ کتاب لکھی جس میں خونی مہدی کی آمد سے انکار کرتے ہوئے جہاد بالسیف کے خلاف فتوٰے دیا، مولوی مودودی نے انگریزوں ہی کے آخری زمانہ میں جہاد پر ایک کتاب تصنیف کی جس میں ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیتے ہوئے ان مراعات کو ممنوع ٹھہرایا جو دارالحرب میں فقیہوں نے مسلمانوں کے لئے جائز قرار دی ہیں، ایسا ہی مصور غم علامہ راشد الخیری دہلوی مرحوم رسالہ عصمت میں لکھتے ہیں :-

"میرے جدامجد مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم اور ان کے بہنوئی شمس العلماء مولوی نذیر حسین صاحب مرحوم و مغفور محدث دہلوی مسلمانوں کی نگاہ میں اس وجہ سے کافر ٹھہرے کہ ان لوگوں نے انگریز کے خلاف جہاد کے فتوے پر دستخط نہیں کئے"

غرض امتناع جہاد بالسیف کا مسئلہ کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کو قرآن کی تعلیم یا مسلمانوں کے عمل کے خلاف کہا جا سکتا، لیکن متعصب مولوی اور ان کی تقلید میں نادان مسلمانوں نے اسی کو مخالفت کی وجہ قرار دے لیا۔ حالانکہ جہاد بالسیف اور خونی مہدی کے عقیدہ نے اسلام کو جس قدر بدنام کیا ہے، شاید ہی کسی اور وجہ سے ہوا ہو۔ مسلمانوں کا عام عقیدہ رہا ہے کہ کافروں کو قتل کرنا ان کی عورتیں نکال لینا، اُن کے مال لوٹ لینا جہاد میں داخل ہے، یہ اسلام پر بہت بڑا دھبہ تھا جس کو حضرت مرزا صاحب نے نہ صرف امتناع جہاد کے فتوٰے سے دھو دیا بلکہ بتایا کہ اسلام اپنے منوانے کے لئے کسی تلوار کا محتاج نہیں بلکہ اس کے اپنے اندر وہ خوبیاں اور کشش موجود ہے جو بڑے بڑے سخت دلوں کو رام کر لینے کا موجب ہیں بشرطیکہ اسکو صحیح رنگ میں معقولیت کے ساتھ پیش کیا جائے اس لئے قرآن کو پڑھو اور جاهدهم به جهاداً كبيراً کے ماتحت قرآن کے ذریعہ جہاد کرو، آج مسلمانوں کا شاید ہی کوئی فرد ہو گا جو جہاد کے متعلق حضرت مرزا صاحب کی اس تعبیر کا عملاً قائل نہ ہو، آپ کی یہ تجدید جو اسلام کے پاک چہرہ کو روشن کرنے کا موجب ہوئی کوئی معمولی کارنامہ نہیں۔

قرآن میں ناسخ و منسوخ نہیں

ایک اور اصلاحی کام جو آپ نے کیا وہ یہ ہے کہ قرآن جس کی کئی آیات کو خود مسلمانوں نے منسوخ قرار دے رکھا تھا الحمد للہ کے الف سے لیکر والناس کی س تک قابل عمل ہے اور اس کی کوئی آیت، کوئی لفظ، کوئی شعشہ منسوخ نہیں ہوا اور نہ کبھی ہو سکتا ہے، خدا کی شان آج شاید ہی کوئی مسلمان ہو، جو حضرت مرزا صاحب کے اس بیان سے متفق نہ ہو، اور قرآن کی کسی بھی آیت یا لفظ کو منسوخ سمجھتا ہو،

تبلیغ و اشاعت کیلئے جماعت کا قیام

تجدید دین کا ایک اور عظیم بالشان کارنامہ جس نے آپ کی مجددیت کو ہمیشہ کے لئے زندہ جاوید کر دیا یہ ہے کہ آپ نے ایک ایسی جماعت قائم کر دی جو قرآن کریم کے ارشاد ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويامرون بالمعروف وينهون عن المنكر پر عمل پیرا ہو کر دنیا کے مختلف ممالک بالخصوص یورپ اور امریکہ میں اسلام کا نور پھیلانے میں کوشاں ہے۔ یہ وہ کام ہے جس کو تاریخ اسلام کا ایک روشن باب بنایا جائے گا اور آنے والی نسلیں فخر کے ساتھ اس کا ذکر کریں گی جیسا کہ بتایا جا چکا ہے ان مشنوں نے جو جماعت احمدیہ نے قائم کئے اسلام کے بارہ میں دشمنان اسلام کی رائے میں بہت بڑا انقلاب پیدا کر دیا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب اسلام کی یہ شعاعیں جو آج ہم افق مغرب میں دیکھ رہے ہیں آہستہ آہستہ مغرب سے طلوع آفتاب کی پیشگوئی کو پورا کر کے رہیں گی جیسا کہ حضرت مرزا صاحب نے خود لکھا ہے :-

" مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنے رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر و ضلالت

(باقی بر صلا کالم ۳)

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا پیدا کردہ عظیم الشان انقلاب

اولیاء اللہ میں آپ کی نمایاں حیثیت اور تبلیغ اسلام کا عظیم الشان کام

حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

وَكَأَيِّنْ مِنْ آيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ۝ (یوسف رکوع ۱۲)

حق کی تجلی دنیا میں جب ہوتی ہے تو بصیرت والوں کے لئے وہ ایسی ہی روشن ہوتی ہے جیسا کہ آنکھوں والوں کے لئے آفتاب روشن ہے۔ فرمایا وکاین من آیۃ فی السموات والارض کتنی ہی آیتیں یا نشان آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ آیت کہتے ہیں ظاہر کھلی کھلی علامت کو، تو بتایا کہ حق کی تجلی جو دنیا پر ہوتی ہے، اس کی صداقت کے نشانات بہت ہوتے ہیں یمرون علیھا لوگ اُن کے اوپر سے گذر جاتے ہیں وھم عنھا معرضون لیکن جب آنکھیں بند ہوں دیکھنا ہی نہ ہو تو کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ منہ پھیر کر گذر جاتے ہیں۔

حق کی سب سے بڑی تجلّی

سب سے بڑی حق کی تجلی جو دنیا پر ہوئی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے۔ یہ محض دعوٰی نہیں جیسا کہ اور پیشواؤں کے متعلق لوگ دعوے کرتے ہیں بلکہ یہ امر واقع ہے۔ ایک محسوس و مشہود اور یقینی بات ہے کہ جتنی بڑی تجلی محمد رسول اللہ صلعم کے وجود میں ظاہر ہوئی اور کسی وجود میں ظاہر نہیں ہوئی۔ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے جو موافق اور مخالف دونوں کو تسلیم ہے کہ جتنا بڑا انقلاب محمد رسول اللہ صلعم نے پیدا کیا اور کسی شخص نے پیدا نہیں کیا۔

محمد رسول اللہ کا پیدا کردہ انقلاب

خوب یاد رکھو کہ کسی شخصیت کا اندازہ ہمیشہ اس انقلاب سے ہوتا ہے جو وہ دنیا میں پیدا کرتی ہے، یوں تو کئی لوگ دنیا میں آئے جو معمولی اصلاحی تحریکات دنیا میں پیدا کر کے چلے گئے وہ اتنی بڑی شخصیت کے مالک نہیں ہو سکتے جتنی بڑی شخصیت وہ رکھتا ہے جو دنیا کو پلٹ دیتا ہے، اس کے رسم و رواج کو بدل کر دکھا دیتا ہے اس کے اخلاق کو بدل دیتا ہے، اس کی تاریخ کو بدل دیتا ہے، مردہ انسانوں کو اتنی بڑی قوت کا مالک بنا دیتا ہے کہ وہ دوسروں کو زندہ کر دیتے ہیں یہ شخص بڑی عظیم الشان شخصیت کا مالک . . . . . . ہے۔

آنحضرت صلعم کا وجود انبیاء میں

دنیا میں بڑے بڑے انبیاء ہوئے مگر ان کے اندر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ایسا ہے جیسے ظاہر رنگ میں ستاروں کے اندر آفتاب کا وجود جس طرح وہ واضح اور روشن نظر آتا ہے، اسی طرح محمد رسول اللہ صلعم کی شخصیت واضح اور روشن ہے مگر یمرون علیھا وھم عنھا معرضون اب بھی آنکھیں پھیر کر لوگ گذر جاتے ہیں اور اس واضح اور روشن وجود کو نہیں دیکھتے۔

آنحضرت کے بعد حق کی تجلّیاں

محمد رسول اللہ صلعم کے بعد بھی حق کی تجلیاں مختلف وجودوں میں ظاہر ہوتی رہیں۔ صحابہؓ کے ذریعہ سے بھی حق کی تجلی ظاہر ہوئی اور ان کے بعد اولیاء اللہ مجددین اور محدثین کے ذریعہ سے مختلف زمانوں میں اسی تجلّی کا ظہور ہوتا رہا۔

حق کی ایک عظیم الشان تجلّی ہمارے زمانہ میں

ہمارے اس زمانہ میں بھی ایک عظیم الشان حق کی تجلّی ہوئی ہے جو اولیاء اور محدثین میں وہی شان رکھتی ہے جو محمد رسول اللہ صلعم کی شان دوسرے انبیاء میں ہے یہ محض دعوٰے نہیں جو شخص چاہے دیکھ لے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب میں جو حق کی تجلّی ہوئی وہ دوسرے اولیاء میں نہیں ہوئی۔ شروع سے ارادہ الٰہی میں یہی تھا کہ ایک بڑی عظیم الشان حق کی تجلّی آخری زمانہ میں ظاہر ہو۔

ایّام جوانی میں حضرت مرزا صاحب کا کام

حضرت مرزا غلام احمد صاحب جوانی کے ایام میں بھی اسلام کے ایک بڑے زبردست پہلوان تھے اس قدر زبردست کہ کوئی مخالف ان کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ اس زمانہ کے حالات کو دیکھیں جائے تو عیسائیت بہت زور سے مسلمانوں پر غالب ہوتی جا رہی تھی، حضرت مرزا صاحب نے جس جوش اور قابلیت کے ساتھ قبل اس کے کہ آپ کو کسی مقام پر کھڑا کیا جائے اس کا مقابلہ کیا اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس کے بعد آریہ سماج پیدا ہوئی جس نے اسلام پر ایک اور زبردست حملہ کیا لیکن حضرت مرزا صاحب نے دندان شکن جوابات سے اس کو بھی نیچا دکھایا۔

آپ کا دعوٰی مجددیت اور اس کی عام قبولیت

اسی زمانہ میں آپ کو مجدد کے مقام پر کھڑا کیا گیا اور عین صدی کے سر پہ کھڑا کیا گیا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ صدی سے دس بیس سال ادھر ادھر آپ کو کھڑا کیا جاتا کیونکہ رأس مائۃ میں اس قدر گنجائش ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے ایسا سامان پیدا کر دیا کہ ایک تو صدی کے سر پر آپ کو مامور کیا گیا اور دوسرے ایسا عظیم الشان کام آپ کر چکے تھے کہ کسی کو مخالفت کی جرأت نہ ہوئی، ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آپ کی مجددیت کو تسلیم کیا گیا۔ اس زمانہ میں بھی حق کی حمایت اور اسلام کی خدمت کا بڑا عظیم الشان کام آپ نے کیا اور مخالفین کے حملوں سے اسلام کو بچانے اور اسلام کی صداقت کو واضح کرنے میں پورا زور لگایا۔

دعوٰی مسیحیت و مہدویت کا انقلاب انگیز واقعہ

اس زمانہ میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے تاریخ اسلام میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا۔ یہ آپ کا وہ دعوٰے تھا کہ میں وہ مسیح ہوں وہ مہدی ہوں جس کے آنے کا انتظار مسلمانوں کو لگا ہوا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ مہدویت کے دعویدار پہلے بھی ہوتے رہے ہیں مگر نزول ابن مریم کی پیشگوئیوں کا مصداق ہونا اس کا دعوٰی پہلی مرتبہ حضرت مرزا صاحب نے ہی کیا۔ یوں اپنے آپ کو کسی نے مسیح کہہ دیا ہو تو وہ الگ بات ہے۔

دعوٰی مسیحیت انسانی اختیار کی بات نہیں

کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ جس طرح مہدویت کے دعویدار ہوتے رہے حضرت مرزا صاحب نے مسیحیت کا بھی دعوٰی کر دیا لیکن اگر غور کر کے دیکھا جائے تو اس کے ساتھ ایسے واقعات لگے ہوئے ہیں جو تمام کے تمام یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ ایک انسان کے اختیار کی بات نہ تھی بلکہ یہ وہ علم تھا جو خدا کی طرف سے آپ کو دیا گیا اور اس نے پیشگوئیوں کے تمام پہلوؤں کو آفتاب کی طرح روشن کر دیا۔

دعوٰی مسیحیت میں سب سے بڑی روک :۔ حیات مسیح

مسیحیت کے دعوے کے لئے سب سے بڑی روک یہ عقیدہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اس جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر بیٹھے ہیں اور آخری زمانہ میں دنیا کی اصلاح کے لئے نازل ہوں گے۔

دوسری بڑی روک :۔ مہدی اور تلوار

"مگر یہ صرف اکیلی روک نہ تھی کہ حضرت عیسےٰ کی وفات ثابت کر دینے سے آپ کا رستہ صاف ہو جاتا" دوسرے درجہ پر یہ روک بھی آپ کے رستہ میں تھی کہ مسیح کے نام کے ساتھ اسلام کا غلبہ وابستہ تھا، اور ایک دوسرے وجود مہدی کا آنا بھی اس کے

ساتھ شامل تھا اور یہ خیال عام طور پر پایا جاتا تھا کہ جلدی کے آنے پر اسلام کا غلبہ ہو جائے گا اور کوئی کافر دنیا میں باقی نہ رہے گا اور تلوار کے ساتھ سب کو مسلمان کر لیا جائے گا یا قتل کر دیا جائے گا۔ یہ دوسری روک تھی کہ مسیح اور مہدی کے آنے سے اسلام کا غلبہ ہوگا اور وہ بھی تلوار کے ساتھ جب تک یہ دو باتیں صاف نہ ہوں اس وقت تک آپ کا دعویٰ کون مان سکتا تھا۔

۳۔ تیسری روک :- دجال

تیسری روک جو آپ کے رستہ میں تھی وہ یہ بھی کہ نزول مسیح کے ساتھ بعض ایسی پیشگوئیاں شامل تھیں جن کو پورا کرنا آپ کے بس کی بات نہ تھی۔ دجال ایک ایسا ہوگا جو ایک آنکھ سے کانا اور ایک چشم ہوگا۔ اس کے ماتھے پر ک۔ ف۔ ر لکھا ہوگا ایک عجیب الخلقت گدھا اس کے ساتھ ہوگا جو اس کے ماننے والے ہیں ان کو بہشت میں رکھے گا اور جو اس کے کافر ہوں گے ان کو دوزخ میں ڈال دیگا یہ اتنی بڑی روک تھی کہ اس کا اٹھانا بہت ہی مشکل کام تھا۔

چوتھی روک :- یاجوج ماجوج

پھر یہ بھی بات اس دجال کے ساتھ ایک عجیب مخلوق کا ہونا ہے جو ہیں تو انسان ہی مگر انہیں معمولی انسان نہ سمجھا جاتا تھا۔ یعنی یاجوج ماجوج جن کے متعلق پیشگوئی ہے کہ وہ تمام روئے زمین پر غلبہ حاصل کر لیں گے اور کسی کو ان سے لڑنے کی طاقت نہ ہوگی۔

پانچویں روک :- مغرب سے طلوع آفتاب

پھر ایک پانچویں بات یہ تھی کہ مسیح کے زمانہ میں آفتاب مغرب سے طلوع کرے گا۔ یہ اور بھی زیادہ خطرناک روک تھی۔ اگر باقی چیزوں کو انسان منطق سے دلائل سے حل بھی کرے تو بھی آفتاب کے مغرب سے طلوع کا معاملہ ایسا نہ تھا کہ وہ آسانی سے حل ہو سکتا یہ پانچ باتیں ایسی زبردست روکاوٹیں تھیں کہ کسی کو دعویٰ کی جرأت نہ ہو سکتی تھی۔

پہلا انقلاب

وفات مسیح کو منوایا

غور کیجئے وہ عیسیٰ جو تیرہ سو سال سے آسمان پر زندہ چلا آتا تھا۔ اس کو زمین میں مدفون بتانا یہ تو تحریر کہہ سکتے ہیں کہ ایک انسان کر سکتا ہے لیکن یہ کسی کے اختیار میں نہ تھا کہ اس کو دنیا سے منوا بھی لیا جاتا مسلمان اور عیسائی دونوں تو یہی مسیح کو زندہ مانتے چلی آتی تھیں اس خیال کو دماغوں سے نکال دینا کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ لیکن دیکھئے کہ وہ خیال آپ کے سامنے ہی مسلمانوں میں سے بھی اور عیسائیوں میں سے بھی نکل گیا۔ بیشک اس زمانہ کو دیکھئے۔ اس وقت وفات مسیح کا نام لینا بھی کفر سمجھا جاتا تھا۔ لیکن کس قدر عظیم الشان انقلاب حضرت مرزا صاحب نے پیدا کیا کہ آج حضرت عیسیٰ کی زندگی کے خیال کو بھی مٹا یا ابھی تھوڑا اور زمانہ میں آپ دیکھ لیں گے کہ لوگ تعجب کریں گے اس بات پر کہ مسیح کو زندہ آسمان پر سمجھا جاتا تھا۔

دوسرا بڑا انقلاب

تلوار سے اشاعت کا عقیدہ مٹ گیا

تلوار کے ساتھ غلبہ اسلام دوسری روک آپ کے رستہ میں تھی جو یہاں تک ہمت حاصل کر چکی تھی کہ فقہا نے بھی اس بات کو ایک حد تک رنگ میں تسلیم کر لیا تھا اور قرآن کی اس آیت سے ہوتے ہوئے کہ لا اکراہ فی الدین یہ بھی تلوار سے مسلمان کرنے کا عقیدہ عام طور پر رائج تھا۔ لیکن اس انقلاب کو دیکھئے کہ اس خیال کو بھی کہ تلوار کے ذریعہ دوسروں کو مسلمان کیا جا سکتا ہے یا پہلے مسلمان کیا جاتا رہا۔ اور آئندہ بھی کیا جائے گا اس طرح مٹا دیا کہ اس کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہا۔ یہ خیال بھی مٹ گیا کہ اسلام کو گذشتہ زمانہ میں تلوار کے ذریعہ سے پھیلایا گیا اور یہ خیال بھی باقی نہ رہا کہ آئندہ بھی اسلام پھیلانے کے لئے تلوار کی ضرورت پیش آئے گی یہ دوسرا بڑا انقلاب ہے جو حضرت مرزا صاحب نے پیدا کیا کہ مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ اسلام اپنی معقولیت اور خوبیوں کی وجہ سے پھیل سکتا ہے تلوار کے ذریعہ سے نہیں۔

حقیقت دجال کی وضاحت اور اسلامی دنیا کا مسخر

تیسری بات جیسا کہ میں کہہ چکا ہے دجال کے متعلق عام خیال تھا۔ تیرہ سو سال سے حدیثوں کے اندر ایسا لکھا ہوا تھا اس کو کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ کتنا اس سے بڑے خیال کو مٹانا کتنا بڑا انقلاب ہے اور جب حضرت مرزا صاحب نے اس خیال کو پیش کیا کہ دجال سے مراد مسیحی عیسائی قومیں ہیں اور اس کا کانا ہونا جسمانی نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی دین کی آنکھ بند ہے اور دنیا کی روشن اور اس کے گدھے سے مراد ریل ہے تو آپ کو معلوم ہے جب اس خیال کو پیش کیا گیا تو بچہ بچہ اس پر ہنستا تھا اور طرح طرح کی باتیں کی جاتی تھیں کہ یہ خوب ہے کہ گدھا ریل بن گیا اور بہشت یہ ہے کہ جو اس کے ساتھ ہو جائے اس کو وہ آرام کے سامان دنیا ہے اور دوزخ یہ ہے کہ جو مخالفت ہوا اس کو عذاب دیتا ہے۔

تیسرا انقلاب

حضرت مرزا صاحب کی پیش کردہ حقیقت دجال مان لی گئی

مگر غور کیجئے آج سے پچاس سال پیشتر ۱۸۹۱ء میں جو خیال حضرت مرزا صاحب نے پیش کیا اور اس وقت اس پر تمسخر کیا جاتا تھا آج یہ دن ہے کہ سخت سے سخت مخالف بھی اسی خیال کا حامی ہے یہ کسی انسان کے بس کی بات تھی کہ دماغوں کو اس طرح بدل دے اور جس چیز پر آج سے پچاس سال پیشتر ہنسی کی جاتی تھی۔ اس کو سب کے سب ماننے لگ جائیں۔

چوتھا انقلاب

یاجوج ماجوج کے متعلق حضرت مرزا صاحب کے خیال کا اثر

اسی طرح یاجوج ماجوج کے متعلق آپ نے بتایا کہ یہ یورپین اقوام ہی ہیں۔ لیکن اس وقت کون مانتا تھا مگر آج سب اسی کے قائل ہیں۔ کیا یہ کسی انسان کا کام ہے

دماغوں کو بدلنا خدا کا کام ہے

خوب یاد رکھو کوئی انسان ایسا نہیں کر سکتا کہ اس طرح خیالات کو بدل دے کبھی کوئی تاریخ نویس ان باتوں پر غور کرے گا تو وہ یہ اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے گا کہ یہ خدائی کام تھا اول تو یہی ناممکن تھا کہ انسان کے دماغ میں یہ بات آ سکے کہ دجال کیا ہے اور یاجوج ماجوج کون ہے۔ اور پھر یہ کس طرح ممکن تھا کہ دوسرے لوگوں کے دماغوں کے اندر بھی وہ بات جاگزین ہو جاتی یہ حضرت مرزا صاحب کا کام نہ تھا یہ خدائی فعل ہے کہ اس نے وہ بات جو اپنے بندہ کے منہ سے نکلوائی سخت سے سخت مخالفین سے بھی منوالی۔

دجال کی حقیقت بتانیوالے شخص کا ذکر حدیثوں میں

عجیب بات ہے کہ دجال کی علامات حدیث میں جہاں بیان ہوئی ہیں وہیں ساتھ ہی یہ فرمایا ہے کہ ایک شخص میری امت میں سے اٹھے گا اور کہے گا ھذا

الدجال الذی ذکرہ رسول اللہ صلعم

یہ وہ دجال ہے جس کا ذکر رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے اگر دجال ویسا ہوتا جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا تھا کہ وہ ایک آنکھ سے کانا۔ اس کے ساتھ ستر باع لمبا گدھا اس کے ساتھ بہشت اور دوزخ اور اس کے ماتھے پر ک ف ر لکھا ہوا ہوگا تو کون ہے جو اس کو پہچان نہ سکے پھر اس کی کیا ضرورت تھی کہ کوئی شخص لوگوں کو بتاتا کہ یہ وہ دجال ہے جس کا ذکر رسول اللہ صلعم نے کیا ہے یہ کس نے لوگوں کو بتایا؟ سوائے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کون ہے جس نے دجال کی حقیقت کو دنیا پر واضح کیا اور ایسا واضح کیا کہ چاروناچار دنیا کو ماننا پڑا۔

یاجوج ماجوج اور علامہ اقبال

میں کہتا ہوں اول تو یہ خیال ہی انسانی دماغ میں آنا مشکل تھا کہ دجال سے یہ مراد ہے۔ مگر یہ کس طرح ممکن تھا کہ جس خیال پر آج سے پچاس سال پیشتر لوگ ہنستے تھے اسی کو ان کے دماغوں میں ایسا راسخ کر دیا جائے کہ اس کے سوائے پہلے خیال کو قابل مضحکہ سمجھنے لگیں۔ حتیٰ کہ یاجوج ماجوج کے متعلق علامہ اقبال جیسا آدمی بھی پکار اٹھے کہ

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف ینسلون

یہ تمام انقلابات اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت کا نتیجہ ہیں

تو یہ چار پرانے خیالات مٹا کر چار نئے خیالات پیدا کر دینا اور اس قوت سے پیدا کر دینا کہ بڑے بڑے مخالف اس کو روک نہ سکے۔ بلکہ خود انہی کے قائل ہو گئے یہ کسی انسان کا کام نہ تھا جس طرح سے تیر کو کمان میں سے جس قدر زیادہ قوت کے ساتھ پھینکا جاتا ہے اسی قدر تیزی سے اور اسی قدر دور وہ جا کر پڑتا ہے۔ اسی طرح جس قوت کے ساتھ ایک خیال کو پیش کیا جائے اسی قدر وہ مؤثر ہوتا ہے۔ اور یہ قوت پیدا کرنا انسان کا کام نہیں بلکہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہی یہ قوت ملتی ہے دیکھو ان چاروں خیالات کا مقابلہ بڑی قوت کے ساتھ علماء نے کیا لیکن آج یہ چاروں خیالات دنیا میں کامیاب نظر آتے ہیں یہ خدائی اقتدار کا نتیجہ ہے جس نے حضرت مرزا صاحب کا ساتھ دیا۔

مغرب سے طلوع آفتاب کا حل بھی حضرت مرزا صاحب کو ہی بتایا گیا

میں نے کہا تھا کہ ایک اور پانچویں روک آپ کے رستہ میں بڑی زبردست تھی وہ یہ کہ آفتاب مغرب سے طلوع کریگا۔ اس کو حل کرنا بڑا مشکل کام تھا۔ لیکن روشنی کی ایک شعاع پڑنے سے ساری چیزیں اسی طرح روشن ہو جاتی اور ایک دوسری کی مؤید نظر آتی ہیں، کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کہنے والے نے اسی خیال کے مد نظر بات کہی تھی۔ جس انسان کو یہ بتایا گیا کہ وہ دجال عیسائی اقوام ہیں۔ جس کو یہ علم دیا گیا کہ یورپین اقوام ہی یاجوج ماجوج ہیں، اسی کو یہ بھی بتایا گیا کہ جس طرح آفتاب اسلام پہلے مشرق میں طلوع ہوا! اور اس کی ترقی مشرق میں ہی زیادہ تر ہوتی چلی گئی اسی طرح آخری زمانہ میں مغرب سے آفتاب اسلام طلوع کرے گا اور مغرب کی سرزمین کو اپنی نورانی شعاعوں سے روشن کر دے گا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ گذشتہ تیرہ سو سال کے عرصہ میں اسلام کا قدم مشرق میں ہی زیادہ تر پھیلا باوجودیکہ مغرب میں مسلمانوں کی بادشاہتیں قائم ہوئیں مگر دیکھ لیجئے کہ مغرب سے آفتاب اسلام طلوع نہ ہوا یہ اس آخری زمانہ کے لئے ہی مقدر تھا۔

تبلیغ اسلام کا خیال مسلمانوں میں مٹ چکا ہے

اگر کبھی تاریخ اسلام کو ٹٹولیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ تبلیغ اسلام کا خیال آہستہ آہستہ مسلمانوں میں سے مٹتا چلا گیا یہاں تک کہ ہمارے اس زمانہ میں بالکل ہی یہ خیال دماغوں سے نکل چکا ہے اگر مزید ثبوت کی ضرورت ہو تو اسی سے دیکھ لیجئے کہ آج خواہ کتنے بھی دلائل آپ تبلیغ اسلام کی ضرورت کے حق میں دیں اپنا کام اور اس کے عملی نتائج بھی پیش کریں تمام مسلمانوں کے اندر تبلیغ کا ولولہ پیدا نہیں ہوتا۔ . . . . . .

. . . .

حضرت مرزا صاحب نے اس خیال کو دوبارہ زندہ کیا

ایسی حالت میں بڑا مشکل تھا کہ ایک معمولی ولولہ بھی اس کے لئے پیدا کیا جا سکتا۔ مگر وہ شخص جس کو کھڑا کیا گیا اس نے نہ صرف تبلیغ اسلام کے خیال کو دوبارہ قوت دی بلکہ اسے ایک نیا رخ بھی دیا اور اُن مغربی ممالک کی طرف اس کا رُخ پھیر دیا، جن کے متعلق یہ خیال ہی کہ وہ تبلیغ کے دائرہ سے باہر ہیں

حضرت مرزا صاحب کا وجود اولیائے اُمت میں

اسی لئے میں نے کہا کہ حضرت مرزا صاحب کا وجود اولیاء امت کے اندر اتنا ہی نمایاں ہے جتنا حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا وجود انبیاء میں روشن اور نمایاں ہے۔

تبلیغ اسلام کا عملی کام

پھر تو یہی بات نہیں کہ تبلیغ اسلام کا خیال ہی پیش کر دیا ہو بلکہ عملی رنگ میں بھی اس کو کر دکھایا کہ باوجودیکہ قوم کا ایک بڑا حصہ اس اصل مقصد سے ہٹ بھی چکا ہے وہ کام بفضلہ تعالےٰ جاری ہے اور یورپ میں جگہ جگہ تبلیغ اسلام کے مرکز اور مسجدیں بن گئی ہیں، اور اللہ اکبر کی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔ . . . . باوجود جماعت کی قلت کے اس قدر شاندار پیمانہ پر اس کام کو چلایا کہ آج باہر سے آنے والے نہیں پہچان سکتے کہ یہ وہی جماعت ہے جو اس قدر شاندار تبلیغ اسلام کا کام کر رہی ہے لیکن مسلمانوں کے سامنے لاکھ دلائل رکھو کوئی حرکت ان کے اندر پیدا نہیں ہوتی اور نہیں دیکھتے کہ ایک چھوٹی سی جماعت نے اتنا بڑا کام کر لیا ہے، تو وہ سب مل کر اگر کریں تو کتنا بڑا کام ہو۔ یہی ہے وکاین من اٰیۃ فی السمٰوات والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون۔

حضرت مجدد وقت کے تجدیدی کارنامے

(بسلسلہ صفحہ ۸)

ہیں ہیں آفتاب صداقت سے منور کئے جائینگے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۶)

آہ! افسوس آج حضرت مرزا صاحب کی ان کامیابیوں اور کامرانیوں اور ان کی مجددیت کے ان عظیم الشان کارناموں کو دیکھتے ہوئے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ انہوں نے تجدید دین کا کیا کام کیا! کیا یہ تجدید دین نہیں کہ اسلام کا نام آج دنیا کے کونے کونے میں پہنچ گیا اور حضرت مرزا صاحب کی برکت سے دنیا اسلام کی عظمت کی قائل ہوتی جا رہی ہے۔

یہ چند موٹی موٹی باتیں حضرت مرزا صاحب کی مجددیت کے ثبوت میں لکھی گئی ہیں ورنہ فی الحقیقت آپ کے اصلاحی اور تجدیدی کاموں کی فہرست اس قدر طویل ہے کہ اس کی تفصیل ایک مبسوط کتاب کی صورت میں ہی پیش کی جا سکتی ہے ؎

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچین حسن تو ز تنگی داماں گلہ دارد

یہ وہ پاک انسان ہے جس نے آج اسلام کی لاج رکھ لی اس کی شان اور عظمت کو دنیا پر ثابت کیا، حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے کمالات کو دنیا پر آشکارا کیا اور آپ کی مدح میں عربی فارسی، اردو نظم اور نثر میں ایسے ایسے قصائد لکھے کہ ان کی نظیر دنیا میں ملنی مشکل ہے، یہ وہ انسان ہے جس نے ہر قسم کی مخالفتوں کو برداشت کرتے ہوئے حق کو پیش کرنے سے گریز نہ کیا اور مخالفوں کو للکار للکار کر کہا کہ اگر تمہارے ساتھ حق ہے تو میرے مقابلہ میں دعا کرو ...

امریکہ کی مذہبی سرگرمیوں پر ایک سرسری نظر

ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب (قیفی)

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

بپٹسٹ فرقہ کی عبادت

پراٹسٹنٹ فرقوں میں بپٹسٹ Baptist چرچ نیگرو اقوام میں بہت ہر دلعزیز ہے۔ ان کی عبادت کے وقت گرجوں میں بہت جوش و خروش کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ بیماروں کا علاج دعا کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اور مریض کے لئے گڑگڑا کر دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ اس کا ایک فرقہ جو Pentecostal کے نام سے مشہور ہے گرجا گھر میں عبادت اور وعظ کے وقت ناچنا بھی جائز قرار دیتا ہے۔ جب پادری صاحب اور مقتدی خاص جذبہ میں آتے ہیں، تو وہ دیوانہ وار ناچنا شروع کر دیتے ہیں۔ میوزک اور ساز کی آواز اور بلند ہو جاتی ہے اور سب کھڑے ہو کر گانے کی پیروی میں ناچنا شروع کر دیتے ہیں۔ انکی اس مذہبی سیرت اور ولولے کو دیکھ کر مسلمان صوفیوں کا حال و قال اور مسلمانان ملیالم کا راتب یاد آجاتا ہے۔

دعا سے علاج

ایک اور عیسائی فرقہ مقبول ہو رہا ہے۔ جس کو Christian Science کرسچیئن سائنس کہتے ہیں۔ ان کے گرجا گھر بھی اچھے ڈیزائن کے بنے ہوتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ بیمار کو ڈاکٹر کے پاس نہ جانا چاہیئے۔ اگر ان میں ایمان ہے تو اس کا علاج دعا سے ہو سکتا ہے۔

مارمن فرقہ

تقریباً ڈیڑھ سو برس کا عرصہ ہوا۔ کہ ایک شخص جوزف سمتھ نے امریکہ کی مذہبی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اس نے دعوے کیا کہ وہ اس زمانے کا رہنما ہے۔ اور بائبل کے بعد ایک الہامی کتاب لایا ہے۔ جو امریکہ میں مدفون تھی۔ اس نے اپنے مذہب کا نام مورمن رکھا اور اس کی کتاب ...... Book of Mormon کہلاتی ہے۔ اس فرقے کو شروع شروع میں سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ خود جوزف سمتھ اور اسکے ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ آخر گورنمنٹ نے ان کو ایک اجاڑ بیابان جنگل میں بسنے کی اجازت دی۔ اس فرقے کے لوگوں نے جنگل و بیابان کو گل و گلزار میں تبدیل کر دیا۔ اور ایک ایسا شہر آباد کیا۔ جو خوبصورتی کے لحاظ سے امریکہ کے خوشنما ترین شہروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ انہوں نے زراعت کو جدید طریقوں سے ترقی دی، بڑی بڑی فیکٹریاں اور ملیں قائم کیں انہوں نے قومی بیت المال قائم کیا۔ اور اپنی آمدنی کا دسواں حصہ اس میں ڈالنا شروع کیا۔ غلہ کے بڑے بڑے گودام بنائے۔ تاکہ برے وقت میں وہ زر و مال اور اناج اور خوردنی اشیاء سے ملک کی امداد کر سکیں۔ اور ان کی امداد سے اس فرقے کے غریب مالدار بن سکیں۔ سنہ ۱۹۳۰ء کے ..... Depression کے سال میں جبکہ امریکہ میں بیکاری بہت بڑھ گئی تھی انہوں نے لاکھوں بیکاروں کی مدد کی۔ اور اپنی خدمات گورنمنٹ کے سپرد کر دیں۔ اس فرقے کے ممبروں میں خوبی یہ ہے کہ جو چرچ یا مذہبی جگہ بناتے ہیں اس میں ہر ایک امیر اور غریب کو برابر مزدور کی حیثیت میں کام کرنا پڑتا ہے۔ اگر کوئی امیر آدمی اپنی جگہ کوئی مزدور بھیج دیوے تو وہ اس کی امداد قبول نہیں کرتے (ہماری جماعت کے امراء کے لئے یہ نمونہ قابل تقلید ہے)

رام کرشنن مشن اور بدھ دھرم

رام کرشنن مشن کی کئی ایک شاخیں امریکہ میں کام کر رہی ہیں۔ ان کے مشنری ہندو فلاسفی کو امریکن کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ رام کرشنن مشن کے علاوہ بدھ دھرم کے مندر پرانے زمانے کے مندروں کے نمونے پر بنے ہوئے ہیں۔ سان فرانسسکو میں بدھ دھرم کے ماننے والوں کی تعداد بہت ہی کم ہے اور وہ جاپانی ہیں۔ لیکن بدھ مندر بنانے میں جو وقت اور مال کی قربانی چند اشخاص نے کی ہے وہ واقعی بے نظیر ہے۔ کسی فرم سے لکڑی مفت حاصل کی۔ اور کسی فرم سے اینٹ اور سیمنٹ۔ اور کسی سے کھڑکیاں اور دروازے۔ غرضکہ شہر بھر چھان مارا۔ پھر پولیس کا کنٹرول ہوتے ہوئے بازار لگائے اور لاٹری اور گیمز کے ذریعہ کافی روپیہ حاصل کیا، اور دو تین سالوں کے اندر اندر ایک عالیشان مندر کھڑا کر دیا۔

سکھوں کا گوردوارہ

سکھوں کا گوردوارہ سٹاکٹن کیلیفورنیا میں ہے۔ اور اس میں سکھوں کے تیوہاروں کے موقعہ پر کافی .... رونق ہو جاتی ہے۔

امریکہ میں آباد ہونیوالے لوگ

امریکہ میں آباد ہونے کے لئے لوگ یورپ سے آئے۔ جن میں زیادہ تعداد انگریزوں، فرانسیسیوں اور سپین والوں کی تھی۔ انہوں نے تمباکو کی کھیتی کے لئے افریقہ سے غلام خریدے اور اس طرح ہزاروں نیگرو امریکہ میں داخل ہو گئے۔ یہاں تک کہ امریکہ کے پریزیڈنٹ ابراہیم لنکن نے غلامی کے خلاف قانون پاس کیا اور غلاموں کی خرید و فروخت رک گئی۔ لیکن ہمارے ملکوں سے یا تو جہازوں سے بھاگ کر وہاں بس گئے اور یا کسی اور طرح امریکہ میں داخل ہو گئے۔

امریکہ میں مسلمانوں کا داخلہ

سب سے پہلا مسلمان جو امریکہ میں داخل ہوا۔ وہ ایک مراکو کا عرب تھا۔ اور اس کا نام مصطفیٰ تھا جو Fra Marcos DE Niza کی رہنمائی کے لئے ۱۵۳۹ء میں نیو سپین New Spain کے وائسرائے کی طرف سے امریکہ کے اس علاقہ کی دریافت کے لئے بھیجا گیا۔ جس کو Arizona ایری زونا کہتے ہیں۔ اس کے بعد انیسویں صدی میں حاجی علی کو ایری زونا اس غرض کے لئے بھیجا گیا۔ تاکہ وہ معلوم کرے کہ کیا وہاں اونٹ کی پیدائش اور نشوونما ہو سکتی ہے۔ اونٹ عرب سے آئے اور ان کے ساتھ حاجی علی اونٹ موٹروں کی وجہ سے فیل ہو گئے۔ لیکن حاجی علی وہیں رہ گیا۔ تیسرا مسلمان ناصر الدین تھا۔

کیلیفورنیا کی مسلمان آبادی اور مسجد

ایری زونا میں اب مسلمانوں کی کافی تعداد ہے اور وہاں مسجد بھی ہے۔ افغانستانی، ہندوستانی اور پاکستانی مسلمان سیکرامنٹو کیلیفورنیا میں آباد ہو گئے جو سان فرانسسکو سے ۸۰ میل مشرق کی طرف واقع ہے۔ وہاں کے مسلمانوں نے اسی ہزار ڈالر ۸۰۰۰۰ ..... خرچ کر کے ایک عالی شان مسجد تعمیر کرائی ہے مسجد کے ساتھ مشنری کے لئے ایک مکان بھی ہے اور مسجد کے نیچے Basement میں ایک بھاری ہال ہے۔ جہاں عید نماز کے بعد ڈنر پارٹی ہوتی ہے سب سے عالی شان مسجد واشنگٹن ڈی سی۔ میں بنوائی گئی ہے، جس میں لاکھوں ملین ڈالر خرچ ہو چکے ہیں۔ اس مسجد پر جس قدر خرچ آیا ہے، وہ سب اسلامی حکومتوں نے بانٹ لیا ہے۔ اس کی منتظمہ کمیٹی کے عہدیدار اسلامی حکومتوں کے سفیر ہیں اور پریزیڈنٹ باری باری مسلمان سفراء سے چنا جاتا ہے۔

پاکستان کی دو تبلیغی جماعتیں

پاکستان کی دو تبلیغی جماعتوں نے جن کے ہیڈ کوارٹر لاہور اور ربوہ میں ہیں۔ شکاگو، نیو یارک

(باقی بر صفحہ [illegible] کالم [illegible])

جماعت احمدیہ کا مقصد بے نفسی اور للّٰہیت پیدا کرنا ہے

نفس کی غلامی سے بچو کہ وہ جہنم کی طرف لے جاتا ہے

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۷ مئی ۱۹۵۷ء فرمودہ محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

فاذا جاءت الطامة الکبریٰ یوم یتذکر الانسان ما سعیٰ وبرزت الجحیم لمن یریٰ فاما من طغیٰ و اٰثر الحیوٰة الدنیا فان الجحیم ھی الماویٰ واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھویٰ فان الجنة ھی الماویٰ (سورة النازعات آیات ۳۴ تا ۴۱)

انبیاء کے آنے کی غرض

انبیاء اور تعلیمات الٰہیہ کے دنیا میں آنے کی غرض یہ ہے کہ انسان کو خدا کی معرفت حاصل ہو، اور اس عارضی زندگی کے بعد وہ دائمی زندگی کو حاصل کرے، یہی انسان کی پیدائش کی غرض ہے۔ کہتے ہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں آئے۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی غرض انسان کو ہدایت دینا ہے، اسی سے دنیا کی عمر کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے، کیونکہ انبیاء جلدی نہیں آیا کرتے، جب ضرورت ہو اللہ تعالیٰ اسی وقت کسی نبی کو بھیجتا ہے۔ بہرحال اس غرض کو حاصل کرنے اور انسان کو ہدایت کے رستہ پر چلانے کے لئے خدا تعالیٰ نے اپنی طرف سے کوئی کمی نہیں کی۔

محاسبہ اعمال

اور یہ امر کہ ہمارے اعمال کا محاسبہ ہو گا، ایک ضروری چیز ہے کیونکہ اگر اعمال کا محاسبہ نہیں ہونا تو پھر کسی کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ نیک اعمال کے لئے تکلیف برداشت کرے، اس صورت میں انسان کی زندگی حیوانوں سے بھی بدتر ہو گی، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بار بار اپنی کتاب میں متنبہ کیا ہے کہ دیکھو جو لوگ خدا کے احکام کی تابعداری کریں گے اور اس کے رسولوں کے بتائے ہوئے رستہ پر چلیں گے ہم ان کو اتنا اجر دیں گے جو منقطع نہیں ہو گا۔

قیامت اور جہنم کا نقشہ

یہ آیات جو میں نے پڑھی ہیں سورہ النازعات کی آیات ہیں ان آیات میں انسانی زندگی کے دونوں پہلوؤں کو واضح کیا گیا ہے فرمایا فاذا جاءت الطامة الکبریٰ جب وہ سخت مصیبت والی گھڑی آ جائے گی۔ اس سے قیامت مراد ہے یوم یتذکر الانسان ما سعیٰ اس دن انسان کو وہ سب کچھ یاد ہو گا کہ کس قسم کی وہ محنت اور کوشش کرتا رہا ہے، یہاں تو انسان اپنی باتوں اور حرکات کو بھول جاتا ہے، لیکن وہاں بھولے گا نہیں، اس کو اپنے تمام افعال و کردار یاد آ جائیں گے، وبرزت الجحیم لمن یریٰ اور دیکھنے والوں کے لئے جہنم ظاہر ہو جائے گا، وہ جہنم جو قیامت میں ظاہر ہو گا وہ تو دور کی بات ہے اگر ہم چاہیں تو اس دنیا میں بھی جہنم کو دیکھ سکتے ہیں۔ یہ بغض اور حسد اور حرص کی آگ جو انسان کے سینہ میں جلتی ہے یہی درحقیقت جہنم ہے یا یہ ہے کہ انسان کو اپنی خواہشات نفس کے پورا نہ ہونے پر دکھ اور تکلیف ہوتی ہے یا دوسروں کو اپنے سے اچھی حالت میں دیکھ کر اسے تکلیف ہوتی ہے یہ سب جہنم ہی کی آگ ہے، یہاں جو اعمال انسان کرتا ہے اسے نظر نہیں آتے، قیامت کے دن جب اعمال متمثل ہو کر سامنے آ جائیں گے، تو بہت بڑی ندامت انسان کو ہو گی۔

انسان اس دنیا کیلئے پیدا نہیں کیا گیا

فاما من طغیٰ و اٰثر الحیوٰة الدنیا جو شخص خدا کے احکام سے سرکشی کرتا ہے اور دنیوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے فان الجحیم ھی الماویٰ اس کا ٹھکانا جہنم ہے، بڑا وعید ہے اس سے ظاہر ہے کہ انسان اس دنیا کے لئے پیدا نہیں کیا گیا اور جو شخص اس دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتا ہے، وہ خدا تعالیٰ سے سرکشی کرتا ہے اس لئے لازماً اس کا ٹھکانا دوزخ میں ہو گا یہ کس لئے، خدا تعالیٰ کو کسی کو سزا دینے میں مزا نہیں آتا وہ غنی حمید ہے، نہ کسی کی تعریف سے .... خوش ہوتا ہے، نہ اسے کسی کی عبادت یا اچھے اعمال کی حاجت ہے، اور نہ کسی کے برے اعمال سے اس کا کچھ بگڑتا ہے۔

جہنم ابدی نہیں

ہمارے تنگ دل مولویوں کا تو یہ خیال ہے کہ جو شخص ایک دفعہ جہنم میں چلا گیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وہیں رہے گا، یہ صحیح نہیں، یوں بھی یہ خدا تعالیٰ کا گھٹیا نقشہ ہے محدود اعمال کے لئے لامحدود سزا دینا خدا تعالیٰ کی شان سے بعید ہے انسانی زندگی کی حقیقت تو یوماً او بعض یوم ہے۔ اگر اتنے تھوڑے سے عرصہ کے بد اعمال کی سزا ابدی جہنم ہے تو پھر اس دنیا میں انسان کی پیدائش اور دوسری دنیا میں اسے لے جانے کی غرض ہی فوت ہو جاتی ہے یہ درست ہے کہ اعمال بد کی سزا وہاں ملے گی، دکھ اٹھانا پڑے گا۔ لیکن جب تمام کثافتیں جل جائیں گی اور پاک صاف ہو جائے گا تو اسے دوزخ سے نکال لیا جائے گا، خدا تعالیٰ کا رحم بڑا وسیع ہے، حدیث میں ہے کہ انبیاء شفاعت کریں گے ملائکہ شفاعت کریں گے مومن شفاعت کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی مٹھی جہنم میں ڈالے گا اور ایسے لوگوں کو نکالے گا، جنہوں نے نیکی کبھی کی ہی نہ تھی، خدا تعالیٰ کا منشا انسان کو پاک صاف کرنا ہے دکھ دینا نہیں

اعمال بد کا تجزیہ

واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھویٰ فان الجنة ھی الماویٰ قرآن جو کچھ بیان کرتا ہے اس میں فلسفہ اور حکمت ہے پہلے وہ مرض کی تشخیص کرتا اور پھر علاج تجویز کرتا ہے۔ پہلی آیت میں احکام الٰہی سے سرکشی اور نافرمانی کرنیوالوں کا تجزیہ کیا اور بتایا کہ ان کی سرکشی کی وجہ کیا ہے، وہ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتا ہے۔ جب دنیا کو ترجیح دی تو اعمال کی جزا سزا کی اسے پرواہ نہ رہی اور اس نے خدا تعالیٰ کی ناراضی کو کوئی چیز نہ سمجھا اسی لئے جہنم کو اس کا ٹھکانا بتایا۔

جنت ہوا و ہوس کو چھوڑ کر ملتی ہے

اور دوسرے حصہ میں فرمایا واما من خاف مقام ربہ جو شخص مقام الٰہی سے ڈرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ سمیع و بصیر ہے علیم و خبیر ہے علیٰ کل شیءٍ قدیر ہے ہر ایک چیز پر غالب ہے اور ہر ایک چیز طوعاً و کرہاً اس کے قانون میں جکڑی ہوئی ہے ونھی النفس عن الھویٰ وہ اپنے نفس کو ہوا و ہوس سے روکے رکھتا ہے فان الجنة ھی الماویٰ اس کا ٹھکانا جنت ہے، فی الواقعہ نفس کی ہوا و ہوس ہی دوزخ کی طرف لے جانے والی چیز ہے، یہ سارے فسادات، تمام کشت و خون اور لڑائی جھگڑے جو دنیا میں پیش آتے ہیں ان کی جڑ صرف نفسانیت ہے، وہ لوگ جو اپنے آپ کو نفس کا غلام کر لیتے ہیں ان کے اندر اعلیٰ اخلاق پیدا نہیں ہو سکتے۔

سفلی قویٰ کی تعدیل اخلاق عالیہ پیدا کرتی ہے

اس میں شک نہیں کہ انسان کے اندر جو سفلی قویٰ رکھے گئے ہیں ان کا رجحان بدی کی طرف ہے سوائے اس کے کہ ان النفس لامارة بالسوء الا ما رحم ربی نفس انسانی کا میلان تو برائی کی طرف ہوتا ہے خدا تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو۔ قویٰ سفلی میں اگر تعدیل پیدا ہو جائے اور برمحل استعمال کئے جائیں تو وہ اعلیٰ اخلاق ... بن جاتے ہیں مثلاً

موجب مذموم ہے لیکن نیکی پہ حریص ہونا مستحسن ہے متکبر سے تکبر کرنا ثواب ہے - الغرض ہمارے اندر جو قوٰی رکھے گئے ہیں وہ ضروری ہیں صرف ان کو صحیح طور پر استعمال کرنے سے ایک نئی چیز پیدا ہو جاتی ہے اور وہی چیز جو بظاہر بُری تھی حق اللہ اور حق العباد کا رنگ اختیار کر لیتی ہے

نفس انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے

نفس انسان کا سب سے بھاری دشمن ہے جبتک انسان نفس پر حکومت کرنا نہیں سیکھتا، روحانیت کے میدان میں قدم نہیں رکھ سکتا، وہ لوگ جو نفس کے پیچھے لگ جاتے ہیں ان میں نمود و نمائش آ جاتی ہے خود پسندی پیدا ہو جاتی ہے، تکبر آ جاتا ہے اپنی خواہشات کو نہ روکنے کے باعث ان میں طرح طرح کی برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں -

بے نفسی اور للہیت کی ضرورت

ہماری جماعت کو نفس پر حکومت کرنا سیکھنا چاہیئے جس مقصد کے لئے وہ کھڑی کی گئی ہے وہ پورا نہیں ہو سکتا جب تک اس میں بے نفسی اور للہیت نہ ہو، ایک نیک آدمی کے متعلق لکھا ہے کہ ایک مجلس میں کسی نے مجمع سے امداد کی درخواست کی - اس بزرگ نے ایک کثیر رقم اسی مجلس میں دیدی یہ دیکھ کر اہل مجلس نے اس کی تعریف کرنی شروع کر دی وہ بزرگ اسی وقت اُٹھ کر اس آدمی کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ مجھے خود ضرورت پیش آ گئی ہے میری رقم واپس کر دو، اس پہ انہی لوگوں نے اس پر لعنت ملامت شروع کر دی، رات کو وہ بزرگ پھر اس شخص کے مکان پر گئے اور کہا کہ یہ رقم میں نے اس لئے نہیں دی تھی کہ میری تعریف ہو اور اس طرح خدا کے ہاں میرا اجر ضائع ہو جائے، یہ رقم لو اور نام بھی نہ لو - اب غور کیجئے دنیا کو تو معلوم نہ ہوا کہ رقم اس کو پھر مل گئی ہے اس لئے وہ بزرگ تو مورد ملامت ہی رہا انہوں نے اپنے نفس کو ابتلا سے بچا لیا اور مخلوق کی واہ واہ کے مقابل خدا کی رضا کو ترجیح دی، یہ ہے بے نفسی، یہ نہیں کہ ایک تھوڑا سا کام کر لیا اور اپنے منہ میاں مٹھو بن کر اپنی تعریفیں شروع کر دیں اور لوگوں سے واہ واہ کے خواہاں ہوئے مومن کو اس سے پرہیز کرنا چاہیئے جو انسان کو گرا دیتی ہے اور اعلےٰ اخلاق اور روحانیت سے محروم کر دیتی ہے -

مولانا یعقوب خانصاحب کی بے نفسی

مولانا یعقوب خاں صاحب کے مضامین کبھی کبھی پیغام صلح میں آتے ہیں وہ کہا کرتے ہیں کہ یہ جو بعض لوگ اپنے متعلق ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ فلاں جگہ لیکچر دیا اور بڑی تعریف ہوئی یہ اچھا نہیں، ان کے مضامین میں شاید آپ نے نوٹ کیا ہے یا نہیں جتنے لیکچر آج تک انہوں نے دیئے ہیں صرف ان کی رپورٹ ہے اور ایک لفظ ایسا نہیں پائیں گے جس سے اپنی تعریف کا پہلو نکلتا ہو -

اپنی تعریف کی خواہش کرنا اچھا نہیں

فی الحقیقت جس شخص میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میری تعریف ہو اس نے اپنے نفس پر قابو نہیں پایا، خدا تعالےٰ نیات کو جانتا ہے، جس کی نیت یہ ہو کہ لوگ واہ واہ کریں اور اس کی تعریف ہو اس نے اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے اجر کو ضائع کر لیا، ایسا ہی جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ میں بڑا ہوں اور لوگ میری عزت کریں وہ بھی نفس کا بندہ ہے -

حضرت سید عبدالقادر رحہ کی بے نفسی

آپ نے حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق سنا ہوگا کہ وہ ایک رات نماز پڑھ رہے تھے تو ایک نہایت خوبصورت تخت انہوں نے اُترتے دیکھا جس پر ایک جاہ و جلال والا شخص بیٹھا ہوا تھا اور اس نے آواز دی اے عبدالقادر تو نے بہت عبادت کی، آج سے تمہیں نماز کی معافی دی جاتی ہے، یہ سنتا تھا کہ حضرت عبدالقادر نے جواب دیا اے شیطان میں تجھے خوب پہچانتا ہوں، بھلا وہ چیز جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاف نہ ہوئی مجھے کیسے معاف ہو گی، جا دُور ہو جا، اس پر شیطان نے ایک دوسرا حملہ ان پر کیا اور کہا اے عبدالقادر آج تیرے علم نے تجھے بچا لیا، یہ اس کا دوسرا حملہ تھا کہ انانیت ان کے اندر آ جائے، لیکن انہوں نے فرمایا کہ نہیں تو نے غلط کہا ہے کہ میرے علم نے مجھے بچایا ہے، میرے علم نے نہیں بلکہ خدا کے فضل نے میری دستگیری کی اور میں تیرے حملہ سے بچ گیا -

جنت حاصل کرنے کا نسخہ

یہ ہے نفس پر قابو پانا، اگر آپ فی الحقیقت جنت میں اپنا ٹھکانا بنانا چاہتے ہیں تو اس کا ایک ہی نسخہ ہے واما من خاف مقام ربه و نهى النفس عن الهوىٰ فان الجنة هى المأوىٰ خدا کے مقام کو پہچانو، اس کی ہیبت و جبروت، اس کی خشیت دل میں پیدا کرو - اور دنیا کی تعریف سے بے نیاز ہو کر خدمت دین کے کام میں لگ جاؤ -

ریا سے بچنے کی ضرورت

حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے کہ جو شخص چھپ کر خدا کی عبادت کرتا ہے اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اسے عبادت کرتے ہوئے دیکھے تو اسے ایسی شرم آتی ہے جیسے اس کو کوئی برائی کا کام کرتے ہوئے کسی نے دیکھ لیا ہو، یہ اس لئے کہ ایسے لوگ پسند نہیں کرتے کہ...... اُن کے زہد و عبادت میں کسی قسم کا ریا پیدا ہو، ایک صوفی کے متعلق لکھا ہے کہ کوئی شخص اُن کے پاس آیا اور کہا کہ میں آپ کے حلقہ میں شامل ہونا چاہتا ہوں اُن صوفی صاحب نے کہا پہلے بازار میں جاؤ اور اپنا سر منڈوا کر بیٹھ جاؤ تاکہ لڑکے تمہارے سر پر چپت ماریں جب اس پہ تمہیں غصہ نہ آئے اور تمہارے خون میں جوش نہ آئے تب میرے پاس آ جانا تصوف کو لوگوں نے غلط سمجھا ہے نفس پر حکومت کرنا تصوف ہے -

نفس سب سے بڑا شیطان ہے

ان اعدى عدوك نفسك بين جنبيك تیرا نفس جو تیرے پہلو میں ہے وہی تیرا سب سے بڑا دشمن ہے، غور کر کے دیکھ لو یہ بالکل سچی بات ہے یہی شیطان ہے جو انسان کو بری تحریکیں کرتا ہے اور ایسی باریکی سے اس کے اندر داخل ہوتا ہے کہ بسا اوقات انسان دھوکے میں آ جاتا ہے اور جتنا جتنا روحانیت میں ترقی کرتا جاتا ہے اتنا ہی شیطان زیادہ باریک ہوتا جاتا ہے -

اسلام سے لوگوں کی بے تعلقی

بہرحال میرا مقصد ان سب امور کو بیان کرنے سے یہی ہے کہ ہمیں خاص طور پر اس طرف متوجہ ہونا چاہیئے اور ہر پہلو سے اپنے نفس پر قابو پانا چاہیئے اس وقت کا مامور بڑے ہی نازک زمانہ میں آیا، خدا پر اس وقت ایمان اُٹھ چکا تھا، خود مسلمانوں کا خدا سے تعلق منقطع ہو چکا تھا، اور وہ اسلام سے مایوس ہو چکے تھے - میں نے خود مسلمانوں کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ اسلام اب فیل ہو گیا، اس کی تعلیم اس زمانہ کے لئے نہیں، یہ مذہب عرب کے جنگلی انسانوں کے لئے تھا اس مہذب زمانہ میں روشن خیال دنیا کے سامنے چل نہیں سکتا

وضو کی ضرورت کیوں؟

اگلے دن میرے ایک عزیز نے کہا کہ نماز تو میں پڑھتا ہوں، قرآن کو خدا کا کلام مانتا ہوں، لیکن نماز کے لئے وضو کیوں ضروری ٹھہرایا گیا ہے - جب ہم ہر روز نہا دھو کر صاف ستھرے ہو جاتے ہیں تو پھر وضو کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے میں نے اُن سے کہا کہ جس خدا نے نماز فرض کی ہے اس نے ہی اس کے لئے وضو ضروری قرار دیا ہے - یہ تو خدا پر اعتراض ہے - اس کے ہر حکم میں حکمت ہے - قطع نظر عمومیت سے ان اعضا کو جن پر گرد و غبار پڑتا ہے صاف کرنے کے یہ قدوس خدا کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لئے پہلا قدم ہے اور اس قصد کا اظہار ہے جو انسان اس کی طرف متوجہ ہونے کے لئے کرتا ہے، وضو خدا کی ہستی کا احساس دل میں پیدا کرتا ہے - دنیا سے خدا کی طرف منتقل کرتا ہے -

نفس کے دھوکے

ہر وقت اس کا محاسبہ کرنا چاہیئے کہ ہمارا ہر قول اور فعل نفس کی ملونی سے پاک ہو جو شخص نفس کی غلامی سے آزاد نہیں اور اس کا نفس اس پر سوار ہے وہ خطرے میں ہے -

مقامِ مسیح موعود و شانِ مہدی معہود

مولانا شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری

حضرت نبی کریم صلعم کے کامل مہدی اور کامل ہادی ہونے کا مفہوم

تمام مسلمانوں کا یہ مسلّم عقیدہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کامل مہدی اور کامل ہادی ہیں یعنی پہلے آپ نے اللہ تعالےٰ سے براہ راست ہدایت پائی اور اس قدر پائی جتنی انسان کے لئے بحیثیت انسان ممکن ہو سکتی ہے، ہدایت کے اس بلند ترین مقام پر آپ سے قبل کسی کو بھی رسائی نہیں ہوئی حتیٰ کہ انبیاء سابقین علیہم السلام بھی ہدایت کی اس بلند چوٹی تک نہیں پہنچ سکے دوسروں کے پہنچنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اسی معنی میں آنحضور صلعم کامل مہدی کہلاتے ہیں یعنی کامل ہدایت یافتہ کیونکہ مہدی کے معنی ہدایت یافتہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے آنجناب صلعم کو یہ مشعلِ ہدایت اس لئے دی گئی کہ آپ ارشاد خداوندی بلّغ کے حکم کی تعمیل میں دیگر لوگوں کو بھی اپنی اس ہدایت کے نور سے منور کریں اور انہیں بھی مہدی یعنی ہدایت یافتہ بنائیں، اور ہدایت یافتہ بنانے کا یہ کام جو آپ کے سپرد کیا گیا ہے بوجہ آپ کے خاتم النبیین ہونے کے کسی خاص قوم یا کسی خاص زمانہ تک محدود نہیں بلکہ قیامت تک آنیوالی تمام قومیں اور تمام زمانے اس کے دائرہ کے اندر آتی ہیں اور اسی وجہ سے آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کامل ہادی قرار دیئے گئے ہیں آنحضور صلعم کو جو خاتم النبیین کا لقب عطا کیا گیا ہے، وہ بھی اسی وجہ سے دیا گیا ہے کہ آپ تمام انبیاء علیہم السلام کے مقابل میں کامل ہدایت یافتہ اور قیامت تک کامل ہدایت دینے والے ہیں۔

کامل ہادی ہونے کا لازمی نتیجہ

اب جبکہ آنحضور صلعم کا قیامت تک تمام قوموں اور زمانوں کے لئے کامل ہادی ہونا ثابت ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ ہر قوم اور ہر زمانہ میں آپ کے متبعین میں سے مہدی یعنی ہدایت یافتہ لوگ پیدا ہوتے رہیں اور ان میں ایسے مہدی بھی ہوں جن کا ہدایت یافتہ ہونا نمایاں طور پر دنیا کو نظر آ جائے ورنہ آنحضور صلعم کے متعلق کامل ہادی ہونے کا دعوےٰ محض دعوےٰ کی حد تک ہی رہیگا اس کا عملی ثبوت دنیا کو قطعاً نہیں مل سکے گا

یاد رکھنے کے قابل ایک نکتہ

اس جگہ یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ براہ راست اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہدایت پانے والے اشخاص نبی کہلاتے ہیں اور ان انبیاء کے ذریعہ یعنی ان کی تربیت کے نتیجہ میں ہدایت پانے والے اشخاص اولیاء کہلاتے ہیں مہدی یعنی ہدایت یافتہ دونوں ہی ہوتے ہیں لیکن بلاواسطہ اور بالواسطہ کے فرق سے اُن کے مقاموں میں فرق پیدا ہو جاتا ہے اسی فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے جناب مرزا محمود احمد صاحب اور اُن کے ہم خیال دوستوں نے حضرت مرزا صاحب کو نبی بنا دیا ہے حالانکہ نبی اور غیر نبی میں دیگر مابہ الامتیاز امور کے علاوہ یہ مابہ الامتیاز بڑا ضروری اور اہم ہے کہ نبی براہِ راست خدا سے فیض پاتا ہے اور ولی جو غیر نبی ہوتا ہے وہ نبی کے واسطہ سے الٰہی فیوض و برکات کا وارث ہوتا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کی وضاحت اور جماعت ربوہ کو ناصحانہ مشورہ

اور اس فرق کو خود حضرت مرزا صاحب نے نہایت وضاحت کے ساتھ اپنی کتاب ست بچن میں بیان فرمایا ہے اور پھر اپنی کتاب لجۃ النور میں اس عقیدہ کو تمام اہل دل مقربانِ الٰہی کی طرف منسوب کیا ہے کاش جناب مرزا محمود احمد صاحب اور اُن کے ہمنوا ساتھی حضرت اقدسؑ کی ان تحریروں پر غور کی نظر ڈالیں اور الرجوع الی الحق خیر من التمادی فی الباطل میں بیان کردہ زرّیں اصول پر عمل پیرا ہو کر اپنے مسلک کو حضرت اقدسؑ کے مسلک کے مطابق بنا کر اس بات کو ثابت کر دیں کہ جس عقیدہ کو انہوں نے پہلے اختیار کیا تھا وہ محض ابتغاء لمرضات اللّٰہ کیا تھا چنانچہ اب جب اس کا غلط ہونا واضح ہو گیا ہے تو سلف صالحین کی سنت پر عمل کرتے ہوئے وہ اس سے رجوع کرنے پر تیار ہو گئے ہیں اللہ تعالےٰ انہیں اس کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

رسول کے علاوہ کامل مومنین کی اتباع بھی ضروری ہے

پہلے کلام کی طرف رجوع کرتے ہوئے میں دوبارہ یہ عرض کرتا ہوں کہ نبی کریم صلعم کے مقام اعلےٰ کا یہ تقاضا ہے کہ آپ کی امت میں ہر زمانہ اور ہر قوم میں صرف مہدی ہی نہیں بلکہ کامل مہدی پیدا ہوتے رہیں گے جو دوسروں کے لئے نمونہ بن کر صداقت اسلام اور حقانیت رسالت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا عملی ثبوت بہم پہنچاتے رہیں اور امت کے ناقص لوگوں کو ہمیشہ صراط مستقیم اور سنت صحیحہ کی طرف رہنمائی کرتے رہیں اسی کی طرف قرآن کریم سورۃ توبہ کے رکوع ۱۴ کی اس آیت میں اشارہ فرما رہا ہے والسابقون الاوّلون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللّٰہ عنھم ورضوا عنہ واعدّ لھم جنّٰت تجری تحتھا الانھار خالدین فیھا ابداً ذالک الفوز العظیم - یعنی مہاجرین اور انصار میں سے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لانے میں سبقت لے جانے کی وجہ سے اوّل نمبر کے ہدایت یافتہ ہیں اور اسی طرح وہ مسلمان جو ایسے کامل مومنوں کی عمدگی کے ساتھ پیروی کریں گے ان پر خدا راضی ہوگا اور وہ خدا سے راضی ہوں گے اللہ تعالےٰ نے اُن کے لئے ایسے باغات تیار کئے ہیں جو دائمی طور پر پانی سے سیراب رہنے کی وجہ سے ہمیشہ سرسبز رہیں گے اور یہی اُن کے لئے قیام گاہ ہوں گے اور یہ بہت ہی بڑی کامیابی ہے۔

نہ پیروی کرنے والوں کا انجام

یہ تو کامل پیروی کرنے والوں کے متعلق ارشاد فرمایا اور اس کے مقابل ایسے کامل مومنین کی پیروی نہ کرنے والوں کے متعلق بھی جو کچھ فرمایا ہے اس کو سُن کر ہر خوف خدا رکھنے والے انسان کا دل دہل جائے گا - فرماتا ہے ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولیٰ ونصلہ جھنم وساءت مصیراً یعنی جو شخص ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد بھی رسول کی مخالفت پر مصر رہتا ہے اور کامل مومنین کے راستہ کے خلاف کسی اور راستہ کی اتباع کرتا ہے ہم اسے اسی راستہ پر چلائیں گے جس راستہ کو اس نے اختیار کیا ہے (کیونکہ قانون الٰہی یہی ہے اس میں جبر کو دخل نہیں) لیکن یہ لوگ ... اس بات کو یاد رکھیں کہ مؤمنین کے راستہ کو چھوڑ کر کسی اور راستہ کو اختیار کرنے کا نتیجہ اچھا نہیں اگر اس کو ترک نہ کیا جائے تو یہ راستہ بالآخر جہنم کی طرف لے جانے والا ہے چنانچہ پھر ہم اسے جہنم میں داخل کر دیں گے اور وہ ٹھکانہ اُن کے لئے بُرا ٹھکانہ ہے۔

رسول کریم صلعم کی زندگی میں تو مؤمنین کا راستہ واضح ہی تھا بعد میں تو اس راستہ کا علم کامل مومنین کے اختیار کردہ طریق سے ہی حاصل ہو سکتا ہے

کیونکہ وہ انہیں قرب الٰہی حاصل کرانے کا ذریعہ بن گیا ہے اور ان کے اندر اُسنے وہ علامات پیدا کر دی ہیں جو مقربان الٰہی میں قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی رُو سے پائی جانی ضروری ہیں ، جب نتیجہ صحیح نکل آیا تو طریق کے درست ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے عام مسلمانوں کو ارشاد فرمایا ہے کونوا مع الصادقین یعنی اسے مسلمانو ان لوگوں کی معیت اختیار کر جو آیت وبشر الذین آمنوا ان لھم قدم صدق عند ربھم کا مصداق بن کر خدا کے نزدیک الصادقین کے لقب سے ملقب ہو چکے ہیں یہی وجہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کے بعد امت کا اسی پر عمل رہا ہے کہ وہ اولیاء اللہ کی صحبت سے مستفیض ہونا ضروری سمجھتے رہے ہیں۔

مذکورہ بالا دونوں آیتوں میں کامل مومنین کی پیروی کرنے والوں اور نہ کرنے والوں کے انجام کی وضاحت کر کے تصویر کے دونوں رُخ مسلمانوں کے سامنے رکھ دیئے ہیں تا وہ اپنی برائی اور بھلائی کو خود سوچ لیں۔

آیت استخلاف کا مفہوم

ان کے علاوہ سورۃ نور کی آیت استخلاف میں بھی اس مضمون کو دوہرایا ہے لیکن اس میں ایک زاید بات یہ بیان کی ہے کہ ایسے کامل مومنین میں سے بعض کو اللہ تعالےٰ حضرت نبی کریم صلعم کے خلفاء کی حیثیت سے کھڑا کرے گا اور ایسے خلفاء کا ساتھ نہ دینے والوں کو فاسق یعنی اطاعت سے نکلنے والے قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا ہے وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئاً ومن کفر بعد ذالک فاولٰئک ھم الفاسقون واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون لا تحسبن الذین کفروا معجزین فی الارض وماوٰھم النار ولبئس المصیر۔

یعنی اللہ تعالیٰ امت محمدیہ میں ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ بجا لانے والوں میں سے بعض کے متعلق یہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ انہیں اسی طرح نبی کریم صلعم کے خلفاء بنائیگا جس طرح انبیاء سابقین کی امتوں میں بناتا رہا یعنی جس طرح ان میں بوقت ضرورت مجدد اور محدث اور مصلح ہوتے رہے ہیں اسی طرح اس امت میں بھی ہوتے رہیں گے صرف اس فرق کے ساتھ کہ پہلی امتوں میں بوجہ نبوۃ اور ہدایت کے کامل نہ ہونے کے نبی بھی بوقت ضرورت مبعوث ہو جاتے تھے لیکن امت محمدیہ میں حضرت نبی کریم صلعم کے کامل نبی اور خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے چونکہ نبوت آپ کے وجود میں اپنے انتہائی کمال کو پہنچ گئی ہے اور آپ پر نازل شدہ ہدایت نے بھی انتہائی کمال کو حاصل کر لیا ہے اور یہی دونوں چیزیں یعنی نبوت اور نازل شدہ ہدایت تزکیہ قلوب کا ذریعہ ہوتے ہیں اس لئے قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلعم کے بعد انبیاء کے آنے کی تو ضرورت نہیں رہی لیکن خلفاء کی ضرورت آیات مذکورہ بالا کی رُو سے باقی رہتی ہے تا اُن کے قلوب کے آئینہ صافیہ میں نبی کریم صلعم کا چہرہ منورہ نظر آتا رہے اور اُن کے وجود سے اگر ایک طرف عام مومنوں کے ایمانوں کو تقویت حاصل ہوتی رہے تو دوسری طرف مخالفین اسلام کے منہ بھی بند ہوتے رہیں اور ان پر صداقت اسلام کے متعلق حجت قائم ہوتی رہے اسی لئے اس آیت میں فرمایا کہ ایسے خلفاء اس وقت قائم کئے جائیں گے کہ جب دین کو کسی نہ کسی طرف سے ضعف پہنچ رہا ہوگا اور اس کو مضبوط کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ یا اس کے مٹ جانے کا خوف لاحق ہوگا ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ ایسے خلفاء کو کھڑا کر کے ان کے ذریعہ اپنے دین کو جسے اُس نے دنیا کے لئے پسند کیا ہے ضعف سے نکال کر اُسے قوت اور مضبوطی عطا کر دے گا اور اگر اسے مٹنے کا خوف ہے تو اس خوف کو امن سے بدل دے گا یعنی مسلمانوں کو جو خوف لاحق ہو رہا ہوگا اُس سے وہ محفوظیت کے حصار میں آ جائیں گے نہ دین کی طرف سے انہیں خوف رہے گا نہ اپنے متعلق ان خلفاء کے حقیقی خلفاء ہونے کی یہی بڑی نشانی ہے جس میں یہ پائی جائے اس کو نبی کریم صلعم کا سچا خلیفہ تسلیم کر لو اور اس کے ساتھ ہو کر خدمت دین میں لگ جاؤ ورنہ انجام اچھا نہیں ہوگا دوسری علامت ان کی یہ بتلائی کہ وہ خالص توحید پر قائم ہوں گے اور اسی ایک خدا کی عبادت کریں گے جس کی عبادت کی طرف اسلام بلاتا ہے اور شرک سے بکلی مجتنب رہیں گے ایسی تائید الٰہی کو مشاہدہ کرنے کے بعد بھی جو شخص اسلام سے یا ان کی خلافت سے منکر رہے گا تو ایسے لوگ خدا اور اس کے رسُول کی نافرمانی کرنے والے قرار پائیں گے اور نافرمانی کا جو نتیجہ بھی ہو سکتا ہے وہ واضح ہی ہے اس لئے اس کے بھگتنے کے لئے وہ تیار رہیں (کاش ہمارے شیعہ دوست اس آیت پر غور فرمائیں اگر وہ ایسا کریں گے تو... خلفاء ثلاثہ کے متعلق اُن کے دلوں سے نہ صرف بُغض نکل جائے گا بلکہ حب الانصار من الایمان کے ماتحت ان کی محبت دلوں میں پیدا ہو جائے گی) اس لئے اسے مسلمانو! ایسے خلفاء الرسول صلعم کا ساتھ دیتے ہوئے نمازیں پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کے سب احکام کو مانو تا تم پر رحم کیا جائے یاد رکھو کہ کافر لوگ جو ہمیشہ دین اللہ یعنی اسلام کی بیخ کنی کے درپے رہتے ہیں وہ خدا کو جس نے اسلام کی حفاظت کا وعدہ کیا ہوا ہے اس وعدہ کو پورا کرنے..... سے عاجز نہیں کر سکتے اگر دشمن تلوار سے اسلام کو مٹانے کی کوشش کرے گا تو وہ امت محمدیہ میں ایسے خلفاء کھڑے کر دے گا جو تلوار سے اس کی سرکوبی کر کے اسے ناکام بنا دیں گے۔ اور اگر وہ اسلام پر اعتراضات کے ذریعہ اور اس کی روحانی تاثیروں پر حملہ کر کے اُسے مٹانے کی کوشش کرے گا تو اللہ تعالےٰ امت میں ایسے خلفاء پیدا کر دے گا جن کو وہ قرآن کریم کے حقیقی علم کے زبردست ہتھیاروں سے مسلح کر کے دشمنوں کو پسپا کرا دے گا اور اسلام کا روشن چہرہ اُن کے ذریعہ چمکا دے گا جس کی روشنی سے دشمنان اسلام کی آنکھیں چکا چوند ہو جائیں گی غرضکہ اسلام کی حفاظت کا جو وعدہ ہے وہ انہی خلفاء کے ذریعہ پورا ہوتا رہے گا اور جیسا جیسا حملہ شدید ہوگا ویسی ویسی قوت اور طاقت کا خلیفہ کھڑا کیا جائے گا اور اسی سے اُس کے درجہ اور رتبہ کا اندازہ ہو سکے گا۔

اس آیت میں جس زبردست وعدہ کے ذریعہ مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے وہ اپنی وضاحت آپ کر رہا ہے اور اس میں جن پر زور الفاظ میں مسلمانوں کو ایسے خلفاء کا ساتھ دینے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے وہ بھی ہر مسلمان کے لئے قابل غور ہیں۔

ایسے خلفاء کی سنّت پر چلنے کی تاکید حدیث نبویؐ میں

قرآنی آیات کے علاوہ حضرت نبی کریم صلعم کے ..... ارشادات میں بھی ایسے کامل مومنین کے طریق پر چلنے کی مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے حضور صلعم فرماتے ہیں علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین۔ یعنی اسے مسلمانو میری سنت کو اختیار کرو اور میرے بعد ان خلفاء کی سنت کی پیروی اختیار کرو جو رشد پر ہوں اور مہدی یعنی ہدایت یافتہ ہوں۔

اس ارشاد نبویؐ میں اس امر کی صراحت موجود ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کے بعد قیامت تک خلفاء کا سلسلہ چلے گا اور وہ رشد پر ہوں گے اور بوجہ ہدایت یافتہ ہونے کے دوسرے مسلمانوں کے لئے بھی اور غیر مسلموں کے لئے بھی ہدایت کا ذریعہ بنیں گے چونکہ ان کا اختیار کردہ طریق ان کو رشد اور ہدایت کی طرف لے جانے والا ثابت ہوگا اس لئے دوسرے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ بھی اسی کی پیروی کریں اور اس کی مخالفت سے باز رہیں کیونکہ نتائج نے ان کی صحت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے ورنہ

من عادی لی ولیاً فقد اٰذنتہ للحرب کے ماتحت خدا سے جنگ کرنے کیلئے تیار ہو جائیں اور اس کا جو نتیجہ نکل سکتا ہے اس سے وہ بے خبر نہیں ہو سکتے۔

ایک خاص مہدی کی پیشگوئی

ان مہدیوں میں جن کا وجود ہر زمانہ اور ہر قوم میں پایا جانا ضروری ہے ایک خاص مہدی کی بھی پیشگوئی ہے جو نبی کریم صلعم کی ہدایت کے نور سے اس قدر کامل حصّہ پائے گا جتنا کہ ایک امتی کے لئے ممکن ہو سکتا ہے جس طرح کہ نبی کریم صلعم نے خدا کے نور سے اتنا کامل حصّہ پایا ہے جتنا کہ نبی کے لئے ممکن ہو سکتا ہے اسی طرح یہ امتی بھی آنحضور صلعم کے نور سے اتنا منور ہوگا کہ اس سے بڑھ کر امتی کے لئے ممکن نہیں اس لئے وہ خاتم الخلفا کہلائے گا اور نبی کریم صلعم کی شان رسالت اس کے وجود میں ایسی کامل طور پر منعکس ہوگی کہ صحابہ کرام رضہ کے بعد ایسے کمال کے ساتھ کسی امتی کے وجود میں ظاہر نہیں ہوئی اس مہدی کی شان کے متعلق جو کچھ احادیث میں وارد ہوا ہے اس آرٹیکل میں اسی کو پیش کرنا مقصود ہے۔

اگرچہ قرآن کریم میں بھی اس عظیم الشان شخصیت کے ظہور کے متعلق استدلال کیا جا سکتا ہے اور انشاء اللہ کسی دوسری فرصت میں اس استدلال کو بھی بتوفیقہ پیش کیا جائے گا لیکن سردست احادیث سے ہی بتلایا جائے گا کہ خدا اور اس کے رسول کے نزدیک اس مہدی کی کس قدر بلند شان ہے اور اس کی اتباع کتنی ضروری ہے اور اس کا ساتھ دینا کس قدر فوائد اپنے اندر رکھتا ہے۔

مسیح اور مہدی ایک ہی شخصیت کے دو لقب ہیں

پیشتر اس کے کہ مسیح موعودؑ اور مہدی معہود کی شان کا تذکرہ کیا جائے یہ بتلا دینا بھی ضروری ہے کہ احادیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح اور مہدی دو ..... الگ الگ شخصیتیں نہیں بلکہ ایک ہی شخص کے دو مختلف حیثیتوں کے لحاظ سے دو مختلف نام ہیں حضرت مسیح ناصری کی وفات تو اب ایک مسلّم عقیدہ کے طور پر تسلیم کی جا چکی ہے اس لئے اس پر بحث کی ضرورت نہیں اور جب یہ مسلّم ہے کہ حضرت مسیح ناصریؑ فوت ہو چکے ہیں تو آنے والا مسیح امت کا ہی ایک فرد ہو سکتا ہے اور وہ بوجہ امتی ہونے کے حضرت نبی کریم صلعم سے ہی فیضیاب ہوگا، اور آپ کی ہدایت سے ہی ہدایت یافتہ ہونے کی وجہ سے مہدی کے لقب سے ... ملقب کیا جائے گا ملاں بوجہ کامل ہدایت یافتہ ہونے کے وہ دیگر مہدیوں سے ممتاز حیثیت رکھنے کی وجہ سے موعود ہوگا اسی لئے حدیث میں بالصراحت آیا ہے لا المھدی الا عیسیٰ ابن مریم یعنی مہدی کامل عیسیٰ ہی ہے اور دوسری حدیث میں آنے والے مسیح کے متعلق بالصراحت مذکور ہے کہ وہ مسلمانوں کا امام ہوگا اور مسلمانوں میں سے ہی ہوگا نہ کہ بنی اسرائیل میں سے اسی طرح قرآن کریم کی آیت وکذالک جعلنٰکم امۃ وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیداً صریح نص ہے اس بات پر کہ دنیا کی اصلاح کا کام امت محمدیہ کے ہی سپرد کیا گیا ہے اصلاح خلق کے لئے باہر سے کوئی نہیں آئے گا اور آیت میں یہ امر بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ امت کے وہی افراد اصلاح خلق کے فریضہ کو سرانجام دے سکتے ہیں جو حضرت رسول اکرم صلعم کے فیوض سے مستفیض ہوں گے اس کے علاوہ احادیث میں دونوں کے کام بھی ایک ہی بتلائے گئے ہیں مثلاً کسر صلیب قتل خنزیر۔ زمین میں ظلم اور جور کو عدل سے بدل دینا وغیرہ وغیرہ۔ پس جب یہ ثابت ہے کہ یہ دونوں لقب ایک ہی شخص کے ہیں تو جو امور مسیح کی عظمت و شان کو بیان کرنے کے لئے احادیث میں مذکور ہیں وہی مہدی کے علو مرتبت پر دال ہیں اسی طرح جو مہدی کے مقام کی بلندی بتلا رہے ہیں وہی مسیح کی بڑائی کی غمازی کر رہے ہیں۔

شان کا اندازہ کرنے کے معیار

ہر شخص کی شان کا اندازہ اس فن میں کمال کے لحاظ سے کیا جاتا ہے جس فن کی مہارت کا اس کو دعویٰ ہوتا ہے مسیح اور مہدی چونکہ امت محمدیہ میں مجدّد کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے مجددین کی صف میں رکھ کر ہی اس کے مقام اور اس کی شان کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا اور دیکھا جائیگا کہ مجددین امت میں اُسے کیا رتبہ حاصل ہے اور اُن کے مقابلہ میں وہ کس قدر اہمیت کا حامل ہے پس جماعت مجددین کی شان کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے مندرجہ ذیل امور کو بطور معیار قرار دینا پڑے گا۔

اوّل۔ حضرت نبی کریم صلعم کے ساتھ اسے روحانی قرب کہاں تک حاصل ہے اور کس حد تک وہ آنحضرت صلعم کی محبت اور اطاعت میں فنا ہے اور کس حد تک وہ آپ کے دین کے قیام اور آپ کی سنت کے احیاء کے لئے غیرت رکھتا ہے کیونکہ جو کام بھی اس نے کرنا ہے اس کے لئے اس نے تمام ضروری روحانی حربے آنحضور صلعم سے ہی لینے ہیں۔

دوم۔ حضور نبی کریم صلعم نے اسے بالواسطہ یا بلا واسطہ کیا اہمیت دی ہے اور کن ذاتی صفات کا اسے حامل قرار دیا ہے اور دیگر مجددین کے مقابلہ میں اس کی کیا خصوصیات بیان فرمائی ہیں۔

سوم۔ جس فتنہ کی اصلاح کے لئے اسے مبعوث کیا گیا ہے اس کی کیا اہمیت ہے۔

چہارم۔ اس فتنہ کی اصلاح کے راستہ میں کن مشکلات کا اسے سامنا کرنا پڑے گا۔

پنجم۔ تائید الٰہی کہاں تک اس کے شامل حال ہے۔

ششم۔ جو علامات اس کے زمانہ کے لئے مقرر کی گئی ہیں کیا وہ متحقق ہو گئی ہیں۔

ہفتم۔ جس غرض کے لئے اس کی بعثت وقوع میں لائی گئی ہے اس کے ظہور سے کیا وہ غرض پوری ہو گئی ہے۔

ہشتم۔ اس کی اتباع کو کہاں تک ضروری قرار دیا ہے۔

معیار اوّل

مسیح موعود اور مہدی معہود کو نبی کریم صلعم کا ... روحانی قرب کہاں تک حاصل ہوگا اس کا اندازہ حضرت نبی کریم صلعم کے مندرجہ ذیل ارشادات سے ہو سکتا ہے۔

(۱) مہدی کے متعلق حضور فرماتے ہیں ان لمھدینا اٰیتین الخ یقیناً ہمارے مہدی کے لئے دو نشان ہیں نشانوں کے متعلق بحث آگے آئے گی، سردست حضورؐ کے الفاظ ان لمھدینا یعنی "ہمارے مہدیؑ" کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے یہ تو ظاہر ہے کہ امت کے تمام مجددین اور تمام اولیاء حضور نبی کریم صلعم سے ہی ہدایت یافتہ ہیں لیکن اس مجدّد کے متعلق جسے مہدی کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے خصوصیت سے یہ فرمانا کہ وہ ہم سے ہی ہدایت یافتہ ہے بتلاتا ہے کہ اس کے ہدایت یافتہ ہونے پر خاص زور دینا مقصود ہے اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ ایک تو اس مجدد نے حضور نبی کریم صلعم کی ہدایت سے کامل حصّہ لیا ہو اور دوسرے اسے نبی کریم صلعم کا ...... انتہائی روحانی قرب حاصل ہو کیونکہ اس قرب کے بغیر نبی کریم صلعم کا وارث ہونا ناممکن ہے۔

(۲) مسیح کے متعلق نبی کریم صلعم کا دوسرا ارشاد یہ ہے جو کسی دوسرے مجدد کے لئے آپ نے نہیں فرمایا یدفن معی فی قبری۔ یعنی مسیح میری قبر میں میرے ساتھ دفن کیا جائے گا ظاہری قبر تو مراد ہو نہیں سکتی اس لئے قبر سے مراد حضور نبی کریم صلعم کی تشریح کے مطابق روضۃ من ریاض الجنۃ ہی ہو سکتا ہے پس مسیح کو جنت کے اس خاص مقام میں رکھا جانا جہاں حضور نبی کریم صلعم کو جگہ دی گئی ہے اس کے آپ کے ساتھ روحانی قرب کے انتہائی مقام پر بالصراحت دلالت کر رہا ہے اس پر حضور کے یہ الفاظ فاقوم انا وعیسیٰ ابن مریم فی قبر واحد یعنی میں اور عیسیٰ جنت کے ایک ہی مقام

میں کھڑے ہوں گے بھی اسی قرب پر دلالت کرتے ہیں۔

(۳) تیسرا ارشاد حضور صلعم کا یہ ہے کہ اس کا نام محمد اور احمد ہوگا یہ دونوں نام صفاتی نام ہیں یعنی جب تک یہ مجدد میری محبت اور اطاعت میں اس قدر فنا نہیں ہو جائے گا کہ آسمان پر اس کا نام محمد اور احمد رکھ دیا جائے اس وقت تک وہ اس عہدۂ جلیلہ پر سرفراز کئے جانے کے قابل نہیں ہوگا۔

(۴) دجّال کے متعلق حضور صلعم فرماتے ہیں

ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجہ دونکم

یعنی اگر دجّال ظاہر اس حالت میں کہ میں تم میں موجود ہوں تو میں خود اس کا مقابلہ دلائل سے کروں گا اب یہ تو ظاہر ہے کہ دجّال کا خروج آخری زمانہ میں مقدر ہے اور نبی کریم صلعم اس وقت موجود ہو ہی نہیں سکتے اور یہ بھی اظہر من الشمس ہے کہ دجّال کے فتنہ کا فرد ہونا مسیح کے ہاتھ پر مقدر رکھیں ان سب احادیث کو ملا کر نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ آنحضور صلعم نے مسیح کے وجود کو اپنا ہی وجود قرار دیا ہے اور یہ قرب روحانی کے انتہائی مقام پر کھلی کھلی دلیل ہے اسی طرح شب معراج میں یاجوج ماجوج کی طرف مسیح کی بعثت کو اپنی بعثت قرار دینا اسی حقیقت کو واضح کر رہا ہے۔

(۵) المہدی منا اهل البیت اس ارشاد میں حضور صلعم نے مہدی کو اپنے اہل بیت میں داخل کیا ہے اور "منا" کے لفظ میں اس روحانی تعلق کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو مہدی کو آپ سے ہوگا۔

(۶) پھر فرمایا فمن لقیہ منکم فلیقرأ منی السلام۔ یعنی جو تم میں سے مسیح کو پائے وہ میرا اسلام اسے پہنچا دے مسیح کے لئے سلامتی کی دعا گہرے تعلق پر روشن دلیل ہے۔

(۷) فرمایا مہدی خلق میں میرے ساتھ مشابہت تامہ رکھے گا۔ خلق باطنی پیدائش کا نام ہے، گویا مہدی کی باطنی حالت نبی کریم صلعم کی باطنی حالت سے مشابہت تامہ رکھے گی اور ادھر حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کان خلقہ القرآن گویا مہدی کا عمل بھی خالص قرآن پر ہوگا ساری دنیا کی مخالفت بھی آپ کو قرآن سے ایک انچ بھی نہیں ہٹا سکے گی۔

اگر حضرت مرزا صاحب نے امتی ہونے کی حیثیت سے قرب کے اس بلند مقام کو حاصل کرنے کا دعویٰ کیا ہے تو اس میں کونسا استبعاد شرعی یا عقلی تھا کہ علماء اس پر چیں بجبیں ہو کر تکفیر پر اتر آئے آخر امتیوں میں سے ہی کسی نے اس مقام کو حاصل کرنا تھا حضرت مرزا صاحب نے محض دعوے ہی نہیں کیا بلکہ ان تمام علامات کو جن کا اس مقام کو حاصل کرنے والے کے وجود میں پایا جانا ضروری ہے عملی طور پر اپنے وجود میں ثابت کر کے یقین دلا دیا کہ وہ اس دعوے میں راستباز ہیں پھر ساری دنیا نے آپ کو قرآن سے ہٹانے کی کوشش کی مگر سب ناکام رہے، آپ نے ہی سنت اور فقہ کے مقابل قرآن کریم کے صحیح مقام کو واضح کیا اور اس کو وہ پوزیشن دی جس کا وہ حقیقتاً مستحق تھا۔

معیار اوّل کا دوسرا پہلو

دوسرا پہلو اس معیار کا قیام دین اور احیاء سنت کے لئے غیرت ہے سو اس کے متعلق بھی نبی کریم صلعم کے ارشادات ملاحظہ ہوں، فرماتے ہیں وقت آئے گا کہ تمام قومیں تم پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جس طرح کھانے والے اپنے پیالے پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور مسلمانوں کی حالت یہ ہوگی کہ وہ جھاگ کی طرح ہوں گے اور باوجود اس کے کہ وہ کثیر التعداد ہوں گے لیکن مخالفین اسلام کے دلوں میں ان کا ذرہ بھر بھی رعب نہ ہوگا وجہ اس کی یہ ہوگی کہ ان کے دلوں پر وھن مسلط ہوگا اور وھن کی تشریح میں حضور نے فرمایا حب الدنیا وکراهیۃ الموت۔

حضرت مرزا صاحب کے دعوے کے وقت مسلمانوں کی بالکل یہی حالت تھی عیسائی آریہ، برہمو سماجی فلسفی وغیرہ سب نے اسلام پر اعتراضات کی بوچھاڑ کی ہوئی تھی اور مسلمان دنیا کی محبت میں غرق تھے دین پر سے ان حملوں کو دور کرنے کی طرف انہیں کوئی توجہ نہ تھی۔

حضور صلعم اس حالت کے پیدا ہونے پر دشمنوں کے حملہ کو پسپا کرنے اور .... اسلام کی حفاظت کا کیا ذریعہ بتلاتے ہیں سو اس کے متعلق بھی حضور کے ارشادات ملاحظہ فرمائیے۔ مہدی کے متعلق حضور فرماتے ہیں مہدی اپنے نبی کی سنت پر عمل کرنے والا ہوگا اور اسلام اس کے ذریعہ مضبوطی سے قائم ہو جائے گا سنت نبوی کو قائم کرنے اور اس کے احیاء کے لئے لوگوں کا مقابلہ اسے شدت سے کرنا پڑے گا اور اسلام سے اعتراضات کو دور کرنے اور اس کا روشن چہرہ دنیا کو دکھلانے کے لئے بھی اسے سعی عظیم سے کام لینا پڑے گا کیونکہ خود مسلمان حقیقی اسلام سے ناواقفیت کی وجہ سے اس کی سخت مخالفت کے درپے ہو جائیں گے یہاں تک کہ اس کی تکفیر پر اتر آئیں گے* مسیح دجال کا مقابلہ زمینی ہتھیاروں سے نہیں بلکہ دعاؤں اور دلائل اور روحانی تاثیروں کے ہتھیاروں سے کرے گا۔ اب دیکھ لو کہ حضرت مرزا صاحب نے کیا اس علامت کو پورا کیا یا نہیں کس طرح انہوں نے عیسائیوں، آریوں، فلسفیوں، برہمو سماجیوں وغیرہ کے نہ صرف اعتراضات کو دور کیا بلکہ اسلام کی خوبیوں کو اس صفائی سے پیش کیا کہ دوسرے تمام الہامی اور عقلی مذاہب پر اس کی فوقیت ثابت ہو گئی اور جیسا کہ نبی کریم صلعم نے فرمایا تھا کہ اس کے ہاتھ پر اسلام کے سوا باقی تمام مذاہب مر جائیں گے سب مذاہب آپ کی پیش کردہ دلائل کی تلوار سے ہلاک ہو گئے۔

* احادیث سے بھی ثابت ہے

دوسرا معیار

چونکہ اخبار میں زیادہ گنجائش نہیں اس لئے میں اختصار کے ساتھ بقیہ معیاروں پر روشنی ڈالوں گا۔

نبی کریم صلعم نے مہدی کہلانے والے مجدد کو جو اہمیت دی ہے وہ حضور نبی کریم صلعم کے مندرجہ ذیل ارشادات سے واضح ہے:۔

(۱) فرمایا مہدی کو اللہ تعالیٰ ایک رات میں اس کی اصلاح کر کے علوم لدنیہ سے بھر دے گا چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا آپ کے علوم کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکا۔

(۲)۔ آسمان میں سورج اور چاند رمضان میں مقررہ وقتوں پر اپنے خسوف کسوف سے اس کے دعوے کی صداقت پر گواہی دیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۳)۔ دیگر آسمانی نشانوں سے اس قدر تائید ہوگی کہ گویا آسمان بول کر کہہ رہا ہے کہ اے مسلمانو یہ تمہارا امیر مہدی ہے اس کی بیعت میں جلدی کرو، چنانچہ سینکڑوں آسمانی نشانوں نے بلند آواز سے پکار پکار کر مسلمانوں کو آپ کی صداقت کا یقین دلایا۔

(۴)۔ مسلمان اس قدر نعماء الٰہی سے متمتع ہوں گے کہ کسی زمانہ میں بھی اس قدر متمتع نہیں ہوئے ہوں گے چنانچہ ایمان کی مضبوطی اور معارف قرآنیہ کی نعمت سے جس قدر متمتع مسلمانوں کو اس زمانہ میں حاصل ہوا پہلے کسی زمانہ میں حاصل نہیں ہوا۔

(۵)۔ اس کو اہل مشرق کی ایسی جماعت عطا ہوگی جو اس کی تائید اور نصرت کرے گی۔ اس علامت کے پائے جانے میں کسکو کلام ہو سکتا ہے پھر فرمایا اس کے نو اخص وزراء ہوں گے جن میں ایک حافظ ہوگا یہ ان سب میں اخص ہوگا یہ سب وزراء عجمی ہوں گے۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے مشن کو مستقل طور پر چلانے کے لئے ایک مجلس بنائی جس کا نام مجلس معتمدین رکھا۔ اس کے لئے آپ نے جماعت میں سے ۱۴ ممبر انتخاب کئے ان میں سے پانچ یعنی میاں محمود احمد صاحب (۲) نواب محمد علی خاں صاحب (۳) ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب (۴) ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب (۵) مولوی غلام حسن خاں صاحب تو آپ کے

رشتہ دار تھے اور باقی ۹ غیر رشتہ دار تھے جو بوجہ رشتہ سے باہر ہونے کے اجنبی کے نام سے حدیث میں پکارے گئے ہیں ان میں حضرت مولوی نور الدین صاحب حافظ قرآن بھی تھے۔ اور اپنے علم اور تقوے اور خدمت دین کے لحاظ سے سب پر سبقت لے جانے کی وجہ سے ان میں سے بھی اخص . . . . . . کہلانے کے مستحق تھے۔

(۶)۔ اس کے ساتھ ہو کر جو لوگ دین کی خدمت کریں گے وہ دوزخ سے محفوظ رہیں گے اسی کے مطابق آپ نے اپنی جماعت کو وصیت کی کہ اشاعت اسلام کے لئے اپنی جائیدادوں کے کم ازکم دسویں حصہ کی وصیت کریں اور جو جائیداد نہیں رکھتے وہ اپنی آمدنی کا دسواں حصہ دیں اور ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا کہ اگر وہ شریعت کی صریح خلاف ورزی کے مرتکب نہیں تو وہ جنت میں جائیں گے۔

(۷)۔ رسول کریم صلعم نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جن کو ویسا ہی اجر دیا جائے گا جیسا کہ پہلوں کو دیا گیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اہل فتن کا مقابلہ کریں گے۔

(۸)۔ فرمایا دنیا کی عمر سات ہزار برس ہے، میں آخری ہزار میں آؤں گا، یہ بھی مسیح کے کامل پرتو ہونے پر دلیل ہے۔

(۹)۔ جب مسلمانوں پر سخت مصیبت آئی ہوئی ہوگی تو مہدی ظاہر ہوگا اور مسلمان اس کی پناہ لیں گے۔ اسلام پر اعتراضات کی شدت اور کثرت اور جواب سے عجز کی وجہ سے مسلمان فی الحقیقت تنگ آئے ہوئے تھے، حضرت مرزا صاحب کے ظہور کے ساتھ ہی ان کی مصیبت دور ہوگئی اور وہ اپنے اندر دشمنوں کے مقابلہ کے لئے بڑی قوت محسوس کرنے لگ پڑے یہاں تک کہ دشمنوں نے ان کے سامنے بھاگنا شروع کر دیا۔ چنانچہ ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ مہدی کے ظہور سے قبل مسلمان فتن کثیرہ میں مبتلا ہوں گے لیکن مہدی کے ظہور سے وہ فتن دور ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۱۰)۔ آپ لوگوں کو مال کی طرف بلائیں گے لیکن کوئی بھی اسے قبول نہیں کرے گا۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے ہزار ہا روپیہ کے انعامات کا ان لوگوں کے لئے اعلان کیا جو اسلام کی تائید میں آپ کے پیش کردہ دلائل کو رد کر سکیں، نشانات دکھانے میں آپ کا مقابلہ کر سکیں لیکن کسی کو جرأت نہ ہوئی اس مقابلہ کے لئے آپ نے اپنے مخالف علماء کو بھی دعوت دی، ان میں سے بھی کسی کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

اسی طرح اور بھی بہت سی خصوصیات ہیں جن کو خوف طوالت سے چھوڑا جاتا ہے۔

تیسرا معیار

جس فتنہ کا آپ کو مقابلہ کرنا پڑا وہ دجّال کا فتنہ ہے جس کے متعلق حدیث میں صاف الفاظ ہیں کہ شروع دنیا سے لے کر قیامت تک اتنا بڑا فتنہ کبھی نہیں ہوا جب فتنہ اتنا بڑا ہے تو اس کے مقابلہ کے لئے جو انسان مبعوث ہوگا وہ بھی وسیع تر استعدادوں کے ساتھ بھیجا جائے گا اور رسول کریم صلعم کے علوم اور آپ کی تاثیروں سے بھی اس کو فتنہ کی شدت اور بڑائی کے لحاظ سے زیادہ حصہ دیا جائے گا اسی سے اس کی فضیلت دیگر مجددوں پر ثابت ہوتی ہے نہ کسی مجدد کو اتنے بڑے فتنہ کا مقابلہ کرنا پڑا نہ اس کو اتنی طاقت دی گئی نہ ہی اسقدر معارف قرآنیہ کے دروازے اس پر کھولے گئے۔ حضرت مرزا صاحب نے سب سے پہلے دجّال کا پتہ دیا پھر اس کا مقابلہ جس خوبی کے ساتھ کیا وہ اپنی نظیر آپ ہی ہے آپ کے ظہور سے عیسائی قوم کے وہ ہتھیار جن سے وہ اسلام پر حملہ کر رہے تھے کند ہو گئے۔

اس میں شک نہیں کہ اس فتنہ کا مقابلہ کرنے کے لئے مشکلات کے پہاڑ آپ کی راہ میں کھڑے تھے ایک طرف مسلمانوں کی سیاسی طاقت ختم ہو چکی تھی نہ صرف یہی بلکہ سیاسی طاقت عیسائیوں کے ہاتھ میں جا چکی تھی اور دوسری طرف مسلمان دین سے غافل ہو چکے تھے اور اس کی نصرت کے لئے اموال کا خرچ کرنا ان پر سخت گراں تھا اس کے علاوہ وہ جو اس فتنہ کے مقابلہ کے لئے کھڑا کیا گیا تھا اس کی مخالفت میں وہ ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ خلاصہ کلام یہ کہ مال ندارد، قوم دشمن، مخالف زور آور تمام قسم کے سامانوں سے آراستہ لیکن ان تمام مشکلات کے آپ کے عزم میں ذرہ بھی تزلزل نہیں آنے دیا اور کامیابی کے ساتھ اپنا کام ختم کرکے ہی دنیا سے رخصت ہوئے اور اپنے مشن کو چلانے اور اسے کامیابی کی منزل تک پہنچانے کے لئے اپنے پیچھے ایک فعال جماعت چھوڑ گئے جو اس کام میں ہمہ تن مصروف ہے۔

مسلمانوں کی حالت

مسیح موعود اور مہدی معہود کے ظہور کے وقت مسلمانوں کی مذہبی سیاسی اور اخلاقی حالت کا جو نقشہ احادیث میں کھینچا گیا ہے اس کے متعلق صرف نبی کریم صلعم کے الفاظ کا پیش کر دینا ہی کافی ہے ہر پڑھنے والا خود ہی اندازہ کر لے کہ کیا حضرت مرزا صاحب کے ظہور کے وقت مسلمانوں کی بالعموم یہی حالت تھی یا نہیں:۔

(۱) فرماتے ہیں:۔ میری امت پر ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے ساتھ ایسی مشابہت تامہ پیدا کر لیں گے جیسا کہ جوتی کا ایک پاؤں دوسرے پاؤں سے مشابہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اُن میں سے اگر کسی نے علانیہ اپنی ماں سے زنا کیا ہے تو مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ پائے جائیں گے اس کے لئے مسدس حالی کا مطالعہ کافی ہوگا۔

(۲)۔ اب لوگ دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں اس وقت فوج در فوج دین سے نکلیں گے مسلمانوں کا کثرت سے عیسائی ہو جانا اس کی صداقت پر شاہد ناطق ہے۔

(۳)۔ مخالفین اسلام کی وسوسہ اندازی کا اثر اسقدر مسلمانوں کے قلوب پر پڑے گا کہ اگر شام کو وہ مومن ہوگا تو صبح کو کافر ہونے کی حالت میں اُٹھے گا اور اگر صبح وہ مومن ہے تو شام کو کافر۔

(۴)۔ فتنوں کا حملہ اس شدّت سے ہوگا کہ ان کے دل مر جائیں گے یعنی بظاہر مسلمان ہونگے لیکن دلوں کے اندر سے ایمان نکل جائیگا۔

(۵)۔ اسی لئے فرمایا کہ ایمان کا صرف نام اور اسلام کی صرف رسم باقی رہ جائے گی۔

(۶)۔ مساجد تعداد میں تو کثیر ہوں گی لیکن نمازیوں سے خالی ہوں گی۔

(۷)۔ لوگ یہی کہیں گے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ کلمہ کے کیا معنے ہیں اور اس کی کیا حقیقت ہے ہم باپ دادوں سے ایسا ہی سنتے چلے آرہے ہیں اس لئے اسے پڑھ لیتے ہیں۔

(۸) ایسا زمانہ امت پر آئے گا کہ ان کی ہمت ان کے پیٹ ہوں گے ان کا شرف ان کا ساز و سامان ہوگا اور ان کا قبلہ عورتیں ہوں گی ان کا دین دراہم اور دنانیر ہوں گے۔

(۹) علم حقیقی اُٹھ جائے گا علم دین دنیا کی خاطر پڑھا جائے گا۔

(۱۰)۔ دنیا کی خاطر دین فروخت کر دیا جائے گا۔

(۱۱)۔ حقیقی علماء اُٹھ جائیں گے ان کی جگہ وہ علماء لیں گے جو آپس میں کتّوں کی طرح لڑتے جھگڑتے رہیں گے۔

(۱۲)۔ علماء اور حکماء اس زمانہ کا فتنہ ہوں گے لوگ اعتراضات کے جواب سے عاجز آکر علماء کے پاس جائیں گے ان کو بھی بندر اور سؤر پائیں گے۔

سیاسی حالت

(۱) مسلمانوں کی حکومتیں ختم ہو جائیں گی۔ عیسائی قوم کا غلبہ ہوگا۔

(۲) - اُن کے معیشت کے سامانوں پر عیسائی حکومتیں قابض ہو جائیں گی۔

(۳) - مسلمانوں پر چار قسم کا عذاب مسلط ہوگا۔ ایک تلوار کا یعنی دشمن کی تلوار سے قتل ہوں گے

(۲) قذف یعنی گولیوں سے اُڑائے جائیں گے

(۳) مسخ یعنی اندرونی حالت بھی بگڑ جائے گی

اخلاقی حالت

شراب کثرت سے پی جائے گی۔ زنا سے پرہیز نہیں ہوگا۔ جھوٹ اور جھوٹی شہادت سے اجتناب نہیں کریں گے۔ کمائی میں حلال اور حرام کی تمیز نہیں ہوگی۔

عام علامات

عام علامات تو اس کثرت سے ہیں کہ وہ اس مضمون میں سما ہی نہیں سکتیں اس لئے ان کو ایک علیحدہ پمفلٹ میں شائع کیا جائے گا انشاءاللہ

مسیح اور مہدی کی اتباع کا حکم

مسیح اور مہدی سے ملقب ہونے والے مجدد کا ظہور چونکہ ایسے زمانہ میں ہونے والا تھا جس وقت اسلام پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہوں گے اس لئے حضرت نبی کریم صلعم نے مسلمانوں کو اس کی اتباع اور اس کے ساتھ ہو کر اسکی تائید کرنے کے لئے سخت تاکید فرمائی ہے چنانچہ فرماتے ہیں :-

(۱) - جب مسیح اور مہدی ظاہر ہو تو میرا اسلام اسے پہنچا دینا ... وہ تمہارا امیر اور خلیفۃ اللہ ہے اس کی بیعت فوراً کر لو، اگر اسکے پاس پہنچنے کے لئے برف پر گھٹنوں کے بل چل کر بھی تمہیں جانا پڑے تو چل کر جاؤ۔

(۲) - یاد رکھو کہ اس امام ہمام کے ساتھ مل کر کام کرنے والوں کے اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے درجات ہیں وہ یقیناً جنتی ہیں وہ زمانہ بڑی برکتوں کا زمانہ ہوگا یہاں تک کہ ایک سجدہ بھی اس میں دنیا اور مافیہا سے بہتر ہوگا یعنی عبادت الٰہی کی بڑی قدر و منزلت ہوگی، کیونکہ دنیاوی کششوں کو چھوڑ کر ہی عبادت کی طرف توجہ کرنی پڑے گی جو اس زمانہ میں کثرت کے ساتھ موجود ہوں گی جن کے نتیجے میں لوگ دنیا کمانے کی حرص میں بڑھتے چلے جائیں گے اور خدا سے دور ہوتے جائیں گے۔

(۳) - اس کی بیعت میں مسلمانوں کو انہیں محض للہ داخل ہونا چاہیئے کوئی دنیاوی غرض

تمہارے مدنظر نہ ہو

نبی کریم صلعم کی کشفی نظر کی حدت

افسوس ہے کہ گنجائش کی کمی کی وجہ سے میں مسیح موعود کے زمانہ کی علامات اور نشانات کو تفصیل سے بیان نہیں کر سکا، اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو ایک رسالہ میں انہیں جمع کر دوں گا، لیکن جس قدر بھی میں نے درج کئے ہیں ان سے بھی ہمارے وہ مسلمان بھائی جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا ساتھ نہیں دیا حضرت نبی کریمؐ کی کشفی نظر کی حدت کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ کسقدر تیزی اس میں تھی کہ ۱۳۰۰ برس بعد وقوع میں آنے والے واقعات کو کس قدر تفصیل کے ساتھ اُس نے دیکھ لیا اور اس کے ساتھ ہی انہیں اس بات کا بھی علم ہو جائے گا کہ حضرت مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہونے کی کس قدر تاکید ہے بیعت بیعت کنندہ کو کس قدر برکات کا وارث بنا دیتی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کشوف کو پورا ہوتے دیکھ کر ایک سچے اور مخلص مسلمان کا دل تو خوشی کے مارے بلیوں اچھلنا چاہیئے نہ کہ اس شخص کی مخالفت پر کمر کس لی جائے جس کی تائید میں یہ کشوف پورے ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے سینوں کو صداقت کے قبول کرنے کی اور اپنے نفوس کی اصلاح کرنے اور اشاعت اسلام کے کام کو تقویت پہنچانے کے لئے مسیح موعودؑ کی بیعت میں داخل ہو کر اس کی جماعت کے ساتھ شریک ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

امریکہ میں مذہبی سرگرمیاں

(بسلسلہ صـ ۱۲)

لاس اینجلس، نیوجرسی اور سان فرانسسکو میں مشن کھلے ہوئے ہیں۔ شکاگو میں مسجد بھی ہے اور غالباً یہ امریکہ کی سب سے پرانی مسجد ہے۔ سان فرانسسکو مشن کا انچارج سترہ ماہ تک مجھے رہنا پڑا۔ وہاں سے میری موجودگی میں رسالہ مسلم اوپینین ..... Muslim Opinion شائع ہوتا رہا جو وہاں مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ امریکہ اور دیگر ممالک کے خطوط کے جوابات کے ذریعہ اسلام کی اشاعت ہوتی رہی۔ اس کے علاوہ مذہبی کانفرنسوں، اور جلسوں میں اسلام کی نمائندگی کرنی پڑی۔ اس مشن کا نیز منزل مکان ہے۔ اور اس کے ساتھ مسجد کے لئے زمین چھوٹی سی ہوئی ہے جو ۵۰ فٹ چوڑی، اور ۱۲۰ فٹ لمبی ہے۔

محرم ناجی

Michigan میں فیلڈ - ریاست مچیگن میں ایک شخص محرم ناجی ایک سٹیل کمپنی میں کام کرتے ہیں لیکن اپنی آمدنی کا بڑا حصہ اسلامی لٹریچر کی مفت اشاعت پر خرچ کرتے ہیں، وہ تیس برس سے متواتر اسلامی خدمات بجا لا رہے ہیں۔ اُن کا اسلامی جذبہ قابل رشک ہے۔ اُن کا وطن البانیہ میں ہے۔

البانوی مسلمانوں کی بستی

ڈیٹرائٹ میں البانوی مسلمانوں کی اچھی بستی ہے انہوں نے بھی ایک مسجد بنوائی ہے۔ اور اس کے لئے باقاعدہ امام ہے۔ یہ مسلمان صوم و صلوٰۃ کے پابند ہیں اُن کا ایک رسالہ بھی شائع ہوتا ہے جو آدھا انگریزی زبان میں اور آدھا البانوی زبان میں ہوتا ہے۔

سب سے پہلا امریکی مشنری

امریکہ میں سب سے پہلا مشنری رسل ویب تھا۔ جو فلپائن میں امریکن گورنمنٹ کا کونسل جنرل تھا اسلام قبول کرنے کے بعد اس نے سرکاری نوکری چھوڑ دی تھی اور ۱۹۰۱ء میں Moslem World نامی رسالہ جاری کیا، اور اسلام پر کتابیں لکھیں۔

الیاس محمد

نیگروز میں اسلام کی تبلیغ کا کام ایک شخص الیاس محمدؐ نے شروع کیا ہے۔ یہ خود نیگرو ہے اور اس کے ۱۹ مشن ہیں جو Muhammadan Temple of Islam کے نام سے موسوم ہیں۔ الیاس محمد کے مرید شراب نوشی نہیں کرتے اور نہ ہی سوشل ناچ میں حصہ لیتے ہیں۔ اُن کی عورتوں کے سروں پر اوڑھنیاں ہوتی ہیں۔ انہوں نے ایک چھوٹی سی یونیورسٹی بھی قائم کی ہے۔ جو شکاگو میں ہے اس یونیورسٹی کا نام University of Islam ہے۔ حال ہی میں انہوں نے اپنا کام سان فرانسسکو میں شروع کر دیا ہے۔ ان کے ہیکل میں میز پر قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ حضرت مولانا محمد علی مرحوم اور بائیبل ہوتی ہے۔ بائیبل سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ گورے لوگ شیطان کے بھائی ہیں۔ اور دنیا کی تباہی کے لئے برسر اقتدار ہوئے۔ اور پھر وہ کہتے ہیں۔ کہ ہمارا ان دونوں کتابوں پر ایمان ہے۔ ایک پیشگوئیوں کی کتاب ہے اور دوسری یعنی قرآن مجید ضابطۂ زندگی ہے۔ اور الیاس محمدؐ حکمت کی باتیں بتاتا ہے۔ یہ لوگ وعظ شروع ہونے سے پہلے قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہو جاتے ہیں، اور ہاتھ دعا کے لئے اٹھا کر سورۃ فاتحہ کا انگریزی ترجمہ دہراتے ہیں، اور اس کے بعد سورہ اخلاص کا انگریزی ترجمہ پڑھتے ہیں +

مخلوط طریق انتخاب اور جماعت احمدیہ

چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ

مخلوط طریق انتخاب پر اضطراب

گذشتہ دنوں میں ہماری مرکزی مجلس قانون ساز نے تمام مملکت پاکستان میں ایک ہی طریقہ انتخاب کا اصول رائج کرنے کا قانون پاس کر دیا ہے۔ اب ہمارے نمایندے خواہ اُن کا مذہب کچھ ہی ہو مخلوط طریق پر منتخب ہوا کریں گے اس قانون کے پاس ہونے سے مولانا مودودی صاحب بہت مضطرب ہیں۔ اس کا عملی اثر تو صرف مشرقی پاکستان پر ہے اور مغربی پاکستان میں شاید اس کا یہ نتیجہ ہو کہ بہت کم غیر مسلم مرکزی اسمبلی میں منتخب ہو کر جا سکیں گے۔

مرکزی اسمبلی پر اعتراض کیوں نہیں؟

مرکزی اسمبلی میں جو قانون سازی کا کام ہوتا ہے وہ مخلوط طریق پر ہی ہوتا ہے، وہاں قرآن اور سنت کے مطابق قانون پاس کرنے کے عمل میں ہمارے غیر مسلم بھائی بھی شریک ہوتے ہیں اور وہی اصل کام ہے جس سے ہمارا تمام معاشرہ متاثر ہوتا ہے۔ اس پر کسی کو کچھ اعتراض نہیں۔ اس سے مسلم لیگ بھی مطمئن ہے اور مودودی صاحب کو بھی کوئی خلش نہیں، ہمارے سپریم کورٹ کے جج بلکہ چیف جج بھی غیر مسلم ہو سکتا ہے۔ یعنی قرآن اور سنت کی روشنی میں قانون کی تعبیر کا اہم کام بھی غیر مسلموں کے سپرد کیا جا سکتا ہے، بلکہ ہمارے مرکزی وزیر اعظم بھی غیر مسلم ہو سکتے ہیں ان تمام آئینی امکانات سے مودودی صاحب کو کوئی اُلجھن پیدا نہیں ہوتی مگر اب جو یہ قانون مغربی پاکستان میں رائج کر دیا گیا ہے اور جس کے نتیجہ میں گِن لیجئے سخت مزاج اور درشت کلام انسان منتخب نہ ہو سکا کریں گے تو اس سے مولانا سخت مشتعل ہو رہے ہیں اور انہوں نے اس موضوع پر ایک طویل مضمون یکم مئی کے تسنیم میں رقم فرمایا ہے۔

وزیر اعظم کی تقریر میں قادیانیوں کا مسئلہ

ہماری دستور ساز اسمبلی میں اس قانون کے پاس ہونے سے پیشتر ہمارے وزیر اعظم نے ایک نہایت معقول اور مدلّل تقریر میں وہ وجوہ بیان کی تھیں جن کی بناء پر ان کے نزدیک اس مُلک کے لئے مخلوط طریقہ انتخاب ہی مفید ہو سکتا ہے۔ اس تقریر میں انہوں نے فرمایا تھا کہ ہمارے مولوی صاحبان نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دیئے جانے کے لئے بڑے ہنگامے برپا کئے تھے، اور پنجاب میں خطرناک فسادات رونما ہوئے تھے۔ گو حضرات علماء تحقیقاتی عدالت کو "مسلم" کی صحیح تعریف بھی نہ بتلا سکے اور ہر مولوی کا "اسلام" دوسرے مولوی کے "اسلام" سے مختلف تھا، تاہم وہ قادیانیوں کو اسلام سے خارج کرنے پر مصر ہیں۔ اس طریقہ انتخاب سے یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔

اب مودودی صاحب وزیر اعظم کی اس تقریر سے سخت مشتعل ہیں اور اب اس مضمون میں ان کے متعلق ان کے ارشادات نہایت تلخ پیرایہ... جو دشنام دہی تک پہنچ گیا ہے اختیار کر.... گئے ہیں، ملاحظہ ہوں اس مضمون کے چند فقرے۔ فرماتے ہیں:-

"سہروردی صاحب کی وکالت کا آخری شاہکار یہ ہے کہ انہوں نے قادیانی مسئلے کو بھی ان وجوہ میں شمار کر ڈالا ہے جن کی بناء پر اُن کے نزدیک پاکستان میں مخلوط انتخاب رائج ہونا چاہیئے"

آگے چل کر فرماتے ہیں:-

"اس سلسلے میں وہ مخالفین اسلام کی بائبل یعنی منیر رپورٹ سے یہ بات بھی پیش کرتے ہیں کہ مسلمان کی تعریف کرنے میں علماء کے درمیان کیسا سخت اختلاف ہوا ہے اور اس بناء پر یہ طے کرنا کتنا مشکل کام ہے کہ کسے مسلمان قرار دیا جائے اور کسے نہ قرار دیا جائے اب اگر قادیانیوں کو مسلمانوں میں شمار کر دیا جائے۔ تو مسلمان پھر پہلے کی طرح لڑنے پر آمادہ ہو جائیں گے اور اگر غیر مسلموں میں شمار کیا جائے تو وہ بُرا مانیں گے۔ پھر یہ طے کرنا بھی مشکل ہوگا کہ لاہوریوں کو کن میں شمار کیا جائے لہٰذا اس جھگڑے سے پیچھا چھڑانے کی بہترین صورت یہ ہے کہ جداگانہ انتخاب کا طریق ہی ختم کر دو اور مسلم اور غیر مسلم سب کا ایک حلقہ انتخاب بنا دو"۔

مودودی صاحب کا جوش و اشتعال

ان الفاظ کو لکھ کر مولانا آپے سے باہر ہو گئے ہیں، ان کا شوق کفر سازی اور ذوق تکفیر بازی سخت مجروح نظر آتے ہیں...... لہجہ میں تلخی پیدا ہو جاتی ہے اور یوں گوہر افشانی شروع ہوتی ہے:-

"ممکن ہے چالبازی کے نقطہ نظر سے اس کو ایک بڑی اچھی چال قرار دیا جائے کیونکہ قادیانی مسئلے کا ہَوّا دکھا کر مغربی پاکستان کے نااہل اور بزدل سیاست کاروں کو مخلوط انتخاب پر آمادہ کرنے کی کوشش کرنا کوئی معمولی شاطرانہ چال تو نہیں ہے لیکن ایک سیاسی مدبّر کے لئے جسے اس کے ملک میں وزیر اعظم کا مقام دیا گیا ہو اس سے زیادہ شرم کے لائق کوئی بات نہیں ہے کہ وہ اپنی ہی قوم کے ساتھ چالبازیاں کرے"

مودودی صاحب کی شاطرانہ چالیں

وزیر اعظم کی شان میں تو "مولوی اعظم" نے جو چاہا لکھ دیا، مگر اب خود بھی چالبازیوں پر اُتر آئے ہیں اور شاطرانہ رویہ اختیار کر کے معمولی قسم کے سیاستدانوں کو مات کر گئے ہیں، ارشاد ہے:-

"کیا وہ تلخیاں مٹ گئیں جو مسلم معاشرے میں قادیانی سرطان کی موجودگی اور اس کی روز بروز اپنی جڑیں پھیلائے جانے سے ہر آن پیدا ہو رہی ہیں"

یہ تلخیاں کہاں ہیں؟ اور یہ سرطان کدھر ہے؟ حیرت ہے کہ بلیک مارکٹ سے کمائے ہوئے پیسوں سے اپنی تنظیم کرتے چلے جانا، سرمایہ داروں کے ناجائز طریقوں سے اپنی املاک میں اضافہ کی تائید میں کتب لکھنا، جاگیرداروں اور وسیع رقبہ اراضی پر غاصبانہ حقوق قائم کرنے والوں کی چندوں کے عوض حمایت کرتے رہنا۔ لاتعداد لونڈیوں کو بغیر نکاح کے اپنے حرم میں شامل کرنے کی تعلیم دینا، اختلاف رائے پر قتل کے فتوے صادر کرتے رہنا اور رات فسادی کو عملی رنگ دینے اور اقتدار کی کرسیوں تک پہنچنے کے لئے گندی سیاست کے ڈھنگ اختیار کرنا معاشرہ میں کوئی سرطان پیدا نہیں کرتا بلکہ اس سے اسلام کا احترام اور وقار پیدا ہوتا ہے۔

قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا جواز

گو "مسلم" اور "اسلام" کی تعریف تو نہیں کی جا سکتی مگر "قادیانیوں" کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کا جواز مولانا یوں بیان فرماتے ہیں:-

"اس مطالبہ کی سیدھی اور صاف بنیاد جس میں کوئی پیچیدگی کبھی نہیں تھی یہ ہے کہ قادیانیوں کے نزدیک تمام مسلمان کافر اور تمام مسلمانوں کے نزدیک قادیانی کافر ہیں"

چلو چھٹی ہوئی، اسلام کی تعریف کچھ سہی اور مسلمان کے معنی بھی جو ہوں سو ہوں مگر قادیانیوں نے تمام مسلمانوں کو کافر قرار دے رکھا ہے اور تمام مسلمانوں نے قادیانیوں کو کافر قرار دے دیا ہے، اس سے مولانا کا جذبہ کفر سازی کو ٹھنڈک پہنچ گئی ہے۔

قادیانیوں کا رجوع

حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اب قادیانیوں نے بھی

مسلمانوں کو مسلمان ہی قرار دے دیا ہے، اور اپنے سابقہ عقیدہ سے دستبردار ہو چکے ہیں۔ بلکہ اپنی سابقہ تحریروں کی بھی وہ ایسی تاویلیں کر کے پیش کرتے ہیں جس سے وہ اب یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے کبھی مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا اور انہیں ہمیشہ امت محمدیہ میں ہی شمار کیا ہے۔ بجائے اس کے کہ اس خوشگوار تبدیلی سے مولانا کے دل کو ٹھنڈک پہنچتی کہ ایک کلمہ گو اور اہل قبلہ گروہ نے اپنے غلط مسلک سے رجوع کر لیا ہے۔ مولانا برابر یہی کہتے چلے جاتے ہیں کہ نہیں وہ تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔

تمام مسلمان احمدیوں کو کافر نہیں کہتے

اور یہ بات نرا صریح جھوٹ اور کذب بیانی ہے کہ تمام مسلمانوں کے نزدیک قادیانی کافر ہیں اس ملک میں ایک معتدل اور معقول طبقہ ایسا موجود ہے جو کسی کلمہ گو اور اہل قبلہ کی تکفیر کو جائز نہیں سمجھتا۔

لاہوری جماعت احمدیہ کا مسئلہ

قادیانیوں کے متعلق تو خیر مولانا کا خوق تکفیر کچھ نہ کچھ وجہ جواز نکال سکتا ہے خواہ وہ کتنا ہی بودا کیوں نہ ہو، مگر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے اراکین کو اقلیت قرار دینے کے لئے ان کے پاس کوئی حیلہ شرعی موجود نہیں۔ ان کے ہاں تو نبوت صحیح معنوں میں ختم ہے۔ اب نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے نہ پرانا اور یہ جماعت کسی کلمہ گو اور اہل قبلہ کی تکفیر کی سخت مخالف ہے اور عرصہ پچاس سال سے تکفیر کے خلاف جہاد کر رہی ہے، اور قادیانیوں کو راہِ راست پر لانے والی بھی یہی جماعت ہے اور اب بھی وہ جماعت ربوہ سے اسی موضوع پر متصادم ہو رہی ہے کہ وہ کیوں صاف الفاظ میں بغیر کسی ہچکچاہٹ کے یہ تسلیم نہیں کر لیتی کہ انہوں نے اپنے سابقہ عقائد سے رجوع کر لیا ہے۔ آج بھی "الفضل" کے صفحات پر اُن کے پیشہ ور مبلغین کی لمبی زبانیں لاہوریوں کو گالیاں دینے میں مصروف ہیں۔

قادیانیوں کے ساتھ ہمدردیاں؟

بایں ہمہ مولانا کو ...... صفحہ قرطاس پر یہ الفاظ ثبت کرتے ہوئے کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی۔ فرماتے ہیں:۔

"رہے لاہوری تو قطع نظر اس سے کہ اُن کے اور مسلمانوں کے درمیان باہمی تکفیر کی دیوار حائل ہے یا نہیں ان کا فطری مقام قادیانیوں ہی کے ساتھ ہے، کیونکہ دونوں ایک باپ کی اولاد ہیں اور مسلمانوں کے مقابلہ میں دونوں کی ہمدردیاں ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ رہتی ہیں"

مولانا کو درحقیقت یہ تسلیم ہے کہ لاہوری کسی کی تکفیر نہیں کرتے اس لئے ان کی تکفیر کرنی بھی آپ کے نزدیک جائز معلوم نہیں ہوتی۔ اب کوئی شاطرانہ چال ایسی چاہیئے جس سے یہ بھی غیر مسلم اقلیت قرار پا جائیں تو اس کے لئے ان کی تجویز یہ ہے کہ چونکہ انکی ہمدردیاں قادیانیوں کے ساتھ ہیں اس لئے انہیں بھی کافر سمجھ لینا چاہیئے۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے جس قدر لٹریچر ہم نے قادیانی عقائد باطلہ کے خلاف پیدا کیا ہے کسی اور جماعت نے نہیں کیا اور ہمارے ہی لٹریچر کا اثر ہے کہ آج وہ تکفیر اہل قبلہ سے باز آ گئے ہیں۔

"ایک باپ کی اولاد"

ہاں باپ ہمارا ضرور ایک ہے، نہ صرف قادیانیوں کا اور ہمارا بلکہ تمام اُمت محمدیہ کا اور ہمارا باپ بھی ایک ہی ہے یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مرزا صاحب سے ہمارا صرف عقد اخوت ہے، باپ ہمارا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور ہمیں اس باپ کی ابوت پر بڑا ناز ہے اگر کوئی اپنے آپ کو محمد رسول اللہ صلعم کی اولاد نہیں سمجھتا تو اس سے علیحدگی ہمیں منظور ہے۔ ہم تو محمد صلعم کی اولاد کے ساتھ ہی مل کر ایک امت کی حیثیت سے انسانی معاشرہ میں اپنا مقام تلاش کرتے ہیں۔ سو الحمد للہ کہ ہمیں وہ مقام حاصل ہے ... اس سے کوئی بڑے سے بڑا آدمی کوئی شاطر سے شاطر سیاستدان۔ کوئی کفر ساز کوئی تکفیر باز کوئی مفسدہ پرداز کوئی سفاک، کوئی جلاد ہمیں نہیں ہٹا سکتا۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ ۱۸ مئی کو دورہ سرحد سے واپس تشریف لے آئے آپ نے گیارہ دن میں پشاور پنج محمدی، ایبٹ آباد، مانسہرہ، ڈاڈر اور راولپنڈی کی جماعتوں میں دورہ کیا، جمعہ (۱۷ مئی) آپ نے راولپنڈی میں پڑھایا، ۲۲ مئی کی صبح کو آپ سیالکوٹ تشریف لے گئے، غالباً ایک ہفتہ وہاں قیام فرمائیں گے۔

سانحۂ ارتحال

(۱) راولپنڈی سے مرزا معصوم بیگ صاحب لکھتے ہیں کہ:۔ ہماری جماعت کے ایک مخلص دوست میاں اللہ دتہ صاحب کی اہلیہ محترمہ اکیس۲۱ دن ٹائیفائڈ میں بیمار رہ کر ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں فوت ہو گئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون، مرحومہ ایک نہایت نیک اور پختہ احمدی خاتون تھیں رشتہ داروں اور دیگر غیر احمدیوں کے ہاتھوں بہت تکالیف اُٹھائیں مگر مرحومہ نے احمدیت کو نہ چھوڑا آج سے بیس سال پہلے مرحومہ کی بڑی لڑکی فوت ہوئی تو برادری کے لوگوں نے دھمکی دی کہ احمدیت کو چھوڑ دو تو جنازہ اُٹھائیں گے مگر مرحومہ نے پرجوش الفاظ میں کہا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ مجھے احمدیت کی ضرورت ہے میں اسے چھوڑ نہیں سکتی مجھے تمہاری ضرورت نہیں مرحومہ کی عمر تقریباً ۴۰ سال تھی دو لڑکے اور ایک لڑکی پیچھے چھوڑی ایک لڑکا آٹھ سال کا ہو گیا ہے مگر ابھی بیٹھ نہیں سکتا، اس کے لئے بھی دعا کی ضرورت ہے نیز مرحومہ کے جنازۂ غائبانہ کے لئے احباب سے درخواست ہے۔

پیغام صلح:۔ ہمیں میاں اللہ دتہ صاحب اور دیگر لواحقین سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے دُعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت نصیب کرے گزشتہ جمعہ لاہور میں مرحومہ کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا۔

(۲) نوشہرہ سے شریف احمد صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے والد ماجد مرزا بشیر احمد صاحب کراکری مرچنٹ ۵ مئی کو انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، مرحوم بڑے نیک دل، متقی اور مخلص احمدی تھے۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں جنت نصیب کرے اور اُن کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے مرحوم کا جنازہ غائبانہ گذشتہ جمعہ لاہور میں پڑھا گیا بیرونی جماعتوں سے بھی جنازۂ غائبانہ کی استدعا ہے

<u>درخواست دُعا</u> برنالہ سے ماسٹر عطا الٰہی صاحب لکھتے ہیں

(۱) خاکسار کے لڑکے عزیز عبد الغنی نے ایف اے کا امتحان دیا ہے (۲) نیازمند کی لڑکی عزیزہ سکینہ بی بی ٹی بی سے بیمار ہے اور ڈاڈر سینی ٹوریم میں زیر علاج ہے ان دونوں

مرے مہدی پیارے میں صدقے

مولانا مرتضیٰ خان حسن

مرے ہادی پیارے میں صدقے - مرے مہدی پیارے میں صدقے

قربان ہیں سو سو بار ترے - مرے مہدی پیارے میں صدقے

اے بحرِ مروّت کے گوہر! تم خواب میں میرے آؤ اگر
قربان کروں میں جان و جگر - مرے مہدی پیارے میں صدقے

اے عقدہ کشائے سرِّ خفی! - منظورِ خدا محبوبِ نبیؐ
اے ولیوں کے سردار ولی! - مرے مہدی پیارے میں صدقے

اے برجِ صداقت کے نیّر! - لاریب تمہاری عظمت پر
ہیں شاہدِ ناطق شمس و قمر - مرے مہدی پیارے میں صدقے

اے دینِ محمّد کے یاور! - اے قوم کے نورِ قلب و جگر
دنیا کی نگاہیں ہیں تم پر - مرے مہدی پیارے میں صدقے

اقلیمِ ولایت تجھ کو ملی - تجدید کی خلعت تجھ کو ملی
کونین کی عزّت تجھ کو ملی مرے مہدی پیارے میں صدقے

آیا جو مقابل بد گوہر - ناکام پھرا وہ خستہ جگر
اے بیشۂ حق کے شیرِ ببر! مرے مہدی پیارے میں صدقے

اے دینِ محمّد کے ہمدم! - اے عالی ہمم اے والا حشم!
اے منقلبِ تقدیرِ اُمم! مرے مہدی پیارے میں صدقے

تم شمعِ بزمِ عرفاں ہو - لاریب مسیحِ دوراں ہو
تم دین کے نیّرِ رخشاں ہو - مرے مہدی پیارے میں صدقے

ہے ذات تمہاری ظلِ نبی - خالق نے عطا کی شان بڑی
ہر وقت ہے میرا ورد یہی - مرے مہدی پیارے میں صدقے

حضرت امیر ایدہ اللہ پشاور میں

مورخہ ۹ رمئی بروز جمعرات - حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب کے بذریعہ ریل سے پشاور پہنچنے کی اطلاع دو دن پہلے مل چکی تھی - چنانچہ سٹیشن پر استقبال کے لئے جناب ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب ریٹائرڈ ..... سول سرجن - جناب ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب میڈیکل سپرنٹنڈنٹ جناب پروفیسر محمد فاضل صاحب سابق چیئرمین زوآلوجی ڈیپارٹمنٹ اسلامیہ کالج پشاور یونیورسٹی - جناب غلام محبوب خان صاحب ڈویلپمنٹ آفیسر - جناب پروفیسر عبدالصمد صاحب آف پشاور یونیورسٹی - جناب گل ملوک خانصاحب ڈی ایس پی اور بندہ موجود تھے - اسٹیشن سے حضرت امیر قوم ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب کی قیامگاہ پر تشریف لے گئے جہاں ان کی رہائش کا انتظام پہلے سے ہو چکا تھا - جمعرات کے روز جن جن احباب کو حضرت امیر کی آمد کا پتہ چلتا رہا حاضر ہوتے رہے - شام کے پونے سات بجے بندہ نے حضرت امیر قوم کی آمد اور ان کی جائے قیام کے متعلق پشاور کی مقامی خبروں میں ریڈیو پاکستان پشاور سے اعلان کروایا اور اس طرح سے پشاور اور مضافات کے تمام سننے والوں کو آپ کی آمد کا پتہ چل گیا - دوسرے دن جمعہ کے روز پشاور کی جماعت کے علاوہ شیخ محمدی - بڈبیر - گگے والا - سفید ڈھیری سے تمام کے تمام لوگ تشریف لائے - جن میں ان اصحاب کے علاوہ جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے - قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ - شیخ اللہ بخش صاحب ایڈووکیٹ پروفیسر عبدالعزیز صاحب پشاور یونیورسٹی، عبداللہ خاں صاحب میونسپل انجینئر، خان عبدالعزیز خاں آف زیدہ پنشنر ڈی ایس پی - جناب کنڈل خانصاحب آف سفید ڈھیری اور پروفیسر عبدالستار صاحب آف شیخ محمدی بھی شامل ہوئے - جماعت چارسدہ سے خان بہادر میاں محمد زمان خانصاحب سید فضل حق صاحب اور سید علی شاہ صاحب تشریف لائے احباب کی جمعیت اس قدر ہو گئی کہ مسجد تمام کی تمام بھر گئی - اس کثرت سے لوگ شاید پہلے کبھی جمع نہ ہوئے تھے - نماز کے بعد احباب کی چائے اور پیسٹری سے تواضع کی گئی - شام کے پانچ بجے نماز عصر کے بعد یہ اجتماع منتشر ہوا - اس دوران میں جماعت اسلامی کے تین چار اشخاص مسجد میں حضرت امیر سے ہمارے عقائد سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے آئے جن کی تشفی حضرت امیر نے مختصر لیکن جامع الفاظ میں کی - ایک قادیانی صاحب سے بھی دیر تک بات چیت ہوتی رہی - پانچ بجے حضرت امیر مولوی عبداللہ جان صاحب نیازی کو جو بوجہ کمزوری مسجد میں نہ آسکے ملنے کے لئے گئے دوران قیام میں غلام محبوب صاحب ڈیولپمنٹ آفیسر - جناب ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب میڈیکل سپرنٹنڈنٹ اور عبداللہ خان صاحب میونسپل انجینئر نے حضرت امیر کو کھانے پر مدعو کیا، ہفتہ کے روز حضرت امیر شیخ محمدی تشریف لے گئے - جہاں احباب جماعت نے اپنی پرانی روایات کو قائم رکھتے ہوئے ایک وسیع پیمانہ پر حضرت امیر کے اعزاز میں ٹی پارٹی دی - کافی دیر تک استحکام جماعت کے متعلق بات چیت ہوتی رہی - مورخہ ۱۳ رمئی بروز پیر حضرت امیر قوم ایبٹ آباد تشریف لے گئے -

حضرت امیر چار سال کے بعد تشریف لائے تھے - اگر ہر سال ایسا دورہ ہوتا رہے تو یہ جماعت کی ترقی کا باعث ہوگا - خیال تھا کہ حضرت امیر کا ایک لیکچر اسلامیہ کالج پشاور میں ہو جائے، لیکن بوجہ امتحانات سالانہ کالج کے دونوں ہال خالی نہ تھے اس لئے لیکچر نہ ہو سکا - والسلام

عبدالغنی ریڈیو انجنیئر
ریڈیو پاکستان - پشاور

حضرت امیر کا جماعت شیخ محمدی میں ورود مسعود

حضرت امیر قوم اپنے پروگرام کے مطابق بروز جمعہ مورخہ ۱۱/۵ کو ٹھیک تین بجے بعد از دوپہر موضع شیخ محمدی بذریعہ کار تشریف لائے - آپ کی معیت میں پروفیسر محمد فاضل صاحب خانصاحب عبدالعزیز خاں آف زیدہ، ڈاکٹر عبدالرحمن اور ان کے ایک دو عزیز تھے -

جماعت شیخ محمدی کے ممبران کی موجودگی کے علاوہ بڈھ بیر کے احباب بھی تشریف لائے - حضرت امیر اپنی مشہور و معروف روایت کے مطابق ہر خورد و کلاں سے بغلگیر ہوتے - جو بھی بغلگیر ہوتا جدا نہیں ہونا چاہتا تھا، صدق و صفا - محبت و وفا کا یہ پیکر اپنے سینے میں خلق خدا کے لئے بالعموم اور اپنے احباب کے لئے بالخصوص جو مقام رکھتا ہے اس کی ایک خفیف سی جھلک ۱۱ رمئی کو بمقام شیخ محمدی اس منظر میں مشاہدہ میں آئی -

آپ احباب جماعت کی معیت میں جو آپ کے استقبال کے لئے گاؤں سے باہر تشریف لائے تھے سیدھے مسجد میں تشریف لے گئے راستے میں بھی ہر صاحب سے مقامی روایات کے مطابق مصافحہ و معانقہ کرتے چلے گئے اور ملنے والوں کی دلنوازی فرماتے رہے - مسجد میں بیٹھنے کا انتظام تھا - چھ بجے تک قال اللہ اور قال الرسول کی باتیں ہوتی رہیں - آپ کی تقریر کا کوئی پروگرام نہ تھا، اور نہ آپ نے کوئی تقریر کی - لیکن کوئی تین گھنٹے کے مختصر قیام میں آپ نے اپنے مخصوص انداز میں سیرت رسولؐ کے مختلف پہلوؤں پر نہایت موثر انداز میں روشنی ڈالی - جماعت کے بزرگوں کے خلوص و ایثار، بالخصوص حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحبؒ اور صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید وغیرہم کی قربانیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا - کہ وہ زندہ جاوید ہیں -

آپ نے اپنی جماعت کے استحکام اور بچوں کی تعلیم و تربیت پر زور دیا - جماعت کے ایک فرد کو موخر الذکر فریضہ اسی وقت تفویض فرمایا اور اس سے اس کے باقاعدہ طور پر انجام دینے کے لئے وعدہ لیا -

پانچ بجے حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر مہمانوں کی چائے سے تواضع کی گئی اس کے بعد حضرت امیر نے نماز عصر پڑھائی اور اجتماعی دعا کی -

چھ بجے حضرت امیر معہ رفقاء واپس پشاور تشریف لے گئے اور اس طرح سے یہ بارونق اور پرلطف محفل ختم ہوئی -

اس موقعہ پر یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس سے قبل بھی حضرت امیر دو مرتبہ اس قصبہ میں تشریف لائے یہ آپ کی تیسری آمد ہے - یہ اس امر کا بین ثبوت کہ آپ کے قلب میں اپنی جماعت کے احباب کی کس درجہ قدر و منزلت ہے کہ باوجود پیرانہ سالی، نقاہت جسمانی اور مشاغل دینی کے بھی آپ نے اس دور افتادہ قریہ کو نظر انداز نہ فرمایا - آپ کی تشریف آوری سے جماعت میں از سر نو زندگی کی لہر دوڑ گئی ہے -

خاکسار - عبدالصمد سیکرٹری جماعت شیخ محمدی - ضلع پشاور

صرف ٹائٹیل ایورگرین پریس چمبرلین روڈ لاہور میں چھپا - باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمدؐ صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا -

ایڈیٹر
دوست محمد

پیغام صلح ۲۲ رمئی ۱۹۵۷ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ نمبر ۲۰

جلد ۴۶ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۸ شوال المکرم ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۹ مئی ۱۹۵۷ء | نمبر ۲۱

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوّت را بر وشد اختتام

آں کتابِ کہ قرآں نام اوست
بادہ عرفانِ ما از جامِ اوست

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمد مختار ہیں
سارے حکموں پہ ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پہ قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

مادی اسباب کے مقابلہ میں دُعا کی ضرورت و اہمیت

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۵۷ء فرمودہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب - احمدیہ بلڈنگس لاہور

واذا سألك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیومنوا بی لعلھم یرشدون ـــــــ (البقرہ آیت ۱۸۷)

امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء ـــــــ (سورۃ نمل آیت ۶۳)

خدا اور بندہ کا براہ راست تعلق

صانع اور مصنوع اور موجد اور ایجاد میں ایک براہ راست تعلق ہوتا ہے، ان میں کوئی دوسری چیز حائل نہیں ہو سکتی، خدا تعالےٰ نے چونکہ انسان کو اپنی معرفت اور تکمیل نفس کے لئے پیدا کیا ہے اس لئے اپنے ساتھ تعلق کو بھی براہِ راست رکھا ہے اور اس میں کسی چیز کو حائل نہیں ہونے دیا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر تو کوئی نہیں آپ کو بھی اللہ تعالےٰ نے اپنے اور بندہ میں حائل نہیں ہونے دیا۔

یہ آیات جو سورہ بقرہ اور سورہ نمل سے میں نے پڑھی ہیں ان میں اسی بات کا ذکر ہے، دوسری جگہوں پر جہاں لوگوں کے بعض سوالات کا جواب دیا ہے اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ان کی معرفت جواب دیا گیا ہے اور فرمایا ہے کہ تو انہیں ایسا کہدے، مثلاً فرمایا

یسئلونك عن المحیض قل ھو اذی
یا یسئلونك ماذا ینفقون قل العفو۔

اسی قسم کے کئی سوالات ہیں جن کے جوابات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت دیئے گئے ہیں لیکن یہاں فرمایا واذا سألك عبادی عنی فانی قریب، یہاں سوال کا جواب دیتے ہوئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو درمیان میں نہیں رکھا بلکہ براہ راست بندوں کو جواب دیا ہے کیونکہ یہ خدا اور بندہ کے تعلقات کا معاملہ ہے۔

خدا اور بندہ کے درمیان واسطہ کوئی نہیں

اسلام نے توحید الٰہی کو بہت خالص کیا ہے اور اس پر بڑا زور دیا ہے، اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان جو لوگ اپنے آپ کو واسطہ بنا لیتے ہیں یا انہیں واسطہ بنا لیا جاتا ہے وہ بہت ہی خطرناک رستہ ہے، یہ پیرپرستی ہے کہ کسی انسان کو اللہ تعالےٰ اور اپنے درمیان واسطہ بنا لیا جائے، اس کے نتائج بڑے خطرناک ہیں، ان لوگوں نے دنیا کو بڑے خطرناک رستہ پہ ڈالا ہے، اور یہ کہ کر کہ بغیر واسطہ کے اللہ تعالیٰ دعاؤں کو نہیں سنتا، بندوں کو اللہ تعالےٰ سے دور ڈالنا چاہا ہے - یہ بالکل غلط ہے کہ دعا کے لئے کسی واسطہ کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قرب اور دعاؤں کی ضرورت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واذا سألك عبادی عنی فانی قریب اگر میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو میں تو قریب ہی ہوں، خدا تعالےٰ کا بندے کے قریب ہونا دوسری جگہوں پر بھی قرآن نے

بیان کی ہے اور یہاں تک قرب بتایا ہے کہ فرمایا نحن اقرب الیہ من حبل الورید ہم تو اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں، تو بندوں کے سوال کے جواب میں اپنے قرب کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا اجیب دعوۃ الداع اذا دعان جو کوئی ہمیں پکارتا ہے ہم اس کی پکار کو قبول کرتے اور اس کا جواب دیتے ہیں۔ دیکھو اس میں صاف طور پر بتا دیا ہے کہ ہر انسان خدا تعالےٰ کو براہ راست پکار سکتا ہے، اور خدا بھی دعاؤں کی قبولیت میں کوئی تخصیص نہیں کرتا، بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہماری دعا کہاں سنی جا سکتی ہے یا کسی کو اگر دعا کے لئے کہا جائے تو وہ کہہ دیتا ہے اجی ہم تو گنہگار ہیں ہماری دعا کہاں قبول ہو سکتی ہے، یہ صحیح نہیں خدا تعالےٰ ہر ایک کی سنتا ہے اور قبول بھی کرتا ہے ہاں قبولیت دعا کے لئے چند شرائط ہیں اگر ان کو ملحوظ رکھا جائے تو دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

انہونے کام دعا سے ہو جاتے ہیں

آج اس مادی دنیا میں اسباب پر بڑا سہارا سمجھا جاتا ہے اور چونکہ دعا کی طاقت سے لوگ بے خبر ہیں اس لئے نہیں جانتے کہ جہاں بظاہر کوئی اسباب نہ ہوں وہاں دعا اپنا کام کرتی ہے، دعا وہ طاقت ہے کہ اس سے ایسے کام ہو جاتے ہیں جو بظاہر انہونے نظر آتے ہیں، ایک انگریزی کا مقولہ ہے:-

More things are wrought by prayer Than this world dreams of.

انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا جو کچھ دعا سے ہو جاتا ہے۔

بدر میں مسلمانوں کی کامیابی

بدر کے مقام پر جو کچھ پیش آیا کیا کوئی ظاہری اور مادی سامان اس کے موجب تھے۔ اس بے سر و سامانی کی حالت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے الحاح اور گریہ و زاری سے جناب باری میں دعا کی کہ خدایا اگر آج یہ جماعت فنا ہو گئی تو دنیا میں تیرا نام لیوا نہیں رہیگا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے کندھے مبارک پر ہاتھ رکھ کر فرمایا یا رسول اللہ آپ نے حد کر دی اب بس کیجئے اس منظر کو سامنے لائیے۔ ۳۱۳ مسلمان جن میں جوان بچے بوڑھے شامل تھے بعض کے پاس لکڑی کی تلواریں تھیں اور دو گھوڑے تھے اور بالمقابل ایک ہزار نہایت تجربہ آزمودہ کار شجاع ہر قسم کے ہتھیاروں سے لیس فوج، ان حالات میں اسباب کو مدنظر رکھتے ہوئے کامیابی کی کہاں امید ہو سکتی تھی، لیکن ہوا کیا؟ یہ ۳۱۳ بے سر و سامان لوگ ایک ہزار کے لشکر پر غالب آئے، کیا چیز تھی جس نے انہیں غالب کیا؟ خدا سے استمداد اور اپنی طرف سے اپنی بساط کے مطابق کوشش تمام اور خدا کے وعدوں پر یقین اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں تھیں جنہوں نے ایسے

مایوس کن حالات میں انہیں کامیاب کیا ایسی ہی کئی باتیں ہیں جو بظاہر انہونی ہوتی ہیں لیکن وہ خدا جو علی کل شیء قدیر ہے، جب اس کے آگے بندہ گرتا ہے تو وہ ایسے سامان کر دیتا ہے کہ جن کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا اور وہی انہونی باتیں پوری ہو جاتی ہیں۔

حضرت ہاجرہ کا محیر العقول واقعہ

حضرت ہاجرہ کا قصہ تو آپ نے سنا ہو گا ایک عورت تن تنہا ایک ایسے صحرا میں جہاں کوئی چیز موجود نہیں کھانا نہیں پانی نہیں، اپنے آپ کو خدا کے سپرد کرتی ہے اس کا ننھا بچہ ہے جس کو پیاس لگتی ہے اور وہ پانی کے لئے بلکتا ہے، ماں پانی کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑتی ہے کبھی صفا پر چڑھتی ہے اور کبھی مروہ پر کیونکہ دونوں اونچی جگہیں تھیں کہ بلندی سے پانی نظر آ جائے لیکن انہیں پانی کہیں دکھائی نہ دیا۔ حج صفا اور مروہ کے درمیان دوڑتے ہیں اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے، کیا یہ اسی مضطربانہ کوشش اور دعا کی یادگار نہیں جو ہاجرہ سے ظہور میں آئی اور جب اس کوشش اور تگ و دو سے وہ مایوس ہو گئیں تو وہ خدا کے آگے گریں اور چونکہ سچی تڑپ سے گریں اس لئے اللہ تعالےٰ نے ان کی سن لی اور انہوں نے کشف میں دیکھا کہ ایک فرشتہ آیا اور اس نے زمین پر اپنا پیر مارا جس سے پانی کا ایک چشمہ ابل پڑا، جب انہوں نے اٹھ کر دیکھا تو فی الواقعہ وہاں پانی نمودار تھا۔ یہ محیر العقول واقعہ اسباب سے مایوس ہو کر اس بدیع السموات والارض کے آستانے پر سچی تڑپ سے گرنے کا نتیجہ تھا، جس کو مادہ پرست سمجھنے سے قاصر ہیں، اس واقعہ کی یادگار میں آج حجاج بین الصفا والمروۃ سعی کرتے ہیں مگر رسمی طور پر وہ اس حقیقت سے بے خبر ہیں جو اس کے نیچے پنہاں ہے۔

میری زندگی کا ایک واقعہ

میں تو کوئی چیز نہیں لیکن میں اپنی زندگی کا ایک واقعہ سناتا ہوں جو دعا سے تعلق رکھتا ہے، جب میں یہاں سے مستعفی ہو کر فرنٹیئر میں گیا تو چونکہ وہاں تیس روپیہ ماہوار پشتو الاؤنس ملتا تھا، بشرطیکہ پشتو کا امتحان پاس کیا جائے میں نے بھی اپنا نام امتحان کے لئے بھیجدیا اور پشتو کی پہلی کتاب خرید کر پڑھنی شروع کر دی ابھی اس کتاب کے انیس صفحے ہی پڑھے تھے کہ امتحان کی تاریخ آ گئی، سترہ میں امیدوار ایک دوسرے سے سوالات کرتے تھے میں نے جب ان کی گفتگو سنی تو مجھے محسوس ہوا کہ میں تو صفر ہوں۔ اب یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ ممتحن کہیں گے کہ جب یہ کچھ جانتا نہ تھا تو امتحان کے لئے کیوں آیا میں وہاں سے اٹھا اور ایک کونہ میں جا کر بیٹھ گیا، اس وقت میرے دل میں دعا کی تحریک ہوئی اور میں نے حضرت موسےٰ کی دعا پڑھنی شروع کی رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی۔ اس کا

میرے قلب پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ میں سب چیزوں کو بھلا کر وہاں بیٹھا یہی دعا کرتا رہا اور بارگاہ الٰہی میں یہ عرض کرتا تھا کہ مولا میرا کام بھی زبانی ہے جس طرح سے تو نے موسےٰ علیہ السلام کی زبان سے ان کے عقدے کو حل کیا میرا عقدہ بھی حل کر دے۔ حتیٰ کہ میری باری آ گئی اور مجھے پکارا گیا۔ جب میں اندر گیا تو ایک اخبار میرے ہاتھ میں دیا گیا کہ فلاں عبارت کا ترجمہ کرو میں حیران ہوں کہ آج بھی اگر وہ عبارت مجھے ترجمہ کے لئے دی جائے تو میں شائد نہ کر سکوں۔ اندازہ کیجئے کہ ایک شخص جس نے ابھی پشتو کی پہلی کتاب کے صرف انیس صفحے پڑھے ہوں وہ ایک اخبار کی عبارت کیا ترجمہ کرے گا لیکن میں نہیں جانتا کہ کیا بات تھی کہ ادھر سے وہ ممتحن ایک فقرہ پڑھتا تھا، اور ادھر میں ترجمہ کرتا جاتا تھا، اس کے بعد ایک ممتحن نے دوسرے سے کہا کہ اس کو پھر موقعہ دینا چاہیئے، میں نے سن لیا میں شروع سے ہی کسی سے مرعوب نہیں ہوا میں نے اسی وقت ان سے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ مجھے یہاں آئے کتنا عرصہ ہوا ہے صرف تین ماہ اور اس قلیل عرصہ میں میں نے اس قدر پشتو سیکھ لی ہے میں عنقریب اس پر حاوی ہو جاؤں گا خدا کی شان میرے کہنے کا ایسا اثر ہوا کہ وہ خاموش ہو گیا اور میں نے فوراً پوچھا کہ کیا میں پاس ہو گیا ہوں انہوں نے کہا ہاں، جب میں نے واپس گھر آ کر کہا کہ میں پاس ہوں تو کوئی یقین نہ کرتا تھا۔

دعا کی دو شرائط — کامل فرمانبرداری اور یقین کامل

تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ انسان عاجزی اور یقین کامل کے ساتھ ایک چیز اللہ تعالےٰ سے طلب کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ کا رحم جوش میں آ جاتا ہے اور اپنے بندہ کی ضرورت کو پورا کر دیتا ہے اسی لئے فرمایا واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان ہاں قبولیت دعا کے لئے دو شرطیں بیان کی ہیں فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی پس چاہیئے کہ میری کامل فرمانبرداری کریں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ پس آپ اگر مستجاب الدعوات بننا چاہتے ہیں تو خدا کی کامل فرمانبرداری اختیار کریں اور اس پر پورا ایمان رکھیں کہ وہ ہماری عاجزانہ دعاؤں کو سنتا اور انہونے کام بھی کر دیتا ہے۔

خدا سے مانگنے والی چیز

عام طور پر لوگ اپنی دنیوی مشکلات اور بیماریوں سے صحت اور ایسی ہی دوسری چیزوں کے لئے دعائیں کرتے ہیں، لیکن اصل چیز جو خدا سے مانگنے والی ہے وہ ہدایت ہے اسی لئے فرمایا لعلھم یرشدون چاہیئے کہ خدا کو پکاریں تاکہ ہدایت پا سکیں، دنیوی چیزوں کو تو دوام نہیں نہ انسان ہی ہمیشہ یہاں رہنے والا ہے اس لئے یہ چیزیں ایسی نہیں کہ ان کے لئے بے چینی

(باقی پر صفحہ ۵ کالم ۳)

اشاعتِ اسلام اور ترقیِ جماعت احمدیہ کیا متضاد مقاصد ہیں؟

اعلیٰ اصولوں اور عملی حیات میں کامل تطبیق

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

بعض اصحاب کو بظاہر تحریک اشاعت اسلام سے متاثر ہیں جماعت احمدیہ کے استحکام و ترقی کے ماننے میں تامّل ہے بلکہ ان کے نزدیک یہ دونو مقاصد ایک دوسرے کی ضد واقع ہوئے ہیں حتیٰ کہ وہ اس امر کے قائل معلوم دیتے ہیں کہ اگر جماعت احمدیہ اپنے مخصوص معتقدات ترک کر دے اور بانیٔ سلسلہ کے دعاوی کو اہمیت نہ دے تو اشاعت و تبلیغ کا مشترکہ مقصد تو مسلمانوں کو اس قدر مرغوب خاطر ہے کہ وہ اس جماعت کی امداد و معاونت دل و جان سے کرنے کو تیار ہیں، اس قسم کے شبہات اہم و قابل توجہ ہیں، کیونکہ اگر واقعات یہی کچھ ہوں کہ جماعت احمدیہ کے مخصوص مسلمات اسلام کی اشاعت کی راہ میں سنگِ راہ بن کر کھڑے ہوں یا یہ ایسے فروعی و فرقی معتقدات ہوں جن سے تبلیغ کے راستے بجائے تقویت پانے کے تنگ و مسدود ہو جاتے ہوں تو پھر لازم آتا ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور اپنے مسلک پر نظر ثانی کرے، اس طرز کے وساوس صرف آج ہی پیدا نہیں ہوئے بلکہ خود بانیٔ سلسلہ کی زندگی میں بھی بعض سطحی اصحاب اس قسم کی اُلجھنوں میں گرفتار رہے چنانچہ خود بانیٔ سلسلہ کے مسلک پر اعتراض کیا گیا ہے کہ آپ براہین احمدیہ ایسی بے نظیر تصنیف کے کام کو ادھورا چھوڑ کر اپنے دعاوی اور اس میں جمہور مسلمانوں سے مباحثوں اور مناظروں میں اُلجھ کر اصل مقصد سے دُور ہٹ گئے

واقعاتِ حقہ اور مسلمان قوم کی غفلت و گراوٹ

سب سے مقدم امر اس معاملہ میں ٹھوس واقعات اور قومی حالت کو نظر انداز نہ کرنا ہے، جو شخص قومی حیات اور متقاضی حالات سے لاپرواہ ہو کر محض ایک دل خوش کن جذباتی رَو میں بہ جاتا ہے وہ نہ تو اس قابل ہوا کرتا ہے کہ عملاً کوئی مقصد انجام دے سکے اور نہ ہی اس کے اعلیٰ علمی اصولوں اور عمدہ ذہنی تصورات سے حیاتِ اجتماعیہ میں کوئی تبدیلی پیدا ہوا کرتی ہے، یہ بات کس قدر سچی ہے کہ مسلمان قوم اشاعت کے مقصد کی فریفتہ اور اسے بدل و جان اپنانے کے لئے تیار ہے؟ آؤ محض خوشنما دنیا سے نکل کر ٹھوس واقعات کی کسوٹی پر اسے پرکھیں آج بانیٔ سلسلہ کو اشاعت و تبلیغ کی ندا بلند کئے نصف صدی سے اوپر عرصہ گذر چکا ہے مزید براں اس راستہ میں جو کچھ سعی و ہمت صرف کی گئی اس کے نتائج توقع سے بڑھکر عمدہ نکلے ہیں بالفرض جماعت احمدیہ کا مسلک اُسے امداد و تعاون کا مستحق نہیں ٹھہراتا تو وہ کونسی چیز روک بن رہی ہے کہ جمہور مسلمان اپنے طور پر اس مقصد کو نہیں اپناتے؛ کیوں وہ ایسی مفید و مشترکہ تحریک میں اپنے طور پر خود ہمہ تن مشغول نہیں ہو جاتے؛ باوجود شاندار نتائج دیکھ لینے کے اگر پھر بھی اس مقصد کی طرف قدم نہیں اُٹھتا تو اس سے قطعی طور پر کیا یہ امر ثابت نہیں ہو جاتا کہ امداد و تعاون کے بلند بانگ دعاوی محض جذباتی تمنائیں ہیں، جن کے پیچھے حقیقت بکلی مفقود ہے؟ متحدہ ہند کے وقت تو مولوی صاحبان یہ عذر لنگ پیش کر دیا کرتے تھے کہ جب تک حکومت حاصل نہ ہو جائے تب تک تبلیغ کیسے کی جا سکتی ہے، اب جبکہ یہ عذر بھی باقی نہیں رہا، تو یہ سوال زیادہ شدّت سے اُٹھتا ہے کہ اب اشاعت سے بے توجہی کیوں برتی جا رہی ہے؟ کیوں جماعت احمدیہ سے علیحدہ طور پر ہی مسلمان اس تحریک میں کوشاں نہیں ہوتے؟ پاکستان کی حکومت، جو اپنے قیام کے لئے خود اسلامی نظریہ کی مرہونِ منت ہے اور جس کا دعوےٰ بھی یہی ہے کہ وہ اسلامی نظریات کے فروغ اور اسلامی حیات کے احیاء کے لئے وقف ہے کیوں اشاعت کے مقصد سے غافل ہے؟ کس قدر دیگر سلطنتیں مسلمانوں کی موجود ہیں جہاں وہ جملہ ذرائع اپنی قومی و ملکی ترقی کے اختیار کرتی ہیں وہاں کفار کو اپنے دین کی اصل حقیقت سے روشناس کرانے کا جذبہ ان میں کیوں پیدا نہیں ہوتا؟ قوم کی اپنے دین اور اس کے اصولوں کی اشاعت سے ایسی گہری غفلت، بے توجہی اور عدم اعتنائی کے ہوتے ہوئے یہ امر کہاں تک صدق سے لبریز ہے کہ اگر جماعت احمدیہ لاہور اپنے مخصوص معتقدات کو ترک کر دے تو اسے قوم کی امداد میسر آ جائیگی؟

ووکنگ مشن جماعت احمدیہ لاہور کی شاخ ہے

پھر یہ عجیب بات ہے کہ صرف اسی قدر حقیقت نہیں کہ قومی حالت تبلیغ کے مقصد کو قابل اعتنا نہیں سمجھتی اور اس بلند مقصد کی اہل بھی نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر واقعات نے ثابت کر دکھایا ہے۔ ووکنگ مشن کے بانی حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور تھے جو حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ کے ادنیٰ خادم اور آپ کے فیوض و برکات سے نہ صرف متمتع بلکہ آپ کے دامن سے وابستگی کے باعث اسی جذبۂ صادقہ اشاعت اسلام سے لبریز ہوئے ورنہ خواجہ صاحب مرحوم تو عیسائیت کا بپتسمہ لینے کو تیار بیٹھے تھے۔ خواجہ صاحب مرحوم کے ذریعہ سے ووکنگ مشن کا قیام عمل میں آیا اور آپ کی شبانہ روز ان تھک ساعی اور اعلیٰ علمی قابلیت اور نفسیاتی کیفیت جاننے کے ملکہ کے باعث اس مشن کی کامیابی کی دھاک چار دانگ عالم میں بیٹھ گئی، اس پر یہ بھی اضافہ کیا گیا کہ غیر ملک میں باہمی اختلافی امور کے ذکر سے بجا طور پر اجتناب کیا گیا: تاکہ کفار کے مقابل تمام مسلمان متحد و متفق ہو کر کھڑے ہوں۔ آؤ! اب دیکھیں کہ من حیث القوم مسلمانوں نے ایسے نادر موقعہ سے کس قدر فائدہ اُٹھایا؟ ووکنگ مسجد مدت دراز سے قابل مرمت ہو رہی ہے، ڈاکٹر عبداللہ مرحوم، مسز ڈاکٹر عبداللہ محمودہ صاحبہ، اور موجودہ کارکنان کی طرف سے سالہا سال سے اپیلیں شائع کی جا رہی ہیں، ان پر کہاں تک توجہ کی گئی؟ اس میں کچھ شک نہیں، کہ چند اہل درد اصحاب قوم میں موجود ہیں اور وہ مائل بہ امداد و تعاون بھی ہیں، ایسے ہی اہل ذوق و ہمدرد اصحاب کے باعث کہیں کہیں کچھ کام ہوتے دکھلائی دے رہے ہیں۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ من حیث القوم کہاں تک ایک بینظیر کامیاب اور غیر فرقی اشاعتی تحریک کے لئے دستِ تعاون بڑھایا گیا؟ اگر آج ووکنگ مشن کے کارکنان جماعت احمدیہ لاہور کے پاک ممبروں میں سے نہ ہوں اور اگر آج احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اس مشن کی مالی ذمہ داری سے فراغت حاصل کر لے تو یہ امر قطعی ہے کہ اس مشن کا بڑھتا ہوا سب اقتدار و اثر ختم ہو کر یہ تحریک ناگفتہ بہ حالت میں ترقی معکوس کا رنگ اختیار کر لے، جس خلوص و صدق دل، جس ایمان و یقین، جس ہمت و عزم، نیز جس علمی قابلیت اعلیٰ نظریاتی تصورات کے ماتحت جماعت احمدیہ لاہور کے کارکنان نے اس مشن کو ترقی کے اوج پر پہنچایا، یا اب اس کی بے لوث خدمت میں وہ اور احمدیہ انجمن کا نظام ہمہ تن مشغول ہیں اس میں ذرہ بھر بھی شک کی گنجائش نہیں کہ یہ صرف انہی پاک و مبارک خدامِ دین کی مخلصانہ مساعی کا نتیجہ ہیں،

قوم میں اشاعت و تبلیغ کا ولولہ اور اہلیت کیونکر پیدا ہو؟

مذکرہ بالا واقعات اظہر من الشمس ہیں، واقعات سے کیونکر انکار ممکن ہے؟ کیا اس میں شک ہے کہ صرف جماعت احمدیہ ہی اس زمانہ میں اشاعت اسلام کی اہل منفرد جماعت ہے؟ کیا اس سے انکار ہو سکتا ہے کہ اگر یہ جماعت موجود نہ ہو تو تبلیغ اسلام کی شاندار تحریک بالکل مردہ ہو کر رہ جائے؟ خود حضرت اقدس کی زندگی میں بھی اخبار وطن لاہور نے یہ تحریک کی تھی کہ اگر ریویو آف ریلیجنز سے جماعت و بانیٔ سلسلہ سے متعلق مضامین نکال دیئے جائیں تو اس رسالہ کی اشاعت میں بہت اضافہ کیا جا سکتا ہے، مگر اس وقت بھی حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم قائد اول جماعت احمدیہ لاہور نے یہ جواب دیا تھا کہ اگر تحریک احمدیہ کو پیش نہ کیا جائے تو پھر کیا مُردہ اسلام کو پیش کیا جائے؟ بظاہر یہ الفاظ بعض اصحاب کی طبیعت پر گراں گزریں گے لیکن

قابلِ غور بات صرف یہ ہے کہ آیا یہ فی الواقعہ حقیقت الامری کا اظہار نہیں؟ کیا آج بھی حضرت مولانا مرحوم کے نورِ فراست مومنانہ سے نکلے ہوئے الفاظ اسی طرح قوم کی حالت پر صادق نہیں آ رہے؟ کیا اس بات میں بھی کچھ مبالغہ آمیزی کا رنگ ہے کہ اس زمانہ میں خالصتہً دینِ اسلام کی افضلیت و غلبہ کا یقین اگر کہیں پایا جاتا ہے تو وہ صرف جماعت احمدیہ کے ممبران تک ہی محدود ہے یا اس کی کوئی جھلک کسی اور جگہ پائی جاتی ہے تو وہ صرف حضرت اقدسؑ سے منعکس شدہ ایمان و یقین کی شعاع ہی ہے؟ اب اگر یہ ٹھوس واقعات ہیں کہ دینِ اسلام پر قطعی ایمان اس کے غلبہ کا حتمی یقین، کفار کے اسلام سے مغلوب ہونے کا جذبہ آج صرف حضرت اقدس کے دامن سے وابستگی سے برکات کا نتیجہ ہیں تو پھر یہ بات کہاں درست ہوئی کہ حضرت بانیٔ سلسلہ کی ذات یا آپ کے دعاوی یا جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد اشاعت و تبلیغ کے مقاصد میں سدِّ راہ ہیں؟ کس قدر افسوس و تعجب کا مقام ہے کہ جو بات اور جس مجددِ زماں کا وجود دینِ اسلام کی زندگی و تازگی کا موجب ہوا وہی تمہاری نگاہوں میں اشاعت اسلام کے مقصد میں روک کا موجب ہے؟ جو مداوا ہے اُسے مرض قرار دینا کس قدر صداقت و انصاف کا خون کرنا ہے! جو تریاق ہے اُسے زہر سمجھنا نہایت درجہ کی ابلہانہ حرکت اور جہالت و سفاہت کی انتہا ہے!!

امراض وساوس و شبہات کا حقیقی باعث

جب یہ حقیقت الامری ہے اور ٹھوس واقعات نے آفتاب کی مانند اس صداقت کو اَلم نشرح کر دیا ہے کہ اس زمانہ میں غلبہ و احیاءِ دین کی تحریک صرف بانیٔ سلسلہ کے وجود اور آپ کے حقیقی خدام مساعی تک محدود ہے تو اس پر دو بڑے سوال پیدا ہوتے ہیں اوّلاً یہ کہ پھر واقعات کے عین برخلاف وساوس و شبہات پیدا ہونے کا اصل سبب کیا ہے؟ دوئم یہ کہ اس امر پر کیا عقلی وجوہ ہیں کہ آج دین کی افضلیت، افادیت اور اس کے غلبہ کا یقین جماعت احمدیہ اور اس کے بانی سے ہی مختص امور ہیں؟ کیا وجہ ہے کہ جو لوگ بانیٔ سلسلہ کے انوار و برکات سے محروم ہیں اُن میں خالصتہً دینی جذبہ موجزن نہیں ہوتا؟ اب پہلے سوال کو لیجئے کیا وجہ ہے کہ بعض بزعم خود روشن خیال و فہمیدہ اصحاب ٹھوس حقائق کے عین برخلاف اس خیال پر جمے ہوئے ہیں کہ تحریک احمدیہ اور تحریک اشاعت اسلام متضاد و متخالف تحریکیں ہیں؟ یعنی جب واقعاتی حقیقت یہ ہے کہ اقدام اشاعت اس زمانہ میں صرف احمدیہ تحریک کی ہی پیداوار اور اسی کے بل بوتے پر اس کا قیام اور اسی کے وجود کی ترقی پر تبلیغ کی ترقی کا انحصار ہے تو پھر ان اصحاب کو کہاں سے ٹھوکر لگتی اور ان کے وساوس و شبہات کی بناء کیا ہے؟ اس پر آئندہ روشنی ڈالی جائے گی۔

آپ کے خطوط

ایک رؤیا

سنہ ۱۹۳۰ء سے کچھ پہلے کا ذکر ہے جو میں جماعت کے کئی افراد کو سناتا رہا ہوں۔ بلکہ جماعت ربوہ کے چیدہ چیدہ لوگوں سے بھی ذکر کرتا رہا ہوں، وہ یہ ہے کہ ایک رات میں نے دیکھا کہ میں قادیان میں شمال کی طرف منہ کر کے کھڑا دیکھ رہا ہوں کہ کافی تعداد میں لٹیرے لوگ میلے کچیلے اور کھلے بالوں والے مار دھاڑ کرتے داخل ہو رہے ہیں اور میں اس وقت سخت بیقراری کے عالم میں زور زور سے واویلا کر رہا ہوں کہ آؤ لوگو حضرت مسیح موعودؑ کے مزار مبارک کی حفاظت کریں۔ اس اثنا میں دیکھتا ہوں کہ میاں محمود احمد صاحب میری گود میں بیٹھے ہوئے ہیں اور میری بائیں جانب شالامار باغ لاہور کی طرح ایک بہت بڑا باغ ہے۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ صبح کی نماز کے بعد اپنی جماعت کے بزرگوں سے میں نے یہ خواب بیان کیا۔ تو میاں نور احمد صاحب مرحوم مجھے کہنے لگے کہ خوابوں پہ انحصار نہ کریں، احراری لوگ بھیس بدل کر قادیان آتے ہیں اور بس۔ خیر میں چپ ہو گیا لیکن یہ خواب غیر معمولی اثر والی تھی جو آج تک میرے سینہ میں جمی ہوئی ہے اس کے بعد میں کافی عرصہ ربوہ چنیوٹ ...... ۱۹۴۸ء میں جا رہا تھا۔ اور کلکتہ کافی عرصہ رہ کر آیا تھا تو میں نے راستہ میں سُنا اور کچھ جھونپڑیاں دیکھیں تو اس خواب نے ٹھوکر لگائی کہ یہ تمہاری گود میں میاں صاحب آ گئے ہیں کیونکہ میں چنیوٹ کا رہنے والا ہوں اور ربوہ چنیوٹ کی گود میں ہے) اور عنقریب اعتقادی گود میں بھی آئیں گے۔ گویا اس رؤیا کی تعبیر ہر دو طریقہ سے بفضلِ تعالیٰ پوری ہو گئی، اور باغ والا حصہ بھی امید واثق ہے ضرور پورا ہو کر رہے گا۔

خاکسار۔ شیخ عبدالمجید دبرہ از چنیوٹ نزد مسجد احمدیہ

محترم ایڈیٹر صاحب پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور

میرے محترم خالو حکیم حافظ، قاضی خلیل الرحمان صاحب مہتمم دعلی دواخانہ منڈی بہاؤالدین، بعارضہ اختلاج قلب چند ماہ بیمار رہ کر رحلت فرما گئے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف محترم ایک متبحر عالم۔ فاضل اجل اور ماہر طبیب ہونے کے علاوہ نہایت بلند اخلاق، ہمدرد، بیکس نواز اور ہر دل عزیز انسان تھے اگرچہ احمدی نہ تھے۔ مگر بڑے صلح کل اور مذہبی تنفر پروری سے پوری نفرت رکھتے تھے۔ اپنی زندگی سے کچھ عرصہ پیشتر ایک احمدی بچی کے جنازہ میں شریک ہونے کی بناء پر علماء شہر نے انہیں اپنے مکروہ فتووں سے مرعوب کرنے کی کوشش کی۔ مگر مرحوم بڑی پامردی اور استقامت سے اپنے وقت کی صحت پر ڈٹے رہے۔ سلسلہ میں بھی آپ کے دوستوں کا ایک وسیع حلقہ ہے۔ آپ کے پسماندگان میں ۹ بچے اور ایک بیوی ہے۔ احباب سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں امن و سکون کا مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو اپنے فضل و کرم سے نوازے۔ والسلام

خاکسار۔ عبدالرؤف احمدی۔ منڈی بہاؤالدین

درخواستِ دُعا

میں چند دفتری مشکلات میں مبتلا ہوں، حالات ناخوشگوار ہونے کے باعث تنگدستی کا بھی شکار ہو گیا ہوں دورِ حاضرہ میں عیال دار آدمی کا وقت گذرنا ویسے بھی محال ہے۔ لہٰذا جماعت کے دوستوں اور بزرگوں سے درخواست ہے۔ کہ میرے حق میں دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم کرے۔ آمین۔

محمد اقبال احمدی۔ سٹور کیپر پریمیئر ٹلو ملز۔ لائل پور

مسلم ہائی سکول نمبر ۱ کا جلسہ

مؤرخہ ۸ رمئی سنہ ۱۹۵۷ء کو صبح سکول کھلتے ہی زیرِ صدارت جناب چوہدری عبدالمجید صاحب ہیڈ ماسٹر یوم انٹرنیشنل ریڈ کراس کے سلسلہ میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن مجید و نعت حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے بعد جناب صاحب صدر نے تحریک ریڈ کراس سے متعارف کراتے ہوئے جلسہ کا افتتاح فرمایا۔ ان کے بعد صوفی ریاض حسین صاحب نے تحریک ریڈ کراس کی تاریخ نہایت مختصر مگر بلیغ انداز میں بیان کی۔ بعد ازاں انچارج ریڈ کراس نے سکول ہذا کے سنٹر اور طلباء کے کام کی رپورٹ پیش کی۔ جس سے ہمارے سکاؤٹ طلباء کے جذبۂ خدمت خلق کی بلندی کا اظہار ہوتا تھا، ان کے بعد جناب پروفیسر آغا محمد زمان خان صاحب نے جو ان دنوں پیوپل ٹیچرز کے ہمراہ سکول میں تشریف فرما ہیں تحریک ریڈ کراس کی خوبیاں اخلاقی نقطۂ نگاہ سے بیان فرمائیں۔ آخر پر جناب صاحب صدر نے اپنے سکاؤٹ و غیر سکاؤٹ طلباء کو یہ نصیحت فرمائی۔ کہ وہ زیادہ سے زیادہ جذبہ ہمدردی خلق کو اپنائیں۔ کیونکہ انسان کی سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ وہ اس دنیا میں دوسروں کے کام آ سکے بعدہٗ جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا اور سکول حسب دستور اپنے کام میں لگ گیا۔ برکت علی انچارج پبلسٹی مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ ۲۷ رمئی کو سیالکوٹ سے واپس تشریف لے آئے۔

محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کراچی سے چند دن کے لئے لاہور تشریف لائے ہیں۔

۱۲ رجون کو انجمن کی مجلس معتمدین کا اجلاس لاہور میں منعقد ہو گا۔

جلسۂ یوم وصال

۲۶ مئی ۱۹۶۵ء کو بروز اتوار حضرت مسیح موعود علیہ السلام والصلوٰۃ کے یوم وصال کی تقریب پر آپ کی یاد میں مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب کے زیر صدارت ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں مقامی جماعت کے کثیر احباب شامل ہوئے، سب سے پہلے قاری حافظ بوستان صاحب نے قرآن کریم کی چند آیات تلاوت کیں، اس کے بعد راقم الحروف (مدیر پیغام صلح) نے حضرت مسیح موعود کے ملفوظات میں سے ایک اقتباس پڑھ کر سنایا جس میں آپ نے جماعت کو اتحاد و اتفاق اور ایک دوسرے سے محبت کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ :-

"میں دو ہی مسئلے لیکر آیا ہوں اول خدا کی توحید اختیار کرو دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو"

اور اس ضمن میں صحابہ کرام کا نمونہ پیش کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ :-

"یاد رکھو جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے وہ مصیبت اور بلا میں ہے اس کا انجام اچھا نہیں"۔

اور یہ بھی فرمایا ہے کہ :-

"میں عنقریب ایک کتاب لکھوں گا اور ایسے تمام لوگوں کو جماعت سے الگ کر دوں گا جو اپنے جذبات پر قابو نہیں ... پا سکتے اور باہم محبت اور اخوت سے نہیں رہ سکتے جو ایسے ہیں وہ یاد رکھیں کہ وہ چند روزہ جہان ہیں جب تک عمدہ نمونہ نہ دکھائیں۔

محترم ڈاکٹر علامہ غلام محمد صاحب کی تقریر } ان ملفوظات کے پڑھے جانے کے بعد محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے تقریر فرمائی آپ نے آیہ قرآنی انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون تلاوت فرما کر بتایا کہ نبی کے آنے کی غرض یہی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی احکام اور ہدایت لیکر آئے، حضرت نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ہدایت قرآن کریم کی شکل میں نازل ہوئی وہ کمال تک پہنچ گئی، اور اس کے بعد کسی نئی ہدایت کی ضرورت نہیں رہی، چونکہ نبوت کی ضرورت پوری ہو گئی اس لئے آپ کے بعد سلسلہ نبوت منقطع ہو گیا۔ لیکن دو امور ابھی باقی ہیں :- (۱) قرآن کریم کے سمجھنے میں انسان غلطی کرے (۲) عمل کرنا چھوڑ دے - آپ نے بتایا کہ انہی دو امور کی اصلاح کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر صدی کے سر پر مجدد کے آنے کی پیشگوئی کی ہے اور تیرہ سو سال تک ہر صدی میں مجدد آتے رہے اور تمام اسلامی دنیا ان کو مجدد مانتی چلی آئی ہے، لیکن چودھویں صدی کے سر پر جو مجدد آیا ہے اس کا انکار کرتے ہوئے مسلمانوں نے عام طور پر یہ رویہ اختیار کر لیا ہے کہ حدیث مجددی کا انکار کر دیا اور یہ کہنے لگ گئے کہ قرآن کے ہوتے ہوئے کسی مجدد کی ضرورت نہیں۔

آپ نے فرمایا کہ حضرت مرزا صاحب نے یہ نہیں کہا کہ میں دین کی تکمیل کے لئے آیا ہوں یا نیا دین لیکر آیا ہوں بلکہ یہ فرمایا کہ میں دین کو گرد و غبار سے پاک و صاف کرنے کے لئے آیا ہوں - اسی ضمن میں آپ نے مسلمانوں کی موجودہ حالت کو بیان کرتے ہوئے اور یہ بتاتے ہوئے کہ ان میں ہر قسم کی اخلاقی برائیاں اور گند پیدا ہو گئے ہیں یہ سوال کیا کہ کیا مسلمانوں کی یہ حالت اس بات کی متقاضی نہیں کہ کوئی خدا کا بندہ آئے اور ان کی اصلاح کرے، آپ نے بتایا کہ زمانہ کی حالت زبان حال سے پکار پکار کر ایک مصلح کی ضرورت بیان کر رہی ہے - حضرت مرزا صاحب نے اسی ضرورت کو پورا کیا ہے، اور اگر قوم نے انکی مخالفت کو نہ چھوڑا اور بد اعمالیوں میں بڑھتے چلے گئے تو نتیجہ سوائے اسکے کیا ہو سکتا ہے جو قرآن کریم کی اس آیت میں بیان کیا گیا ہے فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین -

اس کے بعد آپ نے اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے حضرت مسیح موعود کے ملفوظات سنے ہیں، ان میں انہوں نے جس باہمی محبت اور اتفاق پر زور دیا ہے وہ آج ہم میں کہاں ہے؟ ذرا ذرا سی بات پر اختلاف ہے باہم بغض ہے، حسد ہے، عداوت ہے، مامور تو ان چیزوں کی جڑ کاٹنے کے لئے آیا تھا، وہ قوم جو ان چیزوں کی اصلاح کیلئے کھڑی کی گئی تھی وہ خود ان میں مبتلا ہو گئی جس آنکھ نے وہ منظر دیکھا ہے جو حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں جماعت کے اندر نظر آتا تھا وہ موجودہ حالت کو کس طرح برداشت کر سکتا ہے۔ اگر احمدی کی زندگی بھی دوسروں کی طرح ہے تو اس کا وجود ابتلا کا باعث ہے - آپ نے نصیحت کی کہ امام کے آنے کی غرض کو سامنے رکھیں اور اپنے فرض کو پہچانیں تاکہ وہ غرض پوری ہو جسکے لئے امام وقت کو بھیجا گیا ورنہ ہم میں سے ہر ایک کو خدا پوچھے گا جس کا جواب دینا مشکل ہو گا۔

محترم شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کی تقریر } ڈاکٹر صاحب کے بعد محترم شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے تقریر کی، آپ نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ کیا وجہ ہے کہ ہم ایک خاص شخص کا یوم وصال مناتے ہیں، بتایا کہ جو کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کر گئے ہیں وہ ہمیں بڑا ہی عزیز ہے اور اس کیلئے ہم ہر ایک چیز کو قربان کرنے کے لئے تیار ہیں چونکہ آپ اس کام کو کامیابی کے ساتھ سر انجام دیکر آج کے دن رخصت ہوئے اس لئے ایک خاص جوش انسان پیدا ہوتا ہے کہ آپ کے ذکر کو قائم رکھا جائے۔

آپ نے بتایا کہ وہ شخص تن تنہا اٹھا اور اپنا کام کر کے اور اس کے ذرائع پیدا کر کے ہمارے سپرد کر گیا اب یہ ہمارا کام ہے کہ جو عہد اس نے ہم سے لیا تھا اس کو از سر نو دہرائیں اور از سر نو جوش و خروش سے اس کام کی سر انجام دہی میں لگ جائیں تاکہ جس طرح وہ سرخرو ہو کر اپنے خدا سے جا ملا، ہم بھی کامیابی اور سرخروئی اللہ سے ملاقی ہوں، آپ نے بتایا کہ نوشتوں میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں شیطان اور رحمان کی جنگ ہو گی جس میں آخر کار شیطان کو ہزیمت اور ناکامی ہو گی اور آخر ابلیس ساجد، شیطان ذلیل ہو کر رحمانی ذہنوں کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیگا - آپ نے موجودہ زمانہ کے فتن کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ اس زمانہ میں شیطان نے ہر قسم کے علمی ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ہر رنگ میں اسلام پر بڑے شدید حملے کئے جن کی مدافعت سوائے اس کے نہ ہو سکتی تھی کہ کوئی بعثت یا انسان خدا کی طرف سے آئے

باقی بر صفحہ ۶ کالم ۳

خطبہ جمعہ (بسلسلہ صفحہ ۲)

کا اظہار کیا جائے -

کشمیر کا معاملہ

دوسری آیت ہے أمن يجيب المضطر اذا دعاه ويكشف السوء - خدا مضطر کی دعا کو سنتا ہے - آج کل کشمیر کا معاملہ زوروں پر ہے یہ قاعدہ کی بات ہے کہ دنیا میں کوئی چیز حاصل کرنے کے لئے جب تک کوئی قوم اپنے پاؤں پر کھڑی نہ ہو کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی، ایک دفعہ ایک شخص سے میری گفتگو ہو رہی تھی میں نے کہا کہ بغیر لڑائی کے کشمیر ملنا مشکل ہے اس نے جواب دیا کہ ہم کیسے لڑ سکتے ہیں موجودہ زمانہ کی جنگ میں جن ہتھیاروں کی ضرورت ہے وہ ہمارے پاس کہاں ہیں، میں نے جنگ بدر کی مثال دی اور کہا کہ اس میں شک نہیں کہ آج بڑی بڑی توپیں اور ایٹم بم وغیرہ ایجاد ہو گئے ہیں لیکن جنگ بدر میں اس وقت کے مناسب حال جن ہتھیاروں کی ضرورت ہوتی تھی وہ مسلمانوں کے پاس کہاں تھے کفار کے پاس ضرورت وقت کے تمام ہتھیار موجود تھے لیکن مسلمان ہتھیار نہ ہونے اور کمی تعداد کے باوجود کامیاب ہوئے، آج بھی اگر آپ میں وہی جذبہ ہو جو اس وقت کے مسلمانوں میں تھا، اور اس جذبہ کو لے کر آپ اٹھیں کہ ہم اس غرض سے لڑنے کے لئے جاتے ہیں کہ چالیس لاکھ مسلمان جو زبان حال سے پکار رہے ہیں ربنا اخرجنا من هذه القرية الظالم اهلها - ان کو آزاد کرایا جائے، کوئی دنیوی لالچ نہ ہو، یہی خیال ہو کہ مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لئے جا رہے ہیں اور خدا کی نصرت پر یقین ہو، تو یقیناً خدا کی نصرت آئے گی، کیا خدا کے اختیار میں نہیں کہ دشمن کے ہتھیاروں کو ناکارہ کر دے، کیا ہمارے سامنے مسلمانوں کے مقابلہ میں کفار کے بڑے بڑے لشکر اور ان کے ہتھیار ناکام نہیں رہ گئے؟

احمدی کا ہتھیار دعا ہی ہے

حضرت مسیح موعود نے اسی لئے دعا پر بڑا زور دیا ہے ایک احمدی کے پاس دعا کے سوائے اور کوئی ہتھیار نہیں ہیں افسوس کرتا ہوں کہ ہم بھی مادی اسباب پر گر چکے ہیں، ہمیں یہی فکر رہتی ہے کہ روپیہ کہاں سے آئے - میں نہیں کہتا کہ کوشش نہیں کرنی چاہیئے، وہ تو ضروری ہے لیکن مشکلات جو پیش آ رہی ہیں ان کا حل خدا ہی سے طلب کرنا چاہیئے - مسلمانوں کی بڑی بدقسمتی ہے کہ ان کی نفسانیت نے ان کو تباہ کر دیا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری امت کو باہر سے کوئی ہلاک نہیں کر سکتا، اس کی ہلاکت کا سامان اس کے اندر سے ہی ہوگا جاؤ تاریخ کو مطالعہ کرو آپ دیکھیں گے کہ مسلمانوں کو جب کبھی اور جہاں کہیں نقصان

جلد ۴۶ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۵ ذیقعد ۱۳۷۶ھ مطابق ۵ جون ۱۹۵۷ء | نمبر ۲۲

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

حضرت امام الزمان کا بیان :-

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اپنی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصول دین سے برگشتہ ہے۔ یہ اُن حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقوےٰ ہو ایسے افتراء نہیں کرسکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہٗ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بُنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ الا ان لعنۃ اللّٰہ علے الکاذبین والمفترین۔

(ایام الصلح صفحہ ۹۵-۹۶)

مغرب کے روحانی خلا کو

الہامی مذاہب کی پیش کردہ روحانی اقدار سے پُر کیجئے

ووکنگ کے ایک اخبار میں عید اور خطبہ کا ذکر

جریدہ "ووکنگ اوبزرور" نے اپنی ۹ مئی کی اشاعت میں مسجد شاہجہان ووکنگ کی عید کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے :-

"دہریت و الحاد کی بڑھتی ہوئی رَو کو روکنے کے لئے اسلام اور عیسائیت کے مابین زیادہ افہام و تفہیم اور اشتراک عمل کی ضرورت اور مشرق و مغرب دونوں کے مفاد کے لئے ان کا باہمی لین دین، یہ اس خطبہ کے دو زبردست نقاط تھے جو امام صاحب شاہجہان مسجد ووکنگ مسٹر محمد یعقوب نے گذشتہ بدھ کو عید الفطر کی تقریب پر دیا۔

"اس تہوار میں جو مسجد کے وسیع سرسبز میدان میں ایک بہت بڑے شامیانے کے نیچے منایا گیا جس پر اکثر ممالک کے جھنڈے تمام دنیائے اسلام کی نمائندگی کرتے ہوئے لہرا رہے تھے، تین ہزار سے زیادہ اشخاص نے شمولیت اختیار کی، یہ لوگ اپنے اپنے وطن کے رنگ برنگ لباسوں میں اس تقریب کو خوشی و خرمی اور سیر و تفریح کی صورت میں منا رہے تھے۔

"امام صاحب نے جو سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور کے ایک سابق ایڈیٹر ہیں، موجودہ علوم و سائنس سے مسلم ممالک کی غفلت پر اظہار افسوس کیا، انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ دنیائے اسلام کو تمام سائنٹیفک علوم اور صنعت و حرفت میں ہنرمندی کا سبق مغرب سے سیکھنا چاہیئے۔

"آپ نے کئی ایک آزاد، اسلامی مملکتوں کی پیدائش کو تاریخ حاضرہ کے واقعات عظمےٰ قرار دیا اور اس بات پر زور دیا کہ ان ایک درجن سے زائد مسلم ممالک کو جو مجلس اقوام متحدہ کے ممبر ہیں یک زبان ہو کر مؤثر قوت کے ساتھ عالمی امن پر زور دینا چاہیئے، اور یہ توقع ظاہر کی کہ اسلام دنیائے جدید کی تعمیر میں ایک شاندار حصہ لے گا۔

"امام صاحب نے اس روحانی خلا کی طرف توجہ دلائی جو مغربی تمدن کی بناوٹ میں موجود ہے، اور فرمایا کہ اس خلا کو ان روحانی اقدار سے بخوبی پُر کیا جاسکتا ہے جو الہامی مذاہب نے پیش کی ہیں اور جن سے اب تک غفلت کا برتاؤ کیا جا رہا ہے، آپ نے اس بات پر زور دیا کہ تمام مسلمانوں کی زندگی کا نصب العین خدا تعالےٰ کی مرضی کی متابعت

(باقی بر صفحہ [illegible] کالم ۳)

مغرب کے مذہبی مفکر

بسلسلہ اشاعت مورخہ یکم مئی ۱۹۵۷ء

اقبال احمد صاحب (ووکنگ انگلستان)

احمدیت انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں

اسلام اور احمدیت کے متعلق تحقیق کا خیال

مغرب کے لوگوں میں تحقیق کا مادہ بہت ہے۔ گذشتہ ہفتہ میرے ایک امریکن ہم جماعت مصر گئے۔ وہ اس امر کی تحقیق کر رہے ہیں کہ رسول کریم صلعم کو مکہ کی بجائے مدینہ میں کیوں کامیابی ہوئی۔ جانے سے پہلے انہوں نے مجھے بتایا کہ اگلے سال وہ تحریک احمدیت کے متعلق تحقیق کریں گے۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ اہل مغرب اسلام اور احمدیت سے بے اعتنائی برتتے ہیں۔ اور اس بات کا ہمیں علم نہیں کہ اہل مغرب میں اس امریکن نوجوان کی طرح کے لوگ بھی ہیں جو ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے مشرق وسطےٰ صرف اس بات کی تحقیق کے لئے جاتے ہیں کہ کن وجوہات سے رسول اکرم صلعم کو مدینہ میں کامیابی ہوئی اور مکہ میں نہیں ہوئی اور پھر اگلا سال وہ تحریک احمدیت پر معلومات حاصل کرنے پر صرف کر دیں گے۔

احمدیت انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں

وہ تو خیر آئندہ سال دیکھی جائے گا۔ اس وقت لائیڈن (ہالینڈ) میں انسائیکلوپیڈیا آف اسلام حصص کی صورت میں شائع ہو رہی ہے۔ اس کی پہلی جلد زیر طباعت ہے۔ اور اس پہلی جلد کی پانچویں کڑی میرے سامنے ہے۔ اس میں احمدیت پر ایک مضمون ہے جو ولفرڈ کینٹول سمتھ ایک مستند مصنف نے لکھا ہے ذیل میں اس سارے مضمون کا ترجمہ پیش کر رہا ہوں چند باتوں سے شاید ہمیں اتفاق نہ ہو۔ لیکن احمدی جہاں اسلام کی مدافعت کا بے پناہ جوش اپنے دل میں رکھتا ہے وہاں اپنے خلاف تنقید سننے میں تحمل سے کام بھی لے سکتا ہے۔ سنئے وہ کیا کہتا ہے۔

"احمدیہ نام ہے (۱) ایک مذہبی جماعت کی تنظیم کا جو مرزا غلام احمد قادیانی کے نام کے ساتھ وابستہ ہے (۲) ایک چھوٹی سی تنظیم یا تحریک کا جو اول الذکر کی شاخ ہے۔

غلام احمد ضلع گورداسپور۔ پنجاب۔ انڈیا کے ایک قصبہ قادیان کے ایک رئیس خاندان میں ۱۲۵۵ھ ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے۔ مرزا کا لقب اس بات کی طرف دلالت کرتا ہے کہ اُن کا خاندان مغل فاتحین کے ساتھ آیا تھا جس کا تعلق بابر کے ساتھ ہے اس لڑکے کو روایات کے مطابق عربی اور فارسی میں اچھی تعلیم دی گئی۔ اور بچپن سے وہ محقق اور غور و فکر کا عادی تھا۔ بجائے اس کے کہ وہ اپنے والد کی پیروی کرتا جو حکیم تھے یا اپنے والد کی خواہش کے مطابق حکومت برطانیہ کی نوکری یا وکالت کرتا اس نے اپنی زمینی آمد پر اپنی آبائی جگہ میں خلوت کی زندگی اختیار کر لی۔ مذہبی امور کے مطالعہ اور عبادت کے علاوہ ان میں آوازیں سننے کی استعداد پیدا ہو گئی۔ چالیس سال کی عمر (۱۸۸۰) میں انہوں نے ایک اچھی خاصی کتاب "براہین احمدیہ" تصنیف کی جو بہت مقبول ہوئی ۴ مارچ ۱۸۸۹ء کو انہوں نے اعلان کیا کہ انہیں خدا کی طرف سے بیعت لینے کا حکم ہوا ہے۔ چنانچہ ایک چھوٹا سا گروہ جو ان پر فدا تھا ان کی مریدی میں شامل ہو گیا۔ اس گروہ میں بعض نمایاں قابلیت کے لوگ بھی تھے۔ دو سال کے بعد جب انہوں نے دعوےٰ کیا کہ وہ مسیح اور مہدی ہیں تو مسلمانوں نے مخالفت شروع کی اس تاریخ (۱۸۹۱ء) سے لیکر ان کی وفات تک جو (۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ مطابق ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو واقع ہوئی) ان کی اور ان کے دعاوی کی مخالفت اور ان کی جماعت دونوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ مسلمانوں کے ساتھ زیادہ تر اور ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ بھی بحث مباحثہ شدت اختیار کرتا چلا گیا۔ انہوں نے خدا سے ہمکلامی کا دعوےٰ کیا (الہام اور وحی[1] دونوں الفاظ انہوں نے استعمال کئے۔ اور پیشگوئی کرنے کا بھی دعوےٰ کیا۔ معجزہ[2] دکھانے کا بھی (جس میں مردوں کو زندہ کرنے[3] اور دعا کے ذریعہ اپنے مدمقابل کی موت کے دعاوی شامل ہیں ۱۹۰۴ء میں کرشن اوتار ہونے کا بھی دعوےٰ کیا۔ اور یہ بھی دعوےٰ کیا کہ وہ زمین پر نازل ہونے والے عیسیٰ ہیں اور مہدی بھی ہیں نیز محمد (صلعم) کے بروز بھی ہیں۔ کیا انہوں نے نبی ہونے کا دعوےٰ کیا اور اگر کیا تو کن معنوں میں؟ یہ ان کی جماعت کے دو گروہوں میں (جن کا ذکر ذیل میں آئیگا) مابہ النزاع ہے۔ آخری بیس سالوں میں ان کی تعلیمات مختلف امور پر مشتمل تھیں بعض تو بہت عجیب و غریب باتیں کہی ہیں (مثلاً یہ کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں سری نگر میں مدفون ہیں) بعض باتیں پر از معلومات ہیں، بعض اوقات بے ربط باتیں کہہ جاتے ہیں جو اکثر اوقات مناظرانہ طرز پر اور بھونڈی ہوتی ہیں اور بعض اوقات غیر معمولی اور نمایاں روحانیت پر مشتمل باتیں بیان کرتے ہیں، انکی تحریرات میں ہندو عقائد کے علاوہ عیسائی تاثرات کی بھی مخالفت نظر آتی ہے لیکن زیادہ تر ان کی طرز زندگی میں اسلام کے جدید ہندوستانی صوفی تصوف کی جھلک پائی جاتی ہے جو جدید مغربی تاثرات سے متاثر ہے۔

دو گروہ

جب وہ فوت ہوئے تو اُن کے پیر و معتقد مریدوں کا گروہ تتر بتر نہیں ہوا بلکہ ایمانداروں کی ایک جماعت کا رنگ اختیار کیا اور بجائے اس کے کہ منتشر ہو جاتے انہوں نے ایک خلیفہ (مولوی نورالدین) چن لیا اور ایک مستقل جماعت کی صورت اختیار کر لی۔ اس کے جواز یا کم از کم اس کی شکل و صورت کے جواز کے متعلق بعض کو شبہ رہا اس لئے جب پہلا خلیفہ (۱۹۱۴ء) میں فوت ہوا تو منتظمہ کے اکثر اراکین اور مغرب زدہ اقلیت نے الگ ہو کر لاہور میں ایک انجمن بنائی، جنہوں نے نئی تعلیمات کی (جیسا کہ وہ سمجھتے تھے) تبلیغ و اشاعت کا کام شروع کر دیا۔ اور اکثریت قادیان میں ہی رہی اور ایک جماعت کی شکل میں ان تعلیمات کی حامل رہی (اور خود ان کی اشاعت بھی کرتی رہی) ان میں ایک سیاسی اختلاف بھی پیدا ہوا علیحدہ ہونے والوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کی عام جمعیت سے کم علیحدہ رکھا انہوں نے ہندوستانی اسلام کے جدید غیر ملوکیت پسند نظریہ میں حصہ لینا شروع کر دیا (۱۹۱۳ء کا کانپور کی مسجد کا واقعہ) اس کے برعکس اکثریت نے ظاہری طور پر بانیٔ سلسلہ اور اس کے خاندان کے ساتھ روایتی وفاداری کی صورت اختیار کر لی انہوں نے بانیٔ سلسلہ کے ۲۵ سالہ لڑکے کو خلیفۃ المسیح ثانی منتخب کیا، اس کی خلافت کے چالیس سال ایک داستان ہے جو اس نئی تحریک کی موجودہ تدریجی تشکیل میں پنہاں ہے۔ اسی طرح لاہور کا گروہ بھی، جس کا سربراہ ایک نوجوان وکیل اور مذہبی مفکر تھا، ایک نئے سلسلہ خیالات کی تدریجی تشکیل ہے۔

دونوں گروہ ایک فعال قوتِ محرکہ رکھتے تھے

(باقی بر صفحہ)

[1] وحی کا لفظ آپ نے وحیٔ ولایت کے معنوں میں استعمال کیا نہ کہ وحی نبوت کے معنوں میں۔ (مترجم)

[2] حضرت مرزا صاحب نے اپنے نشانات کے لئے معجزہ کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ کرامت کا لفظ اختیار کیا ہے جو اولیاء اللہ کے لئے مخصوص ہے۔ (مترجم)

[3] مردوں کو زندہ کرنے سے روحانی مردوں کی زندگی مراد ہے اور جسمانی مُردوں کو زندہ کرنے کا دعوےٰ حضرت مرزا صاحب نے کبھی نہیں کیا اور نہ کوئی نبی یا ولی ایسا دعوےٰ کر سکتا ہے۔ (مترجم)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۵ رجون ۱۹۵۷ء

آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج

امام وقت کی یہ پیشگوئی آج سے پچاس سال پہلے زمانہ نے سُنی بعض نے اس پر حیرت و استعجاب کا اظہار کیا اور بعض نے تمسخر و استہزاء سے اس کو ٹھکرایا، اس کے چار برس بعد اس کے خادموں میں سے ایک مرد خدا اُٹھا اور اس نے یورپ کو مسلمان کرنے کے ارادہ سے انگلستان کی راہ لی۔ اس کی اس حرکت کو بھی ایک بیوقوفانہ اقدام قرار دیا گیا لیکن آج ہم کیا دیکھتے ہیں، یورپ کے مزاج میں اسلام کے متعلق جو تغیر پیدا ہوا ہے، اور اس پاک مذہب کو جسے نصف صدی پہلے ایک وحشیانہ مذہب سمجھا جاتا اور اس کی نہایت گھنونی تصویر کھینچکر لوگوں کو اس سے متنفر کیا جاتا تھا۔ آج جس قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا اور اس کی تعلیمات پر جو اعلیٰ تبصرے کئے جاتے ہیں ان کو دیکھ کر بیچارو ناچار یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ امام وقت کی پیشگوئی آج حرف بحرف پوری ہو رہی ہے اور تو اور وہی پادری صاحبان جو اسلام کے متعلق ہر قسم کا ناپاک پراپیگنڈا کرنا ضروری سمجھتے تھے اور بُری سے بُری باتیں اس کی طرف منسوب کر کے دلوں میں نفرت پیدا کرتے تھے۔ آج اپنے گرجوں میں مسلمان مبلغین کو بلا کر بڑی خوشی سے اسلامی محاسن کو سنتے اور لطف اندوز ہوتے ہیں، یورپی مستشرقین کے افکار میں ایک نمایاں انقلاب نظر آتا ہے اور انگریز مستشرقین کا پیرایہ بیان پہلے کی طرح معاندانہ ہونے کے بجائے ہمدردانہ ہوگیا ہے اور بڑی بڑی تعلیمگاہوں میں بھی اسلام پر امام ووکنگ کے لیکچر بڑی خوشی سے سُنے جاتے اور داد تحسین دی جاتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ یہ سب کچھ ان رپورٹوں سے واضح ہے جو پیغام صلح میں درج ہوتی رہتی ہیں۔

ان حالات میں کیا یہ کہنا صحیح نہیں کہ یہ سب ۔ ۔ حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دلسوز دعاؤں کا نتیجہ اور مندرجہ بالا پیشگوئی کا عملی ظہور ہے۔

یورپ ہی میں نہیں، امریکہ میں بھی اسلام کا پیغام پہنچانے کا حضرت امام وقت نے حکم دیا تھا۔ جس کی تعمیل میں ابھی صرف دس بارہ سال ہی ہوئے ہیں اور آج ہم احرار امریکہ کے مزاج میں بھی اسلام کے متعلق ایک انقلاب عظیم پاتے ہیں۔ ابھی حال ہی کی خبر ہے، کہ امریکہ کے طول و عرض میں کلیساؤں کے اندر اسلام پر تقاریر کا ایک سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے جو خود مسلمانوں سے کرائی جائیں گی، اور اگر کسی گرجا کے لئے کوئی مسلمان مقرر دستیاب نہ ہوا تو خود وہاں کے پادری اسلامی ثقافت پر تقریریں کریں گے۔

یہ حالات و واقعات کس قدر دل خوش کن اور کتنے امید افزا ہیں، ان حالات کو دیکھتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت امام وقت نے آج سے پچاس سال پیشتر جو یہ کہا تھا

آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج

وہ آج حرف بحرف پورا ہو چکا اور ہو رہا ہے، اور وہ دن انشاء اللہ جلد آنے والا ہے، جب یورپ و امریکہ کا یہ بدلا ہوا مزاج انہیں آغوش اسلام میں لے آئے گا۔

یہ واقعات کی شہادت ہے جس کو کسی صورت میں جھٹلایا نہیں جا سکتا، کاش وہ لوگ جو حضرت میرزا کی تکذیب اور احمدیت کی تخریب کے لئے دن رات کوشاں ہیں، واقعات کی اس شہادت کو دیکھ کر سبق حاصل کریں کہ اس سے بڑھکر حضرت میرزا صاحب کی صداقت کی کوئی اور دلیل نہیں ہو سکتی، کیا وہ شخص جس کے ذریعہ یورپ و امریکہ میں اسلام کا جھنڈا بلند ہو، اور اسی وقت سے جب آپ کے مریدوں نے وہاں قدم رکھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہاں اسلام کے متعلق انقلاب آنا شروع ہوگیا، وہ کافر ہو سکتا ہے؟ ؎

گر کفر این بود بخدا سخت کافرم

آپ کے بیحد اصرار پر

انوار القرآن حصہ اوّل یعنی قرآن کریم کے تیسویں پارہ کی تفسیر بے نظیر دوبارہ زیور طبع سے آراستہ کی گئی ہے اور ہدیہ صرف ۱۲/ روپے ہے۔

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس تفسیر کے متعلق ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ خطبہ میں فرمایا تھا کہ کاش وہ اپنی تفسیر بیان القرآن، انوار القرآن کی طبع کے بعد چھاپتے۔

ہر گھر میں اس تفسیر کا ہونا ضروری ہے غیر از جماعت دوستوں کو خاص طور پر پڑھانی چاہیئے تاکہ جماعت سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ہوتا رہے۔

آج ہی طلب فرمائیے

دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

اخبار احمدیہ

انجمن کے نئے سیکرٹری

۲ رجون کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی مجلس معتمدین کا اجلاس ہوا مقامی ممبران کے علاوہ باہر سے بھی کئی دوست تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس اجلاس میں بہت سے دوسرے امور کے علاوہ سیکرٹری انجمن کے انتخاب کا معاملہ بھی پیش تھا، یہ امر موجب مسرت ہے کہ محترم خان عبدالعزیز خان صاحب ریٹائرڈ ڈی۔ ایس۔ پی سیکرٹری منتخب ہوئے ہیں۔ خانصاحب ممدوح قبل ازیں بھی اسی عہدہ پر انجمن کی نمایاں خدمات سر انجام دے چکے ہیں، اس بڑھاپے میں دوبارہ اس اہم کام کو اپنے ذمہ لے کر انہوں نے جذبۂ خدمت دین کا عملی ثبوت دیا ہے فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

شادی اور عطیہ

۱۰ رمئی ۱۹۵۷ء کو بخت ناصر صاحب فرزند چوہدری سید احمد صاحب بدوملہی کی شادی حلیمہ بیگم صاحبہ بنت چوہدری محمد اکبر صاحب جہتہ سوجا کے ساتھ بعوض دو ہزار روپیہ حق مہر عمل میں آئی اس خوشی میں دولہا کے والد چوہدری سید احمد صاحب نے مجوزہ یادگار حضرت مسیح موعود کے تعمیری فنڈ میں مبلغ پچاس روپیہ مرحمت فرمائے اور دس روپیہ صدقہ فنڈ میں دیئے فجزاہ اللہ خیرا۔

چوہدری صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ کی صحت کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

سانحۂ ارتحال

سیالکوٹ چھاؤنی سے بشارت احمد بقا اطلاع دیتے ہیں کہ مکرم شیخ عظمت اللہ صاحب سیالکوٹ چھاؤنی کی والدہ محترمہ ۱۶ رمئی کو بروز جمعرات انتقال فرما گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ نہایت پارسا اور مخیر خاتون تھیں اور سلسلہ عالیہ سے گہری محبت اور عقیدت رکھتی تھیں۔ ہمیں اس صدمہ میں شیخ عظمت اللہ صاحب اور ان کے برادران شیخ اکرام اللہ پردیز اور شیخ ظفر اللہ صاحبان اور دیگر لواحقین سے گہری ہمدردی ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

بیعت

۳ رجون کو چوہدری محمد امین صاحب بی اے ایل ایل بی حضرت امیر ایدہ اللہ کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے۔

اس سے چند دن پہلے اسلم نصرت صاحب بی اے ایل ایل بی نے بھی حضرت امیر کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ میں شمولیت کا شرف حاصل کیا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہر دو کو استقامت اور خدمت دین کی توفیق مرحمت فرمائے۔

عزم حج

نور محمد صاحب انسپکٹر امداد باہمی لکھتے ہیں کہ آپ

سن کر خوش ہوں گے کہ امسال میری درخواست حج منظور ہو گئی ہے اور عنقریب روانگی کی ہدایات مل جائیں گی، علاوہ ازیں میری تبدیلی لاچی سے لکی مروت ہو گئی ہے چارج دے رہا ہوں۔

"پیغامِ صلح"۔ عزیزم حج مبارک ہو، اللہ تعالےٰ حج کی برکات سے متمتع فرمائے اور بخیر و عافیت واپس لائے، جماعت کے اور دوست بھی جو حج کو جا رہے ہیں مہربانی فرما کر اطلاع دیں۔

شکریہ تعزیت

میرے والد محترم میاں محمد دین صاحب کی وفات پہ احباب جماعت نے بذریعہ ہمدردانہ خطوط اور بہت سے احباب نے خود تشریف لا کر مجھ سے جو اظہار ہمدردی فرمایا ہے میں ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے۔ آمین۔ ان کے اظہار ہمدردی نے میرے غمزدہ دل کی ڈھارس بندھائی ہے۔ شیخ محمد حسین امین انجمن

گیارہ کے بجائے سات دیگیں

زیر نظر پرچہ کے صفحہ ۱۲ پر محترم خواجہ عبدالغنی صاحب کی طرف سے ووکنگ کے لئے حضرت خواجہ کمال الدین صاحبؒ کے خاندان کی طرف سے گیارہ دیگوں کے دیئے جانے کا جو اعلان ہوا ہے اس کے متعلق بعد میں خواجہ عبدالغنی صاحب کی ایک اور تحریر موصول ہوئی ہے جو درج ذیل ہے:۔

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

میں نے قبل ازیں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے خاندان کی طرف سے ووکنگ کے لئے گیارہ دیگوں کے عطیہ کے متعلق ایک تحریر بھیجی تھی اس میں یہ ترمیم کر دیں کہ بجائے گیارہ کے سات دیگیں اس خاندان نے اپنے ذمہ لی ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

(۱) بیگم، خواجہ عبدالغنی ۔۔ ۔۔ ۔۔ ایک دیگ
(۲) " " " نذیر احمد صاحب ۔۔ " " "
(۳) " " ڈاکٹر غلام محمد و خواجہ صلاح الدین : " "
(۴) " " خواجہ صلاح الدین محمود احمد و خواجہ خلیل احمد ۔۔ ۔۔ " "
(۵) " " خواجہ جلال الدین و بیگم قریشی وزیر احمد ۔۔ " "
(۶) آمنہ و ثریا بنات قریشی ڈاکٹر وزیر محمود ۔۔ " "
(۷) خورشید بیگم بنت خواجہ جلال الدین و خواجہ نعیم احمد پسر خواجہ جلال الدین ۔۔ " "

کل میزان ۷ عدد دیگ

خاکسار۔ خواجہ عبدالغنی مورخہ ۳ ۶/۵۷

پیغام صلح: باقی پانچ دیگوں کا امید ہے جماعت کے دیگر مخلص اصحاب انتظام فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور کا
نتیجۂ امتحان میٹریکولیشن

امسال اس سکول سے ۷۰ طلباء امتحان میٹریکولیشن میں شریک ہوئے۔ اور نتیجہ ۷۴ فیصدی رہا۔ ۱۱ لڑکے فسٹ ڈویژن میں، ۳۱ سیکنڈ ڈویژن اور ۱۰ تھرڈ ڈویژن میں پاس ہوئے۔ ایک لڑکے محمد منوّر نے ۶۷۲ نمبر حاصل کئے۔ اس کا وظیفہ انشاء اللہ تعالےٰ بالکل یقینی ہے۔ برکت علی انچارج پبلسٹی

مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور

محکمہ تعلیم نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی صد سالہ یاد میں ۱۰ر سے ۱۶ر مئی تک ایک ہفتہ منایا۔ جس میں ہمارے سکول نے بہت نمایاں حصہ لیا۔

مقابلۂ تقاریر:۔

اس سلسلے میں جو بین المدارس تقریری مقابلے منعقد کئے گئے۔ لاہور کے سکولوں کو پانچ منطقوں میں تقسیم کیا گیا۔ اور ہر سکول سے دو لڑکے مقابلہ میں شریک ہوئے۔ پھر اپنے اپنے منطقوں میں اوّل اور دوم آنے والے طلباء کا آخری مقابلہ آڈیٹوریم (AUDITORIUM) میں ہوا۔ ہمارے سکول کے ایک طالب علم بشیر الٰہی نے اپنے منطقہ کے مقابلہ میں اوّل اور آڈیٹوریم میں سوم انعام حاصل کر کے سکول کے نام کو روشن کیا۔

کیمپ فائر:۔

اسی سلسلے میں ۱۴ر مئی کو سکول میں ایک کیمپ فائر زیر صدارت ڈپٹی کمشنر صاحب لاہور منعقد ہوا۔ جس میں اکثر مقامی سکولوں نے حصہ لیا۔ یہ کیمپ فائر انسپکٹر آف سکولز کی سرکردگی میں منعقد ہوا تھا اور اس میں صرف محکمہ تعلیم کے افسران اور معززین شہر کی ایک محدود تعداد کو مدعو کیا گیا تھا۔ عوام اور دوسرے سکولوں کے طلباء کو داخلے کی اجازت نہیں تھی، اس کے باوجود حاضرین کی تعداد پانچہزار سے زیادہ تھی۔ خواتین نے بھی کثیر تعداد میں شرکت کی۔ پروگرام بہت دلچسپ تھا۔ خاتمہ پر انسپکٹر آف سکولز لاہور ڈویژن نے صاحب صدر اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور مرزا خلیل الرحمٰن صاحب ہیڈ ماسٹر اور ان کے رفقائے کار کو کیمپ فائر کی حیرت انگیز کامیابی پر مبارکباد پیش کی۔ صاحب صدر نے انعامات تقسیم کئے اور اپنی طویل تقریر میں سکول کے ڈسپلن کی بہت تعریف کی۔

امریکی ماہرین کی آمد

سکولوں میں تفریحی مشاغل ....

Recreational Activities کے دو امریکی ماہرین نے ماہ مئی کے اواخر میں لاہور کے چار بہترین سکولوں کا معائنہ کیا۔ جن میں ہمارا سکول سرفہرست تھا۔ اس موقعہ پر سکول کے ڈرامٹک روم، سکاؤٹ ہٹ اور لائبریری کو خاص طور پر سجایا گیا طلباء نے مختلف قسم کے تفریحی پروگرام پیش کئے جن سے امریکی ماہرین بہت متاثر اور محظوظ ہوئے۔

شاندار نتیجہ:۔

اس سکول میں جہاں بچوں کو اچھے شہری بنانے کی کوشش کی جاتی ہے، وہاں ان کی تعلیم کی طرف بھی خاص توجہ دی جاتی ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے یہ سکول تعلیمی اعتبار سے بھی دوسرے سکولوں سے بہت آگے ہے۔ امسال اس سکول کا میٹریکولیشن کا نتیجہ مجموعی طور پر ۸۰ فیصد رہا۔ کل ۱۵۶ امیدوار امتحان میں شریک ہوئے۔ ۹ امیدوار ...... فسٹ ڈویژن اور ۲۴ سیکنڈ ڈویژن اور صرف ۱۲ طلبا تھرڈ ڈویژن میں پاس ہوئے۔ دو لڑکوں نے ۶۲۵ نمبر حاصل کئے۔ خاکسار محمد اسلم رازی

مغرب کے مذہبی مفکّر
(بسلسلہ صـ ۲)

اور اب بھی رکھتے ہیں اور ہر ایک نے اپنی اپنی راہ پر بہت ترقی کی ہے وہ اپنے مشترکہ مقام سے بہت دور نکل گئے اور ایک دوسرے سے بھی بہت دور چلے

نبی کریم صلعم نے ہر قسم کے شرک کو دُور کر کے مسلمانوں کو بلند قوم بنا دیا

مودۃ فی القربیٰ کے معنے —— نبی کریم صلعم کے حقیقی رشتہ دار کون ہیں

خطبہ جمعہ مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۵۷ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام حمید بلڈنگس لاہور

قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیھا حسناً ان اللہ غفور شکور —— (الشوریٰ ایت ۲۳)

حضرت نبی کریم نے عربوں کو بتوں سے چھڑا کر بلند قوم بنا دیا

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے اندازہ وبیشمار احسانات دنیا پر ہیں، انہوں نے اپنی قوم کو عقائد باطلہ سے پاک وصاف کیا اور ان کو صحیح عقائد سکھائے اور ان پر قائم کیا، عرب میں گھر گھر کے اندر بُت تھے۔ اور ان کا اعتقاد تھا کہ بُت کی شفاعت کے بغیر کوئی نجات نہیں پا سکتا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایسے خیالات و اعتقادات سے پاک کر دیا بت پرستی کو ترک کر کے اُن کے خیالات بہت بلند ہو گئے، اور وہ نہایت بلند پایہ قوم بن گئی۔ توحید الٰہی کے قائل ہو کر انہوں نے بہت بلند درجات حاصل کئے۔

انسان پرستی کی خطرناک بیماری

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور بُت پرستی کی طرف بھی قوم کو توجہ دلائی جو پتھر کی پرستش سے بھی زیادہ خطرناک ہے، وہ انسان کی پرستش ہے۔ تمام قوموں کے اندر یہ بُت پرستی پائی جاتی ہے، رامچندر کی پرستش ہوئی، بدھ کی پرستش ہوئی، عیسٰیؑ کی پرستش کی گئی، اور خدا جانے کن کن ہستیوں کی پرستش کی گئی ہے سب قوموں کے اندر ایسے بزرگ پیدا ہوئے ہیں جنہیں بعد میں الوہیت کے درجہ پر پہنچا دیا گیا۔ یہ بزرگ جب اپنے روحانی پارس سے لوگوں کی مٹی کو سونا بنا دیتے ہیں اور ان سے معجزات صادر ہوتے ہیں تو لوگ سمجھتے ہیں کہ ان میں خدائی صفات جلوہ گر ہیں اور ان کو خدا بنا لیتے ہیں۔

حضرت نبی کریم صلعم کا اعلان

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ عیسیٰ فانما انا عبد اللہ ورسولہ مجھے خدائی کا مقام نہ دینا یاد رکھو میں اللہ تعالےٰ کا بندہ ہوں اور اس کا فرمانبردار رہنے کے بعد اس کا رسول ہوں اس نے اپنا پیغام میرے ذریعہ دنیا کو بھیجا ہے، اس سے بڑھکر میرے لئے ایسا غلو نہ کرنا جیسے عیسٰیؑ کے لئے کیا گیا۔

تیسری قسم کا شرک —— ارباباً من دون اللہ

تیسری عبادت ارباباً من دون اللہ کی ہے۔ علمائے کرام اپنا ایسا مقام بیان کرتے ہیں جو الوہیت کا مقام ہے وہ کوشش کرتے ہیں کہ لوگ اُن کی عبادت کریں اور اُن کے حکم کو آسمانی حکم مانا جائے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ وعظ فرمایا کہ یہودیوں نے اپنے علماء کو خدا بنا رکھا ہے جو پسندیدہ امر نہیں، تو عدیؓ نے کہا یا رسول اللہ یہ جو آپ فرماتے ہیں اتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللہ یہ تو درست بات نہیں ہم ان کو ارباباً من دون اللہ تو نہیں سمجھتے۔ آپ نے فرمایا کیا جس چیز کو وہ حلال کہدیں اس کو حلال اور جس کو حرام کہدیں اسے حرام نہیں سمجھتے۔ انہوں نے کہا ہاں ایسا تو سمجھتے ہیں فرمایا یہی ارباباً من دون اللہ بنانا ہے۔ آج یہی بات مسلمانوں میں پیدا ہو گئی ہے، ایک گدی نشین اور پیر کہتا ہے کہ یہ بات جو میں کہتا ہوں وہی درست ہے اس کو مانو ورنہ تباہ ہو جاؤ گے اور قوم سمجھتی ہے کہ اس کے اندر خدا بولتا ہے۔ ان لوگوں نے بے شمار مخلوق کو گمراہ کیا ہے، اپنے نفس کی خاطر لوگوں سے ناجائز احترام کراتے ہیں، ایک موقعہ پر بنی مروان کے ایک خلیفہ نے مجلس لگا کر کہا کیا تمہیں علم ہے کہ لا تکتب عنا معصیۃ ہم اگر کوئی گناہ کریں تو وہ نہیں لکھا جاتا، خدا تعالےٰ اسے گناہوں میں شمار نہیں کرتا، اس مجلس میں ایک خدا پرست شخص بیٹھا تھا، اس نے کہا، ایک سوال کرتا ہوں، کہا کرو، اس نے کہا انبیاء بہتر ہیں یا خلفاء انبیاء کے متعلق آیا ہے کہ اگر اُن سے بھی کوئی گناہ سرزد ہو تو وہ بھی سزا سے بچ نہیں سکتے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو حکم ہوا:—

یٰداؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھویٰ فیضلک عن سبیل اللہ ان الذین یضلون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید اے داؤد ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے پس لوگوں میں حق کے ساتھ فیصلہ کرو، اور دیکھو نفس پرستی نہیں کرنا، نفس پرستی کرو گے تو خدا کے رستہ سے بھٹک جاؤ گے، اور جو خدا کے رستہ سے بھٹک جاتے اس کے لئے نہایت سخت عذاب ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے پیغمبر بھی ہو اور بادشاہ بھی ہو، اگر نفس پرستی اور گناہ کا کام کرے گا تو عذاب سے بچ نہیں سکتا۔ آپ کون ہیں کہ لا تکتب عنا معصیۃ کا دعوےٰ کرتے ہیں یہ تو آواز یورپ میں آتی ہے، جہاں کہا جاتا ہے The King can do no wrong بادشاہ کا گناہ گناہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اسلئے اس کو سزا نہیں دی جا سکتی۔

معصیت کی سزا سے نبی اور اس کا خاندان نہیں بچ سکتا

ہمارے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے تخت سلطنت پر بیٹھ کر خدا کا پیارا اور محبوب پیغمبر ہوتے ہوئے کہا انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم۔ مجھے ڈر ہے کہ میں اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بہت بڑا عذاب مجھ پر آئے گا۔ اور اپنی ازواج کو مخاطب کر کے خدا کا یہ حکم سنایا ینسآء النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ یضٰعف لھا العذاب ضعفین اے نبی کی بیبیو جو کوئی تم میں سے بے حیائی کا کام کرے اسے دو چند سزا دی جائے گی، پھر فرمایا تمہارے گھر مہبط وحی الٰہی ہیں ان میں قرآن اُترتا ہے، ان میں کوئی برائی، کوئی نافرمانی کا کام نہ ہونا چاہیئے، اور اپنی بیٹی فاطمہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا اگر تم بھی نافرمانی کرو گی تو عذاب الٰہی سے بچ نہ سکو گی اور خاندان کے تمام افراد کو مخاطب کر کے بھی یہی فرمایا، اور قرآن میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قریبی رشتہ دار کا ذکر ہے، ایک سورۃ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو لہب کے متعلق ہے تبت یدا ابی لھب وتب، ابو لہب عرب میں بہت بڑی شخصیت تھی، اس کا چہرہ خوبصورت اور وجاہت کی وجہ سے شعلہ زن تھا لیکن یہ شخص آپ کا چچا ہونے کے باوجود اپنے گناہوں کی وجہ سے تباہ ہو گیا، اور دوزخ میں چلا گیا، خدا نے یہ پرواہ نہیں کی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کو بڑی بلندی عطا کی ہے۔ لیکن بعض خلفاء اور گدی نشین ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس تعلیم سے بیگانہ رہے ہیں اور اپنی نفس پرستیوں کے

جواز کے لئے طرح طرح کے حیلے تراش رکھے ہیں اور اپنے آپ کو خدائی درجہ پر پہنچا دیا ہے۔

مودۃ فی القربیٰ کے معنے

اس آیت میں جو میں نے پڑھی ہے فرمایا ہے قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ، جو تعلیم میں تمہیں دیتا ہوں اس کے لئے میں کوئی اجر تم سے نہیں مانگتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے بڑا طمع اور لالچ دیا آپ سے کہا گیا کہ ہم آپ کو بہت بڑی دولت دیتے ہیں، اگر آپ چاہیں تو آپ کو اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اس سے میرا کام نہیں چلتا، میرا مقصد تو اس تعلیم کے دینے سے یہ ہے کہ میری قوم بڑی بلند ہو جائے، تم میرے نفس کو لالچ دیتے ہو، میں اس کے لئے تیار نہیں لا اسئلکم علیہ اجراً میں تو کوئی اجر لینا نہیں چاہتا۔ کوئی مقصد ذاتی میرا نہیں الا المودۃ فی القربیٰ میں چاہتا ہوں کہ بنی اسمٰعیل اور بنی اسحاق دونوں میں رشتہ مودت ہو جائے، کیونکہ دونوں ایک ہی باپ حضرت ابراہیم کی اولاد ہیں، میں نہیں چاہتا کہ ان دونوں میں کوئی مخالفت باقی رہے۔ ذاتی فائدہ کوئی نہیں چاہتا ان دونوں قرابتوں میں رشتہ مودت قائم کرنا چاہتا ہوں، خود اپنے متعلق فرمایا انا دعوۃ ابراھیم میں اپنے باپ ابراہیم کی دعاؤں کا نتیجہ ہوں وانا دعوۃ اخی عیسیٰ یعنی ابراہیم اور حضرت عیسیٰ سے اور ان کی قوم سے رشتہ رکھتا ہوں ایک باپ تو دوسرا بھائی ہے۔ توراۃ میں ہے کہ تمہارے بھائیوں میں سے یعنی بنی اسمٰعیل سے تمہارے جیسا نبی مبعوث کروں گا جس سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل دونوں اخوت کے سلسلہ میں منسلک ہیں۔

ایک کاٹھیاواڑی سیٹھ سے گفتگو

اس آیت کے معنے کرنے میں لوگوں نے خدا کو مورد اعتراض ٹھہرایا ہے، ایک کاٹھیاواڑی سیٹھ مجھے ریل میں ملا، میں نے اس سے کچھ نہیں پوچھا خود ہی اس نے اپنا تعارف کرایا کہ میں کراچی میں بہت بڑا تاجر ہوں اور کہا کہ میں شیعہ ہوں، میں تو یقین کرتا ہوں کہ کوئی شیعہ ہو یا سنی، جو بھی نیک عمل بجا لائے گا اسے اللہ تعالیٰ اس کے نیک عملوں کی جزا دے گا، اس شخص نے کہا کہ کیا میں ایک آیت آپ کو سناؤں؟ اور پھر اس نے اس آیت کا ذکر کیا، کہ آیت تو مجھے یاد نہیں لیکن اس کا مفہوم یہ ہے کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ میرے رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو، کہنے لگا اب اس کے بعد کیا بات باقی رہ جاتی ہے، جب خدا حکم دیتا ہے کہ رسول کے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرو اور ان سے محبت پیدا کرو۔ تو باقی کیا رہ گیا۔

اہل بیت کی محبت تمام مسلمانوں میں ہے

میں نے انہیں کہا کہ اس آیت کا جو مرضی ہے ترجمہ کریں، اس کو چھوڑ دو کہ صحیح ترجمہ کیا ہے لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تمام مسلمان سنی ہوں یا شیعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کی عزت کرتے ہیں اور ان کی عظمت کے قائل ہیں۔ اس نے کہا یہ تو ٹھیک ہے کہ سنی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کی عزت و تکریم کرتے ہیں، پھر میں نے کہا ایک ترجمہ میں آپ کو سناتا ہوں، اس ترجمہ کی وجہ سے یہ خیال نہ کریں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کی تکریم ہم نہیں کرنا چاہتے، بلکہ یہ آیت خود بتا رہی ہے کہ یہ ترجمہ جو آپ کرتے ہیں غلط ہے۔

آیت کا غلط ترجمہ

آپ خیال کیجئے، حضور خود فرماتے ہیں۔ لا اسئلکم علیہ اجراً میرا ذاتی نفع کوئی نہیں میں کوئی اجر تم سے نہیں مانگتا، اور اس کے بعد ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ میرے رشتہ داروں سے حسن سلوک سے پیش آنا اور ان سے محبت و مودت قائم کرنا کیا یہ آیت کے پہلے حصہ کے خلاف نہیں؟ اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی فائدہ اور اجر کا مطالبہ نہیں؟ میں نے بتایا کہ کوئٹہ میں ایک بہت بڑا جلسہ تھا، جس میں بلوچستان کے بڑے بڑے اکثر شیعہ شامل تھے، میں نے وہاں لیکچر دیتے ہوئے کہا، کہ تم سب لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے قائل ہو لیکن ان کے ماتھے پر ایک داغ رہ جاتا ہے جس کو مٹانا ضروری ہے، وہ داغ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے رشتہ داروں سے مودت کو بطور اجر طلب کیا۔

علیؓ کی خلافت کیوں پیچھے رہی؟

میں نے کہا خلافت کے اہل حضرت علیؓ بیشک تھے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے اس لئے انہیں پیچھے رکھا کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ سلطنت اپنے رشتہ داروں کو دیدی اور قوم کی پرواہ نہ کی۔ اگر پہلے خلافت مل جاتی تو لوگوں کو اعتراض پیدا ہوتا، اسی لئے ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ پہلے خلیفہ بن گئے ورنہ اہل علی بھی تھے۔

چند رشتہ داروں کی بات

میں نے کہا کہ خدا تعالےٰ تو کہتا ہے کہ میں رب العالمین ہوں، لیکن آپ کے ترجمہ کے مطابق امتحان لیا گیا تو معلوم ہوا صرف چار پانچ آدمیوں کی بات تھی، دعوےٰ تو یہ ہے کہ وہ سارے عالمین کا رب ہے لیکن آخر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند رشتہ داروں پر بات آ رہی، کہ ان سے مودت کرو تو سب کچھ ملے گا، سیٹھ صاحب بڑے معقول انسان تھے، میری باتیں سن کر کہنے لگے آپ نے تو نہایت عمدگی سے بتا دیا ہے اس ترجمہ سے تو فی الواقعہ خدا پر اعتراض آتا ہے۔

حضرت نبی کریم کے قریبی صرف متقی ہیں

میں نے کہا خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون، خدا اس کا ہے جس کے دل میں ایمان ہو، تقوی اللہ ہو، نیک کام کرتا ہو، اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اولی الناس بی المتقون من کانوا حیث کانوا میرے قریبی وہی ہیں جو متقی ہوں خواہ وہ کوئی ہوں اور کہیں کے ہوں، میں نے پوچھا اس اعلان پر لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھکیں گے یا آپ کا ترجمہ سن کر لوگوں کے دلوں میں عزت پیدا ہوگی۔

نبیوں کی رشتہ داری عمل سے

قرآن کریم میں ہے حضرت ابراہیم کا اللہ تعالےٰ نے امتحان لیا اور وہ اس میں پورے اترے اللہ تعالےٰ نے فرمایا انی جاعلک للناس اماماً ہم نے تمہیں لوگوں کے لئے امام بنایا قال ومن ذریتی، ...... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا خداوندا میری اولاد میں سے بھی کوئی اس مرتبہ کو پہنچے گا؟ فرمایا لا ینال عھدی الظلمین ہمارے ہاں خون کا رشتہ کوئی نہیں نہ ظالموں کے لئے ہمارا کوئی عہد ہے، نوح کے بیٹے کے متعلق فرمایا انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح وہ تمہارے اہل میں سے نہیں وہ غیر صالح عمل رکھتا ہے نوح کی بیوی کے لئے نجات نہیں کیونکہ وہ خدا سے دور رہی، اور فرعون کی بیوی فرعون کے محل میں رہ کر اللہ پر ایمان رکھتی ہے اور دعا کرتی ہے اے خدا مجھے فرعون اور اس کے عملوں سے نجات دے۔

غیر رشتہ داروں سے نبی کریم صلعم کا برتاؤ

تو قرآن نے فیصلہ کر دیا کہ خدا تعالےٰ کا ذات پات اور رشتہ وغیرہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ آپ کے قریبی وہی ہیں جو نیک اعمال اور متقی ہو، آپ کی کھلائی ام ایمن ایک حبشی عورت تھی، جس کے بڑے بڑے ہونٹ اور سیاہ شکل تھی، آپ کہا کرتے تھے کہ تم میری ماں ہو، اور اس کا بیٹا اسامہ بھی حبشی خد و خال رکھنے کے باوجود آپ کا لاڈلا تھا آپ حسنؓ اور حسینؓ کے ساتھ بھی اور اسامہؓ کے ساتھ بھی بڑی محبت کرتے اور دعا کرتے تھے کہ اے اللہ جس طرح میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر، بلال حبشی ہے لیکن اس قدر اسکو عزت دی گئی کہ آج مسلمانوں میں اسکو سیدنا بلال کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ صہیبؓ رومی شام کا رہنے والا تھا لیکن مرتبہ کتنا بڑا ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے وفات پائی ہزاروں قریشی موجود تھے لیکن صہیب نے نماز جنازہ پڑھائی، ایک اور حبشی جہجع

(باقی بر صہ)

خلافتِ ربوہ اور علمائے ربوہ

ایک ربوی بھائی کا مراسلہ

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح" لاہور۔
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آج کل "پیغام صلح" اور "الفضل" میں یہ بحث بڑے زور سے چھڑی ہوئی ہے کہ خلیفۂ ربوہ میاں محمود احمد صاحب نے (۱) "نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام" (۲) "مسئلہ تکفیر اہل قبلہ" اور (۳) "غیر احمدیوں کی نماز جنازہ" کے بارے میں اپنے سابقہ عقائد میں تبدیلی کی ہے یا نہیں۔ آپ نے اور محترم چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ نے "پیغام صلح" مورخہ ۲۴ اپریل میں ناقابل تردید دلائل کے ساتھ خلیفہ صاحب کی تبدیلی عقیدہ کو ثابت کیا ہے۔ مگر مجھے شبہ نہیں بلکہ یقین ہے کہ ربوی خالد بن ولید مجادلہ و مکابرہ کی عادت کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے اور یہی رٹ لگائے جائیں گے کہ خلافت مآب نے اپنے عقائد میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ کیوں کہ یہ وہ خالد بن ولید اسی کج بحثی کی تنخواہیں لیتے اور وقتاً فوقتاً خاص انعامات سے بھی نوازے جاتے ہیں۔ اور اب تو جب سے ان کو خلیفہ صاحب کی بارگاہ سے خالد بن ولید کا لقب عطا ہوا ہے وہ اس اعزاز کے لئے اپنا استحقاق ثابت کرنے کی غرض سے مجسم "آلدُّ الخِصَام" بنے ہوئے ہیں۔ اور تینوں "خالدین ولید" کج بحثی میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔

خلیفہ صاحب کی خطاب نوازی کی چال بڑی کامیاب ثابت ہوئی ہے ان کا مقصد یہی تھا کہ یہ لوگ پوری توجہ اور زور و شور سے میرے ڈیفنس میں لگ جائیں، کیونکہ ان کو صاف نظر آرہا تھا کہ انہوں نے تحقیقاتی عدالت کے سامنے جو بیانات دیئے ہیں ان میں اپنے گذشتہ چالیس سالہ عقائد پر پانی پھیر دیا ہے۔ اور اب اُن کی قلعی کھل کے رہے گی۔ لہٰذا انہی مولویوں کو جنہیں وہ "طاغوتی چوہے" اور "جمعراتیئے مولوی" وغیرہ خطابات سے نواز چکے تھے اب خالدین ولید کے خطاب سے ملقب کرنا مناسب سمجھا۔

ان خالد بن ولیدوں میں سے ایک مولوی اللہ دتہ جالندھری ہیں کچھ عرصہ پیشتر تک خلیفہ صاحب ان کے پیچھے پڑے ہوئے تھے ۱۹۵۳ء کے ہنگامہ میں جب خلیفہ صاحب خود برقعہ اوڑھ کر قادیان سے بھاگے تھے تو یہ خالد بن ولید سخت گھبرا گئے تھے اور انتہائی بزدلی کی حرکات کرنے لگ گئے تھے۔ خلیفہ صاحب کو لاہور جب ان کے جبن کی رپورٹ پہنچی تو وہ بیحد برہم ہوئے۔ اور ان کو سخت کوسا۔ یہ بڑا کٹھن اور آزمائش کا مرحلہ تھا۔ اس میں بڑے بڑوں نے حوصلے ہار دیئے تھے۔ اللہ دتہ صاحب جالندھری نے اس موقعہ پر جس بزدلی کا مظاہرہ کیا وہ ان کے قومی کیریکٹر کا لازمی نتیجہ تھا۔ جالندھری صاحب پر جب ہر طرف سے لعنت ملامت کی بوچھاڑ ہوئی تو انہوں نے اپنے بزدلانہ رویہ کے لئے اسی عذر کی سہارا لیتے ہوئے کہا تھا کہ میں ایک کمین قوم (بافندہ) سے تعلق رکھتا ہوں اس لئے مجھ سے اس موقعہ پر اس کے ماسوا اور کوئی توقع رکھنا فضول ہے۔ چنانچہ اس وقت جو لوگ قادیان میں برسرکار تھے انہوں نے اس عذر کو تسلیم کر کے مولوی صاحب کو معذور خیال کر لیا تھا۔ محترم ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے اور مرزا عزیز احمد صاحب ناظر اعلیٰ اس معاملہ میں ذاتی گواہ کی حیثیت رکھتے ہیں ان کو علم ہے کہ خلیفہ صاحب نے ان مولوی صاحب پر کس قدر ناراضگی اور عتاب کا اظہار فرمایا تھا۔ ایسے بزدل اور بھگوڑے کو خالد بن ولید کا لقب دینا خلیفہ صاحب ہی کا حصہ اور شاطرانہ کارنامہ ہو سکتا تھا۔ خالد بن ولید کے دلیرانہ کارنامے تاریخ اسلام میں سنہری حروف سے لکھے ہوئے ہیں۔ وہ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ کی مجسم تفسیر تھے۔ کفار کے بڑے سے بڑے حملہ پر بھی وہ میدان جنگ میں ثابت قدم رہتے تھے۔ اور بزدلی یا کمزوری تو اُن کے نزدیک کبھی نام کو بھی نہ بھٹکی تھی، مگر ربوہ کا یہ بھگوڑا خلیفہ اپنے ایک جمعراتیئے بھگوڑے مولوی کو کس ڈھٹائی سے خالد بن ولید کا لقب دیتا ہے سچ ہے

وزیرے چنیں شہریارے چناں

میاں محمود احمد صاحب کی تبدیلیٔ عقیدہ اب ایک مسلمہ حقیقت بن چکی ہے۔ ان کے کفریہ عقاید حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو تباہ کرنے کا موجب بنے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی مصلحت نے تقاضا کیا کہ اس خلیفہ کے منہ سے ہی آخری عمر میں ان عقائد کی تردید کرائے۔ تاکہ ایک طرف جماعت کا کثیر حصہ جو اس کی اندھی عقیدت میں مبتلا ہے اس کی آنکھیں کھلیں۔ اور دوسری طرف غیر از جماعت لوگوں کو بھی پتہ چلے کہ خلیفۂ ربوہ نے احمدیت کے نام پر جو غلط عقائد گھڑے ہوئے ہیں، بانی سلسلہ کی تعلیم سے ان کا قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اور اس طرح مامور زمانہ کی ان ناپاک عقاید سے بریت ظاہر ہو۔ اس الٰہی مصلحت کے بالمقابل ربوہ کے خالد بن ولید خواہ کتنا زور یہ ثابت کرنے کے لئے خرچ کریں کہ ان کے ولی نعمت خلیفہ صاحب نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی نہیں کی وہ اپنے مقصد میں ہرگز کامیاب نہیں ہوں گے۔ جماعت کے سمجھدار اور تعلیمیافتہ طبقہ کی آنکھیں کھل چکی ہیں اور وہ میاں صاحب کی عقائدی قلابازی کو خوب دیکھ چکے ہیں۔ ربوی علماء کی سخن سازیاں، اور موشگافیاں اب کچھ کام نہیں آسکتیں۔ جماعت لاہور کی عقائد کے میدان میں یہ شاندار فتح ہے، اور حضرت مولانا محمد علی رضی اللہ عنہ کی اس پیشگوئی کی صداقت کا کھلا ثبوت ہے کہ جماعت قادیان کو یا یہ عقائد چھوڑنے پڑیں گے اور یا جمہور مسلمانوں سے کٹ جانا پڑے گا۔ ادھر میاں صاحب کا یہ الہام بھی جھوٹا ثابت ہوا "تیرے ماننے والے تیرے منکرین پر قیامت تک غالب رہیں گے" کیونکہ علمی اور الٰہی جماعتوں کا غلبہ کثرت افراد سے نہیں ہوا کرتا، بلکہ یہ غلبہ عقاید کی پختگی اور ان کی ناقابل تسخیر قوت سے ہوتا ہے۔ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ۔ حقیقی زندگی دلائل کی زندگی ہے اور حقیقی موت بھی دلائل کی موت ہے۔

تینوں متنازعہ مسائل میں جناب میاں صاحب نے جو قلابازی کھائی ہے، اسے ایک معمولی عقل و فراست کا انسان بھی بخوبی دیکھ سکتا ہے، لیکن جن لوگوں نے ایک غیر مامور خلیفہ کو "ارباباً من دون اللہ" کا درجہ دے رکھا ہے وہ اگر اپنی اندھی عقیدت میں نہ دیکھیں تو یہ کوئی قابل تعجب بات نہیں ہے۔ دنیا میں ہزاروں پیر اور گدی نشین موجود ہیں جن کے اندھے اور جاہل مرید ان کی گندی اور قبیح حرکات کو دیکھتے ہوئے بھی اُن کے دامن سے چمٹے رہتے ہیں۔ ایسے عوام کالانعام کسی علمی اور روحانی جماعت کے لئے باعث فخر نہیں ہو سکتے۔ اصل عقیدت وہ ہے جس کا سرچشمہ علم اور عقل ہو۔ اور خدا کا شکر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پنج ہزاری جماعت لاہور کو یہ بلند مقام حاصل ہے۔ الحمد للہ الحمد اللہ یہ جماعت

ہوتی تو ربوی خلافت کے علمبردار کو دیکھ کر تو کوئی شخص بھی صحیح اور حقیقی احمدیت کا پتہ نہ لگا سکتا۔

خلیفہ صاحب دنیاوی حکومت کے خواب اپنے ابتدائے زمانہ خلافت ہی سے دیکھتے چلے آئے ہیں حکومت کے اسی شوق کی وجہ سے انہوں نے اپنے خلافتی نظام کو پوپ کی حکومت کے طرز پر چلانے اور قادیان کو ویٹیکن کا مثنیٰ بنانے کی کوشش کی تھی چنانچہ ایک زمانہ میں انہوں نے پوپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے تئیں "ہز ہولی نس" کہلانا شروع کیا تھا، اور اپنی جماعت کے کارکنوں سے کسی کو چیف سیکرٹری کسی کو فارن سیکرٹری، اور کسی فنانس سیکرٹری وغیرہ کے عہدے عطا فرماتے تھے مقصد وہی مغلیہ حکومت کا نشہ پورا کرنا تھا۔ لیکن جب متوازی حکومت قائم کرنے کا اعتراض ہوا تو مجبوراً یہ تمام اصطلاحات جو حکومتی انداز کا پہلو رکھتی تھیں چھوڑنی پڑیں، خود سیدھے سادہ خلیفہ اور کارکن ناظر کہلائے۔

پھر ایک وقت تھا جب انہوں نے اپنے خاندان کو "خاندانِ نبوت" کہلانا شروع کیا لیکن جب پاکستان بنا اور اس پر احتجاج ہوا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا یہ لقب خلیفہ صاحب نے اپنے خاندان کے لئے اختیار کر کے انتہائی دیدہ دلیری کی ہے، تو مجبوراً "الفضل" میں یہ اعلان کیا کہ ہمارے خاندان کو آئندہ سے "خاندان نبوت" نہ کہا جائے۔

یہ واقعہ تو ابھی کل کی بات ہے کہ خلیفہ صاحب نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ اگر جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ گورنمنٹ نے تسلیم کر لیا تو میں اپنی جماعت کو احمدی کہلانا ترک کر دوں گا حالانکہ "احمدی فرقہ" حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا رکھا ہوا نام ہے جو آپ کی جماعت کے لئے لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر "اولوالعزم" خلیفہ صاحب یہ نام ترک کرنے پر بھی آمادہ ہو گئے تھے۔

ان اور ایسے ہی اور بہت سے واقعات کے سیاق و سباق میں جب خلیفہ صاحب کے ان بیانات کو پڑھا جائے جو انہوں نے تحقیقاتی عدالت میں دیئے تو یہ تسلیم کرنے میں ذرا بھی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ یہ شخص مذہبی عقائد کو بچوں کا کھیل سمجھتا ہے اور ان میں آئے دن کا رد و بدل اس کی نگاہ میں ایک معمولی واقعہ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے اپنے جاہل مریدوں کی عقلیں ۴۰ سال تک "عامل و معمول" کے عمل سے بالکل مار دی ہیں، اور اب میں انہیں اپنی بین پر جیسے چاہوں نچاؤں۔ بس یہی وہ دلیری ہے جس کے بل پر وہ عقائد کے ضمن میں نت نئی باتیں تراشتے رہتے ہیں اور اندھے مرید ہیں کہ بلا سوچے سمجھے ان باتوں کو مانتے چلے جاتے ہیں۔

یہ تو خلیفہ صاحب کا حال ہے۔ رہ گئے ربوی علماء۔ سو ان کا کام اب صرف یہ رہ گیا ہے کہ وہ عقل و فہم کی بات نہ کریں بلکہ صرف جذباتی باتوں پر خلیفہ صاحب کے تقدس کی عمارت کھڑی کرتے چلے جائیں۔ تا کہ خلیفہ صاحب کی عیاشی کے ساتھ ان کے حلوے مانڈے کا انتظام بھی ہوتا رہے لیکن یہ ناپاک عمارت اب ٹوٹ کر رہے گی۔ اللہ تعالے کے پیارے مسیح کے پاکیزہ مشن کو ایک خود غرض خلیفہ نے اپنے مشئومہ مقاصد کے لئے آلۂ کار بنایا اور اس کی تعلیمات کو بازیچۂ اطفال بنا کر رکھ دیا۔ اب خدائی منشاء اس فریب اور دھوکہ کے پردہ کو چاک کرنے کا ہے۔ ربوی علماء اور خود خلیفہ صاحب خواہ کتنی کوششیں کریں وہ خدائی فیصلہ اور اس کی تقدیر کو اب ٹال نہیں سکتے مصنوعی اور سازشی خلافت کا طلسم ٹوٹ چکا ہے۔ ہر صاحب بصیرت دیکھ سکتا ہے کہ یہ خلافت سسکیاں لے لے کر دم توڑ رہی ہے اور ٹمٹماتے چراغ کی طرح آخری سنبھالا لے رہی ہے۔ اب دنیا کی کوئی طاقت اسے اس کے حسرتناک انجام سے بچا نہیں سکتی ذالک تقدیر العزیز الرحیم ۝

جماعت لاہور سے میری دردمندانہ گذارش ہے کہ وہ اپنے گم کردہ راہ ربوی بھائیوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صحیح اور حقیقی مشن دکھانے میں پوری مستعدی اور سرگرمی سے کام لیں۔ آپ کی جماعت کو اللہ تعالے نے یہ شرف بخشا ہے کہ وہ مامور زمانہ کی حقیقی اور سچی جانشین ہے عقائد کے اعتبار سے اس کا مسلک نہایت مضبوط اور ناقابل تسخیر ہے۔ اس کی صداقت سورج کی طرح روشن چاند کی طرح گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکنے والوں کی رہنمائی کرنے کی اہل ہے۔ حضرت مامور زمانہ کی روح پکار پکار کر آپ کو دعوت دے رہی ہے کہ ایک غلط کار خلیفہ نے میری تعلیم کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے۔ اے میرے سچے مریدو! اٹھو اور ان لوگوں کی رہنمائی کرو جن کو میرے نام پر جمع کر کے چند لوگوں نے ایک شاطر خلیفہ کی زیر قیادت اپنے مکروہ مقاصد کا آلۂ کار بنایا ہوا ہے۔

اے میرے خدا! تو جلد وہ دن لا جب تیرے مسیح پاک کے نام پر اکٹھی ہونے والی جماعت غلط اور گمراہی کے راستہ سے ہٹ کر تیرے حقیقی دین اور صراط مستقیم پر گامزن نظر آئے۔

یہ میری دردمندانہ گذارش اور دعا براہ مہربانی پیغام صلح میں شائع کر کے ممنون فرمائیں۔

کوئی ایسا انتظام ہونا چاہیئے کہ "پیغام صلح" ربوی بھائیوں کے ہاتھوں تک پہنچے۔ روزانہ عمدہ سے عمدہ اور اعلےٰ سے اعلےٰ مضامین نکالیں۔ محترم شیخ میاں محمد صاحب لائلپوری نے جس طریق پر اپنا بیان ہر جگہ پہنچایا تھا اسی طرح "پیغام صلح" متواتر اور لگاتار ربوی بھائیوں کو پہنچانا چاہیئے تب امید ہے انشاء اللہ خاطر خواہ نتائج برآمد ہوں گے۔

آپ کا ایک ربوی بھائی۔

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۶)

جنگ بدر میں شہید ہوتا ہے اور اس کو اوّل الشہداء قرار دیا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج میں یہ بات نہ تھی کہ رشتہ داری کو فروغ دیں۔ عقیدت کے مقابلہ میں رشتہ داری کم قیمت رکھتی ہے۔ ایک دفعہ فرمایا ستفتحون مصراً عنقریب تم مصر کو فتح کرو گے، اور جب وہاں جاؤ تو ہاجرہ کے رشتہ کی وجہ سے ان سے نرمی کا سلوک کرنا، کیونکہ وہ مصر سے آئی تھیں۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حضرت ابراہیمؑ کو اپنا باپ مانا اور فرمایا ابراہیمؑ کی وجہ سے مکہ کا حج رکھا گیا اور حاجرہ کی قربانی کی وجہ سے صفا اور مروہ کے مابین سعی کرنا ضروری قرار دیا گیا۔ حضرت صلعم نے جب خیبر کو فتح کیا تو وہاں کے یہودیوں نے التجا کی کہ صفیہ جو وہاں کے حاکم کی بیٹی تھی اور وہ مارا گیا تھا اور یہ قیدی بن کر آئی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں لائی جائے، آپ نے اس کو قبول فرمایا، اور جب روانہ ہونے لگے تو اونٹ پر صفیہ کو چڑھانے کے لئے اپنا گھٹنا آگے کیا کہ اس پر پاؤں رکھ کر اونٹ پر چڑھ جاؤ۔ جب وہ مدینہ آئیں تو سارا جہان دیکھنے آیا۔ آپ کی دو بیویوں نے انہیں چھیڑا اور کہا تم یہودن ہو اور ہم قریشی عورتوں کے مقابل پر تمہارا کوئی رتبہ نہیں ہے۔ صفیہ نے جب آپکو بتایا تو فرمایا کہ تم نے کہا ہوتا کیف تکونون خیراً منی ان ابی ھارون وان عمی ھارون وان زوجی محمد۔ تم مجھ سے بہتر کس طرح ہو سکتی ہو، جبکہ میرا باپ ہارون ہے اور میرا چچا ہارون، اور میرا خاوند محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین کامل ہے، اس میں توحید کامل کا سبق ہے، اور خدا کے سوائے دوسروں کی پرستش سے روکا گیا ہے۔ کیونکہ یہ بہت ہی نقصان دینے والی چیز ہے

نماز — غیر عربی زبان میں!

عبدالرؤف لودھی - ڈنڈوت

۴ مئی ۵۷ء کے پاکستان ٹائمز اور امروز کے صفحۂ اول پر ایک چونکا دینے والی خبر چھپی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ لاہور میں باغ جناح میں نماز عید بمعہ ترجمہ اُردو زبان میں ادا کی گئی ... اس نئے طریق پر کئی علمائے دین اور مفتیوں نے غم و غصہ کا اظہار بھی فرمایا ہے کہ یہ نماز غیر اسلامی اور ناجائز ہے۔

ہوسکتا ہے کہ اس قسم کی نمازیں جائز اور عین مطابق ضرورت زمانہ درست قرار دی جائیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان معترض علماء کو ایک دن اپنے حالیہ فتووں پر نظر ثانی کرنی پڑے اور اس طریق کی نمازیں عام طور پر رائج ہو جائیں۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ زمانہ کی چال کل کلاں کو ہمیں مجبور کر دے کہ ہم نماز میں عربی متن سرے سے ہی ختم کر دیں اور بجائے عربی کے خالص اُردو بنگالی، پنجابی، سندھی یا دیگر زبانوں میں نمازیں ادا ہوا کریں۔ چونکہ یہ رجحان ایک عرصہ سے کچھ مسلمانوں میں پیدا ہو چکا ہے کہ قرآن الحکیم کو خالص دیگر زبانوں میں (بلا متن) شائع کیا جائے اور آج چند ایک نسخے اس رجحان کی تکمیل کے شاہد بھی ہیں — اب تو ماشاءاللہ نماز با ترجمہ کی "چھوٹ" بھی ہو چکی ہے۔ واقعی یہ طریق رائج کر کے "یارانِ طریقت" نے ایک مثال پیدا کر دی ہے۔ لیکن ان بزرگوں اور دوستوں کو ہرگز نہیں بھولنا چاہیئے کہ ترکی میں بھی کسی زمانے میں ترکی زبان میں اذان اور نماز کا طریق رائج ہوا تھا۔ لیکن کسے نہیں معلوم کہ وہ طریق کس طرح دم توڑ گیا۔

ہمیں بلا تعصب سوچنا چاہیئے کہ اگر نمازوں اور اذانوں کا یہ طریق واقعی قابل عمل اور آئندہ نسلوں کے لئے مفید ثابت ہوتا ہو تو ہم اسے کیوں نہ لبیک کہیں تاکہ صرف مسلمان ہی نہیں دیگر اقوام اور مذاہب کو بھی معلوم ہو کہ مسلمان اپنی نمازوں میں کیا کچھ پڑھتے ہیں اور کس قسم کی دعائیں مانگتے ہیں (امروز کی خبر کے مطابق اس نئے طریق کا یہ فائدہ بھی سمجھا گیا ہے کہ نمازیوں کے لئے خضوع و خشوع اور قلب کی گہرائیوں سے عبادت کرنے کا طریق واحد یہی ہے) ہم وقتی طور پر مان لیتے ہیں کہ یہ طریق آئندہ کے لئے مفید ثابت ہو سکتا ہے لیکن قابل غور باتیں جو ہیں ان کو محض پھسلتی نظروں کی نذر کر دینا بھی تو حماقت ہوگی۔ یعنی — ہر مسلم کو اس پر ایمان ہے کہ قرآن حکیم حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، اور خالص عربی زبان میں نازل ہوا۔ سورہ یوسف شروع ہوتی ہے:- "الرا تلک ایات الکتب المبین ۝" دوسری آیت ہے "انا انزلنه قرانا عربیا لعلکم تعقلون ۝" پھر تیسری آیت بھی ملاحظہ ہو "نحن نقص علیک احسن القصص بما اوحینا الیک هذا القران وان کنت من قبله لمن الغفلین ۝" بہتر ہوگا کہ قرآن کو بلا متن ترجمہ کرنے والے مسلمان خود ہی اوپر دی ہوئی آیاتِ مبینہ کا ترجمہ کر کے غور کریں کہ اللہ تعالیٰ "لعلکم تعقلون" کے الفاظ سے ہمیں کیا ہدایت دیتا ہے۔ کیا یہی کہ عربی متن کو ایک طرف رکھ دو اور اس کو کسی اپنی زبان میں CONVERT کر لو؟ کیا "مبین" کا لفظ ہمارے ان بھائیوں کو یہی بتاتا ہے کہ قرآن کے اصل متن سے منہ پھیر کر کسی محدود قسم کی تشنہ زبان میں قرآنی تفہیمات کو محدود کر کے رکھ دو —؟ کیا "هذا القران" پڑھ کر بھی ہمارے ان بلا متن ترجمہ کے شائقین حضرات کو شبہ ہے کہ قرآن جو عربی زبان میں نازل ہوا ہے وہ قابل فہم نہیں رہا — کیا قرآن میں "افلا تعقلون" "افلا تتدبرون" "لعلکم تعقلون" کی جابجا تاکیدیں عبث ہیں؟ ہرگز نہیں!

اس طریق کو رائج کرنے والے احباب کو ایک لمحے کے لئے ٹھنڈے دل سے غور کرنا پڑیگا کہ بہ نسبت دیگر مذہبی کتُب کے ہماری یہ الہامی کتاب کیونکر محفوظ رہی۔ اور دیگر مذاہب کی طرح یہ کتاب بھی کسی قسم کے خلط ملط کی حامل نہ ہوسکی۔ ہماری عقلیں اور ہمارا علم (خواہ ہم اہل تشیع ہوں، اہل حدیث ہوں، احمدی ہوں، اہل قرآن ہوں یا اہل سنت والجماعت ہوں) ہمیں وثوق سے بتاتا ہے کہ قرآن الحکیم کا حرف حرف حتیٰ کہ زیر زبر اور تشدید تک من و عن اسی صورت میں ہمارے پاس محفوظ چلا آ رہا ہے، جو حضرت محمد عربی پر نازل ہونے کے وقت تھا۔ اور خدا کا وعدہ آج تک پورا ہوتا رہا کہ قرآن کریم من و عن محفوظ رہے گا۔ وجہ محض یہی ہے کہ قرآن مسلمانوں کے سینوں میں حفاظت پا چکا ہے اور یہ سلسلہ تاقیامت جاری رہے گا۔ انشاءاللہ العزیز۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ دیگر مذاہب کی الہامی کتابوں میں کافی حد تک تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔ کیوں؟ کیا اس لئے نہیں کہ ان کی کتب مقدسہ کے اصل متن یعنی اصل الہامی باتوں کے الفاظ کو سرے سے ہی مختلف زبانوں میں... CONVERT کر کے علیحدہ کر دیا گیا۔ یہ بلا متن ترجمہ رائج کرنے کا ہی مرض تھا جس نے ہم پر واضح کر دیا کہ یہ کتب مقدسہ اب مریض ہو چکی ہیں — ان کی روحیں ہی نکال دی گئی ہیں تو ان میں اب باقی کیا رہ گیا ہے — کون نہیں جانتا کہ انجیل خالص عبرانی زبان میں اتری لیکن آج عبرانی زبان کا پتہ ہی نہیں چلتا یہاں تک کہ اب علی الاعلان — چند انسانی دماغ ہی اپنی مرضی اور عقل کے مطابق آیات میں الفاظ کے رد و بدل کر دیتے ہیں یا آیات کی آیات ہی حذف کر دی جاتی ہیں۔ کوئی مسیحی جرأت نہیں کرسکتا کہ ان من مانی انسانی کارروائیوں پر احتجاج تک بھی کرے۔ ویسے وہ احتجاج کرے بھی تو کیونکر جبکہ اصل متن ہی غائب ہے۔

علاوہ ازیں یہ مسلمہ بات ہے کہ انسانی ذہن میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں، آج انسان یہودی ہے تو کل کو عیسائی ہونے کا امکان ہے اور اسی طرح پرسوں ہو سکتا ہے کہ وہ مسلمان ہو جائے۔ چونکہ انسانی خیالات اور عقائد دائم و قائم نہیں ہوتے اس لئے ان پر مکمل اعتماد بھی کیونکر کیا جا سکتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ دائم و قائم اور کبھی بھی نہ تبدیل ہونے والے الفاظ تو محض ذات باری تعالیٰ کے ہی ہوتے ہیں۔ تو پھر سوچیئے کہ کجا ارشاداتِ عالیہ کا مقام اور کجا انسانی تراجم کی وقعت —! کیا بلا متن ترجمہ اپنانے والے لوگوں کو یہ زعم تو نہیں کہ ان کے تراجم قرآن عربی کی طرح مستقل اور دائم و قائم الفاظ کے حامل ہیں —؟ اس لحاظ سے مجھے یہ کہنے کا حق پہنچتا ہے کہ قرآن حکیم کے جو بھی مختلف زبانوں میں مختلف الفاظ اور مفہوم کے تراجم بلا متن چھپے ہیں یا چھپیں گے ان پر مکمل اعتماد نہیں ہو سکتا۔ جبکہ مختلف فرقوں کے سب مسلمانوں کا ان پر اجماع ہی نہیں ہے۔ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ مسلمانوں کے فرقے ان گنت تو ضرور ہیں لیکن اصل عربی متن کے حفاظ موجود ہونیکے باعث کسی فرقہ کو بھی قرآن کے عربی متن سے ذرہ بھر بھی اختلاف نہیں ہے۔ اس کا زندہ ثبوت یہی ہے کہ آپ کو کہیں بھی مختلف متن کی قرأت والا ایک حافظ قرآن نہیں ملے گا۔ ہزاروں نہیں لاکھوں حفاظ میں سے ایک حافظ قرآن بھی مختلف الفاظ کی قرأت کرنے والا کہیں نہیں ملے گا — اور نہ کبھی — ملے گا۔ البتہ تراجم پر ہر روز کہیں نہ کہیں سے ضرب ہوتی نظر آتی ہے۔

آمدم برسر مطلب، اب جبکہ ثابت ہے کہ بلا متن قرآن کو پڑھنا یا اپنانا خطرے سے خالی نہیں اور یقیناً ایسے طریق کو رائج کرنے سے ایک اور نئی قسم کا تفرقہ پیدا ہو جائے گا تو ہمیں چاہیئے کہ ہم اس قسم کے بلا متن ترجمہ شدہ نسخوں کی اشاعت کو روکیں۔ اسی طرح کی اس نمائش سے بھی ہمیں بیزاری اختیار کرنی پڑے گی۔ جو حال ہی میں باغ جناح میں ختم

لے چکی ہے۔ نماز باترجمہ ادا کرنے کی حقیقت بھی واضح ہے کہ اس کے رائج ہو جانے پر مسلمانوں کو ایک بہت بڑی آزمائش کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مثال کے طور پر ایک آیت کو لیجئے جسے باترجمہ ادا کرنے والے امام الصلوٰۃ نے نماز میں پڑھا ہے ——

"واذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الیّ —— الخ" ایک ترجمہ تو یہ ہے جو صاف اور سیدھا ہے کہ "اور جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور اٹھانے والا ہوں اپنی طرف"۔ لیکن اس سیدھے سادے ترجمہ سے اختلاف کرنے والے ترجمے بھی کسی با تیر انسان سے چھپے ہوئے نہیں۔ یعنی میں نے ایک ترجمہ یوں بھی دیکھا ہے کہ:-

"اور جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ میں تجھے
وفات دینے والا ہوں اور (فی الحال)
اُٹھانے والا ہوں اپنی طرف"

تو یقین کیجئے میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا کہ یا اللہ! یہ خطوط وحدانیوں میں گھرا ہوا "فی الحال" کہاں سے ٹپک پڑا۔ (دراصل اس کا علم مجھے ایک بار ایک مولوی زدہ صاحب سے تبادلۂ خیالات کرتے ہوئے ہوا تھا اور میں نے اُن سے بار بار ہی استفسار کیا کہ بھائی! کچھ تو سمجھاؤ یہ "فی الحال" آخر کس SENSE کا مرہون منت ہے اور کیونکر اس کو خطوط وحدانی میں لانا پڑا؟ —— تو وہ صاحب بہت سوچ بچار کے بعد اعتراف کرتے ہوئے اُٹھے کہ آپ سچ کہتے ہیں کہ قرآنی مفہوم کو محض اپنے خیالات میں ڈھالنے کی خاطر ایسی بے تکی باتیں پیدا کرنی پڑتی ہیں اور یہی مترجم نے کر دیا۔ اور اب میں واقعی قائل ہوں کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں، جو اب جسد عنصری سے کبھی واپس نہیں آ سکتے۔") غرضیکہ ظاہر ہے کہ اس "فی الحال" والے ترجمہ نے ایک سیدھے سادے ترجمہ اور مفہوم کو زیر و زبر کر کے کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ تو غور کیجئے کہ نمازوں میں آخر کس کس عالم یا مفتی یا مفسر قرآن کے ترجمے مختلف عقائد کی مطابقت میں گنے جا سکیں گے۔ کیا اس طریق کی نماز باترجمہ قابل عمل ہو سکتی ہے۔ نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر میرا مشورہ ہے کہ ایسے احباب کو اس طریق سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ کیونکہ آج باترجمہ نماز ادا ہو رہی ہے تو اس میں کیا شک ہے کہ کل کو یہی نمازیں صرف غیر عربی زبانوں میں ادا ہونے لگیں۔

ہمیں خدشہ ہے (خدا نہ کرے) کہ اگر یہ طریق رواج پکڑ گیا تو مسلمانوں میں ایک اچھا خاصہ مجادلہ شروع ہو جائے گا۔ اور پھر مسلمان قوم سنبھالے نہیں سنبھلے گی ہمیں ڈر ہے ...... کہ امام الصلوٰۃ جب اس قسم کی آیات تلاوت کرتے ہوئے ترجمہ بھی ساتھ ہی کرنے لگیں گے تو ان خطوط وحدانیوں جیسے الفاظ —— اور تفہیمات کی تشریحات بھی کرنے پر مجبور ہونگے (جبکہ آج ستر پچھتر فی صدی مسلمان اس بات کے قائل ہو چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں) اور پھر یہ بھی کیا بعید ہے کہ ان کو ساتھ ہی ساتھ حوالے بھی دینے پڑیں کہ یہ ترجمہ فلاں کا ہے اور یہ ترجمہ فلاں کا ——!

میں اپنے اوپر اعتماد کرتے ہوئے ایک بات آخر میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ مجھ جیسے ہزاروں نہیں لاکھوں مسلمان ایسے مل جائیں گے جو باترجمہ نماز کو اختیار کر لیں۔ لیکن جو اوصاف قرآناً عربیاً میں ہیں اُن میں سے ایک صفت تو ترجمہ میں ہو۔ وہ یہ کہ تمام مسلمان (ہر فرقہ کے) علماء سے ایک ترجمہ پر اجماع کرا لیا جائے (جیسا کہ سب کا اصل عربی متن پر اجماع چلا آ رہا ہے) تو پھر اعتراض کی گنجائش ہی نہیں رہے گی۔ اس اجماع سے اتنا فائدہ تو ہوگا کہ عیسائی دوستوں کی طرح ہم اپنی اصل الہامی کتاب کو ہاتھ سے گنوا تو نہ بیٹھیں گے —— لیکن —— کیا یہ اجماع ممکن ہے؟ خدا کے لئے اس نئے طریق کو اپنانے والے احباب اپنی اپنی ضمیروں کو ٹٹولیں۔ اپنے صاف ذہنوں سے رائے لیں —— اور بتائیں کہ ان کا یہ طریق کس حد تک خضوع و خشوع کا ذریعہ بن سکتا ہے۔؟ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم مسلمان پہلے ہی کیا کم ہیں ذلت کے گڑھوں میں پڑے ہوئے ہیں جو یہ نئے گڑھے آج کھودنے لگے ہیں —— ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا —— آمین ثم آمین

ووکنگ کے ایک اخبار میں عید اور خطبہ کا ذکر

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

ہونا چاہیئے۔

الجیریا کا مسئلہ

اس تقریب میں شامل ہونے والوں میں الجیریا کی قومی تحریک کے ایک ڈیلیگیٹ مسٹر محمد سعدون بھی تھے، جنہوں نے اس موقعہ پر عربی میں تقریر کی۔

ایک مترجم کے ذریعہ انہوں نے الجیریا کی قومی آزادی کی جنگ میں دنیائے اسلام کی متحدہ کوششوں کی ضرورت پر زور دیا اور کہا کہ ان کی کوششوں میں دگنا اور چوگنا اضافہ ہونا چاہیئے۔

انہوں نے مسلم ممالک کو ان کئی ایک سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی مسائل پر سنجیدگی کیساتھ غور کرنے کی دعوت دی جو الجیریا کی قومی جد و جہد سے متعلق ہیں اور یہ تجویز کی کہ وہ ایک بناکر کوارپریٹو کیمونسٹی کی شکل میں موثر طریق پر مل کر کام کریں۔

مسٹر سعدون نے مطالبہ کیا کہ مسلمانوں کو پھر ایک دفعہ یونائیٹڈ نیشنز میں اس معاملہ کو لے جانا چاہیئے اور اس سے ایک قرارداد کی صورت میں مداخلت کا مطالبہ کرنا چاہیئے۔ حاضرین سے خطاب کے بعد انہوں نے اخبارات کے نمائندوں سے انٹرویو کرتے ہوئے ووکنگ کی تنظیم کی تعریف کی، اور بتایا کہ کسی دوسرے غیر اسلامی ملک میں کسی ایسی تحریک کا انہیں علم نہیں جس کا اس سے مقابلہ کیا جا سکے۔

بچوں کا صفحہ ——— مرتضیٰ خاں حسن

باپ بیٹے کی تیسری مجلس

بسلسلہ اشاعت مورخہ ۲۷ مارچ ۱۹۵۷ء

رشید:- اباجان! آپ جو کل مجھے باتیں بتا رہے تھے۔ یہ ننھی قیصرہ بھی کہیں اپنی چارپائی پر لیٹی سُن رہی تھی۔ آج صبح دادی حضور سے بڑے بڑے ...... عجیب سوال کر رہی تھی، خدا کہاں رہتا ہے؟ خدا کی شکل کیسی ہے؟ خدا ہمیں نظر کیوں نہیں آتا؟ دادی حضور اس کو سمجھاتیں۔ مگر یہ پھر بھی کچھ نہ کچھ سوال کر دیتی"

باپ:- ہاں چھوٹے بچے ایسے سوالات کیا کرتے ہیں۔ ان کو بتانا چاہیئے کہ خدا ہماری طرح نہیں ہے۔ اس کا کوئی خاص مکان نہیں ہے، جس کے اندر وہ رہتا ہو۔ وہ آسمانوں میں ہے مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ زمین پر نہیں ہے، وہ سب جگہ حاضر و ناظر ہے، اس کا کوئی جسم نہیں ہے، ہم اس کو دیکھ نہیں سکتے۔ ہماری آنکھیں اس کو دیکھنے سے عاجز ہیں۔ وہ کیا ہے اور کس طرح کا ہے۔ یہ ہم نہیں سمجھ سکتے۔ وہ ہماری عقل اور فہم سے بالاتر ہے۔ ہمیں اس قدر ماننا چاہیئے کہ وہ ہے اور بس۔ کیا ہے؟ کس طرح ہے؟ اس کا ہمیں علم نہیں اور نہ ہم سمجھ سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت موسےٰ نے خدا سے عرض کی کہ اے خدا! مجھے اپنا آپ دکھا۔ خدا نے فرمایا اے موسےٰ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔ دیکھ! میں اپنی تھوڑی سی تجلی اس پہاڑ پر گراتا ہوں اگر یہ پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہا تو تو مجھے دیکھ لے گا۔ جب خدا نے اپنی تجلی ڈالی تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اور حضرت موسےٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے

اتنے میں ننھی قیصرہ بھاگی بھاگی آتی ہے اور باپ سے اس طرح مخاطب ہوتی ہے۔

قیصرہ:- اباجان! اباجان! آج میں نے بھی نماز پڑھی تھی۔ جب دادی حضور نماز پڑھنے لگیں تو میں بھی منہ ہاتھ دھو کر اُن کے ساتھ کھڑی ہوگئی۔ جب وہ جھکیں میں بھی جھکی، جب وہ زمین پر سر رکھتیں میں بھی رکھتی۔"

باپ- بہت اچھا۔ شاباش نماز پڑھا کرو۔ نماز بڑی ضروری ہے۔ ابھی سے نماز پڑھنے کی عادت ڈالوگی، تو ساری عمر کے لئے یہ عادت پختہ ہو جائے گی۔

رشید- اور زبان سے کیا پڑھتی تھی؟

قیصرہ- "بسم اللہ اللہ پڑھتی تھی اور کیا؟"

رشید- اور یہ بھی تو کہو نا کہ جب دادی حضور سجدہ میں جاتیں تو تو ان کی پیٹھ پر سوار ہو جاتی"

باپ- رشید! یہ ابھی چھوٹی ہے نا۔ جب ذرا بڑی ہوگی سب کچھ سمجھ جائے گی۔ اس کا اس قدر شوق کرنا بھی غنیمت ہے کم از کم اس کے دل میں خیال تو ہے کہ نماز پڑھنی چاہیئے۔

رشید- "اچھا اباجان! اب مجھے آگے بتایئے کہ اور کن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ یہ تو میں سمجھ گیا کہ ہمیں خدا پر ایمان لانا چاہیئے خدا کے فرشتوں پر ایمان لانا چاہیئے۔ خدا کے رسولوں اور خدا کی بھیجی ہوئی کتابوں پر اور خاص کر قرآن مجید پر ایمان لانا چاہیئے"

باپ "بالکل ٹھیک۔ پانچویں بات جس پر ایمان لانا ضروری ہے وہ یوم آخرت ہے یعنے قیامت کا دن۔ جبکہ ہم سب کو خدا کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ دیکھو بیٹا! ہمیں بتایا گیا ہے کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں اس کو فرشتے لکھتے جاتے ہیں۔ ان فرشتوں کو کراماً کاتبین کہتے ہیں۔

جب قیامت ہوگی تو ہمارے اعمال نامے ہمارے سامنے پیش کئے جائیں گے انسان ان اعمال ناموں کو پڑھے گا اور حیران ہوگا کہ جو کچھ وہ دنیا میں کرتا رہا ہے وہ سب کچھ اس میں درج ہے۔ جس شخص کے نیک عمل زیادہ ہوں گے وہ بہشت میں جائے گا۔ اور جس کے بُرے اعمال زیادہ ہوں گے وہ دوزخ میں ڈالا جائیگا اس دن ماں باپ بہن بھائی کام نہیں آئیں گے۔ کوئی کسی کو خدا کے عذاب سے نہیں چھڑا سکے گا۔ اس دن کا نقشہ جو قرآن مجید نے کھینچا ہے اس قدر ہولناک ہے کہ اس کے تصور سے دل کانپ اُٹھتا ہے۔ یہ سب دنیا فنا ہو جائے گی۔ بڑے بڑے پہاڑ خاک کی طرح اُڑ جائیں گے۔ آسمان پھٹ جائے گا۔ سورج لپیٹ لیا جائے گا۔ تارے بکھر جائیں گے۔ دریا سُوکھ جائیں گے۔ کرّہ پھونکا جائے گا۔ خلقت گروہ در گروہ جمع ہو جائے گی۔ دوزخ بھڑکائی جائے گی۔ اس کے شعلے دُور دُور تک پہنچیں گے۔ ہر ایک پر نفسی نفسی ہوگا۔ یعنے ہر شخص اپنی ہی فکر میں ہوگا کہ خدا جانے اب اس کے ساتھ کیا گذرے گی۔ بھائی بھائی سے جُدا ہو جائے گا۔ ماں باپ بچوں سے اور بچے ماں باپ سے۔ بیوی خاوند کو چھوڑ جائے گی اور خاوند بیوی کو۔ کوئی کسی کی حمایت نہیں کر سکے گا۔ کسی کو دم مارنے کی مجال نہ ہوگی۔ خوف کے مارے ہر انسان کانپتا ہوگا۔ اور ہر دل دھڑکتا ہوگا۔ (باقی آئندہ)

احمدی بچوں کی دُعا

مولانا مرتضیٰ خاں صاحب

نہ بھٹکوں میں کبھی راہِ ہُدیٰ سے ۔ یہی ہے التجا میری خدا سے
خدا کے عشق کی دل میں تڑپ ہو ۔ محبت ہو محمد مصطفےٰ سے
نبیؐ پاک احمد مجتبےٰ کی ۔ اطاعت کروں میں صدق و صفا سے
کلام اللہ کا پروانہ ہوں میں ۔ لگاؤں لَو میں اس شمعِ ہُدیٰ سے
خدا کے دین کی خدمت کروں میں ۔ قلم سے مال و دولت سے دُعا سے
ملے دُنیا و دیں میں سربلندی ۔ خدا کے فضل اور جُود و عطا سے
نہ آئے مجھ پہ کلفت کا زمانہ ۔ رہوں محفوظ ہر رنج و بلا سے
مقدر سے نہ کچھ مجھ کو گلہ ہو ۔ رہوں راضی میں خالق کی رضا سے
خدا کا آستاں ہو اور مرا سر ۔ نہ ہو مجھ کو تعلق ماسویٰ سے
بزرگوں کا ادب پیشِ نظر ہو ۔ جھکی گردن رہی شرم و حیا سے
مجھے چھوٹوں پہ شفقت کی ہو عادت ۔ کروں میں درگذر اُنکی خطا سے
کٹے اس طرح میری زندگانی ۔ خدا راضی ہو مجھ سے میں خدا سے
رضائے حق مجھے مدِ نظر ہو ۔ اگر ناراض دُنیا ہو بلا سے
رہے پیوند میرا تا دمِ مرگ
مسیحِ وقت حضرت میرزا سے

آپ کے خطوط

شمس صاحب کے چیلنج کا جواب

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مولوی جلال الدین شمس صاحب نے آپ کو مخاطب کر کے ایسے دس فہمیدہ اصحاب کا نام طلب کئے ہیں جو خلیفہ صاحب کی تبدیلی عقاید سے پریشان ہو کر خلافت کو خیرباد کہہ گئے، مدیر "الفضل" نے مولوی صاحب کے اشارے پر فہمیدہ اصحاب کے مجملے کو دواوین میں رقم فرمایا ہے، اس سے میرا تھا کھٹکا کہ مولوی صاحب کا "فہمیدہ" سے وہ مطلب نہیں جو عام طور پر لیا جاتا ہے اس واسطے مولوی صاحب موصوف سے میں اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس اصطلاح کے مفہوم سے جو ان کے دل میں ہے آگاہ فرمادیں تاکہ ان کی تصریح کے مطابق ان کی خدمت میں دس چھوڑ پچاس نام پیش کئے جائیں۔ اس کی اس واسطے ضرورت پیش آتی ہے کہ مولوی صاحب اور ان کے مرشد اپنے اساسی عقاید مثلاً نبوت، مسئلہ کفرو اسلام، جنازے کی مخالفت کے متعلق ہر موقع پر معید مطلب تعبیر فرما کر اپنی جارحانہ تعلیم کے عواقب سے بچ نکلتے ہیں۔ منیر ٹریبونل کے سامنے خلیفہ صاحب نے اپنے عقاید سے ہر پہلو سے انحراف کیا انہی دنوں احمدیت کی تبلیغ سے دستبرداری کا اعلان کیا اپنی نظارت دعوت تبلیغ تک کا نام بدل ڈالا مبلغین کو تبلیغ سے ممانعت کر دی اس کے باوجود مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ اُن کے مرشد اپنی پرانی جارحانہ تعلیمات پر اسی طرح قائم ہیں جس طرح پہلے تھے جبکہ وہ کہا کرتے تھے کہ اگر ایک تلوار میری گردن کے دائیں طرف اور دوسری تلوار بائیں طرف ہو اور مجھ سے کوئی پوچھے کہ مسلمان کافر ہیں تو میں جواب دوں گا کافر! کافر! کافر! لیکن ان کی اولوالعزمی ملاحظہ ہو کہ گواہ کے کٹہرے میں جاکر یہ کہہ دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ماننا ان پر لازم ہے جو ان کے الہامات کو درست سمجھتے ہیں گویا جو درست نہیں سمجھتے ان پر اُن کا ماننا لازم نہیں، نیز جنازے کے متعلق بھی ان کو حضرت اقدس کی کوئی تحریر مل گئی ہے جس سے ان کی بیالیس سالہ ممانعت ساقط ہو گئی ہے گویا ہزاروں احمدی جو جنازہ پڑھنے کے جرم کی سزا میں جماعت سے نکالے گئے تھے وہ حضرت اقدس کی تعلیم کے مطابق معصوم اور بیگناہ تھے اور قائداعظم کی وفات پر چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کو ان کے جنازہ سے منع کرنے میں خلیفہ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف ورزی کی اور پاکستان کے مسلمانوں کا دل دکھا کر احمدیوں کو ہدف ملامت بنادیا۔ ان حالات میں یہ ضروری ہے کہ مولوی صاحب فہمیدہ کے لفظ کی صراحت فرمادیں تاکہ...... اُن کو ان کی صراحت کے مطابق مطلوبہ نام پیش کئے جا سکیں۔ آخر میں میری بھی اُن سے ایک درخواست ہے کہ وہ ازراہ کرم ان اشخاص کی تعداد کا اعلان کر دیں جن کو خلیفہ صاحب نے ۱۹۵۴ء سے لے کر اس وقت تک اپنی جماعت سے خارج کیا ہے شاید اسی میں ہی ان کے مطالبے کا ان کو صحیح جواب مل جائے اور ان کے اخراج کی وجہ کا بھی اعلان فرمادیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان میں کتنے ایسے اصحاب ہیں جن کے اخراج کی وجہ خلیفہ صاحب کی تبدیلی عقیدہ سے بیزاری نہیں۔ والسلام

عبدالمجید اکبر سابق رکن مجلس عاملہ، مجلس خدام الاحمدیہ

سول لائن۔ لاہور 11/5/57

قوم مردہ نہیں بفضلہ زندہ ہے

مکرم ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح۔ سلام مسنون

حضرت قبلہ مولانا مولوی یعقوب خاں صاحب امام مسجد ووکنگ انگلستان نے عیدین کی تقاریب کے لئے بارہ دیگ کی اپیل کی ہے جو ایک صدقہ جاریہ ہے اس پر میں نے حضرت قبلہ امام خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مغفور کے خاندان کے ممبران میں تحریک کی۔ کہ وہ اس صدقہ جاریہ میں حصہ لے کر ثواب دارین حاصل کریں۔ چنانچہ ذیل کے ممبران نے اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا ہے اللہ تعالیٰ ان کے اس ثواب کے فعل کو قبول فرمائے جو محض دین کی خدمت کے لئے انہوں نے کیا ہے۔ دراصل سب سے اول تحریک میری اہلیہ کی طرف سے ہی ہے، انہوں نے مجھے کراچی سے تحریک کی اور سب سے اوّل اس اپیل پر لبیک کہا، اللہ تعالیٰ ان کے اس جذبۂ خدمتِ اسلام میں برکت ڈالے۔

۱۔ بیگم جناب ڈاکٹر غلام محمدؐ (ہمشیرہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب) ایک دیگ

۲۔ " " " خواجہ عبدالغنی (بھاوج " " " ") ایک دیگ

۳۔ " " " خواجہ نذیر احمد (بہو " " " ") ایک دیگ

۴۔ " " " خواجہ صلاح الدین محمود (بہو " " " ") ایک دیگ

۵۔ " " " خواجہ صلاح الدین اکمل (" " " ") ایک دیگ

۶۔ " " " خواجہ خلیل احمد (بہو " " " ") ایک دیگ

۷۔ " " " خواجہ جلال الدین مرحوم (بنت " " " ") ایک دیگ

۸۔ " " " قریشی وزیر احمد (بنت " " " ") ایک دیگ

۹۔ آمنہ بی بی بنت قریشی وزیر احمد نواسی حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ... ایک دیگ

۱۰۔ ثریا بی بی بنت قریشی وزیر احمد نواسی حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ... ایک دیگ

۱۱۔ خورشید بیگم بنت خواجہ جلال الدین صاحب مرحوم نواسی حضرت خواجہ جلال الدین صاحب .... ایک دیگ

کل میزان - - ۱۱ دیگ

بارہویں دیگ بھی انشاء اللہ خاندان کا کوئی اور ممبر اپنے ذمہ لے لیگا۔ والسلام

خادم۔ خواجہ عبدالغنی، برادر خورد حضرت قبلہ خواجہ کمال الدین صاحب الالف سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ لٹریری ٹرسٹ۔ لاہور۔

مسلم ہائی سکول ۲ کا امتیاز

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

مورخہ ۱۸ مارچ ۵۷ء سے ۲۰ مئی ۵۷ء تک ڈی ایم سی لے سال میں جو آنرز اینڈ گرلز آرٹ ایگزیبیشن کی تقریب منعقد ہوئی۔ ہمارے چھ طلباء نے شمولیت کی جن میں سے عبدالرحمٰن اور انجاز احمد نہم (ا) نے سرٹیفکیٹ آف میرٹ حاصل کئے اس کامیابی کا سہرا چوہدری عبدالوحید صاحب نئے ڈرائنگ ماسٹر کے سر ہے۔

برکت علی۔ مسلم ہائی سکول ۲ لاہور

پیغام صلح مورخہ ۵ رجون ۵۷ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۲۲

جلد ۴۶ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۱۲ ذیقعد ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۲ جون ۱۹۵۷ء | نمبر ۲۳

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

(حضرت امام الزمان کا بیان)

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو بہت نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اپنی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصول دین سے برگشتہ ہے۔ یہ اُن حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقویٰ ہو ایسے افتراء نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنا رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حسبنا کتاب اللہ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہٗ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ الا ان لعنۃ اللہ علی الکاذبین والمفترین۔

(ایام الصلح صفحہ ۹۵-۹۶)

ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیوں کی رپورٹیں مولانا محمد یعقوب خاں صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ کی طرف سے ان کالموں میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہتی ہیں تاہم مارچ ۵۷ء کے اسلامک ریویو سے محترم خواجہ عبدالغنی صاحب نے بھی کچھ تبلیغی رپورٹوں کا ترجمہ کر کے بھیجا ہے جو درج ذیل ہے۔

لندن میں لیکچر

مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۵۷ء بروز ہفتہ حضرت مولانا محمد یعقوب خاں صاحب امام مسجد ووکنگ نے ۱۸ ایکلسٹن سکویر لندن میں ایک لیکچر دیا جس کا عنوان تھا:-

"اسلام اور عیسائیت ایک دوسرے کے نزدیک آ رہے ہیں"

محترم لیکچرار کو اس موضوع کی تحریک مسٹر کینتھ کریگ۔ مدیر مسلم ورلڈ۔ نیو یارک (امریکہ) کی ایک کتاب سے ہوئی جو "کال فرام دی منریٹ" کے نام سے حال ہی میں شائع ہوئی ہے اس کتاب میں معزز مدیر نے مسیحی عقاید کو اسلامیات میں ڈھالنے اور اسلامی نظریات کے مطابق انکی تشریح کرنے کی سعی کی ہے۔

مولانا یعقوب خاں صاحب نے فرمایا کہ یہ ایک نہایت مبارک اور نیک فال اور مژدۂ جانفزا ہے، اس قسم کا رویہ یقیناً ان اختلافات کی خلیج کو پاٹ دے گا جو دونوں مذاہب کے درمیان حائل ہے اور دونوں مذاہب میں اتحاد و یگانگت پیدا کرنے میں مساعی و ممد ہو گا۔ جس کی زخم خوردہ دنیا کو حالات حاضرہ میں شدید ضرورت ہے۔ یہ لیکچر خیالات میں ایک نیا ہیجان پیدا کرنے والا تھا۔ سامعین میں سے ایک صاحب نے تجویز کی کہ اسے کتابی شکل میں شائع کیا جائے۔ اس لیکچر کی صدارت جناب اے اے حیدری نے فرمائی۔ جو لندن یونیورسٹی میں فارسی کے لیکچرار اور فارسی زبان کے ماہر مسلم عالم ہیں۔

کیمبرج یونیورسٹی میں امام صاحب کا لیکچر

حضرت امام صاحب کو کیمبرج یونیورسٹی مسلم سوسائٹی نے ۲۸ جنوری ۱۹۵۷ء بروز پیر اسلام پر لیکچر دینے کے لئے مدعو کیا عنوان تھا:-

"اسلام کیا ہے؟ اور موجودہ دنیا میں اسلام کیا حصہ لے رہا ہے"

انگریز طلباء کی تعداد زیادہ تھی جنہوں نے ایک گھنٹہ تک اس لیکچر کو سنا اور اس کے بعد ڈیڑھ گھنٹہ تک امام صاحب پر سوالات کی بوچھاڑ کی گئی۔ جناب پروفیسر سٹریٹن نے بھی اس جلسہ کو رونق بخشی۔ حضرت امام صاحب نے اپنے لیکچر کو شروع کرتے ہوئے فرمایا کہ اس بات کو سمجھنے کے لئے کہ اسلام

(باقی بر صفحہ ۱۰)

مغرب کے مذہبی مفکر (۳)

(اقبال احمد صاحب - ووکنگ انگلستان)

قادیانی جماعت انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں

اس جماعت کا اردو نام احمدیہ - انگریزی نام احمدیہ موومنٹ ان اسلام ہے، ایک احمدی کو عام اصطلاح میں قادیانی بھی کہا جاتا ہے (جو ۱۹۴۷ء سے ان کے موزون حال نہیں رہا) بعض اوقات ان کی اپنی ناپسندیدگی کے باوجود انہیں مرزائی بھی کہا جاتا ہے - اس کا مبربا تو وہ ہو سکتا ہے جو اسی جماعت میں پیدا ہوا ہو، یا بعض عقاید اور ذمہ داریوں کے اقرار سے شمولیت ہو سکتی ہے - ان کی تعداد ان کی اپنی گنتی کے مطابق ۵۰ لاکھ ہے - ان میں سے نصف پاکستان میں اور باقی ہندوستان اور دنیا کے دیگر ممالک (خصوصاً مغربی افریقہ) میں پھیلے ہوئے ہیں - احمدی جماعت انڈونیشیا سے لے کر عرب ممالک تک اور چھوٹی چھوٹی جماعتیں برطانیہ، ممالک یورپ، اور ریاستہائے متحدہ امریکہ میں ہیں، ممبران سے ان کی آمدنی کا کم از کم ۱/۱۰ لیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ ضرورت کے مطابق چندوں کا مطالبہ کیا جاتا ہے جو اکثر دیئے جاتے ہیں، اس طرح اس تحریک کے پاس کثیر رقوم کھی ہوتی ہیں اور اس کی تنظیم بہت مضبوط اور مرکزیت رکھتی ہے - یہ جماعت اپنے اندر قضا کے قوانین کو (روایتی اسلامی خطوط پر) سختی کے ساتھ نافذ کرتی ہے - اس جماعت کا نیا مرکز ربوہ، پاکستان میں واقع ہے - ایک مرکزی مجلس مشاورت بھی ہے جس کا انتخاب ہوتا ہے، اور ایک مضبوط مرکزی سکرٹریٹ بھی ہے، تمام اختیارات جماعت کے سربراہ کو حاصل ہیں جو گذشتہ چالیس سال سے (جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے) بانی سلسلہ کے بڑے مرزا بشیر الدین محمود احمد ہیں (تاریخ پیدائش ۱۸۸۹ء یا ۱۳۰۶ھ) اس جماعت کی باگ ڈور اور کنٹرول ان کے ہاتھوں میں اس حد تک ہے کہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس جماعت کی موجودہ ہیئت انہی کی پیدا کردہ ہے - تنظیم ساری جماعت کو باندھ کر رکھے ہوئے ہے اور نہایت سخت اور انتھک مدبرانہ تبلیغی سرگرمیاں ان کی جماعت کو دن بدن بڑھانے کا موجب ہیں، ان ظاہری باتوں کے ساتھ روحانی اقدار، ایمان اور مذہبی زندگی بھی شامل ہے -

اس جماعت کی چار باتیں جو ایک دوسری سے مطابقت رکھتی ہیں قابل ذکر ہیں :- بانی سلسلہ کی یاد، موجودہ سربراہ کی عظمت و عزت، جماعتی زندگی، ان کی موجودہ صورت کا نقشہ بڑی وضاحت کے ساتھ ان کی کتاب احمدیت یا حقیقی اسلام (۱۹۲۴ء تیسری اشاعت واشنگٹن ۱۹۵۱ء) دوسری زبانوں میں بھی اس کتاب کا ترجمہ مل سکتا ہے) اور ان کی ضخیم تفسیر قرآن (اردو میں تفسیر کبیر) جو ابھی زیر طباعت ہے میں پایا جاتا ہے - اس تحریک میں شامل ہونے پر ذیل کی تحریر پر دستخط کرائے جاتے ہیں :-

"میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ واحدہ لاشریک ہے میں اسلام کے تمام قوانین پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کروں گا میں ہر ایک نیک کام میں جس کا آپ مجھے حکم دیں گے آپ کی متابعت کروں گا میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتا ہوں اور قادیان کے احمد نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے تمام دعاوی پر بھی ایمان رکھتا ہوں ......"

(یہ تحریر انگریزی میں : واشنگٹن کی مسجد سے حاصل کی گئی ہے)

احمدیت کے عقائد کا ماحصل یہ ہے کہ صرف ان کی جماعت صحیح اسلام کی حامل ہے (جو خدا کی طرف سے بھیجا ہوا سچا مذہب ہے) اسلام میں یہ نئی زندگی اور اس کی موجودہ الہامی صورت احمد کے ذریعہ ملی ہے جسے خدا نے اسی کام کے لئے مبعوث کیا تھا، اور اب اس کی روحانی رہنمائی موجودہ سربراہ کے ذریعہ ہو رہی ہے - باقی مسلمان جو اس آسمانی تجدید کا انکار کرتے ہیں کافر ہیں - موجودہ سربراہ کی کتنی عزت اور تکریم ہوتی ہے وہ اس کتاب سے ظاہر ہے جو آج کل ایک عالمی شخصیت ظفر اللہ خاں نے "دی ہیڈ آف دی احمدیہ موومنٹ ان اسلام" (شکاگو ۱۹۴۵ء) کے نام سے لکھی ہے -

اس جماعت کی سرگرمیاں، ان کی جوشیلی اور موثر تبلیغ کے علاوہ بعض اندرونی معاملات بھی ہیں مثلاً سکولوں اور کالجوں کا چلانا (ان کا پہلا مرکز قادیان معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں سب سے زیادہ تعلیم یافتہ قصبہ تھا جس میں خواتین کا طبقہ قریباً کلی طور پر تعلیم یافتہ تھا - وہ بہت سا لٹریچر بھی شائع کرتے ہیں، ان کی اپنی مساجد ہیں اور ان کے ہر فرد میں اپنی جماعت کے لئے وفاداری کا جذبہ موجزن ہے -

احمدیوں کے ہندوؤں کے ساتھ تعلقات کی غرض یہ ہے کہ ان کا مذہب تبدیل کرایا جائے اس سلسلہ میں انہیں کم کامیابی ہوئی ہے - عیسائیوں کے ساتھ ان کے جوشیلے مناظرے ہوئے ہیں جن میں تلخی بھی واقع ہوئی ہے اگرچہ اب حالات بہتر ہیں، احمدیوں کو ابتداءً دوسرے مسلمانوں کے ساتھ معاملہ پڑا انہی میں سے کثیر تعداد اس جماعت میں شامل ہوئی ہے اور انہی میں اس جماعت کی مخالفت بھی ہے جو اکثر بہت تیز اور بہت سخت ہوتی ہے، ۱۹۴۷ء میں پاکستان بننے پر ان کی صورت حالات زیادہ خراب ہو گئی جو جغرافیائی اور نظریاتی دونوں پہلوؤں سے ان کے موزون حال نہ تھی، انہوں نے اپنا ہیڈ کوارٹر قادیان سے (جو ریڈ کلف ایوارڈ کی وجہ سے ہندوستان میں چلا گیا) پاکستان میں ایک ایسی جگہ تبدیل کر لیا جو پہلے بنجر تھی جس کا نام انہوں نے ربوہ رکھا ہے اور جہاں (لاہور کے جنوب مغرب میں قریباً ... میل کے فاصلہ پر) وہ ایک شہر آباد کر رہے ہیں اس جماعت کا سیاسی معاملہ نہایت مشکل سے طے ہوا، جس میں یہ سوال پیدا ہو گیا تھا کہ ان لوگوں کو جو دوسرے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں مسلمان ...

ہفت روزہ پیغام صلح ـــــ لاہور ـــــ ۱۲ رجون ۱۹۵۷ء

خلافت ربوہ میں تزلزل

خدا کی شان آج سے چند سال پہلے ربوہ میں خلافت کو جو شان اور عظمت حاصل تھی آج بہت حد تک متزلزل ہو چکی ہے۔ خلافت کے استحکام کا سوال آج سے پہلے اہل ربوہ کے دل و دماغ میں کبھی پیدا نہ ہوا تھا، لیکن آج یہ حال ہے کہ استحکام خلافت کے لئے خلیفہ صاحب ربوہ اور ان کے حاشیہ نشینوں کو لاکھ لاکھ جتن کرنے پڑ رہے ہیں۔ "ایمان بالخلافت" کی ایک نئی اصطلاح حال ہی میں ایجاد ہوئی ہے جس کو جماعت کے دلوں میں مستحکم کرنے کے لئے خلیفہ صاحب کی طرف سے اعلان پر اعلان شائع ہو رہے ہیں اور یہ تلقین کی جا رہی ہے کہ :-

"جماعت احمدیہ کا فرض ہے کہ وہ "ایمان بالخلافت" پر قائم رہے اور اس کے مناسب حال عمل کرے"

یہ خلیفہ صاحب کی ایک تقریر کا خلاصہ ہے جو جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء میں انہوں نے کی۔ اور جس کے بعد اس تقریر کو "خلافت حقہ اسلامیہ" کے نام سے (اور ایک اور تقریر کو بعنوان "اسلامی نظام کی مخالفت اور اس کا پس منظر") کتابی صورت میں شائع کر کے امتحانی نصاب بنا دیا گیا ہے اور اب ۲۱ رجولائی کو تمام جماعت سے اس کا امتحان لیا جا رہا ہے۔ جس کی غرض یہ معلوم کرنا ہے کہ جماعت کے اندر "ایمان بالخلافت" میں جو تزلزل واقع ہو چکا ہے وہ خلیفہ صاحب کی ان تقاریر کے مطالعہ سے کہاں تک دور ہوا ہے۔

یہ استحکام خلافت کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے اس کے علاوہ ۲۰ رمئی کو "الفضل" کا "خلافت نمبر" شائع ہوا جس میں "منکرین خلافت" بالخصوص "پیغامیوں" پر دل کے پھپھولے پھوڑے گئے ہیں۔ الامان۔ اسی دن ربوہ اور بیرونی جماعتوں میں یوم خلافت منایا گیا۔ اور تقاریر کے ذریعہ سے "ایمان بالخلافت" کو مضبوط کرنے کی کوشش کی گئی۔

یاد رہے کہ ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو حضرت مسیح موعود کا وصال ہوا، اس دن سے یا کم از کم ۱۴ رمارچ ۱۹۱۴ء سے (جب ۔۔۔۔ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ بنے) آج تک کبھی ان لوگوں کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ حضرت مسیح موعود کا یوم وصال منایا جاتے، نہ "الفضل" نے کبھی اس تقریب پر کوئی خاص نمبر نکالا، بلکہ "خلافت نمبر" بھی قادیانی جماعت کی چالیس بیالیس سالہ زندگی میں پہلی مرتبہ شائع ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو مسیح موعود سے تو کوئی غرض باقی نہیں رہی، لے دے کے اب خلافت ربوہ ہی رہ گئی ہے۔ جو اب ایسے مخدوش و متزلزل دور زندگی سے گذر رہی ہے کہ چار و ناچار خلافت نمبروں، جلسوں، تقریروں اور امتحانات کے ذریعہ پیش آمدہ خدشہ کو دُور کرنے کا سامان کرنا پڑ رہا ہے۔

ہم نہیں جانتے کہ یہ سامان "ایمان بالخلافت" کے استحکام میں کہاں تک مفید ثابت ہو گا۔ لیکن اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ جو اسباب و علل اس ایمان کو متزلزل کرنے کا موجب ہوئے ان کے ہوتے ہوئے دلوں کا مطمئن ہونا بظاہر مشکل نظر آتا ہے اگرچہ نظام خلافت کی جکڑ بندیوں کی وجہ سے زبانیں خاموش ہیں لیکن دلوں میں جو بیزاری پیدا ہو چکی ہے اس کا دُور ہونا مشکل ہے۔

وہ اسباب و علل کیا ہیں؟ سب سے بڑا سبب خلیفہ صاحب کا اپنا مخدوش کیرکٹر ہے، جس کی صفائی کے لئے انہیں بعض مریدین کی طرف سے بار بار مباہلہ کا چیلنج دیا گیا، لیکن وہ اس کا جواب تک نہیں دیتے اور ان کے حاشیہ نشین شرعی حیلے پیش کر کے اسے ٹالنا چاہتے ہیں، ان کے اس گریز اور حیلہ اور بہانہ نے ان لوگوں کو بھی متذبذب کر دیا ہے، جو ان کے چال چلن کے عینی شاہد ہونے کے مدعی نہیں۔ ہمارے پاس خود ربوہ سے آئی ہوئی ایسی مراسلتیں موجود ہیں جن میں سختی کے ساتھ ان کے رویہ پر تنقید کی گئی ہے لیکن چونکہ لکھنے والوں نے بعض مجبوریوں کی وجہ سے اپنے ناموں سے اطلاع نہیں دی اس لئے ہم ان کی اشاعت سے قاصر ہیں (یہ ضروری ہے کہ مراسلت نگار کم از کم ایڈیٹر کو اپنے نام سے ضرور مطلع کرے، اگرچہ نام کی اشاعت ضروری نہ ہو) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان بالخلافت میں جو تزلزل واقع ہو چکا ہے وہ خلافت نمبروں اور جلسوں اور امتحانات وغیرہ سے دور نہیں ہو سکتا، جب تک دلوں سے وہ شکوک دُور نہ کئے جائیں جو خلیفہ صاحب کے چال چلن کے متعلق پیدا ہو چکے ہیں۔

"ایمان بالخلافت" میں تزلزل کی دوسری بڑی وجہ وہ تبدیلی عقیدہ ہے جو فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں خلیفہ صاحب کے بیانات سے صادر ہوئی اور جس کا ذکر ان کالموں میں بارہا کیا جا چکا ہے۔ علمائے ربوہ اور خلیفہ صاحب کا یہ عام قاعدہ ہے کہ جب اپنی کسی کمزوری کو چھپانا اور جماعت کی توجہ کو اس سے ہٹانا مقصود ہو تو وہی الزام پیغامیوں پر دے کر انہیں بدنام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ طریق انہوں نے احراریوں سے سیکھا ہے جو اپنی گری ہوئی مقبولیت کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے "مرزائیوں" کو ہدف طعن بنا کر واویلا شروع کر دیتے ہیں، یہی حال ربوی علماء کا ہے جو "الفضل" میں یہ شور برپا کر رہے ہیں" کہ پیغامیوں نے اپنے عقائد بدل لئے اور غیر احمدیوں میں مقبولیت حاصل کرنے کے لئے نبوت سے انکار کر دیا، ہمیں اس کے جواب میں صرف اتنا ہی دریافت کرنا ہے کہ ۱۹۱۴ء میں خلیفہ صاحب نے جو یہ اعلان کیا تھا کہ

"مسیح موعود کا ماننا جزو ایمان ہے پس
کس کا دل گردہ ہے کہ ان کا مقابلہ کر کے
کہے کہ حضرت مسیح موعود کا ماننا جزو ایمان
نہیں (الفضل ۲۰ رمئی ۱۹۱۴ء)

اور پھر یہ بھی کہا کہ اگر کوئی میری گردن کے دونوں طرف تلوار رکھ دے اور پوچھے کہ غیر احمدی کافر ہیں یا مسلمان تو میں کہوں گا کہ کافر ہیں۔

ان دونوں بیانات کے ہوتے ہوئے تحقیقاتی عدالت میں کس کے دل گردہ کے ساتھ انہوں نے یہ بیان دے دیا کہ حضرت مسیح موعود کا ماننا جزو ایمان نہیں، اور نہ کوئی کلمہ گو ان کے انکار سے کافر ہو سکتا ہے؟

کیا معاصر "الفضل" اور اس کے ہمنوا علمائے ربوہ اس بات کی وضاحت کریں گے کہ اس تبدیلی عقیدہ میں کیا مصلحت پنہاں تھی اور خلیفہ صاحب کا مقصد و منشاء کن لوگوں میں مقبولیت حاصل کرنا تھا؟

بہرحال یہ واقعات ہیں جو خلافت ربوہ میں غیر معمولی تزلزل پیدا کر رہے ہیں اور جن کی وجہ سے آج کل ربوہ میں "ایمان بالخلافت" اور "پیغامیوں" پر برسنے کے سوائے اور کوئی مضمون زیر بحث نہیں ٭

سانحۂ ارتحال

احباب کو یہ سن کر دلی رنج ہو گا کہ ہماری جماعت کے ایک معزز بزرگ شیخ عبدالعزیز صاحب ایڈووکیٹ کو ان کے ایک پاگل رشتہ دار نے چاقو سے مہلک ضربات پہنچائیں، جن کی وجہ سے وہ جانبر نہ ہو سکے اور چند دن ہسپتال رہ کر فوت ہو گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔

واضح رہے کہ شیخ عبدالعزیز صاحب ہماری جماعت کے ایک جلیل القدر رکن شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم مالک انگلش ویر ہاؤس کے بھتیجے اور شیخ عبدالرحمن صاحب کے صاحبزادے تھے، ہمیں ان کی وفات پر دلی رنج ہے اور ان کے تمام پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے مرحوم کے صاحبزادہ میجر محب الدین اور ان کی اہلیہ کو بھی جو کوٹھی لک نین روڈ لاہور میں رہتے ہیں اسی پاگل رشتہ دار نے کافی ضربات پہنچیں لیکن ان کی جان بچ گئی فالحمد للہ۔

احباب سے مرحوم کے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے گذشتہ جمعہ کو لاہور میں ان کا جنازہ پڑھا گیا ٭

مکتوبِ بغداد

سیّد تصدق حسین صاحب قادری کے روزنامچہ کا ایک ورق

۴رمئی ۱۹۵۷ء بروز سنیچر :۔

جناب حافظ مزیب حسین صاحب سے معلوم ہوا کہ سوئٹزرلینڈ کی ایک صحافیہ بغداد آئی ہوئی ہیں، حافظ صاحب سے بھی اس کی ملاقات اور باتیں ہو چکی ہیں، اس معززہ خاتون کے لئے مندرجہ ذیل رسالے بدست فرزند ابراہیم حافظ صاحب محترم کو بھجوائے ۔ اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی، پرافٹ آف اسلام، اسلامک لائف میرج اینڈ ڈائیورس، "پرافٹس میرجیس" ۔ اپنا کام صداقت کا پہنچانا ہے۔ آگے انہیں ان نے اپنا ذمہ سے رکھنا ہے" محمد شیر گل صاحب کو لائٹ بھیجا۔

۵رمئی بروز اتوار :۔

سیکرٹری صاحب لاہور کے نام چار ورقی تبلیغی ڈائری اور جناب شبلی صاحب کا سکھر سے آیا ہوا خط ہوائی ڈاک سے بھجوایا ۔ جناب ابوبکر شبلی صاحب سکھر کو رسالہ مسیح موعود اور ختم نبوت و مجلہ الرسالہ اور مسٹر ایس ساما واڈا ر نائیجیریا کو رسالہ کومیٹ آفتر گاڈ ڈاک سے بھیجا۔

۶رمئی بروز پیر :۔

اخویم ابراہیم آدم صاحب سچواڑ سے کل دستی خط ملا ۔ انہیں آج ڈاک سے جواب دیا ۔ اخویم محمد شیر گل کو لائٹ دستی بھیجا ۔ حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے ۔ ایک گھنٹہ بیٹھے ۔ سورۃ عبس پر تبادلہ خیال ہوا، مرزا محمد خان صاحب عربت سلیمانیہ کو اسلامک ریویو بھیجا۔

۷رمئی بروز منگل :۔

جناب ابوبکر شبلی سکھر کو الحیاۃ بیروتیہ کا ایک پرچہ جو ان کے ادبی ذاق سے تعلق رکھتا ہے بھیجا ۔ محمد شیر افگن صاحب خیر الخابات حلہ کو پیغام صلح ۲۱ اور رسالہ انیکٹ ایباؤٹ احمدیہ موومنٹ ڈاک سے بھیجا۔

۸رمئی بروز بدھ :۔

بغداد میں کل سے اسبوع الجزائر منایا جا رہا ہے ۔ کل شاہ عراق کے زیر صدارت ایک عظیم الشان اجتماع ہوا ۔ امدادی فنڈ کھولا گیا ۔ ملک المعظم نے دس ہزار پونڈ کے عطیہ سے اس فنڈ کا افتتاح کیا ۔ مارچ ۱۹۵۷ء کے اسلامک ریویو کی اشاعت میں الجزائر پر مقالہ افتتاحیہ شائع ہوا ہے، خیال آیا کہ اسے استاذ السید فہمی السید محمد فہمی درویش کو بھیجا جائے جو الجزائر کے مسئلہ میں عملی کام کر رہے ہیں، لہذا بذریعہ ڈاک ارسال کر رہا ہوں ۔

۹رمئی بروز جمعرات :۔

اخویم محمد شیر گل صاحب کو لائٹ ۱۵ اور رسالہ کومیٹ آفتر گاڈ دستی بھجوایا رسالہ مذکور ان کے بچوں کے لئے جو اب خدا کے فضل و کرم سے جوان ہو گئے ہیں بھجوایا ہے ۔ ممکن ہے کسی بچہ کی توجہ اس طرف ہو جائے ۔ القطہ مسائیہ میں اسلامک ریویو سے مندرجہ ذیل عنوان "الجن والبعیل للعمران المثلث علی مصر" شائع ہوا ہے، لندن، ہونگ کونگ، بصرہ، برما، لاہور ایک ایک کاپی بھجوائی ۔ حسب معمول جناب صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے ۔ پچھلے دنوں موصوف "رسالہ ملک عبدالرحمٰن خادم کی افترا پردازیاں اور بہتان طرازیاں" برائے مطالعہ لے گئے تھے ۔ اس کا ذکر فرماتے تھے اس رپوٹ خالد بن ولید کا فاتح ربوہ نے جس خوش اسلوبی سے دلکش پیرایہ میں جواب دیا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے کہتے تھے کہ اگر حبیبہ صاحب سامنے ہوتے تو ان کے ہاتھ چوم لیتا ۔ مجھے بھی اس بلند پایہ رسالہ سے ۲۲ صفحات پڑھ کر سنائے جزاہم اللہ ۔

جناب عبدالحلیم صاحب کو رسالہ "کا فر اور تین پرچے مدینہ کے بھجوائے ۔ اخویم سچوانی صاحب کا لاہور سے ... خط مورخہ ۷رمئی ملا ۔ مکرمی حاجی عبداللطیف صاحب نے اخبار الفضل مجریہ ۱۱راپریل ۱۹۵۷ء برائے ملاحظہ بھجوایا اس میں جناب ابوبکر صاحب شبلی کا ایک مضمون عراق میں احمدیت ۲۱ر مارچ کے ایشیا کی اشاعت سے نقل کیا گیا ہے نیز مقالہ افتتاحیہ میں مدیر الفضل نے اس پر روشنی ڈالی ہے بچی سعید نے پڑھ کر سنایا شبلی صاحب نے یہ مضمون تو نہ معلوم کس خام خیال کے ماتحت تحریر کیا ہے لیکن احمدیت کی صداقت کے لئے متلاشیان حق کو نشان راہ کا کام دے گا عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم ۔ ایشیا کی ایک اشاعت میں شبلی صاحب کا ایک اور مضمون مارچ میں شائع ہوا تھا ۔ جس کا عنوان تھا "عراق میں اسلام" ۔ اگر وہ بھی ناظرین ایشیا سامنے رکھیں تو پھر صداقت احمدیت آفتاب و ماہتاب کے سرا لنظر آنے لگے گی ۔ (باقی دارد)

---

* دیگر مقامی ہائی سکولوں میں اول نمبر پر آیا ہے ۔ اس خوشی کے موقعہ پر مبلغ -/5 روپیہ عطیہ کے طور پر اشاعت اسلام فنڈ کے لئے ارسال کر رہا ہوں اور حضرت امیر ایدہ اللہ *

اخبارِ احمدیہ

حضرت امیر کی صحت

حضرت امیر ایدہ اللہ کو تین چار دن بخار رہا، اب خدا کے فضل سے طبیعت اچھی ہے مگر کمزوری کافی حد تک دور ہو چکی ہے احباب سے صحت کاملہ کے لئے دعا کی درخواست ہے ۔

خطاب بہ اہلِ ربوہ ۲

محترم ڈاکٹر علامہ غلام محمد صاحب کی طبیعت ناساز ہونے کے باعث خطاب بہ اہل ربوہ کی دوسری قسط جلد مکمل نہ ہو سکی، عنقریب شائع ہو جائے گی۔

سیّد تصدق حسین صاحب قادری

بغداد سے سیّد تصدق حسین صاحب قادری کی طرف سے بیس شلنگ کی رقم خزانہ انجمن میں موصول ہوئی ہے، جس میں سے دس شلنگ بطور عطیہ اشاعت اسلام برائے مفت تقسیم لٹریچر سیّد صاحب نے اپنے پوتے خلیل کی ولادت کی خوشی میں دیئے ہیں، اور دس شلنگ فطرانہ عید فنڈ و مسجد فنڈ میں فجزاہ اللہ خیراً سید صاحب دیر سے بیمار چلے آ رہے ہیں اور بیماری کی حالت میں تبلیغی کام برابر کئے جا رہے ہیں احباب سے اُن کی صحت کے لئے درد دل سے دعا کی درخواست ہے ۔

قبول اسلام

کراچی سے محمد بیدار صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ۱۰ مئی کو بعد نماز جمعہ ایک انگریز خاتون مس جین پیج نے قبول اسلام کا اعلان کیا ان کا اسلامی نام عائشہ رکھا گیا محترمہ موصوفہ کیمبرج یونیورسٹی کی گریجوایٹ ہیں اور برٹش انفارمیشن آفس میں کام کرتی ہیں مرزا ولی احمد بیگ صاحب سے عربی پڑھا کرتی تھیں، انہی کی کوششوں سے قبول اسلام فرمایا فالحمد للہ ۔

دورۂ یورپ

محمد بیدار صاحب نے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ چوہدری امجد خاں صاحب کے فرزند چوہدری عظمت خاں صاحب یورپ کے دورہ پر تشریف لے گئے ہیں، آپ اٹلی، جنیوا، فرینک فورٹ (جرمنی) برسلز (بیلجیئم) اور برطانیہ جائیں گے احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں اپنے مقصد میں کامیاب کرے ۔

کامیابی

بنوں سے مولانا عبدالباقی صاحب لکھتے ہیں :۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ بزرگان و احباب سلسلہ یہ سن کر خوش ہوں گے ۔ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور احباب کی دعاؤں کی برکت سے میرا لڑکا محمد ادریس قرنی امسال پشاور یونیورسٹی کے امتحان میٹرک میں نمایاں نمبروں کے ساتھ پاس ہوا ہے ۔ برخوردار مذکور سائنس کا سٹوڈنٹ ہے اس نے کل ۶۵۲ نمبر حاصل کئے ہیں ۔ اس طرح ضلع بھر کے سکولوں میں تیسرے نمبر اور اپنے سکول اور

حضرت محمد نبی کریم صلعم کی شان بلند

اور آپ پر درود بھیجنے کا حقیقی مفہوم

مجدد وقت کے فرمودہ کے مطابق نبی کریم صلعم کی متابعت ہی درود کا حقیقی منشاء ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۷ جون ۱۹۵۷ء فرمودہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ــــــ (سورۃ الاحزاب آیت ۵۶)

نبی کریم صلعم کا مقام عالی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا احاطہ کرنا انسان کے بس کی بات نہیں، حضرت مسیح موعودؑ نے ایک جگہ لکھا ہے:۔

"میں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود و سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اس کے عالی مقام کا انتہاء معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا، اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی، اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اسکو دیں وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵-۱۱۶)

اخلاقِ انسانی کے تمام پہلو نبی کریم صلعم کی زندگی میں

واقعی گو دنیا میں بہت سے پیغمبر آئے ہیں اور بدقسمتی سے اُن کے حالات محفوظ نہیں رہے، لیکن جتنے بھی محفوظ رہے ہیں اگر ان کو لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کے سامنے رکھیں، تو کوئی نسبت ان کو آپؐ کے ساتھ نہیں، کوئی شعبہ زندگی کا ایسا نہیں کوئی انسانی اخلاق کا کوئی پہلو نہیں، روزمرہ کی زندگی کی کوئی ضرورت نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پائی نہ جاتی ہو، جو بھی حاجات انسان کو پیش آسکتی ہیں وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بدرجہ اتم حل شدہ دیکھ لیں۔ تمام چیزیں آپ کی زندگی میں اعلےٰ اور اتم درجہ پر پیش کی گئی ہیں، واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔

خدا تعالیٰ کا رسول اللہ صلعم پر صلوٰۃ بھیجنا

اسی لئے فرمایا ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی، پہلی بات اس میں یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اتنی بڑی ہے کہ خود اللہ تعالےٰ بھی ان پر صلوٰۃ بھیجتا ہے، اس سے آپ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا اندازہ کر لیجئے۔ خدا کا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجنا کیا معنے رکھتا ہے، خدا کا صلوٰۃ بھیجنا ہماری طرح نہیں ہمارا صلوٰۃ بھیجنا تو یہ ہے کہ ہم تو خدا تعالےٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج بڑھیں لیکن خدا تعالیٰ تو کسی سے دعا نہیں کرتا، خدا کی صلوٰۃ وہ کامل ہدایت ہے جو اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی اور جس سے قیامت تک لوگ ہدایت یاب ہوتے رہیں گے، اور اس کا ثواب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتا رہے گا۔

فرشتوں کا درود بھیجنا

پھر فرمایا ملائکہ بھی آپؐ پر درود بھیجتے ہیں حدیث میں ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہو تو جبرئیل کھڑے ہو کر اپنے پر جھاڑتا ہے اور اس سے کئی فرشتے پیدا ہوتے ہیں، جو آپ پر درود بھیجتے ہیں۔

یہ ساری چیزیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے کے لئے ہیں، ورنہ آپ کے مدارج تو ہر آن بڑھتے ہی رہتے ہیں قرآن کریم میں ہے من یشفع شفاعۃ حسنۃ یکن لہ نصیب منھا۔ جو شخص کسی کو نیکی کی تحریک کرتا ہے اور وہ اس پر عمل پیرا ہوتا ہے تو اس نیکی کا ایک حصہ تحریک کرنے والے کو بھی ملتا ہے، تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو تمام دنیا میں نیکی کی تحریک کی تمام جہان میں نیکی پھیلا دی، اب جُوں جوں آپ کے فرمودہ کے مطابق لوگ عمل کرتے ہیں، آپ کے مدارج بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ ملائکہ کا صلوٰۃ بھیجنا یہ بھی ہے کہ وہ بھی لوگوں کو نیکی کی تحریک کرتے ہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں نیکی پھیلانے کے لئے آئے اور ملائکہ بھی نیکی کی تحریک دنیا میں کرتے ہیں، جس سے محمد رسول اللہ صلعم کے مدارج بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

مومنوں کا درود بھیجنا

اس کے بعد مومنوں کو مخاطب کیا کہ تم بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا کرو، مومنوں کا درود بھیجنا یہ ہے کہ جس وقت انسان آپ کی زندگی پر نظر ڈالتا ہے اس کے اندر عجیب در عجیب محاسن نظر آتے ہیں، آپ کا ہر ایک قول و فعل ایسا پاکیزہ اور شاندار ہے کہ اسے دیکھ کر انسان کے دل میں ایک عجیب کیفیت پیدا ہوتی ہے اور وہ دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کے مدارج کو بلند کرے لیکن فی الحقیقت جو صلوٰۃ مسلمان آپ پر بھیج سکتا ہے اسکو اس آیت کے آخری الفاظ میں بیان کیا گیا ہے جن میں فرمایا وسلموا تسلیما اگر واقعی آپ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا چاہتے ہیں تو چاہیئے کہ آپؐ کی پوری فرمانبرداری کریں۔ دیکھئے ایک تو درود کا وہ ظاہری رنگ ہے کہ مسلمان مساجد میں بڑے زور سے اور بلند آواز سے درود پڑھتے ہیں اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد الخ لیکن ان کے اپنے اعمال اس کے خلاف ہیں، یہ زبانی صلوٰۃ بھیجنا میں تو سمجھتا ہوں کہ کسی کام نہیں آسکتا، میں تو صلوٰۃ اس کو سمجھتا ہوں کہ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے ہوں تو آپ کو دیکھ کر آپ کے اقوال کو سن کر آپ کے افعال کو دیکھ کر بے اختیار دل سے آواز اٹھے کہ اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی ال سیدنا محمد الخ اگر دل سے یہ آواز نہیں نکلتی تو زبانی درود کوئی چیز نہیں۔

نماز جمعہ سے پہلے تسبیح و تحمید اور درود پڑھنا چاہیئے

میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا اور میں ہمیشہ دیکھتا ہوں کہ یہاں جمعہ کے دن درود کا وقت باتوں میں کھو دیتے ہیں، حکم یہ ہے کہ جمعہ کے دن جب مسجد میں آئیں تو پہلے سنتیں ادا کریں اور پھر بیٹھ کر درود اور استغفار پڑھتے رہیں، سارا ہفتہ آپ دنیا کے کاموں میں گذارتے ہیں، جمعہ کے دن اس تھوڑے سے وقت کو باتوں اور میل ملاپ میں صرف کر دینا مناسب نہیں۔ میرے نزدیک یہ وقت خدا تعالےٰ کی تسبیح و تحمید اور درود میں صرف ہونا چاہیئے۔ میل ملاپ کرنا ہو تو بعد میں بھی ہو سکتا ہے، استغفار بھی ضروری ہے۔

استغفار کا مطلب

استغفار کا مطلب یہ ہے کہ اگر انسان سے کوئی غلطی ہوگئی ہے تو اس کی عقوبت سے اللہ تعالیٰ حفاظت میں رکھے یا اگر کسی کا مقام اونچا ہے تو اس کے استغفار میں یہ دعا ہے کہ مجھ سے کوئی بری حرکت سرزد ہی نہ ہو، جب انسان استغفار پڑھتا ہے تو خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرتا ہے اور جب درود پڑھتا ہے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق پیدا کرتا ہے۔

دائمی لطف محمد رسول اللہ کی متابعت میں

اگر میں یہ کہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں کام کیا، تو اس کے سننے سے لطف تو حاصل ہوتا ہے لیکن دائمی لطف اگر حاصل کرنا ہو تو وہ آپ کے افعال کی متابعت سے ہی حاصل ہو سکتا ہے، جو لوگ آپ کی باتیں سنتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے وہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے مواخذہ کے نیچے لاتے ہیں، اگر ایک چیز کا علم نہ ہو تو دوسری بات ہے، لیکن علم ہوتے ہوئے اس پر عمل نہ کرنا خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہے۔

امام وقت نے ہمیں حقیقت کی طرف متوجہ کیا

حضرت مسیح موعود نے جو شان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کی ہے اور جو قرآن کی شان بتائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو قرآن اور رسول اللہ صلعم سے بڑا عشق تھا، امام وقت کا آنا بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ قوت قدسی جس کا ظہور آپ کے وجود سے ہوا وہ محض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کا نتیجہ ہے، ہمیں اس چیز کو زیادہ سامنے رکھنا چاہیئے، میں سمجھتا ہوں کہ حقیقی درود یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کے کسی قول یا فعل کو دیکھ کر دل سے نکلے کہ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد الخ اور عہد کرے کہ میں اس پر عمل پیرا ہوں گا، یہ تو حقیقی درود ہے۔ لیکن جب انسان حقیقت کو نہ سمجھے تو اسے وقتی طور پر تو حظ آ جاتا ہے، لیکن حقیقی اور دائمی حظ نہیں آتا۔ ہمیں امام وقت نے حقیقت کی طرف متوجہ کیا تھا، لوگ ظاہر پرستی میں غرق ہیں ہمیں چاہیئے کہ اس پر غور کریں ایسا نہ ہو کہ ہماری بھی وہی عام مسلمانوں والی حالت ہو جائے۔ اور ہم ظاہر پرست ہو جائیں، کیا فائدہ امام وقت کو ماننے کا اگر آپ کی بتائی ہوئی حقیقت کو نہ سمجھا اور اس پر عمل نہ کیا۔

مجدد وقت سے حقیقی تعلق قائم کرو

میں بار بار آپ کو اس طرف متوجہ کرتا ہوں، کہ ہم میں کمزوری آگئی ہے، ضروری ہے کہ ہم اپنی زندگیوں کا محاسبہ کریں، ہمارا حقیقی تعلق مجدد وقت سے تبھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے فرمودہ پر عمل پیرا ہوں، جن باتوں سے پرہیز کرنے کی آپ نے ہدایت کی ہے ان کی ایک لمبی فہرست لکھی ہے کہ جو شخص یہ کام نہیں کرتا وہ ہماری جماعت میں سے نہیں، کبھی اس فہرست کو بغور پڑھیں اور اپنے آپ کو دیکھیں

کہ کہاں تک اس کے مطابق آپ کا عمل ہے، جب تک ان معیاروں پر آپ پورے نہیں اترتے جو حضرت مسیح موعود نے قائم کئے ہیں اس وقت تک آپ اس حقیقت کو نہیں پا سکتے جس پر آپ نے قائم کرنا چاہا تھا۔ آپ نے بار بار اس بات پر زور دیا ہے کہ دیکھو یہ راستہ ہے جس پر تم نے چلنا ہے، اگر کوئی شخص اس راستہ پر نہیں چلے گا تو وہ کاٹا جائے گا، یہ اس لئے کہ اگر جماعتی زندگی میں افراد کی غلطیوں سے چشم پوشی کی جائے تو آہستہ آہستہ تمام جماعت میں خرابی آجاتی ہے، اگر جسم کا ایک عضو خراب ہو جائے تو اس کو مجبوراً کاٹ دینا پڑتا ہے تاکہ اس کے زہریلے اثر سے دوسرے اعضا خراب نہ ہو جائیں۔ پس اگر ہمارا کوئی فعل ایسا ہے کہ اس سے سلسلہ کی بدنامی ہوتی ہے تو اس کی اصلاح ہوتی چاہیئے دنیاوی معاملات میں تو سمجھوتہ ہو سکتا ہے لیکن دینی امور میں سمجھوتہ نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک صراط مستقیم ہے، جو شخص اس سے ذرا بھی ادھر ادھر ہو وہ صراط مستقیم سے بھٹک گیا۔

ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

کیا ہے؟ ہم کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ اسلام کیا کچھ نہیں ہے۔ اس سے یہ مسئلہ جلد حل ہو جاتا ہے اور وہ آسان ہو جاتا ہے آپ نے فرمایا کہ اسلام دنیا سے گریز نہیں سکھاتا۔ اس کی تعلیم یہ نہیں ہے کہ زندگی کی تگ و دو سے دور بھاگ کر دنیوی الجھنوں سے نجات حاصل کر لی جائے، اسلام میں حجرہ نشینی، رہبانیت اور پیر و مریدی نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس میں رسمیات کی الجھن ہے۔ آپ نے اس بات کو نہایت صفائی سے واضح کیا کہ اسلام اعمال پر زور دیتا ہے تاکہ انسان اپنی قسمت کا خود ہی معمار بن جائے۔

لندن یونیورسٹی میں لیکچر

۲۹ جنوری ۱۹۵۷ء کو بروز منگل۔ حضرت امام صاحب نے لندن یونیورسٹی کے تعلیمی ادارہ میں طلباء کی یونین کے جلسہ میں شرکت فرمائی۔ آپ کے علاوہ عیسائیت، بدھ مذہب اور سکھوں کے نمائندگان نے بھی حاضرین کو مخاطب کیا۔ ہر ایک مقرر سے استدعا کی گئی تھی کہ وہ اپنے متعلقہ مذہب کی مختصر سی تشریح پندرہ منٹ میں کریں۔ اسلام جسے قابل مقرر نے پیش کیا سب سے زیادہ اور نہایت ہی مدلل ثابت ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام قانون کا احترام سکھاتا ہے وہ یہ تلقین نہیں کرتا کہ راحت و خوشی اس دنیا کے آلام، مصائب اور اذیتوں سے گریز کرنے سے ملتی ہے۔ اس بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ حضرت امام

آخذہ ہونے والے معلمین کو مخاطب کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا کہ وہ معلم بننے والے ہیں اس لئے انہیں زندگی کے مسائل بہترین طور پر حل کرنے کے لئے اسلام کو اچھی طرح سمجھنا چاہیئے۔

آپ نے فرمایا کہ بدھ مذہب اور عیسائیت کی طرح دنیوی آلام و مصائب سے گریز کر جانا ٹھیک نہیں بلکہ مصائب و آلام کا مقابلہ کرنے سے ہی ہم اپنے نفس کی صحیح تربیت کر سکتے ہیں اور اس سے ہی تزکیہ نفس حاصل ہو سکتا ہے۔

صیہونی سوسائٹی میں لیکچر

حضرت امام شاہجہان مسجد ووکنگ نے پاکستان اور وسط ایشیا کے متعلق اس کا دُیہ کے عنوان یہودیوں کی صیہونی سوسائٹی میں ایک لیکچر دیا۔ لیکچر کے بعد امام صاحب سے سوال کیا گیا کہ وسط ایشیا میں امن عامہ کس طرح قائم ہو سکتا ہے، آپ نے فرمایا کہ اگر اسرائیل کسی طرح اپنے ہمسایہ عرب ممالک پر یہ ثابت کر دیں کہ وہ انگریزی اور فرانسیسی آمریت کے آلہ کار نہیں ہیں اور عرب ممالک کے لوگوں سے دوستانہ میل جول پیدا کرنے کی کوشش کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ اس حلقہ میں امن امان کا دور دورہ نہ ہو جائے۔

تصحیح

گذشتہ شیوع میں صفحہ نمبر ۱۱ پر "احمدی بچوں کی دعا" میں تیسرا مصرع یوں لکھا گیا ہے:-

"اطاعت کروں میں صدق و صفا سے"

صحیح مصرع حسب ذیل ہے:-

"اطاعت میں کروں صدق و صفا سے"

ہم اس غلطی کیلئے مولانا مرتضیٰ خاں صاحب سے معذرت خواہ ہیں۔

مغرب میں تبلیغِ اسلام کی نشر و اشاعت
وو کنگ سے ایک مختصر اور جامع ٹریکٹ شائع کرنے کی تجویز

خواجہ عبد الغنی صاحب سابق سکرٹری ووکنگ مسلم مشن

۲۶ رمئی ۱۹۵۷ء کو حضرت مسیح موعود کے یوم وصال کی تقریب منائی گئی۔ اسی دن حکومت امریکہ کے صدر آئزن ہاور نے واشنگٹن (امریکہ) میں اسلامی ثقافت کے مرکز کا افتتاح کیا تاکہ امریکن لوگ اسلامی تعلیمات سے روشناس ہوں۔ چونکہ انہوں نے وسط ایشیا کے اسلامی ممالک سے رابطۂ اتحاد بڑھانا ہے۔ اس لئے مذہب اسلام سے واقفیت حاصل کرنا امریکنوں کے لئے ضروری ہے۔ اس طرح امریکہ میں اسلام کی اشاعت کے سامان اللہ تعالےٰ نے خود بخود پیدا کر دیئے ہیں، یہ سماوی تحریک ہے جس سے ہماری جماعت کو پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

میں نے حضرت مولانا محمد یعقوب خاں صاحب امام مسجد ووکنگ کی خدمت میں لکھا کہ آپ اس وقت ہمارے مرکز تبلیغ میں ہیں۔ آپ اگر ایک مختصر سا رسالہ تحریر فرمائیں جس میں:۔

اوّل۔ زمانۂ حاضرہ کی جملہ عوارض اور بیماریوں کا قرآن کریم کی روشنی میں حل پیش کیا جائے جس سے نسلِ انسانی کے اندر امن و سکون پیدا ہو۔ اور طاغوتی تسلط دنیا میں ختم ہو جاوے۔

دوئم:۔ حضرت نبی کریم صلعم کی ذات ستودہ صفات پر مضمون ہو جس میں دکھایا جاوے کہ آنحضرت صلعم کل دنیا جہان کے لئے رحمت ہی رحمت ہیں

سوئم:۔ قرآن کریم کے حسن و جمال اس کی دلربائیوں اور دلآویزیوں پر مضمون ہو جس سے ایک غیر مسلم کے دل میں اس پاک مقدس صحیفہ کے مطالعہ کے لئے سچا عشق اور تڑپ پیدا ہو جاوے تو یہ بہت مفید ثابت ہوگا۔

میری اس دلی تمنا کو مولانا ممدوح نے شرفِ قبولیت بخشا ہے جس کا ذکر انہوں نے مندرجہ ذیل چٹھی میں کیا ہے، میری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں کام کی بہترین توفیق مرحمت فرمائے

مجوزہ رسالہ کا تخمینہ اخراجات مولانا نے ایک صد پونڈ لکھا ہے، نہ معلوم انہوں نے کس قدر تعداد تجویز فرمائی ہے۔ لیکن میری استدعا ہے کہ یہ رسالہ پچاس ہزار کی تعداد میں شائع کیا جائے اور ووکنگ سے ہی اس کی وسیع پیمانہ پر مفت اشاعت ہو، پچیس ہزار کاپیاں تو دنیا بھر کی غیر مسلم لائبریریوں کو بھیجی جاویں اور باقی مختلف ممالک کے اُن مسلم احباب کو بھجوائی جاویں جن کو مدت مدید سے مسلم مشن ووکنگ، اسلامک ریویو اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے گہرا تعلق ہے۔ اور ان سے استدعا کی جائے کہ ان کاپیوں کو وہ غیر مسلم لائبریریوں اور غیر مسلم حلقوں میں مفت تقسیم فرما کر حق تبلیغ اسلام ادا کریں

میں مولانا محمد یعقوب خاں کی ایک صد پونڈ کی اپیل پر ایک سو ... روپیہ پیش کرتا ہوں، جو کراچی جا کر انشاء اللہ دفتر مشن ووکنگ لاہور کو بھیجدوں گا اور اس کے علاوہ اپنے حلقۂ اثر میں تحریک کر کے مزید اعانت کی بھی کوشش کروں گا۔ میری ناچیز رقم چار سو کاپیوں کی طباعت کی کفیل ہو جاوے گی میرا اندازہ ہے کہ پچیس روپے میں ایک صد کاپی طبع ہو سکتی ہے۔ اسی طرح جن مسلم احباب کو ہم غیر ممالک میں اس مجوزہ رسالہ کی متعدد کاپیاں روانہ کریں گے اُن کو بھی چار آنہ فی کاپی کے حساب سے قیمتاً روانہ کریں گے۔ اس کی وسیع پیمانہ پر اشاعت کی ذمہ داری میں لیتا ہوں اور کراچی سے مسجد ووکنگ اس قسم کا مواد بھیجتا رہوں گا تاکہ ۵۰ ہزار کاپی کی کھپت ہو جائے

جملہ اہلِ اسلام سے عموماً اور احباب سلسلہ سے خصوصاً میری استدعا ہے کہ اس مجوزہ رسالہ کی طباعت کے لئے حسب استطاعت عطیات دیکر عنداللہ ماجور ہوں اس فنڈ میں جملہ رقوم بنام محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور بھیجی جائیں۔

میں اس سلسلہ میں مولانا یعقوب خان صاحب کے مندرجہ ذیل خط کے اس فقرہ کی طرف خصوصی توجہ منعطف کرانا چاہتا ہوں:۔

"کوئی دن تھے۔ کہ ادھر سے خواجہ صاحب
کی اپیل نکلتی تھی۔ ادھر سے احباب
کی طرف سے لبیک کی آواز آتی تھی۔
آپ اس زمانہ کی یادگار ہیں۔ کیوں نہیں
اس جذبہ کو زندہ کرتے"

مکرر استدعا ہے کہ قلیل سے قلیل اعانت سے بھی دریغ نہ فرمائیں اور حضرت مولانا صاحب کی اپیل پر من حیث القوم لبیک کہیں۔

حضرت قبلہ ام خواجہ کمال الدین صاحب کے پاس کوئی جادو کی چھڑی نہ تھی کہ "چھو منتر کی داری" کی طرح کچھ پڑھا اور غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ لوگوں کو مسحور کرنے اور دلوں کو مسخر کرنے والی قرآنی تعلیم ہی تھی، جو اسلامک ریویو کے ماہواری رسالوں کے توسل سے غیر مسلم احباب تک ہر ماہ کثرت سے ہزاروں کی تعداد میں مفت پہنچ جایا کرتی تھی۔ حضرت اقدس نے بھی اپنے زمانہ میں اسی طریق پر عمل پیرا ہو کر ہمارے لئے اسلام کی نشر و اشاعت کا نمونہ قائم کیا۔ یہی طریق دراصل اسلام کی تبلیغ کی صحیح راہ ہے۔ امید ہے ہمارے احباب اس طرف توجہ فرما کر مغرب میں تبلیغ اسلام کی رَو کو تیز تر کریں گے۔ خادم۔ خواجہ عبد الغنی

سابق سکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

مولانا یعقوب خان صاحب کا خط

ووکنگ ۲۷-۵-۵۷ء۔ اخویم مکرم خواجہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے پڑھ کر خوشی ہوئی کہ جو جنون خواجہ صاحب مرحوم کی صحبت نے آپ میں پیدا کیا تھا اس کی کوئی رمق ابھی تک باقی ہے۔ اور آپ کے دل میں قرآن کی خوبصورت تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کے لئے تڑپ ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو توفیق دے کہ آپ کے ہاتھ سے یہ خدمت انجام پائے آپ نے اپنے زمانہ میں جو کام کیا وہ پھر نہ ہو سکا۔ آپ کو اس میدان کا شاہسوار کہا جائے تو بجا ہوگا۔ پبلسٹی کو آپ نے ایک فن کامل بنایا تھا۔ مگر آپ کو چاہیئے تھا کہ کوئی جانشین چھوڑ جاتے جو اس خلا کو پُر کرتا۔ اب بھی کیا گیا ہے عمر آپ کی کچھ ہی ہو آپ اب بھی جوان ہیں نہ صرف جوان، ہمت بلکہ جسمانی طور پر (جب میں نے دیکھا تھا) آپ ماشاءاللہ بہت تانسگ تھے اور امید ہے ہوں گے۔

دیگ کا شکریہ۔ کھانے کی میز پر احباب کو میں نے سنایا۔ سب خوش ہوئے۔ بہرحال آپ کا جذبہ قابل قدر ہے۔ افسوس ہمارے ہاں اس جذبہ پر بھی فالج گرا ہوا ہے۔ کوئی دن تھے کہ ادھر سے خواجہ صاحب کی اپیل نکلتی تھی ادھر سے احباب کی طرف سے لبیک کی آواز آتی تھی۔ آپ اس زمانے کی یادگار ہیں، کیوں نہیں اسی جذبہ کو زندہ کرتے۔

اسلامک ریویو کے متعلق آپکی تجاویز قابل قدر ہیں۔ نئی تشکیل سے کئی احباب قدرے غیر مطمئن ہیں کہ مذہبیت کا رنگ کم ہو گیا۔ آپ جانتے ہیں کہ وہ چیز تو خواجہ صاحب کے ساتھ ہی تھی اور وہی ساتھ لیکر گئے۔ اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے سر میں مضامین ہی گھوما کرتے تھے۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ موجودہ خوبصورت GET-UP کی وجہ سے لوگ شوق سے لے لیتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے اشاعت بہت زیادہ ہونی چاہیئے۔ جو ہو سکتی ہے اگر کوشش ہو سکی ہے تو کوشش کی ہے۔

میرے لئے جو آپ نے تجویز کی ہے بہت عمدہ ہے، میرا قیام اب یہاں بہت تھوڑا ہے مگر ایک ماہ کے اندر یہ ہو سکتا ہے ایک مختصر سے رسالہ پر جو آپ کے ذہن

آپ کے خطوط

غیر عربی نماز کا فتنہ

مکرمی! آج ۵ رمئی کا نوائے وقت دیکھا تو "جدت یا فتنہ؟" کے عنوان سے اس کا ایڈیٹوریل بھی نظروں سے گذرا جس میں ایک بات نہایت ہی مضحکہ خیز تھی، مدیر موصوف نے لکھا ہے کہ نماز کو غیر عربی زبان میں ادا کرنے کے معاملے کو علماء دین پر چھوڑ دینا چاہیئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ "نوائے وقت" اس فتنہ" کو اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کر نظر انداز کرنا چاہتا ہے، حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ "فتنہ" دراصل انہی علماء کا مرہون منت ہے۔ جنہوں نے آج تک نہ صرف اپنے اصل فرائض سے کوتاہی برتی، اور مسلمانوں کو عربی زبان سکھانے کا انتظام نہ کیا۔ اور نہ قرآن حکیم کے افہام و تفہیم سے محروم رکھا، اور مسلم قوم کے اذہان پر پنڈتوں کی طرح یہ بات مسلط کر دی کہ قرآن کی سمجھ بوجھ کا حق سوائے اُن کے اور کسی کو نہیں پہنچتا۔ بچارے مُلا زدہ مسلمان نے صبر و شکر کر کے مان لیا کہ بے شک یہ علماء ہی ہیں جو اُن کو زیادہ سمجھنے کے اہل ہیں پھر نتیجہ معلوم ہے! آہستہ آہستہ مسلمانوں میں جہالت اور بے حسی پھیلنے لگی اور آج یہ حالت ہے کہ عربی زبان سے اتنا بھی مس نہیں رہا کہ نماز بھی عربی میں پڑھنی گوارا ہو۔ ان علمائے دین نے دین کی صحیح تعلیم دینے کے بجائے ایک ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنا اور ذرا ذرا سے اختلافات پر کفر کے فتوے دینا ضروری سمجھا اگر اس طرح ایک دوسرے سے اُلجھنے اور مسلمانوں کی تکفیر کے بجائے قوم میں قرآنی تعلیمات اور احیائے دین کی بنیادی باتیں پھیلاتے تو یہ نئی قسم کی اُپج آج کیوں نکلتی؟ صد افسوس! انہوں نے محض اپنوں سے اُلجھنے میں ہی صدیاں گنوا دیں مسلمانوں کی گرتی ہوئی حالت کو سنوارنے کا ذرہ بھر بھی کام نہ کیا۔ ہر ذی فہم انسان کو اعتراف ہے کہ آج جو چند بے فکرے قسم کے مسلمانوں نے قرآنی زبان عربی کو ناقابل فہم سمجھ کر یہ قدم اُٹھایا ہے اس کی تمام ذمہ داری انہی علماء اور مفتیانِ دین پر پڑتی ہے۔

کیا مدیر نوائے وقت کو یقین ہے کہ ہمارے علماء اس "فتنہ" کا کوئی سدّباب کر سکیں گے ——؟ بات دراصل یہ ہے کہ

خود کردہ را علاجے نیست

یہ بیج انہی علماء کی نفسانفسیوں کے ہاتھوں کا بویا ہوا ہے اور اب علاج کیا ہوگا؟ دلائل کے ساتھ سمجھانے اور قائل کرنے کے بجائے کفر کے ڈونگرے برسیں گے حرام حرام، شرک اور بدعت بدعت کے نعرے لگیں گے

اب میں مجبور ہو کر آخر میں عرض کرتا ہوں کہ اصل احیائے دین کے کام حضرت مرزا غلام احمد جیسے باصفا لوگوں کے ہوتے ہیں۔ شکم پرور اور سیاسی علماء —— قوم میں قرآنی تفہیمات ہرگز ہرگز پیدا نہیں کر سکتے۔ یہ مرزا ہی تھے جنہوں نے اقبال مرحوم و مغفور سے بھی شہادت دلا دی کہ اگر ٹھیٹھ اسلامی نمونہ دیکھنا ہوں تو قادیان میں جا کر دیکھو! الغرض اس حقیقت سے کس کو انکار ہے کہ آج بھی احمدیوں کی اکثریت قرآن فہم ہے۔ اپنی نمازوں کو خالص عربی متن میں ادا کرتی ہے اور کبھی ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ نمازوں کو غیر عربی زبان میں ادا کرنے سے ہی خضوع و خشوع حاصل ہو سکتا ہے۔ ان احمدیوں کو تو خدا کے فضل و کرم سے آج بھی ارشادات الٰہیہ کے حرف حرف سے خضوع و خشوع ملتا ہے۔ یہ مرزا ہی تھا جس نے مسلمانوں میں سے ایک گروہ کو قرآناً "عربیاً" کی محبت گھول کر پلا دی —— اور عربی متن سے علیحدگی اختیار کئے بغیر ہی قرآنی معارف کی چاشنی سے روشناس کرا دیا۔ اور ثابت کر دیا کہ یہ ہوتے ہیں اللہ کے پیارے اولیاء اللہ کے کام ——!!

اب بھی کوئی بیچارا تعصب کا مارا نہ سمجھے تو ہمارا کیا زور ہے۔ فقط: السلام

احقر العباد - عبدالرؤف لودھی - ڈڈوت (جہلم)

میاں صاحب صفائی پیش کریں

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے کسی کے ساتھ نہ بغض ہے اور نہ عداوت جو کچھ لکھ رہا ہوں صاف دل کے ساتھ لکھ رہا ہوں۔ جو واقعات میں نے سنہ ۱۹۱۲ء میں اپنے احباب سے پشاور میں سُنے وہ بیان کرتا ہوں۔ میرے لڑکے کی آنکھوں میں سفیدی پڑ گئی تھی جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب ان دنوں پشاور ہسپتال میں اسسٹنٹ سرجن مقرر ہوئے تھے چونکہ پہلے سے دوستانہ تعلقات تھے۔ اس لئے میں لڑکے کو ڈاکٹر صاحب سے علاج کرانے کے لئے پشاور لے گیا۔ جناب خانبہادر غلام حسن خان صاحب نے وہاں کی انجمن کو ایک مکان دیا تھا جس میں میں رہا کرتا تھا۔ میرے پاس خرچ ختم ہوا۔ تو خرچ لینے کے لئے گھر آیا۔ میرے نام قادیان سے اخبار آتا تھا۔ جہاں پتہ لکھا ہوتا ہے۔ وہاں پتہ کے ساتھ لکھا ہوا تھا کہ مبارک ہو "میاں بشیرالدین محمود احمد صاحب خلیفہ ہو گئے"۔ اس مبارکباد نے میرے دل پر بُرا اثر کیا۔ اور میں نے اس کے برخلاف پیغام صلح میں مضمون بھیج دیا جو اخبار والوں نے چھاپ دیا۔ پشاور میں ۳-۴ ماہ لڑکے کے علاج کے لئے ٹھہرا رہا۔ اور انجمن والوں کے ساتھ خوب بحث مباحثہ ہوتا رہا میں ۱۹۱۲ء میں احمدی ہو گیا تھا۔ اس بحث مباحثہ میں جن باتوں نے میری آنکھیں کھولیں اب اُن کا اظہار کرتا ہوں۔ اور جن بزرگوں نے مجھے وہ حالات بیان کئے۔ اُن کے نام لکھ رہا ہوں۔ ایک پروفیسر عبدالرحیم ہیں۔ وہ کہا کرتے تھے۔ اگر جناب آغا صاحب یعنے خان بہادر غلام حسن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی میاں صاحب کی بیعت کر لیں تو میں نہیں کروں گا۔ وہ میاں صاحب پر لڑکوں اور عورتوں کا الزام لگاتے تھے۔ اور قاضی یوسف صاحب نے بھی بہت باتیں، ہمچو قسم بیان کیں۔ مگر چونکہ وہ چشم دید واقعات بیان نہیں کرتا تھا۔ اور سنی سنائی بیان کرتا تھا۔ اس لئے میں اُن کی باتوں کو اہمیت نہ دیتا تھا۔ البتہ ایک بات جو اس نے کی تھی وہ اب بھی یاد ہے۔ قاضی صاحب نے کہا تھا کہ جب ابرہہ نے مکہ پر چڑھائی کی تھی تو جس ہاتھی پر وہ سوار ہو کر آیا تھا۔ اس کا نام محمود تھا۔ خیر۔ میں نے جو باتیں میاں صاحب کے برخلاف اس وقت سنیں، وہ اب میاں صاحب کے مریدان باصفا اخبارات اور رسالہ جات کی شکل میں شائع کرتے ہیں۔ کیسا اچھا ہوگا کہ جناب میاں صاحب حلفیہ بیان دیدیں کہ جو الزامات مجھ پر لگائے جاتے ہیں، میں خدا کو حاضر ناظر جان کر لکھتا ہوں۔ کہ یہ سب مجھ پر افترا ہیں اور سچائی کا ان میں شائبہ بھی نہیں ہے۔ اسی طرح سے وہ الزامات سے بری ٹھہر سکتے ہیں۔ اور اگر وہ حلف نہ اُٹھائیں تو پھر ان لوگوں کے الزامات درست ثابت ہوں گے لیسہ برداروں سے اپنی صفائی کے لئے اخبارات میں مضامین دلوانا الزامات سے بری الذمہ ہونے کے لئے کافی نہیں ہیں۔

ایڈیٹر صاحب الفضل یا شمس صاحب کا اخبار میں مضامین دینا اور خود میاں صاحب کا چپ رہنا اور بھی الزامات کو تقویت دینے کا موجب ہے خدارا میاں صاحب اپنی صفائی کریں۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ پر ایسے گندے اور شرمناک الزامات لگنا اور آپ کا جواب نہ دینا اور خاموشی اختیار کرنا احمدیوں کے لئے جائے شرم ہے۔ تو ہو کر یعنے جوانمرد ہو کر کھڑے ہو جائیں۔ اور جواب دے دیں۔ لیس لیپوں سے جیسا الفضل اور شمس صاحب کرتے ہیں۔ کام نہیں چلتا۔

میاں محمد زمان از قاضی خیل چارسدہ

مصلح موعود کی پیشگوئی پر ایک محققانہ نظر

چوہدری فضل الرحمٰن قمر صاحب سامانوی

(قسط ۴) بسلسلہ اشاعت مورخہ ۲۷ مارچ ۱۹۵۷ء

مصلح موعود کے مامور ہونے پر تو آگے چل کر بحث کی جائے گی، اس سے قبل یہ دکھانا ضروری ہے کہ جناب میاں صاحب اپنی شان کسی طرح ماموروں سے کم نہیں بتاتے - مامور ہونے سے انکار صرف اس وجہ سے کرتے ہیں تاکہ ان کو کوئی ماموروں والے معیاروں پر نہ پرکھے جس طرح مولوی اللہ دتہ صاحب نے یوں تو ماموروں کی سب صفات ان پر تھوپ دیں مگر جب اُن کے سامنے کوئی معیار پیش کیا جاوے تو ان کو جرأت نہ ہوگی کہ اس کی رُو سے پیر صاحب کو سچا ثابت کر دیں بلکہ اس موقعہ پر ان کا جواب یہی ہوگا کہ یہ معیار تو صرف ماموروں کے لئے ہے اور "حضرت امیرالمومنین" کا دعوےٰ تو مامور ہونے کا نہیں اور امیرالمومنین کا اپنا بھی یہی حال ہے کہ ان کو بیالیس سال میں ایک دن بھی معیار الصادقین پر اپنی سچائی ثابت کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا مگر اس کے باوجود اگر دعاوی دیکھو تو وہ ماموروں سے کم نہیں، چنانچہ آپ نے ۱۹۴۳ء میں ایک جلالی خطبہ ارشاد فرمایا جس میں **خدا کا نمایندہ ہونے کا اعلان** کیا اور فرمایا:-

> "میں سمجھتا ہوں وہ شخص جو ایمان کا ایک ذرّہ بھی رکھتا ہے وہ میری اس تحریک پر آگے آئے گا وہ شخص جو خدا کے نمائندہ کی آواز پر کان نہیں دھرتا اس کا ایمان کھویا جائے گا"

یہ اعلان ۲۷ فروری ۱۹۵۷ء کے الفضل میں "خدا کے نمائندہ کی آواز" کے جلی عنوان کے تحت شائع کیا گیا ہے، جس سے ثابت ہے کہ (۱) آپ کو خدا کا نمایندہ ہونے کا دعوےٰ ہے (۲) جس شخص میں "ایک ذرّہ بھی ایمان" ہوگا وہ آپ کی آواز پر لبیک کہے گا، اور جو آپ کی آواز پر لبیک نہ کہے گا وہ پکا بے ایمان ہے (۳) جو شخص ان کی آواز پر کان نہیں دھرتا اس کا پہلا ایمان بھی کھویا جائے گا - غور فرمایئے کہ خدا کا نمائندہ غیر مامور تو ہو نہیں سکتا اور جناب میاں صاحب کو "خدا کا نمایندہ" ہونے کا دعوےٰ ہے جس پہ مریدوں کو کامل ایمان ہے - تو اس صورت میں ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ وہ "خدا کا نمائندہ" ہونے کے باوجود مامور ہونے سے کیوں انکار کرتے ہیں، اگر وہ مامور نہیں تو "خدا کا نمائندہ" کیونکر بن گئے؟ کیا آج تک کوئی غیر مامور خدا کا نمایندہ ہوا ہے اگر ہوا ہے تو ثبوت دیجئے۔

دورِ حاضر میں اگر کوئی شخص کسی سیاسی جماعت کی نمایندگی کا بغیر انتخاب یا نامزدگی کے خود بخود ہی دعویدار بن بیٹھے تو اس پر نہ صرف وہ جماعت ہی پھٹکار کرے گی جس کی نمایندگی کا وہ دعوےٰ کرے بلکہ دوسری جماعتیں بھی اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھیں گی یعنی غیر آئینی طریق پر خواہ مخواہ نمایندہ بننے والے کو کوئی بھی نمایندہ تسلیم نہیں کرتا پھر کیا خدا کی نمایندگی ہی اتنی سستی ہے کہ ---- جو چاہے اس کا نمائندہ بن بیٹھے اسے پوچھنے والا ہی کوئی نہیں بلکہ جو شخص پوچھنے کی جرأت کر بیٹھے اس پر "خدا کی لعنت" برسنی شروع ہو جائے گی - یعنی اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کا مضمون صادق آئے گا، بجائے خواہ مخواہ نمائندہ بننے والے کو گرفت کرنے کے اللہ تعالیٰ بھی اسی کو پکڑے گا جو "نمایندہ" صاحب سے سوال کرنے کی گستاخی کرے گا - اور ۱۹۱۴ء سے یہ اُلٹی گنگا بہنے لگی کہ نعوذ باللہ خدا کی خدائی کا سارا تانا بانا ہی اُلٹ ہو کر اس شعر کا مصداق ہو گیا ؎

ہم اُلٹے بات اُلٹی یار اُلٹا
بنے کیونکر کہ ہے سب کاروبار اُلٹا

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے جو مکمل ضابطہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا تھا اس میں اس نے صاف طور سے یہ قانون مقرر کیا ہے کہ ہم اپنا نمائندہ خود بناتے ہیں جیسا کہ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے:-

(۱) اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ
(۲) یجتبی من رسلہ من یشاء
(۳) یلقی الروح علی من یشاء من عبادہ
(۴) اللّٰہ یختص برحمتہ من یشاء
(۵) ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء -

غرضکہ اس قسم کی ..... بہت سی آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہی بیان فرمایا کہ ہم اپنا نمائندہ خود بناتے ہیں، ہمارے سوائے کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ خود بخود نمایندہ ہونے کا دعویدار بن بیٹھے اور نہ کسی گروہ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ کسی کو نمایندہ منتخب کرلے اپنے نمائندہ کو چُننا صرف ہمارا ہی کام ہے - مگر اس قانون کے خلاف آج ہمارے سامنے اس کی نمائندگی کا ایک ایسا دعویدار کھڑا ہوا ہے جو ایک طرف تو یہ کہتا ہے کہ میں "خدا کا نمائندہ" ہوں اور دوسری طرف یہ بھی کہتا ہے کہ خدا نے مجھے مامور نہیں کیا اور اس کے باوجود وہ یہ بھی کہتا ہے کہ جو میری آواز پر کان نہ دھرے گا "اس کا ایمان کھویا جائے گا" ہم تو اس گورکھ دھندے کو سمجھنے سے قاصر ہیں - خدا کے لئے کوئی ریوائی آپ دہوا میں پرورش پانے والا دماغ ہی اس معاملہ میں رہنمائی کرے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ وہ اپنا نمایندہ آپ بناتا ہے اور ہمارے سامنے ایک شخص یہ کہتا ہے کہ میں خدا کا نمائندہ ہوں اور اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتا ہے کہ مجھے خدا نے نہیں بنایا تو پھر اس کی آواز پر کان نہ دھرنے سے کسی کا ایمان کس طرح کھویا جائے گا درآنحالیکہ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ دوسرے لوگ میرے "ماننے کے مکلف نہیں"، ازیں حالات اس عقدہ لاینحل کو کسی طرح حل کیجئے اور بتایئے کہ خدا اپنا نمائندہ آپ بناتا ہے یا نمائندہ خود بخود بن جاتا ہے .... اگر خود بخود بن جاتا ہے تو آئین خداوندی سے صرف ایک آیت ایسی پیش کیجئے جس میں یہ لکھا ہو کہ بغیر خدا کے امر کے کوئی انسان خود بخود اس کا نمایندہ بن سکتا ہے اگر سارے قرآن میں ایک آیت بھی ایسی نہ ملے تو پھر ایسے دعویدار کی بات پر کان دھرنے والوں کا ایمان کھویا جائے گا یا کان نہ دھرنے والوں کا؟ -

کیا اللہ تعالیٰ نے اپنا نمائندہ بنانے کا حق جناب میاں صاحب اور ان کی جماعت کو دے دیا اور خود معاذ اللہ اس سے دستبردار ہو گئے؟ بھولے ہوئے دوستو! جس کی آواز پر کان نہ دھرنے سے کسی کا ایمان ضائع ..... ہو جاتا ہے وہ تو مامور ہوتا ہے اگر میاں صاحب کا یہ کہنا **صحیح** ہے کہ اُن کی آواز پر کان نہ دھرنے والوں کا ایمان ضائع ہو جائے گا تو اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ مامور من اللہ ہیں پھر اس سے وہ انکار کیوں کرتے ہیں؟ کیا کسی غیر مامور پر ایمان نہ لانے سے بھی ایمان کھویا جاتا ہے اگر یہ صحیح ہے تو پھر ایک مامور اور غیر مامور میں مابہ الامتیاز کیا ہے؟ جناب میاں صاحب کے دونوں دعاوی ایک دوسرے کی ضد ہیں، یہ فیصلہ کیجئے کہ صحیح کونسا ہے؟ اگر وہ غیر مامور ہیں تو اُن کے نہ ماننے سے ایمان ہرگز نہیں کھویا جاتا اور اگر کھویا جاتا ہے تو ماننا پڑے گا کہ وہ مامور ہیں پھر اس سے ان کے انکار کو کیا سمجھا جائے؟ کیا انکا اقرار و انکار یہ ثابت نہیں کرتا کہ وہ اپنے مصلح موعود ہونے کے متعلق خود متذبذب ہیں کیا یہی شان اولوالعزمی ہے کہ کبھی کسی ایک بات پر قائم نہیں رہتے، اپنی زبان سے ایک بات کہتے ہیں پھر خود ہی اس کے خلاف اعلان کر دیتے ہیں جو مدعی خود ایک بات پر قائم نہ ہو اس کو نہ ماننے سے دوسروں کا ایمان کھویا جانا عجیب دیوانی منطق ہے اس قسم کے بے سرپا

دعاوی دین اللہ کے ساتھ تمسخر اور سنت اللہ کے ساتھ مذاق ہے۔ ایسی بے جا تعلّیاں ماموران الہٰی کی صداقت کو مشتبہ کرنے کے مترادف ہیں۔ منبر رسولؐ پر بیٹھ کر ایسے بے جا اور لغو دعاوی کرنا اس منبر کی ہتک ہے خامہ بدامن کھڑے ہو کر ایسے خطبات دینا خدا تعالےٰ کے ساتھ استہزا کرنا ہے۔ اگر ہم غلط کہتے ہیں تو بتاؤ کہ ایک غیر مامور کس نص قرآنی کی رُو سے اس قسم کے لغو دعاوی کرنے کا مجاز ہے، وہ خدا کا نمائندہ کس طرح ہو سکتا ہے اور اس کے نہ ماننے والے جبکہ اس کے اپنے قول کی رُو سے اس کے ماننے کے مکلف ہی نہیں اور نہ کسی طرح مکلف ہو سکتے ہیں تو انکار کرنے کی صورت میں ان کا ایمان کیوں ضائع ہو جائے گا؟

دوسروں پر عداوت محمودؓ کا الزام لگانے والے! کچھ خدا کا خوف کرو اور بتاؤ کہ کیا اس قسم کی لغو تعلّیاں اس قابل ہیں کہ کوئی عقل و فکر رکھنے والا انسان ان کی طرف توجہ کرے؟ آپ لوگ خشیۃ اللہ سے کام لو اور سوچو کہ کیا یہ خلاف عقل و نقل دعاوی اس قابل ہیں کہ ان کو قبول کیا جائے؟ آپ لوگ اگر چاہیں تو ایک ضعیف البنیان انسان کو ارباباً من دون اللہ بنائیں اور چاہیں تو کلام اللہ کی تحقیر کریں چاہیں تو سنت اللہ کی تذلیل کریں چاہیں تو حدود اللہ توڑ دیں چاہیں تو ماموران الہٰی کی تکذیب کریں اور چاہیں تو کلمہ گوؤں کی تکفیر کریں غرضیکہ آپ کا ہر نا جائز فعل روا اور آپ کا ہر خلاف شریعت اقدام جائز مگر جو شخص ان مضحکہ خیز اور خود ساختہ دعاوی کے خلاف لب کشائی کرے وہ کشتنی اور گردن زدنی ہے

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں رُسوا
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے نمائندہ کو یہ اعلان کرنے کا حق پہنچتا ہے کہ جو مجھے نہیں مانتا اس کا ایمان کھویا جائے گا" مگر جو شخص خود یہ کہتا ہے کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے مامور نہیں کیا اس کے لئے یہ کہنا کس طرح جائز ہے اور اسے ماننے کے ہم کس طرح مکلف ہو سکتے ہیں؟

ایک غیر مامور کا یہ کہنا دو حال سے خالی نہیں ہو سکتا ایک یہ کہ وہ دھوکا خوردہ ہے، دوسرے یہ کہ وہ دنیا کو دھوکا دینا چاہتا ہے۔ اس کے سوا تیسری کوئی صورت نہیں، پس اگر وہ دھوکہ خوردہ ہے تو بھی اور اگر دھوکہ دینا چاہتا ہے تو بھی عند اللہ اس کے نہ ماننے والے مجرم نہیں ہو سکتے اور اگر اللہ تعالےٰ نے اسے مامور کیا ہے تو پھر اسے دعوےٰ کرنا چاہیئے تاکہ ہم اسے دیکھیں کہ وہ واقعی مامور من اللہ ہے یا نہیں؟

غلطی خوردہ بھائیو! جلد بازی اور سازشوں سے گدی نشین ہو جانا کوئی معجزہ نہیں اور نہ ۱۹۴۷ء میں مریدوں کو خطرہ میں چھوڑ کر بھاگ نکلنا اولوالعزمی کا ثبوت ہے، اگر ربوہ کا سٹیشن اور بجلی کا آنا وہاں کا کالج اور گرلز سکول اور اس کی بڑھتی ہوئی آبادی محمود کے خدا کا نمائندہ ہونے کی دلیل ہو سکتی ہے تو انقلاب کے وقت ہر دو ممالک میں ایسے بیسیوں مقامات کا آباد ہو جانا کس کے خدائی نمائندہ ہونے کی دلیل ہے۔ محمود کا اعجاز تو یہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نعش مبارک پر کئے گئے وعدے کو پورا کرنے کے لئے قادیان سے نکلنے کا نام نہ لیتے کیا ارض حرم سے بیک بینی و دو گوش بھاگ آنے اور اپنے عہد کو فراموش کرنے کا نام ہی آپ کی اصطلاح میں اولوالعزمی ہے؟ ربوہ کی خشک پہاڑیوں اور وہاں کے نیزابی پانی کو کشمیر جنت نظیر سے تشبیہ دے کر آپ دل خوش کر سکتے ہیں مگر حقیقت یہی ہے کہ یہ سب باتیں ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہے اور ان بچر باتوں سے کوئی خدا کا نمائندہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ آپ کے اس رطب و یابس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ فرماتے ہیں کہ:۔

"اور ایسی ہی اور کرامات بھی بہت ہیں جو اس زمانہ کے جہلاء پیش کیا کرتے ہیں لیکن ان تمام باتوں کا جواب یہ ہے کہ یہ کرامات نہیں ہیں نہ اثبات اشیاء کے قاعدہ کی رُو سے ان کا کچھ ثبوت ہے **بلکہ جاہل مریدوں اور معتقدوں نے افتراء کے طور پر یہ باتیں بنائی ہیں جن میں سے بعض تو صریح کفر ہیں** اور اگر بغیر کسی ثبوت کے ہر ایک رطب و یابس کو یقینی مان لیا جائے تو پھر ہندوؤں نے کیا قصور کیا کہ ان کے دیوتاؤں کے خوارق عادت نہیں مانے جاتے"

(تریاق القلوب صفحہ ۱۸)

اپنے رطب و یابس کو دیکھو اور پھر حضور کے مندرجہ بالا فرمان کا مطالعہ کرو اس کے بعد حضرت اقدسؑ کے اس الہام کو پڑھو جس میں آپ لوگوں کی حالت کی صحیح تصویر بتائی گئی ہے، وہ یہ کہ:۔

"فرمایا میں اپنی جماعت کے لئے اور پھر قادیان کے لئے دعا کر رہا تھا تو یہ الہام ہوا:۔
زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں فسحقھم تسحیقا پس پیس ڈال ان کو پیس ڈالنا"

(تذکرہ طبع اوّل صفحہ ۴۷۲)

"فسحقھم تسحیقا زندگی کے فیشن سے دُور جا پڑے ہیں"

(ایضاً صفحہ ۴۶۱)

اگر ۱۹۱۴ء تک کے حالات اور اس کے بعد آج تک جماعت ربوہ کے حالات پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو اس الہام کی صداقت آفتاب نصف النہار کی مانند ثابت ہوتی ہے ۱۹۱۴ء تک یہ جماعت حضرت اقدسؑ کی بیان کردہ معجزانہ کرامات کا لیلۃ سپر ہو کر سکت جواب دیا کرتی تھی مگر آج ان سے ہٹ کر گنگا جمنی قصص پر انحصار کر کے بیٹھ گئی ہے

یہ غلط کاری بشر کی بدنصیبی کی ہے جڑ
پر مقدر کو بدل دینا ہے کس کے اختیار

مصلح موعود کے متعلق حضرت اقدسؑ کا ارشاد

اگر اس پیشگوئی کے متعلق لکھنا شروع کیا جائے تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا اس لئے اس کا اشارہ کر دینا کافی سمجھ کر ہم اصل مضمون کے متعلق ہی کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں، وہ یہ کہ مندرجہ بالا بیان سے یہ ظاہر ہے کہ جناب میاں صاحب اور ان کے مرید دونوں ان کی شان ماموروں سے بڑھ کر بیان کرتے ہیں، مگر بدقسمتی سے ماموروں کا کوئی معیار بھی ان کے اندر نہیں پایا جاتا اس لئے مامور ہونے سے پیر اور مرید دونوں انکار کرتے ہیں۔ اب ہم اللہ تعالےٰ کی عطا کردہ توفیق سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ مصلح موعود مامور ہوگا اور غیر مامور اس پیشگوئی کا مصداق نہیں ہو سکتا جیسا کہ حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔

(۱) "بالآخر ہم یہ بھی ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ ہمارے بعد کوئی اور بھی مسیح کا مثیل بن کر آوے کیونکہ نبیوں کے مثیل ہمیشہ دنیا میں ہوتے رہتے ہیں بلکہ خدا تعالےٰ نے ایک قطعی اور یقینی پیشگوئی میں میرے پر ظاہر کر رکھا ہے کہ میری ہی ذریت سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی وہ آسمان سے اُترے گا اور زمین والوں کی راہ سیدھی کر دے گا وہ اسیروں کو رستگاری بخشے گا اور ان کو جو شبہات کی زنجیروں میں مقید ہیں رہائی دے گا فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء"

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۵۵-۱۵۶)

(۲) "اگر فرض کے طور پر بھی تسلیم کر لیں کہ بعض پیشگوئیوں کا اپنی ظاہری صورت پر کبھی پورا ہونا ضروری ہے تو ساتھ اس کے یہ بھی تسلیم کر لینا چاہیئے کہ وہ پیشگوئیاں ضرور پوری ہوں گی اور ایسے لوگوں کے ہاتھ سے ان کی تکمیل کرائی جائے گی کہ جو پورے طور پر پیروی کی

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

بچوں کا صفحہ ——— مرتضیٰ خاں حسن

باپ بیٹے کی تیسری مجلس

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

یوم آخرت ——— اعمال کی جزا سزا

اس دن خدا سب کو اُن کے اعمال کے مطابق جزا یا سزا دے گا۔ نیکوکار لوگ بہشت میں داخل ہو کر خدا کی نعمتوں سے مالا مال ہوں گے۔ اور بدکار لوگ جلتی ہوئی آگ یا دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ وہ وہاں روئیں گے چیخیں گے اور چلائیں گے اور اپنے کئے پر آٹھ آٹھ آنسو بہائیں گے اور کہیں گے کہ اے خدا! ہم نے اپنے کئے کا بدلہ پا لیا۔ اب ہم سمجھ گئے کہ تیرا عذاب کس قدر المناک ہے۔ اب ہمیں دنیا میں پھر ایک دفعہ بھیج دے۔ اب ہم نیک عمل کریں گے مگر اب اُن کے رونے پیٹنے سے ان کو کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ ان کو سخت عذاب ہو گا۔ اُن کے کھانے کو سوائے کھولتے ہوئے پانی اور پیپ کے کچھ نہیں ملے گا۔ یا کانٹوں والی تھوہر یا ایسی چیزیں دی جائیں گی جو حلق سے نیچے بھی نہ اُتر سکیں گی۔ خدا اُن سے کہے گا دیکھا تم نے میرے حکموں کو نہ مانا۔ تم نے بُرے کام کئے۔ میں نے تمہاری ہدایت کے لئے نبی اور رسول بھیجے مگر تم نے ان نبیوں اور رسولوں کو جھٹلایا۔ اس کی بجائے کہ تم اُن کے کہنے پر چلتے تم نے ان کو تکلیفیں دیں اور ان کے قتل کے درپے ہو گئے۔ دوزخی اپنے قصوروں کا اقرار کریں گے اور شرم کے مارے پانی پانی ہو جائیں گے۔

لیکن بہشتی لوگ۔ سبحان اللہ! یہ باغوں کے اندر رہیں گے۔ ان باغوں میں نہریں جاری ہوں گی۔ طرح طرح کے خوشبودار پھول ہوں گے جن سے بہشتیوں کے دل و دماغ مہک جائیں گے۔ بہشت میں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہوں گی۔ قسم قسم کے پھل کھانے کو ملیں گے۔ درختوں کے ٹھنڈے سایوں کے نیچے کوچوں پر اعلیٰ اعلیٰ قالین بچھے ہوں گے۔ ان پر یہ بیٹھے ہوں گے۔ اور خدا کی حمد کے گیت گائیں گے ان کی خدمت کے لئے نوکر چاکر ہوں گے۔ ان کو چاندی کے برتنوں میں اعلیٰ قسم کے کھانے دیئے جائیں گے اور جو چیز مانگیں گے ان کو دی جائے گی۔ غرضیکہ بہشتی زندگی بڑی ہی آرام دہ اور لطف کی زندگی ہو گی۔ خوشنما باغ۔ باغوں میں نہریں۔ پھل، پھول۔ دودھ، شہد۔ غرض کونسی نعمت ہے جو وہاں نہیں ہو گی۔ خدا اُن سے خوش اور یہ خدا سے خوش۔ وہ ہمیشہ ان بہشتوں میں رہیں گے۔ کوئی غم یا فکر نہ ہو گا۔ بلکہ روز بروز اُن کے درجے بڑھتے جائیں گے اور روز بروز ان کو زیادہ آرام ملتا جائے گا۔ یہ اُن کے نیک اعمال کا بدلہ ہے۔ جو خدا نے ان کو دیا ہے۔"

رشید:۔ "واہ وا! بہشت تو بڑی اعلیٰ جگہ ہے۔ بڑے لطف کی جگہ ہے"۔

باپ:۔ "ہاں بیٹا! بہشت بڑی اعلیٰ جگہ ہے۔ یہ خدا کی نعمتوں کی جگہ ہے یہ خدا کے قرب کی جگہ ہے۔ یہ خدا کے دیدار کی جگہ ہے۔ جو سب سے بڑی نعمت ہے۔

مگر دیکھو رشید میں تم کو یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ بہشت کی نعمتوں کو اس دنیا کی نعمتوں پر خیال نہیں کرنا چاہیئے، بہشت کی نعمتیں اس دنیا کی نعمتوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں۔ ان کا تو ہم تصور بھی نہیں کر سکتے

ہمارے نبیؐ نے فرمایا ہے کہ بہشت کی نعمتیں ایسی ہیں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کانوں نے سُنیں نہ اُن کا خیال کسی کے دل پر گذرا۔ یہ تو ہمارے سمجھانے کے لئے بتایا کہ وہاں طرح طرح کے پھل اور طرح طرح کی کھانے پینے کی چیزیں ہیں ورنہ وہاں کی نعمتیں تو بے نظیر ہیں۔ یہاں کی نعمتوں سے اُن کا کیا مقابلہ؟ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو ان نعمتوں کو حاصل کریں گے بدنصیب دوزخی ان نعمتوں سے محروم رہیں گے اور طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا ہوں گے۔

رشید:۔ "تو یہ دوزخ تو بہت بُری جگہ ہے۔ خدا بچائے۔

باپ:۔ "ہاں بیٹا دوزخ بہت بُری جگہ ہے۔ یہ خدا سے دوری کی جگہ ہے۔ یہ ان لوگوں کی جگہ ہے جن سے خدا ناراض ہو۔ بُرے کام کرنے والے قیامت کے دن بہت پچھتائیں گے۔ اس دنیا میں تو ان کی آنکھیں بند ہیں، مگر قیامت کے دن اُن کی آنکھیں کھل جائیں گی جب وہ اپنے اعمال کی سزا بھگتیں گے انہیں معلوم ہو جائے گا کہ بُرے کاموں کا کیا نتیجہ ہوتا ہے خدا اور خدا کے رسُول نے تو کھول کر بتا دیا۔ سارا قرآن مجید ان باتوں سے بھرا پڑا ہے۔ مگر لوگ ہیں کہ غور نہیں کرتے۔ اور خدا کو اپنے نیک اعمال سے خوش کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ بیٹا! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ جب تک خدا نے تم کو زندگی دی ہے۔ نیک عمل کرتا رہے

اچھی باتیں

حمید احمد سیٹھی، سیالکوٹ

نصیحت کروں اک تمہیں دوستو ٭ جہاں تک ہو ممکن بدی سے بچو
ہمیشہ بزرگوں کی عزت کرو ٭ جو چھوٹے ہوں اُن سے محبت کرو
ہمیشہ حقیقت کو اپناؤ تم ٭ کسی بات سے بھی نہ گھبراؤ تم
جسے اپنی غلطی کا ہے اعتراف ٭ اسے توبہ کرتا خدا بھی معاف
نہ گھبراؤ پیش آئیں گر مشکلات ٭ مشقت سے دنیا میں راہ نجات
ہو پڑھنے کا جب وقت کھیلو نہ تب ٭ مگر کھیلو جی بھر کے ہو وقت جب
پڑھو کم مگر جب بھی پڑھنے لگو ٭ تو اپنا سبق جی لگا کر پڑھو!
پرانے طریقوں کو اب چھوڑ دو ٭ چلے جیسے دنیا تم ایسے چلو
یہ دنیا بھی دوڑوں کا میدان ہے ٭ مگر جیتنا اس کو آسان ہے
زمانے میں جو کام بھی تم کرو ٭ نہ انجام سے پہلے پیچھے ہٹو
ہمیشہ ہی خود پہ بھروسہ کرو ٭ بڑھاؤ قدم اور بڑھتے چلو
سدا ہوں عزائم تمہارے بلند ٭ یہاں تک کہ تاروں پہ ڈالو کمند

انہیں کا زمانے میں روشن ہے نام
جنہوں نے کئے ہیں یہاں نیک کام

(قندیل)

مصلح موعود کی پیشگوئی پر ایک محققانہ نظر

(بسلسلہ صفحہ ۱۰)

دامنوں میں فانی بننے کی وجہ سے اور نیز آسمانی روح کے پینے کے باعث اس عاجز کے وجود کے ہی حکم میں ہوں گی اور ایک پیشگوئی بھی جو براہین احمدیہ میں درج ہو چکی ہے اس کی طرف اشارہ کر رہی ہے اور وہ الہام یہ ہے یا عیسٰی انی متوفیک ورافعک الیّ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الٰی یوم القیامۃ ۔ اس مسیح کو بھی یاد رکھو جو اس عاجز کی ذریت میں ہے جس کا نام ابن مریم بھی رکھا گیا ہے کیونکہ اس عاجز کو براہین میں مریم کے نام سے بھی پکارا گیا ہے" (ایضاً صفحہ ۱۸)

(۳) "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر پہلے سے ہی دی ہوئی ہے کہ مسیح موعود شادی کرے گا اور اس کی اولاد ہوگی اس قول میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسیح موعود کو ایک فرزند عطا کرے گا جو اپنے باپ سے پوری مشابہت رکھے گا اور اس میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوگی اور وہ فرزند اللہ تعالیٰ کے معزز بندوں میں سے ہوگا"

(ترجمہ عربی آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۷۸)

(۴) اور یہ زمانہ خیر اور رشد کا آخری زمانہ ہے اور اس کے بعد فضل اور مرتبہ میں اس جیسا کوئی زمانہ نہیں آئے گا اور جب ہم اس دنیا سے رخصت ہوں گے اس کے بعد قیامت تک کوئی مسیح نہیں آئے گا اور نہ کوئی آسمان سے نازل ہوگا ۔ اور نہ غار سے کوئی سر نکالے گا سوائے اس مسیح کے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری ذریت میں سے ہونے کا وعدہ گذر چکا ہے ۔"

(ترجمہ اعجاز المسیح صفحہ ۱۱)

اسی صفحہ پر حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں :۔

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ مسیح موعود نکاح کرے گا اور اس کی اولاد ہوگی "

(۵) " خدا نے مجھے وعدہ دیا ہے کہ تیری برکات کا دوبارہ نور ظاہر کرنے کے لئے تجھ سے ہی اور تیری ہی نسل میں سے ایک شخص کو کھڑا کیا جائے گا جس میں روح القدس کی برکات پھونکوں گا وہ پاک باطن اور خدا سے نہایت پاک تعلق رکھنے والا ہوگا اور مظہر الحق والعلا ہوگا ۔ گویا خدا آسمان سے نازل ہوگا " (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۱۲)

(۶) " خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میں تیری جماعت کے لئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کروں گا اور اس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا "

(حاشیہ الوصیت صفحہ ۱)

ان حوالجات سے ثابت ہے کہ :۔

(۱) ۔ حضرت اقدس کی ذریت سے ایک شخص پیدا ہوگا جو حضور کا بیٹا کہلائے گا اور وہ ان پیشگوئیوں کا مصداق یعنی مصلح موعود ہوگا ۔

(۲) وہی مصلح موعود ، یتزوج ویولد له کا مصداق ہوگا ۔

(۳) ان پیشگوئیوں کا مصداق مثیل مسیح ہوگا اور اس پر بعض پہلی بیان کردہ پیشگوئیوں کے ظاہری طور پر پورا ہونے کا امکان بھی ہے یعنی اگر ان پیشگوئیوں میں سے کسی کا ظاہری طور پر پورا ہونا ضروری ہے تو وہ اسی مصلح موعود کے ذریعہ پوری ہوں گی ۔

(۴) وہ مصلح موعود حضرت مسیح موعود کا کامل بروز ہوگا اور حضور کے ساتھ پوری مشابہت رکھیگا اور اس مشابہت میں کسی قسم کی کمی نہ ہوگی ۔

(۵) وہ روح القدس سے کھڑا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے قرب اور وحی سے مخصوص ہوگا ۔

(۶) وہ مظہر الاول والآخر ہوگا ۔

(۷) وہ مظہر الحق والعلا کان اللہ من السماء کا مصداق ہوگا ۔

ان نتائج اخذ کردہ سے ربوائی جماعت بھی متفق ہے اور جماعت احمدیہ لاہور بھی فرق صرف یہ ہے کہ جماعت ربوہ یہ کہتی ہے کہ ان سب پیشگوئیوں کا مصداق جناب میاں محمود احمد صاحب ہیں اور جماعت لاہور یہ کہتی ہے کہ چونکہ ان کے اندر وہ علامات نہیں پائی جاتیں جو مصلح موعود کے متعلق بیان کی گئی ہیں اس لئے وہ مصلح موعود نہیں ہیں بلکہ وہ موعود کسی آئندہ زمانہ میں ایسی ضرورت کے وقت آئے گا جو مصلحین کی آمد کے لئے مقرر ہے اور جس پر سابقہ مشاہدہ شاہد ہے اب ہم حوالجات مندرجہ بالا کی روشنی میں یہ دیکھتے ہیں کہ جماعت ربوہ کا خیال صحیح ہے یا جماعت لاہور کا ۔

(باقی آئندہ)

پیغام صلح مورخہ ۱۲ جون ۱۹۵۷ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ نمبر ۲۳

ہفت روزہ پیغام صلح :۔

قیمت سالانہ :۔ پاکستان سے چھ روپے ؛ ہندوستان سے چھ روپے ہندوستانی سکہ ۔

ہندوستان میں ہمارے نمائندہ کا پتہ :۔ شیخ انعام الحق صاحب مکان نمبر ۱ اعظم پورہ ملک پیٹھ حیدرآباد دکن

[illegible] ناشر اور [illegible] پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپوا کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا

جلد ۴۶ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۹ ذیقعد ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹ جون ۱۹۵۷ء | نمبر ۲۴

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

حضرت امام الزمان کا بیان

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اپنی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصولِ دین سے برگشتہ ہے۔ یہ اُن حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقوےٰ ہو ایسے افتراء نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت **محمد مصطفےٰ** صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہٗ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بُنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہلِ سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ الا ان لعنۃ اللہ علے الکاذبین والمفترین۔

(ایام الصلح صفحہ ۹۵-۹۶)

برلن میں عید الفطر

برلن میں عید الفطر کی تقریب مسجد احمدیہ برلن میں نہایت خوشگوار اور باوقار طریق پر منائی گئی۔ قریباً اسی (۸۰) مسلمان جن میں سے نصف حصول تعلیم یا برلن میں رہائش کیلئے ممالکِ اسلامیہ سے آئے ہوئے تھے شامل ہوئے اُن کے علاوہ بیس مدعو شدہ مہمان تھے، امام (Hassan Sehumacher) (ایک جرمن نومسلم نے) دو رکعت نماز پڑھائی اور بعدہٗ قرآن کریم کی سورۃ النحل آیات ۶۲، ۴۴ پڑھ کر خطبہ دیا جس میں روزہ کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے بتایا کہ اسلام سے پہلے روزہ خشمناک خدا کے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے رکھا جاتا تھا۔ اسلام نے اس کو ایک نئی اور بلند شکل میں پیش کیا ہے، اسلام نے روزہ سے ..... اعلےٰ درجہ کے روحانی، اخلاقی اور جسمانی نظم و ضبط کا کام لیا ہے، روزہ کو مستقل حیثیت دیکر اسلام نے بتا دیا کہ مصائب و شدائد اور گناہوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں، اور اس کا اصل مقصد تقوےٰ اللہ قرار دیا، جیسا کہ فرمایا یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔

آپ نے فرمایا کہ روزہ اور زکوٰۃ کا حکم دینے کے علاوہ اللہ تعالےٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے تمام وہ قوانین شرعی ہم پر عائد کئے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر ہم اپنے اندر ایک بلند فطرت پیدا کر سکتے ہیں، اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل و دماغ کی عظمت ہماری سمجھ میں آسکتی ہے، اسی سلسلہ میں امام صاحب نے اس خدا نما شخصیت کی بینظیر خصوصیات پر تقریر کی۔

خطبہ کے بعد تمام مسلمان جماعتی مکان اور باغ میں جمع ہو گئے جہاں مفرحات سے ان کی تواضع کی گئی۔ موسم کے خوشگوار ہونے کی وجہ سے یہ تقریب کامیاب رہی جس کا اختتام نماز ظہر کے بعد ہوا۔

تیسرے پہر چند نوجوان مسلمان متعدد غیر مسلم دوستوں کے ساتھ جماعتی مکان میں دوستانہ گفتگو کے لئے پھر آ جمع ہوئے جن کی کل تعداد چالیس کے قریب تھی، یہ لوگ چائے اور رات کے کھانے تک ٹھہرے رہے، نماز مغرب کے بعد امام صاحب نے ایک کتاب کے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ پر مشتمل ہے کچھ حصص پڑھ کر سنائے اس کے بعد ایک طالب علم نے قرآن کریم کی کچھ آیات خوش الحانی سے

(باقی کالم اول کے نیچے)

پڑھیں ازاں بعد قمقموں کی روشنی میں کچھ مزیدار کھیلیں ہوئیں، تھوڑی سی آتشبازی بھی کی گئی جس کے بعد یہ تقریب ختم ہو گئی، یہ دن ہم سب کے لئے قابل یادگار اور خوشی کا موجب تھا۔

مغرب کے مذہبی مفکر

اقبال احمد صاحب ووکنگ (انگلستان)

(۴)

جماعت احمدیہ لاہور انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں جماعت احمدیہ لاہور کے متعلق لکھا ہے :-

"احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

اس کا مرکز لاہور میں ہے ۔ یہ جماعت مرزا غلام احمد کو مجدد مانتی ہے نبی نہیں مانتی ۔ اور اس امر پر اصرار کرتی ہے کہ انہوں نے کبھی نبی ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا ۔ یہ اوّل الذکر جماعت سے تعداد میں ہمیشہ کم رہی ہے لیکن سرگرمیوں میں اُن سے کم نہیں رہی ۔ اس کی پالیسی مختلف رہی ہے ۔ اس نے اپنی جماعت کی تعداد بڑھانے کی بجائے غیر مسلمین کو حاصل کرنے کے لئے زیادہ کوشش کی ہے ۔ وہ باقاعدہ اور موثر طریق سے سرگرم عمل رہی ہے ۔ اس کی سرگرمیوں کے میدان زیادہ تر تین ہیں جن میں ایک دوسرے سے مطابقت پائی جاتی ہے :-

(۱) نشر و اشاعت

(۲) منظم خارجہ تبلیغی کام

(۳) اسلام میں (بالخصوص انگریزی میں اسلام کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے) عقلیت کے پیرایہ میں جدت (آزاد خیالی) کی رہنمائی ۔

انہوں نے اکثر اُردو اور انگریزی میں بلکہ تقریباً چھ اور اس سے زیادہ یورپین زبانوں میں بھی اور ایک درجن سے زائد ایشیائی زبانوں میں بھی قرآن کریم کے تراجم ۔ محمد رسول اللہ (صلعم) کے سوانح حیات اور اسلام کی موثر توضیحات، کئی ایک کتابچے اور مقالات اور بے شمار رسائل شائع کئے ... ہیں ۔ ان کے بیرونی تبلیغی مراکز جو لندن، برلن، اور انڈونیشیا میں موثر طریق پر کام کر رہے ہیں ۔ اوّل الذکر (یعنی ووکنگ مشن جس نے ۱۹۳۰ء سے آزاد حیثیت اختیار کرلی تھی ۔ لیکن ۱۹۴۷ء سے وہ پھر تحریک لاہور کے ساتھ نیم دفتری وابستگی قائم کر چکا ہے) اس جماعت کے امیر مولٰنا محمد علی تھے جو اس جماعت کے ابتدائے قیام سے لیکر اپنی وفات تک (جو ۱۹۵۱ء میں ہوئی) کثیر کتابوں کے مصنف رہے انہوں نے بہت سا لٹریچر پیدا کیا، اور اس جماعت کی بہت سی معقول کتابیں انہوں نے ہی لکھیں، اس کے ساتھ ہی خواجہ کمال الدین صاحب کا نام بھی قابل ذکر ہے جو وہ بھی بہت سی کتابوں کے مصنف اور ووکنگ مشن کے امام تھے ۔ گو نسبتاً کم عمر میں فوت ہو گئے ۔

ماخذ مضمون

اس مضمون کا ماخذ زیادہ تر اس جماعت کی اپنی ہی کتابیں ہیں ملاحظہ ہوں مولٰنا محمد علی کی تصانیف ۔ (زیادہ تر ان کا انگریزی ترجمہ قرآن معہ عربی متن و تفسیر اور انڈکس جس کے کئی ایڈیشن لاہور سے شائع ہوئے اور پچاس ہزار سے زائد نسخے تقسیم ہو چکے ہیں ۔ دی ریلیجن آف اسلام جو لاہور سے ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی ۔ محمد دی پرافٹ ۱۹۲۴ء میں چھپی جو ابتداءً اُردو میں سیرت خیر البشر کے نام سے ۱۹۱۷ء میں شائع ہوئی تھی وغیرہ وغیرہ) کمال الدین کی کتابیں بھی اہم ہیں (مثلاً دی آئیڈیل پرافٹ جو لندن سے ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئی ۔ اسلام اینڈ کرسچینٹی جو لندن سے ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی اور اسی قسم کی دیگر تصانیف) بیرونی لوگوں نے اس تحریک کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کے لئے جن کتابوں کا ذکر قادیانی جماعت کے بیان میں کیا گیا تھا ۔ ان کی طرف رجوع کیا جائے۔"

یہ تو ہے جماعت احمدیہ کے متعلق انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا بیان ۔ اس کو ناظرین کے سامنے پیش کرنے میرا مقصد یہ تھا کہ احباب سلسلہ کو اس امر کا علم ہو جائے کہ ہم اس وقت کس قسم کا اثر دنیا میں پیدا کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں، اور یہ کہ مغرب کے اہلِ علم حضرات ہمارے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہماری سرگرمیوں کا مقصد محض وہ اثر پیدا کرنا ہی تھا جس کا بیان اوپر ہو چکا ہے؟ کیا ہماری ان سرگرمیوں میں زیادتی ہو رہی ہے یا انحطاط ؟ کیا اس سے بڑھکر بھی ہم انسانیت کے لئے کوئی مفید کام کر سکتے ہیں ؟ کیا ہمارا وجود مسلمانوں کے لئے بالخصوص اور انسانیت کے لئے بالعموم تقویت اور ترقی کا باعث ہو سکتا ہے ؟ جدید خیالات کی پیشوائی کے سلسلہ میں ہم اب کیا کر رہے ہیں ؟ یہ وہ سوالات ہیں جو ہمارے لئے غور طلب ہیں امید ہے ہمارے ارباب حل و عقد ان سوالات پر غور فرما کر اپنے لائحہ عمل پر نظر ثانی کریں گے ۔

خلیفہ صاحب ربوہ کے ایک کارکن کی مغالطہ دہی

ملک عزیز الرحمٰن

مدت سے آرزو تھی اس بات کی مجھ کو

چھیڑا ہے تو سن لیجئے قصہ میرے دل کا

میں نے اپنے مضمون میں جو پیغام صلح مورخہ ۱۵ مئی ۱۹۵۷ء میں شائع ہوا ۔ بہت ہلکے اور لطیف اشارے کئے تھے اور ان کی تصدیق میں خلیفہ صاحب کی اپنی تقریروں اور تحریروں کے حوالے دیئے تھے اپنی طرف سے ان کی تشریح بھی نہیں کی ۔ ان ارشادات سے صرف اتنا مقصد تھا کہ ارباب فہم و فکر غور فرمائیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے مقدس مشن کی کس طرح توہین ہو رہی ہے خلیفہ صاحب کی جائیداد سازی اور ان کے احتکار و اکتناز کے کچھ نقشے ان کی تحریروں اور ان کے منجھلے بھائی کے شائع شدہ بیانات سے قارئین کے سامنے پیش کئے منشی فخرالدین صاحب کا ضمناً ذکر آ گیا میں نے ہرگز یہ نہیں کہا تھا کہ منشی صاحب خلیفہ صاحب کو صدر انجمن سے قرضہ لیکر دیتے ہیں ۔ کیونکہ خلیفہ صاحب کو ابھی تک اتنا اقتدار حاصل ہے کہ جب چاہیں اور جتنا چاہیں صدر انجمن احمدیہ کے خزانے سے وصول کر سکتے ہیں اس عمل حصول و وصول کے لئے وہ منشی فخرالدین کے محتاج نہیں ۔ میرے کہنے کا صرف یہ مطلب تھا کہ منشی صاحب اُن کے حسابات رکھتے ہیں وہ خدا سے ڈرتے ہوئے صحیح حالات کی صحیح شہادت دینگے لیکن منشی صاحب کا ایمان بالخلافت اُن کے ایمان باللہ سے زیادہ مضبوط ہے ۔ میرا الزام تو یہ تھا کہ خلیفہ صاحب مبلغ ۶۰۰۰/- روپے سالانہ انجمن سے قرض لیتے رہے ہیں جس کا انکار منشی صاحب نے نہیں کیا جو حلف لعنت اللہ علی الکاذبین کے تحت ہونا چاہیئے ۔

میں نے خلیفہ صاحب کے ان اعمال و افعال کا ذکر کیا جن کا اثر ساری جماعت پر پڑ رہا ہے، اور جماعت اغیار میں بدنام ہو رہی ہے ۔ بجائے خلیفہ صاحب کی مدافعت کے منشی صاحب نے اپنی جارحانہ تحریر کو مجھ پر مرکوز کر دیا ۔ میں نے اپنے مضمون میں پہلے ہی لکھ دیا تھا کہ ارباب ربوہ سے تبادلۂ خیالات بڑا مشکل ہے کیونکہ وہ مذاکرہ کو مشاتمہ میں بدل کر دشنام طرازی پہ اتر آتے ہیں ۔ اس قلیفو مبارزت میں وہ ضرور جیت جاتے ہیں ۔ میں بھی منشی صاحب اور ان کے مخدوم خلیفہ صاحب سے سب و شتم میں کسی صورت جیت نہیں سکتا ۔

ان کی تحریر جس کا عنوان "مکروہ پروگنڈا" ہے ۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت خدا کے فضل سے بحال ہو چکی ہے، فالحمد للہ

— پارکر آباد ضلع شیخوپورہ سے محمد حسین خان احمدی لکھتے ہیں میرا بچہ سوکھیا پن میں بیمار ہے اس لئے میں احباب جماعت کی دعاؤں کا محتاج ہوں، مجھے اور گھر والوں کو بہت تشویش لاحق ہے کیونکہ پہلا بچہ بھی اسی قسم کے عوارض سے فوت ہوا تھا۔ امید ہے اجتماعی اور انفرادی دعاؤں سے ممنون فرمایا جائے گا۔

— ملتان سے شیخ محمد یوسف صاحب گرنٹی اطلاع دیتے ہیں کہ میاں فضل الرحمٰن صاحب کا پوتا جسے پیدا ہوئے دو ماہ ہوئے تھے بقضائے الٰہی فوت ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں میاں فضل الرحمٰن صاحب اور ان کے صاحبزادہ اور دیگر تمام لواحقین سے اس سانحہ میں دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے نعم البدل بخشے۔

— شیخ انعام الحق صاحب حیدر آباد دکن سے چند دن سے تشریف لائے ہوئے تھے، اب واپس چلے گئے ہیں۔ ہماری جماعت ہندوستان میں رہنے والے احباب ترسیل زر اور دیگر امور کے متعلق شیخ صاحب ممدوح سے ذیل کے پتہ پر خط و کتابت کریں۔

مکان نمبر ۱۰ اعظم پورہ۔ ملک پیٹھ
حیدر آباد (دکن) انڈیا

مسلم ہائی سکول نمبر ۱ کا امتیاز } ہمارے سکول کے طالب علم محمد منور جو اپنے سکول میں میٹرک کے امتحان میں اوّل رہے تھے۔ اور جن کا وظیفہ متوقع تھا۔ آج ان کے وظیفہ کی اطلاع سکول میں پہنچ گئی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

برکت علی مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور

خلیفہ صاحب ربوہ کے ایک کارکن کی مغالطہ دہی

(بسلسلہ صـــ)

ان کی شائستگی کی غمازی کر رہا ہے۔ میں انکی گالی گلوچ کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کے الزامات کا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔ منشی صاحب میرے متعلق فرماتے ہیں کہ میں دفتر پرائیویٹ سکرٹری میں کارکن تھا۔ لیکن میں کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ بلکہ خرافات میں مبتلا رہتا تھا۔ اس کے باوجود مجھے ان کے خلیفہ صاحب معقول مشاہرہ دیتے تھے۔ میں کہتا ہوں مجھے خواہ دے کر خلیفہ صاحب خیانت کرتے تھے۔ یہی ان کے ناقدین کا ان کے خلاف اعتراض چلا آ رہا ہے کہ وہ چندہ سے جمع شدہ خزانے کو اپنی ذاتی مصلحتوں کی تکمیل کے لئے صرف کرتے ہیں۔ جو مجھ پر صرف ہوا وہ بقول منشی صاحب خیانت کے مترادف تھا۔ اس کا جواب خلیفہ صاحب دیں۔

پھر منشی صاحب نے بطور خاص میری اہلیہ کی بیماری کا ذکر کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ خلیفہ صاحب نے ہزاروں روپے میری بیوی کی بیماری پر خرچ کئے۔ یہ وقف کے قواعد کے مطابق تھا۔ اگر وہ نہ خرچ کرتے تو وقف کے قواعد کی خلاف ورزی کرتے، جب یہ مصارف ہو رہے تھے تو میں تو یہی سمجھتا تھا کہ از روئے قواعد خلیفہ صاحب ایک واقف زندگی کا حق اس کو دے رہے ہیں، مجھے اس وقت ہرگز یہ علم نہ تھا کہ ان کے کیا ارادے ہیں۔ منشی صاحب نے ان ارادوں کو بے نقاب کر دیا ہے۔ گویا جب خلیفہ صاحب کسی واقف زندگی کے اہل خانہ کے لئے کچھ خرچ کرتے ہیں تو ان کا مقصد کچھ اور ہوتا ہے۔ ان کی نظریں کسی اور جگہ لگی ہوئی ہوتی ہیں۔ اگر منشی صاحب کی یہ بات تسلیم کر لی جائے تو یہ بھی سنگین قسم کی خیانت ہے۔ خبیث مقصد کے لئے .... قوم کا روپیہ صرف کرنا قابل تعزیر جرم نہیں تو اور کیا ہے۔ ایسے امام کی ان خیانت کاریوں پر منشی صاحب اور ان کے ہم پرواز ہی فخر کر سکتے ہیں وہ ہی اس کو منفرد مناہات کے طور پر پیش کر سکتے ہیں کہ "حضور" نے ان کی بیویوں پر رقم خطیر صرف کی اور ان کو ممنون احسان کیا لیکن وہ اس بات کو فراموش کر گئے ہیں کہ خلیفہ صاحب یہ سب کچھ اپنے پاس سے خرچ نہیں کرتے۔ اس واسطے ان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ اپنی خیانت کاریوں کو احسان کے طور پر پیش کریں۔ جو رقوم انتخابات پر خرچ ہوتی ہیں۔ وہ کس پر احسان ہوتا ہے۔ جو ۱۰۰۰۰۵ روپیہ چوہدری ظفر اللہ خان کو دیا گیا وہ کس پر احسان ہے۔ کیا کبھی وہ کہہ دیں گے کہ انہوں نے چوہدری صاحب پر احسان کیا تھا۔

حقیقت پسندوں کا یہی تو اعتراض ہے کہ خلیفہ صاحب نے انجمن کے خزانے کے ساتھ جو ریتا گرا رکھا ہے وہ مال مفت دل بے رحم کا مصداق ہے۔

خاکسار۔ ملک عزیز الرحمٰن سابق سپرنٹنڈنٹ پرائیویٹ سیکرٹری خلیفہ ربوہ، حال گورنمنٹ کنٹریکٹر لاہور

احکام الٰہی کی متابعت ہی کامیابی اور بہتری کا موجب ہو سکتی ہے

حضرت نبی کریم صلعم صحابہ کرام اور آئمۂ دین کی متابعت احکام الٰہی

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۴ر جون ۱۹۵۷ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا وکانوا بآیتنا یوقنون ——————— (سورۃ السجدہ)

انبیاء کی ذمہ داریاں اور فرائض

تمام انسانیت میں جن لوگوں کا رتبہ بڑا ہے وہ انبیاء علیہم السلام ہیں، قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے رتبہ کے لحاظ سے ان کے فرائض اتنے ہی مشکل ہیں، بعض لوگوں نے یہ سمجھا ہوا ہے کہ جتنا بڑا رتبہ ہو اتنے ہی اختیارات بھی زیادہ ہونے چاہئیں لیکن قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ جتنا جتنا کسی کو بڑا مرتبہ دیا جاتا ہے اتنی ہی اس کی ذمہ داریاں اور فرائض بھی بڑھ جاتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لیکر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک سب انبیاء کو حکم ہے کہ خدا کے حکموں پر چلو، ورنہ پوچھے جاؤ گے یا یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض اے داؤد تم پیغمبر بھی ہو اور تمہیں بادشاہت بھی عطا کی گئی ہے فاحکم بین الناس بالحق تمہیں چاہئے کہ حق و انصاف کے ساتھ لوگوں کے معاملات طے کرو، ولا تتبع الھوی نفس پرستی نہ کرنا تم پیغمبر بھی ہو اور بادشاہ بھی ہو، باوجود ان مراتب کے اگر نفس پرستی کرو گے تو فیضلک عن سبیل اللہ صحیح راستہ سے بھٹک جاؤ گے اور دونوں چیزیں تباہ ہو جائیں گی ان الذین یضلون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید اللہ کی راہ سے بھٹک جانے والوں کے لئے عذاب شدید ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کی ذمہ داریاں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی فرمایا اتبع ما اوحی الیک من ربک، آپ کا فریضہ ہے کہ جو حکم آپ کو خدا تعالےٰ کی طرف سے دیا جاتا ہے اس پر چلنا ہوگا ولئن اتبعت اھواءھم من بعد ما جاءک من العلم انک اذاً لمن الظلمین، اگر آپ خدا کی طرف سے علم آجانے کے بعد لوگوں کی خواہشات کی پیروی کریں گے تو ظالموں میں سے ہو جائیں گے

اور فرمایا بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسلتہ اور اسی طرح فرمایا فاستمسک بما اوحی الیک۔ مضبوطی کے ساتھ ان احکام کو پنجہ مارو جو آپ پر وحی کئے گئے ہیں انک علیٰ صراط مستقیم۔ اس صورت میں آپ سیدھے رستے پر ہوں گے وانہ لذکر لک ولقومک قرآن پر اگر مضبوطی کے ساتھ چلو گے تو آپ کے لئے باعث شرف ہوگا اور آپ کی قوم کے لئے بھی، ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت احساس ہوا اور اکثر آپ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ احکام الٰہی کی پوری اتباع کی جائے اور کس طرح ساری قوم اللہ تعالےٰ کے احکام پر عمل پیرا ہو، آپ نے فرمایا شیبتنی ھود، سورہ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا کر دیا، آپ نے اس کی تفصیل بیان نہیں فرمائی، لکھا ہے کہ ایک بزرگ نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ سے پوچھا کہ حضور سورۃ ہود میں وہ کونسی آیت ہے جس نے آپ کو بوڑھا کر دیا، فرمایا فاستقم کما امرت جیسا تجھے حکم دیا گیا ہے سیدھا چلتا رہ۔

احکام الٰہی کی متابعت کا احساس

تو آپ نے دیکھا کہ پیری اور گدی نشینی سہل ہے لیکن پیغمبری اور امامت مشکل ہے اور اس کا احساس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو بہت تھا۔ کہ احکام الٰہی کی اتباع کی جائے ایک دفعہ ایک قریشی عورت چوری کے الزام میں پکڑی گئی، لوگوں کو بہت پریشانی لاحق ہوئی۔ کہ قوم کی بڑی بدنامی ہوگی، کہ قریشی عورت چوری کے الزام میں سزا ہوئی، ساری مسلمان قوم بدنام ہو جائے گی، اسامہؓ سے نبی کریم صلعم کو بہت پیار تھا۔ لوگوں نے اُن سے کہا کہ نبی کریم صلعم سے سفارش کرو کہ اس قریشی عورت کو سزا نہ دیں ورنہ قوم بدنام ہو جائے گی، انہوں نے آکر نبی کریم صلعم سے سفارش کی، آپ نے فرمایا ھلک من کان قبلکم اذا سرق منھم الشریف ترکوہ واذا سرق منھم الضعیف لم یترکوا، تم سے پہلی قومیں اسی لئے ہلاک ہو گئیں کہ جب اُن میں سے کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے، اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس کو سزا دیئے بغیر نہ چھوڑتے، فرمایا جس قوم کی یہ حالت ہو کہ غرباء پر تو حدیں پڑتے ہوں، اور امراء سے کوئی باز پرس نہ کی جاتی ہو، یہ قوم ہلاک ہو گئی، اور فرمایا اتشفع فی حد من حدود اللہ اے اسامہ کیا تم حدود اللہ کو توڑنے کی سفارش کرتے ہو، خدا کی قسم ایسا نہ ہوگا، اگر فاطمہ بنت محمدؐ بھی چوری کرے تو اُس کے بھی ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے، یہ تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا احساس کہ احکام الٰہی کی پوری فرمانبرداری ہونی چاہیئے۔

نبی کریم صلعم کی بے نفسی کی ایک مثال

اسی طرح دیکھئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کا نفس نہیں، خدا اور اس کے احکام آپ کے سامنے ہیں، آپ نے معاذ بن جبل کو یمن کا گورنر مقرر کیا تو اُن سے پوچھا بم تحکم حکومت کس طرح کرو گے؟ کس طرح معاملات کا فیصلہ کرو گے؟ کوئی کالج تو آپ نے بنایا نہیں تھا کوئی سول یا ملٹری کالج نہیں تھا جس میں طرز حکومت یا قضا کی تعلیم دی جاتی ہو، آپ کی مجلس ہی کالج تھی، معاذؓ نے جواب دیا بکتاب اللہ۔ اس جواب سے ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسی جمہوریت پیدا کی تھی، کیسا بے نفس ہے یہ انسان اگر نفس پرست ہوتا، اور اپنی غیر واجب تعظیم کا سبق دیا ہوتا تو معاذؓ کا جواب یہ ہوتا کہ حضور ہم تو جانتے نہیں، حضور جس طرح حکم دیں گے اسی طرح کیا جائیگا اس امتحان میں بڑے بڑے بادشاہ اور بڑے بڑے علماء گر گئے، بادشاہوں کے دربار میں یہ کہنا مشکل ہوتا تھا (الا ماشاء اللہ) کہ ہم کتاب اللہ پر چلیں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر پوچھا ان لم تجد اگر کتاب اللہ سے تمہیں ایسی ہدایت نہ مل سکے جس سے تم فیصلہ کر سکو تو پھر کیا کرو گے؟ معاذؓ نے جواب دیا بسنۃ رسولہ۔ میں رسول خدا کی سنت . . . کے مطابق عمل کروں گا، اگر حضرت نبی کریم صلعم (معاذ اللہ) نفس پرست ہوتے تو کہتے بس اب حد ہو گئی، یہی ٹھیک ہے! . . . .
لیکن پھر فرمایا ان لم تجد اگر سنت رسول میں بھی تمہیں وہ بات نہ ملے تو پھر؟ معاذؓ نے کہا اجتھد برایی یعنی میں اپنے قیاس سے کام لوں گا، اس پر آپ خوش ہو گئے . . . .

حضرت ابوبکرؓ کا اعلانِ متابعت

یہی حال آپ کے جانشین صحابہؓ کا تھا، حضرت ابوبکرؓ جب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اعلان کیا کہ لوگو! اس وقت تک میری اطاعت کرنا جب تک میں اللہ اور رسول کی اطاعت کروں، فان زغت فقوموني، اگر میں ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کر دینا فی الحقیقت جمہوریت میں قوم ذمہ دار ہے کہ اپنے لیڈروں کو سیدھا کرے۔ چنانچہ قوم میں سے ایک شخص نے جواب دیا ان زغت لقومناك باسنة رماحنا، اگر تو ٹیڑھا ہوگا تو ہم اپنے نیزوں کی انیوں سے تمہیں سیدھا کر دیں گے۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ بھی کہہ دیا کہ تم نے مجھے امیر بنا لیا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ میں بہتر شخص نہیں ہوں۔ ایسا ہی حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ای سماء تظلني وای ارض تقلني کونسا آسمان میرے اوپر سایہ فگن ہوگا اور کونسی زمین مجھے اپنی پیٹھ پر اٹھائے گی اگر میں کتاب اللہ کا بے علمی سے ترجمہ کروں

حضرت عمرؓ کا قرآن پر عمل

ایسا ہی حال حضرت عمرؓ کا تھا۔ انہوں نے ایک بوڑھی عورت سے معافی مانگی جس نے آپ کے اس اعلان پر کہ اپنے مہروں کو کم کرو، ورنہ میں حد بندی کر دوں گا، بھری مجلس میں جواب دیا کہ اے خطاب کے بیٹے! خدا تعالیٰ تو ہمیں دیتا ہے اور تو قوم کو محروم کرتا ہے اور ساتھ ہی قرآن کی یہ آیت پڑھ دی وآتيتم احداهن قنطاراً فلا تاخذوا منه شيئاً اور حضرت عمرؓ نے جواب میں کہا نساء المدينة افقه من عمر، مدینہ کی عورتیں بھی عمر سے زیادہ قرآن سمجھتی ہیں، جس قوم میں ایسے لوگ موجود ہوں وہی زندہ رہنے کے قابل ہے، کس قدر کمال ہے رسول صلعم کا۔

حضرت عمرؓ سے ایک شخص نے فتویٰ پوچھا کہ میں نے حالت احرام میں ہرنی کا شکار کر لیا ہے۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ حضرت عمرؓ نے عبدالرحمٰن بن عوف کو بلایا اور یہ سوال ان کے سامنے رکھا۔ انہوں نے کہا کہ جو جانور مارا ہے اس کے مثل جانور کی قربانی دیدے، اس پر وہ شخص حضرت عمرؓ سے کہنے لگا کہ میں تو سمجھتا تھا کہ آپ امیرالمومنین ہیں آپ کو قرآن آتا ہوگا یہ عجیب ہے کہ آپ امیرالمومنین ہوکر دوسروں سے ..... قرآن کے مسائل پوچھتے ہیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا قرآن میں حکم ہے یحکم به ذوا عدل منکم دو آدمیوں کی پنچ ہونی چاہیئے، اس لئے میں نے اپنے ساتھ عبدالرحمٰن بن عوف کو بھی بلا لیا۔

حضرت عمرؓ کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کان وقافاً عند كتاب الله، جہاں قرآن کریم کا کوئی حکم آپ کے سامنے رکھا گیا آپ ٹھہر جاتے اور اپنی رائے کو چھوڑ دیتے تھے۔ کسی شخص نے آپ کی کچہری میں آکر کہا انت لا تحكم بالعدل ولا تعطينا بالجزل، آپ کو اس پر بڑا غصہ آیا، ایک حاشیہ نشین نے اسی وقت ...... قرآن کی آیت پڑھ دی، خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاهلين، معاف کر دیجئے اور نیکی کا حکم دیجئے، اور جاہلوں سے اعراض کیجئے، اور ساتھ ہی کہا وهذا من الجاهلين اور یہ شخص تو جاہلوں میں سے ہے لکھا ہے یہ سنتا تھا تو حضرت عمرؓ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔

مسلمانوں کا عملی نمونہ

یہ وہ قوم ہے جس کے لوگ جہاں گئے اور جنہوں نے انہیں دیکھا وہ ان کے کمال کے معترف ہو گئے۔ جہاں گئے لوگ انہیں دیکھ کر مسلمان ہو گئے وہ کمانڈر ہو کر گئے، تاجر بن کر دوسرے ملکوں میں پھرے ان کے وجود برکت کا موجب ہوئے اور قوموں کی قومیں ان کو دیکھ کر مسلمان ہو گئیں اس لئے کہ نبی کریم صلعم نے یہ بات دلوں کے اندر گاڑ دی تھی کہ احکام الٰہی کی اطاعت سب سے ضروری ہے آپ نے فرمایا انا اول المسلمین، میں سب سے پہلے احکام الٰہی کا تابعدار رہوں۔

حضرت عمرؓ کی تلقین عاملین کو

اسی طرح ایک بہت بڑا قاضی ابن مسعودؓ ہے اس کے خطوط ہیں ان میں وہ یہی تلقین کرتے ہیں کہ قرآن کریم پر عمل درآمد کرنا ضروری ہے۔ حضرت عمرؓ اپنے عاملین کو یہی تلقین کرتے تھے کہ تمہارے فیصلہ جات قرآن کریم پر مبنی ہونے چاہئیں اور قرآن کریم کے بعد سنت رسول کے موافق چل کر فیصلہ جات کرنے ہونگے۔

حضرت امام وقت کا عمل شریعت پر

ہمارے زمانہ میں بھی ایک امام آیا اور اس نے احکام الٰہی پر چلنے کی ہدایت کی، ایسے لوگوں کی زندگی بڑی مشکل ہوتی ہے، جس بات کی لوگوں کو ہدایت کرتے ہیں خود اس پر سختی سے کاربند نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ کی ناراضی ان کے لئے بڑی سخت ہے، ایک مشہور واقعہ ہے رمضان کی ۲۹ کو عید کا چاند نظر نہ آیا۔ دوسرے دن لوگوں نے روزے رکھ لئے حضرت مسیح موعودؑ کو الہام ہوا کہ "عید آج ہے چاہے کرو یا نہ کرو"۔ لوگوں نے پوچھا کیا روزے کھول دیں فرمانے لگے ہماری شریعت میں یہ نہیں لکھا کہ کسی ملہم کو الہام ہو جائے تو روزہ نہ رکھو، شریعت میں رویت ہلال شرط ہے اور اس کے لئے ایک دو مسلمانوں کی گواہی کافی ہے، یہ شخص ایماندار ہے، نفس پرست ہوتا تو کہہ سکتا تھا کہ خدا سے بڑھ کر کس کی گواہی ہو سکتی ہے، یہ خدا پرست انسان ہے، شریعت کو اپنے الہام پر مقدم سمجھتا ہے اس کے نزدیک حجت شریعت ہے اور ان کا الہام حجت نہیں ہے۔ ایسے واقعات سے ایمان کے اندر تازگی پیدا ہوتی ہے۔

تمام مسلمانوں کے لئے حکم

تمام مسلمانوں کے لئے یہ حکم ہے خذوا ما آتيناكم بقوة۔ جو احکام ہم نے بھیجے ہیں ان پر مضبوطی سے عمل پیرا ہوں، اور خدا کے بندوں کی یہ تعریف کی ہے، ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل عليهم الملائكة الا تخافوا ولا تحزنوا الخ اللہ تعالیٰ نے یہ مضبوط ایمان اور اس پر استقامت ہی باعث نجات ہے، ڈھیلم ڈھالم مذہب کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

اس آیت میں جو میں نے شروع میں پڑھی ہے فرمایا وجعلنا منهم ائمة يهدون بامرنا لما صبروا۔ ہم نے ان میں امام بنا کر بھیجے ہیں جن کا کام یہ ہے کہ ہمارے احکام پر عمل پیرا ہونے کی ہدایت دیں، وہ اس گدی پر بیٹھ کر اپنی منشاء کے مطابق حکم نہیں دیتے وہ یہ نہیں کہتے کہ جو کچھ ہم کہیں وہ کرو، ان کی تمام تقریروں، تحریروں ان کے اٹھنے اور بیٹھنے میں خدا کا حکم مقدم ہوتا ہے تمام بزرگوں کی کتابیں پڑھو پہلے آیت قرآنی لکھتے اور خدا کی حمد کرتے ہیں، ان کے کلام میں ہدایت اور رہنمائی پائی جاتی ہے اور اس رستہ میں جو بھی تکالیف پیش آئیں انہیں وہ صبر سے برداشت کرتے ہیں اور استقلال کا ثبوت دیتے ہیں مصائب کے سامنے اعتقادات کو نہ تو ترک کرتے ہیں اور نہ ان کو تبدیل کرتے ہیں وكانوا باياتنا يوقنون وہ ہماری آیات، ہمارے احکام پر یقین رکھتے ہیں، اور یہی لوگوں کو تلقین کرتے ہیں کہ ان احکام پر چلو گے تو تمہاری کامیابی ہوگی اور خدا کے ہاں سرخروئی نصیب ہوگی ٭

درخواست دعا

ہمارے محترم دوست آفتاب عالم صاحب بعض دفتری مشکلات کی وجہ سے سخت پریشانیوں میں مبتلا ہیں اور احباب جماعت سے متدعی ہیں کہ ان کے لئے درد دل سے دعا فرمائی جائے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان پریشانیوں سے نجات بخشے۔

میرے قبولِ احمدیت کی داستان

محمد عبدالستار [از مشرقی پاکستان]

محمد عبدالستار صاحب مشرقی پاکستان کے ایک ہونہار نوجوان ہیں جو تھوڑے سے عرصہ سے تحصیل علم دین کے لئے لاہور تشریف لائے ہوئے ہیں، انہوں نے ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کے ایک اجلاس میں اپنے قبول احمدیت کی داستان ذیل کے مقالہ کی صورت میں سنائی جو امید ہے قارئین پیغام صلح کے لئے موجب ازدیاد ایمان ہوگی۔

محترم صاحب صدر، بزرگان قوم اور میرے پیارے دوستو!

میرے چند عزیز دوستوں نے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ میں اس میٹنگ میں اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ تو میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ میں اپنے احمدیت قبول کرنے کے متعلق کچھ عرض کروں۔

ایک خیال

بچپن سے میرے دل میں موجودہ زمانہ کی حالت دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق امام مہدی کا آنا واقعی ضروری ہے تو اسی زمانہ میں ہی آنا چاہیئے۔ میں بچپن میں اپنے والد صاحب کے ساتھ میمن سنگھ ضلع کے شیرپور شہر میں چلا گیا تھا۔ وہاں کے ہر ایک مولوی سے میں پوچھتا تھا کہ حضرت امام مہدی کب ..... آئیں گے۔ کسی نے کہا کہ امام مہدی کا زمانہ بہت دور ہے اور کسی نے کہا کہ چالیس سال کے بعد آئیں گے یا اور کچھ عرصہ بعد آئیں گے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اس قسم کی باتوں سے میرے دل کی تسلی نہیں ہوتی تھی۔ کسی شخص نے بھی ایسا جواب نہ دیا جس سے میری تسلی ہو سکتی۔

قادیانی مہدی کی تلاش

آخر ایک دن ایک مشہور عالم مولانا روح الامین جو بنگال کے چوبیس پرگنہ کے رہنے والے تھے ہمارے شہر میں تقریر کرنے کے لئے آئے ان کے آنے پر وہاں ایک عظیم الشان جلسہ کا انتظام کیا گیا۔ میں بھی اس جلسہ میں شریک ہوا۔ مولانا نے لمبی چوڑی تقریر کی۔ اور آخر میں سب لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگے اے میرے بھائیو! سنو! تم لوگ اپنے ایمان کو بچانے کی کوشش کرو۔ میں آپ لوگوں کو ایک بات سے ہشیار کر دینا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ قادیان میں (نعوذ باللہ) ایک کذاب ظاہر ہوا ہے جو امام مہدی ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے، آپ لوگ اس جھوٹے مہدی کے فریب میں مت آیئے گا۔

مولانا کی اس بات سے مجھے حیرانی ہوئی۔ میں پریشان کن خیالات کو لئے ہوئے شام کو گھر واپس آیا اور سوچنے لگا کہ مولانا نے قادیان کے اس شخص کے متعلق جو بات کہی ہے اس کی تحقیق ضرور کرنی ہے۔ کوئی شخص کہ خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم یا اعلےٰ درجہ کا آدمی کیوں نہ ہو اس کے کسی بات کو جھوٹا کہہ دینے سے ہی وہ جھوٹ نہیں بن جاتی۔ مگر میں نے تو صرف قادیان کا نام سنا تھا اور پورا پتہ نہیں تھا اس لئے اس وقت تحقیق کرنے کا کوئی رستہ نظر نہ آیا مگر میں ہمیشہ اس بات کا پتہ لگانے کی کوشش کرتا رہا۔

قادیانی مشن میں

آخر ۱۹۵۰ء میں میٹرک کا امتحان دے کر میں ڈھاکہ میں آیا۔ میں جس جگہ رہتا تھا اس کے نزدیک ایک مسجد تھی جہاں میں نماز ادا کیا کرتا تھا۔ ایک دن باتوں ہی باتوں میں اس مسجد کے امام صاحب سے میں نے امام مہدی کے ظہور کے متعلق پوچھا اور قادیان میں ایک شخص کے امام مہدی ہونے کا دعوےٰ کرنے کے متعلق بھی دریافت کیا یہ بات سن کر وہ غصہ میں آ گیا اور کہنے لگا کہ (نعوذ باللہ) اس شیطان کے متعلق مت پوچھو، وہ تو مسلمانوں کے ایمان خراب کر رہا ہے۔ ہمارے ڈھاکہ میں بھی اُن کا ایک مشن ہے اور وہ بخشی بازار میں موجود ہے میں نے اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا اور گھر چلا آیا۔

دوسرے دن صبح کو میں گھر سے نکلا اور پوچھتے پوچھتے بخشی بازار پہنچا اور قادیانی مشن میں جا کر اُن کے مولوی صاحبان سے بات چیت کی، جنہوں نے کئی ایک ٹریکٹ مجھے دیئے۔ اُس دن سے میں وہاں جانے آنے لگا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتابیں پڑھنی شروع کیں اور خدا تعالےٰ سے دعا کرنے لگا کہ مجھے صحیح راستہ دکھلائے۔ آخر خدا تعالےٰ نے میرے دل میں روشنی ڈالی اور میں سمجھ گیا کہ واقعی حضرت مرزا صاحب امام مہدی مسیح موعود اور چودھویں صدی کے مجدد ہیں اس کے بعد میں نے بیعت کر لی۔ اور برابر وہاں جانے لگا۔

دعوےٰ نبوت کا ذکر

مگر آہستہ آہستہ وہ لوگ ایسی ایسی باتیں کرنے لگے جس سے میرے دل کو بہت دُکھ پہنچا۔ وہ کہنے لگے کہ حضرت مرزا صاحب نبی تھے اور تمام غیراحمدی کافر ہیں اور اُن کے ساتھ شادی نکاح وغیرہ حرام ہے۔ اس قسم کی باتیں سُن کر میرے دل میں شبہ پیدا ہو گیا۔ اور یہ خیال ہونے لگا کہ اگر واقعی مرزا صاحب نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے تو وہ ہرگز امام مہدی نہیں ہو سکتے۔ حضرت امام مہدی کو مان کر میرے دل میں ایک جوش و جذبہ پیدا ہو گیا تھا مگر اس وقت سے میری بے چینی بہت بڑھ گئی۔

جماعت احمدیہ لاہور کے مشن میں

ایک دن میں پورانہ مغل ٹولی سے گذر رہا تھا کہ اچانک ایک سائن بورڈ میری نظر پڑا جس لکھا تھا "EAST PAKISTAN ISLAM MISSION" میں اس کو دیکھ کر خوش ہوا اور ایک آدمی سے پوچھنے کے بعد آگے بڑھ کر اندر گیا وہاں جماعت احمدیہ لاہور کے مشنری مولانا عبدالصمد جمالی تھے، ان سے بات چیت کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ حضرت مرزا صاحب کی جماعت میں دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ حضرت مرزا صاحب کو نبی مانتا ہے اور دوسرا گروہ آپ کو مجدد مانتا ہے۔ یہ بات سُن کر میرا مردہ دل پھر زندہ ہونے لگا۔ میں وقتاً فوقتاً جناب مولانا عبدالصمد صاحب جمالی سے بات چیت کرنے جاتا اور ہر ایک قسم کے سوالات کرتا اور ان سے تسلی بخش جواب پاتا۔ میں نے قادیانی اور لاہوری جماعت کے حوالجات اپنے سامنے رکھے، اور سوچنے لگا کہ کیا واقعی حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ آخر مجھے یقین ہو گیا کہ ہرگز ہرگز ان کا دعوےٰ نبی ہونے کا نہیں اور قادیانی جماعت افتراء کر کے اُن پر دعویٰ نبوت کا الزام لگاتی ہے، اس وقت میرا ایمان پختہ ہو گیا کہ واقعی حضرت مرزا صاحب امام مہدی ہیں اور لاہوری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہی حضرت صاحب کی حقیقی جانشین ہے۔

احمدیت کا حقیقی مشن

اس کے بعد میں نے مولانا عبدالصمد صاحب جمالی سے کئی اور مسائل کے بارہ میں گفتگو شروع کی۔ اور مسیح موعود علیہ السلام اور جماعت کے بزرگوں کی کتابیں پڑھنے لگا جس سے مجھے پتہ چلا کہ

(۱) احمدیت ایک ایسا اتحاد پذیر اسلام پیش کرتی ہے جس میں کوئی کلمہ گو کافر نہیں ٹھیرتا۔

(۲) احمدیت اس مادیت کے دور میں اسلام پر حملوں کے دفاع اور تمام غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے کوشاں ہے۔

(۳) احمدیت ختم نبوت کی قائل ہے اور یہ یقین رکھتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے بعد کوئی نیا یا پُرانا نبی نہیں آ سکتا۔

(۴) احمدیت تمام روئے زمین پر اشاعت اسلام کا نام بلند کرنے کے لئے کھڑی ہوئی ہے۔

ابتلاء اور کامیابی

پس جب میں نے حقیقی طور پر احمدیت کو تسلیم کر لیا اس کے بعد میرا امتحان شروع ہو گیا۔ میرے گاؤں والوں نے شدت سے مخالفت شروع کی اور ایک دفعہ مجھ پر حملہ بھی کیا۔ اور بہت سی رکاوٹیں پیدا کرنے لگ گئے۔ یہاں تک کہ اُن کو برداشت کرنا ایک مشکل امر معلوم ہونے لگا میں نے ان سب روکاوٹوں اور مشکلات کی پروا نہ کی اور اللہ تعالےٰ کے بھروسہ پر دن گذارنے لگا اور سوچنے لگا کہ اگر احمدیت سچ ہے اور حضرت میرزا صاحب واقعی اللہ تعالےٰ کی طرف سے آئے ہیں تو اللہ تعالےٰ میری ضرور مدد کرے گا۔ آخر میں نے زندہ خدا کے زندہ معجزہ کو دیکھ لیا۔ وہ لوگ جو میرے جانی دشمن تھے اور ہر کام میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کیا کرتے تھے بعد میں مجھ سے اچھا سلوک کرنے لگ گئے۔ جس سے میں نے سمجھ لیا کہ اللہ تعالےٰ کبھی کسی مامور من اللہ کے پیرو کو برباد نہیں کرتا۔ اور ان کو آخر میں کامیاب کر دیتا ہے۔ لیکن اس کامیابی سے پہلے ان کو اچھی طرح پرکھ لیتا ہے کہ وہ واقعی اس کامیابی کے مستحق بھی ہیں یا نہیں۔

مامور کی صداقت کا نشان

خدا تعالےٰ رؤف الرحیم ہے اور چاہتا ہے کہ لوگ کسی طرح ظلمات سے نور کی طرف آئیں۔ بڑے بڑے اولعزم ماموریں کی شناخت کے لئے . . . . ان کی آمد کا کوئی نشان بھی بتا دیتا ہے۔ مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ موجود ہے اور ہونا چاہیئے صرف ماموریں ہی وہ ایمان کو پیدا کر سکتے ہیں۔ ماموریں خدا کے وجود پر شاہد ہوتے ہیں اور خدا ماموریں کی صداقت پر شاہد ہوتا ہے مگر مامور کے پہچاننے میں بہت سی مشکلات حائل ہوتی ہیں۔ اپنے بیگانے اور دوست دشمن ہو جاتے ہیں۔ اور ایک وقت ایسا آجاتا ہے کہ ہر طرف سے یزیدی افواج نظر آتی ہیں اور دوسری طرف جری اللہ ایک مضبوط چٹان کی طرح اپنی کامیابی اور فتح کا نعرہ بلند کرتا ہوا پکارتا ہے ؎

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

تاریخ کے اوراق دیکھ لیجئے واقعی جو لوگ خدا کا مشاہدہ کر لیتے ہیں اُن میں خدا کے لئے ایک جذبہ پیدا ہو جاتا ہے خدا کے ذکر سے وہ ایک لذت محسوس کرتے ہیں اور باقی دنیا ان کو بیگانہ نظر آتی ہے

احمدیت کے فرائض

لیکن مامور کو مان لینا ہی کافی نہیں۔ اس کے ساتھ کئی ایک فرائض عائد ہوتے ہیں۔ ہمارے اس زمانہ کے امام حضرت میرزا غلام احمد علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جس عقیدہ کی بنیاد قرآن وسنت پر نہیں وہ اسلام نہیں ہو سکتا۔ وہ پیش کرنے والے کا دماغی تخیل ہے۔ آپ نے اس بات پر زور دیا کہ ہر احمدی قرآن کی ہدایت کے مطابق اسلام کا مبلغ بنے اور سب سے پہلے اپنے اور اپنے والدین اور اقرباء کو پکا مسلمان بنانے کی کوشش کرے۔ حضرت امام الزمان نے کسی دنیاوی غرض کے لئے متبعین سے بیعت نہ لی تھی۔ آپ کا مقصد حکومت حاصل کرنا نہ تھا۔ مال و دولت جمع کرنا آپ کا کام نہ تھا۔ بلکہ محض اللہ کے نام کو بلند کرنے کا اقرار لیتے تھے۔

جماعت احمدیہ کی فتح عظیم

مگر جس طرح آنحضرت (صلعم) کے عہد مبارک میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناکام بنانے کی کوشش کی گئی اس مامور من اللہ کے وقت میں بھی یہی ہوا اور ابھی تک ہو رہا ہے۔ مگر آپ کے مشن کو آج اس حد تک کامیابی ہوئی ہے کہ غیر قوموں نے بھی اسلام کی صداقت کو تسلیم کر لیا ہے۔ آج یورپ بھر جہاں کہیں بھی اسلام اور قرآن کا نام سنا جاتا ہے۔ غور کیجئے یہی وہ مشن تھا جس کے لئے حضرت مسیح موعود مامور ہوئے تھے۔ آج کے بدلے ہوئے حالات پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ حضرت امام الزمان اپنے دعوے اور مشن میں کامیاب ہیں آج وہی اصول قابل قبول ہیں جن کو حضرت مسیح موعود نے دنیا کے سامنے پیش کیا، کیا آج بھی کوئی مخالف اس فتح عظیم پر شبہ کر سکتا ہے

حضرت مامور من اللہ کی علمی و روحانی فتوحات

اسلام کا کوئی مسئلہ نہیں ہے جس پر آپ نے قلم نہ اُٹھائی ہو۔ ہستی باری تعالےٰ۔ صفات باری تعالےٰ۔ ملائکہ۔ وحی۔ الہام۔ معجزات فلسفہ حقیقت جنت و دوزخ۔ مسئلہ شفاعت۔ جہاد وغیرہ وغیرہ۔

لارڈ ہیڈلے نے جب آپ کی کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی پڑھی تو اس پر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ اللہ اللہ۔ یہ ہے اسلام، یہ ہے اسلام۔ یورپ کے جس شخص نے اس کتاب کو پڑھا وہ اسلام کی تعریف کرنے لگا۔ حضرت خواجہ کمال الدین (رح) نے ایک دفعہ فرمایا کہ میں نے لندن کے ایک جلسہ میں تقریر کی جس کے بعد حاضرین نے اعتراضات کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔ مگر اس کے جواب کے لئے مجھے کوئی دقت نہ ہوئی۔ کیونکہ کوئی اعتراض ایسا نہ تھا جس کا جواب میں نے پہلے ہی حضرت صاحب کی کتابوں میں نہ پڑھا تھا۔ دراصل خدا تعالےٰ نے آپ پر علم کے دروازے کھول دیئے تھے۔

مامور الٰہی کا کلام دنیا میں پہنچاؤ

آپ نے اعلان فرمایا کہ میں اسلام کی صداقتوں کا زندہ ثبوت ہوں، خدا مجھ پر ظاہر ہوا وہ مجھ سے کلام کرتا ہے۔ میری دعاؤں کو سنتا ہے۔ اور اُن کے جواب دیتا ہے۔ آپ نے نہایت وضاحت سے یہ بات پیش کی کہ اسلام صرف چند عقائد ہی کا نام نہیں بلکہ یہ ایک روحانی سائنس ہے۔ اس زمانہ میں اس روحانی سائنس کا علم مجھے دیا گیا ہے۔ ایسی حالت میں خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے کہ میں اسلام کی تعلیم کی خوبیاں ظاہر کر دوں اور پھر ان خوبیوں کا عملی ثبوت دوں اور اس کی تاثیروں کو دکھاؤں — ابھی ضرورت ہے کہ آپ کا علم کلام دنیا کے ہر کونہ میں پہنچایا جائے اور اس نور سے جو آپ لے کر آئے تھے دنیا کو روشن کیا جائے۔ جس قدر ان تصانیف کی اشاعت ہوگی اسی قدر دنیا میں روشنی پھیلے گی اور اسی قدر اسلام کا غلبہ دنیا میں ہوگا۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس رستہ پر چلنے کی اور دوسروں کو بھی اس سلسلہ میں شامل کرنے کی توفیق دے۔

وما علینا الا البلاغ

گورنمنٹ ہائی سکول تربیلہ کا شاندار نتیجہ

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔

گورنمنٹ ہائی سکول تربیلہ کو ہائی ہوئے صرف دو سال ہوئے ہیں۔ سکول کی بلڈنگ چار کمروں پر مشتمل ہے۔ طلباء کو اکثر گرما کے کی دھوپ، شدت کی سردی اور طوفان باد و باراں میں صحن وغیرہ غیر محفوظ جگہ پر بیٹھ کر تعلیم حاصل کرنی پڑتی ہے، عوام کو بھی تعلیمی پس ماندگی کی وجہ سے تعلیم سے کوئی خاص دلچسپی نہیں۔ ایسے نامساعد اور ناموافق حالات میں اس سکول سے کسی شاندار نتیجہ کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ لیکن سکول ہذا نے اپنے دیانتدار فرض شناس، بلند اخلاق و بلند کردار، قوم پرور اور مخلص ترین ہیڈ ماسٹر محمد اسحاق خاں ایم اے بی ٹی کی سرپرستی میں ایسے عمدہ نتائج دکھائے ہیں کہ جنہیں دیکھ کر ہم اپنے مخلص ہیڈ ماسٹر اور ان کے دیانتدار رفقائے کار کی حسن کارکردگی کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ گذشتہ سال سکول ہذا اپنی تحصیل میں اوّل رہا اور امسال نہ صرف تحصیل میں فسٹ ہے بلکہ ضلع بھر میں اوّل آنے والے سکولوں کی صف میں شامل ہے امسال سکول ہذا کے چوبیس امیدواروں میں سے بیس کامیاب

مصلح موعودؑ کی پیشگوئی پر ایک محققانہ نظر (قسط ۵)

چوہدری فضل الرحمٰن قمر صاحب سامانوی

مصلح موعود روحانی بیٹا ہوگا یا جسمانی؟

شق نمبر ۱:- میں دونوں جماعتوں میں یہ اختلاف ہے کہ ہمارے نزدیک مصلح موعود حضرت اقدسؑ کا روحانی بیٹا ہوگا ربوائی جماعت کے نزدیک وہ صلبی بیٹا ہے اور موجودہ بیٹوں میں سے ہی جناب میاں محمود احمد صاحب ہیں۔ ہم سردست میاں صاحب کی ذات کو چھوڑتے ہوئے یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے مصلح موعود کی پیشگوئی صلبی بیٹا ہونے کی حیثیت سے نہیں کی بلکہ صرف روحانی بیٹا ہونے کی حیثیت سے کی ہے جیسا کہ فرمایا:-

(۱) "خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ تیری برکات کا دوبارہ نور ظاہر کرنے کے لئے تجھ سے ہی ۔۔۔۔۔۔ اور تیری ہی نسل میں سے ایک شخص کو کھڑا کیا جائے گا۔" تحفہ گولڑویہ

(۲) "وہ پیشگوئیاں ضرور پوری ہوں گی اور ایسے لوگوں کے ہاتھ سے انکی تکمیل کرائی جائیگی کہ جو پورے طور پر پیروی کی راہوں میں فانی ہونے کی وجہ سے اور

(۳) "اللہ تعالیٰ مسیح موعود کو ایک فرزند عطا کرے گا جو اپنے باپ سے پوری مشابہت رکھے گا اور اس میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوگی"

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۷۸)

ان حوالجات سے ایک اور ایک دو کی طرح یہ ثابت ہوتا ہے کہ مصلح موعود صرف روحانی تعلق کی وجہ سے بیٹا کہلائے گا اور وہ جسمانی بیٹا بھی ہو تو بھی روحانی تعلق کی وجہ سے ہی بیٹا کہلائے گا مقدم صلب نہیں بلکہ روحانیت ہے جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

" انا منك یا ابن رسول اللہ"

(تذکرہ ص۵۰۷)

اگر صلبی بیٹا ہونا قابل فخر ہوتا تو سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فخر ملتا اور اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کا روحانی باپ ہو کر یہ فیصلہ کر دیا کہ آئندہ روحانی وراثت کے حقدار صرف روحانی بیٹے ہونگے نہ کہ جسمانی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ وراثت حاصل کر کے ثابت کر دیا کہ نبی کی وارث، اس کی روحانی اولاد ہوتی ہے نہ کہ صلبی اور قولاً بھی یہ لکھکر تصدیق کر دی:-

"آل محمدؐ سے بھی کوئی دنیوی رشتہ مراد نہیں ہے بلکہ آل سے مراد وہ لوگ ہیں جو فرزندوں کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی مال کے وارث ٹھہرتے ہیں بلکہ ہر جگہ آل کے لفظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی مراد ہے نہ دنیوی رشتہ جو ایک سفلی اور فانی امر ہے جو موت کے ساتھ ہی لا انساب بینھم کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے نبی کا نفس کبھی اس بات پر راضی نہیں ہو سکتا کہ آل کے لفظ سے محض اس کی یہ غرض ہو کہ عام دنیاداروں کی طرح ایک سفلی اور فانی رشتہ کا لوگوں کو پیرو بنانا چاہیئے"۔

(تریاق القلوب حاشیہ ص۲۰)

ربوائی جماعت ایک طرف تو حضرت مسیح موعودؑ کو نبی مانتی ہے اور دوسری طرف یہ بھی کہتی ہے کہ حضور معاذ اللہ "عام دنیا داروں کی طرح" ایک "سفلی اور فانی رشتہ" کا لوگوں کا پیرو بنانا چاہتے تھے کیا آپ کی ذات پر یہ ایک ناپاک حملہ نہیں ہے کہ جس چیز کو آپ دنیاداروں کا طریق بتائیں وہ آپ کی طرف منسوب کیا جائے۔ دنیاوی رشتہ کو مقدم کرنا دنیاداروں کا کام ہے اور سفلی رشتہ کو رشتہ بنانا سفلی لوگوں کو زیب دیتا ہے۔ فانی رشتہ کو وہی رشتہ سمجھتے ہیں جن کو ابدی زندگی کی تمنا نہ ہو ورنہ روحانی ہستیاں تو ہمیشہ روحانی رشتہ کو ہی رشتہ سمجھتی ہیں اور قانون الٰہی بھی یہی ہے کہ غیر صالح کو صلبی بیٹا ہونے کے باوجود انہ لیس من اھلك کہکر ابنیت سے خارج کر دیا جاتا ہے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی بیٹا ہونے کی حیثیت سے ہی حضور صلعم کی وراثت پائی ہے جیسا کہ فرماتے ہیں:-

"جسمانی خیال کے لوگ ۔۔۔ تے تھے ۔۔۔ موعود کو حسنؓ کی اولاد بتایا اور کبھی حسینؓ کی اور کبھی عباسؓ کی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف یہ مقصود تھا کہ وہ فرزندوں کی طرح اس کا وارث ہوگا" (ایک غلطی کا ازالہ)

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مصلح موعود حضرت اقدسؑ کا جسمانی بیٹا ہوگا وہ آپ کے ارشاد کے موجب "جسمانی خیال کے" لوگ ہیں ورنہ حقیقت یہی ہے کہ وہ آپ کا بیٹا اسی طرح ہوگا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں اور جس کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے بھی "ابن رسول اللہ" کہکر فرمائی علاوہ ازیں ایک زبردست ثبوت اس بات کا کہ حضرت اقدسؑ کا وارث آپ کا روحانی فرزند ہوگا یہ ہے کہ حضور کے بیٹے موجود تھے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہاماً یہ دعا تلقین فرمائی کہ رب لا تذرنی فردا و انت خیر الوارثین اس کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ:-

"اگرچہ میں اس وقت اولاد بھی رکھتا ہوں ۔۔۔۔۔ لیکن روحانی طور پر بھی اکیلا ہوں اور تجھ سے ایسے لوگ چاہتا ہوں جو روحانی طور پر میرے وارث ہوں"

(حقیقۃ الوحی ص۲۳۷)

دیکھئے اولاد ہے مگر روحانی طور پر اپنے آپکو اکیلا تصور کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی جو عالم الغیب ہے یہ جانتا ہے کہ اس کی وارث جسمانی اولاد نہ ہوگی بلکہ روحانی ہوگی، اس لئے وہ بھی اولاد کے ہوتے ہوئے آپکو اکیلا سمجھکر یہ دعا سکھاتا ہے اگر جسمانی اولاد اس کے نزدیک وارث کہلا سکتی تو وہ تو موجود تھی اس کے ہوتے ہوئے پھر یہ دعا تلقین کرنا صاف بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات تھی کہ جسمانی اولاد میں سے کوئی روحانی وراثت کا اہل نہ ہوگا اس لئے یہ دعا الہام کی اولاد کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ "روحانی طور پر بھی اکیلا ہوں" اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جسمانی اولاد وارث بننے کی اہل نہیں اسی لئے آپ نے بقول مولوی اللہ دتہ صاحب چالیس روز مضطربانہ دعائیں کیں کہ اے خدا میری جسمانی اولاد تو ہے مگر وہ اپنے اعمال و عقائد کی خرابی کی وجہ سے میری وارث نہ ہوگی اس لئے

"تجھ سے ایسے لوگ چاہتا ہوں جو روحانی طور پر میرے وارث ہوں"

اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک جسمانی اولاد آپ کی وارث ہوتی تو پھر یہ دعا نہ سکھاتا کیونکہ وہ تو موجود تھی اور اگر حضرت مسیح موعودؑ جسمانی اولاد کو اپنا وارث سمجھتے تو پھر یہ دعا نہ کرتے چونکہ آپ کو ۔۔۔

کی وراثت نہ ہوگی اس لئے آہ و زاری کے ساتھ مضطربانہ دعائیں کیں جن کو اللہ تعالےٰ نے شرف قبولیت بخشا اور ایک روحانی بیٹے کی بشارت دی پس جسمانی اولاد کی موجودگی میں اللہ تعالےٰ کا یہ دعا سکھانا اور حضرت صاحب کا آہ و زاری سے اپنا وارث مانگنا صاف ثابت کرتا ہے کہ آپ نے جس بیٹے کے لئے دعا کی اور اس نے قبولیت کا شرف حاصل کیا وہ روحانی بیٹا تھا نہ کہ جسمانی علاوہ ازیں یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ باپ کی اولاد اس کے مرنے کے بعد وارث ہوتی ہے دنیا داروں کی موت ان کی جسمانی موت کے ساتھ ہو جاتی ہے جن کے بعد جسمانی بیٹے وراثت حاصل کر لیتے ہیں مگر مصلحین ربانی کی موت ان کی جسمانی موت سے نہیں ہوتی کیونکہ اس وقت اس سے فیض یافتہ اس کی روحانیت کے وارث جماعت موجود ہوتی ہے اور وہ زمانہ ایک مصلح کا اپنا زمانہ ہی ہوتا ہے اس لئے اس کی موت اس وقت سمجھی جاتی ہے جب اس سے فیض یافتہ لوگ اٹھ جاتے ہیں اس کی تعلیم پر عمل باقی نہیں رہتا ان کا علم دنیا میں نہیں رہتا اس وقت اس کی وراثت سنبھالنے کی ضرورت ہوتی ہے جس کے لئے اللہ تعالےٰ اس کے کامل متبعین میں سے کوئی روحانی فرزند اس کا وارث بنا کر کھڑا کر دیتا ہے۔ اگر ہماری بات کا یقین نہ ہو تو جناب میاں صاحب کے اس خطبہ کو پڑھنا چاہیئے جو الفضل مؤرخہ ۱۹؍ستمبر ۱۹۳۳ء میں شائع ہوا ہے جس میں آپ نے کہا کہ:۔

> "نبوت کا زمانہ اتنا قلیل نہیں ہوتا کہ جلدی ختم ہو جائے اگر اتنا قلیل ہو تو اس کا لطف ہی کیا ہوا۔
>
> پھر اس صورت میں کیا لطف ہے جبکہ اس کا جاری رکھنا نہ رکھنا بندوں کے سپرد نہ ہو لطف اسی میں ہے کہ اس زمانہ کو جاری رکھنا بندوں کے اپنے اختیار میں ہو وہ جس قدر چاہیں اسے وسعت دے لیکن حضرت مسیح موعود نے اسی کو قدرت ثانیہ قرار دیا ہے اور وہ خدا کے فضل سے جاری ہے اور جماعت ترقی کر رہی ہے اگر پرانے لوگ فوت ہوتے ہیں تو ایسے نوجوان پیدا ہو رہے ہیں جنہیں اخلاص اور قربانی پائی جاتی ہے اور اس زمانہ کو جاری رکھنا ہمارے اختیار میں ہے جب تک ہم میں حضرت مسیح موعود کی نیابت رہے گی وہ حضرت مسیح موعود کا ہی زمانہ ہوگا۔ ہاں جب یہ جاتی رہے گی اس وقت سمجھیں گے کہ نبوت کی برکات کا زمانہ دنیا سے جاتا رہا"

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ یہ زمانہ حضرت مسیح موعود کا اپنا زمانہ ہے یعنی روحانی طور سے ابھی آپ زندہ ہیں کیونکہ آپ کی تعلیم آپ کی جماعت کے ذریعے زندہ ہے ہیں . . . .

. . . . . . پھر اس صورت میں آپ کی روحانی وراثت کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا اور نہ ابھی کسی دوسرے مصلح کے آنے کی ضرورت ہے زمانہ دراز گزرنے کے بعد جب اس روحانیت پر موت وارد ہوگی، پھر اس کو زندہ کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ آپکی ذریت سے کوئی روحانی وارث کھڑا کرے گا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اٹھ جانے کے بعد مسیح موعود کو آپ کا بیٹا بنا کر آپ کی روحانیت کا وارث بنا دیا، جسمانی اولاد کو وارث قرار دینے والوں کو غور کرنا چاہیئے کہ کیا اللہ تعالےٰ نے آپ کو جسمانی وارث کے لئے دعا سکھلائی تھی یا روحانی وارث کے لئے اگر جسمانی اولاد کے لئے سکھائی تھی پھر وہ تو موجود تھی کیا یہ دعا عبث طور پر سکھائی گئی تھی؟ نہیں بلکہ اس میں یہی راز تھا کہ اس کے نزدیک جسمانی اولاد روحانیت کی وارث نہ تھی اور آپ اکیلے تھے اس لئے الہاماً یہ دعا سکھائی اور پھر اسے قبول کر کے یہ بشارت دی کہ ہم تجھ کو ایسا فرزند عطا کریں گے جو تیرے ساتھ پوری مشابہت رکھے گا اور اس میں کوئی کمی نہ ہوگی، اور وہی فرزند مصلح موعود ہوگا یہاں اگر کوئی یہ سوال کرے کہ وہ

روحانی بیٹا کس طرح کہلا سکتا ہے؟

اس کا پہلا جواب تو یہی ہے کہ جس طرح حضرت مسیح موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کہلا سکتے ہیں اسی طرح مصلح موعود آپ کا بیٹا کہلائے گا اگر وہ بیٹا نہیں ہو سکتا تو پھر ماننا پڑے گا کہ مسیح موعود نے بھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ہونے کا . . . . دعویٰ کیا وہ صحیح نہیں اور دوسرا جواب یہ ہے کہ تذکرہ صفحہ ۵۲۳ پر حضور کا یہ الہام درج ہے:۔

"کففت عن بنی اسرائیل"

اس کی تشریح میں آپ فرماتے ہیں کہ:۔

> "اور پھر فرمایا کہ یہ، تیری جماعت کے لوگوں کو جو مخلص اور بیٹوں کا حکم رکھتے ہیں بچالوں گا اس وحی میں خدا تعالےٰ نے مجھے اسرائیل قرار دیا ہے اور مخلص لوگوں کو میرے بیٹے اور اس طرح پر وہ بنی اسرائیل ٹھہرے"

جس طرح مخلص خدام کو آپ کا بیٹا قرار دیا گیا اسی طرح کامل اتباع کی وجہ سے مصلح موعود بھی آپ کا بیٹا ہوگا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ جناب میاں صاحب خود بھی یہ لکھ چکے ہیں کہ مصلح موعود آپ کا روحانی بیٹا ہوگا وہ کس طرح ہوگا اس کا جواب اپنی کتاب صداقتوں کی روشنی میں یوں دیتے ہیں:۔

> "زبان کے لحاظ سے بھی بیٹا آئندہ نسل کے کسی فرد پر بولا جاتا ہے . . . .
>
> سو اگر الہام الٰہی کی بنا پر ایک آئندہ ہونے والے لڑکے کی بشارت اس رنگ میں دے دی گئی کہ وہ تیری اولاد سے ہوگا تو کیا حرج ہوا جب دنیا اپنے طور پر ایک شخص کو صدیاں گزرنے کے بعد بھی ایک دوسرے شخص کا بیٹا قرار دیتی ہے اور عمر بن عبدالعزیز اور ہارون رشید امیہ اور عباس کے لڑکے کہلاتے ہیں تو کیا وجہ کہ خدا تعالےٰ حضرت مسیح موعود کی نسل میں سے کسی آئندہ ہونے والے لڑکے کو آپ کے لڑکے کے نام سے نہ پکار سکے . . . .
>
> خدا تعالےٰ تو خوب جانتا ہے کہ کون ان کا بیٹا ہونے کے لائق ہے اس لئے اگر کسی عظیم الشان لڑکے کی نسبت جو دنیا میں ایک تبدیلی پیدا کر دے خبر دی جائے اور کو حضرت صاحب کا بیٹا قرار دیا جائے تو کیا حرج ہے نبی کریمؐ نے بھی تو فرمایا ہے کہ اہل فارس میں سے جو ایمان لائے وہ بنی فاطمہ میں سے ہے کیا اہلِ فارس خود بنی فاطمہ کے لڑکے بن جاتے ہیں . . . .
>
> تو پھر حضرت اقدسؑ پر کیوں اعتراض کیا جاتا ہے کہ ان کو ایک لڑکے کا وعدہ تھا جو پورا نہ ہوا خدا کے وعدے ٹلا نہیں کرتے اور وہ پورے ہو کر رہتے ہیں اسی طرح یہاں بھی ہوگا ان الہامات سے یہ مراد نہ تھی کہ خود حضرت اقدسؑ کے لڑکا ہوگا بلکہ یہ مطلب تھا کہ آئندہ زمانہ میں ایک ایسا شخص تیری نسل سے پیدا ہوگا جو گویا خدا کے نزدیک تیرا ہی بیٹا ہوگا"

اگر ہمارے دوستوں کے نزدیک سنت اللہ و فرمان نبویؐ اور ارشاد مسیح موعود حجت نہیں تو نہ سہی اپنے مزعومہ "اُولوالعزم" "فخر رسل" خلیفہ کے اس فیصلے کو پڑھئے اور زبان حال سے کہئے کہ ؎

> زخمی کرے مجھ ہی کو میری آہ دلخراش
> میرا ہی تیر میرے کلیجے کے پار ہو

پس حوالہ جات بالا سے یہ ثابت ہے کہ مصلح موعود حضرت اقدسؑ کے جسمانی بیٹوں میں سے کوئی نہیں بلکہ

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

ماں بیٹی کی پہلی مجلس

مرتضیٰ خان حسن

قیصرہ:- "امی جان! رات آپ نے دیکھا میں کیسے ڈری"

ماں:- "ہاں بیٹی! تم ڈر کر میرے ساتھ لپٹ گئی تھی۔ میں سمجھی کہ تم کو کوئی ڈراؤنا خواب آیا ہے۔"

قیصرہ:- "ڈراؤنا خواب تو نہیں آیا لیکن رات ابا جان نے جو بھائی رشید کو دوزخ کی باتیں سنائیں اُن سے میں اس قدر ڈری کہ بس رات بھر ڈر ہی لگتا رہا۔ امی جان! کیا کہوں۔ ابا جان رشید سے کہہ رہے تھے کہ قیامت کے دن نہ ماں کام آئے گی نہ باپ۔ سب ایک دوسرے کو چھوڑ دیں گے۔ کیا سچ مچ امی جان تم مجھے چھوڑ دو گی؟ اور مجھے دوزخ سے نہیں بچالو گی؟"

ماں:- "بیٹی یہ سچ ہے قیامت کے دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔ اپنے اپنے عمل کام آئیں گے۔ ہمارے نبی پیغمبر نے تو اپنی بیٹی سے بھی فرما دیا تھا کہ بیٹی! یہ نہ سمجھنا کہ تم نبی کی بیٹی ہو اور بخشی جاؤ گی، خدا کے غضب سے تم کو میں نہیں بچا سکتا۔ تمہارے عمل تمہارے کام آئیں گے۔ یعنے اگر تم اچھے کام کرو گی تو بخشی جاؤ گی ورنہ نہیں۔"

قیصرہ:- "امی جان! پھر تم مجھے بتا دو اچھے کام کیا ہیں؟"

ماں:- "ہاں میں بڑی خوشی سے بتاؤنگی۔ پہلے بھی میں تم کو بتاتی رہی ہوں۔ نیک کام یہ ہیں نماز پڑھنا۔ قرآن شریف پڑھنا۔ ماں باپ اور استاد کا کہا ماننا۔ بڑوں کا ادب کرنا۔ سچ بولنا، بھوکے کو کھانا کھلانا۔ غریب کی مدد کرنا، فقیر کو خیرات دینا۔ یہ سب نیک کام ہیں۔ ایسے نیک کام کرنے والے بہشت میں جائیں گے۔ نماز نہ پڑھنا ماں باپ اور استاد کا کہا نہ ماننا۔ بڑوں سے گستاخی سے پیش آنا۔ جھوٹ بولنا گالی دینا۔ لڑائی کرنا۔ فقیر کو جھڑکنا۔ لوگوں سے لڑائی کرنا۔ چوری کرنا۔ دوسروں کی پیٹھ پیچھے برائی کرنا۔ یہ سب گناہ ہیں۔ ایسے گناہ کرنے والوں سے خدا ناراض ہوتا ہے۔ اور انہیں خدا دوزخ میں ڈالے گا۔"

قیصرہ:- "دیکھو امی جان! میں تو آپ کا کہنا مانتی ہوں نا۔ میں آپ کو سوئی میں تاگا ڈال دیتی ہوں۔ آپ کو لوٹے میں پانی لا دیتی ہوں۔ میں جھوٹ نہیں بولتی۔ بلقیس سے جو میری لڑائی ہوئی۔ آپ نے کہا سچ سچ کہدو کیا بات ہوئی تھی میں نے سچ سچ کہدیا تھا ذرا جھوٹ نہیں بولا۔ میں تو بہشت میں جاؤں گی نا؟"

ماں:- "ہاں بیٹی جو نیک کام تم کرو گی۔ خدا اس کا ثواب دے گا۔"

قیصرہ:- "اور ابھی مجھے نماز آتی نہیں۔ جب آپ مجھے نماز سکھا دیں گی تو میں ہر روز پڑھا کروں گی۔ اب بھی جس قدر مجھے آتی ہے میں دادی حضور کے ساتھ کھڑی ہو کر پڑھ لیتی ہوں۔"

ماں:- "شاباش! یہ تو مجھے امید ہے کہ تم نماز باقاعدہ پڑھا کرو گی۔ اور قرآن شریف بھی۔ دیکھو تمہاری بڑی آپا پانچ وقت نماز بھی پڑھتی ہے اور صبح کے وقت قرآن شریف بھی پڑھتی ہے۔"

قیصرہ:- "امی جان اگر میں نماز پڑھوں گی، قرآن مجید پڑھوں گی اور نیک کام کروں گی تو ضرور بہشت میں جاؤں گی؟"

ماں:- "بیٹی ضرور بہشت میں جاؤ گی۔ اور ہمیشہ کا سکھ پاؤ گی۔ اگلی دنیا میں ہی نہیں بلکہ اس دنیا میں بھی تم پر خدا کا فضل ہوگا۔ تمہاری مرادیں پوری ہوں گی۔ تم کو خدا سب کچھ دے گا۔ جو مانگو گے ملیگا۔ خدا تم پر مہربان ہوگا، جو لوگ خدا کا حکم مانتے ہیں وہ اس دنیا میں بھی عزت پاتے ہیں اور آخرت میں بھی۔ اور جو لوگ خدا کے حکم نہیں مانتے اور طرح طرح کے گناہ کرتے ہیں۔ بعض وقت اس دنیا میں بھی اُن پر عذاب آجاتا ہے۔"

قیصرہ:- "امی جان! عذاب کیا ہوتا ہے؟"

ماں:- "خدا کی سزا۔ جو لوگ بُرے کام کرتے ہیں۔ بعض وقت اس دنیا میں بھی خدا ان کو سزا دیتا ہے۔ کل جب ہم تمہاری خالہ جان کے گھر جا رہے تھے رستہ میں تم نے دیکھا سپاہیوں نے دو آدمیوں کو ہتھکڑی لگائی ہوئی تھی، انہوں نے چوری کی تھی۔ اب یہ جیل خانے میں رکھے جائیں گے۔ ان سے چکی پسوائی جائیگی اور کئی قسم کے مشقت کے کام اُن سے لئے جائیں گے۔ بڑی تکلیف پائینگے دنیا میں بھی ذلیل ہونگے اور آخرت میں بھی۔ قرآن مجید میں ذکر آتا ہے کہ جب لوگ گناہوں میں بہت بڑھ گئے اور سمجھانے کے باوجود انہوں نے بُرے کام نہ چھوڑے۔ تو خدا کی طرف سے ان پر عذاب آتے رہے۔ حضرت نوحؑ کے وقت میں ایک بہت بڑا طوفان آیا۔ لاکھوں انسان غرق ہو گئے۔ مگر نوحؑ اور اُن کے ساتھی جو نیک تھے خدا نے ان کو بچا لیا۔ اسی طرح حضرت موسےٰؑ کے وقت میں بدکار لوگوں پر بڑے بڑے عذاب آئے۔ بیماریاں پھیل گئیں جس سے ہزاروں انسان ہلاک ہو گئے۔ طوفان آئے۔ لوگوں کی کھیتیاں برباد ہو گئیں۔ سب جگہ مینڈک پھیل گئے، لوگوں کے جسموں میں جوئیں ہی جوئیں پڑ گئیں۔ کنوؤں کا پانی خون ہی خون ہو گیا۔ پھر دوسرے رسولوں کے وقت میں بھی لوگوں پر بڑے بڑے عذاب آئے۔ کہیں کڑک سے لوگ مارے گئے۔ کہیں آندھیوں اور بھونچالوں سے لوگ ہلاک ہو گئے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں بھی گناہوں کی وجہ سے عذاب آتے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ انسان خدا کے سامنے جھکتا رہے۔ اُس کے حکموں کو مانتے۔ نیک کام کرے اور بُرے کاموں سے بچتا رہے۔ خدا کو یہ طاقت ہے کہ تمام انسانوں کو ایک دم میں فنا کر دے۔ آسمان سے بجلی گرا دے۔ زلزلہ آجائے۔ لوگ سوتے کے سوتے رہ جائیں اور مکانوں کے نیچے دب جائیں۔" (باقی۔ باقی)

نہیں ثانی کوئی اس کا نہ ہوگا

عزیزہ محترمہ طیبہ خانم

بڑی ہے شان فخرِ انبیاء کی ٭ حبیبِ حق محمد مصطفےٰ کی
بشر کیا کر سکے تعریف اسکی ٭ خدا نے عرش پر جب خود ثنا کی
نہیں ثانی کوئی اس کا نہ ہوگا ٭ قسم ہے خالقِ ارض و سما کی
اسی کا نور ہے عرشِ بریں پر ٭ لحد میں گو چھپا ہے جسم خاکی
ضیائے روئے انور کے مقابل ٭ حقیقت کچھ نہیں شمس الضحیٰ کی
خدا نے اسکو از راہِ تفضّل ٭ عطا کی بادشاہی دو سرا کی
ہوئیں معراج کی شب خوب باتیں ٭ خدا کی اور محبوبِ خدا کی
مجھے بھی لے چلو سوئے مدینہ ٭ کروں گی منتیں بادِ صبا کی

کروں میں جان و دل اس پر نچھاور
یہ حسرت ہے دلِ درد آشنا کی

مصلح موعود کی پیشگوئی پر محققانہ نظر

(بسلسلہ صفحہ ۱)

وہ بقول میاں صاحب حضرت کی روحانی نسل سے پیدا ہوگا جو خدا کے نزدیک آپ کا ہی بیٹا ہوگا۔

بہشتی یا روحانی پھل

اس امر کا مزید ثبوت کہ مصلح موعود حضرت اقدس کے موجودہ بیٹوں میں سے کوئی بھی نہیں وہ خط ہے جو آپ نے حضرت مولانا نورالدین صاحب رح کو لکھا اس میں آپ فرماتے ہیں کہ:۔

"شاید چار ماہ کا عرصہ ہوا کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک فرزند قوی الطاقتین کامل الظاہر والباطن تم کو عطا کیا جائے گا سو اس کا نام بشیر ہوگا اب تک میرا قیاسی طور پر خیال تھا کہ شاید وہ فرزند مبارک اسی اہلیہ سے ہوگا اب زیادہ تر الہام اس باب میں ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک اور نکاح تم کو کرنا پڑے گا اور جناب الٰہی میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ ایک پارسا طبع اور نیک سیرت اہلیہ تم کو عطا ہوگی وہ صاحب اولاد ہوگی اس میں تعجب کی بات یہ ہے کہ جب الہام ہوا تو ایک کشفی عالم میں چار پھل مجھ کو دیئے گئے تین ان میں سے تو آم کے تھے مگر ایک پھل سبز رنگ بہت بڑا تھا وہ جہان کے پھلوں سے مشابہ نہیں تھا اگرچہ ابھی ...... یہ الہامی بات نہیں مگر میرے دل میں یہ پڑا ہے کہ وہ پھل جو اس جہان کے پھلوں میں سے نہیں ہے وہی مبارک لڑکا ہے کیونکہ کچھ شک نہیں کہ پھلوں سے مراد اولاد ہے اور جبکہ ایک پارسا طبع اہلیہ کی بشارت دی گئی اور ساتھ ہی کشفی طور پر چار پھل دیئے گئے جن میں ایک پھل الگ وضع کا ہے تو یہی سمجھا جاتا ہے واللہ اعلم بالصواب" (تذکرہ صفحہ ۱۳۱)

اس سے آگے حسب ذیل عبارت ہے جو مرتب تذکرہ نے کسی خاص مصلحت سے چھوڑ دی ہے:۔

"مگر میری دانست میں اس لڑکے کے تولد سے پہلے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری شادی کی جائے کیونکہ اس تیسری شادی میں اولاد ہونے کے اشارات پائے جاتے ہیں غالباً اس تیسری شادی کا وقت نزدیک ہے اب دیکھیں کہ کس طرح ارادہ ازل نے اس کا ظہور مقدر کر رکھا ہے الہامات اس بارہ میں کثرت سے ہو رہے ہیں اور ربانی ارادہ میں کچھ جوش سا پایا جاتا ہے واللہ یفعل ما یشاء وھو علیٰ کل شیء قدیر"

اس مکتوب سے ثابت ہوتا ہے:۔

(۱) یہ خیال کہ مصلح موعود دوسری بیوی کے بطن سے ہوگا صرف حضور کا اپنا قیاس تھا ورنہ الہام الٰہی میں اس قسم کا کوئی اشارہ نہ تھا۔

(۲) کثرت سے الہامات اس بارہ میں ہوئے کہ مصلح موعود موجودہ بیوی کے بطن سے نہ ہوگا بلکہ تیسری بیوی کے بطن سے ہوگا۔

(۳) چار بیٹے ہوں گے جن میں سے تین ایک قسم کے اور چوتھا ان سے علیحدہ ہوگا ان تین کے ساتھ اسے کوئی مشابہت نہ ہوگی۔

(۴) یعنی تین اس دنیا کے پھل ہوں گے اور چوتھا روحانی یا بہشتی پھل ہوگا جو ان تینوں سے بالکل علیحدہ ہوگا۔

اب اس کے بعد وہ روایت پڑھو جو جناب میاں بشیر احمد صاحب نے سیرۃ المہدی کے صفحہ ۲۳ پر درج کی ہے وہ یہ ہے:۔

"بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جب میری شادی ہوئی اور میں ایک مہینہ قادیان ٹھہر کر پھر واپس دہلی چلی گئی تو ان ایام میں حضرت مسیح موعودؑ نے مجھے ایک خط لکھا کہ میں نے خواب میں تمہارے تین جوان لڑکے دیکھے ہیں والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ مجھے وہ یاد تھے مگر حضرت صاحب فرماتے تھے کہ نہیں میں نے تین دیکھے تھے اور تین ہی لکھے تھے"

اس خواب سے یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت اماں جان کے بطن سے پیدا ہونے والے لڑکوں میں سے جوانی کے عالم تک صرف تین نے پہنچنا تھا جو پہنچ گئے اور خواب سچی ہوگئی اور کشف مندرجہ بالا میں بھی جو تین پھل آم کی قسم کے دکھائے تھے وہ موجود ہیں جو تینوں ایک ہی قسم کے ہیں یعنی اس جہان کے پھل ہیں مگر کشف میں جو چوتھا پھل دکھایا وہ ان تینوں سے بالکل الگ ہے جو بہشتی یا روحانی پھل ہے جس کو ان تینوں سے کوئی نسبت ہی نہیں کیونکہ یہ تینوں زمینی پھل ہیں اور وہ آسمانی ہے اور وہی چوتھا پھل وہ "مبارک لڑکا" ہے جو مصلح موعود ہے، اگر موجودہ تینوں بیٹوں میں سے کسی نے مصلح موعود ہونا ہوتا تو دو ... کو ایک شکل میں دکھایا جاتا اور تیسرے کو ان سے ممیز کر کے بہشتی پھل کی صورت میں دکھایا جاتا مگر علم الٰہی میں یہ مقدر ہو چکا تھا کہ ان جوان ہونے والے تینوں بیٹوں میں سے کوئی بھی مصلح موعود نہیں کیونکہ یہ تینوں اس دنیا کے پھل یعنی جسمانی بیٹے تھے اور جو چوتھا بیٹا جس نے حضور کی روحانیت کا وارث ہونا تھا اس کو دنیا کے وارثوں سے علیحدہ کر کے بہشتی شکل میں دکھایا۔ پس ثابت ہوا کہ موجودہ تینوں بیٹے دنیا کے پھل ہیں یعنی حضور کے دنیاوی مال ومتاع کے وارث ہیں اور مصلح موعود ان تین کے علاوہ ہے جو حضور کی روحانیت کا وارث ہونے کی وجہ سے حضور کا روحانی بیٹا اور بہشتی پھل ہے۔ پس دلائل مندرجہ بالا سے یہ عیاں ہوگیا کہ مصلح موعود آپ کا روحانی بیٹا ہوگا اور موجودہ تینوں بیٹوں میں سے کوئی بھی مصلح موعود نہیں بلکہ وہ کسی آئندہ زمانہ میں اس وقت آئے گا جو مصلحین ربانی کی آمد کا ہوا کرتا ہے۔ یہی مقصود تھا جو ثابت ہوگیا۔

فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ (باقی آئندہ)

عرب ممالک میں

حمامۃ البشریٰ کی تقسیم کیلئے عطیہ دینے والے

نام	رقم
بقیہ بیگم صاحبہ دختر صوبیدار میجر عبدالحکیم صاحب	5/-/-
بابو دلاور خاں صاحب پشاور	20/-
قاضی عبدالرشید صاحب پشاور	20/-
محمود احمد ملنگ صاحب	2/-
سید محمد حسین شاہ صاحب	3/-/-
فضل دین صاحب	2/-
عبدالرشید صاحب پسر فضل دین صاحب	5/-
عبدالغنی صاحب	10/-
عبدالباری صاحب	5/-
عطاء الرحمٰن صاحب	1/-
عبداللہ خان صاحب	2/-/-
ظہور احمد صاحب	1/-/-
عبدالودود صاحب	1/-/-
محمد احمد صاحب	1/-/-
غریب اللہ صاحب	-/8/-
عبداللطیف صاحب	2/-/-
محمد اسلم صاحب	2/-/-
فتح خان صاحب	-/8/-
عبدالسلام صاحب	1/-/-
مولوی عبداللہ جان صاحب	5/-/-
میزان	89/-/-
سابقہ	20/-/-
کل میزان	109/-/-

دارالکتب اسلامیہ پوسٹ بکس ۲۲۸ لاہور

پیغام صلح ۱۹ ؍ جون ۱۹۵۷ء رجسٹرایل نمبر ۸۳۸ شمارہ ۲۴

جلد ۴۷ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۶ جون ۱۹۵۷ء | نمبر ۲۵

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآن نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اسی راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

تبدیلِ اخلاق کا حقیقی ذریعہ

توبہ کے تین ضروری شرائط

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادِ گرامی

"توبہ دراصل حصولِ اخلاقِ حسنہ کے لئے بڑی محرک اور مؤید چیز ہے اُس کے لئے ضروری ہے کہ سچے دل اور پکے ارادے ...... کے ساتھ توبہ کرے۔ یہ یاد رکھنے کے لائق بات ہے۔ کہ توبہ کے لئے تین شرائط ہیں بدون اُن کی تکمیل کے سچی توبہ جسے توبۃ النصوح کہتے ہیں حاصل نہیں ہوسکتی ان ہرسہ شرائط میں سے **پہلی شرط** جسے عربی میں اقلاع کہتے ہیں یعنی ان خیالاتِ فاسدہ کا دور کر دینا جو بُرے خصائل کی تحریک کرنے والے ہیں۔ یہ مسلم امر ہے کہ اعمال پر تصورات کا بڑا بھاری اثر پڑتا ہے۔ کیونکہ حیطۂ عمل میں آنے سے پہلے ہر ایک فعل ایک تصوری صورت رکھتا ہے پس توبہ کے لئے یہ پہلی شرط ہے کہ اُن خیالاتِ فاسدہ اور تصوراتِ بد کو چھوڑ دیا جائے۔ مثلاً اگر ایک شخص کسی غیر عورت سے کوئی ناجائز تعلق رکھتا ہے۔ تو توبہ کرنے سے پہلے یہ ضروری بات ہے کہ وہ اس کی شکل کو بدصورت قرار دے اور اس کے تمام خصائلِ رذیلہ کو اپنے دل میں مستحضر کرے کیونکہ جیسا میں نے ابھی بیان کیا ہے۔ تصورات کا اثر بڑا زبردست ہوتا ہے۔ اور میں نے صوفیاء کی کتابوں میں پڑھا ہے کہ انہوں نے تصور کے اثر کو یہاں تک پہنچایا ہے کہ انسان کو بندر یا خنزیر کی صورت میں دیکھا۔ مدعا یہ کہ جیسا کوئی تصور کرتا ہے، ویسا ہی عملی رنگ اس پر چڑھ جاتا ہے پس جو بُرے خیالات لذات کا موجب سمجھے جاتے تھے اُن کا قلع قمع کرے۔ یہ توبہ کی پہلی شرط ہے۔

توبہ کی دوسری شرط **ندم** ہے یعنی اپنے گذشتہ بداعمال کی نسبت پشیمانی اور ندامت کا اختیار کرنا۔ ہر ایک انسان کا ضمیر (کانشنس) اپنے اندر قوت رکھتا ہے کہ وہ اسے ہر بُرائی پر متنبہ کرتا ہے مگر بدبخت انسان اس کی آواز نہیں سنتا اور اسے معطل چھوڑ دیتا ہے۔ پس گناہ اور بدی کے ارتکاب پر پشیمانی ظاہر کرے اور یہ خیال کرے۔ کہ یہ لذات عارضی اور چندروزہ ہیں، اور پھر اس پر بھی غور کرے کہ ہر مرتبہ اس لذت اور حظ میں کمی ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ بڑھاپے میں آکر جبکہ قویٰ بیکار اور کمزور ہو جائیں گے تو پھر ان سب لذاتِ دنیا کو مجبوراً چھوڑنا پڑے گا اس لئے جبکہ اسی زندگی میں ہی یہ سب لذات چھوٹ جانے والے ہیں تو پھر ان کے ارتکاب سے کیا حاصل؟ بڑا ہی خوش قسمت ہے وہ انسان جو توبہ کی طرف رجوع کرے اور جس میں اقلاع کا خیال پیدا ہو یعنی خیالاتِ فاسدہ و تصوراتِ بیہودہ کا قلع قمع کرے۔ اور جب یہ نجاست اور ناپاکی دل سے نکل جائے تو پھر بُرے افعال و خیالات پر نادم ہو۔ اور اپنے کئے پر پشیمان ہو۔

تیسری شرط توبہ کی **عزم** ہے ایسی امید کے لئے مصمم ارادہ کر لے۔ کہ پھر ان بُرائیوں کی طرف ہرگز رجوع نہ کرے گا۔ تو پھر جب وہ اس پر مداومت کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اُسے سچی توبہ کی توفیق عطا کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ

(باقی بر صفحہ ۱۲)

مغرب کے مذہبی مفکر

(۵)

اقبال احمد صاحب - ووکنگ (انگلستان)

گذشتہ سال کے آخر میں ایک کتاب چھپی ہے

THE MIDDLE EAST — A BRIIDGE OR BARRIER?

یعنی کیا مشرق وسطی — ایک پل ہے یا روک؟" مصنف کا نام سی۔ ایس ملفورڈ ہے۔ جو پادری ہونے کے علاوہ عیسائیوں کے ایک مشہور تبلیغی ادارہ یعنی چرچ مشنری سوسائٹی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ انہوں نے اپنی اہلیہ کے ہمراہ اکتوبر ۱۹۵۵ء سے جنوری ۱۹۵۶ء تک ترکی، شام، لبنان اور دیگر مشرق وسطی کے ممالک کا دورہ کیا تھا۔ انہوں نے یہ دورہ چرچ مشنری سوسائٹی کے ایما پر کیا تھا اور ان کا مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ مشرق وسطی میں عیسائیوں کی تبلیغی کاوشوں کا کیا اثر ہے۔ اس کتاب کے چند دلچسپ اقتباسات درج کرتا ہوں۔ اس کتاب کو پڑھنے ... کے بعد مجھے دو چیزوں کا علم ہوا اوّل یہ کہ عیسائیوں کو اس بات کا احساس ہو گیا ہے کہ اسلام ایک مضبوط اور ٹھوس مذہب ہے جس کو بدلنا مشکل ہے۔ دوئم اکثر میرے ذہن میں یہ سوال اُٹھتا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے مشرق وسطی میں کیوں پیدا کیا اور پھر اکثر انبیاء بھی اسی علاقہ میں کیوں پیدا ہوتے ہیں، یہ نقطہ مجھ پہ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد واضح ہو گیا۔ اگر کسی پڑھنے والے کے ذہن میں یہی سوال ہے تو شاید یہ اقتباسات اس اُلجھن کو حل کرنے کا موجب ہوں گے، لکھا ہے:۔

" مشرق وسطی اور اس کے قریب کے ممالک کا چپہ چپہ ماضی کی یاد کو تازہ کرتا ہے۔ اور ہر مقام انسان کو تاریخ کی اہمیت کا احساس دلاتا ہے امریکہ میں دو سو سال کی عمارت کو "قدیم" گنا جاتا ہے اور انگلستان میں چند ہی عمارات ہیں جو ہزار سال سے زیادہ پرانی ہوں لیکن مصر میں SAKKARA کے مقام پر ہم ایسی قبروں میں داخل ہوئے جو قریباً پانچ ہزار سال پرانی ہیں اور جن کی پتھریلی دیواروں پر تصویریں اور حروف کندہ کئے ہوئے تھے ان تصویروں میں نہ صرف مختلف خداؤں کی تصویریں کھینچی ہوئی ہیں بلکہ روزمرہ کی زندگی کے دلکش نظارے بھی دکھائے گئے ہیں، مچھیروں کو مچھلیوں سے پُر جال کھینچتے ہوئے دکھایا گیا ہے اور مگرمچھ اور دریائی گھوڑوں کا شکار کرتے ہوئے انسانوں کی تصویریں ہیں۔

گدھوں کا ایک گروہ، مویشی، ہنس اور دیگر جانور ہیں — مردوں اور عورتوں کو شیشہ کی چیزیں بناتے ہوئے، کھانا پکاتے ہوئے غلہ کاٹتے ہوئے، غرضیکہ زندگی سے متعلق مختلف تصاویر کندہ کی ہوئی نظر آئیں۔ اس سے واضح تھا کہ اس وقت تہذیب و تمدن دونوں عروج پر تھے، یہ مقبرے مشہور PYRAMIDS (اہرام مصر) سے زیادہ پرانے ہیں اور حضرت عیسٰے کی پیدائش کے وقت وہ اپنی موجودہ عمر کا نصف سے زیادہ عرصہ طے کر چکے تھے شام اور عراق میں بھی اتنے ہی پرانے اور اتنے ہی خوبصورت خزانے آپ کو ملیں گے۔ اگرچہ ایران کی تہذیب اتنی پرانی نہیں ہے پھر بھی ہاں DARIUS اور XERXES جو PERSEPOLIS میں ہے آپ کو ایسے ستون نظر آئیں گے جن میں سنگلاخ پتھر پہ ایسے نقش و نگار تراشے ہوئے ہیں .... جن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان پر یہ سحر آفریں کام کل ہی ہوا ہے۔ ایک جگہ آپ کو ۲۳ محکوم قوموں کے نمائندے بادشاہ کے سامنے خراج تحسین ادا کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ ہر گروہ کی قیادت ایک ایرانی اُن کا ہاتھ پکڑ کر کر رہا ہے — یہ شاید دنیا کی پہلی سلطنت کا محفوظ شدہ ثبوت ہے۔

یہ ممالک موجودہ زمانہ کے جدید رجحان سے تحریک حاصل کر کے اپنے ماضی میں ایک نئی قسم کا فخر محسوس کر رہے ہیں۔ حال ہی میں ...... RAMSSES I کا عظیم بت جو عرصہ سے MEMPHIS کے مقام پہ پڑا ہوا تھا اسے قاہرہ کے اہم ترین ریلوے اسٹیشن کے سامنے نصب کیا گیا ہے، اور اُسے زیارت کرنے والوں کے لئے بجلی کے قمقموں سے روشن کیا گیا ہے۔ دمشق میں دنیا کا ایک دلربا عجائب گھر تعمیر ہوا ہے جس میں .... PALMYRA اور RAS SHAMRA اور دیگر مقامات کے خزانے جمع کئے گئے ہیں۔ ایران اپنی موجودہ پبلک عمارات میں اپنے ماضی کے کھوئے ہوئے حسن کو اجاگر کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

جب انسان ان چیزوں کو دیکھتا ہے تو اس کے ذہن پر صرف ان کے تاریخی چیزیں ہونے کا ہی اثر نہیں پڑتا بلکہ مذہبی تاریخ کا بھی احساس شدت سے ہوتا ہے، فرعونوں نے بلاشبہ اپنی شان و شوکت کی خاطر یہ عمارات بنائیں لیکن انہوں نے اس بات کا بھی اہتمام کیا کہ آئندہ زندگی کے لئے دیوتاؤں کو خوش کیا جائے۔ XERXES نے اپنے دیوان خانے میں یہ الفاظ کندہ کئے ہوئے تھے

"اس میں جو کچھ حسین ہے وہ ہم نے خدا کی مدد سے بنایا ہے"

اس سے تھوڑے فاصلہ پہ ایک اور نسبتاً نئی یادگار ہے جو ۲۴۰ سال قبل مسیح کی ہے اس پر ایران کے ساسانی بادشاہ کی تصویر ہے۔ اہورا مزدا (ایک ایرانی دیوتا) شاہی اختیارات دے رہا ہے۔ اس بات پر اصرار کی کوئی حاجت نہیں کہ فلسطین کا ہر چپہ مقدس ہے، جہاں ابراہیمؑ اور دیگر انبیاء کے مزار HEBRON کے مقام پہ ابھی تک موجود ہیں اور جنہیں مسلمان بہت عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ لبنان میں اس سے بھی زیادہ قدیم مذہبی عمارات ہیں............"

اگرچہ پرانے مذاہب کے آثار ہر جگہ نظر آتے ہیں (جن میں یونان اور روم کا ملا جلا مذہب، لبنان میں بعل بک اور اردن میں JERASH کے مقامات پر عظیم الشان ستونوں کی صورت میں اپنا نشان چھوڑ گیا ہے) اور یہ بھی درست ہے کہ دنیا کے عظیم اور زندہ مذاہب نے اس علاقہ پہ دو ہزار سال سے اپنا اثر جمایا ہوا ہے، لیکن یہی وہ جگہ ہے جہاں ایک عیسائی، تاریخ کی ایک تکلیف دہ حقیقت کا سامنا بھی کرتا ہے۔ وہ وطن جہاں عیسائیت نے جنم لیا، جہاں عیسائیت نے اپنی ابتدائی کامیابیاں دیکھیں اسی علاقہ نے آج عیسائیت کو خیرباد کہہ دیا ہے۔

باقی آئندہ

مسلم ہائی سکول ۱ کا ایک اور وظیفہ

ہمارے سکول کے جن طلباء نے ورنیکلر فائنل کا امتحان دیا تھا اُن میں سے طارق سلطان نظامی خلف محمد سلطان نظامی ہیڈ کلرک ووکنگ مسلم مشن کے وظیفہ کی اطلاع آج سکول میں پہنچ گئی ہے۔ اس سے پہلے میٹرک کے امتحان میں محمد منور کے وظیفہ کی اطلاع دی جا چکی ہے۔ اس طرح امسال ہمارے دو طلباء نے وظائف حاصل کئے ہیں۔

فالحمد للہ علٰے ذالک

برکت علی۔ مسلم ہائی سکول ۱ لاہور

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

۲۷ مئی ۱۹۵۷ء بروز پیر :-

اخبار کوہستان میں یہ خبر شائع ہوئی کہ ایبٹ آباد میں جناب کرم الٰہی صاحب صدر مقامی مجلس احرار کے زیر صدارت ایک عظیم الشان جلسہ میں چند قرار دادیں پاس ہوئیں جن میں "مرزائیوں" کو اقلیت قرار دینے اور بڑی بڑی جگہوں سے علیحدہ کرنے کا مطالبہ بھی کیا ہے۔ اُن کی اس یاد آوری کا ہمیں ممنون ہونا چاہیئے۔ خیال آیا کہ بغداد شریف سے ان پکے مسلمانوں کو رسالہ "کافر" بھجوایا جائے اور اقبال کا یہ شعر بھی یاد دلایا جائے

؎ دین کافر فکر و تدبیر جہاد

دین ملّا فی سبیل اللہ جہاد

چنانچہ رسالہ کافر بذریعہ پوسٹ ارسال کیا گیا۔ رجسٹر ایس سالاداڈ ارنائیجریا کو لائٹ ۱۰–۱۱ ڈاک سے بھیجا۔

۲۸ مئی ۔ بروز منگل :-

جناب محمد شیر افگن خاں صاحب حلہ کو شرح اسلام جنوری، فروری اور محمد شیر گل صاحب کو پیغام صلح ۱۲ تا اور شاکر سادہ کو اسلامک ریویو اپریل ۔ لائٹ ۱۲–۱۴ ڈاک سے بھجوایا۔

اخبار الیقظہ میں کتاب الاسلام پر تبصرہ شائع ..... ہوا ہے یہ کتاب روس میں چھپی ہے، اور وسیع پیمانہ پر تقسیم ہوئی ہے اس کتاب (الاسلام) میں، افترا پردازی سے کام لیا گیا ہے۔ قرونِ اولیٰ کے مبارک ایام کو ...... سخت گھناؤنی شکل میں پیش کیا گیا ہے اس کا صحیح جواب "ریلیجن آف اسلام" کی شکل میں فرزند روحانی مسیح محمدی کی قلم معجز رقم سے نکل چکا ہے۔ اس کے ایک حصہ کا کئی سال ہوئے مصر میں ترجمہ بھی چھپا تھا، ضرورت ہے جواب میں کتاب ہذا کے ذریعہ ... اسلام کے روشن چہرہ کو پیش کر کے دنیا کو حقیقت سے آشنا کیا جائے نزاشہ برائے ملاحظہ لاہور ارسال ہے۔

۲۹ مئی بروز بدھ :-

جناب چودھری احمد خاں صاحب جو حج کے ارادے سے سرگودھا سے بغداد پہنچے ہیں ملاقات ہوئی گھر پر تشریف لائے اُن سے حالات معلوم کر کے اخویم محمد شیر گل صاحب کے پاس انہیں بھجوا دیا پانچ بجے شیر گل صاحب نے فون سے خبر دی کہ چودھری صاحب آ گئے تھے انشاءاللہ ان کا ویزے وغیرہ کا کام ہو جائے گا۔ تین بجے طبیعت سخت خراب ہو گئی تھی انجکشن کے بعد قدرے آرام آیا۔

۳۰ مئی بروز جمعرات :-

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر آئے ایک گھنٹہ بیٹھے مختلف باتیں ہوتی رہیں۔ جناب حاجی عبداللطیف صاحب کو آزاد نوجوان بھجوایا۔ ہوائی ڈاک سے لاہور سے پیغام صلح ۲۰ عدد خاص مسیح موعود نمبر ملا۔ جزاہم اللہ۔ ابھی پڑھوا کر سن نہیں سکا۔ اللہ تعالےٰ ایڈیٹر صاحب اور کارکنان کو اس کی ترتیب اور اشاعت پر جزائے خیر دے۔ ہوائی ڈاک سے ڈچ گیانا سے حضرت مولانا عبدالحق ودیارتھی صاحب کا ۲۳ مئی کا لکھا ہوا خط ملا جو میرے تعزیت کے خط[1] کے جواب میں ہے اس میں مولانا موصوف نے کچھ حقیقت افروز باتیں لکھی ہیں۔ دل نے چاہا کہ نوجوانان سلسلہ کی نظروں سے بھی گزرے۔ لہٰذا لاہور برائے اشاعت بھیج رہا ہوں۔ قاہرہ سے سفیر انڈونیشیا الحاج محمود لنجوبہ کی جانب سے عید مبارک کا کارڈ آیا، تسکویو۔ مدراس سے بحری ڈاک سے آزاد نوجوان ملا۔

جناب عبدالحکیم صاحب کو ملفوظات اور محمد شیر گل صاحب کو پیغام صلح ۱۲ اور رسالہ ...... بھیجا۔

۲ جون ۱۹۵۷ء بروز اتوار :-

کل شام کو بحری ڈاک سے لاہور سے پیغام صلح ۱۹ بجائے چار اعداد کے ایک عدد میرے نام کے عنوان سے ملا۔ رنگون سے اخویم اکبر خاں کی جانب سے صداقت جدید کے کئی عدد ملے۔ دو مفتوں سے لائٹ کے پرچے نہیں مل رہے۔

۳ جون ۱۹۵۷ء بروز پیر :-

صوفی محمد طیب صاحب حسب معمول تشریف لائے۔ پیغام صلح ۱۹ سے دو مضامین سنائے ووکنگ کی عیدالفطر کی کامیابی پر مرلیتی قلب کی گہرائی سے دعائیں نکلیں ۔ اس پھلدار درخت پر احباب جو محنت کر رہے ہیں۔ اس کے اثمار لذیذ سے آئندہ نسلیں متمتع ہونگی۔ صوفی صاحب کو پرچہ مذکورہ اور آزاد نوجوان برائے مطالعہ دئے۔ ان سے "مدینہ" کے پرچے ملے۔

---

[1] یہ خط اسی پرچہ میں دوسری جگہ درج ہے۔

اشارات

چند روز ہوئے ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان کی طرف سے بعض روزناموں میں ایک خبر شائع ہوئی تھی، کہ ربوہ میں مولوی عبدالمنان صاحب عمر کا مقاطعہ ہونے کی وجہ سے ایک صاحب ملک اللہ یار بلوچ (جس نے خلیفہ صاحب کے حکم مقاطعہ کو ماننے سے انکار کر دیا تھا) انہیں بازار سے اشیائے خوردنی لا دیا کرتا تھا، ایک دن جب وہ کچھ چیزیں خریدنے جا رہا تھا تو اس پر سر بازار قاتلانہ حملہ کیا گیا "الفضل" نے اس خبر کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ بیان سراسر جھوٹ ہے، ربوہ میں نہ تو مولوی عبدالمنان عمر صاحب کا بائیکاٹ کیا گیا ہے اور نہ ملک اللہ یار بلوچ پر کوئی حملہ ہوا۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ دونوں میں سے کون سچا ہے مولوی عبدالمنان صاحب عمر جن کے نام سے یہ خبر شائع ہوئی ہے یا "الفضل" جس نے اسکو "جھوٹ کا پلندہ" قرار دیا ہے، اگرچہ قادیانی جماعت کی گذشتہ تاریخ اور بعض تازہ ترین واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیں شبہ ہے کہ مولوی عبدالمنان عمر صاحب کے بائیکاٹ اور ملک اللہ یار بلوچ پر قاتلانہ حملہ کو اسی طرح چھپانے کی کوشش کی گئی ہے جیسے قادیان میں مستریوں کے مکان کو ایک ہی رات میں نیست و نابود کر کے صفا چٹ میدان بنا دیا گیا تھا، مقاطعہ تو خلیفہ صاحب کا وہ حربہ ہے جس کی وجہ سے کئی حق پرست لوگوں کو سخت ترین اذیتوں کا شکار ہونا پڑا اور کئی لوگ اب بھی ربوہ میں اسی حربہ کے خوف سے منافقت کی زندگی بسر کر رہے ہیں ایسی حالت میں مولوی عبدالمنان عمر کا مقاطعہ اور ملک اللہ یار بلوچ پر قاتلانہ حملہ کوئی تعجب خیز امر نہیں، ہاں "الفضل" کا بیان تعجب خیز ضرور ہے جس نے اس کو جھوٹ کے پردہ میں چھپانے کی کوشش کی ہے۔

اسی سلسلہ میں سیکرٹری امور عامہ جماعت نیروبی (مشرقی افریقہ) کے ایک خط سے یہ اقتباس بھی پڑھ لیجئے جو انہوں نے خلیفہ صاحب ربوہ کو لکھا ہے :-

"مجھے حضور انور کی خدمت میں نہایت افسوس کے ساتھ رپورٹ کرنی پڑتی ہے کہ ڈاکٹر سید علی اسلم اور انکی اہلیہ نے مقاطعہ کے بعد صحیح رویہ اختیار نہیں کیا"

اور اس کے آخر میں خلیفہ صاحب کا یہ ارشاد بھی پڑھ لیجئے کہ :-

"اب اگر تنویر بیگم جو انکی (یعنی ڈاکٹر سید علی اسلم کی اہلیہ کی) بہن ہے اور میری بہو ہے "الفضل" میں اعلان نہ کرے کہ آئندہ میرا اپنی بہن سے کوئی تعلق نہیں تو میں اسکے متعلق "الفضل" میں اعلان کرنے پر مجبور ہوں گا کہ جماعت اس کو کوئی کام سپرد نہ کرے اور میرے خاندان کے وہ افراد جو مجھ سے تعلق رکھنا چاہتے اس سے تعلق نہ رکھیں"

کیا اس کے بعد بھی مقاطعہ کی کسی مثال کی ضرورت ہے جب کہ اپنی بہو کا خلیفہ صاحب مقاطعہ کرنے کے لئے تیار ہیں اور جماعت نیروبی مقاطعہ کر بھی چکی ہے تو اور کسی کا کیا ٹھکانا ہے۔ یہ ڈاکٹر سید علی اسلم کون ہیں؟ اور کس بنا پر ان کا اور ان کی اہلیہ کا مقاطعہ کیا جا رہا ہے، یہ ایک علیحدہ داستان ہے جس پر آئندہ روشنی ڈالی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کی کامل توحید اور نبی کریم صلعم کی کامل بے نفسی

موجودہ پیروں اور گدی نشینوں کیلئے لمحۂ فکریہ

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۱ر جون ۱۹۵۷ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب مقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

لیس لک من الامر شئی او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظلمون
وللہ ما فی السموات وما فی الارض یغفر لمن یشاء و یعذب من
یشاء واللہ غفور الرحیم ——— (آل عمران آیات ۱۲۷-۱۲۸)

جنگ اُحد میں حضرت نبی کریمؐ کو شدید تکلیف

قرآن کریم کے اس حصہ میں توحید کا ایک رنگ بیان کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ توحید کامل کس کو کہتے ہیں، اور اس حصہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال بے نفسی کا بھی ذکر ہے کہ آپ اپنی قوم کو توحید کے کس کمال تک پہنچانا چاہتے ہیں اور خود کس قدر بے نفس انسان ہیں یہ دو باتیں ان آیات میں بیان فرمائیں، کس موقعہ پر؟ تاریخ سے اور حدیثوں سے اس کی شہادت ملتی ہے، ایک روایت یہ ہے کہ احد کی لڑائی میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک میں زخم آ گیا، دندان مبارک شہید ہو گئے اور آپ بے ہوش ہو کر ایک گڑھے میں گر گئے آپ اندازہ لگائیے کہ وہ انسان جو خدا کا محبوب ہے وہ انسان جس کا دعوے ہے کہ اس بستی سے بت پرستی مٹا دی جائے گی، جوا نہ ہو گا، شراب نہ رہے گی، اور ہر قسم کی بدیوں اور بدکاریوں کا نام و نشان مٹ جائیگا۔ اور توحید کا ڈنکا اس ملک میں بجے گا۔ وہ اپنے صحابہ کے سامنے زخموں سے نڈھال ہو کر گر جاتا ہے، ادھر فاطمہؓ اور علیؓ دوڑ رہے ہیں، ادھر ابو دجانہؓ آپ کی حفاظت کے لئے اپنی پیٹھ دشمن کی طرف کر کے کھڑا ہو جاتا ہے اور جو تیر آتا ہے اس کی پیٹھ میں پیوست ہوتا ہے۔ طلحہؓ اپنا ہاتھ کٹوا لیتے ہیں۔ حضور کے بچانے کے لئے مصعب بن عمیر اپنا سر کٹوا لیتے ہیں تمام کے تمام ساتھی مضطرب ہیں کہ کس طرح آپ کی جان بچائی جائے، کوئی پانی لا رہا ہے کوئی مرہم پٹی کا سامان کر رہا ہے، نہایت اضطراب کا موقعہ ہے، خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اضطراب ہے کہ میرا اتنا بڑا دعوے اور یہ حال؟ اس وقت فرمایا وہ قوم کس طرح کامیاب ہو سکتی ہے جس نے اپنے نبی کو زخمی کیا اور اور اس کے چہرہ سے خون بہایا اس جرم میں کہ وہ اپنے رب کی طرف بلاتا ہے یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جرم ہے، فرمایا یہ قوم کیسے کامیاب ہو سکتی ہے کیف [illegible]

یدعوھم الی ربھم۔

اضطراب کی حالت میں بد دعائیں

اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے بد دعائیں نکلیں تو یہ ایک فطرتی بات ہے اور ایسی بد دعائیں لکھی بھی ہیں اللھم العن ابا سفیان - اللھم العن سھیل بن عمرو وصفوان بن امیۃ وغیرہ وغیرہ۔

ایک اور تکلیف دہ امر

اور اسی طرح ایک اور تکلیف دہ موقعہ ہے، وہ قبیلے جو بیر معونہ کے ارد گرد رہتی تھیں، اُن کے کچھ نمائندے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے درخواست کی کہ ان قوموں کو دین سکھانے کے لئے کچھ مبلغین بھیجیں، آپ نے اپنے بہترین قاری ان کے ساتھ روانہ کر دیئے۔ یہ کل ستر آدمی تھے، جن کو ان لوگوں نے لے جا کر قتل کر دیا، اس سے بڑا اضطراب پیدا ہوا، نبی کریم صلعم کی زبان پر بد دعا جاری ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا لیس لک من الامر شئی او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظلمون۔ دیکھو صاحب ہم نے تمہیں پیغام پہنچانے کے لئے بھیجا ہے اس لئے نہیں بھیجا کہ لوگوں کے لئے بد دعائیں کیا کرو، اس کا آپ کو کوئی اختیار حاصل نہیں، یہ ہمارا کام ہے کہ چاہیں تو انہیں بخش دیں یا ان کی کرتوتوں کا بدلہ انہیں دیں، بیشک وہ ظالم ہیں، لیکن عذاب دینا یا نہ دینا ہمارا کام ہے آپ کو اس کا اختیار حاصل نہیں۔

کامل توحید اور کامل بے نفسی

یہ محبوب خدا ہے، کتنی تکلیف کا سامنا ہے، کس قدر دکھ آپ کو پہنچایا گیا ہے۔ لیکن یہ اختیار نہیں کہ ظالموں کے حق میں بد دعا بھی کریں، اس کو کہتے [illegible]

اور وہ سبق جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی اسے لوگوں کو برملا سنا دیا کہ کوئی پیغمبر سوائے تبلیغ رسالت کے اور کسی قسم کا اختیار نہیں رکھتا نہ ہی عباد اللہ کے متعلق اور نہ ہی کائنات عالم کے متعلق،

پیروں اور گدی نشینوں کا رویہ

اس کے برخلاف گدی نشین اور پیر کہتے ہیں ہم ہی سب کچھ ہیں جس کو چاہیں عزت دیں، اور جس کو چاہیں ذلیل کر دیں، جس کو چاہیں بیٹے اور پوتے دیں یا اس کو بد دعائیں کر کے مٹا دیں یہ سب جھوٹے ہیں محمد رسول اللہ صلعم کے متعلق قرآن نے فیصلہ کر دیا کہ وہ بھی خدا کی خدائی میں کوئی اختیار نہیں رکھتے، تمام انسانوں سے بڑھکر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جب آپکو ایسا اختیار حاصل نہیں، تو کسی دوسرے کو کیسے ہو سکتا ہے وہ لوگ جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم یہ کر سکتے ہیں اور وہ کر سکتے ہیں، کسی انسان کا مرتبہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر بھی نہیں۔

رسول کریم صلعم کا طرز عمل

آپ نے کلمہ میں یہ بات رکھدی اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ۔ میں خدا کا بندہ پہلے ہوں اور بندہ ہو کر اس کا پیغام پہنچانے آیا ہوں، فرمایا اٰکل کما یاکل العبد۔ میں بھی اسی طرح کھاتا ہوں جیسے ایک خدا کا بندہ کھاتا ہے۔ اجلس کما یجلس العبد۔ اسی طرح بیٹھتا ہوں جیسے ایک بندہ بیٹھتا ہے انما انا بشر مثلکم یوحی الیّ انما الھکم الہ واحد۔ میں تو تمہاری طرح ایک بشر ہی ہوں مجھے یہ وحی کی گئی ہے کہ تمہارا خدا ایک ہے۔ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ مجھے خدا نے کہا ہے کہ ان لوگوں کو کہدو کہ میرے پاس کوئی خزانے نہیں ہیں، نہ میرے اختیار میں ہے کہ تمہیں مالدار بنا دوں ولا اعلم الغیب اور میں غیب کی باتیں بھی نہیں جانتا، اگر میں غیب جانتا تو خود تکلیف کیوں اٹھاتا، ولا اقول انی ملک میں یہ بھی نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں۔ فرشتے تو حوائج بشری سے پاک ہوتے ہیں لیکن میں تو بشر کی جس قدر حوائج ہیں ان سے اوپر نہیں ہوں کس قدر بے نفسی ہے رسول اللہ صلعم کی اور کتنے بڑے کمال کو پہنچا دیا ہے توحید الٰہی کو۔

خلیفوں اور پیروں کا حال

لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا دعوے کرنے والے، قرآن اور تفسیریں پڑھنے والے ایسے بھی ہیں جو اپنے آپ کو خدائی کے مرتبے پر سمجھ لیتے ہیں، ایک خلیفہ عبدالملک بن مروان ہوا [illegible]

اتق اللہ اقتلہ، اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میں اسے قتل کر دوں گا، میرے متقی ہونے کا تو یہ ثبوت ہے کہ خلافت کے منصب پر ہوں، مجھ پر اعتراض کرنا خلافت سے بغاوت ہے، یہی آج کل کے پیروں کا حال ہے، وہ کہتے ہیں ہم پہ اعتراض کیونکہ ہو سکتا ہے، ہم تو رسول کی گدی پر ہیں، ہم پہ اعتراض کرنا بھی ہلاکت کا موجب ہے، ایک شخص کا ذکر قرآن میں ہے اس نے کہا انا احی وامیت میں زندہ کرتا اور مارتا ہوں، اسی طرح گدیوں والے جسے چاہیں ماردیں یا تباہ حال کر دیں اور جسے چاہیں زندہ رہنے دیں۔ اور خوشحال بنا دیں۔

نبی کریم صلعم احکام الٰہی کی پابندی کرتے تھے

لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے۔ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میں نے اپنی بیوی کو بدچلن پایا۔ اس لئے اس کو طلاق دے دی ہے اور ایک ہی وقت میں تین طلاق دے کر رخصت کر دیا ہے، حضور بڑے خفا ہوئے اور فرمایا ایلعب بکتاب اللہ وانا بینکم کتاب اللہ کے ساتھ کھیلتے ہو، اور ابھی میں تمہارے درمیان موجود ہوں، اس قدر کتاب اللہ کی عزت اور اس کی پابندی آپ کرتے تھے خدا کے احکام کے ہوتے ہوئے کسی اپنی بات کو نہ چلاتے تھے۔

بزرگوں کو بدنام کرنے والے پیر

لیکن بزرگوں کی گدی پر بیٹھ کر بعض لوگ اپنے بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں ان کا ذکر فرمایا ہے ورثوا الکتاب واضاعوا الصلوات واتبعوا الشھوات یہ لوگ اپنے نسب پر فخر کرتے ہیں اور کتاب اللہ کے وارث ہونے کے دعوے کرتے ہیں لیکن ان کا حال یہ ہے کہ عبادت الٰہی اور پابندی احکام الٰہی کو ترک کر دیتے اور اپنی خواہشات کے بندے بن جاتے ہیں، خود ان کے حالات ان کے بلند بانگ دعاوی کی تکذیب کرتے ہیں اور ان کو ملزم قرار دیتے ہیں۔

کمال بے نفسی کا نمونہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کامل اور کمال بے نفسی کا یہ نمونہ دکھایا کہ فرمایا خدا تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے کہ تمہیں کوئی اختیار حاصل نہیں، تم کو دکھ دیئے جائیں، زخمی کیا جائے، تمہارا اختیار نہیں کہ ان کے متعلق بددعا بھی کرو، وہ بھی میری مخلوق ہیں، جس طرح چاہوں ان سے معاملہ کروں، کائنات کا معاملہ میرے ہاتھ میں ہے اویتوب علیھم او یعذبھم یہ لوگ جنہوں نے آپ کو اور آپ کے دوستوں کو تکالیف پہنچائی ہیں، ہم چاہیں تو ان کو معاف کر دیں چاہیں تو عذاب دیں

یہ کیوں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ للہ ما فی السموات وما فی الارض خدا ہی کا ہے جو کچھ زمین اور آسمان میں ہے اسی کا استحقاق ہے کہ اپنی رحمت عامہ کی وجہ سے یغفر لمن یشاء جس کو چاہے بخش دے۔ یعذب من یشاء جس کو چاہے عذاب میں مبتلا کرے اب اس کے بعد کسی کا کیا حق ہے کہ لوگوں کو ڈراتا پھرے کہ ہم اگر چاہیں تو تمہاری سات پشتیں تباہ کر دیں، یہ ان لوگوں کا طرز عمل ہے جنہوں نے قرآن کریم کو پس پشت پھینک رکھا ہے اور اتباع نفس میں محو ہیں۔

رضا بالقضا کا نمونہ

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس توحید پر چلنے کی توفیق دے جس پر چلنے کی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی ہے۔ بخاری کی حدیث میں ہے، کہ جس وقت حضرت کے ستر آدمی مارے گئے تو آپ کو ایک کشف میں وہ ستر آدمی دکھائے گئے انہوں نے کہا بلغوا قومنا قد لقینا ربنا ہماری قوم سے کہہ دیجئے کہ ہمیں اپنے رب کا لقا حاصل ہو گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کا دل مضبوط کرنے کے لئے ان کا پیغام لوگوں کو سنایا تاکہ وہ جان لیں کہ خدا کے رستہ میں جان دینے والے گھاٹے میں نہیں، اور آگے انہوں نے کہا رضی اللہ عنا، خدا تعالیٰ ہم سے راضی ہو گیا، اس کو ہم نے پا لیا، اس کی حضوری اس کا رضوان حاصل ہو گیا ورضینا عنہ اور ہم بھی اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں، یعنی ہمیں تکالیف برداشت کرنے اور سر کٹوانے کی وجہ سے کسی قسم کی شکایت نہیں ہم خدا کی قضا و قدر پر خوش ہیں۔ یہ پیغام بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کو سنایا تاکہ وہ سمجھ لیں کہ خدا کے رستہ میں جان دینے سے اس کی رضا حاصل ہو سکتی ہے، ویسے تو ہر ایک نے مرنا ہی ہے، چولہے کے پاس بیٹھے بیٹھے بھی جان نکل جاتی ہے۔ پلنگ پر لیٹے لیٹے بھی نکل جاتی ہے لیکن مبارک ہے وہ جس کی جان میدان جنگ میں نکلے۔

مسلم ہائی سکول ۲ لاہور ریڈیو پاکستان میں

۱۰ر جون کو شام کے سات بجے مسلم ہائی سکول ۲ کی طرف سے ریڈیو پاکستان لاہور سے سکاؤٹنگ کے متعلق ایک پروگرام نشر کیا گیا۔ پہلے سکول کے سکاؤٹوں نے دو دلکش ترانے گائے۔ اس کے بعد مرزا خلیل الرحمٰن صاحب ہیڈ ماسٹر نے "سکاؤٹنگ ایک ہیڈ ماسٹر کی نظر میں" کے موضوع پر فاضلانہ تقریر کی۔ اور آخر میں سکاؤٹنگ کے متعلق چند اہم خبریں نشر کی گئیں، مرزا صاحب ۲۴

مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی کا خط سید تصدق حسین صاحب قادری کے نام

مکرم سید صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تعزیت نامہ ملا جن دلی جذبات کا آپ نے اظہار کیا ہے اس سے دل نہایت متاثر ہوا۔ اور آپ کی صحت کے لئے دعا کی اور آئندہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ کروں گا۔

میں ابھی لاہور ہی تھا کہ میں نے سفر شروع کرنے سے پہلے ایک رؤیا دیکھا کہ میری اہلیہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا ہے مگر مجھے اس کی اطلاع ایک ایسی جگہ ملے گی جو ایک جزیرہ نما ہے اور بہت دیر کے بعد یہ اطلاع ملے گی اس وقت یہ خیال نہیں آیا کہ لفظ بلفظ یہ خواب پورا ہو جائے گا۔ طبیعت اس کی تعبیر تلاش کرتی رہی مگر ہوا وہی جو پیشتر سے دکھایا گیا تھا۔ میں ڈربن گیا تا کہ اسے پرلشش گیا تا لیکچر دینے کے لئے چلا گیا تھا اور وہاں قصبات اور اضلاع سب جگہ نہایت کامیاب لیکچر ہوئے ہزاروں کی تعداد میں لوگ سننے کے لئے آتے تھے۔ یہ ایک عجیب خبر تھی کہ ایک مسلمان سنسکرت اور ویدوں کا عالم آیا ہے جو ہندو، مسلمان اور دوسرے لوگوں کو کھینچ لاتی تھی۔ کچھ پنڈت امتحان لینے کے ارادہ سے بھی آتے مگر لیکچر سننے کے بعد اعتراض کرنے یا کچھ پوچھنے کی جرأت نہ ہوتی ایک مہینہ اسی گہما گہمی میں گذر گیا اور اسی دوران میں اہلیہ صاحبہ کا لاہور میں انتقال ہو گیا۔ لاہور سے ڈربن گیا تا خطوط پہنچے اور یہاں پڑے رہے اور مجھے تقریباً ۲۰ دن کے بعد ڈربن گیا تا واپسی پر یہ خبر ملی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ارادہ تھا کہ عید کے بعد یہاں سے رخصت ہوں گا کیونکہ ان کی بڑی تمنا تھی کہ میں یہاں عید کی نماز پڑھاؤں، ایک ہزار اشخاص مرد عورت نے میری اقتدا میں نماز ادا کی اور خطبہ سرکاری انتظام سے براڈ کاسٹ کیا گیا اور اس کالونی کی اکثر مساجد میں وہی خطبہ سن لیا گیا۔

صحت تو میری بھی بہت کمزور ہے مگر جب تقریر کا وقت آتا ہے اچھا ہو جاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا یہ احسان قریباً ۴۶ برس سے دیکھ رہا ہوں۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد مجھے انفلوئنزا ہو گیا اور ان دنوں لاہور میں یہ وبا پہلی مرتبہ آئی تھی مگر نہایت خوفناک اور مہلک تھی میں بیمار ہوا میری پہلی بیوی بیمار ہوئی، دونوں کی علامات ایک تھیں وہ ایک ہفتہ کے اندر اندر فوت ہو گئیں میں بچ گیا جو ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم و مغفور وغیرہ میرا علاج کرتے تھے

(باقی صفحہ ۱۰ کالم ۳ پر)

ڈرا آگے ہمارے غلاموں کی غلام ہے"۔

پس امام جماعت ربوہ پر جو خود کو مصلح موعود بھی سمجھتے ہیں (یہ ان کی ذاتی رائے ہے جس کی بنیاد وہ اپنے ایک خواب پر رکھتے ہیں جس کو تسلیم کرنے کے لئے کوئی دوسرا مکلف نہیں) لازم ہے کہ وہ مجدد وقت کے نقش قدم پر چلیں۔ ہمارے لئے مامور وقت کے قرآن و سنت سے قائم کردہ معیار کے سوا کوئی معیار نہیں اور جو شخص اس سے گریز کرتا ہے نہ صرف اس کو مسیح موعود سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ خود اپنی پوزیشن کو مخدوش کرتا ہے۔

منجھلے میاں مرزا بشیر احمد صاحب نے الفضل مورخہ ۱۴ مئی ۱۹۵۷ء میں میرے اور ان کے مابین خط و کتابت کو شائع کر کے اچھے ذوق کا ثبوت نہیں دیا خط و کتابت کا آغاز انہوں نے کیا اور ان کے پہلے رجسٹرڈ لفافہ پر Personal یعنی ذاتی لکھا ہوا تھا اس کا مناسب جواب دیا گیا۔ لیکن میں اول منجھلے میاں سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کہاں کی شرافت ہے کہ پرائیویٹ خط و کتابت کو فریقین کی مرضی کے بغیر اخبار میں شائع کیا جائے۔ دوم ان کو خود اعتراف ہے کہ میں نے اس میں اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا لیکن باوجود اس کے انہوں نے میرے مضمون کو ایک غیر شریفانہ فعل قرار دیا ہے اس کے متعلق عرض ہے کہ اگر دو فریقوں میں کسی امر پر تنازع ہو اور ایک فریق تنازعہ کے تصفیہ کے لئے ایک معقول تجویز پیش کرے اور ایک تیسرا شخص مدمقابل کو تجویز کی معقولیت کے پیش نظر یہ کہے کہ میاں تم اس طرح کیوں فیصلہ نہیں کر لیتے تو اس کو کوئی عقلمند انسان جن کے جذبات غیر فطری نہ ہوں غیر شریفانہ نہیں

خطاب بہ اہلِ ربوہ

(۲)

از

ڈاکٹر غلام محمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطاب بہ اہلِ ربوہ

(۲)

برادرانِ ملت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پیغام صلح مجریہ ۲۷ مارچ ۱۹۵۷ء میں میرے مضمون "خطاب بہ اہل ربوہ" جو ٹریکٹ کی صورت مع تتمہ شائع ہو چکا ہے کے جواب میں خصوصیت سے مولوی جلال الدین صاحب شمس - ابوالعطا مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری اور مرزا بشیر احمد صاحب نے قلم اٹھایا ہے، لیکن میں افسوس کرتا ہوں کہ ہر سہ اصحاب نے نفس مضمون کی طرف مطلق توجہ نہیں کی اور نہ ہی ان نکات کو چھوا ہے جنکی طرف اس مضمون میں اہلِ ربوہ سے غور کرنے کی اپیل کی گئی تھی، سوائے اس کے کہ مجھے ناشائستہ الفاظ سے یاد کر کے دل کی بھڑاس نکالی ہے، اور نہ صرف اپنے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا ہے، بلکہ اپنے عجز کا بھی اقرار کیا ہے - کیونکہ گالیوں پر اتر آنا عجز کی نشانی ہے یا ٹھوس واقعات سے اپنی جماعت کی توجہ پھیرنے کیلئے انہیں میاں صاحب کے فرضی مناقب - رکیک تاویلوں اور جماعت لاہور کی مقتدر ہستیوں کی بعض عبارتوں کے چکر میں ڈال دیا ہے - سو واضح ہو کہ ان باتوں کو پیش کرنا فضول ہے - یہ جھگڑا تو دونوں جماعتوں میں ۱۹۱۴ء سے چل رہا ہے اور اس پر اسقدر بحث ہوئی ہے کہ اس کا کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا گیا -

---

"ایسے کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب ورنہ قبلہ تھا ترا رخ کافر و دیندار کا"

(معافی چاہتا ہوں یہ شعر تو حضرت اقدس نے قرآن پاک کے متعلق لکھا تھا - لیکن میں اسوقت اس کو آپ کی ذات پر چسپاں کرتا ہوں)

مجدد وقت کو علماء سوء نے جب اس بنا پر کافر قرار دیا کہ یہ شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو آپ نے دہائی دی کہ یہ مجھ پر افترا ہے مسجد میں کھڑے ہو کر خدا کو گواہ کر کے قسمیں کھائیں کہ میں ایسے مدعی کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں - اس کو صریح کذب اور جھوٹا الزام قرار دیا لیکن شامت قسمت کہ آپ کے بیٹے موجودہ امام جماعت ربوہ نے مکفرین کی تائید کر کے آپکی طرف دعویٰ نبوت منسوب کیا اور وہی الفاظ استعمال لئے جو مکفرین نے کئے تھے (ابوالعطا صاحب ذرا ملاحظہ کریں جو باوجود کھنگالنے کے انکو نہیں ملا اور فرق نکال لیں) -

میاں صاحب	فتوائے کفر
خلاصہ کلام یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ چونکہ ابتداءً نبی کی تعریف یہ خیال کرتے تھے کہ نبی وہ ہے جو نئی شریعت لائے یا بعض حکم منسوخ کرے یا بلاواسطہ نبی ہو اسلئے باوجود اسکے کہ وہ سب شرائط جو نبی کیلئے واقع میں ضروری ہیں آپ میں پائی جاتی تھیں آپ نبی کا نام اختیار کرنے سے انکار کرتے رہے اور گو ایسی ساری باتوں کا دعویٰ کرتے رہے جنکے پائے جانے سے کوئی شخص نبی ہو جاتا ہے لیکن چونکہ آپ ان	"اس الزام کے جواب میں شاید قادیانی یا اس کے حواری یہ دو عذر پیش کریں اول یہ کہ ہر چند قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے مگر اسکے ساتھ یہ بھی کہدیا ہے کہ اس نبوت کا دوسرا نام محدثیت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکے نبوت کے دعوے سے محدثیت کا دعویٰ مراد ہے نہ حقیقتاً اور معناً نبی ہونے کا دعویٰ ... جواب یہ ہے کہ اگرچہ قادیانی نے یہ بات کہدی ہے کہ جس نبوت کا اسکو دعویٰ ہے اور اس کا دروازہ قیامت تک

کلام کرتے ہیں اور ہر ایک اپنی ہی سچائی کا دعویٰ پیش کرتا ہے مگر آنحضرت صلعم کے دعویٰ کے بعد تیرہ سو برس گذر گئے ہیں کسی نے آجتک نبوت کا دعویٰ کر کے کامیابی حاصل نہیں کی آخر آپ سے پہلے بھی تو لوگ نبوت کا دعویٰ کرتے تھے اور ان میں بہت کامیاب ہوئے جن کو ہم تو سچا ہی سمجھتے ہیں، اگر آپکی بعثت کے بعد یہ سلسلہ کیوں بند ہو گیا اب کیوں کوئی کامیاب نہیں ہوتا صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہی پیشگوئی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں - اب ہم اسلام کے مخالفین سے پوچھتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر کیا نشان ہو سکتا ہے کہ آپ کے دعوے کے بعد کوئی شخص جو مدعی نبوت ہوا ہو کامیاب نہیں ہوا پس اس طرف اشارہ تھا کہ کان اللہ بکل شئ علیما یعنی ہم نے آپ کو خاتم النبیین بنایا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا - اور کوئی جھوٹا آدمی بھی ایسا دعویٰ نہ کرے گا کہ ہم اس کو ہلاک نہ کر دیں چنانچہ یہ ایک تاریخی پیشگوئی ہے کہ اس کا رد کسی سے ممکن نہیں - اگر ہے تو ہمارے سامنے پیش کرو - مگر اس طرح نہیں کہ کسی نے دعویٰ کیا ہو اور لاکھ دو لاکھ آدمی اس کے پیرو ہو گئے ہوں بلکہ ایسا آدمی کہ جس نے آنحضرتؐ یا اس سے پہلے نبیوں کی طرح کامیابی حاصل کی ہو - مگر کوئی نہیں جو ایسی نظیر پیش کر سکے"۔

لیکن اس کے بعد میاں صاحب نے خلیفہ بننے کے خواب دیکھنے شروع کئے اور خود کو خلیفہ بنانے کے لئے ان کے دماغ میں مجدد وقت کو نبی بنانے کی تجویز سوجھی چنانچہ اس کا خفیہ اظہار اس بحث کو چھیڑ کر کیا کہ آپؑ کا منکر کافر ہے - یہ پہلا قدم تھا جو حضرت اقدس کو نبی بنانے کے لئے اٹھایا گیا -

پھر ۱۹۱۴ء میں محمد عثمان صاحب کو خط لکھتے ہوئے ایک دوغلی بات کہہ

غیر اللہ کی نسبت خدائی کی صفتیں میں مانتا ہوں وہ یقینی امر ہے یہ تمام نجس تحقیقات طلب ہے - دوم اس ظالم کے ساتھ جو ایک بیجا تہمت کسی پر لگا کر اس کو ذلیل کرنا چاہتا ہے - مثلاً مستورہ کو کہتا ہے کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ عورت زانیہ ہے کیونکہ میں نے بچشم خود اس کو زنا کرتے دیکھا ہے" (الحکم ۲۴ مارچ ۱۹۰۱ء)

تبلیغ رسالت جلد ۲ صفحہ ۳ پر بھی بے بنیاد افترا پر مباہلہ کی درخواست جائز بیان فرمائی ہے - چنانچہ لکھا ہے :-

"اب دیکھنا چاہئے کہ اس صورت کو جزئی اختلاف سے کیا تعلق ہے - بلکہ یہ تو اس قسم کی بات ہے جیسے کوئی کسی کی نسبت یہ کہے کہ میں نے اس کو بچشم خود زنا کرتے یا بچشم خود شراب پیتے دیکھا اگر میں اس بے بنیاد افترا کے لئے مباہلہ کی درخواست نہ کرتا تو اور کیا کرتا"

(تبلیغ رسالت جلد ۲ صفحہ ۳)

پس ان فتاویٰ کی موجودگی میں یہ کہنا کہ ایسا مباہلہ جائز نہیں سراسر حضرت مسیح موعود کے مذہب کے خلاف ہے اور میاں صاحب کا گریز کرنا خود ان الزامات کی تصدیق کرتا ہے - ایک سچا اور عزت مند انسان اپنی بریت کیلئے کسی شرط سے بھی اجتناب نہیں کرتا، کیونکہ سانچ کو آنچ نہیں - یہ مجرم کا خاصہ ہے کہ حیلے اور بہانے سے موت کا پیالہ ٹالنا چاہتا ہے - سچے کے لئے تو دشمن کی جلائی ہوئی نار بھی بردًا و سلامًا ہو جاتی ہے - حضرت اقدس کو اپنی سچائی پر اس قدر یقین تھا کہ فرمایا کہ اگر ہم کو آگ میں ڈالا جائے تو آگ ہمیں نہیں جلائیگی - "آگ سے ہم کو نہ

قرار دے سکتا۔ (گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم)۔ سوم مرزا بشیر احمد صاحب کا آیت قرآنی اور حدیث کو مجھ پر چسپاں کرنا سراسر بے محل ہے۔ میں تو ان کے برادر اکبر پہ الزام نہیں لگا رہا۔ یہ وعظ ان کو اس فریق کو کرنا چاہئے جو ایسا کر رہے ہیں۔ لیکن وہ یہ دعوے کرتے ہیں کہ ان کے پاس ان الزاموں کا حتمی ثبوت ہے اب اس کے تصفیہ کے لئے دو ہی راستے ہیں۔ دنیاوی عدالت یا خدائی عدالت۔ چونکہ انسانی فیصلہ میں پھر بھی شک کی گنجائش رہتی ہے اور ان کو اپنے مبینہ الزامات پر حق الیقین ہے۔ وہ اس کو خدائی عدالت میں لے جانا چاہتے ہیں۔ بفرضِ محال اگر الزامات غلط بھی ہوں لیکن وہ ایک ایسے شخص کے متعلق ہوں جو اپنے آپکو بطور ایک روحانی انسان کے پیش کرتا ہے۔ اور خدا سے اپنا تعلق ظاہر کرتا ہے اور اپنے نہ ماننے والوں کو فاسق قرار دیتا ہے۔ تو اس کا عند اللہ اور عند الناس فرض ہے کہ وہ بلا حیل و حجت اس چیلنج کو قبول کرے۔ کیونکہ اگر اس کی پاکبازی پہ ہی حرف ہے اور وہ اپنی بریت نہیں کرتا تو اس کے تمام دعاوی باطل ہیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل عرب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میری زندگی تمہارے سامنے ہے تمہیں اقرار ہے کہ میں صادق القول اور امین ہوں تو جب میں انسان پر افترا نہیں کرتا تو خدا پر کیسے افترا کر سکتا ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی نے اسی بنا پر ہی فوراً آپ کے دعوٰی کو تسلیم کر لیا۔ حضرت مسیح موعود کے متعلق قادیان کے مسلمانوں۔ آریہ اور سکھوں نے جو آپکے انتہائی

ضمیمہ

اخبار پیغام صلح مورخہ یکم مئی ۱۹۵۶ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۲۸

باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر
پبلشر تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور سے
چھپ کر احمدیہ بلڈنگس لاہور سے
شائع ہوا

کہ اگر مسیح موعود کو نبی نہ مانا تو کیا مانا العیاذاً باللہ۔ میں ان کو خبردار کرنا چاہتا ہوں کہ اگر انہوں نے مسیح موعود کو نبی مانا تو آپ کو باوجود ماننے کے نہ مانا اور بقول آپ کے نبوت محمدیہ کی ہتک کی۔ للہ ایک لمحہ کے لئے غلو اور بیجا بحث کو ایک طرف رکھ کر سوچو کہ کیا آپ اس راستہ پر گامزن ہو جس پر مسیح محمدی نے آپ کو ڈالا تھا یا اس کی مخالف سمت میں جا رہے ہو۔ امام پاک کی تحریریں دنیا سے مٹ نہیں گئیں ان کو پڑھو شاید خدا تعالیٰ نے آپ کی آنکھیں کھول دے۔ ایک غیر مامور کے پیچھے لگ کر مامور کی تحریرات کو پسِ پشت مت ڈالو۔ مندرجہ ذیل تحریر پر غور کرو اس میں نور ہے اور ان مغالطوں کا رد ہے جن میں آپ کو ڈالا گیا:

> "اگرچہ عرصہ بیس سال سے متواتر اس عاجز کو الہام ہوا ہے۔ اکثر دفعہ ان میں رسول یا نبی کا لفظ آگیا ہے … … رسول کے لفظ سے اسی قدر مراد ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا اور نبی کے لفظ سے صرف اسی قدر مراد ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے علم پا کر پیشگوئی کرنے والا یا معارف پوشیدہ بتانے والا۔ سو چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے۔ اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات

> میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں۔ اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہئے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے۔ جو شخص انکار میں حد سے گذرتا ہے جس طرح کہ وہ ایک خطرناک حالت میں ہے اسی طرح وہ جو شیعوں کی طرح اعتقاد میں حد سے گذر جاتا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا ہے اور ہم محض دین اسلام کے خادم بن کر دنیا میں آئے ہیں … … اور نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں۔ رسالت لغت عرب میں بھیجے جانے کو کہتے ہیں۔ اور نبوت یہ ہے کہ خدا سے علم پا کر پوشیدہ حقائق اور معارف کو بیان کرنا سو اسی حد تک مفہوم کو ذہن میں رکھ کر دل میں اس کے معنے کے موافق اعتقاد کرنا مذموم نہیں ہے۔ مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں۔ یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں۔ یا نبی سابق کی اُمت نہیں کہلاتے

دشمن نے کبھی کوئی اخلاقی الزام آپ پر نہیں لگایا اور آپ کی وفات پر باوجود اس اختلاف کے جو ایڈیٹر اخبار وکیل امرتسر کو آپ سے تھا صاف طور پر لکھا کہ:

"کیرکٹر کے لحاظ سے مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا چھوٹا سا دھبہ بھی نظر نہیں آتا وہ ایک پاکباز جینا جیا اور اس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی، غرضیکہ مرزا صاحب کی ابتدائی زندگی کے پچاس سالوں نے کیا بلحاظ اخلاق و عادات اور پسندیدہ اطوار اور کیا بلحاظ خدمات و حمایت دین مسلمانان ہند میں ان کو ممتاز، برگزیدہ اور قابل رشک مرتبہ پر پہنچا دیا۔"
(وکیل امرتسر ۳۰ مئی ۱۹۰۸ء)

مگر یہاں معاملہ برعکس ہے اور میاں صاحب کی پاکبازی کے متعلق پانچویں بار آواز اٹھی ہے اور اس آواز کا بار بار اور مختلف سمتوں سے اٹھنا جن میں اپنے اور بیگانے سبھی شامل ہیں (دوسرا معاملہ بیگانوں کی طرف سے تھا) شکوک کو قوی کرتا ہے اور تمام دعاوی پر پانی پھیر دیتا ہے۔ بھلا جس شخص کا کیریکٹر ہی درست نہیں اس کا خدا سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ ائمہ حدیث نے ایسے شخص کی روایت بھی قبول نہیں کی جس کے متعلق انہیں علم ہو گیا کہ اس نے کبھی جھوٹ بولا تھا۔ وہ اس کی تحقیقات کرنے نہیں بیٹھے۔ ان کے خلاف صرف اس آواز کا اٹھنا ہی ان کو ناقابل اعتبار گرداننے کے لئے کافی تھا۔ دین کا معاملہ بہت نازک

موجودہ امام کے حضرت اقدس سے محض جسمانی تعلق نے آپ کی نظریں کو خیرہ کر دیا ہے۔ وہ اس علم النفس کے ماہر اور سیاسی دماغ نے اس سے خوب فائدہ اٹھایا ہے۔ ۱۹۱۴ء کے اختلاف میں خود ہمارے ایک بزرگ نے جو راست گو، پاکباز اور متقی تھے رو کر فرمایا کہ حق پر تو تم ہو لیکن میں حضرت صاحب کی اولاد کو نہیں چھوڑ سکتا۔ خدارا اس کمزوری سے بچو، نا حق کا ساتھ نہ دو۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ مجھے اس بات کا بہت قلق ہے، کہ حضرت اقدس کی جماعت کا کثیر حصہ صحیح راستہ سے بھٹک گیا اور توحید کی بجائے انسان پرستی میں گرفتار ہو گیا۔ اعدائے اولیاء اللہ کی اولاد کی تو ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے کہ گدی ہی رہے۔ لوگ ان کے ہاتھ پاؤں چومتے رہیں اور چڑھاوے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۶) مجھے انتہائی قلق ہوا تو دوسری طرف میرے ازدیاد کے ایمان کا بھی موجب ہوا۔ خدا کے مامور نے بہت پہلے ان کا نقشہ کھینچ دیا تھا۔

"اُن علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا۔ میری عبادتگاہ میں ان کے چولہے ہیں میری پرستش کی جگہ میں ان کے پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں۔"

کیا خلیفہ قادیان کے موجودہ عقائد نے حضرت مسیح کے گھر کو نہیں بدل ڈالا۔ کیا آپکی عبادتگاہ اور پرستش کی جگہ میں انکے چولہے اور پیالے اور ٹھوٹھیاں نہیں رکھی گئیں۔ واضح ہو کہ آپ کا گھر عبادتگاہ اور پرستش کی جگہ کبھی مولویوں کے قبضہ میں نہیں آئی یہ صاف طور پر ان ہی لوگوں

میرے خُدا کا احسان ہے جس نے میری بریت کی۔ اس واقعہ کا میرے مضمون سے صرف اس قدر تعلق تھا کہ ایسے حالات میں یقیناً بڑے سے بڑے انسانوں میں بھی بتقاضائے بشری جدائی ہو جاتی ہے۔ اور صفائی کے لئے بریت ضروری ہے۔

ہذا فراق بینی و بینک کی دھمکی کے متعلق عرض ہے کہ فراق تو ۱۹۱۴ء میں ہو چکا۔ اس کے بعد دیرینہ تعلقات کی بنا پر اور وجہ اُنس مجھے آپ سے تھا میں آپ سے کبھی کبھار ملتا رہا اور دوران ملاقات میں سوائے پرانے واقعات اور تذکرہ دوستوں کے کسی اور امر پر گفتگو نہیں ہوئی۔ اب اگر ان مراسم کی بنا پر میں نے رائے نہ بدلنے اور تعلقات کو منقطع نہ کرنے کی استدعا کی تھی تو میری شرافت کا یہی تقاضا تھا۔ آگے آپ مختار ہیں جو چاہیں کریں۔

مجھے لانس نائک غلام رسول نمبر ۶۵۵۲۰۰ - ۸۰ فیلڈ ایمبولنس کمپنی۔ ایم ڈی پلاٹون کی طرف سے ایک خط ملا جس میں اُنہوں نے مجھے مباہلہ کا چیلنج دیا ہے اور لکھا ہے کہ خلیفہ صاحب سے مباہلہ کرنے سے پیشتر میں ان سے مباہلہ کروں۔ ان کو غلطی لگی ہے۔ میں نے ان کے خلیفہ صاحب کو مباہلہ کا چیلنج نہیں دیا مناسب ہے کہ جنہوں نے خلیفہ صاحب کو مباہلہ کے لئے للکارا ہے وہ ان سے خطاب کریں۔

بالآخر میں اہل ربوہ کی خدمت میں مکرر استدعا کرونگا کہ

ہے اور بہت حزم و احتیاط چاہتا ہے۔

غور فرمائیے کہ جب دین میں کیرکٹر کی ایک ادنیٰ لغزش انسان کو ناقابل اعتبار ٹھہرا دیتی ہے تو جہاں ایک شخص کے متعلق ایک ایسی صدا اُٹھے جو گناہ کبیرہ کی گونج اپنے اندر رکھتی ہو اُس پر کیسے اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ یہاں تحقیقات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا دُنیا یک قلم اس کو روحانی میدان سے خارج کر دے گی۔ البتہ پیر پرستوں کی ذہنیت جداگانہ ہے انہیں اپنے پیر کا عیب بھی ہنر نظر آتا ہے۔ اور وہ خوش اعتقادی سے پیر کی بدی کا نہ صرف انکار ہی نہیں کرتے بلکہ اس کو ایک اعجازی رنگ دے دیتے ہیں۔ ایک شخص نے کسی سے کہا کہ تمہارا پیر شراب پیتا ہے۔ مرید نے جواب دیا کہ جناب کو اس کوچہ کی خبر ہی نہیں شراب تو پیر صاحب کے لبوں کو لگتے ہی دُودھ بن جاتی ہے پس مرزا بشیر احمد صاحب کو واضح ہو کہ یہاں شرعی ثبوت کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا اور نہ اس کی ضرورت ہے۔ عقلمندوں کے نزدیک ایک روحانیت کے علمبردار کے خلاف اس آواز کا اُٹھنا ہی اس کا اعتبار ساقط کر دیتا ہے۔

مرزا صاحب کا اس بات سے انکار کرنا کہ میں نے بغرض صفائی اور بریت یہ راستہ تجویز کیا ہے اور اس کو عداوت پر محمول کرنا سوء ظن ہے جس سے منع کیا گیا ہے ان بعض الظن اثم دوسرے کو (غلط طور پر) آیات قرآنی پیش کر کے خُدا کا خوف دلانے سے پہلے خود

(۱) مسیح موعود علیہ الرحمۃ کے مذہب پر نہیں۔ نت نیا عقیدہ تبدیل کرتے رہتے ہیں وہ واضح الفاظ میں اپنا آخری عقیدہ بیان کریں۔

(۲) ان کے چلن کے متعلق آواز کیوں اُٹھی۔ وہ اپنی بریت کیلئے خُدا سے فیصلہ چاہیں۔

(۳) اگر وہ اپنے آپ کو مصلح موعود سمجھتے ہیں تو مؤکد بعذاب قسم کھائیں کہ اگر وہ مصلح موعود نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ایک سال میں ایسے عذاب سے ہلاک کرے جس میں انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہو۔ رب اھلک قومی انھم لا یعلمون۔

کا مذہب ماموران اللہ کے مذہب میں ضد ہے اور ایسے عقائد سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین، مسیح موعود اور قرآن کی ہتک ہوتی ہے۔ تو اس سے رجوع کرو اور عصبیت اور ضد کو چھوڑ کر اس جماعت سے مل جاؤ جو راہ ہدایت پر قائم ہے۔

آؤ ہم مل کر مامور کا مشن پورا کریں اور دنیا کو اس کے اصل مقام سے آگاہ کریں۔ یہ کیا کھیل ہے کہ ابھی ہم خدا کے مامور کو جس نے فرمایا کہ تین پشتوں کے بعد مسلمان مسیح کے نہ آنے سے ناامید ہوکر میری طرف رجوع کریں گے نہیں منوا سکے کہ غیر مامور اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور اپنے نہ ماننے والوں کو فاسق قرار دے رہے ہیں۔ کیا اس عظیم الشان مجدد کا بحیثیت زمرہ مجددین میں اس امر میں یکتا ہے، کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی زبان مبارک سے اس کے آنے کی خبر دی اور اس کے ظہور کے نشانات گنوائے۔ وفات کے صرف چھ سال بعد اس کی جماعت کے لئے مصلح موعود کی ضرورت پیش آگئی اور اس قلیل عرصہ میں آپ کی قوت قدسی ختم ہوگئی۔ حدیث نے مجدد کا دور سو سال بیان کیا مگر آپ کے نزدیک مرتاج مجددین کا دور چند سال میں ختم ہو گیا اور ایک غیر مامور مصلح کی ضرورت پڑ گئی۔ لہذا میں نہایت درد دل سے آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا امور پر غور کریں۔ امام جماعت ربوہ سے میرا مطالبہ ہے کہ وہ :-

قرآن کا ادب کرنا چاہیئے ورنہ وہ توبہ فرمایاں چہ خود توبہ کمتری کنند کے مصداق ہونگے۔

ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔ ۱۹۱۸ء کا ذکر ہے جبکہ میں قادیان میں طالب علم تھا ایک دن آپ کے نانا صاحب مرحوم کی دوکان پر خشک میوہ خریدنے گیا۔ میر صاحب مرحوم اس وقت موج میں آگئے اور مجھے فی البدیہہ فرمایا ؎

غلام محمد۔ غلام رسول۔ تو غافل نہ ہو اور خدا کو نہ بھول۔

ایک وقت قبولیت کا ہوتا ہے۔ اُن کی یہ دعا میرے حق میں قبول ہوگئی۔ بفضلہ میں نہ خدا سے غافل ہوا اور نہ اس کو بھولا۔ میرا معمول ہے کہ میں خصوصیت سے رات کو سونے سے پہلے دعائے ماثورہ پڑھنے کے بعد ہاتھ باندھ کر موت کو یاد کرتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ تیرے حضور حاضر ہونا ہے اور اعمال کی جوابدہی کرنی ہے۔ میں مرزا بشیر احمد صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ جو الفاظ میں نے لکھے ہیں کہ امام جماعت ربوہ اپنی بریت کے لئے مباہلہ کا چیلنج قبول کریں۔ بارگاہ الٰہی میں بھی دوہراؤں گا۔ کیونکہ میں نے حق لکھا ہے، اور ان سے عرض کرتا ہوں کہ کسی کی نیت پر حملہ کرنے سے پہلے وہ بھی یوم یقوم الناس لرب العالمین کو ملحوظ رکھیں۔

آپ کا یہ فرمانا کہ مجھے آپ کے امام سے عداوت ہے درست نہیں۔ نہ میری جائداد ان سے مشترک اور نہ میں امامت کا دعویدار۔

میاں صاحب کے مذہب میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ ہم میاں صاحب کی خدمت میں عرض کرینگے کہ عالم اسلام کو حقیقت سے آگاہ کرنے کیلئے بہتر ہوگا کہ وہ اپنا ۱۹۵۰ء کا مذہب اگر مگر کو چھوڑ کر واضح اور غیر مبہم الفاظ میں خود اپنے قلم سے تحریر فرما دیں۔ البتہ اس امر کو ملحوظ رکھیں کہ بات وہ کریں جو معترض کی سمجھ میں آجائے اور جو ہو اسلام کے مسلمہ عقیدہ کے خلاف نہ ہو۔ مثلاً قرآن و حدیث کی رو سے نبوت کی کوئی قسم نہیں اور ختم نبوت کا یہ تصور ہے کہ نبوت بسبب اکمال دین کے اب ختم ہو چکی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی نبی نیا یا پرانا نہیں آسکتا جیسا کہ آپ نے ۱۹۱۰ء میں رسالہ تشحیذ الاذہان میں رقم فرمایا ہے۔

دوسرا مطالبہ امام جماعت ربوہ کے ذمہ یہ ہے کہ اہل اللہ نے ہمیشہ اپنی زندگی کے متعلق لقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون یہ دعوے پیش کیا ہے کہ ان کی زندگیاں بے داغ ہیں ان کے کیریکٹر پر کوئی حرف نہیں آسکتا۔ بدقسمتی سے میاں صاحب کے اپنے مریدوں نے جنہوں نے ان کو نزدیک سے دیکھا ہے ان کی زندگی پر اعتراض کیا ہے۔ ان کے نزدیک یہ داغدار ہے۔ اور اس کے فیصلہ کے لئے وہ اس معاملے کو خدا کی عدالت میں لے جانا چاہتے ہیں۔ اس معاملے میں ایک ضعیف انسان کو کسی پس و پیش کی گنجائش نہیں حضرت مسیح موعود نے بھی اس کو جائز قرار دیا ہے۔ اس بارے میں آپ کا فتویٰ مندرجہ ذیل ہے:-

"مباہلہ صرف دو صورت میں جائز ہے اول اس کافر کے ساتھ جو یہ دعویٰ رکھتا ہو کہ مجھے یقیناً معلوم ہے کہ اسلام حق پر نہیں اور جو کچھ

آپ میاں صاحب کا جو مقام بیان کرتے ہیں یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جن پیشگوئیوں کا انہیں مصداق گردانتے ہیں اس کو ہم تسلیم نہیں کرتے بلکہ ہم میاں صاحب کے اعتقادات کو حضرت اقدس کے مذہب کی ضد خیال کرتے ہیں اگر آپ کی توجیہات سے ہمارا اطمینان ہوتا تو جماعت کے دو ٹکڑے نہ ہوتے۔ اب اس قصہ پارینہ کو دہراتے جانا اور انہی فرسودہ دلائل کا اعادہ کرنا تضیع اوقات ہے انکو سنتے سنتے تو ہمارے کان بھی پک گئے ہیں اب محاذ بدل گیا ہے حادثات زمانہ سے کچھ ایسے واقعات پیش آئے ہیں جن سے قادیانی خلافت کے حصول کا پول کھل گیا ہے۔ اب سوال امام جماعت ربوہ کے عقائد میں تبدیلی اور انکی اخلاقی حالت پر آرہا ہے۔ اس میدان میں کسی علمی بحث کی ضرورت نہیں۔ یہاں تو دو ٹوک بات کا معاملہ ہے۔ خلیفہ ربوہ کے پہلے اور پچھلے عقائد ضبط تحریر میں آچکے ہیں انکے موازنہ کی ضرورت ہے اور انکی اخلاقی حالت میں غیر مبہم خدائی فیصلہ درکار ہے۔ اس کو لاکھوں کی جماعت کے امام اور ہمارے جان سے زیادہ عزیز خلیفہ حضرت مسیح موعود کے تحت جگر کے جذباتی فقرہ بایں کہ فلاں فلاں کا بھی ایک وقت یہی مذہب تھا کے پیچھے دبانا بیکار ہے اس جگہ میں عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ اول تو ہماری جماعت کے جن اصحاب نے لفظ نبی یا نبوت استعمال کیا ہے اس سے ان کا مطلب خدا سے خبر پانے والا اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ تھا اور انہوں نے واضح الفاظ میں اس کا اظہار کیا ہے آپ کسی کا حق نہیں کہ ان سے کوئی اور مفہوم نکالے دوم اگر بفرض محال انہوں نے اہل ربوہ کے نزدیک ان الفاظ کو ان معنوں میں ہی استعمال کیا ہے جن میں وہ

کہتا اور اس طرح اس فرستادہ خدا اور سلطان القلم کو دنیا کی نظر میں ناقابل اعتبار ٹھہرایا بھلا جو شخص ایک طرف تو زور شور اور واضح الفاظ میں یہ کہے کہ وعدہ خداوندی مندرجہ قرآن کی رو سے رسول کریم صلعم کے بعد نبی کا آنا ممنوع ہے اور جو ایسا دعویٰ کرے وہ کافر کاذب اور دائرہ اسلام سے خارج ہے، اور دوسری طرف خود نبوت کا دعویٰ کرے اس کو سوائے چالباز یا مجنون خیال کرنے کے کیا چارہ ہے ایسی فاش غلطی کا تو ایک معمولی مصنف بھی مرتکب نہیں ہوتا چہ جائیکہ اس کو ایک ایسی ہستی کی طرف منسوب کیا جائے جسکے قلم کا لوہا دنیا نے مانا بلکہ اسکے اشد مخالفین نے بھی تسلیم کیا۔ بالمقابل آپ نے اس کا یہ نقشہ پیش کیا ہے کہ اسے نبی اور محدث کا فرق بھی معلوم نہ تھا۔ تلك اذاً قسمة ضیزیٰ۔ نعوذ باللہ من هذه الهفوات۔

البتہ قدرت کے نوشتوں کا پورا ہونا ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ میں مثیل مسیح ہوں اسلئے لازمی ہے کہ میرے ساتھ بھی وہ معاملہ ہو جو مسیح ناصری کے ساتھ ہوا اس میں اس غلو کی طرف بھی اشارہ تھا جو مسیح محمدی کی ذات میں کیا جاتا تھا پیروان مسیح نے انکو انبیاء کی صف سے نکال کر الوہیت کے مقام پر کھڑا کیا اور اسکے مثیل کے پیروؤں نے انکو اولیاء کی صف سے نکال کر انبیاء کی صف میں کھڑا کیا۔ اگر آپ کو اس بات پر ناز ہے کہ یہ نوشتہ آپکے ذریعہ پورا ہوا تو آپکو مبارک ہو۔ ہم خدا تعالےٰ کا شکر کرتے ہیں کہ اس نے ہم کو اس فضیلت سے محفوظ رکھا۔

ہم نے یہ چند باتیں اہل ربوہ میں سے صرف ان اصحاب کے غور کیلئے لکھی ہیں کہ جن کی بصیرت بالکل نہیں جاتی رہی۔ شاید ان سورج کی طرح روشن دلائل کی کوئی کرن انکو راہ ہدایت دکھانے میں ممد ہو:

جانتے ہیں مضمون خط ملاحظہ ہو۔

"نبوت کے متعلق میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سب احمدی حضرت مسیح موعود کو نبی ظلی ہی مانتے ہیں لیکن چونکہ حضرت صاحب کے درجے کو اس وقت بہت گھٹا کر لکھا جاتا ہے اس لئے مصلحت وقت مجبور کرتی ہے کہ آپ کے اصل درجہ سے جماعت کو آگاہ کیا جائے ورنہ اس طرح لفظ نبی کے استعمال کو میں خود بھی پسند نہیں کرتا نہ اس لئے کہ آپ نبی نہ تھے بلکہ اس لئے کہ ایسا نہ ہو کہ کچھ مدت بعد بعض لوگ اس سے نبوت مستقلہ کا مفہوم نکال لیں مگر یہ صرف چند روزہ بات ہے اور بطور علاج کے ہے۔"

(خط میاں محمود احمد صاحب بنام محمد عثمان صاحب مندرجہ ضمیمہ اخبار پیغام صلح ۱۷ اگست ۱۹۱۴ء)

یہ تحریر میاں صاحب کے علم کلام کا بہترین نمونہ ہے۔ وہ ہمیشہ متضاد اور بے تکی باتیں کرتے ہیں جن میں حقیقت اور معقولیت کا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔

غور کیجئے فرماتے ہیں سب احمدی حضرت مسیح موعود کو نبی ظلی ہی مانتے ہیں لیکن چونکہ حضرت صاحب کے درجہ کو اس وقت بہت گھٹا کر لکھا جا رہا ہے، اس لئے **مصلحت وقت** مجبور کرتی ہے کہ آپ کے اصل درجہ سے جماعت کو آگاہ کیا جائے۔ اب تضاد کو دیکھئے کہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ "سب احمدی حضرت مسیح موعود کو نبی ظلی ہی مانتے ہیں" اور ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ "آپکے درجہ کو گھٹا کر لکھا جا رہا ہے اسلئے مصلحت وقت مجبور کرتی ہے کہ آپ کے اصل درجہ سے جماعت کو آگاہ کیا جائے"۔ اصل درجہ تو نبی ظلی کا ہے اور سب احمدی اس کو مانتے ہیں۔ اب سمجھ میں نہیں آتا کہ دوسرا اصل درجہ کونسا ہے جس سے میاں صاحب جماعت کو آگاہ کرنا

خود استعمال کرتے ہیں۔ تو میں کہونگا کہ وہ میرے لئے حجت نہیں۔ میرے لئے صرف وہ چیز حجت ہے جو خدا کے مامور نے پیش کی۔ بدقسمتی سے آپکی تحریرات میں محکمات اور متشابہات میں فرق نہیں کیا گیا۔ (میرے نزدیک آپکی سب تحریریں واضح ہیں) اور زیغ قلب سے متشابہات کی وہ تاویل کی گئی جو محکمات کے منافی تھی۔ اور بجائے اول الذکر کو موخر الذکر کے تابع کرنیکے متشابہ کو محکم پر حکم بنا دیا۔ مثلاً مشتے نمونہ از خروارے ۔ نبوت کے متعلق حضرت اقدس کے محکم ارشادات یہ ہیں:۔

"خدا وعدہ کر چکا ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول نہیں بھیجا جائیگا۔" (ازالہ اوہام ص۵۶۳)

"قرآن شریف بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا۔" (ازالہ اوہام ص۷۶۱)۔

"اسلام میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا" (از حقیقت ص۱۱)

"اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور باتباع آنجناب اولیاء کو ملتی ہے" (جسکے ہم قائل ہیں) (مجموعہ اشتہارات حصہ دوم ص۲۶۲)

"ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں" (مجموعہ اشتہارات حصہ دوم ص۲۶۲)

"میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں" (آسمانی فیصلہ ص۳)

اب انقطاع نبوت کے ان واضح اور محکم ارشادات کی موجودگی میں حضرت اقدس کے لفظ نبی اور نبوت کے استعمال سے جبکہ آپ نے غیر مبہم الفاظ میں یہ بھی فرما دیا ہو کہ اس سے مراد صرف خبر دیا گیا اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہے کسی شخص کا دعوے

(انوار صداقت ص۶۵)۔ یہ ہیں انوار خلافت۔ حضرت مسیح موعود تو فرماتے ہیں:

"قرآن شریف میں ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے۔ اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث لانبی بعدی میں بھی نفی عام ہے۔ پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے۔" (ایام صلح ص۱۴۶) ۔ لیکن صاحبزادے ایسے شخص کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کا آنا نہ مانے جھوٹا اور کذاب بتاتے ہیں ۔ (مولانا جلال الدین شمس اور ابو العطاء اللہ دتا کو ایسا امام مبارک ہو جو مسیح موعود کو نعوذ باللہ جھوٹا اور کذاب سمجھتا ہے)۔

قارئین کرام میاں صاحب کی ۱۹۱۰ء اور ۱۹۱۵ء کی تحریروں کا مقابلہ کریں اور دیکھیں کہ ان میں کسقدر تفاوت ہے۔ وہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ حیرت ہے کہ اہل ربوہ نے اپنی باگ ڈور کس طرح ایسے شخص کے حوالے کر دی جس نے مذہب کو مصلحتوں کی آماجگاہ بنا کر بچوں کا کھیل بنا دیا اور رکیک تاویلوں اور مغالطہ انگیزیوں سے ہر ایک چیز سے امن اٹھا دیا۔

۱۹۵۳ء میں میاں صاحب کا مذہب

۱۹۵۳ء میں اپنی عادت مستمرہ کے مطابق میاں صاحب نے پھر اپنے عقیدے میں تبدیلی کی جو عدالت عالیہ کے ریکارڈ میں موجود ہے اس کے متعلق جماعت ربوہ میں دو گروہ ہیں ایک تو وہ ہے جو کہتا ہے کہ عقائد میں یہ تبدیلی ۱۹۲۵ء میں ہو چکی تھی لیکن کثیر حصہ عدالت کے بیان میں قادیانی منطق کو استعمال کر کے یہ کہتا ہے کہ

"کیا مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت ہوئے؟"

حضرت مسیح علیہ السلام کے واقعہ صلیب کے متعلق

جرمن سائنسدانوں کی تازہ تحقیق

سکنڈے نیویا کے ربوائی مبلغ سید کمال یوسف صاحب نے سکنڈے نیویا کے ایک اخبار Stockholm — Tidningen (مورخہ ۱۲ اپریل ۵۷ء) کے ایک مضمون کا ترجمہ معاصر الفضل میں شائع کرایا ہے، جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ قارئین "پیغام صلح" کے مطالعہ میں دیا جائے۔ یہ مضمون اخبار مذکور کے ایڈیٹر Christer Idurlund کے قلم سے نکلا ہے۔

جرمن سائنسدانوں کا ایک گروہ آٹھ سال سے مسیح کے کفن کے متعلق تحقیق کر رہا تھا جس کا نتیجہ حال ہی میں پریس کو بتایا گیا ہے، مسیح کا دو ہزار سالہ پرانا کفن اٹلی کے شہر ٹورن (Turin) میں ملا ہے، اس پر مسیح کے جسم کے نشانات ثبت ہیں۔

سائنسدانوں نے اپنی تحقیق سے پوپ کو مطلع کیا ہے مگر پوپ اب تک خاموش ہے کیونکہ اس تحقیق کے نتیجہ میں کیتھولک چرچ کی مذہبی تاریخ کا سب سے اہم راز منکشف ہو کر رہ گیا ہے تصویر کشی کے فن کی مدد سے سائنس دانوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جس چیز کو لوگ دو ہزار سال سے معجزہ خیال کرتے تھے وہ بالکل طبعی واقعہ ہے اور وضاحت سے ثابت کیا ہے کہ مسیح ہرگز صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے۔

مسیح کے کفن کا مسئلہ ایک ہزار سال تک زیر بحث رہا ہے ۹۴۳ء میں ملک Endoxci نے یہ کپڑا قسطنطنیہ بھیجا اس سے قبل یہ کپڑا کیتا کو مبز کے پاس تھا، سات سو سال تک یہ قسطنطنیہ میں رہا۔ آخر کار ... Dela Roche نے اس کپڑے کو چھین لیا۔ جب آگ لگی تو یہ کپڑا چاندی کے صندوق میں بند تھا چاندی کے پگھلنے سے خفیف سا دھندلا ہو گیا۔ مگر مسیح کے جسم کے ...... دوہرے نشانات پھر بھی اس پر باقی رہے۔ اہل فرانس نے اس کپڑے کی نمائش سے خوب دولت کمائی۔ فرانس سے یہ کپڑا ٹورن (Turin) منتقل کیا گیا۔ اور ہر ۳۳ سال کے بعد اس کی نمائش ہوتی رہی ۱۸۹۸ء میں اٹلی کے ایک وکیل پیا (Pia) نے اس کپڑے کی تصویر لی۔ جب تصویر کو (Develop) کرنے کے بعد سورج کی روشنی میں ننگے تو NEGATIVE کو دیکھا تو اس کی حیرانی کی کوئی حد نہ رہی۔ کیونکہ یہ بعینہٖ مسیح کی شبیہ تھی۔ جب منفی (Negative) کو مثبت (Positive) میں تبدیل کیا گیا تو یہ وہی شخص تھا جس کی شکل ۱۹۰۰ سال سے کسی نے نہیں دیکھی۔

۱۹۳۱ء میں کپڑے کی دوبارہ نمائش ہوئی تو Giuseppe Enrie فوٹوگرافر نے ایک بہت بڑے پادری کی موجودگی میں ۶۰۰۰ اور ۲۰۰۰ واٹ بجلی کی روشنی کی مدد سے پھر تصویر لی اس فوٹو نے ایک سنسنی خیز حقیقت کا انکشاف کیا، اور اس بات کو دوبارہ ثابت کر دیا۔ جو پیا (Pia) نے ظاہر کی تھی۔ فوٹو میں دی ہوئی تصویر بعینہٖ وہی ہے جو دو ہزار سال سے آج تک چرچ آرٹ مسیح کی شبیہ کے متعلق بیان کرتا آیا ہے۔

جب ایک انسان اس تصویر کو دیکھتا ہے جو کتاب Das Linnen مصنفہ Kurt Berna Hans-Naberverlag Stutt-gart ...

نہایت آسانی سے چرچ کے ردّ عمل کا مطالعہ کر سکتا ہے پوپ Pius IX نے کہا ہے کہ:-

"یہ تصویر کسی انسانی ہاتھ نے نہیں بنائی"

سائنسدان کہتے ہیں کہ تاریخ اور کپڑا تائید کرتے ہیں کہ یہ مسیح کا فوٹو ہے۔ کپڑے کے دھاگوں کی ساخت اور تانا بانا بتاتا ہے کہ یہ ویسا ہی کپڑا ہے جو پومپی آئی میں پائے گئے تھے۔

کپڑے کے دوہرے نشانات ظاہر کرتے ہیں کہ کپڑے کا نصف حصہ مسیح کے جسم پر لپیٹا گیا تھا، اور باقی نصف سر پر۔ پھر مسیح کے جسم کی گرمی اور دوائی کے عمل نے جسم کے نشانات کو کپڑے میں نقش کر دیا، اور مسیح کا تازہ خون کپڑے میں جذب ہو کر نشان بن گیا۔ کانٹوں کا تاج پہننے سے مسیح کی پیشانی اور گدی پر جو نشانات آئے مسیح کا سوجا ہوا بایاں گال، دائیں پہلو پر بھالے کا گہرا نشان کیل کے زخموں سے نکلے ہوئے خون کے نشان، کمر پر صلیب کی رگڑ کے نشان یہ سب چیزیں فوٹو میں دیکھی جا سکتی ہیں، مگر سب سے تعجب انگیز حقیقت یہ ہے کہ منفی فوٹو نے مسیح کی بند آنکھوں کو دو کھلی آنکھوں میں ظاہر کیا ہے۔

تصویر یہ بھی بتاتی ہے کہ کیل ہتھیلی میں نہیں بلکہ کلائی کے مضبوط جوڑوں میں لگائے گئے تھے۔ اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بھالے نے مسیح کے دل کو ہرگز نہیں چھیدا۔ بائبل کہتی ہے کہ مسیح نے جان دے دی، مگر سائنسدان مصر ہیں کہ دل نے عمل کرنا بند نہیں کیا تھا۔

یہ کہا جاتا ہے کہ ایک گھنٹہ تک مسیح کے بے جان لٹکے رہنے سے خون کو خشک ہو کر ختم ہو جانا چاہیئے تھا۔ اور اس صورت میں خون ہرگز کپڑے میں نہ آتا۔ مگر کپڑے کا خون کو جذب کرنا بتاتا ہے کہ مسیح صلیب پر سے اتارے جانے کے وقت زندہ تھے۔

نتیجہ امتحان میٹریکولیشن مسلم ہائی سکول بدوملہی

حسب معمول امسال بھی مسلم ہائی سکول بدوملہی کا نتیجہ امتحان میٹریکولیشن اپنے علاقہ کے تمام سکولوں میں ممتاز رہا ہے۔ یعنی اکیاون لڑکوں میں سے چھتیس پاس ہوئے ہیں۔ جن میں سے چھ فسٹ ڈویژن میں آئے اور کل نتیجہ اکہتر فیصدی رہا اور علاقہ کے تمام سکولوں پر سبقت لے گیا۔ مثلاً اسلامیہ ہائی سکول بدوملہی، تعلیم الاسلام ہائی سکول گھٹیالیاں۔ ڈی بی ہائی سکول نارنگ اور ایس ڈی اسلامیہ ہائی سکول تلونڈی بھنڈراں وغیرہ۔ نیز ورنیکولر فائنل کا نتیجہ بھی امسال سو فی صدی رہا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

مورخہ ۱۳ جون کو ...... جناب ڈپٹی انسپکٹر آف سکولز نے بغیر پیشتر اطلاع کے اچانک معائنہ فرمایا۔ آں محترم نے سب سے پہلے سکول کا راؤنڈ فرمایا۔ اور سکول بلڈنگ کو بنظر استحسان دیکھا۔ اور جملہ حالات کے تذکرہ کے بعد ہیڈ ماسٹر صاحب کے متعلق مندرجہ ذیل ریمارکس درج کئے:-

"ہیڈ ماسٹر مسٹر عبدالحفیظ بٹ اس ضلع کے پسماندہ علاقہ میں قابل ستائش کام کر رہے ہیں۔ وہ ایک ان تھک آدمی ہیں۔ اور اس ادارہ کی خدمت ایک قومی جذبہ کے تحت کر رہے ہیں۔ ان کی کوششیں یقینی طور پر بار آور ہوں گی"

خاکسار ماسٹر محمد انور مسلم ہائی سکول بدوملہی۔ ضلع سیالکوٹ

مصلح موعود کی پیشگوئی پر ایک محققانہ نظر (قسط ۶)

چوہدری فضل الرحمٰن قمر صاحب سامانوی

میاں صاحب کے مثیل مسیح ہونے کا نرالا ثبوت

دوسری شق یتزوج ویولد لہ کے متعلق پہلے یہ ثابت کیا جاچکا ہے کہ غیر مامور اس کا مصداق نہیں ہو سکتا اس لئے اس پر مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

تیسری شق یہ ہے کہ مصلح موعود "مثیل مسیح" ہوگا اور اس ذریعہ بعض پیشگوئیاں ظاہری طور پر پوری ہوں گی۔ ربوائی اقنوم ثلاثہ کے "روح القدس" جناب مولوی ابوالعطاء صاحب نے ۱۹ر فروری کے الفضل میں یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ جناب میاں صاحب مثیل مسیح ہیں یہ مضمون ایک طرف اہل ربوہ کے مفتریانہ اور نامعقول نظریات کا مرقع ہے تو دوسری طرف لکھنے والے کے عجز کا بھی آئینہ دار ہے چنانچہ آپ حضرت اقدس کی چند عبارتیں نقل کرکے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ:۔

"ان عبارتوں سے ظاہر ہے کہ مصلح موعود کو حضرت مسیح ناصری علیہ السلام سے نمایاں مشابہت حاصل ہونے والی تھی"

"حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی جو ذاتی صفات قرآن مجید میں مذکور ہیں ان میں نمایاں طور پر روح القدس سے مؤید ہونا بیان ہوا ہے ان پر خدا کا کلام اترتا تھا اور وہ آسمانی تائیدات حاصل کرتے تھے"

اس کے بعد ان کو چاہیئے تھا کہ وہ میاں صاحب کے روح القدس سے مؤید ہونے اور ان پر کلام الٰہی اترنے کا ثبوت دیتے کیونکہ کوئی دعوےٰ بغیر دلیل کے قابل سماعت نہیں ہوتا جیسا کہ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ

دعویٰ باطل ہے وہ جس دعوی پہ برہاں نہ ہو

مگر اتنے بڑے دعوےٰ کا مولوی صاحب نے جو ثبوت دیا ہے وہ ان کے اپنے الفاظ میں یہ ہے:۔

"اللہ تعالیٰ کے روحانی فیوض پانے کی کیفیت ایسی چیز ہے جس کو دشمن نہیں دیکھ سکتے اور جس کا اعتراف کرنا ان کے لئے مشکل ہوتا ہے اس لئے میں مشابہت کے اس پہلو کو جو اگرچہ اہل ایمان کے لئے آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہے نظر انداز کرتا ہوں ....."

یہ دلیل ربوائی خالد کے زورِ قلم کو ثابت کرتی ہے جس سے ان کا عجز روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ انہوں نے میاں صاحب کے "مثیل مسیح" ہونے کا دعوےٰ تو کر دیا مگر ثبوت کہاں سے لائیں اگر بقول اُن کے تائید روح القدس اور نزول وحی والہام کی کیفیت کو "دشمن نہیں دیکھ سکتے" تو پھر اور کونسی چیز ہے جس کو دشمن دیکھ سکتے ہیں اور وہ کیا چیز ہے جس سے اُن پر حجت قائم کی جاسکتی ہے؛ ہمارے سامنے ایک زندہ مثال موجود ہے کہ حضرت اقدس نے "مثیل مسیح" ہونے کا دعوےٰ کیا اور اللہ تعالیٰ سے روحانی فیوض حاصل کئے روح القدس سے آپ کی تائید ہوئی۔ اللہ تعالےٰ کا کلام حضور پر نازل ہوا، جس کو آپ نے بار بار اپنی کتب میں پیش کرکے مخالفین پر حجت ملزمہ قائم کی جسے دیکھ کر لاکھوں بندگان خدا نے ہدایت پائی اور ان ہدایت پانے والوں میں اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو پہلے دشمن اور مخالف تھے۔ مگر آج یہ کیسے مصلح موعود پیدا ہو گئے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کے فیوض پانے کی کیفیت دوستوں پر تو آفتاب نیمروز کی طرح عیاں ہے مگر مخالف اسے دیکھ ہی نہیں سکتے تو پھر وہ کلام نازل کن کے لئے ہوتا ہے۔ بہرحال مولوی صاحب کے اس بیان سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جناب میاں صاحب پر جو کلام اترتا ہے وہ حق الیقین کا درجہ نہیں رکھتا اسی لئے وہ اسے پیش کرنے سے ہچکچاتے ہیں اور میاں صاحب نے بھی اسی لئے کہہ دیا کہ میری خوابیں دوسروں کے لئے حجت نہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جو کلام اترا وہ دنیا کے سامنے بطور حجت پیش کیا گیا، جس کی تائید قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے، چونکہ ان کا کلام حق الیقین کا درجہ رکھتا تھا اس لئے انہوں نے بطور حجت اسے دنیا کے سامنے پیش کیا اور میاں کی خوابیں ابھی علم الیقین کے درجہ پر ہیں اس لئے ظنی وہ دوسروں کے لئے حجت نہیں اس لئے مولوی صاحب کا ان خوابوں کو اس وحی کی مماثلت میں پیش کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ میاں صاحب کا خواب ویسا نہیں جیسا کہ مسیح علیہ السلام پر نازل ہونے والا کلام تھا۔ اسی لئے انہوں نے اسے نظر انداز کر دیا جو ثبوت ہے اس بات کا کہ میاں صاحب "مثیل مسیح" نہیں۔ ایک غیر مامور کو مثیل مسیح ثابت کرنے کی دھن میں مولوی صاحب حضرت مسیح علیہ السلام پر بہتان عظیم باندھنے سے بھی نہیں چوکے چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"یہودی قوم نے حضرت مریم پر نہایت گندے اتہام لگائے مگر اللہ تعالےٰ کی فعلی شہادت نے ان کو بے گناہ قرار دیا اور انہیں الہام اور وحی سے مشرف کرکے اور رویاء اور کشوف کے ذریعہ مستقبل کی خبریں دے کر ان کا پاک اور مطہر ہونا ثابت کر دیا تھا.........
یہی حال مسیح ناصری کے زمانہ میں ہوا اور یہی بات آج ہو رہی ہے"

مولوی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح میاں صاحب کی ذات پر بچپن سے آج تک دشمنوں اور مریدوں کی طرف سے ناگفتہ بہ الزامات عائد کئے جا رہے ہیں ویسے ہی الزامات معاذ اللہ حضرت مسیح علیہ السلام پر عائد کئے گئے تھے جن سے بریت کا ثبوت انہوں نے اسی طرح کوئی نہیں دیا جس طرح آج نہیں دیا جا رہا بلکہ حضرت مسیح نے اپنی بریت کے ثبوت میں اسی طرح اپنی چند خوابیں بیان کر دی تھیں جس طرح آج اہلِ ربوہ بیان کر رہے ہیں، اور جس طرح مسیح علیہ السلام کی خوابیں اُن پر لگائے گئے الزامات کی تردید تھی اسی طرح میاں صاحب پر عائد کئے گئے الزامات کے جھوٹا ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ ان کو خوابیں آتی ہیں ہم اس ناخوشگوار بحث کو چھیڑنا نہ چاہتے تھے مگر انہوں نے خود اللہ تعالےٰ کے ایک برگزیدہ بندہ پر بہت بڑا افترا کیا ہے اس لئے مجبوراً اس کے متعلق کچھ عرض کرنا پڑا۔ سو واضح ہو کہ حضرت مسیح علیہ السلام پر ان کے ذاتی چلن کے متعلق اس قسم کا ایک بھی الزام نہیں تھا جیسے میاں صاحب کے مرید اور مرید نیاں اُن پر لگا رہے ہیں اگر جرأت ہے تو وہ صرف ایک ایسی مثال پیش کریں حضرت مسیح علیہ السلام پر یہود نے ان کی پیدائش کے متعلق الزام لگایا تھا نہ کہ اُن کے چلن کے متعلق اور یہاں معاملہ برعکس ہے فرض محال کے طور پر اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ اُن کی ذات کے متعلق بھی کوئی الزام تھا تو وہاں الزام لگانے والے یہودی تھے اور یہاں احمدی، وہاں دشمن تھے یہاں دوست، وہاں جان کے بیوا تھے اور یہاں جاں نثار مرید ان الزامات کو حضرت مسیح کی طرف منسوب کرنا ظلم عظیم اور بہت بڑا بہتان ہے، تاریخ مذاہب عالم سے ایک مثال بھی ایسی نہیں دی جاسکتی کہ ایک مسیح کیا کسی بھی مصلح ربانی پر اس نوعیت کے الزامات عاید کئے گئے ہوں جس نوعیت کے یہاں عائد کئے جا رہے ہیں ایک غیر مامور کو مصلح ربانی ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ کے مقدس بندوں کو متہم کرنا ناپاک جسارت ہے جس کا مرتکب کوئی ربوہ کا مولوی ہی ہوسکتا ہے لطف یہ ہے کہ یہ اس بزرگ ہستی کی غلامی کا دعویدار بھی ہے جس نے ایسے زبان دراز لوگوں کے متعلق یہ فرمایا تھا ؂

تیر بر معصوم ہے بادد خبیث بدگہر
آسمان را مے سزد گر سنگ بارد برزمیں

یہ مماثلت ثابت کرنے کا نیا طریق اور سنگین الزامات سے بریت کا نرالا ڈھنگ ہے جو آج تک کسی نے بھی اختیار نہیں کیا سرزمین ربوہ کو ہی یہ فخر حاصل ہے کہ وہ کسی ملزم کو بری ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے معصوم بندوں کی طرف ۔۔۔ بھی وہی الزام منسوب کرنا شروع کر دیتے ہیں جس میں وہ خود ملزم ہیں بقول آپ کے جب اللہ تعالیٰ کے روحانی فیوض پانے کی کیفیت ایسی چیز ہے جس کو دشمن نہیں دیکھ سکتے صرف دوست دیکھ سکتے ہیں تو پھر ان کی خوابوں سے ان کا پاک اور مطہر ہونا کس طرح ثابت ہو سکتا ہے مثلاً ایک شخص زید پر الزام لگاتا ہے کہ میں نے اسے اپنی آنکھوں سے چوری کرتے دیکھا ہے اس کے جواب میں اگر زید یہ کہے کہ مجھے سچی خوابیں آتی ہیں کیا صرف اس کا یہ کہنا اس کو چوری سے بری ثابت کرنے کے لئے کافی ہوگا؟ اگر نہیں تو پھر یہ جواب معترضین کی تسلی کے لئے کس طرح کافی ہو سکتا ہے جب ہم اس معاملہ کو حضرت حکم و عدل کی عدالت میں پیش کرتے ہیں تو وہاں سے یہ فیصلہ صادر ہوتا ہے کہ

سچی خوابیں صداقت کی دلیل نہیں

جیسا کہ آپ فرماتے ہیں :۔

(۱) "اکثر لوگ ایسے بھی ہیں کہ ابھی شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہیں مگر پھر بھی اپنی خوابوں اور الہاموں پر بھروسہ کر کے اپنے نالائق اعتقادوں اور ناپاک مذہبوں کو ان خوابوں اور الہاموں سے فروغ دینا چاہتے ہیں بلکہ بطور شہادت ایسی خوابوں اور الہاموں کو پیش کرتے ہیں" (حقیقۃ الوحی ص۱)

(۲) "اور بعض ایسے بھی ہیں کہ چند خوابیں یا الہام جو ان کے نزدیک سچے ہو گئے ہیں ان کی بنا پر وہ اپنے تئیں اماموں یا پیشواؤں اور رسولوں کے رنگ میں پیش کرتے ہیں یہ وہ خرابیاں ہیں جو اس ملک میں بہت بڑھ گئی ہیں ایسے لوگوں میں بجائے دینداری اور راستبازی کے بیجا تکبر اور غرور پیدا ہو گیا ہے" (ایضاً ص۲)

(۳) "بعض فاسق اور فاجر اور زانی اور ظالم اور غیر متدین اور چور اور حرام خور اور خدا کے احکام کے مخالف چلنے والے بھی ایسے دیکھے گئے ہیں کہ ان کو بھی کبھی کبھی سچی خوابیں آتی ہیں اور یہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ بعض عورتیں جو قوم کی چوہڑی یعنی بھنگیں تھیں جن کا پیشہ مردار کھانا اور ارتکاب جرائم کام تھا انہوں نے ہمارے روبرو بعض خوابیں بیان کیں اور وہ سچی نکلیں اس سے بھی عجیب تر یہ کہ بعض زانیہ عورتیں اور قوم کے کنجر جن کا دن رات زناکاری کام تھا ان کو دیکھا گیا کہ بعض خوابیں انہوں نے بیان کیں اور وہ پوری ہو گئیں" (ایضاً ص۲-۳)

(۴) "خاص کر ایسے لوگوں کے لئے یہ ایک زہر قاتل ہے جو خود مدعی الہام ہیں اور اپنے تئیں مستجاب اللہ اور ملہم خیال کرتے ہیں اور در اصل خدا تعالےٰ سے ان کا کوئی تعلق نہیں اور وہ اس دھوکے سے جو کوئی خواب سچی ہو جاتی ہے اپنے تئیں کچھ چیز سمجھتے ہیں اور اس طرح پر وہ سچائی کی طلب کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں بلکہ سچائی کو تحقیر اور توہین کی نظر سے دیکھتے ہیں" (ایضاً ص۴)

ہمارے ربوائی دوست اگر اس آئینہ میں اپنی شکل دیکھیں گے تو تمام خدوخال نہایت صفائی سے سامنے آ جائیں گے ہم تو یہی عرض کرنا کافی سمجھتے ہیں کہ ؎

اک معجزہ کے طور پہ یہ پیشگوئی ہے
کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

مسیحی اور محمودی ہجرت

مولوی اللہ دتہ صاحب جناب میاں صاحب کی حضرت مسیح علیہ السلام سے مماثلت کا ایک یہ ثبوت دیتے ہیں کہ :۔

"اس مسیحی ہجرت سے عجیب و غریب مشابہتیں اس ہجرت کو حاصل ہیں جو حضرت محمود ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے ۱۹۴۷ء میں بھارت سے پاکستان کی طرف فرمائی"

اب ذرا وہ "عجیب و غریب" مشابہتیں دیکھئے آپ فرماتے ہیں :۔

"جس طرح حضرت مسیح نے اپنی والدہ ماجدہ کو پہلے روانہ کیا تھا اسی طرح میاں ہوا"

ربوائی دوستوں کو مولانا کی اس "زندہ دلیل" پر "امیر المومنین زندہ باد" کا نعرہ بلند کرنا چاہیئے۔ ہم تو حضرت مسیح موعودؑ کا یہ شعر پڑھنے کے سوائے اور کیا کہہ سکتے ہیں ؎

کچھ تو سمجھیں بات کو یہ دل میں ارماں ہی رہا
واہ رے شیطاں عجب انکو کیا اپنا شکار

مولوی صاحب کی زبانی تو آپ نے ہجرت کی "عجیب غریب مشابہتیں" سن لیں اب ذرا حضرت محمود کے ایک مخلص مرید واقف زندگی راجہ بشیر احمد صاحب رازی کی زبانی بھی اس عجیب و غریب ہجرت کی کہانی سن لیجئے:۔

"یہ نام نہاد "اولوالعزم" خلیفہ مرگ روح و بدن میں مبتلا ہو گیا اس کو اشدا علی الکفار کی آیت بھول گئی موتوا قبل ان تموتوا کی آیت کریمہ بھی صرف نسیان ہو گئی کیونکہ معاملہ سخت اور جان عزیز کا معاملہ درپیش تھا اس نے "قادیانیت" کی دیوار گریہ کو تھامنے کی ایک ناکام کوشش کی اس نے اعلان کیا کہ وہ قادیان کو ترک نہیں کرے گا کیونکہ اس نے مرزا صاحب کی نعش کو سپرد لحد کرتے ہوئے خدا سے عہد کیا تھا کہ اگر سارے لوگ بھی اس مقدس زمین کو چھوڑ جائیں وہ اسی میں رہے گا اور اس کا ہی ہو کر رہے گا ایک گشتی چٹھی تمام جماعتوں کو بھیجدی جس سے قادیانیوں کو تقویت ملی انکی ہمت پر دوسرے لوگ ششدر رہ گئے اخبارات میں مقالے چھپے لیکن مقالوں کی سیاہی ابھی خشک نہ ہوئی تھی کہ یہ حضرت سر پہ پاؤں رکھکر بھاگے اور اس ارض مقدس میں پناہ گزین ہوئے جس کی تخلیق کے خلاف انہوں نے کئی ناپاک فتنے تخلیق کئے تھے یہ یاد رہے کہ خلیفہ صاحب ہندو سادھو کے بھیس میں قادیان سے رخصت ہوئے"

یہ ایک پیر کے واقعہ "ہجرت" کے متعلق اسی کے دو مریدوں کی مختلف آراء ہیں، ہم اس کا فیصلہ ناظرین پر چھوڑتے ہیں بہرحال دونوں تحریروں سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ میاں صاحب کے قادیان سے آنے کو حضرت مسیح علیہ السلام کی ہجرت سے کوئی دور کا بھی واسطہ نہیں ہمارے نزدیک میاں صاحب اور ان کے مریدوں کا قادیان سے نکلنا ہجرت نہیں بلکہ

تازیانۂ عبرت

ہے جو اہل ربوہ کے حق پر نہ ہونے کا ایک ناقابل تردید ثبوت ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو متعدد مرتبہ یہ الہام ہوا کہ

"انی احافظ کل من فی الدار الا الذین علوا باستکبار
میں ان تمام کی جو دار میں ہیں حفاظت کروں گا سوائے ان لوگوں کے جو تکبر سے بڑے بنتے ہیں الا الذین علوا ہمیشہ ساتھ ہی ہوتا ہے نہ معلوم اس کے کیا معنی ہیں" تذکرہ ص۲۴۸

یہ الہام حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا عظیم نشان ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے "دار" میں رہنے

(باقی آئندہ صفحہ پر)

مصلح موعود کی پیشگوئی پر ایک محققانہ نظر

(بسلسلہ صفحہ ۹)

والے لوگوں میں کوئی عنصر علو و استکبار کے مہلک مرض میں مبتلا ہونیوالا تھا جس کی وجہ سے یہ ہر دفعہ ساتھ نازل ہوتا رہا غور کرنے سے اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ کسی وقت اگر اس عنصر کی حفاظت نہ ہو تو اس کی وجہ سے یہ نشان مشتبہ نہ سمجھا جائے اب دیکھو ۱۹۴۷ء کے فسادات میں اس "دار" میں کون رہتے تھے؟ اس وقت دنیا کے بنر میں صرف یہی ایک "دار" تھا جس میں رہنے والوں کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالےٰ نے لیا ہوا تھا اس وقت اس میں رہنے والے لوگ تو ایک طرح اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں تھے اس موقعہ پر ان کا وہاں سے نکل بھاگنا یہ ثابت کرتا ہے کہ یا تو ان لوگوں کو اللہ تعالےٰ کے اس وعدہ پر ایمان نہ تھا اور یا یہ لوگ اپنی عملی حالت کی وجہ سے یہ سمجھ چکے تھے کہ باوجود وعدہ الٰہی ہونے کے ہماری حفاظت نہ کی جائے گی ان دونوں میں جو صورت بھی درست مانی جائے وہی ان بھاگنے والوں کے حق پر نہ ہونے کی دلیل ہوگی۔ فسادات کے وقت جناب میاں صاحب قادیان کے واحد حکمران تھے۔ وہاں اور علاقہ میں مریدوں کی غالب اکثریت تھی جائز و ناجائز اسلحہ بھی پاس تھا اور مرید بھی وہ تھے جو "حضور" کے اشارہ پر اپنی جان قربان کرنا فخر سمجھتے تھے پھر "ارض حرم" اور "خدا کے رسول کی تخت گاہ" اور جماعت کا "مرکز" اور حضرت اقدس علیہ السلام کا مزار مبارک اور سب سے بڑھ کر وہ "دار" جس میں رہنے والوں کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا نہ ایک بار بلکہ کئی بار پھر وہاں فساد بھی کوئی نہیں ان سب باتوں کے باوجود "دار" سے نکل بھاگنے کا اس کے سوا اور کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ بھاگنے والے عنصر کو یہ یقین تھا کہ میں علو و استکبار میں گرفتار ہوں جن کی حفاظت کا خدا نے ذمہ نہیں لیا اس وجہ سے باوجود "اولوالعزم" ہونے کے اس نے فرار میں ہی اپنی خیر سمجھی اور اس طرح اس نشان صداقت پر اپنے فرار سے مہر تصدیق ثبت کر دی اور اس کے ساتھ ہی "اولوالعزم" ہونے کی حقیقت بھی دنیا پر آشکار ہو گئی اور اگر "اولوالعزم" صاحب کے مریدوں کے ان بیانات کو دیکھا جائے جو اپنی زندگی وقف کر کے سالہا سال "حضور" کے قدموں میں رہے تو پھر اس میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ جو نتیجہ اوپر عرض کیا گیا وہ صحیح ہے چنانچہ ایسے ہی ایک مرید لکھتے ہیں:۔

"کوئی تقریر اور کوئی تحریر ایسی نہیں جس میں اپنی تعریفیں نہ کی گئی ہوں "میں نے یہ کر دیا" "میں نے وہ کر دیا"......
"میں مٹ گیا تو محمد رسول اللہ مٹ جائیں گے (نعوذ باللہ من ذالک - ناقل)......
"میری اطاعت میں خدا کی اطاعت اور میری نافرمانی میں خدا کی نافرمانی ہے"
(بحوالہ الفضل ۴ ستمبر ۱۹۳۷ء)
"الغرض ان کی "میں" بڑی مشہور ہے"
(دور حاضر کا مذہبی آمر ۱۶۱۳)

اگر یہ سب کچھ واقعی کیا گیا ہے تو پھر علو و استکبار کی اس سے نمایاں مثال دوسری جگہ تلاش کرنی بیسود ہے پس ان حالات میں "ارض حرم" اور اللہ تعالےٰ کی حفاظت میں آئے ہوئے "دار" سے بھاگنا نہ بھاگنے والے کے "اولوالعزم" ہونے کا ثبوت ہو سکتا ہے اور نہ اس کے "مسیحی نفس" ہونے کی دلیل بلکہ یہ بھاگنے والوں کے حق پر نہ ہونے پر زندہ گواہ ہے اور اگر ناگوار نہ ہو تو یہ عرض کر دوں کہ

میاں صاحب کا قادیان سے نکلنا مظلوموں کا انتقام تھا

جو اللہ تعالےٰ نے لیا۔ اس کی داستان یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام ہے "اخرج منہ الیزیدیون" ۱۹۱۴ء میں جناب خلیفہ صاحب اور ان کے مریدوں نے کلمۃ الحق بلند کرنے کے جرم میں حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء پر عرصہ حیات تنگ کر دیا اور قسم قسم کے مظالم سے ان کو قادیان چھوڑنے پر مجبور کر دیا جب وہ وہاں سے چلے آئے تو ظالموں نے بجائے اپنی کرتوتوں پر شرمندہ ہونے کے خوشیوں کے ترانے گائے پگڑیاں اچھالیں تالیاں بجائیں اور کہا کہ یہ لوگ یزیدی تھے اس لئے قادیان سے نکالے گئے اس وقت جب یہ لوگ اپنی فتح اور کامیابی کے راگ الاپ کر نکالے جانے والے مظلوموں کو یزیدی کہہ رہے تھے تو آسمان سے آواز آ رہی تھی کہ ؎

قریب ہے یارو روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

اس مسیح کی بھیڑوں نے بھیڑیئے بن کر اس کے پاک ممبروں ہاں اس کے پاک محبوں پر وحشیانہ مظالم کر کے قادیان سے نکالا انہوں نے خدا کے لئے یہ سب کچھ برداشت کیا اور بادل ناخواستہ دیار محبوب کو چھوڑ کر مخالف کے مظالم کو دیکھ کر وہ زبان حال سے کہہ رہے تھے کہ ؎

تیری بھیڑوں نے سیکھا بھیڑیا پن
خبر لے اے مسیحا تو کہاں ہے

تیس سال گذر گئے اور ظالم اپنے ظلم کو چھپانے کے لئے مظلوم کو یزیدی کہتے رہے چونکہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک وہ مظلوم یزیدی نہ تھے بلکہ "پاک" تھے جن کی پاکی کی شہادت وہ اپنے فرستادہ کو دے چکا تھا اس لئے جب ظلم کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو فعلی شہادت کے لئے خدا تعالےٰ کی غیرت جوش میں آئی اور اپنے مظلوم بندوں کا انتقام لینے کے لئے اس کی سیلے آواز لا تھی آسمان سے اٹھی اور بیک بینی و دو گوش ان لوگوں کو قادیان سے باہر نکال کر دنیا کو دکھا دیا کہ اس کا حقیقی مصداق کون ہے؟ چونکہ وہ مظلوم خود انتقام نہ لے سکتے تھے اس لئے اللہ تعالےٰ نے ان کا انتقام لیا کوئی سعید ہے جو اس سے عبرت حاصل کرے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا سچ فرمایا ہے ؎

سنت اللہ ہے کہ وہ خود فرق کو دکھلائے ہے
تا عیاں ہو کون پاک اور کون ہے مردار خوار

ودیارتھی صاحب کا خط (بسلسلہ صفحہ ۔)

مگر بیماری غالب آتی گئی اور علاج ناکام ہوتا گیا میری زندگی میں ایک دن ایسا آیا کہ مجھے علاج سے کامل مایوسی ہو گئی۔ بخار اور بے چینی دونوں انتہا کو پہنچ گئے ؎

کوئی دوا نہ دے سکے مشورۂ دعا دیا
چارہ گروں نے اور بھی درد کا دل بڑھا دیا

میں اس بیچارگی کے عالم میں کہا اے اللہ بہت معذرت مگر میں نے سنسکرت زبان وید وں اور دوسری مذہبی کتابوں کے پڑھنے میں بڑی محنت اٹھائی ہے مجھے تبلیغ اور تیری راہ میں خدمت کی مہلت نہیں ملی۔ میں بڑی خوشی سے جان تیرے سپرد کر دوں گا اگر مجھے کام کرنے کا اور اعلاء کلمۃ اللہ کا موقعہ مل جائے یا میں اپنے سامنے کسی شاگرد کو یہ کام کرتا ہوا دیکھ لوں۔ یہ دعا معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ خود سکھا رہا ہے اور پھر کتنی جلدی قبول کر لی ایک زور سے آواز آئی خوب کلاں۔ شربت بزوری کا سپغول بید مشک اور کیوڑہ۔ میں آہستہ سے اس مکان سے نیچے اترا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات ہوئی تھی بازار گیا اور نسخہ خرید لایا اس کی پہلی خوراک سے بخار کم ہو گیا، مزید دو خوراک سے میں ایسا ہو گیا کہ مجھے بخار ہوا ہی نہ تھا۔ اس کے بعد زندگی میں کئی موقعہ پر ایسا ہوا کہ بیمار ہوں مگر کسی جگہ سے مناظرہ کا یا تقریر کا بلاوا آ گیا اور تندرست ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں باریک سے باریک لکھ سکتا اور پڑھ سکتا ہوں اس وقت تک عینک کا محتاج اللہ تعالیٰ نے نہیں کیا، رنگش گیا تو میں سندوؤں کو پڑیا گنڈا کا موقعہ مل گیا "دیکھو لو بھارت کے آتما پانی کا اثر ایک مشنری جس کا بڑھا ...۱۷ ہزار میل پرآ کر لیکچر دیتا اور بغیر عینک کے لکھتا پڑھتا ہے۔ میں نے کہا میرا بیٹا جس کی عمر ابھی ۲۵ سے کم ہے عینک کے بغیر کچھ لکھ پڑھ نہیں سکتا وہ بھی وہیں ان جل کھاتا پیتا ہے۔ عید الفطر کے موقعہ پر لوگوں کا اصرار تھا کہ میں چند ماہ اور یہاں قیام کروں اور ابھی تک یہی تقاضا ہو رہا ہے۔ اہلیہ صاحبہ کی وفات کی وجہ سے بچے بیقرار ہیں اللہ تعالےٰ ہی حافظ و ناصر ہے۔ میں نے دواخانہ ہمدرد

بچوں کا صفحہ ———— مرتضیٰ خاں حسن

ماں بیٹی کی پہلی مجلس

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

قیصرہ:- "امی جان! ابھی کل ابا جان کہہ رہے تھے کہ کوئٹہ میں بڑا زلزلہ آیا ہے اور ہزاروں لاکھوں انسان مارے گئے ہیں۔ اور بڑا نقصان ہوا ہے۔"

ماں:- ایک کوئٹہ میں ہی نہیں کئی جگہ زلزلے آتے ہیں۔ خود ہمارے ملک میں ہی دو دفعہ بڑا سخت سیلاب آچکا ہے اس لئے میں کہتی ہوں کہ خدا سے ڈرتے رہنا چاہیئے۔ وہ آن کی آن میں ہم سب کو فنا کرسکتا ہے، اُس کے عذاب سے بچنے کا یہی ایک طریق ہے کہ ہم نیک عمل کریں۔ اور بُرے عملوں سے بچتے رہیں۔ نیک عمل کرنے والے اس دنیا میں بھی سُکھ پائیں گے اور آخرت میں بھی بُرے عمل کرنے والے اس دنیا میں تکلیف اُٹھائیں گے اور آخرت میں بھی۔"

قیصرہ:- "امی جان! بہشت میں سب کچھ ملے گا؟ مجھے تو سب سے زیادہ انگور اچھے لگتے ہیں۔ کیا وہاں انگور ملیں گے؟"

ماں:- "میں کہتی ہوں۔ بہشت میں جو چاہوگے ملے گا۔ جو مانگو گے ملے گا۔ ہر قسم کے پھل ہر قسم کے کھانے۔ پینے کو ٹھنڈے ٹھنڈے شربت۔ بڑے مزیدار اور دل کو لبھانے والے"۔

قیصرہ:- "بہشت تو بڑے مزے کی جگہ ہے خدا ہمیں بہشت میں لے جائے"۔

ماں:- "بہشت میں جانے کے لئے نیک کاموں کی ضرورت ہے۔ تم نیک کام کیا کرو۔"

قیصرہ:- "امی جان! میں نے تو آج سے ارادہ کرلیا ہے کہ نماز سیکھوں گی، نماز پڑھوں گی۔ ماں باپ کا کہنا مانوں گی، استاد اور بڑوں کا ادب کروں گی، جھوٹ نہیں بولوں گی، چوری نہیں کروں گی۔ پھر تو میں ضرور بہشت میں جاؤں گی نا؟"

ماں:- "ہاں بیٹی! اگر ایسا کروگی تو ضرور بہشت میں جاؤ گی۔ اور اس زندگی میں بھی تمہاری عزت ہوگی۔ خدا تم پر بڑے بڑے فضل کرے گا۔ تمہاری مرادیں پوری ہوں گی۔"

قیصرہ:- "دادی حضور مجھے کہتی تھیں کہ تم ہر روز نماز کا سبق پڑھ لیا کرو دیکھ اُن سے اب ہر روز سبق لیا کروں گی۔ اور آپ کو سُنا دیا کروں گی۔ کل رات میں نے اس قدر پڑھا تھا سبحانک اللّٰھم و بحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدّک ولا الٰہ غیرک۔ دادی حضور نے مجھے اچھی طرح یاد کرادیا تھا۔ آج رات کو پھر سبق لوں گی۔ بس دو چار دن کے اندر ساری نماز سیکھ لوں گی۔"

ماں:- "شاباش۔ خدا تمہارا ارادہ پورا کرے۔ نماز بڑی دولت ہے، ہر مسلمان کو باقاعدہ نماز پڑھنا چاہیئے۔ جو لوگ نماز نہیں پڑھتے وہ سخت گناہ کرتے ہیں قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کے متعلق ہی سوال کیا جائے گا۔ ایک سچے مسلمان کی علامت ہی یہ ہے کہ وہ نماز پڑھے اور اپنے خدا کو خوش رکھے"۔

کبھی جھوٹ کا تم نہ لینا سہارا

جمیل الرحمٰن مشکور

اگر منزلِ اوج سے ہے گذرنا ۔ تو جو کام کرنا صداقت سے کرنا
کبھی جھوٹ کا تم نہ لینا سہارا ۔ جہاں تک بھی ہو اس سے کرنا کنارا
جو تم چاہو دنیا میں عزت سے رہنا ۔ کوئی بات جھوٹی کسی سے نہ کہنا
کبھی بھول کر بھی نہ تم جھوٹ بولو ۔ یہ بہتر ہے اپنی زباں ہی نہ کھولو
جو کہنے پہ مشکور کے تم چلوگے
تو ہر اک برائی سے بچتے رہوگے

(قندیل)

جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہے

پیارے بچو! تم نے والدین اور بڑوں سے یہ نصیحت اکثر سُنی ہوگی کہ بیٹا جھوٹ کبھی نہ بولنا، بعض وقت یہ ثابت ہونے پر کہ تم نے جھوٹ بولا ہے، کوئی نہ کوئی سزا بھی بھگتنی پڑی ہوگی یا کسی امر کے متعلق سچ بولنے پر شاباش یا انعام بھی ملا ہوگا۔

یہ کیوں ہے؟ اگر تم غور کرو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ جھوٹ بولنے سے بہت سے نقصانات ہوتے ہیں، بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک جھوٹ کو چھپانے کے لئے کئی اور جھوٹ بنانے پڑتے ہیں جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ جھوٹ بولنے والا اپنے ہم جلسوں میں بدنام اور ذلیل ہو جاتا ہے اور وہ عیوب اور برائیاں جن کو وہ جھوٹ کے ذریعہ چھپانا چاہتا ہے، زیادہ پختہ ہو جاتی ہیں اور ان کو چھوڑنا اس کے لئے مشکل ہو جاتا ہے اس لئے یہ کہنا فی الحقیقت صحیح ہے کہ جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

یہ حقیقت اس مثال سے زیادہ واضح ہو جائے گی کہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھ میں کئی عیب ہیں، میں شراب بھی پیتا ہوں، جوا بھی کھیلتا ہوں، بدکاری بھی کرتا ہوں اور جھوٹ بھی بولتا ہوں، میں ان سب برائیوں کو تو یکلخت چھوڑ نہیں سکتا، آپ مجھے فرمائیں کہ میں ان میں سے کس برائی کو ترک کروں؟ حضور نے فرمایا کہ تو جھوٹ بولنا چھوڑ دے اس نے عہد کیا کہ میں آج کے بعد کبھی جھوٹ نہ بولوں گا۔

یہ عہد کرکے جب وہ شخص واپس گیا، تو اسے شراب پینے کی خواہش پیدا ہوئی اس نے چاہا کہ شراب پی کر اپنی خواہش پوری کرے۔ لیکن معًا اسے خیال آیا کہ کل جب میں دربار نبوی میں جاؤں گا اور مجھ سے پوچھا جائے گا کہ تم نے شراب پی تھی؟ تو اگر میں سچ کہوں تو تمام بھری مجلس میں ذلیل ہوں گا اور شراب نوشی کی سزا بھی بھگتنی پڑے گی اور جھوٹ بول نہیں سکتا کیونکہ جھوٹ نہ بولنے کا عہد کر رکھا ہے، اس خیال سے اس نے اس دن شراب نہ پی، پھر اُسے جوئے کا خیال ہوا لیکن پیشتر اس کے کہ وہ کسی کے ساتھ جوا کھیلتا، وہی خیال اسے پھر پیدا ہوا کہ دوسرے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اگر اقرار کیا تو ذلت ہوگی اور اگر جھوٹ بولا تو عہد کی خلاف ورزی ہوگی، اس لئے جوا کھیلنے سے بھی باز رہا، اسی خیال نے اسے بدکاری سے بھی باز رکھا۔

دوسرے دن جب وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا تو وہ بڑا خوش تھا اور اس نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ، حضور کی نصیحت کے مطابق میں

میں نے جھوٹ نہ بولنے کا عہد کیا تو اس کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ تمام برائیوں سے میں بچ گیا، گویا صرف جھوٹ نہ بولنے سے سب برائیاں جاتی رہیں۔

دیکھا بچو! جھوٹ اتنی بُری بلا ہے کہ اس کی وجہ سے انسان برائیوں میں بڑھتا جاتا ہے گویا جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہے اور اگر اس جڑ کو کاٹ دیا جائے تو تمام برائیوں سے انسان بچ جاتا ہے اس لئے تم بھی عہد کرو کہ آج سے کبھی جھوٹ نہ بولوگے۔

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے اُن کے نمبر خریداری اور چندہ جو اُن سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے۔ بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے۔ اس بقایا کو شامل کر کے اُن کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ بسہولت سے دے سکیں ادا کر دیں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اُٹھانا پڑے بہر صورت نام معاونین کرام ذیل کی فہرست دیکھ لیں کہ آیا اُن میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں۔ اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۵ر جولائی ۱۹۵۷ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے۔ اگر ۵ر جولائی ۱۹۵۷ء تک اُن کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی تو ۱۰ر جولائی ۱۹۵۷ء کو اُن کے نام مطلوبہ رقم کا وی پی پی روانہ کر دیا جائے گا جس کا چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا۔ ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اُٹھانا پڑے گا جو اُن کے چندہ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا، آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر سُرخی۔ سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے۔

(منیجر پیغام صلح)

نمبر	روپے	نمبر	روپے
۲۷	۶	۳۷۰	۶
۳۲	۶	۳۷۹	۶
۳۴	۶	۴۱۵	۶
۴۷	۶	۴۱۹	۶
۶۵	۶	۴۴۳	۲۴
۱۹۶	۶	۴۶۱	۶
۲۰۰	۱۲	۵۰۵	۶
۲۳۴	۱۸	۵۹۱	۶
۲۳۹	۶	۶۲۹	۶
۲۴۲	۶	۷۰۶	۱۲
۲۷۷	۶	۷۱۰	۶
۳۶۱	۶	۷۵۰	۶
۳۴۵	۶	۷۵۱	۶
۳۶۴	۶	۷۶۰	۶
۳۶۹	۶	۹۵۲	۶

نمبر	روپے	نمبر	روپے
۱۰۱۳	۶	۲۰۲۶	۶
۱۰۵۰	۶	۲۰۲۷	۶
۱۰۵۱	۶	۲۰۳۱	۶
۱۰۵۲	۶	۲۰۳۹	۶
۱۰۵۴	۶	۲۰۴۲	۶
۱۰۷۶	۶	۲۰۴۳	۶
۱۰۷۷	۶	۲۰۶۰	۶
۱۰۸۱	۶	۲۰۶۱	۶
۲۰۰۸	۶	۲۰۶۲	۶
۲۰۰۹	۶	۲۰۶۳	۶
۲۰۱۰	۶	۲۰۶۴	۶
۲۰۱۱	۶	۲۰۶۵	۶
۲۰۱۵	۴	۲۰۶۶	۶
۲۰۱۷	۶	۲۰۷۹	۶

جماعتی

نمبر	روپے	نمبر	روپے
۷۸۲	۴	۸۷۵	۱۲
[illegible]	۴	۸۸۱	۶
۸۵۸	۱۲	۸۸۲	۶
۸۶۴	۱۴	۹۰۰	۱۲

تبدیل اخلاق کا حقیقی ذریعہ

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

برائیاں اس سے قطعاً زائل ہو کر ان کی جگہ اخلاق حسنہ اور افعال حمیدہ لے لیں گے۔ اور یہ اخلاق پر فتح ہے، اس پر قوت اور طاقت بخشنا اللہ تعالےٰ کا کام ہے، کیونکہ تمام طاقتوں اور قوتوں کا مالک وہی ہے جیسا کہ فرمایا ان القوۃ للہ جمیعا یعنی ساری قوتیں اللہ تعالےٰ کے لئے ہیں انسان تو ایک نہایت کمزور اور ضعیف ہستی ہے، اور خلق الانسان ضعیفا اس کی حقیقت ہے پس مندرجہ بالا ہر سہ شرائط کی تکمیل کر کے اللہ تعالےٰ سے ہمہ تن مستوجہ ہو کر دعا مانگتا رہے، اور کسل اور سستی کو بالکل چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً تبدیل اخلاق کر دے گا ؎

مرقت ماٹینٹل الیکٹرک پریس چیمبرلین روڈ میں چھپا باقی اخبار تعلیمی پریس ترکارر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔
ایڈیٹر۔ دوست محمد

پیغام صلح ۲۶ر جون ۱۹۵۷ء رجسٹرایل ۸۳۸ شمارہ ۲۵

جلد ۴۷ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۴ ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۳ جولائی ۱۹۵۷ء | نمبر ۲۶

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

حضرت امام الزمان کا بیان

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اپنی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصولِ دین سے برگشتہ ہے۔ یہ اُن حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقوےٰ ہو ایسے افتراء نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابُ اللہ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت **محمد مصطفےٰ** صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہٗ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کا اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہلِ سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ الا ان لعنۃ اللہ علی الکاذبین والمفترین۔

(ایام الصلح صفحہ ۹۵-۹۶)

ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری تعلیم کو اپنا دستور العمل بناتا ہے

حضرت امام الزمان کی اپنی جماعت کو نصیحت

۱۰۶/۱۲/۱۳

ہماری جماعت کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ ان کا ایمان بڑھے۔ خدا تعالےٰ پر سچا یقین اور معرفت پیدا ہو۔ نیک اعمال میں سستی اور کسل نہ ہو۔ کیونکہ اگر سستی ہو تو پھر وضو کرنا بھی ایک مصیبت معلوم ہوتی ہے چہ جائیکہ وہ تہجد پڑھے۔ اگر اعمال صالحہ کی قوت پیدا نہ ہو اور مسابقت علی الخیرات کے لئے جوش نہ ہو تو پھر ہمارے ساتھ تعلق پیدا کرنا بے فائدہ ہے۔ ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری تعلیم کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اپنی ہمت اور کوشش کے موافق اس پر عمل کرتا ہے لیکن جو محض نام رکھا کر تعلیم کے موافق عمل نہیں کرتا وہ یاد رکھے کہ خدا تعالےٰ نے اس جماعت کو ایک خاص جماعت بنانے کا ارادہ کیا ہے، اور کوئی آدمی جو دراصل اس جماعت میں نہیں ہے محض نام لکھانے سے جماعت میں نہیں رہ سکتا اس پر کوئی نہ کوئی وقت ایسا آجائے گا اسی لئے جہاں تک ہو سکے اپنے اعمال کو اس تعلیم کے ماتحت کرو جو دی جاتی ہے۔

اعمال پروں کی طرح ہیں بغیر اعمال کے انسان روحانی مدارج کے لئے پرواز نہیں کر سکتا اور ان اعلےٰ مقاصد کو حاصل نہیں کر سکتا جو ان کے نیچے اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ پرندوں میں فہم ہوتا ہے، اگر وہ اس فہم سے کام نہ لیں تو جو کام اُن سے ہوتے ہیں وہ نہ ہو سکیں۔ مثلاً شہد کی مکھی میں اگر فہم نہ ہو۔ تو وہ شہد نہیں نکال سکتی ان کو اپنے فہم سے کس قدر کام لینا پڑتا ہے۔ کس قدر دور دراز کی منزلیں وہ طے کرتے ہیں اور خطوط کو وہ پہنچاتے ہیں۔ اسی طرح پر پرندوں سے عجیب عجیب کام لئے جاتے ہیں۔ پس پہلے ضروری ہے کہ انسان اپنے فہم سے کام لے، اور سوچ لے کہ میں جو کام کرنے لگا ہوں یہ اللہ تعالےٰ کے احکام کے نیچے اور اس کی رضا کے لئے ہے یا نہیں۔ جب یہ دیکھ لے اور فہم سے کام لے تو پھر ہاتھوں سے کام لینا ضروری ہوتا ہے۔ سستی اور غفلت نہ کرے۔ ہاں یہ دیکھ لینا ضروری ہے تعلیم صحیح ہو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تعلیم صحیح ہوتی ہے لیکن انسان اپنی نادانی اور جہالت سے یا کسی دوسرے کی شرارت اور غلط بیانی کی وجہ سے دھوکہ میں پڑ جاتا ہے۔ اس لئے

مومن خالی الذہن ہو کر تحقیقات کرنی چاہیئے۔

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

۱۵ر اپریل ۱۹۵۷ء بروز پیر :—

اسلامک ریویو مارچ میں سوڈان سے متعلق ایک مقالہ شائع ہوا ہے۔ ایک نسخہ مفوضیہ السودانیہ کو ہدیۃً بھیجا، حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے پچھلے جمعہ پھر سخت علیل ہو گئے تھے اب افاقہ ہے خدا کامل تندرستی عطا فرمائے، موصوف نے اخبار پیغام صلح ۱۳ سے مجاہد بغداد کا قصہ سنایا ایام رفتہ کی یاد تازہ ہو گئی۔

۱۶ر اپریل بروز منگل :—

آج یوم بدالکبریٰ کا ناقابل فراموش انقلابی دن ہے اس کی اہمیت اخوان سلسلہ سے پوشیدہ نہیں کم من فئة قليلة کے عظیم و جلیل مظاہرہ کا دن ہے، قلیل التعداد و صابرون کثیر التعداد و قوی ہیکل انسانوں پر غالب آئے ۔ ۲ھ کا یہ یادگار مبارک دن ہمارے لئے بہت درس اپنے اندر پنہاں رکھے ہوئے ہے اس کی یاد میں اپنے اقدام کو اور تیز کر دو تم اس کے پروانے ہو جس کے متعلق جناب حسن نے اپنے مخصوص انداز میں یوں کہا ہے :

مُردہ دلوں کو جس نے جلایا تمہیں تو ہو
جو دین کو ثریا سے لایا تمہیں تو ہو

عزیز میدان جہاد میں کود پڑو فتح و کامرانی تمہارا انتظار کر رہی ہے۔

۱۸ر اپریل بروز جمعرات :—

اخویم محمد شیر گل صاحب کو لائٹ ۸ر فروری اور سید ارشاد حسین صاحب رضوی کی دکان کے لئے رسالہ "سیکنگز آف محمدؐ" دستی بھجوایا۔ محترمی صوفی محمد طیب صاحب حسب معمول گھر تشریف لائے۔ جناب ابوبکر شبلی کا لکھا مغربی پاکستان سے آیا ہوا خط پڑھ کر سنایا۔ یہ خط ہوائی ڈاک سے ملا ہے اس قابل ہے کہ اسے برائے ملاحظہ مرکز کو بھیجا جائے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ پہلے احمدیت کا نام سنتے ہی آگ بگولا ہو جاتے تھے لیکن اب بعد از مطالعہ کتاب تحریک احمدیت اور بغداد کے قیام نے کیفیت یکلخت بدل دی ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید سمجھنے کی توفیق بخشے نیز صوفی صاحب نے پیغام صلح ۱۰ سے حضرت امیر ایدہ اللہ کا پُر از معارف خطبہ پڑھ کر سنایا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔

۲۰ر اپریل بروز سنیچر :—

محترمی جناب حافظ شریعت حسین صاحب نے تین پرچے جریدۃ "الشیا" مجریہ ۱۴ر و ۲۸ر فروری و ۱۴ر مارچ بھجوائے۔ یہ پرچے حافظ صاحب کو ابوبکر شبلی صاحب نے بھجوائے ہیں، ان میں بالترتیب شبلی صاحب کے تین مضامین بعنوان "عراق میں اسلام"، "مکتوب بغداد" اور "الحاج نہرو" شائع ہوئے ہیں۔ "الحاج نہرو" میں شبلی صاحب نے خاکسار کا ذکر بھی کیا ہے۔ ان مضامین میں بہت سے حقائق درج ہیں جماعت اسلامی اور دیگر مسلمان ذرا ٹھنڈے دل سے انہیں پڑھ کر اپنے آپ کا جائزہ لیں اور دیکھیں وہ کہاں کھڑے ہیں۔ علماء کرام پر یہ فقرہ بالکل صادق آتا ہے

یارانِ تیز گام نے محمل کو جا لیا
ہم محو نالۂ جرس کاروان رہے

اپنے اعمال اور خصائل رذیلہ کی وجہ سے یہ ثریا سے زمین پر پٹک دیئے گئے کاش زمانہ کے امام کی آواز پر لبیک کہتے تو جناب شبلی صاحب محترم کو یہ نوحہ خوانی کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ ہوا کا رُخ اب بھی پھیرا جا سکتا ہے اس کے لئے عافیت کے حصار کی طرف آنا چاہیئے۔ میری بھتیجی سعیدہ بانو آج ہی ہسپتال سے واپس آئی ہے رات اس نے یہ ہر سہ مضامین سنائے۔

۲۲ر اپریل بروز پیر :—

حسب معمول صوفی محمدؐ طیب صاحب گھر تشریف لائے، موصوف سے پیغام صلح ۱۲ سے محترمی ڈاکٹر غلام محمدؐ صاحب کا سبق آموز اور عبرت خیز مضمون خطاب با اہل ربوہ سُنا۔ یہ شعر تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ زبان پر بے ساختہ آ گیا ؎

دیکھنا تحریر کی لذت کہ جو اس نے لکھا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

خدا کرے یہ پُراز حقیقت دل کی گہرائی سے نکلی ہوئی آواز اخوان ربوہ کے لئے بصارت و بصیرت کا باعث ہو اور وہ حق و باطل میں تمیز کر سکیں۔ ڈاکٹر صاحب محترم، لا يخافون لومة لائم کے مصداق حق و صداقت کا علم لیکر جو اہل ربوہ کے بالمقابل آ گئے اس پر دلی مبارک باد۔

۲۴ر اپریل بروز بدھ :—

پیغام صلح ۱۲ میں یہ رنجدہ خبر پڑھ کر کہ محترمی مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کی رفیقہ حیات کا انتقال ہو گیا۔ مولانا موصوف کی خدمت میں ڈچ گانا پتہ پر تعزیت کا خط ہوائی ڈاک سے بھجوایا۔ جناب عبدالحکیم صاحب کو رسالہ روح اسلام بھیجا۔ نائیجیریا سے مسٹر سالاداڈر کا ۱۸ر اپریل کا لکھا ہوا خط ہوائی ڈاک سے ملا۔

۲۵ر اپریل ۱۹۵۷ء بروز جمعرات :—

حسب معمول صوفی محمدؐ طیب صاحب گھر تشریف لائے۔ پیغام صلح ۱۲ سے مصلح موعود کی پیشگوئی پر ایک نظر از محترم قمر سالانوی پڑھ کر سنایا جزاہم اللہ۔ صوفی صاحب کو پیغام صلح ۱۱ دیا۔ آپ سے مدینہ کا ایک پرچہ ملا۔ اخبار الیقظہ ۲۴ر اپریل میں "نداء من المرکز الاسلامی فی سان فرانسسکو فی امریکا" کے عنوان پر ایک اپیل شائع ہوئی ہے غرض تعمیر مسجد اور مدرسہ ہے۔ یہ تعداد دفتر جریدہ میں براہ راست آئی ہوئی ہے برائے ملاحظہ ہو لا رسال ہے (غالباً یہ مرکز جس کا ذکر جریدہ میں کیا گیا ہے ہمارے امریکن تبلیغی مشن ہی میں ہے) ڈاکٹر محمد نصیر الدین صاحب کو لائٹ ۱۲ اور مدینہ۔ استاد السید علی محمد سرطاوی کو لائٹ ۱۲ اور سید صفدر علی صاحب کی ہوٹل کے لئے پیغام صلح نمبر ۱۲، ۱۳، ۱۴ بدست فرزند ابراہیم بھجوایا۔

۲۷ر اپریل بروز جمعہ :—

کل عصر سے طبیعت برابر نہیں۔ تنفس کے خطرات کی حاجت پائی گئی اللہ رحم فرمائے۔ پیغام صلح ۱۳-۱۴ سے دختر سعیدہ بانو خطبات جمعہ فرمودہ محترمی ڈاکٹر غلام محمد صاحب، سُنا رہی ہے۔ اخوان سلسلہ کو بروقت دعوت فکر دے رہے ہیں۔ کئی ایک مقامات پر جسم لرز گیا ان کو ڈانٹے فاروقیؓ سے بیدار ہو کر خدا کے دین کے کام میں لگ جانا چاہیئے ورنہ بقول سرمدؒ

سرمد گلہ اختصار باید کرد
یک کار ازیں دو کار باید کرد
یا جاں بر رہ یار باید داد
یا قطع تعلق زیار باید کرد

اللہ اکبر جمعہ کی نماز کا وقت اور موٹر کار بچوں کو لینے جا رہی ہے؟ ایسے لوگ فتربصوا حتى يأتى الله بامره کی وعید شدید کو بھول گئے ہیں اللہ رحم فرمائے۔

۲۹ر اپریل بروز پیر :—

جناب حافظ شریعت حسین صاحب سے فون پر دوران گفتگو میں ایک امریکن سے تبادلہ خیالات کا حال معلوم ہوا جو دلچسپ بھی ہے اور عبرت انگیز و قابل صد افسوس بھی، چند دن ہوئے ایک امریکن جس نے سارے شرق اوسط کا دورہ کیا اور عمیق نظر سے عربوں کی حالت کا مطالعہ کیا بغداد آیا اور بوجہ شناسائی حافظ صاحب کا مہمان ہوا۔ اس نے ایک موقع پر اپنے پیدا شدہ تاثرات کا خلاصہ سنایا جس کا تعلق مسلمانان عرب سے ہے اس نے بتلایا کہ اگر یہی لیل و نہار رہے تو عربوں کا مستقبل خطرہ میں ہے اور روس کا فائدہ اسرائیل کو پہنچ

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۳ جولائی ۱۹۵۷ء

عید قرباں

سنتِ ابراہیمی کی یاد آج سے چند دن بعد عیدِ قرباں کی شکل میں منائی جائی رہی ہے، یہ یاد اس حقیقت کی ایک زندہ شہادت ہے کہ مسلمان کی عید عیش و آرام میں نہیں، مال و منال کی فراوانی میں نہیں بلکہ قربانی اور خدا کے رستہ میں اگر ضرورت پیش آئے تو جان تک کی قربانی دینے میں مضمر ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

غور کر کے دیکھا جائے تو مسلمان کے معنے ہی ہیں خدا کے رستہ میں جان دینے والا، جیسا کہ فرمایا وجاھدوا فی سبیل اللہ حق جھادہ ھو اجتبٰکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ملۃ ابیکم ابراھیم ھو سمّٰکم المسلمین من قبل وفی ھذا لیکون الرسول شھیدا علیکم وتکونوا شھداء علی الناس۔ اللہ کے رستہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کا حق ہے اس نے تمہیں چن لیا اور دین کے معاملہ میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی یہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کا مذہب ہے اس نے پہلے سے تمہارا نام مسلم رکھا اور اس قرآن میں بھی یہی نام رکھا گیا ہے تاکہ رسول تمہارا پیشوا ہو اور تم لوگوں کے پیشرو بنو۔

پس اس آیہ کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمان جہاد کے لئے پیدا کیا گیا ہے، اسی نسبت سے اس کا نام مسلمان ہے اور اسی قربانی کے ذریعہ سے وہ دنیا جہان کا پیشرو بن سکتا ہے، یہاں یہ بھی بتایا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے تمہارا نام مسلم رکھا کس بناء پر؟ حضرت ابراہیم کا عمل بتاتا ہے کہ مسلمان وہ ہے جو خدا کے رستہ میں ضرورت پیش آنے پر اپنا سب کچھ قربان کر دے اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین اس کے رب نے جب کہا کہ فرمانبرداری اختیار کرو تو اس نے عرض کی کہ میں رب العالمین کا فرمانبردار ہوں، اور صرف زبان سے ہی نہیں کہا حکم الٰہی آنے پر اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی دینے کے لئے تیار ہو گئے اسی قربانی نے انہیں قوموں کا سردار بنا دیا، اور قیامت تک کے لئے ان کی اس قربانی کی یاد دنیا میں باقی رہ گئی۔

پس اگر مسلمان دنیا کے پیشرو اور سردار بننا چاہتے ہیں، اگر انہیں اپنی عزت اپنا وقار اور سربلندی منظور ہے تو وہ اسی راہ سے حاصل ہو سکتی ہے کہ دین کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ان کی قربانیاں جو عید اضحےٰ کے دن ہوں گی اسی صورت میں مقبول ہو سکتی ہیں کہ ابراہیمؑ کی طرح اسلمت لرب العٰلمین کا جذبہ ان کے اندر پیدا ہو جائے، لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقوٰی منکم خدا کو نہ قربانی کا گوشت پہنچتا ہے نہ خون، اس کی جناب میں تو وہ تقوےٰ ہی قابل قبول ہے جس سے دین کے لئے قربانی کا جذبہ دل میں پیدا ہو، اگر عید کی قربانیاں مسلمانوں کو اس بات کی طرف مائل کر دیں کہ خدا کے دین کے لئے، خدا کا نام بلند کرنے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کریں اور ضرورت پیش آئے تو جان تک دینے کے لئے تیار رہیں، اگر عید قرباں کی قربانیاں ان کی سفلی خواہشات ان کے اخلاقی انحطاط، ان کی بے راہ روئیوں، ان کی رشوت ستانیوں، ان کے جھوٹ، مکر و فریب لوٹ مار، اور قتل و غارت کو جن کی آجکل فراوانی ہے قربان کرنے کا موجب ہوں، تو یقیناً وہ درگاہ الٰہی میں مقبول ہیں، اور ان کی سربلندی کا موجب ہوں گی ورنہ بیفائدہ خون بہانے کے سوائے اور کوئی نتیجہ نہیں۔

ہماری جماعت کی تشکیل بھی اسی غرض کے لئے عمل میں آئی ہے، کہ خدا کے رستہ میں قربانیاں دینے کے لئے تیار ہوں، حضرت مسیح موعودؑ نے دعوےٰ ماموریت کے ساتھ ہی سب سے پہلی کتاب "فتح اسلام" لکھی، جس میں اسلام کی زندگی اور فتح و کامرانی کا راز اسی ایک فقرہ میں کھول کر رکھ دیا کہ :-

"اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے، اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالےٰ اب چاہتا ہے اور ضرور تھا کہ اس مہم عظیم کے روبراہ کرنے کے لئے ایک عظیم الشان کارخانہ جو ہر ایک پہلو سے مؤثر ہو اپنی طرف سے قائم کرتا سو اس حکیم و قدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلائق کے لئے بھیج کر ایسا ہی کیا"

(فتح اسلام ص ۱۶-۱۷)

غور کیجئے، اور ان فقرات کو بار بار پڑھیئے، یہ ہماری جماعت کی پیدائش کی غرض اور علت غائی ہے جو بانیٔ سلسلہ نے ابتداء ہی میں وضاحت کے ساتھ بتا دی "اسلام کا زندہ ہونا ہم فدیہ مانگتا ہے"، عید قرباں اسی فدیہ کی یاد دلانے کے لئے آ رہی ہے، اس موقعہ پر قربانی دیتے وقت اگر مسیح موعودؑ کے ان فقرات کو آپ اپنے سامنے رکھ لیں اور ان ضروریات دینی کے لئے جو اس وقت اعلائے کلمۃ اللہ کی راہ میں پیش آ رہی ہیں قربانیاں دینے کا عہد کر لیں تو آپ کی عید حقیقی عید ہے، اگر آپ اس عید کو حقیقی خوشی و مسرت کا دن بنانا چاہتے ہیں تو ان قومی اور دینی امور میں عملی حصہ لینے کا سامان کیجئے جو اس وقت آپ کی قوم کو درپیش ہیں :-

۱- ووکنگ مسلم مشن، جرمن مشن، امریکہ مشن، اسلام کی زندگی کی تین زبردست بنیادیں ہیں، ان بنیادوں کو استوار کیجئے۔

۲- مسیح موعود کے ساتھ خدا تعالےٰ کا وعدہ ہے لا نبقی لک من المخزیات شیئا ہم تیری رسوائی کی کوئی چیز باقی نہ رہنے دیں گے اس خدائی وعدہ کو پورا کرنا ہمارا کام ہے اور یہ اسی طرح پورا ہو سکتا ہے، کہ آپ کے صحیح عقائد اور حقیقی تعلیم کو لوگوں تک پہنچایا جائے اور ان کی غلط فہمیاں دور کی جائیں۔ اس کے لئے ہماری انجمن نے کافی لٹریچر پیدا کیا ہے آپ کا قومی جریدہ "پیغام صلح" بھی اس خدمت کی سرانجام دہی میں کوشاں رہتا ہے، اس کو غیر از جماعت حلقوں میں پھیلانے کا سامان کیجئے۔

۳- اور تیسری بات یہ ہے کہ مسیح موعود ہال بنانے کے لئے جو تحریک جلسہ سالانہ پر کی گئی تھی، اس کو کامیاب بنانے اور اپنی موعودہ رقوم جلد از جلد ادا کرنے کی کوشش کریں، جن دوستوں نے ابھی تک اس تحریک میں حصہ نہیں لیا وہ بھی حصہ لیکر عند اللہ ماجور ہوں کہ اس میں سلسلہ احمدیہ اور اسلام کی فتح و کامرانی کا بہت بڑا سامان ہے۔

یہ تین قسم کی قربانیاں اگر ہمارے پیش نظر رہیں تو یہی ہماری حقیقی عید ہے۔

درخواست دعا

ڈھاکہ (مشرقی پاکستان) سے ابو الفضل صاحب لکھتے ہیں کہ ایک جھگڑالو آدمی نے کئی ایک طریقوں سے ہمیں نقصان پہنچانے کی ٹھان رکھی ہے اس نے ایک جھوٹا مقدمہ ہمارے خلاف کھڑا کر دیا ہے اور میرے استاد اور میرے دوست مولوی عطاء الرحمٰن نے کہا ہے کہ آپ کو دعا کے لئے لکھوں جہاں تک قرآن کریم [illegible]

قربانی اور عید اضحیٰ کے مسائل

(۱) خدا کی راہ میں جو قربانی ہو وہ جس قدر اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہی افضل ہے، نکمی یا ناقص قربانی قابل قدر نہیں ہوا کرتی، اس لئے بکرا یا بھیڑ یا دُنبہ عمدہ اور تندرست ہونا چاہیئے، کوئی عیب نہ ہو، لولا، لنگڑا، کانا، یا سینگ بڑے کٹا ہوا نہ ہو، خصی ہونے کا کوئی حرج نہیں۔ گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں اور اونٹ میں دس۔

(۲) قربانی کا وقت دس ذی الحجہ یعنی عید کے دن نماز عید و خطبہ کے بعد سے لے کر ۱۲ ذی الحجہ عصر تک ہے ایک کنبہ کی طرف سے ایک بھیڑ یا بکرا کافی ہے۔

(۳) قربانی کرتے وقت خدا کا نام لینا اور تکبیر کہنا چاہیئے بعض قصاب پیر کا نام لیا کرتے ہیں، جن سے بچنے کا اہتمام پہلے سے کر لینا چاہیئے

(۴) قربانی کا گوشت اور خون خدا کو نہیں پہنچتا، بلکہ دلوں کا تقوےٰ خدا تک پہنچتا ہے۔ پس قربانی کرتے وقت اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ در اصل وہ خدا کے آگے وہ اپنی حیوانیت کو ذبح کر رہا ہے یعنی اپنے تمام جذباتِ حیوانیہ کو خدا کی رضا کے آگے وہ قربان کرنے کا اقرار کر رہا ہے، جب تک یہ تقوےٰ مدنظر نہ ہو قربانی کے مقبول ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

(۵) قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنا مسنون ہے ایک حصہ خود کھائے اور اس کے اہل و عیال کھائیں اور دوسرا حصہ دوستوں اور رشتہ داروں میں تقسیم کرے تیسرا حصہ مساکین اور یتامیٰ کو دے

(۶) عید کے دن باہم ملنا جلنا، کھانا پینا، خوشی کرنا منشائے اسلام ہے، نماز پڑھ کر گھروں میں گھس رہنا یا سو کر دن کاٹ دینا اور اس گوشہ نشینی کا نام دینداری رکھنا غلط ہے۔

(۷) ۹ تاریخ ذی الحجہ کی فجر کی نماز سے شروع کر کے ۱۳ ذی الحجہ کی عصر کی نماز تک بلند آواز سے تکبیر کہنے کا حکم ہے اور وہ یہ ہے:-

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ
واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔

ان کلمات کو تین مرتبہ کہنے کا حکم ہے

(۸) عید کی خوشی کے موقعہ پر بہت سے لوگ کپڑوں کھانوں اور بچوں پر روپیہ خرچ کرتے ہیں، ایسے موقعہ پر اشاعت اسلام کے لئے بھی کچھ خرچ کرنا وقت کا تقاضا ہے پس ایک روپیہ فی کس عید فنڈ میں دینا اسلام کی محبت پر دلالت کرتا ہے علاوہ ازیں انجمن سے مساجد فنڈ کے لئے جو اپیل کی ہوئی ہے وہ بھی ہر ایک دوست کے مدنظر رہنی چاہیئے، جہاں جہاں ہماری جماعتیں ہیں، وہاں مساجد کی تعمیر سلسلہ کے استحکام و ترقی کے لئے بے حد ضروری ہے۔

۹۔ قربانی کی کھال خدا کی راہ میں دینا اشاعت اسلام کا بہترین مصرف ہے۔ قصاب کو اُجرت میں دے دینا جائز نہیں۔

عید کی تعطیل

عید اضحےٰ آئندہ ۹ جولائی ۱۹۵۷ء کو ہوگی چونکہ حج اور عید کی تعطیلات کی وجہ سے پریس اور دفتر "پیغام صلح" تین چار دن بند رہیگا اس لئے آئندہ ۱۰ جولائی کا پرچہ شائع نہ ہو سکے گا، اس کے بجائے ۱۷ جولائی کا پرچہ ڈبل کر دیا جائیگا انشاء اللہ۔

قارئینِ کرام کی خدمت میں
عید مبارک

قربانی کی کھالیں اور عید فنڈ

عید اضحےٰ کی مبارک تقریب پر جو دوست قربانیاں دینے کی سعادت حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ان کی خدمت میں درخواست ہے کہ قربانیوں کی کھالیں یا ان کی قیمت خزانہ انجمن میں بھیجکر ثواب حاصل کریں، مرکزی دفتر میں حسب معمول مقامی جماعت سے کھالیں جمع کر کے بیچنے کا انتظام کیا جائیگا بیرونی جماعتیں بھی اگر ایسا کر سکیں تو بہت بہتر ہوگا ورنہ فرداً فرداً کھالیں بیچکر انکی قیمتیں براہ راست یا سکرٹری جماعت کی وساطت سے خزانہ انجمن میں بھجوا دی جائیں۔

اسکے علاوہ عید کی خوشی میں سب دوست حسب استطاعت عید فنڈ دیکر عنداللہ ماجور ہوں۔

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی معرکہ آراء تصنیف
دی ریلیجن آف اسلام کا اردو ترجمہ

جسے حسب ذیل سات حصوں میں الگ الگ چھاپا جا رہا ہے تاکہ ہر دوست آسانی سے خرید سکے۔

پہلا حصہ۔ (اسلام کا سرچشمہ) قرآن سنت یا حدیث اور اجتہاد۔
دوسرا حصہ۔ (اسلام کے بنیادی اصول) ایمان، ہستی باری تعالیٰ ملائکہ، الہامی کتب۔
تیسرا حصہ۔ انبیاء، بعث بعد الموت، تقدیر
چوتھا حصہ:- (اسلام کے آئین و ضوابط) نماز
پانچواں حصہ: زکوٰۃ، روزہ، حج
چھٹا حصہ:- نکاح شادی، پردہ، خاوند بیوی کے حقوق، طلاق
ساتواں حصہ:- مال جائداد، ورثہ، قرضہ، تعزیرات عام ضوابط۔

امید ہے پہلا حصہ دو تین ماہ میں شائع ہو جائے گا۔

وہ احباب

جو اس حصہ کے خریدنے کے لئے تین روپیہ فی نسخہ کے حساب سے رقم پیشگی ارسال فرمائیں گے نہ صرف خاص رعایت سے مستفید ہو سکتے ہیں بلکہ طباعت کے اخراجات میں شریک ہونے کی وجہ سے ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق ہوں گے۔

کتاب نہایت موزوں سائز $\frac{20 \times 26}{8}$ کے ۲۱۶ صفحات پر مشتمل ہوگی ٹائیٹل پیج دو رنگوں میں خوبصورت بلاکوں میں چھاپا جائیگا۔ آج ہی صرف تین روپے بھیج کر اپنی جلد مخصوص کروا لیجئے ممکن ہے قیمت زیادہ مقرر ہو مگر پیشگی بھیجنے والے کو تین روپے میں دی جائے گی۔

دارالکتب اسلامیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور۔ پوسٹ بکس ۲۲۸

مشکلات و مصائب میں حضرت نبی کریم صلعم کا احساس ذمہ داری

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۸ جون ۱۹۵۷ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بك علی ھؤلاء شھیدا۔ یومئذ یود الذین کفروا وعصوا الرسول لو تسوّی بھم الارض ولا یکتمون اللہ حدیثاً ——— (النساء آیت ۴۱ ۴۲)

حضرت نبی کریم صلعم کی ذمہ داری

اس آیت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری کا ذکر ہے لکھا ہے کہ کیا صورت حال ہوگی آپ کی اس دن جب ہم ہر امت میں سے اس کے نبی و رسول کو بطور گواہ بلائیں گے اور ان لوگوں کے اوپر آپ کی حاضری بطور گواہ کے ہوگی، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ذمہ داری کا بڑا احساس ہے جس سے قرآن کریم میں آپکو مطلع کیا گیا ہے اور اس ضمن میں مسلمانوں کو بھی مطلع کیا گیا ہے کہ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری اتنی بڑی ہے تو مسلمانوں کی ذمہ داری کتنی بڑی ہوگی،

ذمہ داری کا احساس

لکھا ہے ایک دن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ابن مسعودؓ بیٹھے تھے آپ نے انکو مخاطب کرکے فرمایا اے ابن مسعود مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ یا ابن مسعود اقراء علیّ القرآن انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ علیك اقراء و علیك انزل آپ کو قرآن سناؤں حالانکہ آپ کے اوپر قرآن اترا ہے؟ فرمایا نعم انی احب ان اسمعہ من غیری۔ میں پسند کرتا ہوں کہ کسی دوسرے سے قرآن سنوں۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے سورۃ النساء کو پڑھنا شروع کیا، جب میں اس آیت پہ پہنچا فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید۔ الخ تو حضورؐ نے فرمایا حسبك الآن حسبك الآن بس اب کافی ہے بس کافی ہے ٹھہر جاؤ۔ میں ٹھہر گیا اور حضرت کی طرف دیکھا تو فاذا عیناہ تذرفان آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، یہ ذمہ داری کا احساس تھا جس نے حضورؐ کو اشکبار کر دیا..........

..... حضرت کو اپنی ذمہ داری کا بڑا احساس ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت میں آپ کی ذمہ داری کو بیان کیا ہے،

فرض شناسی بڑائی کا موجب ہے

یہ ذمہ داری انسان کو بڑا بناتی ہے، جتنا بڑا کوئی انسان ہو اتنی ہی بڑی اس کی ذمہ داری ہے اور اپنے فرض اور ذمہ داری کو اس حد تک پورا کرنا جتنا کہ اس کا حق ہے اپنی بڑائی میں اضافہ کرتا ہے۔ ہر فرض اور ذمہ داری کی ادائیگی کے لئے مستعدی اور چستی کی ضرورت ہے۔ حدیثوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مستعدی اور چستی کا بڑا ذکر آتا ہے، حضرت صلعم کی چستی اور مستعدی اس لئے نہیں کہ صرف نماز اور روزہ کے آپ پورے پابند تھے، نماز روزہ تو فی الحقیقت انسان کو مہذب بناتا اور اسکے نفس کی صحیح تربیت کرتا ہے۔ نماز روزہ کی پابندی انسان کو کام کرنے کے قابل بناتی ہے۔

جنگ اُحد میں حضرت نبی کریمؐ کو پیش آمدہ مصائب

حضرت صلعم کی مستعدی اور چستی ہر شعبۂ زندگی میں پائی جاتی تھی، میں ایک دو واقعات آپ کی مستعدی کے بتاؤں گا کہ کس قدر مشکلات کے اندر آپ نے پوری مستعدی کا اظہار کیا، کون نہیں جانتا کہ اُحد کی لڑائی بہت بڑے اضطراب کا باعث ہوئی، حضرت کا زخمی ہونا، آپ کے دانت مبارک شہید ہونا، خود کی کڑی آپ کی پیشانی مبارک میں گھس جانا، حضرت کا بے ہوش ہو کر گر جانا۔ قوم کا تتر بتر ہو کر بھاگ اٹھنا بہت بڑا اضطراب پیدا کرنے والی باتیں تھیں، چند لوگ آپکو بچانے کے لئے آپ کے گرد جمع ہو گئے دوست اور دشمن سب میں مشہور ہو گیا کہ محمد رسول اللہ صلعم شہید ہو گئے۔ دشمن تو شادیانے بجانے لگ گئے لیکن وہ شخص جس کا دعوےٰ تھا کہ میں غالب آؤں گا میرا دین سب پر غالب ہوگا وہ ایسی سخت مصیبت کی حالت میں پڑا ہے، لکھا ہے اسی حالت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک طرف سے گذرے، وہاں کچھ لوگ نہایت اداس بیٹھے تھے، انہوں نے کہا یوں اداس کیوں بیٹھے ہو، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندہ رہ کر کیا کروگے ما تصنعون بعد موت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موتوا علی مامات جس مقصد کے لئے آپ فوت ہوئے ہیں تم بھی اسی مقصد کے لئے لڑتے لڑتے مرجاؤ، فقاتلوا علی ما قاتل وموتوا علی مامات۔ وہ عقائد دین جن کی تلقین کرتے آپ آئے تھے، وہ تو سچے ہیں، آپ کی وفات سے وہ تو باطل نہیں ہو گئے پھر کیوں نہیں ان کے لئے کھڑے ہو جاتے، ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پجاری نہیں، ہم خدائے واحد کے پرستار ہیں اور وہ زندہ اور قائم ہے۔

شکست کے بعد فتح

یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ عبداللہ بن جبیر..... جن کو پچاس تیراندازوں کے ساتھ پہاڑی پہ کھڑا کیا گیا تھا، جب دشمن بھاگنے لگا تو اُن میں اختلاف ہو گیا، بعض نے کہا کہ حضرت صلعم کا حکم ہے کہ تم نے یہاں سے نہیں ہلنا لیکن بعض اُن میں سے کہتے تھے کہ حضرت کا حکم بے شک یہی ہے لیکن جب دشمن بھاگ رہا ہے تو کیوں نہ ہم بھی مال غنیمت کے حاصل کرنے میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوں۔ اس خیال سے بعض سپاہی اس مورچے کو چھوڑ کر دشمن کے تعاقب میں چل دیئے۔ خالد بن ولید جو اس وقت مسلمان نہ تھے، اور کفار کے لشکر میں دائیں پہلو پر متعین تھے اور عکرمہ بن ابوجہل جو بائیں پہلو پہ متعین تھے اس حصہ کو خالی دیکھ کر وہاں آ ڈٹے، اور مسلمانوں اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی، اس وجہ سے حضورؐ کو سخت تکلیف اٹھانی پڑی، لیکن جب آپ کو ہوش آئی تو خچر پہ سوار ہو کر بلند آواز سے کہنا شروع کیا انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب او لوگو! جنہوں نے میرے ہاتھ پہ بیعت کی ہوئی ہے دوڑو، ادھر آؤ میرے پاس جمع ہو جاؤ، یہ آواز سننا تھا کہ سب کے سب دوڑتے ہوئے آ گئے۔ اُن کے جمع ہو کر پھر حملہ آور ہونے سے دشمن کو شکست ہو گئی۔ لیکن حضرت کے چچا حمزہ جن کے اسلام لانے پر حضرت صلعم دشمنوں کی ایذا رسانیوں سے محفوظ ہو گئے تھے، شہید ہو گئے جس کا حضرت کو بہت بڑا صدمہ ہوا۔

دشمن کا تعاقب

یہ معرکہ بڑا سخت تھا۔ دشمن کی تعداد تین ہزار تھی اور مسلمان صرف ایک ہزار اس میں سے بھی عبداللہ بن ابی تین سو آدمیوں کو لیکر واپس چلا گیا، اس نے کہا یہ کوئی لڑائی ہے؟ یہ تو خود اپنے آپ کو موت کے منہ میں دینا ہے، اس نے کہا محمد رسول اللہ کا کیا کہنا ہے میری بات نہ مانی اور بچوں اور نوجوانوں کے پیچھے لگ گئے عصانی واطاع الولدان ومن لا رای لہ جن کی رائے صائب نہیں لو کان لنا من الامر شیء ما قتلنا ھٰھنا دیکھو معاملات میں ہماری کوئی سنتا ہی نہیں اگر ہماری سنتے تو اسجگہ مارے نہ جاتے اور کہتے کہ ابوسفیان سے کون بچا سکتا ہے، یہ سب باتیں حضرت صلعم سنتے تھے تاہم فرمایا کہ دیکھو دشمن بھاگ تو گیا لیکن ایسا انتظام کرو کہ پھر واپس نہ آسکے، ہم نے دشمن کا تعاقب کرنا ہے، اور قوم کی ہمت بڑھانے کیلئے فرماتے ہیں

والذی نفسی بیدہ لاخرجن ولو وحدی، خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں ضرور دشمن کے تعاقب کے لئے جاؤں گا اگرچہ اکیلا ہی کیوں نہ ہوں، غور کرنا چاہیئے کہ آپ کے پاس کوئی تعویذ تو نہ تھا، نہ کوئی جھاڑ پھونک سے کام لیتے تھے۔ تاہم دشمن کے پیچھے چلے گئے، صرف ستر سوار نکلے جنہوں نے کہا کہ آپ کے ساتھ جائیں گے، یہ بات بولتے گئے کہ حسبنا اللہ نعم المولٰی ونعم الوکیل اور ایک آدمی آپ نے آگے بھیجا کہ جا کر دیکھو اگر وہ لوگ گھوڑوں پر سوار ہیں تو وہ مدینہ پر حملہ آور ہوں گے اور اگر اونٹوں پر سوار ہیں تو لمبا سفر ان کے سامنے ہوگا وہ مکہ کا رُخ کریں گے۔ آگے جا کر ایک پڑاؤ آتا ہے صحراء الاسد وہاں سے دشمن روانہ ہو چکا تھا، جس سے معلوم ہوا کہ اب وہ واپس نہیں آئیں گے۔

ہماری قوم کے لئے اس میں کتنے سبق ہیں، ان میں سے کوئی کام معجزے سے نہیں ہوا، مایوسیاں بھی ہوئیں سخت ترین مایوسیوں کے وقت صحابہؓ نے اپنے ایمان کا اظہار کیا، حسبنا اللہ ونعم الوکیل کس قدر ایمان کی بات ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کی دلیری اور مستعدی

ایک واقعہ حضرت ابوبکرؓ کا سناتا ہوں، مسند خلافت پر بیٹھتے ہی آپ کو ایک معاملہ پیش آیا، جو قرآن میں ایک واقعہ کا ذکر ہے، ارتد العرب، تمام عرب مرتد ہو گیا، حضرت صلعم کی وفات پر بہت انتشار ہوا بعض لوگوں نے دین میں کمزوری دکھائی، چنانچہ بعض نے زکوٰۃ دینی بند کر دی، حضرت ابوبکرؓ نے حکم دیا کہ فوج تیار کی جائے، حضرت عمرؓ کھڑے ہو گئے اور کہا کہ مسلمانوں کے ساتھ لڑائی کیسی؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں اس لئے جنگ نہیں کرتا کہ وہ مسلمان ہیں بلکہ اس لئے کرتا ہوں کہ سلطنت کا مال وہ غصب کرتے ہیں کیا نماز اور زکوٰۃ میں آپ فرق کرتے ہیں؟ اتفرقون بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ۔ دیکھئے کتنی دلیری کی بات ہے، تخت خلافت پر بیٹھتے ہی یہ مشکل پیش آئی لیکن آپ گھبرائے نہیں اور اس مشکل کا مقابلہ پوری دلیری سے کیا ورنہ جان بچانے کے لئے حضرت عمرؓ کا مشورہ مان لیتے اور بڑھاپے کا سوال بھی ان کو یہی مشورہ دیتا کہ جنگ نہ کرو لیکن انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چل کر اپنی جان کو جوکھوں میں ڈالا۔

مشکلات کا مقابلہ ہمت اور مستعدی سے کرنا چاہیئے

یہ تاریخی واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کا کام مایوس ہونا نہیں، مشکلات پیش آتی ہیں لیکن ان میں گھبرانا نہیں چاہیئے، ان تاریخی واقعات کے پیش نظر .... مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ بھی مستعد ہو جائیں اور تندہی اور مستعدی کے ساتھ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو ادا کریں، مایوسی مسلمان کے پاس نہ آنی چاہیئے، جتنی مشکلات بڑھیں اتنی ہی زیادہ مستعدی بڑھنی چاہیئے، ہمارے قوم ننگے پاؤں چلے آئے، جن کے پاس نہ کوئی خزانہ تھا، نہ مکان لیکن خدا نے ایک جماعت پیدا کر دی اور اس جماعت نے بڑا کام کیا ہے، اس جماعت نے یورپ میں مشن کھولے، قرآن کے ترجمے کئے، وسط یورپ میں مسجد بنائی، یہ سب کچھ جماعت اور قوم کی برکت ہے آپ کی یہ اپنی تاریخ بھی آپ کے سامنے ہے ان سب واقعات سے سبق لو اور جب کوئی مشکلات سامنے ہوں تو زیادہ ہمت اور زیادہ مستعدی سے کام کر کے دکھاؤ۔

جناب مرزا مظفر بیگ صاحب کا تبلیغی دورہ

مورخہ ۲۷ر جون کو جناب ایکسپریس سے مرزا صاحب موصوف لائلپور سے ملتان تشریف لائے۔ ۲۸ کو آپ نے جمعہ کا خطبہ فرمایا۔ جناب مرزا صاحب موصوف جیسا قابل خطیب ہو اور امام الکلام کا علم ہو، آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کس قدر لطف آیا ہوگا۔ موصوف نے خطبہ میں سورۃ العصر کی ایک آیت کی تفسیر فرمائی، آپ نے اس خطبہ میں اس امر پر زور دیا کہ اسلام کے جملہ احکام اجتماعی حیثیت رکھتے ہیں، روزہ نماز، حج، زکوٰۃ سب کی غرض یہ ہے کہ سوسائٹی کے بڑے آدمی چھوٹوں کی خبر گیری کریں، اگر یہ غرض عملی طور پر پوری نہیں ہوتی تو پھر گھاٹے میں ہیں۔ جب ہماری جماعتی زندگی میں ایک قومی رنگ پیدا ہو جائے گا پھر تواصوا بالحق وتواصوا بالصبر کی نوبت آتی ہے تواصوا بالحق کیا ہے تبلیغ اسلام۔ تواصوا بالصبر کیا ہے مصائب مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ آپ نے چند واقعات سے ثابت کیا کہ جن قوموں نے تواصوا بالحق کو چھوڑ دیا انہوں نے نقصان اُٹھایا۔

ہفتہ کی صبح کو عزیز ہوٹل میں درس قرآن ہوا جس میں آپ نے سورۃ بقرہ کا پہلا رکوع پڑھ کر اسکی تشریح فرمائی اور آریہ اور عیسائی صاحبان نے جو جو اعتراضات اس رکوع پر کئے ہیں آپنے ان سب کا مدلل جواب سمجھایا، یہ درس کا سلسلہ صبح ۸ بجے سے ۹ تک رہا۔ ہفتہ کی شام کو جناب عبدالعزیز خان صاحب نے موصوف کے اعزاز میں ایک ٹی پارٹی دی جس پر یک صد کے قریب معزز طبقہ کے احباب مدعو تھے۔ اس موقعہ پر جناب مرزا صاحب نے ایک مختصر مگر جامع تقریر فرمائی، آپنے اپنی اس ۲۲ تقریر میں صداقت اسلام بمقابلہ غیر مذاہب اور تبلیغ اسلام کی اہمیت اور جماعت احمدیہ کی تبلیغی خدمات پر زور دیا، دوران تقریر میں آپنے اپنے تبلیغی تجربات بھی بیان فرمائے جو بہت

ایک فریب دہ بیان

"پیغام صلح" کی کسی سابقہ اشاعت میں محترم میاں محمد زمان صاحب چارسدہ کی ایک مراسلت شائع ہوئی تھی جس میں انہوں نے خلیفہ صاحب ربوہ سے ان الزامات کے جواب میں جو ان کے مرید ان کے چال چلن کے متعلق شائع کر رہے ہیں حلف اُٹھانے کا مطالبہ کیا تھا۔ اب الفرقان مئی ۱۹۵۷ء میں خلیفہ صاحب کا ایک بیان شائع ہوا ہے جس میں حلف اُٹھا کر کہا گیا ہے کہ "اخبار مباہلہ والوں نے سرتاپا جھوٹ بلکہ افتراء سے کام لیا ہے"

اس بیان کے نیچے "جواب مباہلہ نمبر ا رسالہ الفرقان مئی ۱۹۵۷ء" کا حوالہ دیا گیا ہے۔ جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ صاحب نے مئی ۱۹۵۷ء میں یہ بیان دیا جو صریحاً کذب و افتراء ہے، کیونکہ اخبار مباہلہ کا قصہ ۱۹۲۹ء میں پیدا ہوا اور خلیفہ صاحب نے محولہ بالا بیان ۱۵ر جون ۱۹۲۹ء کو دیا تھا اور وہ بھی مولوی اللہ دتہ کے نام ایک چٹھی میں، اتنی پرانی بات کو الفرقان مئی ۱۹۵۷ء کے حوالہ سے پیش کرنا کہاں کا تقویٰ ہے یہ اسی دجل و تلبیس کی ایک مثال ہے جو یہ لوگ اہل حق کے جواب میں ہمیشہ کرتے چلے آئے ہیں، اس سے پہلے انہی مولوی اللہ دتہ صاحب نے پیغام صلح کے ابتدائی زمانہ کے ایک قادیانی ایڈیٹر کا ایک بیان اشتہار کی صورت میں بزرگان جماعت احمدیہ لاہور کی طرف منسوب کر کے ان کے اسمائے گرامی اشتہار کے نیچے لکھ دیئے تھے جس میں یہ مغالطہ دینا مقصود تھا کہ وہ بیان ان بزرگوں نے جاری کیا ہے۔ پھر غور کر کے دیکھا جائے تو خلیفہ صاحب کا مذکورہ بالا بیان میاں محمد زمان صاحب کے مطالبہ حلف سے کوئی تعلق نہیں رکھتا نہ اس میں ان الزامات کی تصریح کی گئی ہے جن کے جواب میں وہ بیان دیا گیا ہے، نہ اس میں مؤکد بعذاب حلف اُٹھائی گئی ہے سمجھ نہیں آتا کہ اگر وہ تمام الزامات کو جو مریدین میاں صاحب آج ان کے چال چلن کے متعلق شائع کر رہے ہیں صحیح نہیں سمجھتے، تو ایک دیرینہ اور مبہم بیان کو نقل کرنے کے بجائے کیوں مؤکد بعذاب حلف نہیں اُٹھاتے اگر مباہلہ کرنا انہیں منظور نہیں تو مؤکد بعذاب حلف ہی اُٹھا لیں اور میعاد مقرر کر دیں کہ اگر وہ جھوٹی قسم اُٹھا رہے ہیں تو ایک سال کے اندر اندر ان پر عذاب نازل ہو۔

کیا وہ ایسا کرنے کی جرأت کریں گے؟ کیا مولوی اللہ دتہ صاحب پرانے بیانات کو از راہ دجل و تلبیس نقل کرنے کے بجائے خلیفہ صاحب کو ایک نیا بیان مشتمل بر حلف مؤکد بعذاب جاری کرنے کا مسودہ دیں گے؟

قرآن کریم اور موجودہ عالمی بحران

مولانا یعقوب خان صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان)

مندرجہ ذیل مضمون اس انگریزی خطبہ کا ترجمہ ہے جو مولانا یعقوب خان صاحب نے یکم مئی ۱۹۵۵ء کو شاہجہان مسجد ووکنگ میں عید الفطر کے موقعہ پر دیا۔ یہ خطبہ سورۃ آل عمران کی آیت (۱۵۱ تا ۱۵۲) پر مبنی ہے جس میں مسلمانوں کو اسلامی نظریہ حیات کے مطابق زندگی بسر کرنے، اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے اور تخریبی رجحانات سے محترز رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اصل آیات عربی زبان میں پڑھنے کے بعد خطبہ انگریزی زبان میں دیا گیا اس خطبہ کا اردو ترجمہ ہمارے عزیز دوست قاضی نصیر احمد صاحب لاہور چھاؤنی نے "پیغام صلح" کے لئے کیا ہے جو بصد شکریہ درج ذیل ہے:—

مسرت و امتنان کا تہوار

آج ہم جو تہوار منا رہے ہیں وہ مسرت و امتنان کا تہوار ہے۔ تمام دنیا کے مسلمان اسی طرح اس عظیم تہوار کو منا رہے ہیں۔ ہم اس واسطے شاداں و فرحاں ہیں کہ خدا کی رضا کے تحت مکمل ایک ماہ کی بھوک اور پیاس کی صعوبتوں کو برداشت کرنے کے قابل ہو سکے ہیں۔ اگرچہ یہ امر غلامت پسند کیوں نہ معلوم ہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ ایک مسلمان کی سب سے بڑی مسرت اس امر میں مضمر ہے کہ وہ مادی دنیا کی برکات سے کنارہ کش ہو جائے اور ایک بلند مقصد کی خاطر بخوشی مصائب اور تکلیفات کا مقابلہ کرے حتیٰ کہ اس وقت جب صداقت، فرض یا عزت نفس زندگی کی اعلیٰ ترین تعبیر کے طالب ہوں تو ان کے حصول کے لئے موت کے منہ میں جانے سے بھی دریغ نہ کرے۔

ایک مسلمان کا نصب العین

میں نے قرآن کی جو آیات پڑھی ہیں ان میں ایک مسلمان کے سامنے بعینہ یہی نظریہ پیش کیا گیا ہے۔ ہمیں تلقین کی گئی ہے کہ لاتموتن الا وانتم مسلمون موت تم پر نہ آئے مگر ایسی حالت میں کہ تم اللہ تعالےٰ کے کامل فرمانبردار بن جاؤ۔ دوسرے الفاظ میں ایک مسلمان کی زندگی کا اعلیٰ ترین نظریہ یہ ہونا چاہیئے کہ وہ خدا کی رضا کا جویا ہو اور اس کے تحت عمل پیرا ہو۔ یہی وہ نصب العین ہے جس کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسے زندگی گذارنی چاہیئے اور اسی نصب العین کو لئے ہوئے اسے موت سے ہمکنار ہونا چاہیئے۔

اسلام کی فوری ترقی و اثرات کی توجیہہ

مؤرخین اسلام کی ترقی اور اس وقت کی دنیا پر اس کے فوری اثرات کے متعلق اکثر حیرت کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ فوری اثرات اس طرح رونما ہوئے جیسے ایک سیارہ چشم زدن میں پورے کرۂ فضائی کو منور کر دے اور اپنے پیچھے روشنی کی ایک چمکتی ہوئی لکیر چھوڑ دے۔

مؤرخین اس عجیب و غریب صورت حال پر متحیر ہیں اور انہیں اس امر کا اقرار ہے کہ وہ اس صورت حال کی کسی معلوم تاریخی اصولوں کی بنیاد پر توجیہہ نہیں کر سکتے۔ اس کی توجیہہ دراصل اس درخشاں اور روشن مثالیت میں مضمر ہے جس کا شعلہ ان چند افراد کے قلوب میں روشن کیا گیا تھا جو رسول کریم صلعم کی دعوت پر اس نظریہ کے تحت کہ مادی زندگی کو رضائے الٰہی کے تابع رکھنا چاہیئے، ان کے حلقہ بگوش ہو گئے تھے۔

بگڑے ہوئے معاشرہ پر اسلامی اخوت کا اثر

بلند تر وفاداری اور یگانگت کا یہ جذبہ جس نے اس زمانہ کی معمولی قبائلی اور خاندانی وفاداریوں کی جگہ لے لی ایک ہمہ گیر انقلاب پر منتج ہوا۔ ایک ایسے معاشرے پر جس کی بنیاد حصول اقتدار کے لالچ اور غرور و نخوت پر تھی ایک ایسا سماجی نظام پیدا ہو گیا جس کے تحت ایک فرد کی قدر و قیمت کا معیار صرف خوف خدا تھا۔ توہم پرستی، قبائلی انداز فکر، غلط رسم و رواج اور سماجی ظلم کا مکمل طور پر خاتمہ ہو گیا۔ وہ لوگ جو نسلاً بعد نسلٍ مادی زندگی کی مسرتوں سے لذت اندوز ہونے کی خاطر باہمی مناقشات اور تبردآزمائیوں میں مبتلا تھے اخوت اور بھائی چارے کے جذبوں کے تحت اس طرح یک جان ہو گئے کہ انسانی تاریخ اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ ان آیات میں جن کا حوالہ میں نے دیا ہے قرآن نے اس حالت کو آگ کے ایسے گڑھے سے تشبیہہ دی ہے جس کے کنارے پر لوگ کھڑے ہوں۔ ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ "خدا کی نعمتوں کو یاد کرو جو (ایک نئے نظریۂ حیات کے تحت نمودار ہوئیں) اس نے تم کو ایک آنے والی تباہی سے بچا لیا اور تمہارے دلوں کو ہمدردی اور اخوت کے جذبات سے معمور کر دیا۔

خلیفۃ اللہ کا بلند مقام

ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ اخوت کا یہ جذبہ اسلام کی طرف سے مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑی نعمت ہے جو اس وقت میسر آتی ہے جب انسان کی نظریں زندگی کے ادنیٰ اور گھٹیا نظریات سے بلند ہو کر خلیفۃ اللہ کے بلند مقام پر جا لگیں اور زندگی کی اس تعبیر سے اس نے اخلاقی اور روحانی اقدار کو جنم دیا۔ ہمیں متنبہ کیا گیا ہے کہ اگر اس بلند مقام کو چھوڑنا نہیں چاہتے تو ضروری ہے کہ اس خطہ نظریہ حیات کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھیں۔

بقائے عالم کے لئے روحانی معلمین کا بتایا ہوا راستہ

آج اس عظیم دن پر جبکہ ہم ماہ رمضان میں روح اور مادہ کے درمیان کشمکش کی سالانہ جد و جہد منا رہے ہیں ہمیں پھر اس پیغام کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ یہ وہ پیغام ہے جو ہمیں تلقین کرتا ہے کہ خدا کی رضا کو دوسری تمام وفاداریوں پر مقدم رکھیں۔ فی الحقیقت یہی وہ پیغام ہے جو دنیا کے تمام مذہبی پیشواؤں نے دیا۔ ہم اس راستہ پر چل کر جو دنیا کے مذہبی اور روحانی معلمین نے پیش کیا ہے۔ انصاف کے لئے سماجی نظام، امن اور انسانی اخوت کو پا سکتے ہیں جن کا حصول موجودہ دنیا کی بقاء کے لئے لازمی ہے۔

سب سے خطرناک ایٹم بم

زندگی کا اکتسابی فلسفہ جس پر موجودہ مغربی تہذیب، خواہ جمہوری ہو یا اشتراکی کی بنیاد ہے سوائے لالچ، بے اطمینانی، حسد اور باہمی مناقشات کے اور کچھ پیدا نہیں کر سکتی اور یہ ڈر ہے کہ انسان نے صدیوں کی تگ و دو اور محنت شاقہ کے بعد جو کچھ تعمیر کیا ہے یہ تہذیب اس کو اپنے شعلوں کی لپیٹ میں نہ لے لے۔

—— سب سے خطرناک ایٹم بم موجودہ انسان کے دل میں پایا جاتا ہے اور جب تک اس جگہ پر ہی اس شیطان کا خاتمہ نہ کر دیا جائے کوئی انسانی عقل یا ترکیب ہمیں آمدہ تباہی سے نہیں بچا سکتی۔ روزہ کا یہ نظام اس امر کی یاد دہانی ہے کہ حقیقی مسرت اور امن کا راستہ اس وقت حاصل ہو سکتا ہے جب ہم اپنے دل میں بیٹھے ہوئے سب سے بڑے شیطان پر غلبہ حاصل کر لیں۔

مذہب کے بغیر زندگی تباہی کا سامان ہے

بلاشبہ سے بی نوع انسان نے زندگی کی اس اعلیٰ تعبیر کو محض ایک من گھڑت افسانہ، توہم پرستی اور بقول اس کے ایک "نا فہم" ذہن کی بے سود چیخ و پکار سمجھ کر درخور اعتنا نہیں سمجھا۔ خدا اور خدا کی رضا کے بارے میں تمام گفتگو کو محض ایک لایعنی افسانہ سمجھ کر اس کا مضحکہ اڑایا گیا ہے۔ موجودہ انسان ذہنی طور پر کسی حالت میں بہتر نہیں ہے۔ قدرت کی طاقتوں پر اس کے بے مثال اثر و نفوذ نے یقینی طور پر اس کو غرور و نخوت کا شکار بنا دیا ہے۔ اس کی خود کفالت کے احساس نے اس کو زندگی کی کسی اعلیٰ تر حقیقت سے اس طرح بے بہرہ کر دیا ہے کہ اگرچہ مادی طور پر وہ غیر معمولی

ترقی کر چکا ہے لیکن اس کی روحانی آنکھ شدید طور پر اندھی ہو چکی ہے۔ بایں ہمہ آسمانوں اور زمینوں میں اور بھی بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کا انسانی عقل احاطہ نہیں کر سکتی۔ چنانچہ خدا نے اپنی بے مثال مشیت کے تحت ہائیڈروجن بم کی شکل میں ایک خوفناک دیو پیدا کر دیا ہے تا کہ انسان کی اس اندھی آنکھ کا اپریشن کر کے اس آنکھ سے وہ پردہ ہٹا دیا جائے جو اس کی بینائی میں حارج ہے۔ عظیم تباہی کے اس نئے ہتھیار کے خوفناک وجود کا احساس ہوتا جا رہا ہے اور ہر جگہ مفکرین ہنوز اس معمولی سی حقیقت کا احساس کر رہے ہیں کہ زمانہ قدیم میں پیغمبر اور مذہبی راہنما عوام کو جس چیز کی دعوت دیتے تھے وہ ایک لا یعنی گفتگو نہ تھی اور یہ کہ مذہب کے بغیر زندگی صرف اس تباہی پر منتج ہو سکتی ہے جس کی انہیں اس مادی زندگی میں ہی تنبیہہ کی گئی تھی۔

مادی فلسفۂ حیات کے تلخ ثمرات

یہی وہ چوراستہ ہے جس پر آج انسانیت کھڑی ہے۔ اس کی بقا روح کی زندگی اور حاکمیت میں مضمر ہے ورنہ یہ تباہ ہو جائے گی۔ بالآخر زندگی کے یہی بنیادی تصور قوموں اور تہذیبوں کی قسمتوں کی تعیین و تشکیل میں ممد و معاون ہوتے ہیں۔ آسمانی صحیفوں میں انہی بنیادی تصورات کا بڑی خوبی سے ان اچھے اور بُرے درختوں سے مقابلہ کیا گیا ہے جن کی بنیادی قدر و قیمت اس وقت ہوتی ہے جب وہ پھلدار ہوں۔ ان صحیفوں میں انسان کو شجر ممنوعہ کا پھل کھانے سے جو باز رکھا گیا ہے تو اس کا بھی ایک خاص مقصد ہے۔ ہم پہلے ہی دیکھتے ہیں کہ مادی فلسفۂ حیات نے جو گزشتہ صدی کے دوران میں انسانی دماغ پر غالب رہا ہے، کیسا تلخ پھل پیدا کیا ہے، بیں ذاتی طور پر مغربی سائنسوں اور ان کے پیدا کردہ کرشموں کا بہت بڑا مداح ہوں۔ لیکن یہ دعوے کرنے کے لئے جرأت چاہیئے کہ ہمیں آرام و آسائش کے سامان مہیا کرنے سے قطع نظر ان سائنسوں نے ہمیں ذہنی سکون بخشنے کے لئے کوئی مادی انقلاب برپا کیا ہے۔ اس سے قبل انسان ذہنی ارتعاش، بے اطمینانی، خودکشی، تباہ شدہ گھر گرستی اور حکومت کی عزت کا فقدان، لاوارث بچے اور تنہا بوڑھے والدین ہم بین الاقوامی محاذ پر حصول اقتدار کی دوڑ اور بڑھتی ہوئی کشیدگی پاتے ہیں اور یہ عوامل ہماری توجہ اس سوال کی طرف منعطف کراتے ہیں کہ کیا موجودہ فنی کمالات اس عظیم تباہی کی موت کا پیش خیمہ تو نہیں!

تسکین روح الہامی مذاہب میں

البتہ صرف ایک حوصلہ افزا خصوصیت یہ ضرور پائی جاتی ہے کہ دنیا میں اس حقیقت کو سمجھنے کی روز افزوں کوشش کی جا رہی ہے کہ جب تک ہم زندگی کو روحانی بنیادوں کو مادہ نہیں یا اپنے ہمارا عمارت کی بنیاد صرف ریت پر ہوگی اور یہ عمارت بہت جلد دھڑام سے پٹخے آگرے گی۔ پہلی دفعہ زندگی میں روحانی لٹکین کے مسئلہ پر کچھ سوچ بچار کی جا رہی ہے البتہ اس امر کی طرف پوری طرح توجہ نہیں دی گئی کہ مذہب کی حقیقی روشنی کے لئے ہمیں لازمی طور پر ان الہامی مذاہب کی طرف رجوع کرنا ہوگا جو ہمیں خدا کے وجود کی یقینی اور ناقابل تردید طور پر نشان دہی کرتے ہیں۔ مذہب کوئی جنس نہیں جسے ہم اپنے طور پر ترتیب دے لیں اور نہ ہی فلسفیانہ نظریات خواہ ان کا تانا بانا کتنا ہی منطقیانہ کیوں نہ ہو، مشتبہات کے تاریک بادلوں میں سے نکال کر ہمیں مذہب کی چمکتی ہوئی روشنی میں لا سکتے ہیں۔ انسانی عقل بذات خود ہمیں روح کی مملکت کے بعید کنارون تک لے جا سکتی ہے لیکن اس کی بلند ترین پرواز وہاں آکر ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد روح کی آنکھ ہی مادیات کے پردے کو چیر کر آگے بڑھنے کی قوت رکھتی ہے اور ایک نئی روحانی مملکت کو دیکھ سکتی ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں الہام کی کار فرمائی شروع ہوتی ہے۔

اسلام ــــ مذاہب عالم کا جدید ترین نمونہ

اس بنیادی انسانی ضرورت سے عہدہ برآ ہونے کے لئے خدا تعالےٰ ہمیشہ سے دنیا میں پیغمبروں کو بھیجتا رہا ہے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ جو عظیم روحانی شخصیات ہیں۔ اس کی صرف چند مثالیں ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس طویل سلسلے کی آخری کڑی ہیں۔ وہ صداقت (یعنی قرآن حکیم) جو آپ لائے اس نے نہ صرف گزشتہ حقائق کو محفوظ رکھا اور ان کا اضافہ کیا بلکہ ان صداقتوں کو زمانہ کے تقاضوں کے مطابق بھی ڈھالا تا کہ وہ ہر دم بدلتے ہوئے سماجی حالات کے مقتضیات سے عہدہ برآ ہو سکیں۔ اس لحاظ سے اسلام کو یقینی طور پر یہودیت عیسائیت اور دوسرے الہامی مذاہب کا جدید ایڈیشن کہہ سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ اسلام مذاہب عالم کا جدید ترین نمونہ ہے۔

یہودیت۔ عیسائیت اور اسلام

اب وہ وقت آ چکا ہے کہ مغربی دنیا جو انسانی ترقی کی علمبردار ہے، مذہبی احیاء جیسے مسئلہ پر دیانت داری کے ساتھ غور و فکر کرے اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو کسی تہذیب کی بقا کے لئے ایک اہم ضرورت بنتا جا رہا ہے۔ بدقسمتی سے یہودیت عیسائیت اور اسلام، جو ایک مشترک منبع سے پیدا ہوئے ہیں ایک دوسرے سے اس حد تک بہت دور جا پڑے ہیں کہ وہ اب باہمی اتحاد عمل کے امکانات روشن کرنے کے بجائے ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما ہیں۔ مغربی ذہن جو پوری طرح ترقی یافتہ ہے اسلام کا مطالعہ کرتے وقت اپنی سائنسی خارجیت پسندی کو اس درجہ بروئے کار نہیں لاتا اور اسلام سے انصاف نہیں کرتا جس طرح زندگی کے بردوسرے شعبوں میں وہ عموماً کرتا ہے۔ ایسا مذہب جو حضرت عیسےٰ اور حضرت موسےٰ کی تعریف میں رطب اللسان ہے اور جسے اُن کے آسمانی صحیفوں میں ہدایت اور روشنی نظر آتی ہے اور جو ان صحیفوں کے آسمانی متن کو ایک مسلمان کے مذہب کا لازمی جزو تصور کرتا ہے بجائے اس کے کہ اس پر شکوک و شبہات اور عدم اعتمادی جیسے الزامات لگائے جائیں انصاف کے تقاضوں کی رُو سے جذبہ احترام کے تحت قابل غور ہے۔

موجودہ حوادث قرآن کی روشنی میں

قرآن کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ خدا کا کلام ہے حتیٰ کہ تمام غیر مسلم نقاد بھی اس امر پر متفق ہیں کہ قرآن لفظ بلفظ اپنی اصلی حالت میں اسی طرح پایا جاتا ہے جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا۔ یہی وہ چیز ہے جو بنیادی طور پر خدا کی نشان دہی کرتی ہے، جس کی اسے اشد ضرورت ہے۔ مغربی علماء جتنی توجہ اور قوت ایٹم کے چیرنے پھاڑنے اور اس کو قابو میں لانے کے لئے وقف کر رہے ہیں اگر وہ اس سے نصف توجہ اور قوت مذہب کی طرف دیں تو وہ یقینی طور پر کون و مکاں کے گہرے رموز سے آگاہ ہو کر مادہ اور رُوح کی مملکتوں کے مابین گہری خلیج کو پاٹ سکتے ہیں، مجھے امید ہے کہ آپ مجھے توہم پرست یا فرسودہ اصول پرست نہیں کہیں گے اگر میں یہ کہوں کہ قرآن مجید آئندہ سماجی امکانات کے اپنے بعض نمائندوں کی روشنی میں ہمارے زمانے کے اس عظیم حادثہ کی طرف توجہ دلاتا ہے اور واضح الفاظ میں اس زمانہ کے نمایاں خدوخال روشن کرتا ہے۔ مثلاً برقی اور میکانکی قوت سے چلنے والی گاڑیوں کی ایجاد (۸۱: ۴) ہوا کی تسخیر (۸۱: ۱۱) وسیع پیمانہ پر طباعت و اشاعت کا کام (۸۱: ۱۰) پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہونا (۸۱: ۳) اقوام عالم کا باہم میل جول (۸۱: ۷) پسماندہ اقوام کے بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت (۸۱: ۸، ۹) سمندروں کا یکجا ہونا (۸۱: ۶) آبپاشی کے لئے نہروں کا عظیم جال (۸۲: ۳) محکمہ آثار قدیمہ کی کھدائیاں (۸۲: ۴) عالمگیر پیمانے پر ان قوموں کا عروج جو قدرت کی طاقتوں کو مسخر کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ ایک قوم کا دوسری قوم کے خلاف نبرد آزما ہونا (۱۸: ۹۹) ــــ یہ تمام امور کسی ایسی بڑی تباہی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جسے "دوزخ کے روشن ہونے" سے اس طرح تشبیہہ دی گئی ہے کہ دوزخ سے وابستہ تمام شعلے فی

اور تکلیفات ایک واضح اور آسنے والی حقیقت بن کر سامنے آجاتی ہیں (۱۸ : ۱۰۰) خدا کی تنبیہہ کے مطابق یہ تمام وقوع پذیر ہو کر رہے گا۔ کیونکہ انسان نے خدا کی حاکمیت کی طرف سے اپنی آنکھیں اور کان بند کر لئے ہیں (۱۸ : ۱۰۱)

مغربی اقوام کو واضح چیلنج

یہ وہ اشارات ہیں جنہیں آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، ان آیات میں جو منظر پیش کیا گیا ہے ... اس میں مغربی تہذیب کی جھلک پائی جاتی ہے اور بین طور پر مغربی اقوام کو ایک واضح پیغام دیا گیا ہے اس پیغام کی مثال خطرے کے اس سرخ نشان کی طرح ہے جو حالات کے موجودہ بہاؤ کے پیش نظر دیا جائے اور جس کا اصل مقصد یہ ہو کہ انسان کو روح کی زندگی کے احیاء کی ضرورت کا یقینی طور پر احساس دلایا جائے۔

اتحاد مذاہب اور اسلام

اگر اس مسئلہ پر خالص ذہنی سطح پر رہ کر غور کیا جائے تو اسلام انسانی دماغ کی مذہبی تلاش و جستجو میں خاص حصہ لیتا نظر آئے گا اور یہی وہ عمل ہے جو موجودہ انتشار اور تباہی کا خاتمہ کر سکتا ہے۔ اگر بین المذاہبی اتفاق اور خیر سگالی کو ایک بہتر معاشرے کا لازمی جزو ہونا ہے تو اسلام کو اس نئے معاشرے کی تشکیل میں ایک مرکزی حیثیت حاصل ہو گی کیونکہ اسلام نے اس وقت جب دنیا کی مختلف اقوام قومی اور قبائلی خداؤں کے تصور میں منہمک تھیں اور ایک عالم اور ایک انسانیت کے نظریات ہنوز نامعلوم تھے، تمام مذاہب کے اتحاد اور انکے موسسین کی صداقت کا بانگ دہل اعلان کیا۔

اسلام اور عیسائیت کا فرض

اس ہر لحظہ گرتے ہوئے بحران اور ایسی چیز کے لئے انسانیت کی تلاش و جستجو جو امن اور اتحاد کا احیاء کر سکے مغرب کو اسلام کی روحانی صلاحیتوں کی تفتیش ضرور کرنی چاہیئے اور اسلام اور عیسائیت کا یہ فرض ہے کہ وہ کفر کی ان تاریک طاقتوں کے لپیٹے کو لپیٹا کرنے کے لئے اپنے اختلافات دور کر دیں، جو معاشرے کی بنیادوں کو ہلا دینے کے درپے ہیں۔ وہ پیغام جو ان قرآنی آیات میں مضمر ہے جو میں نے پڑھی ہیں دنیا کی موجودہ حالات کے پیش نظر مسلم اقوام کے لئے ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔

اسلام کا دوبارہ احیاء

اسلام کا صدیوں کے ذہنی جمود، سماجی پسماندگی، سیاسی محکومیت اور اقتصادی بدحالی کے بعد ایک عالمی طاقت کی حیثیت سے ایک بار پھر ابھرنا موجودہ زمانہ کی تاریخ کا اہم ترین واقعہ ہے بہت سی ایسی خود مختار اسلامی ریاستیں وجود میں آچکی ہیں جن کا حدود اربعہ قدیم دنیا کے وسطی خطوں تک پھیلا ہوا ہے۔ امید ہے ہم بہت جلد ان ریاستوں کی فہرست میں ایک اور عظیم ملک

یعنی الجیریا کا نام دیکھ سکیں گے جن کی آزادی کی عظیم الشان جنگ میں ہماری گہری ہمدردیاں ان کے ساتھ ہیں ہمیں امید ہے کہ ایک کروڑ عرب مہاجرین کے ساتھ جو بے انصافی ہوئی ہے اس کا مداوا بھی کر دیا جائے گا اور وہ اپنے ملک میں آباد کر دیئے جائیں گے۔

عالمگیر اسلامی اخوت کا احساس

اس آزاد اسلامی دنیا کا ابھرنا ایک موقعہ بھی ہے اور چیلنج بھی۔ یہ موقعہ اس طرح ہے کہ ہم ایک نئی دنیا کی تعمیر میں حصہ لے سکتے ہیں، اسلام بنیادی طور پر مختلف اقوام کے درمیان ایک سنگم کی حیثیت رکھتا ہے ہو سکتا ہے کہ مسلمان زندگی کی ان بنیادی گہری اقدار سے بیگانہ ہوں جو ان کے مذہب اور ثقافت کی روح رواں ہیں لیکن اسلام کی عالمگیر اخوت ابھی تک بطور ایک زندہ حقیقت کے پائی جاتی ہے اور اس اخوت کا احساس ہی تمام جغرافیائی، قبائلی، لسانی اور رنگ و نسل کے امتیازات کو مٹانے کے علاوہ مسلمانوں کو دنیا کے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک ایک وحدت ......

...... اور ایک ہی جذبہ کے تحت متحد کرنے کا ضامن ہے حتیٰ کہ آہنی پردہ کے پیچھے بسنے والے مسلمان بھی طویل تنہائی اور ذہنی خانہ بندی کے باوجود آزاد دنیا میں بسنے والے مسلمان بھائیوں سے ہمدردی کے شدید جذبے کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے بشرطیکہ ان کو خوش قسمتی سے ان سے ملاقات کا موقع مل جائے۔ عالمی اسلامی نظریۂ معیت اور عالمی اسلامی اخوت، جو تمام رکاوٹوں اور حد بندیوں سے آزاد ہے صرف ایک ایسا بدلا ہوا نظریہ ہے جس کی موجودہ دنیا کو بہت ضرورت ہے۔ نیز ابھرتی ہوئی مسلم ریاستوں کے لئے یہ ایک ایسا موقع ہے جس کے تحت وہ بین الاقوامی اجتماعات اور بین الاقوامی تعلقات پر اپنی ثقافت کے اثرات ڈال سکتے ہیں۔

اسلامی ریاستوں کا اتحاد اور عالمی امن

پندرہ یا اس سے زیادہ اسلامی ریاستیں جو اقوام متحدہ کے ادارے کی رکن ہیں عالمی امن کے حصول میں ایک بہت بڑی طاقت بن سکتی ہیں بشرطیکہ وہ ایک آواز ہو کر بولیں۔ یہ وہ کردار ہے جو انہوں نے نئی دنیا میں ادا کرنا ہے اور یہ کردار اسی وقت موثر طور پر ادا ہو سکتا ہے کہ وہ خدا کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھیں اور روشنی اور ہدایت کے واسطے قرآن کی طرف رجوع کریں۔

موجودہ اسلامی دنیا کے لئے ایک چیلنج

یہ موقع اس لحاظ سے چیلنج بھی ہے کہ ابھرتی ہوئی اسلامی دنیا کس حد تک دنیا کے سامنے اس امر کا مظاہرہ کر سکتی ہے کہ اسلام کا درخت اچھا پھل پیدا کر سکتا ہے، غیر مسلموں نے لئے اسلام کی قدر و قیمت کو جاننے اور اس کا اعتراف کرنے میں یہ بہت بڑی رکاوٹ ہے کہ مسلمان زندگی کی دوڑ میں ہمہ گیر پسماندگی میں

مبتلا ہیں۔ غربت، جہالت اور بیماری جن کا اسلامی دنیا پر پوری طرح تسلط ہے غلطی سے لوگوں کے مذہب کی پیداوار سمجھی جاتی ہیں۔

مسلمانوں کی سابقہ عظمت کا زمانہ

حقیقت یہ ہے کہ جب تک مسلمانوں نے خدا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھا (یعنی جب تک مسلمانوں نے قرآنی نظریہ حیات کو بطور ایک بلند ترین اصول کے اپنائے رکھا) ان کو عظمت میسر تھی اور ان کا زوال اس وقت شروع ہوا جب انہوں نے اپنے توہمات اور تخیل کو اس عملی ضابطۂ حیات کا نعم البدل سمجھ لیا اس کا سب سے پہلا کرشمہ یہ ہے کہ اس نے ایک خوشحال ریاست پیدا کی جس کا خلیفہ ذاتی طور پر بھوکے لوگوں کے لئے اشیائے خوردنی سر پر اٹھا کر ان تک جاتا تھا اور جہاں کہیں بھی اسلام کا جھنڈا گیا، سماجی انصاف ہر رنگ اور ہر شکل میں اس کے ساتھ گیا۔ آزادی کے اس نئے دور میں مسلمانوں کا یہ اصول ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے مذہب کی ان سماجی تعبیرات کو سمجھیں۔

موجودہ سائنسی علوم اور مسلمان

مسلمانوں کو سب سے پہلے اپنے معاشرے کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کے لئے ان کو مغربی دنیا سے ہر قسم کے فنی اور سائنسی علوم کی تحصیل کی ضرورت ہے۔ اسلامی مذہبی مفکرین نے جس طرح قریبی گذشتہ زمانے میں مغربی سائنس کا منہ چڑایا ہے وہ غالباً اسلامی تعلیمات کی سب سے بگڑی ہوئی شکل ہے۔ قرآن نہ صرف قدرت کی طاقتوں کے مطالعہ اور ان پر غلبہ کی ہمت افزائی کرتا ہے بلکہ وہ سائنسی علوم کی تحصیل کو عبادت کی ایک شکل تصور کرتا ہے ہر وہ بھید جو قدرت کی طاقتوں کے مطالعہ کے بعد حاصل ہوتا ہے وہ خدا کی طاقت اور اس کی عظمت و جلال پر ایک مسلمان کے ایمان کو مستحکم بنانے والا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو حکم دیا ہے کہ وہ ہر اچھی چیز کو خواہ وہ کہیں سے ملے اپنا کھویا ہوا مال سمجھ کر حاصل کر لے۔

مغربی ممالک میں اسلام کا عملی رنگ

اس لحاظ سے اس امر کا اعتراف کر لینا چاہیئے کہ ہمیں اسلامی ممالک کے بجائے مغربی ممالک میں اسلامی رنگ زیادہ ملتا ہے، ان کے عظیم کتب خانے، ساز و سامان سے لیس تجربہ گاہیں، تحقیقی ادارے اور ان کی روبہ ترقی صنعتیں، ان کے تحصیل علم کے اس جذبے کا اظہار کرتے ہیں، جو اسلامی معاشرہ کا اس وقت طرۂ امتیاز تھا جب وہ بام عروج پر تھا ایک عظیم مصری بہنے جس نے یورپ کا دورہ کیا مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے:-

" میں یورپ گیا اور وہاں ایسے مسلمانوں کو دیکھا جو عملی طور پر مسلمان تھے لیکن نام

مصلح موعود کی پیشگوئی کے متعلق چند نئی باتیں!

عبد الغنی صاحب پشاور

الفضل مورخہ ۵/۵۷-۱۰ میں مولوی ابو العطا صاحب نے پیشگوئی مصلح موعود پر فیصلہ کن تحریری بحث کے لئے چیلنج دیا ہے۔

ہم متعجب ہیں کہ ایک غیر مامور شخص کے متعلق اس قدر بحث وغیرہ کی ضرورت ہی کیا ہے۔ بالفرض میاں صاحب مصلح موعود ہیں تو بھی ہمیں ان کے ماننے کی کیا ضرورت ہے۔ ماننا تو صرف ماموریں کا ضروری ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص خدا کی طرف سے مامور ہوتا ہے تو وہ اکیلا اور ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ لم یکن شیئاً مذکورا۔ پھر باوجود طوفان مخالفت کے اس کی معیت کشتی نوح کا کام دیتی ہے۔ اور سارے مخالف اس کے مقابلہ میں مغلوب ہو جاتے ہیں، وہ لوگوں کو للکارتا ہے کہ جو کچھ کر سکتے ہو کرو خدا میرے ساتھ ہے اور فتح میری ہوگی۔ اس قسم کا چیلنج تقریباً ہر نبی نے دیا ہے جس سے قرآن بھرا ہوا ہے اور یہ نظارہ ہم نے بھی دیکھا کہ ہمارے زمانہ کے مامور مجدد صد چہاردہم نے بھی للکار کر کہا۔

" میرے ساتھ تو خدا تعالےٰ کے پاسبان
ہیں اور وہ میرے دشمنوں سے بچاتے ہیں
تم جو تدبیر چاہو کرو پھر دیکھو کس کی تدبیر
اسپر الٹ کر پڑتی ہے "

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۶۴)

اور یہ ایک ہی جگہ نہیں کئی مواقع پر یہی چیلنج انہوں نے دیا ہے۔ مصلح موعود کے متعلق حضرت مسیح موعود نے جو پیشگوئی کی ہے وہ ایک مامور کے بارہ میں ہے اور اس کے مبعوث ہونے تک سب کو مل کر کام کرنے کی وصیت کر گئے ہیں اور فرماتے ہیں :-

" خدا نے پھر خبر دی کہ میں تیری جماعت کے لئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کروں گا، اور اس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا اور اس کے ذریعہ حق ترقی کرے گا اور بہت سے لوگ سچائی کو قبول کریں گے۔

(الوصیت مطبوعہ قادیان ۱۹۰۵ء)

اور پھر فرماتے ہیں :-

" یہی خدا تعالےٰ کا مقصد ہے دیعنی ساری دنیا کو دین واحد پر جمع کرنا جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا ہو تم اس مقصد

دعا پر زور دینے سے اور جب تک
کوئی خدا سے روح القدس پاکر کھڑا
نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو "

(صفحہ ۸)

ان دو حوالجات سے ظاہر ہے کہ موعود صاحب ہی ہوگا اور جب تک اس کا ظہور نہیں ہوتا ہم کو مل کر کام کرنے کی وصیت حضرت اقدس فرما گئے ہیں ہمیں کسی غیر مامور کی نہ انتظار ہے اور نہ کسی غیر مامور شخصیت کے ماننے کا قرآن اور حدیث میں کوئی حکم ہے۔

اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء درحقیقت چار لڑکوں کے متعلق تھا لیکن حضرت صاحب نے اپنے اجتہاد سے خیال کیا کہ وہ ایک لڑکے کے متعلق ہے اور جب بشیر اوّل ۱۸۸۷ء میں پیدا ہو کر نومبر ۱۸۸۸ء میں فوت ہو گیا تو حضرت صاحب نے خیال کیا کہ یہ پیشگوئی دو لڑکوں کی بابت ہے چنانچہ تفاول کے طور پر انہوں نے میاں محمود احمد صاحب کا نام بشیر دوم رکھا لیکن خدا تعالےٰ نے ان کو بتایا کہ اس کا نام محمود ہے اگرچہ ۱۸۸۵ء میں حضرت صاحب کو بذریعہ خواب علم دیا گیا تھا کہ دوسری شادی سے ان کے چار لڑکے ہوں گے لیکن یہ امر ان کے ذہن سے کاملاً اتر گیا تھا اور ۱۸۹۹ء میں مبارک احمد کے عقیقہ کے دن ان کو یاد آ گیا (تذکرہ صفحہ ۱۴۴) پھر ۱۹۰۲ء میں حضرت صاحب نے تحفہ گولڑویہ میں صاف صاف تین کو چار کرنے والا میاں مبارک احمد کو قرار دیا۔ اور اپنی اس غلطی کو کہ اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء ایک لڑکے کے متعلق تھا اور پھر بشیر اول کی وفات پر لکھا کہ دو کے متعلق تھا صاف صاف ان الفاظ میں مانا کہ :-

" چار لڑکوں کے پیدا ہونے کی خبر
جو سب سے پہلے اشتہار ۲۰ر فروری
۱۸۸۶ء میں دی تھی اس وقت ہر چہار
لڑکوں سے ایک بھی پیدا نہیں ہوا تھا
اور اشتہار مذکور میں خدا تعالےٰ نے
صریحاً پسر چہارم کا نام مبارک احمد
رکھدیا۔ (تذکرہ صفحہ ۱۳۴)

اور پھر حضرت اقدس ضمیمہ تریاق القلوب کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ رسالہ اس غرض سے لکھا گیا کہ اس پسر چہارم کی پیشگوئی کو جس کے متعلق چار دفعہ پیشگوئی ہو چکی ہے واضح کیا جائے کہ تین کو چار کرنے والا وہی ... ضمیمہ تریاق القلوب صفحہ ۴۳)

پھر لکھتے ہیں کہ :-

" دوسرا نام اس لڑکے کا دولت احمد ہے "۔

(اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء میں یہ الفاظ ہیں وہ صاحب شکوہ وعظمت اور دولت ہوگا) تذکرہ صفحہ ۲۹۸

میاں مبارک احمد ۱۶ر ستمبر ۱۹۰۷ء کو فوت ہو گئے اور خدا تعالےٰ نے مندرجہ ذیل الہامات وکشوف سے حضرت صاحب پر ظاہر کیا کہ چوتھا اور موعود بعد میں ہونے والا ہے۔

(۱)- ستمبر ۱۹۰۷ء، مبارک احمد غرق ہو گیا اور اس کی جگہ ایک اور لڑکا دیکھا۔

(تذکرہ صفحہ ۷۲۸)

(۲)- ۱۶ر ستمبر ۱۹۰۷ء یعنی بروز وفات مبارک حضرت صاحب پر ان کی اجتہادی غلطی واضح کر کے خدا تعالےٰ الہام فرماتا ہے انا نبشرک بغلام حلیم صفحہ ۷۲۸

(۳)- اکتوبر ۱۹۰۷ء۔ پھر خدا تعالےٰ نے خوشخبری دی کہ آپ کے لڑکا پیدا ہوا ہے۔ (فرمایا آئندہ کسی وقت پیدا ہوگا۔)

(۴)- پھر اس سے بھی زیادہ وضاحت سے خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ وہ مبارک کی جگہ تم کو ملے گا۔ انا نبشرک بغلام حلیم ینزل منزل المبارک (صفحہ ۷۳۳)

(۵)- ۶ر نومبر ۱۹۰۷ء پھر الہام ہوتا ہے ساھب لک غلاما زکیا۔ رب ھب لی ذریۃ طیبۃ انا نبشرک بغلام اسمہ یحییٰ (صفحہ ۷۳۸)

مبارک احمد کی وفات کے بعد ان پانچ کشوف والہامات کے متعلق یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ پورے نہیں ہوئے یا یہ ماننا پڑے گا کہ مبارک کی جگہ دوسرا لڑکا ہوگا اور چونکہ حضرت صاحب کی حین حیات میں ایسا کوئی بھی پیدا نہیں ہوا لازماً ماننا پڑے گا کہ بعد میں ہوگا۔

میاں صاحب کو مصلح موعود ماننے سے ماننا پڑے گا کہ خدا کے یہ پانچ کشوف اور الہام غلط نکلے اور جب میاں صاحب مصلح موعود تھے تو ان الہاموں کی ضرورت ہی کیا تھی اور خدائے حکیم کی حکمت اور علم پر اعتراض وارد ہوتا ہے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ حضرت صاحب کے الہامات درست ہیں اور میاں صاحب کا دعوےٰ غلط ہے جس سے یہ سارے الہامات باطل ٹھہرتے ہیں اور حقیقت یہی ہے کہ چوتھا لڑکا وہ ہوگا جو مامور ہوگا۔ مزید برآں حضرت صاحب تذکرہ صفحہ ۱۳۴ میں اپنی پہلی اجتہادی غلطیوں کو مان کر فرماتے ہیں کہ :-

" چار لڑکوں کے پیدا ہونے کی خبر
... سے پہلے اشتہار مذکور ...

بچوں کا صفحہ

مرتضیٰ خان حسن

باپ بیٹے کی چوتھی مجلس

باپ:- "اچھا رشید! تم سمجھ گئے کہ کن کن باتوں پر ہم کو ایمان لانا چاہیئے؟"

رشید:- "جی ہاں - اللہ پر ایمان - فرشتوں پر ایمان - خدا کی بھیجی ہوئی کتابوں پر ایمان - خدا کے رسولوں پر ایمان - قیامت کے دن پر ایمان"

باپ:- "بالکل ٹھیک - یاد رکھو ان کو ایمان کی صفتیں کہتے ہیں - اب تم ان کو عربی میں پڑھ لو - میں بولتا جاتا ہوں - تم دھراتے جاؤ - اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ - میں ایمان لایا اللہ پر - وَمَلٰٓئِکَتِہٖ اور اس کے فرشتوں پر - وَکُتُبِہٖ اور اس کی کتابوں پر وَرُسُلِہٖ اور اس کے رسولوں پر - وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ - اور قیامت کے دن پر - وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی - اور بھلائی اور بُرائی کے اندازے پر جو خدا کی طرف سے ہے - وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ اور مرنے کے بعد اُٹھنے پر - اس کو پانچ چھ دفعہ دھرانے سے تم کو یاد ہو جائے گا - (بچہ دھراتا ہے اور جہاں کہیں بھولتا ہے باپ بتاتا جاتا ہے - آخر ایمان کی صفات یاد کر لیتا ہے اور یوں رواں پڑھتا ہے)

رشید:- "اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ - ابا جان یہ تو یاد ہو گیا -

باپ:- "بہت اچھا! اور تم نے ان کا مطلب بھی سمجھ لیا!"

رشید:- "جی ہاں - لیکن میں وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مطلب نہیں سمجھا"

باپ:- "اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے ہر چیز کے اندازے مقرر کر رکھے ہیں - اُن اندازوں کے مطابق اس چیز میں بھلائی بھی پائی جاتی ہے اور بُرائی بھی - مثلاً زہر تھوڑی مقدار میں مفید چیز ہے طاقت دیتا ہے - ڈاکٹر لوگ دوائیوں میں تھوڑی تھوڑی مقدار میں استعمال کرتے ہیں لیکن یہی زہر زیادہ مقدار میں انسان کو ہلاک کر دیتا ہے - وہی چیز جو تھوڑی مقدار میں لی گئی مفید تھی مگر وہی چیز جب زیادہ مقدار میں یا اندازے سے زیادہ لی گئی تو ہلاکت کا باعث ہو گئی اور بعثت بعد الموت تو تم سمجھتے ہی ہو کہ قیامت کے دن مُردے اُٹھائے جائیں گے اور ان کا حساب کتاب ہو گا"

رشید:- "اچھا ابا جان! ایمان کی صفتیں تو مجھے آگئیں اب اس سے آگے"

باپ:- "یہ ایمان کی صفات مفصّل کہلاتی ہیں - ان کو مختصر بھی کر رکھا ہے اور وہ اس طرح ہے اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَآئِہٖ وَصِفَاتِہٖ وَقَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ اِقْرَارٌۢ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِیْقٌۢ بِالْقَلْبِ یعنے میں ایمان لایا اللہ پر جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ ہے - اور میں نے اس کے تمام حکم قبول کئے - اقرار کر کے زبان سے اور یقین لا کر دل سے - ان کو صفات ایمان مجمل کہتے ہیں - دو چار دفعہ کہو گے تو یاد ہو جائیں گی"۔ (بچہ پڑھتا ہے باپ بتاتے جاتا ہے - آخر دو چار دفعہ کہنے سے یاد کر لیتا ہے)

رشید:- "ابا جان! اب مجھے صفات ایمان مفصّل بھی آگئیں اور مجمل بھی - اور ان کا مطلب بھی سمجھ لیا"

باپ:- "دیکھو بیٹا! میں تمہیں ایک بات بتاؤں ان میں تم نے پڑھا ہے کہ قَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ یعنے میں نے خدا کے سارے حکموں کو قبول کیا - خدا کے سارے حکموں کے ماننے کا مطلب یہ ہے کہ انسان ان تمام حکموں پر عمل بھی کرے جو حکم کہ خدا نے دیئے ہیں - زبان سے کہہ دینا کہ میں حکم مانتا ہوں اور عمل نہ کرنا بالکل بے معنی بات ہے - اس سے کچھ فائدہ نہیں - محض زبان کا اقرار کچھ چیز نہیں عمل ہونا چاہیئے - مثلاً تم زبان سے کہتے ہو کہ میں ابا جی کا حکم مانتا ہوں - میں ابا جی کا حکم مانتا ہوں - مگر جو حکم دیا جائے وہ عمل سے نہ مانو یعنی اس پر عمل نہ کرو تو کیا یہ حکم ماننا ہے یا حکم کے ساتھ مذاق کرنا ہے - اسی طرح زبان سے کہہ دینا کہ میں نے خدا کے حکموں کو مانا مگر عمل نہ کرنا یہ خدا کے حکموں کے ساتھ ہنسی کرنا ہے - خدا محض باتوں سے خوش نہیں ہوتا وہ عمل سے خوش ہوتا ہے - پس تم عمل کر کے دکھاؤ - ہم مسلمانوں میں عمل کی بہت کمی ہے ہمارے مذہب جیسا کوئی مذہب نہیں، بڑا اعلیٰ مذہب ہے، لیکن افسوس ہمارے اعمال اچھے نہیں اس لئے میں تم کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اچھے عمل کرو جس طرح خدا اور خدا کے رسول نے بتائے ہیں - وہ اچھے عمل کیا ہیں موٹی موٹی باتیں تو سب جانتے ہیں، نماز ہے روزہ ہے حج ہے زکوٰۃ ہے لیکن ان باتوں کے ساتھ بڑی ضروری بات یہ ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارے معاملات اچھے ہوں - ہم کسی سے دھوکہ یا فریب نہ کریں، کسی کا حق نہ ماریں - امانت میں خیانت نہ کریں - کسی سے قرض لیں تو میعاد کے اندر واپس کریں - اگر ہم دکاندار ہیں تو کم نہ تولیں - خراب اور ناقص چیز کو اچھی اور اعلیٰ بتا کر نہ بیچیں - ہم کسی پر ظلم نہ کریں - بلکہ جہاں تک ہو سکے غریبوں اور محتاجوں کی مدد کریں اپنے پڑوسیوں سے نیک سلوک کریں، اور ان سے ہمدردی رکھیں وقت پر ان کے کام آئیں مسافروں کو کھانا کھلائیں یتیموں اور بیواؤں کی امداد کریں - اور عام لوگوں سے محبت اور مہربانی کا سلوک کریں - یہ سب باتیں قرآن مجید میں اور ہمارے رسولؐ کی حدیثوں میں بیان کی گئی ہیں - ان سب پر عمل کرنے سے انسان سچا مسلمان بنتا ہے - ورنہ وہ صرف نام کا مسلمان ہے ایک دفعہ کسی نے ہمارے رسول (صلعم) کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول (صلعم) کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! فلاں عورت دن رات عبادت میں لگی رہتی ہے مگر اپنے ہمسائیوں سے اس کا سلوک اچھا نہیں ان کو بہت تنگ کرتی ہے - حضور نے فرمایا وہ دوزخ میں جائے گی - معلوم ہوا کہ بہشت میں جانے کے لئے اپنے ہمجنسوں سے اچھے سلوک کی ضرورت ہے - اسی طرح ہمارے رسول نے فرمایا ہے کہ جو اپنے پڑوسی کو تکلیف دیتا ہے وہ گویا خدا کو تکلیف دیتا ہے - پھر ہمارے رسول نے فرمایا ہے کہ جس سے باپ ناراض ہے اس سے خدا ناراض ہے - میرا مطلب یہ ہے کہ جب تم نے زبان سے کہہ دیا کہ میں نے خدا کے سارے حکموں کو قبول کیا تو چاہیئے کہ ہم خدا کے حکموں پر چل کر دکھائیں - محض زبانی دعوے کام نہیں دے سکتا"

(باقی آئندہ)

مصلح موعود کی پیشگوئی

(بسلسلہ صفحہ نمبر ۱۰)

خدا تعالیٰ نے مریحاً پسر چہارم کا نام مبارک احمد رکھدیا"

جائے غور ہے کہ اگر اس بی بی سے پانچویں لڑکے نے نہیں ہونا تھا اور جبکہ حضرت صاحب کو ۱۶ رفروری ۱۹۰۶ء میں یہ بھی الہام ہوا کہ تکفیک ھذہ الامرۃ۔ تذکرہ صفحہ ۸۳ - یہ عورت تجھے کافی ہے یعنی اب کوئی دوسری شادی نہیں ہوتی تو باوجود ان دو باتوں کے خدا تعالیٰ کو مبارک کی جگہ ایک اور لڑکے کی پیدائش کی خوشخبری دینے کی کیا ضرورت تھی۔ یا تو ماننا پڑیگا کہ وعدہ منسوخ ہو گیا لیکن اس کی تنسیخ کے متعلق الہام کوئی نہیں یا ماننا پڑے گا کہ یہ پانچ الہامات غلط نکلے یا پھر سلامتی اور ایمان اسی میں ہے کہ مانا جاوے کہ یہ الہامات اپنے وقت پر پورے ہونگے جبکہ تین کو چار کرنے والے مبارک احمد کی جگہ صاحب وجی قرب کا ظہور ہوگا۔

(۶) اس امر کی تائید کہ وہ تین کو چار کرنے والا لڑکا بعد میں کسی وقت پیدا ہوگا مندرجہ ذیل حوالہ جات سے بھی ہوتی ہے۔

سبز اشتہار شائع شدہ ۱۸۸۸ء میں حضرت صاحب نے میاں محمود کو بشیر دوم خیال کر کے بطور تفاول اس کا نام بشیر بھی رکھا (بطور تفاول حضرت صاحب کے اپنے الفاظ ہیں جو سبز اشتہار میں دیئے گئے) - لیکن اس کے تین سال بعد ۱۸۹۱ء میں ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں:-

"خدا تعالیٰ نے قطعی اور یقینی پیشگوئی
میں میرے پر ظاہر کر رکھا ہے کہ میری
ذریت سے ایک شخص پیدا ہوگا
جس کو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت
ہوگی اور وہ آسمان سے اُترے گا
(یعنی مامور ہوگا) اور زمین والوں کی راہ
سیدھی کرے گا - (تذکرہ صفحہ ۱۸۴)

۷ - ۱۸۸۶ء میں فرماتے ہیں (دوسری شادی کے دو سال بعد) اب تک میرا خیال تھا کہ وہ بشیر موعود اس بی بی کے بطن سے ہوگا اب زیادہ تر الہام اس بات کے ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک اور نکاح تم کو کرنا پڑے گا اور عالم کشف میں چار پھل دکھائے گئے تین تو اُن میں سے آم تھے مگر ایک لمبا سبز رنگ کا تھا ...... جو اس جہان کے پھلوں سے نہیں وہی مبارک لڑکا ہے،
(تذکرہ صفحہ ۱۴۷)

۸ - ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں یہ الفاظ موعود [illegible] کے متعلق [illegible] گا

(جو حضرت صاحب نے مبارک احمد پر لگائے ہیں) دوشنبہ مبارک دوشنبہ (یہ مبارک احمد کے عقیقہ کا دن تھا) تذکرہ صفحہ ۱۳۴ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلا کان اللہ نزل من السماء نور آتا ہے نور (یہ سب صفات تین کو چار کرنے والے کی ہیں)

۹ - میاں بشیر احمد کے متعلق لکھتے ہیں الہام ہوا یاتیک قمر الانبیاء ان نوری قریب اس کے آگے بریکٹ میں لکھتے ہیں شاید نور سے مراد پسر موعود ہے تریاق القلوب صفحہ ۴۳ - یہ کتاب ۱۹۰۲ء میں لکھی گئی اور ۱۹۰۲ء تک حضرت صاحب پسر موعود کے متعلق کوئی تعیین نہیں کر سکے اگر میاں محمود احمد صاحب کے متعلق وہ تعین کر چکے تھے تو "وہ نور آتا ہے نور" مندرجہ اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء اور ان نوری قریب سے یہ استنباط نہ فرماتے کہ غالباً یہ پسر موعود کے متعلق ہے۔

یہ حوالہ جات خود حضرت مسیح موعود کے الہامات اور تحریرات سے پیش کئے گئے ہیں اُن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مصلح موعود صاحب وحی ہوگا حضرت صاحب کی ذریت سے ہوگا خواہ وہ نسل سے ہو یا متبعین میں سے کیونکہ ذریت کا لفظ دونوں پر اطلاق پاتا ہے۔

باقی مولانا ابو العطاء صاحب کو واضح ہو کہ کسی غیر مامور کو ماننے کے لئے کوئی حکم خداوندی نہیں ہے نہ کسی غیر مامور مصلح کا ہمیں وعدہ دیا گیا ہے اور نہ ہم کو کوئی انتظار ہے۔

قرآن کریم اور موجودہ عالمی بحران

(بسلسلہ صفحہ نمبر ۹)

کے مسلمان نہ تھے۔ واپس وطن آنے پر
میں نے ان مسلمانوں کو دیکھا جو نام کے
تو مسلمان تھے لیکن عملی طور پر ان میں
اسلام مفقود تھا۔"

بہتر اسلامی معاشرے کی تشکیل کی ضرورت

اسلامی معاشرے کی تعمیر کے سلسلہ میں دوسری بڑی ضرورت یہ ہے کہ قرآن اور سنت کی روشنی میں ایک واضح اقتصادی اور سماجی نظام کا ایسا ڈھانچہ تیار کیا جائے جو جدید زندگی کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے قابل ہو۔ مغرب کے پیدا شدہ نظاموں کو ٹھکرانا بڑا آسان ہے لیکن جب تک اسلامی مفکرین اور سیاستدان باہم مل کر مغرب کے سماجی اور اقتصادی نظاموں کے مقابلہ میں کوئی بہتر نظام تیار نہ کریں ہمارا نوجوان طبقہ شعوری طور پر اسلام سے دور تر [illegible] ٹر گا۔ [illegible] مقام سے ہمارا اسلام [illegible]

کو بطور ایک نظریۂ حیات کے موجودہ نظریاتی ٹکراؤ کے زمانہ میں شدید ترین خطرہ لاحق ہے۔ خالی پیٹ رہ کر مذہب کے محاسن کو بیان نہیں کیا جا سکتا اور نہ جاگیردارانہ نظام، سیاسی کمزوری، سماجی بے انصافی، عوام کی زندگی کا پست معیار اور بد دیانتی جو اسلامی ممالک میں پوری شدت سے جاری و ساری ہے اسلامی نظریۂ حیات میں ہمارا ایمان تازہ کر سکتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے روشن چہرے پہ یہ تمام ایسے تاریک دھبے ہیں جو خود ہماری اپنی ہی تخلیق ہیں اور ہمارا سب سے پہلا فرض یہ ہونا چاہیئے کہ ہم ان عیوب کے خلاف نبرد آزما ہوں اور عزت نفس اور سماجی انصاف کی بنیادوں پہ نئے سرے سے اپنے سماجی ڈھانچے کو تشکیل دیں۔

مشرق و مغرب ایک دوسرے کے خلا کو پُر کریں

اس ایٹمی زمانے میں انسانیت ایک ایسے انقلاب کے دروازے پہ کھڑی ہے جس میں گذشتہ خوشحالی کے احیاء کے امکانات کے ساتھ ساتھ مکمل تباہی کا خوف بھی مضمر ہے۔ یہ اب ہمارا کام ہے کہ ہم اپنی خواہش کے مطابق دونوں میں سے ایک راستہ اختیار کریں۔ نہ صرف مغرب بلکہ مشرقی دنیا بھی اس چیلنج کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔ دونوں کو زندگی کے حقائق کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ مغربی دنیا کو مشرق سے اس روحانی خلا کا مداوا تلاش کرنا چاہیئے جو ان کی زندگی میں پیدا ہو گیا ہے۔ اور مشرقی دنیا کو مغرب کی طرف رجوع کرنا چاہیئے تاکہ سائنسی علم اور فنی مہارت کی عدم موجودگی کی وجہ سے ان کے سماجی تانے بانے میں جو عظیم خلا پائے جاتے ہیں ان کو پُر کیا جا سکے۔

خدا کی حاکمیت اور انسانی اخوت کی خواہش

دنیا کا ہر وہ مرد اور عورت جس کے دل میں خیر سگالی کا جذبہ موجزن ہے اس کی یہ دعا اور خواہش ہے کہ موجودہ تناؤ، کشمکش اور ٹکراؤ سے نکل کر ایک ایسی بہتر دنیا اُبھرے جو خدا کی حاکمیت اور انسانی اخوت جیسے بلند ترین نظریات سے ہدایت اور اطلاع حاصل کرے کہ یہی تمام سچے مذاہب کا لب لباب ہے۔

پیغام صلح ۳ رجولائی ۱۹۵۷ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۲۶

جلد ۴۷ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۰ جولائی ۱۹۵۷ء | نمبر ۲۷

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

حضرت امام الزمان کا بیان :-

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اپنی تمام جماعت کے عقائدِ اسلام اور اصولِ دین سے برگشتہ ہے۔ یہ ان حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقوے ہو ایسے افتراء نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابُ اللہ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہٗ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہلِ سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوے اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ اَلَا اِنَّ لَعْنَۃَ اللہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ وَالْمُفْتَرِیْنَ۔

(ایام الصلح صفحہ ۸۶-۸۷)

احادیث کے متعلق ہمارا مذہب

حضرت امام الزمان کی تصریحات

اصل میں تین چیزیں ہیں قرآن، سنّت اور حدیث - قرآن خدا تعالےٰ کی پاک وحی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، اور سنّت وہ اسوۂ حسنہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وحی الٰہی کے موافق قائم کر کے دکھا دیا، قرآن اور سنت یہ دونوں رسول اللہ کے کام تھے کہ ان کو لوگوں تک پہنچا دیا جائے اور یہی وجہ ہے کہ جب تک احادیث جمع نہیں ہوئی تھیں اس وقت تک بھی شعائر اسلام کی بجاآوری برابر ہوتی رہی ہے - اب دھوکا یہ لگا ہے کہ یہ لوگ احادیث کو اور سنّت کو ایک کر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک چیز نہیں ہیں۔ پس احادیث کو جب تک قرآن اور سنّت کے معیار پر پرکھ نہ لیں۔ ہم کسی درجہ پر رکھ نہیں سکتے۔ لیکن یہ ہمارا مذہب ہے کہ ادنےٰ سے ادنےٰ حدیث بھی جو اصولِ حدیث کے رو سے کیسی ہی کمزور اور ضعیف ہو۔ لیکن قرآن یا سنّت کے خلاف نہ ہو تو واجب العمل ہے - مگر ہمارے مخالف یہ کہتے ہیں۔ کہ جتنی محدثین کے اصول تنقید کی رو سے جو صحیح ثابت ہو خواہ وہ خود قرآن اور سنّت کی کیسی ہی مخالف ہو اس کو مان لینا چاہیئے۔ اب عقلمند غور کریں اور خدا تعالےٰ کا خوف دل میں رکھ کر فکر کریں کہ حق کس کے ساتھ ہے؟ اُن کے یا میرے؟ میں خدا تعالےٰ کے کلام اور اس کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو مقدم کرتا ہوں - اور یہ ان لوگوں کی باتوں اور خیالی اصولوں کو مقدم کرتے ہیں۔ جنہوں نے کوئی دعوےٰ نہیں کیا کہ یہ اصولِ تنقید احادیث کے ہم نے خدا تعالےٰ کی وحی اور الہام سے قائم کئے ہیں، اگر یہ بات صحیح ہے کہ احادیث کے لئے قرآن اور سنّت کے علاوہ کوئی معیار ہے جو محض اپنی دانش اور عقل سے قائم کیا گیا ہے - تو پھر میں پوچھتا ہوں - کہ کیا وجہ ہے - کہ سنیوں کی پیشکردہ احادیث یا شیعوں کی پیشکردہ احادیث صحیح نہ مانی جائیں۔ کیوں ایک فریق دوسرے کی احادیث کو رد کرتا ہے؟ اس کا جواب ہمیں کوئی شخص کچھ بھی نہیں دیتا۔ ان ساری باتوں سے بڑھکر ایک اور بات یہ ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب نے اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں یہ اقرار کیا ہے۔ کہ جو لوگ اہلِ کشف ہوتے ہیں وہ احادیث کی صحت کے لئے محدثین کے اصول تنقید اور احادیث کے پابند نہیں ہوتے بلکہ بعض اوقات ایک صحیح حدیث کو ضعیف ٹھرا سکتے ہیں یا ضعیف کو صحیح، کیونکہ وہ براہ راست اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اطلاع پاتے ہیں۔ جب یہ بات ہے - تو پھر مسیح موعود جو حکم ہو کر آئے گا کیا اس کو یہ حق نہ ہوگی کہ وہ احادیث کی صحت اس طریق پر کر سکے کیا وہ خدا تعالےٰ سے فیض نہ پا سکے گا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے محروم ہوگا۔ اگر اس کو یہ مقدرت نہ ہوگی - تو پھر بتاؤ ایسا حکم کس کام اور مصرف کا ہوگا - اس لئے احادیث

میرا کو جب یہ لوگ محتنفذ کرنے لگیں - تو اس امر کو بھولنا نہ چاہیئے کہ قرآن اور سنّت سے اس کو الگ کر لیا جائے

واشنگٹن (امریکہ) میں اسلامی مرکز کا افتتاح صدر آئزن ہاور کے ہاتھ سے

یہ مرکز اسلام اور عیسائیت کے باہمی اتحاد اور اہل امریکہ میں رشد و ہدایت پھیلانے کا موجب ہوگا

صدر آئزن ہاور اور اسلامی ممالک کے نمائندوں کی تقاریر

ترجمہ:- خواجہ عبدالغنی صاحب - از ڈان ۲۹ جون

حال ہی میں واشنگٹن میں ایک شاندار مسجد اور اس کے ساتھ ایک اسلامی مرکز کی تعمیر عمل میں آئی ہے۔ مؤخر الذکر کا افتتاح ۲۸ جون کو امریکن صدر آئزن ہاور نے کیا۔ اس موقعہ پر صاحب ممدوح نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر سال لوگوں کے باہمی میل جول، روابط و تعلقات کا سلسلہ روز افزوں ترقی پر ہے، اس سے باہمی اتحاد کا سلسلہ یوماً فیوماً اہم ہوتا جا رہا ہے۔ اور یہ باہمی میل ملاپ یقیناً ایک روز مثمر بہ ثمرات حسنہ ہوگا۔ آپ نے اس امر پر زور دیا کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ اور مسلمان دونوں اپنے اس محکم ارادہ کی مکرر توثیق کریں کہ دنیا بھر میں امن و امان، صلح و آشتی اور عدل و انصاف قائم کرنے میں ساعی ہوں گے۔ ہر دو قومیں اپنی اپنی ضمیر اور عقائد کی حدود کے اندر رہ کر دنیا میں امن و سکون پیدا کر سکتی ہیں۔ آپ نے اسلام کی ان خدماتِ جلیلہ کا تذکرہ فرمایا جو دنیا کی ثقافت، تہذیب، تمدن، طبیعات اور طب کو فروغ دینے میں اس نے سرانجام دی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام کے افادی کارناموں سے دنیا بہت حد تک متمتع ہوتی رہی ہے اور اس حقیقت پر زور دیا کہ جس قدر بھی زیادہ اہل امریکہ اور مسلمان آپس میں رابطہ و اتحاد کو بڑھائیں گے، وہ ایک دوسرے کے نقطۂ نگاہ کو زیادہ اچھی طرح سمجھ سکیں گے اور ایک دوسرے کی عزت کر سکیں گے، اور دونوں قومیں متحد ہو کر نسل انسانی کی فلاح و بہبود کے لئے مفید تر خدمات سرانجام دے سکیں گی۔

اس تقریر کے بعد جناب صاحب صدر آئزن ہاور نے اسلامی رسم و رواج کے مطابق جوتے اتار دیئے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ لیکن ان کو ہلکے سے نمدے کے سلیپر پہنا دیئے گئے تھے تاکہ انہیں پہن کر وہ نماز کے کمرہ کے اندر جا سکیں، اسلامی مرکز ایک وسیع دو منزلہ ثقافتی ادارہ ہے۔

مسلم ممالک کے نمائندوں کی تقاریر

امریکن صدر آئزن ہاور کے ہاتھوں اسلامی مرکز کے اس رسمی افتتاح کو مسلم ممالک کے سفیروں اور دیگر نمائندگان نے اس خیر خواہی، گرم جوشی اور تعاون کا نمایاں نشان قرار دیا۔ جو ریاستہائے متحدہ امریکہ اور مسلم دنیا کے درمیان قائم ہے۔

جناب ڈاکٹر ابراہیم انیس سفیر سوڈان نے فرمایا کہ صاحب صدر کو امریکی مسلم قوم کے ساتھ از حد دلچسپی ہے۔ اس افتتاحی جلسہ میں آپ کی شمولیت۔ تمام امریکی احباب کی توجہ کو اسلامی مرکز اور مسجد کی طرف منعطف کر دے گی۔ آپ نے فرمایا کہ مذہب کسی بھی صورت میں ایک دوسرے کے میل ملاپ اور رابطۂ اتحاد کے قیام میں رکاوٹ کا موجب نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ مذہب تو لوگوں کو متحد کرنے کا ذریعہ ہونا چاہیئے۔ وہ مذہب مذہب کہلانے کا مستحق ہی نہیں ہے۔ جو آپس میں بُعد، تشتت، افتراق و تنفر کو فروغ دے، اسلام دوسرے مذاہب کے ساتھ رواداری اور تعاون کی تلقین کرتا ہے۔ ہمیں امید واثق ہے کہ اسلامی مرکز اس مقصد عظمیٰ کو ضرور پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا موجب ہوگا۔

عراقی سفارت کے نمائندہ جناب ہاشم خلیل صاحب نے فرمایا کہ آج کا دن جو واشنگٹن میں اسلامی مرکز کے افتتاح کی نذر کیا گیا ہے، دنیائے اسلام کے لئے عموماً اور عراقی احباب کے لئے خصوصاً ایک قابل یادگار دن ہے۔ یہ مرکز رشد و ہدایت کو پھیلانے اور اپنے عیسائی بھائیوں تک اسلام کے ارفع و اعلیٰ اصولوں کو پہنچانے میں ممد و معاون ہوگا۔ اور اس بات کو عملاً واضح کر دے گا کہ اسلام مساوات اور عدل و انصاف کا مذہب ہے۔

ایرانی نمائندہ نے فرمایا کہ صاحب صدر نے رسمی طور پر اسلامی مرکز کا افتتاح فرما کر اس حقیقت پر مہر توثیق ثبت فرما دی ہے کہ مسلمانوں اور عیسائی دنیا میں خیر سگالی کا جذبہ کار فرما ہے۔

لبیا کے سفیر جناب سلیمان حربی نے فرمایا کہ زیر نظر اسلامی مرکز امریکی بھائیوں کو اسلام کے صحیح معلومات بہم پہنچائے گا۔ دنیائے اسلام اور امریکی احباب کے درمیان باہمی تفہیم اور ایک دوسرے کو سمجھنے میں ایک بہترین ذریعہ ثابت ہوگا۔

جناب ساد بھوٹ منسٹر ترکی نے فرمایا کہ صاحب صدر کی اس اسلامی مرکز کے افتتاح کی تقریب میں شمولیت، کل امریکی احباب پر اس ثقافتی لائحہ عمل کی حقیقت واضح کر دیگا۔ جو واشنگٹن میں یہ اسلامی ادارہ سرانجام دے رہا ہے۔

کراچی کے ایک جلسہ میں تقریر

جناب ڈاکٹر جی ایم ڈی صوفی صاحب نے جو کہ مصنف، مؤرخ اور ماہر تعلیم بھی ہیں، کراچی میں تقریر کرتے ہوئے .... فرمایا کہ زیر نظر مرکزِ اسلامی، مسلمانوں کی بہت بڑی کشش کا موجب ہوگا۔ تاریخ عالم میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ ایک غیر مسلم ریاست کا صدر ایک اسلامی مرکز کا افتتاح کرے۔ جناب صوفی صاحب نے صدر آئزن ہاور کے اس مستحسن فعل کو خراج تحسین پیش کیا اور فرمایا کہ انہوں نے مسلمانوں کے معاملات میں گہری دلچسپی لی ہے۔

آپ نے مسلمانوں اور نصاریٰ سے باہم ہم آہنگی روابط و اتحاد کے لئے اپیل کی اور فرمایا کہ صدر آئزن ہاور نے اسلامی مرکز کی افتتاحیہ تقریب میں شمولیت فرما کر عیسائیت اور اسلام کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا ہے۔

جناب صوفی صاحب نے کچھ عرصہ ہوا اسلامی مرکز کا بنفس نفیس ملاحظہ فرمایا تھا۔ آپ نے بتایا کہ اس مرکز کی عمارت فن تعمیر کے حسن و جمال کا بہترین شاہکار ہے۔ چالیس ہزار کتب اس کی لائبریری کی زینت کا موجب ہیں، آپ نے فرمایا کہ جوں جوں وقت گذرتا جاوے گا اس میں توسیع ہوتی جاویگی۔

پندرہ اسلامی اقوام کی سلطنتیں اس اسلامی مرکز کی مالی طور پر کفیل ہیں، جن میں پاکستان بھی شامل ہے، آٹھ سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ اتنے عرصہ کے بعد مرکز مذکور پایۂ تکمیل کو پہنچا ہے۔ یہ اسلامی مرکز نماز اور اسلامی ثقافت کا مرکز ہے۔ اس کی غرض یہ ہے کہ تمام امریکی فرقوں میں اسلام کی صحیح اور اصل تعلیم، لیکچروں، فنون لطیفہ، فلسفہ اور ادب کے ذریعہ پیش کی جاوے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ان پاک مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے۔

گذشتہ پرچہ میں اعلان کیا گیا تھا کہ عید الاضحیٰ کی تعطیلات کی وجہ سے پرچہ ۷ جولائی کو شائع ہوگا۔ بعض احباب کو یہ طویل ناغہ ناگوار معلوم ہوا، اس لئے یہ چند صفحات اس ناغہ کو توڑنے کے لئے شائع کئے گئے ہیں۔ آئندہ شیوع میں باقی کسر پوری کر دی جائے گی۔ انشاء اللہ۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۵۷ء

نماز اُردو زبان میں

گذشتہ عید الفطر کے موقعہ پر لاہور کے جناح باغ سے ایک نیا فتنہ اُٹھا، جہاں چند تجدّد پسند مغرب زدہ نوجوانوں نے مل کر عید کی نماز اردو زبان میں ادا کی، اس فتنہ کے بانی مسٹر مسعود حکومت مغربی پاکستان کے سیکرٹری محکمہ بحالیات ہیں ان کا خیال ہے کہ نماز ایسی زبان میں ادا کرنا جسے انسان سمجھتا نہ ہو عبادت الٰہی کی توہین ہے، اس پر بہت لے دے ہوئی، اخبارات میں اسکے خلاف متعدد مضامین شائع ہوئے یہاں تک کہ بھارتی "ریاست" نے بھی جس کے ایڈیٹر مشہور سکھ صحافی سردار دیوان سنگھ مفتون ہیں، مسٹر مسعود کے خیالات پر تبصرہ کرتے ہوئے بتایا کہ عربی کو چھوڑ کر نماز کو کسی اور زبان میں ادا کرنا اتحاد اسلامی کو کاری ضرب لگانے کا موجب ہوگا، اور بھی کئی دلائل اس کے خلاف دیئے گئے لیکن معلوم ہوتا ہے مسٹر مسعود کو ضد ہو گئی ہے، کہ نماز ضرور اُردو زبان میں ہی ادا ہونی چاہیئے۔ چنانچہ اب جبکہ وہ لندن گئے ہوئے ہیں وہاں بھی انہوں نے عید الاضحی کی نماز تمام مسلمانوں کے ساتھ مل کر ادا کرنے کے بجائے چند نوجوانوں کو لے کر ایک فلیٹ میں اُردو زبان میں ادا کی، گویا غیر ملک میں بھی اتحاد اسلامی کو ضرب لگانے سے انہوں نے دریغ نہ کیا، اسی خبر میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ

"ان کے ایک شاگرد عبد المجید ایڈیٹر اسلامک ریویو نے کہا کہ ساری نماز عربی میں ادا کرنا جائز نہیں صرف سورۃ فاتحہ عربی میں پڑھنی چاہیئے"

اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ

"ووکنگ مسجد کے امام مولانا یعقوب خان صاحب نے کہا کہ عربی کے سوائے کسی اور زبان میں نماز پڑھنا نہ صرف غلط بلکہ شر انگیز ہے"

ہمیں امام صاحب ووکنگ کے نظریہ سے کلی اتفاق ہے، اور ہمیں افسوس ہے کہ مولانا عبد المجید صاحب نے (اگر یہ خبر صحیح ہی) اس غلط اور شر انگیز تحریک کا ساتھ دے کر اس جماعت اور اس ادارہ کے مسلک سے انحراف کیا ہے جس کے ساتھ انہوں نے وابستگی اختیار کر رکھی ہے، اگر ان کا نظریہ فی الواقعہ وہی ہے جس کا اس خبر میں ذکر کیا گیا ہے، کہ "ساری نماز عربی میں ادا کرنی جائز نہیں صرف سورۃ فاتحہ عربی میں پڑھنی چاہیئے" تو سمجھ نہیں آتا کہ آج تک ووکنگ اور لندن میں اس ناجائز کام کو وہ کیوں کرتے رہے، انہوں بیسیوں مرتبہ وہاں عیدین اور جمعہ کی نمازیں پڑھائی ہوں گی، کیا کبھی ایک مرتبہ بھی سنے ساری نماز عربی زبان میں ادا کرنے کے "ناجائز" کام سے احتراز کیا؟ یا اب مسٹر مسعود کے لندن پہنچنے پر انہیں معلوم ہوا ہے کہ "ساری نماز عربی میں ادا کرنا جائز نہیں"؟ اگر ایسا ہی ہے تو انہیں چاہیئے تھا کہ جس جماعت اور جس ادارہ سے وہ وابستہ ہیں اس سے استصواب کرنے کے بعد اس بارہ میں زبان کھولتے،

بہرحال جہاں تک اصل تحریک کا تعلق ہے، ہمیں یقین ہے کہ یہ ایک ایسا فتنہ اُٹھایا گیا ہے، جو نہ صرف خدا و رسول کے فرمان اور امت کے چودہ صد سالہ تعامل کے سراسر خلاف ہے، بلکہ ساری اسلامی دنیا کو تشتت و افتراق کے اتھاہ گڑھے میں پھینکنے کا موجب ہوگا، اس سلسلہ میں معاصر "نوائے وقت" نے اپنی ایک حالیہ اشاعت میں جو شذرہ لکھا ہے وہ اس قابل ہے کہ قارئین کرام کے مطالعہ میں لایا جائے، معاصر ممدوح رقمطراز ہے:۔

"مسعود اور ان کے دوستوں کا خیال ہے کہ نماز اُردو میں ادا کی جائے گی تو نماز پڑھنے والا یہ سمجھ جائے گا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اور اس طرح خدا اور بندے کے درمیان بہتر رابطہ قائم ہو جائے گا۔ اگر مسعود محض یہی کہتے کہ نماز کا اُردو یا اپنی زبان میں مطلب ہر نمازی کو آنا چاہیئے تو کوئی شخص اُن پر اعتراض نہ کرتا بلکہ ہر طرف سے انکی تائید کی جاتی۔ کیونکہ اصل ضرورت عربی متن کو ترک کرنے کی نہیں اپنی زبان میں اس کا مفہوم سمجھنے کی ہے۔ عربی متن تو مختصر سا ہے اور اس وقت بھی کروڑوں مسلمانوں کو جن کی مادری زبان عربی نہیں زبانی یاد ہے۔ کند ذہن آدمی بھی اسے ایک گھنٹہ میں یاد کر سکتا ہے، اور اگر وہ باقاعدہ نماز پڑھتا ہے تو اس عربی متن کو ساری عمر نہیں بھولے گا۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ وہ اس عربی متن کا مفہوم اپنی زبان میں جان جائے۔ ایک اَن پڑھ آدمی کو بھی زیادہ سے زیادہ دو دن میں یہ مفہوم سمجھایا جا سکتا ہے اور یاد کرایا جا سکتا ہے۔ جیسے اسے عربی متن کا مفہوم اپنی زبان میں یاد ہو جائے گا تو یہ مقصد کہ نماز سمجھ کر پڑھنی چاہیئے خود بخود پورا ہو جائے گا۔ مسٹر مسعود کو عربی متن سے جو تمام نمازیوں کو پہلے ہی یاد ہے کیوں چڑ ہے؟ اور وہ اسے ترک کرنے پر کیوں زور دے رہے ہیں؟

"نماز کا یہ پہلو کہ وہ اللہ اور انسان کے درمیان ایک رابطہ ہے اس کا صرف ایک پہلو ہے، نماز کا ایک اور بھی پہلو ہے کہ یہ انسان اور انسان کے درمیان رابطہ اور وحدت اسلامی کا ایک ذریعہ ہے۔ نماز باجماعت کی فضیلت اور تاکید کسی سے مخفی نہیں۔ اس وقت پاکستان یا ہندوستان کا مسلمان، افغانستان یا انڈونیشیا یا نائجیریا یا امریکہ کہیں جائے جس کسی قصبہ یا شہر میں اسے کوئی مسجد نظر آئے گی وہ نماز باجماعت کی سعادت حاصل کر سکتا ہے اور وہ لاہور یا دہلی کا شہری ہونے کے باوجود بنکاک استنبول یا قاہرہ یا واشنگٹن کی مسجد میں بھی اپنے آپ کو اجنبی نہیں محسوس کرے گا کیونکہ ہر مسجد میں نماز کی زبان عربی ہی ہے۔ مسعود صاحب آج اُردو میں نماز کی تلقین فرماتے ہیں (گو اس کی مصلحت بھی ہماری سمجھ میں نہیں آتی کیونکہ وہ اُردو زبان کے مشہور مخالف ہیں اور پنجابی زبان کے مشہور پرچارک) کل لازمی طور پر پنجابی، پشتو، سندھی اور بنگلہ میں نماز ادا کرنے کی نصیحت فرمائیں گے۔ پھر پوٹھوہاری، ملتانی اور ہندکو میں نماز کی تحریک شروع ہوگی اور اگر خدانخواستہ پاکستانی مسلمان ایسے ہی بیوقوف ثابت ہوئے کہ انہوں نے مسٹر مسعود کو نماز کے معاملہ میں مجدّدِ وقت مان لیا تو پھر گوجرانوالہ کا مسلمان مردان میں اور کوہاٹ کا مسلمان مظفر گڑھ میں اور کراچی کا مسلمان سانگھڑ میں بھی کسی مسجد میں نماز باجماعت میں شامل نہیں ہو سکے گا۔ وہ عربی متن کے معنی نہ سمجھتا ہوا الفاظ تو اسے زبانی یاد ہیں ان مقامی بولیوں سے تو وہ بالکل نا آشنا ہوگا۔ ہمیں خدشہ ہے کہ یہ اقدام مسلمانوں کی عالمگیر وحدت اور مرکزیت کو ختم کرنے کے سلسلہ میں پہلا قدم ہوگا۔ اگلا مطالبہ یہ ہوگا کہ قرآن عربی میں کیوں پڑھا جاتا ہے؟ اُردو یا پنجابی میں پڑھنا چاہیئے۔ پھر یہ تحریک اُٹھے گی کہ نماز صرف قبلہ رُو ہو کر کیوں پڑھی جاتی ہے؟ خدا تو چاروں طرف ہے جس طرف آپ کی مرضی ہو منہ کر کے نماز پڑھیئے۔ پھر یہ مطالبہ بھی ہوگا کہ اللہ کا گھر کہاں نہیں؟ مکہ مکرمہ میں کوئی خاص بیت اللہ ہے جو پاکستانی مسلمان وہاں حج کرنے جائیں؟ ہم لاہور میں ہی حج کا فریضہ کیوں نہ ادا کر لیں۔

مسٹر مسعود ہمارے پرانے دوست ہیں اور انہوں نے ہمیں بارہا اقبالؒ اور حافظ اور ملٹن کے اشعار سنائے ہیں۔ مگر انہوں نے اقبالؒ اور حافظ اور ملٹن کا کلام ہمیں ہمیشہ اُردو اور فارسی اور انگریزی میں ہی سنایا۔ اگر ہم اُن سے یہ مطالبہ کرتے کہ ہمیں اقبالؒ کا کلام پنجابی میں یا ملٹن کے اشعار اُردو میں سنایئے تو وہ ہمارا مذاق اڑاتے اور یہ کہتے کہ پنجابی میں ترجمہ کے بعد اقبالؒ کا کلام اقبالؒ کا کلام کہاں رہ جائیگا۔ تعجب ہے کہ نماز میں پڑھی جانے والی آیات قرآنی کے متعلق اُن کو یہ توقع ہے کہ پنجابی یا اُردو میں ترجمہ کے بعد بھی وہ خدا کا کلام ہی رہیں گی۔"

ہمیں معاصر نوائے وقت کے اس مضمون سے کلی اتفاق ہے، اور ہماری دعا ہے کہ مسٹر مسعود اور ان کے ہم نواؤں کو اپنی غلطی کو سمجھنے اور اپنے نظریہ کو بدلنے کی اللہ تعالےٰ توفیق عطا فرمائے اور اس کے بجائے ان کی کوششیں اس پہلو میں خرچ ہوں کہ ہر نمازی نماز کے معانی کو سمجھ کر عربی میں نماز ادا کرے۔

عید الاضحیٰ منازلِ سلوک کی آخری حد ہے

خطبہ عید الاضحیٰ مورخہ ۹ر جولائی ۱۹۵۷ء فرمودہ محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

فلما بلغ معہ السعی قال یٰبنیّ انی اریٰ فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تریٰ قال یٰابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصٰبرین (الصٰفٰت ۱۰۱-۱۰۲)

اسلامی زندگی میں خدا کا دخل

مذاہبِ عالم میں اسلام ہی ایک مذہب ہے جس نے انسان کی زندگی کے ہر شعبہ میں خدا کو داخل کیا ہے، اگر انسان کی زندگی کا مقصد صرف کھانا پینا اور توالد و تناسل ہی تو انسانیت اور بہیمیت میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ چونکہ انسان کی تخلیق کی غرض معرفتِ الٰہی ہے، اس لئے اسلام نے انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں خدا کو داخل کیا ہے، یہاں تک کہ اس کے تہوار بھی خدا کے ذکر سے خالی نہیں۔

دوسری قوموں کے تہوار

دنیا کی دوسری قوموں کے بھی تہوار ہوتے ہیں لیکن ان میں خدا کا تو نام بھی نہیں ہوتا، الٹا رباشانہ کھیل تماشے اور رنگ رلیاں ہوتی ہیں۔ مثلاً ہندوؤں کا سب سے بڑا تہوار ہولی ہے اس میں نہ تہذیب ہے نہ شرافت، چھوٹے سے بڑے تک اپنی شکلیں بگاڑ لیتے ہیں (کیا آپ نے خدا جانے پنڈت نہرو کی اسٹیٹسمین دیکھی کے ہولی نمبر میں تصویر دیکھی ہے یا نہیں۔ ان کا چہرہ سیاہ نیلا اور پیلا اور کپڑے رنگ برنگے ہوتے ہیں) پھر طرح طرح کی بُری حرکتیں کرتے ہوئے بچے بڑوں کو شرم نہیں آتی۔ اس کے علاوہ شراب کثرت سے پی جاتی ہے، اور گندے اور فحش گانے گائے جاتے ہیں۔ یہی حال عیسائیوں کے کرسمس کا ہے، شاید سال بھر اتنی بدکاری اور شراب نوشی یورپ اور امریکہ میں نہیں ہوتی جتنی کرسمس کے موقعہ پر ہوتی ہے۔ امریکہ میں ہزاروں لوگ ٹریفک کے حادثات میں مر جاتے ہیں، کیونکہ وہ شراب سے مدہوش ہوتے ہیں۔

عید الفطر کا حقیقی مقصد

اس کے بالمقابل اسلام کو دیکھئے اس کے سال بھر میں دو تہوار عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے آتے ہیں عید الفطر رمضان کے بعد آتی ہے، رمضان وہ مہینہ ہے کہ اس کے اندر انسان نفس کی غلامی سے آزاد ہو کر اس پر حکومت کرنے کی تربیت حاصل کرتا ہے ایسی حالت میں رمضان کے بعد اس شخص کی عید حقیقی عید ہے جس نے فی الحقیقت نفس کو زیر کر کے اس پر قابو پا لیا اور جس نے صرف فاقہ کیا اور نفس پر کنٹرول کرنا نہ سیکھا اس کی کیا عید، میں حیران ہوں کہ روزہ تو لوگ رکھ لیتے ہیں لیکن نماز جو اس سے زیادہ ضروری چیز ہے اس کو چھوڑ دیتے ہیں، اس کا کیا فائدہ کہ دین کے ایک رکن کو ادا کیا اور دوسرے کو جس کی کسی حالت میں معافی نہیں ترک کر دیا۔ بہرحال عید اس کی ہے جو اپنے نفس پر حکومت کرنا سیکھے اور روحانی ترقی کی طرف قدم بڑھائے۔ عید الفطر روحانی ترقی کی ابتدائی منزل ہے اور عید الاضحیٰ منازلِ سلوک کی آخری حد ہے۔

حج کی غرض

یہ عید حج کے بعد آتی ہے، حج کیا ہے؟ انسان تمام علائق سے الگ ہو کر، بیوی بچے گھر بار چھوڑ کر، محض رضائے الٰہی کے لئے سفر کی تکلیف برداشت کرتا ہے اور دنیا سے انقطاع کے اظہار کے لئے دو اَن سلی چادریں پہن کر مُردے سے مشابہت پیدا کر لیتا ہے، یعنی جہاں تک دنیا کا سوال ہے وہ اپنے پر موت وارد کر لیتا ہے۔ دیکھئے اسلام نے ہر چیز میں الگ فلسفہ رکھا ہے۔ عیدین کی نمازوں میں دوسری نمازوں کے مقابل پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ تکبیریں رکھی ہیں، یہ کیوں۔ اس لئے کہ صوم اور حج کی غرض انسان کو خدا کی فرمانبرداری اور اس کے راستہ میں ہر قسم کی قربانی کرنا ہے لہٰذا ان مواقع پر خدا کی کبریائی کا بار بار اعادہ کیا جاتا ہے۔

لیکن آج کل عام طور پر جو لوگ حج کو جاتے ہیں ان کی کیفیت کچھ اور ہے (الا ماشاء اللہ) مجھے پچھلے دنوں نواب شاہ جانے کا اتفاق ہوا میں نے ریل میں دیکھا بعض لوگ حج کو جا رہے تھے اور ان کے عزیز و اقارب اور دوست احباب انہیں رخصت کرنے کے لئے آتے تھے اور پھولوں کے ہاروں سے انہیں لاد دیتے تھے، یہ نمود و نمائش کچھ اچھی معلوم نہیں ہوتی، حج ایک عبادت ہے، خدا کے لئے جانا ہے اتنی نمائش کی کیا ضرورت ہے، چپکے سے چلا جائے اور چپکے سے آ جائے۔ خدا جانتا ہے مجھے اس نمائش کی سمجھ نہیں آئی، اور جب حج سے واپس آتے ہیں تو الحاج یا کم از کم حاجی کہلانا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اگر خدا کے لئے حج کیا ہے تو اس اشتہار کی کیا ضرورت ہے۔

عید الاضحیٰ کا مقصد

آج کے دن حضرت ابراہیم کا واقعہ کیوں بیان کیا جاتا ہے، اس واقعہ سے یہ بتانا مقصود ہے، کہ عید الاضحیٰ کا مقصد یہ نہیں کہ اچھے کپڑے پہن لئے اور اچھے اچھے کھانے کھا لئے جائیں، یہ عید اپنی خواہشات کی قربانی اور انقطاع الی اللہ سکھاتی ہے مجھے حیرت ہوتی ہے کہ لوگوں نے محض کھانا پینا اور لہو و لعب ہی اس کا مقصد سمجھ رکھا ہے، حالانکہ رمضان کے مہینہ میں تو اپنی جسمانیات سے انقطاع اور اس پر کنٹرول سکھایا جاتا ہے اور اس کے معاً بعد عید الاضحیٰ کے موقعہ پر اپنی ہر ایک چیز کو خدا کے لئے قربان کرنا سکھایا ہے ہمیں اصل حقیقت کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ آج مسلمان قوم دنیا پر گر چکی ہے۔ عید کے موقعہ پر تمسخر بازی، گالی گلوچ اور میلوں وغیرہ میں وقت گزارا جاتا ہے جو عید کا منشاء ہرگز نہیں، عید کی غرض اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا اور قربانی کا مادہ پیدا کرنا ہے۔ پس اصل مقصد کو سامنے رکھنا چاہئے، تاکہ جس مقصد کے لئے ہم کو پیدا کیا گیا ہے وہ پورا ہو۔

اخبارِ احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ گذشتہ ہفتہ کے دن (۶ر جولائی کو) کوہ مری تشریف لے گئے آپ کا قیام وہاں دو تین ماہ تک رہے گا، آپ کا ڈاک کا پتہ:

"معرفت پوسٹ ماسٹر مری" ہے۔

تبلیغ ـ قاضی احمد (سندھ) سے فیض محمد صاحب لکھتے ہیں:

"جمعہ احباب نے بر مکان محمد زمان خان صاحب پڑھا خطبہ جمعہ خاں صاحب موصوف نے دیا۔ اور باہمی مشورہ سے طے ہوا۔ کہ بسلسلہ تبلیغ مخالفین سلسلہ کو جو کثیر تعداد میں ہیں، ایک دعوت دیکر ان سے بات چیت کی جائے اور اس پر جو خرچ میزبانی وغیرہ پر ہو اس کو جماعت کے احباب خود برداشت کریں، یعنی خان محمد زمان خان صاحب، راقم اور چوہدری غفور احمد صاحب اور اس کا انتظام عید الاضحیٰ کے بعد کیا جاوے گا۔ جس کی رپورٹ بعد تکمیل عرض کروں گا۔

سانحہ ارتحال

منڈی بہاؤالدین سے عبد الرؤف صاحب لکھتے ہیں:

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک پرانے رکن اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے مخلص ممبر جناب حکیم میرزا امداد بخش صاحب ۳ر جولائی کو صبح نو بجے وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی یادگار صرف تین بچیاں ہیں۔ اولاد نرینہ نہیں تھی۔ احباب سلسلہ سے جنازہ غائبانہ اور دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

پیغامِ صلح ہمیں اس صدمہ میں مرحوم کی صاحبزادیوں سے دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت نصیب کرے۔ احباب سے جنازہ غائبانہ کی التماس ہے۔

باپ بیٹے کی چوتھی مجلس

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

سعید:- ابا جان! آج بڑا لطف آیا۔ آج ہمارے مدرسہ میں اچانک مولانا محمد علی صاحب تشریف لے آئے۔ ساری جماعتوں میں گئے۔ ہماری جماعت میں بھی آئے اس وقت ہماری دینیات کی گھنٹی تھی۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ اچھا بھئی تم کو کلمے بھی آتے ہیں یا نہیں؟ سوائے ایک دو کے سب نے ہاتھ کھڑے کر دیئے اب مولوی صاحب لگے پوچھنے۔ کسی نے دو کلمے سنائے اور کسی نے تین۔ یا حد چار۔ میری باری آئی تو میں نے فرفر چھ کلمے سنا دیئے۔ مولوی صاحب بہت خوش ہوئے اور مجھے ایک روپیہ انعام دیا"

باپ:- خوب! خوب! بڑی خوشی کی بات ہے۔ اچھا! اچھا۔ تم نے چھ کے چھ کلمے سنا دیئے؟"

سعید:- جی ہاں چھ کے چھ کلمے سنا دیئے"

باپ:- "یہ تم نے کب اور کس سے پڑھے تھے؟"

سعید:- ابا جان! کیا آپ کو یاد نہیں۔ دادا حضور مرحوم جب میں بہت چھوٹا تھا مجھ کو اپنی چھاتی پر لٹا لیتے تھے اور مجھ کو نماز کلمے سب کچھ پڑھاتے رہتے تھے۔ تھوڑا تھوڑا کر کے انہوں نے مجھے بہت کچھ پڑھا دیا تھا۔ اس وقت سے یہ کلمے مجھے یاد ہیں بلکہ انہوں نے ہر کلمہ کا ترجمہ بھی پڑھا دیا تھا"

باپ:- خوب! تمہارے دادا جان بھی خدا بخشے کیسے بابرکت انسان تھے، خدا اُن کو جنت نصیب کرے۔ یہ تھوڑا بہت جو دین سے مس ہے یہ سب ان کی برکت ہے"

(اسی اثنا میں سعید کی والدہ آجاتی ہے۔ وہ اپنے بچے کی کامیابی اور انعام ملنے پر بہت خوش ہے اور اس سے مخاطب ہو کر کہتی ہے)

ماں:- سعید! کیا واقعی تم کو انعام ملا ہے؟"

سعید:- امی جان! میں نے کبھی جھوٹ بولا ہے؟ (روپیہ جیب سے نکال کر) یہ دیکھو روپیہ، جو مجھے مولوی صاحب نے انعام دیا تھا۔ لیجئے آپ ہی لے لیں"

ماں:- نہیں بیٹا! خدا تمہیں تمہارا انعام مبارک کرے یہ تم ہی رکھو۔ لیکن مجھے تو تب یقین آئے گا جب تم چھ کلمے اپنے ابا کو پڑھ کر سناؤ گے"

سعید:- لیجئے سن لیجئے:-

اوّل کلمہ طیّب۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول یعنی بھیجے ہوئے ہیں۔

دوم کلمہ شہادت۔ اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔

سوم کلمہ تمجید۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ پاک ہے اللہ اور سب تعریف اللہ کے لئے ہے اور اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ اور نہیں طاقت گناہوں سے بچنے کی اور نہ نیکی کرنے کی مگر اللہ بلند اور بزرگ کی مدد سے۔

چہارم کلمہ توحید۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہٗ

الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ اَبَدًا اَبَدًا ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی کا ملک ہے اور اسی کی حمد یا تعریف ہے۔ وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ وہ زندہ ہے۔ کبھی نہیں مریگا بندگی اور بخشش کا مالک ہے۔ اس کے ہاتھ میں نیکی اور بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

پنجم کلمہ استغفار۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتُہٗ عَمَدًا اَوْ خَطَاً سِرًّا اَوْ عَلَانِیَۃً وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ مِنَ الذَّنْبِ الَّذِیْ اَعْلَمُ وَمِنَ الذَّنْبِ الَّذِیْ لَا اَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ وَسَتَّارُ الْعُیُوْبِ وَغَفَّارُ الذُّنُوْبِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی ہر گناہ سے جو کیا میں نے اس کو دیدہ دانستہ یا بھول کر پوشیدہ یا ظاہر اور توبہ کرتا ہوں میں طرف اس کی اس گناہ سے جو میں جانتا ہوں اور جس گناہ کو میں نہیں جانتا۔ تحقیق اے خدا تو چھپی ہوئی باتوں کا جاننے والا ہے اور عیبوں کو چھپانے والا ہے اور گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ اور نہیں ہے کوئی طاقت اور قوت سوائے اللہ کی مدد کے جو بہت بڑا اور بہت بزرگ ہے۔

ششم کلمہ ردّ کفر۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اُشْرِکَ بِکَ شَیْئًا وَّاَنَا اَعْلَمُ بِہٖ وَاَسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا اَعْلَمُ بِہٖ تُبْتُ عَنْہُ وَتَبَرَّاْتُ مِنَ الْکُفْرِ وَالشِّرْکِ وَالْکِذْبِ وَالْغِیْبَۃِ وَالْبِدْعَۃِ وَالنَّمِیْمَۃِ وَالْفَوَاحِشِ وَالْبُہْتَانِ وَالْمَعَاصِیْ کُلِّہَا وَاَسْلَمْتُ وَاَقُوْلُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اے اللہ میں پناہ چاہتا ہوں تیری اس بات سے کہ دیدہ دانستہ تیرا کسی کو شریک ٹھہراؤں اور میں بخشش مانگتا ہوں تجھ سے اس گناہ کی جس کو میں نہیں جانتا میں نے اس سے

(باقی صفحہ ۸ پر)

نیک دل گھسیارہ

کہتے ہیں ایک بادشاہ کا گذر ایک دن اپنی سلطنت کے اندر ایسی جگہ پر ہوا جہاں ایک گھسیارہ گھاس کاٹ رہا تھا۔ بادشاہ نے اسے بلا کر پوچھا:-

بادشاہ:- میاں گھسیارے تم اس گھاس سے کیا کچھ کما لیتے ہو؟

گھسیارہ:- حضور بندہ دو آنے کی گھاس روزانہ بیچ لیتا ہے۔

بادشاہ:- اس میں تمہارا گذر کس طرح ہوتا ہوگا؟

گھسیارہ:- حضور! میں اس میں سے دو پیسے قرض کی ادائگی میں دیتا ہوں، دو پیسے قرض دیتا ہوں، دو پیسے جمع کرتا ہوں، اور دو پیسے خود کھاتا ہوں۔

بادشاہ یہ سن کر حیران رہ گیا اور کہا تم کس کا قرض اتار رہے ہو اور کس کو قرض دیتے ہو؟

گھسیارہ:- حضور! جن کو دو پیسے ادائگی قرض میں دیتا ہوں وہ میرے ماں باپ ہیں جنہوں نے مجھے کھلا پلا کر بڑا کیا ان کا قرض میرے اوپر ہے اور جن کو دو پیسے قرض دیتا ہوں وہ میرے بال بچے ہیں، وہ جب بڑے ہوں گے تو میری خدمت کر کے اس قرض کی ادائگی کریں گے، اور جو دو پیسے جمع کرتا ہوں وہ محتاجوں اور غریبوں کی امداد پر صرف کرتا ہوں، وہ گویا عاقبت میں میرا جمع شدہ سرمایہ ہوگا اور دو پیسے میں تو دو روٹی وغیرہ کھاتا ہوں۔

بادشاہ کو اس کی بات بہت پسند آئی اور واپس جا کر اس نے محتاجوں اور غریبوں کی امداد کرنا اور بے روزگاروں کو روزگار دینا شروع کر دیا جس سے اس کی بڑی نیک نامی اور شہرت ہوگئی۔

ایک دن بادشاہ نے گھسیارے کو اپنے پاس بلا کر کچھ انعامات اور جاگیر دینی چاہی

(باقی برصفحہ کالم ۲)

آپ کے خطوط

جلسہ وصال مسیح موعود

۲۶ مئی ۱۹۵۷ء کو بروز اتوار بعد نماز مغرب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یوم وصال کی تقریب پر دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ٹمبلی میں اس خاکسار کے زیر صدارت جلسہ منعقد ہوا، گوگ انجمن سے جناب مولوی محمد بڈھن صاحب بر دود کو بھی بلا لیا گیا تھا اور محمدیہ انجمن ٹمبلی کے چند احباب بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ جناب عبدالغفار صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد جناب محمد یوسف صاحب شیموگا نے مختصر الفاظ میں حضرت مسیح موعود کے سوانح حیات اور خاندانی حالات پر روشنی ڈالی جناب مولوی محمد بڈھن صاحب بر دود کو کنڑی میں تقریر کرنے کے لئے کہا گیا مولوی صاحب نے حضرت امام وقت کے متعلق جو جو پیشگوئیاں ہندوؤں کی کتب میں درج ہیں وہ پیش کرتے ہوئے ثابت کیا کہ کیشتو اوتار اور نشکلنک بھگوان اس زمانے کے امام حضرت مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ السلام یعنی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مہاراج ہی ہیں۔ جناب محمد حسین صاحب کرجگی سکرٹری انجمن ٹمبلی کی اس دن اپنی ملازمت پر رات کی ڈیوٹی تھی تاہم ملازمت کی پروا نہ کرتے ہوئے انہوں نے جلسہ میں شرکت کی اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک پہلو انہوں نے بیان کیا۔ جناب امام صاحب لانڈگے والے نے اس زمانہ میں مسیح موعود و مہدی معہود کے آنے کی غرض و غایت بتاتے ہوئے اپنے سابقہ حالات پر روشنی ڈالی، جب اس علاقہ کرناٹک میں وہاں الرصدیق حسین صاحب تشریف لائے ہوئے تھے اور بتایا کہ اس وقت مخالفت کے باوجود وہ اور ان کے ساتھی کس طرح ثابت قدم رہے اور اس کے بعد مولوی عبداللہ صاحب تیماپوری کی بیعت میں کس طرح آئے۔ اب اُن کے چند ساتھی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے تعلق جوڑ کر تبلیغ و اشاعت کا کام کر رہے ہیں، اب بھی جو مخالفت ہو رہی ہے وہ سابقہ مخالفت کے سامنے کچھ بھی نہیں چونکہ نماز مغرب سے جلسہ شروع ہو کر پونے گیارہ بج چکے تھے اور لوگ کھانا کھائے بغیر کے اب تک جلسہ میں بیٹھے بڑی دلچسپی سے سن رہے تھے اس لئے میں نے صرف پندرہ منٹ تک حضرت اقدس علیہ السلام کی سادگی کے حالات سنا کر حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جلسہ ختم کر دیا جس کے بعد حاضرین کی تواضع شیرینی اور چائے سے کی گئی۔

والسلام۔ شیخ عبدالستار صاحب احمدی

ابوالعطاء صاحب کا حلف نامہ

مکرم ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

میرے پرانے کرم فرما جناب خان بہادر محمد دلاور خان صاحب نے الفضل ۲۹ جون کا پرچہ مجھے روانہ کیا ہے جس میں ابوالعطاء صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ مجھ کو جناب خلیفۃ المسیح میاں صاحب نے یوں اور یوں فرمایا ہے۔ یہ تو وہی پرانی بستہ برداروں کی پٹی پٹیاں ہوئیں کیا اس سے ڈیشنل مائنڈڈ انسان کی تسلی ہو سکتی ہے۔ اور کیا مخالفین میاں صاحب ابوالعطاء صاحب کے بیان کو تسلیم کر لیں گے۔ ابوالعطاء صاحب لکھتے ہیں۔ مجھے جناب میاں صاحب نے یوں کہا ہے اور انہوں نے یوں حلف اُٹھایا ہے یہ کہنا ابوالعطاء صاحب کا مجھ نہ کہ میاں صاحب کا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ کہ غیر مبائع میں خدا کا خوف موجود ہے۔ اتنا ضرور کہوں گا کہ مباہلہ کا چیلنج دینے والے اس بیان سے کبھی تسلی نہیں پا سکتے۔ باقی رہا میرا معاملہ۔ نہ میں نے کبھی یہ الزامات لگائے ہیں، اور نہ اب لگاتا ہوں ۱۹۱۴ء کے حالات میں نے قاضی محمد یوسف وغیرہ کے تحریر کئے ... ہیں میرے نہیں ہیں۔ اور اب مباہلہ والوں نے لگائے ہیں۔ جو بیان ابوالعطاء صاحب نے میاں صاحب کا شائع کیا ہے۔ یہ مباہلہ نہیں ہے۔ البتہ اتنا ضرور میں اپنی جماعت کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ میاں صاحب اور ان کے مریدین کو چھوڑ دیں، وہ ایک دوسرے پہ گند ڈالا کریں۔ اور ہم اُس سے دُور ہی رہیں تاکہ ان کی پلیدی کی جو وہ ایک دوسرے پہ ڈالتے ہیں چھینٹیں ہم تک نہ پہنچیں۔ والسلام

محمد زمان میاں۔ از قاضی خیل چارسدہ

نیک دِل گھسیارہ

(بسلسلہ صفحہ ۵)

لیکن اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں اپنا جمع شدہ سرمایہ دراصل میں خدا کے ہاں سے جا کر لینا چاہتا ہوں اس دنیا میں لینا نہیں چاہتا، اس سے بادشاہ بہت خوش ہوا اور اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔

دیکھا آپ نے؟ ایک غریب گھسیارے نے کس قدر دانشمندی اور عقل سے کام لے کر اس دنیا میں اپنے ماں باپ، اپنی اولاد اور خود اپنے معاش کا بھی بندوبست کر لیا۔ اور اپنی عاقبت کو بھی بہتر بنانے کا انتظام کر لیا۔

پیارے بچو! کیا آپ بھی اس طریق کو اپنی زندگیوں میں اختیار کر کے دنیا و آخرت کی بہتری کا سامان کریں گے؟

باپ بیٹے کی مجلس

(بسلسلہ صفحہ ۵)

توبہ کی اور بیزار ہوا میں کفر اور شرک سے، اور جھوٹ اور غیبت اور بدعت اور چغلی اور فحش اور بہتان اور سب گناہوں سے اور میں اسلام لایا اور کہتا ہوں کہ اللہ کے سوائے کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں۔ اور محمد اللہ کا رسول ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ماں اور باپ (دونوں) "خوب بہت خوب بالکل صحیح اور ترجمہ بھی بالکل درست")

سعیدہ۔ "امی جان! جب میں نے جماعت میں یہ کلمے سنائے تو ایک سناٹا چھا گیا۔ اور سب میرے منہ کی طرف دیکھنے لگ گئے، ہمارے استاد صاحب تو بہت ہی خوش ہوئے اور مولانا محمد علی صاحب چلے گئے تو کہنے لگے اس لڑکے نے آج ہماری عزت رکھ لی۔ ورنہ دوسرے لڑکوں سے تو کچھ بن نہ پڑا۔ یہ اصل میں سب ہمارے دادا جان مرحوم کی مہربانی ہے، جنہوں نے مجھے بچپن میں یہ کلمے پڑھا دیئے تھے۔ دادا ہوں تو ایسے ہوں۔"

باپ:۔ "تمہارے دادا بے شک بڑے دیندار آدمی تھے۔ انہوں نے کیسا اچھا کیا کہ بچپن ہی میں تمہیں سب باتیں سکھا دیں۔ اصل میں بچپن ہی ایسا زمانہ ہوتا ہے جس میں انسان کچھ سیکھ سکتا ہے بڑے ہو کر سیکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ہمارے نبیؐ نے بھی فرمایا ہے کہ سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز پڑھنے کی عادت ڈالو۔ بچپن کی پختہ عادت ساری عمر نہیں جاتی۔"

پیغام صلح - ۱۰ جولائی ۱۹۵۷ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۲۷

جلد ۴۷ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۴ جولائی ۱۹۵۷ء | نمبر ۲۹

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:-

دُنیا میں تین قسم کے آدمی ہیں

عُوام ــــــ مُتوسّط درجے کے ــــــ اُمراء

عوام عموماً کم فہم ہوتے ہیں ان کی سمجھ موٹی ہوتی ہے۔ اس لئے انکو سمجھانا بہت ہی مشکل ہوتا ہے اسی طرح امرا کو بھی سمجھانا مشکل ہوتا ہے کیونکہ وُہ نازک مزاج ہوتے ہیں۔ اور جلد گھبرا جاتے ہیں۔ اور ان کا تکبر اور تعلّی اور بھی سدِ راہ ہوتی ہے۔ اس لئے انکے ساتھ گفتگو کرنے والے کو چاہیئے کہ وُہ انکے طرز کے موافق اُن سے کلام کرے یعنی مختصر مگر مطلب کو پورے طور پر ادا کرنے والی تقریر ہو۔ قل و دل۔ لیکن عوام کو تبلیغ کرنے کے لئے تقریر بہت ہی صاف اور عام فہم ہونی چاہیئے۔ بیچ اوسط درجے کے لوگ زیادہ تر یہی گروہ اس قابل ہوتا ہے۔ کہ ان کو تبلیغ کی جائے۔ وُہ بات کو سمجھ سکتے ہیں۔ اور ان کے مزاج میں وُہ تعلّی اور تکبر اور نزاکت بھی نہیں ہوتی۔ جو امراء کے مزاج میں ہوتی ہے۔ اسلئے ان کو سمجھانا بہت مشکل نہیں ہوتا۔

جب انبیاء ماموریت ہو کر دُنیا میں آتے ہیں تو لوگ تین ذریعوں سے ہدایت پاتے ہیں۔ یہ اسلئے کہ تین ہی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ظالم۔ مقتصد۔ اور سابق بالخیرات اوّل درجہ کے لوگ سابق بالخیرات ہوتے ہیں۔ جن کو دلائل اور معجزات کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ وہ ایسے صاف دل اور سعید ہوتے ہیں کہ مامور کے چہرہ کو دیکھ کر اس کی صداقت کے قائل ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے دعوے کو ہی سُنکر اس کو برنگ دلیل سمجھ لیتے ہیں۔ اُن کی عقل ایسی لطیف واقع ہوتی ہے کہ وہ انبیاء کی ظاہری صُورت اور ان کی باتوں کو سُنکر قبول کر لیتے ہیں۔ دُوسرے درجہ کے لوگ مقتصدین کہلاتے ہیں جو ہوتے تو سعید ہیں۔ لیکن ان کو دلائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور شہادت سے مانتے ہیں۔ تیسرے درجہ کے لوگ جو ظالمین ہیں۔ ان کی طبیعت اور فطرت کچھ ایسی وضع پر واقع ہوتی ہے۔ کہ وہ بجز مار کھانے اور سختی کے مانتے ہی نہیں۔ جو لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام جبر سے پھیلا ہے وُہ تو بالکل جھوٹے ہیں۔ کیونکہ اسلامی جنگیں دفاعی اُصول پر تھیں۔ مگر ہاں یہ سچ ہے کہ خُدا تعالےٰ نے اپنے قانون میں یہ بات رکھی ہوئی ہے۔ کہ تیسرے درجے کے لوگوں یعنی ظالمین کے لئے ایک طریق رکھا ہوا ہے جو بظاہر جبر کہلاتا ہے۔ اور ہر نبی کے وقت میں عوام کی ہدایت جبر کے کسی نہ کسی پیرایہ میں ہوتی ہے۔ کیونکہ دُوربین سے دیکھنے والے کا مقابلہ مجرد آنکھ سے دیکھنے والا نہیں کر سکتا۔ جب استعدادیں مختلف ہیں۔ تو پھر سب کے لئے ایک ذریعہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ بڑے مقبول اور مقرب اور رسالت کی سچی خلافت کرنے والے وہی ہوتے ہیں۔ جو سابق بالخیرات کہلاتے ہیں۔ اُنکی مثال حضرت ابوبکرؓ کی سی ہے۔ کہ آپ نے کوئی معجزہ اور نشان طلب نہیں کیا۔ آنحضرتؐ کا دعوےٰ سنتے ہی ایمان لے آئے۔ اور حقیقت میں یہ ہے بھی سچ۔ اس لئے کہ جس شخص کو مامور کی اخلاقی حالت کی واقفیت ہو اس کو معجزہ اور نشان کی ہرگز ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی لئے آنحضرتؐ نے یاد دلایا کہ: قد لبثت فیکم عمرًا سابقین کو تو یہ صورت پیش آتی ہے کہ وہ اپنی فراست صحیحہ سے ہی تاڑ جاتے ہیں اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ جب آنحضرتؐ مدینہ میں تشریف لے گئے۔ تو بہت سے لوگ آپؐ کی زیارت کے لئے آئے۔ اُن میں ایک یہودی بھی آیا۔ جب لوگوں نے اس سے دریافت کیا تو اُس نے کہا کہ یہ چہرہ جھوٹوں کا نہیں ہے۔ پھر مقتصد لوگ وہ ہوتے ہیں جو دلائل اور معجزات کے محتاج ہوتے ہیں۔ اور تیسری قسم ظالمین کی ہے۔ جو سختی سے مانتے ہیں جیسے حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں کبھی طاعون سے اور کبھی زلزلہ سے ہلاک ہوئے۔ اور دُوسروں کے لئے عبرت بنے یہ ایک قسم کا جبر ہے۔ جو اس تیسری قسم کیلئے اللہ تعالیٰ نے رکھا ہوا ہے۔ اور سلسلہ نبوت میں یہ لازمی طور پر پایا جاتا ہے۔

مامور من اللہ کی دعاؤں کا کل جہان پر اثر ہوتا ہے۔ اور یہ خدا کا ایک باریک قانون ہے جس کو ہر ایک شخص سمجھ نہیں سکتا۔ جن لوگوں نے شفیع کے مسئلہ سے انکار کیا ہے انہوں نے سخت غلطی کھائی ہے۔ شفیع کو قانونِ قدرت چاہتا ہے۔ اس کو ایک تعلق شدید اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ اور دُوسرا مخلوق سے۔ مخلوق کی ہمدردی اس میں اسقدر ہوتی ہے کہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ اُس کے قلب کی بناوٹ ہی ایسی ہوتی ہے۔ کہ وہ ہمدردی کے لئے جلد متاثر ہو جاتا ہے۔ اس لئے وُہ خدا سے لیتا ہے اور اپنی عقدِ ہمت اور توجہ سے مخلوق کو پہنچاتا ہے۔ اور اپنا اثر اُس پر ڈالتا ہے اور یہی شفاعت ہے۔ انسان کی دعا اور توجہ کے ساتھ مصیبت کا رفع ہونا یا معصیت اور ذنوب کا کم ہونا یہ سب شفاعت کے نیچے ہے توجہ سب پر اثر کرتی ہے خواہ مامور کو اپنے ساتھ تعلق رکھنے والوں کا نام اور مقام بھی یاد ہو یا نہ ہو۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۱)

میرے لمحاتِ مسرت

از آغا خان مرحوم

ترجمہ فضل حق قریشی دہلوی

اس ملک کے بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ میں اپنے معاملات میں ایک بالکل مغربی قسم کا انسان ہوں، ایک ایسا انسان جو کھیل تماشوں، اعلیٰ ہوٹلوں اور گھوڑ دوڑ کے میدانوں میں زندگی بسر کرتا اور ان چیزوں کا شائق ہے ایک ایسا انسان جو مغربی معیارِ زندگی کے مطابق عیش و نشاط سے بہرہ یاب ہونا سیکھ گیا ہے۔ خصوصاً اس اعتبار سے کہ دولت و مال کی فراوانی کے باعث وہ اپنی آرزوئیں خواہ وہ کسی قدر گراں قیمت کیوں نہ ہوں، پورا کرنے کی استطاعت رکھتا ہے۔

جزائر برطانیہ کے گھوڑ دوڑ کے میدانوں میں جانے والا ہر شخص اور بلاشبہ وہ شخص بھی جو اخبارات میں گھوڑ دوڑ کے نتائج کا مطالعہ کر لیتا ہے، میری بابت یقین کر لیتا ہے کہ میں ان میدانوں میں ہزاروں، لاکھوں کی بازی لگاتا ہوں، بے شمار گھوڑوں کا مالک ہوں اور شاندار کھیلوں کے موقع پر بے قیاس دولت کی ہار جیت میں حصہ لیتا ہوں۔ غالباً ایسے لوگ پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ میری زندگی کا مسرور ترین لمحہ وہی ہوتا ہے جبکہ میں سنتا ہوں، کہ میرے گھوڑے دو چار دوڑوں میں جیت گئے ہیں۔ کیونکہ کامرانی اکثر میرے قدم چومتی نظر آتی ہے۔

لیکن حقیقتاً وہ لوگ غلطی پر ہیں۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو مجھے مدبر اور ماہر سیاست سمجھتے ہوئے میرے بارے میں کچھ اور ہی رائے رکھتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ میری قیادت میں برصغیر کا سیاسی وفد جنیوا تک گیا تھا۔ میں نے اپنے ملک کے مستقبل کو خوشگوار اور درخشاں بنانے میں برسوں سیاسی جدوجہد میں پورے خلوص کے ساتھ حصہ لیا ہے اور بلاشبہ اس میدان میں بھی مجھے بارہا کامیابی کا منہ دیکھنا اور مسرور ہونے کا موقع ملا ہے اور یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ میری سیاسی زندگی کا مسرور ترین لمحہ صرف وہی ہو سکتا ہے، جب میں نے سنا کہ ملک کا مستقبل آخری منزل پر پہنچ کر تمام جماعتوں اور فرقوں کے لئے اطمینان بخش ثابت ہو گیا ہے اور ہر شخص خوشگوار فضا میں سانس لے رہا ہے۔

لیکن حقیقتاً ایسے لوگ بھی غلطی پر ہیں جو سمجھتے ہیں کہ میرا نصب العین سیاست تک محدود تھا۔

میرے لمحاتِ مسرت کا تعلق نہ گھوڑ دوڑ کے میدانوں سے ہے، نہ سیاسی میدانوں سے

مجھے اپنی زندگی کا مسرور ترین لمحہ ہر ہفتے باقاعدگی اور پابندی کے ساتھ نصیب ہوتا ہے، ہر جمعہ کے دن زوال کا وقت گزرنے کے بعد وہ لمحہ جلوہ گر ہوتا ہے،

دنیا کے ہر عقیدت مند مسلمان کی طرح میں ہر جمعہ کو بارگاہ الٰہی میں جھک کر گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ اس کی عبادت میں صرف کرتا ہوں اور بس میری زندگی کا مسرور ترین لمحہ وہی ہوتا ہے۔

مصروفیت کے اوقات میں ایک مختصر سا آلہ میری میز پر میری نظر کے سامنے پڑا رہتا ہے۔ چھوٹا سا آلہ جس میں وقت بتانے والے ہندسوں کے ساتھ سمت کا تعین کرنے والی سوئیاں بھی لگی ہوئی ہیں۔ اور جو ہمیشہ میرے ساتھ رہتا ہے، گھڑی اعلان کرتی ہے، کہ عبادت الٰہی کا وقت قریب آ پہنچا ہے، قطب نما اشارہ کرتا ہے کہ بارگاہ ایزدی کی سمت کونسی ہے، میں فوراً اپنا رُخ مکہ کی طرف کر لیتا ہوں، جزیرہ نمائے عرب کے اس دیارِ مقدس کی طرف جو میرے جدِ امجد محمد مصطفےٰ صلعم کا وطن تھا، رسولِ خدا کا جنہوں نے اسلام کی بنیاد رکھی اور اس مسلک کو ساری دنیا میں فروغ دیا۔

میں براہ راست رسولِ خدا کی اولاد میں سے ہوں اور اس وقت مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد تقریباً دو کروڑ مسلمان مجھ کو ہادی و رہنما تسلیم کرتے ہیں، وہ خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں، کہ پیغمبرؐ کا خون میری رگوں میں موجزن ہے

لیکن میں اپنے طور پر خدا کی عبادت کرتا ہوں، میں بہت مصروف انسان ہوں، لیکن عبادت کا لمحہ آ جانے پر میں غافل نہیں رہتا۔ مجھے اس کا علم ہو جاتا ہے، اکثر و بیشتر اسلامی عبادت گاہیں میرے نزدیک نہیں ہوتیں، تاہم اتفاق سے اگر ایسا موقع نصیب ہو جائے تو میں وہاں جانے سے گریز نہیں کرتا۔ وہ چاہے لندن کی مسجد ہو یا پیرس کی۔

اگر یہ صورت ممکن نہ ہو، تو وہ مبارک لمحہ آتے ہی میں گھٹنوں کے بل جھک جاتا ہوں، وہ لندن کا کوئی اعلیٰ ہوٹل ہو یا فرانس کی عشرت گاہ، سینٹ یورپ بسرعت برق کی طرح دوڑنے والی ریل ہو یا کسی حسین جھیل کے کنارے خاموش فضائیں یا لندن کے ہائڈ پارک کا ہنگامہ پرور گوشہ، میرے لئے سب برابر ہیں، اس سے کوئی سروکار نہیں کہ میں کہاں اور کس عالم میں ہوں، اپنے خالق کی یاد ہمیشہ میرے لئے نشاط انگیز ہے میں محسوس کرتا ہوں کہ روئے ارض پر میرے ہم مسلک کروڑوں انسان قبلہ رُو ہو کر استغراقِ عبودیت میں سربسجود ہیں، اور آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلّم کو قبلہ نما سمجھتے ہوئے ہیں، جیسے وہ رسولِ برحق تسلیم کرتے ہیں۔

ہم ایک گھنٹے کے لئے مصروفِ عبادت ہو کر اس استغراق و محویت کا لطف حاصل کرتے ہیں جو کسی اور طرح حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہم ان مصائب و آلام اور آلامِ حیات کو بھول جاتے ہیں، جو ہمیں چاروں طرف سے گھیرے رہتے ہیں۔ ہم ایک لمحہ کے لئے دنیا کے عیش و طرب اور غور و غم کو بالکل ترک کر دیتے ہیں، کیونکہ اس وقت ہم براہِ راست خدا سے لَو لگائے ہوتے ہیں۔

اس سے بھی کوئی سروکار نہیں کہ میں کن لوگوں میں اور رنگوں میں اور کس ماحول میں رہتا ہوں، کیونکہ عموماً غیر مسلم میرے نزدیک ہوتے ہیں۔ لیکن عقیدت کے لحاظ سے پھر بھی میں مسلمان رہتا ہوں،

اس وقت روئے ارض پر ۴۰ کروڑ سے زیادہ مسلمان آباد ہیں، گویا ساری دُنیا کے دسویں حصّے سے بھی زیادہ ان کی تعداد ہے، اس کثیر تعداد پر غور کر کے کبھی کبھی محسوس ہونے لگتا ہے، کہ اسلام کی عسکری قوت جوش میں آ کر ساری دنیا کو فتح کر لے گی، مسلمان ہر چیز پر غالب آ جائیں گے، تاہم ایسا نہیں ہو گا، کیونکہ زیرِ عقیدت کو پھیلانے کے لئے کوئی مؤثر طریقہ رائج نہیں ہے۔

اسلام کے دائرے میں ہر رنگ اور نسل کے لوگ شامل ہیں، مراکش کے سفید رنگ بربر ہیں، تو حبشہ کے سیاہ فام زنگی بھی ہیں، دجلہ و فرات کے کنارے بسنے والے ہیں، تو سربیا اور مقدونیہ کے میدانوں میں رہنے والے بھی، ہماری اکثریت ایشیا، اور افریقہ میں ہے، ایشیا کے ممالک ایران، افغانستان، ہندوستان، پاکستان، شام، حجاز، چین، آسام، سیام، برما اور انڈونیشیا اس حقیقت کے شاہد ہیں۔

ہمارے علوم و فنون، ادب و موسیقی و مصوری اور نقاشی وغیرہ جداگانہ حیثیت رکھتی ہیں، ہماری عمارتیں اور عبادت گاہیں سب سے الگ ہیں، جن کی ساری دنیا تعریف کرتی ہے، جب ہمارے ملک کی مصنوعات خصوصاً قالین اور پارچات کو یورپ کی نمائش گاہوں میں پیش کیا جاتا ہے، تو لوگ محوِ حیرت ہو جاتے ہیں۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ اس دنیا کی زندگی محض ایک پل ہے، جس سے گزر کر ہم ملکِ بقا میں قدم رکھیں گے، دراصل اسی عقیدہ کا کرشمہ ہے، کہ ہم اس حیاتِ فانی میں قناعت اور صبر و استقلال سے کام لیتے ہیں، یہ ایک نعمت ہے جو دنیا کے دوسرے لوگوں کو مشکل سے نصیب ہوتی ہے، قرآن پاک کی روحانی قوت، جس کے واضح احکام ہر منزلِ حیات میں ہمارے پیشِ نظر رہتے ہیں ہمارا ساتھ دیتی ہے، چنانچہ ہر ہفتہ اس مخصوص ساعت میں جس کا پہلے ذکر کر چکا ہوں، میں دوسری دنیا اور اس کی پائندہ مسرتوں میں گم ہو جاتا ہوں، اور عین اسی وقت دنیا کے ۴۰ کروڑ انسان ایک ہی مرکزِ خیال پر کھڑے ہوئے سوچتے ہیں اور ایک ہی جذبہ کے ماتحت ان کا دل دھڑکتا ہے، یہ محض ہمارے عقائد کا کرشمہ ہے کہ ہم اپنے ماحول سے خالی الذہن ہو کر اور آلائشِ دنیوی کو ترک کر کے ایک نئی دنیا میں پہنچ جاتے ہیں۔

میری زندگی کا موجودہ انہماک مجھے آہستہ آہستہ بدلنے والے مشرق سے بہت دور اس مغرب میں لے گیا ہے، جس کا ماحول ہر آن بدلتا ہے۔ مجھے جو کام انجام دینا ہے، اس کے

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۲۴ جولائی ۱۹۵۷ء

بے ضرورت ادارے!

کسی ملک اور کسی قوم کی بے بسی اور بدبختی اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ اُس ملک و قوم کے اصلاحی اور مذہبی اداروں کی تمام مساعی اور تگ و تاز حصول اقتدار تک محصوص ہو کر رہ جائے اور ان اداروں کے نمائشی اور پُرکشش نام عوام کے جذبات سے کھیلنے کے سوا بے حقیقت ہوں۔ آج کل پاکستان ایسے ہی اداروں کی آماجگاہ اور انہی حالات سے دوچار ہے۔ ہر بڑے شہر کے گلی کوچوں میں آپ کو سینکڑوں سائن بورڈ اس قسم کے اداروں کے مل جائیں گے۔ جو عوام کی اصلاح و بہبود کا لبادہ اوڑھ کر جنم لیتے ہیں۔ اور ایسی ہی بیسیوں مذہبی انجمنیں اور اسلامی جماعتیں جو خدا اور رسولؐ کا نام بلند کرنے کے لئے اپنی تمام تر مساعی بروئے کار لانے کا دعوٰے کرتی ہیں اور سیاست ملکی میں دخیل ہو کر اقتدار کی کرسیوں پر جھپٹا مارنے کے لئے گھات میں جا بیٹھی ہیں اور پھر عوام کو جھانسہ دیتی ہیں، کہ عنانِ حکومت سنبھال کر ہی عامۃ الناس کی اخلاقی، معاشرتی اور روحانی صلاحیتوں کو اجاگر کیا جا سکتا ہے۔ تعلیم سے بے بہرہ افراد سے قطع نظر پڑھے لکھے لوگوں میں کئی خطرناک بیماریاں پیدا ہو کر ملک و ملت کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہی ہیں۔ نوجوان طبقہ اخلاقی، معاشرتی اور مجلسی تقاضوں سے بے خبر ایک نامعلوم منزل کی طرف بڑھ رہا ہے حصولِ زر کے لئے ہر جائز و ناجائز طریق کو اپنانے میں جھجک محسوس نہیں کی جاتی۔ یہ سب کچھ علی الاعلان ہوتا ہے اور ہو رہا ہے۔ مگر حاملانِ دین مبین اس خیال میں ہیں کہ اقتدار ملے تو اصلاح احوال کے لئے قدم اُٹھ سکتا ہے، دن دہاڑے قتل، اغوا، ڈاکہ زنی، معمولی تنازعہ پر کشت و خون ایسے واقعات ماحول کو گھناؤنا اور معاشرہ کو وحشت ناک بنا رہے ہیں۔ لیکن اصلاحی اداروں کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ غالباً وہ حکومت کے ڈنڈہ کو ہی اس کا علاج تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ معاشرہ میں اس قسم کی بیماریاں ابتدائی روک تھام نہ ہونے کی صورت میں نہ صرف متعدی بن جاتی ہیں بلکہ ایسی مستقل صورت اختیار کر لیتی ہیں جو ناقابل علاج ہوں، بایں ہمہ دین کے نام پر لوگوں کو اکٹھا کرنے والے اور انہیں موقعہ بے موقعہ استعمال کرنے والوں کو اُن کی اخلاقی حالتیں سدھارنے، اُن کے روحانی تقاضوں کو پورا کرنے اور ان کی زندگی اور صحت کو برقرار رکھنے کی کوئی فکر نہیں۔ وہ درس و تدریس کا اہتمام کرتے ہیں تو اپنے تقدس اور علم و فراست کا سکہ جمانے یا جماعتی استحکام کو برقرار رکھنے کیلئے جو ان کے ارادوں اور خواہشات کی تکمیل میں ممد و معاون ہو سکے۔ ذرا غور و فکر کرنے سے اُن کے ارادوں اور تمناؤں کا محور صاف نظر آ جاتا ہے۔ جو حصولِ اقتدار کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ یہ ادارے عوام کی زندگیوں کی حفاظت اور صحت کو بہتر بنانے کے لئے ہسپتالوں، گشتی شفا خانوں اور معاشرہ کی اصلاح کے لئے غریب خانوں، یتیم خانوں کی بنیادیں رکھتے ہیں۔ بیواؤں کی اصلاح و بہبود کے مراکز قائم کرتے ہیں۔ مگر یہاں بھی اکثر و بیشتر یہی جذبات کارفرما ہوتے ہیں جو سیاسی جماعتیں، "پارٹی پوزیشن" مضبوط کرنے کے لئے اپنے حلقہ اثر کو وسیع سے وسیع تر کرنے کے لئے کرتی ہیں۔ اشتہاری حکیموں کی طرح ان اداروں کے شعبوں کی پبلسٹی ہوتی ہے۔ گشتی شفا خانہ کی موٹر سے لے کر ادویات کی پڑیہ تک پر اور معمولی دوا کی شیشی اس کے کارک تک پر اس ادارہ کا نام اور پتہ کندہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ نمود و نمائش اس روح کو یکسر مسخ کر دیتی ہے جو اس نام اور کام کے لئے محقق ہونی چاہیئے۔ اور یہ سرگرمیاں اس ادارہ کے بانیوں کی اُن خواہشات کو بے نقاب کر دیتی ہیں جن کے زیر اثر یہ ڈھونگ رچایا جاتا ہے۔ یہ لوگ، یہ ادارے، یہ خدا اور رسولؐ کے نام کو بلند کرنے کے دعویدار عوام کی کس حد تک صحیح رہنمائی کر رہے ہیں۔ اور اخلاقی روحانی یا جسمانی لحاظ سے عامۃ الناس کے لئے کس حد تک مفید ہیں اس کا اندازہ روزناموں کی ہولناک اور سنسنی خیز خبروں سے ہو سکتا ہے جو آپ روز پڑھتے ہیں۔ اسے تجارت سمجھ کر ہر قسم اداروں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے لیکن جرائم میں کوئی کمی نہیں ہو رہی۔

اغوا کی بدترین مثالیں، زنا بالجبر کے روح فرسا واقعات دن دہاڑے قتل معمولی تنازعہ پر کشت و خون، ڈکیتیاں، اِن اصلاحی اداروں اور مذہبی انجمنوں کا منہ چڑا رہی ہیں۔ ان کے لئے ارباب اقتدار کو مطعون تو کیا جا سکتا ہے انکی گراں گوشی اور سہل انگاری زیر بحث آ سکتی ہے۔ لیکن اس سے علم و ادب، رشد و ہدایت کے ٹھیکہ داروں کو معاف نہیں کیا جا سکتا۔ جبکہ وہ اس مقصد کو اجاگر کر کے اور اس کے بل بوتے پر اپنی دوکان چمکاتے ہیں۔

حکومت کا فرض ہے کہ ایسے جملہ اداروں کی پوری چھان بین کر کے ایسے غیر مفید اور بے ضرورت اداروں کو جو اپنے قول و فعل میں تضاد رکھتے ہیں ختم کر دے یا انہیں ایسے لیبل چپکانے سے باز رکھے جو سادہ لوح عوام کے جذبات سے کھیلنے والے ہوں۔ اس کی احسن صورت یہ ہو سکتی ہے کہ بڑے بڑے اداروں سے خواہ وہ مذہبی ہوں یا اخلاقی، اصلاحی ہوں یا غیر اصلاحی چیدہ چیدہ افراد پر مشتمل ایک نگران کمیٹی مقرر کرے جس میں حکومت کے بھی نمائندے شامل ہوں اور یہ کمیٹی جملہ اداروں کی چھان پھٹک کر کے اُن کے آمد و خرچ کا پورا پورا محاسبہ کرے، اور ہر ایسے ادارہ کو جو اپنے عزائم اور مقاصد کے لحاظ سے بے ضرورت ہو۔ اور کسی شعبہ زندگی میں عوام کی صحیح رہنمائی کرنے کی اہلیت نہ رکھتا ہو ختم کر دے۔ اور ساتھ ہی اُن اداروں کی حوصلہ افزائی کرے جو اخلاقی، جسمانی اور روحانی اصلاح کا نہ صرف مقصد پیش نظر رکھتے ہوں بلکہ اپنے عمل پیہم اور قول فعل سے اس مقصد کی برآوری میں کوشاں ہوں اور مفید نتائج پیدا کر رہے ہوں۔ ہماری نوزائیدہ مملکت کے لئے یہ قدم اُٹھانا اشد ضروری ہے۔ جو ملک و ملت کی بقا اور بہبودی کے لئے بہترین اور خوش کن نتائج کا حامل ہو سکتا ہے۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ مری تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ آپ کا پتہ ہے: معرفت پوسٹ ماسٹر صاحب کوہ مری۔

— گذشتہ ہفتہ سے ایڈیٹر پیغام صلح کے انفلوئنزا اور ملیریا میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اخبار وقت پر مرتب نہ ہو سکا یہ پرچہ محمد اعظم صاحب علوی کے زیر ادارت شائع ہو رہا ہے۔

سانحہ ارتحال: — یہ خبر نہایت رنج و افسوس کے ساتھ سنی جائیگی کہ ہمارے ایک عزیز دوست صلاح الدین ناصر صاحب کی والدہ ماجدہ نے مؤرخہ ۱۵ جولائی بروز سوموار رات نو بجے لاہور میں مختصر علالت کے بعد وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحومہ بنگال کے مشہور عالم مولانا سید محمد عبدالواحد صاحب برہمن بڑیہ پٹرہ کی سب سے بڑی صاحبزادی اور چوہدری ابوالہاشم خانصاحب مرحوم کی اہلیہ تھیں۔ آپ صوم و صلوٰۃ کی پابند اور نیک صالح احمدیات کی صحیح نمونہ تھیں۔ غرباء کی نہایت ہمدرد تھیں۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحومہ کی مغفرت فرمائے آمین۔ آپ نے لاہور میں اپنے بڑے لڑکے صلاح الدین ناصر کے مکان واقعہ ذیلدار سٹریٹ اچھرہ لاہور میں وفات پائی۔ مرحومہ مولوی عبدالسلام صاحب عمر مرحوم ابن مولانا حکیم نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خوشدامن بھی تھیں۔ مرحومہ کو انجمن کے قبرستان واقعہ میانی صاحب میں دفن کیا گیا۔ ہمیں اس صدمہ میں محترم صلاح الدین ناصر صاحب اور دیگر لواحقین سے دلی ہمدردی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت نصیب کرے نیز دوستوں سے درخواست ہے کہ ان کا نماز جنازہ غائبانہ ادا کریں۔

درخواستہائے دعا: — (۱) مظفر آباد (آزاد کشمیر) سے حوالدار غلام رسول صاحب لکھتے ہیں: — سائل کی اہلیہ بیمار ہیں اور راولپنڈی ہسپتال میں زیر علاج ہیں اور اُس کے بچے اسکے بغیر بہت مایوس ہیں اسکی صحت کیلئے دعا فرمائی جائے۔ پتہ HAV. Ghulam Mohd 66. M.G. E. Muzaffar Abad AZAD.KASHMIR

— (۲) کلک (بھارت) سے عبدالرزاق صاحب برادر لکھتے ہیں: — ایک جھگڑالو آدمی نے کئی ایک طریقوں سے ہمیں نقصان پہنچانے کی ٹھان رکھی ہے وہ مجھے بہت تکالیف اور دکھ دے رہا ہے۔ مہربانی فرما کر تہجد نمازوں اور جمعہ میں میرے لئے تمام بزرگوں سے دعا کرائی جائے۔

کارِجہاں دراز ہے . . . .

بموں کا جنون :-

جاپان اور ایشیا کے دیگر ممالک کے سخت احتجاج کے باوجود برطانیہ نے جاپان کے قریب جزیرہ کرسمس پر ایک طاقتور ہائیڈروجن بم کا تجربہ کیا ہے۔ اس تجربہ کے خلاف احتجاج کرنے کے لئے بعض من چلے جاپانیوں نے یہ طے کیا تھا کہ وہ ممنوعہ علاقہ میں ایک بحری جہاز روانہ کرینگے تاکہ دُنیا کو بتایا جا سکے کہ ہائیڈروجن بم کسقدر تباہ کن ہے اس جہاز میں جانے کے لئے رضاکاروں کی بھرتی بھی شروع ہو گئی تھی اسی طرح بعض انگریزوں نے ممنوعہ علاقہ میں جانے کا اعلان کیا تھا لیکن ہائیڈروجن بم کے تجربے کے وقت ان میں سے کوئی بھی وہاں موجود نہیں تھا۔ ہائیڈروجن بموں کے تجربات کے خلاف احتجاج کرنے میں روس سب سے پیش پیش تھا لیکن اسی عرصہ میں اس نے بغیر کسی اعلان کے ہائیڈروجن بموں کے تین تجربات کر ڈالے۔

مذکورہ بالا برطانوی بم کے پھٹنے سے اس قدر روشنی ہوئی جتنی کہ ایک ہزار سورجوں کے روشن ہونے سے ہو سکتی ہے اب تک جس قدر تباہ کن ہتھیار ایجاد کئے گئے ہیں یہ ان سب سے کم لاگت پر عظیم تباہی مچا سکتا ہے۔ اس بم کے ذریعے شہر کی بڑی سے بڑی عمارت کو تباہ کرنے کے لئے صرف چار شلنگ خرچ ہونگے۔

روس امریکہ اور برطانیہ ان تباہ کن بموں کے ذخیرہ میں اضافہ کرنے کے لئے جس طرح کی کوششیں کر رہے ہیں اس کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے۔ گزشتہ سال مشرقی جرمنی کے ایک سائنسدان نے اندازہ لگایا تھا کہ روس، امریکہ اور برطانیہ کے پاس ۵۰ ہزار ایٹم بم موجود ہیں۔ اور یہ بم دُنیا کے تمام شہروں کو تباہ کرنے کیلئے کافی ہیں۔ ایک ایٹمی ماہر ڈاکٹر اے جی ہل نے بتایا تھا کہ ایٹمی توانائی کے کمیشن کے پیش نظر ایک ایسے بم کی تجویز زیر غور ہے جو اس ایٹم بم سے جسے ہیروشیما پر گرایا گیا تھا ڈھائی ہزار گنا زیادہ طاقتور ہوگا۔ امریکہ کے سول ڈیفنس کے ایک افسر شیفر نے انکشاف کیا ہے کہ اگر روس بغیر کسی اطلاع کے امریکہ پر حملہ کرے تو آٹھ کروڑ امریکی فوراً ہلاک ہو جائیں گے۔ زخمی ہونے والوں کی تعداد اس کے علاوہ ہوگی۔

دیکھنا یہ ہے کہ ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کمیونزم اور سرمایہ داری جیسے زہریلے نظاموں کو زندہ رکھ سکتے ہیں یا نہیں۔ تاریخ کی شہادت تو یہی ہے کہ طاقت کے بل پر کوئی تہذیب زندہ نہیں رہ سکی۔ (ماخوذ)

ترقیوں کی ایک جھلک : ایک پاکستانی ایڈیٹر کے قلم سے تازہ سیاحت نامہ امریکہ :-

"۱۴؍اپریل کو امریکہ کی ایک اور ریاست کے شہر لاس ویگاز پہنچا اخراجات پورا کرنے کے لئے اس ریاست میں قماربازی پر پابندی اب تک عائد نہیں ہوئی ہے۔ یہاں دُنیا بھر سے قمارباز جوا کھیلنے کیلئے آتے ہیں۔ بازار میں جگہ جگہ قماربازی کی دوکانیں کھلی ہوئی ہیں، ایک ایک گاؤں میں جوئے کے چار چار اور پانچ پانچ سو اڈے ہیں ۲۴ گھنٹے طرح طرح کا جوا کھیلا جاتا ہے۔ ہر روز لاکھوں ڈالر ادھر سے ادھر ہو جاتے ہیں۔ رات کو قماربازی کی دوکانوں پر اس قدر روشنی ہوتی ہے کہ دن معلوم ہوتا ہے۔ جوے کے ان اڈوں کے مالکان کروڑپتی لوگ ہیں۔ یہاں قماربازی کے بیسیوں نئے طریقے دیکھے جو پہلے کبھی خیال میں بھی نہیں آئے تھے۔ ان قمارخانوں میں ۱۰ آنے سے لیکر لاکھوں روپیہ تک کا جوا ایک شخص ایک داؤں میں لگا سکتا ہے"۔

اب فرمائیے، کہ اس شہر میں اگر اسلامی قانون نافذ ہو جائے تو "ترقی" کی یہ آزادیاں کہیں باقی رہ سکتی ہیں ؟ — اور پھر جو قانون ترقیوں کی راہ میں یوں حائل ہو جائے۔ اسے اگر "رجعت پسندانہ" اور "غیر اجتماعی" نہ کہا جائے تو آخر کیا کہا جائے ؟

اسی شہر کی ایک اور جھلک "مسٹر ایلی سن نے ایک مقامی ہوٹل میں ایک وکیل سے ملاقات کرائی یہ وکیل صاحب آجکل یہاں وکالت کرتے ہیں۔ سات دفعہ یکے بعد دیگرے اپنی ایک ہی بیوی کو طلاق دیکر دوبارہ اسی سے شادی کر چکے ہیں اور لطف یہ کہ ان کی یہ بیوی بھی وکالت کرتی ہے۔ اب پھر اس کو طلاق دے دی ہے اور اس دفعہ ایک اور لڑکی سے شادی کر لی ہے۔ یہ شہر امریکہ میں طلاق کے لئے بھی مشہور ہے"۔

نہ ہوئے امریکہ کے یہ ایڈووکیٹ صاحب حجاز، نجد و یمن کے کوئی شیخ ورنہ آپ دیکھ لیتے کہ ان کا یہ سات سات بار طلاق دینا اور وہ بھی ایک ہی بیوی کو، اور پھر ہر بار اس سے بیاہ رچاتا۔ کیا چپ چپاتے ہو جاتا! دُنیا کا کتنا "سنسنی خیز" اور "رومان پرور" واقعہ بن جاتا! خبریں تار پر اس کیلئے جاتیں، افسانے خوب نمک مرچ لگا کر اس پر چھپتے اور مشرق کے تہذیب و تمدّن پر آوازے کتنے کسے جا چکے ہوتے!

جرائم میں ترقیاں : ایڈگر ہوور۔ ڈائرکٹر مرکزی سر رشتہ تفتیش امریکہ کی فراہم کی ہوئی اطلاعات حسب روایت ناقلین :-

سنہ ۱۹۵۶ء میں بڑے جرائم کی تعداد نیویارک میں ایک لاکھ ۴ ہزار ۴۴ رہی یعنی امریکہ کے بدنام ترین شہر شکاگو سے بقدر ۴۵ ہزار آٹھ کے زاید! سب سے زیادہ اضافہ مجرموں کے اس طبقہ میں رہا جن کی عمریں ۱۸ سال سے کم ہیں۔ ان نو عمروں میں سب سے زیادہ پھیلا ہوا جرم سرقہ کا نکلا جس میں نقب زنی اور موٹر چوری بھی شامل ہیں۔

سارے ملک میں بڑے جرائم کی تعداد اس سال ۲۵٬۶۳٬۱۵۰ رہی۔
" " پچھلے سال ۲۲٬۵۶٬۳۵۰ تھی۔

آبادی کے لحاظ سے سنہ ۵۰ء سے اب تک جرائم کی تعداد میں اضافہ چوگنا ہوا ہے یعنی آبادی میں اضافہ صرف ۱۱ فیصدی ہوا اور جرائم میں اضافہ اسی مدت میں ۴۳ فیصدی! —

دُنیا، مہذب و روشن خیال دنیا میں "ترقیوں" کی یہی رو جاری رہے گی، یہی تعلیم اور یہی تہذیب بدستور جاری رہے گی۔ کیا ہندوستان اور کیا پاکستان۔ سب اسی معیار ترقی کو اپنی منزل مقصود سمجھ کر بے تحاشہ اسی کی طرف دوڑتے رہیں گے۔ اور مشرق کا ایک گوشہ نشین ان اعداد کو اپنے ناظرین کے سامنے پیش کر کر کے اپنے دل کو تسلی دے لیا کرے گا۔

جرائم ترقی کی دوڑ میں ایک روزنامہ کے ایڈیٹوریل سے :

"بچوں کے جرائم کا مسئلہ بعض دوسرے مسائل کی طرح ایک اہم ترین مسئلہ بن گیا ہے۔ یہ مسئلہ مقامی نہیں بلکہ بین الاقوامی ہے صنعتی دور نے جہاں مکانوں کی قلت اور پناہ گزینوں کا مسئلہ پیدا کیا ہے وہاں جرائم اطفال کے مسئلہ کو بھی جنم دیا ہے۔ اقوام متحدہ کی مختلف رپورٹوں میں بتایا گیا ہے کہ صنعتی ملکوں میں بچوں کے جرائم کا مسئلہ زیادہ شدید ہے جو ممالک صنعتی نہیں ہیں۔ ان میں یہ مسئلہ تو سرے سے پیدا ہی نہیں ہوا یا اس نے شدت اختیار نہیں کی ہے"۔

لیکن مُلک کے لیڈر کیا چھوٹے کیا بڑے سب کس تمنا کے ساتھ ملک کے زیادہ سے زیادہ صنعتی بنا دینے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں، بچوں کے جرائم ہی کا ایک مسئلہ کیا۔ جتنے بھی اور مسئلے و معاشرتی اور اخلاقی حیثیت سے ایسے ہی سنگین پیدا ہوتے چلے جائیں بلا سے، ملک کی ترقی تو بہرحال اس کے صنعتی ہونے ہی سے وابستہ ہے۔ امریکہ ہو یا روس، برطانیہ ہو یا جاپان سب میں قدر مشترک یہی صنعتی ترقی ہے۔ اور جب معیار ترقی یہی ٹھہرا تو کیوں نہ ہندوستان بے تحاشہ انہیں معیاری ملکوں کے نقش قدم پر دوڑ لگانا شروع کر دے۔ جرائم میں اضافہ، بد چلنی میں اضافہ۔ خودکشی میں اضافہ، بدامنی میں اضافہ۔ گرانی میں اضافہ۔ اس قسم کی چیزیں جب ان ملکوں کی رفتار ترقی میں حائل ہو سکیں۔ تو ہندوستان ان نتائج سے کیوں خواہ مخواہ ڈرنے، سہمنے اور دہشت کھانے لگے! سچ کہا ہے سچ کہنے والے نے کہ

ومن اعرض عن ذکری	جو کوئی میری یاد سے منہ پھیرے
فان لہ معیشۃ ضنکا۔	رہتا ہے۔ اس کیلئے (اسی دنیا کی)
	زندگی تنگ ہو کر رہتی ہے۔

(ماخوذ)

میرے لمحاتِ مسرت (بقیہ صفحہ ۳)

کے تقاضے مجھے یورپ میں پابند رکھتے ہیں اور میں اسی دائرے میں گھومتا رہتا ہوں۔ میں صلح کل ہونے کے باعث بین الاقوامی حیثیت رکھتا ہوں اس حقیقت کے باوجود کہ مغرب کا کوئی ملک میرا وطن نہیں ہے۔ میں مشرق نژاد ہوں۔ مشرق کا ہر باشندہ میرا ہم وطن ہے۔ میں گوشت، پوست، عقیدہ و مسلک، ذوق و پسند اور فکر و خیال کے اعتبار سے ان لوگوں سے بالکل مختلف ہوں جن کا ہم جلیس ہو کر میں زندگی بسر کرتا ہوں۔

یہ امر حیرت انگیز نہ ہوگا اگر میں اس لمحہ کو جس میں مغربی نقطہ نظر کے مطابق مجھے کامرانی حاصل ہوتی ہے اپنی زندگی کا مسرور ترین لمحہ نہ سمجھوں، بلکہ اس لمحہ کو بہترین تصور کروں جس میں میرا سر خالق کائنات کے سامنے جھک جاتا ہے۔ اور میں اس کی عبادت میں محو ہو جاتا ہوں، کیا میں ایک خوش قسمت انسان نہیں ہوں جبکہ میرے یہ لمحات مسرت ہر رات دن کے بعد نہایت باقاعدگی کے ساتھ رونما ہوتے رہتے ہیں۔ (ماخوذ)

معرفتِ الٰہی اور تزکیۂ نفس کیلئے اس راہ پر گامزن ہونا ضروری ہے

جو خُدا کا آخری نبی لایا

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۹ جولائی ۱۹۵۷ء فرمودہ حضرت ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الذین کفروا وصدّوا عن سبیل اللہ اضلّ اعمالھم، والذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت واٰمنوا بما نُزِّل علی محمدٍ وھو الحق من ربھم کفّر عنھم سیاٰتھم واصلح بالھم۔

دُنیا میں بعض ایسی چیزیں موجود ہیں کہ ان کے وجود کے اثبات کے لئے ان کی ضد کا ہونا ضروری ہے مثلاً نُور اور اندھیرا کو لے لیجئے اگر اندھیرا موجود نہ ہو تو نور کا وجود متحقق نہیں ہو سکتا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اندھیرا فقدان نور ہے۔ لیکن اندھیرے کے وجود سے انکار نہیں ہو سکتا۔ موجودہ تحقیقات کہتی ہے کہ پہلے اس عالم میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ اسی لئے قرآن کریم میں آیا ہے۔ جعل الظلمٰت والنور۔ پہلے اندھیرے کا ذکر کیا بعد میں نور کا۔ جب تک یہ تقابل موجود نہ ہو اس وقت تک بعض اشیاء کا وجود محسوس نہیں ہو سکتا۔ اچھے اور بُرے کی تمیز کے لئے نیکی اور بدی کا وجود ضروری ہے۔ جب سے یہ دُنیا شروع ہوئی ہے حق و باطل کی جنگ جاری ہے۔ اور جاری رہے گی۔ رسولِ کریم صلعم جب دُنیا میں تشریف لائے تو وہ کامل و مکمّل حق لے کر آئے۔ ان کے مقابل پر باطل بھی پورے زور شور سے نبرد آزما ہوا۔ تاریخ کو اٹھا کر دیکھ لو کہ حق کے مٹانے میں اہل مکّہ نے کوئی دقیقہ فرو گذاشت کیا ہو۔ جھوٹ، افترا، غلط بیانی، ایذا رسانی، قتل، بائی کاٹ الغرض جو بھی طاغوتی طاقتیں حیلے برت سکتی تھیں، استعمال کئے گئے۔ جب مُسلمان حبشہ کو ہجرت کر گئے تو ان کا وہاں بھی پیچھا کیا گیا۔ تحفہ اور تحائف پیش کر کے اور عیسائیوں کے مذہبی جذبات کو اُبھار کر اور مسلمانوں کو باغی قرار دیکر انکی واپسی کا مطالبہ کیا۔ پھر جب کفار کی ایذا رسانی حد کو پہنچ گئی اور ان کا ارادہ ہوا کہ شمع ہدایت کو ہی بجھا دیا جائے تو مدینہ کی طرف ہجرت ہوئی۔ تو وہاں بھی انکا پیچھا کیا گیا اور اپنی طاقت کے گھمنڈ میں یہ فیصلہ کیا کہ بزورِ شمشیر ان حق کے علمبرداروں کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیا جائے لیکن خُدا کا وعدہ ہے کہ وہ حق کی نصرت فرماتا ہے اور گو اوائل میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حق کچلا گیا۔ مگر بالآخر باطل کا ہی زہوق ہوتا ہے۔

یہ دو آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں یہ سورۂ محمدؐ کے ابتدائی دو آیات ہیں۔ جن کا نزول جنگ بدر سے پہلے ابتدائی مدنی زمانہ میں ہوا ہے۔ نظر ڈالئیے مسلمان بظاہر کمزور ہیں۔ دوسرے خوف اس کا کہ دشمن زبردست ہے اور ساز و سامان والا ہے۔ اِن حالات میں ان کا غالب آنا، خدا کا کام تھا۔

سورۃ محمدؐ شروع ہوتی ہے: الذین کفروا و صدوا عن سبیل اللہ اضل اعمالھم، جو پیغام حق کا انکار کرتے ہیں اور اللہ کے رستے میں روڑے اٹکاتے ہیں اس کا نتیجہ اضل اعمالھم ہے یعنی انکی تمامتر کوششیں بیکار جاتی ہیں۔

ایک طرف انتہائی کمزوری اور بے بسی۔ مگر بایں ہمہ بشارت دی جاتی ہے کہ کفار کی سب کوششیں رائیگاں جائینگی۔ آج مُسلمانوں کو خُدا کے وعدوں پر ایمان نہیں لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم ایک ایسی قوم تھی کہ اس کو خدا کے وعدوں پر پختہ ایمان تھا اور باوجود بے سرو سامانی اور قلت تعداد کے جب کفار کی افواج ان پر یورش کرتیں۔ اور انکی طاقت کو دیکھ کر لوگ کہتے یا اھل یثرب لا مقام لکم کہ اے اہل یثرب اب تمہارا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ لیکن ان کے دل نہیں بیٹھتے تھے۔ بلکہ وہ ھذا ما وعدنا اللہ و رسولہ کا نعرہ لگاتے تھے۔ انہیں حق الیقین تھا کہ ان کے دشمن نیست و نابود ہو جائینگے۔ بات دراصل یہ ہے کہ صرف مُنہ کی باتوں سے کچھ نہیں بنتا جبتک پختہ ایمان اور عمل صالح نہ ہو۔ وُہ قوت ہی پیدا نہیں ہوتی جو ہر ایک چیز کو زیر کرتی جاتی ہے۔ جو لوگ خُدا کو اپنی ڈھال بناتے ہیں خُدا ان کے لئے ڈھال ہو جاتا ہے اور ہر پہلو سے ان کی حفاظت کرتا ہے۔ چنانچہ دوسری آیت میں فرمایا والذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے کفر عنھم سیاتھم واصلح بالھم۔ ہم انکی بُرائیوں کو ڈھانپ دیتے ہیں۔ اور ان کی حالت کو سدھار دیتے ہیں۔ مگر آیت کے درمیان میں ایک اور شرط بھی لگا دی ہے کہ اٰمنوا بما نزل علے محمد و ھو الحق من ربھم۔ مگر اب ایمان اور عمل صالح کا معیار یہ ہے کہ وہ حق جو محمد رسول اللہ صلعم پر نازل ہوا اس پر ایمان لائیں کیونکہ ہر ایک شعبۂ زندگی میں کامل اور مکمل ہدایت ہونے کے باعث اب تکمیل نفس اور دُنیا کی نجات کا مدار اس تعلیم پر عمل کرنے پر منحصر ہے۔

یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص خدا کو ملنے اور نیک عمل کرے مگر معرفت الٰہی اور تزکیہ نفس کے لئے اس راہ پر گامزن ہونا ضروری ہے۔ جو خدا کا آخری نبی لایا اور جو اس امر میں آخری ہدایت ہے۔ ما نزل علے محمد کیا ہے وہ قرآن ہے جب تک اس سے تمسک نہیں کیا جائے گا نہ اس مقام پر انسان پہنچے گا جہاں خدا اسے پہنچانا چاہتا ہے اور نہ دُنیا میں امن قائم ہو گا یہ صرف دعوٰی ہی نہیں۔ محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم جس قوم کی طرف مبعوث ہوئے وہ دُنیا کی ارذل اجڈ اور سیّات میں لتھڑی ہوئی قوم تھی نبی آخرالزمان کی قوتِ قدسی اور قرآن پاک کی پاک تعلیم سے ان کی نہ صرف سب برائیاں دور ہو گئیں بلکہ ان کی حالت ایسی اچھی ہو گئی کہ وہ دنیا کی پیشرو قوم بن گئی کیا اس حقیقت سے کوئی انکار کر سکتا ہے؟ افسوس ہے کہ آج مسلمانوں کو اس پر ایمان نہیں۔ نفاذ شریعت کو وہ اس زمانہ میں ناموزوں سمجھتے ہیں۔ یہ سب فقدان ایمان اور پاہج پن کا نتیجہ ہے۔ انسان ہمیشہ اپنی کمزوری کو چھپانے کے لئے حیلے اور بہانے تراشتا ہے۔ ورنہ اگر ایمان اور ارادہ ہو تو سب مشکلات دُور ہو جاتی ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب فتنہ ارتداد کو فرو کرنے کے لئے بحرین میں لشکر بھیجا۔ تو ان کے وہاں پہنچنے پر ان کے اونٹ جن پر خورد و نوش کا سامان لدا ہوا تھا، ایک ایک کر کے صحرا کی طرف روانہ ہو گئے۔ لشکر میں بڑی بے چینی پیدا ہوئی خصوصًا پانی کے متعلق جس کی چھاگلیں اونٹوں پر لدی ہوئی تھیں۔ سالار لشکر کو جو اطلاع ہوئی تو انہوں نے سب کو جمع کیا اور فرمایا کہ تم خُدا کے رستے میں نکلے ہو تو کیا خدا تمہیں بھوکا اور پیاسا مارے گا۔ خُدا کی شان ہے کہ اس وقت ایک شخص آیا اور اس نے اطلاع دی، کہ قریب ہی پانی کا چشمہ مل گیا ہے اور اس کے بعد اکہ دُکہ وہ اونٹ خود ہی کیمپ میں پہنچ گئے ومن یتوکل علے اللہ فھو حسبہ اس پر ایمان ہونا چاہیئے وہ ایسے سامان مہیا کرتا ہے جو بظاہر انہونے ہوتے ہیں آج ہم خُدا کو چھوڑ کر اسباب پر گر گئے ہیں۔ نتیجہ خسر الدنیا و الاٰخرۃ ہے۔

اس صدی کے مجدد نے بھی جو محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کا کامل بروز تھا جو بعینہٖ ان حالات میں آیا جو اس کے ہادی کے وقت میں موجود تھے (کیا آج بلحاظ فسق و فجور، فتنہ و فساد، شراب خوری، زناکاری، ڈاکہ زنی، عرب کے سے حالات موجود نہیں؟) دُنیا کو خدا کی طرف بلایا اور اپنی جماعت کو یہ ہی تلقین کی کہ قرآن سے تمسک کریں۔ اور اپنے اندر ایک سچی تبدیلی پیدا کریں ورنہ ظاہری تعلق سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ بلکہ خدا کی تم پر

حجت پوری ہونے کے باعث تم زیادہ قابلِ مواخذہ ہوگے اور مجھ سے کاٹے جاؤ گے۔ آپ خود سوچیں کہ جو قوم اس وقت یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر کے لئے کھڑی کی گئی۔ اگر ان میں خود روحانیت اور روشنی نہیں تو وہ دوسروں میں یہ چیز کیسے پیدا کریں گے۔ چراغ سے ہی چراغ روشن ہوتا ہے۔

دنیا کی نظر آپ پر ہے۔ لوگ آپ کو ہر وقت تاڑتے رہتے ہیں آپ کی ایک ادنیٰ لغزش بھی بڑے نقصان کا موجب ہوتی ہے۔ مجھے ایک صاحب کا خط آیا ہے جو کہ زیرِ تبلیغ تھا اور جس کو خدا نے حق دکھا دیا ہے انہوں نے مجھے لکھا کہ جماعت کے لوگوں سے ان کا تعارف کرایا جائے۔ مگر بدقسمتی سے میرے بتائے ہوئے دوست سے پہلے وہ جن سے ملاقی ہوئے اُنہوں نے ایک تو روکھاپن دکھایا اور دوسرے تمام وقت اپنی مدح سرائی میں صرف کیا جس سے نوواردپر بہت بُرا اثر پڑا اور اُنہوں نے مجھے لکھا کہ اگر دوسرا شخص جس کی طرف میں نے ان کو رہنمائی کی تھی بھی انہیں اخلاق کا مالک ہو تو ان کا کیا حشر ہوگا۔ خُدا جانتا ہے کہ مجھے اس سے بہت صدمہ ہوُا۔ ہمارے مبلغین کا شاید یہ ہی کام رہ گیا ہے۔ کہ وہ خودستائی اور خودپسندی کا اظہار کریں، اور بزعم خود اپنے کارناموں کی ڈینگیں مار کر دوسروں کو مرعوب کریں۔ ان کو ان اللہ لا یحب کل مختال فخور کا وعید یاد رکھنا چاہیئے۔

مومن تو اگر اللہ اس کو کوئی نیک کام کرنے کی توفیق دے، تو اس کو ظاہر کرنے سے شرماتا ہے۔ حضرت اقدس علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ اگر ان کو کوئی عبادت یا نیک کام کرتے ہوئے دیکھ لے تو وہ اس طرح شرمندہ ہوتے کہ گویا زنا کرتے ہوئے پکڑے گئے۔ درحقیقت خالصۃً لِلّٰہ وہ ہی امر ہے جس میں ریا و تکبّر و فخر و خودپسندی نہ ہو۔

ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے منصب کو پہچانیں اور اپنے فرض کا ہم میں احساس ہو ورنہ اگر یہ چیزیں مفقود ہوں تو ہم کامیابی کا مُنہ نہیں دیکھ سکتے ٭

یہ عالم .....؟

سیدہ اختر صاحبہ

دگرگوں رنگِ عالم ہو رہا ہے — کہ سرکش ابنِ آدم ہو رہا ہے
فنا پرور ہوائیں چل رہی ہیں — چراغِ زیست مدھم ہو رہا ہے
جلایا . . خرمنِ باطل کو جس نے — وہ شعلہ آج شبنم ہو رہا ہے
رواداری، نہ اخلاق و محبت! — یہ عالم ... کیسا عالم ہو رہا ہے
شبستانوں میں زرّیں قہقہے ہیں — کہ یہ اقدامِ ماتم ہو رہا ہے
عجب کیا؟ منتشر ہو ذرّہ ذرّہ — زمانہ ... پھر منظم ہو رہا ہے

مداوائے اَلم کیا ہو؟ کہ اختر؟
مسرّت میں بھی اک غم ہو رہا ہے

جامِ صہبائی

(اثر صہبائی)

غم رہے، یا خوشی رہے یارب! — تجھ سے وابستگی رہے یارب!
زندگی کی سیاہ راتوں میں — تیری ہی روشنی رہے یارب!
جب بھی تیرا خیال آتا ہے — اپنے ہمراہ تجھ کو لاتا ہے
جب بھی تجھ کو پکارتا ہے دل — تجھ کو اپنے قریب پاتا ہے
پڑی چشمِ کرم ہے میرے لئے — تختِ جم، جامِ جم ہے میرے لئے
زندگی، اک سرور کا عالم — دورِ مے دمبدم ہے میرے لئے
رنگ و خوشبو و نور کا عالم! — تیرے جلووں میں کھو گیا ہوں میں

تیرے حسن و جمال کا نغمہ!
اپنے نغموں میں کھو گیا ہوں میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

لمحۂ فکریہ برائے اہلِ شیعہ

سردارِ دوجہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے انبیاء سابقین کا نزول مقامِ توحید۔ اشاعتِ دین حسبِ ضرورت زمانہ اور استعداد انسانی جاری رہا۔ انبیاء سلف کا نزول سرکارِ دوعالم کی بعثت پر ختم ہوا ہے۔ منزل من اللہ دین اسلام آپؐ پر مکمل کیا گیا ہے۔ آپؐ خاتم الانبیاء ہیں۔ آپؐ کے بعد حضورؐ کے کامل متبعین میں سے حفاظتِ دین کے لئے آیۂ استخلاف کے مطابق خلفاء ہوئے ہیں اور حسبِ ضرورتِ زمانہ ہوتے رہیں گے۔ اسی سنت اللہ کے مطابق خلفائے راشدین تھے، جن کی خلافت کی تصدیق اور اس خلافت مصدقہ کی میعاد کا تعین احادیث میں واضح ہے۔ ان خلفائے راشدین کے اسماء حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ بن الخطاب، حضرت عثمانؓ غنی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ہیں۔ جن پر یہ خلافتِ اولیٰ ختم ہوئی ہے۔

شیعہ حضرات حکمِ خدا، ارشادِ رسولؐ اور جمہورِ اسلام کے خلاف ماسوائے حضرت علیؓ کوئی دوسرا اس منصبِ خلافت کا اہل نہیں مانتے ہیں۔ مگر جس طرح سے ہونا مقدر تھا وہ تو ہو کر گذر چکا ہے۔ اب چودہ صد سال کے بعد خلافتِ حقہ کا انکار اور اس پر واویلا لاحاصل ہے۔ بالفرض شیعہ حضرات کے اس تصور کے مطابق کہ حضرت علیؓ ہی حقدارِ خلافت تھے اور وہ ہی خلیفۂ اول ہونا چاہتے تھے۔ تو بتائیں کہ خلفائے اولین سے زیادہ کون سے خدماتِ اسلام حضرت علیؓ نے کئے ہیں۔ جبکہ حضرت علیؓ کے زمانۂ خلافت کے حالات اور واقعات کوئی پوشیدہ نہیں ہیں۔

بقول شیعہ اگر خلافت راشدین کا انکار کیا جائے۔ تو حضرت علیؓ کی خلافت کیسے ثابت ہو سکے گی۔ خلیفہ اول یا آخر ہونے سے درجات میں تو کوئی فرق نہیں ہوتا ہے۔ سرکارِ مدینہ تمام انبیاء کے بعد مبعوث ہوتے ہیں۔ مگر آپ کو تمام انبیاء پر فضیلت ہے جس طرح انبیاء کو انبیاء پر فضیلت ہے اسی طرح خلفاء، شہداء اولیاء اور مومنین بھی بعض بعض سے افضل ہو گئے مگر اس فضیلت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ کون کس سے افضل ہے۔ ہمارے لئے تو یہ سب قابلِ احترام ہیں۔ اور ان کی کسرِ شان موجبِ سلبِ ایمان ہے۔ ہر ایک انسان اپنے اعمال کا ہی ذمہ دار ہے۔ روزِ جزا اعمال ہی کی پرسش ہوگی۔ بزرگانِ دین کے درجات کی دریافت تو نہیں ہوگی۔ تو پھر شیعہ حضرات کا یہ جھگڑا تو تفرقہ فی الدین ہے۔

اصولِ دین تو خالقِ کائنات کا واحد لاشریک ماننا، فرشتوں پر ایمان لانا، منزل من اللہ کتب اور انبیاء کی تصدیق اور روزِ جزا کو تسلیم کرنا ہے۔ مگر شیعہ صاحبان نے اس میں بھی اضافہ کر کے اپنے بارہ آئمہ کا ماننا اصولِ دین میں شامل فرمایا ہے۔ کیا کوئی صاحب اس اُصولِ دین میں اپنے اضافہ کا ثبوت قرآن مجید کی آیاتِ محکمات میں سے دے سکتا ہے؟

ارکانِ اسلام میں سے پہلا رکن نماز ہے۔ شیعہ کا اذانِ نماز میں اختلاف ہے۔ ان حضرات نے اذان میں حضرت علیؓ کی ولایت اور تقویٰ کا اعلان فرض قرار دے لیا ہے۔ حالانکہ یہ کلمات زمانۂ رسالتؐ اور خلفائے راشدین میں نہیں کہا جاتا تھا۔ اور نہ ہی حضرت علیؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں اس کو جاری کیا تھا۔ معلوم نہیں کہ محبانِ علیؓ نے کہاں سے یہ تصرف فی الارکان کیا ہے۔

دیگر فرائضِ اسلام ہے۔ اللہ کا نہ یہ حکم ہے کہ سب مسلمان آپس میں ملیں تو السلام علیکم کہا کریں۔ مگر تمام شیعہ اپنی ملاقاتوں میں یا علی مدد، پکارتے ہیں۔ نعرۂ رسالتؐ تو اللہ اکبر ہے مگر ان کا نعرۂ حیدری یا علی ہے۔ مسلمان تو ہر روز پانچ وقت باوضو رو بقبلہ، حالتِ نماز میں اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ کا ورد کرتا ہے جو بارگاہ عالی میں بصورت وعدہ کے ہے۔

اپنے وعدہ کا ایفاء مسلمان پر فرض ہے۔ انسان تو اپنی مدد بھی جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شاملِ حال نہ ہو ہرگز نہیں کر سکتا، پھر وہ دوسروں کی امداد کیا کر سکے گا۔ کیا اللہ تعالیٰ کا یہ حکم قرآن مجید میں ہے۔ کہ اُسے چھوڑ کر اس کی وفات یافتہ مخلوق سے مدد طلب کیا کرو۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر خالق و مالک خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر اس کے وفات یافتہ بندوں سے مدد مانگنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ نہیں تعاونت جیسی اللہ نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر۔ و مالکم من دون اللہ من ولی و لا نصیر۔ قرآن میں نہیں لکھا ہوا ہے۔

اصحابِ رسولؐ جن کے فضائل کی تصدیق قرآن مجید میں واضح ہے اور رسالتؐ کے بے شمار ارشاداتِ فضیلتِ صحابہؓ پر موجود ہوتے ہوئے حرم رسولؐ جن کے لئے کلام پاک میں امہات المومنین کا ارشاد اور جن کی تطہیر آیات اللہ سے ثابت ہے پیر عبدالقادر رحمہ اللہ جیسے علماء ربانی جو وارث الانبیاء تھے یہ سب شیعہ فرقہ کے نزدیک حق پر نہ تھے اس سے زیادہ اس فرقہ کے لغویات میں سے صرف یہ کہ رسالتؐ پر ایمان لا کر رحمۃ للعالمین کا فرمان کہ ماں کو معصومہ کی تربیت قدسیہ کو اس قدر ناقص سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے حرمِ شریفین اور اپنے جاں نثار صحابہؓ کو بھی راہِ راست پر نہ لا سکے۔ بریں مسلمانی بباید گریست۔

مسلمان کہلانے والو تمہارے اس ...... سے نہ صحابہؓ کے فضائل اور مدارج کم ہو سکتے ہیں۔ اور نہ ہی حرم رسولؐ کی تطہیر پر کوئی حرف آسکتا ہے۔ عاقبت سے ڈرو اور اپنے ایمان کی فکر کرو۔ اگر نجات چاہتے ہو، تو قرآن مجید اور اسوۂ رسولؐ کی اتباع کرو۔

جس طرح حضرت علیؓ اور حسنینؓ نے اس پر عمل کر کے تقرب الی اللہ اور سرفرازی پائی ہے۔ اُمت میں سے جس کسی نے کچھ پایا ہے۔ اتباعِ رسالتؐ سے ہی پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل کسی خاص قوم اور نسل کے لئے مختص نہیں ہے۔ وہ جس پر چاہتا ہے اپنا فضل کرتا ہے۔

حسینؓ سے محبت کے مدعی دارو جب تک اپنے اقوال اور افعال سے احکامِ خدا اور اتباعِ رسولؐ کے پابند نہیں ہو گے، تمہاری اس زبانی محبت کی کوئی قدر نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس زبانی محبت پر انحصارِ نجات ہے۔

شیعہ حضرات اپنے تجویز کردہ بارھویں امام مہدی کے متعلق اپنے اس اعتقاد پر غور کریں، جن کو کم و بیش ہزار سال سے اپنے گیارھویں امام حسن عسکری کے گھر پیدا ہو کر چار سال کی عمر میں پہنچ کر کہیں غائب مانتے ہیں اور اتنی طویل مدت تک زندہ یقین کئے ہوئے ہیں، مگر کسی کو بھی اپنے اس امام کی خبر نہیں ہے۔ کہ اب وہ کہاں ہے۔ عجب کہ اس موجودہ دور کے انسان نے زمین کی تہ تک اور آسمان کی بلندی پر پہنچ کر سب کچھ دریافت کر لیا ہے۔ مگر مجوزہ امام کا کہیں سراغ نہیں مل سکا ہے کہ وہ کس جگہ قیام رکھتے ہیں۔ شیعہ حضرات باوجود اس لاعلمی کے پیدا شدہ ہونے کی وجہ سے شاہد اور لاپتہ ہونے کی وجہ سے امام غائب مانے جاتے ہیں۔ کہیں قیام کا مقام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے لامکان ضروریاتِ زیست کی احتیاج سے بے نیاز، اثراتِ زمانہ سے محفوظ تصور کئے ہوئے ہیں، اور امام صاحب کو اپنے فرضِ ہدایت کی بھی اس گمراہی کے زمانہ میں ضرورت ہوتے ہوئے سبکدوش کئے ہوئے ہیں۔ فرمائیں کہ امام ایسے ہی ہوتے ہیں۔ کہ جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرح شاہد بھی اور غائب بھی، لامکان بھی۔ حی و قیوم بھی، احتیاجِ زندگی سے مستثنیٰ اور اثراتِ زمانہ سے محفوظ مانتے ہو۔ کیا زمانہ ماضی میں ان صفات سے متصف کوئی ایسا ہادی ہوا ہے؟ جب آدمؑ سے لے کر اس دم تک ایسا کوئی ہادی نہیں ہوا ہے تو پھر ایسے ظنی اور مشرکانہ اعتقاد پر اصولِ دین کی بنیاد کیسے رکھی جا سکتی ہے یہ درست ہے کہ ایسے علماء ربانی اپنے اپنے زمانہ ماضی میں ہوتے رہے ہیں، جو بمطابق ضرورتِ زمانہ کے مطابق نور دین اور علوم قرآن سے جو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے عطا ہوتا ہے۔ اپنے ہمعصر عوام کی اصلاح کرتے رہے ہیں۔ اُن کے علومِ دین اور تقویٰ سے مستفید ہونے والے عوام نے انہیں اپنا امام تسلیم کیا ہے۔ وہ مجددین تھے، اسلامی دنیا اور اہلِ علم طبقہ ان کو جانتا ہے۔ وہ اپنے زمانہ میں بھی قابلِ تقلید تھے اور موجودہ زمانہ میں بھی ان کے اقوال مقبول ہیں۔

ایسے صادقین کی معیت عوام زمانہ پر فرض ہے۔ جو کونوا مع الصادقین کے امر سے عیاں ہے۔

یہ تو میں بیان کر چکا ہوں۔ کہ حفاظتِ دین کے لئے اب اُمتِ خیر البشرؐ سے ہی خاص ایسے کامل متبع رسالتؐ انسان پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ جو دینِ اسلام کے ساتھ

اور آئندہ زمانہ میں بھی ہوتے رہیں گے، ان کی ہدایت سے محروم رہنے والے جاہل تو رہتے ہیں، منکر اسلام نہیں ہوتے۔ یہ مصلحین انبیاء کے علوم کے وارث اور مظہر ہوتے ہیں، انبیاء نہیں ہوتے، اس لئے اصولِ دین میں ان کا ماننا شامل نہیں ہے۔ مگر شیعہ نے تو اپنے آئمہ کو اصولِ دین میں شامل فرما کر اضافہ کیا ہے، جو ان کے آئمہ کو نہیں مانتا وہ تو مسلمان ہی نہیں ہوتا۔

آمدم برسرِ مطلب کسی بزرگ اسلام کی وفات اور تکالیف پر رونے پیٹنے کا کوئی حکم قرآن مجید میں تو ہرگز نہیں ہے۔ اگر کسی کی وفات پر رونا پیٹنا فرض اور کارِ ثواب ہوتا، تو سرکار دو عالم کی وفات اور تکالیف پر رونے اور پیٹنے کا حکم ہوتا۔ وفات یا نقصان پر تو انا للہ و انا الیہ راجعون کہنے کا ارشاد خداوندی ہے، اور اس کلمہ پر غور کرنے سے صبر کی تلقین ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ فطرتِ انسان میں خالق کل نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ جب کوئی انسان کسی اپنے ہم جنس کی مصیبت اور مفارقت کو دیکھتا یا سنتا ہے تو مغموم ہو جاتا ہے یا رونے لگتا ہے، اور اگر کسی اپنے کو خوشی کی حالت میں دیکھتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔ یہ تو تقاضائے فطرت ہے۔ اسی سے متاثر انسان اپنے اقارب کی مفارقت اور قابل قدر انسانوں کی موت اور تکالیف پر روتا ہے۔ انبیاء بھی اس فطرتِ انسانی سے مستثنےٰ نہیں ہیں۔ مگر یہ رونا نہ تو ثواب ہے، اور نہ گناہ۔ بناوٹ سے پیٹنا تو گناہ کبیرہ ہے۔ مگر شیعہ تو شہادتِ حسینؓ پر رونا پیٹنا ہی ذریعہ نجات تصور کرتے ہیں اور اپنی محبت کا اظہار رونے پیٹنے پر منحصر سمجھتے ہوئے اس غلط بنیاد کی تکمیل میں وہ کچھ کرتے ہیں، جس کی تفصیل بیان کرنا باعث شرم ہے۔

روضے بنائے جاتے ہیں، علم نکالتے ہیں، کہیں گھوڑا بنا سنوار کر دلدل نام رکھتے ہیں، اور اپنے بنائے ہوئے سامان کو دیکھ کر روتے پیٹتے ہیں، کہیں ننگے جسم پر زنجیروں سے ماتم ہوتا ہے، راگ میں از سرتاپا غلط روایات بیان کرنا ان کا طرۂ امتیاز ہے، کہیں مغرب سے سورج کا طلوع ہونا بیان ہوتا ہے، کہیں طبعی مردے زندہ کئے جا رہے ہیں، کہیں پانی نہ ملنے سے تکالیف بیان ہوتی ہیں اور کہیں معجزۂ امامت سے چشمے نمودار ہو رہے ہیں۔ شاعرانہ تخیل پر ایمان کی بنیادیں استوار کرتے ہیں۔ غلو اس قدر ہے کہ خداوند عالم کے مختص صفات جو صرف قادر مطلق کے ہی زیبا ہیں۔ انسانوں کو اس میں شریک کر کے شرک جیسے کبیرہ گناہ سے بھی نہیں ڈرتے۔ لطف یہ ہے کہ ان کے ذاکرین جو ان کے علماء کا درجہ رکھتے ہیں۔ اپنے مومنین کو اقوال و افعال ممنوعہ سے روکتے نہیں ہیں۔

اسلام میں دو عیدیں ہیں۔ عید الفطر، عید الاضحیٰ شیعہ حضرات نے دو اور بڑھا کر چار کر لی ہیں، ان کے ہاں عید غدیر اور عید نوروز بھی ہوتی ہے، اس فرقہ کے اصولِ دین، فرائضِ اسلام اور فروعات دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس فرقہ کا کوئی علیحدہ دین ہے۔

یہ تو واضح کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین اسلام کا محافظ ہے ابتداء سے اب تک دین اسلام کی حفاظت فرماتا رہا ہے، موجودہ صدی میں جبکہ حفاظتِ دین اور اصلاح مسلمین کی اشد ضرورت تھی تو کیونکر اپنی سنتِ قدیمہ کے مطابق دین اسلام کی حفاظت اور امتِ خیر البشر کی اصلاح نہ فرماتا۔

آئیے ذرا ساٹھ سال گذشتہ کے اسلام کی حالت اور اصلاح امت کی ضرورت پر غور کریں جو مختصراً ہی بیان کرتا ہوں۔

جب مکفرین اسلام نصاریٰ، آریہ، ہندو، دہریہ وغیرہ علوم مروجہ اور اقتدار دولت و حکومت کے نشہ میں مسلمانان کی زبوں حالت کو دیکھ کر اسلام کی بیخ کنی پر کمر بستہ ہو کر ہر طرف اور ہر طریق سے اسلام پر حملہ آور ہو کر بانئے اسلام پر ایسے ناجائز حملے اور توہین کر رہے تھے جو ناقابل بیان ہیں مسلمانان اقتدار دنیا اور علوم دین سے محروم ہو چکے تھے، اس لئے منکرین کے اعتراضات کا جواب علماء اپنے خود ساختہ اعتقادات کی خامیوں کی وجہ سے نہیں دے سکتے تھے۔ جواب کیونکر دیتے، جب منکرین اسلام کے اعتراضات کی تائید علماء کے اعتقاد میں موجود تھی۔ ان حالات کو دیکھ کر اکثر مسلمانان اسلام سے برگشتہ ہو کر عیسائیت کے آغوش میں جا رہے تھے، اور جو کوئی حامی اسلام تھا وہ اسلام کی بیکسی اور کس مپرسی کو دیکھ کر حیران و نالاں تھا۔ مولانا حالی مرحوم نے مسلمانوں کی زبوں حالت پر جو مرثیہ لکھا تھا۔ وہ دیکھنے کے قابل ہے۔ اور اس وقت کے جن مسلمانوں میں کچھ درد اسلام تھا وہ بارگاہ رب العالمین میں رو رو کر دعائیں کرتے تھے کہ اے قادر و کریم تو ہی اس دین کا نازل کنندہ ہے اور اب تو ہی اس کی حفاظت پر قدرت رکھتا ہے، اپنے دین اور اپنے حبیب کی موجودہ حالت پر رحم فرما، سوائے تیرے کرم کے اب اس کے زندہ ہونے کا بظاہر کوئی چارہ نظر نہیں آتا ہے۔ مسلمانان در گور ہیں اور مسلمانی در کتاب، جس پر سے یقین متزلزل ہو چکا ہے۔

اب تھوڑے سے جمہور اسلام کے اعتقادات سنیئے شیعہ کا تو مختصراً ذکر آ چکا ہے، اب جمہور کے چند موٹے موٹے اعتقادات ملاحظہ ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دو ہزار سال ... سے آسمان پر زندہ بجسم اور احتیاج انسانی سے مستثنےٰ مانے ہوئے تھے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے افضل الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی اصلاح کے لئے زمین سے زندہ اٹھا کر آسمان پر رکھ دیا ہوا ہے۔ تاکہ امتِ خیر الوریٰ کی اصلاح کی جا سکے۔ یہ مانتے ہوئے کہ حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل کے لئے مخصوص رسول تھے آسمان سے کس پوزیشن میں نازل ہوں گے، قرآن مجید نے جن انبیاء کی تصدیق کر دی ہے ان کو نبی نہ ماننا تو کفر ہے، اگر حضرت عیسیٰؑ کو نبی مانا جائے۔ تو سرکار مدینہ خاتم الانبیاء کیونکر مانے جائیں گے۔

خداوند عالم کے تمام صفات از ازل تا ابد قائم ہیں، انبیاء سلف اور ان کی امت پر الہام کو جاری مانتے ہیں، مگر امتِ خیر البشرؐ جس کو خیر الامم تسلیم کرتے ہیں، اس کو الہام سے محروم رکھتے ہیں۔

قرآن مجید میں آیات اللہ کے منسوخ اور ناسخ کا اعتقاد رکھ کر عالم الغیب خدا کو بھی بھول جانے والا سمجھتے ہیں۔

عصمتِ انبیاء پر افتراء کیا گیا ہے۔ غرضیکہ مسلمانوں نے اپنی کم علمی سے اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کی کتاب قرآن مجید کی سچائی کو مشکوک اور انبیاء پر افتراء کر کے ایسے بعید از اسلام اعتقاد گھڑ لئے ہوئے تھے، کہ جن کو تسلیم کرتے ہوئے دین کے بیان کردہ بنیادی امور پر کس طرح محکم یقین ہو سکتا ہے، اور اگر یقین ہی مشکوک ہو تو پھر اسلام میں باقی کیا رہ جاتا ہے۔

تفاسیر اور دیگر اقوال میں اختلافات کی داستان تو بہت طویل ہے۔ اس مضمون میں گنجائش قلیل ہے۔ اب صرف بین المسلمین اتفاق پر توجہ دلاتا ہوں، اللہ تعالیٰ کا حکم تو واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ہے۔ مگر ہر فرقہ کے مسلمان نے دوسرے فرقہ کے مسلمانوں کو کفر کا فتویٰ دے کر اسلام سے خارج کر دیا ہے۔ دیوبندی علماء بریلوی فرقہ کو کافر اور بریلوی دیوبندی کو کافر کہتے ہیں، اس طرح تبلیغی فرقہ حنفی فرقہ کو، حنفی علماء وہابی فرقہ کو کافر کا خطاب دے کر۔ اہلِ حدیث اہلِ قرآن کو اور اہلِ قرآن اہلِ حدیث کو کافر بنا کر تمام فرقوں کے مسلمانوں نے کسی اصولی اختلاف کے بغیر آپس کے معمولی معمولی اختلافات پر صریح کفر سے ایک دوسرے کو گھائل کر کے اسلام کا بیڑا غرق کر لیا ہے۔

گدی نشینانِ زمانہ اپنے حلوے مانڈے کی خاطر اپنی پرستش کرا رہے ہیں، مرید انہیں سجدے کرتے ہیں اور پیر سجدے کے جواز پر تقریریں کرتے ہیں۔ غور کیجئے کہ ایسے موجودہ حالات میں حفاظت دین اور اصلاح کی ضرورت نہ تھی۔ تو فرمایئے۔ کہ کونسی کمی باقی رہتی ہے جو پوشیدہ ہے۔

رب العالمین نے انسانی جسم کی ربوبیت اور روح کی تربیت کا ابتداء سے جو انتظام کیا ہوا ہے وہ تو یہ ہے کہ امساک باراں سے زمین خشک ہو کر مردہ ہو جاتی ہے تو بارانِ رحمت سے یہی مردہ زمین سرسبز ہو کر پھل، پھول، غلے وغیرہ پیدا کر کے جسمانی ربوبیت مخلوق کا سامان پیدا کر دیتی ہے، اسی طرح جب غافل انسان اپنی غرض پیدائش کو بھلا کر جو عبادت ہے، یعنی تعمیل حکم خدا کے خلاف عمل سے اپنے روح کو مردہ کر لیتا ہے اور اور زمانہ میں ایسے مردگانِ روحانی کی اکثریت

ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ روحانی زلیست کا سامان اسی امت خیر البشر کے کامل متبعین میں سے جس کو چاہتا ہے ۔ اصلاح روحانی کے لئے پیدا کر دیتا ہے اور اپنے اس بندہ کو محتاج نبوت پر علم ۔ استقلال ، معارف قرآن اور شرف الہام سے سرفراز کر کے اصلاح دین کے لئے مامور کرتا ہے ۔ اور اپنے مامور کو براہین نیرہ اور دلائل صحیحہ عطا کرتا ہے ۔ اُس کے اقوال اور افعال کو پاکیزہ اور اُس کے آئینۂ دل میں اتباع نبوت سے وہ نور عطا کرتا ہے ۔ جس کو متلاشیان حق اور غور کرنے والے شناخت کر کے پروانہ وار اطاعت اختیار کر لیتے ہیں ۔ وہ سربستہ راز قرآن جن کے انکشاف کی ضرورت اصلاح دین کے لئے زمانہ میں ہوتی ہے ۔ وہ راز اُس پر منکشف ہوتے ہیں ۔ جو دین کی حفاظت معارف قرآن اور اسوۂ رسول کے مطابق کرتے ہیں ۔ اور عطا شدہ نورِ روحانی کی ضیائے دین اسلام کے چہرہ کو ایسا منور کر دیتے ہیں ۔ کہ جو لوگ اس مامور کے قرب میں ہوتے ہیں ۔ وہ حسب استعداد اس نور سے مستفید ہو کر ایک فعال جماعت بن جاتی ہے ۔ جو اپنوں اور بیگانوں کو دین کے اصلاح شدہ چہرہ کے نور سے آگاہ کر کے اسلام کا بول بالا کر دیتے ہیں ۔

مذکورہ بالا مفاسد زمانہ سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا ہے ۔ اب اس پر غور کریں ۔ کہ اس امت کے متبعین میں سے کسی نے ایسا زمانہ میں مامور من اللہ ہونے کا دعوے کیا ہے ۔ یہ تو عیاں ہے ۔ کہ ایک مرد خدا نے جو پنجاب کی ایک گمنام بستی قادیان میں پیدا ہوا ۔ اُس نے صرف دعوےٰ ہی نہیں کیا ۔ بلکہ اسلام کی اس گئی گذری ہوئی حالت کو ایسا سنوارا ہے ۔ کہ اس کے اسلامی کارہائے نمایاں کا اعتراف پیش از دعوئے مشاہیر وقت نے کیا ہے ۔ خاص کر جب اس امام موعود نے اسلام کی سچائی پر جو دلائل براہین احمدیہ کتاب لکھ کر شائع کئے تھے تو مولوی محمد حسین بٹالوی نے اس کتاب کی تصنیف پر اس کے مصنف کی تعریف میں اپنے اخبار میں بایں الفاظ لکھا ہے کہ ایسی کتاب قرونِ اولےٰ کے بعد اسلام کے استحکام پر آج تک کسی نے نہیں لکھی ہے ۔ اس کے مصنف نے حال قال اور مال سے اسلام کی یہ ایسی خدمت کی ہے جس کی اب تک کوئی نظیر نہیں ہے اس کتاب میں اسلام ، کے استحکام پر ایسے مضبوط دلائل ہیں ۔ جن کی تردید کے لئے اس امام موعود نے مخالفین اسلام کو بذریعہ اشتہارات چیلنج کیا ہے کہ اگر کوئی ان دلائل کی تردید کر سکے تو مبلغ . . . . . دس ہزار روپیہ انعام تردید کنندہ کر دیا جائے گا ۔ اگر ان پیش کردہ دلائل کے نصف ۔ رُبع کی بھی کوئی مخالف اسلام تردید کر سکتا ہے تو اُس کو انعام مشتہر کردہ کا حصّہ انعام دیا جاوے گا ۔ جس قدر وہ تردید کرے گا ۔ مگر ان تصنیف کردہ دلائل اسلام کی تردید پر قلم اُٹھانے کی جرأت کوئی نہیں کر سکا ۔ لاہور کے جلسہ مذاہب عالم میں اسلام کو دینِ فطرت ثابت کر کے غیر از اسلام ادیان کے مقررین کو تسلیم کرا دیا تھا ۔ کہ اسلام سب مذاہب سے برتر ہے ۔ وغیرہ

یہ مسیح موعود اور امام غلام احمد ہے ۔ حضرت احمد و محمد صلّی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے ہی اس کو یہ شرف اور رُتبہ ملا ہے ۔

حضرت سلیمان فارسی کی نسل سے فارسی الاصل ہے ۔ اور مغل ہونے کی وجہ سے مرزا کا لقب ہے ۔ زمیندار خاندان سے ہے ۔ مگر اس مامور من اللہ نے جب دعوے کا اعلان کیا ۔ تو وہ لوگ جو دعوے سے پہلے اس امام کے اسلامی خدمات کے معترف تھے وہ ہی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے ۔ امام اور اُس کی جماعت پر بلا دریغ کفر کے فتوے جمع کر کے ہر طرح کے افترا اور سازشوں سے دیپئے آزاد ہو گئے ۔ عوام کو بھی جو اپنے خیال کے مطابق اپنا امام چاہتے تھے ۔ مخالفت پر آمادہ کر دیا ۔ کوئی تو کسی غار میں سے امام کے ظہور کا منتظر تھا ۔ اور کوئی آسمان سے حضرت عیسےٰ کے نزول کا انتظار کر رہا تھا ۔ اور اپنے آئمۂ منتظرہ کے متعلق ایسے خیال رکھتے تھے ۔ جن کا نہ قرآن مجید میں اور نہ ہی اسوۂ رسولؐ سے کوئی ثبوت ہے مثلاً جب ان کے امام کا ظہور غار سے یا آسمان سے ہو گا ۔ تو تمام دنیا کے انسان مسلمان ہو جاویں گے ۔ جو مسلمان ہو جائے گا اُسے تو معافی ہو گی ۔ اور جو انکار کرے گا ۔ تو وہ امام کے حکم سے قتل کیا جائے گا ۔ آخر ساری دنیا مسلمان ہو گی اور تمام دنیا پر حکومت بھی اسلامی ہو جائے گی ۔ وغیرہ وغیرہ ۔

یہ تو بتایا جا چکا ہے ۔ کہ نہ تو حضرت عیسےٰ آسمان پر زندہ ہیں ۔ اور نہ ہی قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہوئے یہ مانا جا سکتا ہے اب تو شاید ہی کوئی ایسا عقلمند ہو ۔ جو وفات مسیح کا قائل نہ ہو ۔ شیعہ صاحبان نے اپنے امام غائب کے متعلق اعتقاد تو زمانہ ماضی میں کئی رنگ لاتا رہا ہے ۔ جب کہ اس اعتقاد کی آڑ میں کئی مہدی بن چکے ہیں ۔ جن کا ذکر تاریخ میں موجود ہے اب اس صدی چہاردہم کے امام موعود کو قرآن اور اسوۂ رسالت کی اتباع میں اس کے کارہائے نمایاں اور اس کی شناخت کے نشانات کو اپنے مطاع رسولؐ کی زبان مبارک کے ارشادات کو دیکھیں ۔

اس میں شک نہیں ۔ کہ امام موعود کے متعلق روایات میں اختلاف ہے ۔ کسی راوی نے بنی فاطمہؓ کی اولاد سے ۔ کسی نے بنی عباس میں سے ۔ اور کسی نے اولاد حضرت حسینؓ سے کسی نے قوم قریش سے ۔ کسی نے حضرت عمر کی اولاد سے ہونا بیان کیا ہے ۔ وغیرہ وغیرہ

یہ تو ناممکن ہے ۔ کہ ایک فرد میں ان مختلف روایات کے مطابق اوصاف ہوں ۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے ۔ کہ زمانہ ماضی میں ان روایات کے مطابق ایسے مصلحین علیحدہ علیحدہ زمانہ میں گذر چکے ہوں ۔ یا مستقبل میں پیدا ہوں ۔ اور ان روایات کے متعلق یہ بھی امکان ہو سکتا ہے کہ یہ اختلافات راویان کے اپنے ہی روایت کردہ ہوں ۔ یہ تو ہرگز نہیں مانا جا سکتا ۔ کہ احادیث میں اس قدر اختلافات ایک امام کے متعلق فرمودۂ رسالت ہوں ۔

اب میں وہ احادیث مختصراً بیان کرتا ہوں ۔ جو اس مامور کی شناخت کے لئے سرکارِ دوعالم نے فرمائی تھیں ۔ حضور حضرت سلمان فارسی کے متعلق فرماتے ہیں ۔ کہ سلمانؓ میرے اہل بیت میں سے ہے اس کی نسل سے وہ مرد پیدا ہو گا ۔ جو ایمان کو ثریا سے واپس لائے گا ۔ دوسری حدیث یہ ہے کہ وہ صلیب کو توڑے گا اور خنازیر صفات انسانوں کا قاتل ہو گا ۔

تیسری حدیث میں اس مسیح موعود کا حلیہ بیان فرمایا ہے اور اس مامور کے ماننے کی تاکید اپنی امت کو کر دی ہے ۔ ایک حدیث میں اس امام کا حارث یعنی زمیندار ہونا فرمایا ہے ۔ اس امام کے دعوے کے وقت خسوف و کسوف کا حسب فرمودہ رسالت مقررہ تاریخوں میں ہونا طاعون کی بیماری وغیرہ سب کچھ مفصّل ذکر احادیث میں تحریر ہے ۔ جب یہ حالات واقعہ ہوں ۔ تو گھٹنوں کے بل چل کر بھی اس امام کا قرب حاصل کرو ۔ حضرت نے اپنی اُمت کو تاکید فرمائی ہے ۔

جب یہ نشان امام موعود کے شناخت کے لئے مخبر صادق نے چودہ صد سال پیشتر فرما دیئے ہوئے ہیں اور ان کے مطابق ہی امام نے دعوے بھی کیا ہے ۔ دعوے کرنیوالا حضرت سلمان فارسی کی اولاد سے ۔ زمیندار بھی ہو اور حلیہ مبارک بھی عین فرمانِ رسولؐ کے مطابق ہو ۔ دعوے کے وقت معین تاریخوں میں خسوف و کسوف بھی لگ چکا ہو ۔ طاعون بھی ہو ۔ ان سب امور فرمودہ حضورؐ کی تصدیق بھی ہو جائے تو کوئی سمجھدار انسان تو انکار نہیں کر سکتا ہے ۔

مگر وائے بہرحال الپشانی ۔ اکثریت نے جو علما کے زیر اثر تھے ۔ انکار کر دیا ۔ اور مخبرِ صادق کی اس پیش گوئی کی بھی تصدیق کر دی جو موجودہ صدی کے علما کے متعلق تھی ۔

اب اُن حالات پر غور کریں ۔ جب منکرین نے اسلام کو نابود کرنے کا تہیہ کیا ہوا تھا ۔ اور موجودہ حالات کو بھی دیکھ لیں ۔ وہی منکرین جو اسلام کو مٹانے پر تُلے ہوئے تھے ان میں سے اکثر اسلام لا رہے ہیں ۔ منکرین کے وہ خیالات جو اسلام کے متعلق رکھتے تھے وہ تبدیل ہو کر اب اسلام کی خوبیوں کا اعتراف کر رہے ہیں ۔ اور اب مقررین اسلام کو دعوتیں دے کر اسلام پر تقریریں سنتے ہیں ۔ کیا ایسا تغیر بغیر اصلاح ہو سکتا ہے ؟ قرون اولےٰ کے بعد اسلامی سلطنتیں بھی رہی ہیں ۔ علما بھی تھے ۔ ہندوستان میں سلطنتِ مغلیہ بھی سات آٹھ صد سال رہی ہے ۔ امام موعود اور اسکی جماعت کے سوا کسی دوسرے نے ایسی حفاظتِ دین کی ہے ۔ تقریباً ہر زبان میں قرآن مجید کے متراجم شائع ہو کر کلام پاک کے حسن کو جو مکمل ضابطہ حیات ہے ۔ اور بانئے اسلام کی سیرت پاکیزہ کو واضح کر کے غیروں کا منہ بند کر دیا ہے ۔ اسلام کا ایسا بول بالا کیا ہے ۔ کہ آئندہ کسی کو اسلام اور بانئے اسلام پر اعتراض کی جُرأت نہیں ہو گی ۔

دین اسلام کی تقویت پر ایسے دلائل اور علم کلام مہیا کر دیا ہے ۔ جو ادیان باطلہ پر ہمیشہ غالب رہے گا ۔ جماعت امام اس کے مطابق تبلیغ اسلام کر رہے ہیں کفرستان یورپ میں مسجدیں بنا کر توحید کا درس دے رہے ہیں ۔ ان مشرکین کے خداوند عیسےٰ کو وفات یافتہ ثابت کر کے ثابت کر کے عقیدہ تثلیث اور صلیب کو توڑ کر رکھ دیا ہے ۔ ڈوئی جیسے مفرور مشرک کو اور لیکھرام جیسے بدزبان آریہ کو ان کی ہلاکت کا اعلان پیش از وقت مشتہر کر کے پیش گوئی امام کے

مطابق ان کی موت واقعہ ہو چکی ہے۔ کئی اور غناز پر صفات بھی حسب پیش گوئی امام مقررہ وقت پر مرکز مُہر تصدیق ثبت کر چکے ہیں۔ دنیا پرست علماء تو ہمیشہ حق کی مخالفت کرتے چلے آرہے ہیں۔ ان کے افترا اور جھوٹ پر اعتبار نہ کریں۔ امام موعود کی تصنیفات کو پڑھ کر اور واقعات مشہورہ کو دیکھ کر کوئی فیصلہ کر لیا۔ ان علما کے علم کا پردہ تحقیقاتی عدالت میں مسلمان کی تعریف بیان کرنے پر ایسا چاک ہے۔ کہ کوئی بھی اسلام کے مطابق مسلمان کی تعریف نہیں کر سکا ہے۔

کسی جھوٹے مدعی اور مفتری کو جس نے ملہم ہونیکا دعوے ایسے حالات میں کیا ہو کہ نہ تو اس کی شخصیت معروف ہو۔ اور نہ ہی سامان و مال و دولت وغیرہ رکھتا ہو۔ اور نہ ہی ابتدا میں کوئی ساتھ دینے والا ہو۔ اپنوں اور بیگانوں کی اس قدر مخالفت ہوتے ہوئے بجز تائید ایزدی کبھی ایسی کامیابی ہو سکتی ہے۔ جو خود دیکھتے ہو۔ اور کسی کو اتنی طویل مُہلت ملا کرتی ہے۔ کہ وہ خدا پر جھوٹ بولتا رہے۔ اور اس کا بال بیکا نہ ہو۔

کبھی نصرت نہیں ملتی گندوں کو — کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

دنیا کے کیڑے خدا کے فرستادوں کی مخالفت کر کے اُن کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ خود تباہ ہوتے ہیں۔ دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مسلمان کہلانے والوں کو ہدایت دے۔ کہ وہ حق و باطل کی تمیز کر سکیں۔ آمین۔

مُسلمانوں کے تنزل کی حقیقی وجہ

حضرت امیر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:۔

اللہ تعالیٰ نے کیوں دعوت الی الاسلام کے کام کو بقدر اہمیت دی ہے کہ اسلام میں ایک جماعت کا موجود رہنا ضروری قرار دیا ہے جو دعوت الی الاسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ کے کام میں مصروف ہے اسلئے کہ بغیر اسکے مسلمان قوم ایک زندہ قوم نہیں رہ سکتی۔ دُنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ جس قوم نے اپنی ترقی کیلئے اپنی تعداد کو بڑھانے کیلئے جدوجہد ترک کر دی ہے اس میں تنزل اور انحطاط شروع ہو گیا ہے۔ زندگی کے آثار اس میں سے دُور ہو گئے ہیں اور آخر کار وہ مُردگی کی حد تک پہنچ گئی ہے لوگ خیال کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا تنزل انکی سلطنت اور حکومت کے جاتے رہنے سے ہُوا ہے حالانکہ حق یہ ہے کہ مسلمانوں کا تنزل اس وقت سے شروع ہُوا ہے جب سے انہوں نے دعوت الی الاسلام کے کام کی طرف کم توجہی کر دی ہے۔ اور سلطنتوں کا جاتے رہنا محض اس کے نتائج میں سے ایک نتیجہ ہے پھر جب مسلمان دعوت الی الاسلام کے کام پر پوری توجہ کرینگے تو پھر وہی کامیابیاں اور وہی شان و شوکت ان کیلئے ہوگی جسکا وعدہ اولٰئک ھم المفلحون میں ہے۔

پس اس زمانہ میں جب دعوت الی الاسلام کے کام کی طرف سے مُسلمان غافل ہو رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس صدی کے مجدد کو اپنی جانب سے یہ الہام کیا کہ وہ ایک جماعت اس غرض کے لئے تیار کرے کیونکہ ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق ہی کام اس صدی کے مجدد کے سپرد کیا جاتا ہے اور یہ زمانہ ایسا آگیا تھا کہ اسلام ہر طرف سے دوسرے مذاہب کے حملوں کا شکار ہونے لگا اور وہ دین جس کو اللہ تعالیٰ نے اسلئے دُنیا میں بھیجا تھا کہ لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ اسی کو سب سے کمزور سمجھا گیا اور اس پر چاروں طرف سے حملے ہونے لگے۔ ایسے وقت میں اگر اللہ تعالیٰ اپنے دین کی تائید نہ کرتا تو دنیا میں اسکا وجود باقی رہنا مشکل تھا۔ اسکی تائید ہزاروں پہلوؤں سے ہوئی مگر ایک بڑا سبب جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے پیدا کیا وہ یہی تھا کہ اس صدی کے مجدد کے سپرد یہ کام کر دیا اور اسے حکم دیا کہ وہ اسلام کے منور چہرہ کو دُنیا پر ظاہر کرے۔ چنانچہ آپ بار بار یہی اعلان کرتے رہے اور آپ اپنی سب سے پہلی تحریر سے بلکہ جو براہین احمدیہ حصہ اول ہے آخری دم تک بار بار یہی کہتے رہے کہ میرے آنے کی غرض اشاعت اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ ہے اور آپ اس سلسلہ میں داخل ہونے والوں سے جو اقرار لیتے رہے وہ یہ ہے کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم رکھونگا"۔ اس اقرار کا اصل منشا یہی ہے کہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جن کی غرض محض خدمت دین ہو۔ اور ہر شخص جو اس جماعت میں داخل ہوتا ہے وہ درحقیقت یہ عہد کرتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کا اصل نصب العین دعوت الی الاسلام رکھے گا۔

(بقیہ کالم ۲)

مرتضیٰ خاں حسن

باپ بیٹے کی چوتھی مجلس

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

رشید:- اور ابا جان جب میں بھی نماز ترجمہ کے ساتھ پڑھ لوں گا آپ مجھے بھی انعام دیں گے اور اماں جان آپ بھی؟"

ماں اور باپ دونوں:- "ہاں ہاں بیٹا ضرور دیں گے۔"

قیصرہ:- اباجان اور امی جان! اگر میں آپ کو اپنا سبق سنا دوں تو آپ مجھے بھی انعام دیں گے"؟

ماں اور باپ:- ہاں ضرور دیں گے۔ بھلا سناؤ تو!"

قیصرہ:- سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا اله غيرك - اعوذ بالله من الشيطان الرجيم - بسم الله الرحمن الرحيم - الحمد لله رب العالمين الرحمن الرحيم - مالك يوم الدين - اياك نعبد واياك نستعين - اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين انعمت عليهم - غير المغضوب عليهم ولا الضالين ٥

یہ مجھے دادی حضور نے پڑھایا ہے۔

ماں باپ دونوں:- شاباش۔ بہت عمدہ پڑھا ہے۔ شاباش۔"

قیصرہ:- "اب لاؤ میرا انعام" (ماں نے چار آنے اور باپ نے آٹھ آنے) قیصرہ خوش ہوتی ہے اور کہتی ہے۔ اب میرے پاس بارہ آنے ہو گئے۔ میں ان سے گڑیا خریدوں گی۔ اور پھر ماں سے کہتی ہے:-

قیصرہ:- اور امی جان جب میں ساری نماز سنا دوں گی تو آپ مجھے اور بھی انعام دیں گے۔

ماں:- "ہاں ضرور جب تم ساری نماز سنا دو گی تو میں تمہیں اور انعام بھی دوں گی۔"

قیصرہ:- میں تھوڑے دنوں میں ہی ساری نماز دادی حضور سے سیکھ لوں گی۔ پھر میں آپ سے ضرور انعام لوں گی"

ماں:- ہاں میں ضرور انعام دوں گی۔ مگر صحیح صحیح اور رواں یاد ہو۔ اٹک اٹک کر اگر پڑھو گی تو نہیں دوں گی۔"

قیصرہ:- "اچھا"

باپ:- "ہاں میاں رشید! اب تم ایمان کی صفتیں بھی سیکھ گئے۔ ان کا ترجمہ بھی تم نے سیکھ لیا۔ اب تم کو نماز کا ترجمہ کل سے پڑھانا شروع کر دیں گے۔"

رشید:- "اور ابا جان! ابھی مجھے کلمے تو آتے ہی نہیں۔"

سعید:- "یہ میں تمہیں یاد کرا دوں گا۔ فکر نہ کرو۔ تم ابا جی سے نماز کا ترجمہ سیکھ لو"۔

رشید:- اب کب سکھائیں گے؟"

سعید:- "سکول آتے جاتے۔"

رشید:- سکول آتے جاتے۔ یہ کس طرح؟"

باپ:- یہ ٹھیک ہے۔ سکول آتے جاتے کم از کم آدھ گھنٹہ تو ضرور لگ جاتا ہے۔ اس آدھ گھنٹے میں اگر دو دو چار چار لفظ بھی یاد کر لو گے تو چند دنوں کے اندر سارے کلمے آ جائیں گے۔ وقت سے یوں فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اصل میں ہم لوگ وقت کی قدر و قیمت نہیں جانتے۔ ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ ایک ایک لمحے کی قدر کرنا چاہیئے۔ ان لمحوں سے گھنٹے بنتے ہیں اور گھنٹوں سے دن اور رات اور دن اور رات سے مہینے اور سال۔ اگر لائق بننا چاہتے ہو تو وقت کو ضائع ہونے سے بچاؤ۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

فراغت سے دنیا میں دم بھر نہ بیٹھو
اگر چاہتے ہو فراغت زیادہ

یعنی اگر تم دنیا میں خوشی کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہو تو ایک دم بھی خالی نہ بیٹھو۔ کچھ نہ کچھ کام کرو۔ یہ جو تم دنیا میں بھیک مانگنے والے دیکھتے ہو۔ یہ سب ایسے لوگ ہیں، جنہوں نے بچپن میں کوئی کام نہ سیکھا۔ اپنے وقت کو خوب ضائع کیا۔ اور ادھر ادھر پھر کر دن گذار دیئے۔ کچھ خیال نہ کیا۔ کہ وہ زندگی میں کس طرح کمائیں گے۔ اور کیا کھائیں گے۔ بال بچوں کو کس طرح پالیں گے۔ اور ان کی تعلیم و تربیت کس طرح کریں گے۔ وقت کو ضائع کرنے والا دنیا میں ذلیل ہو کر رہتا ہے۔ میں کہتا ہوں بڑے بڑے امیروں بلکہ بادشاہوں کی اولاد محض وقت کے ضائع کرنے اور بچپن کا زمانہ لہو ولعب میں گذار دینے سے مفلس اور کنگال ہو گئی۔ ان کا نقشہ مولنا حالی نے اپنی مسدس میں یوں کھینچا ہے ؎

بہت آگ چلموں کی سلگانے والے
بہت گھاس کی گٹھڑیاں لانے والے
بہت دربدر مانگ کر کھانے والے
بہت فاقے کر کر کے مر جانے والے
جو پوچھو کہ کس کان کے ہیں وہ جوہر
تو نکلیں گے نسلِ ملوک اُن میں اکثر
انہیں کے بزرگ اِک دن حکمراں تھے
انہیں کے پرستار پیر و جواں تھے
یہی مامنِ عاجز و ناتواں تھے
یہی مرجعِ دیلم و اصفہاں تھے
یہی کرتے تھے مُلک کی گلہ بانی
انہی کے گھروں میں تھی صاحبقرانی

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے ان کے نمبر خریداری اور چندہ جو ان سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے۔ بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے۔ اس بقایا کو شامل کر کے اُن کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے۔ ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں۔ تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اُٹھانا پڑے۔ بہر صورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست دیکھیں کہ آیا ان میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں، اگر ہے، تو مہربانی فرما کر ۵ راگست ۱۹۵۶ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے۔ اگر ۵ راگست ۱۹۵۶ء تک اُن کی طرف سے کوئی جواب نہ دیا اور نہ کوئی رقم وصول ہوئی۔ تو ۱۰ راگست ۱۹۵۶ء کو ان کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کر دیا جائے گا، جس کا چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا، ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اُٹھانا پڑے گا۔ جو ان کے چندہ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی۔ جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے، چٹ پر سرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے۔

(مینجر پیغام صلح، لاہور)

نمبر	رقم	نمبر	رقم
۱۸	۶—۰—۰	۶۲۲	۶—۰—۰
۲۵	۶—۰—۰	۶۲۹	۶—۰—۰
۳۰	۶—۰—۰	۶۳۵	۶—۰—۰
۳۹	۱۸—۰—۰	۶۴۵	۶—۰—۰
۸۸	۶—۰—۰	۶۴۸	۶—۰—۰
۹۰	۶—۰—۰	۶۵۱	۶—۰—۰
۹۶	۶—۰—۰	۶۹۸	۶—۰—۰
۱۱۳	۶—۰—۰	۷۲۱	۶—۰—۰
۱۳۳	۶—۰—۰	۷۴۸	۱۲—۰—۰
۱۶۲	۶—۰—۰	۷۴۹	۶—۰—۰
۳۰۶	۲۴—۰—۰	۷۵۰	۶—۰—۰
۳۳۴	۶—۰—۰	۷۵۱	۶—۰—۰
۳۴۰	۶—۰—۰	۹۵۹	۶—۰—۰
۵۰۴	۳—۰—۰	۱۰۰۶	۶—۰—۰
۶۰۹	۴—۰—۰	۱۰۴۳	۶—۰—۰
۶۱۵	۶—۰—۰	۱۰۶۳	۶—۰—۰
۱۰۷۳	۶—۰—۰	۸۰۰	۴—۰—۰
۱۰۹۸	۶—۰—۰	۸۱۲	۳—۰—۰
۱۰۹۹	۶—۰—۰	۸۱۴	۶—۰—۰
۲۰۲۱	۶—۰—۰	۸۲۳	۱۲—۰—۰
معائنتی		۹۲۴	[illegible]—۰—۰
۷۹۳	۴—۰—۰	۱۰۶۳	۶—۰—۰

صرف ٹائیٹل ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ میں چھپا۔ باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

ایڈیٹر: دوست محمد

پیغام صلح ۲۶ رجون ۱۹۵۶ء رجسٹرایل ۸۳۸ | شمارہ ۲۵

ہفت روزہ "پیغام صلح"

قیمت سالانہ پاکستان سے چھ روپے۔ ہندوستان سے چھ روپے (ہندوستانی سکہ)
ہندوستان میں ہمارے نمائندہ کا پتہ: شیخ انعام الحق صاحب مکان نمبر ۸ اعظم پورہ ملک پیٹھ حیدرآباد دکن (انڈیا)

جلد ۴۷ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۳ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ مطابق ۳۱ جولائی ۱۹۵۷ء | نمبر ۳۰

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

حضرت امام الزمان کا بیان

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو بہت نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اپنی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصولِ دین سے برگشتہ ہے۔ یہ ان حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقوےٰ ہو ایسے افتراء نہیں کرسکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابُ اللہ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہٗ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہلِ سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ الا ان لعنۃ اللہ علی الکاذبین والمفترین۔

(ایام الصلح صفحہ ۹۵-۹۶)

تم لوگ متقی بنجاؤ اور تقوےٰ کی باریک راہوں پر چلو

حضرت امام زمان کی جماعت کو نصیحت

۲۳ جون ۱۸۹۹ء۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ کل یعنی ۲۲ جون ۱۸۹۹ء کو بہت دفعہ خدا کی طرف سے الہام ہوا۔ کہ تم لوگ متقی بن جاؤ اور تقوےٰ کی باریک راہوں پر چلو تو خدا تعالےٰ تمہارے ساتھ ہوگا۔ اس سے میرے دل میں بڑا درد پیدا ہوتا ہے کہ میں کیا کروں۔ کہ ہماری جماعت سچا تقوےٰ و طہارت اختیار کرلے۔ میں اتنی دعا کرتا ہوں۔ کہ دعا کرتے کرتے ضعف کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اور بعض اوقات غشی اور ہلاکت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ جب تک کوئی جماعت خدا تعالےٰ کی نگاہ میں متقی نہ بن جائے خدا تعالےٰ کی نصرت اس کے شامل حال نہیں ہوسکتی۔ تقوےٰ خلاصہ ہے تمام صحف مقدسہ اور توریت و انجیل کی تعلیمات کا۔ قرآن کریم نے ایک ہی لفظ میں خدا تعالےٰ کی عظیم الشان مرضی اور پوری رضا کا اظہار کر دیا ہے۔ میں اس فکر میں بھی ہوں۔ کہ اپنی جماعت میں سے سچے متقیوں۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والوں اور منقطعین الی اللہ کو الگ کر دوں۔ اور بعض دینی کام انہیں سپرد کر دوں۔ اور پھر میں دنیا کے ہم و غم میں مبتلا رہنے والوں اور رات دن مردار دنیا ہی کی طلب میں جان کھپانے والوں کی کچھ بھی پرواہ نہ کروں گا۔

۲۴ جون کی رات کو حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ اب تو خدا کے سوا کوئی بھی ہمارا نہیں۔ اپنے پرائے سب ہی اس پر تلے ہوئے ہیں۔ کہ ہمیں ذلیل کر دیں رات دن ہماری نسبت مصائب اور گردشوں کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ اب اگر خدا تعالےٰ ہماری مدد نہ کرے تو ہمارا ٹھکانہ کہاں (خط مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم)

امراض وبائیہ کا علاج

۳۰ جون ۱۸۹۹ء و یکم جولائی ۱۸۹۹ء کی درمیانی رات امراض وبائیہ کا حضرت مسیح موعود کی مجلس میں ذکر ہوا۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا۔ یہ ایام برسات کے معمولاً خطرناک ہوا کرتے ہیں۔ ہند کے طبیب کہتے ہیں کہ ان تین مہینوں میں جو بچ رہے وہ گویا نئے سرے پیدا ہوتا ہے۔ یہ جاڑا بھی خوفناک ہی نظر آتا ہے [illegible]

حضرت اورنگزیب عالمگیر

ایک شہادت

جادوناتھ سرکار نے عالمگیرؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ جسمانی ہمت اور تمکنت کے علاوہ انہوں نے اوائل زندگی ہی سے بادشاہت کی مشقتوں اور خطروں کو اپنا شیوہ بنا لیا تھا۔ بادشاہوں کے لڑکوں سے بالکل مختلف اورنگزیب ایک وسیع النظر سلیم الفطرت عالم تھے۔ اور زندگی کی آخری سانس تک کتابوں سے محبت کرتے رہے۔ اگر ہم قرآن شریف کے ان متعدد نسخوں کو نظرانداز بھی کر دیں جن کو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے ایک عابد کی سرگرم ریاضت کے ساتھ لکھا تو بھی ہم اس کو فراموش نہیں کر سکتے کہ وہ ایک مشغول حکمران ہونے کے باوجود اپنی قلیل فرصت کو عربی کی فقہی اور مذہبی کتابوں کے مطالعہ میں شوق سے گزارتے۔ یہ انہی کی جودت طبع اور سرپرستی کا نتیجہ ہے کہ آج ہمارے پاس ہندوستان میں مسلمانوں کے قانون کا سب سے بڑا مجموعہ فتاویٰ عالمگیری ہے

استاد کا ادب

عالمگیر کے اساتذہ میں سے ایک بزرگ تھے ملا جیون جنکا اصلی نام شیخ احمد تھا۔ جو عالمگیر کے دربار سے وابستہ تھے۔ اور ان سے انہوں نے بہت سی کتابیں پڑھیں اور زندگی بھر ان کا احترام کرتے رہے۔ ان سے اسی طرح ادب سے پیش آتے جس طرح بچے باپ سے پیش آتے ہیں۔ ملا صاحب کے بھولے پن اور عالمگیر کی سعادت مندانہ اطاعت گزاری کے قصے بن گئے ہیں۔

سب سے بڑی سعادت

حضرت اورنگزیب کے فضائل میں سب سے اہم و عظیم الشان امر حفظ قرآن مجید کی سعادت ہے۔ اگرچہ ابتدا ہی سے عالمگیر کو اکثر سورتیں حفظ تھیں لیکن پورا کلام پاک تخت نشین ہونے کے بعد حفظ ہوا۔ یہ سعادت تیموری بادشاہوں میں صرف انہی کو حاصل تھی۔ انہوں نے کلام پاک کو حفظ کرنا ۴۲ ویں سال میں شروع کیا اور ایک سال کے اندر تمام و کمال زبانی یاد کر لیا۔ اس پر ایک شاعر نے یہ شعر کہا:۔

> تو حامیٔ شرع و حامیٔ توشادع
> تو حافظِ قرآن و خدا حافظ تو

ایک بلند پایہ عالم

شاہ عبدالرحیم ایک بہت بڑے عالم تھے اور حضرت اورنگزیب کے معاون۔ اور فتاویٰ عالمگیری کی ترتیب میں مدد دیا کرتے تھے۔ لیکن شاہ صاحب اس قدر بے نیاز تھے کہ دربار کا تعلق انہیں بار معلوم ہوتا تھا۔ لیکن عالمگیر ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ ایک بار عالمگیر نے شاہ صاحب کے ایک مخلص کے ذریعے شوق ملاقات کا پیغام بھیجا۔ مگر وہ جانے پر مطلق راضی نہ ہوئے۔ بلکہ ایک معمولی کاغذ پر جس میں ان کا جوتا لپٹا ہوا رکھا تھا یہ عبارت لکھ کر شہنشاہ ہندوستان کے پاس بھیج دی۔

اہل اللہ کا اس پر اجماع ہے کہ وہ فقیر بہت بُرا ہے جو امیر کے آستانہ پر ہو۔ حق سبحانہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وما متاع الحیوٰۃ الدنیا الا قلیل

یعنی دنیاوی زندگی کا سرمایہ بہت ہی قلیل ہے۔ تم کو قلیل ترین جزو ملا ہے۔ اگر بالفرض مجھے دوگے تو وہ جز لایتجزیٰ ہوگا۔ اس ٹکڑے کے لئے جو پھر ٹکڑا نہ ہو سکے گا۔ میں اپنے نام کو خدا تعالےٰ کے دفتر سے کیوں نکلواؤں۔ بعض ملفوظات میں مذکور ہے کہ جس کا نام بادشاہ کے دفتر میں لکھ لیا جاتا ہے حق تعالیٰ کے دفتر سے اس کا نام کٹ جاتا ہے“

عالمگیر کو جب یہ رقعہ ملا تو انہوں نے اسے اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اور جب کپڑے بدلتے تو پھر اس کو اپنی جیب میں رکھ لیتے۔ اور فرصت کے وقت پڑھ کر رویا کرتے تھے۔

ایک نصیحت:۔

جب اورنگ زیب دکن کے صوبہ دار تھے تو اس زمانے میں انہوں نے حضرت عبداللطیف برہان پوری جو ایک بہت بڑے پابند شریعت بزرگ تھے کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ گاؤں پیش کئے۔ مگر اس بزرگ نے یہ کہکر انکار کر دیا کہ:۔

> شاہ مارا دہ دہ منت نہد
> رازق مارزق بے منت دہد

اورنگزیب اس شعر کو سُن کر متاثر ہوئے۔ اور عرض کی کہ ہم فقراء اور اہل اللہ کی خدمت خیر دنیوی اور برکت اخروی کے لئے کرتے ہیں۔ اس پیش کش سے احسان کرنا مقصود نہ تھا۔ حضرت عبداللطیف نے فرمایا کہ اگر خیر و برکت حاصل کرنا ہے تو گوشہ نشینوں اور متوکلوں کے لئے وظائف مقرر کرو۔ مظلوموں کو ظالموں سے بچاؤ۔ کمزوروں کو ان کے حقوق دو۔ اورنگ زیب نے اس نصیحت پر ساری عمر عمل کیا۔

دُعا جو پوری ہوئی

تخت کی جانشینی کا معاملہ زیر غور تھا۔ اورنگ زیب دہلی کے لئے روانہ ہو رہے تھے۔ کہ راستے میں شیخ برہان کی خدمت میں برہانپور حاضر ہوئے شیخ موصوف بادشاہ اور امرا سے ملنا اپنے مسلک کے خلاف سمجھتے تھے۔ اس لئے اورنگزیب بھیس بدل کر ان کی مجلس میں شریک ہوئے۔ ایک نووارد کو دیکھ کر شیخ نے نام پوچھا۔ اورنگ زیب نے جب نام بتایا تو شیخ نے توجہ نہ کی۔ دوسرے دن وہ پھر حاضر خدمت ہوئے۔ اس پر شیخ برہان نے آزردہ ہو کر کہا کہ ”اگر تمہیں یہ مکان پسند ہے تو لے لو ہم کسی اور جگہ چلے جائیں“

تیسرے دن اورنگ زیب پھر اس وقت پہنچے جب وہ نماز کے لئے باہر نکلے تھے۔ اور مودبانہ سامنے کھڑے ہو گئے تھے۔ اور عرض کی۔ کہ دارا نے شریعت کو نظرانداز کر رکھا ہے۔ اگر مجھ کو حکومت ملے تو دین نبوی کے احکام کے ساتھ رعیت پروری بھی کروں گا آپ...... باطنی توجہ فرمائیں۔ اس پر شیخ برہان نے فوراً جواب دیا۔ ہمارے جیسے کم اختیار فقیروں کی دعا سے کیا ہوتا ہے تم بادشاہ ہو۔ نیکی، عدل پروری رعیت نوازی کی نیت کے ساتھ دعا کرو۔ ہم بھی دعا کے لئے ہاتھ اُٹھاتے ہیں۔ اورنگ زیب کے ایک ساتھی شیخ نے یہ سنتے ہی کہا ”بادشاہی مبارک ہو“

مقام بلند

عالمگیر کو اس بات کا بے حد خیال رہتا تھا کہ کوئی ایسی کتاب نہ ہو جس میں خلاف شریعت کوئی بات لکھی ہو۔ ایک بار انہوں نے ایک رسالہ جو حضرت شیخ محب اللہ کی تصنیف تھا دیکھا اس میں بعض ایسی عبارتیں تھیں جو عالمگیر کے خیال میں قابل اعتراض تھیں۔ حضرت شیخ کا انتقال ہو چکا تھا۔ ان کے دو مرید سید محمد قنوجی اور شیخ محمدی دہلی میں موجود تھے۔ سید محمد بھی ان عبارتوں کی شرح نہ کر سکے۔ تو اورنگ زیب نے شیخ محمدی کو پیغام بھیجا کہ اگر آپ محب اللہ کی مریدی کا دعوےٰ کرتے ہیں تو اس رسالہ کو شرعی احکام کے مطابق ثابت کریں۔ ورنہ ان کی مریدی سے قطع تعلق کر لیں اور کتاب کو جلا دیں

شیخ محمدی نے جواب دیا کہ مجھ کو حضرت شیخ کی مریدی سے استغفار کی ضرورت نہیں۔ لیکن جس مقام سے شیخ نے گفتگو کی ہے مجھے وہاں تک رسائی نہیں جس وقت میں اس رتبہ کو پہنچ جاؤں گا تو آپ کی درخواست کے بموجب اس کی شرح لکھ بھیجوں گا۔ اور اگر آپ نے اس رسالہ کو جلانے کا فیصلہ کر لیا ہے تو اس فقیر کے گھر سے کہیں زیادہ تو شاہی مطبخ میں آگ موجود ہے۔ عالمگیر یہ جواب سُن کر خاموش ہو گیا۔

دنیائے اسلام کا اتحاد

دنیائے اسلام آج جن حالات میں سے گذر رہی ہے، ان کو دیکھ کر حیرت اور افسوس ہوتا ہے کہ وہ قوم جس کو اخوت اور اتحاد و اتفاق کا وہ زرّین سبق دیا گیا تھا، جس پر کاربند ہو کر اس نے صدہا سال تک اپنی عظمت کا سکہ بٹھائے رکھا آج نہ صرف ملکی و سیاسی اختلافات بلکہ مذہبی فرقہ بندیوں اور تشتت و افتراق کی شکار ہو کر طرح طرح کے مصائب اور دکھوں میں گھری ہوئی ہے، الجزائر میں فرانسیسی مظالم کی وجہ سے مسلمانوں کے کشت و خون کے جو ہولناک مناظر ہر روز دیکھنے میں آتے ہیں، مصر، لبنان اور شام میں روسی اقتدار دوسرے اسلامی ملکوں اور اسلامی تعلیمات سے انہیں جس قدر دور لے جا رہا ہے، اور اردن میں کمیونسٹ عناصر جو رنگ لا رہے ہیں، وہ سب حقیقت ہیں آنکھوں سے پوشیدہ نہیں۔ افسوس ہے کہ ان حالات میں نہ تو الجزائر کی کوئی ٹھوس امداد کی جا سکتی ہے اور نہ دوسرے مذکورہ بالا ممالک کے باہمی خلفشار کو دور کرنے اور باہمی اتحاد پیدا کرنے کا اطمینان بخش سامان کیا جا سکتا ہے، کہا جاتا ہے کہ گذشتہ حج کے موقعہ پر شاہ ابن سعود نے مختلف اقوام کے معززین کو ایک دعوت میں جمع کر کے اسلامی ممالک کے ان تکلیف دہ حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے اس عزم کا اظہار کیا کہ :-

"اسلامی ممالک جن تکلیف دہ حالات میں محصور ہیں ہم ان سے آنکھیں بند نہیں کر سکتے، ہم کوشاں رہیں گے کہ ان کی مشکلات ختم ہوں اور ہم متحد و متفق ہو کر زندگی بسر کریں گے"

شاہ ابن سعود کا یہ عزم ہر طرح قابل مبارکباد ہے، اور ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں اس مبارک ارادہ میں کامیاب و کامران فرمائے، اور تمام ممالک اسلامیہ کو باہمی اتحاد و اتفاق کی توفیق عطا فرمائے کہ صرف اسی ایک ذریعہ سے وہ اپنی زندگی کو قائم رکھ سکتے اور دوسروں سے اپنی طاقت اور غلبہ منوا سکتے ہیں۔ اتحاد بہت بڑی دولت ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ اس پر شاہد ہے کہ جب تک وہ اخوت و اتحاد کی دولت سے سرفراز رہے دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں ان کی شوکت و عظمت کے سامنے جھکی رہیں، لیکن جونہی اس نعمت سے انہوں نے منہ موڑا، ذلت و نکبت اور مصائب و مشکلات ان کے گلے کا ہار ہو گئیں، آج بھی اگر وہ پھر اخوت و اتحاد کو شاہراہ زندگی بنا کر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیں تو دنیا خود بخود ان کے آگے جھکے گی، اور روس یا امریکہ کا کوئی خوف انہیں دامنگیر نہ ہوگا۔ قرآن کریم نے جس خلافت یا سلطنت کا وعدہ مسلمانوں کے ساتھ کیا ہے اس کے دو بڑے نشان بتائے ہیں،

ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا

اسلامی سلطنت کا خاصہ یہ ہے کہ اس سے دین کو تمکنت اور استواری حاصل ہو اور خوف سے امن کی حالت پیدا ہو جائے، کاش ہماری نام نہاد اسلامی سلطنتیں باہم مل کر ایسا محاذ بنا سکیں کہ یہ دونوں باتیں ان میں پیدا ہو جائیں اور وہ صحیح معنوں میں اسلامی سلطنت یا خلافت الٰہیہ کے مالک ہوں۔

اسی سلسلہ میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ پاکستان نے بعض دوسری اسلامی سلطنتوں (عراق، ترکی، اور ایران) کے ساتھ مل کر معاہدۂ بغداد کے نام سے جو پیکٹ بنایا ہے وہ ہر طرح قابل اطمینان اور لائق ستائش ہے، افسوس ہے کہ دوسرے اسلامی ممالک نے محض اس وجہ سے کہ اس میں برطانیہ بھی شامل ہے اس پیکٹ میں شمولیت گوارا نہ کی، حالانکہ برطانیہ کی شمولیت روسی اثر و اقتدار سے بہرحال بہتر ہے، اور اس کی حیثیت بھی ایک ووٹ سے بڑھکر نہیں۔ اگر تمام اسلامی ممالک اس میں شامل ہو جائیں، تو ایک نہایت مضبوط محاذ بن سکتا ہے، موجودہ حالات میں متفرق طور پر جن مصائب کا سامنا انہیں درپیش ہے وہ مل کر بیٹھنے سے بہت حد تک دور ہو سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں پاکستان کی کوششیں نہایت قابل قدر اور لائق تحسین ہیں، چنانچہ حال ہی میں وزیراعظم پاکستان مسٹر حسین شہید سہروردی اپنے دورہ کینیڈا کو ملتوی کر کے شاہ اردن کی ملاقات کے لئے گئے ہیں اور ایک اور اسلامی ملک میں جانے کا ارادہ بھی انہوں نے ظاہر کیا ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں ان کوششوں میں کامیاب کرے اور ایسی راہ پیدا کر دے کہ تمام دنیائے اسلام ایک متحدہ محاذ میں منسلک ہو کر اسلام کی کھوئی ہوئی قوت و شوکت کو دوبارہ قائم کرنے کا موجب ہو۔

"ہم جو جھ سے تعلق رکھنا چاہتے ہیں، اس سے تعلق نہ رکھیں"

فرمایئے سوشل بائیکاٹ اور کس جانور کا نام ہے؟

اشارات

آج کے "اشارات" "معاصر نوائے وقت" کے "سر راہے" کی نذر کئے جاتے ہیں :-

"ہم تو کمبل کو چھوڑتے ہیں۔ مگر اب کمبل ہمیں چھوڑنے پر آمادہ نہیں۔

ربوہ کا معاصر "الفضل" اپنے ایک مقالہ افتتاحیہ میں لکھتا ہے۔ کہ :-

"یہاں ہم ایک بات اور بھی عرض کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ایک اخبار نے بہن سے بہن کا بائیکاٹ جیسی خطرناک سرخی لگا کر سوشل بائیکاٹ کا الزام لگایا ہے بات صرف یہ تھی کہ ایک بہن نے جو پاکستان میں رہتی ہے۔ اپنی دوسری بہن سے جو افریقہ میں ہے رشتہ توڑنے کا اظہار اس بناء پر کیا تھا۔ کہ آخر الذکر نے نظام جماعت کو توڑا ہے۔ اس کو بھی سوشل بائیکاٹ کا نام دیا گیا۔ یعنی پاکستان میں رہنے والی بہن کا حقہ پانی "بند کر دیا۔

"واقعی ہم سے بڑی غلطی ہوئی جو ہم نے محض اس بات کو سوشل بائیکاٹ کا نام دے دیا کہ ایک بہن نے اپنی دوسری بہن سے رشتہ توڑنے کا اعلان کر دیا تھا۔ یہ بہن اپنی بہن کا حقہ پانی" بند کرتی تو کوئی وجہ شکایت ہوتی۔ یہ بھی کوئی بات تھی کہ ایک بہن نے اپنی حقیقی بہن سے رشتہ توڑ دیا کیونکہ آخر الذکر نے نظام جماعت کو توڑ دیا تھا۔ اور پھر پاکستان میں رہنے والی بہن نے افریقہ میں مقیم بہن سے قطع تعلق کا اعلان کیا تو کون سی قیامت آگئی۔ موچی دروازہ کے اندر رہنے والی بہن مصری شاہ میں رہنے والی بہن کا بائیکاٹ کرتی تو کوئی بات بھی تھی۔ افریقہ میں رہنے والی بہن حقیقی سہی۔ مگر آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل اور یہاں تو بیچ میں نہر سویز حائل ہے۔

"الفضل" کو منطق سے چڑ سہی۔ مگر معاصر محترم کو یہ تو سوچنا چاہیئے کہ اگر کسی نے نظام امت کو توڑنے کی دلیل کا سہارا لے کر آپ کے بائیکاٹ کی تحریک شروع کر دی تو جواب دینا ذرا مشکل ہو جائے گا۔ بہذا ہر چہ بر خود میپسندی بر دیگراں میپسند۔"

ہم اس پر اس قدر اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ بہن نے بہن سے بائیکاٹ از خود نہیں کیا بلکہ خلیفہ صاحب کے حکم سے ہوا ہے جو حسب ذیل ہے :-

"اب اگر تنویر بیگم جو ان کی بہن ہے اور میری بہو ہے "الفضل" میں اعلان نہ کرے کہ آئندہ میرا اپنی بہن سے کوئی تعلق نہیں تو میں اس کے متعلق "الفضل" میں اعلان کرنے پر مجبور ہونگا کہ لجنہ اس کو کوئی کام سپرد نہ کرے اور میرے خاندان کے افراد

اخبار ـــــ و ـــــ افکار

بے بنیاد دروغ باقی

لاہور کے ایک سہ روزہ اخبار نے جس کو احرار کی پشت پناہی حاصل ہے، بڑے ہنگامہ خیز جلی عنوانات کے ماتحت یہ عجیب و غریب انکشاف کیا ہے کہ:-

"ربوہ کے بعد مرزائیوں کی لاہوری پارٹی میں بھی شدید اختلافات رونما ہو گئے"

"لاہوری پارٹی کی مسجد میں سر آغا خان کی نماز جنازہ پڑھانے کے مسئلہ پر ہنگامہ آرائی"

"امام مسجد صدر جماعت کا حکم ماننے سے انکار کر کے اپنے حامیوں سمیت واک آؤٹ کر گئے"

"سر آغا خاں سے مرزائیوں کو مالی امداد ملنے کا سنسنی خیز انکشاف"

ان چار جلی عنوانات اور ان کے نیچے جو خبر درج کی گئی ہے، اس کو پڑھنے سے ہمیں سخت حیرت ہوتی ہے کہ احمدیت کی مخالفت اور جماعت احمدیہ کو بدنام کرنے کے لئے ان لوگوں نے کس طرح صحافتی ذمہ داریوں کو پس پشت ڈال کر دروغ اور کذب بیانی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہے، ایک معمولی واقعہ کو جس کا نہ کسی پارٹی بازی سے تعلق ہے اور نہ کوئی "ہنگامہ آرائی" اس پر ہوئی، کس قدر بڑھا چڑھا کر "سنسنی خیز" بنا دیا گیا، افسوس ہے یہ لوگ احمدیت کی مخالفت میں دین و ایمان اور دیانت و امانت کو بھی جواب دے چکے ہیں۔ اس خبر میں ایسی ایسی باتیں لکھی ہیں جن کا کسی کو وہم و گمان بھی نہیں ہوا لکھا ہے:-

"پیغام صلح کے ایڈیٹر مسٹر دوست محمد نے بھی آغا خاں کی تعریف کرتے ہوئے نماز جنازہ کی حمایت کی، لیکن امام مسجد مسٹر عبدالرحمان مصری نے نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کرتے ہوئے نماز جنازہ کے حامیوں کو منافق قرار دیا"

ہم اس پر سوائے اس کے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہیں اور کیا کہہ سکتے ہیں، آغا خاں تو فی الواقعہ تعریف کے قابل تھے، کیونکہ ان کی خدمات اسلامی اس قدر جلیل القدر ہیں کہ جن کی مثال ملنی مشکل ہے لیکن اس دروغ باقی کو کیا کہا جائے جو سطور بالا میں کی گئی ہے، حقیقت یہ ہے کہ نہ ایڈیٹر پیغام صلح نے نماز جنازہ کی حمایت یا مخالفت کی نہ شیخ عبدالرحمان صاحب مصری نے نماز جنازہ کے حامیوں کو منافق قرار دیا اور اس سے بڑھ کر دروغ گوئی یہ ہے کہ:-

"یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس واقعہ کے بعد لاہور کی جماعت میں بھی گروہ بازی شروع ہو گئی ہے ربوہ کی قادیانی جماعت کی طرح اب لاہوریوں میں بھی ایک دوسرے کی مخالفت کا آغاز ہو چکا ہے"

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس خبر کو شائع ہوئے دو ہفتے سے زائد ہو گئے اب تک نہ کوئی گروہ بازی ہمارے دیکھنے میں آئی ہے اور نہ کسی مخالفت کا آغاز نظر آتا ہے۔ رہ گیا "آغا خاں سے مرزائیوں کو مالی امداد کا ملنا" یہ بھی ایک افسانہ سے بڑھ کر نہیں، مرزائیوں کو تو نہیں ووکنگ مسلم مشن اور مسجد ووکنگ کے لئے آغا خان نے ایک دو مرتبہ چندہ ضرور دیا ہے جس کے لئے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جزائے خیر کے مستحق ہیں لیکن ایک آغا خاں کیا، سینکڑوں بڑے بڑے مسلمان ہیں جنہوں نے ووکنگ مسلم مشن کی امداد میں حصہ لیا ہے۔ جریدہ مذکور کو اگر اس کا رنج ہے تو ہم سوائے اس کے کیا کہہ سکتے ہیں موتوا بغیظکم ؎

بمیر تا برہی اے حسود کیں رنجیست
کہ از مشقت آں جز بمرگ نتواں رست

انفلوئنزا

انفلوئنزا کی وبائی مرض جس طرح دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل رہی ہے اور ہزارہا اشخاص کو صرف ایک دو دن کے بخار نے جس درجہ نڈھال اور لاغر کر دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گو اس وبا کا حملہ مختصر اور معمولی ہے لیکن اس کا اثر غیر معمولی اور دیرپا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ اس موقعہ پر حکومت پاکستان اس وبا کے مقابلہ میں جس جانفشانی اور تگ و دو سے کام لے رہی ہے، وہ ہر طرح قابل قدر اور لائق ستائش ہے بعض حکما اور ڈاکٹروں کی طرف سے بھی مختلف دوائیوں کے اعلانات اخبارات میں شائع ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک نسخہ حکیم اجمل خان صاحب کے دواخانہ کی طرف سے بھی شائع ہوا ہے جس کے متعلق ان کا دعویٰ ہے کہ ۱۹۱۸ء کے انفلوئنزا میں حکیم اجمل خاں مرحوم نے بے شمار مریضوں پر یہ نسخہ استعمال کیا اور مفید ثابت ہوا۔ آج بھی ان کے دواخانہ نے یہی نسخہ استعمال کر کے بہت سے مریضوں کو فائدہ پہنچایا ہے، یہ نسخہ حسب ذیل ہے:-

عناب - سپستان (لسوڑیاں) بہی دانہ
۵ دانہ ۹ دانہ ۳ ماشہ

ان سب کو نصف گلاس پانی میں ابال کر چھان لیں اگر بخار تیز ہو جائے تو اس میں تین ماشہ خاکشی (خوب کلاں) بھی ملا لی جائے اس کے علاوہ ایک مفید ترین نسخہ اس زمانہ کے امام حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام کی طرف سے اسی پرچہ میں دوسری جگہ درج ہے جو ہر قسم کی جسمانی وباؤں اور روحانی امراض کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے آپ فرماتے ہیں:-

"اطبا بڑے بڑے پرہیزوں اور حفظ ما تقدم کے لئے احتیاطیں بتاتے ہیں اگرچہ سلسلہ اسباب کا اور ان کی رعایت درست ہے مگر میں کہتا ہوں محدود العلم ضعیف انسان کہاں تک بچار بچار کر غذا اور پانی کا استعمال کیا کرے میرے نزدیک تو استغفار سے بڑھ کر کوئی تعویذ و حرز اور کوئی احتیاط دوا نہیں"

امید ہے قارئین کرام اس نسخہ کو بھی استعمال کر کے فائدہ حاصل کریں گے۔

گرانی اور چور بازاری

اشیائے صرف اور اشیائے خوردنی کی روز افزوں گرانی ایک ایسا مسئلہ ہے جو حکومت کی طرف سے آئے دن کے اعلانات اور یقین دہانیوں کے باوجود حل ہونے میں نہیں آتا، اب پھر وزیر اعلیٰ سردار عبدالرشید نے اپنی ایک نشری تقریر میں یہ یقین دلایا ہے کہ خوراک اور گرانی یہ دو مسائل ان کی اولین توجہ کا مرکز بنیں گے اس عزم کا اظہار بھی انہوں نے بار بار کیا ہے کہ ان کی حکومت عوام کے اخراجات زندگی کم کرنے کا تہیہ کر چکی ہے اور اس سلسلہ میں تازہ ترین خبر یہ ہے کہ حکومت مغربی پاکستان نے صوبہ بھر میں دعوتوں تقاریب اور دوسری تقاریب میں پچیس سے زائد افراد کی شرکت پر پابندی عائد کرنے کا فیصلہ کیا ہے اس سلسلہ میں عنقریب ضروری اشیاء کی بہم رسانی کے آرڈیننس کے تحت احکامات جاری کر دیئے جائیں گے۔

خدا کرے ایسا ہی ہو، اور اس کے ساتھ چور بازاری کا سلسلہ بھی ملک سے ختم ہو جائے تو یہ سارے احکامات انشاء اللہ مفید ثابت ہوں گے، فی الحقیقت چور بازاری ایک ایسا مرض ہے جو قوم کی معاشی زندگی کو گھن کی طرح کھا رہا ہے حکومت آرڈیننس نافذ کرے یا قیمتوں پر کنٹرول کرے، چور بازاری ایسے ایسے راستے تلاش کر لیتی ہے جو قانون کی حد کو پار کر جاتے ہیں، اس لئے کوئی ایسا طریق تجویز کرنا چاہیئے جو چور بازاری کے تمام راستے مسدود کر دے، اس بارہ میں سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ عوام کے اندر اخلاقی ذمہ داری خدا خوفی اور ہمدردی بنی نوع انسان کا جذبہ پیدا کیا جائے اور جہاں اس جذبہ میں کوئی ذرا سی بھی کمی نظر آئے وہاں ایسی قرار واقعی سزا دی جائے جو دوسروں کے لئے عبرت کا موجب ہو وعظ و تبلیغ [illegible]

پیر پرستی کے سلاسل و اغلال

اور اہلِ ربوہ کی افسوسناک حالت

"خطاب بہ اہلِ ربوہ" کا جواب گالیوں میں میاں صاحب خود کیوں جواب نہیں دیتے

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۶ جولائی ۱۹۵۷ء فرمودہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

انا جعلنا فی اعناقھم اغلالاً فھی الی الاذقان فھم مقمحون، و جعلنا من بین ایدیھم سداً و من خلفھم سداً فاغشینٰھم فھم لا یبصرون۔ و سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون ——— (یٰسٓ۔ آیات ۸-۹-۱۰)

مختلف قسم کے سلاسل و اغلال

دنیا میں الٰہی تجلیات جو انبیاء لے کر آتے ہیں ان کی غرض یہی ہوتی ہے کہ انسان کو مختلف قسم کے بندھنوں سے نجات دلائی جائے۔ انسان اپنی کمزوری اور جہالت سے بہت سی ایسی باتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے جو اس کے لئے سلاسل اور اغلال بن جاتے ہیں، اور ان سے نکلنا اس کے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔ دیکھئے کوئی دنیا طلبی میں پھنسا ہوا ہے، کوئی رسم و رواج کی جکڑ بندیوں میں جکڑا ہوا ہے، کوئی طرح طرح کے شرک میں مبتلا ہے، اسی طرح سے بہت سے سلاسل اور اغلال لوگوں نے اپنے ہاتھوں اور پاؤں اور گردنوں میں ڈال رکھے ہیں۔

پیر پرستی کا طوق

ایک بڑی خطرناک چیز جس کا طوق انسان کے گلے میں پڑ جائے تو اس کی بصارت کو کھو دیتا اور اس کے ذہن کو ماؤف کر دیتا ہے وہ پیر پرستی ہے جس کے جراثیم آج کثرت سے پھیلے ہوئے ہیں، جو لوگ علم النفس سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ کس طرح لوگوں کی کمزوری اور جہالت سے فائدہ اٹھا کر بعض لوگ انہیں اپنے جال میں پھنسا لیتے ہیں، آپ نے دیکھا ہوگا بعض فقیر بڑی ہولناک صورت بنا کر لال پیلی آنکھیں دکھا کر لوگوں کو لوٹتے ہیں، دو طریق سے یہ لوگ اپنا رعب جماتے ہیں کبھی کو کہتے ہیں، تو بڑا خوش قسمت ہے کہ آج ہمارے سامنے آگیا، مانگ کیا مانگتا ہے، اور طرح طرح کے شعبدے اور کرشمے دکھا کر، مثلاً بالوں میں سے دودھ نکال کر انہیں اپنا معتقد بنا لیتے ہیں، اور بعض وقت جلال میں آکر کہتے ہیں رکھ دو جو کچھ تمہارے پاس ہے ورنہ ابھی تباہ کر دیئے جاؤ گے۔ وہ لوگ جو دل کے کمزور ہوتے ہیں تو ان کی بات مان کر اپنا اثاثہ لٹا دیتے ہیں، میں ایسے لوگوں کو مشرک سمجھتا ہوں، جو اس قسم کے پیروں اور فقیروں کے پیچھے لگ کر انہیں خدائی کے مرتبہ پر پہنچا دیتے ہیں۔

"خطاب بہ اہل ربوہ" لکھنے کی غرض

اسی قسم کی پیر پرستی اس گروہ میں بھی پائی جاتی ہے جو ربوہ سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کو معلوم ہے میں نے نہایت دردِ دل سے اہل ربوہ کے متعلق دو ٹریکٹ لکھے۔ خدا جانتا ہے جس نیت سے وہ ٹریکٹ لکھے گئے وہ یہی تھی، کہ کسی طرح ہمارے ان دوستوں کی آنکھیں کھلیں، اور پیر پرستی کے شرک سے وہ باہر نکل آئیں، میں اس بات کا انکار نہیں کرتا کہ میرے نزدیک میاں محمود احمد صاحب اور ان کی جماعت نہایت خطرناک شرک میں مبتلا ہے، انہوں نے اس سلسلہ کی بڑی ہتک کی ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کی بڑی بدنامی کا موجب ہوئے ہیں۔ میرے مدنظر دو باتیں ان ٹریکٹوں کے لکھنے میں تھیں، ایک یہ کہ جماعت کا کثیر حصہ جو غلط فہمیوں کی وجہ سے ان کے ساتھ ملا ہوا ہے، اس شرک سے بچ جائے، دوسرے یہ کہ حضرت مسیح موعود پر جو الزامات ان کی وجہ سے عائد ہوتے ہیں وہ دور ہو جائیں، آج خدا کے فضل سے ایسے سامان پیدا ہو رہے ہیں، اور وقت آگیا ہے کہ میاں صاحب کا بنایا ہوا طلسم جلد ٹوٹنے والا ہے، خود وہ لوگ جو اُن کی مریدی کا دم بھرتے رہے اور انہوں نے عمریں وقف کی ہوئی تھیں اصل حالات سے واقف ہو کر باہر نکلتے چلے آرہے ہیں۔

میرے خطاب کا جواب گالیوں میں

اسی لئے میں نے یہ ٹریکٹ لکھ کر اہلِ ربوہ تک پہنچایا، لیکن آپ کو یہ سن کر افسوس ہوگا کہ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اس پیر پرستی میں اپنی اخلاقی اور دینی اقدار کو بالکل کھو چکے ہیں۔ ۲۴ جولائی کو دفتر انجمن سے کاغذات جب میرے پاس آئے تو اُن میں وہ ٹریکٹ (خطاب بہ اہل ربوہ نمبر ۲) بھی آیا جو کسی نے پڑھ کر اور اس پر جا بجا حاشیوں پر لکھ کر واپس کیا تھا۔ آپ ہم نہیں کر سکتے کہ کس قدر گندہ زبانی اس میں کی گئی، اور کتنی فحش کلامی سے کام لیا گیا ہے مجھے اس کو پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ دین کی خاطر مجھے یہ گالیاں سننی پڑیں لیکن اس کے ساتھ ہی یہ خیال کر کے افسوس بھی ہوا کہ شاید احمدیت کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ دلائل کے جواب میں ایک احمدی ایسی فحش زبانی اور گندہ دہانی سے کام لے، یہ تو مخالفین کا طرز تھا، میں تو اس کے متعلق یہی کہوں گا اور اپنے امام کی سنت کی اتباع میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ اور بھی جو جی چاہے کہہ لیجئے ایک دفعہ حضرت امام لاہور آئے، تو ایک شخص آپ کے پاس آیا اور اس نے آپ کے منہ پر گالیاں دینی شروع کیں، اور آپ سر جھکائے ہوئے سنتے رہے جب وہ خاموش ہوا تو آپ نے فرمایا کچھ اور بھی؟ اس پر وہ بہت شرمندہ ہوگیا اور اٹھ کر چلا گیا۔

دھوکا بازی کا ارتکاب

دوسری حرکت جو اس شخص نے کی وہ یہ ہے کہ وہ ٹریکٹ جو اُن کے نام پر گیا اس کو لے لیا اور اس کے اوپر سے پتے والا کاغذ اتار کر اس کو پڑھا اور حاشیوں پر گالیوں سے بھرے ہوئے نوٹ لکھے اور پھر اسی پتہ والے کاغذ کو دوبارہ چڑھا کر یہ لکھ کر واپس کر دیا کہ مکتوب الیہ لینے سے انکاری ہے یہ بڑی ہی افسوسناک بات ہے کہ کم از کم ایک احمدی کے شایان نہیں کہ اس قسم کی حرکات اس سے صادر ہوں، اس نے ڈاک خانہ والوں کو دھوکا دیا کہ گویا اس نے بند کا بند واپس کر دیا ہے، خدا جانتا ہے ان حرکات کو دیکھ کر بڑا افسوس آتا ہے، میں افسوس کرتا ہوں کہ انکے پتہ پہان کا نام مٹ گیا ورنہ میں اس کارنامے کے لئے میاں صاحب سے ان کو خطاب دینے کی سفارش کرتا۔ یوں بھی میاں صاحب کے لئے یہ کوئی اچھی بات نہیں کہ یہ لوگ جنہوں نے ان سے تربیت حاصل کی ہے ایسے اخلاق اپنے اندر رکھتے ہیں۔

یہ دینداری نہیں ذہنی خرابی ہے

کیا یہ ایک دیندار جماعت کا کام ہے؟ یہ چالبازیاں، یہ دھوکا اور فریب کسی مذہبی جماعت کے شایان ہو سکتا ہے؟ فی الحقیقت انسان کی ذہنی حالت جب خراب ہو جاتی ہے جس کو ...... ([illegible]) کہتے ہیں تو وہ بڑے سے بڑے نقطۂ نظر کو اپنے لئے جائز اور صحیح سمجھتا ہے۔ کیا ہندوؤں اور کیا سکھوں نے ۱۹۴۷ء میں جو مظالم کئے انہوں نے یہ سمجھ کر نہیں کئے تھے کہ

دعا بیان کرنے کے لئے روا ہے، انہیں کبھی یہ خیال نہ آیا کہ وہ سفاکی کر رہے ہیں، بڑی بڑی یورپین اقوام بھی آج دوسری قوموں پر ایسی ہی سفاکی سے کام لیتی ہیں اور اس کو جائز اور صحیح سمجھ کر کرتی ہیں بعینہٖ شاید ربوہ والے بھی اپنے مقاصد کے حصول کے لئے ہر چیز کو اپنے لئے روا سمجھنے لگے ہیں۔ بڑے افسوس کا مقام ہے احمدی کا مقام تو بڑا بلند تھا، ان کو کیا ہو گیا کہ اس قدر نیچے جا گرے۔

میرا ایک خواب

میں نے ۲۳، ۲۴ جولائی کی درمیانی رات کو ایک خواب دیکھا کہ ایک بڑا اونچا مکان ہے اور اس کے نیچے ایک گلی ہے، اس مکان کی بالائی منزل پر میں ہوں اور حضرت مسیح موعود اور حضرت مولانا نورالدین صاحب ہیں، نیچے گلی میں میاں محمود احمد صاحب ہیں اور ریوالور سے مسلح ہیں جس سے وہ حضرت مسیح موعود کو گولی مار کر ہلاک کرنا چاہتے ہیں، مجھے اور حضرت مولانا نورالدین صاحب کو اس کا بڑا خوف لاحق ہے اور میں ایک طرف سے جا کر کھڑکیوں کو بند کرتا ہوں اور حضرت مولانا نورالدین صاحب دوسری طرف دوڑ کر جاتے ہیں، وہ اس طرف کی کھڑکیاں بند کرتے ہیں، بالآخر حضرت مسیح موعودؑ ایک کونے کی کھڑکی سے جھانک کر نیچے دیکھتے ہیں اس احتیاط کے ساتھ کہ نظر نہ آسکیں اور پھر پلٹ کر دوسری طرف جاتے ہیں یہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ باورچی خانہ ہے اور آپ فرماتے ہیں ابھی پانی اُبال کر اس پر پھینکتا ہوں۔

میاں صاحب کا حملہ مسیح موعودؑ پر

یہ خواب بالکل صحیح ہے، فی الحقیقت میاں صاحب نے حضرت صاحب پر حملہ کیا ہے، اور نہایت خطرناک حملہ کیا ہے، اگر آپ خود حضرت مسیح موعود کی اور میاں صاحب کی تحریرات کو ایک دوسرے کے مقابلہ پر رکھ کر دیکھیں تو آپ کو پتہ لگ جائے گا کہ وہ بالکل حضرت مسیح موعود کے مخالف جا رہے ہیں، اور ان کی تحریرات سے حضرت مسیح موعود پر ایک خطرناک زد پڑتی ہے،

پیری اور مریدی کی ذہنیت

پھر ان کی اخلاقی حالت جو کچھ ہے وہ بھی ناگفتہ بہ ہے، گویا ہر رنگ میں وہ اس سلسلہ کی بدنامی کا موجب ہو رہے ہیں یہ ہمیشہ قاعدہ ہے کہ پیر اپنے آپ کو دوسروں سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ اور مریدوں میں ایسی ذہنیت پیدا کر دیتے ہیں کہ وہ ہر رنگ میں انہیں بشریت سے اونچا سمجھیں پھر وہ جو چاہے کرتے چلے جائیں کوئی پوچھنے والا نہیں، آپ کو یاد ہوگا کہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی کو جب حضرت مسیح موعودؑ نے چیلنج دیا کہ وہ

ان کے مقابلہ میں قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر لکھیں، تو پیر صاحب تاریخ مقررہ سے دو دن پہلے لاہور پہنچ گئے، اور اشتہار دے دیا کہ مرزا صاحب پہلے آکر میری بیعت کریں اور پھر مقابلہ میں تفسیر لکھیں، یہ کتنی مضحکہ خیز بات ہے، یہ پیروں کے دماغ کی باتیں ہیں، جو کبھی عقلمند کی سمجھ میں نہیں آسکتیں غور کیجئے۔ یہی بات، تو فیصلہ کے قابل تھی، کہ کون شخص اس قابل ہے کہ اس کی بیعت کی جائے، اسی لئے تو تفسیر نویسی کا مقابلہ ہونا تھا، اگر ایک فریق بیعت کر لیتا تو پھر مقابلہ کیسا اور تفسیر نویسی کے کیا معنے؟

مباہلہ سے بدنامی دور ہو سکتی ہے

میاں محمود احمد صاحب کو سوچنا چاہیئے کہ میں نے جو کچھ ان کی اخلاقی حالت کے متعلق لکھا تھا، اپنی طرف سے نہیں لکھا تھا، میں اس گند میں نہیں پڑا، کہ ان کے اخلاق اور چال چلن کی کیا حالت ہے صرف یہی عرض کیا تھا، کہ ان کے مرید جو پے در پے نہایت ناپاک الزامات ان پر لگاتے ہیں اور انہیں چیلنج کرتے ہیں کہ وہ مباہلہ کریں کیوں وہ ان سے مباہلہ نہیں کرتے مجھے بتائیے کہ اس میں کونسی بری بات ہے، اگر وہ مباہلہ کر لیتے تو یہ گندا اور بدنام کن لٹریچر جو ہر روز خود ان کے مریدین کی طرف سے شائع ہوتا رہتا ہے رک جاتا، اور اگر وہ پاک دامن ہیں تو بدنامی کی سیاہی اُن کے دامن سے دھل جاتی،

میاں صاحب کیوں خاموش ہیں؟

لیکن اس صاف اور سیدھی بات کو اُلٹا رنگ دے کر اُن کے مرید دھڑا دھڑ مضامین لکھ رہے ہیں اور گالیاں دے رہے ہیں حالانکہ میاں صاحب کو چاہیئے تھا کہ وہ ان سے کہتے کہ یہ تمہارا کام نہیں، مجھے مخاطب کیا گیا ہے جواب دینا میرے ذمہ ہے، لیکن وہ چپ سادھے بیٹھے ہیں، اصل میں ان کے لئے بڑی مشکلات ہیں وہ سوالات جو میں نے ان سے کئے ہیں بڑے مشکل ہیں کہیں تو کیا کہیں گوئم مشکل وگرنہ گوئم مشکل والا معاملہ ہے لیکن بالآخر اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا، دنیا کیا کہے گی۔

پیر پرستی کے سلاسل و اغلال

ان کی حالت اس وقت وہی ہے جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے، انا جعلنا فی اعناقھم اغلالاً فھی الی الاذقان فھم مقمحون

ان پیر پرستوں کی گردنوں میں طوق پڑے ہوئے ہیں جو ٹھوڑی تک آگئے ہیں اور وہ ادھر ادھر گردن نہیں موڑ سکتے، اس کا مطلب کیا ہے؟ ایک پیر پرست کو خواہ کتنے بھی دلائل دیئے جائیں، وہ ان سلاسل و اغلال سے جو اس کے گلے میں پڑے ہوئے ہیں، گردن نہیں موڑ سکتے، ان کی نظر اپنے پیر پر ہوتی ہے یہ لوگ مہاجر میں کوئی سہارا ڈھونڈتے ہیں، خود کوئی

محنت نہیں کر سکتے، اپنے اوپر اعتماد نہیں رکھتے، جب کوئی مشکل پیش آئی، پیر کی خدمت میں حاضر ہو گئے کہ فلاں کام ہے یا فلاں مصیبت آپڑی ہے دعا کیجئے، کوئی بیٹے کے حصول کے لئے پیر کے پاؤں پکڑتا ہے کوئی نوکری اور روزگار کے لئے پاؤں پر گرتا ہے، کسی کو پیر کی ہر بات میں روحانیت نظر آتی ہے،

پیر پرستی کی دیواریں

یہ ایک حالت ہے، دوسری حالت یہ ہے وجعلنا من بین ایدیھم سداً ومن خلفھم سداً فاغشینٰھم فھم لا یبصرون۔ ان کے سامنے اور پیچھے دیواریں کھڑی کر دی گئی ہیں، خود پیر دیواریں کھڑی کرتا ہے اپنی ہر بات کی سچائی ثابت کرنے کے لئے ایسے نظائر قائم کرتا ہے کہ مرید ہل نہیں سکتے، آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب بھی میاں صاحب کی کسی بات پر اعتراض ہوتا ہے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی نظیریں پیش کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کے اندر کوئی ایسی بات نہیں ہوتی، لیکن یہ ان کی نظیر پیش کر کے مریدوں کے آگے اور پیچھے دیواریں کھڑی کر دیتے ہیں بہر حال وہ جو چاہیں کریں دنیا کی آنکھوں میں دھول نہیں ڈال سکتے انہیں چاہیئے کہ میرے مطالبات کا مردانہ وار جواب دیں، ورنہ ان کی خاموشی اور مریدوں کی گالیوں سے دنیا مرعوب نہیں ہو سکتی۔

بدنامی کے مسلک سے رجوع کرو

میں سوائے اس کے کہ یہ کہوں کہ بہتر تو یہ ہے کہ میاں صاحب اور ان کی جماعت ان چیزوں سے رجوع کریں جو سلسلہ کی بدنامی کا موجب ہیں، آخر انہیں ۱۹۵۳ء میں رجوع کرنا پڑا، بہتر ہے کہ وہ پورے طور پر رجوع کر کے حضرت صاحب کے مسلک پر آجائیں، انسان سمجھتا ہے کہ اس میں اس کی ذلت و ہیٹی ہے کہ اپنے مسلک سے رجوع کرے لیکن اسے غور کرنا چاہیئے کہ اس کا نقصان کس قدر ہے جو دنیا میں رسوائی اور آخرت میں خسران کا موجب ہوگا... پھر جماعت کے ۹۵ فیصدی افراد کو کس نے گمراہ کیا اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے۔

آخرت کے عذاب سے ڈرو

آخر اللہ تعالیٰ کے حضور جانا ہے مجھے یقین ہے کہ وہاں ان کے مریدین بھی کہیں گے، ربنا ھٰؤلاء اضلونا فاٰتھم عذاباً ضعفاً من النار اے خدا ان پیروں نے ہمیں گمراہ کیا ان کو دوچند آگ کا عذاب دے۔ لیکن بارگاہ الٰہی سے یہی جواب ملے گا لکلٍ ضعف ولکن لا تعلمون، ہر ایک کے لئے دوگنا عذاب ہے لیکن تم نہیں جانتے، (باقی صفحہ پر)

جیسس اِن روم {مسیح روما میں}

(مصنفہ رابرٹ گریوز اینڈ جوشوا پوڈرو ۱۹۵۷ء۔ ناشر کیسل اینڈ کمپنی لندن قیمت ۸ شلنگ ۶ پنس)

یہ کتاب ایک خوشگوار حیرت و استعجاب کے ساتھ ہمارے دیکھنے میں آئی، فاضل مصنفین کا دعویٰ ہے جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب ....
The Nazarene Gospel Restored
میں کہا تھا، کہ جناب مسیح اگرچہ ۳۰ء میں سرکاری حکم سے صلیب پر چڑھائے گئے تھے تاہم اس سے زندہ بچ کر نکل گئے، ہمیں بتایا گیا ہے کہ بعد ازاں انہیں سینٹ پال نے دمشق کے راستہ پر دیکھا، جسے اس غرض کے لئے مقرر کیا گیا تھا کہ مسیح کو پکڑ کر غالباً دوبارہ صلیب پر چڑھانے کے لئے یروشلم واپس لائے اس کتاب میں اس بات پر بحث کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اگر مسیح کو گرفتار کر لیا جاتا تو اُن کے یہودی معلمین اُن سے کیا سلوک کرتے اور کیوں وہ بعد ازاں بھیس بدل کر سفر کرنے پر مجبور ہوئے، فاضل مصنفین نے (Antioch) کے دوسرے بشپ Ignatius کا حوالہ دیا ہے جس نے پہلی صدی عیسوی کے آخر میں .... Smyrnaeans کو یہ لکھا تھا کہ "مجھے اس بات کا علم ہے اور وہ یقین بھی رکھتا ہے"، کہ مسیح ابھی تک زندہ اور گوشت پوست میں موجود ہے، انہوں نے مسیح کے اس مقولہ کا بھی حوالہ دیا ہے" تو مجھے چھوؤ اور دیکھو کہ میں گوشت پوست کے بغیر کوئی روح نہیں ہوں"! اور کہا کہ یہ بات اگر مسیح کے منہ سے نہ نکلی ہوتی اور اگر وہ جسمانی طور پر زندہ نہ ہوتا تو ہرگز اس کی طرف منسوب نہ کی جاتی، فاضل مصنفین اس امر کو انتہا تک لے گئے ہیں اور یہ قیاس آرائی کی ہے کہ جناب مسیح ایک "غیر یقینی پیشگوئی کو کہ "ضرور ہے کہ مسیح خود دشمن کے ملک میں جاکر قومی آزادی کا جھنڈا بلند کرے" پورا کرنے کے لئے روما میں تشریف لے گئے کیا فی الواقعہ اس نے ایسا کیا؟ اس سوال کا کوئی جواب انہوں نے نہیں دیا، حقیقت یہ ہے کہ عیسائیت کی تاریخ میں ایسے فرضی واقعات ہمیشہ داخل ہوتے رہے ہیں تا کہ کوئی نہ کوئی پیشگوئی پوری ہو جائے،

ہمیں اعتراف ہے کہ اس پہلے سے قائم شدہ نظریہ کو کہ عیسائیت ۶۰ء یا ۶۵ء سے پہلے روما میں نہیں پہنچی اور کہ مسیح بذاتِ خود روما میں نہیں گئے ترک کرنے کے لئے (اور یہ ہمیں ناپسند نہ تھا) ہم زیادہ بہتر اور مضبوط دلائل کے متوقع تھے۔ غالباً یہ دوسرا موقعہ ہے کہ یہ نام کو خود مسیح کے ساتھ خلط ملط کیا جا رہا ہے جہاں تک ہم جانتے ہیں، فاضل مصنفین ممکن ہے کہ دیانتداری کے ساتھ مسیح کے نام کو Samaritan Simon Magus کے ساتھ خلط ملط کر رہے ہوں، جس نے مسیحیت کے ساتھ کھیل کھیلی اور پہلی مرتبہ عقیدہ تثلیث کو رائج کیا۔ فاضل مصنفین کا Suetonius کے .... Twelve Caesars کا حوالہ دینا یا اس کے اس بیان کا ذکر کرنا کہ روما میں "Chrestus" (جو "مسیحیوں" کے مترادف ہے) کی انگیخت پر فسادات ہوئے، بے کار ہے کیونکہ اس نے مسیح کا قطعاً کوئی ذکر نہیں کیا۔ تالمود کا یہ بیان کہ مسیح کو روما کے دروازوں پر گداگری کرنے والوں میں دیکھا گیا، کوئی فائدہ نہیں دیتا کیونکہ خود فاضل مصنفین بھی اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ شاید یہ خود مسیح ہی ہو۔

کسی شخص سے یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ وہ اپنے نظریات کو بدل دے چہ جائیکہ اس ایمان کو جو صرف قیاسات اور امکانات پر مبنی ہو بدلنے کا کوئی خیال پیدا ہو سکے، فاضل مصنفین نے اس بات کو بطور امر واقعہ بیان کرنے سے احتیاطاً گریز کیا ہے کہ مسیح کبھی روما میں آیا تھا، ان کا دعویٰ یہ بھی نہیں کہ روما میں کوئی ایسا فرقہ یا جماعت موجود تھی جس کا لیڈر مسیح تھا جو یا جس کو مسیح کی زندگی میں مسیحی کے نام سے پکارا جاتا یا مسیح سمجھا جاتا تھا، انہوں نے فی الحقیقت کسی ایسے تصادم کا بھی ذکر نہیں کیا جو رومیوں اور مسیح یا اس کے پیروؤں کے درمیان واقع ہوا ہو، اور جس کے نتیجہ میں شہنشاہ کلاڈیس کی طرف سے مسیح یا اس کے پیروؤں کے روما سے اخراج کا کوئی فرمان جاری ہوا ہو۔

لیکن ہم اس بات کو پھر دہراتے ہیں کہ یہ کتاب ایک خوشگوار حیرت و استعجاب کے ساتھ ہمارے دیکھنے میں آئی۔ اوّلاً اس لئے کہ اس میں اس بات کو پھر تسلیم کیا گیا ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا اور دوئم اس لئے کہ اس میں مشہور مسلم فاضل اور قانون دان "الحاج خواجہ نذیر احمد کی کتاب "جیسس اِن ہیون آن ارتھ" کے چھ ابواب میں سے پورا ایک باب نقل کر دیا گیا ہے، فی الحقیقت ہمارا احساس یہ ہے کہ فاضل مصنفین کو "جیسس اِن روم" لکھنے کی ترغیب اسی سے ہوئی کہ وہ "جیسس اِن ہیون آن ارتھ" کے مطالعہ سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔ فاضل مصنفین لکھتے ہیں:-

"صاف بات یہ ہے کہ مسیح کے کشمیر میں ظاہر ہونے اور وہاں وفات پانے کے متعلق ذیل کے اسلامی بیان کو زیر بحث لانا ہمیں ناگوار گذرتا ہے...
...... تاہم یہ دعوےٰ کیا گیا ہے کہ اس بیان کی تائید ایک سنسکرت دستاویز سے ہوتی ہے جو دوسری صدی عیسوی کے ابتدائی زمانہ سے تعلق رکھتی ہے، اور یہ ہمارے قارئین کے ساتھ بے انصافی ہوگی کہ اس ایک ہی محفوظ نسخہ کے متعلق خاموشی اختیار کئے رکھیں جو بظاہر تاریخی حیثیت رکھتے ہوئے مسیح کی بعد از صلیب داستان کو ایک سادہ اور طبعی انجام تک پہنچاتی ہے"

کتاب میں وہ بہت سے حوالجات بالتفصیل نقل کئے گئے ہیں جو "جیسس اِن ہیون آن ارتھ" میں ہیں یعنی سر فرانسس ینگ ہسبنڈ (کشمیر) قاہرہ کی جامع الازہر کے پروفیسر محمود شلتوت کے فتوے، ایکٹس آف تھامس، شیخ السعید الصادق کی کتاب اکمال الدین، ملا نادری کی تاریخ اور بھوشیا پرانا کی بھوشیا پرانا مصنفہ ۱۱۵ء عیسوی سے درج ہیں، فاضل مصنفین نے کوہ سلیمان واقعہ سرینگر کے مندر کے کتبوں اور کشمیر کے مفتی اعظم کے اس فیصلہ کو بھی جو چند صدیاں گذریں کیا گیا تھا اور جو مسیح (یوز آسف) کی قبر سے تعلق رکھتا ہے نقل کیا اور ان کا حوالہ دیا ہے۔

فاضل مصنفین کا "جیسس اِن ہیون آن ارتھ" کا ذکر کرنا اور اس میں سے حوالجات اور بیانات نقل کرنا قابل قدر بات ہے۔ ان حوالجات و بیانات میں سے کسی ایک سے بھی انہوں نے اختلاف کا اظہار نہیں کیا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان میں جو دلائل دیئے گئے ہیں وہ ان کے لئے پریشانی کا موجب ہوئے ہیں، اس کتاب کے دعاوی کو توڑنے کے لئے انہوں نے "ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ آف فنڈیمنٹل ریسرچ" کے پروفیسر ڈی ڈی کوسم بی سے بھوشیا پرانا پر روشنی ڈالنے کے لئے کہا، پروفیسر کوسم بی نے انہیں ایک اور نسخہ کا پتہ دیا جو کم و بیش اسی وقت بمبئی میں طبع ہوا جب بھوشیا پرانا کا ترجمہ طبع ہوا۔ اس نے اس خاص عبارت کے کسی قدر مختلف معنے کر دیئے ہیں، تاہم اس کے نمایاں خط و خال میں کوئی نمایاں فرق نہیں، بیان اس کے اس کی تاریخ تصنیف ۱۱۵ء کے متعلق شک کا اظہار کیا ہے کیونکہ اس کے

نسخہ میں مہاراجہ بھوج کا ذکر ہے جو سنہ ۱۰۵۵-۵۶ء میں فوت ہوا، اس نے یہ بھی بتایا ہے کہ اس کے نسخہ میں بہت سے مسلمان حملہ آوروں مثلاً سلطان محمود کا بھی ذکر ہے۔ اور کہ اس نسخہ کے مرتب کرنے والوں نے ۱۸۹۹-۱۹۰۲ء عیسوی کی وبائے پلیگ کا بھی ذکر اس میں کر دیا ہے۔

فاضل مصنفین نے اس امر واقعہ کو نظر انداز کر دیا ہے کہ بھاوشیا مہاپرانا عہد اسلامی سے تعلق نہیں رکھتی، اس میں اسلامی ناموں کا ذکر بتاتا ہے کہ بعد میں ملاوٹ کی گئی ہے، جیسا کہ ۱۸۹۹ء کی وبائے پلیگ کے ذکر سے بھی ظاہر ہے۔ لیکن اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بعد کی ملاوٹیں صرف اس نسخہ میں کی گئی ہیں جو پروفیسر کوسم بی کے پاس ہے۔

مسلمان کشمیر میں ۱۰۵۵ء میں پہنچے ابتدائی مسلمان مؤرخ اس بارہ میں بڑے محتاط مستند، صحیح واقعات قلمبند کرنے والے اور محنتی تھے، انہوں نے عہد اسلامی سے پہلے کے حالات بھی قلمبند کئے، لیکن انہوں نے کشمیر میں مہاراجہ بھوج کا ذکر نہیں کیا، اور اس فرد گذاشت کی وضاحت ضروری ہے۔

خواجہ نذیر احمد صاحب نے ہز ہائینس مہاراجہ کشمیر کی ذاتی لائبریری سے اصل نسخہ کو دیکھنے کے لئے ریاست کے ایک وزیر گنگا رام کی اجازت حاصل کی، انہوں نے اس کا ترجمہ اس وقت کے لائبریرین ودیا ودی ڈاکٹر شیو ناتھ شاستری سے کرایا۔ اس کو جانچنے کے لئے ایک اور پنڈت سے بھی انہوں نے ترجمہ کرایا کیونکہ وہ خود سنسکرت نہ جانتے تھے، معمولی لفظی اختلاف کے سوائے دونوں ترجمے ایک دوسرے سے ملتے تھے، اور خواجہ نذیر احمد صاحب نے بوجوہات ظاہرہ ڈاکٹر شاستری کے ترجمہ کو ترجیح دی، لیکن مستشرقین سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ نسخوں اور کتابوں میں تغیر و تبدل اور ملاوٹیں ہوتی رہتی ہیں اور یہی بات پروفیسر کوسم بی کے بیان سے ثابت ہوتی ہے، اصل نسخہ جو سرینگر میں پوری احتیاط کے ساتھ محفوظ چلا آ رہا ہے اور مہاراجہ پرتاب سنگھ کے نسخہ کا متن جو ڈاکٹر شاستری نے شائع کیا اس دوسرے متن سے زیادہ قابل اعتماد ہے، جس کا حوالہ پروفیسر کوسم بی نے دیا ہے اور اس کے جعلی ہونے کا اس نے خود اعتراف کیا ہے۔

فاضل مصنفین نے کہیں کہیں یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ سینٹ جوڈا تھامس کے زمانہ کے متعلق خواجہ نذیر احمد نے غلط بیانی سے کام لیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اگر تھامس کو جنوبی ہند میں ۷۲ء میں قتل کر دیا گیا تو ۱۰۹ء میں مسیح کی وفات کے موقعہ پر سرینگر میں ان کا ہونا ناممکن تھا، ہمارے سامنے اس کتاب کی تیسری ایڈیشن ... مارچ ۱۹۵۶ء طبع ہوئی۔ اس میں ٹیکسلا کے بعض آثار قدیمہ کے انکشافات کا ذکر ہے جن کی بناء پر مسیح اور سینٹ تھامس دونوں کی ٹیکسلا میں موجودگی کو ثابت کیا گیا ہے چنانچہ صفحہ ۳۵۴ پر لکھا ہے:-

"سینٹ تھامس کے متعلق عیسائیوں کی یہ روایت...... کہ سینٹ تھامس عیسوی کی دوسری صدی کے نصف آخر میں جنوبی ہند میں آیا اور وہیں اسے قتل کر کے دفن کر دیا گیا، انکٹا تھامس کے بیان کی مؤید ہے"

اس سے کوئی زمانی غلطی ظاہر نہیں ہوتی، لیکن اگر کوئی غلطی ہو بھی، تو اس سے صرف یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ایک روایت کچھ سالوں تک چلتی رہی، یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دوسرے ماخذ بھی جن پر تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے سب غلط ہیں۔

ایک اور بات بھی ہے جس کا ذکر کرنا ضروری ہے، جیسس ان ہیون اَن ارتھ میں نکولس نوتووچ ...... NICHOLAS NOTOVITCH کا حوالہ دیا گیا ہے اور اس کی کتاب دی لائف آف سینٹ عیسیٰ کے پندرھویں اور دوسرے ابواب کے اقتباسات نقل کئے گئے ہیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح ہندوستان اور کشمیر میں دو دفعہ آئے تھے، فاضل مصنفین نے اس کتاب کو نظر انداز کر دیا ہے، اور بتایا ہے کہ اس کی بنا صرف "جعلی دستاویزات" پر ہے۔ نوتووچ نے ہمیس کی بدھ مذہب کی خانقاہ کا ذکر کیا ہے جہاں سے اسے اصلی لپٹے ہوئے کاغذات دستیاب ہوئے، اس نے عیسائیوں کو چیلنج کیا ہے کہ ادھر جا کر دیکھیں اور بیان کردہ ادعا کی تصدیق کریں، اس کا چیلنج مسز ہاروے[1] Lady Henrietta اور Merrick[2] نے قبول کیا۔ انہوں نے ہمیس کو مختلف اوقات میں جا کر دیکھا اور لپٹے ہوئے کاغذات بھی ملاحظہ کئے اور غیر مبہم الفاظ میں اس کی تصدیق کی، اس لئے فاضل مصنفین کے لئے اب اس کا کوئی موقعہ نہیں کہ اصل نسخہ کی موجودگی کو چیلنج کریں، ہاں انگلستان میں بیٹھ کر ان کا اسے جعلی دستاویز قرار دینا آسان ہے۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ ان کے قارئین ثبوت طلب کریں گے جو موجودہ حالت میں ان کے پاس کوئی نہیں۔

بہرحال یہ کتاب تمام ان مسلمانوں کے سنجیدہ غور و فکر کے قابل ہے جو اس مضمون سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ (ایجکس)

---

[1] ملاحظہ ہو کتاب:- Adventures of a Lady in Tartary, Thibet, China and Kashmir.

[2] ملاحظہ ہو:- In the World Attic

بقیہ خطبہ جمعہ بسلسلہ صفحہ ۶

میرے مطالبات

میں پھر ان باتوں کو دہراؤں گا جو میں نے ٹریکٹ میں لکھی ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ چونکہ وہ اپنے عقائد آئے دن بدلتے رہتے ہیں اس لئے میاں صاحب اپنا ۱۹۵۷ء کا مذہب بیان کریں۔ دوم اُن کے مرید جو انہیں مباہلہ کا چیلنج دے رہے ہیں، اگر وہ پاکدامن ہیں تو اُن سے مباہلہ کریں، تیسری بات یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو مصلح موعود کہتے ہیں وہ مؤکد بعذاب حلف اُٹھائیں کہ اگر وہ اس دعوے میں سچے نہیں ہیں تو ایک سال کے اندر ان پر عذاب نازل ہو جس میں انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہو۔ یہ تین مطالبے ہیں جو میں نے اُن سے کئے ہیں اور اس کے ساتھ ایک چوتھا مطالبہ اُن سے یہ کرتا ہوں کہ کیا حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں آپ کے حکم سے ان پر کوئی کمیشن بیٹھا تھا اور کیوں؟ میں پھر دہراتا ہوں اور ان کے مریدوں سے کہتا ہوں کہ ان کا قلم اُٹھانا بے کار ہے، جس شخص سے مطالبہ ہے وہ خود اس کا جواب دے آپ خود سوچئے دوسرا شخص ان کی جگہ کیسے لے سکتا ہے۔

ہماری چالیس سالہ کوششیں اور موجودہ حالت

خدا کی شان ہے چالیس سال تک ہم نے ان لوگوں کی اصلاح کے لئے بڑا زور لگایا، ٹریکٹوں رسالوں اور اخباروں کے اس انبار کو دیکھ لیجئے جو اس عرصہ میں لکھے گئے، تمام لٹریچر کو چھان مارا، اور ہر بات کا تسلی بخش جواب دیا، لیکن ان لوگوں نے مخالفین احمدیت کے ہتھکنڈوں سے کام لیا۔ اور مریدوں سے کہا کہ خبردار کوئی لاہوری جماعت کی تحریروں کو نہ پڑھے اور اگر کسی کے پاس پہنچے تو اسے ہمارے پاس بھیجدے یا ضائع کر دے پھر میں نے دیکھا کہ لاہوری جماعت کا کوئی آدمی اُن سے بات کرے تو ان کا چہرہ متغیر ہو جاتا ہے اور وہ اپنے آپ میں نہیں رہتے، تو ہم نے بڑا زور لگایا لیکن انہوں نے نہ سننا تھا اور نہ سنا اب معلوم ہوتا ہے کہ وقت آ گیا ہے، اور ان پر حجت تمام ہونے والی ہے نادان انسان سمجھتا ہے کہ کوئی اسے پکڑنے والا نہیں۔ لیکن خدا کا ہاتھ جب اُٹھتا ہے تو بڑا سخت اُٹھتا ہے کیا کسی کو گمان تھا کہ خود ان کی جماعت میں سے ایسے لوگ نکل آئیں گے جو ان کے اندرونی حالات کا پردہ چاک کر دیں گے، بعینہٖ وہی بات ہے کہ

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

(باقی بر صفحہ ۱۰ کالم ۳)

تصوّرِ وحی اور اسکی بُنیادی کیفیّات و حقائق

ذیل کا مضمون ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم صاحب کی ایک عربی تقریر کا ترجمہ ہے یہ تقریر لبنان کے شہر بحمدون میں مسلم عیسائی اشتراکِ عمل" کی مجلس میں جون ۱۹۵۶ء میں انہوں نے کی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اسلامی حقائق پر جو روشنی ڈالی ہے اس کا اثر مفکرینِ اسلام کے دماغوں پر کس قدر روشن ہے۔

مختلف حکماء، علماء، صوفیاء اور علم النفس کے ماہرین نے اپنے اپنے زاویہ نگاہ سے اس مسئلہ پر غور و فکر کیا ہے لیکن اس مختصر سے وقت میں اس کے مختلف پہلوؤں کو زیر بحث لانا ممکن نہیں۔ اس لئے بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ صرف قرآن حکیم کی روشنی میں اس کی وضاحت کی جائے۔ کیونکہ قرآن میں وحی کی نوعیت و اقسام کے متعلق کافی عمدہ مواد موجود ہے۔

آنحضرت صلعم پر پہلی وحی

آنحضرت کی زندگی میں ایک ایسا دور بھی آیا جب آپ نے اس دنیا سے عارضی طور پر کنارہ کشی کر لی، اور غارِ حرا میں کئی دنوں تک مقیم رہے۔ اس دوران میں ان کا تمام وقت عبادت میں بسر ہوتا تھا۔ کائنات اور خالق کائنات کے تعلقات اور انسانی زندگی کے مختلف مسائل پر غور و خوض ہوتا رہا۔ ایک دن اس غار میں ان کو ایک غیبی آواز سنائی دی۔ اس عجیب و غیر مانوس فرشتہ کو دیکھ کر جس نے آپ کو اللہ کے نام پر پڑھنے کا حکم دیا آپ کچھ گھبرا سے گئے۔ سورۃ العلق کی پہلی پانچ آیات اسی موقعہ پر نازل ہوئیں۔

اقراء باسم ربك الذی خلق
خلق الانسان من علق، اقراء
وربك الاکرم الذی علم بالقلم
علم الانسان مالم یعلم۔

(۹۶: ۱ – ۵)

اس رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو علق سے پیدا کیا۔ پڑھ، تمہارا رب عزتوں والا ہے جس نے انسان کو قلم سے لکھنا سکھایا اور اس کو وہ علم دیا جس سے وہ واقف نہ تھا۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو ان آیات کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ آغاز میں انسان کی ابتدائی جسمانی اور مادی زندگی کی طرف اشارہ ہے۔ پھر طویل ارتقائی مراحل طے کرنے کے بعد وہ اس قابل ہوتا ہے کہ اپنے غور و فکر کے نتائج اور مشاہدات و تجربات کے مستنبطات کو ضبطِ تحریر میں لائے تاکہ ہر نسل اپنے ذخیرۂ علم کو آنے والوں کے لئے محفوظ رکھ سکے اور اس طرح انسانیت اپنے علمی، اخلاقی اور روحانی ورثہ کی ثروت سے مالا مال ہوتی رہے لیکن اس ارتقاء کوشی کی ایک منزل ایسی بھی ہے جہاں انسانی عقل اکثر مسائل کے حل میں اپنے آپ کو عاجز پاتی ہے اور اس کی کوئی کوشش بار آور نہیں ہوتی۔ اس منزل سے آگے بڑھنے کے لئے ایک قسم کی جست کی ضرورت ہے جو انسانوں کو اُن کے مادی اور جسمانی قیود اور زمانی و مکانی تصوّرات کی پابندیوں سے نجات دلا سکے۔ پرواز کی یہ بلندی انسانوں کو ان چند نفوس قدسیہ کی طفیل حاصل ہوتی جن کو عالم بالا سے وحی و ہدایت ملی اور جنہوں نے انسانوں کو وہ کچھ سکھایا جو وہ اپنی ذاتی استعداد اور علمی کوشش سے حاصل نہ کر سکتے تھے۔ یہی وہ حقیقت ہے جو مندرجہ بالا سورۃ کی اس آیت میں ظاہر کی گئی ہے کہ علم الانسان مالم یعلم۔

وحی کے بنیادی حقائق

چنانچہ قرآن مجید کی ان ابتدائی چند آیات ہی میں وحی کے بنیادی حقائق بیان کر دیئے گئے۔ مادہ پرست کہتا ہے کہ ہمارے علم کا تمام تر مدار جسمانی حواس پر ہے عقلیت پرست اور فلسفی یہ کہتے ہیں کہ منطقیانہ عقل حقیقت کی نقاب کشائی کر سکتی ہے اور عقل سے بالا اور اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں لیکن ان آیات سے یہ صداقت مستنبط ہوتی ہے کہ انسان کو اس علم کے حصول میں پوری کوشش کرنی چاہیئے جو عقل کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اور جس کے لئے قرآن نے "القلم" کی اصطلاح بطور علامت استعمال کی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ان آیات سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ حواس اور عقل کی سطح سے بلند ایک اور ذریعۂ علم بھی ہے جہاں سائنس اور فلسفہ اپنی اپنی ثروت افکار اور کثرت فوائد کے باوجود بالکل ہیچ معلوم ہوتے ہیں۔ یہی وہ ذریعہ ہے جس سے کائنات کے رازہائے سربستہ اور انسان کی فطرت اور اس کے مقاصد جلیلہ کی حقیقت اس پر منکشف ہوتی ہے اور جو محض حواس اور عقل کی دسترس سے بہت ماوراء ہیں جدید علم نفسیات انسان کی لاشعوری تہوں کی کھوج لگاتے لگاتے ایک ایسی منزل پر جا پہنچا ہے جہاں اسے قلب انسانی کی گہرائیوں میں کچھ چھپے چھپے تصورات نظر تو آتے ہیں لیکن ان کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے شاید ابھی کافی دیر لگے۔ لیکن یہی وہ حقیقتیں ہیں جن کی طرف وحی اور نبوت مدت سے نہ صرف اشارہ کر چکے ہیں بلکہ ان کی صحیح نوعیت بھی بتا چکے ہیں۔ قلب کی گہرائیوں سے جو علم اور ایقان ابھرتا ہے اُس کے وجود سے تو یہ نفسیات کے ماہر بھی انکار نہیں کرتے لیکن اس کی صحیح ماہیت کا علم اُن کی زد سے باہر ہے یہ صرف صاحب وحی و الہام ہی کے ذریعہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

وحی کے درجات

کیفیت کے لحاظ سے قرآن نے وحی کے کئی درجات بیان کئے ہیں:-

(۱) تمام کائنات اپنے خالق اور ربّ کی ایک آیت ہے، جو اس کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ قرآن نے کائنات کی ترتیب و انتظام، ہم آہنگی و ربط یکسانیت و باقاعدگی کا مطالعہ کرنے پر بہت زور دیا ہے۔ اس خارجی زندگی کے ساتھ ساتھ انسان کی داخلی زندگی بھی اسی خالق کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ انفس و آفاق دونوں اسی کے مظاہرات ہیں۔ قوانین فطرت جو ہر لمحہ اس تغیر پذیر زندگی میں ازل سے لے کر ابد تک ایک ہی نہج پر کارفرما نظر آتے ہیں، ان کا مطالعہ قرآن کی رُو سے مذہبی زندگی اور عبادات کا جزو لاینفک ہے۔ جاہل لوگ آنحضرت سے آپ کی صداقت کے ثبوت کے لئے معجزات کے طالب تھے لیکن قرآن نے اعلان کیا کہ یہ معجزات یا سحر انگیز واقعات انسان کی اخلاقی اور روحانی زندگی کے لئے کچھ مفید نہیں، ان سے قلب میں وہ لذت، جذبات میں وہ شدت اور ذہن میں وہ انقلاب نہیں پیدا ہوتا جس سے افراد اور قوموں کی زندگیوں کی قلب ماہیت ہو سکے اور وہ غلط راستوں کو چھوڑ کر سیدھے اور ترقی پذیر راستوں پر گامزن ہو سکیں۔ وہ شخص جس کی آنکھیں فطرت کائنات کے روزمرہ کے عجائب کا مشاہدہ کر کے ٹھنڈک حاصل نہیں کر سکتیں، جو حقیقت و صداقت کے لئے کسی فوق الفطرت اور عادت کا انتظار کرتا ہے، جسے طبعی اور معمولی واقعات خالق کائنات کی طرف راہنمائی نہیں کرتے بلکہ جسے ایمان و یقین کے لئے کسی غیر معمولی حادثے کی ضرورت ہو۔ ایسے اشخاص صحیح مذہب اور دین کے تصوّر سے ہنوز نا آشنا ہیں۔ یہ تمام کائنات جو اپنے خالق و ربّ کا بہترین مظہر ہے اور جو لگے بندھے اصولوں کے مطابق اپنے وظیفۂ حیات میں منہمک ہے اس کا مطالعہ ایک ذریعہ ہے جس سے انسان اس تک پہنچ جانے میں کامیاب ہو سکتا ہے قرآن کی رو سے خدا کا فعل محض اندھی مشیت کا نتیجہ نہیں۔ اس کا ہر کام ایک مصلحت اور ایک مقصد اپنے اندر لئے ہوئے ہے جس میں اس کی رحمت اور حکمت پوشیدہ ہے۔

قانونِ الٰہی میں تم کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے ۔

لاتبدیل لخلق اللہ، ذالک الدین القیم (۳۰:۳۰)

اللہ کے قانون خلق میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی ۔ یہ ہے دین قیم ۔

(۲) مادی درجے سے اوپر نامیاتی منزل ہے جو خالق کائنات کی قدرت و حکمت کا ویسے ہی مظہر ہے جیسا کہ مادی کائنات :۔

فاحیابہ الارض بعد موتھا

کس طرح مردہ زمین کو ہم نے دوبارہ زندگی بخشی ۔

فلسفہ کی زبان میں یہ مقصدی (TELEOLOGICAL) دلیل ہے جس سے ہم خدا کے وجود اور اس کی حکمت ازلی کا یقین حاصل کر سکتے ہیں ۔ شیخ سعدی نے اسی بناء پر کیا خوب کہا تھا ۔

برگِ درختانِ سبز در نظر ہوشیار
ہر ورق دفتریست معرفت کردگار

(۳) حیوانی زندگی میں وحی پہلے دو درجوں سے بلند اور بہتر کیفیت کی حامل ہو جاتی ہے ۔ قرآن میں شہد کی مکھی کے متعلق ذکر ہے :۔

واوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا ومن الشجر ومما یعرشون ۔ ثم کلی من کل الثمرات فاسلکی سبل ربک ذللا یخرج من بطونھا شراب مختلف الوانہ فیہ شفاء للناس ان فی ذالک لاٰیۃ لقوم یتفکرون (۱۶:۶۸-۶۹)

تیرے رب نے مکھی کی طرف وحی کی کہ تو پہاڑوں اور درخت اور مکانات میں چھتے بنا ۔ تمام پھلوں میں سے رس لے اور اپنے رب کے راستوں پر انقیاد کے ساتھ چل پڑ ۔ اس کے شکم سے مختلف رنگ کے شربت نکلتے ہیں اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے ۔ اس میں تفکر کرنے والے لوگوں کے لئے نشانی ہے ۔

حیوانی زندگی کی بلند ترین منزل

حیوانی زندگی کی بلند ترین منزل انسان ہے جس میں عقل و تمیز، خود ارادیت اور اختیار اپنی پوری حیثیت میں ظاہر ہوتے ہیں ۔ یہ وہ خطرناک صفات خالق کائنات نے عمداً انسان کو اس لئے ودیعت کیں، تاکہ ان کے صحیح استعمال سے وہ اس دنیا میں صحیح معنوں میں خدا کا نائب اور خلیفہ بن سکے ۔ عقل خدا کی طرف سے انسان کو ایک عظیم الشان تحفہ کے طور پر دی گئی جس کی مدد سے آدم فرشتوں کے مقابلے میں بہتر قرار پایا اور جس کی مدد سے اس نے کائنات کی مخفی و ظاہری قوتوں کو تسخیر کیا ۔ اسی علم کی بدولت وہ انسانیت کبریٰ کی منزل کی طرف ارتقائی منازل طے کرتا ہوا قدم بقدم رواں ہوا ۔

علم اٰدم الاسماء کلھا

خدا نے آدم کو کل اسماء سکھائے

یہ علم اشیاء ابتداء میں بطور وحی انسانوں کے قلب پر نازل ہوا اور اس کے بعد عقل کی آمیزش سے ایک بلند و ارفع قصر کی صورت اختیار کر گیا جس کی ظاہری و باطنی خوبصورتی سب سے خراج عقیدت وصول کر رہی ہے ۔ اسلام نے قصہ آدم کی بنیاد پر کائنات اور انسانیت کے متعلق کوئی قنوطی اور غیر اخلاقی نظریۂ حیات پیش نہیں کیا اور نہ اس سے کوئی غیر فطری اور غیر عقلی اور مافوق الفطرت عقیدہ مستنبط کیا ۔ یہ واقعہ انسان کی خود ارادیت اور اختیار کے غلط استعمال کا پہلا مظہر ہے ۔ لیکن اس لغزش کے باوجود وہ اس غلط راستے پر قائم نہ رہا، جونہی اسے غلطی کا احساس ہوا اس نے ندامت کا اظہار کیا اور اپنے گناہ سے توبہ کر لی اور یہ توبہ قبول ہوئی ۔ اس کے بعد اس کی موجودہ زندگی کا آغاز ہوا جو اس کی زندگی سے کہیں بلند تر تھی اور جس میں عقل و فہم کو استعمال کر کے اپنے مستقبل کو شاندار بنانے کا پورا پورا سامان موجود تھا ۔ قرآن نے اسی لئے انسان کو بار بار غور و فکر کی قوتوں کو ابھارنے کی ترغیب دی ۔ جب کبھی کسی حقیقت و صداقت کا اعلان کیا جاتا ہے تو لوگوں سے مطالبہ کیا جاتا ہے :۔

افلا یتفکرون، افلا یعقلون
افلا یتدبرون

تم غور و فکر و تدبر کیوں نہیں کرتے؟

وحی اور عقل انسانی

اس سے وحی کا قرآنی مفہوم واضح ہو جاتا ہے اگرچہ روحانی صداقتوں کا علم محض عقل و فہم سے دستیاب نہیں ہو سکتا لیکن وحی کے ذریعہ جب ان کو انسانوں تک پہنچا دیا جاتا ہے تو پھر انسانی عقل ان کی صداقت کو پا سکتی ہے ۔ بعض عظیم الشان سائنسدان اور حاملکو ریاضی دان جو خالص مادی اور طبعی مسائل کے حل میں کوشاں رہتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ کافی غور و فکر کے بعد اچانک ان کے قلب پر حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے ۔ اس کے بعد وہ کافی مدت کی کوشش سے اس حقیقت کو علم و منطق کی زبان میں پیش کر سکے جس کے بعد وہ حقیقت انسانیت کا علمی ورثہ قرار پائی ۔ قرآن نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وحی کا مصدر و منبع اگرچہ حسی و عقلی نہیں تاہم وہ عقل و حس کے خلاف بھی نہیں ۔ لیکن جب ایک دفعہ اس کا انکشاف ہو جائے تو عقل و فہم ہی کے ذریعہ اس کو تسلیم کیا جانا چاہیئے کیونکہ عقل و وحی میں کیفیت کا نہیں محض کمیت کا فرق ہے، مذہبی تجربہ و قلبی انکشاف عقل و فہم سے صرف ایک درجہ بلند ہے ۔ اسلام نے دینی حیثیت سے کسی ایسی حقیقت کا اعلان نہیں کیا جو عقل کے لحاظ سے ناقابل فہم ہو یا جس میں کوئی گنجلک پائی جائے ۔ عقل و وحی دونوں ایک ساتھ موجود ہیں ۔ اسلام کی یہی سادگی ہے جس کے باعث اذعانی اور غیر عقلی عناصر اس میں بالکل شامل نہیں ۔ وہ مذاہب جن کی بنیاد معجزات اور چند ناقابل فہم عقائد پر مبنی ہے اسلام کی اس سادگی کو روحانیت کے منافی سمجھتے ہیں حالانکہ روحانیت کا یہ تصور ہی بالکل غلط اور بے معنی ہے ۔ اس کی یہی سادگی اور اذعانی اور اذعائی اجزا سے بریت ہے جس سے کئی غیر مسلم مفکر بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے ۔ (باقی ۔ باقی)

سلہ ایک دو جگہ قرآن نے لفظ آدم کو عام انسانیت کے لئے استعمال کیا ہے ۔

خطبہ جمعہ (بقیہ صفحہ ۸)

(بقیہ صفحہ ۸)

آج خود ان کے مریدین بتا رہے ہیں کہ انکی اندرونی حالت کیا ہے، عقائد کا معاملہ الگ ہے، اخلاقی حالت جو بیان کی جاتی ہے وہ بہت ہی شرمناک ہے، پھر تحریک جدید کی بدعنوانیاں ہیں جو زیر تفتیش آ چکی ہیں ایک ایسا انسان جس کا دعوے روحانیت کا ہو اس کے خلاف تو ایسی آواز کا اٹھنا ہی اسے داغدار بنا دینے کے لئے کافی ہے،

مسیح موعود کی بھٹکی ہوئی جماعت کیلئے دعا کی ضرورت

بالآخر آپ سے بھی میری التجا ہے کہ ہمیں بہت سے مواقع ملے جن سے ہم ان لوگوں کے مقابلہ میں حضرت صاحب کے مشن کو کامیاب بنا سکتے ہیں مجھے اطلاع ملی ہے کہ ان میں سے بہت سے لوگ متزلزل ہو چکے ہیں، گو وہ اس کا اعلان نہیں کر سکتے ۔ میاں صاحب نے خاص احتیاط سے ان کی جائدادیں اپنے ہاتھ میں رکھی ہوئی ہیں، اور وہ رشتہ داریوں کے بندھنوں میں جکڑے ہوئے ہیں، وہ حیران ہیں کہ کدھر جائیں، یا تو اتنا ایمان دلوں کے اندر ہو کہ وہ سمجھ لیں کہ خدا تعالے مسبب الاسباب ہے اگر وہ حق کے لئے اٹھ کھڑے ہوں تو اللہ تعالےٰ ان کے لئے رستہ کھول دے گا لیکن کچھ بھی ہو یہ چیز اب نہیں رہے گی، واللہ مخرج ما کنتم تکتمون ۔ انسان بڑی بڑی ترکیبوں سے اپنے عیوب کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے لیکن خدا تعالیٰ آخر کار اسے ظاہر کر دیتا ہے، اس لئے آپ دعاؤں سے کام لیں، ہماری غرض کسی کو ذلیل

آپ کے خطوط

پانچ گاؤں اور ایک شہر کا مالک

مکرم و محترم ایڈیٹر صاحب پیغام صلح - لاہور
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ -

یہاں ایک ربوی دوست کے پاس میاں محمود احمد صاحب کی جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء کی ایک تقریر جو "نظام آسمانی کی مخالفت اور اس کا پس منظر" کے عنوان سے شائع ہوئی ہے، پڑھنے کا اتفاق ہوا - اس میں میاں صاحب نے اپنے "فتنۂ خلافت" کا پس منظر بیان کرتے ہوئے علاوہ اور باتوں کے یہ امور بھی بیان فرمائے ہیں :-

"ابھی وہ ہزاروں آدمی زندہ ہے جو قادیان میں جانے والا ہے انہوں نے حضرت خلیفہ اول کا کچا مکان دیکھا ہوا ہے اس کے مقابلہ میں حضرت صاحب صاحب نے ہم کو ورثہ میں پانچ گاؤں اور قادیان کا شہر دیا تھا گویا حضرت خلیفہ اول کی جائداد ہماری جائداد کا بیس ہزار واں حصہ بھی نہ تھی" ص۵۱

اسی ضمن میں مزید کہا :-

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ورثہ میں پانچ گاؤں اور ایک شہر قادیان کا ملا تھا اور خلیفہ اول کو ان کے باپ کی طرف سے ایک کچا کوٹھا بھی نہیں ملا تھا" ص۶۸

لیکن اسی میاں صاحب نے اسی تقریر کے ص۶۱ اور ص۶۲ پر فرمایا ہے :-

"اس عرصہ میں سلسلہ کی طرف سے جو دونوں خاندانوں کو امداد دی گئی ہے اس کا میں نے حساب نکلوایا ہے جو پچیس سال گزشتہ کا مل چکا ہے کیونکہ کچھ ریکارڈ قادیان میں رہ گیا ہے - اس سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کو ۲۵ سال کے عرصہ میں نوّے ہزار ایک سو بیس روپیہ دیا گیا اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے خاندان کو جو بہرحال حضرت مسیح موعود کے خادم تھے اس عرصہ میں نوّے ہزار دو سو نوّے روپے ملا ہے یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان سے جن کے افراد زیادہ تھے حضرت خلیفہ اول کے خاندان کو ایک سو ستر روپے زیادہ ملا"

اب سوال یہ ہے بقول میاں صاحب حضرت خلیفہ اول کا کنبہ تو مفلوک الحال تھا اور حضور کے بچے چھوٹے چھوٹے تھے سو اگر جماعت نے اپنے اس محسن کے بچوں کو وظیفہ دیا تو روا تھا لیکن میاں صاحب کے خاندان کو جو پانچ گاؤں اور ایک شہر کا مالک تھا قوم کے اس کوڑی کوڑی کر کے جمع کردہ روپے سے ۹۰ ہزار روپیہ لیتے وقت خدا کا خوف نہ آیا ؟ پھر یہ صورت حال اور بھی مضحکہ خیز اس طرح بن جاتی ہے کہ بقول میاں صاحب یہ گزشتہ پچیس سال (۱۹۳۰ء - ۱۹۵۶ء) تک کا حساب ہے - اس عرصہ میں میاں صاحب اور ان کے خاندان کے افراد بارروزگار تھے - سندھ میں دھڑا دھڑ جائداد خریدی جا رہی تھی - قادیان میں کارخانے تعمیر ہو رہے تھے - پھلوں کے باغات لگ رہے تھے اور کس قدر شرم کی بات ہے کہ ساتھ ہی ساتھ غرباء کی جماعت کے تبلیغ اسلام کے لئے جمع کردہ چندہ سے رقوم لے کر ذاتی اخراجات کئے جاتے تھے - افسوس کہ اس قسم کے اقراری بیانوں کے باوجود ربوہ کے "اہل ایمان" کچھ نہیں پاتے - والسلام

احمد فیروز - بی اے - حیدر آباد

مضمون دربارہ مصلح موعود

مکرمی جناب مولوی صاحب ! دام معالیکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ -

"رسالہ "پیغام صلح" متواتر پہنچ رہا ہے اور ہم گروہ فقراء اسے اچھی دلچسپی سے پڑھتے ہیں ایک بہترین جریدہ ہے یوں تو اکثر مضامین اس کے قابل قدر ہیں، (معراج النبی و مثلہا) مگر خاص کر "مصلح موعود" کے متعلق جو مضمون قسط وار نکل رہا ہے نہایت ہی بیش قیمت اور قابل داد ہے - حقیقت یہی ہے کہ حضرت مسیح موعود ؑ کا پیش کردہ "مصلح موعود" آپ کا روحانی بیٹا ہی ہو سکتا ہے نہ کہ یہ مدعی خلافت آسمانی جو مدت طویل سے ایک گمراہ کن نظریہ (حضرت مرزا صاحب نبی ہیں اور ان کا منکر کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے) کی اشاعت و ترویج سے لاکھوں کو حضرت مجدد اعظم کی محبت سے برگشتہ کر چکا ہے اور اپنوں سے اکثر کے ایمانوں کو متزلزل کر چکا ہے، وہ لوگ جو مجدد اعظم علیہ السلام کی محبت کی آغوش میں بسنے کو تھے اس نظریۂ باطل کی وجہ سے الٹے مکفر ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون -

جناب مولوی قمر صاحب کو اللہ تعالے جزائے خیر دے اور حق گوئی ان کا شیوا رہے آمین ثم آمین ونیز کیا ہی اچھا ہو جو یہ مکمل مضمون ایک کتابچے کی صورت میں چھپ کر پبلک کے سامنے آجائے -

دعاگو :- تاج رضوانی عفی عنہ
خادم دربار وحدت

باپ بیٹے کی مجلس

(بسلسلہ ص۱۱)

پڑھنا چاہیئے"

باپ :- تم اس کا مطلب نہیں جانتے - جب مؤذن کہتا ہے حی علی الصلوٰۃ یعنے نماز کی طرف آؤ - تو اس وقت سننے والا کہتا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ یعنے مجھ میں طاقت نہیں سوائے اس کے کہ خدا طاقت دے - ہر ایک نیک کام کی طاقت خدا ہی دیتا ہے - خدا کی مدد کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا - اور جب مؤذن کہے حی علی الفلاح یعنے آؤ نجات کی طرف تو کہنا چاہیئے اللھم لبیک اے خدا ہم جان و دل سے حاضر ہیں - اور جب مؤذن الصلوٰۃ خیر من النوم کہے تو سننے والے کو کہنا چاہیئے صدقت و بررت -

---

حضرت امام الزمان کی جماعت کو نصیحت

(بسلسلہ صفحہ اول)

اطباء بڑے بڑے پرہیزوں اور حفظ ماتقدم کے لئے احتیاطیں بتاتے ہیں اگرچہ سلسلہ اسباب کا اور ان کی رعایت درست ہے - مگر میں کہتا ہوں - محدود العلم ضعیف انسان کہاں تک بچا بچاؤ کرے گا اور پانی کا استعمال کیا کرے - میرے نزدیک تو استغفار سے بڑھ کر کوئی تعویذ و حرز اور کوئی احتیاط و دوا نہیں - میں تو اپنے دوستوں کو کہتا ہوں - کہ خدا تعالیٰ سے صلح و موافقت پیدا کرو - اور دعاؤں میں مصروف رہو میں تو بڑی آرزو رکھتا ہوں اور دعائیں کرتا ہوں - کہ میرے دوستوں کی عمریں لمبی ہوں - تاکہ اس حدیث کی خبر پوری ہو جائے جس میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں چالیس برس موت دنیا سے اٹھ جائے گی جس کا مطلب یہ تو نہیں ہو سکتا - کہ تمام جانداروں سے اس عرصہ میں موت کا پیالہ ٹل جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں جو نافع الناس اور کام کے آدمی ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں برکت

پیغام صلح ۱۷/۲۴ جولائی ۱۹۵۷ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر

جلد ۴۶ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ مطابق ۷ اگست ۱۹۵۷ء | نمبر ۳۱

میں آنحضرت صلعم کی توہین ایک لحظہ کیلئے بھی برداشت نہیں کرسکتا

مجھے کافر قرار دینے کی وجوہ کیا ہیں؟

حضرت امام الزمانؑ کا ارشاد گرامی

ایک تو وہ زمانہ تھا یہی مولوی شور مچاتے تھے کہ اگر ۹۹ وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تب بھی کفر کا فتویٰ نہ دینا چاہیئے اس کو مسلمان ہی کہو۔ مگر اب کیا ہوگیا۔ کہ میں اس سے بھی گیا گذرا ہوگیا؟ کیا میں اور میری جماعت اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و اشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہ نہیں پڑھتی۔ کیا میں نمازیں نہیں پڑھتا۔ یا میرے مرید نہیں پڑھتے۔ کیا ہم رمضان کے روزے نہیں رکھتے۔ اور کیا ہم ان تمام عقائد کے پابند نہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی صورت میں تلقین کئے ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں اور خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اور میری جماعت مسلمان ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم پر اسی طرح ایمان لاتی ہے۔ جس طرح پر ایک سچے مسلمان کو لانا چاہیئے۔ میں ایک ذرہ بھی اسلام سے باہر قدم رکھنا ہلاکت کا موجب یقین کرتا ہوں، اور میرا یہی مذہب ہے کہ جس قدر فیوض اور برکات کوئی شخص حاصل کر سکتا ہے اور جس قدر تقرب الی اللہ پا سکتا ہے وہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اطاعت اور کامل محبت سے پا سکتا ہے ورنہ نہیں۔ آپ کے سوا اب کوئی راہ نیکی کی نہیں۔ ہاں یہ بھی سچ ہے کہ میں ہرگز یقین نہیں کرتا کہ مسیح علیہ السلام اس جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر گئے ہوں اور اب تک زندہ قائم ہوں، اس لئے کہ اس کو مان کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین اور بے حرمتی ہوتی ہے۔ میں ایک لحظہ کے لئے بھی اس ہجو کو گوارہ نہیں کرسکتا۔"

لیکچر لدھیانہ مندرجہ الحکم
اکتوبر ۱۹۰۶ء

برلن مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

دو جرمن خواتین اور ۲ دو مردوں کا قبولِ اسلام

۳ مئی ۱۹۵۷ء کو خطبہ جمعہ میں امام صاحب نے سورہ بنی اسرائیل کی آیات ۱۰۵ تا ۱۰۸ کی بنا پر اس امر پر بحث کی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک سو سال کے اندر اسلام دنیا میں پھیل گیا، اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ہر مسلمان شریعت اسلام کا سختی سے پابند تھا۔

۵ مئی اتوار کو Berlin - Lichterfelde کی رہنے والی Miss Gisela Kolker نے اسلام قبول کیا اسلامی نام عائشہ رکھا گیا

۶ مئی پیر کو ولمرس ڈارف گرلز ہائی سکول کی دو کلاسوں اور ان کے مذہبی معلم کو مسجد میں اسلامی تعلیم دی گئی۔

۷ مئی منگل کو درس قرآن دیا گیا جس میں سورۃ البقرہ پر درس دیتے ہوئے اسکی تشریح کی گئی۔

۸ مئی بروز بدھ - دمشق کے Mr. Shid. Inge. Farouk کی شادی برلن چارلوٹنبرگ کی Miss Gisela A'ischah Kolker سے ہوئی، دولھا اور دلہن کے مسلمان دوست اور رشتہ دار اور ہماری اپنی کمیونٹی کے ممبر مسجد میں حاضر تھے، امام صاحب نے سورۃ النساء کی چند آیات پڑھکر خطبہ دیا۔

۹ مئی جمعرات کو ملتان (پاکستان) سے شیخ فاروق احمد صاحب مغربی جرمنی کا سفر کرتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے اور انہوں نے امام صاحب سے گفتگو کی۔ امام صاحب نے برلن کے نومسلمین کے متعلق انہیں معلومات فراہم کیں،

۱۰ مئی بروز جمعہ کو مذہب اسلام کے سرچشموں کے موضوع پر خطبہ دیا اور سب سے پہلے قرآن کریم اور اس کی اصلیت پر روشنی ڈالی۔

اسی دن مغربی جرمنی کے شہر Bad Nauheim کی Miss Inge Long Rasch نے اسلام قبول کیا، اسلامی نام امیرہ رکھا گیا،

۱۴ مئی منگل کو امام صاحب نے درس قرآن میں ایک مسلمان کے فرائض پر روشنی ڈالتے ہوئے اسکی تشریح فرمائی۔

۱۵ مئی بروز بدھ قاہرہ کے مسٹر شذ عباس حلمی کی شادی مس انجیولگ امیرہ راسچ سے منعقد ہوئی۔ امام صاحب نے سورۃ النساء کی آیات کی بناء پر خطبہ نکاح پڑھا دولھا اور دلہن کے کچھ احباب اور رشتہ دار مسجد میں اس موقعہ پر موجود تھے۔

(باقی بر صفحہ ۹)

مکتوبِ فجی

فجی میں تبلیغی دورہ کی ضرورت۔ ایک امریکن خاتون کی ریسرچ کافروں کی فیاضی
ہمارا امریکی مشن۔ فجی میں ایک گرجا کی تعمیر

از ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب

مکرمی محترمی جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ،

فجی میں تبلیغی دورہ کی ضرورت

حضرت مولانا عبد الحق ودیارتھی صاحب کی انتظار میں آنکھیں تھک گئیں۔ لیکن شومئے قسمت اُن کی اہلیہ محترمہ کے انتقال کی وجہ سے ان کا دورہ اس طرف نہ ہو سکا۔ اور وہ ہم سب کو تشنگی کی صورت میں چھوڑ کر براستہ انگلستان واپس پاکستان چلے گئے۔ امید کی جاتی ہے کہ مولانا کو یہاں آنے کی دعوت دی جائے گی۔ اگر بزرگان سلسلہ اسی طرح تبلیغی دورہ کیا کریں تو جو نتائج برسوں میں پیدا ہو سکتے ہیں وہ مہینوں میں پورے ہوں گے۔

تبلیغی خط وکتابت

جب سے میں امریکہ سے واپس آیا ہوں۔ میرا ڈاک کا خرچ بڑھ گیا ہے۔ ہر ہفتہ دس بارہ خط لکھنے پڑتے ہیں۔ خطوط لکھنا میری عادت ہو گئی ہے۔ جس دن خط نہ لکھوں یا کوئی خط نہ آوے وہ دن میری خوشی کا نہیں ہوتا۔ ان میں اکثر خطوط تبلیغی ہوتے ہیں۔ ایک نو مسلم صاحب جن کا نام عبد الکریم منصور ہے۔ وہ میرے باقاعدہ نامہ نگار ہیں۔ وہ نیوجرسی سے لکھا کرتے ہیں۔ انہوں نے ایک سوسائٹی قائم کی ہوئی ہے۔ جس کا نام یونیورسل مسلم سوسائٹی ہے وہ چاہتے ہیں کہ خاکسار لٹریچر کے ذریعہ ان کی امداد کرے۔ یہاں سے ٹریکٹ اور ہینڈبل چھپوا کر اُن کے پاس بھجوانے کا بندوبست کر رہا ہوں۔ ہماری جماعت کے ایک مخلص ممبر مسٹر نبی دین کا اپنا پریس ہے۔ انہوں نے خیرات فنڈ کے لئے پچاس پونڈ نکالے ہیں۔ اور پچاس پونڈ اُنکے بھائی ڈاکٹر علی دین نے۔ اس رقم کو اشاعت لٹریچر کے لئے انشاء اللہ حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔

ایک امریکن خاتون کی دریافت

سانفرانسسکو میں ایک مشہور فرم WEISTEN ٥٥ کی ہے۔ جس کے مالک یہودی ہیں۔ یہاں سے میں مسلم سوسائٹی کے لئے کچھ لٹریچر خریدا تھا۔ اس فرم کے دفتر میں میری ملاقات ایک لیڈی سے ہوئی جس کا نام مسز بونی فریسن BONNIE FRIESEN ہے! اس کو کیلیفورنیا کے ایک پہاڑی مقام پر، ایک مکان کی دیوار میں ایک تلوار میان کے اندر ملی۔ تلوار پر خون کے نشانات پائے گئے۔ اور اس کے ساتھ کچھ کاغذات پائے گئے جن کو لکھے ہوئے ایک صدی گذر گئی ہو گی یا اس سے قبل۔ اور بھی کچھ اشیاء پائی گئیں۔ یہ مکان ایک پرانے جہاز سے بنایا گیا تھا جو امریکہ اور جاوا سماٹرا کے درمیان چلا کرتا تھا۔ اور اس کو اسی جہاز کے کپتان نے لے لیا تھا۔ اور پھر مکان کی صورت میں تبدیل کر دیا تھا۔ اگر کوئی ہندوستانی عورت ہوتی تو اس تلوار کو فروخت کر دیتی اور ان کاغذوں کو آگ کی نذر کر دیتی۔ لیکن آفرین ہے اس امریکن خاتون پر کہ اس خط کی تحریر اور دیگر اسرار جو تلوار اور مکان اور اس کے مالک سے وابستہ تھے۔ ان کی ماہیت دریافت کرنے کے لئے کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اس کے متعلق وہ ابھی تک پچاس خطوط ہر ہفتہ لکھتی ہے۔ کوئی یونیورسٹی نہیں چھوڑی جہاں خط کے فوٹو کاپی اور تلوار کے فوٹو نہ بھیجے ہوں۔ آخولنڈن یونیورسٹی نے اس کی امداد کی اور ریسرچ سے پتہ لگایا کہ تلوار بورنیو BORNEO کی پرانی اقوام کے فیشن کی ہے۔ اور تحریر عربی حروف میں ہے۔ لیکن زبان پرانی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب اس جزیرہ میں تیرھویں صدی میں آئے اور اپنا اثر جمایا۔ کئی ایک سیاحوں اور کونسل کے ممبروں سے اس خاتون نے ملاقات کی تاکہ اس کی ریسرچ میں اس کو امداد مل سکے۔

جب اس نے دیکھا کہ میں جزائر فجی سے یہاں آکر مشن کا کام کر رہا ہوں تو اس نے ملاقات کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور وہ تمام تحریرات مجھے دکھائیں۔ کچھ تحریرات پڑھی جا سکتی تھیں۔ اس لئے میں نے بتایا کہ ان کو کسی عربی کے سکالر کے پاس بھیجا جائے۔ اور ان کو میں نے ایڈریس دیئے۔ اس طرح اُن سے میرا تعارف ہو گیا۔ پھر ان کو مسلم سوسائٹی کے جلسوں میں شرکت کے لئے دعوت بھیجتا رہا اور وہ ان میں بہت دلچسپی کا اظہار کرتی رہی ہیں۔

کافروں کی فیاضی

میں نے واپسی پر اس ماہ کے شروع میں اُن سے فجی کے غریب لوگوں کے لئے کپڑا جمع کرنے کی اپیل کی۔ جس پر اس نے بڑی خوشنودی کا اظہار فرمایا اور لکھا کہ "میں نے آپ کا خط دفتر کی سب لڑکیوں کو دکھایا ہے۔ وہ سب کپڑا کی فراہمی کے کام میں میری امداد کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ میرے کئی ایک رشتہ دار ہیں۔ جو میری امداد کریں گے۔ اب میں کوشش کروں گی کہ جہازراں کمپنی بغیر قیمت کے کپڑے کے پارسل بھیجنے کی اجازت دے"۔ اس کے بعد اس نے کپڑا جمع کرنا شروع کیا۔ اب تازہ خط میں وہ لکھتی ہیں:۔

"تین بکس کپڑوں کے جمع ہو گئے ہیں، ہر روز ۔۔۔ کپڑے کے پارسل مل جاتے ہیں میٹسن لائن (MATSON LINE) کمپنی کے ڈائرکٹروں کی ایک میٹنگ ہوئی۔ اور انہوں نے میرے کام کی تعریف کی اور بتایا کہ ایک ایک سو پونڈ وزن کے پارسل ہر دفعہ مفت بھیجے جا سکتے ہیں۔"

یہ ہے کافروں کے ملک کی فیاضی اور ان کا کام جو ابھی دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے۔ ایک خاتون ایک نیکی کے کام کو شروع کرتی ہے۔ بیسیوں اس کی امداد کے لئے تیار ہیں۔ جہازراں کمپنی اس کی امداد کرتی ہے اس کے کام میں ہر طرح کی سہولت بہم پہنچائی جاتی ہے۔

ابھی ماہ مئی میں مجھے اپنے سکول کی لائبریری کے لئے ۔۔٦ کتابیں ملی ہیں۔ جو امریکن فیاضی کا نتیجہ ہیں کل ۱۲۰۰ کتابیں لائبریری کے لئے مل چکی ہیں۔ ہمارے سکول کی لائبریری کو دیکھنے کے لئے دور دور سے تعلیمیافتہ اصحاب آ چکے ہیں۔ ایک امریکن نے ہمارے مشن کے لئے زمین کا ایک بلاک دیا تھا جس کا ٹائیٹل میں حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب کی خدمت میں بھیج چکا ہوں۔

ہمارا امریکن مشن

افسوس ہے کہ ہماری انجمن نے اپنی توجہ امریکن مشن سے ہٹالی ہے۔ اور اب یہ مشن یتیمی کی حالت میں پڑا ہوا ہے[1]۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ چند نوجوان اپنے آپ کو امریکن مشن کے لئے پیش کریں۔ جو انجمن کے لٹریچر کو خصوصاً ترجمۃ القرآن انگریزی۔ ترجمہ حدیث جیسس ان ہیون آن ارتھ کو امریکن کالجوں کے پروفیسروں ڈاکٹروں کے گھر گھر تک پہنچائیں۔ اس طرح ان کا اپنا بھی گذارہ ہو گا اور وہ اشاعت دین کے کام کو بھی کماحقہ کر سکیں گے۔

فجی میں ایک گرجا کی تعمیر

یہاں فجی میں ایک چرچ بنا ہے۔ جو اپنی طرز کا ایک نرالا چرچ ہے۔ شہر کے مرکز میں زر کثیر خرچ کر کے زمین حاصل کی گئی ہے۔ اور اس پر جو مکانات تھے ان کو گرا دیا گیا ہے۔ چرچ کے علاوہ مشنریوں کے کوارٹرز مہمان خانہ لیکچر ہال اور گراؤنڈ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کے دفاتر وہاں آ گئے ہیں۔ یا کوئی کالج کھول دیا گیا ہے۔ یہ چرچ مارمن فرقہ کا ہے۔ جس کی امریکہ میں سخت مخالفت کی گئی تھی۔ اس فرقہ کے لوگ اپنی آمدنی کا دسواں حصہ فنڈ میں دیتے ہیں۔ اور جب کوئی چرچ بنانا ہوتا ہے۔ تو چرچ کے امراء کو خود کام کرنا پڑتا ہے۔ وہ اس کا بدل مزدور دیں یا روپیہ دیں۔ قبول نہیں کیا جاتا۔ ان عمارات کو بنانے کے لئے امریکہ سے والنٹیئر آئے۔ اور وہ سب کاروباری

(باقی بر صفحہ ۱۲)

[1] امریکن مشن کی طرف انجمن کی پوری توجہ ہے اور عنقریب یہاں سے ایک قابل مبلغ جانے والے ہیں (ایڈیٹر پ ص)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— ۷ اگست ۱۹۵۷ء

خدمتِ اسلام کے کام کو زندہ اور جاری رکھنے کے لئے ایک مفید پروگرام

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ ۱۹۵۵ء کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ایک فنانس بورڈ کی تشکیل عمل میں لائی گئی تھی جس کی رکنیت ان چند اصحاب پر مشتمل تھی، جنہیں کاروباری اور مالیاتی معاملات سے گہرا شغف ہے، ان اصحاب کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔

(۱) شیخ میاں فاروق احمد صاحب مینیجنگ ڈائرکٹر کالونی ٹیکسٹائل ملز اسمٰعیل آباد

(۲) شیخ میاں عطاء اللہ صاحب ملز اونر ملتان

(۳) شیخ نثار احمد صاحب پروپرائٹر وزیر آباد ٹینری وزیرآباد

(۴) چودھری امجد خاں صاحب پروپرائٹر اسلحہ فیکٹری کراچی۔

(۵) شیخ میاں نعیم احمد صاحب ملز اونر لاہور۔

(۶) چوہدری سلطان علی صاحب سکرٹری بورڈ۔

ان اصحاب نے ایک سال تک انجمن کے مختلف شعبوں اور اداروں کے مالیاتی نظم و نسق کا جائزہ لینے کے بعد گذشتہ جلسہ سالانہ منعقدہ دسمبر ۱۹۵۶ء میں اپنی مطبوعہ رپورٹ پیش کی، جو امید ہے قارئین کرام کی نظروں سے گذر چکی ہوگی، اس رپورٹ کے کچھ حصے اس قابل ہیں کہ انہیں ایک دفعہ پھر احباب جماعت کے سامنے لایا جائے تاکہ وہ بورڈ کی مخلصانہ تجاویز پر سنجیدگی سے غور کرکے ان پر عمل پیرا ہو سکیں۔

چند تمہیدی فقرات کے بعد جن میں انجمن کی خدمات اسلام اور جماعت کی قربانیوں کو سراہا گیا ہے بورڈ نے قوم کو مخاطب کرتے ہوئے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ:۔

"آپ کی جماعت دنیا میں ایک واحد جماعت ہے جس نے قرآن پاک اور احادیث کے مختلف زبانوں میں مستند اور مدلل تراجم شائع کئے ہیں۔ حمایت اسلام کے یہ تمام کام تب ہی جاری رہ سکتے ہیں جب اس مختصر قوم کا ایک ایک فرد اپنے علم، اپنے تجربے اور اپنے مال سے اس جماعت کو زندہ رکھنے کی ہر وقت کوشش کرتا رہے اور ہر قربانی کے لئے آمادہ ہو۔ اور اگر ہم اسی طرح دیوانہ وار خدمت دین اسلام کا کام کرتے رہیں۔ تو یقیناً خدائے قدوس کے سامنے اپنی ذمہ داری سے جس کا ہم نے عہد کیا ہے عہدہ برآ ہو سکیں گے"

اس کے بعد ان معاملات کا ذکر کرتے ہوئے جو بورڈ کے سپرد کئے گئے تھے اور ان امور کی طرف توجہ دلاتے ہوئے جن کے متعلق قوم میں تساہل پایا جاتا ہے موجودہ سال کے لئے بورڈ نے ایک پروگرام قوم کے سامنے رکھا تھا جس کے متعلق لکھا کہ:۔

"اب میں ان حقائق پر روشنی ڈالتا ہوں جو ان معاملات سے تعلق رکھتے ہیں جو ہمارے سپرد تھے۔ میں کوشش کروں گا کہ یہ بتاؤں کہ وہ کونسے امور ہیں جن سے ہم تساہل برت رہے ہیں اور ان امور کے لئے بورڈ کی رائے میں آئندہ ہمارا پروگرام کیا ہونا چاہیئے۔ اور اس پروگرام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد سب سے آخر میں بورڈ کی گذشتہ سال کی کارگذاری پیش کروں گا۔

اب قوم کے سامنے آئندہ سال کا پروگرام حسب ذیل ہے:۔

(۱) برلن اور امریکہ کی ACTIVITIES کو بڑھایا جائے۔ ان ہر دو مشنوں کے لئے کم از کم -/۴۰٫۰۰۰ روپیہ کی ضرورت ہوگی برلن میں آپ کی ایک عظیم الشان مسجد ہے اور جنگ کے بعد مرکزی یورپ کا یہ ملک اس امر کا زیادہ مستحق ہو گیا ہے کہ اسے اسلام کا پیغام پہنچایا جائے۔

اسی طرح امریکہ جو بہت وسیع ملک ہونے کے علاوہ دنیا کے اہم ترین ممالک میں سے ہے اور اس ملک میں نسبتاً مذہب کا چرچا بھی زیادہ ہے حالات حاضرہ کے تحت اس امر کا مقتضی ہے کہ اسلام کی روشنی وہاں پہنچائی جائے آپ کا مشن وہاں موجود ہے اور ایک مکان بھی انجمن کا وہاں موجود ہے لہٰذا ان ہر دو مشنوں کو چلانا آپ کی ذمہ داریوں میں سے ہے اور آپ کو اس سے عہدہ برآ ہونا چاہیئے۔

(۲) مبلغین کی تنظیم اور قوم میں سے نئے واقف دین تبلیغ دین کے لئے پیدا کرنا اور اس کے لئے مرکزی نظام کی درستی سب سے اہم ہے۔

(۳) وہ مکان کہ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا تھا۔ اس کے ایک حصہ کو تبدیل کرکے اُن کے نام پر نہایت اعلیٰ قسم کا ہال اور لائبریری بنانا اور مکان کے باقی حصہ کو بھی تعمیر کرکے انجمن کی آمد میں اضافہ کا موجب بنانا ضروری ہے۔

(۴) انجمن کی زرعی اور سکنی جائداد میں .... DEVLOPMENT کرکے اس کو زیادہ سے زیادہ نفع بخش جائداد بنانا۔ یہ ایک بہت اہم اور ضروری کام ہے اور اس کے لئے ایک کثیر رقم درکار ہے۔

(۵) کتابوں کی چھپوائی اور انجمن کے ذخیرہ کتب کی فروخت کا صحیح انتظام کرنا۔

(۶) انجمن کا سکول بڑے خسارہ میں چل رہا ہے۔ اس کے متعلق غور و خوض کرنا۔ اور دوسرے دو سکول یعنی سکول ربوہ اور سکول پنڈ دلھی کو نسبتاً بہتر بنانا۔

(۷) اخبارات کے خسارہ کو کم کرنے اور خریدار اور اشاعت بڑھانے کے ذرائع پر غور کرنا۔

یہ وہ پروگرام ہے جو موجودہ سال کے لئے بورڈ نے تجویز کیا اور آخر میں قوم کو مخاطب کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ:۔

"اگر قوم کا ہر فرد یہ ضروری سمجھتا ہے کہ مندرجہ بالا پروگرام کو اس سال میں پورا کرنا ہے تو پھر قوم کا ہر فرد یہ عہد کرے کہ اس کام کو ضرور کرنا ہے۔ اور ہر شخص اپنے مقدور کے مطابق اس میں حصہ لے۔ تو یہ کام کوئی مشکل نہیں۔ آپ کی قوم نے اپنے ایمان اور محنت و ہمت کے بھروسہ پر جس کام کا عہد کر لیا اس کو پورا کرکے دکھا دیا کوئی وجہ نہیں۔ کہ اس مرتبہ آپ ناکام رہیں"۔

اس پروگرام اور اس اپیل کو شائع ہوئے اب آٹھواں مہینہ جا رہا ہے، گویا سال میں سے صرف چار پانچ مہینے باقی رہ گئے ہیں، اس کے بعد ہمیں پتہ چلتا ہوگا کہ اس پروگرام پر کہاں تک عمل ہوا اور اس سے کیا نتائج برآمد ہوئے۔ ان میں سے بعض باتیں انجمن کی ذمہ داری سے تعلق رکھتی ہیں جن کے متعلق ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ اس پروگرام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے اور اپنے مختلف شعبوں کو سرگرم عمل بنانے میں پوری طرح ساعی ہے اور انشاءاللہ سال کے آخر میں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ہم سن سکیں گے کہ وہ اپنی مساعی میں کہاں تک کامیاب ہوئی۔

لیکن اس پروگرام میں دو شقیں ایسی بھی ہیں جن کا براہ راست قوم سے تعلق ہے اور جب تک قوم ان کی طرف فرداً فرداً اور بحیثیت مجموعی توجہ نہ کرے کامیابی محال ہے۔ ان میں سے ایک شق احمدیہ ہال سے تعلق رکھتی ہے یعنی

"وہ مکان جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا تھا اس کے ایک حصہ کو تبدیل

(باقی ص ۔۔۔)

زنا کی سزا

قاھرہ کی ایک خبر۔

قاہرہ ۳۱ر جولائی ایک مصری اخبار "المساء" کا بیان ہے کہ ایک سعودی فوجی دستہ نے یمن کے ایک جوڑے (مرد و عورت) کو جنہوں نے ایک قاضی کے سامنے اقرار کیا تھا کہ وہ حج کے دوران میں زنا کے مرتکب ہوئے سنگسار کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ ان دونوں نے اپنے گناہ سے توبہ کر لی تھی، لیکن قاضی جس کے سامنے انہوں نے اعتراف جرم کیا اس بات پر مصر تھا کہ انہیں اسلامی روایات کے مطابق سزا ملنی چاہیئے،

یہ موت کی سزا نماز جمعہ کے بعد دی گئی اور اسلامی شریعت کے مطابق سب سے پہلا پتھر قاضی نے مارا۔

یہ بدنصیب جوڑا آخرکار پتھروں کے اس بوجھ سے دب کر مر گیا، جو سعودی فوج کے دستہ نے ان پر پھینکے تھے۔

اس خبر میں یہ بات قابل غور ہے کہ زنا کی جو سزا (رجم یا سنگساری) مجرموں کو دی گئی وہ کونسی اسلامی شریعت کے مطابق ہے، قرآن کریم میں تو صاف طور پر سو کوڑے لگانے کا حکم ہے، رجم یا سنگساری کا کوئی حکم قرآن کریم میں نہیں، کیا قرآن کریم کے کھلے احکام کو چھوڑ کر کسی ایسی اسلامی روایت کی تقلید کرنا جو قرآن کی تجویز کردہ سزا کے خلاف ہے، حکم الٰہی کی صریح خلاف ورزی اور دو جانوں کا قتل عمد نہیں؟ اس میں شک نہیں کہ زنا کی سزا میں قرآن کریم نے کسی قسم کی نرمی کی اجازت نہیں دی، اور یہ بھی صحیح ہے کہ قرآن کے حکم کے خلاف سزا میں نرمی سے کام لینا دین اللہ میں مداخلت ہے لیکن یہ بھی تو دین اللہ میں صریح مداخلت ہے، کہ قرآن کے حکم کے خلاف سو کوڑوں کے بجائے رجم کی سزا دی جائے جو مجرمین کی ہلاکت کا موجب ہو، اگر اللہ تعالیٰ کو ان کا ہلاک کرنا ہی منظور ہوتا تو یہ حکم کیوں دیا جاتا ہے الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحھا الا زان او مشرک جب رجم کر کے انہیں ہلاک ہی کر دینا تھا تو پھر ان کے نکاح کا سوال ہی کہاں باقی رہ جاتا ہے، افسوس ہے کہ آج مسلمانوں نے قرآن کریم کو پس پشت ڈال کر بعض نام نہاد اسلامی روایات کو اپنا دین بنا رکھا ہے اور اس قسم کے ظالمانہ افعال سے جن کی قرآن نے کہیں اجازت نہیں دی نہ صرف انسانی جانوں کی ہلاکت کا بلکہ اسلام کو دنیا میں بدنام کرنے کا سامان کر رکھا ہے۔ کاش کوئی انہیں اللہ رسالت کی طرف لانے کی کوشش کرے۔

افسوسناک رجحان

معاصر کوہستان نے لاہور کے ایڈیشنل سیشن جج کے ایک فیصلہ میں سے ذیل کی سطور نقل کر کے معاشرے کے ایک افسوسناک رجحان کی طرف توجہ دلائی ہے:۔

"گواہ قتل تک کے مقدمات میں پوری طرح سچ نہیں بولتے۔ بے قصور لوگوں کو پھنسانے کا رجحان بڑھ رہا ہے حتی کہ متوفی مرتے مرتے جو بیان دیتا ہے اس میں اصل قاتلوں کے ساتھ اپنے دیگر دشمنوں کے نام بھی لے دیتا ہے متوفی کے رشتہ دار عموماً قتل سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان سب لوگوں کو پھنسانے کی کوشش کرتے ہیں جن کے خلاف انہیں صحیح یا غلط شکایات ہوتی ہیں، پولیس ایسے موقعہ پر صرف اصل قاتلوں کے چالان پر اکتفا کرنے میں تامل سے کام لیتی ہے خواہ اسے اصلیت بھی معلوم ہو جائے کیونکہ اس کو یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر ابتدائی رپورٹ کے خلاف چالان کیا گیا تو سارے مقدمے کے ناکام ہو جانے کا احتمال ہے۔ گواہ صحیح بات جانتے ہوئے ارادتاً اسے چھپاتے اور مبالغہ اور غلط بیانی سے کام لیتے ہیں اور عدالت سے معجزہ کی توقع رکھتے ہیں حیسا کہ انہیں معلوم ہے ان حالات میں صحیح فیصلہ نہیں ہو سکتا خدا وہ دن لائے کہ عدالتیں جھوٹ کی فضا سے نجات پائیں اور ہر گواہ ایک مسلمان یا ایک شریف آدمی کی حیثیت میں سچ بولے اور سچی بات کہے"

یہ رجحان فی الواقعہ بہت ہی افسوسناک اور حد درجہ قابل مذمت ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ ہمارے معاشرہ میں خدا ترسی اور محاسبۂ اعمال پر ایمان باقی نہیں رہا۔ جو شخص خدا پر ایمان رکھتا ہو اور اعمال کی جزا و سزا پر اسے یقین ہو۔ وہ ایسا طریق عمل اختیار نہیں کر سکتا۔ کاش اس ایمان کو پیدا کرنے کی کوئی صورت کی جا سکے جو سوسائٹی میں سے ایسے تمام زہریلے مواد اور جراثیم کو دور کرنے کا موجب ہوگی۔

ضروری تصحیح

۱۳ر جولائی کے "پیغام صلح" میں "تبصرہ اندرون" کے عنوان سے جو تبصرہ شائع ہوا ہے اس میں پہلے مضمون کی پانچویں سطر میں ۱۹۴۳ء کی بجائے صرف ۱۹۴۳ء ہونا چاہیئے قارئین کرام درست فرما لیں۔

[illegible]

مراحل پیش آتے رہتے ہیں جن میں وہ مصائب و تکالیف یا خوشی کے موقعہ پر صدقہ و خیرات کرنا ضروری سمجھتا ہے ایک غریب سے غریب آدمی بھی بعض وقت آنہ دو آنہ یا کم از کم پیسہ دو پیسہ ہی خیرات کرتا ہے اس خیرات کے لئے مستحق لوگوں کا ملنا عموماً بہت ہی مشکل ہوتا ہے پیشہ ور فقیر کو خیرات دینا نہ صرف گداگری کو ترقی دینا ہے بلکہ اپنی خیرات کو بھی ضائع کرنا ہے، اگر یہی خیرات (خواہ ایک ہی پیسہ ہو) انجمن کے بیت المال میں داخل کی جائے، جہاں سے مستحق یتیموں اور مساکین اور سب سے بڑھ کر اسلام کی حفاظت و اشاعت پر مناسب طریق سے خرچ کیا جاتا ہے تو یہ خیرات کا صحیح مصرف ہوگا۔ اس لئے میں احباب سے گذارش کرتا ہوں کہ وہ پیسہ دو پیسہ، آنہ، دو آنہ جو بھی قلیل رقم خیرات کرنا چاہیں اس کے بدلہ میں ڈاک خانہ سے اسی مالیت کے ٹکٹ لے کر لفافہ میں بند کر کے محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام ارسال کر دیا کریں، اس بات کا خیال نہ کریں کہ رقم کم ہے۔ قطرہ قطرہ بہم شود دریا ایک غریب آدمی کا ایک پیسہ بھی جو اخلاص سے دیا جائے خدا تعالیٰ کی نظر میں امیر آدمی کے ہزاروں روپیہ کے برابر ہے اور غریب ہی پر کیا منحصر ہے، امراء میں سے بھی بعض لوگ قلیل رقم بھیجنا خلاف شان سمجھتے ہیں حالانکہ خدا کی راہ میں دیا ہوا قلیل ہو یا کثیر بہرحال ثواب کا موجب ہے اگر آپ ہفتہ وار ایک آنہ بھی دیں تو سال بھر میں تین روپیہ اور بیس سال میں ساٹھ روپیہ بن جائیں گے

اس سلسلے میں دوستوں سے پھر عرض کروں گا کہ اگر ایک پیسہ بھی وہ خدا کی راہ میں دینا چاہیں تو ٹکٹوں کی صورت میں انجمن کو بھیج سکتے ہیں یا کچھ ٹکٹ اکٹھے کر کے بھیج دیا کریں، لفافہ میں بند کر کے بھیجنے میں ڈاک کی ترکیب بھی پیسے کا فائدہ ہوگا جو آپ ہی کے ٹکٹ کا فائدہ ہے

امید ہے احباب اس طرف خاص طور پر توجہ فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔ والسلام

خاکسار۔ عبدالعزیز خاں

سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

درخواست دعا

محترم مولانا مرتضےٰ خان حسن صاحب بعارضہ انفلوئنزا بیمار ہیں، بخار اور کھانسی کی شدت ہے احباب کرام سے درخواست ہے کہ ان کی صحت کے لئے دعا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

قومی اخلاق و کردار کو سنوارنے کے لئے حدود اللہ کی پابندی ضروری ہے

خلفائے راشدین کا احساسِ ذمہ داری۔ اس احساس کو زائل ہونے دو

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲ اگست ۱۹۵۷ء فرمودہ محترم جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

سورۃ انزلنٰھا وفرضنٰھا وانزلنا فیھا اٰیٰت بیّنٰت لعلکم تذکرون ۔ الزّانیۃ والزّانی فاجلدوا کل واحدٍ منھما مائۃ جلدۃ ولا تاخذکم بھما رأفۃ فی دین اللہ ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاٰخر ولیشھد عذابھما طائفۃ من المومنین ۔۔۔۔ (سورۃ النور: ۱-۲)

سورہ نور کی فرضیت کی خصوصیت

یوں تو قرآن کریم کی ہر ایک سورت اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے اور فرض قرار دی گئی ہے اس میں جو احکام دیئے گئے ہیں، ان پر عمل کرنا فرائض میں سے ہے، لیکن سورۃ نور کے متعلق خصوصیت سے فرمایا ہے:- سورۃ انزلنٰھا وفرضنٰھا، اس سورت کو ہم نے اتارا ہے، اور ہم ہی نے اس کو فرض قرار دیا ہے، یہ اس لئے کہا کہ اس میں ایسی باتوں کا ذکر ہے اور ان کا علاج بتایا گیا ہے جو ایک قوم کے اخلاق کو تباہ کرنے والی ہیں، اور دنیا پر بھی اس کا بُرا اثر پڑتا ہے اس لئے خصوصیت سے اسکے منزل من اللہ ہونے پر توجہ دلائی گئی اور اس کا فرض ہونا بیان کیا گیا، اس سے آگے فرمایا فیھا اٰیٰت بیّنٰت لعلکم تذکرون، ہم نے اس میں احکام کو کھول کر وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے اور غرض یہ ہے کہ تم نصیحت پکڑو، اور ان پر عمل یا پرہیز کرکے دنیا کی ممتاز قوم بن جاؤ۔

زانی مرد و عورت کی سزا

آگے فرمایا الزّانیۃ والزّانی فاجلدوا کل واحدٍ منھما مائۃ جلدۃ زانیہ عورت اور زانیہ مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے لگاؤ۔ ولا تاخذکم بھما رأفۃ فی دین اللہ۔ اور تمہارے دل میں ان کے متعلق کوئی رحم نہ آئے، کیوں؟ اس لئے کہ ایسی حرکت قوم کو تباہ کر دیتی ہے اور قوم کے کیریکٹر کو بگاڑنے کا موجب ہے، اس میں نرمی کرنا قوم کو تباہ کرنا ہے، بعض ایسی چیزیں ہوتی ہیں کہ ان میں چشم پوشی کرنا گویا قوم پر ظلم کرنا ہے۔

قانون الٰہی میں نرمی یا تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا

یہاں رأفۃ فی دین اللہ فرمایا ہے اس کو فی دین اللہ دو وجوہات کی بناء پر کہا ہے ایک یہ کہ اس بارہ میں نرمی نہ کرنا دین کی جان ہے، اگر کسی شخص کا کیریکٹر اچھا نہیں تو اس کا دین بھی کوئی نہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر کسی جرم کی سزا خدا تعالےٰ نے مقرر کر دی ہے اور اس کا کوئی بدل نہیں فرمایا تو تمہارا کام نہیں کہ اس میں تغیر و تبدل کرو۔ یہ خدا کے قانون جزا و سزا میں مداخلت ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ جب ایک قریشی عورت نے چوری کی، اور لوگوں نے حضرت اسامہؓ کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کی، کہ اس کو سزا نہ دی جائے، تو آپؐ نے اسامہؓ سے فرمایا اتشفع فی حدود اللہ اور اس کی اہمیت جتانے کے لئے فرمایا کہ خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمدؐ بھی چوری کرے تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹ دوں گا، یہ شدت کیوں کی اس لئے کہ اگر ایسے معاملات میں چشم پوشی سے کام لیا جائے تو قوم کے اخلاق نہیں بن سکتے۔ عدالت میں امیر و غریب حُر اور غلام کی کوئی تفریق نہیں ہونی چاہیئے چنانچہ آپ نے فرمایا وہ قوم ہلاک ہوگئی جس میں غریب کو ایک جرم کی سزا دی جائے اور امیر کو چھوڑ دیا جائے۔ وہ قوم جو حق کی وصیت کے لئے کھڑی ہو اس کا معیار بہت بلند ہونا چاہیئے تاکہ کسی کو اس پر انگشت نمائی کی جرأت نہ ہو، اسی لئے فرمایا ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاٰخر۔ اگر تمہارا خدا پر ایمان ہے اور آخرت کی جزا سزا پر ایمان رکھتے ہو تو تمہارے دل میں ایسے جرائم کی سزا دینے میں کوئی نرمی پیدا نہ ہونی چاہیئے اور اگر تم اس میں رأفت اختیار کرتے ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم کو خدا اور یوم آخرت پر کوئی ایمان نہیں۔

پبلک میں سزا

اور فرمایا ولیشھد عذابھما طائفۃ من المومنین، یہ نہیں کہ چھپا کر سزا دے دی جائے، پبلک میں سزا دینی چاہیئے تاکہ اسے دیکھ کر دوسروں کو عبرت ہو۔

خیال کیجئے، آج سے چودہ سو سال قبل ایک اُمّیؐ نے یہ قوانین دیئے، جو قوموں کے اخلاق و اعمال کو سنوارتے اور انہیں پاک صاف کرنے کا موجب ہیں شاید آپ کو معلوم ہو کہ آج اس بیسویں صدی میں بھی فوج میں اگر کوئی جرم کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کے لئے ساری فوج کو جمع کیا جاتا ہے اور پھر سب کے سامنے مجرم کی وردی کو پھاڑ دیا جاتا ہے اور مناسب سزا دی جاتی ہے، اس کی غرض یہی ہے کہ اس کو سب کے سامنے ذلیل کیا جائے۔ اور دوسرے اس سے عبرت پکڑیں۔

حضرت عمرؓ کی سخت روی

وہ لوگ جن کے سپرد قوم کے اخلاق اور اموال ہیں، ان کی ڈیوٹی بڑی سخت ہے، ان کو قوم کے سامنے نمونہ بننا پڑتا ہے، حضرت عمرؓ ۔۔۔۔ بڑا کیریکٹر والا انسان، بڑا جوانمرد انسان، خدا کے احکام پر چلنے والا انسان تھا، آپ اُن کی زندگی کو دیکھئے وہ اپنے اوپر بھی بڑی سختی روا رکھتے اور عمّال کی نگرانی بھی بڑی سختی کے ساتھ کرتے تھے۔

عاملین کی جائیداد کا جائزہ

ان کا قاعدہ تھا کہ جس شخص کو عامل بنا کر باہر بھیجتے، پہلے اُس کے اثاثہ اور جائیداد کا جائزہ لے لیتے، اور پھر دیکھتے کہ عامل ہونے کے بعد اس نے جائیداد میں کوئی اضافہ تو نہیں کیا چنانچہ عتبہ بن ابوسفیان کو انہوں نے کنانہ میں عامل بنا کر بھیجا، جب وہ واپس آئے تو بہت سا مال و دولت اپنے ساتھ لائے، حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ یہ کہاں سے آیا؟ انہوں کہا، جب مَیں یہاں سے گیا تو کچھ اپنا روپیہ ساتھ لے گیا، جس سے تجارت کرکے یہ مال میں نے کمایا ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بحیثیت عامل تمہیں تجارت کرنے کا کوئی حق نہ تھا، یہ سب مال بیت المال میں داخل کر دیا گیا Sense of duty (احساس فرض) ہے۔

ملازم کا فالتو وقت کوئی نہیں

آج جو قوانین ملازمت بنائے گئے ہیں، ان میں بھی ایک ملازم کو چوبیس گھنٹہ کا ملازم قرار دیا گیا ہے اسے یہ حق نہیں دیا گیا کہ اُن چوبیس گھنٹوں میں حصول معاش کا کوئی اور ذریعہ پیدا کرے۔ حضرت عمرؓ نے بھی یہی کیا، کہ چوبیس گھنٹے کا ملازم سمجھ کر اس سے دوسرے ذریعہ سے کمایا ہوا مال لے لیا، آج لوگ اپنے لئے بڑے جواز پیش کرتے ہیں کہتے ہیں کیا کریں گذارہ نہیں ہوتا، اور فالتو وقت دوسرے کام میں لگاتے ہیں۔ حالانکہ ایک ملازم کا فالتو وقت

کوئی سبب ہی تہیں۔

حضرت ابوعبیدہ کے ساتھ سلوک

پھر آپ نے حضرت ابوعبیدہ رض کا نام سنا ہوگا وہ لشکر اسلام کے سپہ سالار تھے۔ حضرت عمر رض نے انہیں شام کا گورنر بنا کر بھیجا، حضرت عمر رض کا قاعدہ تھا کہ عمال کے متعلق رپورٹیں منگواتے رہتے تھے، حضرت ابوعبیدہ رض کے متعلق انہیں رپورٹ پہنچی کہ بہت مرفع الحال ہیں، فراغت سے رہتے ہیں، حضرت عمر رض نے حکم دیا کہ اُن کی تنخواہ کم کر دی جائے۔ اس کے بعد رپورٹ آئی کہ ابوعبیدہ کا حال خراب ہوگیا ہے، ان کا رنگ تبدیل ہوگیا ہے ان کا لباس معمولی اور بوسیدہ ہے آپ نے ان کی تنخواہ بحال کر دی۔

حالت عسرت میں مال سے پرہیز

حضرت عمر رض اُن کے گھر گئے، دیکھا کہ وہ بڑی غریبانہ اور عسرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں، آپ نے چار ہزار دینار پیش کئے، انہوں نے لے کر غرباء میں تقسیم کر دیئے۔ شاید آج کوئی کہے کہ اس میں کیا برائی تھی لے لیتے، لیکن ان لوگوں کا معیار کچھ اور تھا، اس قوم نے یونہی دنیا کو نہیں موہ لیا۔ ان میں بڑی خوبیاں تھیں۔ انہوں نے اپنی ہر چیز قربان کر دی، وہ دنیا اور مال کے معاملہ میں بڑے چوکس رہتے تھے۔

ایک اور گورنر کا طریق زندگی

ایک صحابی سعید بن عامر کو حضرت عمر رض نے حمص کا گورنر بنا کر بھیجا۔ وہاں کے لوگوں نے لکھ بھیجا کہ اس کو معزول کیا جائے، وہ دن کو دیر سے گھر سے باہر نکلتا ہے، رات کو کسی سے نہ ملتا ہے نہ بات کرتا ہے، اور مہینہ میں ایک دن غائب رہتا ہے، حضرت عمر رض نے سعید بن عامر سے جواب طلب کیا، انہوں نے لکھا کہ میرے پاس کوئی نوکر نہیں، اس لئے صبح کے وقت خود ہی آٹا گوندھتا اور روٹی پکاتا ہوں اور کھا پی کر گھر سے باہر نکلتا ہوں، رات کو عبادت الٰہی میں مصروف رہتا ہوں۔ اس لئے کسی سے مل نہیں سکتا خیال کیجئے گورنر اور اس کا یہ حال۔ آج کسی کو ذرا سا عہدہ مل جائے تو کہتا ہے فلاں کام میری شان کے خلاف ہے، اور ذرا ذرا سی بات پر بگڑنے لگتے ہیں۔

خلفائے راشدین کی درویشانہ زندگی

آخر حضرت ابوبکر رض حضرت عمر رض حضرت عثمان رض اور حضرت علی رض نے جو یہ درویشانہ زندگی اختیار کی تو کیوں؟ انہوں نے اپنی ذمہ داری کو محسوس کیا، اگر وہ طمطراق سے رہتے (اور وہ رہ سکتے تھے کیونکہ وہ بہت بڑی مملکت کے بادشاہ تھے)، تو دنیا کے لئے رستہ کھل جاتا، ان لوگوں نے اسی بات کو محسوس کیا کہ وہ دنیا میں سادگی اور اچھے اخلاق پیدا کرنے کے لئے آئے ہیں۔ انہوں نے محسوس کیا کہ یہ عارضی جگہ ہے اس جگہ عیش و آرام کی زندگی بسر کرنا دوسروں کے حقوق کو زائل کرنا اور اپنی عاقبت خراب کرنا ہے غور کرو ایک بادشاہ اور چار پانچ آنے وظیفہ لیتا ہے۔ اس کے لباس پر پیوند لگے ہوئے ہیں۔

فقیرانہ لباس کا رعب و دبدبہ

کیا آپ کا خیال ہے کہ شاہانہ لباس رکھنے سے رعب قائم ہوتا ہے؟ نہیں ان کا یہی فقیرانہ لباس دنیا کو مرعوب کرنے کا موجب تھا، روم کا سفیر آتا ہے اور وہ پوچھتا ہے کہ امیرالمومنین کہاں ہیں؟ لوگ بتاتے ہیں ابھی یہاں سے اس طرف گئے ہیں وہ ڈھونڈتا ہوا ایک جگہ پہنچا تو دیکھا کہ ایک شخص اینٹ کو سرہانے رکھے ہوئے لیٹا ہوا ہے۔ آپ جانتے ہیں قیصر روم کے دربار میں کیا شان و شوکت تھی، وہ سفیر جو اس شان و شوکت کو دیکھے ہوئے تھا جب حضرت عمر رض کو اس حالت میں دیکھتا ہے تو اس پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے، کیا چیز تھی، جس سے یہ رعب پیدا ہوتا تھا، آپ کا خلوص، آپ کی سادگی اور للہیت تھی، جو لوگوں پر رعب طاری کرتی تھی، وہ حیران ہوتے تھے کہ اتنی بڑی سلطنت کا مالک، ایسی عظیم الشان قوم کا لیڈر اور اتنی سادہ زندگی!

ان نمونوں کو مشعلِ راہ بناؤ

یہ قصہ کہانی نہیں، اس میں شک نہیں کہ جن لوگوں کے یہ قصے ہیں ان کی شان میں ایسی باتیں بیان کرنے سے کوئی اضافہ نہیں ہو جاتا، یہ بیان اس لئے کیا جاتا ہے کہ ہم اسے مشعل راہ بنائیں، ہم بھی ان کی پیروی کر کے دنیا میں نیک نامی حاصل کریں، آپ کو یاد ہوگا غیر منقسم ہندوستان میں جب پہلی مرتبہ وزارتیں بنیں تو مہاتما گاندھی نے کہا کہ اگر کامیاب ہونا چاہتے ہو تو ابوبکر رض اور عمر رض کے نمونہ کو اختیار کرو، یہ یونہی نہیں کہدیا فی الحقیقت اُن کی زندگی ایک نمونہ تھی اور اور وہ لوگ دنیا کے ختم ہونے تک دنیا کی ہدایت کا موجب ہوں گے۔

مومن کا قول و فعل ایک ہونا چاہیئے

ہمیں چاہیئے کہ اسی نمونہ کی پیروی کریں انفرادی زندگی کے بجائے ہمیں قومی زندگی کا زیادہ خیال رکھنا چاہیئے اور کوئی بات ایسی نہ ہونی چاہیئے جس سے قومی زندگی پر بُرا اثر پڑے، کس قدر بدقسمتی کی بات ہے کہ مسلمان قوم جس کو اتنی اعلےٰ تعلیم دی گئی تھی، اس تعلیم سے بے بہرہ ہے، اور دوسرے لوگ اس پر عامل ہو کر بڑائی اور عظمت حاصل کر رہے ہیں اپنے مذہب کو دیکھئے اس کی تعلیم کس قدر بلند ہے، اس کے احکام کس قدر کھلے اور ہدایت کا موجب ہیں۔ اس پر عمل کرنے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ حائل نہیں ہونی چاہیئے، اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی قوم کا کیرکٹر بلند ہو تو اپنے مذہب اور اس کے احکام پر پورے طور پر عمل کریں، صحابہ میں سے ایک ایک شخص جب دوسرے ملکوں میں جاتا تھا تو انکو دیکھ کر قومیں ہدایت یاب ہوتی تھیں محض وعظ کر دینا کوئی چیز نہیں اصل چیز عمل ہے، بسا اوقات ایک انسان اپنے عمل سے دوسروں کے لئے ٹھوکر کا موجب ہو جاتا ہے کہ وہ کہتے ہیں یہ کہتا کیا ہے اور کرتا کیا ہے، اس لئے مومن کا قول اور فعل ایک جیسا ہونا چاہیئے۔ اس میں مصلحت یا دو رنگی کوئی نہیں ہونی چاہیئے۔

مسیح موعود کا ماننا ایک فضل ہے اس کی قدر کرو

یہ میں اس لئے کہتا ہوں کہ ہماری ذمہ داری بہت بڑی ہے۔ ہمیں اس کا احساس ہونا چاہیئے احساس سے حرکت پیدا ہوتی ہے اور اس کے فقدان سے مُردگی۔ آپ پر خدا نے بڑا فضل کیا ہے کہ ایک امام کی تحت خطا کی جھکے تو اس سے بڑا لطف آتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو مان کر اسلام کی ہمیں سمجھ آگئی۔ یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں، اس زمانہ میں جب اسلام کے چہرہ پر ہر طرف سے گرد و غبار اور دھول پڑی ہوئی تھی اس مرد خدا نے اسے پاک صاف کر کے ہمیں دکھایا۔ اس کا صحیح چہرہ دیکھ کر ایک کیف پیدا ہوتا ہے اور لطف آجاتا ہے اور دوسری طرف اور لوگوں نے جو اسلام پیش کیا ہے اس سے طبیعت مکدر ہوتی ہے، تو یہ اللہ تعالےٰ کا خاص فضل ہم پر ہے۔ قرآن کریم نے وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ کے ساتھ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ رکھ کر مسیح موعود کے ماننے کو بڑا فضل قرار دیا ہے۔ اس فضل کی قدر کرو، اور ہر قسم کی نفسانیت سے الگ ہو کر اپنے اعمال کو درست کرو، اور اپنی قربانیوں کو خالصتاً للہ کرو۔ پھر ہر ایک چیز خود بخود درست ہو جائے گی۔

(مقالہ بسلسلہ صفحہ ۳)

کر کے اُن کے نام پر اعلےٰ قسم کا ہال و لائبریری بنانا اور مکان کے باقی حصہ کو بھی تعمیر کر کے انجمن کی آمد میں اضافہ کا موجب بنانا"۔

اس کے لئے گذشتہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حضرت امیرایدہ اللہ کی اپیل پر بہت سے مستطیع و غیر مستطیع اصحاب نے بیشمار امدادی رقوم دینے کا وعدہ کیا تھا جہاں تک ہمیں معلوم ہے ان رقوم کا کچھ حصہ تو وصول ہو چکا ہے لیکن بیشتر حصہ ابھی قابل وصول ہے حالانکہ چاہیئے تھا کہ اب تک کل رقوم وصول ہو کر تعمیر کا کام شروع ہو جاتا، ضرورت ہے کہ اس کی طرف احباب کرام جلد از جلد توجہ فرمائیں۔ اور موعودہ رقوم اسی ماہ میں ادا کر کے عنداللہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوں تاکہ تعمیر کا کام شروع کرنے میں انجمن کو کوئی عذر باقی نہ رہے۔

تصوّرِ وحی اور اسکی بنیادی کیفیات و حقائق

(ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم صاحب)

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

وحی کے مختلف طریقے

قرآن نے ایک جگہ ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جن پر نزول وحی ہوتا ہے اور ان مختلف طریقوں کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جس سے یہ وحی ان تک پہنچتی ہے :-

ماکان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من ورائ حجاب او یرسل رسولاً فیوحی باذنہ ما یشاء انہ علیٌّ حکیم۔ و کذٰلک اوحینا الیک روحًا من امرنا ماکنت تدری ما الکتٰب ولا الایمان ولکن جعلنٰہُ نوراً نھدی بہ من نشاءُ من عبادنا و انک لتھدیٓ الی صراط مستقیم صراط اللہ الذی لہٗ ما فی السموات و ما فی الارض الا الی اللہ تصیر الامور۔

(۴۲: ۵۱-۵۳)

کسی بشر کے لئے یہ ممکن نہیں کہ اللہ سے کلام کرے مگر بجز اس کے کہ وحی ہو یا کوئی فرستادہ بھیجے اور اس کے حکم اس کی مشیت کے مطابق وحی کرے اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے احکام کی وحی بھیجی ہے تجھے تو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کتاب (یا لکھنا) کیا ہوتا ہے اور ایمان کیا چیز ہے۔ مگر ہم نے اسے نور بنایا اس کے ذریعہ ہم اپنے جس بندے کو چاہتے ہیں، ہدایت دیتے ہیں اور تو صراط مستقیم کی طرف رہبری کرتا ہے۔ وہ اس اللہ کی صراط ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کی ملک ہے۔ سنو تمام معاملات کا مرجع و مآب اللہ ہی ہے۔

لفظ وحی کا مفہوم

لفظ "وحی" سے مراد عام طور پر وہ الہام ہے جو نبیوں پر کیا جاتا ہے لیکن اس کا صحیح مفہوم "القائی النفس" ہے یعنی ایک تصور جو اچانک بغیر کوشش کے ذہن میں آ موجود ہو۔ بعض دفعہ یہ تصور عقلی یا علمی حیثیت سے بہت اہم ہوتا ہے اور بعض دفعہ اس کے روحانی یا دینی مضمرات بہت دور رس ہوتے ہیں۔ آیات مندرجہ بالا میں لفظ "وحی" اسی مؤخرالذکر مفہوم میں استعمال ہوا ہے یعنی وہ تصورات جو خالق کائنات انسانوں کے ذہن و قلب پر وارد کرتا ہے بعض دفعہ ایک صاف اور پُر معنی آواز غیب سے سنائی دیتی ہے جو ایک حقیقت کا انکشاف کرتی ہے یا کوئی پیغام پہنچاتی ہے۔ اس کی صداقت و حقیقت اس کو جھوٹ اور بناوٹ سے متمیز کرتی ہے۔

نزول وحی کا دوسرا طریق

وحی کے نزول کا ایک دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خدا اپنا پیغام کسی فرشتے کے ذریعے پہنچاتا ہے۔ آنحضرت کو اپنی نبوی زندگی کے طویل دور میں اکثر اسی ذریعے سے وحی پہنچتی رہی۔ اگرچہ آپؐ کی جسمانی صحت ایک عام آدمی کے مقابلہ میں کافی عمدہ تھی تاہم وحی کے وقت آپ کی حالت دگرگوں ہو جاتی تھی۔ ولیم جیمز امریکن ماہر نفسیات نے اپنی شاندار "مذہبی تجربات کی اقسام" میں نبیوں اور اولیاء کے ہیجانی اور عصبیاتی خلل و اضطراب پر بحث کی ہے اس کا خیال ہے کہ یہ اضطرابات ان کے غیر فطری ہونے کی علامت نہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ انسان کا عضویاتی نظام عام حسی تجربات کے مطابق بنا ہوا ہے۔ لیکن جب وہ غیر حسی اور روحانی تجربات سے دوچار ہوتا ہے تو اس میں خلل آنا لازمی ہو جاتا ہے۔

وحی و الہام کن پہ ہوتا ہے

اب سوال یہ ہے کہ ان غیر معمولی تجربات کے حاملین کون ہیں؟ قرآن کہتا ہے کہ خدا تمام اچھے لوگوں سے کلام کرتا ہے تاکہ اُن کے ایمان میں پختگی پیدا ہو۔

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملٰئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا و ابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ (۴۱: ۳۰)

وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر وہ اسی پر قائم رہتے ہیں ان پر ملائکہ نازل ہو کر کہتے ہیں کہ تم نہ خوف کھاؤ نہ غم کرو بلکہ اس جنت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

مختلف اقوام کے انبیاء علماء اور اولیاء پر وحی نازل ہوتی رہی۔ اگرچہ انسانوں کے کثیر ہجوم کے مقابلے پر ان عظیم الشان افراد کی تعداد بہت کم ہے لیکن کوئی قوم ان سے خالی نہیں رہی۔ فلسطین یا مشرق وسطیٰ کے علاقوں کی کوئی خصوصیت نہیں۔ قرآن اعلان کرتا ہے :-

وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ (۳۵: ۲۴)

کوئی امت ایسی نہیں جس میں کوئی نذیر نہ آیا ہو۔

ان لوگوں پر بھی خدا نے وحی نازل کی جن کو ہم انبیاء میں شمار نہیں کرتے۔ مثلاً قرآن حضرت عیسےٰ کے حواریوں کے متعلق کہتا ہے :-

واذ اوحیت الی الحواریین ان اٰمنوا بی وبرسولی قالوا اٰمنا واشھد باننا مسلمون۔

(۵: ۱۱۱)

اور جب میں نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔ انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے اور تو گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔

قرآن مسلمانوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ان تمام مذاہب کی بنیادی اور حقیقی وحدت پر ایمان لائیں جن کا مدار توحید خداوندی پر ہے۔ جہاں کہیں سچائی کا اعلان ہوا اس کی بنیاد توحید ذات باری پر قائم ہوئی اور اسی بناء پر اعلان کر دیا، کہ مسلمان مختلف انبیاء میں تفریق نہیں کرتے۔

لا نفرق بین احد من رسلہ

ہم رسولوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے۔

آفتاب الدین احمد ہومیوپیتھک دار الشفاء کی سہ ماہی رپورٹ

عطیہ دینے والے اصحاب

طالبات کول مانسز ڈنڈوٹ	15/-/-
صلاح الدین ناصر صاحب لاہور	2/-/-
شیخ لطیف احمد صاحب سٹیٹ بنک لاہور	10/-/-
عبدالصمد جمالی صاحب ڈھاکہ	3/-/-
پروفیسر عبدالسلام صاحب لاہور	5/-/-
مولوی عطاء الرحمٰن صاحب ڈھاکہ	5/-/-
بدرالدین عمر صاحب ڈھاکہ	5/-/-
سید فرہاد احمد صاحب ڈھاکہ	2/-/-
میزان	33/5/-

مئی، جون، جولائی ۱۹۵۷ء میں استفادہ کرنے والے مریضوں کی تعداد 4690 ہے۔ علاوہ ازیں اس سہ ماہی میں ہزارہا اشخاص کو انفلوئنزا سے محفوظ رکھنے والی دوائی مفت تقسیم کی گئی۔

کنوینر دار الشفاء

مکتوب ربوہ

سوشل بائیکاٹ اور اہل ربوہ

حیدر رضا۔ ربوہ

جماعت قادیان کے موجودہ سربراہ جب سے مسند اقتدار پر مجلس انصار اللہ و تعلیم الاسلام ہائی سکول کے طلباء کے دستخطوں کی بدولت جلوہ افروز ہوئے ہیں انہوں نے اپنے مخالفین کو دبانے کے لئے ہر قسم کی حرکت سے کبھی گریز نہیں کیا۔ خوف خدا کا خانہ تو ہمیشہ سے خالی ہے مخالفین کی آواز حق کو دبانے کا سب سے مؤثر طریق ان کے نزدیک سوشل بائیکاٹ ہے۔ یہی ان کا سب سے کامیاب حربہ ہے جو یہ اپنے مخالف کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔

اسلام میں کسی فعل کی جائز یا ناجائز حیثیت کو پرکھنے کے لئے مقدم قرآن کریم ہے۔ بعدہ اسوۂ رسول مقبول صلعم۔ نمونہ خلفاء راشدین۔ ....

صحابہ کرام۔ اجتہاد علماء دین اور ہم احمدیوں کے لئے امام وقت علیہ السلام بھی مشعل راہ ہیں۔ ساتھ ہی ہم حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی حیات طیبہ سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ اب جو شخص مولا بالا رستوں کو چھوڑ کر نیا رستہ تلاش کرتا ہے وہ یقیناً خسران و تباب کا شکار ہوتا ہے۔

سوشل بائیکاٹ کا غیر اسلامی فعل

جناب خلافت مآب نے اپنے خلاف آواز اٹھانے والے مریدین کو منافق قرار دیا ان کا سوشل بائیکاٹ کیا نیز ساتھ ان کو ربوہ بدر کر کے ان کی املاک کو ضبط کیا۔ جب ان کی بارہ گاہ عالیہ میں عرض کی گئی کہ آنجناب کا یہ فعل نہ صرف غیر اسلامی بلکہ غیر آئینی ہے تو اپنے نام نہاد "خالد بن ولیدوں" کے ذریعہ سے قلمی جنگ کا میدان گرم کر دیا جس میں آخر کار انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

میاں بشیر احمد صاحب کی وکالت

اب خلافت مآب کے معتوب اور "بزدل" کا خطاب پانے والے بھائی صاحب جرأت کر کے میدان میں تشریف لائے ہیں۔ جناب میاں بشیر احمد صاحب نے سوشل بائیکاٹ کے جواز میں سنت رسول کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن قرآن حکیم کو وہ بھی نظر انداز کر گئے۔ تفسیر کبیر کے گرانبہا موتی اگر میاں بشیر احمد صاحب نہ سمیٹ سکے تو کون سمیٹے گا۔ قرآن حکیم میں خاص منافقین کے بارے میں سورہ "منافقون" اتری لیکن بارگاہ خداوندی ...... سے کہیں بھی اس میں یہ حکم نہیں دیا کہ منافقین کا سوشل بائیکاٹ کرو۔ سورۃ منافقون میں نہایت صراحت سے منافقین کی نشانیاں موجود ہیں۔

مباہلہ سے فرار منافق کا نشان ہے

منافق کی ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ وہ کبھی موت کی تمنا نہیں کرتا ...... فتمنوا الموت ان کنتم صادقین ولا یتمنونہ ابداً بما قدمت ایدیھم لیکن یہاں یہ حال ہے کہ جن کو منافق کہا جاتا ہے وہ تو بار بار فتمنوا الموت (مباہلہ کا چیلنج کر رہے ہیں۔ لیکن خلیفہ صاحب اور ان کے حواری طرح طرح کے عذر لنگ پیش کر کے اس پیالہ کو ٹالنا چاہتے ہیں۔ آخر وہ کب تک اس طرح کہتے رہیں گے کیوں احکم الحاکمین سے فیصلہ طلب کرنے کی جرأت نہیں؟ ایک مصلح ربانی کو خدائی عدالت سے کیوں خوف آتا ہے آخر؟

حدیث سے غلط استنباط

مرزا بشیر احمد صاحب نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے اس کو غلط طور پر اپنے حق میں گھسیٹا ہے یہ بات اُن کی ذات گرامی کے شایان نہیں کہ عالم ہو کر مصلحت بینی کی خاطر غلط وکالت کریں۔ اس واقعہ کے متعلق جو حدیث میں بیان ہوا ہے قرآن کریم میں بھی آیات موجود ہیں۔ قرآن کریم نے ان تین صحابہ کرام کو جنہوں نے اقبال جرم کیا مومن قرار دیا ہے اور جنہوں نے حیلہ سازی کر کے برأت ظاہر کی وہ بارگاہ ایزدی میں منافق ٹھہرے لیکن یہ حکم پھر بھی نازل نہ ہوا کہ منافقین کا سوشل بائیکاٹ کرو۔ جن تین صحابہ کا سوشل بائیکاٹ کیا گیا وہ محض اس بناء پر تھا کہ انہوں نے ایک ذہبی حکم کی تعمیل نہ کی۔

ذاتی اختلاف پر بائیکاٹ

لیکن جناب خلیفہ صاحب ان لوگوں کا بائیکاٹ کرتے ہیں جنہیں ان کے کردار اور چال چلن پر اعتراض ہے۔ میاں بشیر احمد صاحب کو چاہیئے کہ اس حدیث کا حوالہ دیں جس میں یہ درج ہو کہ جن لوگوں نے رسول کریم کی ذات مبارک سے یا خلفاء راشدین کی ذات سے کسی ذاتی معاملہ میں اختلاف کیا ان کو منافق قرار دے کر ان کا سوشل بائیکاٹ کیا گیا۔ اسی جنگ کا ایک اور واقعہ ہے کہ عبداللہ بن ابی سلول نے واضح طور پر اپنی منافقت کا اظہار کیا لیکن رسول کریم صلعم نے اس کے بھی سوشل بائیکاٹ کا حکم ہرگز نہ دیا۔

خلافت راشدہ کا نمونہ

اب خلافت راشدہ کو لیجئے اس تمام دور میں خلفاء کی ذات پر اعتراضات کئے گئے۔ لیکن خلفاء نے ہر موقع پر اپنی صفائی پیش کی۔ نہ خلیفہ صاحب ربوہ کی طرح معترضین کو منافق قرار دیا اور نہ ان کا سوشل بائیکاٹ کیا۔ حضرت عمر رضؓ (جن سے مماثلت کا خلیفہ صاحب کو دعوے ہے) بھری مجلس میں اعتراض ہوتا ہے کہ آپ نے مال غنیمت کی چادریں اپنے حصہ سے زیادہ لیکر کرتہ بنوایا ہے۔ اس کا جواب انہوں نے اسی وقت دے کر معترض کی تسلی کر دی۔ حضرت ابوبکرؓ کو بھری مجلس میں کہا گیا اگر تو ٹیڑھا چلے گا تو ہم نیزوں سے تمہیں سیدھا کر دیں گے، آپ اس پر قطعاً ناراض نہ ہوئے نہ کہنے والے کو منافق کہا نہ اس کے بائیکاٹ کا حکم دیا۔ مخالفین کا سوشل بائیکاٹ سراسر غیر اسلامی فعل ہے۔ حضرت علی رضؓ کا امیر معاویہؓ سے ایسا ہی اختلاف تھا جیسا کہ اب ہماری دو جماعتوں کا ہے لیکن حضرت علی رضؓ نے کبھی بھی امیر معاویہ یا اُن کے ساتھیوں کے سوشل بائیکاٹ کا حکم نہ دیا۔

حضرت مسیح موعود کا طرز عمل

حضرت مسیح موعود سے بھی مسائل میں بعض مریدین بحثیں کرتے رہے، لیکن آپ نے کبھی انہیں منافق قرار نہ دیا نہ اُن کا بائیکاٹ کیا بلکہ اپنے مخلص مریدوں میں انہیں شمار کرتے رہے۔ مولانا سید محمد احسن صاحب کئی دن تک جمع بین الصلوٰتین پر آپ سے جھگڑتے رہے، لیکن اُن کے مقام کی بلندی میں کوئی کمی نہ آئی، وہ مقام کیا تھا؟ انہیں ان دو فرشتوں میں سے قرار دیا گیا جن کے کندھوں پر مسیح موعود کا نزول ہوا۔

حضرت مولنا نورالدینؓ کا طریق عمل

ان کے بعد دوسرے فرشتہ حضرت حکیم الامت مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کی زندگی کے بعض اوراق ملاحظہ کیجئے اس وقت جب جماعت میں خلفشار پیدا ہو رہا تھا۔ مجلس انصار اللہ، پیغام صلح پر برس رہی تھی الفضل علیحدہ بھڑاس نکال رہا تھا۔ اس مشکل دور میں ایک شخص مولوی بقاپوری اکابرین جماعت لاہور کی طرف اشارہ کر کے حضرت حکیم الامت سے یہ سفارش کرتا ہے کہ:۔

"حضور ایسے شخصوں کو جماعت سے [illegible] کیوں نہیں دیتے، تاکہ فتنہ دور ہو جائے اس پر حضور خفا ہوئے اور فرمایا کہ تم ملا لوگوں کی طرح باتیں کرتے ہو میں خاموش ہو رہا اور حضور کے چہرہ پر ایک دو دن اس کا اثر بھی رہا۔"

(دیکھئے حیات بقاپوری حصہ چہارم ص[illegible])

خط کشیدہ الفاظ خاص طور پر توجہ کے لائق ہیں۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود سے کسی نے ایسی

سفارش ہی نہ کی لیکن یہاں تو ایک شخص سفارش کرتا ہے کہ مولانا محمد علی رحمۃ اللہ ۔ خواجہ کمال الدین علیہ الرحمۃ و دیگر اکابرین جماعت کو نکال دیا جائے ، حضرت حکیم الامت نے ایسے سفارشی کو ڈانٹا اور اس "ملاں" کی حماقت کی وجہ سے حکیم الامت کی طبیعت پر بھی دو تین دن برا اثر رہا ۔ اس پُرفتن دور میں بھی حضور نے کسی کو جماعت سے نہ نکالا کم از کم سوشل بائیکاٹ ہی کر دیتے لیکن ایک دانا انسان ایسی غلطی کیونکر کر سکتا تھا ۔ جو شخص مسیح موعود کے ساتھ اس طرح چلتا ہے جس طرح نبض وہ آپ کی حیات کے بعد آپ کے اسوہ کو کیونکر چھوڑ سکتا تھا ۔

اخراج از جماعت کی پہلی سفارش ایک "ملاں" نے کی تھی ، اب دوسری سفارش ایک معتقد آدمی قاضی امیر حسین صاحب بھیروی کرتے ہیں ، ملاحظہ کیجئے "...... اور تینے نیک بخت خدا نے جیہڑا تینوں خاص اختیار دتا اے اوہنوں کیوں نہیں ورتدا"

(صلا حیات بقاپوری حصہ چہارم)

لیکن حضور اس پر بھی خاموش رہے پھر خود میاں محمود احمد صاحب نے بھی ایک خط میں یہ مشورہ دیا کہ "ابتلا تو آنا ہی ہے بہتر ہے کہ اس کا بیج نکالا جائے نہ کہ جب درخت بن جائے" ۔ لیکن حضور نے اس کی بھی پرواہ نہ کی ۔ حضور کی خاموشی اور ان تمام سفارشات کا استرداد اس بات پر دال ہے کہ اخراج از جماعت یا سوشل بائیکاٹ ان کے نزدیک جائز نہ تھا یہ صرف مجلس انصار اللہ کی اختراع تھی جس کو انہوں نے برسر اقتدار آتے ہی عملی جامہ پہنایا اور آج تک جماعت اس کی سزا بھگت رہی ہے نہ معلوم کہ یہ دور کب ختم ہو ۔

ربوہ کے ایک ڈاکٹر صاحب کی منطق

ربوہ کے ایک ڈاکٹر محمد احمد صاحب نوائے وقت میں لکھتے ہیں کہ جب ہماری جائیدادیں لوٹی جا رہی تھیں ہماری عصمتیں برباد ہو رہی تھیں اس وقت آپ کہاں تھے؟

میں محترم ڈاکٹر صاحب سے پوچھتا ہوں کہ جب حضرت مسیح موعود کے محبوں کو قادیان سے نکالا جا رہا تھا انکی جائدادیں لوٹی جا رہی تھیں جب عبدالکریم مباہلہ والے کا مکان جل رہا تھا، فخرالدین ملتانی کی لاش خاک و خون میں تڑپ رہی تھی ۔ شیخ مصری صاحب پر عرصہ حیات تنگ کیا جا رہا تھا، اس وقت آپ کہاں تھے؟

الیس رجل منکم رشید ۔

(باقی ۔ باقی)

برلن مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

(بسلسلہ صفحہ اول)

۱۸ مئی ۔ بروز جمعہ امام صاحب نے اسلام کے سب سے پہلے رکن توحید الہی پر خطبہ دیتے ہوئے بتایا کہ اسلام میں اللہ تعالے کے نزدیک تمام انسانوں اور قوموں کو مساوی حقوق حاصل ہیں ۔

۲۰ مئی بروز پیر ـــــ (مغربی جرمنی) کے ـــــ نے قبول اسلام کا اعلان کیا، ان کا اسلامی نام حسن عمر رکھا گیا ۔

۲۱ مئی ۔ بروز منگل درس قرآن میں امام صاحب نے اسلامی نماز پر تقریر فرمائی ۔

۲۳ مئی جمعرات کو مسٹر جوہانس بودر نے جو مغربی جرمنی کے شہر Krefeld Fischeln کے باشندہ ہیں قبول اسلام کا اعلان کیا ۔ اسلامی نام زودت رکھا گیا ۔

۲۴ مئی بروز جمعہ ۔ امام صاحب نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات پر خطبہ ارشاد فرمایا ۔

۲۸ مئی کو بروز منگل امام صاحب نے درس قرآن کے موقعہ پر سنت اور حدیث پر روشنی ڈالی اور سنی اور شیعہ کا حال بتایا ۔

۳۱ مئی کو بروز جمعہ کو امام صاحب نے بتایا کہ ہم کیوں مسلمان کہلاتے ہیں اور محمڈن ہمارا نام نہیں اور ہمارا مذہب اسلام ہے نہ کہ محمڈن ازم ہو ہمارا ۔ نیز انہیں آپ نے قرآن کریم کی آیات پڑھ کر سنائیں

حضرت مولانا عبدالہادی شہید کی یاد میں!

ان کی شہادت کے واقعات پڑھکر

مرتضیٰ خان حسن

مرحبا اے ہادیٔ والا گہر ۞ جاں نثارِ مہدیٔ فرخ سیر

مرحبا اے عاشقِ یارِ قدیم ۞ مرحبا اے صاحبِ قلبِ سلیم

مرحبا اے فخرِ اربابِ وفا ۞ مرحبا اے یادگارِ شہدا

حق بگفتی زیرِ تیغِ آبدار ۞ جانِ من قربانت اے نیکو شعار

تختۂ مشقِ ستمگاراں شدی ۞ غرقۂ تیغِ جفا کاراں شدی

الاماں از آنچہ پیش آمد ترا ۞ لیک تو راضی بمرضاتِ خدا

آں خدائے پاک خلاقِ جہات ۞ وانمودہ بر تو اسرارِ حیات

آنچہ مشکل از برائے دیگراں ۞ سہل گشتہ بر تو اے جانِ جہاں

جان دادی از پئے دینِ متیں ۞ کارِ مردانِ خدا باشد ہمیں

اے شہیدِ ملتِ خیر الانام

بر تو بادا از خدا صد ہا سلام

اخبارِ احمدیہ

نئے احباب

قاضی احمد (سندھ) سے فیض محمد صاحب اطلاع دیتے ہیں :-

آج مورخہ ۶/۲۸ ۵۷ کو نماز جمعہ بر مکان ... خان محمد زمان خان صاحب ادا ہوئی اور اچھے پُر رونق طریق پر جمعہ مبارک کی نماز ادا ہوئی ۔ بعد نماز جمعہ مندرجہ ذیل اشخاص نے سلسلہ عالیہ میں شامل ہونے کی خواہش ظاہر کر کے اعلان شمولیت فرمایا ۔ جن اسماء گرامی درج ذیل ہیں :-

(۱) منشی بشیر احمد صاحب ولد نظام الدین جٹ قوم چک ۱۰R/۵۷ ڈاکخانہ ۸۵ — ۸۳ / ۱۵ — R تحصیل خانیوال ضلع ملتان حال وارد احمدیہ فارم قاضی احمد ۔

(۲) منشی محمد شریف صاحب ولد محمد عمر راجپوت ساکن خانیوال بلاک ۲ لائن ۲ مکان ۳۰ ضلع ملتان حال وارد دفتر احمدیہ فارم قاضی احمد

(۳) محمد حسین ولد بوٹے شاہ قریشی نوکھر ضلع گوجرانوالہ حال احمدیہ فارم قاضی احمد ۔

(۴) عبدالغفور ولد محمد حسین قریشی قاضی احمد فارم

(۵) سلطان شاہ ولد اسمٰعیل شاہ قریشی سکنہ پپنا کھہ ضلع گوجرانوالہ ۔

(۶) منیر احمد ولد محمد حسین قریشی سکنہ نوکھر ضلع گوجرانوالہ

(۷) ممتاز محمد خاں ولد محمد زمان خان صاحب کاٹن فیکٹری قاضی احمد ۔

عہدیداران اسمٰعیل آباد

جماعت اسمٰعیل آباد (ضلع ملتان) کے حسب ذیل عہدیداران منتخب ہوئے :-

صدر :- میاں فاروق احمد شیخ صاحب

نائب صدر و جنرل سیکرٹری :- چوہدری سلطان علی صاحب

سیکرٹری مال :- عبدالرشید خاں صاحب

خطیب امام :- قاضی شیر محمد صاحب

محصل :- مستری سلیمان خاں صاحب

لائبریری انچارج :- مسٹر عبیداللہ صاحب

اسسٹنٹ لائبریرین :- میاں محمد دین خان

انچارج مہمانخانہ :- اللہ بخش خانصاحب ۔

سانحہ ارتحال

قاضی غلام یحییٰ صاحب وولن ٹیکسٹائل ملز حسن ابدال ضلع کیمبل پور کی اکلوتی ہمشیرہ بقضائے الٰہی فوت ہو گئی ہیں جس کا انہیں اور ان کی والدہ صاحبہ کو بڑا صدمہ ہے انا للہ وانا الیہ راجعون ، ہمیں اس صدمہ میں قاضی صاحب اور انکی والدہ صاحبہ سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالےٰ انہیں صبر جمیل عطا فرما دے اور مرحومہ کو جنت نصیب کرے احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے ۔

لجنہ اماء اللہ وزیر آباد کے نام

(از فاطمہ حکیم - بی اے)

رکھیو غالب مری اس تلخ نوائی کو معاف

قوموں کی تنظیم اُن کی زندگی کی آئینہ دار ہے لیکن اس قسم کی تنظیم کہ کوئی قوم یا اس کے افراد اپنی کوششوں اور اپنے کاموں کو بڑھا چڑھا کر بیان کریں، اور دوسروں کو پست اور ذلیل ظاہر کرتے رہیں۔ اپنے عقائد کو معقول قرار دے کر بغیر دلیل کے دوسروں کو قائل کرنے کی کوشش کریں ــــــ اپنی کمزوریوں پہ دوسروں کی نکتہ چینی کو برداشت نہ کر سکیں اور جھنجھلانا شروع کر دیں۔ بڑی بھدی اور افسوسناک بات ہے اور اس سے بڑھ کر افسوسناک بات یہ ہے کہ ایک مہمان کو حسنِ سلوک، حسنِ اخلاق اور حسن عمل سے اپنا گرویدہ بنانے کے بجائے اس کے سامنے اپنے عقاید کو بڑھا بیان کرنے اور اس کے عقاید کو بُرا کہہ کر اسے شرمندہ کرنے کی کوشش کی جائے۔ فلسفہ اخلاقیات میں اسے پرلے درجہ کی بداخلاقی کہا جائے گا۔ میں بُری بات کا جواب بُری بات سے دینا، عام طور پر پسند نہیں کرتی، کسی نے سچ کہا ہے ؎

من بد کنم و تو بد مکافات دہی

پس فرق میانِ من و تو چیست بگو

لیکن اصلاح اخلاق و احوال کے لئے جزاء سیئة سیئة مثلها بھی قرآن کا حکم ہے، اسی کے پیش نظر میں ان تاثرات کو بیان کرنا چاہتی ہوں، جو لجنہ اماء اللہ وزیر آباد کے ایک اجلاس میں شامل ہونے سے پیدا ہوئے اور اپنی اُن احمدی بہنوں کو جنہیں ہمارے احمدی ہونے پر . . . . . بھی اعتراض ہے۔ میں یہ بتانا چاہتی ہوں۔ کہ ہمیں احمدی ہونے کے ساتھ انسان بننا بھی ضرورت ہے۔ ہر جماعت، ہر فرقہ اور عقیدہ سے بلند تر ایک انسانی جماعت، انسانی مذہب اور انسانی رشتہ ہے۔ جو ہم کو ان فرقہ وارانہ محدود تعلقات سے بہت بلند کرتا ہے۔ اور درحقیقت ہر مذہب کی بنیادی تعلیم ہی انسانی رشتوں کی مضبوطی اور انسانی تعلقات کی اہمیت کو واضح کرنا ہے، اور یہی احمدیت کا مقتضا ہے۔

"لجنہ اماء اللہ" قادیانی احمدی عورتوں کی مجلس کا نام ہے۔ جس میں وہ ہر پندرہ روز کے بعد شامل ہوتی ہیں اور مذہبی نظمیں، قرآن کریم کی تلاوت اور مضامین وغیرہ پڑھتی ہیں۔ چندہ جمع کرتی ہیں اسے ربوہ بھجواتی ہیں۔ انہیں مبلغہ ہونے کا دعوےٰ ہے ایک دن اپنی ایک احمدی شاگرد کی والدہ کے ہمراہ میں اور میری ہمشیرہ بھی وہاں جا پہنچیں۔ شریف شاگردوں کے والدین کو استادوں کے ساتھ کیسی عقیدت ہوتی ہے۔ اسے قریباً سبھی لوگ جانتے ہوں گے۔ بہرحال ان کا تقاضا تھا کہ میں ہی جا کر تلاوت قرآن مجید سے جلسہ شروع کروں۔ خواتین جلسہ ہم سے متعارف نہ تھیں، ورنہ ممکن تھا کہ اُن کے نزدیک اس سعادت کی بھی ہم حقدار نہ ہوتیں۔ چنانچہ میں نے سورۃ فاتحہ پڑھی اور اس کی تفسیر کرتے ہوئے اس کی اہمیت پر پوری روشنی ڈالی۔

جلسہ کے اختتام پر ہمارا تعارف کرایا گیا۔ مگر یہ دیکھکر ہماری حیرانی کی انتہا نہ رہی کہ سب عورتوں کے چہروں پر ایک عجیب تنگ مزاجی اور نفرت کے سے آثار پیدا ہو گئے۔ کچھ دیر وہ خاموش سی رہ گئیں معلوم ہوتا تھا کہ ہماری شمولیت انہیں سخت ناگوار گذری ہے۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ بالآخر ہم سے ہمارے ٹھکانے وغیرہ کے متعلق پوچھتی رہیں۔ صدر صاحبہ نے جو کافی بزرگ خاتون تھیں، کچھ عجیب انداز سے ہمارا جواب دہرایا۔ کہ اچھا۔ کیا آپ کا گھر مسجد شیخ نیاز احمد صاحب کے پاس ہے؟ ہم نے کہا۔ جی ہاں ایسا ہی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اتحادِ جماعت سے لے کر آج تک کا قصہ سنایا۔ اپنی خوشی کے مطابق لعنت ملامت بھی کی۔ کہ یہ لوگ سلسلہ سے الگ ہو گئے۔ انہوں نے منافقت کی۔ اور لاہوری جماعت میں شامل ہو گئے۔ اور مسجد بھی خود لے لی۔ حالانکہ اس کا سنگِ بنیاد خود مرزا محمود احمد صاحب نے رکھا تھا۔ مگر جب ہم نے انہیں یہ بتایا کہ یہ مسجد ایک شخص کی ذاتی تعمیر کردہ ہے۔ اور کسی انجمن کا اس میں حصہ نہیں ہے۔ تو وہ خاموش ہو گئیں۔

دوسری ایک خاتون بولیں۔ کہ آپ کی جماعت میں تو کوئی جلسہ وغیرہ نہیں ہوتا؟ ہم نے کہا، عورتوں کا سالانہ جلسہ تو ضرور ہوتا ہے۔ مگر ہر شہر میں واقعی کوئی عورتوں کی انجمن نہیں ہے۔ نہ ہی عورتیں منتظم ہیں۔ مگر اب ہم خود یہ تحریک کر رہی ہیں۔ اور جلدی ہی کم از کم ہمارے شہر کی عورتیں کوئی تنظیم پیدا کر لیں گی۔ کہنے لگیں۔ ہاں آپ ٹھیک کہتی ہیں۔ مگر یہ عیب مرکزی نظام کی کمزوری ہے۔ آپ میں کوئی تنظیم نہیں۔ کوئی جوش نہیں۔ سوائے دو کنگ مشن کے آپ کا کوئی مشن نہیں ہے۔ آپ کی عورتیں کسی بات میں عام طور کوئی حصہ نہیں لیتیں اور ثبوت یہ ہے۔ کہ آپ کی اخبار میں کبھی کسی عورت کا نام درج نہیں ہوتا۔

دوسری خاتون گویا ہوئیں۔ کہ آپ کی وزیر آباد کی جماعت کا فلاں آدمی خود تو صحابی تھا۔ مگر اس کی اولاد مذہب سے کوئی علاقہ نہیں رکھتی۔ نہ مذہب کی کچھ واقفیت رکھتی ہے۔

تیسری خاتون نے یہ کہنا شروع کیا۔ کہ یہ پیغامی ربوہ میں محض نقص نکالنے کے لئے جاتے ہیں دوسروں پہ اعتراض کرنا۔ اور گند اچھالنا ہی ان کا کام رہ گیا ہے۔ حالانکہ یہ خود غیر احمدیوں سے ملتے جلتے ہیں رشتہ داریاں کرتے ہیں۔ اور پھر توقع یہ ہو تو ہم ربوہ والوں پر اعتراض کرتے ہیں۔

پہلی خاتون پھر بولیں۔ کہ آپ حضرت مسیح موعود کو نبی نہیں مانتے۔ آپ مرزا محمود احمد صاحب پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور ان کے زندہ نشانات نہیں دیکھتے۔ دیکھیں اُن کی جماعت کی کثرت ہی ایک بین دلیل ہے پھر آپ خود حضرت مسیح موعود کے الفاظ پر یقین نہیں کرتے حالانکہ "ایک غلطی کے ازالہ" میں انہوں نے صاف صاف اس دعوے کی تائید کی ہے ــــــ ان سب اعتراضات کے جواب اکٹھے دینے کے لئے ہم اُن کی باتیں خاموشی سے سنتی رہیں۔ مگر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے یہ اشعار اس وقت بہت بھلے معلوم ہوئے ؎

نہ بیند مدعی جز خویشتن را

کہ دارد پردۂ پندار در پیش

گرت چشم خدا بینی ببخشند

نہ بینی ہیچ کس عاجز تر از خویش

اپنی دہی کو کوئی بھی کھٹا نہیں کہتا۔ اگرچہ ہمیں بھی اُس دہی کو کھٹا کہکر کم ظرفی کا ثبوت دینا منظور نہیں۔ جبکہ اس کو استعمال ہی نہیں کرنا۔ لیکن جہاں تک مجھے معلوم ہے دوسروں کے کام کو نظر انداز کر کے اپنی بڑائی کرنا اور ساتھ ہی یہ توقع رکھنا کہ یہ حربہ بڑا موثر ہے۔ ایک نو وارد کو دیکھتے ہی اس کے باپ دادا کو ملعون کرنے لگ جانا اور پھر اپنی تنظیم اور تبلیغ کی شیخیاں بگھارنا کوئی مستحسن امر نہیں۔ ایک مبلغ کا اولین فرض یہ بھی ہے کہ وہ اپنے دل کو چوڑا اور وسیع کرے۔ اگر کوئی شخص اس کے پاس آئے۔ تو وہ اپنے حسنِ سلوک اور کردار کا ایک ایسا نمونہ پیش کرے۔ کہ آنے والا یہ نہ کہہ سکے کہ یہ تو محض دیوانہ ہے۔ جس میں انسانیت کی رمق تک نہیں ہے۔ بلکہ بقول کسے

"از در دیش بہ نقد آسودہ گردی"

والا معاملہ ہو۔ میں نے ایک بڑے فلاسفر کی خوش اخلاقی کے متعلق رائے پڑھی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ خوش اخلاقی یہ ہے۔ کہ جب آپ کسی سے ملیں تو ایسی باتیں کریں۔ تاکہ وہ خوشی محسوس کر سکے" اور یہی چیز دراصل اخوتِ انسانی کو پیدا کرنے والی ہے۔ انہی چیزوں کی ہر مذہب

(باقی بر صفحہ ۱۲)

مرتضیٰ خاں حسن

باپ بیٹے کی پانچویں مجلس

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

اور سعید تمہیں معلوم ہے اذان سننے کے بعد کیا پڑھنا چاہیئے۔

سعید:- جی ہاں۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ آتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ط اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ط

اے اللہ جو رب ہے کامل بلاوے کا اور کھڑی ہونے والی نماز کا، ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرب اور بلند درجہ عطا فرما۔ اور ان کو مقام محمود پر مبعوث فرما جس کا تو نے وعدہ کیا ہے۔ اور قیامت کے دن ہم کو اسکی شفاعت نصیب کر۔ بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اپنی رحمت سے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے"

باپ:- بالکل ٹھیک ہے۔ یہ دعا ذرا لمبی ہے۔ اگر یہ نہ آتی ہو تو یہ کلمہ پڑھ لینا چاہیئے رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا"۔

سعید:- خدا دادا جان کو جنت میں جگہ دے۔ انہوں نے بہت سی دعائیں مجھے سکھا دی تھیں، انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ جب مسجد میں داخل ہو تو پڑھو اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ اور مسجد سے باہر نکلو تو پڑھو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ وَرَحْمَتِکَ۔ اور نماز کی نیت کے وقت یہ پڑھنا چاہیئے۔ اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ میں نے یکسو ہو کر اپنا چہرہ اس ذات کی طرف پھیرا ہے جس نے زمین اور آسمان پیدا کئے۔ اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں"۔

رشید:- اچھا ابا جان! اب مجھے آپ آگے سبق پڑھائیں۔ میں جلدی جلدی سیکھنا چاہتا ہوں"۔

باپ:- اب تم کو سورۃ فاتحہ کا ترجمہ سیکھنا ہے۔ کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ وہ بڑا رحم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اور خاص تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ ہمیں سیدھے راستہ پر چلا۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔ ان لوگوں کا رستہ جن پر تو نے انعام کیا۔ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ نہ اُن کا جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ ان کا جو رستہ سے بھٹک گئے۔

اس کو میرے سامنے ہی یاد کر لو۔ آج تمہیں مدرسہ سے چھٹی ہے۔ جہاں سے بھول جاؤ مجھ سے پوچھ لو۔ .... یہ سورت فاتحہ ہر نماز میں خواہ فرض ہو یا سنت یا نفل پڑھی جاتی ہے۔ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ یہ نہایت اعلیٰ دعا ہے جو خدا نے ہمیں سکھائی ہے۔ اس میں ایک حصہ تو خدا کی بڑی بڑی صفات کا ہے اور ایک حصہ بندے کی طرف سے اس کے حضور میں التجاء کا ہے خدا کی بڑی بڑی صفات یہ ہیں وہ رب العالمین ہے یعنے تمام جہانوں تمام قوموں اور تمام لوگوں۔ تمام چرندوں اور پرندوں کا رب ہے۔ یعنے ان کی پرورش کرنے والا۔ ان کو پالنے والا۔ رب کہتے ہیں وہ ہستی جو ایک

احمدیت

مولانا مرتضیٰ خاں حسن صاحب

اے عزیزو! یاد رکھنا بھولنا ہرگز نہیں ۔۔ احمدیت کا ہے مقصد خدمت دین متیں

احمدی وہ ہے جو خدمت دیں کی لائے بجا ۔۔ احمدی بننے سے ورنہ فائدہ کچھ بھی نہیں

ہے ضروری ہم پہ اپنے نفس کی اصلاح بھی ۔۔ ہم عمل میں سب سے کامل علم میں کامل تریں

گر کرو گے خدمت دیں اجر پاؤ گے بڑا ۔۔ دو نوں عالم میں بھلا ہوگا تمہارا بالیقیں

اس جہاں میں بھی ملیگا تمکو اعزاز و شرف ۔۔ نعمتیں عقبیٰ کی بھی دیگا خدائے ماؤطیں

جان و دل سے خدمت دین متیں لانا بجا

زندگانی کا تمہاری ہے یہ فرض اولیں

چیز کو ایک ادنیٰ حالت سے اُٹھا کر درجہ بدرجہ اعلےٰ حالت تک پہنچا دے۔ ایک بڑھ کے بیج کو دیکھو کس قدر چھوٹا سا ہوتا ہے۔ وہی بیج جب زمین میں بویا جاتا ہے پہلے ایک چھوٹی سی کونپل پھوٹتی ہے۔ پھر سورج کی حرارت اور روشنی اس پر اثر ڈالتی ہے، بڑھتے بڑھتے ایک بہت بڑا تناور درخت بن جاتا ہے۔ دیکھو ایک چھوٹی سی چیز کو خدا نے آہستہ آہستہ کتنی بڑی چیز بنا دیا۔

اسی طرح ایک انسان کے بچے کو دیکھتے ہو کس قدر چھوٹا سا ہوتا ہے اور کس قدر کمزور، وہی بچہ آہستہ آہستہ ایک طاقتور جوان بن جاتا ہے۔ یہ اس خدا کی ربوبیت ہے۔ غرض رب کہتے ہیں اس ہستی کو جو ایک چیز کو ادنےٰ حالت سے آہستہ آہستہ اس کے کمال تک پہنچا دے۔ وہ الرحمٰن اور الرحیم ہے۔ رحمان کہتے ہیں جو بغیر کسی معاوضہ یا بغیر کسی عمل کے رحم کرتا ہے اور اپنی نعمتیں بخشتا ہے۔ جب ہم پیدا ہوئے تو ماں کی چھاتیوں میں ہمارے لئے دودھ موجود تھا۔ بھلا ہم نے کونسا عمل کیا تھا جس کے بدلہ میں خدا نے ہمیں یہ نعمت عطا کی۔ یہ نعمت اس نے خود ہی اپنے رحم و فضل سے دے دی۔ پھر وہ رحیم ہے یعنے جب ہم کوئی کام کرتے ہیں تو اس کام کا ہم کو اجر دیتا ہے۔ ہم زمین میں ہل چلاتے ہیں۔ بیج بوتے ہیں۔ وہ پودے اُگاتا اور ان میں دانے بناتا ہے۔ اور یوں ایک دانے کی بجائے سو دانے دیتا ہے۔ یہ اس کا کس قدر رحم ہے۔ پس اسی خدا کی جو اتنی قدرتوں کا مالک اور جو اس قدر رحم کرنے والا ہے ہم کو عبادت کرنا چاہیئے اور اسی سے مدد مانگنی چاہیئے یہی مطلب ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کا۔ پھر خدا نے ہم کو یہ دعا سکھائی ہے کہ اے خدا ہم کو سیدھے راستہ پر چلا۔ یعنے اُن نیک لوگوں کے رستہ پر جن پر اس کے افضال کی بارش ہوئی۔ یعنے خدا کے نبیوں اور رسولوں اور اس کے نیک بندوں کا رستہ نہ کہ ان لوگوں کا جن پر خدا کا غضب نازل ہوا یا جو سیدھا رستہ چھوڑ کر گمراہ ہو گئے۔ جانتے ہو یہ مغضوب علیہم کون ہیں؟ یہ یہودی لوگ ہیں جن پر ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے خدا کے عذاب نازل ہوتے رہے، اور ضالین عیسائی ہیں جو حضرت عیسٰی کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں اور اس کو خدا کا شریک بناتے ہیں۔ خدا یہ چاہتا ہے کہ ہم سیدھے راستہ پر قائم رہیں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جو سیدھا رستہ چھوڑ کر ٹیڑھے رستوں پر پڑ گئے اور سچے خدا کو اپنے فضل [illegible]

لجنہ اماء اللہ

لرسلیں - غیریت محسوس نہ کریں - ہم میں الفت اور محبت کے جذبات پیدا ہونے چاہئیں کہ اسی سے ہماری زندگی قائم رہ سکتی ہے - قرآن مجید نے کتنے خوبصورت انداز سے اسے پیش کیا ہے - واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا - لیکن اگر ہمارے سلوک سے یہ تعلق ٹوٹ جاتا ہے - تو پھر ایسے تمام تبلیغ و پرچار اور مذہب کا فائدہ ہی کیا ہے ؟

ہماری جماعت بفضلہ تعالےٰ کافی منظم ہے عورتوں میں مذہبی سپرٹ بہت زیادہ ہے - مگر وہ عام طور پر لڑنا جھگڑنا اور نفرت پیدا کر کے خود کو اور اپنے بھائی بہنوں اور بچوں کو آدمیت سے تہی دامن نہیں کرنا چاہتیں - ووکنگ کے علاوہ ہمارے اور بھی کئی مشن ہیں ہالینڈ، جرمنی - امریکہ - انڈونیشیا اور کئی مقامات پر ہمارا تبلیغی کام جاری ہے ، ہماری مستورات اخبارات

میں عام طور پر اپنے نام نہیں دیتیں - مگر ان کی قربانیاں [illegible] مذہبی حمیت رکھتے ہیں - ان میں سے ایک گریجوایٹ اور قرآن مجید کے بہت بڑے عالم ہیں - یہاں تک کہ خود وزیر آباد کی قادیانی جماعت میں کوئی بھی ان جیسا عالم نہیں - رہا یہ کہ "پیغامی" ربوہ میں محض نقص نکالتے جاتے ہیں - تو یہ محض "حسن ظن" ہے - خدا کے فضل سے ہمارے خیالات اس سے بہت بلند ہیں - لیکن سوال یہ ہے کہ کیا واقعی وہاں ایسے نقائص موجود ہیں جن کا معلوم ہو جانا بری بات ہے ؟ اگر ہیں - تو ان کی اصلاح کیجئے - اور اگر نہیں - تو پھر اگر تنقید بھی ہو تو اس سے گھبرانا کیسا ؟ تنقید تو بہترین چیز ہے - تنقید آپ کو کھرا کرتی ہے آپ کو جامع اوصاف بناتی ہے - یہی کیوں ہوئی ؟ تکلیف ضرور ہے - لیکن اگر آپ نیک ہیں ---- تو نیک لوگ تکالیف ہی سے آزمائے جاتے ہیں

(قرآن مجید بھی یہی فرماتا ہے - ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ و لما یاتکم مثل الذین من قبلکم

مستھم البأساء والضراء - پیغامیوں کو خواہ مخواہ ہیں - یہ راستے کی طرف رہنمائی کرسکتے ہیں - ہاں ربوہ جیسی شخصیت پرستی کو واقعی وہ جائز نہیں سمجھتے -

دوسرے سوالات کے جوابات کئی دفعہ دیئے جا چکے ہیں ، لہٰذا دوبارہ لکھنا بے فائدہ سمجھتی ہوں اور آخر میں خواتین جماعت ربوہ سے اپیل کرتی ہوں کہ وہ ان خامیاں خصائص کو ترک کر دیں جو ہمارے معاشرہ میں وبا کی طرح پھیلے ہوئے ہیں ، وسعتِ نظر اور وسعتِ اخلاق کا نمونہ دکھائیں سچے احمدیوں کی امتیازی خصوصیات اپنے اندر پیدا کریں ، اخلاقی اور روحانی اقدار میں اپنے آپ کو ممتاز کریں ایسی محدود اور خود پرستانہ عادتیں جو ان کے اندر پائی جاتی ہیں ، قوموں کو لمبی عمر عطا نہیں کرتیں - ہاں کوشش کیجئے کہ تاریخ عالم میں آپ کو ہمیشہ کی زندگی عطا ہو ـــ

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مَکتُوبِ فِجی

(بسلسلہ صفحہ ۲)

آدمی ہیں - مشن کے کام کے لئے ان کو اپنے کاروبار کو چھوڑنا پڑا اور جب تک عمارتیں پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچیں وہ واپس نہیں گئے - یا اگر ایک قافلہ واپس ہوا تو دوسرا آیا - ہماری تبلیغی جماعت کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے - اُمرا بھی خیال کریں اور مبلغ بھی - ان کے مبلغ واعظ بھی ہیں - وہ مستری کا کام بھی جانتے ہیں - وہی ٹائپسٹ بھی ہیں - مکان کی مرمت کی ضرورت ہو - تو وہ خود کام کر لیتے - روغن لگانے کی ضرورت ہو - تو وہ خود کام کر لیتے ہیں - دعوتوں کے لئے کھانا پکانے کی ضرورت ہو تو وہ اس میں بھی ماہر ہیں - اگرچہ غیر مسلم ہیں لیکن محمد رسول اللہ کے نمونہ پر تبلیغی امور میں کام کرتے ہیں - والسلام

خاکسار - محمد عبد اللہ

هفت روزہ "پیغام صلح"

قیمت سالانہ - پاکستان سے چھ روپے - ہندوستان سے ، چھ روپے (ہندوستانی سکہ)
ہندوستان میں ہمارے نمائندہ کا پتہ :- شیخ انعام الحق صاحب مکان نمبر اعظم پورہ ملک پیٹھ حیدرآباد دکن (انڈیا)

پیغام صلح ۷ اگست ۱۹۵۷ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۰۰ شمارہ نمبر ۳۱

جلد ۴۶ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۷ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۴ اگست ۱۹۵۷ء | نمبر ۳۲

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پہ ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعودؑ)

برائیٹ لینڈز ہوٹل مری میں ایک پُرمسرت تقریب

حضرت امیر ایدہ اللہ کا معززینِ مری سے خطاب

مری ۱۴ اگست (بذریعہ ڈاک) آج حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ کے اعزاز میں ..... جناب شیخ میاں عطاء اللہ صاحب ملز اونر ملتان نے برائیٹ لینڈز ہوٹل میں ایک شاندار دعوت عصرانہ دیا...... اس تقریب میں مری کے تعلیمیافتہ طبقہ میں سے بہت سے مقامی اور بیرونجات سے آئے ہوئے معززین موجود تھے جن سب کو مطبوعہ دعوتی کارڈ بھیجے گئے تھے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ نے تلاوت سورۃ فاتحہ کے بعد فرمایا کہ دنیا میں فقط ایک کتاب قرآن مجید ہے جس نے پہلے ہی پہلے بنی وحدت انسانی کی بنیاد رکھ دی۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر انسانیت کے بکھرے ہوئے عناصر کو انکے نسلی، ملکی، لسانی اور لونی امتیازات مٹا کر ایک برادری اور ایک وحدت میں پرو دیا۔ اور بڑائی کا معیار اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ یعنی تقوے اور خدا خوفی کو قرار دیا۔ آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارفع و اعلیٰ مقام اور حضورؐ کی زندگی مبارک کے مختلف پہلوؤں اور آپ کی تعلیم پر مختصر مگر جامع طور پر اپنے مخصوص انداز میں روشنی ڈالی، ساتھ ہی اسلام اور عیسائیت کا مختصراً موازنہ کرتے ہوئے اسلامی زندگی کے مختلف شعبوں پر تبصرہ فرمایا جس سے حاضرین متاثر ہوئے حضرت امیر ایدہ اللہ نے تقریر میں اختصار سے کام لیتے ہوئے جب ختم کرنا چاہا تو متعدد حاضرین نے آپ سے خطاب کو جاری رکھنے کی درخواست کی اس پر حضرت ممدوح نے مزید نصف گھنٹہ تک اخوت و مساوات انسانی کی مزید وضاحت کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے متعدد اقوات سے نہایت وضاحت سے بیان فرمایا حاضرین میں ایک فرد بھی ایسا نظر نہ آتا تھا جو گہرے طور پر متاثر نہ ہوا ہو راقم الحروف نے کئی ایک نوجوانوں کی زبان سے یہ الفاظ سنے کہ اسلامی تعلیم کو جس انداز میں آج ہم نے سنا ہے فی الحقیقت یہی عین اسلام کا مغز ہے۔ اور آج تک ہم نے کسی کو اسلام کا ایسا درست نقشہ پیش کرتے ہوئے نہیں سنا۔

تقریر کے آخر پر حضرت امیر نے جماعت قادیان (ربوہ) کے عقائد اور مسلک اور حضرت مجدد وقت کی صحیح پوزیشن اور جماعت احمدیہ لاہور کی قادیان سے علیحدگی اور ابتداء سے اب تک کی خدمات اسلامی کا مختصر سا خاکہ پیش کیا جو کہ حاضرین کے بہت سے شبہات کو دور کرنے کا موجب ہوا۔ اختتام پر آپ نے حاضرین کو توجہ دلائی کہ اگر یہ تعلیمات جو قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و کردار سے میں نے بیان کی ہیں، تمام بنی نوع انسان کے لئے پیغام ہیں اور یقیناً ہیں تو پھر آپ لوگ ہم سے تعاون کریں تاکہ خدا کا پیغام تمام انسانوں تک پہنچایا جا سکے۔

اس کے بعد محترمہ بیگم شاہنواز نے حضرت

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

قبل الظہر جناب مرزا محمد خان صاحب گھر تشریف لائے آپ کل بخیریت اپنے جائے سکونت پر واپس جاویں گے۔ انہیں مسیح موعود کی چند کتب پر مشتمل ایک جلد جس میں کشتی نوح انجام آتھم وغیرہ شامل ہے پڑھنے کو دیں اور البشریٰ کے پرانے پرچے اور اسلامک ریویو کا پرچہ بھی دیا۔ جیسس ان ہیون آن ارتھ نے کہتے تھے خوب کام کیا ہے۔

۱۸ ذی الحجہ ۱۷ر جولائی بروز منگل:—

اخویم حبیب الصمد صاحب جاپانیہ کو پیغام صلح ۲۲، ۲۳، ۲۴ اور جناب عزت مآب محمود لتجویہ سفیر انڈونیشیا قاہرہ کو لائٹ ۱۹-۲۰ اور مسٹر بخش علی سیکرٹری از متبعین آغا خان بصرہ کو نفس الخطاب آغا خان عربی کی حمایت میں ڈاک سے بھجوایا۔

۱۸ر جولائی بروز بدھ:—

مخزمی سجوانی صاحب بصرہ کو کتابیں قول سدید ڈاک سے بھجوائی، سید ارشاد حسین رضوی کو اردو انگلش لٹریچر بصورت پمفلٹ برائے تقسیم دستی بھیجا۔ جناب ابوبکر شبلی سکھر کو رسالہ شان محمد مصطفے صلعم اور تین کرد، وکل اخبار جوان کے مذاق سے تعلق رکھتے ہیں ڈاک سے بھجوایا رسالہ پانچ بجے کے قریب جناب سیٹھ احمد ولی محمد صاحب ٹھہرے آپ پچھلے ہفتہ بغداد میں تھے۔ حج کے ارادہ سے کراچی سے نکلے تھے لیکن وقت پورا ہو جانے سے بغداد میں عید ہوئی ان ایام میں میری ملاقات نہ ہوئی واپس بصرہ گئے کل سجوانی صاحب سے ملنے آئے میری ملاقات کے اشتیاق کا اظہار کیا اور اپنے ایک خواب کا بھی جس میں موصوف نے مجھے دیکھا سجوانی صاحب نے موصوف کے اشتیاق کو دیکھکر بصرہ بغداد کا واپسی ریلوے ٹکٹ منگوا دیا اور آپ چند گھنٹوں کے لئے بغداد آ گئے۔ میری طبیعت اچھی نہ تھی لیکن موصوف کے اشتیاق ملاقات کو دیکھکر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ گفتگو کرتا رہا صوفی منش سادہ واقع ہوئے ہیں جنوبی ہند کی دیندار جماعت سے متعلق ہیں، تبلیغی جوش خوب ہے، سلوک کی منازل ابھی پوری طرح طے نہیں ہوئیں۔ تبلیغی سلسلہ میں چند ہدایات کیں۔ موصوف جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب مقیم کراچی سے واقف ہیں۔ ان کے مرشد ڈاکٹر صاحب کے ہم کلاس تھے حضرت مولانا مرحوم کی روحانیت کے قائل ہیں۔ موصوف کو رسالہ دی اسلام، مجربہ عشق دہون اور ذکری مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ بدمنہ دیا۔ ان کی خواہش پر ایک نسخہ کتاب نیو ورلڈ آرڈر بھی دیا۔

ایک بجے رخصت ہوگئے۔

۲۴ر جولائی بروز بدھ:—

جناب پروفیسر ابوبکر شبلی کو بذریعہ ہوائی ڈاک انکے خط کا جواب دیا۔

۲۵ر جولائی بروز بدھ:—

بغداد میں پندرہ بیس روز سے مرض انفلوئنزا کا زبردست زور ہے۔ کوئی گھر اس موذی مرض سے خالی نہیں۔ کل شام صوفی محمد طیب صاحب سے فون آیا کہ وہ بھی اس مرض میں مبتلا ہیں۔ اس لئے آج تشریف نہ لا سکے اللہ تعالیٰ شفائے کامل عطا فرمائے۔ ہز ایکسلنسی محمد لتجویہ کو لائٹ ۲۱ ڈاک سے بھیجا

۲۷ر جولائی:—

فرزند ابراہیم کے ذریعہ سید مقدر علی صاحب کی ہوٹل کے لئے کتاب قول سدید بھجوائی۔ فون سے صوفی محمد طیب صاحب کی خیریت معلوم کی۔ خدا کے فضل سے آرام ہے لیکن کمزوری بہت بڑھ گئی ہے خدائے کریم شفائے عاجل بخشے۔ دس بجے سید ارشاد حسین صاحب رضوی سے فون آیا کہ کل ان سے چند امریکن ان کی دکان پر آکر ملے تھے ان میں سے دو امریکی قبل ازیں مل چکے ہیں انہوں نے یہاں ایک سوسائٹی قائم کی ہے جس کا مقصد ہے کہ ساری دنیا میں فرقہ داری سے الگ ہو کر امن و سلامتی قائم کی جائے اور نسل انسانی کی خدمت کی جائے۔ ان کا ہیڈ کوارٹر تو امریکہ میں ہے شاخیں دنیا کے ہر ملک میں پھیلی ہوئی ہیں، ان کی سوسائٹی میں اہل ملک بھی شامل ہیں سید ارشاد حسین صاحب سے بڑی دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ رضوی صاحب نے بتلایا کہ ہمارے پاس بھی ایک امن و سلامتی کا غیر متزلزل اور یقینی پیغام ہے جو چودہ سو سال ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے رسول پر نازل ہوا اور یہ پیغام آج جماعت احمدیہ کے پاس ہے جو وہ دنیا کو پہنچا رہی ہے۔ ہمارے لٹریچر سے انہوں نے سر دست۔ کال آف اسلام، مرزا غلام احمد آف قادیان، لیا۔ اور رضوی صاحب سے دریافت کیا کہ کیا ان کتابوں کے مصنف مولانا محمد علی ہیں جنہوں نے قرآن کا ترجمہ کیا ہے جواب اثبات میں ملا۔ کچھ دیر بیٹھ کر پھر آنے کا وعدہ کر کے چلے گئے اور رضوی صاحب کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دے گئے۔ رضوی صاحب نے مزید لٹریچر طلب کیا ہے جو انہیں کل بھجوا دیا جائے گا جس میں پمفلٹوں کے علاوہ لائٹ کے چند پرچے اور اسلامک ریویو ہوں گے۔ عزیزہ سعیدہ بانو نے پیغام صلح ۲۵ سے ضمیمہ اہل ربوہ سے خطاب ۲ کا باقی نصف حصہ پڑھکر سنایا خداوند کریم ڈاکٹر غلام محمد صاحب کو جزائے خیر دے آپ نے بہت سی الجھنوں کا حل پیش کر کے جماعت کے ہر دو فریق پر احسان عظیم کیا ہے یہ خطاب بہت سی سعید روحوں کی ہدایت کا باعث ہوگا یہ آواز دل سے نکلی ہے اثر کئے بغیر نہیں رہے گی انشاء اللہ۔

۲۸ر جولائی بروز اتوار:—

لیجئے ۱۳۷۹ھ عالم اسلامی پر تطہر و حسرت یاس ڈالتے ہوئے رخصت ہوگیا۔ عصر حاضرہ کے آدم علیہ السلام کی جماعت کا بھی کوئی خاص کام اس سال نہیں ہوا۔ دنیا کی تحریکات باطلہ کے مقابلہ میں ہمیں بہت تیزی سے جانا چاہیئے تھا۔ اب ۱۳۸۰ھ ہمارے سامنے ہے ہمیں ضرور اس سال اپنی زندگی کا ثبوت دینا چاہیئے

اللھم انصر من نصر دین محمد صلعم۔

۲۹ر جولائی بروز پیر:—

جناب صوفی محمد طیب صاحب حسب معمول گھر تشریف لائے بہت نحیف ہوگئے ہیں انفلوئنزا کے حملہ نے بہت ضعف پیدا کر دیا ہے اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائے۔ ہوائی ڈاک سے مولانا یعقوب خاں صاحب ہانگ کانگ اور اکبر خاں صاحب رنگون کے خطوط ملے برائے ... اور اسلامک ریویو برائے تقسیم ملے۔

مغربی مفکرین ایک بڑے انکشاف کی تگ و دو میں

مولانا یعقوب خاں صاحب کا خط قادری صاحب کے نام

ہانگ کانگ ۲۲-۷-۶۰۔ اخویم مکرم معظم قادری صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ... سطور میرزادہ صاحب کے دستی مل گئیں۔ الحمد للہ کہ ہم میں آپ جیسے جواں ہمت موجود ہیں اور اس ضعف اور بیماری میں بھی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مصروف جد و جہد ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو لمبی عمر دے اور بغداد کا یہ چراغ جو سب مڈل ایسٹ کو اپنی شعاعیں پہنچا رہا ہے تابدیر روشن رہے۔

یہاں آ کر جو کچھ میں نے دیکھا وہ ایک مسلمان کے لئے بڑی روح پرور کیفیت ہونی چاہیئے مذہب کے لئے یہاں کے مفکرین کے حلقہ میں بڑی جستجو ہے مگر مذہب کی روح کے لئے — مادی علوم میں انکشافات کرنے کے بعد انہیں احساس ہوا کہ سب سے بڑا انکشاف ابھی باقی ہے اور جس کے نہ ہونے سے اتنے سارے مصائب پیدا ہوئے ہیں وہ انکشاف جس کے پیچھے یہ لوگ پڑے ہیں ایک زندہ خدا ہے جس کا انسان اپنی روز مرہ کی زندگی میں احساس کر سکتا ہے اور یہ وہ نعمت ہے جو انہیں بالآخر صرف قرآن سے مل سکے گی۔ اب بھی میں دیکھتا ہوں کہ جن روحانی حقائق تک اپنی کوششوں سے یہ لوگ پہنچ لیتے ہیں ان میں قرآن کریم کی کسی نہ کسی آیت کی جھلک نظر آتی ہے — کاش کہ کسی ان پر طبقہ قرآن کے معارف کی طرف متوجہ ہو۔ عجب نہیں کہ وہ مخفی اسرار جو ہم ظاہر پرستوں سے پوشیدہ ہیں۔ ان کی تحقیقاتی نگاہ معلوم کرنے میں کامیاب ہو۔ اور قرآن کی حقیقی حکمت اور عظمت ان ماہرین علوم کے ہاتھ سے منکشف ہو مغرب سے طلوع آفتاب میں اسی کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ میں یہاں سے ۳ر اگست کو انشاء اللہ واپس روانہ ہونگا۔ دعائیں ضرور یاد فرمایا کریں۔ دعا سب سے بڑی طاقت ہے اور آپ جیسے مجاہد کی دعا تو انشاء اللہ اب برقی قوت کا اثر رکھتی ہوگی۔ والسلام۔ خاکسار۔ محمد یعقوب خاں

ہمارے اخبارات

قومی زندگی کے قیام کا ایک مؤثر ذریعہ

گذشتہ اشاعت میں ہم نے انجمن کے فنانس بورڈ کا وہ مفید پروگرام نقل کرتے ہوئے جو سال حال میں زیر عمل آنا ضروری ہے قوم کی توجہ اس کی چند ضروری شقوں کی طرف منعطف کرائی تھی، انہی شقوں میں سے ایک اخبارات سے تعلق رکھتی ہے، جس کی وضاحت کرتے ہوئے فنانس بورڈ نے "تجاویز" کی ذیل میں لکھا ہے کہ :-

"بورڈ کے سامنے انجمن کو ترقی دینے کی
اور بھی بہت سی تجاویز ہیں، مثلاً اخبارات
آپ ذرا غور کریں کہ اگر انجمن اخبار نہ نکالے
تو انجمن کے مشن کا مقصد ہی فوت ہو جاتا
ہے اور اگر ہر احمدی اس اخبار کو نہ خریدے
اور نہ پڑھے تو مجھے بتائیں کہ قوم کیسے
قائم رہ سکتی ہے، اس وقت خریداروں کی
تعداد بہت کم ہے، اگر ہر احمدی یہ عہد
کرلے کہ وہ اپنے قومی آرگن کو ضرور خریدیگا
تو اخبار کو کافی مالی تقویت حاصل ہو سکتی ہے
اس کے علاوہ ہر کاروباری احمدی کا فرض ہے
کہ اپنے قومی آرگن میں اشتہار دے اسی طرح
اس کی تجارت میں بھی ترقی ہوگی اور جماعت
سے تعارف بھی بڑھے گا۔"

فنانس بورڈ کا یہ بیان کسی مزید وضاحت کا محتاج نہیں، جہاں تک اخبارات کی اہمیت کا تعلق ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ قومی زندگی کا موثر اور اہم ذریعہ ہیں، آج دنیا میں وہی قوم زندہ رہ سکتی ہے جس کا پریس مضبوط ہو اور وہ اس کے ذریعہ سے اپنے خیالات اور تحریکات کو دوسروں تک پہنچا سکے، اور اپنے جماعتی کاموں اور سرگرمیوں کی اہمیت دنیا پر واضح کر سکے۔

اس وقت ہمارے دو اردو اور انگریزی اخبارات (پیغام صلح اور لائٹ) مرکز سے شائع ہوتے ہیں، جو اپنے اپنے رنگ میں جماعت کی بہترین خدمات سرانجام دے رہے ہیں، لیکن افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ جہاں تک مالی پہلو کا تعلق ہے، دونوں ہی خسارہ میں چل رہے ہیں جس کو پورا کرنے کے لئے انجمن کو ہر سال دوسری مدات سے انہیں امداد دینی پڑتی ہے، اس میں شک نہیں کہ یہ اخبارات تجارتی نقطہ نگاہ سے جاری نہیں کئے گئے تاہم بقول فنانس بورڈ" اگر ہر احمدی یہ عہد کرلے کہ وہ اپنے قومی آرگن کو ضرور خریدے گا تو اخبار کو کافی مالی تقویت ہو سکتی ہے" اور انجمن بہت حد تک اس بوجھ سے سبکدوش ہو سکتی ہے، اس بارہ میں ہم بیرونی جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان سے یہ گذارش کرنا چاہتے ہیں کہ وہ مہربانی فرماکر اپنے اپنے ہاں ان دوستوں کو جو اخبار کے خریدار نہیں، خریدار بنانے کی کوشش کریں۔ انگریزی دان اصحاب سے انگریزی اردو دونوں اخبارات کی خریداری کی استدعا کی جائے اور جو انگریزی نہیں جانتے لیکن دونوں اخبارات خریدنے کی استطاعت انہیں حاصل ہے، وہ انگریزی اخبار کسی ادارے کے نام جاری کرادیں، اور خود اردو اخبار منگوا کر پڑھا کریں، اور جنہیں دونوں اخبارات اکٹھے خریدنے کی استطاعت نہیں وہ کم از کم ایک ہی اخبار خرید کر اپنی قومی زندگی کا ثبوت دیں، ہمارے اخبارات کی قیمت کچھ زیادہ نہیں، بلکہ دوسرے اخبارات کی نسبت کم ہے، "پیغام صلح" کی قیمت صرف چھ روپیہ سالانہ ہے یعنے آٹھ آنہ ماہوار، جو دوست یکمشت چھ روپیہ نہ دے سکیں، وہ تین روپیہ ششماہی، ڈیڑھ روپیہ سہ ماہی یا آٹھ آنہ ماہوار دیکر بھی خریدار بن سکتے ہیں۔

اسی سلسلہ میں ایک اور ضروری بات جس کی طرف فنانس بورڈ نے توجہ دلائی ہے یہ ہے کہ :-

"ہر کاروباری احمدی کا فرض ہے کہ
اپنے قومی آرگن میں اشتہار دے
اس طرح اس کی تجارت میں بھی ترقی ہوگی
اور جماعت سے تعارف بڑھے گا"

فی الواقعہ اشتہارات اخبارات کی جان ہیں، آج بیشتر روزانہ اور ہفتہ وار اخبارات کی زندگی خریداروں سے بڑھ کر اجرتی اشتہارات پر موقوف ہے، ہماری قوم میں خدا کے فضل سے بہت سے تاجر، کارخانہ دار، ملازم موجود ہیں، جن کے اشتہارات دوسرے اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں، اگر وہ سب کے سب اپنے اس قومی آرگن میں بھی اشتہارات دیا کریں، تو نہ صرف اخبار کی مالی تقویت کا موجب ہوگا بلکہ ان کی تجارت اور کاروبار کو بھی انشاءاللہ فروغ حاصل ہوگا۔ اور بقول "فنانس بورڈ" جماعت سے تعارف بھی بڑھے گا"۔ گذشتہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مجلس معتمدین میں ایسے کئی ایک کاروباری اصحاب نے اشتہارات دینے کا وعدہ کیا تھا ... ہمیں خوشی ہے کہ اس کے ایفا کا وقت اب آ پہنچا ہے، اسی پرچہ میں آپ کالونی ٹیکسٹائل ملز

اسمٰعیل آباد کا اشتہار ملاحظہ کریں گے جو ملز کے مینیجنگ ڈائرکٹر اور فنانس بورڈ کے کنوینر شیخ میاں فاروق احمد صاحب نے ایک سال کے لئے مرحمت فرمایا ہے، امید ہے دوسرے کاروباری اصحاب بھی اس طرف توجہ فرماکر اپنے قومی آرگن کی امداد کا موجب ہوں گے۔ اگر اشتہارات کافی مل سکیں، تو اخبار کی ضخامت بھی بڑھ سکتی ہے اور مضامین کے لحاظ سے بھی اس کو زیادہ دلچسپ اور مفید بنایا جاسکتا ہے۔

امید ہے ہمارے قارئین ان چند گذارشات کو دلی توجہ سے ملاحظہ فرماکر انہیں عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں گے، بقول فنانس بورڈ :-

"آپ کی قوم نے اپنے ایمان اور
محنت وہمت کے بھروسہ پر جس
کام کا عہد کر لیا اس کو پورا کرکے
دکھا دیا، کوئی وجہ نہیں کہ اس
مرتبہ آپ ناکام رہیں گے"۔

اشارات

کہتے ہیں ساون کے اندھے کو ہر طرف ہرا ہی ہرا نظر آتا ہے یہی حال ہمارے ربوی معاصر "الفضل" کا ہے ۱۹۳۵ء کے انتخابات میں احراری ہنگاموں کے مقابلہ میں چودھری ظفراللہ خاں کو کامیاب بنانے کے لئے خلافت مآب نے عقائد کے بارے میں ایک پینترا بدلا اور جن مسلمانوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جاتا تھا، انہیں

"گو وہ مسلمان کہلا سکتا ہے مگر کامل مسلم
نہیں کہا جاسکتا" (الفضل یکم مئی)

کے ارشاد سے نوازا گیا، لیکن جونہی انتخاب گذر گیا اور احراریوں کا ہنگامہ ختم ہوا، بات آئی گئی ہوگئی، پھر ۱۹۵۳ء میں تحقیقاتی عدالت میں فسادات کی ذمہ داری سے بچنے کے لئے فوق الایمان اور دون الایمان کی اصطلاحات کی پناہ لیتے ہوئے اپنے عقاید سے کھلی دست برداری دیدی جس سے خود اُن کے مریدین حیرت زدہ ہو کر رہ گئے پھر ربوہ میں جو واقعات پیدا ہوئے، مریدین کے خلافت مآب پر جو ناپاک الزامات عائد کئے جن کی بناء پر انہیں "منحرفین" کا خطاب ملا اور سوشل بائیکاٹ اور ہنگامہ آرائی سے ان کا قافیہ تنگ کرنے کی کوششیں کی گئیں اور کی جا رہی ہیں، ان سب چیزوں نے ہمارے معاصر کے دماغ کو اس درجہ متاثر کیا ہے کہ اب اسے لاہوری جماعت کے اندر بھی عقائد کا انتشار اور ہنگامہ آرائی نظر آنے لگی ہے۔

سر آغا خاں مرحوم کے جنازہ کے متعلق ایک احراری پرچہ کی کذب بیانی کو جو رنگ ہمارے ربوی معاصر نے دیا ہے، وہ اس کے دماغی انتشار کا کھلا ثبوت ہے تعجب ہے کہ کفیٰ بالمرء کذباً ان یحدث ...

(باقی بر صفحہ)

اخبار و افکار

یومِ آزادی

۱۴ر اگست وہ مبارک دن ہے، جب برصغیر ہند و پاکستان کو آزادی نصیب ہوئی اور وہ خواب جو قائد اعظم نے مسلم لیگ کے اس عظیم الشان جلسہ میں بیان کیا تھا جو سنہ ۱۹۴۰ء میں لاہور میں منعقد ہوا سات سال بعد پاکستان کی اسلامی سلطنت کے نام سے حقیقت بن کر دنیا کے سامنے آگیا۔ دنیا نے شاید اس قسم کے مناظر بہت کم دیکھے ہوں گے، کہ اس قدر مخالف عناصر کے ہوتے ہوئے جیسا کہ قیام پاکستان کی راہ میں انگریزوں اور ہندوؤں کے وجود میں موجود تھے۔ ایک قطرہ خون بہائے بغیر ایسی عظیم الشان مملکت کا قیام عمل میں آیا ہو، یہ محض حضرت مجددِ وقت کی دعائیں اور قائد اعظم کی دانش و تدبر تھا جس نے افضال الٰہی کو حرکت دی اور مسلمانوں کو اللہ تعالے نے دو غلامیوں سے بیک وقت نجات دلائی۔

اس خداداد سلطنت کو قائم ہوئے آج دس سال پورے ہو چکے ہیں، اس قلیل عرصہ میں پاکستان نے تجارت اور صنعت و حرفت میں جو ترقی کی ہے، درسگاہوں، اور سائنس کے مختلف شعبوں کی صورت میں ملک کو علمی روشنی سے منور کرنے کا جو سامان کیا ہے اور جو معدنیاتی ذخائر دریافت کئے جا رہے ہیں، شاید ہی دنیا کی کسی بڑی سے بڑی سلطنت نے اس قلیل عرصہ کے اندر ایسی ترقی حاصل کی ہو، ایک اور روشن پہلو جو پاکستان کو دنیا میں کامیاب اور نیک نام بنانے کا موجب ہو رہا ہے یہ ہے کہ دوسری اسلامی مملکتوں کے ساتھ اس نے اتحاد کا رشتہ مضبوط کرنے کے لئے ایسے معاہدات کئے ہیں، کہ جو انشاء اللہ اسلام اور مسلمانوں کی عزت اور سربلندی کا موجب ہوں گے اسی سلسلہ میں کشمیر کی آزادی کے لئے جو جد و جہد پاکستان نے کی ہے، اور ہندوستان کی ہٹ دھرمی اور چیرہ دستی کو جس طرح دنیا پر روشن کر دیا ہے وہ ہر طرح قابل تحسین ہے

خدا کرے آئندہ سالوں میں ان نیک اقدامات کو زیادہ سے زیادہ ترقی ..... اور تمام برائیوں کو مٹانے کی لئے زیادہ سے زیادہ توفیق حاصل ہو، تاکہ ہم آئندہ یوم آزادی کو زیادہ سے زیادہ مسرت کے ساتھ منا سکیں۔

ایک تاریک پہلو

اس کے ساتھ ہی ایک تاریک پہلو بھی ہے، جو اس ملک کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کا موجب ہو سکتا ہے حضرت قائد اعظم نے قیام پاکستان کے بعد اپنی ایک تقریر میں فرمایا تھا:۔

"پاکستان امیروں، سرمایہ داروں، جاگیرداروں اور نوابوں کی لوٹ کھسوٹ کے لئے نہیں بنایا گیا، پاکستان غریبوں کی قربانیوں سے بنا ہے اور اس پر غریبوں ہی کو حکومت کا حق ہے پاکستان میں ہر شخص کا معیار زندگی اتنا بلند کر دیا جائے گا کہ غریب اور امیر میں کوئی تفاوت باقی نہ رہے گا"

کیا قائد اعظم کا یہ ارشاد گذشتہ دس سالوں میں کبھی عملی صورت اختیار کر سکا؟ امیروں، جاگیرداروں، نوابوں اور سرمایہ داروں کی لوٹ کھسوٹ کا جو نقشہ آج دیکھنے میں آ رہا ہے وہ اس قدر افسوسناک ہے کہ بیان نہیں کیا جا سکتا، ہر شخص جس کے قبضہ میں دولت ہے اور وہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کی رائے کو خرید سکتا ہے، اس بات کا متمنی ہے کہ حکومت اور اقتدار کی کرسی اسے حاصل ہو جائے اور اس سلسلہ برسر اقتدار طبقہ کو ہٹانے کے لئے جو جوڑ توڑ کئے جا رہے ہیں وہ کسی مخلص محب وطن کا کام نہیں ہو سکتا۔

یہ ایک پہلو ہے، اور بھی مختلف رنگوں میں لوٹ کھسوٹ کا جو میدان گرم ہے، رشوت ستانی، سمگلنگ، اشیائے خوردنی میں ملاوٹ، اشیائے صرف کی گرانی، بات بات پر قتل و غارت کا سماں جو دیکھنے میں آتا ہے وہ پاکستان کو برعکس نہند نام زنگی کافور کا مصداق بنا رہا ہے، کاش اس صورت حال کی اصلاح کا کوئی بندوبست ہو سکے تو یہ ایک بہت بڑا کام ہوگا۔

شیعہ سُنّی اتحاد

یہ امر ہر مخلص محب وطن کے لئے دلی رنج و افسوس کا موجب ہے، کہ امسال محرم میں ملک کے بعض حصوں میں شیعہ سُنّی فساد کے خونین مناظر دیکھنے میں آئے، یہ کیوں ہوا؟ کہا جاتا ہے کہ بعض شیعہ حکام نے اپنے ہم عقیدہ فرقہ کو مراسم محرم پہلے سے زیادہ زور شور سے منانے کی اجازت دے دی بلکہ ناجائز طور پر اس کی حوصلہ افزائی بھی کی ہے جس کی وجہ سے سُنّیوں میں اشتعال پیدا ہوا۔

کون نہیں جانتا کہ جہاں تک شہادت امام حسین کا تعلق ہے سُنّی اس کی اہمیت کے اعتراف میں شیعوں سے کسی طرح پیچھے نہیں اور ایام محرم میں شہادت کربلا کی یاد میں کئی ایسی مراسم سُنّیوں کی طرف سے منائی جاتی ہیں جو شیعیت کے بالکل ہمرنگ ہیں، اس لحاظ سے یہ کہنا بھی حق بجانب ہے کہ اس ملک کے سُنّی بھی نصف شیعہ ہیں، اس عقیدت اور شیعوں کے ساتھ سالہا سال کی اس رفاقت کے باوجود اصحاب تشیع کی طرف سے ...... ایسا اقدام جو سُنّی حضرات کے جوش و اشتعال کا موجب ہوا اور لڑائی اور تصادم کی صورت اختیار کر لے، بہت ہی افسوسناک ہے، کہا جاتا ہے لاہور جیسے شہر میں جہاں ایک گھوڑا نکلا کرتا تھا امسال کئی گھوڑے مختلف اطراف میں نکالے گئے، اور ماتم اور سینہ کوبی میں ایسا طریق اختیار کیا گیا اور ایسے مرثیئے پڑھے گئے جو دوسروں کے لئے موجب اشتعال ہو سکتے تھے، یہی نہیں پاکستان ریڈیو بھی ایامِ محرم میں پورا شیعہ بن جاتا ہے، اور جہاں رمضان کا احترام اتنا بھی ملحوظ نہیں رکھا جاتا کہ ان دنوں ناپاک گانے ریڈیو پر نہ گائے جائیں، وہاں محرم میں نہ صرف گانے بند کر دیئے جاتے ہیں بلکہ رات دن مرثیے اور شیعہ حضرات کی ایسی تقاریر سنائی جاتی ہیں جو اہل تسنن کے کانوں کو کسی طرح گوارا نہیں ہو سکتیں۔

ان حالات میں حکمران طبقہ اور اپنے شیعہ بھائیوں سے ہم یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ مراسم محرم کی ادائیگی اور اپنے عقائد کی تبلیغ میں ایسا طریق اختیار نہ کریں جو ملک کے امن و امان کو خطرہ میں ڈالنے کا موجب ہو، اس کے ساتھ ہی سُنّی حضرات سے بھی ہماری یہ درخواست ہے کہ وہ ہر ممکن طریق سے فتنہ و فساد کو روکنے کی کوشش کریں اور اگر کوئی اشتعال انگیز بات سننے میں آئے تو اسے تحمل کے ساتھ برداشت کریں اور ایسا طریق اختیار کریں کہ فاذا الذی بینك وبینه عداوة كانه ولی حمیم کا رنگ پیدا ہو جائے، اور ملک کے یہ دونو بازو شیعہ و سُنّی باہمی اتحاد و اتفاق کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں۔

اشارات

(بقیہ صفحہ ۳)

بکل ما سمع کی تلقین کرنے والا خود اسی حرکت کا ارتکاب کرنے سے باز نہیں آتا جس کا وعظ دوسروں کو کیا جا رہا ہے، اس کا خیال ہے کہ سر آغا خاں کے جنازہ پر مسجد احمدیہ بلڈنگس میں ہنگامہ ضرور ہوا، اور ایسے ہنگامے یہاں ہر روز ہوتے ہیں، اور روزمرہ کی عادت ہونے کی وجہ سے ہم انہیں ہنگامہ نہیں سمجھتے، ہاں صاحب سچ ہے ربوہ کی سرزمین آج جن ہنگاموں کا مرکز بنی ہوئی ہے، اور زد و کوب کے واقعات کو کامل امن و سکون اور سوشل بائیکاٹ کو تادیبی کارروائیوں کا نام دیکر دنیا کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کی جو کوششیں جاری ہیں وہی جب اگر آپ کو لاہور کی پاک سرزمین میں نظر آئے جہاں پاک ممبران لاہور مسیح موعود کے صحیح عقائد کو پھیلانے میں مصروف ہیں، تو یہ آپ کا قصور نہیں یہ اس ماحول کا اثر ہے جس میں آپ اس وقت زندگی بسر کر رہے ہیں، جیسا کہ مثل مشہور ہے کہ ساون کے اندھے کو ہر جگہ ہرا ہی ہرا نظر آتا ہے۔

ہر کام میں اخلاص اور بے نفسی ہی برکت کا موجب ہو سکتی ہے

بے نفسی سے اخلاق عالیہ پیدا ہوتے ہیں

خطبہ جمعہ مورخہ ۹ اگست ۱۹۵۷ء فرمودہ محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

وما اسئلکم علیہ من اجران اجری الا علی اللہ

انسان احسن تقویم پر پیدا کیا گیا ہے

انسان کو خدا تعالےٰ نے اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے، وہ خلیفۃ اللہ فی الارض ہے، کسی کا خلیفہ ہونا اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ اصل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو، اسی لئے اللہ تعالےٰ نے انسان کو اپنی فطرت پر پیدا کیا ہے (فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا) اور اس میں بروزی طور پر اپنی تمام صفات کو جمع کر دیا ہے، اگر یہ بات نہ ہو تو یہ خدا کا خلیفہ نہیں کہلا سکتا، دوسری طرف سورۃ التین میں کچھ انبیاء کا ذکر کرکے فرمایا لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان کیا جسمانی لحاظ سے اور کیا ذہنی اور روحانی طور پر نہایت بہترین بناوٹ رکھتا ہے۔

انسان کی بہترین بناوٹ پر انبیاء کی شہادت

اس پر انبیاء کے وجود کو بطور شہادت پیش کیا ہے، انبیاء بھی ہماری طرح کے انسان ہوتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ وہ فطرت اللہ کو کسی آلائش سے ملوث نہیں ہونے دیتے پس ان کا فطری نور چمک اٹھتا ہے اور وہ سرچشمۂ نور کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس ملک میں پیدا ہوئے وہاں چاروں طرف شرک ہی شرک تھا، ہر قسم کی اخلاقی اور ذہنی خرابیاں ان میں پائی جاتی تھیں۔ وہ کونسی چیز تھی جو ایسے حالات میں انہیں توحید کی طرف لے آئی، وہ صرف فطرت اللہ کی آبیاری تھی انسان کی فطرت میں توحید الٰہی کو مرکوز کر دیا گیا ہے الست بربکم قالوا بلیٰ، جب اس کی فطرت سے سوال کیا جائے تو یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ دنیا کا خالق و مالک ایک خدا ہی ہے بڑے بڑے دہریہ جس وقت کوئی مصیبت آ پڑتی ہے جس کا کوئی حل نہیں نظر نہیں آتا تو ان کی فطرت بول اٹھتی ہے کہ خدا سے مدد طلب کی جائے۔

اخلاق عالیہ کیلئے بے نفسی کی ضرورت

غرض یہ ضروری ہے کہ انسان اپنے اندر خدائی اخلاق پیدا کرے، خدا کا رنگ اپنے اخلاق و اعمال میں اختیار کرے صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ اور حدیث میں ہے تخلقوا باخلاق اللہ لیکن یہ چیز پیدا نہیں ہو سکتی جب تک انسان میں بے نفسی نہ ہو، کسی بد اخلاقی اور ناکامی کا تجزیہ کرکے دیکھ لو اس میں نفسانیت کی ملونی پائی جائے گی۔ اعلیٰ اخلاق اسی شخص کے اندر پیدا ہوتے ہیں جو بے نفس ہو، کیونکہ اس کو کوئی غرض نہیں ہوتی وہ خدا کے لئے کام کرتا ہے اور خدا ہی سے اجر کا طالب ہوتا ہے اور مخلوق سے کوئی توقع نہیں رکھتا اغراض کا وجود رذالت اخلاق کا موجب ہوتا ہے۔

انبیاء کی بے نفسی

یہی وجہ ہے کہ انبیاء کے مونہوں سے یہی نکلتا ہے لا اسئلکم علیہ من اجران اجری الا علی اللہ اور سورۃ الشعراء میں پانچ نبیوں حضرت نوح، ھود، صالح، لوط، اور شعیب کے منہ میں یہ الفاظ ڈالے گئے ہیں کہ دیکھو جو بات ہم کہتے ہیں خالصۃً للہ کہتے ہیں، کوئی اجر تم سے نہیں مانگتے۔

حضرت نبی کریمؐ کی بے نفسی کا مختلف پہلوؤں سے اظہار

اور انبیاء کی طرف تو صرف یہی الفاظ منسوب ہیں۔ لیکن قرآن کریم میں اس بارے میں جو الفاظ محمد رسول اللہ صلعم کی خاطر منسوب کئے گئے ہیں، ان میں اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً سورۃ فرقان میں ہے قل ما اسئلکم علیہ من اجر الا من شاء ان یتخذ الی ربہ سبیلا۔ پھر سورۃ ص میں ہے قل ما اسئلکم علیہ من اجر وما انا من المتکلفین۔ پھر سورۃ سبا میں ہے قل ما سالتکم من اجر فھو لکم، پھر سورہ شوریٰ میں ہے قل ما اسئلکم علیہ من اجر الا المودۃ فی القربیٰ اب ان آیات میں کس قدر بے نفسی کا اظہار کیا گیا ہے، ایک جگہ فرمایا میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا ان اجری الا علی اللہ میرا اجر اللہ تعالےٰ ہی پر ہے اور ابھی میں نے آیت پڑھی ہے قل ما سالتکم من اجر فھو لکم اے بھائی میں جو وعظ کرتا ہوں وہ تمہارے ہی لئے ہے۔ مجھے اس سے کوئی فائدہ مدنظر نہیں۔ دیکھو یہ واقعی بڑا مشکل مقام ہے۔ یہ اسی کو حاصل ہوتا ہے جو اپنے نفس کو مٹا دے اگر کوئی شائبہ بھی نفسانیت کا ہو تو اجر کی طلب ہوگی، دوسری طرف مخلوق سے سچی ہمدردی پیدا نہیں ہو سکتی، جب تک نفسانیت انسان کے اندر ہو۔

مودت فی القربیٰ کے معنے

تو ایک تو یہ آپ نے فرمایا کہ دیکھو میں جو وعظ کرتا ہوں تمہاری ہی بھلائی اس میں ہے۔ میری اس میں کوئی غرض نہیں۔ دوسری جگہ فرمایا کہ مودۃ فی القربیٰ چاہتا ہوں۔ ایک قوم نے اس سے اہل بیت کی محبت نکالی ہے، مگر انہوں نے غور نہیں کیا کہ اپنوں کے لئے مراعات مانگنا تو اجر ہے۔ یہ تو لا اسئلکم علیہ من اجر کے خلاف ہے حقیقت یہ ہے، کہ الا المودۃ فی القربیٰ میں آپ نے یہ نصیحت فرمائی ہے کہ میرا مدعا یہی ہے کہ تم آپس میں مودت پیدا کرو، یا یہ کہ خدا سے قرب پیدا کرو، اپنے لئے میں کچھ نہیں چاہتا۔

نبی کریمؐ کی طرف سے اجرت طلب کرنے میں بناوٹ نہیں

تیسری آیت میں فرمایا قل ما اسئلکم علیہ من اجر وما انا من المتکلفین، دیکھو میں جو کہتا ہوں کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، تو یہ میں بناوٹ سے نہیں کہتا، بناوٹ اور تکلف میری ذات میں نہیں ہے، بہت لوگ ہیں جو دعوے بہت کرتے ہیں کہ ہم لوگوں کی خدمت کے لئے کھڑے ہوئے ہیں، لیکن ان کے اندر کوئی اخلاص نہیں ہوتا، محض تکلف اور بناوٹ سے لوگوں کو متاثر کرنے کے لئے ایسی باتیں کہدی جاتی ہیں، محمد رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں کہ میری بات میں بناوٹ کوئی نہیں نہ کوئی تکلف ہے، میں تو مخلوق خدا کی ہمدردی اور اصلاح کے لئے کھڑا ہوا ہوں اور اس کے لئے کوئی اجر مجھے درکار نہیں، کتنا خلوص آپ کی ذات میں پایا جاتا ہے۔

مخلوق کی ہمدردی آپکی بے نفسی پر دال ہے

یہی وجہ ہے کہ مخلوق کی ہمدردی فی الواقعہ آپ کی ذات میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، اور اس ہمدردی میں یہاں تک آپ کا حال ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کو یہ کہنا پڑا کہ لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین۔ لوگوں کی اصلاح کی آپ میں اس قدر تڑپ ہے کہ کہیں اس غم میں تو اپنی جان ہلاک نہ کر دے۔ مخلوق سے سچی ہمدردی اسی کو کہتے ہیں کہ جان کی بھی پرواہ نہیں۔

خالصۃً للہ کام ہی برکت کا موجب ہو سکتا ہے

پھر یہ بھی ہے کہ ایک شخص اگر بناوٹ اور تکلف

کرتا ہے تو اس کے کام میں برکت کوئی نہیں ہوتی، لوگوں کو شاید اس کی باتوں سے دھوکہ لگ جائے، اور وہ سمجھنے لگیں کہ فی الواقعہ وہ جو کہتا ہے کہ میں لوگوں کی خدمت کے لئے کھڑا ہوا ہوں، یہ صحیح ہے، لیکن کوئی نہ کوئی غرض اس کی تہ میں ضرور ہوتی ہے، کسی کے مدنظر حصول شہرت ہوتا ہے، کسی کی غرض مال حاصل کرنا ہوتا ہے۔ کوئی ممبری یا حصول اقتدار کا خواہشمند ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کے کام میں کوئی برکت نہیں ہوتی، برکت تبھی ہو سکتی ہے کہ خالصتہً للہ کام کیا جائے۔ توحید الٰہی کا مقتضا بھی یہی ہے کہ غیر اللہ سے کوئی خواہش یا استمداد نہ کی جائے قرآن اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو باتیں بیان کی ہیں وہ یونہی نہیں ہیں، وہ ہماری رہنمائی کے لئے بیان کی گئی ہیں۔

ہماری دینی خدمات خالصتہً للہ ہونی چاہئیں

ہمیں اس سے خصوصیت سے سبق لینا چاہیئے، وہ لوگ جو دین کی خدمت کے لئے کھڑے ہوئے ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ ہم دین الٰہی کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دیں گے، ضروری ہے کہ ان کے اعمال اور ان کی خدمات خالصتہً للہ ہوں، اور کوئی ذرا سا بھی شائبہ خواہش نفس کا اس میں نہ پایا جائے، خوب یاد رکھئے شیطان بڑا باریک ہے اور جوں جوں انسان روحانیت میں ترقی کرتا چلا جاتا ہے اتنا ہی شیطان باریک ہوتا چلا جاتا ہے اس کی باریک در باریک چالوں کو خوب آگاہ رکھنا چاہیئے، اور یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ کام خالصتہ للہ ہو، اگر یہ بات ہو جائے تو ہمارے کام میں بڑی برکت ہو جائے۔

پولیٹیکل میدان میں سیاست سے بڑھکر اخلاص کی ضرورت

بعض وقت پولیٹیکل میدان میں بڑے بڑے ہوشیار اور چھٹے ہوئے لوگ بھی آتے ہیں اور بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں لیکن نتیجہ صفر ہوتا ہے۔ میں نے اسی لئے ایک شخص سے کہا کہ اگر ایسا ہو کہ اُن کی جگہ ایک ایسا آدمی کھڑا کیا جائے جو سیاست نہ جانتا ہو، کوئی سیاسی چالیں اسے نہ آتی ہوں لیکن وہ خلوص اور محنت کے ساتھ کام کرنا جانتا ہو، تو اس کے کام میں برکت ہو گی اور ان لوگوں سے وہ بہتر کام کر سکے گا جو اپنی نفسانی اغراض کے لئے ہمدرد دین کر کھڑے ہوتے ہیں، خوب یاد رکھئے چالاکی اور پالیسی سے لوگوں کو دھوکہ دے لینا آسان ہے، لیکن کامیابی اور برکت پیدا ہونی مشکل ہے، وہ جو کہتے ہیں کاٹھ کی ہنڈیا ایک ہی دفعہ چڑھتی ہے۔ ایسے لوگوں کی باتوں پر سے آخرکار اعتماد اُٹھ جاتا ہے۔

بڑائی یا تحسین کی خواہش طلب اجر ہے

تو ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہمارے سامنے ہے آپ نے یہی تعلیم دی ہے کہ دین کے لئے جو کام کیا جائے، وہ خالصتہً للہ ہو، اس میں کوئی نفس کی ملونی نہ ہو، ہمیں اپنے نفس کو اس سے علیٰحدہ رکھنا چاہیئے، ایک شخص کوئی دینی کام کرتا ہو لیکن اس کے دل میں خواہش ہو کہ میں اپنی بڑائی اور واہ واہ اور تحسین کے لئے کسی طرح اس کا اظہار کر دوں تو اس نے اپنے فعل کا مخلوق سے اجر طلب کر لیا - وہ خالصتہً للہ نہ رہا۔ اس میں برکت نہیں ہو سکتی - یہ چھوٹی چھوٹی ..... باتیں ہیں لیکن ان کے نتائج بہت بڑے ہیں، ایک چھوٹی سی نیک بات پر عمل کرنے سے ایک روشن نقطہ انسان کے قلب پر پڑ جاتا ہے، جو متواتر عمل کرنے سے بڑھتا چلا جاتا اور سارے دل اور جسم کو منور کر دیتا ہے،

قرآن کی حقیقی عزت

نری کسی چیز کی عزت وعقیدت کوئی فائدہ نہیں دیتی جب تک اس پر عمل نہ کیا جائے۔ آج مسلمان قرآن شریف کی عزت وادب اسی میں سمجھتے ہیں کہ اچھے جزدانوں میں اسے لپیٹ کر اونچی جگہ رکھیں تا کہ اس کی طرف پیٹھ نہ ہو جائے لیکن عملاً اس سے پیٹھ موڑے ہوئے ہیں، ہماری حالت یہ نہیں ہونی چاہیئے۔ ہمیں قرآن کے ایک ایک لفظ پر غور کرنا اور اس پر عمل کرنا چاہیئے، جو کام بھی ہو خدا کے لئے ہو، تو اللہ تعالےٰ ضرور ہمارے کام میں برکت ڈالے گا انشاءاللہ تعالےٰ اگر ہم نے اس پر عمل کیا۔

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ مری میں بفضلہ تعالیٰ بخیر وعافیت ہیں۔

—— حضرت صاحب صدر اور دیگر بزرگان ملت بھی بحمداللہ بخیریت ہیں۔

—— مولانا مرتضیٰ خاں حسن کی علالت کی خبر گذشتہ اشاعت میں درج کی گئی تھی، مولانا ممدوح کا بخار اب اُتر چکا ہے فالحمدللہ

—— ہونگ کنگ سے اقبال احمد صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا یعقوب خاں صاحب ۳ راگست کو ہونگ کنگ سے روانہ ہو گئے۔ ۲۱ راگست کو پاکستان پہنچ جائیں گے انشاءاللہ۔

اعلان

تمام احباب جماعت کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ مری میں جناب خواجہ محمد اسماعیل صاحب نے احباب جماعت کی سہولت کے لئے مفت قیامگاہ کا بندوبست کیا ہے۔ اور نہایت ہی صاف ستھرے دو کمرے بطور مہمان خانہ کے خالی رکھے ہیں۔ خواہشمند احباب اپنا ضروری بستر ساتھ لا دیں یہاں صرف چارپائی اور قیام بلا معاوضہ ہی کی سہولت ہو گی - آنے والے دوست تشریف آوری سے ایک دو روز قبل مجھے مطلع فرما دیں۔ والسلام۔ خاکسار (مولوی) عبدالرحمان احمدی - امام مسجد احمدیہ - اپر جھینگا گلی روڈ - مری۔

سانحہ ارتحال

حیدرآباد دکن سے شیخ انعام الحق صاحب لکھتے ہیں:۔

نہایت افسوس سے اطلاعاً عرض ہے کہ میرا نوجوان عزیز برادر زادہ شیخ محمد اسلم، گذشتہ ہفتہ بمقام ہونگ کنگ وفات پا گیا - انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عزیز مرحوم میرے خاندان کے تمام افراد ذکور میں سے سب سے زیادہ نیک - لائق، پابند صوم وصلوٰۃ، متقی اور صحیح معنوں میں جوان صالح تھے - غیر معمولی ہمدرد طبیعت پائی تھی - اپنے مرحوم والد کی واحد نشانی اور بدنصیب ضعیفہ والدہ کا اکلوتا بیٹا تھا ایک نوجوان بیوہ اور تین خوردسال بچے اپنے پیچھے چھوڑے ہیں - عزیز مرحوم مجھ دورافتادہ کے خاص طور پر ہمدرد وخیرخواہ اور صحیح معنوں میں دست راست تھے - ان کی وفات کا صدمہ میرے لئے بھی ناقابل برداشت اور عظیم نقصان ہے۔

عزیز مرحوم شریک جماعت تو نہ تھے لیکن سلسلہ عالیہ سے حسن ظن رکھتے تھے، میرے حقیقی پھوپھی زاد بھائی کے فرزند تھے - عزیز مرحوم کے والد شیخ غلام دستگیر صاحب کے حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم ومغفور کے خاندان سے بہت زیادہ مراسم تھے - عزیز مرحوم کے دادا شیخ عمر بخش صاحب وکیل حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم ومغفور کے مخلص اور گہرے دوستوں اور ووکنگ مسلم مشن و "اسلامک ریویو" کے قدیم واوّلین معاونین میں سے تھے۔

میں گذشتہ مرتبہ لاہور آیا تو اُن کی علالت کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا - لیکن اُس وقت یہ قطعاً اندیشہ نہ تھا کہ مرض مہلک ہے اور یہ نوجوان اس قدر جلد ہم سے جدا ہو جائیگا افسوس میں دورافتادہ اس عزیز کے آخری دیدار سے بھی محروم رہا - دعا کریں کہ عزیز مرحوم کو اللہ تعالےٰ اپنے جوار رحمت میں جگہ دے، ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے پسماندگان کا حامی وناصر ہو - جنازہ غائبانہ کی بھی درخواست ہے۔

غمزدہ - محمد انعام الحق - مکان محلہ اعظم پورہ ملک پیٹھ حیدرآباد دکن (انڈیا)

پیغام صلح: — شیخ انعام الحق صاحب سے ہمیں اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے - ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت نصیب کرے احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے

عہدیداران جماعت قاضی احمد

جماعت قاضی احمد نوابشاہ کے ذیل کے عہدیداران کا انتخاب عمل میں آیا ہے

صدر:۔ مرزا محمد اکبر صاحب

سکرٹری:۔ شیخ احمد علی صاحب

سکرٹری تبلیغ:۔ خان محمد زمان خان صاحب

چوہدری غفور احمد صاحب

محمد حسین صاحب فاروق

درخواست دُعا

جماعت کے بزرگوں بھائیوں دوستوں اور بہنوں سے درخواست ہے کہ میرے بچے کی صحت یابی کے لئے دعا فرمائیں۔ بچہ تقریباً بیس دن سے متواتر بخار میں مبتلا ہے۔ بچے کی علالت اور تکلیف کی بدولت سارا کنبہ رات دن پریشان رہتا ہے۔ ..... دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ [illegible] صحت کاملہ عطا فرمائے - آمین - [illegible] محمد اقبال [illegible]

نوجوانوں سے خطاب

ایک امانت

(۱)

محترم چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغزِ استخواں سوزد

میں مدت سے ایک امانت اپنے نہاں خانۂ دل میں مستور رکھے ہوئے ہوں۔ جسے اب میں زیادہ دیر تک نہیں رکھ سکتا۔ یہ امانت مجھے اپنی جماعت کے نوجوانوں تک پہنچانی ہے۔ جسے میں آج منظر عام پر لا کر اُن کے سپرد کر دینا چاہتا ہوں۔

میں ذاتی طور پر اپنی جماعت کے بہت سے نوجوانوں کو جانتا ہوں جن کے دلوں میں اسلام کا درد ہے اور احمدیت کے نظریات پر ان کا پورا پورا ایمان ہے۔ وہ اس وقت صرف اپنی زندگی کے معاشی پہلو کو استوار کرنے میں مصروف ہیں۔ کوئی تجارت میں لگا ہوا ہے کوئی صنعت کار ہے، اور کوئی سرکاری عہدے پر فائز ہے۔ اور دنیوی نقطہ نگاہ سے ان نوجوانوں کے لئے ترقی کی لامحدود راہیں ہیں۔ جن پر چل کر وہ اپنے ہمعصروں میں ممتاز درجہ حاصل کر رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اُن کے بزرگ ابھی بقید حیات ہیں۔ اور اشاعت اسلام کی تڑپ اُن کے دلوں میں موجود ہے۔ مگر ایک کیفیت منتظرہ اُن پر وارد ہے۔ وہ ہر آن اپنے دلوں میں یہ منصوبے باندھتے رہتے ہیں۔ کہ جونہی اُن کی معاشی حالت درست ہوئی۔ وہ اشاعت اسلام کے پروگرام میں عملی حصہ لینا شروع کر دیں گے ؎

درین دریائے بے پایاں دریں طوفان موج افزا
سرافگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسہا

وقت گذرتا چلا جا رہا ہے اور لیل و نہار کی بساط ہر چوبیس گھنٹے کے بعد لپیٹ دی جاتی ہے اور نئی بچھا دی جاتی ہے۔ پھر یہی عمل مسلسل اعادہ پذیر ہو رہا ہے۔ اشاعت اسلام کا کارواں رواں دواں چلا جا رہا ہے، اور جو لوگ آیندہ کی امید پر حالات کے بہتر ہونے کی صورت میں کوئی عملی قدم اٹھانے کا ارادہ معرض التوا میں ڈالے چلے جا رہے ہیں وہ شاید کبھی اس کارواں کے ساتھ ہمسفر نہ ہو سکیں گے۔ اور بصد حسرت و یاس اس کارواں کا صرف گرد و غبار ہو کر رہ جائیں گے اور پھر یہ شعر دل کی حسرتوں کی ترجمانی کرتا رہے گا ؎

یارانِ تیز گام نے محمل کو جا لیا
ہم محو نالۂ جرسِ کارواں رہے

عزیزانِ ملت! آپ کے بزرگان یکے بعد دیگرے کوچ کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اور جو باقی ہیں، وہ چراغ سحری کی طرح اپنی زندگی کے آخری لمحوں کے لئے ٹمٹما رہے ہیں۔ مولانا صدرالدین صاحب کب تک آپ کی عنانِ قیادت سنبھالے رکھیں گے۔ ڈاکٹر غلام محمد صاحب کی صدارت کو بھی ابدیت حاصل نہیں۔ مولانا یعقوب خاں صاحب کے رشد و ہدایت کا سلسلہ آخر ختم ہو جائے گا۔ مولانا عبدالحق صاحب ضعیفی کے عالم میں کب تک جہاں پیمائی کرتے رہیں گے میاں محمد صاحب لائل پوری اپنی بے انتہا دنیوی مصروفیتوں کے باوجود اشاعت اسلام کا فریضہ ادا کر رہے ہیں مگر یہ جواں ہمت بوڑھا بھی آخر اپنے خدا سے جا ملے گا۔ اس عرصہ میں تمہاری تجارتیں بہت بڑھ چکی ہوں گی۔ صنعت کاری میں بھی آپ کو ید طولیٰ حاصل ہو چکا ہوگا۔ سرکاری ملازمتوں میں بھی آپ نے بڑے سے بڑے عہدہ تک رسائی حاصل کر لی ہوگی مگر تمہارے دین کا خانہ بالکل خالی رہ جائیگا اور فطرت کی گرفت جب تمہیں جھنجھوڑے گی اور تم خواب غفلت سے چونک اٹھو گے، تو شاید اس وقت اشاعت اسلام کی . . . . . . علمبردار کوئی اور قوم ہو چکی ہوگی۔ جنہیں تم حسرت بھری نگاہوں سے دیکھو گے۔ اور آہیں بھر بھر کر یاد کرو گے۔ کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد تو ہم نے کیا تھا۔ مگر دوسرے لوگوں نے اس عہد کی پابندی کر کے دین و دنیا میں کامیابیاں حاصل کر لی ہیں، اور رو رو کر حضرت صاحب کے اس شعر کا ورد کرو گے ؎

بمفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

اور قرآن کریم کا یہ انتباہ بھی اس وقت تمہیں یاد آجائے گا مگر اس وقت تمہاری آنکھوں میں آنسو ہوں گے، اور دلوں سے آہیں اٹھیں گی اور زبان اس کا پرسوز پیرایہ میں ورد کرے گی۔ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ (سورۃ محمد)

ترجمہ:- اور اگر پھر جاؤ تم بدلا دیگا ایک قوم کو سوائے تمہارے پھر وہ تم جیسے نہ ہوں . . . .

. . . .

احمدیت کیا ہے؟

مجھے اس وقت آپ کو کسی عقائد کی بحث میں نہیں اُلجھانا کیونکہ مجھے یقین واثق ہے۔ کہ آپ غلبۂ اسلام پر پورا پورا یقین رکھتے ہیں۔ اور آپ کا یہ دلی اعتقاد ہے کہ انسانیت کے تمام مسائل کا حل صرف قرآن مجید میں ہے اور یہ بھی آپ پر روز روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے۔ کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہی اس زمانے میں اسلام کا سب سے بڑا مبلغ ہے۔ اسلام اگر صداقت ہے تو احمدیت اس صداقت کا پر زور اظہار ہے۔ اسلام اگر ایک طاقت ہے تو احمدیت اس طاقت کی خودنمائی ہے۔ اسلام اگر ایک حسن ہے تو احمدیت اس حسن کی ایک دلکشی ہے۔ اسلام اگر ایک نظام ہے تو احمدیت اُس نظام کے نفاذ کا ایک ذریعہ ہے۔ اسلام نے احمدیت میں اپنا مستقل عکس منتقل کر دیا ہے۔ پس اس زمانے میں اسلام کی صحیح تعبیر احمدیت ہی ہے۔ احمدیت نہ کوئی نیا مذہب ہے۔ اور نہ کوئی اس کی اپنی شریعت ہے۔ اسلام اپنی مصفا شکل میں احمدیت کہلاتا ہے۔ اور سید و اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو احمدیت ہی نے اس زمانہ میں صحیح معنوں میں خاتم الانبیاء کی حیثیت میں پیش کیا ہے۔ اور اسی طرح اس نے قرآن کریم ہی کو خاتم الکتب ثابت کر دیا ہے۔ احمدیت میں اسلام کے سارے اصول جوں کے توں لئے ہے۔ قرآن کریم کی تعلیمات میں نہ کسی کمی کی اور نہ کسی اضافہ کی گنجائش باقی رہی۔ ہاں احمدیت نے انسان کو خدا کے قریب لا کر کھڑا کر دیا۔ نہیں نہیں بلکہ انسان کو خدا کا ہمکلام بنا دیا۔ اور یہ درحقیقت برکات اسلام کا ایک عملی نتیجہ ہے اور اسلام کی روحانیت کا ملہ کا ایک بیّن ثبوت۔

وقت سریع الرفتار ہے

عزیزانِ ملت! زمانہ بڑی تیزی سے گذرتا جا رہا ہے۔ انسانی دماغ بڑی سرعت سے ترقی کے منازل طے کر رہا ہے۔ سائنس نے انسان کو پستیوں سے اٹھا کر ایسی بلندیوں تک پہنچا دیا ہے جس کا آج سے چند سال پیشتر تصور ہی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ آپ نے جو یہ خیال کر لیا ہے۔ کہ دنیوی کاموں سے جب فرصت ہوگی، تو دین کا کام آپ سنبھال لیں گے۔ یہ ایک خیال خام ہے اس طرح کبھی فرصت نہیں ملا کرتی۔ مصروفیتیں بڑھتی جاتی ہیں اور انسان اپنے اصلی مقصد حیات سے دور جا پڑتا ہے۔ پس کام کرنے کا یہی لمحہ ہے ابھی سے اس کام کا آغاز کر دینا چاہیئے۔ اور اپنی زندگی کا مشن تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کو قرار دے دینا چاہیئے آپ قاسم ازل سے اچھا دل اور دماغ لیکر پیدا ہوئے ہیں آپ نیک ہیں صالح ہیں صحت مند ہیں عقائد کے لحاظ سے صراط مستقیم پر ہیں اپنے عمل کو ان عقائد کے مطابق کر لیجئے۔ تاکہ خدا اور انسان کے سامنے سرخرو ہو جائیں۔ اشاعت اسلام کے لئے ایک مضبوط جماعت چاہیئے۔ جو درحقیقت ایک فوج کا کام کر سکے۔ اس جماعت کے راستے میں خود مسلمانوں کے اندر تین

گروہ زبردست رکاوٹ کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ ان تینوں گروہوں سے ہم آپ کو روشناس کرا دیتے ہیں۔ تاکہ معاندین کی باریک تدبیروں سے آپ واقف ہو جاویں۔ اور ان کی اصلاح بھی کرتے جاویں۔ اور غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ کا پروگرام بھی جاری رکھیں۔

معاندین

نادان دوست

اشاعت اسلام کے راستے میں اس زمانہ میں سب سے بڑا معاند وہ ہے جو بانیٔ تحریک اشاعت اسلام کے خلاف خطرناک جذبات نفرت و حقارت پیدا کرنے کا موجب ہو رہا ہے۔ ہمارے خیال میں تحریک احمدیت کی ۹۵ فی صدی مخالفت کی ذمہ داری مرزا بشیر الدین محمود کے سر پر ہے۔ اس کے غلو نے لوگوں کے دلوں میں عناد کے ایسے بیج بو دیئے ہیں کہ جوں جوں وہ غلو میں بڑھتا گیا۔ یہ عناد کا درخت بھی اپنے برگ و بار پھیلاتا رہا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ایک عجیب حکمت نظر آتی ہے۔ اور اس پر واقعات کی شہادت موجود ہے کہ انسانوں نے از خود احمدیت کے صحیح اصولوں کو قبول کر لیا ہے مگر جو باتیں غلط طور پر احمدیت کی طرف منسوب کر دی گئیں۔ انہیں دنیا نے ٹھکرا دیا۔ مثلاً ۱؎ احمدیت کی یہ بات قبول کر لی گئی کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام فی الواقعہ فوت ہو چکے ہیں۔ اس وقت مسلمانوں کے تمام باشعور طبقے اس امر کے قائل ہو چکے ہیں۔ کہ حضرت مسیح ناصری دیگر انبیاء کی طرح جام فنا پی چکے ہیں۔ خود علماء کے طبقہ میں حیات مسیح کے متعلق کوئی جوش یا سرگرمی نظر نہیں آتی اس موضوع پر اب تمام بحثیں اور مناظرے ختم ہو چکے ہیں۔ خود اسلامی جماعت کے امیر مولانا ابو الاعلیٰ مودودی صاحب نے اپنی تفسیر میں اس مسئلے پر گول مول الفاظ استعمال کئے ہیں، جس سے اس کی دلی کیفیت نمایاں ہو جاتی ہے۔ اگر ایمانی قوت ہوتی، تو وفات کا صاف اعتراف کر لیا ہوتا۔ مگر گول مول الفاظ کے استعمال سے انہوں نے واضح کر دیا کہ وہ بھی حیات مسیح کے عقیدہ کو قبول نہیں کر رہے ہیں۔

۲؎ احمدیت کا یہ نظریہ، کہ اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا اور نہ ہی آیندہ وہ اپنی اشاعت کے لئے شمشیر کا محتاج ہے عالمگیر طور پر قبول کر لیا گیا ہے۔ اب منبروں پر کھڑے ہو کر ہمارے واعظین بڑے جوش و خروش سے یہ اعلان کرتے ہیں کہ اسلام اپنی روحانی طاقت اور سچائی کے زور سے غلبہ حاصل کرتا رہا ہے۔ اور آیندہ بھی یہی مقدر ہے۔ کہ اس کے محکم اصول دلوں کی دنیا کو فتح کرتے چلے جائیں۔

۳؎ احمدیت نے دنیا میں پہلی دفعہ یہ حقیقت بیان کی تھی۔ کہ قرآن شریف کی کوئی آیت منسوخ نہیں ۔۔۔۔ ۔۔۔۔ احمدیت نے نسخ کی یوں تفسیر کی ہے۔ کہ قرآن شریف سابقہ شرائع کا ناسخ ہے۔ اور اس کی اپنی تعلیمات ایسی جامع مکمل اور مطابق فطرت ہیں کہ ان میں تنسیخ کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ قرآن نے اس کے خلاف یوں بیان کیا ہے :-

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا۝ ترجمہ:- پھر کیا تدبر نہیں کرتے قرآن میں اور اگر یہ ہوتا غیر خدا کے سے البتہ پاتے بیچ اس کے اختلاف بہت۔

احمدیت کا یہ نظریہ بھی اب قبول کیا جا چکا ہے۔

۴؎ احمدیت نے احادیث کی بیان کردہ پیشگوئیوں کی ایسی معقول تاویلیں کی ہیں۔ کہ علمائے اسلام نے بالآخر انہیں تسلیم کر لیا۔ یاجوج ماجوج کے متعلق احمدیت کی تعلیم یہ ہے کہ یہ دو یورپی قوموں کے دو بلاک ہیں۔ ایک روس کی زیر قیادت کام کر رہا ہے۔ اور دوسرا اینگلو امریکن بلاک ہے۔ احمدیت کی اس توجیہہ کو علامہ اقبال نے حسب ذیل شعر میں تسلیم کر لیا ہے :-

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف یَنْسِلُوْنَ

ان تاریخی واقعات نے قرآن کریم کی بیان کردہ حسب ذیل حقیقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ تُؤْتِیْٓ اُکُلَھَا کُلَّ حِیْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّھَا وَ کذالك یضرب اللہ الامثال للناس لعلھم یتذکرون ۔ اللہ نے اچھی بات کی مثال اس طرح بیان کی ہے کہ وہ ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے۔ اس کی جڑ مضبوط ہے اور شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں۔

اجرائے نبوت کی جسارت

مرزا بشیر الدین محمود احمد نے حضرت مرزا صاحب کی طرف دعوائے نبوت کو منسوب کیا۔ اور ختم نبوت کی مہر توڑنے کی کوشش کی۔ مگر وہ اپنے اس غلط نظریئے کو لوگوں سے نہ منوا سکا۔ بلکہ اُلٹا اس نظریئے کی وجہ سے لوگوں میں عناد اور کدورت پیدا ہوئی۔ اور سخت فسادات رونما ہوئے۔ اور یوں میاں محمود افتراق بین المسلمین کے سنگین جرم کا مرتکب ہوا۔ اسی طرح تکفیر اہل قبلہ کا عقیدہ بھی سوائے نفرت اور حقارت کے اور کوئی نتیجہ پیدا نہیں کر سکا۔

ایک دلچسپ شخصیت

میاں محمود احمد زمانہ حاضرہ کی ایک دلچسپ شخصیت ہے۔ یہ وہ بزرگ ہیں جو گذشتہ پچاس برس سے ختم نبوت کے معنی نبوت کا جاری ہونا بیان کر رہے ہیں۔ اور حدیث، لانبی بعدی کی تشریح یہ کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم کے بعد لا تعداد نبی آئیں گے۔ یہ اسی بزرگ کا کمال ہے کہ وہ ختم ..... کے معنے جاری اور "لا" کا معنی نعم کر رہے ہیں۔ حال ہی میں انہوں نے اہل قبلہ کی تکفیر کے متعلق تحقیقاتی عدالت میں ایک بیان دیا تھا۔ اور صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا۔ اس سے اتحاد بین المسلمین کے حامیوں کو بہت خوشی ہوئی تھی۔ اور خیال پیدا ہو گیا تھا کہ آیندہ احمدیوں اور غیر احمدیوں میں تلخی کم ہو جائے گی اور ایک دوسرے کے نزدیک ہوتے چلے جائیں گے مگر افسوس کہ ان کے سرکاری اخبار "الفضل" کے بعض اشتعال انگیز مضامین کی وجہ سے یہ خوشی عارضی ثابت ہوئی، اور ربوی علماء نے دوبارہ فتنہ انگیزی اور شر پاری کی مہم جاری کر دی۔ میاں محمود احمد صاحب کے متضاد اقوال اور ان کے حواریوں کی قلابازیوں کے چند نمونے ہم ذیل میں پیش کریں گے تاکہ آپ ان لوگوں کی ذہنیتوں سے پوری طرح واقف ہو جائیں۔ مگر ان نمونوں کو پیش کرنے سے پیشتر ہم ان مسائل پر احمدیت کی اصل تعلیم بانیٔ تحریک کی زبان سے مختصراً بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں تاکہ اس موضوع کا کوئی گوشہ تشنۂ بحث نہ رہ جائے۔

دعوائے نبوت کے متعلق حضرت صاحب کی صحیح پوزیشن

اس موضوع پر حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم مغفور نے ایک مستقل کتاب النبوۃ فی الاسلام لکھ کر اجرائے نبوت کے حامیوں پر مکمل طور پر اتمام حجت کر دی ہے۔ خواہ وہ حامی قادیانی ہوں یا علماء غیر احمدی اس کتاب میں اصولی طور پر ایسی مفصل اور مبسوط بحث کر دی گئی ہے۔ کہ وہ ختم نبوت پر ایک انسائیکلو پیڈیا ہے جس کا کوئی جواب نہیں۔

حال ہی میں ایک ہمارے نوجوان دوست چودھری شکر اللہ خاں صاحب بی۔ ایل۔ بی نے قول سدید کے نام سے ایک چار سو صفحات کی کتاب شائع کی ہے۔ جس میں انہوں نے ٹھوس دلائل اور ٹھنڈی منطق سے ثابت کر دیا ہے کہ میاں صاحب کی یہ عبارت کہ حضرت مرزا صاحب نے کسی وقت در بارہ نبوت اپنا عقیدہ تبدیل کر دیا تھا۔ دور حاضرہ کا ایک بہت بڑا بہتان ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس غیر محتاط اور کج رفتار بیٹے نے اپنے باپ کی عزت پر ہاتھ ڈال دیا ہے اور اس کی توہین میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ہم اپنے نوجوان عزیزوں کو یہ دو کتابیں سند کے طور پر ورثتاً دیتے ہیں۔ اور اگر وہ ان دو ہتھیاروں سے مسلح ہو کر قادیانیوں کا مقابلہ کریں تو انشاء اللہ العزیز ہمیشہ قادیانیوں پر غالب رہیں گے۔

یہاں مثال کے طور پر ہم حضرت مرزا صاحب کی کتب کے چند حوالے نقل کرتے ہیں اور اس پر میاں صاحب نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ بھی مختصراً نقل کر دیتے ہیں۔ اور مخالف علماء نے اپنے فتوئے کفر میں جو کچھ لکھا اس کو بھی چند لفظوں میں بیان کر کے اس حقیقت کو واضح کر دیتے ہیں۔ کہ کس طرح ایک اشد مخالف اور ایک غالی مرید ایک ہی سطح پر کھڑے ہو کر ایک ہی طریق پر سوچ رہے ہیں۔ اور دونوں ایک ہی طرح سچائی کو ملیا میٹ کرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔

بانیٔ تحریک کے عقائد

حضرت صاحب فرماتے ہیں :-

"ابتداء سے میری نیت جس کو اللہ تعالےٰ جلشانہٗ خوب جانتا ہے۔ اس نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف محدثیت مراد ہے، جس کے معنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکلّم مراد لئے ہیں"۔

(مجموعہ اشتہارات حصہ اوّل صفحہ ۱۵۷)

"یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنے کے رُو سے بیان کئے گئے ہیں۔ ورنہ حاشا و کلا مجھے حقیقی نبوت کا ہرگز دعوےٰ نہیں ہے۔ سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں۔ اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں"۔

(مجموعہ اشتہارات حصہ اوّل صفحہ ۳۱۳)

اسی طرح حضرت صاحب ایک اور جگہ فرماتے ہیں :-

"اگرچہ عرصہ بیس سال سے متواتر اس عاجز کو الہام ہوا ہے۔ اکثر دفعہ ان میں رسول یا نبی کا لفظ آگیا ہے رسول کے لفظ سے اسی قدر مراد ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے بھیجا گیا۔ اور نبی کے لفظ سے صرف اسی قدر مراد ہے کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے علم پاکر پیشگوئی کرنے والا یا معارف پوشیدہ بتانے والا سو چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں، اسلام میں فتنہ پڑتا ہے۔ اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہئے۔ کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا۔ درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے۔ جو شخص انکار میں حد سے گذرتا ہے۔ جس طرح کہ وہ ایک خطرناک حالت میں ہے۔ اسی طرح وہ بھی شیعوں کی طرح اعتقاد میں حد سے گزر جاتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا ہے۔ اور ہم محض دین اسلام کے خادم بن کر دنیا میں آئے ہیں اور نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں۔ رسالت لغت عرب میں بھیجے جانے کو کہتے ہیں اور نبوت یہ ہے کہ خدا سے علم پاکر پوشیدہ حقائق اور معارف کو بیان کرنا۔ سو اسی حد تک مفہوم کو ذہن میں رکھ کر دل میں اس کے معنے کے موافق اعتقاد کرنا مذموم نہیں ہے۔ مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں۔ یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں۔ یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے ہوشیار رہنا چاہئے۔ کہ اس جگہ بھی یہی معنی نہ سمجھ لیں کیونکہ ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے، اور کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے۔ اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔ سو دین کو بچوں کا کھیل نہیں بنانا چاہئے۔ اور یاد رکھنا چاہئے۔ کہ ہمیں بجز خادم اسلام ہونے کے اور کوئی دعوےٰ بالمقابل نہیں ہے۔ اور جو شخص ہماری طرف اس کے خلاف منسوب کرے وہ ہم پر افتراء کرتا ہے"

(خط۔ اخبار الحکم ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

علماء مخالفین کی بہتان طرازیاں

حضرت صاحب کی ان تحریروں کے باوجود مولوی نذیر حسین دہلوی اور مولوی محمد حسین بٹالوی کی قیادت میں علماء مخالفین نے "فتوے بحق مرزا قادیانی" کے عنوان سے ایک کتاب شائع کی اور اس میں حسب ذیل الفاظ درج کئے :-

"اگرچہ قادیانی نے یہ بات کہہ دی ہے کہ جس نبوت کا اس کا دعوےٰ ہے اس کا دوسرا نام محدثیت ہے اور اس محدثیت کے معنے سے نبوت کا وہ مدعی ہے۔ مگر ساتھ اس کے اس نے محدثیت کے معنے ایسے بیان کئے ہیں۔ اور اس کی حقیقت کی ایسی تشریح کر دی ہے۔ کہ اس سے بجز نبوت اور کچھ مراد نہیں ہو سکتا۔ اس کی عبارت توضیح مرام میں صاف تصریح ہے۔ جو بصفحہ ۱۱۴ منقول ہے۔ جس سے صاف اور قطعی طور پر ثابت ہے۔ کہ آپ کے نزدیک محدث کے وہی معنے اور حقیقت ہے جو نبی کے معنے اور حقیقت ہے اس سے یقینی نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ نے صرف لفظی نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا۔ اور اس میں صرف لفظی غلطی کا ارتکاب نہیں فرمایا بلکہ آپ معنے نبوت کو اپنی ذات شریف میں متحقق سمجھتے ہیں۔ اور حقیقتاً و معناً نبی ہونے کے مدعی ہیں"۔

(دیکھو فتوےٰ کفر مذکور ۱۸۹۰ء)

مخالفین نے یہاں بدنیتی اور مخالفت کے خیال سے حضرت صاحب کے اقوال کو توڑ موڑ کر اس طرح پیش کیا ہے، کہ گویا وہ دیدہ دانستہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے خود کو کہتے تو محدث ہیں۔ مگر حقیقت میں وہ دعوےٰ نبوت کا کر رہے تھے۔

مگر افسوس کہ ان مخالفین کی تائید خود مرزا بشیر الدین محمود نے اس زور شور سے کرنی شروع کر دی ہے کہ ع

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

میاں بشیر الدین محمود مکفرین علماء کے نقش قدم پر

خلیفہ محمود نے اپنی کتاب حقیقت النبوت میں جو ۱۹۱۵ء میں شائع ہوئی یوں اظہار خیال فرمایا ہے۔ اور بڑے زور شور سے حضرت صاحب کے الفاظ پر تنقید کی ہے اور مکفر علماء کی تائید کر کے حضرت صاحب کو ہدف ملامت بنایا ہے :-

"باوجود اس کے کہ سب شرائط جو نبی کے لئے واقع میں ضروری ہیں۔ آپ میں پائی جاتی تھیں۔ اور گو ان ساری باتوں کا دعوےٰ کرتے رہے جن کے پائے جانے سے کوئی شخص نبی ہو سکتا ہے۔ لیکن چونکہ آپ ان شرائط کو نبی کی شرائط نہیں خیال کرتے تھے۔ بلکہ محدثیت کی شرائط سمجھتے تھے اس لئے اپنے آپ کو محدث کہتے رہے"

(حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۲۴)

اور آگے چل کر یوں فرمایا ہے :-

"نہیں جانتے تھے۔ کہ میں دعوےٰ کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو نبیوں کے سوا کسی میں پائی نہیں جاتی اور نبی ہونے سے انکار کرتا ہوں"۔

(حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۴)

اور پھر یوں بھی ارشاد ہے :-

"جس تعریف کو محدثیت کی آپ تعریف خیال کرتے تھے وہ درحقیقت نبوت کی تعریف تھی"۔

(حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۸)

بالفاظ دیگر حضرت مرزا صاحب نہ نبوت کی تعریف سمجھتے تھے۔ اور نہ محدثیت کی۔ اور خدا بھی عجیب ہے کہ برابر ہی اصرار رہا ... کہ میں ضرور ایسے شخص کو ہی خلعت نبوت پہناؤں گا۔ جو میرے بیسیوں برس کے متواتر اور صاف الہامات کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتا اور پھر یہ بھی ایک طرفہ تماشا ہے۔ کہ دانا دشمن اور نادان دوست کو یکساں تواردہو رہا ہے۔ اور غضب یہ ہے۔ کہ دانا دشمن کی اس دلخراش طنز اور خطرناک اتہام کو ۱۹۴۵ء میں قادیان کا ایک موقر جریدہ یوں خراج تحسین ادا کرتا ہے :-

"مخالف بھی اگر صحیح صحیح بات کہہ جائے تو ہم پر فرض ہے کہ ہم اس کی تعریف کریں۔ مولوی نذیر حسین دہلوی اور محمد حسین بٹالوی فتویٰ کفر لگا رہے ہیں لیکن انہوں نے حضور کے دعوےٰ کو حضور کے مفہوم میں لیا"

(فرقان قادیان اکتوبر ۱۹۴۵ء)

اور اس جریدہ نے یوں بھی گوہر فشانی کی ہے :-

"اشد ترین مخالف بھی اگر کوئی صحیح بات کہہ جائے تو اسے اس کا حق دینا مومن کا فرض ہے۔ ہم ان مکفرین کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے"

(فرقان قادیان ستمبر ۱۹۴۵ء)

دیکھئے مکفرین اور غالین میں یہ کیسی منافاتی ہے۔ درحقیقت "فرقان" مکفرین کی تعریف نہیں کر رہا۔ بلکہ حضرت مرزا صاحب کی مذمت کر رہا ہے۔ اور کس جسارت اور بے حیائی سے اُن کی عزت پر حملہ کر رہا ہے۔ مگر جن لوگوں کی "فرقان" تعریف کر رہا ہے۔ ان لوگوں کو حضرت مرزا صاحب کے دربار سے حسب ذیل سرٹیفکیٹ ملا ہے:-

"ہم کئی دفعہ کہہ چکے ہیں۔ کہ اس نالائق نذیر حسین اور اس کے ناسعادتمند شاگرد محمد حسین کا یہ سراسر افتراء ہے۔ کہ ہماری طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں۔ کہ گویا ہم خود دعوئے نبوت کرتے ہیں۔"

(انجام آتھم ص۴۵)

حضرت صاحب کا مزید ارشاد

"میں نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ محدث کا مقام مقام نبوت سے شدید مشابہت رکھتا ہے۔ اور سوائے قوت اور فعل کے ان میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن ان لوگوں نے میرے قول کو نہیں سمجھا۔ بلکہ یہی کہا۔ کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے۔ اور اللہ جانتا ہے کہ اُن کا یہ قول صریح کذب ہے۔ اور اس میں ذرہ بھی سچائی کی چاشنی نہیں۔ اور نہ اس کا کوئی اصل ہے۔"

(حمامۃ البشریٰ ص۸۱)

اور پھر لکھا بھی حضور کا ارشاد ہے:-

"ان بزرگوں نے میرے بیانات کو نہ سمجھا خاصکر نذیر حسین پر بہت افسوس ہے۔ جس نے پیرانہ سالی میں اپنی تمام معلومات کو خاک میں ملا دیا۔"

(نشان آسمانی ص۲۸)

حیرت ہے۔ کہ یہی نالائق اور ناسعادتمند اپنی معلومات کو خاک میں ملانے والے غالی مریدوں کی نظروں میں اب قابل تعریف ہیں۔ اور قادیانی مومنوں پر اب فرض ہو گیا ہے کہ ساٹھ سال کے بعد مکفرین کی صحیح تعریف کر کے ان کا حق ادا کیا جائے کہ واقعی حضرت مرزا صاحب اپنے الہامات کو نہ سمجھ سکے جیسے مولوی نذیر حسین یا محمد حسین بٹالوی جیسے مکفرین نے اسی وقت سمجھ لیا تھا اور میاں بشیر الدین محمود نے ۱۹۱۵ء میں۔

حضرت مرزا صاحب کا تکفیر کے خلاف جہاد۔

حضرت مرزا صاحب نے جہاں اسلام کے اندرونی مفاسد کی اصلاح اور بیرونی دشمنوں کے حملوں کی مدافعت کرنی تھی اور بذریعہ اشاعت اور تبلیغ اسلام کا غلبہ ادیان غیر کے مقابلہ پر کر کے دکھانا تھا۔ وہاں ایک اور بڑا مقصد بھی پورا کرنا تھا اور وہ تھا مسلمانوں کے اندر سے تکفیر کی بیماری کو دور کرنا چنانچہ وہ کتاب ازالہ اوہام میں بڑے درد دل کے ساتھ اپنی بعثت کی غرض الفاظ ذیل میں بیان کرتے ہیں۔

"واضح ہو کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم بھی اسی کام کے لئے آئے تھے اور اس زمانہ میں آئے تھے جبکہ یہودیوں کے مسلمانوں کی طرح بہت ..... فرقے ہو گئے تھے۔ اور توریت کے ظاہری الفاظ کو انہوں نے پکڑ لیا تھا۔ اور روح اور حقیقت اس کی چھوڑ دی تھی۔ اور نکمی نکمی باتوں پر جھگڑے برپا ہو گئے تھے۔ اور باہم کمینگی اور کم حوصلگی کی وجہ سے بغض اور حسد اور کینہ ... ان متفرق فرقوں میں پھیل گیا تھا۔ ایک کو دوسرا دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اور شیر اور بکری کی عداوت کی طرح ذاتی عداوتوں تک نوبت پہنچ گئی تھی۔ اور بباعث عقیدہ اپنے بھائیوں سے محبت نہیں رہی تھی۔ بلکہ درندگی پھیل گئی تھی۔ اور وہ لوگ ایسے حیوانات کی طرح ہو گئے ... تھے کہ حقیقی نیکی کو ہرگز شناخت نہیں کر سکتے تھے۔ اور نیا بغض و تحاسد کا بازار گرم ہو گیا تھا اور صرف چند رسوم اور عادات کو مذہب سمجھا گیا تھا۔ سو آنحضرت صلعم نے اس امت کو بشارت دی تھی۔ کہ آخری زمانہ میں تمہارا بھی یہی حال ہو گا۔ بہت سے فرقے تم میں نکل آئیں گے اور بہت سے متضاد خیالات پیدا ہو جائیں گے اور ایک گروہ دوسرے گروہ کو یہودیوں کی طرح کافر سمجھے گا اور اگر ننانوے وجوہ اسلام کے موجود ہوں تو صرف ایک وجہ کو کفر کی وجہ سمجھ کر کافر ٹھہرایا جائے گا۔ اور باہمی تکفیر کی وجہ سے سخت نفرت اور بغض اور عداوت پیدا ہو جائے گی اور بوجہ اختلاف رائے کے کینہ اور حسد اور درندوں کی سی خصلتیں پھیل جائیں گی۔ اور وہ اسلامی خصلت جو ایک وجود کی طرح کامل اتحاد کو چاہتی ہے۔ اور محبت اور ہمدردی باہمی سے پُر ہوتی ہے۔ بکلی دور ہو جائے گی۔ اور ایک دوسرے کو ایسا اجنبی سمجھے گا۔ کہ جس سے مذہبی رشتہ کا بکلی تعلق ٹوٹ جائے گا۔ اور ایک گروہ دوسرے گروہ کو کافر بنانے کی کوشش کرے گا۔ جیسا کہ مسیح ابن مریم کی بعثت کے وقت یہی حال یہود کا ہو رہا تھا۔ اور اس اندرونی تفرقے اور بغض اور حسد کی وجہ سے دوسری قوموں کی نظر میں نہایت درجہ کے حقیر اور ذلیل اور کمزور ہو جائیں گے۔ اور اس معکوس ترقی کی وجہ سے جو اندرونی جھگڑوں کے طفیل سے کمال کو پہنچے گی۔ فنا کے قریب ہو جائیں گے۔ اور کیڑوں کی طرح ایک دوسرے کے کھا جانے کا قصد کریں گے۔ اور بیرونی حملوں کو اپنے اوپر وارد ہونے کا موقع دیں گے۔ جیسا کہ اس زمانے میں یہودیوں کے ساتھ ہوا۔ جو اندرونی نفاقوں کی وجہ سے ان کی ریاست بھی گئی۔ اور قیصر کے تحت غلاموں کی طرح بسر کرنے لگے۔ سو خدا تعالیٰ نے اپنے نبی کریم کی معرفت فرمایا۔ کہ آخری زمانہ میں ایسا ہی تمہارا حال ہو گا۔ تمہاری مذہبی عداوتیں اپنے ہی بھائیوں سے انتہا تک پہنچ جائیں گی بغض اور کینہ سے بھر جاؤ گے۔ اس شامت سے نہ تمہاری دنیا کی حالت اچھی رہے گی اور نہ دین کی۔ نہ انسانی اخلاق کی، نہ خدا ترسی باقی رہے گی۔ نہ حق شناسی اور پورے وحشی اور ظالم اور جاہل ہو جاؤ گے۔ اور وہ حلم جو دلوں پر اثر ڈالتا ہے۔ تم میں باقی نہیں رہے گا..... تب اس یہودیت کی بیخ کنی کے لئے ابن مریم نازل ہو گا۔ یعنی مامور ہو کر آئے گا۔"

(ازالہ اوہام تقطیع خورد صفحہ ۵۸۸ و ۵۹۲)

کفر و اسلام کے متعلق حضرت صاحب کا اپنا عقیدہ تریاق القلوب میں اس طرح لکھا ہوا موجود ہے۔

"ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے۔ کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔"

(تریاق القلوب ص۱۳۰)

اور اس کے نیچے مزید تشریح کے لئے حاشیہ دیا ہے:-

"یہ نقطہ یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ اپنے دعوے کا انکار کرنے والے کو کافر کہنا۔ یہ صرف اُن نبیوں کی شان ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں۔ گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں۔ اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں۔ ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔"

حضرت مرزا صاحب کا یہ نظریہ ان کی زندگی کی آخری تحریروں میں بھی صاف صاف نظر آتا ہے۔ ان کی زندگی میں بھی ان پر یہ الزام لگایا گیا۔ کہ وہ دوسرے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ انہوں نے اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی ص۱۲۰ پر یوں فرمایا ہے:-

"پھر اس جھوٹ کو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمانوں اور کلمہ گوؤں کو کافر ٹھہرایا۔ حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں ہوئی۔ خود ہی ان کے علماء نے ہم پر کفر کے فتوے لکھے اور تمام پنجاب اور ہندوستان میں شور ڈالا۔ کہ یہ لوگ کافر ہیں۔ اور نادان لوگ ان فتووں سے ایسے ہم سے متنفر ہو گئے۔ کہ ہم سے سیدھے منہ کوئی نرم بات کرنا بھی ان کے نزدیک گناہ ہو گیا۔ کیا کوئی مولوی یا کوئی اور مخالف یا کوئی سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم نے ان کو کافر ٹھہرایا تھا۔ اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتوے کفر سے پہلے شائع ہوا ہے جس

(باقی پر ص۱۱)

بچوں کا صفحہ —— مرتضیٰ خان حسن

ماں بیٹی کی دوسری مجلس

قیصرہ:- امی جان! امی جان! لاؤ میرا انعام - لاؤ میرا انعام - لاؤ میرا ایک روپیہ میرا ایک روپیہ جس کا وعدہ کیا تھا - میں نے ساری نماز سیکھ لی -

ماں:- "سچ کہتی ہو؟"

قیصرہ:- "خدا کی قسم سچ کہتی ہوں"

ماں:- "قسم کھانے کی کیا ضرورت ہے - میں قسم کے بغیر ہی تمہاری بات کا اعتبار کرتی ہوں - تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تم کبھی جھوٹ نہیں بولو گی"

قیصرہ:- جی اماں جان! میں ذرا جھوٹ نہیں بولتی - میں نے ساری نماز دادی حضور سے سیکھ لی ہے - سن لو!

ماں:- "اچھا سناؤ! اگر تم نے ساری نماز صحیح صحیح سنادی تو میں اپنا وعدہ پورا کرونگی"

قیصرہ:- سنئے:-

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ - اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ - مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ - اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ - اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ - (اٰمِيْن)

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ - اَللّٰهُ الصَّمَدُ - لَمْ يَلِدْ - وَلَمْ يُوْلَدْ - وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ - اس قدر کھڑا ہو کر پڑھا جاتا ہے اور اس کو قیام کہتے ہیں - پھر اللہ اکبر کہکر گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر جھک جانا اس کو رکوع کہتے ہیں - اور یہ پڑھنا سبحان ربی العظیم کم از کم تین بار ------

------ پھر سیدھے کھڑے ہو کر یہ پڑھنا سمع اللہ لمن حمدہ ط رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اس کھڑا سا کھڑے ہونے کو قومہ کہتے ہیں - پھر اللہ اکبر کہکر سجدے میں جانا اور یہ پڑھنا سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کم از کم تین بار پھر اللہ اکبر کہکر سجدہ سے سر اٹھانا اور پھر اللہ اکبر کہکر دوسرا سجدہ کرنا - دونوں سجدوں کے درمیان کے وقت کو جلسہ کہتے ہیں - پھر اللہ اکبر کہکر سجدہ سے سر اٹھا لینا اور دوسری رکعت میں الحمد شریف پڑھنا اور سورہ قل ھو اللہ پڑھنا - اور پہلی طرح رکوع اور سجدے میں جانا - پھر دو زانو ہو کر بیٹھ جانا اس کو قعدہ کہتے ہیں اور اس میں التحیات پڑھا جاتا ہے اس طرح سے:-

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ ط اس کے بعد اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھنا - اس کو تشہد کہتے ہیں - اور اس کے بعد درود شریف پڑھنا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ - اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اس کے بعد یہ دعا پڑھنا رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ - رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ط پھر دائیں بائیں طرف منہ کر کے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کہنا - بس دو رکعت نماز ختم ہوئی - نماز کے بعد یہ دعا مانگنا اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَاِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ حَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ -

(باقی آئندہ)

نماز

مولانا مرتضےٰ خاں حسن

راحتِ دل راحتِ جاں ہے نماز ٭ رہنمائے راہِ یزداں ہے نماز
پڑھتے ہیں مسلم اسے با صد نیاز ٭ مومنوں کا دین و ایماں ہے نماز
یہ گناہوں سے بچاتی ہے ہمیں ٭ راہ جنت کی دکھاتی ہے ہمیں
دل کے آئینے کو کر دیتی ہے صاف ٭ یہ حقیقت ہے نہیں لاف و گزاف
عادتیں اچھی سکھاتی ہے ہمیں ٭ اور برائی سے بچاتی ہے ہمیں
قلبِ انساں کو جِلا دیتی ہے یہ ٭ اور خالق سے ملا دیتی ہے یہ

تم نمازوں کو ادا کرتے رہو
بندگی کا حق ادا کرتے رہو

نوجوانوں سے خطاب

(بسلسلہ صفحہ نمبر ۱۰)

میں ہم نے مخالفت مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہو، وہ پیش کریں - ورنہ خود سوچ لیں کہ یہ کس قدر خیانت ہے، جھوٹ اور خلاف واقعہ تہمت کس قدر دل آزار ہے - ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے - اور پھر جبکہ ہمیں اپنے فتووں سے کافر ٹھہرا چکے اور آپ ہی اس بات کے قائل بھی ہو گئے - کہ جو شخص مسلمان کو کافر کہے تو کفر اُلٹ کر اُسی پر پڑتا ہے - تو اس صورت میں کیا ہمارا حق نہ تھا کہ بموجب انہیں کے اقرار کے ہم ان کو کافر کہتے۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۲۰)

اسی طرح کا اعلان حقیقۃ الوحی ص۱۷۸ پر بھی موجود ہے :-

"ڈاکٹر عبد الحکیم خاں اپنے رسالہ المسیح الدجال وغیرہ میں میرے پر یہ الزام لگاتا ہے - کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے - کہ جو شخص میرے پر ایمان نہیں لائے گا - گو وہ میرے نام سے بھی بےخبر ہوگا - اور گو وہ ایسے ملک میں ہوگا - جہاں تک میری دعوت نہیں پہنچی تب بھی وہ کافر ہو جائے گا - اور دوزخ میں پڑیگا - یہ ڈاکٹر مذکور کا سراسر افترا ہے - میں نے کسی کتاب یا اشتہار میں ایسا نہیں لکھا اُس پر فرض ہے کہ وہ ایسی کوئی میری کتاب پیش کرے، جس میں یہ لکھا ہے۔"

حضرت اقدس کا اسی طرح کا ایک اور اعلان بڑے شاندار الفاظ میں ازالہ اوہام ص۹۷ میں حسب ذیل مذکور ہے :-

"خدا سے شرماؤ مسلمان تو آگے ہی تھوڑے ہیں تم ان تھوڑوں کو اور نہ گھٹاؤ - اور کافروں کی تعداد نہ بڑھاؤ" (ازالہ اوہام)
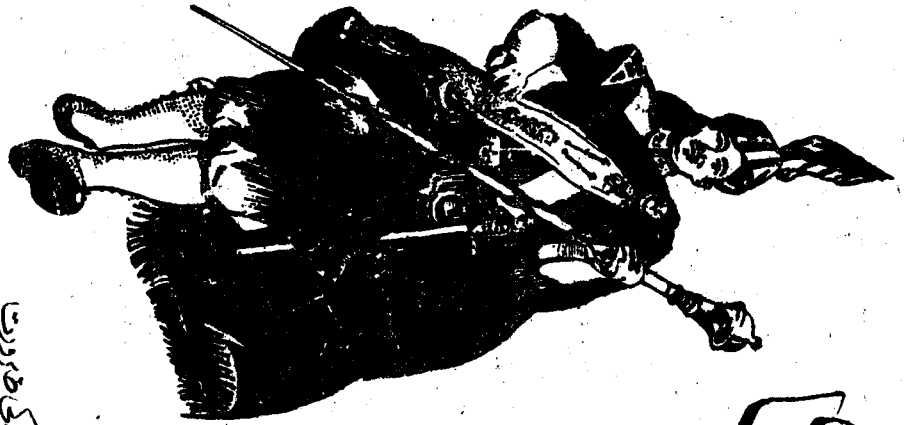
برینٹ ہوٹل لیمیٹڈ مری میں ایک پُرمسرت تقریب
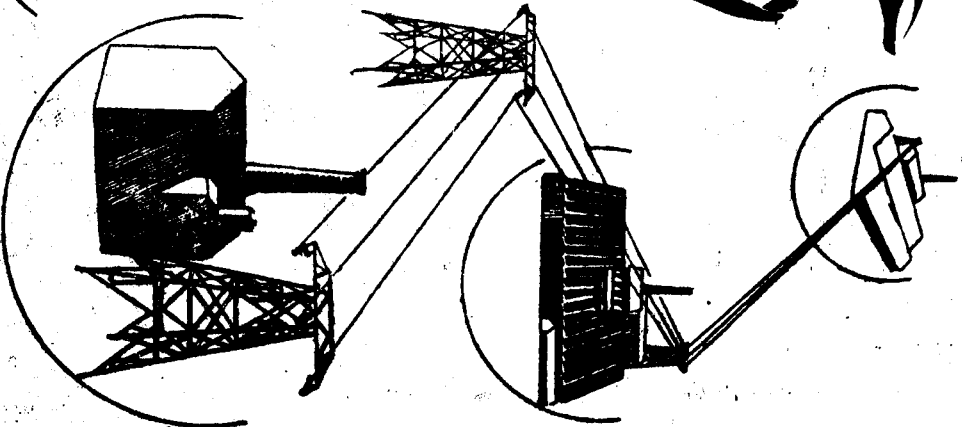
(بسلسلہ صفحہ اوّل)

مولانا صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے حاضرین کو جماعت احمدیہ لاہور اور مسلم مشن ووکنگ و مسلم مشن برلن کی خدمات کا ---- پرزور الفاظ میں اعتراف کیا اور ان مشنوں کی کارگزاری اور اس کے نتائج اور اپنے دورۂ یورپ و امریکہ کے مشاہدات و تاثرات بیان کرنے کے بعد حاضرین سے اپیل کی کہ اسلام کی سربلندی اور تبلیغ و اشاعت کیلئے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی دامے درمے سخنے قلمے مدد کریں۔ تقریب نہایت ہی خوش اسلوبی سے اختتام پذیر ہوئی۔ بعد میں اکثر دوستوں نے مختلف قسم کے سوالات کئے جن کے تسلی بخش جوابات دیئے گئے۔ محترمہ بیگم شاہنواز صاحبہ نے مبلغ ایک سو (-/۱۰۰) روپے کا چیک اور ایک افریقی تاجر صاحب نے مبلغ ایک سو (-/۱۰۰) روپے کا چیک برائے اشاعت اسلام حضرت امیر کی خدمت میں ارسال کئے۔ اس تقریب کے انعقاد اور کامیابی کے لئے محترم میاں عطاء اللہ صاحب کو اللہ تعالےٰ دین و دنیا کی برکات عطا فرمائے۔ آمین۔

عبدالرحمان امام مسجد احمدیہ۔ مری ؁

پیغام صلح ۱۴ راگست ۱۹۵۸ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۳۲

هفت روزہ "پیغام صلح"

قیمت سالانہ:- پاکستان سے چھ روپے۔ ہندوستان سے چھ روپے (ہندوستانی سکہ)

ہندوستان میں ہمارے نمائندہ کا پتہ:- شیخ انعام الحق صاحب مکان نمبر ۱ اعظم پورہ ملک پیٹھ حیدرآباد دکن (انڈیا)

مرزا نائیل ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باقی اخبار تبلیغی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

جلد ۴۶ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۴ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۱ اگست ۱۹۵۷ء | نمبر ۳۳

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

حضرت امام الزمان کا بیان

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اپنی تمام جماعت کے عقائدِ اسلام اور اصولِ دین سے برگشتہ ہے۔ یہ اُن حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقوےٰ ہو ایسے افتراء نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روزِ حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جلّ شانہٗ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترکِ فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہلِ سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ الا ان لعنۃ اللہ علے الکاذبین والمفترین۔

(ایام الصلح صفحہ ۹۵-۹۶)

جرمنی میں اسلام کی تبلیغی سرگرمیاں

برلن مسلم مشن کی ماہوار تبلیغی رپورٹ بابت ماہ جون ۵۷ء

اتوار یکم جون ۵۷ء:۔ مسز موسلر نے بچوں کو مذہبی سبق دیا۔

بدھ ۴ رجون ۵۷ء:۔ امام صاحب نے حضرت مولانا محمد علی صاحب کی سیرت نبوی کے ایک مقالہ پر لیکچر دیا۔

جمعہ ۷ رجون ۱۹۵۷ء:۔ امام صاحب نے خطبہ جمعہ میں اس بات پر زور دیا کہ اسلام اجتماعی اور جمہوری مذہب ہے، اور نماز جمعہ، عیدین کی نمازیں اور حج اجتماعیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ زنگون سے مسٹر یوسف اور ان کے ساتھ اپنے ملکی مسجد دیکھنے آئے، اور نماز جمعہ میں شامل ہوئے اور برلن کی مسلم کمیونٹی کے حالات سے واقفیت حاصل کی۔
برلن کے ایک ہائی سکول کی جماعت کو مسجد کے متعلق لیکچر دیا گیا۔

اتوار ۹ رجون ۵۷ء:۔ بچوں کو مسز موسلر نے مذہبی سبق پڑھایا، اور سورۃ یوسف سے لیکچر دیا۔

پیر ۱۰ رجون ۵۷ء:۔ برلن کرسچین ایڈوینٹسٹ کمیونٹی نے مسجد کی زیارت کی اور مسز موسلر نے انہیں اسلام کے متعلق واقفیت بہم پہنچائی۔

بدھ ۱۲ رجون ۵۷ء:۔ امام صاحب نے حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب دربارہ حیات نبوی کی بناء پر اپنے گذشتہ لیکچر کا سلسلہ جاری رکھا۔

جمعہ ۱۴ رجون ۱۹۵۷ء:۔ امام صاحب نے خطبہ جمعہ میں بتایا کہ اپنی استعدادوں کو نشوونما دینے سے ہم خدا تعالےٰ کو شناخت کر سکتے اور اس سچے مذہب کو پا سکتے ہیں جو اسلام ہے، اور اپنی اعلےٰ استعدادوں کو عمل میں لانے سے ہم اسلام پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

ہفتہ ۱۵ رجون ۱۹۵۷ء:۔ سوڈان سے ایک صاحب جو جماعت احمدیہ کے ممبر ہیں مسجد دیکھنے آئے اور برلن میں اسلامی زندگی کے متعلق معلومات حاصل کیں۔

اتوار ۱۶ رجون ۱۹۵۷ء:۔ مسز موسلر نے بچوں کو سبق پڑھایا اور سورۃ یوسف سے لیکچر دیا۔

بدھ ۱۹ رجون ۱۹۵۷ء:۔ امام صاحب نے حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب دربارہ حیات نبوی میں سے اپنے لیکچر کا سلسلہ جاری رکھا۔

جمعرات ۲۰ رجون ۱۹۵۷ء:۔ برلن کے ایک ہائی سکول کی دو جماعتیں مسجد دیکھنے کے لئے آئیں اور انہیں اسلام کے متعلق معلومات فراہم کی گئیں۔

جمعہ ۲۱ رجون ۵۷ء:۔ امام صاحب نے خطبہ جمعہ میں بتایا کہ سچی اخوت اسلام ہی میں پائی جاتی ہے۔

اتوار ۲۳ رجون:۔ مسز موسلر نے بچوں کو مذہبی سبق پڑھایا اور سورہ یوسف سے لیکچر دیا۔

بدھ ۲۶ رجون:۔ امام صاحب نے حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب دربارہ حیات نبوی میں سے لیکچر کا سلسلہ جاری رکھا۔ جمعہ ۲۸ رجون:۔ امام صاحب نے خطبہ جمعہ میں سچائی کے اسلامی [illegible]

سچی باتیں

حجاج بن یوسف ثقفی۔ حاکم صوبۂ عراق سے بڑھکر ظالم وشقی القلب ساری تاریخ امت میں اور کون گزرا ہے؟ ظلم وشقاوت وسفاکی میں یزید وشمر وابن زیاد کے بعد اگر کسی کا نام ضرب المثل بن چکا ہے۔ تو اس کا۔ بڑے بڑے تابعین صالحین کا خون ناحق اس کی گردن پر اور مؤرخوں نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ اس کے تیغ ستم کے مقتولوں کی میزان ایک لاکھ ۲۰ ہزار تک پہنچی ہے! ــــ اس شقاوت مجسم کے بھی آخر وقت کے کچھ حالات علامہ مناظر احسن گیلانی کی زبان سے سنئے۔

جب دم نکل رہا تھا تو لوگوں کا بیان ہے کہ زبان پر اس کے تھا:۔

اللهم اغفرلی فان — یعنی اے اللہ میرے گناہوں کو بخش
الناس یقولون انك — دے لوگ کہتے ہیں کہ تو ایسا
لاتفعل۔ — نہیں کرے گا۔

اس کی طرف دو شعر بھی منسوب کئے گئے ہیں۔ جو سکرات کے وقت اس کی زبان پر تھے۔ ترجمہ جن کا یہی ہے کہ

"لوگوں کا فیصلہ ہے کہ میں جہنمی ہوں۔ مگر وہ یہ فیصلہ بے دیکھے کر رہے ہیں، ان کو کیا معلوم کہ بہت بڑے درگذر کرنے والے مرزگار کے دربار میں حاضر ہو رہا ہوں"۔

دوسری کتابوں میں نظر سے یہ بھی گذرا ہے کہ حجاج کی ماں اس کے مرنے کے وقت رو رہی تھی اور کہتی تھی۔ ہائے بیٹے تو نے زندگی بھر یہ کیا کیا سب کہتے ہیں حجاج نے آنکھیں کھول دیں اور بولا۔ ماں میرا فیصلہ قیامت کے دن اگر تیرے ہاتھ میں دے دیا جائے تو تو جاننے کے باوجود میرے ساتھ کیا سلوک کرے گی۔ ماں نے کہا بیٹا اگر ایسا ہوا تو جہنم میں بھلا اپنے لخت جگر کو میں جانے دوں گی حجاج نے (خدا ہی جانتا ہے کہ کہاں تک یہ روایت صحیح ہے) ماں سے یہ سن کر کہا کہ:۔

"ماں تو مطمئن رہ جس کے ہاتھ میں میرا فیصلہ ہے وہ تجھ سے کہیں زیادہ مہربان ہے"۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سیدنا امام جعفر صادق رح کے سامنے حجاج کے اس آخری فقرہ کو کوئی نقل کر رہا تھا کہ اپنی جگہ سے آپ اچھل پڑے اور فرمایا کہ رجاء (امید) کے اس حال میں اگر وہ مرا ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ نامراد مرا"۔

(الفرقان لکھنؤ۔ افادات گیلانی نمبر)

حجاج کی اس مثال کے بعد ہم عامیوں، عاصیوں، خاطیوں کی کتنی ڈھارس بندھ جاتی اور اپنے انجام بخیر ہونے کی کتنی امید قائم ہو جاتی ہے۔ (صدق جدید)

شراب نوشی کے خلاف
مذہب، طب اور نفسیات کا محاذ

سب جانتے ہیں کہ شراب نوشی ایک بری عادت ہے اور یہ دیمک کی طرح سماج کے اخلاقی ڈھانچہ کو کھوکھلا کر دیتی ہے۔ اس کے ختم کرنے کی تمام طبی تدبیریں اب تک بے نتیجہ ثابت ہو رہی ہیں اور شرابی پہلے کی طرح پورے انسانی معاشرے کے لئے ایک مصیبت بنا ہوا ہے۔ اسی لئے جارجیا میں شراب نوشی کی لعنت کے خلاف جنگ میں نفسیاتی علاج دوائی علاج اور مذہب کی قوتیں متحد ہو گئی ہیں اور انہیں اس بات کا یقین ہے کہ وہ اپنی متحدہ قوتوں سے اس لعنت کو جڑ سے اکھاڑ دیں گی۔

شراب نوشی کی عادت سے جس قدر بھی نفرت کی جائے کم ہے، کیونکہ یہی عادت آگے چل کر انسان کے لئے ایک خوفناک مرض بن جاتی ہے۔ شرابی مر جاتا ہے مگر اس کا کنبہ بہت عرصہ تک اس کی غلطیوں کی سزا بھگتتا رہتا ہے۔ جارجیا میں شرابیوں کی آبادکاری کا ایک مرکز قائم کر دیا گیا ہے اور اس مرکز کی طرف سے مندرجہ بالا تین قوتیں اس سماجی لعنت کے خلاف لڑ رہی ہیں جس کے نتیجے کافی حوصلہ افزا ہیں۔

خطرناک انسانی امراض میں شراب نوشی کا تیسرا نمبر ہے۔ یہی عادت بعد میں امراض قلب اور کینسر کا باعث بن جاتی ہے۔ بہرحال اٹلانٹا سنٹر جس کا کام شرابیوں کی ذہنی اصلاح کرنا اور انہیں ان کی بری عادت سے نجات دلانا ہے، اپنے مقصد میں بہت کامیاب ہے۔ اس مرکز کے اوسطاً ۶۰ فی صدی مریض تندرست ہو گئے ہیں۔

آج ایک شخص جب شراب نوشی کے وقت بوتل پر بوتل چڑھانے کی کوشش کرتا ہے اور نشہ میں دھت ہو کر اپنے آپ کو دنیا سے بالکل الگ کر لینا چاہتا ہے تو وہ دراصل ذہنی جسمانی اور روحانی علاج کا محتاج ہوتا ہے۔ شراب نوشی سے متعلق جارجیا کمیشن کے ڈائرکٹر پال فریزر نے مختلف شرابیوں کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد بتایا کہ ایک شرابی کا علاج کرتے وقت ہمیں جن باتوں کا یقین ہوتا ہے وہ یہ ہیں کہ ہمیں اس شخص کے بیمار جسم، دماغ اور روح پر زیادہ توجہ دینی چاہیئے جنہیں مختلف علاجوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس مرکز کے معالج نفسیات ڈاکٹر الفریڈ ایگزن نے اپنے مشاہدات کا یہ نچوڑ بتایا کہ ایک شخص کو شراب سے نجات دلانے کے لئے ہمیں اس کے سامنے ایسے ہی مشاغل رکھنے چاہئیں جن سے وہ بھاگنے کا راستہ تلاش کرتا ہے اور جس کے نتیجہ میں وہ شرابی بن جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اسے ان مسئلوں کا مقابلہ کرنے کے قابل بھی بنانا چاہیئے تاکہ وہ سمجھ سکے کہ کن حالات کے اثر سے اس نے اپنے آپ سے بے خبر ہو کر شراب پینا شروع کی تھی، اور اب وہ ان حالات کا کس طرح تدارک کر سکتا ہے۔

مرکز کے میڈیکل ڈائرکٹر ڈاکٹر وِل فاکس کا کہنا ہے کہ ایسے مریضوں کے نفسیاتی علاج میں غذائی اور جسمانی علاج بھی شامل ہونا چاہیئے کیونکہ بعض لوگ شراب کے اتنے عادی ہو چکے ہوتے ہیں کہ انہیں اپنی جسمانی صحت کی بالکل پروا نہیں ہوتی اور اس طرح وہ گویا لب گور ہوتے ہیں۔ اسی ادارے کے مذہبی مشیر مارٹن کیمپبل کا یہ بیان ہے کہ شرابیوں کے علاج میں ان کے لئے روحانی علاج تنہا کامیاب نہیں ہو سکتا۔

انہوں نے اس سلسلے میں مزید بتایا کہ بہت سے پادری یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اکیلے مذہبی تعلیمات کے ذریعہ شرابیوں کو ٹھیک کر سکتے ہیں۔ لیکن تجربہ یہ بتاتا ہے کہ طبی اور نفسیاتی علاجوں کے ساتھ ہی روحانی علاج زیادہ مفید ہو سکتا ہے۔ جارجیا کے اس ادارہ میں "مشغلاتی" اور مذہبی علاجوں کے کمرے، تیرنے کا تالاب، باغ اور لکڑی کا کام سکھانے والا کارخانہ بالکل مختلف نوعیت کے ہیں جنہیں یہاں کے مریضوں نے پہلے کہیں نہیں دیکھا ہوتا۔ اس کا رہائشی کلینک بھی اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک ہے۔ جس میں ۳۸ سے ۴۰ مریض تک قیام کر سکتے ہیں مریضوں

(باقی اسی صفحہ کے پہلے کالم کے نیچے)

شراب نوشی کے خلاف مذہب طب اور نفسیات کا محاذ

(بقیہ از کالم ۲)

کی اس محدود تعداد کا سبب فنڈ اور تجربہ کار عملہ کی کمی ہے۔ ایک اوسط درجہ کے مریض کے علاج میں چار سے چھ ہفتے تک گذر جاتے ہیں۔

یہ ادارہ ۱۹۳۵ء میں قائم کیا گیا تھا۔ اب تک اس نے تقریباً دو ہزار مریضوں کا علاج کیا ہے اور صرف ۱۳ فی صدی مریضوں کے لئے اسے یہ کہنا پڑا کہ "ہمارے بس کا نہیں"۔ "ہمارے طریقہ علاج سے مستفید نہیں ہو سکتا"

(ہمدرد صحت)

عہد دوستی ــــ ایک بڑا قیمتی جوہر

ہمارے اکثر احباب نے حضرت مسیح موعودؑ کا یہ ارشاد پڑھا ہوگا۔

"میرا یہ مذہب ہے کہ جو شخص ایک دفعہ مجھ سے عہد دوستی باندھے مجھے اس عہد کی اتنی رعایت ہوتی ہے کہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو اور کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے میں اس سے قطع تعلق نہیں کر سکتا ہاں اگر وہ خود قطع تعلق کر دے تو ہم لاچار ہیں ورنہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ ہمارے دوستوں سے کسی نے شراب پی ہو اور بازار میں گرا ہوا ہو اور لوگوں کا ہجوم اس کے گرد ہو تو بلا خوف لومۃ لائم کے اسے اٹھا کر لے آئیں گے **عہد دوستی بڑا قیمتی جوہر ہے** اس کو آسانی سے ضائع کر دینا نہ چاہیئے اور دوستوں سے کیسی ناگوار ..... بات پیش آوے اسے اغماض اور تحمل کے محل میں اتارنا چاہیئے"۔

(ملفوظات مندرجہ منظور الٰہی صـ ۱۹۷)

امام وقت کا یہ ارشاد کسی وضاحت یا تبصرہ کا محتاج نہیں، یہاں اس کو درج کرنے سے ہمارا مقصد احباب کو صرف ایک بھولا ہوا سبق یاد دلانا ہے۔ جماعت احمدیہ کے وہ بزرگ جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر عہد دوستی باندھا، ایک ایک کر کے اس جہان فانی کو چھوڑتے جا رہے ہیں اور ان میں سے صرف گنتی کے چند آدمی رہ گئے ہیں، جن کو اس عہد دوستی کا اب بھی پاس ہے جو انہوں نے امام وقت کے ہاتھ پر کیا، لیکن بہت سے ایسے لوگ ہیں، جنہوں نے یا تو حضرت امام وقت کے اس ارشاد کو نہیں پڑھا یا ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے بزرگوں کو نہیں دیکھا اس لئے انہیں عہد دوستی کی اہمیت اور اس کی قدر و قیمت کا پوری طرح احساس نہیں، اگر اس کا احساس ہمارے تمام دوستوں، کے دلوں میں پیدا ہو جائے اور جماعت کا ہر فرد حضرت امام وقت کے اس ارشاد پر عمل پیرا ہو کر اپنے غریب اور پسماندہ بھائیوں کو اٹھانے اور ان کے دکھ درد میں کام آنے میں ساعی ہو، تو ہماری جماعت دینی و دنیوی ہر رنگ میں مضبوط ہو سکتی اور ترقی کے اعلےٰ معراج پر پہنچ سکتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا یہ فرمان کہ:۔

"ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ اگر ہمارے دوستوں سے کسی نے شراب پی ہو اور بازار میں گرا ہوا ہو اور لوگوں کا ہجوم اس کے گرد ہو تو بلا خوف لومۃ لائم اسے اٹھا کر لے آئیں گے"

خاص طور پر قابل توجہ ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر خدانخواستہ کوئی ہمارا دوست شرابی ہو تو اس کے اس فعل بد میں اس کی امداد کی جائے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ اسے اس جگہ سے چھوڑ نہ دیا جائے بلکہ اسے بری حالت سے نکالا جائے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ آپ کے اس نیک سلوک سے متاثر ہو کر اپنے فعل بد سے باز آجائے گا، فی الحقیقت انسانی زندگی میں کئی ایسے موڑ آتے ہیں جب ایک گندے سے گندے آدمی کے ساتھ تھوڑا سا سلوک اس کی زندگی کو بدل دیتا اور شاہراہ ترقی پر لے جانے کا موجب ہو جاتا ہے برخلاف اس کے اگر کسی کو بری حالت میں دیکھ کر اس سے نفرت کی جائے اور طعن و تشنیع یا زجر و توبیخ کا کوڑا اس پر چلایا جائے تو یہ اس کو اور بھی بگاڑنے اور نیکی سے دور لے جانے کا موجب ہوتا ہے۔

اس لئے ہمارے احباب کو اس طرف خاص طور پر توجہ کرنا اور اس عہد دوستی کا لحاظ کرنا چاہیئے جو مسیح موعودؑ یا ان کے کسی جانشین کے ہاتھ پر انہوں نے باندھا ایک دوسرے کی غلطیوں اور کوتاہیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے محبت اور پیار کے ساتھ ایک دوسرے کی امداد کرنی چاہیئے اور اس بات کو کبھی نہ بھولنا چاہیئے کہ ہم اس مقدس انسان کے پیرو ہیں جس نے عہد دوستی کو ایک "بڑا قیمتی جوہر" قرار دیا ہے اور اس کا ارشاد ہے کہ "اس کو آسانی سے ضائع نہ کر دینا چاہیئے اور دوستوں سے کیسی ہی ناگوار بات پیش آوے اسے اغماض اور تحمل کے محل میں اتارنا چاہیئے"

ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

سر آغا خاں مرحوم کی میموریل سروس مسجد ووکنگ میں

ووکنگ سے مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب لکھتے ہیں:۔

محترم مولانا یعقوب خان صاحب ۱۰ ماہ حال کو پاکستان روانہ ہو گئے تھے۔ امید ہے ۲۱ ماہ حال کو کراچی پہنچ جائیں گے۔ انشاء اللہ۔ ان کی طرف سے آپ کو اطلاع تو مل چکی ہوگی۔ ہم سب یہاں دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالےٰ خانصاحب کو بخیریت تمام منزل مقصود پر پہنچا دے۔

کل اتوار کے دن حسب معمول کافی رونق تھی۔ نماز کے بعد خاکسار نے اسلام پر تقریر کی بعد میں بیٹھ کر کافی دیر تک باہمی گفتگو ہوتی رہی۔ ہفتہ کو ایک نکاح پڑھانا تھا۔ انگریز لڑکی کے آٹھ کے قریب رشتہ دار ساتھ تھے لڑکے کے پانچ پاکستانی دوست ہمراہ تھے۔ خطبہ میں عورت کے حقوق پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ اسلام نے عورت کے مقام کو دینی و دنیوی پہلوؤں میں مردوں کے برابر بیان کیا ہے۔ جمعہ کے دن نماز پڑھانے کے لئے پاکستان ہائی کمشنر کے آفس میں لندن گیا۔ سورہ الصف کی ابتدائی آیات کو پڑھ کر ایمان۔ قوت عمل۔ اتحاد۔ اور قربانی کے عملی پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔

۲۱ تاریخ ماہ حال کو آغا خاں دی تھرڈ ہماری مسجد میں آ رہے ہیں ان کے ہمراہ پانچ سو کے قریب احباب ہوں گے۔ مسجد میں مرحوم آغا خاں کی "میموریل سروس" کے لئے یہ اجتماع ہوگا۔ تمام مجمع کو چائے پلانے کا بھی انتظام کیا جائے گا۔

جملہ احباب اور بزرگوں کو سلام۔ والسلام۔ خاکسار محمد یحییٰ بٹ

اخبار احمدیہ

<u>تبادلہ و ترقی</u> ڈاکٹر شیخ عطاءاللہ صاحب اسسٹنٹ ڈائریکٹر ہیلتھ سروسز راولپنڈی سے تبدیل ہو کر ملتان بطور ڈپٹی ڈائرکٹر ہیلتھ تعینات ہوئے ہیں۔

<u>بیماری اور درخواست دعا</u>۔ ملتان سے شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی مطلع فرماتے ہیں کہ چودھری سلطان علی صاحب قریباً بیس روز سے صاحب فراش ہیں اور نشتر میڈیکل کالج کے وارڈ نمبر ۵ میں داخل ہیں احباب سے دعائے صحت کی درخواست ہے،

<u>دورۂ تبلیغ</u> ۔ شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی آئندہ ہفتہ مندرجہ ذیل مقامات کا تبلیغی دورہ کریں گے:۔

۲۴ راگست مظفر گڑھ ۔ ۲۵ راگست سنوانا ۔ ۲۶ راگست احسان پور ۔ ۲۷ راگست لیہ ۔ ۲۸ راگست علی پور ۔ ۲۹ راگست علی پور ۔ ۳۰ ، ۳۱ راگست جتوئی۔

ان تمام مقامات پر احباب جماعت کو ان سے ملنا اور ان کی امداد کرنا چاہیئے۔

<u>سانحۂ ارتحال</u> علی پور ضلع مظفر گڑھ سے محمد اقبال صاحب چغتائی لکھتے ہیں:۔

"میری بڑی ہمشیرہ فیض الٰہی بی بی کا انتقال بروز بدھ وار رات کے ساڑھے دس بجے ہو گیا ہے۔ مرحومہ بیمار چلی آ رہی تھیں علاج معالجہ میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ پابند صوم و صلوٰۃ تھیں میرے لئے تو دست راست بھائی کے طور پر تھیں مرحومہ اپنی نشانی ۔۔ دن کی بچی چھوڑ گئی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

<u>پیغام صلح</u>:۔ ہمیں اپنے عزیز بھائی کے اس صدمہ میں ان سے دلی ہمدردی ہے دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں اور دیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت نصیب کرے، احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

اخبار و افکار

انتخابات میں غنڈہ گردی

معاصر کوہستان (۱۷ اگست) نے روزنامہ ٹائمز آف کراچی کے حوالہ سے یہ خبر شائع کی ہے کہ:۔

"مغربی پاکستان اسمبلی کے ۱۴ ارکان نے جن میں ایک منٹگمری کے رہنے والے ہیں، وزیر اعلیٰ سردار عبدالرشید پر زور دیا ہے کہ آئندہ انتخابات کے پیش نظر ان کے حلقہ ہائے نیابت کے غنڈوں کو آزاد کر دیا جائے اور ان کی نقل و حرکت پر سے پابندی ہٹا لی جائے بتایا گیا ہے کہ متعدد غنڈے ان ارکان اسمبلی کے سیاسی کارکن ہیں اور انہوں نے دھمکی دی ہے کہ اگر انہیں رہا نہ کیا گیا تو وہ ری پبلکن پارٹی کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں گے معلوم ہوا ہے کہ سردار عبدالرشید نے ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا۔"

خبر اگر صحیح ہے تو ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے، کہ غنڈوں کی رہائی کا مطالبہ کرنے والے اراکین اسمبلی نے نہ صرف اپنے اخلاق و اعمال کی پردہ دری کی ہے، بلکہ یہ بھی بتا دیا ہے کہ آئندہ انتخابات میں ان کی کامیابی کا انحصار غنڈہ گردی پر ہے، ہمیں امید نہیں کہ سردار عبدالرشید جیسا زیرک اور سنجیدہ انسان ان کے اس مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے تیار ہو، تاہم حکومت پاکستان کو اس خبر کے پیش نظر ایسے انتظامات کرنے چاہئیں جو انتخابات کو ہر قسم کی غنڈہ گردی اور غیر منصفانہ طریق عمل سے پاک رکھنے کا موجب ہوں۔

پاکستان لاء کمیشن

آئین پاکستان کی دفعہ ۱۹۸ شق ۳ کے ماتحت صدر مملکت کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ ایک پاکستان لاء کمیشن مقرر کریں جو مروجہ قوانین کو اسلامی شریعت کے مطابق ڈھالنے کے لئے سفارشات پیش کرے صدر مملکت نے اس اختیار کی رو سے ۱۷ اگست کو مغربی پاکستان ہائیکورٹ کے جج مسٹر جسٹس محمد شریف کے مشورہ سے، جو کمیشن کے چیئرمین ہیں اس کمیشن کے دس ارکان نامزد کئے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا کفایت حسین، مولانا غلام مرشد مولانا اکرم خان، مولانا امین احسن اصلاحی، ڈاکٹر سید اعجاز حسین جعفری، مسٹر غلام احمد پرویز، مولانا راغب احسن، علامہ آئی آئی قاضی اور مسٹر اے کے بروہی۔

ہمیں افسوس ہے کہ جماعت احمدیہ کے کسی عالم کو اس کمیشن میں شامل نہیں کیا گیا۔ حالانکہ صرف یہی ایک جماعت ہے جو مختلف ممالک میں صحیح معنوں میں اسلام کی نمائندگی کر رہی ہے اور اس جماعت کے اندر ایسے لوگ موجود ہیں جو مروجہ قوانین کو اسلامی شریعت کے مطابق ڈھالنے کی اہلیت رکھتے ہیں تعجب ہے کہ پرویز تک کو اس کمیشن میں شامل کر لیا گیا ہے جو نہ صرف سنت اور احادیث ہی کو رطب و یابس سمجھتا اور اسلام کی چودہ سالہ روایات کو غلط ریکارڈ کر کے نماز روزہ تک کو ایک رواجی امر سمجھتا ہے اور قرآن کی ایسی تفسیر کرتا ہے جو تفسیر بالرائے سے بڑھکر اہمیت نہیں رکھتی لیکن جماعت احمدیہ کو جو قرآن و سنت کی قائل اور پوری طرح پابند ہے اس کی رکنیت سے محروم کرنا کسی طرح پسندیدہ اور مناسب نہ تھا، بہرحال ہماری دعا ہے کہ صدر مملکت کے مقرر کردہ ارکان مولویانہ رقابتوں اور فرقہ وارانہ اختلافات سے بلند ہو کر اس اہم کام کو اتفاق رائے سے سرانجام دے سکیں۔

منشیات کا استعمال

روزنامہ "کوہستان" نے لاہور میں منشیات کے استعمال کے متعلق جو معلومات فراہم کی ہیں، انہیں پڑھکر حیرت اور افسوس ہوتا ہے کہ ہماری آئندہ نسل تباہی اور بربادی کے گڑھے کی طرف سرعت کے ساتھ قدم بڑھا رہی ہے، معاصر ممدوح کا بیان ہے کہ "لاہور میں دس ہزار سے زائد افراد منشی اشیاء کے کاروبار میں مصروف ہیں" اور اس کاروبار کو فروغ دینے میں ادنےٰ طبقہ سے لیکر اونچے طبقہ تک سبھی قسم کے لوگ شامل ہیں۔ اور کالجوں اور سکولوں کے طلباء میں منشیات کا استعمال زیادہ فروغ پا رہا ہے، وہ لکھتا ہے کہ:۔

"ان کاروباری افراد کے زیادہ تر گاہک امیر والدین کی لاڈلی اولاد کالجوں اور سکولوں کے بگڑے ہوئے نونہال، تماربازانہ اور تیسرے درجہ کے بگڑے ہوئے انسان ہیں۔"

اور اسی سلسلہ میں یہ انکشاف کیا ہے کہ:۔

چرس کے ناجائز اڈوں سے متعلق یہ امر سب سے زیادہ حیرت انگیز ہے کہ اس کے منتظم انہیں کالجوں کے سامنے کھولتے ہیں، اس وقت دیال سنگھ کالج، گورنمنٹ کالج، اسلامیہ کالج۔ ایم اے او کالج اور دوسرے غیر سرکاری اداروں کے قریب جوار میں چرس کے اڈے اپنا کاروبار چلائے ہوئے ہیں ان کے گاہک کالجوں کے نوجوان طلباء ہیں کالجوں کے قریبی دکانداروں کی اطلاع کے مطابق چرس والے سگرٹ بعض طلباء کو اس حد تک مرغوب ہیں کہ وہ مصروف گھنٹوں میں یہاں بیٹھکر دھواں اڑاتے رہتے ہیں وہ نشہ کی حالت میں کالج میں داخل ہو جاتے ہیں اور آنکھیں بند کر کے اپنے ہم جماعتوں پر یہ ظاہر کرتے ہیں عین راحت محسوس کرتے ہیں کہ وہ نشہ میں ہیں کالجوں کے منتظمین ان طلباء سے کوئی استفسار نہیں کرتے جس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ لاہور کے تمام تعلیمی اداروں میں چرس پینا ایک فیشن بن گیا ہے جس میں گرفتار ہونے والوں کو ترقی پسند اور قابل احترام کہا جاتا ہے۔"

کس قدر ہوشربا انکشافات ہیں؟ کیا حکومت کے ذمہ دار افراد ان حالات و واقعات سے آگاہ ہیں؟ کیا کالجوں کے منتظمین اپنے ہونہار طلباء کی ان حرکات سے واقف ہیں؟ پھر کیوں انہوں نے ایسی بدعادت سے انہیں بچانے کی کوشش نہیں کی؟ کیوں اب تک کالجوں کے گرد و نواح سے چرس کے اڈے اٹھانے کا بندوبست نہیں کیا گیا؟ امید ہے ان حالات کے اخباری صفحات پر آ جانے کے بعد اس کی اصلاح کے لئے فوری اقدامات سے کام لیا جائے گا تا کہ ہمارے ہونہار نوجوان تباہی کے گڑھے کی طرف جانے سے بچ سکیں۔

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی

ڈچ گیانا سے واپس تشریف لے آئے

احباب کرام یہ سن کر خوش ہوں گے کہ ہمارے محترم بزرگ مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی، ڈچ گیانا سے واپس تشریف لے آئے ہیں، ڈچ گیانا میں آپ کا قیام قریباً دو سال رہا، جہاں لیکچروں اور خطبات کے ذریعہ سے جماعت میں زندگی کی روح پیدا کرنے اور ربوی مبلغین کی غلط بیانیوں کا جواب دینے میں آپ کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ واپسی پر ٹرینیڈاڈ میں بھی آپ کے کئی لیکچر ہوئے ولنگ میں بھی ایک ماہ قیام رہا، جہاں سے روانہ ہو کر انگلینڈ ٹھیرتے ہوئے ۱۲ اگست کو کراچی پہنچے، اور ۲۰ اگست کو بذریعہ تیزگام لاہور تشریف لے آئے۔ لاہور ریلوے اسٹیشن پر آپ کے استقبال کے لئے بہت سے احباب موجود تھے، جنہوں نے پھولوں کے ہاروں اور نعرہ ہائے

ایک خدا پر ایمان گناہوں اور خوف و ہراس کو مٹانے کا موجب ہے

خطبۂ جمعہ مؤرخہ ۱۶ اگست ۱۹۵۷ء فرمودہ مولانا شیخ عبدالرحمان صاحب مصری بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

إن الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل عليهم الملٰئكة الا تخافوا ولا تحزنوا........ وقال انني من المسلمين (حٰم السجدہ ۱۸ آیات ۳۰ تا ۳۴)

اسلام کا زور توحید الٰہی پر

اسلام میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے توحید پر بہت زور دیا ہے اور توحید کے مختلف پہلو بیان کئے ہیں شرک کے خلاف بھی بڑا زور دیا ہے اور اس کے نقصانات قرآن کریم نے بتائے ہیں، فرمایا ان الشرك لظلم عظيم، ظلم اس لحاظ سے نہیں کہ خدا تعالیٰ کا اس سے کچھ بگڑتا ہے، وہ تو واحد ہے ہی اور واحد ہی رہے گا خواہ کوئی کتنا بھی شرک کرے، ظلم اس لحاظ سے ہے کہ خدا کے ساتھ شریک ٹھہرانے میں انسان کا اپنا نقصان ہے، اسی لئے توحید الٰہی پر جس قدر اسلام میں زور دیا گیا ہے، دوسرے کسی مذہب نے نہیں دیا، مجھے یاد ہے جب میں مسلمان ہوا تو میرے ایک ہندو ہیڈ ماسٹر تھے، انہوں نے مجھ سے باتیں کیں، اور دوران گفتگو میں خود ہی کہا کہ سچی بات یہ ہے کہ توحید الٰہی پر جس قدر اسلام نے زور دیا ہے، اور جس طرح مسلمان توحید کو مانتے ہیں، دوسرے کسی مذہب نے اس قدر زور نہیں دیا۔ اور کسی دوسرے مذہب کے پیرو ایسی توحید مانتے ہیں، تو دشمن بھی اس کو تسلیم کرتا ہے کہ اسلام میں توحید پر بڑا زور دیا گیا ہے۔

توحید کے ماننے والوں پر تشدد اور انکی ناکامی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کے قائم کرنے کے لئے بڑی سخت تکلیفیں اٹھائی ہیں، جس قوم میں آپ مبعوث ہوئے، وہ سر سے پاؤں تک شرک کے اندر لتھڑی ہوئی تھی، ان کے رگ و ریشہ میں شرک ہی شرک رچا ہوا تھا۔ جو لوگ اُن میں سے حضرت رسول کریم صلعم کی آواز پر کان دھرتے اور توحید الٰہی کے قائل ہو جاتے اُن پر طرح طرح کے ظلم و تشدد کئے جاتے، وہ چاہتے تھے کہ ظلم و تشدد کے ذریعہ سے ان کو توحید سے پھیر لیں، لیکن انہیں اس میں کامیابی نہ ہوئی وہ بالکل ناکام رہے کیونکہ جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے اُن کے اندر توحید الٰہی ایسی گھس جاتی تھی کہ پھر نکل نہ سکتی تھی ان کا توکل اللہ تعالیٰ پر ہی ہوتا تھا اور ہر جگہ اور ہر حالت میں انہیں خدا ہی خدا نظر آتا تھا۔

آیت کے معنے

یہ آیت ہم میں نے پڑھی ہے، ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا۔ اس میں توحید کا سبق بڑے مختصر لیکن جامع اور موثر الفاظ میں دیا گیا ہے۔ فرمایا ان الذين قالوا ربنا الله جو لوگ عربی زبان سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ اِنَّ کا لفظ اس جگہ لایا جاتا ہے جہاں مخاطب کسی حقیقت سے منکر ہو توحید کی حقیقت سے چونکہ چاروں طرف انکار ہی انکار تھا اس لئے اس پر زور دینے کے لئے یہاں اِنَّ کا لفظ لایا گیا ہے اس میں توجہ دلائی گئی ہے کہ جس چیز کا تم انکار کر رہے ہو وہ ایسا امر ہے کہ ہو کر رہے گا۔ تمہارا انکار بالکل بے جا ہے، اس قدر تاکید کے بعد فرمایا وہ لوگ جو کہتے ہیں ربنا الله، ہمارا رب اللہ ہے، ربنا الله تین لفظوں سے مرکب ہے رب ۔ نا ۔ الله ۔ ربنا ہمارا رب ہمیں پیدا کرنے والا ہماری پرورش کے سامان کرنے والا، ہمیں ترقی کے انتہائی مدارج پر پہنچانے والا۔ یہ سب معنے لفظ رب کے اندر مرکوز ہیں، فرمایا کہ ہمارا پرورش کنندہ کون ہے؟ وہ الله ہے یعنے وہ ذات جو تمام رذائل سے منزہ، تمام خوبیوں اور اعلےٰ صفات کا جامع ہے۔

اسباب معیشت کو خدا کا شریک بنا لیا گیا

اس آیت کو ان الفاظ سے کیوں شروع کیا۔ اس لئے کہ جس قدر نیچر میں اسباب نظر آتے ہیں ان سب نے دنیا کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ رکھا ہے۔ اور نیچر کی ہر چیز کو انسان نے خدا بنا لیا۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جس قدر پرورش کے سامان انسانوں کو نظر آتے تھے، وہ سمجھتے تھے کہ یہی ہمارے رب ہیں، وہ دیکھتے تھے کہ زمین ایسی چیزیں اُگاتی ہے جن سے ہماری پرورش ہوتی ہے، سورج کی روشنی اور حرارت زندگی کو قائم رکھتی ہے، کہیں ستارے اپنا اثر دکھا رہے ہیں، کہیں ہوا ہے جو انسانوں میں تر و تازگی پیدا کرتی ہے۔ یہ چیزیں نہ ہوں تو زندگی محال ہو جائے، یہ اسباب انسان کی توجہ کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور ایک دہریہ تو انہی چیزوں کی وجہ سے خدا کا انکار کر دیتا ہے۔ لیکن جو لوگ خدا کو مانتے بھی ہیں وہ بھی بالعموم انہی چیزوں کو دیوی دیوتا بنائے ہوئے ہیں۔

انبیاء کی نظر مسبب الاسباب پر

لیکن انبیاء یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اسباب کچھ بھی نہیں جب تک اُن کے پیچھے اللہ تعالیٰ نہ ہو، اللہ تعالیٰ ہی نے ان اسباب کو پیدا کیا ہے اس لئے اصل پرورش کرنے والا وہی ہے، نہ زمین کو وہ خدا بناتے ہیں نہ آسمان کو اُن کی نظر اسباب کے تمام پردے پھاڑ کر حقیقی مسبب الاسباب تک جا پہنچتی ہے، ہر چیز ہر حرکت و سکون میں اُن کے سامنے اللہ ہی کی ذات ہوتی ہے۔

کھانے کے وقت بسم اللہ کیوں پڑھی جاتی ہے

ہم کھانا کھاتے ہیں، تو اسلام کی تعلیم کے مطابق شروع ہی میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہیں، اور اس طرح اپنے اس یقین کا اظہار کرتے ہیں کہ کھانے کی تیاری میں جس قدر اسباب کی ضرورت پڑتی ہے، وہ سب اللہ ہی نے پیدا کئے ہیں، زمین بھی اسی نے پیدا کی ہے اور آسمان بھی پیدا کیا۔ سورج اور چاند بھی اسی نے بنائے اور ہوا بھی اسی نے پیدا کی اسی لئے فرمایا لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا لله خلقهن، سورج اور چاند کو سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں، سجدہ کے لائق وہی ذات الٰہی ہے جس نے ان کو پیدا کیا، پھر اگر غور کیا جائے تو جسقدر اسباب کھانے کی چیزیں پیدا کرنے کے لئے ضروری ہیں ان میں ہمارے اعمال کا کوئی دخل نہیں، ہمارے کسی عمل کے بغیر ہی وہ ہمیں عطا کی گئی ہیں سخر لكم ما في السمٰوات وما في الارض یہ اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کا نتیجہ ہے، پھر انسانوں کو بھی دیکھ لو سب ایک دوسرے کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں ایک کسان ہمارے لئے غلہ پیدا کرنے میں مصروف ہے، ایک ترکھان اس کے لئے ہل وغیرہ بناتا ہے، ایک لوہار لوہے کی چیزیں بناتا ہے پھر حکومت سڑکوں کے بنانے میں لگی ہوئی ہے اور جب غلہ تیار ہو کر منڈی میں آتا ہے تو وہاں تاجر اور دلال اس کی خرید و فروخت میں لگے ہوئے ہیں، پھر مشینیں اس کو پیس کر ہمارے لئے آٹا تیار کرتی ہیں غرض ساری دنیا خدا تعالیٰ کے پیدا کردہ اسباب سے کام لے کر ہمارے لئے کھانا تیار کرتی ہے۔ یہ رحیمیت کی صفت کام کر رہی ہے، ان حالات میں جب کھانا پک پکا کر سامنے آتا ہے تو ایک مومن کے دل سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نکلتا ہے اور جب کھا لیتا ہے تو پھر کہتا ہے الحمد لله الذي اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمين

خدا ہی نے یہ کھانا ہمیں کھلایا ہے جو تمام صفات کا مالک ہے کیسی بتوں کی طرف سے توجہ کو پھیرا ہے، پھر جسمانی غذا کے ساتھ ساتھ روحانی غذا بھی وہی دیتا ہے، اس لئے کہا وجعلنا من المسلمین اسی نے ہمیں اپنا مطیع و فرمانبردار بندے بنایا۔

خدا پر ایمان سے خوف و حزن کا فقدان

تو ربنا اللّٰہ کی آواز جب دل سے اُٹھتی ہے اور انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ خدا کے سوائے اس کا کوئی نہیں اور اس پر استقامت کے ساتھ کھڑا ہو جاتا ہے تو پھر کوئی ڈر اور خوف اس کے دل میں نہیں رہتا، وہ حق کی آواز بلا خوف وخطر اُٹھاتا ہے، اور تلوار حکومتوں سے بھی نہیں ڈرتا، حضرت موسےٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں ساحروں کو دیکھ لو، جب انہیں بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت موسےٰ حق پر ہیں اور ایمان کی روشنی دلوں میں جاگزین ہو گئی، تو پھر وہ ایسے اس پر قائم ہو گئے کہ فرعون کی تمام دھمکیاں کہ ہم تمہیں پھانسی دیں گے، تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ دیں گے، بیکار ہو گئیں اور ان کے پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ آئی، انھوں نے صاف کہا فاقض ما انت قاض جو تو نے فیصلہ کرنا ہے کر گذر انما تقضی ھٰذہ الحیٰوۃ الدنیا تو تو اس دنیا ہی کی زندگی کا فیصلہ کرے گا انا الیٰ ربنا منقلبون ہم تو اپنے رب کے پاس چلے جا رہے ہیں، یہ بصیرت جب انسان کو حاصل ہو جاتی ہے تو اللہ تعالےٰ کے حکم سے اس پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ فرشتوں کا اترنا یونہی نہیں ہوتا وہ انسان کے دل سے تمام خوف و ہراس، تمام حزن و ملال دُور کر دیتے ہیں۔

توحید دلوں کو صیقل کرتی ہے

جب توحید آگئی، اور ایک خدا ہی انسان کا سہارا بن گیا تو خوف کس کا رہا اور حزن کہاں رہ گیا۔ ایک صحابی رسول اللہ صلعم کی خدمت میں آیا اُس نے کہا یا رسول اللہ میں نے بڑے گناہ کئے ہیں میں کس طرح بخشا جاؤں گا، آپ نے اسے تسلّی دی اور فرمایا کہ توحید الٰہی پر ایمان تمام گناہوں کو دھو دیتا ہے فی الحقیقت جو لوگ توحید پر قائم ہو جاتے ہیں اُن کے دل صیقل ہو جاتے ہیں۔ میں حضرت مولانا نورالدین رح کے زمانہ میں ایک جگہ لیکچر دینے گیا، ایک شخص میرے پاس آیا وہ روتا تھا کہ میں نے اتنے گناہ کئے ہیں، کہ کبھی بخشا نہ جاؤں گا، اب اُس کے دل میں کتنا حزن تھا، میں نے اس کو بتا دیا کہ آئندہ کے لئے توبہ کرنے سے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں التائب من الذنب کمن لاذنب لہٗ فرشتے اُس کے دل سے خوف کو مٹا دیتے ہیں انہیں حکم ہے فثبتوا الذین امنوا۔ جب دل مضبوط ہو گئے تو پھر خوف و حزن کہاں باقی رہ گیا۔ (باقی آئندہ)

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے ان کے نمبر خریداری اور چندہ جو ان سے واجب الوصول ہے۔ ذیل میں درج ہے۔ بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے۔ اس بقایا کو شامل کر کے ان کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے۔ ایسے احباب اگر گذشتہ تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اٹھانا پڑے۔ بہر صورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست دیکھ لیں کہ آیا اس میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں، اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۵ ستمبر ۱۹۵۷ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے۔ اگر ۵ ستمبر ۱۹۵۷ء تک اُن کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی، تو ۱۰ ستمبر ۱۹۵۷ء کو ان کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کر دیا جائے گا جس کا چھڑانا اُن کا اخلاقی فرض ہوگا۔ ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اُٹھانا پڑے گا۔ جو ان کے چندہ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے۔ چٹ پر سُرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے۔

(مینیجر پیغام صلح لاہور)

نمبر	رقم
۶۲	6
۷۳	6
۸۲	6
۹۳	36
۱۰۶	18
۱۴۳	12
۲۳۱	6
۲۶۹	6
۲۷۷	6
۲۷۸	6
۲۸۹	2
۳۲۲	6
۳۶۴	6
۳۷۹	6
۴۴۳	24
۴۷۴	6
۷۱۰	6
۷۴۸	4
۷۶۰	6
۷۶۴	6
۷۶۵	6
۹۳۳	6

نمبر	رقم
۹۸۸	3
۱۰۳۲	6
۱۰۱۳	6
۱۰۶۰	6
۱۰۶۱	6
۱۰۶۵	6
۲۰۰۶	6
۲۰۰۸	6
۲۰۰۹	6
۲۰۱۵	4
۲۰۳۴	6
۲۰۴۴	6

رعایتی

نمبر	رقم
۷۶۹	6
۸۵۷	4
۸۰۲	6
۹۰۰	12
۹۰۲	8
۹۱۶	6
۹۲۸	3

نوجوانوں سے خطاب

ایک امانت

محترم چوہدری محمد حسین صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

(۲)

حضرت مسیح موعود کی تعلیم کے برعکس میاں محمود احمد کا متشددانہ رویہ

میاں محمود احمد صاحب نے کتاب انوارِ خلافت میں فرمایا ہے :-

"ہمارا یہ فرض ہے۔ کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں" (انوارِ خلافت صفحہ ۹۰)

۱۹۱۵ء جلسہ سالانہ کے موقعہ پر میاں صاحب کی ایک تقریر ہوئی۔ جو اخبار فاروق ۱۹ار جنوری ۱۹۱۶ء میں یوں منقول ہے :-

"جیسا کہ غیر احمدی کا فرض ہے کہ جب تک وہ بیعت میں داخل نہ ہو۔ مسیح موعود اور اس کے متبعین کو مسلمان نہ سمجھے۔ ایسا ہی ایک احمدی کا فرض ہے۔ کہ جو مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں اسے مسلمان نہ سمجھیں۔"

ایسا ہی کتاب آئینۂ صداقت صفحہ ۳۵ پر میاں صاحب کی گوہر افشانی یوں درج ہے۔

"یہ تبدیلی عقیدہ مولوی صاحب (مراد مولانا محمد علی مرحوم) تین امور کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ اوّل یہ کہ میں نے حضرت مسیح موعود کی بیعت کے متعلق یہ خیال پھیلایا ہے کہ آپ فی الواقع نبی ہیں۔ دوم یہ کہ آپ ہی اسمہ احمد کی پیشگوئی مذکورہ قرآن کریم (سورۂ صف آیت ۶) کے مطابق ہیں۔ سوم۔ یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔
میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں"

میاں صاحب نے رسالہ تشحیذ الاذہان میں ایک مضمون بعنوان :-

"مسلمان وہی ہے۔ جو خدا کے سب ماموروں کو مانے۔"

لکھا۔ اور اس میں تمام لوگوں کو جو حضرت مسیح موعود کے دعوے کو نہیں مانتے۔ خواہ وہ آپ کو برا کہیں اور کافر جانیں یا اچھا کہیں اور راستباز انسان تسلیم کریں۔ خواہ ان کو دعوے کی واقفیت ہو یا نہ ہو، ان تک تبلیغ پہنچی ہو یا نہ پہنچی ہو۔ کافر قرار دیا۔ چنانچہ رسالہ مذکور کے صفحہ ۱۳۹ پر اس گروہ کو جن کو تبلیغ بھی نہیں پہنچی کافر قرار دے کے جملہ مسلمانانِ عالم پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے :-

"تیسری بات یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ جن کو تبلیغ نہیں ہوئی۔ اُن کا حساب خدا کے ساتھ ہے ہم نہیں جانتے کہ تبلیغ ان کو ہو چکی ہے۔ یا نہیں۔ کیونکہ کسی کے دلی حالات پر آگاہ نہیں۔ اس لئے چونکہ شریعت کی بناء ظاہر پر ہے۔ ہم ان کو کافر کہیں گے۔"

اور صفحہ ۱۴۲ پر ہے :-

"پس نہ صرف اُس کو جو آپ کو کافر تو نہیں کہتا۔ مگر آپ کے دعوے کو نہیں مانتا کافر قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ وہ بھی جو آپ کو دل سے سچا قرار دیتا ہے۔ اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا۔ لیکن بیعت میں ابھی کچھ توقف ہے۔ کافر قرار دیا گیا ہے۔"

اور "انوار الخلافت" میں خلیفہ صاحب کے یہ جگر کو پاش پاش کرنے والے الفاظ اب تک خونِ مسلم کو کھولا رہے ہیں :-

"ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں"

میاں صاحب کی ان تشریحات کو پڑھ کر ایک دردمند احمدی کا دل پھٹ جاتا ہے۔

ہمارے نوجوان ہم سے سوال کریں گے۔ کہ حضرت صاحب کی ایسی کھلی کھلی عبارتوں کی موجودگی میں میاں صاحب کو کیونکر جرأت ہوئی۔ کہ انہوں نے ساڑھے کروڑ مسلمانانِ عالم کی تکفیر شروع کر دی۔

اس راز کو بھی ہم ان کے علم میں اضافہ کرنے کے لئے کھولے دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ ہر انسان کی تحریر میں کچھ امور بطور محکمات کے ہوتے ہیں۔ اور کچھ متشابہات۔ فتنہ جو ہمیشہ محکمات کو ترک کر کے متشابہات کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ ... وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ؕ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘؔ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

ترجمہ :- وہی اللہ ہے جس نے تجھ پر کتاب اُتاری اس میں سے محکم آیتیں ہیں۔ جو کتاب کی اصل ہیں۔ اور کچھ اور متشابہ ہیں۔ پھر جن لوگوں کے دل میں کجی ہے وہ اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جو اس میں سے متشابہ ہے۔ اختلاف چاہتے ہوئے۔ اور یہ چاہتے ہوئے کہ اس کی (من مانی) تاویل کریں۔ اور اس کی تاویل کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔ اور ان کے جو علم میں پختہ ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور عقل والوں کے سوا کوئی نصیحت قبول نہیں کرتا۔

اس آیت کریمہ میں محکمات کے ساتھ کچھ متشابہات کا ہونا بیان فرمایا ہے۔ حضرت صاحب کی عبارتوں میں صاف صاف الفاظ میں یہ محکم عقیدہ بڑے زور سے بیان ہوا ہے کہ آپ نبی کریم صلعم کو صحیح معنوں میں خاتم الانبیاء تسلیم کرتے ہیں اور آنحضرتؐ کے بعد دعوے نبوت کرنے والے کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ آپ کی کچھ عبارتیں از قبیل متشابہات ہیں۔ وہاں الفاظ نبی و رسول استعمال ہوئے ہیں مگر وہ اصطلاح شریعت کے معنوں میں استعمال نہیں ہوئے بلکہ لغت کے لحاظ سے اور بطور استعارہ انہیں استعمال کیا گیا ہے اور اس کی ہر جگہ وضاحت کر دی گئی ہے۔ بایں ہمہ فتنہ جو لوگوں نے متشابہات کو لے کر محکمات کو نظر انداز کر دیا ہے اور امت میں بہت بڑے فتنہ کو جنم دیا ہے۔ ہر مصنف کی تحریروں میں آپ کو محکمات بھی ملیں گی اور متشابہات بھی۔ خود مودودی صاحب اور طلوع اسلام کے پیرؤوں کو بھی یہ رونا ہے کہ مخالفین ان کی عبارتوں کو توڑ مروڑ کر غلط پیرایہ میں پیش کرتے ہیں وہاں بھی متشابہات کو محکمات پر ترجیح دے کر لوگ سامان فتنہ جوئی پیدا کر لیتے ہیں۔

خود احادیث پاک میں بھی محکمات ہیں اور متشابہات ہیں۔ اسی مسئلہ کفر کو لے لو ایک طرف یہ حدیث دیکھو :-

من قال لا الٰہ الا اللہ فقد دخل الجنۃ یعنی جو شخص لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

دوسری طرف ایسی حدیثیں بھی ہیں اذا قال الرجل انت لی عدو فقد کفر۔ جب ایک شخص دوسرے کو کہے تو میرا دشمن ہے۔ تو اس نے اسلام کے ساتھ کفر کیا۔

ایک حدیث یوں ہے :-

سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر
مسلمانوں کو گالی دینا فسق ہے اور جنگ کرنا کفر ہے۔

اور یوں بھی ہے :-

لا یومن احدکم حتیٰ یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ یعنی کوئی بھی تم سے مومن

حضرت صاحب کی عبارت سے بھی واضح ہوتا ہے کہ ایک اصل کا کفر ہوتا ہے۔ جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہ ماننا جو دائرہ اسلام سے خارج کرنے والی چیز ہے۔ اور دوسرا کفر فرع کا کفر ہے۔ یعنی رسول خدا کے فرمانوں میں سے کسی فرمان کا انکار۔

میاں صاحب کی اشتعال انگیزیاں

جب قادیانی غالیوں کا تکفیر اہل قبلہ پر اصرار بڑھ گیا۔ اور انہوں نے مسلمانوں میں خطرناک اشتعال انگیزیاں شروع کیں۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کے بچوں تک کے جنازوں کو ناجائز قرار دے دیا۔ چنانچہ انوار الخلافت کے صفحہ ۹۳ پر یوں اظہار خیال کیا ہے :۔

"اب ایک اور سوال رہ جاتا ہے۔ کہ غیر احمدی تو مسیح موعود کے منکر ہوئے۔ اس لئے ان کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہیئے۔ لیکن اگر کسی غیر احمدی کا چھوٹا بچہ مر جائے۔ تو اس کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے وہ تو مسیح موعود کا مکفر نہیں۔ میں یہ سوال کرنے والے سے پوچھتا ہوں۔ اگر یہ بات درست ہے۔ تو پھر ہندوؤں اور عیسائیوں کے بچوں کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا جاتا کتنے لوگ ہیں۔ جو ان کا جنازہ پڑھتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے۔ جو ماں باپ کا مذہب ہوتا ہے . . . . . . —

. . . شریعت وہی مذہب ان کے بچوں کا قرار دیتی ہے۔ پس غیر احمدی کا بچہ بھی غیر احمدی ہوا۔ اس لئے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہیئے تو پھر میں کہتا ہوں بچہ تو گنہگار نہیں ہوتا. . . . . .

. . . . تو پھر میں کہتا ہوں بچہ تو گنہگار نہیں ہوتا۔ اس کو جنازے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ بچہ کا جنازہ تو دعا ہوتی ہے اس کے پسماندگان کے لئے اور اس کے پسماندگان ہمارے نہیں۔ بلکہ غیر احمدی ہوتے ہیں۔ اس لئے بچہ کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہیئے۔ باقی رہا کوئی ایسا شخص جو حضرت مرزا صاحب کو سچا مانتا ہے لیکن ابھی اس نے بیعت نہیں کی۔ یا احمدیت کے متعلق غور کر رہا ہے اور اسی حالت میں مر گیا ہے۔ اس کو ممکن ہے کہ خدا تعالے سزا نہ دے لیکن شریعت کا فتوے ظاہری حالات کے مطابق ہوتا ہے۔ اس لئے ہمیں اس کے متعلق بھی یہی کرنا چاہیئے۔ کہ اس کا جنازہ نہ پڑھیں"۔

لاہور جماعت کا ردِّ عمل

نتیجہ اس کا یہ ہوا۔ کہ مسلمانوں کے دلوں میں خطرناک نفرت پیدا ہونے لگی۔ اور مسلمانوں کے تعلقات احمدیوں سے بالکل منقطع ہونے لگے۔ اس پر حضرت مولانا محمد علی صاحب نے ۱۹۲۴ء کے قریب ایک مستقل رسالہ ردِّ تکفیر اہل قبلہ لکھا۔ جس کے صفحہ ۲۳ پر حضرت مولانا نے محکمات اور متشابہات کی بحث کرتے ہوئے حسب ذیل الفاظ میں اس مسئلہ پر اظہار خیال کیا۔ اقتباس ذرا طویل ہے۔ مگر ہم اپنے نوجوانوں کو اس موضوع پر اپنی جماعت کے علم الکلام سے پوری طرح واقف کر دینا چاہتے ہیں :۔

"جب آپ پر یہ سوال کیا گیا کہ :۔

"جب ہم اللہ اور اس کی کتاب قرآن شریف اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو صدق دل سے مانتے ہیں۔ اور نماز روزہ وغیرہ اعمال بھی بجا لاتے ہیں پھر ہمیں کیا ضرورت ہے کہ آپ کو بھی مانیں"

تو اسکا جواب بالفاظ ذیل دیا (یہ تقریر ۱۹۰۸ء کی ہے یعنی وفات سے چند روز پیشتر کی ہے۔ اور حجۃ اللہ کے نام سے اسی وقت حکیم محمد حسین قریشی نے شائع کی)۔

"دیکھو جس طرح جو شخص اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب ماننے کا دعوٰے کرتا ہے اور ان کے احکام کی تفصیلات مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تقوٰے طہارت کو بجا نہ لائے۔ اور ان احکام کو جو تزکیہ نفس، ترک شر اور حصول خیر کے متعلق نافذ ہوئے ہیں چھوڑ دے۔ وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ اور اس پر ایمان کے زیور سے آراستہ ہونے کا اطلاق صادق نہیں آسکتا اسی طرح سے جو شخص مسیح موعود کو نہیں مانتا یا ماننے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ وہ بھی حقیقت اسلام اور غایت نبوت اور غرض رسالت سے بے خبر محض ہے۔ اور وہ اس بات کا حق دار نہیں ہے کہ اس کو سچا مسلمان۔ خدا اور اس کے رسول کا سچا تابعدار کہہ سکیں"۔

اس عبارت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بعض وقت نفی سے مراد نفی حقیقت نہیں ہوتی بلکہ نفی کمال ہوتی ہے۔ اور یہ ایک مسلم امر ہے۔ مثلاً خود اسی حدیث کو لے لو لایؤمن احدکم میں فرمایا . . . کہ جب تک میں ایک شخص کے نزدیک باپ اور بیٹے اور سب لوگوں سے محبوب نہ ہو جاؤں۔ وہ ایمان نہیں لاتا۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں، کہ جتنے مسلمان دنیا میں ہیں اگر وہ اس محک پر پورے نہ اتریں تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ بلکہ مراد صرف اس قدر ہے۔ کہ وہ کامل الایمان نہیں۔ کیونکہ کمال ایمان یہ چاہتا ہے۔ کہ دین کو دنیا پر اور رسول خدا کی محبت کو تمام دنیوی محبتوں پر غالب کیا جائے۔ ایسا ہی ایک حدیث میں ہے لا یؤمن احدکم حتّٰی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ۔ تم میں سے کوئی ایمان نہیں لاتا۔ جب تک کہ وہ اس چیز کو اپنے بھائی کے لئے بھی پسند نہ کرے نہیں ہو سکتا جب تک دوسرے بھائی کے لئے وہ بات پسند نہ کرے جو اپنی جان کے لئے پسند کرتا ہے یعنی

؎ آنچہ بر خود میپسندی بر دیگران مپسند

اسی قسم کی اور حدیث ہے :۔

لایؤمن احدکم حتّٰی اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین۔

تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوتا جب تک کہ میں اس کی طرف اس کے باپ اور بیٹے سے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

ایک حدیث میں یوں ہے :۔

لایزنی زانٍ وھو مومن ولا یسرق سارق وھو مومن یعنی زانی جب زنا کرتا ہے۔ تو مومن نہیں ہوتا اور چور چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا۔

ابن اثیر نے اس مشکل کو اپنی کتاب نہایہ میں خوب حل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں :۔

"الکفر صنفان احدھما الکفر باصل الایمان وھو ضدہ والاٰخر کفر بفرع من فروع الاسلام فلا یخرج بہٖ من اصل الایمان۔ یعنی کفر دو طرح پر ہے ایک اصل ایمان کا کفر یعنی رسالت نبوی سے انکار اور وہ ایمان کی ضد ہے۔ اور دوسرا اسلام کی فروع میں سے کسی فرع کا کفر تو اس سے انسان اصل ایمان یعنی دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا"۔ یعنی وہاں کفر کا استعمال اصطلاحی معنی میں نہیں ہوتا۔ بلکہ لغوی معنی میں ہے۔ جو صرف انکار ہے۔ یعنی ایک بات کا انکار ہے اور مراد اس سے دائرہ اسلام سے خارج ہونا نہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود نے بھی اسی اصول کی تشریح حسب ذیل کی ہے :۔

"کفر دو قسم کا ہے (۱) اوّل یہ کفر کہ ایک شخص اسلام ہی سے انکار کرتا ہے۔ اور . . . . . آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ (۲) دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے۔ جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور اس کے رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لحاظ سے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے۔ کافر ہے"۔

(حقیقت الوحی صفحہ ۱۷۹)

جسے اپنے لئے پسند کرتا ہے - یہاں بھی نفی کمال مراد ہے - اسی طرح کی بہت سی مثالیں حضرت صاحب کی اپنی تحریروں میں بھی ملتی ہیں - مثلاً یہ کہ :-

" جو شخص جھوٹ کو نہیں چھوڑتا اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت سے نہیں ہے - جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے - اور آخرت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا - وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے - جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں کرتا - وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے . . . .

. . . .

. . . . جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعمل سے یعنی شراب سے قمار بازی سے بدنظری سے خیانت سے رشوت سے اور ہر ناجائز تصرف سے توبہ نہیں کرتا - وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے ، جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا - وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے . . . .

. . . .

جو شخص دعا میں نہیں لگا رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے - جو شخص بد رفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر بد اثر ڈالتا ہے - وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے - جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا - امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں ان کی بات نہیں مانتا - اور ان کی تعہد خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں - جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا - وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے - جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنیٰ ادنیٰ خیر سے محروم رکھتا ہے - وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے - جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصوروار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے - وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے - "

اب یہاں بعض افعال کے کرنے والوں یا نہ کرنے والوں کو یوں کہہ دیا جاتا ہے - کہ وہ میری جماعت میں سے نہیں اور قائلین تکفیر کے نزدیک جو جماعت احمدیہ میں سے نہیں وہ مسلمان بھی نہیں یعنی دائرۂ اسلام سے خارج ہے - تو اب غور کر کے دیکھا کیا درحقیقت یہ صحیح ہے - کہ ایک شخص جس سے زنا - چوری یا اور کسی گناہ کا ارتکاب ہو جائے ، یا جو بدنظری کرے - وہ جماعت احمدیہ اور اس کے ساتھ ہی دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے ؟ ایک شخص جس سے پنجگانہ نماز کا التزام نہ ہو - بلکہ کبھی نماز روزہ رہ جائے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے - ایک شخص جو ہر وقت دعا میں لگا نہیں رہتا - وہ دائرۂ اسلام میں داخل نہیں رہتا - ایک شخص جس سے ماں باپ کی نافرمانی ہو جائے وہ کافر ہو جاتا ہے ؟ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک شخص اگر اپنی بیوی یا بیوی کے اقارب میں سے کسی کے ساتھ نرمی سے سلوک نہ کرے اور احسان کے ساتھ معاشرت نہ کرے - تو وہ بھی مرتد اور دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے - ان تمام موقعوں پر سوائے نفیٔ کمال کے اور کچھ معنی نہیں لئے جا سکتے - یعنی ان تمام موقعوں سے مراد صرف یہ ہے - کہ وہ کامل طور پر احمدی نہیں ہے ، گو سب سے عجیب بات یہ ہے کہ ان منقولہ بالا فقروں کے آخر پر یہ لفظ آتے ہیں - کہ جو شخص مجھے مسیح اور مہدی نہیں مانتا - وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے حالانکہ یہاں مراد نفیٔ حقیقت ہے - مگر پہلے جملوں میں نفیٔ حقیقت ہرگز مراد نہیں لی جا سکتی - گو اس فقرے کے قرینے کا یہ اقتضا بھی ہو -

علاوہ ان تصریحات کے جو دوسری جگہ نقل ہو چکی ہیں ذیل کی تحریر بھی اس کو واضح کرتی ہے -

" ہر مسلمان کو دینی امور میں میری اطاعت واجب ہے اور مسیح موعود ماننا واجب ہے اور ہر ایک جس کو میری تبلیغ پہنچ گئی ہے گو وہ مسلمان ہے - مگر مجھے اپنا حکم نہیں ٹھہراتا اور نہ مجھے مسیح موعود مانتا ہے اور نہ میری وحی کو خدا کی طرف سے مانتا ہے - وہ آسمان پر قابل مواخذہ ہے "

ابھی میں وہ عبارت آپ کی تقریر سے نقل کر چکا ہوں جس میں یہی سوال کیا گیا ہے - کہ آپ کو نہ مانیں تو کیا حرج ہے - جس کا جواب یہ دیا گیا - کہ جس طرح خدا اور رسول کے اور حکم ہیں - جیسے نماز روزہ ان میں سے کسی کو ترک کرنے والا کامل انسان یا راستباز نہیں کہلا سکتا اسی طرح میرا ماننا بھی خدا کے رسول کا ایک حکم ہے "

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد کا اضطراب

قادیانیوں کی اشتعال انگیزی اور تشدد نے جناب ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم کو بہت مضطرب کیا - اور انہوں نے جب محسوس کیا - کہ سلسلہ احمدیہ کو دنیا میں بدنام کیا جا رہا ہے ، تو انہوں نے ایک پمفلٹ " کفر دون کفر اور حقیقت الوحی " لکھا - اس عنوان کے اوپر انہوں نے نہایہ ابن اثیر کے یہ الفاظ درج کر دیئے :-

" الکفر صنفان احدھما الکفر باصل الایمان و ھو ضدہ والاخر کفر بفرع من فروع الاسلام

فلا یخرج بہ من اصل الایمان

ترجمہ :- یعنے کفر دو قسم کا ہے - ایک اصل ایمان کا کفر اور وہ ایمان کی ضد ہے - اور دوسرا اسلام کی فروع میں سے کسی فروع کا کفر تو اس سے ایمان سے یعنی دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا "

اس پمفلٹ کے چند ابتدائی الفاظ بھی نقل کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے :-

" کفر دون کفر کا مسئلہ اسلام میں ہمیشہ سے چلا آتا ہے - اور اکابر اہل سنت کا یہی مذہب ہے - کہ کفر دون کفر کے معنی ہیں کفر کے نیچے کفر جیسا کہ اس کلمہ سے بھی معلوم ہوتا ہے ، کفر کی دو قسمیں ہیں ، ایک اصل کفر یعنی ایمانیات کا کفر ہے مثلاً اللہ تعالےٰ اور محمد رسول اللہ کا انکار جو انسان کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے اور دوسرا اس کے نیچے وہ کفر ہے جو اصل یعنے ایمانیات کا کفر نہیں بلکہ کسی فرع کا کفر ہے - جس کے معنی یہ ہیں - کہ کسی ایسے حکم فرض کی نافرمانی ہو جائے - مثلاً ترک الصلوٰۃ مگر یہ کفر اسلام سے خارج نہیں کرتا ، اس کو کفر اس لئے کہا گیا کہ چونکہ کسی حکم کی نافرمانی یہ ظاہر کرتی ہے کہ نافرمانی کرنے والے نے حکم کی عزت نہیں کی اور اس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنے ہوئے - کہ اس نے عملی طور پر حکم دینے والے کا انکار کیا - پس مجازی طور پر کفر کا لفظ اس پر اطلاق پا سکتا ہے - اور یہ کفر دون کفر کہلاتا ہے لیکن یہ کفر اسلام سے خارج نہیں کرتا - کیونکہ یہ اصل ایمانیات کا کفر نہیں بلکہ فرع یعنی صرف حکم کی نافرمانی ہے - متعدد نافرمانیاں - . . . صبح سے شام . . . ایک مسلمان سے سرزد ہوتی رہتی ہیں اگر ایسی باتوں کی بناء پر اسلام سے خارج کرنے لگیں تو پھر شاذ و نادر ہی کوئی مسلمان باقی رہ جائے گا "

الغرض جوں جوں قادیانیوں کی طرف سے تکفیر کی مہم تیز ہوتی گئی اہل قبلہ کی مدافعت میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی طرف سے بھی زبردست اور وسیع لٹریچر شائع ہوتا رہا -

پہلا انقلابی بیان

حتیٰ کہ ہندوستان کی تحریک آزادی زور پکڑ گئی - ۱۹۳۵ء کا زمانہ آگیا - جبکہ برٹش پارلیمنٹ نے آزادیٔ ہند کا ایکٹ پاس کر دیا اور انگریز کے جانے کا

وقت قریب آگیا۔ پہلی دفعہ یکم مئی ۱۹۳۵ء میں الفضل کے یہ الفاظ بڑی حیرت اور استعجاب سے پڑھے گئے۔

"ہم تو یہ سمجھتے ہیں۔ کہ اسلام کے ایک حد تک پائے جانے کے بعد انسان مسلمان کے نام سے پکارے جانے کا مستحق سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن جب وہ اس مقام سے بھی نیچے گر جاتا ہے۔ تو گو وہ مسلمان کہلا سکتا ہے۔ مگر کامل مسلم اسے نہیں کہا جا سکتا"

دیکھئے معاملہ صاف ہو گیا۔ وہ جو مولانا محمد علی صاحب نے لکھا تھا۔ اور جسے ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے بھی اپنے پمفلٹ میں بڑے زور سے پیش کیا تھا۔ کہ کفر دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک اصل کا کفر، اور ایک فرع کا کفر۔ فرع کے کفر سے مراد نفیٔ کمال ہوتی ہے نہ کہ نفیٔ حقیقت۔ اب اس کی پچھلے سے تائید ہونی شروع ہوئی اس پر مزید اٹھارہ سال گذر گئے۔ ۵۲ء ۱۹۵۳ء کا زمانہ آگیا۔ . . . .

. . . . . احمدیوں کے مخالفین نے بڑے منظم اور وسیع پیمانہ پر احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کے لئے ایجی ٹیشن شروع کر دی جو بعد میں خطرناک فسادات پر منتج ہوئی۔ حکومت کا تمام نظام درہم برہم ہو گیا معاملہ پولیس اور سول افسران کے ضبط سے نکل گیا حکومت کو فوج طلب کرنی پڑی۔ اور مارشل لا کا نفاذ ہو گیا۔ بعد ازاں حکومت نے فاضل ججان ہائی کورٹ پر مشتمل موجبات فساد معلوم کرنے کے لئے ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا۔ اس تحقیقاتی کمیشن کے روبرو خلیفہ صاحب کو بھی حلفی بیان دینے کے لئے پیش ہونا پڑا۔ اب تمام دنیا کی آنکھیں خلیفہ صاحب کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ اور لوگ منتظر تھے۔ کہ دیکھیں اب خلیفہ صاحب ساٹھ کروڑ مسلمانوں کے متعلق ہر جماعت کے اکابر علماء اور جید وکلاء کی موجودگی میں اور فاضل ججان ہائیکورٹ کے سامنے کھڑے ہو کر کیا بیان دیتے ہیں۔ اور کیا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ کیا اب بھی وہ اہل قبلہ کی تکفیر پر مصر ہوں گے۔ اور یوں عوام کے مطالبۂ اقلیت کو تقویت دیں گے۔ یا ان کے جذبات پر نرمی اور ملاطفت کا پانی ڈال کر باہمی تلخیوں اور بدمزگیوں کو کم کرنے کی کوشش کریں گے۔

مرزا بشیر الدین محمود تحقیقاتی عدالت میں

عدالت نے خلیفہ صاحب پر سوال کیا۔ کہ کیا مرزا غلام احمد پر ایمان لانا جزو ایمان ہے۔ خلیفہ صاحب نے اس کا یہ جواب دیا۔ "جی نہیں"۔

"یہاں پر لفظ مومن صرف مرزا غلام احمد صاحب پر ایمان لانے کے مفہوم کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ نہ کہ اسلام کے بنیادی عقیدوں پر ایمان لانے کے مفہوم میں"

اس بیان میں خلیفہ صاحب یوں بھی ارشاد فرمایا۔

"کفر دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جس سے کوئی شخص ملت سے خارج ہو جاتا ہے دوسرا وہ جس سے ملت سے خارج نہیں ہوتا۔ کلمہ طیبہ کا انکار پہلی قسم کا کفر ہے۔ دوسری قسم کا کفر اس سے کم درجہ کی بدعقیدگیوں سے پیدا ہوتا ہے۔"

پھر آگے چل کر آپ نے وکیل کے سوال کے جواب میں یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت نہ کرنے والوں کے حق میں کافر اور دائرہ اسلام سے خارج کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ان کی یہ تشریح فرمائی۔

"جب میں کافر کا لفظ استعمال کرتا ہوں تو میرے ذہن میں دوسری قسم کے کافر ہوتے ہیں۔ جن کی میں پہلے ہی وضاحت کر چکا ہوں۔ یعنی جو ملت سے خارج نہیں جب میں کہتا ہوں۔ کہ وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ تو میرے ذہن میں وہ نظریہ ہوتا ہے۔ جس کا اظہار کتاب مفردات راغب کے صفحہ ۲۴۰ پر کیا گیا ہے۔ جہاں اسلام کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک دون الایمان۔ دوسرے فوق الایمان۔ دون الایمان میں وہ مسلمان شامل ہیں۔ جن کے اسلام کا درجہ ایمان سے کم ہے۔ فوق الایمان میں ایسے مسلمانوں کا ذکر ہے جو ایمان میں اس درجہ ممتاز ہوتے ہیں۔ اور وہ معمولی ایمان سے بلند تر ہوتے ہیں۔ اس لئے جب میں نے یہ کہا تھا۔ کہ بعض لوگ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ جو فوق الایمان کی تعریف کے ماتحت آتے ہیں۔ مشکوٰۃ میں بھی ایک روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص کسی ظالم کی حمایت کرتا ہے۔ وہ اسلام سے خارج ہے۔"

اس بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ میاں صاحب اسلام کی دو قسمیں بیان کر رہے ہیں۔ اس لئے کفر کی بھی دو قسمیں ہیں۔ اور انہوں نے صاف الفاظ میں کہا ہے۔ کہ مفردات راغب صفحہ ۲۴۰ انکی راہنمائی کرتا ہے۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ کتاب مفردات راغب میاں صاحب کے نوٹس میں کب آئی۔ البتہ دنیا نے پہلی دفعہ میاں صاحب کی زبان سے اس حوالہ کو تحقیقاتی عدالت کے روبرو بیان دیتے ہوئے سنا۔ یہ صحیح ہے۔ کہ کسی دو اشخاص کا ایمان برابر اور یکساں نہیں بلکہ خود انبیاء علیہم السلام میں بھی اس معاملہ میں فرق مراتب نمایاں ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ سب سے ممتاز ہے۔ تلک الرسل فضلنا بعضهم علىٰ بعض۔

حقیقت کی رو سے اسلام کا ایک ملی دائرہ ہے۔ جب کوئی شخص کلمہ طیبہ پڑھ لیتا ہے۔ تو اس دائرے کے اندر آجاتا ہے ہاں اس دائرے کے اندر ایمان کے مختلف مدارج ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں . . . . اس دائرے میں صرف وہی کامل اور اکمل انسان تن تنہا کھڑا ہے۔ جس کا نام محمد رسول اللہ ہے جہاں کسی دوسرے انسان یا ملک کو پر مارنے کی مجال نہیں۔

میاں صاحب نے لوگوں کو یہ بتا دیا۔ کہ ظالم کی مدد کرنے والا بھی ایک معنی کی رو سے دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ تو انہوں نے ایک طرح عالمگیر اصول بیان کر دیا۔

خود میاں صاحب کے متبعین میں سے ہی مسلمہ طور پر ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو ظالموں کی امداد کرتے ہیں رشوت لیتے ہیں۔ چغل خوری کرتے ہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں۔ اور خیانت کرتے ہیں۔ چوری کرتے ہیں۔ اور اسی قسم کے افعال شنیع کا ارتکاب کرتے ہیں۔ وہ سب کے سب فوق الایمان والے احمدیوں کے مقابلے میں دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ اسی طرح کے لوگ عام مسلمانوں میں بھی ان معنی کی رو سے مجازاً دائرہ اسلام سے خارج تصور کئے جا سکتے ہیں۔

پس اس قسم کے احمدیوں اور غیر احمدیوں میں کچھ فرق نہ ہوا۔ میاں صاحب کے علماء آئے دن لاہوری احمدیوں کے خلاف خطرناک بدعقیدگیوں کا الزام لگاتے رہتے ہیں۔ لاہوری احمدیوں کے لئے بھی ایک نیا دائرہ اسلام تجویز کرنا ہوگا۔ مگر جہاں تک ہمیں معلوم ہے۔ میاں صاحب لاہوری احمدیوں کو دائرۂ اسلام سے خارج نہیں سمجھتے حالانکہ ان کے اندر متعدد بدعقیدگیوں کا پایا جانا تسلیم کرتے ہیں۔

قرآن نے اسلام اور ایمان کے فرق کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ توحید اور رسالت پر ایمان کے اعلان سے ایک شخص مسلمان ہو سکتا ہے۔ صرف اسلام کے دائرہ کے اندر آ کر ایمان کے درجات مختلف ہیں۔ اس حقیقت کو قرآن کریم نے یوں واضح کیا ہے۔

قالت الاعراب اٰمنا ط قل لم تؤمنوا ولٰكن قولوا اسلمنا ولما يدخل الايمان فى قلوبكم ط وان تطيعوا الله ورسوله لا يلتكم من اعمالكم شيئًا ان الله غفور رحيم ۝

ترجمہ:۔ دیہاتی کہتے ہیں۔ ہم ایمان لائے کہو تم ایمان نہیں لائے۔ لیکن کہو ہم فرمانبردار ہوئے اور ایمان

(باقی بر صفحہ ۱۲)

بچوں کا صفحہ ——— ✱ ——— مرتضیٰ خان حسن

ماں بیٹی کی دوسری مجلس

ماں:- بہت ٹھیک - اب دعائے قنوت بھی سناؤ۔

قیصرہ:- وہ بھی سن لیں۔ "اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَیْكَ وَنُثْنِیْ عَلَیْكَ الْخَیْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ یَّفْجُرُكَ ۔ اَللّٰهُمَّ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰی عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ ۔

ماں بے انتہا خوش ہوتی ہے۔ بچی کو گود میں لے کر پیار کرتی ہے اور دعائیں دیتی ہے۔ اور فوراً جیب سے روپیہ نکال کر دے دیتی ہے۔ قیصرہ بھاگی بھاگی دادی جان کے پاس جاتی ہے۔

قیصرہ:- دادی جان دادی جان! مجھے انعام مل گیا۔ میں نے امی جان کو نماز سنائی۔ انہوں نے وعدہ کیا ہوا تھا کہ اگر میں ان کو نماز سناؤں گی وہ مجھے ایک روپیہ دیں گی۔ آج میں نے نماز سنادی اور ایک روپیہ انعام لے لیا۔ اب ایک دو روپے ابا جان سے لوں گی۔ ایک روپیہ بھائی فاروق سے اور ایک روپیہ بھائی امین سے۔ اس طرح سے پانچ چھ روپے ہوں گے۔ ان سے میں اپنی گڑیا کا بیاہ کروں گی۔ دادی جان آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے نماز سکھادی اور مجھے انعام ملا۔

دادی:- اچھا بیٹی - یہ انعام خدا تم کو مبارک کرے۔ دیکھو بیٹی خدا نے تمہاری محنت کا اجر دے دیا۔ تھوڑے دنوں کے اندر تم نے نماز سیکھ لی۔ آج انعام بھی لے لیا۔ تھوڑے سے کام سے تم کو ایک روپیہ مل گیا۔ اسی طرح اگر تم خدا کے حکموں کو مانتی رہو گی تو کیا وہ تم کو انعام نہیں دے گا، ضرور دے گا۔ اس دنیا میں بھی خدا تم کو نعمتوں سے مالا مال کرے گا اور آخرت میں بھی بہت بہت اجر دے گا۔

اسی اثنا میں قیصرہ کے والد گھر میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ بھاگی بھاگی جاتی ہے اور کہتی ہے لائیے ابا جان آپ بھی مجھے انعام دیجئے۔ امی جان نے تو دے دیا۔ یہ دیکھو ایک روپیہ پاکستانی۔"

باپ:- "خوب! یہ انعام کاہے کا ہے؟"

قیصرہ:- "ابا جان! آپ کو یاد نہیں۔ آپ کے سامنے تو امی جان نے وعدہ کیا تھا کہ اگر میں ان کو پوری نماز سنا دوں گی تو وہ مجھے ایک روپیہ انعام دینگی۔ آج میں نے ساری نماز سنادی اور مجھے امی جان نے انعام دے دیا۔ آپ بھی دیں۔ میں آپ کی بیٹی بھی تو ہوں نا!"

باپ:- "ہاں تم میری پیاری بیٹی ہو۔ مجھے بہت خوشی ہوئی کہ تم نے نماز سیکھ لی۔ اچھا لو یہ دو روپے میری طرف سے تمہارا انعام"

قیصرہ:- "آہا! اب میں گڑیا کا بیاہ بڑی شان سے کروں گی۔ اس کے کپڑے بنواؤں گی۔ اس کے زیور بھی بنواؤں گی۔ اور دعوت بھی کروں گی۔"

باپ:- "ضرور گڑیا کا بیاہ کرو۔ مگر ابھی اور انعام میں تم کو دوں گا"

قیصرہ:- وہ کیا؟ اور کب؟ ابھی دیدو"

باپ:- "ابھی نہیں۔ کل یا پرسوں میں تمہارے لئے ایک خوبصورت قرآن لاؤں گا۔ ایسا خوبصورت کہ تم دیکھ کر خوش ہو جاؤ۔ پھر تم دادی حضور سے پڑھنا شروع کر دینا۔"

قیصرہ:- "تو ابا جان! جب میں قرآن پڑھ لوں گی تو آپ مجھے انعام دیں گے؟"

باپ:- "ضرور۔ جو مانگو گی دوں گا۔ تمہیں زیور بنوا دیں گے۔ رشتہ داروں اور تمہاری سہیلیوں کی دعوت کریں گے اور خوشی منائیں گے۔"

قیصرہ:- "تو ابا جان جلدی قرآن لادو۔ تاکہ میں پڑھنا شروع کر دوں۔

باپ:- "جلدی لادوں گا۔ مگر تم نے دادی حضور کا شکریہ بھی ادا کیا ہے یا نہیں جنہوں نے تم کو نماز سکھائی۔"

قیصرہ:- "جی ہاں۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا ہے۔ انہوں نے مجھے دعائیں بھی دی ہیں"۔

ماں:- "نماز تو تم نے سیکھ لی۔ اب نماز پڑھنا بھی شروع کر دو۔ تمہیں یہ تو معلوم ہے نا کہ کل کتنی نمازیں ہیں اور کتنی کتنی رکعتیں ہیں"؟

قیصرہ:- "جی ہاں۔ پانچ نمازیں ہیں۔ فجر کی نماز سورج نکلنے سے پہلے پڑھنی چاہیئے۔ ظہر کی نماز سورج ڈھلنے پر۔ عصر کی نماز سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے جب تک سورج زرد نہ ہو۔ مغرب کی نماز سورج ڈوبنے پر اور سرخی غائب ہونے تک، عشا کی نماز جب شام گذر جائے، یعنی سرخی غائب ہونے کے بعد آدھی رات تک۔"

ماں:- "ٹھیک ہے۔ لیکن تم کو رکعتوں کا بھی علم ہونا چاہیئے"

قیصرہ:- "وہ آپ بتادیں"

ماں:- صبح کی نماز دو رکعت سنت اور دو رکعت فرض۔ ظہر کی نماز چار رکعت سنت۔ اور چار فرض اور پھر دو سنت۔ عصر کی نماز چار رکعت فرض۔ فرضوں سے پہلے چار رکعت سنت بھی پڑھی جاتی ہے مگر ضروری نہیں۔ مغرب کی نماز تین فرض اور دو سنت۔ عشا کی نماز چار رکعت فرض۔ دو سنت اور تین وتر فرضوں سے پہلے بعض اوقات چار سنت بھی پڑھی جاتی ہیں مگر ضروری نہیں۔ ظہر۔ مغرب اور عشا کی دو دو سنتوں کے بعد دو دو نفل بھی پڑھے جاتے ہیں مگر فجر اور عصر کے بعد نفل نہیں پڑھے جاتے۔ نفلوں کے پڑھنے سے ثواب تو ہوتا ہے۔ لیکن اگر انہیں چھوڑ دیا جائے تو گناہ نہیں۔

———✱———

ادب

مولانا مرتضیٰ خان حسن

عزیزو! یہ سن لو نصیحت ذرا ؛ ہے اس میں سراسر تمہارا بھلا

بڑوں کا ادب تم ہمیشہ کرو ؛ جو چھوٹے ہیں اُن سے محبت کرو

بڑوں کا اگر تم کرو گے ادب ؛ محبت سے تم کو بلائیں گے سب

خلاف اس کے ہرگز نہ کرنا کبھی ؛ ضلالت میں ہرگز نہ پڑنا کبھی

جو بچے ہیں گستاخ ماں باپ کے ؛ اُنہیں لوگ ہیں سب بُرا مانتے

سمجھنے لگیں گے بُرا سب اُسے ؛ حقارت سے دیکھیں گے چھوٹے بڑے

ادب ہی سکھلائے گا تم کو تمیز ؛ ادب ہی سے تم ہو گے ہر دلعزیز

یہی ہے یہی ایک عزت کا ڈھب

عزیزو! ہمیشہ رہو با ادب

نوجوانوں سے خطاب

(بسلسلہ صفحہ نمبر ۱)

ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تو تمہارے عملوں میں سے تمہیں کچھ کم کرکے نہیں دے گا۔ اللہ بخشنے والا رحم کرنیوالا ہے یعنی توحید اور رسالت یعنے کلمہ طیبہ کو تسلیم کرکے ایک شخص دائرہ اسلام میں داخل ہوجاتا ہے۔ دائرہ کے اندر داخل ہوکر پھر اس کے لئے ایمان میں درجات حاصل کرنے کے لئے مختلف مواقع ہیں۔ جوں جوں وہ ایمان میں بڑھتا جائے گا اس کے مراتب بلند ہوتے جائیں گے۔ مگر اسلام سے وہ اسی وقت خارج ہوگا۔ جبکہ وہ کلمہ طیبہ کا انکار کرے گا جس کے ذریعہ سے اسے مسلمان ہونیکی سند ملی تھی

پس اسلام کے تمام فرقے تمام جماعتیں تمام سلسلے جن کے ہاں کلمہ طیبہ کا اقرار ہے۔ وہ دائرہ اسلام کے اندر ہیں۔ اور دنیا کی کوئی طاقت اس کو اسلام سے خارج نہیں کرسکتی اس لئے قرآن کریم نے آئندہ زمانے کے لوگوں کی ذہنیتوں کا خیال کرکے پہلے ہی سے یہ فرمان جاری کردیا ہوا ہے:۔

ولا تقولوا لمن القی الیکم السلم لست مؤمنا ط اور جو تمہیں السلام علیکم کہے اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں۔

یعنی جو شخص السلام علیکم کہکر تم پر یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ کہ وہ مسلمان ہے۔ تم کو کوئی حق نہیں کہ تم کہو کہ تم مسلمان نہیں۔

ایمان کے درجات کی تشخیص بھی اللہ تعالیٰ

ہفت روزہ "پیغام صلح"

قیمت سالانہ:۔ پاکستان سے چھ روپے۔ ہندوستان سے چھ روپے (ہندوستانی سکہ) ہندوستان میں ہمارے نمایندہ کا پتہ۔ شیخ انعام الحق صاحب مکان نمبر ۱۰۰ اعظم پورہ۔ ملک پیٹھ حیدرآباد دکن (انڈیا)

پیغام صلح ۲۱ اگست ۱۹۵۶ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۳۳

مسرت ماتھیش ایڈوکریٹ پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپکر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

جلد | یوم چہار شنبہ مورخہ ۲ صفر ۱۳۷۷ھ - مطابق ۲۸ اگست ۱۹۵۷ء | ۳۴

ہمارا مذہب اور عقیدہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے اب کوئی اور کلمہ یا کوئی اور نماز نہیں ہو سکتی جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا کر کے دکھایا اور جو کچھ قرآن شریف میں ہے اس کو چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی جو اسکو چھوڑیگا جہنم میں جاوے گا یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس امت کیلئے مخاطبات اور مکالمات کا دروازہ کھلا ہے اور یہ دروازہ گویا قرآن مجید کی سچائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر ہر وقت تازہ شہادت ہے اور اس کے لئے خدا تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ ہی میں دعا سکھائی ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ انعمت علیھم کی راہ کے لئے جو دعا سکھائی تو اس میں انبیاء علیہم السلام کے کمالات کے حصول کا اشارہ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جو کمال دیا گیا ہے وہ معرفت الٰہی ہی کا کمال ہے اور یہ نعمت ان کو مکالمات اور مخاطبات سے ملی تھی۔ اسی کے تم بھی خواہاں ہو۔"

(لیکچر حضرت مسیح موعود بمقام لدھیانہ مورخہ ۶ نومبر ۱۹۰۵ء)

جرمنی میں اسلام کی تبلیغی سرگرمیاں!

ماہ جولائی ۱۹۵۷ء کی تبلیغی رپورٹ

بدھ ۳ جولائی - امام صاحب نے حضرت مولانا محمد علی صاحب کی "لائف آف دی پرافٹ محمدؐ" میں سے اپنا لیکچر جاری رکھا۔

جمعہ ۵ جولائی - خطبہ جمعہ میں امام صاحب نے اس بات کو واضح کیا کہ اگر ہم میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ اسلام پر عمل پیرا ہو کر اپنے فرائض کو خوش اسلوبی سے سرانجام دے اگر ہم ان تمام لوگوں کے ساتھ جن سے ہمیں سابقہ پڑے ویسا ہی فیاضانہ اور منصفانہ برتاؤ کریں جیسا ایک سچے مسلمان کو کرنا چاہیئے تو یہی فی الحقیقت وہ کام ہے جس کی ہمیں ہدایت کی گئی ہے۔

اتوار ۷ جولائی - مسز اینہ موسلر نے بچوں کو سورۃ یوسف سے مذہبی سبق پڑھایا۔

مسز اینہ موسلر کو برلن - ولمرس ڈارف کے ایک چرچ آف "دی کرسچین سائنس" کی افتتاحی کی تقریب میں شمولیت کے لئے مدعو کیا گیا جہاں کلیسا کے پادریوں اور ولمرس ڈارف کے میئر سے ان کی گفتگو ہوئی۔

پیر ۸ جولائی - عید الاضحیٰ کی تقریب منائی گئی۔ اس تقریب کو نہایت باوقار طریق سے منایا گیا۔ امام صاحب نے دو رکعت نماز باجماعت پڑھائی اور اس تقریب کے مناسب حال خطبہ دیا، جس میں بتایا کہ نسلی اور طبقاتی تفریق سے جو بغض و تعصب دنیا میں پیدا ہوا ہے، اس نے مسیحی دنیا کی فضا کو مکدر کر دیا ہے اور مسیحیت کی عجیب شکل و صورت بن گئی ہے اسکے خلاف اسلام میں تمام مسلمانوں کے ساتھ سچی اخوت کے سوائے کسی اور چیز کو ملحوظ رکھنے کی اجازت نہیں اسکے بعد سب حاضرین کمیونٹی ہاؤس اور باغ میں آگئے جہاں اکل و شرب سے ان کی تواضع کی گئی اور دوستانہ گفتگو ہوتی رہی نماز ظہر کے بعد یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

اس موقعہ پر جرمنی، ترکی، عراق، مصر کے ... جماعت سے دوستوں کی طرف سے ہمیں مبارکبادیاں ملیں، اور ہز ایکسی لینسی میر [illegible] خان سفیر افغانستان، اور افغانستان کی شہزادی [illegible] بھی مہمانوں میں شامل تھیں۔

جمعہ ۱۲ جولائی - امام صاحب نے خطبہ جمعہ میں ... کی تشریح فرمائی جو اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے بہت اہم صفت ہے۔

اتوار ۱۴ جولائی - مسز اینہ موسلر نے بچوں کو سورۃ یوسف سے سبق دیا۔

(باقی ص ...)

مولانا محمد یعقوب خان صاحب کی واپسی

احباب کرام یہ سن کر خوش ہوں گے کہ ہمارے محترم بزرگ مولانا محمد یعقوب خان صاحب قریباً ایک سال تک ووکنگ مسلم مشن انگلستان میں تبلیغی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ بعد ۱۲ اگست کو بذریعہ بحری جہاز کراچی پہنچے، جہاں سے بذریعہ تیزگام ٹرین ۲۴ اگست کو لاہور تشریف لے آئے آپ کے استقبال کیلئے احباب جماعت کثیر تعداد میں ریلوے سٹیشن پر موجود تھے، جنہوں نے اظہار مسرت و عقیدت کے لئے آپ کو پھولوں کے ہار پہنائے۔

حضرت مجدد وقت کا وجود اسلام کی صداقت اور وعدۂ الٰہی کو پورا کرنے کا موجب ہوا ہے

بقیہ خطبہ جمعہ مورخہ ۱۴ اگست ۱۹۵۹ء فرمودہ مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

مشرکین عرب کے مقابلہ میں مسلمانوں کی کامیابی

پھر یہ بھی نہیں کہ نزول ملائکہ اور خوف و حزن ہٹ جانے کے صرف وعدے ہی وعدے ہوں۔ بلکہ نتائج بتاتے ہیں کہ ایک خدا پر بھروسہ کرنے والوں پر فی الواقع ملائکہ کا نزول ہوتا ہے اور کوئی خوف و حزن انہیں نہیں رہتا، اس کے مقابلہ میں ایک مشرک طرح طرح کے توہمات اور خوف و حزن میں گھرا رہتا ہے، کتنا غم ابوجہل کو تھا جب محمد رسول اللہ صلعم کے مقابلہ میں اسے ناکامی ہی ناکامی دیکھنی پڑی، وہ بتوں کے آگے دعائیں کر کے بدر کے میدان میں آئے، لیکن جب نتیجہ نکلا، تو کس قدر حزن ان کو ہوا ہوگا۔ ان کے آدمیوں کی کثرت، ان میں سب کے سب ماہرین جنگ، سب کے پاس اسلحہ بالمقابل مسلمان تھوڑے جن کو جنگ کی بھی مہارت نہ تھی نہ ان کے پاس سامان جنگ تھا۔ تاہم دشمن شکست پر شکست کھاتا جا رہا تھا۔ اور اس کا خوف و حزن بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

نحن اولیاء کم فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ۔ فرشتے مومنین کو خوشخبری سناتے ہیں کہ ہم تمہارے دوست دنیا میں بھی ہیں اور آخرت میں بھی، دنیا میں ایک مومن کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ توحید پھیل جائے یہ خواہش کس طرح پوری ہو گئی۔

نزول ملائکہ اور قبولیت دعا

فرشتوں کا نازل ہونا دعا کی قبولیت کی بشارت دینے کے لئے ہے جیسے کہ زکریا علیہ السلام کے متعلق بیان کیا ہے فنادتہ الملائکۃ وھو قائم یصلی فی المحراب ان اللہ یبشرک بیحییٰ الخ جب زکریا محراب میں کھڑا ہوا دعا کر رہا تھا تو فرشتہ نے آواز دی کہ اللہ تعالےٰ تجھے یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے وہ حیران ہوتے ہیں کہ بچہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں بوڑھا آدمی ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے، لیکن فرمایا یونہی ہو کر رہے گا اور ایسا ہی ہوا، دوسری جگہ یہ بھی ہے واصلحنا لہ زوجہ اس کی بیوی کی ہم نے اصلاح کر دی، تو دعاؤں کی قبولیت پر فرشتے نازل ہوتے ہیں، جب کوئی انسان پاک ہو جائے، اس کے اندر تقویٰ ہو تو فرشتے اس کی امداد کرتے اور اسے قبولیت دعا کی بشارت سناتے ہیں، حضرت مریم کے متعلق بھی آتا ہے وقالت الملٰئکۃ یٰمریم ان اللہ اصطفٰک وطھرک واصطفٰک علیٰ نساء العٰلمین اے مریم اللہ تعالےٰ نے تجھے برگزیدہ کیا اور پاک کیا اور قوموں کی عورتوں میں سے تجھے چن لیا ہے اور پھر بیٹے کی بشارت دی ہے ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ عیسیٰ ابن مریم اللہ تعالےٰ ایک بیٹے کی بشارت تجھے دیتا ہے جس کا نام عیسیٰ ابن مریم ہوگا، فرشتے صرف شریعت کے احکام ہی نہیں لاتے، وہ اولاد کی بھی بشارت دیتے ہیں، کامیابیوں کی بھی خوشخبری سناتے ہیں، حضرت ابراہیم کو بھی فرشتوں نے خبر دی کہ ان کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا، حالانکہ وہ بوڑھے تھے اور ان کی بیوی بھی اولاد کے قابل نہ تھی، جب فرشتے حضرت ابراہیمؑ کو یہ خوشخبری دے رہے تھے، ان کی بیوی بھی آ گئی وہ کان کھول کر سننے لگی اور کہا ہیں! کیا میرے ہاں لڑکا ہوگا؟ میں تو بانجھ ہوں، لیکن وہی ہوا جو فرشتہ نے کہا تھا، تو فرشتے اولاد کی بھی بشارتیں دینے کیلئے آتے ہیں بدقسمتی سے مسلمان آج اس سے محروم ہیں، وہ وظائف ہی میں لگے ہوئے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ شریعت آچکی اب فرشتوں کا نزول کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ خدا نے یہاں بشارت دی ہے کہ فرشتے مومنوں کو خوشخبری دینے کے لئے نازل ہوتے ہیں۔

حضرت مجددِ وقت کا وجود الہام اور نزول ملائکہ کا ثبوت تھا

جب چاروں طرف سے الہام الٰہی اور نزول ملائکہ کا انکار ہونے لگا تو اللہ تعالےٰ نے ایک مامور کو کھڑا کر دیا اس نے دعوےٰ کیا کہ میں خدا سے الہام پاتا ہوں، فرشتے مجھ پر نازل ہوتے ہیں یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ اس کا دعوےٰ سچا تھا۔ تمام وعدے جو مسلمانوں سے اس میں کئے گئے ہیں اس نے پورے کر کے دکھا دیئے اور فرمایا کہ اسلام کا خدا زندہ خدا ہے کیونکہ اس کی کتاب زندہ ہے، فرشتہ نے اس امام وقت کو لیکھرام کے متعلق خبر دی، کہ وہ ہلاک ہو جائے گا ڈوئی کے متعلق اطلاع دی کہ وہ ناکام ہو کر حسرتناک موت مرے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا، ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے کس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ فرشتے نہیں اترتے ہم نے دیکھا کہ ایسے ایسے امور میں جو ناممکن تھے، دعا کرنے سے کامیابی حاصل ہوئی، ایک شخص کو سگ دیوانہ نے کاٹا اسے کسولی بھیجا گیا جہاں سے شفا پا کر وہ آ گیا، لیکن پھر دورہ پڑ گیا، اس پر کسولی والوں نے کہا کہ اب اس کا علاج ناممکن ہے۔ اس کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے دعا کی اور وہ اچھا ہو گیا، آپ نے بتایا کہ جہاں اسباب قبل ہو جاتے ہیں وہاں دعا کام دیتی ہے جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے کہ زکریا اور مریم کی دعائیں اللہ تعالیٰ نے منظور کیں اور ناممکن کو ممکن بنا دیا، اگر اسلام کے اندر ایسے لوگ نہ ہوں جن کی دعائیں قبول ہوتی ہوں اور فرشتے ان پر نازل ہوتے ہوں تو پھر اسلام کا کیا رہ گیا ہاں اس کی کچھ شرائط ہوتی ہیں ان کو نہ جاننے کی وجہ سے لوگ کہہ دیتے ہیں کہ دعا قبول نہیں ہوتی یا الہام کا ہونا غلط ہے۔

فرشتوں کا نزول اب بھی انذار و تبشیر کے لئے ہوتا ہے

تو فرشتوں کا نزول ضروری نہیں کہ شریعت کے لئے ہی ہو، فرشتے خوشخبریاں دینے اور انذار کے لئے بھی آتے ہیں، آج اگر حضرت مسیح موعود پیدا نہ ہوتے تو اسلام نے جو دعوے اور وعدے کئے تھے، وہ اکارت جاتے، یہ اللہ تعالےٰ کا ایک خاص فضل ہے کہ اس نے اپنا مامور بھیجکر بتا دیا ہے کہ جو وعدے اس نے مومنوں کی کامیابی کے متعلق کئے ہیں وہ سب صحیح ہیں۔

مامورِ وقت کی معیت کی ضرورت

تو اللہ تعالےٰ کا یہ فضل اور احسان ہے کہ ایسے انسان کی شناخت اس نے ہمیں عطا فرمائی، افسوس ہوگا اگر ہم اس کو دیکھتے ہوئے ان انعامات کو حاصل نہ کریں جو ایک مومن کو دیئے جانے کا وعدہ ہے انبیاء اور مامورین لوگوں کو اس بات پر قائم کرنے کے لئے آتے ہیں کہ خدا تعالےٰ پر ایمان ہی ان کی کامیابی کا ذریعہ ہے میں تو ایسا سمجھتا ہوں کہ جس طرح ایک درخت کا سایہ اس درخت کی موجودگی کا پتہ دیتا ہے اور سایہ نہ ہو تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہاں درخت کھڑا ہے اسی طرح اولیاء اللہ کا وجود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ ہے جو آپ کی صداقت پر شاہد ہے۔ اولیاء کی معیت رسول سے علیحدہ ہو کر نہیں ہوتی، بلکہ اطاعت رسول ہی کرنی پڑتی ہے اولیاء اسی لئے آتے ہیں کہ رسول کریم صلعم کی طرف متوجہ متوجہ کریں۔

دعوت الی اللہ کا مقدس کام

اس کے بعد فرمایا ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ اس شخص سے بڑھکر بہترین قول کس کا ہے جو اللہ کی طرف بلاتا ہے وقال اننی من المسلمین اور وہ اپنے عمل سے بتاتا ہے کہ میں

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

انگریز نو مسلم کا سوال

روزنامہ "پاکستان ٹائمز" کے لندنی نامہ نگار کی طرف سے ایک انگریز نو مسلم مسٹر عبدالرزاق ہنویک ..... (Hunwick) کا ایک سوال ۲۰ اگست کے پرچہ میں شائع ہوا ہے، جس میں مختلف ممالک کے ایک درجن مسلمان علماء سے ایک اہم مسئلہ کا جواب بذریعہ خطوط طلب کیا گیا ہے۔ مسٹر ہنویک نے جسے بقول نامہ نگار مذکور اسلام قبول کئے ہوئے ایک سال کا عرصہ گذر چکا ہے اپنے خط میں لکھا ہے:۔

"مَیں آپ کی خدمت میں یہ خط اس لئے لکھ رہا ہوں کہ ایک اہم مسئلہ کے متعلق جو مجھے پیش آ رہا ہے آپ سے امداد اور مشورہ طلب کروں جو میرے لئے باعث ممنونیت ہوگا۔"

"میرا مسئلہ اسلام کی "آفیشل زبان" کے متعلق ہے، میں سالہائے ماسبق میں بائبل کو اپنی زبان میں پڑھنے اور دعا کرنے کا عادی تھا، اب بحیثیت مسلمان میرے لئے عربی زبان میں نماز پڑھنا اور قرآن کریم کی تلاوت کرنا ضروری ہے۔ میں عربی زبان بہت زیادہ نہیں سمجھ سکتا اگرچہ میں بہت محنت کے ساتھ پڑھ رہا ہوں اور اب مَیں محسوس کر رہا ہوں کہ اپنی نماز کو عربی زبان کے ساتھ (اگرچہ وہ بہت خوبصورت زبان ہے) بندھ جانے کی وجہ سے روحانی لذت مجھے حاصل نہیں ہو سکتی۔"

"میں آپ کا بہت شکر گذار ہونگا اگر آپ مجھے بتائیں کہ کیا میں اپنی نماز انگریزی زبان میں ادا کر سکتا ہوں؟ مجھے خوشی ہوگی اگر اس مسئلہ کو پورے طور پر سمجھنے کے لئے آپ متقدمین میں سے کسی بہت بڑے مسلمان عالم کی سند پیش کر سکیں، جن کی کتب کو نماز اور قرآن غیر عربی زبان میں پڑھنے کے متعلق مَیں مطالعہ کر سکوں، اگرچہ یہ میرا ذاتی مسئلہ ہے لیکن مجھے محسوس ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ بہت سے غیر عربی زبان بولنے والوں بالخصوص اہل یورپ کے لئے قبولِ اسلام کے راستہ میں ایک روک بنا ہوا ہے"۔

مسٹر ہنویک نے یہ سوال جن علماء کو لکھ کر بھیجا ہے ان کے نام حسب ذیل ہیں:۔

"مولانا ابوالکلام آزاد، ناظم دارالعلوم دیوبند ہندوستان، شیخ الجامعہ الازہر قاہرہ اور مسلمان علماء کے انڈونیشیا، جن پاکستانی علماء کی رائے طلب کی گئی ہے ان کے نام یہ ہیں:۔ مولانا ابوالاعلےٰ مودودی، مولانا صدرالدین امیر جماعت احمدیہ لاہور، مرزا بشیرالدین محمود احمد ربوہ، خلیفہ عبدالحکیم اسلامک کلچرل سنٹر لاہور، مولانا علاؤالدین صدیقی ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک کلچر پنجاب یونیورسٹی، مولوی غلام احمد پرویز ایڈیٹر طلوع اسلام اور چیئرمین آف دی ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک کلچر پشاور یونیورسٹی۔

یہ سوال کیونکر اور کہاں سے پیدا ہوا؟ اس کی داستان بھی نامہ نگار مذکور کی زبان سے سن لیجئے لکھا ہے:

"انگریز مسلمان نے نماز کی زبان کے متعلق علمائے عالم سے جو مشورہ طلب کیا ہے اس کی تحریک اس واقعہ کے معاً بعد ہوئی کہ جب لندن میں عیدالاضحےٰ کی نماز اُردو میں ادا کی گئی یاد ہوگا کہ گذشتہ ماہ عیدالاضحےٰ کے دن متعدد پاکستانی طلباء نے عید کی نماز کا اہتمام ایک جگہ کیا جس میں امام نے عربی اور اُردو میں نماز پڑھائی اور انہیں قرآن کریم کی تلاوت کرنے کے بعد اُردو میں ترجمہ بھی پڑھا۔

اس نماز کا اہتمام کرنے والوں نے مستند علماء کی رائے اس مسئلہ کے متعلق حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن نماز سے پہلے انہیں کوئی کامیابی نہ ہوئی، اہتمام کرنے والوں میں سے ایک کا بیان ہے کہ کم ازکم ایک مسلمان عالم نے جس سے اس مسئلہ کے متعلق رائے طلب کی گئی، اس کو صحیح قرار دیا، لیکن انہوں نے کوئی تحریری فتوےٰ نہ دیا"

نامہ نگار پاکستان ٹائمز کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ یہ وہی فتنہ ہے جس کی ابتداء گذشتہ عیدالفطر کے موقع پر جناح باغ لاہور میں محکمہ بحالیات کے سیکرٹری مسٹر مسعود نے کی تھی، وہی اس فتنہ کے جراثیم لندن میں لے کر گئے اور وہاں پاکستانی طلباء میں انہیں پھیلا دیئے پھر اب انگریز نو مسلمین کو بھی متاثر کر رہے ہیں، اور بجائے اس کے کہ خود براہ راست علماء سے اس مسئلہ کا حل چاہتے ایک انگریز نو مسلم کے ذریعہ اس مسئلہ کو مسلمانانِ عالم کے سامنے رکھا ہے۔

اصل سوال کا جواب دینا تو ان علماء ہی کا کام ہے، جن کو خطوط لکھے گئے ہیں ..... لیکن اس ضمن میں ایک قابلِ غور بات یہ ہے کہ مسٹر ہنویک کو بقول نامہ نگار پاکستان ٹائمز مسلمان ہوئے ایک سال کا عرصہ گذر چکا ہے اور ابھی تک وہ نماز عربی میں نہیں پڑھ سکے، حالانکہ زیادہ سے زیادہ ایک ماہ کے عرصہ میں نماز عربی زبان میں نہ صرف زبانی یاد کی جا سکتی ہے بلکہ اس کا ترجمہ اور مفہوم بھی معلوم کیا جا سکتا ہے، پھر حیرت ہے کہ مسٹر ہنویک اس اعتراف کے باوجود کہ عربی بہت خوبصورت اور دلنشین زبان ہے، کیوں ایک سال کے عرصہ میں نماز کو عربی زبان میں نہ پڑھ سکے۔ اور کیوں انہیں اس بات پر اصرار ہے کہ نماز کو عربی زبان میں پڑھنے سے ان کو روحانی لذت حاصل نہیں ہوتی! اور انگریزی زبان میں پڑھنے ہی سے انہیں روحانی لذت حاصل ہوتی ہے، اگر انہیں عربی میں پڑھنے یا اس کا مفہوم سمجھنے میں کوئی مشکلات حائل تھیں تو وہ ووکنگ مسلم مشن سے رجوع کر سکتے تھے، جہاں سے انہیں حسب خواہش مدد مل سکتی تھی، عربی زبان کی خوبصورتی اور دلآویزی کا اعتراف کرنے کے باوجود یہ کہنا کہ اس سے انہیں روحانی لذت حاصل نہیں ہوتی، ایک عجیب بات ہے، روحانی لذت تو اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب نماز میں انسان کی پوری توجہ اللہ تعالےٰ کی طرف ہو، اور جو لفظ زبان سے نکلتے ہیں ان کا مفہوم سمجھتا ہو، ورنہ مادری زبان میں رٹے ہوئے الفاظ بھی اگر طوطے کی طرح پڑھتے چلے جائیں تو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

پھر ایک حیرتناک امر یہ ہے کہ علماء سے یہ بھی توقع کی گئی ہے کہ جواب دیتے وقت وہ متقدمین کی کتب کے حوالے بھی دیں تاکہ مستفسر صاحب جو عربی سے نابلد محض ہیں ان کتب کو خود مطالعہ کر سکیں، معلوم نہیں اس وقت عربی زبان انہیں کیسے آ جائے گی۔

پھر سوال میں نماز ہی کو غیر عربی زبان میں پڑھنے کا فتوےٰ طلب نہیں کیا گیا بلکہ قرآن کریم بھی انگریزی ہی میں پڑھنے کا جواز مانگا گیا ہے، بالفاظ دیگر قرآن کے بھی صرف ترجمہ پر انحصار کر کے اس کی اصلیت کو ملیا میٹ کرنے کا ارادہ کیا جا رہا ہے یہ ایک خطرناک فتنہ ہے جس کا سدباب ابھی سے نہایت ضروری ہے اور ہمیں امید ہے کہ تمام علماء جن سے یہ سوال پوچھا گیا ہے متفقہ طور پر اس کے خلاف فتوےٰ دے کر اس فتنہ کو مٹانے کا اہتمام کریں گے۔

آپ کے خطوط

قاضی محمد یوسف کا جواب

قاضی محمد یوسف صاحب نے مؤرخہ ۲۵ کے الفضل میں میرے مضمون مندرجہ پیغام صلح کا جواب جناب خانبہادر محمد دلاور خان صاحب کے کہنے پر دیا ہے۔ مضمون میں قاضی صاحب نے لکھا ہے۔ کہ میں نے ان پر جھوٹ باندھا ہے اور بہتان سے کام لیا ہے۔ اور آخر پر اپنے آپکو بری الذمہ قرار دے کر لعنۃ اللہ علے الکاذبین تحریر کیا ہے اس کے جواب میں میں ان اشخاص کے نام نہیں لینا چاہتا جن کے سامنے قاضی صاحب نے وہ باتیں کہی تھیں جو میں نے اپنے مضمون میں لکھی ہیں۔ صرف اتنا لکھدیتا ہوں۔ میں چار دفعہ خدا کو ... حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے قاضی محمد یوسف کے بارے میں لکھا تھا وہ درست تھا۔ اور قطعی سچ تھا۔ اور اس میں جھوٹ کا ایک شائبہ بھی نہ تھا۔ اور پانچویں دفعہ کہتا ہوں۔ اور خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ قاضی صاحب نے مجھ پر جھوٹ باندھنے کا ... جو الزام لگایا ہے، وہ صریحاً غلط ہے۔

محمد زمان - چارسدہ

ایک غلط بیانی

مجھے ایک قادیانی دوست نے ملک عبدالرحمان صاحب خادم کا ایک رسالہ موسومہ "چوہدری محمد حسن چیمہ کی افترا پردازیوں کا جواب" برائے مطالعہ دیا۔ اس کے تعارفی نوٹ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ یہ چیمہ صاحب کے رسالہ "ملک عبدالرحمن خادم کی افترا پردازیاں اور بہتان طرازیاں" کا جواب ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ یہ مضمون اس قدر مبتذل اور شرافت و اخلاق کی حدود سے متجاوز تھا کہ پیغام صلح نے بھی اپنے صفحات کو اس کے گند کا متحمل نہ پایا کہ چیمہ صاحب کے اصرار کے باوجود اسے شائع کرنے سے انکار کر دیا۔ اس سے ذرا آگے چل کر یہی حق و صداقت کے پیکر بزرگ یوں گویا ہوئے کہ چیمہ صاحب نے اپنی کھسیاہٹ کو چھپانے کے لئے "پیغام صلح" کے انکار کے باوجود اس کو علیحدہ ٹریکٹ کی شکل میں چھپوانا ضروری سمجھا۔

حضرت خادم کے یہ مطبوعہ ریمارکس میرے لئے ایک گونہ موجب حیرت و استعجاب ہوئے اس لئے میں نے چیمہ صاحب سے ان کے اس ٹریکٹ کی ایک کاپی طلب کی تاکہ دیکھوں اس میں کیا گند بھرا ہے۔ جب ٹریکٹ آیا تو سب سے پہلے یہ حقیقت سامنے آئی کہ یہ چیمہ صاحب کا اپنا شائع کردہ نہیں بلکہ ہماری صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا شائع شدہ ہے۔ اس پر بے ساختہ زبان سے انا للہ وانا الیہ راجعون نکلا۔ گویا جناب خادم صاحب نے اپنے جوابی رسالہ کی بسم اللہ ہی غلط بیانی سے شروع کی۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ یہ بزرگ تبلیغ اسلام کے مقدس کام کے دعی ہونے کے علاوہ ایک ایسی برگزیدہ ہستی کے ساتھ اپنی وابستگی کا اظہار کر رہے ہیں جو دنیا میں حق قائم کرنے اور باطل مٹانے آیا تھا۔ مگر عملاً اس کی تعلیمات سے عمداً بیگانگی ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر خلاف واقعہ بیانات شائع کرنا اور پھر اس پر اترانا کچھ انہی کو زیب دیتا ہے۔

خاکسار - شیخ خلیل الحق ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ جیل ایبٹ آباد

ربوی بہنوں کو دعوت

۷ راگست کے پیغام صلح میں بہن فاطمہ حکیم صاحبہ کا ایک مقالہ "بنام لجنہ اماء اللہ وزیر آباد" پڑھا۔ جس میں چند ایک مخصوص ربوی بہنوں اور بزرگ خواتین کی خود ستائی کا ایک شاندار بیان کیا گیا ہے، اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ انہوں نے جماعت احمدیہ لاہور کی خواتین اور نوجوانوں پر زبان طعن دراز کی کہ ان میں تبلیغی جوش و خروش نہیں۔ اس سلسلہ میں میں یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ جماعت لاہور میں ابھی خدا کے فضل و کرم سے ایسی خواتین زندہ ہیں جن کے سینوں میں احمدیت بھری ہوئی ہے اور جن کی مخلصانہ کاوشوں سے ہزاروں نوجوان پلے اور بڑھے ہیں۔ اور وہ خواتین غیر احمدی خواتین کی ہر مجلس میں برملا اپنے مشن اور اپنی تبلیغ کو پیش کرنے کی اہل ہیں اور جب ضرورت ہو پیش کرتی ہیں۔ ربوی خواتین کی جرأت تبلیغ کے متعلق میں جو خود شاہد ہوں کیسے کہدوں کہ سو میں سے پانچ ہی کسی بھری مجلس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو علی الاعلان پیش کرنے کی ہمت رکھتی ہیں، اس جوش تبلیغ کا مقابلہ کرنے کے لئے میں حضرت امیر مرحوم مولنا محمد علی صاحب کی تقلید میں ایک تجویز پیش کرتی ہوں، حضرت مولانا مرحوم نے ایک موقعہ پر میاں محمود احمد صاحب کو دعوت دی تھی کہ محض بنی بنائی اکثریت پر ناز کرنا کوئی شاندار کارنامہ نہیں ہو سکتا بہتر ہو کہ دونوں احمدی جماعتیں دو علاقے اپنی اپنی تبلیغ کے لئے چن لیں جس علاقے میں جو فریق دوسرے فریق کے مقابل پر مقررہ وقت کے اندر اندر موثر تبلیغی ثبوت مہیا کر دے اس جماعت کے اصل اور فعال احمدی ہونے کا خود بخود فیصلہ ہو جائے گا۔ اور یہ بھی کہ کس جماعت میں جمود ہے۔ خواہ وہ پہلے سے کتنی ہی بڑی اکثریت کی مالک کیوں نہ ہو۔ بعینہٖ آج بھی ہماری جانب سے دعوت تبلیغ کا دروازہ کھلا ہے۔ کیا ہی اچھی بات ہو گی کہ ادھر تو ربوی خواتین اپنی تبلیغی محنت کا زیادہ سے زیادہ ثبوت مہیا کرنے کی کوشش کریں اور ادھر جماعت لاہور کی خواتین غیر احمدی خواتین کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصل مسلک (باقی بر کالم ۳)

جرمنی میں اسلام کی تبلیغی سرگرمیاں

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

پیر ۱۵ر جولائی - ڈنمارک سے بعض مسافر مسجد دیکھنے کے لئے آئے اور انہوں نے اسلام کے متعلق واقفیت حاصل کی۔

بدھ ۱۷ر جولائی - امام صاحب نے قدر اور تقدیر پر لیکچر دیتے ہوئے بتایا کہ تقدیر قرآن کی زبان میں ایک عالمی قانون الہیٰ ہے جو انسانی معاملات اور تمام کائنات میں کام کر رہا ہے۔

جمعہ ۱۹ر جولائی - خطبہ جمعہ میں امام صاحب نے زندگی بعد الموت پر تقریر کی اور روحانی زندگی کے متعلق آیات قرآنی پڑھکر سنائیں۔

اتوار ۲۱ر جولائی - مسز ایلینہ موسلر نے بچوں کو سورۃ یوسف سے سبق دیا۔

مشرقی جرمنی کے مقام Zossen سے ایک پادری صاحب دس شاگردوں کے ساتھ مسجد دیکھنے آئے اور اسلام کے متعلق واقفیت حاصل کی،

پیر ۲۲ر جولائی - مغربی جرمنی سے بعض اشخاص مسجد دیکھنے آئے اور اسلام کے متعلق واقفیت حاصل کی۔

منگل ۲۳ر جولائی - مسز ایلینہ موسلر کو ایک لٹریری سرکل میں شمولیت کی دعوت آئی، جہاں انہوں نے اسلام اور برلن مسجد کے متعلق تقریر کی۔

بدھ ۲۴ر جولائی - امام صاحب نے قدر اور تقدیر پر اپنا لیکچر جاری رکھتے ہوئے بتایا کہ قسمت کا مفہوم جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے قرآن کریم سے اس کی تائید نہیں ہوتی اور کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو کچھ قوٰے دیئے ہیں جن کو وہ کچھ پابندیوں کے ساتھ استعمال میں لا سکتا ہے اور انہی قوٰے کو ایک دوسرے طریق پر استعمال کرنے سے نیکی یا بدی پیدا ہوتی ہے۔

جمعہ ۲۶ر جولائی - خطبہ جمعہ میں امام صاحب نے بتایا کہ اسلام نے اللہ تعالےٰ کی عالمگیر الوہیت اور عالمگیر انسانی برادری کی بنیاد رکھی ہے۔

اتوار ۲۸ر جولائی - صبح کے وقت RIAS میں ایک ریڈیو نشریہ عمل میں آیا اور ہماری کمیونٹی کے ایک معزز رکن نے ہمارے مذہب کے بنیادی اصولوں پر تقریر نشر کی۔

مسز ایلینہ موسلر نے بچوں کو سورۃ یوسف کا سبق دیا۔

سہ پہر کو کمیونٹی کے تمام افراد نماز عصر کے لئے مسجد میں اکٹھے ہوئے جس کے بعد کمیونٹی ہاؤس میں اختتام سال کی تقریب منائی گئی اور امام صاحب نے شریعت اور قانون پر لیکچر دیا۔ جس کے بعد نماز مغرب پڑھکر تقریب ختم ہو گئی۔

بدھ ۳۱ر جولائی - قرآن کے درس میں امام صاحب نے اسلام کے بنیادی اصول ایمان اور عمل یا نظری اور عملی پہلو پر تقریر کی ایک پروٹسٹنٹ پادری صاحب اور کچھ نوجوان اس موقعہ پر موجود تھے، جن کے ...

بُرائی سے محبت اور پیر پرستانہ ذہنیت

اہلِ ربوہ کا افسوسناک طرزِ عمل اور اعترافِ شکست

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۳ اگست ۱۹۵۷ء فرمودہ محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

افمن زین لہ سوء عملہ فراٰہ حسنًا فان اللہ یضل من یشاء ویھدی من یشاء فلا تذھب نفسک علیھم حسرات ان اللہ علیم بما یصنعون

(سورہ فاطر آیت ۹)

نیکی یا بدی کو اختیار کرنے میں انسان کو آزاد پیدا کیا گیا

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پاک فطرت دے کر پیدا کیا ہے لیکن چونکہ اس کے افعال پر اجر مترتب ہوتا ہے، اس لئے اسے آزاد رکھا ہے، ہر ایک چیز جو اس کے لئے ضروری تھی اُسے دے کر آزاد چھوڑ دیا ہے کہ وہ خود دیکھے کہ کونسا رستہ اختیار کرتا ہے، ایک جگہ فرمایا و نفس وما سوٰھا یہ انسانی نفس اس کو دیکھو کیا بنایا ہے اس کی ساخت کو دیکھئے، اس کے دماغ کی بناوٹ کو دیکھئے کیا عجیب قویٰ اس میں رکھے ہیں فالھمھا فجورھا وتقوٰھا ہم نے اسے بدی اور نیکی دونوں کے متعلق الہام کر دیا یہاں فجور کو پہلے رکھا ہے کیونکہ جو بُرائی کو ترک نہ کرے وہ نیکی کو حاصل نہیں کر سکتا، قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا۔ اگر ان قویٰ کی آبیاری کرتا اور ترقی دیتا ہے تو کامیاب ہو گیا اور جس نے ان قویٰ کو دبا دیا اور اُن سے کام نہ لیا وہ خائب و خاسر ہو گیا، تو اللہ تعالیٰ نے بندہ کے متعلق اپنے فرض کو ادا کر دیا، اب یہ بندہ کا کام ہے کہ وہ نیکی یا بدی کا رستہ اختیار کرے۔

بدی سے محبت فطرت کے مسخ ہونے کا نتیجہ ہے

بعض لوگوں کو بُرے کاموں سے محبت ہو جاتی ہے اور انہیں بُرائی خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔ اُن کی فطرت مسخ ہو چکی ہوتی ہے اور شیطان کا ان پر پورا تسلط ہوتا ہے۔ یہ جتنے جرائم پیشہ لوگ ہیں وہ جرم کر کے خوش ہوتے ہیں اور اسے فخر کا موجب سمجھتے ہیں، ایک چور چوری کرتا ہے، ایک ڈاکو قتل و غارت کرتا اور لوگوں کے مال لوٹتا ہے۔ لیکن اپنے اس فعل پر نادم نہیں ہوتا، ایک شخص دھوکا فریب سے دوسرے کا مال ہتھیا لیتا ہے اور اس پر فخر کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ میں نے فلاں شخص کو بے وقوف بنایا ہے یا کسی کی بات پر تمسخر اڑاتا ہے اور اس کو اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتا ہے۔ حالانکہ یہ تمام چیزیں مذموم ہیں لیکن سیاہ باطنوں کی نظر میں باعث زینت ہیں۔

اہلِ ربوہ کی گالیاں

مجھے ۲۰ راگست کا الفضل دیکھنے کا اتفاق ہوا، یہی نقشہ مجھے اس میں نظر آیا آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے ایک خطبہ میں کہا تھا کہ میاں صاحب کے ایک مرید نے میرے ٹریکٹ خطاب با اہلِ ربوہ نمبر ۲ کے حاشیوں پر گالیاں لکھ کر مجھے واپس کر دیا۔ اس پر ایڈیٹر "الفضل" لکھتا ہے کہ جس نے یہ فعل کیا نہایت کمینہ حرکت کی، لیکن آپ یہ سن کر متعجب ہوں گے کہ خود "الفضل" کے مضمون کی بہت ہی کم سطریں ہوں گی جو گالیوں سے پُر نہ ہوں، حیرت ہے کہ جس فعل کو کمینہ حرکت کہا وہ بلکہ اس سے بڑھکر کمینہ حرکت کا ارتکاب خود کیا، اور پھر یہ بھی لکھدیا کہ اس انتہائی محبت کی وجہ سے جو اس شخص کو اپنے امام سے ہے، اس نے غیرت کھا کر لکھ دیا ہو گا اور اس طرح بد اخلاقی اور جرم کا جواز نکالا اور پھر ارشاد ہوتا ہے کہ میں ان گالیوں کو شائع کر دوں گویا کہ ان گالیوں سے جو خود بھی اپنے امام کی محبت میں نکالتے ہیں تسلی نہیں ہوتی۔ اور اب اپنے پیر بھائی کی مغلظ گالیوں کو پڑھکر کلیجہ ٹھنڈا کرنا چاہتے ہیں۔

شکست کا اعتراف

یہ افمن زین لہ سوء عملہ فراٰہ حسنًا کی بدترین مثال ہے دراصل گالیوں پر اُتر آنا فی الحقیقت اپنی شکست کا اعتراف کرنا ہی، طاقتور کے مقابل پر کمزور جب مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتا تو چیخنا چلانا اور گالیاں دینا شروع کرتا ہے یہ ہار جانے کی پکی نشانی ہے۔ اس جماعت کی جس نے امام وقت کو مانا ہوا ہے یہ حالت ہو، بہت ہی افسوسناک بات ہے، میں نے تو انہیں کوئی بُرا بھلا نہیں کہا۔

مباہلہ کیوں نہیں؟

میرا مشورہ صرف یہ تھا کہ اپنے چال چلن کی پاکیزگی ثابت کرنے کے لئے میاں صاحب کیوں ان لوگوں سے مباہلہ نہیں کرتے جو ان پر الزام لگاتے اور مباہلہ کا چیلنج دیتے ہیں، اور بھی چند باتیں تھیں جنہیں صاف کرنے کے لئے میں نے ان سے چند مطالبات کئے تھے، آخر ہمارا بھی حق ہے کہ ہم ان سے سوال کریں وہ مسیح موعود کے نمائندہ کی حیثیت سے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔ اور انکے مریدین اس وقت بھی جب وہ قادیان میں تھے، ہمیں قادیان ... جانے کا مشورہ دیتے تھے اور اب بھی کہتے ہیں کہ چلو ربوہ چل کر بیعت کر لو، آخر وہ جو میاں صاحب کو ہم سے منوانا چاہتے ہیں، ہمیں حق دیں کہ ہم اپنے شکوک کا ازالہ میاں صاحب سے کرائیں، اور جو باتیں ہمیں کھٹکتی ہیں انہیں صاف کرائیں، اس پر اُن کے مریدین کا بگڑنا اور گالیاں دینا کوئی صداقت کی دلیل نہیں ہو سکتی۔

اولاد کے متعلق دعائیں اور پیشگوئیاں دلیل صداقت نہیں

کہا جاتا ہے کہ میاں صاحب کے متعلق حضرت مسیح موعود کی دعائیں اور ان کی پیشگوئی ہے، حضرت صاحب نے جو اپنے بچوں کے متعلق پیشگوئیاں کی ہیں وہ ان کے لئے وجہ فضیلت نہیں ہو سکتیں، ہاں اس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صاحب پر اظہار علی الغیب ہوتا تھا۔ اس میں حضرت صاحب کی بڑائی تو بے شک ہے، کہ آپ نے بیٹوں کی پیدائش کی پیش از وقت خبریں دیں۔ لیکن بیٹوں کی فضیلت اس میں کوئی نہیں۔ ان کی فضیلت ان کے اعمال حسنہ بجا لانے میں ہے اس لئے میاں صاحب کے متعلق حضرت صاحب کی پیشگوئیوں کو درمیان میں لانا عبث ہے، اس پر بحث کرتے ہوئے چالیس سال گذر گئے، ان چیزوں کو درمیان میں لانا ما بہ النزاع امر کو بطور دلیل پیش کرنا ہے، یہ جو کہا جاتا ہے حضرت صاحب نے اُن کے لئے دعائیں کیں یہ بھی کوئی اُن کی صداقت کی دلیل نہیں ہو سکتی، آپ نے بطور تفاول اپنی اولاد کے لئے دعا کی اور ہر باپ اپنی اولاد کے لئے نیکی کی دعا کرتا ہے صرف دعا سے تو کوئی شخص پاک اور مقدس نہیں بن جاتا۔ نہ کوئی الہام کسی کو ہمیشہ کے لئے پاک بنا سکتا ہے آپ نے سُنا ہو گا کہ لدھیانہ میں میر عباس علی شاہ حضرت صاحب کے ایک مخلص مرید تھے، ان کے متعلق الہام بھی ہوا تھا اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء لیکن بعد میں وہ مرتد ہو گیا، تو حضرت صاحب نے لکھا کہ تو وہ الہام اس کی اس وقت کی حالت کی بناء پر تھا، اور ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص بہشت کو جا رہا ہو، اور ایک بالشت کا فاصلہ رہ جانے پر اس کی حالت بدل جائے اور وہ دوزخ میں جا پڑے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی طرف سے بھی ایک شخص کے متعلق اچھی خبر آ جائے تو پھر جب وہ اپنی حالت کو بدل دے اور احکام الٰہی کے خلاف چلے تو وہ الہام منسوخ ہو جاتا ہے۔ اس لئے حضرت صاحب کی اولاد یا میاں صاحب کے متعلق کسی الہام کو بطور دلیل پیش کرنا بالکل غلط طریق ہے اس سے ان کی نہ فضیلت ثابت ہوتی ہے، اور نہ محض الہام کی وجہ سے وہ پاک ہو سکتے ہیں،

پھر میں کہتا ہوں ایک شخص جو اتنی بڑی جماعت کا امام کہلاتا ہے اس کی زندگی اگر داغدار ہو، اور اس پر خود اس کے مریدین الزام لگائیں، تو بتاؤ ہم کیا کریں ایک دفعہ نہیں کم از کم پانچ دفعہ مختلف اطراف سے الزام ان پر لگتا ہے اور ایک ہی خاص بات کے متعلق لگتا ہے اور انہیں اپنی پاکدامنی ثابت کرنے کے لئے مباہلہ کا چیلنج دیا جاتا ہے لیکن وہ جواب تک نہیں

دیتے، اس سے کیا اثر دوسروں پر پڑ سکتا ہے، وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم اپنے گھر میں بیٹھ کر جو چاہیں کرتے چلے جائیں، یہ تحریریں باہر جاتی ہیں، لوگ آنکھیں رکھتے ہیں" ان باتوں سے کوئی اچھا اثر نہیں لے سکتے۔

کمیشن مقرر کریں

افسوس ہے کہ اس قسم کی باتوں پر یہ لوگ خوش ہوتے ہیں، یہ بھی ایک ذہنیت ہے۔ کئی لوگ ہیں جو اپنے ملک کے لئے بڑے بڑے جرائم کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے بڑا نیک کام کیا ہے، کئی پیر کی بُری باتوں کو اچھا کر کے پیش کرتے ہیں، ان لوگوں کو خدا پر ایمان نہیں ہوتا، ان کو یوم حساب یاد نہیں، آخر میاں صاحب کے متعلق جو باتیں کہی جاتی ہیں کیوں ان کو صاف نہیں کیا جاتا، اگر ان کو اور ان کے مریدوں کو میرے مشورے اور مطالبات پر اعتراض ہے تو ان کے جائز اور ناجائز ہونے پر ایک غیر جانبدار کمیشن مقرر کریں جو فیصلہ کرے کہ کون حق پر ہے۔

حق کیلئے گالیاں سُننا باعث مسرّت ہے

اللہ بہتر جانتا ہے، میری کوئی نفسانی غرض اس میں نہیں اور نہ مجھے گالیاں سن کر کوئی ملال ہوا ہے، بلکہ خوشی ہوتی ہے کہ حق کی خاطر گالیاں سننی پڑیں، آپ کو معلوم ہوگا حضرت مسیح موعودؑ کو جب یہ خبر سنائی گئی کہ آپ کے وارنٹ بلا ضمانت جاری ہوئے ہیں تو آپ نے ہنس کر فرمایا کہ لوگ دنیا کی خاطر سونے کے کنگن پہنتے ہیں۔ اگر مجھے دین کے لئے لوہے کے کنگن پہنائے جائیں تو اس میں کیا ملال کی بات ہے، وہ شخص جو حق پر ہے اسے اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ کوئی شخص اس سے کیا سلوک کرتا ہے اسے حق بات پہنچانے سے غرض ہوتی ہے،

داغدار چال چلن رکھنے والا قابل اعتماد نہیں ہو سکتا

تو اپنی آسانی راہ ام کے لئے ہے کہ ایک غیر جانبدار کمیشن بٹھائیں، میں پہلے خطبہ میں اس بات کو صاف کر آیا ہوں کہ جب ایک شخص کی زندگی پر حرف ہو تو مجھے اس کی ضرورت نہیں کہ اس کی پاکیزگی کے متعلق تحقیقات کرتا پھروں، جیسے آئمہ حدیث نے ایسے شخص کی حدیث کو قبول کرنے سے انکار کر دیا جس پر جھوٹ کا الزام عائد ہوتا تھا، یا ایک بھی اس کا جھوٹ ثابت ہوتا تھا، وجہ یہ ہے کہ دین کا معاملہ بڑا نازک ہے، جس شخص کا چال چلن معرض اعتراض میں ہو، دین کے معاملے میں اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، میں نے اسی لئے کہا تھا کہ میاں صاحب کے متعلق غور کرنے کی بھی ضرورت نہیں ان پر جو الزام لگایا جاتا ہے وہ بڑا سنگین گناہ کبیرہ ہے، اور جب انکو مباہلہ کے لئے کہا جاتا ہے تو وہ اس طرف توجہ ہی نہیں کرتے، اصل میں ان کی مجرم ضمیر انکو اس طرف آنے نہیں دیتی۔

الزام لگانیوالوں پر ازالہ حیثیت کا دعویٰ کرو

میں کہتا ہوں اگر وہ مباہلہ نہیں کرنا چاہتے، اور کمیشن بھی نہیں بٹھاتے تو ان لوگوں پر جو ان پر الزام لگاتے ہیں ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ ہی کر دیں، اور اگر وہ خود نہیں کرتے تو ان کا کوئی باعزت مرید ہی ایسا دعوےٰ کرے آخر کسی طریق سے تو انہیں اپنی بریت کرانی چاہیئے لیکن میں وثوق سے کہتا ہوں کہ وہ ہرگز ہرگز اپنی بریت کے وہ ذرائع جو میں نے تجویز کئے ہیں قبول نہیں کریں گے کیونکہ ان میں ان کی موت ہے،

مرحوم آغا خاں کا عقلمندانہ اقدام

یہ پیر پرستی جس پر سوار ہو جاتی ہے، اس کی عقل بُدھ ماری جاتی ہے، اس کی ایک تازہ مثال ہمارے سامنے ہے، آپ جانتے ہیں سر آغا خاں مرحوم اپنی جماعت کے امام تھے، انہوں نے مرنے سے پہلے نہایت عقلمندی سے اپنے پوتے کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کے بڑے بیٹے کے متعلق جو قصے زبان زد خلائق ہو چکے ہیں ان کی موجودگی میں کو جماعت انکار نہ کرے مگر دنیا کیا کہے گی، اس لئے انہوں نے اپنے پوتے کو اپنا جانشین تجویز کیا جس کے خلاف آج تک کوئی آواز نہیں اٹھی۔

قوم کی پیر پرستانہ ذہنیت

اب اس پیر پرست قوم کی ذہنیت ملاحظہ ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر پرنس علی نامزد ہوتا تو انہیں انکار نہ ہوتا۔ ان کے خیال میں جو بھی نامزد ہو وہ روحانی انسان بن جاتا ہے اور اس کا حکم خدا کا حکم ہو جاتا ہے اس کی حکم عدولی یا خدا کا غضب ہے۔ آغا خانی کوئی جاہل لوگ نہیں، ان میں اعلیٰ تعلیمیافتہ، بڑے حکیم، تاجر، کروڑ پتی، سیٹھ، ڈاکٹر بیرسٹر، جج موجود ہیں اور وہ دنیا کے ایک وسیع حصہ پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اب اگر انہیں کوئی لاکھ سمجھائے لیکن یہ امامت کا بھوت ان پر ایسا سوار ہے کہ اس کے خلاف کوئی دلیل ان کے دماغ میں داخل ہی نہیں ہو سکتی۔ بعینہ یہ ہی حال میاں صاحب کے مریدوں کا ہے ان پر خلیفۃ المسیح کا جادو سوار ہے ان کو کسی اور امر سے آغا خانیوں کی طرح کوئی غرض نہیں۔

مسلمانوں کو عقل سے کام لینے کی تلقین

انسان جب ایک غلط رستہ کو اختیار کر لے تو اس کی صحیح راستہ پر نظر ہی نہیں جمتی، ایک مسلمان کو تو یہ تعلیم دی گئی تھی، والذین اذا ذکروا بآیات ربھم لم یخروا علیھا صما وعمیانا مومن کی یہ شان ہے کہ اگر خدا کی بھی آیات کا ذکر اس کے سامنے کیا جائے تو وہ بہرا اور اندھا ہو کر اس پر نہیں گر پڑتا۔ گویا ہمیں تلقین کی گئی تھی کہ ہر چیز کو سوچ سمجھ کر قبول کریں اس میں یہ فلسفہ ہے کہ اگر بلا سوچے سمجھے اندھے، اور بہرے ہو کر مان لیں تو نہ قوت ایمان پیدا ہوتی ہے اور نہ قوت عمل، لیکن ان پیر پرستوں کی ذہنیت یہ ہو جاتی ہے کہ جو کچھ پیر صاحب کے کندھوں پر ہوگا ..... اور ہم سے کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ یہ غلط ہے، خدا کا فرمان ہے کہ لا تزر

ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ

پیر پرستی کے جرائیم

مجھے اس بات پر بڑا دُکھ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ماننے والوں میں سے ایک ابتلا آنے پر ۹۵ فیصدی احمدی منہ کے بل گر گئے اور اندھی پیر پرستی میں مبتلا ہو گئے۔ اصل میں اس زمانہ میں پیر پرستی مسلمانوں میں سرایت کر چکی ہوئی ہے، ہم سب بھی انہیں میں سے آئے تھے وہی جرائیم موجود تھے، شکر ہے کہ پانچ فیصدی بچ گئے۔ مجھے اس بات کا قلق ہے کہ حضرت امام نے تو ہمیں توحید کے بلند مقام پر کھڑا کیا تھا لیکن افسوس ہے کہ جماعت کے بڑے حصہ نے انسان پرستی اختیار کر لی قرآن کریم نے مشرک کی ایک یہ بھی مثال دی ہے، کہ آسمان سے ایک چیز گری اور اسے پرندہ اُچک کر دُور لے گیا، مسلمان تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے کھڑے کئے گئے تھے۔ لیکن اب اس کا اُلٹ ہے، منکر کا امر کیا جاتا ہے اور معروف سے روکا جاتا ہے ایسے لوگوں کے لئے فلا تذھب نفسك حسرات کے مطابق دل میں کوئی حسرت نہیں۔ ان کا معاملہ خدا پر چھوڑو ان اللہ علیم بما یصنعون۔

میں تو خدا کا شکر کرتا ہوں کہ ۱۹۱۴ء میں جب بہت سے ہمارے بھائی پیر پرستی کی رَو میں بہ گئے تو میرے دل میں ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی تذبذب پیدا نہ ہوا، آپ خوش قسمت ہیں کہ خدا نے آپ کو محفوظ رکھا، لیکن شرک کی یہ ایک قسم ہے جس سے آپ بچ گئے، اور بھی بہت سی شرک کی قسمیں ہیں، ان کا بھی خیال رکھئے اور توحید کے صحیح مقام پر اپنے آپ کو کھڑا کیجئے؟

آپ کے خطوط ـــ بسلسلہ ص ۲)

کی جانب کھینچنے کی کوشش کریں۔ اس طریق سے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو ترقی ہوگی وہاں ہر دو جماعتوں کی خواتین کے تبلیغی جوش و خروش کا بھی موازنہ ہو جائے گا۔ مگر چونکہ یہ بازو آزمائے ہوئے ہیں پس میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ اس دعوت کو ربوی خواتین تو کیا جناب میاں صاحب بھی قبول نہیں فرمائیں گے۔ حضرت امیر مرحوم و مغفور کی دعوت پہ جتنی تو کانوں پڑی کانفرنس لی گئی تھی۔ اسی طرح اس دعوت پر بھی مقابلہ میں آنا ربوی خواتین کے لئے کچھ آسان نہ ہوگا۔ حالانکہ ربوی خواتین کی پہلے سے منظم تبلیغی مجالس موجود ہیں۔ آخر میں یہ ضرور عرض کروں گی کہ میں نے لجنہ اماء اللہ جیسی مجالس سے ہر سمجھدار ربوی بہن کو ناک سکیڑتے ہی دیکھا ہے ـــ اب یہ نہ پوچھئے کہ کیوں ہے؟ –

خاکسارہ ـ مریم لودھی ـ ڈنڈوت

نوجوانوں سے خطاب

ایک امانت

محترم چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

(۳)

عارضی خوشی

میاں صاحب نے جب تحقیقاتی عدالت میں اپنا مسلک وہ بیان کیا جس طرف ہم ۵۰ سال سے دعوت دے رہے ہیں۔ تو ہمیں اس سے بڑی خوشی ہوئی، ہم نے خیال کیا۔ کہ ہم میں اور غیر احمدیوں میں تلخی دور ہو گئی۔ اور مسلمانوں کے تمام فرقے مجتمع ہو کر مخالفین سے مقابلہ کریں گے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پروگرام پر عمل پیرا ہو کر ادیانِ باطلہ پر حجت پوری کر دیں گے۔

مگر افسوس ہماری یہ خوشی عارضی ثابت ہوئی اور ربوہ سے پھر ایک مہم نفرت اور حقارت کی ایسی چلائی گئی ہے جس سے قادیانی احمدیوں کے خلاف اقلیت کا مطالبہ کرنے والوں کے ہاتھ مضبوط ہو جاتے ہیں، ہم نے اپنے ایک مضمون مؤرخہ ۲۲ اپریل ۱۹۵۷ء زیر عنوان

"ربوہ میں تبدیلی عقائد"

میں یہ ثابت کیا تھا۔ کہ میاں صاحب نے اپنے عقائد میں خوشگوار تبدیلی کر دی ہے لیکن ربوہ کے نام نہاد خالد و لیڈروں نے بڑے زور و شور سے ہماری تردید میں مضامین لکھے اور دوبارہ یہ اعلانات شائع کرنے شروع کر دیئے کہ ہم جملہ اہلِ اسلام کو جو مسیح موعود کے منکر ہیں۔ حقیقی طور سے دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔

وہ دائرہ اسلام کے خارج الفاظ نفی کمال کے معنوں میں استعمال نہیں کرتے۔ جیسے کہ حدیث نبوی کا مقصد تھا۔ یا جو کتاب مفردات میں بیان ہوئے جس پر ہم اوپر بحث کر چکے ہیں۔ بلکہ ان الفاظ کو وہ نفی حقیقت کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ابوالعطاء صاحب کا مضمون بعنوان "اہل ربوہ کی طرف سے اہل پیغام کا جواب" الفضل ۲۰ رمئی ۱۹۵۷ء

ابوالعطاء صاحب فرماتے ہیں:-

"یاد رہے۔ کہ ہمارے نزدیک ہمیشہ سے اور آج بھی مسیح موعود کا کلمہ گو منکر حقیقی دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اسمی اور رسمی دائرہ اسلام کے اندر ہے۔ اس میں نہ کبھی تبدیلی ہوئی۔ اور نہ کبھی ہو گی۔ یہ امت کا اجتماعی عقیدہ ہے کہ مسیح موعود کا منکر حقیقی دائرہ اسلام سے خارج ہے"

اس مضمون میں ابوالعطاء صاحب نے لوگوں پر یہ راز منکشف کر دیا ہے۔ کہ خلیفہ صاحب جو ربوہ سے تکلیف گوارا کر کے لاہور تحقیقاتی عدالت کے سامنے پیش ہوئے تو اس وقت زبردست جذبۂ رحم اُن میں موجود تھا۔ اور انہوں نے بکمال الطاف و کرم مغربی پاکستان کی سب سے بڑی عدالت میں آکر ۶ کروڑ مسلمانوں کو یہ مژدہ جانفزا سنایا۔ کہ بھائیو تم ہو تو بے ایمان اور حقیقی معنوں میں دائرہ اسلام سے خارج۔ مگر آج ہم کمال مہربانی اور شفقت سے تمہیں یہ اجازت دیتے ہیں۔ کہ تم اسمی اور رسمی طور پر مسلمان کہلایا کرو۔

ابوالعطاء صاحب کے یہ مضامین اخبار میں چھپ رہے ہیں۔ اور تمام دنیا اس کو پڑھ رہی ہے اور تحقیقاتی عدالت کے ججوں کی نظروں کے سامنے سے بھی گذرتے ہوں گے۔

میاں صاحب نے تحقیقاتی عدالت کے روبرو پیش ہو کر یہ جو اعلان کیا تھا۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے انکار سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ تو دنیا یقیناً اس اعلان کو یہی سمجھتی ہوگی۔ کہ یہ اعلان میاں صاحب نے حضرت مرزا صاحب کے تتبع میں کیا ہے۔ جیسا کہ حضرت صاحب نے تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ پر لکھا تھا کہ:-

"ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے۔ کہ میرے دعوے کے انکار سے کوئی شخص کافر یا دجّال نہیں ہو سکتا"

اور اس پر یہ حاشیہ دے کر اسے اور بھی صاف کر دیا تھا:-

"یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا۔ یہ صرف اُن نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسے ہی جناب الٰہی میں اعلےٰ شان رکھتے ہوں۔ اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں اُن کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔"

اس کے بالمقابل ربوے کا ابوالعطاء دنیا کو یہ بتلانا چاہتا ہے۔ کہ میاں محمود صاحب دنیا کے ۶ کروڑ مسلمانوں کو تحقیقاتی عدالت کے روبرو صرف اس دائرہ اسلام میں داخل کر رہے تھے جو اسلامی حکومت اور ظاہری نظام کی طرف سے مقرر ہے۔ وگرنہ وہ دائرہ اسلام جس میں داخلہ کی پانچ بنیادی شرائط ہیں۔ یا بالفاظ دیگر پانچ ایمانیات ہیں۔ اس کے اندر غیر احمدیوں کو خلیفہ صاحب نے داخل نہیں کیا۔ ابوالعطاء صاحب کے خیال میں اصل مسئلہ زیر بحث یہ تھا۔ کہ آیا غیر احمدی دنیا کو اس دائرے میں سمجھا جائے جو اسلامی حکومت اور ظاہری نظام نے مقرر کیا ہے یا اس سے بھی خارج کر دیا جائے۔ لیکن میاں صاحب نے کمال مہربانی سے یہ گوارہ فرما لیا کہ انہیں ان بیچاروں کو اس اسمی اور رسمی دائرے میں رہنے دیا جائے ابوالعطاء کا یہ کہنا ہے۔ کہ غیر احمدی اسلام کے ایک اہم رکن کے منکر ہیں۔ اس لئے وہ حقیقی دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

ابوالعطاء صاحب کا بیان پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ فی الواقعہ احمدیوں اور غیر احمدیوں میں ایک زبردست بنیادی اصولی اور ایمانیات کا اختلاف ہے جو کبھی مٹ نہیں سکتا۔ اس لئے انہی دنوں میں خلیفہ صاحب کی طرف سے نواب محمد الدین باجوہ کے خاندان کو جو غالی عقیدتمندوں میں سے ہے۔ یہ نوٹس دیا گیا ہے کہ وہ اگر اپنی کسی لڑکی کا رشتہ غیر احمدی کو دیں گے۔ (گو اس لڑکے سے خلیفہ صاحب کی بیعت بھی کرالی ہو) اس کو جماعت سے خارج کر دیا جاوے گا۔

اشتعال انگیزی کی اس مہم کو دیکھ کر ہمیں یہ خطرہ پڑ گیا ہے۔ کہ اہل ربوہ نے کہیں یہ فیصلہ نہ کر لیا ہو۔ کہ ہم اس اسلامی جمہوریہ میں اقلیت بن کر ہی رہیں گے۔ کیونکہ ان کی ایسی اشتعال انگیز اور مفسدہ پرداز تحریروں کی موجودگی میں عدالتیں مجبور ہو جائیں گی کہ یہ فیصلہ دیں۔ کہ "قادیانی احمدی غیر مسلم اقلیت ہیں" اور ہم لوگ جو (لاہوری احمدی ہیں) اس مطالبہ اقلیت کے خلاف ہیں۔ اور ان ربوی تحریروں کی وجہ سے تذبذب میں پڑ گئے ہیں اور مدعی سست اور گواہ چست والا معاملہ بن رہا ہے۔

دراصل بات یہ ہے۔ کہ ربوہ میں فراست اور فقاہت کا فقدان ہو چکا ہے۔ وہاں چند آدمی جھوٹ کے چپوؤں سے کاغذ کی ناؤ چلا رہے ہیں۔ جو اب قریب الغرقاب ہے۔ جماعت میں زبردست انتشار پیدا ہو چکا ہے۔ ذہنوں میں پریشانی ہے۔ غیروں کے مقابلے میں تو یہ لوگ آ نہیں سکتے۔ اس لئے احمدیہ بلڈنگس کی طرف دیکھتے رہتے ہیں۔ اگر وہاں ایک پتہ بھی ہل جائے۔ تو یہ لوگ ربوہ میں طوفان اٹھانے لگ جاتے ہیں۔

[illegible] نے یہ کہا۔ کہ تمہارے خلیفہ صاحب نے اپنے عقائد باطلہ سے رجوع کر لیا ہے۔ تو پھر [illegible] تسلیم کر لیا جاتا۔ لیکن انہوں نے پھر چلانا شروع کر دیا ہے۔ اور وہی اپنے سابقہ ہتھیار لے کر نکل آئے ہیں۔ جو فسادات کا موجب ہوئے تھے۔ ممکن ہے حضرت مولانا محمد علی مرحوم و مغفور کی پیشگوئی کہ

"کہ یہ لوگ، یا تو اپنے عقائد سے رجوع کر لیں گے یا نیا مذہب بنا لیں گے۔"

کسی اور رنگ میں پوری ہو۔ پہلے تو یہی خیال تھا کہ یہ لوگ اپنے عقائد سے رجوع کر لیں گے۔ لیکن اب معلوم ہوا ہے۔ کہ انہوں نے تہیہ کر لیا ہے۔ کہ وہ ایک نیا مذہب بنا لیں گے۔ اور بالکل مسلمانوں سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ربوہ میں کوئی ایسا گروہ موجود ہے جو فی الواقعہ کلمہ طیبہ کو منسوخ سمجھتا ہے۔ اور نئی نبوت کے آنے کے لئے نئی شریعت کی بنیاد رکھنا چاہتا ہے۔ اور بہائی لٹریچر سے متاثر ہو کر درپردہ بہائیت کی تبلیغ و اشاعت کرنی چاہتا ہے۔ اور اب خلیفہ صاحب بے دست و پا ہو کر رہ گئے ہیں اور اپنے ان نام نہاد خالدین ولیدوں کو کنٹرول میں نہیں رکھ سکتے۔ غالباً آئندہ انتخاب خلافت میں ان لوگوں کا پڑا بھاری ہوگا۔ اور خلیفہ صاحب نے اپنی دنیوی عظمت کو برقرار رکھنے کے لئے ان کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دی ہیں۔ مگر مقام حیرت ہے کہ ربوہ کے ہر ایک خالد بن ولید کی اپنی اپنی پالیسی الگ ہے۔ ربوہ کا خالد بن ولید اپنے آپ کو عام مسلمانوں سے محفوظ سمجھتا ہے۔ اس لئے بلا جھجک اور خوف ان کے خلاف آتش غضب کو بھڑکا دیتا ہے۔ مگر گجرات کا خالد بن ولید عام مسلمانوں میں گھرا ہوا ہے۔ اور اسے عوام کی خوشامد کرنی مقصود ہے۔ اس کے خیالات ربوی علماء کے خیالات سے بالکل متضاد ہیں۔ ہم نے اپنے کسی مضمون میں لکھا تھا۔ کہ قادیانی جماعت اپنے ان مخصوص و مقصود عقائد کی وجہ اور مسلمانوں سے بالکل منقطع ہو جانے کے سبب سے عوام میں نہایت غیر مقبول ہے اس پر ربوی خالد بن ولید آف گجرات نے لکھا۔ کہ ہمیں مسلمان ہماری بہت عزت کرتے ہیں۔ اور گذشتہ فسادات میں انہوں نے ہماری بڑی امداد کی ہے۔ یہ مارشل لاء کا نفاذ اور فسادات کے قصے ایسے ہی یار لوگوں نے گھڑ لئے ہیں مگر ان دنوں ملک میں بڑا ہی امن و امان تھا اور عوام مسلمان قادیانیوں کی حفاظت کر رہے تھے۔ اس پر ہم نے لکھا کہ جن لوگوں کے معصوم بچوں کے جنازے بھی آپ ناجائز سمجھتے ہیں اور ان سے رشتے ناطے بھی آپ کے نزدیک حرام ہیں اور جن سے مل کر نمازیں ادا کرنی بھی نادرست ہیں۔ وہ اگر آپ سے حسن سلوک سے پیش آتے ہیں۔ تو واقعی وہ بڑے شریف اور قابل تعریف ہیں۔ اس پر گجراتی خالد بن ولید یعنی خادم صاحب نے حسب ذیل خراج تحسین عام مسلمانوں کے حضور پیش کیا۔

"چیمہ صاحب کہتے ہیں۔ کہ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عام مسلمان بڑا شریف ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اگر مسلمان شریف نہ ہوگا۔ تو اور کون ہوگا۔ کیونکہ یہ شان امتیازی اسلام ہی کی ہے۔ کہ وہ اپنے پیروؤں کو ہر مذہب اور ہر قوم سے مذہبی رواداری برتنے کی تلقین کرتا ہے وہ لا اکراہ فی الدین اور لکم دینکم ولی دین کا شاندار نظریہ دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔ وہ یہ تعلیم دیتا ہے۔ کہ انسانیت اور شرافت کا اقتضا یہ ہے۔ کہ اختلاف عقیدہ کے باوجود دنیوی معاملات میں ایک دوسرے سے رواداری برتی جائے" (پمفلٹ چوہدری محمد حسن چیمہ کی افتراء پردازیوں کا جواب ملحقہ ضمیمہ ص۴۵)

عزیزان ملت! ربوہ کے علماء اور مناظرین نے ہماری ذات کے متعلق نہایت گندہ لٹریچر شائع کیا ہے۔ جس کا بیشتر حصہ دشنام طرازیوں سے مملو ہے۔ اس لئے ہم ان گالیوں کا جواب دینے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتے یہ محض تضیع اوقات ہے ؎

گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو
وہ اگر دکھائیں کبر تم دکھاؤ انکسار

آپ صاحبان کو بھی اپنی تبلیغی مساعی کے دوران میں اکثر اس قسم کے لٹریچر سے پالا پڑے گا۔

مولانا مودودی صاحب نے ایک دفعہ منکرین حدیث کے متعلق اپنے رسالہ ترجمان القرآن میں یہ الفاظ لکھے تھے۔

"یہ منکرین حدیث جہل مرکب میں مبتلا ہیں۔ ان کے ہر اعتراض کا جواب دیا جا سکتا ہے۔ مگر جس وجہ سے ایسے لوگوں کو ہم منہ لگانا پسند نہیں کرتے وہ یہ ہے۔ کہ ان کی کیفیت بالکل اس شخص کی سی ہے جو غلاظت بھری جھاڑو اپنے ہاتھ میں لئے کھڑا ہو۔ اور بات کرنے سے پیشتر اپنے مخاطب کے منہ پر اس جھاڑو کا ایک ہاتھ دے مارے۔"

قرآن کریم نے بھی اس قسم کے لوگوں کے متعلق یوں اعلان کیا ہے:—

ویجعل الرجس علی الذین لا یعقلون ۔ (یونس) ترجمہ: اور وہ پلیدی انہی پر ڈالتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے۔

ہمیں علم نہیں کہ منکرین حدیث کا کیا طرز عمل مودودی صاحب کے متعلق رہا ہے مگر ان کے کہے ہوئے الفاظ ربوہ کے منکرین جمہوریت اور وہاں کے جابر آمر مذہبی کے متبعین پر خوب صادق آتے ہیں اور ہماری طرف سے ان کے بعض مغلظات سے بھرے ہوئے پمفلٹوں کا جواب ویجعل الرجس علی الذین لا یعقلون ہی کافی ہے۔

گجرات کے خالد بن ولید کا ہمارے خلاف ۱۷۶ صفحات کا پمفلٹ ایک ایسی غلاظت بھری جھاڑو ہے جس کی پوری ایک سو چھہتر تیلیاں ناپاکی سے ملوث ہیں۔

ایسے غالیوں کے متعلق ہمارا طرز عمل

پیارے عزیزو!

ربوہ کے ان تمام اختلافات کے باوجود اور ان کے جارحانہ حملوں اور غالیانہ عقائد کے باوجود خود بانئ سلسلہ پر ان کے ناروا اور نامعقول حملوں کے باوجود اور ان کے کلمہ طیبہ کو عملاً منسوخ کرنے کے باوجود ان کی ستم رانیوں اور جفا کاریوں کے باوجود ہم ان کو اقلیت قرار دینے کے مطالبہ کو کبھی قبول نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ لوگ ابھی تک کلمہ طیبہ کے قائل ہیں۔ مسلمانوں کی سی نمازیں پڑھتے ہیں۔ کعبہ کو قبلہ سمجھتے ہیں اور خود کو مسلمان کہتے اور امت محمدیہ میں شامل کرتے ہیں۔ ہم ان کے ہاتھوں مظلوم ہیں۔ خود مجدد وقت کی روح ان کے غالیانہ عقاید کی وجہ سے مظلوم ہے۔ اسلام سا وسیع المشرب دین ان کی جفا کاریوں سے مظلوم ہے۔ مگر با ایں ہمہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی:—

من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم (حدیث)

ہمارے لئے ایک ہی راستہ کھلا رکھتا ہے کہ ہم انہیں مسلمان ہی سمجھیں۔

احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ہے۔ فمن کفر اهل لا اله الا الله فهو الی الکفر اقرب۔

(حدیث طبرانی)

اس کو بھی ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔

خدا تعالیٰ کا یہ حکم کہ:—

ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا

ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ان کی جفا کاریوں اور ستم رانیوں کو برداشت کریں اور انہیں دائرہ اسلام سے خارج نہ کریں۔

اور حضرت مسیح موعود کے یہ الفاظ:—

"خدا سے ڈرو، مسلمان آگے تھوڑے ہیں۔ تم تھوڑوں کو نہ گھٹاؤ، اور کافروں کی تعداد نہ بڑھاؤ"

ہمیں مجبور کرتے ہیں۔ کہ ہم تمام اہل قبلہ کو مسلمان سمجھیں، خواہ وہ اسلامی جماعت کا مودودی ہو، یا طلوع اسلام کا پرویز یا ربوہ کا خلیفہ، خواہ وہ احراری جماعت کا متشدد مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری یا ربوہ کا ابو العطاء جالندھری یا کوئی اور تکفیری ہو۔

مودودی صاحب ہم سے ناراض ہیں کہ گو ہم ختم نبوت کے قائل ہیں اور کسی کلمہ گو کی تکفیر بھی نہیں کرتے۔ مگر قادیانیوں کے خلاف مطالبۂ اقلیت بھی تسلیم نہیں کرتے۔ ہمارا خدا گواہ ہے ہمارا ایسا کرنا اس لئے نہیں کہ ہمیں اُن سے کوئی ہمدردی ہے۔ یا درپردہ ہم نے کوئی اُن سے سازش کر رکھی ہے۔ اس کی وجہ ایک اور صرف ایک ہے وہ ہے محض خدا کا خوف اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم۔ جس کا کلمہ ربوی جماعت اب تک پڑھ رہی ہے۔

ہم نے سلسلہ احمدیہ کے معاندنمبرا کا تعارف اپنے عزیز بھائیوں سے بالتفصیل کرا دیا ہے۔ یہ جماعت اب دیر تک قائم نہیں رہ سکتی۔ ہمیں ڈر ہے کہ اس کا شیرازہ منتشر ہو کر وہ اوراق پراگندہ کی شکل اختیار نہ کر جائے۔ لہٰذا ہمارے نوجوانوں کو زور سے اس جماعت کے اندر صحیح تعلیمات کی نشر و اشاعت کرنی چاہیئے۔ تاکہ یہ لوگ راہ راست پر آجائیں۔ اور اس لحاظ سے کہ خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسیح موعود کی یہ گم شدہ بھیڑیں ہیں جو کہ اپنے ریوڑ سے بچھڑ کر بہت دُور نکل گئی ہیں۔ ان کو حضرت صاحب کے اصل ریوڑ میں واپس لانے کی سعی کرنی چاہیئے۔ وہاں بہت سے ایسے نوجوان موجود ہیں جو صالح ہیں، نیک ہیں، دردمند دل رکھتے ہیں۔ خود خادم صاحب ...... کے تین بھائی ایسے ہیں، جو احمدیت پر قربان ہونے کو تیار ہیں۔ مگر حالات نے انہیں مجبور کر دیا ہے۔ کہ وہ خلافت ربوہ کے خلاف علم بغاوت بلند کریں۔ خادم صاحب کے ایک بھائی نے ایک مستقل کتاب "دورِ حاضرہ کا ایک مذہبی آمر" لکھ کر خادم صاحب اور ان کی جماعت کو ایک زبردست چیلنج دیا ہے۔ یہ کتاب بڑے علمی حلقوں میں پہنچ چکی ہے، اور اس کی وجہ سے ربوی تحریک بہت بدنام ہو چکی ہے۔ جہاں خادم صاحب نے ہمارے مضمون کے خلاف ۴۸ صفحوں کا ایک پمفلٹ لکھا ہے وہاں اپنے بھائی کی لرزہ خیز اور زلزلہ برپا کرنے والی کتاب کے جواب میں ایک لفظ تک نہیں لکھا۔ اسی طرح اُن کے دوسرے بھائی عزیز الرحمان صاحب کی سلجھی ہوئی تحریریں آج کل مسلم پریس میں ربوی کارناموں کو الم نشرح کر رہی ہیں مگر سرزمین ربوہ کی طرف سے جواب میں بالکل خاموشی ہے۔ اسی طرح اُن کے بہنوئی راجہ بشیر احمد رازی کا قلم ربوہ کی اندرونی داستانوں کو نہایت بے باکی سے بیان کر رہا ہے۔ مگر اس کی طرف بھی کارکنان ربوہ کی کوئی توجہ نہیں۔

ہمیں تو ایسا معلوم ہوا ہے۔ کہ خادم صاحب نے یہ لکھ کر کہ فرقۂ احمدیہ اور دوسرے مسلمانوں کے فرقوں کے درمیان تو اختلاف ہی نہایت معمولی ہے۔ بلکہ شیعہ سُنّی اختلاف سے یقیناً کم ہے" (ملاحظہ ہو پمفلٹ چوہدری محمد حسن چیمہ کی افترا پردازیوں کا جواب ضمیمہ ص۲) اپنے دونوں بھائیوں ملک عطاء الرحمن و ملک عزیز الرحمان کے خیالات کی زبردست تائید کی ہے۔ اور خلیفہ صاحب اور ربوی علماء کے عقائد پر زبردست حملہ کیا ہے، کہیں ایسا تو نہیں کہ خادم صاحب ہی درپردہ خلیفہ صاحب کی ساری کھیل کو بگاڑ دینا چاہتے ہیں مگر ان کا طریقہ ذرا استادی طریقہ ہے۔

اور ان کے اعمال

میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب اگر صرف ایک منتخب سیاسی لیڈر ہوتے۔ تو ان کے نجی کردار پر کسی کو اعتراض کرنے کا شاید کوئی حق نہ ہوتا مگر صورت حال یہ ہے۔ کہ خود میاں صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ خدا کے مقرر کردہ خلیفہ ہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب کی نسبت ظہور مصلح موعود کے مصداق ہیں۔ گویا وہ روحانی پیشوا ہونے کے دعویدار ہیں۔ اور یوں جماعت کے لئے انہیں کا ایک نمونہ تعلیمات اسلامی پر عمل کرنے کے لئے قابل تقلید ہے۔

ان کے مریدوں کی طرف سے سالہا سال سے اس قدر ہولناک اور لرزہ خیز الزامات عائد کئے جاتے ہیں کہ ؎

ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیئے

اور الزامات کی نوعیت ایسی فحش اور گندی کہ اسے کوئی شریف قلم قرطاس ابیض پر ثبت نہیں کر سکتا۔ ان الزامات کو پڑھ کر احمدیوں کی گردنیں شرم سے جھک جاتی ہیں۔ ہم نہیں کہتے کہ یہ الزامات صحیح ہیں مگر یہ بات یقینی ہے کہ الزامات لگانے والے حلقے بڑے ذمہ دارانہ طریق پر ان کا اعادہ کرتے رہتے ہیں۔

یہ لوگ کبھی میاں صاحب کے مریدین مخلصین میں سے تھے۔ بعض اُن میں سے وہ ہیں جنہوں نے اپنی زندگیاں اشاعت اسلام کے لئے وقف کر رکھی تھیں۔ اور بقول اُن کے میاں صاحب کا کردار ہی انہیں ان کی غلامی سے آزاد کرانے کا موجب ہوا۔

حال ہی میں عبدالرحمن صاحب خادم ایڈووکیٹ گجراتی کے بھائی کو دربار خلافت سے خالد بن ولید کا خطاب ملا ہے۔ برادر اصغر نے ایک طوفان انگیز اور سنسنی خیز کتاب بعنوان "دورِ حاضر کا مذہبی آمر" لکھی ہے۔ جس میں نہایت خطرناک و فحش باتیں خلیفہ صاحب کی طرف منسوب کی گئی ہیں مگر اس کے جواب میں ربوہ سے صدائے برنخاست۔

احمدیہ بلڈنگس سے اگر کوئی اونچی سانس

لے لے تو دوسرے دن "الفضل" میں اس کے خلاف شورِ محشر برپا کر دیا جاتا ہے۔ مگر یہاں ایک ضخیم کتاب لکھی جا چکی ہے جس نے خلیفہ صاحب پر تابڑ توڑ حملے کئے ہیں۔ مگر تاحال کسی کو اس کے جواب دینے کی جرأت نہ ہوئی۔

اسی طرح خادم صاحب کے ایک اور بھائی ملک عزیز الرحمان صاحب واقف زندگی ہیں۔ اس کے مضامین مختلف مضامین اخباروں میں چھپتے رہتے ہیں وہ بھی تاہنوز تشنۂ جواب ہیں، یہ مدلل پیرایہ میں نہایت سلجھے ہوئے انداز میں لکھے جا رہے ہیں مگر انہیں بھی درخور اعتنا نہیں سمجھا جا رہا، حال ہی میں خلیفہ صاحب کے چند باغی مریدوں نے ایک نئی پارٹی "حقیقت پسند پارٹی" کے نام سے منظم کی ہے اس پارٹی کا مطالبہ ہے۔ کہ ان کی طرف سے عائد کردہ الزامات کی تحقیق بذریعہ کمیشن کرائی جاوے۔ یا اس کا فیصلہ بذریعہ مباہلہ کیا جاوے۔

مگر دربار خلافت سے یہ ہر دو مطالبات مسترد کر دیئے گئے ہیں۔

اس قسم کے الزامات کی تشہیر سے احمدیت پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ جماعت ربوہ کو چاہیئے کہ اس ناسور کا ایک دفعہ ایسا گہرا اپریشن کر دیں کہ سارا گندا مواد بہہ جائے۔ اور پھر کسی کو دوبارہ ایسے الزامات لگانے کی جرأت نہ ہو۔ یہ بات بھی ہم صرف احمدیت کے مفاد کی خاطر لکھ رہے ہیں ورنہ ہمیں کسی کی نجی زندگی کے حالات سے کیا تعلق۔

ہمارے نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ ربوی نوجوانوں کی توجہ اس امر کی طرف منعطف کرائیں تاکہ احمدیت کا دامن تمام گرد و غبار سے پاک و صاف ہو جائے

اے اہل دیں دین کی جاں اتفاق ہے
عزت کا آبرو کا نشاں اتفاق ہے
خوشنودئ خدائے جہاں اتفاق ہے
اور رونقِ زمین و زماں اتفاق ہے
توحید اصلِ دین ہے یہی کام چاہیئے
یکدل ہوں اور حمایتِ اسلام چاہیئے

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

چالیس دن کے مجاہدہ کی دعائیں

[illegible] ۱۹۴۳ میں حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کریم اور احادیث کی بعض دعائیں اس غرض سے اخبار میں درج کرائی تھیں کہ احباب کرام کم از کم چالیس دن تک [illegible] نماز تہجد میں یہ دعائیں ..... کریں۔ ایک خاتون نے اس اخبار کا ورق اس غرض سے بھیجا ہے کہ ان دعاؤں کو دوبارہ پیغام صلح میں درج کیا جائے بشکریہ حسب ذیل ہیں:—

قرآن کریم کی دعائیں

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا
اے ہمارے رب ہم کو نہ پکڑ اگر ہم بھول جائیں یا خطا کریں اے ہمارے رب ہم پر نافرمانی کا بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے

حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ج وَاعْفُ
ان پر ڈالا جو ہم سے پہلے تھے اے ہمارے رب اور ہم پر ایسا بوجھ نہ رکھ جس کی طاقت ہم میں نہیں اور ہمیں معاف

عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝
فرما اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما تو ہمارا مولیٰ ہے پس ہمیں کافر قوم کے خلاف نصرت دے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝
اے ہمارے رب ہمارے گناہ اور ہمارے کام میں ہماری خطائیں معاف فرما اور ہمارے قدموں کو مضبوط رکھ اور ہم کو کافر قوم پر نصرت دے۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝
اے ہمارے رب ہمیں ظالم قوم کا تختۂ مشق نہ بنا اور اپنی رحمت سے ہمیں کافر لوگوں سے نجات دے۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝
اے ہمارے رب ہمیں ان لوگوں (کے ہاتھ سے) جو کافر ہیں دُکھ نہ پہنچا اور اے ہمارے رب ہماری حفاظت فرما تو ہی غالب حکمت والا ہے

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ ۝
اے ہمارے رب ہم میں اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما اور تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝
اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھلائی اور ہمیں آگ کے دُکھ سے بچا لے۔

رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝
اے ہمارے رب ہمیں صبر عطا فرما اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافر قوم پر ہم کو نصرت دے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۝
اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کیجیو اس کے بعد جو تو نے ہمیں ہدایت کی اور ہمیں اپنی جناب سے رحمت عطا فرما تحقیق تو بڑا بخشش کرنے والا ہے۔

رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا ۚ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا
اے ہمارے رب تحقیق ہم نے سنا ایک بلانے والے کو جو ایمان کی طرف بلاتا اور کہتا کہ اپنے رب کو مان لو پس ہم نے مانا اے ہمارے رب ہمارے

ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلَىٰ
گناہ بخش اور ہماری برائیوں کی پردہ پوشی فرما اور نیکوں کے ساتھ ہمارا خاتمہ کیجیو اے ہمارے رب ہمیں وہ کچھ عطا فرما جو تو نے اپنے

رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝
رسولوں کے ذریعہ سے وعدہ کیا اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کیجیو کیونکہ تو وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝
اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ضرور ہم زیاں کار ہوں گے۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ۝
اے ہمارے رب ہمیں اپنے ساتھیوں اور اپنی اولاد کی طرف سے ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي
اے ہمارے رب ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے بخش اور نہ ہمارے دلوں میں

قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝
مومنوں کی طرف سے کسی قسم کا کینہ پیدا ہونے دے ہمارے رب تحقیق تو شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

احادیث کی دعائیں

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَجْعَلُكَ فِي نُحُورِهِمْ وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ۔
اے اللہ ہم تجھے ہی ان کے مقابلہ میں رکھتے ہیں (کیونکہ ہم میں مقابلہ کی طاقت نہیں) اور ان کی شرارتوں سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيعَ الْحِسَابِ اَللّٰهُمَّ اهْزِمِ الْأَحْزَابَ
اے اللہ کتاب کے اتارنے والے جلد حساب لینے والے تو ان جماعتوں کو بھگا دے جو ناحق ہماری تکلیف رسانی کے درپے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ۔
اے اللہ تو ان کو بھگا اور ان کے پاؤں اکھیڑ دے۔

اَللّٰهُمَّ أَنْجِزْ وَعْدَكَ وَاهْزِمِ الْأَحْزَابَ وَحْدَكَ۔
اے اللہ اپنے وعدہ کو پورا فرما اور تو اکیلا ہی ان جماعتوں کو بھگا دے۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا۔
اے اللہ تو دنیا ہمارے لئے سب سے بڑھ کر فکر کا موجب ہو اور نہ ہی وہ ہمارے علم کا منتہی ہو اور نہ تو ہم پر ایسے لوگوں کو مسلط فرما جو ہم پر رحم نہیں کرتے

اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِينَ مُحَمَّدٍ صلعم وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ وَاخْذُلْ مَنْ
اے اللہ تو اس شخص کو نصرت دے جو دین محمد صلعم کی نصرت کرتا ہے اور ہمیں انہی میں سے بنا اور اس شخص کی نصرت کو چھوڑ دے

خَذَلَ دِينَ مُحَمَّدٍ صلعم وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔
جو دین محمد صلعم کی نصرت کو چھوڑتا ہے اور ہمیں ان میں سے نہ بنا۔

اَللّٰهُمَّ إِلَيْكَ نَشْكُو ضُعْفَ قُوَّتِنَا وَقِلَّةَ حِيلَتِنَا وَهَوَانَنَا عَلَى النَّاسِ
اے اللہ ہم اپنی طاقت کی کمزوری کی اور اپنے سامانوں کی قلت کی اور لوگوں کی نگاہوں میں اپنی ذلت اور تحقیر کی شکایت تیری ہی جناب میں لاتے ہیں

اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمُسْتَضْعَفِينَ۔
اے اللہ تو ہماری ربوبیت کرنے والا اور سب کمزوروں کی ربوبیت کرنے والا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا فِيمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنَا فِيمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنَا فِيمَنْ
اے اللہ ہمیں منزل مقصود پر پہنچا ان لوگوں میں جنہیں تو نے منزل مقصود پر پہنچایا اور ہمیں عافیت عطا فرما ان لوگوں میں جنہیں تو نے عافیت عطا

تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لَنَا فِيمَا أَعْطَيْتَ وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَيْتَ۔
فرمائی اور ہماری کارسازی فرما ان لوگوں میں جن لوگوں کی تو نے کارسازی فرمائی اور ہمیں برکت عطا فرما جو تو نے ہمیں دیا اور جو تیری قضا ہے اس کی شر سے

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَنَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ
اے اللہ ہم فکر اور غم سے تیری پناہ مانگتے ہیں اور عاجز ہو جانے سے اور سستی سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

وَنَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ
اور بزدلی اور بخل سے تیری پناہ مانگتے ہیں اور قرض کے غلبہ سے اور لوگوں کی زیادتی سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

الرِّجَالِ اَللّٰهُمَّ اكْفِنَا بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَأَغْنِنَا بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ
اے اللہ تو حرام سے بچا کر اپنے حلال رزق سے ہمیں کفایت کر اور اپنے ماسوا سے اپنے فضل کے ساتھ ہمیں غنی کر دے۔

اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَآمِنْ رَوْعَاتِنَا۔
اے اللہ ہمارے عیبوں کو ڈھانک اور ہم کو گھبراہٹوں سے امن دے۔

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ
اے اللہ ہم تیری پناہ مانگتے ہیں بلا کی مشقت سے اور بدبختی کے پانے سے اور بری قضا سے اور دشمنوں کے خوش ہونے سے

يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ۔
اے زندہ خدا اے قائم رکھنے والے خدا میں تیری رحمت کی فریاد کرتا ہوں۔

ماں بیٹی کی دوسری مجلس

ماں :- "دو رکعت نماز تو تم پڑھنا جانتی ہو، بھلا تین رکعت یا چار رکعت کس طرح پڑھی جاتی ہیں :"

قیصرہ :- "آپ بتا دیں"

ماں :- "اگر تین رکعت نماز پڑھنی ہو تو دوسری رکعت میں التحیات کلمۂ تشہد تک پڑھو یعنے التحیات سے شروع کر کے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ تک پڑھو پھر تیسری رکعت کے لئے اللہ اکبر کہکر کھڑے ہو جاؤ، سورۃ فاتحہ یعنی الحمد کو ولا الضالین تک پڑھ کر رکوع میں چلے جاؤ اور پھر رکوع کے بعد پہلے کی طرح دو سجدے کرو اور پھر پورا التحیات درود شریف اور دعا پڑھکر نماز ختم کرو۔ اسی طرح جب چار رکعت پڑھنی ہوں تو تیسری رکعت میں التحیات پڑھنے کی ضرورت نہیں چوتھی میں پوری التحیات پڑھکر سلام پھیرو جب تم ادی جان کے ساتھ نماز پڑھو گی تو وہ تم کو بتاتی جائیں گی۔ اس کے مطابق پڑھنے سے تمہیں نماز پڑھنا آجائے گا۔ زبانی بتانے سے اچھی طرح سمجھ میں نہیں آئے گا۔ نماز کے وقت تمہارا جسم اور کپڑے پاک ہونے چاہئیں۔ طہارت کے بعد اپنے ہاتھ مٹی یا صابن مل کر خوب صاف کرو۔ وضو بسم اللہ پڑھکر شروع کرو۔ وضو کرنے میں پہلے تین دفعہ ہاتھ دھو لو۔ پھر تین دفعہ کلی کرو، اور دانتوں کو اچھی طرح صاف کرو۔ پھر ناک میں تین دفعہ پانی ڈالو، پھر تین دفعہ چہرہ کو دھوؤ۔ پھر کہنیوں تک باہیں دھوؤ۔ پھر سر اور گردن کا مسح کرو۔ (اس طرح سے ماں کر کے بتاتی ہے) اس کے بعد پاؤں دھوؤ پہلے دایاں، پھر بایاں۔ وضو کو کلمہ شہادت پر ختم کرو۔ اور یہ دعا پڑھو اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین۔ جب دادی حضور وضو کریں تو تم بھی ان کے ساتھ ساتھ ویسا ہی کرو۔ اس طرح سے تم کو وضو کرنا آجائے گا۔ نماز کے متعلق ابھی اور مسائل بھی ہیں مگر وہ اس وقت بتائیں گے جب تم ذرا بڑی ہو جاؤ گی۔"

قیصرہ :- "بہت اچھا۔ اب میں انشاء اللہ نماز شروع کر دوں گی"

باپ :- "بہت خوب! تم نماز بھی شروع کر دو۔ اور میں تمہارے لئے کل یا پرسوں قرآن شریف بھی لاؤں گا۔ اس کا تھوڑا تھوڑا سبق بھی شروع کر دو۔ مبارک ہیں وہ گھر جن میں قرآن شریف پڑھا جاتا ہے اور بڑے بے برکت ہیں وہ گھر جن میں قرآن نہیں پڑھا جاتا۔ یاد رکھو کہ قرآن کے بغیر انسان کی زندگی کسی کام کی نہیں ہماری دین و دنیا کی کامیابیاں قرآن پڑھنے اور قرآن پر عمل کرنے پر منحصر ہیں اس لئے قرآن پڑھوا ور ضرور پڑھو۔ دیکھو ہمارے حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن کے متعلق کیا عمدہ باتیں شعروں میں بیان کی ہیں فرماتے ہیں :-

اے عزیزو! سنو کہ بے قرآں
حق کو پاتا نہیں کوئی انساں
جن کو اس نور کی خبر ہی نہیں
ان پہ اس یار کی نظر ہی نہیں
ہے یہ فرقاں میں اک عجیب اثر
کہ بناتا ہے عاشق دلبر

(باقی کالم ۲ کے نیچے)

سدا صحبتِ بد سے بچتے رہو

مولانا مرتضیٰ خان حسن

بچو صحبتِ بد سے بچو! سدا ⁂ ہے اسمیں سراسر تمہارا بھلا
اگر صحبتِ بد میں بیٹھو گے تم ⁂ تو رسوائیاں لیکے اٹھو گے تم
ہے بد صحبتوں کا نتیجہ بُرا ⁂ نہیں بچو! اشک اسمیں کچھ بھی ذرا
بُری عادتیں تم کو پڑ جائیں گی ⁂ خصائل تمہاری بگڑ جائیں گی
حقارت سے دیکھیں گے تم کو سبھی ⁂ بُروں کی بھی کرتا ہے عزت کوئی؟
سدا صحبتِ بد سے بچتے رہو ⁂ یہ ہے سانپ تم اس سے ڈرتے رہو
بُروں کے نہ تم پاس بیٹھو کبھی
نصیحت حسن کی ہے تم کو یہی

خطبہ جمعہ ——— (بسلسلہ صفحہ ۲)

اللہ تعالےٰ کے فرمانبردار بندوں میں سے ہوں ہماری جماعت بھی اسی لئے کھڑی ہے کہ خدا تعالےٰ کی طرف لوگوں کو بلائے مسیح موعود تو چلے گئے وہ ہمیں اس راہ پر لگا گئے ہیں کہ ہمارے اعمال، افعال اور کردار میں خدا ہی خدا نظر آئے۔ ہمیں دیکھ کر لوگ اسلام کی طرف کھینچے ہوئے چلے آئیں، ہم اگر فی الواقعہ داعی الی اللہ ہیں اور اس لئے کھڑے ہیں کہ لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں تو ضروری ہے کہ اپنے عملی نمونہ سے ہم ثابت کر دیں کہ اسلام کے دعوے اور وعدے سب سچے ہیں، دیگر مذاہب میں ایسا نہیں، وہ بتوں وغیرہ کی عبادتیں کرتے کرتے مرجاتے ہیں، اور کوئی انہیں جواب نہیں ملتا، قبولیت دعا کی کوئی خوشخبری نہیں ملتی، یہ اسلام ہی ہے جس میں یہ نعمت پائی جاتی ہے۔ ان کے اعمال تاریکیوں میں پڑے ہوئے ہیں کظلمات فی بحر لجی الخ۔ جیسے ایک گہرے سمندر کے اندر اندھیرا ہی اندھیرا ہو، اور اس میں ٹکریں مارنے سے کچھ بھی حاصل نہ ہو، لیکن مسلمان جب اپنے خدا کے آگے گرتا ہے تو اس کا قلب نور ایمان سے منور ہو جاتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارتیں ملتی ہیں، یہ وعدہ آج مجدد وقت کے ذریعہ پورا ہوا۔ اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ ہمارا وجود بھی اس وعدہ الٰہی کو پورا کرنے کا موجب ہو، اور ہماری دعائیں قبول ہو کر اسلام کی صداقت کے لئے دنیا پر حجت ہوں،

دل میں ہر وقت نور بھرتا ہے
سینہ کو خوب صاف کرتا ہے
اس کے اوصاف کیا کروں میں بیاں
وہ تو دیتا ہے جان کو اور اک جاں
دردمندوں کی ہے دوا وہی ایک
ہے خدا سے خدا نما وہی ایک
اس کے منکر جو بات کہتے ہیں
یونہی بس واہیات کہتے ہیں

تائید دین کرنیوالوں کی قدر و قیمت مسیح موعود کی نظر میں

فرمایا:۔

"اگر کوئی تائید دین کیلئے ایک لفظ نکالکر ہمیں دے تو ہمیں موتیوں اور اشرفیوں کی جھولی سے بھی زیادہ بیش قیمت معلوم ہوتا ہے جو شخص چاہے کہ ہم اس سے پیار کریں۔ اور ہماری دعائیں نیازمندی اور سوز سے اسکے حق میں آسمان پر جائیں وہ ہمیں اس بات کا یقین دلادے کہ وہ خادم دین ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے ہم ہر ایک شئے سے محض اللہ تعالیٰ کے لئے پیار کرتے ہیں، بیوی ہو، بچے ہوں، دوست ہوں، سب سے ہمارا تعلق اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔"

پیغام صلح ۲۸ اگست ۱۹۵۷ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۳۴

صرف ٹائمیل ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔
ایڈیٹر۔ دوست محمد

جلد ۴۷ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۹ صفر ۱۳۷۷ھ - مطابق ۴ ستمبر ۱۹۵۷ء | نمبر ۳۵

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

"حضرت امام الزمان کا بیان"

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اپنی تمام جماعت کے عقائدِ اسلام اور اصولِ دین سے برگشتہ ہے۔ یہ اُن حاسد مولویوں کے وہ افترا ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقوے ہو ایسے افترا نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنا رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابُ اللہ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہلِ سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوے اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افترا کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوے ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ الا ان لعنۃ اللہ علی الکاذبین والمفترین۔

(ایام الصلح صفحہ ۹۵-۹۶)

جسکو بلا سے بچنا ہو وہ پوشیدہ طور پر خدا تعالےٰ سے صلح کر لے

حضرت مسیح موعود کا ارشاد گرامی

میرا مذہب تو یہ ہے۔ کہ جس کو بلا سے بچنا ہو، وہ پوشیدہ طور پر خدا تعالےٰ سے صلح کر لے۔ اور اپنا ایسی تبدیلی کرے کہ خود اسے محسوس ہو جائے کہ میں پہلا نہیں ہوں۔ خدا تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے اِنَّ اللہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ (سورۃ رعد) سچے مذہب کی جڑھ خدا تعالےٰ پر ایمان ہے۔ اور خدا پر ایمان چاہتا ہے کہ سچی پرہیزگاری ہو، خدا کا خوف ہو۔ تقوے والے کو کبھی خدا تعالیٰ ضائع نہیں کرتا۔ وہ آسمان سے اس کی مدد کرتا ہے۔ فرشتے اس کی مدد کو اترتے ہیں۔ اس سے بڑھکر کیا ہو گا کہ متقی سے معجزہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ اگر انسان خدا تعالےٰ کے ساتھ پوری صفائی کر لے اور اُن افعال اور اعمال کو چھوڑ دے جو اس کی ناراضامندی کا موجب ہیں۔ تو وہ سمجھ لے کہ ہر ایک کام برکت سے طے پا جائے گا۔ ہمارا ایمان تو آسمانی کارروائیوں ہی پر ہے یہ سچی بات ہے، کہ اگر خدا تعالےٰ کسی کا ہو جائے تو سارا جہان اپنی مخالفت سے اس کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتا جس کو خدا تعالےٰ محفوظ رکھنا چاہے۔ اس کو گزند پہنچانے والا کون ہو سکتا ہے۔ پس خدا تعالےٰ پر بھروسہ کرنا ضروری ہے اور یہ بھروسہ ایسا ہونا چاہیئے۔ کہ ہر ایک شئے سے بکلی یاس ہو، اسباب کا مہیا کرنا ضروری ہے۔ مگر خلق اسباب بھی تو خدا تعالےٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ ہر ایک سبب کو پیدا کر سکتا ہے۔ اس لئے اسباب پر بھی بھروسہ نہ کرو، اور خدا پر بھروسہ یوں پیدا ہوتا ہے، کہ نمازوں کی پابندی کرو، اور نمازوں میں دعاؤں کا التزام رکھو۔ ہر ایک قسم کی لغزش سے بچنا چاہیئے، اور ایک نئی زندگی کی بنیاد ڈالنا چاہیئے یہ یاد رکھو اپنے عزیز، رشتہ دار بھی ایسے دوست نہیں ہوتے۔ جیسے خدا تعالےٰ دوست ہوتا ہے۔ اگر وہ راضی ہو تو کل جہان راضی ہو جاتا ہے۔ اور وہ کسی پر رضامندی ظاہر کرے تو اُلٹے اسباب کو سیدھا کر دیتا ہے۔ مضر کو مفید بنا دیتا ہے۔ یہی تو اس کی خدائی ہے، ہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس کے لئے دعا کی جاتی ہے اُس کے لئے ضروری ہے کہ خود اپنی صلاحیت میں مشغول رہے، اگر وہ کسی اور پہلو سے خدا تعالےٰ کو ناراض کر دیتا ہے تو وہ دعا کے اثر کو روکنے والا ٹھہرتا ہے۔ مسنون طریق پر اسباب سے مدد لینا گناہ نہیں ہے۔ مگر ہر حال میں مقدم خدا تعالےٰ کو رکھے۔ اور ایسے اسباب اختیار نہ کرے جو خدا تعالیٰ کی ناراضی کا موجب ہوں۔

مصنف یارانِ کہن کی رائے درست ہے، یا مولانا ابوالکلام آزاد کی

از جناب شیخ محمد طفیل صاحب ہالینڈ

"یارانِ کہن" مولانا عبدالمجید صاحب سالک کی ایک تصنیف ہے، جس میں حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب سے مولانا ابوالکلام آزاد کی عقیدت کا ذکر موجود ہے (یا موجود تھا) اس زمانہ میں حضرت اقدس کے متعلق کسی اچھی رائے کا اظہار بعض طبیعتوں پر بہت گراں گذرتا ہے جب قارئین نے بغرض استفسار مولانا آزاد کی خدمت خطوط پر خطوط لکھنے شروع کئے تو ان کے پرائیویٹ سکرٹری نے سالک صاحب سے درخواست کی کہ وہ ان تمام باتوں کی تردید کریں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مولانا حضرت صاحب کی کتب اور شخصیت سے بہت متاثر ہوئے وغیرہ۔ مولانا سالک کو تو سرِ تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی چارہ نظر نہیں آیا۔ گو انہوں نے اس امر پر تعجب کا اظہار ضرور کیا کہ مولانا آزاد کی اس امر کے متعلق ۴۸ برس تک خاموشی کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، خیر انہوں نے "ٹیس لگے نہ لگ جائے آبگینوں کو" کے ماتحت اپنے حافظ کی صحت پر اصرار نہ کیا اور یارانِ کہن" سے وہ تمام حصہ حذف کرا دیا جس میں حضرت اقدس کا ذکر تھا۔ تاکہ مولانا آزاد کے عقیدت مند مزید غلط فہمی کا شکار ہونے سے بچ جائیں۔

میں نے اسی سلسلہ میں ایک مختصر خط چٹان کو بغرض اشاعت بھیجا تھا، جو بعض مصلحتوں کی بنا پر شائع نہ ہوا۔ اس خط کی نقل میں کہیں کاغذات میں رکھ کر بھول گیا تھا۔ چند روز ہوئے مجھے یہ خط اتفاقاً دوبارہ مل گیا، بات تو کچھ پرانی ہو گئی ہے لیکن ہے قابل غور۔ پہلے ملاحظہ ہو مولانا آزاد کے سیکرٹری کا خط اور مولانا سالک کا جواب:۔

<u>"یارانِ کہن میں</u>

<u>مولانا ابوالکلام آزاد سے بے بنیاد باتیں</u>

<u>منسوب کی گئی ہیں۔</u>

مناسب یہ ہے کہ سالک صاحب خود اسکی تردید کریں۔ مولانا آزاد کے پرائیویٹ سکرٹری خان محمد اجمل خاں کا مکتوب۔

"حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کے پرائیویٹ سیکرٹری خان محمد اجمل خان اپنے ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں:۔

" مولانا عبدالمجید صاحب سالک نے ایک کتاب "یارانِ کہن" کے نام سے لکھی ہے، جس میں بعض بے بنیاد باتیں مولانا کے متعلق درج ہیں۔ مثلاً یہ کہ مولانا مرزا غلام احمد کی کتب سے بہت متاثر ہوئے یا جنازے کے ساتھ قادیان گئے وغیرہ۔ مناسب یہ ہے کہ سالک صاحب خود اس کی تردید کر دیں .... وکیل میں مرزا غلام احمد وفات پر جو مقالہ افتتاحیہ چھپا تھا وہ منشی عبدالمجید کپورتھلوی کا لکھا ہوا تھا۔ مولانا کا اس اداریہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔

(ہفت روزہ چٹان لاہور ۱۳؍فروری ۱۹۵۶ء)

<u>مولانا عبدالمجید سالک کی جوابی تصریحات</u>

مسلم ٹاؤن لاہور۔ ۱۳؍فروری ۵۶ء

عزیز مکرم حضرت آغا ——— السلام علیکم ———

میں نے آج مولوی اجمل خاں صاحب پرائیویٹ سیکرٹری مولانا ابوالکلام آزاد کی خدمت میں ایک مکتوب بھیجا ہے جس کی نقل آپ کو بھیجتا ہوں، ازراہ کرم چٹان کے آئندہ پرچہ میں درج کر دیجئے۔

میں نے تو چند باتیں جو میرے حافظہ میں محفوظ تھیں بے تکلف لکھ دیں ورنہ احمدیت کی حمایت یا احمدیت کی طرف مولانا کے رجحان کا اظہار حاشا وکلا مقصود نہ تھا۔ بہرحال اس مختصر مکتوب کی اشاعت کے بعد یہ قصہ ختم ہو جانا چاہیئے۔

والسلام (سالک)

مکرم و محترم اجمل صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مجھے آپ کے ایک مکتوب کا اقتباس "چٹان" میں پڑھ کر بے حد صدمہ ہوا۔ اس لئے کہ حضرت مولانا کی خدمت اقدس میں مجھے ۱۹۱۵ء سے نیاز حاصل ہے اور چالیس اکتالیس سال کی اس طویل مدت میں ایک لمحے کے لئے بھی حضرت کے ساتھ میری عقیدت کبھی کم نہیں ہوئی۔ اور انشاء اللہ تادم مرگ اس جذبے میں کوئی فرق نہیں آسکے گا۔ مذکورہ مکتوب سے بھی پر حضرت مولانا کی شان میں غلط بیانی کا الزام عاید ہوتا ہے جو میرے لئے بے حد کرب و اذیت کا باعث ہے ——— مرزا غلام احمد قادیانی کے انتقال پر ۴۸ برس گذر چکے ہیں، اور احمدیوں نے سینکڑوں دفعہ اس شذرے کو جو مرزا صاحب کے انتقال پر "وکیل" میں چھپا تھا شائع کر کے فائدہ اٹھایا ہے لیکن نصف صدی کی اس مدت میں مولانا کی طرف سے کبھی یہ ارشاد نہ ہوا کہ یہ شذرہ آپ کا لکھا ہوا نہ تھا۔ اور چونکہ مولانا اس زمانے میں "وکیل" کے مدیر تھے اس لئے اخبار والوں کے نزدیک اس کے ادارتی مندرجات کی مسؤلیت بھی آپ ہی پر تھی۔ اس کے علاوہ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے احمدیوں نے ایک دو موقعوں پر بعض روزانہ اخبار یا ہمدرد احمدیوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولانا کے متعلق لکھا ہے کہ مولانا نے مرزا صاحب کے انتقال پر ہم سے ہمدردی کا اظہار کیا۔ اور جب مرزا صاحب کا جنازہ قادیان لے جایا جا رہا تھا، تو مولانا ابوالکلام امرتسر سے بٹالہ تک اس کے ساتھ گئے تھے۔ ہو سکتا ہے، ان امور میں میرے حافظہ نے میرا ساتھ نہ دیا ہو، اور حضرت مولانا کے وہ ارشادات درست ہوں جن کی بناء پر آپ نے شورش صاحب کو مکتوب لکھا۔ بہرحال مجھے "یارانِ کہن" میں بیان کردہ واقعات کی صحت پر اصرار نہیں، اور میں آپ کی تردید کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہوں۔

<u>میں</u> دہلی کلاتھ مل کے مشاعرے میں ۲۵؍فروری کو دہلی آ رہا ہوں، انشاء اللہ تعالیٰ آستانہ عالی پر حاضر ہو کر اعتذار پیش کروں گا۔ حضرت مولانا کی خدمت میں آداب نیاز (سالک)

۲۰؍فروری ۱۹۵۶ء

ایمسٹرڈیم - ہالینڈ - ۱۷؍مارچ ۱۹۵۶ء

ایڈیٹر "چٹان" کے نام میرا خط

مکرمی ایڈیٹر صاحب چٹان۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کے جریدہ چٹان مورخہ ۱۳ و ۲۰ فروری ۱۹۵۶ء میں "یارانِ کہن" میں جو باتیں مولانا ابوالکلام سے منسوب کی گئی ہیں اُن کے متعلق مولانا آزاد کے پرائیویٹ سکرٹری کا خط اور مولانا عبدالمجید صاحب سالک کی جوابی تصریحات میری نظر سے گذریں، اس سلسلہ میں مجھے بھی کچھ عرض کرنا ہے۔

ہر شخص کو کسی ایک معاملہ کے متعلق اپنی رائے بدلنے کا حق ہے۔ کسی زمانہ میں علامہ اقبال بھی تحریک احمدیت سے متاثر ہو کر فرقہ قادیانی کو

"پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ"

کہا کرتے تھے (ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر مطبوعہ مرغوب ایجنسی ۱۹۱۹ء) لیکن اپنی وفات سے چند سال قبل احمدیت کی مخالفت میں پیش پیش رہے، اسی طرح مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی ایک زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا اپنے "تذکرہ" میں اس انداز سے ذکر کیا تھا جیسے وہ انہیں اس زمرہ کا انسان سمجھتے ہوں جن میں سید محمد جونپوری شامل ہیں، اور سید محمد جونپوری کے متعلق مولانا آزاد فرماتے ہیں:۔

" میرا خیال ہے کہ سید محمد اپنے اس دعوے میں سچے تھے کہ مہدی ہیں اور ملک کی جو حالت اس وقت ہو رہی تھی وہ یقیناً ایک مہدی کے ظہور کی مقتضی و منتظر تھی نہ کہ

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

ہفت روزہ پیغام صلح ــــــ لاہور ــــــ مورخہ ۴ ستمبر ۱۹۵۷ء

سیلاب کا پیغام

سیلاب کا طوفان امسال پھر مغربی پاکستان کو اپنی تباہ کاریوں سے مورد مصائب و آلام بنا رہا ہے، سینکڑوں دیہات سیلاب کی لپیٹ میں آکر صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہو چکے ہیں، کئی شہر اور قصبات جزیرے اور جھیلیں بنے ہوئے ہیں اور بے شمار مرد عورتیں اور بچے بے خانماں ہو کر اونچے مقامات، ٹیلوں اور درختوں وغیرہ پر پناہ گزین ہو رہے ہیں، ریلوں کی پٹڑیاں اکھڑ چکی ہیں سڑکوں پر ٹریفک بند ہے اور اس طرح سلسلہ مواصلات بند ہو جانے کی وجہ سے شہروں کے شہر ایک دوسرے سے کٹ چکے ہیں، اور ابھی طوفان ہے کہ بڑھتا چلا جا رہا ہے، ایک حصہ سے پانی اترتا ہے، اور دوسرے حصوں میں چڑھتا چلا جاتا ہے فصلیں تباہ ہو چکی ہیں اور ہوتی چلی جا رہی ہیں آج [illegible] ستمبر کی خبر ہے کہ مغربی پاکستان کے وزراء نے وزیراعظم سہروردی کو بتایا ہے کہ سیلاب سے کھڑی فصلوں کو ساڑھے پانچ کروڑ لٹھے اور نہروں کو دو کروڑ روپے کا نقصان پہنچا ہے ابھی سڑکوں کے نقصان کا اندازہ نہیں لگایا جا سکا اور یہ عالم حال ہے کہ سدھنائی ہیڈورکس کا حفاظتی بند بھی پانی کے زور سے ٹوٹ گیا ہے جس سے ضلع ملتان کو شدید خطرہ پیدا ہو گیا ہے یہ حالات کس قدر ہولناک ہیں، اس کا [illegible] صحیح اندازہ تو وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اس وقت براہ راست سیلاب سے متاثر ہیں لیکن اس سے پیدا ہونے والے نتائج و عواقب سے وہ لوگ بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے جن تک سیلاب کے پانی کی رسائی نہیں ہوئی، وبائیں اور بیماریاں سیلاب کا لازمی نتیجہ ہیں اور اس سے بڑھ کر اشیائے صرف کی گرانی جو پہلے ہی ایک مہیب دیو کی شکل اختیار کئے ہوئے ہے اور زیادہ بڑھ جانے کا خطرہ ہے، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے معلوم نہیں یہ عذاب الیم کن کن صورتوں میں اور کہاں تک انسانی جانوں کی تباہی و بربادی کا موجب ہوگا اور ابھی اور کیا کیا مشکلات پیش آنیوالی ہیں جن سے بچاؤ انسانی بس کی بات نہیں، جب تک اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ان بلاؤں کے ٹلنے کا سامان نہ ہوگا اگر اس موقعہ پر اس امر کی طرف بھی توجہ دی جائے کہ یہ سیلاب گذشتہ پانچ چھ سال سے پے درپے آ رہے ہیں اور ہر آنیوالا سال گذشتہ سال کی نسبت بہت بڑھ چڑھ کر ہلاکت خیز طوفان لیکر آتا ہے، آخر اس کی کیا وجہ ہے کیوں یہ سیلاب دن بدن بڑھتے چلے جا رہے ہیں، کیوں اس سے پہلے اس قسم کے ہولناک سیلاب نہ آتے تھے، اس وقت بھی یہی دریا تھے انگریزوں کے وقت میں بھی یہی دریا تھے، اور اس سے بھی پہلے ... مغلوں کے زمانہ میں بھی یہی دریا تھے، کوئی حفاظتی بند بھی اس وقت بنانے کی ضرورت پیش نہ آتی تھی اور نہ ایسے شدید سیلاب کبھی آتے تھے جن میں ہر آئے سال آبادیوں کی آبادیاں تباہ اور ویران ہو جاتی ہوں، غور کرنا چاہیئے کہ اب ۱۹۵۱ء سے کیا چیز ان دریاؤں میں پڑ گئی ہے کہ ہر سال ان کا پانی چڑھتا ہی چلا جا رہا ہے اور اس کا زور اس قدر بڑھتا چلا جا رہا ہے کہ مضبوط سے مضبوط حفاظتی بند بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

یہ ایک سوال ہے جو سیلاب کی بڑھتی ہوئی رفتار کے متعلق ہر غور کرنے والی طبیعت میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کا جواب ممکن ہے کہ کوئی غیر معمولی مادی سبب قرار دیا جائے، جو ابھی ہمارے فہم سے بالاتر ہو، لیکن وہ غیر معمولی مادی سبب کیونکر اور کہاں سے پیدا ہوا؟ یہ ایک اور سوال ہے جس کا جواب انسانی ذہنوں کی نارسائی کی وجہ سے ممکن ہے قدرتی اتفاقات کی حدود سے آگے ہیں .... نہ لے جا سکے، لیکن اتفاقات بھی یونہی پیدا نہیں ہو جاتے غور کرکے دیکھا جائے تو ہر سبب ایک مسبب کو چاہتا ہے اور جتنا آپ آگے چلے جائیں .... آخر کار آپ کو ماننا پڑے گا کہ ان تمام اسباب کے پیچھے ایک ایسا سبب ہے جو زبردست قوتیں اور ارادہ رکھتا ہے اور تمام کائنات کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں ہے، اسی خالق و مالک کا یہ فرمان ہے کہ واذا اردنا ان نهلك قرية امرنا مترفيها ففسقوا فيها فدمرنها تدميرا، جب ہم کسی بستی کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے بڑے بڑوں کو نیک کاموں کا حکم دیتے ہیں لیکن وہ فسق و فجور میں [illegible] جاتے ہیں، پھر ہم اس بستی کو تہ و بالا کر دیتے ہیں، کیا یہ [illegible] فرمان آج ہم پر صادق نہیں آتا؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہم ایک اسلامی سلطنت کے مالک ہو کر اور اسلام کو اوڑھنا بچھونا سمجھتے ہوئے اپنے اندر اسلامی کردار پیدا کرنے کے بجائے فسق و فجور میں مبتلا ہو چکے ہیں، اور ہمارا معاشرہ اس قدر بگڑ چکا ہے کہ انسانیت کا کوئی شائبہ اس میں دکھائی نہیں دیتا، ہمارے دیہات قتل و غارت کا مرکز بنے ہوئے ہیں، ایک ایک گز زمین کیلئے خاندانوں کے خاندان ہلاک کر دیئے جاتے ہیں اور یہ بیج بستے ہیں انکی غیرت مخالف خاندان کے افراد کو جیتا نہیں دیکھ سکتی اور موقعہ ملنے پر انکی بھی ہلاکت کا موجب ہوتی ہے، اور ایک دوسرے سے بدلہ لینے کا یہ سلسلہ کبھی ختم ہونے میں نہیں آتا، پھر عورتوں کا اغوا، زناکاری، دھوکہ و فریب، دوسروں کا مال لوٹ لے جانا، باپ، بھائی، بیٹے اور بیوی کا قتل، یہ آئے دن کے واقعات ہیں، جن کے تذکرہ سے ہمارے اخبارات کے صفحات ہر روز بھرے ہوئے آتے ہیں، یہی حال شہروں کا ہے جہاں غنڈے اور نچلے طبقہ کے لوگوں کے دست دراز ہونے کی وجہ سے جو جی چاہے کر گزرتے ہیں، اور بڑے بڑے تاجر بلیک مارکیٹ کے ذریعہ غریبوں کا خون چوستے اور اپنی تجوریاں بھرنے سے دریغ نہیں کرتے، رشوت ستانی سمگلنگ، منشی اشیاء کا استعمال، الغرض کونسی برائی ہے جو آج پاکستان کی سرزمین میں پورے زور پر نہیں، ایسے حالات میں کیا یہ بعید از قیاس بات ہے کہ ہر آئے سال آنیوالا سیلاب ہمارے اعمال بد کی سزا بن کر آتا اور خداوند تعالیٰ کا یہ پیغام ہمیں دیتا ہے کہ اب بھی سنبھل جاؤ، توبہ کرو، ورنہ اس سے بھی بڑھ کر عذاب آئے گا جو شاید طوفان نوح کی شدت اپنے اندر رکھتا ہو اور اس وقت لا عاصم الیوم من امر اللہ کی آسمانی آواز سب کو ہلاک کر کے رکھ دے۔

یہی وہ انتباہ ہے جو آج سے پچاس ساٹھ برس پہلے خدا کے اس مامور نے ہمیں دیا، جو دنیا کو نیکی اور ہدایت کے رستہ پر چلانے کیلئے آیا تھا، اس نے صاف لفظوں میں ہمیں متنبہ کیا کہ:۔

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لو گے مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ ایک مردہ ہے نہ کہ زندہ"

(حقیقۃ الوحی ص ۲۵۷)

کیا مامور الٰہی کے یہ الفاظ ابھی تشنۂ تعبیر ہیں؟ کیا نوح کا زمانہ آج ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں آچکا؟ اور خدا نہ کرے، لوط کی زمین کا واقعہ بھی کسی وقت دیکھنے میں آجائے الامان والحفیظ، حضرت مرزا صاحب نے کوئی بڑی بات تو نہ کہی تھی کہ "توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے"۔ لیکن افسوس دنیا نے توبہ کرنے کے بجائے فسق و فجور میں قدم اور آگے بڑھایا اور اسے آخری حد تک پہنچا دیا، جس کا یہ نتیجہ ہے کہ سیلاب کی تباہ کاریاں دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہیں، اور اس کو روکنے کی کوئی تدبیر حکومت سے بھی بن نہیں پڑتی، ضرورت ہے کہ اب بھی سمجھ جائیں اور ہر قسم کے گناہوں سے توبہ کر کے خدائے قدوس کے آگے جھک جائیں، تا اس کی رحمت اور فضل ہم پر نازل ہو اور سیلاب کا یہ ہولناک طوفان جو اس کے غضب کا نشان ہے ختم ہو جائے۔

معاصر "کوہستان" کا ایک اعتراض

روزنامہ "کوہستان" ۲ ستمبر کے "نشیب و فراز" کے کالم میں رقمطراز ہے:۔

"مرزائیوں کا کہنا ہے کہ پاکستان میں جو سیلاب آ رہے ہیں، مکانات منہدم ہو رہے ہیں، فصلیں تباہ ہو رہی ہیں، سڑکیں ٹوٹ رہی ہیں، اور ریلوے لائن کو نقصان پہنچنے کے باعث ٹریفک رک جاتی ہے اس کا باعث "حضرت صاحب" کا انکار ہے لوگ حضرت صاحب کو نہیں مانتے اور

قدرت ہر سال انہیں سیلاب کے ذریعہ ڈرا دھمکا کر "حضرت صاحب" کی طرف متوجہ کرتی ہے"

یہ کن مرزائیوں کا کہنا ہے؟ کب کہا گیا؟ کہاں کہا گیا؟ کیا معاصر کوہستان اس کا کوئی حوالہ پیش کر سکتا ہے؟ جہاں تک ہمارا خیال ہے کسی احمدی نے آج تک ایسا نہیں کہا ہاں یہ ضرور کہا ہے جیسا کہ آج کے مقالہ افتتاحیہ میں بھی بالتفصیل لکھا گیا ہے کہ سیلاب کا غیر معمولی طور پر ہر سال آنا اور ہر آنے سال پہلے سالوں سے بڑھ چڑھ کر تباہی مچانا آخر کوئی معنی رکھتا ہے، ہمارے نزدیک اس کا سبب وہ فسق و فجور ہے جو عام طور پر پاکستان میں پھیلا ہوا ہے، قطع نظر اس بات کے کہ حضرت مرزا صاحب کو کوئی مانتا ہے یا نہیں، بلا لحاظ مذہب و عقائد محض فسق و فجور اس سیلاب کا داعی ہے، یہی بات حضرت مرزا صاحب نے تو لکھی ہے، آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے جبکہ ان سیلابوں وغیرہ کا کوئی خطرہ لاحق نہ تھا، آپ نے ایک طوفان نوح کی خبر دیتے ہوئے صاف لفظوں میں لکھا کہ:-

"یہ شدید آفت جس کو خدا تعالیٰ نے زلزلہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے صرف اختلاف مذاہب پر کوئی اثر نہیں رکھتی اور نہ ہندو یا عیسائی ہونے کی وجہ سے کسی پر عذاب آ سکتا ہے اور نہ اس وجہ سے آ سکتا ہے کہ کوئی میری بیعت میں داخل نہیں یہ سب لوگ اس تشویش سے محفوظ ہیں، ہاں جو شخص خواہ کسی مذہب کا پابند ہو جرائم پیشہ ہونا اپنی عادت رکھے اور فسق و فجور میں غرق رہے اور زانی، خونی، چور، ظالم اور ناحق کے طور پر بد اندیش، بد زبان اور بد چلن ہو اسکو اس سے ڈرنا چاہیئے اور توبہ کر لے تو اس کو بھی اس سے کچھ غم نہیں اور مخلوق کے نیک کردار اور نیک چلن ہونے سے یہ عذاب ٹل سکتا ہے قطعی نہیں ہے"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

حضرت مرزا صاحب کے اس کھلے ارشاد کے ہوتے ہوئے اگر کوئی احمدی یہ کہے کہ موجودہ سیلاب "حضرت صاحب" کے نہ ماننے کی وجہ سے آیا ہے تو ایک صریح غلط بیانی ہوگی اور اگر کوئی ناواجب طور پر احمدیوں کی طرف ایسی بات منسوب کرے تو اس سے سوائے اس کے کیا کہیں کہ ھذا ابھتان عظیم ؛

تصحیح پیغام صلح ۲۱ راگست ۱۹۵۷ء صفحہ ۱۱ نظم زیر عنوان "ادب" کے پانچویں شعر کا دوسرا مصرع اس طرح پڑھنا چاہیئے :-

انہیں لوگ ہیں سب بُرا جانتے

(۲) پیغام صلح ۲۸ راگست صفحہ ۱۱ نظم کا پہلا مصرع اس طرح ہے:-

بچو صحبتِ بد سے بچو سدا

(مرتضیٰ خان)

آغاخاں مرحوم کی میموریل سروس مسجد ووکنگ میں

شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) سے مولانا محمد یحییٰ بٹ رقمطراز ہیں :-

۲۱ راگست ۱۹۵۷ء کو مولانا یعقوب خاں صاحب کو روانہ کر کے جب ہم مسجد میں واپس آئے تو معلوم ہوا کہ موجودہ آغاخاں پرنس کریم نے ٹیلیفون کیا ہے کہ ۲۲ راگست کو وہ ووکنگ میں آئیں گے اور اس دن مرحوم آغاخاں کی میموریل سروس کا انعقاد ہوگا۔ ہم سب نے اس خبر کو سنا اور اس اجتماع کی اہمیت اور اس کے انتظامات کے متعلق غور کرتے رہے۔ ہمیں یہ بھی بتایا گیا کہ آغاخان اب پاکستان تشریف لے گئے ہیں۔ اور وہ ۲۰ راگست کو واپس آئیں گے۔ اتنے میں ہم نے اسماعیلیہ کمیونٹی کے پریزیڈنٹ سے جو لنڈن میں رہتے ہیں، بذریعہ ٹیلیفون اس سروس کے لئے تفصیلی پروگرام پوچھا، لیکن پروگرام معلوم نہ ہو سکا۔ یہ اس لئے کہ پروگرام کی جملہ تفصیلات نئے آغاخاں پرنس کریم ہی کو معلوم تھیں۔

۲۰ تاریخ کو نئے آغاخاں کی والدہ محترمہ پرنسس ([illegible]) جونز اور ان کے چھوٹے بھائی پرنس امین ہمارے ہاں ووکنگ آئے اور کچھ زبانی گفتگو ہوئی جس سے پروگرام بہت حد تک طے ہو گیا۔ یہ لوگ پروگرام زیادہ سے زیادہ آدھ گھنٹے کے لئے چاہتے تھے۔ اور اس سلسلہ میں کہ آغاخاں مرحوم کے بارہ میں کوئی تقریر ہو جائے یا یہ کہ اس اجتماع میں موت کے بارہ میں اسلامی نقطہ نگاہ چند منٹوں میں بیان کر دیا جائے۔ انہوں نے یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ اس سے پروگرام لمبا ہو جائے گا اور ان کے پاس آدھ گھنٹے سے زیادہ یہاں ٹھہرنے کا وقت نہیں ہوگا۔ کیونکہ اسی دن لنڈن میں ان کی اپنی کمیونٹی کے زیر اہتمام بھی ایک سروس کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ ہم نے مہمانوں کے لئے چائے وغیرہ کے انتظام پر بھی زور دیا لیکن بوجہ کمی وقت وہ اس پر بھی متفق نہ ہوئے۔

اس اجتماع میں کوئی تین صد سے زیادہ لوگوں کے آنے کا خیال تھا اس لئے اس تمام سروس کا انتظام مسجد کے ملحقہ وسیع لان میں کیا گیا، جہاں ہر سال عیدین کی نمازیں پڑھی جاتی ہیں، اس سلسلہ میں ایک بڑا شامیانہ نصب کر دیا گیا جس کے نیچے دریوں پر پانچسو کرسیاں بچھا دی گئیں۔ اور پلیٹ فارم پر مائکروفون فٹ کیا گیا، باہر مسجد کی سڑک سے لے کر شامیانہ تک بھی دری اور اس کے اوپر سرخ کپڑا بچھایا گیا۔ اور اس کے باہر ایک لمبا فلیگ پول نصب کر دیا گیا جس پر اسماعیلیہ جھنڈا سروس کے دوران میں سرنگوں رہا۔

اس اجتماع میں موجودہ آغاخاں اور ان کے والد پرنس علی اور ان کے چچا پرنس صدرالدین، اور ان کی ماں اور ان کے بھائی سب شامل تھے۔ ملکہ انگلستان اور ان کے خاندان سے پانچ عہدیداروں نے نمایندگی کی۔ ان کے نام یہ ہیں :-

(۱) لارڈ چیمبرلین

(۲) کرنل مارٹن جیلیٹ

(۳) جیمز اُور (۴) میجر جارجی ایبٹ ووڈ

(۵) لیڈی ڈیوڈسن

شاہ ایران کی نمایندگی کرنل اسد شاہ ہلالی نے کی۔ پاکستان ہائی کمشنر مسٹر اکرام اللہ بھی شامل تھے۔ اور اسی طرح اسماعیلیہ کمیونٹی کے چیدہ چیدہ معزز ممبر بھی موجود تھے۔ آغاخاں کے نام کو سن کر ووکنگ کے بے شمار افراد لڑکے اور لڑکیاں اور خواتین آگئیں، تمام خیمہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ کیمرہ مین اور اخبارات کے نمایندے بڑی تعداد میں موجود تھے۔ آغاخاں نے سروس کے دوران میں تو تصویر کا لینا منع کر رکھا تھا۔ لیکن سروس کے اختتام پر پچاس کے قریب کیمرہ مین آغاخاں کی طرف کیمرے کئے اُن کے تصویر لینے میں مشغول ہو گئے۔

سروس کے پروگرام کے مطابق قرآن کریم کی بعض سورتیں پڑھ کر مرحوم آغاخاں کے لئے دعا کرنا تھا۔ ہم نے موجودہ آغاخان کے مشورہ پر قرآن کریم کی بعض آیات کا انگریزی میں ترجمہ کر کے اور آخر میں انگریزی زبان میں دعا کے الفاظ کو طبع کرا کر میموریل سروس کے نام پر شائع بھی کر دیا۔ اس میں سورۃ فاتحہ، سورۃ نور، سورۃ یٰسٓ کا آخری رکوع - سورہ اخلاص - اور درود شریف سب کے ترجمے شامل ہیں۔ سورۃ فاتحہ کے پڑھنے پر تمام مجمع کھڑا رہا اور بعد میں بیٹھ گیا۔ پھر دوسری مرتبہ سورۃ فاتحہ کے پڑھنے سے تا اختتام تمام مجمع کھڑا رہا اور دُعا کی گئی۔

ٹھیک ساڑھے تین بجے جب شاہی خاندان کے نمایندے یہاں آ گئے تو میں نے پلیٹ فارم پر چڑھ کر مائکروفون کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت شروع کی اور بعد میں مرحوم کے لئے دُعا کی گئی۔ یہ تمام دعا اور قرآن خوانی قریباً پچیس منٹ تک جاری رہی۔

بی بی سی کا نمایندہ وہاں موجود تھا۔ اس نے تمام قرأت ریکارڈ کی اور بعد میں کہا کہ وہ اسے مختلف اسلامی ممالک میں نشر کریں گے۔

پروگرام سورۃ نور کی آیات ۳۵ تا ۳۸ پر موقوف آغاخاں نے ٹیلیفون پر زور دیا تھا کہ ضرور پڑھی جائیں بعد میں جب وہ مسجد آئے تو گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ

(باقی برصفحہ ۱۲ کالم ۱)

انگلستان میں ایمان کے سوائے سب کچھ موجود ہے

اس جذبۂ ایمانی کو لیکر وہاں جاؤ جو مامور من اللہ نے ہمیں دیا ہے

مولانا محمد یعقوب خاں صاحب کے تاثرات

جو انہوں نے خطبہ جمعہ (مورخہ ۳۰ اگست ۱۹۵۷ء) میں مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں بیان کئے

سورۃ فاتحہ پڑھکر فرمایا:-

یہ خطبہ میں زیادہ تر اس لئے دے رہا ہوں کہ آپ لوگوں کو اشتیاق ہوگا کہ انگلستان کے کچھ حالات سنیں اور یہ معلوم کریں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے اور کیا تاثرات میں وہاں سے لیکر آیا ہوں۔

نصرت الٰہی

میرا سب سے پہلا تاثر یہ ہے، کہ ذاتی طور پر مجھے اس بات کی خوشی ہے، کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے توفیق عطا فرمائی کہ وہاں جاؤں اور اس کے پیغام کو لوگوں تک پہنچاؤں اس سلسلہ میں قدم قدم پر اللہ تعالےٰ نے میری نصرت کی اور جہاں جہاں میں گیا اور جس جس جگہ مشکلات پیدا ہونے کا امکان تھا، وہیں خدا تعالےٰ نے اپنے خاص فضل سے ان مشکلات کو دور کر دیا۔ اور میرے لئے رستہ کھول دیا، غالباً سنت اللہ یہی ہے، کہ خدا تعالیٰ انسان کے ایمان کو بڑھانے کے لئے ضرورت کے وقت اسی قسم کی نصرت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ جب کوئی شخص خدا کے رستہ میں کام کرنے کے لئے نکلتا ہے تو غالباً خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسا انتظام کر دیا جاتا ہے کہ اس کی نصرت اس کے شامل حال ہو، اور اسے اس کام میں کامیابی نصیب ہو۔

ہمارا جذبۂ ایمانی

یہ سفر جس حالت میں میں نے کیا، وہ بہت کمزوری کی حالت تھی، میں بیمار تھا اور اچھی طرح چل پھر بھی نہ سکتا تھا۔ لیکن خدا تعالےٰ نے ہر جگہ ایسا انتظام کیا، کہ بجائے کمزوری کے میری طاقت بڑھتی چلی گئی۔ فی الحقیقت یہ خدا تعالےٰ پر ایمان تھا جس نے اس مشکل کام کو میرے لئے آسان کر دیا، مغرب میں جس چیز کی ضرورت ہے وہ ایمان ہے اگر اس کو لیکر ہم وہاں جا سکتے ہیں تو یقیناً ہم کامیاب ہونگے وہاں علم کی کمی نہیں، دنیوی علوم و سائنس کی ترقیات کے علاوہ مذہبی علوم اور دینی تجسس بھی وہاں کمال درجہ کا ہے ہم بالکل بے سر و سامانی اور بے بضاعتی کے ساتھ وہاں جاتے ہیں، لیکن ایک جذبۂ ایمانی ساتھ ہوتا ہے جو مامور من اللہ نے ہم میں پیدا کیا ہے۔ اسی جذبۂ ایمانی کو وہاں لے جاکر ہم کامیابی کی توقع کر سکتے ہیں۔

ووکنگ کا ماحول

ووکنگ میں جس قسم کا ماحول مجھے نصیب ہوا اور جن لوگوں سے تعلقات پیدا ہوئے چاہے وہ اپنے تھے یا دوسرے لوگ، وہ ایسے خوشگوار ... اتنے حوصلہ افزا اور اس قدر محبت و پیار کا اثر لئے ہوئے تھے کہ یہاں آکر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک دلخوش کن خواب تھا جو دیکھنے میں آیا، تمام گھر کے رہنے والے اور کارکن، اقبال احمد، یحییٰ بٹ اور بیگم عبداللہ سب کو ہم آہنگی سے تن دہی کے ساتھ شب و روز اپنی معاونت پر آمادہ پایا ورنہ اکیلا میں وہاں کیا کر سکتا تھا، جب تک خدا اپنے فضل سے سامان نہ کر دے۔ انسان کچھ نہیں کر سکتا۔

دو نوجوان مبلغین ——— اقبال احمد اور یحییٰ بٹ

یہ دو آدمی (اقبال احمد اور یحییٰ بٹ) نوجوان ہیں ان سے ہماری توقعات وابستہ ہیں، اس قسم کا اقدام (یعنی مبلغین کو تیار کرنا) ہمیں بہت پہلے کرنا چاہیئے تھا، میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ احمدیہ تحریک خدا نے ایمان کو زندہ کرنے کے لئے کھڑی کی ہے، اس کی سب سے بڑی دولت ایمان دار اور متقی لوگوں کو پیدا کرنا ہے، حضرت صاحب نے بھی فرمایا ہے کہ مجھے اموال کی اتنی فکر نہیں، مال خدا تعالےٰ بھیجتا رہے گا مجھے فکر یہ ہے کہ ایسے نیک اور متقی لوگ پیدا ہوں جو ان اموال کو دیانتداری سے خرچ کریں اور خدمت دین کا کام بجا لائیں، اس لئے دین کے رستہ میں کام کرنے والے نیک لوگوں کا وجود سلسلہ کی سب سے بڑی دولت ہے۔ اگر آپ مجھے کہیں کہ ایک طرف اکاڑہ کی زمین ہے اور دوسری طرف یہ دو مبلغ اقبال احمد اور محمد یحییٰ بٹ ہیں ان میں سے جو لینا ہے لے لو تو میں دونوں جوانوں کو اکاڑہ کی زمین پر ترجیح دوں گا۔

لوگوں کے نظریہ میں انقلاب

اس کے علاوہ وہاں کیا حالات تھے، لوگوں کے تعلقات ہم سے کیسے تھے، ہمارا پیغام اسلام سن کر اُن پر کیا اثر ہوتا تھا۔ اس کے متعلق میں یہ کہوں گا کہ آج سے بائیس سال پہلے جب میں وہاں گیا تو اس وقت کے حالات کچھ اور تھے، اب وہاں کے لوگوں کے خیالات میں بڑا انقلاب آچکا ہے، اب اسلام کے متعلق عیسائیت کا نظریہ بالکل بدل گیا ہے، اب وہ اسلام کے مقابلہ میں کیمپ قائم نہیں کرنا چاہتے، انہیں اس بات کا احساس ہو چکا ہے کہ آج سے چند صدیاں پہلے جو کچھ ہوتا رہا وہ کسی طرح پسندیدہ نہ تھا، آپ نے شاید اسلامک ریویو میں ایک کتاب پر میرا ریویو پڑھا ہوگا، یہ کتاب مشہور پادری زویمر کے جانشین نے اذان پر لکھی ہے، اس نے اس کتاب میں اس پر بڑا زور دیا ہے کہ یہ بہت بڑی غلطی ہوئی کہ اسلام اور عیسائیت ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوتے رہے، وہ صلیبی جنگوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ کس طرح ہمارے آباؤ اجداد سامان جنگ سے مسلح ہو کر آتے، دوڑ جاتے اور ایک ٹکڑہ زمین کے لئے مرتے اور مارتے تھے، زمین کے ایک ٹکڑا کی خاطر انہوں نے مسیح کو گنوا دیا، چاہیئے تھا کہ ہم محبت کا پیغام لے کر جاتے اور مسلمانوں سے خوشگوار تعلقات قائم کرتے، وہ یہاں تک لکھتا ہے کہ ہم نے مسلمان بھائیوں کو یہ بھی نہیں بتایا کہ ہم بھی تمہاری طرح توحید ہی کے قائل ہیں، کس قدر خوشگوار بات ہے، گویا مسیح کی خدائی ایک قصہ پارینہ بن گئی،

تھوڑے قیام میں زیادہ کام

میں سمجھتا ہوں انگلستان میں میرا قیام تو تھوڑا تھا، لیکن کام کے لحاظ سے بہت زیادہ تھا۔ اس تھوڑے عرصہ میں قریباً ایک سو لیکچر دیئے، .... ووکنگ میں ہر ہفتہ لیکچر، لندن میں جہاں ہر ہفتہ کچھ لوگ جلسے پر جمع ہوتے ہیں، لیکچر دیئے، دوسرے اداروں اور مجالس میں لیکچر ہوتے رہے۔

کانگرس مذاہب عالم پر اسلام کا اثر

World Congress of Faiths ایک سوسائٹی ہے

اس میں بڑے بلند پایہ لوگ جمع ہوئے ہیں، جن کا مقصد یہ ہے کہ تمام مذاہب میں سے مشترک باتیں لی جائیں، ان لوگوں کو جب اسلام کا پیغام پہنچایا گیا تو اُن کے چہرے خوشی سے جگمگا اُٹھے، ایک موقعہ پر جو خاتون میرے لیکچر کی چیئرمین تھیں، وہ لارڈ کرزن کی بیٹی تھیں، اس وقت سویز کا قصہ چل رہا تھا، جنگ کے بادل دنیا پر چھائے ہوئے تھے، ان حالات میں میرا لیکچر سن کر اس خاتون نے کہا کہ اس لیکچر کے بعد اس تاریک فضا میں جو اس وقت چھائی ہوئی ہے، میری مایوسی امید سے بدل گئی ہے، اس کانگرس کے سیکرٹری نے میرے وہاں سے چلے آنے کے بعد جب سنا کہ میں انگلستان سے چلا گیا ہوں تو اس نے مجھے خط لکھا ہے جو مجھے یہاں آکر ملا ہے، اس میں اس نے جس

Call from The Minaret

جنت کا اظہار کیا ہے اور میرے چلے آنے پر بڑا اظہار افسوس ظاہر کیا ہے۔ اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے میں اس کا کوئی عزیز تھا، جو اس سے جدا ہو گیا۔

اخلاقیات میں اہل انگلستان کی بلندی

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جہاں تک عام اخلاقیات کا تعلق ہے وہاں ان کے سکھانے کے لئے جانے کی ضرورت نہیں، اخلاقی لحاظ سے وہ ہم سے اچھے ہیں، وہاں نہ کوئی جھوٹ بولتا ہے، نہ بد دیانتی ہے، نہ کوئی بُرا کلمہ کسی کی زبان سے نکلتا ہے، ہر ایک آدمی ایک مسرت کی لہر لیکر آتا ہے، اور ان سے ملتے ہیں ایک خاص خوشی لاحق ہوتی ہے، اسی سے میرے قلب کا علاج ہوا، کیونکہ قلب کے لئے خوشگوار باتیں اور اچھے کلمات بہت بڑا علاج ہے، یہاں تو نقشہ ہی اُلٹ ہے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب کسی آدمی سے واسطہ پڑتا ہے تو انسان دل میں کہتا ہے کہ اے خدا مجھے اس کے شر سے بچائیو، وہاں بات بات پر :- Thank you اور Please یہ دو الفاظ ہی دل کو فرحت پہنچانے کے لئے کافی ہیں بد دیانتی کا وہاں نام نہیں، اگر آپ ایک ہزار روپیہ بھی کسی دوکاندار کو دے آئیں اور اسے کہدیں کہ فلاں فلاں اشیاء ہمارے گھر پہنچا دو، تو وہ بالکل ٹھیک پہنچا دے گا اور اس میں کسی قسم کی خیانت سے کام نہیں لے گا، اور اگر آپ بغیر روپیہ دینے کے بھی چیزوں کا آرڈر دیدیں تو اس کی بھی فوراً تعمیل ہوگی، خواہ آپ اس کی ادائیگی بعد میں کسی وقت کریں۔

قرآن انگلستان میں

اسلام تو خلق عظیم لیکر آیا تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے انک لعلیٰ خلق عظیم، کہتے ہیں جو چیزیں ایک معمول بن جاتی ہیں وہ... bland (بے لطف) ہو جاتی ہیں، قرآن بڑی عظیم چیز ہے مگر مسلمانوں کے لئے وہ bland (بے لطف) ہو چکا ہے، لیکن اس کی رُوح انگلستان میں موجود ہے میرے خیال میں اب یہاں کے مولویوں سے وہ چھین کر انگلستان چلا جائے گا، آپ ناراض نہ ہوں، اسلام کسی کا اجارہ نہیں للہ المشرق والمغرب، مشرق و مغرب سب خدا ہی کے ہیں، جو قوم قرآن پر عمل پیرا ہوگی، خواہ وہ مشرق میں رہتی ہو یا مغرب میں وہی کامیاب ہوگی۔

روحانی امور کی تحقیق کرنے والے مغربی سائنسدان

مغرب نے جو نئی تحقیقات کی ہے، میں نے اس کو پڑھا ہے مجھے قرآن کریم کی بعض آیات کا مطلب اس وقت سمجھ میں آیا جب میں نے بعض روحانی امور کی تحقیق کرنے والے سائنسدانوں کی کتابوں کو پڑھا، یہ وہ سائنسدان ہیں جن کی ساری زندگی مذہب اور روحانیات کی تحقیق و تفتیش میں گذرتی ہے اور وہ اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ جو کچھ وہ معلوم کریں ایسا نہ ہو کہ ان کے اپنے نفس کا دھوکہ ہو، وہ اس طرح روحانی امور کی تحقیق و تفتیش کرتے ہیں جیسے تیل کی تلاش کی جاتی ہے، آپ یقین رکھیئے کہ اسی جستجو سے وہ خدا کی تلاش کر رہے ہیں، جس طرح ایک سائنسدان مادی چیزوں کی تحقیق کرتا ہے، اسی تلاش و جستجو میں اس نئی سائنس سے بڑی مدد مل رہی ہے جس کا نام Psycho Analysis ہے

ایک نئے براعظم کی تلاش

اس نئے روحانی عالم کو وہ ایک نیا براعظم کہتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ اب اس نئے براعظم کی تلاش ہم کر رہے ہیں، یہ روحانی براعظم ہے، کہتے ہیں اس کے کنارہ پر ہم پہنچ گئے ہیں، اس کے آثار نظر آ رہے ہیں وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ موت کے بعد ایک اور نئی زندگی انسان کو ملنے والی ہے، اور اس بات کو ماننے لگے ہیں کہ ان حواس کے علاوہ جو جسمانی طور پر ہمیں ملے ہیں ایک اور حس بھی ہے، جو عالم روحانی کی سیر کراتی ہے اور جب انسان اس روحانی عالم میں ہوتا ہے، تو اس کے جسمانی حواس معطل ہو جاتے ہیں۔

مامور من اللہ نے ہمیں اس روحانی براعظم کی سیر کرائی

آپ جانتے ہیں یہ وہ باتیں ہیں جو ایک خدا کا مامور ہمیں بتا گیا ہے، یہ کتنی بڑی دولت ہے جو ہمیں دی گئی ہے، وہ باتیں جو آج یورپ کے لوگ مدت العمر کی تحقیق و تفتیش سے معلوم کرتے ہیں اور پھر بھی ابھی اس روحانی براعظم کے کنارے پر ہیں، وہ مامور الٰہی مفت ہاں ہمیں بتا گیا۔ بلکہ اس روحانی براعظم کی سیر ہمیں کرا دی۔ مجھے تعجب ہی ہوا وہ تحقیق کے بعد۔ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں جو احمدیت نے ہمیں پہلے سے بتا دیا ہوا ہے۔

انگلستان کو ایمان کی ضرورت ہے اور سب کچھ موجود ہے

پھر میں کہتا ہوں کہ جس اسلامی سلطنت کی آپ خواہش رکھتے ہیں وہ عملی طور پر وہاں موجود ہے، آپ بیمار ہیں، ڈاکٹر آپ کے لئے مفت ہے، دوائی مفت ملتی ہے، ہر ایک بچہ کے لئے تعلیم مفت ہے، ایک شخص بیروزگار ہے اس کے لئے جب تک روزگار نہ ملے وظیفہ مقرر ہے، اولڈ ایج (بڑھاپے کی) پنشن ہے، ایک شخص بوڑھا ہے، گھر میں اس کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں، ایسے لوگوں کے لئے Old Age Homes کھلے ہوئے ہیں، اب بتایئے ان چیزوں کے ہوتے ہوئے سوائے ایمان کے اور کونسی نئی چیز ہے جو ہم ان کو دے سکتے ہیں۔

سائنسدانوں کی مذہب کی طرف توجہ

ان میں بڑے بڑے سائنسدان ہیں جو آج اس بات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں کہ وہ ماضی کی اتنی بڑی تہذیب گر گئی، اور بھی بڑی بڑی تہذیبیں آئیں، اور وہ فنا ہو گئیں، ہماری تہذیب بھی ختم ہو جائے گی، کیونکہ اس میں یہ خامی ہے کہ جب سے سیکولرزم آیا ہے مذہب سے ہم دور ہٹ گئے ہیں، یہ ان کا نظریہ ہے کہ تاریخ کا یہ سبق ہے کہ کوئی قوم یا ریاست اس وقت تک زندہ رہتی ہے، جب تک خدا کا احساس ان میں موجود ہو، ایک بڑے مورخ نے یہی بات لکھی ہے، آپ بتایئے اگر احمدیت کا پیغام یہ نہیں تو اور کیا ہے، حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ انسان کی برتری کی اصل جڑ تقویٰ ہے، اگر یہ جڑ رہی تو سب کچھ رہا۔ یہ مورخ لکھتا ہے کہ یورپ کی موجودہ تہذیب میں دو بڑی بنیادی خامیاں ہیں جس سے یہ خطرہ ہے کہ یہ بھی پرانی تہذیبوں کی طرح زوال پذیر ہو جائے گی، ایک تو یہ کہ ہم نے مذہب کو سیاست سے علیحدہ کر کے سیکولرزم اختیار کیا اس سے قوم میں لامذہبی پیدا ہو گئی۔ دوسری بات اس مورخ نے یہ لکھی ہے کہ یہ جو ہماری ٹیکنالوجی ہے ہم نے اس پر یہاں تک بھروسہ کیا اور اپنی نجات کا باعث سمجھ لیا کہ گویا ہم نے اس کو ایک بُت بنا کر اس کی پوجا شروع کی یہ وہی بات ہے جو قرآن کریم نے سورہ کہف میں بتائی ہے الذین ضل سعیھم فی الحیٰوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعًا۔ ان لوگوں کی ساری زندگی دنیوی چیزوں کی تحقیق اور صنعت کے کاموں میں ہی ضائع ہو گئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم بہت اچھی چیزیں بنا رہے ہیں وہ مصنف کہتا ہے کہ یہ جو ہماری صنعت ہے، یہ ایک نیا بُت ہے جس کو ہم پوجتے ہیں، اور یہ بُت ہمیں تباہی کی طرف لے جا رہا ہے۔

لاہوری مبلغین سے ایک نئی تہذیب کی توقع

اسی کتاب میں (جس کا نام Civilization on Trial) ہے، ایک باب اس نے اسلام اور مغربی تہذیب کے عنوان سے لکھا ہے جس میں وہ کہتا ہے، مغربی دنیا اور اسلام کے موجودہ دور میں impact (واسطہ) سے ایک نئی تہذیب پیدا ہونے کی توقع ہے۔ اس بارے میں کسی نے اطمینان کرنا ہو تو لاہور کے احمدی مبلغین کی طرف نظر ڈالے جو یورپین ممالک میں نکل پڑے ہیں۔

اسلام کا ہلال بڑا چاند بن چکا ہے

یہ وہ فضا اور وہ حالات ہیں جن میں ہم اس وقت کام کر رہے ہیں، اسلام کا وہ ہلال جس کی خبر حضرت مسیح موعود نے دی تھی کہ افق مغرب سے نکل رہا ہے، اب جو میں نے جا کر دیکھا تو وہ بہت بڑا چاند بن چکا ہے، آج مغربی دنیا زبان حال سے پکار رہی ہے کہ ہمیں اسلام کی ضرورت ہے، لیکن اگر اسلام اس منافرت، اس بد دلی، اس تفرقہ پردازی کا نام ہے جو آج مسلمانوں میں پائی جاتی ہے تو اس کی ضرورت وہاں نہیں، ہاں اسلام اگر محبت ہے، اگر ایک دوسرے کی ہمدردی، ایک دوسرے کی رفاقت اور باہمی خوشگوار تعلقات اس میں پائے جاتے ہیں تو اس اسلام کو وہ .... اپنانے کے لئے تیار ہیں۔

وو کنگ مشن کے ساتھ نصرت الہٰی

ووکنگ مشن ہی اسلام ان کو دے رہا ہے اس مشن کے ساتھ خدا کی نصرت ہے، کوئی دوسری انسٹی ٹیوشن ایسی نہیں جس کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی ایسی نصرت ہو، جیسی ووکنگ مشن کے ساتھ ہے میں نے دیکھا ہے کہ نصرت الہٰی کی لہریں تمام دنیا سے اُٹھ کر ووکنگ مشن کی طرف آ رہی ہیں، اس کو دیکھ کر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے لئے میرے دل سے دعائیں نکلیں کہ اے خدا جس شخص نے اس مشن کی بنا رکھی اس کی روح پر ہزار ہزار رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں، اور اس کے درجات بلند ہوں، ووکنگ مشن دنیا میں اسلام کا بہترین مرکز ہے اور آپ سے بڑھکر ناشکر گزار کون ہوگا اگر آپ اس کی قدر نہ کریں،

دو حیران کن باتیں

میرے لئے دو چیزیں بڑی حیران کن ہیں، ایک تو یہ کہ اسلام جیسا عظیم الشان مذہب مسلمانوں جیسی گری ہوئی قوم میں کس طرح باقی رہ سکتا ہے، دوسری حیرانی یہ ہے کہ وہ قوم جس کے ہاتھ میں ایسا تاریخی کام ہے جس کے لئے خدا نے احمدیہ جماعت کو چنا ہے اس کی طرف سے اس کام کے بالمقابل ..... اس نعمت کی ناقدر شناسی اور چھوٹی چھوٹی باتوں میں اس عظیم الشان تاریخی مقصد کی طرف کما حقہٗ توجہ نہیں دی جا رہی

ایک دل خوش کن سعادت

پیغام صلح میں حضرت مسیح موعود کی ایک بات پڑھکر مجھے خوشی ہوئی جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ میری خواہش ہے کہ میں خود انگریزی سیکھوں، اور انگلستان جاکر اسلام کا پیغام دوں اور پھر فرمایا ہے کہ میں نہیں تو میری جماعت میں سے لوگ اس پیغام کو لیکر جائیں گے، میں نے جب یہ پڑھا تو مجھے مسرت ہوئی کہ مجھے بھی ان لوگوں میں شمولیت کی سعادت نصیب ہوگئی، آپ یقین کیجئے کہ میں جو انگریزی بولتا تھا تو کئی انگریزوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کتنی دیر سے یہاں رہتے ہیں کہ اس قدر صاف ستھری انگریزی روانی کے ساتھ بولتے چلے جاتے ہیں، میں نے انہیں بتایا کہ میں تو کچھ بھی نہیں جانتا، ہاں جب کھڑا ہوتا ہوں تو خدا ہی کے تصرف کے ماتحت جو کچھ منہ میں آتا ہے کہتا چلا جاتا ہوں، یہ فی الحقیقت حضرت کا روحانی تصرف ہے۔ یہ تصرف ہر ایک اس کارکن کے ساتھ ہوگا جو اس رستہ میں کام کرنے کے لئے نکلے گا۔

دینی کام کی برکت

یہ دینی کام کا ایک معجزانہ اثر ہے، میں بیمار یہاں سے گیا، اب مجھے آپ تندرست پاتے ہیں، مجھ میں ہمت ہے، یہ سب اس دینی کام کی برکت ہے، میں سمجھتا ہوں کہ ہماری جماعت کو ہمیشہ خدا کا شکر کرنا چاہیئے کہ یہ ایسا کام ہے جس کی دنیا پیاسی ہے

قرآن کے ایک ایک لفظ میں دنیا کی ہدایت کا سامان موجود ہے۔ اور دنیا آج اس کی تلاش میں ہے۔

آیت قرآنی کی تفسیر مغربی سائنسدان کی کتاب میں

قرآن کریم کے کئی عجائبات ہیں جو وہاں جاکر میرے لئے ازدیاد ایمان کا موجب ہوئے۔ ایک جگہ وہ فرماتا ہے لو کان البحر مداداً لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مدداً اگر تمام سمندر سیاہی بن جائیں اور میرے رب کے کلمات اس سے لکھے جائیں تو پیشتر اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں سمندروں کی سیاہی ختم ہو جائے گی، مغربی سائنسدان اس آیت سے بے خبر ہیں، تاہم ان میں سے ایک سائنسدان لکھتا ہے خدا کی مخلوق اتنی بڑی ہے کہ اگر وہ کسی فرشتہ سے یہ کہے کہ تو میری مخلوق میں سے زمین کو جاکر تلاش کر تو اتنی بڑی کائنات میں سے جس کا اندازہ نہیں ہوسکتا زمین کو تلاش کرنے میں اس کو وہی مشکل پیش آئے گی جو اس انسان کو پیش آسکتی ہے جسے کہا جائے کہ سمندر کے کنارے سے فلاں ریت کا ذرہ لے آؤ۔ یہ بیان پڑھ کر قرآن پر کس قدر ایمان بڑھ جاتا ہے۔

باہم محبت اور ہم آہنگی کی ضرورت

یہ وہ چیز ہے جو خدا نے آپ کو امام وقت کے ذریعہ دی ہے، اس ایمان کو پیدا کرنا اور قرآن کو پہنچانا آپ کا کام ہے، خدا نے آپ کو اس کام کے لئے چنا ہے، اس کی شکر گذاری کریں، زبانی شکر گذاری کوئی چیز نہیں، اپنے عمل سے کریں، اسلام کی تعلیم محبت اور ہم آہنگی پیدا کرتی ہے، غور کریں کہ ہمارے ہاں محبت کی کتنی زیادتی ہے اور منافرت کسقدر، ہم نے کس قدر محبت کو بڑھایا ہے ہمارے خیالات میں کتنی ہم آہنگی ہے

فرشتوں کی امداد

میں نے اس خطبہ کو الحمد سے شروع کیا تھا، اس لئے کہ یہاں سے جاتے وقت میں بیمار تھا لیکن خدا تعالےٰ نے قدم قدم پر اپنے فرشتوں سے میری مدد کی، خدا کے فرشتے بے شک موجود ہیں، وہ بشارتیں بھی دیتے ہیں، دل کو مضبوط کرتے ہیں، اکثر ایسا ہوا کہ میں تقریر کرنے کے لئے کھڑا ہوا اس سے پانچ منٹ پہلے مجھے کچھ معلوم نہ تھا، کہ کیا کہنا ہے، عین تقریر کے وقت جیسے ایک flash ہوتا ہے دماغ میں وہ بات آگئی جو کہنی ضروری تھی، یہ خدا کے فرشتوں کا کام ہے۔

جماعت کی زندگی کا راز

میں پھر کہوں گا کہ آپ خدا کی محبت کو جذب کرنے کے لئے خدمت دین کا رستہ اختیار کریں جماعت کی زندگی کا راز اسی میں ہے، میں نے کسی سے کہا تھا کہ اگر کسی نے زندگی کا بیمہ کرانا ہو تو اس سے بڑھکر بیمہ اور کوئی نہیں کہ خدمت دین میں لگ جائے آپ بھی اگر اپنی جماعت کی زندگی چاہتے ہیں تو اس کام میں ہمہ تن مشغول ہوجائیں۔ جماعت کی زندگی کا راز بھی اسی میں ہے کہ خدا تعالےٰ کے دین کی نصرت میں باقی سب کچھ بھول جاویں یہی ایک راہ ہے، جس سے خدا کی نصرت ہمارے شامل حال ہوسکتی ہے ؏

میموریل سروس آغاخاں

(بسلسلہ صفحہ ۲)

یہ آیات دادا مرحوم یعنی مرحوم آغاخاں کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔ اس لئے میں چاہتا تھا کہ یہ آیات اس سروس میں ضرور پڑھی جائیں ؎[1]

آغاخاں کے یہاں پہنچنے پر پریذیڈنٹ اسماعیلیہ جماعت لنڈن نے میرا ان سے تعارف کرایا۔ جس پر کافی دیر ہم گفتگو کرتے رہے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ اپنی تعلیم کا سلسلہ ہارورڈ یونیورسٹی میں جاری رکھیں گے اور بعد میں دو سال کے لئے بیروت میں بھی جانے کا ارادہ ہے تا عربی زبان پر قدرت حاصل ہوسکے انہوں نے کہا کہ وہ اب تک دو بار قرآن کریم کو ختم کر چکے ہیں، اور کچھ عربی جانتے بھی ہیں لیکن لکھنے بولنے وغیرہ پر قدرت حاصل کرنے کے لئے وہ بیروت ٹھہرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

سروس کے اختتام پر آغاخاں۔ ان کے والد پرنس علی، ان کے چچا پرنس صدرالدین اور ان کی والدہ پرنسس جونز اور ان کے بھائی پرنس امین، سب نے ہمارا شکریہ ادا کیا، اور تمام معزز مہمان واپس تشریف لے گئے لنڈن سے آنے والے دوستوں میں سے سو کے قریب ہمارے ہاں مہمان رہے جن کی تواضع چائے وغیرہ سے کی گئی۔ الغرض یہ اجتماع نہایت خوش اسلوبی کیساتھ ختم ہوا فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ دوسرے دن یعنی ۲۲ راگست کو یہاں کے قریباً تمام اخبارات نے اس کی رپورٹ شائع کی۔ ٹائمز، مانچسٹر گارڈین، ڈیلی ٹیلیگراف اور دیگر اخبارات نے پوری رپورٹ دی۔ ۲۱ راگست کو رات کے ۱۱ بجے ٹیلیویژن پر بھی شاہجہان مسجد میں اس سروس کے منعقد ہونے کی خبر نشر کی گئی۔ محترم اقبال احمد صاحب، بیگم صاحبہ محمد عبداللہ اور دیگر احباب نے اس اجتماع کو کامیاب بنانے میں ہر ممکن کوشش کی، جزاھم اللہ خیرا ؏

---

[1] آیات یہ ہیں:۔

اللہ نور السمٰوٰت والارض مثل نورہٖ کمشکوٰۃ فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانھا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبٰرکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتھا یضیٓئ ولو لم تمسسہ نار نور علیٰ نور یھدی اللہ لنورہٖ من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس

(باقی بر صفحہ کالم ۳)

نوجوانوں سے خطاب
ایک امانت

محترم چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

(۴)

معاند نمبر ۲
اور یہ ہمارا مولوی ہے!

کسی زمانہ میں نیاز فتحپوری نے اپنے رسالہ "نگار" میں یہ لکھا تھا۔ کہ مولویوں اور سانپوں کی کئی اقسام ہیں۔ مگر ان میں ایک فرق ہے۔ سانپوں کی بعض قسمیں ایسی ہیں۔ جو زہریلی نہیں ہوتیں۔ مگر مولوی کی تمام قسمیں زہریلی ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں۔ یہ ایک ملحدانہ اتہام ہے اور زندیقانہ طنز۔ ہم اصل حقیقت کو یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ مولویوں اور پھولوں کی کئی قسمیں ہیں۔ بعض پھول نہایت بھینی بھینی اور دلکش خوشبو دیتے ہیں مگر بعض بالکل بے خوشبو ہوتے ہیں۔ مگر مولوی تقریباً تمام ہی بوئے سرور انگیز سے محروم ہیں۔ لیکن باوجود اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مولوی ہی کے دم قدم سے ہماری مساجد آباد ہیں اور اسی کی برکت سے میناروں پر اسلام کی اذانیں دی جاتی ہیں۔ اور اسی کی کوشش سے اسلام کی روایات اب تک قائم ہیں۔ اور جمہور الحاد کی رو میں جو ابھی تک نہیں بہہ گئے اس کی وجہ صرف یہی فرقہ علماء ہے۔

مولوی اور اجتہاد

یہ صحیح ہے۔ کہ ان لوگوں نے اجتہاد کا دروازہ بند کر کے روح اسلام سے انقطاع کر لیا ہے۔ اور صرف جسد پر قانع ہو گئے ہیں اور ان کی اذانیں روح بلالی سے مفقود ہو گئی ہیں، اور اسلام صرف چند مراسم... کا مجموعہ سمجھا جانے لگا ہے۔ معاشرہ میں مفاسد داخل ہو چکے ہیں۔ اور اب ان کی اصلاح ان لوگوں کے بس کا روگ نہیں رہا۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کہنے والا خدا اپنی جناب سے وقتاً فوقتاً امت میں مصلحین بھیجتا رہا ہے، جو اسلامی جسد میں روح حقیقت واپس لاتے رہے ہیں۔ اور مولویوں کے ہاتھوں سے اسلام ویران اور تباہ ہوتا رہا مگر مصلحین اسے دوبارہ زندہ کر دیتے رہے۔ اگر مولویوں کا نقطہ نگاہ بدل جائے۔ تو ان کے حلقہ اثر میں آتے ہوئے لاکھوں متبعین یکسر بدل جائیں گے۔ اجتہاد کا دروازہ قیامت تک کے لئے کھلا ہے اور انسان کی ہر آن بڑھتی ہوئی ضروریات کا سامان شریعت اسلامی میں موجود ہے۔ اسلام جامد نہیں وہ ایک ابدی حرکت ہے۔

مولوی سے بحث

مولوی سے بحث کا طریق یوں ہے۔ کہ سب سے پہلے اسے وفات مسیح کا قائل کیا جائے۔ اور یہ بہت آسان ہے۔ قرآن کریم کی بہت سی آیات سے وفات مسیح پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ پڑھا لکھا طبقہ تو فی الحقیقت اب حیات مسیح کا قائل نہیں رہا۔ خود مولوی صاحبان بھی اس پر اب زیادہ زور نہیں دیتے۔ اور ویسے بھی حضرت مسیح کا اب تک زندہ رہنا بے معنی بات معلوم ہوتی ہے۔ مسیح کے زمین سے اٹھ جانے کے بعد بہت بڑے تغیرات دنیا میں رونما ہو چکے ہیں، ایک عظیم الشان مذہب کی بنیاد ایک عدیم المثال نبی کے ظہور کے ساتھ رکھی جا چکی ہے جس کے زیر اثر دنیا کی تمام انسانیت آ چکی ہے۔ وہ ایک مثالی نبی ہے جس کی نظیر سابقہ تاریخ میں نہیں ملتی۔ وہ کل انسانیت کا ہادی ہے۔ اس کی بعثت کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اسے عظیم الشان کتاب دی گئی ہے۔ جو قیامت تک کے لئے سرچشمہ ہدایت ہے۔ اس کی شریعت آخری شریعت اور اس کی کتاب خاتم الکتب ہے، اس عظیم الشان مذہب۔ اس عدیم المثال نبی اور اس جامع کتاب کی موجودگی میں نہ عیسائیت کی اور نہ مسیح کی اور نہ اس کی انجیل کی اب ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ اگر مسیح کی وفات ثابت کر دی جائے۔ تو آنے والا مسیح لازماً کوئی اور ہوگا۔ کیونکہ کوئی انسان مر کر دوبارہ واپس نہیں آ سکتا۔ پس آنے والا مسیح بنی اسرائیلی عیسیٰ بن مریم نہیں ہو سکتا، اس کا کوئی مثیل ہی ہو سکتا ہے، یہ وہ راز ہے جس کا انکشاف تمام امت میں سے صرف ایک شخص پر ہوا۔ اور اب وہی منتخب روزگار شخصیت مولوی کی نظر میں کانٹے کی طرح کھٹک رہی ہے، جس خدا نے اتنا بڑا راز اپنے مخلص بندے پر ظاہر کر دیا۔ اسی خدا نے اسے اس زمانہ کا امام بھی مقرر کر دیا اور اس کی صداقت کے لئے زمین اور آسمان کھڑے ہو گئے اور تائید ایزدی نے اس کی صداقت کو سورج کی طرح چمکا دیا۔

حقانیت احمدیت کے ثبوت میں مولوی کے سامنے دلائل کے انبار لگائے جا سکتے ہیں۔ اگر مولوی ہٹ دھرمی چھوڑ دے تو وہ انہیں ضرور قبول کرے گا۔

نئی طرز بحث

مولوی کو بعض سیاست والوں نے مناظرے کا ایک نیا طریق سکھایا ہے۔ انہوں نے مولویوں کو بتلایا ہے۔ کہ وہ احمدیوں سے کسی اصول پر بحث نہ کریں۔ بلکہ فروعات اور متشابہات میں انکو الجھائے رکھیں۔ چنانچہ اس زمانے کے سب سے بڑے سیاسی مولوی جس کے اندر مولویت سے زیادہ سیاست بھری ہوئی ہے۔ احمدیت پر اس نئے طریقے سے حملہ آور ہے۔ اس نے احمدیت کے خلاف بہت کچھ لکھا ہے۔ مگر حیات مسیح کے حق میں ایک لفظ تک نہیں لکھا۔ بلکہ احمدیوں کی طرف ایسے عقائد اور امور منسوب کئے ہیں۔ جن سے احمدیوں کا دامن بالکل پاک ہے۔

مولوی مودودی اور احمدیت

حال ہی میں مولوی مودودی صاحب نے سطحی طریق پر اصل عبارتوں کو توڑ موڑ اور قطع و برید کر کے بے بنیاد الزامات کی ایک فہرست تیار کر کے تحقیقاتی عدالت میں پیش کی ہے جس کا اصول اور عقائد سے کوئی تعلق نہیں۔ زیادہ تر انہوں نے میاں محمود احمد صاحب اور دیگر اکابر ربوہ کے اقوال پر اپنے الزامات کی بنیاد رکھی ہے، حالانکہ احمدیت کے ابطال کے لئے سب سے کارگر حربہ یہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات کو ثابت کر دیا جاتا۔ اگر مسیح زندہ ہیں تو مثیل مسیح کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر اس مخالف مولوی نے اس آسان طریقہ کو اختیار نہیں کیا۔

مسئلہ ظہور مسیح موعودؑ

مولانا مودودی نے ردِ احمدیت میں بڑے بڑے طویل بیان دیئے ہیں۔ مگر یہاں بھی تصرف الٰہی اپنا کام کر گیا اور مسیح کے ظہور ثانی کے ثبوت میں مولانا مودودی نے ایک زبردست بیان دیا ہے جو درحقیقت احمدیت کی بہت بڑی تائید ہے۔ اس کے کچھ اقتباسات ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں، ملاحظہ ہو مودودی صاحب کا تحقیقاتی عدالت کا بیان مندرجہ ترجمان القرآن ماہ جون ۱۹۵۶ء صفحہ ۱۲۲:-

"مسیح علیہ السلام کا نزولِ ثانی مسلمانوں کے درمیان ایک متفق علیہ مسئلہ ہے۔ اور اس کی بنیاد قرآن مجید، حدیث اور اجماع امت پر ہے۔"

آگے چل کر صفحہ ۱۲۵ پر ارشاد ہے:-

"حدیث سے یہ قطعی طور پر ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح کے نزول

کی خبردی ہے۔ اس باب میں ۷۰ سے زیادہ حدیثیں تقریباً ۱۴ صحابیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں جن راویوں نے یہ احادیث صحابہؓ سے سنیں۔ اور پھر بیچ کے جو راوی انہیں کتب حدیث کے مصنفین تک پہنچانے والے ہیں۔ ان کی تعداد سینکڑوں تک متجاوز ہے۔ ان میں بکثرت ثقہ لوگ ہیں۔ وہ یمن سے لے کر آذربائیجان تک اور مصر سے لے کر ماوراء النہر اور سیستان تک مختلف علاقوں کے لوگ ہیں، اور بکثرت روایتوں کی سند کتب حدیث کے مصنفین سے لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک بالکل متصل ہیں جن میں کوئی کڑی چھوٹی ہوئی نہیں ہے۔ اتنے مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے اس قدر کثیر التعداد انسانوں کے متعلق یہ باور کرنا ہمارے لئے بہت مشکل ہے۔ کہ ان سب نے کسی وقت کانفرنس کر کے باہم یہ قرارداد کر لی ہوگی کہ نزول مسیح کی ایک داستان گھڑ کر خدا کے رسول کی طرف منسوب کرنی ہے۔ اور اگر وہ ایسا کرتے بھی تو ان کی تصنیف کردہ داستانوں میں وہ مطابقت اور مناسبت پیدا ہونی محال تھی جو نزول مسیح کی احادیث میں ہم کو نظر آ رہی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ان روایتوں کے مضمون میں دو تین فروعی اختلافات کے سوا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ سب روایتیں مل کر ایک مربوط اور مسلسل قصہ بناتی ہیں، جس کے تمام اجزا ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ ہم نے ضمیمہ نمبر (۲) میں ۲۰ معتبر ترین احادیث لفظ بلفظ نقل کر دی ہیں۔ جو ۱۴ صحابیوں سے مروی ہیں ان کو دیکھ کر محترم عدالت خود معلوم کر سکتی ہے۔ کہ ان مختلف صحابیوں کی روایات قصے کے تمام اور ضروری اجزا میں بالکل متفق ہیں (صرف ایک معاملہ میں روایت نمبر ۴ و ۲۰ دوسری روایتوں کے خلاف یہ کہتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ مسلمانوں کی نماز کے امام ہوں گے اور روایات نمبر ۲ و ۷، ۸ و ۱۴ و ۱۵ یہ کہتی ہیں۔ کہ امام جماعت مسلمانوں کا خلیفہ ہوگا۔ اور حضرت عیسیٰ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے اسی وجہ سے مفسرین و محدثین نے بالاتفاق اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ جو روایات کی اکثریت سے ثابت ہے) اس بنا پر یہ بات یقینی ہے۔ اور اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی کی ضرور خبر دی ہے۔ اور یہ بات کسی کی سمجھ میں آئے ...... یا نہ آئے۔ مگر یہ امر واقعہ ہے کہ حضورؐ نے ایسی خبر دی ہے۔ ناقابل تردید شہادتوں سے یہ ثابت ہے۔ اگر ایسی شہادتوں کو بھی رد کیا جا سکتا ہے۔ تو پھر دنیا کا کوئی تاریخی واقعہ بھی قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح پہلی صدی ہجری سے آج تک امت کے تمام علماء اور فقہا اور مفسر و محدثین کا بھی اس بات پر اجماع ہے۔ کہ مسیح کی آمد ثانی کی خبر صحیح ہے۔ ضمیمہ نمبر ۳ میں اکابر علماء کے اقوال ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں صرف معتزلہ اور جہمیہ اور بعض ایسے ہی دوسرے فرقوں کے چند لوگوں نے اس کو ختم نبوت کے منافی سمجھ کر رد کیا ہے"۔

تحریک احمدیت پر اس بیان کا اثر

اس بیان سے مودودی صاحب نے تحریک احمدیت کو تقویت پہنچائی ہے نہ کہ نقصان، مسیح کی حیات کے متعلق انہوں نے اپنے متعدد بیانات میں اشارہ تک نہیں کیا۔ جس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ مولانا مودودی صاحب حیات مسیح پر یقین نہیں رکھتے اور اسی طرح دوسرے علماء نے بھی راہ فرار اختیار کر رکھی ہے۔ اگر مسیح فی الواقعہ فوت ہو چکا ہے۔ تو واپس نہیں آ سکتا۔ مگر مسیح کے نزول کے وہ سب مقر ہیں۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ مرنے والا مسیح اسرائیلی اور ہے اور آنے والا مسیح حضور نبی کریم صلعم کا کوئی امتی ہے۔ اسی لئے احادیث میں دونوں مسیحوں کے مختلف حلیئے لکھے ہوئے ہیں۔ اسرائیلی مسیح خدا کا نبی تھا۔ آنے والا مسیح مجدد یا محدث ہوگا کیونکہ ختم نبوت کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

مولوی کا انوکھا مطالبہ

مولوی اور اس کے ہم خیال لوگوں کا یہ مطالبہ ہے۔ کہ احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے مگر تعجب ہے۔ کہ آغاخانیوں اور بہائیوں کے متعلق ان کا یہ مطالبہ نہیں ہے۔

بہائی تو خود کو مسلمان نہیں کہتے۔ بلکہ وہ شریعت اسلامی کو منسوخ سمجھتے ہیں اور قرآن کریم کو ایک وقتی کتاب خیال کرتے ہیں جس کا زمانہ گزر گیا۔ اب ایقان یا البیان وقت کی کتب مقدسہ ہیں۔

لیکن انتخابی لسٹوں میں بہائی مسلمان ہی سمجھے جاتے ہیں۔ آج تک کسی مولوی صاحب نے اُن کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہیں کی۔

آغاخانی فرقہ کے سپریم کورٹ کے صدر رحیم اللہ صاحب پارلیمنٹ کے ممبر بھی ہیں، اور مسلم لیگ کے بہت بڑے لیڈر اور آغا خان اسماعیلیہ فرقہ کے سربراہ ہیں۔ اس فرقہ کی تاریخ اور عقائد مختصر پیرائے میں ہم طلوع اسلام ماہ اگست ۱۹۵۶ء سے نقل کر کے پیش کر دیتے ہیں جو حضرات علماء کی بھی پیش خدمت ہے تاکہ وہ احمدیوں کو اقلیت قرار دینے سے پیشتر اس فرقہ کے عقائد کا بھی جائزہ لے لیں۔

فرقہ اسماعیلیہ کے عقائد

طلوع اسلام" میں لکھا ہے کہ اس فرقہ کے عقائد کے متعلق ہمیں تفصیلی طور پر کچھ معلوم نہ ہو سکتا۔ اگر ڈاکٹر زاہد علی صاحب (سابق پروفیسر عربی اور وائس پرنسپل نظام کالج حیدرآباد دکن) اپنی کتاب "ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام" میں یہ تفصیلات نہ دیتے۔ اس کتاب پر ہم نے اگست ۱۹۵۲ء کے "طلوع اسلام" میں تبصرہ کیا تھا۔ اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ تبصرہ میں جو حصہ عقائد سے متعلق تھا اسے درج ذیل کر دیا جائے۔ ہم نے لکھا تھا۔

"ہم نے اس سے پہلے ان باطنی مذاہب کے متعلق جو کچھ کہیں سے ملا تو دیکھا تھا لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ جو کچھ اس کتاب میں دکھائی دیا ہے۔ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد بھی یہ باور کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ کہ یہ کسی ایسے فرقے کے معتقدات و تصورات ہو سکتے ہیں۔ جو اپنی نسبت اسلام کی طرف کرتا ہے۔ پہلے ہمارا خیال تھا، کہ اس کتاب پر تبصرہ کرتے وقت اس کے اقتباسات پیش کرتے جائیں گے۔ تاکہ قارئین خود دیکھ لیں کہ اس مذہب کے پیروؤں کے معتقدات کیا ہیں۔ لیکن کتاب ختم کر لینے کے بعد محسوس ہوا۔ کہ اگر ہم نے اقتباسات دینے شروع کر دیئے۔ تو کم از کم آدھی کتاب نقل کرنی پڑے گی۔ مختصر الفاظ میں سن لیجئے۔ ان کے نزدیک (۱) لا الٰہ الا اللہ کے معنی ہیں لا امام الا امام الزمان (۲) قرآن کی آیت لو کان فیہما الٰہۃ الا اللہ لفسدتا میں اللہ سے اشارہ امام کی طرف ...... ہے۔ (۳) ھُوَ اللّٰہُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ سے مراد عقل اول یا امام الزمان ہیں۔ (۴) عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ سے مقصود مولانا قائم ہیں۔ جو قیامت کے دن ظاہر ہوں گے (۵) سورۂ اخلاص میں آنحضرت اور آپ کے اہل بیت کے

اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ (۶) شرک کے معنی اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کرنا نہیں بلکہ ایک امام کی دعوت کے ساتھ کسی دوسرے امام کی دعوت کو ملانا ہے (۷) رسول اللہؐ کی حیثیت ایک مستودع کی ہے۔ اور حضرت علی رضؓ کی مستقر کی (۸) رسول اللہؐ کے بعد ایک ساتواں رسول پیدا ہوا تھا۔ جو اس مذہب کا بانی ہے۔ (یعنی محمد بن اسماعیل) (۹) انبیاء تمام (مع رسول اللہ) کے گنہگار ہیں اور صرف انکے امام معصوم ہیں (۱۰) حضرت علی رضؓ رسول اللہ کے ساتھ رسالت میں شریک تھے (۱۱) حضرت علی رضؓ اور دیگر آئمہ کا رتبہ رسول اللہؐ سے چار درجے بڑا ہے۔ (۱۲) اذان میں اشھد ان محمد رسول اللہ سے اُن کے مذہب کے اوّل امام محمد بن اسماعیل کی رسالت کی شہادت مراد ہے (۱۳) قرآن کریم انجیل وغیرہ کی طرح محرف کتاب ہے (۱۴) شریعت اسلام ۱۳۳ھ میں ان کے امام اوّل کے ہاتھوں معطل ہو چکی ہے۔ اور اب معطل ہی رہے گی (۱۵) اب مذہب کی بنیاد باطنی شریعت پر ہے جس کے وارث اُن کے آئمہ ہیں (۱۶) قرآنی آیات کے معانی وہ نہیں جو ان الفاظ سے سمجھ میں آتے ہیں۔ بلکہ وہ ہیں جو تاویل کی رُو سے انکے آئمہ نے کئے ہیں۔ ان تاویلات کی عجیب غریب مثالیں درج کی گئی ہیں (۱۷) امام سے اگر فواحش یا منکرات کا بھی ارتکاب ہو جائے تو بھی اس کی امامت میں فرق نہیں آتا۔ وغیرہ وغیرہ ساری کتاب میں اسی قسم کے معتقدات کی تفاصیل اور ان کی مثالیں درج ہیں"۔

یہ مختصراً اس فرقہ کے عقائد ہیں ان کے ہاں مساجد کی بجائے مجالس خانے ہیں۔

مولویوں کا عجیب طرزِ عمل

حال ہی میں ان عقائد رکھنے والے فرقہ اور اس کے امام کو تمام پاکستان کے پریس نے خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ ان کا سربراہ گورنمنٹ ہاؤس میں صدر جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کا مہمان ہوتا ہے اور اس کی پیشوائی کے لئے حکومت کے بڑے بڑے حکام ہوائی اڈوں پر حاضری دیتے ہیں۔ اس میں کچھ عیب کی بات نہیں کیونکہ یہ ایک اسلامی فرقہ کے ایک مقتدا کا احترام ہے اور ہونا چاہیئے۔ مگر اس کے بالمقابل احمدیوں نے کیا جرم کیا ہے کہ حکومت سے ظفر اللہ خاں کو جب تک نکلوا نہیں دیا ہمارے علماء اور ہمارے سیاستدانوں نے آرام کا سانس نہیں لیا۔ رواداری برتنی ہے تو سب سے برتو۔ شیعہ فرقہ کی تعداد زیادہ ہے۔ ان کے ہاں ثروت اور وجاہت زیادہ۔ اسمٰعیلی فرقہ تمام تجارت پر چھایا ہوا ہے۔ اُن کے ہاں سے ووٹ بھی مل سکتے ہیں دولت بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ مگر مذہب کے معاملہ میں تو مداہنت جائز نہیں۔ کیا فرماتے ہیں ہمارے علماء کرام بالعموم اور مولانا مودودی صاحب بالخصوص بیچ اس مسئلہ کے کہ اسمٰعیلی فرقہ تو مسلمانوں میں شامل رہے مگر احمدی لوگ اسلام سے خارج کر دیئے جائیں۔ اس کا کیا جواز ہے۔

مولانا مودودی صاحب کی عجیب پوزیشن

مولانا اقلیت کے مطالبہ کی لپیٹ میں لاہوری احمدیوں کو بھی لے آتے ہیں۔ قادیانیوں پر تو یہ الزام ہے کہ وہ ختم نبوت کے قائل نہیں اور کلمہ گو کی تکفیر کرتے ہیں۔ مگر لاہوری احمدیوں کے متعلق خود مولانا کو اعتراف ہے کہ وہ ختم نبوت کے بھی قائل ہیں اور کسی کلمہ گو کی تکفیر نہیں کرتے۔ چنانچہ اس سلسلے میں مولانا صاحب اپنے ایک بیان میں جو انہوں نے تحقیقاتی عدالت میں دیا ہے اور جو ترجمان القرآن ماہ مئی ۱۹۵۴ء میں چھپا ہے صفحہ ۸۱ پر یوں فرماتے ہیں:۔

> "آخر کون نہیں جانتا کہ لاہوری احمدیوں سے قادیانیوں کا کس بات پر پچھلے ۳۵ سال سے جھگڑا رہا ہے وہ اسی نکتے پر تھا کہ قادیانی مرزا صاحب کی نبوت تسلیم نہ کرنے والے سب مسلمانوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے تھے اور لاہوری اُن کے اس عقیدے کو غلط ٹھہراتے تھے۔"

یہ سب جانتے ہوئے بھی مولانا کو اصرار ہے۔ کہ قادیانیوں سے ۳۵ سال تک جھگڑنے والے لاہوری احمدیوں کو بھی غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ یہاں تو مولانا کا زور دار قلم اپنے متبعین کو مسحور کر لیتا ہے۔ مگر نامعلوم قیامت کے دن جا کر وہ خداوند عالم کو کس طرح قائل کر لیں گے۔ اور اس زیادتی اور ظلم کا اُن کے پاس کیا جواب ہے۔ اگر انکے دل میں خوف خدا کی ایک رمق بھی باقی ہے۔ تو انہیں اپنے اس عصیان سے تائب ہو جانا چاہیئے۔

مولانا مودودی صاحب کی متضاد پوزیشن

اس زمانے میں غیر احمدی طبقہ علماء میں سے سب سے زیادہ سرگرم اور روشن خیال مدبر سیاستدان اور اتحاد المسلمین کا حامی جماعت اسلامی کے سربراہ مولانا مودودی صاحب کو سمجھا جاتا ہے۔ وہ اور اس کی جماعت نفاذ شریعت کے لئے وسیع پیمانہ پر خوب پراپیگنڈا کرتی رہتی ہے۔ اس کی سیاسی مصلحتوں کا تقاضا ہے کہ مسلمانوں کے ان تمام فرقوں کو متحد رکھیں۔ جن سے انتخاب کے وقت ووٹوں کے ملنے کی توقع ہے۔

مولانا مودودی صاحب نے ووٹروں کو اپنے زیر اثر رکھنے کے لئے علماء کے گذشتہ اور موجودہ اختلافات کو نہایت نرم پیرائے میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ تمام دنیا جانتی ہے۔ کہ سنیوں اور شیعوں کے علماء نے ایک دوسرے کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کے لئے نہ صرف فتوے لکھے بلکہ اس پر ضخیم کتابیں لکھیں۔ باہم مناکحت حرام قرار دی گئی۔ ایک دوسرے کے جنازے میں شمولیت کی قطعی ممانعت کر دی گئی۔ اور ایک دوسرے فرقہ کے امام کے پیچھے نمازیں قطعاً ناجائز قرار دے دی گئیں۔

تکفیر بازی کا تشدد

اور اسی طرح اہل سنت جماعت کی باہمی تکفیر بازی بھی انتہا کو پہنچ گئی۔ یہاں تک کہ اگر کسی غیر فرقہ کا آدمی دوسرے فرقہ کی مسجد میں نماز ادا کر گیا۔ تو مسجد کے فرش اکھیڑ دیئے گئے۔ اور مسجد کے اس حصہ کو ناپاک قرار دیا گیا۔۔۔۔ یہاں تک ہی نہیں خود حنفی فرقہ کی دو جماعتیں بریلوی اور دیوبندی بھی آپس میں ایسے دست و گریباں ہوئے اور اب تک ہو رہے ہیں۔ کہ آئے دن ان کے ہاں فتنہ ہائے تکفیر کے باعث تشدد اور تنازع کے ہولناک واقعات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔

مختلف فرقے اور گمراہ کن تصورات

اسی ملت کے اندر ایک فرقہ دین خانقاہی ہے جن کے ہاں اہل قبور سے استمداد کی جاتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھا جاتا ہے۔ اور یقین کیا جاتا ہے۔ کہ حضور کو تمام علم غیب حاصل تھا اور کہ حضور مولود شریف کی خود نگرانی فرماتے ہیں۔ اسی ملت میں تصور شیخ کا عقیدہ بھی چلتا ہے۔ اور پیرانِ عظام کے دربار سے یہ احکام جاری ہوتے ہیں کہ نماز پڑھتے وقت عین سجدہ کی حالت میں اپنے شیخ کا تصور اپنے آئینہ دل کے سامنے رکھو لینا چاہیئے تاکہ قرب مدارج حاصل ہو۔ (باقی آئندہ)

بسلسلہ صفحہ کالم ۳

واللہ بکل شیئ علیم ٭ فی بیوت اذن اللہ ان ترفع و یذکر فیھا اسمہٗ و یسبح لہٗ فیھا بالغدو والاصال ۝ رجال لاتلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ و اقام الصلوۃ و ایتاء الزکوۃ یخافون یومًا تتقلب فیہ القلوب والابصار ۝ لیجزیھم اللہ احسن ما عملوا و یزیدھم من فضلہ و اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب ۝

بچوں کا صفحہ ـــــــ مرتضیٰ خان حسن

باپ بیٹے کی چھٹی مجلس

باپ:- "رشید! اس قیصرہ تمہاری ننھی بہن نے تو کمال کر دیا۔ چند دنوں کے اندر اندر ساری نماز سیکھ لی۔ کل اس نے تمہاری اماں کو سنا دی اور انعام بھی لے لیا مجھے تو توقع نہ تھی کہ وہ اتنی جلدی سیکھ لے گی"۔

رشید:- "اصل بات یہ ہے کہ ایک تو دادی حضور اس کو دن رات پڑھاتی رہی ہیں دوسرے خود اسکو انعام کا شوق تھا۔ اس نے اپنی سہیلیوں سے کہہ رکھا تھا کہ امی جان نماز سیکھنے پر مجھے انعام دیں گی تو پھر میں گڑیا کا بیاہ کروں گی، اور تم سب کی ضیافت کروں گی"۔

باپ:- "ہاں یہ بات درست ہے کہ تمہاری دادی جان نے بھی اس کے ساتھ بہت محنت کی ہے۔ اور اس کو انعام لینے اور گڑیا کا بیاہ کرنے کا شوق تھا مگر پھر بھی اس کی محنت قابل داد ہے۔ ماشاء اللہ ذہن بہت اچھا ہے۔ اگر اس کی تعلیم و تربیت کا اچھا انتظام کیا گیا تو خدا کے فضل سے بڑی قابل نکلے گی"۔

رشید:- "مگر امی جان تو اکثر اس کے شریر ہونے کی شکایت کیا کرتی ہیں"

باپ:- "شریر تو ضرور ہے مگر ذہن بھی غضب کا ہے۔ جب کسی کام کرنے پر آجاتی ہے تو کئے بغیر نہیں چھوڑتی۔ لوگ جو کہا کرتے ہیں کہ شریر بچے ذہین ہوتے ہیں، وہ شاید درست ہو"۔

رشید:- "اچھا ابا جان! اب مجھے آگے سبق پڑھا دیں"۔

باپ:- "ہاں سورۃ فاتحہ کا ترجمہ تو تم پڑھ ہی چکے ہو، اب تم نے قل ھو اللہ کا ترجمہ پڑھنا ہے۔ پڑھو قل ھو اللہ احد کہو وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ الصمد اللہ بے نیاز ہے۔ یعنی وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اور دوسرے اس کے محتاج ہیں۔ لم یلد اس کا کوئی بیٹا بیٹی نہیں ہے۔ ولم یولد اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے یعنے نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ وہ جنا گیا ہے۔ ولم یکن لہ کفواً احد اور نہ کوئی اس کے برابر ہے۔ ایک دو دفعہ دہراؤ یاد ہو جائے گا۔ (لڑکا دہراتا ہے باپ بتاتے جاتا ہے۔ آخر یاد ہو جاتا ہے) دیکھو رشید! اس سورۃ کو سورۃ اخلاص کہتے ہیں نماز میں سورۃ فاتحہ کے بعد ضروری نہیں کہ اسی سورۃ کو پڑھا جائے، کوئی دوسری سورۃ بھی پڑھی جاسکتی ہے یا بعض آیات بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔ یعنی قرآن شریف کا کوئی حصہ پڑھا جاسکتا ہے۔ اس سورۃ کو اس لئے پڑھا جاتا ہے کہ یہ مختصر ہے۔ بچے جلدی یاد کر لیتے ہیں، پھر یہ بھی بات ہے کہ اس میں اسلام کی تعلیم کا لب لباب ہے۔ اس کو سورۃ اخلاص اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں توحید کو خاص طور پر بیان کیا گیا ہے۔ سچ پوچھو تو دوسرے سب مذاہب توحید سے خالی ہیں۔ عیسائی تین خدا مانتے ہیں، پارسی دو خدا مانتے ہیں۔ ہندوؤں نے ہزاروں، لاکھوں دیوتا بنا رکھے ہیں، بتوں کو پوجتے ہیں۔ بتوں سے مرادیں مانگتے ہیں۔ یہ سب مشرک لوگ ہیں۔ اسلام نے توحید پر بڑا زور دیا ہے۔ قرآن مجید کا تقریباً ایک تہائی توحید پر مشتمل ہے۔ خدا نے اس سورۃ میں بھی توحید کی تعلیم دی ہے۔ کہدو کہ وہ خدا ایک ہے وہ کسی کا محتاج نہیں۔ بلکہ دوسرے اس کے محتاج ہیں۔ اب غور کرو کہ عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ کھانے پینے کے محتاج تھے۔ محتاج ہونا تو ایک کمی، ایک خامی اور ایک نقص کی بات ہے۔ جب خدا میں کمی اور نقص آگیا تو وہ خدا کیا ہوا۔ عرب کی بعض قومیں مانا کرتی تھیں کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں اور عیسائی بھی مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے ہیں۔ نعوذ باللہ یہ سب غلط باتیں ہیں۔ خدا بیٹے بیٹیوں کا محتاج نہیں۔ اس لئے اس نے فرمایا ہے لم یلد ولم یولد یعنے نہ اس کا کوئی باپ ہے۔ اور نہ اس کا کوئی بیٹا۔ ولم یکن لہ کفواً احد یعنے اس کے برابر کوئی نہیں، اس کا کوئی ہمسر نہیں، یہ مشرک لوگ کئی چیزوں کو خدا کا ہمسر بناتے ہیں۔ ان کی پرستش کرتے ہیں۔ خدا کا حکم ہے کہ میری ہی پرستش کرو، اور مجھ سے مرادیں مانگو۔ توحید یعنی خدا کا ایک ہونا اسلامی تعلیم کی بنیادی اینٹ ہے۔ شرک یعنی خدا کے ساتھ کسی کو ساجھی بنانا بہت بڑا گناہ ہے اس لئے شرک سے بچتے رہو۔ لوگ قبروں پر جاتے ہیں، اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں، بعض لوگ جو سخت جاہل ہیں قبروں کو سجدہ کرتے ہیں۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ خدا نے سخت حکم دیا ہے کہ اس کے سوائے کسی کے سامنے سجدہ نہیں کرنا چاہیئے۔ قبروں پر جا کر فاتحہ پڑھنا اور ثواب پہنچانا تو اچھا کام ہے مگر قبروں سے مرادیں مانگنا اور قبروں کو سجدہ کرنا سخت گناہ ہے۔ ہمارے نبی صلعم نے فرمایا کہ پہلی قوموں کی طرح تم مجھے خدا نہ بنا لینا اور میری قبر کو بت نہ بنانا میں صرف خدا کا ایک بندہ اور اس کا رسول ہوں ؎

تم اوروں کی مانند دھوکا نہ کھانا
کسی کو خدا کا نہ بیٹا بنانا
میری حد سے رتبہ نہ میرا بڑھانا
بڑھا کر بہت تم نہ مجھ کو گرانا

سب انساں ہیں واں جس طرح سر فگندہ
اسی طرح ہوں میں ایک اس کا بندہ

بنانا نہ تربت کو میری صنم تم
نہ کرنا مری قبر پر سر کو خم تم
نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم
کہ بیچارگی میں برابر ہیں ہم تم
مجھے حق نے دی ہے بس اتنی بزرگی
کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی

یارانِ کہن

(بسلسلہ صفحہ ۲)

ایک مضل و دجال کی۔ البتہ یہ غلطی ہوئی کہ لفظ مہدی کو انہوں نے مہدی آخر الزمان سمجھ لیا۔ .... اور یہ رائے بھی اس صورت میں ہے جب ان کی نسبت مہدی آخر الزمان ہونے کا مدعی ہونا قطعی طور پر ثابت ہو جائے" (حاشیہ تذکرہ - صفحہ ۱۴۲)

پھر فرماتے ہیں:-

"سید صاحب موصوف کا معاملہ عجیب ہے۔ اور طرح طرح کے دعاوی اور شطحیات انکی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ معتقدین کی باتیں تو قابل توجہ نہیں کہ لوگ جسکو پیشوا مانتے ہیں اسکو خدا بنائے بغیر نہیں چھوڑتے اور اگر بہت احتیاط کی تو نبوت تک پہنچا کر چھوڑا۔ لیکن بعض قریب العہد اور قابل اعتماد راویوں نے بھی اس قسم کی باتیں لکھ دی ہیں کہ اول نظر میں طبیعت کو خلجان ہوتا ہے شاہ عبد الحق محدث دہلوی:- "در اعتقاد سید محمد جونپوری ہر کمالیکہ محمد رسول اللہ صلعم داشت هم رسید۔ سید محمد را نیز بود- فرق ہمین است کہ آنجا باصالت بود و اینجا بہ تبعیت رسول بجائے

(باقی صفحہ ۱۲ کالم ۱ پر)

(بقیہ صلا)
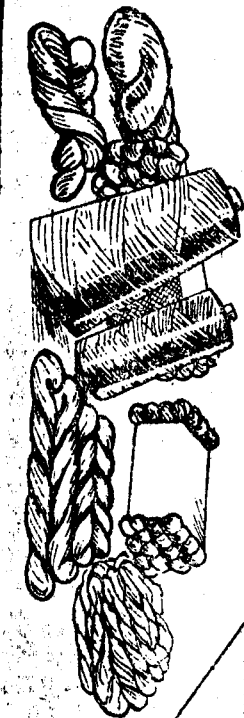
رسیدہ کو پہچا دشد"۔ شاہ صاحب کی یہ عبارت دیکھ کر مجھ کو خیال ہوا کہ ہمارے زمانہ میں مرزا صاحب قادیانی کے معتقدین میں سے ایک بڑا گروہ بھی مرزا صاحب کی نسبت یہی اعتقاد رکھتا ہے۔ اور اسی اصالت و تبعیت کے فرق پر اپنے تمام غلو و اغراق کی بنیاد رکھی ہے۔ وما اشبه الليلة بالبارحه" (تذکرہ صفحہ ۲۰-۲۱)

مولانا ابوالکلام آزاد کا یہ فرمانا کہ "وما اشبه الليلة بالبارحة" یعنی آج کی رات کل کی رات سے کس قدر مشابہ ہے حضرت مرزا صاحب کو اس سلسلۂ ولایت میں منسلک کر رہا ہے جس کی ایک کڑی وہ سید محمد جونپوری کو سمجھتے ہیں۔

اگر مولانا آزاد نے اپنی رائے میں تبدیلی کر لی ہو تو علیحدہ بات ہے، ورنہ میرے خیال میں تو مولانا سالک نے جو باتیں اپنے حافظہ کی بناء پر "یاران کہن" میں لکھی ہیں اس حوالہ کی روشنی میں تو وہ درست ہی نظر آتی ہیں۔ اگر یہ حوالہ بھی یاران کہن میں درج ہو جاتا تو شاید مولانا ابوالکلام آزاد کو شکایت کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

والسلام

مخلص ۔ محمد طفیل

صرف ٹائٹل ایور گرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں چھپا۔ باقی "اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

ایڈیٹر ۔ دوست محمد

پیغام صلح ۱۸ ستمبر ۱۹۵۷ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸۰ شمارہ نمبر ۳۵

جلد ۴۷ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۶ صفر ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۱ ستمبر ۱۹۵۷ء | نمبر ۳۶

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

—— (مسیح موعودؑ) ——

رَدّی اور حقیر چیز کی خدا کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہیں

بیعت کرنیوالوں کو حضرت مسیح موعودؑ کی نصیحت

گناہ کی شناخت کے اصول اور اصل اصول عبادت

پانچوں نمازیں عمدہ طور سے پڑھا کرو، روزہ صدق دل سے رکھو، اور اگر صاحب توفیق ہو، تو زکوٰۃ، حج وغیرہ اعمال میں کمربستہ رہو، ہر قسم کے گناہ اور شرک اور بدعت سے بیزار رہو، اصل میں گناہ کی شناخت کے اصول صرف دو ہی ہیں، اوّل حق اللہ کی بجا آوری میں کمی یا کوتاہی۔

دوم حق العباد کا خیال نہ کرنا۔

اصل اصول عبادت بھی یہی ہیں کہ ان دونوں حقوں کی محافظت کما حقہٗ کی جائے۔ اور گناہ بھی انہی میں کوتاہی کرنے کا نام ہے اپنے عہد پر قائم رہو اور جو الفاظ اس وقت تم نے میرے ہاتھ پر بطور اقرار زبان سے نکالے ہیں، اُن پر مرتے دم تک قائم رہو۔

انسان کا دہوکا

انسان بعض اوقات دہوکا کھا جاتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میں نے اپنے لئے توبہ کا درخت بو لیا ہے۔ اب اس کے پھل کی اُمید رکھتا ہے۔ یا ایمان میں نے حاصل کر لیا ہے اس کے اب نتائج مترتب ہونے کا منتظر ہوتا ہے۔

رَدّی چیز منظور نہیں ہوتی

مگر اصل میں خدا کے نزدیک نہ تائب نہ سچا مومن کچھ بھی نہیں ہوتا کیونکہ جو چیز اللہ تعالیٰ کی پسندیدگی اور منظوری کی حد تک نہ پہنچی ہوئی ہو وہ چیز اس کی نظر میں ردّی اور حقیر ہوتی ہے، اس کی کوئی قدر و قیمت خدا کے نزدیک نہیں ہوتی

ہم دیکھتے ہیں کہ جب ایک انسان کسی چیز کے خریدنے کا ارادہ کرتا ہے۔ جب تک کوئی چیز اس کی پسندیدگی میں نہ آوے، تب تک اس کی نظر میں ایک ردّی محض اور بے قیمت ہوتی ہے، تو جب انسان کا یہ حال ہے، تو خدا تو قدوس اور پاک اور بے لوث ہستی ہے، وہ ایسی ردّی چیز کو اپنی جناب میں کب منظور کرنے لگا۔

ابتلا کے دن

دیکھو یہ دن ابتلا کے دن ہیں، وبائیں ہیں قحط ہے، غرض اس وقت خدا کا غضب زمین پر نازل ہو رہا ہے ایسے وقت میں اپنے آپ کو دہوکا مت دو اور صاف دل سے اپنی کوئی پناہ لو۔

بیعت اور توبہ کب فائدہ دیتی ہے

بیعت اور توبہ اس وقت فائدہ دیتی ہے جب انسان صدق دل سے اور اخلاص نیت سے اس پر قائم اور کاربند بھی ہو جاوے، خدا خشک لفاظی سے جو حلق کے نیچے نہیں جاتی ہرگز ہرگز خوش نہیں ہوتا۔ ایسے ہو کہ تمہارا صدق اور وفا اور سوز و گداز آسمان پر پہنچ جاوے۔ خدا تعالےٰ ایسے شخص کی حفاظت کرتا اور برکت دیتا ہے جس کو دیکھتا ہے کہ اس کا سینہ صدق اور محبت سے بھرا ہوا ہے وہ دلوں پر نظر ڈالتا اور جھانکتا ہے، نہ کہ ظاہری قیل و قال پر جس کا دل ہر قسم کے گند اور ناپاکی سے معرا اور مبرا پاتا ہے اس میں آ اترتا ہے اور اپنا گھر بناتا ہے۔ مگر جس دل میں کوئی کسی قسم کا

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم اول)

ربوہ کے سوشل بائیکاٹ کی حقیقت

از:- احمد فیروز بی اے - ربوہ

خلیفہ ربوہ کا علم نفسیات سے استفادہ

۱۹۱۴ء میں حضرت مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے وصال کے بعد میاں محمود احمد صاحب "خلافت" کی گدی پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ حضرت مولانا موصوف رضہ کے زیر تربیت رہنے کی وجہ سے یہ ذہین دماغ جہاں مروجہ اسلامی علوم سے واقفیت پیدا کر چکا تھا وہاں اپنے ذاتی مطالعہ سے تاریخ اور نفسیات میں بھی دخل رکھتا تھا۔ راقم الحروف کو اعتراف ہے کہ کہ آج بھی میاں صاحب کا مطالعہ بہتیرے نفسیات دان لیڈروں سے زیادہ ہے اور جس طرح آپ نے اس علم سے استفادہ اور انتفاع کیا ہے، کم کسی نے کیا ہوگا۔

اپنی ذات کیلئے غیروں سے انقطاع کا نظریہ

نفسیات اجتماع (Mass Psychology) کے مسلمہ اصولوں کے مطابق اس لیڈر نے عنان اقتدار سنبھالتے ہی پہلا قدم یہ ضروری سمجھا کہ افراد جماعت کی عقیدت کو اپنی ذات پر مرکوز کرنے کے لئے ان کے غیروں سے جملہ تعلقات منقطع کئے جائیں اور ذہین میں خلیفہ ہی باپ، خلیفہ ہی معتقد ہی اور خلیفہ ہی سب کچھ ہے اور اس کے سامنے برادری، نسل، قبیلہ، رشتہ داریاں سب ہیچ ہیں" کا نظریہ پیش کیا۔

تین احکام

اس نظریہ کی تعمیل میں آپ نے تین احکام جاری کئے۔ اولاً جماعت سے باہر دوسرے مسلمانوں سے رشتہ ناطہ نہ کیا جائے، ثانیاً غیر از جماعت کا (خواہ وہ کس قدر ہی سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی عزت کرنے والا، اسلام کا اپنے خیال کے مطابق خادم اور اپنی قوم میں معزز ہی ہو یا انتہائی قریبی تعلق والا عزیز اور اس کا بچہ ہی ہو) جنازہ نہ پڑھا جائے۔ اور ثالثاً غیر از جماعت لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے کی (خواہ وہ بیت اللہ میں حج کا دوگانہ ہی ہو) قطعی ممانعت ہے۔

احمدیوں اور غیر احمدیوں میں کھچاؤ

اس میں اس قدر غلو اور سختی کی گئی جس سے عام مسلمانوں میں خواہ مخواہ اشتعال پیدا ہوا اور نتیجۃً اس ماہر نفسیات کے حسب منشاء جماعت اور عام مسلمانوں کے درمیان خلیج وسیع ہو گئی۔ ان احکامات پر اعتراضات ہوئے تو جناب میاں صاحب نے ان کو مزید موثر بنانے کے لئے ان کے جو جوابات دیئے وہ اس قسم کے تھے جن سے احمدیوں اور غیر احمدیوں میں بے تعلقی اور کھچاؤ جو پہلے سے چلے آ رہے تھے بڑھ کر نفرت اور علی الاعلان دشمنی میں تبدیل ہو گئے۔[1] اپنے وضع کردہ ان احکامات کی تشریح میں یہاں تک فرما دیا کہ ——— چونکہ عام مسلمان ہندو کے بچہ کا جنازہ نہیں پڑھتے اس لئے ہم بھی مسلمانوں کے بچوں کا جنازہ نہیں پڑھیں گے۔ غیر احمدی لڑکی کا رشتہ چھوڑو خواہ وہ بچپن کی منگیتر ہو (اور عملاً اس رشتہ سے دونوں خاندانوں کے قریب آنے کا امکان ہو) ——— اس مسلمان کے پیچھے بھی نماز منع ہے جو خانہ کعبہ میں امامت کرتا ہے اور جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تکذیب و تکفیر سے کوئی واسطہ نہیں (عملاً میاں صاحب نے اپنے حج کے موقعہ پر یہی نمونہ دکھایا اور اپنے مٹھی بھر ساتھیوں کے ساتھ چھپ کر علیحدہ نماز پڑھتے رہے۔ اس پر وہاں کی حکومت کی طرف سے اعتراض بھی ہوا اور فتنہ کی صورت بنتے بنتے رہ گئی)

غیر از جماعت سے رشتہ پر سزائیں

ان اقدامات کی ترویج میں اسقدر سختی کی گئی کہ غیر از جماعت اعزہ میں رشتہ داری کرنے پر کئی احمدیوں کو اخراج از جماعت اور مقاطعہ کی سزائیں ملیں، اور اسی طرح دوسرے احکامات کی خلاف ورزی کی صورت میں تعزیری کارروائی کی گئی۔ ان نئے عقائد کی تبلیغ کے لئے قادیان میں ہفتہ ہائے تعلیم و تربیت منائے گئے اور سات سات دن ان عنوانات پر مولویوں سے تقریریں کروائی گئیں، اور سامعین کا باقاعدہ امتحان لے کر تسلی کر لی گئی کہ یہ باتیں ذہن نشین ہو گئی ہیں۔

علیحدہ معاشرہ اور سوشل دباؤ

اس طرز عمل سے جناب میاں صاحب کو ---- اپنا مقصود حاصل ہو گیا۔ احمدیوں کے اپنے رشتہ داروں، دوستوں اور متعلقین سے بائیکاٹ ہو گئے اور یوں یہ جماعت چاروں طرف سے کٹ کر مکمل طور پر مرزا محمود صاحب کے چنگل میں پھنس گئی اور نتیجۃً وہ علیحدہ معاشرہ وجود میں آ گیا جس میں اپنے ماحول سے منقطع ہونے کی وجہ سے سوشل دباؤ پیدا ہونا شروع ہوا اور افراد کی عقیدتیں اپنے مطلق العنان امام سے روز بروز زیادہ ہونے لگیں۔ غیر از جماعت لوگوں کی طرف سے انتہائی نفرت کے اظہار کی وجہ سے افراد کو آپس میں ایک متحدہ جسد کے طور پر مجبوراً رہنا پڑا اور اس جسد کے حکمران دماغ کی کاوشوں کے سبب یہ سوشل دباؤ بڑھتا رہا۔

معتوبین کا مقاطعہ

اس صورت حالات سے فائدہ اٹھانے کے لئے اس مرحلہ پر جناب میاں صاحب نے معتوبین کے لئے اخراج از جماعت کی سزا کو قریباً ترک کر کے، کہ اس سے متاثر شخص بڑی آسانی سے غیر احمدی ماحول میں جذب ہو جاتا تھا، ایک نئی سزا ایجاد کی جس کا نام مقاطعہ رکھا گیا۔ جس غریب کو اس کی کسی لغزش یا خلیفہ صاحب کی مرضی کے خلاف عمل کی پاداش میں سزا دینا مقصود ہوتا اس کے لئے بجائے جماعت بدر کرنے کے ایسی سزا تجویز کی گئی جس سے وہ ناک رگڑ کر درخواستیں کرتا کہ "حضور! للہ اپنے بال بچوں کے صدقہ اس عاجز کو معاف فرمائیں"۔ ایسی حالت میں کہ جماعت سے اخراج نہیں ہوا، وہ باوجود بیزار اور نالاں ہونے کے غیروں میں نہیں جا سکتا اور اگر وہ جان پر کھیل کر چلا بھی جاتے تو اس نفرت کی وجہ سے جو مرزا محمود صاحب احمدی جماعت کے خلاف پیدا کر چکے ہیں اس کے لئے غیر احمدی معاشرہ میں کوئی جگہ نہ ہوتی، اور جلد یا بدیر اس کو اپنے اعزہ کے دباؤ پر، اپنے دوستوں کی تلقین پر اور اپنے غیر موافق معاشی حالات کی بناء پر جبراً و کرہاً مرزا صاحب کی دہلیز پر گرنا پڑتا۔

باقی آئندہ

---

[1] میاں صاحب کی نفسیات دانی کی ایک مثال یہاں بھی ملتی ہے کہ اپنے گروہ کو نظریاتی طور پر مضبوط کرنے کے لئے کامیاب لیڈر ہمیشہ اس کے مقابل پر دوسرے گروہوں کو برا بھلا کہنا اور انکی تذلیل و استخفاف ضروری سمجھتے ہیں۔ (یہ حقیقت مذہب کی نفسیات کی ابتدائی کتابوں میں بطور کلیہ کے درج ہے) میاں صاحب نے بھی قادیانی جماعت کے مقابل پر "احراری" اور "پیغامی" کے الفاظ کو بطور گالی استعمال کیا اور ہمیشہ ان کو "دشمن" کے لفظ سے یاد کیا۔ (منیر انکوائری رپورٹ نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے) اور جب بھی ان کے مقابل میں کوئی آواز اٹھی انہوں نے اسے احراریوں یا پیغامیوں کا شاخسانہ کہہ کر اپنی جماعت کو مطمئن رکھا۔

عذاب الٰہی اور منکرین مسیح موعود

گذشتہ اشاعت میں ہم نے معاصر "کوہستان" کے ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے اس بات کو واضح کیا تھا، کہ سیلاب یا کوئی دوسرا عذاب کسی اختلاف عقائد یا کسی مامور یا نبی کو نہ ماننے کی وجہ سے نہیں آتا بلکہ فسق و فجور کے بڑھ جانے یا اس شوخی و شرارت کی وجہ سے آتا ہے جو مامور الٰہی کے مقابلہ میں مفسدہ پرداز لوگوں کی طرف سے عمل میں آتی ہے اس کی تائید میں حضرت مسیح موعودؑ کی ایک تحریر بھی براہین احمدیہ حصہ پنجم سے نقل کی گئی تھی، اسی سلسلہ میں آپ کی ایک اور تحریر بھی قابل توجہ ہے جس میں اصلاح نفس اور توبہ کی تلقین کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:-

"میں بار بار انہی اشتہارات میں لکھ چکا ہوں کہ اصلاح نفس اور توبہ سے اس جگہ میری یہ مراد نہیں کہ کوئی ہندو یا عیسائی مسلمان ہو جائے یا میری بیعت اختیار کرے بلکہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر کسی کا مذہب غلطی پر ہے تو اس غلطی کی سزا کے لئے یہ دنیا عدالت گاہ نہیں ہے اس کے لئے عالم آخرت مقرر ہے اور جس قدر قوموں کو پہلے اس سے سزا ہوئی ہے مثلاً آسمان سے پتھر برسے یا طوفان سے غرق کئے گئے یا زلزلہ نے ان کو فنا کیا اس کا باعث یہ نہیں تھا کہ وہ بت پرست تھے یا آتش پرست یا کسی اور مخلوق کے پرستار تھے، اگر وہ سادگی اور شرافت سے اپنی غلطیوں پر قائم ہوتے تو کوئی عذاب اُن پر نازل نہ ہوتا لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا بلکہ خدا تعالیٰ کی آنکھ کے سامنے سخت گناہ کئے، اور نہایت درجہ تو خیال دکھلائیں اور ان کی بدکاریوں سے زمین ناپاک ہو گئی اس لئے اسی دنیا میں ان پر عذاب نازل ہوا خدا کریم و رحیم ہے اور غضب میں دھیما ہے اگر اس زمانہ کے لوگ اس سے ڈریں اور بدکاریوں اور ظلمتوں اور طرح طرح کے برے کاموں پر ایسی جرأت نہ کریں کہ گویا خدا نہیں ہے تو پھر ان پر کوئی عذاب نازل نہیں ہوگا، جیسا کہ وہ فرماتا ہے مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ (پ۵-۱۸) یعنے خدا تمہیں عذاب دیکر کیا کرے گا اگر تم شکر گذار بن جاؤ اور خدا پر ایمان لاؤ اور اس کی عظمت اور سزا کے دن سے ڈرو اور ایسا ہی اس کے مقابل پر فرماتا ہے قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ (پ۱۹-۵) یعنی ان کو کہدے کہ اگر تم نیک چلن انسان نہ بن جاؤ اور اس کی یاد میں مشغول نہ ہو تو میرا خدا تمہاری زندگی کی کیا پروا رکھتا ہے اور سچ ہے کہ جب انسان غافلانہ زندگی بسر کرے اور اس کے دل پر خدا کی عظمت کا کوئی رعب نہ ہو اور بے قیدی اور دلیری کے ساتھ اس کے تمام اعمال ہوتے ہوں تو ایسے انسان سے ایک بکری بہتر ہے جس کا دودھ پیا جاتا ہے اور گوشت کھایا جاتا ہے اور کھال بھی بہت سے کاموں میں آجاتی ہے سو میں جانتا ہوں کہ جس قدر میں نے لکھا ہے وہ ان لوگوں کے لئے بس ہے جن کے دل ٹیڑھے نہیں ہیں اور جو جانتے ہیں کہ خدا ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ"

حضرت مسیح موعودؑ کی اس کھلی تحریر کے ہوتے ہوئے کون احمدی یہ کہہ سکتا ہے کہ سیلاب کا عذاب حضرت صاحبؑ کے نہ ماننے کی وجہ سے آیا ہے، معاصر "کوہستان" کا اس قسم کی بات جماعت احمدیہ کی طرف منسوب کرنا سراسر افترا اور بہتان عظیم ہے ہاں یہ ایک حقیقت ہے کہ اس وقت پاکستان میں فسق و فجور اور شوخی و شرارت انتہائی کمال کو پہنچ چکی ہے .... ایسے حالات میں غضب الٰہی کا بھڑکنا اور عذاب الٰہی کا آنا سنت اللہ کے عین مطابق ہے اور یہ کہنا بے محل نہیں کہ سیلاب کا عذاب جو گذشتہ پانچ چھ سال سے متواتر آرہا ہے اور ہر آنے والے سال بڑھتا چلا جا رہا ہے منجملہ دیگر اسباب کے اس کا ایک بہت بڑا سبب وہ فسق و فجور اور فتنہ و فساد ہے جو پاکستانی معاشرہ کا ایک جزو بن چکا ہے، اور اگر توبہ و استغفار اور اصلاح نفس سے کام نہ لیا گیا تو معلوم نہیں کہ اس کا نتیجہ کیا ہو،

معاصر "کوہستان" نے اسی سلسلہ میں ایک یہ بھی سوال کیا ہے کہ:-

"پچھلی اُمتوں کو بھی سیلابوں اور طوفانوں سے سابقہ پڑا ہے حضرت نوحؑ کے زمانے میں جو طوفان آیا تھا وہ تو اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا لیکن ہوا یہ کہ طوفان آنے سے پہلے حضرت نوحؑ نے ایک کشتی تیار کر لی اور اپنے متبعین کو طوفان کی آمد سے آگاہ کر دیا تھا، طوفان آیا اور آپ نے اپنے متبعین کو کشتی پر سوار کر لیا وہ بچ گئے اور منکرین ڈوب گئے لیکن یہاں یہ صورت ہے کہ طوفان آتا ہے تو نہ صرف یہ کہ مرزائیوں کو اس کی آمد کی خبر نہیں ہوتی بلکہ وہ بھی ہم منکرین کے ساتھ ڈوبنے لگتے ہیں ...... اگر سیلاب حضرت صاحبؑ کے انکار کی وجہ سے آتے ہیں تو انہیں مرزائیوں کا تو کچھ لحاظ کرنا چاہیئے"

جہاں تک حضرت صاحبؑ کے انکار کا سوال ہے، ہم اس کا جواب اُوپر دے چکے ہیں، اس لئے یہ کہنا کہ حضرت صاحبؑ کے ماننے والے کیوں سیلاب کی زد میں آتے ہیں بالکل بے معنی بات ہے، ہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اگر عذاب فسق و فجور کا نتیجہ ہے، تو جو لوگ فسق و فجور میں مبتلا نہیں بلکہ پاکبازانہ اور مومنانہ زندگی بسر کرتے ہیں، وہ کیوں اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں، اس بارہ میں سب سے پہلی بات جو قابل توجہ ہے یہ ہے، کہ اگر آپ غور کر کے دیکھیں تو سیلاب یا کسی دوسرے عذاب الٰہی سے متاثر ہونے والوں میں آپ ان لوگوں کی تعداد بہت کم پائیں گے جو فسق و فجور میں مبتلا نہیں تھے، یا مومنانہ زندگی بسر کرتے تھے پھر ایسے لوگوں کا عذاب میں مبتلا ہونا ایسا ہی ہے جیسے گیہوں کے ساتھ گھن کا پس جانا، خود اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً اس فتنہ سے بچو جو ...... صرف ظالموں ہی کو اپنی لپیٹ میں نہیں لیتا، اس ارشاد الٰہی سے ظاہر ہے کہ بعض اوقات مومن اور پاکباز لوگ بھی ظالموں کے ساتھ پس جاتے ہیں جیسا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جنگوں کے اندر جہاں بہت سے کفار مارے گئے وہیں بعض مسلمان بھی شہید ہوئے، گو ان کی تعداد کفار کے مقابلہ میں بہت تھوڑی تھی۔ معاصر "کوہستان" نے حضرت نوحؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت ہودؑ کی مثالیں پیش کی ہیں، حالانکہ ہمارے لئے سب سے بہترین نمونہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی زندگی میں ہے جس میں ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں مشرکین عرب پر جنگوں کی شکل میں عذاب الٰہی نازل ہوا، وہیں مسلمانوں کو بھی انہی جنگوں اپنی جانیں دینی پڑیں، کیوں نہ ایسا ہوا کہ صرف کفار ہی ان جنگوں میں مارے جاتے اور مسلمانوں کو کوئی گزند نہ پہنچتا معاصر "کوہستان" نے حضرت ہودؑ کے متعلق لکھا ہے، کہ انہوں نے طوفان کے عذاب سے اپنے متبعین کو بچانے کے لئے اپنے عصا سے ایک لکیر کھینچدی اور انہیں کہا کہ اس لکیر کے اندر آجاؤ عذاب سے بچ جاؤ گے، ہم یہ پوچھتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیارے صحابہ کے لئے میدان جنگ میں کیوں ایسی لکیر نہ کھینچدی جس کے اندر کفار کے تیر و تفنگ نہ پہنچ سکتے اور وہ شہید ہونے سے بچ جاتے، کم از کم آپکی اپنی ذات مبارک ہی تیر و تلوار کی زد سے محفوظ ہو جاتی اور آپ جنگ اُحد میں زخمی ہو کر نہ گر پڑتے، پس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کے حالات سے یہ ثابت ہے کہ وہ چیز

باقی بر صفحہ ۔۔ کالم ۔۔

پیدائش عالم کا مقصد اور انسانی پیدائش کی غرض و غایت

"کتابوں اور زبانوں سے نہیں بلکہ روحانی طاقت سے آپ دنیا کو فتح کر سکتے ہیں"

خطبہ جمعہ مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۵۷ء - فرمودہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

وماھٰذہ الحیٰوۃ الدنیا الا لھو و لعب وان الدار الاٰخرۃ لھی الحیوان لوکانوا یعلمون
(سورۃ العنکبوت آیت ۶۵)

کارخانہ قدرت انسان کی خدمت کیلئے

ایک سطحی نظر کا انسان جو چیزوں کو محض بالائی نظر سے دیکھتا ہے، کسی چیز کی کنہ اور حقیقت کو معلوم کرنے سے عموماً محروم رہتا ہے، اور بعض اوقات اصلیت کی طرف توجہ نہ کرنے سے ایسا اقدام کر بیٹھتا ہے جس کے نتائج و عواقب بہت خراب ہوتے ہیں، خدا نے دنیا کی تمام چیزیں انسان کی خدمت کے لئے پیدا کی ہیں، جمادات، نباتات، حیوانات ستارے، سیارے، سمندر اور پہاڑ، سب انسان کی خدمت کے لئے پیدا کئے ہیں، اور وہ سب خدمت کر رہے ہیں ، ہمیں اس خدمت کا علم ہو یا نہ ہو وہ اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں، بعض اوقات ہم ایک چیز کو اپنے لئے مضر سمجھتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ مفید ہوتی ہے ، تو اتنا بڑا کارخانہ جو خدا نے پیدا کیا ہے اور آجکل سائنس کی حیرت انگیز ترقیات سے اس کارخانۂ قدرت کے جن عجائبات اور اس کی جس وسعت کا پتہ لگتا ہے، اس کو دیکھتے ہوئے حیرانی ہوتی ہے کہ خدا تعالےٰ نے انسان کے لئے کتنے بڑے کارخانہ کو پیدا کیا ہے اور کیا کیا فوائد اور عجائبات اس میں رکھے ہیں۔

پیدائش انسانی کی غرض

تو جب یہ سب کچھ انسان کے لئے ہے تو انسان کو بھی سمجھنا چاہیئے کہ میرا فرض کیا ہے اور میری پیدائش کا کیا مقصد ہے۔ اگر کوئی شخص صرف اپنی خواہشات نفس کو پورا کرنا ہی اپنی زندگی کا مقصد سمجھتا ہے اور دنیا کی رنگ رلیوں اور عیش و عشرت میں عمر بسر کر دیتا ہے تو وہ بڑا ہی غافل ہے اور اس نے اپنی پیدائش کے مقصد کو نہیں سمجھا۔

دنیا کی حقیقت

یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے اسی امر کی طرف توجہ دلاتی ہے وماھٰذہ الحیٰوۃ الدنیا الا لھو ولعب جو شخص اس دنیا کو سطحی نظر سے دیکھتا ہے اسکو یہی نظر آتا ہے کہ یہ ایک لہو ولعب کی چیز ہے، کوئی حقیقت اس کے اندر نہیں، اسی کی نفی اس جگہ کی ہے اور بتایا ہے کہ یہ لہو ولعب کی چیز نہیں بلکہ بہت بڑے حقائق اپنے اندر رکھتی ہے، دوسری جگہ اسی مضمون کو زیادہ وضاحت سے بیان کیا ہے، اعلموا انما الحیٰوۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد کمثل غیث اعجب الکفار نباتہ ثم یھیج فتراہ مصفراً ثم یکون حطاماً وفی الاٰخرۃ عذاب شدید ومغفرۃ من اللہ ورضوان وما الحیٰوۃ الدنیا الا متاع الغرور (سورت الحدید آیت ۲۱) دیکھو سن لو! اگر دنیا کی زندگی پر گر ویدہ ہوگئے تو وہ تو ایک بے حقیقت چیز ہے کیا ہے یہ زندگی کھیل کود اور زینت اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں فخر کرنا اور تکاثر فی الاموال والاولاد اور مال اور اولاد کی ایک دوسرے کے مقابلہ میں کثرت ظاہر کرنا اور یہ جتانا کہ میرے بیٹے بہت ہیں اور میرے پاس بہت زیادہ مال ہے ، اس کی مثال بارش کی ہے جس کے آنے سے کسان اپنی فصل کی ترقی کو دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے ۔ پھر وہ پک کر خشک ہو جاتی ہے تو اسے زرد پڑی ہوئی دیکھتا ہے پھر چورا چورا ہو جاتی ہے۔

دو ضروری نتائج

وفی الاٰخرۃ عذاب و مغفرۃ من اللہ و رضوان ۔ اس سے دو نتیجے نکلتے ہیں جو لوگ اس دنیوی زندگی کو لہو ولعب میں بسر کرتے اور عیش و عشرت میں گذارتے ہیں اور اس زندگی کے مقصد کو نہیں سمجھتے ، اُن کے لئے آخرکار یہ زندگی سخت دُکھ اور عذاب شدید کا موجب ہوگی ۔ اور جو لوگ اس کے مقصد کو سمجھ کر اپنے فرض کو ادا کرتے ہیں ان کے لئے مغفرت اور رضوان الٰہی ہے وما الحیٰوۃ الدنیا الا متاع الغرور یاد رکھو کہ دنیا کی زندگی کو لہو و لعب میں گذارنا دھوکے کی ٹٹی ہے سابقوا الیٰ مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا کعرض السمٰوات والارض ہماری اس دنیا کو پیدا کرنے سے غرض یہ ہے کہ تم اپنے رب کی مغفرت کی طرف قدم بڑھاؤ اور اس جنت کو حاصل کرو جو وسعت کے لحاظ سے زمین و آسمان کے برابر ہے، اسی سے اندازہ لگا لو کہ اگلی زندگی کس قدر وسیع اور فراخ ہوگی۔

دُنیوی زندگی کا مقصد

جو آیت میں نے شروع میں تلاوت کی تھی اس میں بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ خدا نے تو اس کو لہو ولعب نہیں پیدا کیا، یہ تو دار آخرت کو حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے، تم نے اس کو لہو ولعب بنا کر اس زندگی کے مقصد کو کھو دیا۔ دوسری جگہ یہ بھی فرمایا کہ اس دنیوی زندگی میں انسان کی معیشت کا سامان کیا ہے اور اسے خدا تعالےٰ کی ہستی کا نشان رکھا ہے، غرض یہ ہے کہ انسان اس زندگی میں آنکھیں کھول کر چلے اور اسے خدا تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ بنائے۔

دنیا کے اندر پھنسنے کے نتائج

جو شخص ایسا نہیں سمجھتا اس کے لئے فی الواقعہ یہ دنیا ایک لہو ولعب ہے اور وہ اسی کے اندر پھنسا رہتا ہے، ہر جائز و ناجائز طریق سے دولت کمانا ... وہ اپنی زندگی کی غرض سمجھتا ہے، اسی وجہ سے اسکے اندر رعونت آ جاتی ہے اور اس کے اخلاق پست ہو جاتے ہیں اعلےٰ اخلاق سے وہ محروم ہو جاتا ہے، کیونکہ حصول دنیا کے لئے قبیح سے قبیح افعال اس سے سرزد ہوتے ہیں، پھر ایسا انسان دوسروں کی ہمدردی سے محروم ہو جاتا ہے ہم نے بڑے بڑے متمول لوگ دیکھے ہیں مال اُن کے پاس بہت ہوتا ہے لیکن مال کی محبت اس قدر ہوتی ہے کہ اپنی اولاد پر اسے خرچ نہیں کرتے ، ... بڑا اضطراب ظاہر کرتے ہیں لیکن خرچ کرنے سے گریز کرتے ہیں ایسے لوگ خدا کے رستہ میں کہاں دے سکتے ہیں؟ ان کے دل میں خدا کا خوف نہیں رہتا۔

حقیقی زندگی دار آخرت میں

شاید ایسا شخص زندگی کو اس دنیا تک ہی محدود سمجھتا ہے، اس کو متنبہ کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وان الدار الاٰخرۃ لھی الحیوان لوکانوا یعلمون ۔ اگر یہ لوگ سمجھیں تو آخرت کی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے، تم جس کو زندگی سمجھے بیٹھے ہو یہ اصلی زندگی نہیں، کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ اتنی دنیا گذر گئی، بڑی بڑی قومیں اس کے اندر پیدا ہوئیں اور آخرکار مٹ گئیں، ایک جگہ قوم عاد کے متعلق فرمایا لم یخلق مثلھا فی البلاد وہ بہت بڑی ترقی یافتہ قوم تھی، اور اتنے بڑے ساز و سامان کی مالک تھی کہ دنیا کی مملکتوں میں اُن کی مانند کوئی قوم پیدا نہیں ہوئی اب وہ کہاں ہے آخرکار اس کی بھی صف لپیٹ دی گئی۔

ہمارا مال اور ورثا کا مال

تو یہ تمام چیزیں جو انسان دنیا کی محبت کے لئے اکٹھی کرتا ہے بڑی نادانی سے کام لیتا ہے اپنے سامنے دیکھتا ہے کہ اس سے پہلے لوگ ان چیزوں

کو یہیں چھوڑ جاؤ گے"، اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے مال کے بجائے اپنے ورثاء کے مال کی زیادہ حفاظت کرتے ہو، وہ تو تمہارے ورثاء کا مال ہے، کیونکہ تم آخرکار انہیں کے لئے چھوڑ جاؤ گے، تمہارا مال تو وہ ہے جو تم خدا کے رستہ میں خرچ کر دو، وہی تم ساتھ لے کر جاؤ گے۔

انسانی پیدائش کا مقصد

تو انسان کو اس دنیا میں فی الحقیقت آخرت کی زندگی کے حصول کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ دنیا میں جس قدر انبیاء اور اولیاء آتے ہیں وہ اسی مقصد کو یاد دلانے کے لئے آتے ہیں انسان دنیا پر گرا ہوا ہوتا ہے وہ اسے اصلی زندگی کا پتہ دیتے اور اس کے حصول کی تلقین کرتے ہیں، قرآن نے دنیوی چیزوں کے حقائق کو بیان کر کے ان کے پیدا کرنے والے کی طرف انسان کی زندگی کی توجہ کو منعطف کیا ہے۔

عربی زبان کے عجائبات

اس کی زبان عربی میں بڑے عجائبات رکھے ہیں۔ دنیا نے آج بڑی ترقی کی ہے، لیکن عربی زبان کے الفاظ کے اندر بھی بڑے بڑے حقائق پوشیدہ ہیں، مثلاً ارض کا لفظ ہے جس کے معنے زمین کے ہیں لیکن اس لفظ کے اندر زمین کے گھومنے کا مفہوم بھی موجود ہے جو آج سائنس نے معلوم کیا ہے، اسی طرح قرآن کریم نے چیزوں کی حقیقت کو اپنے الفاظ میں درج کیا ہے، جب تک انسان چیزوں کی حقیقت کو معلوم نہ کر لے اس وقت تک نہ وہ فائدہ حاصل کر سکتا ہے اور نہ اپنے حقیقی مقصد کو پا سکتا ہے، اگر آپ اس کو مدنظر رکھیں، تو فرمائیے کس قدر پرکشش آپ رہیں گے۔

مسلمانوں کی موجودہ حالت

مغربی اقوام پر تو کیا افسوس ہے جنہوں نے اپنی تمام مساعی اور علوم و سائنس کو محض دنیوی مفاد تک محدود کر رکھا ہے، آپ اپنی قوم کو دیکھئے، جس کو مکمل ہدایت دی گئی تھی، اس کی کیا حالت ہے وہ دنیا پر گر گئی، اور اخلاق فاضلہ کھو بیٹھی، شرم آتی ہے یہ کہتے ہوئے کہ یہ قرآن اور رسول کو ماننے والی قوم ہے حیرت ہوتی ہے کیا یہ قوم ہے جس پر قرآن نازل ہوا؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف ہدایت لیکر آئے؟

حضرت مجدد وقت کی تشخیص

میں نے متعدد مرتبہ آپ کی توجہ اس طرف منعطف کرائی ہے کہ حضرت مجدد وقت نے مسلمانوں کے مرض کی صحیح تشخیص کی کہ اپنے ماننے والوں سے یہ عہد لیا کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا، منہ سے یہ عہد کر لینا ہے تو بہت آسان لیکن اس کا مطلب آپ سمجھتے ہیں کہ کیا ہے، آپ کے اٹھتے بیٹھتے ہیں، کسی سے معاملہ کرنے میں، ہر ایک امر میں جو پیش آئے، آپ کو دیکھنا ہوگا کہ جو کام آپ کرنا چاہتے ہیں وہ دین کے خلاف تو نہیں؟ اگر خلاف ہے تو دین کو مقدم کرنا ہوگا خواہ اس میں دنیا کا کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو، کبھی بھی انسان روحانی طور پر ترقی نہیں کر سکتا جب تک دین کو دنیا پر مقدم نہ کرے۔ ہمارے اندر اعلیٰ درجہ کے اخلاق اور للہیت پیدا نہیں ہو سکتی، اور دل کے اندر دنیا کی آگ ٹھنڈی نہیں ہو سکتی، جب تک دین کو دنیا پر ہر حال میں مقدم نہ کیا جائے، جو شخص دین کو دنیا پر مقدم کرتا ہے وہی دنیا کی ہدایت کا موجب ہو سکتا ہے، دنیا اس کی طرف کھنچکر آتی ہے۔

ہماری ذمہ داری

ہم پر بہت بڑی ذمہ داری ہے ہم نے عہد کیا ہے کہ اپنی زندگی میں سچی تبدیلی پیدا کریں گے دوسروں سے اپنے اندر امتیاز پیدا کریں گے۔ تاکہ دنیا ہمارے عمل کو دیکھ کر ہماری طرف کھنچی ہوئی چلی آئے محض لفاظی سے دنیا میں کوئی فائدہ نہیں۔ دنیا میں لفاظی کرنے اور اچھے اچھے مضامین لکھنے والے بہت ہیں جو لوگ اسلامک ریویو کو پڑھتے ہیں انہوں نے دیکھا ہوگا کہ مصر سے، لبنان سے اور دوسرے ممالک سے آئے ہوئے نہایت اعلےٰ درجہ کے مضامین اس میں چھپتے ہیں، لیکن جو باتیں اس میں لکھی جاتی ہیں ان پر لکھنے والوں کا خود عمل بھی ہے یا نہیں اگر عمل ہے تو بہت اچھا ہے ورنہ نری لفاظی ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں،

ایمان کے ساتھ عمل صالح کی ضرورت

قرآن کا طرز یہی ہے کہ بار بار امنوا کے ساتھ عملوا الصالحات پر زور دیتا ہے یہ حقیقت ہے کہ اگر واقعی انسان کے دل میں ایمان موجود ہے تو لازماً اس سے عمل صالح صادر ہوں گے، ورنہ یاد رکھو اگر عمل صالح نہیں تو سمجھ لینا چاہیئے کہ ایمان بھی موجود نہیں

محاسبۂ نفس کرتے رہو

ضرورت ہے کہ انسان اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے اور جو باتیں ایمان کے خلاف نظر آئیں انہیں چھوڑ دے لیکن جو شخص نفس امارہ رکھتا ہے اور ہر وقت بری باتوں میں مشغول رہتا ہے اسے کہاں فرصت ہو سکتی ہے کہ محاسبہ کرے، دیکھو انسان کی ضمیر اس کے ہر برے فعل پر اسے ملامت کرتی ہے، جب وہ کوئی بری حرکت کرتا ہے تو دل میں ایک چبھن سی پیدا ہوتی ہے اگر اس کی طرف توجہ کرے اور متنبہ ہو جائے کہ آئندہ اس سے ایسی حرکت نہ ہوگی، تو ضمیر کی وہ آواز زیادہ زوردار ہو جائے گی، اور آیندہ ہر حرکت سے پہلے اسکو خبردار کرے گی کہ یہ فعل برا ہے یا اچھا ہے، لیکن اگر انسان اس کی آواز کو ٹھکرا دے تو حدیث میں آتا ہے تو اس کے دل پر سیاہی کا ایک نقطہ پیدا ہو جاتا ہے جو آہستہ آہستہ ہر برے فعل پر بڑھتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ تمام دل سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ نیک اعمال سے محروم ہو جاتا ہے، یہ بڑے خطرے کی بات ہے ہمیں چاہیئے کہ قدم قدم پر اپنا محاسبہ کرتے رہیں اور اس بات کو دیکھتے رہیں کہ آیا ہمارے دل میں ایمان ہے یا نہیں، اور کوئی کام کرتے وقت دیکھیں کہ وہ کہاں تک ایمان کے مطابق ہے، اگر کوشش کریں تو یہ سب کچھ ہو سکتا ہے۔

رسول اللہ صلعم اور صحابہ کرامؓ کی قربانیاں

آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انسان ہی تھے قل انما انا بشر مثلکم آپ ہماری طرح کھاتے پیتے بھی تھے، مصائب اور دکھ بھی اٹھاتے تھے، جنگوں میں زخمی بھی ہوتے تھے لیکن آپؐ نے ہر حالت میں قرآن کے ہر حکم پر عمل کر کے دکھایا اور بڑی سے بڑی مصیبت کے آنے پر بھی حق کو نہ چھوڑا، آج ہم پر تھوڑی سی مصیبت آ جائے تو بہانہ بنا لیتے ہیں کہ ایسی مصیبت میں کس طرح اپنے فرض کو بجا لا سکتے تھے، مجھے تو حیرت ہوتی ہے کہ صحابہ کے اندر کیا روح تھی، کہ کوئی بڑی سے بڑی مصیبت انہیں قربانی اور ادائیگی فرض سے روک نہ سکتی تھی، کس قدر حوصلہ اور دین کی لگن ہے کہ جنگ کے اندر ایک صحابی کا بازو کٹ کر لٹک جاتا ہے، وہ لٹکے ہوئے بازو کو پاؤں کے نیچے رکھکر کھینچتا ہے تاکہ لٹکا ہوا چمڑہ کٹ کر بازو سے الگ ہو جائے، کیا روح ان کے اندر تھی، خدا پر ایمان اور اسلام کی خدمت کو انہوں نے سب چیزوں پر مقدم کیا ہوا تھا۔

دنیا کو روحانی طاقت سے فتح کر سکتے ہو

آج ہم ذرا ذرا سی بات کو بہانہ بنا لیتے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ اگر تکلیف اٹھائیں تو ہمارا ہی فائدہ ہوگا ہماری ہی عاقبت درست ہوگی، خدا تعالےٰ کسی کو ضائع نہیں کرتا وہ اپنے بندوں کے لئے خود سامان کر دیتا ہے، بہر حال میرا مقصد یہی ہے کہ ہم دنیا کی حقیقت کو سمجھیں اسی سے ہمارے پیدا ہونے کا مقصد بھی معلوم ہو جائے گا۔ اور ہم صحیح راہ کی طرف قدم اٹھا سکیں گے۔ زبینوں اور کتابوں سے نہیں بلکہ روحانی طاقت سے آپ دنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔

جھنگ میں سیلاب کا اثر

جھنگ مگھیانہ سے مولوی محمد حسین صاحب اطلاع دیتے ہیں۔ "مگھیانہ اور جھنگ میں .... بڑے زور کا سیلاب آیا اور کئی بازاروں میں تین چار فٹ تک پانی چڑھ گیا۔ لوگ مال و اسباب لے کر اونچی جگہ پر چلے گئے تھے۔ مگر پانی نے مختلف محلوں میں بہت سے مکانات گرا دیئے اور لوگوں کا بہت نقصان ہوا۔ خدا کے فضل سے ہماری مسجد جو محلہ برجی والا میں میاں غلام رسول صاحب مرحوم کی تعمیر کردہ ہے ہر طرح سے محفوظ ہے۔ لوگ یہاں آ کر مقیم ہو گئے اور امن و امان سے

نوجوانوں سے خطاب

ایک امانت

از محترم چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

(۵)

معاند نمبر ۲

اور یہ ہمارا مولوی ہے!

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

تکفیر صحابہ کرام رضؓ

شیعوں کا ایک غالی فرقہ ایسا بھی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیرہ یا پندرہ صحابہ کے علاوہ باقی تمام صحابہ کرام کو جن میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر بن خطابؓ حضرت عثمان غنی رضؓ اور متعدد ازواج مطہرات بھی شامل ہیں، دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں - چنانچہ ترجمان القرآن ماہ اکتوبر ۱۹۵۲ء میں "سنت رسول" کے عنوان سے شیخ مصطفیٰ السباعی کی قلم سے ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کے صفحہ ۳۶ پر یہ الفاظ ہیں :-

"رہا لفظ رافضہ کا استعمال یہ بھی کوئی قابل اعتراض نہیں ہے، یہ ایک علمی اصطلاح ہے جو غالی شیعوں کے لئے بولی جاتی ہے اس کو سیاست یا جذبہ پرستی سے کوئی علاقہ نہیں -

رافضہ اتنے غالی تھے - کہ ان کی مقراض تکفیر سے تیرہ یا پندرہ صحابہ کے علاوہ کوئی محفوظ نہ رہ سکا"۔

اسی مضمون کے صفحہ ۶۲ پر السباعی صاحب ذیل کے الفاظ رقم کرتے ہیں :-

"مسلمانوں کے مختلف گروہوں کے درمیان اختلافات کی خلیج پاٹ کر انہیں اتحاد یا اتفاق کے مرکز پر اکٹھا کرنا نہایت اہم اور عزیز مسئلہ ہے - جو کسی حال میں بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا - اور خدا شاہد ہے - کہ ہم لوگوں کو اس کی دعوت دیتے - اور اس کے لئے عملاً جد وجہد کرتے ہیں - اور ہماری عملی زندگی اس کا بین نمونہ ہے -

لیکن یہ واضح رہے کہ ہم اس اتحاد و اجتماع کے سمجھنے سے قاصر ہیں جس کے پیچھے صحابہؓ کے خلاف تعصب اور ان کے دین تقویٰ اور امانت و دیانت کے متعلق بدظنی پنہاں ہو - بلکہ ہمیں تو اس قسم کے تصور سے بھی تثلیث پرستی کی بو آتی ہے - جس نے اسلام پر ڈاکہ ڈال کر نبی کے خلفاء اور اس کے مشن کے حاملین کے بارے میں لوگوں کو تشکک اور تذبذب میں مبتلا کر دیا -

اتحاد و اجتماع کا اصل مفہوم تو یہ ہے کہ ہم قرآن حکیم اور تصدیق شدہ سنت کو ثالث تسلیم کر کے اپنے فیصلہ جات ان کے حوالہ کر دیں - تو کیا کتاب اللہ، اور سنت صحیحہ میں یہ بات ملتی ہے کہ تیرہ یا پندرہ صحابہ کے علاوہ سب کافر تھے ؟"

مولانا مودودی کی سیاسی مصلحتیں

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ مسلمانوں کے مختلف فرقے ایک دوسرے کو کافر بھی کہتے ہیں اور اپنے سوا باقی تمام کو دائرہ اسلام سے خارج بھی سمجھتے ہیں بلکہ ان کے ہاں باہمی مناکحت، مواکلت، معاشرت اور موانست بھی منع ہے - بایں ہمہ مولانا مودودی ان میں سے کسی ایک فرقہ کو بھی غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے حق میں نہیں، انہیں ان کا شرک بھی گوارا ہے - نبوت میں ان کا غلو بھی قابل برداشت ہے - حضور نبی کریم صلعم کے آغوش میں تربیت پا کر روحانی مدارج حاصل کرنے والے فدایان اسلام کے خلاف تبرا بازی اور کفر سازی بھی ناگوار نہیں - مگر دوسری طرف احمدیوں کے عقاید صحیحہ بھی ان کے لئے ناقابل برداشت ہیں اور انہیں دائرہ اسلام سے خارج کرنے کے لئے وہ عجیب و غریب حیلے بہانے تراشتے ہیں - مثلاً ان کا فرمانا ہے - چونکہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے - اور ان کے ماننے والوں کا ایک گروہ مرزا صاحب کو نبی نہ ماننے والوں کی تکفیر کرتا ہے - لہٰذا وہ یعنی احمدی اس سزا کے مستوجب ہیں کہ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے آج تک ہم نے یہ نہیں سنا کہ پیروؤں کا کوئی گروہ اپنے کسی مقتدا کے درجہ کو کم کر کے دکھائے غلو کی مثالیں تو ملتی ہیں - مگر کسی جماعت نے کبھی بھی اپنے پیشوا کا درجہ گھٹا کر پیش نہیں کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں نے انہیں نبی کے درجہ سے اٹھا کر الوہیت کے مرتبہ پر بٹھا دیا - ہمارے نعت گو واعظین نے نبی کریم صلعم کے درجات میں غلو کیا - فدایان علی رضؓ نے حضرت علی رضؓ کو شریک نبوت بنا دیا - محبان حسین رضؓ نے حسین رضؓ کو نبیوں پر بھی فوقیت دے دی - حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ کے مریدوں نے انہیں وہ پرواز بخشی کہ وہ نبی کریم صلعم سے بھی ارفع بلندیوں پر اڑنے لگے -

اگر یہی معاملہ حضرت مرزا صاحب کے غالی مریدوں نے کر دیا تو انہیں مرزا صاحب کے خلاف بطور حجت کیوں استعمال کیا جاتا ہے ؟ کیا ان کے ماننے والوں کی ایک جماعت ایسی نہیں جو ان کے اقوال و عقائد کی معقولی رنگ میں ایسی تشریح کرتی ہے جس سے ان کے اسلام پر کوئی حرف نہیں آتا ؟ تو ایسی تشریح کو کیوں قبول نہیں کیا جاتا - محض اس لئے کہ اس کا محرک حقیقت میں "شوق تکفیر" ہے، کیا انسانی لٹریچر میں مجاز، استعارہ، تشبیہ سے مملو محاورات استعمال نہیں ہوتے ؟

ایک حق شناس عالم کا طرز عمل

غالباً سنہ ۱۹۱۹ء کے قریب قریب کا ذکر ہے کہ مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محل لکھنو کے پاس امرتسر میں علماء کا ایک وفد پہنچا - اور حضرت مرزا صاحب کی تکفیر چاہی - تو انہوں نے جواب دیا - کہ آپ یہ چاہتے ہیں کہ اس امت میں مدعیان نبوت پیدا ہوں یا یہ پسند کرتے ہیں کہ ایسے لوگ پیدا نہ ہوں، تو تمام علماء نے متفقہ طور پر یہ کہا کہ ہم یہی چاہتے ہیں کہ ایسے لوگ پیدا ہی نہ ہوں - تو انہوں نے فرمایا پھر تم مرزا صاحب کے دعوے کی وہ تشریح کیوں نہیں قبول کرتے جو لاہوری احمدی کرتے ہیں اس سے وفد شرمندہ ہو کر واپس چلا گیا

دوسری دلیل مودودی صاحب مطالبہ اقلیت کے جواز میں یہ دیتے ہیں - کہ قادیانی دوسرے لوگوں کو کافر کہتے ہیں - مگر تعجب تو اس امر پر ہے کہ مولانا کی قوت برداشت کس قدر زبردست ہے کہ وہ ان لوگوں کو جو سوائے چند ایک صحابہ کے تمام صحابہ کو کافر قرار دیتے ہیں مسلمان سمجھتے ہیں - مگر اپنی ذاتی تکفیر کو برداشت نہیں کر سکتے - مولانا مودودی صاحب نے ایک اور غلط بیانی کی ہے کہ قادیانیوں کو تمام مسلمانوں کے فرقوں نے بالاتفاق کافر قرار دیا ہے - ان الفاظ کے لکھنے سے پیشتر مولانا صاحب کو چاہیئے تھا کہ وہ مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی اور مولانا غلام مرشد صاحب خطیب بادشاہی مسجد لاہور سے مشورہ کر لیتے - ہم مولانا صاحب کو یقین دلاتے ہیں - کہ اس امت میں ابھی تک ایسے متقیان دین

اور علماء موجود ہیں جو ہرگز ہرگز کسی کلمہ گو کی تکفیر نہیں کرتے۔

مولانا مودودی تاویلات کے چکر میں

ان گذارشات کی موجودگی میں مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی کا تحقیقاتی عدالت میں دوسرے بیان کا حسب ذیل حصہ ملاحظہ ہو، جو رسالہ ترجمان القرآن ماہ مئی ۱۹۵۴ء کے صفحہ ۶۷ پر مرقوم ہے۔ اس پر ہم کچھ مزید تبصرہ نہیں کریں گے۔

"مسلمانوں اور قادیانیوں کے اختلاف کو مختلف فرقوں کے اختلافات کی نظیر فرض کر کے عدالت میں بار بار علما اور فرقوں کی باہمی کشمکش کے متعلق سوالات کئے گئے ہیں مگر یہ محض ایک غلط مبحث ہے ان دو قسم کے اختلافات میں درحقیقت کوئی مماثلت ہی نہیں ہے کہ ایک کو دوسرے کی نظیر قرار دیا جاسکے۔ بلاشبہ یہ افسوسناک واقعہ ہے کہ بعض فرقوں کے علماء نے بعض دوسرے فرقوں اور ان کے علماء کی تکفیر کی ہے۔ اور فتووں میں حد سے زیادہ تجاوز بھی کیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا، کہ جن مسائل پر یہ تکفیر بازی کی گئی، وہ محض چند دینیاتی مسائل کی تعبیرات کے اختلافات تھے۔ اسی بناء پر مسلم ملت نے بحیثیت مجموعی تکفیر کے ان فتووں کو کبھی اہمیت نہ دی۔ محتاط علماء نے ان کو ہمیشہ ناپسند کیا۔ کسی شخص یا گروہ کو خارج از ملت قرار دینے پر مسلمانوں کے درمیان کبھی اتفاق نہیں ہوا۔ مختلف فرقوں کے مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ نمازیں پڑھتے رہے ایک دوسرے کی نماز جنازہ میں شریک ہوتے رہے۔ آپس میں شادی بیاہ کرتے رہے، حتیٰ کہ سنیوں اور شیعوں کی باہمی مناکحت کی بھی ہزارہا مثالیں موجود ہیں۔ اور مجھے خود بارہا شیعوں کے ساتھ نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ جب کبھی کوئی اہم قومی سوال پیدا ہوا تو تمام مسلمانوں نے مل کر اس کے لئے جدوجہد کی ان کا قومی مفاد ایک رہا اور ان کے قومی جذبات اور سیاسی مقاصد مشترک رہے۔ (کیا مولانا ابو الکلام آزاد اور قائد اعظم رحمۃ اللہ کے سیاسی مقاصد ایک ہی تھے؟ ناقل) اس کے برعکس قادیانیوں اور مسلمانوں کا اختلاف ایک بنیادی اختلاف ہے کوئی شخص جو اسلام کے متعلق سرسری سی واقفیت رکھتا ہو اس امر سے بے خبر نہیں ہو سکتا۔ کہ نبوت کا عقیدہ اسلام کے اساسی عقائد میں سے ہے۔ اور ایک شخص کے دعوے نبوت پر ایمان لانے یا نہ لانے سے لازماً کفر و ایمان کی تفریق واقع ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کے دعوے نبوت پر ان کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کے درمیان اختلاف کی ایک ایسی دیوار حائل ہو گئی جو اس سے پہلے کبھی مسلم فرقوں کے درمیان حائل نہ ہوئی تھی، تمام فرقوں کے مسلمانوں نے بالاتفاق قادیانیوں کو کافر قرار دیا، اور قادیانیوں نے اس کے برعکس ان سب لوگوں کو کافر ٹھہرایا۔ جو مرزا صاحب کو نبی نہ مانتے تھے (یہ بھی غلط ہے۔ لاہوری احمدی حضرت مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے مگر قادیانی انہیں کافر نہیں کہتے۔ ناقل) دوسری تکفیروں کے برعکس اس تکفیر نے عملاً دونوں گروہوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا عبادت سے لیکر معاشرت تک ان کے درمیان ہر چیز میں جدائی پڑ گئی"

قادیانی عقیدے کا کھوکھلا پن

ہم نے یہ طویل اقتباس اس لئے دیا ہے کہ ہمارے نوجوانوں کو مخالفین کے انداز فکر کا علم ہو جائے، اور اگر دیکھا جائے تو قادیانیوں کا دعوے نبوت حضرت مرزا صاحب کی طرف منسوب کرنا اس نہج کا ہے کہ جس سے وہ حقیقتاً مدعی نبوت قرار نہیں پا سکتے۔ قادیانیوں کا یہ کہنا ہے کہ شریعت اسلام کی تکمیل ہو چکی ہے اب اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ آنے والے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے پیغام کے منادی ہیں اور وہ آنحضرت کے امتی ہیں انکی نمازیں اور ان کی دعائیں، ان کا دیگر ارکان اسلام پر عمل اسی طرح ہے جس طرح کہ ایک امتی کا ہوتا ہے بالفاظ دیگر وہ رسول بغیر رسالت کے۔ نبی بغیر نبوت کے اور پیغمبر بغیر پیغام کے مانتے ہیں۔ اس نبوت کا کوئی تصور اسلام میں نہیں پایا جاتا۔ پس یہ صرف نام ہی نام ہے۔ اس کے اندر کوئی حقیقت نہیں حقیقت اور کیفیت کی رو سے جس چیز کو وہ نبوت کہتے ہیں وہ دراصل محدثیت ہے، پس اس بناء پر تکفیر سازی ایک ناقابل عفو جسارت ہے۔

مولانا مودودی صاحب کا نیک مشورہ

مولانا مودودی صاحب اپنے تحقیقاتی عدالت میں پیش کردہ تحریری بیان میں قادیانیوں کو ایک نیک مشورہ دیتے ہیں، جو ترجمان القرآن ماہ اکتوبر ۱۹۵۳ء میں شائع ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۴۸۔ اس مشورہ کو میاں بشیر الدین محمود تک پہنچانے کے لئے انہیں لاہوری احمدیوں کا ایک معتمد رہنما بطور ایلچی مل گیا۔ وہ جانتے تھے کہ ان کا یہ مشورہ جماعت لاہور کے مزاج کے عین مطابق ہے۔ اس لئے انہوں نے یہ پیغام ایک لاہوری رہنما کے سپرد کیا۔ مولانا فرماتے ہیں:۔

"پھر مارشل لاء کے زمانے میں ۲۰ مارچ کے قریب خواجہ نذیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور سے میری ملاقات ہوئی اور ان سے میں نے کہا کہ آپ مرزا بشیر الدین محمود صاحب سے خود جا کر ملیں۔ اور ان کو مشورہ دیں کہ وہ واقعی مسلمانوں سے الگ ہونا پسند نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ ان کی جماعت اس ملت کا ایک جزو بن کر رہے۔ تو وہ صاف الفاظ میں حسب ذیل تین باتوں کا اعلان کر دیں:

(۱) یہ کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معنے میں خاتم النبیین مانتے ہیں کہ حضور کے بعد کوئی اور نبی مبعوث ہونے والا نہیں ہے،

(۲) یہ کہ وہ مرزا غلام احمد صاحب کے لئے نبوت یا کسی اور ایسے منصب کے قائل نہیں ہیں۔ جسے نہ ماننے کی وجہ سے کوئی شخص کافر ہو۔

(۳) یہ کہ وہ تمام غیر احمدی مسلمانوں کو مسلمان مانتے ہیں، اور احمدیوں کے لئے ان کی نماز جنازہ پڑھنا ان کے امام کی اقتداء میں نمازیں ادا کرنا۔ ان کو بیٹیاں دینا جائز سمجھتے ہیں۔

میں نے خواجہ صاحب سے کہا کہ اگر آج مرزا صاحب ان باتوں کا واضح طور پر اعلان کر دیں، تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ یہ سارا جھگڑا فوراً ختم ہو جائے گا۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا۔ کہ خواجہ صاحب میری اس تجویز کو لے کر مسٹر چندریگر سے ملے۔ اور انہوں نے نہ صرف اس سے اتفاق کیا۔ بلکہ اس تجویز میں خود بھی بعض الفاظ کا اضافہ کیا۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ خواجہ صاحب نے ربوہ جا کر اس پر مرزا صاحب سے گفتگو کی۔ اور مرزا صاحب نے وعدہ کیا کہ وہ اپنی جماعت کی مجلس شوریٰ بلا کر اس پر غور کریں گے۔ مگر اسی دوران میں میری گرفتاری عمل میں آگئی۔ اور بعد کی کوئی اطلاع مجھے نہ مل سکی، غالباً مرزا صاحب نے یہ دیکھ کر کہ حکومت پوری طاقت سے ان کی حمایت اور مسلمانوں کی سرکوبی کر رہی ہے۔ میری اس تجویز کو درخور اعتنا

(باقی صفحہ ۸ پر)

میں نے معلّم بن کر تبلیغ اسلام کا کام کیا

انگلستان کی اخلاقی، مذہبی اور تعلیمی حالت پر ایک تبصرہ

مسلم ہائی سکول لاہور کی طرف سے مولانا محمد یعقوب خانصاحب کے اعزاز میں عصرانہ

لاہور۔ ۶ر ستمبر۔ آج مسلم ہائی سکول لاہور کے ہیڈ ماسٹر اور اساتذہ کی طرف سے مولانا محمد یعقوب خانصاحب کو ایک شاندار عصرانہ دیا گیا جس میں مقامی جماعت کے متعدد افراد اور بزرگانِ جماعت موجود تھے۔

ہیڈ ماسٹر صاحب کی تقریر

چائے اور خورد و نوش کے بعد چودھری عبدالمجید صاحب ہیڈ ماسٹر نے خانصاحب ممدوح کو ان کی کامیاب واپسی پر خوش آمدید کہتے ہوئے فرمایا کہ باہر کے لوگوں کو ہمارے متعلق عموماً یہ خیال گذرتا ہے کہ ہم نے اسلام کے اندر کچھ گھٹایا یا بڑھایا ہے حالانکہ ہم نے گھٹایا یا بڑھایا کچھ نہیں، حضرت مجدد وقت صرف اسلام کی تبلیغ اور حفاظت کے لئے مامور ہو کر آئے انہوں نے مسلمانوں کی حالت کو دیکھکر یہ دردناک مرثیہ کہا کہ ؎

بیکسے شد دین احمد ہیچ خویش و یار نیست

ہر کسے در کار خود با دین احمد کار نیست

آپ نے ان لوگوں کے اندر جنہوں نے آپ کی آواز پر لبیک کہا قوتِ ایمانی پیدا کر دی، یہی ایک مجدد کا کام ہے کہ وہ ایمان پیدا کرنے کے لئے آتا ہے، آپ نے اسلام کے لئے ایک فوج تیار کی جو اس وقت خدمتِ دین کا کام سرانجام دے رہی ہے، اس فوج میں شامل ہونے والے آج کئی طریق سے دین کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں، بعض لوگ ہیں جنہوں نے اپنی زندگیاں خدمت دین کے لئے وقف کر رکھی ہیں، بعض ایسے ہیں جو روپیہ پیسہ سے خدمت کر سکتے ہیں، اور بعض وہ ہیں جو آنریری طور پر کام کر رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ مولانا یعقوب خانصاحب آج سے ایک سال پہلے جب یہاں سے رخصت ہوئے تو ان کی صحت اچھی نہ تھی، لیکن اپنی زبردست قوتِ ایمانی کی وجہ سے آپ ایک بہادر سپاہی کی طرح کام کرتے رہے اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ آپ عمدہ صحت لے کر واپس آ گئے ہیں، یہ اس خدمتِ دین اور اس قوتِ ایمانی کا نتیجہ ہے، جس کی توفیق اللہ تعالےٰ کی طرف سے آپ کو میسر آئی، ہیڈ ماسٹر صاحب نے اس خوشخبری کا ذکر کرتے ہوئے جو حضرت مسیح موعود نے غلبۂ اسلام کے متعلق دی تھی بتایا کہ حضرت ممدوح نے تبلیغ اسلام کے کام میں شمولیت کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا ؎

بعثت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ

قضائے آسمانست ایں بہر صورت شود پیدا

آپ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے حضرت مجددِ وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے انگلستان میں ووکنگ مسلم مشن کی بنیاد رکھی۔ جو آج خدا کے فضل سے ایک بہت بڑا ثمردار درخت بن چکا ہے، مولانا یعقوب خاں صاحب اسی درخت کی آبیاری کے لئے انگلستان گئے تھے، انہوں نے گذشتہ جمعہ مسجد احمدیہ بلڈنگس میں خطبہ دیتے ہوئے اپنے بعض تاثرات بیان کئے تھے، میری خواہش تھی کہ ایک مجلس منعقد کر کے ان سے مزید معلومات حاصل کی جائیں یہی آج کی مجلس کی غرض ہے اور میں حاضرین اور خانصاحب کے درمیان زیادہ دیر تک حائل نہیں رہنا چاہتا اور خانصاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ہمیں اپنی تبلیغی کامیابیوں اور تاثرات میں سے کچھ سنائیں۔

مولانا یعقوب خانصاحب کی تقریر

ہیڈ ماسٹر صاحب کی اس درخواست پر مولانا یعقوب خاں صاحب نے ان کا اس بات پر شکریہ ادا کرتے ہوئے کہ انہوں نے چند خیالات کے اظہار کا انہیں موقع دیا، سب سے پہلے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ ہمارا سکول روز افزوں ترقی کر رہا ہے انہوں نے بتایا کہ میں سکول کی صفائی اور ترقی کو دیکھکر بہت خوش ہوا ہوں مجھے مسرت ہے کہ میرے بعد چودھری عبدالمجید صاحب کی ہیڈ ماسٹری میں سکول کافی ترقی کر رہا ہے اس سے ظاہر ہے کہ بعض لوگوں کا یہ خیال غلط ہے کہ ایک آدمی نے جو کام کیا وہ دوسرا نہیں کر سکتا۔ کام کرنے والا ہو تو سب کچھ ہو سکتا ہے اور میری خواہش ہے ...... کہ آئندہ نسلیں اس کام کو اور بڑھائیں اور سکول کو ترقی کی بلند منازل پر لے جائیں۔

معلّم کی حیثیت

آپ نے فرمایا کہ میں ساری عمر معلّم ہی کا کام کرتا رہا ہوں جب میں سکول سے ریٹائر ہو کر اخبار (سول اینڈ ملٹری گزٹ) کی ادارت کے کام پر لگا، تو اس وقت بھی اپنے آپ کو معلم ہی سمجھتا تھا کیونکہ روزانہ مجھے اپنے پڑھنے والوں کے لئے کچھ نہ کچھ لکھنا پڑتا تھا، پھر جب میں ووکنگ گیا، تو وہاں بھی میری حیثیت معلّم ہی کی تھی، اگر مجھے وہاں کامیابی ہوئی تو اس کی یہی وجہ ہے کہ میں اپنے آپ کو ایک معلم سمجھتا رہا اور یہ خواہش ابتدا سے دل میں رکھتا تھا کہ جس چیز کو میں خود اچھا سمجھتا ہوں اس کو دوسروں تک پہنچاؤں، آپ نے فرمایا کہ جب میں ووکنگ گیا تو وہاں بھی مجھے خوش آمدید کہنے کے لئے اجتماعات ہوئے جن میں تقریر کرتے ہوئے میں نے بتایا کہ میں کوئی پیشہ ور مبلغ نہیں ہوں، بلکہ ایک معلّم ہوں، کیمبرج میں غیر مسلموں سے خطاب کرتے ہوئے بھی میں نے یہی کہا کہ میں ساری عمر معلم ہی رہا ہوں اور اس درسگاہ میں بھی ایک معلّم ہی کی حیثیت سے آیا ہوں، پادری یا پیشہ ور مبلغ کی حیثیت سے نہیں آیا آپ دیکھ رہے ہیں ... کہ میرے کوٹ کے نیچے کوئی پادریوں والا کالر نہیں، مجھ سے پوچھا گیا کہ آپ کو کس طرح مخاطب کریں امام صاحب کہکر خطاب کریں یا کچھ اور؟ میں نے کہا کہ مجھے صرف مسٹر کہکر پکارا جائے۔

طریق تبلیغ

آپ نے فرمایا کہ میں تعلیم کو ایک آرٹ سمجھتا ہوں جس طرح ایک آرٹسٹ اس بات میں خوشی محسوس کرتا ہے کہ اپنا مافی الضمیر اچھی طرح بیان کر دے اسی طرح میں کوشش کرتا ہوں کہ ایسے طریق سے بات کروں کہ وہ دوسرے کے دل میں اتر جائے، میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ دوسروں پر حملہ یا ان پر طنز کی جائے، میری کوشش یہی رہی کہ بجائے اس کے کہ دماغوں کو زک پہنچاؤں، ایسے طریق سے بات کروں کہ ان کے دل میں اتر جائے، وہ قرآن کریم کا بتایا ہوا طریق ہے جس نے فرمایا ہے بلغ ما انزل الیک فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔ بلغ کا مطلب یہی ہے کہ اپنی بات کو دوسروں کے دل میں اتار دو، دوسروں پر کوئی طنز یا حملہ نہیں ہونا چاہیئے۔ کوئی ایسا کلمہ نہیں کہنا چاہیئے جس سے دوسروں کے بزرگوں کی ہتک ہوتی ہو، میں نے کوشش کی کہ عیسائی دنیا کو اسلام کے قریب لایا جائے جس میں مجھے کامیابی حاصل ہوئی، میں خود محسوس کرتا ہوں کہ وہاں سے کامیاب ہو کر آیا ہوں، جس طرح سکول میں ہم جب کوئی کھیل کرکٹ ہاکی وغیرہ کھیلا کرتے تھے، تو جب اچھی کھیل ہوتی تو دل محسوس کرتا تھا کہ آج ہم نے اچھی کھیل کھیلی، اسی طرح آج میرا قلب محسوس کرتا ہے کہ بہت سے عیسائی قلوب میں اسلام کی محبت اور عزت پیدا کرنے میں مجھے خدا نے کامیابی عطا فرمائی۔

کیمبرج یونیورسٹی

آپ نے فرمایا کہ بہت اعلےٰ طبقہ میں بھی بولنے کا موقع مجھے ملا کیمبرج یونیورسٹی میں جب میں لیکچر دینے کے لئے گیا تو میرا دل سرور سے بھر گیا، ایک علمی مرکز ہے جس میں ۲۴ ۔ ۲۵ کالجوں کا ایک سلسلہ چلتا ہے، اور درمیان میں دریا کیم بہتا ہے جس کے نام پر اس جگہ کا نام کیمبرج ہے۔ یہاں ایک خالص علمی فضا ہے جس میں طالب علم اپنے مخصوص گون پہنے ہوئے چاروں طرف پھر رہے ہیں، میں نے دیکھا کہ وہاں کوئی کسی قسم کی .... indiscipline نہیں جس طرح یہاں طلباء میں عموماً آوارہ مزاجی اور آوارہ گردی پائی جاتی ہے وہاں اس کا نام و نشان تک نہیں، وہاں کے طالب علم

بڑے باوقار ہیں، ڈسپلن کو جانتے ہیں اور کالج کے ہر ضابطہ کی پیروی کرتے ہیں۔

دوسروں کی خوبیاں

آپ نے بتایا کہ ہر کالج میں اپنی علیحدہ لائبریری ہے ایک ہی نہیں ہر مضمون کی کتابوں کی علیحدہ علیحدہ لائبریریاں ہیں، مذہب، سائنس، سیاست وغیرہ ہر شعبہ کی مختلف لائبریریاں ہیں اور کالج کے بیچ میں ایک گرجا ہے، آپ نے فرمایا کہ یہ بہت بڑی غلطی ہے کہ ہم یہ سمجھیں کہ دوسرے لوگ کچھ نہیں اور ہم ہی سب کچھ ہیں، قرآن نے اس خیال کو رد کیا ہے، وقالت الیھود لیست النصٰرٰی علیٰ شیٔ وقالت النصٰرٰی لیست الیھود علیٰ شیٔ وھم یتلون الکتٰب قرآن نے اعتراف کیا ہے کہ ہر مذہب اور قوم میں اچھی باتیں بھی موجود ہیں، قل یا ھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم اے اہل کتاب جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔ اس کی طرف آجاؤ۔ یہ قرآن کریم نے خود دعوت دی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ لایسخر قوم عن قوم عسیٰ ان یکونوا خیراً منھم کوئی قوم دوسری قوم سے تمسخر نہ کرے ممکن ہے وہ اُن سے بہتر ہو، آج مسلمان اپنے لیڈروں کے خلاف نعرے لگاتے ہیں وہاں جاکر دیکھیں کہ وہاں عملاً اسلام پایا جاتا ہے۔

اصل بڑائی اور علمی شان

آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے یہ سمجھا کہ میں بڑا ہوں اس کی بڑائی گر گئی، میں نے بڑے بڑے عالم فاضل دیکھے ہیں ان میں بڑی انکساری پائی جاتی ہے، وہ بڑے قابل لوگ ہیں جو "امام" "امام" کرتے ہوئے میرے آگے پیچھے پھرتے تھے۔ اسی میں ان کی اصل بڑائی ہے اور یہی ان کے علم کی شان ہے ہماری دنیا یہ نہیں کہ لاہور یا پاکستان میں ہی سمٹی ہوئی ہو، ہم جس زمانہ میں رہتے ہیں، یہ بدلا ہوا زمانہ ہے، اپنی نگاہ کو وسیع کرنا چاہیئے ان میں کم نظری یا کم ظرفی آپ نہیں دیکھیں گے، عقائد کے اختلاف ان میں تنگ نظری یا بغض پیدا نہیں کرتے۔

مسلمانوں کی اخلاقی پستی

ان کے اخلاق کو دیکھکر شرم آتی ہے کہ مسلمان ان اخلاق سے بہت دور چلے گئے ہیں، ابتداً ایک صدی تک مسلمان اپنے بلند اخلاق کی وجہ سے شہرۂ آفاق تھا اس کے بعد تیجر اعوج کا جو زمانہ آیا اس میں خدا جانے اسلام آسمان پر چلا گیا؟ وہ بلند اخلاق بحیثیت قوم مسلمانوں میں باقی نہیں رہے، قرآن کریم نے خود فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کی شکایت کریں گے یا رب ان قومی اتخذوا ھٰذا القراٰن مھجوراً آج یہی حالت مسلمانوں کی بن چکی ہے، قرآن کو چھوڑ چکے ہیں حالانکہ قرآن کے بغیر ایک قدم بھی نہیں چل سکتے۔ تبلیغ کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے ایک قلبی طاقت، دوسرے روشنی، قرآن وہ روشنی ہمیں دیتا ہے جس کے ذریعہ ہم دوسروں تک پہنچ سکتے ہیں اور قرآن ہی ہے جو مشکلات میں ہمیں تسلی دیتا ہے، اور ہمارے اندر قوت پیدا کرتا ہے، میں کیمبرج کا ذکر کر رہا تھا کہ میرا دل وہاں بڑا مسرور تھا، میں وہاں بیچ کے اوپر جاکر اپنے دل کو محظوظ کرتا تھا ساتھ ہی افسوس کرتا تھا کہ ہمارے کالجوں کی مٹی اڑ رہی ہے۔

کیمبرج کے مزید حالات

آپ نے بتایا کہ کنگز کالج میں ایک گرجا ہے اس پر کئی بادشاہوں کا روپیہ خرچ ہوا ہے اور شاندار گرجا بنایا گیا ہے، ان لوگوں میں دین کا بڑا جذبہ ہے سارے کالج کے خیالات گرجا کے محور کے گرد چکر لگاتے ہیں، میں ایک رات وہاں ٹھہرا، اگلے دن کھڑکی سے دیکھتا ہوں کہ ادھر ادھر سے گون پہنے ہوئے طالب علم آرہے ہیں بڑے چاق، و چوبند بڑے باوقار، ایک نوجوان جو غالباً آغا خاں کا مرید تھا آیا اور اس نے کہا کہ میں آپ کو سیر کرانے لے جاتا ہوں، میں نے باہر نکل کر دیکھا کہ کچھ معمر اور باوقار لوگ ججوں کا لباس پہنے ہوئے جا رہے ہیں اور ان کے ساتھ چوبدار ہیں، معلوم ہوا یہ یہاں کے جج ہیں جو کرسی عدالت پر بیٹھنے سے پہلے گرجا میں دعا کرنے کے لئے جا رہے ہیں کہ نصفیہ مقدمات میں ان کے عدل و انصاف میں کوئی لغزش نہ آسکے۔ کاش ہماری اسلامی مملکت میں بھی کسی جج یا وزیر کو یہ توفیق ملے کہ وہ امور سلطنت کی سرانجام دہی یا کرسی عدالت پر بیٹھنے سے پہلے مسجد میں جاکر دعا کر لیا کرے کہ ہمارا فیصلہ عدل و انصاف پر مبنی اور خدا کی رضا کے مطابق ہو، اور جادۂ اعتدال سے ہم نہ ہٹیں، یہ مسلمانوں کا شیوہ تھا، کاش ہمارے لوگ کثرت سے وہاں جائیں، ہماری پالیمنٹ کے ممبر دو چار مہینہ کے لئے وہاں جاکر دیکھ آیا کریں کہ زندہ قومیں کس طرح کام کرتی ہیں،

کام کے مسلمان نام کے کافر

محترم خانصاحب نے سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ گذشتہ نسل میں مصر کے اندر ایک بہت بڑے علامہ محمد عبدہ گذرے ہیں، وہ بڑا روشن خیال بزرگ تھا، مصر میں آزادی کی تحریک اسی نے پیدا کی تھی ان کے متعلق ایک کتاب میں نے دیکھا ہے کہ وہ انگلستان گئے جب مصر واپس پہنچے تو انہوں نے کہا کہ میں نے انگلستان میں۔۔ وہ لوگ دیکھے ہیں جن کے نام مسلمانوں کے نہیں لیکن کام مسلمانوں کے ہیں اور یہاں وہ لوگ ہیں جن کے نام مسلمانوں کے ہیں لیکن کام مسلمانوں کے نہیں، نام سے کیا بنتا ہے، اصل چیز کام ہے، اگر ان کے کام مسلمانوں کے ہیں تو وہ ان کا پھل کھائیں گے۔

اسلام کو باہر جاکر دیکھو

قرآن کریم نے اسی لئے سیروا فی الارض کا حکم دیا ہے کہ باہر نکل کر دوسروں سے سبق لیں، اس نے حکم دیا ہے کہ کنوئیں کے مینڈک نہ بنو، اسلام مکان و زمان کی حدود سے بلند تر ہے، جیسے سورج صرف پنجاب کے لئے نہیں، صرف یہاں کے رہنے والے ملا کے لئے نہیں ایسا ہی اسلام بھی پاکستان یا عرب کے ساتھ مخصوص نہیں، اسلام حقائق عالم کا نام ہے وہ بے شمار روحانی حقائق کا خزانہ ہے جو ہمیشہ دنیا کو اپنے روحانی فیوض سے۔۔۔۔ متمتع کرتا رہے گا۔

اسلام کو پہنچانے کا طریق

آپ نے فرمایا کہ اسلام کو پہنچانے کا یہ طریق نہیں کہ ایک انگریز کو کہا جائے کہ تم اسلام اختیار کر لو، وہ ایک پڑھی لکھی سمجھدار قوم ہے، آپ اسکو حق دینگے کہ خود اسلام کو پڑھیں اور اس کو سمجھیں، آپ کا کام صرف یہ ہے کہ خوبصورتی کے ساتھ پیش کر دیں کہ یہ خدا کی کتاب ہے جو آسمانی چشمہ سے نکل کر آئی ہے اس کو پڑھ لیں وہ لوگ اسلام کے سمجھنے کی زیادہ اہلیت رکھتے ہیں۔

علوم کی روشنی کے ساتھ اسلام کی ترقی

اسلام ایک علمی مذہب ہے جتنے علوم بڑھیں گے اتنی ہی اسلام کو ترقی ہوگی، ہیڈ ماسٹر صاحب نے جو یہ فرمایا ہے کہ ہم نے اسلام کو گھٹایا بڑھایا نہیں، گھٹایا تو بے شک نہیں، لیکن اسلام بڑھنے والی چیز ہے یہ تو بڑھتا ہی چلا جائے گا۔ اس لئے کہ قرآن کریم میں بیشمار بے بہا موتی ہیں، جوں جوں علم بڑھتا جائیگا وہ موتی نکلتے چلے آئیں گے۔

دُنیا کی مشکلات کا حل اسلام کا حل ہیں

میں نے یہ باتیں خطبوں میں جید کے لیکچروں میں ان لوگوں کو بتائی ہیں، اور ان پر واضح کیا ہے کہ اسلام نسل انسانی میں جس اخوت کو پیدا کرنا چاہتا ہے، وہی دنیا کی مشکلات کو پیدا کرنے کا موجب ہوگی میرے لیکچروں کو سن کر انھوں نے کہا کہ آج ہمارے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا ہے یہ جو جنگ کے بادل چھا رہے ہیں اُن سے طبیعت پر ایک بوجھ تھا، اسلام کا پیغام سن کر ان لوگوں نے اقرار کیا کہ وہ بوجھ جاتا رہا۔

خدائی منصوبہ

میں نے انہیں بتایا کہ خدا تعالے کا یہ منصوبہ ہے کہ وہ مختلف ممالک اور قوموں میں انبیاء بھیجتا رہا اور پھر آخر میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا تاکہ ساری قوموں کو ایک کر دیا جائے، اس لئے تمام انبیاء کی ہم عزت کرتے ہیں، مسیح کے لئے بھی ہمارے دل میں ویسی ہی محبت ہے جیسی دوسرے انبیاء کے لئے، وہ اس پر حیران ہوتے تھے، ایک نوجوان نے جس کا نام مورتھا۔ مجھ سے کہا کہ مسیح تو ہماری نجات کا ذمہ لیتا ہے اس کو کیسے چھوڑا جا سکتا ہے۔ میں نے کہا یہ صحیح ہے کہ مسیح نے نجات کا ذمہ لیا لیکن کس طرح؟ اسی طرح کہ اس کے حکموں پر چلا جائے اور اس کے نقش قدم کی پیروی کی جائے، قرآن کی یہی تعلیم ہے کہ

انبیاء کے نقش قدم پر چلو،

اجرائے نبوت کیوں نہیں ؟

ایک شخص نے مجھ پر سوال کیا کہ اگر انبیاء کا سلسلہ پہلے اس طرح چلتا رہا کہ ایک کے بعد دوسرا نبی آتا رہا، تو اب یہ سلسلہ کیوں بند ہو گیا، اگر کوئی قادیانی وہاں ہوتا تو کہتا کہ جی اب تو پکڑے گئے۔ میں نے انہیں یہی کہا کہ خدا کا منصوبہ ہے کہ اس نے ایک وقت سلسلہ انبیاء کو چلایا اور پھر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا، تا کہ نسل انسانی میں وحدت قائم ہو، اگر اس سلسلہ کو جاری رکھا جاتا تو یہ کبھی ختم نہ ہوتا اور دنیا کا انتشار بڑھتا چلا جاتا، خدا کا منشا تھا کہ ساری دنیا ایک قرآن کے گرد جمع ہو جائے جس طرح آج جسمانی طور پر فاصلہ کی دوری کے باوجود ریلوں اور ہوائی جہازوں اور ریڈیو وغیرہ سے دنیا ایک ملک بن گئی ہے اسی طرح ختم نبوت کی غرض روحانی طور پر نسل انسانی میں وحدت و یگانگت پیدا کرنا ہے، یہ خدائی منصوبہ ہے جس طرح ہم منصوبے بناتے ہیں خدا نے بھی دنیا کی وحدت کے لئے یہ منصوبہ بنایا آپ نے بتایا کہ اس لیکچر کو دیتے ہوئے میرے اندر پھر سکول ماسٹری کی رگ پھڑکی اور میں نے کہا کہ یہ خدائی منصوبہ گویا سکول ماسٹر کا ڈنڈا ہے کہ دنیا ایک ہو کر خدائے واحد کی پرستار بن جائے۔

تہذیب مذہب سے زندہ ہو سکتی ہے

یہ ان کے دل کی آواز تھی جس کو مانے بغیر انہیں چارہ نہیں، ٹائن بی. ایک مصنف ہے اس نے اپنی ... ایک کتاب میں کھول کر لکھا ہے کہ قومیں اور تہذیبیں اسی وقت تک زندہ رہ سکتی ہیں جب تک خدا کے ساتھ ان کا تعلق ہو، خدا اور مذہب کے بغیر کوئی تہذیب زندہ نہیں رہ سکتی، ان حالات میں سمجھنا چاہیئے کہ ہم ایک نئی تہذیب کی دہلیز پر کھڑے ہیں جس میں تمام انسانیت سلک اخوت میں منسلک ہو کر ایک خدا کی پرستار بن جائے گی،

اپنے اندر خدائی اخلاق پیدا کرو

آپ نے اس امر کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی کہ ہمیں اپنی نظروں کو بہت وسیع کرنا چاہیئے کسی نے کہا ہے Man is made image of G. comp... پس چاہیئے کہ خدائی اخلاق اپنے اندر پیدا کئے جائیں بجائے اس کے کہ خدا کو اپنے پیچھے چلایا جائے ضروری ہے کہ خدائی اخلاق کی پیروی کی جائے، چاہیئے تھا کہ.... اسلام کی ریسرچ کی جاتی - اسلام کا پیغام دنیا کے کونوں تک پہنچایا جاتا، اسلام کی آئیڈیالوجی کو صحیح طور پر واضح کیا جاتا لیکن ان باتوں کی طرف سے مسلمانوں میں غفلت پائی جاتی ہے۔

اسلام کے اعلیٰ مقاصد کو پھیلاؤ

پھر جب جہاز پر آ رہا تھا تو پاکستان کا یوم آزادی آگیا وہاں پاکستانی جھنڈا لہرانے کے لئے مجھے کہا گیا میں نے تقریر کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ یہ جھنڈا ایک نشان ہے ان اعلیٰ مقاصد کا جو اسلام دنیا میں لے کر آیا ہے اسکو دنیا میں پھیلانا چاہیئے، اس سے پاکستان زندہ ہوگا، یہ ہمارا نہ صرف مذہبی بلکہ سیاسی فرض ہے۔

اساتذہ سکول کو خطاب

آخر میں آپ نے اساتذہ سکول کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ میں سے ہر ایک کو مبلغ بننا چاہیئے، مجھے جگہ جگہ اس سکول کے پڑھے ہوئے نوجوان ملے جو اب اعلےٰ عہدوں پر ہیں اور سکول اور اس کے اساتذہ کی یاد تازہ رکھتے ہیں، استادوں کو خدا نے بڑا منصب دیا ہے اگرچہ ان کی زندگی فاقوں سے گزرتی ہے لیکن اسی سے ان کی روحانیت زندہ ہوتی ہے، آپ کا کام ہے کہ آپ ایک ایسی قوم بنائیں جو صحیح معنوں میں مسلمان کہلانے کی مستحق ہو،

نوجوانوں سے خطاب

(بسلسلہ صفحہ ۔۔)

نہ سمجھا - کیونکہ اس وقت تک ان کی طرف سے ایسا کوئی اعلان شائع نہیں ہوا جس میں ان تین باتوں کی تصریح ہو"۔

اس مشورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر قادیانی احمدی اس کو قبول کر لیں تو وہ مسلمان کہلا سکتے ہیں۔

مولانا مودودی صاحب کا اپنا عمل

ظاہر ہے کہ یہ وہ مشورہ ہے جو لاہوری احمدی قادیانیوں کو گذشتہ چالیس برس سے دے رہے ہیں۔ اصل میں دونوں جماعتوں کی تفریق ہی اسی بناء پر ہوئی ہے کہ قادیانی احمدیوں نے اس مشورہ کو قبول نہیں کیا - لاہوری احمدیوں کے بالکل وہی عقائد ہیں جن کا مشورہ قادیانی احمدیوں کو مولانا صاحب کی طرف سے دیا جا رہا ہے اور خود مودودی صاحب کو بھی یہ تسلیم ہے کہ لاہوری احمدیوں کے وہی عقائد ہیں جن کا اُن کے مشورہ میں ذکر ہے۔ مگر تعجب ہے کہ ان عقائد کے رکھنے کے باوجود لاہوری احمدی بھی مولانا کے بالکل اسی طرح زیر عتاب ہیں جس طرح قادیانی ہیں، ان کے لئے بھی مولانا کا مطالبہ یہی ہے کہ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے کیوں؟ اس لئے کہ وہ ختم نبوت کے قائل ہیں - وہ سنے اور پرانے نبی کی بھی کوئی تفریق روا نہیں رکھتے - وہ کسی کلمہ گو کی تکفیر کو اس آسمان کے نیچے اس زمین پر سب سے بڑا گناہ سمجھتے ہیں - وہ تمام فرقوں کے جنازوں میں شامل ہو جاتے ہیں - بایں ہمہ یہ جماعت بھی مولانا کے سیاسی ستم سے نہیں بچ سکی - اصل بات یہ ہے کہ ان معاندین کو نہ لاہوریوں سے بیر ہے نہ قادیانیوں سے دشمنی ہے، ان کا اصل عناد ماموریت سے ہے، جب تک وہ عناد باقی ہے اُن کے ہاں معقول

دلیل بھی مسترد کر دی جاتی رہے گی۔

اس ملت میں دستور چلا آتا ہے - کہ دینیت، تبلیغ کی تحریک اُٹھا کر جتنا بڑا کوئی مصلح اپنے منصب کے لحاظ سے اصلاح عالم کے لئے کھڑا کیا جاتا ہے اتنی ہی زیادہ اس کی مخالفت کی جاتی ہے مصلح کی رفاقت کوئی آسان کام نہیں - یہ کٹھن منزل ہے جس کے لئے بڑے جان جوکھوں کی ضرورت ہے - ایمان محکم عمل عزم، استقلال اور ایثار سے سلوک کی ان منازل کو طے کیا جا سکتا ہے! اور اسی کی طرف ہم اپنے نوجوانوں کو دعوت دیتے ہیں - اگلی صحبت میں ہم تحریک احمدیت کے تیسرے معاند سے نپٹنے کی کوشش کریں گے انشاءاللہ العزیز ؛

مقالہ

(بسلسلہ صہ ۳)

جو گوارا اور فاسق و فاجر کے لئے عذاب بن کر آتی ہے ہو سکتا ہے کہ اس سے نیکو کاروں کو بھی کچھ دکھ گزند پہنچ جائے، لیکن یہ گزند اُن کے لئے عذاب نہیں کہلا سکتا بلکہ ان کے اصطفا اور ان کے مراتب درجات کو بلند کرنے کا موجب ہوتا ہے، وہی عذاب جو کافر دل اور بدکاروں کی تباہی اور ہلاکت کا موجب ہوتا ہے مومنین اور پاکبازوں کے لئے کسی قدر نقصان کے باوجود ان کے اصطفا اور آخرکار ان کی کامیابی اور علو مرتبت ...... کا موجب بن جاتا ہے، یہی نقشہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں دیکھنے میں آیا، کافر جو بڑی تعداد میں آپ پر چڑھائی کرنے لپے، آخرکار ہلاک اور خائب و خاسر ہو کر آپ کے قدموں میں گر گئے، اور مسلمان گرچہ تھوڑی تعداد میں تھے، اور انہیں بھی کسی قدر نقصان اُٹھانا پڑا، تاہم آخر میں انہی کو غلبہ اور کامیابی حاصل ہوئی، اور یہ سب کچھ ان پیشگوئیوں کے مطابق تھا، جو قرآن کریم میں ہو چکی تھیں جس نے کہا تھا سیھزم الجمع ویولون الدبر، کفار کے لشکر ہزیمت اُٹھائیں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا مسلمان جو میدان جنگ میں مارے گئے انہوں نے شہادت کا مرتبہ پایا، اور جو بچے اُن کو خدا نے غلبہ عطا فرمایا، اور کفار جو مارے گئے وہ خائب و خاسر ہوئے اور جو بچے وہ بھی ناکام و نامراد ہو کر آخرکار اسلام کی پناہ میں آ گئے - پس فاسق و فاجر کے ساتھ بعض پاکبازوں کا دُکھ اُٹھانا، کوئی انوکھی بات نہیں، فسق و فجور اور شوخی و شرارت تو بہرحال بُری چیز ہے، جس کے حد سے بڑھ جانے پر عذاب کا آنا لازمی ہے۔ اور نیک اور پاکباز کو کوئی بھی دنیا میں بُرا نہیں کہہ سکتا خواہ اسے کتنا بھی دکھ اور تکلیف اُٹھانی پڑے ؛

بچوں کا صفحہ ——— مرتضیٰ احسان حسن

باپ بیٹے کی چھٹی مجلس

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

عام مسلمان پیروں سے مرادیں مانگتے ہیں۔ اور پیروں کے متعلق ان کا عقیدہ ہے وہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ نعوذ باللہ۔ یاد رکھو کہ پیر فقیر سب خدا کے محتاج ہیں۔ ہاں اُن سے دُعا کرانا۔ ان کی صحبت میں بیٹھنا اور ان کی نصیحت پر عمل کرنا اچھا کام ہے مگر ان [illegible] عقیدہ رکھنا کہ وہ سب کچھ کر سکتے ہیں غلط ہے۔ ایک خدا کی ذات ہے جو سب باتوں پر قادر ہے۔ اسی سے سب کچھ مانگنا چاہیئے۔ اور اسی کی عبادت کرنا چاہیئے۔ خوب یاد رکھو ؎

کہ ہے ذاتِ واحد عبادت کے لائق ✤ زبان اور دل کی شہادت کے لائق
اسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق ✤ اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق

لگاؤ تو لو اُس سے اپنی لگاؤ
جھکاؤ تو سر اُس کے آگے جھکاؤ

اُسی پر ہمیشہ بھروسا کرو تم ✤ اسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم
اُسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم ✤ اسی کی طلب میں مرو جب مرو تم

مُبرّا ہے شرکت سے اس کی خدائی
نہیں اس کے آگے کسی کی بڑائی

خرد اور ادراک رنجور ہیں واں ✤ مہ و مہر ادنیٰ سے مزدور ہیں واں
جہاندار مغلوب و مقہور ہیں واں ✤ نبی اور صدیق مجبور ہیں واں

نہ پُرسش ہے رہبان و احبار کی واں
نہ پروا ہے ابرار و احرار کی واں

ہاں میں نے تمہیں بتایا تھا کہ سورہ فاتحہ کے بعد قرآن مجید کا کوئی حصہ پڑھنا چاہیئے سورۂ اخلاص تو مختصر سی سورت ہے۔ خدا تمہیں توفیق دے تو ذرا لمبی سورتیں بھی یاد کرنا، صبح کی نماز میں تو خصوصًا لمبی سورتیں پڑھنی چاہئیں۔ لوگ تو سارا سارا قرآن مجید حفظ کرتے ہیں ؟

رشید:۔ "ابا جان! یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ لوگ اتنی بڑی کتاب کیونکر زبانی یاد کر لیتے ہیں" ؟

باپ:۔ "بیٹا خدا مدد کرتا ہے۔ ورنہ اتنی بڑی کتاب کا حفظ کرنا واقعی تعجب کی بات ہے۔ رمضان شریف کے مہینہ میں قرآن مجید کے سنانے کا سلسلہ بھی بہت مفید ہے۔ اس سے قرآن مجید یاد رہتا ہے ورنہ لوگ بھول جائیں۔ دیکھو بیٹا قرآن مجید کے متعلق خدا کا وعدہ ہے کہ یہ قیامت تک محفوظ رہے گا، اس کا ایک لفظ بھی کم یا زیادہ نہیں ہو سکتا۔ اگر خدانخواستہ ساری دنیا سے قرآن مجید نابود ہو جائے تو بھی یہ حافظوں کے دماغ میں محفوظ ہے۔ دوسری کتابوں کے متعلق یعنے توریت انجیل کے متعلق خدا کا ایسا کوئی وعدہ نہیں ہے، صرف قرآن مجید کے متعلق یہ وعدہ ہے، کہ یہ قیامت کے دن تک محفوظ رہے گا کیونکہ یہ خدا کی آخری کتاب ہے"۔

رشید:۔ "اچھا ابا جان! سورۃ کس کو کہتے ہیں"؟

باپ:۔ تم نے دیکھا ہوگا کہ تمہاری کتاب میں باب یا فصلیں ہوتی ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید میں باب یا فصلیں ہیں، ہر ایک فصل کو سورت کہتے ہیں۔ ہمارے نبی کریم صلعم نبوت کے بعد تیرہ سال مکہ میں رہے اور دس سال مدینہ میں۔ جو سورتیں مکہ میں نازل ہوئیں وہ مکی سورتیں کہلاتی ہیں اور جو مدینہ میں نازل ہوئیں وہ مدنی۔ جب تم قرآن مجید پڑھو گے تو تم دیکھو گے کہ ہر ایک سورت کے اوپر لکھا ہوگا کہ یہ مکی ہے یا مدنی، قرآن مجید کی کل ۱۱۴ سورتیں ہیں۔ ۹۳ سورتیں تو مکی ہیں۔ اور ۲۱ مدنی۔ مدنی سورتیں تعداد میں تھوڑی ہیں۔ مگر عمومًا زیادہ لمبی ہیں۔ قرآن مجید کا تقریبًا ایک تہائی مدنی ہے۔ اور دو تہائی مکی۔ پھر آسانی کے لئے قرآن مجید کو تیس حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، ہر ایک حصہ کو جزو یا پارہ کہتے ہیں۔ ان پاروں کے نام بھی یاد رکھنے چاہئیں۔ یاد رکھو قرآن مجید ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔ اس کا دعوےٰ ہے کہ یہ ایک بے نظیر اور بے مثل کتاب ہے کوئی شخص اس کی نظیر یا مثل نہیں بنا سکتا۔ یہ دعوےٰ تیرہ چودہ سو سال سے ہے اور اب تک کوئی اس دعوےٰ کو توڑ نہیں سکا اور نہ قیامت تک کوئی اسکو توڑ سکتا ہے۔ بات تو لمبی ہو گئی، میرا مطلب صرف یہ تھا کہ خدا توفیق دے تو قرآن مجید کو زیادہ سے زیادہ پڑھنے اور اس کی سورتیں یاد کرنے کی کوشش کرنا۔ صرف قل ھو اللہ کی سورت پر ہی قناعت نہ کر بیٹھنا۔

قرآن مجید بہت بابرکت کتاب ہے۔ اس نے دنیا کے اندر بہت بڑا انقلاب پیدا کیا ہے۔ آجکل جو کروڑوں مسلمان توحید پر قائم ہیں، وہ اسی قرآن مجید کی برکت سے ہے۔ نہ توریت یہ توحید پھیلا سکی نہ انجیل نہ زبور اور نہ کوئی اور کتاب۔ ملک عرب کے اندر جو اتنا بڑا انقلاب آگیا کہ ایک بت پرست قوم بتوں کو چھوڑ کر ایک خدا کی پرستار بن گئی وہ قرآن مجید کی طفیل سے ہی تھا اس قوم کے اندر ایسی ایسی خوبیاں پیدا ہو گئیں کہ دنیا میں اُن کی نظیر نہیں ملتی۔ وہ تمام قوموں پر سبقت لے گئی۔ وہ قوموں کی پیشوا بن گئی۔ اس نے دنیا کو تہذیب تمدن سکھایا۔ اس نے تمام دنیا میں علم و حکمت کے دریا بہا دیئے۔ اس نے بڑی بڑی سلطنتیں فتح کیں۔ اور اُن میں صحیح نظام حکومت قائم کیا۔ لوگوں کو آرام اور سکھ دیا۔ تمام ملکوں کو عدل اور انصاف سے بھر دیا۔ جو سورج عرب سے چمکا اس نے ساری دنیا کو روشن کر دیا۔ آج اگرچہ مسلمان قوم اپنے بلند مقام سے گر گئی ہے مگر یہ وہی قوم ہے جس سے ساری دنیا فیضیاب ہوئی۔ اس کے احسانات کے سامنے سب کی گردنیں خم ہیں ؎

جدا گو کہ پامال بستاں عرب کا ✤ مگر اک جہاں ہے غزل خواں عرب کا
مگر اگر گیا سب کو باراں عرب کا ✤ سپید و سیاہ پر ہے احساں عرب کا

وہ قومیں جو ہیں آج سرتاج سب کی
کنوڈی رہیں گی ہمیشہ عرب کی

غرض قرآن مجید ایک نور تھا جو آسمان سے نازل ہوا۔ اور دنیا کے کونے کونے کو اس نے منور کر دیا۔ یہ وہ بے نظیر اور بے مثل نور ہے جس کی تیز شعاعیں تا قیامت دنیا کو روشن کرتی رہیں گی۔ دیکھو حضرت مجدد وقت نے اس کی تعریف میں کیا اچھے اشعار کہے ہیں۔ ؎

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اُجلا نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفےٰ نکلا
یا الٰہی! تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفاں کا فقط ایک ہی شیشہ نکلا
کس سے اُس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

مَلفُوظات حضرت مسیح موعودؑ

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

بھی رخنہ پاتا ہے۔ اس کو لعنتی بناتا ہے۔

جسمانیت اور روحانیت

"دیکھو جس طرح تمہارے عام جسمانی حوائج کے پورا کرنے کے واسطے ایک مناسب اور کافی مقدار کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح تمہاری روحانی حوائج کا حال ہے، کیا تم ایک قطرہ پانی زبان پر رکھ کر پیاس بجھا سکتے ہو۔ کیا تم ایک لقمہ کھانے کا منہ میں ڈال کر بھوک سے نجات حاصل کر سکتے ہو۔ ہرگز نہیں، پس اسی طرح تمہاری روحانی حالت معمولی سی توبہ یا کبھی کسی ٹوٹی پھوٹی نماز یا روزہ سے سنور نہیں سکتی۔ روحانی حالت کے سنوارنے اور اس باغ کے پھل کھانے سے بھی تم کو چاہیئے کہ اس باغ کو بھی وقتاً پر خدا کی جناب میں نمازیں ادا کر کے اپنی آنکھوں کا پانی پہنچاؤ۔ اور اعمالِ صالحہ کے پانی کی نہر سے اس باغ کو سیراب کرو۔ تا وہ ہرا بھرا ہو اور پھلے پھولے اور اس قابل ہو سکے کہ تم اس سے پھل کھاؤ۔"

پیغام صلح ۱۱ ستمبر ۱۹۵۷ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۳۶

ہفت روزہ "پیغام صلح"

قیمت سالانہ: پاکستان سے چھ روپے۔ ہندوستان سے چھ روپے (ہندوستانی سکہ)

ہندوستان میں ہمارے نمائندے کا پتہ: شیخ انعام الحق صاحب مکان نمبر ... اعظم پورہ ملک پیٹھ حیدرآباد دکن (انڈیا)

جلد ۴۷ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۲۳ صفر ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۸ ستمبر ۱۹۵۷ء | نمبر ۳۷

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرّسل خیر الانام
ہر نبوّت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

*

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعودؑ)

میں آیت استخلاف کے وعدہ کے مطابق آیا ہوں اسلئے موعود کہلایا

خدا نے ہمیں تجدید دین کے لئے بھیجا ہے۔ نبوّت کا دعوی نہیں ہے

حضرت مسیح موعودؑ کی ایک تقریر کا اقتباس جو ۱۷ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور کے رؤسا میں آپ نے کی

"ہمارا خدا اسی طرح زندہ ہے جس طرح کہ وہ پہلے تھا۔ اگر کوئی ایسا ہے کہ وہ مردہ دین اور مردہ خدا کو پسند کرتا ہے تو کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں صحیح نہیں مانتا تو نہ مانے۔ وہ مسلمان کیسا ہے۔ خدا تعالیٰ نے جب مسلمانوں کی قوم کو اپنے لئے چن لیا اور انہیں منزل مقصود تک پہنچانے کا وعدہ کیا۔ تو اب کیا یہ مناسب اور اس کی شان کے مطابق ہے کہ وہ انہیں رستہ میں ہی چھوڑ دے۔ مثلاً ایک شخص نے وعدہ کیا کلکتہ پہنچا دینے کا۔ اب وہ اسے پورا نہ کرے تو کیسی بُری بات ہے۔ انسان خدا کے حضور اندھے کی طرح ہے وہ اسے اپنی بینائی سے منزل مقصود تک پہنچائے گا۔ اور قیامت تک ہادی بھیجتا رہے گا قرآن شریف میں اسی لئے لیستخلفنھم آیا ہے۔ جس سے قیامت تک آنحضرت صلعم کے خلفاء کی آمد ثابت ہے۔ میں بھی اسی آیت کے وعدہ کے مطابق آیا۔ اس لئے موعود کہلایا۔ میں مسیح بھی ہوں لیکن بطور تناسخ۔ بلکہ بات یہ ہے کہ اخیر زمانہ میں اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ یہ امت عیسائیوں اور یہودیوں کی طرح ہو جائے گی۔ اور ان کا ایمان حلق تک رہ جائے گا۔ اسی لئے غیر المغضوب علیھم ولا الضالین دعا سکھلائی۔ پس مصلح کا نام بھی مسیح ہونا چاہیئے تھا بات تو فقط اتنی ہے۔ مگر یہ لوگ میری سخت مخالفت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ مسیح کو کیوں مردہ کہتا ہے۔ کسی کا کتا مر جائے یا بلی رکھی ہوئی مر جائے تو افسوس آتا ہے مگر کیا یہ ماتم نہیں کہ دین مردہ ہو گیا۔ کیا یہ سچ ہے کہ جو کچھ تھا وہ پیچھے رہ گیا اب آگے کچھ نہیں۔ یہ الزام کہ میں نبوّت کا دعوے کرتا ہوں اور مجھے فکر پڑی ہوئی ہے کہ میں الگ قبلہ بناؤں اور نئی شریعت ایجاد کروں۔ ان تہمتوں کا جواب بجز لعنۃ اللہ علے الکاذبین اور کیا دوں۔ میرا دعویٰ تو صرف یہ ہے کہ چونکہ دین زندہ ہے اس لئے ہر صدی کے سر پر موجودہ مفاسد کے لحاظ سے مصلح پیدا ہوتا ہے جس سے خدا مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے۔ جب خدا کسی سے بکثرت ہم کلام ہو اور اپنی غیب کی باتیں کثرت سے اس پر ظاہر کرے تو یہ نبوّت ہے مگر یہ حقیقی نبوّت نہیں.....

...... اب میں تقریر کو ختم کرتا ہوں اور صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ خدا نے ہمیں تجدید دین کے لئے بھیجا ہے۔ تاہم تازہ نشانوں کے ساتھ دین کو تازہ کریں۔ اگر خدا مجھے نہ بھیجتا تو آخر یہ دین بھی دیگر ادیان کی طرح قصوں کے رنگ میں رہ جاتا۔ یہ یقیناً سمجھو کہ جو خدا کی طرف سے آتا ہے وہ کبھی نابود نہیں ہو سکتا...... مجھے افسوس آتا ہے کہ میں نے ان لوگوں (یعنی مکفر مولویوں) کا کیا

باپ بیٹے کی ساتویں مجلس

باپ: "سعید! تم سکول سے آ گئے اور رشید کیوں نہیں آیا؟"

سعید: "ابا جان آج اس کا کوئی امتحان تھا۔ شاید اس وجہ سے اس کو دیر ہو رہی ہے۔ ابھی آ جاتا ہے"۔ .... لیجئے وہ آ گیا"۔

رشید: "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ"

باپ: "وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ" - رشید! آج تمہارا کس مضمون کا امتحان تھا؟"

رشید: "دینیات کا - اور خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ دو تین دن پہلے جو آپ سے پڑھا تھا وہی امتحان میں آ گیا۔ قل ھو اللہ احد ...... کا ترجمہ پوچھا تھا۔ صرف دو تین لڑکے بتا سکے۔ ایک میں اور ایک دو اور لڑکوں نے ٹھیک ٹھیک بتایا۔ باقی سب فیل"

باپ: "اصل میں لڑکے دینیات کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ حساب انگریزی اور دوسرے مضمونوں میں لگے رہتے ہیں اور دینیات کو تو یونہی فضول سمجھتے ہیں۔ دوسرے مضمونوں کے امتحان کا تو فکر رہتا ہے لیکن دینیات کے امتحان کا کچھ فکر نہیں کرتے، حالانکہ سب سے بڑا امتحان تو دینیات کا ہوگا۔ یہ دنیا کے امتحان تو چھوٹے چھوٹے امتحان ہیں، بڑا امتحان تو وہ ہے جو قیامت کے دن ہوگا۔ افسوس ہے کہ اس امتحان کی لوگ تیاری نہیں کرتے۔ ان کی آنکھوں پر غفلت کے پردے پڑے ہیں۔ بیٹا! میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ ان دنیا کے امتحانوں کے ساتھ ساتھ اس بڑے امتحان کا بھی فکر رکھنا جو خدا کے سامنے جا کر دینا ہوگا۔ اصل امتحان وہ ہے۔ ان امتحانوں میں تو رعایت بھی ہو جاتی ہے سفارش بھی چل جاتی ہے۔ مگر وہاں نہ کوئی رعایت ہوگی نہ کوئی سفارش چلے گی۔ کوئی کسی کی کچھ مدد نہیں کر سکے گا۔ ...... اچھا تم نے قل ھو اللہ کا ترجمہ سنا دیا۔ ممتحن خوش ہوئے ہوں گے؟"۔

رشید: "جی ہاں! میں نے جو فر فر ترجمہ کر دیا تو خوش ہو کر پوچھنے لگے۔ تم کس کے بیٹے ہو؟ میں نے آپ کا نام بتایا۔ کہنے لگے تبھی۔ پھر کہنے لگے تمہارے ابا جان تمہیں گھر پر پڑھاتے ہیں۔ میں نے کہا ہاں"۔

باپ: "دیکھو رشید! اولاد اگر لائق اور نیک ہو۔ تو ماں باپ کی بھی عزت ہوتی ہے۔ پرسوں سعید کے استاد مجھے بازار میں مل گئے۔ باتوں باتوں میں پوچھنے لگے سعید آپ کا لڑکا ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ کہنے لگے سعید واقعی سعید ہے۔ اس دن مولانا محمد علی صاحب ہمارے سکول میں تشریف لائے۔ انہوں نے لڑکوں کا امتحان لیا۔ سعید نے خوب جواب دیئے۔ مولانا صاحب بہت خوش ہوئے، اور ہماری بھی عزت افزائی ہو گئی"۔

رشید: "اچھا ابا جان! آج مجھے التحیات کا سارا ترجمہ پڑھا دیں۔ اب اگلی دفعہ جو امتحان ہوگا اس میں شاید اس کا ترجمہ آ جائے"۔

باپ: "کہو۔ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ - تمام زبان کی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں۔
وَالصَّلَوٰتُ - تمام بدن کی عبادتیں بھی اللہ کے لئے ہیں۔
وَالطَّیِّبَاتُ - اور تمام مال کی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں۔"

رشید: "اس کا کیا مطلب"

باپ: "زبان کی عبادتیں کیا ہیں۔ زبان سے خدا کا ذکر کرنا۔ مثلاً استغفار پڑھنا استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب علیہ - درود شریف پڑھنا۔ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد - خدا کی تسبیح و تہلیل کے کلمات سبحان اللہ - الحمد للہ - اللہ اکبر کا ورد وغیرہ وغیرہ

دولتِ ایمان

مرتضیٰ خاں حسن

عزیزو! ڈرتے رہنا تم خدا سے ۞ لگانا لو محمد مصطفےٰ سے
وہی ہے ہادی و رہبر ہمارا ۞ فدا ہے جان و دل جس پر ہمارا
اُسی نے دولتِ ایماں عطا کی ۞ ہدایت کی ہمیں دینِ ہُدیٰ کی
اُسی نے وارثِ جنّت بنایا ۞ ہمیں نارِ جہنّم سے بچایا
وہی ہے باعثِ ایجادِ عالم ۞ وہی ہے افتخارِ نوحؑ و آدمؑ
کرے گا جو اطاعت مصطفےٰ کی
ملے گی اسکو عزّت دوسرا کی

بدن کی عبادتیں۔ پانچ وقت کی نماز - مالی عبادتیں - صدقات و خیرات، زکوٰۃ - یہ سب عبادتیں خدا کے لئے ہیں - یہ مختصر سی کیفیت ہے۔ مفصّل کیفیت تم کو پھر کسی دن بتائیں گے اب آگے پڑھو - السلام علیک ایھا النبی - سلام ہو تم پر اے نبیؐ - ورحمۃ اللہ و برکاتہ - اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں - السلام علینا سلام ہو ہم پر وعلیٰ عباد اللہ الصالحین اور اللہ کے نیک بندوں پر - اشھد ان لا الٰہ الا اللہ - میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوائے کوئی اور معبود نہیں - و اشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد اللہ کا بندہ اور رسول ہے - اب اس کو تم دو تین دفعہ میرے سامنے ہی دوہرا لو"...... (لڑکا دوہرا لیتا ہے اور یاد کر لیتا ہے) باپ اس سے آگے درود شریف آتا ہے"۔

رشید: "درود شریف کا ترجمہ تو مجھے آتا ہے۔ ایک دن مولوی صاحب نے باتوں باتوں میں بتا دیا تھا"۔

باپ: "اچھا بتاؤ تو"۔

رشید: "اللھم صل علیٰ محمد اے خدا درود بھیج محمدؐ پر اور محمدؐ کی آل پر۔ کما صلیت علیٰ ابراھیم و علیٰ آل ابراھیم جس طرح تو نے درود بھیجا ابراہیمؑ پر اور ابراہیمؑ کی آل پر - انک حمید مجید - بیشک تو تعریف کے قابل ہے اور بڑا بزرگ ہے - اسی طرح آگے اللھم بارک علیٰ محمد و علیٰ آل محمد اے خدا برکت بھیج محمدؐ پر اور آل محمدؐ پر کما بارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم جس طرح تو نے برکت بھیجی ابراہیمؑ پر اور آل ابراہیمؑ پر - انک حمید مجید بیشک تو قابل تعریف ہے اور بزرگی والا ہے"

باپ: "بیشک ٹھیک - یاد رکھو رشید! درود شریف کا پڑھنا ہر مسلمان کے لئے فرض ہے قرآن مجید میں اس کے لئے خاص حکم آیا ہے - جب تک درود شریف نہ پڑھا جائے نماز مکمل نہیں ہوتی - ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پر بڑے احسانات ہیں۔ آپ نے ہم کو گمراہی کے گڑھے سے نکال کر ہدایت کی شاہراہ پر ڈالا - ہماری بھلائی کے لئے اپنی جان پر طرح طرح کی تکلیفیں اٹھائیں - غرض کہ ہمارے نبی کریم صلعم ہم پر بہت بڑے محسن ہیں - ایسے محسن کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے - ہم جو درود شریف پڑھتے ہیں اس سے ہم اپنے محسن نبیؐ کے لئے خدا تعالیٰ سے [illegible]

[illegible] سے اس پر خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے - اس کی مشکلات حل ہوتی ہیں، اور دل میں راحت محسوس ہوتی ہے

ہفت روزہ پیغام صلح ـــــ لاہور ـــــ ۱۸ ستمبر ۱۹۵۷ء

حضرت صاحب کا انکار اور عذاب الٰہی

گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں ہم نے معاصر "کوہستان" کے اس اعتراض کا کہ

"مرزائیوں کا کہنا ہے کہ پاکستان میں جو سیلاب آ رہے ہیں اس کا باعث "حضرت صاحب" کا انکار ہے"

جواب دیتے ہوئے یہ سوال کیا تھا کہ

"یہ کن مرزائیوں کا کہنا ہے کب کہا، کہاں کہا گیا، کیا معاصر کوہستان اس کا کوئی حوالہ پیش کر سکتا ہے"

ہمارے اس سوال پر مودودی اخبار "تسنیم" نے آپے سے باہر ہو کر اپنے "اخلاق عالیہ" کا مظاہرہ ان الفاظ میں کیا ہے:-

"اس کا حوالہ پیش کرنے کا مسئلہ تو ہم معاصر "کوہستان" پر چھوڑتے ہیں البتہ معاصر "پیغام صلح" کے اس تجاہل عارفانہ یا تغافل غافلانہ کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ معاصر نے کبھی الفضل کا مطالعہ بھی کیا ہے یا نہیں اس نے کبھی اس کے اوراق میں دیکھا ہے یا نہیں کہ کوئٹے کا زلزلہ آیا تو اس نے وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا کی آیت پڑھکر اس زلزلہ کو مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوئے رسالت کے ثبوت میں پیش کر دیا، بہار کے زلزلے پر اس نے یہی حرکت کی اور سیلاب آئے تو اس نے یہی آیت پڑھی اور کہا کہ دیکھو یہ عذاب، اس لئے آ رہے ہیں کہ خدا نے قادیان میں ایک رسول مبعوث کیا تھا"

"تسنیم" کے اس تجاہل عارفانہ یا "تغافل غافلانہ" کی داد دیتے ہوئے معاصر "الفضل" نے اپنی ۱۴ ستمبر کی اشاعت میں حضرت مسیح موعودؑ کی وہ پیشگوئی نقل کی ہے جو حقیقۃ الوحی مطبوعہ ۱۹۰۷ء میں آپ نے درج کی ہے اور جس میں ہولناک زلزلوں" "ڈرانے والی آفتوں" اور "نوح کے زمانہ کی خبر دی گئی ہے، اس پیشگوئی کا ایک حصہ ہم اس سے پیشتر ۱۳ ستمبر کی اشاعت میں درج کر چکے ہیں، اب پھر "الفضل" میں تمام پیشگوئی کو شروع سے آخر تک ہم نے پڑھا ہمیں اس کے اندر ایک فقرہ بھی ایسا نظر نہیں آیا جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے اس زلزلوں اور سیلابوں کو اپنے انکار کا نتیجہ قرار دیا ہو، اس میں شک نہیں کہ اپنی صداقت کا نشان انہیں ضرور قرار دیا ہے اور یہ بالکل صحیح ہے۔ کیونکہ جب ایک پیشگوئی پچاس سال پہلے آپ نے کی، وقوع میں آجائے تو اس سے یہی ثابت ہو گا کہ آپ سچے اور راستباز ہیں اور آپ نے خدا سے خبر پا کر وہ پیشگوئی کی تھی، اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کا انکار ان عذابوں کے آنے کا موجب ہوا عذابوں کے آنیکا موجب آپ کے اپنے الفاظ میں وہ "مکروہ کام" ہیں جو غضب الٰہی کو بھڑکانے والے ہیں، جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:-

"وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے **مکروہ کام** کئے گئے اور وہ چپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سننے کے ہوں سنے کہ وہ وقت دور نہیں"

اسی پیشگوئی میں آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ

"اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی اراد ے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے جیسا کہ خدا نے فرمایا وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا"

اس سے کیا ثابت ہوتا ہے کیا یہ کہ آپ کا محض انکار ان عذابوں کو لانے کا موجب ہے یا یہ کہ اللہ تعالےٰ کی یہ سنت ہے کہ دنیا کو اس کے فسق و فجور اور مکروہ کاموں کی سزا دینے اور عذاب کے بھیجنے سے پہلے وہ کسی رسول یا مامور و مجدد کو بھیجتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو ان کے برے کاموں سے منع کرے اور توبہ اور اصلاح نفس کی تلقین کرے۔ پھر جب اس کی طرف سے اتمام حجت ہو جائے اور لوگ ان برے کاموں سے باز نہ آئیں اور مامور الٰہی کے مقابلہ میں شوخی اور شرارت سے کام لیں تو پھر ان پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے، یہ اس مامور کے محض انکار کا نتیجہ نہیں بلکہ اس فسق و فجور اور شوخی اور شرارت کا نتیجہ ہوتا ہے جس میں لوگ مبتلا ہوتے ہیں۔ اسی سنت اللہ کے پیش نظر حضرت مسیح موعودؑ نے مندرجہ بالا الفاظ میں فرمایا ہے کہ خدا کے غضب کے مخفی ارادے میرے آنے پر ظاہر ہوئے اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں تاخیر ہو جاتی، آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں رسول ہوں اور مجھے نہ ماننے کی وجہ سے عذاب آئینگے، بلکہ جیسا کہ براہین احمدیہ حصہ پنجم میں آپ نے لکھا ہے:-

"یہ شدید آفت جس کو خدا تعالیٰ نے زلزلہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے صرف اختلاف مذاہب پر کوئی اثر نہیں رکھتی، اور نہ ہندو یا عیسائی ہونے کی وجہ سے کسی پر عذاب آسکتا ہے اور نہ اس وجہ سے آسکتا ہے کہ کوئی میری بیعت میں داخل نہیں۔ یہ سب لوگ اس تشویش سے محفوظ ہیں ہاں جو شخص خواہ کسی مذہب کا پابند ہو جرائم پیشہ ہونا اپنی عادت رکھے، اور فسق و فجور میں غرق رہے اور زانی، خونی، چور، ظالم اور ناحق کے بدچلن ہو اس کو اس سے ڈرنا چاہیئے اور توبہ کرے تو اس کو اس سے کچھ غم نہیں اور مخلوق کے نیک کردار اور نیک چلن ہونے سے یہ عذاب ٹل سکتا ہے قطعی نہیں ہے"

اس قدر صراحت کے بعد یہ کہنا کہ ماکنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا کی آیت کو پیش کر کے سیلاب کو "حضرت صاحب" کے انکار کا نتیجہ قرار دیا جاتا ہے کس قدر خلاف بیانی سے کام لیتا ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ "الفضل" نے حضرت مسیح موعود کی اس کھلی تحریر کے باوجود ایسا لکھا ہو، حقیقۃ الوحی سے جو پیشگوئی اس نے نقل کی ہے اس سے بھی ایسا ثابت نہیں ہوتا، پھر اس کو معاصر تسنیم کا "تجاہل عارفانہ یا تغافل جاہلانہ" نہ کہا جائے تو اور کیا سمجھا جائے۔

ہاں اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی کہدینا چاہتے ہیں کہ اگرچہ مسیح موعود کا انکار اس دنیا میں کسی عذاب کا موجب نہیں ہو سکتا، لیکن قیامت کے دن قابل گرفت ضرور ہو گا، مجدد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشنی اور ہدایت لے کر آتا ہے وہ الٰہی منشاء کے ماتحت دنیا کو نیکی اور فلاح کے رستہ پر چلانا چاہتا ہے، اس کا ساتھ نہ دینا اور اس کی معاونت سے پہلوتہی کرنا اس کے منکر کو نقصان پہنچاتا ہے، جو اس دنیا میں نہ سہی قیامت کے دن باز پرس کا موجب ضرور ہو گا، جیسا کہ حدیث نبویؐ میں بھی فرمایا گیا ہے من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ (ملاحظہ ہو شرح عقائد از شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صفحہ ۔۔) اس سے ثابت ہے کہ امام وقت کا انکار تو ایک طرف اس کی عدم شناخت بھی موت جاہلیت کا موجب ہے،

اپنے بیٹوں کو خلیفہ بنانا

دنیاداروں اور گمراہ لوگوں کا کام ہے

ایک دوست حضرت مسیح موعودؑ کی حسب ذیل عبارت کے آخری فقرہ کی طرف جماعت ربوہ کی توجہ منعطف کرانا چاہتے ہیں۔ اس عبارت میں حضرت مسیح موعودؑ حضرت ابوبکر صدیق رض اور حضرت عمر فاروق کے محامد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"ومن تظنی من الشیعة ان الصدیق او الفاروق غصب الحقوق و ظلم المرتضیٰ او الزھراء فترك الانصاف و احب الاعتساف وسلك مسلك الظالمین ان الذین ترکوا اوطانھم و خلانھم و اموالھم و اثقالھم للہ و رسولہ و اوذوا من الکفار و اخرجوا من ایدی الاشرار فصبروا کالاخیار والابرار و استخلفوا فما ترعوا بیوتھم من الفضة والعین وما جعلوا ابناءھم و بناتھم ورثاء الذھب والجین بل ردوا کلما حصل الی بیت المال وما جعلوا ابناءھم خلفاءھم کابناء الدنیا و اھل الضلال" (سر الخلافہ ص ۱۲)

ترجمہ:- اور جو شخص شیعوں میں سے یہ گمان رکھتا ہو کہ حضرت ابوبکر صدیق یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے حقوق غصب کئے اور حضرت علی مرتضیٰ یا حضرت فاطمۃ الزہرا رض پر ظلم کیا اس نے انصاف کو چھوڑا اور ظلم سے پیار کیا اور ظالموں کے مسلک پر چلا۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنے وطنوں اور اپنے احباب اور اپنے مالوں اور اپنے ساز و سامان کو اللہ اور اس کے رسول کے لئے چھوڑا اور کفار سے اذیت دیئے گئے اور شریر لوگوں کے ہاتھوں گھروں سے نکالے گئے اور انہوں نے نیک لوگوں کی طرح صبر سے کام لیا اور خلافت کی اور اپنے گھروں کو چاندی اور سونے سے نہیں بھرا اور اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو سونے اور چاندی کا ورثہ نہیں دیا بلکہ جو کچھ انہیں ملا اسے بیت المال کی طرف لوٹا دیا اور دنیاداروں اور گمراہ لوگوں کی **طرح اپنے بیٹوں کو اپنے خلیفے نہیں بنایا**۔"

اس عبارت کے آخری فقرہ سے صاف ظاہر ہے کہ کسی خلیفہ کا اپنے بیٹے کو خلیفہ بنانا دنیاداروں اور گمراہ لوگوں کا کام ہے۔ سوال یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کی اس عبارت کی روشنی میں میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ربوہ کو کس زمرہ میں شمار کیا جائے گا جو اپنے بعد اپنے فرزند ارجمند کو مسند خلافت پر متمکن کرنے کی فکر میں ہیں؟ امید ہے علمائے ربوہ اس فقرہ کی تشریح فرما کر اپنی جماعت کے بہت سے دلوں کی تسلی کا موجب ہوں گے۔

بقیہ اخبار احمدیہ بسلسلہ کالم ۲ صفحہ ہذا

ہمشیرہ صاحبہ سید عبدالجبار شاہ صاحب مرحوم

ستھانہ سے سید بہادر شاہ صاحب گنڈفی حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں لکھتے ہیں کہ محترمہ ہمشیرہ صاحبہ سید عبدالجبار شاہ صاحب مرحوم و مغفور مرض فالج میں مبتلا ہو گئی ہیں۔ فالج بائیں جانب ہوا ہے، ان کی صحت کے لئے خاص طور پر دعا فرمائی جائے۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ محترمہ موصوفہ کی عمر اس وقت نوے سال ہے، اور یہ وہ بزرگ خاتون ہیں جن کی نیکی اور اتقا اس درجہ پر ہے کہ وہ ملہمہ ہونے کا شرف رکھتی ہیں۔ امید ہے احباب کرام ان کی صحت کے لئے دعا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

درخواست دعا - فضل الٰہی صاحب پرایویٹ کلرک پی ڈبلیو ڈی پشاور یونیورسٹی ڈویژن لکھتے ہیں:-

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ گذشتہ اتوار مورخہ ۱۵ ستمبر کو مری سے لاہور تشریف لے آئے۔

— مکرم جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب بغرض تبدیل آب و ہوا و بحالی صحت چند دن کے لئے لاہور سے باہر تشریف لے جا رہے ہیں۔

جماعت پشاور کی سرگرمیاں

پشاور سے محترم محمد الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں کہ جماعت پشاور خدا کے فضل اور بزرگان سلسلہ کی دعاؤں سے کافی ترقی کر رہی ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

(۱) قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ کی تجویز سے جماعت کے ہر ممبر کو باری باری خطبہ دینا پڑتا ہے اس سے جماعت کے اندر کافی دلچسپی اور جماعت کے ممبروں کے اندر قرآن شریف اور کتب سلسلہ کے مطالعہ کا شوق بڑھ رہا ہے اور ہر ایک ممبر اپنے آپ کو خطبہ دینے کا اہل بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس تجویز نے جماعت کے اندر ایک حرکت پیدا کر دی ہے۔ اور ایک رکوع قرآن شریف ہر ایک ممبر باری باری سناتا ہے۔

(۲) ۳۰ اگست کو اخویم غلام محبوب صاحب افسر ترقیات کی تجویز پر احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن کی بنیاد رکھی گئی۔ اس ایسوسی ایشن کی صدارت کے فرائض محترم جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب سرانجام دیں گے۔ سیکرٹری ہمارے عزیز اور نہایت متقی دوست شیخ عبدالغنی صاحب مقرر ہوئے ہیں اور اسسٹنٹ سیکرٹری خورشید عالم صاحب جناب خورشید عالم صاحب کے ذمہ جماعت کے احباب کو ایک دوسرے سے باخبر رکھنے کے فرائض سپرد ہوئے ہیں۔ بزرگان سلسلہ سے التجا ہے کہ وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نوجوانوں کو کام کرنے کی توفیق بخشے۔

(۳) محترم عزیز رضا خان صاحب کی دو ہمشیرگان اس دفعہ ایف اے اور ایف ایس سی کے امتحان میں کامیاب ہوئی ہیں، انہوں نے مبلغ -/۵/- روپے بطور عطیہ انجمن کو دیئے نہایت متقی بہنیں ہیں ان کی آئندہ ترقی کے لئے احباب سلسلہ سے دعا کی درخواست ہے۔

(۴) لائبریری کا باقاعدہ انتظام کیا گیا ہے اور جماعت کی طرف سے لائبریرین بابو محمد صادق صاحب مقرر کئے گئے جو میرے مشورہ سے کام کر رہے ہیں۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ اس لائبریری کے لئے کتابیں بطور عطیہ عنایت کریں تاکہ اس کو ایک مثالی لائبریری بنایا جا سکے۔

(۵) میں پچھلے ہفتہ کسی شدید مرض کا شکار ہوا زندگی اور موت کی کشمکش میں سے ہو کر گذرا اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندگی عطا کی۔ میں محترم بابو لاور خان اور محترم عبداللہ جان خان نیازی کا خاص طور پر مشکور رہوں، میں سمجھتا ہوں کہ ان ہی بزرگوں کی شبانہ دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پھر چلنے پھرنے کے قابل بنا دیا ہے بابو محمد صادق، عزیز خورشید عالم اور محمد اسلم صاحب میری کافی خدمت اور حوصلہ افزائی کرتے رہے ہیں۔ میری لڑکی نے مبلغ پانچ روپے بطور صدقہ انجمن کو دیئے ہیں ابھی تک صحت بحال نہیں ہوئی احباب سلسلہ سے صحت کاملہ کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

خاکسار۔ محمد الرحمٰن سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شاخ پشاور

میاں بشیر احمد صاحب منٹو

راولپنڈی سے خواجہ محمد عبداللہ صاحب کے خط سے یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ میاں بشیر احمد صاحب منٹو بندش پیشاب کی تکلیف کی وجہ سے ہسپتال میں داخل ہیں۔ ان کا بڑا اپریشن ہونے والا ہے۔ احباب کرام سے درخواست ہے کہ اس قیمتی وجود کی صحت کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں، میاں صاحب ممدوح ہمارے سلسلہ کے قیمتی افراد میں سے ہیں، آپ کی تبلیغی خدمات ہر طرح قابل قدر اور لائق استحسان ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شفائے کامل عطا فرمائے۔ (باقی کالم اول کے نیچے)

"میں بندہ گنہگار بہت شرمندہ ہوں اس وجہ سے مجھے کئی مشکلات کا سامنا ہے۔ میں آج کل بہت قرضدار، مالی بحران میں مبتلا ہوں، کوئی وسیلہ کوئی سہارا نہیں۔ بزرگان دین سے التماس ہے کہ وہ میرے لئے دربار الٰہی میں دعا فرمائیں تاکہ اللہ تعالیٰ میری تکلیف و مشکلات دور فرما دے"۔ امید ہے احباب اپنے اس مصیبت زدہ بھائی کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں گے اللہ تعالیٰ ان کی رستگاری کا کوئی سامان کر دے۔

سورت فاتحہ میں قرآن کریم کے مضامین کا خلاصہ

الحمد للہ رب العلمین پر عمل کرنے سے سلوک بہت سی منازل طے ہو سکتی ہیں

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۵۷ء فرمودہ محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

قرآن کریم کا نچوڑ سورۃ فاتحہ میں

سورۃ فاتحہ پڑھکر فرمایا:-

یہ سورۃ جو میں نے تلاوت کی ہے اور جس سے قرآن کریم کا آغاز ہوا ہے اسکو سورۃ فاتحہ کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے کہ یہ قرآن کریم کا نچوڑ یا اس کی کنجی ہے فاتحہ کہلاتی ہے۔ فی الواقعہ یہ مختصر سی سات آیات کی سورت ہے۔ لیکن اس میں قرآن کریم کے تمام مضامین اجمالاً بیان کر دیئے گئے ہیں، خیال کیجئے ایک طرف تیس پارے ہیں اور دوسری طرف یہ چھوٹی سی سورت جو ان تیس پاروں کا خلاصہ ہے۔

قرآن کریم کے مضامین

قرآن کریم کے مضامین مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ہیں۔

(۱) اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات کا بیان

(۲) توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال

(۳) انسان وخدا کا رشتہ

(۴) اوامر اور صبغۃ اللہ

(۵) اللہ تعالےٰ کے احسانات اور انعامات

(۶) نواہی۔

سورۃ فاتحہ کے مضامین

یہ چند موٹی موٹی باتیں ہیں جو قرآن کریم میں بیان کی گئی ہیں۔ اب اس سورۃ کو دیکھئے کہ پہلے اللہ تعالےٰ کی چار صفات بیان کی ہیں اور یہ چار صفات بطور اُم کے ہیں، باقی تمام صفات ان کی تفصیل ہیں۔ مثلاً رب کے لئے ضروری ہے کہ وہ خالق۔ باری مصور۔ سمیع بصیر علیم خبیر مقیت رحمٰن رحیم اور مالک ہو۔ ایاک نعبد کے حصہ میں توحید کا اثبات اور ایاک نستعین میں شرک کی تمام اقسام کا ابطال موجود ہے اور ساتھ ہی خدا اور انسان کے تعلق کا بھی ذکر ہے اھدنا الصراط المستقیم میں تمام اوامر آجاتے ہیں اور خدا کے رنگ میں رنگین ہونا بھی کیونکہ ایک جگہ فرمایا ان ربی علی صراط مستقیم۔ صراط الذین انعمت علیھم میں اللہ تعالیٰ کے احسانات اور انعامات آگئے، انبیاء کا ذکر آگیا اور غیر المغضوب علیھم ولا الضالین میں تمام نواہی جو افراط اور تفریط کا نتیجہ ہیں آگئیں۔

تو اختصار کے طور پر قرآن کریم کا سارا مضمون اس سورۃ میں موجود ہے۔ اس سے آگے انسان جتنا غور کرتا جاتا ہے، زیادہ مضامین کھلتے جاتے ہیں۔ مثلاً مساوات نسل انسانی کا مضمون رب العلمین میں آجاتا ہے، اسی طرح جتنا غور کیا جائے اس چھوٹی سی سورت میں بڑے بڑے مضامین جمع کئے گئے ہیں۔

اللہ کے معنے الحمد میں

الحمد للہ رب العلمین سب تعریف اس اللہ کی ہے جو عالمین کی ربوبیت کرتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ قرآن اپنے الفاظ کے معانی کو خود بیان کرتا جاتا ہے، مثلاً اللہ کے معنے الحمد میں بیان کر دیتے ہیں کہ الحمد یعنی تمام تعریفیں صرف اللہ ہی کے لئے ہیں، اس کو دوسری جگہ لہ الاسماء الحسنیٰ سے واضح کیا گیا ہے۔ بالفاظ دیگر اللہ وہ ہے جس میں تمام خوبیاں ہی خوبیاں ہوں اور سب تعریفیں اسی کے لئے ہوں۔ اس کے اندر کسی نقص یا عیب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، تو الحمد للہ میں خدا تعالےٰ کی ذات وصفات کا ذکر آگیا اور اس کے ساتھ ہی اللہ کے معنے بھی سمجھ میں آگئے۔

رب کے معنے

اس کے بعد رب العالمین کا لفظ رکھا ہے، غور کیجئے اگر کوئی صفت اللہ کے بعد آسکتی ہے تو وہ ربوبیت ہی کی صفت ہے۔ رب کے معنے ہیں پیدا کرنے والا پالنے والا اور بتدریج کمال تک پہنچانے والا، یہ خدا تعالےٰ کی بہت بڑی صفت ہے اور قرآن کریم نے اس صفت کو مختلف پیرایوں میں کثرت سے بیان کیا ہے۔

نماز غیر عربی زبان میں پڑھنے کا فتنہ

آج کل ایک بڑا فتنہ اٹھا ہے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ نماز کو اپنی زبان میں پڑھا جا سکے۔ ان لوگوں نے یہ نہیں سوچا کہ اس سے اسلام کی سالمیت اور وحدت کو ٹھیس لگتی ہے، اس کے علاوہ یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ عربی زبان اس قدر وسیع المعنے ہے کہ اس کے الفاظ کا صحیح مفہوم کبھی دوسری زبان میں ایک لفظ کے اندر نہیں آسکتا، دیکھئے یہاں رب کے لفظ میں کتنی چیزیں ہیں، پیدا کرنے والا اور درجہ بدرجہ ترقی دے کر کمال تک پہنچانے والا، اب بتایئے کہ ہماری زبان میں یہ مضمون ایک لفظ میں کیسے اور کس طرح آسکتا ہے پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ جب ہم کوئی زبان عربی یا انگریزی بولتے ہیں تو اس کا مفہوم اپنی ہی زبان میں سمجھتے ہیں، جو لوگ کہتے ہیں کہ نماز میں عربی الفاظ پڑھنے سے تسلی نہیں ہوتی، حالانکہ عربی الفاظ کا مفہوم ان کے ذہن میں اپنی زبان میں ہی ہوتا ہے، پھر ان کو بآواز بلند دہرانے کا کیا فائدہ۔ پس یہ ایک نہایت بودی دلیل ہے جو کسی طرح قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

عالمین کی وسعت اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت

رب العلمین میں عالمین کی وسعت کا جن کی ربوبیت کا اللہ تعالےٰ نے ذمہ لیا ہے اندازہ کیجئے انسان ایک چھوٹا سا گھر بناتا ہے، اس کے لئے کیا کیا ساز وسامان اسے کرنے پڑتے ہیں اور کس قدر مشکلات پیش آتی ہیں پھر اس ہستی کا اندازہ کیجئے جو تمام عالمین کی پرورش اور ربوبیت فرماتا ہے وما یعلم جنود ربک الا ھو اللہ تعالےٰ ہی اپنی مخلوق سے واقف ہے اور وہی سب کو رزق پہنچاتا ہے، خدا کی ان افواج میں ایک حشرات الارض کو ہی دیکھئے انکی اقسام کئی ملین تک پہنچتی ہیں اور ہر سال بڑھتی چلی جاتی ہے اسی طرح اور مخلوقات ہے اور سب سے بڑھ کر انسان ہے، کس طرح وہ سب کی ربوبیت کرتا اور انہیں رزق پہنچاتا ہے، کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور ذات ہو سکتی ہے جس سے انسان محبت کرے۔

رحمانیت ورحیمیت

پھر فرمایا الرحمن الرحیم، ربوبیت کے ضمن میں پہلی چیز جو آتی ہے وہ رحمانیت ہے یعنے اپنی مخلوق کے لئے خدا تعالےٰ بغیر بدل یعنی کسی عمل کے بغیر سامان پیدا کرتا ہے انسان اپنی پیدائش کے وقت اس قابل نہیں ہوتا کہ اپنی بقا کے لئے خود سامان کر سکے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے اپنی رحمانیت کے تقاضا سے بلا بدل اس کی پرورش کا سامان کر رکھا ہے، انسان بڑا ناشکرا ہے، خدا تعالےٰ نے اس کے لئے بڑے سامان کر رکھے ہیں ایک جگہ فرمایا ءانتم اشد خلقاً ام السماء بناھا رفع سمکھا فسوٰھا واغطش لیلھا واخرج ضحٰھا والارض بعد ذالک دحٰھا اخرج منھا ماءھا ومرعٰھا والجبال ارسٰھا متاعا لکم ولانعامکم، آسمان، زمین اور اس کی تمام چیزوں کو انسان کی خدمت میں لگا دیا لیکن انسان

غور نہیں کرتے۔

تو ربوبیت کی صفت کے بعد رحمانیت کی صفت ہے اور اس کے بعد قدرتی ترتیب کے مطابق رحیمیت کی صفت آتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو سامان اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمانیت سے دیئے ہیں، ان کو کام میں لا کر انسان اُن سے فائدہ اٹھائے، یہاں بھی رحیمیت کے ساتھ رحمانیت کام کرتی ہے، ہم ایک چھوٹا سا عمل کرتے ہیں اس پر بڑے بڑے نتائج اللہ تعالیٰ مترتب کرتا ہے ..... ایک دانہ بونے سے کئی کئی دانے پیدا ہوتے ہیں۔

مالک یوم الدین

پھر تیسری چیز ربوبیت کے لئے جزاء و سزا کا قانون ہے، آپ جانتے ہیں کہ ایک ماں بھی جو اپنے بچے کے لئے محنت و مشقت اُٹھا کر اسے پالتی ہے اور حد درجہ محبت کا اظہار کرتی ہے، ایک موقعہ ایسا بھی آتا ہے، جب بچے لاعلمی کے باعث اپنے آپکو ہلاکت میں ڈالنا چاہتا ہے یا برے اخلاق کی طرف رجوع کرتا ہے تو اسے روکتی ہے اور سرزنش بھی کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ جو بقول رسول کریم صلعم ماں سے بھی زیادہ مہربان ہے انسان کی بہتری کے لئے سزا بھی دیتا ہے تاکہ اس کی صحیح تربیت ہو۔

الحمدللہ میں دو قابلِ عمل باتیں

دیکھئے کس قدر مضامین اس سورت میں بھر دیئے ہیں .... یہ تو ایک بحر ذخار ہے۔ لیکن میں اس وقت الحمدللہ کے متعلق ایک چھوٹی سی بات بتانا چاہتا ہوں، جانتے ہو الحمد کا کیا مطلب ہے، کیا صرف زبان سے الحمد للّٰہ رب العالمین کہدینا کافی ہے، دو باتیں اس میں ہمارے لئے قابل عمل ہیں، ایک تو یہ کہ اس میں صانع حقیقی کی جو صفات بیان کی گئی ہیں، انسان کو چاہیئے کہ ان کو اپنے اندر نشو ونما دے اور وہ صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرے، دوسرا سبق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ پر کوئی شکایت اسے پیدا نہ ہو یہ بہت مشکل مقام ہے انسان کی یہ حالت ہے کہ ذرا کوئی مصیبت آجائے تو کہتا ہے کیا خدا سو گیا ہے فی الحقیقت انسان خدا تعالیٰ کے پیمانہ سے واقف نہیں ہوتا اور شکایت کرنے لگ جاتا ہے۔ انسان کو چاہیئے کوئی مصیبت کوئی رنج، دکھ کی بات پیش آجائے تو خدا پر اس کا ایمان متزلزل نہ ہو، اس کی رضا اور تقدیر کے سامنے ہمیشہ سر جھکائے رکھے۔

حضرت نبی کریم صلعم کی ایک دُعا

حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کے لئے اُٹھتے تھے تو ایک دُعا فرماتے تھے، اللھم لک الحمد انت قیّم السمٰوات والارض ومن فیھن و لک الحمد انت نور السمٰوات والارض ومن فیھن و لک الحمد انت ملک السمٰوات والارض ومن فیھن و لک الحمد۔ آپ کو ہر چیز میں خدا کی الحمد نظر آتی تھی کیا خوبصورت خدا کا نقشہ پیش کیا کہ ہر ایک چیز جو زمین و آسمان کے درمیان میں ہے، وہ ہی اس کا قیّم ہے وہ ہی اس کا نور ہے اور وہ ہی اس کا مالک ہے اور بادشاہ ہے۔ پھر اس دعا میں ہر کلمہ کے بعد فرماتے ہیں لک الحمد سب تعریفیں اور تمام خوبیاں تیرے ہی لئے ہیں، میں سچ کہتا ہوں، اگر آپ اس نقطہ پر غور کریں تو آپ کے قلب سے سچے دل سے الحمد للّٰہ رب العالمین نکلے اور کبھی خدا پر کوئی شکایت پیدا نہ ہو، اسی سے ہمارے تمام مصائب دور ہو سکتے ہیں۔

رزق کی تنگی یا فراوانی سے خدا کا اندازہ نہ کرو

انسان کا یہ حال ہے کہ فاما الانسان اذا ما ابتلٰہ ربہ فاکرمہ ونعمہ فیقول ربی اکرمن واما اذا ما ابتلٰہ فقدر علیہ رزقہ فیقول ربی اھانن جب انسان کو خدا نے مال و دولت عزت دے دی تو کہتا ہے اس کا بڑا کرم ہے اس نے میری بڑی عزت افزائی فرمائی ہے، لیکن جب تنگی آجائے تو کہنے لگتا ہے کہ خدا نے مجھے ذلیل کر دیا، کیا ادنےٰ نقشہ ہے خدا کا۔ خدا کی ذات بڑی وسیع ہے یہ نادان انسان صرف تنگی رزق یا فراوانی سے اس کا اندازہ کرتا ہے، یہ الحمد للّٰہ رب العالمین کے خلاف ہے۔

بہت بڑا مقام

تو قرآن نے خدا کا تصور بہت اعلےٰ بیان کیا ہے، جاؤ دوسری کتابوں کو اُٹھا کر دیکھ لو۔ ایسی اعلےٰ صفات کسی جگہ نہ پاؤ گے۔ الحمد للّٰہ رب العالمین۔ وہ چیز ہے کہ اس پر پورے طور پر عمل کرنے سے سلوک کی بہت سی منازل طے ہو سکتی ہیں، الحمد للّٰہ سے آپ کے دل میں خدا پر کوئی شکایت باقی نہ رہے اور اس کی رضا پر راضی ہو جائیں تو بہت بڑا مقام آپ نے حاصل کر لیا، بہت بڑی منزل کو طے کر لیا، آؤ کوشش کریں کہ قرآن کو غور سے پڑھ کر اس چیز پر عمل کریں جس کے لئے وہ دیا گیا ہے اللہ تعالےٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اشتہار حاضری مُدعیان

بعدالت جناب محمد جعفر نعیم صاحب بی اے ایل ایل بی سب جج صاحب بہادر سبی کیمپ جھل مگسی

دلمراد ۔ بہرام ۔ بدوی سکنائے گوٹھ بہرام بدوی دیہہ خیر پور تحصیل اوستہ محمد ضلع سبی

بنام

وڈیرا شمس الدین ولد خیر محمد ذات اوستہ سکنہ اوستہ محمد۔

دعوےٰ استقرار حق

بنام

۱۔ رحیم خاں ولد بہرام خاں سکنہ گوٹھ بہرام خاں دیہہ خیر پور تحصیل اوستہ محمد

۲۔ محمد پناہ ولد غوث بخش سکنہ گوٹھ بہرام خاں دیہہ خیر پور تحصیل اوستہ محمد

۳۔ مراد بخش ولد غلام جان ذات بُردی سکنہ گوٹھ بہرام خاں دیہہ خیر پور تحصیل اوستہ محمد

۴۔ محبوب شاہ ولد رحمٰن شاہ ذات بُردی سکنہ گوٹھ بہرام خاں دیہہ خیر پور تحصیل اوستہ محمد۔

ہرگاہ مدعی دلمراد نے ایک درخواست گذاری ہے کہ وہ آپ کی جانب سے بھی آپ کے مفاد کی پیروی کرنا چاہتا ہے۔ یہ کہ دیہہ خیر پور (اوستہ) سے آپ کو دیگر رہنے والوں کو گوٹھ سے بے دخل نہ کیا جاوے۔ بلکہ اُن کو گوٹھ میں رہنے کا حق ہے،

لہذا بذریعہ اشتہار ہذا آپ کو مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ اگر آپ کو اندریں بارہ مدعی کی جانب سے پیروی مقدمہ کرنے میں کوئی عذر رکھتے ہوں۔ تو مورخہ ۲۸ ستمبر ۱۹۵۷ء بمقام جھٹ پٹ ۸ بجے صبح عدالت ہذا حاضر ہو کر اپنے اپنے عذرات پیش کریں۔

آج بتاریخ ۲۰ اگست ۱۹۵۷ء بثبت دستخط میرے اور مُہر عدالت سے جاری ہوا۔

دستخط حاکم

مُہر عدالت

خادمہ کی ضرورت

ایک ایسی خادمہ کی ضرورت ہے جو تین سال اور دس ماہ کے بچے کو سنبھال سکے بچے کو شیشی کا دودھ لگایا ہوا ہے۔ خط و کتابت کا پتہ ایم اے خوری پریمیئر کاٹن فیکٹری سورج کنڈ روڈ ملتان۔ گھر ملنے کا پتہ:۔ نزد فردوس آئیل مل چونگی نمبر ۲۲ محلہ دولکھانہ۔ لکڑ منڈی۔ معرفت محمد شریف مولوی۔

ووکنگ مسلم مشن کی اہمیت اور اس کا اثر و اقتدار

انگلستان کی ترقی کا راز اسکی فوجوں میں نہیں اسکے اخلاق اور صنعتی ترقی میں ہے

مولانا محمد یعقوب خانصاحب کے اعزاز میں مسلم ہائی سکول ۲ کی طرف سے ظہرانہ اور آپکی تقریر

ہیڈ ماسٹر صاحب کی تقریر

لاہور - ۹ ستمبر - آج بوقت ایک بجے دوپہر مسلم ہائی سکول ۲ کے ہیڈ ماسٹر اور اساتذہ کی طرف سے مولانا محمد یعقوب خاں صاحب کے اعزاز میں پرتکلف دعوتِ طعام دی گئی جس میں چند احباب جماعت بھی شامل تھے۔ کھانے سے فراغت کے بعد مسٹر مرزا خلیل الرحمان صاحب ہیڈ ماسٹر نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا، کہ آج سے ایک سال پہلے جب ہم خانصاحب کو رخصتی دعوت دینے کے لئے یہاں جمع ہوئے تھے، تو ہم نے اس بات پر اظہار تشویش کیا تھا کہ ان کی صحت اچھی نہ تھی، آج ان کی واپسی پر یہ دیکھکر کہ خدا کے فضل سے ان کی صحت پہلے سے بہت اچھی ہوگئی ہے اس بات پر ہمارا ایمان تازہ ہوگیا ہے کہ خدا کی رضا کے لئے جو شخص باہر نکلے اللہ تعالے کی خاص برکات اس پر نازل ہوتی ہیں۔

اس کے ساتھ ہی ہیڈ ماسٹر صاحب نے اساتذہ سکول کی حسن کارکردگی اور عمدہ نتائج اور مختلف سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ یہ سکول خدا کے فضل سے لاہور کے بہترین سکولوں میں سے ہے، اور دن بدن ترقی کر رہا ہے، اس ضمن میں انہوں نے ڈویژنل انسپکٹر آف سکولز کی ایک چٹھی پڑھکر سنائی جس میں سکول کی حسن کارکردگی کی بہت تعریف کی گئی ہے۔ یہ چٹھی آیندہ اشاعت میں درج ہوگی۔

اس کے بعد ہیڈ ماسٹر صاحب نے اپنے معزز مہمان سے درخواست کی کہ وہ اپنے قیام انگلستان کے حالات سے حاضرین کو مستفیض فرمائیں۔

میری صحت کا راز

محترم خاں صاحب نے اس درخواست کو شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے سب سے پہلے ہیڈ ماسٹر اور اساتذہ سکول کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے پرتکلف دعوت سے اپنی محبت و عقیدت کا اظہار کیا، اور ساتھ ہی فرمایا کہ میرے انگلستان سے صحت مند ہوکر آنے کی وجوہات میں ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ وہاں اس قسم کے پرتکلف .... کھانے نہیں ملتے۔

کھانے کے معاملہ میں انگلستان کا معیار

آپ نے فرمایا کہ یہ تعجب کی بات ہے کہ اہلِ انگلستان نے جہاں ہر فن میں بڑی ترقی کی ہے وہاں کھانوں کے معاملہ میں بہت پسماندہ ہیں، اصل بات یہ ہے کہ وہ کھانے میں ذائقہ کے بجائے صحت کو زیادہ ملحوظ رکھتے ہیں، اور ایسی متوازن غذا کھاتے ہیں جو صحت کے لئے مفید ہو، بچوں کو وہاں دودھ مفت ملتا ہے اور گھروں میں بالکل سادہ کھانا کھایا جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ مشرقی تہذیب پر اس لحاظ سے ہمیں بجا طور پر فخر ہے کہ یہاں مہمان نوازی کا بہت خیال رکھا جاتا ہے۔ لیکن غذا کے معاملہ میں انگلستان کی حالت مختلف ہے۔

سکول کی ترقی اور حکام کی غفلت

سکول کی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں "پیغام صلح" میں سکول کی سرگرمیوں اور نتائج وغیرہ کی خبریں پڑھتا رہا ہوں، اور مجھے خوشی ہے کہ سکول ترقی کے میدان میں گامزن ہے، ترقی کا میدان بڑا وسیع ہے اگر چند رکاوٹیں نہ ہوتیں جو ہمارے بس کی بات نہیں تو یہ سکول لاہور کے سکولوں میں سب سے اونچا ہوتا سنٹرل ماڈل سکول سے بھی بڑھ جاتا۔ میری دعا ہے کہ خدا ہمارے حکام کو سمجھ عطا کرے کہ وہ ان رکاوٹوں کو دور کرنے کا انتظام کریں، اتنا بڑا ادارہ محض حکام کی غفلت اور لاپرواہی سے خراب ہو رہا ہے۔ یہ قومی غفلت ہے جس کو دور کرنے کے لئے محکمہ تعلیم کو مضبوط قدم اٹھانا چاہیئے، اور پناہ گزینوں سے سکول کو خالی کرانا چاہیئے تعلیمی اداروں کا ابھی تک پناہ گزینوں کے قبضہ میں ہونا ہماری قومی بیداری پر ایک داغ ہے۔ جس کو جلد از جلد دور کرنا حکام کا فرض ہے۔

انگریزوں کے اخلاق

قیام انگلستان کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ وہاں کے حالات تو لمبے ہیں، مختصر بات یہ ہے کہ وہاں کے لوگ بہت ترقی یافتہ ہیں۔ تعلیمی اور صنعتی ترقی تو ہے ہی جس کی وجہ سے ان کا نام دنیا میں روشن ہے قابل ذکر بات یہ ہے کہ اخلاقی طور پر بھی وہ بہت ترقی یافتہ ہیں، جو اسلام کے عین مطابق ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ یہاں سے کوئی شخص وہاں جائے تو اگر اسے جھوٹ بولنے کی عادت ہے تو وہ جاتی رہے گی، چوری کی عادت ہے تو وہ چھوٹ جائے گی، کوئی اور خفیف حرکات اس کی عادت میں داخل ہیں تو وہ جاتی رہیں گی اس کے برخلاف ایک انگریز جس کو نہ جھوٹ کی عادت نہ چوری اور بددیانتی کی، وہ جب یہاں آجائے تو وہ ان عادات میں مبتلا ہو جائے گا۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں، کہ وہاں کس قسم کی فضا ہے، یہ فضا وہاں کیوں ہے ان کی یہ ترقی اور ایسی اعلیٰ قومی عادات نہ کوئی معجزہ ہے نہ جادو، صدیوں سے ایسی فضا پیدا کرنے کے لئے انہوں نے محنت کی ہے، اس قدر جفاکش اور عملی قوم ہے کہ آپ اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ اس میں شک نہیں کہ وہاں کا مزدور معاوضہ زیادہ لیتا ہے لیکن جب آپ اسے کام پر لگا دیں گے تو وہ بغیر آپ کی نگرانی کے پوری دیانتداری اور محنت کے ساتھ کام کرے گا اور کوئی بددیانتی اس سے صادر نہ ہوگی۔

صنعتی ترقی

آپ نے فرمایا کہ اہلِ انگلستان کی ترقی کی دوسری وجہ ان کی ٹیکنالوجی ہے ووکنگ کی مسجد تو بہت چھوٹی ہے، لیکن اس کا احاطہ قریباً دو ایکڑ ہوگا، اسی جگہ ہمارے پڑوس کی زمین پر جو کسی وقت مسجد کے ساتھ ملحق تھی ایک بہت بڑا کارخانہ ہے۔ میں اس کو دیکھنے کے لئے ایک دن وہاں گیا، اس کارخانہ کے منیجر نے مجھے اس کے مختلف شعبے دکھائے، چار گھنٹہ تک اس کے کئی شعبوں کو دیکھنے کے بعد میں تھک گیا، منیجر نے کہا ابھی چوتھا حصہ آپ نے دیکھا ہے۔ اگر آپ چار دن تک اتنا ہی وقت دیکھنے کے لئے دیں تو سب سارے شعبوں کو آپ پوری طرح دیکھ سکیں گے میں نے دیکھا کہ مزدوروں کی قطاروں کی قطاریں لگی ہوئی ہیں۔ اور سب اپنے اپنے کاموں میں ایسے منہمک ہیں کہ دوسری کسی چیز کی خبر ہی نہیں۔ میں نے اس کو کہا کہ تمہاری ترقی کا راز فوجوں میں نہیں اس دستکاری میں ہے جو اس ملک میں اوج کمال پر پہنچی ہوئی ہے۔

ہماری تعلیمی حالت

آپ نے فرمایا اس کے مقابلہ میں ہماری تعلیم کیا ہے، موجودہ تعلیم سے ہم زندگی کے [illegible] میں کہاں تک کامیاب ہو سکتے ہیں۔ خیال تھا کہ [illegible] بننے کے بعد ہماری قومی حکومت میں تعلیمی حالت بہتر ہو جائے گی لیکن ابھی تک وہی حالت ہے جو پہلے تھی، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الکاسب حبیب اللہ ہاتھ کی کمائی کرنے والا اللہ کا دوست ہے، ہمیں اس طرف توجہ کرنی چاہیئے اور دستکاری پر زور دینا چاہیئے۔

اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنیکی عادت

آپ نے فرمایا کہ یہاں بڑا آدمی وہ ہے جو [illegible]

نوکر چاکر اور موٹریں ہوں، انگلستان میں بڑے سے بڑا آدمی بھی ایسا نہیں ملے گا (سوائے ان کے جو نہبت نواب یا اونچے عہدوں پر ہیں) جس کے پاس نوکر ہوں، عام نقشہ یہی ہے کہ آدمی خود اپنا سامان اٹھاتا ہے سوائے اس کے جو بہت بھاری ہو) اس کی بیوی گھر کا کام کرتی اور خود بازار سے سودا سلف لاتی ہے، ہمارے ہاں کس قدر غلط باتیں رائج ہو گئی ہیں، جو ہماری پستی کا حقیقی سبب ہیں، میری غرض یہ ہے کہ ہمیں اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ سکاؤٹنگ کی تحریک اس پہلو میں ایک اچھا قدم ہے لیکن جب تک معاشرہ بالکل تبدیل نہ ہو جائے بات نہیں بنتی۔

مسجد ووکنگ کی تاریخ

مسجد ووکنگ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ اس مسجد کی بنا ڈاکٹر لائٹنر نے رکھی تھی جو آسٹریا کا ایک یہودی تھا وہ جنگ کریمیا میں خود فوجوں میں مترجم کی حیثیت سے کام کرتا تھا، یہاں وہ اورینٹل کالج کا سب سے پہلا پرنسپل اور غالباً پنجاب یونیورسٹی کا سب سے پہلا رجسٹرار رہا، اس کی ایک کتاب بھی میں نے چھپی ہوئی دیکھی ہے، یہاں سے جب وہ انگلستان جا رہا تھا، تو اسے خیال آیا کہ وہاں ایک مسجد اور ایک اورینٹل انسٹی ٹیوٹ قائم کرے، اس کے لئے کچھ ہندو راجوں نے بھی روپیہ دیا۔ اور مسجد کے لئے بیگم شاہجہان سابق والیہ بھوپال نے رقم دی اسی وجہ سے مسجد ووکنگ کا نام شاہ جہان مسجد ہے، ڈاکٹر لائٹنر کی وفات کے بعد مندرجہ بالا منصوبہ پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکا اور اس کے بیٹوں نے مسجد اور ملحقہ زمین گروی رکھ دی، جب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ۱۹۱۲ء میں انگلستان گئے تو اس زمین وغیرہ کا مقدمہ چل رہا تھا، جس کا ذکر اخبارات میں پڑھ کر خواجہ صاحب نے وہاں کے معتدد مسلمانوں کی مدد سے مسجد کو واگذار کرایا اور اس وقت سے آج تک ۴۵ سال کا عرصہ وہاں اشاعت اسلام کے کام کو جاری ہوئے ہو گیا ہے اسلامک ریویو بھی وہاں سے نکل رہا ہے۔

اسلام کے متعلق بدلے ہوئے حالات

آپ نے بتایا کہ اس وقت جب یہ مشن قائم ہوا حالات کچھ اور تھے لیکن اب حالات بالکل بدل گئے ہیں، اب اسلام کے متعلق وہاں کا زاویہ نگاہ بدل چکا ہے، اس وقت وہاں کے لوگ اسلام کو جھوٹا مذہب سمجھتے تھے، اور طرح طرح کی غلط باتیں اس کی طرف منسوب کرتے تھے اب وہ سمجھتے ہیں کہ موجودہ مشکلات سے نجات کے لئے اور روحانی ترقی کے لئے اسلام ہی بہترین مذہب ہے اسلام نے جو عالمگیر اخوت قائم کی ہے، اس کے متعلق وہاں کے سیاسی مدبر اور پادری بھی اب یہ کہنے لگ گئے ہیں کہ ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ وہ اخوت اسلامی جو اسلام نے پیش کی ہے، اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔

ووکنگ مشن کی اہمیت

آپ نے فرمایا کہ .... اس وقت نہ صرف تمام اسلامی ممالک سے اسلام کے متعلق جو بات دریافت طلب ہو، ووکنگ مشن سے ہی اس کے متعلق استفسار ہوتا ہے اور وہ اس مشن کے ہر پیغام کو کان کھول کر سنتے ہیں بلکہ غیر مسلم بھی یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کے متعلق کوئی مستند چیز اگر مل سکتی ہے تو ووکنگ ہی سے مل سکتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ووکنگ مشن نے اپنے آپ کو کسی فرقہ بندی سے ملوث نہیں کیا۔ وہاں سے یہی آواز نکلتی ہے کہ اسلام تمام بنی نوع انسان کو ایک کرنے کے لئے آیا ہے ، یہ نئی بات نہیں، یہی قرآن کا پیغام ہے، اذكروا نعمت الله عليكم اذ كنتم اعداء فالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخوانا قرآن فرماتا ہے کہ اسلام کا یہ بڑا احسان ہے کہ اس نے دلوں کو ملایا اور دشمنوں کو بھائی بھائی بنا دیا اس کا وہاں کے لوگوں پر بڑا اثر ہے۔

مسلمانوں میں شیعہ سنی کا سوال

آپ نے سوال اٹھایا کہ کیا ہم مسلمانوں کے دل اس اخوت سے لبریز ہیں؟ اور اس کے جواب میں شیعہ سنی کے موجودہ جھگڑے کو پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ صدیوں سے مسلمان ایسے ہی جھگڑے کھڑے کر کے قرآن کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ یہ اسلام کا صحیح نقشہ نہیں۔ اسی ضمن میں آپ نے ایک واقعہ بیان کیا کہ ووکنگ میں ایک دن میں مکان سے باہر دھوپ میں بیٹھا تھا، چار ایرانی طالب علم آئے، اور پوچھنے لگے کہ یہ ووکنگ مسلم مشن جو اس قدر مقبول ادارہ ہے یہ شیعہ ہے یا سنی؟ میں نے انہیں کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں تو نہ شیعہ تھے نہ سنی، یہ تو بعد کی بنائی ہوئی باتیں ہیں، جو حقیقی اسلام سے دور لے جا رہی ہیں، تم تو تعلیم یافتہ ہو، خود غور کر لو کہ دنیوی لحاظ سے بھی یہ کس قدر تباہ کن خیال ہے اس نکتہ نگاہ سے سوچنا کہ کوئی شیعہ ہے یا سنی اسلامی اخوت کو نقصان پہنچانے والی چیز ہے،

ووکنگ مشن کا طرۂ امتیاز اور لاہوری احمدی

بہرحال ووکنگ مسلم مشن کا طرۂ امتیاز یہی ہے کہ اس مشن نے اسلام کی عالمگیریت کو فرقہ وارانہ تنگ نظری سے بالاتر رکھا ہے اسی لئے ووکنگ کی آواز تمام دنیا میں سنی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ درحقیقت ووکنگ کی یہ تحریک نئی نہیں، احمدیت کی لاہوری تحریک فرقہ بندی کو مٹانے ہی کے لئے کھڑی ہوئی اور اس نے یہ اعلان کیا کہ ہر کلمہ گو خواہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو مسلمان ہے۔ اس قسم کی پست ذہنیت سے کہ ادنےٰ ادنےٰ اختلافات پر ایک دوسرے کو برادری سے خارج کیا جائے نہ کوئی سوسائٹی قائم رہ سکتی ہے، نہ کوئی ملک یا حکومت کسی ملک کو ڈائنامیٹ سے اڑانا ہو تو بجائے ڈائنامیٹ کے اس میں فرقہ وارانہ انتشار اور بغض و تعصب پیدا کر دینا کافی ہے۔

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

آپ نے فرمایا کہ ہماری جو تحریک ہے میں نہایت ادب اور زور سے کہوں گا، کہ اس تحریک سے ہم نے یہی سیکھا ہے کہ مسلمان سب ایک ہیں کوئی کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو ہمارا مسلمان بھائی ہے اور اس کے لئے ہمدردی میں فرق نہ آنا چاہیئے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے ایک کتاب لکھی ہے "اسلام میں کوئی فرقہ نہیں" اس میں آپ نے دکھایا کہ تمام اسلامی فرقوں کے اختلافات فروعی اور جزوی حیثیت رکھتے ہیں، اصولی ہرگز نہیں، اس لئے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ ووکنگ مسلم کی تحریک احمدیہ بلڈنگس کی صدائے بازگشت اور اسلام کی صحیح آواز ہے۔

اسلام کی تین خصوصیات ایک مغربی مصنف کی نظر میں

اسی سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ مغربی لوگ آج پکار رہے ہیں کہ اگر قومی اور لونی تنافر دور کرنا ہو تو اسلام ہی کی پناہ لینی پڑے گی، ٹائن بی (ایک مغربی مصنف) نے اس بات کو واضح کیا ہے کہ اسلام کی تین چیزیں اسے مذاہب عالم میں ممتاز کرنے والی ہیں۔

(۱) توحید کے متعلق اسلام کا جو .... Contribution ہے انسانیت کے فائدے کے لئے اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اسے اپنانا پڑے گا، دوسرے مذاہب نے بھی توحید کی تعلیم دی ہے، لیکن اسلام نے جس رنگ میں توحید کو پیش کیا ہے وہ زیادہ موثر اور مفید ہے۔

(۲) رنگ و نسل کے امتیازات جو اسلام نے مٹائے ہیں وہ اسلام کا انسانیت پر بہت بڑا احسان ہے، اس کا عملی نظارہ ہماری مسجد میں عیدین کے موقعہ پر دیکھنے میں آتا ہے بڑے بڑے اخبار نویس اور فوٹوگرافر کیمرے لے کر آتے ہیں۔ بی بی سی اپنا ٹیلی ویژن کا سامان بھیجتا ہے کہ اسلامی عید کا یہ موثر نظارہ تمام دنیا کو دکھایا جائے، گذشتہ عید الفطر پر تین ہزار کا مجمع تھا۔ جس میں صرف تین چار سو نو مسلم تھے، یہ لوگ تمام دنیا کے مختلف ممالک سے تعلق رکھتے ہیں، اور ان کی زبانیں اور رنگ ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں اس قدر مختلف الالوان لوگوں کو جب وہاں کے لوگ

(باقی صلا پر)

ربوہ کے سوشل بائیکاٹ کی حقیقت

از: احمد کمال فیروز۔ بی اے (ربوہ)

(۲)

قادیان یا ربوہ کے معتوبین

یہ یاد رہے کہ یہ حربہ زیادہ تر قادیان اور ربوہ کے ان لوگوں کے خلاف آزمایا جاتا رہا جو وہاں کی رہائش یا ملازمت کی وجہ سے اپنے معاشی اور معاشرتی معاملات میں نسبتاً زیادہ مجبور ہوتے ہیں۔ مثال لے لیجئے۔ ایک شخص جو مرزا محمود کے غالیانہ عقائد کی بناء پر اپنے آبائی گاؤں بلکہ اپنے اعزہ اور برادری کی نفرت اور مخالفت کا شکار ہو کر مقدمہ بازیاں اور جسمانی اذیتیں جھیلنے کے بعد تنگ آکر جب آبائی گاؤں کی رہائش ترک کر کے قادیان یا ربوہ میں آکر آباد ہو جاتا ہے اور روزگار کے سلسلہ میں وہاں ملازمت یا دکانداری اختیار کر لیتا ہے۔ جب کچھ عرصہ بعد اس پر کسی بھی وجہ سے مرزا صاحب کا نزلہ گرے اور اس کے مقاطعہ کی سزا کا اعلان الفضل اور مقامی مساجد میں ہو جائے تو سوال یہ ہے کہ وہ کہاں جائے۔ گھر میں بیوی اس سے بات نہیں کرتی (منافق بیویاں بعض اوقات تعلقات رکھ کر سزا پا چکی ہیں اور مومن بیویوں نے خاوند کا مقاطعہ ہوتے ہی الفضل میں اس سے بے تعلقی اور بیزاری کا اعلان کیا ہے۔ بعین مثالیں موجود ہیں) بچے اس کے قریب نہیں جاتے۔ اگر خود ملازم ہے تو دفتر سے معطل، دکاندار ہے تو دکانداری چوپٹ۔ بازار سے سودا ملنا ناممکن، مسجد میں اچھوتوں کی طرح علیحدہ، آبائی گاؤں میں کس منہ سے واپس جائے۔ . . . .

. . . .

. . . . . سو مجبور ہو کر "حضرت صاحب" کے آستانہ پر آبیٹھتا ہے اور دربانوں کے ذریعہ گھنٹہ گھنٹہ بعد درخواستہائے معافی گذار رہا ہے اور "حضور" ازراہ ناراضگی درخواستیں پھینکتے چلے جا رہے ہیں۔ آخر جب مناسب خیال فرمایا کہ اب اس قدر تذلیل ہو چکی ہے کہ اس شخص کی عزت نفس پارہ پارہ ہو کر میری چوکھٹ پر نثار ہو گئی ہے تو معاف کیا جاتا ہے آئندہ احتیاط کرو" کہہ کر جان بخشی فرماتے ہیں۔

یہ فسانہ نہیں ہے۔ بیسیوں وہ لوگ جن کے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہے اس پر حق الیقین رکھنے والے ہیں اور ہزاروں وہ جو قادیان اور ربوہ میں رہ چکے ہیں اس کے عینی شاہد ہیں (اور راقم التحریر بھی انہی میں شامل ہے۔ ذالک فضل اللہ . . . .)

اس حربہ کا استعمال صرف عوام اور بے سہارا لوگوں پر ہی نہیں ہوتا۔ یہ اس قدر کارگر حربہ ہے کہ اس سے جماعت کے معزز ترین اشخاص، واجب الاحترام علماء اور صحابہ مسیح موعودؑ، سینئیر ترین کارکن اور میاں صاحب کے انتہائی قریبی عزیز بھی نہیں بچ سکے۔ اور اس ایجاد کی کامیابی ملاحظہ ہو کہ ان سب اشخاص نے مات کھائی ہے اور گھٹنوں کے بل گر کر "حضور" کے دامن شفقت" میں ہی پناہ گزین ہوتے ہیں۔

اس مقاطعہ کا استعمال قادیان کے زمانہ سے اب تک ہوتا آیا ہے اور جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے بعض مواقع پر اس کا باقاعدہ اعلان "الفضل" میں ہوتا رہا ہے اور بعد میں تو بہ اور رجوع کا اعلان بھی "حضور نے معافی طلب کرنے پر ازراہ شفقت معاف فرما دیا ہے" کے الفاظ میں چھپتا رہا۔

گذشتہ سال جب میاں صاحب نے "فتنہ خلافت" کی تحریک چلائی تو تمام ان افراد پر جن کی طرف سے مرزا ناصر احمد کی رقابت یا مخالفت کی توقع تھی مختلف الزامات لگا کر اور ان کے خلاف بے معنی رطب و یابس "شہادتیں" وضع کر کے انہیں مجرم بنا دیا گیا اور پھر ان کے سوشل بائیکاٹ کا وقت آیا تاکہ یہ لوگ اپنا "زہر" لاعلم احمدیوں میں نہ پھیلا سکیں۔ بدقسمتی سے اس وقت تک مرزا محمود کے اس غیر اسلامی اور خلاف انسانیت حربہ کے خلاف آواز اٹھ چکی تھی اور ۱۹۵۳ء کے ہنگامہ کے حوالہ سے غیر احمدی اخبارات قادیانی بائیکاٹ کے مقابلہ میں امت مسلمہ کے قادیانیوں سے بائیکاٹ کا جواز پیش کر رہے تھے۔ سو ہمارے ماہر سیاست میاں صاحب نے اس بار سوشل بائیکاٹ کو عملاً نافذ کرنے کے باوجود اس کا اعلان بتدریج کیا۔ بے چارے احمدیوں کے لئے تو ان معتوبین کے مقاطعہ کے لئے یہی اشارہ کافی تھا کہ خلیفۂ وقت ان سے ناراض ہیں سو ان سے روابط رکھنا دین و دنیا میں خسارہ اور گناہ کبیرہ۔ اس بار سوشل بائیکاٹ کے لئے یہ طریق کار اختیار کیا گیا کہ معتوبین کی ایک فہرست بنائی گئی اور خود ایک "ریزولیوشن" کی عبارت تجویز کر کے مقامی کٹھ پتلی انجمن ربوہ کو دی گئی جس نے اپنا ہنگامی اجلاس بلا کر اس میں یہ قرارداد پیش کی کہ چونکہ یہ لوگ خلیفہ صاحب کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں (اگر اس کا کوئی ثبوت تھا تو ملکی عدالت اور انتظامیہ خلیفہ صاحب کی مدد کے لئے موجود تھی) یا خلیفہ صاحب سے اختلاف رکھتے ہیں یا ماضی میں کبھی خلاف فلاں بات کہی تھی، اس لئے "جماعت احمدیہ ربوہ ان افراد سے بیزاری کا اظہار کرتی ہے"۔

اس کے بعد یہی ریزولیوشن اپنے خاص قاصدوں کے ذریعہ لاہور، راولپنڈی، سرگودھا وغیرہ بھجوایا گیا اور وہاں سے اس قسم کی قراردادیں "منظور" کرائی گئیں اور اس کے نتیجہ میں متعدد انجمن ہائے احمدیہ نے دھڑا دھڑ اس قرارداد کو منظور کر کے اس کی نقول حضور کی خدمت میں اور "الفضل" میں اشاعت کے لئے بھیجنا شروع کر دیں۔ اگلے قدم میں اس قرارداد کے ساتھ بعض اور افراد کا اضافہ کر کے ان سے "بیزاری اور انقطاع" کا اعلان کروایا گیا۔ لیکن بیرونی جماعتوں نے پہلی قرارداد کو ہی کافی سمجھا تھا۔ اس پر پھر ربوہ میں ایک جلسہ کرایا گیا جس میں یہ قرارداد پیش کی گئی:۔

"جماعت ربوہ نے جو قرارداد فلاں تاریخ کو منظور کی تھی اس کی تائید میں بیرونی جماعتوں نے قراردادیں منظور نہیں کیں۔ یہ بہت افسوسناک ہے۔ مرکز کے نمونہ کی پیروی کرنی چاہیئے۔"

اور ساتھ ہی اسی رات میں خاص آدمی لاہور بھیج کر یہی قرارداد وہاں سے منظور کرائی گئی اور اگلے دن "الفضل" میں ربوہ اور لاہور کی جماعتوں کی قراردادیں اکٹھی شائع ہوئیں۔

جب یہاں تک جماعت اور غیر از جماعت حلقوں میں برداشت کر لیا گیا تو جناب میاں صاحب نے ایک نئی قرارداد کا مسودہ تجویز کیا کہ:۔

"چونکہ یہ منافقین عملاً جماعت سے اپنے خروج کا اظہار کر چکے ہیں اس لئے حضور کی خدمت میں ان لوگوں کے اخراج از جماعت کی سفارش کی جاتی ہے"۔

یہ قرارداد بھی حسب سابق طریق پر "جماعت" کی طرف سے منظور کروا کر شائع کر دی گئی اور اس کے بعد حضرت میاں صاحب نے ازراہ کرم اس سفارش کو منظور فرماتے ہوئے ان افراد کے اخراج از جماعت کا اعلان الفضل میں شائع کر دیا۔

ان اقدامات کے جواب میں چونکہ حق الیقین کی بناء پر علیحدہ ہونے والے "منافقین" نے رجوع یا کسی موافق ردِ عمل کا اظہار نہ کیا تھا اس لئے میاں صاحب نے سوشل دباؤ کی گرفت کو اور سخت کرتے ہوئے ان افراد کے قریبی رشتہ داروں اور سرپرستوں سے ان کے خلاف بیزاری اور قطع تعلقات کا اعلان کرنے کو کہا اور ان مخلصین نے ازراہ اخلاص (اور بعض صورتوں میں ازراہ مجبوری) یہ تحریریں حضور کی خدمت میں بھجوائیں جو الفضل میں شائع کی گئیں۔ معتوبین

ان خطوں یا حضور سے عقیدت کے اظہار کے اعلانوں یا منافقین کے خلاف شہادتوں کے آخر میں بڑے کرارے نوٹ الفضل میں چھپتے تھے۔ گو ان نوٹوں کے آخر میں "ادارہ" لکھا ہوتا تھا لیکن صاف معلوم ہوتا تھا کہ کوئی معشوق

(باقی حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

میں سے ایک صاحب کے بیوی بچوں کو ربوہ میں ان سے علیحدہ کر کے اُن صاحب کو ربوہ بدر کر دیا گیا تھا۔ جب اس ظلم کے متعلق اخبارات نے انکشاف کیا تو امور عامہ کا ایک خاص کارکن اُن صاحب کے پاس بھیجدیا گیا جو اُن کا پرانا دوست اور کرمفرما تھا۔ اس نے ان صاحب سے جزوی معافی کا وعدہ کر کے یہ تحریر حاصل کی کہ "میرے بیوی بچے مجھ سے چھینے نہیں گئے" اور یہ تحریر الفضل میں شائع کی گئی۔ بعد میں حسب وعدہ اُن صاحب کی قولاً عملاً اور تحریراً تکو نساری پر ان کو جزوی معافی دی بھی گئی یعنی بیوی بچے سے مل سکتے ہو، دفتر امور عامہ میں پیشگی اطلاع دے کر ربوہ آ سکتے ہو۔ جاتے ہوئے بھی نام درج کراؤ اور ربوہ میں کسی احمدی سے بات مت کرو)

ان معتوبین کے علاوہ مشکوک کارکنان کی تطہیر کے لئے ربوہ میں ایک نظارت حفاظت قائم کی گئی (جو اب بعض وجوہ کی بناء پر ختم کر کے نظارت امور عامہ میں مدغم کر دی گئی ہے) اس کے نگران مرزا داؤد احمد مقرر کئے گئے جو مرزا محمود کے بھتیجے ہیں اور حال ہی میں فوج سے فارغ ہوئے ہیں۔ ان صاحب نے ربوہ کے جملہ ذی علم طبقہ کی جس طرح .... INTERROGATION کی ہے اور ثابت شدہ "منافقین" پر جو عنایات کی ہیں وہ ایک علیحدہ باب ہے اور عند الضرورت مع شواہد کے پبلک کے سامنے لایا جائے گا۔

اس موقعہ پر غیر از جماعت تمام سنجیدہ اور موقر اخبارات نے مرزا محمود کے اس ظالمانہ رویہ پر احتجاج کیا اور انہیں مشورہ دیا کہ شیشہ کے مکان میں بیٹھ کر دوسروں پر پتھر پھینکنا دانشمندی نہیں ہے لیکن بجائے اس کے کہ مرزا صاحب موصوف اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرتے۔ انہوں نے اپنے تنخواہ دار مولویوں اور ایڈیٹر الفضل کو اخبارات کی اس "رد" کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا۔ اس حکم کی تعمیل میں پہلے تو الفضل نے یہ موقف اختیار کیا کہ ربوہ میں کوئی بائیکاٹ سرے سے ہوتا ہی نہیں اور بڑے بھولپن سے لکھا "ہم ربوہ میں رہتے ہیں ہمیں تو کہیں بائیکاٹ نظر نہیں آتا۔ مخالفت ترجمان کیوں دروغگوئی کرتے ہیں"۔ اس پر جب متاثر لوگوں نے اپنے بائیکاٹ کا ثبوت پیش کیا تو بڑی سادگی سے کہا گیا :- "یہ تو محض ایک معمولی تادیبی کارروائی تھی جیسے باپ اپنے بیٹے کو سخت سست کہہ ہی لیتا ہے" (الفضل کے قانون دان ایڈیٹر کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ اگر باپ بھی بیٹے کو مقفل کر دے تو بیٹے کی درخواست پر حبس بیجا کا مقدمہ بن سکتا ہے) اور پھر اسی موقف کو مختلف الفاظ میں دہرایا جاتا رہا کہ خلیفہ بمنزلہ باپ کے ہے اور جماعت کے افراد بمنزلہ بیٹوں کے سو یہ ہمارا نجی معاملہ ہے۔ لوگ اس میں کیوں دخل انداز ہوتے ہیں۔ لیکن جب "ناخلف" بیٹے اس خلاف انسانیت فعل کی تفاصیل کو روشنی میں لائے تو لوگ ہکا بکا رہ گئے کہ اس ظلم و تشدد کو محض "مشفقانہ تادیبی کارروائی" کیسے کہا جا سکتا ہے اخبارات نے پھر اس پر نوٹس لیا اور حکومت سے دخل اندازی کی درخواست کی۔ اس مرحلہ پر آ کر جماعت ربوہ اور اس کے ترجمانوں نے ایک نیا پینترہ بدلا اور ان کی مدد کے لئے مرزا محمود احمد صاحب کے چھوٹے بھائی مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے بھی قلم اُٹھایا۔ صاحب موصوف، خانہ ساز خالدین و لیدوں اور ایڈیٹر الفضل نے اپنے موقف میں یہ تبدیلی کی کہ بجائے سوشل بائیکاٹ کے وجود سے انکار کے اسے قرآن مجید اور اسوۂ رسولؐ سے ثابت کرنے کی کوشش شروع کی۔ یہ سعی اس لحاظ سے بھی مذموم تھی کہ اپنے اس واضح غیر انسانی، غیر قانونی اور غیر معقول فعل کو رسول مقبولؐ اور صحابہ رضؓ سے ثابت کرنے کی جسارت میں ان مقدسوں کو بھی ملوث کیا گیا۔ لیکن حسب توقع یہ سعی نامشکور ہوئی اور پیغام صلح اور دوسرے اخبارات میں وضاحت کر دی گئی کہ قرآن کریم میں عقیدہ میں منافقت یا اختلاف رکھنے والوں یا غیر سیاسی خالص مذہبی جماعت کے قواعد کی خلاف ورزی کے لئے کہیں بھی یہ سزا مذکور نہیں۔ رسول مقبول صلعم کے جس عمل کا حوالہ دیا گیا تھا وہ بالبداہت ایک فوجی کمانڈر اور ملکی حکمران کی اپنی فوج کے بعض سپاہیوں کو ان کی کوتاہی پر معمولی سزا تھی۔ یہی جرم اگر آج کے ترقی یافتہ اور مہذب زمانہ میں کیا جاتا تو اس کی سزا کورٹ مارشل کے بعد طویل قید بامشقت یا بعض صورتوں میں گولی سے اڑا دینے تک ہو سکتی ہے۔ رحمۃ للعلمینؐ نے اس موقعہ پر بھی انتہائی شفقت کا نمونہ پیش کیا اور ان سپاہیوں کو محض جزوی نظر بندی اور انقطاع کی سزا دی اور اُن کے نادم ہونے پر ان کو اپنی شفقت کے دامن میں لے کر معاف کر دیا اور وہ ایسے ہی معزز و محترم ہو گئے جیسے کہ اس جرم کے ارتکاب سے قبل تھے۔ اللھم صل علی محمد و علی اصحابہ ٭

مرزا بشیر احمد صاحب نے ربوہ کے مقاطعہ کی ماہیت بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ یہ قطع تعلقات بہت معمولی نوعیت کی چیز ہے اور ان مقطوعین کو تمام ضروریات زندگی اور Essential Commodities کی آسائشیں حاصل ہیں۔ آنمحترم کا یہ بیان بھی محل نظر ہے۔ جہاں تک ضروریات زندگی کے حصول کا تعلق ہے، راقم الحروف صرف ایک واقعہ بیان کرتا ہے۔

۲۷ رمئی ۱۹۵۷ء کو ربوہ میں یوم خلافت منایا گیا۔ جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے ربوی خالدین ولید مولوی ابو العطاء جالندھری نے کہا کہ ہمیں ان منافقین کے سلسلہ میں جو ربوہ میں مقیم ہیں (اور باوجود ہماری کوششوں کے یہاں سے جانے کا نام نہیں لیتے) اسلامی غیرت کا نمونہ دکھانا چاہیئے۔ اسی شام کو مغرب کی نماز کے بعد ربوہ کی تمام مساجد میں خلیفہ صاحب کا ایک اعلان دفتر امور عامہ کی طرف سے سنایا گیا کہ :-

"معلوم ہوا ہے کہ ربوہ میں رہنے والے منافقین (مراد صاحبزادہ عبد المنان صاحب عمر اور ان کے لواحقین) جب بازاروں میں سے گزرتے ہیں تو لوگ گردنیں اُٹھا اٹھا کر اُن کو دیکھتے ہیں۔ یہ اسلامی غیرت کے منافی ہے۔ ان لوگوں کو دیکھ کر منہ پھیر لینا چاہیئے اور ان کے پاس سے یوں گذر جانا چاہیئے جیسے نجاست کے ڈھیر کے پاس سے گذرتے ہیں"

مولوی ابو العطا کی تلقین اور حضور کے اس اشارہ پر اگلے ہی روز ربوہ کے تجار نے ایک غیر معمولی اجلاس بلایا جس میں یہ طے کیا کہ :-

"اسلامی غیرت کا نمونہ دکھاتے ہوئے ہم یہ وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ ربوہ میں مقیم منافقین کو کوئی سودا نہیں دیں گے اور ان کو اپنی دکانوں میں داخل نہیں ہونے دیں گے"

ان حالات میں جناب مرزا بشیر احمد صاحب کس طرح فرماتے ہیں کہ معتوبین کو ضروریات زندگی کی آسائشیں حاصل ہیں۔ کون احمدی دکاندار حضور کے منشائے مبارک کو پا لینے کے بعد ان کو سودا دینے کا خطرہ مول لے سکتا ہے (یاد رہے کہ ربوہ میں کوئی غیر احمدی دکاندار نہیں) اسی طرح Essential Commodities کے بارہ میں مرزا صاحب موصوف نے تحریر فرمایا ہے، کہ ڈاکٹر بہشتی اور بھنگی وغیرہ کو معتوبین کی خدمت سے نہیں روکا گیا۔ لیکن سوال یہاں بھی وہی ہے کہ ربوہ کے احمدی پریکٹیشنر یا فضل عمر ہسپتال (سابق نور ہسپتال) کے ملازم ڈاکٹر کس طرح حضور کے ان دشمنوں کی مدد کے لئے پہنچ

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۹)

ہے بیہودہ زنگاری ہیں۔ سو گزشتہ دنوں لاہور کے ایک اخبار کے مکتوب نگار نے اسی راز سے پردہ اُٹھایا ہے کہ یہ قہری عبارت خود حضرت میاں صاحب کی تحریر یا DICTATION ہوتی تھی اور الفضل کو ہدایت تھی کہ اسے ادارہ کی طرف سے شائع کرے۔ مکتوب نگار نے سچ کا ڈھنڈورہ پیٹنے والے ایڈیٹر الفضل کو چیلنج کیا تھا کہ اگر یہ بات غلط ہے تو اس کی تردید کرو تا کہ دستاویزی ثبوت پیش کیا جائے لیکن ایڈیٹر الفضل کی خاموشی نے اس الزام کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی کے علاوہ جناب میاں صاحب کی ذہانت و خطابت (جس کا افسوس ہے کہ مکاری جھوٹ اور دھوکہ دہی کے علاوہ اور کوئی نام نہیں دیا جا ٭

ہو سکتا) کے ایک اور گوشہ کو بے نقاب کیا ہے۔

سکتے ہیں جبکہ عقلمندوں کا مقولہ ہے کہ دشمن سے بھلائی کرنا اپنی ذات سے دشمنی کرنا ہے۔ اور پھر حقیقت امر یہی ہے کہ راقم الحروف کے علم کے مطابق صاحبزادہ عبدالمنان صاحب عمر اپنی اہلیہ محترمہ یا بچوں کی علالت کی صورت میں انہیں علاج کے لئے لاہور لے جاتے ہیں۔

ان حقائق کو بیان کرنے کے بعد خاکسار جماعت احمدیہ سے بالعموم اور ربوہ میں مقیم احمدیوں سے بالخصوص درخواست کرتا ہے کہ خدارا اپنے ...... امام کے طرز عمل پر غور کرو۔ اپنے سامنے حضرت محمد مصطفےٰ صلعم، حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفہ اوّل کے اسوہ کو رکھو۔ ان روایات کو اپناؤ جو ان بزرگوں نے ورثہ میں دی ہیں۔ غور کرو کہ تمہارے یہ خلاف انسانیت، غیر سماجی اور غیر قانونی افعال نہ صرف تمہارے مخاطب مسلمانوں کو (جن کو تم تبلیغ کرکے احمدی بنانے کے متمنی ہو) تم سے متنفر کرتے ہیں بلکہ خود تم ہی سے بہتوں کو ابتلاء میں ڈالتے ہیں۔ یہ ظلم آخر رنگ لاکر رہیں گے اور وہ عارضہ جو اس وقت تمہاری جماعت کو گھن کی طرح لگ رہا ہے کسی وقت ناسور بن کر ظاہر ہوگا اور اس وقت اس کا علاج ممکن نہ ہوگا۔

عالی جناب میاں محمود احمد صاحب کو اُن کا یہ نیازمند صرف اس قدر مشورہ دینے کی جرأت کرتا ہے کہ بندہ پرور! خدا کا خوف کیجئے۔ اب کہ آپ کا وقت رحلت قریب ہے اُس احتساب سے ڈریئے جو آپ کے اور آپ کی تلقین پر کئے گئے آپ کے متبعین کے اعمال کے بارہ میں آپ سے کیا جائے گا۔ اپنی جماعت پر رحم فرمایئے اور اسے اس حال میں چھوڑ جایئے کہ یہ مسیح موعود کے پیغام کو پھیلانے کے کسی قدر قابل رہ جائیں۔ غیر از جماعت احباب سے میری درخواست ہے کہ وہ جماعت ربوہ سے نفرت کرنے کی بجائے ان کے علاج کی طرف متوجہ ہوں۔ مریض سے نفرت نہیں کی جاتی اس سے ہمدردی کی جاتی ہے۔ ان کا عارضہ آہستہ آہستہ آپ کے سامنے واضح ہو رہا ہے۔ آپ قانونی ذرائع، عقلی دلائل، ذاتی تعلقات اور رشتہ داریوں کے واسطے سے ان کی اصلاح کی کوشش کریں۔ جہاں تک ہم سے ممکن ہو سکا ہم ان کے عوارض کی نشاندہی کرتے رہیں گے۔ وما توفیقنا الا باللہ العلی العظیم۔

نوٹ:- جناب مرزا محمود احمد صاحب نے خلافت پر متمکن ہونے کے بعد جس طرح اپنے وضع کردہ طریق ہائے کار کو کامیاب طور پر چلایا ہے اور ان کامیابیوں کی بنا پر بزعم خود مصلح موعود بن بیٹھے ہیں اور جماعت کی قوت فاعلی کو مفلوج کرکے دن بدن کمزور کر رہے ہیں، ان طریق ہائے کار، آپ کی حکمت عملیوں اور آپ کے ذاتی کردار اور نظریات کے بارہ میں تفصیلی گفتگو خاکسار کسی اور صحبت پر اُٹھا رکھتا ہے۔

ووکنگ مسلم مشن کی اہمیت

(بسلسلہ صفحہ ۸)

ایک جگہ جمع شدہ دیکھتے ہیں تو اس اسلامی اخوت کا ان پر بڑا اثر ہوتا ہے، اور وہ اس کو بہت بڑی طاقت سمجھتے ہیں۔

ٹوئنبی نے اعتراف کیا ہے کہ اگر دنیا سے قومی اور لونی تنافر کو دُور کرنا ہو تو اسلام کو اپنانا پڑے گا۔

(۳) تیسری بات اس نے یہ کہی ہے کہ اسلام نے دنیا کے بڑے حصّہ سے شرابنوشی چھڑا دی ہے، اگر کوئی ملک قانون کے ذریعہ اس بری عادت کو چھڑانا چاہتا تو ہرگز نہ چھڑا سکتا، یہ اسلام کا روحانی اثر ہے جس نے اس کے ماننے والوں کو شراب سے نجات دی ہے۔

شرابنوشی مسلمانوں میں

خانصاحب ممدوح نے فرمایا کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ یہ ایک بہت بڑی نعمت جو خدا کے فضل سے مسلمانوں کو ملی تھی کہ شرابنوشی ان میں سے نکل گئی آج مسلمانوں کے بڑے طبقہ کے لوگ اس نعمت کو کھو چکے ہیں اور شراب ان کی گھٹی میں داخل ہو گئی ہے۔

قرآن کو زندگیوں میں داخل کرو

آپ نے فرمایا یہ وہ چیزیں ہیں جو اہل مغرب کی نظروں میں بھی دلکش ہیں، ہمیں بھی سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے کہ اسلام تو ایک بہترین مذہب ہے لیکن ہم اس کے ماننے والے بہترین نہیں ہیں، ہم سے توقع تو تھی کنتم خیر امۃ بننے کی، لیکن اسلام کی یہ تعریف جو ٹائم بھی نے کی ہے، آج ہم پر صادق نہیں آتی۔ بدقسمتی سے آج ہماری زندگی مثالی تو کیا اچھی بھی نہیں حقیقت یہ ہے کہ جب تک قرآن ہماری زندگی میں داخل نہیں ہوتا اس وقت تک ہم کچھ نہیں۔ قرآن کو اپناؤ، یہ اصلی، پرانا اور سچا اسلام ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دیا ہے، اگر مسلمانوں نے کامیاب ہونا ہے تو قرآن کو اپنا لائحہ عمل بنائیں، ورنہ کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ کبھی پستی سے نہ نکل سکیں گے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم۔

پاکیزہ زندگی پیدا کرنے کی ضرورت

جب تک ہم صرف ونحو اور منطق اور فقہ کے چکر سے نکل کر قرآن پر عامل نہ ہوں گے کوئی ترقی نہ کر سکیں گے، اسلام کا منشاء تو تھا، یزکیھم لوگوں کو پاکیزہ کیا جائے، پاکیزہ سوسائٹی ہو انگلستان والوں نے اسلامی تعلیم کو اپنا لیا ہے لاشعوری طور پر اسلام پر ہی کاربند ہیں، اسی لئے وہ کامیاب ہیں، آپ بھی اگر کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو نام سے نہیں ہو سکے، اسلامی اصولوں کو اپنائیں اور اپنی زندگیوں کو اُن کے مطابق بنائیں۔

اساتذہ سے خطاب

اساتذہ سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا، آپ معلم ہیں، آپ میں سے ہر ایک اسلامی نمونہ بن سکتا ہے، آپ کے طلباء کو کسی دینیات کی ضرورت نہیں۔ آپ کا اپنا نمونہ ان کے لئے دینیات بن سکتا ہے۔ یہ آپ کے ذمہ ہے کہ آپ اس قسم کی ایک قوم پیدا کریں جو اسلام کا صحیح نمونہ ہو یہ بہت بڑی قومی خدمت ہے۔ آئندہ پاکستان میں جس قسم کے کارکنوں کی ضرورت ہوگی، وہ آپ کے اثر سے اور نمونہ سے ہی پیدا ہو سکتے ہیں، آپ انبیاء کے طریق پر کاربند ہوں اور اپنا نمونہ قائم کریں، یہ ملک و ملت کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔ آپ کلاس روم میں تعلیم کے ساتھ اسلام اور قرآن کی خوبیاں بھی بتاتے جائیں اس طرح آپ بہت بڑی قومی خدمت کریں گے۔

انقلاب ضرور آئے گا

آخر میں آپ نے بتایا کہ یہ وہ اسلام ہے جو ہم وہاں لے کر جاتے ہیں شعوری طور پر اور مذہباً وہاں کے لوگ اسلام کو ضرور اپنائیں گے آج سے سو سال بعد بھی ہو تو بھی انقلاب ضرور آئے گا اور مغربی دنیا اسلام کو اپنا مذہب بنائے گی، کونسے اسلام کو؟ قرآنی اسلام کو، وہ خود قرآن پڑھیں گے جیسے سائنس کی کتب کو پڑھتے ہیں، اس سے ایک انقلاب یقیناً آئے گا ...... ، کتنے بدقسمت ہم ہوں گے جن کے ہاتھ میں دولت ہو اور اس سے فائدہ اُٹھانے والے دوسرے ہوں۔

ماسٹر خدا بخش صاحب خادم کے مدحیہ اشعار

خانصاحب کی اس تقریر کے بعد محترم ماسٹر خدابخش صاحب خادم نے خانصاحب کی مرتبت کے خلاف چند مدحیہ اشعار پڑھکر سنائے جو حسب ذیل ہیں:-

خادم اسلام ہے یعقوب خاں ٭ کرتے ہیں تسلیم سب خرد و کلاں
عالم پیری میں اتنا شد و مد ٭ زیب دیتا ہے تجھے کہیئے جواں
آپ کی تقلید کرنا فرض ہے ٭ قوم کا ہے خضر بیشک بیگماں
ہے یہ ناممکن بیاں کچھ کر سکے؟ ٭ آپ کے اوصاف پھر میری زباں
قوم کو ہے، آپکی ہستی پہ ناز ٭ دین و دنیا میں ہی بیشک کامگار و کامراں
محو حیرت ہوتے ہیں سب سامعیں ٭ جبکہ ہوتے ہیں کبھی بھی دُر فشاں
اسلیکٹرین جیسے ہیں انگلینڈ میں ٭ مسجد ووکنگ میں تھے جب خطبہ خواں
آپ کا چہرہ منوّر دیکھ کر ٭ پڑھتے ہیں صلوٰۃ تیرے قدرداں
زور مارا ہے مگر ہوں شرمسار ٭ پر نہیں میرا قصیدہ آپکے شایان شاں
خادما تیری دعا کا ہے اثر ٭ چاق و چوبند آئے ہیں یعقوب خاں

آخر میں ہیڈ ماسٹر صاحب نے محترم خانصاحب اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا جس پر یہ پُر لطف صحبت ختم ہوگئی۔

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

بگاڑبھی ہی کہ میں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی زندہ نبی ہیں۔ اوران کا فیض نبوت تا قیامت جاری ہے۔ آپ ذرا اپنے بھائیوں سے دریافت کریں کہ میں نے کیا گناہ کیا ہے جو مجھ سے اس قدر سختی کی جاتی ہے۔ اس قدر گالیاں دیتے ہیں جو چوہڑے چماروں سے بھی بڑھ گئے ہیں۔ انسان بھیڑوں کی طرح ہیں۔ وہ ریوڑ خطرہ میں ہے جس کا کوئی گلہ بان نہیں۔ پس مسیح کا وجود ضروری ہے جو پیچیدہ مسائل کو صاف کرے اور دوسرے ادیان پر اتمام حجت دیکھو ایک زمانہ تھا جب پادری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہتے پھرتے تھے کہ انہوں نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔ اب یہی پادری ہیں کہ ہمارے سامنے نہیں آتے حالانکہ ہم ڈنکے کی چوٹ کہہ رہے ہیں کہ آؤ اسی نبی کا ایک غلام تمہیں معجزہ دکھانے کو طیار ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کا وعدہ اس بات کا مقتضی ہے کہ خدا ایسا انتظام کرتا۔ کیونکہ اسلام کی حالت اس وقت بیرونی اور اندرونی ہر دو حالتوں کے اعتبار سے خوش کن نہیں۔ کسی شخص کے گھر میں پودا ہو تو وہ اسے پانی دیتا ہے۔ پس کیا خدا تعالے اپنے حبیب کے لگائے ہوئے پودے کو یونہی چھوڑ دیتا۔ یاد رکھو کہ اسلام انہی راہوں سے ترقی کرے گا۔ جن سے اُس نے پہلے کی۔ یہ خشک منطق اس کی ترقی کے لئے کسی کام کی نہیں ......"

پیغام صلح ۱۸ ستمبر ۱۹۵۷ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۳۷

جلد ۴۷ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۳۰ صفر ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۵ ستمبر ۱۹۵۷ء | نمبر ۳۸

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

"حضرت امام الزمان کا بیان"

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر و بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اپنی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصولِ دین سے برگشتہ ہے۔ یہ اُن حاسد مولویوں کے وہ افترا ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقوےٰ ہو ایسا افترا نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حسبنا کتاب اللہ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں باخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افترا کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے خلاف ہیں۔ الا ان لعنۃ اللہ علی الکاذبین والمفترین۔

(ایام الصلح صفحہ ۹۵-۹۶)

رضوان و قُربِ الٰہی حاصل کرنیکے دو طریق

حضرت مسیح موعودؑ کی ایک تقریر کا اقتباس

"رضوان و قرب الٰہی کے حاصل کرنے کے لئے دو ہی طریق ہیں۔ ایک تو تشریعی احکام سے ترقی ہوتی ہے۔ گویا یہ تشریعی تکالیف ہیں جن کے لئے انسان متکلف ہے مگر یہ وہ تکالیف ہیں جو انسان کے بس میں ہیں اور جن سے وہ بچ سکتا ہے۔ دوسری وہ تکالیف ہیں جو خدا انسان کے سر پر ڈالتا ہے۔ کسی کے ہاتھ میں تازیانہ دیکر اسے کہا جائے کہ تو اپنے بدن پر آپ مار تو وہ حتی الامکان ایسا نہ کرے گا کیونکہ انسان اپنے تئیں دکھ دینا نہیں چاہتا۔ پس جو تکالیف اختیار میں ہیں اُن سے بچکر وہ منزل مقصود تک نہیں پہنچتا۔ مگر جو تکالیف خدا کی طرف سے ہوں وہ جب انسان پر پڑتی ہیں اور وہ اُن پر صبر کرتا ہے تو اس کی ترقی کا موجب ہو جاتی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات الخ۔ ہم آزماتے رہیں گے کبھی خوف سے کبھی نقصان مال سے کبھی نقصان جان اور ثمرات کی ناکامی سے۔ دیکھو ایک شخص تخم ریزی کرتا ہے۔ چھ ماہ کی محنت پر کھیتی سرسبز ہوتی ہے اوپر سے اولے پڑے سب کچھ تباہ ہو گیا۔ فقر و فاقہ کا سامنا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری طرف سے خوشخبری دے دے ایسے لوگوں کو جو کہتے ہیں ہم تو اللہ کے ہو چکے یعنی وہ رضا کے مقام میں ثابت قدم ہیں، یہ انا للہ کہنا مسلمانوں ہی کا حصہ ہے آریہ کیونکر کہیں کیونکہ وہ تو سب کچھ خدا کی طرف سے نہیں مانتے۔ غرضیکہ تکالیف دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ حصہ ہے جو احکام پر مشتمل ہے۔ مگر اس میں بہانوں کی گنجائش ہے۔ صوم و صلوٰۃ زکوٰۃ اور حج جب تک پورا ایمان نہ ہو انسان اُن سے پہلوتہی کر سکتا ہے پس اس کسر کو نکالنے کے لئے تکالیف سماویہ کا ورود ہوتا ہے۔ تاکہ جو کچھ انسانی ہاتھ سے پورا نہیں ہوا وہ خدا کی مدد سے پورا ہو جائے آریہ کہتے ہیں تکالیف کسی پچھلے کرم کی سزائیں ہیں۔ ہم کہتے ہیں یہ آئندہ ترقیات کے لئے ہیں۔ ورنہ جب تپ کرنا بھی ایک سزا ہوگا۔ . . . ."

مکتوبِ فجی

محترم محمد عبداللہ صاحب

مکرمی معظمی جناب ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح" لاہور زاد عنایتہٗ
السلام علیکم

میں اپنے گزشتہ خط میں آپ کے کاتب کے متعلق لکھنا بھول گیا۔ اخبار کے مضمون کس قدر اعلےٰ کیوں نہ ہوں جب تک وہ قابل کاتب کے ہاتھ سے نہ لکھے جائیں۔ وہ اس مصروفیت کے زمانہ میں توجہ سے نہیں پڑھے جاتے۔ میں نے روزانہ "الفضل" سے "پیغام صلح" کا مقابلہ کیا۔ تو مجھے یہ دیکھکر فخر پیدا ہوا کہ "پیغام صلح" کی کتابت کا معیار ہمیشہ بلند اور رکھیا رہا۔ پیغام صلح سے کاتب کے خلوص کا اظہار ہوتا ہے خوشنویسی مسلمانوں کا مایۂ ناز خزینہ ہے۔ جس کی حفاظت ابھی تک قائم ہے۔ اور آئیندہ کے لئے قائم رکھنی چاہیئے۔

پاکستان میں سے جو خطوط مجھے ملتے ہیں۔ ان کو دیکھ کر مایوسی کی انتہا نہیں رہتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پوسٹ آفس والے میلی مہروں کو مہینوں لگاتار بغیر صاف کئے استعمال کرتے ہیں۔ ان کی اس بے پرواہی کو ممکن ہے پاکستان میں محسوس نہ کیا جاتا ہو، لیکن بیرون ملک میں اس کا بُرا اثر پیدا ہوتا ہے۔ خاص طور پر جن کو ڈاک کی ٹکٹیں جمع کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ انکی مایوسی کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ جب وہ ٹکٹوں پر سیاہی کے دھبے پاتے ہیں۔ ہماری انجمن کے دفاتر میں بھی بہت غفلت پائی جاتی ہے۔ بعض خطوط کے ٹائپ یا تحریر کو دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے۔ میری فائل میں وہ خطوط موجود ہیں، جو حضرت بابو منظور الٰہی صاحب مرحوم یا مولانا دوست محمد صاحب کے ہاتھوں کے لکھے ہوئے ہیں، ان کو دیکھ اور پڑھ کر ایمان تازہ ہوتا ہے۔ ایک تبلیغی انجمن کے بھیجے ہوئے خطوط ظاہری اور معنوی لحاظ سے موثر ہونے چاہئیں۔ اور ان کا معیار کاروباری فرم کے خطوط سے کم نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ سب کام لکھنے والوں کے شوق اور خلوص پر منحصر ہے اُمید ہے ہماری جماعت کے موجودہ امیر حضرت مولانا عبداللہ صاحب جنہوں نے ترجمۃ القرآن انگریزی کی طباعت، برلن مسجد کی تعمیر، مسلم ہائی سکول لاہور کے اجرا میں معیار بلند قائم کرنے کی کوشش فرمائی۔ اور انشاء اللہ اس میں وہ کامیاب ہوئے۔ وہ اپنے دفتری معیار کو بھی بلند کرنے کی سعی فرمادیں گے۔

بسا اوقات دست غیب سے ایسے کام ہو جاتے ہیں۔ جن کا بظاہر امکان اور توقع نہیں ہوتی۔ خاکسار نے سترہ ماہ متواتر امریکہ میں قیام کیا۔ قرض کا بوجھ سر پر لے لیا اور بچوں کو تکلیف میں ڈالا۔ ابھی یہ بوجھ ہلکا نہیں ہوا تھا۔ کہ اہلیہ صاحبہ کو امریکہ جانے کا شوق پیدا ہوا۔ ادھر عزیزی خالد عبداللہ اور اس کی اہلیہ کی طرف سے دعوت مل گئی۔ اور پھر خالی دعوت ہی نہیں بلکہ انہوں نے کرایہ بھی جمع کر دیا۔ اور اپنی والدہ کے اخراجات امریکہ کی بھی ذمہ داری لے لی۔ اب اہلیہ صاحبہ کے امریکہ جانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں اور امید کی جاتی ہے کہ وہ ۱۴ اکتوبر کے جہاز پر سوار ہو جاویں گی۔ میں نے اہلیہ صاحبہ کو کہا کہ ایک صحابی نے مسجد کے قریب مکان بنوایا اور کھڑکی مسجد کی طرف رکھی۔ آنحضرت صلعم نے اُس سے پوچھا کہ کھڑکی اس طرف کیوں کھولی ہے۔ اس نے کہا تازہ ہوا کے لئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر کہتے کہ اذان کی آواز سننے کے لئے تاکہ نماز باجماعت سننے میں دیر نہ ہو۔ اس صورت میں کہ آپ لڑکوں کی دعوت پر امریکہ جا رہی ہو۔ آپ کی غرض و غایت تبلیغ اسلام ہونی چاہیئے۔ اور اس کے لئے کچھ لٹریچر مفت تقسیم کرنے کے لئے تیار کرنا چاہیئے لہذا مضامین کی تیاری ہو رہی ہے۔ پہلا مضمون اہلیہ صاحبہ کے لیکچر کی صورت میں ہوگا جس کا عنوان ہے۔

"اسلام میں عورت کی حیثیت"

اور دوسرا وہ مضمون ہوگا جو میں نے جلسہ مذاہب کے لئے تیار کیا تھا:-

"اسلام کی پوزیشن دنیا میں"

یہ دونوں مضمون ایک ٹریکٹ کی صورت میں اخویم بی دین کے پریس میں ایک ہزار کی تعداد میں چھپوا لئے جاویں گے امید ہے کہ مسٹر بی دین ان کو مفت چھاپ دیں گے۔

ایک بار دوران ملاقات میں مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی مرحوم سے حضرت بابو محمد منظور الٰہی نے پوچھا آجکل آپ کیا کر رہے ہیں۔ مولانا مرحوم نے جواب دیا تاریخ اسلام لکھ رہا ہوں۔ اس کے بعد مولانا صاحب نے دریافت کیا اجی آپ کی کیا مصروفیت ہے۔ آپ نے فرمایا ہم "تاریخ اسلام بنا رہے ہیں"۔ اس جواب سے مولانا مرحوم بہت متاثر ہوئے۔ تحریک احمدیت بذات خود ایک تاریخ ہے۔ جس نے مذہبی دنیا میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا۔ ہم میں سے ہر ایک فرد کا یہ مشن ہونا چاہیئے کہ وہ تاریخ بنائے۔ اسلام نے مساوات برادری اخوت پر بڑا زور دیا ہے۔ اور اسی چیز کو ہم بڑے فخر کے ساتھ یورپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ لیکن جب شادی بیاہ کا سوال ہوتا ہے تو ذات پات کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ لڑکا سید ہے۔ مغل ہے کشمیری ہے یا جلاہا ہے۔ اسی طرح لڑکی کی ذات کا خیال رکھا جاتا ہے۔ پھر قرآن مجید میں آیا ہے قل سیروا فی الارض دنیا کی سیر کرو۔ اس قدر اعلیٰ تعلیم ہوتے ہوئے رشتہ کے معاملہ میں عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ لڑکی دُور تو نہیں جا رہی۔ رشتہ دُور کا تو نہیں۔ وغیرہ وغیرہ

خاکسار نے اپنے بڑے لڑکے عزیزی جلال الدین اکبر کے رشتہ کے بارے میں کئی ایک بزرگوں کو لکھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ کون دانشمند گوارا کرے گا کہ اس کی لڑکی اس قدر دُور دراز جائے۔ اور پھر نہ لڑکا دیکھا اور نہ اس کے والدین کو۔ میں نے کسی کی نہ سُنی اور اپنی کوشش کو جاری رکھا اور یہ خیال کیا "ہمیں تاریخ بنانی ہے"۔ آخر محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کی معرفت رشتہ کا بندوبست ہو گیا۔ خدا کی شان جس دن میں سان فرانسسکو سے جہاز پر سوار ہوا۔ دلہن ذکیہ اسی روز لاہور سے جہاز پر روانہ ہوئی۔ اور امریکن لوگوں نے دیکھ لیا۔ کہ ایک دوسرے کو دیکھے بغیر بھی کامیاب شادی ہو سکتی ہے۔

روانگی سے پیشتر میں نے ایک امریکن نومسلم شیخ کریم الدین محمد حسین کا ذکر خیر میری کسی سابقہ رپورٹ میں آچکا ہے۔ سے وعدہ کیا تھا کہ ان کی شادی کا بندوبست ایک مسلمان لڑکی سے فجی میں کرا دوں گا۔ بہت جد و جہد کے بعد اخویم محمد حنیف لتو کا سے ملاقات ہوئی۔ ان کی ہمشیرہ کی شادی نہیں ہوئی تھی اور ان کو رشتہ کی ضرورت تھی میں نے شیخ کریم الدین محمد کا نام پیش کر دیا۔ اور خط و کتابت کے بعد طرفین راضی ہو گئے۔ اخویم محمد حنیف نے کہا اگرچہ امریکہ دُور ہے لیکن سرزمین فجی میں ہمیں "تاریخ بنانی ہے" یہ لڑکی جس کا نام جبین ہے اہلیہ صاحبہ کے ساتھ ۱۴ اکتوبر کو عازم سانفرانسسکو ہوگی۔

ہمارے مسلم مشن امریکہ کے سیکرٹری جعفر حسین صاحب ایک مخلص نوجوان ہیں اور سان فرانسسکو سٹیٹ کالج میں زیر تعلیم ہیں، ان کی شادی خانہ آبادی ۱۱ اگست کو ایک امریکن لڑکی سے ہو گئی ہے۔ دعوت اور شادی کا بندوبست وائی۔ ایم۔ سی۔ اے ہال میں کیا گیا تھا سیکریمنٹو مسجد کے امام ڈاکٹر محمد شفیع نے نکاح پڑھایا عزیزان اکبر، خالد اور ان کی اہلیہ ذکیہ اور میمونہ نے اس تقریب کو کامیاب بنانے میں بہت حصہ لیا۔ ذکیہ اور میمونہ نے اعلےٰ درجہ کا پلاؤ تیار کیا۔ جس کو سب نے پسند کیا۔ مہمانوں کی تعداد ایک سو سے متجاوز تھی۔ دلہن ٹیچرز ٹریننگ کالج کی آخری کلاس میں ہے۔ اگلے سال سے پڑھانا شروع کرے گی۔

والسلام

خاکسار - محمد عبداللہ

درخواست دُعا

ہمارے عزیز دوست مولوی محمد یحییٰ بٹ صاحب مبلغ ووکنگ کے والد میاں محمد یعقوب صاحب بٹ سیالکوٹ میں کچھ دنوں سے بیمار ہیں، یحییٰ صاحب نے ووکنگ سے انکی صحت کے لئے دُعا کی درخواست کی ہے امید ہے احباب کرام اُن کے لئے دعا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

ہفت روزہ پیغام صلح ــــــ لاہور ــــــ ۲۵ ستمبر ۱۹۵۷ء

موتیوں اور اشرفیوں سے زیادہ بیش قیمت لفظ

تائید دین اور خدمت اسلام کا کام حضرت مسیح موعودؑ کی نظروں میں کیا قدر و قیمت رکھتا تھا اس کا اندازہ ذیل کے الفاظ سے ہو سکتا ہے۔ جو آپ نے ایک موقعہ پر جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمائے ہیں۔

" اگر کوئی تائید دین کے لئے ایک لفظ نکال کر ہمیں دے تو ہمیں موتیوں اور اشرفیوں کی جھولی سے زیادہ بیش قیمت معلوم ہوتا ہے، جو شخص چاہے کہ ہم اس سے پیار کریں اور ہماری دعائیں نیازمندی اور سوز سے اس کے حق میں آسمان پر جائیں، وہ ہمیں اس بات کا یقین دلا دے کہ وہ خادم دین ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے ہم ہر ایک شئے سے محض اللہ تعالےٰ کے لئے پیار کرتے ہیں، بیوی ہو، بچے ہوں، دوست ہوں سب سے ہمارا تعلق اللہ تعالےٰ کے لئے ہے "

یہ الفاظ ہر اس شخص کے غور اور توجہ کے قابل ہیں، جو سلسلہ عالیہ احمدیہ سے تعلق رکھتا اور مسیح موعود کی بیعت میں داخل ہے، غور کرنا چاہیئے کہ آپ نے تائید دین کے کام کو کس قدر اہمیت دی ہے، تائید دین کے لئے **ایک لفظ** نکال کر دینا آپ کی نظروں میں کتنی بڑی قدر و قیمت رکھتا ہے، اگر محض "ایک لفظ" جو تائید دین کے لئے نکال کر دیا جائے آپ کی نظروں میں موتیوں اور اشرفیوں کی جھولی سے زیادہ بیش قیمت ہے تو اُن لوگوں کی خوش قسمتی کا اندازہ کس طرح کیا جا سکتا ہے جنہوں نے اپنی عمریں تائید دین کے کام میں صرف کر دیں یا کم از کم اپنے اوقاتِ عزیز کا کوئی حصہ خدمت دین کے کام میں لگایا اور کتنے مبارک ہیں وہ لوگ جو دین کی تائید اور نصرت کے کام میں مصروف ہیں ۔ حضرت مجدد وقت نے اُن کے ایک ایک لفظ کو جو تائید دین کے لئے اُن کے مونہوں سے نکلتا ہے موتیوں اور اشرفیوں کی جھولی سے زیادہ بیش قیمت قرار دیا ہے اور ان کے لئے نیازمندی اور سوز سے دعائیں کی ہیں، یہ فی الحقیقت آپ .... کی ان دعاؤں ہی کا نتیجہ ہے کہ ہماری جماعت کی حقیر خدمات کو اللہ تعالےٰ نے بہترین ثمرات سے نوازا ہے اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ انگلستان جیسا ملک جو اسلام کو بدترین مذہب سمجھتا تھا اس کو بہترین مذہب قرار دے رہا .... ہے۔ جیسا کہ مولانا یعقوب خاں صاحب کی ان تقاریر سے ظاہر ہے جو گذشتہ دو تین اشاعتوں میں درج ہو چکی ہیں۔

ہم ان بھائیوں کی خدمت میں جو تائید دین کے اس عظیم الشان کام میں عملی حصہ لینے سے رُکے ہوئے ہیں، یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت امام وقت کے مندرجہ بالا الفاظ کو پوری توجہ سے پڑھیں اور اس بات پر غور کریں کہ تائید دین کا کام کس قدر بیش قیمت اور کتنے بڑے فائد کا موجب ہو سکتا ہے، اگر وہ اپنے اوقات کا ایک تھوڑا حصہ خدمتِ دین کے لئے وقف کر دیں، اپنے دوستوں، عزیزوں میں دین کی محبت کا جذبہ پیدا کرنے، سلسلہ احمدیہ کے متعلق غلط فہمیوں کو اُن کے دلوں سے دُور کرنے کے لئے روزانہ یا آٹھویں دن ہی انہیں کچھ نہ کچھ پہنچاتے رہیں تو موتیوں اور اشرفیوں سے بھری ہوئی کتنی جھولیوں سے بڑھکر ثواب عظیم حاصل کر سکتے ہیں۔

خود اللہ تعالےٰ نے اسی بات کا ذکر اپنے پاک کلام میں ان الفاظ میں فرمایا ہے ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ وعمل صالحًا وقال اننی من المسلمین، اس شخص سے بڑھکر بہترین بات کس کی ہو سکتی ہے جو اللہ تعالےٰ کی طرف بلاتا ہے، نیک اعمال بجالاتا ہے اور زبان حال سے کہتا ہے کہ میں اللہ تعالےٰ کا فرمانبردار ہوں، آج لوگ بڑے بڑے اعلےٰ امتحان پاس کر کے دنیوی عزت و وجاہت اور مال و دولت کے لئے کوششیں کرتے اور اسی میں عمریں صرف کر دیتے ہیں اور ان کا کمایا ہوا مال دنیا ہی میں رہ جاتا ہے لیکن وہ مال و دولت جو دنیا و آخرت دونوں میں کام آنے والی ہے وہ دعوت الی اللہ سے حاصل ہوتی ہے اور مسیح موعود کا ارشاد ہے کہ اس رستہ میں ایک ایک لفظ موتیوں اور اشرفیوں سے بڑھکر قدر و قیمت رکھتا ہے، خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس دولت کو حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھیں۔

اخبارِ احمدیہ!

وو کنگ مشن کے لئے دیگ کا عطیہ

ایمسٹرڈم (ہالینڈ) سے محترمہ ناصرہ طفیل (بیگم شیخ محمد طفیل صاحب) سکرٹری صاحب کی خدمت میں لکھتی ہیں کہ کچھ عرصہ ہوا میں نے پیغام صلح میں ووکنگ مشن کے لئے دیگوں کی تحریک پڑھی تھی، ایک دیگ کی قیمت میں ادا کروں گی، میں نے ووکنگ مشن سے دریافت کیا تھا انہوں نے قیمت تقریباً دو سو روپیہ بتائی ہے عنقریب یہ رقم آپ کو مل جائے گی"

اللہ تعالےٰ ہماری اس محترمہ بہن کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

منٹو صاحب کے لئے درخواست دعا۔

محترم میاں بشیر احمد صاحب منٹو کے متعلق قبل ازیں لکھا جا چکا ہے کہ وہ ہسپتال میں صاحب فراش ہیں۔ احباب کرام سے درخواست ہے کہ ان کی صحت کے لئے خاص طور پر دعائیں فرمائیں۔

ڈسپنسنگ کی ٹریننگ۔

وزیر آباد سے محترم ڈاکٹر وزیر احمد صاحب قریشی لکھتے ہیں:۔

" میں کچھ اپنے کام کو بڑھانا چاہتا ہوں۔ اگر کوئی میٹرک یا میٹرک تک پڑھے لکھے جماعت کے نوجوان ایسے ہوں جو ڈسپنسنگ کی ٹریننگ لینا چاہیں، اور نیز ایکس رے کی ٹیکنیشن کی ٹریننگ لے کر کام کرنے کے لئے تیار ہوں انہیں کام کرنے کے لئے پانچ سال کا معاہدہ کرنا ہوگا۔ ٹریننگ کے ایام میں ۱۰ سے روپیہ سے ۴۰/- روپیہ حسب لیاقت وظیفہ دیا جائے گا۔ ٹریننگ مکمل ہو جانے پر ۶۰ روپیہ ماہوار تنخواہ ملے گی۔ اور اگر وہ ڈسپنسر اور ٹیکنیشن کا امتحان بھی پاس کر لیں گے۔ تو انکو گورنمنٹ میں جو گریڈ مقرر ہیں۔ اصل تنخواہ کے دیئے جائیں گے۔ علاوہ ازیں فالتو وقت میں جو کام کریں گے۔ اس کی آمدنی کا نصف ان کو ملے گا۔ رہائش اور کھانے کا انتظام ان کو آپ کرنا ہوگا۔

ایسے آدمیوں کے بارے میں جماعت کے کسی بزرگ یا سربراہ کی ضمانت ضروری ہوگی"۔ امید ہے جماعت کے نوجوان جو اس لائن میں کام کرنا چاہیں ڈاکٹر صاحب کے پاس۔

خواتین وزیر آباد کا جلسہ

وزیر آباد سے محترمہ فاطمہ حکیم رقمطراز ہیں:۔

۲۸ جولائی کو خواتین احمدیہ انجمن اشاعت اسلام وزیر آباد نے اپنا پہلا جلسہ منعقد کیا تھا جس میں قریباً تمام نوجوان بچیوں نے حصہ لیا اور سب نے آیندہ زیادہ اچھی طرح تیار ہونے کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد ۲۵ اگست کو ہمارا دوسرا جلسہ ہوا جس میں محترمہ زمرد یوسف صاحبہ بی اے نے تلاوت قرآن حکیم سے جلسہ کی ابتدا کی۔ محترمہ صنوبر صاحبہ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں سے ان امور پر روشنی ڈالی جو روزمرہ کے چھوٹے چھوٹے کاموں سے تعلق رکھتے ہیں۔ محترمہ یوسف صاحبہ نے ایک مقالہ پڑھا جس میں انہوں نے زور دیا کہ ہمیں نیک کاموں کی طرف اپنا قدم بڑھانا چاہیئے کیونکہ ہماری بقا اسی میں ہے۔ اور اگر نیکی کے لئے ہماری کوشش چھوٹی بھی ہوگی۔ تو وہ بڑے بڑے نتائج پر منتج ہو سکتی ہے لہٰذا کوشش کر کے اچھے رجحانات کو اپنانا چاہیئے۔

(باقی برصفحہ کالم ۳)

جماعت ربوہ سے علیحدگی

کچھ دن ہوئے ہم نے جماعت ربوہ کے ایک شخص محمد صدیق کی فسخ بیعت کا اعلان درج کرتے ہوئے لکھا تھا کہ خلیفہ صاحب ربوہ کے عدالتی بیان نے ان کی جماعت کے کئی فہمیدہ اصحاب کو اُن سے منحرف کر دیا ہے اس پر ربوائی پریس میں ایک طوفانی محشر بپا ہو گیا اور کئی مضامین اس پر لکھے گئے کہ خلیفہ صاحب کا عدالتی بیان اُن کے سابقہ عقائد کے عین مطابق ہے اور یہ مطالبہ کیا گیا کہ پیغام صلح ایسے لوگوں کے نام پیش کرے جو اس عدالتی بیان کی وجہ سے منحرف ہو رہے ہیں افسوس کہ منحرف ہونے والوں میں کئی ایسے لوگ ہیں جو اپنی مجبوریوں کی وجہ سے اس انحراف کو ظاہر نہیں کرنا چاہتے تاہم کوئی نہ کوئی جرأت مند انسان ایسا بھی نکل آتا ہے جو حق بات معلوم ہونے پر اعلان سے دریغ نہیں کرتا، ذیل کا خط اسی کی ایک مثال ہے جو حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں موصول ہوا ہے

"بخدمت جناب حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں مدت سے احمدیہ جماعت میں داخل ہوا ہوں مگر بدقسمتی سے خلیفہ ربوہ کے ساتھ تعلق رکھتا تھا۔ اب ۱۹۵۳ء سے جب خلیفہ صاحب ربوہ نے عدالت میں اپنا عقیدہ بیان کیا وہ وہی تھا جو لاہور کی جماعت رکھتی ہے۔ نیز خلیفہ صاحب پر متواتر الزامات لگنے کی وجہ سے اکثر احمدی بے دل ہو چکے ہیں ایک عقیدہ بدل دیا دوسرا اعمال پر شبہات کی وجہ سے میں آج ربوہ کی جماعت سے علیحدگی کا اعلان کرتا ہوں اور ان سے اپنی بیعت کو منسوخ کر کے آپ کی جماعت لاہور میں شامل ہوتا ہوں۔ اس لئے اخبار پیغام صلح میں میرا بیعت نامہ جو ہو شائع فرما کر ممنون فرمائیں ... اور دیگر ربوہ جماعت ... دعا فرمائیں کہ حق پر آ کر قائم رہیں ... والسلام ... پشاوری شیخ عنایت اللہ ولد شیخ میاں ... بازار پشاور محلہ کشمیری نو متصل کوہاٹی دروازہ پشاور شہر

انسپکٹر آف سکولز لاہور کی چٹھی

مرزا خلیل الرحمان صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول ... کے نام انسپکٹر آف سکولز لاہور کی طرف سے ذیل کی چٹھی موصول ہوئی ہے:۔

مائی ڈیر خلیل!

آپ کو اس امر کی اطلاع دیتے ہوئے مجھے نہایت خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ کہ کمشنر لاہور ڈویژن اور ڈپٹی کمشنر لاہور جنہوں نے جدوجہد آزادی کی صد سالہ یادگار کے موقعہ پر آپ کے سکول میں اور آپ کے

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے اُن کے نمبر خریداری اور چندہ جو اُن سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے۔ بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے۔ اس بقایا کو شامل کر کے ان کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اُٹھانا پڑے۔ بہرصورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست دیکھ لیں کہ آیا اس میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں، اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۵ راکتوبر ۱۹۵۷ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے۔ اگر ۵ راکتوبر ۱۹۵۷ء تک اُن کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی، تو ۱۰ راکتوبر ۱۹۵۷ء کو ان کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کر دیا جائے گا جس کا چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہو گا ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اُٹھانا پڑے گا۔ جو ان کے چندہ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہو گا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر خریداری نیچے دیا گیا ہے۔ چٹ پر سُرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے۔

(منیجر پیغام صلح لاہور)

سالم چندہ

نمبر	رقم	نمبر	رقم
۱۱	۶	۲۸۹	۱۲
۲۵	۶	۳۰۶	۲۴
۴۷	۶	۳۶۴	۶
۵۵	۶	۳۷۰	۶
۶۲	۶	۳۸۶	۶
۷۳	۶	۴۱۵	۶
۸۸	۶	۴۴۳	۶
۹۳	۳۶	۴۸۱	۶
۱۵۷	۶	۶۰۹	۴
۱۷۲	۶	۶۱۵	۶
۲۳۱	۶	۶۲۴	۶
۲۳۲	۶	۶۴۵	۶
۲۳۴	۱۸	۶۵۱	۶
۲۴۳	۶	۶۶۹	۶
۲۷۶	۶	۷۰۶	۱۲
۲۷۷	۶	۷۱۰	۶
۲۷۸	۶	۷۲۸	۴
۲۸۲	۶	۷۶۰	۶
۲۸۳	۶		

نمبر	رقم	نمبر	رقم
۷۹۴	۶	۲۰۰۸	۶
۷۶۵	۶	۲۰۰۹	۶
۹۳۲	۶	۲۰۱۵	۴
۹۷۶	۶	۲۰۳۲	۳
۹۸۸	۳	۲۰۳۳	۶
۹۹۰	۴	۲۰۳۶	۶
۹۹۱	۶	۲۰۳۷	۴
۹۹۲	۶	۲۰۳۸	۶
۱۰۱۲	۶	۲۰۴۷	۶
۱۰۱۳	۶	۲۰۴۹	۳
۱۰۴۱	۶	۲۰۵۰	۳
۱۰۵۰	۶	۲۰۵۳	۳
۱۰۶۱	۶	۲۰۵۵	۳
۱۰۶۵	۶	۲۰۵۷	۶
۲۰۰۶	۶		

رعایتی

نمبر	رقم	نمبر	رقم
۷۶۹	۶	۹۰۰	۱۲
۷۹۲	۴	۹۱۶	۶
۸۰۷	۶	۳۸۴	۳
۸۵۷	۴	۹۲۳	۳
۸۸۲	۶		

اخبار احمدیہ بسلسلہ صفحہ ...

اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرنا چاہیئے کہ ہم اس کے حصہ دار بننے سے رہ جائیں۔ محترمہ رشیدہ حکیم صاحبہ نے بھی اسوۂ رسولؐ کی چیدہ چیدہ و برگزیدہ مثالیں پیش کیں۔ محترمہ ثریا نواب دین صاحبہ نے خدمت الدین کے متعلق ارشادات مسیح موعود پڑھ کر سنائے چھوٹی سی ریحانہ رحمٰن نے "جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہے" کے عنوان سے آنحضرت صلعم سے متعلق ایک کہانی زبانی سنائی سلیمہ حلمی اور دوسری چھوٹی بہنوں نے دُرِ ثمین سے نعتیں سنائیں اور سب سے آخر میں خاکسار نے تمام ...

(بقیہ کالم نمبر اول)

زیبا تمام منعقد ہونے والے کیمپ فائر کی صدارت فرمائی تھی۔ انہوں نے اس تقریب کی نمایاں کامیابی اور آپ کی کوششوں کو بہت سراہا ہے۔ یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ کہ حیرت انگیز انتظامات کے علاوہ جلسے کی تمام فضا اور بچوں کا ڈسپلن بھی واقعی قابل تحسین تھا

مہربانی کر کے میری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیے اور اپنے سکول کے اساتذہ اور طلباء کو بھی مبارکباد پہنچا دیجئے جن کے تعاون سے یہ تقریب کامیاب ہوئی۔

ایم۔ آئی۔ ربانی

دستخط انسپکٹر آف سکولز۔ لاہور

معرفت الٰہی اور اخلاقیات کی بنیاد توحید الٰہی ہے

نظامِ کائنات کی وحدت تمام برکات کا موجب ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۵۷ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

قل ھو اللہ احد - اللہ الصمد - لم یلد ولم یولد - ولم یکن لہ کفوًا احد

(سورۃ اخلاص)

قرآن کریم کی آخری سورت

یہ سورت جیسا کہ آپ جانتے ہیں قرآن شریف کی آخری سورت ہے۔ یوں تو اس کے بعد دو سورتیں ہیں، لیکن قرآن کریم کا متن اسی سورت پر ختم ہو جاتا ہے اور بعد کی دو سورتیں جن کو معوذتین کہتے ہیں وہ تو استغفار کا رنگ رکھتی ہیں جس طرح اسلام نے ہر کمال کے حاصل ہو جانے کے بعد استغفار کا حکم دیا ہے اسی طرح قرآن کریم کے اختتام پر بھی سورۃ فلق اور سورۃ الناس بطور استغفار کے رکھی ہیں حقیقت میں قرآن کریم کی آخری سورۃ قل ھو اللہ احد ہی ہے۔

سورہ اخلاص میں تعلیم اسلام کا نچوڑ

اس صورت کے اندر اسلام کی ساری تعلیم کا نچوڑ رکھ دیا ہے، وہ تعلیم جو اسلام کی اصل حقیقت ہے، جس پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے وہ اللہ تعالےٰ کی توحید اور اس کی ذات و صفات کی معرفت حاصل کرنا ہے، الہامی کتابوں میں سے صرف قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے، جس میں توحید کی اشرف ترین تعلیم پائی جاتی ہے، اس کے پڑھنے سے اس مضمون کی حد و نہایت ختم ہو جاتی ہے، توحید الٰہی پر جتنا قرآن کریم نے زور دیا ہے اس سے بڑھ کر زور نہیں دیا جاسکتا۔

توحید میں کائنات کی وحدت

یہ زور اس لئے دیا گیا ہے کہ توحید ہی کے اندر کائنات ہے اور کائنات کے اندر وحدت ہے الٰھکم فی السماء والٰھکم فی الارض تمام آسمان اور زمین کا خدا ایک ہے۔ اگر زمین خزانے پیدا کرتی ہے تو آسمان کی مدد کے بغیر نہیں کرسکتی، آسمان سے فیوض زمین پر آتے ہیں، دولت آسمان پیدا کرتا ہے، جس قدر کارخانے دنیا میں چلتے ہیں پٹ سن کا کارخانہ ہو یا اونی کپڑے یا کوئی اور صنعتیات کا کارخانہ ہو، آسمان ہی کی فیض رسانی سے چلتے ہیں والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع آسمان اپنے فیوض بھیجتا ہے تو زمین خزانوں کو لے کر پھٹتی ہے آسمان اور زمین دونوں ہی انسان کے لئے رزق اور دولت پیدا کرنے کا باعث ہیں۔ اور ان دونوں پر ایک ہی ذات کی حکمرانی ہے۔

خدا ایک ہے - بدی کا کوئی خدا نہیں

فرمایا قل ھو اللہ احد جن کو اللہ کی تلاش ہے ان سے کہدو کہ زمین اور آسمان کا بادشاہ ایک ہے والٰھنا والٰھکم واحد قوموں میں بھی اعلان کر دو کہ تمہارا اور ہمارا خدا ایک ہے خدا دو نہیں جیسے ایران کے مجوسیوں نے دو خدا بنا رکھے ہیں ایک اہرمن اور دوسرا یزدان، ایک بدی کا اور دوسرا نیکی کا خدا - حالانکہ بدی تو انسان کی کوتاہی اور حد سے تجاوز کا نتیجہ ہے،

بدی مقررہ قوانین سے تجاوز کا نتیجہ ہے

آگ ہمارے لئے کس قدر مفید ہے، آگ کے بغیر دنیا کا کوئی کام نہیں چل سکتا، روٹی تو ایک طرف رہی، کوئی کارخانہ کوئی ریل گاڑی، کوئی جہاز آگ کے بغیر نہیں چل سکتا، لیکن وہی آگ جب اس کے متعلق بے احتیاطی سے کام لیا جائے تو ہاتھ کو بھی جلا دیتی ہے کارخانوں کو بھی جلا دیتی ہے اور مکان کو بھی جلا دیتی ہے دنیا اس کے بغیر نہیں چل سکتی لیکن انسان اپنی بیوقوفی کی وجہ سے نقصان اٹھاتا ہے یہ کسی دوسرے خدا کے حکم سے نہیں ہوتا، خدا ایک ہی ہے اس نے ہر چیز کے استعمال کے لئے کچھ قوانین مقرر کر رکھے ہیں جب انسان ان قوانین سے تجاوز کر جائے تو ظاہر ہے کہ نقصان اٹھانا پڑے گا۔

ایک سے زیادہ خدا فساد کا موجب ہوتے ہیں

پس خدا دو نہیں تو قال اللہ لا تتخذوا الٰھین اثنین۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ دو خدا مت بناؤ ولا تقولوا ثلٰثۃ تین خدا بھی نہیں، تین نہیں کرو بھی نہیں، یہ برکات سماوی و ارضی جو ہر روز ہمارے مشاہدہ میں آرہی ہیں ایک ہی خدا کی برکات ہیں ما اتخذ اللہ من ولد وما کان معہ من الٰہ اذا لذھب کل الٰہ بما خلق ولعلا بعضھم علٰی بعض سبحٰن اللہ عما یصفون۔ ترجمہ:- خدا نے کسی شخص کو اپنا بیٹا نہیں بنایا اور نہ ہی کوئی شخص اس کا شریک سلطنت ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر ایک خدا اپنی اپنی مخلوق کو علیحدہ لے بیٹھتا اور ضرور تھا کہ وہ ایک دوسرے پر چڑھائی کرتے اور اس طرح کائنات میں فساد رونما ہوتا، خدا میں اس قسم کی ناقص صفات نہیں ہوسکتیں وہ ان عیوب سے پاک ہے۔ لو کان فیھما اٰلھۃ الا اللہ لفسدتا اگر اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی اور خدا ہوتا تو زمین و آسمان میں فساد ہو جاتا، لیکن ایک خدا کے ہونے سے بربادی نہیں آتی، تمام دنیا کا نظام ایک ہی طرح چلتا ہے ایک نظام کے اندر برکات ہیں اس سے ثابت ہوا کہ اس کارخانہ کا چلانے والا ایک ہی ہے۔

صمد کے معنے

وہ اللہ ساری کائنات کا خالق اور موجد ہے وہ الصمد بھی ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ما الصمد یا رسول اللہ یا رسول اللہ صمد کے کیا معنے ہیں فرمایا الصمد الذی یصمد الیہ فی الحوائج۔ صمد اس بادشاہ کو کہتے ہیں جس کی ساری کائنات محتاج ہے اور ساری کائنات کا وہ حاجت روا ہے۔ پھر لغات میں اس کے معنے لکھے ہیں الصمد السید الذی یصمد الیہ فی الامر۔ امام راغب نے بھی یہی معنے کئے ہیں تو لغات کی رو سے جو معنے ہیں وہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے ہیں، وہی امام فخر الدین رازی نے اور وہی علامہ زمخشری نے کئے ہیں، اُردو میں لوگ اللہ الصمد کے معنے کرتے ہیں اللہ بے نیاز ہے اس میں لفظ صمد کا مفہوم نہیں آتا۔

صمدیت میں ربوبیت الٰہی

تو اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کی ربوبیت کا اظہار اس میں مقصود ہے جب تک اس کی رحمت و کرم کا چشمہ پھوٹتا ہوا نظر نہ آئے، اس وقت تک اس کی صمدیت ظاہر نہیں ہوتی، کتنی بڑی اس کی رحمت ہے اور کتنا بڑا اس کا کرم ہے، زمین کے اندر بے شمار جانور ہیں، حیوانات، چرند، پرند، جس قدر ہیں سب کی خوراک کا انتظام موجود ہے، جس قدر سمندروں اور دریاؤں میں مخلوق ہے سب کے لئے خوراک اس نے مہیا کر رکھی ہے، تمام مخلوقات کے حوائج، ان کے نشو و نما ان کی رہبری اور ترقی کے سامان کرنیوالا صمد ہے۔

ابتدائی اور آخری آیات کا ایک ہی مضمون

اس مضمون کو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کی ابتداء میں بھی بیان کیا ہے فرمایا الحمد للہ رب العٰلمین خدا وہ ہے جو رب ہے تمام کائنات کا، درندوں، چرندوں، اجرام فلکی، سب کا وہی رب ہے، کس قدر کمال ہے جس مضمون سے ابتدا کی، اسی کو آخر میں بیان کیا آج کوئی بیسویں صدی کا اعلےٰ درجہ کا مصنف ہو تو وہ شاید ایسا کر سکے کہ ایک کتاب کا مضمون شروع کرکے

آخر تک سنے جاتے۔ لیکن یہ تو چودہ سو سال پہلے کی کتاب ہے جب تصنیف و تالیف کا سلسلہ ہی نہ تھا۔

تعلیمات اسلام کی بنیاد

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سورۃ کا نام سورۃ اساس بھی ہے کیونکہ ساری تعلیمات کی بنیاد توحید الٰہی پر ہے، یہ سورت اسلام کی بنیاد ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت کی بنیاد ہے، یہ بنیاد ہے تمام اخلاقیات کی، کس قدر خوبصورتی کے ساتھ مضمون کو ادا کیا گیا ہے کہ خالق کے سوائے عبادت کے لائق کوئی نہیں، وہ الصمد ہے جس طرح موجد کے لئے بہت بڑا علم چاہیئے ویسے ہی خالق کے لئے اپنی مخلوق کا علم ہونا ضروری ہے خلق کل شیٔ وھو بکل شیٔ علیم اس کو مخلوق کے ذرہ ذرہ کا علم ہے، اور ان کی حاجات و ضروریات کو وہ خوب جانتا اور ان کو پورا کرنے کے سامان کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا کمسریٹ کبھی ختم ہونیوالا نہیں

کمسریٹ کا کام کس قدر مشکل ہے کہتے ہیں مثلر کا کمسریٹ جب ختم ہو گیا تو اس کا ایک بازو کانپتا تھا وہ اسے بند رکھتا تھا، لیکن پھر بھی وزراء کی مجلس میں آنا پڑتا تھا اور جب وہ آتا تھا تو اس کا بازو کانپتا تھا کمسریٹ کے ختم ہو جانے سے بادشاہت ختم ہو جاتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا کمسریٹ کبھی ختم نہیں ہوتا، وہ فرماتا ہے وان من شیٔ الا عندنا خزائنه وما ننزله الا بقدر معلوم ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس موجود ہیں اور ہم بقدر ضرورت ہی ان کو اتارتے ہیں۔

حکمرانی اور معبودیت کے لائق خالق ہی ہو سکتا ہے

کتنا بڑا علم چاہیئے الصمد کے لئے، دنیا کے لئے سامان معیشت بہم پہنچانا، ربوبیت کا سامان کرنا استعدادوں کے نشوونما کا بندوبست کرنا کتنا بڑا کام ہے جس کا اندازہ لگانا مشکل ہے یہ خالق کا کام ہے، جو خالق نہیں وہ بے علم ہے اس کی پرستش نہیں ہو سکتی، جو ربوبیت نہیں کر سکتا استعدادوں کو نشوونما نہیں دے سکتا وہ معبود نہیں ہو سکتا له الخلق وله الامر۔ اس نے پیدا کیا اور اسی کی حکومت ہے، جس کی تخلیق نہیں اس کی حکومت بھی کوئی نہیں۔

حضرت عیسیٰ خالق اور معبود نہیں ہو سکتا

عیسیٰ نے کوئی ایجاد نہیں کی، کوئی پیدائش اس کی نہیں اس لئے وہ معبود نہیں ہو سکتا۔ ایک جگہ حضرت عیسیٰ کی ماں کے متعلق فرمایا وامه صدیقة كانا یاکلان الطعام وہ صداقت شعار تھیں اور وہ دونوں ماں بیٹا روٹی کھایا کرتے تھے۔ روٹی کون کھاتا ہے جس کا جسم تباہ ہو رہا ہو اس کو بھوک لگتی ہے اور وہ روٹی کھاتا ہے، حضرت عیسیٰ نے انا جیل میں روٹی کا بہت ذکر کیا ہے ایک جگہ ہے، کہ اپنے شاگردوں کو انہوں نے روٹی لانے کے لئے شہر بھیجا، ایک اور جگہ ہے کہ سامری عورت کو پانی پلانے کے لئے کہا، اس نے کہا حضور آپ تو یہودی ہیں، میرے ہاتھ سے پانی کیسے پی سکتے ہیں لیکن محتاجی بری چیز ہے۔ جب بھوک اور پیاس ہو تو تمام قواعد ختم ہو جاتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک انجیر کے درخت کے پاس دوڑے ہوئے گئے، سردیوں میں انجیر کے درخت کو پھل نہیں لگتا۔ لیکن بھوک بری بلا ہے۔ انہوں نے خیال کیا شاید کوئی گلا سڑا پھل رہ گیا ہو، لیکن وہاں جا کر دیکھا تو .... کچھ بھی نہ تھا۔ اس لئے غصہ میں آ کر اس پر لعنت بھیجی غرض حضرت عیسیٰ اور اس کی ماں روٹی کھایا کرتے تھے اس لئے وہ معبود نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ خود مخلوق ہیں اور مربوب ہیں، خدا تو الصمد ہے وہ تو دوسروں کی حاجات کو پورا کرتا ہے، چہ جائیکہ خود روٹی کا محتاج ہو۔

مسیحی الوہیت کا چوتھا اقنوم

عیسائیت نے الوہیت کے تین اقنوم مانے ہیں، خدا باپ، خدا بیٹا، خدا روح القدس۔ لیکن قرآن کریم نے امه صدیقة كانا یاکلان الطعام کہکر یہ بات بھی ظاہر کی ہے کہ عیسائی حضرت مریم کو بھی معبود مانتا ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں یہ بات مسیحی عقائد میں شامل ہو چکی ہے۔ کوئی دو سال ہوئے پوپ نے تمام رومن کیتھولک بشپوں اور کلیسا کے بڑے بڑے عہدیداروں کو جمع کر کے اعلان کیا کہ آج سے ہمارا یہ مذہب ہو گا کہ مریمؑ بھی آسمان پر زندہ موجود ہیں، اسی لئے قرآن کریم نے كانا یاکلان الطعام کہکر بتایا تھا کہ مریمؑ بھی پرستش کے قابل نہیں۔

خدا مرنیوالا نہیں اسلئے اس کا بیٹا نہیں ہو سکتا

آگے تفصیل فرمائی لم یلد اللہ تعالیٰ نے کوئی بیٹا نہیں جنا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کا بیٹا ہو وہ مرجاتا ہے، تمام پیغمبر مر گئے، بادشاہ مر گئے، بڑے بڑے ڈاکٹر اور حکیم چل بسے، جس کو اپنا کوئی وارث بنانا ہو وہ بیٹے کی تمنا کرتا ہے، پیغمبر بھی دعائیں دیتا ہے کہ ایک لڑکا ہو، یہ کس لئے؟ اسی لئے کہ وہ خود مرنیوالا ہے انگلستان میں تین لڑکے میرے پاس مسجد ووکنگ میں آیا کرتے تھے، وہ سینڈہرسٹ کالج میں پڑھا کرتے تھے، ان میں ایک سکندر مرزا (موجودہ صدر پاکستان) تھے، دوسرے فتح جنگ کے نواب سر محمد نواز تھے اور تیسرے کروائی کے نواب سرور علی خاں تھے۔ نواب کروائی نے سنایا کہ چھوٹی عمر میں ہی ان کے باپ فوت ہو گئے تھے، ان کی تربیت کے لئے ایک میم مقرر کی گئی اس نے دوران تربیت میں ایک دن ان سے کہا کہ عیسےٰ خدا کا بیٹا ہے، انہوں نے کہا اس کا باپ کب مریگا میم نے کہا اس کا باپ نہیں مر سکتا، امیر سرور علی خاں بولے کہ پھر اس کو گدی بھی نہیں مل سکے گی اس جواب کو سن کر میم حیران و ششدر رہ گئی۔

یہی بات قرآن کریم نے کہی ہے لم یلد خدا کا کوئی بیٹا نہیں کیونکہ اس کو اپنی گدی کے لئے کسی وارث کی ضرورت نہیں، وہ ہمیشہ زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔

پیدا ہونے والا خدا نہیں ہو سکتا

ولم یولد وہ پیدا بھی نہیں ہوا کیونکہ وہ جو پیدا ہوتا ہے وہ عدم سے وجود میں آتا ہے اور پھر مر کر عدم کے بطن میں چلا جاتا ہے۔ تمام جاندار جن کے ہاں بچے پیدا ہوتے ہیں وہ موت کا شکار ہوتے ہیں۔

معبود کی صفات

ان چند الفاظ میں وہ صفات بھی بیان کر دیں جن میں معرفت ہے اور مشرکین پر زجر ہے اور ان صفات کا ذکر بھی کر دیا ہے جو معبود میں نہ ہونی چاہئیں اور جس ہستی میں وہ صفات ناقصہ پائی جاتی ہوں وہ معبود نہیں ہو سکتی

پہلی اور آخری سورت

یہ کس قدر کمال کی سورت ہے، ایک چھوٹی سی سورت میں اتنے مذاہب کا رد کر دیا۔ کتنی خوبیاں اس میں ہیں، سورت فاتحہ کے آخر میں بھی ولا الضالین میں نصاریٰ کا ذکر ہے گویا پہلی سورت میں بھی نصاریٰ کے فتنہ سے بچنے کے لئے دعا ہے اور آخر میں بھی نصاریٰ ہی کا رد ہے، یہ دونو سورتیں تمام مسلمان بچے جب نماز سیکھتے ہیں تو ان کو یاد کرتے ہیں، کیونکہ ہر ایک سورت میں خدا کی ہستی اور اس کی ذات و صفات کی معرفت کا ذکر ہے اور ہر ایک میں شرک کی تردید کی ہے۔

فتنہ دجال

میں دو تین دن ہوئے مری سے آیا ہوں۔ میں نے وہاں دیکھا کہ بے شمار پادری آئے ہوئے ہیں آسٹریلیا سے کبھی تبلیغ مسیحیت کے لئے پادری نہیں آئے تھے اب آسٹریلیا سے بھی آ گئے، اسی طرح میدانی علاقوں کا حال ہے۔ اس سے ظاہر ہے فتنہ دجال اس زمانہ میں بہت زور سے پھیلنے والا تھا اسی فتنہ کو مدنظر رکھ کر پہلی اور آخری سورت میں ایک مسلمان کو اس سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے، حدیثوں میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دجال کا فتنہ بڑا خطرناک ہوگا۔ اس کے آگے اور پیچھے روٹیوں کا گڈا ہو گا اور وہ ہر طرح سے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرے گا۔

مسیح موعود کی طرف سے فتنہ دجال کا علاج

حضور صلعم کو دکھایا گیا کہ اس خطرناک فتنہ کے وقت مسیح موعود آئے گا اور وہ صلیب کو توڑ پھوڑ دے گا، اس نظارہ کو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا

(باقی ۱۰ پر)

نوجوانوں سے خطاب

ایک امانت

محترم چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

(۶)

معاند نمبر ۳

یہ غلام احمد پرویز اور اَلَّذِیْنَ مَعَهٗ ہیں

ماموران الٰہی کی مخالفت

تاریخ انسانی میں جب جب انسانوں کے گروہ انسانیت سے معرا ہوئے۔ اور اصل سرچشمۂ ہدایت سے بُعدِ زمانی کی وجہ سے دُور ہوتے چلے گئے۔ اور فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ کے اصول کے ماتحت ان کی قلبی اور ذہنی کیفیت دگرگوں ہوتی اور دنیا میں فسق و فجور کا عام ظہور ہوا تب ہی کسی نہ کسی آدم کا دنیا میں ظہور ہوا۔ اُس آدم نے گری ہوئی انسانیت کو اُٹھایا۔ اس کو شرف اور عظمت بخشی، اس کے اخلاق سدھارے اور روٹھے ہوئے انسانوں کو پھر خدا سے ملایا۔ انکے مقابل پر کچھ لوگ تو نیک نیتی سے ان کی تعلیمات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اُن سے علیحدہ رہے۔ مگر بعض سرکش اور متمرّد عناصر ایسے بھی مقابل پر آئے جو اپنی فضیلت اور کبریائی کے ادعا کی وجہ سے اُن کے سامنے نہ جھک سکے اور جب اُن سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے ہمیشہ اپنی برتری اور فوقیت کو ملحوظ رکھ کر اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ کا وطیرہ اختیار کر لیا اور کھُلم کھُلا انکار کرنے کی وجہ سے وہ بارگاہ الٰہی میں تقرب حاصل نہ کر سکے۔

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ؁ میں یہی حقیقت بیان کی گئی ہے۔

بعینہٖ یہی حال اس معاند نمبر ۳ کا ہے۔ اس زمانے کے مامور کی تصنیفات اس کے ذوقِ سلیم پر گراں گزرتی ہیں۔ اور اس کی محرومی کا سبب یہ ہے کہ اسکو اپنے قلم پر بڑا ناز ہے۔ جب کبھی اس نے تحریک احمدیت کا ذکر کیا ہے اس کی تحریر سے ہمیشہ تحقیر اور تمسخر کا لاوا اُبل پڑتا ہے۔ یہ رعونت اس کے راستے میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ ہمیں اعتراف ہے کہ اس نے اپنی زندگی کا بہتر حصہ مطالعہ قرآن میں صرف کیا ہے۔ اور یہ صحیح ہے جو کوئی بھی قرآن کا مطالعہ کرے گا۔ وہ لازماً اس سے مستفیض ہو گا۔

تعلیمات قرآنی کے اصل علمبردار ہم ہیں

ہماری یہ مسرت اس لئے بھی زیادہ ہے۔ کہ ہم خوب سمجھتے ہیں۔ کہ اسلامی دنیا میں اس زمانہ میں پہلا وہ شخص جس نے ارباب علم کی توجہ قرآن کی طرف مبذول کرائی۔ وہ ہمارا امام مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تھا۔ مسلمانوں کے مدارس میں تمام دینی علوم پڑھائے جاتے تھے۔ احادیث کی تعلیم دی جاتی تھی۔ فقہ کے درس بھی سنائے اور پڑھائے جاتے تھے۔ ......

....

...... تاریخ اور ادب پر بھی لیکچر ہوتے تھے لیکن اگر کسی چیز کا خانہ خالی تھا تو وہ قرآن کریم کا تھا۔ علماء نے قرآن کریم کو خوبصورت جزدانوں میں لپیٹ کر طاقِ نسیان پر رکھ چھوڑا تھا۔ ہاں کبھی کبھی کچہریوں میں ججوں و مجسٹریٹوں کے سامنے حلف لینے کے لئے قرآن کو جزدانوں سے نکال کر سر پہ اٹھا لیا جاتا تھا۔

علمائے اسلام میں پہلا وہ شخص جو قرآن کا منادی بن کر سامنے آیا وہ مرزا غلام احمدؐ قادیانی ہے۔ اس نے عیسائیوں سے۔ ہندوؤں سے اور دیگر مذاہب کے متبعین سے مناظرے کئے جہاں مخالفین میدانِ مناظرہ میں بے شمار کتب لاد کر لاتے، وہاں یہ پہلوان صرف قرآن کریم کو ہاتھ میں لیکر نکلتا۔ اور اسی ایک حربہ سے حریفوں کو چاروں شانے چت گرا دیتا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے مناظروں کی ہیئت بدل ڈالی، اور صرف مدافعت پر قناعت نہ کی بلکہ قرآن کریم کی شمشیرِ خارا شگاف ہاتھ میں لیکر ایسے جارحانہ حملے کئے۔ کہ ہر میدان میں دشمن کو مار بھگایا۔ اس مرد میدان نے اہل مذاہب کے سامنے یہ گُر رکھا کہ جو دعوے کرو اس کا ثبوت بھی اپنی الہامی کتاب سے پیش کرو۔ اس گُر کا جب اعلان ہوا۔ تو تمام مذاہب عاجز آ گئے۔ اور ان کی کتابیں سرنگوں ہو گئیں۔ ہونا یہ تھا کہ کتابیں خاموش تھیں اور ان کے وکلاء اپنی طرف سے اس کے ثبوت دیتے تھے مگر قرآن کریم خود دعوے بھی بیان کرتا ہے اور خود ہی ثبوت بھی دیتا ہے۔

قرآن کا عشق

مرزا غلام احمد اس زمانے کا ایک مرد مجاہد ہے کہ جس نے جہاں حمد اور نعت کے گیت گائے۔ وہاں اُس نے قرآن کریم کی شان میں ایسے عظیم الشان قصائد لکھے۔ جن کی نظیر باقی اسلامی لٹریچر میں کم ملتی ہے۔ دیکھئے کس جذبۂ عشق سے فرماتے ہیں ؎

جمال و حُسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
بہارِ جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اُس سا کوئی بستاں ہے
ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرارِ لاعلمی
سخن میں اسکی ہمتائی کہاں مقدورِ انساں ہے
خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے

اور کہیں یوں بھی نغمہ سرائی کی ہے:۔

"نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اُجلا نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مُرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا
یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیّا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفان کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا
پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے قرآں
پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا"

اور یوں بھی:۔

"شکر خدائے رحماں جس نے دیا ہے قرآں
غنچے تھے سارے پہلے اب گُل کھلا یہی ہے
دیکھی ہیں سب کتابیں مجمل ہیں جیسی ذاہیں
خالی ہیں ان کی قابیں خوانِ ہدیٰ یہی ہے
اس نے خدا ملایا وہ یار اس سے پایا
راتیں تھیں جتنی گزریں اب دن چڑھا یہی ہے
کہتے ہیں حُسنِ یوسف دلکش بہت تھا لیکن
خوبی و دلبری میں سب سے سوا یہی ہے
یوسف تو سُن چکے ہو اک چاہ میں گرا تھا
یہ چاہ سے نکالے جس کی صدا یہی ہے
دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چُوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے"

اور پھر یوں بھی:۔

"ایں صفتہاست خاصۂ فرقاں
ہر اصولش موثق از برہاں
آفتاب رہِ صواب است ایں
بخدا بہ ز آفتاب است ایں"

اور یہ وجد میں لانے والی لَے بھی اسی کی ہے:۔

....

"از نورِ پاکِ قرآں صبحِ صفا دمیدہ
بر غنچہ ہائے دلہا بادِ صبا وزیدہ
ایں روشنی و لمعاں شمس الضحیٰ ندارد
ویں دلبری و خوبی کس در قمر ندیدہ
از مشرقِ معانی صدہا دقائق آورد
قدِ ہلال نازک زاں نازکی خمیدہ
کیفیتِ علومش دانی چہ شان دارد
شہدیست آسمانی از وحیِ حق چکیدہ
آں نیّرِ صداقت چوں رو بعالم آورد
ہر بومِ شب پرستے در کنجِ خود خزیدہ
اے کانِ دلربائی دانم کہ از کجائی
تو نورِ آں خدائی کیں خلق آفریدہ"

غرضیکہ قرآن کریم کی محبت سے بھرے ہوئے اشعار اسی قسم کے سینکڑوں ہیں۔ ہم بخوف طوالت انہی چند اشعار پر اکتفا کرتے ہیں۔ آپ کے تمام اقوال اور اعمال قرآن کریم کی اطاعت سے پھوٹتے خود ہی ارشاد فرماتے ہیں ؎

یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

ہر احمدی کو قرآن سے عشق ہے اور وہ اسی کو اصل سرچشمہ ہدایت سمجھتا ہے۔ اس لئے جب ہم معاذ نمبر ۳ کا تصور کرتے ہیں، تو بے اختیار پکار اٹھتے ہیں ؎

اے گل با تو خرسندم
تو بوئے کسے داری

پرویز کی رائے ہمارے متعلق

مگر ہم پرویز سے پوچھتے ہیں۔ کہ کیا اس نے بھولے سے بھی کبھی ہماری خدمات اسلامی اور عشق قرآن کا اعتراف کیا ہے۔

اس کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس دنیا میں ہماری جماعت کو وہ سب سے زیادہ حقیر اور ذلیل سمجھتا ہے۔ ہاں خود درس قرآن دینے سے قبل بیان القرآن مصنفہ حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کا ضرور مطالعہ کر لیتا ہے۔ اس سے پورا پورا استفادہ بھی حاصل کرتا ہے۔ اور ناشکر گذاری اور احسان ناشناسی کا ثبوت دیتے ہوئے اس کی عبارتوں کو چٹکی بھی اڑا دیتا ہے، یہ وہ جرأت ہے جو اس ملک میں کسی اور ادیب نے نہیں کی۔ ان چٹپٹی عبارتوں کے عوض حضرت مولانا مرحوم کو پنجاب یونیورسٹی نے انعامات بھی دئیے یہ وہ سعادت ہے جس سے ہمارا معاند بھی متمتع نہ ہوا۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

قرآن کریم کے متعلق ہمارا نقطۂ نگاہ

(۱) تحریک احمدیت نے دنیا میں پہلی دفعہ یہ اعلان کیا۔ کہ قرآن کی کوئی آیت منسوخ نہیں۔ اور نہ کوئی اس میں حکم ایسا ہے۔ کہ جس کی تصریح قرآن میں نہ ہو مگر اس پر عمل کرنا فرض قرار دے دیا گیا ہو۔ یہ وہ اعلان ہے۔ جس کو قدامت پسند علماء نے تو قبول نہ کیا۔ مگر پرویز اور اس کے ساتھیوں نے تسلیم کر لیا۔

(۲) تحریک احمدیت نے دنیا کے سامنے یہ نظریہ پیش کیا کہ قرآن ایک یقینی اور قطعی حقیقت ہے اس کے بالمقابل سچی سے سچی حدیث بھی ظن کے درجہ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ اس نظریہ سے علماء کے طبقوں میں کھلبلی مچ گئی۔ مگر پرویز نے اس نظریہ کو بھی قبول کر لیا گو وہ افراط کا مرتکب ہو کر اب منکر حدیث کے لقب سے ملقب ہو رہا ہے۔

(۳) تحریک احمدیت نے بڑے زبردست اور محکم دلائل سے وفات مسیح کو ثابت کیا ہے۔ علماء کا کثیر طبقہ اس مسئلہ میں ہمارا ہم نوا نہ ہوا مگر پرویز اور اس کے رفقاء نے اسے بھی تسلیم کر لیا۔

(۴) تحریک احمدیت نے دنیا کو یہ تعلیم دی۔ کہ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب منشاء الٰہی کے ماتحت خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدون کی۔ اور یہ نظریہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن کو جمع کیا۔ اور یہ کہ اس سے پیشتر قرآن کریم محض اوراق پریشاں کی حیثیت رکھتا تھا۔ تحریک احمدیت نے غلط قرار دیا۔ اس امر میں بھی پرویز ہمارے ساتھ متفق ہے۔

(۵) تحریک احمدیت نے دنیا میں یہ اعلان کیا کہ قرآن کریم کی رُو سے عقاید مذہبی میں انسان کو کمل آزادی ہے۔ اور اس دنیا میں مرتد کی کوئی سزا نہیں۔ اس مسئلہ میں بھی پرویز احمدیت کا شاگرد اور بڑا قابل شاگرد ہے۔

قرآن کریم کے متعلق پرویز کا ہم سے اختلاف

پرویز نے جہاں جہاں ہم سے اختلاف کیا۔ وہیں اس نے ٹھوکر کھائی۔ مثلاً پرویز کا ایک عجیب اور مضحکہ خیز عقیدہ ہے۔ کہ انبیاء سابقہ کے زمانہ میں خدا اپنے نشانات دکھایا کرتا تھا۔ اور گذشتہ زمانوں میں معجزات ظہور پذیر ہوتے تھے۔ کبھی آگ گلزار بن جاتی تھی۔ کبھی عصا اژدھا کی شکل اختیار کر جاتا تھا۔ اندھے سجاکھے اور کوڑھی اچھے ہو جاتے تھے۔ مگر ظہور اسلام کے بعد اللہ تعالیٰ بے نشان ہو گیا۔ اور مذہب کو صرف منطق کے سہارے زندہ رہنا پڑے گا۔ اس مضمون پر ہم آگے چل کر مفصل اور مدلل بحث کریں گے انشاء اللہ۔ چونکہ یہی وہ مقام ہے جہاں پرویز کو سب سے زیادہ ٹھوکر لگی ہے۔

۶ - ہمیں نے دنیائے انسانیت کو یہ بتلایا کہ قرآن کریم خود اپنا آپ شارح ہے۔ اگر کہیں اس کا اجمال ہے۔ تو دوسری جگہ اس کی تفصیل موجود ہے۔ گویا قرآن کا ایک حصہ دوسرے کی تفسیر کرتا ہے ہاں بعض امور ایسے ہیں جن پر شارح نے خود عمل کر کے دکھایا۔ اور اپنے عمل سے اس کی تفسیر کر دی۔ اور نیز تمام امور اُمت کے تعامل میں آ گئے اور یوں زمانہ کی دستبرد سے محفوظ ہو گئے اور ہم ہی نے دنیا کو یہ بتلایا کہ قرآن ایک ایسی جامع اور مفصل کتاب ہے اور اس کا شارح ایسا اکمل اور مزکّی انسان ہے۔ کہ اگر ایک طرف اللہ کا قول موجود ہے۔ تو دوسری طرف اس مہبط وحی کا عمل بھی محفوظ ہے۔ اور دونوں نے مل کر انسانوں کی اصلاح کی ایک مکمل سکیم تیار کر دی ہے اور اگر دنیا کے محدثین نے حدیثوں کو جمع نہ کیا ہوتا۔ تو بھی اسلام کے مکمل دین ہونے میں کوئی شبہ نہ ہوتا۔ محدثین کا یہ دنیا پر ایک بہت بڑا احسان ہے۔ کہ انکی جانفشانیوں اور عرقریزیوں کی وجہ سے ہماری دینی معلومات میں معتدبہ اضافہ ہوا۔ یہ حد درجہ کی احسان فراموشی ہے کہ پرویز صاحب اور اُن کے ہم خیال ان کی جملہ مساعی پر پانی پھیر دینا چاہتے ہیں۔

پرویز صاحب دنیا کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں۔ کہ قرآن کریم اس امر کا محتاج ہے کہ پرویز کا قلم ہر ماہ ۸۰ صفحات کا ایک رسالہ طلوع اسلام جاری کر کے لوگوں کو علوم قرآنی سے شناسا کرے جس میں قرآن کی تفسیر بھی ہو، تشریح بھی ہو، مضمون آرائی بھی ہو مگر اپنے سوا وہ کسی کو حق نہیں دیتا کہ وہ قرآن کریم کی کوئی تفسیر یا تشریح بیان کرے۔ سب کے لئے اس کا حکم امتناعی جاری ہے۔ اور غضب یہ ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وہ اجازت نہیں دیتا۔ کہ حضور خود بھی اپنی زبان فصاحت بیان سے قرآن پاک کے متعلق کوئی پُرحکمت کلام لوگوں کو سنائیں۔ حالانکہ خود اللہ تعالیٰ نے حضور کے ذمہ یہ فرض عاید کر دیا تھا کہ یتلوا علیہم اٰیٰتک ویعلمہم الکتاب والحکمۃ ویزکیہم انک انت العزیز الحکیم۔

سربستہ رازوں کے انکشاف سے اہلِ ربوہ کی بوکھلاہٹ

ایس اے رشید قادیانی حال کراچی

"دیکھل گھر کے بھیدی" ربوہ کی "لنکا" ڈھانے کے سلسلہ میں درونِ خانہ کے جو سربستہ راز منظرِ عام پر لا رہے ہیں۔ اُن سے ربوی خلیفہ اُن کے خالد بن ولید اور دیگر تنخواہ دار ایجنٹ بری طرح بوکھلائے ہوئے ہیں۔ اس ضمن میں بعض بڑے بڑے عجیب و غریب اور دلچسپ تاریخی حقائق پہلی دفعہ دنیا کے سامنے آ گئے، جن سے بطورِ خاص ربوی خالد بن ولیدوں اور ان کے خلیفہ کے اصلی خدوخال کا اندازہ ہو جاتا ہے ان واقعات میں، جن کی صداقت کو چیلنج کرنے کی ہمت نہ خلیفہ ربوہ کو ہوئی ہے اور نہ ربوی خالد بن ولیدوں کو ایک صاحب بصیرت انسان کے لئے عبرت و موعظت کے بے شمار سامان موجود ہیں۔

- - - - - - - - -

لیکن گردی، احتیاج اور غرض پرستی کا بُرا ہو کہ "الفضل" کے مدیر سر دبیر جناب تنویر باوجود سب کچھ جانتے اور دیکھتے کے پھر بھی تجاہلِ عارفانہ سے کام لیکر کٹ حجتی سے باز نہیں آتے اور ایک ہارے ہوئے ناکام ضدی وکیل کی طرح حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش میں مصروف ہیں آخر کیا کریں، مجبور ہیں۔ اسی ناحق کوشی اور جھوٹی وکالت پر ان کا گذارہ ہے ؎

آنکہ شیراں را کند روباہ مزاج
احتیاج است احتیاج است احتیاج

پیغام صلح مورخہ ۵ رجون میں ایک ربوی بھائی کا مراسلہ شائع ہوا ہے۔ ربوی نظامِ خلافت کو چھوٹے موٹے گرے راجوں، نوابوں اور جاگیرداروں کی طرح اپنی شہرۂ آفاق سختگیری میں جو ناقابلِ رشک طرۂ امتیاز حاصل ہے، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ مراسلہ نگار نے اپنی ذاتی مجبوریوں کی بناء پر اپنا نام ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس مراسلہ میں بعض بڑے پتہ کی باتیں درج ہیں، جو صرف گھر کا بھیدی ہی لکھ سکتا ہے۔ اور گھر کا بھیدی بھی وہ جو گھر کے راز کی باتوں سے بخوبی واقف ہے۔ "الفضل" کو ان باتوں کی تردید کی جرأت تو نہیں ہوئی۔ البتہ اپنے قارئین کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے اس نے بڑے ہی سرسری انداز میں انہیں ٹالنے کی کوشش کی ہے۔ سب سے پہلے تو وہی پرانا حربہ استعمال کیا ہے، جو استاذ الاساتذہ ربوی علماء کے ہر کہ دمہ کو ہر حقیقی اور واقعی اعتراض کے جواب میں سکھا رکھا ہے۔ یعنی یہ کہ یہ "پیغامی سازش" ہے۔ "پیغامی سازش" کے الفاظ میں ایسا جادو ہے کہ جونہی یہ ربوی جماعت کے سادہ لوحوں کے کانوں میں پڑے، انہیں فوراً یقین آ گیا کہ یہ ساری شرارت "پیغامیوں" کی ہے۔ اس کے بعد یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ معاملہ کی اصلیت معلوم کی جائے۔

ہم مدیر الفضل سے دریافت کرتے ہیں کہ اس مضمون میں تو تقسیم برصغیر کے زمانہ کے بعض "اندرونی راز" بیان کئے گئے ہیں، جو صرف وہی لوگ جان سکتے ہیں، جو اس وقت قادیان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور جنہیں اندرونِ خانہ رسائی حاصل تھی۔ یہ اس امر کی واضح اور کھلی اندرونی شہادت ہے کہ مراسلہ نگار ربوی جماعت کا "واقفِ حال" فرد ہے۔ پھر "الفضل" کا اسے پیغامی سازش کہہ کر ٹالنے کی کوشش کرنا حقائق سے نہایت بھونڈا فرار نہیں تو اور کیا ہے؟

"الفضل" نے مراسلہ نگار کے بیان کردہ اصل واقعات کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ اور وہ لکھ بھی کیا سکتا تھا۔ جبکہ مراسلہ کا طرزِ بیان ہی بتا رہا ہے کہ سارے واقعات درست ہیں۔ البتہ اپنا منہ آئینہ میں دیکھتے ہوئے مراسلہ نگار کو "منافق"، "گرٹیلز" اور جھوٹا وغیرہ القاب سے نواز کر اپنا فرضِ منصبی ادا کیا ہے۔

اب ذرا طرزِ استدلال ملاحظہ فرمائیے۔ ارشاد ہوتا ہے:-

"ہم اس وقت کچھ نفسِ مضمون کے متعلق
نہیں کہنا چاہتے، کیونکہ ہمیں یقین ہے
کہ جھوٹ آپ ہی اپنی تردید ہوتا ہے"
(الفضل ۹ جون)

گویا الفضل میں "پیغام صلح" کے جن تنقیدی مضامین کے جواب میں آج تک کچھ لکھا جاتا رہا ہے، وہ جھوٹ اور غلط نہ تھے، بلکہ سب اعتراض صحیح اور سچے تھے لہٰذا ان کی تردید ضروری تھی۔ صرف یہی ایک مضمون ایسا ہے، جو جھوٹ ہے۔ اس لئے اس کی تردید کی ضرورت نہیں۔ بتائیے، "الفضل" نے یہ طرزِ استدلال اختیار کر کے مراسلہ نگار کے مضمون کے جواب میں اپنے کھسیانے پن کے سوا کسی اور چیز کا بھی مظاہرہ کیا ہے؟

آگے چل کر "الفضل" لکھتا ہے:-

"ہماری رائے میں دین کے متعلق باتیں
کرتے وقت گمنامی کا طریق اختیار کرنا
کامل منافقت ہے اور ایسے دینی کو
اور ایک منافق کا مضمون شائع کرنا
اپنی دینداری کو بٹہ لگانا ہے"

پہلا سوال یہ ہے کہ دین کے متعلق باتیں کرتے وقت گمنامی کا طریق اختیار کرنا "کامل منافقت" کیوں ہے؟ اور اگر دنیا کے متعلق یہی طرزِ عمل اختیار کیا جائے تو یہ کامل منافقت کیوں نہیں؟ ذرا اس شریعت کا اچھی طرح مطالعہ کر کے جواب دیجئے جو خلیفہ صاحب نے منافقت کے مسئلہ پر تصنیف فرمائی ہے، اور جو ۱۹۱۴ء سے لیکر آج تک ان کا واحد شاہکار رہا ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر خلیفہ صاحب کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ وہ بھی گمنام مضامین لکھتے رہتے ہیں، تو کیا "الفضل" کامل منافقت کا یہ فتوے ان پر بھی چسپاں کرنے کی ایمانی جرأت دکھائے گا؟ مدیر "الفضل" جناب تنویر اور ادارۂ "الفضل" میں ان کے ساتھی ہمیں معاف فرمائیں کہ وہ ابھی جماعت میں بالکل نووارد یا نوآموز ہیں اس وجہ سے خلیفہ صاحب کی پرانی کارستانیوں سے قطعی ناواقف۔ اسی لئے وہ بعض اوقات نادانستہ طور پر ایسی باتیں لکھ دیتے ہیں جن سے خلیفہ صاحب پر بڑی کاری ضرب پڑتی ہے۔ اور وہ اس سے بچنا کر کبھی کبھی تنویر صاحب اور ان کے ساتھیوں پر بھی منافقت کا شبہ کرنے لگ جاتے ہیں۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ گمنام مضامین شائع کرنا "دینداری کو بٹہ لگاتا ہے" تو "الفضل" کا اپنی دینداری کے متعلق کیا فتوے ہے، جو خود اس "گناہ" کا مرتکب ہوتا رہا ہے ؎

ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

ابھی ہم تفصیلات بیان کرنے اور حوالہ جات دینے سے عمداً گریز کرتے ہیں۔ "الفضل" نے اگر ان حقائق سے انکار کیا تو انشاء اللہ منہ توڑ جواب دیا جائیگا ؎

سنبھل کے رکھیو قدم دشتِ خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں مجنوں برہنہ پا بھی ہے

مندرجہ بالا واقعات کی روشنی میں اب "الفضل" اپنے حسبِ ذیل الفاظ کے متعلق خود سوچ لے کہ یہ کس پر صادق آتے ہیں۔ جماعت احمدیہ لاہور پر یا خود خلیفہ صاحب اور اُن کے غنیار وکیلوں پر؟ "چالبازیاں اور سازشیں خود کرتے ہیں۔ گمنام ٹریکٹ اور مضمون خود شائع کرتے ہیں اور چالبازیوں اور سازشوں کا الزام جماعت احمدیہ (جماعت پر نہیں، خلیفہ صاحب پر۔ ناقل) پر لگاتے ہیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ چالبازیاں اور سازشیں کرنے والے ہمیشہ خسران میں رہتے ہیں۔ کیونکہ دنیا کو ہمیشہ کے لئے دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔"

(الفضل ۹ جون)

یہ تو تھا گمنام مضمون لکھنے پر اعتراض کا الزامی جواب اب حقیقی جواب سنئے:-

داناؤں کا قول مشہور ہے لا تنظر الی من قال وانظر الی ما قال۔ یہ مت دیکھو کہ بات کس نے کہی ہے۔ بلکہ یہ دیکھو کہ کیا کہی ہے اس فلسفیانہ اور سچائی پر مبنی مقولہ کی بناء پر عقلمند کا یہ کام ہے کہ وہ اصل بات کو دیکھے جو کسی نے بیان

کی ہے، یہ ر دیہ کر کس نے بیان کی ہے۔ مگر ربوہ میں عقل و خرد کا کیا کام۔ وہاں پر دانائی کی بات کا منہ چڑایا جاتا ہے اور اس کی مخالفت کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ وہاں تو مذہبی عقیدت کی ضرورت ہے جو عقل اور سمجھ سے بالکل عاری ہو۔ کیونکہ جب آپ عقل اور سمجھ سے کام لیں گے تو خلیفہ صاحب کی ناجائز حرکات پر احتساب کریں گے۔ اور یہ چیز وہاں سب سے مہلک بیماری ہے۔ اس لئے صبح و شام ربوہ کی مساجد اور دیگر اجتماعات میں یہی درس دیا جاتا ہے کہ اسے جاہل مریدو! سنو!! تمہارا کام عقل سے کام لینا نہیں ہے۔ عقل سے کام لینا صرف ایک آدمی (خلیفہ) کا کام ہے۔ تمہارا کام اندھا دھند تقلید کرنا ہے۔ اور اس کے ثبوت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ مصرعہ عموماً پیش کیا جاتا ہے ؏

اے [illegible] کچھ کام کر بے کار ہیں عقلوں کے وار

اور گو ڈاکٹر اقبال جب سے کہ انہوں نے کشمیر کمیٹی سے خلیفہ صاحب کو بیک بینی و دو گوش نکال باہر کیا تھا، خلافت مآب کی نگاہ میں انتہائی قابل نفرت شخصیت ہیں، اسی لئے ڈاکٹر صاحب کا کوئی شعر ربوی لٹریچر میں بطور سند پیش کرنا قابل تعزیر ہے، مگر چونکہ ان کا بھی ایک شعر بیوقوفوں کو اندھا بنانے میں بڑا ممد اور مفید مطلب ہے، لہذا یہ بھی ربوہ کے مقررین کی نوک زبان پر ہے اور وہ اسے اپنی تقریروں میں کوٹ کرتے رہتے ہیں۔ وہ شعر یہ ہے ؎

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

اصل قابل توجہ چیز یہ تھی کہ مراسلہ نگار نے اپنے مضمون میں جو اشارات کئے ہیں، اُن کے متعلق کچھ کہا جاتا۔ لیکن چونکہ وہ حقائق بڑے ہی تلخ تھے، اس لئے مدیر "الفضل" نے اُن سے پہلوتہی ہی مناسب سمجھی، اور صرف فلسفہ بگھارنے پر اکتفا کی کہ "جھوٹ آپ ہی اپنی تردید ہوتا ہے" کیا صرف آپ کے کہہ دینے سے ... سچی بات جھوٹ بن جائیگی؟ سچی بات کو جھوٹا کہنے والا خود جھوٹا ہے۔

ہم مدیر "الفضل" اور ربوی خالد بن ولیدوں سے صاف الفاظ میں دریافت کرتے ہیں کہ کیا مولوی اللہ دتہ جالندھری نے تقسیم ملک کے وقت جب قادیان پر سکھوں کا حملہ ہوا تھا یا فسادوں کی روایتی بزدلی نہ دکھائی تھی؟ اور اور کیا خلیفہ صاحب نے ان پر سخت عتاب نازل نہ فرمایا تھا؟ اگر یہ واقعہ ہے اور یقیناً ہے جس کے گواہ مکرم مرزا عزیز احمد صاحب ناظر اعلیٰ اور محترم ملک غلام فرید صاحب ایم اے جیسے ذمہ دار اور معزز لوگ ہیں، تو پھر کیا خلیفہ صاحب کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ ایسے بھگوڑے اور ذلیل ملّاں کو خالد بن ولید کا لقب دیں، جبکہ ملّاں مذکور کو حضرت خالد بن ولید .... سے کوئی بھی نسبت نہیں ہے ہم مدیر "الفضل" اور ربوی خالد بن ولیدوں کو چیلنج کرتے

(باقی کالم ۲ کے نیچے)

بقیہ خطبہ جمعہ بسلسلہ صفحہ ۷

مرزا صاحب کے مریدوں سے عیسائی کی روح کانپتی ہے، ان کے دلائل کے سامنے کوئی عیسائی نہیں ٹھہر سکتا لیهلك من هلك عن بينة ويحيى من حي عن بينة۔

ہمارے مشن

پھر آپ کو تو پتہ ہی ہے، ہمارے مشنوں نے ایک رعب قائم کر رکھا ہے، جتنی اسلامی سلطنتیں ہیں ان کے نمایندے ووکنگ میں جاتے ہیں، اور حیران ہوتے ہیں کہ ایک چھوٹی سی قوم نے کس طرح اتنا بڑا کام کر لیا، ایک امیر کبیر نے میرے سامنے کہا کہ حیف ہے ہم پر، ہم انگلستان جاکر اپنی آنکھوں سے اس کام کو دیکھتے ہیں اور کوئی حصہ اس میں نہیں لیتے،

یہ ایک مجدد کا کام ہے۔ اس کی روحانی طاقت بڑی زبردست ہے، اس کے ساتھ خدا کی تائید ہے، دنیا میں یہ ایک ہی جماعت ہے جس نے اتنا بڑا کام کر دکھایا، پاکستان کے لئے تو بڑے فخر کی بات ہے کہ تمام اسلامی ممالک میں سے اسی ملک کی ایک چھوٹی سی جماعت نے انگلستان جاکر اسلام کے جھنڈے گاڑ دیئے۔

مولانا یعقوب خانصاحب کی تبلیغی خدمات

آپ نے مولنا یعقوب خاں صاحب کی تقریریں سنی ہیں، انہوں نے جو خدمات کی ہیں وہ ایک تاریخی ریکارڈ ہے، وہ استحقاق رکھتے ہیں کہ عزت و احترام کے ساتھ ان کی خدمات کا اعتراف کیا جائے۔ دنیا حیران ہے کہ اس جماعت کے پاس اتنے خزانے کہاں سے آگئے، یہ مرزا صاحب کا معجزہ ہے کہ انہوں نے آدمی بھی پیدا کئے اور خزانے بھی ان کی برکت سے پیدا ہوگئے۔ اور لوگوں نے بھی بعض تبلیغی ادارے قائم کئے بعض نے مبلغ بھی انگلستان بھیجے لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی، یہ

بقیہ کالم اوّل

ہیں کہ اگر اُن میں ذرہ برابر بھی غیرت اور جرأت ہے تو میدان میں آئیں اور اس امر واقعہ سے انکار کرکے دکھائیں۔ لیکن اگر وہ اس سے انکار نہیں کر سکتے تو اپنے بھگوڑے خلیفہ سے دریافت کریں کہ اُس نے ایسے ذلیل انسان کو ایک جلیل القدر صحابی اور اسلامی سپہ سالار کے ساتھ تشبیہ کرنے کی جسارت کیوں کی ہے؟ اگر وہ یہ بھی نہ کر سکیں تو پھر انہیں اپنی ایمانی اور اسلامی غیرت کا ماتم کرکے خاموش ہو رہنا چاہیئے۔ بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے اور سخن سازیاں کرنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ دنیا نے دیکھ لیا ہے کہ ربوی علماء کے دامن میں اب صرف کھوکھلے اور بے حقیقت القاب کے سوا اور کچھ بھی نہیں، نہ ایمان، نہ غیرت نہ علم اور نہ عمل۔ (باقی آیندہ)

مجدد ہی کا کام تھا، کہ خدا نے اسکو کامیابی دی۔

مولانا عبد المجید صاحب

مولنا یعقوب خاں صاحب کے علاوہ ایک اور صاحب بھی ہیں جنہوں نے بڑی قابلیت سے وہاں کام کیا ہے وہ مولانا عبد المجید ہیں، وہ بڑے قابل ہیں انہوں نے دنیا میں بہت بڑا رسوخ پیدا کر لیا ہے۔ ہم ان لوگوں پر جتنا فخر کریں کم ہے، انہوں نے بہت بڑی قربانی کی ہے، آپ مبارک ہیں، آپ کی قوم مبارک ہے۔

جذبۂ قربانی کو ترقی دو

اس قربانی کے جذبہ کو تیل دو، حضرت مجدد وقت اسی کام کے لئے کھڑے کئے گئے، آپ نے فرمایا ؎

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

آپ مسیحیت کی اصلاح کے لئے کھڑے ہوئے اس لئے آپ کا نام مسیح رکھا گیا۔ تمام آئمہ نے لکھا ہے کہ چودھویں صدی کا مجدد مسیح موعود ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ تو حضرت مسیح موعود نے بہت بڑا کام کرکے دکھایا، آپ نے سلطنتوں کا مقابلہ کیا، پادریوں کا مقابلہ کیا، اخباروں کا مقابلہ کیا، وہ تمام مرزا صاحب کی تلوار کے سامنے پسپا ہوگئے، تو اس قوم کو مسیح موعود کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے، وہ شکریہ یہ ہے کہ اس جذبہ کو پانی دیا جائے، تاکہ یہ کام زیادہ ترقی کرے۔

میں نے مری کے برائیٹ لینڈز ہوٹل میں ایک لیکچر دیا جس میں پاکستان کے بعض بڑے بڑے لوگ موجود تھے۔ میں نے اسلام کے کمالات انہیں سنائے اور حضرت مسیح موعود کا کام بھی انہیں بتایا اور ان کے دعوے کو نہایت وضاحت سے پیش کیا جس کو لوگوں نے صحیح تسلیم کیا۔ پھر ایک سخت بات بھی اُن سے کہی، میں نے کہا کہ آپ لوگ تماش بین ہیں اپنی آنکھوں سے اس کام کو دیکھتے ہوئے تم نے کبھی نہ کہا کہ ہماری اعانت اس کے ساتھ ہونی چاہیئے۔ میں نے کہا اگر آپ سب لوگ ایک روپیہ سالانہ بھی دیں، تو ایسا کرنے سے یورپ فتح ہو سکتا ہے۔ آپ سے بھی کہتا ہوں کہ قضا و قدر نے یورپ کا فتح کرنا آپ کے ذمے لگا رکھا ہے اس کام کی طرف پوری توجہ دیں۔ جو قوم کلمة الله کو اونچا کرنے کے لئے قربانی کرتی ہے خدا اس کو اُونچا کرتا ہے۔

بقیہ اخبار احمدیہ از صفحہ ۳

عقاید اور ان کا دوسری جماعتوں سے اختلاف" کو واضح کرتے ہوئے صرف پہلے اور اہم اختلاف یعنی وفات مسیح پر روشنی ڈالی۔ اور باقی حصہ کو یعنی قادیانی جماعت سے اختلاف کو آیندہ جلسہ میں واضح کرنے کا وعدہ فرمایا۔ جلسہ بوقت تین بجے

بچّوں کا صفحہ ——— مرتضیٰ خاں حسن

ماں بیٹی کی تیسری مجلس

قیصر:- "امی جان! دیکھا آپ نے میری گڑیا کا بیاہ کیسے شاندار ہو گیا ہے"
ماں:- "ہاں بہت شاندار۔ تم نے اپنی سہیلیوں کو کھانا بھی بڑے سلیقے سے کھلایا۔ چیزیں بھی سب اچھی پکی ہوئی تھیں۔"
قیصر:- "مگر شمیم کہتی تھی کہ چاول ذرا سخت رہ گئے ہیں۔"
ماں:- "کوئی بات نہیں۔ تم نے پہلی دفعہ پکائے ہیں نا۔ جب پھر پکاؤ گی تو زیادہ اچھے پک جائیں گے۔"
قیصر:- "لیکن امی جان! ایک بات کا مجھے افسوس رہ گیا کہ گڑیا کو میں جہیز زیادہ نہ دے سکی۔ میرے پاس پیسے ہی اتنے تھے۔ کیا کرتی؟"
ماں:- "جس قدر تم نے دیا وہی اچھا تھا۔ جتنی کسی کو توفیق ہو اتنا ہی دینا چاہیئے۔ بیاہ شادی کے موقعہ پر لوگ بڑی بڑی فضول خرچیاں کر دیتے ہیں۔ جہیز تو ایک طرف رہا۔ لوگ مجرا کراتے ہیں۔ بھانڈوں اور مراسیوں کو بلاتے ہیں۔ تماشے کراتے ہیں آتشبازی چھوڑتے ہیں۔ یہ سب فضول رسمیں ہیں جس قدر روپیہ ان فضول باتوں پر خرچ کرتے ہیں وہی اگر جہیز میں دے دیں تو کیا اچھا ہے۔ یا لڑکی اور لڑکے کو نقد دے دیں تو اُن کے کام آئے۔ یا محتاجوں غریبوں کو خیرات کر دیں تو اُن کا بھلا ہو جائے۔ بھانڈ بھڑوؤں، تماشوں اور آتشبازی پر خدا کا دیا ہوا مال ضائع کر دینا بڑا گناہ ہے بعض لوگ سودی قرضہ اُٹھا کر ان فضول باتوں پر روپیہ ضائع کر دیتے ہیں۔ پھر ادا نہیں کر سکتے تو جائدادیں قرق ہو جاتی ہیں۔ رہنے کے لئے مکان بھی نہیں رہتا۔ ہمارے ملک میں کئی خاندان ان فضول رسموں کی وجہ سے تباہ ہو گئے۔ ہمیشہ اپنی توفیق کے مطابق کام کرنا چاہیئے۔ جتنی چادر ہو اتنے ہی پاؤں پھیلانے چاہئیں۔ خدا اور خدا کے رسُول کا حکم بھی یہی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں ہمارے نبی کریم حضرت محمد رسول صلعم نے بھی اپنی لڑکی کی شادی کی تھی۔ بالکل سادہ۔ ایک بان کی چارپائی۔ ایک چمڑے کا گدا جس کے اندر رُوئی کے بجائے کھجور کے پتے بھرے تھے۔ ایک چھاگل۔ ایک مشک۔ دو چکیاں۔ دو مٹی کے گھڑے۔ بس یہ چیزیں تھیں جو دونوں جہان کے بادشاہ نے اپنی پیاری بیٹی کو دیں۔ تم جانتی ہو ہمارے نبی صلعم کتنے بڑے انسان تھے سینکڑوں ہزاروں لوگ آپ پر دل و جان سے قربان تھے جن میں بڑے بڑے دولتمند اور امیر بھی تھے۔ اگر آپ اشارہ فرماتے تو ہزاروں روپیہ حضور کے قدموں پر لا کر ڈال دیتے مگر حضورؐ نے اپنی لخت جگر کی شادی پر کوئی فضول خرچی نہ کی۔ بڑے سادہ طریق پر شادی کر دی"
قیصر:- "ہمارے نبی کا نام محمدؐ تھا نا؟ جن کا ہم کلمہ پڑھتے ہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ آپ کی بیٹی کا کیا نام تھا اور ان کی شادی کن سے ہوئی تھی؟"
ماں:- "ہاں بیٹی ہمارے نبی کا نام محمدؐ ہے۔ ہم اُن کی اُمت ہیں۔ حضورؐ کی بیٹی کا نام فاطمہؓ تھا۔ ان کی شادی حضرت علی سے ہوئی تھی۔ حضرت علیؓ ہمارے نبیؐ کے چچا کے بیٹے تھے۔ ان کا نام ابو طالب تھا۔ ہمارے نبی کو انہیں نے پالا تھا۔ تمہیں معلوم ہے نا ہمارے نبیؐ کے باپ جن کا نام عبد اللہ تھا .... حضورؐ کے پیدا ہونے سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے۔ اور جب آپ کی عمر چھ برس کی ہوئی تو آپ کی والدہ جن کا نام آمنہ تھا وہ بھی خدا کو پیاری ہو گئی تھیں۔ ہمارے نبیؐ ماں کی طرف سے بھی یتیم اور باپ کی طرف سے بھی یتیم تھے۔ پہلے آپؐ کے دادا عبد المطلب نے آپؐ کو پالا پھر آپؐ کے چچا جناب ابو طالب نے"
قیصر:- ہائے ہائے! ہمارے نبی محمدؐ (صلعم) کا باپ بھی نہ تھا اور ماں بھی نہ تھی۔ امی جان! بہت روتے ہوں گے"
ماں:- "بیٹی۔ ماں باپ کا کس کو غم نہیں ہوتا۔ باپ تو آپؐ نے دیکھا ہی نہیں تھا۔ جب حضورؐ کی ماں کا انتقال ہوا آپؐ کی عمر چھ برس کی تھی۔ یہ تو ظاہر ہی ہے کہ آپؐ کو ماں کے مرنے کا بڑا غم ہوا ہوگا۔"
قیصر:- "امی جان! اُن کی ماں کس طرح فوت ہو گئیں؟ ...... بیمار ہو کر؟"
ماں:- "میں تمہیں ذرا اچھی طرح سے سمجھا دیتی ہوں۔ مُلک عرب کا نام تو تم نے سُنا ہوگا۔ اس ملک میں ایک شہر ہے مکہ۔ یہ بڑا پاک شہر ہے۔ اس میں خانہ کعبہ ہے۔ جس کی طرف ہم منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ آج سے کوئی تیرہ سو سال پہلے اس پاک شہر میں ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ یہ اپنے ماں باپ کے اکلوتے بچے تھے۔ نہ کوئی بہن تھی نہ کوئی بھائی۔ جیسا کہ میں نے تم کو بتایا ہے اُن کے باپ کا اُن کے پیدا ہونے سے پہلے ہی انتقال ہو گیا تھا۔ جب آپؐ کے دادا عبد المطلب نے پوتے کے پیدا ہونے کی خبر سُنی تو وہ بہت خوش ہوئے۔ گھر میں آئے اور بچّے کو خانہ کعبہ میں لے گئے اور دعا مانگ کر واپس لائے۔ ساتویں دن قربانی کی اور تمام رشتے داروں کو دعوت طعام دی۔ لوگوں نے پوچھا آپ نے بچّے کا نام کیا رکھا ہے۔ عبد المطلب نے کہا محمدؐ۔ جس کے معنے ہیں تعریف کیا گیا۔ آپؐ کی ماں نے آپؐ کا نام احمدؐ رکھا۔ اسی طرح سے

(باقی صفحہ ۱۲ کالم پہلا پر)

قرآن پر کرنا عمل

مرتضیٰ خاں حسن

بچو! یہ ہے حکم خدا قرآن پر کرنا عمل
اور ہے یہ حکم مُصطفےٰ قرآن پر کرنا عمل
قرآں میں جو ہیں خوبیاں اُن کا کریں کیونکر بیاں
یہ ہے کلام اللہ کا قرآن پر کرنا عمل
قرآں بتاتا ہے ہمیں کیا چاہیئے کرنا ہمیں
یہ ہے ہمارا رہنما قرآن پر کرنا عمل
قرآں پہ ہو گر عمل سب مشکلیں ہو جائیں حل
کرنا نہ تم غفلت ذرا قرآن پر کرنا عمل
اللہ سے دے گا ملا سب دُور ہوں گے ابتلا
مٹ جائیں گے رنج و عنا قرآن پر کرنا عمل
قرآں تم پڑھتے رہو اللہ سے ڈرتے رہو
اس میں تمہارا ہے بھلا قرآن پر کرنا عمل

جلد ۴۷ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۷ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ مطابق ۲ اکتوبر ۱۹۵۷ء | نمبر ۳۹

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
نم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعودؑ)

مشائخ اور بزرگانِ دین کی دعا اور توجہ کے تصرفات

اشاعتِ اسلام کے سلسلہ میں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات

ہندوستان میں اسلام کس طرح پھیلا

دہلی کے بزرگوں اور سلاطین کا تذکرہ تھا حضرت اقدس نے فرمایا:—

"یہ بالکل غلط ہے کہ ہندوستان میں اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلا۔ ہرگز نہیں، ہندوستان میں اسلام بادشاہوں نے بالجبر نہیں پھیلایا۔ بلکہ ان کو تو دین کی طرف بہت کم توجہ تھی۔ اسلام ہند میں ان مشائخ اور بزرگانِ دین کی توجہ دعا اور تصرفات کا نتیجہ ہے جو اس ملک میں گزرے ہیں، بادشاہوں کو یہ توفیق کہاں ہوتی ہے کہ دلوں میں اسلام کی محبت ڈال دیں، جب تک کوئی آدمی اسلام کا نمونہ خود اپنے وجود سے ظاہر کرے تب تک دوسرے پر اس کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا، یہ بزرگ جب اللہ تعالیٰ کے حضور میں فنا ہو کر خود مجسم قرآن اور مجسم اسلام اور مظہر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بن جاتے ہیں، تب اللہ تعالےٰ کی طرف سے انکو ایک جذب عطا کیا جاتا ہے۔ اور سعید فطرتوں میں ان کا اثر ہوتا چلا جاتا ہے۔ تو سے کروڑ مسلمان ایسے ہی لوگوں کی توجہ اور جذب سے بن گئے۔ تھوڑے سے عرصہ میں کوئی دین اس کثرت کے ساتھ کبھی نہیں پھیلا یہی لوگ تھے جنہوں نے صلاح و تقویٰ کا نمونہ دکھلایا۔ اور ان کی برہان قوی نے جوش مارا اور لوگوں کو کھینچا۔ مگر یہ بزرگ بھی عوام کے طعن و تشنیع سے خالی نہ تھے گو اس وقت لوگوں کے سامنے ہم ہی زیادہ تر گالیوں کے تختۂ مشق بن رہے ہیں، لیکن یہ سچ ہے کہ اپنے اپنے وقت میں ان سب نے دکھ اٹھایا ہے۔ یہ ہمارے علماء ہمیشہ کچھ نہ کچھ کرتے ہی رہے ہیں"

سماع

ذکر آیا کہ بعض بزرگ راگ سنتے رہے ہیں۔ آیا یہ جائز ہے۔ فرمایا:—

"اس طرح بزرگانِ دین پر بدظنی کرنا اچھا نہیں حسن ظن سے کام لینا چاہیئے۔ حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اشعار سُنے تھے۔ لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک صحابی مسجد کے اندر شعر پڑھتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اسے منع کیا تو اس نے جواب دیا میں نبی کریم صلعم کے سامنے مسجد میں شعر پڑھا کرتا تھا۔ تو تُو کون ہے جو مجھے روک سکے۔ یہ سُن کر حضرت امیر المومنین بالکل خاموش ہو گئے۔ قرآن شریف کو بھی خوش الحانی سے پڑھنا چاہیئے۔ بلکہ اس قدر تاکید ہے کہ جو شخص قرآن شریف کو خوش الحانی سے نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں ہے اور خود اس میں ایک اثر ہے۔ عمدہ تقریر خوش الحانی سے کی جائے تو اس کا بھی اثر ہوتا ہے وہی تقریر ژولیدہ بیانی سے کی جائے تو اس میں کوئی اثر نہیں ہوتا۔ جس شئے میں خدا نے تاثیر رکھی ہے، اس کو اسلام کی طرف کھینچنے کا آلہ بنایا جائے تو اس میں کیا حرج ہے، حضرت داؤد کی زبور گیتوں میں تھی جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ جب حضرت داؤد خدا کی مناجات کرتے تھے تو پہاڑ بھی ان کے ساتھ روتے تھے اور پرندے بھی تسبیح کرتے تھے۔"

جمعیت الفلاح کے امریکی رسالہ کا ملحدانہ پروپیگنڈا

محمد رسول اللہ صلعم کے بجائے الیاح محمد کی رسالت کی تبلیغ

ماسٹر محمد عبداللہ صاحب فیجی

"مسلم ورلڈ اینڈ یو۔ایس۔اے" کا پرچہ ماہ اگست ستمبر ۱۹۵۶ء ہمارے سامنے ہے۔ یہ ماہواری رسالہ نیویارک۔امریکہ سے زیر ادارت جناب عبدالباسط نعیم شائع ہوتا ہے اس کے مشیر جناب ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب ہیں جو کراچی کے رسالہ THE VOICE OF ISLAM کے ایڈیٹر ہیں۔ یہ رسالہ امریکہ میں جمعیت الفلاح کراچی کی نمایندگی کرتا ہے، اس مختصر تمہید سے ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ یہ رسالہ کس اسلامی جماعت کی نمایندگی امریکہ میں کر رہا ہے۔ اور اس جماعت کے خیالات "ختم نبوت" کے بارہ میں کیا ہیں۔

اسی شمارہ میں ٹائیٹل کے صفحہ پر مسٹر الیاح محمد اور مسٹر میلکم کی تصاویر ہیں۔ مسٹر الیاح محمد کی تصویر کے نیچے لکھا ہے کہ وہ امریکہ کے ہزاروں مسلمانوں کے روحانی پیشوا ہیں۔ ایڈیٹر صاحب نے اپنے مضمون زیر عنوان:-

The Rapidly growing Temple of Islam.

میں وہ وجوہات بیان کئے ہیں جن کی وجہ سے نیگرو قوم میں مسٹر الیاح محمد کی جماعت کی تبلیغ سے اسلام ترقی کر رہا ہے اس مضمون میں ایڈیٹر صاحب کے حسب ذیل ریمارک قابل غور ہیں:

It might be well to mention here why the new Muslim Movement, founded and led by Mr. Eliaj Muhammad "the messenger of Allah" is gaining such wide popularity here.

ترجمہ:-

(یہاں یہ ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ کیوں یہ تحریک جس کے بانی مبانی مسٹر الیاح محمد اللہ کے رسول ہیں۔ یہاں امریکہ میں کامیاب ہو رہی ہے)

اب لفظ "رسول اللہ" جس کو ایڈیٹر صاحب نے الیاح محمد پر چسپاں کیا ہے اس کا کیا مفہوم ہے۔ اس کی تشریح مسٹر الیاح محمد کے چیلے مسٹر میلکم کے مضمون زیر عنوان "We Arose from the Dead" سے ہو سکتی ہے۔ جو اسی رسالہ میں شائع ہوا ہے۔ اس مضمون کی ابتدا قرآن مجید کی آیت ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم .... قبل لفی ضلل مبین (۶۲:۲) سے کی گئی ہے۔ اس کے بعد وہ لکھتا ہے:-

Before we heard the teachings of Messenger Muhammad, we american so called Negroes, were in the grave of ignorance. We had been taught by our christian Slave masters, as well as by our own ignorant religious leaders, that God had cursed us blacks and had sentenced us to a life on earth of servitude to the christian white race

ترجمہ:-

(پیشتر اس کے کہ ہم نے رسول محمد کی تعلیم کو سنا ہم امریکن جن کو نیگرو کے نام سے پکارا جاتا ہے جہالت کی قبر میں تھے۔ ہمیں غلام بنانے والے عیسائی آقاؤں نے یہ سکھایا تھا۔ کہ خدا نے ہم پر لعنت کی ہے، جس کی وجہ سے ہم کالے پیدا کئے گئے۔ اور ہمارے گلے میں جنم بھر کے لئے سفید عیسائی اقوام کی خاطر غلامی کا طوق ڈال دیا گیا ہے) اس عبارت سے واضح ہو جاتا ہے۔ کہ رسول محمد سے مراد مضمون نگار کی حضرت محمد مصطفےٰ صلعم سے نہیں ہے بلکہ اس سے مراد الیاح محمد ہے۔ مسٹر میلکم اپنے مضمون میں اس "رسول" کے کمالات بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:-

We bear witness that there is no God but Allah & that the Honourable Eliaj Muhammad is His Last & His greatest Messenger to us here in North America.

ترجمہ:-

(ہم شہادت دیتے ہیں کہ خدا کے سوائے اور کوئی معبود نہیں۔ اور حضرت مآب الیاح محمد اس کا آخری اور اس شمالی امریکہ میں ہمارے لئے سب سے بڑا رسول ہے) پھر آگے لکھتے ہیں:-

But almighty allah forgets not. As he predicted in the Torah (Mal. 4:5) that He would send Elijah in the "Last days" to teach us the Truth . . . . . We bear witness that this man Elijah has indeed been raised in our midst today in the person of the Honourable Elijah Muhammad, raised up by almighty Allah Himself.

ترجمہ:-

(لیکن قادر مطلق خدا بھولتا نہیں ہے جیسے کہ اس نے توریت میں پیشگوئی کی تھی۔ کہ وہ ہمیں آخری زمانہ میں سچائی سکھانے کے لئے بھیجے گا۔ ہم شہادت دیتے ہیں۔ کہ آج وہ آدمی ایلیجا ہم میں یقیناً مبعوث کیا گیا ہے اور وہ حضرت مآب ایلیجا محمد ہیں۔ جن کو خدا نے خود مبعوث کیا ہے)

اس رسالہ کے چالیس صفحوں میں سے سترہ صفحے الیاح محمد کے مشن کی ترقی۔ اور ان کی تعلیم کی خوبیوں کے بیان میں نذر کئے گئے ہیں اور ان میں چار صفحے ایڈیٹر صاحب کی طرف سے ہیں۔ جنہوں نے اس مشن کی مدح سرائی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ مسٹر الیاح محمد اور ان کے چیلے نے اپنے معتقدات میں یہ کہیں نہیں دکھایا کہ وہ عرب کے محمد رسول کو آخری رسول اور نبی تسلیم کرتے ہیں۔ اگر یہ سب کچھ مذہبی رواداری کا نتیجہ ہے، جو ایڈیٹر صاحب نے دکھائی ہے۔ تو کیا ایڈیٹر صاحب نے یا ان کے مشیر صاحب نے کبھی یہ رواداری احمدیہ مشن کے لئے بھی دکھائی، جس کے بانی نے ڈنکے کی چوٹ سے یہ اعلان کیا ہے ؎

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا

جس نے کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نہ ہی صرف خود ورد کیا بلکہ اپنے مریدوں کو یہی کلمہ پڑھنے کی تاکید کی، جس نے اسلام کی صداقت پر بیسیوں کتابیں اور رسائل لکھے جس نے اپنے آپ کو محمد رسول اللہ کا غلام سمجھا جس نے لفظ "رسول" استعمال کیا ہے۔ لیکن صاف بتا دیا۔ کہ جہاں جہاں میرے لئے لفظ رسول یا نبی لکھا ہے۔ وہ لغوی معنوں میں ہے۔ وہ مجازی طور پر ہے۔ حقیقی طور پر نہیں ورنہ "خاتم النبیین کے بعد نبی اور رسول کہاں"۔ نماز وہی، روزہ وہی، قرآن وہی سکھایا۔ یورپ میں امریکہ میں سب سے پہلے مشن قائم ہوئے تو اسی جماعت کے

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم اوّل)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۵ء

شیعہ سُنّی فساد اور احراری پروپیگنڈا

احراری فتنہ انگیزوں کا پرانا شیوہ ہے کہ عوام میں اپنی مقبولیت بڑھانے اور کھوئے ہوئے اثر و اقتدار کو بحال کرنے کے لئے آئے دن ملک میں کوئی نہ کوئی شاخسانہ، کوئی نہ کوئی فتنہ و فساد کھڑا کر دیتے ہیں، کبھی تحفظ ختم نبوت کے بہانہ سے جماعت احمدیہ کے خلاف شورش برپا کر کے غریب عوام کی جان و مال کو قربانی کی بھینٹ چڑھانا اپنی لئے باعث فخر و مباہات سمجھتے ہیں، اور کبھی شیعہ سُنّی فساد کھڑا کر کے اور پھر تالیف یا مجبر کا لبادہ اوڑھ کر حصول مطلب کی کوشش کرتے ہیں، موجودہ شیعہ سُنّی فساد بھی انہی لوگوں کا پیدا کردہ ہے، جو ایک طرف تو صحابہ کرامؓ کی شان میں گستاخی" اور "خلافت علیؓ" کے بارہ میں شیعی خیالات کو مواد بنا کر سُنّیوں کو اُبھارتے اور شیعوں کو کوستے ہیں اور دوسری طرف ان فسادات کی ذمہ داری "پاکستان کے مرزائی چیف سیکرٹری" پر عائد کر کے شیعہ اور سُنّی عوام کو احمدیوں کے خلاف اکسانے کی کوشش کرتے ہیں۔

احراری پراپیگنڈا کی اس دو دھاری تلوار کا نمونہ لاہور کے سہ روزہ اخبار "نوائے پاکستان" سے ملتا ہے، جس کی ۲۹ ستمبر کی اشاعت میں صفحہ اوّل پر "مغربی پاکستان کے مرزائی چیف سیکرٹری کو فوراً تبدیل کیا جائے" کے عنوان سے احراری مولوی غلام غوث ہزاروی کی ایک تقریر کا اقتباس شائع ہوا ہے، اس تقریر میں ایک طرف تو کھلے لفظوں میں اس بات کا شکوہ کیا گیا ہے کہ:-

"محض سیاسی اختلاف کی بناء پر مجلس احرار الاسلام کو خلاف قانون قرار دینے والوں کے سامنے جب تحفظ ناموس رسالت اور تحفظ ناموس صحابہؓ کا مسئلہ آتا ہے تو سکوت اختیار کر لیتے ہیں"

گویا "تحفظ ناموس صحابہؓ" کے مسئلہ پر جو شیعہ سُنّی فساد کی بنا ہے۔ سکوت اختیار کرنا کسی طرح واجب نہیں اور مولوی غلام غوث کے نزدیک اسے ہوا دینا ضروری ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی لکھا گیا ہے کہ:-

"مغربی پاکستان سے مرزائی چیف سیکرٹری کو اس وجہ سے بھی تبدیل کرنا ضروری ہے کہ اُن کے دورِ اقتدار میں فرقہ وارانہ مناقشات روز بروز بڑھ رہے ہیں اور ان کی حکومت ان تنازعات کو ختم کرنے میں ناکام رہی ہے"

غور کیجئے خود تو "تحفظ ناموس رسالت" اور "تحفظ ناموس صحابہؓ" کے مسائل کھڑے کر کے فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں، اور الزام "مغربی پاکستان کے مرزائی چیف سیکرٹری" پر ہے کہ ان کے دورِ اقتدار میں مناقشات بڑھ رہے ہیں۔

اسی قدر نہیں اس تقریر میں مولوی غلام غوث نے یہ فتوے بھی دے دیا ہے کہ:-

"صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کرنے والے ہرگز ہرگز مسلمان نہیں"

جہاں تک صحابہ کرامؓ کی شان کا تعلق ہے ہم ہر رنگ میں ان کی بلندی اور رفعت کے قائل ہیں الحمد للہ ایک ذرہ بھر استخفاف کو ہم بڑے درجہ کا گناہ سمجھتے ہیں لیکن احراری مولوی غلام غوث کس منہ سے "مغربی پاکستان کے چیف سیکرٹری" پر مناقشات بڑھانے کا الزام دیتا ہے جب کہ خود ہر جلسہ میں شیعہ حضرات کو "ہرگز ہرگز مسلمان نہیں" کہہ کر فتنہ و فساد کی آگ کو مشتعل کرنے سے نہیں چوکتا۔

یہاں تک نہیں "نوائے پاکستان" کے اسی پرچہ کے مقالہ افتتاحیہ میں "تبلیغ قادیانی معاونت" کے عنوان سے شیعی حضرات کے متعلق ایسے ایسے دلخراش الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جو دلوں کے اندر بغض و نفرت اور اشتعال پیدا کرنے کا موجب ہو سکتے ہیں، ہم نہیں چاہتے کہ ان الفاظ کو نقل کر کے خواہ مخواہ جذبات کو برانگیختہ کریں لیکن عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ شیعی معتقدات اور ان کی رسوم عزاداری سے کتنا بھی شدید اختلاف کیوں نہ ہو انکو گالیاں دیکر مشتعل کرنا فتنہ و فساد کی آگ کو اور زیادہ بھڑکانا ہے۔ پھر مناقشات بڑھانے کا الزام چیف سیکرٹری یا حکومت کے دوسرے افراد پر عائد کرنا کہاں تک جائز ہے ہم احراری حضرات سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان کے یہ ہتھکنڈے ہمیشہ لوگوں کی جان و مال کے نقصان کا ہی موجب ہوتے ہیں اور اس ذریعہ سے ان کو ہمیشہ ناکامی و نامرادی کا منہ دیکھنا پڑا ہے اس لئے اس آزمائے ہوئے ترکش کو پھر استعمال کرنا اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہے۔ انہیں چاہیئے منزل مراد تک پہنچنے کے لئے کوئی اور سیدھی راہ تلاش کریں، اور تحفظ ناموس رسالت اور تحفظ ناموس صحابہؓ کے خود ساختہ وسائل کو زیر بحث لا کر ملک کو تباہی کے گڑھے کی طرف نہ لے جائیں۔

مولانا یعقوب خانصاحب کا لیکچر

لاہور ۲۳ ستمبر۔ آج شام کے ۶½ بجے وائی ایم سی اے ہال میں مولانا محمد یعقوب خانصاحب کا انگریزی لیکچر ذیل کے موضوع پر ہوا:-

My Impressions of The Western minds growing interest in Islam

یعنی "مغربی قلوب کے اسلام کی طرف بڑھتے ہوئے رجحان کے متعلق میرے تاثرات"

محترم نواب بہادر غلام ربانی خان صاحب رئیس وایڈ وکیٹ مانسہرہ نے اس جلسہ کی صدارت فرمائی اور لیکچر سے پہلے محترم لیکچرار کی قابلیت دینی اور علمی جذبہ و ایثار کا ذکر کرتے ہوئے ووکنگ مسلم مشن کی اہمیت اور تبلیغی خدمات پر مفصل روشنی ڈالی۔ لیکچر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہا جو پوری توجہ اور سکون کے ساتھ سنا گیا۔ تمام ہال سامعین سے بھرا ہوا تھا، حاضرین میں لاہور کے تعلیم یافتہ طبقہ کی کثیر تعداد شامل تھی، معزز لیکچرار نے موجودہ زمانہ کے مغربی مصنفین کی کتابوں کے حوالجات اور اپنے ذاتی تجربات سے یہ ثابت کیا کہ مغربی قلوب آج مذہب کی تلاش میں اسی طرح سرگرداں ہیں جس طرح سائنسی اکتشافات کی تحقیق و تدقیق میں مصروف رہتے ہیں اور مذہب و روحانیت کی اس تلاش میں جس چیز کی انہیں طلب ہے وہ اسلام کے سوائے کہیں نہیں مل سکتی، آپ نے بتایا کہ ووکنگ مسلم مشن اس تلاش میں ان کیلئے روشنی کا مینار ثابت ہوا ہے اور بیشتر مصنفین نے ووکنگ کے لاہوری مبلغین کی مساعی کو مغربی قلوب کے موجودہ رجحان کا باعث قرار دیا ہے۔

محترم خانصاحب کی تقریر کے بعد صاحب صدر نے انکی تائید کرتے ہوئے اپنے ذاتی تجربہ سے بتایا کہ ووکنگ مشن آج مغرب میں اسلام کی بہترین نمائندگی کر رہا ہے اور اسی مشن کی بدولت مغرب سے آفتاب اسلام طلوع ہو رہا ہے آپ نے حاضرین کو اس مشن کی دامے درمے سخنے امداد کرنے کی تحریک کی۔

ایک نہایت دردناک سانحہ

۲۹ ستمبر کی شب کو لاہور سے کراچی جانیوالی ایکسپریس ٹرین کو جو دردناک حادثہ پیش آیا وہ مغربی پاکستان کی تاریخ میں دوسرا ہولناک ترین حادثہ ہے، آہ! وہ بیشمار نفوس (عورتیں بچے اور مرد) جو اس حادثہ کی نذر ہو گئے ہیں، انہیں ایک منٹ کے اندر کتنی دلدوز اور کس قدر حسرتناک موت کا سامنا کرنا پڑا، ایک منٹ پہلے ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا وہ ایسے کربناک حادثہ کا شکار ہونے والے ہیں، ہنسی خوشی اپنے خیالات میں مست اپنی اپنی منزل مقصود کو جا رہے تھے کہ یکایک دو ٹرینوں کے تصادم نے انہیں کرب و بلا میں مبتلا کر دیا کئی ایک آگ کی نذر ہو کر راکھ کا ڈھیر ہو گئے۔ کئی ایک کے جسم ریل کی لکڑیوں، تختوں اور شیشوں سے چھلنی ہو کر موت کی آغوش میں چلے گئے کئی ملبہ کے نیچے دب کر مر گئے اور جو بچے وہ زخمی ہو کر اذیت میں پڑے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ڈیڑھ سو کے قریب آدمی مر چکے ہیں، جن میں سے بعض کی لاشیں راکھ بن جانے کی وجہ سے پہچانی نہیں جا سکتیں، زخمیوں کی تعداد بھی ایک سو کے قریب بتائی جاتی ہے جن میں سے بعض کی حالت نازک ہے، کئی مائیں اپنے بچوں کی تلاش میں پاگل ہو رہی ہیں کئی بچے اپنی ماؤں اور باپوں کے لئے تڑپ رہے ہیں غرض ایک ماتم کدہ اور میدان حشر ہے جو وکاڑہ اور اس کے گردو نواح میں قائم ہے اور یہ سب کچھ اس معمولی سی غلطی یا غفلت کا نتیجہ ہے کہ کانٹے والے نے غلطی سے گاڑی کو اس لائن پر ڈال دیا جس پر ایک مال ٹرین پہلے سے کھڑی تھی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دوکلنشیرا اسلے اور ایک اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر ...

اخبارِ احمدیہ

لائل پور کے تبلیغی حالات:

لائلپور سے مرزا مظفر بیگ صاحب لکھتے ہیں:-

غیر از جماعت دوستوں سے ملاقاتیں کی جاتی ہیں اور مناسب تبادلہ خیالات کیا جاتا ہے اور مفت لٹریچر تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایک قادیانی دوست کو ان کی درخواست پر -/۳۳ روپیہ کی کتب مفت پیش کی گئیں، رقم جناب میاں مولا بخش صاحب نے ادا فرمائی، فجزاہ اللہ احسن الجزاء بیماروں کی تیمارداری اور انہیں مفت ادویات، بیکاروں کو برسرِ روزگار کرنے کے لئے تگ و دو بھی ہمارے فرائض میں سے ہے۔ تقریباً ہر روز نماز عصر کے بعد لائل پور ڈیری فارم کے احاطہ میں ایک مجلس مذاکرہ ہوتی ہے جس میں چند احباب تشریف لاتے ہیں۔ مختلف امور پر تبادلہ خیالات ہوتا ہے، عیسائیوں بھائیوں اور قادیانیوں سے اس مجلس میں مباحثے ہو چکے ہیں تمام گفتگو دوستانہ ماحول میں ہوتی ہے۔ اخویم شیخ محمد امین صاحب مالک ڈیری فارم کے حسن اخلاق سے یہ مجلس قائم ہے فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

"خطبات جمعہ باقاعدگی سے ہوتے ہیں جن میں قرآن کریم کے مطالب اور حالات حاضرہ پر سیر کن بحث ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں ہر روز نماز مغرب کے بعد قرآن کریم کا درس ہوتا ہے جس میں جناب الحاج شیخ میاں محمد صاحب باقاعدگی سے شرکت فرماتے ہیں اور ان کی وجہ سے رونق ہو جاتی ہے فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

"لائل پور کی جماعت کی طرف سے چھ ہزار روپے کے قریب مرکزی خزانہ لاہور میں جمع کرا دیا گیا ہے۔ باہر کی جماعتوں میں تبلیغی دوروں کا پروگرام تھا مگر ملتان کے دورہ کے بعد انفلوئنزا اور سیلاب کی وباؤں کی وجہ سے اس پر فی الحال عمل نہ ہو سکا۔ حالات پر سکون ہونے پر انشاء اللہ عمل ہوگا۔ اللہ کریم ہم سب کو خدمتِ دین کی بیش از بیش توفیق دے۔ آمین"

المناک حادثہ:

پشاور سے مولوی عبد اللہ جان صاحب نے اس المناک حادثہ کی اطلاع دی ہے کہ "برادرم عبد الحمید جان ایڈووکیٹ کا اولوالعزم فرزند سعید احمد جو تعلیم اور زندگی سدھارنے کے لئے ولایت گیا تھا ایک موٹر کے حادثہ میں جاں بحق تسلیم ہوا"۔ انا للہ وانا الیہ راجعون یہ حادثہ فاجعہ مرحوم کے لواحقین کے لئے جس قدر رنج و اندوہ کا موجب ہو سکتا ہے ظاہر ہے ہمیں ان سے دلی ہمدردی ہے اور ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت نصیب کرے احباب سے جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔

منٹو صاحب کے متعلق:

"راولپنڈی سے ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ۔ منٹو صاحب کا ٹما اپریشن ۱۸ر ستمبر ۱۹۵۵ء کو ہو گیا ہے۔ خدا کے فضل سے اپریشن کامیاب ہوا ہے۔ مہربانی کر کے اخبار میں تمام دوستوں کی خدمت میں دعا کے لئے تحریک فرما دیں"۔ امید ہے احباب کرام اس قیمتی کی صحت کے لئے دعا فرمائیں گے۔

دیگ کا عطیہ:

مسعودہ بیگم صاحبہ سیالکوٹ چھاؤنی نے مبلغ یکصد روپیہ برائے خرید دیگ و کنگ مسجد عطا کیا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

مولانا ابوبکر صاحب مالاباری کی وفات کا المناک حادثہ

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں دلی رنج و افسوس کے ساتھ پڑھی جائے گی، کہ ہماری جماعت کے ایک فاضل بزرگ مولانا ابوبکر صاحب ٹیچر عربی مسلم ہائی سکول نمبر ۱ موسم گرما کی تعطیلات ختم ہونے کے بعد اپنے وطن مالابار سے واپس لاہور آتے ہوئے سہارنپور کے قریب ریل کے کسی حادثہ کا (جس کی تفصیل معلوم نہیں ہوئی) شکار ہو کر راہی عالم بقا ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا مرحوم زبان عربی اور علوم اسلامیہ میں بہت بڑی دسترس اور فضیلت رکھتے تھے، آخری ایام زندگی میں ایک کتاب بھی شائع کی تھی جس میں اخلاق و اعمال کے مختلف شعبوں کے متعلق بہت سی احادیث انگریزی ترجمہ کے ساتھ جمع کر دی تھیں، آپ نہایت با اخلاق اور متقی انسان تھے، ہمیں رنج ہے کہ وطن سے دور مسافرت میں ایسا سخت حادثہ انہیں پیش آیا کہ موت واقع ہو گئی۔ گذشتہ جمعہ کو مسجد احمدیہ بلڈنگس میں ان کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا اور تمام جماعت کی طرف سے ان کے اہل و عیال کو ہمدردی کا پیغام بھیجا گیا۔ نیز ہر دو سکولوں میں اس حادثہ کی خبر ملتے ہی تعزیتی جلسے کئے گئے اور تعطیل کر دی گئی۔ تمام بیرونی جماعتوں سے درخواست ہے کہ مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھ کر ان کی روح کو ثواب پہنچائیں۔ دونوں سکولوں کی تعزیتی قراردادیں درج ذیل ہیں۔

مسلم ہائی سکول نمبر ۱ کی قرارداد

"مولانا ابوبکر صاحب اپنے وطن مالابار سے موسم گرما کی تعطیلات گذارنے کے بعد واپس سکول تشریف لا رہے تھے۔ کہ راستہ میں سہارنپور (انڈیا) کے قریب ریل سے گر پڑے سہارنپور میڈیکل انچارج کی اطلاع کے مطابق مولانا صاحب ہسپتال پہنچنے کے تین گھنٹہ بعد رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۱۔ یہ افسوسناک خبر آج مورخہ ۲۶/۹/۵۵ کو سکول میں پہنچی۔ چنانچہ اساتذہ و طلباء کا ایک غیر معمولی اجلاس زیر صدارت جناب چوہدری عبد المجید صاحب ہیڈ ماسٹر منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد جناب چوہدری صاحب نے پُر درد اور رقت انگیز پیرایہ میں جلسہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا مرحوم نہایت مخلص، سنجیدہ۔ کم گو اور صاحب علم و فضل تھے۔ اگرچہ وہ ایم اے ایم او ایل تھے لیکن کسی بڑی ملازمت یا پروفیسری کی بجائے انہوں نے اپنی تمام عمر اس سکول کی خدمت میں گذار دی۔ طلباء سے سکول کے ساتھ نہایت مشفقانہ سلوک روا رکھتے تھے۔ یونیورسٹی میں ان کے نتائج ہمیشہ سو فیصد رہتے تھے۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ منظم اور باقاعدہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ساٹھ برس کی عمر کے قریب پہنچ کر بھی وہ نہایت صحتمند نوجوانوں کی طرح اپنے کام میں چاق و چوبند رہتے تھے۔ تمام حاضرین تصویر غم بنے بیٹھے تھے۔ یہ منظر کسی حقیقی دوست یا مشفق کی جدائی کا کامل نمونہ تھا۔

۲۔ جناب چوہدری صاحب کے خطاب کے بعد حاضرین جلسہ نے مولانا مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی اور گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

۳۔ باتفاق رائے منظور ہوا۔ کہ سکول باقی وقت کے لئے بند کر دیا جائے چنانچہ سکول بند کر دیا گیا۔

۴۔ قرارداد ہذا کی ایک کاپی مولانا مرحوم کے لواحقین کی خدمت میں اور ایک کاپی برائے اشاعت پیغام صلح کو بھیجی جائے۔

برکت علی انچارج پبلسٹی مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور

مسلم ہائی سکول نمبر ۲ کی قرارداد

اساتذہ مسلم ہائی سکول نمبر ۲ کا ایک خصوصی اجلاس زیر صدارت مرزا خلیل الرحمن صاحب ہیڈ ماسٹر منعقد ہوا جس میں باتفاق حسب ذیل ریزولیوشن منظور کیا گیا۔

"اساتذہ مسلم ہائی سکول نمبر ۲ مولانا ابوبکر صاحب مالاباری کی ناگہانی موت پر انتہائی غم و اندوہ کا اظہار کرتے ہیں۔ مرحوم ایک فرشتہ خصلت، شریف النفس زندہ دل اور مرنجاں مرنج انسان تھے۔ وہ انجمن کے ایک دیرینہ اور سرگرم کارکن تھے۔ اُن کی ساری زندگی دینی اور تعلیمی مشاغل میں بسر ہوئی ان کی وفات سے انجمن کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اگرچہ مرحوم اچانک ہمیں داغ مفارقت دے گئے لیکن ان کی یاد ہمارے دلوں میں ہمیشہ تازہ رہے گی۔ دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی طاقت عطا فرمائے"......

قرآن کریم میں معرفت الٰہی کے دو بڑے سبق

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۵۷ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ان ربکم اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض .... ان رحمت اللہ قریب من المحسنین ——— (الاعراف ۵۴ تا ۵۶)

اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت عطا کرنے کے لئے رسولوں کا سلسلہ جاری کیا اور ان رسولوں کے سرتاج حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معرفت الٰہی کو یہاں تک پہنچایا کہ عرب کے بدو نہ صرف بادشاہ ہو گئے بلکہ فرشتے بن گئے، بادشاہت میں فقیر بن کر رہنا حکومت اور اقتدار کے ہوتے ہوئے فرشتوں کی خصلت اختیار کرنا، اس کی سعادت انہوں نے نہ صرف اپنے اندر پیدا کی بلکہ جہاں گئے وہاں کے لوگوں میں بھی ایسے ہی اخلاق پیدا کر دیئے۔ یورپ کی تاریخوں میں آج بھی اس بات کا اعتراف کیا جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تاجدار پیدا کئے جنہوں نے تخت پر بیٹھ کر مخلوقِ خدا کی بہترین خدمت کی، حضرت عمرو ابن عاص نے جب مصر فتح کیا تو وہاں اعلان کیا کہ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا تھا کہ جب مصر فتح کر لو تو ان کے ساتھ نیکی اور مروت کا معاملہ کرو اور ان کو مسلمانوں جیسے حقوق عطا کرو، کافروں کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ صرف مسلمان فاتحین ہی کے اعمال وکردار میں نظر آتا ہے۔ مصر میں جب ایسا اعلان ہوا اور یہ بھی کہا گیا کہ آج سے وہ کنعانی جن کو تم نے غلام بنا رکھا ہے، ان کے وہی حقوق ہونگے جو اہل ملک کو حاصل ہوں گے تو اس برتاؤ سے مسلمانوں کی عزت بڑھ گئی۔ اس بارہ میں ایک بڑا سخت امتحان بھی ہوا۔ شہزادے (عمرو ابن عاص کے لڑکے) نے ایک قبطی کو مارا، شہزادوں کے دماغ میں تو بڑائی ہوتی ہے اس نے اپنے آپ حاکم وقت کا لڑکا سمجھتے ہوئے ایسا فعل کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی، انہوں نے باپ اور بیٹے دونوں کو مدینہ بلایا اور شہزادہ صاحب کو پبلک میں سزا دی اس سے ایک سناٹا ہو گیا۔ اور مصر کے لوگوں نے یقین کر لیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حکمرانی کرنے کے قابل ہیں لکھا ہے مصر کی تہذیب بہت پرانی تہذیب تھی اور ہر بادشاہ کے ساتھ وہاں کی تہذیب بھی بدلی جاتی رہی، لیکن جب سے اسلام آیا ہے اور وہاں کے لوگ اسلامی رنگ میں رنگین ہوئے ہیں اس کے بعد وہی رنگ ان میں چلا چلتا ہے۔ اور اسلامی تہذیب میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی، آج بھی مصر کی زبان عربی ہے اور وہاں سے عربی علوم کی بہت بڑی اشاعت ہوتی ہے۔ مصر وہ ملک ہے جہاں سے آج بھی اسلامی علوم کی اشاعت ہوتی ہے، احادیث، تفاسیر اور دیگر علوم اسلامی کی کتابیں نہایت خوبی کے ساتھ وہاں سے چھپ کر شائع ہوتی ہیں، یہ اس لئے ہوا کہ ان لوگوں کے دلوں میں خدا کی معرفت بٹھا دی گئی۔ معرفت الٰہی کے بغیر اس قسم کے کام نہیں ہو سکتے، جب یہ یقین ہو کہ میرا خدا مجھے دیکھتا ہے اور اس نے کچھ احکام دے رکھے جن کی تعمیل ضروری ہے، تو پھر انسان نیک اعمال بجا لاتے ہیں ہر قسم کی تکالیف برداشت کر لیتا ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے دکھایا کہ مشکل سے مشکل مقام پر بھی سخت ترین تکالیف اٹھا کر خدا کے دین کی حمایت اور مخلوقِ خدا کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی خدمت گذاری انہوں نے شعارِ زندگی بنا لیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت عطا کی، جس کی وجہ سے احکام الٰہی کی اطاعت اور مخلوق کی ہمدردی اور خیر خواہی ہمارا جزو ایمان بن گیا، یہ دو ہی بڑی باتیں ہیں جو اسلام کا خلاصہ اور نچوڑ ہیں، اس معرفت الٰہی کے سبق قرآن کریم کے ہر ورق میں پائے جاتے ہیں، ان آیات میں بھی جو میں نے پڑھی ہیں، یہی سبق دیا گیا ہے فرمایا ان ربکم اللہ الذی خلق السمٰوات والارض۔ تمہاری تربیت کرنے والا کون ہے؟ وہ تمہارا خالق اور موجد ہے۔ خالق اور موجد ہی اپنی مخلوق کی صحیح تربیت کر سکتا ہے۔ اس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ثم استوٰی علی العرش۔ اس لئے وہ حکومت کے عرش پر متمکن ہو گیا، اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ حکومت کے عرش پر متمکن ہے یغشی الیل النہار یطلبہ حثیثا ثبوت یہ ہے کہ وہ رات کو دن کا لباس پہناتا ہے کبھی رات کو کاٹ کر دن میں داخل کرتا ہے اور کبھی دن کو کاٹ کر رات میں داخل کرتا ہے اور یہ ایک دوسرے کے پیچھے لگاتار چلے آتے ہیں۔ آج کل دن کو تھوڑا تھوڑا کاٹ کر رات میں داخل کر رہا ہے اور راتیں لمبی ہوتی جا رہی ہیں، اس کی وجہ سے موسم تبدیل ہوتا جا رہا ہے۔ مکانوں میں تبدیلیاں ہو رہی ہیں لباس بدلے جا رہے ہیں، موسم کی تبدیلی کے ساتھ کھانے پینے کی چیزیں بدل گئی ہیں، پھل پھول اور میوے بدل گئے ہیں والشمس والقمر مسخرات بامرہ سورج اور چاند پر بھی اسی کی حکومت ہے جن کی وجہ سے دن رات اور موسموں کی تغیرات رونما ہوتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ اور بھی ستارے اور سیارے ہیں جو اس کے حکم کے نیچے کام کر رہے ہیں، دوسری جگہ فرمایا اللہ الذی رفع السمٰوٰت بغیر عمد ترونہا ثم استوٰی علی العرش وسخر الشمس والقمر یہ آسمان اور ستارے اور سیارے بڑے بوجھل ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بغیر ستونوں کے معلق ہیں۔ لیکن وہ ایسے ستونوں پر قائم کئے گئے ہیں جو نظر نہیں آتے۔ وہ ستون ان کی کوئی باہمی کشش ہے جو انہیں گرنے یا ایک دوسرے سے ٹکرانے نہیں دیتی ان کو پیدا اور قائم کرنے والا کس قدر فزکس اور ریاضی کو جاننے والا ہے کہ ان کی کشش میں ایسا توازن رکھا ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ادھر ادھر نہیں ہو سکتے۔ اور یہ صرف معلق ہی نہیں بلکہ فرمایا کل فی فلک یسبحون ہر ایک اپنے فلک کے گرد چکر کاٹ رہا ہے، فلک گول دائرہ کو کہتے ہیں۔ ہر ایک سیارے کے لئے ایک دائرہ ہے جس کے گرد وہ چکر کاٹتا ہے کل یجری لاجل مسمّی ہر ایک کے چکر کاٹنے کا وقت مقرر ہے اور اس وقت مقررہ میں وہ نہایت تیزی سے چلتے چلے جا رہے ہیں، اس نظام کی وجہ سے برکات سماوی و ارضی میسر آتی ہیں۔ ذالکم اللہ ربکم۔ یہ ہے اللہ تمہارا رب۔ ان سب سامانوں کو دیکھتے ہوئے خدا کی تصویر آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے، اس کے احسان اس کی ربوبیت کو دیکھ کر گردن جھک جاتی ہے، حسن اور احسان دو ہی چیزیں ہیں جو انسان کو کسی کا گرویدہ بناتیں اور اس کے سامنے جھکا دیتی ہیں۔ بڑے بڑے فرعون احسان کرنے والے کے سامنے جھک جاتے ہیں۔ خدا فرماتا ہے اگر کمال کے سامنے جھکتے ہو تو ہمارے کمالات زمین و آسمان میں تمہیں نظر آ رہے ہیں۔ اور اگر کسی کا احسان تمہیں جھکا سکتا ہے تو خدا تعالیٰ سے بڑھ کر احسان کرنے والا کون ہے، جس نے تمہاری ربوبیت اور پرورش کے لئے بڑے سامان پیدا کئے، اس لئے اس کے سامنے جھکنا اور اسی کی فرمانبرداری کرنا ضروری ہے اگر عزت حاصل کرنا چاہتے ہو تو فللہ العزۃ جمیعا خدا تعالیٰ ہی تمام عزتوں کا مالک ہے وہی دنیا جہان کا حقیقی بادشاہ ہے اسی کے ساتھ تعلق لگاؤ۔ فرمایا الا لہ الخلق والامر جو تخلیق پر قدرت رکھتا ہے وہی حکومت کر سکتا ہے اور جو تخلیق پر قادر نہیں وہ حکومت بھی نہیں کر سکتا نہ عیسیٰ خالق ہے نہ ہی رامچندر، اس لئے نہ عیسیٰ کی حکومت ہو سکتی ہے نہ رامچندر کی، جس کی ایجاد ہوتی ہے وہی اپنی ایجاد پر حکمرانی کر سکتا ہے تبارک اللہ احسن الخالقین تمام کی تمام کائنات کو پیدا کرنے والا، اس کی ایجاد کرنے اور ربوبیت کرنے والا وہی خدا ہے، اس کی تخلیق، اس کی ایجاد اور ربوبیت کے اندر برکات ہی برکات ہیں ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ خدا تعالیٰ

ایک دردناک موت

مولانا ابوبکر صاحب مالاباری کی دردناک موت کا تذکرہ اسی پرچہ میں دوسری جگہ کیا جا چکا ہے۔ ذیل کے مضمون میں محترم مولانا محمد یعقوب خاں صاحب نے اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے:—

موت کو موت ہے۔ اور ہر موت ایک دیدہ ور کے لئے تازیانۂ عبرت ہونا چاہیئے کہ جس زندگی اور اسکی امنگوں اور دشواریوں اور راحت و رنج کو ہم اس قدر اہمیت دیتے ہیں وہ محض ایک بلبلا ہے جو پانی کی سطح پر ابھر کر اتراتا ہے اور ایک آن کی آن میں فنا ہو جاتا ہے۔

مگر مولوی ابوبکر صاحب کی موت جس دردناک بیکسی اور بے بسی کے عالم میں واقع ہوئی وہ ایک ایسا المیہ ہے جس سے ایک کثیف الحس سے کثیف الحس انسان کے لئے بھی زندگی بنیادیں ہل جانی چاہئیں اور یہ حقیقت روز روشن کی طرح سامنے آ جانی چاہیئے کہ انسانی زندگی کی ساری خودساختہ اقدار کو فریبی سے بڑھ کر نہیں اور ہماری ساری آرزوئیں محض اس صحرائی سراب کی طرح ہیں جسے ایک پیاسا پانی سمجھ کر اس کی طرف سرپٹ دوڑتا ہے مگر جب وہاں پہنچتا ہے تو پتہ لگتا ہے کہ وہ ایک فریب تھا، ایک دھوکا تھا جس میں وہ مبتلا تھا۔

مولوی ابوبکر صاحب دو ماہ کی تعطیلات موسم گرما اپنے وطن مالوف مالابار میں اپنے عزیزوں اور پیاروں میں گزار کر خوشی خوشی لاہور آ رہے تھے۔ لاہور ان کے لئے ایک دوسرے گھر کی حیثیت رکھتا تھا، یہاں انہوں نے زندگی کا بیشتر حصہ گزارا تھا اور اپنے اخلاص اور محبت اور دانشمندی سے اپنے لئے دوستوں، رفیقانِ کار اور مداحوں کا ایک بڑا وسیع حلقہ پیدا کر لیا تھا، ان کا دل سرور سے پُر ہے کہ وہ اپنے اس روحانی گھر کی طرف جا رہے ہیں۔ دو تہائی سے زیادہ سفر کٹ چکا ہے اور ایک آدھ دن میں پھر اسی علمی اور روحانی فضا میں پہنچ کر مصروف عمل ہونے والے ہیں۔ مگر قضا و قدر کی منصوبہ بندی کچھ اور تھی۔ انہیں گھر سے روانہ ہوتے وقت وہم و گمان بھی نہ تھا کہ وہ لاہور نہیں بلکہ عالم جاودانی کے سفر پر روانہ ہوتے ہیں۔

ایک دن ہیڈ ماسٹر صاحب مسلم ہائی سکول لاہور کے نام پر ایک معمولی پوسٹ کارڈ آتا ہے۔ جس کے بھیجنے والے نے اپنا نام نہیں لکھا۔ اس کی جگہ صرف "ایک شہری" لکھا ہے۔ یہ معمولی کارڈ سہارنپور سے آتا ہے مگر یہ تین پیسے کا کارڈ جس خبر کا حامل ہے اس کی قیمت ایک انسانی زندگی یا موت ہے اور زندگی اور موت بھی مولوی ابوبکر صاحب با وقار صاحب علم اور ہردلعزیز ہستی کی۔

جمعہ (۲۰ ستمبر) کے روز احمدیہ بلڈنگس کی مسجد میں بعد خطبہ چوہدری عبدالمجید صاحب مدرس مسلم ہائی سکول نے کھڑے ہو کر یہ متوحش خبر سنائی کہ سہارنپور سے ایک گمنام پوسٹ کارڈ کے ذریعے یہ معلوم ہوا ہے کہ مولوی ابوبکر صاحب سہارنپور کے قریب ریل گاڑی سے گر پڑے ہیں اور سہارنپور ہسپتال میں ان کی حالت نازک ہے۔ احباب اُن کے لئے دعا کریں۔

اگلے جمعہ (۲۷ ستمبر) کو اسی مسجد میں جمع ہونے والے نمازیوں نے نہایت رنج و غم سے یہ خبر سُنی کہ مولوی ابوبکر صاحب اس حادثہ سے جانبر نہ ہو سکے اور فی الحقیقت حادثہ اس قدر شدید تھا کہ جس دن ہسپتال میں پہنچائے گئے اسی دن چند گھنٹے کے بعد وہ راہیٔ عدم ہو گئے —— ہسپتال میں پہنچانے والا ایک پولیس کانسٹیبل گنگارام نامی تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب میں صرف اس قدر سکت باقی رہ گئی تھی کہ پولیس کو اپنے گھر کا اور سکول کا پتہ بتا سکیں۔ خط سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب نے خود ان مقامات کو اطلاع دینے کے لئے کہا۔

مولوی ابوبکر صاحب پر ان چند تاریک گھنٹوں میں کیا گزری ہوگی اس کا تصور ہی ان کے احباب کو لرزہ براندام کرنے کے لئے کافی ہے۔

حادثہ کی نوعیت کیا تھی۔ گاڑی سے کیسے گر پڑے یہ سب کچھ ابھی تک معلوم نہ ہو سکا۔ ویسے مولوی صاحب طبعاً محتاط واقع ہوئے تھے۔ گاڑی سے گر پڑنا سمجھ میں نہیں آ سکا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب چوہدری عبدالمجید کے استفسار پر سول ہسپتال سہارنپور کے ڈاکٹر نے جو خط لکھا ہے اس سے بھی حادثہ کی نوعیت پر روشنی نہیں پڑتی۔

غیر ملک میں، غیر لوگوں میں، پاس نہ کوئی عزیز نہ کوئی دوست، نہ غمگسار، کیا یاس و حسرت کا عالم ہوگا جو ہمارے مرحوم دوست پر چھایا ہوگا۔

مولوی ابوبکر صاحب کے اس حسرتناک انجام کی خبر جس کسی کو پہنچی اس پر ایک سناٹا سا طاری ہو گیا۔

مولوی صاحب کے بے شمار دوستوں، اور شاگردوں کو جو حسب معمول تعطیلات گرما سے واپسی پر ان کے لئے چشم براہ تھے یقین کرنا بھی مشکل ہے کہ وہ اس مانوس اور باوقار شکل و صورت کو جو چالیس سالہ زندگی میں یہاں کے ماحول کا ایک جزو لاینفک بن چکی تھی کبھی نہیں دیکھ سکیں گے۔

كل من عليها فان ويبقى
وجه ربك ذو الجلال
والاكرام

مولوی ابوبکر صاحب علوم شرقیہ کے جید سکالر تھے کئی اعلے سے اعلے ڈگریوں کے مالک تھے۔ مگر بڑے منکسر المزاج شریف النفس اور حق گو انسان تھے، ہمیشہ کلمۂ حق کہتے اور حق کی حمایت میں جرأت ایمانی دکھاتے تھے۔ ہر ایک سے خندہ پیشانی اور شگفتہ مزاجی سے ملنا اس کی فطرت ثانیہ ہو چکی تھی۔

مجھے مولوی صاحب مرحوم کے ساتھ سالہا سال تک کام کرنے کا موقع ملا۔ بحیثیت معلم فرائض منصبی کی ادائیگی میں نہ صرف ایک اعلیٰ ترین ماہر تھے بلکہ حد درجہ کے فرض شناس تھے۔ سکول، اساتذہ اور طلباء کے مفاد کے ہر معاملہ میں وہ پوری تندہی سے حصہ لیتے تھے اور ان کی صائب رائے سکول کے انتظامات کے لئے ایک بڑی قوت تھی۔ وہ جماعت احمدیہ کے ایک سرگرم ممبر تھے اور تحریک کے مقاصد اور کاروبار سے ہمیشہ گہری دلچسپی رکھتے تھے۔

یہ چند الفاظ جو دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے ہیں محبت کے پھول ہیں جو اپنی طرف سے اور مولوی صاحب کے بیشمار احباب اور طلباء کی طرف سے اپنے بلظ مہر بے گور و کفن دوست کی یاد میں پیش کئے جاتے ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مولوی ابوبکر صاحب پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرمائے۔

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۹)

کے اس تصور کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے ربوبیت کرنے والے کو عاجزی سے اور دل سے پکارو۔

میں نے بیان کیا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت سے ہمارے ایسے ایسے بادشاہ ہوئے ہیں کہ انہوں نے اپنی نیکی اور رحم و کرم کا سکہ دنیا میں بٹھا دیا، جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ تم مخلوق خدا کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ یہاں بھی لکھا ہے کہ زمین میں فساد کرنا چھوڑ دو، لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها۔ تمہارے اللہ تعالےٰ کو ماننے کی ایک غرض یہ بھی ہے کہ تمہارے وجود سے مخلوقِ خدا کی بھلائی ہو، اور زمین میں فتنہ و فساد باقی نہ رہے وادعوه خوفا وطمعا مخلوق سے بھلائی کرتے ہوئے اس کو بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور امید رکھتے ہوئے اسے پکارو کہ اگر خدمت خلق میں کوئی کمی رہ گئی ہو، کوئی حقوق کسی کے رہ گئے ہوں تو وہ معاف کر دے۔ اور یاد رکھو اگر تمہارا معاملہ خدا کی مخلوق کے ساتھ رحمت و رافت کا ہوا تو ان رحمت اللہ قریب من المحسنین یعنی اگر تم دنیا پر احسان کرو گے تو ہماری رحمت تمہارے شامل حال رہے گی۔

نوجوانوں سے خطاب

ایک امانت

مکرم چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

(۷)

معاند نمبر ۳

یہ غلام احمد پرویز اور الذین معہ ہیں

مسئلہ ملکیت زمین

ہم پرویز سے اپنے اختلاف کی ایک اور مثال بیان کرتے ہیں، جس سے ظاہر ہوگا کہ پرویز کا استدلال کس قدر کمزور اور بھونڈا ہے۔

پرویز کا سب سے مایۂ ناز نظریہ مسئلہ ملکیت زمین ہے۔ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ زمین کسی فرد کی ملکیت نہیں ہو سکتی، ہاں وہ کاشت کرنے والے کی تحویل میں دی جا سکتی ہے۔ اس نے اپنے اس نظریہ کی بنیاد قرآن کریم کی اس آیت پر رکھی ہے۔ ۔ الارض وضعھا للانام۔

چنانچہ رسالہ "طلوع اسلام" ماہ اگست ۱۹۵۷ء صفحہ ۹ پر اپنے مضمون کا یہ عنوان رکھا ہے:۔

"یہ زمین کس کی ہے"؟

اور اس مضمون کے عنوان کے اوپر اس نے یہ آیت لکھی ہے

والارض وضعھا للانام

اور اس کے نیچے اس کا ترجمہ یہ لکھا ہے کہ:۔

"خدا نے زمین کو مخلوق کے فائدے کے لئے بنایا ہے"۔

پرویز کو اس سے یہ استدلال کرنا مقصود ہے کہ زمین کی ذاتی ملکیت جائز نہیں۔ اگر یہ استدلال صحیح ہے۔ تو اس کے نتائج بڑے دور رس ہوں گے۔ جو مضحکہ خیز حد تک پہنچ کر ناقابل عمل ہو جائیں گے۔ انسان اپنے رہنے کے لئے مکانات بھی زمین پر ہی بناتے ہیں۔ کارخانہ داروں کے کارخانے بھی زمین پر تعمیر کئے جاتے ہیں۔ کیا مکانوں یا کارخانوں کی ملکیت جائز نہیں۔ مکانوں کے صحنوں میں خوبصورت روشیں بنائی جاتی ہیں۔ جہاں خوبصورت پھول اپنی بھینی بھینی خوشبو سے مشام انسانی کو معطر کرتے رہتے ہیں کیا افراد ان پھولوں کی کیاریوں کے مالک نہیں ہوتے کیا وہ اپنے کھلے صحن میں پھل دار درخت اور گابھوں والی کھجوریں نہیں لگا سکتے اگر وہ لگوا لیں تو کیا وہ اس کے مالک نہیں ہو سکتے؟ اس آیت کے آگے جو الفاظ آتے ہیں ان سے تو پھر یہ استدلال آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ کہ مکانوں کی آرائش و زیبائش کے لئے نہ پھولوں کی قطاریں ترتیب دی جا سکتی ہیں۔ نہ پھل دار درخت لگائے جا سکتے ہیں۔ اور نہ بھُس والا دانہ اُگایا جا سکتا ہے قرآن شریف کی ساری آیت یوں ہے:۔

والارض وضعھا للانام ٥ فیھا فاکھۃ والنخل ذات الاکمام ٥ والحب ذو العصف والریحان ٥ فبای الاء ربکما تکذبان ٥

ترجمہ:۔ اور اس زمین کو مخلوق کے لئے بنایا۔ اس میں پھل ہے۔ اور گابھوں والی کھجوریں اور بھُس والا دانہ ہے۔ اور بھینی بھینی خوشبو والے پھول ہیں (اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں) فبای الاء ربکما تکذبان ٥ تم کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے

پس زمین کے ٹکڑے بھی ہمارے۔ پھل بھی ہمارا۔ گابھوں والی کھجوریں بھی ہماری۔ اور بھُس والا دانہ بھی ہمارا۔ اور خوشبودار پھول بھی ہمارے۔ حقیقی مالک تو ان تمام اشیاء کا خدا ہی ہے مگر مجازی رنگ میں ہمیں ان چیزوں کی ملکیت کے حق حاصل ہیں۔ لیکن پرویز کا استدلال یہ ہے کہ زمین ساری مخلوق کی ملکیت ہے پھر تو زمین پر استادہ ہر چیز ہی تمام انسانوں کی مشترکہ ملکیت ہونی چاہیئے۔ لیکن پرویز پہلے حصہ کا قائل ہے دوسرے حصہ کا نہیں۔ یہ کس قدر فریب کاری ہے کہ قرآن کریم کا فقط ایک حصہ لکھا جائے۔ اور باقی سے اعراض کیا جائے۔

اس مضمون میں پرویز صاحب نے ایک ذیلی سرخی یہ قائم کی ہے۔ کہ "زمین پر ذاتی ملکیت جائز نہیں" ملاحظہ ہو "طلوع اسلام" ماہ اگست ۱۹۵۷ء صفحہ ۱۸-۱۰ قرآن شریف کی مندرجہ ذیل آیات سے اپنے اس نظریہ کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ آیات شریفہ حسب ذیل ہیں:۔ قل ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین وتجعلون له انداداً ذالک رب العلمین ٥ وجعل فیھا رواسی من فوقھا وبٰرک فیھا وقدر فیھا اقواتھا فی اربعۃ ایام سواء للسائلین ٥ سورۃ حم السجدۃ رکوع ۲ آیت ۹ و ۱۰۔

پہلی آیت کا ترجمہ پرویز صاحب یوں کرتے ہیں:۔

"کیا تم اس خدا کے (قانون سے) انکار کرتے ہو۔ جس نے اس زمین کو دو مراحل میں پیدا کیا۔ (پہلا مرحلہ وہ تھا۔ جب وہ اس قدر گرم تھی۔ کہ اس میں کچھ پیدا ہی نہیں ہو سکتا تھا اور دوسرا مرحلہ وہ جس میں وہ اس قابل ہو گئی۔ کہ اس پر جاندار مخلوق رہنے لگی۔ اور یہ اُن کے لئے سامان زندگی بہم پہنچانے لگی) کیا تم اس زمین کے حاملے میں جو (خالصۃً خدا کی ملکیت ہے) اس کے ہمسر بناتے ہو۔ اس زمین کو تمام نوع انسانی کی پرورش کا ذریعہ بنایا ہے۔ کیونکہ وہ رب العلمین (تمام انسانوں کا پرورش کرنے والا) ہے اس نے زمین کی سطح پر پہاڑ بنائے۔ (جو اس کے سلسلہ آب رسانی کا ذریعہ ہیں) اور اس میں رزق پیدا کرنے کی صلاحیت رکھی اور اس کی پیداوار (فصلوں) کے لئے چار موسم مقرر کئے۔ یہ تمام ضرورت مندوں کے لئے یکساں کھلی رہنی چاہیئے"۔

یہ ترجمہ بیان کرنے کے بعد پرویز صاحب لکھتے ہیں:۔

"آپ نے غور کیا کہ قرآن نے کیا کہا ہے! اس نے کہا ہے۔ کہ لوگوں کو زمین کا مالک قرار دینے کا مطلب یہ ہے۔ کہ تم انہیں خدا کا ہمسر بنا رہے ہو"۔

اس سے بڑھ کر تحریف فی القرآن کا کوئی شخص مرتکب نہیں ہو سکتا۔ یحرفون الکلم عن مواضعہ کی اس سے بڑھ کر کوئی مثال نہیں مل سکتی۔

پرویز صاحب کی ان تشریحات سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ نزول قرآن کے وقت بالخصوص سورۃ حم السجدہ کے نزول کے وقت جو کہ مکی سورت ہے۔ مکہ والوں کے اندر نوابوں اور دولتانوں کی قسم کے کوئی بڑے زمیندار رہتے تھے۔ اور کاشتکاروں اور مالکان اراضی کے درمیان کوئی اہم نزاعی مسائل پیدا ہو گئے تھے۔ جن کا قرآن نے یکسر یوں فیصلہ کر دیا۔ کہ مالکان اراضی سے ان کی جاگیریں اور مربعے چھین لئے اور کاشتکاروں میں تقسیم کر دیئے۔ صورت حال کی یہ توضیح نہایت مضحکہ خیز ہے۔ وہاں کی زمین تو وادی غیر ذی زرع تھی۔ اور ملکیت زمین کا مسئلہ کبھی پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔

ہاں یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ قرآن کریم تمام اقوام اور تمام زمانوں کے لئے ہے۔ اس لئے بعض باتیں آئندہ پیدا ہونے والے مسائل کو حل کر دیا گیا ہے

مگر یہ بھی غلط ہے۔ ان آیات کا سیاق و سباق اس نظریہ کی تائید نہیں کرتا۔ یہاں تو اصل جھگڑا توحید اور شرک کا ہے۔ اللہ تبارک و تعالےٰ اپنی ذات کو انسانوں کے سامنے دلائل سے قابل پرستش ہونے کی حیثیت میں پیش کر رہا ہے اور یہاں یہ تعلیم دی جا رہی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے ماسوا تمام معبودان باطلہ کی پرستش حق سے انحراف ہے جیسا کہ ایک اور جگہ فرمایا ہے۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔ دراصل لفظی ترجمہ ان آیات بینات کا یوں ہے :-

ترجمہ :- "کہو کیا تم اس کا کفر کرتے ہو۔ جس نے زمین کو دو وقتوں میں پیدا کیا۔ اور اس کے لئے ہمسر ٹھہراتے ہو یہ جہانوں کا رب ہے۔ اور اس کے اندر اس (کی سطح) پر پہاڑ بنائے۔ اور اس میں برکت دی اور اس کی خوراکوں کا اس میں اندازہ کیا (یہ) چار دن میں (کیا) سائلوں کے لئے برابر ہے"

یہ ترجمہ ہم نے حضرت مولانا مولوی محمد علی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کے بیان القرآن سے نقل کیا ہے۔ اس کے نیچے جو انہوں نے تفسیر لکھی ہے۔ اور جو ۱۹۲۳ء کے قریب قریب شائع ہوئی ہے۔ پرویز صاحب نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے اور جہاں اُن سے اختلاف کیا ہے۔ وہیں ٹھوکر کھائی ہے مولانا مرحوم يَوْمَيْنِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں :-

"خود اس زمین پر دو حالتیں آئیں جہاں تک آج ہمارا علم پہنچا ہے۔ وہ بھی یہی ہے۔ کہ پہلے یہ محض ایک ناری ٹکڑا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہو کر اس کے اوپر کی سطح بنی۔ ان دو حالتوں کے بعد تیسری حالت جس کا بیان کیا۔ پہاڑوں کا بننا ہے اور یہ بھی تازہ علمی تحقیقات کے عین مطابق ہے یعنی جب اوپر کی سطح موٹی ہونی شروع ہوئی۔ تو پھر زلازل وغیرہ سے اصل سطح کے اوپر پہاڑ بنے۔ اور یہ پہاڑ دریاؤں اور بارشوں کا موجب بنے اسی کی طرف بَارَكَ فِيهَا میں اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ اور قَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا میں نباتات۔ حیوانات اور خود انسانوں کی پیدائش کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ قوت وہ ہے جس سے بدن انسان قائم رہتا ہے۔ اور کل چار حالتیں بنتی ہیں"

اربعۃ ایام کی یہ کیا خوبصورت تفسیر ہے۔

آیات کے پہلے حصے کو تو پرویز نے قبول کر لیا ہے اور اسے اپنے ترجمہ میں بھی درج کر لیا۔ گو اس کا اعتراف اس نے نہیں کیا۔ حضرت مولانا کی یہ تفسیر اپنے معانی کے لحاظ سے منفرد ہے۔ سابقہ مفسرین نے یہ معنی نہیں کئے اور پرویز نے دیدہ دلیری سے مولانا کی بیان کردہ تفسیر کو اپنا لیا ہے۔

ہاں اربعۃ ایام کی تفسیر چار موسم کر کے اس نے بتلا دیا۔ کہ مولانا محمد علی مرحوم کے فکر و نظر کا کتنا بلند مقام ہے۔ اور اس کے سامنے پرویز کی کیا حیثیت ہے۔

سَوَاءً لِّلسَّائِلِيْنَ کے معنے پرویز نے یہ کئے ہیں کہ "تمام ضرورتمندوں کے لئے یکساں طور پر کھلی رہنی چاہیئے"۔ اس سے وہ یہ استنباط کرنا چاہتا ہے۔ کہ زمین کی ملکیت انفرادی نہیں ہو سکتی۔ یہ تمام انسانوں کی اجتماعی ملکیت ہے بالفاظ دیگر سرزمین پاکستان صرف پاکستانیوں کی نہیں۔ ہندوؤں، زرتشتیوں، یہودیوں عیسائیوں، چینیوں، جاپانیوں، بلکہ تمام مشرقیوں اور مغربیوں کی ہے۔ مگر اس سرزمین پر بنے ہوئے محلات کارخانہ جات اور دکانات البتہ شخصی ملکیت میں آ سکتے ہیں۔

ہمارے خیال میں تو سَوَاءً لِّلسَّائِلِيْنَ کے بڑے سادہ سے معنے ہیں، اس آیہ میں یہ بتلایا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ کیونکہ اس نے نہایت حکمت سے اس کرۂ ارضی کو بنایا ہے۔ اور اس پر تخلیق کی چار حالتیں وارد ہو چکی ہیں اور ہر حالت کسی مُدَبِّر بالارادہ۔ علیم۔ خبیر۔ حکیم کا پتہ دیتی ہے۔

کبھی یہ شعلۂ نار تھی جس کے آتشیں خواص اب بھی اندرون زمین اور انواع و اقسام کی معدنیات کی شکل میں موجود ہیں۔ پھر اس کو ٹھنڈا کیا۔ تاکہ اسے جاندار مخلوق کا مسکن بنایا جا سکے۔ پھر تیسری حالت اس پر پہاڑوں کو قائم کرنا ہے۔ جو آتشیں مادہ کے ابل آنے سے اور زلزلوں کے برپا ہونے سے نمودار ہوئے ہیں .... پھر کہیں جا کر چوتھی کیفیت پیدا ہوئی۔ کہ جاندار مخلوق منصۂ شہود پر آئی۔ یہ اربعات ایام ہوئے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا۔ کہ ہر قسم کے سائل کے لئے یہی جواب ہے یعنی اس سے حکماء اور منطقی لوگوں کی بھی تسلی ہو سکتی ہے۔ اہل تصوف اور باطنیات پر اعتقاد رکھنے والے بھی مطمئن ہو سکتے ہیں۔ اور معمولی عقل و دانش کے عوام الناس بھی اس سے درس عبرت لے سکتے ہیں اور ہر فرد بشر اپنے اپنے ذوق اور استعداد کے مطابق اس سے استفادہ حاصل کر سکتا ہے۔

ہم حیران ہیں کہ پرویز صاحب نے یہ نتیجہ کہاں سے نکالا ہے۔ کہ لوگوں کو اگر زمین کا مالک قرار دیا جائے تو وہ خدا کے ہمسر بن جائیں گے۔

پرویز کی تفسیر پر اعتراض

اگر لوگ رفیع المرتبت اور عظیم الشان بیس بیس منزلہ مکانات کے مالک ہو سکتے ہیں اور بڑے بڑے کارخانے اور بازاروں کے بازار انفرادی ملکیت میں دیئے جا سکتے ہیں۔ تو زمین کیوں کسی کی ملکیت میں نہیں آ سکتی۔ اب فرض کریں ایک شخص کی تحویل میں دس ایکڑ زمین کاشت کے لئے دی گئی ہے اس نے اس پر رہنے کے لئے ایک مکان بنا لیا اور اپنی ایک فارم قائم کر کے اس میں کاشت کرنی شروع کر دی۔ اس کی بیوی اور بچوں کا گذارہ بھی اس زمین کی پیداوار پر منحصر ہے۔ اب فرض کرو کہ وہ کچھ عرصہ کے بعد بیمار ہو گیا ہے بلکہ ایسا دائم المریض ہو چکا ہے کہ اب وہ خود کاشت نہیں کر سکتا۔ بچے چھوٹے ہیں۔ وہ بھی خود کاشت کرنے کے قابل نہیں ہوئے۔ عورت ذات بیچاری کیا کاشت کرے گی۔

اس کاشتکار کے ہمدرد پرویز کا اب یہ فتویٰ ہو گا کہ اس بیمار ناتواں کاشتکار کو اور اس کے نابالغ اور شیر خوار بچوں کو اور اس کی گھریلو کاموں کو چلانے والی بیوی کو اس فارم سے نکال دو۔ اور یہ فارم اب کسی تندرست اور توانا کاشتکار کی تحویل میں دے دو یا زیادہ سے زیادہ حکومت اس کنبہ پر مہربان ہوئی تو اسے اپنے اعزہ و اقرباء سے جدا کر کے اور اپنی زندگی بھر کے مانوس ماحول سے الگ کر کے کسی خاص دارالمعذورین یا بیت المساکین میں صدقات اور زکوٰۃ و خیرات کے ٹکڑوں پر پلنے کے لئے منتقل کر دے گی۔

مسئلہ کا یہ اقتصادی حل روس میں تو شاید مقبول ہو۔ مگر خوددار جمہوری دنیا اسے قبول نہیں کرتی۔ جہاں احساسات، جذبات اور خیالات کا بھی احترام لازمی ہے۔ دراصل بات یہ ہے۔ کہ پرویز اپنے نظریات کسی اور ملک سے مستعار لیتا ہے۔ اور قرآن کی آیات کو توڑ موڑ کر اور بڑی جسارت آمیز تحریف کر کے اپنی تائید میں پیش کرتا ہے۔ وہ قرآن کو اپنے عقائد کا محکوم سمجھتا ہے مگر تحریک احمدیت قرآن کی روشنی میں اپنے عقائد کی تخلیق کرتی ہے۔

ایک اور غلطی

اس سلسلے میں ہم ایک اور غلطی کا بھی ازالہ کرنا چاہتے ہیں۔ اسی مضمون میں "ارباب شریعت" کے ذیلی عنوان سے پرویز یوں قلم طراز ہے ملاحظہ ہو طلوع اسلام صفحہ ۲۱ بابت ماہ اگست ۱۹۵۷ء۔

"ارباب شریعت"

"انہوں نے خدا اور رسول کا نام لے کر یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ شریعت کی رُو سے زمین پر ذاتی ملکیت کی پوری پوری اجازت ہے۔ اور اس پر کسی قسم کی حد بندی نہیں کی جا سکتی چنانچہ ایک طرف جماعت احمدیہ کے امیر مرزا بشیر الدین محمود صاحب نے اسلام اور ملکیت زمین کے عنوان سے قریب پونے تین سو صفحات کی کتاب شائع کر دی جس میں یہ ثابت کرنے کی (ناکام) کوشش کی کہ اسلام میں زمین پر ذاتی ملکیت بالکل جائز اور درست ہے اور دوسری طرف جماعت اسلامی کے امیر سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے قریب پچھتر ۷۵ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ شائع کر دیا جس میں لکھا کہ :-

"جس طرح اسلام ہم سے یہ نہیں کہتا۔ کہ تم زیادہ

سے زیادہ اتنا روپیہ اتنے مکانات اتنی تجارتی کاروبار اتنا صنعتی کاروبار اتنے مویشی۔ اتنی موٹریں۔ اتنی کشتیاں اور اتنی فلاں اور اتنی فلاں اور اتنی فلاں چیز رکھ سکتے ہو۔ اسی طرح وہ ہم سے یہ بھی نہیں کہتا۔ کہ تم زیادہ سے زیادہ اتنے ایکڑ زمین کے مالک ہو سکتے ہو۔ پھر جس طرح وہ ہم سے یہ بھی نہیں کہتا کہ تم اتنی تجارت یا صنعت یا دوسرے کاروبار کے مالک ہو سکتے ہو جسے تم براہ راست خود کرو یا جس طرح اس نے دنیا کے کسی دوسرے معاملہ میں ہم پر یہ قید نہیں لگائی کہ تم کسی ایسے کام پر حقوق ملکیت نہیں رکھ سکتے جسے تم اُجرت یا شرکت کے طریقے کے ذریعے سے کر رہے ہو۔ اسی طرح وہ یہ بھی نہیں کہتا کہ زمین کا مالک بس وہی ہو سکتا ہے جو اس میں خود کاشت کرے اور یہ کہ اُجرت یا شرکت پر کاشت کرانے والوں کو سرے سے زمین پر حقوق ملکیت حاصل ہی نہیں۔" (ص۴۳)

"ہم ارباب شریعت کے اس نظریہ سے متفق نہیں کہ ہر انسان لامحدود دولت اپنے گرد جمع کر سکتا ہے وہ دولت خواہ نقدی کی شکل میں ہو یا مکانات یا اراضیات کی شکل میں یا تجارت کا مال ہو یا کارخانوں یا فیکٹریوں کی صورت میں ہو۔ اپنی ضرورت سے بہت زیادہ مال جمع کرنے والے ہمیشہ سوسائٹی میں فتور پیدا کرتے ہیں۔ وہ اپنے ارد گرد کے بسنے والوں میں پھوٹ ڈلواتے ہیں۔ اور مختلف سیاسی جماعتوں کو اپنی دولت کے بل بوتے پر برسر پیکار رکھتے ہیں۔ کبھی وہ "ھمزۃ" بن کر لوگوں پر کھلم کھلا عیب لگاتے ہیں۔ اور کبھی وہ "لمزۃ" بن کر خفیہ زبانِ طعن دراز کرتے ہیں انہیں کے متعلق قرآن میں ارشاد ہے۔

ویل لکل ھمزۃ لمزۃ ۝ الذی جمع مالا و عددہ ۝ یحسب ان مالہ اخلدہ ۝ کلا لینبذن فی الحطمۃ ۝ وما ادراک ما الحطمۃ ۝ نار اللہ الموقدۃ ۝ التی تطلع علی الافئدۃ ۝ انھا علیھم موصدۃ ۝ فی عمد ممددۃ ۝

ترجمہ:۔ تباہی ہے اُن لوگوں کے لئے جو لوگوں کی ظاہر عیب جوئی میں لگے رہتے ہیں۔ یا خفیہ طور پر طعن کی سکیمیں بناتے ہیں۔ اور ایسا محض اس لئے ہوتا ہے کہ انہوں نے بہت سا مال جمع کر رکھا ہوتا ہے اور وہ تصور میں ہر وقت اس کی گنتی میں مصروف رہتا ہے (کہ میرے مربعے اتنے ہیں اور میں اتنے کارخانوں کا مالک ہوں اور میرا بنک بیلنس اتنا ہے) اور وہ خیال کرتا ہے۔ کہ اس کے مال کی وجہ سے اسے ہمیشگی حاصل ہوگی اسے خبردار کر دو ایسا شخص نارِ جہنم میں ڈالے جانے کا مستحق ہے۔"

یہ لرزہ برپا کر دینے والی تنبیہہ جس معاشرہ کو سنائی جائے کیا اس میں برلا اور ڈالمیا پیدا ہو سکتے ہیں۔ اگر پیدا ہو رہے ہیں تو اس معاشرہ کے کان اس تنبیہہ سے ہنوز ناآشنا ہیں۔

اگر اس تہدید سے ہمارے ارباب شریعت لرزہ براندام نہیں ہوتے۔ اور ہمارے بشیر الدین محمود صاحب اور جماعت اسلامی کا امیر سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کنز ذہب پر مصر ہیں تو اُن کے رونگٹے کھڑے کرنے کے لئے اور ان کی رُوحوں میں رعشہ پیدا کرنے کے لئے ہم ایک اور صدائے ربانی سناتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ وہ اپنے نظریات میں مناسب ترمیم فرمائیں گے ارشاد ربانی یہ ہے :۔

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم ۝ یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون ۝ (سورۃ توبہ ع۵ آیت ۳۴، ۳۵ پ۱۰)

ترجمہ:۔ اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اُس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو ان کو دردناک دکھ کی خبر دو۔ جس دن اس مال کو جہنم کی آگ میں گرم کیا جائیگا پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیاں اور اُن کے پہلو اور اُن کی پیٹھیں داغی جائیں گی۔ یہ وہ ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا۔ سو اس کا مزا چکھو جو تم جمع کرتے تھے۔

ہمارے نزدیک دونوں فریقوں کے نظریات میں افراط و تفریط ہے۔ اور معتدل مسلک یہی ہے۔ کہ جو قرآن شریف نے بتایا ہے کہ ہر قسم کے مال کی شخصی ملکیت جائز ہے۔ مگر وہ محدود ہے۔ غیر محدود نہیں۔ ہر شخص اپنی مقبوضہ دولت کا امین ہے۔ اور اس کے جائز مصرف کا پابند ہے۔ اس میں اراضیات مکانات اور کارخانہ جات میں کچھ امتیاز نہیں۔

پرویز سے علماء کرام کا شکوہ

علماء کرام کو پرویز سے یہ شکایت ہے۔ کہ وہ اپنی قوم کو ماضی سے منقطع کرنا چاہتا ہے۔ اور وہ روایات کا دشمن ہے۔ احادیث پاک سے اُسے کد ہے۔ متقدمین کی تفاسیر کو وہ مجموعہ ہزلیات سمجھتا ہے۔ یہاں تک کہ مستند تاریخی حوالجات بھی اُس کے لئے حجت نہیں۔ اس سلسلہ میں ہم مولانا مودودی صاحب کے ارشادات جو ترجمان القرآن ماہ اگست ۱۹۵۷ء میں چھپے ہیں جستہ جستہ نقل کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ پرویزی نظریات کو علمی حلقوں میں کس قدر خطرناک اور خلاف اسلام سمجھا جا رہا ہے۔ ملاحظہ ہو ص۲۶۶ جلد ۴۸ :۔

"مگر قوموں کی زندگی میں ماضی کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ دنیا کا ہر فرد اور دنیا کی ہر قوم ماضی کے بطن سے جنم لیتی ہے۔ ماضی کی آغوش میں ہی پل کر جوان ہوتی ہے۔ ماضی اس کی تربیت کرتا ہے۔ اس کی سیرت و کردار کی تشکیل میں اس کے افکار و تصورات کی تعمیر میں اس کے احساس و جذبات کی تربیت میں ماضی ایک قوم کے لئے وہی کچھ کرتا ہے۔ جو ایک ماں بچہ کے لئے کرتی ہے۔ جس طرح ایک بچہ کی نفسیات کا مطالعہ کرتے وقت اس کی ماں کے اطوار اس کی عادات کو نظر انداز نہیں کر سکتے اسی طرح ایک قوم کا نفسیاتی جائزہ لیتے ہوئے بھی آپ اس کے ماضی کو فراموش نہیں کر سکتے جس طرح کوئی غیرت مند انسان ماں سے اپنا قطع تعلق..... کرنا گوارا نہیں کر سکتا۔ اسی طرح کوئی باوقار قوم بھی روایات سے اپنا رشتہ توڑنا پسند نہیں کرتی"

آگے ص۲۶۸ پر یوں ارشاد ہے :۔

"جمہوریت اور آزادی کے لئے یہ سب سے ضروری ہے کہ قوم اپنی روایات سے وابستہ رہے۔ روایات غیر محسوس طور پر بغیر کسی خارجی دباؤ کے کسی قوم کے افراد کی سیرت کو ایک خاص سانچے میں ڈھال دیتی ہیں۔ مثال کے طور پر انگریز قوم کو دیکھئے، آخر کس چیز نے اسے جمہوریت پسند بنایا۔ وہ صرف روایات ہیں۔ ان روایات نے اس کی زندگی کو اتنا منظم اور متوازن بنا دیا ہے۔ کہ خارجی دباؤ کی اسے ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے انگریز کے ہاں انفرادی آزادی بھی ہے اور جمہوریت بھی۔ ان کی زندگی کا اعادہ ان روایات سے اتنا پختہ ہو چکا ہے۔ کہ پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں بھی اُن پر کسی قسم کی آمرانہ قیود عاید کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی گئی۔"

اسی طرح ص۲۷۱ پر مذکور ہے :۔

"ہم جب امت مسلمہ کی ہیئت اجتماعیہ کا تجزیہ کرتے ہیں۔ تو دیکھتے ہیں۔ کہ اس امت کی تشکیل نہ تو لسانی اور نسلی بنیادوں پر کی گئی ہے۔ اور نہ ہی ملکی اور وطنی بنیادوں پر اس کے مختلف اجزا کو جس چیز نے باہم ایک دوسرے سے مربوط کر رکھا ہے۔ وہ چند اعتقادات ہیں۔ توحید۔ رسالت اور یوم جزا انہی ایمانیات کی وجہ سے مسلم قوم کو ایک ایسی زبردست قوت رابطہ و ضابطہ میسر آئی ہے جس نے رنگ نسل وطن و قوم کے وسیع اختلافات کے باوجود مسلمانوں کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ جس جذبے نے اُن کے اندر ایک الگ ملت ہونے کا احساس پیدا کیا ہے۔ اُسے ایک علیحدہ قوم کی تشکیل پر اُبھارا ہے وہ عقیدہ ختم نبوت ہے۔ جمع اور تفریق کی یہ قوتیں اس ملت کے قیام کے لئے تو کافی ہیں۔ لیکن اس کے قیام کے بعد اس کے افراد کے اندر زندگی کی

سربستہ رازوں کے انکشاف سے اہل ربوہ کی بوکھلاہٹ

ایس اے رشید قادیانی حال کراچی

(۲)

رہ گیا تبدیلیٔ عقائد کا مسئلہ تو یہ اب کوئی ایسی بات نہیں جس پر بحث کی گنجائش ہو۔ خلیفہ صاحب نے

(۱) ۱۹۱۴ء میں کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننا جزو ایمان ہے۔ (مسیح موعود کا ماننا جزو ایمان ہے۔ پس کس کا دل گردہ ہے کہ ان کا مقابلہ کر کہے کہ حضرت مسیح موعود کا ماننا جزو ایمان نہیں (الفضل ۲۰ رمئی ۱۹۱۴ء) مگر ۱۹۵۳ء میں منیر انکوائری کمیٹی کے سامنے واشگاف الفاظ سے ڈنکے کی چوٹ کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننا جزو ایمان نہیں ہے۔

(۲) ۱۹۱۴ء میں کہا کہ جو لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہیں مانتے وہ کافر دائرہ اسلام سے خارج ہیں مگر ۱۹۵۳ء میں اسی منیر انکوائری کمیٹی کے روبرو یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہ ماننے والے کافر دائرہ اسلام سے خارج نہیں۔

(۳) ۱۹۱۴ء میں کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہ ماننے والے مسلمانوں بلکہ ان کے معصوم بچوں تک کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

مگر منیر انکوائری کمیٹی کو بیان دیتے ہوئے زبردست جرح کے سامنے یہ کہا کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا اب ایک خط مل گیا ہے، جس کی روشنی میں جماعت کے علماء آئندہ اس فتوے پر نظر ثانی کریں گے۔ حالانکہ یہ صریح جھوٹ تھا۔ اس سے پہلے بھی خلیفہ صاحب کو اس خط کا علم تھا۔ اس کے باوجود انہوں نے غیر احمدیوں کے جنازہ کے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہوا تھا۔ اور یہ علماء کی نظر ثانی کی خوب کہی۔ کیسی شاطرانہ چالبازی ہے۔ کوئی پوچھے اب جو علماء کی پناہ لے رہے ہو، کیا عدم جواز کا فتویٰ بھی ۱۹۱۴ء میں تمہارے انہیں علماء نے دیا تھا۔ ہر بات میں دنیا کو الو بنانے اور دھوکہ دینے کی کوشش کرنا اس خلیفہ کا شغل ہو گیا ہے۔ مگر بقول "الفضل" "چالبازیاں کرنے والے ہمیشہ خسران میں رہتے ہیں کیونکہ دنیا کو ہمیشہ تک کے لئے دھوکہ نہیں دیا جا سکتا"۔ اب ان چالبازیوں کا بھانڈا پھوٹ رہا ہے۔ میں جھوٹ رہا ہے اور ہر راہ گیر ان کی سڑاند سے بچنے کے لئے اپنی ناک پر رومال رکھ کر چلتا ہے اور اس مذہبی فریب کاری پر ہزار ہزار لعنت بھیجتا ہے (یعنی وہ ہے بعد مصلحت وقت پہ توبہ کرے گریز اس کو نہ پیشوا سمجھے، اس پہ نہ اعتماد کر

(۴) پہلے اپنے تئیں پوپ کی نقل میں "ہز ہولی نس" کہلاتے تھے، اور اپنے ناظروں کو چیف سیکرٹری فنانس سیکرٹری اور فارن سیکرٹری وغیرہ کے عہدے دے رکھے تھے، مگر پھر متوازی حکومت کے اعتراض کی زد میں آنے کے ڈر سے یہ سب کچھ چھوڑنا پڑا۔

(۵) پہلے اپنے خاندان کو "خاندان نبوت" کہلواتے تھے، مگر پاکستان میں آ کر "نبوت" کا لفظ اڑا دیا اور اس کا باقاعدہ اعلان "الفضل" میں کیا گیا۔

(۶) یہ امر واقعہ ہے کہ خلیفہ صاحب نے "ختم نبوت ایجی ٹیشن" کے زمانہ میں "احمدیت" کا لیبل ترک کر دینے پر آمادگی ظاہر کی تھی۔

(۷) خلیفہ صاحب نے آج سے چار سال پیشتر ایک فرمان کے ذریعہ احمدی جماعتوں کے لئے یہ اعلان کیا تھا کہ اب "احمدی بنانے کے لئے تبلیغ" نہ کی جائے۔

(۸) خلیفہ صاحب نے اپنی نظارت دعوت و تبلیغ کا نام تک بدل دیا ہے، اور اب اس کا نام نظارت ارشاد و اصلاح رکھ دیا ہے۔

یہ اور اسی قسم کی دوسری بہت سی تبدیلیاں جو خلیفہ صاحب کرتے رہے ہیں، ان کی موجودگی میں یہ کہتے چلے جانا کہ ہم نے اپنے عقائد اور گذشتہ طرز عمل میں کوئی تبدیلی نہیں کی، بے حیائی نہیں تو اور اس کا کیا نام تجویز کیا جائے؟

افسوس ہے "الفضل" نے ان ساری باتوں کو یکسر نظر انداز کرنے کے لئے صرف اس چیز کی آڑ لی ہے کہ مراسلہ نگار نے اپنا نام شائع نہیں کیا، یہ ٹھوس حقائق سے صریح فرار ہے۔ مگر وہ یاد رکھیں کہ اب ان کا پیچھا نہیں چھوڑا جائے گا۔ بلکہ اس دروغگو خلیفہ اور اس کے ایجنٹوں کا ناطقہ بند کر دیا جائے گا اور دنیا دیکھے گی کہ ان کے لئے اب کوئی جائے پناہ نہیں رہی۔ ان کی اندرونی اور بیرونی زندگیوں کو بے نقاب کر کے ان کو بالکل ننگا کر دیا جائے گا۔ عقابوں کے نشیمنوں پر زاغوں کے متصرف گروہ کی سیاہ کاریاں برسر عام بیان کی جائیں گی اور وہ کسی کو منہ دکھلانے کے قابل نہ رہیں گے۔ انہوں نے ایک مقدس اور پاکیزہ تحریک کی خاک اڑا کر رکھ دی، اور اس طرح اپنے اوپر الٰہی غضب کو بھڑکانے میں انہوں نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اب شدید الانتقام خدا نے ایسے لوگوں کو ان پر مسلط کر دیا ہے، جو ان کی پردہ دری

کر کے ان کی سیہ کاریوں کو منظر عام پر لا رہے ہیں۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ

نوجوانوں سے خطاب (بسلسلہ صفحہ ۹)

حرارت پیدا کر کے انہیں سرگرم عمل کرنے کے لئے اسے چند ایسے عملی نمونے درکار ہیں جن کی پیروی کا جذبہ اس کی زندگی کو ہمیشہ متحرک رکھے۔ اور اسے ہر آن جد و جہد پر ابھارتا رہے۔ یہ نمونے ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقائے کار کی زندگیوں میں ملتے ہیں۔ انہیں سے وابستگی اور محبت کی بدولت ہم میں سعی و عمل کی قوتیں بیدار ہوتی ہیں۔ ہم دوسری اقوام کی طرح اپنے آپ سے اور اپنے گرد و پیش کی دنیا سے غیر مطمئن ہو کر کوئی نئی اقدار کی تخلیق نہیں کرتے۔ کیونکہ ہمارا دین ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ بلکہ ہمیشہ ہم اس بات کی آرزو میں رہتے ہیں کہ کس طرح اپنے آپ کو ان لوگوں کے رنگ میں رنگ لیں جنہیں ہمارے عظیم الشان ماضی نے جنم دیا تھا۔ ہم اپنی مچلتی ہوئی تمناؤں اور بیقرار کر دینے والے خوابوں کی تعبیر مستقبل میں تلاش نہیں کرتے بلکہ اسے ماضی میں ڈھونڈتے ہیں۔ اسی مقصد کے حصول کے لئے ہم جد و جہد کرتے ہیں۔ اسی کی بدولت ہمارے اندر عمل کی خواہش کچھ ہونے کی آرزو اور اپنی قوتوں کو ایک راہ پر ڈالنے کا ارادہ پیدا ہوتا ہے۔ اگر یہ روایات ہمارے لئے باعث جاذبیت و کشش نہ ہوتیں اور انہیں اپنانے کا ہمارے اندر ایک شدید احساس قائم نہ ہوتا تو ہم آج تک صفحۂ ہستی سے کبھی کے مٹ چکے ہوتے۔"

اسی مقالے کے صفحہ ۲۱۳ پر مولانا بعض حلقوں کے حضور ایک گذارش کرتے ہیں:۔

"آخر میں ہم ایک گذارش اُن حضرات سے کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ جو بڑی نیک نیتی کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کا جب تک کوئی جدید ایڈیشن پیش نہ کیا جائے یہ قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ یہ حضرات سخت دھوکہ میں مبتلا ہیں۔ وہ نہ تو اس قوم کی ہیئت اجتماعی کو سمجھتے ہیں نہ ہی اس کے مقاصد سے واقف ہیں۔ اور نہ ہی اس کے مزاج کے شناسا۔ مسلم قوم صرف رضائے الٰہی کیلئے دنیا میں زندہ ہے۔ اور اسی کا حصول اس کا معراج ہے۔ آپ خود ہی سوچئے کہ آخر اس منزل کی طرف سب سے صحیح رہنمائی کون کر سکتا ہے۔ وہی ذات اقدس جس پر قرآن کریم نازل ہوا۔ اور وہی پاکباز لوگ جو اس بلند و برتر ذات کی صحبت سے مستفیض ہوئے۔ اسی وجہ سے اس کے ماضی کی حیثیت آثار قدیمہ کی نہیں بلکہ ایک زندہ جاوید آئیڈیل کی ہے۔ جس سے اس کا وجود قائم ہے۔ جس سے یہ زندگی کی حرارت حاصل کرتی ہے۔ اپنے اگر ایک دفعہ اس کا اپنے ماضی سے رشتہ منقطع کر دیا۔ اس کی روایات سے اسے الگ کر لیا تو پھر خواہ یہ کتنی ہی ترقی کرے۔ لیکن امت وسط اور شاہد علی الناس کی حیثیت سے مٹ جائے گی اس کا حشر پھر وہی ہوگا جو لوتھر کی تحریک اصلاح مذہب نے مسیحیت کا کیا ہے۔ بلکہ اس سے بھی برا ہوگا یورپین اقوام نے تو مذہب کی گرفت کمزور ہو جانے کے بعد بھی پھر اپنے آپ کو رنگ و نسل کے رشتوں میں منسلک کر کے کسی نہ کسی شکل میں اپنے آپ کو زندہ رکھا ہے۔ لیکن یہ قوم جس نے رنگ و نسل کے ...

بچوں کا صفحہ ★ مرتضیٰ خاں حسن

باپ بیٹے کی نویں مجلس

باپ :- "آؤ رشید میاں۔ آج نماز کا باقی ترجمہ بھی پڑھ لو۔ اُس دن کہاں چھوڑا تھا؟"

رشید :- "اس دن درود شریف کا ترجمہ پڑھا تھا۔ سو وہ مجھے یاد ہی ہے۔ اب آپ آگے پڑھا دیں۔"

باپ :- درود شریف کے بعد کوئی نہ کوئی دُعا پڑھی جاتی ہے۔ لیکن ان سب میں اچھی دُعا وہی قرآن مجید کی دعا رب اجعلنی والی ہے جس میں اپنے لئے بھی دعا ہے۔ اولاد کے لئے بھی اور ماں باپ اور کل مومنوں مسلمانوں کیلئے بھی"۔

رشید :- "جی ہاں وہی دُعا مجھے یاد ہے۔ اُس کا ترجمہ پڑھا دیجئے"۔

باپ :- "پڑھیئے رب اَجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا دے۔ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ اور ایسا ہی میری اولاد کو بھی۔

رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ اے میرے رب میری دُعا قبول کر۔

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ اے خدا مجھے بخش دے یا میری حفاظت فرما۔

وَلِوَالِدَیَّ اور میرے ماں باپ کو بھی (بخش دے)

وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ اور تمام مومنوں کو بھی۔

یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۔ جس دن اعمال کا حساب کتاب ہو۔

یہ سبق آسان ہی ہے۔ ایک دو دفعہ دوہرانے سے یاد ہو جائے گا۔ (لڑکا دوہراتا ہے اور باپ بتاتا جاتا ہے حتیٰ کہ یاد ہو جاتا ہے)

رشید :- "بس اس کے بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہکر نماز ختم؟"

باپ :- "ہاں بس نماز ختم۔ نماز کے ختم ہونے پر بھی دعائیں مانگی جاتی ہیں"۔

رشید :- "جی ہاں ایک دُعا مجھے بھی یاد ہے۔ ایک دفعہ مولوی صاحب نے ہمیں سکول میں بتائی تھی اور اس کا ترجمہ بھی بتایا تھا۔ اور وہ یہ ہے:-

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ اے اللہ تو سلام ہے۔

وَمِنْکَ السَّلَامُ اور تجھ سے ہی سلامتی آتی ہے۔

وَاِلَیْکَ یَرْجِعُ السَّلَامُ اور تیری ہی طرف سلامتی لوٹ کر جاتی ہے۔

حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ اے اللہ! تو ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ۔

وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ اور دار السلام میں داخل کر یعنی بہشت میں۔

تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ اے بزرگی والے خدا تو بڑا برکت والا اور بڑا بلند ہے"۔

باپ :- "اس کے علاوہ اور بھی دعائیں ہیں۔ بعض لوگ یہ دُعا پڑھتے ہیں :- رب اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ۔ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ۔ پھر یہ مختصر سی دُعا مانگی جاتی ہے رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ یعنے اے خدا تو بخش دے اور رحم فرما اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے"۔

رشید :- "اور ایک دن دادی حضور نے مجھے یہ دُعا سکھائی تھی ربنا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ"

باپ :- ہاں یہ دعا بھی قرآن مجید کی ہے اور بہت اعلیٰ دُعا ہے۔ اس کا مطلب جانتے ہو نا؟ اے خدا ہمیں دنیا میں بھی نیکی دے اور عاقبت میں بھی نیکی دے۔ اور ہمیں آگ یعنے دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔ چاہیئے تو یہ کہ تم یہ سب دعائیں آہستہ آہستہ یاد کر لو۔ کچھ مشکل نہیں تھوڑا تھوڑا یاد کرنے سے سب یاد ہو جائیں گی۔ بیٹا یاد رکھو دُعا بڑی چیز ہے۔ یہ دل سے نکلنی چاہیئے۔ محض زبان سے الفاظ رٹ لینے سے فائدہ نہیں ہوگا۔ دل سے نکلی ہوئی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ دُعا خدا کے فضلوں کو کھینچ لاتی ہے۔ اکثر لوگ دعاؤں کی تاثیر سے ناواقف ہیں۔ لیکن میں تمہیں بتاتا ہوں کہ دعا سے بڑی بڑی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ ایسی ایسی مشکلات جو بظاہر حل ہونی ناممکن نظر آتی ہیں۔ وہ خدا کے فضل سے حل ہو جاتی ہیں۔ سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ انسان یقین کامل رکھے اس بات پر کہ خدا سب چیزوں پر قادر ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے کوئی چیز اس کے سامنے انہونی نہیں۔ وہ ہمیں ہر طرح کی کامیابی دے سکتا ہے۔ اور ہماری مرادیں پوری کر سکتا ہے۔ جو آدمی دل میں اس یقین کے ساتھ خدا کے حضور بڑی عاجزی اور انکسار کے ساتھ ہاتھ اٹھائے اور اپنا مطلب پیش کرے خدا اس کی سنے گا اور اس کی دُعا کو قبول کرے گا۔ اگر رزق کی تنگی ہو خدا رزق کے دروازے کھول دے گا۔ اگر بیمار ہے خدا شفا بخشے گا اور اگر کوئی تکلیف ہے خدا اس کی تکلیف کو دُور کر دے گا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ادعونی استجب لکم تم دعا کرو میں اس کو قبول کرونگا۔ پھر فرماتا ہے انی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان یعنے اے خدا کے بندو! میں تم سے دور نہیں ہوں۔ میں قریب ہوں۔ میں پکارنے والے کی پکار کو قبول کرتا ہوں۔ غرضیکہ خدا نے خود حکم دیا ہے کہ تم مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو سنوں گا اور اس کو قبول کروں گا۔ بڑا بدبخت ہے وہ انسان جو یہ سمجھتا ہے کہ خدا اس کی پکار کو نہیں سنتا۔ اور وہ اس سے دعا نہیں مانگتا۔ خدا سب کی سنتا ہے اور سب کی دعا کو قبول کرتا ہے۔ وہ ہماری سب مشکلات کو حل کر سکتا ہے۔
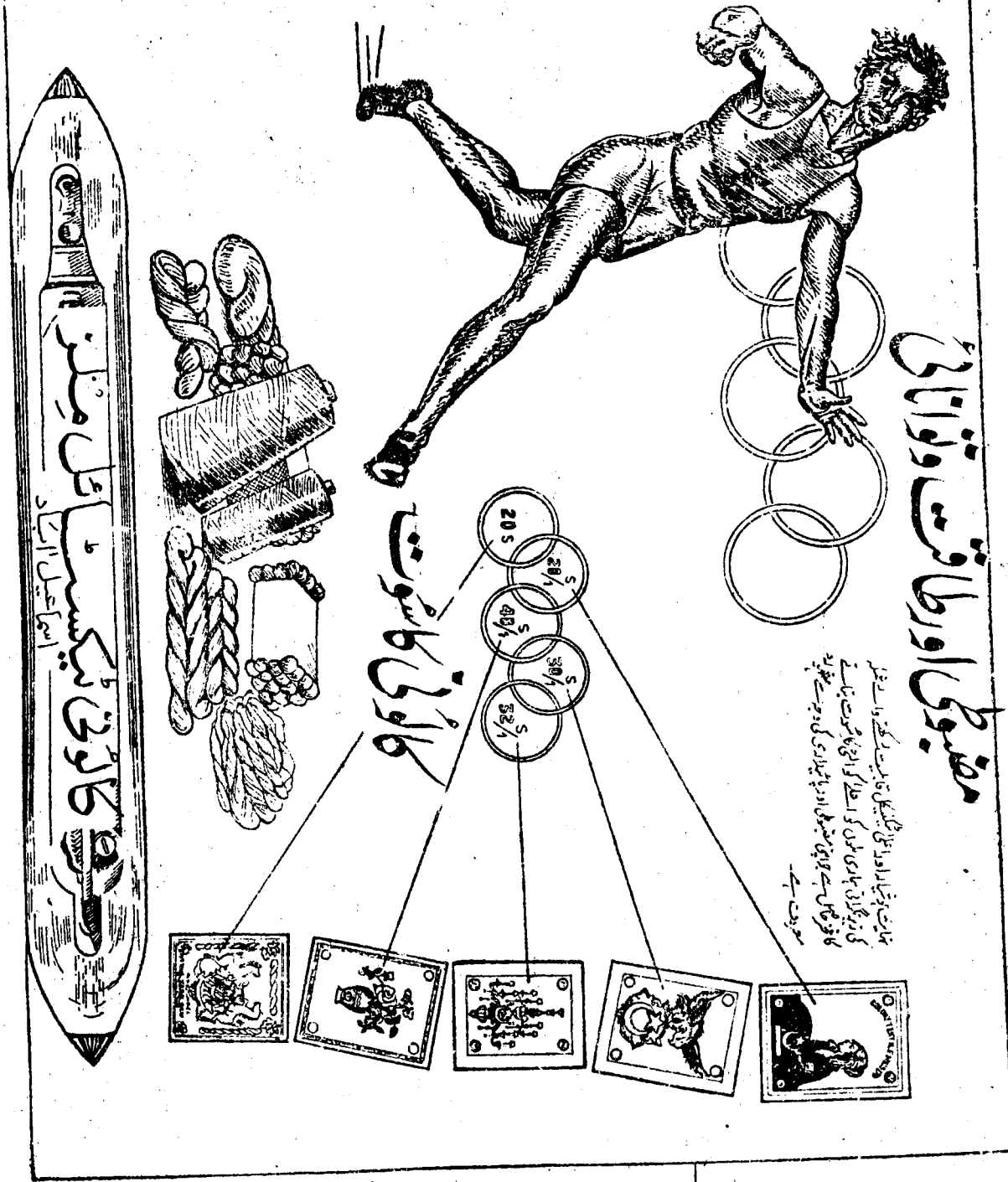
سچ بولو!

مولانا مرتضیٰ خاں حسن

سچ بولنے کی دوستو! عادت بنانا تم
اور جھوٹ کو کبھی بھی زباں پر نہ لانا تم
سچ بولنے سے دنیا میں تم ہوگے باوقار
کرتا نہیں ہے کوئی بھی جھوٹے کا اعتبار
آرام سے رہو گے اگر سچ پہ ہے عمل
سچ کو نہیں ہے آنچ یہ مشہور ہے مثل

جمعیت الفلاح کے امریکی رسالہ کا
ملحدانہ پروپیگنڈا
(بسلسلہ صفحہ ۲)

لیکن افسوس یہ جماعت کافر ٹھہری اور جب کسی نے اس کے کسی کام کی تعریف کی۔ تو ان الفاظ میں کہ "قطع نظر اس بات کے کہ اس جماعت (احمدیہ) کے معتقدات کیا ہیں۔ اس جماعت کی خدمات اسلامی جو اشاعت سے تعلق رکھتی ہیں وہ قابل تعریف ہیں"۔ یہ ہے اس جماعت کے متعلق احتیاط جن کے اعمال و عقائد واضح ہیں۔ اور جن لوگوں نے ایک الگ مذہب کی بنا ڈالی ہے۔ اس کی اس قدر مدح سرائی ہو رہی ہے کہ مالک اخبار اپنے مخصوص عقائد کو پس پشت کر بیٹھے ہیں۔ خاکسار۔ محمد عبداللہ

پیغام صلح مورخہ ۲ر اکتوبر ۱۹۵۷ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۳۹

صرف ٹائیٹل ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپکر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔
اڈیٹر۔ دوست محمد

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — گمرہاں را چشم کن روشن زِ آیاتِ مبیں

ہفت روزہ پیغامِ صلح لاہور پاکستان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳

ٹیلی فون نمبر ۲۷۴۳

تار کا پتہ تبلیغ - لاہور

جلد ۴۷ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ - مطابق ۹ اکتوبر ۱۹۵۷ء | نمبر ۴۰

ہمارا مذہب اور عقیدہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے اب کوئی اور کلمہ یا کوئی اور نماز نہیں ہو سکتی جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا کرکے دکھایا اور جو کچھ قرآن شریف میں ہے اس کو چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی جو اس کو چھوڑیگا جہنم میں جاوے گا یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس اُمت کیلئے مخاطبات اور مکالمات کا دروازہ کھلا ہے اور یہ دروازہ گویا قرآن مجید کی سچائی پر ہر وقت تازہ شہادت ہے اور اس کے لئے خدا تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ ہی میں دعا سکھائی ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ انعمت علیھم کی راہ کے لئے جو دعا سکھائی تو اس میں انبیاء علیہم السلام کے کمالات کے حصول کا اشارہ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جو کمال دیا گیا ہے وہ معرفت الٰہی کا کمال ہے اور یہ نعمت انکو مکالمات اور مخاطبات سے ملی تھی۔ اسی کے تم بھی خواہاں رہو۔"

(لیکچر حضرت مسیح موعود بمقام لدھیانہ مؤرخہ ۶ نومبر ۱۹۰۵ء مندرجہ اخبار الحکم ستمبر و اکتوبر ۱۹۰۶ء)

خدا کی رضا کے لئے مال خرچ کرنا اپنے تقویٰ پر مُہر لگانا ہے

احمدی قوم کی مالی قربانیاں۔ ایک لاکھ سالانہ چندہ۔ قریباً ایک لاکھ جلسہ کا چندہ

زمینوں سے ایک لاکھ آمد کی توقع

خطبہ جمعہ مورخہ ۴ اکتوبر ۱۹۵۷ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

زین للناس حب الشھوٰت من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذھب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث .... لا الٰہ الا ھو العزیز الحکیم ———— (سورۃ آل عمران آیت ۱۳ تا ۱۷)

حب الشہوات اور اسکے بُرے نتائج

قرآن شریف نے مال کا کمانا حرام نہیں قرار دیا بلکہ ایک حقیقت کو بیان کر دیا ہے مال جو تم کماتے ہو قیاماً للناس ہے، اس دنیا کا کارخانہ مال کے بغیر نہیں چل سکتا نہ کوئی شہر بسایا جا سکتا ہے، نہ سڑکیں بن سکتی ہیں، نہ سکول یا ہسپتال وغیرہ کھل سکتے ہیں کوئی ادارہ یا سلطنت نہیں چل سکتی جب تک مال نہ ہو، اس لئے فرمایا کہ اموال قیاماً للناس ہیں، لیکن اس کے ساتھ ہی مال کی بد استعمالی سے بھی آگاہ کیا اور بتایا کہ مال کی بد استعمالی سے انسان اپنے تئیں برباد کر لیتا ہے، اپنے ابنائے جنس کو نقصان پہنچاتا ہے دوسری طرف مال کی زیادتی اور اس کو خرچ نہ کرنا بھی انسان کو بہت سی سعادتوں سے محروم کر دیتا ہے اس لئے دونوں چیزوں کا ذکر کر دیا کہ انسان کی بڑھی ہوئی خواہش چاہتی ہے کہ اُس کے پاس محلات ہوں آرائش اور زیب و زینت کے سامان ہوں، باغات ہو، مربع جات ہوں عورتیں، ڈھیروں ڈھیر سونا اور چاندی ہو، گھوڑے ہوں، ذالک متاع الحیٰوۃ الدنیا یہ تو صرف دنیا کا سامان ہے بڑے بڑے ان چیزوں کو جمع کرنے والے بڑھاپے میں آکر ان سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور خیال ہوتا ہے کہ ان کو تو یہیں چھوڑ جانا ہے خواہ مخواہ ان سے دل لگایا واللہ عندہ حسن المآب اچھا ٹھکانا تو خدا کے ہاں ہے اس طرف توجہ نہ کی۔

رضوان اللہ کے لئے مال خرچ کرنا

قل اؤنبئکم بخیر من ذالکم ان کے مقابلہ میں وہ لوگ بھی ہیں جو ان سے بہتر ہیں وہ اپنے مالوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں للذین اتقوا عند ربھم جنٰت تجری من تحتھا الانھر خالدین فیھا وازواج مطھرۃ و

ورضوان من اللہ وہ اپنے رب کے نزدیک تقوے سے کام لیتے ہیں۔ ان کو جنت ملے گی، یہ بھی وہ ملے گی۔ لیکن ان سب سے بڑھ کر چوٹی کی چیز جو انہیں میسر آئے گی وہ رضوان اللہ ہے، وہ اپنی کوششوں سے نیک اعمال اور خدا کے رستہ میں خرچ کرنے کا اجر اللہ تعالے کی رضا کی صورت میں حاصل کریں گے اور یہی ان کا حقیقی مقصد تھا، واللہ بصیر بالعباد اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو دیکھتا ہے۔ اس لئے کہ وہ شکور ہے وہ قدر دانی اور جزا دینے کے لئے بندوں کے اعمال پر نظر رکھتا ہے، یہ لوگ روزے رکھتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، یہ سب کچھ وہ اپنی طہارت اور تزکیہ نفس کے لئے کرتے ہیں لیکن ان کا حقیقی مقصد یہ نہیں۔ حقیقی مقصد اس کے بعد آتا ہے اور وہ ہے مال کی قربانی' یہ بڑا مشکل کام ہے، لیکن وہ ہر حالت میں تنگی ہو یا فراخی پوری کوشش کرتے ہیں کہ اپنے اموال خدا کی رضا کے لئے خرچ کریں، دوسری جگہ فرمایا الذین ینفقون فی السراء والضراء فراخی میں بھی خرچ کرتے ہیں اور تنگی کا زمانہ آجائے تو بھی کچھ نہ کچھ ضرور خدا کی راہ میں دیتے ہیں،

تقوے کی دلیل

قرآن میں ان باتوں کا بہت ذکر آتا ہے کہ مال کی محبت انسان کے دل میں ہے وانہ لحب الخیر لشدید۔ مال انسان کی ضروریات کو پورا کرتا ہے اس کے مکان، اس کے باغ، اس کا کھانا پینا، اس کی آرائش و زیبائش سب مال ہی سے پوری ہوتی ہیں۔ اس لئے اسے مال سے محبت ہوتی ہے لیکن جو شخص اپنا مال خدا کی رضا کے لئے خرچ کرتا ہے وہ اپنے تقوے پر مہر لگاتا ہے، ..... خدا کی راہ میں، مخلوق خدا کی بھلائی کے لئے، دین کی تائید کے لئے، ہسپتالوں اور رفاہِ عام کے کاموں کے لئے اپنے اموال جو دل کے لگاؤ کی چیز ہے خرچ کرنا تقوے کی دلیل ہے۔

اموال خدا کی امانت ہیں

مال دیا ہوا تو خدا ہی کا ہے ومما رزقنھم ینفقون، مال جو ہم نے دیئے ہیں اس میں سے خرچ کرتے ہیں، جس کا مال چھین لیا جائے، وہ سوچتا ہے کہ کہاں چلا گیا اور کیوں اس سے چھین لیا گیا اسے سوچنا چاہیئے کہ میں تو ایک خزانچی ہوں، اگر خدا نے لے لیا تو اپنی چیز واپس لی۔ اس کو اگر ویسے ہی خدا کی راہ میں خرچ کیا جائے تو اسی کی چیز خرچ ہوئی، غور کرو کہ اس وقت خدا کو کیا جواب دو گے جب تم سے پوچھا جائیگا کہ میری رضا کے لئے کیا خرچ کیا۔ میری مخلوق کو مصیبت سے نکالنے کے لئے کیا خرچ کیا، میرے دین کو دنیا میں پھیلانے کے لئے کیا خرچ کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہ حقیقی بادشاہ ہیں جن سے بڑھکر کسی کی بادشاہت نہیں، آپ فرماتے ہیں انا قاسم و خازن میں جو مال کو تقسیم کرتا ہوں تو اس کا مالک نہیں ہوں، میں تو صرف خزانچی ہوں، یہ اس شخص کے الفاظ ہیں جو واقعی اور حقیقی طور پر تمام خزانوں کا مالک تھا، فرمایا واللہ یعطی خدا ہی عطا کرتا ہے۔ میں ان اموال کا دینے والا نہیں ہوں بلکہ خزانچی ہوں جسکے سپرد مال کا تقسیم کر دینا ہے۔

صحابہ کی تہذیب نفس اور جذبۂ قربانی

آپ نے قوم کی عبادت کے جو طریقے بتائے نمازیں اور روزے وغیرہ یہ انسان کے نفس کو مہذب بنانے کے لئے ہیں۔ تہذیب نفس کے بغیر ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد یہ جذبہ پیدا کیا کہ دین کے لئے مالی قربانی کی جائے، آپ کے پاس خزانے نہ تھے، لیکن جنگوں کے موقعہ پر ہر شخص اپنے اپنے گھر سے کوئی تلوار لے آتے، کوئی گھوڑا کوئی دوسرا سامان، اور کسی نے روپیہ دے دیا، یہ شخص کتنا منتظم ہے کہ بغیر خزانے کے محض حسن تدبیر سے خزانے پیدا کر دیئے، کسی نے رات بھر کسی باغ میں کام کر کے سیر بھر کھجوریں کمائیں اور وہی لا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیں، عمر رضی اللہ عنہ نے نصف مال لا دیا) اور حضرت ابوبکرؓ نے گھر کا اثاثہ دے دیا ایسا ہی سب بڑے بڑے لوگوں نے حضرت عثمان و عبدالرحمن بن عوف و طلحہ نے بھی اپنے حسب توفیق مالی قربانیاں کیں اور چھوٹوں نے بھی اپنی تنگدستی کے باوجود کھلے دل سے خرچ کیا۔

انفاق مال میں سب کی پوری شمولیت ضروری ہے

یہی حکم اس آیت میں دیا ہے یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ سب کے سب فرمانبرداری میں شامل ہو جاؤ کافۃ کا لفظ ادخلوا کی ضمیر کا حال ہے یعنی تم سب کے سب بغیر استثناء کے فرمانبرداری میں لگ جاؤ اور کافۃ حال ہے السلم کا یعنی پوری پوری فرمانبرداری اختیار کرو، تمہارے تمام اعمال خدا کے احکام کی فرمانبرداری کے لئے ہوں۔ قوم کو حکم دیا گیا کہ سب کے سب خدا کی راہ میں خرچ کرو کوئی باہر نہ رہ جائے اور اپنی توفیق کے مطابق پورا پورا خرچ کرو، اس کو کہتے ہیں لینفق ذو سعۃ من سعتہ ومن قدر علیہ رزقہ فلینفق مما...

حضرت امام وقت نے سنت نبوی کا احیاء کیا

ہمارے سامنے بھی ایک امام نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا احیا کیا ہے، انہوں نے پہلی بات جو قوم کو سکھائی وہ خدا کا خوف ہے۔ قوم کو تلقین کی کہ اپنی اپنی جگہ بیٹھے ہوئے خدا سے صلح کر لو، انہوں نے تقوے کی باریک راہوں پر چلنے کی تلقین کی، اور ہم نے ان لوگوں کو دیکھا جو حضرت امام کی تلقین سے تقوے کی باریک راہوں پر چلے، جس طرح اس امام کی دعائیں قبول ہوتی تھیں، اس جماعت کی دعائیں بھی خدا نے قبول کیں۔

مالی قربانیاں اور ماہوار چندہ کا حکم

عبادت کے بعد ایثار و قربانی کا جذبہ آپ نے قوم میں پیدا کیا آپ نے بار بار کہا ہے جب تک تقوے دلوں کے اندر پیدا نہ ہو، اس وقت تک ہمارا آنا عبث ہے، آپ نے قوم کو تقوے کی باریک راہوں پر چلنے، اور مالی قربانیوں کی تلقین کی، اور اس غرض سے کہ ساری قوم ایک ساتھ چلے اپنی آمدنیوں میں سے ماہوار چندہ دینے کا حکم دیا۔

صحابہ کی مالی قربانیاں

ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو فرشتہ سیرت بنانے میں جو کامیابی حاصل کی اس کی مثال نہیں ملتی ایک دفعہ آپ مالی قربانی کی تلقین کر رہے تھے۔ چندہ کبھی خفیہ دیا جاتا تھا کہ دلوں میں ریا نہ پیدا ہو اور کبھی علانیہ مجلس میں لیا جاتا تھا تاکہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر دینے کی ترغیب ہو، حضرت صلعم نے جب تحریک کی تو حضرت ابوبکر رض نے سارا مال پیش کر دیا اور جب پوچھا گیا کہ پیچھے کیا چھوڑ آئے تو عرض کیا کہ اللہ اور اللہ کا رسول، حضرت عمر رض نے گھر کا نصف مال دیدیا زید نے جسے حضرت کساتھی کے لفظ سے یاد کرتے تھے اور جو صاحب رسول اللہ کہلاتا تھا، اپنا گھوڑا سبیل پیش کر دیا، حضور صلعم نے اس پر زید کے لڑکے اسامہ کو سوار کر دیا، زید کو حیرانی ہوئی کہ شاید میری قربانی قبول نہیں ہوئی، فرمایا حیران مت ہو، تمہاری قربانی قبول ہو گئی ہے۔

احمدی قوم کی مالی قربانیاں

تو اپنے آقا کے نقش قدم پر اس کے غلام نے بھی قوم میں جذبۂ ایثار و قربانی پیدا کیا۔ اس جماعت کے اندر وہ لوگ بھی ہم نے دیکھے ہیں جنہوں نے محنت مزدوری کر کے اپنی کمائی کا بڑا حصہ خدمت دین کے لئے پیش کر دیا۔ مجھے ایک شخص (رحیم بخش صاحب سامانوی مرحوم) کا قصہ معلوم ہے جو گھاس کاٹ کر کچھ کماتا اس کا دو تہائی انجمن کو دے دیتا اور صرف ایک تہائی اپنی قوت لایموت کے لئے رکھتا تھا۔ حضرت امام نے بڑی تاکید کی کہ قوم کا ہر فرد چندوں میں حصہ لے اور ڈرایا بھی ہے کہ جو شخص متواتر تین ماہ چندہ نہ دے وہ جماعت سے خارج ہے، یہ سبق قوم کے دلوں میں چلا گیا اور سب نے حسب توفیق چندے دیئے، کسی نے تین پیسے کسی نے ہزاروں خدا کی راہ میں قربان کئے اور کر رہے ہیں قطرہ قطرہ بہم شود دریا ایک ندی چلنے لگی، وہ ندی آپ کو نظر نہیں آتی، لیکن وہ جو امریکہ جاتے ہیں، انگلستان جا کر ووکنگ مشن کو دیکھتے ہیں، وہ حیران ہوتے ہیں کہ اتنے خزانے اس غریب قوم کے پاس کہاں سے آ گئے کوئی سلطنت ان کے پیچھے نہیں،

................، پھر کہاں سے اتنا روپیہ آتا ہے کہ اتنے بڑے بڑے مشن

(باقی بر صفحہ)

ہفت روزہ پیغامِ صلح — لاہور — مورخہ ۹ راکتوبر ۱۹۵۷ء

حضرت مرزا صاحب کی شخصیت اور ترجمان القرآن

مولانا مودودی کے رسالہ ترجمان القرآن (ماہ ستمبر) میں چوہدری شکر اللہ خاں صاحب منصور بی اے ایل ایل بی۔ کی تصنیف "قولِ سدید" پر ریویو شائع ہوا ہے جس میں اصل کتاب پر تبصرہ کرنے کے بجائے زیادہ تر حضرت مسیح موعود کی شخصیت کو زیرِ بحث لایا گیا ہے، چنانچہ چھوٹتے ہی یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ

"مرزا صاحب کی شخصیت "فرد تماشا" ہونے کی وجہ سے نفسیات کے ایک طالب علم کے لئے درحقیقت اپنے اندر بڑی دلچسپی کا سامان رکھتی ہے اس کے مطالعہ سے وہ ایک نبی اور ایک متنبی کی نفسیاتی کیفیات کا فرق بخوبی سمجھ سکتا ہے نبوت چونکہ کوئی کسبی چیز نہیں بلکہ وہبی ہے اور اس کے اقرار و انکار پر ایمان و کفر کا دارومدار ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو اس نعمت سے سرفراز فرمایا ہے اس کی بعض نفسیاتی خصوصیات بھی دوسرے لوگوں سے بالکل الگ رکھی ہیں۔"

اس کے بعد انبیاء کی نفسیاتی خصوصیات بیان کی گئی ہیں جو مختصراً درج ذیل ہیں :-

۱- انبیاء کا ذہن صاف شفاف ہوتا ہے وہ واضح اور دو ٹوک بات کرتے ہیں متضاد یا دو رُخی باتیں نہیں کرتے، ان کی طبیعت میں سلامت، مزاج میں اعتدال، سیرت میں مضبوطی، اخلاق میں پاکیزگی معاملات میں راست بازی، کلام میں صداقت اور قول و قرار میں پختگی ہوتی ہے۔

۲- ان میں نبوت کی جانب کسی تدریجی ارتقا یا دانستہ پیش قدمی کا نشان نہیں پایا جاتا نہ وہ کسی خاص منصب پر پہنچنے کے لئے منصوبہ بندی کرتے ہیں نہ ان کے اشارے کنایہ سے کوئی ایسی چیز ظاہر ہوتی ہے کہ وہ اپنے سینے میں کوئی عزائم پال رہے ہیں جن کا اظہار موقعہ و محل کی موزونیت کے ساتھ ہونے والا ہے اُن کا دعوئے نبوت اچانک دنیا کے سامنے آتا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ نبوت سراسر ایک وہبی چیز ہے، جو لوگ بالارادہ اپنی کوشش سے کچھ بنتے ہیں وہ بتدریج ایک منزل کی طرف بڑھتے ہیں اور اُن کے کام اور کلام سے ایک پڑھنے والا فوراً بھانپ جاتا ہے کہ عنقریب کوئی افشائے راز ہونے والا ہے جس کے لئے پہلے سے تیاریاں ہو رہی ہیں یا زمین ہموار کی جا رہی ہے۔

۳- انبیاء علیہم السلام نبوت پر سرفراز ہونے سے پہلے اپنے متعلق کسی قسم کا دعوئے نہیں کرتے اس دعوے پر انہیں بے حد اصرار ہوتا ہے اسی کے اقرار کو وہ ایمان اور اس کے انکار کو کفر قرار دیتے ہیں، مداہنت یا مصالحت کے لئے تیار نہیں ہوتے نہ اپنے موقف سے پیچھے ہٹتے ہیں، گو دیلا دار نہیں لڑتے کہ جب موقع دیکھا قدم بڑھا لیا اور جب محسوس کیا کہ اب مخالفت زیادہ اور دشمن کی مزاحمت مضبوط ہے تو جھٹ سے دو تین قدم پیچھے کی طرف سرکا لئے، وہ نہایت واضح طور پر جانتے ہیں کہ ان کا دعوئے کیا ہے اور اس کے تقاضے کیا ہیں اس کے خلاف مفتری اور کاذب کو جو اپنی طرف سے باتیں گھڑ گھڑ کر خدا کی طرف منسوب کرتا ہے اپنے دعاوی پر قرار نہیں ہوتا ان کا سارا مذہب ایک چیستان ہوتا ہے ہمیشہ مبہم گفتگو کرتے ہیں آج ایک چیز کہہ رہے ہیں تو کل دوسری اور پرسوں تیسری اس وقت ایک قول کی تعبیرات کے نزدیک ایک ہے تو دوسرے وقت دوسری

ان تین مقدمات کے بعد جن سے ہمیں سرِ مو اختلاف نہیں ریویو نگار کی تان یہاں آکر ٹوٹتی ہے، کہ :-

"چنانچہ یہی چیز ہم آج مرزا غلام احمد کے معتقدین میں پاتے ہیں انہوں نے مختلف اوقات میں ایسی متضاد باتیں کہی ہیں کہ آدمی حیران ہو جاتا ہے کہ انہیں کیا سمجھا جائے اسی لئے ان کے ماننے والے ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ آخر ان کا موقف کیا تھا، قادیانی گروہ........انہیں نبی مانتا ہے اس کے برعکس لاہوری گروہ انہیں ایک مجدد خیال کرتا ہے ایک نبی اور مجدد میں فرق اتنا واضح اور نمایاں ہوتا ہے کہ اس میں کسی التباس کی گنجائش نہیں ہوتی، دنیا کے دوسرے عجائبات کی طرح یہ بھی ایک عجوبہ ہے کہ اس دور میں ایک شخص کی دو رُخی باتوں نے "نبوت" اور "تجدید" کو ایسا گڈ مڈ کیا ہے کہ ابھی تک اس کے بارے میں یہ جھگڑا جاری ہے کہ وہ نبی تھا یا مجدد"

ہم حیران ہیں کہ اس بیان کو ریویو نگار کی غلط فہمی قرار دیں یا بغض و تعصب کا نتیجہ، جن متضاد باتوں کا ذکر ریویو نگار نے آگے چل کر کیا ہے۔ اُن پر آئندہ صحبت میں مفصل روشنی ڈالی جائے گی۔ یہاں ہم اس بات کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ یہ خیال بالکل غلط ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے ماننے والے ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ آخر اُن کا موقف کیا تھا۔ جہاں تک لاہوری جماعت کا تعلق ہے وہ پورے یقین اور وثوق کے ساتھ سمجھتی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا موقف تجدید کے سوا اور کچھ نہ تھا وہ ایک بڑے اعلیٰ پایہ کے مجدد تھے۔ جو دجال کی سرکوبی، مسیحیت کی تردید اور اسلام کی حفاظت و اشاعت کے لئے کھڑے ہوئے اور یہ عظیم الشان کام انہوں نے بااحسن وجوہ سرانجام دیا اور ان کی جماعت آج تک اسی کام میں لگی ہوئی ہے۔ قادیانی جماعت اگرچہ ایک عرصہ تک آپ کو نبی سمجھتی رہی اور آپ کے نہ ماننے والوں کو کافر، جو فی الواقعہ بھول بھلیوں کا ایک چکر تھا لیکن ۱۹۵۳ء میں فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں اُن کے خلیفہ صاحب نے یہ بیان دے کر کہ حضرت مرزا صاحب کے نہ ماننے والے دائرہ اسلام سے خارج نہیں عملاً اس بات کا فیصلہ کر دیا کہ آپ کا دعوئے کسی اصلی اور حقیقی نبوت کا نہ تھا ہم جانتے ہیں کہ اس کے باوجود ان کی جماعت کے لوگ حضرت مرزا صاحب کو نبی ہی مانتے ہیں تو یہ ایسا ہی ہے جیسے حضرت مسیح ناصری کے متبعین ابھی تک دو ہزار سال سے انہیں خدا کا بیٹا مانتے چلے آ رہے ہیں اور انہی متبعین میں ایک قلیل گروہ ان لوگوں کا بھی ہے جو انہیں خدا کا بیٹا نہیں محض ایک مقدس انسان سمجھتے ہیں اور مسلمان انہیں نبی قرار دیتے ہیں کیا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ نبی اور ابن اللہ کا فرق اتنا واضح اور نمایاں ہوتا ہے کہ اس میں کسی التباس کی گنجائش نہیں ہوتی لیکن دنیا کے دوسرے عجائبات کی طرح یہ بھی ایک عجوبہ ہے کہ حضرت مسیح کی معاذاللہ دو رُخی باتوں نے نبوت اور الوہیت کو ایسا گڈ مڈ کیا ہے کہ ابھی تک اس کے بارے میں یہ جھگڑا جاری ہے کہ وہ نبی تھا یا ابن اللہ، کاش ریویو نگار قادیانی اور لاہوری جماعت کے اختلاف کو حضرت مرزا صاحب کے متضاد بیانات کا نتیجہ قرار دینے سے پہلے حضرت مسیح ناصری کے متبعین کے اختلاف کو بھی غور کی نگاہوں سے دیکھتا تو اسے سمجھ آ جاتا کہ یہ اختلاف بانی مسیحیت یا بانی سلسلہ احمدیہ کی دو رُخی باتوں یا متضاد بیانات کا نتیجہ نہیں بلکہ اس کم فہمی کا نتیجہ ہے جس کی طرف قرآن کریم نے اس آیت میں توجہ دلائی ہے کہ فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ جس طرح حضرت مسیح کی طرف دعوئے ابنیت منسوب کرنے والے بقول قرآن کریم ان کے محکم بیانات کو چھوڑ کر

متشابہ اقوال کی پیروی کر رہے ہیں اسی طرح سلسلہ احمدیہ کا اختلاف ایک فریق کی طرف سے حضرت مرزا صاحب کے محکم بیانات کو چھوڑنے اور متشابہات کی پیروی کا نتیجہ ہے، یہ متشابہ اقوال دعوے سے تعلق نہیں رکھتے لیکن لوگ انہیں دعوے بنا لیتے ہیں۔ ہم آئندہ اشاعت میں روشنی ڈالیں گے جن کو ریویو نگار نے آگے چل کر متضاد بیانات اور تدریجی دعوے کے ثبوت میں بیان کیا ہے، اور واضح دلائل کے ساتھ یہ ثابت کریں گے کہ خود ریویو نگار جو ایک نفسیاتی طالب علم کی حیثیت سے حضرت مرزا صاحب کی شخصیت پر تبصرہ کرنے بیٹھا ہے اپنی علمی کم مائگی یا بغض و تعصب کی وجہ سے نتائج کے استخراج میں ایک "طرفہ تماشا" بن کر رہ گیا ہے۔

اخبار احمدیہ

— محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب چند دن ہوئے بغرض تبدیلی آب و ہوا باہر تشریف لے گئے تھے واپس تشریف لے آئے ہوئے ہیں۔

جلسہ سالانہ پر گمشدہ اشیا

مہر خان محمد صاحب سیال پنشنر سب انسپکٹر پولیس احمد پور سیال ضلع جھنگ اطلاع دیتے ہیں کہ:-

"میں جلسہ گذشتہ سال پر ایک مصلی کو بستر وغیرہ اٹھوانے کے لئے ساتھ لے گیا تھا۔ وہ کمبخت کچھ اشیا وہاں سے چرا لایا۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ جن اصحاب کی یہ چیزیں ہیں وہ میرے نام ایک کارڈ لکھ دیں تاکہ جب انشاء اللہ تعالےٰ میں یہ چیزیں بموقعہ جلسہ لاؤں تو ان کو واپس دے دوں۔ اگر کوئی صاحب امسال جلسہ پر نہ آئے۔ تو وہاں کے کسی دوسرے صاحب آنے والے کے ذمہ لگائیں تاکہ اس کو دے دی جائیں۔ تفصیل اشیا:-

(۱) ... اوتی سفید کنیاں ڈورے سبز۔ (۲) کھیس سوتی چوخانہ پیٹے بھورے و سفید سوت کے ہیں بیرونی کناروں پر پیٹے سیاہ اور ہر دو کے سروں پر ڈورے سیاہ (۳) تکیہ یعنی سرہانہ چھینٹ پھولدار (۴) جوتا کھیڑی رنگ سیاہ دو جوڑی (۵) سوٹی بید سفید رنگ مٹھی پر سفید ٹین۔ اور نیچے لوہے کی نوکدار سم۔ (۶) چادر لٹھا سفید میلی اندر سے ڈالی ہوئی متین کی سلائی (۷) رسی سن بٹی ہوئی قریباً چار گز لمبی جس میں یہ چیزیں بندھی ہوئی تھیں۔

خاتم النبیین نمبر

"پیغام صلح" کا آئندہ پرچہ (۱۶ اکتوبر) خاتم النبیین نمبر کے نام سے شائع ہوگا، جس میں متعدد احباب کرام کی طرف سے حضرت خاتم النبیین صلعم کے حضور میں خراج عقیدت پیش کیا جائے گا۔

بقیہ خطبہ جمعہ سلسلہ صفحہ نمبر ۲

چل رہے ہیں،

اس سال کا چندہ

میں ایک دو باتوں میں اپنی قوم کی قربانی کا حال سناتا ہوں، گذشتہ تین چار سالوں میں ہماری غلطی سے اور اس انتشار کی وجہ سے، جو قوم میں پیدا ہوا، چندہ کی مقدار بیس پچیس ہزار روپیہ سالانہ رہ گئی تھی، پچھلے سال میں نے اس طرف خاص طور پر توجہ کی، تو چندہ ۷۵ ہزار روپیہ ہو گیا۔ اس سال کا چندہ ایک لاکھ دس ہزار روپیہ ہے، اس وقت تک گیارہ مہینے کا چندہ تو ایک لاکھ ہے، اکتوبر کے مہینہ کی اوسط میں نے دس ہزار روپیہ لگائی ہے، یہ آپ کی قوم کی قربانی، مبارک کے قابل ہے یہ قوم جس کو اللہ تعالےٰ نے قربانی کا یہ جذبہ عطا کیا ہے۔ اس رقم میں سے کچھ حصہ تو وصیت کا ہے، لیکن نوے ہزار روپیہ اغراض عام کا چندہ ہے، یہ حضرت مجدد وقت کا دائمی معجزہ ہے اور قوم کے لئے یہ بات قابل فخر ہے کہ قوم زندہ ہے۔

زمینوں کی آمد

میں نے تھوڑی سی توجہ زمینوں کی طرف بھی کی میں نے میاں فاروق احمد صاحب سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ قاضی احمد کی زمین میں جہاں دو ٹیوب ویل لگائے گئے ہیں، تین صد ایکڑ کپاس بوئی جائے۔ جون کا مہینہ شروع ہونے سے پہلے، مجھے معلوم ہوا کہ پوری توجہ اس طرف نہیں ہوئی، میں نے اپنے دوست سید عنایت شاہ صاحب سے کہا کہ میں خود وہاں جا کر اس کام کو کرانا چاہتا ہوں، انہوں نے کہا کہ نہیں میں جاؤں گا میں نے روکنا چاہا کہ گرمی کے دن ہیں کام مشکل ہوگا انہوں نے کہا کہ نہیں میں ضرور جاؤں گا اور ضرور یہ کام کروں گا چنانچہ وہ وہاں گئے اور دو کام انہوں نے کئے ایک تو جماعت کی تنظیم کی، اور دوسرے پورے تیس دن جلتی ہوئی دھوپ میں کھیت کے اندر کھڑے ہو کر کام کرایا، ہمارا اندازہ ہے کہ اس زمین کی نیشکر اور کپاس کی پیداوار سے ایک لاکھ روپے کے قریب مل جائے گا۔ لیکن یہ سارا آپ کا نہیں، اس میں سے نصف مزارعان کو ملے گا اور باقی میں سے اخراجات وغیرہ نکال کر کوئی تیس پینتیس ہزار روپیہ بچ رہیگا، اوکاڑہ کے منیجر صاحب نے بھی جو بڑے مستعد اور نیک آدمی ہیں تعاون سے کام لیا ہے انہوں نے رپورٹ کی ہے کہ ۲۷ ہزار روپیہ زائد آمدنی میسر آئی ہے

زندہ اور فعال جماعت

تو یہ اللہ تعالےٰ کا بہت بڑا احسان ہے، خدا اس قوم کو زندہ رکھنا چاہتا ہے۔ میں اس قوم کو مبارکباد دیتا ہوں، کہ وہ زندہ ہے اور انشاء اللہ زندہ رہے گی اس سال ایک لاکھ سے زاید آمدنی ہوئی، اور لوگوں نے بھی ادارے بنائے، تبلیغی کام شروع کئے۔ مبلغ بنائے لیکن وہ اس کام کو چلا نہ سکے۔ وہ حیران ہیں کہ کس طرح یہ چھوٹی سی قوم اس کام کو کامیابی کے ساتھ چلا رہی ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ ایک امام کی جماعت ہے، اور خدا تعالےٰ کا منشا ہے کہ اس جماعت سے کام لے۔

جلسہ سالانہ کا چندہ

پس آپ کو چاہیئے کہ اس غیرت کو لئے ہوئے آگے بڑھیں۔ میں نے شیخ میاں عطاء اللہ صاحب اور میاں فاروق احمد صاحب سے کہا کہ ۶۶ ہزار روپیہ کے آپ نے وعدے کئے ہوئے ہیں، وہ ادا کیجئے انہوں نے کہا کہ ۴۶ ہزار کی رقمیں ہم زمینوں پر لگا چکے ہیں اس کو ہمارے حساب میں شمار کر لیجئے اور باقی نقد جس وقت طلب کریں رقم حاضر ہے اس کے علاوہ بیس ہزار روپیہ جلسہ سالانہ کا جمع ہو چکا ہے۔ بعض دوستوں کے ذمے پچیس تیس ہزار روپے ہیں۔ وہ سب صاحب دل ہیں انہوں نے ہمیشہ اخلاص اور خوش دلی سے چندے دیئے ہیں اب بھی وہ اپنی اپنی رقم بھیجدیں گے اور بھی بعض چیزیں دیکھتا ہوں جن کا میں ابھی ذکر کرنا نہیں چاہتا، یہ خدا کے افضال ہیں اب اس قوم کا بھی فرض ہے کہ اپنی رفتار کو تیز کرے اور اپنی اپنی توفیق کے مطابق سب لوگ اپنے چندوں کی مقدار کو بڑھائیں خدا تعالیٰ کا حکم ہے لینفق ذو سعۃ من سعتہ ومن قدر علیہ رزقہ فلینفق مما اتٰہ اللہ، صاحب استطاعت اپنی استطاعت کے مطابق دے اور جو تنگی رزق کا شکار ہیں وہ بھی جو کچھ خدا نے دیا ہے اس میں سے خرچ کریں، جسکو تھوڑا ملتا ہے وہ تھوڑا دے لیکن سب کے سب دیں، کوئی باہر نہ رہ جائے ادخلوا فی السلم کافۃ

مجھے یاد ہے حضرت مولانا نور الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خط آیا جس میں ان کے ایک شاگرد نے لکھا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں ایک روٹی کا ٹکڑا ہے اور میرے ارد گرد کوے جمع ہیں آپ نے فرمایا اسے لکھ دو کہ کوا وہ جانور ہے جو اکیلا نہیں کھاتا بلکہ جب کچھ کھانے کو ملے تو کائیں کائیں کر کے دوسرے کوؤں کو بھی بلا لیتا ہے تم کو خدا نے جو تھوڑا بہت رزق دیا ہے تم بھی اس میں سے خدا کے راستے میں خرچ کر دیا کرو غرض جس کے ہاتھ میں تھوڑا ہے وہ تھوڑا دے اور جس کو خدا نے ہزار ہا روپیہ دیا ہے وہ اسی نسبت سے خدا کی راہ میں خرچ کرے لینفق ذو سعۃ من سعتہ یہ حکم الٰہی ہے اس حکم پر عمل کرو تو تم ایک نہایت مضبوط اور کامیاب قوم بن جاؤ گے۔

نوجوانوں سے خطاب

ایک امانت

محترم چوھدری محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

(۸)

معاند نمبر ۳

یہ غلام احمد پرویز اور الَّذِینَ مَعَہٗ ہیں

پرویز سے ہمارا شکوہ

مولانا صاحب اور دیگر علما کو پرویز سے بجا گلہ ہے کہ وہ مسلمانوں کی ماضی کو بالکل ملیامیٹ کر دینا چاہتا ہے اور وہ اس سے جائز طرق پر شکوہ سنج ہیں۔

مگر تحریک احمدیت کو پرویز سے اس سے بڑھکر گلہ ہے اور وہ بڑا سنگین گلہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ پرویز مسلمانوں کے **مستقبل** کو ملیامیٹ کر دینا چاہتا ہے اس کا یہ کہنا ہے کہ جب سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اور قرآن کریم کی شریعت نازل ہوئی مسلمانوں کا اللہ تعالے سے تعلق کٹ گیا وہ پڑے زور اور تحدی سے متواتر اس جھوٹ کو دہرا رہا ہے۔ کہ اب اللہ تعالے سے انسان کا کلام کرنا بند ہو چکا ہے اور ہر قسم کی وحی پر مہر لگ چکی ہے۔ اس کی تائید میں وہ قرآن کریم کی ایک آیت بھی پیش نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی آج تک کوئی آیت پیش کی ہے۔ جرمنی کے ڈاکٹر گوبلز کا قول ہے کہ جھوٹ کو بار بار دہراؤ۔ تو عوام اسے سچ ماننے لگ جائیں گے۔ پرویز بھی اس بارے میں گوبلز کا مقلد ہے۔

ہم حیران ہیں۔ کہ تعلیمات قرآنی کی علمبرداری کا دعویدار ایسے صریح جھوٹ پر اصرار کیسے کر سکتا ہے۔ ہمارا پرویز سے سب سے بڑا اختلاف یہی ہے۔ کہ ہم کہتے ہیں، کہ رحمۃ للعالمین کے ظہور کے بعد آسمانی برکات بیش از بیش نازل ہو رہی ہیں۔ بارانِ رحمت کا نزول اب اس زور سے ہو چکا ہے کہ اس سے قبل اس کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اگر سابقہ امم میں غیر انبیاء پر الہامات اور مکاشفات ہوتے تھے۔ تو خیر الامم امت میں اس سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ اگر سابقہ امتوں میں اولیاء اللہ کا وجود تھا۔ تو اس امت مسلمہ میں جو زبان الٰہی سے خیر امت کا نام پا چکی ہے۔ اولیاء اللہ کا وجود بکثرت موجود ہے۔ پرویز ہمارے ان اختلافات کو رسالہ طلوع اسلام میں بارہا ظاہر کر چکا ہے۔ چنانچہ

حال ہی میں اس سال میں جماعت انجمن دینداراں پر ایک تبصرہ شائع کیا گیا ہے۔ اگرچہ اس جماعت انجمن دینداراں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں مگر حسب عادت پرویز صاحب نے حضرت مرزا صاحب پر بھی زبان طعن دراز کی ہے اس وقت ہمارے مدنظر صرف ایک اصولی بحث ہے اس لئے غیر متعلق امور سے قطع نظر ہم صرف اس حصہ کو نقل کرتے ہیں جس سے وحی کے متعلق پرویز کا نظریہ واضح ہو جائے۔ یہ نظریۂ پرویز حسب ذیل الفاظ میں مرقوم ہے۔ ملاحظہ ہو طلوع اسلام ستمبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۵۰۔

ختم نبوت کے معنی

"پاکستان میں مرزا صاحب کے متبعین کی طرح جن بسویشور (جماعت دیندار) کو بھی طلوع اسلام اپنا سب سے بڑا حریف نظر آتا ہے۔ اس لئے کہ اس نے غیر قرآنی بنیاد ہی کو سرے سے اکھیڑ دیا ہے۔ جس پر حضرات اپنے دعاوی کی عمارت استوار کرتے ہیں۔ (جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں) ان کے دعاوی کی بنیادی اینٹ یہ ہوتی ہے۔ کہ خدا کے بندوں کو خدا کی طرف سے الہامات اور **مکاشفات** ہوتے ہیں طلوع اسلام نے اس حقیقت کو بے نقاب کر دیا۔ کہ قرآن کی رُو سے یہ مفروضہ ہی غلط ہے۔ **ختم نبوت کے معنی ہی یہ ہیں۔ کہ اب کوئی شخص براہِ راست خدا سے علم حاصل نہیں کر سکتا علم خداوندی اب قرآن کے اندر ہے۔ اور کہیں سے نہیں مل سکتا یہ ہے قرآن کا وہ ثعبان مبین جس کے سامنے سامریوں کی رسیاں ٹھہر ہی نہیں سکتیں**"

اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ کیا واقعی پرویز کا یہ نظریہ صحیح ہے اور قرآن سے اس کی تائید ہوتی ہے تحریک احمدیت ختم نبوت کی قائل ہے۔ اور اُن کے ہاں ختم نبوت کا مطلب بڑا واضح اور بیّن ہے جیسے حضرت مولوی محمد علی صاحب مرحوم و مغفور سابق امیر جماعت لاہور نے اپنی کتاب مسیح موعود صفحہ ۲۴ میں رقم فرمایا ہے:-

"ختم نبوت سے کیا مراد ہے"

"اس کا مختصر سا جواب یہ ہے کہ انبیاء و رسل کی بعثت کی جو غرض اللہ تعالے نے قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے۔ اور وہ غرض منجانب اللہ ہدایت کا لانا ہے۔ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات میں اپنے کمال کو پہنچکر پوری ہو گئی پس ختم نبوت میں دونوں مفہوم شامل ہیں۔ یعنی نبوت کا اپنے کمال کو پہنچ جانا اور اس کا خاتمہ ہو جانا کیونکہ کمال نبوت سے وہ غرض ہمیشہ کے لئے پوری ہو گئی، جس کی ضرورت اس سے پہلے متفرق اوقات میں رہتی تھی۔ دنیا میں نبی کی ضرورت اس لئے ہوتی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی بعض راہوں کو جو ایک وقت میں ایک قوم یا ملک کی حالت ان کی مقتضی ہے وہ ظاہر کرے اور اللہ تعالے کی بعض صفات کاملہ کا مظہر ہو کر دوسرے انسانوں کے لئے اپنے کو ایک نمونہ بنائے پس جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی تعلیم لے آئے جو تمام قوموں کے لئے تمام ملکوں کے لئے تمام انسانوں کے لئے۔ تمام زمانوں کے لئے تھی۔ اور جس نے نہ کسی قوم کی ضروریات کو باقی چھوڑا نہ کسی دائرہ میں محدود ہوئی نہ انسانی قوٰی کی کسی شاخ کی تکمیل اس سے باہر رہی اور آپ کی ذات میں تمام صفات الٰہی کا کامل ظہور ہو کر آپ ہمیشہ کے لئے دنیا کے سارے لوگوں کے لئے اسوۂ حسنہ ٹھہرے تو اس کے بعد نبوت کی ضرورت باقی نہ رہی کیونکہ اللہ تعالے نے کے سارے کام ضروریات حقہ پر مبنی ہیں بالحق انزلناہ وبالحق نزل پس جس قدر امور ختم نبوت کے لئے ضروری ہیں ان تمام کا قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک میں جمع ہونا بیان فرمایا ہے مثلاً جب ہر ایک نبی کا ذکر فرمایا تو خاص ایک قوم کی طرف اس کی بعثت کا ذکر کیا ہے۔ نوح کو اپنی قوم کی طرف صالح کو اپنی قوم کی طرف۔ ہودؑ کو اپنی قوم کی طرف، شعیبؑ کو اپنی قوم کی

کی طرف بھیجا۔ یہاں تک کہ حضرت عیسٰے تک جو انبیائے قومی میں آخری نبی ہیں اس سلسلہ کو پہنچایا۔ ایران کے متعلق بھی بیان فرمایا کہ رسولاً الیٰ بنی اسرائیل۔ یعنی وہ بنی اسرائیل کی طرف ایک رسول تھے اور عام الفاظ میں فرمایا:۔ وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ ولکل قوم ھاد۔ ولکل امۃ رسول۔ یعنی ہر قوم میں ایک نذیر گزرا ہے۔ ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہوا ہے۔ ہر امت کے لئے ایک رسول ہوا ہے۔ لیکن جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا تو فرمایا۔ تو کہہ دے یا یھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا۔ اے لوگو میں سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ یعنی ایک قوم کی طرف نہیں۔ اور پھر فرمایا۔ وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس۔ ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو سب لوگوں کے لئے (سیاہ ہوں یا سپید موجود ہوں یا پیچھے آنے والے) بھیجا اور پھر فرمایا وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ تم کو تمام قوموں اور زمانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ نیز فرمایا لیکون للعٰلمین نذیرا سارے عالموں کے لئے تم نذیر بھی ہو۔ پس سب سے پہلے مکان اور زمانہ کی تمام تفریقات کو مٹایا یعنی آیندہ تمام زمانوں کے تمام لوگوں کے لئے ایک ہی نبی ایک ہی رسول ہو گا۔ اور یہی دلیل آپ کی ختم نبوت پر کافی تھی مگر اور بھی وضاحت کے لئے آخری آیت آپ پر یہ نازل فرمائی الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی آج کے دن میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ اس میں یہ بھی بتایا ہے کہ اب آیندہ دنیا کو اور کسی نبی کی ضرورت نہیں، کیونکہ جو کام کسی نبی نے آ کر کرنا ہے۔ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا ہے۔ منصب نبوت کا کوئی کام آپ کے پیچھے باقی نہیں رہا جسے کرنے کے لئے اور کوئی نبی دنیا میں آئے دنیا میں کوئی اور نبی نہیں ہوا۔ جس نے یہ دعوےٰ کیا ہو۔ کہ اس کے ذریعہ سے ہدایت اپنے کمال کو پہنچ گئی بلکہ یہ الیوم اکملت لکم دینکم کا اعلان اکیلا ہی اعلان ہے۔ اس کے بالمقابل اگر ہے تو عجز ہی عجز کی تصویر ہے۔ حتیٰ کہ حضرت مسیح کو بھی یہ کہنا پڑا کہ میں کامل تعلیم نہیں دے سکتا۔ بلکہ اس کے لئے تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ تکو کیونکہ "جب وہ یعنی روح حق آوے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائیگی"

پس جب یہ ضرورت باقی نہ رہی تو ضرور تھا کہ یہ اعلان بھی کر دیا جاتا کہ اب اس کے بعد کسی شخص کو منصب نبوت پر کھڑا نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ فرمایا:۔ "وما محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔"

پس ہمارے نزدیک نبوت تو ختم ہو چکی ہے اور اس منصب پر کسی کو متعین نہیں کیا جائے گا۔ مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اب اللہ تعالےٰ انسان سے بالکل منقطع ہو چکا ہے اور خدا سے اب کوئی شخص علم حاصل نہیں کر سکتا محمد رسول اللہ کی تعلیم پر چل کر انسان بڑے بڑے درجات حاصل کر سکتا ہے اور عظیم الشان روحانی نعمتوں سے متمتع ہو سکتا ہے سو "تمام نعمت" سے مراد ہی تعلق باللہ کی انتہائی شکل ہے اور وہ ہے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ۔ اب ہم اس تعلق باللہ کے مضمون پر قرآن شریف سے روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے، اس دعا کے ساتھ کہ الٰہی اس مسئلہ پر لوگوں کو انشراح صدر فرما کیونکہ اسی کو نہ سمجھنے کی وجہ سے انسان خدا سے دور ہوتا چلا جا رہا ہے

اس کا قرآن سے ثبوت

اب ہم قرآن شریف کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ہم پرویز اور اس کی جماعت سے توقع رکھیں گے کہ اگر ان کے دلوں میں قرآن کریم کا واقعی احترام موجود ہے، تو وہ ہماری معروضات پر سنجیدگی سے غور فرمائیں۔ انشاء اللہ ہم انہیں اس پُر لطف اور سرور بخش وادی کی سیر کرائیں گے جہاں پرویز صاحب اور اس کے ساتھیوں کا کبھی گذر نہیں ہوا۔ یہ سعادت اور اس کوچہ سے واقفیت کا شرف انہیں صرف ایک ہی طریق سے حاصل ہو سکتا ہے۔ کہ وہ ہماری گذارشات پر ٹھنڈے اور خلوص بھرے دل سے تدبر فرمائیں۔

کیا انبیاء کے علاوہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے علم حاصل نہیں کر سکتا؟

پرویز کو ہم آج سے کئی ہزار برس پہلے زمانہ کے ایک قیدخانہ میں لے جاتے ہیں۔ ایک جوان صالح کے لئے قیدخانہ کا دروازہ کھلتا ہے۔ وہ بیگناہ ہے معصوم ہے روحانیت کے بلند سے بلند مقام پر کھڑا ہے، کسی حسینہ جمیلہ نے اپنی شان دلربائی سے اس کے دل کو لبھانا چاہا اور اسے جادۂ مستقیم سے ہٹا کر گناہ میں ملوث کرنے کی کوشش کی مرتکب ہوئی مگر وہ اپنی روحانی قوت کے زور سے اس سے بچ نکلا اس جمیلہ نے اپنی سہیلیوں کا تعاون بھی حاصل کیا۔ انہوں نے بھی اس پر اپنے حسن کے ڈورے ڈالے۔ مگر وہ بھی ناکام ہوئیں۔ بالآخر ان محرومانِ عشق نے حکام سے جھوٹی شکایت کر کے اسے گرفتار کرا دیا۔ جب شکایت کرنے والے کی طرف سے اسے آزادی کی پیشکش ہوئی تو وہ جوان پکار اٹھا قال رب السجن احب الیّ مما یدعوننی الیہ۔ ترجمہ (یوسف نے کہا) رب میرے مجھے ان بلاکشانِ محبت سے قید کی صعوبتیں زیادہ پسند ہیں۔

دو قیدیوں کی خوابیں

اس جوان کے ساتھ دو اور قیدی بھی جیل میں داخل ہوئے ہیں۔ ودخل معہ السجن فتیٰن۔ اب ان دونوں قیدیوں کو خدا کی طرف سے براہ راست علم دیا جاتا ہے۔ یہ وہ علم ہے جسے قرآن نے اپنے صفحات میں قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا ہے اور جسکی حفاظ قرأت کرتے ہیں اور مسلمان اپنی نمازوں میں بار بار پڑھتے ہیں۔

قال احدھما انی ارانی اعصر خمرا۔ وقال الاخر انی ارانی احمل فوق راسی خبزا تاکل الطیر منہ۔ نبئنا بتاویلہ انا نرٰک من المحسنین۔

ترجمہ:۔ ان میں سے ایک نے کہا میں نے اپنے آپ کو شراب نچوڑتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور دوسرے نے کہا میں اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جن میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔ ہمیں اس کی تعبیر بتا کیونکہ ہم تجھے نیکوکاروں میں سے دیکھتے ہیں۔

یہ خوابیں ہیں جو ان قیدیوں کو آتی ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے صرف ان خوابوں کی تعبیر کی ہے جو لوگ مجاز، استعارہ، تشبیہ وغیرہ مصطلحات کے قائل نہیں، وہ اس پر غور کریں کہ امورات غیبیہ میں کیسے اشارے چلتے ہیں۔ آفاق کے امور صاف اور بیّن ہوتے ہیں۔ ان کو تجربہ گاہوں کے امتحانوں میں ڈال کر محسوسات کے ذریعہ پرکھا جاتا ہے۔ مگر امور غیبیہ پردوں میں نہاں ہوتے ہیں۔ انہیں چشم بصارت کی بجائے چشم بصیرت سے دیکھا جاتا ہے اس لئے قرآن شریف فرماتا ہے:۔

سنریھم اٰیٰتنا فی الاٰفاق وفی انفسھم حتیٰ یتبین لھم انہ الحق اولم یکف بربک انہ علےٰ کل شئ شھید ۝ الا انھم فی مریۃ من لقاء ربھم ط الا انہ بکل شئ محیط ۝

ترجمہ:۔ یعنی ہم منکرین دعوت ربانی کو سچائی کے ثبوت صحیفۂ قدرت سے دکھائیں گے اور خود ان کے باطن

پر ایسی استعدادیں چمک اُٹھیں گی کہ حق یقینی طور سے اُن کے سامنے آجائے گا۔ اللہ تعالےٰ ہر طریق پہ اتمامِ حجت کرے گا۔ اور وہ نبوت کے بہم پہنچانے کے لئے کافی ہے کیا وہ اپنے رب کی ملاقات اور اس کی ہمکلامی سے مایوس ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں قائل کرنے پر ہر طریقہ سے حاوی ہے۔

دیکھیں حضرت یوسف علیہ السلام ان دو خوابوں پر سے پردے اُٹھاکر انہیں فلق الصبح کی طرح چمکا دیتے ہیں۔ یٰصاحبی السجن اما احدکما فیسقی ربہ خمراً واما الاٰخر فیصلب فتاکل الطیر من راسہ قضی الامر الذی فیہ تستفتیٰن ۝ وقال الذی ظن انہ ناج منہما اذکرنی عند ربک ط

ترجمہ:۔ اے میرے قیدخانہ کے دو ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلائے گا اور دوسرا صلیب دیا جائے گا تو پرندے اس کے سر سے (نوچ کر) کھائیں گے۔ اس بات کا فیصلہ ہو چکا جس کے متعلق تم دریافت کرتے ہو۔ اور اسے جس کے متعلق اسے یقین تھا۔ کہ وہ دونوں میں سے رہائی پا جائے گا۔ کہا میرا ذکر اپنے آقا کے پاس کرنا۔

یہ پردے جب اُٹھ گئے اور دھندلا علم صاف ہو گیا اسے بھی قرآن نے محفوظ کر لیا۔ یہ قرآن کے صفحات میں بھی محفوظ ہے۔ اور حفاظ کے سینوں میں بھی محفوظ ہے۔ اب خوابوں کے ساتھ خوابوں کی تعبیریں بھی قرأت میں آنے لگیں۔ خداوند تعالےٰ سے سچے خوابوں کے ذریعہ براہ راست علم ان دو قیدیوں کو حاصل ہوا۔

شاہِ وقت کا خواب

اسی زمانہ میں شاہِ وقت کو جو حضرت یوسف علیہ السلام کا ہم مذہب بھی نہیں مگر اس کے سینہ میں بھی قدرت نے ہمکلامی کی صلاحیت ودیعت کر رکھی ہے۔ اسے بھی اللہ تعالےٰ ایک خواب دکھاتا ہے اور وہ خواب بھی قرآن کریم میں مذکور ہے۔ اور اسے بھی دوام بخش دیا گیا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:۔

وقال الملک انی اریٰ سبع بقرٰتٍ سمانٍ یاکلھن سبع عجاف وسبع سنبلٰتٍ خضرٍ واُخر یٰبسٰت ط یٰایھا الملا افتونی فی رءیای ان کنتم للرءیا تعبرون ۝

ترجمہ:۔ اور بادشاہ نے کہا میں نے سات موٹی گائیں دیکھی ہیں۔ انہیں سات دُبلی (گائیں) کھا گئی ہیں۔ اور سات سبز خوشے اور (سات) اور خشک اے اہلِ دربار میرے خواب کی تعبیر بتاؤ۔ اگر تم خواب کی تعبیر کر سکتے ہو"

اس خواب پر سے بھی یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غیب کے پردے اُٹھا دیئے اور اسے چمکا دیا۔ اور اسے ایسا یقینی اور قطعی ظاہر کیا۔ کہ اس کی رُو سے اس کے پیدا ہونے والے نتائج سے لوگوں کو آگاہ کر دیا اور اس کے انسداد کا نسخہ بھی بتا دیا۔ چنانچہ قرآن پاک میں مذکور ہے:۔

یوسف ایھا الصدیق افتنا فی سبع بقرٰتٍ سمانٍ یاکلھن سبع عجاف وسبع سنبلٰتٍ خضرٍ واُخر یٰبسٰتٍ لعلی ارجع الی الناس لعلھم یعلمون ۝ قال تزرعون سبع سنین داباً فما حصدتم فذروہ فی سنبلہٖ الا قلیلاً مما تاکلون ۝ ثم یاتی من بعد ذالک سبع شداد یاکلن ما قدمتم لھن الا قلیلاً مما تحصنون ۝ ثم یاتی من بعد ذالک عام فیہ یغاث الناس وفیہ یعصرون ۝

ترجمہ:۔ یوسف اے صدیق ہمیں سات موٹی گائیوں کی تعبیر بتاؤ۔ جنہیں سات دُبلی (گائیں) کھا گئی ہیں۔ اور سات سبز خوشے ہیں۔ اور (سات) اور خشک۔ تاکہ میں لوگوں کی طرف لوٹ کر جاؤں تاکہ وہ جان لیں (یوسف نے کہا) تم حسبِ معمول سات سال کھیتی کرو گے تو جو کچھ بھی کاٹو گے اسے اپنے خوشہ میں ہی رہنے دو سوائے تھوڑے کے جس سے تم کھاؤ۔ پھر اس کے بعد سات (سال) آئیں گے وہ سب کچھ کھا جائیں گے جو تم نے اُن کے لئے پہلے سے جمع کیا ہے سوائے تھوڑے کے جو تم محفوظ کر لو۔ پھر اس کے بعد ایک سال آئے گا۔ جس میں لوگوں پر مینہ برسایا جائے گا اور وہ اس میں انگور بھی نچوڑیں گے۔

مذکورہ بالا قرآنی حوالوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ گنہگاروں مجرموں اور غیر مسلموں کو بھی براہ راست اللہ تعالےٰ سے علم حاصل ہو سکتا ہے اور ہوتا رہا ہے۔

حضرت یوسف کے بچپن کا خواب

ان خوابوں کی تعبیر کرنے والا (حضرت یوسف) تو خود اللہ تعالےٰ سے ایسی حالت میں یقینی علم حاصل کرتا ہے۔ کہ وہ ابھی نبوت کے مقام پر نہیں پہنچا نو عمر بچہ ہے۔ پاس دولت نہیں ثروت نہیں۔ اقتدار نہیں۔ مگر اللہ تبارک و تعالےٰ اُسے حقیقت کی ایک ایسی وادی میں لے جاتا ہے۔ جہاں اس پر مستقبل کا سارا نقشہ منکشف کرا دیتا ہے۔ ارشاد ہے اذ قال یوسف لابیہ یٰابت انی رایت احد عشر کوکباً والشمس والقمر رایتھم لی سٰجدین ۝ ترجمہ:۔ جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ میں نے گیارہ ستاروں کو اور سورج کو اور چاند کو دیکھا ہے۔ میں نے انہیں اپنے آپ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

دیکھئے ایک غیر نبی نبی کے سامنے اپنا خواب بیان کر رہا ہے۔ خود خواب بین اور اس کا عظیم الشان باپ، اس خواب کی کنہہ کو کماحقہٗ سمجھ لیتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی تعبیر یا تاویل نہیں پوچھی۔ اور نہ باپ نے ضروری سمجھی کہ اس کو بیان کرے حقیقت دونوں پر آشکارا ہو چکی تھی۔ باپ نے صرف یہ کہا۔

قال یٰبنی لا تقصص رءیاک علیٰ اخوتک فیکیدوا لک کیداً ان الشیطٰن للانسان عدو مبین

ترجمہ:۔ (یعنی حضرت یعقوب نے) فرمایا اے میرے بیٹے اپنے خواب کو اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا ورنہ وہ تیرے لئے کوئی مخفی تدبیر کریں گے۔ کیونکہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

پھر ایک زمانہ ایسا آیا کہ حضرت یوسف کے بلند مقام کے سامنے بڑے بڑے عظیم الشان انسان جھک گئے۔ وہ لوگ جو اپنی سوسائٹی میں سورج، چاند ستارے بن کر چمک رہے تھے یوسفی جلال کے سامنے ماند پڑ گئے۔ یہ علم بھی ایک ایسے انسان کو دیا گیا جو ابھی خلعتِ نبوت سے سرفراز نہیں ہوا تھا۔

ابو الانبیاء حضرت ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خواب

حضرت ابراھیم علیہ السلام اپنے محبوب بیٹے کے سامنے یقینی اور قطعی علم پر مشتمل خواب کو یوں بیان کرتے ہیں:۔

قال یٰبنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تریٰ ط

ترجمہ:۔ اس نے کہا اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کرتا ہوں تو دیکھ تیری کیا رائے ہے۔

بیٹا اس خواب کو سن کر فوراً سمجھ گیا کہ اس کے مقدس باپ کے ساتھ من وراءِ حجاب کوئی کلام ہوا ہے۔ چنانچہ وہ مطیع و منقاد بنکر یوں لب کشا ہوا یٰابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصٰبرین ۝

ترجمہ:۔ اس نے کہا اے میرے باپ جو کچھ تجھے حکم دیا جاتا ہے وہ کر ڈال تو مجھے اگر اللہ چاہے صبر کرنے والوں میں پائے گا۔

اس میں الفاظ "ما تؤمر" خاص طور پر قابلِ غور ہیں۔ یعنی اللہ ایک خواب کے ذریعے سے حضرت ابراھیم علیہ السلام کو کوئی حکم دے رہا ہے۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ خواب بھی ایک ذریعہ .... کلامِ الٰہی ہے۔

خیر البشر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب

قرآن شریف سورۃ فتح آیت ۲۷ میں اللہ تعالےٰ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کے متعلق یوں ارشاد فرمایا ہے :-

لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق ج لتدخلن المسجد الحرام ان شآء اللہ اٰمنین محلقین رءوسکم و مقصرین لاتخافون فعلم ما لم تعلموا فجعل من دون ذلک فتحاً قریباً ۝

یقیناً اللہ نے اپنے رسول کا خواب سچ کر دکھایا تم ضرور اگر اللہ نے چاہا تو مسجد حرام میں امن کے ساتھ داخل ہوگے۔ اپنے سر منڈوانے والے اور بال کترانے والے کچھ خوف نہ کروگے۔ سو وہ جانتا ہے۔ جو تم نہیں جانتے۔ پس اس سے پہلے ایک قریب فتح عطا کی

حضرت محمد رسول اللہ ایک درویش ناتواں کی حیثیت سے دنیا کے سامنے آیا۔ وہ جلدی ہی دشمنوں میں گھر گیا مگر اسی بے کسی کی حالت میں اس نے اپنے نئے پیغام سے تمام دنیا سے عرب میں ایک کھلبلی مچادی۔ قریش عرب مخالف ہوگئے مدینہ کے یہودی اور منافقین دشمن ہیں۔ عرب کے تمام قبائل اسلام کو ایک فتنہ سمجھ کر اس کو کچل دینے کو تیار ہیں مگر اس مخلص انسان کو اللہ تعالےٰ فتوحات کی خوابیں دکھا رہا ہے۔ اور اس کے سامنے ایک عظیم الشان نظارہ چمک چمک کر آرہا ہے اور غالباً اس کی آنکھوں کو اپنی تابانی سے خیرہ کر رہا ہے وہ دیکھ رہا ہے کہ اس کے متبعین بڑے لاؤ لشکر اور ساز و سامان کے ساتھ نہایت امن و سکون سے شہر مکہ میں فاتحانہ طور پر داخل ہو رہے ہیں۔

بالآخر تمام دنیا نے دیکھ لیا۔ کہ وہ خواب کس طرح پورا ہوا۔ اور قرآن کریم نے خود بھی اس کی تصدیق کردی جیسا کہ مذکورہ بالا آیت سے ظاہر ہے۔ یہ خواب بذاتہ ایک ذریعہ کلام تھا۔ اصل خواب قرآن میں مذکور نہیں۔ مگر یہ مذکور ہے۔ کہ حضور کو ایسا خواب کسی .... وقت دکھلایا گیا تھا۔ جو عوام میں مشہور و معروف بھی ہو چکا تھا اور جو بالآخر لفظاً لفظاً پورا ہوگیا۔

استنباط

ہم نے قرآن کریم میں مندرج مختلف خوابوں کو بیان کردیا ہے۔ جس میں مجرموں کی خوابیں بھی ہیں۔ غیر مسلموں کی بھی انبیاء اور غیر انبیاء کی بھی۔ اس سے ہماری غرض اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ انسانی فطرت میں اللہ تعالےٰ سے براہ راست علم حاصل کرنے کی استعدادیں موجود ہیں اور کمیت اور کیفیت کے لحاظ سے مختلف انسانوں میں ان خوابوں کے مدارج مختلف ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ قرآن نے بالصراحت انسان کی اللہ تعالےٰ سے ہمکلامی کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے :-

وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من ورآئ حجاب او یرسل رسولاً فیوحی باذنہ ما یشآء ط انہ علیم حکیم ۝

ترجمہ :- اور کسی بشر کے لئے یہ میسر نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے۔ سوائے اس کے کہ یہ وحی سے ہو یا پردے کے پیچھے یا رسول بھیجے۔ پس اپنے حکم سے جو چاہے وحی کرے وہ بلند حکمت والا ہے۔

یہاں لفظ "بشر" عام انسانوں کے لئے بیان کیا گیا ہے' پرویز اس آیت کے معنی کرتے وقت بشر سے مراد نبی لیتا ہے گویا اس آیت میں اللہ تعالیٰ گذشتہ انبیاء سے اپنی ہمکلامی کے مختلف طریقوں سے بحث کر رہا ہے۔ یعنی حضرت موسےٰ علیہ السلام سے وہ کسی طریق سے گویا ہوا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی اور طریق سے ہمکلام ہوا۔ یہ تفسیر بالکل بے معنی ہے۔ عام انسانوں کو اس میں کیا دلچسپی ہے۔ آج سے ہزاروں سال قبل اللہ تعالیٰ کا طریق گفتار کیا تھا اور پھر کیا ہوگیا اور اب اس زمانے میں جب وہ سلسلہ ہی منقطع ہوگیا تو اس مسئلہ کے متعلق انسانی دلچسپی بھی ختم ہوگئی۔ ہاں اگر عام انسانوں کے متعلق یہ بحث ہو تو قیامت تک کی آنے والی نسلیں اس سے فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ اور ہر ایک آدمی کے دل میں بلند سے بلند روحانی ولولے اور امنگیں پیدا ہو سکتی ہیں اور وہ قربت کے بلند سے بلند درجات تک رسائی حاصل کر سکتا ہے جس کا منتہیٰ اللہ تعالےٰ سے شرف مکالمہ مکاشفہ ہے

آج بھی لوگوں کو خوابیں آتی اور اکثر اُن میں سچی بھی ہوتی ہیں اور یہ ایک قطعی ذریعہ حصول علم ہے آج بھی خوابوں کے ذریعہ انسان پر غیب کے اسرار ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح انسان کے ساتھ وحی کا سلسلہ بھی جاری رہا ہے اور جاری رہے گا۔

خواب کے بعد وحی کا مسئلہ حل طلب ہے اور اس پر ہم قرآن کریم سے بالتفصیل روشنی ڈالنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ وحی کا مضمون ایک ایسا مضمون ہے جس کا علم اس زمانے کے امام کے ساتھ مختص ہے اور یہ تحریک احمدیت کا ایک ذریں امتیاز ہے جو اور کسی تحریک کو حاصل نہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہم آیندہ اس پر مفصل گفتگو کریں گے۔ اور اس کا کوئی پہلو تشنہ نہ چھوڑیں گے۔

وما توفیقی الا باللہ

بقیہ صفحہ ۱۱

تو چاہیئے کہ مولوی صاحب موصوف اس کو بھی ظاہر فرما دیں کہ میں پوچھتا ہوں مولوی صاحب موصوف سے اور جماعت قادیان کے اُن کے ہمخیال دیگر علماء سے کہ حضرات اس حقیقت کے آشکارا ہونے کے ساتھ ہم کس معقولیت سے لوگوں کو حضرت اقدس کا مامور من اللہ ہونا منوائیں؟ آپ لوگ تو یہ سب "الزامات" لگا کر اور "نارو احملے" کر کے شاید خوش ہوتے ہوں گے مگر خدا گواہ ہے ہمیں یہ سن کر ندامت ہوتی ہے۔

مولوی صاحب موصوف یقین جانیں کہ غصہ سے جوش میں آکر خلیفہ صاحب مکرم نے جو اس "حقیقت کو آشکارا" کیا۔ تو اصل میں یہ کوئی حقیقت نہیں تھی۔ بلکہ وقتی غصہ اور جوش کی پیداوار یہ ایک اُن کی "تھیوری" تھی جس کی بنیاد انہوں نے اُس وقت اپنے ایک "عقلمندانہ خیال" اور "قیاسی و انتعاقی مفروضہ" پر رکھی جیسا کہ "قول سدید" میں مفصل اور مدلل طور پر پیش کر کے آپ حضرات کی خدمت میں اس "عقیدۂ مخصوصہ" پر نظر ثانی کرنے کی اپیل کی ہے پہلی نظر عموماً سرسری ہوتی ہے۔ امید ہے "دوسری نظر" اور "تیسری نظر" میں حقیقت اور اصلیت ہرگز آپ سے پوشیدہ نہ رہ سکے گی۔

ششم

مولوی صاحب موصوف خاتمہ مضمون پر فرماتے ہیں کہ جبکہ وہ بھی اور ہم بھی حضرت اقدس کے تجلیات الٰہیہ اور چشمۂ معرفت کے اقوال منقولہ کے مطابق آپ کی طرف صرف "محمدی نبوت" ہی منسوب کرتے ہیں۔ لہٰذا ہمارے درمیان کوئی اختلاف نہ رہا۔ لیکن میں اُن کی خدمت میں گذارش کروں گا کہ یہاں تک تو واقعی کوئی اختلاف نہیں مگر اختلاف جو پیدا ہوتا ہے تو اس جگہ سے ہوتا ہے جہاں سے بقول آپ کے "تحت جگہ محمود ایدہ اللہ" نے حضرت اقدس کے متعلق "حقیقت کو آشکارا" کرنا شروع کیا۔ انہوں نے پہلے تو حقیقت کو آشکارا کرتے ہوئے یہ کہا کہ۔

(الف) حضرت اقدس کی یہ "محمدی نبوت" انبیاء کی سی نبوت ہے نہ کہ محدثوں والی نبوت۔

اور پھر حقیقت کو مزید آشکارا کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ۔

(ب) (۱) حضرت اقدس نبوت اور محدثیت کی حقیقت کے متعلق لاعلمی کا شکار ہے

(۲) اپنا دعوےٰ اور درجہ نبوت سمجھنے میں غلطی میں مبتلا رہے۔

وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ خلیفہ صاحب کی طرف سے حقیقت کے آشکارا ہونے والے یہ ہر دو الف اور ب قصے بالکل بے بنیاد غلط اور باطل ہیں۔ جن کی غلطی اور بطالت کا مکمل اور مدلل ثبوت جلیم اور لاجواب کتاب "قول سدید" میں پیش کر کے آپ حضرات سے آپ کے اس "عقیدۂ مخصوصہ" پر نظر ثانی کرنے کی اپیل کی گئی ہے۔

"قولِ سدید" پر اخبار الفضل کی ایک نظر

(از چوہدری اے ڈی مہار-ایم-ڈی ہومیو)

اخبار "الفضل" کے ۱۵ ر ستمبر کے شمارہ میں ایک صاحب نے جن کا اسم گرامی مولوی عبداللطیف فاضل بہاولپوری ہے ایک مضمون شائع فرمایا ہے۔ اس مضمون کا عنوان انہوں نے "غیر مبائعین کے قولِ سدید پر ایک نظر" تجویز کیا ہے چونکہ قولِ سدید میں پیش کردہ دلائل۔ حقائق اور امور واقعہ کی طرف سے کامل اغماض برتا گیا ہے اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب سے عنوان دیتے وقت کچھ غلطی ہو گئی ہے۔ اگر اس مضمون کا عنوان "غیر مبائعین کے قولِ سدید سے قطع نظر" رکھا جاتا تو یہ صحیح ترین اور موزوں ترین عنوان ہوتا۔ اس "ایک نظر" کے نتیجہ میں مولوی صاحب نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ اس قابل نہیں تھا کہ اس کی طرف نظر کی جاتی۔ کیونکہ اصل چیز کو بالائے طاق رکھتے ہوئے صرف اپنے ذہن میں مرکوز بعض غیر متعلق بیکار باتوں کا اعادہ اس میں فرما دیا گیا ہے۔ لیکن بعض وجوہات ایسی ہیں کہ اُن کی بناء پر چند معروضات پیش کرنا ضروری ہے ان وجوہات میں سے ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے بڑے اخلاق اور اخلاص سے بعض باتیں دریافت فرمائی ہیں۔ اور دوسری یہ کہ انہوں نے کسی وجہ سے اپنی "ایک نظر" میں ایک غلط نتیجہ برآمد کر لیا ہے لہٰذا ان کی خدمت میں گذارشات مندرجہ ذیل نہایت ادب سے پیش ہیں:-

اوّل

جناب مولوی صاحب موصوف نے اپنے مضمون کو الفاظ ذیل سے شروع فرمایا ہے:-

"خاکسار کو غیر مبائعین کی کتاب "قولِ سدید" مصنفہ چوہدری شکر اللہ خاں منصور بی اے ایل ایل بی دیکھنے کا اتفاق ہوا جس کے متعلق بلند بانگ دعاوی کئے جاتے تھے کہ یہ کتاب لاجواب ہے"

لیکن انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ اس کے لاجواب ہونے میں ان کو شک کیا رہ گیا ہے درآنحالیکہ ان کی اپنی "ایک نظر" نے اُن تمام بلند بانگ دعاوی کی مکمل تائید اور تصدیق کر دی ہے۔ اس کے بعد آپ لکھتے ہیں:-

"خیال تھا کہ دلائل و براہین کا معیار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصل کلام کو ہی قرار دے کر جواب دینے کی کوشش کی ہوگی۔ لیکن افسوس کہ ایسا نہیں کیا گیا"

شاید مولوی صاحب موصوف نے اس کتاب پر جلدی میں "ایک نظر" ڈالی ہے اسی لئے اس نظر میں غلطی ہو گئی ہے ورنہ کتاب چھپی ہوئی سب کے سامنے موجود ہے۔ جس کو پڑھنے والا ہر شخص آسانی دیکھ سکتا ہے کہ دلائل اور براہین کا معیار واقعی اور قطعی طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کو ہی قرار دیا گیا ہے۔ امید ہے مولوی صاحب موصوف بھی جب "دوسری نظر" ڈالیں گے تو اس بارے میں ان کی تشفی ہو جائے گی۔ اس کے بعد آپ حسب ذیل الفاظ تحریر کرتے ہیں:-

"بلکہ جگہ جگہ تشانۂ طعن و ہدفِ ملامت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لختِ جگر حضرت محمود ایدہ اللہ الودود خلیفۃ المسیح الثانی کی ذات کو قرار دے کر غم و غصہ کا اظہار کر کے اپنا قلبی جوش ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔"

بات دراصل یہ ہے کہ اس لاجواب کتاب "قولِ سدید" میں اکثر جگہ اپنی تائید میں اور قادیانی جماعت کے عقائد کے ثبوت میں جناب میاں صاحب مکرم کے اقوال اور تحریرات کو پیش کیا گیا ہے۔ اور یہ ایک ایسی چیز ہے جس کے سامنے اس جماعت کے علماء کے تمام علوم بے بس ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اس لئے مولوی صاحب موصوف کو اس بات پر بہت افسوس اور رنج ہوا ہے جس کا جواب ماسوا الفاظ منقولہ بالا کے کوئی اور ان کے تصور میں نہیں آسکا۔ مولوی صاحب کی اس ناراضگی کی وجہ مجھے سمجھ نہیں آئی۔ ان کو تو خوش ہونا چاہیئے تھا کہ اُن کے مقتداء مکرم کے اقوال اور عقائد کی مصنف نے ایسی وسیع اور واضح تبلیغ کی ہے۔ رہا اُن کا یہ کہنا کہ صاحب تصنیف نے خواہ مخواہ بقول اُن کے

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لختِ جگر محمود ایدہ اللہ الودود خلیفۃ المسیح الثانی کی ذات"

کو نشانۂ طعن اور ہدف ملامت بنایا ہے بالکل بے معنی اور بے بنیاد بات ہے۔ چاہیئے تھا کہ ان صاحب نے اس کی کتاب مذکور سے کوئی مثال بھی پیش فرمائی ہوتی۔ پھر مولوی صاحب موصوف نے اپنے اس مضمون "ایک نظر" کی انتہاء الفاظ مندرجہ ذیل پر کی ہے:-

"میں تو مصنف محترم کی تصنیف کے مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اُن کے دل میں ہمارے خلاف بالخصوص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لختِ جگر حضرت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے برخلاف ایک آگ بھڑک رہی ہے جس کا لاوا جابجا صفحات قرطاس پر نمودار ہوتا ہے"

جناب مولوی عبداللطیف صاحب کی یہ بہت بڑی زیادتی ہے۔ مصنف سے تو آپ اس مضمون میں یہ پوچھتے ہیں کہ

"کیا آپ نے ہمارا دل چیر کر دیکھ لیا ہے کہ ہمارا ایسا عقیدہ نہیں"

مگر خود ان کے متعلق مندرجہ بالا فتویٰ صادر کرنے میں ایک ذرہ ہچکچاتے نہیں۔ بھلا جو شخص مذکورہ بالا الفاظ لکھنے میں مشغول ہو رہا ہو وہ کیونکر اس کتاب میں پیش کردہ دلائل۔ حقائق اور امور واقعہ کو بنظر انصاف اور معقولیت مطالعہ کر سکے گا۔ میں حیران ہوں کہ کیونکر مصنف کے دل میں مولوی صاحب موصوف اُن کے ساتھیوں اور "لختِ جگر محمود ایدہ اللہ" کے خلاف آگ بھڑک رہی ہے اور وہ بھی ایسی کہ اس کا لاوا مولوی صاحب کو کتاب کے اندر بہتا نظر آیا ہے۔ اصل میں دلائل کی قوت اور براہین کی قطعیت سے جو شخص گھبرا جاتا ہے وہ صداقت اور حقیقت کے اثر سے محفوظ رہنے کے لئے اسی رنگ میں سعی کرتا ہے۔ بھلا کوئی دیانتداری سے بتلائے کہ صاحب قولِ سدید کے دل میں ان حضرات کے خلاف آگ کیوں بھڑکے گی نہ تو ان حضرات نے

(ا) ان کی کسی جائیداد کو دبایا

(ب) نہ کسی کاروبار میں روڑہ اٹکایا

(ج) نہ کسی دکان یا مکان سے بیدخل کیا

(د) اور نہ کسی عزیزوں اور رشتہ داروں سے کوئی سوشل بائیکاٹ کروایا

اس لئے مولوی صاحب، موصوف خدا کو حاضر و ناظر کر کے ذرہ انصاف سے سوچیں یہ انہوں نے کیا لکھ دیا۔ ہاں ایک بات ضرور ہے اور وہ یہ کہ ان سب حضرات نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مدعی نبوت بنانے کے لئے ان کی "شان ماموریت" اور "علم عرفان لدنی" کے خلاف، جو "ناجائز الزامات" لگاتے ہیں اور "ناروا حملے" کئے ہیں۔ اُن کے ہم اور صاحب قولِ سدید سخت خلاف ہیں۔ اُن سے یہ نہیں ہو سکا کہ خدا کے ایک عظیم مامور کی دوستی کے پردہ میں یوں تضحیک اور تذلیل ہو جس طرح جماعت قادیان کے علماء کرتے ہیں اور وہ بغیر تردید اور تغلیط کئے خاموش دیکھتے رہیں۔ یہی بات صاحب کتاب نے "قولِ سدید" میں پیش کی ہے۔ تاکہ ہمارے یہ قادیانی علماء اسے پڑھ

عور لریں اور اب بھی اُن کی توجہ اس طرف دلاکر اُن کے اس بے جا عقیدہ پر اُن سے نظر ثانی کرنے کی اپیل دہراتا ہوں۔

دوم

جناب مولوی صاحب موصوف اپنے اسی مضمون میں فرماتے ہیں :۔

"اگر مصنف محترم جوش خطابت کی رَو میں نہ بہتے اور دینی حقائق کو بے جا مباحث کا اکھاڑا بننے کا موقعہ نہ دیتے بلکہ ٹھنڈے دل سے اختلاف آراء سنیئہ کی تکلیف گوارا فرماتے اور رواداری نظر سے دیکھنے کی عادت رکھتے تو اتنی لمبی چوڑی بحث کی ضرورت ہی نہیں تھی کیونکہ درحقیقت ہمارے اور آپ کے درمیان مسئلہ نبوت کے بارہ میں تو کوئی اختلاف اگر کچھ ہے تو صرف سطحی اور لفظی ہے نہ کہ حقیقی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو رواداری کا یہاں تک نمونہ دکھلایا کہ غیر احمدیوں کے اختلاف عقیدہ کو بھی صرف لفظی نزاع کا درجہ دیتے ہوئے تحریر فرمایا:۔

"ہم میں اور ہمارے مخالف مسلمانوں میں صاف لفظی نزاع ہے اور وہ یہ کہ ہم خدا کے ان کلمات کو جو نبوت یعنی پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں نبوت کے اسم سے موسوم کرتے ہیں مگر ہمارے مخالف مسلمان مکالمہ الٰہیہ کے قائل ہیں لیکن اپنی نادانی سے ایسے کلمات کو جو بکثرت پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں نبوت کے اسم سے موسوم نہیں کرتے حالانکہ نبوت صرف آئندہ کی خبر دینے کو کہتے ہیں جو بذریعہ وحی اور الہام ہو۔ ہم سب اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ شریعت قرآن شریف پر ختم ہو گئی ہے صرف مبشرات باقی ہیں" (چشمۂ معرفت ص۱۸۱ حاشیہ)

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے مخالفین معاندین کے سامنے بھی اس قدر رواداری کا نمونہ پیش فرماتے ہیں تو تعجب ہے کہ آپکی اتباع کا دم بھرنے والے اپنے بھائیوں کے ساتھ ایسی رواداری کا نمونہ کیوں نہیں دکھلاتے؟"

درحقیقت جماعت قادیان میں علماء کی کثرت ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ ایک سے ایک بڑھا ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ ان حضرات نے حضرت اقدس کی تحریرات میں سے ماسوا چند ایک چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کے کسی تحریر کو حقیقت پر مبنی نہیں رہنے دیا۔ ان تحریرات میں سے بقول ان کے بعض تو حضرت اقدس کی

(۱) لاعلمی پر مبنی ہیں
(۲) بعض آپ کی غلطی پر
(۳) بعض تبدیلی پر
(۴) بعض منسوخی پر
(۵) بعض عوام کی اصطلاح کی فرضیت پر
(۶) اور بعض عوام کو سمجھانے کے لئے ایک اصطلاح فرض کر لینے پر

اور اب مولوی عبداللطیف صاحب فاضل بہاولپوری نے مذکورہ بالا چھ بناؤں پر ایک ساتویں بناء کا اضافہ فرمایا ہے اور وہ یہ کہ چشمۂ معرفت والی حضرت اقدس کی منقولہ بالا تحریر

(۷) رواداری پر مبنی ہے

اب مولوی صاحب موصوف خود ہی انصاف فرمائیں کہ "دلائل اور براہین کا معیار" حضرت اقدس کی تحریرات کو قرار دے کر اگر ان کو کوئی سمجھائے تو کیا خاک سمجھائے جن کا سلوک ان کی تحریروں کے ساتھ یہ ہو وہ انکی پیروی کب کریں گے۔ میں مولوی صاحب موصوف سے با ادب گذارش کروں گا کہ حضرت اقدس کی منقولہ بالا تحریر محض "رواداری" پر مبنی نہیں بلکہ اس میں جو کچھ آپ نے بیان فرمایا ہے وہ ایک حقیقت ہے اور امر واقعہ ہے۔ اس کو محض رواداری قرار دیکر "عقیدۂ مخصوصہ" کا جواز نکالنا آپ کی زبردستی ہے۔ مخالف مسلمانوں اور حضرت اقدس کے درمیان اس بارہ میں اختلاف فی الواقعہ محض لفظی تھا۔ کیونکہ سب مسلمان "مبشرات" کے انقاء کے قائل تھے اور حضرت اقدس کا عقیدہ بھی یہی تھا۔ ہاں حضرت اقدس ایک معنی سے ان مبشرات کو نبوت کے نام سے موسوم کرکے اپنے لئے ان مبشرات کے معنوں میں نبوت کا لفظ استعمال کرتے تھے لیکن اس سے جماعت قادیان کے "عقیدۂ مخصوصہ" کی کوئی تائید نہیں ہوتی کیونکہ حضرت اقدس بالوضاحت فرما چکے ہیں کہ یہ مبشرات کے معنوں والی نبوت صرف جزوی نبوت ہے جو محدثوں والی نبوت ہوتی ہے۔ آپ کی کتاب توضیح مرام ملاحظہ فرمایئے۔

سوم

"قول سدید" میں ناقابل تردید ثبوت کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے کہ حضرت اقدس نے اگرچہ تمام عمر حقیقی نبی ہونے سے انکار کیا اور ہمیشہ بالتواتر فرمایا کہ نبی کا نام صرف مجازی طور پر آپ کے متعلق استعمال ہوا ہے۔ لیکن ہمارے یہ بزرگ قادیانی علماء ہیں کہ زبردستی آپکو حقیقی نبی بنائے جاتے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف اس کے متعلق یہ ارشاد فرماتے ہیں :۔

"گویا در کھٹے کہ یہ ایک مغالطہ ہے ہمارا ہرگز یہ اعتقاد نہیں کہ حضرت مسیح موعود حقیقی نبی اسی معنی میں ہیں جس معنی کی رُو سے آپ نے حقیقی نبوت کا انکار فرمایا ہے۔ اور حقیقی نبی کے معنی کے متعلق جو علم خداتعالےٰ نے آپ کو دیا اس کی رُو سے آپ یہ فرماتے ہیں:۔

ہمارا مذہب یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعوےٰ کرے اور آنحضرتؐ کے دامن فیوض سے اپنے تئیں الگ کرکے اور اس پاک سرچشمہ سے جدا ہو کر آپ ہی براہ راست نبی اللہ بننا چاہے تو وہ ملحد بے دین ہے اور غالباً ایسا شخص اپنا کوئی نیا کلمہ بنائے گا اور عبادات میں کوئی نئی طرز پیدا کرے گا اور احکام میں کچھ تغیر اور تبدل کر دے گا پس بلاشبہ وہ مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے اور اس کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں ایسے خبیث کی نسبت کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ وہ قرآن شریف کو مانتا ہوگا۔ (انجام آتھم ص۲۷ حاشیہ)

اور

چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خداتعالیٰ تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اس جگہ بھی یہ معنی نہ سمجھ لیں (خط اخبار الحکم ۷ اراگست ۱۸۹۹ء)

پس ارشادات بالا کے مطابق ہی ہمارا اعتقاد ہے اور جو شخص اس کے خلاف ہم پر الزام لگاتا ہے وہ خداتعالےٰ کے نزدیک جوابدہ ہوگا۔"

شکر ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے آخر آنا تو تسلیم فرما لیا کہ حضرت اقدس کے اقوال منقولہ بالا میں نبی کے جو معنے بیان ہوئے ہیں

وہ خداتعالےٰ سے علم پاکر آپ نے بیان فرمائے ہیں۔

اب ان مولوی صاحب کو اپنے امام و مقتدا جناب

خلیفہ صاحب مکرم سے فیصلہ کر لینا چاہیئے جن کا یہ کہنا ہے کہ نبی کے یہ معنے ایسے معنے ہیں جو حضرت اقدسؑ

لاعلمی سے عوام کی غلط اصطلاح کی
پیروی کے باعث اُس وقت بیان
فرمایا کرتے تھے جب آپ غلطی میں
مبتلا تھے۔

مولوی صاحب موصوف کو چاہیئے کہ ان کی کتاب حقیقۃ النبوۃ پڑھیں یا آسانی کے لئے اسی لاجواب کتاب "قولِ سدید" پر دوسری نظر ڈال لیں۔ خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ اُن کے نزدیک حضرت اقدس تمام اصطلاحات کی رُو سے یعنی

(۱) اسلام کی رُو سے
(۲) قرآن کریم کی رُو سے
(۳) شریعت اسلام کی رو سے
(۴) انبیاء کی اصطلاح کی رُو سے
(۵) اپنی اصطلاح کی رُو سے

غرضیکہ ہر اصطلاح کی رُو سے حقیقی نبی ہیں۔ اور نیز فرماتے ہیں کہ آپ ان میں سے کسی اصطلاح کی رُو سے بھی مجازی نبی نہیں۔ اس کے بالمقابل مولوی صاحب موصوف کا فرمانا اپنے اس مضمون "ایک نظر" میں یہ ہے کہ:۔

"ہم بھی تو حضور کو ظلی بروزی مجازی نبی
مانتے ہیں"

اب وہی مولوی صاحب ہمیں بتائیں کہ ہم کس کی بات کو درست تسلیم کریں۔

چہارم

جناب مولوی صاحب موصوف اپنے اسی مضمون میں حضرت اقدس کی کتاب حقیقۃ الوحی ص۳۹۱ کی نبی کے نام کی خصوصیت کے ذکر والی عبارت نقل کرکے مندرجہ ذیل دو سوال دریافت فرماتے ہیں:۔

(۱) کیا ہمارے غیر مبائع بھائی اپنے عقیدہ کی رُو سے ہمیں یہ بتا سکتے ہیں کہ مرتبہ محدثیت پر فائز ہونے کے لئے اس امت میں سے صرف ایک ہی فرد مخصوص ہوا؟

(۲) کیا آپ ہمیں یہ اطمینان دلا سکتے ہیں کہ گذشتہ تیرہ صدیاں محدثوں کی نبوت سے خالی گئیں؟

نہ معلوم مولوی صاحب موصوف کے ذہن میں اس جگہ یہ سوالات کیونکر آ گئے۔ محدث ہوتے رہتے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ رہا حضرت اقدس کی نبی نام پانے کی خصوصیت اس کے متعلق ان کو چاہیئے کہ "قول سدید" کے باب دوم میں اسی عنوان کے مطالعے پر اپنی دوسری نظر ڈال کر اپنی تسلی کر لیں اور وہیں سے اس پر جو مدلل تحریر درج ہے اس پر اگر انہیں کوئی اعتراض ہو تو اس کی ۔۔۔۔۔۔ وضاحت فرمائیں۔

پنجم

پھر مولوی صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ وہ بھی حضرت اقدس کو اسی معنی سے نبی مانتے ہیں جن معنی سے ہم اقرار کرتے ہیں اور وہ بھی اسی طرح آپ کی نبوت کو ظلی بروزی مجازی قرار دیتے ہیں اسی طرح جس طرح ہم مانتے ہیں۔ اسی لئے وہ پوچھتے ہیں کہ

"ہمارا بھی تو یہی عقیدہ ہے اور اس
اعلان کے باوجود ہمیں کیوں مجرم گردانا
جاتا ہے"

اور

"ہمارا بھی تو یہی عقیدہ ہے اور ہمارے
خلاف پروپیگنڈا کیسا؟"

اور کہتے ہیں کہ ان حالات میں ہمیں ان کے متعلق "رواداری" سے کام لینا چاہیئے۔ لیکن میں ان کی خدمت میں باادب گذارش کر دوں گا کہ حضرت اگر بات یہیں تک ہو تو محض "رواداری" چھوڑ ہم اُن کی پرزور تہ دل سے تائید کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ہمیں جو اُن پر اعتراض ہے اور جس وجہ سے ہم ان کو ملزم گردانتے ہیں وہ وہی مشہور عالم

طرز خیال اور طریق استدلال

ہے جو انہوں نے حضرت اقدسؑ کی طرف "ابنیاء کی سی نبوت کا دعوے" منسوب کرنے کے لئے اختراع کر دکھا ہے اور جس کو وضاحت کے ساتھ کتاب "قولِ سدید" میں پیش کر کے اُن سے اس پر نظر ثانی کی اپیل کی گئی ہے۔ اور جس کا غیر معقول، خلافِ حقیقت اور ناقابلِ قبول ہونا اس قدر مسلم الثبوت ہے کہ خود مولوی صاحب موصوف نے بھی اس کو محسوس کیا ہے۔ مگر تنظیم خلافت کے عتاب کے خوف سے کھلے طور پر تو نہیں البتہ دبے دبے سے الفاظ کے پردہ میں اس سے اپنی بریت ظاہر فرمائی ہے۔ کیوں جناب مولوی صاحب کیا یہ بات ٹھیک نہیں اور آپ کے الفاظ منقولہ ذیل کے اندر یہی مفہوم مدفون نہیں ذرہ ملاحظہ ہو:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ
میں جب حضور عیسائیوں کے خلاف
مصروف جہاد تھے اور پرستاران صلیب
کے معبود کی موت پر زور دیتے ہوئے
فرما رہے تھے کہ عیسےٰ کو مرنے دو
اس کی موت میں اسلام کی زندگی ہے
عین اس نازک موقعہ جہاد پر مولویوں میں سے
بعض مشتعل ہو کر اُٹھ کھڑے ہوئے
اور آپ کے خلاف حیات مسیح کی آواز
بلند کرنے میں مصروف ہو گئے۔ تب
مجبوراً حضور کو ان کی طرف بھی توجہ کرنی
پڑی۔ اسی طرح جب ہمارے غیر مبائع
بھائی بجائے اس کے کہ ان مخالفین

احمدیت کی تردید کرتے اُنکے پروپیگنڈا
سے متاثر ہو کر بعض نامعلوم وجوہات
کی بناء پر ان کی تائید میں لگ کر ہماری
راہ تبلیغ میں روڑے اٹکانے لگے
تب مجبوراً حضرت خلیفۃ المسیح الثانی
ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو بھی اُن کے لئے
قلم اٹھانی پڑی۔ اور مسئلہ نبوت پر سیر کُن
بحث فرما کر آپ نے حقیقت کو آشکارا
کیا۔ یہ ہے پس منظر اس اختلاف کا جس
کو فاضل مصنف "قول سدید" اپنی علمی قابلیت
کے زور سے رنگ آمیزی دے کر ایسی
بھیانک شکل میں پیش فرماتا ہے کہ گویا
صفحۂ زمین پر ہم سے بدتر احمدیت کا دشمن
اور کوئی نہیں ہے۔"

مولوی صاحب موصوف اگر ناراض نہ ہوں بلکہ تحمل سے سنیں اور غور فرمائیں تو ان کو معلوم ہو کہ یہی تو سارا اختلاف ہے۔ جناب خلیفہ صاحب مکرم نے غصہ میں آکر جوش کے ساتھ یہ جو "حقیقت کو آشکارا" کیا تو ایسا کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی "شانِ ماموریت" اور "علم و عرفان لدنی" کا دیوالہ نکال کے رکھ دیا۔ بھلا آپ ہی غور فرمائیں کہ مجبوراً انہوں نے جس حقیقت کو آشکارا کیا وہ یہی تو نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی

(۱) پہلی تیئیس سالہ اور آخری چھ سالہ تحریروں میں صریح اختلاف ہے۔
(۲) آپ نبوت اور محدثیت کی حقیقت اور معنوں کے متعلق لاعلمی میں رہے۔
(۳) آپ اپنے دعوے اور عقیدۂ نبوت کے متعلق غلطی میں مبتلا رہے۔
(۴) آپ نے تیئیس سال حکم بین پر زور تحریریں لکھتے رہنے کے بعد وفات سے چھ سال قبل اپنا دعوے اور عقیدہ نبوت بدل ڈالا۔
(۵) آپ کی تیئیس سالہ تحریریں متعلقہ نبوت اور دعویٰ غلط ناقابل حجت اور منسوخ ہیں۔
(۶) آپ کے بالمقابل آپ کے مخالف اور معاند مکفر مکذب علماء کو نبوت اور محدثیت کا صحیح علم تھا۔
(۷) آپ کی وحی میں نبی اور رسول کے الفاظ کا مفہوم سمجھنے میں مخالف علماء کا فہم و فراست آپ کے اپنے فہم و فراست سے صحیح تر ثابت ہوا۔

اب مولوی صاحب موصوف خود ہی انصافاً فرمائیں کہ اس "حقیقت کے آشکارا" ہو جانے کے بعد حضرت مسیح موعود کی "شان ماموریت" اور "علم و عرفانِ لدنی" کا باقی کیا رہ جاتا ہے۔ اگر ابھی کچھ اُن کے خیال میں باقی رہ جاتا ہے تو

(باقی بر صفحہ کالم ۳)

پیغام صلح ۹ اکتوبر ۱۹۵۷ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ نمبر ۴۰

ہفت روزہ پیغام صلح

قیمت سالانہ پاکستان سے چھ روپے۔ ہندوستان سے چھ روپے ہندوستانی سکہ۔

ہندوستان میں ہمارے نمائندہ کا پتہ۔ شیخ انعام الحق صاحب۔ مکان نمبر اعظم پورہ ملک پیٹھ حیدرآباد دکن (انڈیا)

جلد ۴۷ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۱ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۷ء | نمبر ۴۱

عالی مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

از حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مجدد صدی چہاردہم

مَیں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اسکو دنیا میں لایا اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اسکی زندگی میں اسکو دیں وہی ہے جو سر چشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اسکے کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریت شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کُنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اس کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نُور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مکاشفات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اسی وقت تک ہم منوّر رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵-۱۱۶)

صلِّ علیٰ محمدٍ سیدنا و آلہ

مولانا مرتضیٰ خان حسن

باعثِ خلقِ انس و جاں ❊ زینتِ بزمِ کُن فکاں
مہرِ سپہرِ عزّ و شاں ❊ شاہِ عرب فلک نشاں
صلِّ علیٰ محمدٍ سیدنا و آلہ
جان و دلم فدائے او صلِّ علیٰ محمدٍ

فرمانروائے جسم و جاں ❊ مایۂ نازِ مرسلاں
نورِ نگاہِ قدسیاں ❊ افسرِ فرقِ فرقداں
صلِّ علیٰ محمدٍ سیدنا و آلہ
جان و دلم فدائے او صلِّ علیٰ محمدٍ

ظلِّ خدائے دو جہاں ❊ نور کا بحرِ بیکراں
جود و سخا کا کیا بیاں ❊ دستِ کرم گہر فشاں
صلِّ علیٰ محمدٍ سیدنا و آلہ
جان و دلم فدائے او صلِّ علیٰ محمدٍ

مالکِ ملکِ جاوداں ❊ صاحبِ گنجِ شائگاں
فیض کا چشمۂ رواں ❊ خاص شفیعِ عاصیاں
صلِّ علیٰ محمدٍ سیدنا و آلہ
جان و دلم فدائے او صلِّ علیٰ محمدٍ

دُرِّ یتیم لامکاں ❊ پردۂ غار میں نہاں
اللہ رفعتِ مکاں ❊ طے کئے ہفت آسماں
صلِّ علیٰ محمدٍ سیدنا و آلہ
جان و دلم فدائے او صلِّ علیٰ محمدٍ

پہنچے حبیبِ حق جہاں ❊ روحِ امیں کہاں وہاں
حق سے ہوئے جو ہمزباں ❊ پردہ رہا نہ درمیاں
صلِّ علیٰ محمدٍ سیدنا و آلہ
جان و دلم فدائے او صلِّ علیٰ محمدٍ

آپکی پائے مردیاں ❊ جنگِ حنین سے عیاں
شیرِ ژیاں کو بھی یہاں ❊ تابِ مقاومت کہاں
صلِّ علیٰ محمدٍ سیدنا و آلہ
جان و دلم فدائے او صلِّ علیٰ محمدٍ

تیری طرف شہِ شہاں ❊ خلق رواں دواں دواں
مرجعِ خلق آستاں ❊ جھکتا ہے جس پہ آسماں
صلِّ علیٰ محمدٍ سیدنا و آلہ
جان و دلم فدائے او صلِّ علیٰ محمدٍ

تو ہی پناہِ عاجزاں ❊ تو ہی پناہِ بیکساں
تیرے غلام انس و جاں ❊ تجھ پہ نثار دو جہاں
صلِّ علیٰ محمدٍ سیدنا و آلہ
جان و دلم فدائے او صلِّ علیٰ محمدٍ

نام ترا اے جانِ جاں ❊ دارُوئے دردِ جانستاں
یاد تری اے کامراں ❊ راحتِ دل قرارِ جاں
صلِّ علیٰ محمدٍ سیدنا و آلہ
جان و دلم فدائے او صلِّ علیٰ محمدٍ

اسریٰ کی شب کی داستاں ❊ مجھ سے حسن ہو کیا بیاں
مصطفےٰ جب ہو میہماں ❊ اور خدا ہو میزباں
گنگ مری زباں یہاں ❊ بند مرا دہاں یہاں
صلِّ علیٰ محمدٍ سیدنا و آلہ
جان و دلم فدائے او صلِّ علیٰ محمدٍ

ختمِ نبوت کے تصور میں دورِ جدید کے تقاضوں کا جواب

مولٰنا محمد یعقوب خان صاحب

جیسے اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ کائنات کے اسرار لامتناہی ہیں اس کا کلام بھی جو قرآن پاک میں ہے اپنے اندر زندگی کے معارف کا ایک لامحدود خزانہ رکھتا ہے اور جیسے جیسے انسانی زندگی علوم میں اور زندگی کی شاہراہوں میں ترقی پذیر ہو کر نئے سے نئے مراحل سے ہم آغوش ہوگی ویسے ویسے قرآن کریم کے الفاظ کے بطن سے بنئے حقایق کا انکشاف ہوتا رہے گا۔ خاتم النبیین کے دو لفظی اشارات میں بھی ایسے انسانی تقاضوں کا جواب معلوم ہوتا ہے جو اس دَورِ جدید کے طلوع کے ساتھ نمایاں طور پر ذہن انسانی کے افق پر نمودار ہوئے ہیں۔

قدیم تہذیب سے نئی تہذیب کا جنم

یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ ہم تاریخ کے ایک ایسے نقطہ پر کھڑے ہیں جہاں ایک طرف تو یہ نظارہ ہے کہ ایک قدیم تہذیب جاں بلب ہے اور زندگی کے آخری سانس لے رہی ہے (بقول علامہ اقبال "عالم پیر" مر رہا ہے) تو دوسری طرف ایک نیا دَور ایک نئی تہذیب، ایک نئی انسانیت اسی کے بطن سے جنم لے رہی ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جسے ہر ایک آنکھ جسے پست دنیاوی زندگی کے گردوغبار نے بے نور نہیں کیا، دیکھ سکتی ہے اور جس کی طرف قرآن کریم کی متعدد آیات میں نہایت بیّن اشارات موجود ہیں۔

مثال کے طور پر **واذا العشار عطلت** کو لیجئے۔ ان چند الفاظ میں ٹرانسپورٹ کا وہ تمام نیا دَور سمیٹ کر رکھ دیا ہے جو سٹیم انجن کی ایجاد سے شروع ہو کر ریل گاڑی، سٹیم جہاز، موٹر کار اور ہوائی جہاز کے مراحل طے کر چکا ہے اور روز نئی نئی شکلوں میں ظہور پذیر ہو رہا ہے۔ زندگی کے ہر ایک شعبہ میں یہی کیفیت نظر آ رہی ہے۔

انسانی تعلقات میں عالمگیر تغیّر

انسان کے باہمی تعلقات میں بھی ایک عالمگیر تغیّر پیدا ہو چکا ہے۔ شاہنشاہیت، جاگیرداری، سرمایہ داری، سامراجیت، ایک ایک کر کے صفحۂ ہستی سے مٹتے چلے جاتے ہیں، رنگ و نسل کے احساس برتری کا طلسم پاش پاش ہو رہا ہے۔ لسانی خلیجیں پاٹی جا رہی ہیں اور ہر طرف انسانی حقوق، انسانی آزادی اور انسانی مساوات کا غلغلہ ہے۔

حق کی خاطر حق کی تڑپ

مذہبی دنیا میں پاپائیت، پیر پرستی، تنگ نظری تعصب اور خود بینی اور خود پسندی کی جگہ تحقیقِ حق کی سائنٹفک سپرٹ ابھر رہی ہے۔ اور حق کی خاطر حق کی تڑپ پہلی دفعہ صحیح معنوں میں ایک بہت وسیع پیمانے پر نمودار ہو رہی ہے اور **یکون الدین للّٰہ** کا منظر پیش کر رہی ہے۔

زمینی تہذیب دوراہے پر

ان بین الاقوامی تقاضوں نے جو صورتِ حال پیدا کر رکھی ہے اس سے دنیا کا وہ طبقہ جو واقعات و رفتارِ عالم کی چھان بین کی اہلیت رکھتا ہے اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ ہماری یہ زمینی تہذیب اب ایک ایسے دوراہے پر کھڑی ہے کہ یا تو ہمیں انسانی زندگی کی روحانی اقدار کی تلاش کرنی ہوگی یا اس تہذیب کی صف ہمیشہ کے لئے لپیٹ لی جائے گی اور **صحبل آجزا** کا نظارہ دیکھنا ہوگا۔

ہستی باری تعالیٰ اور عالمگیر اخوت انسانی

اس نئی تحریک ([illegible]) نے جن روحانی حقائق کو دورِ جدید کے ارباب فکر کے قلوب پر منقش کر دیا ہے۔ ان میں دو سب سے زیادہ نمایاں ہیں اور عالمگیر پیمانے پر قلب انسانی پر چھائے جا رہے ہیں، ایک تو خدا تعالےٰ کی ہستی پر زندہ ایمان کو دوبارہ انسانی زندگی کا محور بنانا اور دوسرے عالمگیر اخوت انسانی جو لونی، لسانی، نسلی، جغرافیائی ہر قسم کی رکاوٹوں سے بالاتر ہو۔

ہستی باری تعالیٰ کا احساس روزانہ زندگی میں

مذہب کے بوسیدہ تصور کی جگہ جو چند رسومات اور وِردوں تک محدود تھا یا قصے کہانیوں تک، یہ حقیقت لے رہی ہے کہ خدا تعالےٰ کی ہستی کا احساس ہماری روزمرہ کی زندگی اور باہمی انسانی تعلقات پر اثر انداز ہونا چاہیئے، یہی احساس مذہب کی صحیح جڑ ہے اور اگر یہ نہیں تو کوئی عقیدہ، کوئی عبادت کوئی جذباتی وعظ کوئی قیمت نہیں رکھتے۔ یہ وہ صداقت ہے جو مجدّد وقت نے اپنے سادہ الفاظ میں یوں پیش کی کہ تقوٰی تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔ اگر یہ ہے تو سب کچھ ہے، یہ نہیں تو کچھ نہیں۔ خواہ حضرتِ واعظ کا جبہ و دستار کس قدر دلفریب ہو، اور اس کا وعظ کس قدر ولولہ انگیز۔

خدا پر زندہ ایمان وحی و الہام سے

خدا تعالےٰ کی ہستی پر زندہ ایمان کس طرح پیدا ہو۔ مادی سائنس کا کوئی فارمولا اس کا جواب نہیں دے سکتا۔ بلاشبہ موجودہ سائنس نے حیرت انگیز انکشافات کئے ہیں جن سے خدا تعالےٰ کی عظمت کا سکہ انسانی قلب پر اس قدر بیٹھ جاتا ہے کہ انسان کی اپنی حیثیت اس کی اپنی نگاہ میں ایک ذرہ یا ایک کیڑے مکوڑے سے بھی بڑھ کر نہیں رہتی اور یہی احساس مذہبی شعور کی ابتدا ہے۔ لیکن بایں اس سے وہ حق الیقین پیدا نہیں ہوتا جو **انا الموجود** کی خدائی آواز سے ہو سکتا ہے۔ اس لئے اگر دورِ جدید میں انسانی زندگی کی بنیادیں خدا کے زندہ احساس پر استوار کرنی ہیں تو سوائے اس کے کوئی چارۂ کار نہیں کہ انسانیت دوبارہ وحی و الہام کے چشموں کی طرف متوجہ ہو۔

ٹائن بی کا فتوےٰ

یہی وہ نتیجہ ہے جس پر گہری تحقیق کے بعد مشہور اور ذہین انگریز مفکر اور مؤرخ پہنچا ہے جس کا نام آرنلڈ ٹائن بی ہے۔

ٹائن بی نے اپنی آخری تصنیف An Historian's approach to Religion (مذہب کے متعلق ایک مؤرخ کا زاویہ نگاہ) میں حتمی طور پر یہ فتوےٰ صادر کیا ہے کہ موجودہ تہذیب جو غلط مادی بنیادوں پر قائم ہے اسی صورت میں تباہی سے بچ سکتی ہے کہ ہم الہامی مذاہب ...... (Revealed religions) کو دوبارہ اپنانے کی طرف متوجہ ہوں۔

ٹائن بی کی دقت

لیکن اس بارے میں اس مؤرخ نے اپنی ایک بڑی دقت پیش کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ حقیقت تو ہر ایک کو ماننی پڑے گی کہ بنی نوع انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے خدا تعالےٰ اپنی طرف سے روشنی بھیجے۔ مگر جو بات میری سمجھ میں نہیں آتی وہ یہ ہے کہ خدا اس ہدایت اور روشنی کے لئے کسی خاص قوم کو کیوں چن لیتا ہے۔ اس کے نزدیک الہامی مذاہب کی بھی سب سے بڑی کمزوری یہی ہے کہ ہر ایک یہی سمجھتا ہے کہ اسی کو خدا نے اپنے پیغام اور ہدایت کے لئے چنا اور اسی کی حامل قوم خدا کی برگزیدہ قوم ..... (Chosen people) ہے۔ اور آخیر پہ وہ یہ نظریہ پیش کرتا ہے کہ اگر کوئی ایسا مذہب پیدا ہو جو اس کمزوری سے پاک ہو یعنے وحی و الہام کو اپنے تک محدود نہ سمجھتا ہو تو وہ یقیناً سنجیدگی کے ساتھ غور کا مستحق ہوگا کہ وہ تمام نسل انسانی کا مذہب ہے۔

اس دقت کا علاج اسلام میں

ٹائن بی کو (باوجود اس قدر علم و فضل کے) یہ علم نہیں کہ اس کے اس خواب کی تعبیر قرآن کریم نے چودہ سو سال پہلے پیش کر دی ہے۔ درحقیقت یہ ہمارا قصور ہے کہ ہم نے اسلام کا پیغام اس کے دلکش خط و خال کے ساتھ کما حقہ نہیں پہنچایا ہے اور ہماری آواز ابھی تک ایک محدود دائرے تک رہ گئی ہے۔ اگر ہمارے علماء کرام بجائے ایک دوسرے

بیچارے کو چیر تے پھاڑتے کے اپنی فکرو نظر اور سعی عمل کو اسلام کی روشنی میں دوسروں تک پہنچانے پر لگائیں تو ایک ٹھوس اور تعمیری کام ہوگا۔

مسلمانوں کے جمود کی بڑی وجہ

میری رائے میں مسلمانوں کے موجودہ جمود کی جو کئی سو سال سے اُن پر طاری ہے ایک بڑی وجہ یہ خیال ہے کہ قرآنی علوم کو سمجھنے کی اہلیت صرف متقدمین ہی رکھتے تھے یہ صرف ایک حد تک صحیح ہے۔ جو لوگ سرچشمۂ نبوت کے قریب تر تھے بلاشبہ اسلام کی صحیح سپرٹ کو وہی بہترین طور پر جذب کر سکتے تھے۔ مگر ان کا اجتہاد اس وقت کے حالات کی حدود کے اندر رہی محدود تھا زندگی کے روز بروز تغیر پذیر سانچوں پر اسی اجتہاد کو ٹھونسنا درحقیقت اس کے پہیوں میں ایک قسم کا ڈنڈا اڑانا ہے جس کا نتیجہ سوائے سست رفتاری کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

ماضی کی حرارتِ حیات اور قدامت پرستی

اسلام کی تاریخ شاندار روایات سے پُر ہے۔ ان کو برقرار رکھنا اور ان کی آغوش میں قوم کی تربیت قومی زندگی کے لئے لازمی ہے۔ لیکن ماضی سے حرارتِ حیات تلاش کرنا اور چیز ہے اور قدامت پرستی اور چیز ہے۔ اسلام ایک بہتے ہوئے دریا کی طرح ہے جس کا ماضی حال سے اور حال مستقبل سے مربوط ہونا چاہیئے۔ محض ماضی میں گم ہو جانا اس حیات بخش دریا کو ایک ساکن جوہڑ میں تبدیل کرتا ہے جو بالآخر سڑ جاتا ہے اور روئیدگی اور بالیدگی کی قوت کی بجائے اس کے پانی میں طرح طرح کی بیماریوں کے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں۔

ختم نبوت کا تقاضا اور قرآن کریم کی دعوت

خود ختم نبوت کے تصور کا یہی تقاضا ہے۔ جو تعلیم سارے زمانوں اور سارے انسانوں کے لئے ہو اس کو کسی خاص علاقہ کی عینک سے دیکھنا اور وہیں تک اس کی حقیقت کو محدود کر دینا صحیح نہیں۔

خود قرآن کریم عرفان الٰہی کے سرچشموں کو کتابوں تک محدود نہیں کرتا اور کائناتِ عالم کی کھلی کتاب کے مطالعہ کی بار بار دعوت دیتا ہے۔

نئے تقاضوں کا حل قرآن میں

میرا منشاء اس امر پر زور دینا ہے کہ اسلامی مفکرین زمانۂ حال کے تقاضوں سے جو غفلت شعاری برتتے ہیں اور ایک جذباتی گنبد میں لپٹتے کو اسلام سمجھتے ہیں یہ صحیح نہیں۔ اسلام ایک ترقی پذیر اور بڑھتی ہوئی حقیقت ہے۔ اور نئے تقاضوں کا حل قرآن سے تلاش کرنا چاہیئے۔

ختم نبوت ٹائن بی کی نظر میں

ٹائن بی جہاں لاشعوری طور پر اسلام کو خراج عقیدت پیش کرتا ہے جب وہ وحی کی عالمگیریت کو آنے والے مذہب کا ایک ضروری جزو قرار دیتا ہے وہاں وہ اپنی لاعلمی کی وجہ سے یہی عقیدۂ ختم نبوتِ اسلام کے خلاف پیش کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ اسلام بھی جو سب سے آخری الہامی مذہب ہے اور جسے تاریخی حیثیت حاصل ہے۔ اس بات کا دعویدار ہے کہ میں خدا کا آخری پیغام ہوں اور قرآن کے بعد آسمانی روشنی کے دروازے انسان پر بکلی بند کر دیئے گئے ہیں۔

کیا قرآن خدا سے انسانی رشتہ کے انقطاع کا موجب ہے؟

یہ ایک اہم نکتہ ہے جو ہر ایک مفکر اسلام کو دعوت دیتا ہے کہ اس کی گرہ کشائی کرے۔ اگر خدا کی ہستی پر ایمان خدا کی ہمکلامی سے حق الیقین کے درجہ تک پہنچ سکتا ہے تو انسانیت کی کس قدر محرومی ہے کہ قرآن کریم نے انسان کا خدا سے یہ ذاتی انفرادی رشتہ بکلی منقطع کر دیا۔ خدا سے ہمکلامی درحقیقت انسانی زندگی کی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت ہے قرآن کریم میں خدا نے بشارت دی ہے کہ ہم نے قرآن نازل کر کے انسانیت پر اپنی نعمت کی تکمیل کر دی ہے یہ کیسی تکمیل ہے کہ انسان خدا سے بکلی کٹ کر رہ جائے

تکمیل ہدایت اور نعمت الہام

اس سوال کا ایک ہی جواب ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ تکمیل دین کے صرف یہ معنے ہیں کہ قرآن کریم خدا تعالےٰ کا آخری "پیغام" ہے۔ آخری "کتاب" ہے آخری "صحیفہ" ہے۔ زندگی کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے جس قدر بنیادی چیزوں کی ضرورت ہے وہ اس میں موجود ہیں۔ مگر انسانی زندگی اپنی جدوجہد میں ہر وقت محتاج ہے کہ تاریکیوں اور مشکلات میں اس کو کوئی سہارا ملے۔ اور وہ سہارا صرف خدا کی طرف سے ہو سکتا ہے۔ کوئی انسان خواہ کتنا بڑا ہو دوسرے کے لئے سہارا نہیں ہو سکتا۔ دنیاوی زندگی کی کٹھن اور دشوار گذار منازل میں اللہ تعالےٰ ہی انسان کی جائے پناہ اور اس کی قوتِ قلب کا موجب ہوتا ہے مع

من نے گویم بہ دیگا خداستے کہ با من است

اس نعمت کو قرآن کریم نے قطعاً منع نہیں کیا بلکہ وعدہ دیا ہے کہ ہم اپنے بندوں کی دستگیری کے لئے انہیں الہامی بشارات دیتے ہیں اور اپنے فرشتے بھیجتے ہیں۔

احمدیہ تصورِ اسلام کی ایک بڑی خدمت

خاتم النبییّن کی یہ وہ تعبیر ہے جو احمدیہ تصورِ اسلام کی ایک اور بڑی خدمت ہے جو نہ صرف اسلام اور مسلمانوں کی بلکہ تمام جویانِ حق کی خدمت ہے قرآن پاک ایک روشنی کا مینار ہے جو اسی طرح بدستور پوری آب و تاب سے قائم ہے اور زندگی کے سمندر میں انسانیت کو خطرناک چٹانوں سے بچا کر منزل مقصود کی طرف لے جانے کا واحد ذریعہ ہے۔

ٹائن بی کا جواب خاتم النبییّن کے صحیح مفہوم میں

ٹائن بی کی مشکل کا جواب بھی خاتم النبییّن کے صحیح مفہوم میں ہے۔ خاتم بفتح تاء کے معنے مہر لگانے کے بھی ہیں اور آخری کے بھی ـــــ چونکہ نبوت محمدیہ سابقہ تمام نبوتوں کی صداقت پر مہر تصدیق لگاتی ہے۔ اس لحاظ سے آپؐ خاتم النبییّن کہلاتے اور اس لحاظ سے کہ قرآن ایک ایسا روحانی خزینہ ہے جس میں تمام زمانوں اور انسانوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی اور تشفی اور ترقی اور فلاح کا سامان موجود ہے۔ آپ کا "پیغام" آخری پیغام قرار پایا۔ مگر ساتھ ہی وحی و الہام کا دروازہ مبشرات تک محدود ہے تاقیامت کھلا رکھا ہے۔ وحی کی عالمگیریت ماضی اور مستقبل دونوں میں جو ٹائن بی کی عالمگیر مذہب کے لئے ایک ہی شرط ہے خاتم النبییّن کے تصور سے پوری ہو جاتی ہے۔

خاتم النبییّن کے مفہوم میں مذاہب کا اجتماع

اس کے علاوہ دورِ جدید کا تقاضا بھی کہ مذاہب عالم کس طرح ایک مشترکہ روحانی سرچشمہ پر جمع ہو سکتے ہیں، خاتم النبییّن کے مختصر مگر جامع الفاظ میں پورا ہو جاتا ہے۔ نبوتِ محمدیہ پر ایمان لانا گویا تمام بانیانِ مذاہب پر ایمان لانا ہے اس لئے کہ آپ تمام سابقہ انبیاء کے خاتم یعنے مصدق ہیں اور ان پر ایمان لانا ایک مسلمان کے لئے جزو ایمان قرار دیا اور اس طرح قرآن کا نور تمام انبیاء کے لائے ہوئے انوارِ سماوی کا مرقع ہے (فیہا کتب قیمۃ)

انسانیت کی نجات قرآن کے سرچشمہ پر

اگر اس دورِ جدید میں جو جنم لینے کے لئے بے تاب ہے انسانیت کی نجات اہلِ بصیرت کے نزدیک اس میں ہے کہ وہ دوبارہ اس روحانی سرچشمہ کے گرد جمع ہو جو وحی کے ذریعہ دنیا کے مختلف انبیاء اور بانیانِ دین کی بدولت جاری ہوا تو وہ سرچشمہ صرف قرآن کریم ہے اور وہ نبوت صرف نبوتِ محمدیہ ہے جو تمام سابقہ انبیاء اور ان کے انوار کی جامع ہے ـــ یہی مفہوم خاتم الانبیاء کے الفاظ میں مرکوز ہے بالفاظ دیگر خاتم النبییّن کے معنے ایک ہمہ گیر جامع (All - Comprehensive) نبوت کے ہیں جو تمام ماسبق نبوتوں کو اپنے اندر لینے والی ہے۔

ممتاز مفکرین مغرب کے نظریہ کا جواب ختم نبوت میں

حالات زمانہ دنیا کو کشاں کشاں اس تصور کی طرف لے جا رہے ہیں کہ موجودہ تہذیب کی نجات اسی میں ہے کہ خدا کی بادشاہت دوبارہ زمین پر قائم ہو اور انسانیت وحی و الہام کے ایسے چشمے سے سیراب ہو جو کسی قوم اور نسل اور زمانہ تک محدود نہ ہو۔ یہ ہے ممتاز مفکرین مغرب کا نظریہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عالمگیر پیغام

قرآن اور سنت کی حفاظت کا سامان

انجمن کی اغراض عامہ بکڈپو اور اشاعت اور کارہائے آمد وخرچ اور قومی زندگی کا ثبوت

بدوملہی میں کالج اور اراضی اوکاڑہ میں ہسپتال کے قیام کی تجویز

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۵۷ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

وما كان المؤمنون لينفروا كافة فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون ——(سورۃ التوبۃ آیت ۱۲۲)——

نبی امی کا پیغام دنیا جہان کے نام

یہ آیت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مرتبہ کو بیان کرتی ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن شریف میں لکھا ہے کہ وہ امی تھے، پڑھتے لکھنے نہ تھے وما كنت تتلوا من قبله من كتب ولا تخطه بيمينك اذا لارتاب المبطلون (العنکبوت آیت ۴۸) تو آپ کوئی کتاب پڑھا سکتے تھے نہ کوئی نوٹ لکھ سکیں، آپ امی تھے، لکھے پڑھے نہیں، جس قوم کے اندر پیدا ہوئے وہ بھی امی ہے بعث في الاميين رسولا منهم يتلوا عليهم ايته ويزكيهم آپ خود امی ہیں، انہوں میں پیدا ہوئے اس لحاظ سے وہ جزیرہ جس میں آپ رہتے تھے دنیا جہان سے الگ تھلگ تھا۔ لیکن آپ کہتے ہیں میں تمام دنیا جہان کے لئے پیغام لے کر آیا ہوں یہ بڑا مشکل دعویٰ ہے، ایسا دعویٰ کرنے والے کو دنیا کے حالات کا علم ہونا چاہیئے، کوئی شخص بہت اونچے مقام پر ہو، اسے تمام دنیا کا علم ہو، دنیا کے اختلافات ان کے تعصبات کا وہ علم رکھتا ہو، پھر بھی یہ کوئی آسان کام نہیں کہ دنیا جہان کو کوئی پیغام دیا جائے، تمام دنیا کے لئے پیغام وہ ہے جس کو دنیا قبول کرنے کو تیار ہو۔

حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کی نگاہ بنی اسرائیل تک محدود تھی

میں دو پیغمبروں کا ذکر کرتا ہوں جو آپؐ سے پہلے آئے ایک حضرت موسیٰؑ اور دوسرے حضرت عیسیٰؑ، حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے محل میں پرورش پائی، سلطنت اور حکومت دیکھی، پڑھے لکھے لوگوں کی طرف پیغام لائے لیکن ان کی نگاہ یہود سے پرے نہیں جا سکی۔ وہ کہتے ہیں نجات صرف یہود کے لئے ہے اور یہوواہ صرف بنی اسرائیل کا خدا ہے اور بنی اسرائیل اس کی محبوب ترین قوم ہے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰؑ رومی قوم کی سلطنت کے عروج کے وقت آئے۔ تہذیب اس وقت انتہائی عروج پر تھی، اور رومی حکومت کے حالات سے ناواقف نہیں تھے، بڑے بڑے علماء ان کے سامنے موجود تھے تاہم ان کی نگاہ بھی اپنی قوم سے پرے نہیں جا سکی، ایک کنعانی عورت آپ کے پاس آئی اور برکت طلب کرتی ہے جس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ میں بچوں کی روٹی کتوں کے آگے نہیں ڈال سکتا اور اپنے شاگردوں کو نصیحت کی کہ اپنے موتی کتوں اور سؤروں کے آگے مت پھینکو۔ ان کا پیغام صرف قوم کے ایک خاص حصہ کی طرف تھا، اور خدا کے دروازے دوسرے لوگوں پر بند سمجھتے تھے۔

نبی کریم صلعم کی نگاہ تمام دنیا پر تھی

لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ بہت دور تک پہنچی، سورۃ فاتحہ ہی میں فرمایا، اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کا خدا ہے، صرف عرب کا خدا نہیں، صرف عیسائیوں یا یہودیوں ہی کا خدا نہیں، اس نے کسی قوم کو اپنے افضال سے محروم نہیں کیا، وہ رب العالمین ہے اور کل دنیا کی اقوام اس کے رحم و کرم سے مستفیض ہو رہی ہیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم بھی سب کے ساتھ یکساں تھی۔

غرباء کی قدر و منزلت

اگرچہ امراء کی عزت بھی آپ نے کرایا ہیں اور فرمایا انزلوا الناس على قدر منازلهم لیکن اگر امراء کی طرف سے مطالبہ ہوا کہ غریبوں کو اپنی مجلس سے اٹھا دیں، تو آپ نے اس کو پسند نہیں کیا، بلکہ غرباء کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ولا تطرد الذين يدعون ربهم بالغداوة والعشي يريدون وجهه ما عليك من حسابهم من شيء وما من حسابك عليهم من شيء فتطردهم فتكون من الظلمين

ان لوگوں کو جو خدا کی رضا چاہتے ہیں اپنے پاس سے نہیں اٹھاتا، ان کے دلوں میں دولت ایمان ہے، عرفان کی دولت ان کے پاس ہے، ان کا حساب تمہارے اوپر نہیں، نہ تمہارا حساب ان پر ہے اگر ان کو تو چھوڑ دے گا تو ظالمین میں سے ہو جائے گا۔ اس آیت کے نزول پر صحابہؓ کو فخر تھا وہ کہتے تھے فينا نزلت یہ ہمارے متعلق نازل ہوئی ہے، اور کہتے تھے كان رسول الله صلعم يقعد معنا ويدنو منا حتى تمس ركبته ركبتنا وكان يقول معكم المحيا ومعكم الممات۔ رسول اللہ صلعم ہمارے ساتھ بیٹھتے تھے اور ہمارے قریب بیٹھتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کے گھٹنے ہمارے گھٹنوں سے مل جاتے تھے اور فرماتے تھے تمہارے ساتھ میرا جینا ہے اور تمہارے ساتھ مرنا۔

تمام دنیا پر غلبہ کی پیشگوئی

یہ تو اپنی قوم کے ساتھ آپ کے تعلقات تھے، غیروں کے متعلق فرمایا ان الله زوى لي الارض فاريت مشارقها ومغاربها فان امتي سيبلغ ما زوي لي، اللہ تعالیٰ نے تمام زمین کو سکیڑ کر میرے سامنے کر دیا میں نے اس کے مشرق بھی دیکھے اور مغرب بھی اور میری امت ان تمام ممالک پر غالب آئے گی جن کا نقشہ مجھے دکھایا گیا اور فرمایا یا درکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واحبهم الي انفعهم اليهم تمام مخلوق عیال اللہ ہے

کل دنیا سے خطاب اور سب انبیاء پر ایمان

رب العالمین کی آپ نے تفسیر کر دی کہ ساری انسانیت خدا کا عیال ہے اور کبھی بنی اسرائیل کو مخاطب کیا کبھی یا اهل الكتاب کہہ کر یہودیوں اور عیسائیوں کو خطاب کیا اور یا بني ادم کے خطاب سے تمام انسانوں کو مخاطب کیا اور ان سب کو ہدایت کا وہ پیغام پہنچایا جو آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے پھر اهدنا الصراط المستقيم کی دعا میں تمام قوموں کے انبیاء اور اولیاء کا ذکر کیا، کہ جس نیک راہ پر وہ چلتے تھے اس پر ہمیں چلایا جائے۔ اس طرح بتایا کہ ہم تمام قوموں میں جو انبیاء اور اولیاء آئے ان سب کو مانتے ہیں اور ان کی عزت کرتے ہیں، تمام دنیا ایک خدا کی مخلوق ہے اور سب اس کے افضال و اکرام کے مستحق ہیں، یہ ہے محمد رسول اللہ صلعم کا نظریہ آپؐ کا وجود رب العلمین کا مظہر تام ہے، حضرت کا عرفان نہایت بلند ہے اور مخلوق خدا کے لئے بے حد نفع بخش ہے۔

آسمانی کتابوں میں ملاوٹ

جب آپ خدا کی طرف سے تمام دنیا کے لئے پیغام لے کر آئے تو چاہیئے تھا کہ اس کی حفاظت کا بھی سامان کیا جاتا، وید تمام دنیا کے لئے نہیں تھا، اس

سے اس میں ملاوٹ ہوگئی اور انسانی دستبرد سے وہ محفوظ نہ رہ سکا۔ اس کے ماننے والوں کو یہ کہنا پڑا کہ یہ سارے کا سارا خدا کا کلام نہیں رہا، تورات و انجیل بھی محفوظ نہیں رہیں۔ ان کتابوں کے مفسرین نے لکھا کہ یہ ساری کی ساری خدا کا کلام نہیں رہیں، وہ کلام جو حضرت عیسٰی اور موسٰی پر اترا تھا محفوظ نہ رہا۔

قرآن اور سنت کی حفاظت

اس آیت میں جو آج کے خطبہ کا موضوع ہے بتایا ہے کہ جس طرح قرآن کو محفوظ رکھنے کا وعدہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون اسی طرح حدیث کو بھی محفوظ رکھنے کا سامان کر دیا گیا، قرآن کریم کی حفاظت یوں کی کہ فرمایا یتلوا اٰیاتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم لوگوں کو پڑھ کر سناتے تھے اور لوگ اسے اپنے سینوں میں حفظ کر لیتے تھے لیکن اس سے بڑھ کر آپ کا یہ بھی کام تھا کہ اس کی تفسیر بھی سکھاتے تھے، اور اپنے عملی نمونہ سے ان کا تزکیہ نفس کرتے اور اس پر چلاتے تھے۔ آپ اپنے متعلق فرماتے ہیں انا اول المسلمین یعنی سب سے بڑھ چڑھ کر قرآن کی فرمانبرداری کرنے والا ہوں۔

قرآن سے عشق اور دیرا ایمان میں تلقین

قرآن سے آپ کو عشق تھا، قرآن کریم کے احکام کے پورے طور پر پابند تھے اور تلقین فرماتے تھے کہ سب سے اعلیٰ درجہ کا عمل قرآن کا سیکھنا اور پھر لوگوں کو سکھانا ہے۔

قرآن کی تلاوت

آپ صبح، مغرب، اور عشاء میں نہایت خوش الحانی سے قرآن پڑھتے تھے جس سے آپ کے ساتھی بھی قرآن سے عشق کرنے لگے اور نہایت خوش الحانی کے ساتھ قرآن پڑھنے لگے۔ ایک دن حضرت نے ابومسعود سے کہا یا ابا مسعود اقرا علی القراٰن۔ بیٹے ابومسعود مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ، انہوں نے کہا اقراء علیک وعلیک انزل، میں آپکو پڑھ کر سناؤں حالانکہ آپ پر تو قرآن اترا ہے، آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے لیکن انی احب ان اسمعہ من غیری۔ اس پر ابومسعود نے قرآن پڑھنا شروع کیا اور جب اس آیت پر پہنچے فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علیٰ ہٰؤلاء شہیدا۔ کیا حال اس وقت ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ لائیں گے اور تم کو ان سب پر گواہ بنا کر کھڑا کریں گے۔ اس آیت کو سن کر آپ رو پڑے اور کہنے لگے حسبک الاٰن یا ابا مسعود، ابومسعود کہتے ہیں کہ حضور کے قلب میں رقت طاری تھی اور وہ آنکھوں سے اشکبار ہو رہے

سے ظاہر ہو رہی تھی۔ ایک دن حضرت ابوموسیٰ اشعری سے کہنے لگے رات تم نے قرآن کریم پڑھا از حد لطف آیا۔ ابوموسیٰ نے عرض کیا کہ اگر مجھے علم ہوتا کہ حضور میری قرأت سن رہے ہیں تو میں اور بھی عمدگی سے پڑھتا فرمایا اعطیت مزماراً من مزامیر اٰل داؤد۔ رسول کریمؐ نے قرآن کے ساتھ عشق پیدا کیا، عورتوں نے قرآن حفظ کیا، مردوں نے قرآن حفظ کیا اور یہ سلسلہ آج تک چلا آتا ہے۔ بڑے بڑے عالم حافظ قرآن ہیں، ان کے سینوں کے اندر قرآن لکھ دیا گیا، خدا نے جو وعدہ کیا تھا کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عملی جامہ پہنا دیا

جامع قرآن حضرت نبی کریم صلعم تھے

آپ ہی جامع قرآن ہیں، حضورؐ نے قرآن کو صحابہ کے سینوں میں محفوظ فرمایا اور قرآن کو ہڈیوں پہ پتوں پر چھال پر ساتھ کے ساتھ لکھا بھی دیا۔ ابوبکرؓ جامع قرآن

نہیں، ابوبکرؓ نے صرف اسکو کتاب کی شکل دی تھی، زید بن ثابت کو قرآن لکھنے پر لگایا، اور عبداللہ بن زبیر، عبدالرحمٰن بن العاص اور عبداللہ بن حارث کو ان کے ساتھ لگا دیا ان سب نے قرآن کو ایک کتاب کی شکل میں لکھ دیا جو حضرت حفصہ کی تحویل میں دیا، اور پھر جب سلطنت زیادہ پھیل گئی اور مختلف ممالک میں لوگوں کے لب و لہجہ سے قرأتوں میں اختلاف ہونے لگا تو حضرت عثمانؓ نے اسی قرآن سے جو حضرت حفصہ رضؓ کے پاس تھا اس کی کئی نقلیں کرا کر دوسرے ممالک میں بھیجیں، اس لئے یہ کہنا غلط ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے قرآن جمع کیا یا حضرت عثمانؓ جامع قرآن تھے جامع قرآن تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، جنہوں نے خدا کے کلام کی حفاظت کے سامان کر دیئے

نبی کریمؐ کے کلام کی حفاظت کے سامان

اور اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب کے کلام کی حفاظت کے سامان کر دیئے فرمایا وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ لیتفقہوا فی الدین ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون یہ تو نہیں ہو سکتا کہ سب مسلمان گھر بار چھوڑ کر مدینہ میں آ بیٹھیں، لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ ہر ایک قبیلے سے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ بیٹھیں، تاکہ آپ سے دین کی باتیں سیکھ کر جب واپس جائیں تو اپنی قوم کو سکھا سکیں، ایک طرف قوم کو یہ ہدایت کی اور دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا یتلوا علیہم اٰیاتہ ویعلمہم

الکتاب والحکمۃ قرآن پڑھتے ہیں اور اس کے مطالب لوگوں کو سناتے ہیں، حدیث کیا ہے، یہی قرآن کے مطالب جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کئے ان کا نام حدیث ہے پھر حضورؐ کا اٹھنا بیٹھنا وغیرہ بھی قرآن کی تشریح و توضیح ہے۔ اس لئے وہ بھی حدیث میں شامل ہے۔

بے نظیر ماحول

یہ انتظام جو دین کے پھیلانے کے لئے کیا گیا اس سے ایسا ماحول پیدا ہو گیا کہ عرفان الٰہی کے چشمے اس سے پھوٹے، ایک بے نظیر ماحول، اور بے نظیر قوم اس سے پیدا ہوئی۔ عرب کے تمام اطراف سے لوگ حضورؐ کے پاس آتے تھے خود مدینہ میں اصحاب صفہ کے علاوہ مہاجرین اور انصار تھے ان لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قرآن سیکھا اور قرآن پر عمل کرنا سیکھا اور حضورؐ کے اخلاق فاضلہ اور عادات و خصائل محمودہ پیدا کیں، اور جب لوگ اپنے اپنے قبیلوں اور شہروں میں گئے تو وہاں کے باشندے اور گرد و نواح کے لوگ ان کی زیارت کرنے آتے اور حضورؐ کے کلمات طیبات سن کر بہرہ اندوز ہوتے پھر یہی فیض یافتہ لوگ دنیا کے اطراف و اکناف میں پھیلے اور دین کا علم اور دین پر عمل ساتھ لے گئے اور ایک دنیا کو زندہ کیا۔ موسٰی کی کتاب مٹ گئی، عیسٰی کی کتاب مٹ گئی لیکن قرآن محفوظ ہے جس کا سامان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہم پہنچایا، خدا تعالےٰ نے تو قرآن کی حفاظت کا صرف وعدہ فرمایا تھا۔ اس وعدہ کے پورا کرنے کا انتظام اس کے حبیب پاک نے کیا اور خدا تعالےٰ نے اپنے حبیب پاک کی سنت کی حفاظت کا انتظام اس آیت میں کر دیا، اس سے عرفان الٰہی کے چشمے پھوٹے اور ایک بے نظیر ماحول پیدا ہوا، اور بے نظیر قوم پیدا ہوئی۔ اس ماحول سے اٹھ کر چاروں طرف روشنی پھیل گئی، شام ایران اور مصر میں دین کا چرچا ہو گیا، اس کے بعد ہندوستان، چین اور انڈونیشیا میں صحابہ کے وجود میں علم کا چلتا پھرتا نمونہ پہنچ گئیں، اس طرح نماز روزہ، حج، زکوٰۃ کے ارکان سب ملکوں میں پھیل گئے اور محمد رسول اللہ صلعم کا نام اور آپ کی سنت سب جگہ پھیل گئی، یہ رتبہ کسی کو نصیب نہیں ہوا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نہایت ہی بلند ہے۔ وہ زندہ ہیں کیونکہ ان کا دین زندہ ہے۔

حضرت امام وقت کا پیدا کردہ ماحول

اس کو بیان کرنے سے میرا ایک مقصد ہے وہ یہ ہے کہ ماحول پیدا کئے بغیر قومیں پیدا نہیں ہوتیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر حضرت امام وقت نے بھی ایسا ہی ماحول قادیان میں پیدا کیا وہاں نظر آتا تھا کہ قرآن کا عشق ہر فرد کے دل میں ہے بچے بھی نماز تہجد پڑھتے تھے یہ ماحول ایسا

شاندار تھا کہ علامہ اقبال نے علی گڑھ میں بیان کیا کہ اسلام کا ٹھیٹھ نمونہ کسی نے دیکھنا ہو تو قادیان جا کر دیکھے۔ اور اپنے لڑکے آفتاب احمد کو قادیان میں میرے پاس بھیجا اور حضرت مرزا صاحب کا جو سب سے بڑا دشمن مولوی محمد حسین بٹالوی تھا، پہلے آپ کا مداح تھا، لیکن بعد میں دشمن ہو گیا۔ ایسے شخص نے بھی اپنا بیٹا عبدالباسط میرے پاس ہی بھیجا تا کہ اس کی دینی تربیت اچھی ہو جائے، گویا مخالف کو بھی یقین تھا کہ قادیان میں حقیقی اسلام کی تعلیم رائج ہے۔

اقبال کی عملی شہادت

ایک دفعہ لاہور کی ککے زئی برادری نے اقبال کو اور مجھے ایک مجلس میں مدعو کیا جب ہم وہاں پہنچے تو میں نے کہا کہ اقبال رستہ بھول گیا، اس کا بھائی احمدی، اس کا باپ احمدی، اس نے تو بیعت کی ہوئی تھی، لیکن اس کو بھٹکا دیا گیا، کس نے بھٹکایا عطاءاللہ شاہ بخاری نے اس سے اس نے تحفہ سیکھا کہ مرزا صاحب کو گالی دو، بڑے ہو جاؤ گے، حالانکہ اس نے اپنے لڑکے آفتاب کو قادیان بھیجا تھا۔ اس پر اقبال کہنے لگا میں نے قادیان نہیں بھیجا تھا، آپ کے پاس بھیجا تھا، میں نے کہا تو آپ نے تسلیم

ایک موثر ماحول

تو حضرت مرزا صاحب نے ایک موثر ماحول پیدا کر دیا تھا، اس ماحول کے اثر سے ووکنگ مشن چل رہا ہے، برلن مشن چل رہا ہے اور امریکن مشن چل رہا ہے، یہ سب امام وقت کی برکت ہے، امام کے بغیر جماعتیں نہیں بنتیں۔ آپ کو بھی چاہیئے ایک ایسا ماحول پیدا کریں۔ میرے ذہن میں ایک دو باتیں ہیں، جن سے ایک اچھا ماحول پیدا ہو سکتا ہے وہ میں انجمن میں پیش کروں گا، آپ کو بھی چاہیئے کوئی ماحول کو بہتر بنانے کی تجویز ہو تو انجمن کو بھیجیں۔

اغراض عام کا چندہ

میں نے پچھلے ہفتہ سنایا تھا کہ خدا کے فضل سے آپ کا اغراض عام کا چندہ اس سال ایک لاکھ دس ہزار تک پہنچ گیا ہے اس میں سے سترہ ہزار محفوظ سرمایہ میں رکھ دیا گیا ہے، اور باقی رقم میں آپ کی تمام مشینری سال بھر چلتی رہی ہے، پہلے اوکاڑہ کی آمد سے کام چلتا تھا لیکن اب یہ صیغہ محتاج نہیں، ۱۷ ہزار محفوظ سرمایہ میں رکھ کر اور انجمن کے کاموں پر خرچ کر کے بھی کچھ روپیہ بچ گیا ہے۔

خلاف واقعہ باتیں

افسوس ہے کچھ دوست ہیں، جو قوم کی بدنامی کرتے رہتے ہیں، اور لوگوں میں یہ پھیلاتے رہتے ہیں کہ انجمن کے پاس کچھ نہیں رہا، زمینیں بھی بک گئی ہیں، یہ واقعات کے خلاف ہے، ایسا کہنے سے انہیں رک جانا چاہیئے۔

بکڈپو کی آمد اور خرچ

اب ایک دوسری بات آپ کو سناتا ہوں آپ کے بکڈپو نے ۲۶ ہزار روپیہ کی کتابیں اس سال بیچیں، یہ بہت بڑی کامیابی ہے علاوہ اس کے کہ اس صیغہ کو آمد ہوئی، ۲۶ ہزار روپیہ کی کتابیں دنیا میں اسلام کو پہنچانے کا موجب ہوئیں، ان میں قرآن کے تراجم ہیں، سیرت نبوی ہے اسلام پر عالمانہ کتابیں ہیں، مسیح موعود کی تصنیفات، حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کی تصنیفات اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کی تصنیفات ہیں، یہ سب کتابیں مقبول عام ہیں، بڑے بڑے آدمیوں نے اعتراف کیا ہے کہ ان کتابوں میں اسلام کی روح ہے، بکڈپو کی وجہ سے اسلام کا پیغام دنیا میں پھیل گیا، وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ بکڈپو میں کوئی کام نہیں ہوا، مسیح موعود کی کتابیں نہیں چھپتیں مولانا محمد علی کی کتابیں نہیں چھپتیں انہیں غور کرنا چاہیئے۔ وہ حقائق کے خلاف افواہیں پھیلاتے ہیں۔ اس سال دس ہزار روپیہ کی کتابیں مزید طبع کرائی گئی ہیں۔ اس وقت بکڈپو کے صیغہ میں تمام اخراجات نکال کر دس ہزار روپے نقد موجود ہیں۔

اوکاڑہ کی آمد اور اخراجات

پھر اوکاڑہ کی زمین سے اس سال ایک لاکھ اسی ہزار روپیہ آیا، اس رقم سے ووکنگ کے اخراجات ادا کئے جاتے ہیں امریکن مشن کے اخراجات ادا کئے جاتے ہیں، مشرقی پاکستان اور ہند مشن کے اخراجات ادا کئے جاتے ہیں، اراضیات کی آمدنی سے اخبارات کے اخراجات پورے کئے جاتے ہیں۔ اس آمدنی میں سے ہائی سکولوں کے اخراجات پورے کئے جاتے ہیں، ان تمام اخراجات کو پورا کر دینے کے بعد چالیس ہزار روپے بچ گئے ہیں ذالک فضل اللہ

غلط پراپیگنڈہ پر کان نہ دھریں

معلوم ہوا خدا کا فضل اس جماعت پر اترہ رہا ہے جو لوگ بدخواہی کے طور پر غلط باتیں پھیلاتے ہیں ان کو اس سے رکنا چاہیئے، اور قوم کو بھی چاہیئے کہ ایسے لوگوں کی باتوں پر مطلق کان نہ دھریں۔ جو لوگ اس انجمن کے ممبر ہیں ان کے ذاتی مفاد اس انجمن کے ساتھ وابستہ نہیں۔ وہ تو اس انجمن کو اپنا روپیہ بھی دیتے اور انتظام کرنے کے لئے اپنا وقت بھی صرف کرتے ہیں ان کے متعلق یہ غلط بات منہ سے نکالنا کہ وہ انجمن کو کھا گئے کبیرہ گناہ ہے۔

ووکنگ مشن کی عظمت

ووکنگ کا خرچ اس سال ایک لاکھ ۱۶ ہزار روپیہ ہے، یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے جس سے دنیا میں آپ کی شہرت اور عزت ہے۔ جب بھی مختلف اطراف سے کوئی مسلمان حکمران یا کسی سلطنت کے بڑے بڑے اراکین انگلستان پہنچتے ہیں، وہ ووکنگ ضرور جاتے ہیں، عید کے موقعہ پر مختلف ممالک کے ہزاروں مسلمان وہاں جا کر نماز پڑھتے ہیں دنیا نے تسلیم کر لیا ہے کہ ووکنگ مشن نے مغرب میں اسلام کی عزت قائم کر دی ہے، یہ بڑے فخر کی بات ہے، آغاخان مرحوم کو سابق شاہ جارج چچا کہا کرتا تھا۔ انہی آغاخان کی میموریل سروس ووکنگ میں ادا ہوئی جس میں موجودہ آغاخان اور اُن کے خاندان کے علاوہ ملکہ معظمہ نے بھی اپنا نمایندہ بھیجا اور شاہی خاندان کے دوسرے ارکان نے بھی اپنے اپنے نمایندے وہاں بھیجے، یہ ووکنگ کی عظمت کا ثبوت ہے، لوگ حضرت مرزا صاحب کی مخالفت کریں لیکن دنیا نے مان لیا ہے کہ ووکنگ مغربی ممالک میں اسلام کا بہت بڑا مرکز ہے آپ کو خوش ہونا چاہیئے کہ آپ کے مشن کی عزت دنیا میں قائم ہے، مولانا عبدالمجید کا بھی اس میں بڑا حصہ ہے تمام اسلامی ممالک کے ساتھ ان کے تعلقات ہیں خود لندن میں ان کی تعظیم اور ان کا رسوخ ہے۔

جھوٹی باتیں کرنے والے توبہ کریں

یہ تھوڑے سے واقعات میں نے اس لئے سنائے ہیں کہ آپ ان کو سن کر خوش ہوں گے، یہ باتیں تمام قوم کو پہنچ جانی چاہئیں اور وہ چند آدمی جو نامناسب باتیں پھیلاتے ہیں انہیں اپنی فکر کرنی چاہیئے اور خیال کرنا چاہیئے کہ ان کا نامۂ اعمال سیاہ ہو رہا ہے اور توبہ کرنی چاہیئے،

دو اہم تجاویز

میں نے ماحول پیدا کرنے کے متعلق باتیں سنانی تھیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک انٹرمیڈی ایٹ کلاس برد ملہی میں کھول دی جائے، وہاں کالج کی عمارت بن گئی ہے علاوہ ہاں اعلےٰ درجہ کا ریاضی دان ہیڈ ماسٹر عبدالحفیظ اور مولوی مسیح الزمان عربی اور اردو زبان سکھانے کے لئے موجود ہیں۔ اگر دو پروفیسر انگریزی پڑھانے والے ہوں اور انٹرمیڈی ایٹ کلاس کھول دی جائے تو تمام علاقے پر بہت اثر ہوگا اور وہ سب ممنون احسان ہوں گے، گورنمنٹ بھی ممنون ہوگی، اس پر جس جگہ سے چاہیں دس بارہ ہزار روپیہ خرچ کر دیں اس علاقہ سے بھی آپ کو مدد مل جائے گی، ابتداء میں دس بارہ ہزار روپیہ خرچ ہوگا دوسرے سال آمد بہت بڑھ جائے گی۔ اگر آپ زمین سے اغراض عام سے، کتب خانہ سے کسی مد سے رقم ایک خرچ کر دیں اور اگر مولنا یعقوب خاں صاحب کے حالات اجازت دیں اور آپ وہاں چلے جائیں تو یہ بہت بڑی بات ہوگی، دس بارہ ہزار کوئی خرچ نہیں، چاہیں تو یہ رقم آپ میرے ذمہ ڈال دیں خدا میری مدد کرے تو میں یہ رقم فراہم کر دوں گا۔

دوسری تجویز یہ ہے کہ چھ سات ہزار روپیہ کے خرچ سے اوکاڑہ کی زمین میں ایک ہسپتال قائم کیا جائے جس میں ایک ڈاکٹر بھیجا جائے جس کی تنخواہ تین چار سو روپے ماہوار ہو اور دو سو روپے ماہوار کی ادویات بہم پہنچائی جائیں، تو یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہوگا، آپ کی قوم زندہ ہو جائے گی، یہ خدمت خلق کا ایک اور بہت بڑا کام ہوگا۔ ہمت کیجئے ابھی تھوڑے لوگ حضرت صاحب کے پاس بیٹھنے والے موجود ہیں، ان سے فائدہ اٹھانا چاہیئے ٭٭٭

قوم کے نام حضرت افضل الرسل سید الانام

رسولِ عربی کا پیغام

ماخوذ از خطبات نبویؐ

" اے لوگو میں تم سب لوگوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ آسمان اور زمین کی بادشاہت اسی اللہ کے لئے ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ سو اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول نبی امی پر جو اللہ اور اس کے کلموں پر ایمان لاتا ہے۔ یاد رکھو اسی کی پیروی کرنے سے تم ہدایت پا سکتے ہو"

— ✱ —

" جو ایمان لاتے ہیں اور ہجرت کرتے ہیں اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اللہ کے ہاں بہت بڑا درجہ رکھتے ہیں اور وہی بامراد ہونگے"

— ✱ —

" سُن لو اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے مندا پڑ جانے کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے بنگلا اور کوٹھیاں جن کو تم پسند کرتے ہو تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا"

— ✱ —

" تم سب سے اچھی امت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لئے ظاہر کی گئی ہے کیونکہ تم اچھے کاموں کا حکم دیتے برے کاموں سے روکتے اور اللہ پر ایمان لانے والے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک اعلیٰ درجہ کا گروہ بنایا ہے کہ تم لوگوں کے پیشرو ہو اور رسول تمہارا پیشرو ہو"

— ✱ —

" آؤ میں تمہیں اس سے آگاہ کروں جو تمہارے ربّ نے حرام کیا ہے۔ تم پر واجب ہے کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو، اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے زندہ قتل نہ کرو۔ آخر تمہیں اور انہیں رزق دینے والا تو رب العٰلمین ہی ہے۔ تم اپنی اولاد کی عمدہ تربیت کرو۔ بے حیائی کی باتوں کے قریب مت جاؤ جو ان میں ظاہر ہوں اور جو چھپی ہوئی ہوں۔ اور اس جان کو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے قتل نہ کرو مگر حق پر۔ تمہیں ان باتوں کا حکم دیا جاتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔ اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر اس طریق سے جو بہت اچھا ہو اور اس کے لئے بہتر ہو۔ یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور ماپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو۔ اللہ کسی کو مکلف نہیں کرتا مگر اس کی وسعت کے مطابق اور جب تم بات کہو تو عدل کرو اگرچہ قریبی کا معاملہ ہو۔ اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ یہ ہے جس کا وہ تم کو حکم دیتا ہے تاکہ تم نصیحت اختیار کرنے والے ہو۔ یہ میرا راستہ سیدھا راستہ ہے جو تمہیں فلاح اور کامیابی دلاتا ہے۔ اس کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو"

— ✱ —

میں تم کو تقوے کی وصیت کرتا ہوں۔ تم ڈر جاؤ خدا سے ڈرنے کی بہترین نصیحت ہے جو ایک مسلم دوسرے مسلم کو کر سکتا ہے اور اس کو آخرت کی طرف متوجہ کرتا اور اس کو خدا سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہے۔ تم اسی قدر خدا سے ڈرو جس قدر جو اس نے قرآن شریف میں تم کو ڈرایا ہے۔ اس سے بہتر کوئی نصیحت نہیں اور اس سے بہتر کوئی ذکر نہیں خدا ترسی کا وہ شخص حق بجا لاتا ہے جو ہیبت اور خوف پر ورد گار سے نیکی کرے اور آخرت کے لئے سچا معاون ہے۔ اور جو شخص اپنے اور خدا کے درمیان حقوق میں ظاہر و باطن میں اصلاح کرے اور اس کی نیت اس سے بجز رضائے خدا کے اور کچھ نہ ہو تو دنیا میں نیک نام ہوگا۔ اور مرنے کے بعد جب کہ آدمی اعمال خیر کا محتاج ہوگا۔ زاد و ذخیرہ ہو کر اس کو ملے گا"

— ✱ —

اے لوگو قیامت کے لئے کچھ ذخیرہ آگے بھیجو یقیناً سمجھ لو اللہ کی قسم ہر ایک تم میں سے مرنے والا ہے پھر تم دیکھنا کہ اس طرح چھوڑ دے گا جس طرح بکریوں کا ریوڑ جس کا کوئی چرواہا نہیں، پھر تمہارا خدا تم سے فرمائے گا اور اس کا کوئی ترجمان اور حاجب نہیں ہوگا بیچ میں وہ فرمائے گا کہ میرا رسول تمہارے پاس نہیں آیا تھا کہ تم کو میرے احکام پہنچاتا۔ میں نے تم کو مال دیا اور کچھ یہ فضل کیا تو تم نے اپنے لئے کیا آگے بھیجا۔ تب آدمی دائیں بائیں دیکھے گا اور اس کو کچھ نظر نہ آئے گا پھر سامنے دیکھے گا تو ادھر بجز جہنم کچھ دکھائی نہ دے گا۔ جہاں تک ہو سکے تم اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ۔ خواہ ایک کھجور کا ٹکڑا خیرات کرنے کے ساتھ۔ اور جس کے پاس یہ بھی نہ ہو تو وہ نیک بات ہی دوسرے کو کہے۔ کیونکہ اس کا بدلہ دس گنا سے سات سو گنا تک ملنے والا ہے۔ تم پر سلامتی اور رحمت اور خدا کی برکت ہو"

— ✱ —

جھگڑا اور فساد یہ تمام چیزیں کمزوری اور ضعف پر دلالت کرتی ہیں اور اللہ کو وہ پسند نہیں اور ایسے لوگوں کو جو اختلاف کرنے والے ہوں۔ اللہ کی نصرت اور مدد نہیں پہنچتی"

— ✱ —

" مضبوط رسّی تقوے کی بات ہے اور بہترین گروہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گروہ ہے۔ اور بہترین طریقہ محمدؐ کا طریقہ ہے۔ سب باتوں سے بہتر خدا کا ذکر ہے اور سب بیانوں سے بہتر بیان قرآن شریف ہے۔ بہترین معاملات کا پختہ کاری اور بدترین معاملات کا بدعات ہیں۔ بہترین ہدایت انبیاء کی ہدایت ہے اور بہترین موت شہداء کی موت ہے۔ سخت نابینائی وہ گمراہی ہے جو ہدایت کے بعد ہو۔ بہترین اعمال وہ ہیں جو سودمند ہوں۔ بہترین ہدایت وہ ہے جس کی پیروی کی جائے بدترین نابینائی دل کی تاریکی ہے، اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ تھوڑی چیز جو کافی ہو اس زیادہ سے جو غافل کرے بہتر ہے۔ بدترین عذر وہ ہے جو موت سامنے آنے پر کیا جائے بدترین ندامت وہ ہوگی جو قیامت کو دیکھ کر کی جائے گی۔ بڑا گناہ جھوٹ بولنا ہے۔ دل کی دولتمندی بہترین دولت ہے اور بہترین زادِ راہ خدا کا ڈر ہے۔ بڑی حکمت خدا سے ڈرنا ہے۔ نیک وہ ہے جو دوسرے کی حالت سے عبرت حاصل کرے۔ کم بخت اپنی ماں کے پیٹ میں ہی کم بخت ہوتا ہے۔ تم میں سے ہر ایک چار ہاتھ کی زمین میں جانے والا ہے۔ معاملہ کا انجام دیکھنا چاہیئے اور عمل کا مدار انجام پر ہے۔ جھوٹ بڑھنے والی چیز ہے۔ جو آنے والی چیز ہے وہ قریب ہی سمجھو۔ مومن کی عیب چینی فسق ہے۔ اور مومن کا قتل کفر ہے اور اس کی شکایت کرنا خدا کا گناہ ہے مومن کے مال کی عزت بھی اس کی جان کی سی ہے"

— ✱ —

" اے لوگو میں خدا سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں اور میں تم کو اپنے اعمال میں اس کی فرمانبرداری کی تحریک کرتا ہوں۔ اور خدا سے بہترین فیصلہ کی درخواست کرتا ہوں"

— ✱ —

" اے لوگو شیطان مایوس ہو گیا کہ اب تمہاری زمین میں اس کی پرستش ہو لیکن وہ اس طرح اپنی اطاعت

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۱)

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

الحاج حافظ محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ
وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا

ترجمہ:- محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ لیکن اللہ کے رسول ہیں۔ اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کو خاتم النبیین ماننے والی جماعت

اس کرۂ زمین پر کم و بیش چالیس کروڑ ایسے انسان بستے ہیں جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہیں اور غلامان محمدؐ کہلانے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ مگر بدقسمتی سے وہ کئی فرقوں، گروہوں اور جماعتوں میں منقسم ہو چکے ہیں۔ امت مسلمہ میں صرف ایک ہماری ہی جماعت ہے جسے یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے اخبار کا خاص نمبر خاتم النبیین کے نام سے شائع کرے کیونکہ وہی ایک جماعت ہے جو صدق دل سے یہ یقین رکھتی ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فی الحقیقت آخری نبی ہیں۔ اس امت کا کثیر حصہ ابھی ایک نبی کے آنے کا منتظر ہے۔ جس کے ظہور پر دنیا سے ضلالتیں اور گمراہیاں دور ہو جائیں گی اور جب وہ اپنے ظہور ثانی کے بعد وفات ہو جائے گا تو ازاں بعد کسی اور نبی کا ظہور نہیں ہو گا۔ بالفاظ دیگر ان کے زعم میں وہی حقیقت میں آخر الزمان ہے اور اس کا نام عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ اب ایک اور جماعت پیدا ہوئی ہے جس کا ادعا یہ ہے۔ کہ اس امت میں ہزاروں نئے انبیاء کا ظہور ہو سکتا ہے۔ اور قیامت سے قبل جو نبی ظاہر ہو کر وفات پائے گا وہ ان کا آخری نبی ہو گا۔

ہمارا اعتقاد — کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آسکتا

یہ سعادت حضرت احمدیہ انجمن اشاعت لاہور کو ہے۔ کہ وہ بحیثیت جماعت بموجب ارشاد الٰہی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس زمانے کا آخری نبی یقین کرتی ہے یہاں کوئی الفاظ کی ایچا پیچی نہیں منطق کی مغالطہ دہی نہیں فلسفہ کی گمراہی نہیں پرانے اور نئے نبی کی الجھن نہیں۔ صاف اور واضح پیرائے میں اعلان ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نیا ہو یا پرانا تشریعی ہو یا غیر تشریعی نہیں آسکتا امتی، ظلی، بروزی، مجازی اور جزوی کی اصطلاحیں غیر نبی کے لئے ہیں۔ ہمیں فخر ہے کہ ہماری جماعت کو خدا نے مخصوص کر لیا ہوا ہے۔ کہ ہم ختم نبوت کے عقیدے کا برملا اعلان کرتے رہیں۔

خاتم النبیین کے بعد نبی ماننے والے

ختم نبوت کا ذکر کرتے ہوئے مودودی صاحب کی گردن خجالت سے جھک جاتی ہے۔ کیونکہ اسے یہ جرأت نہیں ہوتی ہے کہ وہ دنیا میں اس حقیقت کو آشکارا کر دے کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ اگر وہ ایسا کہے تو اس کے متبعین علم بغاوت بلند کر دیں گے ملاؤں کے غول کے غول کفر کے فتاوے ہاتھوں میں لئے ہوئے اس کا تعاقب کر رہے ہوں گے۔ اور اس کی سیادت اور قیادت ختم ہو جائے گی۔ ایسا ہی اہل حدیث اہل تشیع حضرات بریلوی و علماء دیوبند، صوفیائے کرام اور مرشدان طریقت اور سجادہ نشینان ختم نبوت کے مسئلے میں اپنا دامن داغدار کئے ہوئے ہیں۔

آیت خاتم النبیین

اب ہم آیت مندرجہ عنوان کے متعلق کچھ عرض پیش کرتے ہیں

محمدؐ

اس آیت کریمہ میں ختم نبوت کے اعلان سے پیشتر حضور کے اصل نام کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ حضور سے پیشتر اس نام کا کوئی شخص دنیا میں پیدا نہیں ہوا۔ آپ سارے عربی لٹریچر کو پڑھ جائیں۔ اور ظہور اسلام سے پیشتر کی تاریخ کھنگال ڈالیں۔ آپ کو اس نام کا کوئی شخص نہیں ملے گا۔ مشیت ایزدی نے یہ نام صرف حضور ہی کے لئے مخصوص رکھا تھا۔ حضور اس خصوصیت میں اسم بامسمیٰ تھے۔ ایک طویل مدت تک حضور کے جسم اور روح سے حمد الٰہی کے ترانے نکلتے رہے۔ اور حضور کی زبان ساری عمر توحید کے نغمے الاپتی رہی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ رحمت الٰہی نے یہ صدا بلند کی

ورفعنا لك ذكرك

یعنی ہم نے تمہارا نام بلند کر دیا۔ زبان عیسیٰ سے دنیا کو یہ بشارت دی گئی تھی۔ کہ ایک حمد کے گیت گانے والا پیدا ہو گا۔ جو ساری فضا کو نغمات توحید الٰہی سے پر کر دے گا۔ چنانچہ آج دنیا میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گذرتا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا دنیا کے کسی نہ کسی حصہ میں توحید کے راگ نہ گا رہے ہوں۔

حمد الٰہی اور حضور صلعم سے بدسلوکی

آج سے تیرہ سو برس قبل کے زمانے کا نظارہ چشم تصور سے کریں ہمیں ملک عرب کے شہر مکہ کے اندر ایک شخص نظر آئے گا جو کبھی رکوع میں جا رہا ہے اور کبھی سجدہ میں گر رہا ہے۔ دشمن اس پر غلاظت اور اوجھڑی ڈال رہے ہیں اور وہ اسی حالت میں حمد الٰہی میں مصروف ہے۔ ہم پھر اس شخص کو دیکھ رہے ہیں کہ وہ حج کے موقعہ پر کبھی ایک خیمہ میں جاتا ہے کبھی دوسرے میں۔ اور حمد الٰہی کا پیغام میدان عرفات میں جمع شدہ بے پناہ ہجوم کو سنا رہا ہے۔ مگر اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔ ابھی ہم اس کو طائف کی گلیوں میں دیکھتے ہیں۔ کہ بچے اور جوان مرد اور عورتیں اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور اس کی ٹانگیں اور ٹخنے پتھروں سے زخمی کر رہے ہیں۔ مگر اس کی زبان اس وقت بھی الأجل الأجل کی پکار بلند کر رہی ہے

حضور صلعم کے ساتھیوں پر ظلم و ستم

اس کس مپرسی اور بے کسی کے عالم میں کچھ غلام اور غریب اس کی قیادت کو قبول کر چکے ہیں۔ اس میں کچھ عورتیں بھی ہیں۔ ان بچاروں کی یہ حالت ہے کہ کسی کو تپتی ریت پر برہنہ لٹایا جا رہا ہے۔ اور کوڑوں سے اس کی پیٹھ کو زخمی کیا جا رہا ہے۔ اور مطالبہ یہ کیا جا رہا ہے۔ کہ توحید الٰہی سے باز آ جاؤ۔ اور شرک اختیار کر لو وہ مار کھاتا جا رہا ہے اور نعرۂ تکبیر بلند کرتا جاتا ہے۔ توحید الٰہی کے قبول کرنے کے جرم میں ایک مومنہ کو ٹکڑے ٹکڑے کیا جا رہا ہے۔ وہ شہادت کو قبول کر لیتی ہے مگر حمد الٰہی کے ترانے گانے سے باز نہیں آتی یہ سب ہماری چشم تصور کے سامنے ہو رہا ہے۔ اب ہم اس چھوٹی سی جمعیت کو مخالفوں کے مظالم سے تنگ آ کر ہجرت کرتا ہوا دیکھتے ہیں۔ وہ لق و دق صحرا کو عبور کر کے اپنے پیارے ملک سے دور جا رہے ہیں۔ اور حبش میں پناہ لے رہے ہیں۔ مگر توحید کا جو نشہ انہیں پلایا گیا ہے اسے ترک نہیں کرتے۔ کبھی ہم ان کو شعب ابی طالب میں محصور دیکھتے ہیں اور تمام قریش اس کا مقاطعہ کئے ہوئے ہیں۔ مگر وہ اور ان کا سردار ایک لمحہ کے لئے بھی حمد الٰہی سے غافل نہیں رہا۔

میدان رزم میں ایک معجزہ

آؤ اب ہم ایک میدان رزم کا تماشا کریں جہاں ایک طرف بے ہتھیار اور کمزور لوگ جن میں بچے اور بوڑھے بھی شامل ہیں، دنیا کے اسباب میں ایک معجزہ دکھانے کے لئے صف آرا دکھائی دیتے ہیں۔ بالمقابل ایک جری لشکر ہے۔ تعداد میں ایک ہزار ہے۔ بہترین ہتھیاروں سے مسلح ہے اور عرب کے بہترین شمشیر زن اور آزمودہ کار جنگجو پہلوان اس لشکر میں

شامل ہیں ایک طرف بے کس رہ کے ہونٹوں سے حمد کے نغمے نکل رہے ہیں، دوسری طرف تمرد، سرکشی، شیخی اور تکبر کے نعرے بلند ہو رہے ہیں۔ قائد بیکساں سجدے میں گر جاتا ہے۔ اور نہایت رقت آمیز پیرایہ میں سراپا انکسار ہو کر تضرع اور الحاح سے یہ ...... بہتے ہوئے آنسوؤں اور کانپتے ہوئے ہونٹوں سے یہ دعا پڑھ رہا ہے :-

اللھم انشدک عھدک اللھم ان شئت لم تعبد بعد الیوم ابدا۔

ترجمہ:- میں تیرے عہد اور وعدہ کا واسطہ دیتا ہوں اے اللہ اگر تیری ایسی ہی مشیت ہے تو آج کے دن کے بعد زمین میں تیری پرستش نہیں کی جائے گی"

اب وہ سجدے سے اٹھ کر میدان میں آجاتا ہے اور اپنی چھوٹی سی بیکس جمعیت میں سب سے آگے ہو کر دشمن کے مقابلے کے لئے اپنی زبان مبارک سے یہ الفاظ کہتا ہوا آ کھڑا ہوتا ہے :-

سیھزم الجمع ویولون الدبر بل الساعۃ موعدھم والساعۃ ادھی وامر ۝

اور دشمن پر پل پڑتا ہے۔ اس کے بعد جو کچھ ہوتا ہے اُسے آج تک تاریخ سمجھنے سے قاصر ہے اور مورخین عالم حیران اور سرگردان ہیں کہ ایک مٹھی بھر کمزور جماعت کیونکر اپنے سے تین گنا سے زیادہ جرار لشکر کو شکست دینے پر قادر ہوئی

احمدؐ اور محمد صلعم

اس علمبردار توحید نے زمین کے چپہ چپہ کو حمد الٰہی سے منور کر دیا۔ اسی لئے احمد کہلایا۔ اور جب اس کی یہ ادا دربار الٰہی میں مقبول ہوئی تو اسے محمدؐ کا نام بخشا گیا۔ جس کی حمد کے گیت تمام دنیا میں گائے جانے والے تھے۔

حضورؐ کی سیرت اور کیرکٹر

یہ محمد باپوں میں سب سے زیادہ شفیق بھائیوں میں سب سے زیادہ ہمدرد اور دوستوں کا سب سے زیادہ جاں نثار، بیویوں کا سب سے زیادہ غمگسار شوہر، رعایا کا سب سے زیادہ حلیم اور مہربان حاکم بہادروں کا بہادر اور شجاعوں کا شجاع مردوں کے لئے ایک قابل تقلید نمونہ، جو اپنے ہاتھوں سے اپنے پھٹے ہوئے پیراہن سی لیتا تھا۔ اور اپنی پھٹی ہوئی جوتی کو گانٹھ لیتا تھا۔ اور بکری کا دودھ خود دوہ لیتا تھا۔ امیروں کے لئے ایک بینظیر نمونہ تھا جس نے اپنا سب کچھ اس مقصد کے لئے وقف کر رکھا تھا جس کے لئے وہ مبعوث ہوا تھا۔ جب فتوحات شروع ہوئیں اور ملکوں کے ملک زیر نگین آنے لگے

تو مسجد نبوی میں غنیمت کے مال، ڈھیروں کے ڈھیر لگ جاتے مگر خدا کا یہ محمدؐ (ﷺ) وہاں سے نہ اُٹھتا جب تک سارے کا سارا مال مستحقین میں تقسیم نہ کر لیتا اور خود خالی ہاتھ اپنی چادر جھاڑ کر اپنے حجرے میں چلا جاتا۔

تکمیل ہدایت

انسانی ہدایت کا کوئی اصول ایسا نہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے بیان نہ کر دیا ہو۔ اور خود اس پر عمل کر کے نہ دکھایا ہو۔ انسان کی اخلاقی، معاشرتی اور روحانی کوئی ایسی بیماری نہیں جو اس طبیب اعظم نے تشخیص نہ کی ہو۔ اور اس کے مناسب نسخہ تجویز نہ کر دیا ہو۔ یہ سب کچھ اپنی طرف سے نہیں بلکہ اصل منبع ہدایت اللہ تعالےٰ سے حاصل کیا۔

رسول اللہ

یہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچانے والے ہیں۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں، حق سے کہتے ہیں جس کا اپنے نفس سے کوئی تعلق نہیں وما ینطق عن الھوٰی ۝ ان ھو الا وحی یوحٰی ۝ ان کا منصب ایلچی اور پیغامبر کا ہے۔ وہ نہ خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے ہیں، نہ معبود ہیں نہ قابل پرستش وہ خالص کامل انسان ہیں، جو ایک اہم مقصد کے لئے چن لئے گئے ہیں اس مقصد کو انہوں نے اس خوبصورتی سے انجام دیا ہے جو اس سے بڑھ کر ممکن نہیں ہے۔

محمد کسی مرد کے باپ نہیں

لوگوں نے بڑے آدمیوں کی اولاد کہلا کر دنیا میں بڑی سرکشیاں کی ہیں۔ پدرم سلطان بود کے نعرے تاریخ کے مختلف زمانوں میں ہم سنتے چلے آتے ہیں۔ دنیا میں ابوت جسمانی کی وجہ سے کئی چھوٹی گدیاں بنیں۔ نسلی تفوق قائم ہوا۔ بیجا خاندانی حرمت پیدا ہوئی۔ پروہتیت اور پیشوائیت کے پیشے وضع کئے گئے کوئی لاڈلا بیٹا بنا اور لوگوں سے خراج عقیدت کا طلبگار ہوا۔ مگر قربان جائیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ حضور تمام انسانیت کے روحانی باپ مگر کسی مرد کے جسمانی باپ نہیں، اس سے گدی نشینی کی جڑیں کاٹ دی گئیں۔ نسلی پیشوائیت ختم کر دی گئی، اب صرف تقوےٰ طہارت معیار انسانیت رہ گئے۔

خاتم النبیین

پس دنیا میں اللہ تعالےٰ کی حمد قائم کرنے والا اور شرک کی کثافت سے دامن انسانیت کو پاک کرنے والا اور خالص توحید کی تعلیم پھیلانے والا جب منصب نبوت کے تمام امور کو سر انجام دے چکا اور خدا نے وعدہ کر لیا کہ اس کی پیش کی ہوئی تعلیم کو قیامت تک کے لئے محفوظ کر دے گا۔ اور دنیا نے

دیکھ لیا کہ صرف اسی کی لائی ہوئی کتاب اب تک محفوظ ہے۔ اور آئندہ کے لئے کسی نبی کی حاجت نہ رہی تو اعلان ہو گیا کہ اب حضور ہی قیامت تک تمام قوموں کے لئے نبی ہیں اور آئندہ اب کوئی نبی ظاہر نہیں ہوگا۔ پس آپ علمی حیثیت سے بھی آخری نبی ہیں اور عملی حیثیت سے بھی آخری نبی۔ آپ کے دیئے ہوئے علم کے بعد کوئی علم نہیں اور آپ کے کئے ہوئے عمل کے بعد کوئی عمل نہیں۔ آپ وہ آفتاب عالمتاب ہیں جس کی موجودگی میں چھوٹے چھوٹے مٹی کے دیئے جلانا یا موم بتیاں روشن کرنا ایک مضحکہ خیز امر ہے اب روحانی دنیا بقعۂ نور ہو چکی ہے جو اس میں داخل ہوا وہ نور محمدی سے منور ہو گیا۔ اب اسے کسی دیگر روشنی کی ضرورت نہیں۔

بکل شیئ علیما

حضور کا خاتم النبیین ہونا کسی انسانی فعل کا مرہون منت نہیں۔ کسی انسانی جماعت نے اس مضمون کا کوئی ریزولیوشن پاس نہیں کیا۔ اور نہ ہی حضور انتخاب کے ذریعے خاتم النبیین قرار دیئے گئے ہیں۔ حضور کو آخری نبی قرار دینے والی وہ ذات پاک ہے جس کا علم علےٰ کل شیئ محیط ہے۔ وہ تمام قوموں، تمام زمانوں تمام انسانوں کی ضروریات کو جانتا ہے وہ افراد اور اقوام کے آئندہ پیدا ہونے والے مسائل سے واقف ہے وہ فطرت انسانی کو خوب جانتا ہے اور اس کی جہات اور عزائم سے پوری طرح آگاہ ہے۔ اس نے ان تمام امور پر فیصلہ کن اور نتیجہ خیز تعلیم بھیجی ہے۔ اور اس تعلیم پر عمل پیرا ہونے کے لئے ایک انسان کو مبعوث کر دیا ہے۔ جس نے اپنی عمل پیرائی کا ایک کامل نمونہ دنیا کے سامنے رکھ دیا ہے۔ پس ہر شئے کے علم رکھنے والے خدا نے خبیر و بصیر مولا نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اب آئندہ دنیا کا مکمل دین اسلام ہوگا۔ کامل کتاب ہدایت قرآن ہوگا اور اکمل قابل تقلید نمونہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے جو کوئی کج بحثی کر کے اس اعلان کی بےحرمتی کرتا ہے وہ روحانی دنیا میں انتشار پیدا کرنے کا مرتکب ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس کے شر سے محفوظ رکھے۔ فاضل مدیر پیغام صلح کا حکم ہے کہ مضمون طویل نہ ہو۔ اس لئے اتنی ہی چند سطور پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ؛

چیمہ صاحب کا مضمون

جو نوجوانوں سے خطاب کے عنوان سے چل رہا ہے اس کی آخری قسط آئندہ اشاعت میں درج ہوگی اور اس کے بعد مودودی صاحب کے "قول سدید" پر تبصرہ کے جواب میں انکا ایک بصیرت افروز مضمون شائع ہوگا انشاءاللہ تعالیٰ۔

حضرت نبی کریم صلعم کے متعلق میثاق انبیاء

فخر الدین احمد راولپنڈی

(۱) وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا ولٰکن اکثر الناس لا یعلمون

اور ہم نے تجھے تمام ہی لوگوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (السبا - ۲۸)

(۲) قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی لہ ملک السمٰوٰت والارض لا الٰہ الا ھو یحیی ویمیت فاٰمنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذی یؤمن باللہ وکلمٰتہ واتبعوہ لعلکم تھتدون ——— (اعراف - ۱۵۸)

سلسلہ انبیاء

غور و فکر کرنے والوں کے لئے دنیا میں خداوند کریم کی قدرت کے جلوے ہمیشہ سے تاباں اور درخشاں ہیں، یہ کائنات ایک کھلی ہوئی کتاب ہے۔ اس کا ہر ورق اور ہر ایک لفظ ہستی باری تعالےٰ پر ایک واضح دلیل ہے۔ اللہ نے آدم کو جب خلعت خلافت الٰہیہ سے سرفراز کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو ملائک نے عرض کی کہ باری تعالےٰ اگر نوع بشر کی آفرینش سے مقصود تسبیح و تحمید ہی ہے تو ہم یہ خدمت بجالانے کے لئے موجود ہیں۔ آدم کا خمیر چونکہ متنوع اجزا سے مرکب ہے اس لئے اس سے فساد اور خونریزی ضرور سرزد ہوگی۔ حضرت احدیت اور صمدیت نے ان کے اس شک اور غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا علم تمہارے وہم و گمان پر محیط ہے۔ مجھے تحمید و تسبیح کی ضرورت نہیں میں صمد ہوں۔ مجھ سے کوئی شے مستغنی نہیں۔ میں کسی کا محتاج نہیں بلکہ سب کا حاجت روا ہوں۔ پھر اسی موقعہ پر آدم کو مخاطب کر کے ایک عام حکم دیا کہ

"اگر میری طرف سے تمہارے پاس کوئی ہدایت آئے تو جس نے میری ہدایت کی پیروی کی سو ان کو ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے"

چنانچہ بدی سے بچنے کے لئے اور نیکی پر گامزن ہونے کے لئے ایک طرف تو نبی آدم کو علم عطا کیا اور دوسری طرف اس کے لئے سلسلہ انبیاء جاری کر دیا۔ یہ بھی اس کی شان صمدیت کا ایک کرشمہ ہے کہ ہدایت پانے والوں کی حاجت برآری کر دی۔

انبیاء کی بعثت کا عام قانون

خداوند کریم ساری خلق کا پیدا کرنے والا ہے عجمی اور عربی۔ گورے اور کالے سب اسی کی مخلوق ہیں۔ وہ اکیلا ان سب کا رب ہے۔ ان کا صمد ہے۔ ان کا حاجت روا ہے۔ ان کا ہادی ہے۔ یہ ساری دنیا جو مختلف قوموں اور قبیلوں میں منقسم ہے آدم اور حوا کی اولاد ہے۔ ان کی اصل ایک ہے۔ قوموں اور قبیلوں کی تقسیم تو ایک دوسرے کی جان پہچان کے لئے تھی، خدا کسی خاص قوم یا قبیلے کو عزیز نہیں رکھتا مگر اس کو جو اس کے حکم پر چلتا ہے۔ اس کے قرب کو پانے کے لئے اعمال صالحہ درکار ہیں نہ کہ کسی خاص قوم یا خاص نسل سے تعلق۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے ہر قوم اور ہر بستی میں نبی بھیجے تاکہ وہ ان لوگوں کو خدا تک پہنچنے کا راستہ بتائیں، اس انعام سے کوئی قوم محروم نہیں رہی۔ پھر ان نبیوں کو اللہ تعالےٰ نے کتابیں بھی دیں تاکہ وہ ان کے ذریعہ لوگوں کے باہمی اختلافات کا فیصلہ بھی کریں۔ چونکہ دنیا میں اس وقت کوئی بین الاقوامی رابطہ قائم نہ ہوا تھا اس لئے یہ نبی مختص القوم اور مختص الوقت تھے۔ کافۃ للناس کے لئے ایک ہی نبی مبعوث ہوا اور اس کا زمانہ بعثت سب نبیوں سے آخر میں رکھا گیا کیونکہ مشرق اور مغرب، شمال اور جنوب میں بُعدِ مسافت میں کمی آنے کا یہی وقت تھا۔ تاریخ کوئی پہلے کا زمانہ نہیں بتا سکتی جب ربع مسکوں میں باہمی میل جول اور آمد و رفت اس قدر بڑھ چکا ہو کہ یورپ۔ ایشیا اور افریقہ میں تجارت کے ذریعہ رسل و رسائل میں آسانی پیدا ہو گئی ہو۔

آنحضرتؐ خاتم النبیین ہیں

رسول عربی صلعم تمام قوموں اور زمانوں کے لئے مبعوث ہوئے۔ آپ پر یہ سلسلہ انبیاء ختم ہو گیا۔ بنی نوع انسان میں عالمگیر اتحاد پیدا کرنے کے لئے آپ کو ساری دنیا کے لئے رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا گیا۔ ایک خدا ایک نبی ایک کتاب، مختلف اقوام اور قبائل کو شیر و شکر کرنے کے لئے ہیں۔ نسل انسانی کی اصل ایک۔ ابوالبشر ایک۔ پھر ان کے لئے خاتم الانبیاء بھی ایک ہی ہونا چاہیئے تھا۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جس دین کو سکھانے کے لئے اور جو فیوض الٰہیہ لیکر آنحضرت صلعم سے پہلے انبیاء کرام مختلف قوموں اور مختلف زبانوں میں مبعوث ہوئے اس دین کی تکمیل اور اس نعمت کا اتمام رسول عربی صلعم کے ذریعہ ظہور میں آیا۔ آپ کی بعثت نے شریعت مکمل کر دی اور رشد و ہدایت کی نعمت پوری ہو گئی۔ اب نہ کسی شریعت کی حاجت ہے نہ کسی کتاب کی ضرورت ہے۔ بنی نوع انسان کے لئے اب کسی نبی کی ضرورت نہیں۔ یہ دین ان سابقہ انبیاء کرام کی تعلیمات کو لئے ہوئے ہے۔ اسی لئے اس زندہ اور کامل نبیؐ نے دنیا بھر کو دعوت عام دی ہے۔ کہ

"اے لوگو تمہارے پاس انبیاء سابق کی تعلیمات اور ارشادات موجود ہیں۔ اس بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان امر مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب بنائے"

یہ دعوت، اتحاد جو آج سے پونے چودہ سو سال قبل سرزمین عرب سے دی گئی۔ رسول اکرمؐ کے خاتم الانبیاء ہونے پر دلیل ہے انبیاء کی بعثت کی غرض چونکہ انسانوں کو خالق حقیقی کی عبودیت میں داخل کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے آخری نبی کے سوا کوئی نبی یہ دعوت نہیں دے سکتا۔ خدا کی عبادت کو امر مشترک قرار دے کر آنحضرت صلعم نے تمام قوموں کو توجہ دلائی ہے کہ دیکھو ہم ایک ماں باپ کی اولاد ہیں اور ایک خدا کے پرستار ہیں۔ ہم ایک دوسرے سے متحارب نہیں رہ سکتے۔ خدائے واحد کے پرستار بنی نوع انسان کو خدا سے ملانے کے لئے مل کر کوشاں ہوں تو دنیا میں خدا کی بادشاہت بہت جلد قائم ہو سکتی ہے عالمی امن قائم کرنے کے لئے اور وقوع شر کے لئے اس متحدہ پلیٹ فارم پر جمع ہونا ضروری ہے۔

بین الاقوامی اتحاد

جب ہمارا معبود ایک ہے۔ ہماری کتاب ایک ہے۔ خدا تک پہنچنے کا راستہ ایک ہے تو آپس میں منافرت کہاں رہ جاتی ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں مختلف جماعتیں موجود ہوتی ہیں مگر اس ملک کا آئین (CONSTITUTION) ایک ہی ہوتا ہے اور اس ملک کا ہر حاکم۔ آفیسر اور مجلس قانون ساز کا رکن۔ وزیر اور فرمانروا اس آئین کی پابندی کا حلف اٹھاتا ہے۔ یہ تو ملک ملک کی بات ہے مگر یہ دنیا کی آبادی خدائے واحد و یگانہ کا ایک کنبہ ہے اور وہ سب کا داتا ہے۔ اس کی مملکت کا بھی ایک آئین ہے جس طرح ملک کا آئین اس ملک کے باشندوں کی مرفہ الحالی آسودگی امن اور خوشحالی کا ضامن ہوتا ہے اسی طرح یہ الٰہی آئین دنیا بھر کے لئے امن۔ مرفہ الحالی اور خوشحالی کا پیغام ہے۔ اگر کوئی جمعیت الاقوام خلوص نیت سے ربع مسکوں میں صلح اور آشتی کی فضا پیدا کرنے کی متمنی ہے تو اسے اس دعوت کو بنظر غور دیکھنا چاہیئے جو رسول عربی صلعم نے دے رکھی ہے۔ اور جس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ مختلف اقوام کو متحد کرنے کا نہیں۔

میثاق النبیین

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ دنیا میں کوئی

خطہ۔ کوئی بستی کوئی ملک اور کوئی قوم ایسی نہیں جس میں نبی مبعوث نہ ہوا ہو۔ اور ایسا ہی اس قوم، قبیلے یا ملک کے لئے کوئی کتاب نہ لایا ہو۔ ان انبیائے کرام کی تعلیمات اور ارشادات بھی کسی حد تک محفوظ چلے آتے ہیں مگر برور ایام ان میں کسی نہ کسی رنگ میں تحریف بھی ہوتی چلی آئی ہے اللہ تعالےٰ نے ان انبیائے کرام سے وعدہ کیا تھا اور ان سے عہد لیا تھا کہ ایک نبی آخر الزمان ظاہر ہوگا۔ جو تمہاری تصدیق کرنے والا ہوگا۔ پس تم اپنی اپنی امتوں کو تلقین کر دیں کہ جب وہ نبی موعود دنیا میں ظاہر ہو تو اس پر ایمان لائیں اور اس کی نصرت پر کمربستہ ہوں۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ ۝

چنانچہ ان انبیاء نے اپنے اپنے وقت میں یہ اقرار کیا کہ وہ اس عہد کی پابندی کریں گے۔ اس طرح ہر نبی نے اس آنے والے عظیم الشان نبی کے لئے پیشگوئی کی اور اپنی قوم اور امت کو تاکید کی کہ اس موعود نبی پر ایمان لانا ہوگا۔ گویا اتحاد اور وحدت نسل انسانی کی دعوت دینے والا کوئی غیر معروف نبی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نبی ہے جس کے بارے میں انبیاء سابقین بشارات دے چکے ہیں مگر جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے ان انبیاء کی تعلیمات اور ارشادات ردّ و بدل سے بچ نہیں سکے آنحضرت صلعم کی نسبت پہلی کتب میں پیشگوئیوں کے موجود ہونے کی شہادت بھی کلام پاک یزداں سے ملتی ہے۔ ان بشارات کے بیان کرنے سے قبل یہ ذکر کر دینا ضروری ہے کہ آنحضرت کی بعثت کے وقت داخل کر دی گئی ہوں۔

اب منصف مزاج اور عقل سلیم رکھنے والوں کے لئے تین شہادتیں موجود ہیں کہ وہ موعود نبی سرزمین عرب میں مبعوث ہو چکا ہے۔ سب سے پہلی شہادت یہ ہے کہ سابقہ انبیاء کرام سے عہد لیا گیا کہ تمہارے بعد ایک رسول آئے گا جو تمہاری تعلیم اور کتاب کی تصدیق کرنے والا ہوگا اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا تمہاری امتوں پر فرض کیا گیا ہے۔ اس عہد کو پورا کرنے کا ان برگزیدہ ماموروں نے اقرار کیا۔ جب آنحضورؐ کی بعثت ہوئی تو یہ دوسری شہادت ہے کہ آپ ہی وہ موعود نبی ہیں۔ کیونکہ آپ کی نبوت کا اقرار مکمل نہیں ہو سکتا جب تک آپ سے پہلے آنے والے انبیاء اور ان کی کتابوں پر ایمان کا اقرار نہ کیا جائے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ رسول عربی ہی مصدق لما معکم ہیں۔ اب آپ نے کسی نبی کی پیشگوئی نہیں کی جو آپ کے بعد آنے والا ہو۔

اور یہ وجہ بھی کیوں کہ دین تو آپ نے مکمل کر دیا، اور خدا نے جو نعمت انبیاء دیتی تھی وہ بھی تمام کی تمام اس رسول عربی کے ذریعہ انہیں دے دی۔ آپ زندہ اور کامل نبی بھی ہیں اور خاتم النبیین بھی۔ اور یہ تیسری شہادت ہے کہ جس نبی کی بعثت سے رشد و ہدایت کا یہ سلسلہ جو آدم صفی اللہ سے شروع ہو کر پایۂ تکمیل کو پہنچا وہی سب انبیاء کا موعود اور نبی آخر الزمان ہے۔

بشارات احمدیہ

پہلی کتب سماویہ زمانے کی دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ ان میں لفظی ردّ و بدل بھی ہوتا رہا یہ شرف ایک ہی کتاب کو حاصل ہے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ خداوند تعالےٰ نے لیا۔ آج ڈیڑھ ہزار سال گذرنے کے بعد بھی یہ کتاب لفظی تحریف سے مبرا ہے۔ اس کی کوئی آیت کوئی حکم منسوخ نہیں۔ اگر آنحضرت صلعم اپنے پیشرو انبیاء کرام کے مصدق ہیں تو یہ کتاب بھی پہلی شریعتوں اور کتب سماویہ کی مصدق ہے جس طرح رسول عربی صلعم پہلے انبیاء کی تعلیمات کو مکمل کرنے والے ہیں اسی طرح یہ کتاب بھی ایک مکمل شریعت اور ضابطہ حیات کی حامل ہے۔ اس پاک کتاب نے جہاں موجودہ ادیان کی غلط روش کو آشکارا کیا ہے وہاں ان پر اتمام حجت کے لئے انہیں کی بیّنات کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ اس مضمون میں قرآن مجید سے صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے

سورۃ والتین

قرآن مجید کی پچانویں سورت کا نام التین ہے یہ سورت ابتدائی مکی زمانہ کی ہے جب آنحضرت صلعم اور آپ کے ساتھیوں پر عرصۂ حیات تنگ کیا جا رہا تھا۔ اشاعت دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کی راہ میں قدم قدم پر رکاوٹیں کھڑی کی جاتی تھیں۔ اس زمانہ میں خدا نے لم یزل کی پاک وحی بڑے بڑے ادیان کو اس میثاق النبیین کی طرف توجہ دلاتی ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ اور ان کو ملزم گردانتی ہے کہ اب جو وہ نبی موعود ظاہر ہو گیا ہے جس کی بعثت کے بارے میں تمہاری کتابوں میں بشارتیں موجود ہیں تو تم پر لازم ہے کہ اپنے اپنے قومی نبیوں کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے اس نبی پر ایمان لاؤ اور اس کی نصرت پر کمربستہ ہو جاؤ جس زمانہ میں یہ سورت نازل ہوئی اس وقت دنیا میں ظلمت اور فساد کا دور دورہ تھا۔ عیسائی، یہودی اور بدھ تعداد کے لحاظ سے تین بڑے بڑے مذہب تھے۔ ان کے علاوہ عرب کا ایک ... دین حنیفیت کا پیرو تھا۔ چنانچہ اس سورت میں انہیں چار مذاہب کو خطاب کیا ہے اور آنحضرت صلعم کے نبی برحق ہونے پر چار شاہدوں کو پیش کیا ہے (۱) تین (۲) زیتون (۳) طور سینا (۴) بلد الامین۔

تین

ان چار گواہوں میں سے دو تو مشہور پھلوں کے نام ہیں اور دو مشہور مقامات کے یعنی علی الترتیب تین اور زیتون اور طور سینا اور بلد الامین یعنی مکہ معظمہ۔ بعض علماء کے خیال میں تین اور زیتون سے مراد بنی اسرائیلی انبیاء ہیں اور طور سینا کا اشارہ موسوی سلسلہ انبیاء کی طرف ہے بنی اسرائیل کے انبیاء کا سلسلہ موسوی سلسلہ سے الگ نہیں۔ اس لئے تین۔ زیتون اور طور سینا سے مراد تین عظیم الشان نبی ہو سکتے ہیں۔ تین کے معنے انجیر کے ہیں اور اس کا استعمال بڑ کے پھل گولر کے لئے بھی کیا جاتا ہے گولر کو مغربی مستشرقین نے INDIAN FIG یا ہندوستانی انجیر مانا ہے۔ اس لئے تین بڑ کے درخت کو بھی کہا جاتا ہے۔ اب تاریخ گواہ ہے کہ بڑ کے درخت کو بھی سلسلۂ انبیاء سے تعلق ہے گوتم بدھ نے جن کے ماننے والے کروڑوں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں گیا کے مقام پر بڑ کے درخت کے نیچے ہی گیان حاصل کیا۔ بڑ کا درخت بدھ مت میں بڑا مانا جاتا ہے۔ اسی درخت کے نیچے حضرت بدھ کو کشف ہوا۔ اور انہوں نے وہیں سے تبلیغ شروع کی۔ اس لئے تین کا اشارہ بدھ کی تعلیم کی طرف ہے۔ یہ توجیہ اس لئے بھی قرین قیاس ہے کہ مہاتما بدھ نے بھی ایک نبی موعود کی پیشگوئی کی ہے۔ یہ پیشگوئی بدھ مت کی مشہور کتاب گوتم بدھ کی انجیل (مترجمہ کاروس صفحہ ۱۸-۲۵) میں موجود ہے پیشگوئی کے الفاظ قرآن مجید کے مضمون کی لفظ بلفظ تائید کرتے ہیں۔ مہاتما بدھ سفر آخرت پر روانہ ہونے والے ہیں۔ ان کا پیارا شاگرد آنند بیقرار ہو کر پوچھتا ہے کہ اے استاد مقدس اب تیرے بعد کیا ہوگا تو ایک نور تھا جو اس ظلمت کدہ میں ضوفگن تھا اب تیرے بجھنے سے اندھیرا چھا جائے گا۔ ہم کس طرح اس راہ پر قائم رہیں گے۔ کون ہماری رہنمائی کرے گا مہاتما بدھ فرماتے ہیں :-

"اس دنیا میں میں کوئی ایک ہی بدھ نہیں آیا ہوں اور نہ میں اس سلسلہ کا خاتم ہوں وقت مقررہ پر دوسرا بدھ مبعوث ہوگا ایک نہایت ہی مقدس۔ ذو اعلیٰ نورِ حکمت کا حصہ وافر جسے دیا جائے گا۔ اقبالمند اسرار کائنات کا عالم ہوگا۔ نسل انسانی کا بے نظیر ہادی اور جن و انس کا معلم ہوگا وہ انہی ازلی صداقتوں کا اظہار تم پر کرے گا جو میں نے تمہیں سکھائی ہیں وہ اپنے دین کی تبلیغ کرے گا، جو اپنی حقیقت کے اعتبار سے شاندار ہے۔ منتہائے کمال اور انتہائی عروج کے مقام پر پر شکوہ ہے وہ دینداری کی زندگی کا اظہار کرے گا جو سرتاسر کامل اور مطہر ہوگی جیسا کہ میں اب کرتا ہوں۔ اس کے شاگردوں کا شمار

ہزاروں تک جب ... کہ میرے شاگردوں
کی تعداد ہزاروں سینکڑوں تک ہے"

آج مشرق بعید کا معتد بہ حصہ بدھ مت کا پیرو ہے یقیناً وہ اس آنے والے بدھ کے لئے چشم براہ ہیں جو انہیں ان ازلی صداقتوں سے آگاہ کرے گا جیسے گوتم بدھ کرتا رہا۔ ہاں ہاں یہ آنے والا بدھ منتہائے کمال اور انتہائی عروج کے مقام پر ہوگا۔ وہ نسل انسانی کا بینظیر ہادی اور جن و انس کا معلم ہوگا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اسی موعود بدھ کی شان میں مدح سرائی کی ہے۔ فرماتے ہیں ؎

شد عیاں از وے علی الوجہ الاتم
جوہر انساں کہ بود آں مضمرے
ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے
آفتابِ ہر زمین و ہر زماں
رہبرے ہر اسود و ہر احمرے
روشنی از وے بہر قومے رسید
نور او رخشید بر ہر کشورے

زیتون

زیتون ایک پھل کا نام ہے اور اس نام کی ایک پہاڑی بھی ہے۔ جو یروشلم کے قرب و جوار میں ہے عیسوی تاریخ کے مطابق حضرت مسیح اسی پہاڑی سے آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ اس اعتبار سے اپنے شاگردوں کے نام آپ کا آخری کلام کوہ زیتون پر قیام کے دوران میں ہی ہوا۔ اگر مہاتما بدھ نے جہانِ فانی سے رخت سفر باندھتے وقت آنند کو تسلی دی کہ گھبراؤ نہیں تکمیل دین کے لئے ایک دوسرا اور آخری بدھ آنے والا ہے جس کی یہ یہ صفات ہوں گی تو کوہ زیتون پر حضرت مسیح بھی اپنے غمگین اور حزین شاگردوں کو امید دلاتے ہیں :-

"اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو میرے حکموں کو مدنظر رکھو۔ میں باپ سے دعا کروں گا اور وہ تمہیں ایک دوسرا فارقلیط دے گا۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوگا۔ روح حق جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ وہ اسے نہیں دیکھتی اور نہ اسے جانتی ہے لیکن تم اسے پہچانو گے کیونکہ وہ تم میں ہمیشہ رہے گی۔ میں تمہیں یتیم نہ چھوڑوں گا۔ میں تمہارے پاس آؤں گا"

(یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۵ تا ۱۸)

"تاہم میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا ہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ اگر میں نہ جاؤں تو فارقلیط تمہارے پاس نہ آئے گا۔ اگر میں جاؤں تو میں اسے تمہارے پاس بھیجدوں گا۔ جب وہ آئے گا تو دنیا کو گناہ، نیکی اور عدالت سے ملزم گردانے گا۔ گناہ سے اس لئے کہ انہوں نے مجھے نہیں مانا۔ صداقت سے اس لئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے نہ دیکھو گے۔ عدالت سے اس لئے کہ دنیا کا سردار آزمایا جائے گا۔ میری اور بھی بہت سی باتیں ہیں جو میں تمہیں کہنا چاہتا ہوں مگر تم میں ابھی ان کی برداشت نہیں۔ البتہ جب وہ روح حق آئے گی تو وہ تمہیں ساری سچائی کی طرف رہنمائی کرے گی کیونکہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گی مگر جو کچھ وہ سنے گی وہی کہے گی اور وہ تمہیں آیندہ کی خبریں دیگی"

(یوحنا باب ۱۶ آیت ۷ ـ ۱۳)

اس موعود کی آمد کو عیسائی علماء نے مبارک امید (طیطس ۲ : ۱۳) قرار دیا مگر افسوس حضرت مسیح کو جو خدشہ تھا وہ سچ ثابت ہوا اور بہت کم مسیحیوں نے اس مبارک امید کی صداقت پر گواہی دی۔ حضرت مسیح کو اس کا بہت ڈر تھا کیونکہ وہ اس نبی موعود پر ایمان لانے کے لئے تاکید اور وصیت کرنے کا اقرار کر چکے تھے (راقم)

"خبردار رہو۔ جاگتے رہو، اور دعا میں لگے رہو تم نہیں جانتے کہ وقت کب آئے گا کیونکہ ابن آدم اس آدمی کی مانند ہے جو دور کی مسافت پر اپنے گھر سے دور گیا ہے اس نے اپنے نوکروں کو اختیار دیا ہے اور ہر شخص کو اس کا کام بتا دیا ہے اور دربان کو ہوشیار رہنے کا حکم دیا ہے۔ اس لئے تم خبردار رہو کہ تم نہیں جانتے کہ گھر کا مالک کب آئیگا شام کے وقت یا آدھی رات کو یا مرغ کی اذان کے وقت یا صبح کو ایسا نہ ہو کہ اچانک آ کر وہ تمہیں سوتا ہوا پائے سو میں تمہیں کہتا ہوں اور میں سب کو کہتا ہوں کہ خبردار رہو"

(مرقس ۱۳ : ۳۴ تا ۳۷)

طور سینا

سلسلہ موسوی کی ابتدا حضرت موسےٰ علیہ السلام کی بعثت سے ہوتی ہے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام سے سلسلہ مخاطبہ و مکالمہ الٰہیہ بھی کوہ طور پر شروع ہوا اور تورات کا نزول اور تکمیل شریعت موسوی میں بھی اس پہاڑ کا ذکر آتا ہے۔ اسی پہاڑ کے دامن میں بنی اسرائیل سے میثاق غلیظ لیا گیا۔ چنانچہ سلسلہ موسوی کی کتابوں میں بھی حضرت رسول کریم صلعم کی بعثت کی پیشگوئیاں موجود ہیں۔ مثلاً :-

عرب کی بابت الہامی کلام :-

"عرب کے صحرا میں تم رات کاٹو گے۔ اے ددانیوں کے قافلو پانی لے کے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو روٹی لے کے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو کیونکہ وے تلواروں کے سامنے ننگی تلوار سے اور کھچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔ کیونکہ خداوند نے مجھ کو یوں فرمایا ہنوز ایک برس ہاں مزدور سے ایک ٹھیک برس قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی اور تیر اندازوں کے جو باقی رہے قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا"

(یسعیاہ ۲۱ : ۱۳ - ۱۷)

"میں ان کے لئے اُن کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا"

(استثناء ۱۸ : ۱۸)

اب مثیل موسےٰ ہونے کا دعویٰ نہ حضرت یحییٰ نے کیا نہ حضرت مسیح نے ہاں آنحضرت صلعم کی ابتدائی وحی میں یہ الفاظ ضرور موجود ہیں انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا۔ (المزمل ۷۳ ـ ۱۵)

بلد الامین

بلد الامین سے مراد مکہ معظمہ ہے جو ام القریٰ ہے جیسا کہ سورۃ القصص میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا :-

" وما کان ربك مھلك القریٰ
حتیٰ یبعث فی امھا رسولاً
یتلوا علیھم اٰیتنا ج وما کنا
مھلکی القریٰ الا واھلھا
ظٰلمون (۵۹)

اور پھر فرمایا :-

" لا اقسم بھذا البلد ہ وانت
حلٌ بھذا البلد ہ

بلد الامین گواہ اس لئے ٹھہرایا ہے کہ اس مقدس شہر کو تاریخی حیثیت حاصل ہے۔ اسی شہر میں دنیا میں خدا کا پہلا گھر تعمیر ہوا اور اس کی تعمیر حضرت ابراھیم کے مبارک ہاتھوں سے ہوئی۔ ان کے فرزند حضرت اسمٰعیل بھی اپنے باپ کے ساتھ اس خانۂ خدا کی جو مرجع خلائق بننے والا تھا تعمیر میں کوشاں تھے۔ اور اپنے ربّ کے حضور دعا کرتے تھے :-

اے ہمارے ربّ ہم سے قبول فرما بے شک تو سننے والا جاننے والا ہے اے ہمارے رب اور ہم کو اپنے فرمانبردار بنا اور ہماری نسل سے ایک گروہ اپنا فرمانبردار۔ اور ہمیں ہمارے حج کے احکام بتائیو اور ہم پر رحمت سے توجہ فرمائیے شک تو رحمت سے توجہ فرمانے والا رحم کرنے والا ہے۔ اے

ہمارے رب اور ان میں انہی میں سے ایک
رسول اُٹھا جو اُن پر تیری آیات پڑھے
اور ان کو کتاب اور حکمت سکھائے اور
ان کو پاک کرے۔ بیشک تو غالب حکمت
والا ہے" (البقرہ ۱۲۷-۱۲۹)

اس دُعا نے شرف قبولیت پایا اور اسی بلد الامین میں رحمت سے توجہ فرمانے والے نے رحمۃ للعالمین مبعوث فرمایا۔ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید۔

آنحضرت صلعم زندہ اور کامل نبی ہیں

ان چار شہادتوں کو پیش کر کے خداوند قدوس نے فرمایا کہ بنی نوع انسان کے لئے زندہ اور کامل نبی اور مزکی اور مظہر ہستی کامل نمونہ جو خالق حقیقی کی تخلیق کا احسن تقویم ہے وہ رسول عربی کی ذات مستجمع الصفات ہے آپ کافۃ للناس کے لئے بشیر بھی ہیں اور نذیر بھی۔ آپ کی اقتداء سے انسان بلند سے بلند مقامات پا لیتا ہے اور آپ کے انکار سے وہ اسفل السافلین میں جا گرتا ہے۔ آپ کی اقتداء کون کرتے ہیں الذین آمنو وعملوا الصلحت۔ اس گروہ کے لئے نہ منقطع ہونے والا اجر بھی ہے اور بلندئی درجات بھی، مبارک ہے وہ انسان جو اس موعود نبیؐ پر ایمان لاتا ہے اور اعمال صالحہ بجا لاتا ہے۔ اس کے علو مرتبت کا وعدہ بھی ہے اور نہ ضائع ہونے والا اجر بھی۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب یہ سورت مبارکہ پڑھی جاتی تو صحابہ کرام سورۃ کے ختم ہونے پر بلند آواز سے جواباً بلیٰ وانا علیٰ ذالک من الشاھدین کہتے تھے ان برگزیدہ اصحاب نے فی الحقیقت احکم الحاکمین کے حضور اپنی زبانوں اور عملوں سے یہ حقیقت سچ کر دکھائی ان کی مثال آج بھی ہمارے لئے موجود ہے۔ ہم بھی اگر آنحضرت صلعم کی اقتداء اختیار کر لیں اور اپنے اعمال اور اقوال سے اسلام پر قائم ہونے کا ثبوت پیش کریں تو ہم بھی اسفل السافلین کے گڑھے میں گرنے سے یقیناً بچ جائیں گے۔

اے خداوندم بنام مصطفےٰ
کس شدی در ہر مقامے ناصرے
دست من گیر از رہ لطف و کرم
در مہم باش یار و یاورے
اے خدا بر شے سلام ما رساں
ہم برادرانش زہر پیغمبرے

خط وکتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

خطبات نبوی

(بسلسلہ صفحہ ۶)

کی خواہش کرے گا کہ تم لوگ اپنے چھوٹے اعمال کی پرواہ نہ کرو تم اس کے ان حملوں سے اپنے دین میں ڈرتے رہو۔

—— ✶ ——

"اے لوگو مومن باہم بھائی بھائی ہیں کسی شخص کو اپنے بھائی کا مال حلال نہیں مگر ہاں اجازت سے"

—— ✶ ——

"خبردار میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کو قتل کرنے لگ جاؤ میں نے تم میں ایسی کتاب چھوڑی ہے کہ اگر اس کو مضبوط کر کے پکڑو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ تمہارے رب کی کتاب ہے"

—— ✶ ——

"اے لوگو تمہارا خدا ایک ہے۔ اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ تم تمام آدم کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے۔ خدا کے نزدیک وہی بزرگ ہے جو زیادہ متقی ہے عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں مگر ہاں تقوے اور خشیۃ اللہ سے دیکھو لوگ غیر حاضروں کو میرا پیغام پہنچا دیں۔

—— ✶ ——

"لوگو میں تم کو پیغام حق پہنچا چکا! اے خدا گواہ رہو"

اخبار احمدیہ

سانحہ ارتحال

میر مدثر شاہ صاحب مرحوم کے صاحبزادہ سید عبدالحی صاحب کراچی سے لکھتے ہیں کہ ۱۹ ستمبر کو میری بھابھی یعنی میر صاحب مرحوم کی نواسی چوہدریاں کرم الٰہی صاحب احمدی ہیڈ ماسٹر صاحب راولپنڈی کی صاحبزادی تھیں بعمر ۲۸ سال اس دار فانی سے کوچ کر کے اپنے مالک حقیقی سے جا ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ ایک پانچ سالہ لڑکا اور چار سالہ لڑکی اپنے پیچھے چھوڑ گئی ہے۔ اس صدمہ میں ہمیں مرحومہ کے تمام پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے، احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے

درخواست دُعا

راولاکوٹ (پونچھ) سے مرداد نواز خان صاحب نمبردار اطلاع دیتے ہیں کہ میں ذیابیطس سے بیمار چلا آرہا ہوں، احباب کرام سے درخواست ہے کہ میری صحت کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

جلسہ میلاد النبی صلعم

یوں تو رب العالمین کی حمد وثنا اور رحمۃ للعالمین پر درود وصلوٰۃ دن اور رات کے ہر لمحہ میں جاری ہے لیکن سال کے اس خاص دن جب حضرت نبی کریم صلعم کی ولادت باسعادت ہوئی انسان اللہ کریم ورحیم کے اس رحم وکرم کا تہ دل سے شکر گذار ہوتا ہے کہ اس نے اس دن بے بس، مجروح اور پراگندہ ضمیر انسانیت کو طبیب روحانی عطا کیا۔

اسی تشکر کے اظہار کے لئے ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور نے بھی یوم میلاد کے مبارک موقعہ پر ایک تقریب کا اہتمام کیا، بعد از نماز عصر اپنے محسن رسول اقدس نبی کریم صلعم کی یاد منائی۔ اس عقیدتمندانہ محفل کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ رانا احمد علی صاحب بی اے نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک منظوم کلام در شان محمدؐ بڑے دلکش انداز میں پڑھا جس سے محفل جھوم اٹھی مسٹر سعید احمد صاحب، محمد عبدالستار صاحب آف ڈھاکہ، جناب شیخ غلام قادر صاحب اور جناب خادم صاحب نے یکے بعد دیگرے رسول مقبول صلعم کی حیات مقدسہ، سیرت مبارکہ اخلاق حمیدہ اور افعال جمیلہ پر موثر طریق سے روشنی ڈالی جس سے سامعین وحاضرین کرام بہت محظوظ ہوئے اور انہیں ایک روحانی تسکین حاصل ہوئی۔ مزید اصرار پر رانا صاحب نے ایک اور نظم پڑھی، بعد ازاں حاضرین میں انگوروں کی شیرینی تقسیم کی گئی۔ اس طرح حضرت احمد مرسل کی یاد میں درود وصلوٰۃ کے محبت بھرے اور عقیدتمندانہ پھول نچھاور کرتی ہوئی یہ مجلس برخاست ہوئی۔

بندۂ احقر۔ بشیر سوز۔ سامانوی
سیکرٹری، ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن احمدیہ بلڈنگس لاہور

تقریب شادی

معروف گنج بہار شریف (ہندوستان) سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ:۔

"یہ بات خوشی سے سُنی جائے گی کہ شنبہ ۵ اکتوبر کا دن گذار کر ۸ بجے شب میں مولوی بدر الدین سلمہ سیلیقہ انسپکٹر سی۔ بی (دیکم) ہمشیرہ زادہ ایم اے صمد ریٹائرڈ سب جج کی تقریب شادی احمدیہ چاپے پل میں ادیبہ بشریٰ سلمہا برادر زادی ایم اے صمد کے ساتھ زیر اہتمام دفتر "اشاعت الحق" انجام پائی۔ جو بالکل اسلامی قرار پایا۔ اور کوئی بات غیر شریعت نہ ہونے پائی۔ پاکیزہ خیالات کے غیر احمدی حضرات بھی شریک ہوئے دعا ہے کہ یہ عقد مبارک ہو۔ اور ہر دو دُلہا اور دلہن کو تبلیغ اسلام کی توفیق ہو۔

ناچیز۔ ایم اے صمد

مہر و مہ ہم منفعل پیشِ جمالِ مصطفیٰ

مولانا مرتضیٰ خان حسن

بے نیاز از ہر دو عالم میشوم اے ہمنشیں
اندراں وقتیکہ می آید خیالِ مصطفیٰ

حسنِ بے پایانِ اُو مثلے ندارد در جہاں
مہر و مہ ہم منفعل پیشِ جمالِ مصطفیٰ

جرعۂ از آبِ او بخشد حیاتِ جاوداں
خوشتر از صد چشمۂ حیواں زلالِ مصطفیٰ

سر فگندہ پادشاہاں پیشِ اُو با صد نیاز
سطوتِ کسریٰ و قیصر پائمالِ مصطفیٰ

آشکار از آیۂ ادنیٰ مقامِ قربِ اُو
ظاہر از شق القمر شانِ کمالِ مصطفیٰ

لمعہ افگن بر ہمہ عالم ضیائے مہرِ اُو
سرمۂ چشمِ جہاں خاکِ نعالِ مصطفیٰ

صادق اندر قول و فعلش زِ ابتدا تا انتہا
آنچہ قالِ مصطفیٰ آں ہست حالِ مصطفیٰ

ہمچو مہر و مہ درخشاں در دو عالم بالیقیں
جملہ اصحابِ کبارش نیز آلِ مصطفیٰ

پاکستانی صنعت
کی سرپرستی ہمارا پہلا فرض ہے
صنعتی ترقی ہمارے ملک کی قوت اور اقتصادی استحکام کی علامت ہے سب کو اس اعلےٰ مقصد کے حصول کیلئے کوشاں رہنا چاہیئے
کالونی ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسمٰعیل آباد
حتی المقدور اس بلند مقصد کی طرف مصروف جہد ہے ہماری ملوں میں ۷۵،۰۰۰ تکلے اور ۱۵۲۰ کھڈیوں سے علی الترتیب
۱۲،۰۰۰،۰۰۰ پونڈ سوت اور ۳،۵۰،۰۰،۰۰۰ گز کپڑا سالانہ تیار ہوتا ہے ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہم اس وقت تک چین سے
نہیں بیٹھیں گے جب تک کہ ہمارا ملک کپڑے کی ضرورت میں خود کفیل نہیں ہو جاتا ہماری استدعا ہے کہ اس
رفیع الشان مقصد کے لئے آپ بھی ہمارا ہاتھ بٹائیں۔
کالونی ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ اسمٰعیل آباد
ہفت روزہ "پیغام صلح"
قیمت سالانہ ۔ پاکستان سے چھ روپے ۔ ہندوستان سے چھ روپے ہندوستانی سکہ
ہندوستان میں ہمارے نمایندہ کا پتہ
شیخ انعام الحق صاحب ۔ مکان نمبر ۱۰-۱ اعظم پورہ ملک پیٹھ
حیدر آباد دکن (انڈیا)
پیغام صلح ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۸ء رجسٹرڈ ایل ۳۸۰۸ شمارہ نمبر ۴۰

جلد ۴۷ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۸ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۳ اکتوبر ۱۹۵۷ء | نمبر ۴۲

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعود)

چوہدری احمد دین صاحب کی وفات حسرت آیات

گذشتہ پرچہ پریس میں جا چکا تھا تو یہ افسوسناک اطلاع موصول ہوئی کہ ہماری جماعت کے ایک نہایت درخشندہ گوہر چوہدری احمد دین صاحب سکنہ چک نمبر ۸۱ جنوبی ضلع سرگودھا راہی عالم بقا ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ یہ افسوسناک خبر ہمیں مرحوم کے بھانجے چوہدری فضل داد صاحب پنشنر کے خط سے معلوم ہوئی جو حضرت امیر ایدہ اللہ کے نام موصول ہوا، اصل خط درج ذیل ہے :۔

مولانا مکرم صدر الدین صاحب ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میرے ماموں صاحب چوہدری احمد دین مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو اپنے وطن چک نمبر ۸۱ جنوبی ضلع سرگودھا میں انتقال فرما گئے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

آپ بالکل اچھے بھلے تھے اور اپنے کھیتوں میں کام کر رہے تھے کہ وہیں حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے دن کے چار بجے فوت ہو گئے ۔

آپ پہلے جماعت قادیان میں شامل تھے ۔ آپ کو جب صحیح علم ہوا تو فسخ بیعت کا اعلان غالباً ۱۹۲۴ء میں کر کے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بیعت کی آپ کی کوشش سے چک ۸۱ میں ایک بھاری جماعت پیدا ہو گئی ۔ مذہبی مسائل پر گفتگو آپ کا مرغوب مشغلہ تھا ۔

سلسلہ کے لٹریچر سے بڑی اچھی واقفیت تھی ۔ اور مسئلہ نبوت اور کفر و اسلام کے مسائل پر بہت عمدہ گفتگو کرتے تھے ۔ آپ نے اپنے چک میں اپنی جماعت کے لئے ایک علیحدہ مسجد تیار کروائی جس میں باقاعدہ مبلغ رہتے تھے ۔ اپنے چک میں جماعت کا سالانہ جلسہ کرواتے تھے جس میں مرکز سے علماء شرکت کرتے تھے مرکز کے سالانہ اجتماع میں اپنی جماعت کے ہمراہ شرکت کرتے تھے اور چندہ کی اپیل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے ۔ آپ مجلس معتمدین کے ممبر بھی تھے ۔

دنیا داری کے لحاظ سے بھی آپ نے ایک کامیاب زندگی گذاری ۔ آپ نہایت بلند ہمت اور صاحب عزم تھے ۔ گو آپ ایک معمولی زمیندار تھے لیکن فراخ دل ۔ عالی حوصلہ اور مہمان نواز تھے ۔ اور اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کے باعث علاقہ بھر کے چھوٹے موٹے جھگڑے اور تنازعات اپنے ذاتی رسوخ اور منصف مزاجی سے طے کر دیا کرتے تھے ۔ آپ کے ڈیرہ پر ملنے والوں اور احباب کا ہر وقت ایک جلسہ لگا رہتا تھا ۔

جن لوگوں سے ایک دفعہ تعلق پیدا ہو گیا پھر انہیں کسی حالت میں نہیں چھوڑا ۔ دوستوں کے جاں نثار، غریبوں کے غمخوار اور ہمدرد، ایثار و قربانی کے پتلے تھے اور یہی وجہ تھی کہ ان کی مجلس میں متفقہ فیصلے ہوتے تھے ۔

دیہاتی زندگی بڑی مشکل زندگی ہوتی ہے ۔ دھڑا بازی اور ہنگامے اس کا ضروری جزو ہوتے ہیں لیکن بلند ہمتی

(باقی صفحہ ۱۵ کالم ۱)

آہ! حاجی شیخ اللہ دین

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں بڑے رنج و افسوس کے ساتھ پڑھی جائیگی کہ ہمارے ایک مور محترم بزرگ حاجی شیخ اللہ دین صاحب ۱۸-۱۹ اکتوبر کی درمیانی شب کو انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ مرحوم کی عمر ۱۰۳ سال تھی اور آخری وقت تک ان کے ہوش و حواس بالکل بجا تھے، اگرچہ ضعیف اور کمزور بہت ہو گئے تھے، مرحوم ہماری جماعت کے ان مجاہدین میں سے تھے جو تمام عمر کسی نہ کسی رنگ میں خدمت دین میں منہمک رہے حاجی صاحب کی خدمات اور مجاہدانہ زندگی کا تذکرہ ایک طویل مضمون کا طالب ہے جسکو ہم آئندہ اشاعت کیلئے اٹھا رکھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ مرحوم کو اللہ تعالے اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو ان کے نمونہ پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے تمام جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے ۔

حضرت مرزا صاحب کی شخصیت اور ترجمان القرآن

(۲)

گذشتہ اشاعت میں ہم بتا چکے ہیں کہ ترجمان القرآن کے ریویو نگار نے انبیاء کے دعوے نبوت سے متعلق بعض مقدمات قائم کر کے حضرت مرزا صاحب کی بعض عبارات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آپ کی شخصیت ایک طالع آزما کی سی ہے چنانچہ لکھا ہے :-

انہوں نے سب سے پہلے ایک خادم اسلام ہونے کا دعویٰ کیا ...... اس کے بعد جب یہ دیکھا کہ مسلمانوں کی یہ پریشان حال قوم ...... کسی حد تک ان کی طرف متوجہ ہونے لگی ہے تو انہوں نے فوراً مجددیت کا دعوےٰ کر دیا اور جب اس سادہ لوح قوم پر یہ جادو بھی چل گیا تو پھر اس بیچاری کو نبوت کے دام میں پھنسانا شروع کیا، یہ ڈراما جس طریق سے کھیلا گیا وہ بڑا ہی دلچسپ ہے ہم یہاں اس کی چند مثالیں دیتے ہیں"

اب ان مثالوں کو دیکھئے آپ کو پتہ لگ جائے گا کہ جس ترتیب سے ریویو نگار نے ان کو پیش کیا ہے اس نے فی الواقعہ ایک دلچسپ ڈراما کی شکل اختیار کر لی ہے جو حضرت مرزا صاحب نے تو نہیں ریویو نگار نے کمال ہوشیاری سے کھیلا ہے یا یوں کہنا چاہیئے کہ اس کی جہالت اور عدم واقفیت نے اس کو ایک ڈراما بنا دیا ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے حضرت مرزا صاحب کی وہ عبارات پیش کی ہیں جن میں انہوں نے اپنے اسلامی عقائد بیان کئے ہیں اور اہل سنت والجماعت کے عقیدہ پر اپنے آپ کو بتایا ہے اور حضرت محمد صلعم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت کو کاذب اور کافر ٹھہرایا ہے (اسی) مضمون کی دو چار اور عبارتیں انجام آتھم، آسمانی فیصلہ، حمامۃ البشریٰ سے اس بات کے ثبوت میں نقل کی ہیں، کہ حضرت مرزا صاحب نے ان عبارات میں "اپنے آپ کو ایک سیدھا سادہ مسلمان ظاہر کیا ہے"۔

"سیدھا سادہ مسلمان" سے اگر ریویو نگار کی یہ مراد ہے کہ اس وقت حضرت مرزا صاحب نے مجددیت یا مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا تھا تو اس سے بڑھکر نا واقفیت اور جہالت کی بات اور کیا ہو گی، مجددیت کا دعوےٰ حضرت مرزا صاحب نے ۱۸۸۵ء میں اس وقت کیا جب آپ براہین احمدیہ تصنیف کر رہے تھے مسیح موعود کا دعوےٰ ۱۸۹۱ء میں کیا اور انجام آتھم، آسمانی فیصلہ، حمامۃ البشریٰ وغیرہ اس سے بہت بعد کی تصانیف ہیں، اس سے ظاہر ہے کہ ریویو نگار نے جن عبارات کو اس بات کے ثبوت میں پیش کیا ہے کہ ان میں "مرزا صاحب نے سب سے پہلے اپنے آپ کو ایک سیدھا سادہ مسلمان ظاہر کیا" وہ سب سے پہلے کی نہیں بلکہ دعوےٰ مجددیت و مسیحیت کے بعد کی عبارات ہیں اور ان دعاوی کے باوجود بھی آپ ہمیشہ اپنے آپ کو ایک سیدھا سادہ مسلمان ہی ظاہر کرتے رہے، بلکہ اپنے زندگی بھر کے عمل سے ثابت کر دیا کہ آپ ایک کامل مسلمان اور عارف باللہ ہیں، ریویو نگار نے اگر حضرت مرزا صاحب کی کتب کو بالاستیعاب پڑھا ہوتا تو وہ مجددیت یا اعتبار کو سب سے پہلے کی عبارات ظاہر کر کے اپنی جہالت کا ثبوت نہ دیتا - اور یہ کہنے کی جرأت نہ کرتا کہ :-

"اس کے بعد دیکھئے ولایت کے پردے میں حامل وحی اور حامل معجزات ہونے کا دعوےٰ کس انداز سے کیا جاتا ہے چونکہ یہ ایک اگلا قدم ہے اس لئے بہت پھونک پھونک کر رکھا گیا ہے اس میں لوگوں کے ردّ عمل کو بھی معلوم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور دعوے کی زبان بڑی نرم ہے"

ریویو نگار کو یہ بھی معلوم نہیں کہ حامل وحی و الہام ہونے کا دعویٰ حضرت مرزا صاحب کا "اگلا قدم" نہیں بلکہ سب سے پہلا قدم ہے جو براہین احمدیہ کے زمانہ سے شروع ہوتا ہے جب چاروں طرف آپکی ولایت اور مجددیت مشہور تھا اور آپ کے صاحب الہام ہونے کے لوگ قائل ہو چکے تھے، لیکن ریویو نگار صاحب نے اپنی ناواقفیت کی وجہ سے اس کو سیدھے سادے مسلمان سے اگلا قدم قرار دیکر اس کے ثبوت میں یہ عبارت نقل کی ہے کہ :-

"ان پر واضح رہے کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور باتباع آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کو ملتی ہے اس کے ہم قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگاوے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے" (اشتہار مورخہ ۲۰ شعبان ۱۳۱۴ھ)

اس اشتہار کی انگریزی تاریخ اشاعت اپریل ۱۸۹۷ء ہے، یعنی یہ ان عبارات سے پہلے کا اشتہار ہے جن میں بقول ریویو نگار حضرت مرزا صاحب نے سب سے پہلے اپنے آپ کو سیدھا سادہ مسلمان ظاہر کیا تھا پھر کہنا کہ یہ اگلا قدم ہے ریویو نگار کی جہالت کا ایک کھلا ثبوت ہے۔

پھر ہم پوچھتے ہیں کہ اس عبارت میں کونسی بات ہے جس کو پھونک پھونک کر قدم رکھنا قرار دیا گیا ہے، کیا یہ وہی باتیں نہیں جو اس سے کئی سال پہلے حضرت مرزا صاحب بڑے زور دار تحدی کے رنگ میں کہہ چکے ہیں ملاحظہ ہو ازالہ اوہام مطبوعہ ۱۸۹۱ء کی حسب ذیل عبارت :-

"نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے جو خدا تعالےٰ کے حکم سے کیا گیا ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے، جس حالت میں رویائے صالحہ نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے تو محدثیت جو قرآن شریف میں نبوت کے ساتھ اور رسالت کے ہم پہلو بیان کی گئی ہے جس کے لئے صحیح بخاری میں حدیث بھی موجود ہے، اس کو اگر مجازی نبوت قرار دیا جائے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھہرایا جائے تو کیا اس سے نبوت کا دعوےٰ لازم آ گیا"

اب فرمائیے جس بات کو ریویو نگار نے "اگلا قدم" قرار دیا ہے جو نہایت پھونک پھونک کر رکھا گیا وہی بات حضرت مرزا صاحب اس سے زیادہ زور دار پیرایہ میں سات سال پہلے نہیں کہہ چکے؟ پھر ریویو نگار کا یہ کہنا کہ اول الذکر (اشتہار اپریل ۱۸۹۷ء کی) عبارت میں لوگوں کا ردّ عمل معلوم کرنے کے لئے پھونک پھونک کر قدم رکھا گیا ہے اور دعوے کی زبان بڑی ہی نرم ہے" کس قدر غلط بیانی اور ناحق کوشی ہے ایسے صاحب لوگوں کا ردّ عمل تو حضرت مرزا صاحب کو ۱۸۹۱ء میں ہی معلوم ہو گیا تھا جب آپ نے وفات مسیح ناصری کا اعلان اور مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ کیا، اسی وقت آپ پر کفر کا فتوےٰ لگ گیا، اور آپکے سب سے بڑے مداح مولوی محمد حسین بٹالوی نے رئیس المکفرین کی حیثیت اختیار کر کے فتوےٰ کفر تیار کیا اور تمام ہندوستان کے مولویوں سے اس پر مہریں لگوائیں اس ردّ عمل کو دیکھ لینے کے بعد پھر وہ کونسی ایسی بات رہ گئی تھی جس کیلئے ۱۸۹۷ء میں انہوں نے لوگوں کا ردّ عمل معلوم کرنا چاہا؟ اگر ردّ عمل معلوم ہونے پر قدم پیچھے ہٹانا مقصود ہوتا تو فتویٰ کفر لگنے پر فوراً قدم پیچھے ہٹا لیا جاتا، لیکن شدید ملکی مخالفت کے باوجود انہوں نے ایک انچ قدم پیچھے نہیں ہٹایا اور ایک صادق اور راستباز انسان کی طرح ثبات قدم کیساتھ اس بات پر ڈٹے رہے جس پر اللہ تعالیٰ نے آپکو کھڑا کیا تھا اور جس کا دعوےٰ آپنے لاتقائی منازل طے کر کے نہیں بلکہ شروع ہی میں کر دیا تھا۔

لیکن ریویو نگار کی حلیت کو دیکھئے اشتہار ۱۸۹۷ء کی مندرجہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ :-

"یہ قدم جما لینے کے بعد دعوےٰ نبوت کی طرف جس ہوشیاری کیساتھ پیشقدمی کی گئی ہے اس کی ایک جھلک مندرجہ ذیل اقتباس میں ملاحظہ فرمائیں"

اسکے بعد توضیح مرام صفحہ ۱۸ کا ایک اقتباس درج کیا ہے جس میں حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے :-

"ماسوا اس کے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے اس امت کیلئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنے سے نبی ہوتا ہے - گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزوی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے - کیونکہ وہ خداوند تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا شرف رکھتا ہے - امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے - اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے - اور بعینہٖ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے - اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے تئیں باآواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنیوالا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوت کے معنی بجز اس کے کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جاتے ہیں"۔

ریویو نگار کو اتنا معلوم نہیں کہ توضیح مرام جنوری ۱۸۹۱ء کی تصنیف ہے یعنی اشتہار ۱۸۹۷ء سے سات سال پہلے لکھی گئی، پھر اس ذہنی کیفیت کو کیا کہا جائے گا جس کا احساس یہ ہے کہ مرزا صاحب نے ۱۸۹۷ء میں قدم جما لینے کے بعد ۱۸۹۱ء میں "دعویٰ نبوت" کی طرف ہوشیاری کے ساتھ پیش قدمی کی؟ اسی طرح ادعا دلیل کی عبارات کو بلا تاریخ تصنیف دیکھے بغیر ان کو اپنے حسب خواہش ترتیب دیکر ابھی ارتقائی منازل [illegible]

[illegible]

انہی کے درمیان رہ کر وفات پائی میں نے خود اس وقت دیکھا اور یہ مشاہدہ میاں محمود احمد صاحب کا بھی ہے جن کی عمر اس وقت انیس سال کی تھی، انہوں نے دیکھا کہ یہ لوگ حضرت صاحب پر فدا ہیں، لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ میاں صاحب نے کس طرح ان تمام باتوں کو فراموش کر دیا، اور مسند خلافت پر بیٹھتے ہی کہدیا کہ یہ لوگ فاسق ہیں۔

فدائیان مسیح موعودؑ پر فاسق کا فتوے

جن لوگوں کے ایثار و قربانی پر حضرت کو فخر تھا ان لوگوں کو فاسق قرار دیدیا۔ ایسا کرنے میں نہ تقوے سے کام لیا اور نہ ہی اپنے والد بزرگوار کے فرمودہ کی پرواہ کی بھلا یہ بھی ہوا کہ رات کو تو اچھے بھلے مسلمان سوئے اور صبح کو اُٹھے تو فاسق تھے۔

مسلمانوں کی تکفیر

پھر اسی پر بس نہیں ان کے والد بزرگوار یعنی حضرت مسیح موعود نے کبھی مسلمانوں کو کافر نہیں کہا۔ اور ...... صاف طور پر لکھدیا کہ میرے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ٹھہرتا لیکن اس شخصیت کے خلاف جس کو بیٹا تبی مانتا ہے دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیدیا پچاس سالہ کروڑ مسلمانوں میں حاجی بھی ہیں، تہجد گزار بھی، قرآن پڑھنے والے اور قرآن کریم کے حفاظ اور مفسرین اور احادیث کے شارحین سب کے سب میاں صاحب کے فتوے کی زد میں آ گئے

مسلمانوں کی تکفیر سے حضرت مسیح موعودؑ کا انکار

آپ نے ہمیشہ بڑی بڑی تحدی سے کہا کہ میرے متعلق کہتے ہیں کہ میں مسلمانوں کو کافر کہتا ہوں، یہ صحیح نہیں میں کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتا، چنانچہ لکھا ہے:۔

"پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمان اور کلمہ گو کو کافر ٹھہرایا حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں ہوئی .... کیا کوئی مولوی، یا کوئی اور مخالف یا کوئی سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کو کافر ٹھہرایا تھا اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتوے کفر سے پہلے شائع ہوا ہے جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہو تو وہ پیش کریں، ورنہ خود سوچ لیں کہ یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر تو ٹھہراویں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگاویں کہ گویا ہم نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے اس قدر خیانت اور جھوٹ اور خلاف واقعہ تہمت کس قدر دل آزار ہے، ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۰)

اور یہ بھی لکھا کہ:۔

"ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجّال نہیں ہو سکتا"

(تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

حضرت کے گھر کو تبدیل کر دیا

لیکن میاں محمود احمد صاحب نے کس طرح حضرت کے گھر کو تبدیل کیا، حضرت کے اصحاب، آپ کے مسجد اور اعوان و انصار تو فاسق ہو گئے اور تمام کلمہ گو کافر اس سے بڑھکر آپ کے گھر کو تبدیل کرنا اور کیا ہو سکتا ہے، اعتقادات کا اثر ہمیشہ قوموں اور افراد کے اعمال اور اخلاق پر پڑتا ہے میاں صاحب کے اس اعتقاد کا اثر یہ ہے کہ چودہ سو سال سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو کھیتیاں لہلہا رہی تھیں، ان کو کفر کی درانتی لے کر انہوں نے کاٹنا شروع کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ختم کر دیا۔

قرآن میں تنگ نظریات کی تردید

یہ نظریہ کبھی صحیح نہیں ہو سکتا، قرآن نے ایسے نظریات کو سختی سے رد کیا ہے وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصارے کہتے ہیں جنت میں صرف یہودی جائیں گے یا نصرانیوں کے نزدیک صرف نصرانی جائیں گے۔ خدا تعالے ایسے نظریات کو رد کرتا ہے بھلا ایسی نشانیوں پر دین کا انحصار ہو سکتا ہے کہ یہودیت یا نصرانیت کا ٹھپہ لگا لیا اور جنت میں داخل ہو گئے فرمایا کیا یہ ابراہیم کو یہودی کہتے ہیں، ابراہیمؑ یہودی نہ تھے، ابراہیمؑ کا مقام بہت بلند ہے اذ ابتلی ابراھیم ربہ بکلمٰت فاتمھن ابراہیمؑ کو چند باتوں کے ذریعہ آزمایا گیا۔ آپ نے ان کو پورا کر دیا اور مشکل سے مشکل حکم الٰہی کو بجا لائے۔ انتہا درجے کے مصائب کا مقابلہ کیا اور بیٹے کی قربانی دینے کے لئے تیار ہو گئے۔

صرف تقوے کام آسکتا ہے نہ کسی کی فرزندیت

قال انی جاعلک للناس اماما خدا تعالے نے فرمایا کہ ہم تمہیں لوگوں کا امام بناتے ہیں، قال ومن ذریتی ابراہیمؑ نے عرض کیا، میری اولاد میں سے بھی؟ فرمایا قال لا ینال عھدی الظلمین تمہاری اولاد میں ناپاک بھی ہوں گے بدکار بھی ہوں گے، وہ کیسے امام بن سکتے ہیں، خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام کنبہ کو جمع کر کے فرمایا انی لا اغنی عنکم من اللہ شیئا میں خدا کے دربار میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ اگر تمہارے اعمال اچھے نہ ہوں گے تو میرا رشتہ کسی کام نہ آئے گا اور خدا تعالے نے قانون بیان کر دیا ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون، اللہ تعالے کی معیت صرف متقیوں اور نیک لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے، جو بھی تقوے اختیار کرے اور اپنے مال خدا کی راہ میں صرف کرے اور اس کی مخلوق پر احسان کرے خدا اس کے ساتھ ہے [illegible] علیہ وسلم نے فرمایا ان اولی الناس بی المتقون میرے ساتھ متقیوں کا ہی تعلق ہو سکتا ہے۔ وہی میرے نزدیک سب سے بڑھکر ہیں، من کانوا حیث کانوا خواہ وہ کسی نسل اور خاندان میں سے ہوں یا کسی بھی وطن کے باشندہ ہوں، کسی کا فرزند ہونا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ تو خدا نے قانون بیان فرما دیا اور حضرت نے اس کی تشریح کر دی، اور ایک رشتہ دار کی مثال بھی دے دی ابولہب آپ کا چچا تھا، بڑا ذی وجاہت، بڑا خوش شکل، وہ بہت بڑا انسان تھا، اور اس کی بیوی ام جمیل بڑی رعب داب والی عورت تھی، دونوں حضرت کے مخالف تھے، فرمایا تبت یدا ابی لھب وتب ما اغنی عنہ مالہ وما کسب سیصلی نارا ذات لھب وامراتہ حمالۃ الحطب فی جیدھا حبل من مسد۔ دیکھئے مرد بھی ایسا شاندار اور بیوی بھی ذی وجاہت اور جو محمد رسول اللہ صلعم کے رشتہ دار بھی ہیں لیکن آپ کے مخالف ہونے کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری اُن کے کام نہ آئی۔ لیکن آج رشتہ دار اور اولاد کو بڑا سمجھا جاتا ہے۔

مرکز سے وابستگی کا سوال

پھر اہل قادیان نے کہا ہم چونکہ مرکز میں مقیم ہیں اس لئے ہم سچے ہیں، اور جو مرکز سے چلے گئے وہ سچے نہیں ہو سکتے یہی بات اس وقت کہی گئی تھی جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ چھوڑ کر مدینہ تشریف لے گئے، اور بیت المقدس کو چھوڑ کر مکہ کی طرف منہ کر لیا، تو یہودیوں نے کہنا شروع کیا کہ یہ شخص سچا کیسے ہو سکتا ہے جس نے انبیاء کے قبلہ کو چھوڑ دیا فرمایا قل للہ المشرق والمغرب۔ مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کے ہیں خالی قبلہ پر تو دین نہیں چلتے، بیت المقدس انبیاء کا قبلہ ہے تو مکہ بھی ابراہیم علیہ السلام کی بنائی ہوئی عبادت گاہ ہے اینما تکونوا یات بکم اللہ، جہاں کہیں بھی تم ہو، جس طرف منہ کرو اللہ تمہارے پاس ہے۔ ہم افریقہ میں ہوں، ہندوستان میں ہوں، یورپ یا امریکہ وغیرہ میں، خدا سب جگہ موجود ہے۔ سیقول السفھاء ما ولھم عن قبلتھم التی کانوا علیھا، بے علم لوگ باتیں تو بیوقوفی کی کرتے ہیں بھلا خدا کی رحمت کسی خاص مکان کے لئے مخصوص ہو سکتی، یہ نہایت غیر معقول بات ہے اس کے کہنے والے علماء نہیں ان کو سفہاء کہنا پڑے گا۔ ورنہ یہ کہنا کہ مکہ یا مدینہ میں عبادت قبول ہو گی سراسر غلط ہے، خدا تعالے انسان کے اعمال اور ایمان کے مطابق فیصلہ کرتا ہے جس شخص کا ایمان صحیح ہو، اعمال اچھے ہوں تو اس کا سب کچھ قبول ہے۔ وہ کسی نسل اور کسی وطن [illegible]
اور حاضر و ناظر ہے [illegible]

چھوڑ کر جانا جھوٹے ہونے کی علامت ہے اور قادیان کو پکڑ کر بیٹھنا ہی صداقت کی علامت ہے، آخر خدا نے وہ چھوٹی علامت بھی اُن سے چھین لی .... اور وہاں سے ان لوگوں کو نکلنا پڑا جو بڑے فخر سے کہا کرتے تھے کہ مرکز کو جو چھوڑ گئے وہ فاسق اور فاجر ہیں ایسا ہی جب نبی کریم صلعم مکہ چھوڑ کر مدینہ تشریف لے گئے تو کفار نے کہا دیکھو لوگو یہ خانہ کعبہ تو ہمارے قبضہ میں ہے، بھلا جو خانہ کعبہ چھوڑ گیا وہ کیسے سچا ہو سکتا ہے، خدا نے فرمایا اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن امن باللہ وجاھد فی سبیلہ الخ۔ حاجیوں کو پانی پلا دینا اور مسجد حرام کی چراغی کرنا کیا ان لوگوں کے برابر ہو سکتا ہے؟ جو اللہ پر ایمان لاتے اور اس کے رستہ میں جہاد کرتے ہیں۔ ان دونوں چیزوں کا مقابلہ کرو ایک یہ اور ایک مسجد کا دیا جلانا اور اس کی سقایت کرنا یہ کہاں برابر ہو سکتا ہے اسی طرح قادیانی جماعت نے کہا کہ قادیان ہمارے ہاتھ میں ہے اس لئے ہم ہی سچے ہیں۔ یہ لوگ کبھی تو وہ بات کہتے ہیں جو اللہ تعالےٰ نے یہود کی طرف منسوب کی ہے اور کبھی وہ جو اللہ تعالےٰ نے کفار مکہ کی طرف منسوب کی ہے۔ قرآن فرماتا ہے لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ الخ۔ غرض علامات پر دین کا انحصار نہیں اس کا انحصار خدا خوفی اور نیک عملی پر ہے۔

دعوےٰ نبوت سے انکار

تو ان لوگوں نے تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہا حضرت کے مقربین کو فاسق قرار دیا، .... اور کہا کہ حضرت صاحب کا دعوےٰ نبوت کا تھا حالانکہ حضرت خود فرماتے ہیں:۔

"نبوت کا نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے" (ازالہ اوہام ص ۴۲۱)

اور فرمایا میں انبیاء کی طرح معصوم نہیں اور انبیاء کی طرح میری آزمائش کرنا صحیح نہیں، پھر نبی کے لئے ضروری ہے کہ جو کچھ خدا کی طرف سے نازل ہو وہ سب کا سب دنیا کو پہنچائے۔ نبی کریم صلعم کو حکم تھا بلغ ما انزل الیک۔ لیکن حضرت مسیح موعود پر کوئی احکام نازل نہیں ہوتے خوشخبریاں اور انذاری پیشگوئیاں نازل ہوئیں اور آپ نے فرمایا ضروری نہیں کہ ان سب کو شائع کیا جائے بشارت کو شائع کرنا میرے اختیار کی بات ہے پھر فرمایا:۔

"میرا نبوت کا دعویٰ نہیں یہ آپکی غلطی ہے کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعویٰ کرے وہ نبی بھی ہو جائے" (جنگ مقدس ص ۶۷)

اور فرمایا:۔

"ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں" (اشتہار ۲۰ شعبان ۱۳۱۴ھ)

اور وہ فرماتے ہیں میرے اوپر وحی ولایت اترتی ہے اور وحی نبوت ہمیشہ کے لئے منقطع ہو چکی اور نبی وہ ہوتا ہے جو عقائد دین بتوسط جبرئیل سیکھے اور اس پر وحی نبوت اترتی ہو۔ (ازالہ اوہام ص ۵۳۴)

میاں صاحب کی تبدیلی عقیدہ

لیکن بیٹا کہتا ہے کہ فی الواقعہ آپ مدعی نبوت تھے اور ان کو نہ ماننے والے سارے مسلمان کافر ہو گئے۔ چالیس سال تک یہ شخص نہایت تشدد کے ساتھ مسلمانوں کو کافر کہتا رہا، کسی نے پوچھا ماں کا جنازہ پڑھ لوں کسی نے باپ کے جنازہ کے متعلق سوال کیا تو اجازت نہ ملی۔ غیر احمدی کے معصوم بچے کے جنازہ کے متعلق پوچھا تو کہا کیا ہندوؤں اور عیسائیوں کے بچوں کا جنازہ پڑھتے ہو؟ لیکن اتنے عرصہ تک اس شدومد کے ساتھ کافر قرار دینے کے بعد جب کچہری میں جانا پڑا تو وہاں کہہ دیا کہ میں کسی مسلمان کو حضرت مرزا صاحب کے نہ ماننے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج نہیں سمجھتا اور کہا کہ غیر احمدی کے جنازہ کے متعلق بھی حضرت مسیح موعود کا ایک فتوےٰ ملا ہے، اس پر علماء کا بورڈ غور کریگا، غور کیجئے حضرت مسیح موعود کا فتوےٰ اور علماء کا بورڈ اس پر غور کرے کیا حکم وعدل کے یہی معنے ہیں کہ ان کے فتوؤں پر بھی دوسروں کو حکم بنایا جائے، پھر اگر یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں کو مسلمان ہی سمجھتے ہو تو معلوم ہوا کہ حضرت مرزا صاحب نبی نہیں، حضرت مرزا صاحب کا اعتقاد ہے کہ میرے نہ ماننے کی وجہ سے کوئی کافر نہیں ہوتا کیونکہ مجھ پر احکام نہیں اترتے انبیاء کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے کیونکہ ان پر احکام نازل ہوتے ہیں، مجدد کے انکار سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔

مصلح موعود کی اصلاح جماعت لاہور نے کی

کچہری میں اس تبدیلی عقیدہ کے اعلان کو سن کر میاں صاحب کے متبعین ششدر رہ گئے۔ کہ ہم چالیس سال تک غلط عقیدہ پر مصر رہے اور آخر کار لاہوری جماعت کا عقیدہ صحیح تسلیم کرنا پڑا۔ اور مصلح موعود کی اپنی اصلاح ہو گئی۔ یہ اصلاح کس نے کی؟ ہمارے لاہور کے پاک ممبروں نے کی، وہ لٹریچر جو حضرت مولانا محمد علی صاحب نے شائع کیا اس سے ان کی اصلاح ہوئی، اس لاہوری جماعت کی وجہ سے حضرت صاحب پر سے اعتراضات دور ہوئے لانبقی لک من المخزیات شیئًا کی پیشگوئی لاہوری جماعت نے پوری کی۔ اس لئے یہ جماعت مستحق ہے کہ اس کو مبارکباد دی جائے۔

جماعت لاہور کی مقبولیت

آج وہ شخص جس نے حضرت صاحب کو حرف اعتراض بنایا دنیا اور خود اپنی جماعت میں ذلیل ہے۔ اس نے ہمیشہ مرزا صاحب کے محبوب دوستوں کو فاسق کہا آج خود اس کا نتیجہ بھگت رہا ہے اور اسی "فاسقوں" کی جماعت کی وجہ سے .... حضرت صاحب کی پوزیشن صاف ہو رہی ہے اور صحیح اعتقاد پھیل رہا ہے ..... دن ہوئے دو کالجوں کے پروفیسر میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ وہ طوفان جو تحفظ ختم نبوت کے نام سے اٹھا اس کا نتیجہ اچھا ہی ہوا کہ اس سے جماعت لاہور کا اعتقاد پھیل گیا، جن لوگوں کو کثرت پر ناز تھا وہ ذلیل ہو گئے۔ ہفتہ عشرہ ہوا ہے کہ ایک شخص افریقہ سے میرے پاس آیا اس نے بھی بتایا کہ قادیانی اعتقادات سے سب لوگ بیزار ہیں، اور جماعت لاہور کے لٹریچر کو سب پسند کرتے ہیں۔ اسی طرح سے تین چار روز ہوئے ایک امریکن مسلمان میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ اہل ربوہ کے اعتقادات کو امریکہ کے مسلمان بہت حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ہم نبی کریم صلعم کی حدیث کو پیش کرتے ہیں ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ حضرت مرزا صاحب اس حدیث کے مطابق مبعوث ہوئے، تمام لوگ افریقہ امریکہ، ایران، ترکی ہمارے لٹریچر سے متاثر ہیں حضرت نے الہامًا فرمایا ہے اے مدینہ والو! نصرت تمہارے ساتھ ہے، آپ کو مبارک ہو کہ خدا نے آپ کو یہ خوشخبری سنائی، آپ کو اس کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور اپنی زندگی کو قرآن اور حدیث کے مطابق بنائیے حضرت مرزا صاحب کا اور کوئی دین نہیں وہ قرآن وحدیث پر چلاتے ہیں۔ اس جماعت نے باوجود قلت کے اسلام کی فتح کے جھنڈے دنیا میں گاڑ دیئے ہیں، اس جماعت نے مسلمانوں کی نکبت کے زمانہ میں یورپ، اور امریکہ میں اسلام کی عزت قائم کر دی ہے وہ جو یورپ کے علم وسائنس کا خوف دلوں پر طاری تھا مرزا صاحب نے وہ دور کر دیا۔ اور دلوں کے اندر یہ ایمان پیدا کر دیا کہ قرآن نے جو کہا تھا لیظھرہ علی الدین کلہ وہ سچا وعدہ تھا۔

قادیانی جماعت میں تقسیم کرنے کیلئے

اس خطبہ کی کچھ کاپیاں زائد چھپوائی گئی ہیں ان کے علاوہ "خطاب بہ اہل ربوہ" اور بہت سا دیگر لٹریچر موجود ہے۔ احباب کو چاہیئے کہ یہ تمام لٹریچر دفتر انجمن اشاعت اسلام لاہور سے منگوا کر قادیانی احباب میں تقسیم کریں تاکہ انہیں قادیانی عقائد کی غلطی اور جماعت احمدیہ لاہور کی صحیح پوزیشن معلوم ہو سکے

نوجوانوں سے خطاب

ایک امانت

محترم چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

(۹)

معاند نمبر ۳

یہ غلام احمد پرویز اور الذین معہ ہیں

تعلق باللہ کی تین حالتیں

تحریک احمدیت اور تحریک پرویزیت میں جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں۔ سب سے بڑا اختلاف یہ ہے کہ ہاتی۔۔۔۔ تحریک احمدیت نے کھول کھول کر دنیا کے سامنے اپنا موقف یہ پیش کیا ہے۔ کہ انسان کا اب بھی خدا تعالےٰ سے براہ راست تعلق قائم ہے۔ وحی اور الہام کے دروازے ہمیشہ کے لئے کھلے ہیں کبھی بند نہیں ہوئے اور نہ ہو سکتے ہیں۔ اس کے برعکس پرویز اسی زور اور تحدی سے دنیا کے سامنے اپنا نظریہ پیش کر رہا ہے، کہ اب وحی کے تمام دروازے بند ہیں۔ اور اب کسی انسان سے خدا کا مکالمہ مکاشفہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت مرزا صاحب کا عقیدہ

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن کی اتباع سے انسان بلند سے بلند روحانی مدارج حاصل کر سکتا ہے۔ یہاں تک کہ اُسے خدا تعالےٰ کی ہمکلامی کا شرف بھی حاصل ہو سکتا ہے۔

اس کے متعلق حضرت مرزا صاحب کا اپنا ارشاد یہ ہے کہ:۔

"یاد رہے کہ انسان اُس خدائے غیب الغیب کو ہرگز اپنی قوت سے شناخت نہیں کر سکتا جب تک وہ خود اپنے تئیں اپنے نشانوں سے شناخت نہ کراوے اور خدا تعالےٰ سے سچا تعلق ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا جب تک وہ تعلق خاص خدا تعالےٰ کے ذریعہ سے پیدا نہ ہو۔ اور نفسانی آلائشیں ہرگز نفس سے نکل نہیں سکتیں جب تک خدائے قادر کی طرف سے ایک روشنی دل میں داخل نہ ہو، اور دیکھو میں اس **شہادت رویت** کو پیش کرتا ہوں۔ کہ وہ تعلق محض قرآن کی پیروی سے حاصل ہوتا ہے۔ دوسری کتابوں میں اب کوئی زندگی کی روح نہیں اور آسمان کے نیچے صرف ایک ہی کتاب ہے جو اُس محبوب حقیقی کا چہرہ دکھاتی ہے۔ یعنی **قرآن شریف**"

کتاب حقیقۃ الوحی ٹائٹل پیج ص۲ زیر عنوان "اس کتاب کا کیا اثر ہے؟"

دو قسم کے قوٰے

اسی طرح حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۲ پر فرماتے ہیں:۔

"ایسا ہی اُس نے اس **معرفت کاملہ** تک پہنچانے کے لئے انسانی فطرت کو دو قسم کے قوٰے عنایت فرمائے ہیں۔ ایک معقولی قوتیں۔ جن کا منبع دماغ ہے۔ اور ایک رُوحانی قوتیں جن کا منبع دل ہے، اور جن کی صفائی دل کی صفائی پر موقوف ہے اور جن باتوں کو معقولی قوتیں کامل طور پر دریافت نہیں کر سکتیں رُوحانی قوتیں ان کی حقیقت تک پہنچ جاتی ہیں۔ اور روحانی قوتیں صرف انفعالی طاقت اپنے اندر رکھتی ہیں۔ یعنی ایسی صفائی پیدا کرنا کہ مبدء فیض کے فیوض ان میں منعکس ہو سکیں۔ سو ان کے لئے یہ لازمی شرط ہے کہ حصول فیض کے لئے مستعد ہوں۔ اور حجاب اور روک درمیان نہ ہو۔ تا خدا تعالےٰ سے معرفت کاملہ کا فیض پا سکیں۔ اور صرف اس حد تک ان کی شناخت محدود نہ ہو۔ کہ اس عالم پر حکمت کا کوئی صانع ہونا چاہیئے بلکہ اس صانع سے **شرف مکالمہ مخاطبہ کامل طور پر** پا کر اور بلا واسطہ اس کے بزرگ نشان دیکھ کر اُس کا چہرہ دیکھ لیں۔ اور یقین کی آنکھ سے مشاہدہ کر لیں۔ کہ۔۔۔۔ **فی الحقیقت وہ صانع موجود ہے** لیکن چونکہ اکثر انسانی فطرتیں حجاب سے خالی نہیں اور دنیا کی محبت اور دنیا کے لالچ اور تکبر اور نخوت اور عجب اور ریاکاری اور نفس پرستی اور دوسرے اخلاقی رذائل اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بجاآوری میں عمداً قصور اور تساہل اور راستبازی صدق و ثبات اور وفائی محبت اور وفا سے عمداً انحراف۔ اور خدا تعالےٰ سے عمداً قطع تعلق اکثر طبائع میں پایا جاتا ہے اس لئے وہ طبیعتیں بباعث طرح طرح کے حجابوں اور پردوں اور روکوں کے نفسانی خواہشوں اور شہوات کے اس لائق نہیں کہ قابل قدر فیضان **مکالمہ مخاطبہ الہیہ** کا اُن پر نازل ہو۔ جس میں قبولیت کے انوار کا کوئی حصہ نہیں ہاں عنایت ازلی نے جو انسانی فطرت کو ضائع کرنا نہیں چاہتی تخم ریزی کے طور پر اکثر انسانی افراد میں یہ عادت جاری کر رکھی ہے۔ کہ کبھی کبھی سچی خوابیں یا سچے **الہام** ہو جاتے ہیں تا وہ معلوم کر سکیں کہ اُن کے لئے آگے قدم رکھنے کے لئے ایک راہ کھلی ہے۔ لیکن اُن کے خوابوں اور الہاموں میں خدا کی قبولیت اور محبت اور فضل کے کچھ آثار نہیں ہوتے۔ اور نہ ایسے لوگ نفسانی نجاستوں سے پاک ہوتے ہیں اور خوابیں محض اس لئے آتی ہیں۔ کہ تا ان پر خدائے پاک کے نبیوں پر ایمان لانے کے لئے **حجت** ہو۔ کیونکہ اگر وہ سچی خوابوں اور الہامات کی حقیقت سمجھنے سے قطعاً محروم ہوں اور اس بارے میں کوئی ایسا علم جس کو علم الیقین کہنا چاہیئے۔ ان کو حاصل نہ ہو تو خدا تعالےٰ کے سامنے ان کا عذر ہو سکتا ہے۔ کہ وہ نبوت کی حقیقت کو سمجھ نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ اس کوچہ سے بکلی ناآشنا تھے اور وہ کہہ سکتے ہیں کہ نبوت کی حقیقت سے ہم محض بے خبر تھے اور اس کے سمجھنے کے لئے ہماری فطرت کو کوئی نمونہ نہیں دیا گیا تھا۔"

تین قسمیں

حضرت مرزا صاحب نے آسمانی نشانوں سے حصہ لینے والے آدمیوں کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں قسم اوّل کے وہ لوگ ہیں۔

قسم اوّل

"جو کوئی ہنر اپنے اندر نہیں رکھتے۔ اور کوئی تعلق خدا تعالےٰ سے اُن انہیں ہوتا۔ صرف دماغی مناسبت کی وجہ سے اُن کو بعض سچی

خوابیں آجاتی ہیں۔ اور سچے کشف ظاہر ہو جاتے ہیں۔ جن میں کوئی مقبولیت اور محبوبیت کے آثار ظاہر نہیں ہوتے اور اُن سے کوئی فائدہ ان کی ذات کو نہیں ہوتا۔ اور ہزاروں بدچلن اور فاسق و فاجر ایسی بدبودار خوابوں اور الہاموں میں اُن کے شریک ہوتے ہیں۔ اور اکثر دیکھا جاتا ہے۔ کہ باوجود ان خوابوں اور کشفوں کے ان کا چال چلن قابل تعریف نہیں ہوتا۔ کم سے کم یہ کہ ان کی ایمانی حالت نہایت کمزور ہوتی ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲)

اور پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۱ پر فرمایا ہے:۔

"ان لوگوں کے خوابوں کی حالت اقسام ثلثہ میں سے اس جسمانی نظارہ سے مشابہ ہے جبکہ ایک شخص دور سے صرف ایک دھواں آگ کا دیکھتا ہے۔ مگر آگ کی روشنی نہیں دیکھتا۔ اور نہ آگ کی گرمی محسوس کرتا ہے کیونکہ یہ لوگ خدا سے بالکل بے تعلق ہیں۔ اور روحانی امور سے صرف ایک دھواں اُن کی قسمت میں ہے۔ جس سے کوئی روشنی حاصل نہیں ہوتی۔"

دوسری قسم کے لوگ

"پھر دوسری قسم کے خواب بین یا ملہم وہ لوگ ہیں جن کو خدا تعالےٰ سے کسی قدر تعلق ہے۔ مگر کامل تعلق نہیں۔ ان لوگوں کی خوابوں یا الہاموں کی حالت۔ اس جسمانی نظارہ سے مشابہ ہے۔ جبکہ ایک شخص اندھیری اور شدید ابر کی رات میں دور سے ایک آگ کی روشنی دیکھتا ہے۔ اس دیکھنے سے اس قدر فائدہ تو اسے حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ ایسی راہ پر چلنے سے پرہیز کرتا ہے جس میں بہت سے گڑھے اور کانٹے اور پتھر اور سانپ اور درندے ہیں مگر اس قدر روشنی اس کو سردی اور ہلاکت سے بچا نہیں سکتی پس اگر وہ آگ کے گرم حلقہ تک پہنچ نہ سکے۔ تو وہ بھی ایسا ہی ہلاک ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اندھیرے میں چلنے والا ہلاک ہو جاتا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱)

تیسری قسم کے لوگ

پھر تیسری قسم کے لوگوں کے متعلق حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

"پھر تیسری قسم کے ملہم اور خواب بین وہ لوگ ہیں جن کے خوابوں اور الہاموں کی حالت اس جسمانی نظارہ سے مشابہ ہے جبکہ ایک شخص اندھیری اور شدید البرد رات میں نہ صرف آگ کی کامل روشنی پاتا ہے۔ بلکہ اس کے گرم حلقہ میں داخل ہو کر بکلی سردی کے ضرر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس مرتبہ تک وہ لوگ پہنچتے ہیں جو شہوات نفسانیہ کا چولہ آتش محبت الٰہی میں جلا دیتے ہیں۔ اور خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کر لیتے ہیں وہ دیکھتے ہیں جو آگے موت ہے اور دوڑ کر اس موت کو اپنے لئے پسند کر لیتے ہیں وہ ہر ایک درد کو خدا کی راہ میں قبول کرتے ہیں اور خدا کے لئے اپنے نفس کے دشمن ہو کر اور اس کے برخلاف قدم رکھ کر ایسی طاقت ایمانی دکھلاتے ہیں۔ کہ فرشتے بھی اُن کے اس ایمان سے حیرت اور تعجب میں پڑ جاتے ہیں وہ روحانی پہلوان ہوتے ہیں اور شیطان کے تمام حملے ان کی روحانی قوت کے آگے ہیچ ٹھہرتے ہیں۔ وہ سچے وفادار اور صادق مرد ہوتے ہیں کہ نہ دنیا کی لذات کے نظارے انہیں گمراہ کر سکتے ہیں۔ اور نہ اولاد کی محبت اور نہ بیوی کا تعلق ان کو اپنے محبوب حقیقی سے برگشتہ کر سکتا ہے غرض کوئی تلخی اُن کو ڈرا نہیں سکتی۔ اور کوئی نفسانی لذت اُن کو خدا سے روک نہیں سکتی اور کوئی تعلق خدا کے تعلق میں رخنہ انداز نہیں ہو سکتا۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۲)

ان تین اقسام کی تین روحانی کیفیتیں

ان تین مراحل کے متعلق حضرت صاحب کا ذکر بلند پایہ روحانی پرواز اختیار کر جاتا ہے۔ کہ فلاسفر اور منطقی اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے:۔

"یہ تین روحانی مراتب کی حالتیں ہیں جن میں سے پہلی حالت علم الیقین کے نام سے موسوم ہے۔ اور دوسری حالت عین الیقین کے نام سے نامزد ہے۔ اور تیسری مبارک اور کامل حالت حق الیقین کہلاتی ہے۔ اور انسانی معرفت کامل نہیں ہو سکتی اور نہ کدورتوں سے پاک ہو سکتی ہے۔ جب تک حق الیقین تک نہیں پہنچتی۔ کیونکہ حق الیقین کی حالت صرف مشاہدات پر موقوف نہیں۔ بلکہ یہ لیخود حالی کے انسان کے دل پر وارد ہو جاتی ہے اور انسان محبت الٰہی کی بھڑکتی ہوئی آگ میں پڑ کر اپنے نفسانی وجود سے بالکل نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ اور اس مرتبہ پر انسانی معرفت پہنچ کر قال سے حال کی طرف انتقال کرتی ہے اور سفلی زندگی بالکل جل کر خاک ہو جاتی ہے اور ایسا ہی انسان خدا تعالیٰ کی گود میں بیٹھ جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک لوہا آگ میں پڑ کر بالکل آگ کی لپیٹ میں آ جاتا ہے۔ اور آگ کی صفات اس سے ظاہر ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ ایسا ہی اس درجہ کا آدمی صفات الٰہیہ سے ظلی طور پر متصف ہو جاتا ہے اور اس قدر طبعاً مرضات الٰہی میں فنا ہو جاتا ہے کہ خدا میں ہو کر بولتا ہے۔ اور خدا میں ہو کر سنتا ہے اور خدا میں ہو کر دیکھتا ہے۔ اور خدا میں ہو کر چلتا ہے گویا اس کے جبہ میں خدا ہی ہوتا ہے۔ اور انسانیت اس کی تجلیات الٰہیہ کے نیچے مغلوب ہو جاتی ہے چونکہ یہ مضمون نازک ہے اور عام فہم نہیں اس لئے ہم اس کو اسی جگہ چھوڑتے ہیں۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۲-۲۳)

پرویز کا نظریہ

پرویز کا کہنا ہے۔ کہ منطقیانہ اور فلسفیانہ طور پر تو ہم قرآن کریم سے استدلال کر سکتے ہیں۔ مگر روحانیت کا کوئی لفظ قرآن میں موجود نہیں۔ اور نہ کوئی قرآن سے روحانی فیض حاصل کر سکتا ہے۔ بلکہ روحانیت کا پرویز نے بہت تمسخر اڑایا ہے۔ چنانچہ اپنے رسالہ طلوع اسلام ماہ ستمبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۵۱ پر جس کی سرخی "روحانیت" ہے اس نے یوں اظہار خیال کیا ہے۔

"ان کا دوسرا قلعہ روحانیت ہے اور یہ قلعہ عوام فریبی کے لئے روایات سے بھی زیادہ مضبوط اور وسیع ہوتا ہے"

اور آگے چل کر یوں ارشاد ہے کہ:۔

"اگر آپ نے انہیں روحانیت کا مقدس لبادہ اڑھا دیا تو یہ سب کچھ عین اسلام بلکہ مغز اسلام قرار پا جائے گا۔ جس کے لئے کسی سند اور دلیل کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اور اس سے انکار کرنے والے پر دنیا اور عاقبت دونوں میں لعنت برسے گی۔ سوچئے کہ کیسا وسیع ہے یہ قلعہ اور کس قدر محکم" ہیں اسکی دیواریں؟ یہی ہیں وہ قلعے جن میں مجوسیت مانویت یہودیت، عیسائیت، باطنیت وغیرہ اسلامی نقاب اوڑھے بیٹھی ہیں، اور بے غل و غش اللہ والوں کی متاع دین و دانش لوٹتی چلی جاتی ہیں، بہائیت مرزائیت دینداریت وغیرہ قسم کی تحریکیں انہیں کے مختلف بہروپ ہیں۔"

وحی اور الہام کے متعلق پرویزی نظریات

طلوع اسلام ماہ مئی ۱۹۵۷ء صفحہ ۲۹ پر پرویز صاحب یوں اتمام فرماتے ہیں کہ :-

"لیکن نبوت کا سلسلہ نبی اکرم پر ختم ہوگیا اس لئے اب وحی یعنی خدا کی طرف سے براہ راست علم کسی انسان کو نہیں مل سکتا لہٰذا اب انسان کے پاس علم کے ذرائع وہی رہ گئے ہیں - عالم امر کے متعلق جو کچھ قرآن نے کہہ دیا ہے ۔۔۔ اور محسوس کائنات کے متعلق انسان کا فکر و تدبر - یعنی قرآن کی رو سے اب نہ حصول علم کا کوئی باطنی ذریعہ ہے اور نہ ہی کوئی انسان کائنات نامشہود کے متعلق اس سے زیادہ کچھ جان سکتا ہے - جو قرآن بتاتا ہے - لہٰذا اب یہ کہنا کہ حصول علم کا کوئی باطنی طریق بھی ہے جس سے انسان کائنات نامشہود کا مشاہدہ کرسکتا ہے یکسر غیر قرآنی تصور ہے - اس لئے اگر روحانیت سے مراد اس قسم کا باطنی علم ہے - تو یہ ان اسماء میں سے ہے - جس کی سند خدا کے ہاں سے نہیں مل سکتی - یہ محض ظن و تخمین یا اتباع ہوئی (جذبات کی اتباع) ہے - حقیقت نہیں ہے -

کہا جاتا ہے کہ وحی نبوت کا دروازہ تو بے شک بند ہوچکا ہے لیکن کشف اور الہام کا دروازہ تو کھلا ہے - جب پوچھئے کہ وحی نبوت اور کشف الہام میں فرق کیا ہے - تو کہہ دیتے ہیں - کہ وحی تو شریعت میں حجت ہوتی ہے - اور کشف الہام حجت نہیں ہوتا - لیکن یہ فرق تو ماننے والے کے نقطۂ نگاہ سے ہوا - اس سوال کا جواب تو نہ ہوا کہ ان دونوں کی ماہیت اور نوعیت میں کیا فرق ہے ؟ آپ حیران ہوں گے کہ اس فرق کو کوئی نہیں بتاسکے گا - اس لئے کہ (ان حضرات کے عقیدہ کے مطابق) ماہیت اور نوعیت کے اعتبار سے ان دونوں میں فرق ہی نہیں ہوتا - جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں ، وحی سے مطلب یہ ہے کہ انسان بلا فکری یا منطقی طریق کے براہ راست خدا سے علم حاصل کرے - الہام میں بھی یہی صورت بتائی جاتی ہے - لہٰذا الہام کو براہ راست علم تسلیم کرلینے کے بعد اس میں اور وحی میں کوئی فرق نہیں رہتا ۔"

پرویز صاحب پر جب یہ اعتراض ہوا کہ کشف اور الہام کے وجود سے تو انکار نہیں ہوسکتا کیونکہ واقعات ان کی تصدیق کرتے ہیں تو اس کا یہ جواب دیا جو اسی رسالہ کے صفحہ ۳۰ پر یوں درج ہے :-

"یہ درست ہے - کہ بعض لوگوں سے اس قسم کی باتیں سرزد ہوتی ہیں - جن کی کوئی منطقی یا فکری توجیہہ پیش نہیں کی جاسکتی لیکن اس سے یہ کیسے ثابت ہوگیا کہ یہ چیز ایک ایسی قوت کا نتیجہ ہے - جو از قبیل وحی ہے - انسان میں بعض ایسی قوتیں موجود ہیں - جن کی نشوونما سے اس سے بڑی محیر العقول باتیں ظہور میں آسکتی ہیں ، ہپناٹزم ، مسمریزم وغیرہ انہی قوتوں کی نشوونما کے طریق ہیں - ان سے ایسی ایسی باتیں ظہور میں آتی ہیں ، جنہیں دیکھ کر فکر اور منطق سرگریباں رہ جاتے ہیں - کشف اور الہام کا تعلق ان چیزوں سے ہے - نہ کہ وحی سے جیسا کہ پہلے کہا جاچکا ہے - وحی کی صورت میں ایک صاحب وحی کو اس کا علم و احساس تک نہیں ہوتا کہ اسے اس قسم کا علم ملنے والا ہے برعکس اس کے ہپناٹزم اور مسمریزم کی طرح کشف و الہام ذاتی ریاضتوں اور مراقبوں سے حاصل کیا جاسکتا ہے - یعنی یہ چیز کسب و ہنر سے پیدا کی جاسکتی ہے ، یہ سب انسان کی قوت ارادی کی نشوونما کے کھیل ہیں - انہیں نہ خدا کی طرف سے حاصل ہونے والے علم سے کچھ تعلق ہے نہ وحی سے کچھ واسطہ - اسے ہر شخص (مسلم و غیر مسلم) اپنے کسب و ہنر سے حاصل کرسکتا ہے - لہٰذا اس کے گرد روحانیت کے تقدس کا ہالہ کھڑا کردینا بہت بڑی گمراہی ہے - قرآن سے اس قسم کی چیزوں کی کوئی سند نہیں مل سکتی"

آگے چل کر پرویز صاحب صفحہ ۳۱ پر اپنے موقف کو اور بھی واضح کردیتے ہیں -

"یاد رکھئے کہ ،

(ا) نبی ادراک یا مشاہدہ حقیقت کے لئے کوئی طریق اختیار نہیں کرتا - حقیقت اپنے آپ کو خود اس پر منکشف کرتی ہے اسے زبان نبوت میں وحی کہا جاتا ہے -

(ب) وحی میں نہ کوئی صوفی شریک ہوسکتا ہے نہ حکیم نہ ہی اسے فلسفہ سے کچھ واسطہ ہے نہ باطنیت سے کوئی تعلق -

(ج) یہ بھی غلط ہے ، کہ صوفیا کا طریق انکشاف حقیقت اسی نوعیت کا ہوتا ہے - جس نوعیت کی نبی کی وحی ہوتی ہے - فرق صرف درجہ کا ہوتا ہے - وحی اپنی حقیقت ماہیت کیفیت اور نوعیت میں یکسر منفرد ہوتی ہے کوئی فکری طریق یا باطنی تجزیہ اس کے قبیل سے نہیں ہوسکتا -

(د) اسلام کے تفوق کی بنیاد ختم نبوت (یعنی باب وحی کے بند ہوجانے) پر ہے - اس لئے اب کسی ذریعہ علم کو از قبیل وحی سمجھنا مہر نبوت توڑ دینے کے مرادف ہے - قرآن کی رو سے اسلامی فلسفہ (اگر کوئی چیز ہے تو صرف یہ ہے کہ) وحی کے بیان کردہ حقائق کی صداقت کو سمجھا اور سمجھایا جائے اگر کوئی کہتا ہے کہ اسے فلسفہ نہیں کہا جاسکتا تو اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ پھر اسلام نے (مصطلحہ) فلسفہ دیا ہی نہیں اس نے صرف دین دیا ہے ۔"

ہم نے دونوں تحریکوں کے موقفات نہایت واضح طور پر بیان کردیئے اور اب ہم قرآن شریف کی طرف رجوع کریں گے اور دیکھیں گے کہ قرآن کریم کس موقف کا مؤید ہے -

پیشتر اس کے کہ ہم قرآن شریف کا اس موضوع پر مطالعہ کریں اور قطعی اور فیصلہ کن نتیجہ پر پہنچیں - ہم اس مقام پر قارئین پر ایک اور حقیقت واضح کردینا چاہتے ہیں ، کہ پرویز صاحب تحریک احمدیت کے متعلق کبھی انصاف کا پہلو اختیار نہیں کرتے - ان کے حملے نہایت متشددانہ اور جارحانہ ہوتے ہیں بلکہ بعض دفعہ وہ رکاکت اور ابتذال کے درجہ تک پہنچ جاتے ہیں -

جب ان کی نظر حضرت مرزا صاحب کے تقویٰ طہارت ، پاکیزگی ، جوش ایمانی ، اخلاص ، عزم او ثبات کی طرف جاتی ہے - تو وہ انہیں معصوم سمجھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور ان کے دعویٰ کے انکار کا جواز ان کے جنون اور مراق میں تلاش کرتے ہیں -

مذہبی مراق

طلوع اسلام ماہ ستمبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۴۹ پر بہ عنوان "مذہبی مراق" وہ یوں گوہر فشاں ہیں :-

"مرزا صاحب کے متعلق امرتسر کے ایک طبیب حکیم محمد علی صاحب نے خالص طبی نقطہ نگاہ سے تجزیہ کے بعد یہ ثابت کیا تھا کہ انہیں **مراق کا مرض تھا**"

مرد مصلحت بین

جب دلائل اور براہین کے لشکر نے دھاوا بولا تو طلوع اسلام نے بانی تحریک کو ایک غیر معمولی فراست دانش اور مصلحت کوشی کا مالک انسان ثابت کر دکھایا ملاحظہ ہو طلوع اسلام ماہ دسمبر ۱۹۵۱ء صفحہ ۵۸ :-

"تحریک اصلاحی جماعت کے متعلق طلوع اسلام کے صفحات پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے اگر آپ اس کا بالاستیعاب مطالعہ کرتے رہے ہیں ، تو یہ حقیقت آپ پر منکشف

ہو چکی ہو گی کہ یہ تحریک کس طرح قادیانی تحریک کے نقوش قدم پر چلتی رہی ہے، قیام دعوت سے پہلے مرزا صاحب نے براہین احمدیہ لکھی اس زمانے میں عیسائی اور آریہ مناظروں کی طرف سے اسلام پر اکثر حملے ہوا کرتے تھے جن سے مسلمان زچ پڑ رہا تھے۔ مرزا صاحب نے مسلمانوں کی اس ضرورت کو بھانپ لیا اور براہین احمدیہ سے ان کی تائید اور ہمدردی حاصل کر لی۔ اس طرح مقبولیت حاصل کر لینے کے بعد انہوں نے آہستہ آہستہ آگے بڑھنا شروع کیا۔ حتی کہ مقام نبوت تک پہنچ گئے۔ اُن کے دعاوی مجددیت مہدویت مسیحیت نبوت کا مدار احادیث پر تھا۔ اور مولوی صاحبان خود احادیث کو دین مانتے تھے۔

احادیث کی کیفیت بقول مرزا صاحب یہ ہے۔ کہ یہ مرلوی کا پٹارہ ہے، جس میں سے جو چاہو نکل سکتا ہے۔ چنانچہ ہوتا یہ تھا کہ مولوی صاحبان مرزا صاحب کی رد میں ایک حدیث لاتے تھے۔ اور مرزا صاحب اپنی تائید میں دو حدیثیں پیش کر دیتے تھے۔ مولوی صاحبان کی کوششیں انفرادی تھیں، مرزا صاحب نے ایک منظم جماعت قائم کر لی تھی۔ اس لئے اُن کا پراپیگنڈا بھی منظم طریقہ پر ہوتا تھا نتیجہ یہ کہ مولوی صاحبان خاتم بالفتح بالکسر کی بحثوں میں اُلجھے رہتے۔ اور عوام دن بدن اس نئی تحریک کے دام تزویر میں پھنستے چلے گئے۔ عوام کے علاوہ ایک اور طبقہ تھا جو اس دام ہمرنگ زمین کا شکار ہوا۔ اس زمانے میں صورت یوں تھی۔ کہ مسلمان گھرانوں کا عام ماحول مذہبی تھا۔ (یعنی وہی پرانی روش کا ماحول) دوسری طرف سرسید کی تحریک سے مغربی تعلیم بھی ملک میں پھیل رہی تھی اس تعلیم سے نوجوان کچھ ماڈرن بن جاتے تھے۔ نتیجہ یہ کہ وراثتی اور ابتدائی ماحول کے اثرات کی وجہ سے نوجوانوں کا طبقہ دل کی گہرائیوں میں ملا تھا۔ لیکن مدرسے اور کالج کی تعلیم کی وجہ سے خارجی طور پر ماڈرن اس قسم کے یہ نوجوان طبعاً ایک ایسے مذہب کی تلاش میں تھے جو ان کے دونوں تقاضوں کو پورا کرتے۔ تحریک قادیانیت کے علمبرداروں نے ان نوجوانوں کے ان رجحانات کو بھی بھانپا اور اپنی تحریک کو ماڈرن لباس پہنا دیا اس طرح یہ طبقہ ان کے جال میں پھنس گیا اور انہی کی دیکھا دیکھی عوام بھی کھنچے چلے آئے

عوام کے لئے دلیل یہ ہوتی تھی کہ جب ایسا لکھا پڑھا طبقہ سمجھدار اس تحریک میں شامل ہو رہا ہے تو اس تحریک میں کچھ تو ضرور ہے!

لیکن اس تحریک کی مخالفت کرنیوالوں میں سے کسی کی نگاہ اس طرف نہ اٹھی۔ کہ یہ تحریک تھی ہی سیاسی اور معاشی مذہب کا نقاب مصلحتاً اٹھایا گیا تھا۔ باقی رہے، ان کے دعاوی سو اُن کا جواب قرآن میں تھا۔ روایات میں نہیں تھا؟

کیا ظلم برداران دعوت ربانی کے خلاف مکذبین کا ہمیشہ یہی وطیرہ نہیں رہا۔ کہ وہ بیک وقت ماموریت الٰہی کو چالاک اور عیار بھی کہتے ہیں اور پاگل اور مجنون ہونے کا الزام بھی لگاتے ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ وہ خود کیسی دیوانگی کی باتیں کر رہے ہیں اس قسم کی متضاد باتیں کہنا۔ تو خود مجانین کا وطیرہ ہے فستبصر و یبصرون ○ بایکم المفتون ○ (ترجمہ) سو تو دیکھ لے گا اور یہ بھی دیکھ لیں گے۔ کہ تم میں سے کس کو جنون ہے۔

حضرت موسٰے علیہ السلام نے جب نبوت کا دعوٰے کیا۔ تو فرعون نے ایک ہی سانس میں انہیں جنون سے بھی متہم کیا۔ اور ساحر کا چالاک ہونیکا الزام بھی لگایا۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے۔ وفی موسٰے اذ ارسلنٰہ الی فرعون بسلطٰن مبین فتولی برکنہ وقال سحر او مجنون ○

ترجمہ:- اور موسٰے میں (نشان ہے) اور جب ہم نے کھلی دلیل غالب کے ساتھ بھیجا۔ سو اس نے اپنی قوت کی وجہ سے منہ موڑا۔ اور کہا یہ شعبدہ باز ہے یا دیوانہ ہے

قرآن شریف کس کا مؤید ہے

اب ہم اصل بحث کی طرف رجوع کرتے ہیں جیسا کہ ہم اُوپر بیان کر آئے ہیں۔ اللہ تعالٰے تین طریقوں سے انسان سے کلام کرتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من ورآئ حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشآء انہ علی حکیم۔

ترجمہ:- اور کسی بشر کے لئے یہ میسر نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے سوا اس کے کہ یہ وحی سے ہو یا پردے کے پیچھے یا رسول بھیجے پس اپنے حکم سے جو چاہے وحی کرے اور وہ بلند حکمت والا ہے۔

کلام من ورائ حجاب کی مثالیں ہم قرآن سے نکال کر اوپر بیان کر چکے ہیں۔ اب وحی کے مسئلہ کو ہم قرآن کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کریں گے۔

وحی کیا ہے

اولاً سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ وحی کیا ہے سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۵ میں اس سوال کو حل کیا گیا ہے۔

ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔

ترجمہ:- اور تجھ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں کہو روح میرے رب کے حکم سے ہے۔ اور تمہیں تھوڑا سا ہی علم دیا گیا ہے۔ یہاں روح سے مراد وحی یا کلام ہے۔ اسی کے متعلق سوال ہوا ہے۔ اور انسان کامل نے یہ جواب دیا ہے۔ کہ وحی من امر ربی ہے یعنی میرے رب کے حکم سے ہے۔ لفظ "میرے" سے مراد یہ ہے۔ کہ کامل انسان کمالات انسانیہ کے انتہائی مدارج کو ملحوظ رکھکر صفت ربوبیت کی اس کیفیت کا تذکرہ کر رہا ہے جو خاص حکم یا امر سے تحریک میں آگئی ہو جس کے نتیجہ میں کلام الٰہی کا نزول ظہور میں آنے لگا ہے اور یہ کوئی ارزاں یا سستی چیز نہیں اس طرح کی وحی کے ذریعے سے جو غیب کا علم دیا جاتا ہے۔ تو کمیت یا کیفیت کے لحاظ سے علم خداوندی کے مقابلہ میں ایسا ہوتا ہے جیسے سمندر میں قطرہ یا صحرا میں ذرہ بلکہ اس سے بھی کم

قل لو کان البحر مدادً لکلمت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمت ربی ولو جئنا بمثلہ مددا ○

ترجمہ:- کہہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے سیاہی بن جائے۔ تو سمندر ختم ہو جائے گا قبل اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں گو ہم اسی جیسا (اور اس کی) مدد کو لائیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی وحی کئے جانے کے عمل کو "وما کان لبشر" کے آگے والی آیت شریفہ میں قریب قریب انہی الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا۔

ترجمہ:- یعنی اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے ایک کلام وحی کیا۔

پرویز صاحب نے مئی کے طلوع اسلام صفحہ ۲۸ پر اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:-

"اور اس طرح ہم نے تیری طرف وحی کو نازل کیا۔ جو ہمارے امر سے متعلق ہے"!

علاوہ ازیں سورہ النحل کی دوسری آیت پاک میں بھی نزول وحی کو اسی پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔

ینزل الملٰئکۃ بالروح من امرہ علی من یشآء من عبادہ

ترجمہ:- اور فرشتوں کو وحی کے ساتھ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اُتارتا ہے

اور اسی طرح سورہ المومن کی آیت ۱۵ میں ارشاد ہے

رفیع الدرجٰت ذو العرش یلقی الروح من امرہ علی من یشآء من عبادہ لینذر یوم التلاق ○ ---

ترجمہ :- درجوں کا بلند کرنے والا وہ صاحب عرش ہے وہ روح یعنی کلام کو اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے ڈالتا ہے تا کہ ملاقات کے دن سے ڈرائے۔

وحی بمعنی اشارہ

درحقیقت وحی کے لغوی معنی اشارہ کرنا ہے جیسا کہ سورۃ مریم آیت ۱۱ میں مذکور ہے۔ جہاں حضرت زکریاؑ عبادت گاہ سے نکل کر قوم کو مخاطب کرتے ہیں :-

فخرج علی قومہ من المحراب فاوحی الیھم ان سبحوا بکرۃ و عشیاo

ترجمہ :- سو وہ عبادتگاہ سے اپنی قوم پر نکلا تو انہیں اشارہ سے کہا۔ کہ صبح اور شام تسبیح کرو ....

جب یہ اشارہ خدا کی طرف سے ہو اور کوئی چیز خدا کی طرف انسان کے قلب میں ڈالی جائے یا غیب سے کوئی آواز اس کے کانوں میں پڑے یا روحانی نظارہ اس کی آنکھوں کے سامنے آجائے تو یہ سب وحی الٰہی کی کوئی نہ کوئی قسم ہوتی ہے۔ البتہ تمام نبیوں کو وحی ایک ہی طریق پر کی جاتی ہے یعنی اللہ تعالے سے ان کی ہمکلامی کا ایک ہی طریقہ ہے جیسا کہ سورۃ نساء آیت ۱۶۳ میں ارشاد ہے :-

انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ و اوحینا الی ابراھیم و اسمعیل و اسحق و یعقوب والاسباط و عیسٰی و ایوب و یونس و ھارون و سلیمان ج

ترجمہ :- بے شک ہم نے تیری طرف وحی کی جیسا ہم نے نوحؑ اور اس سے پچھلے نبیوں کی طرف وحی کی اور ہم نے ابراھیمؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور (اس کی) اولاد اور عیسٰیؑ اور ایوبؑ اور یونسؑ اور ہارونؑ اور سلیمانؑ کی طرف وحی کی۔

اب ہم یہ دیکھیں گے۔ کہ قرآن کریم میں سوائے نبیوں کے غیر نبیوں پر بھی وحی ہوتی رہی ہے۔ اور اگر ہوتی رہی ہے۔ تو کیا اب بھی ان پر ایسی وحی کے دروازے بند ہو چکے ہیں

غیر نبیوں پر وحی کی مثالیں

جب ہم قرآن کریم کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جہاں بے شمار انبیاء پر وحی کا نزول ہوا۔ اور انہیں ہدایت اور کتاب دے کر مختلف زمانوں اور مختلف قوموں میں بھیجا جاتا رہا۔ وہاں غیر انبیاء پر بھی اللہ تعالے کی قطعی وحی نازل ہوتی رہی۔ اب ہم ذیل میں قرآن شریف سے چند نشانیں پیش کریں گے جن سے ثابت ہوگا کہ اللہ تعالے اپنے نیک بندوں سے ظہور اسلام سے پیشتر ہمکلام ہوتا رہا ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ اب یہ سلسلہ منقطع ہو جائے

معصوم بچہ پر نزول وحی الٰہی

حضرت یعقوب علیہ السلام کے لڑکوں نے جب اپنے چھوٹے بھائی کو کوئیں میں ڈالنے کی سکیم سوچی۔ اور لا تقتلوا یوسف والقوہ فی غیٰبت الجب یعنی یوسف کو قتل نہ کرو اور اسے کنوئیں کی گہرائی میں ڈال دو۔ کے منصوبہ پر عمل پیرا ہونے کا فیصلہ کیا۔ تو انہوں نے اس کا یوں آغاز کیا۔ ضعیف باپ سے عرض کی۔ ارسلہ معنا غدا یرتع و یلعب وانا لہ لحافظون۔

ترجمہ :- کل اسے ہمارے ساتھ بھیجئے وہ کھائے پیئے اور کھیلے (کودے) اور ہم اس کے نگہبان ہوں گے۔

یقیناً یہ کھانے پینے والا اور کھیلنے کودنے والا بچہ ہی تھا سن رسیدہ معمر آدمی نہ تھا۔ چنانچہ قافلے والوں نے جب پانی نکالنے کے لئے کنوئیں میں ڈول ڈالا۔ تو دیکھ لیا کہ کنوئیں میں ایک بچہ موجود تھا۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے :-

وجاءت سیارۃ فارسلوا واردھم فادلی دلوہ قال یبشرٰی ھذا غلٰم ط

ترجمہ :- اور ایک قافلہ آیا تو انہوں نے اپنا پانی بھرنے والا بھیجا اور اس نے اپنا ڈول ڈالا کہا خوشخبری ہو یہ لڑکا ہے۔

یقیناً یہ بچہ کنوئیں میں ڈالے جانے کے وقت نبی نہ تھا بلکہ سن بلوغ کو بھی نہیں پہنچا تھا۔ سن بلوغ کو وہ اس وقت پہنچا ہے۔ جب اسے زنِ مصر نے خریدا اور ایک مدت تک رکھا اور اس کی پرورش کی اور اپنی عمر کی کافی منازل طے کرلیں۔ اسی عورت کے گھر رہ کر وہ بالغ ہوا اور علم و حکمت کے سبق سیکھے۔ چنانچہ سورہ یوسف آیت ۲۲ میں ارشاد ہے

ولما بلغ اشدہ اٰتینٰہ حکما و علما ط وکذلک نجزی المحسنین ج

ترجمہ :- اور جب وہ اپنی بلوغت کو پہنچا ہم نے اسے فہم اور علم دیا اور اسی طرح ہم نیکو کاروں کو بدلہ دیتے ہیں۔

عین اس وقت جب بھائیوں نے اسے کنوئیں میں ڈالا۔ اور وہ لڑکپن کی حالت میں تھا اور اسے ابھی علم و حکمت بھی نہیں سکھایا گیا تھا چہ جائیکہ نبوت کا مقام اسے حاصل ہوتا اللہ تعالٰی کی پاک اور قطعی وحی اس پر نازل ہوئی۔ یہ وحی کسی مسمریزم یا ہپناٹزم کا نتیجہ نہ تھی۔ نہ یہ کسی ریاضت یا روحانی مشق یا تپسیہ یا ورد و وظائف کی وجہ سے میسر آئی تھی۔ یہ براہ راست موہبت الٰہی تھی، قرآن شریف اس وحی کو یوں بیان کرتا ہے، سورہ یوسف آیت ۱۵ :-

فلما ذھبوا بہ و اجمعوا ان یجعلوہ فی غیٰبت الجب ج و اوحینا الیہ لتنبئنھم بامرھم ھذا وھم لا یشعرون۔

ترجمہ :- سو جب اُسے لے گئے اور اتفاق کر لیا۔ کہ اسے کنوئیں کی گہرائی میں ڈال دیں اور ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ تو انہیں ان کے اس معاملہ کی خبر دے گا اور وہ نہیں جانتے (ہوں گے)

اس وحی سے اس بچے کے قلب میں کیسا سکون اور اطمینان پیدا ہو گیا ہوگا۔ اور اس نے یقین کر لیا ہوگا۔ کہ وہ نہ صرف اس کنوئیں میں گر کر ہلاک ہونے سے بچا لیا جائے گا۔ بلکہ اس کو ایسا بلند مقام نصیب ہوگا کہ اس کے بھائی مجرموں کی حیثیت سے اس کے سامنے پیش ہوں گے اور انہیں اپنے کئے کی جوابدہی کرنی ہوگی۔ اور اس وقت اس معصوم لڑکے کو کیا سرور اور لذت حاصل ہوئی ہوگی۔ جبکہ اس کے وہی بھائی اس کے حضور دست بستہ حاضر ہو کر کھڑے ہو گئے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے خدا کی وحی کے مطابق اُن سے یہ استفسار کیا۔ سورۃ یوسف آیت ۸۹ :-

قال ھل علمتم ما فعلتم بیوسف و اخیہ اذ انتم جاھلون o قالوا ءانک لانت یوسف ط قال انا یوسف و ھذا اخی ز قد من اللہ علینا ط انہ من یتق و یصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

ترجمہ :- اس نے کہا کیا تم جانتے ہو تم نے یوسف اور اس کے بھائی سے کیا معاملہ کیا جب تم جاہل تھے انہوں نے کہا کیا تو ہی یوسف ہے؟ اس نے کہا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ نے ہم پر احسان کیا ہے ہاں جو کوئی تقوےٰ اور صبر کرتا ہے تو اللہ بھی نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ کیا فرماتے ہیں حضرت پرویز اس بچہ کی اس وحی کے متعلق جو قبل از زمانہ نبوت اس پر نازل ہوئی۔

عورتوں پر نزول وحی

فرعون کا زمانہ ہے اور بنی اسرائیل پر مظالم توڑے جا رہے ہیں۔ سورہ القصص آیت ۴ :-

ان فرعون علا فی الارض وجعل اھلھا شیعا یستضعف طائفۃ منھم یذبح ابناءھم و یستحی نساءھم ط انہ کان من المفسدین o

ترجمہ :- فرعون نے ملک میں سرکشی اختیار کی اور اس کے بسنے والوں کو گروہ گروہ کر دیا۔ ان میں سے ایک گروہ ..... کو کمزور کرتا جاتا تھا۔ ان کے بیٹوں کو مار دیتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا تھا وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا۔

جب بنی اسرائیل کی عورت کو لڑکا پیدا ہوتا۔ تو ڈر سے اس کا خون خشک ہو جاتا اور اس کی چھاتیوں میں دودھ نہ رہتا تھا مگر موسیٰ کے ہاں بھی لڑکا پیدا ہوتا ہے وہ بھی سہم جاتی ہے۔ اللہ تعالے کو منظور ہے کہ بچہ قوم کا ہادی بنے۔ اور نبی کی حیثیت سے اس کا ظہور ہو۔ اس کی والدہ پر بغیر کسی ریاضت یا تمنا یا آرزو کے وحی الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ اور اسے اس

پیدا ایسا یقین آجاتا ہے۔ کہ وہ اس کے لفظ لفظ پر عمل کرتی ہے۔ اور ایسے حالات میں کرتی ہے کہ کوئی ماں ایسا نہیں کرسکتی جب تک کہ اسے آنے والے واقعات کی پہلے سے قطعی طور پر خبر نہ دے دی گئی ہو۔ قرآن نے یہاں لفظ ہی وحی کا استعمال کیا ہے۔ اور اس فعل کو اپنی طرف منسوب بھی کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔ سورۃ القصص آیت ۷

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۔

ترجمہ:- اور موسےٰ کی ماں کی طرف ہم نے وحی کی۔ اسے دودھ پلا پھر جب اس کے متعلق تجھے خوف ہو۔ تو اسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈرنا اور نہ غم کھانا۔ ہم اسے تیری طرف واپس لائیں گے اور اسے رسولوں میں سے بنائیں گے۔

خشک چھاتی اب دودھ سے بھر گئی اور خوف و ہراس جاتا رہا۔ اسی وحی کو سورۃ طٰہٰ آیت ۳۹ میں ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔ اور حضرت موسےٰ پر احسان جتلایا ہے۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓى ۔ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ۔ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِى التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِى الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّىْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ۚ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّىْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِىْ

ترجمہ:- اور یقیناً ہم نے تجھ پر ایک بار اور احسان کیا، جب ہم نے تیری ماں کی طرف وحی کی کہ اسے صندوق میں ڈال دے۔ پھر اس (صندوق) کو دریا میں ڈال دے تو دریا اسے کنارے پر ڈال دے گا۔ تاکہ میرا ایک دشمن اور اس کا دشمن لے لے اور میں نے تجھ پر اپنی محبت ڈال دی اور تاکہ میرے سامنے تیری تربیت کی جائے۔

حضرت موسےٰ علیہ السلام کی والدہ نبی تو نہ تھیں۔ از روئے قرآن کوئی عورت نبی نہیں ہوسکتی۔ نبی ہمیشہ مرد ہی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ یوسف آیت ۱۰۹ سے ثابت ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِىْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۔

ترجمہ:- ہم نے تجھ سے پہلے بھی بستیوں کے رہنے والوں میں سے مردوں کو ہی بھیجا تھا جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔

ہم یقین کرتے ہیں۔ کہ پرویز صاحب حضرت موسیٰ کی والدہ پر مسمریزم یا ہپناٹزم کی قسم کی ریاضتوں کا الزام نہیں لگائیں گے۔ ظاہر ہے کہ قرآن کریم نے اس وحی کو اپنے صفحات میں محفوظ کر لیا ہے اور اسے عزت اور احترام کا مقام بخشا ہے اور اللہ تعالےٰ نے اسے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔ اس وحی کو استخفاف کی نظر سے نہیں دیکھا جاسکتا۔ اس امت میں بھی خیر امم ہے ایسی پاک طینت اور نیک سرشت بیبیاں پیدا ہوتی رہی ہیں اور پیدا ہوتی رہیں گی جو اس قسم کے افضال الٰہی کو اپنی

طرف کھینچ سکیں۔

حضرت مریم صدیقہ

قرآن کریم میں ایک اور عظیم الشان عورت کی خبر دیتا ہے جو وحی الٰہی کے لئے چن لی گئی اور وہ اپنے وقت کی تمام عورتوں پر ممتاز کر دی گئی تھی۔ سورۃ آل عمران آیت ۴۲

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ۝

ترجمہ:- اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ نے تجھے برگزیدہ کیا اور تجھے پاک بنایا ہے۔ اور قوموں کی عورتوں سے تجھے چن لیا ہے۔

اس برگزیدہ الٰہی بی بی پر اب ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور وہ وحی الٰہی کی مورد بنتی ہے۔ خدا کا پیغام ملائکہ اسے یوں دیتے ہیں۔ آل عمران آیت ۴۴:-

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝

ترجمہ:- جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ تجھے اپنی طرف سے ایک خوشخبری دیتا ہے۔ اس (مبشر) کا نام مسیح عیسےٰ بن مریم ہے۔

چنانچہ اس وحی الٰہی کے تحت ایسا عظیم الشان انسان پیدا ہوتا ہے۔ جسے اب تک دنیا کی ایک کثیر آبادی خدا کا اکلوتا بیٹا کہہ کر پکارتی ہے۔ اس غیر نبی عورت پر اللہ تعالےٰ کا پیغام اس شکل میں نازل ہوا کہ اس کے سامنے ایک انسان کی شکل ظاہر ہوئی اور حضرت مریم اور اس انسان کے درمیان ایک باقاعدہ مکالمہ ہوا، سورۃ مریم آیت اٹھارہ میں اس کا مفصل ذکر ہے۔

فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝

ترجمہ:- سو ہم نے اپنی روح کو اس کی طرف بھیجا تو اسے ایک صحیح سالم انسان کی شکل نظر آئی۔

دوران وحی مکالمہ

حضرت مریم:- اِنِّىْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۔ میں تجھ سے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو متقی ہے۔

فرشتہ:- قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۝ اس نے کہا میں صرف تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں وہ فرماتا ہے تاکہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا بخشوں گا۔

حضرت مریم:- اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ۔ میرے لڑکا کس طرح ہوگا حالانکہ مجھے کسی انسان نے (نکاح کرکے) چھوا نہیں اور نہ میں بدکار ہوں۔

فرشتہ:- كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَىَّ هَيِّنٌ ۚ

وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ۝ ایسا ہی ہوگا۔ تیرا رب کہتا ہے یہ مجھ پر آسان ہے اور تاکہ ہم اسے لوگوں کے لئے نشان اور اپنی طرف سے رحمت بنائیں اور یہ امر فیصلہ شدہ ہے۔"

ہم نے یہ سارا مکالمہ اس لئے یہاں درج کیا ہے کہ خود قرآن پاک نے اسے اپنے صفحات میں محفوظ کر لیا ہے۔ مساجد اور مکاتب میں دن رات اس کی تلاوت ہوتی ہے۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ غیر انبیاء پر وحی ہوتی ہی ہے جو یقینی اور قطعی ہے آئندہ کی خبروں پر مشتمل ہے۔ اور اس میں اچھی خاصی طویل گفتگو جاری رہتی ہے۔ اس قسم کی وحی پر مسمریزم اور ہپناٹزم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور ایسا خیال کرنا بھی ایک بڑی معصیت ہے۔

بوڑھوں اور جوانوں کی طرف وحی

بنی اسرائیل میں ایک اولوالعزم نبی مبعوث ہوتا ہے اسے کتاب اور حکمت دی جاتی ہے۔ تورات اور انجیل سکھلائی جاتی ہے۔ وہ لوگوں میں نفخ روح کرتا ہے پر تاثیر باتوں سے دلوں کو لبھا لیتا ہے۔ مگر اچانک مخالفت شروع ہو جاتی ہے۔ بنی اسرائیل کی ساری قوم اس پر ایمان لانے سے رک جاتی ہے۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی پر تاثیر تقریر کو سحر کہہ کر مسترد کر دیتی ہے۔ جیسا کہ سورہ مائدہ آیت ۱۱۰ میں ارشاد الٰہی ہے:-

وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۔

ترجمہ:- اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روک دیا جب تو ان کے پاس دلائل لے کر آیا جو ان میں سے کافر ہوئے انہوں نے کہا یہ صرف دھوکا ہے۔

جب سارے دلائل۔ تقریر کی روانی۔ زبان کی فصاحت لہجے کی دلکشی رائیگاں جانے لگتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے چند جوان اور بوڑھے طالبان حق کو وحی الٰہی کے ذریعے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے لئے کہا جاتا ہے۔ تو وہ اس یقینی اور قطعی وحی کی بنا پر ایمان لے آتے ہیں اس موقعہ پر حواریوں کو جو وحی الٰہی ہوتی ہے اس کا قرآن پاک سورہ المائدہ آیت ۱۱۱ میں یوں ذکر ہے:-

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِىْ وَبِرَسُوْلِىْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ۝

ترجمہ:- اور جب میں نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ انہوں نے کہا ہم ایمان لائے اور گواہ رہ کہ ہم فرمانبردار ہیں۔

یہ حواری جوان بھی تھے اور بوڑھے بھی تھے۔

یہ کہنا کہ یہ حواری بھی نبی ہوں گے، بدیہی البطلان ہے کیونکہ وہ آگے چل کر حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے بڑی بحث

کرتے اور مائدہ طلب کرتے ہیں یعنی دنیوی سامان چاہتے ہیں یہ مجھ سے کوئی گھٹیا قسم کے لوگ ہیں۔ جن کو وحی الٰہی کے بعد بھی مزید کسی ثبوت کی ضرورت ہے۔ بہرحال قرآن مجید سے یہ ظاہر ہے کہ مردوں میں سے بھی ایسے لوگوں پر وحی ہوتی رہی ہے جو انبیاء نہ تھے۔ اور عقلی اور منطقی دلائل کے ساتھ ساتھ انہیں نزول وحی بھی عطا کیا جاتا رہا۔

کیا اب اس قسم کی وحی بند ہے؟

یہ امر مسلمہ ہے کہ شریعت مکمل ہو چکی ہے اور نبوت ختم ہو چکی ہے۔ قرآن پاک نے نبوت ختم ہونے کے متعلق تو واضح اطلاع دے دی ہے۔ مگر غیر انبیاء کی وحی کو کہیں ختم نہیں کیا، جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے انسان کا کلام من وّرای حجاب یعنی رؤیائے صادقہ کے ذریعہ بھی ہوتا رہا ہے اور واقعات اس پر شاہد ہیں کہ اب بھی لوگوں کو سچی خوابیں آتی ہیں۔ گذشتہ زمانہ کی خوابوں کی مثالیں ہم نے قرآن کریم سے نقل کر کے بیان کر دی ہیں۔ اسی طرح فطرت انسانی میں جو وحی الٰہی کے قبول کرنے کا مادہ ودیعت ہے وہ زائل نہیں ہوا۔ اور نہ کہیں قرآن میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ زائل ہو چکا ہے۔ ہاں پرویز صاحب ضرور اس کو زائل سمجھتے ہیں ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

غالباً ذیل کی آیات بینات ان کی نظر سے نہیں گذریں

وحی اب بھی جاری ہے

آیت نمبر ۱

(۱) الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ٥
(۲) الذین امنوا وکانوا یتقون
(۳) لہم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ لا تبدیل لکلمٰت ذالک ہو الفوز العظیم ٥

ترجمہ:—
(۱) سن لو کہ اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔
(۲) جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے تھے۔
(۳) ان کے لئے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بشارات ہیں، اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہ بڑی بھاری کامیابی ہے۔

ان آیات سے حسب ذیل نتائج نکلتے ہیں۔
(۱) یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء اللہ دنیا میں موجود ہیں ان کو اس دنیا میں بشارتیں ملتی ہیں۔
(۲) اور ان بشارتوں کا یہ اثر ہوتا ہے کہ ان پر گذشتہ واقعات کا غم اور آئندہ کا خوف لاحق نہیں ہوتا
(۳) ایسے لوگ بڑے ایماندار اور متقی ہوتے ہیں۔
(۴) اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کا قانون ان بشارات کے متعلق اب بھی جاری و ساری ہے۔ یعنی مکالمہ مکاشفہ الٰہیہ جس کے ذریعے یہ بشارات ملتی ہیں۔
(۵) اور یہ ایک بہت عظیم الشان کامیابی و کامرانی ہے

جس طرح ام موسیٰ کو وحی میں کہا گیا تھا فالقیہ فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی۔ اسی طرح اولیاء اللہ کے متعلق کہا گیا ہے لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ خوف اور حزن پہلے بھی وحی کے ذریعہ دور کیا جاتا رہا ہے اب بھی کیا جاتا ہے

آیت نمبر ۲

اللہ تعالیٰ اب بھی نشانات کے ذریعے اپنی پہچان کراتا ہے۔ اور اس کا آسمان سے اب بھی روحانی رزق بصورت وحی نازل ہوتا رہتا ہے۔ اور اپنی طرف بار بار رجوع کرنے والوں کو نشانات الٰہی میں نصیحتیں ملتی ہیں۔ ہر زمانہ میں کافر موجود ہوتے ہیں اور ان کو یہ پسند نہیں ہوتا کہ کوئی شخص اخلاص بھرے سینے میں خدا کو پکارے۔ جب کوئی مخلص ہو کر خدا کو تضرع سے پکارتا ہے۔ تو وہ صاحب عرش خدا انسانوں کے درجات بلند کرتا ہے اور جب وہ بلند اور رفعت والے مقام پر پہنچتے ہیں۔ تو امر الٰہی کی تبلیغ کے ذریعے ان پر نزول وحی شروع ہو جاتا ہے۔ یہ باتیں میرے دماغ کے خیالات نہیں بلکہ میں قرآن کریم کی آیات کا ترجمہ کر رہا ہوں آؤ درد دل کے ساتھ پگھلتی ہوئی روحوں کے ساتھ لرزتے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ اشکبار آنکھوں سے اور فریاد کناں زبانوں سے۔ نہایت عاجزی اور الحاح سے ان آیات محکمات کی تلاوت کریں۔ سورۃ المومن آیات ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ : ۔

ھو الذی یریکم ایٰتہ وینزل لکم من السماء رزقا وما یتذکر الا من ینیب ٥ فادعوا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکٰفرون ٥ رفیع الدرجٰت ذو العرش یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ لینذر یوم التلاق ٥

ترجمہ:— وہی ہے (اللہ) جو تمہیں اپنے نشان دکھاتا ہے اور تمہارے لئے آسمان سے رزق اتارتا ہے۔ اور نصیحت نہیں اختیار کرتے مگر وہی جو بار بار رجوع کرتے ہیں۔ سو اللہ کو اس کے لئے فرمانبرداری کو خالص کرتے ہوئے پکارو اگرچہ کافر ناپسند کریں۔ درجوں کا بلند کرنے والا صاحب عرش ہے۔ وہ روح یعنی کلام کو اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتارتا ہے تاکہ ملاقات کے دن سے ڈرائے۔

من عبادہ میں وہ لوگ شامل ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو چکے ہیں۔ اور اسلام اور قرآن کے اصولوں پر کاربند ہو کر بلند سے بلند مقامات حاصل کر چکے ہیں۔

آیت نمبر ۳

ینزل الملٰئکۃ بالروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ ان انذروا انہ لا الہ الا انا فاتقون ٥

ترجمہ:— وہ فرشتوں کو وحی کے ساتھ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے۔ اتارتا ہے کہ بتا دو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں سو میرا تقویٰ اختیار کرو۔ سورہ نحل آیت ۲

اس آیت مبارکہ میں ایک قاعدہ کلیہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندے پر اپنی مشیت کے تحت اپنا کلام نازل کرتا رہتا ہے اور اس قسم کی وحی سے اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ توحید پر قائم ہو جائیں اور تقویٰ اختیار کریں۔

آیت نمبر ۴

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملٰئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون ٥ نحن اولیاؤکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ ولکم فیہا ما تشتہی انفسکم ولکم فیہا ما تدعون ٥ نزلا من غفور رحیم ٥

ترجمہ:— وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر سیدھی راہ پر لگے رہتے ہیں۔ ان پر فرشتے اترتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ تم نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو اور اس جنت کی خوشخبری لو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں تمہارے ولی ہیں اور تمہارے لئے (وہ سب کچھ) ہے جسے تمہارے دل چاہیں۔ اور تمہارے لئے اس میں (وہ سب کچھ) ہے جو تم مانگو۔ یہ مہمانی بخشنے والے رحم کرنے والے اللہ کی طرف سے (ہے) سورہ حم سجدہ آیت ۳۰

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ جو لوگ توحید کے قولاً قائل اور اس پر عملاً قائم ہیں اور اس حالت میں پوری پوری استقامت دکھلاتے ہیں۔ تو انہیں اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی جنت کا وعدہ دیا جاتا ہے۔ اور یہ وعدہ نزول ملائکہ کے ذریعے انسان کو ملتا ہے۔ اور یہ فرمایا کہ ہم دنیا اور آخرت دونوں جہان میں تمہارے دوست ہیں اور جو کچھ تم چاہتے ہو اور جو کچھ تم مانگتے ہو۔ اس دنیا اور آخرت دونوں میں تمہارے لئے مہیا کیا جائے گا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اس دنیا میں مومنین قانتین پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کی بارش ہوتی ہے۔ وہاں وحی الٰہی جو سب نعمتوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔ انسان کو مرحمت فرمائی جاتی ہے۔

آیت نمبر ۵

درحقیقت قبل از نزول قرآن دنیا میں ہر جگہ گمراہی اور تاریکی کا دور دورہ تھا۔ نزول قرآن کی وجہ سے ضلالتیں اور گمراہیاں دُور ہو گئیں۔ اور رات کی تاریکیاں پھٹ کر طلوع آفتاب کے انوار سے چمک اُٹھیں۔ اب عظیم الشان ملائکہ کا نزول اور وحی الٰہی کا ورود ہر خیر و برکت لانے کا موجب ہو گیا۔ دنیا میں خوف و ہراس جاتا رہا۔ اور امن اور سلامتی نے جگہ لے لی۔ یہ بابرکت زمانہ ایک عظیم الشان روشنی اور تابناکی کا موجب ہوا۔ پس نزول قرآن کے بعد یہ کہنا کہ اب دنیا پر ملائکہ بشارات لے کر نہیں آتے اور اللہ تعالیٰ کی وحی کے دروازے مسدود ہو چکے ہیں قرآن پاک کی تعلیم کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ اگر ہمارے صوفیائے کرام، مجددین، اقطاب اور ابدال۔ قرآن شریف کی اس سورت کو پڑھ کر وجد میں آجاتے تھے۔ تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا تعلق خدا سے قائم ہو چکا ہوتا تھا۔ اور ان کے قلوب پر تسکین اور طمانیت وارد کرنے کے لئے ملائکہ کا نزول ہو رہا ہوتا تھا۔

اگر ہمارے پردیز صاحب اور الذین معہ مخلصین لہ الدین ہو کر اھدنا الصراط المستقیم کی دعا کہتے ہوئے اس سورت کی تلاوت کریں تو ان کی حالت بھی وہی ہو جائیگی جو دیگر صوفیاء اولیاء کی ہو جاتی رہی ہے۔ یا اب بھی ہو جاتی ہے۔ انا انزلنٰہ فی لیلۃ القدر ۝ وما ادراک ما لیلۃ القدر ۝ لیلۃ القدر خیر من الف شھر ۝ تنزل الملٰئکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر ۝ سلٰم ھی حتی مطلع الفجر ۝

ترجمہ:۔ ہم نے اسے لیلۃ القدر میں اتارا۔ اور تجھے کیا خبر ہے کہ لیلۃ القدر کیا ہے۔ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور روح اپنے رب کے اذن سے سراسر خیر کو لئے ہوئے اترتے ہیں سلامتی یہ فجر کے طلوع تک ہے۔

مصائب کی تاریک رات، وارفتگی اور طلب حقیقت کی تڑپ معرفت الٰہی کے لئے مضطرب انسان کو تنہائی میں لے جاتا ہے وہ دنیا کی تمام کھڑکیاں بند کر کے ذات الٰہی میں گم ہو جاتا ہے۔ ایسے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اس کی رُوح بیساختگی میں اپنے مولا کی طرف رجوع کرتی ہے۔ تاریکیاں پھٹ جاتی ہیں۔ اندھیرے دُور ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی شروع ہو جاتی ہے۔ فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور یہ سلسلہ برابر چلتا رہتا ہے حتیٰ کہ صداقت کا آفتاب عالمتاب دلائل نیرہ کی روشنی لیکر طلوع ہو جاتا ہے اور ایک عالم کو بقعۂ نُور بنا دیتا ہے۔ سینے کھل جاتے ہیں دل مضبوط ہو جاتے ہیں۔ ایمان کامل ہو جاتا ہے۔

معرفت تامہ حاصل ہو جاتی ہے اور انسان اور خدا کے درمیان حجاب دور ہو جاتے ہیں اور انسان اور خدا کے درمیان مکالمہ مخاطبہ شروع ہو جاتا ہے۔

آیت نمبر ۶
قُربِ الٰہی

واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون ۝

ترجمہ:۔ اور جب میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو بیشک میں قریب ہوں دعا کرنے والے کی دعا کا جب وہ مجھے پکارتا ہے، جواب دیتا ہوں۔ پس چاہیئے کہ میری فرمانبرداری کریں اور چاہیئے کہ مجھ پر ایمان لائیں تاکہ ہدایت پائیں۔

یہاں مومنوں کے دل کی تڑپ کا ذکر ہے۔ جو انکے دلوں میں اپنے مولا کریم کے متعلق پیدا ہوتی ہے اور جب وہ تڑپ تڑپ کر اور رو رو کر بکمال عجز و نیاز زمین کر اپنے خداوند تعالیٰ کو پکارتے ہیں تو وہ خدا ان کی فرمانبرداری اور ایمان محکم کو دیکھ کر ان کی فریاد کا جواب دیتا ہے جس سے ان کے دلوں کو طمانیت حاصل ہوتی ہے اور وہ ترقی کر کے رشد و ہدایت کے بلند ترین مقامات پر پہنچ جاتے ہیں۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

فکر و عقل اور دلیل و منطق نے تو انہیں کسی حد تک خدا کی معرفت دی تھی۔ مگر ان کے تضرع اور زاری نے ان پر افضال الٰہی کے تمام دروازے کھول دیئے اور انہیں خدا کی گود میں جا بٹھایا اور وہ اپنے کانوں سے اپنی دعاؤں کا جواب سننے لگے۔ ایسے لوگوں کا خدا جہاں سمیع و بصیر ہے وہاں مستجاب الدعوات اور مجیب الدعا بھی ہے۔ وہ دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے اور بولتا بھی ہے۔ ...لوم لوگوں کو یہ کیوں شوق ہے کہ خدا کو دیکھنے والا۔ سننے والا تو سمجھا جائے مگر طاقت گفتار سے عاری رکھا جائے۔

آیت نمبر ۷
منعم علیہم کون ہیں

اھدنا الصراط المستقیم ۝ صراط الذین انعمت علیھم ۝

ترجمہ:۔ ہم کو سیدھا راستہ دکھا ہماری رہنمائی کر اور ہمیں اپنے مطلوب محبوب اور مقصود تک پہنچا دے۔ اور یہ راستہ ان لوگوں کا ہے جو تیرے منعم ہیں۔

وہ لوگ کون ہیں۔ سورہ نساء آیت ۶۹ نے ان کی نشان دہی فرمائی ہے:۔

ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین ج وحسن اولٰئک رفیقا ۝ ترجمہ:۔ اور جو شخص اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے۔ تو یہ لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا (یعنی) نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالح لوگوں (کے ساتھ) اور یہ اچھے ساتھی ہیں۔

پس اس آیہ کریمہ سے ظاہر ہے۔ کہ اللہ رسول کی اطاعت سے منعم علیہم کی رفاقت ملتی ہے۔ اور جو انعامات خداوند تعالیٰ نے اپنے برگزیدگان کے لئے مقدر کر رکھے ہیں۔ ان سب کے حصول کے لئے دُعا کرنے کی تلقین فرمائی ہے اور ان کو عطا کرنے کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔ سب سے بڑا انعام خدا تعالیٰ کی ہمکلامی ہے سو اس سے بھی منعم علیہ انسان مستفیض ہو جاتا ہے علم اور عمل کا کمال یقیناً بلند مراتب کے انتہا تک پہنچا دیتا ہے اور محبوب سے ہمکلامی سب سے بڑی نعمت ہے جو ایک محب صادق کو حاصل ہو سکتی ہے

آیت نمبر ۸

فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون ۝

ترجمہ:۔ پس مجھے یاد کرتے رہو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔

یاایھا الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر والصلٰوۃ ان اللہ مع الصابرین ۝

اے لوگو جو ایمان لائے ہو صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگو یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

یہاں اللہ تعالیٰ کے شکر کرنے والے اور کفران الٰہی نہ کرنے والے اور صبر اور استقامت سے قوانین الٰہی پر عمل کرنے والے اور اپنی نمازوں میں خضوع اور خشوع سے استعانت طلب کرنے والوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ اور ان کو دو وعدے دیئے جا رہے ہیں۔ ایک وعدہ معیت اور رفاقت کا ہے۔ اور دوسرا وعدہ اذکرکم کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ میں تمہیں یاد رکھوں گا۔ یہی دونوں وعدے اُمّ موسیٰ سے پورے کئے گئے اس نیک خاتون کو اللہ تعالیٰ کی معیت بھی حاصل رہی اور خدائے ذوالجلال نے اپنی وحی سے بھی یاد فرمایا۔ اسی خلعت سے مریم علیہا السلام کو نوازا گیا اور یہی نعمت اولیاء امت کے لئے بھی میسر ہے۔

آیت نمبر ۹

اللہ نور السمٰوات والارض ط مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح ط المصباح فی زجاجۃ ط الزجاجۃ کانھا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبٰرکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتھا یضیٓء ولو لم تمسسہ نار ط نور علیٰ نور ط یھدی اللہ لنورہ من یشآء ط

ترجمہ:۔ اللہ آسمانوں اور زمین کا روشن کرنے والا ہے

جلد ۴۷ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۶ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ مطابق ۳۰ اکتوبر ۱۹۵۷ء | نمبر ۴۳

ہمارا مذہب اور عقیدہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے، اب کوئی اور کلمہ یا کوئی اور نماز نہیں ہو سکتی جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا کر کے دکھایا اور جو کچھ قرآن شریف میں ہے اسکو چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی جو اس کو چھوڑیگا جہنم میں جاویگا یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے مگر اس کیساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس امت کیلئے مخاطبات اور مکالمات کا دروازہ کھلا ہے اور یہ دروازہ گویا قرآن مجید کی سچائی پر ہر وقت تازہ شہادت ہے اور اسکے لئے خدا تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ ہی میں یہ دعا سکھائی ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم انعمت علیھم کی راہ کے لئے جو دعا سکھائی تو اس میں انبیاء علیہم السلام کے کمالات کے حصول کا اشارہ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جو کمال دیا گیا ہے وہ معرفت الٰہی کا کمال ہے اور یہ نعمت انکو مکالمات اور مخاطبات سے ملی تھی اسی کے تم بھی خواہاں ہو۔"

(تقریر حضرت مسیح موعود بمقام لدھیانہ مورخہ ۶ نومبر ۱۹۰۵ء مندرجہ اخبار الحکم ۵ اکتوبر ۱۹۰۵ء)

حاجی شیخ اللہ دین صاحب مرحوم و مغفور

حاجی شیخ اللہ دین صاحب کی وفات کی خبر گذشتہ اشاعت میں دی جا چکی ہے ذیل میں حاجی صاحب مرحوم کے خود نوشت حالات زندگی ہدیہ قارئین کرام ہیں جن سے ان کی قوت ایمانی اور تبلیغی جوش کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ کس درجہ پہنچا ہوا تھا یہ جوش تبلیغ مرتے دم تک ان میں قائم رہا، اپنی آخری عمر میں بھی وہ کانپتے ہوئے ہاتھوں اور لرزتی ہوئی ٹانگوں کے ساتھ تبلیغی ٹریکٹوں کا تھیلا ہاتھ میں لئے ہوئے آہستہ آہستہ چل کر امام وقت کی آواز مختلف گھروں اور دفتروں میں پہنچا رہے صرف چند ماہ خانہ نشین رہے۔ ہاں اس وقت بھی دفتر انجمن سے ٹریکٹ منگوا کر لوگوں کو بھجوا تے رہے، یہ جوش اور حرارت ایمان ہمارے ان نوجوانوں کے لئے قابل رشک اور لائق تقلید ہے جو سلسلہ کے ممبر ہونے کے باوجود عملی اقدام سے عاری ہیں:

ابتدائی حالات

میری پیدائش ۱۸۵۷ء[1] میں تھی سن ہجری کے لحاظ سے میں اب سو سال کو پہنچ چکا ہوں ابتدائے عمر سے مجھے دین و مذہب کا بہت شوق رہا ہے ۱۸۷۵ء یعنی ۱۸ سال کی عمر میں مجھے شملہ میں گورنمنٹ آف انڈیا پریس کی ملازمت بحیثیت کمپازیٹر مل گئی اور وہاں ۱۹۳۶ء تک قیام رہا جس کے بعد پنشن پر اپنے آبائی وطن لاہور آ گیا۔

انجمن نصرت الاسلام شملہ کی بنیاد اور خدمت اسلام

شملہ کے گرد و نواح میں لوگوں کی دینی حالت سدھارنے کی غرض سے میں نے ایک انجمن نصرت الاسلام کی بنیاد رکھی اور بہت سے نیک مسلمانوں کو اس میں شمولیت کی دعوت دی مسلسل ۴۲ سال تک شملہ اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں میں خود پیدل چل کر پہاڑی مسلمانوں کو اسلام پر قائم رہنے کی شب و روز تلقین کی۔ ان پہاڑی علاقوں کے مسلمانوں میں دین سے غفلت بوجہ تعلیم سے محروم ہونے کے بہت زیادہ تھی اس لئے شملے کے مسلمانوں سے چندہ فراہم کر کے خاص شملہ اور دور دراز کے پہاڑی علاقوں میں اسلامی مدارس جاری کئے گئے۔ آریہ سماج کی کوشش یہ تھی کہ تمام پہاڑی مسلمانوں کو مرتد کر لیا جاوے الحمدللہ کہ اس عاجز اور دوسرے بھائیوں کی تبلیغی کوششوں سے تمام پہاڑی علاقوں میں آریہ سماج کو ناکامی ہوئی۔

اعتراف خدمات اور لوگوں کی عقیدت

۱۸۸۲ء میں لاہور اور دہلی سے شائع ہونے والے مسلمان اخبار وں نے اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا کہ شیخ اللہ دین ایک دیندار نوجوان ہے اور ان کی انجمن شملہ کے پہاڑی مسلمانوں کے دین و ایمان کو آریہ سماج کے حملوں سے بچانے کے لئے نہایت مفید کام کر رہی ہے، اس دینی خدمت کی وجہ سے اس وقت

[1] یہ مضمون غالباً ۱۹۵۳ء میں حاجی صاحب نے لکھوایا تھا، اس لحاظ سے ان کی عمر سن ہجری کے لحاظ سے قریباً ۱۰۳ سال ہوئی (ایڈیٹر پ ص)

تمام مسلمانانِ شملہ کو مجھ سے بہت عقیدت تھی۔

حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت اور جنون تبلیغ

اسی دوران میں مجھے براہین احمدیہ کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا، اور حضرت مسیح موعود سے ایک غائبانہ عقیدت پیدا ہو گئی، یہی عقیدت مجھے ۱۸۸۸ء میں لدھیانہ لے گئی جہاں آپ ان دنوں مقیم تھے، اور وہیں میں نے آپ کی بیعت کر لی، اس کے بعد حضرت صاحب کے دعویٰ مسیحیت اور شمولیت سلسلہ کی وجہ سے وہ احترام اور عقیدت جو مسلمانان شملہ کو مجھ سے تھی شدید عداوت میں تبدیل ہو گئی۔ تاہم میں اللہ کے فضل و کرم سے متواتر چالیس سال تک کوہ شملہ میں دامے، درمے، قدمے سخنے تبلیغ کا فرض ادا کرتا رہا۔ مرشد کامل کی صحبت اور فیض سے میرا جذبۂ تبلیغ جنون کی صورت اختیار کر گیا سرکاری ملازمت کی مصروفیت اور شملہ کے دیوبندی علماء کی شرارت اور مخالفت کے باوجود میں تبلیغ کے کام میں لگا رہا۔

شدید مخالفت

ان علماء نے مجھ پر فتوے کفر لگانے کے علاوہ میرے خلاف تمام مسلمانانِ شملہ کو بھڑکایا اور ہر ناپاک گالی سے مجھے یاد کیا گیا۔ حتیٰ کہ کوئی مسلمان دوکاندار مجھے سودا دینے کا روادار نہ تھا، سقہ، دھوبی، حجام، اور خاکروب سے بھی میرا بائیکاٹ کرا دیا گیا۔ میں نے تبلیغ حق کے مقدس کام کی خاطر یہ سب تکلیفیں نہایت صبر و شکر اور خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔

ہر مذہب کے لوگوں کو تبلیغ

شملہ گورنمنٹ آف انڈیا کا صدر مقام تھا۔ وہاں بڑے بڑے گورنروں، وائسرائے صاحبان۔ کمانڈر انچیف، پرنس آف ویلز، ملکہ وکٹوریہ، شاہ جارج پنجم اور شملہ میں آنے والے ہر مذہب کے سیاحوں، ہر خیال کے علماء ہندو، مسلم، سکھ، آریہ، برہمو سماج، انگریزوں و برلیوں، بنگالیوں، سندھیوں، میں بذریعہ لٹریچر اسلام اور سلسلہ کی تبلیغ کما حقہ کی گئی۔ آج تک شملہ اور لاہور میں لاکھوں کی تعداد میں سلسلہ کا لٹریچر دستی طور پر یا بذریعہ ڈاک تقسیم کر چکا ہوں۔

تقسیم لٹریچر کے لئے دُور دراز کے سفر

اسی پاک لٹریچر کی تقسیم کے لئے عالم شباب میں دُور دراز کے سفر بھی کئے ۱۹۲۵ء میں طول و عرض کشمیر میں پیدل چل کر لوگوں کو سلسلہ کی تبلیغ کی اور لٹریچر کی بوریاں بھر بھر کر تقسیم کیں۔

ایک واقعہ

کوہستان شملہ میں غالباً ۱۸۹۹ء میں رات کے وقت جبکہ جنوری کا مہینہ تھا اور سخت برفباری ہو رہی تھی پیدل چل کر بالوگنج بغرض تبلیغ جا رہا تھا کہ رات کی تاریکی میں ایک خونخوار درندے نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ اللہ کریم نے جان بچائی۔ اور اس وقت کی تبلیغ کو مولا کریم نے شرف قبولیت بخشا کہ منشی احمد علی صاحب مرحوم ہیڈ کنسٹیبل تھانہ بالوگنج سلسلہ میں داخل ہو گئے۔

جماعت شملہ کے بزرگ

چالیس تک بندہ نے شملہ کے گرم اور سرد موسم میں سلسلہ کے لئے چندہ فراہم کرنے کے ... فرائض بھی سرانجام دیئے۔ بعد میں حق تعالےٰ نے اپنی کرم نوازی سے شملہ میں ایک بہت بڑی احمدی جماعت قائم فرما دی، جن میں داروغہ نبی بخش صاحب مرحوم حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جالندھری مرحوم۔ مولوی عمرالدین صاحب شملوی مرحوم بابو عبداللطیف صاحب مناظر اسلام شیخ عبدالحق صاحب دہلوی۔ شیخ محمد لطیف صاحب، مولوی عبدالعزیز صاحب بابو امیر علی صاحب۔ مخدوم محمد اشرف صاحب، شیخ اسلام دین صاحب مرحوم، مولوی خدا بخش صاحب مرحوم صوفی شمس الدین صاحب مرحوم کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں، حضرت خواجہ کمال الدین صاحب، حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور اور مولانا عصمت اللہ صاحب مرحوم، مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی بھی وقتاً فوقتاً شملے پہنچتے رہے ان حضرات کی تشریف آوری جماعت کے استحکام کا موجب بنی۔

مخالفین کو دعوتِ حق

پنڈت لیکھرام، ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی، مولوی ثناء اللہ امرتسری، سعد اللہ لودھیانوی، رسل بابا، مولوی جبالہ غزنوی، مرزا حیرت دہلوی، پیر گولڑوی، عبداللہ آتھم و دیگر امرتسری مکذب ٹولہ کو بھی راہ راست پر آنے کے لئے دعوت بذریعہ لٹریچر دی گئی۔

شملہ میں کئی سعید الفطرت لوگ میری تبلیغ سے سلسلہ میں داخل ہو کر جماعت شملہ کی تقویت کا موجب ہوئے۔

بزرگان سلسلہ سے محبت و عقیدت

مولنا عبدالرحمٰن صاحب جالندھری، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب خواجہ کمال الدین صاحب، حکیم مرزا خدا بخش صاحب خانصاحب بابو منظور الٰہی، ڈاکٹر بشارت احمد صاحب، خانبہادر میاں غلام رسول صاحب۔ مولنا عصمت اللہ صاحب، حکیم محمد حسین مرہم عیسیٰ صاحب۔ اور حضرت امیر قوم رحمۃ اللہ علیہ سے مجھے عشق تھا ایسے بزرگ اب کہاں۔

آریوں کی شرارت اور انگریز کی حمایت

لیکھرام کے قتل ہونے پر شملہ کے آریہ سماجی بھڑک اٹھے اور میرے مکان کی تلاشی کرانے کی کوشش کی مگر انگریز انصاف پسند پولیس آفیسر نے جواب دیا کہ اس کو ہم جانتا ہے، نیک ہے نمازی ہے۔ ہم اسکو کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس وقت مخالف مولوی اور شریر غیر احمدی بھی میرے خلاف آریوں سے مل کر سازش کر رہے تھے، میں نے تمام واقعات سے حضرت امام علیہ السلام کو بذریعہ خط اطلاع دی اور دعا کے لئے عرض کیا، آخر یہ سب نامراد اشرار روسیاہ ہو کر شرمندہ ہو گئے۔

مخالفین کا امن اور انکی امداد و اعانت

تمام مسلمانان شملہ میرے شدید مخالف اور درپئے آزار تھے مگر کمال یہ ہے کہ اپنی اپنی نقدی صرف میرے پاس ہی بطور امانت رکھتے تھے۔ گویا کہ میں اُن کے لئے ایک محفوظ بنک یا ڈاکخانہ تھا۔ اور اپنے دکھ درد اور بیماری کے وقت مجھ سے دعا کرنے کی درخواست کرتے تھے۔ علاوہ دعا کے میں اُن کے کام کاج کر دیتا تھا مثلاً ہسپتال سے دوا لا کر دینا بازار سے سودا سلف لا دینا۔

مہمان نوازی کا شرف

شملہ میں میرا مکان نماز جمعہ اور تبلیغ احمدیت کے لئے ایک واحد مرکز ہونے کے علاوہ مہمانخانہ بھی تھا۔ الحمد للہ مجھے سلسلہ عالیہ کے تمام نامور علماء کرام اور مبلغین حضرات کی مہمان نوازی کا شرف حاصل ہوتا رہا۔

حج کے موقعہ پر تقسیم لٹریچر

۱۹۲۵ء میں دوران حج میں، جدہ، مکہ، مدینہ منورہ اور طائف شریف و دیگر مقامات عرب میں بذریعہ لٹریچر احمدیت کا پیغام پہنچایا۔

لاہور میں تقسیم لٹریچر

اب عرصہ دراز سے تبلیغ احمدیت کے مقدس کام میں لاہور میں مصروف ہوں، سرکاری دفاتر، سکولوں کالجوں، کارخانوں، ڈاکخانوں، یونیورسٹی، ہسپتالوں، بنکوں، تجارتی مرکزوں، لائبریریوں کے علاوہ عام مسلم پبلک کو مفت لٹریچر تقسیم کرتا ہوں، اخبار پیغام صلح تمام عمر میری جیب میں رہا، مجھے اس سے بے پناہ عشق ہے۔ تبلیغ کے میدان میں یہ میرے لئے ہمیشہ مؤثر ہتھیار ثابت ہوا ہے۔ حضرت امام وقت کی جماعت کے پرانے اور تجربہ کار فاضل ادیب مولنا دوست محمد صاحب نے اس اخبار کے ذریعہ سلسلہ کی آج تک جو عدیم النظیر خدمات سرانجام دی ہیں اس کا اعتراف کرنا ہر احمدی کا اولین فرض ہے۔

مخالفین کی شرارتیں

لاہور میں بھی بعض اشرار نے مجھے بےعزت کرنے کے لئے کوشش کی جسے میں نے صبر و شکر سے برداشت کیا اور اپنے اصل کام کو جاری رکھا۔ ختم نبوت کے جھوٹے نعرے لگانے والے احراری و دیگر فسادیوں نے گذشتہ شرمناک ایجی ٹیشن میں میری جائیداد کو آگ لگانے اور مجھے قتل کرنے کی کوشش کی۔ مگر اللہ کریم نے ان کو ناکام رکھا اور جنرل محمد اعظم خان کی بہادر فوج کی آمد کی خبر سن کر یہ سب سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

بیعت مجدد وقت سمجھ کر کی

میں نے حضرت امام کی بیعت صرف مجدد وقت

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۳۰ راکتوبر ۱۹۵۷ء

حضرت مرزا صاحب کی شخصیت اور ترجمان القرآن

(۳)

ریویو نگار کی علمیت کا اندازہ آپ کو ان بیانات سے ہو چکا ہو گا جو اس سے پیشتر ہم ترجمان القرآن سے نقل کر چکے ہیں، ایک اور بیان سن لیجئے۔

"اب ذرا اس سفر کے اگلے مراحل ملاحظہ ہوں، پہلے مسیح موعود ہونے سے انکار کر کے صرف مثیل مسیح ہونے کا دعوےٰ کیا گیا :۔

"اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعوےٰ کیا ہے جسکو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں جو آج ہی میرے منہ سے سنا گیا ہو، بلکہ یہ وہی پرانا الہام ہے جو میں نے خدا تعالیٰ سے پاکر براہین احمدیہ کے کئی مقامات پر بتصریح درج کر دیا تھا جس کے شائع کرنے پر سات سال سے بھی زیادہ عرصہ گذر گیا ہو گا میں نے یہ دعوےٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں جو شخص یہ الزام مجھ پر لگاوے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے بلکہ میری طرف سے عرصہ سات آٹھ سال سے برابر یہی شائع ہو رہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں یعنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعض روحانی خواص طبع اور عادات اور اخلاق وغیرہ خدا تعالیٰ نے میری فطرت میں رکھے ہیں" (اشتہار مورخہ ۱۱ر فروری ۱۸۹۱ء)

لیکن کچھ زیادہ مدت نہ گذری تھی کہ تحفہ گولڑویہ میں صاف صاف "مسیح موعود" ہونے کا دعوےٰ کر دیا گیا جس سے پہلے انکار کیا گیا تھا۔

"میرا دعوےٰ یہ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیشگوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانے میں ظاہر ہو گا"

دیکھا آپ نے؟ کیا عجیب انکشاف ہے جو ریویو نگار نے کیا ہے، فرماتے ہیں ۱۸۹۱ء کے اشتہار میں مسیح موعود ہونے سے انکار کیا ہے، حالانکہ سیاق کی عبارت خود بتا رہی ہے کہ جس مسیح موعود کے دعویٰ سے انکار کیا ہے وہ مسیح ابن مریم ہے:۔

"میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں جو شخص یہ الزام مجھ پر لگاوے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے"

ورنہ مسیح موعود (بمعنے مثیل مسیح) ہونے کا دعویٰ جو ریویو نگار کو کئی سال بعد ۱۹۰۲ء میں تحفہ گولڑویہ کے اندر ملا ہے وہ ۱۸۹۱ء ہی میں ازالہ اوہام میں..... آپ کر چکے تھے ملاحظہ ہوں الفاظ ذیل :۔

"اب جو امر کہ خدا تعالیٰ نے میرے پر منکشف کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ مسیح موعود میں ہوں"

(ازالہ اوہام ایڈیشن اول ص ۳۹)

دیکھ لئے آپ نے اپنے سفر کے مراحل؛ جہاں سے چلے تھے وہیں پھر آ گئے۔ کاش آپنے حضرت مرزا صاحب کی کتابوں کو خود بالاستیعاب پڑھا ہوتا تو "اس سفر کے اگلے مراحل" کی طرف آپکو نہ جانا پڑتا اور ایک ہی جگہ اور ایک ہی وقت میں حضرت مرزا صاحب کا ایک ہی دعویٰ آپکو مل جاتا۔

اس کے بعد ریویو نگار صاحب لکھتے ہیں کہ :۔

"پھر ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہونے کا دعویٰ کیا گیا اور اس کے لئے لفظ خاتم النبیین کی ایک نرالی اور عجیب غریب تاویل گھڑی گئی"

وہ کیا تاویل ہے اور نبی اور امتی کا دعوےٰ کیا حقیقت رکھتا ہے، ریویو نگار نے حقیقۃ الوحی ص ۱۵۰ کی یہ عبارت نقل کی ہے :۔

"صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی"

لیکن حقیقۃ الوحی کے اسی صفحہ پر نبی اور امتی کی جو تشریح حاشیہ میں کی گئی ہے اسکو نقل نہیں کیا :۔

"میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی اور میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت" (حاشیہ حقیقۃ الوحی ص ۱۵۰)

اب اس صراحت کے بعد کہ میری نبوت "اصلی نبوت" نہیں "نبی اور امتی" کے الفاظ کو دعویٰ نبوت قرار دینا ظلم عظیم نہیں تو کیا ہے۔

پھر یہ امتی اور نبی کی کوئی نئی اصطلاح نہیں اگر ریویو نگار نے حضرت مرزا صاحب کی کتب کو خود شروع سے پڑھا ہوتا تو ۱۸۹۱ء کی تصنیف ازالہ اوہام ہی میں انہیں "امتی اور نبی" کی اصطلاح مل جاتی ملاحظہ کیجئے :۔

"سو یہ بات کہ اس کو امتی بھی کہا اور نبی بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی جیسا کہ محدثیت میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے اسی لئے خدا تعالےٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی"

(ازالہ اوہام ص ۵۳۳)

سن لیا آپ نے؟

۱- "امتی اور نبی" کی اصطلاح براہین احمدیہ میں بھی آپ کے الہامات کے اندر موجود ہے، یعنے اس وقت جب آپ کا دعوےٰ نہ مسیح موعود یا مثیل مسیح ہونے کا بھی نہ تھا۔

۲- "امتی اور نبی" محدثیت کا دوسرا نام ہے، اور یہ آنحضرت صلعم کا ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت اس سے ثابت ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا دعوےٰ شروع سے آخر تک ایک ہی رہا، اور جس سفر کے مراحل ریویو نگار کو ادھر ادھر کی سنی سنائی باتوں کی بنا پر طے کرنے پڑے ہیں، وہ فرضی اور وہمی سفر تھا جس کی حقیقت کوئی نہیں، اور یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے جن الفاظ کو ریویو نگار نے دعوےٰ نبوت پر محمول کیا ہے وہ محدثیت سے بڑھکر اور کسی دعوے کے متحمل نہیں،

ریویو نگار نے حقیقۃ الوحی ص ۹۷ کی حسب ذیل عبارت کو خاتم النبیین کی "ایک نرالی اور عجیب غریب تاویل" قرار دیا ہے :۔

"خدا کی مہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا اس درجہ کو پہنچا کہ ایک پہلو سے وہ امتی ہے اور ایک پہلو سے نبی کیونکہ اللہ جلشانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا یعنے آپ کو افاضۂ کمال کے لئے مہر دی گئی اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھیرا یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسی کسی اور نبی کو نہیں دی گئی"

افسوس کہ ریویو نگار نے کسی قادیانی نوٹ بک سے یہ غیر مکمل عبارت نقل کر دی اور اسی وجہ سے اس کو "ایک نرالی اور عجیب وغریب تاویل" قرار دے دیا اگر اصل کتاب حقیقۃ الوحی کو پڑھا ہوتا تو اس کے ساتھ کا اگلا فقرہ تمام عبارت کی تشریح کے لئے کافی تھا۔

"یہی معنے اس حدیث کے ہیں علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنے میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے"

دیکھا آپ نے؟ خاتم النبیین کی اس "نرالی اور عجیب وغریب تاویل" میں آنحضرت صلعم کی پیروی سے جن کمالات نبوت کے ملنے اور آپ کی توجہ روحانی کو نبی تراش قرار دیا گیا ہے وہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل سے بڑھکر نہیں، اس کو آپ نرالی اور عجیب وغریب تاویل قرار دیں یا جو جی چاہے کہیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ خاتم النبیین کے مفہوم میں جہاں انقطاع نبوت کا پہلو ہے وہاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض روحانی کے اجراء کا پہلو بھی شامل ہے جس سے آپ کے پیروؤں کو اگرچہ منصب نبوت نہیں مگر کمالات نبوت ضرور ملتے ہیں جس کا ذکر حدیث نبوی علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل میں موجود ہے کاش ترجمان القرآن کے ریویو نگار اور ان کے دیگر ہم نواؤں کو اس قدر تو بصیرت حاصل ہوتا کہ خاتم النبیین کے مفہوم میں انقطاع نبوت کے ساتھ افاضہ کمالات نبوت کا پہلو بھی نہیں نظر آ جاتا کہ انہی دونوں پہلوؤں میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلی اور حقیقی شان مضمر ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ اور کامل تعلیمات اور ختم نبوت

سلطنتوں کا قیام لیڈروں کی استقامت پر منحصر ہے

"پاکستان کیلئے دعائیں کرنی چاہئیں کہ اسکے لیڈر اور حکام نیکی اور انصاف پر قائم ہوں"

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۵۷ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

کداب ال فرعون والذین من قبلھم کذبوا بایتنا فاخذھم اللہ بذنوبھم واللہ شدید العقاب ——————— (آل عمران آیت ۱۱)

کداب ال فرعون والذین من قبلھم کفروا بایت اللہ فاخذھم اللہ بذنوبھم ان اللہ قوی شدید العقاب ذالک بان اللہ لم یک مغیرا نعمۃ انعمھا علی قوم حتی یغیروا ما بانفسھم وان اللہ سمیع علیم ——————— (الانفال آیت ۵۲-۵۳)

کامل اور عالمگیر دستور العمل

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو تعلیم جناب الہٰی سے لائے وہ جامع اور عالمگیر ہے، اور اس کو دوام حاصل ہے قیامت تک یہ تعلیم ثابت اور قائم رہے گی، اور جوں جوں علم بڑھتا جائے گا آپ کی تعلیم معقول ہوتی جائے گی، اور یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ دستور العمل جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لائے تمام انسانیت کے لئے ہے۔ اس دستور کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ اگر وہ قوانین جو اس عالم حیوانیات میں اثر ساتھ چلے آتے ہیں ان میں تبدیلی نہیں ہوسکتی صدیاں گزر گئیں وہ ویسے کے ویسے ہی ہیں اور رہیں گے کیونکہ وہ کامل ہیں اور کامل قوانین کے بعد کسی نئے قانون کی ضرورت نہیں رہتی، تو قرآن کے متعلق بھی فرمایا کہ وہ بھی کامل کتاب ہے اور اس کے بعد اب کسی اور کتاب یا دستور العمل کی ضرورت نہیں،

تعلیم اسلام کی بلندی اور وسعت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو تعلیم لیکر آئے اس کی بلندی آسمان کی بلندیوں سے بھی زیادہ ہے اور اس کی وسعت مشرق اور مغرب کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے مختلف قوموں نے اپنے اپنے خدا بنا رکھے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قوموں میں ایک دوسرے کے ساتھ سخت تعصب اور دشمنی تھی، حضور نے فرمایا خدا ساری کائنات کا اور تمام قوموں کا ایک ہی خدا ہے۔ اور ساری قومیں خدا کا عیال ہیں وان احبھم الی انفعھم لعیال اللہ۔

عالمگیر تعلیم اور ختم نبوت

یہ عالمگیر تعلیم ہے اور نہایت ہی معقول اور نہایت مفید ہے اس ہمہ گیر تعلیم سے پہلے تصور انسانی پر اگر کبھی اڑے تو اس سے آگے نہیں جا سکتا . . . . جب دین کمال تک پہنچ گیا تو اس کے اندر کسی مزید ترقی کی حاجت نہ رہی اور چونکہ کوئی ضرورت اور حاجت نہیں رہی اس لئے اب کوئی اور آسمانی شریعت نازل نہیں ہوسکتی اور نہ کوئی ایسا شخص آسکتا ہے جو شریعت لائے۔ اس لئے حضرت نبی کریم صلعم خاتم النبیین ہیں۔

حضرت نبی کریم صلعم کا بلند مقام

اس کامل کتاب کا نازل ہونا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علو مرتبت کا پتہ دیتا ہے محمد رسول اللہ صلعم کا مقام اس قدر بلند ہے کہ انسانی تصور وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس کے متعلق . . . . فرمایا فکان قاب قوسین او ادنیٰ عرب میں دستور تھا کہ جب دو قبیلوں کا باہم اتحاد ظاہر کرنا مقصود ہوتا تو ان کے سردار میدان میں جمع ہوتے اور لوگوں کے سامنے دو کمانیں جوڑ کر ان میں سے تیر چلا دیتے تھے اور یہ ایک قسم کا اعلان اتحاد سمجھا جاتا تھا۔ جنگی قوموں کے اعلان بھی جنگی اسلحہ کے ذریعہ ہوتے تھے۔ یہ اس بات کا اعلان ہوتا تھا کہ فلاں فلاں قبیلے متحد ہو گئے۔ تو اللہ تعالےٰ نے بھی فرمایا قاب قوسین محمد رسول اللہ کے ساتھ ہمارا تعلق ایسا ہے کہ گویا دو کمانیں جوڑ کر تیر پھینک دیا ہے۔ تو ہم نے تمہارے زمان اور تمہارے طریقے کے مطابق کہا ورنہ ہمارا تعلق تو او ادنیٰ اس سے بھی بڑھ کر ہے اور فرمایا مطاع ثم امین وہ مطاع ہے اور ساری دنیا اس کی مطیع ہے، اور امین بھی ہے، معاملات میں کسی قسم کی بددیانتی نہیں کرتا نہ احکام الٰہی میں کسی قسم کی خیانت کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں آسمان میں بھی امین ہوں اور زمین میں بھی امین ہوں، اللہ تعالےٰ نے بھی آپ کے امین ہونے کی شہادت دی ہے، اور تمام اہل زمین بھی آپ کے امین ہونے کے شاہد ہیں، پھر فرمایا ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم، یہ جو آپ کی بیعت کر رہے ہیں یہ ہماری بیعت کر رہے ہیں، خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ اور جو کچھ آپ دشمن پر پھینکتے ہیں وہ آپ نے نہیں اللہ نے پھینکا ہے۔

محمد رسول اللہ صلعم سراجاً وقمراً منیراً ہیں

اور ایک چیز اور بھی ہے یہ سورج اور قمر جن پر اس کائنات کی زندگی کا انحصار ہے، سورج گرمی دیتا ہے اس کی گرمی سے سمندروں کا پانی باریک قطروں کی شکل میں آسمان پر چڑھتا ہے اور پھر ہوا کے کندھوں پر دور دور تک چلا جاتا ہے اور بارش کی شکل میں مردہ زمین پر پڑتا ہے، پھر اس سے حیوانات نباتات، چرند پرند کو زندگی حاصل ہوتی ہے تو فرمایا اگر زندگی سورج اور چاند پر منحصر ہے تو محمد رسول اللہ بھی سراجاً وقمراً منیراً ہیں اور اگر آسمان کا سورج ہوتے ہوئے کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہیں رہتی، تو محمد رسول اللہ صلعم بھی وہ سورج ہیں جن کے بعد کسی دوسرے نبی اور کسی دوسری شریعت کی ضرورت نہیں رہتی،

انسانوں کو فرشتے بنا دیا

محمد رسول اللہ صلعم نے فرشتے پیدا کئے، یہ تمام دنیا کا مشاہدہ ہے، ایران کا مشاہدہ ہے روم کا مشاہدہ ہے اور ایک دنیا کو اس امر کا اعتراف ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحشی انسانوں کو مہذب ترین اور فرشتہ خصلت انسان بنا دیا اور پھر ان کو اس قابل بنا دیا کہ وہ لاجواب بادشاہ سمجھے گئے۔ جنہوں نے اپنا سب کچھ کھو کر مخلوق خدا کی خدمت ضروری سمجھی۔

اعلیٰ ترین صفات و اخلاق کا مالک

اسی ضمن میں آپ نے فرمایا انی بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ میں اعلیٰ ترین اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں، یہ پہلی شخصیت ہے جس نے بہترین اخلاق پیدا کئے یہ پہلا شخص ہے جس نے غریبی میں شاہانہ اخلاق کا نمونہ دکھایا اور بادشاہ ہو کر غریبوں کا ساتھ دیا۔ یہ پہلا بادشاہ ہے جس نے قوم سے مشورے کی بنا پر حکمرانی کی، یہ پہلا سپہ سالار ہے جس نے میدان جنگ میں اپنے آپ کو سب سے آگے رکھا، یہ پہلا حکمران ہے جس نے پارلیمنٹ کی بنا رکھی، یہ پہلا شخص ہے جس نے یہ فرض قرار دیا کہ سلطنت کا ایک ایک آدمی سپاہی ہو اور خود بھی مجاہدین کر کام کیا، میدان جنگ میں پہلے اپنے . . . . اور رشتہ داروں . . . . کو آگے کیا۔

محمد رسول اللہ صلعم کے رشتہ دار جنگ میں

بدر کے میدان میں عتبہ اور شیبہ وغیرہ نے آگے نکل کر اعلان کیا کہ کوئی ہے مرد میدان جو ہمارے مقابلہ میں آئے؟ اس پر چند لوگ آگے بڑھے انہوں نے کہا نہیں کوئی قریشی ہمارے مقابلہ میں آئے۔ حضرت نے فوراً اپنے رشتہ داروں کو آگے کیا۔ یا علی قم، یا حمزہ قم، یا عبیدہ بن الحارث بن مطلب قم، یا جعفر قم۔ چنانچہ وہ آگے اور دشمن کو شکست دے کر داد شجاعت دی۔ یہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بادشاہ میدان جنگ میں اپنے آپ کو اپنے رشتہ داروں کو بچاتے ہیں لیکن یہ شخص اپنے آپ کو اور اپنے عزیزوں کو آگے ہی آگے رکھتا ہے۔

احزاب کی جنگ میں دو تین آدمی خندق سے پھلانگ کر آگے آ گئے ان میں سے ایک کا نام تھا ابن عبد ودّ یہ بڑا دیو ہیکل انسان تھا، اس نے پکارا کوئی ہے جو مقابلہ میں آئے؟ حضرت علیؓ مقابلہ کے لئے اٹھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا کہ اتنے بڑے قوی ہیکل شخص کے مقابلہ میں جانا ٹھیک نہیں لیکن حضرت علیؓ مقابلہ کے لئے آگے بڑھے دشمن نے وار کیا تو حضرت علیؓ کی پیشانی میں اس کی تلوار گڑ گئی۔ اس پر حیدر کرار کی ذوالفقار چمکی اور انہوں نے جھپٹ کر ایک ایسی شدت کی ضرب لگائی کہ شانہ تن سے جدا کر دیا اور دشمن مٹی کا ڈھیر ہو گیا۔ شجاعت حیدری کے اس مظاہرہ سے لشکر اسلام میں خوشی کا غلغلہ اٹھا، خود آنحضرتؐ کا چہرہ مبارک چمک اٹھا اور حضورؐ کی زبان مبارک پر اظہار خوشی تھا اور وہ حضرت علیؓ کو داد شجاعت دے رہے تھے۔ پھر جعفر طیار کیوں طیار کہلاتے ہیں، موتہ کی جنگ میں حضرت صلعم نے ان کو بھیجا اور کہا کہ اگر سپہ سالار شہید ہو جائے تو تم جھنڈا لے لینا، چنانچہ ایسا ہی ہوا جب انہوں نے جھنڈا لے لیا تو دشمن نے تلوار مار کر ان کا بازو کاٹ ڈالا انہوں نے جھنڈا دوسرے ہاتھ میں پکڑ لیا، اس کو بھی دشمن نے کاٹ دیا اور ان کو شہید کر دیا، حضرت نے فرمایا ان کے بازو جو دشمن نے کاٹ دیئے ان کے بجائے اللہ تعالیٰ نے انہیں دو پر دیئے ہیں ان پروں کی وجہ سے ان کو طیار کہا جاتا ہے اور شہادت کی خبر آنے پر حضور اشکبار ہو گئے۔

جمہوریت کا مشکل ترین رنگ اور ختم نبوت

حضور نے اپنا خون بہایا اور حضور کے عزیز و اقارب نے بھی اپنا خون بہایا اور جب سلطنت حاصل ہوئی تو حضورؐ نے اسکو اپنوں کے حوالے نہیں کیا بلکہ قوم کے سپرد کر دیا اور یہ جمہوریت کا مشکل ترین رنگ۔ حضور کی قربانی سے پیدا ہوا۔ ان کمالات عالیہ کی وجہ سے اور حضور کے عالمگیر نظریات کی وجہ سے حضور خاتم النبیین ہیں، ان کمالات والے نبی کے بعد کسی اور کے آنے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

قیام سلطنت کے اصولوں کی تلقین

سلطنت کرنا بڑا مشکل کام ہے، ہزاروں آدمیوں کے حقوق کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اس میں قوم کی خدمت کا بڑا موقع ہے، جس میں خدمت قوم کا جذبہ نہیں، وہ حکمرانی کا اہل نہیں، آپ نے سلطنتوں کے مالکوں کو قیمتی ہدایات کی ہیں، اور سلطنت پر بڑی بحث کی ہے کہ کونوا قوامین بالقسط انصاف پر کھڑے ہو جاؤ شہداء للہ اللہ کے لئے گواہ بن جاؤ ولو علیٰ انفسکم او الوالدین والاقربین اپنے خلاف بھی کہنا پڑے تو حق کی بات کہو اور والدین اور قریبیوں کے خلاف بھی حق و انصاف سے منہ موڑو ادھر یہی ہوتا حضرت عمرؓ نے ایک قبطی کے مقابلہ میں حاکم مصر کے صاحبزادے کو سزا دے دی۔ اہل مصر حیران ہو گئے، مصر میں مسلمانوں کا سکہ بیٹھ گیا۔ وہ فرعونوں کی سرزمین جس میں عدل و انصاف کا نام بھی سنا نہ تھا مسلمانوں کا انصاف دیکھ کر انہیں یقین ہو گیا کہ اسلام برحق ہے ان حالات میں لوگ فوج در فوج مسلمان ہو رہے تھے۔ تو سلطنت عدل و انصاف پر قائم کی اور مشورہ سے چلائی، حضرت عمرؓ ایک جگہ گزر رہے تھے وہاں کسی مکان کا پرنالہ نیچے گرتا ہوا نظر آیا آپ نے وہاں سے پرنالہ ہٹا کر دوسری جگہ کر دیا، مالک مکان نے امیر المومنین کے خلاف عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا حضرت عمرؓ کی طلبی ہو گئی، جب عدالت میں گئے تو زید بن ثابتؓ نے جو قاضی تھے کہا آپ کو کیا حق تھا کہ کسی کا پرنالہ جو پہلے سے پڑا ہوتا ہے رد و بدل کرتے، اس پرنالہ کو اپنی جگہ پر لگا دیجئے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے خود اپنے ہاتھ سے پرنالہ کو اس کی اصل جگہ پر کر دیا، تو سلطنت کو قرآن نے، محمد رسول اللہ صلعم نے، صحابہ کرام نے وہ رنگ بخشا ہے کہ کسی نے ایسا رنگ پیدا نہیں کیا نہ کوئی ایسی سلطنت بنا سکا۔

سلطنت کے زوال کے اسباب

اگر سلطنت کے قائم رکھنے کے اصول بیان کئے ہیں تو ان آیات میں سلطنت کے زوال کے اسباب کا علم بھی دیا ہے تاکہ سلطنت یا قوم زوال کی راہوں سے بچے۔ ان آیات میں جو میں نے پڑھی ہیں بتایا ہے کہ سلطنت ضائع کیسے ہو جاتی ہے۔ قوموں کے عذاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ذالک بما قدمت ایدیکم وان اللہ لیس بظلام للعبید، یہ سب کچھ تمہاری اپنی بداعمالیوں کے نتائج ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا کداب آل فرعون والذین من قبلہم تم فرعون کو دیکھو فرعونوں کی طاقت کتنی بڑی تھی، اسکو خیال بھی نہ آ سکتا تھا کہ کبھی اس پر ادبار آئے گا۔ اس نے ایک دستور ظلم اور زیادتی کا جاری کیا خدا نے بھی ایک دستور جاری کیا، ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلہم ائمۃ ونجعلہم الوارثین ہم نے ارادہ کر لیا کہ کمزور لوگوں پر احسان کریں اور انہیں سردار بنا دیں اور اس سرزمین کا وارث بنائیں۔ اسی طرح اور بھی لوگ تھے جو خدا کو نہیں مانتے تھے اور اپنی دولت اور سلطنت کے نشہ میں غریبوں پر ظلم روا رکھتے تھے فاخذہم اللہ بذنوبہم ان کے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں پکڑ لیا۔

خدا کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک آپ اپنی حالت کو نہ بدل لے

ذالک بان اللہ لم یک مغیراً نعمۃ انعمہا علیٰ قوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم۔ یہ اس لئے ہوا کہ خدا کی یہ شان نہیں کہ کسی قوم کو وہ کوئی نعمت عطا کرے اور بغیر اس کی بداعمالی کے وہ نعمت اس سے چھین لے وہ نعمت اس وقت چھینی جاتی ہے جب قوم اپنے اخلاق اور اعمال کو بگاڑ لیتی ہے جیسا کہ فرعون اور آل فرعون نے کیا پھر اپنی بداعمالی سے اپنے اوپر تباہی لے آئے ورنہ خدا کسی قوم پر کسی قسم کا ظلم کرنا روا نہیں رکھتا قوم میں جب ایثار و قربانی کی روح ختم ہو جائے اور اس کی جگہ نفس پرستی اور بددیانتی سنبھال لے اور جب عدل و انصاف اور حقوق العباد کی حفاظت کے بجائے خود غرضی اور ظلم کا دور دورہ مسلط ہو جائے، اور بدراہ افسروں کو سزا نہ دی جائے تو ایسی صورت بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کداب آل فرعون والذین من قبلہم کذبوا بآیات ربہم فرعون کو اور اس سے پہلی قوموں کو دیکھو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کی فاہلکنہم بذنوبہم ہم نے ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا اسی کو سامنے رکھتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الذنوب تغیر النعم گناہ نعمت کو بدل دیتے ہیں، کبھی جوانی برباد کر لیتا ہے، صحت چلی جاتی ہے مال و دولت ضائع ہو جاتی ہے اور عزت ختم ہو جاتی ہے اور رسوائی شہرت پکڑتی ہے۔ ایک دوسرے مقام پر بھی آیت آتی ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم۔ قاضی عیاض اندلسی ایک بہت بڑے بزرگ ہوئے ہیں انہوں نے سیرت کی ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے الشفا اس میں انہوں نے اس آیت کے نیچے لکھا ہے کہ اس آیت کی تفسیر اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے ان الذنوب تغیر النعم۔ حضور نے اس آیت کی تفسیر بیان فرما دی ہے اور ایک حدیث قدسی میں بھی بیان فرمائی ہے یا عباد اللہ انی حرمت الظلم علیٰ نفسی وحرمت علیکم فلا

(باقی ص۱۰ پر)

نوجوانوں سے خطاب

ایک امانت

(۵)

محترم چوھدری محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

خلاصہ بحث

میرے عزیز نوجوانو! میں نے آپ کو اس ملک کی اہم تحریکات سے روشناس کر دیا ہے۔ جو آئے دن ہم سے متصادم ہوتی رہتی ہیں۔

"ربوہ میں انتشار"

ربوہ کی ابتدا فرمان ربانی کے ماتحت ہوئی تھی مگر انہوں نے راہ حق سے روگردانی کرکے غلو کا راستہ اختیار کر لیا۔ اب اُن کے ہاں عجیب قسم کا انتشار پایا جاتا ہے اُن کے سرکاری اخبار میں اُن کے بعض نامور مبلغین بعض دفعہ یہ لکھ دیتے ہیں۔ کہ ہمارے اور غیر احمدیوں کے اختلافات بنیادی ہیں جن کا تعلق ایمانیات سے ہے۔ کسی ایک رکن ایمان کا انکار انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ اُن کا کہنا ہے۔ کہ چونکہ حضرت مرزا صاحب نبی ہیں۔ لہذا منکرین نبوت دائرہ اسلام سے خارج ہیں مگر اُن کے بعض نامور خالد بن ولید ایسے بھی ہیں، جو یہ لکھ رہے ہیں۔ کہ ہمارا اور غیر احمدیوں کا اختلاف محض لفظی نزاع تک محدود ہے۔ اور اس کی تائید میں حضرت صاحب کی ایک عبارت بھی پیش کرتے ہیں جو برحق ہے اور ہمارے موقف کی مؤید ہے۔ بعض ایسے بھی جری خالد بن ولید ہیں جو یہ لکھ رہے ہیں۔ کہ ہمارا اور احمدیوں کا اختلاف شیعہ اور سُنّی کے اختلاف سے بہرحال کم ہے"۔ ظاہر ہے کہ شیعہ اور سُنّی کا اختلاف ایک سیاسی اختلاف ہے اور اسے زیادہ سے زیادہ ایک فروعی اختلاف کہہ سکتے ہیں۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ خلیفہ صاحب نے تحقیقاتی عدالت میں پیش ہو کر اپنے سابقہ عقائد سے بالکل خلاف بیان دے دیا کہ وہ تو ختم نبوت کے بھی قائل ہیں۔ اور کسی کلمہ گو کی تکفیر بھی نہیں کرتے۔ یہاں تک کہ غیر احمدیوں کے جنازہ کے جواز کے متعلق بھی انہیں حضرت صاحب کا ایک فتویٰ مل گیا ہے۔ جو کہ اب ان کے زیر غور ہے۔ حالانکہ یہی فتویٰ انہیں ۱۹۱۵ء میں بھی مل گیا تھا اور اس وقت سے اب تک زیر غور چلا آتا ہے۔

یہ سب ذہنی انتشار کی علامتیں ہیں۔

خلیفہ صاحب کا تازہ ترین موقف

اس بیان کے بعد جب ہماری جماعت نے علمائے ربوہ کی گرفت کی اور اُن سے مطالبہ کیا۔ کہ وہ اب کھلم کھلا ہم سے متفق و متحد ہو کر رجوع بحق کر لیں اور جو نفرت غیر احمدیوں میں انہوں نے پھیلا رکھی ہے اس کا ازالہ کر دیں۔

اس پر علمائے ربوہ نے پھر نفرت کی ایک مہم شروع کر دی اور وہ علانیہ دوبارہ "تکفیر اہل قبلہ" کے ناپاک شغل میں لگ گئے ہماری طرف سے اس کے خلاف زبردست ردّعمل ہوا۔ اب پھر خلیفہ صاحب ماشاءاللہ کبر کی بلندیوں سے اتر کر انکسار کی پستیوں پر آ گئے ہیں چنانچہ ۱۸ستمبر کے الفضل میں ان کا ایک خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ ستمبر درج ہوا ہے۔ اس میں وہ سامعین کو یوں ہدایت کرتے ہیں:۔

> "اصل چیز جو انسان کو فائدہ پہنچانے والی ہے وہ یہ ہے کہ اپنے دلوں کو پاک کیا جائے"

اور وہ دلوں کو عملاً بھی یوں پاک کرنا چاہتے ہیں، فرماتے ہیں:۔

> "میں ایک دفعہ کراچی گیا جماعت کے بعض دوست ایک عرب کو میری ملاقات کے لئے لے آئے اس نے کہا مجھے آپ کی جماعت سے بڑی محبت ہے۔ کیونکہ آپ لوگ دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ اور تمام دنیا میں آپ نے مبلغ پھیلا رکھے ہیں لیکن ایک بات مجھے بہت بری لگتی ہے۔ اور وہ یہ کہ آپ کروڑوں مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ میں اپنے دوستوں کی طرف متوجہ ہوا اور میں نے کہا کہ بتاؤ کیا میں نے تمہیں کبھی کہا ہے کہ مسلمانوں کو کافر کہا کرو۔ انہوں نے کہا آپ نے ہمیں کبھی نہیں کہا۔ مسلمان کو کافر کہنے والا تو خود کافر ہو جاتا ہے"۔

یہ وہ خلیفہ ہے جو متواتر ۱۹۱۴ء سے لیکر کم از کم ۱۹۵۳ء تک بڑی شد ومد کے ساتھ یہ کہتا رہا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو نہ ماننے والے کافر دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ نہ اُن کے جنازے جائز ہیں اور نہ اُن کے ساتھ نمازیں پڑھنا درست ہیں اور نہ اُن کے ساتھ رشتے ناطے کرنے چاہئیں۔ یہاں تک کہ اُن کے معصوم بچوں کے جنازے بھی نہیں پڑھنے چاہئیں۔ یہ وہ خلیفہ ہے جو یہ کہتے کہتے کبھی نہ تھکتا تھا۔ کہ ہمارا فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو کافر کہیں اور ان کا فرض ہے۔ کہ وہ ہمیں کافر کہیں۔ اسی خطبہ میں میاں صاحب اس مسئلے کو اور بھی کھول دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ وہ عرب اس پر کہنے لگا:۔

> "میرا مطلب یہ ہے کہ آپ کلمہ گو لوگوں کو کافر کہتے ہیں"

غالباً اس عرب صاحب نے یہ سمجھ لیا۔ کہ خلیفہ صاحب نے اپنے جواب میں مسلمانوں سے مراد احمدی مسلمان تحفظ ذہنی کے طور پر محفوظ کر لئے ہیں۔ اور یہ کہدیا ہے کہ ہم مسلمانوں کو تو کافر نہیں کہتے۔ یعنی احمدیوں کو تو کافر نہیں کہتے۔ اس پر اُس نے مزید وضاحت طلب کی اور پوچھا کہ آپ کلمہ گو لوگوں کو کافر کہتے ہیں۔

اس کا جواب سنئے اور لطف اٹھائیے کہتے ہیں:

> "بتاؤ میں نے کبھی کہا ہے۔ کہ جو شخص کلمہ پڑھے اُسے کافر کہو"

اب خود دیکھئے یہ ایک مذہبی مقتدا کا جواب ہے۔ بظاہر تو سننے والا یہی سمجھے گا کہ یہ کسی کلمہ گو کی تکفیر نہیں کرتے مگر اصل یہ نہیں۔ خلیفہ صاحب نے اپنے عجائب خانۂ دماغ میں کچھ ذہنی تحفظات رکھے ہوئے ہیں۔ تاکہ ضرورت کے وقت اُن سے کام لیا جا سکے۔ وہ فرما یہ رہے ہیں کہ انہوں نے کبھی یوں نہیں کہا کہ ہر اس شخص کو جو کلمہ پڑھے اُسے کافر کہدیں یوں تو قادیانی بھی کلمہ پڑھتے ہیں۔ مگر وہ ان کو کافر نہیں کہتے۔ یہ جواب ایک ہوشیار پیشہ ور عدالتی گواہ کا تو ہو سکتا ہے۔ مگر ایک مذہبی صاحب ارشاد بزرگ کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اس پر بھی عرب سائل نے اپنی بحث کو جاری رکھا۔ اور اس نے کہا:۔

> "میرا مطلب یہ ہے کہ جو آپ سے اختلاف کرے اُسے آپ کافر کہتے ہیں"

اس پر خلیفہ صاحب نے فرمایا:۔

> "میں نے پھر دوستوں سے کہا بولو میں نے تمہیں کبھی ایسا کہا ہے۔ کہ جو تم سے اختلاف کرے تم اسے کافر کہا کرو اختلاف پر کافر کہنے کے تو یہ معنی ہیں۔ کہ جس قسم کی شلوار میں نے پہنی ہوئی ہے اس قسم کی شلوار کوئی دوسرا شخص نہ پہنے یا جس قسم کی پگڑی میں نے پہنی ہوئی ہے اس قسم کی پگڑی کوئی دوسرا شخص نہ پہنے تو میں اسے کافر کہدوں بیت ڈگی"

میں نے کہا ہے کہ ایسا شخص کافر ہے انہوں نے کہا کہ آپ نے کبھی بھی ایسا نہیں کہا"

سبحان اللہ کیا پاک ملفوظات ہیں اور کیا رشد و ہدایت کا شیریں چشمہ جاری کر دیا ہے۔

عرب سائل نے اس پر بھی بس نہ کی اور پھر ایک سوال کر دیا،

"میں نے سنا ہے کہ آپ ایسے لوگوں کو جو مسلمان کہلاتے ہیں۔ اور نماز بھی پڑھتے ہیں اور روزے بھی رکھتے ہیں کافر کہتے ہیں"

اس پر میاں صاحب کو جواب دینا پڑ گیا۔ یہ جواب [illegible] ان کے اخبار الفضل مذکورہ بالا میں چھپا ہوا ہے۔ اور ساری جماعت نے پڑھ لیا ہوگا۔ اور متشدد خیال [illegible] کی نظر سے بھی گذرا ہوگا وہ اس کو دوبارہ پڑھیں اور جماعت کے اپنے اندر اختلافات پر ماتم برپا کریں اور آئندہ اپنی زبان کو لگام دیں اور خلیفہ صاحب کے اس بیان کردہ موقف سے انحراف نہ کریں۔ اور موجودہ خلیفہ صاحب کو بھی چاہیئے کہ اب اس تازہ بیان پر قائم رہیں۔ یہ اس قابل ہے کہ وہ آپ کی جماعت کا آئندہ مذہب ہو کیونکہ اس بیان سے کفر کا مسئلہ بالکل حل ہو جاتا ہے بشرطیکہ اس پر استقامت اور ثبات [illegible]

اس جواب کو پڑھ کر تو ہم خلیفہ صاحب کو حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب مرحوم و مغفور اور [illegible] ڈاکٹر بشارت احمد صاحب قدس سرہٗ کے [illegible] میں شانہ بشانہ کھڑے دیکھتے ہیں۔

میاں صاحب عرب کے جواب میں فرماتے ہیں

"اصل بات یہ ہے کہ کافر کا لفظ تو میں ان میں سے کسی کے لئے نہیں بولتا"

چلو چھٹی ہوئی اب مکفر اور مکذب۔ مذبذب اور متشکک سب کے سب خلیفہ صاحب کے دامن عفو میں آ گئے اور کفر کے فتوے سے بچ گئے میاں صاحب اپنے اس موقف کی مزید تشریح کرتے ہیں جس کا اعادہ بار بار حضرت مولانا اور ڈاکٹر صاحب مرحوم اپنی زندگی میں کرتے رہے ہیں۔

میاں صاحب کہتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ حضرات انبیاء کے خلاف غلط الزامات تراشتا ہے۔ مثلاً حضرت ابراہیم نے تین جھوٹ بولے یا حضرت داؤد نے ننانوے بیویاں رکھ کر اوریا کی ایک بیوی بھی چھین لی۔ خلیفہ صاحب لکھتے ہیں:۔

"میں ایسے لوگوں کے متعلق کہتا ہوں کہ یہ پکے مسلمان نہیں ہیں"

اسی کو نفی کمال کہتے ہیں جو نفی مطلق کے مقابل پر صرف درجات کی نفی ہے۔

[illegible] خطبوں میں آگے چل کر کہتے ہیں:۔

"جو لوگ، خدا تعالیٰ کے انبیاء کے متعلق اس قسم کے گندے عقائد رکھتے ہوں تو ان کے ایمان کو کس طرح کامل کہا جائے۔ میں یہی سمجھتا ہوں کہ آج اتنی کمزوری مسلمانوں میں پائی جاتی ہے، ان سے قلت غور [illegible] ہوئی ہے اگر خدا تعالیٰ ان کی غلطیوں کو دور کر دے تو یہ لوگ ٹھیک ہو جائیں گے"

اور جس [illegible] احمدیوں کے اندر بھی کمزوریاں پائی جاتی ہیں ایک کے مقابلے میں دوسرے کا ایمان کمزور ہوگا اور ان کی غلطیوں کی درستی کے لئے بھی دعا کرنی چاہیئے [illegible] احمدی اور غیر احمدی اسلام کے دائرہ کے اندر [illegible] مساوی ہو گئے۔

ہماری خواہش

ہم تحریک ربوہ کا خاتمہ نہیں چاہتے ہم صرف اس کی اصلاح چاہتے ہیں۔ اور ہم خلیفہ صاحب کے ہی الفاظ میں دعا کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ ان کی غلطیوں کو دور کرے چونکہ یہ لوگ ایک زبردست تحریک اشاعت اسلام کے علمبردار ہیں۔ انہوں نے کافروں کے قلوب کو مسخر کرنا ہے۔ اگر یہ مومنوں کے دلوں [illegible] لیتے رہے تو یہ کافروں کو کیسے مسلمان کریں گے۔ خدا کرے کہ اب وہ غیر احمدی کلمہ گوؤں کو دائرہ اسلام کے اندر ہی سمجھ کر ان کی اصلاح کا بیڑا اٹھائیں اور [illegible] اصلاح شروع کر دیں۔

مولوی

ملائیت کی آخری تشکل تحریک جماعت اسلامی ہے وہ ایک سیاسی تحریک بن کر رہ گئی ہے۔ اور اب تو گندی سیاست کی دلدل میں ایسی پھنسی ہے کہ وہ دوسری [illegible] سیاسی جماعتوں کی سطح پر آ گئی ہے، اس کا حشر بھی وہی ہوگا جو دوسروں کا ہو رہا ہے، اس کے بانی [illegible] صاحب ایک زبردست خطیب اور مقرر ہیں۔ اور وہ بڑے فاضل ادیب بھی ہیں اور مصنف بھی دینیات کا انہوں نے گہرا مطالعہ کیا ہوا ہے۔ قرآن مجید سے بھی انہیں شغف ہے۔ وہ اس قحط الرجال کے زمانہ میں [illegible] ہیں۔ ان سے ہم نہایت درد دل سے التجا کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنی تحریک کا سیاسی حصہ ملک کے سیاست دانوں کے سپرد کر دیں۔ اور آپ صرف اصول اسلام کو لے کر میدان عمل میں نکلیں اور تعلیمات اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کریں۔ غیر ممالک میں مراکز قائم کریں اور منکرین اسلام کو اسلام سے شناسا کریں۔ وہ اس وقت تنظیم کے بادشاہ ہیں۔ اور ان کا قلم بندوقوں اور توپوں سے زیادہ کارگر ہو رہا ہے

اگر وہ ایسا کرنے لگ جائیں تو یہ اسلام کیلئے مفید ہوگا اور بہت سے اعتراضات اور سیاسی بے اصولیوں سے بچ جائیں گے۔

طلوعِ اسلام

تحریک طلوع اسلام تعلیم یافتہ طبقہ کو متاثر کر رہی ہے۔ اس کا بانی مسٹر غلام احمد پرویز ہے۔ وہ خود ہی فوج کا جرنیل بھی ہے اور فوج بھی ہے۔ اس کی ذات سے یہ تحریک وابستہ ہے کہ اس کے بعد اسے کوئی چلانے والا نظر نہیں آتا۔ پرویز کو بھی سیاست کی چاشنی لگی ہوئی ہے مگر بسا اوقات وہ قرآن کے اچھے معارف بیان کرتا ہے۔ لیکن یہ اس کی زیادتی ہے کہ وہ مسلمانوں کو ان کے ماضی سے منقطع کرنا چاہتا ہے۔ رسول مقبول کی حدیث، صحابہ کی روایات مسلمانوں کی تاریخ ان کا ادب، اس کی نظروں میں کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ اس نے طلوع اسلام کو ایک میدان کارزار بنا رکھا ہے اور متقدمین پر گستاخانہ حملے کرتا ہے۔ اس طریق پر جو تحریک چلائی جائے گی وہ محرک کی زندگی تک ہی زندہ رہ سکے گی۔ اس کے بعد اس کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پرویز سے بھی ہماری گزارش ہے کہ وہ نفرت کی بجائے محبت کو اپنا نقطۂ مسلک بنائے۔ اس کی تحریک مقبول بھی ہو گی اور پائیدار بھی بن جائیگی اور اس میں کام کے آدمی بھی پیدا ہو سکیں گے اس تحریک کو بھی اشاعت اسلام میں تبدیل ہو جانا چاہیئے۔

ان تحاریک کے متعلق ہمارا فرض

میرے نوجوان دوستو! ان تحریکوں میں کام کرنے والے ہمارے ہی بھائی ہیں۔ ان کو کام کرنے کا شوق ہے ان کے دلوں میں اسلام کا درد ہے۔ اور اپنے نقطۂ خیال سے وہ نہایت جوش اور سرگرمی سے کام بھی کر رہے ہیں ہمدردانہ طور پر ان کے نقطہ نگاہ اور طریق عمل میں ذرا سی تبدیلی کر دو تو وہ اشاعت اسلام کے علمبردار بن جائیں گے اور یہی ہمارا مطلب اور مقصد ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

ہم دوستوں کی یہ غلط فہمی بھی دور کر دینا چاہتے ہیں جو قادیانی آئے دن پھیلاتے رہتے ہیں۔ کہ عوام ہمارے بھی اسی طرح دشمن ہیں جس طرح قادیانیوں کے یہ بات غلط اور قطعاً غلط ہے۔ مسلمانوں کے دلوں میں ہمارے لئے سوائے محبت اور جذبات خیر سگالی کے اور کچھ نہیں وہ ہماری خدمات کے معترف ہیں، ہمارے عقائد کو معتدل سمجھتے ہیں کسی پڑھے لکھے آدمی سے آپ علیحدگی میں پوچھ لیں تو آپ اسے اپنا گرویدہ پائیں گے۔ یہاں تک کہ متعصب سے متعصب عالم بھی آپ سے تشدد برتنے کا حامی نہیں ہوگا۔ آپ بلا توقف لوگوں میں جائیے انہیں محبت کا پیغام سنائیے۔ ان کی محفلوں میں جائیے۔ انکے جنازوں میں شرکت کیجئے۔ ان کے ساتھ ہر قسم کے معاشرتی تعلقات استوار کیجئے۔ روحانی طور پر لوگ تشنہ دہن ہیں انہیں ساغر محبت سے چند گھونٹ پلائیے آپ موحد ہیں

(باقی صفحہ ۱ پر)

جماعت ربوہ کی تبدیلیٔ عقیدہ کے متعلق

چالیس انعامی سوالات

مولوی فضل الرحمان صاحب قمر ماتوی

ربوائی دوستوں کو پیغام احمدیت سے پہلے ہم ان سے کچھ سوالات کرنا چاہتے ہیں جن کا جواب دینے والے صاحب کی خدمت میں پانچ روپیہ فی سوال کل مبلغ دوصد روپیہ انعام بھی بطور شکریہ پیش کریں گے اور تبدیلیٔ "عقیدہ" کا اعتراض بھی تحریراً واپس لے لیں گے۔ ملاحظہ فرمائیے:۔

(۱) تحقیقاتی عدالت کے سامنے جناب خلیفہ صاحب اور ان کے مریدوں نے جو بیان دیئے ان کے متعلق عدالت نے اپنی رپورٹ کے صفحہ ۱۹۹ پر لکھا ہے کہ:۔

"احمدیوں نے اور ان کے موجودہ امام نے بڑے پُرخلوص و جوش کے ساتھ ہمارے سامنے یہی موقف اختیار کیا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی وحی کو وحی نبوت کے برابر قرار نہیں دیا اور مرزا صاحب کی وحی پر ایمان نہ لانے سے کوئی شخص خارج از اسلام قرار نہیں دیا جا سکتا"

سوال یہ ہے کہ عدالت کے سامنے اختیار کیا گیا موقف سابقہ ہے یا جدید؟ اگر سابقہ ہے تو جناب خلیفہ صاحب کی سابقہ تحریرات سے صرف ایک ہی تحریر پیش کر دی جائے جو مندرجہ بالا بیان کے لفظاً مطابق ہو۔ اگر سابقہ چالیس سالہ تحریرات میں ایک بھی عدالت میں بیان کردہ موقف کے مطابق پیش نہ کی جا سکے تو ماننا پڑے گا کہ عدالت میں یہ جدید موقف سابقہ موقف کے خلاف اختیار کیا گیا اور اس صورت بتایا جائے کہ یہ تبدیلیٔ عقیدہ ہے یا نہیں؟

(۲) کسی ملہم کی وحی "وحی نبوت" کے برابر نہ ہو اس کی وحی کو کیا کہا جائے گا "وحی نبوت" یا "وحی ولایت" یا کچھ اور؟

(۳) اگر وحی نبوت کا مورد نبی ہی ہو سکتا ہے اور وحی ولایت کا مورد ولی تو پھر دونوں میں مابہ الامتیاز کیا ہے اور یہ دو قسم کی وحی کی تقسیم کیوں کی گئی؟

(۴) جس ملہم کی وحی "وحی نبوت" نہ ہو کیا وہ نبی ہو سکتا ہے؟ اگر ہو سکتا ہے تو صرف ایک مثال پیش کیجئے کہ فلاں ملہم کی وحی "وحی نبوت" کے برابر نہ تھی مگر وہ "نبی" تھا؟

(۵) حضرت مسیح موعود کے دعوائے نبوت کی تاریخ کے متعلق جناب خلیفہ صاحب کا سابقہ موقف یہ تھا:۔

"ایک غلطی کا ازالہ ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا جو آخری دن ہے جس دن آپ نے اپنی نبوت کا اعلان بڑے زور سے کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی ہے"

(حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۱)

مگر جب عدالت میں آپ پر یہ سوال ہوا کہ:۔

"مرزا صاحب نے پہلی مرتبہ کب کہا کہ وہ نبی ہیں مہربانی فرما کر اس کی تاریخ بتائیے اور اس بارہ میں ان کی تحریر کا حوالہ دیجئے"

تو اس سوال کا جواب اپنے سابقہ موقف کے خلاف جناب خلیفہ صاحب نے یہ دیا:۔

"جہاں تک مجھے یاد ہے انہوں نے ۱۸۹۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا" (بیان صفحہ ۔۔)

بتائیے کہ حقیقۃ النبوۃ کی تحریر صحیح ہے یا عدالتی بیان؟ اور یہ کہ دونوں متفق المفہوم ہیں یا ایک دوسری تحریر کے مخالف؟ اگر دونوں میں اختلاف نہیں تو اس کا ثبوت دیجئے اور اگر عدالتی بیان سابقہ تحریر کے خلاف ہے تو پھر فرمائیے کہ تبدیلی عقیدہ اور کس چیز کا نام ہے؟

(۶) اگر عدالتی حلفیہ بیان صداقت پر مبنی ہے تو حضرت اقدس کی ۱۸۹۱ء کی وہ تحریر پیش کیجئے جس میں آپ نے "نبوت کا دعویٰ" کیا ہو؟

(۷) اگر ۱۸۹۱ء کی کوئی تحریر ایسی نہ پیش کی جا سکے جس میں آپ نے "نبوت کا دعویٰ" کیا ہو تو پھر اس شخص کے متعلق کیا فتویٰ ہے جو عدالت میں کھڑا ہو کر اپنے حلفیہ بیان میں اللہ تعالیٰ کے مامور پر افترا کرے؟ کیا ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصلح موعود ہو سکتا ہے؟

(۸) اگر عدالتی بیان کی رو سے یہ صحیح ہے کہ حضرت اقدس نے ۱۸۹۱ء میں "نبوت کا دعویٰ کیا" تو پھر اس کی وضاحت کیجئے کہ ۱۹۰۱ء میں اپنی "نبوت کا اعلان" کرنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی؟

(۹) جب آپ نے بقول خلیفہ صاحب "۱۸۹۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا" تو پھر وہ کونسا عقیدہ تھا جو ۱۹۱۴ء میں تبدیل کیا؟

(۱۰) فسادات سے پہلے احمدی، وغیر احمدی کے اختلافات بنیادی بتائے جاتے تھے جیسا کہ الفضل ۲۱ اگست ۱۹۱۷ء صفحہ ۔ پر لکھا ہے:۔

"ورنہ حضرت مسیح موعود نے تو فرمایا ہے کہ ان کا اسلام اور ہے اور ہمارا اور، ان کا خدا اور ہے اور ہمارا اور، ہمارا حج اور ہے اور ان کا حج اور اور اسی طرح ان سے ہر بات میں اختلاف ہے"

اس زور سے یہ اعلان کرنے والے "اولوالعزم" سے جب عدالت میں سوال کیا گیا:۔

"کیا احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان اختلافات بنیادی ہیں"

تو آپ نے غیر مبہم الفاظ میں جواب دیا کہ:۔

"یہ اختلافات بنیادی نہیں" (بیان صفحہ ۱۲)

"اختلافات بنیادی نہیں بلکہ فروعی ہیں"

(بیان صفحہ ۱۲)

بتائیے کیا یہ تبدیلی عقیدہ نہیں؟ اگر یہ سچ ہے کہ جناب خلیفہ صاحب نے عقیدہ تبدیل نہیں کیا تو پھر عدالتی بیان سے پہلے کی ان کی ایک تحریر ایسی پیش کیجئے جس میں یہ لکھا ہو کہ

"احمدی و غیر احمدی کے اختلافات بنیادی اور اصولی نہیں بلکہ فروعی ہیں"

بصورت دیگر بتائیے کہ تبدیلی عقیدہ اور کسے کہتے ہیں؟

(۱۱) الفضل ۲۱ اگست ۱۹۱۷ء کا جو حوالہ اوپر نقل کیا گیا ہے اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے مگر حضرت اقدس اس کے برعکس یہ فرماتے ہیں:۔

"ماسوا اس کے جو شخص ایک نبی متبوع علیہ السلام کا متبع ہے اور اس کے فرمودہ اور کتاب پر ایمان لاتا ہے اس کی آزمائش انبیاء کی طرح کرنا ایک قسم کی ناسمجھی ہے کیونکہ انبیاء اس لئے آتے ہیں تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کراویں اور بعض احکام کو منسوخ کریں اور بعض نئے احکام لاویں لیکن اس جگہ تو ایسے انقلاب کا دعویٰ نہیں ہے وہی اسلام ہے جو پہلے تھا وہی نمازیں ہیں جو پہلے تھیں وہی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو پہلے تھا اور وہی کتاب کریم ہے جو پہلے تھی اصل دین سے کوئی بات چھوڑنی نہیں پڑی جس سے اس قدر حیرانی ہو مسیح موعود کا دعویٰ اس حالت میں گراں اور قابل احتیاط ہوتا کہ جب نعوذ باللہ اس دعوے کے ساتھ کچھ دین کے

بچوں کا صفحہ ——*—— مرتضیٰ خان حسن

باپ بیٹے کی نویں مجلس

بسلسلہ اشاعت مورخہ ۲ر اکتوبر ۵۴ء

باپ:۔ اسی طرح حضرت ذکریا بہت بوڑھے ہو گئے تھے۔ ان کی بیوی بھی بہت بوڑھی تھی اور ان کے اولاد نہیں ہوتی تھی، انہوں نے دعا کی خدا نے ان کو اولاد دی۔ حضرت ایوب ایک سخت بیماری میں مبتلا ہو گئے اور بظاہر شفا کی امید نہ تھی انہوں نے دعا کی انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین اے خدا مجھے سخت تکلیف ہے اور تو سب رحم کرنے والوں میں سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے۔ خدا نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو ایک مہلک اور خطرناک مرض سے شفا دی۔ حضرت یونسؑ کو مچھلی نگل گئی۔ مچھلی کے پیٹ کے اندر انہوں نے خدا کو پکارا لا الٰہ الا انت انی کنت من الظالمین۔ "اے خدا! تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو میرے حال پر رحم فرما۔ میں ظالموں میں سے تھا"۔ خدا نے اُن کی بھی دعا قبول فرمائی اور انہیں مچھلی کے پیٹ سے زندہ نکال لیا۔ غرضیکہ خدا دعاؤں کو سنتا اور ناممکن باتوں کو ممکن بنا دیتا ہے۔ میں نے تم کو بتایا ہے کہ دعا کرنے والے کے دل میں پورا یقین ہونا چاہیئے کہ خدا سب باتوں پر قادر ہے۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ پھر دعا بڑی عاجزی سے مانگنی چاہیئے۔ بلکہ رو رو کے مانگنی چاہیئے۔ دعا میں اپنے قصوروں کا اعتراف اور اپنے گناہوں کا اقرار کرنا چاہیئے۔ بعض لوگ ایک آدھ دفعہ ہاتھ اٹھا کر ہیں۔ اور برائے نام چند لفظ زبان سے نکال کر دعا ختم کر دیتے ہیں ایسا نہیں چاہیئے۔ دعا کو لمبا کرنا چاہیئے اور متواتر کرتے رہنا چاہیئے۔ آخر خدا سنے گا۔ ہمارے نبی کریم صلعم نے بھی دعا کے لئے بڑی تاکید فرمائی ہے۔ آپ خود کثرت سے دعائیں کیا کرتے تھے۔ جب سو کر اٹھتے جب جاگتے دعا کرتے۔ جب کھانا کھاتے خدا کا نام لیتے اور جب کھانے سے فارغ ہوتے دعا کرتے۔ جب نیا لباس پہنتے دعا کرتے جب سواری کرتے دعا کرتے۔ جب کسی جگہ یا شہر میں داخل ہوتے تو دعا کرتے غرضیکہ آپ ہمیشہ دعا کرتے رہتے۔ خدا کا نام ہمیشہ آپ کی زبان مبارک پر رہتا تھا۔ دیکھو بیٹا! میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ خدا سے دلی تعلق پیدا کرو اور اس سے دعا مانگتے رہو۔ ہمیشہ خدا کے فضل کے طالب رہو۔ اگر ہم اس کے سامنے نہ جھکیں اور اس سے دعا نہ مانگیں تو خدا کو ہماری کیا پرواہ ہے وہ بے نیاز ہے۔ اس کو کسی کی پرواہ نہیں۔ لیکن جو اس کے دروازہ پر گرتا ہے۔ وہ اس کو بہت پسند کرتا ہے۔ اس کو اپنا قرب بخشتا ہے۔ اس سے محبت کرتا اور مشکلات میں اس کی مدد کرتا ہے۔ اور ایسی ایسی بلاؤں سے اس کو بچا لیتا ہے جن سے دوسرے لوگ تباہ اور برباد ہو جاتے ہیں ہماری نماز بھی ایک دعا ہی ہے۔ یہ دعا کی بہترین شکل ہے۔ نماز کو سنوار کر پڑھنا چاہیئے۔ جلدی جلدی اور بغیر سوچے سمجھے نماز پڑھنا اچھا نہیں۔ نماز توجہ اور عاجزی سے پڑھنی چاہیئے۔ اور اس خیال سے پڑھنی چاہیئے کہ ہم خدا کے آگے ہاتھ باندھے کھڑے ہیں۔ وہ دیکھ رہا ہے ہماری سن رہا ہے۔ رکوع کے وقت ہم اس کے آگے اس کی تعریف کرتے جھکتے ہیں اور سجدے میں اس کی تعریف کرتے ہوئے اس کے سامنے عاجزی سے گر جاتے ہیں۔

حاجی شیخ اللہ دین صاحب

(بسلسلہ صفحہ ۱۰)

سمجھ کر کی تھی اور آپ کا بھی میرے سامنے صرف یہی دعویٰ تھا حضرت مجدد وقت کی طرف دعوے نبوت منسوب کرنے والوں کو اللہ کریم عقل دے تاکہ وہ سمجھیں کہ ان کی یہ حرکت کس قدر نا واجب ہے۔ میں حق تعالیٰ کی قسم کھا کر جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، ان نادان دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ حضرت امام وقت نے صرف مجددیت اور مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ کیا تھا اگر دعوے نبوت ہوتا تو میں اُن کی بیعت ہرگز نہ کرتا۔ خاتم النبیین کے بعد اپنے اصلی اور حقیقی معنوں میں کسی نبی کا آنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟

باہم مل کر کام کرو

ہماری جماعت لاہور میں جو اختلاف گزشتہ دنوں ہوا اس سے مجھے سخت صدمہ ہوا تھا اللہ کریم نے میری دعا کو سنا اور اتحاد و اتفاق کا راستہ پھر جماعت کو دکھا دیا۔ مل کر کام کرنے میں برکت ہے، باہم لڑنا جھگڑنا تبلیغی جماعت کے لئے باعث تباہی ہے، میری نصیحت یہ ہے کہ ایک دوسرے کو معاف کر دو اور دل میں میل نہ رکھو اور مل کر اسلام اور احمدیت کا پیغام دنیا کے دور دراز گوشوں میں پہنچا دو یہی ہمارا نصب العین ہے۔

میری وصیت اور احباب کو تحریک

اخبار پیغام صلح مورخہ ۲۲ر اپریل ۱۹۴۰ء میں میری وصیت جائیداد کے بارہ میں شائع ہو چکی ہے۔ دوسرے تمام افراد جماعت بھی اس طرف توجہ دیں اور اپنی جائیدادوں کی وصیت کریں، بغیر مال کے تبلیغ کا کام چلنا دشوار ہے۔

بچوں کو مسجد میں لاؤ

اپنے بچوں کو نماز جمعہ میں لاؤ تاکہ وہ شروع سے احمدیت کے رنگ میں رنگے جاویں۔ میں خود اس عمر میں بھی نماز جمعہ کے لئے مسجد میں ... آتا جاتا ہوں۔ یہ مسجد ہماری دینی اور تبلیغی یونیورسٹی ہے۔ جب میں جوان تھا۔ تو حضرت امام وقت کی زیارت کے لئے میں شملہ سے بٹالہ بذریعہ ریل پہنچا تھا اور بٹالہ سے قادیان ہمیشہ پیدل حاضر ہوتا تھا تاکہ ثواب زیادہ حاصل ہو۔

نوجوانان جماعت سے

میں تمام عمر اپنی جماعت کے نوجوانوں کو اسلام اور سلسلہ کا فدائی بننے کی تلقین کرتا رہا ہوں۔ کئی نوجوانوں کو شملہ سے قادیان میں تعلیم کے لئے بھجواتا رہا ہوں، چنانچہ برادرم محترم دارو غہ صاحب مرحوم و مغفور کو تاکید کر کے عزیزم ڈاکٹر غلام محمد صاحب کو قادیان روانہ کرایا تھا۔ اگر ایسا نہ کرتا۔ تو مجھے خطرہ تھا میرا یہ عزیز دہریہ ہو جائے گا چنانچہ اس بات کا اقرار ڈاکٹر صاحب نے اخبار پیغام صلح کے سلور جوبلی نمبر بابت دسمبر ۱۹۲۹ء میں شکریہ کے ساتھ واضح الفاظ میں کیا ہے۔ اس لئے میں پھر کہتا ہوں کہ مسلمانوں کو آگے بڑھیں اور تبلیغ اسلام اور تبلیغ سلسلہ کے مقدس کام کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں تھام لیں ہمارے بہت بزرگ اپنے کام کو نہایت محنت سے سرانجام دیکر اپنے مولا سے جا ملے ہیں۔ باقی بھی تیار ہیں۔ علم دین حاصل کرنے کے لئے اپنے تبلیغی مرکز سے رجوع کرو۔ تبلیغ دین یا تبلیغ احمدیت ایک ہی چیز ہے۔ احمدیت عین اسلام ہے۔ اسلام کا یہ خوبصورت چہرہ دنیا کو دکھانے کے لئے علم و عمل، صبر و استقلال اور بردباری کی ضرورت ہے، مخالفت اس راہ میں ہزار دکھ اور تکلیفیں دیں گے مگر ہمارے مبلغ کو نا امید نہیں ہونا چاہیئے۔ وہ شخص سلسلہ کا مبلغ نہیں ہو سکتا جو مخالفت یا دکھ اور تکلیف سے ہمت ہار دے۔ مبلغ اسلام اور مبلغ احمدیت سے بڑھ کر ہمارے نوجوانوں کے لئے اور کونسی سعادت ہو سکتی ہے تمام دنیا اسلام اور امام وقت کی مقدس تعلیم کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو سکتی ہے اگر ہمارے نوجوان اپنے تبلیغی مرکز سے وابستہ ہو کر علوم اسلامی سے مالا مال ہو جائیں، ہمارا مرکز ایک عظیم الشان روحانی شجر ہے ہمارے نوجوانوں کو اپنے شجر سے وابستہ رہ کر اسلام کی بہار کی امید رکھنی چاہیئے ؎

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند
جوانان سعادتمند پند پیر دانا را

پاکستانی صنعت
کی سرپرستی ہمارا پہلا فرض ہے
صنعتی ترقی ہمارے ملک کی قوت اور اقتصادی استحکام کی علامت ہے۔ سب کو اس اعلیٰ مقصد کے حصول کیلئے کوشاں رہنا چاہیئے
کالونی ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسمٰعیل آباد
حتی المقدور اس بلند مقصد کی طرف مصروف جہد ہے ہماری ملوں میں ۵۰,۰۰۰ تکلے اور ۱۵۲۰ کھڈیوں سے
علی الترتیب ۲۰,۰۰۰,۰۰۰ پونڈ سوت اور ۳۰,۰۰۰,۰۰۰ گز کپڑا سالانہ تیار ہوتا ہے ہم اعلان کرتے
ہیں کہ ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک کہ ہمارا ملک کپڑے کی ضرورت میں
خود کفیل نہیں ہو جاتا ہماری استدعا ہے کہ اس رفیع الشان مقصد کیلئے آپ بھی ہمارا ہاتھ بٹائیں
کالونی ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ اسمٰعیل آباد
ہفت روزہ پیغام صلح
قیمت سالانہ:- پاکستان سے چھ روپے۔ ہندوستان سے چھ روپے ہندوستانی۔
ہندوستان میں ہمارے نمائندہ کا پتہ:- شیخ محمد انعام الحق صاحب مکان متصل اعظم پورہ ملک پیٹھ حیدرآباد دکن (انڈیا)

جلد ۴۷ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ مطابق ۶ نومبر ۱۹۵۷ء | نمبر ۴۴

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

حضرت امام الزمان کا بیان :-

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اپنی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصول دین سے برگشتہ ہے۔ یہ ان حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقویٰ ہو ایسے افتراء نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابُ اللہ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جلّ شانہٗ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ الا ان لعنۃ اللہ علی الکاذبین والمفترین۔

(ایام الصلح صفحہ ۹۵-۹۶)

چھیاسٹھ (۶۶) ہزار روپے کا عطیہ

انجمن کو ۶۶ ہزار کی رقم میاں عطاء اللہ صاحب اور میاں فاروق احمد صاحب نے دی ہے۔ جزاہما اللہ تعالیٰ۔ ابھی بعض اصحاب نے پانچ پانچ ہزار روپے کی رقوم ادا کرنی ہیں۔ وہ اصحاب بھی اپنی اپنی رقم بھیجکر عند اللہ ماجور ہوں۔

صدرالدین۔ ۴ نومبر

دو نئی کتابیں

حضرت امیر مولٰنا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ نے حال ہی میں دو نئی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں ایک اردو میں جس کا نام ہے:-

"تفسیر سورۃ فاتحہ"

اور

دوسری انگریزی میں جس کا نام ہے "اسلام از ماڈرن"

ISLAM IS MODERN

علاوہ ازیں

علیۃ قرآن کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو گیا ہے جس کا انگریزی نام ہے:-

THE TRIUMPH
OF
THE HOLY QURAN

مَتَاعَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا

عبدالرؤف لودھی - ڈنڈوت

ایک پمفلٹ بعنوان "روٹی کا مسئلہ" جو پرویز صاحب کی چند تقاریر کا مسلسل متن ہے میرے پاس عرصہ سے پڑا تھا۔ بعض مجبوریوں کے باعث اُسے غور سے نہ پڑھ سکا۔ اب چونکہ پورے انہماک سے مطالعہ کر چکا ہوں پرویز صاحب کی فکری اُڑان کا ایک اور تجزیہ کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ مؤقر جریدہ پیغام صلح کے قارئین کو یاد ہوگا کہ ناچیز نے ایک بار "پرویز صاحب کی تفسیر بالرائے" کے عنوان سے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ جس میں ان کی "ٹھوس" تفاسیر میں سے ایک تفسیر کا نمونہ پیش کرنا پڑا تھا۔ یعنی انہوں نے اپنی کتاب بے مثال "اسباب زوال امت" کے صفحات ۲۶ تا ۲۹ میں سورہ ھود کی پندرھویں آیت کے معنی کسی حد تک درست کرنے کے باوجود اپنی تفہیمات و تاویلات کو اس قدر رکیک پیرایہ میں ملوث کیا تھا کہ ایک ایماندار کی نظر میں پرویز صاحب کی تفسیر دانی پھوٹی کوڑی کے برابر بھی نہیں رہ جاتی۔ کیونکہ انہوں نے جتنی تاویلات کی تھیں اسی سورہ ہود کی اگلی یعنی سولہویں آیت کی بالکل نقیض تھیں —— پرویز صاحب کی "ایمانداری یا قرآن دانی" کا یہ سب سے بڑا ثبوت ہے کہ انہوں نے تاویلات اور تفہیمات کو مسلمانوں کے ذہنوں میں ٹھونسنے کے لئے وہ سولہویں آیت پیش ہی نہیں کی۔ اور محض پندرھویں آیت جو کہ سولہویں سے مشروط و ملزوم ہے کے مفہوم کو اچھال اُچھال کر یہاں تک کہدیا کہ مومن کے لئے متاع حیات سے محرومی ایک لعنت ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ پرویز صاحب کے چاہنے والوں کو کتاب مذکور کے اُوپر دیئے ہوئے صفحات پھر غور سے پڑھنے کی دعوت دیتا ہوں اور ساتھ ہی چیلنج بھی کہ اگر وہ سولہویں آیت ساتھ ہی پیش کر دیتے تو وہ تفہیمات و تاویلات اس کتاب میں ہرگز ہرگز نہ ہوتیں۔

اس ضمن میں ناچیز نے پرویز صاحب کی خدمت میں کئی خطوط لکھے۔ خدا اور رسول کے واسطے دیئے اور عرض کی کہ کچھ تو فرمائیے اس بارے میں! لیکن انہوں نے سُنی ان سُنی ایک کر دی۔

اور اب "روٹی کا مسئلہ" بھی انہوں نے بعینہ اسی طرح پیش کیا ہے۔ اس پر ہم مجبور ہیں کہ اُن سے ایک بار پھر استدعا کریں کہ وہ قرآن جیسی مکمل ہدایت کی قطع و بُرید کرنے سے خدارا باز آجائیں۔ اور محض اپنی کتابوں کو فروخت کرنے کا سودا ہی دماغ میں نہ رکھیں —— بلکہ خود نمائی سے پرہیز کرتے ہوئے دین اسلام کی بنیادوں کو قائم رہنے دیں۔

"روٹی کا مسئلہ" کے صفحہ ۳ کو ہی لیجئے تو وہاں سورہ اعراف کی ۳۲ ویں آیت کا صرف من الرزق تک کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آپ نے دیکھا برادران! کہ قرآن نے کس طرح ایک ہی آیت سے انسانوں کے خودساختہ مذہب کی نگاہ فریب عمارتوں کو بنیاد سے اکھیڑ کر رکھ دیا اس آیت میں اُس نے اشیائے زینت کا اجمالی ذکر کیا ہے"

(دراصل یہ آیت مکمل یوں ہے:-

قل من حرم زينة الله التي اخرج لعباده والطيبات من الرزق ط قل هي للذين امنوا في الحيوة الدنيا خالصة يوم القيامة ط كذالك نفصل الايات لقوم يعلمون ٥

اب ہم حیران ہیں کہ پرویز صاحب محض زینت کے لفظ سے کس بُری طرح ٹھوکر کھاتے جا رہے ہیں کہ "امنوا" جیسے الفاظ ان کو نظر نہیں آتے۔ اللہ تعالےٰ تو فرماتا ہے کہ یہ زینت ایمان والوں کے لئے ہے یعنی ایمان مقدم ہے زینت پر —— !! لیکن کمال تو یہ ہے کہ آپ سارے پمفلٹ کو کھنگال جائیے پرویز صاحب کی طرف سے حصول ایمان کا جواز کہیں نہیں ملے گا۔ البتہ سارا رونا روٹی کا رویا ہے۔ شروع سے آخر تک ایمان کی تقدیم کو چھوا ہی نہیں اور روٹی روٹی پکارتے چلے گئے ہیں۔ اس ضمن میں بھی پرویز صاحب کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ وہ اب تو سورہ ہود کی سولہویں آیت پر ذرا سا ہی غور کر لیں، ہوسکتا ہے ان کی روٹی کی ہوس کا کچھ علاج ہو جائے۔ لیکن ایسا ہونا بہت مشکل نظر آتا ہے جبکہ انہوں نے ٹھان رکھی ہے کہ خواہ اللہ اور رسول کچھ کہتے رہیں ہم تو اپنی ہی کہتے رہیں گے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اسی طرح انہوں نے اسی صفحہ پر سورہ آل عمران کی تیرھویں آیت بھی پیش کی ہے اور فرماتے ہیں:-

"دوسری جگہ اسی اجمال کی تفصیل ان الفاظ میں بیان کر دی ہے کہ زين للناس حب الشهوات من النساء والبنين والقناطير المقنطرة من الذهب والفضة والخيل المسومة والانعام والحرث

(۳/۱۴)

زن و فرزند کی محبت، سونے چاندی کے ڈھیر، عمدہ پلے ہوئے گھوڑے مال مویشی، کھیتی باڑی۔ ان تمام چیزوں کو انسانوں کے لئے وجہ زینت بنایا گیا ہے لہٰذا وہ تصورِ حیات جو ان چیزوں کی کشش و تمتع کو حرام قرار دیتا ہے غیر خداوندی تصور ہے، وغیرہ وغیرہ"

دراصل والحرث سے آگے اسی آیت کے الفاظ یہ بھی ہیں جو پرویز صاحب حسب عادت چھوڑ گئے ہیں:-

"ذالك متاع الحيوة الدنيا ج والله عنده حسن المآب ٥ یعنی یہ ہے اس دنیا کی متاع حیات اور (لیکن) اللہ ہی وہ ہستی ہے جس کے ساتھ زندگی کا حسن المآب ہوسکتا ہے۔

اللہ اللہ کتنی صاف بات تھی جسے پرویز صاحب نے اپنی ہیرا پھیری سے پیچدار بنا دیا۔ اب قارئین ملاحظہ کریں کہ پرویز صاحب محض اپنی بات کی پچ رکھنے کے لئے قرآنی ارشادات کی قطع و برید نہیں کرتے۔؟ کیا ان کو آیت مذکورہ کا صحیح اور اصل مفہوم معلوم نہیں ——؟ یقیناً وہ جانتے ہیں کہ اللہ کریم کا یہ فرمان محض اور فقط یہی مفہوم دیتا ہے کہ (اگرچہ اسی زندگی کی زینتیں پُرکشش ضرور ہیں لیکن اصل حصول مقصد اللہ ہی ہے) دوسرے الفاظ میں ایمان اور تقوےٰ۔ لیکن پرویز صاحب کو تو ایمان و تقوےٰ کے حصول سے سراسر چِڑ ہے!! اور وہ روٹی اور معیشت حیات کو ایمان سے بھی مقدم گردانتے پر مصر ہیں۔

افسوس کہ مضمون طوالت اختیار کر جائے گا ورنہ ان کی مزید تفسیر دانیاں اسی ایک پمفلٹ سے ہی عیاں ہوسکتی ہیں۔ اس موقعہ پر ہمیں پرویز صاحب سے یہ پوچھنے کا حق ضرور ہے کہ وہ اہل یسوع حضرات کی پیروی کھلے کھلے الفاظ میں کیوں نہیں کرتے جبکہ وہ بھی روٹی روٹی پکارتے ہیں۔ ان کی دُعا ہمیشہ اور ہر روز یہی ہوا کرتی ہے کہ

"اے خداوند یسوع مسیح! تو ہمیں آج کی روٹی دے"۔

میرا خیال ہے اس طرح پرویز صاحب کو زیادہ کھل کھیلنے کا موقع مل جائے گا۔ اور دُعا قبول ہونے پر انکی کتابیں دھڑا دھڑ بکا کریں گی۔ خدا جانے وہ پنجوقتہ نماز وں میں سورۃ فاتحہ جیسی پاکیزہ دعا کی گولی اپنے حلق سے کیونکر گزارتے ہوں گے —— جبکہ اس میں مادی دنیا کی زینتوں کی بجائے صراط مستقیم اور صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين جیسی روحانی دعائیں ہیں —— یہ تو پرویز صاحب کا دل ہی جانتا ہے کہ آیا وہ اپنی

(باقی بر صفحہ ۱۲)

اپنے قادیانی دوستوں سے

گذشتہ تین اداریوں میں ہم ترجمان القرآن کے ریویو نگار کے اس تبصرہ کا جواب دے چکے جو قول سدید پر ریویو کی آڑ میں حضرت مسیح موعودؑ کی شخصیت پر اس نے کیا ہے، اس تبصرہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی طرف جو یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ آپ نے ایک طالع آزما کی طرح ......

خادم اسلام کے دعوے سے شروع ہو کر مجددیت اور پھر نبوت کے دعوے کی طرف آہستہ آہستہ قدم بڑھایا اور ہر قدم پر لوگوں کی نبض دیکھ کر کبھی کچھ اور کبھی کچھ کہتے رہے، اس کو ہم واقعات اور دلائل سے غلط ثابت کرتے ہوئے اس حقیقت کو واضح کر چکے ہیں کہ آپ کا دعویٰ شروع سے آخر تک ایک ہی رہا ہے، یعنے دعوئے مجددیت، مثیل مسیح یا مسیح موعود ہونے کا دعویٰ جو ۱۸۹۱ء میں آپ نے کیا اس کو خواہ مخواہ دعوئے نبوت کے ہم معنے سمجھ لیا گیا حالانکہ آپ نے صراحت کے ساتھ یہ واضح کر دیا تھا۔

"اس جگہ اگر یہ اعتراض پیش کیا جائے کہ مسیح کا مثیل بھی نبی چاہیئے کیونکہ مسیح نبی تھا تو اس کا اوّل جواب تو یہی ہے کہ آنے والے مسیح کے لئے ہمارے سیدو مولا نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی بلکہ صاف طور پر یہی لکھا ہے کہ وہ ایک مسلمان ہوگا اور عام مسلمانوں کی طرح شریعت قرآنی کا پابند ہوگا اور اس سے زیادہ کچھ بھی ظاہر نہیں کرے گا کہ میں مسلمان ہوں اور مسلمانوں کا امام ہوں ماسوا اس کے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالےٰ کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔ گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے کیونکہ وہ خدا تعالےٰ سے ہمکلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے اور امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں......"

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی مسیح موعود ہونے سے دعوئے نبوت مراد نہ تھی، بلکہ آپ کی نبوت صرف محدثیت تک محدود تھی اور آپ کی تمام کتابوں میں شروع سے آخر تک نبی کا لفظ محدثیت یا کثرت مکالمہ مخاطبہ ہی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور آپ نے صاف اور کھلے لفظوں میں آنحضرت صلعم کے بعد نبیوں کا آنا منقطع قرار دیا ہے۔ چنانچہ اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھتے ہیں:۔

"یہ بھی اہل سنت میں متفق علیہ امر ہے کہ آخری مجدد اسی امت کا مسیح موعود ہے"
(صفحہ ۱۹۳)

"وما عنى الله من نبوتي الاكثرة المكالمة والمخاطبة ولعنة الله على من اراد فوق ذالك یعنے میری نبوت سے اللہ تعالےٰ کی مراد کثرت مکالمہ و مخاطبہ کے سوا کچھ نہیں اور جو اس سے بڑھ کر ارادہ کرے اس پر اللہ کی لعنت ہو وان رسولنا خاتم النبيين وعليه انقطعت سلسلة المرسلين اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ پر رسولوں کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے" (الاستفتاء ص۶۴ مندرجہ حقیقۃ الوحی)

ان عبارات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے مجددیت اور محدثیت کا جو دعوےٰ شروع میں کیا تھا وہی آخر تک رہا نبی کا لفظ جہاں استعمال کیا محدثیت یا کثرت امور غیبیہ ہی کے معنوں میں کیا اور صاف اور صریح لفظوں میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انقطاع نبوت کا اعلان کرتے رہے اور مدعی نبوت کو کافر و کاذب اور لعنتی قرار دیتے رہے، باوجود اس کے یہ کہنا کہ آپ ایک طالع آزما کی طرح آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے رہے اور خادم اسلام سے مجدد اور مجدد سے مسیح موعود اور نبی بن گئے صریح غلط بیانی نہیں تو اور کیا ہے۔

لیکن ہمیں افسوس کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ہمارے قادیانی دوستوں نے جس رنگ میں حضرت مسیح موعود کو پیش کیا ہے وہ ترجمان القرآن کے ریویو نگار کے پیش کردہ رنگ سے ذرا بھی متفاوت نہیں خلیفہ صاحب قادیان کا یہ بیان ہے:۔

"گو ان ساری باتوں کا دعوےٰ کرتے رہے جن کے پائے جانے سے کوئی شخص نبی بن جاتا ہے لیکن چونکہ آپ ان شرائط کو نبی کی شرائط نہیں خیال کرتے تھے بلکہ محدث کی شرائط سمجھتے تھے، اس لئے اپنے آپ کو محدث کہتے رہے اور نہیں جانتے تھے کہ میں دعوے کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو نبیوں کے سوا اور کسی میں پائی نہیں جاتی اور نبی ہونے سے انکار کرتا ہوں" (حقیقۃ النبوۃ ص۱۲۴)

اور پھر اسکے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں آپ پر منکشف ہو گیا کہ میں محدثیت کی جو تعریف کرتا ہوں وہ دراصل نبوت کی تعریف ہے۔ اس لئے آپ نے نبوت کا دعوےٰ کر دیا۔ کیا اس سے ترجمان القرآن کے ریویو نگار کی تائید نہیں ہوتی جس کا یہ خیال ہے کہ آپ معاذ اللہ آہستہ آہستہ پھونک پھونک کر قدم رکھتے تھے، اور دیکھتے تھے کہ مسلمان اُن کے دعاوی کو کہاں تک برداشت کرتے ہیں اور اس طرح قدم بڑھاتے بڑھاتے انہیں "نبوت کے دام میں پھنسانا شروع کیا"

ابتدائً مکفرین نے بھی یہی بات کہی تھی جو خلیفہ صاحب نے کہی کہ:۔

"اس نے (مرزا صاحب نے) محدثیت کے معنے ایسے بیان کئے ہیں اور اس کی حقیقت کی ایسی تشریح کر دی ہے کہ اس سے بجز نبوت اور کچھ مراد نہیں ہو سکتا"۔ (فتوےٰ کفر ص۷۷)

اور اب اس زمانہ کے مخالفین بھی کھلے لفظوں میں اس کو ایک طالع آزما کا تدریجی اقدام قرار دیتے ہیں، اس کی ذمہ داری کس پر ہے، کیا میاں محمود احمد صاحب پر اس کی ذمہ داری نہیں جو کبھی یہ کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے ۱۸۹۱ء میں نبوت کا دعوےٰ کیا اور کبھی یہ فرماتے ہیں کہ ۱۹۰۱ء تک آپ اپنے آپ کو محدث سمجھتے رہے اور ۱۹۰۱ء میں آپ پر یہ انکشاف ہوا کہ جس چیز کو میں محدثیت سمجھتا ہوں، وہ دراصل نبوت ہے، اگر یہ بات صحیح ہے تو ترجمان القرآن کے ریویو نگار کو کیا جواب دیا جا سکتا ہے جو اس کو نہ جاننے کا نتیجہ نہیں بلکہ جان بوجھ کر تدریجاً قدم بڑھانے کے نام سے تعبیر کرتا ہے۔

ہم جماعت ربوہ کے منصف مزاج ارباب فکر کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اس پر غور کریں کہ جناب خلیفہ صاحب کے بیانات دربارہ نبوۃ مسیح موعود اور ترجمان القرآن کے ریویو نگار کے بیان میں کیا فرق ہے عقیدتمندی سے آپ جو جی چاہیں کہہ لیجئے لیکن ایک غیر جانبدار خلیفہ صاحب کے بیانات سے جو نتیجہ نکال سکتا ہے وہ وہی ہے جو ترجمان القرآن کے ریویو نگار نے نکالا ہے، آپ جس چیز کو نہ جاننا کہتے ہیں وہ اس کو جان بوجھ کر آہستہ آہستہ قدم اُٹھانا قرار دیتا ہے، اس کا کیا جواب آپ کے پاس ہے، سوائے اس کے کہ جماعت لاہور کا مسلک اختیار کر کے حضرت مسیح موعودؑ کے فرمودہ کے مطابق آپ کی نبوت کو محدثیت تک محدود قرار دیا جائے، جس میں کوئی تبدیلی شروع سے آخر تک کبھی نہیں ہوئی، غور کر کے دیکھ لیجئے اس مسلک کو اختیار کئے بغیر آپ حضرت مرزا صاحب کو ایک سچا اور راستباز انسان بھی نہیں منوا سکتے چہ جائیکہ آپ کو نبی اللہ ثابت کیا جا سکے۔

کیا ہم امید کریں کہ ہمارے قادیانی بھائی ان حقائق پر ٹھنڈے دل سے غور کر کے صحیح مسلک کو اختیار کرنے کی کوشش کریں گے؟

ضرورت ملازمت} کوٹ رادھاکشن ضلع لاہور سے عزیز احمد صاحب کسی پرائیویٹ فرم میں چپڑاسی کی یا کوئی اور اردو نوشت وخواند کی ملازمت کے متلاشی ہیں جو اصحاب انکی مدد کر سکتے ہوں ذیل کے پتہ پر خط وکتابت کریں:۔ عزیز احمد معرفت مستری امام الدین نثار احمد کوٹ رادھاکشن ضلع لاہور

اخبارِ احمدیہ

مکرم ڈاکٹر غلام محمد صاحب کے صاحبزادہ ڈاکٹر وحید احمد صاحب ایم بی بی ایس کی شادی کے سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب کی طرف سے ۴ دسمبر کی شام کو اُن کی کوٹھی واقعہ گلبرگ میں پُرتکلف دعوت ولیمہ دی گئی جس میں مقامی جماعت کے متعدد احباب کے علاوہ بہت سے غیراز جماعت معززین بھی مدعو تھے۔

حج سے واپسی

چک ۸ جنوبی ضلع سرگودھا سے چودھری فضل داد صاحب لکھتے ہیں کہ اس سال ہماری جماعت میں سے چوہدری احمد خاں صاحب دوکاندار معہ اپنی اہلیہ صاحبہ حج کے لئے گئے۔ یہ پہلے براستہ بغداد حج کو گئے۔ بغداد میں جناب قادری صاحب سے اور میاں محمد شیر گل صاحب اور حاجی اسماعیل صاحب جو اپنی جماعت کے آدمی ہیں ملاقات کی گئی، ۱۵ یوم وہاں ٹھہر کر کربلا۔ نجف اشرف۔ کوفہ وغیرہ کی زیارت کرتے ہوئے بذریعہ بس عمان میں پہنچے۔ وہاں ۱۳ دن ٹھہر کر بیت المقدس کی زیارت کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقبرے کی زیارت کرکے الخلیل میں حضرت اسحاق اور اُن کی بیوی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی بیوی۔ حضرت یوسف اور ان کی بیوی کے مقابر کی زیارت کی اس کے بعد بذریعہ بس مدینہ منورہ میں روضہ پاک رسول ؐ پر گئے وہاں ۸ یوم ٹھہر کر مکہ تشریف لے گئے حج کے بعد گیارہ یوم مکہ شریف ٹھہرے پھر واپس مدینہ شریف براستہ کویت بندرگاہ قریباً دو ماہ میں کراچی پہنچے آپ پچھلے ماہ ۱۶ ستمبر کو چک ۸ جنوبی پہنچ گئے۔ اس سلسلہ سفر میں چوہدری صاحب بعارضہ بخار بیمار رہے اور بہت کمزور ہو گئے ہیں ابھی تک اُن کی صحت ٹھیک نہیں ہوئی اُن کی صحت کے لئے جماعت سے دُعا کی استدعا ہے۔ نیز چوہدری صاحب کی والدہ صاحبہ بھی اُن کی غیر حاضری میں رحلت فرما گئیں چنانچہ چوہدری صاحب نے یہاں آکر مبلغ یکصد روپیہ بطور زکوٰۃ مبلغ ۵ روپیہ گھر میں پہنچنے کی خوشی میں اور مبلغ پانچ روپیہ والدہ صاحبہ مرحومہ کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے عطا فرمائے ہیں فجزاہ اللہ خیرا۔ تصدق حسین قادری صاحب کا بھی اُن کو خط آیا ہے کہ وہ بہت بیمار رہے اُن کی صحت کے لئے بھی دعا فرماویں۔ جناب قادری صاحب کی مہمان نوازی اور خوش خلقی کا چوہدری صاحب پر بہت گہرا اثر پڑا ہے۔

سانحہ ارتحال

مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی رقمطراز ہیں:۔

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور۔ ذیل کی خبر اخبار میں شائع کرنے کے لئے موصول ہوئی ہے:۔

سوری نام ڈچ گائنا (جنوبی امریکہ) میں ہماری جماعت کے ایک معزز کارکن مولوی عبد الحمید صاحب گذشتہ اگست میں فوت ہو گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۱۶ اگست کو سرکاری ہسپتال سے مولانا کا جنازہ انجمن اسلامیہ ہال میں لایا گیا۔ رات بھر مولانا کی یاد میں مسلمانوں کا اجتماع رہا ۱۷ اگست کو ۴ بجے شام آپ کو سپرد خاک کیا گیا جنازہ مولانا کے والد حسن محمد شاہ صاحب نے پڑھایا قبرستان تک جنازہ کے ساتھ ہزار بارہ سو ہندو مسلمانوں کا ہجوم تھا ۲۰۰ مردوں اور ۵۰ عورتوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ مرحوم کے والد سائیں بابا اور اہلیہ حمید کے لئے بڑا صدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ پسماندگان مرحوم کو صبر عطا فرمائے شادی شدہ لڑکیوں اور بیٹوں کے علاوہ ایک بچی اور بیٹا کم سن ہیں اللہ تعالیٰ اُن کا حامی و ناصر ہو، مرحوم کے لئے سب دوستوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔ (عبد الحق)

آفتاب الدین ہومیو پیتھک دار الشفاء کی سہ ماہی رپورٹ

عطیہ دینے والے

میاں محمد صادق صاحب لاہور	۱
میر مدثر شاہ صاحب بخاری پشاور	۵
مرزا احمد دین صاحب چانگے	۱
مرزا مسعود بیگ صاحب لاہور	۵
مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع لائلپور	۷-۴
ایس جی علی صاحب پینانگ	۱۰
ڈاکٹر چوہدری عبد الحمید صاحب سرگودھا	۲۵
میزان	۵۴-۴

اسلام کی عالمگیر تعلیم اور اس کی معقولیت و مقبولیت

امام وقت کی جماعت کا عظیم الشان کام اس کام کو ترقی دو

خطبہ جمعہ مورخہ یکم نومبر ۸۵ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یبنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم ایتی .... وشھدوا علی انفسھم انھم کانوا کفرین ــــــــ (الاعراف آیات ۲۵ تا ۳۷)

اسلام مشرق اور مغرب میں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ زوالی الارض خدا تعالے نے زمین کا نقشہ میرے سامنے رکھا فرأیت مشارقھا و مغاربھا مجھے مشرق کے ملک اور مشرق کی قومیں دکھائی گئیں اور مغرب کے ملک اور مغرب کی قومیں دکھائی گئیں وان امتی ھذا سیبلغ ما زوی لی من الارض میری امت ان تمام مشرقی اور مغربی ممالک پر پھیل جائے گی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نقشہ اللہ تعالےٰ نے دکھایا وہ دنیا کے مشاہدہ میں آ گیا کہ حضرت کا دین مشرق و مغرب میں پھیل گیا۔

تمام دنیا کی طرف نبی کریم صلعم کی بعثت

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ و بعثت الی الناس عامۃ پہلے نبی جو آیا کرتے تھے وہ اپنی اپنی قوموں کی طرف ہی مبعوث ہوتے تھے لیکن مجھے خدا نے تمام انسانیت کے لئے مبعوث فرمایا ہے پہلے انبیاء کا ایک ایک قوم کی طرف مبعوث ہونا تقاضا تھا ان اوقات کا جب قومیں ایک دوسرے سے دور اور علیحدہ علیحدہ رہتی تھیں اور ان کے میل ملاپ کا کوئی ذریعہ نہ تھا، اور جب حالات بدل گئے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اقوام کی طرف مبعوث کیا گیا۔ انبیاء تو سب کے سب خدا پرستی کی تعلیم دیتے رہے اور خدمت خلق کا جذبہ دلوں میں پیدا کرتے رہے۔

توحید باری تعالیٰ اور وحدت نسل انسانی پر ضرب

لیکن لوگوں نے کیا کیا۔ بنی اسرائیل، یہود، عیسائی، پارسی، ہندو، ہر ایک نے کہا کہ خدا صرف ہمارا ہے اور باقی تمام دنیا دوزخی ہے۔ بنی اسرائیل نے کہا کہ جنت صرف بنی اسرائیل کے لئے ہے، اور اس دائرہ سے باہر کے لوگوں کے لئے کوئی جنت نہیں، آپ کے ہمسایہ ہندو بھی یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ بھارت کی سرزمین سے باہر سب اچھوت اور ملیچھ لوگ رہتے ہیں جو خدا کی رحمت سے بہت دور ہیں، معلوم ہوا لوگوں نے خدا کے جو تمام قوموں کا خدا ہے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اور وحدت انسانی پر بھی ایسی ضرب لگائی کہ انسانوں کے اندر قومی اور نسلی منافرت پیدا کر دی، اس زمانہ میں ہٹلر نے بھی سیاسیات سے فائدہ اٹھانے کے لئے کہدیا کہ بنی اسرائیل پر اور دوسری مشرقی قوموں پر جرمنوں کو فضیلت حاصل ہے اس سے دو نقصان ہوئے ایک تو خدا قومی و نسلی خدا بنا دیا گیا، دوسرے ہر ایک قوم اپنے آپ کو دوسری قوموں سے افضل اور دوسروں کو حقیر سمجھنے لگی

ایک خدا اور ایک نسل انسانی کی تعلیم

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا یہ علاج کیا کہ فرمایا کان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ و بعثت الی الناس عامۃ۔ چنانچہ جو وحی آپ پر نازل ہوئی اس میں بتایا گیا کہ خدا صرف ہندوؤں کا نہیں پارسیوں کا نہیں کنفیوشس کے ماننے والوں کا نہیں، صرف عیسائیوں اور یہودیوں کا نہیں، خدا تمام قوموں کا تمام ملکوں کا خدا ہے وہ رب العٰلمین ہے، و فی السماء الٰہ و فی الارض الٰہ وہ تمام آسمانوں اور تمام زمین کا خدا ہے آپ نے یہ تعلیم دی ان ربکم واحد و ابا کم واحد تمہارا خدا بھی ایک ہے اور تمام انسانیت بھی ایک ہے، ایک ہی سب کا رب ہے اور ایک ہی سب کا باپ۔ یہ دونوں سبق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیئے اور اس طرح توحید الٰہی اور وحدت نسل انسانی کے معقول اور مفید اعتقادات اور نظریات تلقین فرمائے۔

انسانیت کو ذلیل کرنے والی تعلیم

پھر اس تعلیم کو جو نبیوں نے دی تھی لوگوں نے بگاڑ لیا۔ عیسائی کہتا ہے خدا کسی کی توبہ قبول نہیں کر سکتا اور خواہ کوئی کتنا بھی نیک بننا چاہے بن ہی نہیں سکتا اس اعتقاد سے انہوں نے ساری انسانیت کو برباد کر دیا۔ تمام نسل آدم کو ذلیل کر دیا۔ مجھے یورپ کے گرجوں میں جانے کا اتفاق ہوا ہے ایک آخری جملہ عبادت کا جو بڑے بڑے لاٹ پادریوں کے منہ سے نکلتا ہے forgive us miserable sinners یعنی ہم بدترین گنہگاروں کے گناہ معاف کر۔ اس فقرہ کو سن کر لڑکے لڑکیاں اور عورتیں اور مرد خیال کرتے ہیں کہ جب اتنی بڑی بڑی مقدس ہستیاں بھی بدترین گنہگار ہیں تو ہم کس طرح گناہ سے بچ سکتے ہیں اس کا بہت گندہ اثر دلوں پر پڑتا ہے اور لوگ گناہ کو اپنی فطرت کا تقاضا سمجھتے ہیں، پھر اعتقاد یہ ہے کہ خدا گناہ معاف نہیں کر سکتا۔ اس کی طاقت میں نہیں کہ گناہ معاف کرے بندہ تو ایک دوسرے کے گناہ معاف کر دیتا ہے یہ معافی کا جذبہ بندے کے دل میں کہاں سے آ گیا۔ اگر انسان معاف کر سکتا ہے تو خدا تو غفور الرحیم ہے وہ کیوں معاف نہیں کر سکتا، ہندو بھی کہتا ہے کہ خدا معافی نہیں دے سکتا۔ لاکھوں جونوں کے اندر انسانی روح کو چکر لگانا پڑتا ہے اس کے بعد بھی معافی ملے یا نہ ملے کوئی نہیں کہہ سکتا، پھر ان دونوں قوموں کے اندر بت پرستی پر زور ہے۔ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام اور مریم کے بتوں کی پرستش کرتے اور ہندو بھی مختلف دیوتاؤں کے بتوں کو پوجتے ہیں اور عیسائیوں کی طرح کرشن اور رام کی پوجا کرتے ہیں۔ اس طرح ان لوگوں نے انسانیت کو بھی ذلیل کیا اور خدا پر بھی دھبہ لگایا۔

فطرت کی نیکی اور قرآن کی تعلیم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی لئے دنیا میں آئے کہ دنیا کو وحدت کا سبق دیں اور توحید الٰہی کے ساتھ انسانیت کو بھی ایک کریں اور بتائیں کہ انسان فطرۃً گنہگار نہیں ہے اگر کوئی لغزش اس سے ہوتی ہے تو جب ندامت کے آنسوؤں سے وہ اس کے اثر کو دھو ڈالتا ہے اور سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ بھی اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ان علینا للھدیٰ۔ ہدایت دینا، نیکی کے رستہ پر لگانا ہمارا کام ہے، یہ غلط ہے کہ انسان ہدایت نہیں پا سکتا۔ قرآن فطرت کے مطابق تعلیم دیتا ہے، انسان کے اندر ترتیب رکھی گئی ہے کہ وہ خدا کو، خدا کے قرب کی راہوں کو تلاش کرے ہندوؤں عیسائیوں اور مسلمانوں میں جب کوئی نیک انسان دکھائی دیتا ہے تو لوگ اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں کہ اس سے کچھ نیکی کی بات سیکھیں، یہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ نیکی کی طرف راغب ہے ہر چیز کو اللہ تعالےٰ نے ایک فطرت عطا کی ہے جس کے مطابق وہ کام کرتی ہے ربنا الذی اعطیٰ کل شیٔ خلقہ ثم ھدیٰ آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک مرغی کا بچہ انڈے میں سے نکلتے ہی گرتے پڑتے اور زمین پر چونچیں مارنے لگتا ہے اور ایک گائے کا بچہ گھاس کی طرف دیکھتا بھی نہیں بلکہ ماں کے اس حصہ پر منہ مارتا ہے جہاں سے اسے دودھ مل سکتا ہے۔ اسی طرح ہی ایک بطخ کا بچہ پیدا ہوتے ہی پانی کی طرف دوڑتا ہے

پرکس نے انہیں سکھایا، یہ اس فطری ہدایت کے مطابق ہے جو انہیں دی گئی، اسی طرح جس قدر نباتات ہیں وہ زمین کے ان ذرات میں سے خوراک حاصل کرتی ہیں جو اس کے نشو و نما کا موجب ہو سکتے ہیں۔ سردیوں کے موسم میں مرغابیوں کی ڈاریں ہم دیکھتے ہیں کہتے ہیں یہ سائبیریا سے آتی ہیں چونکہ وہاں سردی بہت زیادہ ہوتی ہے اس لئے لاکھوں کی تعداد میں مرغابیاں آجاتی ہیں۔ ایک تو ان کی طبیعت میں اپنے بچاؤ کی تدبیر رکھدی ہے کہ وہ شدید سردی سے بچنے کے لئے ادھر آجائے اور دوسرا اُن کے یہاں آنے سے انسان کو خوراک بہم پہنچ جاتی ہے۔ یہ انتظام کس نے چلا رکھا ہے اور سورج کو کس نے کہا کہ دن رات زمین کے گرد چکر لگاتے رہو، یہ اس فطرت کے مطابق ہے جو خدا نے اس کی بنائی ہے واوحی فی کل سماء امرھا۔

انسانی ہدایت کیلئے دو قسم کے سامان

اسی طرح انسان کی ہدایت کے لئے دو قسم کا سامان کیا ایک تو اس کے اندر فطرت ایسی رکھ دی جو نیکی کی ترغیب دیتی اور بدی سے متنفر کرتی ہے لیکن اس کے ساتھ آسمانی روشنی کی بھی ضرورت تھی، جو قرآن کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے اسے دی ہے جس طرح آنکھ کے اندر بصارت کی قوت رکھی گئی ہے لیکن وہ دیکھ نہیں سکتی جب تک باہر روشنی نہ ہو، کان کے اندر قوت شنوائی موجود ہے لیکن وہ سن نہیں سکتا جب تک ہوا کے اندر ایسا تموج نہ ہو جو کان کے پردہ پر اپنا اثر پیدا کرے اسی طرح انسان کو ایک قلب اور ایک روح دی ہے جو اپنی ذات میں بڑی قیمتی چیز ہے لیکن اس کے ساتھ ضرورت ہوتی ہے کہ آسمانی روشنی کی مدد ان کے ساتھ ہو، اور وہ اس روشنی سے متاثر ہو کر کام کریں، یہی بات اس آیت میں فرمائی ہے ان علینا للھدیٰ ہدایت کا مہیا کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، انبیاء خدا کا قرب سکھانے اور انسانی اخلاق کو سدھارنے، اعلیٰ اخلاق پر قائم کرنے اور رذیل اخلاق سے اسے بچانے اور اعتقادات کو درست کرنے کے لئے آتے ہیں۔

تمام بنی آدم کو خطاب

ان آیات میں جو میں نے پڑھی ہیں تمام بنی آدم کو خطاب کیا گیا ہے، فرمایا یٰبنی آدم، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو عرب میں تھے پھر سارے بنی آدم کو مخاطب کیوں کیا یہ وہی بات ہے کہ بعثت للناس عامۃ اگر یاایھا الذین امنوا کہتے یا یاایھا العرب کہتے تو آپ کا پیغام محدود ہوتا یٰبنی آدم کا خطاب اس دعوے کا ثبوت ہے کہ آپ تمام نسل انسانی کی طرف مبعوث ہوئے ہیں، شروع ہی میں الحمد للہ رب العٰلمین کہکر بتادیا کہ اسلام جس خدا کو پیش کرتا ہے وہ تمام عالمین کا خدا ہے، اور قرآن کی تعلیمات کے متعلق فرمایا تنزیل من رب العٰلمین اور رسول کریم کو للعالمین نذیرا فرمایا۔ پھر وضاحت کے ساتھ فرمایا قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ اے تمام انسانیت میں تم سب کی طرف رسول ہو کر آیا ہوں۔ اسی طرح یہاں یٰبنی آدم کہا۔

انبیا کی تعلیم

اور فرمایا اما یاتینکم رسل منکم، اے انسانو! جب کبھی کوئی رسول تمہاری طرف آئے گا وہ تم میں سے ہوگا انسانوں کی طرف پیغام لانے والا باہر سے نہیں آسکتا، یقصون علیکم ایٰتی، وہ ہمارے رسول تمہیں ہمارے احکام پڑھ کر سنائیں گے، وہ احکام کیا ہوتے ہیں جو رسول لاتے ہیں، اُن میں اخلاقیات کا سبق ہوتا ہے، نفس انسانی کے تزکیہ کا سامان ہوتا ہے، انسان کو مہذب بنانے اور خدا سے تعلق جوڑنے کے طریق بتائے جاتے ہیں۔

اصلاح اخلاق و اعمال میں کامیابی

اس کا نتیجہ کیا ہوگا فمن اتقیٰ جس شخص نے تقویٰ اختیار کر لیا اور ... نے خدا خوفی اور نیک عملی کی زندگی اختیار کرلی اور اُن راہوں سے بچ گیا جو ذلت اور تباہی کی طرف لے جانے والی ہیں اور ان چیزوں کو اختیار کر لیا جو نیکی اور کامیابی کی طرف لے جاتی ہیں، واصلح اور جو خراب اخلاق تھے ان کو درست کر لیا اور اعتقادات کی اصلاح کر لی فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ایسے لوگوں کو کسی طرح کا خوف لاحق نہیں ہوگا اور نہ کوئی غم اور حزن ان کو ستائے گا۔

مکذبین کا انجام

والذین کذبوا بایٰتنا اور جن لوگوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی واستکبروا عنھا اور احکام خداوندی کے مقابلہ میں تکبر سے کام لیا اولٰئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون یہ لوگ ناکام ہو کر دوزخ میں جائیں گے، تین قوموں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی، اور آپ کے مقابلہ میں تکبر سے کام لیا، ایک تو ابوجہل اور ابوسفیان تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ شخص تو ہاشم کی اولاد میں سے ہے، ہم اسے کیسے مان سکتے ہیں، اور پھر اُن کی دشمنی کس حد تک گئی ہے ابوجہل تو جنگ بدر ہی میں مارا گیا لیکن ابوسفیان نے اس وقت تک مخالفت نہیں چھوڑی جب تک مکہ فتح نہیں ہو گیا۔ دوسری قوم یہی تھی جو کہتے تھے نحن اکثر منک اموالا و اولادا دولت ہمارے پاس، اولاد ہمارے پاس آدمی ہمارے پاس یہ شخص ہمارے سامنے کیا حیثیت رکھتا ہے۔ تیسری قوم یہود کی تھی وہ کہتے تھے توریت میں سب احکام آگئے ہیں اور محمد رسول اللہ صلعم بھی کہتا ہے کہ توریت سچی ہے تو پھر کسی اور چیز کے ماننے کی کیا ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق عطا فرمائی کہ سارے اعتراضات کا جواب آپ نے دیا اور واقعات نے ثابت کر دیا کہ آپ کے ساتھ نصرت الٰہی ہے۔

غلبۂ اسلام کی بشارت

آپ کو لیظھرہ علی الدین کلہ کی بشارت دی گئی کہ یہ دین تمام دنیا پر غالب آئے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ تمام دنیا میں یہ دین پھیلا اور آج یورپ اور امریکہ بھی اسی طرف آرہے ہیں، وہ سمجھنے لگے ہیں خدا ہے پرستش کے قابل وہی ہے، اور جو تعلیم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے وہ معقول اور قابل قبول ہے۔

جماعت احمدیہ کا عظیم الشان کام

الغرض یہ کتاب قرآن اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں روشنی اور ہدایت دینے کے لئے بھیجے گئے ان کا پیغام ساری دنیا کے لئے ہے، ضروری ہے کہ اس روشنی کو ہم آگے پھیلائیں۔ ہم نے ایک امام کو مانا ہے اس نے بتا دیا ہے کہ خدا ہے اور اس کے ساتھ تعلق لگانے سے انسان کامیاب ہو سکتا ہے اس امام نے ایک جماعت بنائی جماعت میں قوت اور برکت ہوتی ہے جماعت پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے، جماعت کے بغیر نبی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یہ جس قدر کام ہم نے کئے ہیں جماعت کی وجہ سے ہی ہوئے ہیں۔ اس امام نے اس جماعت کے دلوں میں تقویٰ اور ایثار پیدا کر دیا۔ ان کے تھوڑے تھوڑے پیسوں سے دولت کی ایک ندی چل پڑی۔ اُن کی وجہ سے دنیا میں یہ بات پھیل گئی کہ اسلام سچا ہے، جو مسلمان یورپ میں جاتے ہیں، وہ یہ دیکھ کر حیران ہوتے ہیں کہ اس چھوٹی سی جماعت نے کتنا عظیم الشان کام کیا ہے۔ اس جماعت نے جو لٹریچر پیدا کیا وہ دنیا میں مقبول ہے۔ مشرق اور مغرب نے اس سے روشنی حاصل کی ہے، آپ کوشش کریں کہ اس مقدس کام میں ترقی ہو، اور اپنے اندر نمونہ پیدا کریں، نمونہ بڑی چیز ہے عمل بہت موثر ہوتا ہے اس لئے کوشش کریں کہ آپ کی زندگی نیکی اور خدا خوفی کی زندگی ہو اور نفع رسانی کی زندگی ہو۔

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کا اجلاس

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کی ایک پندرہ روزہ میٹنگ کی رپورٹ اسی پرچہ میں دوسری جگہ درج ہے ۹ر نومبر کو بروز اتوار ایک میٹنگ زیر صدارت جناب شیخ غلام رسول صاحب منعقد ہوئی حسب پروگرام مسٹر سعید احمد صاحب مسٹر عبدالستار بنگالی اور مسٹر عبدالوحید صاحب نے بالترتیب "حضرت امام زمان کا نصب العین" "خدا اور اس کا وجود" اور

صداقت مسیح موعودؑ

کے زیر عنوان تقاریر فرمائیں۔ ایسوسی ایشن کے بارے میں مختلف تجاویز کی گئیں اور چائے کے بعد میٹنگ برخاست ہوئی ۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں (منیجر)

جماعت ربوہ کی تبدیلی عقیدہ کے متعلق
چالیس انعامی سوالات

مولوی فضل الرحمان صاحب قمر سامانوی

(۲)

(۱۴) پہلے غیر احمدی کا جنازہ نہ پڑھنے کی یہ وجہ بتائی جاتی تھی کہ وہ ایک نبی کا انکار کرتے ہیں جیسا کہ ۶ رمئی ۱۵ء کے الفضل میں فرماتے ہیں :-

"اگر یہ کہا جائے کہ کسی ایسی جگہ جہاں تبلیغ نہیں پہنچی کوئی مرا ہوا ہو اور اس کے مر چکنے کے بعد کوئی احمدی وہاں پہنچے تو وہ جنازہ کے متعلق کیا کرے اس کے متعلق یہ ہے کہ ہم تو ظاہر پہ ہی نگاہ رکھتے ہیں چونکہ وہ ایسی حالت میں مرا کہ اللہ تعالےٰ کے نبی اور رسول کی پہچان اُسے نصیب نہیں ہوئی اس لئے ہم اس کا جنازہ نہیں پڑھیں گے"

یہاں جنازہ نہ پڑھنے کی وجہ ایک نبی و رسول کی عدم شناخت بیان کی گئی ہے مگر جب عدالت میں یہ سوال ہوا تو آپ نے یہ وجہ بیان کرنے کی بجائے یہ کہا کہ :-

"ہم غیر احمدیوں کا جنازہ اس لئے نہیں پڑھتے کہ وہ احمدیوں کا جنازہ نہیں پڑھتے" (بیان ص ۳)

کیا ۱۹۱۵ء اور ۱۹۵۳ء میں غیر احمدی کا جنازہ نہ پڑھنے کی وجہ ایک ہی بیان کی گئی ہے یا ایک دوسرے سے مختلف وجوہات بیان کی گئی ہیں ؟ جب بعد میں بیان کردہ وجہ پہلی وجہ سے بالکل مختلف بیان کی ہے تو پھر بتائیے کہ تبدیلی عقیدہ اور کسے کہتے ہیں ؟

(۱۵) ۱۹۱۵ء کے سالانہ جلسہ پر جناب خلیفہ صاحب نے یہ اعلان کیا کہ ہم غیر احمدی کا جنازہ اس لئے نہیں پڑھتے کہ :-

"حضرت مسیح موعود کا عمل اس کے خلاف ہے" (انوار خلافت ص ۹۱)

مگر عدالتی بیان میں اس کے بالکل برعکس یہ کہا :-

"دس سال بعد تک نہ صرف مرزا غلام احمد صاحب نے احمدیوں کو اجازت دے رکھی تھی بلکہ خود بھی ایسی نماز جنازہ میں شریک ہوتے رہے" (بیان ص ۱۳)

بتائیے کہ یہ سابقہ عقیدہ کی تائید ہے یا اس کے بالکل خلاف تبدیلی عقیدہ کا ثبوت ہے ؟

(۱۶) جلسہ سالانہ ۱۹۱۵ء پر حضرت مسیح موعود کا ایک فتوے غیر احمدی کی نماز جنازہ کے جواز کے متعلق دیا گیا جس پر آپ نے اعلان کیا کہ :-

"اور ایک خط بھی ملا ہے جس پر غور کی جائے گی" (انوار خلافت ص ۹۱)

مگر عدالت میں اسی خط کے متعلق کہا کہ :-

"اب ہمیں بانیٔ سلسلہ کا ایک خط ملا ہے جس کے مطابق ممکن ہے غور د خوض کے بعد پہلے فتوے میں ترمیم کر دی جائے" (بیان ص ۱۷)

اس خط کے متعلق ممبران صدر انجمن احمدیہ ربوہ نے اسی عدالت کے سامنے اپنے حلفیہ تحریری بیان میں کہا کہ :-

"اب اس سال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک تحریر اپنے قلم سے لکھی ہوئی ملی ہے جس کا حوالہ ایک مرتبہ ۱۹۱۷ء میں دیا گیا تھا اور حضرت امام جماعت احمدیہ نے اس کے متعلق اسی وقت یہ اعلان فرما دیا تھا کہ اصل تحریر ملنے پر اس کے متعلق غور کیا جائے گا لیکن وہ اصل خط اس وقت نہ مل سکا"

(تحقیقاتی کمیشن کے سات سوالوں کا جواب ص ۱۴)

ہمارا سوال یہ ہے کہ (ا) جس "خط" "تحریر" اور "فتویٰ" کا پیر اور مریدوں نے تین دفعہ ذکر کیا ہے وہ ایک ہی خط ہے یا دو تین ؟ (ب) اگر وہ خط دو سے ایک سے زیادہ ہیں تو ان سب کا مضمون واحد ہے یا مختلف ؟ (ج) اگر وہ ایک ہی تحریر ہے تو پھر وہ تو ۱۵ء میں مل گئی تھی جس کے ملنے اور اس پر غور کرنے کا اعلان خلیفہ صاحب نے جلسہ سالانہ پر کر دیا تھا اس کے بعد ۱۹۱۷ء میں جس تحریر کا حوالہ دیا گیا وہ ۱۹۱۵ء میں ملنے والا خط تھا یا کوئی اور ؟ اگر یہ حوالہ ۱۹۱۵ء والے خط کا تھا تو پھر وہ تو خلیفہ صاحب کو دو سال پہلے "ملا" تھا۔ ان حالات میں بتائیے کہ ممبران صدر انجمن ربوہ کا بیان کہاں تک صداقت پر مبنی ہے۔

(۱۷) جس خط کے ملنے کا اعلان خلیفہ صاحب نے ۱۹۱۵ء میں کیا اسی خط کے متعلق عدالت کے سامنے اپنے حلفیہ بیان میں خلیفہ صاحب کا یہ کہنا کہ وہ خط "اب ملا ہے" اور مریدوں کا اسی خط کے متعلق یہ کہنا کہ "وہ اصل خط اس وقت نہ مل سکا" "اب اس سال" ملا ہے کیا دیانت اور راستی پر مبنی ہے یا اس کے خلاف اُن کے جھوٹ اور بد دیانتی کو ثابت کرتا ہے ؟ نیز یہ کہ ۱۹۱۵ء میں ملے ہوئے خط کی ۳۸ سال پروا نہ کرنا اور پھر اس قدر طویل عرصہ کے بعد عدالت کے سامنے اسی خط کی آڑ لے کر جان بچانا تبدیلی عقیدہ کا ثبوت نہیں ہے ؟

(۱۸) اگر یہ خط واقعی ۵۳ء میں ملا تھا تو پھر ۱۵ء میں جناب خلیفہ صاحب نے جو یہ کہا تھا کہ "ایک خط بھی ملا ہے" وہ کونسا خط تھا ؟ اگر کوئی اور خط تھا تو اس کا عکس شائع کیا جائے اور اگر یہی خط تھا تو پھر بتائیے کہ اس کذب بیانی کی وجہ سوائے تبدیلی عقیدہ کے اور کیا ہو سکتی ہے ؟

(۱۹) جو خط ۱۵ء میں خلیفہ صاحب کو ملا وہ گم ہو گیا اور بقول لا حافظہ نباشد کے موجب اسی خط کے متعلق مریدوں نے کہا کہ ۱۹۱۷ء میں اس کا حوالہ دیا گیا تھا مگر ۵۳ء میں ایک گمنام صاحب کے والد مرحوم کے کاغذات سے برآمد ہوا جیسا کہ تحریری بیان میں کہا گیا :-

"اب ایک صاحب نے اطلاع دی ہے کہ اُن کے والد مرحوم کے کاغذات سے اصل خط مل گیا ہے" (ایضاً)

کیا یہ گمنام صاحب حلف مؤکد بعذاب کے ساتھ بتا سکتے ہیں کہ یہ خط ۱۹۱۵ء میں خلیفہ صاحب کو مل چکا تھا تو اس کے بعد اُن کے والد صاحب کے کاغذات میں کس طرح گم ہوا ؟ اور اگر کسی مصلحت کی بناء پر ان کو ظاہر نہ کرنا چاہیں تو کیا صدر انجمن ربوہ کے ممبران میں سے کوئی صاحب اس خود ساختہ کہانی کی صداقت کے متعلق حلف مؤکد بعذاب اُٹھا سکتے ہیں ؟

(۲۰) اس گمشدہ ملنے والے خط کا یہ مضمون بتایا گیا ہے کہ

"جو شخص حضرت بانیٔ سلسلہ کا مکفر اور مکذب نہ ہو اس کا جنازہ پڑھ لینے میں حرج نہیں کیونکہ جنازہ صرف دعا ہے"

(ایضاً ص ۱۴)

اگر اب تک اس مسئلہ کا فیصلہ صرف یہ فتوے گم ہونے کی وجہ سے نہیں کیا جا سکا تھا تو کیا جناب خلیفہ صاحب یا اُن کے کسی مرید نے کبھی فتاویٰ احمدیہ مرتبہ جناب شیخ یعقوب علی صاحب کی جلد ۲ کو بھی پڑھا تھا یا نہیں اگر پڑھا تھا تو کیا اس میں حضرت اقدس علیہ السلام کا اسی مضمون کا ایک فتوے مورخہ ۱۸ اپریل ۱۹۰۲ء کا نظر سے گذرا تھا نہیں ؟ وجہ یہ ہے ؟

"متوفی اگر مکفر اور مکذب مسیح ہو تو اس کا
جنازہ پڑھ لیا جائے کیونکہ علام الغیوب
خدا کی ہی ذات ہے"

اس طبع شدہ فتوے کی کوئی پرواہ نہ کرنا اور چالیس سال متواتر اس کی موجودگی میں اس مسئلہ میں زیادتی کر کے جنازہ نہ پڑھنے کی تاکید کرنا اور آخر عدالت کے سامنے اسی مضمون کے ایک گم شدہ خط کی آڑ بنا کر ترمیم کا دعوٰی کرنا کیا یہ سب حیلہ سازی تبدیلی عقیدہ کا ثبوت نہیں ہے؟

(۲۱) ممبران صدر انجمن احمدیہ ربوہ سات سوالوں کے جواب ص۲ پر فرماتے ہیں:۔

"ممکن ہے ہماری بعض سابقہ تحریرات
سے غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش
کی جائے"

گزارش یہ ہے کہ جب سابقہ عقیدہ اور تحریرات میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی بلکہ عدالت میں اُن کے مطابق ہی بیان دیئے گئے ہیں تو پھر سابقہ تحریرات سے غلط فہمی پیدا ہونے کا خطرہ کیسا؟ یہ تو تبھی ہو سکتا ہے جبکہ وہ سابقہ تحریرات ان بیانوں کے مخالف ہوں جو عدالت میں دیئے گئے۔ اس تحریری بیان سے کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ "سابقہ تحریرات" کچھ اور ہیں اور عدالتی بیان کچھ اور تبھی کوئی غلط فہمی ہو سکتی ہے ورنہ اس کا امکان ہی نہیں ہو سکتا۔ پس یہ تحریری بیان کیا تبدیلئ عقیدہ کی اقبالی ڈگری نہیں ہے؟

(۲۲) اس سے آگے لکھا ہے:۔

"ہماری ان بعض سابقہ تحریرات میں جو
اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں وہ ہماری
مخصوص ہیں عام محاورہ کو جو مسلمانوں میں
رائج ہے استعمال نہیں کیا گیا"

کیا فسادات سے پہلے چالیس سال کے طویل عرصہ میں کبھی یہ اعلان کیا گیا کہ یہ اصطلاحات جو ہم استعمال کر رہے ہیں ہماری "مخصوص اصطلاحات ہیں" ان میں عام مسلمانوں کے محاورہ کو استعمال نہیں کیا گیا؟ اگر کبھی ایک دفعہ یہ اعلان کیا ہو، تو پیش کیجئے ورنہ بتایئے کہ یہ "ڈنڈے کی ضرب" سے عقیدہ تبدیل کرنے کا ثبوت نہیں ہے؟

(۲۳) اگر یہ بیان صحیح دیا ہے تو پھر بتایئے کہ "کافر" "بے ایمان" اور "دائرہ اسلام سے خارج" کے آپ کی مخصوص اصطلاح میں کیا معنی ہیں اور مسلمان اس کے کیا معنی کرتے ہیں؟

(۲۴) پھر اسی بیان میں لکھا ہے:۔

"ہم نے اس مسئلہ پر یہ کتابیں غیر احمدیوں
کو مخاطب کر کے شائع نہیں کیں بلکہ
ہماری یہ تحریرات جماعت کے حصہ کو مخاطب
کر کے شائع کی گئی ہیں اس لئے ان تحریرات
میں ان اصطلاحات کو مدنظر رکھنا ضروری
نہ تھا جو دوسرے مسلمانوں میں رائج ہیں"
(ایضاً)

بد دیانتی کی اس سے بدترین مثال دنیا میں کہیں نہ ملے گی کہ جھگڑا ہو جماعت کے ایک حصہ سے اور کافر۔ بے ایمان اور دائرہ اسلام سے خارج بنایا جائے دوسرے مسلمانوں کو جن کا اس جھگڑے سے کوئی تعلق نہ ہو اگر یہ کلیہ صحیح ہے کہ جس سے جھگڑا ہو اس کی اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں تو پھر جماعت کے ایک حصہ کے ساتھ جھگڑے میں جو مخصوص اصطلاحات آپ نے استعمال کیں کیا جماعت احمدیہ لاہور آپ کی ان اصطلاحات سے متفق تھی؟ اگر تھی تو ثبوت دیجئے؛ بصورت دیگر بتایئے کہ جب وہ حصہ جماعت بھی آپ کی مخصوص اصطلاحات سے متفق نہ تھا تو پھر آپ کو اپنی مخصوص اصطلاحات استعمال کرنے کا کیا حق تھا؟

(۲۵) کیا یہ "مخصوص اصطلاحات" حضرت بانی سلسلہ نے مقرر کی تھیں یا آپ کی اپنی ایجاد ہے؟ صورت اول میں ثبوت دیجئے اور بصورت دیگر بتایئے کہ ایک مامور کے خلاف ایک غیر مامور کو کوئی اصطلاح مخصوص کرنے کا کس طرح حق پہنچتا ہے؟

(۲۶) حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے
دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص
کافر یا دجال نہیں ہو سکتا ضال اور جادہ
صواب سے منحرف ضرور ہوگا اور......
میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا"

اس پر حاشیہ میں فرماتے ہیں:۔

"یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ
اپنے دعوے کا انکار کرنے والے
کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان
ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت
اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن
صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم
اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی
میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت
مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار
سے کوئی کافر نہیں بن جاتا"

(تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰۔ اوّل ایڈیشن)

بتایئے کہ یہاں کافر سے مراد دائرہ اسلام سے خارج ہے یا وہ کافر مراد ہے جو دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا؟

(۲۷) کیا نبی اور ولی دونوں کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے یا نبی کا منکر ملت سے خارج ہوتا ہے اور ولی کا منکر ملت سے خارج نہیں ہوتا۔

(۲۸) مندرجہ بالا عبارت میں لفظ "کافر" عام مسلمانوں کے محاورہ کی رُو سے استعمال کیا گیا ہے یا اپنی "مخصوص اصطلاح" میں؟

(۲۹) کیا ہر نبی کا منکر کافر ہو کر ملت سے خارج ہو جاتا ہے یا کسی کا ہوتا ہے اور کسی کا نہیں؟ آخری صورت میں ثبوت دیجئے؟

(۳۰) کیا حضرت مسیح ناصری و حضرت مسیح موعود دونوں کے منکر برابر ہیں یا اُن میں کوئی فرق ہے؟

(۳۱) جناب خلیفہ صاحب اپنے عدالتی بیان میں ص۳۱ پر فرماتے ہیں:۔

"کفر کی ایک قسم ایسی بھی ہے جو ایک شخص
کو ملت سے خارج نہیں کرتی ....
ایک نبی کے انکار سے انسان کی نیکی
کمزور ہو جاتی ہے"

یہ بیان حضرت اقدس کی تحریر مندرجہ بالا کے موافق ہے یا مخالف؟ بصورت اوّل ثبوت دیجئے بصورت ثانی بتایئے کہ آپ کے لئے کس کا فرمان قابل قبول ہے اور کس کا مردود؟

(۳۲) جناب خلیفہ صاحب کا بیان کردہ کلیہ سب انبیاء کے منکرین کے لئے ہے یا کسی ایک کے منکر کے لئے مخصوص ہے؟ اگر یہ کلیہ عام ہے تو پھر بتایئے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا منکر ملت سے خارج ہوگا یا بقول خلیفہ صاحب صرف اس کی نیکی کمزور ہو جائے گی؟

(۳۳) اگر یہ کلیہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منکر کے لئے خاص ہے تو پھر یہ شان تو آپ نے اولیاء کی بیان کی ہے اگر عدالتی بیان کو درست تسلیم کیا جائے تو پھر کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بیان دیتے وقت جناب خلیفہ صاحب حضرت اقدس کو زمرۂ اولیاء میں سمجھتے تھے نہ کہ انبیاء کے زمرہ میں؟ اندریں صورت بتایئے کہ کیا یہ اُن کی تبدیلی عقیدہ کا ثبوت نہیں ہے؟ بصورت دیگر کسی ایک نبی کا نام بتایئے جس کے انکار سے کوئی شخص کافر نہ ہو بلکہ صرف اس کی نیکی کمزور ہو جائے؟

(۳۴) ایک نبی کا منکر ملت سے خارج ہو جاتا ہے اور دوسرے کا منکر ملت سے خارج نہیں ہوتا بلکہ صرف اس کی نیکی کمزور ہو جاتی ہے ان دونوں میں افضل کون ہے؟

(۳۵) عدالت میں جناب خلیفہ صاحب سے مندرجہ ذیل سوال و جواب ہوئے:۔

س۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کتنے سچے نبی گذرے ہیں؟

ج۔ "میں کسی کو نہیں جانتا" (بیان ص۲۸)

بتایئے ان کا یہ جواب اُن کے سابقہ عقیدہ کی رُو سے صحیح ہے یا غلط؟ اگر صحیح ہے تو اُن کے عقیدہ کی رُو سے حضرت مسیح موعود نبی ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو جواب دیتے وقت ان کو جانتے تھے یا نہیں؟ اگر جانتے تھے تو پھر یہ جواب کس طرح صحیح ہوا کہ "میں کسی کو نہیں جانتا"؟ اور اگر جواب غلط ہے تو پھر بتایئے عقیدہ تبدیل کیا یا نہیں؟

(۳۶) اسی سوال کے جواب میں آگے فرماتے ہیں

(باقی صفحہ پر)

قولِ سدید پر "ترجمان القرآن" کا تبصرہ

از قلم الحاج حافظ محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

اس موضوع پر ہم "پیغام صلح" کی گذشتہ تین اشاعتوں میں اظہار خیال کر چکے ہیں اسی سلسلہ میں محترم چیمہ صاحب کا یہ مضمون امید ہے مزید روشنی کا موجب ہوگا ——— (ایڈیٹر پ ص)

ادارہ رسالہ ترجمان القرآن نے اپنے ستمبر ۱۹۵۷ء کے ایشوع میں صفحہ ۳۷۱ پر زیر عنوان "مطبوعات" ہمارے دوست چودھری شکر اللہ خاں صاحب منصور کی کتاب "قول سدید" پر آٹھ صفحے کا تبصرہ شائع کیا ہے۔ بظاہر تو اس کتاب پر تبصرہ لکھا گیا ہے۔ مگر اس کتاب کے ۴۰۶ صفحات میں سے کوئی عبارت، کوئی دلیل، کوئی طرز استدلال، کوئی فقرہ۔ کوئی لفظ آٹھ صفحات میں زیر بحث نہیں لایا گیا۔ تبصرہ کے بجائے تبصرہ نویس نے دل کھول کر حضرت مرزا غلام احمد صاحب "بانی تحریک احمدیت" کو گالیاں دی ہیں۔

تبصرہ نویس کی منطق

اس تبصرے میں نبیوں کی نفسیاتی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ اور لکھنے والے نے اپنی منطق کے صغریٰ اور کبریٰ کو یوں تجویز کیا ہے۔ کہ:-

"مرزا صاحب کی شخصیت طرفہ تماشا ہونے کی وجہ سے نفسیات کے ایک طالب علم کے لئے درحقیقت اپنے اندر بڑی دلچسپی کا سامان رکھتی ہے۔ اس کے مطالعہ سے وہ ایک "نبی" اور ایک "متنبی" کی نفسیاتی کیفیات کا فرق بخوبی سمجھ سکتا ہے"

اس کے بعد تبصرہ نویس یوں رقمطراز ہے:—

"مرزا غلام احمد صاحب کی نبوت ایک ماہر سیاست دان کی طرح موقعہ کی موزونیت کے لحاظ سے ارتقائی منازل طے کرتی رہی ہے۔ انہوں نے سب سے پہلے ایک خادم اسلام ہونے کا دعویٰ کیا اور نہ دین کی اتنی خدمت نہ کی جتنا کہ اپنی اس خادمیت کا ڈھنڈورا پیٹا اس کے بعد جب یہ دیکھا کہ مسلمانوں کی یہ پریشان حال قوم جسے انگریز علیامیت کرنے کے درپے تھا کسی حد تک ان کی طرف متوجہ ہونے لگی ہے تو انہوں نے فوراً مجددیت کا دعویٰ کر دیا اور جب اس سادہ لوح قوم پر یہ جادو بھی چل گیا تو پھر اس بچاری کو نبوت کے دام میں پھنسانا شروع کیا"

"قول سدید" کتاب درحقیقت ان اعتراضوں کا ہی ایک مسکت جواب ہے۔ جو اس تبصرے میں اٹھائے گئے ہیں اگر کتاب میں دیئے ہوئے جوابات زیر تبصرہ آ جاتے تو قارئین کو معلوم ہو جاتا کہ ان کا وزن اور اہمیت کیا ہے۔

حضرت مسیح موعود کے دعاوی

حضرت صاحب کے دعاوی کی مختصر کیفیت یہ ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ:-

(۱) میں محدث ہوں۔ یعنی خدا مجھ سے کلام کرتا ہے

(۲) محدث ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی ہوتا ہے۔

(۳) اس کے امتی ہونے کا پہلو حقیقت پر مبنی ہوتا ہے۔ یعنی وہ اصلاً اور حقیقتاً امتی ہوتا ہے مگر نبی کا نام اس کے لئے صرف مجازاً اور استعارۃً ظلی یا بروزی کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اس میں نبی کی حقیقت، اصلیت اور اصطلاحی معنوں میں کسی منصب نبوت کا اظہار نہیں ہوتا۔

(۴) شروع سے لے کر اخیر تک حضرت مرزا صاحب خود کو امتی امتی پکارتے رہے۔ اور اس لفظ کی کبھی تاویل نہیں کی۔ جہاں نبی کا لفظ استعمال کیا وہاں صاف لکھ دیا کہ یہ لغوی معنوں میں استعمال ہو رہا ہے۔ کیونکہ نبی کے لغوی معنے خبر دینا ہے۔ اور خبر دینے والے کو عربی لغات میں نبی کہتے ہیں۔ مگر اصطلاح شریعت میں جو لفظ نبی کا استعمال ہوتا ہے۔ اس کے رو سے ختم نبوت کے بعد اب کوئی شخص اپنے لئے یہ لفظ استعمال نہیں کر سکتا۔

(۵) اس لئے وہ اپنے منکر کو کافر نہیں کہتے۔

ابتداء سے آخر تک ایک ہی مذہب

ان امور کو صاف کرنے کے لئے اور حق دیانتوں پر اتمام حجت کرنے کے لئے ہمارے دوست چودھری شکر اللہ خاں صاحب نے "قول سدید" کتاب لکھی اور اس میں ثابت کیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے بیانات میں کوئی تضاد نہیں اور اس میں مکمل تطبیق دکھا دی۔ اور ثابت کر دیا کہ مرزا صاحب کا ابتداء سے لیکر آخر تک ایک ہی مذہب رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ نبوت ختم ہے۔ ولایت جاری ہے۔ وحی نبوت منقطع ہے وحی ولایت جو باتباع رسول مقبول حاصل ہوتی ہے اس امت کے اولیا، مجددین، اقطاب و ابدال میں جاری و ساری ہے۔ اس پر ہزارہا راستبازوں کی گواہیاں اور ذاتی تجربات موجود ہیں۔

مسیح موعود ہونے کا دعویٰ

باقی رہا مسیح موعود کا دعویٰ اس کے متعلق مرزا صاحب کا موقف یہ ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ اس لئے وہ واپس نہیں آ سکتے، احادیث پاک میں جو مسیح کے ظہور ثانی کا ذکر ہے اس سے مراد درحقیقت مثیل مسیح کا آنا ہے۔ جو نبی نہیں ہوگا بلکہ محدث ہوگا۔ پس ہر حالت میں اصل دعویٰ محدثیت کا ہی ہے۔ محدثیت کا منصب امت میں اب بھی جاری ہے جسے جماعت اسلامی بھی تسلیم کرتی ہے اور جس کا کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا۔

اہل فتنہ کا کام

ایک شریف اور خدا سے خوف رکھنے والے مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ اپنے کسی بھائی کے قول کے وہ معنی کرے۔ جس سے شر ٹپکتا ہو۔ اہل فتنہ کا کام ہے۔ جن سے نیک مسلمانوں کو اپنا دامن بچانا چاہیئے۔

قرآن میں تضاد کا نظریہ

یہ آٹھ صفحات کا تبصرہ نویس وہ بزرگ ہے جو قرآن میں تضاد تسلیم کرتا ہے۔ اور علماء کی اس جماعت سے منسلک ہے جس کے متقدمین نے قرآن پاک کی پانچ سو آیات کو اس لئے منسوخ قرار دے دیا۔ کہ ان میں تضاد پایا جاتا ہے یہ سعادت اور شرف اس صدی کے مجدد کو ہی نصیب ہوا۔ کہ اس نے دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ قرآن شریف میں کوئی تضاد نہیں اور اس کے ثبوت میں یہ آیہ کریمہ پیش کی:-

> افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا ۝

ترجمہ:- پھر کیا قرآن میں تدبر نہیں کرتے اور اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پائے جاتے۔

اور اعلان فرمایا کہ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور بین الدفتین بیان کردہ قرآن سب کا سب قابل عمل ہے، اور اس میں قطعاً کوئی تضاد نہیں۔ تعجب ہے۔ کہ جو لوگ کلام الٰہی میں تضاد تسلیم کرتے ہیں۔ انہیں اسی فرضی تضاد کی بناء پر انسانی کلام پر الزام عائد کرنے کی جرأت ہو رہی ہے۔

حق و صداقت سے بغض کی انتہا

صاحب قول سدید نے صرف یہ کیا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے کلام میں یکسانیت ہم رنگی اور ہم آہنگی دلائل سے ثابت کر کے دکھا دی ہے، اب تبصرہ نویس صاحب لگے ہیں حضرت مرزا صاحب کی نفسیاتی کیفیات کو بیان کرنے اور نہیں جانتے کہ قرآن کریم نے انکی نفسیات یوں بیان کی ہیں آیت ۵۴ سورۃ آل عمران:—

ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفي صدورهم اکبر

ترجمہ۔ وہ تمہارے خطرناک مصیبت میں پڑنے کو چاہتے ہیں۔ ان کے مونہوں سے بغض ظاہر ہو چکا ہے، اور جو کچھ پوشیدہ ہے۔ کہ اصل میں ان لوگوں کو حق و صداقت سے دلی بغض ہوتا ہے اور ان کے سینوں کے اندر غیظ و غضب کے شعلے بھڑک رہے ہوتے ہیں۔ اور اس کا علاج ایک اور صرف ایک ہے۔ اور وہ بھی قرآن کریم کے الفاظ میں سُن لیجئے:۔

قل موتوا بغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور

ترجمہ:۔ کہو اپنے غصے میں مر جاؤ بے شک اللہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔

یہ لوگ عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اپنی موت آپ مر جاتے ہیں اور یہی ان کا قدرتی اور صحیح انجام ہوتا ہے۔ ان کو بقا اور دوام حاصل نہیں ہوتا۔

جماعتِ اسلامی کی حالت

"ترجمان القرآن" اسلامی جماعت کا آرگن ہے۔ یہ وہ "مقدس" جماعت ہے جو اصلاحِ خلق، تزکیہ نفوس اور تطہیر اخلاق کی دعوت لے کر اٹھی اور مسلمانوں کے اندر توازن، اعتدال، معقول پسندی اور سلامت روی کے اصول پھیلانے کی مدعی ہے مگر اپنی حالت یہ ہے کہ جب خدا کے مامور کا ذکر آیا تو یہ لوگ آپے سے باہر ہو گئے اور عدل و انصاف کے تمام تقاضوں کو نظر انداز کر کے ظلم و عدوان کی راہوں پر چلنے لگے۔ راہنمایاں قوم کی اسی قلبی کیفیت کا ایک اثر یہ ہوتا ہے۔ کہ زمانے کا مصلح قرآن کی زبان میں یوں پکارنے پر مجبور ہو جاتا ہے

یا رب ان قومی اتخذوا هذا القرآن مهجوراً

ترجمہ:۔ اے رب میرے میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑی ہوئی چیز (کی طرح) قرار دیا۔

جو قرآن کے اصولوں کو چھوڑ دیتا ہے وہ آہستہ آہستہ تمام اسلامی فلسفہ سے دستبردار ہو کر الحاد اور کفر کا مذہب اختیار کر لیتا ہے۔

کتاب پڑھکر تبصرہ نہیں کیا گیا

ہمارے تبصرہ نویس دوست نے اگر کتاب پڑھکر اس کے بیان کردہ مضامین پر غور کر کے تبصرہ کیا ہوتا تو ہمیں کچھ دکھ نہ پہنچتا، ہمیں یقین ہے کہ مولانا مودودی صاحب کے قلم کا یہ لکھا ہوا تبصرہ نہیں ہے، ہم ایک عالم دین سے اس قدر بے انصافی اور بے احتیاطی، تعصب اور ظلم کی توقع نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو باہم رواداری کے گُر سکھائے۔

ہم اپنے مختصر سے مقالے کو حسب ذیل دُعا پر ختم کرتے ہیں:۔

ترجمہ:۔ اے ہمارے رب دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے اس کے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت کی اور اپنے پاس سے ہمیں رحمت عطا فرما بے شک تو ہی بہت عطا کرنے والا ہے۔

آمین

چالیس انعامی سوالات

(بسلسلہ صفحہ ۸)

"اس اعتبار سے کہ ہمارے رسول کریم کی حدیث کے مطابق آپ کی امت کے علماء تک میں آپ کی عظمت اور شان کا انعکاس ہوتا ہے، سینکڑوں اور ہزاروں (نبی۔ نقل) ہو چکے ہوں گے" (بیان صفحہ ۲۵)

ایک ہی سوال کے جواب میں پہلا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم اور کسی سچے نبی کو نہیں جانتے مطلب یہ کہ اور کوئی سچا نبی نہیں گذرا اور دوسرا جواب یہ دیا کہ حضور صلعم کی حدیث کے موجب سینکڑوں اور ہزاروں نبی ہو چکے ہوں گے اور یہ دونوں جواب اُن کے سابقہ عقیدہ کے خلاف ہیں جو یہ ہے:۔

"ہم امت میں صرف ایک ہی نبی کے قائل ہیں" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۸)

"ہمارا عقیدہ ہے کہ اس وقت تک امت میں کوئی اور شخص نبی نہیں گذرا"

(ایضاً صفحہ ۱۳۰)

اگر اُن کا سابقہ عقیدہ صحیح ہے تو دونوں عدالتی بیان غلط اور اگر بیان صحیح ہے تو سابقہ عقیدہ غلط بتایئے کونسی صورت صحیح ہے؟

(۳۷) اگر سابقہ عقیدہ اور عدالتی بیان میں اختلاف نہیں تو بتایئے کہ "ہم امت میں صرف ایک ہی نبی کے قائل ہیں" اور آنحضرت صلعم کے بعد "ہم کسی سچے نبی کو نہیں جانتا" دونوں کا ایک ہی مطلب ہے؟ اور "اس وقت امت میں کوئی اور شخص نبی نہیں گذرا" اور "امت میں سینکڑوں اور ہزاروں ہو چکے ہوں گے" دونوں ہم معنی کس طرح ہوئے؟

(۳۸) کسی زمانہ میں اس حدیث کے تحت جزوی نبی ماننے کی وجہ سے جماعت احمدیہ لاہور کے متعلق خلیفہ صاحب نے لکھا تھا:۔

"بئس للظالمین بدلا"

(حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۳۰)

ذرا کرم بتایئے کہ کیا جناب خلیفہ صاحب کی یہ تحریر صحیح ہے؟

(۳۹) اگر صحیح ہے تو بتایئے کہ جس عقیدہ کو انہوں نے اللہ تعالےٰ کی طرف سے سزا بتایا تھا کیا واقعی وہ سزا تھی؟ اگر جماعت احمدیہ لاہور کے لئے یہ سزا تھی تو پھر عدالت میں اسی عقیدہ کا اظہار کرنا بھی کیا ان کے لئے سزا ہے؟ اگر ہے تو اپنی سزا کا مورد حق پر کس طرح ہو سکتا ہے اور اگر کہو کہ یہ سزا نہیں تو پھر جو کچھ جماعت لاہور کے متعلق انہوں نے لکھا وہ غلط تھا یا صحیح؟ اگر غلط تھا تو تبدیلی عقیدہ ثابت اور اگر صحیح مانا جائے تو سزا کے مورد بتایئے کیا پسند ہے؟

(۴۱) کیا اپنی سابقہ تحریرات کے خلاف عدالت میں جماعت احمدیہ لاہور کے عین موافق بلکہ وہی بیان دینا ان کو بئس للظالمین بدلا کا مصداق ثابت کرتا ہے یا نہیں؟ بصورت نفی اگر جواب ہو تو پھر بتایئے کہ اس عقیدہ کا اظہار کرنے کی وجہ سے جماعت لاہور کو انہوں نے کیوں اس کا مصداق قرار دیا؟ اور اگر جواب اثبات میں ہے تو بتایئے کہ کیا اس آیت کا مصداق اور اپنے چالیس سالہ عقائد کو عدالت میں تبدیل کرنے والا مصلح موعود ہو سکتا ہے؟ اگر ہو سکتا ہے تو ثبوت دیجئے؟ اور اگر نہیں ہو سکتا تو سوچیئے کہ خود گم کردہ راہ کو مصلح موعود ماننے والوں کا کیا حشر ہوگا؟

فتدبرو۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

وزیر آباد

سے زمرد یوسف صاحبہ بی اے نے احمدی خواتین کے جلسہ کی جو رپورٹ بھیجی ہے وہ بوجہ عدم گنجائش درج نہیں ہو سکی آئندہ اشاعت میں درج ہوگی۔

ماں بیٹی کی تیسری مجلس

بسلسلہ اشاعت مؤرخہ ۲۵ر دسمبر ۱۹۵۷ء

قیصرہ:۔ "ہائے امی چھوٹے بچوں کو مائیں باہر بھیجدیتی تھیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

ماں:۔ "ہاں بیٹی! چھوٹے بچوں کو باہر بھیجدیا جاتا تھا۔ یہ اس وقت کا دستور تھا۔ اس کا ایک فائدہ یہ تھا کہ بچے کھلی آب و ہوا میں رہ کر خوب مضبوط اور توانا ہوجاتے تھے ان کی صحت بڑی اچھی ہوجاتی تھی"

قیصرہ:۔ "ہاں تبھی ابا جان کہا کرتے ہیں کہ کھلی ہوا میں بیٹھو۔ اور کھلی ہوا میں کھیلو"

ماں:۔ "ہاں یہی بات ہے۔ حلیمہ سعدیہ نے ہمارے نبیؐ کو دو سال تک دودھ پلایا۔ دو سال کے بعد وہ حضور کو ان کی ماں کے پاس لائیں۔ آپ کی والدہ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ آپؐ کی صحت بہت اچھی تھی۔ آپؐ بہت مضبوط اور توانا تھے۔ آپ نے خیال کیا کہ اگر بچے کو کچھ عرصہ اور شہر سے باہر رکھا جائے تو آپؐ کی صحت اور بھی اچھی ہوجائے گی اور آپ اس سے بھی زیادہ مضبوط ہوجائیں گے۔ اس خیال سے آپ نے حضرت کو پھر حلیمہ سعدیہ کے سپرد کر دیا آپ اپنی دایہ کے پاس خوش خوش رہتے۔ حلیمہ کے اپنے بچے بھی تھے۔ ہمارے حضرتؐ ان کے ساتھ کھیلتے، اور ان کے ساتھ بکریاں چراتے جنگل میں بھی تشریف لے جاتے۔ حلیمہ کی ایک لڑکی شیما تھیں اس سے ہمارے حضرت کو بہت محبت تھی۔ یہ ان کو کھلایا کرتی تھیں۔ بچے آپس میں لڑائی جھگڑا کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ ضد کرتے ہیں۔ مگر ہمارے حضرت کا یہ طریق نہ تھا۔ آپؐ سب کے ساتھ محبت سے رہتے سہتے۔ کبھی ضد نہ کرتے تھے۔ جب آپ چھ سال کے ہوگئے تو اپنی والدہ کے پاس آگئے۔ ان کی والدہ اپنے شوہر کی قبر دیکھنے کے لئے مدینہ تشریف لے گئیں تو آپؐ کو بھی ہمراہ لے گئیں واپس آتے ہوئے ایک جگہ جس کا نام ابوا ہے آپؐ کی والدہ کا انتقال ہوگیا۔ اب آپؐ دونوں طرف سے یتیم ہوگئے۔ باپ کی طرف سے بھی اور ماں کی طرف سے بھی۔ اُمّ ایمن ان کی لونڈی تھی وہ اس سفر میں ہمراہ تھی۔ اُن کے ساتھ آپ مکّہ واپس تشریف لے آئے۔"

قیصرہ:۔ "ہائے ہائے امی جان! بڑا افسوس ہے نہ ماں نہ باپ۔ توبہ!"

ماں:۔ "حضور کے دادا بھی بوڑھے تھے۔ وہ بھی دو سال کے عرصہ کے بعد خدا کے پیارے ہوگئے۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ آپؐ اپنے دادا کے جنازہ کے ساتھ روتے جاتے تھے۔"

قیصرہ:۔ روتا تو تھا ہی۔ نہ باپ نہ دادا۔

ماں:۔ اب آپؐ کے چچا نے آپ کی پرورش کا ذمہ لیا۔ ان کا نام ابوطالب تھا۔ چچا اُن سے بہت محبت کرتے تھے۔ اور یہ بھی اپنے چچا سے بہت محبت کرتے تھے۔ ان کی ہر ایک بات مانتے تھے، اور جس طرح وہ کہتے تھے اسی طرح کرتے۔ آپؐ کی سب عادتیں بہت ہی اچھی تھیں۔ خدا نے شکل بھی اچھی دی تھی، اور آپ کی خصلتیں بھی اچھی تھیں۔ ان اچھی خصلتوں کی وجہ سے ہر ایک شخص آپؐ سے پیار کرتا تھا۔ اور چچا تو اُن کو دیکھ دیکھ کر پھولے نہیں سماتے تھے۔ ابھی آپؐ کی چھوٹی عمر ہی تھی کہ چچا نے سوداگری کے لئے ملک شام جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ سفر کی تکلیف کا خیال کر کے چچا ساتھ نہیں لے جانا چاہتے تھے مگر آپؐ اُن کے ساتھ لپٹ گئے اور کہنے لگے کہ میں بھی جاؤں گا۔ اس پر چچا اُن کو ساتھ لے جانے پر رضامند ہوگئے۔ اس سفر میں ایک جگہ ایک عیسائی درویش سے بھی ملاقات ہوئی جس کا نام بحیرہ تھا۔ یہ بڑا مشہور و معروف درویش تھا اور دُنیا چھوڑ کر دن رات خدا کی عبادت میں لگا رہتا تھا۔ جب اُس نے ہمارے حضرت کو دیکھا تو کہنے لگا کہ میں اس لڑکے کے چہرے سے معلوم کرتا ہوں کہ یہ رسُولوں کا سردار ہوگا۔"

قیصرہ:۔ "امی جان اس کو کیسے معلوم ہوگیا کہ یہ رسولوں کے سردار ہوں گے؟"

ماں:۔ "بیٹی اُس نے کتابوں میں پڑھا ہوا تھا کہ آنے والے رسولوں کے سردار کی یہ نشانیاں ہوں گی۔ اُس نے آپؐ کے چہرہ سے پہچان لیا ہوگا کہ وہ نشانیاں حضور میں پائی جاتی ہیں۔ اور شاید اس کو خدا کی طرف سے کوئی اشارہ ہوا ہو کہ یہی لڑکا ایک دن تمام نبیوں کا سردار ہوگا۔ سو ایسا ہی ہوا۔

لو بیٹی اب کافی رات گذر گئی ہے۔ سو رہو۔ اس سے آگے پھر کسی دن تم کو اپنے نبی کا حال سناؤں گی۔"

قیصرہ:۔ "امی جان، ضرور سُنانا! مجھے اپنے نبی کا حال سُننا بڑا اچھا لگتا ہے۔"

بچو

مُرتضیٰ خان حسن

جو چاہتے ہو کہ عالی وقار بن جاؤ
جو چاہتے ہو کہ فخرِ دیار بن جاؤ

رسُولِ پاک کی طاعت کرو دل و جان سے
خدا کے دین کے خدمتگزار بن جاؤ

تمہاری ذات سے رونق ہو گلشنِ دیں کی
نبیؐ کے باغ کی بادِ بہار بن جاؤ

تمہارے خُلق کا گرویدہ ہو جہان سارا
نبیؐ کے خُلق کے آئینہ دار بن جاؤ

مری دُعا ہے کہ دُنیا میں تم پھلو پھولو
خدا کے فضل سے با برگ و بار بن جاؤ

متفرقات

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کا پندرہ روزہ اجلاس

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کی پندرہ روزہ میٹنگ ۱۰ر اکتوبر بروز اتوار زیر صدارت جناب شیخ غلام رسول صاحب منعقد ہوئی۔ بعد از تلاوت قرآن کریم مسٹر عبدالستار بنگالی نے "احمدیت" کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے اس حقیقت کا اظہار کیا کہ خدمت اسلام اور اصلاح دین کے سبب یہ جماعت اسلامی دنیا میں انفرادی مقام رکھتی ہے اور اس جماعت کی تشکیل و قیام کا مقصد حفاظتِ دین ہے۔ اور ایسے وقت میں یہ جماعت معرض وجود میں آئی جبکہ بروز غلط مشائخ نے اسلام کو چند اصطلاحات، چند رسومات اور چند وظائف کے دائرہ میں محصور کر رکھا تھا۔ ضعیف الاعتقادی اس درجہ پر پہنچی ہوئی تھی کہ قوم خوبی و کمال اور نیکی و جمال کے حقیقی خدا کو بھول کر سیم و زر سے تیار کردہ قبروں اور مزاروں کے سامنے سر جھکائے کھڑی تھی۔ مسلمانوں کا یہ جمود دیکھ کر بہت سی قوتیں اسلام کے خاتمہ کے لئے کمر بستہ تھیں۔ اور وہ اس فطرتی مذہب کا منہ چڑانے میں پوری ڈھٹائی کا ثبوت دے رہی تھیں۔ ایسے وقت میں اس جماعت نے اپنی بیش بہا قربانیوں سے اسلام کو زندہ کیا۔ مذہبی امراض و عوارض پر قابو پانے کے لئے اس نے قرآن و سنت کے فطرتی منبع روں سے کام لیا نہ صرف قوم کے جمود اور خوابیدہ احساسات کو ہی بیدار کیا بلکہ مخالف اسلام تحریکات کا قلع قمع کر دیا اپنے اور غیر جب بھی اس کے خلاف صف آرا ہوئے انہوں نے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کے ساتھ راہ فرار ڈھونڈ لی۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر یہ جماعت مسلمانوں کے مذہبی جمود کے ازالہ کے ذرائع پر غور نہ کرتی، اسلام کی حقیقی اور صحیح بنیادوں پر اُن میں بیداری کی رُوح نہ پھونکتی تو کم از کم ہندوستان میں اسلام کی حالت سخن گل و بلبل کی سی رہ جاتی۔ لیکن اس نے ایسے نازک دَور میں صحیح اسلام کی نمایندگی کی اور اس کے دوبارہ احیاء کے لئے ہر قسم کی قربانی سے کام لیا۔ عبدالستار صاحب نے فرمایا کہ ہمیں یہ کہتے ہوئے کوئی باک نہیں کہ "احمدیت اسلام ہے اور اسلام احمدیت کا دوسرا نام ہے"

اس جماعت کے موجودہ کام کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ غیر ممالک کے وسیع و عریض علاقوں میں یہ جماعت جو کارہائے نمایاں انجام دے رہی ہے وہ اسلام کے مستقبل کی تعمیر اور اس کی بقا کے لئے بہت اہمیت رکھتے ہیں ہمارا یقین ہے کہ خدا اس جماعت کے ساتھ ہے اور اللہ کی نصرت سے ہی یہ جماعت کشت ملّت کی ہمیشہ آبیاری کرتی رہے گی۔ انشاء اللہ

مسٹر عبدالوحید نے "عمل و دعا" کے بارے میں اپنی معروضات پیش کرتے ہوئے کہا کہ کسی بھی جائز کام یا مقصد کی تکمیل کے لئے جہاں عمل پیہم اور مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہے۔ وہاں "دعا" بھی ضروری ہے۔ ایسی دعا جو سوز و گداز کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے نکلے اور اشکوں کا سیلاب اُن رکاوٹوں کو خس و خاشاک کی مانند بہا لے جائے جو راہِ منزل میں حائل ہوں۔ تو ایسے اضطراب آمیز گریہ و زاری کو اللہ تعالےٰ ضرور سنتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ دعا کا اثر قبولیت پہاڑوں جیسی رکاوٹیں دُور کر دیتا ہے۔ دریا اپنا رُخ بدل دیتے ہیں۔ آخر انقلاب عرب بھی ایک مقدس ہستی کی نیم شبی دعاؤں، اشکباری اور آہ سحر گاہی کا نتیجہ تھا۔ وجود احمدیت اور اس کی شاندار تاریخ بھی ایک فانی فی اللہ انسان کے آنسوؤں کا اعجاز ہی تو ہے ؎

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

مسٹر سعید احمد نے اپنے مضمون میں اس امر کا ذکر کیا کہ دنیا میں خیر و فلاح اور شر و بدی کی دونوں قسم کی متضاد قوتیں کام کر رہی ہیں۔ یہاں پھولوں کے سیج بھی ہیں اور کانٹوں کی چبھن بھی۔ خیر کی صلاحیتیں بھی بروئے کار ہیں اور شر کے دروازے بھی کھلے ہیں۔ جنت اس کے لئے ہے جو دنیا میں اپنے اعمال و افعال سے خدا تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کرے۔ دوزخ اس کا ٹھکانا ہے جس کا دامن گناہوں سے ملوث ہو اور جو شیطان کی گمراہ کن آواز پر لبیک کہتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اچھے بُرے کام اور ان کے نتائج بھی ہمارے سامنے ہیں۔ ہمیں بحیثیت مسلمان اور احمدی رضائے الٰہی کو حاصل کرنا چاہیئے اگر ہم قرآن کو جو مسلمان کی خصوصی میراث ہے اپنی زندگی کا واحد سہارا بنا لیں اور نبی کریمؐ کے فعل و عمل اور کلام و تکلم کو، جس سے انسانی زندگی کی صحیح قدریں اُجاگر ہوتی ہیں، اپنا لیں اور حضورؐ انور کے اسوۂ حسنہ کی صرف تکریم و تحریم پر ہی قانع نہ رہیں بلکہ اسے اپنا لائحہ عمل بنا لیں تو اس سے نہ صرف خدا تعالےٰ کا قرب حاصل ہوگا بلکہ بساط کائنات کی ہر شئے ہماری اپنی ہوگی ؎

راضی برضا ہو تو محبت کے مزے دیکھ
دنیا میں ہی بیٹھے ہوئے جنت کے مزے دیکھ

۱½ گھنٹہ کے مسلسل پروگرام کے بعد صاحب صدر نے اپنی تقریر میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ایسوسی ایشن کی توسیع و ترقی کے لئے چند تجاویز ارشاد فرمائیں اور بتایا اس امر کی بڑی ضرورت ہے کہ ایسوسی ایشن کی توسیع کی جائے اور احمدی نوجوان اس سے زیادہ سے زیادہ دلچسپی کا اظہار کریں۔

بیرونی نوجوانوں سے

ایسوسی ایشن بیرونی نوجوانوں سے اپیل کرتی ہے کہ وہ علاقائی طور پر اپنی تنظیم کریں اور جہاں کہیں پہلے سے ہی تشکیل موجود ہے وہ اس کی کارکردگی میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیں، چاہیئے کہ مرکزی طور پر ایسوسی ایشن کا نظام بھی ایک ہی تعلق و رابطہ کے ماتحت چلے اس طرح سے ہم احسن طریق سے کام کر سکتے ہیں۔ یہ ایسوسی ایشن ایک بنگالی نوجوان عبدالستار صاحب کے زیر ادارت ایک ماہوار بنگالی بلیٹن نکال رہی ہے جس کے ذریعہ احمدیت اور اس کی تعلیم بنگال کے علاقہ میں پھیلائی جا رہی ہے اس میں مالی امداد فرماتے ہوئے گہری دلچسپی کا اظہار کیا جائے۔ والسلام۔

بشیر سوز ساقوی
سیکرٹری ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور

متاع الحیوۃ الدنیا

(بسلسلہ صفحہ نمبر ۲)

نمازوں میں متاع الحیوۃ الدنیا ــــ کس شوق اور رقت کے ساتھ اللہ کریم سے مانگتے ہیں ــ یا یہ کہ لوگوں کو محض بھول بھلیوں میں ہی ڈال کر اپنے تکے کھرے کرتے پھر رہے ہیں ؟

آخر میں اس غلط فہمی کے ازالہ کو بہت ضروری سمجھتا ہوں کہ کوئی صاحب اس مضمون سے ہرگز ہرگز یہ مطلب نہ لیں کہ اللہ تعالےٰ کی حلال اور جائز زینتوں سے ہم متنفر ہیں یا منکر ہیں ــ بلکہ اصل میں ایمان اور تقویٰ سب سے زیادہ مقدم ہے جو محض روحانیت سے ہی حاصل ہو سکتا ہے اور متاع الحیوۃ الدنیا جو صرف مادیت تک محدود ہے کے حصول کے لئے جو جد و جہد ہو ایمان اور تقویٰ کے تحت ہو نہ کہ یہود و نصاریٰ کی طرح محض روٹی روٹی چلاتے رہیں اور ایمان غائب ہو ــــ خدا نہ کرے۔

آخر میں سورہ ہود کی آیات ۱۵ اور ۱۶ پیش کرتا ہوں جن کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جو اندھا ہی ہے ہوگا وہ اندھا ہی رہے گا۔ وہ آیات یوں ہیں:۔

"من کان یرید الحیوۃ الدنیا وزینتھا نوف الیھم اعمالھم فیھا وھم فیھا لا یبخسون ۝ اولٰئک الذین لیس لھم فی الاخرۃ الا النار۔ وحبط ما صنعوا فیھا وباطل ما کانوا یعملون ۝"

ایسے متاع حیات دنیا کے پرستاروں کے لئے لمحہ فکریہ ہے !!

نوٹ:۔ "دولتی کا مسئلہ" کے ص ۲۶ پر لفظ اعمیٰ پر بہت زور دیا ہے اور بتایا ہے کہ اعمیٰ سے مراد اس دنیا کی معیشت تنگ ہو جانے سے ہے حالانکہ یہ اندھا پن اللہ تعالیٰ سے دُوری اور ایمان سے گریز کے معنوں میں ہے نہ کہ متاع الحیوۃ

پیغام صلح مورخہ ۱۷ نومبر ۱۹۵۵ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۲۸ شمارہ ۱۷۴

صرف ٹائٹل اینڈ گولڈن پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں اور باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔ ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۴۴ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۳ نومبر ۱۹۵۷ء | نمبر ۴۵

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

حضرت امام الزمان کا بیان :-

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اپنی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصولِ دین سے برگشتہ ہے۔ یہ اُن حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقوےٰ ہو ایسے افتراء نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسۡبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہٗ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہلِ سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ الا ان لعنۃ اللہ علے الکاذبین والمفترین۔

(ایام الصلح صفحہ ۹۵-۹۶)

اسلام مشرق و مغرب میں

ان باقاعدہ مشنوں کے علاوہ جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی طرف سے مختلف ممالک میں تبلیغی خدمات سرانجام دے رہے ہیں، دنیا کے مختلف حصص سے براہ راست انجمن کو ایسے خطوط آتے رہتے ہیں جن میں انجمن کے شائع کردہ لٹریچر کی معقولیت کا اعتراف کرتے ہوئے مختلف مسائل کے متعلق سوالات کئے جاتے ہیں، ذیل میں اس قسم کے چند خطوط کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے اس سلسلہ خط و کتابت کی ذمہ داری ہمارے مکرم دوست شیخ غلام قادر صاحب نے لے رکھی ہے۔ امید ہے ایسے خطوط سے قارئین پیغام صلح کو محظوظ کرتے رہیں گے :-

(۱)

لاگوس ۹ راگست ۱۹۵۷ء

جناب من! میں آپ کے خط مورخہ ۱۱ر جولائی اور اس قیمتی لٹریچر کے لئے آپ کا ممنون ہوں جو اسلام اور احمدیت کی خصوصیات کے متعلق آپ نے بھیجا ہے، میں فی الحال اس دلچسپ لٹریچر کا مطالعہ کر رہا ہوں اور میں بڑی سنجیدگی اور خلوص کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ اس لٹریچر میں اسلام کے ایسے شاندار حقائق بیان کئے گئے ہیں، جو گذشتہ کئی صدیوں سے پوشیدہ رہے ہیں، اس کے ساتھ ہی میری یہ درخواست ہے کہ میں ایک مبتدی ہوں اس لئے مہربانی فرما کر انگریزی ترجمۃ القرآن معہ عربی متن بھی مجھے بھیجئے تاکہ اس کے مطالعہ سے اس عظیم الشان مذہب کے متعلق مزید معلومات حاصل کر سکوں...... اس دوران میں جو مزید سوالات پیدا ہوں گے وہ آپ کو لکھتا رہوں گا اور مجھے یقین ہے کہ آپ ضرور ان کی طرف توجہ دیں گے، آپ کا اسلامی بھائی آر۔ اے قادری۔

(۲)

کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ) ۲۷ راگست ۱۹۵۷ء

پیارے بھائی! حال ہی میں مجھے اس شاندار کام کا علم ہوا ہے جو آپکی جماعت سرانجام دے رہی ہے اور میں اس بارہ میں کچھ اور علم حاصل کرنا چاہتا ہوں...... میں ممنون ہونگا اگر آپ کچھ لٹریچر بھیجکر میری رہنمائی کریں۔ آپ کا وفادار گیسنٹ ابراہ

(۳)

گنٹور پونوروگو (انڈونیشیا) ۳۱ راکتوبر ۱۹۵۷ء

میرے پیارے اسلامی بھائی! السلام علیکم۔ آپکی بھیجی ہوئی کتب مجھے مل گئی ہیں جن کے لئے میں آپکا تہ دل سے ممنون ہوں، یقیناً مجھے ان کتب سے اسلام کے مطالعہ میں بڑی مدد ملے گی اور یہ قیمتی کتابیں وقتاً فوقتاً میری دولت ثابت ہونگی۔

آپ کا وفادار انشفرا سیرا وردی

(۴)

ڈنمارک ۴ر نومبر ۱۹۵۷ء۔ پیارے بھائی! السلام علیکم۔ میں دو اور لائبریریوں کے پتے آپکو بھیج رہا ہوں جنہوں نے کتب کے متعلق آپکی پیشکش قبول کر لی ہے..... آپکا مخلص اے اے میڈسن

سوچو اگر تو کتنا بڑا یہ نشان ہے

حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا ایک بہت بڑا نشان

"جس دن ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس گورداسپور حضرت مسیح موعودؑ کے مکان کی تلاشی لینے کے لئے قادیان آئے اس دن کی صبح کو میر ناصر نواب صاحب نے کہیں سے سن لیا کہ آج وارنٹ گرفتاری معہ ہتھکڑی کے آئے گا اس وحشتناک خبر سے متاثر ہو کر میر صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں جا کر اطلاع کی، آپ اس وقت رسالہ نور القرآن لکھ رہے تھے آپ نے سر اٹھا کر نہایت متانت سے مسکرا کر میر صاحب کو جواب دیا کہ میر صاحب! لوگ دنیا کی خوشیوں میں چاندی سونے کے کنگن پہنا ہی کرتے ہیں، ہم سمجھ لیں گے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لوہے کے کنگن پہن لئے۔ پھر ذرا تامل کے بعد فرمایا، مگر ایسا نہ ہوگا کیونکہ خدا تعالیٰ کی اپنی گورنمنٹ کے مصالح ہوتے ہیں وہ اپنے خلفاء و مامورین کی ایسی رسوائی پسند نہیں کرتا۔"

(خط مولوی عبدالکریم صاحب مؤرخہ ۱۰ر جولائی ۱۸۹۹ء مندرجہ الحکم جلد ۳ نمبر ۲۴)

حضرت مسیح موعودؑ کے اس نشان کو مولانا مرتضیٰ خان صاحب حسن نے ذیل کے دلآویز پیرایہ میں منظوم کیا ہے:

حضرت کے اک مرید نے افواہ جب سُنی ۔ ہے لگنے والی حضرتِ اقدس کو ہتھکڑی

ہوش و حواس اُڑ گئے حیران رہ گیا ۔ کہتا تھا دل میں آہ خدایا یہ کیا ہوا!!

دشمن ہنسیں گے اور وہ خوشیاں منائیں گے ۔ شور و شغب سے آسماں سر پر اُٹھائیں گے

یعنی کہ مفتری تھا سزا خوب پائی ہے ۔ صد شکر اب سزا کی گھڑی اس پہ آئی ہے

سچا اگر وہ ہوتا نہ پاتا وہ یوں سزا ۔ ہے اسکے کذب پہ یہ ثبوت اک بہت بڑا

آخر جھجکتا سوچتا اور کانپتا ہوا ۔ نزدِ جنابِ ہادیٔ عالی حشم گیا

کی عرض اے حضور ہاں حیران ہوں بہت ۔ جو کچھ سنا ہے اس سے پریشان ہوں بہت

لایا ہوں جو خبر وہ بہت خوفناک ہے ۔ بس کیا کہوں کہ غم سے مرا سینہ چاک ہے

بیتاب دل بہت ہے مری خستہ جان ہے ۔ طاقت نہیں بیان کی عاجز زبان ہے

اس پر حضور بولے کوئی فکر مت کرو ۔ جو کچھ کہ سن کے آئے ہو اُسے کھول کر کہو

کی عرض اے حضور! فدا تم پہ میری جاں ۔ ہم سب پہ آنیوالا ہے اب وقتِ امتحاں

اے وائے کامیاب ہیں دشمن کے ہتھکنڈے ۔ وارنٹ یہ سنا ہے کہ نکلے ہیں آپ کے

وحشت فزا جب ایسی خبر آپ کو ملی ۔ ظاہر ہے کی حضور نے اک ذرہ بے کلی

خطرے کا وہم تک بھی نہ گذرا حضور کو ۔ کیا نفسِ مطمئنہ ملا تھا حضور کو

ایسے واقعات گر آئیں کبھی کبھی ۔ پہچانتے جائیں کس طرح اللہ کے ولی

پہلے تو مسکرائے پھر حضرت نے یوں کہا ۔ کچھ غم کریں نہ آپ یہ کہتا ہوں برملا

وارنٹ نکلیں لاکھ جہاں میں ہے آدر دمند! ۔ مامور کو خدا کے نہ پہنچے کوئی گزند

بندے کو اپنے خوار کرے گا نہ وہ خدا ۔ بے وجہ یہ ملال ہی یہ غم ہے آپ کا

من در حریمِ قدس چراغِ صدا قتم

دستش محافظ است ز ہر بادِ صرصرم

جب اس نے آنحضور کی ایسی سُنی کلام ۔ پھولے نہیں سماتا تھا وہ مردِ نیکنام

فکر و غم و الم سبھی کافور ہو گئے ۔ خطرے تھے دل میں جتنے سبھی دور ہو گئے

کرنا خدا کا کیا ہوا اب آگے دیکھئے ۔ وارنٹ جو کہ نکلے تھے گورداسپور گئے

حاکم نے اپنی ہاتھ میں وارنٹ جب لئے ۔ وہ حکم حق سے جلتی انگیٹھی میں گر پڑے

وارنٹ اب کہاں وہ بھسم جل کے ہو گئے ۔ وہ شانِ حق دکھا کے جہنم میں کھو گئے

وارنٹ وہ غلط ہیں خبر پہنچی بعد ازیں ۔ ہاں انکو روک لیجئے جاری ہوا نہیں

وہ تو خدا نے روک لئے اسکی شان ہے

سوچو اگر تو کتنا بڑا یہ نشان ہے

www.aaiil.org

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۵۷ء

جلسہ سالانہ

آج نومبر کی ۱۲ تاریخ ہے، آج سے قریباً ڈیڑھ ماہ بعد ہمارا قومی اجتماع منعقد ہوگا، یہ اجتماع جن عظیم الشان برکات کا حامل ہوتا ہے وہ ان لوگوں سے مخفی نہیں جنہیں سابقہ اجتماعات میں شمولیت کا شرف حاصل ہوتا رہا ہے، مامور الٰہی، مجدد زمان مسیح موعود علیہ السلام نے اس سالانہ اجتماع کے ذریعہ سے قوم میں زندگی کی رُوح کو نشو ونما دینے کا جو سامان کیا ہے اور اس موقعہ پر اسلام کا پیغام مغربی دنیا میں پہنچانے کے وسائل پیدا کرنے کی جو ہدایت فرمائی ہے وہ فی الحقیقت مسلمان قوم کی نشاۃ ثانیہ کا حقیقی ذریعہ ہے، غور کی نظر سے دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ مسلمانوں کی قسمت کا دار ومدار کسی سیاسی غلبہ یا ملکی اقتدار پر نہیں، بلکہ اس بات پر منحصر ہے کہ اسلامی اصولوں کو دنیا میں پھیلانے اور اسوۂ نبویؐ کو رائج کرنے کا سامان بہم پہنچایا جائے، خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ اپنی طاقت و ہمت کے مطابق اس کام کی سرانجام دہی میں پُورے طور پر کوشاں ہے جس کا یہ نتیجہ ہے کہ خود یورپ و امریکہ کے ارباب غور وفکر اب اس حقیقت کا اعتراف کرنے لگے ہیں کہ دنیا کے موجودہ سیاسی و معاشی مسائل اسلامی اصولوں کو اپنانے سے بآسانی حل ہو سکتے ہیں اور اس کے بغیر کوئی دوسری راہ نہیں جس سے ان کے موجودہ مصائب ختم ہو سکیں، حضرت مجددِ وقت نے اہل مغرب کے اس رحجان کو آج سے ساٹھ سال پہلے معلوم کر لیا تھا اور اس نور بصیرت سے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ ؎

آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج

نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگاہ زندہ وار

آج سے ساٹھ سال پہلے یہ خیال ایک مجنوں کی بڑ سے زیادہ حقیقت نہ رکھتا تھا اور یورپ میں تبلیغ اسلام کا عزم ایک پاگلانہ حرکت خیال کی جاتی تھی لیکن آج واقعاتِ زمانہ بتا رہے ہیں کہ یہ ایک اٹل حقیقت تھی جس کو مامور الٰہی نے پیش از وقت دیکھ لیا، اور جو آج واقعات کی صورت میں ہمارے سامنے آچکی ہے، اسی حقیقت کو عملی صورت دینے کے لئے حضرت امام وقت نے جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھی اور اس کی اغراض میں سے ایک غرض یہ قرار دی کہ :-

"یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں"۔

اور ایک اور بڑی غرض یہ بھی بتائی کہ :-

"تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اُٹھانے کا موقعہ ملے اور اُن کے معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالےٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو پھر اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات میں تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور اس جماعت کے تعلقات اخوت استحکام پذیر ہوں گے"

انہی اغراض کے پیش نظر جو فی الواقعہ قوم میں زندگی کی رُوح پیدا کرنیکا موجب ہو سکتی ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ :-

"اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے اس کی بنیادی اینٹ خدا تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اس قادر خدا کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں"۔

حضرت مسیح موعودؑ کے ان ارشادات کی بناء پر ہم احباب کرام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ جلسہ میں شمولیت کیلئے تیار ہو جائیں اور اپنے ان دوستوں کو بھی جنہیں اس جماعت میں شمولیت کی سعادت حاصل نہیں ہوئی ساتھ لانے کی کوشش کریں اس ذریعہ سے وہ بہت سی غلط فہمیاں جو اس سلسلہ کے متعلق لوگوں کے دلوں میں پائی جاتی ہیں، بآسانی دُور ہو سکتی ہیں اور معاندت کی فضا بہت حد تک درست ہو سکتی ہے۔

جلسہ سالانہ سے ایک دن پہلے خواتین کا بھی جلسہ منعقد ہوتا ہے تا کہ جلسہ کی دینی اغراض میں شمولیت کا موقعہ **خواتین** کو بھی میسر آسکے اور وہ بھی باہمی میل جول سے اپنے تعلقات بڑھا سکیں، اس موقعہ پر خواتین اور بچیاں تقاریر بھی کرتی ہیں نظمیں و نعتیں بھی پڑھتی ہیں اور قومی و دینی اغراض کیلئے اپنے حسب توفیق چندے بھی دیتی ہیں اور ایک **دستکاری کی نمائش** بھی منعقد کرتی ہیں، جس کیلئے خواتین کوئی نہ کوئی چیز بنا کر لاتی ہیں اور اس کی فروخت سے اشاعت اسلام کے کام کو بہت بڑی مدد مل جاتی ہے اس لئے ہم قوم کی تمام بزرگ خواتین اور بچیوں کی توجہ کو اس طرف منعطف کراتے ہوئے انہیں دعوت دیتے ہیں کہ وہ جلسہ میں ضرور شامل ہوں اور اپنے ساتھ کوئی نہ کوئی چیز دستکاری کی ضرور بنا کر لائیں۔ اس سے انہیں دوہرا ثواب حاصل ہوگا۔

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

۲۴ ستمبر ۱۹۵۷ء بروز منگل :

الحمد للہ ثم الحمد للہ نو دن کے بعد آج اللہ کے فضل و کرم اور احباب کی دعاؤں سے اس قابل ہوا ہوں کہ یہ سطور اپنے نواسہ عزیزم حسام سے قلم بند کراؤں - پچھلے ہفتہ اسلامک ریویو بابت اگست کے دس نسخہ ووکنگ سے ملے۔ لائٹ ۲۸ کے دو پرچے اور ۲۱ کے دو پرچے، پیغام صلح ۲۷ کے دو پرچے بھی بحری ڈاک سے ملے تھے جو بیماری کی حالت میں بھی کچھ تقسیم کئے گئے۔ میرے رفیق صوفی محمد طیب صاحب کے دستور میں فرق نہ آیا گذشتہ جمعرات کو آئے اور کل پیر کو بھی تشریف لائے، جمعرات کے دن تو غشی کی حالت میں چھوڑ گئے تھے - لیکن کل اُن سے خطبہ جمعہ فرمودہ محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب مندرجہ پیغام صلح ۲۴ ستمبر، مجھے صحتیاب دیکھکر ان کو بڑی خوشی ہوئی اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے آج استاذ سرطاوی صاحب کو لائٹ ۲۸ اور محمد شیر گل صاحب کو پیغام صلح ۲۲ دستی بھیجا - ہوائی ڈاک سے مسٹر سالا داداد نائیجیریا کا خط ملا - اخویم عبد الصمد صاحب برق کا حبانیہ سے خط آیا، بصرہ سے بچوانی صاحب کی جانب سے لائٹ ۲۷ اور ۲۸ اور اسلامک ریویو اگست برائے تقسیم ملے۔

۲۵ ستمبر بروز بدھ :

عالی جناب سفیر انڈونیشیا برائے مصر الحاج محمود لتحویا کو لائٹ ۲۸ ڈاک سے بھجوایا - اخویم عبد الصمد صاحب برق حبانیہ کے خط کا جواب ڈاک سے دیا۔

۲۶ ستمبر ۱۹۵۷ء بروز جمعرات :

حسب معمول جناب صوفی محمد طیب صاحب گھر آئے پیغام صلح ۲۳ سے چیمہ صاحب کا تازیانہ فاروقی "خطاب بہ نوجوانان" کی تیسری قسط سنائی، زور قلم کا اندازہ ربوہ گجرات دیگر شہروں کے اکابرین اہل ربوہ کر سکتے ہیں اللہ کریم زور قلم اور زیادہ بصیرت و بصارت ہر دو عطا فرمائے

۲۷ ستمبر بروز جمعہ :

جناب محمد شیر افگن خاں صاحب مفتش الغابات حلہ کو پیغام صلح ۲۲ ڈاک سے بھجوایا - اخویم ابراہیم آدم صاحب بچوانی بصرہ کو خط لکھا - جس میں اپنی بیماری کی حالت بتائی موصل سے معاون مدیر معارف السید عبد الصمد چند روز کے لئے رخصت پر بغداد آئے ہوئے ہیں آج ۔۔۔۔۔ عزیزم صادق کے ساتھ برائے عیادت و ملاقات مکان پر آگئے۔

۲۹ ستمبر بروز اتوار :

اخویم ابراہیم آدم صاحب بچوانی کا بصرہ سے خط مرقومہ ۲۶ ستمبر معہ نقل خط سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ملا، حالات معلوم ہوئے۔

۳ اکتوبر ۱۹۵۷ء بروز جمعرات :

الاستاذ السید علی محمد سرطاوی کو لائٹ ۲۹ اور جناب عبد الحکیم صاحب و جناب اسماعیل محمود صاحب کو رسالہ "روح اسلام" دستی بھجوایا - حسب معمول جناب صوفی محمد طیب صاحب تشریف لائے پیغام صلح ۲۵ سے خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت مولانا محمد یعقوب خاں صاحب اور نوجوانوں سے خطاب کی چوتھی قسط عزیزم محترم چیمہ صاحب پڑھ کر سنائی کمزور دل کے لئے ایک ایمانی وروحانی ٹانک ثابت ہوا خوب لطف اٹھایا ہلال اسلام یورپ میں چاند نظر آرہا ہے، اس فقرہ نے دل و دماغ میں تازگی پیدا کر دی، جسم کی رگوں میں خون سرعت سے دوڑنے لگا، احباب سلسلہ کو مبارک ہو قدم کو تیزی سے بڑھانے کی ضرورت ہے ارشاد امام علیہ السلام ہے

"اے میرے اہل وفا سست کبھی گام نہ ہو"

۴ اکتوبر بروز جمعہ :

شام کو جناب محمد یوسف الدین صاحب آفریدی یکے از احباب ربوہ مکان پر تشریف لائے - مزاج پرسی کے بعد تبلیغی گفتگو ہوئی - جماعت لاہور کا لٹریچر اپنا زبردست کام کر رہا ہے - آج سویرے اُن سے جناب حمید الدین احمد صاحب کے از احباب پاکستان کی جو انگلستان سے آرہے ہیں ملاقات اور ان سے ہمارے لٹریچر کی کامیابی کی گفتگو کا تذکرہ سنا - میلاد النبی کے موقعہ پر موصوف مکتبہ شیخ الملاتی کے مرکز میں ایک انگریزی تقریر کرنے والے ہیں جس کے لئے کتاب آئڈیل پرافٹ کی ضرورت بتلائی جو انہیں دی گئی اور اور اسلامک ریویو بابت ماہ اگست بھی دیا - جناب السید محمد امیر زادہ الاعظمیہ کو اسلامک ریویو ڈاک سے بھیجا۔

۱۵ اکتوبر بروز منگل :

نائیجیریا سے چند انگریزی پرچے ملے - مسٹر سالا داداد نائیجیریا کے خط سے معلوم ہوا کہ نائیجیریا کو جو استقلال کی پہلی قسط ملی ہے اس کے وزیر اعظم ایک مسلمان منتخب کئے گئے ہیں اسم گرامی الحاج ابوبکر ہے - خوشی ہوئی، موصوف کی خدمت میں عاصمہ الفیصل ثانی بغداد سے تحفۃً کتاب قیمہ "نیو ورلڈ آرڈر" بھیج رہا ہوں جس کی روشنی میں موصوف اپنا قدم آگے بڑھائیں شفقت علی خلق اللہ کے لئے یہ بہترین نسخہ ثابت ہوگا، اور حقوق اللہ بھی کما حقہ طریقے سے ادا ہوں گے۔

۱۶ اکتوبر بروز اتوار : ۴

دین العجائز

منزل سے بیخبر ہوں مگر جا رہا ہوں میں
ہے آسرا خدا کا فقط جا رہا ہوں میں

پاؤں میں آبلے ہیں اور سینہ ہی چاک چاک
اک دید کی تمنا لئے جا رہا ہوں میں

دُنیا کی منزلِ کٹھن کرتا ہوا عبور
اُفتاں و خیزاں سوئے عدم جا رہا ہوں میں

اس خار زار وادی میں دامن سمیٹ کر
بچ بچ کے قدم رکھتا ہوا جا رہا ہوں میں

بندھتی کبھی اُمید ہے کبھی ٹوٹ جاتی ہے
بیم و رجا کے بین بین جا رہا ہوں میں

رحمت تری وسیع ہے ہر ایک چیز پر
رحمت پہ تیری تکیہ کئے جا رہا ہوں میں

مری خلقتِ ضعیف رحم کھینچ لائے گی
اس ضعف کے سہارے چلا جا رہا ہوں میں

کیا پیش آئیگا مجھے منزل پہ پہنچکر
ہوں بیخبر معاد سے پر جا رہا ہوں میں

(گمنام)

خان عبدول کے پنشنر ماسٹر عبد العزیز صاحب سویرے مکان پر عزیزم کامل کے ساتھ برائے استفسار صحت تشریف لائے قریباً ڈیڑھ سال قبل پہلے بھی مکان پر تشریف لائے تھے، بحمد اللہ، پندرہ بیس منٹ بیٹھے آپ نے ۱۹۳۲ء میں بیعت کی تھی - اُٹھتے ہوئے "روح اسلام" اور ماہ اگست دیا۔

اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم صلعم کے کمالات و احسانات

خطبہ جمعہ مورخہ ۸ نومبر ۱۹۵۷ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

اِنّ ربکم اللّٰہ الّذی خلق السمٰوات والارض فی ستۃ ایام ……………

ہر کمال اور احسان کیطرف انسان کی کشش

اللہ تعالیٰ نے انسان کی طبیعت اور جبلت میں کئی ایک جوہر ودیعت کئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ انسان ہر کمال کی تعریف کرتا ہے۔ ہر کمال کے اندر کشش محسوس کرتا ہے، اس کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے دوسرا جوہر جو انسان کے اندر رکھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنے محسن کے سامنے گردن جھکاتا ہے اُس سے پیار کرتا ہے اور اُس کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ وہ عمارتیں جو مغل بادشاہوں نے دہلی آگرہ اور دوسرے مقامات پر بنائیں کس قدر عظیم الشان ہیں، دور دراز سے لوگ اُن کو دیکھنے کے لئے آتے ہیں اور وہ ان عمارتوں کو دیکھکر یقین کرتے ہیں کہ مغل بادشاہوں کا دماغ بہت بڑا اور دل بہت وسیع تھا، ایسی عمارتیں اعلیٰ درجہ کے دماغ اور بہت بڑے دل کے بغیر نہیں تعمیر ہو سکتیں، اسی طرح سپین میں ایک شہر غرناطہ ہے جس کو انگریزی میں …… Granada کہتے ہیں۔ اس میں مسلمان بادشاہوں کا ایک محل ہے جس کو الحمرا کہتے ہیں۔ اس محل کی نفاست اور خوبصورتی ایسی کشش اپنے اندر رکھتی ہے کہ یورپ میں اس کی نقلیں اتارنے کی کوششیں کی گئی ہیں۔ خود انگلستان میں ایک عمارت ہے جس کو dome کہا جاتا ہے، اس کے لئے سپین سے معمار بلائے گئے اور سپین کے محل کی ہوبہو نقل اتارنے کی کوشش کی گئی، تو معلوم ہوا کہ انسان کی طبیعت کے اندر کمال کی بڑی قدر رکھی ہے یہ تو انسانوں کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں۔ کشمیر کو دیکھنے کیلئے دور دور سے لوگ آتے ہیں اور اس کی سرسبز و شاداب وادیوں، اس کے پُر فضا میدانوں اور دلربا چشموں کو دیکھ کر حیران ہوتے ہیں، خدا تعالیٰ کی قدرتوں کو دیکھ کر خود بخود انسان کا دل اس کی طرف جھکتا ہے۔

اسی طرح انسان اپنے محسن کے آگے گردن جھکاتا اس سے پیار کرتا ہے اس کی فرمانبرداری کرتا ہے، یہ تو جانور بھی کرتے ہیں، جانور بھی اپنے محسن کے پیچھے پیچھے بھاگتا اور اس کے اشارہ پر چلتا ہے۔ انگریزوں نے ان لوگوں کے بچوں کو جنہوں نے جنگ کے زمانہ میں فوجی خدمات سرانجام دیں بڑے بڑے عہدے دیئے، جاگیریں عطا کیں، اور ان کے خاندانوں کو اپنے احسانات سے مطیع و منقاد بنایا، جتنا جتنا احسان کسی پر کیا جائے اتنا ہی گہرا اثر ہوتا ہے اور اتنی ہی وفا اور فرمانبرداری اس میں پیدا ہوتی ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کے کمالات و احسانات

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا ہے کہ ان سے بڑھکر شجاع اور ان سے زیادہ سخی کوئی نہیں گزرا حنین کی جنگ میں چالیس ہزار بھیڑ بکری، چوبیس ہزار اونٹ اور چار ہزار اوقیہ چاندی، ہاتھ آئے، ان سب کو آپ نے کیا کیا؟ کیا مدینہ پہنچا دیا؟ اس کا وہم بھی آپ کو کبھی نہیں ہوا۔ میدان جنگ میں ہی سب کچھ تقسیم کر دیا۔ اور تقسیم کیسے کی؟ مکہ کے جو بڑے بڑے سردار تھے، اُن کے ٹیڑھے پن کی کوئی انتہا نہ تھی، حضور کی لاجواب سخاوت نے ان کو رام کر لیا۔ پہلے فتح مکہ کے موقعہ پر شدید ترین مظالم ڈھانے والے دشمنوں کو معافی دی، اور حنین کی جنگ فتح کرنے پر انہی ظالموں کو اُن کی حیثیت کے مطابق ایک ایک سو اونٹ دیئے، پہلے انہیں بغیر سزا دیئے چھوڑ دیا اور ان مظالم کا جو اسلام اور مسلمانوں پر انہوں نے کئے تھے نام بھی نہ لیا، پھر تالیف قلوب کے لئے ایسی مراعات اُن سے کیں جن کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ اس بیسویں صدی میں جنگی قیدیوں پر جو جو مظالم کئے جاتے ہیں، وہ بڑے ہولناک ہیں، انگلستان اور امریکہ نے جرمنی کے سائنسدانوں کو گولی کا نشانہ بنا دیا، جاپان کے بڑے بڑے قابل آدمی، سائنس دان، ملٹری کے لوگ، اور وزرا موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے، یہ بیسویں صدی کے اخلاق ہیں، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیسویں صدی کے سفاک حاکموں کے لئے نمونہ ہیں۔ حضورؐ اگر چاہتے تو ایسے تمام لوگوں کو ختم کر دیتے، لیکن آپؐ نے نہ صرف انہیں معاف ہی کیا بلکہ موقعہ آیا تو حنین کی جنگ کا تمام مال غنیمت اُن میں تقسیم کر دیا۔ کسی کو دو چار آنے دینے یا کھانا کھلانے سے تالیف قلوب نہیں ہوتی، تالیف قلوب کے لئے بڑا کلیجہ اور بڑا جگر ہونا چاہیئے، اس موقعہ پر جب آپؐ مال تقسیم کر رہے تھے ایک شخص مرداس کا بیٹا اُٹھ کھڑا ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہ یہ کون لوگ ہیں جن کو آپ اتنا کچھ دے رہے ہیں، میرے باپ کے مقابلہ میں عیینہ کا باپ اور اقرع کیا حیثیت رکھتا ہے اور میں بھی اپنی حیثیت کے لحاظ سے ان سے چھوٹا نہیں ہوں ہمیں اُن کے مقابلہ میں نظر انداز کرنے سے ہماری بے عزتی ہوئی ہے اس نے اٹھ کر ذیل کے شعر کہے

اتجعل نھبی و نھب العبید
بین عیینۃ والاقرع

ما کان بدر ولا حابس
یفوقان مرداس فی مجمع
وما کنت دون امریٔ منھما
ومن یخفض الیوم لا یرفع

یہ اشعار سن کر آپؐ نے اسکو بھی سو اونٹ دیئے۔ غرض رحمۃ للعالمین کے احسان نے دلوں پر بہت گہرا اثر کیا۔

جناب الٰہی کے کمالات و احسانات

اللہ تعالیٰ نے ان دو جوہروں کو مد نظر رکھ کر ان آیات میں اپیل کی ہے کہ ان ربکم اللّٰہ۔ تمہارا خالق اور رب، تمہارے اوپر احسان کرنے والا تمہاری پرورش کرنے والا، تمہیں قوت ذہانت دینے والا، قوت متصورہ اور قوت ارادی عطا کرنے والا، تمام جسمانی قوتیں طاقت و توانائی بخشنے والا اور پھر خوبصورتی عطا کرنے والا اللہ ہے، اس کی صنعت اس کے کمالات اور احسانات کو دیکھنا ہو تو خلق السمٰوات والارض زمین و آسمان کی پیدائش کو دیکھو، کتنی بڑی صنعت اور کاریگری ہے۔ یہ کوئی آگرہ کا تاج محل یا سپین کا الحمرا نہیں، بلکہ یہ وسیع کائنات ہے جو عجائبات کا منظر اور احسانات کا سرچشمہ ہے۔ دوسری جگہ فرمایا رفع السمٰوات بغیر عمد، تمام ستارے اور سیارے جو فضائے آسمانی میں ہیں، بغیر ستونوں کے کھڑے نہیں بلکہ چل رہے ہیں سیارہ کا لفظ سیر سے مشتق ہے جس کے معنے …

مصنوعی روسی سیارے

آج روس نے بھی ایک دو مصنوعی سیارے فضائے آسمانی میں چھوڑے ہیں جس پر دنیا حیرت زدہ ہے، یورپ کے ملک اس روسی ایجاد کی تعریف میں رطب اللسان ہیں، لیکن خدا کے بنائے ہوئے اور روسی سیاروں میں بہت بڑا فرق ہے، وہ قدرتی سیارے ہمیشہ سے فضائے آسمانی میں چکر لگا رہے ہیں، ان کا ایندھن اور تیل کبھی ختم نہیں ہوتا۔ لیکن انسانوں کے مصنوعی سیاروں کا ایندھن ختم ہو جائے گا اور وہ پھر زمین پر آ رہیں گے۔ مصنوعی سیارے عجوبہ روزگار تو ہیں لیکن خدا کے سیاروں کی طرح مخلوقات کے لئے مفید نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے سیاروں کا مطالعہ کرو تا کہ ہمارے کمالات اور احسانات تمہارے سامنے آئیں۔ انسان سورج کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، اس کے بغیر نباتات پیدا نہیں ہو سکتیں، یہ جس قدر پھل اور پھول اور سبزیاں وغیرہ ہیں سورج کی وجہ سے ہیں اور جس قدر جاندار زمین پر ہیں ان کا انحصار سورج پر ہے۔

مخلوقات پر حکومت کرنا اللہ کا حق ہے

پس خدا ہی ہے جو سب حمد و ستائش کا مستحق ہے ثم استوی علی العرش۔ وہی عرش حکومت پر متمکن و متصرف ہے جس کی ایجاد اور تخلیق سے وہی اور صرف وہی اپنی مخلوقات اور مصنوعات پر حکومت کر سکتا ہے۔ وہی اس نظام … کو چلا سکتا …

اختلاف لیل ونہار

چنانچہ فرمایا یغشی اللیل النہار یہ اسی کی حکومت کا نتیجہ ہے کہ اختلاف لیل ونہار ہے۔ جس سے مختلف موسم پیدا ہوتے ہیں اور مختلف پھل پھول اور کھیتیاں اور درخت پیدا ہوتے ہیں رات بغیر کسی خلا کے دن کے پیچھے پیچھے چلی آتی ہے اور دن بغیر کسی خلا کے رات کے پیچھے آجاتا ہے، دوسری جگہ فرمایا یولج اللیل فی النہار ویولج النہار فی اللیل رات کو کاٹ کاٹ کر دن میں داخل کرتا ہے اور پھر دن کو کاٹ کاٹ کر رات میں داخل کرتا ہے، جب رات کو کاٹ کر دن میں داخل کرتا ہے تو گرمی کا موسم آجاتا ہے لیکن آج کل دن کو کاٹ کاٹ کر رات میں داخل کر رہا ہے اس سے موسم بدل گیا اور اس کے ساتھ انسان کی خوراک بدل گئی۔ نئی پیداوار نئی ترکاریاں، پھل، پھول، لباس سب موسم کے تغیر کے ساتھ بدل جاتے ہیں۔

خالق ہی حکومت کر سکتا ہے۔

معلوم ہوا خدا خالق ہے عرش حکومت پر بیٹھا ہے اس کائنات کے نظام کو چلا رہا ہے دن رات کا انحصار سورج چاند وغیرہ پر ہے والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ سب اسی کے حکم کے ماتحت کام کر رہے ہیں الا لہ الخلق والامر۔ یاد رکھو جس کی تخلیق ہے، اسی کی حکومت ہے، خدا کے سوائے کوئی خالق نہیں، اس لئے اس کے سوائے کائنات پر حکومت بھی کسی کی نہیں، یہ ہے توحید کامل، صرف وہی ہستی عبادت کے لائق ہے جو سب کی خالق اور سب پر اس کی حکومت ہے تبارک اللہ رب العالمین تبارک اس کو کہتے ہیں جس کی حکومت میں برکت ہی برکت ہو اور اللہ ہے رب العالمین ہے اس کے کام میں برکات ہیں وہ سرچشمۂ احسانات ہے۔

خدا ہی سے حاجات طلب کرو

ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ اپنے خدا کو پکارو عاجزی سے اور دل ہی دل میں اس لئے کہ تمام حاجات کو وہی رفع کرتا ہے، یہ جن کو تم پکارتے ہو، یہ حاجت روائی نہیں کرتے اگر اس کے ساتھ دل لگا لو تو بیڑا پار ہے۔

مسلمان مخلوق کو دکھ نہیں پہنچا سکتا

ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا خدا کو مان کر تمہارا وجود بابرکت ہو جائے دوسروں کو تم سے تکلیف نہ پہنچے تمہاری وجہ سے زمین میں فساد نہ پیدا ہو، یہی اسلام ہے ایک مسلمان کا وجود دوسروں کے لئے بابرکت ہونا چاہیئے اور ایذا کا موجب نہیں ہونا چاہیئے اسلام کا اثر مسلمانوں کے معاملات میں نظر آئے، سلطنت کے چلانے پر امور تجارت میں اسلام کا اثر نظر آنا چاہیئے قرآن اور محمد رسول اللہ صلعم کی جو تلقین ہے اسکے مطابق مسلمان قوم اپنے آپ کو ظاہر کرے کہ وہ خدا کی پرستش کرتی اسکی مخلوق کی خدمت کرتی اور اس ۔۔۔ کو دکھ پہنچانے سے باز رہتی ہے۔

جماعت احمدیہ ہبلی (کرناٹک) کی تبلیغی سرگرمیاں

جناب عبدالستار پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہبلی (انڈیا)

ایک نیا مبلغ

اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہمیں ایک اور نیا دوست عنایت کیا ہے ان کا نام شیخ عبدالرحمن آمچگی ہے یہ شخص ہر لحاظ سے تبلیغ اسلام کے کام کا اہل ہے۔ شروع میں ہمیں غلط سمجھ کر تبلیغ واشاعت اسلام کا شوق اپنے دل میں لئے ہوئے کئی ایک اداروں کو انہوں نے چھان مارا اور آخر سب سے مایوس ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شریک ہو کر اب خدمت اسلام کے کام کو باحسن وجوہ سرانجام دے رہے ہیں۔ بزرگانِ سلسلہ سے درخواست ہے کہ ان کے علم میں اور زبان میں برکت رکھے کے لئے دعا فرمائیں۔

ایک نومسلم

ربوی مبلغ جناب مبارک علی صاحب خوش ہوں یا نہ ہوں ہم انہیں اس حقیقت سے آگاہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہمارے ماہنامہ رسالہ شانتی سندیش کو پڑھکر ایک صاحب شکارپور (نزد شیموگا) کے رہنے والے میٹرک پاس اور آٹھ زبانوں کے ماہر ہیں (اس لحاظ سے میرا بڑا بھائی سمجھو کیونکہ میں چھ زبانوں میں بات چیت کر سکتا ہوں) ماہ رمضان المبارک میں آغوش اسلام میں داخل ہو گئے ہیں۔ شکارپور کی جس جماعت میں انہوں نے اسلام قبول کیا ہے اس جماعت کی سند ان کے پاس ہے مزید مذہبی علم حاصل کرنے اور تبلیغ اسلام کی تڑپ اپنے دل میں لئے ہوئے انہوں نے ماہ رمضان سے اب تک کہاں کہاں کی خاک چھان ماری اس کی تفصیل مشکل ہے۔ اخیر ایک دن رسالہ شانتی سندیش پڑھتے ہوئے سو گئے خواب میں ہمارے علاقہ کرناٹک کے آنریری مبلغ مولوی محمد بڈھن صاحب بردور کو دیکھا اور شکارپور سے دیوانوں کی طرح ۱۵۰ میل کا لمبا سفر پیدل طے کرتے ہوئے تین دن میں بھوکا پیاسا بوقت عصر۔۔ گدگ انجمن میں پہنچ گئے اس وقت مولوی بردور صاحب اور جناب رسول خان صاحب" صدر انجمن احمدیہ گدگ" دفتر انجمن میں ہی موجود تھے دریافت کرنے پر اپنی ساری کیفیت شکارپور سے گدگ تک پیدل آنے کی سنائی۔ صبح سے شام تک پیدل چلتے چلتے جہاں شام ہو جاتی وہاں قریب کے گاؤں میں اگر مسجد ہوتی تو وہیں رہ پڑتے یا کسی رئیس کی ڈیوڑھی پر رات گذار لیتے اور صبح ہوتے ہی نماز سے فارغ ہو کر پھر راستہ ناپنے کے لئے نکل پڑتے۔ اگر کوئی دریافت کر کے کھانے کو روٹی دے دیتا تو کھا لیتے ورنہ خاموش رہتے اس طرح کی مصیبت جھیلتے ہوئے گدگ تک پہنچ گئے گدگ میں ۱۵ دن رہنے کے بعد ہبلی کے احباب انجمن سے ملنے کی خواہش سن کر مولوی بردور صاحب اپنے ساتھ ہبلی انجمن میں لے آئے ۱۲ اگست کی شام بعد نماز مغرب درس قرآن کریم کے بعد تمام دوستوں سے مولوی صاحب نے تعارف کرایا اسی وقت امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شریک بھی ہو گئے اس شخص کا نام ۔۔۔ صاحب عرف رام سوامی ولد وینکاٹپہ سوامی شاستری ہے عمر ۲۷ سال ہے۔

ربوی مبلغ مولوی مبارک علی صاحب کو جو ہماری تبلیغی خدمات کو قادیانی اخبارات میں جھٹلاتے رہتے ہیں اگر اس میں کوئی شک ہے تو براہ کرم گدگ آکر اس شخص سے مل کر خود گفتگو کر کے حقیقت سے واقف ہو جائیں۔

ضلع کاروار کے ایک گاؤں میں تبلیغ

ضلع کاروار۔ کروتی گاؤں کی جماعت والوں نے ہماری جماعت سے درخواست کی تھی کہ کسی وقت آکر پبلک میں وعظ ونصیحت کریں کیونکہ وہاں کے ہندوؤں اور مسلمانوں میں ویسے تو بفضل خدا اتفاق ہے۔ لیکن اس اتفاق کو قائم رکھنے اور ترقی دینے کے لئے اسلامی طرز عمل پیش کرنے کا انہیں شوق ہوا۔ بعض ہندو وغیرہ اس گاؤں آکر کیرتن وغیرہ کرتے رہتے ہیں جس میں وہاں کے مسلمان بھی حصہ لیکر اپنے ہندو بھائیوں کا ساتھ دیتے ہیں، اور مسلمانوں کے کوئی مولوی صاحب ایسے جنگل وبیابان کا سفر اختیار کر کے وعظ وغیرہ۔۔۔ کرنے کی تکلیف نہیں اٹھاتے اس لئے وہاں کے لوگوں نے ہمیں بلایا تھا چنانچہ ہم ملازمانِ دیگر ممبرانِ جماعت احمدیہ موقعہ کے منتظر تھے کہ کب ہمیں تعطیل ملے اور کب ہم اس گاؤں میں پہنچکر ہندوؤں اور مسلمانوں میں شانتی کا پیغام پہنچائیں۔

مورخہ ۱۵ اور ۱۶ اگست ۱۹۵۷ء کو یوم آزادی کی تعطیلات سے فائدہ اٹھا کر میں نے سابقہ صدر صاحب جناب محمد یوسف شیموگا اور جناب محمد خان صاحب کو اس گاؤں کی طرف روانہ کیا۔ میں بھی جانا چاہتا تھا لیکن ممبران جماعت کو روزانہ بعد نماز مغرب سلسلہ عالیہ کی کتب کا درس اتوار بروز ہفتہ بعد مغرب قرآن کریم کا درس دینا ہوتا ہے۔ اس لئے مجھے یا جناب محمد یوسف صاحب کو ہیڈ کوارٹر میں رہنا پڑتا ہے اس لئے میں رک گیا۔

کروتی پہنچکر یہ مشکل پیش آئی کہ بارش دن اور رات ایک ہی طور پر ہو رہی تھی۔ جماعت کے لوگ ہمارے دوستوں کو دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے لیکن بوجہ بارش کے مایوس ہو کر پبلک میں جلسہ نہ کرا سکے ہمیں اس بات کا علم تھا کہ اس جنگل اور جھاڑی کے ملک میں ہمیشہ بارش زیادہ رہتی ہے لیکن دوستوں کو بھیجتے وقت کسی کے دماغ میں بھی یہ بات نہ آئی ادھر ایک اس گاؤں کا رئیس یہی کہتا رہا کہ ہم لوگ پبلک میں آپ کا وعظ کرانا چاہتے تھے تاکہ ہم یہاں کے لئے ہند

(باقی صفحہ ۔۔ پر)

اہلِ مغرب میں عالمِ رُوحانی کی تلاش اور

اہلِ مشرق میں احساسِ باری تعالیٰ کا فقدان

اربابِ احمدیہ کیلئے لمحۂ فکریہ

"سب اچھا" کی غلط ذہنیت

از مولانا محمد یعقوب خان صاحب

محاسبۂ نفس

ایک عام انسانی کمزوری یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کو دوسروں کی کمزوریاں جھٹ نظر آجاتی ہیں، بلکہ ان کی تلاش و جستجو میں ہم ایک قسم کا حظ محسوس کرتے ہیں۔ مگر بہت کم اپنے عیوب پر نگاہ پڑتی ہے۔

مذہبی لوگ بھی اس کلیہ سے مستثنےٰ نہیں ہیں حالانکہ اصلاح نفس جو مذہب کا مقصد ہے اپنی ذات سے شروع ہونی چاہیئے۔ بلکہ ستم ظریفی یہ ہے کہ ان کی موازنے کی آنکھ عام آدمیوں کی نسبت کہیں بڑھ چڑھ کر ٹیڑھی ہو جاتی ہے اور اپنے تئیں خیر محض اور دوسروں کو شر محض سمجھنے لگتی ہے حق بات یہ ہے کہ اپنے نفس کا محاسبہ سلطانِ جابر کے منہ پر کلمۂ حق کہنے سے بھی بڑھ کر جہاد ہے۔

مسلمانوں کے زوال کی بڑی وجہ

مسلمانوں کے زوال کی وجوہات میں سے ایک بڑی وجہ یہ اپنے متعلق غیر محاسبانہ ذہنیت ہے ظاہر ہے کہ جو کوئی یہ سمجھتا ہے کہ مجھے حق کی اجارہ داری مل گئی ہے وہ اپنے اوپر حق کے دروازے بند کر لیتا ہے اور علمی اور عملی میدان میں اس کی ترقی کا قدم رُک جاتا ہے۔ قرآن کریم ایسے لوگوں کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے کہ سواءٌ علیھم ءَ أنذرتھم أم لم تنذرھم ہے — اسلام انسانی دل و دماغ کے دروازے اور دریچے کھولنے آیا ہے۔ دروازہ بند دماغ اسلامی دماغ نہیں ہو سکتا۔

کوئی قوم حق سے محروم نہیں

قرآن کریم اس نفسیاتی بیماری کی جڑیں کاٹتا ہے۔ یہودیوں اور نصرانیوں کی اس ذہنیت کی مذمت کی ہے کہ ہر ایک فریق کہتا ہے کہ حق میرے ہی پاس ہے اور دوسرے کے ہاتھ میں کچھ نہیں۔ حق ایک لامحدود حقیقت ہے اس کے بے شمار رُخ (facets) ہوتے ہیں۔ قرآن کریم کی تعلیم یہ ہے کہ کوئی قوم اس سے محروم نہیں۔ اور حدیث نبوی میں مسلمان کے لئے حکم ہے کہ یہ حق و حکمت مسلمان کا کھویا ہوا مال ہے۔ جہاں سے ملے لے لینا چاہیے

اہلِ مغرب اور مسلمان

اہلِ مغرب ہم پر زندگی کے میدان میں گوئے سبقت اسی لئے لے گئے کہ انہوں نے اصلاحی ذہنیت اختیار کی اور حقائقِ عالم پر آزادانہ اور محققانہ غور و خوض کو اپنا شعار بنایا۔ یتفکرون فی خلق السموات والارض کی جو شان اولوالالباب کی بیان ہوئی تھی۔ وہ ایک حد تک انہوں نے اپنالی۔ اور اس کا پھل پایا۔ مسلمان نے کورانہ تقلید کو بڑی خوبی سمجھا اور اس قرآنی تہدید کے علی الرغم سمجھا کہ اولو کان اٰباؤھم لا یعقلون نتیجہ وہی ہوا جو ہونا تھا۔ ماضی کی کہانیاں کہنے اور سننے کو دین سمجھا اور ساتھ ہی تو دبھی (جہاں تک زندگی کی تگ و دو کا تعلق ہے) ایک قصۂ پارینہ بن گئے۔

مذہب کی اصل حقیقت — احساسِ ذاتِ باری

مذہب ویسے تو ایک ہمہ گیر لائحہ عمل کا نام ہے اور زندگی کے ہر ایک شعبے پر حاوی ہے۔ ایک مردِ مومن کا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا، پھرنا سب کچھ خدا کے لئے ہوتا ہے اور اس لحاظ سے ایک مذہبی فعل ہوتا ہے۔ مگر مذہب کی اصل حقیقت (God sense) احساسِ ذاتِ باری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال اور جمال کا جس قدر احساس ہوگا۔ اسی قدر انسان کا قلب مذہب کی حقیقت سے متمتع ہوگا۔ یہ نہیں تو کچھ نہیں۔ نماز و روزہ تو جادہ منزل ہیں، منزل نہیں۔ اگر یہ عبادات ہمیں منزل کی طرف (خواہ بقدر ایک قدم ہی ہو) نہیں لے جاتیں، تو ایک بے حقیقت رسم بن کر رہ جاتی ہیں۔

اہلِ مغرب زندہ خدا کی تلاش میں

اس میدان میں بھی اہلِ مغرب کے سربرآوردہ مفکرین کا قدم جس راستہ پر پڑنا شروع ہوا ہے۔ وہ مذہب کی حقیقت کے زیادہ قریب لے جانے والا ہے۔ وہ زندہ خدا کی تلاش میں سرگرداں نظر آتے ہیں۔ جس شدومد سے آن کا ایک طبقہ پٹرول اور یورینیم کی جستجو میں منہمک ہے اسی انہماک سے بعض مفکرین مذہب کے ظاہری ارکان و عبادات سے گزر کر اس کے مرکزی نقطہ یعنی ذات باری تعالیٰ کے احساس اور شعور کے درپے ہیں۔

رُوحانی براعظم کی تلاش

سائنس کے جدید ترین انکشافات نے اُن کے فکر و نظر کے رُخ کو یکایک ایک پلٹا دے دیا ہے۔ وہ مادیت جس پر وہ اب تک سارے علوم کی بنیاد رکھتے تھے ھباءً منثورا ہوتی جاتی ہے مختلف سائنسوں کے نتائج کی مجموعی شہادت اب کشاں کشاں ان کو اس طرف لے جا رہی ہے کہ اس عالم رنگ و بو سے جس کو ہم سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں ایک اور زیادہ حقیقی اور زیادہ پائیدار عالم ہے۔ وہ عالم رُوحانی ہے۔

اس عالم رُوحانی کے متعلق مفکرین یورپ کے اس احساس کا کہ وہ ایک ٹھوس حقیقت ہے اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وہ اسے ایک نامعلوم شدہ براعظم سے تشبیہہ دیتے ہیں۔ کرۂ ارض پر کئی ایک براعظم موجود تھے جن کا علم پہلے نہ تھا اور بتدریج دریافت کئے گئے۔ ان کا کہنا ہے کہ اسی طرح ایک سب سے بڑا براعظم جو رُوحانی براعظم ہے ابھی دریافت کرنا باقی ہے اور آثار نظر آ رہے ہیں کہ عنقریب انسانیت کے قدم اس غیر مادی خطہ پر بھی اسی طرح مضبوطی سے جم جائیں گے جیسے کسی وقت تخت دنیا میں جم گئے تھے

عالمِ رُوحانی کی حیثیت

ان محققین کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس عالم دنیوی کی حیثیت اس رُوحانی عالم کے بالمقابل ایسی کم حقیقت ہے جیسے عالمِ رؤیا میں ہمارے مشاہدات اس عالم محسوسات کے بالمقابل کم حقیقت ہوتے ہیں۔

کن فیکون کا عمل

یہ بھی تسلیم ہو رہا ہے کہ کوئی چیز روئے زمین پر ظہور پذیر نہیں ہوتی جب تک اللہ تعالیٰ کی مشیت کاملہ میں اس کا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ بالفاظ قرآنی کن فیکون کا عمل ہر وقت جاری و ساری ہے — خود مادہ مشیت ایزدی کی کن کا ایک کرشمہ ہے جو نیست سے عالم وجود میں آتا ہے۔

عالمِ اسلامی میں خدا کے لئے تڑپ

ویسے تو ہر ایک مذہب و ملت میں انفرادی طور پر ایسے لوگ ملتے ہیں جنہیں خدا کی تلاش ہوتی ہے اور خدا پرست کہلا سکتے ہیں مگر بحیثیت قوم کیا تمام عالم اسلامی میں کہیں کوئی خفیف سے خفیف حرکت بھی نظر آتی ہے جس کی تڑپ اور طلب اس حقیقت عظمیٰ کی نقاب کشائی ہو، جسے خدا کہتے ہیں ہوسکے کہ ایک آدھ تحریک تھی اور وہ بھی ہدف کم نگاہی ہے

ذاتِ الٰہی کا زندہ احساس موجود نہیں

بعض تحریکیں اصلاح معاشرہ کو اصل مذہب سمجھتی ہیں اور اسی میں منہمک ہیں اور ایسے کے لئے محاسبے بغیر کے حکومت کی باگ دوڑ کا ہاتھ میں [illegible]

اس فکر میں ہیں کہ معاشی نظام کو درست کیا جائے۔ کتاب و سنت کی اتباع تو ہر کس و ناکس کی زبان پر ہے۔

اگر کسی طرف توجہ نہیں بلکہ جس سے ایک قسم کی وحشت ہوتی ہے وہ خدا کی ذات ہے اور اس کا زندہ احساس، جو مذہب کی بنیاد و رنہاں حقیقت ہے۔ آخر کتاب و سنت بھی تو جادۂ منزل ہیں، منزل تو نہیں۔ اصل مقصود تو خدا کا پانا ہے۔

جائزہ طلب بات

ہمیں اس نفسیاتی خودفریبی کا جائزہ لینا چاہیئے۔ قرآن کریم تو ببانگ دہل بلاتا ہے کہ **اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ** یعنے **زندہ خدا** کے پانے سے حقیقی اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔ اسی کو تلاش کرو کہ وہی ہر ایک دکھ کا داوا ہے۔ جائزہ طلب یہ بات ہے کہ ہمارے قلوب میں یہ صحیح جذبہ یعنے طلب الٰہی کس مقدار میں ہے۔ باقی جس قدر چیزیں ہیں اپنی جگہ پر کتنی ہی اہم کیوں نہ ہوں اس ایک جذبہ یعنے محبت الٰہی کی جگہ پر نہیں کر سکتیں۔

کہیں ایسا نہ ہو جائے

مفکرین مغرب کی اس نئی جستجو کو دیکھ کر مجھے رہ رہ کر یہ خیال آتا ہے کہ صورت حال کہیں یہ نہ ہو جائے کہ اہل مغرب تو خدا کو پالیں اور ہم صرف خدا کی کتاب ہاتھ میں لئے سر راہ بیٹھے کے بیٹھے رہ جائیں۔

امام وقت کا سب سے بڑا کارنامہ

یہ نئی کروٹ جو مغرب کے فکر و نظر نے لی ہے احمدیہ جماعت کے لئے بالخصوص جائزۂ نفس کی دعوت ہونی چاہیئے۔ ہمارے سامنے مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ ہم انسانیت کو خدا کے قریب لے جاویں۔ اسلام کا حقیقی غلبہ بھی یہی ہے۔

امام وقت کا سب سے بڑا کارنامہ یہی تھا کہ آپ کی تحریر سے آپ کی تقریر سے، آپ کی روزمرہ کی زندگی سے محبت الٰہی کا ولولہ ٹپکتا تھا اور ایک بجلی کی رَو کی طرح دوسروں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا تھا۔ وہ کونسی طاقت تھی جو ایک دنیا کی مخالفت کے باوجود سعید روحوں کو قادیان کھینچ کر لے جاتی تھی وہ محض دلائل و براہین نہ تھے وہ **تعلق باللہ** تھا جو ایک زندہ حقیقت بن کر سب کی سب فضا میں سمو گیا تھا۔

جماعت احمدیہ کے ارباب فکر کیلئے لمحہ فکریہ

جماعت احمدیہ کے ارباب فکر و نظر کے لئے بھی یہ ایک لمحہ فکریہ ہونا چاہیئے کہ ہمارے شب و روز کہاں تک اُن پُر روحانیت فضاؤں سے ہم آہنگ ہیں۔ مجھے انکار نہیں کہ تنظیمی اور اشاعتی سرگرمیاں بجائے خود اچھی چیزیں ہیں اور ضروری بھی مگر اس چیز کا نعم البدل ہرگز نہیں ہو سکتیں جو اس تحریک کا کسی وقت طغرائے امتیاز تھا۔ ہر وہ چیز (خواہ کتنی ہی مستحسن ہو) جو خدا جوئی کے مرکزی جذبہ کو کسی قدر سرد کرنے کا موجب بنے۔ ایک بُت بن جاتی ہے جسکو ہم لاشعوری طور پر پوجنے لگتے ہیں، بقول امام الزمان ؎

ہر چہ غیر خدا بخاطر تست
آں بُت تست اے بایماں سست

آپ کے خطوط

گمنام مضامین اور ایڈیٹر "الفضل"

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور۔ السلام علیکم

۲۵ ستمبر کا الفضل (دراصل ۲۴ ستمبر کو شائع ہوتا ہے) پیش نظر ہے۔ اس میں جناب ایڈیٹر صاحب الفضل نے "مخالفت" کے عنوان سے راقم الحروف کے مقالہ پر اظہار خیال فرمایا ہے۔ ایڈیٹر صاحب الفضل تحدی فرماتے ہیں کہ احمد فیروز بی اے نام کا ربوہ میں کوئی آدمی نہیں رہتا۔ حیران ہوں کہ اس کا کیا جواب دوں۔ کیا موصوف کو ربوہ کے تمام افراد سے براہ راست تعارف حاصل ہے؟ اگر نہیں تو انہیں یہ بات لکھتے ہوئے کچھ احتیاط کرنی چاہیئے تھی۔

دوسری جگہ ایڈیٹر الفضل نے اس نام کو اور ربوہ سے شائع ہونے والے دوسرے مضامین لکھنے والوں کے ناموں کو فرضی قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ مضامین پیغام صلح کے دفتر میں تصنیف کئے جاتے ہیں۔ موخرالذکر کی مسئولیت تو پیغام صلح پر ہے لیکن جہاں تک فرضی ناموں سے لکھنے کا تعلق ہے یہ قطعاً معیوب نہیں ہے۔ خود جناب مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی ربوہ فرضی ناموں سے مضامین لکھ کر شائع کراتے رہے ہیں اور جماعت کے بعض دوسرے اکابرین نے بھی قلمی ناموں سے مضامین تحریر کئے ہیں بلکہ میاں محمود احمد صاحب قبلہ نے تو بے نام مقالے بھی شائع کئے ہیں۔ اگر ایڈیٹر صاحب الفضل کو جماعت کے اخبارات و رسائل کے ماضی سے واقفیت ہوتی (حادثہ یہ ہے کہ مکرمی تنویر صاحب کو جماعت میں ہی داخل ہوئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا ہے) تو وہ ایسی جرأت نہ کرتے اگر ایڈیٹر صاحب الفضل مطالبہ کریں کہ مذکورہ بالا تحریروں کے حوالے دیئے جائیں تو بندہ بخوشی ایسے حوالوں کی فہرست الفضل اور پیغام صلح کو بھجوا دے گا جس کو شائع کرنا الفضل کا فرض ہوگا اور شرافت کا تقاضا ہے کہ ساتھ معذرت بھی ہو۔

ویسے زیادہ دور جانے کی بات نہیں۔ ابھی گذشتہ چھ ماہ میں میاں محمود احمد صاحب کا ایک مضمون ربوہ کے رسالہ میں قلمی نام سے چھپا ہے اور پھر گذشتہ سال فتنہ خلافت کے شورا شوری زمانہ میں ربوہ کی مسجد مبارک میں "ابن آدم" کے قلمی نام سے لکھا ہوا ایک اشتہار تقسیم کیا گیا جس میں تحریر تھا کہ (مفہوماً)

"میاں منان وغیرہ اُس نور کو جو خلیفۃ المسیح کی خواب میں میاں ناصر اور میاں منور میں سے گذرا ہے پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں اور خود خلافت کے خواہشمند ہیں حالانکہ وہ اس مشیت ایزدی (یعنی میاں ناصر کی خلافت ثالثہ) کو کبھی نہیں روک سکتے"۔

اگر الفضل کو ضرورت ہو تو بندہ یہ دونوں تحریریں مطبوعہ پیش کر سکتا ہے۔ اب کیا بالفاظ ایڈیٹر الفضل مذکورہ بالا گمنام مضامین "پست ذہنیت کا مظاہرہ" "نمایاں فریب" "دھوکہ" اور ورغلانے کی کوشش ہوں گے؟

پھر جناب ایڈیٹر صاحب الفضل نے خاکسار کے نام کو "عجیب و غریب" فرمایا ہے۔ حیران ہوں کہ اس کے متعلق کیا کہوں۔ کیا "روشن دین تنویر" "اللہ دتہ جالندھری" "خاکسار چوہدری محمد شریف فاضل" کم عجیب نام ہیں جو الفضل کو رونق بخشتے رہتے ہیں۔ جناب تنویر صاحب ایسے سنجیدہ، سالخوردہ اور قریب المرگ بزرگ سے اس بچپن کی توقع نہ تھی۔

اب رہا میرے پیغام صلح میں شائع شدہ مضمون کے مندرجات کا سوال؟ تو افسوس کہ اس کا کوئی جواب نہیں۔ خاکسار نے الفضل کے حوالوں، ربوہ کے ربوہ دلیوشنوں اور ربوہ میں ہونے والے واقعات کے حوالوں سے بعض امور تحریر کئے تھے۔ جہاں تک الفضل کے حوالوں اور میاں محمود احمد صاحب کے نظریاتی ارتقا کا تعلق ہے خاکسار معین حوالے اور تحریریں پیش کرنے کے لئے تیار ہے بشرطیکہ مکرم ایڈیٹر صاحب پہلے ان سے انکار کر دیں۔ جناب ایڈیٹر صاحب الفضل کو چاہیئے تھا کہ میرے پیش کردہ حقائق کو جھٹلاتے کیا میاں صاحب نے غیر احمدیوں سے قطع تعلقات کے تین احکام جاری نہیں کئے؟ کیا احمدیوں سے مقاطعہ نہیں ہوتا رہا؟ کیا مقطوعین کی بیویوں نے الفضل میں اُن سے بیزاری کا اظہار نہیں کیا؟ کیا میاں صاحب کے معتوب افراد کے والدین اور بھائیوں نے الفضل میں اُن سے قطع تعلقات کا اعلان نہیں کیا؟ کیا میاں عبدالمنان صاحب عمر کے مکان پر مسلسل نظارت حفاظت کا پہرہ نہیں رہا؟ کیا الفضل میں مرزا محمود احمد صاحب کے نوٹ "ادارہ" کے نام پر نہیں چھپتے رہے؟ میں کیا کیا گنواؤں۔ ایڈیٹر صاحب الفضل ان کو نمبروار لکھ کر انکار کریں تو بار ثبوت اس عاجز کی گردن پر۔ ویسے خاکسار نے یہ حقائق ایڈیٹر الفضل کے جواب کے لئے نہیں لکھے تھے بلکہ سعید الفطرت احمدیوں کے غور کے لئے اُن کے سامنے رکھے تھے اور ایڈیٹر صاحب الفضل مطمئن رہیں کہ ربوہ میں رہنے والے جن اولوالابصار کے سامنے یہ باتیں ہوتی ہیں اور ہوتی رہتی ہیں وہ ان پر غور کرتے ہیں جن لوگوں کے سامنے میاں منان صاحب عمر کے آگے پیچھے نظارت حفاظت کے آدمی سائے کی طرح لگے رہتے تھے جو ان کے مستقبل (اللہ رکھا، غلام رسول [illegible])

غلو کرنے والے کون ہیں؟

کیا میاں محمود احمد صاحب حضرت مسیح موعود کے قبیلہ اور خاندان میں سے نہیں؟

(از قمر سامانوی)

خلافت ربوہ کے ناموس خصوصی نے یکم نومبر ۱۹۵۷ء کی اشاعت میں حضرت مولانا صدرالدین صاحب کے خطبہ جمعہ مندرجہ پیغام صلح ۲۳ اکتوبر کے جواب میں اپنے سے پہلے صداقت کے دشمنوں کی نقل بالنعل متابعت کر کے فریب دہی و حق پوشی میں ان سے سبقت لے جانے کی کوشش کی ہے اس اداریہ کے ڈیڑھ کالم میں سورہ بقرہ کے ابتدائی حصہ کا ترجمہ اپنے الفاظ میں درج کر کے لکھا ہے :۔

"جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ احیائے دین کے لئے مبعوث کرتا ہے اُن کے مخالفین بھی انہیں صفات سے متصف ہوتے ہیں اسلام میں جتنے بھی مجددین اور مصلحین ربانی آج تک آئے ہیں سب کے ساتھ یہی سلوک اہل زمانہ نے کیا ہے ......

...... ہر زمانہ میں جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی انسان اصلاح کے لئے مبعوث ہوا ہے اس کے خلاف انہی صفات کے لوگ مخالفت کرنے کے لئے اُٹھے ہیں، دُور جانے کی ضرورت نہیں ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی مخالفت پر کھڑے ہونے والے بھی وہی طریقہ اختیار کر رہے ہیں جن کا اُوپر ذکر آچکا ہے ان مخالفین میں پیش پیش ہمارے پیغامی بزرگ ہیں"

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب میاں محمود احمد صاحب اُن میں سے ایک ہیں "جن کو اللہ تعالیٰ احیاء دین کے لئے مبعوث کرتا ہے" اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی طرح مبعوث کئے گئے ہیں جس طرح دوسرے مصلحین ربانی اس کے متعلق ہم بارہا عرض کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو مصلح بنا کر کھڑا کرتا ہے وہ مامور ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے امر سے کھڑا کرتا ہے، مگر جناب میاں صاحب گدی پر فائق ہونے کے دن سے آج تک اپنے مامور ہونے سے انکار کرتے چلے جا رہے ہیں، پھر کسی ایجنٹ کا گواہ چُست بن کر ان کو ماموروں کی ذیل میں شامل کرنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ آج تک لوگوں کے انتخاب سے کوئی صادق و ملہم منجانب اللہ مصلح ربانی ہونے کا دعویدار نہیں ہوا پھر آج ایک خود ساختہ انسان کو جو اپنے مامور ہونے سے کھلے الفاظ میں انکار کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہونے والے مصلحین ربانی سے تشبیہ دینا صادق مصلحین کی ہتک کرنا اور خود کو ان لوگوں کا مثیل ثابت کرنا ہے جنہوں نے اپنے ہاتھوں جھوٹے معبود بنا کر ان کو ارباباً من دون اللہ کا مقام دیا۔ اگر اُن میں ایک ذرہ بھی دیانت کا باقی ہے تو ان کو چاہیئے کہ پہلے اپنے بنائے ہوئے مصلح موعود سے یہ دعویٰ کرائیں کہ مجھ کو خدا تعالیٰ نے مامور کیا ہے اور پھر منہاج نبوت کی رُو سے اُسے صادق ثابت کریں اس کے بعد اس بے بنیاد دعویٰ کی مخالفت کرنے والوں کو جو چاہیں کہیں مگر جب تک وہ مامور ہونے کا دعویٰ نہ کرے اور منہاج نبوت پر اس کے دعویٰ کو سچا ثابت نہ کیا جائے اس وقت تک خود ساختہ مصلح موعود کی مخالفت کرنے والوں کو گالیاں دینا اور غیر مامور کو ماموروں کی ذیل میں شامل کر کے دنیا کو دھوکا دینا پرلے درجہ کا فریب اور مکاری ہے۔ حضرت مولانا ممدوح نے خطبہ متذکرہ بالا میں انجام آتھم صفحہ ۲۲۳ و ۲۲۴ کا ایک حوالہ بیان کر کے یہ فرمایا تھا کہ :۔

"اس عبارت میں حضرت صاحب نے خود بتا دیا ہے کہ میرے خاندان کے لوگ غلو کی راہ اختیار کریں گے پھر اس عبارت میں بتایا گیا ہے کہ بار دوم فساد کی طرف رجوع کریں گے بار دوم کا مطلب صاف ہے کہ ایک دفعہ ماننے کے بعد دوبارہ فتنہ ڈالیں گے اور یہ بھی لکھا ہے، کہ "ایشاں در غلو زیادت کردند" غلو کرنے والے تو وہی ہو سکتے ہیں جو حضرت صاحب کے مرتبہ کو حد سے زیادہ بڑھاتے اور مجدد سے نبی بناتے ہیں"

بات بالکل صاف اور واضح تھی مگر جن لوگوں کی شکم پُری کا ذریعہ ہی فریب دہی اور کتمان حق کرنے میں ہو وہ سچائی کو کس طرح قبول کر سکتے ہیں اسی لئے اس نے لکھا ہے کہ

"یہ عبارت آپ کے رشتہ داروں ہی کے متعلق ہے جنہوں نے پہلے بھی مخالفت کی تھی لیکن مولوی صدرالدین صاحب فریب دہی سے کام لے کر اس عبارت کو اپنے اوپر چسپاں کرنا چاہتے ہیں"

(الفضل یکم نومبر ۵۷ء)

فریبی انسان دوسروں کو بھی اپنے نفس پر قیاس کرتا ہے۔ الفضل کو جناب مولانا صدرالدین صاحب کے استدلال کو توڑنے کی جرأت نہ ہوئی اور نہ ہی وہ اس کی تردید کر سکتا ہے، صرف فریب دہی کا الزام لگا کر پیچھا چھڑانے کی کوشش کی حالانکہ فریب ہی اس کا اپنا شیوہ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ :۔

"بتحقیق قبیلۂ من بار دوم سوئے فساد رجوع خواہند کرد و در خبث و عناد ترقی خواہند نمود .... امر خدا بر ایشاں نازل خواہد شد چوں خواہد دید کہ ایشاں در غلو خود زیادت کردند"

اگر بقول الفضل "قبیلۂ من" سے مراد وہی لوگ ہیں "جنہوں نے پہلے بھی مخالفت کی تھی" پھر وہ تو تکفیر و تکذیب مخالفت اور عداوت میں زیادتی کرنے والے تھے نہ کہ غلو کرنے والے کیونکہ لفظ غلو صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہ لوگ وہ ہوں گے جو آپ کے درجہ کو بہت بڑھائیں گے اور وہ جناب میاں صاحب اور ان کے ساتھی ہی ہو سکتے ہیں ورنہ مخالفت کرنے والے تو غالی نہیں کہلا سکتے۔ باقی رہی یہ بات کہ جناب میاں صاحب اور ان کی ذریت "عشیرتی" اور "قبیلۂ من" میں شامل ہیں یا نہیں اس کا فیصلہ ہم جناب ایڈیٹر صاحب الفضل پر چھوڑتے ہیں وہ خود ہی بتائیں کہ آپ کے اہل "عشیرتی" کی تعریف میں آتے ہیں یا نہیں؟ اگر آتے ہیں تو پھر اس میں جناب مولانا صدرالدین صاحب نے کونسا فریب دے دیا؟ اور اگر آپ کے اہل آپ کا قبیلہ نہیں کہلا سکتے تو پھر اس کا صاف الفاظ میں اقرار کرنا چاہیئے تا ہمیشہ کے لئے اس کا بھی فیصلہ ہو جائے اصل بات یہ ہے کہ حضور کے جدی شرکاء ہونے کے لحاظ سے مرزا نظام الدین اور امام الدین وغیرہ آپ کا قبیلہ کہلاتے تھے اور قبیلہ میں شامل تھے مگر اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر دیا کہ ینقطع اٰبائک کہ جدی لحاظ سے جو آپ کا قبیلہ چل رہا تھا اس کو ہم نے آج ختم کر دیا آئندہ کے لئے وہ آپ کا قبیلہ نہ کہلائیں گے بلکہ یبدء منک آئندہ کے لئے تیرے قبیلہ کی بنیاد تجھ سے رکھی جائے گی پس جس قبیلہ کو اللہ تعالیٰ نے منقطع کر دیا اسکو زبردستی آپ کا قبیلہ قرار دینا خدائی فیصلہ سے صریح انحراف اور اپنے فریب کو ثابت کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟ خدائی فیصلہ کے موجب جب پہلے قبیلہ کا سلسلہ ختم کر دیا اور آئندہ اس قبیلہ کا بانی حضرت اقدس کو مقرر کر دیا گیا اس لحاظ قبیلہ کے متعلق جو بھی پیشگوئی ہوگی اس سے منقطع شدہ قبیلہ ہرگز مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ تو ختم کر دیا گیا ہمارے وہی قبیلہ مراد ہو سکتا ہے جس کی بنیاد حضرت مسیح موعود

خواجہ کمال الدین
اک ولی پوشیدہ اور کافر کھلا

از مرزا مظفر بیگ ساطع مبلغ اسلام لاہور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا نے اطلاع دی "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں" کس قدر حیرت ناک فقرہ ہے لاہور جہاں سینما گھر۔ ناچ گھر، تھیٹر ہال، شراب خانے، قمار خانے رنڈیوں کے بازار غرض ہر طرح کے فواحشات کے ناپاک اڈے موجود ہوں وہاں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پاک ممبر دیئے جائیں، قادیان جہاں نہ سینما گھر، نہ ناچ گھر۔ نہ تھیٹر ہال۔ نہ شراب خانے نہ قمار خانے۔ نہ رنڈیوں کے بازار وہاں کے حالات مصری پارٹی۔ مستری پارٹی مباہلہ والوں اور حقیقت پسندوں کے ذریعہ منظر عام پر آ چکے ہیں اور اس کے جواب میں خلیفہ قادیان نے جس بزدلی بے بسی اور بے چارگی سے راہ فرار اختیار کی ہے ؎

ناطقہ سر بگریباں ہے کہ اسے کیا کہیئے
خامہ انگشت بدنداں ہے کہ اسے کیا کہیئے

ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ لاہور میں جہاں ہر طرح کے فواحشات کے اڈے ہیں ناپاک ممبر ہوں اور قادیان میں جہاں کوئی ناپاک اڈہ نہیں تھا وہاں پاک ممبر ہوں مگر ہونا وہی تھا جس کی خدا نے اطلاع دی اور وہ یہ کہ :۔

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں"

ان پاک ممبروں کی پاکیزگی کا ایک زمانہ گواہ ہے۔ انکی پاک زندگیوں۔ پاک کارناموں پاک خدمات اور پاک لٹریچر نے اپنوں اور بیگانوں سے خراج تحسین وصول کیا۔ حال ہی میں مشہور ادیب رئیس احمد صاحب جعفری کی مقبول عام کتاب "دید و شنید" ہمارے مطالعہ سے گذری ہے۔ اس کتاب میں ہندوستان کی مشہور ہستیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ فاضل مصنف نے اپنی اس کتاب میں حضرت خواجہ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کو جو خراج تحسین پیش کیا ہے قارئین پیغام صلح کے ازدیاد ایمان کے لئے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

خواجہ کمال الدین اور "اک ولی پوشیدہ اور کافر کھلا" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

"۱۹۲۴ء میں ندوہ کا سالانہ جلسہ بڑی دھوم دھام سے لکھنؤ میں منعقد ہوا مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی (نواب صدر یار جنگ بہادر) صدارت کے لئے حیدرآباد سے تشریف لائے۔ ندوہ کے طلبہ نے تحریک خلافت اور کانگریس میں نمایاں حصہ لیا تھا۔ سیاسی لیڈروں کی بھی ایک معقول تعداد موجود تھی جن میں ضیغم اسلام مولانا شوکت علی پیش پیش تھے۔

میں ندوہ کے درجہ اول میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ امتحان سالانہ ختم ہو چکا تھا چھوٹے بچوں کو عام اجازت تھی کہ وہ تعطیل سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے گھر چلے جائیں لیکن اس اجلاس کی کشش ایسی غالب تھی کہ میں وطن نہیں گیا اور اختتام اجلاس تک ندوہ ہی میں رہا۔

میں ہال کے بغلی برآمدہ میں کھڑا تھا کہ میرے ایک دوست نے مجھ سے کہا "چلو خواجہ کمال الدین صاحب تقریر کر رہے ہیں" یہ سنتے ہی میں ان کے ساتھ چل پڑا اسٹیج پر ایک وجیہہ اور بارعب شخص کھڑا داد خطابت دے رہا تھا۔ آواز اتنی گرجدار کہ ہال کے آخری کونے تک تقریر کا ایک ایک حرف سنا جا رہا تھا۔ بھرا بھرا چہرہ۔ سیاہ ڈاڑھی شرعی پاجامہ۔ اچکن کے بجائے کوٹ زیب تن۔ سر پر طرہ دار صافہ۔ تقریر کا موضوع تھا "تبلیغ اسلام" تقریر اتنی موثر اور دلنشین تھی کہ ہر شخص محو حیرت بنا ہوا سن رہا تھا۔

قادیانیوں کے بارے میں عام خیال یہ تھا کہ وہ "کافر" ہوتے ہیں۔ خواجہ صاحب بھی اسی مسلک کے پیرو تھے حیرت تھی کہ ایک "کافر" کے دل میں اسلام کا یہ درد تبلیغ کا یہ ولولہ اشاعت اسلام کا یہ جذبہ کیسے آ گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یورپ میں خواجہ صاحب نے تبلیغ اسلام کا ایک مستقل ادارہ قائم کر رکھا ہے وہاں ایک مسجد بھی تعمیر کر چکے ہیں اور یورپ میں بہت سے لوگوں کو قبول اسلام کی سعادت سے مشرف بھی کر چکے ہیں، انگریزی میں ایک رسالہ بھی نکالتے ہیں اور ایک ماہوار اردو ترجمہ "اشاعت اسلام" کے نام سے ہر ماہ لاہور سے شائع ہوتا رہتا ہے۔ بعد میں یہ بھی معلوم ہوا کہ خواجہ صاحب احمدی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ جماعت مرزا غلام احمد صاحب کو نبی نہیں مانتی صرف مجدد مانتی ہے بہرحال آگے چل کر جیسے جیسے خواجہ صاحب کی اسلامی سرگرمیوں کا علم ہوتا گیا ان کی عزت و عظمت دل میں بڑھتی گئی اور دل نے کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی یہ قبول نہ کیا کہ وہ خدانخواستہ کافر ہیں، اگرچہ اکثر لوگ انہیں کافر ہی سمجھتے تھے اور ان کے اسلام کے نہایت سختی کے ساتھ منکر تھے۔

خواجہ صاحب کو پھر میں نے کبھی نہیں دیکھا لیکن ایک واقعہ ان کی زندگی کا میں نے ایسا دیکھا جو مجھے آج تک یاد ہے اور ہمیشہ یاد رہے گا۔

خواجہ صاحب کی تقریر کے بعد اجلاس دوسرے روز کے لئے ملتوی ہو گیا تمام مہمان اپنے اپنے کمروں میں چلے آئے۔ ایک کمرہ خواجہ صاحب کے لئے بھی مخصوص تھا وہ اس میں تشریف لائے۔ اجلاس کے ختم ہونے کے بعد میں گھومتا گھامتا خواجہ صاحب کے کمرہ کی طرف سے گذرا۔ اس وقت بالکل سناٹا تھا۔ گیلری میں میرے سوائے کوئی دوسرا آدمی نہ تھا۔ میں نے دیکھا خواجہ صاحب اپنے کمرہ میں تنہا عصر کی نماز پڑھ رہے ہیں۔ بڑے اور چھوٹے عالم اور جاہل ہر طرح کے لوگوں کو میں نے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ لیکن جس استغراق محویت اور خضوع و خشوع سے میں نے خواجہ صاحب کو نماز پڑھتے دیکھا اس نے میرے دل پر گہرا اثر کیا اور ایک ایسا نقش قائم کر دیا جو آج تک موجود ہے۔

نماز کی تعریف یہ ہے کہ پڑھنے والا یہ محسوس کرے وہ خدا کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ محسوس نہ کر سکے تو یہ خیال تو ضرور اپنے دل میں قائم کر لے کہ خدا اسے دیکھ رہا ہے خواجہ صاحب کی نماز سے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ وہ محسوس کر رہے ہیں کہ خدا کو دیکھ رہے ہیں۔ بغیر اس احساس کے وہ محویت وہ استغراق۔ وہ خضوع خشوع کی کیفیت پیدا ہی نہیں ہو سکتی جس کے ایک مجسم پیکر خواجہ صاحب نظر آ رہے تھے۔ ممکن ہے کچھ لوگ اب بھی انہیں کافر سمجھتے ہوں لیکن میرے دل پر ان کے اسلام کا ایک ایسا نقش مرتسم ہو چکا ہے جسے حوادث بھی نہ مٹا سکے!"

فاضل مصنف کتاب "دید و شنید" کی اس شہادت اور اسی قسم کی بے شمار شہادتوں نے لاہور کے پاک ممبروں کے پاک دامن کو اپنے خراج تحسین سے بھر دیا ہے۔ اور حضرت مجدد اعظم مرزا غلام احمد علیہ السلام کے پاک الہام کی تصدیق کر دی ہے :۔

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں"

غلو کرنے والے کون ہیں؟

(سلسلہ صفحہ نمبر ۹)

علیہ السلام کے ذریعہ رکھی گئی پس اس کھلی حقیقت کو بیان کرنے والے فریبی نہیں ہو سکتے بلکہ فریبی وہ ہیں جو صداقت پر پردہ ڈال کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

الفضل کا تیسرا فریب یہ ہے کہ اس نے اخبار پیغام صلح ۲۹ر مارچ ۱۹۱۴ء سے میاں صاحب کی تعریف میں ایک حوالہ نقل کر کے یہ دھوکا دینے کی کوشش کی ہے کہ اکابرین لاہور نے ان کی بزرگی اور تقدس کو تسلیم کیا ہے حالانکہ سب دنیائے احمدیت کو معلوم ہے کہ اس وقت پیغام صلح کے ایڈیٹر ماسٹر محمد حسین صاحب زیدآبادی تھے جو شروع سے غالی محمودی تھے پس ایک محمودی کی تحریر کو اکابرین جماعت لاہور کی طرف منسوب کرنا پرلے درجہ کی مکاری اور فریب نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا ان پر انکے درج کردہ "اللہ تعالیٰ کے یہ الفاظ صادق نہیں آتے"

يخدعون الله والذين آمنوا وما يخدعون إلا أنفسهم وما يشعرون۔ في قلوبهم

بچوں کا صفحہ ——— مرتضیٰ خان حسن

ماں بیٹی کی چوتھی مجلس

قیصرہ:- "امی جان! کل رات مجھے دادی حضور نے کچھ باتیں ہمارے نبی کی سنائیں۔ انہوں نے بتایا کہ جب آپؐ بہت چھوٹی عمر کے تھے آپ خانہ کعبہ کی مرمت کے لئے اینٹیں ڈھو رہے تھے۔ اینٹیں اُٹھاتے اُٹھاتے آپؐ کا کندھا چھل گیا۔ آپؐ کے چچا عباس نے آپ کا تہمد کھینچ کر آپ کے کندھے پر رکھ دیا۔ تہمد کا اُترنا تھا کہ آپؐ بے ہوش ہوکر زمین پر گر پڑے۔ ہمارے نبی میں چھوٹی عمر میں ہی اس قدر شرم اور حیا تھی۔"

ماں:- "ہاں بیٹی۔ ہمارے نبیؐ میں بچپن سے ہی بڑی شرم و حیا تھی۔ آپؐ کبھی برہنہ نہیں ہوئے"

قیصرہ:- "اور یہاں تو بڑے بڑے بچے گلی کوچوں میں ننگے پھرتے ہیں۔ اُن کو ذرا شرم نہیں آتی۔"

ماں:- "بیٹی! کتابوں میں لکھا ہے کہ ہمارے نبیؐ میں کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ شرم تھی پھر اُن میں اور بہت سی خوبیاں تھیں۔ بچے بات بات پر بگڑتے اور ضد کرتے اور ماں باپ کو تنگ کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے نبیؐ میں یہ بات نہ تھی۔ نہ عام بچوں کی سی ضد تھی اور نہ آپؐ اپنی ماں کو تنگ کرتے تھے۔ نہ کسی بات پر بگڑتے اور نہ لڑائی جھگڑا کرتے۔ جس طرح ماں کہتی اسی طرح کرتے۔ جب ماں کھانا دیتی آپؐ کھا لیتے۔ مانگ کر کھانے کی عادت بہت کم تھی۔ صبح سویرے اُٹھتے۔ ہاتھ منہ دھوتے۔ دانت صاف کرتے۔ کچھ تھوڑا بہت ناشتہ کرتے پھر باہر سیر کو تشریف لے جاتے۔ چھوٹی عمر میں ہی آپؐ بکریاں چرانے کے لئے جنگل میں تشریف لے جاتے۔ کبھی آپؐ کسی بیہودہ کھیل میں شریک نہیں ہوئے اور نہ کبھی کوئی شرارت کی کہ لوگوں کو شکایت کا موقعہ ملا ہو ہمارے نبیؐ کا بچپن بھی پاک تھا۔ آپؐ کی جوانی بھی پاک تھی اور آپؐ کی ساری ہی زندگی پاک رہی۔ ایک دفعہ مکہ میں قحط پڑا۔ لوگ دعا کے لئے باہر نکلے آپؐ بھی باہر تشریف لائے اور ننھے ننھے ہاتھ اُٹھا کر آپؐ نے دعا کی۔ اس وقت آسمان پر ایک بھی ٹکڑا بادل کا نہ تھا۔ لیکن دیکھتے دیکھتے ہی بادل چھا گئے اور خوب زور سے بارش ہوئی جس سے لوگ خوش ہو گئے۔ یہ ہمارے نبیؐ کی دعا کا نتیجہ تھا۔

جب آپؐ جوان ہوئے تو آپؐ دن رات خلق خدا کی خدمت لگے رہتے محتاجوں کی مدد کرتے، یتیموں پر رحم کھاتے۔ اُن کو کھانا کھلواتے۔ اُن کی دلداری کرتے غریب اور بیوہ عورتوں کا سودا بازار سے لا دیتے۔ بچوں سے آپؐ کو بہت محبت تھی۔ راہ چلتے بچوں کو گود میں اُٹھا لیتے انکو پیار کرتے اور اُنکو پیارے پیارے ناموں سے پکارتے اُن سے خوشی کی باتیں کرتے۔ ان کو کھانے کی چیز دیتے۔ اور ان کی تتلی تتلی باتیں سن کر بہت خوش ہوتے اور دعائیں مانگتے۔

اس زمانے میں لوگ شراب پیتے تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔ اور جوا کھیلتے تھے۔ لیکن آپؐ نے کبھی ایک قطرہ شراب کا پیا۔ نہ کبھی آپؐ نے کسی بت کو سجدہ کیا۔ اور نہ کبھی آپ کسی جوئے کی مجلس میں شریک ہوئے۔ آپؐ ہمیشہ پاک صاف رہتے تھے قدرتاً نیک لوگوں سے آپؐ کا ملنا جلنا تھا۔ برے لوگوں سے الگ تھلگ رہتے تھے۔ آپؐ ہمیشہ سچ بولتے اور جب کبھی کوئی شخص آپؐ کے پاس امانت رکھتا، آپؐ جوں کی توں واپس کر دیتے اس وجہ سے لوگ آپؐ کو صادق اور امین کہتے تھے یعنی سچا اور راستباز۔ آپؐ کی ان خوبیوں کی وجہ سے لوگ آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ آپؐ سے بہت محبت کرتے تھے۔ آپؐ بے انتہا نیک تھے۔ اور سب لوگ آپؐ کی نیکی کی تعریف کرتے تھے۔"

قیصرہ:- "واہ واہ کیسے اچھے تھے ہمارے نبیؐ!"

.... ہوتا ہے

مُرتضےٰ خاں حسن

خدا کے دین کا جو غمگسار ہوتا ہے ∴ خدا کا اُس پہ کرم بیشمار ہوتا ہے

خدا کی نصرت و تائید اسکو آتی ہے ∴ خدا کے فضل سے بابرگ و بار ہوتا ہے

وہ دین و دُنیا میں پاتا ہے عزت و عظمت ∴ وہ دو جہان میں با اقتدار ہوتا ہے

خدا کے قُرب کی دولت سے بہرہ ور ہو کر ∴ عزیز خاطر پروردگار ہوتا ہے

نگاہیں اُسکی طرف اُٹھتی ہیں زمانہ کی ∴ زمانہ اُس پہ بصد جاں نثار ہوتا ہے

خدا کرے کہ یہ تم کو بھی ہو شرف حاصل

اسی شرف سے بشر با وقار ہوتا ہے

ماں:- "ہاں بیٹی! نبی تو پہلے بھی بہت سے گزرے ہیں۔ لیکن ہمارے نبیؐ سب نبیوں کے سردار تھے۔ جب آپؐ کام کاج کے قابل ہوئے تو آپؐ کے چچا نے آپؐ کو خدیجہ کے ہاں کام دلا دیا"

قیصرہ:- "خدیجہ کون تھیں"

ماں:- "خدیجہ مکہ میں ایک بہت مالدار خاتون تھیں۔ یہ تجارت کیا کرتی تھیں، بہت معزز خاندان کی خاتون تھیں، اس کے ساتھ ہی بڑی نیک اور پارسا تھیں۔ یہ ان دنوں میں بیوہ تھیں ہمارے نبیؐ کی دیانت اور امانت کا حال انہوں نے سنا ہوا تھا۔ جب ہمارے نبیؐ نے ان کے تجارتی کاروبار کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا تو بہت خوش ہوئیں اور بڑی خوشی سے اُن کا تجارت کا مال دیکر شام کی طرف روانہ کیا۔ حضرت خدیجہ کا غلام میسرہ بھی آپؐ کے ساتھ گیا۔ اور دوسرے لوگوں کے تجارتی قافلے بھی اکٹھے ہوکر روانہ ہوئے۔ جب ملک شام میں پہنچے۔ تو بعض حاسدوں نے آپکا مال بکنے نہ دیا اور اپنا مال بیچ دیا مگر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ باہر سے قافلے کے قافلے مال خریدنے کے لئے آ گئے اور حضورؐ کا مال اچھے داموں پر فروخت ہو گیا۔ اور آپؐ کو سب سے زیادہ نفع ہوا۔ مخالف لوگوں نے تو آپؐ کو نیچا دکھانا چاہا۔ مگر خدا نے آپؐ کا کام بنا دیا۔ سچ ہے جب خدا مہربان ہو تو دشمن کیا بگاڑ سکتا ہے۔

آپؐ اپنا مال فروخت کر کے واپس مکہ تشریف لے آئے۔ اور خدیجہ سے سارا حال بیان کیا، خدیجہ آپؐ کے کام سے بہت خوش ہوئیں اور آپؐ کی دیانت امانت اور کامیابی دیکھ کر عش عش کر اُٹھیں۔ میں نے تم کو بتایا تھا کہ یہ بیوہ تھیں۔ مکہ کے بڑے بڑے آدمی ان سے شادی کرنا چاہتے تھے۔ مگر یہ اُن لوگوں کو ناپسند کرتی تھیں کیونکہ ان لوگوں میں طرح طرح کے عیب پائے جاتے تھے۔ اور یہ بڑی نیک اور پرہیزگار تھیں۔ کسی بُرے سے شادی کرنا اُن کو پسند نہ تھا۔ لیکن ہمارے حضورؐ کی خوبیاں دیکھ کر خدیجہ کے دل میں حضورؐ سے نکاح کرنے کی خواہش پیدا ہوئی اور آپ خود ہی درخواست کر دی حضورؐ نے کہ چچا جان جس طرح پسند فرمائیں گے کرنا ہوگا۔ آپؐ کے چچا نے بھی اجازت دے دی اور نکاح خدیجہ سے ہو گیا۔ اس وقت ہمارے حضورؐ کی عمر پچیس برس کی تھی اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال کی تھی عمروں میں فرق تو ضرور تھا مگر دونوں میاں بیوی بڑے خوشی خوشی رہتے تھے۔ دونوں میں بڑی محبت تھی آپؐ کا گھر ایک بہشت کا نمونہ تھا۔ بیوی میاں کی عزت کرتی تھی اور میاں بیوی سے محبت کرتا تھا۔ (باقی آئندہ)

آپ کے خطوط

(بسلسلہ صفحہ ۸)

خلافت ثالثہ، جلسہ سالانہ کی تقریر، شوریٰ کی کارروائی مولوی ابو العطاء صاحب کی میاں منان کی جیب سے مبینہ طور پر گرے ہوئے خط کی دریافت، ربوہ کے ایک معتبر ناٹی کی شہادت۔ انتخاب خلیفہ کے طریق کار کا ریزولیوشن تک کا ڈرامہ کھیلا گیا ہے کیا وہ اندھے ہیں۔ وہ یقیناً سب کچھ سمجھتے ہیں۔ اور یقیناً یہ سب کچھ کھلے گا اور اصل مجرم کیفر کردار کو پہنچیں گے اور جن لوگوں نے مسیح پاک کے دار میں اپنے نفسانی چولہے سلگا رکھے ہیں اور حرص کی ہانڈیاں پکا رہے ہیں وہ ننگے ہو کر رہیں گے۔

اب رہا یہ سوال کہ خاکسار ربوہ میں کیوں مقیم ہے تو عرض ہے کہ:

(۱) ربوہ میں میرا ذاتی مکان ہے۔

(۲) ربوہ کا شہر جماعت نے بسایا ہے اور میں مسیح موعود کی جماعت کا ایک فرد ہوں اور مجھے حضور کی غلامی میں فخر ہے۔ سو ربوہ میرا شہر ہے میں یہیں رہوں گا۔

(۳) یہاں خطرہ میاں صاحب کے معتقدین کو ہے اور حضرت میاں صاحب اپنے اس نیاز مند پر کبھی ناراض نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ عاجز ایک عرصہ حضور کے کرب انگیز قرب میں رہا ہے اور حضور اس پر اعتماد فرماتے رہے ہیں۔

خاکسار کو حق الیقین ہے کہ ظلم کی یہ آندھیاں تھمیں گی، ظالم لوگ سزا پائیں گے۔ مسیح پاک کے ورثہ کو آلودہ کرنے والے ذلیل ہوں گے۔ کمینے لوگ اپنی حرکات کی سزا پائیں گے یہ وقتی اندھیرے چھٹ جائیں گے تو پھر مسیح موعود کی جماعت حضور کے پیغام کی روح کو لیکر اسلام و احمدیت کا تابناک چہرہ غیروں کے سامنے پیش کرے گی۔ میں اس بہتر وقت کا انتظار یہیں رہ کر کروں گا۔ ربوہ جماعت کا ہے کسی کی ذاتی جائداد نہیں۔

والسلام۔ احمد فیروز۔ بی اے۔ ربوہ

وزیرآباد میں احمدی خواتین کا جلسہ

محترم ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اکتوبر کے پہلے جمعہ کو ہم نے اپنا تیسرا جلسہ منعقد کیا جس کی ابتداء آپا جی زبیدہ صاحبہ نے تلاوت قرآن پاک سے کی صنوبر صاحبہ نے آنحضرت صلعم کی ازواج مطہرات کے بارے میں مضمون پڑھا۔ اور اُن بلند خصوصیات پر روشنی ڈالی جن کی وہ حامل تھیں۔ اور جن پر عمل پیرا ہونا ہم مسلم خواتین کے لئے باعث فخر ہے۔ بشریٰ صاحبہ نے "موتیوں اور اشرفیوں میں تولنے کے قابل الفاظ" کے زیر عنوان مضمون پڑھا جس میں دراصل انہوں نے خدمت اسلام پر ہی زور دیا۔ اور فرمایا کہ رشد و ہدایت کا ایک لفظ بھی جو ہماری زبان سے ادا ہوتا ہے۔ انتہائی قیمتی ہے۔ خاکسار زمرد یوسف بی۔ اے نے "اصل جہاد نفس کو مارنا ہے" کے عنوان پر تقریر کی۔ ریحانہ رحمٰن، نفیس اختر، نعیمہ نواب دین، ہر سہ بچیوں نے ایفائے عہد، نماز کی اہمیت اور خدمت الدین پر چھوٹے چھوٹے مضامین پڑھے۔ ثریا کوثر صاحبہ ایک غیر احمدی لڑکی نے جلسہ میں شمولیت کی۔ اور ایک نعت پڑھی اُن کے حاضر جلسہ ہونے کے لئے شکریہ کے ساتھ آئندہ بھی آنے کی استدعا ہے خدائے پاک انہیں جزائے خیر دے۔ پرویز شہزاد صاحب نے پوری تین نعتیں پڑھیں یعنی رخسانہ شہزاد صاحبہ نے بھی نعت رسول پاک سنائی۔ خدا سب بچوں کے دلوں کو الفت اسلام کے نور سے منور کرے۔ آمین

آخر میں اپنی دوسری بہنوں کی خدمت میں استدعا ہے کہ وہ بھی اپنے شہروں میں ایسی تحریکات پیدا کریں تعلیمیافتہ بہنوں کی خدمت میں خاص التماس ہے۔

شکریہ تعزیت

مکرم ایڈیٹر صاحب اخبار "پیغام صلح" لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مبلغ احمدیت جدّ بزرگوار قبلہ و کعبہ حضرت حاجی شیخ اللہ دین صاحب شملوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر سُن کر بہت سے بزرگ غریب خانہ پر بغرض فاتحہ خوانی تشریف لائے۔ اس کے علاوہ میرے تمام بزرگان سلسلہ یاران طریقت اور برادران قوم کی طرف سے کثرت سے تعزیت کے خطوط دور دراز سے موصول ہوئے ہیں فرداً فرداً ان سب کی خدمت میں میرے لئے جواب لکھنا ناممکن ہے لہذا میں اپنے قومی ترجمان کی وساطت سے ان تمام حضرات کی ہمدردی اور بزرگانہ نوازشات کا اپنی اور اپنے تمام خاندان کی طرف سے صدق دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ حضرت الحاج قبلہ شیخ میاں محمد صاحب مدظلہ العالی و عالی جناب میاں حمید احمد صاحب دام اقبالہٗ کے ہمدردی کے پیغامات کا بھی بندہ نہایت شکر گزار ہے۔ ربّ العزت تمام مذکورہ بالا بزرگان کو ہمیشہ سلامت رکھے۔ اور ان کو اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ دے آمین۔

حضرت حاجی صاحب نے ۱۸ر اکتوبر کی شب کو بعد ادائیگی نماز تہجد اس خادم کو قرآن شریف کے چند رکوع سنانے کا ارشاد فرمایا قرآن شریف سننے کے بعد فرمایا کہ میرے پاس ابھی ابھی امام وقت تشریف لائے ہیں میرا دل از حد خوش ہے میری دنیاوی زندگی ختم ہوگئی ہے اور اب مجھے دربار خداوندی میں حاضر ہونے کا وقت ملا ہے اور میرے پاس ملائکہ بھی بلانے آ رہے ہیں میں مسلمان ہوں، میں مسلمان احمدی ہوں رسول اللہ صلعم کی رسالت برحق کا اقرار کرتا ہوں، حج، زکوٰۃ، نماز، روزہ و حشر نشر پر ایمان رکھتا ہوں۔ اس کے بعد غیر احمدی ہمسائیوں سے نیک سلوک اور ان کی جمع شدہ امانتوں کی رقوم کی واپسی کا حکم دیا اور تمام خاندان کے تقریباً ۸۰ خورد و کلاں کو نیکی اور تقوے پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی اور تین مرتبہ بلند آواز سے کلمہ شریف پڑھکر اپنے مالک کے حضور میں چل دیئے۔ — راقم خاکسار۔ شیخ نور الدین شملوی پنشنر

حال سپروائزر۔ دی پنجاب وجی ٹیبل گھی اینڈ جنرل ملز لمیٹڈ

نبیرہ حاجی صاحب مرحوم

ہبلی میں تبلیغی سرگرمیاں

(بسلسلہ صفحہ ۶)

بھائیوں کو معلوم کرا سکیں کہ شانتی کا مذہب اگر ہے تو وہ صرف اسلام ہی ہے۔ مگر یہ خواہش اُن کی پوری نہ ہو سکی۔ صرف اس گاؤں کی مسجد میں ہی کثرت سے گیس بتیاں لگوا کر مسجد کو خوب سجایا گیا اور پاٹل صاحب نے تمام کے گھروں میں کہلا بھیجا کہ آج رات ساڑھے نو بجے عشاء کے بعد مسجد میں وعظ ہوگا سب لوگوں کو آنا چاہیئے۔ وقت مقررہ پر بچے بوڑھے جوان اور نوجوان سب آ گئے اور مسجد بھر گئی جناب ممتاز یوسف صاحب نیموگا نے ۱۰ بجے تقریر شروع کی شرک اور بدعت سے پرہیز کرنے، صوم و صلوٰۃ کے پابند ہونے پر ۱۲ بجے رات تک وعظ کیا رات زیادہ ہوگئی تھی، گاؤں کے نوجوان نعت اور درود پڑھتے رہے ہوا سے کے دو بج گئے اور فاتحہ پڑھکر دعا پر جلسہ ختم ہوا۔ شیرینی اور چائے سے حاضرین کی تواضع کی گئی۔

دوسرے روز صبح بھی بارش ویسے ہی ہو رہی تھی گاؤں والے ہمارے دوستوں کو اور ٹھہرنے کے لئے کہہ رہے تھے لیکن وہ ٹھہر نہ سکے اور مجبوراً واپس آ گئے۔

فقط۔ والسلام

خاکسار۔ عبد الستار پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہبلی (کرناٹک)
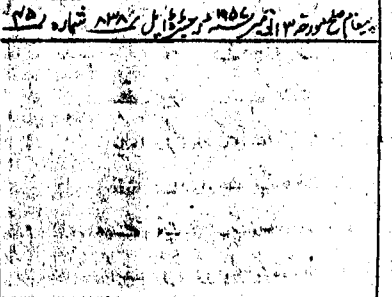
پیغام صلح مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۵۷ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۴۵

صرف ٹائٹل ایوا کرین پریس سرکلر روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپکر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

ایڈیٹر۔ دوست محمد

جلد ۴۷ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۹۵۷ء | نمبر ۴۶

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعودؑ)

جرمنی میں اسلام کی تبلیغی سرگرمیاں

ماہ ستمبر ۱۹۵۷ء کی تبلیغی رپورٹ

(از مس امینہ موسلر)

۲ر ستمبر بروز (بدھ) درس قرآن کے موقعہ پر امام صاحب اپنے لیکچر "ریلیجن آف اسلام" میں سے کچھ حصص پڑھ کر سنائے یہ لیکچر انہوں نے گذشتہ موسم سرما میں برلن کے پبلک ہائی سکول میں دیا تھا۔ آج اس لیکچر کا جو حصہ سنایا گیا اس کا موضوع تھا "دور اسلام سے پہلے عرب کی حالت"

۳ر ستمبر (جمعرات)
(مغربی جرمنی) سے تین طالب علم مسجد دیکھنے آئے اور انہوں نے اسلام کے متعلق معلومات حاصل کیں۔

۴ر ستمبر (جمعہ) خطبہ جمعہ میں امام صاحب نے توحید الٰہی کو جس رنگ میں قرآن نے ثابت کیا ہے اس کی وضاحت کی، آپ نے بتایا کہ کوئی فانی چیز اپنی حیثیت، اپنے کاموں، یا صفات وخاصیات کے لحاظ سے خدائی مرتبہ نہیں رکھتی، یہاں تک کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی تمام اعلےٰ خصوصیات اور بلند شان کے باوجود ہماری طرح کے ایک انسان ہی تھے۔

۶ر ستمبر (اتوار) مسز موسلر نے بچوں کو مذہبی سبق پڑھایا۔

۷ر ستمبر (پیر) برلن سکینڈری سکول کی دو جماعتیں مسجد دیکھنے آئیں اور اسلام کے متعلق انہیں معلومات بہم پہنچائی گئیں۔

۹ر ستمبر (بدھ) امام صاحب نے اپنے لیکچر "ریلیجن آف اسلام" سے سلسلہ بیان جاری رکھا، موضوع "دورِ اسلام سے پہلے عرب کی حالت" تھا۔

۱۰ر ستمبر (جمعرات) ایک پراٹسٹنٹ پادری صاحب اپنے حلقہ کی کچھ خواتین کے ساتھ مسجد دیکھنے آئے، مسز موسلر نے نہیں اسلام کے متعلق معلومات بہم پہنچائیں۔

۱۱ر ستمبر (جمعہ) امام صاحب نے الہامی کتابوں بالخصوص قرآن کریم کے آخری الہام الٰہی ہونے پر خطبہ دیا۔

۱۲ر ستمبر (ہفتہ) ہز میجسٹی شاہ سعود کو (جو بیڈن، مغربی جرمنی میں زیر علاج ہیں) مسجد کی طرف سے پھولوں کا ایک گلدستہ بطور تحفہ پیش کیا گیا اور دعوت دی گئی۔

۱۳ر ستمبر (اتوار) مسز موسلر نے بچوں کو مذہبی سبق دیا۔

۱۶ر ستمبر (بدھ) امام صاحب نے اپنے لیکچر "ریلیجن آف اسلام" میں سے سلسلہ بیان جاری رکھا موضوع تھا۔ "محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ اور مدینہ میں"۔

۱۸ر ستمبر (جمعہ) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالمگیر نبی ہونے پر خطبہ جمعہ دیا گیا۔

۱۹ر ستمبر (ہفتہ) مسٹر امین اٹیلے AMIN ATALEY جو مسجد برلن کے پرانے دوستوں اور رفقاء میں سے ہیں، اور جو زمانۂ جنگ میں برلن میں رہائش رکھتے تھے اور بعد ازاں یوگوسلاویہ چلے گئے اور اب استنبول (ترکی) میں رہائش پذیر ہیں کاروباری سلسلہ میں برلن آئے اور اپنی بیوی کے ساتھ مسجد دیکھنے تشریف لائے اور برلن کے مسلمان دوستوں کے ساتھ مل کر چائے پی۔

۲۰ر ستمبر (اتوار) مسز موسلر نے بچوں کو مذہبی درس دیا۔

۲۱ر ستمبر (پیر) ———— (مغربی جرمنی) سے دو [illegible]

مکتوبِ بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

۷ اکتوبر ۱۹۵۷ء بروز پیر:۔

حسب معمول جناب صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے۔ "صدق جدید" سے چند عبرت انگیز اقتباسات پڑھ کر سنائے۔ جناب السید صفدر علی صاحب مالک مطعم الپاکستانی کو پیغام صلح ص ۳۵-۳۶ رسالہ "روح اسلام" "ہمارے عقائد" اور "مدینہ" کے چند پرچے بدست فرزند ابراہیم ارسال کیا۔ بذریعہ ڈاک جناب عبدالصمد صاحب برق جمائیکا کو پیغام صلح ص ۳۰ اور "روح اسلام" ماہ ستمبر اور محمد بشیر افگن صاحب حلہ کو پیغام صلح ص ۲۴ اور لائٹ ص ۲۸ بھیجا۔ بغداد کے صباحی مشہور کثیر الاشاعت جریدہ "الحوادث" میں آج ایک مضمون مسجد ووکنگ سے متعلق شائع ہوا ہے، مسجد کی تصویر بھی دی گئی ہے، اذان کی آواز پر نمازیوں کا بے تابانہ دوڑ کر مسجد میں آنا خشوع و خضوع سے نماز کا ادا کرنا یہ نقشہ خوب کھینچا ہے۔ ووکنگ مشن اور اسلامک ریویو کی تبلیغی مساعی کی بیحد تعریف کی ہے۔

حضرت مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ کے انگریزی ترجمۃ القرآن کی مقبولیت اور اثر کا ذکر بھی کیا ہے ووکنگ لاہور اور ربوہ سکھر ایک ایک کاپی بھجواؤں گا۔

۸ اکتوبر ۱۹۵۷ء بروز منگل:۔

جناب سیکرٹری صاحب لاہور کے نام خط مع چار ورق تبلیغی ڈائری اور دو آئے ہوئے مکاتیب ہوائی ڈاک سے بھیجے۔ بصرہ سے اخویم بچوانی صاحب کا خط مورخہ ۲۹ ستمبر ۵۷ء کا جواب دیا۔ دوستوں سے سنا کہ ووکنگ مسجد اخبارات کے سلسلہ میں بغداد کے سینما میں دکھلائی گئی۔ بحری ڈاک سے پیغام صلح کے ص ۲۷ کے دو عدد ملے۔

۹ اکتوبر بروز بدھ:۔

بصرہ اور ووکنگ، اور ابوبکر شبلی سکھر کو جریدہ "الحریہ" اور شبلی صاحب کو رسالہ قیمہ "ولادت مسیح" ڈاک سے ارسال کیا۔ جناب غلام محمد صاحب کو نائیجیریا سے آئے ہوئے انگریزی اخبارات مع رسالہ "لائٹ آف اسلام" اور محمد بشیر گل صاحب کو لائٹ ص ۲۵ دستی بھیجا۔ جناب چوہدری احمد خاں صاحب چک ۸۱ جنوبی ضلع سرگودھا کے خط کا جواب ہوائی ڈاک سے دیا۔

۱۰ اکتوبر ۱۹۵۷ء بروز جمعرات:۔

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب تشریف لائے اخبار کوہستان کے نشیب و فراز کے کالموں میں سے چند اقتباسات متعلقہ ربوہ اور الفضل سنائے اور ایک اداریہ "اتحاد بین المسلمین" بھی سنایا جو شیعہ سنی اختلافات سے تعلق رکھتا ہے۔ صوفی صاحب کو پیغام صلح ص ۲۷ دیا۔ مولانا عبدالمجید صاحب ایڈیٹر اسلامک ریویو لندن، مجاہد برما اکبر خاں صاحب رنگون اور لاہور کو جریدہ "الحریہ" بھیجا۔ ارشاد حسین صاحب کو ان کے کوہستان کے پرچے مع پمفلٹ "خطاب باہل ربوہ" اور "انٹروڈکشن آف احمدیت" دستی بھیجا۔

۱۱ اکتوبر ۱۹۵۷ء بروز جمعہ:۔

۱۹۵۱ء سے پورے چھ سال ہوئے مجدد الاسلام والمسلمین حضرت امیر مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ یہ یوم تاریخ احمدیت میں نمایاں رہیگا وابستگان سلسلہ احمدیہ کو اس یوم عظیم کو اپنی نظروں کے سامنے رکھنا چاہیئے اور اپنے محبوب امیر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس کے مرشد اور روحانی باپ کی تمناؤں اور آرزؤں کو پورا کرنا چاہیئے ؎

در رہِ عشقِ محمد این سر و جانم رود
این تمنا این دعا این در دلم عزم صمیم

بحری ڈاک سے پیغام صلح ص ۲۷ دو پرچے لائٹ ص ۳۰ دو پرچے اور آزاد نوجوان کے پرچے ملے۔ شام کو استاذ السید ذکی اور استاذ السید علی ملنے آئے استاذ علی کے "مہدی" سے متعلق ایک استفسار کا تشفی بخش جواب دیا۔

۱۲ اکتوبر ۱۹۵۷ء بروز ہفتہ:۔

کل سارے عراق میں تسجیل نفوس (مردم شماری) کا آخری دن تھا۔ بغداد میں حکومت کے تمام دفاتر بند رہے، کاروبار اور ٹریفک بھی معطل رہا۔ سویرے پانچ بجے سے لیکر شام کے پانچ بجے تک سات لاکھ نفوس اپنے مکانوں میں بند رہے۔ اتفاقاً پرسوں سابق وزیر اعظم پاکستان حضرت مآب محمد علی بغداد میں نزول فرما ہوئے تھے انہیں بھی کل قصر ابیض میں رکنا پڑا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اندازاً سات ملین نفوس کی تعداد ہوگئی ہے۔ مسٹر سالا وادار لاگوس نائیجیریا کو لائٹ کے چند پرچے ڈاک سے بھجوائے۔ اخویم محمد بشیر گل صاحب کو پیغام صلح ص ۲۵ اور استاذ السید علی محمد سرطاوی کو لائٹ ص ۳۰ دستی بھجوایا۔ بحری ڈاک سے لائٹ ص ۳۱ ایک نسخہ مالکل تین عدد اس ہفتہ پہنچے۔ آزاد نوجوان ہدراس کا بھی ایک نسخہ ملا۔ نائیجیریا سے مسٹر سالا وادر کا ایک خط مرقومہ ۸ اکتوبر بذریعہ ہوائی ڈاک ملا۔

۱۴ اکتوبر ۱۹۵۷ء بروز پیر:۔

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب تشریف لائے خوب صحبت رہی، "کوہستان" سے ربوہ کے متعلق چند اقتباسات، مدینہ بجنور سے خبریں اور پیغام صلح ص ۲۸ سے ایک ربوہ ہی سے متعلق مضمون سنایا۔ ان سے مدینہ کے پرچے ملے اور ان کو پیغام صلح ص ۲۸ آزاد نوجوان دو عدد اور کوہستان کے دو ہفتوں کے پرچے دیئے۔ جمائیکا سے اخویم عبدالصمد صاحب برق پرسوں بغداد تشریف لائے۔ آج سویرے استفسار صحت کے لئے مکان پر آئے۔ دو گھنٹے بیٹھے رہے سلسلہ کے متعلق بھی گفتگو رہی۔ انہیں جناب شکر اللہ صاحب کی بلند پایہ تازہ معرکۃ الآرا تصنیف "قول سدید" کا ایک نسخہ دیا اور ان کے ہاتھ سید صفدر علی مالک مطعم الپاکستانی کو پیغام صلح ص ۳۳ بھجوایا نیز برق صاحب مطعم مذکورہ سے پیغام صلح ص ۳۱ تا ص ۳۶ جمائیکا کے لئے لے گئے۔

۱۵ اکتوبر بروز منگل:۔

میجر ڈاکٹر السید عبدالرحمن العزاوی کو اسلامک ریویو مجریہ اگست اور بتقریب میلاد النبی صلعم رسالہ "لائٹ آف اسلام" دیا۔ السید ارشاد حسین صاحب کو ان کے کوہستان کے پرچے اور رسالہ "نماز و ترقی کی تین راہیں" اور رسالہ "سر محمد اقبالز سٹیٹمنٹ ری احمدیت" اور ڈاکٹر محمد نصیر الدین صاحب کو لائٹ ص ۳۱ و مدینہ کے چند پرچے دستی بھجوائے۔

۱۶ اکتوبر بروز بدھ:۔

محمد بشیر گل صاحب کو لائٹ ص ۲۶ دستی اور عالی جناب سفیر انڈونیشیا مقیم مصر الحاج محمود دلتجویا کو لائٹ ص ۳۰ ڈاک سے بھیجا۔ مسٹر سالا وادار لاگوس نائیجیریا کے خط کا جواب ہوائی ڈاک سے دیا۔ ظہر کے بعد عزیزم آفریدی صاحب یکے از احباب ربوہ مکان پر آ گئے۔ انہیں تبلیغی سلسلہ میں چند ضخیم کتابوں کی ضرورت ہے۔

کچھ جرمنوں اور امریکنوں سے تبادلۂ خیالات ہوا تھا ان کے شدید اصرار پر مزید دو کتب "سورس آف کرسچیئنٹی" اور کتاب "محمد دی پرافٹ" دلاؤں گا۔ میں نے پڑھ دیں۔ یہ نوجوان اپنے مخصوص طریقہ پر تبلیغ کر رہا ہے۔ دو گھنٹے بیٹھے، مختلف تبلیغی باتیں رہیں غربت لوٹے سلیمانیہ سے مرزا محمد خاں صاحب یکے از احباب ربوہ کا خط مرقومہ ۱۲ اکتوبر ملا لکھتے ہیں کہ آپ کے لٹریچر سے خوب کام لیا جا رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب بھی خود پڑھ رہا ہوں اور خوب لطف اندوز ہوتا ہوں۔

۱۷ اکتوبر بروز جمعرات:۔

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب تشریف لائے، کچھ باتوں کے بعد پیغام صلح ص ۲۸ سے مکتوب مصر اور خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ پڑھکر سنائے ہر دو مضامین احباب کو اپنے رنگ میں

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— ۲۰ نومبر ۱۹۵۷ء

"اُمتی نبی" قادیانی لغت میں

چند گذشتہ اداریوں میں ہم نے مودودی رسالہ "ترجمان القرآن" کے بعض اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے یہ بتایا تھا کہ "امتی نبی" کی اصطلاح حضرت مسیح موعودؑ نے محدث کے معنوں میں استعمال کی ہے، جیساکہ ازالہ اوہام کی اس عبارت سے واضح ہے :-

" سو یہ بات کہ اس کو امتی بھی کہا اور نبی بھی، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں اُمتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی، جیساکہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے اسی لئے خدا تعالےٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام اُمتی رکھا اور نبی بھی" (ازالہ اوہام صـ<u>۵۳۳</u>)

اس عبارت میں حضرت مسیح موعودؑ نے "امتی نبی" کے مفہوم کو جس صفائی کے ساتھ بیان کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ "امتی نبی" محدث ہی کا دوسرا نام ہے، لیکن چونکہ محدثیت کے مقام پر کھڑا ہونے سے حضرت مسیح موعود نبی نہیں بن سکتے اس لئے قادیانی لغت میں "امتی نبی" کے نئے معنے وضع کئے گئے ہیں جو علم و عقل سے بالاتر ہیں .... چنانچہ اسی وجہ سے "الفضل" نے "مکڑی کے جالے" کے عنوان سے ایک اداریہ لکھا ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ :-

" اس عبارت (مندرجہ بالا) میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محدثیت امتی نبی اور نبی میں جو فرق ہے نہایت وضاحت سے بیان کر دیا ہے، آپ نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ محدثیت اور امتی نبی میں یہ بات مشترک ہے کہ جس طرح محدث کا امتی ہونا ضروری ہے اسی طرح "امتی نبی" میں امتی ہونا ضروری ہے اور یہ چیز نبوتِ تامہ سے علیحدہ ہے"۔

کیا سمجھے آپ؟ جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی، حضرت مسیح موعودؑ تو فرماتے ہیں محدث اسی کو کہتے ہیں جس میں امتیت بھی ہو اور نبوت بھی، اور امتی نبی میں بھی اُمتیت اور نبوت دونوں ہی چیزیں پائی جاتی ہیں، لیکن "الفضل" صاحب فرماتے ہیں کہ محدث اور امتی نبی میں صرف امتیت کا اشتراک پایا جاتا ہے کیوں صاحب؟ جب محدث میں امتیت کے ساتھ نبوت بھی ہوتی ہے، اور امتی نبی میں بھی اُمتیت اور نبوت دونوں ہوتی ہیں تو صرف ایک امتیت ہی کے اشتراک کے کیا معنے نبوت کا اشتراک کیوں نہیں؟ یہ مکڑی کا جالا جو آپ نے تنا ہے آخر کیوں؟ اگر اُمتی + نبی محدث کہلاتا ہے تو پھر امتی نبی میں امتی + نبی نبی کس طرح بن گیا؟

آگے چل کر "الفضل" لکھتا ہے :-

" معمولی عقل کا انسان بھی سمجھ سکتا کہ محدثیت اور امتی نبوت اگر ایک ہی شئے ہوتی تو امتی نبوت کی اصطلاح استعمال نہ کی جاتی، ظاہر ہے کہ محدثیت اور چیز ہے اگرچہ وہ امتی نبوت سے اس بات میں ملتی ہے کہ وہ بھی امت کے اندر رہتی ہے اور امتی نبوت نبوت ہی ہے، یہ محدثیت سے اس بات میں ملتی ہے کہ یہ بھی امت کے اندر رہتی ہے"

مگر جناب والا معمولی عقل کا انسان یہ بھی تو سمجھ سکتا ہے کہ امتی نبی کا مفہوم اگر محدثیت سے اس بات میں ملتا ہے کہ "وہ بھی امت کے اندر ہے" تو اس بات میں بھی تو ملتا ہے کہ نبوت کا پہلو بھی اس میں ہے، پس جب دونوں میں نبوت بھی ہے اور امتیت بھی، اور تیسری کوئی ایسی چیز کسی ایک میں نہیں جو دونوں میں وجہ امتیاز ہو، تو پھر یہ کہنا کہ امتی نبی محدثیت سے علیحدہ چیز ہے معمولی انسانی عقل میں تو آنا مشکل ہے، ہاں ایڈیٹر "الفضل" اور اس کے ہمنواؤں کی عقلیں اس "مکڑی کے جالے" میں اُلجھی رہیں تو علیحدہ بات ہے۔

"الفضل" کو یہ مکڑی کا جالا تننا نہ پڑتا اگر ازالہ اوہام کی مندرجہ بالا عبارت سے پہلے اُن الفاظ کو بھی پڑھ لیتا :-

" ہاں یہ بھی سچ ہے کہ آنے والے مسیح کو نبی کر کے بیان کیا گیا ہے مگر اس کو امتی کر کے بھی تو بیان کیا گیا ہے بلکہ خبر دی گئی کہ اے امتی لوگو وہ تم میں سے ہی ہوگا اور تمہارا امام ہوگا اور نہ صرف قولی طور پر اس کا امتی ہونا ظاہر کیا بلکہ فعلی طور پر بھی دکھلا دیا کہ وہ امتی لوگوں کے موافق صرف قال اللہ و قال الرسول کا پیرو ہوگا اور حل معلقات و معضلات دین نبوت سے نہیں بلکہ اجتہاد سے کرے گا اور نماز دوسروں کے پیچھے پڑھے گا اب ان تمام اشارات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوتِ تامہ کی صفت سے متصف نہیں ہوگا، ہاں **نبوتِ ناقصہ اس میں پائی جائیگی جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی ہے** اور نبوت تامہ کی شانوں میں سے ایک شان اپنے اندر رکھتی ہے"

اب فرمائیے کیا اب بھی آپ کو امتی نبی کے محدث ہونے میں کوئی شک باقی ہے؟ جب حضرت مسیح موعودؑ نے خود فرما دیا کہ آنے والا مسیح امتی بھی ہوگا اور "نبوتِ ناقصہ بھی اس میں پائی جائے گی **جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی ہے**" تو پھر یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ محدث اور امتی نبی دونوں الگ الگ مقام ہیں، اور ان میں صرف امتیت ہی وجہ اشتراک ہے۔

"الفضل" کو یہ مکڑی کا جالا تننے کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے حقیقۃ الوحی میں یہ لکھا ہے :-

" یہ کس قدر ظلم ہے جو نادان مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے بے نصیب ہے اور خود حدیثیں پڑھتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بنی اسرائیل کے نبیوں کے مشابہ لوگ پیدا ہوں گے اور ایک ایسا ہوگا کہ ایک پہلو سے نبی ہوگا اور ایک پہلو سے امتی، وہی مسیح موعود کہلائیگا"

کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ "ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی" کا مفہوم محدثیت سے علیحدہ ہے؟ یا اس کا یہ مطلب ہے کہ **مسیح موعود کا بنی اسرائیل کے** زمرہ میں شامل نہیں؟ یہ دونوں باتیں صحیح نہیں، اس میں شک نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کو محدثین اور اولیائے امت میں ایک خاص شان اور فضیلت حاصل ہے اور وہ یہ ہے کہ حدیث میں آنے والے مسیح کو نبی کا نام دیا گیا جو دوسروں کو نہیں دیا گیا لیکن اس خصوصیت کی وجہ سے آپ زمرہ اولیاء و محدثین سے نکل کر نبی نہیں بن گئے کسی کو نبی کا نام دیا جانا فی الواقعہ نبی نہیں بنا دیتا، کیا کسی بہادر آدمی کو شیر کا نام دیا جانے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ وہ انسانیت سے نکل کر فی الواقعہ شیر بن گیا؟ "الفضل" کو حیرانی ہے کہ

" پیغامیوں نے اپنا عقیدہ بدل کر عجیب پوزیشن اختیار کر لی ہوئی ہے وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ آپ کو نبی کا نام دیا گیا اور یہ بھی مانتے ہیں کہ آپ کو کمالات نبوت عطا ہوئے لیکن نہ معلوم کس منطق سے وہ ان دونوں باتوں کو مانتے ہوئے آپ کی نبوت غیر نبوت کہتے ہیں"

یہ حیرانی محض اس بات سے پیدا ہوئی ہے کہ ہمارے قادیانی دوست نبی کا نام پانے اور نبی بننے کو مترادف المعنے سمجھتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نبی کا نام پانے اور نبی بننے میں بہت بڑا فرق ہے، نبی کا نام پانے میں حضرت مسیح موعود کو اولیائے امت میں ایک خصوصیت حاصل ہے جس کا ذکر آپ نے حقیقۃ الوحی صـ<u>۳۹۱</u> پر کیا ہے اور اس میں صاف طور پر بتایا ہے کہ یہ خصوصیت آپ کو اس کثرت مکالمہ مخاطبہ کی وجہ سے حاصل ہوئی جو کثرت دوسرے اولیائے امت کے حصہ میں نہیں آئی، اسی کثرت کی وجہ سے آپ کو حدیث میں اور الہام الٰہی میں مجازاً نبی کہا گیا، جیساکہ ایک بہادر آدمی کو اس کی بہادری کی وجہ سے مجازاً شیر کا نام دے دیا جاتا ہے یا ایک حکیم حاذق اور ایک خوبصورت انسان کو مجازاً مسیحا کے نام سے پکارا جاتا ہے

ان حیثیت کو حضرت مسیح موعود نے اسی حقیقۃ الوحی میں ان الفاظ میں واضح کیا ہے سمیت نبیًا من اللّٰہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ (الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص۶۴) اور اسی حقیقۃ الوحی میں حاشیہ ص۱۵۰ پر صاف لفظوں میں بتایا ہے کہ

"میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی اور میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت"

اس قدر صاف اور واضح الفاظ کے باوجود امتی نبی کے مفہوم کو محدثیت کے علاوہ محض نبوت پر محمول کرنا اور

"ایک ایسا ہوگا کہ ایک پہلو سے نبی ہوگا اور ایک پہلو سے امتی"

کے الفاظ سے یہ مفہوم پیدا کرنا کہ آپ کا بنیا ہے بنی اسرائیل کے زمرہ سے نکل کر نبی بن گئے، ایک ایسا مغالطہ ہے جو کسی صحیح العقل انسان کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ قادیانی لغت میں علمی اصطلاحات کے وہ معنے نہیں جو حضرت مسیح موعود اور دوسرے اہلِ علم کے نزدیک مسلم ہیں، وہاں مجاز کے معنے "حقیقت" ہیں، ظل کے معنے "اصل" ہیں، "انقطاعِ نبوت" کے معنے "اجرائے نبوت" ہیں اور اسی طرح "امتی نبی" کے معنے "نبی" ہیں، تو ایسی حالت میں الفضل کو ہماری باتیں جو مسیح موعود کے بیانات کے مطابق ہیں کیسے سمجھ آسکتی ہیں۔

"باتیں کریں"

حامد الوارثی

زُلفِ عنبر بار کی باتیں کریں ☆ ابرِ فیضِ حمدار کی باتیں کریں

تابشِ رُخسار کی باتیں کریں ☆ وصل کی دیدار کی باتیں کریں

سیّدِ ابرار کی باتیں کریں ☆ احمدِ مختار کی باتیں کریں

دارا و جم سے ہمیں مطلب ہی کیا ☆ وقتِ فرصت یار کی باتیں کریں

ہو بیاں ایثارِ ذوالنّورین کا ☆ صدقِ یارِ غار کی باتیں کریں

جُرأتِ فاروقؓ کے اذکار ہوں ☆ حیدرِؓ کرار کی باتیں کریں

لب پہ ہو رُودادِ غمِ شبیرؓ کی ☆ عابدِ بیمار کی باتیں کریں

اصغرِ معصوم کی جب آئے یاد ☆ دیدۂ خُونبار کی باتیں کریں

خلوت و جلوت میں ہو ذکرِ خدا ☆ رات دن اخیار کی باتیں کریں

عمر گذری ہی گناہوں میں ندیم ☆ اب تو استغفار کی باتیں کریں

جلسہ سالانہ کے متعلق

ہم سابقہ اشاعت میں مفصل لکھ چکے ہیں، امید ہے کہ احباب کرام نے اپنی اپنی جگہ شمولیت جلسہ کی تیاری شروع کر دی ہوگی، ہمیں اس جگہ خواتین کی خدمت میں خاص طور پر عرض کرنا ہے، کہ وہ سال ماسبق کی طرح جلسہ میں نہ صرف خود تشریف لائیں بلکہ کچھ نہ کچھ دستکاری بھی ضرور بھیجیں، دستکاری کی نمائش خواتین کے جلسہ کی ایک اہم خصوصیت ہے جس سے اشاعت اسلام کے کام میں بہت مدد ملتی ہے، اور یہ بہت بڑے ثواب کا موجب ہے، امید ہے احباب کرام اپنے اپنے گھروں میں اس تحریک کو پہنچا کر اور شمولیت جلسہ اور دستکاری کی تاکید کر کے اس ثواب میں شمولیت حاصل کریں گے۔

جلسہ سالانہ کی تاریخیں

جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء ۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر کو بروز بدھ، جمعرات اور جمعہ ہوگا۔ خواتین کا جلسہ اور نمائش دستکاری لاہور سکول میں ۲۴ دسمبر کو ہوگی۔ چوہدری عبدالمجید صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور افسر جلسہ مقرر ہوئے ہیں۔

جلسہ سے متعلق جملہ خط و کتابت افسر جلسہ سالانہ احمدیہ بلڈنگس لاہور کے نام کی جائے۔

جنرل سیکرٹری

اسلامی نظریات و اعتقادات

دُنیا میں قیامِ امن اور بھلائی کا موجب ہیں

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۵ نومبر ۱۹۵۷ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

قل تعالوا اتل ما حرم ربکم الا تشرکوا بہ شیئا و بالوالدین احسانا ..... ذالکم وصکم بہ لعلکم تتقون ——— (الانعام ۱۵۲ تا ۱۵۴)

اعتقادات و نظریات کا اثر

اعتقادات اور نظریات کا اثر انسان کے اخلاق اور اعمال پر پڑتا ہے جب ہندو یہاں تھے تو جس دری یا چٹائی پر مسلمان کھڑا ہو اس پر وہ کھانا نہیں کھاتے تھے، کیونکہ وہ مسلمان کو ناپاک یقین کرکے اس سے نفرت کرتے تھے میں نے ایک دفعہ ایک ہندو انسپکٹر آف سکولز کو دیکھا کہ جس دری پر ایک مسلمان کھڑا تھا، وہاں وہ پانی نہیں پی سکا اس نے اتنی بے حیائی تو نہ کی کہ اس مسلمان کو وہاں سے ہٹا دیتا۔ لیکن وہ خود اس کمرہ سے باہر چلا گیا، اور باہر جاکر پانی پیا، یہ کیوں ہوا؟ اس لئے کہ ہندو کا یہ اعتقاد ہے کہ ہندو کے سوائے تمام قومیں ناپاک ہیں۔

حضرت نبی کریم کا نظریہ اور عمل

لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بت پرست آگئے، وہ بت پرستی جس کے مٹانے کے لئے آپ مبعوث ہوئے تھے اس کے پرستار آئے تو حضرت نے ان کی عزت کے لئے اپنی چادر بچھا دی، چونکہ حضرت کے نزدیک کوئی انسان ناپاک نہیں تھا اس لئے انہوں نے بجائے نفرت کے ان کا احترام کیا۔

اہلِ مشرق کے متعلق یورپ کا نظریہ

یورپ کا یہ نظریہ ہے کہ کالا آدمی یا مشرق کا آدمی ہمارے پایہ کا نہیں ہو سکتا۔ یہاں بھی آپ نے دیکھا ہوگا کہ یورپینوں کے لئے خاص رعایتیں تھیں، ان کے لئے علیحدہ قواعد تھے، اور اس ملک کے لوگوں کے لئے اور قواعد تھے، لالہ رچی رام یہاں گورنمنٹ کالج میں ایک بہت بڑے عالم فاضل پروفیسر آف سائنس تھے۔ لیکن جب کبھی سینئر پروفیسر کی جگہ خالی ہوئی تو رچی رام صاحب کو وہ منصب نہ دیا گیا بلکہ کیمبرج کے کسی انگریز لونڈے کو بلا کر لالہ رچی رام کے سر پر رکھ دیا گیا، لالہ رچی رام ساری عمر روتے رہے اور اس ذلت کو برداشت کرتے رہے۔ آج بھی افریقہ کے لوگوں کو یورپین قوموں کی طرف سے بہت ستایا جاتا ہے، ان پر ظلم کئے جاتے ہیں، ان کے لئے علیحدہ قواعد ہیں، اس پر جھگڑے اور لڑائیاں بھی ہوتی ہیں۔ لیکن چونکہ اہلِ مغرب کا یہ نظریہ ہے کہ مشرقی لوگ اس پایہ کے نہیں کہ ہماری برابری کر سکیں اس لئے ان کا رویہ ظالمانہ ہوتا ہے اگلے دن امریکہ کے ایک معزز حبشی یہاں میرے پاس آئے وہ کہتے تھے کہ وہاں حبشیوں کی کثیر آبادی عیسائی ہے۔ باوجود اس کے ان کو سفید چمڑی والوں سے برابری کا حق نہیں نہ ان کے ریسٹورانٹوں میں ان کو جگہ مل سکتی ہے نہ سکولوں میں اور نہ ہی سفید آدمی کے ہوٹل میں وہ کھانا کھا سکتے ہیں باوجود اس کے کہ وہ عیسائی ہیں۔

توحید کا سبق تنگ نظریات کو مٹانے کا موجب ہے

قرآن کریم نے ایسے باطل عقائد اور تنگ نظریوں پر بڑی بحث کی ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باطل عقائد اور تنگ نظریات کو مٹانے کیلئے توحید کا سبق پڑھایا، اس سبق پر کاربند ہو کر ایک کالا آدمی بلند مقام پر کھڑا ہو جاتا ہے، مسلمان اس کو اپنا بھائی سمجھتے اور عبادات میں اپنے ساتھ شامل کرتے ہیں، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال کر دکھایا لوگ تو کھانے پر بھی رنگ و نسل کا تفاوت ملحوظ رکھتے ہیں، لیکن حضور نے مسجد میں بت پرست عیسائیوں کو گرجا کرنے کی اجازت دی۔

غیر مسلموں کے ساتھ سلوک

معاذ بن جبل کو جب یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو انہیں نصیحت کی کہ تم اہلِ کتاب کے پاس جا رہے ہو، ان کی رعایت ملحوظ رکھنا، اور فرمایا الحکمۃ یمانیۃ حکمت یمن سے آئی ہے یہاں یہودی رہتے ہیں اور فرمایا ایاکم وکرائم اموالھم دیکھو ان کا مال نہ کھانا اور فرمایا اُن پر ظلم نہ کرنا ورنہ مظلوم کی آہ آسمان کو چیرتی ہوئی خدا تک پہنچتی ہے، اور اعلان فرمایا کہ میں ہر آسمانی کتاب پر ایمان لاتا ہوں، اس طرح آپ نے ہر قوم کو صاحب کتاب قرار دیکر اس کے ساتھ رواداری اور اتحاد کی بنیاد رکھ دی اور فرمایا وامرت لاعدل بینکم مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تم سب میں عدل و انصاف کو ملحوظ رکھوں، خواہ کوئی مسلمان ہو یا بت پرست یا یہودی اور نصرانی، ان سب کے معاملات میں مجھے عدل و انصاف کرنے کا حکم ہے، ہر ایک شخص جو اسلامی سلطنت میں سکونت اختیار کرتا ہے خدا کا اس سے معاہدہ ہوتا ہے کہ اس سے اچھا سلوک کیا جائے گا، وہ معاہد کہلاتا ہے اس کے متعلق بیان فرمایا من قتل معاھدا لم یرح رائحۃ الجنۃ جو شخص کسی معاہد کو قتل کرے وہ جنت کی خوشبو تک بھی نہیں پائے گا۔ یہ بلند عقائد و نظریات ہیں جو دنیا میں امن و امان قائم کرنے کا موجب ہو سکتے ہیں۔

خیر امۃ کا برتاؤ کیا ہونا چاہیئے

مسلمانوں کے متعلق فرمایا کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تم بہترین قوم ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ جب یہ نظریہ ہو تو پھر مسلمان سے بھلائی کے سوا اور کوئی بات صادر نہیں ہو سکتی، پھر اسی بات کو مدنظر رکھکر کہ اعتقاد کا اثر اعمال پر ہوتا ہے فرمایا مومن وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ بچے رہیں، اور قرآن کریم میں بار بار فرمایا الذین آمنوا وعملوا الصالحات، آمنوا وعملوا الصالحات، آمنوا وعملوا الصالحات، خدا پر جس کا ایمان ہو اور اسے حاضر و ناظر سمجھتا ہو، اس سے نیک اعمال ہی صادر ہوں گے، اگر ایمان کا اثر اعمال میں ظاہر نہ ہو اور روزمرہ کے معاملات میں اثر نظر نہ آئے تو وہ ایمان صحیح نہیں۔

شرک کی مضرت اور توحید کے فوائد

جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں اُن میں بھی فرمایا کہ اعتقاد و نظریات زندگی کے معاملات اور اعمال کو درست کرنے کے لئے ہوتے ہیں فرمایا تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم آؤ میں تمہیں سناؤں کہ تمہارے رب نے کیا کچھ تم پر حرام کیا ہے، یہودی اور عیسائی تو بحث کرتے رہتے ہیں اور حرام چیزوں کی فہرستیں بناتے ہیں، لیکن ہم نے تو کہدیا کہ جو چیز مضر ہے وہ حرام ہے، مردہ حرام ہے، سؤر وغیرہ حرام ہے یہ نہ کھاؤ کیونکہ یہ صحت کے لئے مضر ہیں۔ لیکن اصل حرمت یہ ہے الا تشرکوا بہ شیئا خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، شرک کرنے والا غیر معقول طریق اختیار کرتا ہے اور وہ ہر وقت مارا مارا رہتا اور ڈرتا ہوا کبھی آدمیوں کے آگے سجدے کرتا ہے، کبھی پتھروں کو پوجتا اور درختوں کو معبود بناتا ہے اس کے مقابلہ میں توحید کو ماننے والا بہادر ہوتا ہے وہ ساری چیزوں کو اپنا مطیع سمجھتا اور ان سے کام لیتا ہے اسی لئے فرمایا لا تشرکوا بہ شیئا خدا کے سوائے کوئی ہستی نہ کسی ایک چیز کی خالق ہے اور نہ ہی ربوبیت کے سامان پیدا کر سکتی ہے اس لئے خدا کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں

والدین اور اولاد کے ساتھ سلوک

خدا کی عبادت کے بعد حقوق العباد اور والدین کی طرف توجہ دلائی ہے، فرمایا و بالوالدین احسانا

والدین کے ساتھ نیکی سے پیش آؤ، نیکی گھر سے شروع ہوتی ہے، اگر ماں باپ اور اقربا کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرو گے تو اس کا اثر دوسروں پر بھی پڑے گا۔ اولاد کو ماں باپ کی اطاعت کرنے اور اُن کی تعظیم کرنے کا حکم دیا تو اولاد کے متعلق ماں باپ کو حکم دیا اکرموا اولادکم اولاد کو اوئے توئے کر کے نہ پکارو، اگر آپ مہذب ہیں اور اپنی اولاد کی عزت کرتے ہیں تو اولاد بھی مہذب ہو جائے گی اور آپ کی عزت کرے گی، اس کے ساتھ ہی فرمایا ولا تقتلوا اولادکم من املاق رزق کی تنگی کی وجہ سے اولاد کو قتل نہ کرو، پہلے تو بےعزتی کے خیال سے لڑکیوں کو قتل کرتے تھے۔ آج یورپ میں تنگی رزق کے خیال سے اولاد کی پیدائش ہی کو روک دیتے ہیں، فرمایا نحن نرزقکم و ایاھم رزق ہم ہی تمہیں دیتے ہیں خود تم کو بھی اور تمہاری اولاد کو بھی۔

فواحش سے بچنے کا حکم

اور ایک اور بات ہم بیان کرتے ہیں ولا تقربوا الفواحش ما ظہر منہا وما بطن، نابکاری کے تم نزدیک نہیں جانا نہ ظاہری طور پر اور نہ ہی چھپ چھپا کر نہ خفیہ یا ظاہر لوگوں کی لڑکیوں سے برے روابط قائم کرنا اور اُن پر ڈورے ڈالنا ہیں، لکھا ہے کہ عرب کے لوگ چھپا کر بدکاری کرنا برا نہ سمجھتے تھے۔ یورپ میں بھی لوگ غیر عورتوں کو سکرٹری بنا کر اُن سے برے تعلقات قائم کر لیتے ہیں، خدا تعالیٰ فرماتا ہے خفیہ بدکاری کرو یا علانیہ، یہ سوسائٹی کو ناپاک کرنے والی چیز ہے، سوسائٹی کو ہر قسم کے فواحش سے پاک کرو۔

ناحق قتل امن کو برباد کرتا ہے

پھر فرمایا ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق سوسائٹی کو با امن بنانے کے لئے ضروری ہے کہ کسی کو ناحق قتل نہ کیا جائے، قتل و مقاتلہ سے سوسائٹی کا امن برباد ہو جاتا ہے مسلمان سوسائٹی ایسی ہونی چاہیئے، کہ انسان کا مال بھی محفوظ ہو، جان بھی محفوظ ہو، اور عفت و عصمت بھی محفوظ ہو۔

مسیحی دین خلاف عقل ہے

ذالکم وصکم بہ لعلکم تعقلون ہم زور دے کر وصیت کے طور پر یہ حکم دیتے ہیں کہ ان احکام کی پابندی کی جائے کیونکہ یہ تمہاری بھلائی کے لئے ہیں اور ان میں معقولیت ہے۔ آج یورپ کے پادری پاکستان پر حملہ آور ہیں، مری پر ان کے لشکر چلے جا رہے ہیں۔ لیکن جب ان سے کسی بات کی حکمت پوچھو تو کہدیتے ہیں، ہمارا دین راز ہے، اس میں سمجھنے کی ضرورت نہیں، پڑھے لکھے ہو کر ایسی خلاف عقل باتیں کرتے ہیں، جو سمجھ میں نہیں آسکتیں، قرآن فرماتا ہے ما لھم بہ من علم ولا لاباءھم ان کے اس مذہب کا علم کوئی نہیں، نہ اُن کے ماں باپ دادوں کے پاس تھا

یتیم کے مال کی حفاظت کرو

اور فرمایا ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن، یتیم کے مال کے قریب نہیں جانا اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی حفاظت نہیں کرنی یا اس کے مال کو کسی فائدہ مند تجارت میں نہیں لگانا اس سے منع نہیں کیا بلکہ ... ناجائز طور پر اسے اپنے مصرف میں لانے سے روکا ہے حتیٰ یبلغ اشدہ اور جب وہ جوان ہو جائے، تو اس کا مال اس کے سپرد کر دینا چاہیئے۔

ماپ تول میں درستی کی ضرورت

اور فرمایا واوفوا الکیل والمیزان بالقسط، توریت اور انجیل میں ماپ تول کا ذکر نہیں نہ ہی ان کے استعمال کے متعلق کوئی ہدایتیں دی ہیں۔ قرآن کریم نے اس بارہ میں بھی ہدایت دی ہے کہ اپنے ماپ اور تول کو درست کرو، آج پاکستان کو اپنا ماپ اور تول درست کرنے کی بڑی ضرورت ہے، عدل کے ترازو ہاتھ میں لے کر کم تولنا اپنی بربادی کو مول لینا ہے کھانے پینے کی چیزوں میں ملاوٹ، تول میں کمی یہ بربادی کی باتیں ہیں پاکستان کو ان باتوں سے بچنا چاہیئے۔

اور فرمایا لا نکلف نفسا الا وسعہا ہم کسی پر اس کی طاقت سے بڑھکر بوجھ نہیں ڈالتے نہ ایسا حکم دیتے ہیں جو سمجھ سے باہر ہو، جو چیز سمجھ میں نہ آنے والی ہو وہ ہمارے احکام میں داخل نہیں۔

عدل و انصاف کی ضرورت

اور فرمایا واذا قلتم فاعدلوا ایک اور بات سوسائٹی کے فائدہ کے لئے یہ ہے کہ جب بات کرو تو کبھی بے انصافی سے کام نہ لو، اگرچہ تمہارا ایسا کرنا تمہارے اپنے اقربا کے منافع کے خلاف پڑتا ہو، آج پاکستان میں عدل و انصاف کے ساتھ معاملات طے نہیں ہوتے، ناجائز طور پر معاملات طے کرنا، اقربا نوازی سے کام لینا اور اپنی پارٹی کے ارکان کو فائدہ پہنچانا عام ہو گیا ہے۔

خدا سے عہد

وبعھد اللہ اوفوا تم نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہے یہ خدا کے ساتھ تمہارا عہد ہے اس کو پورا کرو ذالکم وصکم بہ لعلکم تذکرون ہم پھر تاکید کے طور پر بیان کرتے ہیں کہ ان احکام پر تم نے عمل پیرا ہونا ہے۔

سیدھا رستہ

وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ یہ ہمارا سیدھا راستہ ہے اس کی اتباع کرو، ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ اس طریق کو چھوڑ کر ادھر ادھر نہیں جانا، اس ہی سیدھے رستہ سے تم ہٹ جاؤ گے، لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے زمین پر ایک سیدھی لکیر کھینچی اور پھر اسی کے ساتھ ادھر ادھر اور لکیریں ڈال دیں، اور فرمایا یہ سیدھی لکیر ہی صراط مستقیم ہے، اور جو اس لکیر سے ادھر ادھر کی لکیریں ہیں وہ صراط مستقیم سے ہٹانے والی ہیں، ذالکم وصکم بہ لعلکم تتقون، پھر بڑے زور سے ہم تمہیں وصیت کرتے ہیں تاکہ یہ احکام جو ہم نے سوسائٹی کی بہبودی کے لئے دیئے ہیں، ان پر عمل درآمد کیا جائے۔

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور

۱۷ر نومبر ۱۹۵۷ء کو ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کا اجلاس زیر صدارت محترم ظفر احمد صاحب متعلم ایم بی بی ایس احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوا۔ اس مجلس کے انعقاد کی غرض قواعد بنانے والی مجلس کا انتخاب تھا چنانچہ بیلٹ پیپرز کے ذریعہ مندرجہ ذیل سات ممبر منتخب ہوئے:۔

(۱) بشیر احمد صاحب سوز (متعلم تبلیغی کلاس)
(۲) رانا علی احمد صاحب متعلم ایف اے ایل
(۳) ناصر احمد صاحب سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن
(۴) محمد فاضل رمضان، فوج گیانوی (متعلم تبلیغی کلاس)
(۵) عبدالسلام صاحب ایم ایس سی
(۶) انیس احمد صاحب متعلم بی ایس سی
(۷) عبدالقادر صاحب بی کام

(کنوینر)

جلسہ فنڈ

جلسہ فنڈ کی فراہمی کے لئے ایک مطبوعہ اپیل احباب جماعت کو فرداً فرداً ارسال کی گئی ہے اور جماعت کے سکرٹری صاحبان کو بھی پیکٹ کی صورت میں چٹھیاں ارسال کی گئی ہیں ان سب سے استدعا ہے کہ مہربانی فرما کر اپنی اولین فرصت میں جلسہ فنڈ بھجوا کر عنداللہ ماجور ہوں اور جماعت کے سکرٹری صاحبان بھی اپنی اپنی جماعت سے رقم جلسہ فنڈ فراہم کر کے ارسال فرمائیں جو باعث ممنونیت ہوگا۔

منکرین حدیث کے جملہ اعتراضات کا فیصلہ کن جواب

شیخ عبدالحق صاحب مناظر اسلام کراچی

میں نے ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب برق کا کتابچہ "دو اسلام" نیز جناب مولوی محمد اسلم صاحب جیراجپوری اور چودھری غلام احمد صاحب پرویز کا وہ لٹریچر جو انہوں نے طلوع اسلام میں علم حدیث کی عظمت اور وقار کو کم کرنے یا سرے سے ہی احادیث کو جھٹلانے کے متعلق شائع کیا ہے۔ بغور مطالعہ کیا ہے۔ اس لٹریچر کے پڑھنے کے بعد میری رائے جو نہایت دیانتداری اور نیک نیتی پر مبنی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس لٹریچر سے نہ صرف حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات پر ہی زد پڑتی ہے .... بلکہ صحابہ کرام، تابعین۔ تبع تابعین۔ آئمہ دین اور محدثین کی عزت اور وقار کو بھی اس کی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ جن روایات "کاذبہ" اور "مردودہ" کو احادیث کے خلاف شائع کیا گیا ہے۔ ان میں سے کوئی ایسی نئی روایت نہیں جس کا دندان شکن جواب علمائے اسلام اور محدثین کرام نے قبل ازیں منکرین حدیث کو نہ دیا ہو اور تاریخ سے یہ امر ثابت ہے۔ کہ اُن دلائل کی سچائی کے باعث اس ایاحتی گروہ کا وجود ملت اسلامی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ صرف نام باقی رہ گیا ہے، جس میں پھر حرکت پیدا کرنے کے لئے ادارہ طلوع اسلام والے اپنی اپنی ناکام کوششوں میں دن رات مصروف ہیں۔

اس فتنہ کا زور خلفائے عباسیہ کے عہد حکومت میں زیادہ ہوا، جب بعض مسلمان کہلانے والوں نے اپنی کسی غرض کے ماتحت حاکموں یا بادشاہوں کو خوش کرنے کے لئے غلط روایتیں وضع کر کے ان کو شہرت دی۔ مگر اُس وقت کے علمائے اسلام اور محدثین نے ایسے لوگوں کے جھوٹ کو دین میں شامل نہیں ہونے دیا اور فی الفور دنیائے اسلام پر اصل حقیقت واضح کرنے کے لئے انہوں نے چند علامات بیان فرمائیں جن سے احادیث موضوعہ کو آسانی کے ساتھ سچی احادیث سے جدا کیا جا سکتا ہے، انہیں علامتوں کو دور حاضر کے مفکرین مثلاً حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی حضرت نواب صدیق حسن خانصاحب بھوپالوی اور حضرت مولٰنا مولوی محمد علی صاحب ایم اے امیر جماعت احمدیہ نے بھی صحیح قرار دیا ہے جن کو برادران اسلام کی آگاہی کے لئے اپنے الفاظ میں درج ذیل کرتا ہوں:۔

مضمون واقعات مشاہدات یا تاریخ کے خلاف ہو یا جن میں کسی قصہ کا ذکر ہو یا کسی کے قد کا مثلاً حضرت خضر یا اس کی زندگی کے واقعات وغیرہ وغیرہ۔

ب۔ ایسی روایتیں بھی قابل تسلیم نہیں جن کا راوی کوئی رافضی ہو، کیونکہ مذہباً اس کو صحابہ کرام کے ساتھ بغض اور کینہ ہے۔ یا کوئی خارجی ہو، جو اہل بیت کے متعلق برے خیالات کا اظہار کرے۔

ج۔ وہ حدیثیں جن کا مضمون ایسا ہو کہ اس کو جاننا اور عمل کرنا جملہ مسلمانوں کے لئے تو واجب ہو مگر ان کا راوی اُن امور کے بیان کرنے میں اکیلا ہو۔ یہ قرینہ ایسی احادیث کے موضوع ہونے پر دلیل ہوگا۔

د۔ ایسی روایتیں بھی ساقط الاعتبار ہیں، جن سے کسی راوی کی ذاتی غرض ظاہر ہوتی ہو، جیسا کہ خلیفہ عباس مہدی کی مجلس میں غیاث بن میمون کا واقعہ مشہور ہے کہ اُس نے بادشاہ کو خوش کرنے کے لئے حدیث میں "او جناح" کے الفاظ زائد کر دیئے

ہ۔ جن احادیث کا مضمون عقل انسانی یا شریعت محمدی کے خلاف ہوگا وہ بھی محدثین کے نزدیک رد کرنے کے قابل ہیں۔

و۔ اس قسم کی روایتیں بھی آئمہ دین کے نزدیک غیر صحیح ہیں جن کے الفاظ اور معانی رکیک ہوں، مثلاً الفاظ ایسے ہوں جو قواعد عربیہ کے مطابق نہ ہوں اور معانی ایسے ہوں جو شان نبوت اور وقار رسالت کے خلاف ہوں۔

ز۔ وہ حدیثیں بھی محدثین کے نزدیک رد کرنے کے قابل ہیں جن میں چھوٹے سے گناہ پر سخت وعید اور تھوڑے سے عمل پر بڑے ثواب کا وعدہ دیا گیا ہو۔

ح۔ ایسی سب احادیث موضوعات میں شامل ہیں جن کا مضمون قرآن کریم کے خلاف ہو یا وہ حدیثیں جن میں رسول اللہ صلعم کی طرف علم غیب منسوب کیا گیا ہو۔

مذکورہ بالا علامات کے علاوہ حضرت امام بخاری علیہ الرحمت نے اس وقت تک کسی حدیث کو صحیح نہیں مانا ..... جب تک کہ انہوں نے پورا زور اس امر پر نہیں لگا لیا کہ

ہے۔ وہ کس قسم کے لوگ تھے، کیا ان بزرگوں کی سچائی اور پرہیزگاری جملہ مسلمانوں کے نزدیک مسلم تھی، اُن کے حافظہ پر بھروسہ کیا جا سکتا تھا۔ اُن میں سے کسی نے کبھی جھوٹ تو نہیں بولا۔ اس طرح سے کسی کو باہر نہ چھوڑا جاتا تھا۔ ہر ایک راوی کے تقوے، چال چلن اور قوت ضبط کو اچھی طرح سے پرکھا جاتا تھا۔ اور دیکھا جاتا تھا کہ کہیں وہ تو نہیں۔ جب تک کسی حدیث کا ان معیاروں پر پورا اُتر کر اس کی روایت کا سلسلہ کسی مشہور صحابی تک نہ پہنچ جائے تب تک ایسے راوی کو قابل اعتبار نہ سمجھا جاتا تھا۔

اب میں ادارہ طلوع اسلام سے بالعموم اور جناب مولوی محمد اسلم صاحب جیراجپوری اور جناب چودھری غلام احمد صاحب پرویز سے بالخصوص عرض پرداز ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ کا خوف رکھتے ہوئے (بقولہ تعالےٰ اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ) انصاف کے ساتھ فیصلہ دیں۔ کہ کیا ان کی جملہ روایتیں جن کے بل بوتے پر وہ مسلمانوں کے دلوں میں رسولؐ کی حدیثوں کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ مذکورہ بالا علامات کے ماتحت خود بخود گر جاتی ہیں یا نہیں۔ اگر جواب نفی میں ہو تو بھی میرا چیلنج ان اصحاب کو ہے۔ کہ وہ کسی وضعی، جھوٹی روایت کو مذکورہ بالا علامات سے باہر نکال کے دکھلائیں۔ میرا دعوےٰ ہے کہ وہ اس کوشش میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

۲۔ یہاں تک تو میں نے اصولاً اور عملاً علم حدیث کی صحت کے متعلق عرض کیا ہے۔ اب میں ان باتوں کی بھی تردید کرنا چاہتا ہوں جن کو طلوع اسلام والے حدیثوں کے انکار کے متعلق وقتاً فوقتاً شائع کرتے رہتے ہیں، کیونکہ جب تک اُن کے مزعومہ مغالطوں کی بھی پورے طور پر تردید نہیں ہو جاتی تب تک اُن کو گمراہی سے نہیں نکالا جا سکتا۔ چنانچہ انہوں نے جن مایۂ ناز دلیل کو علم حدیث کے خلاف شائع کیا ہے۔ انہیں کے الفاظ میں درج ذیل کرتا ہوں:۔

اس کے برعکس دین کے دوسرے حصے (یعنی حدیث) کے متعلق یہ ہوا کہ ان کا کوئی مجموعہ نہ رسول اللہ نے خود مرتب کرایا۔ نہ کسی اور کو ایسا کرنے دیا۔ نہ کسی کو کوئی حدیث حفظ یا یاد کرائی نہ کسی کی حفظ کردہ شئی ان سے کی تصدیق فرمائی .... سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر قرآن اور حدیث دونوں دین کے اجزا تھے۔ تو رسول اللہ نے جس طرح اہتمام اور التزام کے ساتھ قرآن کو محفوظ شکل میں امت کو دیا اسی طرح اپنی احادیث کا کوئی مستند مجموعہ امت

مجھے یہ امید نہ تھی کہ مذہب کے معاملہ میں کوئی شخص غلط بیانی کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرے گا مگر مجھے افسوس ہے کہ موجودہ منکرین حدیث نے دانستہ جھوٹ بولنے سے بھی دریغ نہیں کیا چنانچہ اس دلیل کا حصہ اول بالکل باطل اور واقعات کے خلاف ہے کاش اس عبارت کا لکھنے والا صحیح بخاری سے "کتاب علم" کو پڑھ لینے کی زحمت گوارا کر لیتا تو وہ اس قدر جرأت کے ساتھ ایسے غلط واقعات تحریر میں نہ لاتا، اور اس کو مستند ترتیب شدہ مجموعہ احادیث بھی وہیں مل جاتا، نیز احادیث کے لکھنے، ان کو یاد کرنے اور اُن کو آگے پہنچانے کے احکامات بھی وہیں مل جاتے۔ چند حدیثیں اس مضمون کی لکھتا ہوں تاکہ اُن کی غلط بیانی ظاہر ہو سکے اور آئندہ کے لئے ایسے شرمناک جھوٹ سے اجتناب کریں:-

ا- عبدالقیس کا وفد

اس وفد نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور کے اور ہمارے درمیان کفار ہیں۔ اور ہم آپ کی خدمت میں سوائے حرمت والے مہینوں کے حاضر خدمت نہیں ہو سکتے۔ جس پر حضرت رسول مقبولؐ نے اُن کے لئے نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے احکامات لکھوا دیئے اور پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا

احفظوہ واخبروہ من
ورائکم

یعنی تو تم لوگ خوب یاد کر کے محفوظ کر لو۔ اور جو لوگ تمہارے پیچھے رہ گئے ہیں اُن تک یہ باتیں صحیح صحیح پہنچا دو

اسی حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے خود حفاظت حدیث کا اور اس کو صحیح صحیح دوسروں تک پہنچانے کا حکم دیا ہے۔ نیز یہ بات بھی ثابت ہے کہ نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ کا مستند مجموعہ موجود تھا۔ جس سے یہ احکامات نقل کر کے اس وفد کو دیئے گئے۔

ب- مالک بن حویرث کی روایت ہے:-

قال لنا النبی صلعم
ارجعوا الیٰ اھلیکم
فعلموھم

یعنی اپنے گھروں کو واپس جاؤ۔ اور جو باتیں میں نے تمہیں سکھائی ہیں، اپنے لوگوں کو یہ باتیں سکھلا دو۔

اسی قسم کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن کو بخوف طوالت چھوڑتا ہوں جن سے روز روشن سے بھی زیادہ ثبوت ملتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے احادیث کے لکھنے ان کو یاد کرنے اور پھر ان کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے بڑی تاکید فرمائی ہے۔ ان واقعات کی موجودگی میں [illegible] حفاظت

کا کوئی ذریعہ نہ تھا، چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد' کے مصداق ہے اور اس کو آئندہ کے لئے جھوٹ بول کر اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرنے سے بچنا چاہیئے۔

اب میں اس دلیل کے دوسرے حصہ کی طرف متوجہ کرتا ہوں، ان الفاظ سے صاف عیاں ہے کہ اُن کا گروہ کسی ایسی کتاب کو دینی حیثیت دینے کے لئے تیار نہیں ہے، جب تک اُن کے نزدیک وہ کتاب اُسی طریق پہ دنیا میں نازل نہ ہو۔ یا کسی امت کو اسی طریق سے نہ ملے۔ جس طرح کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کو امت کے سامنے پیش فرمایا۔ اگر واقعی طلوع اسلام والوں نے اس قسم کے الفاظ صرف احادیث کے انکار کرنے کے لئے اپنی تحریرات میں نہیں لکھے۔ تو پھر ان لوگوں کی غلطی کا اظہار اُن سے صرف اس قدر پوچھنے سے ہی ہو سکتا ہے کہ کیا اُن کے نزدیک جملہ صحائف آسمانی مثلاً توراۃ۔ زبور اور انجیل کے حضرت موسےٰ۔ حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل قوم کو اسی طریق پر عطا فرمائیں۔ جس طرح رسول اللہ صلعم نے قرآن مجید اپنی امت کو دیا۔ یقیناً یقیناً اس کا جواب ان کی طرف سے نفی میں ہوگا۔ اب مقام غور یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے ان کتابوں کو دینی حیثیت سے ہی قرآن مجید میں پیش فرمایا ہے۔ بلکہ اُن کے محرف و مبدل ہونے کے باوجود قرآن کریم میں ذیل کے تاریخی الفاظ بیان فرمائے ہیں

(۱)- ثم اٰتینا موسی الکتاب تماماً
علی الذی احسن و تفصیلاً
لکل شیٔ و ھدی و رحمۃ..

(۲)- انا انزلنا التورٰۃ فیھا ھدی
و نور یحکم بھا النبیون......
(۳) و اٰتینٰہ الانجیل فیہ ھدی
و نور

یعنی توراۃ اور انجیل ہر دو کتب جو حضرت موسےٰ اور حضرت عیسےٰ نے بغیر یاد کرانے یا تحریر میں لانے کے بنی اسرائیل کو دیں جو محرف و مبدل ہیں، جن میں حضرت لوط کے بیٹوں کا اپنے باپ کو شراب پلانا۔ اور اسی قسم کی دوسری شرمناک باتوں کی موجودگی میں قرآن پاک کا ان کتابوں کی دینی حیثیت کو قبول کرنا اور یہ اقرار کرنا کہ ان کتابوں میں نور اور ہدایت ہے۔ طلوع اسلام والوں کا احادیث کو چھوڑنا محض اس وجہ سے کہ ان کی حفاظت اسی طریق پر نہیں ہوئی جیسا کہ قرآن مجید کی۔ درحقیقت قرآن کریم کے پیشکردہ اصول کے صریح خلاف ہے۔

(باقی آئندہ)

اخبار احمدیہ

شادی

۱۰ نومبر کو محترم خواجہ نذیر احمد صاحب کی صاحبزادی کی شادی فضل محمود صاحب مینیجر سول اینڈ ملٹری گزٹ سے ہوئی، بہت سے معززین جن میں ہائی کورٹ کے جج صاحبان اور وزراء اور جماعت احمدیہ کے بعض اراکین بھی شامل ہیں اس تقریب میں موجود تھے، خواجہ صاحب کی طرف سے اس موقعہ پر پُر تکلف دعوت دی گئی۔

سانحۂ ارتحال

پشاور سے محمد الرحمٰن صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ

(۱) ۱۶ ستمبر کو ہمارے ایک محترم دوست لالہ فضل دین صاحب وفات پا گئے۔

(۲) ہمارے عزیز بھائی غلام محبوب خان صاحب افسر ترقیات کے خسر غلام مصطفےٰ صاحب پچھلے ہفتہ ایبٹ آباد میں ۸۵ سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون، دونوں بزرگوں کے لواحقین و پسماندگان سے ہمیں دلی ہمدردی ہے اللہ تعالےٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومین کو جنت نصیب کرے۔

احباب کرام سے ہر دو کے لئے جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔

معتمدین کا اجلاس

۷ نومبر کو انجمن کی مجلس معتمدین مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور میں منعقد ہوئی، جس میں مقامی ممبران کے علاوہ بیرونجات سے بہت سے ممبر صاحبان شامل ہوئے مجلس میں سال ۵۸-۱۹۵۷ء کا بجٹ پاس ہوا، اور بہت سے اہم امور کا فیصلہ کیا گیا۔

مسلم ہائی سکول ۲ لاہور میں کیمپ فائر

ریڈ کراس کے ہفتہ کی تقریب پر مسلم ہائی سکول ۲ لاہور میں ۱۳ نومبر کو کیمپ فائر کا انعقاد عمل میں آیا، جس کی صدارت میجر خدا داد خان صاحب وزیر صحت مغربی پاکستان نے کی، اس تقریب میں لاہور کے بہت سے سکولوں اور کالجوں نے حصہ لیا، اور مزاحیہ کھیلوں، ڈراموں اور گانوں وغیرہ سے اس تقریب کو دلچسپ اور کامیاب بنایا یہ تقریب ہر سال ریڈ کراس کی امداد کے لئے اسی سکول کی طرف سے منعقد کی جاتی ہے، جس کے لئے مرزا خلیل الرحمٰن صاحب ہیڈ ماسٹر مستحق مبارکباد ہیں۔

اہلِ ربوہ کی کذب بیانی اور کتمانِ حق

(از قمر سامانوی)

(۲)

یہ کیا عادت ہے کیوں سچی گواہی کو چھپاتا ہے
تری اک روز اے گستاخ شامت آنیوالی ہے
(مسیح موعودؑ)

الفضل ۱۴ نومبر کے اداریہ میں پھر جناب مولانا صدرالدین صاحب کے خطبہ پر تبصرہ کیا گیا ہے اور جناب مولانا ممدوح کے پیش کردہ بعض الہامات کا جواب نہ پاکر یہ لکھ دیا گیا ہے:۔

"ان باتوں کے جواب، با صواب کئی بار دیئے جا چکے ہیں"

اور جو باتیں اُن کے نزدیک تشنہ جواب تھیں اُن کے متعلق یوں تحریر کرتے ہیں:۔

"اس عبارت میں آپ نے تین باتیں لکھی ہیں (۱) چھوٹی جماعت حق پر ہو تو بڑی جماعت پر فتح پاتی ہے ...."

یہ صحیح ہے مگر اس کے متعلق ہم صرف اتنا عرض کرنا چاہتے ہیں کہ کیا مولوی صاحب کو مولوی محمد علی صاحب مرحوم کے وہ الفاظ یاد ہیں جو انہوں نے سیدنا خلیفۃ المسیح الثانی کی بیعت کے متعلق کہے تھے کہ محمود کی بیعت تو جماعت کے بیسویں حصہ نے بھی نہیں کی اس قول کے مطابق ابتدا میں کونسی جماعت چھوٹی تھی آیا مبائعین کی یا غیر مبائعین کی پھر بتدریج کیا ہوا غیر مبائعین کی جماعت گھٹتی چلی گئی اور مبائعین بڑھتے چلے گئے۔"

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا تو صرف یہ مطلب تھا کہ اعتقادات کے لحاظ سے جماعت کی اکثریت ہمارے ہم خیال ہے جس کی تصدیق عملی طور سے تحقیقاتی عدالت میں ہو چکی ہے مگر یہ فرمایئے کہ آپ کو اپنے "خلیفۃ المسیح" کے وہ الفاظ بھی یاد ہیں جو انہوں نے کہے تھے کہ مولوی صدرالدین صاحب میر عابد علی شاہ صاحب کے لئے چالیس آدمی تلاش کرتے رہے کہ اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لیں، اور اس کام کے لئے ایک آدمی بھی ان کو نہ مل سکا اور پھر یہ بھی یاد ہے یا نہیں کہ "خلیفۃ المسیح" کے ایماء سے بیرونی جماعتوں اور گورنمنٹ کو یہ تاریں دی گئیں تھیں کہ اتفاق رائے سے خلیفہ منتخب ہو گیا ہے اگر یہ سب کچھ بھول گئے ہوں تو خلیفہ صاحب کا یہ جذبانہ محاورہ تو ضرور یاد ہوگا جو وہ شروع سے جماعت احمدیہ لاہور کے متعلق اپنے خطبات میں بیان کرتے رہے کہ "ڈھائی ٹوٹیاں اور نفو باغیان" اگر پیر پرستی نے وہ سب کچھ بھلا دیا ہو تو لیجئے ہم اس کے متعلق الفضل کی اپنی شہادت پیش کرتے ہیں، مگر اس سے پیشتر یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جناب پیر صاحب کی زبانی بھی یہی غلط بیانی درج کر دی جائے تاکہ پھر دونوں کی یکجائی تردید ان کی اپنی تحریرات سے ہی پیش کر دی جائے چنانچہ انہوں نے اپنے خطبہ جمعہ مندرجہ الفضل ۱۳ اپریل ۱۹۳۷ء میں یہ فرمایا تھا:۔

"وہ وقت کیا میں بھول چکا ہوں جب میں اکیلا تھا اور یہ لوگ علی الاعلان کہتے پھرتے تھے کہ ہمارے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متبعین میں سے ۹۸ فیصدی لوگ ہیں میاں محمود کے ساتھ دو فیصدی"

یہاں آپ نے الفضل کے گوئبلز کو بھی شرمندہ کر دیا کیونکہ اس کا مقولہ تو یہ ہے کہ جھوٹ اتنی دفعہ اور اس طرح بولا جائے کہ سچ سمجھ لیا جائے مگر آپ نے ایسا جھوٹ بولا جس کی تردید کے بغیر وہ خود ہی جھوٹ ثابت ہوا آپ کے فرمان کے موجب خلیفہ بننے کے بعد ایک زمانہ آپ پر ایسا بھی آیا جب آپ بالکل اکیلے تھے اور کوئی آپ کے ساتھ نہ تھا اب کوئی یہ پوچھے کہ حضرت جب آپ اکیلے تھے تو آپ کو خلیفہ کس نے بنایا تھا اور کس کے خلیفہ آپ بنے تھے اگر کچھ لوگ اس وقت ایسے موجود تھے جنہوں نے آپ کو خلیفہ منتخب کیا تھا تو پھر آپ اکیلے کس طرح تھے؟ اور اگر آپ واقعی اکیلے تھے اور کوئی دوسرا آدمی آپ کو خلیفہ بنانے والے موجود نہ تھے جنہوں نے آپ کو خلیفہ بنایا ہو تو پھر آپ خلیفہ کس طرح بن گئے جبکہ کوئی منتخب کرنے والا ہی موجود نہ تھا؟ غرضیکہ اس بے بنیاد دعوے کو غلط ثابت کرنے کے لئے ان کا یہ بیان ہی کافی ثبوت ہے۔ حیرانی یہ ہے کہ یہی کذب بیانی ربوہ کے مشہور گندہ دہن خالدِ تثلیث کے اقنوم اوّل نے متغیر الفاظ یوں کی ہے:۔

"مگر اللہ تعالےٰ نے انہیں اپنی تائید و نصرت سے نوازا اور ان کی قلت اکثریت میں تبدیل ہو گئی اور منکرین خلافت باوجود دعوے اکثریت اور جماعت کا پچانوے فیصدی ہونے کے کم ہوتے چلے گئے اور اکثریت کے دعوے پر مفتخر ہونے کے بعد آج کھسیانی بلی کی طرح اپنی قلت کو اپنے لئے باعث فخر خیال کرتے ہیں"۔ (الفضل ۸ نومبر ۱۹۵۶ء)

اس کذب بیانی کی حقیقت تو اس اختلاف سے ہی معلوم ہو سکتی ہے جو ہر دو بیانات متذکرہ بالا میں ایک کے خلاف دوسرے نے دیئے ہیں مگر اس کی تردید مزید کے لئے ہم دو رُخے کے نام نہاد صداقتوں کے سردار" کی اپنی شہادت پیش کرتے ہیں جو اُن کی "راستبازی" پر ایک زندہ گواہی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"پھر حضرت خلیفہ اول کی وفات کے بعد حضرت خلیفہ اوّل کے تمام خاندان اور جماعت احمدیہ کے ننانوے فیصدی افراد کا میرے ہاتھ پر بیعت کر لینا اس بات کا مزید ثبوت ہوا کہ جماعت احمدیہ اس بات پر متفق ہے کہ خلافت احمدیہ کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا"

(خلافت حقہ اسلامیہ ص۱۱)

پیشرو کی شہادت کے بعد کذب بیانی ثابت کرنے کے لئے مزید کسی شہادت کی ضرورت باقی نہیں رہتی مگر جھوٹے کو اُس کے گھر تک پہنچانے کے لئے ہم ناقوس خصوصی کی اپنی شہادت بھی پیش کئے دیتے ہیں جو یہ ہے:۔

"اُن میں سے ایک کثیر حصہ نے سوائے ڈیڑھ سو آدمیوں کے بیعت کر لی"

(الفضل ۲۵ مارچ ۱۹۱۴ء)

"اور سب نے دسوائے ایک قلیل جماعت کے) ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لی"

(ایضاً)

"آخر پر ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ اس وقت تک جماعت احمدیہ کا اکثر حصہ بیعت کر چکا ہے۔ ضلع جالندھر، ضلع گورداسپور ضلع ہوشیارپور، ضلع امرتسر، ضلع سیالکوٹ سوائے شہر کے ضلع جہلم .... ضلع گجرات۔ ضلع شاہپور۔ دہلی، شاہجہانپور رامپور۔ منٹگمری۔ ٹنک۔ انبالہ، ملتان لکھنؤ، غرضیکہ جہاں جہاں جماعتیں بڑی تعداد میں ہیں وہاں کے اول تو سب کے سب، ورنہ اکثر لوگ بیعت کر چکے ہیں اور اب تھوڑے ہی باقی ہیں جنہوں نے اپنی جماعت کی پرواہ نہیں کی"

(ایضاً)

اختلاف کے ایک ہفتہ بعد سرکاری آرگن کا یہ اعلان کہ جماعت کے کثیر حصہ نے بیعت کر لی اور اب تھوڑے ہی باقی ہیں" وغیرہ الفاظ میں یہ اعتراف کر لینے کے

بعد پھر یہ شور مچانا کہ ہم اقلیت سے اکثریت میں تبدیل ہوگئے صریح کذب بیانی اور پرلے درجہ کی بد دیانتی نہیں تو اور کیا ہے؟

اپنے استاد گوئبلز کے شاگردان رشید یہ فیصلہ کریں کہ ان کی ۲۵ر مارچ ۱۹۱۴ء کی تحریر درست ہے یا ۲ر نومبر ۱۹۵۷ء کی اور ان کے پیر و مرشد کا ۲ر اپریل ۱۹۳۷ء کا فرمان صحیح ہے یا ۸ر نومبر ۱۹۵۶ء کا بیان؟ جو لوگ بقول پیر صاحب ۱۹۱۴ء میں ننانوے فیصد تھے ان کو تینتالیس سال کے عرصہ میں سو فیصدی ہونے کی توفیق نہیں ملی اور جو لوگ ۱۹۱۴ء میں ایک فیصد تھے اس کے متعلق دشمن خود معترف ہے کہ وہ آج پانچ فی صد یا کم از کم دو فیصد ہے۔ یعنی انکی تعداد پہلے سے کم از کم دوگنا ہے تو اس طرح ان کے مقرر کردہ معیار کی رُو سے بھی دوگنا ہونے والی جماعت ہی حق پر ہوئی اور اگر اعتقادات کے لحاظ سے دیکھا جائے تو عدالت عالیہ کے سامنے غیر مبہم الفاظ میں اپنے چالیس سالہ سابقہ عقائد باطلہ سے توبہ کرکے دو فیصد کے ہمزبان ہونا اٹھانوے فیصد کی انتہائی ذلت اور ناکامی کی ناقابل تردید دلیل ہے۔ اس ذلت آمیز شکست کے بعد بھی اپنے استاد گوئبلز کی تقلید کرکے اپنی کامیابی کا شور مچانا پرلے درجہ کی بد دیانتی اور ڈھٹائی نہیں تو اور کیا ہے؟ پس حسب الارشاد باری تعالے قلیل جماعت اپنے عقائد حقہ کی وجہ سے کثیر پر غالب آئی جس کا اعتراف کثیر جماعت کے سرغنہ نے برسر عدالت کیا اس لئے جناب مولانا صدرالدین صاحب نے جو کچھ فرمایا وہ بالکل سچ فرمایا اس کے خلاف کچھ کہنا صداقت کا انکار کرنا ہے۔

پانچواں فریب

الفضل لکھتا ہے:۔

"بقول مولوی صاحب ان سب سے بڑا پاک ممبر مولوی محمد علی صاحب مرحوم تھے چونکہ وہ اپنی وفات تک احمدیہ بلڈنگس کے امیر رہے کیا مولوی صدرالدین صاحب انہیں واقعی پاک ممبر سمجھتے ہیں؟"

یہ تحریر لکھنے والے کی مخبوط الحواسی کی دلیل ہے کیونکہ ایک طرف تو وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ بقول جناب مولانا صدرالدین صاحب

"سب سے بڑا پاک ممبر مولوی محمد علی صاحب مرحوم تھے"

اور یہ تسلیم کر لینے کے بعد پھر یہ سوال کرتے ہیں کہ:۔

"کیا مولوی صدرالدین صاحب انہیں واقعی پاک ممبر سمجھتے ہیں"

مخبوط الحواسی کا اس سے نمایاں ثبوت ربوہ کی سرزمین کے [illegible] ملنا مشکل ہے۔ یعنی خود ایک بات کو ماننا اور پھر اسی وقت اس کے متعلق نادان ہوکر سوال کرنا ثابت کرتا ہے کہ پیر پرستی کی بدولت ان لوگوں کی حالت اس آیت کریمہ کا مصداق ہوگئی ہے کہ لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها ولهم اذان لا يسمعون بها اولئك كالانعام بل هم اضل اولئك هم الغافلون (اعراف ۱۹۰)

یعنی ان کے دل ہیں مگر ان سے سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں پر اس سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں پر ان سے سنتے نہیں یہ چارپایوں کی مانند ہیں مگر ان سے زیادہ گمراہ یہی لوگ غافل ہیں۔

اگر جناب ایڈیٹر صاحب الفضل اس خطبہ کو ہی پڑھ لیتے تو ان کو اس سوال کی ضرورت ہی نہ پڑتی کیونکہ اس میں جناب مولانا فرماتے ہیں:۔

"یہ پاک ممبر کون تھے میرے سامنے حضرت صاحب کے اردگرد حضرت مولانا محمد علی صاحب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب، حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحب، حضرت سید محمد حسین صاحب حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب پروانوں کی طرح بیٹھے تھے"

ان پاک ممبروں میں آپ نے سب سے اول حضرت مولانا محمد علی صاحب رضی اللہ عنہ کا نام لیا ہے پھر اس کی موجودگی میں یہ سوال کرنا کہ آپ مولانا محمد علی صاحب کو پاک ممبر سمجھتے ہیں یا نہیں اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ یا تو لکھنے والے صاحب اپنی ضمیر کے مسخ ہوجانے کی وجہ سے دیدہ دانستہ حق کو چھپانے کے عادی ہوچکے ہیں اور یا شخصیت پرستی کی لعنت میں گرفتار ہونے کی وجہ سے ان کی حالت کالانعام ہوگئی ہے اور عقل و فکر سب کچھ پیر پر قربان کر دیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس کے بعد ایڈیٹر صاحب الفضل لکھتے ہیں:۔

"یہ پاک ممبر ہیں جن کے پیچھے خود مولوی صاحب نے نماز پڑھنا بھی چھوڑ دیا تھا اس سے باقی ممبروں کا بھی تصور ہو جاتا ہے"

الفضل کے اعتراض کا جواب تو خود یہ خطبہ موجود ہے جس کے بعد پاک ممبروں کے متعلق وہی شخص اعتراض کر سکتا ہے جو معترض ہی ہو۔ مگر ہم یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر جناب تنویر صاحب کا بیان کردہ کلیہ صحیح ہے کہ اگر کسی شخص کے پیچھے کوئی دوسرا شخص نماز پڑھنا چھوڑ دے تو اس سے یقینی طور پر نماز پڑھانے والے کا ناپاک ہونا ثابت ہو جاتا ہے تو کیا آپ کو اس حقیقت کا علم ہے کہ حضرت خلافت مآب کے مخلص اور مقرب مریدوں نے ان کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا تھا۔ اور بعض بزرگوں نے ان کو لکھ بھی دیا تھا کہ ہم آپ کے اندرونی حالات معلوم ہونے کے بعد اب آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تو کیا ان کا نماز نہ پڑھنا نماز پڑھانے والی شخصیت کے ناپاک ہونے پر دلیل ہوسکتا ہے؟ سمجھ سوچ اور غور و فکر کے بعد جواب دیجئے؟

علاوہ ازیں کیا فرماتے ہیں جناب تنویر اس "مقدس" کے بارہ میں جس کے تقدس کے جبہ کو اس کے اپنے مریدوں نے عدالتہائے سرکاری میں جاکر تار تار کیا اور اپنے مشاہدہ اور تجربہ کی بناء پر سنسنی خیز بیانات دیئے جن کو لکھتے ہوئے بھی ہاتھ کانپتا اور قلم تھراتا ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور کے اکابرین واقعی "پاک ممبر" ہیں جن کی پاکی کی شہادت اللہ تعالے اور اس کے فرستادہ نے دی اور پھر تجربہ اس پر شاہد اور زمانہ گواہ ہے۔ ہم ایڈیٹر صاحب الفضل سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس طرح حضرت مولانا محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کے ذاتی چلن کے متعلق اپنے علم خداداد کی بناء پر اظہار رائے فرمایا ہے اس قسم کی صرف ایک رائے اپنے خود ساختہ "معبود" کے متعلق پیش کریں۔ اور "مقدس پیر" کے متعلق اس کے مقدس مریدوں نے جو پوشیدہ حالات بیان کئے ہیں اور کررہے ہیں اس قسم کی انگشت نمائی بزرگان لاہور کے چلن کے متعلق اگر ان کے دوستوں یا کم از کم دشمنوں کی ہو تو پیش کریں۔ اللہ تعالے کے قول کی تائید میں اس کی فعلی شہادت کے ہوتے ہوئے اپنے گند کو چھپانے کی کوشش کرنے سے چاند کا تھوکا ہوا اپنے منہ پر گرے گا کیونکہ ؎

طعنہ بر پاکاں نہ بر پاکاں بود
خود کنی ثابت کہ ہستی فاجرے

چاہیئے کہ پہلے خود ساختہ "مقدس" کو عائد شدہ الزامات سے پاک ثابت کریں یا اپنی برأت کا ثبوت دینے کے لئے انہیں میدان میں نکالیں اور پھر لاہور کے پاک ممبروں کے منہ آئیں۔ عقائد کی جنگ میں منہ کے بل گرنے کے بعد لکھنؤ کی بھٹیاریوں کی زبان استعمال کرنا شکست خوردہ ذہنیت کا پرانا دستور ہے ہم یہ کھیل کھیلنا نہیں چاہتے اگر ربوہ کے بناؤٹی خالد اس بازاری طریق کو نہ چھوڑیں گے تو ہمیں ان کا منہ بند کرنے کے لئے مجبوراً کوئی خاردار لگام تیار کرنا پڑے گا، اس لئے بہتر یہی ہے کہ ؎

زاہد خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو
تجھکو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

مسیح موعود کا حکم

"حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کو سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کیلئے اس تاریخ پر آجانا چاہیئے"

۲۵۔۲۶۔۲۷ر دسمبر

بچوں کا صفحہ — مرتضیٰ خاں حسن

ماں بیٹی کی چوتھی مجلس

گزشتہ سے پیوستہ

ہمارے حضور کا طریق تھا کہ آپ شہر سے باہر ایک غار میں جس کا نام غار حرا تھا تشریف لے جاتے اور وہاں گھنٹوں خدا کی عبادت میں مصروف رہتے اور خدا سے دعائیں مانگتے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ خدا کا فرشتہ آیا اور اس نے ہمارے حضورؐ پر خدا کی طرف سے ظاہر کیا کہ آپ نبی بنائے گئے ہیں۔ دنیا میں خرابیاں پھیلی ہوئی ہیں دُنیا نے اپنے خالق کو بھلا دیا ہے اور بُتوں کی پُوجا کرتی ہے۔ آپ اُن کو سیدھے رستے پر لائیں اور نیکی کی تعلیم دیں۔ یہ ایک بہت بڑا مشکل اور ذمہ داری کا کام تھا۔ جو حضورؐ کے سپرد ہوا۔ اس لئے آپ کانپ گئے اور کانپتے کانپتے آپ گھر تشریف لائے۔ اور بی بی سے کہا کہ مجھے کپڑا اڑھا دو۔ آپ کپڑا اوڑھ کر لیٹ گئے جب ذرا آرام آیا تو حضرت خدیجہؓ نے آپ سے پُوچھا کہ یہ کیا کیفیت ہے۔ آپ نے فرشتے کے آنے کا اور جو کام آپؐ کے سپرد ہوا تھا اس کا ذکر کیا حضرت خدیجہؓ نے آپ سے کہا کہ آپ ذرا فکر نہ کریں۔ خدا آپ جیسے موتی کو ضائع نہیں کرے گا۔ آپ یتیموں کی پرورش کرتے ہیں۔ بیوہ عورتوں کی امداد کرتے ہیں، مہمانوں کی عزت اور خاطر مدارات کرتے۔ رشتہ داروں اور قریبیوں سے نیک سلوک کرتے ہیں، آپ میں بڑی اعلیٰ خوبیاں پائی جاتی ہیں، خدا آپ کا حامی اور مددگار رہو گا۔

ورقہ بن نوفل حضرت خدیجہ کا چچیرا بھائی تھا۔ وہ بڑا عالم شخص تھا، پرانے زمانے کی کتابیں پڑھا ہوا تھا اور بہت بوڑھا تھا۔ حضرت خدیجہؓ ہمارے حضورؐ کو اُن کے پاس لے گئیں۔ ان کو سارا واقعہ سنایا۔ وہ سنتے ہی پکار اُٹھا "محمدؐ پر جبریل نازل ہوا ہے۔ جس طرح موسےٰؑ پر نازل ہوا تھا۔ محمدؐ خدا کا نبی بنایا گیا ہے یہ سید المرسلین ہے۔ یعنے تمام رسولوں کا سردار۔ مگر اس کی قوم اس کو بہت ستائے گی اور اس کو مکّہ سے باہر نکل جانے پر مجبور کرے گی۔ اے کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں تو اس کی مدد کروں۔

جیسا کہ میں نے تم کو پہلے بتایا ہے اس زمانہ میں ملک عرب کے اندر بڑی بڑی خرابیاں پائی جاتی تھیں، لوگ خدا کو چھوڑ کر بُتوں کو پوجتے تھے۔ بُتوں سے مرادیں مانگتے تھے، بُتوں کے آگے سجدہ کرتے تھے۔ شراب پیتے تھے اور جُوا کھیلتے تھے۔ آپس میں لڑتے بھڑتے رہتے تھے۔ معمولی معمولی سی باتوں پر ایک دوسرے کو قتل کر دیتے۔ جب ایک دفعہ لڑائی چھڑ جاتی تو سالوں چلتی جاتی۔ عورتوں سے بہت بُرا سلوک کرتے تھے۔ لڑکیوں کے پیدا ہونے کو بہت بُرا سمجھتے تھے جب کبھی کسی گھر میں لڑکی پیدا ہوتی تو ظالم ماں باپ اس کو زندہ زمین میں گاڑ دیتے۔ وہ بچاری روتی پیٹتی مگر ان کو کچھ رحم نہ آتا۔"

قیصرہ:- "اُف! امّی کیسے بُرے لوگ تھے۔ لڑکیوں کو زندہ ہی زمین میں گاڑ دیتے۔ توبہ توبہ! بیچاری لڑکیاں کیا کرتی ہوں گی؟"

ماں:- ہاں بیٹی وہ بڑے ظالم لوگ تھے۔ ان کی حالت کا نقشہ ایک شاعر نے ان الفاظ میں کھینچا ہے:-

چلن اُن کے جتنے تھے سب وحشیانہ
ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ

فسادوں میں کٹتا تھا ان کا زمانہ
نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ

وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بے باک جیسے

نہ ٹلتے تھے ہرگز جو اڑ بیٹھتے تھے
سلجھتے نہ تھے جب جھگڑ بیٹھتے تھے
جو دو شخص آپس میں لڑ بیٹھتے تھے
تو صدہا قبیلے بگڑ بیٹھتے تھے

بلند ایک ہوتا تھا گر واں شرارا
تو اس سے بھڑک اُٹھتا تھا ملک سارا

کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا
کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا
لبِ جُو کہیں آنے جانے پہ جھگڑا
کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا

یونہی روز ہوتی تھی تکرار ان میں
یونہی چلتی رہتی تھی تلوار اُن میں

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دُختر
تو خوفِ شماتت سے بے رحم مادر
پھرے دیکھتی جب تھی شوہر کے تیور
کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اسکو جا کر

وہ گود ایسی نفرت سے تھی خالی کرتی
جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی

جُوا اُن کی دن رات کی دل لگی تھی
شراب ان کی گھٹی میں گویا پڑی تھی
تعیش تھا غفلت تھی دیوانگی تھی
غرض ہر طرح ان کی حالت بُری تھی

بہت اس طرح ان کو گذری تھیں صدیاں
کہ چھائی ہوئی نیکیوں پر تھیں بدیاں

جماعت ہبلی (کرناٹک) کی تبلیغی سرگرمیاں

از جناب شیخ عبدالستار صاحب پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہبلی

ہم ممبران احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہبلی کی اکثریت ریلوے ملازموں کی ہے، ریلوے ورکشاپ میں صبح سے شام تک اپنے کام کے ساتھ ساتھ اپنے ساتھیوں کو تبلیغ بھی کرتے رہتے ہیں، ہم تمام ممبران احمدیہ انجمن ہبلی میں سے جناب شیخ محمد یوسف صاحب شیموگا جو کیرج شاپ میں ہیں بہت تبلیغ کرتے رہتے ہیں، ایک دن آپ کے ساتھیوں نے کہا کہ گوپن کوپ کے رام لنگم مٹھ میں ہر ماہ کی پہلی اتوار کو شام کے چار بجے دُور دراز سے ہر مذہب کے لوگ آکر جمع ہوتے ہیں اور اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں، آپ لوگ کیوں نہیں آتے؟ اس ہفتہ میں روز اتوار آئیے ہم بھی وہاں آپ کی تقاریر سننے آئیں گے۔ جناب شیخ محمد یوسف صاحب نے یہ خبر اراکین انجمن کو سُنائی، سب نے بخوشی قبول کی، اور آنے والے اتوار کے منتظر رہے۔

مورخہ ۴ر اگست ۱۹۵۷ء بوقت ٹھیک چار بجے (۱) جناب شیخ محمد یوسف صاحب (۲) جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب اُچگی (۳) جناب سید حسین شاہ صاحب عملی والے (۴) اور یہ خاکسار، گوپن کوپ کے مٹھ میں پہنچ گئے۔ اس رام لنگم مٹھ کے سوامی جی جن کا نام ہے شری سوامی ویردیا Shri Swami Shed Verappa بڑے سادہ مزاج کے آدمی ہیں، ہمیں دیکھ کر بیٹھنے کے لئے اشارہ کیا اور کاریہ درسی کو بلا کر پروگرام میں ہمارا نام درج کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ چنانچہ جناب محمد یوسف صاحب اور اس خاکسار کے نام اس پروگرام میں لکھے گئے اس جلسہ کی صدارت سری رام لنگم سوامی جی نے کی جو ضلع بیجاپور کے شلی کٹی سے تشریف لائے ہوئے تھے صدر صاحب نے بتایا کہ آج کا مضمون خیر و شر پر ہے، اسی پر تمام مقررین نے اپنے اپنے خیالات کے اظہار کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور سب سے پہلے انہی ناموں کو دکھا گیا جو آخر میں درج کئے گئے تھے وہ نام ہم مسلمانوں ہی کے تھے چنانچہ محمد یوسف صاحب کو تقریر کے لئے کہا گیا، جناب محمد یوسف صاحب نے بڑی سنجیدگی سے معمولی کنڑی زبان میں مضمون خیر و شر کو مدنظر رکھ کر توحید پر زور دیا، اس کے بعد میرا نام بلایا گیا مجھے بقیہ مضمون توحید کا پورا کرنا تھا جسے کنڑی اور تلگو اور ہندی زبان میں ویدوں سے اور بھگوت گیتا کے چند شلوکوں سے ۴۵ منٹ میں بیان کیا گیا، اور بتایا گیا کہ توحید ہی میں خیر ہے بُت پرستی میں شر ہے۔ میری تقریر کے سننے والے پنڈت جب کبھی میں دوران تقریر میں ویدوں کے منتروں اور گیتا کے شلوکوں کو پڑھتا تھا تو مارے خوشی سے جھومتے تھے تقریر کے اخیر میں میں نے تمام حاضرین سے کہا کہ ہم لوگ ریلوے ملازم اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے ممبر ہیں ہمارا کام ہے کہ نسل انسانی کو شانتی کا پیغام پہنچائیں، شہر ہبلی میں گنیش پیٹ کے روبرو ہمارا دفتر ہے، وہاں پر ہر جمعرات شام کے وقت پوترا قرآن کریم کا درس ہوتا ہے آپ تمام لوگ خوشی آسکتے ہیں اور قرآن کریم کو سُن سکتے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے اسی محفل میں ۱۹ سورتوں کی قرآن کریم کی کنڑی تفسیر اس رام لنگم مٹھ کے مٹھپتی کو دیتے ہوئے کہا کہ اس پوترا قرآن کریم کو سوامی جی پڑھیں اور بغور پڑھیں اور سوچیں، وہ سوامی جی نے بڑی خوشی سے سویکار کیا۔ اور چند شانتی سندیس کے رسالے عوام میں مفت تقسیم کئے۔

اس کے بعد جو بھی مقرر تقریر کے لئے کھڑا ہوتے وہ کوئی اپنا مضمون بیان کرنے کے بجائے میری تقریر کو بار بار بیان کرتے رہے اور ہمارا ہی نام لیتے رہے ایک شخص دھارواڑ کا پروفیسر تھا اس نے اپنی تقریر میں ممبران احمدیہ انجمن ہبلی کی داد دی اور خوب تعریف کی۔ چند دنوں بعد یعنی ایک ہفتہ کے بعد اس مٹھ کے مٹھ پتی جی نے اپنے گاؤں والوں سے کہلا بھیجا کہ ایک وقت اس سوامی کو میرے یہاں آنے کو کہو جنہوں نے کنڑی میں، تلگو میں اور ہندی زبان میں تقریر کی تھی۔ یعنی اس خاکسار کو بار بار بلایا جا رہا ہے کیونکہ اس سوامی جی کے پاس تلگو زبان میں ایک قلمی رسالہ سنسکرت سے بھرا ہوا ہے اس کو مجھ سے کنڑی میں سننے کی بڑی خواہش ہے جب سے میری تقریر تلگو و کنڑی اور ہندی میں سُنی ہے، بیچارہ بے چین ہو رہا ہے اور یہ بھی کہلا بھیجا ہے کہ اگر میں نہ جا سکوں تو وہ خود آجائیں گے جواباً میں نے کہلا بھیجا کہ انشاء اللہ اس نیک کام کے لئے ضرور اور جلد وقت نکالنے کی کوشش کروں گا سوامی جی کو میرے ہاں آنے کی ضرورت نہیں میں خود سوامی جی کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔

یہ سوامی "مٹھ پتی" جہاں کہیں اپنے مریدوں کے ہاں جاتے ہیں وہاں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہبلی کے ممبروں کا نام لیتے ہیں اور دوسری مجلسوں میں بھی ممبران انجمن احمدیہ ہبلی کی تقاریر کو اور ممبروں کو یاد کئے بغیر نہیں رہتے اور اس قرآن کریم کو جو ہیں ۱۰ سورتوں کی کنڑی تفسیر دے آیا تھا اُس کے مریدوں کی زبانی سننے میں آیا ہے کہ ہمیشہ ہر وقت پڑھتے رہتے ہیں اور ہماری تعریف کرتے ہیں مگر ہمارے ریوی مبلغ مولوی مبارک علی صاحب کے پاس ان لوگوں کے لئے نہ کوئی کنڑی تفسیر ہے اور نہ کوئی کنڑی لٹریچر خدا کا شکر ہے کہ ہمارے پاس خدا کا دیا ہوا سب کچھ ہے۔

جرمنی میں اسلام کی تبلیغی سرگرمیاں

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

انجنیئر مسجد دیکھنے آئے اور اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔

۲۳ر ستمبر (بدھ) امام صاحب نے اپنے لیکچر "ریلیجن آف اسلام" سے سلسلہ بیان جاری رکھا۔ موضوع تھا۔ "محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ اور مدینہ میں"

۲۴ر ستمبر (جمعرات) ایران سے کچھ انجنیئر مسجد دیکھنے آئے، اور برلن میں مسلمانوں کی زندگی اور مسجد سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کے متعلق واقفیت حاصل کی۔

۲۵ر ستمبر (جمعہ) امام صاحب نے دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں مذہب کے اسلامی تصور پر خطبہ جمعہ دیا۔

۲۷ر ستمبر (اتوار) مسز موسلر نے بچوں کو مذہبی سبق دیا۔

۳۰ر ستمبر (بدھ) امام صاحب نے اپنے لیکچر "ریلیجن آف اسلام" میں سے سلسلہ بیان جاری رکھا۔

نوٹ:

ہر روز مختلف اشخاص فرداً فرداً مسجد دیکھنے آتے رہتے ہیں، اور اسلام اور اسلامی لٹریچر کے متعلق انہیں معلومات مہیا کی جاتی ہیں۔

بُدھ کی شام کو بہت لوگ مسجد دیکھنے آتے ہیں اور امام صاحب کے لیکچر میں بہت سے نئے سامعین شامل ہوتے ہیں اور جمعہ کے دن بہت سے مصری طلبا اور عرب ممالک کے طالب علم اور جرمن مسلمان امام صاحب کا خطبہ سنتے اور نماز جمعہ ادا کرتے ہیں۔

مکتوبِ بغداد

(بسلسلہ صفحہ نمبر ۲)

دعوت فکر و عمل دے رہے ہیں، بحری ڈاک سے پیغام صلح نمبر ۲۹ عدد دو اور لائٹ نمبر ۳ عدد ایک لے۔ محمد شیر گل صاحب کو پیغام صلح نمبر ۲۶ اور جناب حاجی عبداللطیف صاحب کو آزاد نوجوان کے دو پرچے بھجوائے ہیں۔

پیغام صلح ۲۰ر نومبر ۱۹۵۷ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۴۵

جلد ۴۷ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۳ جمادی الاول ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۷ نومبر ۱۹۵۷ء | نمبر ۴۷

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعود)

آئیں آکر جلسۂ احباب میں شرکت کریں!

مولانا مرتضیٰ خاں حسن

جن کو ناموسِ محمد مصطفےٰ کا پاس ہے ✽ جن کے دل میں خدمتِ اسلام کا احساس ہے
جان و دل سے جو نثارِ حضرتِ دادار ہیں ✽ دیں سے رکھتے ہیں محبت کفر سے بیزار ہیں
جن کے سینوں میں نہاں ہے آتشِ عشقِ نبی ✽ دین کی خدمت کو سمجھتے ہیں جو حاصل زندگی
منسلک سلکِ اخوت میں ہیں جن کے جسم و جاں ✽ جن کے چہرہ پر عیاں ہیں نورِ ایماں کے نشاں
جن کے دل میں ہے محبت عیسیٰؑ موعود کی ✽ ہادیٔ برحق امامِ مہدیٔ مسعود کی

آئیں آکر جلسۂ احباب میں شرکت کریں
اور مل کر چارۂ دردِ دلِ ملت کریں

وحی و الہام کی حقیقت

مولانا حفظ الرحمان صاحب ہندوستان کے اُن روشن خیال علماء میں سے ہیں جن کی علمی و دینی خدمات مسلمانانِ ہند کی نظروں میں بہت ممتاز اور قابلِ قدر ہیں، حال ہی میں مولانا کی ایک تقریر معاصر "مدینہ" نے "الجمعیۃ" سے نقل کی ہے، جس کا عنوان ہے "نبوت کیا ہے ؟ — وحی و الہام کی حقیقت اور اس کی قسمیں" یہ تقریر دینی تربیتی مرکز جمعیۃ علماء ہند کے حلقۂ خطابت میں شروع اگست میں مولانا نے کی تھی۔ اس تقریر میں ایک ضمنی سوال یہ اُٹھایا گیا ہے کہ

" اللہ تعالیٰ نے جب عقلِ انسانی کو سفید و سیاہ اور نیک و بد میں تمیز پیدا کرنے کی قوت بخشی ہے تو جس طرح اچھے بُرے میں تمیز کر سکتی ہے، بہت سی خوبیاں دریافت کر سکتی ہے تو کیا خدا کی معرفت کے لئے عقل کافی نہیں ؟ پس ایسی چیز کو درمیان میں لانا جس کو انسان حواسِ خمسہ سے دریافت نہیں کر سکتا، اور ایسی شئے کو تسلیم کرنا جو مادی ذرائع سے بالاتر مانی جائے اس کی ضرورت کیا ہے ؟ کیا یہ کوئی ایسی چیز ہے جس کو یہودیت نے یا اس کی اتباع میں عیسائیت اور مجوسیت نے انسانوں کے دماغوں پر مسلط کر دیا ہے یا فطری تقاضا ہے کہ جب تک وحی کو تسلیم نہ کیا جائے اللہ تعالیٰ کی معرفت صحیح طور پر حاصل نہیں ہو سکتی ہے یہ ایک بنیادی سوال ہے خواہ دہریت کی جانب سے ہو یا مذہبی تحقیق کے سلسلہ میں ہو"

یہ سوال فی الواقعہ بہت اہم ہے جس کو حل کئے بغیر وحی و الہام کی ضرورت ثابت نہیں ہو سکتی مولانا حفظ الرحمٰن نے اپنی تقریر میں اس کا مفصل جواب دیا ہے، وہ فرماتے ہیں :-

"اگر انسان میں صرف مادیت ہی ہے تو بے شک ماورائے مادیت کو درمیان لانا قطعاً غلط ہوگا، صرف عقل ہی خدا کی معرفت کے لئے کافی ہو گی اگرچہ یہ بحث عقل میں بھی چل سکتی ہے کہ وہ مادی ہے یا ماورائے مادہ .... ہم دیکھتے ہیں کہ جو ادراکات ہمیں حواس خمسہ کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں صرف وہی نہیں ہیں بلکہ اُن کے علاوہ اور بھی چیزیں ہمارے اندر پائی جاتی ہیں جو مادی یا مادی حواس کا نتیجہ نہیں کہی جا سکتیں"

پھر آگے چل کر بتایا ہے کہ :-

" پس جبکہ وہ صرف عالمِ مادیات کا رب نہیں بلکہ تمام عالموں کا ربّ ہے تو یقیناً اس کی الوہیت بھی تمام عالموں کے لئے عام ہو گی، اور اس کا چشمۂ فیض ہر ایک کے لئے آبِ حیات مہیا کرے گا البتہ یہ فرق ضرور ہو گا کہ جس طرح مادہ اور ماورائے مادہ کے ظروف و احوال اور اُن کے فطری تقاضے جُدا جُدا ہیں ایسے ہی اُن کی تربیت کے اصول بھی علیحدہ ہوں گے یہ تربیت اور یہ ربوبیت جس کا تعلق جسم اور مادہ کے ساتھ ہے، وہ انسان کے لئے غذائیں ہوائیں، طرح طرح کے مشروبات اور قسم قسم کے پھل پیدا کرتی ہے، ان حقیقتوں کی تربیت جو مادہ سے بالا ہیں ان چیزوں سے نہیں ہو گی، ماورائے مادہ کی تربیت کے لئے ماورائے مادہ ہی امور ہونے چاہئیں، لیکن جبکہ وہ محتاجِ تربیت ہیں تو اُن کے لئے سامانِ تربیت ضرور ہو گا، انسان کے وہ اوصاف و ملکات جو مادہ سے بالا ہیں جن کا تعلق روح سے ہے ان کی تربیت کے لئے نیز وہ رُوح جو حقیقت انسان کے اندر رہبر و اندر ہے، اس کی تربیت کے لئے رحمتِ حق نے جو ذریعہ اختیار کیا وہ وہ ہے جس کو "وحی" اور "الہام" سے تعبیر کیا جاتا ہے"

اس تقریر میں مولانا حفظ الرحمان نے اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ چونکہ انسان میں ایسے اوصاف و ملکات بھی ہیں جو مادی نہیں اور جن کا تعلق روح سے ہے اس لئے اُن کی تربیت وحی و الہام کے ذریعہ سے کی جاتی ہے، وحی و الہام کی ضرورت کے بارہ میں یہ بیان ایک حد تک صحیح سمجھا جا سکتا ہے مگر حضرت مجدد وقت جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تصریحات سے ملتا ہے ... جو انہوں نے وحی و الہام کی ضرورت کو ثابت کرتے ہوئے پیش کی ہیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں :-

" یہ ظاہر ہے کہ محض معقولی قوتوں کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی شناخت کامل طور پر نہیں ہو سکتی، وجہ یہ کہ معقولی قوتیں جو انسان کو دی گئی ہیں ان کا تو صرف اس حد تک کام ہے کہ زمین و آسمان کے فرد فرد اور ان کی ترتیب محکم اور ابلغ پر نظر کر کے یہ حکم دیں کہ اس عالم جامع الحقائق اور پُر حکمت کا کوئی صانع ہونا چاہیئے، یہ تو ان کا کام نہیں کہ یہ حکم بھی دیں کہ فی الحقیقت وہ صانع موجود بھی ہے لیکن ظاہر ہے کہ بغیر اس کے کہ انسان کی معرفت اس حد تک پہنچ جائے کہ درحقیقت وہ صانع موجود ہے صرف ضرورت صانع کو محسوس کرنا کامل معرفت نہیں کہلا سکتی ....

وہ خدا جو کریم و رحیم ہے جیسا کہ اُس نے انسانی فطرت کو اپنی کامل معرفت کی بھوک اور پیاس لگا دی ہے ایسا ہی اُس نے اس معرفت کاملہ تک پہنچانے کے لئے انسانی فطرت کو دو قسم کے قوے عنایت فرمائے ہیں، ایک معقولی قوتیں جن کا منبع دماغ ہے اور ایک روحانی قوتیں جن کا منبع دل ہے اور جن کی صفائی دل کی صفائی پر موقوف ہے اور جن کو معقولی قوتیں کامل طور پر دریافت نہیں کر سکتیں، روحانی قوتیں اُن کی حقیقت تک پہنچ جاتی ہیں، اور روحانی قوتیں صرف انفعالی طاقت اپنے اندر رکھتی ہیں، یعنی ایسی صفائی پیدا کرنا کہ مبدء فیض کے فیوض اُن میں منعکس ہو سکیں، سو ان کے لئے یہ لازمی شرط ہے کہ حصول فیض کے لئے مستعد ہوں، اور حجاب اور روک درمیان میں نہ ہو، تا خدا تعالیٰ سے معرفت کاملہ کا فیض پا سکیں، اور صرف اس حد تک ان کی شناخت محدود نہ ہو، کہ اس عالم پر حکمت کا کوئی صانع ہونا چاہیئے بلکہ اس صانع سے شرف مکالمہ مخاطبہ کا کامل طور پر پا کر اور بلا واسطہ اس کے نورِ گُس ان دیکھ کر اس کا چہرہ دیکھ لیں اور یقین کی آنکھ سے مشاہدہ کر لیں کہ فی الحقیقت وہ صانع موجود ہے"

حضرت مسیح موعودؑ کے اس بیان میں ضرورت الہام کو کس صفائی کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے اس کا فیصلہ ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں - مولانا حفظ الرحمان کے بیان میں بتایا گیا ہے کہ انسان کے غیر مادی اوصاف و ملکات کی تربیت وحی و الہام کے ذریعہ کی جاتی ہے، یہ بھی ایک حد تک صحیح ہے - لیکن حضرت مسیح موعودؑ نے اس کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کامل معرفت محض معقولی قوتوں کے ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتی، اس کے لئے وحی و الہام کی ضرورت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے **انا الموجود** کی آواز انسان کے دل کو معرفت کاملہ کے نور سے منور کر دے۔ دوسری جگہ آپ نے یہ بھی بتایا ہے کہ جس طرح سے ہماری قوت بینائی اس وقت تک کام نہیں کر سکتی جب تک بیرونی روشنی موجود نہ ہو، نہ ہی قوت سماعت اس وقت تک کام آ سکتی ہے جب تک کان سے باہر ہوا موجود نہ ہو، اسی طرح سے اللہ تعالیٰ کی معرفت کاملہ کے حصول کے لئے عقل انسانی کو ایک بیرونی طاقت کی ضرورت ہے جس کو وحی و الہام کہا جا سکتا ہے۔

اس بحث کا ایک اور پہلو بھی ہے وہ یہ کہ کیا وحی و الہام کی آج بھی ضرورت ہے یا نہیں، یہ سوال ایک الگ صحبت کو چاہتا ہے اور ہم آئندہ اشاعت میں اس پر مفصل گفتگو کریں گے ۔

اجتماعی زندگی کی برکات

حضرت امام وقت کا حکم ہے کہ سال میں تین دن کے لئے ساری قوم جمع ہو

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۵۷ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یٰایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقٰتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون
واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا...... ( )

اجتماعی زندگی

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو اجتماعی زندگی بسر کرنے کی تلقین فرمائی ہے، اجتماعی زندگی انسان کی قوت اور عزت کا باعث ہے، اجتماعی زندگی سے قوم بڑے پیمانہ پر نیکی کے کام انجام دے سکتی ہے۔ افراد اتنے بڑے پیمانہ پر نیکی کے کام نہیں کر سکتے۔ لیکن ایک جماعت خواہ غریب افراد پر ہی مشتمل ہو، باہمی اجتماعی قوت سے بڑے پیمانہ پر ملک و ملت کی اہم خدمات سرانجام دے سکتی ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کے متعلق اہل یورپ کی رائے

اسی لئے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتماعی زندگی پر بہت زور دیا ہے اور مسلمان قوم کی بنیاد ہی اجتماعی زندگی پر رکھی ہے، یورپین مصنفین کا آپ کے متعلق یہ اعتراف ہے کہ

The greatest organizer that the world has ever seen.

یعنے آپ تمام دنیا بھر میں ایک بہترین منتظم تھے۔

کعبۃ اللہ کے متعلق اہل یورپ کے ناپاک عزائم

اہل یورپ کے سامنے کعبۃ اللہ کا اجتماعی نظارہ ان کو حیران کرنے کا موجب ہے، وہ اسکو مسلمانوں کی قوت کا موجب جانتے ہیں، اسی لئے وہ صدیوں سے کعبہ کو جو مسلمانوں کی قوت کا راز ہے برباد کرنے کے درپے رہے ہیں، ان کے آباؤ اجداد نے اس وقت بھی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی، خانہ کعبہ کو گرانے کی سعی کی، اس وقت انہوں نے صنعا میں ایک عالیشان گرجا بنایا تاکہ عرب کے لوگ خانہ کعبہ کو چھوڑ کر صنعا کو مقام حج بنالیں اور یہ جگہ تجارت کی منڈی بن جائے یہ لوگ روٹی کے فرزند ہیں اور اپنی تجارت اور روٹی کے لئے بڑے سے بڑا دجل کرنے سے دریغ نہیں کرتے ۔ ان کی نظر بد مدتوں .... کعبۃ اللہ پر لگی رہی

اجتماعی زندگی کی بنیاد تقوےٰ پر

غرض یورپ کے سیاستدانوں نے لکھا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا تنظیم کرنے والا اس دنیا میں پیدا نہیں ہوا۔ یہاں ان آیات میں اسی تنظیم کی تلقین کی ہے، فرمایا یٰایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ. دیکھو ہم کوئی ایسا جتھہ یا ٹڈی دل بنانا نہیں چاہتے جو ملکوں کو فتح کر کے لوگوں کو غلام بناتا پھرے ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے اجتماع کی بنیاد تقوےٰ پر ہو۔ بدی تمہارے نزدیک نہ آئے اور نہ فضول دنیا کی خواہش تمہارے مدنظر ہو قوم میں خدا خوفی پیدا ہو، مسلمان جہاں جائیں تقوےٰ کو ساتھ لے جائیں، ان کے سپاہی بدنظری نہ کرتے تھے بلکہ عفت کی زندگی بسر کرتے تھے مسلمان جہاں گئے انہوں نے اپنی نیکی اور تقوےٰ سے دلوں پر حکومت کی، ایران فتح کیا، شام فتح کیا، لوگ حیران ہوتے کہ یہ سپاہی ہیں یا فرشتے، سپین میں مسلمان گئے، سات سو سال وہاں حکومت کی، یونہی کوئی قوم اتنے لمبے عرصہ تک حکومت نہیں کر سکتی، جب تک اس کے اندر حکومت کی اہلیت اور اعلےٰ اخلاق نہ ہوں. یہ قرآن کے اس حکم کا اثر ہے کہ تمہارے جتھہ اور اجتماع کی بنیاد تقوےٰ پر ہو۔ اس کے خلاف یورپ کی قومیں جہاں گئیں بدکاری ان کا شعار رہا لیکن مسلمانوں نے حکومت ہی کے رنگ میں نہیں ہر شعبہ زندگی میں .... اخلاق کے وہ نمونے دکھائے کہ دنیا حیران ہے، جہاں مسلمان تاجر گیا، اس نے تجارت میں وہ اخلاق دکھائے کہ دلوں کو رام کر لیا۔ مسلمان مزدور نے مزدوری کے اندر اعلےٰ اخلاق کا نمونہ پیش کیا، یہی قرآن کی وہ تعلیم ہے جو اس آیت میں دی گئی ہے۔

تقوےٰ کا حق

اتقوا اللہ حق تقٰتہ۔ تقوےٰ اختیار کرو جیسا کہ تقوےٰ کا حق ہے، خدا کا خوف اس حد تک ہو جتنی خدا کی عظمت اور شان ہے تم ایک تھانیدار سے اس کی حیثیت کے مطابق ڈرتے ہو، ایک ڈپٹی کمشنر سے اس کی حیثیت کے مطابق ایک گورنر سے اس کی حیثیت کے مطابق، تو خدا تعالےٰ کی جبروت اور کبریائی اور علم محیط کے پیش نظر تقوےٰ اختیار کرو۔ خدا کی نگاہ دلوں پر ہے، وہ ہماری نیات ہمارے ارادوں، ہمارے دلی خیالات سے خوب واقف ہے اس لئے اپنے ارادوں اور نیات کو صاف رکھنا چاہیئے

اجتماعی زندگی کی تلقین اور مسلمانوں کی موجودہ حالت

تقوےٰ جو اجتماعی زندگی کی اساس ہے اس کے متعلق تلقین کرنے کے بعد فرمایا واعتصموا بحبل اللہ جمیعا، اجتماعی زندگی اختیار کرو، ولا تفرقوا دیکھو تفرقہ اختیار نہیں کرنا جس کے آج مسلمان شکار ہو رہے ہیں، حکم دیا کہ تمام کے تمام مسلمان مل کر خدا کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا القراٰن حبل اللہ الممدود من السماء الی الارض۔ قرآن وہ خدا کی رسی ہے، جو آسمان سے زمین کی طرف لٹکائی گئی ہے، تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تمام کے تمام مسلمان قرآن کے اوپر متحد ہو جائیں لیکن آج یہ ... ہے کہ اکثر مسجدوں کے امام، اکثر مولوی اور علماء اسی قرآن کو ہاتھ میں لے کر تفرقہ کی تعلیم دیتے ہیں، سب اپنی اپنی مسجد کو مسلمانوں کی مسجد سمجھتے اور دوسری مساجد کو کفر کی جگہیں قرار دیتے ہیں، سب یہی کہتے ہیں کہ ہمارے سوائے دوسرے فرقوں والے جنت میں نہیں جائیں گے، ایسے تفرقوں سے قرآن منع کرتا ہے اس کا ارشاد ہے لا تفرقوا ہر شخص جس سے تفرقہ پڑتا ہے وہ خدا کے غضب کے نیچے ہے۔ اس لئے تفرقہ چھوڑ دو، دوسروں کو کافر کہنا چھوڑ دو، قرآن کا ارشاد ہے کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر پر بیعت لی کہ ایک دوسرے کی خیرخواہی کا جذبہ دلوں میں پیدا کیا جائے۔

خانہ کعبہ کا اجتماع عرفان الٰہی کا موجب ہے

حضرت نے فرمایا جماعت پر اللہ تعالیٰ کی برکات نازل ہوتی ہیں، جماعت پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے، یہ جو ہر سال خانہ کعبہ میں اجتماع ہوتا ہے یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تنظیمی قابلیت کا ثبوت ہے تمام مسلمان جو وہاں جمع ہوتے ہیں ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں، یورپ حیران ہے کہ ایسا بڑا اجتماع ہر سال ہوتا ہے جس سے مسلمانوں کے اندر اتحاد کی لہر زیادہ تیز ہو جاتی ہے اور اجتماعی زندگی کی ترقی ہوتی ہے

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود کے بڑے لڑکے سلطان احمد صاحب جو بہت قابل تھے اور ڈپٹی کمشنر ہو گئے تھے میرے ساتھ انگلستان گئے۔ حضرت مسیح موعود نے ان کو بعض دینی کمزوریوں کی وجہ سے عاق کر دیا ہوا تھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کو جائیداد سے بھی محروم کر دیا تھا، وہ تو سب کچھ ان کو دیا جو ان کا حق تھا،

لیکن اُن سے قطع تعلق کر لیا، ایک دفعہ حضرت مولانا نور الدین صاحب نے انہیں حضرت کے سامنے پیش کر کے عرض کیا کہ حضور سلطان احمد معافی مانگتا ہے فرمایا ابھی اس کے خیالات اور عادات درست نہیں ہوئیں، تو میں جب پہلی مرتبہ ولایت گیا تو میرزا سلطان احمد صاحب بھی میرے ساتھ گئے، وہ وہاں جب پہنچے تو پہلی عالمگیر جنگ شروع ہو گئی، تمام غیر ملکی لوگ وہاں سے بھاگ گئے۔ میں تو گیا ہی اس لئے تھا کہ وہاں کام کروں اس لئے میں وہیں رہا، بعد میں مرزا سلطان احمد صاحب نے سنایا کہ جب وہ واپس آ رہے تھے تو حج کے دن قریب تھے ہونے لگے میں نے خیال کیا کہ چلو میلہ ہی دیکھ آئیں، جیسے دوسرے میلے مردوار وغیرہ کے ہوتے ہیں، میں نے خیال کیا کہ یہ بھی ایک میلہ ہی ہوگا۔ لیکن جب میں عرفات کے میدان میں کھڑا ہوا تو عجیب نظارہ دیکھا کہ ایک لق تیلا ملک، کوئی چشمہ، کوئی سبزہ زار نہیں، لیکن چاروں طرف جدھر نگاہ جاتی ہے، آدمی ہی آدمی نظر آتے ہیں، اور سب ایک ہی لباس میں، شاہ و گدا کا کوئی فرق اُن میں نہیں سب ایک خدا کے آگے لبیک لبیک پکار رہے ہیں، اس سے دل پر ایک چوٹ لگی اور مجھے یقین ہو گیا کہ اسلام حق ہے، عرفات کے میدان میں ہی الواقعہ عرفان حاصل ہوتا ہے، دجّال حیران ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بات میں خدا کی حمد و تقدیس کی فضا پیدا کی ہے، اور آپ کے ہر فعل سے اللہ تعالےٰ کی یاد تازہ ہوتی ہے، مرزا صاحب نے بتایا کہ میں اس نظارہ کو دیکھ کر زار و قطار رو دیا، اور دل میں کہا کہ اے سلطان احمد تیری ساری زندگی خراب ہوئی، اس نظارہ نے میرے خیالات کو بدل دیا۔ غرض ہر سال لوگ مکہ میں جاتے ہیں اور یہی عرفان لیکر آتے ہیں، ایک دفعہ میں مالیر کوٹلہ گیا، سٹیشن پر بہت لوگ آئے ہوئے تھے، ان میں ایک ادھیڑ عمر الاشخص تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر السلام علیکم کہا۔ میں نے پہچانا نہیں اور معمولی طرح جواب دیدیا، پھر اس نے دوسری طرف سے آ کر السلام علیکم کہا، میں نے پھر ویسے ہی جواب دیدیا۔ اسی طرح اُس نے تین چار مرتبہ کیا اور میں نے نہیں پہچانا، آخر اس نے پوچھا، آپ مجھے پہچانتے نہیں میں نواب احسان علی ہوں، میں نے کہا میں آپ کو شناخت نہیں کر سکا، انہوں نے کہا آپ سچ کہتے ہیں۔ پہلے جب آپ نے دیکھا میں ڈاڑھی منڈا تھا اور اب چہرے پر لمبی ریش ہے اس وقت میں جہاراجہ پٹیالہ کا ہم نوالہ و ہم پیالہ تھا، جہاراجہ اپنی بدکرتوتوں کی وجہ سے بیمار ہو گیا، میں اُس کے لئے یورپ سے دوائیاں اور ڈاکٹر منگواتا تھا۔ لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا، جہاراجہ کی حالت بری ہو گئی، اس کا تمام گوشت ہڈیوں سے جدا ہو گیا اور نہایت بری حالت میں اُس کی موت ہوئی، اس موت کو دیکھ کر میرے دل پر بہت اثر ہوا اور خیال کیا کہ اگر میرے یہی کرتوت رہے تو میری بھی موت ایسی ہی ہوگی، میں اسی وقت خانہ کعبہ چلا گیا اور

وہاں سربسجود ہو کر اتنا رویا کہ بے ہوش ہو گیا، اسی وقت سے یہ میری ڈاڑھی بڑھی ہوئی ہے۔

ایسا ہی مجھے ایک دفعہ حیدرآباد دکن جانے کا اتفاق ہوا، وہ کوئی ریاست نہ تھی بلکہ بہت بڑی سلطنت تھی، اس کے اندر بڑے بڑے علماء و فضلا، بیسیوں بلکہ سینکڑوں نواب رہتے تھے، ایک اُن میں نواب سر نظامت جنگ رہتے تھے، اور وہ بہت ٹھاٹھ اور رعب کے انسان تھے۔ یورپ کے ایسے تعلیمیافتہ تھے کہ انگریزی نثر اور نظم دونوں پر لاجواب قدرت رکھتے تھے، اُن کا اُٹھنا بیٹھنا اور ان کا ہر فعل انگریزی شان رکھتے تھے۔ یہ شخص کعبۃ اللہ گیا تو وہاں اس قدر عرفان حاصل ہوا کہ تمام قسم کی فرنگیت جاتی رہی۔

اجتماع کی برکات

یہ اس اجتماع کا اثر ہے جو خدا تعالےٰ کی عظمت کا نظارہ پیش کرتا ہے اجتماع کا بڑا فائدہ ہوتا ہے، یہ طبیعتوں کی اصلاح کا باعث ہے، اس سے دلوں کا زنگ اُترجاتا ہے... اور پالش ہو جاتا ہے، اللہ تعالےٰ کا حکم ہے ادخلوا فی السلم کافۃ، سب کے سب ایک ہو جاؤ، سب کا شعار پوری فرمانبرداری ہو، نفس پرستی قریب نہ آئے بلکہ قربانی اور خدمت خلق کے جذبے سے دل کو معمور کیا جائے۔

حضرت امام وقت نے اجتماع کا حکم دیا

آج ہمارے سامنے ایک امام آیا، اگر اس کی زندگی میں یہ رنگ نہ پایا جاتا، کہ وہ قرآن کو جاننے والا اور قرآن کا عاشق زار تھا، اگر یہ قرآن کی تعلیم پر نہ چلتا، محمد رسول اللہ صلعم کی سنت کو زندہ نہ کرتا تو ہمیں اس کا ساتھ دینے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن اس امام کا علم بھی بڑا تھا اور اس کا عمل بھی بڑا تھا۔ اس نے اپنے آقا کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اجتماعی زندگی کی بنیاد رکھی، ایک جماعت انہوں نے تیار کی اور ایک انجمن کی بنیاد ڈالی، اس انجمن اور جماعت سے انہوں اپنے لئے کچھ نہیں بنایا بلکہ اپنے مکان اور باغ بھی انجمن کو دے دیئے، وہ زمیندار تھا، صاحب جائداد تھا لیکن سب کچھ خدا کی راہ میں دے گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت احیائے قوم ہے اور قوم کا احیا اجتماعی زندگی سے ہوتا ہے اسی اجتماع کا یہ فائدہ ہے کہ اس وقت جب ہم قادیان سے آئے تھے تو ہمارے ہاتھ میں کچھ نہ تھا لیکن آج ہمارا بجٹ سات لاکھ سے زائد ہے یہ ایک غریب قوم کے اجتماع کی برکت ہے، اس غریب قوم کی بنیاد تقویٰ اللہ پر ہے، امام وقت نے اس بات پر زور دیا کہ قوم میں اگر تقویٰ پیدا نہ ہوا تو ہمارا آنا عبث ہے اور قوم کو نصیحت کی کہ نفس پر قابو پاؤ، نفس پر قابو حاصل کئے بغیر کچھ نہیں بنتا، اور آپ نے حکم دیا کہ سال میں تین دن ساری قوم ایک جگہ جمع ہو اور مواعظ حسنہ سے قوم میں زندگی کی روح پیدا کی جائے اللہ تعالےٰ ...... کا بھی حکم ہے کہ اجتماع کرو

اس کے رسول نے بھی اجتماع کا حکم دیا ہے اور اس کے امام نے بھی اجتماع کی بنیاد رکھی ہے حضرت نے لکھا ہے اوحی الی ان الدین ھو الاسلام وان الرسول ھو المصطفےٰ فکما ان ربنا واحد یستحق العبادۃ وحدہ فکذالک نبینا المطاع واحد لا شریک معہ وانہ خاتم النبیین

میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جس طرح خدا ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ویسے ہی اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور وہ خاتم النبیین ہے، یہ تو آپ کا اپنا ارشاد ہے لیکن آپ کے بیٹے نے کہا کہ آپ خود نبی ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والے تمام کافر ہیں، یہ کس طرح برداشت ہو سکتا ہے۔ اُس وقت ہم چند آدمی خالی ہاتھ وہاں سے نکل آئے، جماعت آہستہ آہستہ پیدا ہوئی جس سے آہستہ آہستہ بجٹ بھی بڑھتا گیا اور سات لاکھ تک پہنچ گیا، اس کا کریڈٹ حضرت امام وقت کو ہے جس کے ارشاد کے ماتحت یہ جماعت قائم ہوئی یا اس غریب قوم کو ہے جس کی قربانیوں کا یہ نتیجہ ہے حضرت نے حکم دیا ہے کہ تین دن کیلئے تمام قوم اکٹھی ہو کر نمازیں پڑھے دعائیں کرے اور دین کی باتیں سنے اور سنائے گھر میں بیٹھ کر یہ قول کر لینے سے کہ ہم مل کر نمازیں پڑھ رہے یا دعائیں کر رہے ہیں یا چندہ ادا کر دیں وہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔

احمدیہ بلڈنگس قابل زیارت ہے

اس جگہ یعنی احمدیہ بلڈنگس کے ان مکانوں میں حضرت امام وقت خود تشریف لاتے رہے اور یہیں فوت ہوئے۔ حضرت مولانا نور الدین صاحب یہاں آتے اور نمازیں پڑھاتے اور قرآن کریم کا درس دیا یہاں حضرت مولانا محمد علی صاحب قیام پذیر رہے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے یہاں زندگی بسر کی۔ حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحب، حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب بھی یہاں آیا کرتے تھے یہ سب حضرت کے انصار تھے جن کے ہاتھوں میں حضرت نے جان دی ان کے متعلق ہی حضرت کا الہام ہے:

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں"

قوم کو چاہیئے کہ اس جگہ کی آکر زیارت کریں، ہم بُت پرست نہیں، لیکن ان بزرگوں کی قدر دانی اور یاد سے دلوں کے اندر ایک جذبہ پیدا ہوتا ہے، اللہ تعالےٰ نے بھی ایک بزرگ عورت کی نیکیوں کی یاد کے لئے فرمایا ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ آپ بھی ان تین دنوں کو استعمال کریں، باہم مل کر عبادت کریں اور مل کر دعا کریں، یہ قوم کی اجتماعی قوت اور قربانی کا نتیجہ ہے کہ وہ کنگ اور برلن اور امریکہ مشن کو دیکھ کر اسلامی سلطنتوں کے حکام

جلسہ سالانہ

حضرت امیر ایدہ اللہ

خواتین جماعت سے خطاب

واجب التکریم خواتین جماعت!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پچھلے سال آپ کی ہمت اور اخلاص سے خواتین کے جلسہ سالانہ کو ایک تاریخی حیثیت دے کر اپنا نام روشن کیا اس جلسہ میں رونق غیر معمولی تھی۔ اس جلسہ میں جماعت کی گریجوایٹ خواتین نے لیکچر دیکر اسے ایک خصوصی رنگ دیا اور آپ نے اس جلسہ میں پہلے سالوں سے زیادہ چندہ دیا۔

میں چاہتا ہوں یہ قابل قدر روایت جو آپ نے پیش کی ہے اس کو آپ قائم رکھیں اور اس سال بھی اسی اخلاص اور اسی جذبہ سے جلسہ کو رونق دیں۔

جن گریجوایٹ خواتین نے پچھلے سال جلسہ کو خطاب کیا تھا ان کے علاوہ نگہت ایم اے۔ حامدہ ترنم ایم اے مس عبدالحق صاحب۔ پروفیسر امۃ اللہ ایم اے، اور پروفیسر طاہرہ سلیم ایم اے۔ اور مس زمرد یوسف اس سال اپنے مقالہ جات پڑھکر سنائیں۔

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب مرحوم کی بیگم صاحبہ بھی ووکنگ سے اپنا لیکچر بھیجیں گی۔ اور شیخ رحمت الٰہی صاحب ایڈیشنل چیف انجینئر کی بیگم صاحبہ بھی جلسہ کو خطاب کریں گی۔

پچھلے سال میں نے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کی بیگم صاحبہ کو جلسہ میں رونق افروز ہونے کی تکلیف دی تھی، اور انہوں نے باوجود سخت ضعف کے اپنی بہو کے ساتھ جلسہ میں شمولیت اختیار کی تھی امید ہے وہ اس سال بھی شامل ہوکر عنداللہ ماجور ہوں گی۔

میں چاہتا ہوں اسی طرح مکرم ملک کرم الٰہی صاحب کی بیگم صاحبہ بھی باوجود کمزوری کے شریک جلسہ ہوں۔

میری دعا ہے جلسہ میں شرکت کرنے والی خواتین پر اللہ تعالے اپنے افضال نازل فرمائے اور ان کی مرادوں کو پورا کرے اور ان کی اولاد کو سعادتمند بنائے اور ان کی عمریں دراز ہوں۔

صدرالدین

احباب جماعت سے خطاب

احباب کرام۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کو معلوم ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اجتماعی زندگی بسر کرنے کا حکم دے رکھا ہے اور حضور کی اتباع میں حضرت مسیح موعود نے بھی جماعتی زندگی اختیار کرنے کی تاکید کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی حین حیات میں جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھی اور قوم کو حکم دیا کہ تین دن ہر طرح کی صعوبت برداشت کر کے جلسہ سالانہ میں شرکت کریں۔ آپ کا جلسہ سالانہ قریب آرہا ہے۔ آپ سب دعوت شریک جلسہ ہوکر مل کر عبادت کریں اور دعائیں کریں اور جلسہ کی برکات سے مستفید ہوں۔

اس جلسہ کے لئے ان احباب کے علاوہ جو ہر سال جلسہ کو خطاب کرتے ہیں ذیل کے اصحاب اپنے مقالہ جات لکھ کر لائیں۔ میاں بشیر احمد منٹو ایم اے۔ پروفیسر حبیب الرحمٰن ایم اے۔ پروفیسر محمد احمد ایم اے، پروفیسر خلیل احمد ایم اے۔ پروفیسر غلام محمد ایم اے۔ پروفیسر سعید اختر ایم اے۔ پروفیسر حمید ممتاز ایم اے۔ پروفیسر عبدالستار ایم اے۔ عبدالرب ایم اے۔ عبدالقیوم صاحب ایم اے اور ڈاکٹر نظیر الاسلام ایم اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔

میری دعا ہے اللہ تعالے آپ کا حامی وناصر ہو اور ہر طرح کی توفیق آپ کے شامل حال رہے۔

صدرالدین

قوم کا بجٹ

(۱) مجلس معتمدین نے اپنے اجلاس مؤرخہ ۱۷ نومبر ۱۹۵۷ء میں جو بجٹ پاس کیا ہے اس کی مجموعی رقم سات لاکھ تینتیس ہزار سات سو اکیس روپے ہے۔ اللھم زد فزد۔

(۲) جس قدر قرضہ جات آٹھ نو سال سے انجمن کے سر پر تھے وہ سب کے سب ادا ہو چکے ہیں اور اب ایک حبہ تک کا قرض انجمن کے ذمے نہیں ہے۔ فالحمد للہ رب العالمین۔

ان قرضہ جات کے علاوہ انجمن پچپن ہزار کا وہ قرضہ بھی ادا کر چکی ہے جو امریکہ مشن نے دوران جنگ میں صرف کیا تھا۔ ثم فالحمد للہ رب العالمین۔

(۳)۔ اس سال کے دوران میں قوم نے دو لاکھ چار ہزار روپے بطور چندہ انجمن کو دیئے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے۔ بتالیس ہزار روپے تو جلسہ سالانہ کی رقوم وصول ہوئیں، اور اغراض عام کا چندہ ایک لاکھ [illegible] نو ہزار روپے جمع ہوا، دونوں رقوم مل کر دو لاکھ چار ہزار روپے بنتے ہیں۔ اس قربانی پر میں اپنی جماعت کو مبارکباد دیتا ہوں اور دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنے افضال و برکات کی بارش نازل فرمائے۔

(۴) ابھی مالیر کی اراضیات سے پونے دو لاکھ روپے قابل وصول ہیں، اشاعت اسلام کے مقدس کام کو ترقی دینے کے لئے انجمن اس رقم کو کسی اچھے کاروبار میں لگا سکتی ہے۔

(۵) اراضیات ملیر کا ایک نہایت ہی قیمتی [illegible] سکے ہاتھ میں ہے اس قطعہ زمین کی قیمت [illegible]

میری آرزو

استحکام وتقویت جماعت کے مقصد کے پیش نظر میں چاہتا ہوں میری ایک آرزو پوری کرنے کیلئے قوم دس گیارہ ہزار روپے کی رقم صرف کرے۔ میری آرزو تین حصص پر مشتمل ہے:

۱۔ بدوملہی میں گیارہویں جماعت کا افتتاح کیا جائے اگرچہ چند ہزار روپے سالانہ خرچ آتا ہے لیکن اس کلاس کا افتتاح اگر اپریل یا مئی میں ہو تو صرف سات ماہ کا خرچ رہ جاتا ہے یعنی کوئی تین ہزار۔ اس خرچ کے مقابل کچھ فیس کی آمدنی ہوگی اور کچھ علاقہ سے چندہ فراہم کیا جائیگا۔ اندازہ ہے کہ انجمن کا خرچ صرف ایک ہزار یا اس سے بھی کم ہوگا۔

۲۔ پشاور میں چار ہزار روپے سالانہ کے خرچ پر ایک مشن کھولا جائے۔ اس مشن کا خصوصی حصہ اس کا مہمان خانہ ہو جس پر دو سو روپے ماہوار خرچ کئے جائیں اور اس مہمان خانہ کے لئے ضروری فرنیچر خرید لیا جائے اور سردست اس کے مہتمم کو ایک سو روپے ماہوار دیئے جائیں۔ جب یہ مہمانخانہ وجود میں آجائے تو پشاور مسجد کیلئے چندہ فراہم کرنے کی مہم شروع کی جائے۔ اس مسجد کی تعمیر [illegible] میں ایک قوم کی تعمیر ہوگی۔ بتوفیقہ تعالیٰ۔

۳۔ اراضیات اوکاڑہ میں ایک ہسپتال تعمیر کیا جائے جس پر سردست پانچ ہزار روپے صرف ہوں کوئی دو سو روپے کی ادویات مفت تقسیم کی جائیں اور باقیماندہ رقم ڈاکٹر کو بطور تنخواہ دی جائے۔

یہ تینوں تجویزیں جن کا تذکرہ اوپر ہوا ہے [illegible] ہزار روپے کے صرفہ سے وجود میں آسکتی ہیں اور میری رائے میں قوم کے استحکام اور ترقی کا موجب ہوسکتی ہیں بتوفیقہ تعالے۔

صدرالدین

اور امرا اس عظیم الشان خدمت کو سراہتے ہیں اور اس قوم کی جد و جہد پر فخر کرتے ہیں۔ آپ اندازہ لگائیے کہ اس جماعت کی کتنی مقبولیت ہے۔ اس کا لٹریچر کتنا مقبول ہے۔ آپ اس عزت اور شہرت کو قائم رکھیں، اور مل کر اس کام کو سرانجام دیں"

میں اپنی جماعت کے تمام افراد کو جو کراچی میں ہیں یا پشاور میں یا دوسرے مقامات پر سب سے کہتا ہوں کہ وہ ان تین دنوں میں (۲۵، ۲۶، ۲۷ دسمبر کو) یہاں جمع ہو جائیں، اسی طرح عورتوں سے بھی کہتا ہوں کہ وہ بھی ۲۴ دسمبر کو یہاں پہنچ جائیں ان کا پچھلا جلسہ ایک مثالی جلسہ تھا جس میں قوم کی بڑی بڑی قابل خواتین جمع ہوئی تھیں، ہمارے سلسلہ میں بہت سی قابل خواتین ہیں کئی ایم اے ہیں اور کئی پروفیسر، ان سب کو اور دوسری خواتین کو بھی یہاں آنا چاہیئے۔ وہ سب مقالے لکھ کر لائیں اور قوم کو اپنے علم سے فائدہ پہنچائیں، سب کو یہاں کے فوائد سے متمتع ہونا چاہیئے حضرت مسیح موعودؑ کا فرمان ہے کہ سب دوست سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے یہاں پہنچ جائیں، میں حضرت کے فرمان کے ماتحت تلقین کرتا ہوں کہ سال کے ان تین دنوں میں اس قومی اجتماع میں ضرور شامل ہوں اور نمازوں اور دعاؤں کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے افضال و برکات کے نزول کا باعث ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

ان تنصروا اللہ ینصرکم۔

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

جلسہ سالانہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں

حضرت مسیح موعودؑ کا ارشادِ گرامی

اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے اور ان کے معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو، پھر اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور اس جماعت کے تعلقات اخوت استحکام پذیر ہونگے ماسوا اس کے اس جلسہ میں یہ ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں، کیونکہ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں .... سو بھائیو یقین سمجھو کہ یہ ہمارے لئے ہی جماعت تیار ہونے والی ہے۔ خدا تعالیٰ کسی صادق کو بے جماعت نہیں چھوڑتا انشاء اللہ القدیر سچائی کی برکت ان سب کو اس طرف کھینچ لائے گی۔ خدا تعالیٰ نے آسمان پر یہی چاہا ہے اور کوئی نہیں کہ اس کو بدل سکے، سو لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ حرجوں کی پروا نہ کریں۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر ایک قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں جاتی اور مکرر لکھا جاتا ہے کہ

اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امر ہے کہ جس کی خالص تائید حق اور اعلاء کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں، عنقریب وہ وقت آتا ہے، بلکہ نزدیک ہے کہ اس مذہب میں نہ نیچریت کا نشان رہے گا اور نہ نیچریت کے تفریط پسند اور اوہام پرست مخالفوں کا نہ خوارق کا انکار کرنے والے باقی رہیں گے نہ ان میں بے ہودہ اور بے اصل اور مخالف قرآن روایتوں کو ملانے والے اور اللہ تعالیٰ اس امت وسط کے لئے بین بین کی راہ زمین پر قائم کر دے گا۔ وہی راہ جو قرآن لایا تھا، وہی راہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھلائی تھی وہی ہدایت جو ابتداء سے صدیق اور شہید اور صلحا پاتے رہے یہ ہوگا ضرور یہی ہوگا جس کے کان سننے کے ہوں سنے مبارک وہ لوگ جن پر سیدھی راہ کھولی جائے بالآخر میں دعا پر ختم کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے، اور ان کے ہم و غم دور فرمائے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مرادات کی راہ ان پر کھول دیوے اور روز آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا! اے ذوالمجد والعطا اور رحیم اور مشکل کشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت و طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین۔

(اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)

مدیر "آزاد نوجوان" مدراس اور مدیر "روشنی" کی دلچسپ خط و کتابت

قادیانی ابلہ فریبیوں کا عجیب و غریب مرقع

محمد کریم اللہ صاحب مدیر "آزاد نوجوان" مدراس ہمارے ایک مرحوم دوست محمد عزیز اللہ صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ انکے والد مرحوم باپ کے وقت سے جماعت احمدیہ لاہور میں شامل چلے آ رہے تھے، انجمن کی طرف سے انکو اخبار کے لئے کچھ وظیفہ بھی ملتا تھا، جو چند سال ہوئے تخفیف اخراجات کی زد میں آ کر بند ہو گیا، یہ امر انہیں اس درجہ شاق گذرا کہ انہوں نے جماعت احمدیہ لاہور سے اپنے قدیم تعلقات منقطع کر کے ان عقائد کو بھی خیر باد کہدیا جن کی تبلیغ وہ گذشتہ چالیس سال سے کر رہے تھے، اور خلیفہ قادیان کی بیعت کر کے نبوت مسیح موعود کی تبلیغ شروع کر دی، خیر وہ جانیں اور ان کا کام ہمیں کسی کے ذاتی معاملات سے سروکار نہیں، لیکن ہمیں اس جگہ یہ بتانا مقصود ہے کہ مدیر "آزاد نوجوان" نے ہمارے ایک اور عزیز دوست عبدالعزیز شورہ صاحب مدیر "روشنی" سرینگر پر بھی ڈورے ڈالنے شروع کر دیئے کیونکہ شورہ صاحب کو بھی اُن کے اخبار کے لئے انجمن کی طرف سے کچھ امداد ملا کرتی تھی، جو وہ بھی تخفیف اخراجات کے ضمن میں بند ہو گئی تھی۔ مدیر "نوجوان" نے اس موقعہ سے فائدہ اُٹھا کر شورہ صاحب کو ایسے خط لکھنے شروع کئے جن میں کبھی جماعت لاہور کو بے جان قرار دے کر اس سے وابستگی کو غیر مفید قرار دیا، کبھی نبوت کی بحث چھیڑ کر شورہ صاحب کو مغالطوں کے جال میں اُلجھانے کی کوشش کی گئی اور کبھی ان کو اخبار "روشنی" کی نئی تشکیل کے لئے امداد کا لالچ دیکر (جو بہرحال ربوہ ہی سے مل سکتی ہے جہاں سے "نوجوان" کو اب امداد ملتی ہے) انہیں ورغلانا چاہا، اس کے جواب میں شورہ صاحب نے اُن کے اس دام ہمرنگ زمین کو جس طرح توڑ پھوڑ کر اُن کے منہ پر مارا ہے اور جس مخلصانہ اصول پرستی کا اظہار اس خط و کتابت میں کیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ ذیل میں اس تمام خط و کتابت کو بلا کم و کاست شائع کیا جاتا ہے تاکہ قارئین کرام اس کے مطالعہ سے اس بات کا اندازہ کر سکیں کہ قادیانی حضرات کس کس پیرایہ میں دام تزویر پھیلا کر لوگوں کے دین و ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں، اس خط و کتابت میں شورہ صاحب نے مالی عسرت اور ابتلاؤں کے باوجود جس جرأت ایمانی کا اظہار کیا ہے اس پر ہم انہیں مبارکباد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے، اور دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں ہر قسم کی مشکلات سے نجات دے اور ان کا حامی و ناصر ہو۔

محمد کریم اللہ صاحب مدیر "نوجوان" کے انگریزی خط محررہ ۹ مئی ۵۷ء کا ترجمہ :-

بخدمت مسٹر عزیز کاشمیری، ایڈیٹر روشنی سرینگر

ڈیئر مسٹر عزیز، السلام علیکم

بہت عرصہ ہوا میں نے آپ کو یا آپ نے مجھ کو لکھا تھا۔ آج صبح مجھے آپ کا "روشنی" ملا۔ جس سے مجھے آپ اور سابقہ بندھن یاد آ گئے۔ جہاں تک حضرت مرزا صاحب کی نبوت کا تعلق ہے بحیثیت ایک با اصول آدمی کے مجھے آپ سے اور آپ کو مجھ سے اختلاف ہو سکتا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم دشمنوں کی طرح متصادم ہوں، معمولی اختلاف کے باوجود جو بڑھ بھی سکتا ہے۔ پھر بھی ہم ایک ہیں، آپ اپنے آپ کیا کچھ کیوں نہ کہیں، پھر بھی مجھے یقین ہے کہ لوگ ہمیں "قادیانی" کہکر پکارتے ہیں۔ اس میں ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہم نے زندگی میں چند ایسے اصول اختیار کر لئے جنہیں ہم سراسر حق و صداقت قرار دیتے ہیں۔

یہ وہ وقت ہے کہ ہم اسلام کے مقاصد کی خاطر کوئی ٹھوس کام کریں۔ اس دنیا میں جس میں کہ ہم بستے ہیں صرف احمدیت ہی بھلائی کر سکتی ہے۔ مگر کس قدر بدقسمتی ہے کہ ہم جُدا جُدا ہیں، مجھے یقین ہے کہ اگر آپ کو موقعہ دیا جائے گا تو آپ مؤثر طور پر کام انجام دے سکیں گے۔ مجھے یہاں سے بخوبی اندازہ ہو رہا ہے کہ آپ اپنا فرض مؤثر طور پر انجام دینے کا جذبہ رکھتے ہیں۔ لیکن آپ کو ضروری وسائل و ذرائع حاصل نہیں ہیں، اس سلسلے میں میں خیال کرتا ہوں۔ کہ میں آپ کی کوئی خدمت کر سکوں گا، بشرطیکہ آپ کی خواہش ہو۔

منظم طور پر ایک تنظیم کے ماتحت کام انجام دینے سے بڑھکر کچھ بھی نہیں ہے۔ لیکن آپ کے لئے کونسی تنظیم ہے جس میں آپ چلیں اور پھولیں گے؟۔ مجھے امید ہے کہ آپ میرے ساتھ اتفاق کریں گے۔ کہ جماعت لاہور مر گئی ہے، اور مولانا محمد علی کے ساتھ ختم ہو گئی ہے۔ جماعت لاہور میں اب کوئی جان باقی نہیں رہی۔ لاہوری مکان لڑکھڑا رہا ہے خاصکر تقسیم ہند اور مولانا محمد علی (مرحوم) کے بعد سے جماعت لاہور میں کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ .... اور یہ جماعت قادیان کی صداقت کا واضح نشان ہے۔ ملک کے اس حصے میں لاہور کی وفاداری سے وابستہ رہ کر ہم موثر طریق پر اپنا کام انجام نہیں دے سکتے۔ اچھا! ہم سند دوسرے حصے کے سیاسی پہلو سے اُلجھنا نہیں اور ہم خالص ایک مذہبی جماعت ہیں، بایں ہمہ لاہوری جماعت کا ہندوستان میں کوئی مستقبل نہیں ہے، فقد: کوئی منظم وغیرہ۔ اس کے علاوہ یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے اور ان کی تحریرات میرے بیان پر شہادت ہیں، اب آپ اُن کے اس دعوے پر کچھ کہنا چاہیں گے لیکن اس سے وہ سب بدل نہیں جائے گا جو کچھ انہوں نے پہلے ہی سے لکھا ہے۔ آخر اگر کوئی نبی مبعوث ہو تو اس میں کونسا نقصان ہے۔ نبی ہمیشہ سے رحمت کے مصداق ہوتے ہیں۔ کتنے دُکھ کی بات ہے جب لوگ کہتے ہیں۔ کہ موسےٰ کے پیرو نبی بن گئے، اور یہ کہ رسول اللہ صلعم کے پیرو نبی نہیں ہوں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ موسیٰ کی شریعت میں یہ طاقت تھی۔ کہ اس کے پیرؤوں کو نبی بنا دے لیکن رسول اللہ صلعم کی شریعت (قرآن) میں یہ طاقت نہیں ہے کیا کوئی ذی ہوش مسلمان جسے اپنا خیال ہو اور [illegible] ایسا کہہ سکتا ہے؟

ہاں! میں اس مسئلہ پر آپ سے بحث مباحثہ نہیں کرنا چاہتا۔ کیونکہ یہ میرے اختیار میں نہیں۔ کہ کسی شک کرنے والے کے شکوک دور کر دوں۔ البتہ میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ آپ کے دل کو کھولے۔

میں سرینگر میں اخبار "روشنی" کو نئی تشکیل اور نئی کروٹ دینا چاہتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ یہ صحیح معنوں میں خاطر خواہ طور پر چلے۔ میں چاہتا ہوں کہ کشمیر میں احمدیت کی روشنی پھیلے میں چاہتا ہوں کہ آپ منظم طور پر کام کریں۔ اس بارے میں آپ کو بہت سنجیدگی کے ساتھ سوچکر فیصلہ کرنا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے معاملات میں ہم نے بالکل سیدھا راستہ اختیار کیا ہے اور خدا کے کام میں [illegible] خلوص اور دیانتداری ہے جس کا بدلہ بہت جلد ملتا ہے میں نے آپ کے لئے ایک پروگرام سوچا ہے۔ اگر آپ خلوص کے ساتھ صرف اللہ تعالےٰ کے مقاصد کا کام کرنا پسند کریں گے، تو میں آپ کی بے حد مدد کر سکتا ہوں، اگر آپ کو دلچسپی ہو تو میں بذات خود آپ کے پاس آ کر آپ سے بات چیت کر سکتا ہوں۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کشمیر کے واسطے بھارت کے ساتھ بہت بڑے ہیں اور کشمیر نے ہندوستان کے ساتھ بہت کچھ کرنا ہے۔ ان حالات میں یہ بہت ضروری ہے کہ ہمارے کشمیری احمدی بھائی اپنی قسمت کو اس کی جماعت احمدیہ کے ساتھ وابستہ کریں جس کا صدر دفتر قادیان (مشرقی پنجاب) میں ہے۔

میری خواہش ہے۔ کہ آپ مہربانی کر کے اس خط پر سنجیدگی سے غور کریں۔ ساتھ ہی میں یہ بھی گذارش کرتا ہوں کہ آپ اللہ تعالےٰ سے دعا کریں کہ وہ آپ کو صحیح راہ دکھلائے۔ ٹھنڈے دل اور دیانتداری سے سوچیں اللہ تعالےٰ سے دعا کریں اور پھر مجھے [illegible] مطلع فرمائیں۔

آپ کا

اسلام میں

دستخط: محمد کریم اللہ نوجوان

عبدالعزیز شورہ صاحب مدیر "روشنی" کا جواب :-

مکرم معظم محمد کریم اللہ صاحب [illegible]

نوجوان" مدراس [illegible]

امید ہے آپ بفضلہ تعالیٰ بخیریت و عافیت سے ہوں گے۔ عرصہ دراز کے بعد آپ کا گرامی نامہ محررہ ۹ ماہ حال موصول ہوا۔ عنایت کا شکریہ۔ میں نے پوری توجہ سے آپ کے خط کو بار بار پڑھا۔ لیکن میں اپنی رائے پر قائم ہوں اور افسوس آپ کو میرے جواب سے مایوسی ہو گی۔ پھر بھی آپ یہ امر ذہن نشین کر رکھیں کہ میں نے آپ کو کبھی بھی اپنے سے جدا نہیں سمجھا۔ زندگی میں جب کبھی بھی میں نے کسی کو دوست کہا تو اس کے ساتھ اپنا فرض حتی الامکان نبھاتا رہا۔ اور کسی بھی مودت یا دوستی کے رشتے کو منقطع نہیں ہونے دیا۔ خواہ کیسے ہی پیچیدہ اور مشکل حالات درمیان میں کیوں نہ آ گئے۔ لہٰذا یہ آپکی غلط فہمی ہے کہ ہمارے سابقہ تعلقات منقطع ہو گئے۔ یا عقائد کے اختلافات ان میں حائل ہو گئے۔ نہیں میں اب بھی آپ کو اپنا دوست اور بہی خواہ سمجھتا ہوں۔

کوئی شک نہیں کہ لوگ مجھے قادیانی پکاریں لیکن ان کے ایسے رویہ سے مجھ پر کیا اثر ہو گا؟ آخر ان کے ایسا کہنے سے میں تھوڑا ہی قادیانی بن جاؤں گا۔ میرے عقائد جو کچھ بھی ہیں جماعت احمدیہ لاہور کے مطابق ہیں۔ میں آپ کے ساتھ متفق ہوں کہ جماعت احمدیہ ہی نے اسلام کی حفاظت و اشاعت کا کام دنیا میں سر انجام دیا ہے۔ آپ کا یہ کہنا بھی بجا ہے کہ میرے پاس ٹھوس کام کرنے کے لئے ذرائع و وسائل نہیں ہیں، کیونکہ میں انجمن کی ملازمت میں اب نہیں ہوں اور مالی مشکلات میں مبتلا ہوں۔ اس بارے میں آپ کا جذبہ اور تسلی قابل تعریف ہے۔ لیکن میرے بھائی! میں کیا کروں، میں ضمیر فروشی نہیں کر سکتا اور دنیا کو دھوکا نہیں دے سکتا۔ میں اگر شدت احتیاج سے سسک سسک کر دم بھی توڑ دوں تو خوشی سے اس حالت کو گوارا کر دوں گا۔ لیکن ضمیر کے خلاف کسی سودا میں اپنے کو فروخت نہیں کر سکتا ہوں، کیونکہ میں دنیا میں ایک با اصول آدمی جیسی زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔

میں سختی سے آپ کے ساتھ اختلاف کرتا ہوں کہ مولانا محمد علی صاحب مرحوم کے بعد جماعت احمدیہ لاہور کا وجود ختم ہو گیا یا ملک کی تقسیم کے بعد سے جماعت لاہور میں جان باقی نہیں رہی۔ بھلا شخصیت کو دینی عقائد و اصولات کے ساتھ کیا کام؟ حضور رسول مقبول صلعم کے بعد اختلافات کا آغاز ہونے سے کیا ہم نے یہ تصور کیا کہ اسلام ختم ہو گیا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اسی طرح آپ کا یہ کہنا بھی درست نہیں کہ ہم ملک کے اس حصے میں لاہور کی وفاداری سے وابستہ رہ کر کوئی موثر کام نہیں کر سکتے ہیں۔ یہ بہت ہی مضحکہ خیز خیال ہے۔ ایسا ہو گا تو آپ ایک غیر مسلم حکومت میں مسلمان بن کر کیسے رہ سکتے ہیں؟ آپ کو کس تجربے نے کہا کہ بھارت میں لاہوری احمدیوں کا کوئی مستقبل نہیں؟ میرا یہ عقیدہ ہے، کہ حضرت مرزا صاحب نے نبی ہونے کا ہرگز ہرگز دعوےٰ نہیں کیا ہے اور نہ اپنے منکرین کو کافر کہا ہے اور ایسا میں حضرت صاحب کی کتب ہی کی بنا پر اور ان کے غائرانہ مطالعہ کے بعد کہتا ہوں، آپ کے دلائل مجھ پر کوئی اثر نہیں کرتے۔ اسلام نے اگر نبوت جاری رکھی ہوتی تو ہمیں اسے جاری ماننے میں کوئی اعتراض مانع نہ ہوتا۔

لیکن کیا کیا جائے اسلام نے تو نبوت کا دروازہ بند قرار دیا۔ اور تعجب خیز امر ہے کہ آپ اسے جاری کرنے پر تلے ہوئے ہیں، اور اسی شخص کو نبی قرار دے رہے ہیں جو خود برملا طور پر کہتا ہے کہ:-

"میں سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کافر اور کاذب جانتا ہوں"

(مجموعہ اشتہارات ص ۲۳۳)

"میں بار بار کہتا ہوں بالاشتہار گواہی دیتا ہوں۔ کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا نہ نیا" (انجام آتھم ص ۲۷ حاشیہ)

"رسول کی حقیقت و ماہیت میں یہ بات داخل ہے، کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرائیل حاصل کرے اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا قیامت منقطع ہے"

(ازالہ اوہام ص ۶۱۴)

"بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں۔ اور اس کو کاٹا ہوا خیال فرماویں" (اشتہار ۳ فروری ۱۸۹۲ء)

پس اگر حضرت مرزا صاحب بقول آپ کے نبی ہیں تو یہ بات ان کے دعوے اور لفظ نبی کی اس تعریف کے خلاف ہے جو انہوں نے خود کی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیرو نبی بنے تو ان کی حیثیت چھوٹے چھوٹے راجوں مہاراجوں کی سی تھی اس کے برعکس حضور رسول مقبول صلعم کے پیرو مجددین اور محدثین بمنزلہ ان گورنروں اور کمشنروں کے ہیں، جن کے اختیارات راجوں مہاراجوں سے بہت بڑھ چڑھ کر ہوتے ہیں، جیسا کہ حدیث نبوی میں مرقوم ہے کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علماء مثل انبیاء ہیں، اس لئے آپ کی یہ دلیل بھی کمزور ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے پیرو تو نبی بنے پھر کیوں رسول اللہ صلعم کے پیرو نہ بن جائیں!

"روشنی" کے متعلق جن جذبات و خیالات کا آپ نے اظہار کیا ہے، ان کے سلسلے میں آپ کا ممنون ہوں افسوس کہ مسئلہ نبوت و کفر کے بارے میں مجھے آپ اور آپ کی جماعت سے بنیادی اختلاف ہے، ایسی صورت میں میرے ارادے کو دنیا کا کوئی بھی خزانہ بدل نہیں سکتا۔ میں نے آپ کے ارشاد کے مطابق کئی بار اللہ تعالیٰ سے دعا کی، کہ وہ مجھے صحیح عقائد پر قائم رکھے۔ اور اس وقت جو عقائد میرے ہیں ان کے بارے میں مجھے شرح صدر حاصل ہے۔

اچھا دوست! دعاؤں میں یاد رکھیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آپ نے بہت پہلے وعدہ کیا تھا۔ کہ آپ کشمیر کا دورہ کریں گے۔ مگر پھر کبھی نہیں آئے یہاں اس سال کا سیزن شروع ہو گیا ہے۔ کیا آپ اس سال آئیں گے؟

معاف کریں کہ ٹائپ رائٹر نہ ہونے کی وجہ سے مجھے اردو میں خط کا جواب دینا پڑا لیکن امید ہے کہ آپ کو یہ خط سمجھنے میں زیادہ کوفت نہیں ہو گی۔

(سارے متعلقین کو خلوص بھرا السلام علیکم عرض کریں۔ بزرگوں کو آداب۔ ہمشیرہ صاحبہ اور بھابی صاحبہ کی صحت کیا ٹھیک ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے ساتھ ہو) والسلام

آپ کا بھائی۔ عزیز کاشمیری ۲۳/۵/۵۷

مدیر آزاد نوجوان کا دوسرا خط:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی و محترمی عزیز کشمیری۔ ایڈیٹر ہفتہ وار "روشنی" سرینگر کشمیر۔

آپ کا والا نامہ مورخہ ۲۱/۵/۵۷ مجھے ۲۹/۵/۵۷ کو ملا۔ جزاک اللہ۔ آپ کو اپنی رائے پر قائم رہنے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ میں آپ کے نظریات سے کس قدر اختلاف کیوں نہ کروں لیکن جیسے کہ والٹیئر نے کہا ہے:-

However I may disagree with all that you say yet I shall fight unto death for your right to say so.

آپ میرے ساتھ اتفاق کریں یا نہ کریں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے اپنے اظہار خیالات کا موقعہ ضرور دیں گے۔

میرے عزیز دوست! میں نے جو کچھ لکھا تھا وہ بڑی ہمدردی کے ساتھ لکھا تھا۔ اور اب بھی بڑی ہمدردی اور خلوص کے ساتھ لکھ رہا ہوں۔ اگر کوئی تحریر تیز نظر آئے تو مجھے معاف فرماویں۔ آپ نے سچ فرمایا کہ

"شخصیت کا دینی عقائد و اصولات کے ساتھ کیا کام"

اگر لاہوری جماعت خالص اسلامی ہوتی اور اس کے عقائد و اصولات وہی ہوتے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تھے۔ تو اس میں کسی شخصیت کے گزر جانے کے بعد یہ تنزل پایا نہ جاتا۔ ہم نے یہ کبھی نہیں کہا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام ختم ہو چکا ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ اسلام کی زندگی کا ہمارے زمانہ میں سب سے بڑا ثبوت حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کا وجود اور ان کا دعوےٰ مسیح و مہدی ہے۔

آج ہر مذہب والے کو یہ وہم ہو گیا ہے کہ اس کا مذہب زندہ ہے مرا نہیں۔ چنانچہ یہودی یہی کہتے ہیں کہ موسےٰ علیہ السلام کے بعد ان کا مذہب مر نہیں گیا۔ ہمارے عیسائی دوستوں کا بھی یہی خیال ہے مگر آپ دیکھیں گے یا کر نشان نمائی کے لحاظ سے ہمارا

موجود ثابت ہو رہے ہیں۔ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشتر تک یہ مذہبی درخت اپنے پھلوں سے پہچانے جاتے رہے مگر حضرت نبی کریم صلعم کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ اب اگر کوئی درخت پھل دینے کے قابل ہے تو وہ نبی کریم صلعم کا درخت ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سُنّت ہے کہ وہ ہر زمانہ میں، ہر قوم میں، جب بھی ضرورت پڑی، انسانیت کی اصلاح کے لئے اپنے رہنما اور رہبر بھیجتا رہا۔ اور ان کو اگر کبھی رسول قرار دیا۔ تو کبھی نبی کہا گیا۔ چنانچہ ہمارے زمانہ میں بھی خدا کا ایک رسول اور نبی ہماری اصلاح کے لئے برابر وقت مقررہ پر اپنے وعدہ کے مطابق بھیجا۔ لیکن جس طرح یہودیوں نے حضرت مسیح کو ہرایا اور عیسائیوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو ہرایا، ٹھیک اسی طرح ہمارے نادان دوست بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انکار پر تُلے ہوتے ہیں۔

آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو تین حوالے جو پیش فرماتے ہیں ان کو تسلیم کرتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس نبوّت کو بند قرار دیا۔ وہ تشریعی نبوّت ہے اور "نئے اور پرانے کے معنے بھی یہی ہیں کہ اب کوئی پرانا نبی نہیں آسکتا۔ کیونکہ وہ بنی اسرائیلی تھا۔ اور نیا نبی کوئی جدید شریعت لے کر نہیں آسکتا۔ جو بھی حضرت نبی کریم صلعم کے فیض نبوت سے نبوت پائے گا۔ وہ امتی نبی تو ضرور کہلائے گا۔ ...

... ... مگر نہ پرانا نبی کہلا سکتا ہے اور نہ ہی نیا نبی اس کو قرار دیا جا سکتا ہے۔

کس نے آپ سے کہدیا کہ "حضرت مرزا صاحب پرانے یا نئے نبی ہیں"۔ حضرت مرزا صاحب چونکہ امتی نبی ہیں۔ اور حضرت نبی کریم صلعم کے در نبوّت سے فیض پانے والے ہیں۔ لہذا آپ کو نہ پرانا نبی کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی نیا۔ ایسے مدعی نبوّت کو ہم بقول مرزا صاحب "کافر و کاذب جانتے ہیں۔ جو حضرت نبی کریم صلعم کے بعد کسی پرانے یا نئے نبی ہونے کا دعوےٰ کرے۔ "وحی رسالت تا قیامت منقطع ہے"۔ آپ کے اس حوالہ سے ہماری تائید ہوتی ہے۔ بات وہی ہے جو ہم کہتے ہیں کہ اب کوئی ایسی وحی رسالت نہیں آسکتی جو جدید شریعت کہلانے کی مستحق ہو۔

حضرت نبی کریمؐ کا خاتم النبیین ہونا تمام پچھلی نبوتوں کو منقطع کر دیا۔ اور آپ کی شریعت نے اب وحی رسالت (یعنی نئی شریعت) کی آمد کے تمام دروازے بند کر دیئے اور صرف اپنے فیض نبوت سے نبوّت پانے کے دروازے کھول دیئے ہیں، یہ تو بھی حضرت محمد مصطفٰے صلعم کے خاتم النبیین ہونے کی ایک لطیف تفسیر ہے۔ آپ کا تیسرا سوال حضرت مسیح موعود کا وہ حوالہ ہے۔ یعنی "بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو کاٹا ہوا خیال فرماویں" میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایسا کہنا خاص ان لوگوں کے لئے ہے۔ جنہیں لفظ نبی سے باپ مارنے کا بیر ہے اور نبوّت کو ایک "ایٹم بمب" سے زیادہ خطرناک چیز سمجھتے ہیں۔ حالانکہ نبوّت جب بھی دنیا میں ظاہر ہوئی ایک رحمت ثابت ہوئی، حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مندرجہ بالا حوالہ میں "صرف کاٹا ہوا خیال فرماویں" کہا ہے۔ مگر اس کو کیا کہو گے کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقعہ پر خود اپنے ہاتھ سے لفظ رسول کو کاٹا۔ کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ سیدنا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ رسول نہ تھے۔ چاہے دنیا والے کچھ بھی کہیں ہم مانتے ہیں اور مانتے چلے آئیں گے کہ حضرت محمد مصطفٰے صلعم خدا کے برحق رسول تھے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ہر نبی کے زمانہ میں ایسے لوگ پائے جاتے تھے۔ جنہیں لفظ نبی اور رسول سے بیر یا بغض یا اختلاف تھا مگر ایسے لوگوں کی موجودگی اور مخالفت کی وجہ نبیوں کی نبوت اور رسولوں کی رسالت میں کوئی فرق نہ پڑا، جو خدا کے حکم سے نبی ہو .... کیا یہ ہمارے بس کی بات ہے کہ اس کو مقام نبوّت سے محروم کر دیں، سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے دوست نبوّت کی مخالفت کرنے والوں کی صف میں کیوں کھڑے ہونا چاہتے ہیں؟۔ ایک مومن کے ایمان کا تو تقاضا یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ نبیوں پر ایمان لانے والوں کی صف میں کھڑا ہو۔ اب رہی بات موسیٰ علیہ السلام کی امت میں اللہ تعالےٰ کے نبی بھیجنے کی۔ آپ نے ان نبیوں کی مثال "چھوٹے موٹے راجوں" سے دی ہے۔ میرے عزیز دوست! اللہ تعالےٰ کے نبیوں کو "چھوٹے موٹے راجوں" یا "مہاراجوں" سے مثال دینا۔ گویا نبوت کا مذاق اُڑانا ہے۔ آپ کچھ بھی سمجھیں، مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے موسیٰ کی امت میں پے در پے نبی بھیجے۔ اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر قرآن مجید گواہ ہے۔ قرآن مجید نے جب بھی ان نبیوں کا ذکر کیا ہے۔ انہیں چھوٹے موٹے راجہ یا مہاراجہ ہرگز نہیں کہا۔ اگر موسیٰ علیہ السلام کی امت میں نبی ہوئے ہیں اور یقیناً ہوئے ہیں، تو میں کمر عرض کرتا ہوں کہ کوئی وجہ نہیں کہ سیدنا حضرت نبی کریمؐ کی امت میں نبی نہ ہو،

بات سیدھی یہ ہے۔ کہ ہم ایک سچے اور برحق انسان کو وہ سب کچھ مانیں گے جو وہ کہے کیونکہ ہمارا یقین ہے کہ ایک سچّا شخص جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اور ایک جھوٹا شخص سچّا نہیں کہلا سکتا۔ اگر یہ اصول درست ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم کسی فیصلہ پر نہ پہنچیں۔ ہم دونوں جانتے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانئے سلسلہ احمدیہ ایک سچے پاک اور باخدا انسان تھے اور بقول آپ کے محدث اور مجدّد بھی تھے (جس کی تصدیق میں بھی کرتا ہوں)، یہ ہو نہیں سکتا کہ ہم ایک سچے انسان، پاک انسان، باخدا انسان کو نعوذ باللہ جھوٹا قرار دیں، نہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک محدث اور مجدّد نعوذ باللہ جھوٹ بولے۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ہم ایک محدث اور مجدّد کی ایک بات یا ایک دعوےٰ کو تسلیم کر لیں اور دوسرے دعوےٰ کو رد کر دیں۔

فیصلہ کن طریق

آیئے۔ میں آسان طریق فیصلہ آپ کو بتا دوں۔ ہم دونوں کے لئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تحریرات اپنے اندر حجت رکھتی ہیں اور ہم دونوں آپ کی ہر تحریر کو مانتے ہیں۔ فیصلہ کیجئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک حوالہ درج ذیل ہے۔ جس میں حضور نے اپنے آپ کو نبی بتایا ہے۔ مندرجہ ذیل حوالہ کے دل ہلا دینے والے الفاظ پر غور کیجئے اور سوچئے کہ کیا کوئی شخص خدا کی قسم کھا کر ایسا کہہ سکتا ہے۔ جب تک کہ وہ سچّا نہ ہو:-

(۱) "میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸)

اگر حضرت مرزا صاحب حقیقت میں نبی نہ تھے۔ تو کیا آپ خدا کی قسم کھا کر جھوٹ بولنے میں نعوذ باللہ لذت محسوس کر رہے ہیں؟۔ پھر نزول مسیح کے صفحہ ۴۸ پر حضور نے فرمایا ہے کہ:-

(۲) "میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرور انبیاء نے نبی رکھا ہے"

یہ حوالہ بھی قابل غور ہے کہ ہم دونوں جس کو مسیح موعود تسلیم کرتے ہیں اس کو ہمارے آقا سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی قرار دیا ہے۔ یہ دراصل صحیح مسلم کے اس حوالہ کی تشریح ہے جس میں نبی کریم صلعم نے آنے والے مسیح موعود کو ایک دفعہ نہیں بلکہ چار دفعہ نبی اللہ قرار دیا ہے۔

(۳) "نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

(۴) "ہمارا دعوےٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں" (بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

یہ تحریرات حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے وصال سے ایک یا سوا ماہ پیشتر لکھی ہیں، اس کے بعد حضور کی آخری، صاف اور صریح بیان اخبار عام لاہور میں شائع ہوا، جو درج ذیل ہے۔ اسکو کم از کم دس بار ضرور مطالعہ کریں کیونکہ یہ حضور کی آخری تحریر ہے۔ ملاحظہ:

"میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں۔ تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر اس سے انکار کر سکتا ہوں میں اس پر قائم ہوں اور اس وقت تک جو اس دنیا سے گذر نہ جاؤں"۔

(اخبار عام لاہور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

یہ حضرت مسیح موعود کی آخری تحریر ہے کیونکہ حضور کی [illegible] ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہوئی۔ حضور نے اپنے [illegible]

خدا کے حکم سے نبی ہونے کا دعوےٰ فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ اگر آپ انکار فرما دیں۔ تو آپ کا گناہ ہوگا۔ پھر یہ بھی بتا دیا ہے کہ حضور اپنے اس دعویٰ پر اس دنیا سے گذر جانے تک قائم رہیں گے۔

یہی حضور کا آخری بیان ہم دونوں کے لئے حجت ہے۔ اب کوئی لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہیں رہتی آیئے ہم اس پر اتفاق کرلیں۔ اور تمام اختلافات کو اس دعوےٰ کے مدنظر مٹا دیں۔ ہمارا عقیدہ لاہوری یا قادیانی نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ہونا چاہیئے جو حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کا تھا۔ خدا کے لئے سوچیئے۔ اس دنیا سے ہم سب کو ایک دن گذر جانا ہے لیکن ایسا نہ ہو کہ ہم خدا تعالےٰ کے حضور مجرم اور گنہگار ثابت ہوں۔

مسئلہ کفر

اس مسئلہ کو بھی ہم حضرت بانیٔ سلسلہ کی تحریرات سے حل کر سکتے ہیں۔ میری پہلی دلیل یہ ہے کہ جو خدا تعالےٰ کے نبی کا منکر ہو اس کو کافر کہتے ہیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۷۹ پر فرماتے ہیں کہ

"دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا۔ اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے۔ اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں تاکید پائی جاتی ہے پس اس لئے کہ وہ خدا کے رسول کا منکر ہے۔ کافر ہے، اور اگر غور کیا جائے تو دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم کے ہیں"۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۷۹)

جس طرح میں نے نبوت سے متعلق حضور کا آخری بیان پیش کیا ہے اسی طرح کفر کے متعلق حضور کا آخری ارشاد درج کرتا ہوں۔ جو ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء کا ہے۔ گویا حضرت اقدس نے اپنے وصال سے صرف دو دن پیشتر تحریر فرمایا ہے:۔

"ایک شخص نے سوال کیا کیا آپ کو نہ ماننے والے کافر ہیں؟ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ مولویوں سے جا کر پوچھو کہ ان کے نزدیک جو مسیح اور مہدی آنے والا ہے اس کو جو نہ مانے گا اس کا کیا حال ہے۔ پس میں وہی مسیح و مہدی ہوں جو آنے والا ہے"

(بدر ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء)

آپ خود غور فرمادیں کہ خود ہمارے غیر احمدی علماء ایسے شخص کو کیا کہیں گے۔ جو آنے والے مسیح کا منکر ہو۔ ظاہر ہے کہ کافر کہیں گے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ وہ انکار کر کے خود بخود کافر ہو جائے گا۔ اب کچھ باقی نہ رہا۔ امید ہے کہ آپ ان حقائق پر غور فرمائیں گے اور اللہ تعالےٰ کے حضور دعائیں کریں گے۔ انسان کی عقل ادھوری ہے، اور

خدا کا فضل ہی اجالا۔ آپ کے عزم و استقلال اور ارادوں کی میں بھی قدر کرتا ہوں آپ کا یہ کہنا۔ کہ "میرے ارادے کو دنیا کا کوئی خزانہ بدل نہیں سکتا" اپنی جگہ پر حق ہے۔ مگر میں نے آپ سے کب یہ کہا تھا۔ کہ کوئی خزانہ آپ کے ارادے کو خرید سکتا ہے یا بدل سکتا ہے۔ اس دنیا میں کوئی کسی کو کچھ نہیں دے سکتا۔ وہ لوگ بڑی غلطی کرتے ہیں، جو یہ سمجھتے ہیں کہ فلاں شخص روپوں کے لئے احمدی ہوگیا۔ دین خالص خدا کے لئے ہوتا ہے اور جو شخص خالص خدا کی خوشنودی کے لئے دینی خدمت کرتا ہے۔ اور حق و صداقت کو مانتا چلا جاتا ہے اور اس راہ میں مخالفت اور دشمنی کی محض رضا الٰہی کے لئے کوئی پروا نہیں کرتا۔ اللہ تعالےٰ ایسے شخص کو چمکاتا چلا جاتا ہے اور دنیا کے تمام خزانوں کو اس کے قدموں میں لاکر ڈال دیتا ہے۔ مذہبی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے اور دنیا حیران ہے۔ کہ ایسا کیونکر ہوا۔ مگر یہ حقیقت ہے۔ کہ ایسا ہوا آج ہوتا ہے اور اسی طرح ہوتا چلا جائے گا۔ ہمیں محض رضا الٰہی کے لئے آگے بڑھنا چاہیئے جب خدا تعالےٰ دینے لگتا ہے تو دنیا کی کوئی قوت اس کو بند نہیں کر سکتی چاہے اس کی دین دولت ہو یا نبوت ؎

حاجتیں پوری کریں گے کیا تیری عاجز بشر
کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے

(حضرت مسیح موعود)

اب فیصلہ آپ جو چاہیں کریں مگر اتنا ضرور یاد رکھیں کہ یہ خدا تعالےٰ کا معاملہ ہے۔ ہمیں فیصلہ کرتے ہوئے یہ سوچنا چاہیئے کہ ہمارا فیصلہ ایک دوسرے کے لئے نہیں ہے نہ ہی دنیا کی جھوٹی شان کے لئے ہے، نہ ہی دنیا کے خزانوں کے لئے ہے۔ بلکہ ہمارا فیصلہ محض خدا کی خاطر ہونا چاہیئے اسی میں خیر و برکت ہے۔ ایسے فیصلے کا اجر ہمیں اللہ تعالےٰ سے ضرور ملے گا۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو میرے اس خط کو اخبار روشنی میں شائع فرمادیں اور اگر حکم ہو تو میں بھی نوجوان میں شائع کر دوں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو، اور آپ کو حق و صداقت کے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جواب سے سرفراز کیجئے۔

خاکسار۔ (دستخط) محمد کریم اللہ نوجوان

۷/۶/۷۴

دوسرے خط کا جواب از عبد العزیز صاحب نوزاد

مکرم برادرم محمد کریم اللہ صاحب نوجوان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گرامی نامہ محررہ ۷/۶/۷۴ موصول ہوا۔ لیکن گوناگوں مصروفیتوں خاصکر درد معدہ میں مبتلا رہنے کی وجہ سے کوئی بھی کام نہیں کر سکا، اور آپ کے خط کا بھی وقت پر جواب نہ دے سکا۔ میں نے آپ کے خط کو بغور پڑھا۔ جس کا سارا لب لباب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد اس امت میں کوئی پرانا یا نیا

تشریعی نبی نہیں آسکتا۔ البتہ غیر تشریعی نبی آسکتے ہیں۔ جن میں حضرت مرزا صاحب کو اپنے دعوے میں سچا نہ ماننے والا کافر ہے، جواب مختصراً عرض ہے کہ اگر مرزا صاحب نبی ہوتے تو وہ نبی کا نام پانے کی توجیہہ ہرگز نہ کرتے۔ نبی کا نام پانے کی توجیہہ تو وہی کر سکتا ہے جو درحقیقت نبی نہ ہو، اور کسی وجہ سے اسے نبی کا نام دیا گیا ہو، چنانچہ مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

"اور پھر ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر افترا ہے"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

آگے چل کر آپ نے خود اس طرح واضح کیا ہے۔ کہ آپ نے کن معنوں میں لفظ نبی کا استعمال کیا ہے:۔

"بلکہ جس نبوت کا دعوےٰ قرآن شریف کے رو سے منع معلوم ہوتا ہے۔ ایسا کوئی دعوےٰ نہیں کیا گیا۔ صرف یہ دعویٰ ہے کہ ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں۔ اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالیٰ سے بکثرت شرف مکالمہ و مخاطبہ پاتا ہوں"۔ (حقیقۃ الوحی ص ۳۹۰)

اور پھر فرمایا کہ ایسا شخص اسلامی اصطلاح میں صرف محدث ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ازالہ اوہام میں آپ فرماتے ہیں کہ:۔

"صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ و حدیثیہ کے رو سے بکلی ممتنع ہے۔ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے کہ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے اسی غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ دوسرے کا مطیع اور تابع ہو، ہاں محدث جو مرسلین میں سے ہے امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی۔ امتی وہ اس وجہ سے کہ وہ بکلی تابع شریعت رسول اللہ اور مشکوٰۃ رسالت سے فیض پانے والا ہوتا ہے اور نبی اس وجہ سے کہ خدا تعالےٰ نبیوں کا سا معاملہ اس سے کرتا ہے اور محدث کا وجود انبیاء اور امم میں بطور برزخ

اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا) وہ اگرچہ کامل طور پر امتی ہے مگر ایک وجہ سے نبی ہوتا ہے"

دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں:۔

"اور نبوت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر منقطع ہو چکی ہے اور بعد قرآن شریف کے جو تمام کتب سابقہ سے افضل ہے کوئی کتاب نہیں اور نہ شریعت محمدیہ کے بعد کوئی شریعت ہے ہاں حضرت خیر البریہ محمد مصطفےٰ صلعم کی زبان مبارک سے میرا نام نبی رکھا گیا ہے اور یہ آپ کی متابعت کی برکت سے ایک ظلی امر ہے اور میں اپنے نفس میں کوئی خوبی نہیں دیکھتا اور جو کچھ میں نے پایا ہے آپ ہی کی قوت قدسی سے پایا ہے اور اللہ کے نزدیک میری نبوت سے مراد سوائے کثرت مکالمہ و مخاطبہ کے اور کچھ نہیں، اور اس پر خدا کی لعنت ہو جس نے اس سے زیادہ دعوےٰ کیا ....

اور اللہ کی طرف سے میرا نام مجازی طور پر بھی رکھا گیا ہے نہ حقیقت کے طور پر"

(الاستفتاء حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۴-۶۵)

- - - - - - - - - - - -

"انبیاء کے مبعوث ہونے کی غرض و غایت آپ یہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"انبیاء اس لئے آتے ہیں۔ کہ تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں۔ اور اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کرا دیں اور بعض احکام کو منسوخ کریں اور بعض نئے احکام لائیں" آئینہ کمالات اسلام ص۳۲۲

ایسے میں آپ نبی ہیں تو کس طرح؟ آپ کی واقفیت کے لئے مزید حوالجات پیش کرتا ہوں ؎

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"پہلی امتوں میں دین کے قائم رکھنے کے لئے خدا کا قاعدہ یہ تھا۔ کہ ایک نبی کے بعد بوقت ضرورت دوسرا نبی آتا تھا۔ پھر جب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں ظہور فرما ہوئے اور خدا تعالیٰ نے اس نبی کریم صلعم کو خاتم النبیین ٹھہرایا۔ تو بوجہ ختم نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہ ہم و غم رہتا تھا کہ مجھ سے پہلے دین قائم رکھنے کے لئے ہزارہا نبیوں کی ضرورت ہوئی۔ اور میرے بعد کوئی نبی نہیں جس سے روحانی طور پر تسلی حاصل ہو اور اس حالت میں فساد کا اندیشہ تھا، سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت دعائیں کیں، تب خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی۔ اور فرمایا کہ ہر صدی کے سر پر دین کی تجدید کے لئے ایک مجدد ہوتا رہے گا جس کے ہاتھ سے خدا تعالیٰ دین کی تجدید کرتا رہے گا"

(مکتوب مندرجہ الحکم ۱۹۰۱ء)

"ہم خادم اسلام ہیں اور یہی ہمارے ظہور کی علت غائی ہے اور نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں۔ رسالت لغت عرب میں بھیجے جانے کو کہتے ہیں۔ اور نبوت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے علم پا کر پوشیدہ حقائق و معارف کو بیان کرنا سو اس حد تک مفہوم کو ذہن میں رکھ کر دل میں اس کے معنی کے موافق اعتقاد رکھنا مذموم نہیں ہے مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں۔ کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں، یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے۔ اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اس جگہ بھی یہی معنے نہ سمجھ لیں .... اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہ آنے چاہئیں"

(الحکم ۳۰ ۱۸۹۹ء)

اسی طرح آپ اپنے نہ ماننے والوں کو ہرگز ہرگز کافر یا دجال قرار نہیں دیتے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت یا احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں۔ ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا" (تریاق القلوب)

ان حالات میں میں نہیں سمجھتا۔ کہ کوئی شخص جسے دیانت اور خدا ترسی کا پاس ہو۔ کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی قرار دے سکتا ہے۔ اور آپ کا نہ ماننے والا کس طرح کافر ہو سکتا ہے۔

آپ نے اپنا خط اخبار میں شائع کرنے کے لئے کہا ہے۔ اس سلسلے میں آپ کو اس شرط کے ساتھ میری طرف سے کھلی اجازت ہے کہ آپ اپنا خط محررہ ۹/۵/۵۷، میرا جواب محررہ ۲۲/۵/۵۷، اپنا خط محررہ ۴/۶/۵۷ اور میرا جواب الجواب (یعنی یہ خط) سب تمام و کمال شائع فرما دیں، کیونکہ جزوی طور پر شائع کرنا اصولاً جائز نہیں۔

امید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔ والسلام

خلوص کیش۔ عزیز کاشمیری

ایڈیٹر روشنی سرینگر

نوجوان صاحب کا تیسرا خط:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامک سنٹر۔ مدراس ۱۴/۶/۵۷

بخدمت شریف جناب عزیز کاشمیری صاحب ایڈیٹر روشنی سرینگر (کشمیر)

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا گرامی نامہ ۔۔۔ ۲۸ مورخہ ۱۰/۶ آج ابھی ابھی ملا ہے۔ جزاک اللہ! میں آپ کے خیالات کی قدر کرتا ہوں۔ لیکن مجھے کہنے دیجئے کہ آپ نے جتنے حوالے پیش فرمائے ہیں۔ وہ سب کے سب سابقہ حوالے ہیں اس کے ہرگز یہ معنی نہیں کہ میں ان حوالوں کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ میرا منشاء یہ ہے کہ میں نے جو حوالے آپ کو لکھ کر بھیجے تھے۔ وہ سب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری ایام کے ہیں۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ آپ کوئی تازہ حوالہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایسا پیش کرتے جو حضور کے آخری دنوں سے تعلق رکھتا ہو۔ میں مسیح موعود علیہ السلام کی ہر تحریر کا قائل ہوں چاہے وہ حضور کی سابقہ تحریر ہی کیوں نہ ہو۔ اور میں نے کئی حوالوں پر میں نے اپنے خط میں روشنی ڈالی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ حضور کے انکار کے کیا معنی ہیں اور اقرار سے کیا مراد ہے۔ تعجب ہے کہ آپ نے ان کا کوئی جواب نہ لکھا۔ میری نظر میں حضور کے وہ حوالے حجت ہیں، جو حضور نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں لکھے۔ آپ کو علم ہوگا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے فرمایا۔ کہ "مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو" (بخاری جلد ۲)

پھر آپ نے فرمایا کہ:۔

"اگر موسیٰ و عیسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا [illegible]"

(ابن کثیر حاشیہ [illegible])

اب اگر یہودی یا عیسائی (عیسائی قائل) حضرت نبی کریم صلعم کے سابقہ بیان کے [illegible] حضرت موسیٰ یا عیسیٰ کی اطاعت کا سوال [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

"مجھے موسیٰ و عیسیٰ پر فضیلت نہ دو"

تو کیا کوئی مسلمان یہودیوں اور عیسائیوں کے اس بیان کی تصدیق بھی کر سکتا ہے۔ آپ اچھی طرح سوچ لیں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا اور اس کے رسولوں اور نبیوں کو ماننے کے معاملہ میں ہماری ہٹ دھرمی اچھی چیز نہیں ہوتی۔ مومن وہ ہوتا ہے جو حق و صداقت پر لبیک کہتا ہے اور ایک امر واقعہ کے سامنے اپنے تصورات کو خیرباد کہدیتا ہے۔ آیئے! ایک اور حقیقت سے میں آپ کو آشنا کروں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی سب سے پہلی تصنیف براہین احمدیہ میں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو زندہ قرار دیا ہے۔ کیا اس کے یہ معنی ہوں گے کہ چونکہ ...... سابقہ تصنیف براہین احمدیہ میں حضرت مسیح موعود نے عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ قرار دیا ہے۔ لہذا حضور کے بعد کی تمام تصنیفات بیکار ہیں، جس میں حضرت اقدس نے حضرت مسیح ناصری کو مردہ ثابت کیا ہے۔

اگر آپ دلائل و براہین، حق و انصاف، علم و معقولیت کی روشنی سے دور ہو کر چند سابقہ حوالوں پر، ان کے سیاق و سباق سے علیحدہ ہو کر اصرار (اصرار؟ ناقل) کر سکتے ہیں۔ اور حق گوئی سے پرہیز کر سکتے ہیں۔ تو پھر یہ حق ایک غیر احمدی کو بھی دینا پڑے گا۔ جب وہ یہ کہے گا کہ خود حضرت مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں حضرت مسیح ناصری کو زندہ قرار دیا ہے۔

میرے عزیز بھائی! بات صرف اتنی ہے کہ ہر مامور من اللہ کی آخری تحریر حجت ہوتی ہے، میں سچ سچ کہتا ہوں، مجھے آپ سے بڑی ہمدردی ہے، اور کیوں نہ ہو جب آپ میرے روحانی بھائی ہیں۔ اگر میری کوئی تحریر سخت ہے۔ تو محض اتمام حجت کی بناء پر لکھی گئی۔ ورنہ میرا مقصد ہرگز نہیں کہ آپ کو دکھ دوں، صرف مکرر عرض کرتا ہوں۔ کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آخری تحریرات بطور حجت پیش کی ہیں۔ اور آپ نے حضور کی سابقہ تحریریں پیش فرمائی ہیں، میرا اگلا خط پھر ذرا غور سے پڑھیں، میں نے اس میں بتایا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انکار نبوت سے کیا مراد ہے۔

آپ نے ۱۹۰۱ء کا ایک حوالہ پیش کیا ہے اور میں نے پہلے ہی ۱۹۰۸ء کا حوالہ پیش کیا ہے۔ جس کو حضور نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں پیش فرمایا اور میرا حوالہ ایسا ہے جو ایک غیر احمدی اخبار "اخبار عام" میں بھی چھپ چکا ہے۔ آپ کے فوری مطالعہ کے لئے میں پھر ایک بار اس حوالہ کو درج ذیل کرتا ہوں:-

"میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے۔ تو میں کیونکر اس سے انکار کر سکتا ہوں۔ میں اسی پر قائم ہوں۔ اور اس وقت تک جو اس دنیا سے گذر نہ جاؤں"

(اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

آپ خدارا ان الفاظ پر غور فرمادیں۔ حضور فرماتے ہیں کہ
"اگر میں اس سے انکار کر دوں (یعنی نبوت سے۔ ناقل) تو میرا گناہ ہوگا"

لیکن آپ ہیں کہ انکار کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اسلامی طریق فیصلہ یہ ہے کہ ہم اس پر قائم ہو جائیں جو کچھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اسی میں ہماری خیر اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

جواب کا طالب
خاکسار (دستخط) محمد کریم اللہ نوجوان

نوجوان صاحب کے تیسرے خط کا جواب:-

دفتر روشنی۔ سرینگر

مکرمی جناب نوجوان صاحب۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط محررہ ۱۴/۷/۵۷ پیش نظر ہے۔ اس کے عجیب و غریب مضامین سے میں ورطہ حیرت میں پڑ گیا۔ کہ آپ کیا کچھ لکھ رہے ہیں۔ جب آپ کو میرے پیش کردہ حضرت مرزا صاحب کے حوالجات تسلیم ہیں تو پھر "نئی اور پرانی تحریرات" کی الجھن پیدا کرنے کے کیا معنی؟ ان حوالجات پر آپ سنجیدگی سے غور کرتے تو آپ کو اپنے سوالات کے شافی جوابات مل جاتے۔

آپ کا یہ لکھنا کہ "ہر مامور من اللہ کی آخری تحریر حجت ہوتی ہے" حد درجہ حیرت انگیز و مضحکہ خیز ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ گویا مامور من اللہ کے اقوال و کردار میں تضاد ہوا کرتا ہے، ساری عمر جو وہ کہتے اور لکھاتے رہے۔ اس کا اعتبار نہیں، البتہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت بقول آپ کے جو کچھ وہ سابقہ تحریرات و اقوال کے خلاف بیان کریں۔ بس اسی پر سارا انحصار ہے! گویا نعوذ باللہ وہ مامور من اللہ نہ ہوئے شعبدہ باز اور فریب باز ہوئے۔ جو ساری عمر اپنے دعوے کو نہ سمجھ سکے۔ لوگوں کو بلاوجہ الجھنوں اور ایچا پیچیوں میں ڈالتے رہے، عوام کے ذوق سلیم کے لئے عظیم بار بنے رہے اور انہیں دھوکہ دیتے رہے!!!

بھلا اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیس پچیس سال تک اپنا دعوےٰ صرف مجدد، مہدی، مسیح موعود ظلی اور مجازی نبی ہونے کا کرتے رہے اور عمر کے آخری ایام میں انہوں نے اپنے سابقہ دعاوی کے بالکل برخلاف بقول آپ کے نبوت کا دعوےٰ کیا۔ تو اس طرح سے آپ دنیا والوں پر اعلانیہ یہ بات ظاہر کر رہے ہیں۔ کہ ایسے شخص کو مجدد تو کیا، راستباز مسلمان بھی تسلیم نہ کیا جائے! مجھے آپ کے ایسے فہم و ذکا پر تعجب آتا ہے۔ کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ "ایک غلطی کا ازالہ" لکھ کر حضرت مرزا صاحب نے لوگوں کی غلطی کا نہیں بلکہ اپنی غلطی کا ازالہ کیا ہے؟ آخر بقول آپ کے ان کی سابقہ تحریرات اور آخری تحریرات میں تضاد ہی تو ہے!!

اگر حضور رسول مقبول صلعم نے موسیٰ و عیسیٰ پر اپنے کو فضیلت نہ دینے کے لئے کہا تھا۔ تو ایسا انہوں نے اس لئے فرمایا تھا کہ سب انبیاء عہدۂ نبوت میں برابر ہیں۔ جیسا کہ ہر ملک کے تمام بادشاہ برابر ہیں۔ البتہ حضور رسالت مآب صلعم کو جو فضیلت حاصل ہے وہ آپ کے منصب اور اس کام کے لحاظ سے ہے جو آپ نے انجام دیا ہے جس طرح نیپال یا بھوٹان کا بھی بادشاہ ہے۔ اور برطانیہ کا بھی بادشاہ ہے۔ لیکن برطانیہ کے بادشاہ کو جو عظیم فضیلت نیپال جیسے بادشاہوں پر حاصل ہے وہ بالبداہت واضح ہے پس جب آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر موسیٰ و عیسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری متابعت کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا یہ اسی طرح کہ برطانیہ ایسے عظیم شہنشاہ کے سامنے نیپال جیسے بادشاہوں کو متابعت کے سوا چارہ نہیں۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام اگر اعتقادی طور پہ پہلے حیات مسیح کے قائل تھے پھر اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر اس کی وفات کے قائل ہوئے۔ تو اس سے کونسا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہے؟ جناب اس سے کسی مامور من اللہ کے تبدیلی دعوے کے نتیجے وجہ جواز نکالتے ہیں؟ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت مرزا صاحب کی ایسی ہی باتیں جو ثابت کر رہی ہیں۔ کہ آپ نبی نہیں تھے مثلاً حضرت صاحب نے کہیں کہیں مسیح ناصری علیہ السلام کی پیدائش بن باپ کے بیان کی۔ پھر خود ہی مسلمانوں کے اس اعتقاد کا بار ثبوت انہی پر ڈال دیا۔ اور پھر جب شیخ قمرالدین صاحب جہلمی نے آپ کو بتایا کہ میرے نزدیک قرآن سے ہی ثابت ہے کہ مسیح علیہ السلام بن باپ پیدا ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ

"جب آپ قرآن سے ان کے بن باپ ہونے پر استدلال کرتے ہیں تو پھر ہمارا آپ سے کوئی بحث نہیں"

اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کا جو حوالہ آپ نے پیش کیا ہے۔ کاش اس کے مندرجہ ذیل الفاظ پر بھی آپ غور کرتے جنہیں آپ نے نظر انداز کیا [illegible] یہ الفاظ آپ کو خاموش کرانے کے [illegible] کہ یوں ہیں:-

"میں ان معنوں میں نبی نہیں [illegible] اسلام سے اپنے تئیں الگ کرتا ہوں یا [illegible] کوئی حکم منسوخ کرتا ہوں۔ میری گردن [illegible] جوا ہے جو قرآن کریم نے پیش کیا [illegible]

نقطہ یا ایک شعشہ قرآن شریف کا منسوخ کرسکے سو میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنی ہیں۔ کہ خدا سے الہام پاکر بکثرت پیشگوئی کرنے والا"

آپ کی تسلی و تشفی کے لئے چشمہ معرفت مطبوعہ ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء کا یہ حوالہ بھی درج کرتا ہوں۔ جو حضرت صاحب کے آخری ایام کی تحریر ہے:۔

"ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور آنجناب کے بعد مستقل طور پر کوئی نبوت نہیں۔ اور نہ کوئی شریعت ہے۔ اور اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے۔ تو بلا شبہ وہ بیدین اور مردود ہے لیکن خدا تعالےٰ نے ابتداء سے ارادہ کیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات ، اظہار و اثبات کے لئے کسی شخص کو آنجناب کی پیروی اور متابعت کی وجہ سے وہ مرتبہ کثرت مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ بخشے کہ جو اس کے وجود میں عکسی طور پر نبوت کا رنگ پیدا کرے۔ سو اس طور سے خدا نے میرا نام نبی رکھا۔ یعنی نبوت محمدیہ میرے آئینہ نفس میں منعکس ہو گئی۔ اور ظلی طور پر نہ اصلی طور پر مجھے یہ نام دیا گیا۔ تا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض کا کامل نمونہ ٹھہروں"

(حاشیہ صفحہ ۳۲۵)

یہاں پر لفظ "ظلی" استعمال ہوا ہے۔ جس طرح درخت کا سایہ قطعاً درخت کی ہی کوئی بھی خصوصیت اپنے اندر نہیں رکھتا۔ اسی طرح ایک ظلی عہدہ محض ایک سایہ ہوتا ہے جو اصل کی کوئی خصوصیت اپنے اندر نہیں رکھتا نیز محض نام پالینے سے عہدہ نہیں مل جاتا۔ مثلاً ایک شخص کا نام اسرار نبی یا محمد صاحب یا محمود احمد یا رسول وغیرہ وغیرہ ہے۔ تو کیا اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ محض نام رکھنے یا پانے سے وہ شخص نبی رسول اور محمد بن گیا؟۔ اور کیا ہم انہیں ایسا کہہ سکتے ہیں؟۔ ہرگز نہیں۔

یہ آپکی غلط فہمی ہے۔ کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کسی پرانی کتب کے حوالے پیش کئے ہیں۔ حقیقۃ الوحی مئی ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی ہے یعنی حضرت صاحب کی وفات سے صرف ایک سال قبل۔ تریاق القلوب اگرچہ ۱۹۰۲ء میں شائع ہوگئی...... لیکن حضور نے ۱۹۰۷ء میں بھی اس میں..... مندرجہ دعاوی کی تصدیق حقیقۃ الوحی میں نشان ۱۱۸ کے تحت اس طرح کی ہے:۔

"...... جب ہم...... کچہری میں گئے۔ تو فریق ثانی کے وکیل نے مجھ سے یہی سوال کیا کہ کیا آپ کی شان اور آپ کا مرتبہ ایسا ہے جیسا کہ تریاق القلوب کتاب میں ہے؟ میں نے جواب دیا کہ خدا کے فضل سے یہی مرتبہ ہے"

اور تریاق القلوب میں آپ کا یہی دعوےٰ ہے کہ آپ ملہم من اللہ ہونے کے اعتبار سے مرتبہ میں کتنے ہی بڑھکر کیوں نہ ہوں لیکن آپ کا انکار کرنے والا کافر نہیں۔ اور ہر حقیقی نبی (خواہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی) کا منکر بالبداہت کافر ہوتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ آپ ایچا پیچیوں سے کام نہیں لیں گے۔ بلکہ ٹھنڈے دل سے اس خط کو ملاحظہ فرمائیں گے، اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کو بھی مد نظر رکھیں گے۔ کہ

"عیسائیوں کی طرح نادان دوست نہ بنیں اور ناجائز صفات اپنے پیشوا کی طرف منسوب نہ کریں"

(تحفہ گولڑویہ ص ۱۵)

چونکہ آپنے ازخود پچھلے خط میں خط و کتابت کی اشاعت کا تذکرہ چھیڑا۔ اور میں نے بھی اجازت دیدی ہے اس لئے میں نے بھی خط و کتابت کی نقل مرکزی انجمن کو بھیجدی ہے۔

امید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔ والسلام

آپ کا بھائی

عزیز کاشمیری

جن احباب کا چندہ ختم ہوچکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہوچکا ہے اُن کے نمبر خریداری اور چندہ جو اُن سے الواجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے۔ بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے اس بقایا کو شامل کرکے ان کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے۔ ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اُٹھانا پڑے۔ بہرصورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست دیکھ لیں کہ آیا اس میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں، اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۵ دسمبر ۱۹۵۷ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ بصورت قسط منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے۔ اگر ۵ دسمبر ۱۹۵۷ء تک اُن کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی، تو ۱۰ دسمبر ۱۹۵۷ء کو اُن کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کر دیا جائے گا جس کا چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا۔ ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اُٹھانا پڑے گا۔ جو اُن کے چندہ حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی بین کا نمبر خریداری نیچے دیا گیا ہے۔ بقایا سرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے۔ (مینیجر پیغام صلح لاہور)

نمبر	رقم	نمبر	رقم
۹۷	۶	۲۰۷۸	۶
۱۰۰	۶	۲۰۷۷	۱۲
۲۷۷	۶	۲۰۸۱	۶
۲۹۵	۱۲	۲۰۸۲	۶
۳۴۱	۶	۲۰۸۳	۶
۴۴۲	۲۴	۲۰۸۶	۶
۴۴۶	۶	۲۰۸۹	۶
۶۵۱	۶	۲۰۹۵	۶
۶۶۹	۶	۲۰۹۶	۶
۱۰۸۳	۶	۹۲۶	۳
۱۰۸۵	۶		

آنحضرت صلعم کی صداقت کا معیار

آنحضرت صلعم اپنی رسالت کی ابتدائی زندگی میں بالکل بے یار و مددگار تھے لیکن ایسی بے یاری کی حالت میں انہوں نے اعلان کیا کہ

"جو لوگ اس دین کی پیروی کریں گے وہ مشرکانہ بندھنوں، قبیلوی عصبیت اور جہالت سے فلاح پائیں گے اور اخلاق اور روحانیت کی بلندیوں پر فائز ہو کر قوموں اور ملکوں کی رہنمائی کا فرض سر انجام دیں گے"

آنحضرت کی یہ پیشگوئی حرف بحرف درست ثابت ہوئی، اور جو درخت آپ کے مقدس ہاتھوں سے لگا تھا وہ کثرت سے زندگی بخش پھل لایا۔ ہزاروں اور لاکھوں انسان ان کی بدولت خدائے واحد کی ذات سے روشناس ہوئے اور دنیا کے تقریباً ہر خطے اور کونے سے ہر صبح اس کا نام بلند ہوا۔ اللہ اکبر اللہ ہی عظمت کرنے والا ہے یہ ایک ایسا نعرہ ہے جو کروڑوں انسانوں کی زبان سے روزانہ ادا ہوتا ہے۔ انہوں نے انسان اور خدا کے درمیان تمام واسطوں کو [illegible] ختم کر دیا اور دونوں کو ایک [illegible] لا کھڑا کیا۔ انسانی تاریخ اس بات کی [illegible] کہ اس دنیا میں کوئی ایک شخص بھی [illegible] اس مقصد کو اس کامیابی [illegible] جو انہوں نے [illegible]

ماں بیٹی کی چوتھی مجلس

گذشتہ سے پیوستہ

غرض یہ حالت تھی جب خدا نے ہمارے حضورؐ کو نبی بنا کر بھیجا تاکہ وہ ان کو سیدھے رستہ پر لائیں۔ اب آپ نے لوگوں کو سمجھانا شروع کر دیا۔ اور انہیں خدا کے عذاب سے ڈرایا۔ سب سے پہلے آپؐ نے اپنے کنبہ والوں کو سمجھایا۔ عورتوں میں سے حضرت خدیجہؓ آپ کی بیوی سب سے پہلے آپ پر ایمان لائیں۔ آپ کے چچا عبدالمطلب کے بیٹے علیؓ جو ابھی چھوٹی عمر کے ہی تھے آپ پر ایمان لے آئے، آپ کے دوستوں میں سے ایک بہت بڑے آدمی تھے۔ حضرت ابوبکر رضؓ۔ یہ بڑے نیک اور پارسا انسان تھے۔ یہ بھی آپ پر ایمان لے آئے۔ مگر عام طور پر لوگ آپ کے مخالف ہو گئے۔ ہمارے نبیؐ ان کو شراب پینے۔ بتوں کے پوجنے، اور جوا کھیلنے سے روکتے تھے۔ اور ایک خدا پر ایمان لانے اور اس کی پرستش کرنے کی نصیحت کرتے تھے۔ لیکن یہ لوگ اپنی پرانی عادتیں چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ اس لئے آپ کی نصیحت پر کان نہ دھرتے۔ بلکہ آپ کے دشمن ہو گئے۔ اور ہر طرح سے تکلیف دینے اور ستانے کے درپے ہو گئے۔ آپ کی حقارت کرتے۔ آپکی ہنسی اڑاتے۔ آپ کو دیوانہ دیوانہ کہتے۔ آپ جس طرف تشریف لے جاتے مخالف آپ کے پیچھے پیچھے جاتے اور دوسرے لوگوں کو کہتے کہ یہ پاگل ہے اس کی بات نہ سنو۔ ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کے گلے میں کپڑا ڈال کر اس قدر زور سے کھینچا کہ آپ کا دم گھٹنے لگا۔ استے میں آپ کے دوست ابوبکر آ گئے انہوں نے اس ظالم کے شکنجے سے چھڑایا۔ ایک دفعہ جب آپ نماز میں مشغول تھے کسی شخص نے اونٹ کی اوجھڑ لا کر آپ پر پھینک دی۔ یہ ظالم لوگ آپ پر پتھر پھینکتے۔ آپ زخمی ہو جاتے۔ کبھی کوئی تلوار سونت کر آپ کا سر اڑانے کے لئے آ دھمکتا۔ غرضکہ ہمارے نبیؐ کو بہت ستایا گیا۔ بہت دکھ دیا گیا۔"

قیصرہ:۔ "ہائے امی جان! میرے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ہمارے نبیؐ کو اس قدر ستایا گیا توبہ توبہ یہ کیسے لوگ تھے!"

ماں:۔ "بیٹی کیا کہوں! ہمارے نبیؐ پر دشمنوں نے کیسے کیسے ظلم ڈھائے۔ مرد عورتیں سب آپ کو ستاتے اور تکلیف پہنچاتے تھے۔ ایک عورت جس کا نام ام جمیل تھا وہ آپ کے رستہ میں کانٹے بچھا دیتی۔ آپؐ ان تکلیفوں پر صبر کرتے اور کسی کو کچھ نہ کہتے۔ بلکہ لوگوں کے حق میں دعا ہی کرتے۔ ہمارے نبیؐ تو ان کی بھلائی چاہتے تھے۔ مگر یہ لوگ اس بات کو نہ سمجھتے۔ شکر گذار ہونے کی بجائے دشمنی کرتے ایک دفعہ انہوں نے ہمارے نبیؐ کو لالچ بھی دینا چاہا۔ اور ان کے چچا کی معرفت کہلا بھیجا کہ محمدؐ جو چاہے ہم دینے کو تیار ہیں۔ جس قدر دولت چاہے ہم دیں گے۔ ہم اس کو اپنا بادشاہ بھی مان لینے پر تیار ہیں۔ مگر یہ ہمارے بتوں کے خلاف وعظ نہ کرے۔ مگر ہمارے حضورؐ نے اس کا جواب دیا کہ نہ مجھے مال کی ضرورت ہے۔ اور نہ ملک کی۔ جو کام خدا نے میرے سپرد کیا ہے وہ میں کسی صورت میں چھوڑ نہیں سکتا۔ لو اب باقی حال پھر کسی دن سناؤں گی۔ اب کافی دیر ہو گئی ہے۔ تم اب سو جاؤ۔"

قیصرہ:۔ نہیں امی جان ابھی اور سنائیے۔

ماں:۔ "اچھا سنو جب مکہ والوں نے آپ کی بات پر کان نہ دھرا اور آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں تو آپ ایک دوسرے شہر میں جس کا نام طائف ہے تشریف لے گئے۔ آپ کا خیال تھا کہ شاید طائف والے آپؐ کی بات سن لیں۔ اور راہ راست پر آ جائیں۔ مگر وہ لوگ مکہ والوں سے بھی زیادہ برے ثابت ہوئے انہوں نے شہر کے چھوکرے آپ کے پیچھے لگا دیئے جو آپکو دیوانہ دیوانہ کہتے اور آپ پر پتھر پھینکتے۔ ان ظالموں نے حضورؐ پر اس قدر پتھر پھینکے کہ حضورؐ کی پنڈلیاں لہولہان ہو گئیں۔ اور خون سے حضورؐ کی جوتی بھر گئی۔ ناچار وہاں سے واپس آ گئے۔

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم

مُرتضیٰ خان حسن

مہرِ درخشان محمدِ عربی ٭ ماہِ تابان محمدِ عربی
قبلۂ دین وکعبۂ ایماں ٭ دین و ایمان محمدِ عربی
جلوہ افروز کرسیٔ لولاک ٭ نورِ یزدان محمدِ عربی
ہفت اقلیم اس کے زیرنگیں ٭ شاہِ شاہان محمدِ عربی
ذاتِ اقدس ہے آیۂ رحمت ٭ فضلِ رحمان محمدِ عربی
گمرہوں کو عطا کیا تو نے ٭ نورِ ایمان محمدِ عربی
بُقعۂ نور بن گئی تجھ سے ٭ بزمِ امکان محمدِ عربی
ہم پہ ہیں بے حساب اور بیحد ٭ تیرے احسان محمدِ عربی
تجھ پہ جان وجگر نثار کروں
تجھ پہ قربان محمدِ عربی

جلد ۴۷ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۰ جمادی الاوّل ۱۳۷۷ھ مطابق ۴ دسمبر ۱۹۵۷ء | نمبر ۴۸

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

"حضرت امام الزمان کا بیان":

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اپنی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصولِ دین سے برگشتہ ہے۔ یہ اُن حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقوےٰ ہو ایسے افتراء نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہٗ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہلِ سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ اَلَا اِنَّ لَعْنَۃَ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ وَالْمُفْتَرِیْنَ۔

(ایام الصلح صفحہ ۹۵-۹۶)

اسلام مشرق و مغرب میں

ذیل کے خطوط تبلیغ بلادِ غیر کے سلسلہ میں ہمارے محترم دوست شیخ غلام قادر صاحب کو موصول ہوئے ہیں:۔

(۱)

از ٹوکیو یونیورسٹی آف فارن سٹڈیز

ٹوکیو۔ جاپان۔ ۱۳ر نومبر ۱۹۵۷ء

جناب عالی۔ آپ کے نوازش نامہ کا شکریہ اور ان کتب کے لئے بھی جو آپ کے خط کے مابعد مجھے مل گئیں، یہ کتابیں حسب ذیل ہیں:۔

(۱) انگریزی ترجمۃ القرآن (۲) ٹیچنگز آف اسلام (۳) محمد ان ورلڈ سکرپچرز (۴) فونڈر آف دی احمدیہ موومنٹ (۵) کوئیسٹ آف گاڈ۔

یہ تمام کتب میرے لئے دلچسپی کا موجب ہیں، بالخصوص محمد ان ورلڈ سکرپچرز مجھے بہت ہی دلچسپ معلوم ہوئی، صوفی ازم کے متعلق میری رپورٹ آئندہ ماہ کی ۸ تاریخ کو سٹڈی سرکل میں پڑھی جائے گی۔ میں اپنے مطالعہ کو جاری رکھوں گا، اور میں تصوف کے متعلق آپ کے قیمتی تحفہ کا منتظر ہوں۔

یہ خبر آپ کے لئے اچھی ہوگی، کہ میرے استاد پروفیسر اُگیمیو اسلام پر کتاب لکھ رہے ہیں، جو عنقریب شائع ہوگی، آپ کے تحفہ کا شکریہ اور آپ کی طرف سے مزید واقفیت حاصل کرنے کا خواہشمند ہوں۔ آپ کا مخلص KYUYA DOI

(۲)

از مینس فیلڈ۔ اوہایو (یو ایس اے)۔ ۹ر نومبر ۱۹۵۷ء

جناب من! السلام علیکم۔

میں اس خوبصورت خط کے لئے جو آپ نے مجھے بھیجا ہے، تہ دل سے شکرگزار ہوں، میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود اور مہدی کی بعض عبارات کو جو آپ نے ازراہ نوازش میرے لئے لکھی ہیں بار بار پڑھ کر بہت محظوظ ہوا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر بہت سی برکات نازل کرے۔ آمین۔

جب میرا ایک امریکن دوست آپ کے خط کو پڑھ چکا تو اس نے کہا یہ بہت ہی دلچسپ، نہایت اچھا، نہایت اچھا، خوبصورت اور صداقت سے بھرا ہوا ہے اور پھر اسنے پڑھنا شروع کیا اور بار بار پڑھا آخرکار اس کے لئے ہم کو اس خط کی نقل کرنی پڑی۔

میں ان کتب کے لئے جو آپ نے بھیجی ہیں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، امید ہے

(باقی برصفحہ ۱۰)

جلسہ سالانہ

خواتین جماعت سے خطاب

واجب التکریم خواتین جماعت!

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

پچھلے سال آپ کی ہمت اور اخلاص نے خواتین کے جلسہ سالانہ کو ایک تاریخی حیثیت دے کر اپنا نام روشن کیا، اس جلسہ میں رونق غیر معمولی تھی۔ اس جلسہ میں جماعت کی گریجوایٹ خواتین نے لیکچر دے کر اُسے ایک خصوصی رنگ دیا اور آپ نے اس جلسہ میں پہلے سالوں سے زیادہ چندہ دیا۔

میں چاہتا ہوں یہ قابل قدر روایت جو آپ نے پیش کی ہے اس کو آپ قائم رکھیں اور اس سال بھی اسی اخلاص اور اسی جذبہ سے جلسہ کو رونق دیں۔

جن گریجوایٹ خواتین نے پچھلے سال جلسہ کو خطاب کیا تھا اُن کے علاوہ نگہت ایم اے۔ حامدہ ترنم ایم اے مس عبد الحق صاحب۔ پروفیسر امۃ اللہ ایم اے اور پروفیسر طاہرہ سلیم ایم اے۔ اور مس زمرد یوسف اس سال اپنے مقالہ جات پڑھکر سنائیں۔

ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب مرحوم کی بیگم صاحبہ بھی ووکنگ سے اپنا لیکچر بھیجیں گی۔ اور شیخ رحمت الٰہی صاحب ایڈیشنل چیف انجینئر کی بیگم صاحبہ بھی جلسہ کو خطاب کریں گی۔

پچھلے سال میں نے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کی بیگم صاحبہ کو جلسہ میں رونق افروز ہونے کی تکلیف دی تھی، اور انہوں نے باوجود سخت ضعف کے اپنی بہو کے ساتھ جلسہ میں شمولیت اختیار کی تھی۔ امید ہے وہ اس سال بھی شامل ہو کر جلسہ انشاء اللہ موجود ہوں گی۔

میں چاہتا ہوں اسی طرح مکرم ملک کرم الٰہی صاحب کی بیگم صاحبہ بھی باوجود کمزوری کے شریک جلسہ ہوں۔

میری دعا ہے جلسہ میں شرکت کرنے والی خواتین پر اللہ تعالےٰ اپنے افضال نازل فرمائے اور ان کی مرادوں کو پورا کرے اور ان کی اولادوں کو سعادتمند بنائے اور ان کی عمریں دراز ہوں۔

صدر الدین

احباب جماعت سے خطاب

احباب کرام۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

آپ کو معلوم ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اجتماعی زندگی بسر کرنے کا حکم دے رکھا ہے اور حضور کی اتباع میں حضرت مسیح موعود نے بھی جماعتی زندگی اختیار کرنیکی تاکید کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی حین حیات میں جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھی اور قوم کو حکم دیا کہ تین دن ہر طرح کی صعوبت برداشت کرکے جلسہ سالانہ میں شرکت کریں۔ آپ کا جلسہ سالانہ قریب آ رہا ہے۔ آپ سب دوست شریک جلسہ ہو کر مل کر عبادت کریں اور دعائیں کریں اور جلسہ کی برکات سے مستفید ہوں۔

اس جلسہ کے لئے ان احباب کے علاوہ جو ہر سال جلسہ کو خطاب کرتے ہیں ذیل کے اصحاب اپنے مقالہ جات لکھکر لائیں ـــــ میاں بشیر احمد منٹو ایم اے۔ پروفیسر حبیب الرحمٰن ایم اے۔ پروفیسر محمد احمد ایم اے، پروفیسر خلیل احمد ایم اے ۔ پروفیسر غلام محمد ایم اے۔ پروفیسر سعد اختر ایم اے۔ پروفیسر حمید ممتاز ایم اے۔ پروفیسر عبد الستار ایم اے۔ عبد الرب صاحب ایم اے۔ عبد القیوم صاحب ایم اے قاضی نصیر احمد ایم اے اور ڈاکٹر نظیر الاسلام ایم اے پی ایچ ڈی اور پروفیسر محمود فاضل ایم ایس سی۔ میری دعا ہے اللہ تعالےٰ آپ کا حامی و ناصر ہو اور ہر طرح کی توفیق آپ کے شامل حال رہے۔

صدر الدین

میری آرزو

استحکام و تقویت جماعت کے مقصد کے پیش نظر میں چاہتا ہوں میری ایک آرزو پوری کرنے کے لئے قوم دس گیارہ ہزار روپے کی رقم صرف کرے۔ میری آرزو تین حصوں پر مشتمل ہے:۔

۱۔ بدوملہی میں گیارہویں جماعت کا افتتاح کیا جائے۔ اس پر چھ ہزار روپے سالانہ خرچ آتا ہے لیکن اس کلاس کا افتتاح اگر اپریل یا مئی میں ہو تو چھ سات ماہ کا خرچ نصف رہ جاتا ہے یعنی کوئی تین ہزار روپے۔ اس خرچ کے مقابل میں فیس کی آمدنی ہوگی اور کچھ علاقہ سے چندہ فراہم کیا جائیگا اندازہ ہے کہ انجمن کا خرچ صرف پندرہ سو یا اس سے بھی کم ہوگا۔

۲۔ پشاور میں چار ہزار روپے سالانہ کے خرچ پر ایک مشن کھولا جائے۔ اس مشن کا خصوصی حصہ اس کا مہمانخانہ ہو جس پر دو سو روپے ماہوار خرچ کئے جائیں اور اس مہمانخانہ کے لئے ضروری فرنیچر خرید اجائے اور سردست اس کے مہتمم کو ایک سو روپے ماہوار دیئے جائیں۔ جب یہ مہمانخانہ وجود میں آجائے تو پشاور مسجد کے لئے چندہ فراہم کرنے کی مہم شروع کی جائے، اس مسجد کی تعمیر سے سرحد میں ایک قوم کی تعمیر ہوگی بتوفیقہ تعالیٰ۔

۳۔ اراضیات اوکاڑہ میں ایک ہسپتال تعمیر کیا جائے جس پر سردست پانچہزار روپے صرف ہوں کوئی دو سو روپیہ کی ادویات مفت تقسیم کی جائیں اور باقیماندہ رقم ڈاکٹر کو بطور تنخواہ دی جائے۔

یہ تینوں تجویزیں جن کا ذکر اُوپر ہوا ہے دس گیارہ ہزار روپے کے صرفہ سے وجود میں آسکتی ہیں اور میری رائے میں قوم کے استحکام اور ترقی کا موجب ہو سکتی ہیں بتوفیقہ تعالیٰ۔

صدر الدین

قوم کا بجٹ

(۱) مجلس معتمدین نے اپنے اجلاس مؤرخہ ۷ ر نومبر ۱۹۵۷ء میں جو بجٹ پاس کیا ہے اس کی مجموعی رقم سات لاکھ تینتیس ہزار سات سو اکیس روپے ہے۔ اللھم زد فزد۔

(۲) جس قدر قرضہ جات آٹھ نو سال سے انجمن کے سر پر تھے وہ سب کے سب ادا ہو چکے ہیں اور اب ایک پیسہ تک کا قرض انجمن کے ذمے نہیں ہے۔ فالحمد للہ رب العالمین۔

ان قرضہ جات کے علاوہ انجمن چھپن ہزار کا وہ قرضہ بھی ادا کر چکی ہے جو امریکہ مشن نے دوران جنگ میں صرف کیا تھا۔ ثم فالحمد للہ رب العالمین۔

(۳) اس سال کے دوران میں قوم نے دو لاکھ چار ہزار روپے بطور چندہ انجمن کو دیئے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے ساسی ہزار روپے تو جلسہ سالانہ کی رقوم وصول ہوئیں، اور

اغراض عام کا چندہ ایک لاکھ ستر ہزار روپے جمع ہوا، دونوں کو مل کر دو لاکھ چار ہزار روپے بنتے ہیں۔ اس قربانی پر میں اپنی جماعت کو ہزار ہزار مبارکباد دیتا ہوں اور دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنے افضال و برکات کی بارش نازل فرمائے۔

(۵) ابھی مالیر کی الاضیات کے پونے دو لاکھ روپے قابل وصول ہیں، اشاعت اسلام کے مقدس کام کو ترقی دینے کیلئے انجمن اس رقم کو کسی اچھے کاروبار میں لگا سکتی ہے۔

(۶) اراضیات مالیر کا ایک نہایت قیمتی قطعہ ابھی انجمن کے ہاتھ میں ہے، اس قطعہ زمین کی قیمت چند لاکھ ہے۔ یہ حقائق ظاہر کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی اصل جانشین جماعت شاہراہ ترقی پر

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۴ر دسمبر ۱۹۵۷ء

وحی و الہام کا سلسلہ اُمت محمدیہ میں

اشاعت سابقہ میں، وحی والہام کے متعلق مولنا حفظ الرحمٰن صاحب کی ایک تقریر کا اقتباس دیتے ہوئے ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کی بھی ایک تحریر نقل کی تھی جس میں بتایا گیا ہے کہ وحی والہام کے بغیر خدا تعالیٰ کو پوری طرح شناخت نہیں کیا جا سکتا اور وہ یقین کامل جو الہام کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے محض معقولی دلائل سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

اس کے ساتھ ہی مولنا حفظ الرحمٰن کی جو تقریر ہم نے درج کی تھی، اس میں، انہوں نے بتایا ہے کہ :-

"انسان کے وہ اوصاف و ملکات جو مادہ سے بالا ہیں جن کا تعلق رُوح سے ہے ان کی تربیت کے لئے ....
رحمت حق نے جو ذریعہ اختیار کیا ہے وہ وہ ہے جس کو وحی و الہام سے تعبیر کیا جاتا ہے"

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے، جس کو ہم مولینا حفظ الرحمٰن صاحب کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں، کہ کیا انسان کے غیر مادی اوصاف و ملکات جن کی تربیت کے لئے الہام الٰہی کا آنا ...... ضروری ہے، اب بھی انسان کے اندر موجود ہیں یا نہیں ... اگر موجود ہیں، اور ہمیشہ موجود رہیں گے تو پھر کیا یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ سلسلہ وحی والہام ان غیر ... مادی اوصاف و ملکات کی تربیت کے ...... لئے آج بھی جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا نبوت کی وحی بے شک حضرت سرور کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ختم ہو گئی اور بقول حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ "کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلعم کے بعد ہرگز نہیں آسکتا" لیکن وحی ولایت کا سلسلہ تو جاری ہے، جس کو حدیث میں مبشرات کے نام سے پکارا گیا ہے قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لم یبق من النبوۃ الا المبشرات پہلی امتوں میں بھی ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں جو نبی نہ ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے شرف مکالمہ و مخاطبہ حاصل کرتے رہے، جیسا کہ قرآن کریم کے الفاظ واذ اوحیت الی الحواریین اس پر شاہد ہیں، اور بنی اسرائیل کی عورتوں تک کو الہام ہوتے تھے، جیسا کہ حضرت مریمؑ اور ام موسےٰ کے الہامات سے ظاہر ہے۔ خود رسول اللہ صلعم نے پہلی امتوں میں اس سلسلہ وحی والہام کا ذکر کرتے ہوئے، امت محمدیہ میں بھی اس سلسلہ کے اجرا کی خبر دی ہے، چنانچہ فرمایا لقد کان فی امم من قبلکم رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن فی امتی احد فعمر پہلی امتوں میں ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل تھا، بغیر اس کے کہ وہ منصب نبوت پر فائز ہوں، میری امت میں عمرؓ کو یہ درجہ حاصل ہے، اس حدیث میں حضرت عمرؓ کا نام بطور مثال لیا گیا ہے اور تمام اولیائے امت اس میں شامل ہیں جیسا کہ حضرت محی الدین ابن عربی رحؒ حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت امام غزالی رحؒ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حضرت شیخ احمد سرہندی رحؒ اور دیگر اولیائے امت کے ملفوظات ان کے الہامات سے بھرے ہوئے ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے توضاحت کے ساتھ لکھا ہے :-

"اللہ تعالےٰ کا کلام بشر کے ساتھ کبھی ایسا ہوتا ہے جیسا اُن کے سامنے اور یہ انبیاء علیہم الصلواۃ کے لئے ہے اور کبھی اُن کے پیروؤں میں سے بعض کے لئے جو کمال حاصل کر چکے ہوں بسبب پیروی اور وراثت کے بھی ایسا کلام ہوتا ہے اور جب یہ قسم کلام ان میں سے کسی ایک ... ... کے ساتھ بکثرت ہو تو اس کا نام محدث رکھا جاتا ہے جیسے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رکھا گیا"

ان کھلی تصریحات کے پیش نظر یہ کہنا خلاف حقیقت نہ ہوگا کہ وحی والہام کا سلسلہ اس امت میں بھی اسی طرح جاری ہے جیسا کہ پہلی امتوں میں غیر انبیاء کے ساتھ جاری رہا ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ بقول مولانا حفظ الرحمٰن صاحب انسان کے غیر مادی اوصاف و ملکات کی تربیت کے لئے رحمت حق نے وحی والہام ہی کا ذریعہ اختیار کر رکھا ہے، اگر یہ غیر مادی اوصاف و ملکات آج بھی انسان کے اندر پائے جاتے ہیں جیسا کہ پہلی امتوں میں پائے جاتے تھے، تو ضروری ہے کہ ان کی تربیت بھی اسی ذریعہ سے ہو، ورنہ بتایا جائے کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رحمت حق نے ان اوصاف و ملکات کی تربیت کے لئے اور کونسا ذریعہ اختیار کر رکھا ہے، اور اس صورت میں مندرجہ بالا تصریحات اور اولیائے امت کے الہامات کے متعلق بھی بتایا جائے کہ وہ کیونکر ان پر نازل ہوئے۔

امید ہے مولنا حفظ الرحمٰن صاحب اس کے متعلق اپنے ارشادات سے مستفید فرمائیں گے بغیر اس کے وحی والہام کے متعلق ان کی تقریر تشنۂ تکمیل رہے ہے۔

مسلم ہائی سکول لے کی شاندار کامیابی

چند دنوں سے لاہور میں انٹر سکول ٹورنامنٹ شروع ہیں سکول ہذا نے پہلا کرکٹ میچ مسلم لیگ ہائی سکول ایمپریس روڈ لاہور کے ساتھ کھیلا، لیگ سکول کی ٹیم خاصی اچھی تھی، لیکن بفضلِ ایزدی میدان ہمارے ہاتھ رہا۔

ہمیں دوسرا میچ رنگ محل مشن ہائی سکول سے کھیلنا پڑا مشن سکول کی ٹیم کی مضبوطی کا اس سے اندازہ کیجئے کہ وہ اپنے پہلے میچ میں اسلامیہ ہائی سکول مصری شاہ کو ایک سالم اننگز اور ۲۰۵ رنز پر شکست دے کر آئے تھے اور ہمیں ایک تر نوالہ سے زیادہ وقعت نہ دیتے تھے

علاوہ ازیں ہمارے بچے ان کے مقابلہ میں ڈیل ڈول اور قد و قامت کے لحاظ سے بہت چھوٹے تھے اس لئے کھیل شروع ہونے سے پہلے انہوں نے ہمارا مذاق اڑانے کی کوشش بھی کی۔ مگر کھیل شروع ہونے کے کچھ عرصہ بعد ان کا غرور اور خود سری جاتی رہی۔ اور ہمارے بچوں نے نہ صرف میچ ہی جیتا بلکہ اپنے بلند پایہ کھیل کے مظاہرہ سے تماشائیوں کے علاوہ ایمپائروں تک سے خراج تحسین وصول کیا۔

اس جیت کے ساتھ ہم سیمی فائنل میں آ گئے گویا لاہور کے بتیس سکولوں کی بہترین چار ٹیموں میں سے ایک ہماری ہے۔ فالحمد للّٰہ علےٰ ذالک۔

برکت علی، انچارج پبلسٹی
مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور

ایک غریب طالبعلم کی استدعا

میں درجہ دہم کا ایک غریب طالب علم ہوں میرے والد صاحب بہت غریب ہیں اور وہ ٹیوشن تو درکنار میری سکول فیس تک ادا کرنے سے قاصر ہیں اب جبکہ سکول فیس کے ساتھ یونیورسٹی کا داخلہ بھی ادا کرنا ہے میں سخت پریشان ہوں، اگر کوئی صاحب میری امداد فرما کر میری اس پریشانی کو دور فرمائیں تو میں تمام عمر ان کا مشکور و ممنون ہوں گا یاد رہے کہ غریب طالبعلم کو تعلیم دلا کر جہالت و گمراہی کے تاریک گڑھے سے نکالنا عظیم کار ثواب ہے مجھے امید ہے پاکستان میں بہت ایسے حضرات ہوں گے جو میری مدد فرما کر کار عظیم سرانجام دیں گے۔

پتہ :- ملک اعجاز احمد متعلم درجہ دہم مشن ہائی سکول نمبر ۲ محلہ شاہ چن چراغ راولپنڈی ویسٹ پاکستان

محض للہ ربّانی باتوں کو سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے جلسہ میں شمولیت ضروری ہے

حضرت مسیح موعودؑ کا ارشادِ گرامی

تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفرِ آخرت مکروہ معلوم نہ ہو، لیکن اس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے تا اگر خدا تعالیٰ چاہے تو کسی برہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دور ہو اور یقین کامل پیدا ہو کر ذوق و شوق پیدا ہو جائے سو اس بات کے لئے ہمیشہ فکر رکھنا چاہیئے اور دعا کرنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ یہ توفیق بخشے اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور ملنا چاہیئے کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پروانہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی۔

اور چونکہ ہر ایک کے لئے بباعث ضعف فطرت یا کمی مقدرت یا بُعدِ مسافت یہ میسّر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لئے آوے، کیونکہ اکثر دلوں میں ابھی ایسا اشتعال شوق نہیں کہ ملاقات کے لئے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے حرجوں کو اپنے اوپر روا رکھ سکیں، لہٰذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسے کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین، اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرطِ صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں ....

تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربّانی باتوں کو سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہیئے اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں، اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالےٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی اُن میں بخشے۔ اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا۔ اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا۔ اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائیگی اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت عزت جلشانہٗ کوشش کی جائے گی اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو انشاءاللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے اور کم مقدرت احباب کے لئے مناسب ہوگا کہ پہلے ہی سے اس جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں، اور اگر تدابیر اور قناعت شعاری سے تھوڑا تھوڑا سرمایہ خرچ سفر کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں، اور الگ رکھتے جائیں تو بلا توقف سرمایہ میسّر آجاوے گا، گویا یہ سفر مفت میسّر ہو جائے گا۔

آسمانی فیصلہ

قرآن علم وحکمت کی کتاب ہے

اور دلائل سے قائل کرتا ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۹ر نومبر ۱۹۵۷ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یسبح للہ ما فی السموات وما فی الارض لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شئی قدیر .... واللہ علیم بذات الصدور (التغابن رکوع اوّل)

نبی اُمّی کا دعویٰ علم وحکمت

قرآن شریف نے اپنی نسبت کئی دعوے کئے ہیں ایک دعوےٰ تو یہ ہے کہ یہ حق وحکمت بھری فلسفہ کی کتاب ہے آج سے چودہ سو سال پیشتر اس قسم کا دعویٰ بڑے تعجب کی بات ہے، ایک شخص جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتا جس کا ماحول امیوں اور جاہلوں کا ہے اس کی زبان پر یہ جاری ہو، کہ میں علم وحکمت سکھانے آیا ہوں، بڑا ہی تعجب انگیز امر ہے، اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ وہ العلیم ہے الحکیم ہے اس کا علم بھی ہے اور علم کے اندر فلسفہ بھی ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا یعلمھم الکتاب والحکمۃ وہ علم بھی سکھاتا ہے، اور فلسفہ بھی...

.... ہے اور فرمایا ومن یؤتی الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً جس کو حکمت دی گئی اس کو مال کثیر دیا گیا، ایک مادی دولت ہے جو دنیا میں ہر شخص کو کم وبیش ملتی ہے اور ایک علم وحکمت کی دولت ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امی ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے دی۔

قرآن کریم کی علمی برکات

اور فرمایا ھذا کتاب انزلناہ مبارک یہ وہ کتاب ہے جو ہم نے اتاری ہے، اور وہ مبارک ہے، وہ سرچشمہ برکات اور سرچشمہ اخلاقِ عالیہ ہے اور خود اپنے متعلق فرمایا تبارک الذی بیدہ الملک وھو علیٰ کل شئی قدیر وہ ذات بھی مبارک ہے جس سے احسانات وکمالات کے ان گنت چشمے پھوٹتے ہیں، اسی طرح اس کتاب سے بھی علم وحکمت کے چشمے پھوٹیں گے، ایک جگہ پانی کے متعلق فرمایا ونزلنا من السماء ماء مبارکاً پانی جس سے ہر چیز کی زندگی وابستہ ہے، ہم نے اتارا ہے، اس میں برکات ہیں، انسانوں کی زندگی اسی سے ہے، اسی سے حیوان، چرند پرند زندہ ہیں، .... انسانوں کے لئے سبزی اسی سے پیدا ہوتی ہے، حیوانوں کے لئے چارہ اسی پانی سے پیدا ہوتا ہے، جس طرح یہ پانی زندگی کا سرچشمہ ہے اور اس میں برکات ہیں، اسی طرح یہ کتاب بھی مبارک ہے یہ دنیا کو علم وحکمت سکھلاتی ہے۔ اس سے بڑے روحانیت کے چشمے پھوٹتے ہیں اور یہ انسان کو کامیابی اور فلاح کا رستہ دکھاتی ہے۔

خدا تعالیٰ کی تسبیح

یہاں ان آیات میں جو میں نے پڑھی ہیں فرمایا ہے یسبح للہ ما فی السموات وما فی الارض کائنات کی ایک ایک چیز زبان حال سے پکار رہی ہے کہ میرا بنانے والا بے عدیل ہے۔ کوئی اس کی طرح خلق نہیں کرسکتا۔ کون ہے جو پھول کی ایک پتی بنا سکے کون ہے جو اس کے اندر خوشبو پیدا کرسکے، پھر کون ہے جو ایسی تاثیرات اس کے اندر پیدا کرسکے، جو ایک گلاب کے پھول یا بنفشہ وغیرہ میں پائی جاتی ہیں تو فرمایا ایک ایک چیز میری تسبیح کررہی ہے۔ یہ تسبیح سننے میں تو کبھی آتی نہیں۔ لیکن ہر شخص جانتا ہے کہ ہر چیز کے اندر جو کمالات ہیں اُن میں خدا تعالیٰ کی شان اور عظمت نظر آتی ہے،

اسلامی حکومت کی برکات

لہ الملک ولہ الحمد، اسی کی حکومت دنیا پر ہے اور وہی تمام خوبیوں کا مالک ہے۔ یہ حکومت ایسی ہے کہ اس کی برکات کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی حمد کے ترانے گانے پر انسان مجبور ہو جاتا ہے حکومت اسی طرح کرنا چاہیئے کہ اس کا نتیجہ خیر وخوبی ہو، اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسی حکومت کی جس کی تعریف دشمنوں نے بھی کی ہے کیونکہ آپ فی الحقیقت خدا تعالیٰ کے نمائندے تھے اور آپ کی حکومت فی الحقیقت خدا تعالیٰ کی حکومت تھی، تو فرمایا یسبح للہ خدا تعالیٰ کی تسبیح پڑھی جاتی ہے وھو علیٰ کل شئی قدیر، اس کی قدرت کی انتہا نہیں، اس کے ملک کے وسعت کی انتہا نہیں، اسی وجہ سے اسی کی حکومت کی حمد گائی جاتی ہے۔

کافر ومومن

پھر فرمایا ھو الذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مؤمن۔ ہم نے تم کو پیدا کیا ہے، پھر تم میں سے وہ بھی ہیں جو ہمارے احسانات کو دیکھتے ہوئے بھی منکر ہیں، وہ ناشکرگذار ہیں، اور وہ بھی ہیں، جو مومن ہیں، اور ہمارے ہر احسان کے شکرگذار ہیں، واللہ بما تعملون بصیر۔ خدا تعالیٰ تمہاری کارروائیوں کو دیکھتا ہے،

زمین وآسمان میں علوم وحکمت

خلق السموات والارض بالحق اس نے زمین وآسمان کو حق وحکمت سے پیدا کیا اس کے اندر ایک ایک ذرّہ یا رحمت میں علوم کے دریا بہتے ہوئے نظر آتے ہیں جن کو دیکھ کر ایک مومن کا دل ودماغ اس کے آگے جھک جاتا ہے وصورکم فاحسن صورکم اُس نے کیسی اعلیٰ درجہ کی شکل وصورت تمہیں عطا کی، کیا دل دیا، کیا دماغ دیا، تمہارے دماغ کے اندر فلسفہ کا بیج رکھدیا، تمہارے دل میں حصول علم کی جستجو رکھدی۔

خالق وموجد کا علم

پھر ایک منطقی تقضیہ سُنئے یعلم ما فی السموات وما فی الارض واللہ علیم بذات الصدور جس طرح وہ زمین وآسمان کا موجدُ خالق ہونیکی وجہ سے ایک ایک چیز سے واقف ہے جیسے ہی تمہارا خالق ہونے کی وجہ سے تمہارے حالات سے بھی واقفیت رکھتا ہے اور تمہارے سینوں کی باتوں کو جانتا ہے۔

قرآن دلائل کی روشنی سے منواتا ہے

یہ سارا بیان اس لئے کیا ہے کہ انسان کے دل ودماغ کو روشنی عطا کرے، قرآن کریم کا یہ طریق ہے کہ وہ زبردستی کوئی چیز نہیں منواتا، روشنی اور بصیرت عطا کرکے منواتا ہے، جس طرح انسان چراغ جلاتا ہے تو اس سے روشنی ہوجاتی ہے اسی طرح قرآن کریم دلائل کی روشنی عطا کرتا ہے تاکہ انسان کے دل کی تاریکیاں دُور ہو جائیں اور اس کے دل کے صحن خانہ میں خدا بسنے لگے۔ اور وہ تمام ان چیزوں سے بچے جو خدا تعالیٰ سے دُور لے جانے والی ہیں اور ان باتوں پر عمل پیرا ہو جن سے اس کا قرب نصیب ہوتا ہے، اسی لئے فرمایا یعلم ما فی السموات وما فی الارض ویعلم ما تسرون وما تعلنون وہ زمین وآسمان کا موجد ہے اور اس لئے ان کا پورا علم رکھتا ہے اسی طرح وہ تمہارا بھی موجد ہے اور تمہارے ہر رگ وریشہ سے پوری واقفیت رکھتا ہے پس تم اپنے دل اور دماغ کو پاک کرو کہ خدا کی برکات تمہیں حاصل ہوں اور اس کا نزول تمہارے قلب پر ہو۔

دل ودماغ کا تزکیہ

خدا تعالیٰ نے جو رحیم وکریم ہے۔ اس نے اپنے بندوں کو اپنے قرب کی راہیں سکھلائیں اور اس کے مقصد کے حصول کے لئے مرکزی تعلیم یوں دی ہے کہ انسان اپنے دل ودماغ کا تزکیہ کرکے مرکزی دمطہر

اخرج منہ الیزیدیون

کا مصداق کون ہے؟

از قمر سامانوی

دین خدا کے آگے کچھ بن نہ آئی آخر
سب گالیوں پہ اُترے دل میں اُٹھا یہی ہے

ربوہ کی خالص تثلیث کے اقنوم ثلاثہ میدان مقابلہ میں لیہلک من ہلک عن بینۃ کا مصداق ہونے کے بعد اپنی شکست کو چھپانے کے لئے بد زبانی کا ناپاک مظاہرہ شروع کر دیتے ہیں۔ اس مظاہرہ میں آج کل اقنوم اوّل پیش پیش ہیں جس کی وجہ سے وہ "خالد" کے سے پاک لقب کی تذلیل کا باعث بن رہے ہیں۔ جو شخص بھی ان مضامین کو پڑھیگا جو اقنوم اوّل نے محترم جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب اور محترم جناب چیمہ صاحب اور حضرت مولانا صدرالدین صاحب کے جواب میں لکھے ہیں وہ حیران ہو کر یہ کہنے پر مجبور ہوگا کہ ؎

"آخر یہ آدمی تھے پھر کیوں ہوئے درندے
کیا ہوں ان کی بگڑی یا خو قضا یہی ہے"

اخرج منہ الیزیدیون کے معنے

سردست ہم اس کی بد زبانی کو حوالہ بہ خدا کرتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے اپنے خطبہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے الہام اخرج منہ الیزیدیون کو پیش کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا۔

"اس عبارت میں اخراج کے معنے "پیدا کئے گئے" ہیں حضرت صاحب نے خود کئے ہیں لیکن ربوہ والوں کو حضرت مرزا صاحب کا ترجمہ پسند نہ آیا اس لئے انہوں نے ترجمہ کیا ہے "یزیدی لوگ نکالے گئے" اگرچہ یہ ترجمہ حضرت صاحب کے ترجمہ کے خلاف ہے لیکن خدا کی شان یہ معنے بھی انہی پر صادق آ گئے"

یہ ایک واضح حقیقت ہے جو جناب مولانا نے بیان کی اس پر مصنوعی "خالد" لکھتے ہیں :۔

"چونکہ امیر منکرین خلافت کے نزدیک نکالے جانے کا ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ترجمہ کے خلاف ہے اس لئے ان کے نزدیک تو یہ پیشگوئی نہیں ہو سکتی الیزیدیون سے مراد وہ غیر احمدی ہیں جو قادیان میں رہتے تھے اور وہ اپنی فطرت میں یزیدی لوگوں کی فطرت کے مشابہ تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی جو تشریح فرمائی وہ بھی اپنے معنوں کے لحاظ سے بالکل صحیح اور درست ہے لیکن اگر الہام میں اخراج سے ظاہری اخراج مراد لیا جائے تو پھر یقیناً اس سے منکرین خلافت ہی مراد ہیں نہ کہ مبائعین"

(الفضل ۹ نومبر ۱۹۵۷ء)

یزیدی کون ہیں؟

یہ تو قدرت نے اُن سے لکھوا دیا کہ جو کچھ مولانا ممدوح نے بیان فرمایا وہ بالکل صحیح فرمایا مگر اس کا صاف ازالہ ان کے لئے موت سے کم نہ تھا اس لئے اپنی خانہ ساز خلافت کا انکار کرنے والوں کو اس الہام کا مصداق قرار دے دیا حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ یزید منکر خلافت نہ تھا بلکہ خلافت کا مدعی اور "امیرالمومنین" ہونے کا دعویدار تھا اس لئے "منکرین خلافت" کو یزیدی بتانا تو صداقت کا انکار کرنا ہے اور کوئی عقلمند اسے تسلیم نہیں کر سکتا کہ "خود ساختہ خلافت" کا انکار کرنے والوں کو یزیدی کہا جائے پس ہمارے نزدیک تو خواہ اس الہام کے وہ معنی لئے جائیں جو حضرت مسیح موعودؑ نے کئے ہیں یا وہ جو آپ کے "فرزند جسمانی" نے کئے ہیں دونوں صورتوں میں اس کا مصداق وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو یزید کی طرح خلافت کے مدعی ہوں یا اس کے مبائعین"

"منکرینِ خلافت" حسینی المشرب ہیں نہ یزیدی

حضرت امام حسینؓ اور اُن کے ساتھی نہ خلیفہ تھے نہ امیرالمومنین کہلاتے تھے بلکہ یزید کی "خانہ ساز خلافت" کے منکر تھے اور یزید خلیفہ تھا اور اس کے ساتھی اس کے "مبائعین" تھے جو یزیدی کہلائے ٹھیک اسی طرح یہاں بھی خلافت کے مدعی اور اس کے "مبائعین" یزیدی اور ایسی خلافت کا انکار کرنے والے حسینی المشرب ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"دمشق کے لفظ کی تعبیر میں میرے پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس جگہ ایسے قصبہ کا نام دمشق رکھا گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو یزیدی الطبع اور یزید پلید کی عادات اور خیالات کے پیرو ہیں جن کے دلوں میں اللہ اور رسول کی کچھ محبت نہیں اور احکام الٰہی کی کچھ عظمت نہیں، اور اپنے نفس امّارہ کے حکموں کے ایسے مطیع ہیں کہ مقدسوں اور پاکوں کا خون بھی اُن کی نظر میں سہل اور آسان امر ہے اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور خدا تعالےٰ کا موجود ہونا ان کی نگاہ میں ایک پیچیدہ مسئلہ ہے جو انہیں سمجھ نہیں آتا"

"غرض مجھ پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ دمشق کے لفظ سے دراصل وہ مقام مراد ہے جس میں دمشق والی یہ مشہور خاصیت پائی جاتی ہے"

وہ دمشق والی مشہور خاصیت یہ ہے کہ :۔

"دمشق پایۂ تخت یزید رہ چکا ہے اور یزیدیوں کا منصوبہ گاہ جس سے ہزارہا طرح کے ظالمانہ احکام نافذ ہوئے"

(ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ ۳۰)

حضرت اقدس علیہ السلام کے ان ارشادات کی روشنی میں جب ہم حسب ذیل عبارت کو پڑھتے ہیں تو معاملہ صاف ہو جاتا ہے فرماتے ہیں :۔

"تشبیہات میں پوری پوری تطبیق کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات ایک ادنےٰ مماثلت کی وجہ سے بلکہ صرف ایک جزو میں مشارکت کے باعث ایک چیز کا نام دوسری چیز پر اطلاق کر دیتے ہیں سو خدا تعالےٰ نے اسی عام قاعدہ کے موافق اس قصبہ قادیان کو دمشق سے مشابہت دی اور اس بارہ میں قادیان کی نسبت مجھے یہ الہام بھی ہوا ہے کہ اخرج منہ الیزیدیون یعنی اس میں یزیدی لوگ پیدا کئے گئے ہیں"

(ایضاً صفحہ ۳۲)

ان عبارات سے کیا ثابت ہوتا ہے؟

ان اقتباسات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ :۔

(۱)۔ جس طرح دمشق ایک خانہ ساز خلافت کے دعویدار کا پایۂ تخت رہ چکا ہے اسی طرح مثیل دمشق بھی کسی زمانہ میں ایسی ہی خلافت کے دعویدار کا پایۂ تخت ہوگا۔

(۲)۔ مثیل دمشق میں پیدا ہونے والے لوگوں میں ایسے بھی ہوں گے جو یزیدی الطبع اور "یزید پلید کی عادات اور خیالات کے پیرو" ہوں گے

(باقی صفحہ پر)

قولِ سدید اور ترجمان القرآن

از چوہدری شکر اللہ خان منصور مصنف "قولِ سدید"

غلبۂ حق کا پہلا نظارہ

صدیاں گزریں دنیا نے ایک نظارہ دیکھا۔ بنی نوع انسان پر جہالت کا دَور دورہ تھا۔ عالم انسانی علوم و فنون کی موجودہ ترقیوں سے بالکل بے بہرہ تھا۔ انتہائی جہالت میں مستغرق ایک ملک میں ایک انسان کھڑا ہوا۔ اس نے کہا اے جمیع انسانو! تمہارا ایک خدا ہے جو اس کائنات کا خالق اور پروردگار ہے۔ میں اس کا رسول ہوں اور تمام بنی نوع انسان کو ایک کامل دین اور آخری شریعت دینے آیا ہوں۔ اس نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کتاب نازل ہوئی اس میں خدا نے فرمایا

جاء الحق وزھق الباطل
ان الباطل کان زھوقا

یعنے حق جب آتا ہے تو باطل بھاگ جاتا ہے یقیناً حق کے مقابل باطل کا بھاگ جانا مسلم ہے۔ پس اسلام جو حق تھا جب ظاہر ہوا تو باطل نے جو اس وقت بڑے زور اور قوت میں تھا مقابلہ کی ہر ممکن کوشش کی لیکن آخر ناکام اور نامراد ہو کر بھاگ نکلا۔ حق کے نمایندہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہلے صرف چند افراد شامل ہوئے پھر فوج در فوج لوگوں نے آستانۂ اسلام پر اپنے سر جھکا دیئے۔ اکثر ایسا ہوا کہ اسلام کے ایک ایک فدائی نے ایک ایک وطن اور ملک میں اسلامی انقلاب برپا کر دیا۔ یہ پہلا نظارہ تھا جو دنیا نے دیکھا۔

ایک اور نظارہ

اس کے بعد وقت گزرتا گیا۔ بنی نوع انسان نے منطق اور فلسفہ میں، علوم و فنون، سائنس اور عقلی میدان میں بہت ترقی کر لی۔ جہالت کا دَور دورہ ختم ہو گیا۔ اور انسانی عروج کا نیا زمانہ آ گیا۔ اب دنیا کے سامنے ایک اور نظارہ ہے جو پہلے کے بالکل متضاد ہے۔ روشنی الحاد ترقی پر ہے، مغربی مادہ پرست دہریت دنیا پر مسلط ہے۔ غیر تو غیر خود مسلمان کہلانے والوں نے اسلام پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ دوسرے ملک تو بھلا تکلفوں سے اجل ہیں پاکستان میں شرابخوری برسرِ عام ہوتی ہے۔ جوا روز روشن میں کھیلا جاتا ہے۔ بدکاری ہر صاحب مال شخص کا قریباً فیشن ہو گیا ہے۔ اور ان کارکردگیوں کا ذکر دوستوں کی مجالس میں بصد فخر و مباہات کیا جاتا ہے۔ رشوت ستانی اور خود غرضی سے ملک چیخ رہا ہے۔ جھوٹ۔ خیانت۔ دھوکہ روزمرہ کا معمول بن گیا ہے۔ الغرض نئے زمانہ کے باطل کا یہ دور دورہ اس پرانے زمانہ کے باطل کے دور دورہ سے کسی طرح کم نہیں جو آج سے صدیوں پہلے تھا۔ تعجب یہ ہے کہ اسلام کے ماننے والے خود اسلام کی تکذیب کر رہے ہیں۔ دنیا کے لوگوں میں سے اکثر نے جن میں مسلمان کہلانے والے بھی شامل ہیں اپنے افعال سے اور بعض نے اپنے اقوال سے یہ کہا کہ

"اسلام جاہلیت کا مذہب تھا جس
کا وقت گذر چکا"

ایک اہم سوال

یہ دوسرا نظارہ ہے جو حق پرست حق طلب انسانوں کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے کہ کیا یہ بات درست ہے؟ اسلام کے مخالف غیر مسلم اور اسلام سے غافل مسلمان تو شاید بالاتفاق اس کو درست کہدیں لیکن آگاہِ حال اور صاحب علم لوگ جانتے ہیں کہ یہ نتیجہ صحیح نہیں ہے۔ مگر ان آگاہ حال صاحب علم لوگوں کو پھر ایک اور اہم سوال سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور وہ یہ کہ جب اسلام حق ہے تو منقولہ صدر ارشادِ خداوندی کے مطابق اس کے مقابل کیوں اب باطل بھاگ نہیں رہا بلکہ بڑھ رہا ہے؟

داعیانِ اسلام عامل بالحق نہیں رہے

یہ سوال بہت ہی اہم ہے اور ہر درد مند مسلمان کے لئے قابل غور ہے۔ اس سے نہ صرف بیگانے بلکہ یگانے بھی گمراہ ہو رہے ہیں۔ اس پر جس قدر کسی کا جی چاہے غور کر لے مگر جواب اس کا صرف ایک ہی ہے اور ایک ہی ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ

داعیان و نمایندگان اسلام عامل بالحق
نہیں رہے۔

اور یہ داعیان اور نمایندگان مسلمانوں کے علماؤں کے علماء ہیں۔ یہی تو ہیں جو دین کی نمایندگی کا دعوے کرتے ہیں۔ یہی تو ہیں جو لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے ہیں لیکن اعمال و افعال میں عامل بالاسلام اور عامل بالقرآن نہیں۔ ان کا رویہ اسلامی روح اور تعلیم کے سراسر خلاف ہوتا ہے۔ اسی بات کا مولانا حالی نے اپنے مشہور مرثیہ اسلام میں رونا رویا ہے۔ اور اسی چیز کو دیکھ کر شاعر پاکستان علامہ اقبال نے کہا ہے کہ

دینِ ملا فی سبیل اللہ فساد

علمائے اسلام کا غیر اسلامی عمل

آج علماء اسلام دعاوی کچھ سناتے ہیں مگر عمل اپنے اقوال و افعال میں کچھ اور دکھاتے ہیں، دعوے ان کو نمایندگی حق یعنے اسلام کا ہے مگر عمل وہ دکھاتے ہیں جو حق کی تمام روح۔ اخلاق اور اقدار کو فنا کر دیتا ہے۔ بتلایئے ان حالات میں اب حق کے مقابل باطل بھاگے تو کیونکر؟ اور ارشاد خداوندی کی صداقت ظاہر ہو تو کس طرح؟ خدا کا ارشاد تو برحق ہے اسلام کے مقابل باطل اب بھی بھاگ سکتا ہے بشرطیکہ حق کی نمایندگی کے یہ دعویدار نمایندگی کا حق بھی تو میدان میں ادا کر کے دکھائیں۔ لیکن دنیا کے لوگ ان نمایندگانِ حق کو نمایندگی کا جو حق ادا کرتے دیکھتے ہیں اس کے ایک بہت بڑے اور سب کے سرتاج نمونے کا مجھکو اس جگہ ذکر کرنا ہے۔

مولانا مودودی اور جماعت اسلامی

احمدی جماعت تو ہمارے ان علماء کے نزدیک مسلمان ہی نہیں اس کے بعد نمایندگی اسلام کے بلند بانگ دعاوی جس جماعت کی طرف سے لوگ سنتے ہیں وہ جماعت اسلامی ہے۔ اس جماعت کے بانی اور قائد مولانا ابو الاعلیٰ مودودی کے نام سے موسوم ہیں۔ ان کا اور ان کی جماعت کا دعوے ہے کہ مولانا موصوف بہت متبحر عالم دین ہیں اور کہ نہ صرف عالم دین ہیں بلکہ عالم باعمل بھی ہیں بلکہ مزاج شناس رسول بھی ہیں۔ یعنے ان کا ہر قول اور فعل تعلیم اسلامی کی روح کے عین مطابق ہے ان مولانا نے اپنی یہ جماعت خالص دینی اسلامی جماعت بنائی ہے اور ان کو دعوے ہے کہ یہ صالحینؐ کی جماعت ہے یعنے اس جماعت کے افراد سے صحیح اسلامی اخلاق اور اقدار کا ظہور ہوتا ہے بلکہ اسی غرض سے یہ جماعت منصۂ شہود پر آئی ہے۔ پھر اس صالحین کی جماعت کا ایک رسالہ ہے جس کا نام ان لوگوں نے "ترجمان القرآن" رکھا ہے۔ مولانا موصوف اور ان کی جماعت کے دیگر حضرات کے دعوے کی رُو سے اس رسالہ میں صرف اسلامی تعلیم۔ اخلاق اور اقدار کو پیش کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس رسالہ کے نام سے بھی یہی ذہن میں آتا ہے۔ اور غالباً اسی تاثیر کو پیدا کرنے کے لئے یہ نام رکھا گیا ہے۔

قولِ سدید

الغرض یہ تمام دعاوی بہت بڑے ہیں اور اگر یہ واقعی سچے ہیں تو پھر ان مولانا صاحب اور ان کی اسی جماعت کا وجود اہل اسلام کے لئے بصد غنیمت ہے اور کسی کا یہ کہنا کہ نمایندگی اسلام کا دعوے کرنے والے حقِ نمایندگی ادا نہیں کرتے غلط محض ہے۔ لیکن ان تمام بلند بانگ دعاوی کے باوجود ہزار ہا افسوس اور حسرت سے کہنا پڑتا ہے کہ اس جماعت کے افراد اپنے عملی نمونہ سے ساری اسلامی تعلیم و تربیت کی روح باطل کر دیتے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا میں نے ایک کتاب بنام "قول سدید" لکھ کر شائع کی۔ اس میں نہایت معقول اور مضبوط دلائل کے ساتھ مخاطب قادیانی جماعت ثابت کیا کہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نبوت کے مدعی نہیں تھے جیسا کہ وہ لوگ اور مخالف علماء آپ کے خلاف الزام لگاتے ہیں۔ جس کا ایک بہت بڑا ثبوت یہ ہے کہ یہ دونوں قسم کے لوگ آپ کے

بعض اقوال کو اپنے استدلال کی بنیاد بنا کر بعض دوسرے اقوال کو جو پہلے اقوال کے لئے بمنزلہ تشریح اور توضیح کے ہیں تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ یہ طریق یقیناً انصاف اور دیانت اور امانت کے خلاف ہے

ترجمان القرآن کا تبصرہ

مزاج شناس رسول مولانا اور مصالحین کی اس جماعت کے رسالہ "ترجمان القرآن" کے ماہ ستمبر کے شمارہ میں میری اس کتاب "قول سدید" پر مطبوعات کے زیر عنوان ایک تبصرہ سپرد قلم کیا گیا۔ تبصرہ نویس نے اصل کتاب کے اندراجات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا بلکہ اس کے بہانہ سے بحیثیت ماہر نفسیات ایک مضمون لکھ کر مامور من اللہ کے خلاف اپنے قلبی بغض و عناد کا مظاہرہ کیا اس لئے کہنا ہوں کہ اس نے اسلامی انصاف، تقوے، دیانت اور امانت کے تمام تقاضے برطرف کر کے اپنے اس مضمون کو اتنے بڑے جھوٹ اور دھوکا دہی سے بھر دیا ہے کہ ہر متقی انصاف پسند دیانت و امانت پرست انسان خواہ وہ کسی بھی ...... مذہب اور جماعت سے تعلق رکھتا ہوا سے دیکھ کر محو حیرت رہ جاتا ہے۔ کیونکہ اس کو اس جماعت کی طرف سے رسول کی مزاج شناسی صالحیت اور قرآن کی ترجمانی کے سب دعاوی جھوٹے اور باطل ہوتے دکھائی دیتے ہیں اور وہ یہ کہتا ہوا خود مذہب ہی سے برگشتگی محسوس کرنے لگ جاتا ہے کہ؎

گر ہمیں مکتب است و ہمیں ملاں

کار طفلاں تمام خواہد شد

اگرچہ فاضل ایڈیٹر صاحب پیغام صلح نے تین اداریوں میں ترجمان القرآن کے اس مضمون پر سیر حاصل بحث کی ہے اور برادر بزرگوار الحاج حافظ چوہدری محمد حسن چیمہ صاحب ایڈووکیٹ گجرات نے اپنے ایک مختصر مضمون میں حقائق پیش کر کے اس تبصرہ نویس کی غلطی کو طشت از بام کیا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ترجمان القرآن کے تبصرہ میں ایک فرضی بات پیش کر کے اس کو اصلیت ثابت کرنے کے لئے جو جھوٹ بولے گئے اور دھوکے دیئے گئے ہیں ان کو کما حقہ عریاں اور منکشف کر دینے کی ابھی مزید ضرورت ہے

ایک غلط مفروضہ

تبصرہ نویس نے بعض تمہیدی امور بیان کر کے جن سے ہمیں کوئی بھی اختلاف نہیں حضرت مرزا صاحب کے خلاف یہ الزام لگایا ہے۔

کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے دعوے کے متعلق

(ا) ایسی دو رُخی باتیں کہیں

اور

(ب) نبوت اور مجددیت کے مفہوم کو

ایسا گڈمڈ کر دیا۔

کہ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ آپ کا دعوے در اصل نبی ہونے کا تھا یا مجدد کا۔ اس کا ثبوت ترجمان القرآن کے اس تبصرہ نویس کے نزدیک دونوں احمدی جماعتوں کا موجودہ باہمی اختلاف ہے۔ پھر اپنے اس الزام کی تقویت میں وہ مزید لکھتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اس بارے میں دونوں کی تائید میں کافی مواد اپنی تحریروں میں چھوڑ دیا ہے، لہذا وہ لیطور پیشگوئی کہتا ہے کہ یہ دونو جماعتیں قیامت تک اس اختلاف کا فیصلہ نہیں کر سکیں گی جیسا کہ گذشتہ چالیس سال میں نہیں کر سکیں۔

مجھے بہت بڑا افسوس اور بہت بڑی حیرت ہوئی ہے تبصرہ نویس کے اس دعوے اور پیشگوئی پر نہیں، بلکہ دو رخی تحریریں لکھنے کے الزام اور استدلال پر جو اس نے حضرت مرزا صاحب کے خلاف لگایا اور کیا ہے۔

اس مفروضہ سے پیدا ہونیوالے نتائج

یقیناً یہ تبصرہ نویسی مولانا ابو الاعلیٰ مودودی کی طرف سے نہیں ہو سکتی۔ یہ تبصرہ نویس بلا شک کوئی ایسا شخص ہے جو نہ صرف گذشتہ اور موجودہ انسانی تاریخ سے ہی ناواقف معلوم ہوتا ہے بلکہ اسلامی تاریخ سے بھی نابلد محض ہے اور اس کے قلب و ضمیر میں اسلامی دینی امانت و دیانت کی روح ابھی تک سرایت نہیں کر سکی۔ میں اس سے پوچھتا ہوں کہ اگر اس کا یہ استدلال صحیح ہے کہ دونوں جماعتوں کا باہمی اختلاف حضرت مرزا صاحب کی دو رخی تحریروں کی وجہ سے ہے تو

اوّل اہل سنت اور اہل تشیع میں بھی اختلاف ہے۔ دونوں اپنی تائید میں قرآنی آیات اور احادیث پیش کرتے ہیں۔ اور یہ اختلاف صدیوں سے چلا آرہا ہے۔ لہذا تبصرہ نویس صاحب کہیں گے کہ قرآن میں خدا نے اور احادیث میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت دو رخی باتیں کہہ دی ہیں اور ان کے باہمی اختلافی امور کو گڈمڈ کر کے دونوں کی تائید میں کافی مواد بہم پہنچا دیا ہے، اس لئے یہ دونوں فرقے قیامت تک یہ فیصلہ نہیں کر سکیں گے کہ ان میں کون صادق اور کون باطل پرست ہے جیسا کہ صدیوں سے نہیں کر سکے۔

دوئم۔ مسلمانوں کے اندر بہت سے فرقے ہیں جن میں بعض مسائل پر بہت بڑا اختلاف ہے۔ ان میں بطور مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے "عالم بالغیب" ہونے کا مسئلہ تو ایسا ہے کہ جو آج کل بھی قتل و غارت تک نوبت پہنچا دیتا ہے اب ترجمان القرآن کے تبصرہ نویس اپنے استدلال اور قیاس کے مطابق یہ کہیں گے کہ قرآن کریم میں خدا نے اور احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ اللہ دو رخی باتیں کہہ کر ان مختلف الخیال لوگوں کے حق میں ایسا مواد جمع کر رکھا ہے کہ ان کے لئے قیامت تک حق و ناحق کا فیصلہ کر لینا ممکن نہیں جیسا کہ آج تک نہیں ہو سکا۔

سوئم۔ تبصرہ نویس کو دُور جانے کی ضرورت نہیں اپنے قریب ہی دیکھ لیں۔ اس کے قائد اور رہنما مولانا مودودی صاحب کا کہنا ہے کہ احادیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال ہیں۔ ان کو ماننا ضروری ہے۔ کیونکہ ان میں قرآنی احکام کی تشریح اور وضاحت ہے۔ لیکن برعکس ازیں غلام احمد پرویز اور اس کے ہمنواؤں کا کہنا ہے کہ احادیث غیروں کی سازش سے بنیں۔ اس میں خلاف اسلام امور کا ذکر ہے اور ان میں باطل پرست علما کی باطل پرستیوں کا بیان ہے اس لئے دین پر غور کرتے وقت ان کو الگ پھینک دینا چاہیئے اور پھر قرآنی آیات کے پرویز صاحب جو معنے کرتے ہیں اور جو تشریحیں بتلاتے ہیں اس سے تو غالباً یہ تبصرہ نویس آگاہ ہی ہوگا طرفہ یہ ہے کہ مولانا مودودی اور پرویز دونوں اپنی اپنی تائید میں قرآن کو سند پیش کرتے ہیں۔ اب اس تبصرہ نویس کو یہ کہنا ہوگا کہ خدا نے قرآن میں ایسی دو رخی آیات شامل کر دی ہیں۔ اور پرویز اور مودودی دونوں کے لئے اس میں اتنا کافی مواد رکھ دیا ہے کہ یہ دونوں حضرات باہمی صدق و کذب کو جانتے ہوئے کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے اور قیامت تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

ان تینوں مثالوں میں مجھے یقین ہے کہ ترجمان القرآن کے یہ تبصرہ نویس اپنے پیش کردہ مفروضوں کی بناء پر استدلال کرنے کی جرأت نہیں کریں گے۔ کیونکہ شیعہ اور سنی کے باہمی اختلافات سے اور عام علمائے اسلام کے اختلافی عقائد سے پھر مولانا مودودی اور غلام احمد پرویز کے باہمی تنازعہ سے یہ استنباط و استدلال کرنا اور یہ نتیجہ نکالنا کہ نعوذ باللہ

(ا) قرآن و حدیث میں دو رخی باتیں درج ہیں

اور

(ب) ان میں اختلافی امور کو ایسا گڈمڈ کر دیا گیا ہے۔

کہ سچ اور جھوٹ کا فیصلہ ممکن نہیں رہا، ایک بعید از عقل و قیاس ہے جس کی بناء پر یہ استدلال کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

غیر دیانت داری یا جہالت

بالکل اسی کے مطابق تبصرہ نویس کو جاننا چاہیئے کہ ہر دو احمدی جماعتوں کے اختلافات عقیدہ سے وہ نتیجہ ہرگز نہیں نکل سکتا جو اس نے نکالا ہے۔ جس طرح یہ تو ہو سکتا ہے اور ہے کہ اہل تشیع اور اہل سنت میں سے ایک کا عقیدہ غلط ہو تو دوسرے کا درست۔ بریلویوں اور دیوبندیوں میں سے ایک کا خیال صحیح ہو دوسرے کا غیر صحیح اور مولانا مودودی اور غلام احمد پرویز میں سے ایک حق اور دوسرا باطل پرست ہو مگر یہ بناء ان اختلافات کے یہ کہنا درست نہیں ہو سکتا کہ قرآن و حدیث میں دو رخی

باتیں مندرج ہیں اسی طرح یہ تو ہو سکتا ہے اور ہے کہ دونوں احمدی جماعتوں میں سے ایک کا عقیدہ غلط اور دوسرے کا صحیح ہو مگر محض ان کے اختلاف سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت مرزا صاحب نے دو رُخی باتیں کہی ہیں سراسر کذب افتراء اور ایک بہت بڑی بے انصافی اور ظلم ہے۔ اور تبصرہ نویس کی تعلیم اسلامی کے سراسر خلاف غیر دیانتداری پر دال ہے۔ اور اگر اس میں اس کی غیر دیانتداری نہیں تو حضرت مرزا صاحب کی تحریرات سے اور احمدی جماعتوں کے اختلاف عقیدہ کی توضیح سے اس کی مکمل ناواقفیت اور جہالت کا یقینی ثبوت ہے۔

متفق علیہ امور

میں چاہتا ہوں کہ اس کی تھوڑی سی اور وضاحت کر دوں تاکہ تبصرہ نویس کو دیانتداری یا بد دیانتی میں پتہ لگ سکے واضح ہو کہ دونوں احمدی جماعتوں میں حضرت مرزا صاحب کے دعوے کے متعلق یہ بات متفق علیہ ہے کہ آپ کو:۔

(۱) (ا) صرف تجدید دین کا دعوے تھا۔
شریعت کی تنسیخ ترمیم یا تکمیل کا کوئی
دعوے نہیں تھا۔

اور

ب۔ احکام شریعت کا نزول افضل
الرسل سید الانبیا حضرت نبی عربی
صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا شریعت اسلامیہ
آخری شریعت ہے اور قرآن کریم
آخری کتاب ہے۔

پھر ہر دو جماعتوں کا حضرت اقدس کے اس عقیدہ کے متعلق مکمل اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے فیضان نبوت سے کاملین اُمت کو منجانب اللہ

(۲) ا۔ مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کیا جاتا
ہے جو برنگ رؤیا۔ کشوف اور الہامات
ہوتا ہے۔
ب۔ اس مکالمہ مخاطبہ میں ان کو حسب
ضرورت و استطاعت امور غیبیہ سے
مطلع کیا جاتا ہے۔ اور
ج۔ ان امور کو قرآن و حدیث
میں "مبشرات" کے اسم سے موسوم
کیا گیا ہے۔

حضرت اقدس کا یہ عقیدہ اور اس کی اتباع میں احمدیوں کا یہ عقیدہ کوئی جدید عقیدہ نہیں ہے بلکہ قرآن و حدیث سے اس کی صحت و صداقت ثابت ہے اور تمام سلف صالحین نے اپنے اقوال و تحریرات میں اس کی تائید اور تصدیق کی ہے جس پر جملہ علمائے اسلام کا اتفاق رہا ہے اور ہے پھر ہر دو احمدی جماعتوں میں بالاتفاق یہ مانا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا دعوے یہ تھا کہ آپ کو منجانب اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی کی برکت سے

(۳) ا۔ بکثرت ہمکلامی الٰہی کا شرف
بخشا گیا ہے

اور

ب۔ بکثرت اخبار غیب پر اطلاع
دی جاتی ہے

یعنے خدا تعالےٰ نے آپ کو "مبشرات" کی نعمت کثیرہ سے سرفراز فرمایا۔

صداقت اسلام کا زبردست ثبوت

اس دعوے میں آپ نے اپنی کسی بڑائی کو پیش نہیں کیا بلکہ اس کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و حقیقت اور اسلام کی زندگی اور صداقت کے ثبوت میں پیش کیا۔ اور فرمایا کہ اے وہ لوگو! جن کو سچے اور زندہ مذہب کی تلاش ہے ان کو میں بتلاتا ہوں کہ سچا اور زندہ مذہب اس وقت صرف

اسلام ہے

جس کی سچائی اور زندگی کا یہ ثبوت ہے کہ اس کی سچے دل سے اور خلوص قلب سے پیروی اور اتباع کرنے والا خدا تعالےٰ سے ہمکلام ہو جاتا ہے جیسا کہ میں نے خود تجربہ کیا ہے۔

خدا کی قسم حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے اس اعلان برحق سے دین اسلام کی صداقت کا علم سب دینوں سے اونچا ہو گیا اور ادیانِ باطلہ کے جھنڈے خجالت سے سرنگوں ہو گئے۔ خدا کی بے شمار برکتیں اور رحمتیں اس مرد مسلمان پر ہوں۔ یہ دن مسلمانوں کے لئے کامیابی اور کامرانی کا دن تھا۔ اور یہ وقت اہل اسلام کے لئے فتح اور نصرت عظیمہ کا وقت تھا۔ چاہیئے تھا کہ مسلمان اس مردِ حق پرست کے مرہونِ احسان ہوتے اور اس کے ساتھ ہو جاتے مگر وائے حسرتا کہ ہمارے مولویوں نے اس کو مفتری اور کاذب قرار دیا اور ثابت کر دیا کہ مسلمانوں کے ان علماء کا دعوے اگرچہ دعوت الی الاسلام کا ہے مگر عملاً مخالفتِ اسلام کر رہے ہیں۔

دہریوں اور ملحدین سے خطاب

پھر حضرت مرزا صاحب نے دہریوں اور ملحدوں کو مخاطب کیا اور فرمایا اے منکرین ہستی باری تعالیٰ! میں تم کو بتلاتا ہوں کہ

خدا اب بھی زندہ موجود ہے
جیسا کہ وہ ہمیشہ سے زندہ رہا ہے

اور کہا کہ خدا کو معلوم کرنے، دیکھنے اور جاننے کا ایک طریقہ ہے جس سے تم لوگ غافل ہو۔ وہ طریقہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سچے دل سے ایمان لانا اور خلوص قلب سے دین اسلام کی پیروی کرنا ہے۔ میں اس میں صاحب تجربہ ہوں۔ اور فرمایا کہ میں نے خدا کو خود مشاہدہ کیا ہے اور میں ہر اس شخص کو خدا دکھلا سکتا ہوں جو دیکھنا چاہے۔ خدا اس مردِ مومن کو اپنے بے شمار انعام و اکرام سے نوازے۔

مولویوں کا مخالفانہ طرزِ عمل

تمام اہلِ مذہب بالخصوص مسلمانوں کے لئے یہ بہت مبارک اور خوشی کا موقعہ تھا۔ اور چاہیئے تھا کہ لوگ اس حق آگاہ رجل عظیم کے آستانہ پہ پروانہ وار گرتے مگر وائے افسوس کہ اور تو اور علمائے دین اس بندۂ خدا اور خادم اسلام کی عداوت اور مخالفت میں سب سے آگے نظر آتے۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ یہ شخص کافر اور کاذب اور مفتری ہے۔ گویا ہمارے ان مولوی صاحبان کے نزدیک جو شخص

ا۔ اسلام کا برحق ہونا دکھلا دے

اور

ب۔ خدا کا موجود ہونا ثابت کر دے

اس کو کافر کاذب اور مفتری کہنا چاہیئے۔ ان مولویوں کو اعتراض ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے کیوں یہ دعوے کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے نیک بندوں سے ہمکلام ہوتا، انہیں امور غیبیہ کی اطلاع دیتا اور مبشرات کی نعمت سے انہیں سرفراز کرتا ہے حالانکہ حضرت مرزا صاحب کا یہ عقیدہ اور یہ دعوے کوئی نیا اور جدید نہیں۔ بلکہ قرآن و حدیث اور تمام بزرگان اسلام اولیاء، صوفیا اور علمائے ربانی کے اقوال و تحریرات کے مطابق یہ نعمت خداوندی بہ برکت اتباع حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم امت محمدیہ میں ہمیشہ سے جاری و ساری ہے۔

لفظ نبی کا استعمال

اب پھر میں اپنے موضوع کی طرف رجوع کر کے ترجمان القرآن کے اس تبصرہ نویس کو بتلاتا ہوں کہ دونوں احمدی جماعتیں بالاتفاق تسلیم کرتی ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے اس کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور کثرت اظہار امور غیب یعنے کثرت مبشرات کو نبوت کے لغوی معنوں کے لحاظ سے اور مجازاً

(۴) ا۔ نبوت کے اسم سے موسوم کیا ہے

اور

ب۔ انہی مجازی معنوں کے لحاظ سے اپنے
لئے نبوت کا لفظ استعمال کیا ہے۔

اور اگر اس لفظ نبوت کے استعمال پر تبصرہ نویس کو اعتراض ہے تو اس کو چاہیئے کہ میری کتاب "دعوتِ فکر" کا مطالعہ کرے جو "قول سدید" سے پہلے لکھی گئی اور چھاپی گئی۔ اس میں اس بات کو محکم دلائل سے ثابت کیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اگر مبشرات کے معنوں میں اور اخبار غیب کے معنوں میں نبوت کا لفظ استعمال کیا ہے تو کسی گناہ اور بدعت کا ارتکاب نہیں کیا۔ بلکہ تمام اکابرین سلف، اولیاء، صوفیا اور علمائے اسلام نے ان معنوں میں اس لفظ کا استعمال جائز سمجھتے رہے ہیں۔ "قول سدید" تو ہمارے باہمی اختلافات کے متعلق ہے۔ اس تبصرہ نویس کے لئے تو "دعوتِ فکر" ہے جس پر تبصرہ کرنا اسے منظور نہیں۔ (باقی ۔ باقی)

اخرج منہ الیزیدیون

(بسلسلہ صفحہ ۶)

یعنی جس طرح یزید نے اسلامی جمہوریت کی ملیامیٹ کر کے شخصی خلافت اور ڈکٹیٹرشپ کا دعوے کر دیا تھا یہاں پیدا ہونے والے لوگ بھی جمہوریت اسلامی کو پامال کر کے خانہ ساز شخصی خلافت قائم کریں گے اور جمہوریت کی بنیادی تحریر کو "شیعوں کا فراڈ" کہکر پاؤں کے نیچے روندیں گے اور ہر پہلو سے یزیدی الطبع ہو جائیں گے۔

(۳) جس طرح یزید اپنے کردار کی وجہ سے دنیا میں بدنام ہوا اسی طرح یہاں پیدا ہونے والے بھی اپنے کردار کی وجہ سے بدنام ہوں گے۔

(۴) مثیل دمشق میں پیدا ہونے والے لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت چھوڑ کر اس کی صفت "لا یسئل عما یفعل" میں اپنے بناتے ہوئے خلیفہ کو شریک ٹھہرائیں گے۔

۵۔ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی معصومیت سے انکار کریں گے اور یہ کہیں گے کہ ایک شخص ترقی کرتے کرتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ سکتا ہے (نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات) یہ ناپاک خیالات ثبوت ہوگا اس بات کا کہ اُن کے دلوں میں اللہ اور رسول کی کچھ محبت نہیں" وہ خلیفہ کو روحانی باپ کہکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوت روحانی کے منکر ہوں گے۔

۶۔ وہ احکام الٰہی قل للمومنین یغضوا من ابصارھم کی عظمت کو یہ کہکر مٹائیں گے کہ خلیفہ باپ ہوتا ہے اس سے پردہ نہ کرنا چاہیئے اور تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان کی عظمت کو مٹانے کے لئے "سوشل بائیکاٹ" کو فروغ دیں گے اور "ختم نبوت" کی عظمت کو مٹانے کے لئے اجرائے "نبوت" کا عقیدہ بنائیں گے اور روئے زمین کے مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیکر کلمہ طیبہ کی حرمت کو ختم کریں گے۔

۷۔ وہ "اپنی نفسانی خواہشوں کو اپنا معبود" اس طرح بنائیں گے کہ تنخواہوں وظیفوں اور عہدوں کے لالچ کی وجہ سے حق اور صداقت کا انکار کریں گے۔

۸۔ "وہ اپنے نفس امادہ کے ایسے تابع ہوں گے" کہ اس کی بدولت ہوٹلوں سے لیکر بڑی سے بڑی عدالتوں تک بدنام ہو جائیں گے۔

۹۔ اور آخرت پر سے اُنکا ایمان اُٹھنے کی یہ دلیل ہوگی کہ جس آیت میں ایمان بالآخرت کا حکم ہے وہ اس کے معنے ہی تبدیل کر دیں گے

۱۰۔ شہر کے چوبرستوں پر اللہ تعالیٰ کے مظلوم بندوں کا قتل کرنا اُن کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہوگا۔

۱۱۔ دمشق کی طرح مثیل دمشق بھی کسی وقت میں "خانہ ساز خلافت" کا انکار کرنیوالوں کے خلاف منصوبہ گاہ ہوگا

۱۲۔ جس طرح دمشق سے شخصی خلافت کا انکار کرنے والوں کے خلاف ہزاروں طرح کے ظالمانہ احکام نافذ ہوتے تھے اسی طرح مثیل دمشق سے بھی غیر اسلامی خلافت کا انکار کرنے والوں کے خلاف "بائیکاٹ" "مقاطعہ" اور "اخراج" کی قسم کے "ظالمانہ احکام" نافذ ہوں گے یزیدیت سے اس قدر مشابہت کا ملہ کے بعد پھر غیر اسلامی خانہ ساز خلافت کا انکار کرنے والوں کو اس الہام کا مصداق قرار دینا اور مدعیان خلافت اور اس کے متبعین کو "اہلِ بیت" اور "ذریت طیبہ" بتانا آفتاب نصف النہار کا انکار کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟ (باقی باقی)

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن

ایسوسی ایشن کی لاء کمیٹی نے اپنی مختلف نشستوں میں جناب انیس احمد صاحب متعلم بی ایس سی کے وضع کردہ پلان پر بحث و تمحیص جاری رکھی۔ اور یکم دسمبر ۱۹۵۷ء کی آخری نشست میں مکرر غور و خوض کے بعد قوانین کے ہر تشکیلی پہلو کو تکمیلی صورت دے دی گئی۔ پراسپکٹس اسی ہفتہ تقسیم کر دیئے جائینگے آخری نشست میں بشیر سوز (کنوینر)، ناصر احمد صاحب، انیس احمد صاحب، فاضل رمضان صاحب، اور رانا علی احمد صاحب نے شرکت کی۔

میں لاء کمیٹی کے ممبروں کی خدمات سراہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ انہوں نے ایسوسی ایشن کی عاید کردہ اس اہم ذمہ داری کا پورا پورا احساس کرتے ہوئے اپنی پوری تندہی، بڑے ذوق و مستعدی اور کم سے کم وقت میں اپنے فریضہ کی ادائیگی بڑے احسن طریق سے کر دی ہے۔ اور مجھے امید کامل ہے کہ نوجوان اپنے ان نمایندوں کا وضع کردہ قانون ہر لحاظ سے پُر امید و حوصلہ افزا اور تسلی بخش قابل قبول پائیں گے۔ میں لاء کمیٹی، نوجوانوں اور ایسوسی ایشن کے خیرخواہوں کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں، اور ایسوسی ایشن کی ترقی و استحکام کے لئے صدق دل سے دست بدعا ہوں۔

قابل ذکر بات جو یہاں ضروری ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ ایسوسی ایشن کو اپنی گذشتہ روایات کے مطابق جلسہ سالانہ میں حصہ لینا اشد ضروری ہے۔ وقت بہت کم رہ گیا ہے، اس لئے اس سے پہلے ابتدائی مراحل طے ہو جانا چاہئیں، لہذا متفقہ رائے سے یہ فیصلہ ہوا ہے کہ مجلس عاملہ کے گیارہ ممبروں کا انتخاب ۸ر دسمبر ۱۹۵۷ء کو نماز عصر کے بعد ہوگا۔ نوجوانوں سے شرکت کے لئے التماس ہے۔

کنوینر۔ بشیر سوز سامانوی
۴ احمدیہ بلڈنگس لاہور

اسلام مشرق و مغرب میں

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

اور وہ بحفاظت پہنچ جائیں گی، میں انہیں کچھ اچھے امریکنوں کو جو اسلام سے دلچسپی رکھتے ہوں بھیجنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔

آپ کا۔ محرم تاجی

از سلیمان یونیورسٹی
ڈوماگوئٹاسٹی

۶ر نومبر ۱۹۵۷ء

پیارے بھائی السلام علیکم

گذشتہ سال میں آپ کی اس تحریک کے ساتھ خط و کتابت کرتا رہا ہوں، مجھے کتابیں اور پمفلٹ بھی موصول ہوئے، لیکن اسلام کا پورا علم حاصل کرنے میں وہ میرے لئے کافی ثابت نہیں ہوئیں، اس لئے میں آپ سے اور زیادہ اسلامی لٹریچر کا طالب ہوں میں تحریک احمدیہ میں شمولیت حاصل کرنا چاہتا ہوں اور اس کی ممبری کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنے سے مجھے خوشی ہوگی۔

میں خوب جانتا ہوں کہ یہ تحریک اسلامی لٹریچر دنیا میں مفت بانٹ کر بڑے بھاری اخراجات کی متحمل ہو رہی ہے، ایک سچے فرزند اسلام ہونے کی حیثیت سے میں اس لٹریچر کی تقسیم میں آپ کی امداد کرنا چاہتا ہوں۔ جو بھی لٹریچر آپ بھیجیں گے میں اسے اپنے صوبہ کے تمام حصص میں اپنے دوستوں کو بھیجدوں گا۔

آپ کا صادق

جلسہ فنڈ کی طرف فوری توجہ کیجئے

تمام جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان اور فرداً فرداً احباب کیخدمت میں التماس ہے کہ دسمبر ۵۷ء کا پہلا ہفتہ شروع ہو گیا ہے جلسہ میں اب چند دن باقی ہیں لہذا مہربانی فرما کر سب احباب اپنا اپنا جلسہ فنڈ ارسال فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

(افسر تحصیل)

ہمارا قومی اجتماع

حضرت امیر کے ایک خطبہ جمعہ کا اقتباس

حضرت امامِ وقت نے اجتماع کا حکم دیا

آج ہمارے سامنے ایک امام آیا، اگر اس کی زندگی میں یہ رنگ نہ پایا جاتا کہ وہ قرآن کو جاننے والا اور قرآن کا عاشق زار تھا، اگر یہ قرآن کی تعلیم پر نہ چلتا محمد رسول اللہ صلعم کی سنت کو زندہ نہ کرتا تو ہمیں اس کا ساتھ دینے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن اس امام کا علم بھی بڑا تھا اور اس کا عمل بھی بڑا تھا، اس نے اپنے آقا کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اجتماعی زندگی کی بنیاد رکھی، ایک جماعت انھوں نے تیار کی، اور ایک انجمن کی بنیاد ڈالی، اس انجمن اور جماعت سے انھوں نے اپنے لئے کچھ نہیں بنایا بلکہ اپنے مکان اور باغ بھی انجمن کو دے دیئے، وہ رئیس زادہ تھا، صاحب جائداد تھا، لیکن سب کچھ خدا کی راہ میں دے گیا انھوں نے فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت احیائے قوم ہے اور قوم کا احیا اجتماعی زندگی سے ہوتا ہے اسی اجتماع کا یہ فائدہ ہے کہ اس وقت جب ہم قادیان سے آئے تھے تو ہمارے ہاتھ میں کچھ نہ تھا لیکن آج ہمارا بجٹ سات لاکھ سے زائد ہے، یہ ایک غریب قوم کے اجتماع کی برکت ہے، اس اس غریب قوم کی بنیاد تقوےٰ اللہ ہے، امام وقت نے اس بات پر زور دیا کہ قوم میں اگر تقوےٰ پیدا نہ ہوا تو ہمارا آنا عبث ہے اور قوم کو نصیحت کی کہ نفس پر قابو پاؤ نفس پر قابو حاصل کئے بغیر کچھ نہیں بنتا، اور آپ نے حکم دیا کہ سال میں تین دن ساری قوم ایک جگہ جمع ہو اور مواعظ حسنہ سے قوم میں زندگی کی روح پیدا کی جائے اللہ تعالیٰ کا حکم بھی ہے کہ اجتماع کرو اس کے رسول نے بھی اجتماع کا حکم دیا ہے اور اس کے امام نے بھی اجتماع کی بنیاد رکھی ہے حضرت نے لکھا ہے اوحی الی ان الدین ھو الاسلام وان الرسول ھو المصطفیٰ فکما ان ربنا واحد یستحق العبادۃ وحدہ فکذالک نبینا المطاع واحد لاشریک معہ وانہ خاتم النبیین میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جس طرح خدا ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، صرف وہی عبادت کے لائق ہے ویسے ہی اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور خاتم النبیین ہے، یہ تو آپ کا اپنا ارشاد ہے، لیکن آپ کے بیٹے نے کہا کہ آپ خود نبی ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والے تمام کافر ہیں، یہ کس طرح برداشت ہو سکتا تھا۔ اس وقت ہم چند آدمی خالی ہاتھ وہاں سے نکل آئے جماعت آہستہ آہستہ پیدا ہوئی جس سے آہستہ آہستہ بجٹ بھی بڑھتا گیا اور سات لاکھ تک پہنچ گیا، اس کا کریڈٹ حضرت امام وقت کو ہے جس کے ارشاد کے ماتحت یہ جماعت قائم ہوئی یا اس غریب قوم کو ہے جس کی قربانیوں کا یہ نتیجہ ہے **حضرت نے حکم دیا ہے تین دن کے لئے تمام قوم اکٹھی ہو کر نمازیں پڑھے دعائیں کرے اور دین کی باتیں سنے اور سنائے** گھر میں بیٹھ کر یہ تصور کر لینے سے کہ ہم مل کر نمازیں پڑھ رہے ہیں یا دعائیں کر رہے ہیں یا چندہ ادا کر دیں تو وہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔

احمدیہ بلڈنگس قابلِ زیارت ہے

اس جگہ یعنی احمدیہ بلڈنگس کے ان مکانوں میں حضرت امام وقت خود تشریف لائے اور یہیں فوت ہوئے حضرت مولانا نور الدین صاحب یہاں آئے اور نمازیں پڑھائیں اور قرآن کریم کا درس دیا، یہاں حضرت مولانا محمد علی صاحب قیام پذیر رہے، حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے یہاں زندگی بسر کی، حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحب، حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے احمدیہ بلڈنگس کے بسانے میں امتیازی حصہ لیا حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب بھی یہاں اکثر آیا کرتے تھے یہ سب حضرت کے انصار تھے، ان کے ہاتھوں میں حضرت نے جان دی، ان کے متعلق حضرت کا الہام ہے

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں"

قوم کو چاہیئے کہ اس جگہ کی آکر زیارت کریں، ہم بت پرست نہیں، لیکن ان بزرگوں کی خدمات اور یاد سے دلوں کے اندر ایک جذبہ پیدا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے بھی ایک بزرگ عورت کی قربانیوں کی یاد کے لئے فرمایا:۔ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ آپ بھی ان تین دن سے فائدہ اٹھائیں، باہم مل کر عبادت کریں اور مل کر دعا کریں، یہ قوم کی اجتماعی قوت اور قربانی کا نتیجہ ہے کہ ووکنگ اور برلن اور امریکہ مشن کو دیکھ کر اسلامی سلطنتوں کے حکام اور امرا اس عظیم الشان خدمت کو سراہتے ہیں اور اس قوم کی جدوجہد پر فخر کرتے ہیں، آپ اندازہ لگائیے کہ اس جماعت کی مقبولیت ہے، اس کا لٹریچر کتنا مقبول ہے آپ اس عزت اور شہرت کو قائم رکھیں اور مل کر اس کام کو سرانجام دیں۔

میں اپنی جماعت کے تمام افراد کو جو کراچی میں ہیں یا پشاور میں یا دوسرے مقامات پر سب سے کہتا ہوں کہ وہ ان تین دنوں میں (۲۵، ۲۶، ۲۷ دسمبر) کو یہاں جمع ہو جائیں، اسی طرح عورتوں سے بھی کہتا ہوں کہ وہ بھی ۲۴ دسمبر کو یہاں پہنچ جائیں، ان کا پچھلا جلسہ ایک مثالی جلسہ تھا جس میں قوم کی بڑی بڑی قابل خواتین جمع ہوئی تھیں، ہمارے سلسلہ میں بہت سی قابل خواتین ہیں، کئی ایم اے ہیں اور کئی پروفیسر، ان سب کو اور دوسری خواتین کو یہاں آنا چاہیئے۔ وہ سب مقالے لکھ کر لائیں اور قوم کو اپنے علم سے فائدہ پہنچائیں، سب کو یہاں کے فوائد سے متمتع ہونا چاہیئے۔

حضرت مسیح موعود کا فرمان ہے کہ سب دوست سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے یہاں پہنچ جائیں، میں حضرت کے فرمان کے ماتحت تلقین کرتا ہوں کہ سال کے ان تین دنوں میں اس قومی اجتماع میں ضرور شامل ہوں اور نمازوں اور دعاؤں کے ذریعہ سے باہمی مشورتوں اور میل ملاقات سے اللہ تعالیٰ کے افضال و برکات کے نزول کا باعث ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ ان تنصروا اللہ ینصرکم۔

اخبارِ احمدیہ

تبدیلی ڈاکٹر عبدالمجید قریشی صاحب ایم۔ اے۔ ایم۔ او ریلوے ہسپتال سرگودھا سے سکھر تبدیل ہو گئے ہیں۔

عطیہ لیڈی ڈاکٹر امینہ قریشی نے اپنی ہمشیرہ لیڈی ڈاکٹر مختار بیگم کبیر والہ کی سیشن کورٹ ملتان سے بریت پر -/25 روپے انجمن کو اشاعت اسلام کے لئے عطیہ دیئے ہیں۔

اعلانِ نکاح اور عطیہ

چوہدری خلیل اختر صاحب ولد چودھری محمد اکرم صاحب بدوملہی کا نکاح محترمہ مسعودہ بیگم بنت چوہدری غلام صفدر صاحب کے ساتھ پانچ صد روپیہ حق مہر پر ہوا۔ اس خوشی میں محترم خلیل اختر صاحب نے مبلغ پچاس روپیہ انجمن کو بطور عطیہ اشاعت اسلام ارسال کئے ہیں جزاہ اللہ خیراً دعا ہے اللہ تعالیٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت کرے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ (منیجر)

خراب ہو گئی ہے۔ رسولی سرجن نے علاج کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ آپ سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ آپ ان کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے دردِ دل سے دعا فرماویں۔ ادرجماعت کے۔

بیماری اور درخواست دعا

واہ کینٹ سے عبداللہ بٹ صاحب (برادر خورد مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب مبلغ انگلستان) لکھتے ہیں:۔

سیالکوٹ سے اطلاع ملی ہے کہ قبلہ والد صاحب جو عرصہ تین چار ماہ سے متواتر بیمار چلے آ رہے ہیں کی طبیعت زیادہ

ضروری تصحیح پیغام صلح مؤرخہ ۱۷ نومبر کے پرچہ میں سب سے آخری صفحہ پر جو نظم شائع ہوئی ہے اس کا پہلا مصرعہ اس طرح پڑھنا چاہیے ؏ مہر درخشاں محمد عربی

اور سب سے آخری شعر سے پہلے شعر کا پہلا مصرعہ اس طرح ہے ؏

ہم پہ ہیں بے حساب اور بے حد

یہ غلطیاں کتابت کی ہیں شعر لکھنے والے کی نہیں ہیں۔

مرتضیٰ خان حسن

ہفت روزہ پیغام صلح

قیمت سالانہ:۔ پاکستان سے چھ روپے۔ ہندوستان سے چھ روپے (ہندوستانی سکہ)

ہندوستان میں ہمارے نمائندہ کا پتہ:۔ شیخ انعام الحق صاحب۔ مکان نمبر اعظم پورہ ملک پیٹھ حیدر آباد دکن (انڈیا)

[illegible] ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۴۷ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۷ر جمادی الاوّل ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۱ر دسمبر ۱۹۵۷ء | نمبر ۴۹

ہمارا مذہب اور عقیدہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے، اب کوئی اور کلمہ یا کوئی اور نماز نہیں ہو سکتی جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کر کے دکھایا اور جو کچھ قرآن شریف میں ہے اس کو چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی جو اسکو چھوڑیگا جہنم میں جاویگا یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس امت کیلئے مخاطبات اور مکالمات کا دروازہ کھلا ہے اور یہ دروازہ گویا قرآن مجید کی سچائی پر ہر وقت تازہ شہادت ہے اور اسکے لئے خدا تعالیٰ نے سورۂ فاتحہ ہی میں یہ دعا سکھائی ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم انعمت علیھم کی راہ کیلئے جو دعا سکھائی تو اس میں انبیاء علیہم السلام کے کمالات کے حصول کا اشارہ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جو کمال دیا گیا ہے وہ معرفت الٰہی کا کمال ہے اور یہ نعمت انکو مکالمات اور مخاطبات سے ملی تھی اسی کے تم بھی خواہاں رہو"

(لیکچر حضرت مسیح موعود بمقام لدھیانہ مورخہ ۶ر نومبر ۱۹۰۵ء مندرجہ اخبار الحکم ۵ر اکتوبر ۱۹۰۶ء)

جلسۂ سالانہ پر رختِ سفر تازہ کریں

محمد اعظم صاحب علوی

ولولے تازہ کریں قلب و نظر تازہ کریں ⁂ جلسۂ سالانہ پر رختِ سفر تازہ کریں

نرگسِ ایام کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ⁂ زخمِ دل تازہ کریں زخمِ جگر تازہ کریں

عہدِ ماضی کے تبسم خیز پیمانوں کیساتھ ⁂ آج کی رنگینئ شام و سحر تازہ کریں

پھر امامِ وقت کے ارشاد کی تعمیل میں ⁂ گرمئ ایماں سے پھر دل پر اثر تازہ کریں

ہو گا نکہت آفریں اقوامِ عالم کا مزاج ⁂ گلبنِ اخلاصِ ہستی کو اگر تازہ کریں

تو ہم کے سانچے میں ڈھل سکتے ہیں مسجد کے چراغ ⁂ ہم اگر دل میں ضیائے معتبر تازہ کریں

راحتِ کونین بن جائیں ہماری کوششیں ⁂ حرفِ قرآنی سے تقدیرِ بشر تازہ کریں

پھر یہ پاسِ آشتی ہمدردیوں کا درس دیں ⁂ پھر یہ نامِ امن فکرِ بے ضرر تازہ کریں

جن پہ ہے علوی اساسِ عظمت و تقدیسِ قوم
ان روایاتِ کہن کو سر بسر تازہ کریں

تفسیر سورۃ فاتحہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تصنیف کتاب تفسیر سورۃ فاتحہ پر صاحب فہم و بصیرت سے خراج تحسین وصول کر رہی ہے اسی سلسلہ میں ذیل کا خط حضرت ممدوح کی خدمت میں موصول ہوا ہے :-

مال روڈ ایبٹ آباد
۱۹ نومبر ۱۹۵۷ء

مکرم و محترم قبلہ جناب مولانا صاحب مدظلہٗ
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

تفسیر سورۃ فاتحہ کا ایک نسخہ ملا۔ شکریہ۔ پیکٹ پر اگرچہ فرستندہ کا دستخط وغیرہ نہ تھا مگر جس قلم نے میرا پتہ تحریر کیا وہ آپ کے طرز نگارش کی نشاندہی کر رہی تھی ؎

من انداز قدت را می شناسم

یہ ۱۰۶ صفحات کا دیدہ زیب کتابچہ ..... صوری و معنوی محاسن دونوں سے آراستہ ہے۔ صاف ستھرا ٹائپ اعلیٰ سفید کاغذ، انگوری رنگ کا دبیز کور جس نے اسے اور بھی جاذب نظر بنا دیا ہے، آپ کے پاکیزہ مذاق اور باسلیقہ طبیعت کی نفاست پسندی کا ثبوت ہیں۔

نفس مضمون کو جس خوبی سے نبھایا گیا ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ یوں تو اس مختصر مگر جامع سورۃ کی تفاسیر شرح و بسط کے ساتھ ہزاروں لکھی گئی ہیں۔ مگر آپ کا پُرمغز اور دلنشین طرز استدلال، دور حاضر کے تقاضوں کے پیش نظر جو طغیان و سرکشی اور الحاد و بیدینی کی پیداوار ہیں، ہر معقول طبع کو دعوت فکر دیتا ہے۔ خداوند تعالیٰ کی صفت ربّ العالمین نہ صرف اس بات کی مقتضی ہے کہ وہ محض ربوبیت جسمانی کی کفیل ہو بلکہ اس سے بڑھکر اور بدرجہ اولیٰ روحانیات کی تکمیل کی بھی ذمہ دار ٹھہرتی ہے ورنہ انسان ناطق اور حیوان غیر ناطق کی ربوبیت میں فرق ہی کیا ہے۔ انسان کو اشرف المخلوقات اسی لئے کہا کہ وہ اس صفت کے تحت میں منازل روحانی بتدریج طے کرتا ہوا خدا سے ہمکلام ہو جاتا ہے۔ یہ نہ صرف منہ سے کہنے کی باتیں ہیں بلکہ آنکھوں دیکھے واقعات ہیں۔ نسل انسانی نے ایسی پاک سیرت اور سعید فطرت ہستیاں سینکڑوں دیکھیں جنہیں خدا نے اپنی ہمکلامی کا شرف عطا کر کے اپنے زندہ و جاوید خدا ہونے کا ثبوت دیا۔ انہی بزرگوں میں سے ایک حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن سے تمام دنیا عموماً اور اہالیان ہند و پاکستان خصوصاً متعارف ہیں۔ آپ نے ان کی دینی خدمات گنوا کر مخالفین پر حجت قائم کر دی ہے۔ یہ خدمات ایسے نازک وقت میں آں محترم نے سرانجام دیں جبکہ اسلام مجبور ہو چکا تھا۔ عیسائی آریہ اور دیگر مخالفین ۔ اسے مٹانے کے لئے فرداً فرداً بھی اور متحدہ طور پر بھی چاروں طرف سے خطرناک قسم کی یورشیں کر رہے تھے، اور ہمارے علماء جنہیں دین کے ستون ہونے کا دعوےٰ ہے، مقابلہ سے عاجز آ کر بے بسی کی تصویریں بن کر رہ گئے تھے یہ مرد مجاہد اسلام کی ڈوبتی ہوئی کشتی کا ناخدا ہو کر خدا کے حکم سے اٹھا اور بڑی آن سے اٹھا پھر مخالف کو للکارا اور بڑے زور سے للکارا۔ آسمان پر مسجود قدسیوں نے بھی یہ للکار سُنی اور اس کی فتح و نصرت کے نعرے لگائے۔ حملہ آور ہوا۔ اور ہر محاذ سے حملہ آور ہوا۔ بڑھا اور پیچھے مڑ کر دیکھنا اپنی شان خودداری کے منافی جان کر دشمنوں پر ایسے بے پناہ و بے خطا تیر چھوڑے کہ انہیں حسرتناک ناکامیوں کی نیند سلا دیا۔ ان کی نامراد روحیں اب بھی کبھی کبھی سر اٹھا کر جھانکتی ہیں مگر فوراً سہم کر دبک جاتی ہیں۔

تعجب ہے کہ تلوار پر ایمان رکھنے والے مسلمان ہزاروں نہیں لاکھوں بلکہ کروڑوں موجود تھے مگر کسی کے خون میں حرارت پیدا نہ ہوئی کہ دین کی خاطر سربکف ہو کر میدان میں اترتا اور اپنی تلوار کے جوہر دکھاتا ...... ان کی تلواریں زنگ آلود ہو کر اپنی میانوں میں دبی کی دبی رہ گئی تھیں۔ ہاں ان گفتار کے غازیوں سے اتنا ضرور ہوا کہ اپنی خانقاہوں میں بیٹھے ختم خواجگان پڑھنے پڑھانے کو نصرت دین کا ذریعہ سمجھ کر مخالف کی تباہی کی دعائیں کرتے رہے اور ادھر بڑے بڑے جید علماء و نامور فضلاء قابل فخر قاری اور حفاظ اور مسند نشین مشائخ و سادات خانوادوں کے چشم و چراغ دین متین سے بیزار و برگشتہ ہو کر آغوش عیسائیت میں جا رہے تھے یا دہریت کا چولا پہن کر اس خالق کون و مکان سے منہ موڑ بیٹھے تھے پانی سر سے گذر چکا تھا۔ یہ اسلام کا غیور سپاہی اور اس بہادر اور شجاع نبی (ہزار ہزار درود اور سلام ہوں اس شرف انسانیت پر) کا غلام ہی تھا جو لڑا اور خالی ہاتھ لڑا۔ بغیر تلوار کے لڑا۔ دشمن کی مادی طاقتوں کے خلاف بے دھڑک لڑا اور ایسا لڑا کہ دشمن کے حوصلے پست ہو گئے، کمریں ٹوٹ گئیں اور وہ اپنے مورچوں میں منہ کے بل گر پڑے ؎

کفر غارت ہوا بُت گرے ٹوٹ کر
منہ پہاڑوں میں شیطاں چھپانے لگا

دوست تو دوست دشمنوں نے بھی مرحبا! جزاک اللہ!! کہکر داد شجاعت دی۔ سچ ہے اس کی قلم نے بہادری کے ایسے جوہر دکھائے کہ دنیا پر ہیبت طاری ہو گئی۔ گو وہ اس دار فانی سے رخصت ہو گیا مگر اس کے نام و کلام سے اب بھی دلوں میں خوف اور اندام میں لرزہ پیدا کر دینے والی ہیبت موجود ہے۔ ہم نے دیکھا اور آنکھیں رکھنے والی دنیا بھی دیکھتی ہے کہ محض اس کا نام ہی مخالف کے لئے شکست و ہزیمت کا پیغام ہوتا ہے۔ یہ تلوار محمدی بن کر آیا اور دشمن کی حجت کو کاٹتا ہوا ایک فاتح کی حیثیت سے گذر گیا۔ علیہ السلام۔

اس کے ساتھ ہی آپ نے آنحضرت کا اصلی دعوے اور اس دعوے کی بنا پر آپ کا صحیح مقام آپ کی واضح ترین تحریریں پیش کر کے عامۃ المسلمین کے علاوہ اہل ربوہ کو بھی اصلاح عقائد کی دعوت دی ہے۔ یہ موقع بالتفصیل گفتگو کا نہیں۔ صرف آپ کے مزار کے کتبہ کے متعلق کچھ اختصاراً عرض کروں گا۔ یہ کتبہ ایک ایسی قطعی اور حتمی سند ہے جس کی کوئی اُلٹی سیدھی تاویل نہیں ہو سکتی یہ ہر صحیح العقل زائر کو ۱۹۰۸ء سے لے کر ۱۹۱۴ء تک پکار پکار کر صاحب مزار کے دل کی بات کہتا رہا کہ یہ ایک مجدد صد چہار دہم کی آخری آرامگاہ ہے جو اپنی زندگی بھر بھی خدا کی دہائی دے دے کر اور خانۂ خدا میں قسمیں کھا کھا کر مخالفوں کو یقین دلاتا رہا کہ میں نبی نہیں بلکہ مجدد ہوں اور مسیح موعود ایک لقب ہے جو کسر صلیب کی خدمات کی بجا آوری میں اس صدی کے مجدد کو عطا ہوا۔ اور بعد از مرگ یہ کتبہ اپنی خاموش زبان سے رات دن اسی حقیقت کو دہراتا رہا کہ یہ ایک مجدد کا مدفن ہے اور خدا را غلو کر کے سند کو کچھ اور نہ بنا دینا۔

آپ کے واصل بحق ہونے کے کچھ کم و بیش چھ سال بعد تک تمام جماعت احمدیہ متفقہ طور پر اسی عقیدہ کی حامل رہی۔ مگر یار لوگوں نے نہیں آپ کے فرزند رشید نے آپ کو بے بصیرت کہکر آپ کے علم و دانش کو کتر جان کر، آپ کی معرفت الٰہیہ اور فراست مومنانہ کو ٹھکراتے ہوئے ۱۹۱۴ء کی ایک مسعود گھڑی میں خدا کے جبار و قہار کی گرفت سے بے پرواہ ہو کر اعلان کر دیا کہ ہمارے باوا ۲۳ سال تک اپنے حقیقی منصب و مقام کو پہچاننے سے قاصر رہے۔ وہ درحقیقت نبی تھے مگر ناسمجھی سے مسلسل انکار کرتے رہے اور اس ۲۳ سالہ انکار کا نام اجتہادی غلطی رکھا۔ سبحان اللہ ایک مامور کی کیسی دوربین نگاہ ہے۔ دشمن تو پہلے ہی موقعہ کی تاک میں تھے دوستوں کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا جناب صاحبزادہ صاحب نے اتنا نہ سوچا کہ ایک غبی سے غبی طالب علم کی ذہنی کیفیت بھی ایسی نہیں ہوتی کہ اُسے ایک بات دو چار مرتبہ سمجھائی جائے اور وہ اس کے ذہن نشین نہ ہو چہ جائیکہ ایک مامور مجدد اور بقول اُن کے نبی جس سے تمام قوم کی اصلاح کا کام لینا ہے ۲۳ برس تک اپنے مقام کو باوجود بار بار سمجھانے کے نہ سمجھ سکے۔ موجودہ صورت حال کے پیش نظر خلافت کا یہ کہنا کہ کیا تم تمام دنیائے اسلام میں اللہ میاں کو سوائے مرزا صاحب کے کوئی دوسرا شخص اس بار عظیم کے اٹھانے

(باقی بر صفحہ ۔)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— ۱۱ر دسمبر ۱۹۵۷ء

آہ! شیخ میاں عطاء اللہ صاحب

ایک دیندار خادمِ اسلام، ہمدردِ خلائق اور مخیّر ملزاونر کی وفات

۹ر دسمبر ۱۹۵۷ء کی صبح ایک نہایت افسوسناک خبر لیکر نمودار ہوئی، نماز فجر کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ مسجد احمدیہ بلڈنگس میں قرآن کریم کا درس دے رہے تھے، کہ آپ کو اطلاع ملی کہ ملتان سے ٹیلیفون پر آپ کو بلایا جا رہا ہے، اسی وقت درس چھوڑ کر آپ گھر میں تشریف لے گئے اور دس پندرہ منٹ بعد یہ افسوسناک خبر لے کر واپس آئے کہ الحاج شیخ میاں عطاء اللہ صاحب ساطع ملزاونر ملتان کی بیگم صاحبہ نے ٹیلیفون پر اطلاع دی ہے کہ میاں صاحب کی حالت خراب ہے، دعا کی جائے، اسی وقت سب دوستوں نے مل کر دعا کی، اور حضرت امیر ایدہ اللہ اس تگ و دو میں لگ گئے کہ کوئی موٹر لے کر اسی وقت ملتان روانہ ہو جائیں، تھوڑی دیر بعد پھر ٹیلیفون پر اطلاع ملی کہ میاں صاحب مکرم اس عالمِ فانی سے عالمِ جاودانی کو انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ افسوسناک سانحہ محض ایک بڑے آدمی کی وفات کا حادثہ نہیں جس کا صدمہ اور تعلق اس کے کنبہ اور لواحقین ہی کو لاحق ہو بلکہ **ایک عظیم الشان قومی نقصان ہے** جس کا صدمہ تمام احمدیہ جماعت اور عامۃ المسلمین کے ایک بہت بڑے حصہ کو بھی ہے، ایک دیندار مسلمان کی وفات ویسے بھی سب کے لئے باعث رنج و تکلیف ہوتی ہے، لیکن جو شخص امارت کے اونچے درجہ پر ہونے کے باوجود نہ صرف اپنی ذات میں دین سے پورا لگاؤ رکھتا ہو بلکہ اس کا اثر دوسروں تک بھی پہنچے، اور مخلوقِ خدا کی امداد و اعانت اس کی زندگی کا شعار بن جائے اور سب سے بڑھکر اسلام کی نصرت و اشاعت کے لئے ہزارہا روپیہ بلا دریغ خرچ کر دیتا ہو، اس کی وفات جس قدر صدمہ کا موجب ہو سکتی ہے ظاہر ہے۔

میاں صاحب ممدوح پاکستان بننے سے پہلے امرتسر میں ایک بہت بڑی فلور مل کے مالک تھے، جب امرتسر میں فسادات شروع ہوئے اور مسلمان مصائب کے نرغے میں گھر گئے، تو انہوں نے اپنی مل سے آٹے کی بوریوں کے منہ اُن کے لئے کھول دیئے اور ہر طرح اُن کی امداد کر کے فاقہ مستی اور مصائب سے انہیں بچانے کی کوشش کی لیکن آخرکار انہیں خود بھی مل وغیرہ چھوڑ کر تہیدست وہاں سے آنا پڑا۔ جس کے بعد انہوں نے گھر کے زیورات وغیرہ بیچ کر از سرِ نو ملتان میں کاروبار شروع کیا اور پھر خدا نے انہیں اتنا دیا کہ نہ صرف ملتان میں ایک کاٹن مل کے مالک بن گئے بلکہ جہانگیرہ میں ایک بہت بڑی ٹیکسٹائل مل بھی انہوں نے قائم کی، یہ خدا کی دین ہے، انہوں نے خدا کے رستہ میں خرچ کیا خدا نے اس سے بڑھکر انہیں بہت کچھ دیا۔

اور پھر انہوں نے فراخ حوصلگی کے ساتھ نہ صرف مخلوقِ خدا کی امداد و اعانت کا سلسلہ جاری رکھا بلکہ جماعتی تحریکات میں دل کھول کر حصہ لیتے رہے، کئی موقعوں پر انہوں نے لحاف بنوا کر غربا میں تقسیم کیے، کئی غریبوں اور مساکین کے وظائف جاری کئے، کچھ عرصہ ہوا قرآن کریم کے فرانسیسی ترجمہ کے لئے ایک الجیرین مسلمان مراد کو انہوں نے تین چار ہزار روپیہ دیا، گذشتہ سال جلسہ سالانہ کے موقعہ پر تینتیس ہزار روپیہ انجمن کو دینے کا وعدہ کیا جو بفضلہ تعالےٰ انہوں نے اپنی زندگی میں پورا بھی کر دیا، حضرت امیر ایدہ اللہ کی زبانی یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جرمن ترجمۃ القرآن کی دوبارہ اشاعت کے لئے پچیس ہزار روپیہ خرچ کرنے کا ارادہ انہوں نے ظاہر فرمایا تھا، افسوس زندگی نے وفا نہ کی ورنہ وہ ضرور اس ارادہ کو پورا کر دیتے، اب بھی انشاء اللہ ان کے ورثاء کو اس کے پورا کرنے میں دریغ نہ ہوگا۔

یہ صفات فی الحقیقت ایک خاندانی ورثہ کے طور پر میاں صاحب کو ملی تھیں، جن لوگوں نے ان کی کتاب "مردِ مومن" کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ ان کے والد ماجد الحاج شیخ میاں مولا بخش صاحب مرحوم میں یہ صفاتِ حسنہ بدرجہ غایت موجود تھیں، الولد سرٌ لابیہ کا مقولہ اگر کسی اور جگہ راست نہ آتا ہو تو کم از کم شیخ میاں عطاء اللہ صاحب پر ضرور صادق آتا تھا اور ہمیں یقین ہے کہ ان کی اولاد پر بھی ضرور صادق آئے گا۔

یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ میاں صاحب ممدوح اگرچہ پیدائشی احمدی تھے لیکن اپنے ذاتی مطالعہ کی وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر انہیں پوری بصیرت حاصل تھی، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے چند سال ہوئے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر عطاء اللہ شاہ بخاری وغیرہم کو مباہلہ کا چیلنج دیا جس کو قبول کرنے کی کسی کو ہمت نہ ہوئی، ویسے بھی خدا نے انہیں علمِ دین سے حصہ وافر عطا کیا تھا۔

غرض آپ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ان کی وفات پر غیر از جماعت اخبارات بھی ماتم کناں ہیں، جیسا کہ روزنامہ کوہستان کے حسب ذیل نوٹ سے ظاہر ہے:-

"ملتان - ۱۹ر دسمبر - مقامی مشہور صنعت کار حاجی میاں عطاء اللہ شیخ آج صبح حرکت قلب بند ہو جانے سے وفات پا گئے۔ آپ مقبول اینڈ کمپنی کے چیئرمین تھے۔ اس کے علاوہ مغربی پاکستان میں آپ متعدد فیکٹریوں کے مالک تھے۔ آپ بڑے دیندار اور خدا ترس انسان تھے اور متعدد سکول اور ہسپتال چلانے کے علاوہ غریب طالب علموں کو وظائف بھی دیا کرتے تھے۔ اس صدمہ جانکاہ پر ادارہ کوہستان کو مرحوم کے لواحقین کے ساتھ دلی ہمدردی ہے، ہماری دعا ہے کہ خدا تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (ادارہ)"

اللہ تعالےٰ مغفرت فرمائے اور ان پر اپنی رحمتوں اور برکات کی بارش نازل فرمائے اور اعلیٰ علیّین میں انہیں جگہ عطا فرمائے۔ ہم اس صدمہ میں ان کی بیگم صاحبہ کے ساتھ جو اپنے مرحوم خاوند کی طرح ہمیشہ ہاتھ دراز رکھتی ہیں اور ان کے فرزندانِ رشید (میاں مقبول احمد صاحب اور ان کے بھائیوں) کے ساتھ جو وہ بھی اپنے والد ماجد کی صفاتِ حسنہ سے حصہ لئے ہوئے ہیں، اور دیگر تمام لواحقین و پسماندگان کے ساتھ دلی ہمدردی رکھتے ہیں، اللہ تعالےٰ انہیں صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ تمام جماعتوں سے استدعا ہے کہ مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھ کر ان کی رُوح کو ثواب پہنچائیں۔

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور

ایسوسی ایشن کی جنرل میٹنگ برائے انتخاب مجلس عاملہ زیر صدارت بتاریخ ۸ر دسمبر ۱۹۵۷ء کو کمال الدین ہال میں منعقد ہوئی، اور مندرجہ ذیل ممبران منتخب ہوئے۔ ناصر احمد صاحب، مظفر حسین صاحب خادم۔ بشیر احمد سوز، منظور احمد قریشی صاحب، رانا علی احمد صاحب، عبدالستار صاحب فاضل رمضان صاحب، رشید احمد صاحب، انیس احمد صاحب، ظفر احمد صاحب اور عبدالوحید صاحب۔ اس میٹنگ کے فوراً بعد مجلس عاملہ کی میٹنگ برائے انتخاب کارکنان منعقد ہوئی جس میں حضرت امیر قوم ایدہ اللہ چیف پیٹرن مقرر ہوئے اور دیگر دو پیٹرن جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور اور جناب شیخ میاں فاروق احمد صاحب منتخب ہوئے۔ کارکنان کے نام حسب ذیل ہیں :-

(۱) ناصر احمد صاحب بی اے (صدر) (۲) مظفر حسین صاحب خادم بی ایس ای ڈی (نائب صدر) (۳) بشیر احمد سوز (سیکرٹری جنرل) (۴) منظور احمد قریشی (جائنٹ سیکرٹری) (۵) رانا علی احمد بی اے (اسسٹنٹ سیکرٹری) (۶) رشید احمد صاحب (ڈپٹی سیکرٹری) (۷)

پروگرام جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

۲۵ دسمبر ۱۹۵۷ء بروز بدھ

اجلاس اوّل۔ زیر صدارت میاں فاروق احمد صاحب ملز اونر

دس بجے صبح سے ۱/۲ ۱ بجے دوپہر تک

تلاوت قرآن مجید و نظم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۰۔۰ سے ۱۰۔۱۵ تک

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام:۔ مولوی دوست محمد صاحب ۔ ۔ ۱۰۔۱۵ سے ۱۰۔۳۰ تک

افتتاحی تقریر ۔ ۔ ۔ حضرت امیر قوم مولنا صدر الدین صاحب ۔ ۱۰۔۳۰ سے ۱۱۔۱۵ تک

تقریر ۔ ۔ ۔ چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ ۔ ۔ ۱۱۔۱۵ سے ۱۲۔۰ تک

تقریر ۔ ۔ ۔ مولوی فضل الرحمان صاحب قمر سالانوی ۔ ۔ ۱۲۔۰ سے ۱۲۔۳۰ تک

تقریر ۔ ۔ ۔ میاں ممتاز احمد صاحب فاروق ۔ ۔ ۱۲۔۳۰ سے ۱۲۔۴۵ تک

تقریر ۔ ۔ ۔ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب ۔ ۔ ۱۲۔۴۵ سے ۱۔۳۰ تک

۴۵۔۲ بجے نماز ظہر و عصر ادا کی جائے گی اسکے معًا بعد دوسرا اجلاس شروع ہوگا

اجلاس دوم۔ زیر صدارت شیخ نثار احمد صاحب رئیس وزیر آباد

۳ بجے سے ۱/۲ ۴ بجے تک

تلاوت قرآن مجید ۔ ۔ ۔ ۔ ۲۔۵۵ سے ۳۔۰ تک

تقریر ۔ ۔ ۔ پروفیسر محمد فاضل صاحب ایم ایس سی ۔ ۳۔۰ سے ۳۔۳۰ تک

تقریر ۔ ۔ ۔ مولنا احمد یار صاحب ایم اے ایم او ایل ۔ ۳۔۳۰ سے ۴۔۰ تک

تقریر ۔ ۔ ۔ مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع ۔ ۔ ۴۔۰ سے ۴۔۳۰ تک

۲۵ دسمبر بعد از نماز مغرب (کھانے کے بعد احمدیہ کانفرنس ہوگی)۔

۲۶ دسمبر ۱۹۵۷ء بروز جمعرات

اجلاس اوّل۔ زیر صدارت چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

دس بجے صبح سے ۱/۲ ۱ بجے دوپہر تک

تلاوت قرآن مجید و نظم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۰۔۰ سے ۱۰۔۱۰ تک

تقریر ۔ ۔ ۔ مولنا محمد یعقوب خان صاحب ۔ ۱۰۔۱۰ سے ۱۰۔۴۰ تک

تقریر ۔ ۔ ۔ میاں بشیر احمد صاحب ایم اے آکسفورڈ ۔ ۱۰۔۴۰ سے ۱۱۔۱۰ تک

تقریر ۔ ۔ ۔ ڈاکٹر غلام محمد صاحب ۔ ۔ ۱۱۔۱۰ سے ۱۲۔۰ تک

رپورٹ سالانہ ۔ ۔ ۔ خانصاحب عبد العزیز خاں صاحب ۔ ۱۲۔۰ سے ۱۲۔۳۰ تک

تقریر و اپیل ۔ ۔ ۔ امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ۔ ۱۲۔۳۰ سے ۱۔۳۰ تک

۴۵۔۲ پر ظہر و عصر کی نماز ہوگی

۳ بجے سے مجلس معتمدین کا اجلاس شروع ہوگا

اجلاس دوم۔ زیر صدارت مولنا محمد یعقوب خانصاحب ایڈیٹر لائٹ

۳ بجے سے ۵ بجے تک ینگ مین آف احمدیہ ایسوسی ایشن کی طرف سے

تقاریر کا انعامی مقابلہ

عنوان:۔ "اسلام اور اقوام عالم"

اسمیں مغربی پاکستان کے متعدد کالجوں کے طلباء حصہ لے رہے ہیں کامیاب مقررین کو انعامات دیئے جائیں گے۔

۲۷ دسمبر ۱۹۵۷ء بروز جمعہ

اجلاس۔ زیر صدارت خانبہادر غلام ربانی خان صاحب

صبح ۵۵۔۹ سے ۳۰۔۱۲ تک

تلاوت قرآن مجید و نظم ۔ ۔ ۔ ۔ ۹۔۵۵ سے ۱۰۔۰ تک

تقریر ۔ ۔ ۔ قاضی عبد الرشید صاحب ۔ ۔ ۱۰۔۰ سے ۱۰۔۳۰ تک

تقریر ۔ ۔ ۔ پروفیسر غلام محمد صاحب خادم ایم اے پی ایچ ڈی امریکہ ۔ ۱۰۔۳۰ سے ۱۱۔۰ تک

تقریر ۔ ۔ ۔ چوہدری احسان الحق صاحب وکیل آزاد کشمیر ۔ ۱۱۔۰ سے ۱۱۔۳۰ تک

تقریر ۔ ۔ ۔ مولنا شیخ عبد الرحمن صاحب مصری ۔ ۱۱۔۳۰ سے ۱۲۔۳۰ تک

نماز جمعہ ۱ بجے حضرت امیر قوم پڑھائیں گے

اسی میں اختتامی تقریر بھی ہوگی۔

نوٹ:۔ نماز ظہر و عصر ہر روز پونے تین بجے جمع ہوگی۔ مغرب و عشاء پورے پونے پانچ بجے جمع ہوں گی۔ سب دوستوں کو ان اوقات میں باجماعت نمازوں میں شامل ہونا چاہیئے۔

درس قرآن کریم ہر روز بعد نماز فجر حضرت امیر قوم مولنا صدر الدین صاحب دیں گے۔

کھانے کے اوقات:۔ صبح ۸ بجے سے ۹ بجے تک۔ شام ۶ بجے سے ۸ بجے تک

جناب چوہدری شکر اللہ خاں صاحب مغفور مصنف "قول سدید" و "دعوت فکر" کی تازہ تصنیف "تحفہ جلسہ سالانہ" جماعت کے سیکرٹری صاحبان کیخدمت میں بھیجا جا رہا ہے اسے جماعت یوہ کے دوستوں میں تقسیم کیا جاوے۔ اگر کسی جماعت میں نہ پہنچے یا کوئی دوست منگوا کر تقسیم کرنا چاہیں تو وہ دفتر مفت اشاعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے منگوا سکتے ہیں

قومی عزت اور دینی استحکام کے لئے باہمی تعاون و ارتباط کی ضرورت

اجرامِ ارضی و سماوی کا باہمی تعاون دنیا کی زندگی کا موجب ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۵۷ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

الرحمٰن ۔ علم القرآن .... ویبقٰی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام ——— (سورۃ الرحمٰن)

قرآن کریم کا مقصد

اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف اس لئے نہیں اُتارا کہ اس میں تمام دنیا کے علوم جمع کر دیئے جائیں کیمسٹری، فزکس، طب، سائیکالوجی، بائیالوجی، جیالوجی وغیرہ علوم پر اسمیں بحث نہیں یہ کتاب اس لئے نہیں کہ اس کے اندر ان علوم پر روشنی ڈالی جائے، بلکہ یہ خدا کی معرفت اور اس کے قرب کی راہیں بتاتی ہے اگر انسان اس پر عمل پیرا ہو، خواہ ملٹری میں ہو یا جج ہو، بیرسٹر ہو، یا وزیر یا تاجر وغیرہ، اس میں نیکی اور پاکیزگی پیدا ہو جاتی ہے مطلب یہ کہ ایمان ہو تو اعمال خوبصورت ہو جاتے ہیں، اس لئے اس کتاب کا مقصد یہ ہے کہ خدا کی معرفت عطا کرے اور انسان کو اس قابل بنائے کہ اپنی قوم اور اپنے کنبہ اور اپنے ہم وطنوں کے لئے بابرکت ہو جائے۔

صحیفۂ قدرت کے علوم کا ذکر

لیکن یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس کتاب کا مصنف صحیفۂ قدرت کا پیدا کرنے والا ہے اس لئے اس کی تصنیف میں بعض ایسے علوم کا ذکر ملتا ہے جو صحیفۂ قدرت میں نظر آتے ہیں۔ چنانچہ ان آیات میں فرمایا ہے الشمس والقمر بحسبان سورج اور چاند ایک حساب کے ماتحت چلتے ہیں، وہ حساب ایسا پختہ ہے کہ کبھی اس میں فرق نہیں آتا، سورج اور چاند کی گردش میں کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ وہ لیٹ ہو جائیں، یا پہلے نکل آئیں، ان کی حرکات میں پابندی وقت اور باقاعدگی ہے۔ دنیا ان سے گھڑیاں درست کرتی اور مہینوں اور سالوں کا حساب کر لیتی ہے ھو الذی جعل الشمس ضیاءً والقمر نوراً وقدرہ منازل لتعلموا عدد السنین والحساب۔ وہ ذات پاک ہے جس نے سورج کو روشن بنایا اور چاند کو نور بنایا اور ان کے لئے منازل مقرر کیں تاکہ سالوں کی گنتی اور حساب کو معلوم کر سکو۔

آسمانی گھڑی سے دنوں اور سالوں کا حساب

پہلی رات کا چاند جب مغرب کی طرف سے چڑھتا ہے تو وہ اس قدر باریک ہوتا ہے کہ پتہ لگ جاتا ہے کہ پہلی رات کا چاند ہے، پھر دوسری تیسری کو زیادہ روشن اور موٹا اور اونچا ہو جاتا ہے، ساتویں تاریخ کو سر پہ آجاتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ ایک ہفتہ گذر گیا، پھر ایک ہفتہ اور گذرنے پر چاند پورا روشن ہو جاتا ہے، اس کو چودھویں کا چاند کہتے ہیں، اور معلوم ہو جاتا ہے کہ دو ہفتے ہو گئے، پھر آہستہ آہستہ کم ہوتا جاتا ہے اور جب دوسری بار سر پہ آجاتا ہے تو ہم سمجھتے ہیں تین ہفتے گذر گئے اور ایک اور ہفتہ گذر جانے پر چاند پہلی رات کے چاند کی طرح نہایت باریک ہو جاتا ہے اس سے دنیا کو علم ہو جاتا ہے کہ چار ہفتے گذر گئے ہیں۔ ایک جگہ فرمایا کہ ہم ساری کائنات کے خالق ہیں، سال کے بارہ مہینے ہم نے بنائے ہیں، یہ کیوں کہا اس لئے کہ اگر ساری دنیا پر ایک بادشاہ کی حکومت نہ ہو تو انتظام میں گڑبڑ ہو جائے اور تمام کائنات درہم برہم ہو جائے، ایک ہی خالق کائنات کی حکومت کا یہ نتیجہ ہے کہ فرمایا ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھراً تمام کی تمام قومیں آسمان کی گھڑی سے دنوں اور مہینوں اور سالوں کا حساب کرتی ہیں، معلوم ہوا کائنات کا بادشاہ ایک ہی ہے۔ اسی لئے فرمایا الشمس والقمر بحسبان، سورج اور چاند، سیارے اور ستارے، سب ایک حساب کے ماتحت چلتے ہیں۔

زمین و آسمان کی پیدائش

دوسری جگہ فرمایا اولم یر الذین کفروا ان السمٰوات والارض کانتا رتقاً ففتقنٰھما۔ زمین و آسمان دونوں ملے ہوئے تھے پھر ان کو ہم نے پھاڑ دیا۔ پھر فرمایا ثم استوٰی الی السماء وھی دخان۔ اللہ تعالےٰ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ جلتی ہوئی گیس کی شکل میں تھا فقضٰھن سبع سمٰوات، پھر سات سیارے بنائے جو بغیر ستونوں کے کھڑے بھی ہیں اور چلتے بھی ہیں۔

اجرام سماوی سے فزکس اور ریاضی کی معلومات

جس ہستی نے انہیں فضائے آسمانی میں کھڑا کیا وہ فزکس اور ریاضی کا انتہائی علم رکھنے والی ہے، اسی نے ان کے حجم تجویز کئے اور اسی نے ان کے درمیانی فاصلے تجویز کئے، انہی ستاروں اور سیاروں کی حرکات و سکنات کو دیکھ کر سائنسدانوں نے ریاضی اور فزکس کے قوانین سیکھے ہیں، قرآن کریم اسٹرانومی کی کتاب نہیں لیکن اس کا کچھ ذکر اس لئے کر دیا تاکہ خدا تعالےٰ کی قدرت اور اس کے علم کا پتہ لگے۔

آسمان و زمین کا باہمی تعاون

سورج اور چاند دل و دماغ نہیں رکھتے اور نباتات میں عقل و فہم ہے لیکن دونوں میں تعاون ہے سورج کی وجہ سے دنیا کو روشنی اور حرارت پہنچتی ہے فرمایا الشمس والقمر بحسبان والنجم والشجر یسجدان۔ یہ جس قدر زندگی نظر آتی ہے یہ سب آسمان اور زمین کے تعاون کا نتیجہ ہے۔ ان دونوں میں نہ قوتِ ارادی ہے اور نہ ہی کوئی جذبۂ خدمت ان میں تعاون ان کے اپنے ارادے سے نہیں، بلکہ اس تعاون کا پیدا کرنے والا خدا تعالےٰ ہے جو علوم کا سرچشمہ ہے اور جو ہر امر پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے

اجرام کے تعاون سے ایک سبق

آگے ہماری تعلیم کے لئے ایک سبق رکھا ہے فرمایا والسماء رفعھا ووضع المیزان آسمان کو بلند کیا اور ایک توازن اسی میں رکھدیا، اس کی وجہ سے چہل پہل ہے، اسی کی وجہ سے زندگی اور دنیا کی رونق ہے اور زیب و زینت اور دولت سب اس توازن اور تعاون کی مرہونِ منت ہے سبق یہ دیا کہ اگر کوئی قوم قوت اور عزت کی زندگی بسر کرنا چاہتی ہے تو اس کے افراد کو چاہیئے کہ باہم تعاون پیدا کریں، ارتباط اتحاد قوم کی مضبوطی اور عزت کا باعث ہوتے ہیں ورنہ وہی افراد تتر بتر ہو کر بیکار ہو جاتے ہیں۔

اخوتِ اسلامی اسلام کا بہت بڑا معجزہ ہے

عروہ ثقفی جو بہت بڑا آدمی اور دشمن اسلام تھا اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا کہ یہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں ایک قبیلہ نہیں ہیں کوئی کس قبیلہ کا ہے اور کوئی کسی کا، کوئی اوس ہے اور کوئی خزرج، کوئی مہاجر ہے اور کوئی انصاری، آپ کی قوم کی بنیاد کمزور ہے، آپ ہمارا مقابلہ نہ کر سکیں گے اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے آئے اور انہوں نے کہا کہ تم سچ کہتے ہو، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے قبائلیت کو فنا کر دیا ہے اور اپنے ماننے والوں کے اندر ایسی اخوت پیدا کر دی ہے جو نسلی اور قبائلی امتیازات سے برتر ہے، اور اس بات نے ہمارے اندر وہ ربط اور ہم آہنگی پیدا کر دی ہے کہ کوئی قوم ہمارا مقابلہ نہ کر سکے گی۔ چنانچہ حضور نے فرمایا نصرت بالرعب مسیرۃ الشھر مجھے مہینہ بھر کی مسافت تک فتح و نصرت کا رعب دیا گیا ہے، فتح آپ کے قدم چومتی تھی، اوس اور خزرج جیسے دشمن

قبائل میں محبت و اخوت پیدا کر دی گئی، یہ سب کچھ بہت بڑا معجزہ ہے کہ وہ قوم جو تتر بتر تھی اس کو مشتاق دیوار بنا دیا۔

قوم کی حوصلہ افزائی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا محبت بھرا دل تھا، اور حوصلہ افزائی آپ کی فطرت میں تھی، چھوٹے سے لیکر بڑے تک سب سمجھتے تھے کہ حضرت کو ہر ایک سے بڑی محبت ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا لو وزن ایمان ابی بکر بایمان اھل الدنیا لرجح اگر تمام دنیا کا ایمان ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور ابوبکر رض کا ایمان دوسرے پلڑے میں تو ابوبکر رض کا پلڑا بھاری ہو گا اور حضرت عمر رض کے متعلق فرمایا لو سلکت فجا یسلک الشیطان فجاً غیر فجک جس رستہ پر عمر رض چلتا ہے اس رستہ کو شیطان چھوڑ کر دوسرا رستہ اختیار کرتا ہے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ میں نے کشف میں دیکھا کہ میں جنت کے اندر ہوں اور وہاں ایک نہایت خوبصورت محل ہے، میں نے پوچھا یہ کس کا مکان ہے، تو مجھے بتایا گیا کہ عمر رض کا مکان ہے۔ میرا جی چاہا کہ اندر جا کر دیکھوں لیکن میں نے خیال کیا کہ عمر رض بڑا غیور انسان ہے اس کی غیرت اس بات کو شاید پسند نہ کرے۔ یہ خواب میں بھی دوستوں کی عزت و احترام کا رنگ ہے۔ سعد بن مالک جب فوت ہوئے تو فرمایا اھتز عرش الرحمٰن لموت سعد۔ سعد کی موت سے خدائے رحمٰن کا عرش ہل گیا۔ ایک دفعہ معاذ بن جبل سے کہا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ معاذ بن جبل کو قرآن سناؤں معاذ نے پوچھا کیا میرا نام لے کر خدا نے حکم دیا ہے؟ فرمایا ہاں، یہ بات سن کر معاذ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے، اور حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ میں تو بچپن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم تھا آپ نے مجھے تمام عمر میں ایک مرتبہ بھی جھڑکا نہیں اور کفار کے بڑے بڑے آدمیوں نے کہا کہ آپ چھوٹے آدمیوں اور غربا کے ساتھ بیٹھتے ہیں، اس پر آیت نازل ہوئی ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی یریدون وجھہ ان لوگوں کو چھوڑنا نہیں جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے اور اللہ تعالےٰ کی رضا چاہتے ہیں، وہ غریب لوگ فخر کرتے تھے کہ قیناً نزلت یہ آیت ہمارے حق میں نازل ہوئی ہے۔

استحکام دین کے لئے تائید الٰہی اور قومی نصرت کی ضرورت

حضرت جانتے تھے کہ قوم کے بغیر دین کا استحکام نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ھوالذی ایدک بنصرہ وبالمومنین، اللہ تعالےٰ نے بھی آپکی ڈگی اپنی مومنوں سے بھی، مومنوں کی امداد کے بغیر آپ کچھ نہ کر سکتے تھے، پھر جہاں آپ اپنے لئے استغفار پڑھتے ہیں وہاں مومنوں کے لئے بھی پڑھتے ہیں، پھر حکم ہوا واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین مومنوں میں سے جو تیری پیروی کریں ان کیلئے اپنی محبت کا بازو جھکا اور قوم کو کہا وتعزروہ وتوقروہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت تعظیم بھرے دل سے کرو اور ان کی توقیر کرنے نظر آؤ۔ یعنی رسول اللہ صلعم اور رسول اللہ صلعم کی قوم دونوں میں تعاون کا رنگ جمایا۔

باہمی ارتباط و تعاون ہی قومی عزت کا موجب ہے

حضرت موسےٰ نے بھی دعا کی واجعل لی وزیراً من اھلی۔ ھرون اخی اشدد بہ ازری۔ میرے بھائی ہارون کو میرا بوجھ بٹانے والا بنا دیجئے اور میری قوت کو اس سے مضبوط کیجئے، اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا سنشد عضدک باخیک تیرے بھائی کے ساتھ تیرے بازو کو ہم مضبوط کریں گے۔ بھائیوں کے ساتھ محبت کرنا، انہیں اپنے قریب کرنا، ان کے ساتھ رابطہ قائم کرنا، ان کی تکریم کرنا، انکی دلداری ملحوظ رکھنا ہی اسلام ہے وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین عزت اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسول کے لئے ہے پس اگر عزت چاہتے ہو تو ایک مربوط قوم بن جاؤ، عزت تب ہی ہو گی کہ مل کر رہو، ان امور کو مدنظر رکھ کر حضرت مسیح موعود نے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ ایک قوم ہونی چاہیئے جو دین کے لئے قربانیاں کرے، آپ کی قربانیوں کی وجہ سے آج دنیا میں آپ کی عزت ہے چاہیئے کہ باہم مل کر اتحاد و اتفاق سے کام کرتے رہیں اور ان تمام راستوں کو چھوڑ دیں جن سے تفرقہ اور نفرت پیدا ہوتی ہے جو شخص اتحاد و اتفاق کی راہ اختیار کرے وہ خدا کے نزدیک نہایت قابل قدر ہے۔

تفسیر سورۃ فاتحہ

(بسلسلہ صفحہ نمبر ۲)

کا اہل نظر آیا، حق بجانب ٹھہرتا ہے۔ پھر یہ فتنہ اٹھتا تھا اٹھا اور بڑے زور سے اٹھا۔ رات گذری اور صبح پو پھٹتے ہی تمام دنیائے اسلام کے چہرہ پر کفر کا ٹھپہ لگ گیا۔ جو لوگ کل تک مسلمان تھے آج کافر سمجھے جانے لگے۔ ہر چند چیخے، چلائے مگر بے سود کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خوب خوب گالیاں سنائیں۔ "جناب مفتی صاحب" نے تو سنتا ہی تھیں مگر ساتھ میں ناحق مظلوم یا وابھی پس گئے اور یہ سلسلہ روز افزوں طور پر آج چالیس برس سے جاری ہے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اس بے راہ روی کا ازالہ کرنا چاہا اور چالیس برس سے اس گروہ کو راہ راست پر لانے کی ہر امکانی کوشش کی مگر نتائج بالفاظ حضرت نوح علیہ السلام

دعوت قومی لیلاً ونھاراً
فلم یزدھم دعائی الا فرارا

کے رنگ میں ہی رہے۔

کسی دانا کا قول ہے کہ جب پاپوں کی بیڑی بھر جاتی ہے تو اسے ڈبونے کی حاجت نہیں ہوتی، وہ خود اپنے بوجھ سے ڈوب جاتی ہے۔ چنانچہ اب یہ منظر سامنے آتا معلوم ہوتا ہے۔ امام الوقت پر دیدہ دانستہ افترا باندھ کر اس کی عزت کو خاک میں ملانے والی جماعت پر عالم نزع طاری ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہم نے اسے نبی بنا کر اس کی عزت افزائی کی مگر ایک جھوٹی تاویل کر کے اس کے ساتھ سو اور جھوٹی تاویلیں کرنی پڑیں اور آخر وہ بھی نبھ نہ سکیں۔ اس منتقم حقیقی نے غیب سے ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ ان عقائد فاسدہ کے موجد کو جائے قرار نہ رہی اور ان چالیس سالہ عقائد کو اسی منہ سے باطل تسلیم کرایا۔ جو منبر کی تائید میں شبانہ روز پر زور تقریریں کرتے تھکتا نہ تھا۔ جناب صاحبزادہ صاحب کے متضاد بیانات جو مصلحت وقت کی بنا پر اپنی پوزیشن کو مضبوط اور محکم کرنے کے لئے مختلف اوقات میں دیئے گئے آج صاحب بصیرت معتقدین کے لئے موجب تشویش ہو رہے ہیں اور خود معتقد اپنی روایات میں گھبرایا ہوا اُوپر کی زمین تلے اور تلے کی اوپر کر رہا ہے کہ تنفر و بیزاری کی زد کو روکا جائے۔ مگر اب ان کا وقت گذر گیا۔ اب مشیت ایزدی اپنا انتقام لے کر رہے گی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

والسلام مع الاکرام۔ احقر العباد شیخ عبدالحق
مال روڈ۔ ایبٹ آباد

اخرج منه الیزیدیون

کا مصداق کون ہے؟

از قمر سامانوی

(۲)

"چھوٹے بڑے کئے جائینگے اور بڑے چھوٹے"

خالدی تلبیس کے اقنوم اول نے جو کچھ لکھا ہے وہ دراصل اپنے خودساختہ "امیرالمومنین" کے ہی بیان کو دہرایا ہے کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب آئینۂ صداقت میں لکھا تھا کہ:—

"حق یہ ہے کہ مولوی محمد علی صاحب قادیان سے چلے گئے اور حضرت مسیح موعودؑ کی الہامی پیشگوئی پوری ہوئی کہ کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائیں گے اور کئی بڑے ہیں جو چھوٹے کئے جائیں گے پس مقام خوف ہے"

اس عبارت میں انہوں نے ایک تو یہ غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ گویا عبارت محولہ بالا حضرت اقدسؑ کا الہام ہے جس کے مطابق حضرت مولانا محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء قادیان سے نکل کر بڑے سے چھوٹے ہو گئے اور جناب خلیفہ صاحب خلیفہ بنے اور قادیان میں رہنے کی وجہ سے "چھوٹے سے بڑے" ہو گئے۔ سو اس کے متعلق ہم یہ چیلنج کرتے ہیں کہ کوئی محمودی اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کسی کتاب یا اشتہار اور سلسلہ کے کسی اخبار یا ڈائری سے اس کا الہام ہونا ثابت کر دیں تو ہم ان کی خدمت میں مبلغ ایک سو روپیہ انعام پیش کریں گے اور اگر وہ یہ ثابت نہ کر سکیں، تو پھر بتائیں کہ کیا یہ اللہ تعالےٰ اور اس کے فرستادہ پر ایک ناپاک افترا نہیں ہے جس کی جرأت ایک ذرہ خدا کا خوف رکھنے والا انسان نہیں کر سکتا۔ یہ ناپاک افترا وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ ہو اور یہ صفت حضرت اقدسؑ نے ازالہ اوہام میں یزیدیوں کی بیان فرمائی ہے پس یہ افترا یزیدیت کا زندہ ثبوت ہے جو قدرت نے ان کے ہاتھوں پیدا کر دیا اس کے علاوہ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر یہ قاعدہ صحیح ہے کہ جو شخص قادیان سے چلا جائے وہ باوجود بڑا ہونے کے چھوٹا ہو جاتا ہے تو پھر کیا اس قاعدہ کی رُو سے جناب خلیفہ صاحب اور ان کے حواری جو قادیان میں بڑے بنے ہوئے تھے وہاں سے نکلنے کے بعد اس "الہامی پیشگوئی" کے موجب چھوٹے ہو گئے؟ اگر چھوٹے ہو گئے تو پھر جو لوگ خود اس کا مصداق ثابت ہو چکے ہوں وہ دوسروں کو کس طرح اس کا مصداق قرار دے سکتے ہیں؟ اور اگر وہ قادیان سے چلے آنے کے بعد بھی مزعومہ "الہامی پیشگوئی" کا مصداق نہیں ہو سکتے تو پھر حضرت مولانا محمد علی صاحب کس طرح اس کا مصداق قرار دیئے جا سکتے ہیں؟

دوسری دفعہ بگڑنے کی پیشگوئی

پھر یوں ارشاد فرماتے ہیں:—

"مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقا قادیان سے چلے گئے اور حضرت مسیح موعودؑ کا وہ الہام پھر دوسری دفعہ پورا ہوا کہ اخرج منه الیزیدیون قادیان سے یزیدی لوگ نکالے جائیں گے"

یہ جناب کو غلطی لگی ہے یا جان بوجھ کر غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں حضرت اقدس علیہ السلام کا کوئی الہام یا کوئی فرمان ایسا نہیں جس میں حضرت مولانا محمد علی صاحب یا ان کے رفقاء کے متعلق "دوسری دفعہ" بگڑنے کا تذکرہ ہو البتہ یہ ضرور فرمایا:—

"بتحقیق قبیلہ من عنقریب بار دوم سوئے فساد رجوع خواہند کرد"

پس جس طرح پہلی دفعہ یہ پیشگوئی حضور کے قبیلہ مرزا نظام الدین اور امام الدین کے ذریعہ پوری ہوئی اسی طرح "دوسری دفعہ" یہ الہام آپ کے قبیلہ کے ذریعہ ہی پورا ہونا تھا جو قدرت کے زبردست ہاتھ نے کر کے دکھا دیا۔

مبائعین خلافت کا یزیدی ہونا ثابت ہے

دراصل یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ ان لوگوں نے حضرت اقدس کے بیان فرمودہ مطلب کے خلاف ترجمہ بنا کر ناکردہ گناہ اور مظلوم اور پاک ممبروں پر پہلے مظالم توڑ کر ان کو... قادیان چھوڑنے پر مجبور کیا اور پھر الہام کے وہ معنی کر کے ان مظلوموں کے قادیان سے چلے جانے کو ان کی یزیدیت پر محمول کیا مگر چونکہ یزیدی "منکرین خلافت" نہ تھے بلکہ "مبائعین خلافت" تھے اور وہ لوگ باوجود ادعائے خلافت کے اس کا انکار کرنے والوں کو "یزیدی" لکھ کر ایک کھلی صداقت کا انکار اور سچائی کو مشتبہ کر رہے تھے اس لئے بقول خلیفہ صاحب:—

"اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت اور اپنے جلال کا ایک زبردست ثبوت دیا"

اور اس الہام کے اصل مصداق کو ان کے اپنے بیان کردہ معنوں کی رُو سے قادیان سے نکال کر اس حقیقت پر سے پردہ اٹھا دیا اور ثابت کر دیا کہ اس الہام کا مصداق کون ہیں؟ آیا خانہ ساز خلافت کا شور مچانے والے یا اس کا انکار کرنے والے؟ اس واضح حقیقت کے باوجود بھی اقنوم اول صاحب لکھتے ہیں کہ اس الہام کا مصداق

"یقیناً منکرین خلافت کا گروہ ہے"

حالانکہ "خلافت خودساختہ" کا انکار اور "یزیدیت" دونوں متضاد ہیں اور وہ دونوں میں بعد المشرقین ہے البتہ ادعائے خلافت اور اس کے "مبائعین" کو ہی یہ فخر حاصل ہو سکتا ہے اور ایسی خلافت کے مخالف حضرت حسینؓ کے مثیل ہو سکتے ہیں نہ کہ یزید کے۔

صدر انجمن کا مرکز

پھر لکھتے ہیں:—

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صدر انجمن کو ہمیشہ کے لئے مرکز قرار دیا ہے اور یہ کہ آپ نے ایک کشف میں قرآن مجید کے نصف کے قریب قادیان لکھا ہوا دیکھا۔.............. اور یہ کہ اب قادیان مثیل دمشق عدل اور ایمان پھیلانے کا ہیڈ کوارٹر ہوگا اور یزیدی لوگ اس میں نہیں رہ سکیں گے"۔

ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ ان سب باتوں کے باوجود "یزیدی" قادیان میں نہیں رہ سکے رہ گئی صدر انجمن کی ہمیشہ کے لئے مرکزیت سو یہ بتائیے کہ اب آپ کی صدر انجمن کا مرکز قادیان ہے یا ربوہ؟ اگر قادیان ہے تو پھر یہ بتائیے کہ ربوہ کی صدر انجمن قادیان کی صدر انجمن کے ماتحت ہے یا قادیان کی صدر انجمن ربوہ کی صدر انجمن کے ماتحت ہے؛ اور تیسری صدر انجمن کراچی کس کے ماتحت ہے؟ آیا قادیان کے ماتحت ہے یا ربوہ کے یا خود مختار ہے؟ (۲) یہ بھی فرمایئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے موجب صدر انجمن ایک ہی ہونی چاہیئے یا ایک سے زائد؟ (۳) اگر صدر انجمنیں ایک سے زائد ہو سکتی ہیں تو کیا اس کا جواز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کسی تحریر سے ملتا ہے؟ اگر ہے تو پیش کیجئے؟ اور اگر نہیں تو پھر جو لوگ حضرت اقدس کے فرمان کے خلاف دو اور صدر انجمنیں بنا لیں ان کے متعلق کیا فتوٰے ہے؟

عدل و ایمان کا ہیڈ کوارٹر

(۴) کیا آپ لوگوں کے نزدیک "عدل اور ایمان پھیلانے کا ہیڈ کوارٹر" آجکل قادیان ہے یا ربوہ؟ اور آپ کے نزدیک "امیرالمومنین" جناب ملک صلاح الدین صاحب ہیں یا مرزا بشیرالدین محمود احمد؟ اور ان میں سے کون تابع اور کون متبوع اور کون حاکم اور کون محکوم اور کون خلیفہ اور کون اس کا مبائع ہے؟

(۵) کیا وہ مقام "مرکز" ہو سکتا ہے جہاں خلیفہ متبوع [illegible]

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۳)

قولِ سدید اور ترجمان القرآن

[illegible] چوہدری [illegible] خان منصور مصنف قولِ سدید

(۲)

قادیانیوں اور مخالف علما کی افراط و تفریط

رہا احمدی جماعتوں میں ہمارے باہمی اختلاف کا معاملہ۔ سو تبصرہ نویس کو جاننا چاہیئے کہ یہ اختلاف ایک ایسی نوعیت کا اختلاف ہے جس سے امام الوقت مامور من اللہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی ذات پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک حقیقت مسلم الثبوت ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی تحریروں کو بالجملہ سامنے رکھکر کوئی شخص جس کے قلب و ذہن اور ضمیر میں شمہ بھر انصاف۔ تقوےٰ اور معقولیت موجود ہے آپ کو فی الحقیقت نبوت کا مدعی قرار نہیں دے سکتا۔ لیکن جس طرح تبصرہ نویس جیسے مخالف علماء بباعث بغض و عناد حضرت اقدس کی بعض تحریروں کو دھوکا اور فریب پر مبنی قرار دے دیتے ہیں جیسا کہ تبصرہ نویس نے خود بیان کیا ہے اسی طرح غلو اور افراطِ اعتقاد کی وجہ سے قادیانی جماعت آپ کو مدعی نبوت بنانے اور نبی ماننے کے لئے بعض تحریروں کو قبول کرنے اور صحیح ماننے سے انکار کر دیتی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ طرز اور طریقہ جملہ اصول انصاف اور دیانت اور امانت کے قطعاً خلاف ہے۔

یہودیوں اور عیسائیوں کے نقشِ قدم پر

یہ تو بعینہٖ وہی بات ہے جو حضرت عیسےٰ ابن مریم علیہ السلام کے مخالف یہودی فقیہوں اور فریسیوں نے اور عیسائی علماء اور پادریوں نے اختیار کی اور اختیار کر رکھی ہے۔

مسیح سے مماثلت

اگر یہ اعتراض ہو کہ ایسا کیوں ہوا جبکہ حضرت مرزا صاحب کا [illegible] دعوےٰ نبوت نہیں تھا۔ تو میں پوچھوں گا کہ حضرت [illegible] علیہ السلام خود "ابن اللہ" ہونے [illegible] [illegible] ہونا مقدر تھا۔ کیونکہ حضرت مرزا صاحب کو [illegible] ہونے کا دعوےٰ تھا اور ہمارے ان بھائیوں نے اور قادیانی احمدی جماعت کے علماء نے [illegible] عمل [illegible] مہر تصدیق ثبت کر دی کہ یہ خدا کا بندہ واقعی [illegible] میں صادق تھا۔ تبصرہ نویس کا حضرت مرزا صاحب [illegible] یہ پہلا الزام [illegible] اس کے بعد دوسرا [illegible] الزام شروع ہوتا ہے۔

فریب دہ طریقِ تنقید

ترجمان القرآن کے تبصرہ نویس نے صادق نبیوں اور [illegible] نبوت کے اقوال و افعال میں نفسیاتی [illegible] و امتیاز کرنے والے بعض امور کا ذکر کیا ہے [illegible] ان کی بیان کردہ امتیازی باتوں میں سے کسی سے بھی اختلاف

نہیں۔ یہی ایک کام کی بات ہے جو اس نے اس سارے تبصرہ میں لکھی ہے۔ اگر وہ یہ بھی نہ لکھتا تو کوئی اس کا کیا بگاڑ سکتا تھا۔ مگر یہ کام کی بات جس غرض کے لئے اس نے لکھی ہے اُس نے اس کی اس بات پر بھی پانی پھیر دیا ہے۔ بہر حال صادق اور کاذب دونوں میں فرق و امتیاز بیان کرنے کے بعد وہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ اور کوشش کی ہے کہ تفریق و امتیاز کی یہ باتیں حضرت اقدس پر چسپاں کر کے ان کو کاذب اور مفتری ثابت کر دے۔ اس کا حضرت اقدس کو کاذب اور مفتری قرار دینا قابلِ افسوس نہیں ہے کیونکہ یہ تو اس کا کام ہے اور اس کے بڑے بھی ہمیشہ ماموریں اور صادقین کے خلاف یہی کام کرتے آئے ہیں اور کر رہے ہیں۔ لیکن قابلِ افسوس یہ ہے کہ اس نے مزاج شناسی رسول کے دعویدار کا نمائندہ بن کر اور "صالحین" کی جماعت کا فرد کہلا کر قرآن کریم کی ترجمانی کے پردہ میں ایسی ایسی غلط بیانیوں اور دھوکوں سے کام لیا ہے کہ کوئی اشد ترین ملحد و بے دین بھی کیا یاد کرے گا۔

تبصرہ نویس کا الزام

تبصرہ نویس کا الزام حضرت مرزا صاحب کے خلاف اس کے اپنے الفاظ میں یہ ہے :-

"مرزا صاحب کی شخصیت "طرفہ تماشا" ہونے کی وجہ سے نفسیات کے ایک طالب علم کے لئے درحقیقت اپنے اندر بڑی دلچسپی کا سامان رکھتی ہے۔ اس کے مطالعہ سے وہ ایک نبی اور ایک متنبی کی نفسیاتی کیفیات کا فرق بخوبی سمجھ سکتا ہے"

"چنانچہ یہی چیز ہم آج مرزا غلام احمد صاحب کے معتقدین میں پاتے ہیں انہوں نے مختلف اوقات میں ایسی متضاد باتیں کہی ہیں کہ آدمی حیران ہو جاتا ہے کہ انہیں کیا سمجھا جائے۔"

اس اظہارِ خیال کے بعد اس نے حضرت اقدس پر ایک اور الزام عائد کیا ہے کہ :-

"مرزا غلام احمد صاحب کی نبوت ایک ماہر سیاست دان کی طرح موقع کی موزونیت کے لحاظ سے ارتقائی منازل طے کرتی رہی ہے۔ انہوں نے سب سے پہلے ایک خادم اسلام ہونے کا دعوےٰ کیا۔ اس کے بعد جب یہ دیکھا کہ مسلمانوں کی یہ پریشان حال قوم کسی حد تک ان کی طرف متوجہ ہونے لگی ہے۔ تو انہوں نے مجددیت کا دعوےٰ کر دیا اور جب اس سادہ لوح [illegible] یہ جادو بھی چل گیا تو [illegible] اس بیچاری کی [illegible] کے [illegible] شروع کیا۔ یہ ڈرامہ جس طریق پر سے کھیلا گیا وہ بڑا ہی دلچسپ ہے۔ ہم یہاں اس کی چند مثالیں دیتے ہیں۔"

(ترجمان القرآن ستمبر ۱۹۵۷ء)

تبصرہ نویس کا مقصد اس سے یہ ثابت کرنا ہے، حضرت مرزا صاحب اپنے دعوےٰ مامور من اللہ میں صادق نہیں ہیں بلکہ کاذب ہیں۔ کیونکہ آپ نے اپنا دعوےٰ صادقوں کی مانند بے ساختہ اور یکبارگی نہیں کیا بلکہ یکے بعد دیگرے ایک ہوشیار انسان کی مانند حالات کا جائزہ اور موزونیت کے مطابق ایک سوچی سمجھی ترتیب کے ساتھ کیا ہے۔ اور چونکہ آپ نے اپنے دعوےٰ کے مختلف اقدام بتدریج اٹھائے ہیں اس لئے بناوٹ ظاہر ہے اور بناوٹ سے مفتری ہونا ثابت ہے۔ اس کے بعد حضرت مرزا صاحب کی بناوٹ کے اس ڈرامہ کا آپ کی تحریرات سے ثبوت پیش کیا ہے۔

پہلا قدم

سیدھا سادہ مسلمان اور خادمِ اسلام

تبصرہ نویس صاحب بتلاتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے "سب سے پہلے ایک خادم اسلام ہونے کا دعوےٰ کیا" اور "مرزا صاحب نے سب سے پہلے اپنے آپ کو ایک سیدھا سادہ مسلمان ظاہر کیا"۔ اس کے ثبوت میں تبصرہ نویس نے حضرت اقدس کی تحریرات سے مندرجہ ذیل حوالجات پیش کئے ہیں :-

(۱) "میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقاید میں داخل ہیں اور جیسا کہ اہلِ سنت جماعت کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن و حدیث کی رُو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولٰنا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔"

(اشتہار ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء)

(۲) "اے لوگو دشمنِ قرآن نہ بنو اور خاتم النبیین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو۔ اس خدا سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے"

(آسمانی فیصلہ ص۲۵ ۱۹۰۲ء)

(۳) "میں جانتا ہوں کہ ہر وہ چیز جو مخالف ہے قرآن کے وہ کذب و الحاد و زندقہ ہے۔ پھر میں کس طرح نبوت کا دعوےٰ کروں جب کہ میں مسلمان

میں سے ہوں۔"

(حمامۃ البشریٰ صفحہ ۹۶) ۱۸۹۳ء

(۴)- کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت و نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور آیت و لٰکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں۔"

(انجام آتھم صفحہ ۲۷) ۱۸۹۷ء

دوسرا قدم:-

ولایت اور وحی ولایت کا دعویٰ

اس کے بعد تبصرہ نویس کہتا ہے کہ مرزا صاحب نے متذکرہ بالا پہلے قدم کے بعد دوسرا قدم ولایت۔ حامل وحی اور صاحب معجزات ہونے کا اُٹھایا، چنانچہ لکھا ہے:-

"اس کے بعد دیکھئے ولایت کے پردے میں حامل وحی اور صاحب معجزات ہونے کا دعویٰ کس انداز سے کیا جاتا ہے۔ چونکہ یہ ایک اگلا قدم ہے اس لئے بہت پھونک پھونک کر رکھا گیا ہے"۔

اور اس کی تائید میں تبصرہ نگار نے مندرجہ ذیل حوالہ نقل کیا ہے:-

"ان پر واضح رہے کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اولیاء اللہ کو ملتی ہے اس کے ہم قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگاوے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے۔"

(اشتہار ۲۰ اپریل ۱۸۹۷ء)

تیسرا قدم

دعویٰ نبوت کی طرف پیشقدمی

اس دوسرے قدم کے بعد تبصرہ نویس کہتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے تیسرے قدم پر دعویٰ نبوت کی طرف پیشقدمی کی چنانچہ لکھا ہے:-

"یہ قدم جما لینے کے بعد دعویٰ نبوت کی طرف جس ہوشیاری کے ساتھ پیشقدمی کی گئی اس کی ایک جھلک مندرجہ ذیل اقتباس میں ملاحظہ فرمائیں"۔

اور اس کے ثبوت میں حضرت اقدس کا حوالہ ذیل نقل کیا ہے:-

"ماسوا اس کے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالےٰ کی طرف سے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزوی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے کیونکہ وہ خداوند تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا شرف رکھتا ہے امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں ...... اور نبوت کے معنے بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں"۔

(توضیح مرام صفحہ ۱۸) ۱۸۹۱ء

چوتھا قدم:-

مثیل مسیح ہونے کا دعوےٰ

اس کے بعد بقول تبصرہ نویس حضرت اقدس نے چوتھا قدم یہ اُٹھایا:-

"اب ذرا اس سفر کے آگلے مراحل ملاحظہ ہوں پہلے مسیح موعود ہونے سے انکار کرکے صرف مثیل مسیح ہونے کا دعوےٰ کیا گیا"۔

اور اس کے ثبوت میں وہ حضرت کا یہ حوالہ نقل کرتا ہے:-

"اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعوےٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں یہ کوئی نیا دعوےٰ نہیں جو آج ہی میرے منہ سے سنا گیا ہو بلکہ یہ وہی پرانا الہام ہے جو میں نے خدا تعالےٰ سے پاکر براہین احمدیہ کے کئی مقامات پر بتصریح درج کر دیا تھا۔ میں نے یہ دعوےٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں، جو شخص یہ الزام میرے پر لگاوے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے۔ بلکہ میری طرف سے عرصہ سات آٹھ سال سے برابر یہی شائع ہوتا رہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں"۔

(اشتہار- ۱۱ رفروری ۱۸۹۱ء)

پانچواں قدم:-

مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ

تبصرہ نویس کہتا ہے ازاں بعد حضرت اقدس نے ایک اور قدم اُٹھایا جو اس کے الفاظ میں یوں ہے:-

"لیکن کچھ زیادہ مدت نہ گذری تھی کہ تحفہ گولڑویہ میں صاف صاف مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ کر دیا گیا جس سے انکار کیا گیا تھا۔"

اس خیال کی تائید میں ذیل کا حوالہ نقل کیا ہے:-

"میرا دعوےٰ یہ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدا تعالےٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیش گوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔"

(تحفہ گولڑویہ ۱۹۰۲ء)

چھٹا قدم

"ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی"

بعد ازاں بقول تبصرہ نویس حضرت مرزا صاحب نے ایک اور قدم اُٹھایا اور ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی ہونے کا دعوےٰ کیا ثبوت میں وہ حضرت اقدس کے حوالجات ذیل نقل کرتا ہے:-

"اسی طرح اوائل میں میرا عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزوی فضیلت قرار دیتا تھا مگر بعد میں خدا کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدے پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی"۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹) ۱۹۰۷ء

"خدا نے اس زمانہ میں محسوس کیا کہ یہ ایسا فاسد زمانہ آگیا ہے جس میں ایک عظیم الشان مصلح کی ضرورت ہے اور خدا کی مہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا اس درجہ کو پہنچا کہ ایک پہلو سے وہ امتی ہے اور ایک پہلو سے وہ نبی۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۲) ۱۹۰۷ء

ساتواں آخری قدم

صاف صاف نبی اور رسول ہونیکا دعویٰ

تبصرہ نویس کہتا ہے کہ سابقہ چھ اقدامات کے بعد تدریجاً زمین ہموار کرکے آخری قدم صاف صاف نبی اور رسول ہونے کا اُٹھایا گیا۔ اس کے ثبوت میں وہ حضرت اقدس کی مندرجہ ذیل تحریر درج کرتا ہے:-

"پس میں جبکہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے پاکر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں اور جبکہ خود خدا تعالےٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو میں کیونکر رد کر دوں یا کیونکر اس کے سوا کسی دوسرے سے ڈروں۔"

(ایک غلطی کا ازالہ) ۱۹۰۱ء

یہ تمام اقدامات ترتیب وار بیان کرکے اور تائید میں مندرجہ بالا عبارات نقل کرنے کے بعد ترجمان القرآن کا یہ تبصرہ نویس بالآخر حضرت مرزا صاحب کے متعلق اپنا فیصلہ صادر کرتا ہے۔ جو اس کے اپنے الفاظ میں درج ذیل ہے:-

"ہم حیران ہیں کہ مرزا صاحب کے اس ریکارڈ کو دیکھ کر اگر کوئی ان کو نبی مانتا ہے تو کیسے؟ اور مجدد مانتا ہے تو کیوں؟ یہ یا تو ایک نفسیاتی مریض کا ریکارڈ ہے یا پھر ہلکے سے ہلکے الفاظ میں ایک مرتب کار [illegible] انسان کا ریکارڈ ہے [illegible]

اگر کھلا ہوا بھی ہوتا تو کوئی صاحب عقل و خرد آدمی ان چالاکیوں اور احتیاطوں کے ساتھ بتدریج بننے والے شخص کو کبھی نبی ماننے کے لئے تیار نہ ہو سکتا تھا رہا مجدد کا مقام تو وہ بھی کسی ایسے آدمی کے لئے موزوں نہیں جو خدمت دین کا نام لے کر اُٹھے اور آئے دن نت نئے دعوے کر کے فتنوں کی فصل پر فصل بوتا چلا جائے۔"

یہ تھی وہ غرض جس کے لئے "قول سدید" پر تبصرہ کے بہانہ سے حضرت امام الوقت کی ذات کو نشانہ طعن بنایا گیا۔

اگر یہ صحیح ہو

اگر واقعہ اسی طرح ہو جس طرح تبصرہ نویس نے لکھا ہے۔ اور اگر حضرت مرزا صاحب نے یہ تمام اقدامات تدریجاً اسی رنگ میں اٹھائے ہوں جیسا کہ تبصرہ نویس کا بیان ہے۔ اور آپ نے اپنے دعویٰ کو اسی طور سے بتدریج خادم اسلام سے شروع کر کے نبوت تک پہنچایا ہو . . . .

. . . جس طور سے تبصرہ نویس نے بتایا ہے۔ اور آپ نے فی الواقعہ ایسی ہی چالاکی اور احتیاط سے اتنی یہ ڈرامہ کھیلا ہو جیسا کہ یہ تبصرہ نویس نے بیان کیا ہے تو پھر اس صورت میں وہ اپنے اس فیصلہ میں حق بجانب ہو گا اور ہر ایک صاحب عقل و خرد کے لئے جائز ہو گا کہ آپ کو نفسیاتی مریض کہے یا فریب کار انسان قرار دے۔

بیان غلط ہونے کی صورت میں

لیکن اگر معاملہ اس کے برعکس ہو، حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے تدریجاً اقدامات اٹھانے اور تدریجاً دعویٰ کو بڑھانے کا یہ ڈرامہ نہ کھیلا ہو۔ بلکہ اس تبصرہ نویس نے اس ڈرامہ کے بنانے میں ازلی جھوٹوں کی طرح ننگے جھوٹوں سے اور ابدی دھوکے بازوں کی طرح کھلے دھوکوں سے سارا کام لیا ہو تو پھر اس صورت میں اس تبصرہ نویس کے متعلق کیا فیصلہ کیا جائے گا۔ یہ تبصرہ نویس خود اور اس کے ہمنوا ہمیں بتائیں۔ وہ فیصلہ یہی ہو سکتا ہے کہ

اوّل ۔ یہ شخص دماغی خرابی میں مبتلا ہے اور مخبوط الحواس ہے۔

دوم ۔ یا یہ کہ یہ شخص جھوٹ کے بنانے اور دھوکہ کے دینے میں بے مثال۔

سوم ۔ یا پھر ہلکے سے ہلکے الفاظ میں۔ یہ کہ یہ شخص حضرت مرزا صاحب کی کتب و تحریرات سے مطلق ناواقف ہے اور خدا کے مامور کے خلاف انتہائی بغض و عناد کا شکار ہے۔

اب تبصرہ نویس صاحب خود بتلائیں کہ اس حالت میں کسی صاحب عقل و خرد آدمی کے لئے ان فیصلوں کے علاوہ اس کے متعلق اور کیا فیصلہ کرنا ممکن ہو گا؟

حضرت مرزا صاحب کی دینی خدمات

یہ شخص حضرت مرزا صاحب کی خدمت دین پر معترض ہے اور لکھتا ہے۔ آپ نے

"دین کی اتنی خدمت نہ کی جتنا کہ اپنی
اس خادمیت کا ڈھنڈورہ پیٹا"

حضرت مجدد الوقت مامور ربانی کی طرف سے خدمت دین کے عظیم کارناموں کا مختصر ذکر میں اس مضمون میں قبل ازیں کر چکا ہوں۔ میں پوچھتا ہوں کیا یہ تبصرہ نویس اور اس کے تمام مولوی اور مولانا خواہ وہ مزاج شناس رسول کہلاتے ہوں یا جو جی چاہے خطاب رکھیں اس کا عشر عشیر خدمت اسلام کو سر انجام دے سکتے ہیں جو قادیان کا یہ مجاہد اعظم دنیا کو دکھلا گیا۔ تبصرہ نویس کا اسے کاذب اور مفتری کہہ دینا آسان ہے۔ کیونکہ جھوٹ بول دینا دھوکہ دینا اور اسکو مشکل نظر نہیں آتا مگر حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام جو خدا کی طرف سے کھڑے کئے گئے تھے، اسلام کے متعلق احقاق حق اور ابطال باطل کا وہ کام کر گئے جو کوئی دوسرا کر سکا اور نہیں کر سکتا۔ آپ نے پہلے دن سے جو دعوےٰ کیا خدا کے حکم سے کیا اور ہمیشہ اس دعوے پر قائم رہے۔

نقل کردہ حوالوں میں کوئی ترتیب و تدریج نہیں

یہ مضمون اس کا متحمل نہیں ہو سکتا کہ میں اس تبصرہ نویس کو دکھلاؤں کہ اس نے مختلف اقدامات اور دعاوی ثابت کرنے کے لئے جو حوالے نقل کئے ہیں اور جن کتابوں سے نقل کئے ہیں ان میں یکے بعد دیگرے ترتیب اور تدریج کا شائبہ بھی نہیں۔ بلکہ ان سب کے اندر ایک ہی دعوےٰ کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ آپ کو خدا تعالےٰ کی طرف سے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق

چودھویں صدی کا مجدد

مبعوث فرمایا گیا ہے۔ اور بسبب چودھویں صدی کا مجدد ہونے کے آپ مثیل مسیح بھی ہیں اور امام بھی، اور بحیثیت مجدد من اللہ کے آپ محدث بھی ہیں یعنے خدا تعالےٰ آپ کے ساتھ ہمکلام ہوتا ہے۔ یہ وہ دعوےٰ ہے جو آپ نے اپنی سب سے پہلی عظیم اور لاجواب کتاب "براہین احمدیہ علی حقیت قرآن و النبوۃ المحمدیہ" کے دوران تصنیف میں بذریعہ اشتہارات لوگوں کے سامنے رکھا اور یہی وہ دعوےٰ تھا جو وفات کے دن تک آپ بیان کرتے رہے۔ نبوت کا لفظ جو آپ نے استعمال کیا تو اسی مفہوم میں کیا اور اس لفظ کی تشریح اور وضاحت میں کیا جو ایک حدیث میں آنے والے مسیح کے لئے وارد ہے۔ تبصرہ نویس حضرت اقدس کی کتابیں پڑھے تو اس کو حقیقت حال معلوم ہو۔

عقیدہ نزول ابن مریم ختم نبوت کے منافی ہے

تبصرہ نویس اور اس کے ہم خیال اگرچہ بظاہر حضرت عیسیٰ بن مریم کو ابھی زندہ آسمان پر مانے ہیں اور اس کے دوبارہ نزول کے منتظر ہیں، لیکن حضرت مرزا صاحب نے فرمایا نبوت اور رسالت تیرہ سو سال ہوئے سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی۔ اب بعد آنحضرت کسی نبی کے لئے دنیا میں قدم رکھنے کی جگہ نہیں خواہ وہ کوئی نیا نبی ہو یا پرانا۔ اس لئے عیسےٰ بن مریم اسرائیلی کے آسمان سے نزول کا خیال خام اور عقیدہ باطل ہے،

حضرت مرزا صاحب کا دعوےٰ

امت محمدیہ میں نزول فرمانے والے جس عیسےٰ بن مریم کا احادیث میں ذکر ہے اس سے عیسیٰ بن مریم اسرائیلی مراد نہیں ہو سکتا بلکہ امت کا ایک مجدد مراد ہے جو عیسےٰ بن مریم اسرائیلی سے بکمال مشابہت رکھتا ہو۔ اور انہی احادیث میں اسے نبی اللہ بھی کہا گیا ہے، اس سے مراد فی الحقیقت نبوت نہیں ہو سکتی کیونکہ نبیوں کا آنا ختم ہو چکا بلکہ اس سے مراد ایک عظیم الشان محدث کا آنا ہے۔ جو اگرچہ کامل طور پر امتی ہے مگر بوجہ ہمکلامی الٰہی ایک پہلو سے ناقص اور جزوی طور پر نبی بھی ہوتا ہے۔ یہی حضرت مرزا صاحب کا دعوےٰ تھا جو شروع سے آخر تک ہمیشہ رہا تبصرہ نویس صاحب آپ کی کتابیں پڑھیں تو ان کو معلوم ہو کہ

تبصرہ نویس کی کذب بیانیاں

اب میں قارئین کرام کو تبصرہ نویس کے وہ جھوٹ اور دھوکے بتلانا چاہتا ہوں جن کے ساتھ اس نے حضرت مرزا صاحب کے دعوے کو ترتیب اور تدریج کا ڈرامہ بنا کر دکھانے کے لئے ترجمان القرآن کے صفحات کو سیاہ کیا ہے اور یہ جھوٹ ہمیشہ اس رسالہ میں بطور یادگار کے لکھے رہیں گے۔

پہلا جھوٹ اور دھوکہ

تبصرہ نویس لکھتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے پہلے صرف خادم اسلام اور سیدھا سادہ مسلمان ہونے کی حیثیت میں اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ اس امر کے ثبوت میں اس نے سنہ ۱۸۹۱ء سے لیکر سنہ ۱۸۹۷ء تک چھپنے والی حضرت مرزا صاحب کی تحریروں (مثلاً ایک اشتہار سنہ ۱۸۹۱ء۔ آسمانی فیصلہ سنہ ۱۸۹۲ء۔ حمامۃ البشریٰ سنہ ۹۴-۱۸۹۳ء اور انجام آتھم سنہ ۱۸۹۷ء) سے حوالے درج کئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ بتلانا ہے کہ اس زمانہ میں آپ کو نہ مجدد ہونے کا دعوےٰ تھا اور نہ محدث ہونے کا اور اس وقت نہ آپ کرامات و ولایت کے مدعی تھے اور نہ صاحب وحی اور الہامات ہونے کے۔ بتلایئے اس سے بڑھ جھوٹ اور دھوکہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ یہی تحریریں اور کتابیں شاہد ناطق ہیں کہ آپ کو ان تمام باتوں کا دعوےٰ ان کتابوں سے کئی سال پہلے سے چلا آرہا تھا۔ اور اسی دعوے کی تائید اور تصدیق میں خصوصیت کے ساتھ سب کتابیں لکھی گئیں۔

دوسرا جھوٹ اور دھوکہ

تبصرہ نویس لکھتا ہے کہ خادم اسلام اور سیدھا

سادہ مسلمان ہونے کا قدم ان کتابوں کے ذریعہ اُٹھا لینے کے بعد آپ نے اگلا قدم اُٹھایا یعنی صاحب ولایت ۔ حامل وحی اور صاحب معجزات ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اس کے ثبوت کے لئے اس نے آپ کے ایک اشتہار کے الفاظ نقل کئے ہیں جو ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا۔ اب جھوٹ اور دھوکہ کے اس "صالح" نمونہ کو کوئی کیا کہے ۔اس کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کے بخیال بڑے بڑے بزرگ مولوی تو ۱۸۹۷ء سے کئی سال پہلے سے حضرت مرزا صاحب کے ساتھ برسرِ جنگ تھے ۔ اور وہ جنگ اسی وجہ سے تھی کہ حضرت کو ولایت ۔ حامل وحی اور صاحب معجزات ہونے کا دعوےٰ تھا اور اس کے ان بزرگ مولویوں کو اس سے سخت انکار تھا۔ تبصرہ نویس کو چاہیئے تھا کہ وہ جن کتابوں کے حوالے دیتا ہے ان کو پہلے پڑھ لیتا

تیسرا جھوٹ اور دھوکہ

تبصرہ نویس پہلے دو اقدام یا تدریجی دعووں کے ثبوت میں حضرت اقدس کی ۱۸۹۷ء تک کی تحریروں کے حوالے دے کر لکھتا ہے :۔

"یہ قدم جما لینے کے بعد دعوئے
نبوت کی طرف پیشقدمی کی گئی"

اور اس کے ثبوت میں وہ آپ کی کتاب "توضیح مرام" سے ایک حوالہ نقل کرتا ہے جو ۱۸۹۱ء میں شائع ہوئی۔ اب ہر صاحب عقل و خرد حیران ہو گا کہ اس تبصرہ نویس نے پہلے دو دعاوی (یعنی خادم اسلام اور حامل وحی ہونے کے متعلق تو ۱۸۹۷ء تک کی کتب کے حوالے دیئے اور تیسرے دعوے یعنی دعوئے نبوت کے لئے ۱۸۹۱ء کی کتاب کا حوالہ دے رہا ہے کیا یہی تدریجی اقدام ہیں جو یکے بعد دیگرے اُٹھائے گئے ؟ لیکن اس تبصرہ نویس کو اس کی پروا نہیں کہ اس کے پیشکردہ حوالے تاریخہائے تصنیف کے لحاظ سے بھی اس کے نظریہ کی کھلی تردید کر رہے ہیں۔ اس نے جھوٹ بولنا تھا بول دیا اور دھوکہ دینا تھا سو دیدیا بلکہ میں کہتا ہوں کہ اس کا یہ فعل محض جھوٹ اور دھوکے سے بھی بڑھ کر اس کے دماغی توازن کے برقرار نہ ہونے کا کھلا ثبوت ہے خواہ اس کی وجہ بغض و عناد ہو یا کچھ اور۔

چوتھا جھوٹ اور دھوکہ

بقول تبصرہ نویس مذکورہ بالا تین تدریجی دعوے کئے جو یکے بعد دیگرے حضرت مرزا صاحب نے کئے اس کے بعد "اگلا مرحلہ" وہ یہ بیان کرتا ہے کہ حضرت اقدس نے ان کے بعد مثیل مسیح ہونے کا دعوے کر دیا۔ اس کے لئے وہ ۱۸۹۱ء کے ایک اشتہار کا حوالہ دیتا ہے جو آپ کی مشہور کتاب "ازالہ اوہام" میں شامل ہے۔ اس بندۂ خدا سے میں پوچھتا ہوں کہ تمہارے مزعومہ تین اقدام کی تاریخ ۱۸۹۷ء تک پہنچ کر "اگلا مرحلہ" ۱۸۹۱ء میں کس طرح چلا گیا ؟ حضرت اقدس کی تحریرات سے اس ناواقف تبصرہ نویس کو میں بتلانا چاہتا ہوں کہ حضرت کا یہ دعوے ۱۸۹۱ء سے بھی کئی سال پہلے کا ہے جس پر ۱۸۸۵ء میں شائع ہونے والا آپ کا ایک اشتہار گواہ ہے لکھنے کو یہ شخص حضرت مرزا صاحب کو "نفسیاتی مریض" قرار دیتا ہے مگر خود اپنی نفسیات اور دماغی توازن کی کیفیت کا اسے پتہ نہیں۔

پانچواں جھوٹ اور دھوکہ

یہ چار تدریجی دعوے بیان کر کے تبصرہ نویس لکھتا ہے کہ اس کے بعد مرزا صاحب نے ایک اور دعویٰ کر دیا یعنے "مسیح موعود" ہونے کا جس کے ثبوت کے لئے اس نے آپ کی کتاب تحفہ گولڑویہ سے حوالہ نقل کیا ہے جو ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی ۔ تبصرہ نویس اپنے قارئین کو یہ بتلانا چاہتا ہے کہ یہ دعوے ایک الگ دعوے ہے جو مرزا صاحب نے پہلے چار تدریجی قدم اُٹھا لینے کے بعد ۱۹۰۲ء میں کیا ۔ یہ تبصرہ نویس نفسیات کا ماہر ہے اس لئے اس کا خیال ہے کہ جب اس نے جھوٹ ہی بولنا ہے اور دھوکہ ہی دینا ہے تو پھر معمولی جھوٹ اور دھوکہ سے کام کیوں لے ایسا جھوٹ بولنا چاہیئے جس کی تردید مشکل سے ہو سکے ۔ اپنے مختلف اقدامات اور مراحل کو نمبروار ثابت کرنے کے لئے اس تبصرہ نویس نے حضرت مرزا صاحب کی جتنی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں ان میں سب سے پہلی کتاب توضیح مرام ہے جو ۱۸۹۱ء میں شائع ہوئی ۔ مسیح موعود کا دعوے اس کتاب میں موجود ہے ۔ لیکن یہ شخص اس کو اگلا مرحلہ قرار دیکر ۱۹۰۲ء کا دعوے بتلاتا ہے ۔ جھوٹ اور دھوکہ کی یہ ایک لاثانی مثال ہے ۔

چھٹا جھوٹ اور دھوکہ

۱۹۰۲ء کے اس "اگلے مرحلہ" کا ذکر کرتے ہوئے تبصرہ نویس کہتا ہے مرزا صاحب نے اس کے بعد ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہونے کا دعوے کیا، جس کے ثبوت میں وہ آپ کی کتاب حقیقۃ الوحی سے دو حوالے نقل کرتا ہے جو ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی حالانکہ یہی دعوے ازالہ اوہام میں بوضاحت تام موجود ہے جو حقیقۃ الوحی سے سولہ سال پہلے ۱۸۹۱ء میں شائع ہوئی، خود تبصرہ نویس نے ازالہ اوہام کا ایک حوالہ نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ازالہ اوہام کو پڑھا ہے کیا وہاں اسے "امتی اور نبی" کی بحث نظر نہ آئی کہ اسے تدریجی قدم ثابت کرنے کے لئے سولہ سال بعد حقیقۃ الوحی کی طرف منسوب کر دیا ۔

ازالہ اوہام میں حضرت مرزا صاحب نے امتی اور نبی کی یہ تشریح بیان کی ہے کہ اس سے نبوت تامہ مراد نہیں بلکہ یہ محدثیت کا دوسرا نام ہے ۔ لیکن اس تبصرہ نویس کی طبع ملمع ساز کا یہ کرشمہ ہے کہ وہ اس کو

اخرج منہ الیزیدیون

(بسلسلہ صفحہ ۔۔)

یا حاکم رہے یا وہ جہاں تابع ۔ محکوم اور ماتحت ہے ؟

(۶) ربوائی تثلیث کے اقنوم ثانی نے لکھا ہے :-

"ربوہ کی بستی ...... احمدیت کا مرکز
اشاعت اسلام کا ذریعہ روحانی اور
دنیوی علوم کا گہوارہ ہے"۔

(الفضل ۱۹ فروری ۱۹۵۷ء)

کیا انہوں نے یہ صحیح لکھا ہے یا اقنوم اول نے جو لکھا ہے وہ صحیح ہے ؟ اگر دونوں ہی صحیح ہیں تو پھر یہ بتایئے کہ جب حضرت مسیح موعودؑ نے صرف قادیان کو ہمیشہ کے لئے مرکز اور عدل و ایمان پھیلانے کا ہیڈ کوارٹر قرار دیا تھا تو اس کے بعد ربوہ کو ان صفات سے متصف بتانے سے کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اب قادیان کی سب صفات ربوہ منتقل ہو گئی ہیں ؟ اندریں صورت یہ فرمایئے کہ کیا ربوہ کو مرکز بنانے والوں نے قادیان کو چھوڑ کر حضرت اقدس کے فرمان کی مخالفت نہیں کی ؟

لاہور مرکز کیوں نہیں ہو سکتا

(۷) اگر قادیان کو چھوڑ کر ربوہ اور کراچی کو صدر انجمن کا مرکز قرار دینے سے حضرت اقدس علیہ السلام کے فرمان کی مخالفت نہیں ہوتی تو لاہور کو مرکز بنانے سے کیوں مخالفت ہو جاتی ہے ؟ اور اگر لاہور کو مرکز بنانے کا مطلب حضرت اقدسؑ کی مخالفت کرنا ہے تو ربوہ اور کراچی کو مرکز بنانے سے کیوں مخالفت نہیں ہوتی ؟

(۸) کسی ملک ، قوم یا جماعت کا مرکزی مقام ایک ہی ہوتا ہے یا ایک سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں ؟

(۹) اگر ایک سے زیادہ بھی مرکز ہو سکتے ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قادیان کو جو ہمیشہ کے لئے مرکز قرار دیا اور عدل و ایمان کے پھیلانے کا ہیڈ کوارٹر قرار دیا اس کا کیا مطلب ہے ؟

(۱۰) "عدل و ایمان پھیلانے کا ہیڈ کوارٹر" "احمدیت روحانی و دنیوی علوم کا گہوارہ" میں نیز "صدر انجمن کا مرکز" اور "احمدیت کا مرکز" میں کیا فرق ہے ؟

"اخرج" کا اصلی مصداق

خلاصہ کلام یہ کہ الہام مندرجہ عنوان میں "اخرج" کے معنی "پیدا کئے گئے" کئے جائیں یا "نکالے جائیں گے" دونوں صورتوں میں اس کا مصداق وہی ہوں گے جو یزیدی الطبع اور "یزید پلید کی عادات اور خیالات کے پیرو" ہوں گے گالیاں دینے اور بدزبانی کرنے سے یہ صداقت چھپ نہیں سکتی البتہ اگر یزید کی عادات اور خیالات کی پیروی کرنا چھوڑ دیں اور "خلافت" کا وظیفہ ترک کر دیں پھر یہ کلنک اتر سکتا ہے اور کسی سازش سے بنی ہوئی خلافت کا انکار کرنے والے نہ کبھی پہلے یزیدی تھے اور نہ آیندہ ہو سکتے ہیں وہ پہلے بھی حسینی تھے اور اب بھی

ھفت روزہ پیغام صلح
قیمت سالانہ: پاکستان سے چھ روپے۔ ہندوستان سے چھ روپے ہندوستانی سکہ
ہندوستان میں ہمارے نمائندہ کا پتہ: شیخ انعام الحق صاحب مکان اعظم پورہ ملک پیٹھ حیدرآباد دکن (انڈیا)

جلد ۴۷ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۴ جمادی الاول ۱۳۷۷ھ ۔ مطابق ۱۸ دسمبر ۱۹۵۷ء | نمبر ۵۰

ہم پہ لازم ہے شریکِ جلسۂ سالانہ ہوں

جناب مولانا مرتضیٰ خان صاحب حسن

اُٹھو اے عاشقانِ ملتِ بیضا اُٹھو ٭ دیں کی خدمت کیلئے باندھو کمر مردانہ وار

پھر خدا سے نصرت و تائید کے طالب بنو ٭ پھر کرو مل کر دعائیں باد و چشم اشکبار

سر بسجدہ ہوں اگر ہم درگہِ باری میں آج ٭ ہونگے ہم فضلِ خدا سے کامیاب و کامگار

ہم پہ لازم ہے شریکِ جلسۂ سالانہ ہوں ٭ رکھ گئے جس کی بنا مہدیٔ عالی وقار

ہم مجاہد ہیں خدا کے فضل سے قاعد نہیں ٭ گھر میں ہم بیٹھے رہیں کاہل نہیں اپنا شعار

بے زری کا کیا ہے شکوہ ہمتِ عالی تو ہے ٭ عزمِ مردانہ دکھاؤ مشکلیں گو ہوں ہزار

ہاتھ سے جانے نہ پائے خدمتِ دیں کا یہ وقت ٭ پھر خدا جانے کہ کب آئینگے یہ لیل و نہار

ہم تو جیتے ہیں خدا کے دیں کی خدمت کیلئے ٭ حکم ہم کو دے گئے ہیں یوں مسیحِ نامدار

دوستاں خود را نثارِ حضرتِ جاناں کنید ٭ در رہِ آں یارِ جانی جان و دل قرباں کنید

آں دلِ خوش باش را کاندر جہاں جوید خوشی ٭ از پئے دینِ محمد کلبۂ احزاں کنید

از تعیش ہا بروں آئید اے مردانِ حق
خویشتن را از پئے اسلام سرگرداں کنید

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام

آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

—— ٭ ——

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پہ ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعود)

جلسہ سالانہ

خواتینِ جماعت سے خطاب

واجب التکریم خواتین جماعت !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ !

پچھلے سال آپ کی ہمت اور اخلاص نے خواتین کے جلسہ سالانہ کو ایک تاریخی حیثیت دے کر اپنا نام روشن کیا۔ اس جلسہ میں رونق غیر معمولی تھی۔ اس جلسہ میں جماعت کی گریجوایٹ خواتین نے لیکچر دے کر اسے ایک خصوصی رنگ دیا، اور آپ نے اس جلسہ میں پہلے سالوں سے زیادہ چندہ دیا۔

میں چاہتا ہوں یہ قابل قدر روایات جو آپ نے پیش کی ہیں، اس کو آپ قائم رکھیں اور اس سال بھی اسی اخلاص اور اسی جذبہ سے جلسہ کو رونق دیں۔

جن گریجوایٹ خواتین نے پچھلے سال جلسہ کو خطاب کیا تھا ان کے علاوہ نگہت ایم اے۔ حامدہ ترنم ایم اے۔ مس عبدالحق صاحب۔ پروفیسر امۃ اللہ ایم اے۔ اور پروفیسر طاہرہ سلیم ایم اے۔ اور مس زمرد یوسف اس سال اپنے مقالہ جات پڑھ کر سنائیں۔

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب مرحوم کی بیگم صاحبہ بھی ووکنگ سے اپنا لیکچر بھیجیں گی۔ اور شیخ رحمت الٰہی صاحب ایڈیشنل چیف انجنیئر کی بیگم صاحبہ بھی جلسہ کو خطاب کریں گی۔

پچھلے سال میں نے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کی بیگم صاحبہ کو جلسہ میں رونق افروز ہونیکی تکلیف دی تھی، اور انہوں نے باوجود سخت ضعف کے اپنی بہو کے ساتھ جلسہ میں شمولیت اختیار کی تھی۔ امید ہے وہ اس سال بھی شامل ہو کر ممد انشراح خاطر ہوں گی۔

میں چاہتا ہوں اسی طرح مکرم ملک کرم الٰہی صاحب کی بیگم صاحبہ بھی باوجود کمزوری کے شریک جلسہ ہوں۔

میری دعا ہے جلسہ میں شرکت کرنے والی خواتین پر اللہ تعالےٰ اپنے افضال نازل فرمائے اور ان کی مرادوں کو پورا کرے اور ان کی اولاد کو سعادتمند بنائے اور ان کی عمریں دراز ہوں۔

صدرالدین

احباب جماعت سے خطاب

احباب کرام۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کو معلوم ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اجتماعی زندگی بسر کرنے کا حکم دے رکھا ہے اور حضورؐ کی اتباع میں حضرت مسیح موعود نے بھی اجتماعی زندگی اختیار کرنے کی تاکید کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی عین حیات میں جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھی اور قوم کو حکم دیا کہ ہر ممکن طرح کی صعوبت برداشت کر کے جلسہ سالانہ میں شرکت کریں آپ کا جلسہ سالانہ قریب آرہا ہے آپ سب دوست شریک جلسہ ہو کر مل کر عبادت کریں اور دعائیں کریں اور جلسہ کی برکات سے مستفید ہوں۔

اس جلسہ کے لئے ان احباب کے علاوہ جو ہر سال جلسہ کو خطاب کرتے ہیں ذیل کے اصحاب اپنے مقالہ جات لکھ کر لائیں — میاں بشیر احمد منظور ایم اے۔ پروفیسر حبیب الرحمٰن ایم اے۔ پروفیسر محمد احمد ایم اے، پروفیسر خلیل احمد ایم اے پروفیسر عبدالصمد ایم اے۔ پروفیسر غلام محمد ایم اے۔ پروفیسر سعد اختر ایم اے۔ پروفیسر حمید ممتاز ایم اے، پروفیسر عبدالستار ایم اے۔ عبدالرب صاحب ایم اے۔ عبدالقیوم صاحب ایم اے۔ قاضی نصیر احمد صاحب ایم اے۔ ڈاکٹر نظیر الاسلام ایم اے پی ایچ ڈی اور پروفیسر محمد فاضل ایم ایس سی

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کا حامی وناصر رہے اور ہر طرح کی توفیق آپ کے شامل رہے۔

صدرالدین

قوم کا بجٹ

۱۔ مجلس معتمدین نے اپنے اجلاس مؤرخہ ۱۷ر نومبر ۱۹۵۷ء میں جو بجٹ پاس کیا ہے اس کی مجموعی رقم سات لاکھ تینتیس ہزار سات سو اکیس روپے ہے اللھم زد فزد

۲۔ جس قدر قرضہ جات آٹھ نو سال سے انجمن کے سر پر تھے وہ سب کے سب ادا ہو چکے ہیں اور اب ایک حبّہ تک کا قرض انجمن کے ذمے نہیں ہے۔ فالحمد للہ رب العالمین۔

ان قرضہ جات کے علاوہ انجمن پچپن ہزار کا وہ قرضہ بھی ادا کر چکی ہے جو امریکن مشن نے دوران جنگ میں صرف کیا تھا ثم الحمدللہ رب العالمین

۳۔ اس سال کے دوران میں قوم نے دو لاکھ چار ہزار روپے بطور چندہ انجمن کو دیئے ہیں اس کی تفصیل یہ ہے۔ ستاسی ہزار روپے تو جلسہ سالانہ کی رقوم وصول ہوئیں، اور اغراض عام

کا چندہ ایک لاکھ سترہ ہزار روپے جمع ہوا، دونوں رقوم مل کر دو لاکھ چار ہزار روپے بنتے ہیں۔ اس قربانی پر میں اپنی جماعت کو ہزار ہزار مبارکباد دیتا ہوں اور دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنے افضال و برکات کی بارش نازل فرمائے۔

۴۔ ابھی مالیر کی اراضیات کے پونے دو لاکھ روپے قابل وصول ہیں، اشاعت اسلام کے مقدس کام کو ترقی دینے کے لئے انجمن اس رقم کو کسی اچھے کاروبار میں لگا سکتی ہے۔

۵۔ اس سال کے دوران میں انتالیس ہزار روپے کی کتب فروخت ہوئیں۔ یعنی اتنی بڑی رقم کا لٹریچر لوگوں تک پہنچایا گیا اور اس کے معاوضہ میں یہ رقم خزانہ انجمن میں موصول ہوئی۔

۶۔ اراضیات مالیر کا ایک نہایت ہی قیمتی قطعہ ابھی انجمن کے قبضہ میں ہے اس قطعہ زمین کی قیمت چند لاکھ ہے۔ یہ حقائق ظاہر کرتے

میری آرزو

استحکام و تقویت جماعت کے مقصد کے پیش نظر میں چاہتا ہوں میری ایک آرزو پوری کرنے کے لئے قوم دس گیارہ ہزار روپے کی رقم صرف کرے، میری آرزو تین حصص پر مشتمل ہے:۔

(۱)۔ بدوملہی میں گیارہویں جماعت کا افتتاح کیا جائے اس پر چھ ہزار روپے سالانہ خرچ آتا ہے لیکن اس کلاس کا افتتاح اگر اپریل یا مئی میں ہو تو چھ سات ماہ کا خرچ نصف رہ جاتا ہے یعنی کوئی تین ہزار۔ اس خرچ کے مقابل پر فیس کی آمدنی ہو گی اور کچھ علاقہ سے چندہ فراہم کیا جائیگا۔ اندازہ ہے کہ انجمن کا خرچ صرف پندرہ سو یا اس سے بھی کم ہوگا۔

۲۔ پشاور میں چار ہزار روپے سالانہ کے خرچ پر ایک مشن کھولا جائے۔ اس مشن کا خصوصی حصہ اس کا مہمان خانہ ہو جس پر دو سو روپے ماہوار خرچ کئے جائیں اور اس مہمان خانہ کیلئے ضروری فرنیچر خرید لیا جائے اور سردست اس کے مہتمم کو ایک سو روپے ماہوار دیئے جائیں۔ جب یہ مہمانخانہ وجود میں آجائے تو پشاور مسجد کیلئے چندہ فراہم کرنیکی مہم شروع کی جائے۔ اس مسجد کی تعمیر سے سرحد میں ایک قوم کی تعمیر ہو گی بتوفیقہ تعالیٰ۔

۳۔ اراضیات اوکاڑہ میں ایک ہسپتال تعمیر کیا جائے جس پر سردست پانچ ہزار روپے صرف ہوں کوئی دو سو روپے کی ادویات مفت تقسیم کی جائیں اور باقیماندہ رقم ڈاکٹر کو بطور تنخواہ دی جائے۔

یہ تینوں تجویزیں جن کا ذکر اوپر ہوا ہے دس گیارہ ہزار روپے کے صرف سے وجود میں آسکتی ہیں اور میری رائے میں قوم کے استحکام اور ترقی کا موجب ہو سکتی ہیں بتوفیقہ تعالیٰ۔

صدرالدین

خیر مقدم

پیغام صلح کا یہ آخری پرچہ ہے جو جلسہ سالانہ سے پہلے شائع ہو رہا ہے جس وقت یہ پرچہ قارئین کرام کے ہاتھوں میں پہنچے گا، جلسہ سالانہ میں تین چار روز باقی ہوں گے، اور احباب کرام شمولیت جلسہ کی تیاریاں کر رہے ہوں گے۔ ہم اس موقعہ پر ایسے تمام دوستوں کا تہ دل سے خیر مقدم کرتے ہوئے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس سفر میں ہر قسم کی صعوبتوں سے بچائے اور بالفاظ مسیح موعودؑ "ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات اُن پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم دُور فرمائے، اور اُن کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت فرمائے اور ان کی مرادات کی راہیں اُن پر کھول دے اور روز آخرت میں اپنے بندوں کے ساتھ ان کو اُٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو"

اس دُعا کے ساتھ ہم ان احباب سے جو ابھی تک شمولیت جلسہ کے لئے تیار نہیں، یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اس جلسہ کی بنیاد اس مقدس انسان کے ہاتھوں رکھی گئی ہے جو اس زمانہ میں دہریت و الحاد کی بیخکنی اور ایمان باللہ کو دلوں میں بٹھانے اور اسلام کی صداقت و عظمت کو ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر آیا، اس مقدس انسان نے انہی فرائض کی ادائیگی کے لئے یہ جماعت بنائی، جس کے ساتھ آپ وابستہ ہیں اور حکم دیا کہ ہر سال جماعت کے تمام افراد ایک جلسہ کی صورت میں جمع ہوا کریں اور یہ بھی حکم دیا کہ :-

"حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کو سننے کے لئے اور دُعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہئیے"

جلسہ کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا :-

"اس جلسہ میں ایسے حقائق و معارف سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں اور نیز دوستوں کے لئے خاص دُعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالیٰ ان کو اپنی طرف کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی اُن میں پیدا کرے"۔

یہ مامور الٰہی اور مجدد وقت، مسیح زماں کا حکم اور آپ کا ارشاد ہے، اس ارشاد کے پیش نظر ہمارے معمولی عذرات اور ادنیٰ معذوریاں کیا چیز ہیں بیشک وہ آج ہم میں موجود نہیں ہیں، لیکن اس کی رُوح آج بھی ہم میں کام کر رہی ہے اور وہ دعائیں جو جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والوں کے لئے کیں ہمیشہ ان دوستوں کے شامل حال رہیں گی، جو سال کے یہ تین دن (۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر) جلسہ میں شمولیت کے لئے وقف کر دیں، ہمیں قوی امید ہے کہ ہمارے تمام احباب جو جماعت احمدیہ لاہور سے وابستہ ہیں، اپنے پیارے مقتدا کے ارشاد کی تعمیل میں ضرور شامل جلسہ ہوں گے۔

جلسہ سے ایک دن پہلے (۲۴ دسمبر کو) احمدی مستورات کا بھی جلسہ ہوگا جس میں جماعت کی تمام خواتین کی شمولیت ضروری ہے، اس موقعہ پر دستکاری کی جو نمائش ہوتی ہے، اس کی آمد سے اشاعت اسلام کے مقدس کام کو کافی مدد پہنچتی ہے، امید ہے ہماری تمام بہنیں نہ صرف خود شامل ہوں گی بلکہ کوئی نہ کوئی چیز نمائش میں دینے کے لئے ساتھ لائیں گی۔

ان چند الفاظ کے ساتھ ہم جلسہ سالانہ میں آنیوالے احباب کا پھر خیر مقدم کرتے ہیں اور اُمید کرتے ہیں کہ وہ اس قومی اجتماع کو کامیاب بنانے کے لئے پُورے طور پر ساعی ہوں گے۔

جلسہ سالانہ کے متعلق ضروری اطلاعات

۱- جلسہ سالانہ کی تیاریاں پُوری سرگرمی کے ساتھ جاری ہیں۔ محترم چوہدری عبدالمجید صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول مدا افسر جلسہ مقرر ہوئے ہیں، اور اُن کے ماتحت مختلف شعبوں کے کام دوسرے مختلف احباب کے سپُرد ہوئے ہیں۔

۲- باہر سے جو دوست معہ عیال آنے والے ہیں انہیں چاہئیے کہ اپنے افرادِ خاندان اور تاریخ آمد سے فی الفور افسر جلسہ کو اطلاع بھیجدیں چونکہ لاہور میں مکانوں کی بے حد قلت ہے اس لئے سوائے اشد ضرورت کے علیحدہ مکان کی فرمائش نہ کی جائے۔

۳- ضروری ہے کہ سب دوست اپنے بستر ساتھ لائیں تاکہ سردی کی وجہ سے انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔

حمامة البشریٰ مفت تقسیم کیلئے

انجمن نے اس کی قیمت نصف یعنی ایک روپیہ کر دی تھی اور جماعت کے مخیر دوستوں سے اپیل کی گئی تھی کہ اپنی طرف سے زیادہ سے زیادہ تعداد میں کتب خرید کر تقسیم فرماویں، احباب نے اس میں حصہ لیا، جس کے باعث بغداد کے قریباً ڈیڑھ صد ڈاکٹر صاحبان کو حمامة البشریٰ کی ایک ایک کاپی بھیجی گئی ہے۔ اب بغداد کے دکلاء اور دوسرے کئی سربرآوردہ افراد کو یہ کتب بھیجنے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ احباب بڑھ چڑھ کر حصہ لیں جو مفید نتائج کا حامل ہوگا۔

میاں عطاء اللہ صاحب مرحوم کی تعزیت میں انجمن اور جماعتوں کی قرار دادیں

محترم میاں عطاء اللہ صاحب کی وفات جماعت کے لئے جس قدر رنج و صدمہ کا موجب ہوئی ہے، وہ ذیل کی قرار دادوں اور احباب کے خطوط سے ظاہر ہے :

مجلس منتظمہ مرکزی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

رپورٹ سیکرٹری کہ جناب میاں عطاء اللہ صاحب کی وفات حسرت آیات پر یہ انجمن اظہار رنج و غم کرتی ہے، وہ ہماری جماعت کے اعلےٰ پایہ کے رکن رکین تھے، جن کی مالی قربانی بہت بڑھ چڑھ کر تھی، اور ان کے مشورے جو تجربے کی بناء پر ہوتے، انجمن کے لئے نہایت مفید ثابت ہوئے، ان کی امداد کی انجمن کو بہت ضرورت تھی، لیکن وہ قبل از وقت عین جوانی کے وقت میں اپنے اہل وعیال سے اور انجمن سے جدا ہو کر اپنے مولیٰ کو جا ملے، انجمن کے ارکان کے لئے یہ غیر متوقع واقع موجب صدمہ وغم ہے یہ انجمن اس صدمہ وغم کا اظہار کرتی ہے اور ان کے وابستگان کے ساتھ دلی ہمدردی رکھتے ہوئے ان تک یہ ریزولیوشن پہنچاتی ہے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

جماعت ملتان کی قرارداد

کل بروز جمعہ مؤرخہ ۱۳؍ دسمبر ۱۹۵۷ء کو بعد نماز ایک اجلاس ممبران احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ملتان براہِ زیرِ صدارت شیخ میاں فاروق احمد صاحب منعقد ہوا جس میں شیخ میاں عطاء اللہ صاحب پریذیڈنٹ جماعت ملتان کی وفات حسرت آیات پر سخت رنج والم کا اظہار کیا گیا کیونکہ ان کی موت نہ ہی صرف انکے متعلقین کے لئے باعث صدمہ ہے بلکہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو بھی ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔ عبدالعزیز خاں مالک عزیز ہوٹل نے ان کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی۔ اور انکی تحریک پر ایک قرارداد پاس ہوئی۔ کہ شیخ میاں عطاء اللہ صاحب کے جملہ متعلقین سے ہمدردی کا اظہار کیا جاوے اور ان کو اس صدمہ پر صبر کی تلقین کی جاوے۔ قرار پایا کہ اس کی ایک نقل شیخ میاں مقبول احمد صاحب کو بھی بھیجی جاوے اور ایک اخبار پیغام صلح میں برائے طبع ارسال کی جاوے۔

آخر میں ان کی مغفرت کے لئے دعا کی گئی کہ خدا تعالےٰ شیخ صاحب مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرماوے۔ آمین۔

نقل المرقوم ۱۴؍ دسمبر ۱۹۵۷ء

خاکسار عبدالعزیز خاں مالک عزیز ہوٹل، ملتان

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کی قرارداد

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کے ہنگامی اجلاس میں جناب میاں عطاء اللہ صاحب کی اچانک اور پیش از وقت وفات حسرت آیات کے موقعہ پر گہرے رنج والم کا اظہار کیا گیا، میاں صاحب مرحوم جماعت میں ایسی قابلِ فخر شخصیت کے مالک تھے جن کا وجود قوم کی ترقی و توسیع کا باعث ہوتا ہے۔ اسی سبب سے ان کی حسرت بھری موت نے جماعت میں ایک ایسا خلا پیدا کر دیا ہے۔ جو شاید کبھی پورا نہ کیا جا سکے گا۔ ان کا قومی اخلاص مذہبی جذبہ اور قابلِ رشک قربانی قوم کے صاحب ثروت افراد کے لئے قابلِ تقلید ہیں۔ جماعت کی توسیع و ترقی میں مرحوم نے جس دلچسپی اور گہرے فکر سے کام کیا ہے وہ ہم کبھی نہیں بھلا سکیں گے

ایسوسی ایشن اور اس کے تمام ممبر اس صدمہ عظیم اور رنج و اندوہ میں آپ کے جملہ لواحقین کے ساتھ برابر کے شریک ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس نصیب فرماوے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے۔"

مذکورہ بالا ریزولیوشن، بیگم صاحبہ میاں عطاء اللہ صاحب مرحوم و مغفور، جناب میاں فاروق احمد صاحب .... اور جناب میاں مقبول احمد صاحب کی خدمت میں بھجوایا گیا ہے ایک کاپی برائے اشاعت ایڈیٹر صاحب پیغام صلح کی خدمت میں ارسال کی گئی۔ سیکرٹری جنرل۔ بشیر احمد سوز۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

جماعت قاضی احمد کی قرارداد

آج ۱۲؍۵۷ کو بعد نماز جمعہ و نماز جنازہ غائبانہ جناب میاں عطاء اللہ صاحب مرحوم و مغفور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام قاضی احمد ضلع نوابشاہ کی ایک میٹنگ ہوئی جس میں حسب ذیل قرارداد پاس کی گئی :-

جماعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام قاضی احمد ضلع نوابشاہ کا یہ غیر معمولی اجلاس الحاج میاں عطاء اللہ صاحب کی بے وقت اور ناگہانی موت پر اظہار افسوس کرتے ہوئے مرحوم کے ورثاء سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ایک عظیم رکن کی موت کی قرار دیتا ہے۔ اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کے بچوں کو اپنے قابل اور نیک باپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرماوے اور مرحوم کو اللہ تعالےٰ اپنے قرب میں جگہ دے آمین۔ نیز قرار پایا کہ قرارداد کی نقول بخدمت (۱) میاں مقبول احمد صاحب ملز اونرجیل روڈ ملتان (۲) میاں شریف احمد صاحب ملز اونر لائل پور (۳) جناب جنرل سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور روانہ کی جائیں۔

خاکسار۔ فیض محمد۔ سیکرٹری جماعت احمدیہ قاضی احمد۔ نوابشاہ

تعزیت نامہ

اخبار سعادت لائلپور سے حضرت میاں عطاء اللہ صاحب مل اونر لائلپور کی وفات حسرت آیات کا اعلان پڑھ کر دل کو از حد صدمہ ہوا میں میاں عزیز احمد، میاں فاروق احمد، میاں مقبول احمد، میاں احسان احمد، میاں مقصود احمد، مغیث احمد صاحب آف کالونی ٹیکسٹائل ملز ملتان اور میاں شریف احمد صاحب کے غم میں شامل ہوں اور مرحوم کے حق میں دعا گو ہوں کہ خدا تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین

ڈاکٹر محمد حسین خان احمدی چک ۱۳۷ گ ب تحصیل سمندری ضلع لائلپور

شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کی وفات

حیدرآباد (دکن) سے یہ افسوسناک خبر دلی رنج و افسوس کا باعث ہوئی کہ سلسلہ احمدیہ کے ایک پرانے بزرگ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ایڈیٹر الحکم اس جہان فانی سے رحلت فرما کے عالم جاودانی ہو گئے۔ فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ شیخ صاحب مرحوم حضرت مسیح موعودؑ کے ان پرانے خدام میں سے تھے جنہیں آپ کی زندگی میں شروع ہی سے دن رات آپ کی صحبت کا شرف حاصل رہا اور نہ صرف صحبت ہی سے آپ مشرف ہوئے بلکہ اخبار الحکم کے ذریعہ سے آپ نے حضرت مسیح موعود اور سلسلہ عالیہ کی وہ نمایاں خدمات سرانجام دیں، جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوئیں۔ ان میں سے سب سے بڑی خدمت یہ تھی کہ وہ حضرت کی تقاریر، آپ کی مجالس کی گفتگوؤں اور الہامات کو ضبط تحریر میں لا کر الحکم کے ذریعہ سے انہیں شائع کرتے چلے گئے، جن کو بعد میں بعض اصحاب نے کتابی شکل میں جمع کر کے ملفوظات احمدیہ کے نام سے شائع کیا، یہ سلسلہ کی اتنی بڑی خدمت ہے کہ خدمات سلسلہ میں کوئی دوسرا کام اس پایہ کا نہیں ہو سکتا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی ان تقاریر میں نور بھرا ہوا ہے اور ان کو پڑھ کر ایمان کی ایک زبردست لہر دل کے اندر پیدا ہو جاتی ہے اس وقت جبکہ نہ اڈو د شارٹ ہینڈ کا رواج تھا نہ بجلی کی روشنی میسر تھی شیخ یعقوب علی صاحب نے حضرت کی تقاریر دن کو بھی لکھیں اور راتوں کو بھی، یہ وہ احسان عظیم ہے جس سے جماعت احمدیہ انکی ہمیشہ مرہون منت رہے گی۔

علاوہ ازیں شیخ صاحب نے مکتوبات احمدیہ کے نام سے حضرت کے خطوط بھی جمع کر کے شائع کئے اور خود بھی کئی کتابیں لکھیں، اپنی آخری عمر میں بھی جبکہ وہ کافی بوڑھے ہو چکے تھے اور شنوائی و بینائی کافی حد تک کمزور ہو چکی تھی، انہوں نے قرآن کریم کے مختلف علوم پر بعض کتابیں لکھ کر شائع کیں۔

شیخ صاحب مرحوم اگرچہ شروع اختلافات سلسلہ سے ہی قادیانی جماعت میں شامل رہے لیکن ابتدائی ایام کے علاوہ انہوں نے کبھی کسی اختلافی مسئلہ پر قلم نہ اٹھائی اور نہ کوئی بحث کا سلسلہ چھیڑا بلکہ جماعت احمدیہ لاہور کے ہمیشہ مداح رہے، حضرت امیر مرحوم کی وفات پر انہوں نے ایک طویل تعزیتی نوٹ لکھا جس میں اس بات کا اعتراف کیا کہ :- "حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات اور تحریریں مولوی صاحب کے متعلق موجود ہیں، ان سے کوئی انکار نہیں کر سکتا اور ان پاک کلمات کی بناء پر میں مرحوم کے لئے ہمیشہ احترام کے جذبات رکھتا ہوں"

ایسا ہی حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب کی کتاب "جمہوریت اسلامیہ" پر آپ نے طویل تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ :-

"میں نے بستر علالت پر اسے ابھی ختم کیا ہے ..... جس کے ایک ایک جملے پر بے اختیار جزاہ اللہ احسن الجزا نکلتا تھا"

پیغام صلح ہمیشہ ان کے زیر مطالعہ رہا اور کبھی کبھی اس کے بعض مضامین پر خراج تحسین بھی ادا کرتے رہے اللہ تعالیٰ جزا اسے خیر دے۔ بہت ہی نیکدل، قابل اور اخلاص رکھنے والے بزرگ تھے، ابتدائے اختلاف ہی سے قادیان سے ہجرت کر کے سکندرآباد (حیدرآباد دکن) چلے گئے، اور

قوموں کے نسلی اور مذہبی تعصب کا علاج قرآن میں

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۳ دسمبر ۱۹۵۷ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

لیس بامانیکم ولا امانی اھل الکتاب ...... واتخذ اللہ ابراھیم خلیلاً

قرآن کریم میں قوموں کی بیماریوں کا علاج

قرآن شریف میں جہاں افراد کی بیماریوں کا ذکر کیا گیا ہے وہاں قوموں کی بیماریوں کا بھی ذکر پایا جاتا ہے، اور ان کا علاج بھی بتایا گیا ہے، اسی لئے قرآن شریف میں لکھا ہے کہ اس کا ایک اثر ایک وظیفہ اور ایک مقصد یہ ہے کہ وہ شفاءٌ لما فی الصدور ہے، انسان کے قلب اور سینہ میں جو بیماریاں ہیں ان کا علاج دوسری کتابوں میں نہیں بالخصوص قوموں کے اندر جو بیماریاں ہیں ان کا ذکر قرآن شریف کے سوائے دوسری کسی کتاب میں نہیں ہے۔

دو خطرناک قومی بیماریاں

دو بیماریاں بہت ہی خطرناک ہیں جو قوموں کے اندر ختم ہونے میں نہیں آتیں جو مذہبی تعصب قوموں کے اندر پایا جاتا ہے وہ از حد خطرناک ہے، اتنا ہی خطرناک نسلی تعصب بھی ہے، ان بیماریوں کا ذکر قرآن شریف نے کیا ہے اور ان کا علاج بتایا ہے، جس سے مختلف قوموں اور نسلوں کو ایک جگہ جمع کر دیا، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالٰے نے بڑا فراخ دل دیا ہے، آپؐ نے سب قوموں کے نبیوں پر ایمان ضروری قرار دیا۔

نسلی اور مذہبی تعصبات

لیکن دوسری قوموں کا تعصب ختم ہونے میں نہیں آتا۔ انگریز کا تعصب کس قدر خطرناک ہے، جنوبی افریقہ کی سفید اقوام وہاں کے اصلی باشندوں کے ساتھ اس قدر تعصب روا رکھتی ہیں کہ ان کے جائز حقوق پامال کئے جاتے ہیں اور ذلیل کیا جاتا ہے۔ ان نسلی تعصبات کا ذکر بھی قرآن کریم نے کیا ہے اور مذہبی تعصبات کا بھی ذکر کیا ہے اور مسلمانوں کو سبق دیا ہے کہ مذہبی آدمی عام طور پر تنگ دل ہو جاتا ہے، مسلمانوں کو اس ذہنیت سے بچنا چاہیئے۔

یہودیوں اور عیسائیوں کی مذہبی تنگدلی

یہودی اور عیسائی دو بڑی قومیں اسی مذہبی تنگدلی ...... اور تعصب میں مبتلا ہیں۔ یہودی یقین کرتا ہے کہ ہم ہی خدا کی پیاری قوم ہیں اور عیسائی کہتا ہے کہ خدا کی پیاری قوم ہم ہیں اور دوسرے سب راندہ درگاہ الٰہی ہیں۔ اس دفعہ جرمنی میں چند اچھے پڑھے لکھے پادریوں کو میں نے دیکھا وہ یورپ کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ ہیں لیکن وہ مذہبی تعصب کی وجہ سے نہایت تنگ نظر ہیں۔ ایک پادری سے میری گفتگو ہوئی۔ اس نے کہا کہ ہمارے سوائے باقی تمام دنیا جہنم کا ایندھن ہے، یہ آجکل کے پڑھے لکھے عیسائیوں کا حال ہے۔ قرآن کریم نے انکی اور یہودیوں کی اسی ذہنیت کا ذکر کیا ہے قالت الیھود والنصٰرٰی نحن ابنٰٓؤا اللہ واحبآؤہ۔ یہود اور نصاریٰ دونوں کہتے ہیں کہ ہم خدا کے بیٹے بلکہ اس کے پیارے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جنت میں ہمارے سوائے کوئی جانے نہ پائے گا۔ کیسی حقارت سے وہ دوسری قوموں کو دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ خدا کا قرب ہمارے ہی لئے خاص ہے، دوسروں کو نصیب نہیں ہو سکتا۔ یہی حال دوسری قوموں کا ہے۔ ہر ایک قوم اور مذہب یہی یقین کرتا اور کہتا ہے کہ نحن ابنآء اللہ واحبآؤہ۔ ایک ایک قوم کہتی ہے کہ لن تمسنا النار آگ ہمیں چھوئے گی بھی نہیں، ہم دوزخ میں نہیں جا سکتے۔

مسلمانوں سے یہود کا تعصب

اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسلمانوں سے انہوں نے کہا نحن اھدٰی منکم ہم تم سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں جس ہدایت کے راستہ پر ہم ہیں وہ تم کو نصیب نہیں نحن اھل الکتاب واولاد ابراھیم ہم اہل کتاب ہیں ابراہیم کی اولاد ہیں نحن خیر منکم ونبیّنا خیر من نبیّکم ہم تم سے بہتر ہیں اور ہمارا نبی تمہارے نبی سے بڑھ کر ہے پھر یہ بھی کہا کہ تم کہتے ہو کہ تورات سچی ہے اگر یہ صحیح ہے تو تورات کے بعد کسی دوسری کتاب کی حاجت نہیں۔

ہندو کا تعصب

ہندو بھی کہتا ہے کہ خدا نے ویدوں کو ابتداء ہی میں جب دنیا بنی اتار دیا۔ اس کے بعد اب کسی شریعت کی حاجت نہیں۔ گویا ان لوگوں نے خدا کے ساتھ ٹھیکہ کر لیا ہے کہ کسی دوسری قوم پر اس کا فضل نہیں اتر سکتا۔

انگریزوں کے لئے خاص مراعات

بہت سے لوگوں کو یاد ہوگا کہ انگریزوں کے زمانہ میں ایک وقت وہ بھی تھا جب ریلوے کے بعض ڈبوں پر لکھا ہوتا تھا کہ "صرف یورپینوں کے لئے ہے" کوئی دیسی ان ڈبوں میں نہ بیٹھ سکتا تھا، آپ کا ملک تھا اور آپ کو کوئی امتیاز حاصل نہ تھا، یہ مذہبی اور نسلی امتیازات نہایت خطرناک ہیں۔ ان کو ختم کرنا آسان کام نہیں۔

یہودیوں اور مسلمانوں میں تنازع

یہاں ان آیات میں جو میں نے پڑھی ہیں اسی مذہبی تعصب کا جواب دیا ہے۔ فرمایا لیس بامانیکم ولا امانی اھل الکتاب نہ تمہاری خواہشات کے مطابق ہمارا قانون کام کرتا ہے اور نہ ہی اہل کتاب کی تمناؤں کے مطابق۔ اس آیت میں مسلمانوں کو پہلے رکھا کہ تم بھی اگر چاہو کہ خدا کا سلوک تم سے امتیازی ہو تو یہ نہیں ہو سکتا، اس میں مسلمانوں کو تہذیب سکھانا مدنظر ہے، ایک موقع پر ایسا ہوا کہ یہودیوں اور مسلمانوں میں اس بات پر تنازع برپا ہو گیا۔ یہودیوں نے کہا ہمارے پیغمبر حضرت موسےٰؑ تمہارے پیغمبر پر فضیلت رکھتے ہیں مسلمانوں نے اس کو سخت برا منایا اور کہا کہ ایسا ہرگز نہیں بلکہ ہمارے پیغمبر تمہارے پیغمبر پر ہر طرح کی فضیلت رکھتے ہیں۔ اس سے دونوں فریقوں میں ہنگامہ پیدا ہو گیا حضورؐ کو جب علم ہوا تو فرمایا لا تفضّلونی علی الانبیاء مجھے انبیاء پر فضیلت نہ دو، اور فرمایا الانبیاء اخوۃ من علّات یہ جتنا سماوی بندے آتے ہیں یہ سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں یہ علاتی بھائی ہیں امّھاتھم شتّٰی ودینھم واحد، ان کا دین ایک ہے گو مائیں مختلف ہیں، اور قرآن نے فرمایا ہے وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الٰہ الا انا فاعبدون، جس قدر رسول ہم نے تجھ سے پہلے بھیجے ہیں ان کو یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں۔ پس میری عبادت کرو، لیکن ان قوموں نے چونکہ اس سبق کو فراموش کر دیا اور ایک اُلٹا سبق پڑھ لیا اس لئے محمد رسول اللہ صلعم کو وہی تعلیم دے کر بھیجا جو ان سے پہلے انبیاء دیتے آئے دیکھئے آپ ایک ایسی شخصیت ہیں جس کے ساتھ مسلمانوں کو والہانہ محبت ہے اور وہ نہیں پسند کرتے کہ طرز کلام اس قسم کا اختیار کیا جائے جس سے فساد پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔

فضیلت کے مسئلہ پر شیعہ سُنی تنازع

یہ فضیلت کا مسئلہ بڑا ٹیڑھا ہے، آج شیعہ سُنی بھی فضیلت ہی کے مسئلہ پر لڑتے جھگڑتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت مولانا نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ میں نے کشف میں حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ کو دیکھا اور ان دونوں سے پوچھا کہ آپ دونوں کی فضیلت کے متعلق جھگڑا ہے یہ کیا معاملہ ہے۔ انہوں نے کہا فضیلت کا علم تو خدا کو ہے اس میں انسان کو نہ اُلجھنا چاہیئے۔ اب ایک شخص جو رات دن بیان کرتا ہے کہ فلاں افضل ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ فلاں افضل ہے یہ سب فساد کی باتیں ہیں .... ان کا کیا فائدہ ؟

بُرے عمل والا خواہ کسی قوم سے ہو سزا پائے گا

تو فرمایا لیس بامانیکم مسلمان کہتا ہے ہم اچھے ہیں اور دوسرے اچھے نہیں یہ ٹھیک نہیں ولا باماني اهل الكتاب اور یہودی اور نصرانی بھی جو کہتے ہیں کہ ہم ہی اچھے ہیں اور دوسرے بُرے ہیں یہ بھی صحیح نہیں، ہمارا طریق اس بارہ میں اور ہے من یعمل سوء یجزبه جو شخص کسی برائی کا مرتکب ہو اس کو اس کا بدلہ دیا جائے گا کسی کی اچھائی یا بُرائی اس کے عمل پر موقوف ہے، اگر عمل اچھے نہیں تو خواہ یہودی ہو یا نصرانی یا مسلمان وہ اپنے بُرے عملوں کی سزا پائے گا۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا قل انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم ان سے کہدو کہ اگر میں بھی اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں اس بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں، اور ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا اگر تم سے کوئی بُرا فعل سرزد ہو، تو تمہارے لئے دوگنی سزا ہے کیونکہ قرآن تمہارے گھروں میں اترتا ہے، الم جهبط وحی ہو اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو لہب کا ذکر بھی قرآن میں ہے تبت یدا ابی لهب وتب ابو لہب تباہ ہو گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کو بھی نہ بچا سکے۔

جزا و سزا کے بارہ میں اسلامی قانون

جزا و سزا ہر ایک کے اعمال پر موقوف ہے مسلمان جہاں کہیں گیا، یہی قانون اپنے ساتھ لے کر گیا، یہی قانون بادشاہ اور گدا، ادنےٰ اور اعلیٰ سب کے لئے تھا اسی وجہ سے اسلامی حکومت میں لوگوں کا مذہب، ان کا مال ان کی عزت محفوظ تھی، یہ اثر کس چیز نے پیدا کیا، قرآن کریم نے انسانی ذہن میں ایک انقلاب پیدا کیا۔ اصل انقلاب یہی ہوتا ہے کہ انسانوں کی ذہنیت میں تبدیلی پیدا کی جائے تو فرمایا لیس بامانیکم اے مسلمانو! تمہاری خواہش کے مطابق ہمارا قانون نہیں من یعمل سوء یجزبه ہمارا قانون تو یہ ہے کہ جو بدی کرے مسلمان ہو یا یہودی ہو یا نصرانی، اس کو اس کی سزا دی جائے گی، ولا یجد من دون الله ولیا ولا نصیرا۔ پھر خدا کے سوائے اس کو بچانے والا کوئی نہیں نہ کوئی اس کا دوست اور مددگار ہو سکتا ہے۔ ان معاملات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان ہوا۔ اور وہ ہمیشہ امتحان میں اپنے بیان کردہ نظریات کے مطابق عمل کرتے ہوئے نظر آتے۔ ایک دفعہ ایک یہودی اور ایک مسلمان کا مقدمہ آیا تو لوگوں نے کہا، حضور یہودی بڑا خبیث ہے اس کو کسی طرح نہیں چھوڑنا چاہیئے اور مسلمان کی مدد کرنی چاہیئے اور مسلمان کو سزا دینا ہماری توہین اور ہمارے دین کی توہین ہے لیکن جب تحقیقات ہوئی تو یہودی سچا نکلا اور قصور مسلمان کا پایا گیا، آپ نے ذرا لحاظ نہ کیا اور مسلمان ہی کو سزا دی، یہودی کو بری کر دیا۔ کیسا امن قائم کرنے والا قانون ہے، اسی قانون نے اسلامی سلطنتوں کو تقویت دی۔ اگر کسی شخص کو یقین ہو جائے کہ حاکم فلاں پارٹی کا ہے اس سے انصاف نہیں ہو گا، تو وہ کب مقدمہ اس کے پاس لے جانا پسند کرے گا، اور اس سے کیا امن دنیا میں قائم رہ سکتا ہے، قرآن نے انصاف کی تاکید کی ہے یہ چیز اپنے اندر پیدا کرو۔ اسی میں امن ہے، اور اسی میں استحکام ہے اگر کسی محکمہ میں لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہاں عدل نہیں ہوتا ظلم روا رکھا جاتا ہے تو اس محکمہ کی عزت اور وقار ختم ہو جائے گا۔

سب سے بہتر شخص

فرمایا ومن یعمل من الصلحت من ذکر او انثی وهو مومن فاولئك یدخلون الجنة ولا یظلمون نقیرا جو کوئی بھی نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت اور خدا پر اس کا ایمان ہو وہ جنتی ہے اس سے قطعاً بے انصافی نہ ہو گی نہ اس کے معاوضہ میں ذرہ بھر کمی ہو گی۔ اس سے آگے فرمایا ومن احسن دینا ممن اسلم وجهه لله وهو محسن، جو شخص اپنی جان، اپنا مال سب کچھ اللہ تعالےٰ کے سپرد کر دے، اور مخلوق خدا کے ساتھ نیکی سے پیش آئے اور حسن سلوک کرے وہی سب سے بہتر شخص ہے۔ خدا کے لئے اپنا سب کچھ دے دینا، اور اس کی مخلوق پر احسان کرنا بھی وہ نیکی ہے جو انسانی فطرت میں رکھی گئی ہے، ایک بچہ ہے جو فلسفہ نہیں جانتا سائنس نہیں جانتا لیکن خدا نے اس کی طبیعت میں بھی نیکی ہی کی طرف میلان رکھا ہے۔ وہ نیکی کی طرف ہی جھکتا ہے ومن احسن دینا ممن اسلم وجهه لله وہ لوگ جنہوں نے اپنی طاقتیں اور استعدادیں، اپنی ساری توجہ اور سارا مال خدا کے سپرد کر دیا وهو محسن پھر خدا کی مخلوق پر احسان کرتا ہے، ان کے لئے خرچ کرتا ہے۔ ان کی ہمدردی کرتا ہے سب سے اچھا وہی شخص ہے۔

مخلوق الٰہی سے ہمدردی

آپ نے پڑھا ہو گا کہ ایک عورت نے ایک کتے کو پیاس سے تڑپتے دیکھا، وہ گیلی مٹی چاٹ رہا تھا اس نے اپنا موزہ اپنے دوپٹہ سے باندھ کر ایک کنوئیں سے پانی نکال کر پلایا۔ یہ خبر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا وہ عورت جنت میں جائیگی۔ خدا کی مخلوق سے پیار کرنا یہ ہمارا دین ہے۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دین ہمیں سکھایا ہے۔ لکھا ہے۔ حضور کے صحابہ رض بیان کرتے ہیں کہ دوران سفر میں ہم جہاں ڈیرا لگاتے نماز ادا کرنے سے پیشتر اپنے گھوڑے یا اونٹ کے چارے کا اور اس کے آرام کا انتظام کرتے تھے کیونکہ اس کو وہ دین کا .... اہم حصہ یقین کرتے تھے۔

ملتِ ابراہیمؑ کی اتباع

آگے فرمایا واتبع ملة ابراهیم حنیفا یہ لوگ حضرت ابراہیم کی ملت کی اتباع کرتے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا دعاء ابی ابراهیم۔ میں اپنے باپ ابراہیم کی دُعا کا نتیجہ ہوں اور قوموں کو ایک کرنے کے لئے اپنے باپ ابراہیم کے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہوں، کیونکہ یہودی، نصرانی اور مشرکین عرب، تینوں قومیں حضرت ابراہیم کو اپنا باپ سمجھتی ہیں، ان تینوں کو جمع کرنے کے لئے حضرت ابراہیم کے قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا، اپنی مسجد کی طرف منہ کرنے کے لئے نہیں کہا، فرمایا واتخذ الله ابراهیم خلیلا خدا نے ابراہیم کو دوست بنا لیا، کیونکہ ابراہیم نے جو قربانیاں کر کے دکھائیں وہ بے نظیر ہیں، انہوں نے اپنا سب کچھ خدا کے سپرد کر دیا۔ حتیٰ کہ اپنے بیٹے کی بھی قربانی دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ پس اگر کوئی خدا کا دوست بننا چاہتا ہے تو وہ حضرت ابراہیم کی طرح اپنا سب کچھ خدا کے حوالے کر دے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں وہ دین لایا ہوں جس میں خدا کے حکموں کی اطاعت اور اس کی مخلوق پر شفقت کے سوائے اور کچھ نہیں، یہی بہترین دین ہے۔

مسلمانوں کے باہمی تعصبات

لیکن آج تو مسلمان نہ خدا کے حکموں کی اطاعت کرتا ہے نہ اس کی مخلوق پر اسے رحم آتا ہے اور پھر مسلمان جس کو سکھایا گیا تھا کہ لیس بامانیکم تمہاری یہ خواہش پوری نہیں ہو سکتی کہ محض مسلمان ہونے کی وجہ سے تم سے خدا پیار کرے اور دوسروں کو چھوڑ دے، وہی مسلمان مساجد میں کھڑے ہو کر ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور ذرا ذرا اختلاف پر کفر کے فتوے دیتے ہیں حالانکہ اگر تمام مسلمان فرقوں کا مقدمہ کسی ہندو یا سکھ کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ یہی کہے گا کہ اصول دین کے لحاظ سے وہ سب ایک ہیں، لیکن مسلمان ایک نہیں ہوتے چاہیئے کہ قرآن کی تعلیم کی طرف توجہ کی جائے اس کا یہی طریق ہے کہ اپنے اندر اخلاق عالیہ اور صفات حسنہ پیدا کی جائیں۔ خدا کی مخلوق کے ساتھ ہر طرح کی عملی ہمدردی اور حسن سلوک سے پیش آیا جائے۔

سیٹھ اسمٰعیل آدم کی وفات

بمبئی سے آدم اسمٰعیل صاحب فرزند سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب نے یہ افسوسناک اطلاع دی ہے، کہ سیٹھ صاحب مکرم جو ایک پرانے احمدی تھے، بعارضہ نمونیا فوت ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ممدوح ایک طویل عرصہ تک جماعت لاہور میں شامل رہے پھر نامعلوم وجوہ کی بناء پر قادیانی جماعت میں شامل ہو گئے لیکن بزرگان جماعت لاہور کا ہمیشہ ادب اور احترام کرتے رہے بہت نیک اور متقی انسان تھے۔ ہماری دلی دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

بجز اس کے اللہ کا احرام نہ ہو تو ہم سے جو سزا پائے گا

تو فرمایا لیس بامانیکم مسلمان کہتا ہے ہم اچھے ہیں اور دوسرے اچھے نہیں یہ ٹھیک نہیں ولا بامانی اھل الکتاب اور یہودی اور نصرانی بھی جو کہتے ہیں کہ ہم ہی اچھے ہیں اور دوسرے برے ہیں یہ بھی صحیح نہیں، ہمارا طریق اس بارہ میں اور ہے من یعمل سوءً یجز بہ جو شخص کسی برائی کا مرتکب ہو اس کو اس کا بدلہ دیا جائے گا کسی کی اچھائی یا برائی اس کے عمل پر موقوف ہے، اگر عمل اچھے نہیں تو خواہ یہودی ہو یا نصرانی یا مسلمان وہ اپنے برے عملوں کی سزا پائے گا۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا قل انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم ان سے کہہ دو کہ اگر میں بھی اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں اس بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں، اور ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا اگر تم سے کوئی برا فعل سرزد ہو، تو تمہارے لئے دگنی سزا ہے کیونکہ قرآن تمہارے گھروں میں اترتا ہے، تم مہبط وحی ہو اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو لہب کا ذکر بھی قرآن میں ہے تبت یدا ابی لھب وتب ابو لہب تباہ ہو گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کو بھی نہ بچا سکے۔

جزا و سزا کے بارہ میں اسلامی قانون

جزا و سزا ہر ایک کے اعمال پر موقوف ہے مسلمان جہاں کہیں گیا، یہی قانون اپنے ساتھ لے کر گیا، یہی قانون بادشاہ اور گدا، ادنےٰ اور اعلیٰ سب کے لئے تھا اسی وجہ سے اسلامی حکومت میں لوگوں کا مذہب، ان کا مال ان کی عزت محفوظ تھی، یہ اثر کس چیز نے پیدا کیا، قرآن کریم نے انسانی ذہن میں ایک انقلاب پیدا کیا۔ اصل انقلاب یہی ہوتا ہے کہ انسانوں کی ذہنیت میں تبدیلی پیدا کی جائے تو فرمایا لیس بامانیکم اے مسلمانو! تمہاری خواہش کے مطابق ہمارا قانون نہیں من یعمل سوءً یجز بہ ہمارا قانون تو یہ ہے کہ جو بدی کرے مسلمان ہو یا یہودی نصرانی، اس کو اس کی سزا دی جائے گی، ولا یجد من دون اللہ ولیا ولا نصیرا۔ پھر خدا کے سوائے اس کو بچانے والا کوئی نہیں نہ کوئی اس کا دوست اور مددگار ہو سکتا ہے۔ ان معاملات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان ہوا۔ اور وہ ہمیشہ امتحان میں اپنے بیان کردہ نظریات کے مطابق عمل کرتے ہوئے نظر آتے۔ ایک دفعہ ایک یہودی اور ایک مسلمان کا مقدمہ آیا تو لوگوں نے کہا حضور یہودی بڑا خبیث ہے اس کو کسی طرح نہیں چھوڑنا چاہیئے اور مسلمان کی مدد کرنی چاہیئے اور مسلمان کو سزا دینا ہماری توہین اور ہمارے دین کی توہین ہو گی لیکن جب تحقیقات ہوئی تو یہودی سچا نکلا اور قصور مسلمان کا پایا گیا، آپ نے ذرا لحاظ نہ کیا اور مسلمان ہی کو

[illegible]

قانون سے، اسی قانون نے اسلامی سلطنتوں کو تقویت دی۔ اگر کسی شخص کو یقین ہو جائے کہ حاکم فلاں پارٹی کا ہے اس سے انصاف نہیں ہو گا، تو وہ کب مقدمہ اس کے پاس لے جانا پسند کرے گا، اور اس سے کیا امن دنیا میں قائم رہ سکتا ہے، قرآن نے انصاف کی تاکید کی ہے یہ چیز اپنے اندر پیدا کرو۔ اسی میں امن ہے، اور اسی میں استحکام ہے اگر کسی محکمہ میں لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہاں عدل نہیں ہوتا ظلم روا رکھا جاتا ہے تو اس محکمہ کی عزت اور وقار ختم ہو جائے گا۔

سب سے بہتر شخص

فرمایا ومن یعمل من الصلحت من ذکر او انثیٰ وھو مومن فاولئک یدخلون الجنۃ ولا یظلمون نقیرا جو کوئی بھی نیک عمل کرنے مرد ہو یا عورت اور خدا پر اس کا ایمان ہو وہ جنتی ہے اس سے قطعاً بے انصافی نہ ہو گی نہ اس کے معاوضہ میں ذرہ بھر کمی ہو گی۔ اس سے آگے فرمایا ومن احسن دینا ممن اسلم وجھہ للہ وھو محسن، جو شخص اپنی جان، اپنا مال سب کچھ اللہ تعالےٰ کے سپرد کر دے، اور مخلوق خدا کے ساتھ نیکی سے پیش آئے اور حسن سلوک کرے وہی سب سے بہتر شخص ہے۔ خدا کے لئے اپنا سب کچھ دے دینا، اور اس کی مخلوق پر احسان کرنا بھی وہ نیکی ہے جو انسانی فطرت میں رکھی گئی ہے، ایک بچہ ہے جو فلسفہ نہیں جانتا سائنس نہیں جانتا لیکن خدا نے اس کی طبیعت میں بھی نیکی ہی کی طرف میلان رکھا ہے۔ وہ نیکی کی طرف ہی جھکتا ہے ومن احسن دینا ممن اسلم وجھہ للہ وہ لوگ جنہوں نے اپنی طاقتیں اور استعدادیں، اپنی ساری توجہ اور سارا مال خدا کے سپرد کر دیا وھو محسن پھر خدا کی مخلوق پر احسان کرتا ہے، ان کے لئے خرچ کرتا ہے۔ ان کی ہمدردی کرتا ہے سب سے اچھا وہی شخص ہے۔

مخلوق الٰہی سے ہمدردی

آپ نے پڑھا ہو گا کہ ایک عورت نے ایک کتے کو پیاس سے تڑپتے دیکھا۔ وہ گیلی مٹی چاٹ رہا تھا اس نے اپنا موزہ اپنے دوپٹہ سے باندھ کر ایک کوئیں سے پانی نکال کر پلایا۔ یہ خبر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا وہ عورت جنت میں جائیگی۔ خدا کی مخلوق سے پیار کرنا یہ ہمارا دین ہے۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دین ہمیں سکھایا ہے، لکھا ہے۔ حضور کے صحابہ رض بیان کرتے ہیں کہ دوران سفر میں ہم جہاں ڈیرا لگاتے نماز ادا کرنے سے پیشتر اپنے گھوڑے یا اونٹ کے چارے کا اور اس کے آرام کا انتظام کرتے تھے کیونکہ اس کو وہ دین کا .... اہم حصہ یقین کرتے تھے۔

ملت ابراہیمؑ کی اتباع

آگے فرمایا واتبع ملۃ ابراھیم حنیفا یہ لوگ حضرت ابراہیم کی ملت کی اتباع کرتے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا دعاء ابی ابراھیم۔ میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا کا نتیجہ ہوں اور قوموں کو ایک کرنے کے لئے اپنے باپ ابراہیم کے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہوں، کیونکہ یہودی، نصرانی اور مشرکین عرب، تینوں قومیں حضرت ابراہیم کو اپنا باپ سمجھتی ہیں، ان تینوں کو جمع کرنے کے لئے حضرت ابراہیمؑ کے قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا، اپنی مسجد کی طرف منہ کرنے کے لئے نہیں کہا، فرمایا واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا خدا نے ابراہیم کو دوست بنا لیا، کیونکہ ابراہیم نے جو قربانیاں کر کے دکھائیں وہ بے نظیر ہیں، انہوں نے اپنا سب کچھ خدا کے سپرد کر دیا۔ حتیٰ کہ اپنے بیٹے کی بھی قربانی دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ پس اگر کوئی خدا کا دوست بننا چاہتا ہے تو وہ حضرت ابراہیم کی طرح اپنا سب کچھ خدا کے حوالے کر دے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں وہ دین لایا ہوں جس میں خدا کے حکموں کی اطاعت اور اس کی مخلوق پر شفقت کے سوائے اور کچھ نہیں، یہی بہترین دین ہے۔

مسلمانوں کے باہمی تعصبات

لیکن آج تو مسلمان نہ خدا کے حکموں کی اطاعت کرتا ہے نہ اس کی مخلوق پر اسے رحم آتا ہے اور پھر مسلمان جس کو سکھایا گیا تھا کہ لیس بامانیکم تمہاری یہ خواہش پوری نہیں ہو سکتی کہ محض مسلمان ہونے کی وجہ سے تم سے خدا پیار کرے اور دوسروں کو چھوڑ دے، وہی مسلمان مساجد میں کھڑے ہو کر ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے ہیں اور ذرا ذرا اختلاف پر کفر کے فتوے دیتے ہیں حالانکہ اگر تمام مسلمان فرقوں کا مقدمہ کسی ہندو یا سکھ کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ یہی کہے گا کہ اصول دین کے لحاظ سے وہ سب ایک ہیں، لیکن مسلمان ایک نہیں ہوتے چاہیئے کہ قرآن کی تعلیم کی طرف توجہ کی جائے اس کا یہی طریق ہے کہ اپنے اندر اخلاق عالیہ اور صفات حسنہ پیدا کی جائیں۔ خدا کی مخلوق کے ساتھ ہر طرح کی عملی ہمدردی اور حسن سلوک سے پیش آیا جائے۔

سیٹھ اسمٰعیل آدم کی وفات

سیٹھ اسمٰعیل آدم کی وفات ممبئی سے آدم اسمٰعیل صاحب فرزند سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب نے یہ افسوسناک اطلاع دی ہے، کہ سیٹھ صاحب مکرم جو ایک پرانے احمدی تھے، بعارضہ نمونیا فوت ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ممدوح ایک طویل عرصہ تک جماعت لاہور میں شامل رہے پھر نامعلوم وجوہ کی بناء پر قادیانی جماعت میں شامل ہو گئے لیکن بزرگان جماعت لاہور کا ہمیشہ ادب اور احترام کرتے رہے بہت نیک اور متقی انسان تھے، ہماری دلی دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

جماعتِ احمدیہ لاہور کا نیا دَور

مُسلمان قوم کی عملی اصلاح و تزکیہ کا مقصدِ عظیم

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات جب قریب آ گئی تو آپ نے ۱۹۰۵ء میں ایک رسالہ الوصیت اپنی جماعت کی آیندہ رہنمائی کے لئے تحریر فرمایا، یہ وہ زمانہ تھا کہ ابتدائی مخالفت کا شدید جوش بالکل ٹھنڈا ہو چکا تھا چنانچہ آپ مکے آخری دورہ لاہور میں جوق درجوق لوگ آپ کی ملاقات کو آتے حتیٰ کہ ہندو مرد عورتیں بھی اپنے عقیدہ کے مطابق ایک "دیوتا" کے درشن کو آئیں۔ لیکن الوصیت میں آپ نے جماعت کو یہ نہیں کہا کہ اب فتح ہی فتح ہے، کسی فکر کی بات نہیں بلکہ آخر یہ فرماتے ہیں :-

" بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ بلاؤں کے دن نزدیک آ رہے ہیں اور ایک سخت زلزلہ جو زمین کو تہ و بالا کر دے گا قریب ہے پس وہ جو معاینہ عذاب سے پہلے اپنا تارک الدنیا ہونا ثابت کر دینگے اور نیز یہ بھی ثابت کر دیں گے کہ کس طرح انہوں نے میرے حکم کی تعمیل کی خدا کے نزدیک وہی حقیقی مومن ہیں اور اس کے دفتر میں سابقین اولین لکھے جائیں گے"

صرف آسمانی مصائب کا ذکر ہی نہیں فرماتے بلکہ جماعت کے برخلاف مخالفت کا بھی ذکر صاف الفاظ میں فرماتے ہیں ۔-

" اور دشمن زور میں آ جاتے اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کرتے ہیں تب خدا تعالےٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے ۔"

ان تھوڑے سے الفاظ میں کس قدر عظیم الشان اور متعدد پیشگوئیاں فرما دی ہیں اوّلاً یہ کہ آسمانی بلائیں وارد ہونے والی ہیں دوئم یہ کہ جماعت کی شدید مخالفت آنے والی ہے، سوئم یہ کہ خود جماعت کی ایسی حالت ہوگی کہ اس میں سے بعض مرتد ہو جائیں گے اور بہتیرے تذبذب میں پڑ جائیں گے ۔ یہ تمام باتیں واقع ہو چکی ہیں، عالمگیر جنگوں، سیلابوں اور زلزلوں کی صورت میں عذاب الٰہی آ چکے ہیں پھر ۱۹۵۳ء میں جماعت کے برخلاف، مخالفت کی ایسی تند و تیز ہوائیں چلیں کہ شاید یہ کہنا مبالغہ نہ ہو کہ ویسی شدید مخالفت پہلے کبھی نہ ہوئی تھی، اس کے علاوہ جماعت احمدیہ لاہور پر انتشار کی ایسی حالت آئی کہ ۱۹۵۴ء میں بہت سے اپنے احباب بھی مایوسی کا شکار ہو چکے تھے، لیکن پھر آخر کار ہوا وہی جس کی پیشگوئی بانیٔ سلسلہ نے فرمائی تھی، خدا تعالےٰ نے دوسری مرتبہ اپنی قدرت کا زبردست ہاتھ ظاہر فرمایا اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیا۔

مامور الٰہی کی صداقت واقعات حقہ سے

اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت کسی مامور کی صداقت پر ہوگا کہ اپنی وفات کے وقت جب تمام مخالفت سرد پڑ گئی ہو وہ یہ خوشخبری ہی نہیں سناتا کہ ہر طرف فتح ہی فتح ہے بلکہ آیندہ جو خطرات پیش آنے والے خدا کی جانب سے خبر دی گئی ہے انہیں من وعن بتلا دیتا ہے اور جماعت کو صبر و استقامت کی تلقین کر جاتا ہے وفات کے چالیس پچاس برس بعد واقع ہونے ... والے امور کو ایسی صاف صاف نظر سے دیکھ لینا اور ان کا نقشہ اس قدر صراحت سے بیان کر دینا کہ سرمو فرق اس کی باتوں اور واقعات میں دکھلائی نہ دے اگر مخاطب علم غیب کی بنا پر نہیں تو پھر کونسے بشر کی یہ طاقت ہے؟ پس اگر یہ امور جو آپ نے آسمانی عذابوں اور جماعت کی بیرونی مخالفت اور اندرونی حالت کے بارہ میں فرمائے صحیح اور راست نکل چکے ہیں تو کیا ایسے انسان کے قلب پر وحی الٰہی کے ذریعہ علم غیب نازل ہونے میں کوئی شک و شبہ باقی رہ جاتا ہے؟ یا کیا اگلے اس کے واقع ہونے میں کچھ شک کیا جا سکتا ہے؟ - جہاں بلاؤں اور مخالفتوں کا ذکر فرماتے ہیں اسی کے ساتھ یہ خوشخبری بھی سناتے ہیں :-

" جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا "

" یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دیگا بلکہ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو اس زمین میں بویا گیا ۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا ۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعوےٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے ۔ وہ جو کسی ابتلا سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا ـــــ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی و ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے سخت کراہت سے پیش آئے گی وہ آخر فتحیاب ہونگے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے "

چونکہ جماعت پر بیرونی و اندرونی ابتلا وارد ہونے والے تھے اس لئے جہاں ایک طرف ابتلاؤں سے متنبہ فرمایا وہاں دوسری طرف آخری غلبہ کی بشارت بھی نہایت یقین و وثوق سے دیدی۔

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :-

" یہ آیت وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ بار بار الہام ہوئی اور اس قدر متواتر ہوئی جس کا شمار خدا ہی کو معلوم ہے اور اس قدر زور سے ہوئی کہ میخ فولاد کی طرح دل کے اندر داخل ہو گئی ۔ اس سے یقیناً معلوم ہوا کہ خداوند کریم ان سب دوستوں کو جو اس عاجز کے طریق پر قدم ماریں بہت سی برکتیں دے گا اور ان کو دوسرے طریقہ کے لوگوں پر غلبہ بخشے گا اور یہ غلبہ قیامت تک رہے گا ـــــ یہ خدا کی طرف سے وعدہ ہے جو ہرگز تخلف نہیں کرے گا۔

اور کفر کے لفظ سے اس جگہ شرعی کفر مراد نہیں ۔ صرف انکار مراد ہے غرض یہ وہ سچا طریق ہے جس میں ٹھیک ٹھیک حضرت نبی کریمؐ کے قدم پر قدم ہے اللھم صلِ علےٰ محمدٍ وآلہٖ وسلم "

(مکتوبات جلد اوّل صفحہ ۲۴)

www.aaiil.org

ان مختصر الفاظ میں اس قدر وضاحت اور وثوق و یقین ہے کیا اس سے زیادہ زوردار الفاظ میں کوئی شخص یقین دلا سکتا ہے؟

جماعت احمدیہ لاہور کا دعویٰ نیابت کیونکر سچا ہے

قطع نظر ان الہامات رؤیا و کشوف کے جو متعدد بار پیش کئے جا چکے ہیں جن سے اظہر من الشمس ہے کہ حضرت اقدس نے جماعت احمدیہ لاہور کو ہی اپنا اصل نائب قرار دیا اور اس کے پاک ممبروں کو ہی فتح و نصرت کی بشارت عطا فرمائی، یہ واقعاتی امر بھی قابل غور ہے کہ یہ جماعت پانچ خصوصیات عظیمہ میں منفرد ہے:-

(۱)- تکمیلِ دین یعنی ختم نبوت پر حتمی و قطعی ایمان۔

(۲)- اتحادِ اسلام - ہر کلمہ گو دائرہ اخوت اسلامیہ کے اندر ہے۔ ہر مکفر فتنہ پرداز و مفسد ہونے کے باعث تعزیر شرعی کا مستحق ہے۔

(۳)- اصلاح قوم - دائرہ اخوت میں داخل ہو جانا نہایت مبارک قدم ہے مگر اس سے آگے ترقی کا وسیع میدان ہے، محض داخل ہونے سے مقصد حاصل نہیں ہو جاتا۔ جب تک اس صراط مستقیم پر چلنے کا عزم راسخ نہ ہو، اس لئے اصلاح و تزکیہ قوم کی اشد ترین ضرورت لازم ہے جس کے بغیر کچھ بھی ترقی ممکن نہیں۔

(۴)- اشاعت اسلام، بیرونی و مخالف اسلام اقوام کو پیغام اسلام سے آشنا کرنا۔

(۵)- اسلام کے پیغام آزادی و جمہوریت کو جماعتی نظام میں رائج کر دکھلانا۔

اب جاننے غور ہے کہ آج مسلمان قوم میں سے کیا کوئی جماعت بجز جماعت احمدیہ لاہور کے ان پانچ بنیادی عظیم الشان اصولوں کی حامل ہونے کی مدعی ہے؟ کیا یہ امر قطعی و صریح یقین نہیں کہ متذکرہ بالا اصول نہایت عظیم الشان ہمہ گیر ہیں؟ کیا یہ سچ نہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کی کامیابی کے لئے یہی اصول بطور رگ کے ہیں؟ کیا اس میں کچھ شک ہے کہ اب تک جو کچھ کامیابی اسلام یا مسلمانوں کی کہیں ہوئی ہے اس کا باعث ان اصولوں پر یا ان میں سے کسی ایک پر عمل پیرائی کے باعث ہی ہے؟ آئندہ جو ترقی ہونی ممکن ہے وہ ان اصولوں کے ذریعہ ہی ہو سکتی ہے ان کے بغیر نہیں؟ کیا اس بات کے تسلیم کرنے میں کچھ بھی شبہ ہے کہ اسلام یا مسلمانوں کی آئندہ کامیابی صرف اسی باعث ہونی ممکن ہے جب ان بنیادی اصولوں کو تسلیم کر لیں؟ پھر اگر ان تمام سوالات کا جواب صرف اثبات میں ہی ممکن ہے تو کیا اس امر میں شک کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ غلبہ و فتح اسی جماعت کے نصیب میں آئی ہے جو ان پانچوں کی حامل و داعی ہو کر کھڑی ہے؟

جماعت احمدیہ لاہور کا پہلا کامیاب دور

جس قدر عرصہ اب تک گذر چکا ہے یہ جماعت لاہور کا پہلا دور تھا اس میں عین تقاضائے حالات کے مطابق اس جماعت نے کم و بیش چار اصولوں پر زور دیا یعنی تکمیل دین یا ختم نبوت، اتحاد امت کی تائید اور تکفیر کی تردید، اشاعت دین یا تراجم قرآن و تبلیغ کے مراکز اور جمہوری نظام جماعت کونسے تقاضے تھے جن کی موجودگی میں یہ کہنا صحیح ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور کا ان چار اصولوں پر زور دینا مصلحت وقت کے مطابق تھا؟ جماعت احمدیہ میں تفرقہ جس کے باعث ایک فریق ان چاروں اصولوں کا کم و بیش منکر ہو گیا .... جب بعض اصحاب نے آمرانہ نظام کو جماعت پر ٹھونس دیا تو دوسرے ممبران نے اس کے خلاف آواز بلند کی۔ مگر آمرانہ نظام کے داعی نے جماعت کی توجہ کو اپنی اور اپنی آمریت کی طرف سے ہٹا دینے کی یہ تجویز کی کہ تکفیر اور نبوت کے مسائل کو سامنے لا کھڑا کیا۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ مسائل نہ کھڑے کئے جاتے تو ساری بحث آمریت پر ہی مرتکز رہتی اور یہ موقف یعنی آمریت کو آج کی دنیا میں صحیح و جائز ثابت کرنا نہایت مشکل بات تھی بہرحال خود جماعت احمدیہ کے ایک حصہ کا چار عظیم اصولوں سے منکر ہو جانا اس بات کا متقاضی تھا کہ ان چاروں پر تکرار اور زور دیا جاتا۔ چنانچہ اب یہ امر نہ صرف اپنے بلکہ غیروں کے نزدیک بھی مسلّم ہے کہ تعلیم قرآن کی نشر و اشاعت اور تبلیغ اسلام کے میدان میں اپنی جماعتی حیثیت سے بہت بڑھ چڑھ کر بے نظیر و عظیم الشان کام جماعت احمدیہ لاہور نے سرانجام دیا ہے مصلحت وقت کا یہ بھی تقاضا تھا کہ جماعتی ثنویت پر اس قدر اصرار نہ کیا جاتا کیونکہ اولاً یہی تو عمل دکھلانا مقصود تھا کہ جماعت احمدیہ کا اصل منتہائے نظر دین اسلام کی اشاعت اور آنحضرت صلعم کی نبوت کی صداقت کو الم نشرح کرنا ہی ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود کو منوانا ضروری ہے تو وہ بھی بجائے خود مقصد نہیں بلکہ دین کی خدمت کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے ہے۔ اگر ابتداء میں ہی جماعتی خصوصیات پر زور دیا جاتا یا فروعی مسائل کو مقدم کیا جاتا تو جماعت احمدیہ لاہور کی علیحدگی اور اس کے پیش نظر اصل اغراض و مقاصد مشتبہ ہو کر رہ جاتے۔ اس لئے مصلحت خداوندی میں یہی مقدر تھا کہ یہ جماعت اپنے سچے اعتقادات رد تکفیر اور ختم نبوت، میں مسلّم طور پر دوسری جماعت سے ممیز ہو جائے۔ سو الحمد للہ کہ اس کا پہلا دور اس لحاظ سے یقیناً کامیاب رہا۔

بدلے ہوئے حالات کا جائزہ

کئی وجوہ سے اب نئے حالات رونما ہو چکے ہیں، اس لئے ملک میں مسلمان قوم کی اپنی حکومت قائم ہو چکی ہے مگر مامور وقت سے وابستہ نہ ہونے کے باعث اس کی عملی حالت نہ صرف بہتر نہیں ہوئی بلکہ اخلاقی پستی کی انتہا پر چلی گئی ہے، یہ خطرہ لاحق ہے کہ کہیں خدانخواستہ ہماری تباہی ہمارے اعمال ہی کی بدولت نہ واقع ہو جائے۔

شومئے اعمالِ ما آورد ایام چنیں

اس امر میں اور نفی شک و کلام کی گنجائش نہیں کہ اخلاقی و عملی اصلاح کی ضرورت آج پاکستانی قوم کو سب سے مقدم پڑی ہے جس کے بغیر یہ حکومت و سیاست ناکام ہو چکی ہے **ہر شخص کی پکار آج** یہ ہے کہ کوئی جماعت **اس قوم میں ایسی پیدا ہو جو بغیر حکومت و اقتدار کی طلب کے اخلاقی اصلاح کا مقصد بجا لانے والی ہو**۔ ان حالات میں کیا یہ بات غیر موزوں ہوگی کہ وہ جماعت جو مامور وقت کے فیوض سے وابستہ ہے زمانہ کے اس اہم ترین تقاضے کو لبیک کہے؟ مجدد وقت کی تو پکار ہی یہی تھی کہ نام اور رسم کچھ شئے نہیں بلکہ عمل اخلاق ہی ترقی کی بنیاد اور دین کی اساس ہے تو کیا اس مصلح کے وجود سے وابستہ جماعت سے زیادہ کسی اور جماعت پر یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ وہ قوم کے ایسے نازک وقت میں اس کے تزکیہ کے سامان پیدا کرے؟ بدلتے ہوئے حالات کا ایک دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ جماعت احمدیہ کے غلط کار حصہ کی غلطی اس پر عیاں ہو چکی ہے۔ اب تکفیر اور نبوت کے اجراء کی ندائیں بلند نہیں کی جا سکتیں یہاں تک کہ اب اپنے ہی فرمودہ اور مسلمات کے برخلاف عدالتوں میں بیان دئیے جاتے ہیں۔ وہ لوگ جو کبھی یہ کہتے تھے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے عقاید میں تبدیلی کی یا یہ کہ جماعت لاہور کے پاک ممبران نے اپنے عقائد بدلے .... اب خود عدالت میں اپنے پہلے عقائد کے برخلاف شہادت دینے پر مجبور ہو گئے۔ انی مهين من اراد اهانتك کا الہام اور خدائی کلام کس شوکت سے پورا ہوا۔ کس کی یہ طاقت تھی کہ کسی جماعت کے دینی امام سے اس کے اپنے ماقبل چالیس سالہ بیانات و عقائد کے برخلاف کہلوا دے؟ جس نے حضرت اقدسؑ پر تبدیلی عقیدہ کا افتراء کیا خدا تعالیٰ نے اسی کو اپنے منہ سے اپنے سابقہ عقائد کی تردید پر مجبور کر دیا واللہ عزیز ذوانتقام۔

نیز قادیان کے مرکز و مقامات سلسلہ پر قبضہ کا جن کو تفاخر تھا ان کا یہ غرور و کبر توڑ کر رکھ دیا گیا۔ ایسا ہی آمرانہ نظام کی برتری اور خلافتی برکات کے جو ڈھنڈورے پیٹے گئے تھے آج ان کی قلعی خود نظام کے پیروکاران پر کھلتی جا رہی ہے۔ جس امر کو بطور عظمت و رحمت کے پیش کیا جاتا تھا یعنی آمرانہ خلافتی نظام جماعت۔ آج اس نظام کی آمریت و استبدادیت کے جامے خود انہی کے ہاتھوں تار تار کئے جا رہے ہیں۔ کیا ہی عبرت کا مقام ہے کیا مسلمان قوم کی عملی اخلاقی حالت یا کیا جماعت قادیان کے بدلے ہوئے حالات نہایت بلند آواز سے جماعت احمدیہ لاہور کو یہ دعوت نہیں دے رہے کہ **مجدد زماں کے پاک ممبرو! اٹھو بدلے ہوئے وقت کو شناخت کرو** تم نے پانچ اصولوں میں سے چار کو کم و بیش قائم کر دکھلایا ہے تو پانچویں اصول یعنی اصلاح و تزکیہ قوم کے عظیم مقصد کی طرف سے

کیوں بے اعتنائی برت رہے ہو، کیا یہی وہ بنیاد نہیں جس پر دین کی اساس قائم ہے؟ کیا یہی وہ اصل چیز نہیں جس پر تمام تخلیقی و تعمیری قوتوں کا انحصار ہے؟ کیا مامورِ وقت نے شروع سے آخر تک مسلمان قوم کے سدھارنے کے لئے ہر جگہ نہیں لکھایا؟ کیا غیر اقوام میں اشاعتِ دین کا مقصد اسی اصلاحی اقدام کا طالب اور مرہونِ منت نہیں؟ کیا خود حضرت اقدسؑ کے پانچ نکاتی پروگرام مندرجہ فتح اسلام میں سے دو شاخیں دعوت تزکیہ و شمولیت جماعت سے متعلق نہیں؟ فتح اسلام میں حضرت اقدسؑ نے اسلام کی فتح کے پروگرام کو ان پانچ شاخوں پر منحصر قرار دیا ہے۔

۱۔ تالیف و تصنیف کا سلسلہ

۲۔ اشتہارات

(۳) بالمشافہ گفتگو کے ذریعہ تلاشِ حق کرنے والوں کی روحانی امراض کا علاج۔

(۴)۔ خطوط و مکتوبات کا سلسلہ۔

(۵) مریدوں اور بیعت کرنے والوں کا سلسلہ۔

قبل اس کے کہ شاخ ۳ و ۵ کی بابت انکی اہمیت حضرت اقدسؑ ان پانچوں شاخوں کو کس قدر ضروری قرار دیتے ہیں چنانچہ آپ فتح اسلام میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"یہ پانچ طور کا سلسلہ ہے جو خدا تعالے نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے۔ اگرچہ ایک سرسری نگاہ والا آدمی صرف تالیف کے سلسلہ کو ضروری سمجھے گا اور دوسری شاخوں کو غیر ضروری و فضول خیال کرے گا مگر خدا تعالیٰ کی نظر میں یہ سب ضروری ہیں۔ اور جس اصلاح کا اس نے ارادہ فرمایا ہے وہ اصلاح بجز استعمال ان پانچوں طریقوں کے ظہور پذیر نہیں ہو سکتی"۔

(فتح اسلام ص۴۳)

پھر تزکیہ نفس اور اصلاح کے لئے حضرت اقدسؑ کے نزدیک شاخ ۳ کس قدر اہم ہے اس کا اندازہ تو آپ کی ساری عبارت کے پڑھنے سے ہی ہو سکتا ہے جو شاخ ۳ سے متعلق ہے مگر خوف طوالت کے باعث جستہ جستہ مقامات درج کئے جاتے ہیں آپ فرماتے ہیں :۔

"اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ زبانی تقریریں جو سائلین کے سوالات کے جواب میں کی گئیں یا کی جاتی ہیں یا اپنی طرف سے محل و موقعہ کے مناسب کچھ بیان کیا جاتا ہے یہ طریق بعض صورتوں میں تالیف کی نسبت نہایت مفید و موثر اور جلد تر دلوں میں بیٹھنے والا ثابت ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام نبی اسی طریق کو ملحوظ رکھتے رہے ہیں ـــــ عام قاعدہ نبیوں کا یہی تھا کہ ایک محل شناس لیکچرار کی طرح ضرورتوں کے وقتوں میں مختلف مجالس اور محافل میں ان کے حال کے مطابق روح سے قوت پا کر تقریریں کرتے تھے ـــــ بلکہ انبیاء سادگی سے کلام کرتے اور جو اپنے دل سے اُبلتا تھا وہ دوسروں کے دلوں میں ڈالتے تھے ـــــ وہ مخاطبین کو شغل یا افسانہ کی طرح کچھ نہیں سناتے تھے بلکہ ان کو بیمار دیکھ کر اور طرح طرح کے آفات روحانی میں مبتلا پا کر علاج کے طور پر ان کی نصیحتیں کرتے تھے یا حجج قاطعہ سے ان کے اوہام کو دفع کرتے تھے ان کی گفتگو میں الفاظ تھوڑے اور معانی بہت ہوتے تھے۔ سو یہی قاعدہ یہ عاجز ملحوظ رکھتا ہے اور وارد ین و صادرین کی استعداد کے موافق ان کی ضرورتوں کے لحاظ سے اور ان کے امراضِ لاحقہ کے خیال سے ہمیشہ باب تقریر کھلا رہتا ہے۔ کیونکہ برائی کو نشانہ کے طور پر دیکھ کر اس کے روکنے کے لئے نصائح ضروریہ کی تیر اندازی کرنا اور بگڑے ہوئے اخلاق کو ایسے عضو کی طرح پا کر جو اپنے محل سے ٹل ... گیا ہو اپنی حقیقی ... صورت اور محل پر لانا جیسے یہ علاج بیمار کے روبرو ہونے کی صورت میں متصور ہے اور کسی حالت میں کماحقہ ممکن نہیں یہی وجہ ہے کہ خداوند تعالے نے چندیں ہزار نبی بھیجے اور ان کی شرف صحبت میں مشرف ہونے کا حکم دیا تا ہر ایک زمانہ کے لوگ چشم دید نمونوں کو پا کر ان کے وجود کو مجسم کلامِ الٰہی مشاہدہ کر کے ان کی اقتداء کے لئے کوشش کریں ـــــ بلاشبہ یہ بات یقینی اور امورِ مسلمہ میں سے ہے کہ یہ مہم عظیم اصلاح خلائق کی صرف کاغذوں کے گھوڑے دوڑانے سے روبراہ نہیں ہو سکتی۔ اس کے لئے اسی راہ پر قدم مارنا ضروری ہے جس پر خدا تعالے کے پاک نبی مارتے رہے ہیں" ص ۲۲-۲۳

نیز پانچویں شاخ کے متعلق آپ تحریر فرماتے ہیں :۔

"پانچویں شاخ اس کارخانہ کی جو خدا تعالے نے اپنی خاص وحی و الہام سے قائم کی، مریدوں اور بیعت کرنے والوں کا سلسلہ ہے چنانچہ اس نے اس سلسلہ کے قائم کرنے کے وقت مجھے فرمایا کہ زمین پر طوفانِ ضلالت برپا ہے تو اس طوفان کے وقت میں یہ کشتی تیار کر۔ جو شخص اس کشتی میں سوار ہو گا وہ غرق ہونے سے بچایا جائے گا اور جو انکار میں رہے گا اس کے لئے موت درپیش ہے اور فرمایا جو شخص تیرے ہاتھ میں ہاتھ دے گا اس نے تیرے ہاتھ میں نہیں بلکہ خدا تعالے کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور اس خداوند خدا نے مجھے بشارت دی کہ میں تجھے وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا مگر تیرے سچے متبعین اور محبین قیامت کے دن تک رہینگے اور ہمیشہ منکرین پر انہیں غلبہ رہیگا یہ پانچ طور کا سلسلہ ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا"

(صفحہ ۴۱ - ۴۳)

سچے متبعین و محبین کی فتح کا حتمی وعدہ

"تیرے سچے متبعین و محبین ہمیشہ منکرین پر غالب رہیں گے" کس قدر عظیم الشان پیشگوئی ہے جو واقعاتی رنگ میں ہمارے سامنے پوری ہوئی، جماعت احمدیہ لاہور نے حضرت اقدسؑ کی اقتداء میں ایسے وقت تراجم قرآن کے مقصد کو اپنایا جب اس طرف سے مسلمان قوم سراسر غافل پڑی ہوئی تھی بلکہ انگریزی زبان میں ترجمہ کرنا کفر سمجھا جاتا تھا بیس سال کے بعد اب جس طرف دیکھو تراجم قرآن کا غلغلہ بلند ہو رہا ہے رسالے ہیں تو ان کے نام اسی موضوع پر رکھے جا رہے ہیں۔ سن ۱۹۳۰ء سے لے کر اب تک چھ ترجمے صرف انگریزی زبان میں ہی کئے جا چکے ہیں۔ نہ صرف ترجمے ہی کئے جا رہے ہیں بلکہ کم و بیش انہی اصولوں اور اعتقادات کو فروغ دیا جاتا ہے جو جماعت احمدیہ کا نقطہ نگاہ اسلام و تعلیم فرقان کی بابت ہے۔ لیکن یہ صریح اس پیشگوئی کا پورا ہونا نہیں کہ تیرے سچے متبعین و محبین منکرین پر ہمیشہ غالب رہیں گے ہاں جماعت احمدیہ کا ظاہری غلبہ بھی قطعی و یقینی کب کا ہو چکا ہوتا بشرطیکہ اس جماعت کا کثیر حصہ اپنے اندرونی نظام میں اس دینداری اور راستبازی و طہارت و پاکیزگی اور جمہوریت و آزادی کا روادار ہوتا جس کا پایا جانا سچے متبعین و محبین کا تقاضا ہے۔

جماعت احمدیہ لاہور نے گذشتہ عرصہ میں جن چار اصولوں کے فروغ میں اپنی قوتوں کو خرچ کیا خدا تعالے نے محض اپنے فضل اور بمتابعت مامور بڑھ چڑھ کر کامیابی و فتح عنایت فرمائی۔ لیکن اب زمانہ پکار پکار کر یہ کہہ رہا ہے کہ کوئی مقصد جو اسلام یا مسلمان قوم سے وابستہ ہے اس میں کامیابی کا سارا انحصار اس قوم کی سچی اندرونی اصلاح و تزکیہ نفس کا طالب ہے۔ اسی لئے حضرت اقدسؑ نے فتح اسلام کی پانچ شاخوں میں سے تین کو کتب، خطوط و اشتہارات سے مختص کیا تو دو کو اخلاقی و عملی بلند نمونہ کے زیر اثر ارتباط

(باقی ص۱۲ پر)

"اللہ تعالیٰ کے گھر کو بدلنے والے عُلماء"

از قمر سامانوی

ہمارے مطالبات سے گھبرا کر جناب تنویر صاحب کو یہ لکھنا پڑا کہ :-

" قمر صاحب سے تو نہیں ہم حام تیک دل
پیغامی دوستوں سے درخواست کرتے ہیں
کہ وہ اس ضمن میں شمس صاحب کا مفصل مضمون
جو "الفضل" میں شائع ہوا ہے ملاحظہ کریں"
(الفضل ۱۹ر نومبر ۱۹۵۷ء)

قمر تو ان کا دیرینہ خدمتگار ہے مگر چونکہ وہ پرانا رازدار ہے اس لئے وہ اس کے نام سے گھبراتے ہیں حالانکہ یہ ان کو غلط فہمی ہو گئی ہے ' ہم نے تو سولہ سال سے ان رازوں کو "صیغہ راز" میں رکھا ہوا ہے ان کو اطمینان ہو رکھنا چاہیئے کہ وہ راز اس وقت تک فاش نہ ہوں گے جب تک کہ اس کے لئے مجبور نہ کیا جائے - ان کو چاہیئے کہ وہ ہمارے ان سوالات کا جواب دیکر سرخرو ہوں جن کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے - ان کے شمس کے مایۂ ناز مضمون کے ایک حصہ پر ہم پیغام صلح کی گذشتہ دو اشاعتوں میں تبصرہ کر چکے ہیں جس کا آج تک کوئی جواب نہیں ملا آج کی صحبت میں ہم اللہ تعالےٰ کی عطا کردہ توفیق سے ان کے مضمون پر ایک نظر ڈال کر الہام

"ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا"

کے متعلق ان کی بیان کردہ تشریح کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کریں گے - شمس صاحب نے لکھا ہے :-

" حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے غیر احمدی
مولویوں کی اکثریت کا ذکر فرما کر ثابت کر دیا
کہ الہام الٰہی میں ان کا اشارہ مولوی محمد حسین
بٹالوی مولوی نذیر حسین دہلوی وغیرہ کی طرف
ہے بالفرض اگر یہاں اپنے آپ کو احمدیت
کی طرف منسوب کرنے والے مولویوں کا
ذکر ہوتا تو یقیناً اس سے مولوی صدرالدین
صاحب مولوی محمد علی صاحب مرحوم اور
دیگر پیغامی مولوی مراد ہوتے جنہوں نے
اہلِ دنیا سے ڈر کر دنیا کے حصول کی خاطر
مسیح موعود علیہ السلام کو اصل مقام سے گرانے
کے لئے ایڑی چوٹی تک زور لگایا"
(الفضل ۹ر نومبر ۱۹۵۷ء)

الہام میں تو غیر احمدی، لاہوری یا "پیغامی" کی کوئی تخصیص نہیں البتہ تشریح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "زمانہ حال کے اکثر مولویوں کے دل" ضرور تحریر فرمایا ہے - اس پر سوال یہ ہے کہ زمانہ حال کے مولویوں میں وہ لوگ کیوں شامل نہیں ہو سکتے جو مکفر علماء کے نقش قدم پر چل کر آپ کو مدعی نبوت قرار دیتے اور علی الاعلان لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کی طرف دعوے نبوت منسوب کرنے میں مولوی محمد حسین بٹالوی وغیرہ مکفر علماء حق بجانب تھے۔

ان علماء کی علامات

جس طرح ہر درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے ٹھیک اسی طرح الہامات کے مصداق بھی ان علامات سے معلوم ہو سکتے ہیں جو الہام میں اس کے مصداق کے متعلق بیان کی گئی ہوں جب ہم دیکھتے ہیں کہ ان "علماء" کی علامات الہام میں بھی کچھ بیان کی گئی ہیں یا نہیں تو وہاں تین علامتیں درج ہیں جن میں بڑی اور موٹی علامت یہ لکھی ہے کہ

" چوہوں کی طرح میرے نبی کی
حدیثوں کو کتر رہے ہیں"

اب جن علماء میں بھی یہ نشانی پائی جائے گی وہی اس الہام کا مصداق ہوں گے جب ہم چوہوں کی طرح نبی کی حدیثوں کو کترنے والوں کا پتہ لگاتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ

(۱) - ان "علماء" کے ایک گروہ نے ختم نبوت کے متعلق تمام احادیث کو کتر کر ایک پرانے نبی کی آمد کو جائز قرار دیا اور دوسرے گروہ نے ایک نئے نبی کی آمد مان کر ان تمام حدیثوں کو کترا جس طرح قائلین حیات مسیح نے پرانے نبیوں میں صرف ایک کی آمد کو ختم نبوت کے منافی نہ سمجھا، اسی طرح ہمارے ربوائی دوستوں نے صرف ایک نئے نبی کی آمد کو جائز قرار دیا۔

(۲) - ایک گروہ نے ایک کلمہ گو اور اہل قبلہ جماعت اور اس کے پاک امام کی تکفیر کر کے ان تمام احادیث کو کتر ڈالا جن میں کلمہ گو کی تکفیر کی ممانعت تھی اور دوسرے گروہ نے روئے زمین کے مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیکر ان حدیثوں کی کتر بیونت کر دی۔

(۳) - خلافت حقہ جمہوریہ اسلامیہ کے متعلق جس قدر احادیث پائی جاتی ہیں ان سب کو ایک طبقہ نے صرف تیس سال پر حصر کر کے کتر ڈالا اور دوسرے گروہ نے جمہوریت کی اصل روح کو ملیامیٹ کر کے ڈکٹیٹرشپ کی بنیاد رکھ کر ان سب احادیث کو کتر ڈالا۔

(۴) - ایک گروہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کے خلاف روایات وضع کر کے حضور کی عصمت کے متعلق جملہ احادیث کو کترا اور دوسرے گروہ نے آنحضرت صلعم کے معصوم ہونے سے انکار کر کے ان احادیث کو کتر دیا۔

(۵) - جن احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کئے گئے تھے "ان علماء" کے ایک گروہ نے اولیائے امت کی طرف خود تراشیدہ کرامات منسوب کر کے ان سب احادیث کو کتر دیا اور دوسرے گروہ نے اس ناپاک عقیدہ کا اعلان کر کے کہ

ایک شخص ترقی کرتے کرتے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے
(نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات)

حضور کی فضیلت کے متعلق سب احادیث کو کتر ڈالا

(۶) - صحابہ کرام رضہ کے فضائل کے متعلق جس قدر احادیث تھیں ان کو کتر کر "ان علماء" کے "امام" نے یہ اعلان کر دیا کہ

" تم ترقی کرتے کرتے صحابہ رضہ سے
بڑھ سکتے ہو"

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدر بے شمار احادیث کے کترنے والوں کا پتہ چلنے کے بعد یہ معلوم کر لینا کچھ بھی مشکل نہیں کہ "ان علماء" سے کون مراد ہیں ؟ "پیغامی علماء" تو تبھی اس کا مصداق ہو سکتے ہیں جبکہ اُن کے اندر یہ علامت پائی جائے جب یہ علامت بدرجۂ اولٰے ربوائی علماء میں پائی جاتی ہے تو پھر پیغامیوں کو اس کا مصداق قرار دینا "صریح بددیانتی" اور "مغالطہ انگیز تشریح" نہیں تو اور کیا ہے ؟

اہل دُنیا سے ڈرنیوالے

جناب شمس صاحب نے ان "علماء" کے مصداق کے لئے یہ معیار مقرر کیا ہے کہ

" جنہوں نے اہل دنیا سے ڈر کر حضرت
مسیح موعود علیہ السلام کو اصل مقام سے
گرانے کے لئے ایڑی چوٹی تک زور
لگایا "

یعنی قاعدہ یہ بنا کہ جو علماء اہل دنیا سے ڈر کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اصل مقام سے گرائیں وہی اس الہام کے مصداق ہیں - ہم ان کی خاطر اُن کے اس قاعدہ کو بھی درست مانتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ ان کے اپنے عقیدہ کی رُو سے (۱) حضرت امام مہدی کا اصل مقام مقام نبوت اور آپ کی وحی وحی نبوت ہے (۲) ان کے نزدیک حضرت اقدس کا اصل مقام نبوت ہے جن کے نہ ماننے والے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں (۳) ان کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اصل مقام مقام نبوت ہے اس لئے ان کا ماننا

جزو ایمان ہے (۴) آپ کا اصل مقام مقام نبوت ہے اور تیرہ سو سال میں اور کوئی ملہم اس مقام کا نہیں ہوا۔ اب خدا کی قدرت کا تماشا دیکھئے کہ جب یہ ماننے والے علماء اور ان کے "امام" عدالت میں پیش ہوئے اور ان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے "اصل مقام" کے متعلق سوالات کئے گئے تو انہوں نے ان سوالات کے علی الترتیب حسب ذیل جوابات دیئے:۔

(۱)۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی "وحی نبوت کے برابر نہیں" (رپورٹ ص۱۹۹)

(۲) "کوئی شخص جو مرزا غلام احمد صاحب پر ایمان نہیں لاتا دائرۂ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جاسکتا"۔
(جناب خلیفہ صاحب کا عدالتی بیان ص۲۸)

(۳) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ماننا "جزو ایمان نہیں" (بیان ص۳۲)

(۴) "ہمارے رسول کریمؐ کی حدیث کے مطابق......
...... سینکڑوں اور ہزاروں (نبی۔ ناقل) ہو چکے ہوں گے" (بیان ص۲۸)

اب اگر جماعت احمدیہ لاہور کا یہ عقیدہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی وحی نبوت نہیں اور آپ کو نہ ماننے والے دائرہ اسلام سے خارج نہیں اور آپ کا ماننا انبیاء کی طرح جزو ایمان نہیں اور امت محمدیہ میں جو مجدد اور محدث گذرے ہیں ان سب میں شان نبوت پائی جاتی تھی اور حضرت مسیح موعود کا مقام بوجہ کثرت مکالمہ مخاطبہ ان سب سے بلند تر ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اصل مقام سے گراتا ہے تو پھر "ان علما" کے متعلق کیا سمجھا جائے جنہوں نے عدالت کے سامنے حلفیہ بیانوں میں "اہل دنیا سے ڈر کر" وہ سب کچھ کہا جو اوپر درج کیا گیا ہے پس اگر شمس صاحب کا بیان کردہ قاعدہ درست ہے تو پھر الہام زیر بحث کا مصداق وہ خود ہی ہیں نہ کہ کوئی اور۔

اللہ تعالےٰ کے گھر کو بدلنے کا یقینی ثبوت

اللہ تعالےٰ اپنے گھر کے متعلق ارشاد فرماتا ہے کہ

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا ...... وھدی للعالمین

(آل عمران آیت ۲۵) جس گھر کو اللہ تعالےٰ نے جہانوں کے لئے ہدایت فرمایا بدلنے والے "ان علما" نے اس کو بھی یہ کہکر بدل دیا کہ

"اب مکہ کی چھاتیوں کا دودھ خشک ہوگیا
اور قادیان سے وہ دودھ جاری ہوا"
(برکات خلافت)

اس اعلان کے بعد بھی "بیچارے" علماء کو اللہ تعالےٰ کے گھر کو بدلنے والا بنانا اگر "صریح بد دیانتی" نہیں تو اور کیا ہے؟ اس پر بس نہ کرتے ہوئے اس تبدیلی کے بعد انہوں نے اس دوسرے گھر کو بھی عملاً بدل دیا جہاں سے معاذ اللہ مکہ معظمہ والے گھر کی بجائے دودھ جاری ہوا تھا اور جس کو ہمیشہ کے لئے "مرکز" اور عدل وایمان پھیلانے کا بیڑہ کو "مرکز" قرار دیا گیا تھا "ان علماء" نے اس کو بھی "بدل ڈالا" اور یہ عقیدہ بنایا کہ:۔

"ربوہ کی بستی...... ایک طرف
احمدیت کا مرکز ہے اشاعت اسلام
کا ذریعہ ہے روحانی اور دنیوی علوم کا
گہوارہ ہے" (الفضل ۱۹ فروری ۱۹۵۷ء)

یعنی جس طرح مکہ معظمہ کا دودھ منتقل ہو کر معاذ اللہ قادیان آگیا تھا اسی طرح قادیان کی سب صفات بدل کر ربوہ میں آگئیں، ان حالات کے ہوتے ہوئے آفتاب نیمروز کی طرح یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے گھر کو بدلنے والے "علماء" علمائے ربوہ ہیں نہ کہ کوئی اور۔

اللہ تعالےٰ اور حضرت حکم وعدل کا فیصلہ

ہم اپنے دعوے کو پایۂ ثبوت تک پہنچانے اور مخالف پر حجت ملزمہ قائم کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے گھر کو بدلنے والے ربوہ کے مولوی ہیں چنانچہ اس کے لئے جب ہم دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ الہامات زیر بحث کا سلسلہ اس الہام سے شروع ہوتا ہے

قل لو کان الامر من عند غیر اللہ لوجدتم فیہ اختلافاً کثیرا (تذکرہ ص۱۸۲ وازالہ اوہام ص۱۳۲) اس کا ترجمہ شمس صاحب نے یہ کیا ہے:۔

"اگر یہ معاملہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے
نہ ہوتا بلکہ غیر اللہ کی بناوٹ ہوتا تو تم
اس میں بہت اختلاف پاتے"

اس الہام میں دراصل "ان علما" کی نشاندہی کی گئی ہے جو اللہ تعالےٰ کے گھر کو بدلنے والے ہیں وہ اس طرح کہ اللہ تعالےٰ نے اس الہام میں یہ بتایا ہے کہ اگر یہ امر یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعوے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا تو اس میں اختلاف ہوتا مگر چونکہ اس میں کوئی اختلاف نہیں اس لئے ثابت ہوا کہ مدعی اپنے دعوے میں صادق اور راستباز ہے اب جو لوگ حضرت اقدسؑ کے دعوے اور کلام میں تناقض تسلیم کرتے ہیں وہ حضرت کے مصدق نہیں بلکہ مکذب ہیں اور وہی ہیں جن کا تذکرہ زیر بحث الہام میں کیا گیا ہے جب ہم دیکھتے ہیں تو واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح "ان علماء" کے ایک گروہ نے حضور کے دعوے اور تحریرات میں تناقض ثابت کرنے کے لئے بڑی ضخیم کتابیں لکھیں۔ اسی طرح دوسرے گروہ نے بھی آپ کے دعوے اور کلام میں تناقض ثابت کرنے کے لئے "ایڑی چوٹی تک کا زور لگایا" اور جو علماء آپ کے کلام میں تناقض کے قائل نہیں ان کو مورد الزام ٹھیراتے ہوئے لکھا:۔

"غضب تو یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ خود
حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ دونوں
عبارتوں میں تناقض ہے کہا جاتا ہے کہ
نہیں کوئی تناقض نہیں" (حقیقۃ النبوۃ ص۱۲)

"۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدہ
میں تبدیلی کی ہے" (ایضاً ص۱۲۱)

"آپ نے تریاق القلوب کے بعد
نبوت کے متعلق عقیدہ میں تبدیلی
کی ہے" (ایضاً)

"۱۹۰۱ء سے پہلے آپ نبوت کی
اور تعریف کیا کرتے تھے اور ۱۹۰۱ء
اور اس کے بعد اور تعریف کرتے
رہے" (ایضاً ص۱۲۷)

ان حوالجات سے عیاں ہے کہ اہل ربوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام اور دعوے دونوں میں اختلاف تسلیم کرتے ہیں جس کے متعلق حضرت اقدسؑ کا فیصلہ یہ ہے کہ:۔

"جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے"
(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۱۱)

اب جماعت لاہور تو مانتی ہے کہ آپ کے دعوے اور کلام میں کوئی تناقض نہیں اور یہ "علما" مانتے ہیں کہ تناقض ہے اور ضرور ہے ادھر حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ جس کے کلام میں تناقض ہو وہ جھوٹا ہوتا ہے، ادھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اس "امر" یعنے آپ کے دعوے اور کلام میں اختلاف نہیں اور جس دعوے میں اختلاف ہو وہ اللہ کی طرف سے نہیں بلکہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا ہے نتیجہ یہ نکلا کہ جو "علماء" حضرت مسیح موعود کے دعوے اور کلام میں تناقض کے قائل ہیں وہ آپ کے مصدق نہیں بلکہ آپکو عقیدۃً معاذ اللہ جھوٹا ثابت کرتے ہیں اس لئے یہی "علما" ہیں جنہوں نے اللہ تعالےٰ کے گھر کو بدل ڈالا"

عجب بات یہ ہے کہ جس طرح ان "علماءؑ" کے ایک گروہ نے کلام اللہ میں تناقض تسلیم کر کے ناسخ و منسوخ کا ناپاک عقیدہ بنایا اسی طرح دوسرے گروہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں تناقض کو تسلیم کر کے اس میں ناسخ ومنسوخ کے ناپاک عقیدہ کی پناہ لی اور جس طرح انہوں نے پانچ سو آیات کو منسوخ قرار دیا اسی طرح ان "علما" نے ۱۹۰۱ء سے پہلی تحریرات کو منسوخ قرار دیا اور لکھا کہ:۔

"۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں
آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اب
منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی
غلط ہے" (حقیقۃ النبوۃ ص۱۲۱)

خلاصہ کلام

خلاصہ کلام یہ کہ الہام "ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا" کا مصداق وہ علماء ہیں

(۱) جن کے اپنے طرز عمل سے نبی کی حدیثوں کا کثرت سے ثابت
(۲) جنہوں نے اہل دنیا سے ڈر کر "عدالت کے سامنے اپنے عقائد میں تبدیلی کی۔
(۳) جنہوں نے بیت اللہ کی چھاتیوں کے خشک ہونیکا

جماعت احمدیہ لاہور کا نیا دور (از صفحہ ۹)

(تحفظ) اور جماعتی اصلاح و ترقی کی عظیم الشان اصلاحی شاخوں سے منسوب فرمایا۔ آپ نے یہاں تک فرمادیا کہ جب تک ان پانچوں شاخوں کو اپنایا نہیں جاتا تب تک وہ اصلاح جس کا خدا نے ارادہ فرمایا ہے ظہور پذیر نہیں ہوسکتی بلکہ یہ فرمایا کہ اگر صرف تالیف و اشاعت پر ہی سارا دارومدار رکھا گیا مگر روحانی علاج اور بیعت سلسلہ کی طرف سے بے توجہی برتی گئی اور ان شاخوں کو غیر ضروری اور فضول خیال کیا گیا تو یہ مقصد تشنۂ تکمیل رہ جائے گا۔ اصلاحی سلسلوں میں اولیت مقام روحانی و اخلاقی امراض کا بالمشافہ علاج ہوا کرتا ہے اسی لئے آپ یہ فرماتے ہیں کہ :-

"بلاشبہ یہ بات یقینی اور امور مسلمہ میں سے ہے کہ یہ مہم عظیم اصلاح خلائق کی صرف کاغذی گھوڑے دوڑانے سے رو براہ نہیں ہوسکتی اس لئے اسی راہ پر قدم مارنا ضروری ہے جس پر قدیم سے خدا تعالےٰ کے پاک نبی مارتے رہے اور اسلام نے اپنے قدم رکھتے ہی اس موثر طریق کو ایسی مضبوطی و استحکام سے رواج دیا ہے کہ اس کی نظیر دوسرے مذہبوں میں نہیں پائی جاتی، کون اس جماعت کثیر کا دوسری جگہ وجود دکھلا سکتا ہے جو تعداد میں دس ہزار سے بھی زیادہ بڑھ گئی تھی اور کمال اعتقاد و انکساری اور جانفشانی و پوری محویت سے سچائی کے حاصل کرنے اور راستی کے سیکھنے کے لئے آستانہ نبوی پر دن رات پڑی رہتی تھی"

اب جبکہ قادیانی نظام کے دجل کا پول کھلتا جا رہا ہے اور جبکہ قادیانی نظام کے عقاید باطلہ کی عمارت تو دانہی کے اپنے ہاتھوں مسمار ہوچکی ہے، اب جبکہ یہ بات عیاں ہوچکی ہے کہ وہاں دینی اصطلاحات کے نیچے اصل مقصد سیاست کار فرما ہے اب .... جبکہ علماء کا نظریہ کہ حکومت و سلطنت نیکی کے قیام اور اشاعت دین کے لئے لازم ہیں تجربہ کی بناء پر غلط ثابت ہوچکا ہے اب جبکہ اسلام اور مسلمان قوم کی اس سے بڑی خدمت اور کوئی ہو نہیں سکتی کہ اس قوم کی ایمانی و اخلاقی اصلاح کے لئے کوئی جماعت میدان عمل میں نکل آئے، تو ایسے بدلے ہوئے حالات اور سازگار فضا کو اپنانے کے لئے جماعت احمدیہ لاہور سے بہتر و اعلیٰ اور کون جماعت ہوسکتی ہے۔ جس طرح اس جماعت کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے گذشتہ چالیس برس کے عرصہ میں اصول تکمیل دین یعنی ختم نبوت، اتحاد بین المسلمین، اشاعت قرآن تبلیغ اسلام اور جمہوری نظام کے بارہ میں بے نظیر کام لیا ہے۔ یقیناً مسلمان قوم کی ایمانی و عملی اصلاح کے لئے بھی خدا تعالےٰ کا یہی منشاء ہے کہ وہ اس جماعت سے یہ خدمت لے اشاعت اسلام کا مقصد بھی اسی امر پر منحصر ہے کہ قوم کس قدر اس مقصد کی اہل اور کس حد تک اس کی شیدا ہے وگرنہ غیروں میں تبلیغ بھی ناکام ہے - (باقی آئندہ)

جن احباب کا چندہ ختم ہوچکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہوچکا ہے اُن کے نمبر خریداری اور چندہ جو اُن سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے۔ بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے اس بقایا کو شامل کر کے اُن کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کردیں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اُٹھانا پڑے۔ بہرصورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست دیکھ لیں کہ آیا اس میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں، اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۵ رجنوری ۱۹۵۸ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اُس کا کچھ حصہ بصورت قسط منی آرڈر بھجوادیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کرسکیں گے۔ اگر ۵ رجنوری ۱۹۵۸ء تک اُن کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی، تو ۱۰ رجنوری ۱۹۵۸ء کو اُن کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کردیا جائے گا جس کا چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا۔ ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اُٹھانا پڑے گا۔ جو اُن کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر خریداری نیچے دیا گیا ہے۔ چٹ پر سرخی سے گول دائرہ بنادیا گیا ہے۔

(منیجر پیغام صلح لاہور)

نمبر	رقم	نمبر	رقم
۱	۶	۱۵۰	۶
۳	۶	۱۵۵	۶
۱۱	۶	۱۶۲	۱۲
۱۶	۶	۱۸۴	۲۴
۲۰	۶	۲۰۰	۱۸
۲۱	۶	۲۰۲	۶
۳۱	۶	۲۳۵	۱۸
۴۰	۶	۲۴۱	۶
۴۶	۶	۲۴۴	۶
۴۷	۱۲	۲۴۵	۶
۴۸	۶	۲۴۶	۶
۵۹	۶	۲۴۷	۶
۷۲	۶	۲۶۳	۶
۷۵	۶	۲۸۷	۶
۸۰	۶	۲۹۱	۶
۹۳	۴۲	۲۹۲	۱۲
۱۰۸	۱۸	۳۰۲	۶
۱۲۸	۶	۳۰۵	۶
۱۳۵	۶	۳۰۷	۶
۱۴۳	۱۲	۳۲۲	۱۸
۳۷۷	۶	۷۱۷	[illegible]
۳۹۹	۶	۷۲۱	[illegible]
۴۱۵	۶	۷۲۲	۶
۴۱۷	۶	۷۶۵	۶
۴۳۵	۱۸	۱۰۰۲	۳
۴۸۰	۶	۱۰۰۳	۶
۴۹۲	۶	۱۰۰۷	۶
۴۹۴	۶	۱۰۰۹	۶
۵۰۴	۶	۱۰۸۴	۶
۵۰۶	۶	۲۰۸۴	۶
۵۰۷	۶	۲۰۸۵	۶
۵۱۲	۱۲	۲۰۹۰	۶
۵۲۵	۶	۲۰۹۱	۶
۶۷۸	۶	۲۰۹۴	۶
۶۸۲	۶	۲۰۹۵	۶
۶۸۸	۶	۲۰۹۷	۶
۷۱۲	۶	۲۰۹۸	۳
		۲۰۹۹	۶

رعایتی

نمبر	رقم	نمبر	رقم
۷۷۴	۳	۷۸۵	۳
۷۷۶	۳		

نوٹ :- جو احباب جلسہ سالانہ میں شرکت فرماویں وہ اپنا نمبر خریداری دیکھ کر دستی اپنا چندہ جمع کرادیں تو بہتر ہوگا۔ اس طرح پر مصارف ڈاک وغیرہ سے بچ جائیں گے ؛ منیجر

اللہ تعالیٰ کے گھر کو بدلنے والے عُلماء

(بسلسلہ صفحہ ـــ)

عقیدہ بنایا (۴) جنہوں نے قادیان کا شرف ربوہ کو دیا۔ (۵) حضرت اقدسؑ کے دعوے اور کلام میں تناقض مان کر آپ کو معاذ اللہ جھوٹا تسلیم کر رہے ہیں (۶) اور جو آپ کے کلام میں ناسخ و منسوخ کے قائل ہیں ان حقائق کی موجودگی میں شمس صاحب کا جماعت احمدیہ لاہور کو اس کا مصداق بتانا آفتاب نصف النہار سے انکار کرنا اور اپنی صریح بددیانتی کا ثبوت دینا ہے۔ اس کے بعد آئندہ فرصت میں ہم ان کے مایۂ ناز مضمون کے باقی حصہ پر تبصرہ کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

(باقی ــ باقی)

پیغام صلح ۱۸ دسمبر ۵۷ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۵۰

مرفہ ٹائیل ایوڈگرین پریس چیمبرلین روڈ میں باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور... باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس...

جلد ۴۷ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۲ر جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۵ر دسمبر ۱۹۵۷ء | نمبر ۵۱

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

حضرت امام الزمان کا بیان

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اسکی تمام جماعت کے عقائدِ اسلام اور اصولِ دین سے برگشتہ ہے۔ یہ اُن حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقوےٰ ہو ایسے افتراء نہیں کرسکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشرِ اجساد حق اور روزِ حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترکِ فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کرکے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ الا اِنَّ لعنۃ اللّٰہ علے الکاذبین والمفترین۔

(ایام الصلح صفحہ ۹۵-۹۶)

ریلیجن آف اسلام کا اُردو ترجمہ

حضرت امیر مرحوم مولنا محمد علی صاحب کی معرکہ آرا تصنیف دی ریلیجن آف اسلام کا اُردو ترجمہ جو مولانا مرتضیٰ خاں حسن کے قلم شگفتہ رقم کا نتیجہ ہے، زیرِ طبع ہے،

پہلا حصہ

جو اصل کتاب کے ۲۶۳ صفحات کے ترجمہ پر مشتمل ہے اور "انبیاء" کے موضوع پر ختم ہوا ہے چھپکر شائع ہوگیا ہے۔

اس میں اسلام کے سرچشموں (قرآن، سنت یا حدیث اور اجتہاد) اور اسلام کے بنیادی اُصولوں ایمان، ہستی باری تعالیٰ، ملائکہ، الہامی کتب اور انبیاء پر مفصل اور سیر حاصل بحث ہے اور قرآن، حدیث، تفاسیر، شارحین حدیث اور کتب سابقہ کے حوالوں سے قیمتی معلومات جمع کردیگئی ہیں۔

جلسہ سالانہ پر آنیوالے اصحاب

کے لئے یہ ایک نادر تحفہ ہے، اُمید ہے تمام دوست اسے خرید کر اپنے ساتھ لے جائیں گے۔

مکتوبِ فیجی

ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب کے قلم سے

مکرمی معظمی جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

دسمبر کا مہینہ دنیا کے اکثر ممالک میں غیر معمولی مصروفیت کا مہینہ ہے۔ جن ممالک میں مغربی اثرات ہیں۔ وہاں کرسمس کی تیاریاں نومبر کے آخری ایام سے ہی شروع ہو جاتی ہیں۔ دکانوں کی سجاوٹ اور مال کی فراوانی گاہکوں کی کشش کا موجب ہوتی ہیں۔ امریکہ میں تو اس کو اس قدر اہمیت حاصل ہے۔ کہ تحفے تحائف کے پارسل پوسٹ کرنے کے لئے۔ . . . . ایک پوسٹ آفس میں ایک لمبی لائن مرد و زن کی دکھائی دیتی ہے۔ جو اپنی اپنی باری کی انتظار میں کھڑے ہوتے ہیں۔ مبارک بادی کے خوشنما کارڈوں اور خطوط کی بکری ہزاروں کی تعداد میں روزمرہ شروع ہو جاتی ہے ڈاک کی رفتار اس قدر تیز ہو جاتی ہے۔ کہ ڈاکیہ کو دن میں ایک بار کی بجائے چار بار ہر ایک گھر پر ڈاک تقسیم کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ بہت سے کالج کے طلباء کو اس موقعہ پر ڈاک خانوں میں کام مل جاتا ہے۔ جس سے وہ معقول آمدنی پیدا کر لیتے ہیں۔

مسیح ناصری کے نام پر لاکھوں سرمایہ دار دسمبر کے ماہ میں فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ فواحش کے کاموں میں ترقی ہوتی ہے شیطانی افواج اپنے پورے زور سے ڈاکہ زنی کرتی ہیں۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے گرجوں میں ناقوسوں کی آواز بلند کی جاتی ہے۔ لیکن نقار خانوں میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے . . . . مسیح محمدی نے اپنے جاں نثاروں اور اسلام کے فدائیوں کے اجتماع کے لئے اسی ماہ کو منتخب کیا۔ اور اس کی پروا نہ کی کہ پنجاب میں دسمبر کا مہینہ سخت جاڑے کا مہینہ ہے۔ کیوں نہ ہو جس مہینے میں مسیح کے نام پر علی الاعلان فواحش ہو رہے ہوں۔ وہاں اس کے مقابل میں خدا پرستی، تہجد خوانی، تسبیح اور اشاعتِ توحید کے لئے مالی قربانیوں کا مظاہرہ نہ ہو، تو پھر مسیح محمدی کی آمد کی کیا ضرورت۔

ہماری جماعت میں سے گذشتہ بیس سال کے اندر نہایت ہی قیمتی ہستیاں جدا ہو گئیں۔ ان قیمتی بزرگوں کا اس قدر اثر اسلامی حلقہ میں تھا کہ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ جماعت انہی بزرگوں کی ہستی سے قائم ہے۔ ان کے بعد یہ جماعت اپنی مخصوص خصوصیات سے تہی دست ہو جاویگی۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ ہماری جماعت یتیم ہو گئی ہے اور اس میں کمزوریاں پیدا ہو گئی ہیں لیکن اس مادی دور میں بھی جماعت میں اشاعت اسلام کا احساس کم نہیں ہوا۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی وفات کے بعد اُن کے صاحبزادے نے وہ معرکۃ الآرا تصنیف پیش کی ہے کہ جس کے مختلف زبانوں کے ترجمے مذہب کلیسا کی بنیادوں کو ہلا کر اسلام کی اشاعت کے لئے زمین تیار کر سکتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کی انگریزی اشاعت کو لاکھوں کی تعداد تک پہنچایا جاوے حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب نے پیرانہ سالی میں موجودہ ضرورت کے مطابق تین چار ضروری کتابیں لکھ کر قرآن اور حدیث کی ضرورت اور اسلامی قوانین کی اہمیت کو واضح کر دکھایا ہے۔ ان کے انگریزی تراجم اسلام کے انوار کو پھیلانے کا موجب ہوں گے۔ ہمارے دو معمّر بزرگوں نے تبلیغ اسلام کی خاطر انگلستان اور ڈچ گیانا جا کر جو اسلامی خدمات سر انجام دی ہیں، وہ اظہر من الشمس ہیں۔ افسوس ہے کہ ہمارے امریکن مسلم مشن کو یتیمی اور کس مپرسی کی حالت میں چھوڑ دیا گیا ہے۔ لیکن تازہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ انجمن اس کے لئے بھی فکر مند ہے، اور کسی مبلغ کے بھیجنے کا انتظام ہو رہا ہے۔ ہماری جماعت کے کئی ایک بزرگ انفرادی طور پر اپنے اپنے رنگ میں خدمتِ اسلام کا کام کر رہے ہیں۔ حضرت شیخ میاں محمد صاحب ہالینڈ مشن کو چلا رہے ہیں، اور دیگر ممالک میں بھی مشن کھولنے کا احساس ان میں ہے۔ حضرت قادری صاحب طویل بیماری کے باوجود بستر پر لیٹے لیٹے وہ قلمی جہاد کر رہے ہیں جو ہمارے لئے باعثِ رشک ہے حکیم صاحب کے مضامین دلوں میں جوش اور ولولہ پیدا کرتے ہیں۔

تاہم ہمیں اپنے اس کام کی رفتار پر خوش نہیں ہونا چاہیئے ابھی کام کی بہت گنجائش ہے۔ ہمارے اندر مبلغین کی کمی ہے۔ اس کمی کو کیسے پورا کیا جا سکتا ہے سالانہ جلسہ پر اس پر غور کرنا چاہیئے۔ وہ اخوت جو حضرت مسیح موعود نے اپنے مریدوں کے اندر پیدا کی تھی۔ وہ کہاں تک باقی ہے۔ ہمیں اس کا احساس ہونا چاہیئے۔ جماعت کے غربا کو اُٹھانے کے لئے کیا تدابیر کرنی چاہئیں اس کے متعلق غور کرنا ضروری ہے۔ جماعت کے رسائل اور اخباروں کو کس طرح مضبوط کرنا چاہیئے۔ ہماری جماعت میں ایسے صاحب علم ہونے چاہئیں جو غیر ممالک کا دورہ کریں اور اسلامی مضامین پر لیکچر دیں۔ گذشتہ جنگ عظیم کے بعد مختلف مشنوں کے لیکچرار ہر سال جزائر فیجی میں دیگر ممالک سے آتے ہیں اور انہوں نے تقاریر کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ لیکن یہ نظام کسی اسلامی مشنری سوسائٹی میں دیکھنے میں نہیں آیا۔ گذشتہ دو سال کے دوران میں تین چار آریہ سماج اور سناتن دھرم کے مشنری فیجی میں آ چکے ہیں اور حال ہی میں ایک اور سادھو تشریف لائے ہیں جو اپنے لیکچروں میں اسلام کی بھی تعریف کرتے ہیں۔ قادیانی جماعت کے ایک مبلغ چند ہفتوں کے اندر یہاں پہنچ جاویں گے اور وہ ہماری جماعت کے مہمان ہوں گے۔ ان کے فیجی آنے کے لئے ہماری نادی کی جماعت نے گورنمنٹ سے پرمٹ حاصل کیا ہے مسلم لیگ نے بھی سالوں کے جمود کے بعد ایک دیوبندی عالم کی خدمات حاصل کی ہیں۔ جو گذشتہ ماہ سے یہاں کام کر رہے ہیں اُن کا کام مسلم سکول میں بچوں کو پڑھانا اور وعظ کرنا ہوگا۔

ہمارا خیال تھا کہ حضرت مولنا عبدالحق صاحب ودیارتھی اور حضرت مولنا یعقوب خان پاکستان واپسی پر فیجی سے گذرتے ہوئے جاویں گے۔ اور ان کے مختصر قیام سے یہاں کے مسلمان علمی اور روحانی فوائد حاصل کریں گے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم انکی زیارت سے محروم رہے۔

والسلام

خاکسار۔ محمد عبد اللہ

میری آرزو

(از حضرت امیر ایدہ اللہ)

استحکام تقویت جماعت کے مقصد کے پیش نظر میں چاہتا ہوں کہ میری ایک آرزو پوری کرنے کے لئے قوم دس گیارہ ہزار روپے کی رقم صرف کرے۔ میری آرزو تین حصص پر مشتمل ہے۔

(۱) بدوملہی میں گیارہویں جماعت کا افتتاح کیا جائے۔ اس پر چھ ہزار روپے سالانہ خرچ آتا ہے لیکن اگر اس کلاس کا افتتاح اپریل یا مئی میں ہو تو چھ سات ماہ کا خرچ نصف رہ جاتا ہے یعنی کوئی تین ہزار روپے۔ اس خرچ کے مقابل پر فیس کی آمدنی ہوگی اور کچھ علاقہ سے چندہ فراہم کیا جائیگا۔ اندازہ ہے کہ انجمن کا خرچ صرف پندرہ سو یا اس سے بھی کم ہوگا۔

۲۔ پشاور شہر میں چار ہزار روپے سالانہ کے خرچ پر ایک مشن کھولا جائے اس مشن کا خصوصی حصہ اس کا مہمانخانہ ہو جس پر دو سو روپے ماہوار خرچ کئے جائیں۔ ابتداً اس مہمانخانہ کے لئے ضروری فرنیچر خریدا جائے اور سردست اس کے مہتمم کو ایک سو روپے ماہوار دیئے جائیں۔ جب یہ مہمانخانہ وجود میں آجائے تو پشاور مسجد کے لئے چندہ فراہم کرنے کی مہم شروع کی جائے۔ اس مسجد کی تعمیر سے سرحد میں ایک قوم کی تعمیر ہوگی بتوفیقہٖ تعالیٰ۔

۳۔ اراضیات اوکاڑہ میں ایک ہسپتال تعمیر کیا جائے جس پر سردست پانچ ہزار روپے صرف ہوں کوئی دو سو روپے کی ادویات مفت تقسیم کی جائیں اور باقیماندہ رقم ڈاکٹر کو بطور تنخواہ دی جائے۔

یہ تینوں تجویزیں جن کا ذکر اوپر ہوا ہے دس گیارہ ہزار روپے کے صرف سے وجود میں آ سکتی ہیں اور میری رائے میں قوم کے استحکام اور ترقی کا موجب ہو سکتی ہیں بتوفیقہٖ تعالیٰ۔

صدرالدین

اپنے قادیانی دوستوں سے ایک مخلصانہ اپیل

اس وقت جبکہ ربوہ میں قادیانی جماعت کا ایک عظیم اجتماع منعقد ہو رہا ہے، ہم اس جماعت کے ان سنجیدہ اصحاب سے جو جنبہ داری اور ضد و تعصب کی صفات ذمیمہ سے پاک ہیں، یہ اپیل کرنا چاہتے ہیں کہ وہ خالی الذہن ہو کر اس بات پر غور کریں کہ جہاں تک دونوں جماعتوں (قادیانی اور لاہوری) کے مابین عقائد کی بحث کا تعلق ہے اس کی موجودہ پوزیشن کیا ہے اور اس بحث کے ختم ہونے کی کیا صورت ہے

اس میں شک نہیں کہ ان مقالات کے پیش نظر جو ہر دو فریق کے اخبارات میں مسئلہ نبوت کے متعلق آ رہے ہیں اس بحث کا ختم ہونا مشکل نظر آتا ہے، لاہوری احمدیہ جماعت کے نزدیک حضرت مسیح موعود کی نبوت ولایت اور محدثیت سے بڑھکر نہ تھی۔ بیشک آپ رنگ انبیاء سے اس حد تک رنگین ہیں، اور کمالات نبوت اس درجہ آپ میں پائے جاتے تھے کہ نبی کا نام مجازی طور پر آپ کو دیا گیا، لیکن یہ اصلی اور حقیقی نبوت نہیں جس کے انکار سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ اس کے برخلاف قادیانی علماء اور اخبارات ابھی تک اس بات پر زور دیئے جا رہے ہیں کہ حضرت مسیح موعود اصلی اور حقیقی معنوں میں نبی تھے جس کے انکار سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور کسی ایسے مسلمان کا جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں نہیں جنازہ بھی پڑھنا ناجائز ہے، یہاں تک کہ غیر احمدی بچوں کا بھی جنازہ ناجائز ہے

یہ بحثیں اس قدر لاطائل ہیں کہ آج چالیس سال سے زائد عرصہ ان مسائل پر جھگڑتے ہوئے ہو گیا لیکن کوئی خاطر خواہ نتیجہ پیدا نہ ہوا، بلکہ اُلٹا دونو جماعتوں میں ضد اور تعصب بڑھتا چلا گیا۔ اس لئے دلائل کو چھوڑ کر ہم صرف ایک امر واقع کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں، جس پر اگر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو یہ بحث ایک منٹ میں ختم ہو سکتی ہے۔

اس وقت ہمارے سامنے جناب خلیفہ صاحب ربوہ کا وہ تاریخی بیان ہے جو ۱۹۵۳ء میں فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں انہوں نے دیا، یہ "بیان" خود قادیانی جماعت کی طرف سے اسی نام سے کتابی صورت میں شائع ہوا ہے جس کے ٹائیٹل پیج پر لکھا ہے:۔

"تحقیقاتی عدالت میں
حضرت امام جماعت احمدیہ کا
بیان

ملنے کا پتہ:۔ صیغہ نشر و اشاعت ربوہ ضلع جھنگ

اس "بیان" میں جہاں خلیفہ صاحب نے حضرت مسیح موعود کو نبی تسلیم کیا ہے وہیں اس سوال کے جواب میں کہ

"کیا مرزا غلام احمد صاحب پر ایمان لانا
جزو ایمان ہے؟"

کھلے لفظوں میں "جی نہیں" ارشاد فرمایا۔

پھر جب یہ سوال کیا گیا کہ:۔

"کیا آپ مرزا غلام احمد صاحب کو ان
مامورین میں شمار کرتے ہیں جن کا ماننا
مسلمان کہلانے کے لئے ضروری ہے؟"

تو خلیفہ صاحب نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ:۔

"کوئی شخص جو مرزا غلام احمد صاحب پر ایمان
نہیں لاتا دائرۂ اسلام سے خارج قرار
نہیں دیا جا سکتا" (صـ۳۷)

اس سے پہلے صـ۲۲ پر ایک سوال کے جواب میں یہ بھی فرمایا ہے کہ غیر احمدی کا جنازہ ناجائز ہونے کا فتویٰ صرف اس بناء پر دیا گیا کہ

"غیر احمدی علماء نے یہ فتویٰ
دیا تھا کہ احمدیوں کے بچوں کو
بھی مسلمانوں کے قبرستان
میں دفن نہ ہونے دیا جائے"

اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ:۔

"البتہ اب ہمیں بانئے سلسلہ کا ایک
فتویٰ ملا ہے جس کے مطابق ممکن
ہے کہ غور و خوض کے بعد پہلے فتوے
میں ترمیم کر دی جائے"

یہ تینوں بیانات کسی تشریح کے محتاج نہیں، ان سے صاف واضح ہے کہ خلیفہ صاحب کے نزدیک

ا۔ حضرت مسیح موعودؑ کا ماننا
جزو ایمان نہیں

ب۔ آپ کے انکار سے کوئی
شخص دائرۂ اسلام سے
خارج نہیں ہو جاتا۔

ج۔ غیر احمدی کے جنازہ کے
جواز میں حضرت مسیح موعود
کا ایک فتوے خلیفہ صاحب
کو مل گیا ہے جس کی بناء پر
وہ اپنے فتوے میں ترمیم کے
خواہشمند ہیں۔

اب ایک صاحب فہم و فراست کے نزدیک جس کا دل و دماغ تعصب اور جنبہ داری سے خالی ہو، یہ ارشادات ہی اس امر کا فیصلہ کرنے کے لئے کافی ہیں کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت کس قسم کی تھی، آیا وہ ایسی نبوت تھی جس کے انکار سے کوئی شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے یا جس کا ماننا جزو ایمان ہے اگر ایسا ہو تو خلیفہ صاحب کے بیانات صریحاً غلط ٹھہرتے ہیں، لیکن اگر خلیفہ صاحب کے بیانات صحیح ہیں تو یہ ماننا پڑے گا حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت اصلی اور حقیقی نبوت نہیں جس کا ماننا جزو ایمان ہو یا جس کے انکار سے کفر لازم آئے اور جب یہ نہیں، تو زمرۂ انبیاء میں جن کا ماننا جزو ایمان ہے، ان کو شامل کرنا بھی صحیح نہیں یہی وہ عقیدہ ہے، جو لاہوری احمدی جماعت شروع سے مانتی چلی آئی ہے اور قادیانی جماعت کے ساتھ یہی بحث چالیس سال سے جاری ہے، ہم سمجھتے ہیں، جناب خلیفہ صاحب کے مندرجہ بالا ارشادات کے پیش نظر یہ بحث اب ختم ہو جانی چاہیئے۔ اور قادیانی اخبارات اور علماء کو کھلے طور پر یہ تسلیم کر لینا چاہیئے کہ فی الواقعہ حضرت مسیح موعودؑ زمرۂ انبیاء میں شامل نہیں ہیں۔ اور جیسا کہ لاہوری جماعت کا عقیدہ ہے وہ زمرۂ اولیاء میں شامل ہیں، جن کا انکار جزو ایمان نہیں ہوتا۔

ہم قادیانی جماعت کے اہل دل اور صاحب فہم و فراست اصحاب سے اپیل کرتے ہیں، کہ وہ خلیفہ صاحب کے مندرجہ بالا بیان کی روشنی میں اپنے خیالات و عقائد پر ایک نظر ڈالیں، اور جنبہ داری کو چھوڑ کر اور خدا کو حاضر و ناظر اور علیم و بصیر جانتے ہوئے اس بات کا فیصلہ کریں کہ جہاں تک مسئلہ نبوت اور کفر و اسلام اور جنازہ وغیرہ کا تعلق ہے قادیانی جماعت حق بجانب ہے یا جماعت احمدیہ لاہور؟

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

جلسۂ سالانہ

لاہور ۲۴ دسمبر۔ اس وقت جبکہ اخبار پریس میں جا رہا ہے جلسہ سالانہ شروع ہونیوالا ہے۔ آج احمدی خواتین کا سالانہ جلسہ مسلم ہائی سکول لاہور میں زیر صدارت بیگم صاحبہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب منعقد ہوا، لاہور کی احمدی مستورات کے علاوہ بیرونجات سے بہت سی معزز خواتین اس جلسہ میں شامل ہوئیں متعدد خواتین نے حضرت مسیح موعودؑ اور جماعت احمدیہ کی خدمات دین پر تبصرہ کرتے ہوئے اشاعت و حفاظت اسلام کی ضرورت و اہمیت پر ولولہ انگیز تقاریر کیں، کئی بچوں نے نظمیں اور آیتیں پڑھیں۔ آخر میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے حاضرات سے خطاب کرتے ہوئے انہیں دین پر عمل پیرا ہونے اور اشاعت اسلام کے لئے مالی قربانیوں کی تحریک کی جس پر تمام خواتین نے مالی قربانیوں سے اپنے جذبہ دینی کا ثبوت دیا اس کے بعد دستکاری کی نمائش کی گئی جو خواتین نے اشاعت اسلام کے لئے بطور چندہ بھیجی تھی، یہ دستکاری بہت سی

لوگ مولوی کہلانے سے کیوں گھبراتے ہیں

چوھدری شکر اللہ خاں منصور

"ربوائی جماعت" سے تعلق رکھنے والے میرے ایک دوست نے سنایا کہ چوہدری فتح محمد سیال صاحب ریلوے گاڑی میں مصروف سفر تھے۔ دیگر مسافروں میں سے ایک نے ان کو "مولوی صاحب" کہکر مخاطب کیا۔ چوہدری صاحب کے چہرے کا رنگ قدرے متغیر ہو گیا۔ بعد ازاں دریافت احوال پر انہوں نے بتلایا کہ مولوی کے لقب سے ملقب کیا جانا وہ "گالی" کے مترادف سمجھتے ہیں۔ دروغ بر گردنِ راوی۔ میں اس حد تک تو نہیں جاتا مگر یہ سوال ضرور قابل غور ہے کہ مولوی صاحبان کے متعلق غلط یا صحیح ایسا خیال پیدا ہوتا ہی کیوں ہے؟ اور جب ہوتا ہے تو یہ بلا سبب نہیں ہو سکتا۔ تحقیق اور تفتیش سے اس کا ایک ہی سبب معلوم ہوتا ہے اور وہ ہے ایک "خاص صفت" جو ہمارے ان مولوی صاحبان میں بلا استثناء پائی جاتی ہے کیونکہ شاذو نادر وجود شے حکم کالمعدوم کا رکھتا ہے۔ ذیل کے دو واقعات سے اس امر کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے۔

اگلے روز "ترجمان القرآن" کے ایک مولوی صاحب نے احمدیوں کی دو جماعتیں ہو جانے سے یہ ثبوت نکالا کہ حضرت امام الوقت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے دو رُخی باتیں لکھی ہیں اور اب اخبار "الفضل" کے ایک مولوی صاحب نے صبح صبح علامہ فخر الدین رازی کی کوئی کتاب پڑھتے پڑھتے جو ایک بات دیکھ لی تو آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ موزونیت سمجھی نہ غیر موزونیت اور معقولیت سوچی نہ غیر معقولیت جھٹ اٹھا کر "اہل پیغام" پر اس کو پھینک دیا (الفضل ۲۸ نومبر) مطلب اُن کا اور کوشش آپکی یہ ہے کہ یہ جو "ربوائی جماعت" حضرت مرزا کو خواہ مخواہ مدعی نبوت کہکر اور نبی مان کر ایک طرف حضرت اقدس کی

اپنے دعویٰ مثیلِ مسیح میں سچائی
اور دوسری طرف جماعت احمدیہ لاہور کی
اپنے عقیدہ میں صداقت

اپنے عمل سے بیک وقت ثابت کر رہی ہے کسی طرح باطل ہو جائے۔ مگر ایسا کیونکر ہو، ایں خیال است و محال است و جنوں۔ یہ مماثلت ابتداء سے مقدر تھی۔ یہ مولوی صاحب ہوں یا ان کے ہمخیال کوئی اور۔ ایک نہیں چھوڑ ہزار مجلس اور صبحیں چھوڑ ہزاروں شامیں اس قسم کی کتابیں پڑھنے میں صرف کر دیں اس حقیقت کو اب کسی طرح جھٹلا نہیں سکتے جو انہوں نے اپنے عمل سے قائم کر دی۔ مماثلت یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے متبعین میں سے ایک گروہ ایسا اُٹھا جو اُن کے درجہ کو اصل درجہ سے بڑھا کر ماننے لگ گیا۔ یعنی درجہ اور دعوے کے متعلق غلو شروع کر دیا۔ اور ایک گروہ ایسا تھا جس کا عقیدہ اُن کے اصل درجہ اور دعوے کے متعلق صحیح رہا۔ غلو کرنیوالوں کی کثرت ہو گئی۔ مگر صحیح عقیدہ والے قلیل رہے۔ یہ ایک امر واقعہ ہے اور ناقابل انکار۔

یہی حقیقت ہم ربوائی حضرات کے سامنے پیش کرتے اور ان کو بتلاتے ہیں کہ دیکھو حضرت "مثیل مسیح" علیہ السلام کے دعوے کی صداقت کا یہ درخشاں ربانی نشان ہے کہ "ربوائی جماعت" جو کثیر ہے غلو کرنے والی ہے مگر جماعت لاہور جو قلیل ہے صحیح عقیدہ رکھنے والی ہے اور جو پھر اس امر کا روشن ثبوت ہے کہ جماعت لاہور حق پر ہے مگر ربوائی جماعت باطل پر ہے۔ معلوم ہوتا ہے الفضل کے ان مولوی صاحب کے ذہن پر اس نشانِ صداقت کا بہت بوجھ ہے۔ اس لئے جب انہوں نے علامہ فخر الدین رازی کی کتاب میں کہیں یہ لکھا ہوا دیکھ لیا کہ کوئی ایسے بھی لوگ تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہیں مانتے تھے مگر ایک ولی سمجھتے تھے تو بہت خوش ہو گئے اور سمجھے کہ جماعت لاہور کی صداقت کے حق میں مقدر ربانی نشان باطل ہو گیا۔ مگر اس خوشی میں یہ سوچنے کی زحمت ہی نہ اُٹھائی کہ وجہ مماثلت جو پیش کی جاتی ہے وہ دراصل کیا ہے؟ وہ ہے:-

"کثیر گروہ کا درجہ کو گھٹانا مگر
قلیل کا اصل پر قائم رہنا"

لیکن الفضل کے مولوی صاحب کو جو بات ملی ہے اگر وہ درست بھی ہے تو یہ ہے:-

"قلیل گروہ کا درجہ کو گھٹانا
مگر کثیر کا اصل پر قائم رہنا"

لیکن یہ واقعہ حضرت مسیح علیہ السلام پر ہرگز منطبق نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہاں تو کثیر گروہ نے درجہ کو بڑھایا ہے۔ اب اگر یہ مانا جائے جیسا کہ الفضل کے یہ مولوی صاحب منوانا چاہتے ہیں کہ "ربوائی جماعت" جو کثیر ہے صحیح اور اصل عقیدہ پر قائم ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے "مثیل مسیح" میں صادق نہیں تھے۔ مگر مکرم ابو العطاء صاحب فاضل ہوتے مولوی صاحب۔ انہوں نے ایک بات کو اپنی تائید اور "اہل پیغام" کی تردید میں پیش کرنا تھا سو کر دیا۔ اُن کو اس بات سے کیا غرض کہ اُن کی بات موزوں ہے یا غیر موزوں معقول ہے یا غیر معقول اور نتیجہ صحیح برآمد کرتی ہے یا غلط۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اسی جماعت کے ایک اور "مولوی صاحب" نے جو ایڈیٹر الفضل ہیں ۲ر دسمبر کے پرچہ میں یہ لکھ کر کہ

"اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک دفعہ بھی محدث کہکر خطاب نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ نبی اور رسول کہہ کر خطاب کیا ہے"

خود اپنی جماعت کے لوگوں کو محو حیرت کر کے رکھدیا ہے، یہی ہے ہمارے ان مولوی صاحبان کی وہ "صفت خاص" کی وجہ سے لوگ "مولوی" کہلانے سے گھبراتے ہیں۔ لیجئے مکرم مولوی ابو العطاء صاحب فاضل "اہل پیغام" نے تو غور کر لیا۔ کیا ہم اُمید رکھیں کہ "اہل الفضل" بھی کچھ عقل کا ثبوت دیں گے اور معقولیت سے کام لیں گے یہ بھول ظلم ہے کہ ؎

صداقت چھپ نہیں سکتی کبھی بناوٹ کے اصولوں سے

جیسا کہ ؎

خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

(شکر اللہ خاں منصور)

قولِ سدید اور "الفضل" بسلسلہ صفحہ ۸

اور یہ کہ آپ کی نبوت صرف محدثوں والی نبوت ہے نہ کہ کسی اور قسم کی۔"

(حقیقۃ النبوۃ بحوالہ قول سدید)

کس طرح ان کو فوراً سمجھ آجاتی ہے؛ بلکہ اسکو سمجھنے میں قطعاً ان کو کوئی دقت۔ کوفت اور رکاوٹ محسوس نہیں ہوتی؟ اس لئے میں ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ جس طرح پہلے تیئس سال کے متعلق وہ اس بات کو یکایک سمجھ جاتے ہیں اسی طرح آخری چھ سال کے متعلق بھی خیال فرمالیں۔ بات تو بالکل سیدھی اور آسان ہے۔ مگر سمجھنا یا نہ سمجھنا ان کی مرضی ہے۔ یہ بات تو مسلم ہے ...... کہ علمائے جماعت ربوہ حضرت اقدس کی سب تحریرات کو درست نہیں مانتے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ تیئس سالہ ۱۹۰۱ء تک کی متعلقہ نبوت آپ کی تحریریں

"اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے" (حقیقۃ النبوۃ بحوالہ قول سدید)

خود یہ عقیدہ رکھتے ہیں مگر جماعت احمدیہ لاہور کے افراد کو مخاطب کر کے کس شان اور طمطراق سے کہا جاتا ہے:-

"اگر وہ حضرت اقدس کی دونوں تحریروں کو درست مانتے ہیں اور احمدی کہلاتے ہوئے انہیں یہی مؤقف اختیار کرنا پڑے گا۔"

(الفضل ۱۶ر نومبر ۱۹۵۷ء)

"کیا وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری تحریرات کو مان کر احمدی کہلانا چاہتے ہیں یا آپ کی بعض تحریرات کی تکذیب کر کے گروہ مکذبین میں شامل ہونا چاہتے ہیں"

(الفضل ۱۲ر دسمبر ۱۹۵۷ء)

(باقی بر صفحہ کالم ۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانیت نوازی اور گدی نشینوں کے ناواجب طریقے

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۵۷ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب .... ثم تاب من بعدہ واصلح فانہ غفور الرحیم (الانعام - ۵۰ تا ۵۴)

قرب الٰہی کی تلاش

اللہ تعالےٰ نے انسان کی طبیعت کے اندر یہ بات ودیعت کی ہے کہ وہ خدا کے قرب کی راہوں کو تلاش کرے مشرق سے مغرب تک سب انسانوں کے اندر یہ خواہش پائی جاتی ہے کہ خدا مل جائے اور خدا کا قرب حاصل ہو جائے، اسی لئے آپ دیکھتے ہیں کہ اس بزرگ کے گرد لوگ جمع ہو جاتے ہیں جس کے متعلق انہیں خیال ہوتا ہے کہ وہ نیک اور خدا رسیدہ ہے، جیسے انسان مسلمانوں میں، ہندوؤں میں، سکھوں میں، عیسائیوں میں اور یہودیوں میں سب اقوام کے اندر ملتے ہیں اور لوگ اُن کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور ان کی باتیں سنتے ہیں۔

باخدا لوگوں کی پرستش

لیکن یہ بھی ہوتا ہے کہ جن کو لوگ باخدا مانتے ہیں، آہستہ آہستہ ان کی پرستش شروع کر دیتے ہیں، چنانچہ حضرت عیسےٰ کو لوگوں نے خدا بنا لیا، رامچندر کرشن کو لوگ خدائی مرتبہ دیتے ہیں، ایک زمانہ میں بُدھ کو خدا بنا لیا گیا۔ یہ بھی انسان کی کمزوری ہے کہ خدا رسیدہ لوگوں کو معبود بنا لیتے ہیں، اُن کے اندر خدائی صفات ضرور ہوتی ہیں لیکن وہ خدا نہیں ہوتے، وہ خدا نما ہوتے ہیں۔

گدی نشینوں کی پرستش

ان گدی نشینوں کو جن میں سب سے بڑا پوپ ہے، اس قدر عظمت دی جاتی ہے کہ وہ توراۃ کے خلاف، انجیل کے خلاف بات کریں تو وہ بھی سچ ہے اُن کی ہر بات کو صحیح اور حق سمجھا جاتا ہے۔ قرآن نے اس پر مفصل بحث کی ہے اور فرمایا ہے کہ انبیاء کے گدی نشینوں کی پرستش نہیں ہونی چاہیئے۔

نبی کریم صلعم پر اعتراض

یہ ایک ہی کتاب ہے جو دنیا کے امور سے متنبہ کرتی ہے۔ لیکن لوگ ان صداقتوں کو نہیں دیکھتے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہا کہ میں خدا سے پیغام لایا ہوں، تو لوگوں نے کہا کہ یہ ہم میں سے ہو کر ایسا دعویٰ کرتا ہے، ہماری طرح یہ کھاتا پیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں ما لھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق، خدا کا ایلچی اور کھانا کھائے بازاروں میں پھرے، خدا کا ایلچی وہ ہو، جس کی کوٹھی ہو، آرائش و زیبائش کا سامان ہو، ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہوں، وہ کھاتا پیتا نہ ہو، گھر گرہستی نہ ہو، وہ تو فرشتہ ہونا چاہیئے، یہ تو کھاتا پیتا ہے، ضرورت پڑے تو بازار بھی چلا جاتا ہے۔

فرشتہ انسان کیلئے نمونہ نہیں ہو سکتا

اس کا جواب قرآن نے دیا ہے۔ لو کان الملائکۃ یمشون فی الارض لنزلنا من السماء ملکا رسولاً اگر زمین میں فرشتے چلتے پھرتے ہوتے تو ہم آسمان سے فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتے، زمین میں انسان بستے ہیں، انسانوں کے لئے انسان ہی نمونہ ہو سکتا ہے فرشتہ نہیں ہو سکتا، اگر فرشتہ رسول بن کر آنا تھا اور آپ فرشتہ ہوتے تو غار ثور میں فرشتہ کو چھپنے کی کیا ضرورت تھی، اور اگر ان کے ساتھ ابوبکرؓ جیسا انسان ہوتا اسے ڈر کیوں ہوتا، اور وہ بات کیوں کہتے جو حضرت ابوبکرؓ نے کہی کہ حضرت میں دیکھتا ہوں عدونا علی رؤسنا لو نظر احدھم الی قدمیہ لابصرنا۔ دشمن ہمارے سر پر ہے اور اگر وہ اپنے قدموں کی طرف دیکھے تو ہمیں پا لے وہ تو دیکھتے تھے موت سر پر کھڑی ہے۔

استقامت اور استقلال کا نمونہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاتحزن ان اللہ معنا ڈرو نہیں ایک تیسرا بھی ہمارے ساتھ ہے اور وہ اللہ ہے جس کی طاقت سب جہان سے بڑھکر ہے۔ جنگل میں یہ دو شخص پناہ لیتے ہیں، درندے بولتے ہیں، دشمن سر پر آ جاتا ہے لیکن وہ استقامت اور استقلال کا نمونہ ہیں ان کو یقین ہے، خدا موت سے بھی بچا سکتا ہے، حضرت ابوبکرؓ کا ایمان بڑھ گیا کہ یہ باخدا شخصیت ہے جس کے نمونہ سے ایمان میں ازدیاد ہوتا ہے۔ اگر فرشتہ ہوتا تو ابوبکرؓ پر کیا اثر ہو سکتا تھا۔ فرشتہ کا کیا نمونہ ہو سکتا تھا۔ اور اس سے آگے بڑھ جائیں، اور خدا ہی اُتر آئے تو وہ انسان کے لئے کیا نمونہ ہوگا۔ حضرت صلعم جنگ اُحد میں زخمی ہوئے .... بے ہوش ہو گئے، گر گئے، پھر اُٹھے اور بڑے استقلال کے ساتھ اپنے ساتھیوں کو پکارا۔ اگر بزدل آدمی ہوتا تو بھاگ نکلتا، اور اگر فرشتہ ہوتا تو دوسروں کے لئے نمونہ نہ ہو سکتا تھا۔

انسان پرستی کا استیصال

انسان پرستی کے استیصال کے لئے فرمایا:-

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ان سے کہدو کہ میرے پاس کوئی خزانے اور دولت نہیں، کوئی گھوڑے گھوڑیاں میں نہیں دے سکتا۔ اگر کوئی آئے تو خدا کی تلاش کیلئے آئے سیرت سیکھنے کے لئے آئے، یہ تو کانٹوں کا راستہ ہے، جس کے پاؤں نازک ہوں وہ الگ ہو جائے۔ اس خار دار جنگل میں سے اگر حضرت نہ گذرتے تو لوگوں میں مردمی پیدا نہ ہوتی، تو فرمایا لا اقول عندی خزائن اللہ میں تمہیں دولت نہیں دے سکتا، ولا اعلم الغیب، میں غیب کا علم بھی نہیں رکھتا، یہ دنیا جہان کا سردار ہے، خدا کا محبوب ہے اور کہتا ہے غیب کا علم مجھے نہیں، دوسری طرف بیشمار ایسے آدمی ہیں جو غیب دانی کے دعویدار ہیں، اور جب کوئی بات پوچھنے جاؤ، تو کہتے ہیں ٹھہرو میں خدا سے پوچھ کر بتاتا ہوں لیکن حضرت صلعم فرماتے ہیں، میں غیب کا علم نہیں رکھتا۔ ایک دفعہ اونٹنی گم ہو گئی، لوگوں نے کہا آسمانوں کی تو آپ خبریں دیتے ہیں۔ اونٹنی اس زمین میں گم ہو گئی ہے، اس کا پتہ آپ کو کیوں نہیں لگتا۔ فرمایا میں غیب دان نہیں، یہ بڑی مردمی کی بات ہے، خدا کا رسول ہے لیکن انسانیت سے اپنے آپ کو اُوپر نہیں لے جاتا۔ ایک اور جگہ فرمایا لو اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر اگر میں غیب کا علم رکھتا تو اپنے لئے بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا اور مجھے یا میرے احباب کو کبھی نقصان نہ برداشت کرنا پڑتا۔ پھر فرمایا ولا اقول لکم انی ملک میں فرشتہ بھی نہیں ہوں پہلے بھی جو ہوئے ہیں وہ فرشتے نہ تھے اور میری صورت تو یہ ہے ان اتبع الا ما یوحیٰ الیّ۔ میں تو آسمانی ہدایت کا محتاج ہوں، بغیر اس کے انسانوں کو کچھ بتا ہی نہیں سکتا۔

الوہیت مسیح کا انکار

وہ جن کو خدا بنایا جاتا ہے ان کی خدائی کی آخر کار قلعی کھل جاتی ہے، آج یورپ میں حضرت عیسےٰ کی خدائی کا انکار کیا جا رہا ہے، بڑے بڑے پڑھے لکھے لوگ صاف انکار کر رہے ہیں کہ ان میں خدائی کی کوئی بات نہ تھی، وہ جس کو تصنع سے خدا بنا لیا جائے آخر کار اس کی حقیقت کھل جاتی ہے۔

بڑے آدمیوں کو نبوت کیوں نہ ملی

ایک اور بات بیان فرمائی ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغدوۃ والعشی

ایک تو کفار نے وہ بات کہی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرح انسان ہے، کیا اسی پر وحی اترنی تھی، اور ایک اور بات یہ کہی کہ اس کے ساتھی بڑے آدمی ہونے چاہئیں ۔ یہ کیا بات ہے کہ ابوجہل نہیں مانتا، ابولہب دشمن ہے اور دوسرے قوم کے بڑے بڑے سردار مغیرہ اور عتبہ وغیرہ اس کے نزدیک پھٹکنا نہیں چاہتے، وہ کہتے ہیں اگر ہم خدا کے پاس ہوتے تو کہتے کیا بڑے آدمی دنیا میں نہ تھے جن کو نبی بنایا جاتا لولا انزل علیٰ رجلین من القریتین عظیم، آخر مکہ میں اور بھی تو بڑے آدمی تھے۔ طائف میں عروہ، ثقفی اور مکہ میں الولید بن مغیرہ موجود ہیں، ان کو کیوں نبی نہ بنایا گیا۔

غرباء کے ساتھ سلوک

اور پھر یہاں تو گنگا ہی الٹی بہتی ہے، اس شخص کی مجلس میں ایسے چھوٹے اور غریب لوگ ہی بیٹھتے ہیں جن کے پاس بیٹھنا ہمارے لئے ذلت کا باعث ہے فرمایا ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی۔ ان غریب لوگوں کو نہیں چھوڑنا وہ صبح شام اپنے رب کی عبادت میں مصروف ہیں اور اس کی رضا کے طالب ہیں، ان کو دھوکا نہیں دیا جاسکتا، یہ بندہ نوازی دلوں کو گرویدہ کرتی ہے

نبی کریم صلعم کی غریبانہ زندگی

حضور نے بادشاہ ہو کر بھی غریبانہ زندگی بسر کی۔ جب فوت ہوئے تو حضرت عائشہ ایک کپڑا مجلس میں لے آئیں اور کہا کہ یہ حضرت کی اوڑھنے کی چادر ہے اسی میں آپ فوت ہوئے اور یہ تہبند ہے۔ انہی کپڑوں میں حضور کا وصال ہوا۔ یہ دو جہان کا بادشاہ ہے، اس کی موت گواہی دیتی ہے کہ وہ دنیا پرست نہیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں ما ترک رسول اللہ صلعم شاتًا ولا بعیرًا ولا امۃ نہ آپ نے کوئی روپیہ پیسہ چھوڑا ہے اور ایک اور وہاں کی امارت کی نشانی تھی کوئی بھیڑ بکری کا گلہ ہوتا وہ بھی کوئی نہیں، نہ اونٹ وغیرہ چھوڑے جو وہ بھی عرب کی امارت کا نشان ہیں اور ایک اس جگہ رواج تھا لونڈیاں اور غلام ہونے چاہئیں تھے، وہ بھی کوئی نہیں، خود فرمایا میری تو آرزو ہے میری زندگی بھی مسکینوں کی زندگی ہو، اور مسکینی ہی کی حالت میں فوت ہوں، فرمایا اکل کما یاکل العبد میں تو اس طرح کھانا کھاتا ہوں جس طرح ایک غلام اپنے آقا کے سامنے کھانا کھاتا ہے یہ ہے انسانیت جس کا قائم رکھنا نہایت مشکل ہے۔

گدی نشینوں کی حرام خوری

آپ نے فرمایا مجھ سے پہلے جس قدر انبیاء گذرے ہیں وہ سب انسان تھے، اور گدی نشینوں کے متعلق کہا ان کو اربابًا من دون اللہ نہ بناؤ۔ ان کثیرًا من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل۔ بہت سے حبر اور تارک الدنیا ایسے ہیں جو لوگوں کا مال کھاتے اور ان پر رعب ڈالنے کے لئے طرح طرح کے طریقے اختیار کر لیتے ہیں، ان کی زبان پر تصنع ہے، اٹھنے بیٹھنے میں تصنع ہے۔ اس آیت میں گدی نشینوں کا ذکر کیا اور علماء کا ذکر کیا کہ کس طرح دنیا اور اس کی خواہشات ان پر احاطہ کئے ہوئے ہیں اور کس طرح لوگوں کے مال کھاتے ہیں، جب خواہش اور نفس پرستی ہوئی، تو وہ خدا اور رسول کا نہیں بلکہ ان چیزوں کا ذکر کرے گا جو اس کی خواہش سے تعلق رکھتی ہوں، قرآن کا ذکر نہیں کرے گا، نماز کا ذکر نہیں کرے گا، ایک خلیفہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ شراب پیتا تھا، ایک دن کہا آج ہماری لونڈی جمعہ کا خطبہ دے گی، وہ لوگ جن کے دماغ مسخ ہو چکے تھے کہنے لگے ہاں آپ کا حکم ہم مانیں گے، طاعت امیر فرض ہے۔ لیکن کچھ باہمت لوگ بھی تھے انہوں نے کہا طاعت فی المعروف کا حکم ہے، لاطاعۃ فی معصیۃ اللہ، نیک اور اچھی باتوں کی طاعت تو کرنی چاہیئے لیکن جس بات میں خدا کی معصیت ہوتی ہو اس کی اطاعت کس طرح کی جاسکتی ہے افضل الجھاد کلمۃ الحق عند سلطان جائر افضل جہاد یہ ہے کہ ظالم بادشاہ کے منہ پر حق بات کہدی جائے۔ لیکن ہوا کیا؟ قرآن و حدیث کے بیشمار ارشادات کے ہوتے ہوئے سینکڑوں گدیاں بن گئیں، ان میں سے اکثر گدیاں ہیں جو قرآن و حدیث کے مطابق نہیں، پرنس علی اگر ہالی ووڈ میں ایکٹرسوں کے ساتھ کھیلتا ہو اگر اچی یا مشرقی افریقہ چلا جائے، جہاں آغا خاں کے مرید رہتے ہیں تو اس کے ہاتھ پیر چومنا موجب ثواب سمجھا جائے گا، صاحبزادہ ہونا اپنے اندر ایک کشش رکھتا ہے۔ ایک خلیفہ ولید بن عبدالملک نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اچھا ہم پر روک ٹوک کی جاتی ہے من قال لی اتق اللہ اضرب عنقہ اب آئندہ جو شخص مجھے کہے گا خدا کا تقویٰ اختیار کر اس کی گردن اڑا دوں گا، یہ ہیں وہ لوگ جو نیک بات بھی سن نہیں سکتے، یہ اپنے اعمال و کردار کی وجہ سے ننگے ہو جاتے ہیں، ان کے گھر کے لوگ، نوکر چاکر سب سمجھتے ہیں کہ یہ خدا پرست نہیں، ایسا شخص دوسروں کی نظروں میں ذلیل ہو جاتا ہے، حضرت نے فرمایا المعصیۃ تورث الذل معصیت کی زندگی ذلت و رسوائی پیدا کرتی ہے۔ ہم مسلمان کس قدر ممنون ہیں اس پاک کتاب کے اس پیغمبر کے جو اسے لایا،

پوپ کا اعلان

گدی نشینوں کے ہتھکنڈوں سے کس طرح مسلمانوں کو بچایا۔ لیکن افسوس مسلمان آخر کار اسی کنوئیں میں جا گرے گدی نشینوں کا طریق یہ ہے کہ جو بات منہ سے نکال دیں بس وہی حق ہے، آج پوپ نے بڑے بڑے پادریوں اور علماء کو جمع کر کے اعلان کیا کہ میں یقین کرتا ہوں کہ مریم بھی اسی طرح آسمان پر زندہ موجود ہے، جیسے حضرت عیسےٰ، بس اس کا کہنا تھا تمام رومن کیتھولک عیسائیوں کا یہی عقیدہ ہو گیا، کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ اس سے اختلاف کرتا، تعجب ہے کس طرح انسان فرزند خدائی کا دعویٰ کرنے کی جرأت کرتا ہے اور افترا علی اللہ کرتا ہے۔

اربابًا من دون اللہ

ایک عیسائی کا ذکر ہے کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گدی نشینوں کو لوگ اربابًا من دون اللہ بناتے ہیں تو اس نے کہا ہم تو اپنے علماء کو ارباب نہیں مانتے، آپ نے فرمایا کہ کیا وہ اگر ایک چیز کو حلال اور کسی دوسری چیز کو حرام کہدیں تو تم ان کے فتوے کو نہیں مانتے، کہا ہاں مانتے ہیں فرمایا یہی اربابًا من دون اللہ بنانا ہے۔ پھر یہ ارباب اپنی ہر غیر معقول بات کو منواتے ہیں اور وہ لوگ جو ایسے احکامات کی پابندی کرنے سے انکار کر دیتے ہیں، ان کو سزائیں دی جاتی ہیں۔ ان کو رسوا کیا جاتا ہے تاکہ کسی کو ان پر اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہو، لیکن ان اربابًا من دون اللہ کی زندگی کے آخری ایام نہایت خراب اور عبرتناک ہو جاتے ہیں ؛

قوم کا بجٹ

۱۔ مجلس معتمدین نے اپنے اجلاس مورخہ ۷ ارنومبر ۵۲ء میں جو بجٹ پاس کیا ہے اس کی مجموعی رقم سات لاکھ تینتیس ہزار سات سو اکیس روپے ہے اللھم زدفزد

۲۔ جس قدر قرضہ جات آٹھ نو سال سے انجمن کے سر پر تھے وہ سب کے سب ادا ہو چکے ہیں اور اب ایک حبہ تک کا قرض انجمن کے ذمے نہیں ہے۔ فالحمد للہ رب العالمین۔

ان قرضہ جات کے علاوہ انجمن پچاس ہزار کا وہ قرضہ بھی ادا کر چکی ہے جو امریکہ مشن نے دوران جنگ میں صرف کیا تھا۔ ثم فالحمد للہ رب العالمین۔

(۳) اس سال کے دوران میں قوم نے دو لاکھ چار ہزار روپے بطور چندہ انجمن کو دیئے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے ستاسی ہزار دو روپے تو جلسہ سالانہ کی رقوم وصول ہوئیں اور اغراض عام کا چندہ ایک لاکھ سترہ ہزار روپے جمع ہوا، دونوں رقوم مل کر دو لاکھ چار ہزار روپے بنتے ہیں۔ اس قربانی پر میں اپنی جماعت کو ہزار ہزار مبارکباد دیتا ہوں اور دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ان پر اپنے افضال و برکات کی بارش نازل فرمائے۔

(۴) ابھی مالیر کی الاضیات کے پونے دو لاکھ روپے قابل وصول ہیں، اشاعتِ اسلام کے مقدس کام کو ترقی دینے کے لئے انجمن اس رقم کو کسی اچھے کاروبار میں لگا سکتی ہے۔

(۵) اس سال کے دوران میں اتالیس ہزار روپے کی کتب فروخت ہوئیں یعنی اتنی بڑی رقم کا لٹریچر لوگوں تک پہنچایا گیا اور ان کے معاوضہ میں یہ رقم خزانہ انجمن میں وصول ہوئی۔

(۶) الاضیات مالیر کا ایک نہایت ہی قیمتی قطعہ ابھی انجمن کے

قولِ سدید اور "الفضل"

حجتِ صادق ز نقص قدح روشن تر شود
عذر نامعقول ثابت مے کند الزام را

(حضرت امام وقت)

چوہدری شکر اللہ صاحب منصور مصنف قول سدید

علمائے جماعت ربوہ کا عقیدہ متعلقہ نبوت مسیح موعود ایک عجیب عقیدہ ہے (۱) مجھے یہ جاننے کی دلی خواہش تھی اور ہے کہ قول سدید میں ذکر کردہ حقائق اور دلائل کی روشنی میں یہ حضرات اپنے اس عقیدہ کے لئے اپنے پاس کیا جواز رکھتے ہیں۔ اب تک اخبار "الفضل" میں اس بارہ میں دو مضمون میری نظر سے گذرے ہیں۔ ایک مضمون مولوی عبداللطیف صاحب بہاولپوری کی طرف سے تحریر شدہ تھا جس پر مختصر تبصرہ ڈاکٹر چوہدری اے۔ ڈی۔ جہاد صاحب کی طرف سے قارئین پیغام صلح نے پڑھا ہوگا۔ دوسرا مضمون ایڈیٹر صاحب الفضل نے خود بطور اداریہ "مکڑی کے جالے" کے زیر عنوان ۸۔ اور ۹ دسمبر کے پرچوں میں سپرد قلم فرما کر ۱۰ دسمبر کے پرچہ میں ایک اور عنوان "صلح کے حقائق اور دلائل تو مکڑی کے جالے" سے تشبیہ دیتے ہوئے اپنی جماعت کے لوگوں کو بتلایا ہے کہ جس طرح وہ دیکھتے ہیں کہ جب وہ اپنے گھروں کی صبح و شام صفائی دھلائی نہ کریں تو فوراً اور یکایک "مکڑی کے جالے" تن کر ان کو گندا کر دیتے ہیں اسی طرح نبوتِ مسیح موعود کے متعلق اُن کے عقیدہ کے محل کی مثال ہے۔ اور اگر وہ ہر روز اس کی "یاد اور خواند" سے حفاظت نہیں کرتے تو "قول سدید" ایسے دلائل سے یہ عقیدہ مشتبہ اور مشکوک نظر آنے لگتا ہے۔ پھر مکڑی کے جالے کی تشبیہ کی تشریح میں ایسی باتیں لکھی ہیں جو اس امر کی واضح اور پرزور نشاندہی کرتی ہیں کہ ان کے عقیدے کا محل "قول سدید" کے دلائل سے خود ان کے اپنے ذہن اور ضمیر میں فی الحقیقت مسمار ہو گیا ہے۔ اور اب وہ "مومنیت" اور "نیک نیتی" کے بہانہ سے تانوں کو بگاڑ بگاڑ کر نفرت دلانے اور پیدا کرنے کی غرض سے اپنے آپ کو باور کرا رہے ہیں کہ یہ محل بالکل منہدم نہیں ہو گیا بلکہ اس کی دیواریں ابھی کھڑی ہیں ان کو اس بات سے سخت انکار ہے کہ "قول سدید" میں کوئی نئی دلیل اور حقیقت پیش کی گئی ہے۔ مگر "قول سدید" کو کب یہ دعوےٰ ہے؟ میں نے تو اس کتاب میں صرف ریت کے اس انبار کی طرف مدلل مزید توجہ دلائی ہے جس پر علمائے جماعتِ ربوہ کے عقیدہ کے گھر کی شروع سے بنیادیں اُٹھی ہوئی ہیں۔ ایڈیٹر صاحب "الفضل" قرآنی آیت بھی نقل کرتے ہیں اور اپنے عقیدہ کو "حق" ٹھہرا کر جماعت احمدیہ لاہور کے احباب جو اس کی تردید اور تغلیط کرتے ہیں، اس کو مخالفت حق قرار دیتے ہیں۔ قارئین اس "حق" کا ذرا نمونہ دیکھ لیں جس کا نام قادیانی عقیدہ ہے۔ ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں :۔

"اگر ہمارے پیغامی دوستوں نے اس
حقیقت کو سمجھ لیا ہوتا تو انہیں محدث
امتی نبی۔ اور نبی کے متعلق جو مغالطے
لگے ہوئے ہیں اس سے بچ جاتے۔"

اور اسی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیغامی دوستوں کے ساتھ ساتھ حضرت امام الوقت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے خلاف بھی ربوائی علماء کی یہ یلغار ہے کہ ان کو ان امور کی اصل حقیقت کا تئیس برس علم نہ ہو سکا اور وہ فاش غلطی میں مبتلا رہے۔ اور اب معلوم ہوتا ہے کہ ایڈیٹر صاحب موصوف اپنے اس "حق" کے احاطۂ بے پناہ کو صرف حضرت مسیح موعود تک محدود رکھنا پسند نہیں کرتے جیسے کہ میاں صاحب مکرم نے بکمال مہربانی کیا تھا بلکہ اللہ تعالےٰ کو بھی ساتھ جوڑتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں ان کے الفاظ :۔

"جب امتی نبوت کا حامل دنیا میں رونما
ہوا تو باوجود اللہ تعالےٰ کے بار بار
نبی اور رسول کا لفظ آپ کے لئے
استعمال کرنے کے آپ کو بھی امتی
نبی کا مفہوم بیان کرنے کے لئے
اللہ تعالےٰ کی رہنمائی میں کئی کئی پہلو
اختیار کرنے پڑے۔"

میاں صاحب نے تو برملا کہدیا تھا کہ حضرت اقدس کی ۱۹۰۱ء سے پہلی تحریریں "ناقابلِ حجت اور منسوخ" ہیں کیونکہ اس زمانہ میں آپ نبوت اور محدثیت کی حقیقت "نہیں جانتے تھے"۔ اس لئے الہامات یعنی خدا کی وحی میں اپنا نبی ہونا نہ سمجھ سکے اس لئے صاف نبی ہونے سے انکار کر کے محدثیت اور محدثوں والی نبوت کا اقرار کرتے رہے۔ لیکن "قولِ سدید" کے دلائل کے سامنے ایڈیٹر صاحب الفضل اپنے خلیفۃ المسیح الثانی کے اُن الفاظ کو دہرا نہیں سکے۔ بلکہ گھبراہٹ کے ساتھ کہتے ہیں کہ وہ تحریریں تو ایسی ہیں جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو "امتی نبی" کے مفہوم کو بیان کرنے کے لئے کئی کئی پہلو اختیار کرنے پڑے"۔ بھلا مامور من اللہ ہو کر بلکہ نبی اللہ ہو کر یہ کئی کئی پہلو اختیار کرنے کی مصیبت کیوں اُٹھانی پڑی؟ ایڈیٹر صاحب نے پھر سوچا کہ یہ بھی تو قابل اعتراض ہی بات رہی۔ اس لئے انہوں نے ازراہ کمال شفقت وحق نمائی اللہ تعالےٰ کو بھی ساتھ شامل کر لیا۔ اُن کو شاید خیال ہے کہ قابلِ اعتراض بات میں اللہ تعالےٰ کو اگر شامل کر دیا جائے تو اعتراض اُٹھ جاتا ہے مگر اتنا غور نہ کیا کہ اللہ تعالےٰ کوئی سیاسی لیڈر" نہیں اور نہ اس کو انسانوں کی مخالفت کا کوئی خوف ہوتا ہے۔ اسی سلسلہ میں اس اداریہ میں اشارۃً وکنایۃً حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ذکر کیا گیا ہے مگر ایڈیٹر صاحب نے کھل کر بات نہیں کی۔ ذرا اپنے مافی الضمیر کو بالوضاحت لکھیں تو ہمیں معلوم ہو کہ اُن کا مقصد ان امور سے کیا ہے۔ اس کے بعد ایڈیٹر صاحب کا فیصلہ بتمام تر صفائی یہ ہے کہ :۔

"سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی بالآخر
یہ حقیقت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے
کہ محدث اور امتی نبی میں کیا فرق ہے اور
امتی نبی اور نبی میں کیا فرق ہے۔ جو مومن ہیں
اور نیک نیت ہیں وہ تو محدث۔ امتی نبی
اور نبی کے فرق کو پوری طرح سے سمجھ چکے
ہیں۔"

مطلب بین السطور یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود جب کئی کئی پہلو اختیار کرنے کی تئیس برس تک مصیبتیں اُٹھا اُٹھا کر ان تین مقاموں اور درجوں کی الگ الگ حقیقت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے تو اب قادیانی مومنوں اور نیک نیتوں کو حضرت کی اُن تئیس سالہ تحریروں کی کچھ پروا نہ کرتے ہوئے یہ عقیدہ بنا لینا ۔۔۔ چاہیئے کہ نبی اور محدث کے دعوے تو ہوتے ہی ہیں مگر "امتی نبی" کا ان دونوں سے ایک الگ دعوےٰ ہے جسکی بقول علمائے ربوہ حسب ذیل خصوصی شرائط ہیں :۔

(ا) یہ دعوےٰ محدث کے دعوےٰ سے
مختلف مگر بالا۔ اور نبی کے دعوےٰ
سے بھی الگ مگر برابر ہوتا ہے۔

(ب) ابتدائے دنیا سے آج تک ایسے
دعوےٰ والا نہ کوئی ہوا اور نہ ہو سکتا
تھا۔

(ج) ایسے دعوےٰ کا پہلا نمونہ حضرت مرزا
صاحب ہیں اور شاید آخری بھی۔

یہ مخصوص شرائط بنانے کی اُن کو اس لئے ضرورت پڑی کہ تا کسی مثال سے اُن کے اس عقیدہ قسم جدید کی قلعی طشت از بام نہ ہو جائے۔ خیر یہ راز تو وہی جانیں۔ مری اُن سے صرف یہ گذارش ہے کہ بات تو اب بہت معمولی رہ گئی ہے اور ایک مومن نیک نیت انسان کے لئے فیصلہ بہت آسان ہو گیا ہے۔ کیونکہ وہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت اقدس کو جس نبوت کا دعوےٰ تھا وہ "امتی نبوت" تھی۔ اور میں بھی کہتا ہوں کہ آپ کو

"امتی نبوت" حاصل تھی۔ یہاں تک تو میرا اور ان کا مکمل اتفاق ہے۔ اور اختلاف سارے کا سارا جو ہے وہ یہ ہے کہ

"علمائے ربوہ کہتے ہیں کہ یہ امتی نبوت فی الواقعہ نبوت ہے اور اس کا مدعی مدعیٔ نبوت کہلاتا ہے"

اور

میں کہتا ہوں یہ امتی نبوت فی الحقیقت محدثیت ہی کا دوسرا نام ہے اور اس کا مدعی مدعیٔ محدثیت کہلاتا ہے نہ نبوت کا مدعی۔

اس لئے امر فیصلہ طلب اب صرف یہ ہے کہ کونسا عقیدہ صحیح۔ درست اور قابل قبول ہے اور کونسا عقیدہ باطل اور قابل تردید و تغلیط ہے۔ سو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ الفضل کے ایڈیٹر کے مذکورہ مخصوص عقیدہ کے محل کی بنیادیں کھڑی نہیں ہو سکتیں۔ جب تک وہ امام وقت کی طرف مندرجہ ذیل باتیں منسوب نہ کر لے یعنی

(۱) آپ نے وفات سے ساڑھے چھ سال قبل پہلی بات ترک کر کے "اس کے صریح خلاف کہنا شروع کر دیا" یعنی پہلے تئیس سالہ اور آخری چھ سالہ اقوال میں صریح تضاد ہے۔

(۲) نبی کا نام پانے اور نبی کھڑا کئے جانے کے تئیس سال بعد تک "نہیں جانتے تھے کہ میں دعوے کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو نبیوں کے سوا اور کسی میں نہیں پائی جاتی اور نبی ہونے سے انکار کرتا ہوں" یعنے نبوت اور محدثیت ہر دو کی حقیقت سے بے علم تھے۔

(۳) چونکہ آپ کو یہ لاعلمی تھی اس لئے آپ "شروع میں اس اجتہادی غلطی میں مبتلا تھے" کہ آپ کا دعوے نبوت کا دعوے نہیں۔

(۴) تئیس سال بعد "۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی ہے"

(۵) نہ صرف عقیدہ میں بلکہ دعوے میں بھی تبدیلی کر لی اس لئے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ "دیکھو حضرت مسیح موعود ہمیشہ ایک ہی دعوے کرتے رہے ہیں یہ صرف ایک غلط فہمی کا نتیجہ ہے" کیونکہ آپ کی "ضرور ہے کہ اگر پہلی بات درست ہو تو دوسری درست نہ ہو اور اگر دوسری درست ہو تو پہلی درست نہ ہو۔"

(۶) آپ کی پہلی تئیس سالہ تحریروں اور آخری ساڑھے چھ سالہ تحریروں میں صریح اختلاف ہونیکی وجہ سے "۱۹۰۱ء کے پہلے کے حوالے اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے۔"

(حقیقت النبوۃ بحوالہ "قول سدید")

اس سے ظاہر ہے کہ جیسا کہ قادیانی علماء کے عقیدہ کے گھر کی بنیادیں ہیں اس "امتی نبوت" کو فی الواقعہ نبوت اور اسکے مدعی کو مدعیٔ نبوت ماننے کے لئے حضرت امام الوقت مسیح الزمان مامور من اللہ کے خلاف کم از کم منقولہ بالا چھ الزامات یعنی صریح اختلاف بیانی۔ لاعلمی۔ غلطی۔ تبدیلی عقیدہ۔ تبدیلی دعوی اور منسوخیٔ اقوال و تحریرات کے الزام لگانے پڑتے ہیں اور ہرگز ہرگز ممکن نہیں۔ کہ ان الزامات کا مصداق بنے بغیر حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی "امتی نبوت" فی الواقعہ نبوت بن سکے اور آپ کا امتی نبوت کا اقرار فی الواقعہ نبوت کا دعوے قرار پا سکے۔ اس لئے میں کہتا ہوں جیسا کہ "قول سدید" میں بالتفصیل درج ہے یہ قادیانی عقیدہ بالکل غلط۔ باطل اور ناقابل قبول ہے۔

علمائے ربوہ کے اس عقیدہ کے برعکس جماعت احمدیہ لاہور کا عقیدہ جیسا کہ اوپر درج ہے یہ ہے کہ "امتی نبوت" محدثیت ہی کا دوسرا نام ہے اور اس کے اقرار سے محدثیت کا دعوے مراد ہے نہ فی الحقیقت نبوت کا۔ اور یہ عقیدہ یقینی طور پر درست۔ صحیح اور قابل قبول ہے۔

اوّل۔ اس لئے کہ اس صورت میں ربوائی عقیدہ والے جملہ الزامات میں سے کوئی الزام حضرت اقدس کے خلاف لگانا نہیں پڑتا۔ بلکہ وہ سب کے سب اپنے آپ فنا کے گھاٹ اتر جاتے اور ھباءً منثورا ہو جاتے ہیں۔ اور خدا کے مامور کی شان ماموریت اور علم عرفان لدنی کا دامن ان سب آلودگیوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے اب عقل اور انصاف اور تقوے کے تقاضے کے مطابق چاہیئے تو یہ کہ حضرت مرزا صاحب کو سچے دل سے مامور من اللہ ماننے والا ہر شخص اس عقیدہ کو اپنانے اور اس پر ایمان لانے میں فخر۔ خوشی اور راحت محسوس کرے۔ مگر ہمارے ان علمائے ربوہ کو نامعلوم کیا ہے وہ اسکو "مخالفت حق" کا نام دے کر خود ساختہ اپنے الزامات منوانا چاہتے ہیں تعجب ہے۔

دوم۔ حضرت مرزا صاحب نے خود جب اس نام کو استعمال کیا تو وضاحت فرما دی کہ اس سے نبوت مراد نہیں ہو سکتی بلکہ صرف محدثیت پر یہ نام عاید ہو سکتا ہے۔ چنانچہ مخالفین کی طرف سے آپ پر جب یہ اعتراض کیا گیا کہ آپ مسیح موعود کیونکر ہو سکتے ہیں اس کے لئے تو حدیث میں نبی کا لفظ لکھا ہے تو آپ نے فرمایا:۔

"ہاں یہ بھی سچ ہے کہ آنے والے مسیح کو نبی کر کے بیان کیا گیا ہے مگر اس کو امتی کر کے بھی تو بیان کیا گیا ہے"

اور پھر ان دونوں ناموں کے استعمال کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:۔

"سو یہ بات کہ اس کو امتی بھی کہا گیا ہے اور نبی بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی جیسا کہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے۔"

اور اس کے بعد اپنے متعلق فرمایا:۔

"غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے اس لئے خدا تعالے نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔"

ایڈیٹر صاحب الفضل نے اپنے اس اداریہ میں اشارۃً ایک یہ بات بھی کہنا چاہی ہے کہ حضرت اقدس نے ان اقوال میں نبی۔ امتی نبی اور محدث کی تین الگ الگ قسموں کو بیان فرما دیا ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کیونکر اور کس طرح؟ خیال ہے کہ ایڈیٹر صاحب پریشانی میں ایسا کہہ گئے ہیں ورنہ اگر یہی بات ہوتی تو ان کے خلیفہ صاحب مکرم کو ہرگز یہ ضرورت لاحق نہ ہوتی کہ ان تحریروں کو حضرت اقدس کی لاعلمی۔ غلطی۔ تبدیلی پر مبنی قرار دیکر ان پر منسوخ اور ناقابل حجت ہونے کا فتویٰ عاید کرتے۔ اس لئے میں ایڈیٹر صاحب کی خدمت میں با دب گذارش کروں گا۔ کہ وہ پہلے یہ پتہ لیکر کہ خلیفہ صاحب نے "قول سدید" کو پڑھا ہے اور اگر نہیں پڑھا تو پڑھوا کر ان سے کچھ پوچھ لیں اور کہلوا لیں اور اس کے بعد لکھنے کی کوشش کریں جو ان کو لکھنا ہے ورنہ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر ایڈیٹر صاحب اور ان کے دیگر ہمخیال علماء اسی طرح سے عجیب غریب اور انواع و اقسام کی باتیں لکھ لکھ کر ان کے ارشادات اور فیصلہ جات باطل کرتے چلے گئے تو ایک دن کہیں جناب خلیفہ صاحب ان سب کو سرزنش کر کے شرمندہ نہ کر دیں۔

علمائے ربوہ کی ذہنی افتاد

اور بالکل اس حالت میں کہ ہمارے ان علمائے کرام کی ذہنی افتاد کچھ عجیب رخ پر جا رہی ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگرچہ وہ "پیغامیوں" کو نبی نام پانے اور ان کمالات نبوت کے حصول کا ذکر حضرت کی تحریروں میں دکھلاتے ہیں۔ مگر یہ لوگ پھر بھی حضرت کو نبوت کا مدعی نہیں کہتے اور فی الواقعہ نبی نہیں مانتے۔ "پیغامیوں" (جماعت احمدیہ لاہور کے اراکین) کی یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی ٹھیک ہے۔ بات ہی کچھ ایسی ہے کہ واقعی ان کو سمجھ نہیں آتی ہوگی۔ لیکن میں ان سے پوچھتا ہوں کہ میاں صاحب کی یہ بات کہ باوجود نبی نام پانے اور کمالات نبوت کے حصول کے

حضرت اقدس تئیس برس تک نبی ہونے سے انکار کرتے رہے اور صاف لکھتے رہے کہ آپ نبی نہیں بلکہ محدث ہیں

(باقی بر صفحہ ۳)

احیائے دین کے لئے مبعوث ہونیوالے مُصلحین ربّانی

اور

جناب خلیفہ صاحب ربوہ

از قمر ساماڑوی

جب اہل ربوہ جماعت احمدیہ لاہور کے متعلق "پیغامی"۔ "پیغام ہڈنگس کا گڈھا"۔ "اہل پیغام"۔ "امیر المنکرین"۔ "صدر و نائب صدر منکرین"۔ "فاسق"۔ "منافق"۔ "یزیدی"۔ "رافضی"۔ "خارجی" "ملعون"۔ "شیطان"۔ "ابلیس"۔ "تلبیس"۔ "دجال"۔ "دجل"۔ "تدجیل"۔ "کذاب"۔ "مخالفین حق"۔ "حق کے دشمن"۔ "مکڑی کے جالے"۔ "بھان متی کا کنبہ"۔ "شاطر"۔ "فریبی"۔ "مکار"۔ "دوزخ کی چلتی پھرتی تصویریں"۔ "گوبھی شلجم کے سڑے ہوئے پتے"۔ "ڈھائی ٹوٹیاں اور فتو با غبان" "بمنزلہ مرتد"۔ "بمنزلہ کافر"۔ "قاتل"۔ "قتل کی سازشیں کرنیوالے" وغیرہ الفاظ استعمال کرتے ہیں تو اس وقت وہ تہذیب اخلاق کا مظاہرہ کر رہے ہوتے ہیں اور جب ہم جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا پر عمل کرکے گنبد کی صدا کے طور پر انکے تحریر کردہ الفاظ عطا ئے تو بہ لقائے تو کہہ کر واپس کریں تو وہ گالیاں بن جاتی ہیں یعنی ؎

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

ناظرین کو یاد ہوگا کہ ۱۲ر نومبر کے پیغام صلح میں ہم نے ایڈیٹر صاحب الفضل سے یہ سوال کیا تھا کہ:۔

"حضرت مسیح موعودؑ کے اہل "عشیرتی" کی تعریف میں آتے ہیں یا نہیں؟ اگر آپ کے اہل آپ کا قبیلہ نہیں کہلا سکتے تو پھر اس کا صاف الفاظ میں اقرار کرنا چاہیئے"

اس کا مختصر جواب یہ ہونا چاہیئے تھا کہ آپ کی اولاد آپکے قبیلہ میں شامل ہے یا نہیں ہے۔ مگر وہ خوب جانتے تھے کہ اس سوال کے جواب میں انکار کریں یا اقرار دونوں صورتوں میں وہ ملزم ہوتے ہیں اس لئے انہوں نے اس کو گول کر دیا اور لکھا کہ:۔

"منکرانہ ذہنیت بھی عجیب ہوتی ہے .....
.... ایسی اُلٹی ذہنیت سے اللہ تعالیٰ سب کو محفوظ رکھے"

الفضل ۱۹ر نومبر ۱۹۵۷ء

اندازہ فرمایئے کہ ایک حق بات کو چھپانے کے لئے کن ہتھکنڈوں سے کام لیا جاتا ہے آپ کمال بھولے پن سے فرماتے ہیں:۔

"گالیوں کا جواب تو ہمارے پاس نہیں یہ بات ہماری بساط سے باہر ہے"

یہ بات تو تحریر سے ثابت ہو چکی کہ ہمارے سوالات کا جواب آپ کی بساط سے باہر ہے تاہم جرأت سے کام لیکر آپ نے اس کا اقرار کر لیا تو بُرا اچھا کیا اگر ہم یہ فرض بھی کر لیں کہ "ناموس نصوصی" گالی ہے تو پھر یہ بتایئے کہ مندرجہ بالا سوال بھی گالی ہے؟ اگر نہیں تو پھر اس کا جواب آپ کے پاس ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو پیش کیجئے۔ اور ہمارے سوالات کا جواب دینا آپ کی بساط سے باہر ہے تو پھر صداقت کے قبول کرنے میں دیر کیوں ہے کیونکہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے ؎

جب کھل گئی سچائی پھر اسکو مان لینا
نیکوں کی ہے یہ خصلت راہِ حیا یہی ہے

باقی رہی یہ بات کہ

"جہاں تو محمود۔ بشیر۔ شریعت۔ اھلک۔ "تیری ذریت سے"۔ "تیرے ہی تخم سے"۔ "تیری ہی اولاد" کے الفاظ آتے ہیں وہاں تو یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہاں روحانی اولاد مقصود ہے۔ لیکن "عشیرتک" کا لفظ آتا ہے تو اس کو متن سے اور اس ماحول سے علیحدہ کرکے جس میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے محمود۔ بشیر۔ شریعت .... کے معنے بھرنے کی کوشش کرتے ہیں"

یہ سفید جھوٹ ہے ہم نے محمود۔ بشیر۔ شریعت کے متعلق جو الہامات ہیں۔ اُن سے کبھی انکار نہیں کیا باقی۔ اہل تخم۔ ذریت اور اولاد کے متعلق جو کچھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تشریح فرمائی۔ وہ پیش کر دی گئی تھی۔ اہل ربوہ کی طرف سے نو ماہ گذرنے کے باوجود جواب نہ ملنے سے ثابت ہو گیا کہ اس کا جواب دینا ان کی "بساط سے باہر ہے" اور "عشیرتک" کے متعلق خود اقرار موجود ہے کہ اس کا "جواب ہمارے پاس نہیں" پھر ہم پرسش کہ کیسا اپنی بیبسی پر ماتم کیجئے اور زبان حال سے کہئے ؎

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا
دوسری پڑ گئی، اور یہ کیا میرے اللہ تئے

ہم نے عرض کیا تھا کہ جن مصلحین ربانی کو اللہ تعالےٰ احیائے دین کے لئے مبعوث فرماتا ہے وہ مامور من اللہ ہوتے ہیں مگر جناب میاں صاحب اپنے گدی نشین ہونے سے آج تک اپنے مامور ہونے سے انکار کر رہے ہیں۔ ایسی صورت میں ان کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے مامور ہونے والے مصلحین ربانی میں کس طرح شامل کیا جا سکتا ہے؟ ہمارے اس سوال کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ:۔

"ہم تو قمر صاحب کو بھی مخالفت حق کے لئے مامور سمجھتے ہیں"

یعنی جس طرح وہ "قمر کو مخالفت حق کے لئے مامور سمجھتے ہیں اسی طرح اور انہی معنوں میں اپنے پیر و مرشد کو بھی مخالفت حق کے لئے مامور سمجھتے ہیں۔ ملاحظہ کیا آپ نے جادو کہ سر چڑھ کر بولتا اسے کہتے ہیں ؎

کیا ہے مدعی نے فیصلہ اچھا میرے حق میں
کیا غالی نے ہے خود پاک دامن اک مسلماں کا

پھر فرماتے ہیں:۔

"ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ گو خلیفہ ابتداء میں متقی لوگ ہی چنتے ہیں مگر وہ اللہ تعالےٰ کے تصرف سے ہی منتخب ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالےٰ کے سوا اسکو کوئی معزول نہیں کر سکتا"

ما دروں گھٹنا اور پھوٹے آنکھ ہم نے خلیفہ کے انتخاب یا اس کے عزل کے متعلق اشارۃً بھی کوئی سوال نہ کیا تھا ہم تو صرف یہ دریافت کرنا چاہتے تھے کہ جناب میاں صاحب ان مصلحین ربانی میں شامل ہیں یا نہیں جو مامور من اللہ ہوتے ہیں؟ اگر ہیں تو پھر وہ اس سے انکار کیوں کرتے ہیں؟ جناب من ہم نے خلیفہ کے انتخاب یا اس کے عزل کے متعلق کوئی سوال نہ کیا۔ مگر چونکہ آپ نے الحق کی گرفت سے بچنے کے لئے یہ قلابازی کھائی ہے اس لئے اس طرح بھی آپ کو بھاگنے کا موقعہ نہ دیں گے، اچھا جناب یہ تو فرمائیے کہ (۱) کیا جن لوگوں کو اللہ تعالےٰ احیائے دین کے لئے مامور کرتا ہے اور جن کو متقی لوگ منتخب کرتے ہیں کیا وہ دونو ہی مامور من اللہ ہوتے ہیں؟ اور درجہ اور منصب کے لحاظ سے دونوں برابر ہوتے ہیں یا ان میں کچھ فرق ہوتا ہے؟

(۲)۔ اگر دونوں برابر ہیں تو ثبوت دیجئے اور اگر ان میں فرق ہے تو کیا ہے؟ اور فرق ہونے کی صورت میں آپ نے لوگوں کے منتخب کردہ کو اللہ تعالیٰ کے منتخب کردہ مصلحین کی ذیل میں کس قاعدہ کی رُو سے شامل کیا۔

(۳)۔ اگر لوگوں کا منتخب کردہ خلیفہ بھی مامور من اللہ ہوتا ہے تو پھر یہ فرمایئے کہ آپ کے عقیدہ کی رُو سے کیا یزید بھی مامور من اللہ تھا یا نہیں؟

(۴)۔ حضرت امام حسین رضؓ کو متقی لوگوں نے منتخب کیا تھا یا غیر متقی لوگوں نے؟ اور وہ آپ کے عقیدہ کی رُو سے خلیفہ برحق تھے یا نہیں؟

(۵)۔ کیا ان کو خلافت سے اللہ تعالےٰ نے معزول کیا تھا یا وہ خود چھوڑ کر علیحدہ ہوئے یا لوگوں نے اُن سے علیحدگی کا مطالبہ کیا تھا؟

(۶)۔ یزید اور حضرت امام حسینؓ دونوں میں آپ کے عقیدہ کی رُو سے حق پر کون تھا اور حق کی حمایت

کرنے والا کون تھا؟

(۷)۔ کیا حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت سید عبد القادر جیلانی، حضرت مجدد [illegible] حضرت شاہ ولی اللہ علیہم اجمعین کو متقی لوگوں نے منتخب کیا تھا؟ اگر منتخب کیا تھا تو ان کو انتخاب کرنے والے کون کون لوگ تھے ان کی فہرست شائع کیجئے۔

(۸)۔ اگر ان کو کسی نے منتخب نہیں کیا تو وہ خود بخود مجدد بن گئے تھے یا اللہ تعالےٰ کے حکم سے مجدد اور محدث بنے تھے؟

آپ تو کسی بنا وٹی خالد سے ان سوالات کا جواب دریافت کیجئے اور ہم اللہ تعالےٰ کی عطا کردہ توفیق سے آپ کے اس سوال کا جواب دیتے ہیں کہ :۔

" آپ انبیاء علیہم السلام کے سوا کوئی مصلح ربانی یا مجددین میں سے کوئی شخص بتلائیں جس کے لئے خاص اسلامی اصطلاح میں مامور کا لفظ استعمال ہوا ہو"

یہ اہل ربوہ ہی بتلا سکتے ہیں کہ ان کی "مخصوص اصطلاح" میں خالص "اسلامی اصطلاح" کیا ہوتی ہے اور عام کیا ہم تو یہ بتلائے دیتے ہیں کہ ہر مجدد اور محدث مامور من اللہ ہوتا ہے سنئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

" اصلی اور حقیقی فضیلت ملہم من اللہ اور کلیم اللہ ہونے میں ہے پھر جس شخص کو مکالمہ الٰہیہ کی فضیلت حاصل ہو گئی اور کسی خدمت دین کے لئے مامور من اللہ ہو گیا تو اللہ جلشانہ وقت کے مناسب حال اس کا کوئی نام رکھ سکتا ہے یہ نام رکھنا تو کوئی بڑی بات نہیں"

آئینہ کمالات اسلام ص ۲۷۷

ہمارا کام تو یہ ثابت کرنا تھا کہ جس کلیم اللہ کو من یجدد لھا دینھا کے موجب اللہ تعالیٰ کوئی خدمت دین سپرد کرتا ہے اس کو حضرت اقدس علیہ السلام نے مامور من اللہ فرمایا ہے اب رہی یہ بات کہ وہ خاص اسلامی اصطلاح میں مامور من اللہ ہوتا ہے یا نہیں یہ استفسار حضرت مسیح موعود سے کیجئے اگر اس طرح سمجھ میں نہ آئے تو دوسری طرح یوں سمجھ لیجئے کہ آپ نے خود لکھا ہے کہ :۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنے لئے مامور من اللہ کا لفظ اسی لئے استعمال کیا ہے کہ آپ بھی امتی نبی تھے"

جیسا کہ پہلے ثابت کیا جا چکا ہے ہر مجدد من اللہ کے لئے آپ نے مامور من اللہ کا لفظ استعمال کیا ہے صرف اپنے ہی لئے نہیں کیا مگر وہ سیدھی اور مومنانہ ذہنیت کیا ہوئی جو ہر سیدھی بات تسلیم کر لے۔ اہل ربوہ کے نزدیک "نبی" اور "امتی نبی" دونوں برابر ہیں۔ یعنی نبی ان کے نزدیک وہ ہوتا ہے جو امتی بھی ہو اور نبی بھی مطلب یہ کہ ان کی اصطلاح میں نبی کی تعریف سے امتی جمع نبی برابر ہے نبی کے۔ چلئے صاحب یونہی سہی، ان کے نزدیک امتی نبی تو ضرور مامور من اللہ ہوتا ہے اور جو امتی نبی نہ ہو وہ اسلامی اصطلاح میں مامور من اللہ نہیں ہوتا۔ اب اگر یہ ثابت ہو جائے کہ دیگر مجددین اور محدثین بھی امتی نبی ہوئے تو بات صاف ہو جائے گی۔ اس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

" پس اس طرح بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی کا خطاب پایا" (ص ۱۵)

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ امت محمدیہ میں بعض افراد ایسے ہوئے جو امتی بھی تھے اور نبی بھی پس جب امتی نبی کا مامور من اللہ ہونا ان کو بھی تسلیم ہے اور حضرت اقدس نے یہ فیصلہ فرما دیا کہ ہمارے سوا بعض افراد اور بھی امتی نبی ہوئے ہو کہ مجددین اور محدثین تھے تو پھر یہ خود بخود ثابت ہو گیا کہ وہ سب مامور من اللہ تھے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ اہل ربوہ کی ہر اصطلاح دنیا سے نرالی ہے کیونکہ مومنانہ اور سیدھی ذہنیت کا مطلب ہی یہ ہے کہ ہر لفظ کے الٹے معنے لئے جائیں وہ فوراً یہ کہدیں گے، کہ ہمارے نزدیک تو "بعض افراد" سے مراد صرف "ایک فرد" ہے اور وہ ہی مسیح موعودؑ ہیں دیگر مجددین اس میں شامل نہیں یہ ہمارا عقیدہ ہے آپ مانیں یا نہ مانیں ہمارا عقیدہ یہی ہے" چونکہ ہم نے بھی بحولہ تعالےٰ جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچانے کا تہیہ کیا ہوا ہے اس لئے ہم انکی ذہنیت کو آشکار کر کے چھوڑیں گے۔ سنئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام مندرجہ بالا عبارت سے چند سطور پیشتر فرماتے ہیں :۔

" خدا تعالےٰ نے مکالمہ و مخاطبہ کاملہ تامہ مطہرہ مقدسہ کا شرف ایسے بعض افراد کو عطا کیا جو فنافی الرسول کی حالت تک پہنچ گئے۔"

اور اگر یہ صحیح ہے کہ "بعض افراد" سے صرف ایک فرد مسیح موعودؑ مراد ہے تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ امت محمدیہ میں کسی شخص کو مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا شرف حاصل نہیں ہوا اور نہ کوئی شخص فنافی الرسول کی حالت تک پہنچا اب فیصلہ کیجئے کہ کیا یہ درست ہے کہ حضرت اقدس کے علاوہ دیگر افراد بھی مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو کر فنافی الرسول کی حالت تک پہنچے تو پھر یہ بھی صحیح ہے کہ وہ سب افراد امتی نبی تھے اور جب امتی نبی کا مامور من اللہ ہونا اہل ربوہ کو بھی مسلم ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ سب مجدد اور محدث امتی نبی ہونے کی وجہ سے مامور من اللہ تھے چونکہ جناب میاں صاحب امتی نبی نہیں اس لئے وہ ان مصلحین ربانی کے زمرہ میں شامل نہیں جو احیائے دین کے لئے مبعوث ہوتے ہیں۔ اگر میاں کوئی سیدھی ذہنیت والے بزرگ یہ کہدیں کہ حضرت اقدس تو مسیح موعود تھے اور پہلے کوئی مسیح موعود نہیں ہوا اس لئے وہ مامور من اللہ نہیں ہو سکتے تو وہ حضرت کی مندرجہ ذیل عبارت پڑھ لیں فرماتے ہیں

"یاد رہے کہ مسیح موعود ہونے کا دعوے ملہم من اللہ اور مجدد من اللہ کے دعوے سے کچھ بڑا نہیں ہے۔ صاف ظاہر ہے جس کو یہ رتبہ حاصل ہو کہ وہ خدا تعالےٰ کا ہمکلام ہو اس کا نام منجانب اللہ خواہ مثیل مسیح ہو خواہ مثیل موسےٰ یہ تمام نام اس کے حق میں جائز ہیں مثیل موسےٰ ہونے میں کوئی فضیلت نہیں"

آئینہ کمالات اسلام ص ۲۷۷

پس جب اصلی اور حقیقی فضیلت ملہم من اللہ اور کلیم اللہ ہونے میں ہے اور مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ مجدد من اللہ کے دعوےٰ سے بڑا نہیں اور ہر مجدد من اللہ مامور من اللہ ہوتا ہے اور جناب میاں صاحب نہ مجدد ہیں نہ مامور پھر وہ اس زمرہ میں کس طرح شامل کئے جا سکتے ہیں؟ ہم نے بفضلہ تعالےٰ الفضل کے سب سوالات کے جواب دے دیئے اسے چاہیئے کہ وہ یہ ثابت کرے کہ جناب میاں صاحب کو اللہ تعالےٰ نے اسی طرح اپنے امر سے کھڑا کیا ہے جس طرح دیگر مجددین اور محدثین کو اور یہ بار ثبوت بھی اس کی گردن پر ہے کہ جس کو متقی لوگ منتخب کر لیں وہ مامور من اللہ ہوتا ہے گذشتہ محدثین و مجددین کو جن متقی لوگوں نے منتخب کیا تھا ان کی فہرست شائع کرنا بھی اس کے ذمہ ہے ؎

تلا دسکے با تو ناگفتہ کار
ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

(باقی آئندہ انشاءاللہ تعالیٰ)

قول سدید اور الفضل بسلسلہ ۴

کس قدر تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور والوں کو تو علمائے ربوہ یہ ڈراوا دیتے اور خوف دلاتے ہیں کہ اگر انھوں نے حضرت اقدس کی کسی تحریر کو نہ مانا اور اسکو غیر درست اور ناقابل حجت کہا تو تم احمدی کہلانے کے مستحق نہیں رہوگے اور گروہ "مکذبین" میں شامل ہو جاؤ گے۔ مگر خود یہ علماء صاحبان نہایت بے باکی سے حضرت اقدس کی تیئس سالہ تحریروں پر یہ تیغ و تبر چلاتے ہیں کہ وہ

" اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنا غلط ہے"

قارئین نے یقیناً ؎

یہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

کی اس سے نمایاں تر مثال کہیں کم ہی دیکھی ہوگی۔

(باقی ـــ باقی)

تفسیر سورۃ فاتحہ پر ایک نظر

شیخ غلام حسین صاحب سیالکوٹ

محترم و مکرم جناب ایڈیٹر صاحب سلمہ ربہٗ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے جلسہ سالانہ سال ۱۹۵۶ء کے موقعہ پر حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ جس میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر و تشریح نہایت محققانہ اور عالمانہ انداز میں بیان فرمائی تھی، اب اس کو انجمن نے زیور طبع سے آراستہ فرما کر شائع کر دیا ہے یہ کام بہت مفید اور قابل ستائش ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مسیح موعود اور حضور کے متبعین نے اس زمانہ میں قرآن کریم اور اسلام کی جو بیش بہا خدمات انجام دی ہیں ان کا علمی طبقہ کو اعتراف ہے حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور کو [illegible] خدمات جلیلہ کی وجہ سے بین الاقوامی شہرت حاصل ہوئی تھی اسی ضمن میں ہمارے حضرت امیر کے وہ خطبات جمعہ جو اکثر پیغام صلح میں شائع ہوتے ہیں جن میں قرآن کریم کے حقائق و معارف حالات حاضرہ کی روشنی میں بیان کئے جاتے اور سیرت حضرت نبی کریم صلعم کو پیش کیا جاتا ہے ان کو سن کر ایک غیر متعصب طالب حق بھی مسرور اور مسحور ہو جاتا ہے اور ان بزرگوں کو عاشق اسلام یقین کرتا ہے اگرچہ مادیات کا اثر عام طبائع پر حاوی ہو رہا ہے اور اندرونی طور پر علماء کے فروعی اور غیر ضروری اختلافات سے طبائع مذہب سے متنفر ہو رہی ہیں مگر اس گئی گذری حالت میں بھی ہماری جماعت کا لٹریچر آب حیات کا کام دے رہا ہے کاش کہ اس کو کثرت کے ساتھ اچھے ہاتھوں میں پہنچایا جا سکے ہمارے شہر کی جماعت کے امام صاحب سنا ایک غیر از جماعت مولوی صاحب کو پیغام صلح سے حضرت امیر کے خطبات پڑھاتے، وہ مولوی صاحب ان خطبات سے اس قدر متاثر ہوئے کہ وہی خطبات بموقعہ وعظ اپنے سامعین کو سناتے رہے غرضیکہ یہ لٹریچر بڑے کام کی چیز ہے اس کی افادیت پر توجہ ہونی چاہیئے اخبار تو محدود ہاتھوں میں رہتا ہے اگر ان خطبات کو کتابی شکل دی جائے تو تبلیغ اور اشاعت میں بڑے کام آ سکتا ہے۔ میں نے حضرت امیر کی خدمت میں اس بارے میں زبانی بھی عرض کیا تھا مگر شکر ہے کہ ہماری انجمن نے خود اس طرف توجہ فرمائی ہے اور یہ صحیفہ شائع کر دیا ہے انشاء اللہ تعالےٰ یہ ہمارے سلسلہ کی خدمت اور تبلیغ کا کام دے گا۔

میں اس موقعہ پر یہ عرض کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ محترم و مکرم حضرت حافظ محمد حسن صاحب سلمہ ربہٗ کے وہ بلند پایہ اور عالیقدر مضامین جو انہوں نے گذشتہ ایام میں پیغام صلح میں طبع کرائے ہیں وہ بھی اس قابل ہیں کہ اخبار کے فائلوں سے منتقل کر کے کتابی شکل میں شائع کئے جائیں کیونکہ اُن قیمتی مضامین میں جہاں براہین اور دلائل سے کام لیا گیا ہے وہاں محترم حافظ صاحب کا انداز تکلم اور طرز تخاطب ایسا دلکش اور رہنمایانہ ہے جو مخالف طبائع پر اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میں نے ایک زمانہ میں اخبار پیغام صلح میں قوم کے سامنے یہ تجویز پیش کی تھی کہ مرحوم و مغفور حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب سلمہ ربہٗ کے مضامین اخبار سے منتقل کر کے کتابی شکل میں شائع کئے جائیں کیونکہ وہ مضامین اپنی افادیت کے لحاظ سے بہت شہرت اور دلچسپی پیدا کر چکے تھے۔ میری اس تجویز کو متعدد مرتبہ اخبار میں شائع کرایا گیا اور اہل الرائے حضرات سے اس بارے میں مشورہ طلب کیا گیا۔ چنانچہ بہت سے حضرات نے میری تجویز کی تائید کی مگر ارباب انجمن کی توجہ کسی اور ضروری کام نے اپنی طرف مائل کر لی اور یہ مفید کام ادھورا رہ گیا اب تفسیر سورۃ فاتحہ کی اشاعت پر پھر میرے دل میں تحریک پیدا ہوئی ہے کہ اس طرف توجہ دلائی جائے۔ کہ ڈاکٹر صاحب کے وہ معرکۃ الآراء مضامین اور حافظ صاحب کے موجودہ مضامین معہ حضرت امیر کے خطبات مندرجہ پیغام صلح کتابی شکل میں شائع کئے جائیں یہ بیش بہا لٹریچر ایک جلد میں نہیں سما سکے گا اس کے لئے متعدد جلدیں درکار ہوں گی میری دانست میں اس کتاب کا نام "خطبات الاحمدیہ" رکھا جائے۔ والسلام۔

خاکسار شیخ غلام حسین۔ سیالکوٹ

احمدی مستورات سے

راولپنڈی جیسے اہم شہر میں جماعت احمدیہ کے لئے کوئی ایسی جگہ موجود نہیں جہاں خواتین کسی اجتماع میں شامل ہو سکیں یہ حالت ایک ایسی جماعت کے لئے جو اسلام کی فتح کے جھنڈے مغرب میں گاڑنے کے خواب دیکھ رہی ہے نہایت افسوسناک ہے اور یہی وجہ ہے کہ عرصہ دراز سے اجتماعیت اس جگہ سے رخصت ہو چکی ہے، اور خواتین ایک دوسرے سے بے خبر ہیں۔

آج جبکہ اسلامی دنیا میں اسلام کے چہرے کو نوچنے کے لئے بہت سے ہاتھ اٹھ رہے ہیں ہم اس چیز کی ضرورت محسوس کرتی ہیں کہ اپنی بہنوں کو ایک جگہ پر جمع کریں۔ اس وقت احمدیت کا چہرہ دوسری دنیا سے تو کیا ہماری جماعت کے کئی گھروں میں بھی نظر نہیں آتا۔ اور شاید یہی وجہ تھی کہ خواتین غیر معمولی طور پر ۱۳ دسمبر بروز جمعہ نماز کے وقت جناح گرلز ہائی سکول میں موجود تھیں۔

اجتماعیت ہمیں اسلام کے اُن درخشاں گم شدہ ابواب کو اجاگر کرنے کی ترغیب دیتی ہے، جن میں ہماری غفلتوں نے قلب و ذہن کے پردوں سے مٹا دیا ہے گذری ہوئی بہار کی یاد اس خزاں رسیدہ چمن کے پودوں میں ذوق نمو پیدا کر سکتی ہے اور ماضی کے دھندلکے میں چھپے ہوئے نقوش ہمیں مستقبل کی منزل دکھلا سکتے ہیں احمدیت کے متعلق وہ سہانے خواب جو ہمارے دل کے حساس سمندر میں موجزن ہیں ایک حسرتناک تعبیر پیدا کر کے منتشر ہو جائیں گے۔ اگر ہماری قوم کے بزرگوں نے ہمیں سہارا نہ دیا (اس کے بعد بزرگوں کی طرف سے ہمارا فرض ختم ہو جاتا ہے)

میں اپنی تعلیمیافتہ بہنوں سے کہوں گی کہ وہ اپنے کو یکجا کرنے کے لئے اپنی مدد آپ کرنے کے اصول کو اپنائیں۔ اور ہر شہر میں اپنی تنظیم کی طرف توجہ دیں۔ ایسا نہ ہو کہ جب آنے والی نسلیں احمدیت کے کھنڈروں میں اسلام کی روشنی کی کرن ڈھونڈنے نکلیں تو ان میں یہ احساس ہو کہ ان مردان خدا کی سب سے بڑی کمزوری "عورت" تھی۔ کہ ان کے گھر سے اسلام کی تصویر منہ چھپا کر چلدی۔ والسلام

قمر لطیف۔ راولپنڈی

عرب ممالک میں تبلیغ

عرب ممالک میں حضرت صاحب کی معرکۃ الآرا تصنیف حمامۃ البشریٰ (عربی) کو مفت تقسیم کرنے کے لئے انجمن نے اس کی قیمت نصف (ایک روپیہ) یعنی لاگت کے برابر کر دی ہے تبلیغ اسلام اور توسیع جماعت کا جذبہ رکھنے والے احباب سے درخواست ہے کہ اپنی طرف سے زیادہ سے زیادہ کاپیاں عرب ممالک میں تقسیم کرنے کے لئے خرید فرمادیں۔ عرب ممالک میں تقسیم کا کام مجاہد بغداد سید تصدق حسین صاحب قادری اور جناب ابراہیم آدم سچوانی بصرہ کے ذریعہ انجام دیا جائے گا۔

اس

کار خیر میں ضرور حصہ لیں۔ اس غرض کے لئے دو ہزار کاپیاں موجود ہیں۔ آپ ایک روپیہ فی کاپی کے حساب سے ۱۴ جتنی تعداد تقسیم کروانا چاہتے ہیں اس سے اطلاع بخشیں۔

ملنے کا پتہ

منیجر دارالکتب اسلامیہ

احمدیہ بلڈنگس لاہور

پیغام صلح ۲۵ دسمبر ۱۹۵۷ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۶ نمبر ۵۱

ہفت روزہ "پیغام صلح"

قیمت سالانہ:- پاکستان سے چھ روپے - ہندوستان سے چھ روپے ہندوستانی سکہ

ہندوستان میں ہمارے نمایندے کا پتہ:-

شیخ محمد انعام الحق صاحب مکان نمبر ۱ اعظم پورہ ملک پیٹھ حیدر آباد دکن (انڈیا)

مطبوعہ نائیٹل ایورگرین پریس نمبر ۱ لین روڈ لاہور میں باتی اخبار تیتیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا - ایڈیٹر دوست محمد